سیرتِ معصومین علیہم السلام
احسن المقال
ترجمہ
منتہی الآمال
مؤلف
ثقۃ المحدثین آقائی شیخ عباس قمی
ترجمہ
مولانا سید صفدر حسین نجفی رحمۃ اللہ علیہ
مصباح القرآن ٹرسٹ
لاہور پاکستان

سیرتِ معصومین علیہم السلام

احسن المقال جلد اوّل

ترجمہ

منتہی الآمال

مؤلف

ثقۃ المحدثین آقائی شیخ عباس قمیؒ

ترجمہ

مولانا سید صفدر حسین نجفی رحمۃ اللہ علیہ

تصحیح

مولانا غلام رضا ناصر نجفی

ناشر

مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور پاکستان

24 الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۔ 0321-4481214,042-37314311

نام کتاب ـــــــــــ سیرت معصومینؑ۔ احسن المقال جلد اوّل

مؤلف ـــــــــــ ثقۃ المحدثین آقائی شیخ عباس قمی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم ـــــــــــ مولانا سید صفدر حسین نجفی رحمۃ اللہ علیہ

تصحیح ـــــــــــ مولانا محمد سعید الحسن

کمپوزنگ ـــــــــــ فضل عباس سیال (الحمد گرافکس لاہور)

سال اشاعت ـــــــــــ 2014ء

ناشر ـــــــــــ مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور

ہدیہ ـــــــــــ

ملنے کا پتہ

قرآن سینٹر 24 الفضل مارکیٹ اُردو بازار لاہور

فون نمبرز۔ 0321-4481214,042-37314311

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

قارئین کرام!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ! مصباح القرآن ٹرسٹ۔۔۔۔۔عرصہ دراز سے دورِ حاضر کی بعض عظیم ترین تفاسیر وتالیفات کی نشرواشاعت کے سلسلہ میں ایک عظیم اور پُروقار مرکز کی حیثیت سے اُمت مسلمہ کیلئے اپنی عاجزانہ خدمات انجام دے رہا ہے۔

زیرِ نظر کتاب "سیرت معصومین علیہم السلام" ثقۃ المحدثین علامہ شیخ عباس قمیؒ کی عظیم تصنیف "منتھی الآمال" ۔احسن المقال کا اُردو ترجمہ ہے۔ کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے جس میں چہاردہ معصومین علیہم السلام کے حالات زندگی اور انکے کمالات وفضائل کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔ جبکہ دوسری جلد میں خلفائے راشدین اور بادشاہانِ بنو اُمیہ اور بنی عباس کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

اس کتاب کا ترجمہ حجۃ الاسلام علامہ سید صفدر حسین نجفی نے کیا ہے، جو پہلے بھی بہت سی علمی کتب کے ترجمے کر چکے ہیں۔ یہ کتاب قارئین کرام کے لئے عموماً جبکہ خطیب حضرات کیلئے خصوصاً بے بہا علمی خزانہ ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ صاحبانِ علم وتحقیق حسبِ سابق "مصباح القرآن ٹرسٹ" کی اس کوشش کو بھی پسندیدگی کی نظر سے دیکھیں گے اور اس گوہرِ نایاب سے بھرپور علمی وعملی استفادہ فرمائیں گے۔ اور ادارہ کو اپنی قیمتی تجاویز و آراء سے ضرور مستفید فرمائیں گے۔۔۔۔۔۔۔والسلام

اراکین

مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور پاکستان

فہرست مضامین

عنوان — صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

✿✿✿✿✿✿

باب اول

اشرفِ کائنات شفیع روزِ عرصات افضل از جمیع اہل الارض والسموات حضرت خاتم النبیین سید المرسلین محمد مصطفیٰ صلوات اللہ و سلامہ علیہ وآلہ کی تاریخ میں ہے اور اس میں چند فصلیں ہیں:

پہلی فصل

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب کا بیان اور آپؐ کے آباء واجداد کے مختصر حالات۔ آنجناب ابوالقاسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے آپؐ نے فرمایا جب میرا نسب عدنان تک پہنچے تو رُک جاؤ، لہٰذا ہم نے عدنان سے اوپر کا نسب نامہ ذکر نہیں کیا۔ ان حضرات کے حالات بیان کرنے سے پہلے ہم علامہ مجلسیؒ کا کلام نقل کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: واضح ہو کہ علماء امامیہ شیعہ کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ رسول اکرمؐ کے باپ ماں اور تمام آباء واجداد (دادا، دادیاں) حضرت آدمؑ تک سب مسلمان تھے اور آپؐ کے نور نے صلب مشرک اور رحم مشرکہ میں قرار نہیں پایا اور آنحضرتؐ کے نسب کی پاکیزگی اور ہر دور کے ماں باپ (کے مومن ہونے) میں کوئی شبہ نہیں ہے اور متواتر احادیث خاصہ وعامہ ان مضامین پر دلالت کرتی ہیں بلکہ احادیثِ متواترہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے اجداد تمام انبیاء واوصیاء تھے اور حاملینِ دینِ خدا تھے اور جناب اسماعیل کی اولاد جو کہ آنحضرتؐ کے آباء واجداد تھے وہ حضرت ابراہیمؑ کے اوصیاء تھے اور ہمیشہ سے مکہ معظمہ کی بادشاہی خانہ کعبہ کی حجابت اور اس کی تعمیر اُن سے متعلق تھی اور وہ تمام لوگوں کے مرجع تھے اور ملت ابراہیمی انھیں میں تھی اور وہ حضرات اس شریعت کے محافظ تھے وہ ایک دوسرے کو وصیت کرتے اور آثار انبیاء ایک دوسرے کے سپرد کرتے تھے یہاں تک کہ یہ سلسلہ عبدالمطلبؑ تک پہنچا اور عبدالمطلبؑ نے ابو طالبؑ کو اپنا وصی بنایا اور جناب ابو طالبؑ نے آثار انبیاء اور ان کی امانتیں بعثت کے بعد رسالت مآبؐ کے سپرد کیں۔

اب ہم ان بزرگواروں کے حالات شروع کرتے ہیں۔ معلوم ہونا چاہیے کہ عدنان اُود کے فرزند تھے اور ان کی والدہ کا نام بلہا تھا۔ بچپن میں ہی عدنان کی جبین مبارک سے رشد و شہامت و بزرگی کے آثار ظاہر تھے اور اس زمانہ کے کاہن اور منجمین یہ کہا کرتے تھے کہ ان کی نسل سے ایک شخص پیدا ہوگا کہ جن وانس جس کے مطیع و فرمانبردار ہوں گے۔ اسی لیے ان کے بہت سے لوگ دشمن ہو گئے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ شام کے بیابان میں اسی بہادر شہسواروں نے انہیں اکیلا دیکھا تو ان پر حملہ کر دیا۔ عدنان نے تنہا ان سے جنگ شروع کر دی یہاں تک ان کا گھوڑا مارا گیا تو وہ پاپیادہ نیزہ و تلوار سے جنگ کرتے کرتے ایک پہاڑ کے دامن

میں پہنچ گئے اور دشمن ان پر پیچھے سے حملہ کرتے رہے اور گھوڑے دوڑاتے رہے۔ اچانک پہاڑ سے ایک ہاتھ نمودار ہوا اور عدنان کا گریبان پکڑ کر انھیں پہاڑ کے اوپر لے گیا اور پہاڑ کی چوٹی سے ایسی مہیب آواز آئی کہ آپ کے تمام دشمن اس سے ہلاک ہو گئے۔

یہ واقعہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب عدنان حد رشد و تمیز کو پہنچے تو سردار عرب و سید سلسلہ و قبلۂ قبیلہ قرار پائے اور ساکنانِ بطحا و یثرب اور صحرائی قبائل بھی آپ کے حکم کے مطیع و فرمانبردار ہو گئے اور جب بخت النصر بیت المقدس کو فتح کر چکا تو اس نے تسخیر بلاد و اقوام عرب کا قصد کیا اور عدنان سے جنگ کی اور ان کے بہت سے انصار کو قتل کیا اور بالآخر عدنان پر غالب آ گیا اور اتنے عرب اس نے قتل کیے کہ اب عدنان اور دوسرے لوگ اس کے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکے۔ مجبوراً ہر شخص کسی نہ کسی طرف بھاگ نکلا اور عدنان اپنی اولاد سمیت یمن کی طرف چلے گئے (اور اس جائے امن کو اپنا وطن قرار دیا اور مرتے دم تک وہیں رہے۔ ان کے دس فرزند تھے کہ جن میں سے بعض کے نام معد، عک، عدن، اُد، اور غنی تھے اور وہ نور روشن جو عدنان کی پیشانی میں درخشاں تھا وہ ان کے فرزند معد کی جبیں سے طالع ہوا اور یہ نور ہمایوں پیغمبر آخرالزمان کے وجود کی واضح دلیل تھا جو ایک صلب سے دوسرے صلب کی طرف منتقل ہوتا تھا۔ جب وہ نور پاک معد کی طرف منتقل ہوا اس وقت بخت النصر بھی مر چکا تھا اور لوگ اس کے شر سے محفوظ ہو گئے تھے (اہل مکہ نے) کسی کو معد کی طرف بھیجا۔ وہ عرب قبائل میں لائے گئے اور وہ سردار عرب ہو گئے۔ ان کے ہاں چار بیٹے پیدا ہوئے اور ان کا نور جمال ان کے بیٹے نزار کی طرف منتقل ہو گا۔ نزار کی والدہ معانہ بنت حوشم قبیلۂ جرہم سے تھیں۔ جب نزار پیدا ہوئے اور ان کے والد نے نور نبوت کو ان کی دونوں آنکھوں میں چمکتے ہوئے دیکھا تو معاذہ بنت جوش بہت خوش ہوئے۔ اونٹوں کو ذبح کیا اور لوگوں کو کھانا کھلایا اور کہا کہ یہ سب کچھ اس مولود کے مقابلہ میں بہت کم اور تھوڑا ہے۔

بیان کرتے ہیں کہ آپ نے ہزار اونٹوں کو ذبح کیا تھا۔ اتنی قربانی کو کم سمجھتے ہوئے آپ نے نزار نام رکھا کیونکہ نزار کے معنی کم اور تھوڑے کے ہیں۔ جب نزار حد رشد کو پہنچے اور ان کے والد کی وفات ہوئی تو وہ بھی عرب میں سردار و بزرگ قبیلہ مانے گئے۔ ان کے بھی چار بیٹے پیدا ہوئے اور جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو وہ دیہات سے اپنے بیٹوں کے ساتھ مکہ معظمہ تشریف لائے وہیں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے بیٹوں کے نام یہ ہیں۔ ربیعہ، انمار، مضر، ایاد اور ان کا باپ کے اموال کی تقسیم میں ایک دلچسپ واقعہ مشہور ہے اور انھوں نے اس سلسلہ میں افعی جرہمی کی طرف رجوع کیا تھا جو کہانت میں پوری مہارت رکھتا تھا اور نجران میں اعاظم و اشراف کا مرجع تھا۔ انمار سے دو قبیلے چلے خشعم اور بجیلہ۔ یہ دونوں گروہ یمن میں چلے گئے اور قس بن ساعدہ ایادی جو کہ حکماء و فصحاء عرب میں سے ہے ایاد کی طرف منسوب ہے اور ربیعہ اور مضر سے بھی بہت سے قبیلے نکلے۔ چنانچہ آدھے عرب ان تک اپنا نسب نامہ لے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دونوں کثرت میں ضرب المثل ہو گئے اور ربیعہ و مضر کی فضیلت کے لیے وہ حدیث نبوی کافی ہے کہ ربیعہ و مضر کو گالی نہ دو۔ چونکہ وہ دونوں مسلمان تھے اور مضر ماضر کا معدول ہے اور ماضر دہی بننے سے پہلے والے دودھ کو کہتے ہیں اور مضر کا نام عمرو تھا اور ان

کی والدہ سودہ بنت عک تھیں اور نور نبوت نزار سے مضر کی طرف منتقل ہوا تھا، اور باپ کے بعد وہ رئیسِ قبیلہ تھے اور اتو تمام عرب ان کی فرمانبردار تھیں اور وہ ہمیشہ دینِ ابراہیمی کی تبلیغ کرتے اور لوگوں کو صراط مستقیم کی ہدایت کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ وہ تمام لوگوں سے زیادہ خوش الحان تھے اور وہ پہلے شخص ہیں کہ جس نے اونٹوں کے لیے حدی خوانی کی۔ ان کے ہاں دو بیٹے پیدا ہوئے۔ ایک عیلان کہ جن سے بہت سے قبائل پیدا ہوئے اور دوسرے الیاس کہ جن کی طرف نور نبوت منتقل ہوا۔ لہٰذا باپ کے بعد یہی قبائلِ عرب میں بزرگ تسلیم کیے گئے۔ چنانچہ ان کو سید العشیرہ کا لقب دیا گیا۔ قبائل کے معاملات اور اہم امور کے ان کے مشورہ اور صوابدید پر فیصلے ہوتے تھے اور جب تک نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی پشت سے منتقل نہیں ہوا کبھی کبھی وہ اپنی پشت سے زمزمہ تسبیح سنتے تھے اور ہمیشہ عرب جناب لقمان اور ان جیسے لوگوں کی طرح انھیں معظم و محترم سمجھتے ہیں ان کی والدہ کا نام رباب تھا اور ان کی زوجہ محترمہ لیلیٰ بنت حلوان قضاعیہ یمنیہ ہیں کہ جنھیں خندف کہتے ہیں اور ان کے تین بیٹے تھے۔ (۱) عمرو (۲) عامر (۳) عمیر۔ کہتے ہیں جب ان کے بیٹے حد بلوغ و رشد کو پہنچ گئے تو ایک دن عمرو اور عامر اپنی والدہ لیلیٰ کے ساتھ صحرا میں گئے۔ اچانک راستہ میں ایک خرگوش اُچھلا اور ایک طرف بھاگنے لگا اور اونٹ خرگوش کی وجہ سے بدکے عمرو و عامر اس خرگوش کے پیچھے دوڑے۔ عمرو پہلے اس تک پہنچا اور عامر نے جا کر اسے شکار کیا اور اس کے کباب بنائے لیلیٰ کو اس نے سرور اور فخر محسوس ہوا اور وہ جلدی سے الیاس کے پاس آئی چونکہ وہ ناز و انداز سے چل رہی تھی۔ الیاس نے کہا این تخندفین یعنی کہاں نازل سے چل رہی ہو۔ چونکہ خندفہ اسے کہتے ہیں جس کے چلنے میں جلال و ناز ہو تو لیلیٰ نے کہا ہمیشہ آپ کی وجہ سے کبر و ناز سے میں قدم اٹھاتی ہوں اس وجہ سے الیاس نے اس کا نام خندف رکھا۔ لہٰذا وہ قبائل جو الیاس کی طرف منسوب ہیں بنی خندف کہلاتے ہیں اور چونکہ عمرو نے خرگوش کو پکڑ لیا تھا تو الیاس نے اسے مدرکہ (پانے والا) کا لقب دیا اور عامر نے اسے شکار کر کے کباب بنائے تھے اور اسے طانجہ کا نام دیا گیا اور عمیر اچونکہ اس واقعہ میں کوئی خدمت انجام نہ دے سکا لہٰذا قمعہ کے نام سے ملقب ہوا۔

خلاصہ یہ کہ خندف کو الیاس سے بڑی محبت تھی کہتے ہیں۔ جب الیاس کی وفات ہوئی تو خندف بہت زیادہ محزون ہوئی اور الیاس کی قبر سے نہ اٹھی اور مرتے دم تک کبھی سایہ میں نہ بیٹھی اور نور نبوت الیاس سے مدرکہ کی طرف منتقل ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ اسے مدرکہ اس بناء پر کہا گیا کہ اس نے ہر اس شرافت کو درک (حاصل) کیا جو ان کے باپ دادا میں تھی (مترجم کہتا ہے کہ یہی قول زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے اور گزشتہ واقعہ کئی ایک وجوہ سے صرف نظر ہے) ان کو ابوالہذیل کہتے تھے ان کی زوجہ سلمیٰ بنت اسد بن ربیعہ بن نزار تھی۔ اس سے مدرکہ کے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ ایک خزیمہ اور دوسرا ہذیل جو بہت سے قبائل کا باپ ہوا اور نور نبوت خزیمہ کی طرف منتقل ہوا اور وہ اپنے باپ کے بعد قبائل عرب کا حاکم تھا اور اس کے تین بیٹے تھے۔ کنانہ، ہون، اسد۔ کنانہ کی ماں عوانہ بنت سعد بن قیس بن عیلان بن مضر ہے اور اس کی کنیت ابونضر تھی جب وہ قبائل عرب کا سردار قرار پایا تو اس سے عالم خواب میں کہا گیا کہ برہ بنت مر بن اد بن طانجہ بن الیاس کے ساتھ شادی کر دتا کہ اس کے شکم سے فرزند یگانہ پیدا ہو۔ بس کنانہ نے اس کے ساتھ شادی کی اور اس سے تین بیٹے پیدا ہوئے۔ نضر، ملک، ملکان اور ہالہ جو قبیلہ ازد سے تھی اس سے بھی نکاح کیا اور اس سے عبد مناۃ نامی بیٹا پیدا ہوا۔ کنانہ

کے بیٹوں میں سے نضر کی پیشانی سے نور نبوی چمکا اور اس کے نضر نام ہونے کی وجہ سے اس کے چہرہ کی نضارت اور خوبصورتی تھی اور اسے قریش بھی کہتے تھے۔ جس قبیلہ کا شجرہ نسب نضر سے ملتا ہے اسے قریش کہتے ہیں اور نضر کے لقب قریش سے ملقب ہونے میں بہت اختلاف ہے۔ شاید سب سے بہتر وجہ یہ ہے کہ چونکہ نضر شخص بزرگ وصاحب الرائے تھا اور قوم کی سرداری اس سے متعلق تھی اس نے قبیلہ کے بکھرے ہوئے لوگوں کو جمع کیا اور زیادہ تر لوگ ہر صبح اس کے دستر خوان پر جمع ہوتے تھے اس وجہ سے اس کا لقب قریش ہوا چونکہ تقرش کے معنی جمع کرنا ہے اور نضر کے دو بیٹے تھے۔ مالک اور مخلد اور نور نبوت مالک کی پیشانی میں تھا اور اس کی والدہ عاتکہ بنت عدوان بن عمرو بن قیس بن عیلان ہے اور مالک کا ایک بیٹا تھا جس کا نام ہے فہر۔ اس کی والدہ جندلہ بنت حارث جرھمیہ تھی اور فہر مکہ میں سردار قوم تھا اور اسے قریش کا جمع کرنے والا کہتے ہیں۔ اس کے لیلیٰ بنت سعد بن ہذیل سے چار بیٹے تھے۔ غالب، محارب، حارث، ماسد۔ ان میں سے نور نبوت غالب کی طرف منتقل ہوا اور غالب کے سلمیٰ بنت عمرو بن ربیعہ خزاعیہ سے دو بیٹے تھے، لوی، تیم۔ نور شریف نبوت لوی کی طرف منتقل ہوا اور لفظ لوی تصغیر ہے لای کی جس کے معنی ہیں نور کے۔ اس کے چار بیٹے تھے، کعب، عامر، سامہ، عوف۔ ان میں سے نور نبوت کعب کی طرف منتقل ہوا۔ کعب کی والدہ ماریہ قضاعیہ بنت کعب تھی اور کعب بن لوی صنادید عرب میں سے تھا اور قبیلہ قریش میں سب سے برتر سمجھا جاتا تھا اور اس کی بارگاہ پناہ لینے والوں کو ملجاء و پناہ گاہ تھی اور عربوں کا یہ قاعدہ تھا کہ جب کوئی عظیم مصیبت یا عجیب وغریب واقعہ رونما ہوتا اس واقعہ کے سال کو اپنی تاریخ قرار دیتے تھے۔ اسی لیے انھوں کے کعب کی وفات والے سال کو جو ہبوط آدم سے ۵۶۴۴ سال کی مدت تھی عام الفیل تک تاریخ قرار دیا اور اس کے مخشیہ بنت شیبان سے تین بیٹے ہوئے، مرہ، عدی، ہصیص۔ ہصیص باقی بھائیوں سے بڑا تھا اور اس کا ایک بیٹا تھا۔ عمرو اور عمرو کے دو بیٹے تھے ایک سہم اور دوسرا جمح اور سہم کی طرف عمرو بن عاص اور جمح کی طرف عثمان بن مظعون، صفوان بن امیہ اور ابو محذورہ جو کہ موذن رسول تھا منسوب ہیں اور عدی بن کعب کی طرف عمر بن خطاب منسوب ہے اور مرہ کعب وہ بزرگ ہے جس کی طرف کعب بن لوی سے نور محمدی منتقل ہوا۔ اس کے تین بیٹے تھے۔ (۱) کلاب جس کی والدہ ہند بنت سری بن ثعلبہ تھی اور دوسرے بیٹوں تیم و یقظہ کی ماں رقیہ تھی۔ ابوبکر وطلحہ کا قبیلہ تیم کی طرف منسوب ہے اور یقظہ کا بیٹا مخزوم نامی تھا جس کی طرف بنی مخزوم منسوب ہیں کہ جن میں سے ام سلمہؓ، خالد بن ولید اور ابوجہل ہیں اور کلاب بن مرہ کے دو بیٹے تھے۔ ایک زہرہ کہ جس کی طرف جناب آمنہ والدہ نبی اکرمؐ، سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمن بن عوف ہیں۔ دوسرا کا نام قصی ہے کہ جس کا نام زید تھا سے قصی اس لیے کہتے تھے چونکہ اس کی والدہ فاطمہ بنت سعد نے کلاب کی وفات کے بعد ربیعہ بن حرام قضاعی سے شادی کر لی۔ زہرہ کو جو اس کا بڑا بیٹا تھا مکہ میں چھوڑ گئی اور قصی جو چھوٹا تھا اسے اپنے ساتھ لے گئی اور اپنے شوہر کے ہمراہ قبیلہ قضاعہ میں رہنے لگی۔ چونکہ قصی مکہ سے دور چلا گیا تو اسے قصی کہنے لگے جس کے معنی ہیں دور ہونے والا۔ جب قصی بڑا ہو گیا تو اپنی والدہ اور مادری بھائی رزاح بن ربیعہ سے حج کے موقعہ پر الوداع کہہ کے قبیلہ قضاعہ کے ایک گروہ کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں اپنے بھائی زہرہ کے ساتھ رہنے لگا یہاں تک کہ وہاں کا بادشاہ ہو گیا۔ اس زمانہ میں سردار مکہ جلیل بن حبشیہ تھا۔ جلیل قبیلہ خزاعہ پر جو جرھمیوں کے بعد مکہ پر مسلط ہو گئے تھے حکومت کرتا تھا۔ اس کے کئی بیٹے اور بیٹیاں تھیں۔ ان میں سے اس کی

ایک بیٹی تھی "حبی"۔ قصی نے حبی سے نکاح کرلیا اور اس کے بعد اس کے حالات اچھے نہ رہے تھے۔ وباء کی مصیبت اور رعاف (ناک سے خون بہنا) کی تکلیف مکہ میں شروع ہوئی تو جلیل اور قبیلہ خزاعہ کے لوگ مکہ سے باہر چلے گئے اور جلیل مکہ سے باہر ہی فوت ہو گیا اور اس نے مرتے وقت وصیت کی کہ اس کے بعد خانہ خدا کی کلید برداری اس کی بیٹی حبی سے متعلق ہوگی اور ابوغبشان الملکانی اس منصب حجابت میں اس کا شریک ہوگا اور یہ معاملہ یونہی رہا یہاں تک کہ قصی کے حبی سے چار بیٹے پیدا ہوئے۔ عبد مناف، عبد العزیٰ، عبد القصی، عبدالدار۔ قصی نے حبی سے کہا کہ بہتر ہے خانہ کعبہ کی کلید برداری اپنے بیٹے عبدالدار کے سپرد کردو تا کہ یہ میراث اولاد اسماعیلؑ سے باہر نہ جائے۔ حبی نے کہا کہ مجھے اپنے سے کوئی چیز عزیز نہیں لیکن ابوغبشان جو میرے باپ کے حکم اور وصیت کے مطابق میرے ساتھ شریک ہے اس کا کیا کروں۔ قصی نے کہا اس کی چارہ جوئی میرے لیے آسان ہے۔ پس حبی نے اپنا حق اپنے بیٹے عبدالدار کو سونپ دیا اور قصی چند دنوں کے بعد طائف گیا، ابوغبشان وہاں تھا، ایک رات ابوغبشان نے بزم عیش آراستہ کی اور شراب خوری میں مشغول ہوا۔ قصی اس مجلس میں موجود تھا جب اس نے ابوغبشان کو خوب مست پایا اور دیکھا کہ وہ عقل کھو بیٹھا ہے تو اس سے منصب حجابت شراب کی ایک مشک کے بدلے خرید لیا اور اس خریداری کو محکم کرلیا اور اس پر چند لوگوں کو گواہ کیا اور خانہ کعبہ کی چابی اور اس سے لے لی اور فوراً مکہ میں آیا۔ اور وہاں لوگوں کو جمع کیا اور اس اجتماع میں کلید خانہ کعبہ اپنے بیٹے عبدالدار کے سپرد کردی۔ اُدھر ابو غبشان جب ہوش میں آیا تو سخت پشیمان ہوا اور کوئی چارہ کار اسے نظر نہ آیا اور عرب میں یہ ضرب المثل ہوگئی وہ کہتے کہ فلاں ابوغبشان سے زیادہ احمق زیادہ نادم اور زیادہ خسارہ میں ہے۔

خلاصہ یہ کہ جب قصی ابوغبشان سے کلید خانہ (چابی) لے چکا اور قریش کا سردار اور امیر ہو گیا تو منصب سقایت وحجابت و رفادت ولواء وندوہ اور دوسرے معاملات اس کے ساتھ مخصوص ہو گئے۔ سقایت کا مطلب ہے حاجیوں کو پانی پلانا۔ حجابت کا مقصد ہے خانہ کعبہ کی چابی پاس رکھنا اور خانہ خدا میں حاجیوں کو داخل ہونے دینا اور رفادت کے معنی ہیں کھانا کھلانا اور یہ رسم تھی کہ ہر سال اتنا کھانا تیار کیا جائے جو حاجیوں کے لیے کافی ہو اور مزدلفہ میں آ کر ان میں تقسیم کیا جائے اور لواء کا معنی یہ تھا کہ قصی جب مکہ سے کوئی فوج باہر بھیجتا تو افسران لشکر کو ایک ایک علم دیتا تھا اور یہ قانون قصی کی اولاد میں رسول خداؐ کے زمانہ تک برقرار رہا اور ندوۃ کے معنی ہیں مشورہ کرنا اور وہ اس طرح تھا کہ قصی نے خانہ کعبہ کے قریب ایک زمین خریدی اور اس پر ایک مکان تعمیر کیا اور اس کا دروازہ مسجد کی طرف بنایا۔ اس مکان کا نام دارالندوۃ رکھا۔ جب کوئی سخت معاملہ درپیش ہوتا تو بزرگان قریش وہاں جمع ہو کر مشورہ کرتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ قصہ نے قریش کو جمع کیا اور کہنے لگا کہ اے گروہ قریش تم خدا کے ہمسائے اور اس کے گھر والے ہو اور حاجی لوگ اس کے مہمان اور اس کے زوار ہیں پس تم پر لازم ہے کہ ان کے لیے کھانا اور پانی مہیا کرو جب تک وہ مکہ سے چلے نہ جائیں۔ دین اسلام کے آنے تک قریش کا یہی طریقہ رہا۔ اس وقت قصی نے مکہ کی زمین کو چار حصوں میں تقسیم کیا اور قریش کو اس میں آباد کیا لیکن بنی خزاعہ اور بنی بکر نے جو پہلے مکہ پر مسلط تھے جب قصی کا غلبہ دیکھا اور خانہ کعبہ کی چابی دوسرے کے ہاتھ میں نظر آئی تو انھوں نے فوج اکٹھی کی اور اس سے برسر پیکار ہوئے اور پہلے تو قصی کو انھوں نے شکست دی۔ پس زراح بن ربیعہ اپنے دوسرے بھائیوں کے ساتھ (جو ربیعہ کی اولاد تھے) اور

قضاعہ کے ایک گروہ کے ساتھ قصی کی مدد کے لیے آیا اور قبیلہ خزاعہ کے ساتھ جنگ کی یہاں تک کہ قصی غالب آ گیا پس انھوں نے قصی کی شاہی تسلیم کر لی اور وہ پہلا بادشاہ ہے جس کو قریش اور عرب کی سلطنت ملی اور اس نے بکھرے ہوئے قریشیوں کو جمع کیا اور ہر ایک کو مکہ میں معین جگہ دی۔ اس لیے اس کو مجمع بھی کہتے ہیں۔ شاعر کہتا ہے أبو کم قصی کان یدعی مجمعا بہ جمع اللہ القبائل من فھر یعنی تمہارا باپ قصی ہے جسے مجمع کے نام سے پکارا جاتا تھا جس کے ذریعے خدا نے فہر کے قبائل کو جمع کیا۔ قصی اتنی عظمت کا مالک ہو گیا کہ کوئی شخص اس کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتا تھا۔ کوئی عورت اس کی اجازت کے بغیر اپنے شوہر کے گھر نہ جا سکتی تھی اور اس کے احکام قبیلہ قریش میں اس کی زندگی اور موت کے بعد دین کی طرح لازم العمل سمجھے جاتے تھے پھر قصی نے منصب سقایت اور رفادت وحجابت ولواء ودار الندوہ اپنے بیٹے عبدالدار کے سپرد کر دیئے اور قبیلہ بنی شیبہ اسی کی اولاد میں سے ہیں جو کلید خانہ کعبہ کے میراث کے طور پر مالک تھے۔ جب اس کا زمانہ ختم ہوا اور قصی نے وفات پائی تو اسے حجون میں دفن کیا گیا اور نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قصی سے عبدمناف کی طرف منتقل ہوا۔ عبدمناف کا نام مغیرہ تھا اور انتہائی حسن و جمال کی وجہ سے اس کا لقب قمر البطحاء ہو گیا تھا اور اس کی کنیت ابوعبدالشمس تھی اور اس نے عاتکہ بنت مرہ بن ہلال سلمیہ سے نکاح کیا اور اس سے دو جڑواں بیٹے پیدا ہوئے۔ ان دونوں کی پیشانی ایک دوسرے سے جڑی ہوئی تھی پس تلوار سے انھیں ایک دوسرے سے جدا کیا گیا۔ ایک کا نام عمرو کہ جس کا لقب ہاشم قرار پایا اور کوئی دوسرے کا نام عبدالشمس رکھا گیا۔ جب عقلاء عرب میں سے ایک شخص کو اس کی خبر ملی تو وہ کہنے لگا ان دونوں کی اولاد میں تلوار کے علاوہ کوئی چیز فیصلہ نہیں کرے گی اور ایسا ہی ہوا جیسا کہ اس شخص نے کہا تھا کیونکہ عبدالشمس کا بیٹا امیہ تھا اور اس کی اولاد ہمیشہ اولاد ہاشم سے برسر پیکار رہی اور ان میں تلوار چلتی رہی اور عبدمناف کے ان دو بیٹوں کے علاوہ بھی دو بیٹے تھے، المطلب کہ جس کے قبیلہ میں سے عبیدہ بن الحارث اور شافعی ہیں اور دوسرا بیٹا نوفل تھا کہ جس کی طرف جبیر بن مطعم منسوب ہے اور ہاشم بن عبدمناف کو جن کا نام عمرو تھا بلند مرتبہ ہونے کی بناء پر عمرو العلی کہتے تھے اور زیادہ حسن و جمال کی وجہ سے انھیں اور مطلب کو البدران (دو چودھویں کے چاند) کہتے تھے اور ہاشم کو مطلب سے بڑی الفت و محبت تھی جیسا کہ عبدالشمس کو نوفل کے ساتھ اور جب ہاشم کمال رشد کو پہنچے تو جوانمردی اور مروت کے آثار ان سے ظاہر ہوئے اور انھوں نے مکہ کے لوگوں کو اپنی حمایت کے سایہ میں لے لیا۔ چنانچہ جب مکہ میں قحط اور مہنگائی کی مصیبت درپیش ہوئی اور لوگوں پر سختی آئی تو ہاشم نے شام کا سفر کیا۔ وہاں سے اپنے اونٹوں پر غلہ لاد کر مکہ میں لے آئے۔ ہر صبح وشام ایک اونٹ ذبح کرتے اور اس کا گوشت پکوا کر منادی کراتے اور مکہ کے لوگوں کو کھانے کی دعوت دیتے اور روٹیاں شوربے میں بھگو کر انھیں کھلاتے۔ اسی لیے ان کا لقب ہاشم ہو گیا کیونکہ ہشم کا معنی چورنا ہے۔ عرب کا ایک شاعر ان کی مدح میں کہتا ہے۔ ترجمہ شعر:

''بلند مرتبہ عمرو نے ثرید (شوربے میں روٹی کے ٹکڑے بھگونا) کھلایا اپنی اس قوم کو جو مکہ میں قحط سالی
سے پریشان تھی۔''

دو سفر ان کی طرف منسوب ہیں۔ سردی اور گرمی کا۔ جب ہاشم کا معاملہ عروج کو پہنچا اور عبدمناف کی اولاد کو قوت حاصل ہوئی

تو انھوں نے پختہ ارادہ کرلیا کہ منصب سقایت و رفادت وحجابت ولواء اور دارالندوہ عبدالدار کی اولاد سے لیں اور خود ان چیزوں کا تصرف کریں۔ اس مہم میں عبدالشمس، ہاشم، نوفل اور عبدالمطلب چاروں بھائی متفق ہو گئے۔ اس وقت عبدالدار کی اولاد کا رئیس عامر بن ہاشم بن عبدمناف بن عبدالدار تھا۔ جب اسے عبدمناف کی اولاد کا ارادہ معلوم ہوا تو اس نے اپنے دوستوں کو جمع کیا۔ ادھر عبدمناف کی اولاد نے اپنے اعوان و مددگار اکٹھے کیے۔ اس موقعہ پر بنی اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی اور بنی زہرہ بن کلاب اور بنی تیم بن مرہ اور بنی الحارث بن فہر اولاد عبدمناف کے ہواخواہ اور دوست بن گئے۔ پس ہاشم اور ان کے بھائی ایک برتن خوشبو سے پر کر کے مجلس میں لے آئے اور ان لوگوں نے اپنے ہاتھ خوشبوؤں سے تر کر کے اولاد عبدمناف سے ملائے اور قسم کھائی کہ ہم اس وقت تک آرام سے نہیں بیٹھیں گے جب تک کہ یہ کام انجام کو نہیں پہنچ جاتا اور اس قسم کو مزید محکم و پختہ کرنے کے لیے خانہ کعبہ میں گئے اور کعبہ پر ہاتھ رکھ کر ان قسموں کی تجدید کی کہ پانچوں منصب اولاد عبدالدار سے لے کر رہیں گے اور چونکہ ان لوگوں نے اپنے ہاتھ خوشبو سے رنگے ہوئے تھے لہٰذا انھیں مطیبین (خوشبو لگانے والے) کہا گیا اور قبیلہ بنی مخزوم اور بنی سہم بن عمرو بن ہصیص اور بنی عدی بن کعب عبدالدار کے معین و مددگار ہو گئے اور اولاد عبدالدار کے ساتھ خانہ کعبہ میں آ کر قسم کھائی کہ عبدمناف کی اولاد کو ان کے کام میں دخیل نہ ہونے دیں گے اور عربوں نے اس گروہ کو احلاف کا لقب دیا اور جس وقت احلاف اور مطیبین اپنی عداوت میں جوش دکھانے لگے اور آلات حرب و ضرب سیدھے کرنے لگے تو جانبین کے دانشور اور عقلاء درمیان میں آ گئے اور انھوں نے کہا کہ اس جنگ و جدال میں طرفین کے نقصان کے علاوہ کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور اس طرح دست و گریبان ہونے اور خون بہانے سے قریش کمزور ہو جائیں گے اور قبائل عرب ان پر زیادتی کرنے لگیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ معاملہ صلح و آشتی کے ساتھ طے کیا جائے اور یہ قرار پایا کہ سقایت و رفادت کا کام عبدمناف کی اولاد کے سپرد ہو اور حجابت ولواء و دارالندوہ پر اولاد عبدالدار کا تصرف ہو لہٰذا جنگ سے رک گئے اور ایک دوسرے سے نرمی و مدارات سے پیش آئے۔

اب اولاد عبدمناف نے ان دونوں مناصب کے سلسلہ میں قرعہ اندازی کی اور ان دونوں منصبوں کا قرعہ فال ہاشم کے نام پر نکلا اس کے بعد عبدمناف اور اولاد عبدالدار میں یہ پانچوں منصب بطور میراث چلتے رہے۔ چنانچہ رسول اکرمؐ کے زمانہ میں کلید برداری مکہ کا منصب عثمان بن ابوطلحہ بن عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار کے پاس تھا اور جب حضرتؐ نے مکہ فتح کیا تو عثمان کو بلایا اور خانہ کعبہ کی چابی اس کے حوالہ کر دی اور یہ عثمان جب مدینہ کی طرف ہجرت کر کے آیا تو اس نے چابی اپنے چچا کے بیٹے شیبہ کے سپرد کی اور اس کی اولاد میں رہی۔ باقی رہا لواء (جھنڈا) تو وہ عبدالدار کی اولاد میں رہا۔ یہاں تک کہ جب مکہ فتح ہوا اور وہ حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ لواء ہم میں قرار دیں تو آپؐ نے فرمایا اسلام میں اس سے زیادہ وسعت رکھتا ہے۔ یہ اشارہ تھا اس بات کی طرف کہ اسلام اس سے بلند تر ہے کہ وہ فتح کے جھنڈے ایک ہی خاندان سے وابستہ کر دے۔ پس یہ قانون ختم ہو گیا۔ اور دارالندوہ معاویہ کے زمانہ تک موجود تھا۔ جب وہ بادشاہ ہو گیا تو اس نے وہ مکان عبدالدار کی اولاد سے خرید کر اسے دارالامارہ بنا دیا۔ باقی رہی سقایت و رفادت تو وہ ہاشم سے ان کے بھائی مطلب تک پہنچی اور مطلب سے عبدالمطلب بن ہاشم کو ملی اور عبدالمطلب سے ان کے بیٹے

ابوطالبؑ تک پہنچی اور چونکہ ابوطالبؑ کے پاس مال و زر کی کمی تھی لہٰذا انھوں نے اپنے بھائی عباس سے قرض لیا اور حاجیوں کو کھانا کھلایا اور جب وہ قرض ادا نہ کر سکے تو اس کے بدلے منصب سقایت اور رفادہ عباس کو دے دیا اور عباس سے ان کے بیٹے عبداللہ تک پہنچا اور اس سے ان کے بیٹے علی کو ملا اور اس طرح آخر خلفاء بنی عباس تک رہا۔ بہر حال جب ہاشم کے حسن و جمال کی شہرت دنیا میں پھیلی تو سلاطین اور بڑے لوگوں نے ان کے پاس تحفے اور ہدیے بھیجے اور ان سے استدعا کی کہ وہ ان کی بیٹی سے نکاح کر لیں، شاید نور محمدی جو ان کی پیشانی میں ہے ان کی طرف منتقل ہو لیکن ہاشم نے قبول نہ کیا اور اپنی قوم کی ایک نجیب لڑکی سے شادی کی اور لڑکے لڑکیاں ان کے ہاں پیدا ہوئیں ان میں سے ایک اسد تھے جو امیر المومنینؑ کی والدہ فاطمہ کے باپ تھے لیکن وہ نور جو ہاشم کی پیشانی میں تھا وہ اسی طرح رہا۔ پس ایک رات ہاشم نے خانہ کعبہ کے گرد طواف کیا اور تضرع وزاری کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں سوال کیا کہ مجھے ایسا فرزند عنایت فرما جو اس پاک نور کا حامل بنے۔ پس انھیں عالم خواب میں سلمٰی بنت عمرو بن زید بن لبید کے متعلق حکم دیا گیا جو بنی نجار میں سے مدینہ میں تھیں۔ پس ہاشم شام کے سفر کے ارادہ سے چلے اور مدینہ میں عمرو کے گھر قیام کیا اور اس کی بیٹی سلمٰی کے ساتھ نکاح کیا لیکن عمرو نے ہاشم سے یہ عہد لیا کہ میں اپنی بیٹی تمہیں اس شرط پر دیتا ہوں کہ اگر اس سے بیٹا پیدا ہوا تو وہ مدینہ میں رہے گا اور کوئی شخص اسے مکہ نہیں لے جائے گا۔ ہاشم اس شرط پر راضی ہو گئے اور شام سے واپسی پر سلمٰی کو مکہ لے آئے۔ جب سلمٰی عبدالمطلب کے ساتھ حاملہ ہوئیں تو اس شرط کی بنا پر اسے دوبارہ مدینہ لے آئے تا کہ مدینہ میں وضع حمل ہو اور خود شام کی طرف چلے گئے اور مقام غزہ میں جو شام کے آخر میں ایک شہر ہے کہ اس میں اور عسقلان میں دو فرسخ کا فاصلہ ہے وفات پائی۔ ادھر سلمٰی سے عبدالمطلب پیدا ہوئے اور ان کا عامر نام رکھا گیا اور چونکہ ان کے سر کے کچھ بال سفید تھے انھیں شیبہ کہتے تھے۔ سلمٰی ان کی تربیت کرتی رہیں یہاں تک کہ وہ سن تمیز کو پہنچے اور اتنے اچھے عادات اطوار کے مالک ہو گئے کہ ان کا لقب شیبۃ الحمد ہو گیا۔ اس وقت ان کے چچا مطلب مکہ میں سردار قوم تھے۔ کلید خانہ کعبہ کمان اسماعیل اور علم نزار ان کے پاس تھا اور منصب سقایت و رفادت بھی ان سے متعلق تھا۔ پس مطلب مدینہ میں آئے اور اپنے بھتیجے کو اونٹ پر اپنے پیچھے بٹھا کر مکہ کی طرف لے آئے قریش نے جب اسے دیکھا تو یہ کہ مطلب مدینہ کے سفر میں کوئی غلام خرید کر اپنے ساتھ لائے ہیں۔ اس وجہ سے شیبہ کو عبدالمطلب کہنے لگے اور وہ اس نام سے مشہور ہو گئے۔

جب مطلب اپنے گھر میں پہنچے تو عبدالمطلب کو بہترین لباس پہنایا اور عبد مناف کی اولاد میں انھیں عظمت دی اور ان کے اچھے کارنامے دن بدن ظاہر ہونے لگے اور ان کا نام اونچا ہوا اور اسی طرح وہ رہے یہاں تک کہ مطلب نے وفات پائی اور منصب رفادت و سقایت اور دوسری چیزیں عبدالمطلب کی طرف منتقل ہوئیں اور وہ اتنے بزرگ و بلند ہوئے کہ دور کے شہروں سے ان کے لیے ہدیے اور تحفے آنے لگے اور جس پر ان کا لطف و کرم ہو جاتا تو وہ امن و امان کی زندگی بسر کرتا۔ عرب پر جب کوئی مصیبت آتی تو انھیں کوہ ثبیر پر لے جاتے قربانی کرتے اور اپنی حاجت براری کا سبب انھیں سمجھتے اور اپنی قربانی کا خون اپنے بتوں کے چہروں پر ملتے لیکن عبدالمطلب سوائے خدائے یکتا کے کسی کی حمد و ثنا نہیں کرتے تھے۔ بہر حال عبدالمطلب کا جو پہلا بیٹا پیدا ہوا وہ حارث نامی تھا اسی لیے ان کی کنیت ابوالحارث ہو گئی۔ جب حارث حد رشد و بلوغ کو پہنچا تو عبدالمطلب کو خواب کے ذریعہ حکم ملا کہ چاہ زمزم کی کھدائی کرو۔

یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ عمرو بن حارث جرہمی جو کہ مکہ میں جرہمیوں کا سردار تھا قصی کے زمانہ میں جلیل بن حبشہ نے جو قبیلہ خزاعہ میں سے تھا ان سے جنگ کی اور ان پر فتح حاصل کر لی اور حکم دیا کہ قبیلہ جرہم مکہ سے نکل جائے۔ مجبوراً عمرو نے ارادہ کیا کہ مکہ سے چلا جائے اور وہ چند دن جو سفر کی تیاری میں اسے ملے تھے سخت غصہ کی وجہ سے اس نے حجر اسود کو رکن سے اکھیڑ لیا اور سونے کے دو ہرن جو اسفند یار بن گشتاسپ نے بطور ہدیہ مکہ میں بھیجے تھے اور چند زرہیں اور چند تلواریں جو مکہ کی نفیس چیزوں میں سے تھیں، وہ عمرو نے لے کر چاہ زمزم میں پھینک دیں اور اس کنوئیں کو مٹی سے بھر دیا۔ پھر یہ لوگ وہاں سے یمن کی طرف چلے گئے اور یہی حالات رہے یہاں تک کہ عبد المطلب نے اپنے زمانے میں اپنے بیٹے حارث کو ساتھ لے کر چاہ زمزم کی کھدائی کی اور یہ چیزیں اس کنوئیں سے باہر نکالیں۔ قریش کہنے لگے کہ ان میں سے آدھی چیزیں ہمیں دیجیے کیونکہ یہ ہمارے گزشتہ بزرگوں کی میراث ہیں۔ عبد المطلب نے کہا اگر تم لوگ چاہو تو اس معاملہ کا قرعہ سے فیصلہ کر لیں۔ وہ لوگ راضی ہو گئے۔ پس عبد المطلب نے ان چیزوں کے دو برابر حصے کر دیئے اور اس شخص سے فرمایا جو قرعہ ڈالتا تھا کہ قرعہ کعبہ، عبد المطلب اور قریش کے نام ڈالو۔ جب اس نے قرعہ ڈالا تو دونوں سونے کے ہرن کعبہ کے نام پر اور تلوار اور زرہیں کا دروازہ بنایا اور ان دونوں ہرنوں کو کعبہ کے دروازے پر لٹکا دیا اور وہ غزال الکعبہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ منقول ہے کہ ابولہب نے انھیں چرا کر بیچ دیا اور ان کی قیمت سے شراب و قمار بازی کی۔ ابن ابی الحدید اور دوسرے لوگوں نے نقل کیا ہے کہ جب حضرت عبد المطلب نے زمزم کے پانی کو جاری کیا تو باقی قریشیوں کے سینہ میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی اور وہ کہنے لگے اے عبد المطلب یہ کنواں ہمارے دادا اسماعیل کا ہے لہٰذا اس میں ہمارا بھی حق ہے۔ اس لیے ہمیں بھی اس میں شریک قرار دو۔ عبد المطلب کہنے لگے یہ ایسی کرامت و عزت ہے کہ جس کے ساتھ خدا نے مجھے مخصوص کیا ہے اور اس میں تمھارا کوئی حصہ نہیں۔ کافی جھگڑنے کے بعد بنی سعد کی کاہنہ عورت جو شام میں رہتی تھی اس کے فیصلہ پر راضی ہوئے پس عبد المطلب عبد مناف کی اولاد کے ایک گروہ کے ساتھ چلے اور قریش کے ہر قبیلہ کے کچھ لوگ بھی ان کے ساتھ جانے کے لیے روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ میں ایک بیابان میں جہاں پانی نہ تھا عبد مناف کی اولاد کے ہاں پانی ختم ہو گیا اور باقی قریشیوں کے پاس جو پانی تھا انھوں نے دینے سے انکار کر دیا اور جب پیاس کا ان پر غلبہ ہوا تو عبد المطلب نے کہا کہ آؤ ہم میں سے ہر شخص اپنی قبر کھود لے اور جب کوئی مر جائے تو دوسرے اس کو دفن کر دیں کیونکہ اگر ایک شخص ہم میں سے دفن کے بغیر رہ جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ ہم سب بغیر دفن ہوئے پڑے رہیں۔ جب قبریں کھود چکے اور موت کا انتظار کرنے لگے تو عبد المطلب نے کہا اس طرح بیٹھ رہنا اور مرنے تک کوشش نہ کرنا اور رحمت خدا سے ناامید ہو جانا یقین کی کمزوری ہے۔ اٹھو پانی تلاش کریں شاید خدا ہمیں پانی مرحمت فرما دے۔ پس انھوں نے تیاری کی اور باقی قریش بھی تیار ہو گئے۔ جب عبد المطلب اپنے ناقہ پر سوار ہوئے تو ان کے ناقہ کے پاؤں کے نیچے سے صاف و شفاف اور میٹھے پانی کا چشمہ جاری ہوا تو عبد المطلب نے کہا اللہ اکبر تو ان کے ساتھیوں نے بھی تکبیر کہی اور پانی سے سیراب ہو کر اپنی مشکیں بھی پر کر لیں اور قبائل قریش کو بلایا اور کہا کہ آؤ اور دیکھو کہ خدا نے ہمیں پانی عطا فرمایا ہے تم بھی آؤ جتنا چاہو پیو اور ساتھ لے جاؤ جب قریش نے عبد المطلب سے اس کرامت عظمیٰ کا مشاہدہ کیا تو کہنے لگے کہ خدا نے ہمارے اور آپ کے درمیان فیصلہ کر دیا ہے۔ اب ہمیں اس کاہنہ سے فیصلہ کرانے کی

ضرورت نہیں۔ اب زمزم کے معاملہ میں ہمیں آپ سے کوئی تنازعہ اور کوئی جھگڑا باقی نہیں رہا۔ جس خدا نے اس بیابان میں آپ کو پانی دیا ہے اسی نے زمزم بھی آپ کو ہی بخشا ہے۔ اب انھوں نے زمزم آنحضرت کے سپرد کر دیا۔ بہرحال زمزم کی کھدائی کے بعد عبد المطلب کی عظمت بڑھ گئی۔ سید البطحا اور ساقی الحجیج اور حافر الزمزم کے القاب کا ان کے القاب میں اضافہ ہوا اور لوگ ہر بلا اور مصیبت میں ان کو اپنی پناہ گاہ سمجھتے تھے اور قحط سالی تنگی اور مصیبت میں ان کے نور جمال سے متوسل ہوتے تھے اور خداوند عالم ان کی سختیوں کو دور فرماتا تھا اور آنجناب کے دس بیٹے اور چھ بیٹیاں تھیں کہ جن کا تذکرہ رسول اکرمؐ کے اعزاء و اقرباء کے بیان میں آئے گا اور جناب عبداللہ کے فرزندوں میں سے صاحب عظمت تھے اور عبداللہ، ابو طالب اور زبیر کی والدہ فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عبد بن عمران بن مخزوم تھیں۔ اور جب عبداللہ اپنی والدہ سے پیدا ہوئے تو بہت سے علماء یہود قسیسین نصاریٰ کاہنوں اور جادوگروں کو یہ معلوم ہو گیا کہ پیغمبر آخر الزمانؐ کے والد بزرگوار اپنی ماں سے پیدا ہو چکے ہیں کیونکہ بنی اسرائیل کے کچھ انبیاء نے بعثت رسولؐ کی خوشخبری دی ہوئی تھی اور یہودیوں کا ایک گروہ جو شام کے علاقہ میں رہتا تھا ان کے پاس جناب یحییٰ کا خون آلود کرتا تھا اور ان کے بزرگان دین نے یہ علامت بتائی تھی کہ جب اس کرتے میں تازہ خون جوش مارے تو سمجھو کہ اس وقت آخری نبی کے والد پیدا ہو گئے ہیں اور آپ ہی کی اولاد کی روایت اس کرتے سے ہے جو سفید پشم کا تھا تازہ خون جوش مارنے لگا۔

بہرحال جب جناب عبداللہ پیدا ہوئے تو نور نبویؐ جو آپ کے اجداد کی پیشانیوں میں چمکتا تھا ان کی جبین سے ساطع ہوا۔ دن بدن آپ پلتے بڑھتے رہے یہاں تک کہ جب آپ چلنے پھرنے اور باتیں کرنے لگے تو آپ کو آثار غریبہ اور علامات عجیبہ نظر آنے لگیں۔ چنانچہ ایک دن اپنے والد سے کہنے لگے کہ جب میں وادی بطحاء اور کوہ ثبیر کی طرف جاتا ہوں تو ایک نور میری پشت سے بلند ہوتا ہے اور دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ آدھا مشرق اور آدھا مغرب کی طرف کھنچ جاتا ہے پھر وہ ایک دوسرے سے مل کر دائرہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے پھر وہ بادل کے ٹکڑے کی طرح میرے سر پر سایہ فگن ہو جاتا ہے۔ پھر آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور وہ نور آسمان کے اندر چلا جاتا ہے اور وہاں سے پلٹ کر میری پشت میں آ جاتا ہے اور جب کبھی میں کسی خشک درخت کے سایہ میں بیٹھ جاؤں تو وہ سر سبز و شاداب ہو جاتا ہے اور جب وہاں سے اٹھ کھڑا ہوتا ہوں تو دوبارہ وہ خشک ہو جاتا ہے اور بعض اوقات جب میں زمین پر بیٹھتا ہوں تو میرے کان میں یہ آواز آتی ہے کہ اے حامل نور محمدؐ تجھ پر سلام ہو۔ عبد المطلبؑ نے فرمایا: اے بیٹا تجھے بشارت ہو۔ مجھے یہ امید ہے کہ پیغمبر آخر الزمانؐ تیرے صلب سے پیدا ہوگا اور اس وقت عبد المطلبؑ نے چاہا کہ وہ اپنے نذر ادا کریں کیونکہ جب آپ چاہ زمزم کی کھدائی کر رہے تھے اور قریش کی ان سے جھگڑتے تھے تو انھوں نے خدا سے یہ عہد کیا کہ جب ان کے دس بیٹے ہو جائیں گے جو ایسے کاموں میں ان کی پشت پناہی کریں تو ان میں سے ایک کو وہ راہ خدا میں قربان کریں گے۔ چونکہ اس وقت ان کے دس بیٹے ہو گئے تھے۔ انھوں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ وہ اپنے عہد کو پورا کریں۔ پس انھوں نے اپنے بیٹوں کو جمع کیا اور اپنے ارادہ سے مطلع فرمایا۔ تمام نے سر اطاعت خم کیا۔ یہ طے پایا کہ قرعہ اندازی کی جائے جس کے نام قرعہ نکلے اس کو قربان کریں۔ قرعہ ڈالا گیا تو جناب عبداللہ کا نام نکلا۔ عبد المطلبؑ نے عبداللہ کا ہاتھ پکڑا اور انھیں اساف اور نائلہ کے درمیان لے آئے جہاں قربانیاں نحر کی جاتی

تھیں اور چھری اٹھائی تا کہ انھیں قربان کریں جناب عبداللہ کے بھائی وہ قریش اور مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم مانع ہوئے اور کہنے لگے جب تک کوئی عذر ہو سکتا ہے ہم عبداللہ کو ذبح نہیں ہونے دیں گے۔ہاں آخر عبدالمطلب کو انھوں نے اس بات پر آمادہ کر لیا کہ مدینہ میں ایک عورت کاہنہ وعرافہ ہے اس کے پاس چلیے تا کہ وہ فیصلہ کرے اور کوئی چارہ کار بتائے۔جب اس عورت کے پاس گئے تو وہ کہنے لگی تمھارے نزدیک مرد کا خون بہا (دیت) کتنا ہے۔کہنے لگے دس اونٹ۔وہ کہنے لگی ابھی مکہ واپس جاؤ اور عبداللہ کی دس اونٹوں کے ساتھ قرعہ اندازی کرو۔اگر قرعہ عبداللہ کے نام پر آئے تو پھر فدیہ کو اور بڑھاؤ اور اسی طرح اونٹوں کی تعداد بڑھاتے جاؤ یہاں تک کہ قرعہ اونٹوں کے نام پر آئے اور عبداللہ بچ جائے اور خدا بھی راضی ہو۔پس جناب عبداللہ قریش کے ساتھ مکہ میں واپس آئے اور عبداللہ کا دس اونٹوں کے ساتھ قرعہ ڈالا گیا تو قرعہ عبداللہ کے نام نکلا پھر انھوں نے دس اونٹ اور بڑھائے تو بھی قرعہ عبداللہ کے نام آیا۔
اسی طرح بڑھاتے رہے یہاں تک کہ اونٹوں کی تعداد سو تک پہنچی تو اب قرعہ اونٹوں کے نام آیا۔قریش بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے خدا راضی ہو گیا۔عبدالمطلب کہنے لگے رب کعبہ کی قسم اس پر اکتفا نہیں کیا جا سکتا۔بہر حال دو دفعہ پھر قرعہ ڈالا گیا اور اونٹوں کے نام نکلا تو عبدالمطلب مان گئے اور انھوں نے وہ سو اونٹ جناب عبداللہؑ کے فدیہ میں قربان کیے اور یہی وجہ ہے کہ اسلام میں ایک ایک مرد کا خون بہا سو اونٹ مقرر ہوئے اور اسی لیے پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: انا ابن الذبیحین کہ میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔آپ کا مقصد ان دو ذبیحوں سے اپنے جد حضرت اسماعیلؑ ذبیح اللہ و والد عبداللہ تھے۔علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ جب جناب عبداللہؑ عالم شباب کو پہنچے تو چونکہ نور نبوتؐ ان کی پیشانی سے چمکتا تھا تو تمام اکابر و اشراف نواحی و اطراف آرزومند ہوئے کہ انھیں اپنی بیٹی دیں اور ان کا یہ نور لوٹ لیں کیونکہ آپ حسن و جمال میں یگانہ روزگار تھے۔دن کے وقت جس کے قریب سے گزرتے وہ مشک و عنبر کی خوشبو آپ سے سونگھتا اور اگر رات کو گزرتے تو دنیا ان کے چہرہ کے نور سے روشن ہو جاتی اور اہل مکہ ان کو مصباح حرم (چراغ حرم) کہتے۔یہاں تک کہ تقدیر الٰہی کے مطابق جناب عبداللہ کا صدف گوہر رسالت پناہ یعنی جناب آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ کے ساتھ نکاح ہو گیا۔پھر مجلسی نے سبب تزویج طویل گفتگو کے ساتھ بیان کیا ہے۔اس مقام پر گنجائش ذکر نہیں اور روایت کی ہے کہ جب جناب آمنہ کی شادی جناب عبداللہؑ سے ہو گئی تو دو سو عورتیں جناب عبداللہ کے وصال کی حسرت میں ہلاک ہو گئیں۔بہر حال جب آمنہ اس در ثمین کا صدف قرار پائیں تو تمام کاہنین عرب کو یہ معلوم ہو گیا اور وہ ایک دوسرے کو بتانے لگے اور کئی سال ہو گئے تھے کہ عرب قحط سالی میں مبتلا تھے۔اس نور کے آمنہ کی طرف منتقل ہونے کے بعد بارش ہوئی اور لوگوں کو سبزہ کی فراوانی کی نعمت نصیب ہوئی۔یہاں تک کہ اس سال کا نام انھوں نے عام الفتح (کشائش کا سال) رکھا اور اسی سال حضرت عبدالمطلبؑ نے جناب عبداللہ کو تجارت کے عنوان سے شام کی طرف بھیجا اور شام سے واپسی پر جب عبداللہ مدینہ پہنچے تو طبیعت ناساز ہو گئی۔آپ کے ساتھ انھیں وہیں چھوڑ کر مکہ چلے آئے۔ان کے جانے کے بعد اسی بیماری میں آپ کی وفات ہوئی اور ان کے جسم مبارک کو دار النابغہ میں دفن کر دیا گیا۔ادھر جب حضرت عبدالمطلبؑ کو اپنے بیٹے کی بیماری کی خبر ملی تو انھوں نے اپنے سب سے بڑے بیٹے حارث کو مدینہ بھیجا تا کہ وہ جناب عبداللہ کو مکہ میں لے آئے وہ اس وقت پہنچا جب آپ جہان فانی کو الوداع کہہ چکے تھے۔آپ کی عمر پچیس سال تھی اور آپ کی

وفات کے وقت تک آمنہ نے اپنے بچے کو جنم نہیں دیا تھا۔ ایک روایت کے مطابق دو ماہ اور ایک کے مطابق سات مہینہ کے آنحضرتؐ ہو چکے تھے اور کئی ایک روایات میں ہے کہ ایک رات حضرت رسول اکرمؐ اپنے والد کی قبر کے پاس گئے اور دو رکعت نماز پڑھ کر انھیں پکارا تو اچانک قبر پھٹ گئی۔ جناب عبداللہ قبر میں بیٹھے ہوئے کہہ رہے تھے۔ **اشهد ان لا اله الا الله وانك نبي الله و رسوله**۔ آنحضرتؐ نے پوچھا اے والد گرامی آپ کے ولی کون ہیں۔ انھوں نے کہا اے بیٹا تمھارا ولی کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا آپ کا ولی علیؑ ہے تو جناب عبداللہؑ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ علی میرا ولی ہے پھر آپؐ نے فرمایا پلٹ جایئے اس باغ بہشت کی طرف کہ جس میں آپ تھے۔ پھر آپؐ اپنی والدہ گرامی کی قبر کے پاس آئے اور جس طرح والد کی قبر پر فرمایا۔ وہی عمل یہاں بھی کیا۔ علامہ مجلسی فرماتے ہیں اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کے والدین ایمان بشہادتین تو رکھتے تھے انھیں دوبارہ لانے سے مقصد یہ تھا کہ علی بن ابی طالب علیہ السلام کی امامت کے اقرار کے ساتھ ان کا ایمان کامل تر ہو جائے۔

دوسری فصل

ولادت باسعادت حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان عجائبات ومعجزات کے بیان میں جو اس وقت ظہور پذیر ہوئے

یادرہے کہ علماء امامیہ کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت سترہ ماہ ربیع الاول کو ہوئی اور اس پر اجماع نقل کیا ہے اور اکثر علماء اہل سنت سے ماہ مذکور کی بارہ تاریخ ذکر کی ہے۔ شیخ کلینی اور بعض افاضل علماء شیعہ نے بھی یہی قول اختیار کیا ہے۔ شیخ علامہ نوری طاب ثراہ نے اس سلسلہ میں ایک رسالہ بنام میزان السماء در تعیین مولد خاتم الانبیاء لکھا ہے۔ خواہشمند حضرات اس سے رجوع کریں۔ یہ بھی مشہور ہے کہ اسی تاریخ کو بروز جمعہ صبح صادق کے نزدیک آپ کی ولادت ہوئی۔ جس سال اصحاب فیل ہاتھی لے کر خانہ کعبہ کو خراب کرنے کے لیے آئے تھے اور وہ کنکریلے پتھروں سے معذب قرار پائے اور آپ کی ولادت مکہ میں ان کے اپنے ہی مکان میں ہوئی۔ پھر وہ گھر آپ نے جناب عقیل بن ابی طالب کو بخش دیا تھا اور اولاد عقیل نے وہ مکان حجاج کے بھائی محمد بن یوسف کے پاس بیچ دیا تھا اور اس نے اسے اپنے مکان میں داخل کرلیا تھا۔ جب ہارون کا زمانہ آیا تو ہارون کی ماں خیزران نے اس مکان کو محمد بن یوسف کے مکان سے الگ کر کے مسجد بنادیا تاکہ لوگ اس میں نماز پڑھیں۔ ۶۵۹ھ میں ملک مظفر والیٔ یمن نے اس مسجد کی تعمیر میں سعی جمیل فرمائی اور اب تک وہ اسی حالت پر باقی ہے اور لوگ اس کی زیارت کو جاتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے وقت بہت سے عجائبات ظہور میں آئے۔ حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ شیطان آسمانوں پر جاتا اور کان لگا کر آسمانی خبریں سنتا تھا۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو اس کو تین آسمانوں سے روک دیا گیا۔ اب وہ چار آسمانوں تک جاسکتا تھا اور جب سرکار رسالتؐ کی ولادت ہوئی تو اسے تمام آسمانوں پر جانے سے روک دیا گیا اور شیاطین کو شہاب کے تیروں سے آسمان کے دروازوں سے دور کیا جاتا ہے۔ پس قریش کہنے لگے کہ دنیا کے ختم ہونے اور قیامت کے آنے کا زمانہ آپہنچا ہے جسے ہم اہلِ کتاب سے سنا کرتے تھے۔ پس عمرو بن امیہ جو زمانہ جاہلیت کا عقلمند ترین شخص سمجھا جاتا تھا کہنے لگا کہ دیکھو اگر وہ معروف ستارے کہ جن کے ذریعے لوگ ہدایت حاصل کرتے اور لوگ ان سے گرمیوں اور سردیوں کے زمانہ کو پہچانتے ہیں ان میں سے کوئی ستارہ گر پڑے تو سمجھو کہ وہ وقت آ گیا ہے جب تمام مخلوق ہلاک ہوجائے گی اور اگر وہ سب اپنی حالت پر ہیں اور دوسرے ستارے ظاہر ہوگئے ہیں تو پھر کوئی عجیب وغریب امر رونما ہوا ہے جس صبح کو حضرت پیدا ہوئے تو جو بت بھی دنیا کے کسی مقام پر تھا وہ منہ کے بل گر پڑا اور ایوان کسریٰ یعنی محل شاہ ایران لرزنے لگا اور اس کے چودہ کنگرے گر پڑے اور ساوہ نامی دریا کہ جس کی مدت سے لوگ پرستش کررہے تھے خشک ہوگیا اور وادی سماوہ جس میں سالہا سال سے کسی نے

پانی بند دیکھا تھا اس میں پانی جاری ہونے لگا اور فارس کا آتش کدہ جس میں ایک ہزار سال سے کبھی آگ نہیں بجھی تھی اس رات اس کی آگ بجھ گئی اور علماء مجوس کے سب سے زیادہ عقلمند شخص نے اس رات عالم خوب میں دیکھا کہ چند سخت قسم کے اونٹ عربی گھوڑوں کو کھینچ کر دریائے دجلہ کو عبور کر کے ان کے شہروں میں داخل ہو رہے ہیں اور طاق کسریٰ میں درمیان سے شگاف آ گیا اور وہ دو حصے ہو گیا اور دجلہ کا بند ٹوٹ گیا اور کسریٰ کے قیصر کے اندر پہنچے لگا اور اس رات حجاز سے ایک نور ظاہر ہوا اور وہ پورے عالم میں منتشر ہو گیا اور پرواز کر کے مشرق تک پہنچا اور اس صبح کو ہر بادشاہ کا تخت سرنگوں ہو گیا اور اس دن تمام بادشاہ گنگ ہو گئے اور وہ بات نہیں کر سکتے تھے۔کاہنوں کا علم اور ساحروں کا جادو باطل ہو گیا۔ ہر کاہن اور اس کے ہمزاد کے درمیان جو اسے خبریں دیا کرتا تھا جدائی ہو گئی۔قریش عرب میں صاحب عزت ہو گئے اور لوگ انھیں آل اللہ کہنے لگے کیونکہ وہ کدا کے گھر میں رہتے تھے اور امنہ علیہا السلام آنحضرتؐ کی والدہ نے کہا کہ خدا کی قسم جب میرا بیٹا زمین پر آیا تو اس نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک دیئے اور سر آسمان کی طرف بلند کر کے اطراف عالم میں نظر دوڑانے لگا۔سپ اس سے ایک نور ساطع ہوا جس نے تمام چیزوں کو روشن کر دیا اور میں نے اس نور کی روشنی میں شام کے محلات دیکھے اور اس روشنی کے وسط سے میں نے یہ آواز سنی کہ کہنے والا کہہ رہا تھا کہ تو نے تمام لوگوں سے بہتر شخص کو جنم دیا ہے اس کا نام محمدؐ رکھنا۔جب آنحضرتؐ کو عبدالمطلب کے پاس لائے اور ان کی گود میں دیا تو وہ کہنے لگے کہ حمد ہے اس خدا کی جس نے مجھے یہ خوشبودار بچہ عنایت فرمایا ہے جو گہوارہ میں تمام بچوں کا سردار ہے پھر ارکان کعبہ سے ان کو تعویذ کیا اور چند اشعار ان کے فضائل میں کہے۔اس وقت شیطان نے اپنی اولاد کو چیخ کر پکارا۔وہ اس کے پاس جمع ہو گئے اور کہنے لگے کہ اے ہمارے سردار کس چیز نے تجھے پریشان کر دیا۔وہ کہنے لگا وائے ہو تم پر اول رات سے لے کر اب تک آسمان و زمین کے حالات مجھے متغیر نظر آ رہے ہیں۔معلوم ہوتا ہے کہ زمین میں کوئی عظیم واقعہ رونما ہوا ہے۔جب سے عیسیٰ آسمان پر گئے ہیں ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا پس تم جاؤ گردش کرو اور جستجو کرو کونسا امر عجیب و غریب ظاہر ہوا ہے۔وہ سب جدا ہوئے اور گردش کر کے واپس آئے اور کہنے لگے کہ ہمیں تو کوئی چیز نہیں ملی۔وہ معلون کہنے لگا اس امر کی خبر لانا میرا کام ہے پس وہ تمام دنیا میں جا کر گردش کرنے لگا یہاں تک کہ حرم کے قریب پہنچا اور دیکھا کہ فرشتوں نے اطراف حرم میں گھیرا ڈالا ہوا ہے۔جب اس نے داخل ہونے کی کوشش کی تو فرشتوں نے اسے للکارا۔وہ پلٹ آیا پھر وہ ایک چڑیا کی شکل میں کوہ حرا سے داخل ہوا تو جبریلؑ نے کہا: پلٹ جا اسے معلون۔کہنے لگا اے جبریل میں تجھ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں یہ بتا کہ آج رات زمین میں ایسا کونسا واقعہ رونما ہوا ہے۔جبریلؑ نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو افضل الانبیاء ہیں آج رات پیدا ہوئے ہیں۔کہنے لگا میرا ان میں کوئی حصہ ہے۔جبریلؑ نے کہا کہ نہیں۔کہا ان کی امت میں میرا حصہ ہے۔جبریلؑ کہنے لگا ہاں۔ابلیس نے کہا میں راضی ہوں۔اور حضرت امیر المومنینؑ سے روایت ہے کہ جب آنحضرتؐ کی ولادت ہوئی تو جتنے بت کعبہ پر رکھے ہوئے تھے سب منہ کے بل گر گئے۔جب شام کا وقت ہوا تو ایک ندا آسمان سے آئی کہ جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا یعنی حق آیا اور باطل چلا گیا بے شک باطل جانے والا ہے۔اس رات تمام دنیا روشن ہو گئی اور ہر پتھر، ڈھیلا اور درخت کھل کھلایا اور جو کچھ آسمان اور زمین میں تھا اس نے خدا کی تسبیح کی اور شیطان بھاگتا ہوا کہتا

جا رہا تھا کہ بہترین امت اور بہترین خلائق بندگان خدا میں زیادہ عزت وعظمت والے اور تمام کائنات سے بہتر محمد ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اور شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی نے کتاب احتجاج میں امام موسیٰ کاظمؑ سے روایت کی ہے کہ جب رسول اکرم شکم مادر سے زمین پر تشریف لائے تو بایاں ہاتھ زمین پر رکھا اور دایاں آسمان کی طرف بلند کر کے لبوں کو توحید الٰہی میں حرکت دی اور آپؐ کے دہن مبارک سے ایسا نور ساطع ہوا جس کی روشنی میں اہلِ مکہ نے شہر بصریٰ (جو شام کے علاقہ میں ہے) کے محلات کو دیکھا اور یمن کے سرخ قصر اور اس کے نواحی اور اصطخر فارس کے سفید قصر اور اس کے اطراف کو دیکھا اور آپؐ کی ولادت کی رات تمام جہان روشن ہو گیا۔ یہاں تک کہ اس سے جن وانس اور شیطان خوفزدہ ہو گئے اور کہنے لگے کہ زمین کوئی واقعہ عجیب وغریب رونما ہوا ہے اور ملائکہ کو دیکھا کہ وہ فوج درفوج اترتے اور واپس جاتے ہیں اور خدا کی تسبیح وتقدیس کرتے ہیں اور ستارے حرکت کرتے اور فضا میں گرتے ہیں۔ اور یہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی علامات تھیں اور ابلیس ملعون نے ان عجائبات کو دیکھ کر چاہا کہ آسمان کی طرف جائے کیونکہ اس کی اور باقی شیاطین کی تیسرے آسمان میں ایک جگہ تھی کہ جہاں سے وہ ملائکہ کی باتوں کو سنا کرتے تھے۔ جب گئے کہ حقیقت واقعہ کو معلوم کریں تو انھیں شہاب کے تیروں سے دھتکارا گیا اور یہ چیز آنحضرتؐ کی نبوت کی دلیل تھی۔

تیسری فصل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایام رضاعت کے حالات شریفہ

حدیث معتبر میں حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے تو چند دن گزر گئے لیکن حضرتؐ کے پینے کے لیے دودھ میسر نہ ہو سکا تو جناب ابو طالبؑ نے آپؐ کو اپنے پستان سے چسایا تو خداوند عالم نے اس میں دودھ پیدا کر دیا اور چند روز تک آپؐ وہی دودھ پیتے رہے یہاں تک ابو طالبؑ حلیمہ سعدیہ کو لے آئے اور حضرت کو ان کے سپرد کیا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ نے جناب حمزہؓ کی بیٹی کا تذکرہ سرکار رسالت سے کیا کہ آپؐ اس سے عقد کر لیں تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا تجھے معلوم نہیں کہ وہ لڑکی میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے کیونکہ رسول اللہ اور ان کے چچا جناب حمزہؓ نے ایک ہی خاتون کا دودھ پیا تھا اور ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ پہلے تو آنحضرتؐ کو ثوبیہ ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی نے دودھ پلایا اور اس کے بعد حلیمہ سعدیہ نے آپؐ کو دودھ پلایا اور پانچ سال تک آپؐ حلیمہ کے پاس رہے اور جب آپؐ کی عمر نو سال کی ہو گئی تو آپؐ ابو طالبؑ کے ساتھ شام گئے اور بعض کہتے ہیں کہ اس وقت آپؐ کی عمر بارہ سال تھی اور آپؐ جناب خدیجہؑ کے لیے شام کی تجارت پر جب گئے تو اس وقت آپؐ کی عمر پچیس سال تھی اور نہج البلاغہ میں حضرت امیر المومنینؑ سے منقول ہے کہ خداوند عالم نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ملائکہ میں سے بزرگ ترین ملک کو مقرر کیا جو شب و روز آپؐ کو مکارم آداب اور محاسن اخلاق پر وارد کرتا تھا اور میں ہمیشہ حضرت کے ساتھ رہتا تھا جیسے بچہ اپنی ماں کے پیچھے رہتا ہے اور آپؐ ہر روز میرے لیے اپنے اخلاق کا ایک علم بلند کرتے تھے اور مجھے حکم دیتے تھے کہ میں اس کی پیروی کروں اور ہر سال ایک مدت آپؐ کوہ حرا میں جا کے رہتے اور وہاں صرف میں آپؐ کو دیکھتا اور میرے علاوہ انہیں کوئی نہیں دیکھتا تھا اور جب آپؐ مبعوث برسالت ہوئے تو سوائے میرے اور جناب خدیجہؓ کے ابتداء میں کوئی آپؐ پر ایمان نہ لایا اور ہم ہی نور وحی و رسالت کو دیکھتے اور شمیم نبوت کو سونگھتے تھے اور ابن شہر آشوب قطب راوندی اور دوسرے حضرات نے روایت کی ہے حلیمہ بنت ابوذویب سے کہ جس کا نام عبداللہ بن حارث اور وہ قبیلہ مضر میں سے تھا اور حلیمہ حارث بن عبدالعزیٰ کی بیوی ہے حلیمہ کہتی ہے کہ رسول خدا کی ولادت کے سال ہمارے علاقہ میں خشک سالی اور قحط تھا۔ ہم بنی سعد بن بکر کی چند عورتوں کے ساتھ مکہ میں گئے تاکہ اہل مکہ کے بچے لیں اور انہیں دودھ پلائیں۔ میں ایک گدھی پر سوار تھی جو سست رفتار تھی اور ایک اونٹنی ہمارے ساتھ تھی کہ جس کے پستان سے ایک قطرہ دودھ نہیں آتا تھا اور میرا بچہ میرے ساتھ تھا جسے میرے پستان سے اتنا دودھ میسر نہیں تھا کہ جس پر قناعت کر سکتا اور بھوک کی وجہ سے یہ رات بھر نہیں سو سکتا تھا۔ جب ہم مکہ پہنچے تو کسی عورت نے جناب محمدؐ کو نہ لیا چونکہ آنحضرتؐ یتیم تھے اور احسان کی امید باپ سے ہوتی ہے پس اچانک میں نے ایک باعظمت

شخص کو دیکھا جو پکار رہا تھا اے دودھ پلانے والی عورتو! تم میں سے کوئی ایسی ہے جس نے کوئی بچہ نہ لیا ہو؟ میں نے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے تو مجھے بتایا گیا کہ یہ عبدالمطلب بن ہاشم سردار مکہ ہیں تو میں آگے بڑھی اور عرض کیا میں وہ ہوں۔ فرمایا تو کون ہے؟ میں نے کہا میں بنی سعد کی ایک عورت ہوں اور میرا نام حلیمہ ہے۔ عبدالمطلبؑ نے تبسم کیا اور فرمایا کیا کہنا دونوں خصلتیں ہی اچھی ہیں سعادت اور حلم کہ جن میں عزت زمانہ اور وقار ابدی ہے۔ پھر فرمانے لگے: حلیمہ میرے پاس ایک یتیم بچہ ہے کہ جس کا محمدؐ نام ہے کہ جسے بنی سعد کی عورتوں نے قبول نہیں کیا اور کہتی ہیں کہ یہ یتیم سے فائدہ کی امید نہیں۔ تمہارا اس معاملہ میں کیا خیال ہے۔ چونکہ مجھے کوئی بچہ نہیں ملا تھا لہٰذا میں نے حضرتؐ کو قبول کر لیا۔ پس آنحضرتؐ کے ساتھ آمنہ کے گھر آئی۔ جب میری نگاہ حضورؐ پر پڑی تو میں آپؐ کے جمال مبارک کی شیفتہ ہو گئی۔ پس اس دریتیم کو اٹھایا۔ جب میں نے انھیں اپنی گود میں لیا اور آپؐ نے میری طرف نگاہ کی تو ان کی آنکھوں سے ایک نور ساطع ہوا تو اس قرۃ العین اصحاب یمین نے میرے دائیں پستان کی طرف میلان کیا اور کچھ دیر دودھ پیا اور بائیں پستان کو قبول نہ فرمایا اور میرے بیٹے کے لیے چھوڑ دیا۔ اور آپؐ کی برکت سے میرے دونوں پستان دودھ سے پر ہو گئے جو دونوں بچوں کے لیے کافی تھی۔ جب میں انھیں اپنے شوہر کے پاس لے کر گئی تو ہماری اونٹنی کے پستان میں بھی دودھ جاری ہو گیا جو ہمارے اور ہمارے بچوں کے لیے کافی تھا۔ پس میرا شوہر کہنے لگا کہ ہمیں مبارک بچہ ملا ہے کہ جس کی برکت سے نعمت الٰہی نے ہمارا رخ کیا ہے۔ جب صبح ہوئی میں نے آنحضرتؐ کو اپنی گدھی پر سوار کیا تو اس نے خانہ کعبہ کا رخ کیا اور آنحضرتؐ کے اعجاز سے تین دفعہ سجدہ کیا اور اس میں قوت گویائی پیدا ہوئی اور کہنے لگی کہ میں نے اپنی بیماری سے شفا پائی اور میری کمزوری دور ہوئی۔ اس برکت سے کہ سید المرسلین خاتم النبیینؐ گزشتہ اور آنے والوں میں سے بہترین میری پشت پر سوار ہیں۔ باوجود اس کمزوری کے وہ ایسی رہوار ہو گئی کہ ہمارے ساتھیوں کی سواریاں اس تک نہ پہنچ سکیں اور ہمارے تمام ساتھی ہمارے اور ہمارے چوپاؤں کے حالات کے تغیر پر تعجب کرنے لگے اور ہر روز فراوانی اور برکت ہم میں زیادہ ہونے لگی اور باقی قبیلہ کے گوسفند اور اونٹ چراگاہ سے بھوکے پلٹ آتے لیکن ہمارے جانور شکم سیر اور دودھ سے پر ہو کر آتے۔ اثناء راہ میں ایک غار کے پاس سے گزری۔ اس غار سے ایک شخص نمودار ہوا کہ جس کی پیشانی سے آسمان کی طرف نور ساطع تھا۔ اس نے آنحضرتؐ کو سلام کیا اور کہنے لگا خداوند عالم نے مجھے آپؐ کی خدمت پر موکل کیا ہے اور ہرنوں کا ایک گلہ ہمارے سامنے آیا اور وہ فصیح زبان میں کہنے لگے اے حلیمہ تمھیں معلوم نہیں کہ کس کی تربیت کر رہی ہو وہ پاک لوگوں میں پاک ترین اور پاکیزہ اشخاص میں پاکیزہ ترین ہے اور میں جس کوہ و دشت سے گزری اس نے آپؐ کو سلام کیا پس ہم نے برکت اور زیادتی اپنی معیشت اور اموال میں پائی اور ہم تونگر ہو گئے اور آنحضرتؐ کی برکت سے ہمارے چوپائے زیادہ ہو گئے اور آپؐ نے کبھی اپنے لباس میں حدث نہیں کی (بلکہ کبھی آپ کا بول و براز نہیں دیکھا گیا۔ کیونکہ زمین اسے ہضم کر لیتی تھی) اور آپ کبھی اپنی شرمگاہ ننگی نہیں ہونے دیتے تھے۔ اور میں ہمیشہ ایک جوان کو دیکھتی تھی جو آپ کا لباس درست کرتا رہتا اور ان کی نگہبانی کرتا تھا۔ پس میں نے پانچ سال اور دو دن آپؐ کی تربیت کی۔ ایک دن آپؐ نے کہا روزانہ میرے بھائی کہاں جاتے ہیں۔ میں نے کہا گوسفند چرانے کے لیے۔ کہنے لگے میں بھی آج ان کے ساتھ جاؤں گا جب آپؐ ان کے ساتھ گئے تو فرشتوں کی ایک جماعت انھیں پہاڑ کی چوٹی پر لے گئی اور

انھیں نہلایا دھلایا۔ پس میرا بیٹا میرے پاس دوڑ کر آیا اور کہنے لگا محمد کو اٹھا لے کر گئے ہیں۔ جب میں ان کے پاس پہنچی تو میں نے دیکھا کہ ان سے آسمان کی طرف نور ساطع ہے۔ میں نے انھیں اٹھایا اور بوسہ دیا اور کہا تجھے کیا ہوا۔ کہنے لگے اے مادر گھبرائیں نہیں خدا میرے ساتھ ہے۔ اور آپ کے بدن سے مشک سے بہتر خوشبو آ رہی تھی۔ ایک کاہن نے ایک دن آپ کو دیکھا تو چیخ کر کہنے لگا یہ ہے وہ شخص جو بادشاہوں کو مغلوب اور عرب کو متفرق کر دے گا اور ابن عباس کہتے ہیں روایت ہے جب دوپہر کو بچوں کے لیے کھانا لاتے تھے تو وہ ایک دوسرے سے چھینتے تھے لیکن حضرتؐ ہاتھ نہیں بڑھاتے تھے اور جب بچے نیند سے بیدار ہوتے تو ان کی آنکھیں چرک آلود ہوتیں لیکن حضرتؐ شستہ رو اور خوشبو میں بسے ہوئے بیدار ہوتے۔ ایک دوسری سند معتبر سے روایت ہے کہ ایک دن عبدالمطلب خانہ کعبہ کے پاس بیٹھے تھے کہ اچانک منادی نے ندا دی کہ محمدؐ نامی بچہ حلیمہ سے گم ہو گیا ہے پس عبدالمطلب غضب ناک ہو کر پکارے، اے بنی ہاشم اے بنی غالب سوار ہو جاؤ کیونکہ محمدؐ گم ہو گئے ہیں اور قسم کھائی کہ میں گھوڑے سے نیچے اتروں گا جب تک محمدؐ کو نہ پالوں ایک ہزار عرب اور سو قریش قتل نہ کروں اور کعبہ کے گرد چکر لگاتے اور یہ اشعار پڑھتے۔

یا رب رد راکبی محمد۔ ردہ و اتخذ عندی یدا۔ یا رب ان محمد الن یوجدا۔

تصبح قریش کلھم مبددا۔

میرے پروردگار میرے شہسوار محمدؐ کو پلٹا دے اور اپنی نعمت دوبارہ تذکرہ کر دے۔ پروردگارا اگر محمدؐ نہ ملا تو میں تمام قریش کو پراگندہ کر دوں گا۔

پس آپ نے فضا سے ایک آواز سنی کہ خداوند عالم محمدؐ کو ضائع نہیں کرے گا۔ پوچھا وہ کہاں ہے؟ جواب ملا کہ وہ فلاں وادی میں خار ام غیلان درخت کے نیچے ہے۔ جب اس وادی میں گئے تو آنحضرتؐ کو دیکھا کہ معجزانہ طور پر درخت خاردار سے بہترین کھجوریں توڑ کر کھا رہے ہیں اور دو نوجوان پاس کھڑے ہیں۔ جب وہ حضورؐ کے پاس گئے تو وہ دونوں جوان الگ ہو گئے۔ اور وہ نوجوان جبرئیلؑ و میکائیلؑ تھے۔ پس ان لوگوں نے آنحضرتؐ سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ میں عبداللہ ابن عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ تو عبدالمطلب نے آنحضرتؐ کو اپنی گردن پر سوار کر لیا اور واپس لوٹے اور خانہ کعبہ کے گرد آپؐ کو سات چکر کا طواف کرایا اور بہت سی عورتیں تو حضرت آمنہ کے پاس دلجوئی کے لیے جمع ہو گئی تھیں۔ جب آپؐ کو گھر میں لے آئے تو آپ خود بخود جناب آمنہ کے پاس گئے اور باقی عورتوں کی طرف توجہ نہ کی۔ بہرحال جب آپؐ کو جناب آمنہ کے پاس لے آئے تو ام ایمن حبشیہ جو جناب عبداللہ کی کنیز تھیں جن کا نام برکہ تھا اور وہ میراث میں رسولؐ کو ملی تھیں وہ آپؐ کی حضانت و پرورش اور نگہداشت کرنے لگیں اور کبھی انھوں نے دیکھا کہ حضرتؐ بھوک یا پیاس کی شکایت کریں۔ ہر صبح آپ زمزم کا پانی نوش فرماتے اور شام تک کوئی کھانا نہ مانگتے اور کئی دفعہ دوپہر کو کھانا پیش کرتے حضرتؐ تناول نہ فرماتے۔

چوتھی فصل

حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلقت وشمائل اور آپؐ کے مختصر اخلاق وکثیر الفضائل اوصاف کا بیان

یاد رہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق واوصاف شریفہ کو لکھنا ایسا ہے جس طرح کوئی چاہے کہ دریا کے پانی کی کسی پیمانے سے پیمائش کرے یا جیسے کوئی چاہے کہ جرم آفتاب کو اپنے گھر کے دریچہ سے مکان میں داخل کرے۔ لیکن کتاب کو مزین کرنے کے لیے ضروری ہے کہ مختصر طور پر جتنی کہ اس کتاب میں گنجائش ہے اشارہ کیا جائے۔ جاننا چاہیے کہ حضرت رسول اللہ نگاہوں میں عظمت اور سینے میں ہیبت رکھتے تھے۔ آپ کا پرنور چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح درخشندہ تھا۔ آپؐ میانہ قد سے کچھ اونچے لیکن زیادہ بلند قامت نہیں تھے اور آپ کا سر مبارک بڑا اور آپؐ کے بال نہ زیادہ پیچیدہ اور نہ الگ الگ تھے۔ آپؐ کے سر کے بال اکثر اوقات کان کی لو سے نیچے جاتے تھے۔ اور اگر زیادہ بڑھ جاتے تو مانگ نکال کر سر کے دونوں طرف پھیلا دیتے تھے۔ آپ کا چہرہ سفید اور نورانی اور آپ کی پیشانی کشادہ تھی۔ آپ کے ابرو باریک کمانی دار اور کشیدہ تھے۔ آپؐ کی پیشانی کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت پر ہو کر ابھر آتی تھی۔ آپؐ کی ناک باریک اور کشیدہ اور درمیان میں سے تھوڑی سی ابھری ہوئی تھی اور اس سے نور نکلتا تھا۔ آپؐ کے ریش مبارک گھنی اور دندان مبارک سفید چمکدار نازک اور کشادہ تھے اور آپؐ کی گردن صفائی نورانیت اور استقامت میں ان موریتوں کی گردن کی طرح تھی جو چاندی سے بنائی جاتی اور صیقل کی جاتی ہیں۔ آپؐ کے تمام اعضاء بدن معتدل اور سینہ وشکم برابر تھے۔ آپؐ کے دونوں کندھوں کے درمیان والی جگہ پھیلی ہوئی تھی اور مفاصل اور جوڑ کی ہڈیوں کے سرے قوی اور سخت تھے اور یہ چیز شجاعت وقوت کی علامات میں داخل اور عرب کے نزدیک ممدوح ہے۔ آپ کا بدن سفید اور نورانی تھا اور وسط سینہ سے لے کر ناف تک بالوں کا ایک باریک خط تھا مثل چاندی کے جسے صیقل کیا گیا ہو اور اس کے درمیان سے زیادہ صفائی کی بنا پر خطِ سیاہ نظر آئے آپؐ کے سینہ کے اطراف اور شکم بالوں سے صاف تھا اور آپؐ کے بازو اور کندھوں پر بال تھے۔ آپؐ کی انگلیاں سیدھی اور بڑی تھیں۔ آپؐ کے بازو اور پنڈلیاں صاف وشفاف اور سیدھی تھیں آپؐ کے پاؤں کے تلوے ہموار نہیں تھے بلکہ درمیانی حصہ زمین سے دور تھا اور پاؤں کی پشت بہت صاف اور نرم تھی، اس حد تک کہ اگر پانی کا قطرہ اس پر پڑ جاتا تو رک نہیں سکتا تھا۔ جب آپؐ راستہ چلتے تو متکبروں کی طرح قدم نہیں رکھتے تھے اور وقار کے ساتھ چلتے تھے۔ جب آپؐ کسی کی طرف ملتفت ہوتے کہ کوئی بات کریں تو اربابِ حکومت کی طرح گوشۂ چشم سے اشارہ نہیں کرتے تھے بلکہ پورے بدن کے ساتھ اس کی طرف مڑتے اور بات کرتے تھے۔ اکثر اوقات آپؐ کی نگاہیں نیچے کی طرف رہتیں اور زمین کی طرف زیادہ نظر رکھتے تھے اور جسے دیکھتے سلام میں سبقت کرتے تھے۔

ہمیشہ غور و فکر میں رہتے اور کبھی بھی فکر و شغل سے خالی نہ رہتے اور بغیر ضرورت کے بات نہ کرتے تھے اور کلمات جامع کہتے کہ الفاظ کم اور معنی زیادہ اور اپنے مقصد کے افادہ میں قاصر نہیں تھے اور حق کو ظاہر کرتے تھے۔ سختی اور غلظت آپؐ کے خلق کریم میں نہیں تھی اور کسی کو حقیر نہیں سمجھتے تھے اور تھوڑی نعمت کو زیادہ سمجھتے اور کسی نعمت کی مذمت نہیں فرماتے تھے لیکن کھانے پینے کی چیزوں کی تعریف بھی نہیں کرتے تھے۔ امور دنیا کے فوت ہونے پر غصہ میں نہیں آتے تھے اور خدا کے معاملے میں اتنا خشمناک ہوتے کہ کوئی شخص ان کی پہچان نہیں کر سکتا تھا۔ جب اشارہ کرتے تو ہاتھ سے اشارہ فرماتے کہ چشم و ابرو سے جب خوش ہوتے تو آنکھیں بند کر لیتے اور زیادہ اظہار خوشی نہ کرتے اور زیادہ ہنسنا آپ کا تبسم تھا اور بہت کم ہنسنے کی آواز ظاہر ہوتی۔ کبھی کبھی تبسم میں آپؐ کے دندان نورانی ظاہر اور جو چیز ان کے کام کی ہوتی اور امت کی بھلائی کا سبب بنتی اس کو بیان فرماتے اور ان کی ضرورت کے وقت ان کی طرف متوجہ ہوتے اور جو چیز ان کے کام کی ہوتی اور امت کی بھلائی سبب بنتی اس کو بیان فرماتے اور بار بار فرماتے کہ حاضرین جو کچھ مجھ سے سنیں وہ غائبین تک پہنچائیں اور فرماتے جو شخص اپنی ضرورت کو مجھ تک نہیں پہنچا سکتا۔ اس کی حاجت مجھے بتاؤ اور کسی کی لغزش اور زبانی غلطی پر مواخذہ نہ فرماتے۔ جب صحابہؓ آپؐ کی مجلس میں طلب علم کے لیے آتے تو علم و حکمت کی چاشنی اور حلاوت چکھے بغیر نہ جاتے تھے اور آپ لوگوں کے شر سے بچتے لیکن ان سے کنارہ کشی نہ کرتے تھے۔ خوشروئی اور خوش خوئی میں ان سے دریغ نہ کرتے۔ اپنے اصحاب کی جستجو کرتے اور ان کے حالات معلوم فرماتے اور کبھی لوگوں کے حالات سے غافل نہیں رہتے تھے۔ اس خوف سے کہ کہیں وہ باطل کی طرف مائل نہ ہو جائیں اور نیک لوگوں کو اپنے قریب جگہ دیتے اور آپؐ کے نزدیک زیادہ فضیلت والا وہ شخص تھا جو مسلمانوں کا زیادہ خیر خواہ ہوتا اور آپؐ کے نزدیک زیادہ عظمت اس شخص کی تھی جو لوگوں سے مواسات ان کی اعانت ان سے احسان اور ان کی مدد زیادہ کرتا تھا۔

آداب مجلس آنحضرتؐ کے یہ تھے کہ کسی مجلس میں یاد خدا کے بغیر نہ بیٹھتے اور نہ اٹھتے تھے اور مجلس میں اپنے لیے کوئی مخصوص جگہ نہیں مقرر کی تھی بلکہ اس سے منع کرتے تھے۔ جب کسی مجلس میں آتے مجلس کے آخر میں خالی جگہ پر بیٹھ جاتے اور لوگوں کو اس کا حکم دیتے اور ہر ایک اہل مجلس کو اکرام و التفات سے نوازتے اور آپؐ کی معاشرت اس طرح کی تھی کہ ہر شخص یہ گمان کرتا تھا کہ میں آپؐ کے نزدیک زیادہ عزت دار ہوں اور جس کے پاس بیٹھتے جب تک وہ اٹھنے کا ارادہ نہ کرتا آپ نہیں اٹھتے تھے اور جو شخص آپؐ سے کوئی حاجت طلب کرتا اگر .... اس کی حاجت روائی کرتے ورنہ اچھی گفتگو یا وعدہ جمیل کے ساتھ اس کو راضی کرتے اور آپ کا خلق عام تمام مخلوق کے لیے وسعت رکھتا اور ہر شخص حق کے معاملے میں آپؐ کے نزدیک مساوی تھا۔ آپؐ کی مجلس شریف بردباری حیاء سچائی اور امانت کی مجلس تھی۔ اس میں آوازیں بلند نہ ہوتی تھیں۔ کسی کی برائی اس میں بیان نہ ہوتی اور اس مجلس میں کی برائی کوئی نہ کر سکتا۔ اگر کسی سے کوئی غلطی ہو جاتی تو اسے بیان نہ کرتے۔ ایک دوسرے کے ساتھ عدل و انصاف اور نیکی سے پیش آتے اور ایک دوسرے کو تقویٰ اور پرہیزگاری کی وصیت کرتے اور ایک دوسرے سے تواضع و انکساری سے رہتا۔ بڑوں کی عزت و توقیر کرتے اور چھوٹوں پر رحم کرتے اور مسافروں کی دیکھ بھال کرتے۔

اہل مجلس کے ساتھ آپ کا برتاؤ یہ تھا کہ ہمیشہ کشادہ رو اور نرم خو تھے۔ آپؐ کی ہم نشینی سے کسی کو تکلیف نہ پہنچتی۔ آپؐ نہ

اونچا بولتے اور نہ کسی کو گالی دیتے اور نہ لوگوں کے عیب بیان کرتے اور نہ لوگوں کی زیادہ تعریف کرتے۔ اگر کوئی چیز خلاف طبیعت ہوتی تو اس سے تغافل فرماتے اور کوئی شخص آپؐ سے ناامید نہ ہوتا تو مجادلہ کرتے اور نہ زیادہ باتیں کرتے اور کسی کی مذمت نہ کرتے کسی کو سرزنش نہ فرماتے اور لوگوں کے عیوب اور لغزشوں کی جستجو نہ کرتے۔ مسافروں اور بدو لوگوں کے سوء ادب پر صبر کرتے یہاں تک کہ صحابہ ایسے لوگوں کو لے آتے تاکہ وہ سوال کریں اور استفادہ کریں۔ روایت میں ہے کہ ایک جوان پیغمبر خدا کی بزم میں آیا اور کہنے لگا کہ یہ ہو سکتا ہے کہ آپؐ مجھے زنا کرنے کی اجازت دیں۔ صحابہؓ پکار اٹھے (یہ کیا کہہ رہا ہے) حضرتؐ نے فرمایا میرے قریب آؤ۔ وہ جوان نبی اکرمؐ کے پاس آیا۔ آپؐ نے فرمایا تو پسند کرتا ہے کہ کوئی شخص تیری ماں کے ساتھ یا تیری بیٹی اور بہن کے ساتھ اسی طرح تیری پھوپھیوں، خالاؤں اور باقی رشتہ دار عورتوں کے ساتھ زنا کرے۔ کہنے لگا تو مجھے پسند نہیں۔ فرمایا خدا کے تمام بندے ایسے ہی ہیں۔ پھر آپؐ نے اپنا دستِ مبارک اس کے سینہ پر رکھا اور عرض کیا خدایا اس کے گناہ کو معاف فرما اس کے دل کو پاک کر اور اس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما اس کے بعد اسے کسی اجنبی عورت کی طرف جاتے ہوئے نہ دیکھا۔

سیرت ابن ہشام سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ کے زمانہ میں لشکر اسلام جبل طی میں آیا اور اس کو فتح کیا اور وہاں سے قیدی مدینہ میں لے آئے کہ جن میں حاتم طائی کی بیٹی بھی تھی جب حضرتؐ نے انھیں دیکھا تو حاتم کی بیٹی نے آپؐ کی خدمت میں عرض کیا۔ اے اللہ کے رسولؐ باپ مر گیا ہے اور میرا بھائی عدی بن حاتم شام کی طرف بھاگ گیا ہے ہم پر منت و احسان و بخشش کریں خدا آپؐ پر منت و احسان کرے گا۔ پہلے اور دوسرے دن آپؐ نے کوئی جواب نہ دیا۔ تیسرے دن آپؐ ان قیدیوں سے ملنے گئے تو حضرت امیر المومنینؑ نے اس لڑکی کو اشارہ کیا کہ دوبارہ اپنی عرضداشت پیش کرو۔ اس لڑکی نے گزشتہ بات کا اعادہ کیا تو آپؐ نے فرمایا میں اس انتظار میں ہوں کہ کوئی امانت دار قافلہ مل جائے اور تجھے تیرے مالک کی طرف بھیجوں اور اس کو معاف فرمایا۔ اس طرح آپؐ کی سیرت کفار کے ساتھ بھی تھی ارباب سیر آپؐ کی سیرت میں لکھتے ہیں کہ جب کسی لشکر کو نامور کرتے تو قائدین لشکر کو لشکر سمیت بلاتے اور ان کو اس طرح وصیت و وعظ فرماتے۔ ارشاد ہوتا اللہ کے نام پر جاؤ اور اسی سے استقامت مانگو اور خدا کے لیے رسولِ خدا کی ملت پر رہتے ہوئے جہاد کرو۔ ہاں اے لوگو! مکر نہ کرنا۔ مال غنیمت میں سے کچھ نہ چرانا۔ کفار کو قتل کرنے کے بعد ان کی آنکھ کان اور دوسرے اعضا نہ کاٹنا۔ بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا۔ وہ راہب جو غاروں میں رہتے ہیں انھیں قتل نہ کرنا اور درختوں کی بیخ کنی نہ کرنا۔ مگر یہ کہ مجبور ہو جاؤ۔ نخلستانوں کو نہ جلانا۔ پانی میں غرق نہ کرنا۔ میوہ دار درختوں کو نہ اکھاڑنا۔ کھیتی اور زراعت کو نہ جلانا۔ ہو سکتا ہے کہ تمھیں بھی اس کی ضرورت پڑے اور حلال گوشت کے جانوروں کو ختم نہ کرنا مگر یہ کہ کھانے کی ضرورت پڑے اور کبھی کفار کے پانی کو زہر آلود نہ کرنا اور مکر و حیلہ نہ کرنا اور آنحضرتؐ کبھی بھی اپنے دشمنوں سے اس کے علاوہ معاملہ نہیں کرتے تھے اور دشمن پر شب خون نہ مارتے اور ہر جہاد سے جہادِ نفس کو بڑا سمجھتے تھے جیسا کہ روایت ہے کہ ایک دفعہ آپؐ کا لشکر کفار سے جہاد کر کے آ رہا تھا تو آپؐ نے فرمایا: مرحبا اے وہ جماعت جو چھوٹا جہاد کر کے آ رہی ہے اور بڑا جہاد ابھی ان کے ذمہ ہے۔ عرض کیا گیا بڑا جہاد کون سا ہے؟ فرمایا نفس امارہ سے جہاد کرنا اور روایت معتبر میں منقول ہے کہ آنحضرتؐ سے پوچھا

گیا آپؐ کی ریش مبارک کیوں جلدی سفید ہوگئی ہے۔ فرمایا مجھے سورہ ہود، واقعہ، مرسلات اور عم یتساءلون نے بوڑھا کر دیا ہے کیونکہ ان میں قیامت اور گزشتہ امتوں کے عذاب کے حالات ہیں۔ روایت ہے کہ جب آنحضرتؐ کی وفات ہوئی تو آپؐ درہم و دینار، غلام وکنیز گوسفند اور اونٹ سوائے اپنے سواری کے نہیں چھوڑے گئے تھے اور آپؐ کی زرہ مدینہ کے ایک یہودی کے پاس بیس صاع جو کے بدلے گروی تھی جو آپؐ نے اپنے اہل خانہ کے خرچ کے لیے قرض لیے تھے۔ حضرت امام رضاؑ نے فرمایا ایک فرشتہ رسولؐ خدا کے پاس آیا اور کہنے لگا آپ کا پروردگار کہتا ہے اگر آپؐ چاہیں تو مکہ کا صحرا آپؐ کے لیے تمام سونے کا ہو جائے تو آپؐ نے سر آسمان کی طرف اٹھا کر عرض کیا، خدایا میں چاہتا ہوں کہ ایک دن سیر رہوں اور تیری حمد کروں اور ایک دن بھوکا رہوں تا کہ تجھ سے سوال کروں اور آپؐ نے فرمایا کہ آنحضرتؐ رحمت الٰہی سے واصل ہونے تک کبھی تین روز متواتر گندم کی روٹی سے سیر نہیں ہوئے۔ حضرت امیر المومنینؑ سے منقول ہے آپؑ نے فرمایا ہم رسول خداؐ کے ساتھ خندق کھودنے میں مصروف تھے کہ اچانک فاطمہ علیہا السلام روٹی، ایک ٹکڑا لے کر حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپؐ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ جناب فاطمہؑ نے عرض کیا میں نے حسن وحسین کے لیے ایک روٹی پکائی تھی یہ ٹکڑا میں آپؐ کے لیے لائی ہوں آپؐ نے فرمایا کہ تین دن ہو گئے کہ کھانا تیرے باپ کے شکم میں داخل نہیں ہوا اور یہ پہلا کھانا ہے جو میں کھا رہا ہوں ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت رسول اکرمؐ خاک پر بیٹھتے۔ خاک پر بیٹھ کر کھانا کھاتے اور گوسفند اپنے ہاتھ سے باندھتے اور اگر کوئی غلام آنحضرتؐ کو جو کی روٹی کے لیے اپنے گھر میں بلاتا تو آپؐ اس کی دعوت قبول فرماتے اور حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ ہر روز تین سو ساٹھ مرتبہ بدن کی رگوں کے برابر کہتے ہیں الحمد للہ رب العالمین کثیرا علیٰ کل حال اور کسی مجلس سے اس وقت تک نہ اٹھتے چاہے مختصر بیٹھک ہی کیوں نہ ہوتی جب تک پچیس مرتبہ استغفار نہ کرتے اور ہر روز ستر مرتبہ **استغفر اللہ** اور ستر مرتبہ **اتوب الیہ** کہتے۔ روایت ہے کہ شب جمعہ مسجد قبا میں حضرت رسول اکرمؐ نے افطار کرنا چاہا تو فرمایا آیا کوئی پینے کی چیز ہے کہ جس سے میں افطار کروں۔ اوس بن خولی انصاری دودھ کا پیالہ لے آیا جس میں شہد ملا ہوا تھا جب آپؐ نے اسے لبوں سے لگایا اور اس کا ذائقہ محسوس کیا تو اس کو منہ سے الگ کر لیا اور فرمایا یہ دو پینے کی چیزیں ہیں کہ جن میں سے ایک پر اکتفا کیا جا سکتا ہے میں دونوں کو نہیں پیوں گا اور اسے لوگوں پر حرام بھی نہیں قرار دیتا لیکن میں خدا کے لیے تواضع اور فروتنی کرتا ہوں اور جو خدا کے لیے فروتنی کرے خدا اسے بلند کرتا ہے اور جو تکبر کرے خدا اسے پست کرتا ہے اور جو شخص اپنی معیشت میں میانہ رو ہو خدا اسے روزی دیتا ہے اور جو اسراف کرے خدا اسے محروم کرتا ہے اور جو موت کو زیادہ یاد کرے خدا اسے دوست رکھتا ہے اور سند صحیح کے ساتھ حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ نے اول بعثت میں ایک مدت تک اتنے پے در پے روزے رکھے کہ لوگ کہتے تھے کہ اب ترک ہی نہ کریں گے۔ پھر ایک مدت تک ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھتے تھے۔ حضرت داؤد کے طریقے پر۔ پھر اسے بھی چھوڑ دیا اور ہر مہینہ ایام البیض (تیرہ، چودہ، پندرہ) کے روزے رکھتے۔ پھر اسے بھی چھوڑ دیا اور آپؐ کی سنت یہ قرار پائی کہ ہر ماہ پہلی جمعرات کا دن اور مہینہ کی آخری جمعرات اور درمیانی دھائی کے پہلے بدھ کا روزہ رکھتے تھے اور اسی طریقہ پر رہے یہاں تک کہ رحمت ایزدی سے جا ملے اور پورا ماہ شعبان بھی روزے رکھتے اور ابن شہر آشوب رحمۃ

اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بعض آداب شریفہ اور اخلاق کریمہ آنحضرتؐ کے جو متفرق روایات سے معلوم ہوتے ہیں وہ یہ ہیں:

آپ تمام لوگوں سے زیادہ حکیم و دانا، شجاع، عادل اور مہربان تھے اور کبھی آپ کا ہاتھ کسی ایسی عورت کے ہاتھ سے نہیں لگا جو آپؐ پر حلال نہ ہو۔ اور آپؐ سب سے زیادہ سخی تھے کبھی کوئی درہم و دینار آپؐ کے پاس نہیں رہا اور اگر کوئی چیز آپؐ کی عطا و بخشش سے رہ جاتی اور رات ہو جاتی تو آپ کو قرار نہ آتا جب تک اسے کسی مصرف میں صرف نہ کر لیتے اور اپنے سال کے اخراجات سے زیادہ ہرگز روک کر نہ رکھتے۔ بعد بقایا راہ خدا میں دے دیتے اور پست ترین کھانے کی چیزیں رکھتے مثلاً جو اور خرما اور آپؐ سے جو کچھ مانگا جاتا عطا فرماتے اور زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے اور زمین پر ہی سوتے اپنے جوتے اور کپڑے خود پیوند لگاتے اور گھر کے دروازے کو خود کھولتے اور گوسفند کا خود دودھ دوہتے اور اونٹ کا پاؤں خود باندھتے اور جب خادم چکی چلانے سے تھک جاتا تو اس کی مدد کرتے اور رات کو وضو کا پانی خود لاتے اور ہمیشہ آپ کا سر جھکا رہتا اور لوگوں کی موجودگی میں ٹیک نہ لگاتے اور اہل خانہ کی خدمت کرتے اور کھانا کھانے کے بعد انگلیاں چاٹتے۔ آپؐ کبھی ڈکار نہ لیتے۔ آزاد اور غلام میں سے جو بھی آپ کو کھانے کی دعوت دیتا آپ قبول فرماتے چاہے گوسفند کے پایوں کے لیے کیوں نہ بلاتے اور ہدیہ قبول کرتے چاہے دودھ کا ایک گھونٹ ہوتا اور صدقہ نہیں کھاتے تھے اور لوگوں کے چہروں پر زیادہ نظر نہ ڈالتے تھے اور کبھی دنیا کے لیے ناراض نہ ہوتے اور خدا کے معاملے میں غضب ناک ہوتے اور بھوک سے کبھی پیٹ پر پتھر باندھتے اور جو کچھ پیش کیا جاتا کھا لیتے اور کوئی چیز واپس نہ کرتے۔ یمنی چادر اور پشم کا جبہ زیب تن فرماتے۔ کسر کے کھلے کپڑے پہنتے اور آپ کا اکثر لباس سفید ہوتا اور سر پر عمامہ رکھتے اور لباس پہنتے تھے۔ اور جب آپؐ نیا لباس پہنتے تو پرانا لباس کسی مسکین کو دے دیتے اور آپؐ کے پاس ایک عبا تھی جب کہیں جاتے تو اس کو دہرا کر کے نیچے ڈال لیتے اور چاندی کی انگوٹھی دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں پہنتے اور خربوزہ کو پسند کرتے اور بدبودار چیزوں سے کراہت کرتے اور وضو کرتے وقت ہمیشہ مسواک کرتے۔ کبھی اپنے غلام کو اور کبھی دوسرے کسی شخص کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھا لیتے اور جو سواری مل جاتی اس پر سوار ہو جاتے۔ کبھی گھوڑے کبھی خچر اور کبھی گدھے پر سوار ہوتے۔ فرماتے ہیں کہ آنحضرت فقراء اور مساکین کے ساتھ بیٹھتے اور ان کے ساتھ کھانا کھاتے تھے اور صاحبانِ علم و صلاح و اخلاق حسنہ کو دوست رکھتے اور ہر قوم کے شریف و بزرگ سے تالیفِ قلب کرتے اور اپنے قرابت داروں سے نیکی کرتے بغیر اس کے کہ انھیں دوسروں پر ترجیح دیتے سوائے ان چند چیزوں کے جن کا خدا نے حکم دیا تھا اور ہر شخص کے ادب کا خیال رکھتے اور جو شخص کوئی عذر پیش کرتا اس کے عذر کو قبول کرتے اور سوائے نزول قرآن اور موعظہ کے زیادہ تبسم فرماتے اور کبھی آپؐ کے قہقہہ کی آواز بلند نہیں ہوئی۔ کھانے اور لباس میں اپنے غلاموں سے زیادتی نہ فرماتے۔ کبھی کسی کو گالی نہ دی اور کبھی اپنی بیویوں اور خدمت گاروں کو نفرین نہیں کی اور نہ گالی دی اور ہر آزاد غلام یا کنیز جو کوئی حاجت لے کر آتا تو اس کے ساتھ ہو لیتے اور تندخو نہیں تھے اور کسی تنازعہ میں آپؐ کی آواز بلند نہ ہوتی تھی اور برے کو نیکی سے بدلہ دیتے اور جس کے قریب پہنچتے تو سلام فرماتے اور مصافحہ سے ابتدا کرتے اور جس جگہ بیٹھتے ذکر خدا کرتے اور زیادہ تر آپ قبلہ رخ بیٹھتے اور جو کوئی آپؐ کے پاس آتا اس کی عزت کرتے اور کبھی کبھی اپنی چادر بھی اس کے لیے بچھاتے اور اپنا تکیہ اس کے حوالے کر دیتے۔ رضا و رغبت آپ حق بات کہنے سے مانع نہ ہوتے۔ کبھی ابھی

کھجور اور کبھی نمک کے ساتھ کھاتے اور تر میووں میں سے خربوزہ اور انگور کو زیادہ پسند فرماتے اور آپ کی اکثر خوراک پانی اور خرمایا دودھ اور خرما تھی۔ گوشت ثرید اور کدو کو زیادہ پسند کرتے۔ شکار نہیں کرتے تھے لیکن شکار کا گوشت کھا لیتے۔ پنیر اور گھی کھاتے اور گوسفند کے اگلے پاؤں اور کتف (کندھے) کا گوشت کھا لیتے، کدو کا شوربا اور سالن کے طور پر سرکہ اور کھجوروں میں عجوہ اور سبزیوں میں سے کاسنی اور بافر بوج (جو پہاڑی خوشبودار بوٹی ہے) کو اور نرم سبزی کو پسند کرتے۔

شیخ طبرسی کہتے ہیں کہ آپ کی تواضع وانکساری اس درجہ کی تھی کہ آپ جنگِ خیبر و بنی قریظہ و بنی النضیر میں گدھے پر سوار تھے کہ جس کی لگام اور جل خرمے کے پتوں سے بنی ہوئی تھی۔ آپ بچوں اور عورتوں کو سلام کرتے تھے۔ ایک دن ایک شخص آپ سے گفتگو کے دوران کانپ رہا تھا۔ فرمایا مجھ سے کیوں ڈرتے ہو میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں اور انس بن مالک سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں دس سال تک حضور کا خادم رہا ہوں آپ نے کبھی مجھے اف تک نہیں کہا اور جو کام مجھ سے ہو گیا ہوتا تو یہ نہیں فرمایا کہ یہ کیوں کیا اور جو کام مجھ سے رہ جاتا یہ نہیں کہا کہ یہ کیوں نہیں کیا۔ وہ کہتا ہے کہ آپ کے افطار کے لیے الگ اور سحری کے لیے الگ پینے کی چیز کا انتظام ہوتا تھا بعد کبھی کبھی صرف ایک ہی وقت کا ملتا اور وہ پینے کی چیز کبھی دودھ اور کھانے کے لیے کبھی روٹی جو پانی میں بھگوئی جاتی تھی۔ پس میں نے ایک دفعہ آپ کے لیے شربت مہیا کیا۔ آپ نے آنے میں دیر لگا دی۔ میں نے خیال کیا کہ کسی صحابی نے آپ کی دعوت کی ہے تو میں نے وہ شربت خود پی لیا۔ نماز عشاء سے ایک گھنٹہ بعد آپ تشریف لائے۔ آپ کے ایک ساتھی سے میں نے پوچھا کیا نبی اکرمؐ نے کہیں افطار کیا ہے یا کسی نے آپ کی دعوت کی ہے۔ اس نے کہا کہ نہیں پس وہ پوری رات میں نے سخت غم واندوہ میں کاٹی جسے خدا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اس فکر میں کہ شاید حضور مانگیں اور وہ شربت انھیں نہ مل سکے اور آپ دن کو بھی بھوکے رہیں اور یہی ہوا کہ آپ نے صبح روزہ سے کی اور اب تک آپ نے اس شربت کے متعلق نہیں پوچھا اور اس کا ذکر تک نہیں فرمایا اور مطرزی نے کتاب مغرب میں لکھا ہے کہ مالک بن انس کا ایک مادری بھائی تھا۔ حضرت رسول اکرمؐ اسے محزون ومغموم پایا تو اس کے متعلق پوچھا کہ کیا ہوا ہے لوگوں نے بتایا کہ اس کے پاس چڑیا کا بچہ تھا وہ مر گیا ہے تو حضرت رسول اکرمؐ نے بطور مزاح فرمایا **یا ابا عمیر ما فعل النغیر** اے عمیر! چڑیا کا بچہ کیا ہوا۔ روایت ہے کہ آپ ایک سفر میں تھے حکم دیا کہ کھانے کے لیے ایک گوسفند ذبح کیا جائے۔ ایک شخص نے کہا کہ اسے میں ذبح کروں گا۔ دوسرا کہنے لگا اس کی کھال میں اتاروں گا۔ تیسرا کہنے لگا میں اسے پکاؤں گا۔ آپ نے فرمایا لکڑیاں میں جمع کر لاؤں گا۔ صحابہؓ نے عرض کیا ہم موجود ہیں ہم لکڑیاں جمع کریں گے آپ کو زحمت کرنے کی ضرورت نہیں۔ فرمایا میں سمجھتا ہوں لیکن مجھے یہ پسند نہیں کہ اپنے آپ کو تم پر کوئی امتیاز یا ترجیح دوں کیونکہ خدا کسی بندہ سے یہ چیز پسند نہیں کرتا کہ اسے کسی سے ترجیح دے۔

روایت ہے کہ مدینہ کے خدام وملازمین نماز صبح کے بعد اپنے پانی کے برتن رسول اللہؐ کی خدمت میں لاتے تھے کہ آپ اپنا دستِ مبارک ان میں داخل کریں تا کہ وہ بابرکت ہو جائیں۔ بعض اوقات صبح کو سردی ہوتی تب بھی آپ اپنا ہاتھ ان میں ڈالتے اور ناپسندی کا اظہار نہ کرتے اور آپ کے پاس چھوٹے بچوں کو بھی لاتے تھے تا کہ آپ کسی بچے کے لیے بابرکت ہونے کی دعا

ایک دن ایک عورت اپنے شوہر کے حالات بیان کر رہی تھی۔ تو آپؐ نے فرمایا، وہی جس کی آنکھ میں سفیدی ہے۔ وہ کہنے لگی نہیں، جب اس نے اپنے شوہر سے یہ واقعہ بیان کیا تو وہ کہنے لگا۔ حضرتؐ نے مزاح کیا ہے اور سچ فرمایا ہے۔ ہر شخص کے آنکھوں کی سفیدی سیاہی کی نسبت زیادہ ہوتی ہے۔ انصار میں سے ایک بڑھیا نے حضرتؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپؐ میرے لیے بہشت کی دعا کیجیے۔ آپؐ نے فرمایا: بڑھیا عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی۔ وہ عورت رونے لگی تو حضرتؐ ہنسے اور فرمایا وہ جوان و باکرہ ہو کر جنت میں جائیں گی۔ اور آپؐ کی ایک دوسری بڑھیا۔ بلال اور عباس دوسرے لوگوں سے مزاح کرنے کی حکایات مشہور ہیں۔ ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ ایک عورت حضرتؐ کی خدمت میں آئی اور کہنے لگی فلاں شخص نے میرا بوسہ لیا ہے۔ حضرتؐ نے اس کو بلایا اور فرمایا: تو نے ایسا کیوں کیا ہے؟ وہ کہنے لگا اگر میں نے یہ برا کام کیا ہے تو وہ مجھ سے اس کا قصاص لے لے یعنی اس برے کام کی تلافی کر لے۔ آپ ہنسے اور فرمایا پھر ایسا نہ کرنا کہنے لگا نہیں کروں گا۔

مولف کہتا ہے جو عقلمند نظر انصاف سے تدبر و تامل کرے ان چیزوں میں جو ہم نے حضرتؐ کے اخلاق حسنہ اور اطوار حمیدہ میں سے ذکر کی ہیں وہ علم الیقین سے آپؐ کی حقیقت و نبوت کو پہچان لے گا۔ اور یہ سمجھ لے گا کہ اخلاق شریفہ معجزہ کے علاوہ کچھ نہیں کیونکہ حضرتؐ نے ایک ایسے گروہ میں نشوونما پائی جو تمام اخلاق حسنہ سے عاری تھے اور ان کا دارومدار عصبیت، عناد، نزاع، تفاخر، تحاسد اور فتنہ و فساد پر تھا اور حج میں وہ جانوروں کی طرح ننگے ہو جاتے تھے۔ وہ کعبہ کے گرد تالیاں اور سیٹیاں بجاتے اور کودتے تھے جیسا کہ خدائے تعالیٰ ان کی حالت کی حکایت کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ **وما کانت صلاتھم عند البیت الا مکاء و تصدیة** یعنی اور بیت اللہ کے پاس ان کی نماز سیٹیاں بجانے، تالیاں بجانے کے سوا اور کچھ بھی نہ تھی اور جن لوگوں کی نماز ایسی ہو تو معلوم ہے کہ ان کے باقی اطوار و عادات کیسے ہونگے۔ اس وقت جب کہ تیرہ سو سال حضرتؐ کی بعثت کو گزر گئے ہیں اور آپؐ کی شریعت مقدسہ نے طوعاً و کرھاً ان کی اصلاح کی ہے۔ جو شخص صحرائے مکہ میں جائے انھیں دیکھے تو سمجھ لیتا ہے کہ وہ انسانیت کے کس درجہ اور آدمیت کے کس مرحلہ میں ہیں آنحضرتؐ ایسے بدوؤں میں پیدا ہوئے۔ تمام آداب حسنہ اخلاق مستحسنہ اور اطوار حمیدہ کے ساتھ پیدا ہوئے جو کہ حلم و علم و کرم و سخاوت، عفت و شجاعت و مروت اور باقی صفات کمال ہیں کہ علماء فریقین نے اس سلسلہ میں کئی کتابیں لکھی ہیں اور ان کے عشر و عشیر کا احصاء و شمار نہیں کر سکے اور عجز کا اعتراف کیا ہے۔ واللہ العالم۔

کھجور اور کبھی نمک کے ساتھ کھاتے اور تر میووں میں سے خربوزہ اور انگور کو زیادہ پسند فرماتے اور آپؐ کی اکثر خوراک پانی اور خرمایا دودھ اور خرما تھی۔ گوشت ثرید اور کدو کو زیادہ پسند کرتے۔ شکار نہیں کرتے تھے لیکن شکار کا گوشت کھا لیتے۔ پنیر اور گھی کھاتے اور گوسفند کے اگلے پاؤں اور کتف (کندھے) کا گوشت کھا لیتے، کدو کا شوربا اور سالن کے طور پر سرکہ اور کھجوروں میں عجوہ اور سبزیوں میں سے کاسنی اور بافر بوج (جو پہاڑی خوشبودار بوٹی ہے) کو اور نرم سبزی کو پسند کرتے۔

شیخ طبرسی کہتے ہیں کہ آپؐ کی تواضع وانکساری اس درجہ کی تھی کہ آپؐ جنگ خیبر و بنی قریظہ و بنی النضیر میں گدھے پر سوار تھے کہ جس کی لگام اور جل خرمے کے پتوں سے بنی ہوئی تھی۔ آپؐ بچوں اور عورتوں کو سلام کرتے تھے۔ ایک دن ایک شخص آپؐ سے گفتگو کے دوران کانپ رہا تھا۔ فرمایا مجھ سے کیوں ڈرتے ہو میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں اور انس بن مالک سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں دس سال تک حضور کا خادم رہا ہوں آپؐ نے کبھی مجھے اف تک نہیں کہا اور جو کام مجھ سے ہو گیا ہوتا تو یہ نہیں فرمایا کہ یہ کیوں کیا اور جو کام مجھ سے رہ جاتا یہ نہیں کہا کہ یہ کیوں نہیں کیا۔ وہ کہتا ہے کہ آپؐ کے افطار کے لیے الگ اور سحری کے لیے الگ الگ پینے کی چیز کا انتظام ہوتا تھا کبھی کبھی صرف ایک ہی وقت کا ملتا اور وہ پینے کی چیز کبھی دودھ اور کھانے کے لیے کبھی روٹی جو پانی میں بھگوئی جاتی تھی۔ پس میں نے ایک دفعہ آپؐ کے لیے شربت مہیا کیا۔ آپؐ نے آنے میں دیر لگا دی۔ میں نے خیال کیا کہ کسی صحابی نے آپؐ کی دعوت کی ہے تو میں نے وہ شربت خود پی لیا۔ نماز عشا سے ایک گھنٹہ بعد آپ تشریف لائے۔ آپؐ کے ایک ساتھی سے میں نے پوچھا کیا نبی اکرمؐ نے کہیں افطار کیا ہے یا کسی نے آپؐ کی دعوت کی ہے۔ اس نے کہا کہ نہیں پس وہ پوری رات میں نے سخت غم واندوہ میں کاٹی جسے خدا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اس فکر میں کہ شاید حضور مانگیں اور وہ شربت انھیں نہ مل سکے اور آپؐ دن کو بھی بھوکے رہیں اور یہی ہوا کہ آپؐ نے صبح روزہ سے کی اور اب تک آپؐ نے اس شربت کے متعلق نہیں پوچھا اور اس کا ذکر تک نہیں فرمایا اور مطرزی نے کتاب مغرب میں لکھا ہے کہ مالک بن انس کا ایک مادری بھائی تھا۔ حضرت رسول اکرمؐ اسے محزون ومغموم پایا تو اس کے متعلق پوچھا کہ کیا ہوا ہے لوگوں نے بتایا کہ اس کے پاس چڑیا کا بچہ تھا وہ مر گیا ہے تو حضرت رسول اکرمؐ نے بطور مزاح فرمایا **یا ابا عمیر ما فعل النغیر** اے عمیر! چڑیا کا بچہ کیا ہوا۔ روایت ہے کہ آپؐ ایک سفر میں تھے حکم دیا کہ کھانے کے لیے ایک گوسفند ذبح کیا جائے۔ ایک شخص نے کہا کہ اسے میں ذبح کروں گا۔ دوسرا کہنے لگا اس کی کھال میں اتاروں گا۔ تیسرا کہنے لگا میں اسے پکاؤں گا۔ آپؐ نے فرمایا لکڑیاں میں جمع کرلاؤں گا۔ صحابہؓ نے عرض کیا ہم موجود ہیں ہم لکڑیاں جمع کریں گے آپ کو زحمت کرنے کی ضرورت نہیں۔ فرمایا میں سمجھتا ہوں لیکن مجھے یہ پسند نہیں کہ اپنے آپ کو تم پر کوئی امتیاز یا ترجیح دوں کیونکہ خدا کسی بندہ سے یہ چیز پسند نہیں کرتا کہ اسے کسی سے ترجیح دے۔

روایت ہے کہ مدینہ کے خدام وملازمین نماز صبح کے بعد اپنے پانی کے برتن رسول اللہؐ کی خدمت میں لاتے تھے کہ آپؐ اپنا دست مبارک ان میں داخل کریں تاکہ وہ بابرکت ہو جائیں۔ بعض اوقات صبح کو سردی ہوتی تب بھی آپؐ اپنا ہاتھ ان میں ڈالتے اور ناپسندی کا اظہار نہ کرتے اور آپؐ کے پاس چھوٹے بچوں کو بھی لاتے تھے تاکہ آپ کسی بچے کے لیے بابرکت ہونے کی دعا

کریں یا اس کا نام تجویز فرمائیں۔ اس بچہ کے گھر والوں کی دلجوئی کے لیے اس بچہ کو آپ اپنی گود میں لے لیتے اور کبھی کبھی وہ بچہ آپ کے لباس پر پیشاب کر دیتا۔ پس حاضرین میں بعض لوگ شور مچاتے تو آپ فرماتے کہ اس کے پیشاب کو نہ روکو پس اس کو اپنی گود میں رہنے دیتے یہاں تک کہ وہ پیشاب کر لیتا۔ پھر حضرتؐ اس بچہ کے لیے دعا فرماتے یا اس کا نام تجویز فرماتے تو اس کے گھر والے خوش ہو جاتے اور سمجھتے کہ آنحضرتؐ کو اس سے تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔ جب وہ لوگ چلے جاتے آپؐ اپنا لباس دھو لیتے۔

روایت میں ہے کہ امیر المومنینؑ ایک کافر ذمی کے ہمسفر ہو گئے۔ اس ذمی شخص نے پوچھا آپ کہاں جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اے بندۂ خدا میں کوفہ کی طرف جا رہا ہوں۔ جب ذمی کا راستہ کوفہ کے راستہ سے الگ ہونے لگا تو امیر المومنین نے کوفہ والا راستہ چھوڑ دیا اور اس شخص کے راستہ پر چلنے لگے وہ کہنے لگا یہ تو کوفہ کا راستہ نہیں کوفہ والا راستہ تو وہ ہے جس کو آپ چھوڑ آئے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا مجھے معلوم ہے۔ وہ کہنے لگا پھر آپ میرے ساتھ کیوں آ رہے ہیں جبکہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ آپ کا راستہ نہیں تو حضرتؑ نے فرمایا کہ ساتھی سے خوش رفتاری کی تکمیل تب ہوتی ہے کہ اس سے جدا ہونے کے وقت کچھ مقدار اس کی مشایعت کی جائے اور یہ ہمیں ہمارے پیغمبرؐ نے حکم دیا ہے۔ وہ ذمی کہنے لگا تمھارے نبیؐ نے تمھیں یہ حکم دیا ہے۔ آپؑ نے فرمایا ہاں۔ وہ ذمی کہنے لگا پس انھیں افعال کریمہ اور صفات حمیدہ کی وجہ سے آنجناب کا لوگوں نے اتباع کیا ہے اور میں آپ کو آپ کے دین کا گواہ سمجھتا ہوں۔ پس وہ شخص حضرت امیر المومنینؑ کے ساتھ پلٹ آیا اور اس نے آپ کو پہچانا تو اسلام لے آیا اور بوصیری نے کیا خوب کہا۔

محمد سید الکونین والثقلین والفریقین من عرب ومن عجم فاق النبین
فی خلق و فی خلق ولم یر النو فی علم ولا کرم وکلھم من رسول اللہ
ملتمس عرفا من البحر او رشفاً من الدیم فھو الذی تم معناہ وصورتہ
ثم اصطفاہ حبیباً باری النسیم فبلغ العلم فیہ انہ بشر وانہ خیر خلق
اللہ کلھم

محمد کونین وثقلین کے سید و سردار ہیں اور دو گروہِ عجم و عرب کے وہ خلقت و خلق میں سب انبیاء سے بلند ہیں اور علم و کرم میں وہ ان کے قریب نہیں ہر ایک سمندر اور بارش کا پانی آپ سے التماس کرتا ہے آپؐ وہ ہیں جن کی حقیقت و صورت کے مکمل ہونے پر ارواح کے پیدا کرنے والے نے انھیں اپنا حبیب چن لیا ہے۔ پس آپؐ اے کا حقیقی علم و معرفت یہ ہے کہ آپ بشر ہوتے ہوئے خدا کی پوری مخلوق سے بہتر ہیں۔

انسؓ سے منقول ہے کہ میں نے نو سال تک آنحضرتؐ کی خدمت کی ہے۔ ایک دفعہ بھی آپؐ نے مجھے یہ نہیں فرمایا کہ یہ کام تو نے کیوں کیا اور میرے کسی کام میں عیب نہ نکالا اور میں نے آپؐ کی خوشبو سے زیادہ خوشبو نہیں سونگھی اور آپ جس کے ساتھ بیٹھتے

آپ کا زانو اس کے زانو سے آگے نہ بڑھتا۔ ایک بدو ایک دن آیا اور اس نے آپؐ کی رداء اس سختی سے کھینچی کہ گردن مبارک پر اس کا نشان پڑ گیا اور کہنے لگا کہ بالِ خدا میں سے مجھے کچھ دیجیے۔ آپؐ نے لطف و کرم سے رخِ انور اس کی طرف کیا اور ہنسنے لگے اور آپؐ کے حکم سے اس کو عطیہ دیا گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت بھیجی کہ انک لعلی خلق عظیم بیشک آپ خلق عظیم پر ہیں۔

ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ کا ادب سکھایا ہوا ہوں اور علیؑ میرا ادب سکھایا ہوا ہے۔ حق تعالیٰ نے مجھے سخاوت اور نیکی کا حکم دیا ہے اور بخل و جفا سے منع فرمایا ہے اور خدا کے نزدیک بخل اور بدخلقی سے کوئی صفت بدتر نہیں اور آپؐ کی شجاعت کا یہ عالم تھا کہ حضرت اسد اللہ الغالبؑ فرماتے کہ جب جنگ کا بازار گرم ہو جاتا تو ہم آنحضرتؐ کی طرف پناہ لیتے اور کوئی شخص آپؐ سے زیادہ دشمن کے قریب نہ ہوتا۔

ابن عباس سے منقول ہے جب آپؐ سے کوئی سوال پوچھا جاتا تو آپؐ اس کی بار بار تکرار کرتے تاکہ سائل کو اشتباہ نہ ہو۔ روایت ہے کہ آپ لہسن، پیاز، ساگ اور بدبودار سبزی نہیں کھاتے تھے اور کبھی کسی کھانے کی مذمت نہیں فرماتے تھے۔ اگر آپ کو اچھا لگتا تو کھا لیتے اور ورنہ چھوڑ دیتے اور مجلس میں تمام لوگوں سے پہلے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے اور سب سے آخر میں ہاتھ روکتے اور اپنے آگے سے کھاتے۔ سوائے کھجوروں کے ان سب میں ہاتھ کو گردش دیتے اور پیالہ کو پوری طرح صاف کرتے اور انگلیوں کو ایک ایک کر کے چاٹتے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھو کر چہرے پر پھیرتے۔ جب تک ممکن ہوتا تنہا کوئی چیز نہ کھاتے اور پانی پینے سے پہلے بسم اللہ کہتے اور تھوڑا سا پانی پی کر لبوں سے دور کرتے اور الحمد للہ کہتے۔ تین دفعہ ایسا کرتے۔ کبھی ایک سانس میں بھی پیتے۔ کبھی لکڑی کے برتن میں کبھی چمڑے اور کبھی مٹی کے ظرف میں پانی پیتے اور جب کوئی برتن نہ ہوتا تو دونوں ہاتھوں کو پر کر کے نوش فرماتے اور کبھی مشک سے منہ لگا کر پیتے اور اپنے سر و ریش مبارک کو بیری کے خشک کوٹے ہوئے پتوں سے دھوتے اور تیل لگانے کو پسند اور پراگندہ مو رہنے کو ناپسند سمجھتے تھے۔ جب گھر میں داخل ہونے لگتے تو تین مرتبہ اجازت لیتے اور کسی کو اپنے سامنے کھڑا رہنے نہیں دیتے تھے اور کبھی دو انگلیوں سے کھانا نہیں کھاتے بلکہ تین یا اس سے زیادہ انگلیوں سے کھانا کھاتے اور کوئی خوشبو آپؐ کے پسینہ کا مقابلہ نہ کرتی تھی اور کبھی بوئے بد آپؐ کے مشام تک نہ پہنچتی اور اپنا لعاب دہن جس چیز پر لگاتے اس میں برکت پیدا ہو جاتی اور جو مریض پر ملتے وہ شفایاب ہوتا اور آپؐ ہر زبان میں گفتگو کر سکتے اور آپؐ لکھنے پڑھنے پر قادر تھے اگرچہ کبھی لکھا نہیں اور جس چوپائے پر آپ سوار ہوئے وہ کبھی بوڑھا نہیں ہوتا تھا اور آپ جس پتھر یا درخت کے قریب سے گزرتے وہ آپ کو سلام کرتا۔ مکھی مچھر اور اس قسم کی چیزیں آپؐ کے جسم مبارک پر نہ بیٹھتی تھیں اور کوئی پرندہ آپؐ کے سر کے اوپر سے نہیں گزرتا تھا اور چلتے وقت نرم جگہ پر نشانِ قدم نہیں لگتا تھا اور کبھی کبھی آپ سخت پتھر پر قدم رکھتے تو نشانِ قدم جم جاتا تھا اور اس تمام تواضع و انکساری کے باوجود آپؐ کی ہیبت دلوں میں اتنی تھی کہ لوگ آپؐ کے چہروں کی طرف نگاہ نہیں کر سکتے تھے۔ اور آپؐ فرماتے کہ چند چیزوں کو میں کبھی ترک نہیں کروں گا۔ خاک پر بیٹھنا، غلاموں کے ساتھ مل کر کھانا کھانا، گدھے کی سواری کرنا، بکری کو ہاتھ سے دوہنا، پشم کا لباس پہننا اور بچوں کو سلام کرنا۔ وارد ہوا ہے کہ آپؐ مزاح فرماتے لیکن حرف باطل نہ کہتے تھے۔ منقول ہے کہ آپؐ نے ایک شخص کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا اس غلام کو کون خریدے گا یعنی بندۂ خدا کو۔

ایک دن ایک عورت اپنے شوہر کے حالات بیان کر رہی تھی۔ تو آپ نے فرمایا، وہی جس کی آنکھ میں سفیدی ہے۔ وہ کہنے لگی نہیں، جب اس نے اپنے شوہر سے یہ واقعہ بیان کیا تو وہ کہنے لگا۔ حضرتؑ نے مزاح کیا ہے اور سچ فرمایا ہے۔ ہر شخص کے آنکھوں کی سفیدی سیاہی کی نسبت زیادہ ہوتی ہے۔ انصار میں سے ایک بڑھیا نے حضرتؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپؐ میرے لیے بہشت کی دعا کیجیے۔ آپؐ نے فرمایا: بڑھیا عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی۔ وہ عورت رونے لگی تو حضرتؑ ہنسے اور فرمایا وہ جوان دوبارہ ہو کر جنت میں جائیں گی۔ اور آپؐ کی ایک دوسری بڑھیا۔ بلال اور عباس و دوسرے لوگوں سے مزاح کرنے کی حکایات مشہور ہیں۔ ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ ایک عورت حضرتؑ کی خدمت میں آئی اور کہنے لگی فلاں شخص نے میرا بوسہ لیا ہے۔ حضرتؑ نے اس کو بلایا اور فرمایا: تو نے ایسا کیوں کیا ہے؟ وہ کہنے لگا اگر میں نے یہ برا کام کیا ہے تو وہ مجھ سے اس کا قصاص لے لے یعنی اس برے کام کی تلافی کر لے۔ آپ ہنسے اور فرمایا پھر ایسا نہ کرنا کہنے لگا نہیں کروں گا۔

مولف کہتا ہے جو عقلمند نظر انصاف سے تدبر و تامل کرے ان چیزوں میں جو ہم نے حضرتؑ کے اخلاق حسنہ اور اطوار حمیدہ میں سے ذکر کی ہیں وہ علم الیقین سے آپؐ کی حقیقت و نبوت کو پہچان لے گا۔ اور یہ سمجھ لے گا کہ اخلاق شریفہ معجزہ کے علاوہ کچھ نہیں کیونکہ حضرتؑ نے ایک ایسے گروہ میں نشوونما پائی جو تمام اخلاق حسنہ سے عاری تھے اور ان کا دارومدار عصبیت، عناد، نزاع، تفاخر، تحاسد اور فتنہ و فساد پر تھا اور حج میں وہ جانوروں کی طرح ننگے ہو جاتے تھے۔ وہ کعبہ کے گرد تالیاں اور سیٹیاں بجاتے اور کودتے تھے جیسا کہ خدائے تعالیٰ ان کی حالت کی حکایت کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ **وما کانت صلاتھم عند البیت الا مکاء و تصدیۃ** یعنی اور بیت اللہ کے پاس ان کی نماز سیٹیاں بجانے، تالیاں بجانے کے سوا اور کچھ بھی نہ تھی اور جن لوگوں کی نماز ایسی ہو تو معلوم ہے کہ ان کے باقی اطوار و عادات کیسے ہوں گے۔ اس وقت جب کہ تیرہ سو سال حضرتؑ کی بعثت کو گزر گئے ہیں اور آپؐ کی شریعت مقدسہ نے طوعاً و کرہاً ان کی اصلاح کی ہے۔ جو شخص صحرائے مکہ میں جائے انھیں دیکھے تو سمجھ لیتا ہے کہ وہ انسانیت کے کس درجہ اور آدمیت کے کس مرحلہ میں ہیں آنحضرتؐ ایسے بدوؤں میں پیدا ہوئے۔ تمام آداب حسنہ اخلاق مستحسنہ اور اطوار حمیدہ کے ساتھ پیدا ہوئے جو کہ حلم و علم و کرم و سخاوت، عفت و شجاعت و مروت اور باقی صفات کمال ہیں کہ علماء فریقین نے اس سلسلہ میں کئی کتابیں لکھی ہیں اور ان کے عشر و عشیر کا احصاء و شمار نہیں کر سکے اور عجز کا اعتراف کیا ہے۔ واللہ العالم۔

پانچویں فصل

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مختصر معجزات

واضح ہو کہ رسولؐ خدا کے اتنے معجزات تھے کہ جتنے آپؐ کے علاوہ کسی دوسرے نبی کے پاس نہیں تھے اور تمام انبیاء کے معجزات کی نظیر و مثیل آپؐ سے معجزات ظہور پذیر ہوئے اور ابن شہر آشوب نے نقل کیا ہے کہ آپؐ کے معجزات چار ہزار چار سو چالیس ہیں جن میں سے تین ہزار ذکر ہوئے ہیں۔ فقیر عرض کرتا ہے کہ آپؐ کے تمام اقوال و اطوار و اخلاق معجزہ ہیں۔ خصوصاً حضرت کا غیب کی خبریں دینا جیسا کہ ان کی طرف اشارہ آئے گا۔ علاوہ ان معجزات کے جو کہ آپؐ کی ولادت سے قبل اور ولادت کے ظہور میں آئے ہیں جیسا کہ اہلِ اطلاع پر ظاہر و روشن ہے اور زیادہ قوی اور زیادہ باقی رہنے والا آپؐ کا معجزہ قرآن مجید ہے کہ جس کی مثل لانے سے تمام فصحاء و بلغاء عاجز رہے اور اپنے عجز کا اقرار کیا اور جس نے بھی قرآن کے مقابلہ میں چند کلمے پیش کیے وہ مفتضح اور رسوا ہوا۔ مثلاً مسیلمہ کذاب، اسود عنسی وغیرہ۔ مسیلمہ کے کلمات میں سے ہیں:

والزارعات زرعا فالحاصدات حصدا والطاحنات طحنا فالخابزات خبز جو سورہ "والذاریات" کے مقابلہ میں اس نے کہے اور سورہ کوثر کے مقابلہ میں کہا: انا اعطیناك الجاهر فصل لربك وهاجر ان شانئك هو الكافر۔ اور اسود کے کچھ جملے ہیں جو وہ سورہ "بروج" کے مقابلہ میں لایا: والسماء ذات البروج والارض ذات المروج والنساء ذات الفروج والخیل ذات السروج ونحن علیها نموج۔ بین اللوی والفروج اور یہ فقرے بھی اسی کے ہیں یاضفدع بین ضفدعین۔ نقی نقی کم تنقین۔ لا الشارب تمنعین ولا الماء تکدرین اعلاك فی الماء واسفلك فی الطین۔ یہ قرآن کا معجزہ ہے کہ یہ ناہموار فقرے مسیلمہ اور اسود نے تیار کیے اور کافی لوگوں کے سامنے پڑھے۔ حالانکہ دونوں عرب تھے اور کسی عرب نے ایسا بیہودہ کلام نہیں کہا تھا اور اگر کوئی کہے بھی تو اس کا قبح اسے معلوم ہو جائے اور کسی کے سامنے کہنے کی جرأت نہ کرے۔ اگر کوئی شخص مختصر طور پر اعجاز قرآن پر مطلع ہونا چاہے تو وہ علامہ مجلسی رضوان اللہ علیہ کی کتاب حیوۃ القلوب جلد دوم کے باب چہارم کی طرف رجوع کرے کیونکہ اس کتاب میں ان کے ذکر کی گنجائش نہیں۔ بہر حال اس مبارکہ کتاب میں آنحضرتؐ کے معجزات کی چند انواع کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ نوع اول وہ معجزات ہیں جن کا تعلق اجرام سماویہ کے ساتھ ہے۔ مثلاً شق قمر، رد شمس، بادل کا سایہ کرنا، بارش اور میووں کا آسمان سے نازل ہونا اور اس قسم کی دوسری چیزیں اور یہاں ہم چار امور کے ذکر پر اکتفاء کرتے ہیں۔

پہلا امر چاند کا دو ٹکڑے ہونا۔ خداوند عالم فرمایا: اقتربت الساعة وانشق القمر وان یروایة یعرضو ویقولوا سحر

مستمر یعنی قیامت نزدیک ہوئی اور چاند ٹکڑے ہوا اور اگر کوئی آیت و معجزہ دیکھیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں پیوستہ جادو ہے۔
اکثر مفسرین خاصہ وعامہ نے روایت کی ہے کہ یہ آیات اس وقت اس نازل ہوئیں جب قریش نے مکہ میں آنحضرتؐ سے معجزہ طلب کیا۔ حضرتؐ نے چاند کی طرف اشارہ کیا اور قدرت خدا سے وہ دو ٹکڑے ہو گیا اور بعض روایات میں ہے کہ یہ واقعہ ذی الحج کی چھ تاریخ کی رات کا ہے۔ دوسرا امر علماء خاصہ وعامہ نے بہت سے اسناد کے ساتھ اسماء بنت عمیس اور دوسرے لوگوں سے روایت کی ہے کہ ایک دن رسول اکرمؐ نے حضرت امیر المومنینؑ کو کسی کام کے لیے بھیجا۔ جب نماز عصر کا وقت ہوا اور نماز عصر پڑھی جا چکی تو حضرت امیر آئے جب کہ آپؑ نے ابھی نماز عصر نہیں پڑھی تھی۔ آنحضرتؐ نے اپنا سر مبارک حضرت امیر کے زانو پر رکھ دیا اور سو گئے۔ اسی اثناء میں وحی نازل ہونے لگی۔ آپؐ نے اپنا سر کپڑے سے لپیٹ لیا اور وحی سننے لگے۔ یہاں تک کہ آفتاب غروب کے نزدیک ہو گیا جب وحی ختم ہوئی تو حضرت نے پوچھا اے علی نماز پڑھ لی ہے۔ عرض کیا کہ نہیں اے اللہ کے رسول کیونکہ میں آپؐ کے سر مبارک کو اپنے دامن سے دور نہیں کر سکا پس حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا: خدایا علی تیری اور تیرے رسولؐ کی اطاعت میں مشغول تھا پس اس کے لیے سورج پلٹا دے۔'' اسماء کہتی ہیں خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ سورج پلٹ آیا اور اتنا بلند ہوا کہ زمین پر اس کی روشنی پڑی اور نماز عصر کی فضیلت کا وقت ہوا اور حضرت علیؑ نے نماز پڑھی۔ پھر دوبارہ سورج ڈوب گیا۔ (مترجم کہتا ہے کہ تاریخ سے باخبر لوگ جانتے ہیں کہ بہت سی روایات میں یہ تصریح موجود ہے کہ حضرت امیرؑ نے اشارہ سے نماز پڑھ لی تھی۔ البتہ مکمل رکوع وسجود چونکہ بجا نہیں لائے تھے لہٰذا تکمیل ہیئت نماز کے لیے سورج پلٹایا گیا تھا۔

تیسرا امر۔ نیز خاصہ وعامہ نے روایت کی ہے کہ جب قبائل عرب نے آنحضرتؐ کو اذیت پہنچانے میں ایک دوسرے سے اتفاق کر لیا تو حضرتؐ نے عرض کیا: ''خداوندا قبائل مضر پر اپنا عذاب سخت کر دے اور ان پر قحط نازل فرما جیسا کہ حضرت یوسفؑ کے زمانہ میں قحط نازل ہوا'' پس سات سال تک بارش نہ ہوئی اور مدینہ میں بھی قحط پڑ گیا۔ ایک اعرابی حضرتؐ کی خدمت میں آیا اور عرب کی طرف سے استغاثہ کیا کہ ہمارے درخت خشک ہو گئے ہیں اور ہماری گھاس ختم ہو چکی ہے اور دودھ ہمارے چوپاؤں اور عورتوں کے پستانوں میں نہیں رہا اور ہمارے چوپائے ہلاک ہو گئے ہیں۔ پس حضرت منبر پر تشریف لے گئے اور خدا کی حمد وثناء کی اور بارش کے لیے دعا مانگی۔ آپؐ کی دعا کے دوران ہی بارش ہو گئی اور ایک ہفتہ تک بارش ہوتی رہی۔ اتنی بارش ہوئی کہ اہلِ مدینہ نے شکایت کی اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ہمیں ڈر ہے کہ غرق نہ ہو جائیں اور ہمارے گھر نہ گر پڑیں۔ پس حضرتؐ نے آسمان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: اللهم حوالینا ولا علینا خدایا ہمارے اردگرد نہ ہم پر۔ جس طرف آپؐ اشارہ کرتے بادل ہٹ جاتا۔ پس بادل مدینہ سے دور ہو گیا اور مدینہ کے اردگرد تاج کی طرح حلقہ بن گیا اور اطراف میں سیلاب کی طرح برسنے لگا اور مدینہ پر ایک قطرہ بھی نہیں برستا تھا اور ایک ہفتہ تک وادیوں میں پانی جاری رہا پھر آپؐ نے فرمایا: ''خدا کی قسم اگر ابو طالبؑ زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں روشن ہو جاتیں۔'' بعض اصحاب نے عرض کیا۔ کیا آپ کو ان کا یہ شعر یاد آیا ہے: وابیض یستسقی الغمام لوجهه۔ شمال الیتامی عصمة للارامل۔ یتیموں کی پناہ اور بیواؤں کا سہارا

ہے۔آپؐ نے فرمایا:''ہاں''۔

چوتھا امر: سند معتبر کے ساتھ ام سلمہ سے روایت ہے کہ ایک دن جناب سیدہؑ رسولؐ خدا کے پاس آئیں۔انھوں نے حسنؑ وحسینؑ کو اٹھا رکھا تھا۔حریرہ (ایک کھانا ہے) پکا کر اپنے ساتھ لائی تھیں۔جب حاضر ہوئیں تو آپؐ نے فرمایا میرے پسرعم کو بلا لاؤ۔جب حضرت امیرؑ حاضر ہوئے تو آپؐ نے امام حسنؑ کو دائیں زانو پر امام حسینؑ کو بائیں زانو پر بٹھایا اور علیؑ و فاطمہؑ کو اپنے سامنے اور پیچھے بٹھایا اور انھیں خیبری چادر اوڑھادی اور تین مرتبہ فرمایا:''خدایا یہ میرے اہل بیتؑ ہیں پس ان سے شک و گناہ کو دور رکھ اور انھیں ایسا پاک رکھ جیسا پاک رکھنے کا حق ہے۔''میں دہلیز میں کھڑی تھی۔میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ میں ان میں سے ہوں۔تو آپؐ نے فرمایا تمھاری بازگشت اور انجام بالخیر ہے لیکن تم ان میں سے نہیں ہو۔پس جبریلؑ نازل ہوئے اور ایک طبق انار و انگور بہشت کا لے آئے۔حضرتؐ نے وہ انار اور انگور اپنے ہاتھ میں لیے تو دونوں تسبیح خدا کرنے لگے اور آپؐ نے ان میں سے کچھ کھائے، پھر حسنؑ و حسینؑ کے ہاتھ میں رکھے اور ان کے ہاتھ میں بھی انھوں نے سبحان اللہ کہا اور انھوں نے بھی کھایا۔پھر علیؑ کے ہاتھ میں دیئے تو بھی تسبیح کہی اور آپؐ نے بھی تناول کیے۔پس صحابہ میں سے ایک شخص اندر آیا اور اس نے چاہا کہ انار و انگور کھائے تو جبریلؑ نے کہا کہ یہ میوے نبیؐ۔وصیؑ نبی اور فرزند نبی کے علاوہ کوئی نہیں کھا سکتا۔

دوسری نوع وہ معجزات ہیں جو آنحضرتؐ سے جمادات و نباتات میں ظاہر ہوئے۔مثلاً پتھر اور درخت کا آپؐ کو سلام کرنا اور درخت کا آپؐ کے حکم سے چلنا اور سنگریزہ کا آپؐ کے ہاتھ پر تسبیح پڑھنا اور کھجور کے تنے سے رونے کی آواز آنا،اور عکاشہ کے لیے جنگ بدر میں اور جنگ احد میں عبداللہ بن جحش کے لیے لکڑی کا تلوار ہوجانا اور کھجور کے پتوں کا آنحضرتؐ کے معجزہ سے ابودجانہ کے لیے تلوار ہوجانا اور سراقہ کے گھوڑے کے اگلے دونوں پاؤں کا زمین میں دھنس جانا۔جب ابتداء ہجرت میں وہ آپؐ کے پیچھے لگا اور اس کے علاوہ دوسری چیزیں اور ہم یہاں چند امور کو ذکر کریں گے۔

پہلا امر

خاصہ اور عامہ نے بہت سے اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ جب آنحضرتؐ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور مسجد بنائی تو مسجد کے پاس کھجور کا ایک خشک پرانا درخت تھا۔جب آپؐ خطبہ دیتے تو اس درخت سے ٹیک لگا لیتے۔پس ایک شخص آیا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسولؐ مجھے اجازت دیجیے کہ میں آپؐ کے لیے منبر بنادوں تاکہ خطبہ کے وقت آپؐ اس پر تشریف فرما ہوں۔جب اجازت ملی تو اس نے حضرتؐ کے لیے منبر بنایا جس کی تین سیڑھیاں تھیں۔حضرت تیسری سیڑھی پر تشریف فرما ہوئے۔جب پہلی دفعہ حضرت منبر پر بیٹھنے لگے تو اس درخت سے گریہ و نالہ کی آواز بلند ہوئی جس طرح اونٹنی اپنے بچے کے فراق میں آواز نکالتی ہے۔پس حضرت منبر سے اترے اور اس درخت کو اپنی بغل میں لیا تو وہ خاموش ہوگیا۔آپؐ نے فرمایا اگر میں اس کو بغل میں نہ لیتا تو قیامت تک گریہ و نالہ کرتا رہتا اور اس کو حنانہ کہا جاتا تھا۔یہ درخت اسی طرح رہا۔یہاں تک کہ بنی امیہ نے مسجد کو خراب کیا اور نئے سرے سے

بنانے لگے اور اس درخت کو کاٹ دیا اور دوسری روایت ہے کہ آنحضرتؑ نے حکم دیا کہ اس درخت کو اکھیڑ کر منبر کے نیچے دفن کر دو۔

دوسرا امر

نہج البلاغہ اور دوسری کتب میں امیر المومنینؑ سے منقول ہے آپؑ نے فرمایا کہ میں اس دن رسولؐ خدا کے ساتھ تھا جب اشراف قریش حضور کے پاس آئے اور کہنے لگے: "اے محمدؐ آپ ایک بہت بڑا دعویٰ کرتا ہے جو تیرے آباء واجداد اور رشتہ داروں میں کسی نے نہیں کیا تو ہم تجھ سے ایک چیز کا سوال کرتے ہیں۔ اگر ہمارا جواب تو دے سکے تو ہم سمجھیں گے کہ تو پیغمبر اور رسول ہے اور اگر نہ دے سکے تو ہم جان لیں گے تو جادوگر اور جھوٹا ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ تمھارا کیا سوال ہے۔ وہ کہنے لگے تم ہمارے کہنے سے اس درخت کو بلاؤ یہ اپنی جڑوں سمیت اکھڑ کر تمھارے سامنے آ کھڑا ہو۔

آپؑ نے فرمایا "خدا ہر چیز پر قادر ہے اگر وہ ایسا کر دکھائے تو تم ایمان لے آؤ گے؟" کہنے لگے کہ ہاں۔ آپؑ نے فرمایا: "میں تمھارے مطالبہ کو پورا کر دیتا ہوں لیکن مجھے معلوم ہے کہ تم ایمان نہیں لاؤ گے اور تم میں سے ایک گروہ ایسا ہے جو جنگ بدر میں مارا جائے گا۔ اور بدر کے کنوئیں میں ڈالا جائے گا اور ایک گروہ ایسا ہے جو لشکر کشی کرے گا اور مجھ سے جنگ کرے آئے گا۔ پھر آپؑ نے فرمایا: اے درخت اگر تو خدا اور روز جزا پر ایمان رکھتا ہے اور تجھے معلوم ہے کہ میں خدا کا رسولؐ ہوں تو حکم خدا سے اپنی جڑوں سمیت اکھڑ کر میرے سامنے آ جا پس اس خدا کے حق کی قسم ہے کہ جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا تھا وہ درخت جڑوں سمیت زمین سے اکھڑ گیا اور آپؑ کی طرف سخت آواز کے ساتھ چل پڑا اور اس کی آواز پرندوں کے پروں کے پھڑ پھڑانے کی طرح تھی یہاں تک کہ وہ آپؑ کے پاس آ کے کھڑا ہو گیا اور آپ کے سر مبارک پر سایہ کیا اور اپنی بڑی شاخ آنحضرتؐ کے سر پر اور دوسری شاخ میرے سر پر پھیلا دی جبکہ میں آپؑ کی دائیں طرف کھڑا تھا۔ جب انھوں نے یہ واضح معجزہ دیکھا تو از روئے تکبر کہنے لگے اس کو حکم دو کہ یہ پلٹ جائے اور دو ٹکڑے ہو کر آدھا تمھاری طرف آئے اور آدھا اپنی جگہ پر رکا رہے۔ حضرت نے اس کو حکم دیا اور وہ پلٹ گیا اور اس کا آدھا حصہ جدا ہو کر باصدائے عظیم تیزی کے ساتھ دوڑا یہاں تک کہ آپؑ کے پاس پہنچا۔ کہنے لگے اس کو حکم دو کہ یہ پلٹ جائے اور اپنے دوسرے حصہ کے ساتھ مل جائے۔ حضرتؐ نے حکم دیا تو ایسا ہی ہوا جس طرح انھوں نے چاہا تھا تو میں نے کہا لا الہ الا اللہ پہلا شخص جو آپؑ پر ایمان لایا وہ میں ہوں اور وہ شخص جو اقرار کرتا ہے کہ جو کچھ اس درخت نے کیا یہ آپؐ کی نبوت کی تصدیق اور آپؐ کی تعظیم کے لیے کیا ہے وہ میں ہوں۔ پھر وہ تمام کفار کہنے لگے بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ تو جادوگر اور جھوٹا ہے اور تیرے پاس عجیب و غریب جادو ہیں اور تیری تصدیق اس جیسے افراد ہی کرتے ہیں جو تیرے پہلو میں کھڑا ہے۔ فقیر کہتا ہے کہ صاحب ناسخ التواریخ نے لکھا ہے یہ معجزہ جو حضرت امیر المومنینؑ نے حضرت رسول اکرمؐ سے درخت کے حرکت کرنے کے سلسلہ میں نقل کیا ہے۔ یہ قصہ ابر ہہ اور ابابیل سے مشابہت رکھتا ہے کیونکہ حضرت علیؑ اپنے آپ کو وصی رسولؐ اور امام مفترض الطاعۃ اور صادق و مصدق رسول سمجھتے تھے۔ مسجد کوفہ میں منبر کے اوپر جبکہ بیس ہزار افراد آپؑ کے منبر کے سامنے بیٹھ کر سن رہے تھے یہ فرمایا تو یہ نہیں ہو سکتا کہ ایسے وقت میں رسولؐ خدا کی طرف

غلط نسبت دیتے اور کہتے کہ حضورؐ نے درخت کو بلایا اور درخت نے آپؐ کی فرمانبرداری کی کیونکہ جس وقت حضرت علیؑ یہ روایت بیان کر رہے تھے تو کچھ لوگ ایسے موجود تھے جو علیؑ کے ساتھ درخت کے حرکت کرنے کے وقت موجود تھے اور حضرت امیر المومنینؑ کے خطبہ میں کوئی تحریف بھی نہیں کر سکتا کیونکہ کسی شخص میں یہ فصاحت و بلاغت نہیں تھی۔ علاوہ ازیں ابتداء اسلام سے لے کر اب تک آپؑ کے خطبے علماء کے پاس منضبط اور محفوظ ہیں۔

تیسرا امر

راوندی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت رسول اکرمؐ مقام جعرانہ کی طرف جنگ حنین کے بعد پلٹ آئے اور صحابہ کے درمیان مال غنیمت تقسیم کر رہے تھے تو صحابہ آپؐ کے پیچھے آ رہے تھے اور آپؐ سے سوال کرتے جاتے تھے اور آپؐ انھیں جوابات دیتے جا رہے تھے یہاں تک کہ حضرتؐ کو مجبور کر دیا کہ ایک درخت کے پاس جا کر اس سے اپنی پشت لگا دی۔ پھر بھی لوگوں نے ہجوم کیا اور آپؐ کو اذیت پہنچائی یہاں تک کہ آپؐ کی پشت مبارک زخمی ہوگئی اور آپؐ کی ردا درخت سے اٹک گئی۔ پھر آپؐ اس درخت کو چھوڑ کر دوسری طرف ہو گئے اور فرمایا میری ردا تو دے دو۔ خدا کی قسم اگر مکہ اور یمن کے درختوں جتنے گوسفند میرے پاس ہوں تو وہ بھی میں تم میں تقسیم کر دوں گا اور مجھے ڈرنے والا اور بخیل نہ پاؤ گے پس ماہ ذیقعدہ میں آپ مقام جعرانہ سے باہر آئے اور آپؐ کی پشت مبارک کی برکت سے وہ درخت کبھی خشک نہ ہوا اور ہر فصل میں ہمیشہ تر و تازہ رہتا تھا گویا ہمیشہ اس پر پانی ڈالا جاتا ہو۔

چوتھا امر

ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ قریش نے طفیل ابن عمرو سے کہا کہ جب مسجد الحرام میں جاؤ تو اپنے کان روئی سے بند کر لو تا کہ محمدؐ کے قرآن پڑھنے کی آواز نہ سن سکو، کہیں تمہیں فریب اور دھاکا نہ دے دے جب وہ مسجد الحرام میں گیا جتنی زیادہ روئی وہ اپنے کان میں ٹھونستا آپ کی آواز اسے زیادہ سنائی دیتی پس وہ اس معجزہ کی وجہ سے مسلمان ہوگیا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسولؐ میں اپنی قوم کا سردار ہوں اور وہ میری اطاعت کرتے ہیں اگر مجھے کوئی علامت یا نشانی عطا فرما دیں تو میں ان کو دعوت اسلام دے سکتا ہوں۔ حضرتؐ نے فرمایا" خدایا اسے کوئی علامت عطا فرما جب وہ اپنی قوم کی طرف پلٹ کر گیا تو اس کے عصا کے سرے سے قندیل کی طرح نور ساطع تھا۔

تیسری نوع: وہ معجزات ہیں جو جانوروں میں ظاہر ہوئے مثلاً آل ذریح کے گوسالہ کا کلام کرنا اور اس کا لوگوں کو حضرتؐ کی نبوت کی دعوت دینا۔ شیر خوار بچوں کا آپؐ سے بات کرنا اور بھیڑیے، اونٹ، سوسمار، چڑیا اور زہر آلود گوسفند وغیرہ کا کلام کرنا اور اس قسم کے بہت سے واقعات ہیں یہاں ہم چند امور پر اکتفار کرتے ہیں:

پہلا امر: راوندی اور ابن بابویہ نے ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت رسول اکرمؐ ایک صحرا میں جا رہے تھے اچانک آپؐ نے سنا کہ کوئی پکار رہا ہے کہ اے اللہ کے رسولؐ آپؐ نے دیکھا۔ کوئی شخص نظر نہ آیا۔ دوبارہ آواز آئی۔ آپؐ نے دیکھا لیکن کوئی شخص نظر نہ آیا۔ تیسری مرتبہ آپؐ نے ایک بندھی ہوئی ہرنی کو دیکھا۔ وہ ہرنی کہنے لگی اس اعرابی نے مجھے شکار کیا ہے اور اس پہاڑ میں میرے دو بچے ہیں۔ مجھے چھوڑ دیجیے تا کہ میں جا کر انھیں دودھ پلا کے واپس آ جاؤں۔ آپؐ نے فرمایا تو ایسا کرے گی۔ عرض کرنے لگی اگر میں ایسا نہ کروں تو خدا مجھے چونگی وصول کرنے والوں جیسا عذاب کرے۔ آپؐ نے اسے چھوڑ دیا وہ گئی اور اپنے بچوں کو دودھ پلا کر بہت جلدی واپس آ گئی اور حضرتؐ نے اسے باندھ دیا۔ جب اعرابی نے یہ کیفیت دیکھی تو کہنے لگا یا رسول اللہؐ اس کو چھوڑ دیجیے۔ آپؐ نے جب اسے چھوڑا وہ دوڑتے ہوئے کہتی جا رہی تھی **اشھد ان لا الہ الا اللہ و انک رسول اللہ** اور ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ اس ہرنی کو ایک یہودی نے شکار کیا تھا۔ جب وہ اپنے بچوں کے پاس گئی اور اپنی داستان بیان کی تو وہ کہنے لگے حضرت رسول اکرم تمھارے ضامن ہیں اور وہ منتظر ہوں گے۔ ہم دودھ نہیں پیتے جب تک آپؐ کی خدمت میں حاضر نہ ہوں۔ پس وہ جلدی سے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ کی تعریف کرنے لگے اور اپنے منہ آپؐ کے پاؤں سے ملتے تھے۔ پس یہودی رونے لگا اور مسلمان ہو گیا اور ہرنی کو چھوڑ دیا اور اس جگہ مسجد بنائی گئی اور حضرت نے ان ہرنوں کی گردن میں نشانی کے طور پر زنجیر ڈال دی اور فرمایا تمھارا گوشت میں شکاریوں پر حرام قرار دیتا ہوں۔

دوسرا امر

ایک گروہ علماء نے بہت سے اسناد کے ساتھ حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ایک دن رسولؐ خدا بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک اونٹ آیا اور حضرتؐ کے پاس بیٹھ گیا اور اس نے اپنا سر زمین پر رکھ دیا اور فریاد کرنے لگا۔ عمر نے کہا یا رسول اللہؐ یہ اونٹ آپؐ کو سجدہ کر رہا ہے تو ہم زیادہ حق رکھتے ہیں کہ آپؐ کو سجدہ کریں حضرتؐ نے فرمایا بلکہ خدا کو سجدہ کرو۔ اگر میں کسی کو کسی کے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ یہ اونٹ اپنے مالکوں کی شکایت کرنے کے لیے آیا ہے اور کہتا ہے کہ میں ان کی ملکیت میں داخل ہوا ہوں اب تک وہ مجھ سے کام لیتے رہے۔ اب میں بوڑھا، نابینا، کمزور اور عاجز ہو چکا ہوں تو وہ مجھے نحر کرنا چاہتے ہیں۔ آپؐ نے کسی کو بھیج کر اونٹ کے مالک کو بلایا اور فرمایا کہ یہ اونٹ تمھاری یہ شکایت کرتا ہے۔ عرض کیا سچ کہتا ہے ہم ولیمہ کر رہے ہیں چاہتے ہیں کہ اسے نحر کریں۔ آپؐ نے فرمایا اسے نحر نہ کرو۔ مالک نے عرض کیا ایسا ہی ہوگا۔

تیسرا امر

راوندی اور ان کے علاوہ دوسرے خاصہ و عامہ محدثین نے روایت کی ہے کہ رسول خدا کا آزاد کردہ غلام سفینہ کہتا ہے کہ

حضرتؑ نے مجھے ایک جنگ پر بھیجا اور ہم ایک کشتی پر سوار ہوئے۔ ہماری کشتی ٹوٹ گئی۔ تمام ساتھی اور مال و متاع غرق ہو گیا اور میں ایک تختہ پر رہ گیا۔ مجھے موج دریا نے ایک پہاڑ پر پہنچا دیا۔ دوبارہ ایک موج آئی جس نے دریا میں پھینک دیا پھر ایک لہر نے مجھے پہاڑی پر پہنچایا اور کئی دفعہ ایسا ہوا۔ بالآخر مجھے ساحل پر پھینک دیا۔ دریا کے کنارے پر گردش کر رہا تھا اچانک ایک شیر بیشہ سے نکلا اور مجھے ہلاک کرنے کا قصد کیا۔ میں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا اور اپنا ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیا اور عرض کیا کہ میں تیرا بندہ اور تیرے رسول کا آزاد کردہ ہوں مجھے غرق ہونے سے تو نے نجات دی ہے، کیا اب مجھ پر شیر کو مسلط کر رہا ہے۔ پس میرے دل میں خیال آیا کہ کہوں اے درندہ میں سفینہ رسولِ خدا کا غلام ہوں آپؐ کے احترام کی آپ کے غلام کے حق میں رعایت کرو۔ خدا کی قسم جب میں نے یہ کہا تو اس نے غرانا ختم کر دیا اور بلی کی طرح میری طرف بڑھا اور خود کو کبھی میرے دائیں پاؤں کے ساتھ اور کبھی بائیں پاؤں سے ملتا تھا اور میرے چہرہ کی طرف دیکھتا تھا پس وہ لیٹ گیا اور مجھے اشارہ کیا کہ سوار ہو جاؤ۔ جب میں سوار ہوا تو فوراً مجھے ایک ایسے جزیرہ میں لے گیا جہاں بہت سے میوہ دار درخت اور میٹھا پانی تھا۔ پس اس نے اشارہ کیا کہ اتر جاؤ اور وہ میرے سامنے کھڑا رہا۔ میں نے پانی پیا اور میوے توڑے اور چند پتوں کے ساتھ ستر عورتیں کیا اور کچھ پتوں کی خرجین بنائی اور ان میووں سے پر کیا اور جو کپڑا میرے پاس تھا اس کو پانی سے تر کیا اور ساتھ لیا کہ اگر مجھے پانی کی ضرورت محسوس ہوئی تو اسے نچوڑ کر پیوں گا۔ جب میں فارغ ہو چکا تو وہ دوبارہ لیٹ گیا اور اشارہ کیا کہ سوار ہو جاؤ۔ جب میں سوار ہو گیا تو وہ دوسرے راستہ سے دریا کے کنارے لے آیا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ ایک کشتی دریا میں جا رہی ہے۔ میں نے اپنے کپڑے کو ہلایا یہاں تک کہ انھوں نے مجھے دیکھ لیا جب وہ میرے نزدیک آئے تو مجھے شیر پر سوار دیکھا تو انھیں بڑا تعجب ہوا اور وہ خدا کی تسبیح و تہلیل کرنے لگے اور کہتے تھے کہ تو جن ہے یا انسان۔ میں نے کہا میں سفینہ رسولِ خدا کا غلام ہوں اور یہ شیر اس بشیر و نذیر کے حق کی رعایت میں میرا اسیر و مطیع ہے اور یہ میرا احترام کر رہا ہے۔ جب ان لوگوں نے آنحضرتؐ کا نام سنا تو انھوں نے کشتی کا بادبان نیچے کیا اور کشتی لنگر انداز کی اور دو آدمی چھوٹی سی کشتی میں بٹھائے اور میرے لیے کپڑے بھیجے تا کہ میں انھیں پہن لوں۔ میں شیر کی پیٹھ پر سے اترا اور شیر ایک طرف کھڑا ہو گیا اور وہ دیکھتا رہا کہ میں کیا کرتا ہوں۔ پس انھوں نے کپڑے میری طرف پھینکے اور میں نے وہ پہن لیے اور ان میں سے ایک شخص کہنے لگا کہ آؤ میرے کندھے پر سوار ہو جاؤ تا کہ میں تمھیں کشتی تک لے چلوں ایسا نہ ہو کہ شیر آپؐ کی امت کی نسبت آپؐ کے حق کا زیادہ احترام کرے۔ پس میں شیر کے پاس گیا اور کہا کہ خداوند عالم تمھیں رسولِ خداؐ کی طرف سے جزائے خیر دے۔ جب میں نے یہ کہا تو خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور اس نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی جب تک میں کشتی میں پہنچ نہیں گیا اور وہ میری طرف دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ میں اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

چوتھا امر

علماء حدیث نے روایت کی ہے کہ جب حضورؐ قضائے حاجت کا ارادہ کرتے تو لوگوں اس بہت دور چلے جاتے۔ ایک دن

آپ ایک بیابان میں قضائے حاجت کے لیے گئے اور اپنا موزہ اتارا اور قضائے حاجت کے بعد وضو کیا اور جب موزہ پہننے لگے تو سبز پرندہ جسے سبز قبا کہتے ہیں فضا سے اترا اور آپ کا موزہ اٹھالیا اور فضا میں بلند ہو کر اسے پھینک دیا تو ایک سیاہ سانپ اس سے نکلا اور ایک روایت ہے کہ آپ کے موزہ سے سانپ کو نکال لے گیا۔ اسی وجہ سے آپ نے اس پرندہ کے ذبح کرنے سے منع فرمایا۔ فقیر کہتا ہے کہ اسی قسم کا واقعہ حضرت امیرؑ سے بھی منقول ہے اور وہ اس طرح ہے کہ ابوالفرج نے مدائنی سے روایت کی ہے کہ سید حمیری کناسہ کوفہ میں اپنے گھوڑے پر سوار کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا جو شخص حضرت امیرؑ کی کوئی فضیلت نقل کرے جو میں نے نظم نہ کی ہو تو میں اسے یہ گھوڑا اور جو کچھ میرے اوپر ہے وہ سب دے دوں گا۔ پس محدثین ان احادیث کو بیان کرنے لگے جو حضرتؑ کی فضیلت میں تھیں اور سید اپنے اشعار پڑھتے جو اس فضیلت کو متضمن ہوتے، یہاں تک کہ ایک شخص نے ابوالزعل مرادی سے حدیث بیان کی کہ وہ کہتا ہے کہ میں حضرت امیرؑ کی خدمت میں تھا کہ آپ نماز کے لیے وضو کرنے لگے۔ اور اپنا موزہ اتار کر رکھ دیا۔ سانپ آپ کے جوتے میں داخل ہوا جب آپ نے جوتا پہننے کا ارادہ کیا تو ایک کوا ظاہر ہوا اور اس نے موزہ اٹھالیا اور اوپر لے جا کر پھینکا تو وہ سانپ اس سے باہر نکلا جب سید نے یہ فضیلت سنی تو جو وعدہ کیا تھا اس شخص کو دیا اور اس واقعہ کو اشعار میں نظم کیا کہا:

الا یاقوم للعجب العجاب

لخف ابی الحسین وللحباب

چوتھی نوع: آپ کے وہ معجزات جو مُردوں کو زندہ کرنے اور بیماروں کو شفا دینے سے متعلق ہیں اور وہ معجزات جو آپ کے اعضائے شریفہ سے ظہور میں آئے مثلاً آپ کا لعاب مبارک حضرت امیرؑ کی آنکھوں میں ڈالنا اور اس کی برکت سے جناب امیرؑ کی آنکھوں کا ٹھیک ہو جانا اور اس ہرن کا زندہ ہونا کہ جس کا گوشت آپ نے کھایا تھا اور اس انصاری کی بکری کے بچے کو زندہ کرنا جس نے آپ کی دعوت کی تھی اور فاطمہؑ بنت اسد کا قبر میں آپ سے گفتگو کرنا آپ کا اس انصاری شخص کو زندہ کرنا کہ جس کی ماں نابینا اور بڑھیا تھی اور آنحضرتؐ کی برکت سے سلمہ بن اکوع کا زخم اچھا ہو جانا جو اسے جنگ خیبر میں لگا تھا اور معاذ بن عفرا کے کٹے ہوئے ہاتھ کا مل جانا اور اچھا ہونا محمد بن سلمہ اور عبداللہ عتیک کے پاؤں کا درست ہو جانا اور آنحضرتؐ کی برکت سے قتادہ کے آنکھ سے نکلے ہوئے ڈھیلے کا پھر جڑ جانا اور کھجور کے چند دانوں سے کئی ہزار افراد کو سیر کرنا اور ایک گروہ کو ان کے گھوڑوں اور اونٹوں سمیت اس پانی سے سیراب کرنا جو آپ کے انگشت ہائے مبارک سے جاری ہوا اور اس کے علاوہ دیگر واقعات اور ہم یہاں چند امور پر اکتفا کرتے ہیں۔

پہلا امر

راوندی، طبرسی اور دوسرے علماء نے روایت کی ہے کہ ایک بچہ حضورؐ کی خدمت میں لایا گیا کہ آپ اس کے لیے دعا فرمادیں۔ جب آپ نے دیکھا کہ اس کا سر گنجا ہے آپ نے دستِ مبارک پھیرا اور فوراً اس میں بال اگ آئے اور وہ شفایاب ہو گیا۔ جب یہ اطلاع اہلِ یمن کو ملی تو وہ ایک بچہ مسیلمہ کے پاس لائے تاکہ وہ اس کے لیے دعا کرے۔ مسیلمہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ

گنجا ہوگیا اور اس کے سر کے بال گر گئے اور اس بدبختی نے اس کی اولاد میں بھی سرایت کی۔فقیر کہتا ہے کہ اس قسم کے الٹے معجزات مسیلمہ سے کافی سرزد ہوئے۔منجملہ ان کے یہ ہے کہ اس نے اپنا نحس لعاب دہن ایک کنوئیں میں پھینکا تو اس کا پانی شور ہوگیا۔ایک دفعہ اس نے اپنا تھوک ایک ڈول میں پھینکا اور وہ کنوئیں میں ڈالا گیا تا کہ اس میں پانی زیادہ ہوجائے تو جو پانی پہلے اس میں موجود تھا وہ بھی خشک ہوگیا۔ایک دفعہ اس کے وضو کا پانی ایک باغ میں چھڑکا گیا تو پھر کبھی بھی اس میں گھاس نہیں اگی۔ایک شخص نے اس سے کہا میرے دو بیٹے ہیں ان کے لیے دعا کرو۔مسیلمہ نے ہاتھ بلند کر کے کچھ فقرے کہے جب وہ شخص گھر گیا تو اس کے ایک بیٹے کو بھیڑیا کھا گیا تھا اور دوسرا کنوئیں میں گر گیا۔ایک شخص کی آنکھیں درد کرتی تھیں۔جب اس نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو وہ نابینا ہوگیا۔اس سے کہا گیا کہ ان الٹے معجزات کو کیا کرو گے تو وہ کہنے لگا کہ جس شخص کو میرے متعلق شک ہوگا تو اس پر میرا معجزہ الٹا اثر کرے گا۔

دوسرا امر

سید مرتضیٰ اور ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ نابغہ جعدی جو حضرت کے شعراء میں سے تھا وہ آپؐ کی خدمت میں قصیدہ پڑھ رہا تھا جب اس شعر تک پہنچا بلغنا السماء مجدنا وجدودنا. وانالنرجو فوق ذالك مظهر اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہم عزت وکرم کے آسمان پر پہنچ گئے ہیں اور اس سے بالاتر کی امید رکھتے ہیں۔آپؐ نے فرمایا آسمان سے اوپر کس چیز کا گمان رکھتے ہو۔کہنے لگا اے اللہ کے رسول جنت کا۔حضرتؐ نے فرمایا تو نے خوب کہا خدا تیرے منہ کو نہ توڑے۔راوی کہتا ہے میں نے اسے دیکھا جب کہ اس کی عمر ایک سو تیس سال کی ہوگئی تھی لیکن اس کے دانت عمدگی اور سفیدی میں گل بابونہ کی طرح تھے اور اس کا سارا بدن شکستہ ہوگیا سوائے اس کے منہ کے۔ایک روایت ہے کہ جب اس کا کوئی دانت گر جاتا تو اس کی جگہ اس سے عمدہ نکل آتا۔

تیسرا امر

روایت ہے کہ ابوہریرہ چند کھجوریں آپؐ کی خدمت میں لایا اور دعائے برکت کی خواہش کی۔آپؐ نے اپنی ہتھیلی پر کھجوریں پھیلا دیں اور دعا کی۔فرمایا اس کو اپنی ٹوکری میں ڈال دو۔جب چاہو ہاتھ ڈال کر خرمے نکالو۔ابوہریرہ ہمیشہ اپنے اس توشہ دان سے خرمے کھاتا اور لوگوں کی مہمانی کرتا تھا۔عثمانؓ کے قتل کے وقت اس کا گھر لوٹا گیا تو وہ ٹوکری بھی لے گئے۔اس سے ابوہریرہ غمناک ہوا اور اس موقعہ پر اس نے یہ شعر کہا:

للناس هم ولی فی الناس همان

هم الجراب وقتل الشیخ عثمان

* لوگوں کے لیے تو ایک ہم وغم ہے اور مجھے دو غم ہیں ایک توشہ دان کا اور دوسرا عثمان کا۔

چوتھا امر

ایک روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ ابوالہثیم کے گھر میں گئے۔ابوالہثیم کہنے لگا: مرحبا اے اللہ کے رسول اور ان کے صحابہ میں دوست رکھتا ہوں کہ کوئی چیز میرے پاس ہو اور میں ایثار کروں میرے پاس جو کچھ تھا میں نے ہمسایوں کو بخش دیا ہے۔آپؐ نے فرمایا، تو نے اچھا کیا ہے۔جبریل نے ہمسایوں کے متعلق اتنی وصیت کی کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ میراث بھی لیں۔اچانک آپؐ نے گھر کے کنارہ پر ایک خشک کھجور کا درخت دیکھا۔حضرت علیؑ سے فرمایا، پانی کا ایک پیالہ لے آؤ۔ آپؐ نے اس میں کلی کی اور اس درخت پر چھڑکاؤ کیا۔فوراً اس خشک درخت پر تازے خرمے لگ گئے۔سب نے سیر ہو کر کھائے۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ یہ ان نعمتوں میں سے ہے جو تمہیں قیامت میں ملیں گی۔

پانچواں امر

راوندی نے روایت کی ہے کہ ایک انصاری کے پاس بکری کا بچہ تھا۔اس نے اسے ذبح کیا اور اپنی بیوی سے کہنے لگا اس میں سے کچھ پکالو اور کچھ بھون لو شاید رسول اکرم ہمیں مشرف فرمائیں اور آج رات ہمارے گھر میں افطار کریں اور وہ مسجد میں چلا گیا۔ اس کے دو چھوٹے بچے تھے۔جب انھوں نے دیکھا کہ ان کے باپ نے بکری کے بچے کو ذبح کیا ہے ان میں سے ایک دوسرے سے کہنے لگا آؤ میں تمہیں ذبح کروں اور چھری لے کر اسے ذبح کر دیا۔ماں نے جب یہ حالت دیکھی اور وہ چیخی چلائی تو وہ بچہ خوف کے مارے بھاگا اور کمرے کی چھت سے گر کر وہ بھی مر گیا۔اس مومنہ نے دونوں مردہ بچے چھپا دیئے اور حضرت کی تشریف آوری کے لیے کھانا تیار کرنے لگی۔جب آپؐ اس انصاری کے گھر داخل ہوئے تو جبریلؑ آئے اور کہا یا رسول اللہؐ اس کو حکم دیں کہ وہ اپنے بچوں کو لے آئے۔جب باپ بچوں کی تلاش کرنے لگا تو ان کی ماں کہنے لگی وہ موجود نہیں ہیں اور کہیں گئے ہوئے ہیں وہ واپس آیا اور کہنے لگا موجود نہیں ہیں۔حضرتؐ نے کہا انھیں حاضر کیا جائے۔دوبارہ ان کا باپ باہر گیا اور اصرار کیا تو ان کی ماں نے اس حقیقتِ حال سے مطلع کیا۔وہ ان دونوں مرے ہوئے بچوں کو حضرت کی خدمت میں اٹھا لایا۔حضرتؐ نے دعا کی اور خداوند عالم نے دونوں کو زندہ کیا اور انھوں نے کافی زندگی پائی۔

چھٹا امر

حضرت سلمانؓ سے روایت ہے کہ جب رسول خداؐ مدینہ تشریف لائے تو ابوایوب انصاری کے گھر میں نزول اجلال فرمایا اور ان کے گھر میں سوائے ایک بکری کے بچے اور ایک صاع گندم کے اور کچھ نہیں تھا۔ابوایوب نے بکرے کو بھونا اور گندم کی روٹیاں تیار کیں اور حضرتؐ کے پاس لے آیا۔حضرت نے فرمایا لوگوں میں اعلان کر دو کہ جو کھانا کھانا چاہے وہ ابوایوب کے گھر آ جائے۔ابو ایوب نے اعلان کر دیا تو لوگ دوڑ پڑے اور سیلاب کی طرح آنے لگے۔یہاں تک کہ مکان پر ہو گیا اور تمام نے سیر ہو کر کھانا کھایا

لیکن اس میں کمی واقع نہ ہوئی۔ پھر حضرتؐ نے فرمایا ہڈیاں جمع کر کے چمڑے میں ڈال دو (ایسا کیا گیا) تو آپ نے فرمایا حکم خدا سے کھڑا ہو جا۔ پس وہ بکرا زندہ ہو کر کھڑا ہو گیا۔ لوگوں نے شہادتیں کی آواز بلند کی۔

ساتواں امر

شیخ طبرسی راوندی اور دوسرے علماء سے روایت ہے وہ ابو براء جسے **ملاعب الاسنة** (نیزوں سے کھیلنے والا) کہتے تھے مرض استسقاء میں مبتلا ہوا، اس نے لبید بن ربیعہ کو دو گھوڑے اور دو اونٹ دے کر حضرت رسول اللہ کی خدمت میں بھیجا۔ حضرتؐ نے گھوڑے اور اونٹ واپس کر دیئے اور فرمایا میں مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کیا کرتا۔ پس لبید نے عرض کیا ابو براء کے شکم میں کوئی بیماری پیدا ہو گئی ہے۔ آپؐ سے شفایاب ہونے کی خواہش کرتا ہے۔ ت آپؐ نے زمین سے تھوڑی سی مٹی اٹھائی اور اس پر اپنا لعاب دہن ڈالا اور اسے دے دیا۔ آپؐ نے فرمایا اس کو پانی میں ڈال کر اس کو دو کہ وہ پی لے۔ لبید نے لے تو لیا لیکن خیال کیا حضرتؐ نے اس سے استہزا کیا ہے۔ جب وہ لے آیا اور ابو براء کو پلایا تو فوراً وہ شفایاب ہو گیا گویا وہ قید سے رہا ہوا ہے۔

آٹھواں امر

آپؐ کے متواتر معجزات میں سے ہے کہ جس کو خاصہ و عامہ نے ذکر کیا ہے کہ حضورؐ نے جب مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی ہے۔ اثناء راہ میں آپ ام معبد کے خیمہ میں پہنچے۔ ابوبکر، عامر بن فہیرہ اور عبداللہ بن اریقط آپؐ کے ساتھ تھے۔ ام معبد اپنے خیمہ کے باہر بیٹھی ہوئی تھی۔ جب اس کے قریب پہنچے تو اس سے کھجوروں اور گوشت کا مطالبہ کیا تا کہ اس سے خرید لیں۔ وہ کہنے لگی میرے پاس نہیں ہیں اور آپ کا زادراہ ختم ہو چکا تھا۔ ام معبد کہنے لگی اگر میرے پاس کوئی چیز ہوتی تو آپؐ کی مہمانی میں کوتاہی نہ کرتی۔ حضرتؐ نے دیکھا کہ اس کے خیمہ کے پاس ایک بکری بندھی ہوئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا اے ام معبد یہ بکری کیسی ہے؟ کہنے لگی زیادہ ضعف اور کمزوری کی وجہ سے دوسری بکریوں کے ساتھ چرنے نہیں جا سکی اس لیے خیمہ میں رہ گئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا، اس میں دودھ ہے؟ کہنے لگی اس سے عاجز ہے کہ اس سے دودھ کی توقع کی جائے۔ ایک مدت گزر گئی ہے کہ یہ دودھ نہیں دیتی۔ آپؐ نے فرمایا تو اجازت دیتی ہے کہ میں اس کو دوہ لوں۔ وہ کہنے لگی۔ ہاں میرے ماں باپ آپؐ پر قربان جائیں اگر اس کے تھنوں میں دودھ مل جائے تو آپؐ لے لیں۔ آپؐ نے وہ بکری منگوائی اور اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا اور خدا کا نام لیا اور عرض کیا: "خدایا اس گوسفند میں برکت دے۔" پس دودھ اس کے تھنوں سے گرنے لگا حضرتؐ نے برتن مانگا کہ جس سے چند آدمی سیراب ہو سکتے تھے اور اتنا دوہا کہ وہ برتن پر ہو گیا اور ام معبد کو دیا۔ اس نے پیا، یہاں تک کہ سیر ہو گئی۔ پھر آپؐ نے اپنے اصحاب کو دیا۔ انھوں نے سیر ہو کر پیا اور سب سے آخر میں آپؐ نے خود نوش فرمایا اور فرمایا: "ساقی قوم کو آخر میں پینا چاہیے۔" پھر دوبارہ دوہا اور وہ برتن پر ہو گیا اور سب نے پھر پیا اور بقیہ چھوڑ کر روانہ ہو گئے۔ جب ابو معبد جو اس عورت کا شوہر تھا صحرا سے آیا اور پوچھا کہ یہ دودھ کہاں سے لائی ہو ام معبد نے واقعہ نقل کیا تو ابو

معبد کہنے لگا ہو نہ ہو یہ وہی شخص ہے جس نے مکہ میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔

نواں امر

محدثین خاصہ و عامہ کی ایک جماعت نے روایت کی ہے کہ جابر انصاری کہتے ہیں کہ جنگ خندق میں رسول خدا کو میں نے دیکھا کہ لیٹے ہوئے ہیں۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ رسول اللہ کو میں نے اس حالت میں دیکھا ہے۔ اس گوسفند اور جو کو کام میں لاؤ اور میں حضرت کو اطلاع دے آتا ہوں۔ وہ کہنے لگی پہلے حضرتؐ سے جا کر اجازت لے آؤ۔ اگر آپؐ اجازت دیں تو ہم انتظام کریں۔ پس میں آپؐ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ خواہش ہے کہ آپ آج ہمارے ہاں تناول فرمائیں۔ پوچھا کہ تمہارے گھر میں کیا کچھ ہے؟ میں نے عرض کیا ایک گوسفند اور ایک صاع جو۔ فرمایا جس کو چاہوں ساتھ لے آؤں یا تنہا آؤں میں نے پسند نہ کیا کہ کہوں آپ تنہا تشریف لائیے۔ عرض کیا: جس کو چاہیں ساتھ لے آئیے۔ میں نے خیال کیا صرف علیؑ کو ساتھ لائیں گے۔ پس میں واپس آیا اور بیوی سے کہا تم جو درست کرو اور میں گوسفند بناتا ہوں میں نے گوشت کے ٹکڑے کیے اور ایک دیگ میں ڈال دیئے اور اس میں پانی اور نمک ڈال کر اسے پکایا اور حضرتؐ کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول کھانا تیار ہے۔ حضرتؐ اٹھے اور خندق کے کنارے کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا: ''اے مسلمانوں جابرؓ کی دعوت کو قبول کرو۔ پس تمام مہاجر و انصار خندق سے باہر آگئے اور جابرؓ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے اور راستہ میں بھی جو ملتا اس کو کہتے کہ جابر کے ہاں دعوت ہے چلو پس ایک روایت کی بناء پر سات سو دوسری روایت آٹھ سو کی ہے اور تیسری میں ہے کہ ہزار آدمی جمع ہو گئے۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ میں گھبرایا ہوا گھر کی طرف دوڑا اور کہا بے شمار لوگ ہمارے گھر کی طرف آرہے ہیں۔ میری بیوی کہنے لگی تم نے حضرتؐ سے کہا تھا کہ ہمارے گھر میں کیا کچھ ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ کہنے لگی پھر تمہیں کیا فکر ہے۔ حضرت بہتر جانتے ہیں۔ میری بیوی مجھ سے زیادہ عقلمند تھی۔ پس حضرتؐ نے لوگوں کو حکم دیا اور وہ گھر کے باہر بیٹھ گئے۔ آپ خود اور امیر المومنینؑ گھر کے اندر تشریف لائے اور دوسری روایت ہے کہ تمام لوگوں کو آپؐ نے مکان کے اندر بلایا۔ مکان میں گنجائش نہیں تھی جو گروہ آتا حضرت دیوار کی طرف اشارہ کرتے، دیوار آگے ہو جاتی اور مکان کشادہ ہو جاتا۔ یہاں تک کہ اس میں سب لوگوں کی گنجائش ہو گی۔ پس آپ تنور کے اوپر گئے اور لعاب دہن تنور میں پھینکا اور دیگ کا ڈھکنا اٹھایا اور اس میں ایک نگاہ کی اور اس عورت سے کہنے لگے کہ تنور کی روٹیاں اتارو اور ایک ایک کر کے مجھے دیتی جاؤ۔ وہ خاتون تنور سے روٹیاں اتار اتار کر کے حضرت کو دیتی جا رہی تھی اور آپ حضرت امیر المومنینؑ کے ساتھ ایک کاسہ میں ثرید بنا رہے تھے اور جب وہ کاسہ پر ہو گیا تو فرمایا: اے جابر ایک ران گوسفند کی اور شوربا لے آؤ۔ وہ لے آیا اور وہ ثرید پر ڈال دیا اور آپ نے صحابہؓ میں سے دس آدمی بلائے اور انھوں نے کھایا جب وہ سیر ہو گئے تو دوبارہ کاسہ ثرید سے پر کیا اور دوسری ران طلب کی اور دس آدمیوں نے کھایا، پھر تیسری مرتبہ کاسہ پر کیا اور ران طلب کی اور جابر لے آیا۔ چوتھی مرتبہ جب جابر سے ران طلب کی تو جابر نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول گوسفند کی دو رانیں ہوتی ہیں اور میں اب تک تین لے کر آیا۔ آپؐ نے فرمایا اگر تم خاموش رہتے تو تمام لوگ اس گوسفند سے ران کا گوشت

کھاتے۔ پس اسی طرح دس دس آدمی بلاتے۔ یہاں تک کہ تمام صحابہؓ سیر ہو گئے۔ پھر حضرتؐ نے فرمایا آؤ جابر اب تم اور ہم مل کر کھانا کھائیں۔ پس میں حضرت محمدؐ اور حضرت علیؑ نے کھانا کھایا اور باہر آ گئے اور تنور دیگ ابھی اپنی حالت پر برقرار تھے اور ان میں کمی نہ آئی تھی اور کئی روز تک ہم اسی طرح اس سے کھاتے رہے۔

دسواں امر: روایت میں ہے کہ قتادہ بن نعمان جو ابوسعید خدری کا مادری بھائی تھا اور جنگ بدر و احد میں حاضر ہونے والوں میں سے ایک تھا۔ جنگ احد میں اس کی آنکھ زخمی ہو گئی اور اس کا ڈھیلا باہر آ گیا۔ حضرت رسول اکرمؐ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ میری بیوی انتہائی خوبصورت ہے کہ جس سے محبت ہے اور وہ بھی مجھ سے محبت کرتی ہے اور ہماری شادی کو چند ہی دن ہوئے ہیں، مجھے برا معلوم ہوتا ہے کہ وہ مجھے اس حالت میں دیکھے کہ میری آنکھ لٹکی ہوئی ہو۔ آپؐ نے اس کی آنکھ کا ڈھیلا اس کی جگہ پر رکھ دیا اور عرض کیا: اللھم اکسه الجمال خدایا اسے لباس حسن و جمال پہنا دے۔ اس کی آنکھ میں کبھی تکلیف نہ ہوئی اور وہ آنکھ پہلے سے بھی اچھی ہو گئی۔ اس کی دوسری آنکھ میں کبھی کبھی تکلیف ہو جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی اولاد میں سے ایک شخص عمر بن عبدالعزیز کے دربار میں آیا تو اس نے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے۔ وہ جواب میں کہنے لگا:

انا ابن الذی سالت علی الخد عینه فردت بکف المصطفیٰ احسن الردفعات

کما کانت لاول مرة فیا حسن ما عین و یا حسن ماردّ۔

میں اس کا بیٹا ہوں جس کی آنکھ رخسار پر بہہ گئی تھی تو مصطفیٰ کی ہتھیلی کی برکت سے بہترین طریقہ پر پلٹ گئی ویسی ہو گئی جیسے پہلے تھی۔ کس قدر اچھی آنکھ ہے اور کس اچھے طریقہ سے پلٹ آئی۔

پانچویں نوع

وہ معجزات ہیں جو دشمنوں کے شر سے کفایت کرنے میں آپ سے ظاہر ہوئے۔ مثلاً استہزاء کرنے والوں کا ہلاک ہونا۔ عتبہ بن ابولہب کو شیر کا پھاڑ ڈالنا۔ ابوجہل، ابولہب، ام جمیل، عامر بن طفیل، زید بن قیس، معمر بن یزید، نضر بن حارث اور زہیر شاعر وغیرہ کے شر سے آپؐ کا محفوظ رہنا اور کفایت کیے جانا اور یہاں ہم چند امور پر اکتفاء کرتے ہیں۔

پہلا امر

علی بن ابراہیم اور دوسرے علماء نے روایت کی ہے کہ ایک دن آنحضرتؐ خانہ کعبہ کے نزدیک نماز پڑھ رہے تھے تو ابوجہل نے قسم کھائی تھی کہ اگر اس نے آپؐ کو نماز پڑھتے دیکھ لیا تو وہ حضورؐ کو ہلاک کر دے گا۔ جب اس کی نگاہ آپؐ پر پڑی تو اس نے ایک سنگین پتھر اٹھا لیا اور آپؐ کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے پتھر کو اوپر کیا تو اس کا ہاتھ گردن میں طوق بن گیا اور پتھر اس کے ہاتھ سے چمٹ گیا اور جب وہ اپنے ساتھیوں کے پاس آیا تو پتھر اس کے ہاتھ سے گر گیا اور دوسری روایت ہے کہ حضرتؐ سے فریاد کی۔ آپؐ

نے دعا فرمائی اور پتھر اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ پس ایک شخص اور اٹھا اور کہنے لگا میں جا کر انہیں ہلاک کرتا ہوں۔ جب وہ آپؐ کے پاس آیا تو ڈر گیا اور پلٹ آیا اور کہنے لگا میرے اور آنحضرتؐ کے درمیان ایک اژدھا جو اونٹ کی طرح تھا حائل ہو گیا اور وہ اپنی دُم زمین پر مارتا تھا لہٰذا میں ڈر کے واپس آ گیا ہوں۔

دوسرا امر

مشائخ حدیث نے آیت شریفہ **انا کفیناك المستھزئین** (یعنی استہزاء کرنے ولوں سے ہم تیری کفایت کریں گے) کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ جب حضرتؐ نے خلعت با کرامت نبوت پہنا تو سب سے پہلے جو شخص آپؐ پر ایمان لے آیا وہ علیؑ بن ابی طالب تھے پھر جناب خدیجہؑ ایمان لائیں۔ پھر جناب ابو طالبؑ جعفر طیار کے ساتھ ایک دن حضرت کے پاس آئے تو دیکھا کہ آپؐ نماز پڑھ رہے ہیں اور علی علیہ السلام بھی آپؐ کے پہلو میں نماز پڑھتے ہیں تو ابو طالبؑ نے جعفر سے کہا تم بھی اپنے چچا زاد بھائی کے پہلو میں نماز پڑھو پس جعفر حضورؐ کی بائیں طرف کھڑے ہو گئے اور حضرت آگے بڑھ گئے۔ پھر زید بن حارثہ ایمان لایا اور بعثت سے لے کر تین سال تک صرف یہ پانچ افراد نماز پڑھتے تھے۔ پھر حکم خدا آیا کہ اپنے دین کو ظاہر کرو اور مشرکین کی پروانہ کرو ہم استہزاء کرنے والوں کے شکر کی کفایت کریں گے۔ اور استہزاء کرنے والے پانچ اشخاص تھے۔ ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، اسود بن مطلب، اسود بن عبد یغوث اور حارث بن طلاطلہ اور بعض نے چھ افراد کا ذکر کیا ہے اور ان میں حارث بن قیس کا اضافہ کیا ہے۔ پس جبریل آئے اور حضرتؐ کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ جب ولید وہاں سے گزرا تو جبریلؑ نے کہا کہ یہ مغیرہ کا بیٹا ولید ہے اور استہزاء کرنے والوں میں سے ایک ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا: ہاں۔ پس جبریلؑ نے اس کی طرف اشارہ کیا وہ بنی خزاعیہ کے ایک شخص کے پاس سے گزرا جو تیر تراش رہا تھا۔ اس نے تیر کے تراشے ہوئے چھلکوں پر پاؤں رکھا تو ایک ٹکرا اس کے پاؤں میں لگ گیا اور خون بہنے لگا۔ اس کے تکبر نے اسے جھک کر نکالنے نہ دیا اور جبریلؑ نے اسی جگہ کی طرف اشارہ کیا تھا۔ جب ولید گھر پہنچا تو کرسی پر لیٹ گیا اور خون اس کے پاؤں سے بہنے لگا۔ اتنا خون بہا کہ اس کی بیٹی کے بستر تک جا پہنچا اور وہ بیدار ہو کر اپنی کنیز سے کہنے لگی تو نے مشک کا دہانہ نہیں باندھا تھا۔ ولید نے کہا یہ تیرے باپ کا خون ہے مشک کا پانی نہیں۔ پھر اس نے اپنے بیٹے کو بلایا اور وصیت کر کے واصل جہنم ہوا۔ جب عاص بن وائل گزرا تو جبریلؑ نے اس کے پاؤں کی طرف اشارہ کیا تو ایک لکڑی اس کے پاؤں کے تلوے میں لگی اور پشت پا کی طرف سے نکل آئی اور وہ اس سے مر گیا اور دوسری روایت میں ہے کہ کانٹا اس کے پاؤں میں لگا اور اس سے اسے بخار آیا اور اتنا اس کو زخمی کیا کہ مر گیا اور جب اسود بن مطلب گزرا تو جبریلؑ نے اس کی آنکھوں کی طرف اشارہ کیا اور وہ اندھا ہو گیا اور اس نے دیوار پر اپنا سر پٹخا اور ہلاک ہوا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس کے شکم کی طرف اشارہ کیا اور اس نے اتنا پانی پیا کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا اور اسود بن عبد یغوث کو حضرت نے نفرین کی تھی کہ خدا اس کی آنکھیں اندھی کرے اور بیٹے کی موت میں مبتلا ہو جب یہ دن آیا تو جبریلؑ نے سبز پتہ اس کے منہ پر پھیرا اور وہ اندھا ہو گیا اور حضرتؐ کی دعا کی قبولیت کے لیے زندہ رہا یہاں تک کہ جنگ بدر کے دن اس کا بیٹا قتل ہوا اور اپنے بیٹے کے قتل کی

خبر سن کر مرا اور حارث بن طلاطلہ کے سر کی طرف جبریلؑ نے اشارہ کیا اور اس کے سر سے پیپ بہنے لگی اور وہ مر گیا۔ بعض نے کہا ہے کہ اسے سانپ نے ڈسا اور اس سے وہ مرا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ زہریلی ہوا سے لگی جس سے اس کا رنگ سیاہ اور ہیت متغیر ہو گئی۔ جب گھر میں آیا تو اسے نہ پہچان سکے اور اتنا گھر والوں نے پیٹا کہ وہ مر گیا اور حارث بن قیس نے ترش مچھلی کھائی اور اتنا پانی پیا کہ مر گیا۔

تیسرا امر

راوندی اور دوسرے علماء نے ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ ایک دن رسولؐ خدا خانہ کعبہ کے سامنے سجدہ کر رہے تھے اور اسی روز ابوجہل کی اونٹنی ذبح ہوئی تھی۔ اس ملعون نے اونٹنی کی بچہ دانی منگوائی اور آپؐ کی پشت پر ڈال دی اور جناب فاطمہؑ آئیں اور اسے آپؐ کی پشت سے ہٹایا اور جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو عرض کیا کہ خداوندا تو کفار قریش سے بدلہ لے اور آپؐ نے ابوجہل، عتبہ، شیبہ، ولید، امیہ ابن ابی معیط اور ایک گروہ کا نام لیا۔ میں نے ان تمام کو بدر کے کنوئیں میں قتل ہو کر پڑے ہوئے دیکھا۔

چوتھا امر

نیز راوندی نے روایت کی ہے کہ حضرتؐ نے بعض راتوں میں سورہ تبت یدا ابی لھب کی نماز میں تلاوت کی تو لوگوں نے ام جمیل سے کہا جو ابوسفیان کی بہن اور ابولہب کی بیوی تھی کہ کل رات محمدؐ نے نماز میں تجھ پر اور تیرے شوہر پر لعنت کی ہے اور تمہاری مذمت کی ہے۔ وہ ملعونہ غضب ناک ہو گئی اور آپؐ کی تلاش میں باہر نکلی اور کہتی تھی کون ہے جو محمدؐ کی نشاندہی مجھے کرائے جب مسجد کے دروازے سے داخل ہوئی تو ابوبکر آنحضرتؐ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ وہ کہنے لگا یا حضرتؐ اپنے آپ کو چھپا لیجیے ام جمیل آ رہی ہے مجھے ڈر ہے کہ وہ آپؐ سے بدکلامی کرے۔ حضرتؐ نے فرمایا وہ مجھے نہیں دیکھ سکے گی۔ جب وہ قریب آئی۔ تو حضرتؐ کو اس نے نہ دیکھا اور ابوبکر سے پوچھا کہ تو نے محمدؐ کو دیکھا ہے۔ وہ کہنے لگا نہیں اور وہ اپنے گھر واپس چلی گئی۔ پس حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا خدا نے اس کے اور حضرتؐ کے درمیان زرد رنگ کا حجاب قرار دیا کہ وہ حضرتؐ کو نہ دیکھ سکی۔ وہ ملعونہ اور باقی کفار قریش آنحضرتؐ کو مذمم کہتے تھے یعنی زیادہ مذمت کرنے والا اور حضرتؐ فرمایا کرتے تھے کہ خدا نے میرا نام ان کی زبان سے محو کر دیا ہے تبھی تو یہ میرا نام نہیں لیتے اور مذمم کی مذمت کرتے ہیں حالانکہ مذمم تو میرا نام نہیں۔

پانچواں امر

ابن شہر آشوب اور اکثر مورخین نے روایت کی ہے کہ جب کفار قریش جنگ بدر سے واپس آئے تو ابولہب نے ابوسفیان سے پوچھا تمہاری شکست کی وجہ کیا ہے۔ ابوسفیان کہنے لگا جب ایک دوسرے کے مدمقابل ہوئے تو ہم لوگ بھاگ کھڑے ہوئے اور انھوں نے ہمیں قتل اور قید کیا ہے جس طرح انھوں نے چاہا۔ ابورافع نے ام الفضل زوجہ عباس سے کہا یہ ملائکہ تھے۔ جب ابولہب نے یہ سنا تو اٹھا اور ابورافع کو زمین پر پٹخ دیا۔ ام الفضل نے خیمہ کی چوب اٹھائی اور ابولہب کے سر پر ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا۔ اس کے

بعد وہ سات دن تک زندہ رہا اور خدا نے اسے عدسہ کی بیماری میں مبتلا کیا اور عدسہ ایسی بیماری تھی کہ عرب اس کی سرایت سے ڈرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ تین دن تک یہ ملعون گھر میں پڑا رہا اور اس کے بیٹے بھی اس کے پاس نہیں جاتے تھے کہ اسے دفن کرتے۔ پھر اس کو کھینچ کر مکہ کے باہر پھینک آئے۔ یہاں تک کہ اس کی لاش چھپ گئی۔ علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ اب وہ جگہ عمرہ کے راستے میں واقع ہے۔ جو کوئی وہاں سے گزرتا ہے چند پتھر وہاں پھینکتا ہے اور ایک بڑا ٹیلہ بن گیا ہے۔ پس غور کرو خدا اور رسول کی مخالفت کس طرح صاحبان نسب شریف کو اپنے شرف سے بے بہرہ کر دیتی ہے اور اطاعت خدا اور رسولؐ بے حسب و نسب اشخاص کو کس طرح درجات رفیعہ پر پہنچا دیتی ہے اور اہل بیت عزت و شرف سے ملحق کر دیتی ہے۔

چھٹی نوع

وہ معجزات کہ جن سے آپؐ شیاطین اور جنات پر غالب آئے اور انہی سے بعض اہل ایمان لے آئے اور یہاں ہم چند امور پر اکتفا کرتے ہیں۔

پہلا امر: علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ زید بن حارثہ کے ساتھ بازار عکاظ کی طرف مکہ سے نکلے۔ تاکہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں تو کسی شخص نے آپؐ کی دعوت قبول نہ کی۔ آپ مکہ کی طرف واپس آ رہے تھے۔ جب آپؐ اس جگہ پہنچے جسے وادی مجنہ کہتے تھے تو آپؐ نماز تہجد کے لیے کھڑے ہوئے اور نماز تہجد میں قرآن کی تلاوت کر رہے تھے تو جنات کا ایک گروہ وہاں سے گزرا۔ جب انھوں نے حضرتؐ کی قرأت سنی تو ایک دوسرے سے کہنے لگے خاموش ہو جاؤ۔ جب آنؐپ قرأت سے فارغ ہوئے تو وہ اپنی قوم کے پاس گئے اور انھیں ڈراتے ہوئے کہا: اے قوم بے شک ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل ہوئی ہے۔ درآنحالیکہ وہ تصدیق کرتی ہے کہ اس کی جو اس سے پہلے گزر چکا ہے اور حق کی طرف ہدایت کرتی ہے اور سیدھے راستے کی طرف۔ اے ہماری قوم کے لوگو اللہ کی طرف بلانے والے کی دعوت کو قبول کرو اور ایمان لے آؤ تاکہ وہ تمھارے گناہ معاف کر دے اور تمھیں دردناک عذاب سے پناہ دے۔ پس وہ حضرتؐ کی خدمت میں پلٹ کے آئے اور ایمان اور آنجناب نے انہیں شرائع اسلام کی تعلیم دی اور خدا تعالیٰ نے سورہ جن نازل فرمائی اور حضرتؐ نے ان میں والی اور حاکم مقرر کیے اور وہ ہر وقت حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آپؐ نے حضرت امیر المومنینؑ کو حکم دیا کہ وہ انھیں مسائل دین کی تعلیم دیں اور ان میں مومن و کافر ناصبی و یہودی، نصرانی اور مجوسی ہیں اور وہ جان کی اولاد ہیں۔

دوسرا امر

شیخ مفید طبرسیؒ اور باقی محدثین نے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ جب جنگ بنی مصطلق کے لیے جا رہے تھے تو آپؐ نے

ایک ناہموار وادی کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ رات کے آخری حصہ میں جبریلؑ نازل ہوئے اور اطلاع دی کہ کفار جن کا ایک گروہ اس وادی میں رہتا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ آپؐ کے اصحاب کو تکلیف پہنچائیں۔ پس آپؐ نے حضرت امیر المومنینؑ کو بلایا اور فرمایا کہ اس وادی میں جاؤ اور جب جنات میں سے خدا کے دشمن تمہارا تعرض کریں تو انھیں اس قوت و طاقت سے دفع کرو جو خدا نے تمھیں عطا کی ہے اور اپنا حصار کر لو خدا کے ان بزرگ ناموں کے ساتھ کہ جن سے اس نے تمھیں مخصوص کیا ہے اور صحابہ میں سے سو آدمی آپؐ کے ہمراہ روانہ کیے اور فرمایا علیؑ کے ساتھ رہو جو تمھیں حکم دیں اس کی اطاعت کرو۔ پس حضرت امیر المومنینؑ اس وادی کی طرف متوجہ ہوئے اور جب وادی کے قریب پہنچے تو صحابہ سے کہا تم یہیں ٹھہرو اور جب تک میں تمھیں اجازت نہ دوں یہاں سے حرکت نہ کرنا اور خود آگے بڑھے اور دشمنان خدا کے شر سے خدا کی پناہ مانگی اور خدا کے بہترین ناموں کا ورد کیا اور صحابہ کو اشارہ کیا کہ نزدیک آجاؤ۔ جب وہ آئے تو انھیں وہیں کھڑا کر دیا اور خود وادی میں داخل ہوئے۔ پس سخت آندھی آئی۔ قریب تھا کہ لشکر منہ کے بل گر پڑے اور خوف کے مارے ان کے قدم لرزنے لگے۔ پس حضرتؑ نے بلند آواز سے فرمایا میں ہوں علی بن ابی طالب علیہ السلام وصی رسولؐ خدا اور آپ کا چچا زاد بھائی اگر چاہو اور تم میں طاقت ہے تو میرے سامنے آؤ۔ پس زنگیوں کی صورتیں ظاہر ہوئیں اور ان کے ہاتھوں میں آگ کے شعلے تھے اور وادی کے اطراف پر ہو گئے اور حضرتؑ آگے بڑھ رہے تھے اور قرآن کی تلاوت کرتے اور تلوار کو دائیں بائیں حرکت دیتے تھے۔ جب آپؑ ان کے قریب گئے تو وہ سیاہ دھواں بن کر بلند ہوئے اور غائب ہو گئے۔ پس حضرتؑ نے اللہ اکبر کہا اور وادی سے باہر آگئے اور لشکر کے پاس کھڑے ہو گئے۔ جب ان کے آثار ختم ہوئے تو صحابہ نے کہا اے امیر المومنینؑ آپؑ نے کیا دیکھا۔ ہم تو قریب تھا کہ ڈر کے مارے مر جائیں اور آپؑ کے متعلق بھی ہمیں خوف تھا۔ حضرتؑ نے فرمایا جب وہ ظاہر ہوئے تو میں نے نام خدا سے آواز بلند کی تو وہ کمزور ہو گئے اور میں نے ان کا رخ کیا اور ان کی پرواہ نہیں کی اور اگر وہ اپنی ہیئت پر باقی رہتے تو میں سب کو ہلاک کر دیتا۔ پس خدا نے ان کے شر سے مسلمان کی حفاظت کی ہے اور ان میں سے جو بچ گئے ہیں وہ رسولؐ اللہ کی خدمت میں گئے ہیں تاکہ آپ پر ایمان لے آئیں اور امان حاصل کریں اور جب امیر المومنینؑ اصحاب کے ساتھ رسول اکرمؐ کی خدمت میں پہنچے اور واقعہ بیان کیا تو حضرتؐ خوش ہوئے اور جناب امیرؑ کے لیے دعائے خیر فرمائی اور فرمایا تم سے پہلے وہ آئے تھے جنھیں خدا نے تم سے ڈرایا تھا اور وہ مسلمان ہو گئے ہیں اور میں نے ان کا اسلام قبول کیا ہے۔

تیسرا امر:

ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ تمیم وادی شام کی ایک منزل میں اترا ہوا تھا۔ جب وہ سونے لگا تو اس نے کہا میں آج رات اس وادی والوں کی امان میں ہوں اور زمانہ جاہلیت کے لوگوں کا یہ قاعدہ تھا کہ وہ اہلِ وادی جنات سے امان کا مطالبہ کرتے تھے۔ اچانک اس نے وادی سے ایک ندا سنی کہ خدا سے پناہ مانگو کیونکہ جن اس چیز سے جو خدا چاہے کسی کو پناہ نہیں دے سکتے اور امیین کا نبی مبعوث ہو چکا ہے اور ہم نے مقام حجون میں ان کے پیچھے نماز پڑھی اور شیاطین کا مکر و حیلہ برطرف ہو چکا ہے اور جنوں کو شہاب

کے تیروں سے آسمان سے راندہ گیا ہے۔رب العالمین کے رسول محمدؐ کے پاس جاؤ۔

چوتھا امر

شیخ طبرسیؒ وغیرہ نے زہری سے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابوطالبؑ نے دار فنا کو الوداع کہا تو رسولؐ خدا پر مصیبت زیادہ سخت ہوگئی اور اہل مکہ نے آپؐ کو ایذا و ضرر پہنچانے پر اتفاق کرلیا۔پس آپؐ طائف میں پہنچے تو ان میں سے تین اشخاص سے آپؐ کی ملاقات ہوگئی جو کہ طائف کے رئیس اور آپس میں بھائی تھے۔عبد یالیل۔مسعود اور حبیب ان کا باپ عمرو بن عمیر تھا۔آپ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا ایک کہنے لگا میں غلاف کعبہ کا چور بنوں اگر خدا نے تجھے بھیجا ہو۔دوسرا کہنے لگا خدا کو تم سے بہتر کوئی شخص نہیں مل سکا کہ جسے وہ پیغمبر بنا کر بھیجتا۔تیسرے نے کہا خدا کی قسم میں تم سے اب بات نہیں کروں گا کیونکہ تم خدا کے پیغمبر ہو تو تمہاری شان اس سے عظیم تر ہے کہ تم سے بات کی جاسکے اور اگر خدا پر جھوٹ باندھتے ہو تو تم سے بات نہیں کی جاسکتی اور وہ آپ کا مذاق اڑانے لگے۔جب ان کی قوم نے دیکھا کہ ان کے سردار آنحضرتؐ سے یہ سلوک کر رہے ہیں تو وہ لوگ آپؐ کے دونوں طرف صف بستہ ہوکر پتھر برسانے لگے یہاں تک کہ آپؐ کے پاؤں زخمی کردیئے اور ان قدمہائے عرش پیما سے خون جاری ہوگیا۔پس آپؐ وہاں سے ایک باغ کی طرف تشریف لے گئے تاکہ کسی درخت کے سایہ میں بیٹھ جائیں۔آپؐ نے عتبہ اور عتیبہ کو اس باغ میں دیکھا اور انھیں دیکھ کر محزون ہوئے کیونکہ ان کی خدا اور رسولؐ سے شدید دشمنی آپؐ کے علم میں تھی۔جب ان دونوں نے حضرتؐ کو دیکھا تو اپنے غلام کو جس کا نام عداس تھا اور وہ نینوا کا رہنے والا نصرانی تھا۔حضرتؐ کی طرف انگور دے کر بھیجا۔جب وہ غلام حضرتؐ کی خدمت میں آیا تو آپؐ نے اس سے پوچھا تم کہاں کے رہنے والے ہو۔اس نے کہا،اہل نینوا ہوں۔آپؐ نے فرمایا،"خدا کے بہترین بندے یونس بن متیٰ کے شہر سے تعلق رکھتے ہو۔عداس نے کہا آپؐ کو کیا معلوم کہ یونس کون تھے۔آپؐ نے فرمایا،میں خدا کا نبی ہوں اور خدا نے مجھے یونسؑ کے واقعہ کی خبر دی ہے۔آپؐ نے یونسؑ کا واقعہ اس سے بیان کیا۔عداس سجدہ میں گر گیا اور حضرتؐ کے پاؤں کے بوسے لینے لگا جبکہ آپؐ کے پاؤں سے خون بہہ رہا تھا جب عتبہ و عتیبہ نے اس غلام کی حالت دیکھی تو خاموش رہے۔جب وہ غلام ان کی طرف پلٹ کر گیا تو وہ کہنے لگے کہ کیوں محمدؐ کو سجدہ کر رہا تھا اور اس کے پاؤں کے بوسے لیتا تھا۔تو نے ہمارے ساتھ تو کبھی ایسا سلوک نہیں کیا حالانکہ ہم تیرے مالک ہیں۔وہ کہنے لگا آنجنابؐ اس کے لائق ہیں کیونکہ انھوں نے مجھے خدا کے نبی یونسؑ بن متیٰ کے حالات بتائے ہیں۔وہ ہنسنے لگے اور کہا کہ تو اس کے فریب میں نہ آنا کیونکہ وہ تو فریب دیتا ہے اور اپنے دین کو ترک نہ کرنا۔

پھر حضرتؐ وہاں سے ناامید ہوکر دوبارہ مکہ کی طرف واپس آئے۔جب مقام نخلہ میں پہنچے اور رات کے وقت نماز میں مشغول ہوئے تو اس مقام پر نصیبین (جو یمن کا علاقہ ہے) کے جنات کے ایک گروہ کا آپؐ کے قریب سے گزر ہوا۔جب کہ آپ صبح کی نماز پڑھ رہے تھے اور نماز میں تلاوت قرآن پاک فرما رہے تھے۔جب انھوں نے کان لگا کر قرآن سنا تو ایمان لے آئے اور اپنی قوم کے پاس گئے اور انھیں اسلام کی دعوت دی اور دوسری روایت ہے کہ حضرتؐ کو حکم ہوا کہ اپنی رسالت کی

تبلیغ جنات کو کریں اور انھیں اسلام کے دعوت دیں اور ان کے سامنے قرآن کی تلاوت کریں۔ پس خداوند عالم نے نصیبین کے ایک گروہ جنات کو آنحضرتؐ کی طرف بھیجا اور حضرتؐ نے صحابہ سے کہا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں جنات کے سامنے قرآن پڑھوں۔ تم میں سے کون شخص میرے ساتھ چلے گا تو عبداللہ بن مسعود آپؐ کے ساتھ روانہ ہوا۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ جب ہم مکہ کی اوپر والی طرف پہنچے اور حضرت حجون میں داخل ہوئے تو میرے لیے ایک خط کھینچا اور فرمایا کہ اس خط کے اندر بیٹھ جاؤ اور اس وقت تک باہر نہ آنا جب تک میں تمھارے پاس نہ آؤں۔ پس آنحضرتؐ گئے اور نماز پڑھنے لگے اور قرآن کی تلاوت شروع کی۔ اچانک میں نے دیکھا کہ سیاہ قسم کے بہت سے لوگ جمع ہو کر میرے اور حضرتؐ کے درمیان حائل ہو گئے کہ اب میں آپؐ کی آواز نہ سن سکتا تھا پھر وہ بادل کے ٹکڑوں کی طرح پراگندہ ہو گئے اور ایک گروہ ان میں سے رہ گیا اور جب آپؐ صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو وہاں سے باہر آئے اور فرمایا تجھے کچھ نظر آیا۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں سیاہ رنگ کے مرد تھے جنھیں میں نے دیکھا کہ سفید لباس پہنے ہوئے ہیں۔ فرمایا یہ نصیبین کے جنات تھے ابن عباس کی روایت ہے کہ وہ سات افراد تھے جنھیں حضرتؐ نے اپنا قاصد بنا کر ان کی قوم کی طرف بھیجا اور بعض کہتے ہیں کہ وہ نو افراد تھے۔

ساتویں نوع

حضرتؐ کے وہ معجزات جو اخبار مغیبات سے متعلق تھے۔ فقیر کہتا ہے کہ ہمارے لیے اس مقام پر وہ چیزیں کافی ہیں جو ہم حضرت امیرالمومنینؑ کی غیب کی خبریں نقل کریں گے کیونکہ جو خبریں حضرت امیرؑ نے بتائی ہیں وہ نبی اکرمؐ سے ماخوذ ہیں اور مشکوۃ نبوت سے اقتباس کی گئی ہیں۔ شیخ بہائی نے کہا ہے شاذ و نادر کے علاوہ تمام ہماری احادیث جو بارہ اماموں کی طرف منتہی ہیں۔ وہ نبی اکرمؐ تک پہنچتی ہیں کیونکہ ان کے علوم اسی مشکوۃ سے حاصل ہوئے ہیں لیکن ہم بطور تبرک و ضمن چند اخبار کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔

پہلی خبر غیب

حمیری نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ نے جنگ بدر کے دن جو اشرفیاں عباس کے پاس تھیں وہ ان سے لے لیں اور ان سے فدیہ کا مطالبہ کیا۔ عباس نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ میرے پاس ان کے علاوہ کچھ نہیں۔ آپؐ نے فرمایا وہ کیا ہے جو ام الفضل اپنی بیوی کے پاس تم مخفی رکھ کر آئے ہو۔ تو عباس نے کہا، میں خدا کی وحدانیت اور آپؐ کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں کیونکہ خدا کے علاوہ اس وقت کوئی نہیں تھا۔ جب میں اسے دے رہا تھا پس خداوند عالم نے یہ حکم نازل فرمایا کہ ان سے کہو جو تمھارے ہاتھوں قید ہیں کہ اگر خدا نے تمھارے دلوں میں نیکی دیکھی تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے۔ اس سے بہتر تمھیں دے گا۔ بالآخر عباس اتنے مالدار ہو گئے تھے کہ ان کے بیس غلام تجارت کیا کرتے تھے کہ جن میں سے ہر ایک کے پاس کم از کم بیس ہزار درہم تھے۔

دوسری خبر غیب

ابن بابویہ اور راوندی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک دن ابوسفیان رسول خداؐ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا اے رسول خداؐ میں آپؐ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اگر چاہو تو میں بتاؤں کہ تم کیا پوچھنا چاہتے ہو۔ وہ کہنے لگا بتائیے۔ فرمایا تو یہ پوچھنے آیا ہے کہ میں دنیا میں کتنے سال زندگی بسر کروں گا۔ کہنے لگا ہاں اے رسول خداؐ۔ فرمایا، تریسٹھ سال میری عمر ہے۔ ابو سفیان کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ نے سچ فرمایا۔ حضرت نے فرمایا زبان سے تو گواہی دیتا ہے لیکن دل سے تصدیق نہیں کرتا ابن عباس کہتے ہیں کہ خدا قسم ایسا ہی تھا جس طرح آنحضرت نے فرمایا تھا: کیونکہ ابوسفیان منافق تھا۔ اس کے نفاق کی ایک دلیل یہ ہے کہ آخر عمر میں جب وہ نابینا ہو گیا تھا میں ایک دن مجلس میں بیٹھا تھا اور اس میں حضرت علی بن ابی طالبؑ بھی موجود تھے کہ موذن نے اذان کہی۔ جب اس نے کہا اشھد ان محمدا رسول اللہ تو ابوسفیان نے کہا، اس مجلس میں کوئی ایسا شخص ہے جس سے احتیاط برتی جائے۔ ایک شخص نے کہا نہیں۔ تو ابوسفیان کہنے لگا، دیکھو اس ہاشمی نے اپنا نام کہا قرار دیا ہے۔ حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا، اے ابوسفیان خدا تیری آنکھوں کو رلائے۔ خدا نے ایسا کیا ہے آپؐ نے خود ایسا نہیں کیا کیونکہ خدا فرماتا ورفعنا لك ذكرك (اور ہم نے بلند کیا تیرے ذکر کو تیرے لیے) ابوسفیان کہنے لگا خدا اس شخص کو رلائے کہ جس نے کہا تھا کہ یہاں کوئی ایسا آدمی نہیں کہ جس سے احتیاط برتی جائے اور اس نے مجھے دھوکا دیا۔

تیسری خبر غیب

راوندی نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ ہم ایک جنگ میں گئے اور نو نو یا دس دس افراد کا گروپ بنے ہوئے تھے اور آپس میں کام تقسیم کیا ہوا تھا۔ ہمارا ایک ساتھی تین آدمیوں کا کام کرتا تھا اور ہم اس سے بہت خوش تھے اور جب ہم نے اس کے حالات حضورؐ کی خدمت میں عرض کیے تو فرمایا، وہ شخص اہل جہنم میں سے ہے۔ جب ہم دشمن کے مقابلہ میں پہنچے اور جنگ شروع ہوئی تو اس نے ایک تیر نکالا اور اس سے اپنے آپ کو قتل کر دیا۔ جب حضرتؐ کی خدمت میں عرض کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں خدا کا بندہ اور اس کا رسولؐ ہوں اور میری بات جھوٹی نہیں ہوتی۔

چوتھی خبر غیب

راوندی نے روایت کی ہے کہ ایک شخص خدمت رسولؐ میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ دو دن گزر گئے ہیں میں نے کھانا نہیں کھایا۔ آپؐ نے فرمایا، بازار میں جاؤ۔ جب دوسرا دن ہوا کہنے لگا: اے رسول خداؐ کل میں بازار میں گیا، لیکن مجھے کوئی چیز نہیں ملی اور رات میں کھانا کھائے بغیر سویا ہوں۔ حضرتؐ نے فرمایا، بازار میں جاؤ۔ جب وہ بازار میں آیا تو اس نے دیکھا کہ ایک قافلہ کچھ سامان لے کر آیا ہوا ہے۔ اس نے سامان خرید کیا اور ایک اشرفی نفع پر بیچ دیا اور وہ اشرفی لے کر اپنے گھر پلٹ آیا۔ دوسرے دن پھر حضرتؐ

کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا بازار سے کچھ نہیں ملا۔آپؑ نے فرمایا فلاں قافلہ سے تو نے مال خریدا ہے اور ایک دینار نفع پر بیچا ہے۔کہنے لگا کہ ہاں آپؑ نے فرمایا: پھر جھوٹ کیوں بولا ہے؟ کہنے لگا میں گواہی دیتا ہے کہ آپؑ سچے ہیں اور میں نے اس لیے انکار کیا تھا تاکہ مجھے علم ہو جائے کہ جو کچھ لوگ کرتے ہیں اس کا آپ کو علم ہو جاتا ہے کہ نہیں اور میرا یقین آپؑ کی نبوت پر زیادہ ہو۔پھر آپؑ نے فرمایا:

''جو شخص لوگوں سے بے نیازی اختیار کرے اور کسی سے سوال نہ کرے خدا اسے غنی کرتا ہے اور جو اپنے اوپر سوال کا دروازہ کھول دے تو خداوند عالم ستر دروازے فقر و فاقہ کے اس پر کھول دیتا ہے کہ جنھیں کوئی چیز بند نہیں کر سکتی۔''اس کے بعد اس شخص نے کبھی کسی سے سوال نہیں کیا اور اس کی حالت اچھی ہو گئی۔

پانچویں خبرِ غیب:

روایت ہے کہ جب جعفرؓ بن ابی طالبؓ حبشہ سے واپس آئے تو آپؑ نے ۸ھ میں انھیں جنگ موتہ پر بھیجا اور موتہ شام کے علاقہ میں بلقا کی بستیوں میں سے ایک ہے۔اور اس سے لے کر بیت المقدس تک دو منزل راستہ ہے۔حضرت جعفرؓ کو زیدؓ بن حارثہ اور عبداللہؓ بن رواحہ کے ساتھ بالترتیب امیر لشکر قرار دیا۔جب موتہ میں پہنچے تو قیصر نے ایک عظیم لشکر ان سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا۔دونوں لشکروں نے جنگ کی زمین تنگ کر دی اور صفیں درست کر لیں تو جعفرؓ شیر کی طرح تلوار کھینچ کر صف لشکر سے باہر نکلے اور لوگوں کو پکارا کہ گھوڑوں سے اُتر آؤ اور پیادہ ہو کر جنگ کرو اور یہ بات آپ نے اس لیے کہی چونکہ کفار کا لشکر زیادہ تھا۔آپ نے چاہا کہ مسلمان پیدل ہو جائیں اور سمجھ لیں کہ بھاگ نہیں سکتے تاکہ مجبوراً خوب جنگ کریں۔لشکر اس حکم میں پس و پیش کر رہا تھا کہ جعفر خود گھوڑے سے اتر آئے اور گھوڑے کو پے کر دیا اور علم لے کر ہر طرف سے حملہ کرنے لگے۔جنگ سخت شروع ہو گئی اور کفار نے حملہ کر دیا اور جعفر کے مدمقابل پڑاؤ ڈال دیا اور تلوار نیزہ چلانے لگے اور سب سے پہلے انہوں نے جعفر کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا۔آپ نے علم بائیں ہاتھ میں لیا اور یونہی حملہ کرنے لگے یہاں تک کہ آپ کو جسم کے اگلے حصہ میں پچاس زخم لگے اور ایک روایت ہے کہ تیر اور نیزے کے بانوے زخم لگے پھر آپ کا بایاں بازو قلم کر دیا۔اس حالت میں انھوں نے علم کو دونوں کٹے ہوئے ہاتھوں سے بلند کیا ہوا تھا۔جب ایک کافر نے یہ دیکھا تو غصہ میں آگے بڑھا اور اس نے آپ کی کمر پر تلوار لگائی۔آپ شہید ہو گئے اور علم سرنگوں ہو گیا۔جابرؓ سے روایت ہے کہ جس دن جعفر موتہ میں شہید ہوئے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں صبح کی نماز کے بعد منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا:''اس وقت تمہارے مسلمان بھائی مشرکین کے ساتھ مشغول کارزار ہیں''۔اور آپؑ ہر ایک کے حملہ اور جنگ کو نقل کرتے تھے۔یہاں تک کہ آپؑ نے فرمایا:''زید بن حارثہ شہید ہو گیا اور علم گر پڑا ہے۔''پھر فرمایا:''علم کو جعفر نے اٹھا لیا ہے اور آگے بڑھ کر جنگ شروع کر دی ہے۔''پھر فرمایا:''اس کا ایک ہاتھ قلم ہو گیا ہے اور علم دوسرے ہاتھ میں پکڑ لیا ہے۔''پھر فرمایا:''دوسرا ہاتھ بھی کٹ گیا ہے اور علم کو سینہ سے لگایا ہوا ہے۔''پھر فرمایا:''جعفر شہید ہو گئے ہیں اور علم گر گیا ہے۔''پھر فرمایا: علم عبداللہ بن رواحہ نے اٹھا لیا

اور مسلمانوں میں سے فلاں فلاں قتل ہو گئے ہیں اور کفار سے فلاں فلاں مارا گیا ہے۔ پھر کہا کہ عبداللہ شہید ہو گیا ہے اور علم خالد بن ولید نے اٹھایا ہے اور وہ بھاگ کھڑا ہوا اور مسلمان بھی بھاگ گئے ہیں۔

پھر آپؐ منبر سے اترے اور جعفرؓ کے گھر میں تشریف لے گئے اور عبداللہ بن جعفر کو بلایا اور اپنی گود میں بٹھا لیا اور اس کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرا۔ عبداللہ بن جعفر کی والدہ اسماء بنت عمیس نے عرض کیا کہ اس طرح آپؐ اس کے سر پر ہاتھ پھیر رہے ہیں کہ گویا وہ یتیم ہے۔ فرمایا آج جعفر شہید ہو گئے ہیں۔ جب آپؐ نے یہ فرمایا تو آپؐ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ آپؐ نے فرمایا شہید ہونے سے پہلے اس کے دونوں بازو قلم ہو گئے ہیں اور ان کے بدلے خدا نے اسے زمرد سبز کے دو پر عنایت کیے ہیں کہ جن کے ذریعہ وہ جنت میں ملائکہ کے ساتھ جہاں چاہتے ہیں پرواز کرتے ہیں۔

حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضورؐ نے جناب فاطمہؑ سے فرمایا جاؤ اور اپنے چچازاد بھائی پر گریہ کرو اور واثکلاہ نہ کہو باقی جو کچھ اس کے حق میں کہو درست ہے۔ دوسری روایت ہے کہ جعفر جیسے افراد پر رونے والوں کو رونا چاہیے اور ایک روایت ہے کہ آپؐ نے جناب فاطمہؑ سے فرمایا کہ اسماء بنت عمیس کے لیے تین دن تک کھانا تیار کرو اور اس کے گھر جا کر اسے تسلی و تشفی دو۔ فقیر کہتا ہے اگرچہ ہم یہاں رشتہ کلام سے خارج ہو گئے ہیں لیکن جو کچھ ذکر ہوا ہے وہ مناسب تھا۔ بہرحال حضرتؐ نے اس خط کی خبر دی جو حاطب بن ابی بلتعہ نے فتح مکہ کے موقع پر اہل مکہ کو لکھا تھا اور ابوذرؓ کو آپؐ نے ان اذیتوں اور مصیبتوں کی خبر دی جو اس پر وارد ہونے والی تھیں اور یہ کہ وہ تنہا ہوگا اور تنہا مرے گا اور اہل عراق کا ایک گروہ اس کے غسل و کفن و دفن پر موفق ہوگا اور آپؐ نے خبر دی تھی کہ میری ایک بیوی ایک ایسے اونٹ پر سوار ہو کر جائے گی کہ جس کے منہ پر زیادہ پشم ہوگی اور وہ میرے وصی کے ساتھ جنگ کرے گی۔ جب مقام حواب پر پہنچے گی تو وہاں کے کتے اس پر بھونکیں گے اور خبر دی تھی کہ عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا اور اس کا دنیا سے آخری زاد راہ دودھ کا پیالہ ہوگا اور آپؐ نے خبر دی کہ فاطمہ زہراؑ آپؐ کے اہل بیتؑ میں سے سب سے پہلے آپؐ سے ملحق ہوں گی اور کئی مرتبہ حضرت امیر المومنینؑ سے فرمایا کہ تمہاری ریش مبارک تمہارے سر کے خون سے خضاب ہوگی اور امیر المومنینؑ ہمیشہ اس خضاب کے منتظر رہتے تھے اور کئی مجالس میں آپؐ نے امام حسینؑ اور ان کے اصحاب کی شہادت اور ان کے مقام شہادت اور اس میں شہید ہونے والوں کے متعلق خبر دی اور ام سلمہ کو خاک کربلا دی تھی اور فرمایا کہ حسینؑ کی شہادت کے وقت یہ خاک خون ہو جائے گا اور امام رضاؑ کی شہادت کی خبر دی اور ام سلمہ کو خاک کربلا دی تھی [illegible] کہ حسینؑ کی شہادت کے وقت یہ خاک خون ہو جائے گی اور امام رضاؑ کی شہادت کی خبر دی اور یہ کہ آپؑ خراسان میں شہید ہوں گے اور زبیر سے فرمایا تھا کہ عرب میں سے پہلا شخص جو امیر المومنینؑ کی بیعت توڑے گا وہ تو ہوگا۔ اور اپنے چچا عباس سے فرمایا کہ میری اولاد پر تیری اولاد سے ہلاکت ہے (یعنی تیری اولاد انھیں تکالیف پہنچائے گی اور ان پر ظلم کرے گی) اور خبر دی تھی کہ قریش کے صحیفہ قاطعہ کو دیمک چٹ کر گئی ہے سوائے نام خدا کے کہ جہاں جہاں اس میں وہ لکھا ہے اور آپؐ نے شہر بغداد کے بننے کی خبر دی تھی اور رفاعہ بن زید منافق کی موت کی اور بنی امیہ کی ہزار سالہ حکومت کی اور حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کو معاویہ کا ظلم سے شہید کرنا اور واقعہ حرہ اور ابن عباس و زید بن ارقم کا نابینا ہونا اور نجاشی بادشاہ حبشہ کی موت اور اسود عنسی کا

یمن میں قتل ہونا، جس رات وہ قتل ہوا تھا اور امیر المومنینؑ کو محمد بن حنفیہ کی ولادت کی خبر دی اور اسے اپنا نام اور کنیت عطا فرمائی اور خبر دی کہ ابوایوب انصاریؓ قلعہ قسطنطنیہ کے پاس دفن ہوگا اور ان کے علاوہ بہت سی چیزیں بتائیں۔ علامہ مجلسی نے آپؐ کے معجزات کا ذکر کرنے کے بعد حیوۃ القلوب میں فرمایا ہے۔ مؤلف کہتا ہے کہ جو معجزات حضرتؐ کے بیان کیے گئے ہیں وہ ہزار میں ایک اور زیادہ میں کم کی نسبت رکھتے ہیں اور آپؐ کے تمام اقوال و اطوار و افعال ہی معجزہ تھے۔ خصوصاً معجزہ کی یہ قسم جو امور غیب کی خبر دینا ہے کلام معجز نظام سید انام ہمیشہ اس قسم کے معجزہ پر مشتمل ہوتا تھا اور منافقین کہا کرتے تھے کہ آنحضرتؐ کے متعلق گفتگو نہ کرو کیونکہ در و دیوار اور سنگریزے تمام آپ کو ہماری باتوں کو اطلاع کردیتے ہیں اور اگر کوئی عقلمند فکر کرے اور اپنی عقل کو حاکم بنائے تو ہر حدیث آپؐ کی اور آپؐ کے اہل بیتؑ کی اور ہر کلمہ اور ہر حکم احکام شریعت کا آنحضرت کا معجزہ باقیہ اور خارق عادت ہے آیا عقلمند تصور کرسکتا ہے کہ ایک شخص بغیر وحی و الہام خداوندی کے ایک شریعت جاری کرے کہ اگر تمام مخلوق اس پر عمل کرے تو ان کے امور معاش و معاد منظم ہوجائیں اور فتن و فساد کے رخنے بند ہوجائیں اور جو فتنہ و فساد پیدا ہو وہ اس کے قوانین حقہ کی مخالفت سے ہو اور ہر ہر واقعہ میں بیوع و تجارات، مضاربات و معاملات منازعات و مواریث باپ بیٹا بیوی شوہر آقا و غلام۔ عزیز و رشتہ دار و اہل خانہ و اہل شہر، امراء و رعایا وغیرہ کی کیفیت معاشرت کے لئے ایسے قوانین مقرر فرمائے ہیں کہ جن سے بہتر کا تصور ہی نہیں ہوسکتا۔ آداب حسنہ اور اخلاق کریمہ ہر حدیث اور خطبہ میں کئی گنا اس سے زیادہ بیان فرمائے ہیں جو حکماء نے کئی ہزار سال کی فکر کے بعد بتائے ہیں اور معارف ربانی اور غوامض معانی رسلت کی تھوڑی سی مدت میں اس قدر بیان فرمائے ہیں کہ ضائع ہونے اور طالبان حطام دنیا کے فاسد کرنے کے باوجود بھی جو لوگوں تک پہنچے ہیں اگر فحول علماء قیامت تک ان میں فکر کرتے رہیں تو لاکھ میں سے ایک راز تک نہیں پہنچ سکتے۔ ختم ہوا مجلسیؒ کا کلام۔

چھٹی فصل

حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک کے

ایام وسال کے واقعات

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جنگیں اشارہ اور اجمال کے ساتھ

مؤرخین نے کہا ہے کہ حضرت خاتم النبیین کی ولادت باسعادت ہبوط آدمؑ سے چھ ہزار ایک سو تریسٹھ سال بعد ہوئی۔ ٦١٦٩ میں جناب آمنہؑ کی وفات ہوئی جبکہ حضرت محمدؐ کی عمر چھ سال کو پہنچی تو جناب آمنہ عبد المطلبؑ کے پاس آئیں اور کہا کہ میرے ماموں جو بنی عدی بن النجار میں سے ہیں وہ مدینہ میں رہتے ہیں اگر آپ اجازت دیں تو میں وہاں جا کر انہیں مل آؤں اور محمدؐ کو بھی ساتھ لے جاؤں تاکہ میرے اعزہ اسے دیکھ لیں۔ عبد المطلبؑ نے جناب آمنہؑ کو اجازت دی اور وہ نبی اکرمؐ کو ساتھ لے کر ام ایمن (جو حضورؐ کی مربیہ تھیں) کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوئیں اور دار النابغہ میں کہ جہاں جناب عبد اللہؑ والد نبی اکرمؐ دفن تھے ایک مہینہ قیام کیا اور اپنے عزیزوں سے ملاقات کی۔ جب وہاں سے مکہ کی طرف کوچ کیا تو دوران سفر مقام ابواء میں جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے اس مخدرہ کی طبیعت ناساز ہوگئی اور وہیں وفات پائی اور انہیں وہیں دفن کر دیا گیا اور موجودہ زمانہ میں جناب آمنہؑ کی قبر جو مکہ میں بتائی جاتی ہے کہتے ہیں کہ انہیں ابواء سے مکہ منتقل کیا گیا تھا۔ جب جناب آمنہؑ کی وفات ہوگئی تو ام ایمن آپ کو مکہ لے آئیں۔ عبد المطلب نے آپ کو گلے لگایا اور رونے لگے اور اس کے بعد خود ان کے کفیل بنے اور کبھی حضورؐ کے بغیر دسترخوان نہ بچھاتے اور نہ کچھ کھاتے۔ کہتے ہیں کہ عبد المطلبؑ کے لیے ہر روز خانہ کعبہ کے سایہ میں فرش بچھایا جاتا تھا اور ان کے قبیلہ میں سے کوئی شخص اس پر قدم نہ رکھ سکتا تھا۔ جب عبد المطلبؑ گھر سے باہر نکلتے تو اس مسند پر جا کر بیٹھتے اور ان کے قبیلہ کیا افراد اس مسند کے گرد زمین پر آ بیٹھتے لیکن رسول اکرمؐ جب آتے تو وہ مسند پر آ بیٹھتے اور عبد المطلبؑ انہیں اپنی گود میں لے کر ان کا بوسہ لیتے اور کہتے میں نے اس سے زیادہ پاکیزہ بوسہ اور زیادہ نرم جسم نہیں دیکھا اور ٦١٧١ھ میں جبکہ آپؐ کی عمر آٹھ سال کی ہوگئی تھی عبد المطلبؑ نے وفات پائی۔ منقول ہے کہ جب ان کی اجل قریب آئی تو انہوں نے ابو طالبؑ کو بلایا اور ان سے نبی اکرمؐ کے متعلق بہت سی سفارشیں کیں اور فرمایا کہ اس کی حفاظت کرنا اور زبان، مال اور ہاتھ سے اس کی مدد کرنا۔ قریب ہے کہ وہ سردار قوم ہوگا۔ پس عبد المطلبؑ نے ابو طالب کا ہاتھ پکڑا اور ان سے عہد لیا۔ پھر فرمایا کہ اب موت میرے لیے آسان ہوگئی۔ پھر جناب محمدؐ کو اپنے سینے سے لگایا اور رونے لگے اور اپنی بیٹیوں سے کہا کہ مجھ پر گریہ کرو اور مرثیہ پڑھو تاکہ مرنے سے پہلے میں سن لوں۔ پس آپ کی چھ بیٹیوں نے ان کا مرثیہ الگ الگ پڑھا۔ عبد المطلبؑ یہ سن کر

وفات پا گئے اور اس وقت ان کی عمر ایک سو بیس سال تھی اور عبدالمطلبؑ کی مدح میں کافی روایات ہیں۔ منقول ہے کہ وہ پہلے شخص جو بدا کے قائل تھے اور قیامت کے دن بہترین بادشاہوں میں انبیاء کی ہیئت میں مبعوث ہوں گے۔ نیز روایت ہے کہ عبدالمطلبؑ نے زمانہ جاہلیت میں پانچ سنتیں مقرر کیں جو اللہ نے اسلام میں جاری کیں۔ پہلی یہ کہ انہوں نے باپ کی بیویاں بیٹوں پر حرام کیں اور خدا نے قرآن میں آیت نازل کی وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ (جن عورتوں سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہیں ان سے نکاح نہ کرو) دوسری یہ کہ انہیں خزانہ ملا تو اس کا پانچواں حصہ راہ خدا میں دیا۔ خدا نے حکم دیا (وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ) جان لو کہ جو تمہیں نفع ملے اس میں سے اللہ کا پانچواں حصہ ہے) تیسرا یہ کہ جب چاہ زمزم کھودا تو اس کو سقایہ حاج (حاجیوں کے پانی پلانے کے لیے) قرار دیا۔ خدا کا حکم أجعلتم سقایۃ الحاج (قرار دیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا) چوتھا یہ کہ آدمی کا خون بہا سو اونٹ مقرر کیے۔ خدا نے یہ حکم بھی نازل کیا۔ پانچویں سنت یہ ہے کہ قریش کے نزدیک طواف کے چکروں کی تعداد معین نہیں تھی۔ عبدالمطلبؑ نے سات چکر قرار دیے۔ خدا نے بھی ایسا ہی حکم دیا۔ عبدالمطلبؑ جوا نہیں کھیلتے تھے۔ بتوں کی عبادت نہیں کی جو جانور لوگ بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے اس کا گوشت آپ نے کبھی نہیں کھایا اور کہتے کہ میں اپنے باپ ابراہیمؑ کے دین پر باقی ہوں۔ اور امام رضاؑ کے حالات میں وہ اشعار ذکر ہوں گے جو عبدالمطلبؑ کے متعلق امام رضاؑ نے فرمائے اور ۵۱۷ ھ میں کہ جب آپؐ کی عمر بارہ سال دو ماہ اور دس دن ہوگئی تھی تو ابو طالبؑ نے تجارت کے لیے شام کی طرف جانے کا قصد کیا۔ روایت ہے کہ جب ابو طالبؑ نے شام کے سفر کا ارادہ کیا تو رسول خداؐ نے ان کے ناقہ کی مہار پکڑ لی اور کہا کہ چچا مجھے کس کے سہارے چھوڑے جا رہے ہیں۔ نہ میرا باپ ہے اور نہ ماں۔ ابو طالبؑ رونے لگے اور حضورؐ کو ساتھ لے گئے اور جب ہوا گرم ہو جاتی تو ایک بادل ظاہر ہوتا اور وہ آپؐ کے سر پر سایہ کرتا۔ اثنائے راہ میں ایک راہب کے گرجے سے اترا اور اس نے کھانے کا انتظام کیا اور انہیں کھانے کی دعوت دی۔ پس جناب ابو طالبؑ اور باقی ساتھی گرجے کی طرف گئے اور حضرت رسول اکرمؐ کو سامان کے پاس چھوڑ گئے۔ جب بحیرا نے دیکھا کہ بادل تو قافلہ کے پڑاؤ پر رکا ہوا ہے تو اس نے کہا کہ کوئی ایسا شخص بھی اہل قافلہ میں سے ہے جو یہاں نہ آیا ہو۔ کہنے لگے نہیں سوائے ایک بچہ کے جسے ہم سامان کے پاس چھوڑ آئے ہیں۔ بحیرا کہنے لگا یہ مناسب نہیں کہ کوئی شخص میرے کھانے پر نہ آئے۔ اسے بھی بلاؤ۔ جب آپؐ کو بلانے کے لیے کسی کو بھیجا گیا اور حضرتؐ گرجے کی طرف روانہ ہوئے تو بادل بھی ساتھ چلنے لگا تو بحیرا نے پوچھا کہ یہ بچہ کون ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ابو طالب کا بیٹا ہے۔ بحیرا نے ابو طالبؑ سے پوچھا یہ آپ کا بیٹا ہے۔ فرمایا یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے۔ اس نے کہا اس کا باپ کہاں ہے؟ فرمایا: ابھی یہ پیدا نہیں ہوا تھا کہ اس کا باپ فوت ہو گیا۔ بحیرا کہنے لگا اسے اپنے شہر کی طرف واپس لے جاؤ کیونکہ اگر یہودیوں نے اسے پہچان لیا جس طرح میں نے پہچانا ہے تو وہ اسے قتل کر دیں گے اور واضح ہو کہ اس کی شان بلند ہے اور یہ اس امت کا نبی ہے جو تلوار کے ساتھ خروج کرے گا۔ فقیر کہتا ہے کہ یہاں اختلاف ہے کہ ابو طالبؑ پھر شام گئے تھے یا بحیرا کی بات سن کر وہیں سے آنحضرتؐ کے ساتھ پلٹ آئے یا حضرتؐ کو واپس بھیج دیا اور خود شام کی طرف گئے۔ ہر قول کے قائل موجود ہیں۔ واللہ العالم (بحیرا کا نام جرجیس بن ابی ربیعہ تھا اور وہ شریعت حضرت عیسیٰ پر رہبانوں کی طرح رہتا تھا اور بہت بزرگ آدمی تھا)۔

۵۹۵ء میں جب کہ آپ کی عمر پچیس سال تھی آپ نے جناب خدیجہؑ سے نکاح کیا۔ وہ مخدرہ خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب کی بیٹی تھیں۔ پہلے انہوں نے عتیق بن عائذ مخزومی سے نکاح کیا اور اس سے ہند بو ابو ہالہ پیدا ہوا اور جب ابو ہالہ کی وفات ہوئی تو خدیجہؑ کے پاس اپنے اور اپنے شوہروں کے مال سے بڑی دولت و ثروت جمع ہوگئی۔ اسے اپنا سرمایہ قرار دے کر بشرط مضاربہ تجارت کی اور وہ بڑے تاجروں میں شمار ہونے لگیں۔ یہاں تک منقول ہے کہ اسی ہزار اونٹوں پر ان کے مال کی تجارت ہوتی تھی اور دن بدن ان کا مال بڑھتا گیا اور ان کا نام مشہور ہوا ان کے مکان کی چھت پر حریر سبز کا قبہ بنا تھا کہ جس کی طنابیں ریشم سے بنی تھیں اور اس میں کئی تصویریں تھیں (مترجم کہتا ہے کہ بعض علماء کا نظریہ ہے کہ جناب خدیجہؑ کی شادی صرف رسول اکرمؐ سے ہوئی تھی اور پہلی دو شادیوں کے قصے بناوٹی ہیں اور زیب داستان کے لیے ہیں اور اس سلسلہ میں ایک روایت بھی موجود ہے) رسول اللہ سے آپ کی تزویج کا واقعہ مفصل ہے۔ یہاں ان تفصیلات کی گنجائش نہیں۔ ہم یہاں صرف ایک ہی روایت پر اکتفا کرتے ہیں۔ شیخ کلینی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ جب رسولؐ خدا نے چاہا کہ جناب خدیجہؑ بنت خویلد سے نکاح کریں تو ابو طالبؑ اپنے رشتہ داروں اور قریش کے ایک گروہ کے ساتھ ورقہ بن نوفل کے پاس گئے جو کہ جناب خدیجہؑ کا چچا تھا۔ پس پہلے جناب ابو طالبؑ نے گفتگو کی اور خطبہ ادا کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ حمد و ثنا اس خدا کے لیے سزاوار ہے جو خانہ کعبہ کا رب ہے کہ جس نے ہم کو اولاد ابراہیمؑ اور ذریت اسماعیلؑ قرار دیا ہے۔ اور ہمیں حرم جائے امن و امان میں جگہ دی ہے اور ہمیں تمام لوگوں پر حاکم بنایا ہے اور ہمیں اپنے اس گھر کے ساتھ مخصوص کیا ہے کہ یہ لوگ اطراف دنیا سے جس کا قصد کرتے ہیں اور اس حرم کے ساتھ کہ ہر جگہ کے میوے وہاں لاتے ہیں اور ہمیں برکت دی ہے اس شہر میں کہ جس میں ہم آباد ہیں۔ پس تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میرے بھتیجے محمدؐ بن عبداللہ کا قریش کے جس شخص سے تقابل کرو وہ اس سے بڑھ کر ہے اور کسی شخص کا اس سے قیاس نہیں ہوگا مگر یہ اس سے عظیم تر ہے اور مخلوق میں کوئی اس کا نظیر و مثل نہیں اور اگر اس کے پاس مال کی کمی ہے تو مال دنیا خدا کی عطا ہے کہ جسے اس نے اپنے بندوں میں بقدر ضرورت جاری کیا ہے اور وہ سایہ کی طرح ہے جو جلدی پلٹ جاتا ہے۔ اسے خدیجہؑ کی طرف رغبت ہے اور خدیجہؑ بھی اسے چاہتی ہے۔ ہم آئے ہیں کہ تجھ سے اس کی خواستگاری کریں اس کی خواہش و رضا کی بناء پر اور جو حق مہر تم چاہو ہم اپنے مال سے دیں گے جو معجّل چاہو اور جتنا موجل (فوری یا تاخیر کے ساتھ) اور رب کعبہ کی قسم اس کی شان بلند اور قدر و منزلت اونچی ہے۔ اس کا حصہ شامل دین شائع اور رائے کامل ہے۔ پس ابو طالبؑ خاموش ہو گئے۔ ورقہ جو خدیجہؑ کا چچا تھا اور قسیسین اور بڑے علماء میں سے تھا۔ وہ گفتگو کرنے لگا لیکن چونکہ وہ طالبؑ جواب دینے سے قاصر تھا۔ متواتر سانس لیتا اور اس کی گفتگو میں واضح اضطراب تھا اور وہ صحیح جواب نہیں دے سکتا جب یہ حالت جناب خدیجہؑ نے دیکھی تو انہیں نے حضرتؐ کے وفور شوق میں شرم و حیا کا کچھ پردہ اٹھایا اور زبان فصیح کے ساتھ فرمایا اے میرے چچا اگرچہ تم زیادہ حق رکھتے ہو اس موقعہ پر گفتگو کرنے کا لیکن تمہیں مجھ پر مجھ سے زیادہ اختیار نہیں میں نے تزویج کی آپ سے اے محمدؐ اپنے نفس کی اور میرا مہر میرے ہی مال میں سے ہے اور اپنے چچا سے کہئے کہ وہ ایک اونٹنی ولیمہ زفاف کے لیے نحر کریں۔ اور آپؐ جب چاہیں اپنی بیوی کے پاس تشریف لائیے۔ پس ابو طالبؑ نے فرمایا اے لوگو! گواہ رہو کہ خدیجہؑ نے محمدؐ سے اپنی تزویج کر دی ہے اور حق مہر کی خود ضامن ہوئی

ہے اور قریش میں سے ایک شخص کہنے لگا تعجب ہے کہ عورتیں مردوں کے لیے حق مہر کی ضامن ہو رہی ہیں۔ جناب ابو طالبؑ کو غصہ آ گیا اور وہ کھڑے ہو گئے اور جب ان کو غصہ آ تا تو تمام قریش ان سے ڈرتے تھے اور ان کی سطوت و دبدبہ سے خوف کھاتے تھے۔ پھر فرمایا اگر دوسرے شوہر میرے بھتیجے کی طرح ہوں تو عورتیں گراں قیمت اور زیادہ مہر دے کر انہیں حاصل کریں اور اگر تم۔ جیسے ہوں تو ان سے زیادہ حق مہر کا مطالبہ کیا جاتا ہے پس ابو طالبؑ نے ایک اونٹ نحر کیا اور اس درصدف نبوت و صدف گوہر خیر النساء کا ولیمہ یا اور جب جناب خدیجہ حضرت محمدؐ کے حبالہ نکاح میں آئیں تو عبداللہ بن غنم نے جو قریش میں سے تھا یہ اشعار تہنیت کے طور پر کہے:

هنیئاً مریئا یا خدیجة قد جرت
لك الطیر فیما کان ضك باسعد
تزوجت من خیر البریة کلها
ومن ذالذی فی الناس مثل محمد
به بشر البران عیسی بن مریم
وموسی بن عمران فیا قرب موعد
اقرت به الکتاب قد ما بانه
رسول من البطحا هاد ومهتد

مبارک ہو تجھے اے خدیجہؑ کے تیرے ہمائے سعادت نشان نے عرش عزت و شرف کے کنگرے کی طرف پرواز کی ہے اور تو اولین و آخرین میں سے بہترین شخص سے بیاہی گئی اور دنیا میں محمدؐ جیسا شخص کہاں مل سکتا ہے۔ یہ وہ ہے کہ عیسیٰ و موسیٰؑ نے اس کی نبوت کی خبر دی ہے اور بہت جلدی ان کی بشارت کا اثر ظاہر ہو کے رہے گا اور سالہا سال سے سب پڑھنے اور لکھنے والے کتب آسمانی کے اقرار کر چکے ہیں کہ وہ ہے رسول بطحا جو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ ہے۔

۶۱۹۳ھ میں جب کہ تیس سال رسول خدا کی ولادت کو گزر گئے تھے تو حضرت امیر المومنینؑ کی ولادت باسعادت ہوئی جیسا کہ تیسرے باب میں بیان ہوگا ان شاء اللہ ۶۱۹۸ھ میں جبکہ پینتیس سال آپؐ کی عمر کے گزر چکے تھے، قریش نے کعبہ کو خراب کیا اور از سر نو اس کی تعمیر کی اور اس کے طول و عرض میں اضافہ کیا اور ان کی دیواروں کو اتنا بلند کیا کہ وہ اپنی جگہ پر بھلا معلوم ہونے لگا اور ۶۲۰۳ھ اور ۲۷ ستائیس رجب جو کہ نوروز سے مطابق تھا۔ حضرت رسول اکرم محمدؐ بن عبداللہ چالیس سال کی عمر میں مبعوث برسالت ہوئے اور امام حسن عسکریؑ کی روای ہے کہ جب آپ آنحضرت کی عمر چالیس سال کو پہنچی تو خداوند عالم نے آپؐ کے دل کو بہترین زیادہ خشوع کرنے والا، زیادہ مطیع اور تمام دلوں سے زیادہ بزرگ پایا۔ پس آپؐ کی آنکھوں کو مزید نور بخشا اور حکم دیا کہ آسمان کے دروازے کھول دیئے جائیں اور ملائکہ فوج در فوج زمین کی طرف آنے لگے اور آنحضرتؐ انہیں دیکھتے تھے اور خدا نے اپنی رحمت کو

ساق عرش سے لے کر آپؑ کے سر مبارک سے متصل کر دیا۔ پس جبریلؑ نازل ہوئے اور انہوں نے اطراف زمین و آسمان کو گھیر لیا اور آنحضرتؐ کا بازو ہلا کر عرض کیا کہ پڑھیے۔ آپؐ نے فرمایا کیا پڑھوں تو اس نے عرض کیا: اقرء باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق پس خدا کی وحی آپؐ تک پہنچائی۔ ایک اور روایت ہے کہ دوبارہ جبرئیلؑ ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ اور میکائیلؑ ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ نازل ہوئے اور کرسی عزت و کرامت حضرتؐ کے لیے ساتھ لائے اور تاج نبوت اس سلطان سریر رسالت کے سر پر رکھا، لوائے حمد آپؐ کے ہاتھ میں دیا اور عرض کیا اس کرسی پر تشریف رکھیں اور اپنے پروردگار کی حمد و ثنا بجالائیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ وہ کرسی سرخ یاقوت کی تھی اور اس کا ایک پایا نو برجد کا اور دوسرا مروارید کا تھا پس جب ملائکہ اوپر چلے گئے اور آپ کوہ حرا سے نیچے تشریف لائے تو انوار جلال نے آپ کو گھیر رکھا تھا اور کسی میں یہ ہمت نہ تھی کہ آپؐ کے چہرہ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ سکے اور جس درخت گھاس اور پتھر کے پاس سے گزرتے تو وہ آپؐ کو سجدہ کرتا اور زبان فصیح میں کہتا السلام علیك یا نبی الله۔ السلام علیك یا رسول الله اور جب جناب خدیجہؓ کے گھر میں داخل ہوئے تو آپؐ کے خورشید جمال کی شعاع سے گھر منور ہو گیا۔ جناب خدیجہؓ نے عرض کیا اے محمدؐ یہ کیسا نور ہے کہ جو میں آپؐ میں دیکھ رہی ہوں۔ فرمایا یہ نور نبوت ہے تم کہو لا الہ الا الله محمد رسول الله۔ جناب خدیجہؓ نے عرض کیا مجھے تو کئی سال سے آپؐ کی نبوت کا علم و یقین ہے۔ پھر انھوں نے شہادت دی اور آنحضرتؐ پر ایمان لائیں۔ آپؐ نے فرمایا اے خدیجہؓ مجھے کچھ سردی محسوس ہو رہی ہے مجھ پر کوئی کپڑا ڈال دو۔ جب آپؐ سو گئے تو خدا کی طرف سے ندا آئی۔ یا ایها المدثر قم فانذر وربك فکبر (کپڑا اوڑھ کر سونے والے اٹھو اور لوگوں کو عذاب خدا سے ڈراؤ اور اپنے پروردگار کے لیے۔ تکبیر کہو اور اس کی بزرگی بیان کرو۔ حضرتؐ کھڑے ہو گئے اور اپنی انگشت مبارک میں کان میں رکھ کر کہا: الله اکبر الله اکبر تو آپؐ کی آواز ہر موجود تک پہنچی اور تمام موجودات آپؐ کے ہم آواز ہوئے اور ۶۲۰۷ ھ میں آپؐ نے اپنی دعوت کا اظہار کیا بعد اس کے کہ تین سال تک نبی اکرمؐ لوگوں کو مخفی طور پر دعوت فرماتے رہے اور ایک جماعت نے آپ کا طریقہ اپنا لیا تھا تو جبریلؑ یہ آیت لے کر نازل ہوئے فی صدع بما تومر واعرض عن المشرکین انا کفیناك المستھزئین آنحضرتؐ کو یہ حکم پہنچایا کہ آپ علی الاعلان دعوت دیجیے۔ پس حضرتؐ کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور لوگوں کو انداز کیا اور ڈرایا اور آنحضرتؐ نے لوگوں کو دین مبین کی دعوت کس طرح دی اور قرآن کس طرح پڑھا اور اس سلسلہ میں کیا کیا اذیتیں اور تکلیفیں آپؐ کو پہنچیں ان امور کی تفصیل اس مختصر کتاب کے بیان سے خارج ہے اور ہم نے آپؐ کے معجزات کی پانچویں نوع میں ایسی چیزوں کی طرف اشارہ کیا ہے جو اس مقام سے مناسبت رکھتی ہیں وہاں رجوع کریں۔ دوسری طرف سے کفار قریش نے مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے اور شکنجوں میں جکڑنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور جس شخص کو آزار پہنچانے کی طاقت نہ رکھتے تھے اسے زبانی تکلیف پہنچاتے اور جس کا کوئی قوم و قبیلہ نہ تھا اس کو عذاب و عتاب میں کھینچتے اور مکہ کی گرمی میں اسے بھوکا اور پیاسا کھڑا کرتے تھے اور اسے زرہ پہنا کر سورج کے سامنے کھڑے ہونے کا حکم دیتے تاکہ وہ نبی اکرمؐ سے علیحدگی اختیار کرے۔ فقیر کہتا ہے کہ اصحاب پیغمبرؐ کے تذکرہ میں حالات عمار یاسرؓ میں اشارہ کریں گے۔ ان صدمات اور اذیتوں کی طرف جو کفار قریش سے مسلمانوں کو پہنچیں اور ۶۲۰۸ ھ میں اصحاب پیغمبرؐ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی، چونکہ مسلمان جب کفار کے

شکنجہ سے تنگ آ گئے اور کفار کے ظلم پر صبر نہ کر سکے تو حضرت رسولؐ اکرم سے اجازت چاہی کہ ہم کسی اور شہر میں چلے جاتے ہیں۔ حضرتؐ نے انھیں اجازت دی کہ وہ حبشہ کے ملک کی طرف ہجرت کریں کیونکہ حبشہ کے لوگ اہلِ کتاب ہیں اور نجاشی بادشاہ حبشہ کسی پر ظلم نہیں کرتا اور یہ پہلی ہجرت تھی کہ جس میں بعض صحابہ حبشہ کی طرف گئے تھے اور بڑی ہجرت تو وہ تھی کہ جب رسول خدا نے مدینہ کی طرف کوچ کیا اور حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں سے عثمان بن عفان اور اس کی بیوی رقیہ۔ ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ اور اس کی بیوی سہلہ اور حبشہ میں ابوحذیفہ کو خدا نے محمد بن ابوحذیفہ دیا اور زبیر ابن عوام ومصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبدمناف بن عبدالدار عبد الرحمن بن عوف ابوسلمہ اور اس کی بیوی ام سلمہ عثمان بن مظعون، عامر بن ربیعہ اور جناب جعفر بن ابی طالبؑ اپنی بیوی اسماء بنت عمیس کے ساتھ عمر بن سعید بن عاص اور اس کا بھائی ہر ان دونوں کی بیویاں بھی ساتھ تھیں اور عبداللہ بن جحش اپنی بیوی ام حبیبہ ابوسفیان کی بیٹی کے ساتھ ابوموسیٰ ہری، بھائی ابوعبیدہ جراح اور کچھ اور لوگ کہ جن میں سے مردوں کی تعداد اسی سے زیادہ تھیں۔ یہ لوگ ماہ رجب میں مکہ سے نکلے دریا میں کشتی چلاتے ہوئے حبشہ کے علاقے میں پہنچ گئے۔ اور ملک میں قریش کے کینہ اور مکر اور اس گروہ کے عذاب سے نجات حاصل کی اور نجاشی کے جوار میں امن سے رہنے اور خدا کی عبادت کرنے لگے اور حضرت ابوطالبؑ نے ان اشعار ذیل سے نصرت رسول کرمائی نجاشی کوتحریص کی اور آمادہ کیا:

تعلم ملیك الحبش ان محمداً
نبی کموسیٰ والمسیح ابن مریم
اتی یهدی مثل الذی اتیابه
فکل بامر الله یهدی ویعیصم
وانکم تتلونه فی کتابکم
بصدق حدیث لا حدیث المرجم
وانك مایاتیك منا عصابة
بفضلك الا عاد وهو بالتکوم
فلا تجعلوا لله ندا واسلمو
فان طریق الحق لیسبمظلم

''جان لے اے بادشاہ حبشہ کہ محمدؐ اسی طرح نبی ہیں جیسے موسیٰؑ و مسیحؑ ابن مریم تھے۔ وہ ہدایت لے کر آئے ہیں جیسے وہ دونوں لائے تھے ان میں سے ہر ایک حکم خدا سے ہدایت کرتا اور اس کے عذاب سے بچاتا ہے اور تم اس نبی کا واقعہ سچی بات کے طور پر اپنی کتابوں میں پڑھتے ہو۔ یہ کوئی جھوٹ نہیں اور ہمارا جو گروہ بھی تمہارے فضل و کرم کے سبب تمہارے پاس آتا ہے وہ عزت و تکریم کا عادی ہے۔

پس اللہ کا کسی کو مدِ مقابل نہ بتاؤ کیونکہ حق کا راستہ تاریک نہیں ہے۔"

اور ۶۲۰۹ میں جب آپ کی بعثت کے پانچ سال گزر چکے تھے تو حضرت فاطمہ صلوٰت اللہ علیہا کی ولادت باسعادت ہوئی جو انشاء اللہ دوسرے باب میں بیان ہوگی اور ۶۲۱۰ھ میں آپ شعب ابی طالبؑ میں تشریف لے گئے اور اس واقعہ کا اجمال یہ ہے کہ جب مشرکین نے دیکھا کہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں حبشہ جیسی پناہ گاہ موجود ہے اور مسلمانوں میں سے جو سفر کر کے وہاں پہنچ جاتا ہے۔ وہ امن وامان میں رہتا ہے اور جو لوگ مکہ میں ہیں وہ ابو طالبؑ کی پناہ میں سکون سے رہتے ہیں اور جناب حمزہؑ کا اسلام بھی ان کی تقویت کا سبب ہے تو انہوں نے ایک جلسہ کیا اور تمام قریش نے جناب رسولِ خداؐ کے قتل پر اتفاق کیا۔ جب ابو طالبؑ کو یہ خبر ملی تو انہوں نے اولاد ہاشم وعبد المطلب کو جمع کیا اور انہیں بال بچوں سمیت اس درہ میں سکونت دی جسے شعب ابی طالبؑ کہتے تھے اور اولاد عبد المطلبؑ نے جو مسلمان تھے اور جو غیر مسلمان تھے سب نے حفظ قبیلہ اور ابو طالبؑ کی فرمانبرداری میں نصرت پیغمبرؐ کا دم بھر (سوائے ابولہب کے کہ جس نے انکار کیا اور دشمنوں سے مل گیا اور طالبؑ نے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حفاظت رسول کا بیڑا اٹھایا اور اس درہ کت دونو طرف نگہبان مقرر کیے اور اپنے بیٹے علیؑ کو زیادہ رات نبی اکرمؐ کی جگہ سلاتے اور جناب حمزہؑ ساری رات تلوار لے کر پیغمبرؐ کے گرد رہتے۔ جب کفار نے یہ دیکھا اور سمجھ گئے کہ وہ آنحضرتؐ تک نہیں پہنچ سکتے تو ان کے بڑے لوگوں میں سے چالیس آدمی دارالندوہ میں جمع ہوئے اور انہوں نے عہد و پیمان باندھا کہ اب اولاد عبد المطلبؑ اور بنی ہاشم کے ساتھ نرمی نہ کی جائے اور نہ انہیں رشتہ دیں اور نہ رشتہ لیں اور ان کے ہاتھ کوئی چیز نہ بیچی جائے اور نہ ان سے کچھ خریدا جائے اور نہ ان کے ساتھ کوئی صلح کا رویہ رکھا جائے جب تک وہ پیغمبرؐ کو ان کے قبضہ میں نہ دے دیں تاکہ یہ انھیں قتل کر دیں۔ یہ عہد نامہ مکمل کر کے ایک صحیفہ میں تحریر کیا گیا اور اس پر مہر لگائی گئی اور ام الجلاس کے جو ابو جہل کی خالہ تھی کے سپرد کیا گیا تاکہ وہ اسے حفاظت سے رکھے۔ قریش کے اس معاہدے سے بنی ہاشم شعب ابو طالبؑ میں محصور ہو گئے اور اہلِ مکہ میں سے کسی شخص کو ان سے خرید و فروخت کی جرأت نہ رہی سوائے اوقات حج کے کہ جن دنوں ہر ایک سے جنگ کرنا حرام تھا اور اس وقت قبائل عرب مکہ میں حاضر ہوتے تھے۔ یہ لوگ بھی شعب ابو طالبؑ سے باہر آتے اور کھانے کی چیزیں عربوں سے خرید کر کے شعب میں واپس چلے جاتے اور اگر معلوم ہو جاتا کہ قریش میں سے کسی شخص نے بنی عبد المطلبؑ میں سے کسی کی قرابت کی وجہ سے کوئی چیز شعب کی طرف بھیجی ہے تو اس سے مزاحم ہوتے اور اگر شعب میں رہنے والوں میں سے کوئی باہر آتا اور ان کے ہتھے چڑھ جاتا تو اسے سزا دیتے اور شکنجہ میں کستے اور جو لوگ کبھی ان کے لیے کھانے کی چیزیں بھیجتے ان میں سے ابوالعاص بن ربیع۔ ہشام بن عمرو تھے۔ حکیم بن حزام بن خویلد جو جناب خدیجہ کا بھتیجا تھا اور منقول ہے کہ ابوالعاص گندم اور کھجور سے اونٹ لاد کر شعب کے قریب جاتا اور انھیں چھوڑ دیتا۔ اسی لیے نبی اکرمؐ فرماتے تھے کہ ابوالعاص نے ہماری دامادی کا حق ادا کیا۔ (مترجم کہتا ہے کہ ابوالعاص چونکہ زینب کا شوہر تھا کہ جس کے متعلق یہ اختلاف ہے کہ وہ جناب خدیجہؑ یا ہالہ کی بیٹی تھیں۔)

خلاصہ یہ کہ تین سال تک معاملہ اسی طرح رہا اور کبھی کبھی بھوک کی شدت کی وجہ سے بنی عبد المطلبؑ کے بچوں کی فریاد بلند ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ بعض مشرکین اس عہد و پیمان پر نادم و پشیمان ہوئے اور ان میں سے پانچ افراد نے جو کہ ہشام بن عمرو۔ زہیر

بن امیہ بن مغیرہ۔ مطعم بن عدی۔ ابوالبختری اور زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد تھے۔ انہوں نے آپس میں عہد و پیمان باندھا کہ وہ اس معاہدہ کو توڑ دیں اور اس صحیفہ کو پھاڑ ڈالیں۔ دوسری صبح جب صنادید قریش کعبہ میں جمع ہوئے اور یہ پانچ افراد بھی آئے اور اس معاملہ میں گفتگو کرنے لگے تو اچانک ابوطالبؑ اپنے کچھ لوگوں کے ساتھ شعب سے باہر آئے اور کعبہ میں آ پہنچے اور مجمع قریش میں بیٹھ گئے۔ ابوجہل نے یہ خیال کیا کہ ابوطالبؑ کا پیمانہ صبر ان زحمات و تکالیف کی وجہ سے لبریز ہو گیا ہے جو انہیں شعب میں پہنچی ہیں اور اب اس لیے آئے ہیں کہ محمدؐ کو ہمارے سپرد کر دیں۔ ابوطالبؑ نے گفتگو شروع کی اور فرمایا کہ لوگو! میں چاہتا ہوں ایسی بات کہوں جس میں تمہاری بھلائی ہے۔ میرے بھتیجے محمدؐ نے خبر دی ہے کہ خداوند عالم نے دیمک کو مقرر کیا ہے کہ وہ اس صحیفہ میں جو ظلم و جور کی داستان لکھی ہے اسے کھا جائے اور خدا کے نام کو باقی رہنے دے۔ اب اس صحیفہ کو لے آؤ اگر وہ سچ کہتا ہے تو پھر تمہیں اس سے کوئی سروکار نہیں اور اپنے مکر و کینہ سے باز آ جاؤ اور اگر وہ جھوٹ کہتا ہے تو ابھی میں اسے تمہارے سپرد کر دیتا ہوں تا کہ تم اسے قتل کر دو۔ لوگ کہنے لگے بڑی اچھی بات ہے پس وہ گئے اور اس صحیفہ کو ام الجلاس سے لے آئے جب اسے کھول کے دیکھا تو تمام صحیفہ کو .... تھی سوائے لفظ باسمک اللھم کے جسے زمانہ جاہلیت میں سرناموں پر لکھا کرتے تھے۔ جب ان لوگوں نے دیکھا .... ہوئے۔ پس مطعم بن عدی نے صحیفہ کو پھاڑ دیا اور کہنے لگا ہم اس ظلم کرنے اور قطع رحمی کرنے والے صحیفہ سے بیزار ہیں۔ اس وقت ابوطالبؑ واپس شعب کی طرف چلے گئے۔ دوسرے وہ پانچ افراد قریش کے ایک گروہ کے ساتھ شعب میں گئے اور عبدالمطلبؑ کی اولاد کو مکہ میں لے آئے اور انھیں ان کے مکانات میں ٹھہرایا اور وہ تین سال تک شعب میں رہے تھے لیکن مشرکین بعد اس کے کہ حضور اکرمؐ شعب میں رہے تھے لیکن مشرکین بعد اس کے کہ حضور اکرمؐ شعب سے باہر تشریف لائے اپنے پہلے عقیدہ پر رہے اور آپؐ کی دشمنی سے دست بردار نہ ہوئے اور جتنا ان سے ہو سکا آپ کو اذیت و تکلیف دینے میں کوشاں رہے کہ جس کے بیان کرنے کی یہاں گنجائش نہیں اور ۱۳ ۹۲ ھ میں جناب ابوطالبؑ اور حضرت خدیجہؑ کی وفات ہوئی۔ جناب ابوطالبؑ کی وفات چھبیس رجب بعثت کے دسویں سال کے آخر میں ہوئی اور حضرت رسول خدا ان کی مصیبت میں روئے اور جب ان کا جنازہ لئے جا رہے تھے تو آپؐ ان کے جنازہ کے آگے آگے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ اے چچا آپؑ نے صلہ رحمی کی اور میرے معاملہ میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ خدا آپ کو جزائے خیر دے۔ ابوطالبؑ کی جلالت شان اور ان کا نصرت و مدد رسولؐ کرنا اور ان کے باقی فضائل اس سے زیادہ ہیں کہ اس مختصر کتاب میں آ سکیں۔ ہم رسول خداؐ کے اقرباء کی فصل میں ان میں سے مختصر طور پر اشارہ کریں گے۔ اور تین دن بعد کے یا ایک روایت کی بنا پر پینتیس دن کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔ رسول خداؐ نے انھیں اپنے دست مبارک سے حجون مکہ میں دفن کیا اور آپؐ ابوطالبؑ اور خدیجہؑ کی وفات کے بعد اتنے غمگین ہوئے کہ بہت کم گھر سے باہر تشریف لاتے اور اسی لئے اس سال کا نام آپ نے عام الحزن رکھا۔ امیر المومنینؑ نے دونوں بزرگوں کے مرثیہ میں یہ اشعار کہے:

اعینی جودا بارك الله فیكما

علی ھا لكین ما تری لھما مثلا

علی سید البطحاء وابن رئیسها
وسیدۃ النسوان اول من صلی
مصابها اوحی الی الحق والھواء
فبت اقاسی منها الھم والثکلی
لقد نصرا فی اللہ دین محمد
علی من بغی فی الدین قدرعیا الا

اے میری دونوں آنکھوں آنسو بہاؤ۔ خدا تم کو برکت دے ان دو مرنے والوں پر کہ تم نے جن کے مثل اور نظیر نہیں دیکھے بطحاء کے سردار اور اس کے رئیس کے بیٹے پر اور عورتوں کی سردار پر کہ جس نے سب سے پہلے نماز پڑھی۔ ان کی مصیبت نے میرے لیے فضا کو تاریک بنا دیا ہے۔ میں ان کے ہم وغم اور رونے میں رات گزارتا ہوں۔ یقیناً ان دونوں نے اللہ کی محبت میں دین محمدؐ کی نصرت کی جو دین میں بغاوت کرے سو کرتا رہے۔ لیکن انھوں نے تو قرابت کا خیال رکھا۔ نیز آنجنابؑ نے ابو طالبؑ کے مرثیہ میں یہ اشعار کہے:

ابا طالب عصمة المستجیر
وغیث المحول و نور الظلم
لقد ھد فقدك اھل الحفاظ
فصلی علیك ولی النعم
ولقاك رب رضوانه
فقد کنت للطھر من خیر عم

اے ابو طالبؑ جو پناہ لینے والے کے لیے پناہ تھے اور قحط زدہ کے لیے ابر رحمت اور تاریکیوں کے لیے نور روشنی آپؑ کی موت نے محفوظ رہنے والوں کو لرزہ براندام کر دیا۔ نعمتوں کے مالک کا آپؑ پر درود ور رحمت ہو اور خدا آپؑ کو اپنے رضوان سے ملائے۔ بے شک آپؑ طاہر و مطہر رسولؐ کے بہترین چچا تھے۔''

ابو طالبؑ کی وفات کے بعد مشرکین حرب کی دشمنی آنحضرتؐ سے بڑھ گئی اور آپؐ کو زیادہ تکلیفیں پہنچانے لگے یہاں تک کہ اس قوم کے ایک بیوقوف نے ان کے اکسانے پر ایک مٹھی مٹی اٹھا کر آپؐ کے سر ڈال دی اور آپؐ نے سوائے صبر و تحمل کے کوئی

چارہ کار نہ دیکھا اور ۶۲۱۴ میں آپ لوگوں کو دعوت دینے کے لیے طائف تشریف لے گئے اور ہم آپ کے سفر طائف کا واقعہ اختصار کے ساتھ معجزات کے ضمن میں جب آپ نے شیاطین و جنات پر غلبہ حاصل کیا تھا ذکر کر چکے ہیں۔ اور ۶۲۱۴ھ ہی میں حضرت رسول اکرم سودہ بنت زمعہ سے نکاح کیا اور یہ پہلی خاتون ہیں کہ جناب خدیجہ کے بعد جس سے حضور نے شادی کی تھی اور جب تک جناب خدیجہ زندہ تھیں آپ نے کسی عورت سے نکاح نہیں کیا اور اسی آپ نے عائشہ کی خواستگاری کی اور اس وقت اس کی عمر چھ سال کی تھی اور اس کی رخصتی و زفاف ہجرت کے پہلے سال میں ہوا اور اسی سال میں ہوا اور اسی سال میں انصار کے اسلام کی ابتداء ہوئی۔ ۶۲۱۵ھ عمر چھ سال کی تھی اور اس کی رخصتی و زفاف ہجرت کے پہلے سال میں ہوا اور اسی سال میں انصار کے اسلام کی ابتداء ہوئی۔ ۶۲۱۵ھ میں نبی اکرم کو معراج ہوئی۔ واضح ہو کہ آیات کریمہ اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت رسول اکرم کو ایک ہی رات میں مکہ معظمہ سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک اور وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ اور عرش اعلیٰ تک سیر کرائی اور عجائبات خلق آسمان کو دکھائے اور رازہائے نہانی اور معارف لامتناہی آنحضرت پر القاء کیے۔ آپ نے بیت المعمور میں اور عرش کے نیچے عبادت الٰہی کی اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ملاقات کی اور آپ جنت میں داخل ہوئے اور اہل جنت، منازل کو دیکھا اور احادیث متواتر خاصہ و عامہ دلالت کرتی ہیں کہ آپ کا یہ عروج اور اوپر جانا بدن کے ساتھ تھا نہ صرف روح کے ساتھ اور عالم بیداری میں تھا نہ عالم خواب میں اور قدماء علماء شیعہ کے نزدیک اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں اور بعض لوگوں نے جو معراج جسمانی میں شک کیا ہے یا تو انہوں نے اخبار و آثار رسول خدا و ائمہ ہدیٰ کا تتبع نہیں کیا اور یا حجج خدا کے ارشادات پر اعتماد نہیں کیا اور غیر متدین حکماء کے شبہات پر وثوق کر لیا ہے ورنہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ شخص با اعتقاد کئی ہزار احادیث جو طرق مختلفہ سے اصل معراج اس کے کیفیات و خصوصیات کے متعلق سنے جو کہ تمام کی تمام ظاہر و صریح ہیں معراج جسمانی میں اور یہ صرف استبعاد و ہم یا حکماء کے شبہات واہیہ کی بناء پر تمام کا انکار کر دے اور ان کی تاویل کرے اور اگر عرجت بہ (لے گیا) بعض نسخوں میں عَرَجَتْ بِرُوحِہٖ (لے گیا روح کو) آیا ہے تو یہ منافات نہیں رکھتا اور یہ اس طرح ہے جیسے آپ کہیں کہ جِئتُكَ بِرُوحِي (میں اپنی روح کے ساتھ تیرے پاس آیا) اس بیان کے ساتھ کہ جس کے ذکر کی گنجائش نہیں اور اس کی تفصیل ہمارے شیخ علامہ نوریؒ نے تحیۃ الزائر میں ذکر فرمایا ہے اور جاننا چاہیے کہ اس پر بھی اتفاق ہے کہ معراج ہجرت سے پہلے واقع ہوئی ہے۔ البتہ سترہ رمضان کی رات کو یا اکیس کی رات کو ہجرت سے چھ ماہ پہلے یا ماہ ربیع الاول میں بعثت سے دو سال بعد ہوئی۔ اس میں اختلاف ہے اور مکان عروج میں بھی اختلاف ہے کہ ام ہانی کا گھر تھا یا شعب ابو طالب یا مسجد الحرام، اور ارشاد قدرت ہے۔ **سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الخ** یعنی منزہ ہے وہ خدا کہ جس نے اپنے بندہ کو سیر کرائی رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف وہ مسجد کہ جس کے اردگرد کو ہم نے برکت دی ہے تا کہ ہم اسے اپنی عظمت و جلال کی نشانیاں دکھائیں بے شک خدا سننے والا اور جاننے والا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مسجد الحرام سے مراد مکہ معظمہ ہے کیونکہ تمام مکہ محل نماز اور محترم ہے اور مشہور یہ ہے کہ مسجد اقصیٰ وہ مسجد ہے جو بیت المقدس میں ہے اور بہت سی احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے مراد بیت المعمور ہے جو چوتھے آسمان پر ہے اور وہ دور ترین مسجد ہے اور اس

میں بھی اختلاف ہے کہ آیا معراج ایک دفعہ ہوئی یا دو دفعہ یا اس سے زیادہ۔ احادیث معتبرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی دفعہ ہوئی اور یہ اختلاف جو احادیث معراج میں ہے اس کو متعدد معراجوں پر حمل کیا جا سکتا ہے۔ علماء نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ خدا تعالی حضرت رسول اللہؐ کو ایک سو بیس مرتبہ آسمان پر لے گیا اور ہر مرتبہ آنحضرتؐ کو حضرت امیر المومنینؑ اور باقی آئمہ طاہرین علیہم السلام کی ولایت و امامت کے متعلق باقی فرائض کی نسبت زیادہ تاکید فرمائی۔ بوصیری کہتا ہے:

سریت من حرم لیلاً الی حرم
کما سری البرق فی داج من الظلم
فرنالمت ترقی الی ان نلت منزلۃ
من قاب قوسین لم تدرك ولم تو
وقدمتك جمیع الانبیاء بها
والرسل تقدیم مخدوم علی خدم
وانت تخترق السبع الطباق بهم
فی موکب کنت فیه صاحب العلم
حتی اذا لم تدع شاوً المستبق
من الدنو ولا مرقی لمستقیم

تو رات کے وقت ایک حرم سے دوسرے حرم کی طرف گیا جس طرح چودھویں کا چاند رات کے وقت تاریکیوں میں چلتا ہے۔ پس تو بلند ہوتا گیا یہاں تک کہ قاب قوسین کی منزل کو پایا کہ جیسے نہ تو پایا اور نہ اس کا قصد کیا جا سکتا ہے اور تو تمام انبیاء و رسل کے آگے تھا جس طرح مخدوم خادموں سے آگے ہوتا ہے اور تو سات طبق کو پھاڑ کر آگے نکل گیا ایسے موکب میں کہ جن کا تو صاحب علم تھا وہاں پہنچا کہ سبقت کرنے والے کے لیے قرب کی جگہ نہ باقی چھوڑی اور نہ بلندی پر جانے والے کے لیے کوئی سیڑھی۔

۱۲ء۱۶ ھ میں مدینہ کے لوگوں نے دوبارہ عقبہ میں بیعت کی اور انہوں نے رسولؐ خدا سے عقد بیعت اور شرط متابعت استوار کی کہ وہ آنحضرتؐ کی اپنی جان اور جسم کی طرح حفاظت و نگہبانی کریں گے اور جو چیز وہ اپنے لیے پسند نہیں کرتے وہ آپؐ کے لیے بھی پسند نہیں کریں گے۔ جب یہ معاہدہ پختہ ہو گیا تو مدینہ کے لوگ اپنے وطن واپس چلے گئے اور کفار قریش کو پیغمبرؐ کے ساتھ ان کے اس عہد و پیمان کی خبر ملی تو یہ چیز ان کے کینہ اور مکر و فریب کی زیادتی کا باعث ہوئی۔ معاملہ شوریٰ تک پہنچا۔ ان کے عقلمند اور تجربہ کار چالیس افراد دار الندوہ میں جمع ہوئے۔ شیطان قبیلہ نجد کے ایک بوڑھے کی شکل میں ان میں داخل ہو گیا اور تبادلہ افکار اور اظہار نظریات کے بعد سب کا اس بات پر اتفاق ہوا کہ ہر قبیلہ کا ایک بہادر و دلاور منتخب کیا جائے اور ہر ایک کے ہاتھ میں تلوار دی جائے۔ وہ سب اکٹھے ہو کر

آنحضرتؐ پر حملہ کریں اوران کا خون بہائیں تا کہ آپ کا خون تمام قبائل میں پھیل جائے اور پیغمبرؐ کے قبیلہ میں یہ طاقت نہ ہو کہ وہ تمام قبائل کا مقابلہ کر سکیں۔ مجبوراً معاملہ خوں بہا پر جا پڑے گا۔ پس سب نے اس پر اتفاق کیا اور اس مہم کے سر کرنے میں لگ گئے۔ پھر وہ اشخاص جو اس کام کے لیے تیار کیے گئے تھے ماہ ربیع الاول کی پہلی تاریخ کو رات کے وقت آپؐ کے مکان کے گرد آ گئے اور کمین گاہ میں بیٹھے تا کہ جب پیغمبرؐ اپنے بستر پر جا کر لیٹیں تو ان پر حملہ کر کے انہیں قتل کر دیں۔ خداوند عالم نے نبی اکرمؐ کو اس واقعہ کی خبر کر دی اور آیہ مبارکہ **واذ یمکر بك الذين كفروا** (اور جب تجھ سے کافر مکر کرنے لگے) نازل فرمائی اور حکم دیا کہ امیر المومنینؑ کو اپنے بستر پر سلا کر شہر سے نکل جائیں تو آپؐ نے امیر المومنینؑ سے فرمایا کہ مشرکین قریش آج رات مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں اور خداوند عالم نے مجھے ہجرت کا حکم دیا ہے اور غار ثور کی طرف جانے کا فرمان ہوا ہے اور یہ کہ تمہیں حکم دوں کہ میرے بستر پر سو جاؤ تا کہ انہیں معلوم نہ ہو کہ میں چلا گیا ہوں تم کیا کہتے ہو اور کیا کرو گے۔ امیر المومنینؑ نے عرض کیا: "اے خدا کے نبیؐ میرے آپؐ کے بستر پر سو جانے سے آپؐ کی جان تو سلامت رہے گی۔" "ہاں" امیر المومنینؑ ہنسے اور سجدہ شکر بجا لائے اور یہ پہلا سجدہ شکر تھا جو اس امت میں واقع ہوا تھا۔ پھر سجدہ سے سر اٹھا کر عرض کیا کہ آپؐ جائیے جہاں کا آپؐ کو حکم ملا ہے میری جان آپؐ پر فدا ہو اور آپؐ جو چاہیں مجھے حکم دیں میں اسے دل و جان سے قبول کروں گا اور ہر معاملہ میں خدا سے توفیق چاہوں گا پس آپؐ نے جناب امیرؑ کو گلے سے لگایا اور بہت روئے اور انہیں سپرد خدا کیا اور جبرئیلؑ نے آپؐ کا ہاتھ تھام لیا اور گھر سے باہر لے آئے اور حضرتؐ نے یہ آیت پڑھی۔ **وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ** اور مٹی بھر خاک ان کے چہروں پر پھونک دی اور فرمایا شاہت الوجوہ یہ چہرے قبیح ہو جائیں اور غار ثور کی طرف چل پڑے اور ایک روایت ہے کہ ام ہانی کے گھر تشریف لائے اور صبح کی تاریکی میں غار ثور کی طرف متوجہ ہوئے۔ ادھر حضرت امیر المومنینؑ آنحضرتؐ کے بستر پر لیٹ گئے اور آپؐ کی چادر اوڑھ لی۔ کفار قریش نے چاہا کہ اس رات گھر میں کود جائیں۔ ابولہب جو ان کے ساتھ تھا وہ مانع ہوا اور کہنے لگا کہ میں رات کو تمہیں اندر نہیں جانے دوں گا کیونکہ اس گھر میں بچے اور عورتیں ہیں۔ رات کو اس کی حراست و نگہبانی کریں۔ صبح کے وقت اس پر حملہ کر دیں گے۔ جب صبح کے وقت انہوں نے اس کام کا ارادہ کیا تو حضرت امیر المومنینؑ ان کے سامنے کھڑے ہو گئے اور انہیں للکارا۔ وہ کہنے لگے اے علیؑ محمدؐ کہاں ہے۔ آپؑ نے فرمایا کیا تم انہیں میرے سپرد کر گئے تھے تم انہیں شہر سے نکالنا چاہتے تھے وہ خود چلے گئے پس وہ لوگ علیؑ سے دستبردار ہو کر نبی اکرمؐ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے اور خداوند عالم نے یہ آیت امیر المومنینؑ کی شان میں نازل فرمائی۔ **ومن الناس من يشري نفسه ابتغاء مرضات الله** کچھ لوگ ایسے ہیں جو خدا کی رضا کے بدلے اپنا نفس بیچتے ہیں۔ پس حضرت پیغمبرؐ تین دن تک غار ثور میں رہے اور چوتھے دن مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور بارہ ربیع الاول بعثت کے تیرھویں سال مدینہ طیبہ میں وارد ہوئے اور پیغمبرؐ کی ہجرت مدینہ مسلمانوں کا مبداء تاریخ بنی اور ہجرت کے پہلے سال پانچ ماہ یا آٹھ ماہ کے بعد حضرت رسولؐ اکرم نے مہاجرین و انصار کے درمیان عقد مواخات (بھائی چارہ) باندھا اور امیر المومنینؑ کو اپنا بھائی قرار دیا اور اسی سال کے ماہ شوال میں عائشہؓ کے ساتھ زفاف کیا۔

ہجری کے دوسرے سال کے واقعات

ہجرت کے دوسرے سال مسلمانوں کا قبلہ بیت المقدس کے بجائے کعبہ ہوگیا اور اسی سال حضرت فاطمہؑ کی شادی خانہ آبادی جناب امیر المومنینؑ سے ہوئی۔ بعض محققین نے کہا ہے کہ سورہ ھل اتیٰ شانِ اہل بیتؑ میں نازل ہوئی اور خداوند عالم نے بہشت کے بہت سے نعمات کو اس سورہ میں ذکر کیا ہے لیکن حور العین کا ذکر نہیں فرمایا، شاید جناب فاطمہ صلوات اللہ علیہا کی جلالت ملحوظ تھی اور آخر شعبان ۲ھ میں ستر دن گزرنے کے بعد جنگ ابواء ہوئی۔ ابواء ایک بڑے گاؤں کا نام ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے اور وہیں جناب آمنہ والدہ نبی اکرمؐ کی قبر ہے اور وہیں ایک اور گاؤں ہے جسے ودان کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس جنگ کو جنگ ودان بھی کہتے ہیں۔ اور اس جنگ میں معاملہ صلح کو پہنچ گیا اور رسول اکرمؐ جنگ کے بغیر واپس آگئے اور اس جنگ کے علمبردار جناب حمزہؓ تھے۔ اس کے بعد سریہ حمزہ پیش آیا اور یہ جاننا چاہیے جب حضرت رسولؐ کسی لشکر کو کسی جنگ کے لیے تیار کرتے اور خود بھی اس کے ساتھ جاتے تو اس کو غزوہ کہتے ہیں اور اگر خود ساتھ نہ جاتے تو اسے بعث اور سریہ کہتے اور سریہ لشکر کے ایک گروہ کو کہتے ہیں جو دشمن کے مقابلہ میں بھیجا جائے جس میں کم سے کم نو افراد اور زیادہ سے زیادہ چار سو ہوں اور بعض کہتے ہیں کہ سریہ ایک سو سے لے کر پانچ سو تک ہے اور اس سے زیادہ کو منسر کہتے ہیں اور اگر آٹھ سو زیادہ ہو تو اسے جیش کہتے ہیں اور اگر چار ہزار سے زیادہ ہو تو اسے جحفل کہتے ہیں۔ آپؐ کے ماہ ربیع الاول میں غزوہ بواط پیش آیا اور وہ اس طرح ہو کہ آنحضرتؐ دو سو صحابہؓ کے ساتھ مدینہ سے کاروان قریش کے قصد سے بواط تک تشریف لے گئے۔ دشمن سے دوچار ہوئے بغیر پلٹ آئے اور بواط ایک پہاڑ ہے جبال جہینہ میں سے رضوی کی طرف اور رضوی مکہ و مدینہ کے درمیان ینبع کے نزدیک ایک پہاڑ ہے۔ کیسانیہ مذہب والے کہتے ہیں کہ محمد بن حنفیہ اس میں مقیم و زندہ ہیں۔ وہاں سے وہ خروج کریں گے اور غزوہ بواط کے بعد غزوہ ذوالعشیرہ پیش آیا۔ عشیرہ مکہ مدینہ کے درمیان ینبع کے نزدیک بنی مدلج قبیلہ کی جگہ ہے اور وہ اس طرح ہوا کہ رسول خداؐ نے سنا کہ ابوسفیان قریش کے ایک گروہ کے ساتھ تجارت کے لیے شام جا رہا ہے۔ پس آنحضرت صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ اس کے پیچھے ذوالعشیرہ تک تشریف لائے۔ ابوسفیان سے آمنا سامنا ہوا لیکن بنی مدلج کے بڑے لوگ جو ذوالعشیرہ کے اطراف میں رہتے تھے اور وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آپؐ سے صلح کر لی اور جمادی الثانی میں غزوہ بدر الاولیٰ پیش آیا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ نبی اکرمؐ کو یہ اطلاع ملی کہ کرز بن جابر فہری قریش کے ایک گروہ کے ساتھ مدینہ سے تین منزل کے فاصلہ پر آیا ہے اور وہ آنحضرتؐ کے اونٹ اور باقی لوگوں کے چوپائے ہنکا کے مکہ لے گیا ہے۔ رسول خداؐ نے علم جنگ حضرت امیرؑ کے سپرد کیا اور مہاجرین کے ایک گروہ کے ساتھ منزل سفوان میں جو بدر کے اطراف میں ہے فروکش ہوئے اور تین دن وہاں آرام فرمایا اور ہر طرف سے مشرکین کے حالات کا تفحص کیا جب ان کی خبر نہ مل سکی تو آپؐ مدینہ واپس آگئے اور اس وقت ماہ جمادی الثانی ختم ہو رہا تھا۔ نیز ۲ھ میں جنگ بدر کبریٰ پیش آئی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کفار قریش مثلاً عتبہ و شعبہ۔ ولید بن

عتبہ۔ ابو جہل، ابوالبختری، نوفل بن خویلد اور باقی صنادید قریش مکہ جنگجو افراد کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ کہ جن کی مجموعی تعداد نو سو پچاس تھی نبی اکرمؐ سے جنگ کی تیاری کر کے مکہ سے روانہ ہوئے۔ آلات طرب اور گانے والی عورتیں لہو ولعب کے لیے اپنے ساتھ لائے اور تین سو گھوڑے اور سات سو اونٹ ان کے ساتھ تھے اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہوا تھا کہ ہر روز رؤسائے قریش میں سے ایک شخص گھاس اور لشکر کا کھانا دے گا اور دس اونٹ نحر کرے گا۔ ادھر سے رسول خدا تین سو تیرہ صحابہؓ کے ساتھ مدینہ سے نکل کر علاقہ بدر میں پہنچے اور بدر ایک کنویں کا نام ہے کہ جس میں مشرکین کے لاشے پھینکے گئے تھے۔ جب حضورؐ بدر کے علاقہ میں پہنچ گئے تو حضورؐ جابجا زمین کی طرف اشارہ فرماتے اور کہتے کہ یہ فلاں کے پچھڑنے کی جگہ ہے اور صنادید قریش میں سے ہر ایک کی قتل گاہ بتاتے تھے اور وہی ہوا جو آپؐ نے فرمایا۔ اس اثنا میں دشمن کا لشکر نمودار ہوا اور وہ ان کے سامنے ایک ٹیلہ پر اتر گیا اور لشکر پیغمبر کو دیکھنے لگا۔ مسلمان ان کی نگاہوں میں بہت حقیر اور کم مقدار نظر آئے۔ چنانچہ مسلمانوں کی نگاہ میں وہ بھی کم نظر آئے۔ ارشاد باری ہے۔ وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا (جب کہ تمہاری آنکھوں میں انہیں کم دکھایا۔ جب تمہاری مڈبھیڑ ہوئی اور تمہیں ان کی آنکھوں میں کم کر دیا تا کہ پورا کرے خدا اس امر کو جو ہونے والا ہے)۔ قریش لشکر پیغمبر کو دیکھنے کے بعد اس ٹیلے پر اتر گئے۔ جب پڑاؤ ڈال چکے تو عمیر بن وہب کو ایک گروہ کے ساتھ بھیجا کہ لشکرِ اسلام کے حالات معلوم کرے اور انہیں شمار کرے۔ پس عمیر بن وہب گھوڑے پر سوار ہوا اور مسلمانوں کے چاروں طرف چکر لگانے کے بعد بیابان کی طرف گیا اور دیکھ بھال کی کہ شاید کہیں مسلمانوں نے اپنی فوج کمین گاہ میں بٹھا رکھی ہو۔ واپس آیا اور کہنے لگا کہ ان کی تعداد تین سو کے قریب ہے اور ان کی کمین میں کوئی نہیں لیکن میں نے دیکھا ہے کہ یثرب کے اونٹ موت کو لاد کر اور زہر مہلک بار کر کے لے آئے ہیں کہ انہیں دیکھتے نہیں ہو کہ وہ خاموش ہیں اور سانپ کی طرح منہ سے زبان ہلاتے ہیں۔ ان کی پناہ گاہیں ان کی تلواریں ہیں وہ ہرگز جنگ کو پشت دے کر نہیں جائیں گے جب تک وہ اپنی تعداد کے برابر دشمن قتل نہ کر لیں۔ اس معاملہ کو خوب جانچ تول لو کہ ان سے لڑنا آسان کام نہیں۔ حکیم بن حزام نے جب یہ گفتگو سنی تو عتبہ سے خواہش کی کہ لوگوں کو جنگ سے باز رکھو۔ عتبہ نے کہا اگر کر سکتے ہو تو ابن حنظلیہ سے کہو کہ آیا لوگوں کو جنگ سے روک سکتے ہو کہ محمدؐ اور اس کے ساتھی جو تیرے ابناء عم یعنی رشتہ دار ہیں۔ ان سے جنگ نہ ہو۔ حکیم ابو جہل کے پاس گیا اور اسے عتبہ کا پیغام سنایا۔ ابو جہل کہنے لگا: اس کے پھیپھڑے میں ہوا بھر گئی ہے۔ مراد یہ تھی کہ وہ ڈر گیا ہے اور اسے بزدلی عارض ہو گئی ہے اور عتبہ اپنے بیٹے ابو حذیفہ کے بارے میں جو مسلمان ہو گیا ہے اور محمدؐ کے ساتھ ہے ڈرتا ہے حکیم نے ابو جہل کی گفتگو عتبہ کے سامنے نقل کی اور اچانک ابو جہل بھی اس کے پیچھے وہاں پہنچ گیا۔ عتبہ نے اس سے کہا اے بڑے بزدل مجھے بزدل بتا کر ننگ و عار دلاتا ہے۔ معلوم ہو جائے گا کہ کس کا پھیپھڑا پھول گیا ہے۔ ادھر سے پیغمبر اکرمؐ نے (اس لیے کہ مسلمانوں کے دل اپنی جگہ پر رہیں اور جنگ کا زیادہ خوف انہیں نہ ہو۔ وان جنحوا للسلم فاجنح لها۔ اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی مائل ہو جاؤ کے مفاد پر عمل کرتے ہوئے اگرچہ آپؐ جانتے تھے کہ قریش صلح نہیں کریں گے اس واسطے کہ عذر ختم ہو جائے) قریش کو پیغام بھیجا کہ ہمارے دل میں یہ بات نہیں ہے کہ ہم تم سے جنگ کرنے میں سبقت کریں کیونکہ تم لوگ ہمارے ہی قوم و قبیلہ

سے ہو اور تمہیں بھی زیادہ میری دشمنی نہیں کرنی چاہیے اور مجھے عرب پر چھوڑ دو اگر میں غالب آیا تو بھی تمہارے لیے باعثِ فخر ہے اور اگر عرب نے میری کفایت کی یعنی مجھے ختم کر دیا تو تم اپنے مقصد کو تکلیف اٹھائے بغیر پالو گے۔ جب قریش نے یہ باتیں سنیں تو ان میں سے عتبہ بول اٹھا اور کہنے لگا۔ اے قریش جو شخص لجاجت کرے اور محمدؐ کے پیغام سے منہ پھیرے وہ کامیاب نہیں ہوگا۔ اے قریش میری بات سنو اور محمدؐ کی رعایت کرو جو تمہارا سردار اور تم سے بہتر ہے یعنی اس کے پیغام کی عزت کرو۔ ابوجہل اس سے ڈرا کہ کہیں عتبہ کی باتوں میں آ کر لوگ جنگ سے باز نہ آ جائیں۔ کہنے لگا ہاں اے عتبہ یہ کیا فتنہ ہے جو تو پھیلانا چاہتا ہے اولادِ عبدالمطلب کے خوف سے تو واپس جانے کے حیلے تلاش کرتا ہے۔ عتبہ کو غصہ آ گیا اور کہنے لگا میری طرف تو خوف کی نسبت دیتا ہے اور مجھے ڈرنے والا بتاتا ہے۔ پھر اونٹ سے اتر آیا اور ابوجہل کو گھوڑے سے نیچے کھینچ لیا اور کہنے لگا آ و تم اور ہم لڑتے ہیں تا کہ لوگوں پر واضح ہو جائے کہ بزدل کون اور بہادر کون ہے۔ اکابر قریش آگے بڑھے اور انہیں ایک دوسرے سے الگ کر لیا۔ اس وقت جنگ کے شعلے بھڑکنے لگے اور دونوں طرف سے مردانِ کارزار اور شجاعان روزگار جوش و خروش میں آ گئے۔ پہلا شخص عتبہ تھا جس نے میدان کا قصد کیا، اس غصہ میں کہ ابو جہل نے اسے بزدلی کا طعنہ دیا تھا۔ پس اس نے بڑی مشکل سے زرہ پہنی اور چونکہ اس کا سر بڑا تھا۔ پورے لشکر میں کوئی ایسا خود نہیں تھا جو اس کے سر پر ٹھیک آتا۔ مجبوراً اس نے عمامہ سر پر باندھ لیا اور اس نے اپنے بھائی شیبہ اور بیٹے ولید کو حکم دیا کہ میرے ساتھ میدان میں چلو اور جنگ کرو۔ پس تینوں افراد نے اپنے گھوڑے تیز کیے اور دونوں لشکروں کے درمیان کر و فر دکھانے لگے اور مبارز طلب کیے۔ انصار میں سے تین اشخاص ان کے مقابلہ میں گئے۔ عتبہ نے کہا تم کون لوگ ہو اور کس قبیلہ سے ہو۔ کہنے لگے ہم انصار میں سے ہیں۔ عتبہ کہنے لگا تم ہمارے کفو نہیں ہو ہم تم سے جنگ نہیں کرتے اور پکار کر اے محمدؐ ہمارے بنی اعمام میں سے کسی کو بھیج جو ہم سے جنگ کرے جو کہ ہمارا ہم مقابل اور کفو ہو اور رسولِ خداؐ بھی نہیں چاہتے تھے کہ پہلے انصار جنگ کریں۔ پس آپؐ نے حضرت علیؑ جناب حمزہؓ بن عبدالمطلبؑ اور عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف کو جنگ کی رخصت دی اور یہ تینوں بزرگوار غضب ناک شیر کی طرح بڑھے۔ حمزہؓ نے کہا میں حمزہؓ بن عبدالمطلب، اللہ اور اس کے رسول کا شیر ہوں۔ عتبہ نے کہا کفو کریم ہو اور میں خلفاء کا شیر ہوں۔ اس بات سے عتبہ نے اپنے آپ کو خلفاء مطلبین کی طرف منسوب کیا: خلاصہ یہ کہ امیر المومنینؑ ولید سے دو چار ہوئے۔ حمزہؓ شیبہ سے اور عبیدہ عتبہ سے پس امیر المومنینؑ یہ رجز پڑھا:

انا ابن ذی الحوضین عبد المطلب : وهاشم المطعم فی العام استغب ۔ اُوفی بمیثاق واحمی عن حسیب

میں دو حوضوں کے مالک عبدالمطلب اور ہاشم کا بیٹا ہوں جس نے بھوک کے سال کھانا کھلایا تھا۔ میں اپنے عہد و میثاق کو پورا کروں گا اور حسب و نسب کی حمایت و حفاظت کروں گا۔

پس آپؑ نے ولید کے دوش پر تلوار ماری جو اس کے بغل کے نیچے سے باہر آ گئی اور اس کا بازو اتنا چوڑا اور بڑا تھا کہ جب

اُسے بلند کرتا تو اس سے اس کا چہرہ چھپ جاتا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس نے وہ کٹا ہوا ہاتھ حضرت امیرؑ کے سر پر مارا اور اپنے باپ عتبہ کی طرف بھاگا۔ حضرتؑ اس کے پیچھے گئے اور اس کی ران پر دوسرا زخم لگایا کہ جس سے وہ فوراً مر گیا اور جناب حمزہؓ اور شیبہ ایک دوسرے سے لڑتے رہے اور ایک دوسرے پر تلوار کے اتنے وار کیے اور ایک دوسرے کے پیچھے اتنے دوڑے کہ تلواریں بیکار ہو گئیں اور ڈھالیں ٹوٹ گئیں۔ پس تلواریں ایک طرف پھینک دیں اور ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے۔ جب مسلمانوں نے دور سے یہ منظر دیکھا تو پکار کر کہا۔ اے علیؑ دیکھئے یہ کتا کس طرح آپؐ کے چچا پر غالب آ رہا ہے۔ حضرت علیؑ اس کی طرف گئے اور حمزہؓ کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور چونکہ حمزہؓ کا قد شیبہ سے بڑا تھا لہٰذا فرمایا چچا اپنے سر کو نیچے کر و اور حمزہؓ نے سر نیچے کیا تو علیؑ نے تلوار مار کر شیبہ کا آدھا سر الگ کر دیا اور اسے ہلاک کر دیا۔ باقی رہا عبیدہ، تو وہ جب عتبہ کے قریب پہنچا تو یہ دونوں بڑے بہادر اور شجاع تھے تو دونوں نے اچانک ایک دوسرے پر حملہ کر دیا اور عبیدہ نے عتبہ کے سر پر تلوار لگائی جو اس کے نصف سر تک چلی گئی اس طرح عتبہ نے نیچے سے تلوار عبیدہ کے پاؤں پر ماری جس سے ان کی پنڈلی کٹ گئی۔ ادھر جناب علیؑ جب شیبہ کے ام سے فارغ ہوئے تو عتبہ کا قصد کیا۔ ابھی اس میں کچھ رمق باقی تھی کہ اس کی جن بھی لے لی تو حضرتؑ نے ان تینوں کے قتل میں شرکت کی یہی وجہ تھی کہ آپؑ نے معاویہ کے مقابلہ میں اسے خطاب کر کے فرمایا کہ میرے پاس وہ تلوار موجود ہے کہ جس سے میں نے تیرے بھائی، تیرے ماموں اور تیرے نانا کو بدر کے دن کاٹا تھا۔ پس حضرت علی حمزہؓ کے ساتھ مل کر اٹھا کر حضرت عبیدہ کے رسولؐ کی خدمت میں لے آئے۔ رسول خداؐ نے ان کا سر اپنے زانو پر رکھا اور اتنا روئے کہ آپؐ کے آنسو عبیدہ کے چہرہ پر بہنے لگے اور عبیدہ کی پنڈلی سے مغز بہہ رہا تھا بدر سے واپسی پر روحاء یا صفراء کے علاقہ میں آپ کی وفات ہوئی اور وہیں وہ دفن ہوئے اور عبیدہ عمر میں آنحضرتؐ سے دس سال بڑے تھے اور خداوند عالم نے یہ آیت ان چھ افراد کے متعلق نازل کی جن میں سے دو دو ایک دوسرے سے لڑے تھے **هذان خصمان اختصموا فی ربهم فالذین کفروا قطعت لهم ثیاب من النار یصب من فوق رؤسهم الحمیم** ۔ یہ دو دشمن جنھوں نے اللہ کے متعلق ایک دوسرے سے جھگڑا کیا۔ پس جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے آگ کے کپڑے تیار کیے گئے اور ان کے سروں پر گرم پانی ڈالا گیا خلاصہ یہ کہ ان تین افراد کے قتل ہونے سے کفار کے دل میں رعب بیٹھ گیا۔ ابو جہل کفار کو جنگ پر اکساتا تھا اور شیطان سراقہ بن مالک کی شکل میں قریش سے کہنے لگا میں تمہارا ہمسایہ ہوں اپنا علم مجھے دے دو۔ پس میسرہ کا جھنڈا لے کر صف لشکر کے سامنے دوڑنے لگا اور کفار کو جنگ پر قوی دل بنانے لگا۔ ادھر سے نبی اکرمؐ نے اپنے اصحاب سے کہا **عفوا ابصارکم و عفو علے النواجد** آنکھیں نیچے کرلو اور دانت پیس لو اور اپنے اصحاب کی قلت کو دیکھ کر ہاتھ دعا کے لیے بلند کیے اور اللہ تعالیٰ سے نصرت طلب کی تو خداوند عالم نے ان کی مدد کے لیے فرشتے نازل فرمائے۔ ارشاد ہوا **ولقد نصرکم الله ببدر وانتم اذلة** یعنی اور تحقیق تمہاری اللہ نے بدر میں مدد و نصرت کی۔ جب تم ذلیل تھے خدا کے اس قول تک ویمدوکم ربکم بخمسة الالات من الملائکة مسومین اور پانچ ہزار علامت اور فرشتوں کے ساتھ خدا نے تمہاری مدد کی۔ پس جنگ عظیم ہونے لگی۔ جب شیطان کی نگاہ جبریلؑ پر پڑی اور صفوف ملائکہ کو دیکھا علم پھینک کر بھاگ کھڑا ہوا۔ منبہ بن حجاج نے اس کا گریبان پکڑا اور کہنے لگا اے سراقہ کہاں بھاگ رہے ہو یہ کتنا غلط کام

ہے جو اس وقت تم کر رہے ہو اور ہمارے لشکر کو توڑ رہے ہو۔ ابلیس نے اس کے سینہ پر ہاتھ مارا اور کہنے لگا مجھ سے دفع ہو جائیں کچھ دیکھ رہا ہوں جو تو نے نہیں دیکھا۔ خدا فرماتا ہے **فلما ترائت الفئتان نکص علی عقبیه وقال انی بری منکم انی اری مالا ترون** الخ جب دونوں گروہ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے تو وہ پچھلے قدموں مڑ گیا اور کہنے لگا میں تم سے بری ہوں میں وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور حضرت اسد الغالب بن ابی طالب علیہ السلام مثل غضبناک شیر کے ہر طرف حملہ کرتے تھے اور مرد و مرکب دسوار و ورا ہوار کو زمین پر گراتے یہاں تک کہ چھتیس بہادروں کو زندگی سے بے بہرہ کیا اور حضرتؑ سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا مجھے قریش پر تعجب ہے کہ جب وہ ولید بن عتبہ سے میری جنگ دیکھ چکے ہیں اور انھوں نے آنکھوں سے دیکھا کہ میرے ایک ہی وار سے حنظلہ بن ابوسفیان کی دونو آنکھیں باہر آ گئیں تو وہ کس طرح سے مجھ سے لڑنے کی جرأت کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ستر افراد صنادید قریش میں سے قتل ہو گئے کہ جن میں سے عتبہ وشیبہ، ولید بن عتبہ، حنظلہ بن ابوسفیان، طعیمہ بن عدی، عاص بن سعید، نوفل بن خویلد اور ابوجہل تھے۔ جب ابوجہل کا سر پیغمبرؐ کی خدمت میں لے آئے تو آپؐ نے سجدہ شکر کیا۔ پس کفار کو شکست ہوئی اور مسلمان ان کے پیچھے دوڑے اور ان کے ستر آدمی قید کر لیے یہ واقعہ سترہ رمضان کا ہے اور نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط بھی قیدیوں میں داخل تھے۔ حضورؐ نے ان دونوں کے قتل کا حکم دیا اور یہ دونوں آپؐ کے سخت ترین دشمن تھے۔ عقبہ وہی شخص ہے کہ جس نے امیہ بن خلف کو خوش کرنے کے لیے حضرتؐ کے چہرہ پر تھوکا تھا۔ اور روایت ہے کہ جب نضر بن حارث امیر المومنینؑ کے ہاتھ سے مارا گیا تو اس کی بہن نے اس کے مرثیہ میں قصیدہ کہا کہ جس کے تین شعر یہ ہیں:

امحمد ولانت نجل نجیبیة

فی قومها والفحل فحل معرق

ما کان ضرك لو مننت وربما

من الفتی وهو المغیظ المحنق

النضر اقرب من قبلت وسیلة

واحقهم ان کان عتق یعتق

"اے محمدؐ آپؐ اپنی قوم میں شریف خاتون کے بیٹے ہیں اور باپ بھی آپ کا شریف تھا۔ آپ کو ضرر نہ ہوتا اگر احسان کرتے اور بعض اوقات سخت غیظ وغصہ میں انسان احسان کرتا ہے۔ نضر قرابت قریبہ رکھتا تھا۔ ان میں سے جنہیں آپؐ نے قید کیا اور زیادہ حقدار تھا آزادی کا اگر اس کو آزاد کیا جاتا۔"

جب یہ مرثیہ آپؐ نے سنا تو فرمایا، اگر میں نے اس کے اشعار سن لیے ہوتے تو اسے قتل نہ کرتا۔

اور ۲ھ پندرہ شوال جبکہ ہجرت کو بیس مہینے گزر چکے تھے۔ غزوہ بنی قینقاع پیش آیا اور قینقاع مدینہ کے یہودیوں کا ایک گروہ تھا۔ جاننا چاہیے کہ ہجرت کے بعد آنحضرتؐ کے ساتھ کفار تین اقسام پر تھے۔ ایک قسم وہ تھے کہ جن سے حضرتؐ نے عہد لیا تھا

کہ وہ حضرتؐ سے جنگ نہ کریں اور آپؐ کے دشمنوں کی مدد بھی نہ کریں اور یہ بنی قریظہ، بنی نضیر اور بنی قینقاع یہودی تھے۔ اور دوسری قسم ان کفار کی تھی جو حضرتؐ سے جنگ کرتے اور حضرتؐ سے دشمنی رکھتے تھے یہ کفار قریش تھے اور تیسری قسم ان لوگوں کی تھی جنہیں آپؐ سے کوئی سروکار نہیں تھا اور وہ اس انتظار میں تھے کہ دیکھیں کہ آپؐ کا انجام کار کیا ہوتا ہے جیسے عام طوائف عرب تھے لیکن ان میں سے بعض باطنی طور پر آپؐ کے امر کا ظہور چاہتے تھے۔ مثلاً قبیلہ خزاعہ اور بعض کا معاملہ برعکس تھا مثلاً بنی بکر اور کچھ لوگ ایسے تھے جو ظاہراً آپؐ کے ساتھ اور باطن میں آپؐ کے دشمنوں کے ساتھ تھے۔ مثلاً منافقین اور یہود کے تینوں گروہوں نے دھوکہ دیا اور سب سے پہلے جنہوں نے معاہدہ کو توڑا وہ بنی قینقاع تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ بنی قینقاع کے بازار میں ایک مسلمان عورت ایک زرگر کی دوکان کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس زرگر نے یا کسی دوسرے یہودی نے بطور تمسخر اس کا کرتا پیچھے سے پھاڑ دیا اور اسے گرہ لگادی۔ اس عورت کو خبر نہ ہوئی جب وہ کھڑی ہوئی تو اس کی پشت ننگی ہوگئی اور یہودی ہنسنے لگے۔ اس عورت نے فریاد بلند کی۔ جب ایک مسلمان نے یہ دیکھا تو اس نے اس قبیح کام کی وجہ سے اس یہودی کو قتل کردیا۔ یہودی ہر طرف سے جمع ہوگئے اور انہوں نے اس مسلمان کو شہید کردیا۔ یہ واقعہ اس وقت حضورؐ کو معلوم ہوگیا تو آپؐ نے یہودیوں کے بڑے لوگوں کو بلایا اور فرمایا کہ تم نے کیوں پیمان شکنی کی ہے اور نقض عہد کیا ہے خدا سے ڈرو اور تمہیں خوف ہونا چاہیے کہ جو کچھ اتفاق قریش پر پڑی ہے وہ مصیبت تم پر بھی آسکتی ہے اور میری رسالت کو باور کرو کیونکہ تمہیں معلوم ہے کہ میری بات سچی ہوتی ہے۔ وہ کہنے لگے اے محمدؐ ہمیں نہ ڈراؤ اور قریش کی جنگ اور ان پر غلبہ سے نہ اتراؤ کیونکہ آپؐ نے ایسے لوگوں سے جنگ لڑی ہے جنہیں جنگ کے قوانین معلوم نہیں تھے اور اگر ہم سے پالا پڑا تو آپؐ کو جنگ کے طریقے معلوم ہوجائیں گے۔ یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے دامن جھاڑ کر چل دیئے۔ اسی وقت جبریل یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔ **واما تخافن من قوم خیانۃ فانبذ الیھم علی سواء** یعنی اگر کسی قوم سے خیانت کا خوف ہو تو ان کی طرف پورے طور پر جنگ کی آگ پھینک دیں۔ پس آپؐ نے ابولبابہ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا اور علم جناب حمزہؓ کے سپرد کیا اور لشکر تیار کر کے ان کی طرف چل دیئے۔ گروہ یہود میں چونکہ مقابلہ و مقاتلہ کی طاقت نہیں تھی۔ انہوں نے اپنے حصاروں اور قلعوں میں پناہ لی اور پندرہ دن تک محصور رہے یہاں تک کہ وہ تنگ آگئے اور رعب و خوف ان کے دلوں میں بیٹھ گیا۔ مجبوراً وہ راضی ہوئے کہ اپنے حصار سے باہر آئیں اور حکم خدا کے سامنے گردن جھکائیں۔ پس وہ قلعوں کے دروازے کھول کر باہر آگئے۔ حضرتؐ نے منذر بن قدامہ سلمی کو حکم دیا کہ ان کی مشکیں باندھ دو اور آپؐ کا دلی ارادہ تھا کہ انہیں قتل کریں اور یہ سات سو جنگجو تھے۔ عبداللہ بن ابی نے جو مسلمانوں کے درمیان ایک مرد منافق تھا درخواست کی کہ ان کے حق میں احسان فرمائیں اور اس نے بہت سے اصرار کیا تو حضرتؐ نے ان کے خون بہانے سے درگزر کیا لیکن وہ حضرتؐ کے حکم سے جلاوطن کیے گئے اور ان کا مال و اسباب قلعے اور جائدادیں وہیں رہ گئیں اور ملک شام کے شہر اذرعات کی طرف چلے گئے۔

نیز ۲ ھ ماہ شوال میں غزوہ قرقرۃ الکدر پیش آیا وہ بنی سلیم کی پانی کی جگہ ہے۔ مدینہ سے تین منزل دور اس جنگ کی وجہ یہ ہے کہ رسول خداؐ نے سنا کہ بنی سلیم اور بنی غطفان نے صلاح و مشورہ کے بعد طے کیا ہے کہ وہ قریش کے خون کے بدلے مدینہ پر شب

خون ماریں۔ پس حضرتؐ نے علم لشکر حضرت امیر المومنینؑ کو دیا اور دو سو صحابہؓ کے ساتھ آپؐ دو دن میں وہاں پہنچے۔ آپؐ کے وہاں پہنچنے سے پہلے وہ لوگ جا چکے تھے اور ان میں سے کوئی بھی نظر نہ آیا اور حضرتؐ واپس پلٹ آئے۔ اور کچھ مورخین نے یہ جنگ تیسرے سال میں ذکر کی ہے۔ ۲ھ کے ذیقعد کی آخری دہائی میں یا ذی الحج میں غزوہ سویق پیش آیا جس کی وجہ یہ تھی کہ ابوسفیان نے جنگ بدر کے بعد نذر کی تھی کہ وہ اپنی بیوی کے قریب نہیں جائے گا اور تیل نہیں لگائے گا جب تک محمد مصطفیٰ اور ان کے اصحاب سے اس کا بدلہ نہ لے لے۔ پس وہ دو سو آدمیوں کے ساتھ مکہ سے عریض تک پہنچا جو مدینہ کے اطراف میں واقع ہے اور وہاں ایک انصاری معبد بن عمرو نامی اور اس کے (ایک آدمی) کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ ایک دو مکان اور چند درخت خرمے کے جلائے اور یہ سمجھ لیا کہ میں نے اپنی نذر کے مطابق عمل کر لیا ہے پس فوراً واپس چلا گیا۔ جب یہ خبر حضرت محمد مصطفیٰ کو ملی تو آپؐ نے ابولبابہ کو اپنا نائب بنایا اور دو سو مہاجر و انصار کے ساتھ ابوسفیان کا پیچھا کیا۔ جب ابوسفیان کو معلوم ہوا کہ نبی اکرم لشکر کے ساتھ تیزی سے آ رہے ہیں تو وہ ڈر گیا اور اپنے لشکر کو حکم دیا کہ ستو کے تھیلے جو زاد راہ کے طور پر ان کے پاس تھے وہ پھینک دیں تاکہ بھاگنا ان کے لیے آسان ہو جائے۔ مسلمان ان کے پیچھے پہنچ گئے اور وہ تھیلے انہوں نے اٹھا لیے اس لیے اس کو غزوہ سویق کہتے ہیں۔ پس حضرت رسولؐ اکرم نے قرقرۃ الکدر تک ان کا پیچھا کیا۔ جب نہ مل سکے تو واپس مدینہ پلٹ آئے اور اس جنگ کی مدت پانچ دن رہی اور بعض علماء کے نزدیک یہ تیسرے سال ہجری میں تھی۔ اور ایک قول کی بناء پر ۲ھ میں حضرت امام حسن علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور بہت سے مورخین نے تیسرا سال بتایا ہے اور آپؑ کی ولادت کی کیفیت چوتھے باب میں ذکر ہوگی۔

تیسرے ہجری سال کے واقعات

۳ھ میں غزوہ غطفان پیش آیا اور اس کو غزوہ ذی امر اور غزوہ انمار بھی کہتے ہیں یہ نجد کے علاقے میں ایک جگہ ہے اس جنگ کی وجہ یہ تھی کہ رسول خدا کو یہ معلوم ہوا کہ بنی ثعلبہ ومحارب مقام ذی امر میں جمع ہوئے ہیں تاکہ اطراف مدینہ کو تاراج کریں اور مال غنیمت حاصل کریں اور حارث کا بیٹا جس کا نام دعثور تھا اور خطیب نے اس کا نام غورث بتایا ہے وہ ان کا سردار تھا۔ پس نبی اکرمؐ ساڑھے چار ہزار افراد کے ساتھ تیزی سے ذی امر مقام میں پہنچ گئے۔ دعثور اپنے آدمیوں سمیت پہاڑی پر بھاگ گیا اور ان میں سے کوئی بھی نہ ملا سوائے ایک شخص کے جو بنی ثعلبہ میں سے تھا مسلمان اسے پکڑ کر خدمت پیغمبرؐ میں لے آئے۔ حضرتؐ نے اس کے سامنے اسلام کو پیش کیا تو وہ اسلام لے آیا۔ پس سخت بارش ہوئی۔ یہاں تک کہ لشکریوں کے بدن اور کپڑوں سے پانی بہہ رہا تھا۔ لوگ ہر طرف بکھر گئے اور اپنے اپنے سامان کی اصلاح میں لگ گئے۔ نبی اکرمؐ نے اپنا لباس اتارا اور اسے نچوڑ کر ایک درخت کی ٹہنیوں پر ڈال دیا اور اس درخت کے نیچے لیٹ گئے۔ اچانک دعثور حضرتؐ کو قتل کرنے کے ارادہ اس تلوار لیے ہوئے آپؐ کے پاس پہنچ گیا اور کہنے لگا اے محمدؐ آج تمہیں مجھ سے کون بچا سکتا ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا: ''خدا'' فوراً جبریلؑ نے اس کے گھونسا مارا تو تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی اور وہ چاروں شانے چت ہو گیا۔ حضرتؐ نے وہ تلوار اٹھالی اور اس کے سرہانے کھڑے ہو کر فرمایا: ''اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟'' کہنے لگا کوئی بھی نہیں۔ میں نے جان لیا ہے کہ آپ پیغمبرؐ ہیں۔ پس اس نے شہادتین زبان پر جاری کیے۔ آپؐ نے اس کی تلوار اس کے حوالہ کر دی۔ وہ اپنی قوم کے پاس گیا اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔ خداوند عالم نے یہ آیت اسی موقعہ نازل فرمائی یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللهِ عَلَیْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ یَّبْسُطُوْٓا اِلَیْكُمْ اَیْدِیَهُمْ فَكَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ (اے ایمان والو! یاد کرو اللہ کے اس احسان کو جو اس نے تم پر کیا جب کہ ایک قوم نے تمہاری طرف ہاتھ بڑھانے کا ارادہ کیا تو اس نے ان کے ہاتھ تم سے روک لیے۔ پس نبی اکرمؐ مدینہ کی طرف واپس تشریف لائے اور اس سفر کی مدت اکیس دن تھی اور ۳ھ میں ایک قول کی بناء پر ۱۴ ربیع الاول کو کعب بن اشرف یہودی مارا گیا۔ وہ ایسا شخص تھا کہ جتنا اس سے ہو سکتا وہ مسلمانوں کو آزار پہنچاتا اور اس نے نبی اکرمؐ کی ہجو بھی کہی تھی۔

اور ۳ھ ہی میں غزوہ بحران پیش آیا اور وہ فرع کے اطراف میں ایک جگہ ہے اور فرع اطراف ربذہ میں ایک مقام ہے اور اس جنگ کی وجہ یہ تھی کہ نبی اکرمؐ کو بتایا گیا کہ بنی سلیم کا ایک گروہ بحران میں جمع ہوا ہے اور وہ کوئی مکاری کرنا چاہتا ہے آپ تین سو افراد کے ساتھ اس کی طرف بڑھے۔ بنی سلیم اپنے علاقہ میں منتشر ہو گئے اور حضرتؐ دشمن سے آمنا سامنا کیے بغیر واپس لوٹ آئے۔ ۳ھ میں ولادت امام حسینؑ ہوئی اور اس سال ہی آپؐ نے حفصہ سے ماہ شعبان میں اور زینب بنت حزیمہ سے ماہ رمضان میں نکاح کیا۔ اور ۳ھ ماہ شوال میں غزوہ اُحد پیش آیا۔ اُحد مدینہ سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر ایک مشہور پہاڑ ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ جنگ بدر کے بعد

قریش بہت غصہ میں تھے اوران کے سینے مسلمانوں کے خلاف بغض و کینے سے بھرے ہوئے تھے اور لگا تار وہ تیاری میں رہے اور لشکر تیار کرتے رہے یہاں تک کہ پانچ ہزار کا لشکر فراہم کرلیا کہ جس میں تین ہزار اونٹ اور دو سو گھوڑے تھے۔ پس نبی اکرمؐ سے جنگ کرنے کے ارادہ سے مدینہ کی طرف انہوں نے کوچ کیا اور عورتوں کا ایک گروہ بھی ساتھ لیا جو لشکر میں سوگواری کرتیں اور اپنے مقتولین پر گریہ کرتی اوران کا مرثیہ کہتی تھیں تا کہ ان کا بغض و کینہ جوش میں آئے اور دلوں میں جذبہ انتقام بھڑکے۔ ادھر سے پیغمبر اکرمؐ کو معلوم ہوا تو انہوں نے بھی جنگ کی تیاری کی اور اپنے لشکر کے ساتھ ساتھ احد میں تشریف لے آئے اور جنگ کے لیے ایک جگہ کا انتخاب اور لشکر کی صف آرائی کی۔ آپؐ نے لشکر کو اس طرح رکھا کہ کوہ احد پشت پر اور جبل عینین بائیں طرف اور مدینہ روبرو ہو۔ چونکہ عینین میں ایک شگاف تھا کہ اگر دشمن چاہتا تو وہاں سے حملہ کرسکتا تھا۔ عبداللہ بن جبیر کو پچاس کمان داروں کے ساتھ وہاں کھڑا کردیا تا کہ دشمن کو اس شگاف سے گزرنے سے روکیں اور فرمایا اگر ہمیں فتح وغلبہ ہو جائے اور ہم مال غنیمت لوٹنے لگیں تو تمہارا حصہ بھی رکھ لیں گے۔ تم فتح یا شکست کی صورت میں اپنی جگہ سے نہ ہٹنا سب جب صفوں کو درست کر چکے تو آپؐ نے خطبہ دیا اور فرمایا:

ایها الناس اوصیکم بما اوصانی به الله فی کتابه من العمل بطاعته والتناهی عن محارمه (وساق الخطبة الشریفة الی قوله قد بین لکم الحلال والحرام غیر ان بینهما شبها من الامر لم یعلمها کثیر من الناس الا من عصم فمن ترکها حفظ عرضه ودینه ومن وقع فیها کان کالراعی الی جنب الحمی او شك ان یقع فیه ولیس ملك الا وله حمی وان حمی الله محارمه والمومنین من المومنین کالراس من الجسد اذا اشتکی تراعی علیه سائر جسده والسلام علیکم.

اے لوگو! میں تمہیں وہ وصیت کرتا ہوں جو اپنی کتاب میں خدا نے مجھے کی ہے یہ کہ اس کی اطاعت کرتے ہوئے عمل کیا جائے اور اس کے محرمات سے رکا جائے (اور خطبہ چلایا اس ارشاد تک) خدا نے تمہارے لیے حلال وحرام کو واضح طور پر بیان کردیا ہے۔ مگر ان دونوں کے درمیان مشتبہات ہیں کہ جنہیں بہت سے لوگ نہیں جانتے مگر وہ جسے خدا بچالے جو شخص ان کو چھوڑ دے اس نے اپنی عزت ودین کو محفوظ کرلیا اور جو ان میں جا پڑے تو وہ مثل اس شخص کے ہے جو کسی کے کھیت سبزہ زار کے قریب اپنے چوپائے چرا رہا ہو۔ قریب ہے کہ وہ اس میں داخل ہو جائیں کوئی ایسا بادشاہ نہیں کہ جس نے کوئی محفوظ جگہ نہ قرار دی ہو۔ یاد رکھو خدا جس جگہ سے لوگوں کو محفوظ رکھنا چاہتا ہے وہ اس کے محرمات ہیں اور ایک مومن کو دوسرے مومنین سے

وہی نسبت ہے جو سر کو بدن سے ہے۔ جب اس میں تکلیف ہوتی ہے تو سارا بدن پکار اٹھتا ہے۔ والسلام علیکم۔"

ادھر سے مشرکین نے صف آرائی کی تو خالد بن ولید نے پانچ سو افراد کے ساتھ میمنہ لے لیا۔ عکرمہ بن ابو جہل پانچ سو افراد کے ساتھ میسرہ پر تھا۔ صفوان بن امیہ، عمرو بن عاص کے ساتھ سواروں کا سپہ سالار ہو گیا۔ عبداللہ بن ربیعہ تیر اندازوں کا قائد تھا اور یہ سو آدمی تیر انداز تھے اور جس اونٹ پر ہبل بت کو لاد کر لائے تھے۔ وہ ان کے آگے تھا اور عورتیں لشکر کے پیچھے تھیں۔

علم لشکر طلحہ بن ابی طلحہ کو دے رکھا تھا۔ حضرت رسول اکرمؐ نے پوچھا کہ ان کا علم کس کے ہاتھ میں ہے۔ بتایا گیا کہ قبیلہ بن عبدالدار کے تو آپؐ نے فرمایا ہم زیادہ وفا کرنے کے حقدار ہیں۔ پس آپؐ نے مصعبؓ بن عمیر کو بلایا جو بنی عبدالدار میں سے تھا اور علم نصرت اس کے ہاتھ میں دیا۔ مصعبؓ نے علم لیا اور وہ حضرتؐ کے آگے آگے رہا۔ پس طلحہ بن ابی طلحہ کوکش کتیبہ (لشکر کا مینڈھا) تھا اور علم مشرکین اٹھائے ہوئے تھا گھوڑا بڑھا کر مبارز طلب ہوا۔ کوئی شخص اس کے مقابلہ کی جرات نہ کر سکا۔ امیر المومنینؑ شیر نر کی طرح تلوار لے کر آگے بڑھے اور رجز پڑھا۔ طلحہ کہنے لگا اے قصم (بہادروں کی کمر توڑنے والے) مجھے معلوم تھا کہ تمہارے علاوہ میرے مقابلہ میں کوئی آئے گا۔ پس حضرتؑ پر اس نے حملہ کیا اور آپؑ پر تلوار لگائی کہ حضرتؑ نے ڈھال سے اس کے وار کو روکا پھر ایسی تلوار اس کے سر پر لگائی کہ اس کا مغز سر سے باہر آ گیا اور وہ زمین پر گر پڑا اور وہ ننگا ہو گیا۔ اور علیؑ سے پناہ مانگی آپؑ واپس پلٹ گئے۔ رسول خدا اس کے قتل سے خوش ہوئے۔ حضورؐ نے تکبیر کہی اور مسلمانوں نے بھی تکبیر کی آواز بلند کی۔ طلحہ کے بعد اس کے بھائی مصعب نے علم لیا۔ امیر المومنینؑ نے اسے بھی قتل کیا۔ پھر بنی عبدالدار کا ایک ایک شخص علم لیتا اور قتل ہوتا گیا یہاں تک کہ بنی عبدالدار میں سے کوئی شخص باقی نہ رہا جو علمدار بن سکے۔ اس قبیلہ کے ایک غلام نے جس کا نام صواب تھا اس علم کو اٹھایا۔ امیر المومنینؑ نے اسے بھی ان کے ساتھ ملحق کیا۔ روایت میں ہے کہ یہ غلام حبشی تھا اور جسم کی بزرگی میں گنبد کی طرح تھا اور اس وقت اس کے منہ سے کف جاری تھا اور اس کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں اور وہ کہتا کہ میں اپنے سرداروں کے بدلے محمدؐ کے علاوہ کسی کو قتل نہیں کروں گا۔ مسلمان اس سے ڈر گئے اور اس کے مقابلہ میں جانے کی کسی میں جرأت نہ تھی۔ امیر المومنینؑ نے اسے ضرب لگائی اور کمر کے پاس سے اس طرح دو ٹکڑے کر دیا کہ اس کا اوپر والا حصہ جدا ہو گیا اور اس کا نچلا حصہ اسی طرح کھڑا تھا۔ مسلمان اسے دیکھتے اور ہنستے تھے۔ پس مسلمانوں نے حملہ کیا اور کفار کو منتشر کر دیا اور وہ شکست کھا گئے مشرکین میں سے ہر شخص ایک طرف بھاگ گیا اور وہ اونٹ جس نے ہبل کو اٹھا رکھا تھا گر گیا اور ہبل منہ کے بل گر پڑا۔ پس مسلمان مال غنیمت لوٹنے میں مشغول ہو گئے۔ وہ تیر انداز جو پہاڑ کے شگاف پر موجود تھے جو انھوں نے دیکھا کہ مسلمان لوٹ مار میں مشغول ہیں تو انہوں نے مال غنیمت کے حرص و طمع میں اپنی جگہ سے حرکت کی۔

عبداللہ نے جبیر نے منع کیا وہ نہ مانے۔ لوٹ مار کے لیے انہوں نے مال دشمنوں کی لشکر گاہ کا ارادہ کیا۔ عبداللہ دس سے کم افراد کے ساتھ وہاں رہ گیا۔ خالد بن ولید نے عکرمہ بن ابو جہل کے ساتھ دو سو افراد کو لے کر کمین گاہ سے عبداللہ پر حملہ کر دیا۔ عبداللہ کو اس کے مٹھی بھر ساتھیوں کے ساتھ قتل کر دیا اور وہاں سے مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ کر دیا اور مشرکین کا علم سیدھا ہو گیا اور بھاگنے والوں

نے جب اپنے علم کو قائم دیکھا تو وہ اپنی صفوں کی طرف واپس آ گئے اور شیطان جعیل بن سراقہ کی شکل میں نکل آیا اور پکارنے لگا۔ **الا ان محمد قد قتل** (آگاہ رہو کہ محمدؐ قتل ہو گئے) مسلمانوں میں اس خبر وحشت اثر سے دہشت پھیل گئی اور وہ ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے، یہاں تک کہ حذیفہ کے باپ یمان کو خود انہوں نے قتل کر دیا اور رسولِ خداؐ کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ امیر المومنینؑ رسولؐ خدا کے سامنے جنگ کر رہے تھے اور جس طرف سے دشمن حضورؐ کا قصد کرتا آپ اسے دفع کرتے۔ یہاں تک کہ نوے زخم آپ کے سر، چہرہ، سینہ، شکم، ہاتھ اور پاؤں پر لگے اور لوگوں نے سنا کہ منادی آسمان سے ندا کر رہا ہے۔ **ولا فتیٰ الا علی ولا سیف الا ذوالفقار** جبرئیلؑ نے پیغمبرؐ سے عرض کیا یا رسول اللہؐ یہ ہے مواسات اور جوانمردی جسے علیؑ آشکار کر رہے ہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا: انہ منی وانا منہ (کیوں نہ ہو) وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ جبرئیلؑ نے کہا اور میں تم دونوں میں سے ہوں۔ خلاصہ یہ کہ عبداللہ بن قمیہ جو مشرکین میں سے ایک تھا تلوار لے کر حضرتؐ کو شہید کرنے کے ارادے سے آگے بڑھا۔ چونکہ مصعبؓ بن عمیر علمدار لشکرِ رسولؐ تھا۔ پہلے اس نے مصعب کا قصد کیا اور اس کا دایاں بازو قلم کر دیا۔ مصعب نے علم بائیں بازو میں پکڑ لیا۔ اس نے اس کا بایاں بازو بھی قلم کر دیا۔ پھر ایک اور زخم لگایا کہ جس سے وہ شہید ہو گیا اور علم گر پڑا لیکن ایک فرشتہ مصعب کی شکل میں آیا اور اس نے علم بلند کر دیا۔ ابن قمیہ نے مصعب کی شہادت کے بعد کئی پتھر لے کر حضرتؐ کی طرف پھینکے۔ اچانک ایک پتھر آپؐ کی پیشانی پر لگا اور پیشانی کھل گئی اور خود کے کئی حلقے آپؐ کی پیشانی میں دھنس گئے اور خون آپؐ کے چہرے پر بہنے لگا۔ آپؐ اس خون کو صاف کرتے تھے تاکہ وہ زمین پر نہ گرے اور آسمان سے عذاب نازل نہ ہو اور آپؐ فرماتے کس طرح وہ قوم فلاح ونجات پا سکتی ہے جنہوں نے اپنے نبی کو زخمی کر دیا حالانکہ وہ انہیں خدا کی طرف بلاتا ہے اور عتبہ فرماتے کس طرح وہ قوم فلاح ونجات پا سکتی ہے جنہوں نے اپنے نبی کو زخمی کر دیا حالانکہ وہ انہیں خدا کی طرف بلاتا ہے اور عتبہ بن ابی وقاص نے ایک پتھر آپ کے لب ودندان پر مارا اور کسی نے آپؐ پر تلوار کے وار کیے لیکن چونکہ آپؐ نے دو زرہیں پہن رکھی تھیں یہ وار کارگر نہ ہوئے۔ منقول ہے کہ اس وقت آپؐ پر ستر زخم تلوار کے لگے لیکن خدا نے آپؐ کو محفوظ رکھا۔ اس سختی وزحمت کے باوجود اس مظہر رحمت نے اس قوم پر نفرین نہیں کی بلکہ فرماتے تھے اللھم اغفر لقومی فانھم لایعلمون خدایا میری قوم کو بخش دے وہ نہیں جانتے۔ اسی جنگ میں وحشی جو جبیر بن مطعم کا غلام تھا۔ جناب حمزہ بن عبدالمطلب کی کمین گاہ میں بیٹھا جب آپ شیر غضب ناک کی طرح حملہ کر رہے تھے اور کفار سے جنگ میں مصروف تھے تو اس نے ہتھیار جنگ ان کی طرف پھینکا وہ آپ کی شرمگاہ پر لگا اور دوسری طرف نکل گیا اور ایک قول ہے کہ آپ کی کمر میں لگا اور مثانہ کے پار ہو گیا۔ اس زخم نے آپ کو بیکار کر دیا اور آپ زمین پر گر کر شہید ہو گئے۔ پس وحشی آپ کے قریب آیا اور آپ کے جگر کو چاک کر کے آپ کا جگر نکال کر ہندہ زوجہ ابوسفیان کے پاس لے گیا اس نے چاہا کہ اس میں سے کچھ کھا لے منہ میں رکھا تو خداوند عالم نے اسے سخت کر دیا تاکہ آنحضرتؐ کے اجزائے بدن کافر کے جسم میں سے نہ ملیں مجبوراً اس نے پھینک دیا۔ اسی لیے ہندہ جگر خوارہ مشہور ہو گئی۔ پس جتنے زیور اس کے پاس تھے وہ اس نے وحشی کو دے دیئے اور خود جناب حمزہؓ کی لاش پر آئی۔ آپؑ کے کان اور بدن کے کچھ اور اجزاء کاٹ لیے تاکہ انہیں اپنے ساتھ مکہ لے جائے۔ باقی عورتیں بھی اس کی اقتداء میں قتل گاہ میں آئیں اور انہوں نے باقی شہداء کا مثلہ کیا۔ کسی کی

ناک کاٹی۔ کسی کا پیٹ چاک کیا اور کاٹے ہوئے اجزاء کو دھاگے میں پرو کر کنگن بنائے۔ ابوسفیان جناب حمزہؓ کی لاش پر آیا اور اپنے نیزہ کی نوک آپ کے منہ میں چبھو کر کہنے لگا اے عاق (نافرمان) اس تکلیف کو چکھو۔ حلیس بن علقمہ نے جب دیکھ تو پکار کر کہا اے بنی کنانہ آ کے دیکھو یہ شخص جو قریش کے بزرگ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اپنے مقتول پسر عم کے ساتھ کیا سلوک کر رہا ہے۔ ابوسفیان شرمسار ہوا اور کہا کہ یہ لغزش مجھ سے ہوگئی ہے۔ اس کو مخفی رکھو۔ بہر حال اس جنگ میں اصحاب رسولؐ میں سے ستر آدمی شہید ہوئے۔ جنگ بدر میں قریش کے قید ہونے والے افراد کی تعداد میں جنھیں مسلمانوں نے قتل نہیں کیا تھا کہ بلکہ اپنی خواہش کے مطابق ان سے فدیہ لیا تھا اور انہیں چھوڑ دیا تھا تا کہ ان کے بدلے دوسرے سال اتنی مقدار میں اُن میں سے شہید ہوں۔ بہر حال جب رسول خدا کی شہادت کی خبر مدینہ میں منتشر ہوئی تو چودہ عورتیں اہل بیت اور ان کے عزیزوں کی مدینہ سے نکلیں اور میدان جنگ میں پہنچیں۔ سب سے پہلے جناب فاطمہؑ نے اپنے باپ کو ان زخموں میں آ کر دیکھا اور آنحضرتؐ کو گلے لگا کر بہت گریہ کیا۔ نبی اکرمؐ کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے۔ امیر المومنینؑ اپنی ڈھال میں پانی لے کر آئے اور جناب فاطمہؑ نے رسول خداؐ کے سر اور چہرہ کے خون کو دھویا اور چونکہ خون نہیں رکتا تھا تو چٹائی کا ایک ٹکڑا جلا کر اس کی راکھ زخم پیغمبرؐ پر باندھ دی اور اس کے بعد نبی اکرمؐ ان زخموں کو بوسیدہ ہڈیوں دھواں دیتے تھے۔ یہاں تک کہ زخموں کے نشان ختم ہو گئے۔ علی بن ابراہیم قمی نے روایت کی ہے کہ جب جنگ رک گئی تو رسول اکرمؐ نے فرمایا کون ہے جو ہمیں جناب حمزہؓ کے حالات بتائے۔ حارث بن صمہ نے کہا مجھے ان کی قتل گاہ معلوم ہے۔ جب حارث اس جگہ پہنچا اور حمزہؓ کی وہ حالت دیکھی تو نہ چاہا کہ حضرتؐ کو اس کی اطلاع دے۔ حضرت نے جناب امیرؑ سے فرمایا علیؑ اپنے چچا کو تلاش کرو۔ حضرت امیر حضرت حمزہؓ کے پاس کھڑے ہو گئے اور نہ چاہا کہ یہ خبر وحشت اثر سید البشر کو پہنچائیں۔ پس حضرت رسولؐ خود حمزہؓ کی جستجو میں آئے۔ جب حمزہؓ کو اس حالت میں دیکھا تو رونے لگے اور فرمایا خدا کی قسم میں کبھی کسی جگہ کھڑا نہیں ہوا جہاں مجھے زیادہ غصہ آیا ہو، اس جگہ سے اگر خدا نے مجھے قریش پر تمکین دی تو میں حمزہؓ کے بدلے ان کے ستر افراد کا مثلہ کروں گا اور ان کے اعضا کاٹوں گا۔ پس جبریلؑ نازل ہوئے اور یہ آیت لے کر آئے لئن عاقبتم فعاقبو بمثل ما عوقبتم به ولئن صبرتم لهو خير للصابرين (یعنی عقاب کرو تو اتنا عقاب کرو جتنا تمہیں کیا گیا ہے اور اگر صبر کرو تو وہ بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لیے۔ تو آپؐ نے فرمایا میں صبر کروں گا اور انتقام نہ لوں گا۔ پس حضرتؐ نے وہ چادر جو بردیمانی آپؐ کے دوش پر تھی حمزہؓ پر ڈال دی اور وہ چادر جناب حمزہؓ کے جسم پر پوری نہ آتی تھی۔ اگر سر پر ڈالتے تو پاؤں ننگے رہ جاتے تھے اور اگر پاؤں چھپاتے تو سر ننگا ہو جاتا تو آپؐ نے ان کا سر ڈھانپ دیا اور پاؤں پر گھاس ڈال دی اور فرمایا اگر یہ بات نہ ہوتی کہ خاندان عبد المطلب کی خواتین اندوہناک ہو جائیں گی تو میں حمزہؓ کو اس طرح رہنے دیتا اور صحرا کے درندے اور فضا کے پرندے ان کا گوشت کھاتے اور وہ قیامت کے دن ان کے شکم سے محشور ہوتے کیونکہ جتنی مصیبت زیادہ ہوتی ہے اس کا ثواب اتنا ہی زیادہ ملتا ہے۔ پس آپؐ نے حکم دیا کہ مقتولین کو جمع کیا جائے پھر ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور انہیں دفن کر دیا اور جناب حمزہؓ پر نماز میں آپؐ نے ستر تکبیریں کہیں اور بعض کہتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا حمزہؓ کا جسم ان کے بھانجے عبداللہ بن جحش کے ساتھ ایک قبر میں دفن کیا جائے اور عبداللہ بن عمرو بن حرام (جو جابر کا باپ تھا) عمرو بن جموح کے ساتھ قبر میں، دفن ہوا اور اسی طرح

جو شخص جس کے ساتھ مانوس تھا دو دو تین تین ایک قبر میں دفن کیے گئے اور جو زیادہ قرأت قرآن کرتے تھے انہیں ایک دوسرے کے قریب رکھتے تھے اور شہداء کو ان کے انہیں کپڑوں میں جو خون آلود تھے سپرد خاک کیا اور آنحضرتؐ نے فرمایا انہیں ان کے کپڑوں اور خون کے ساتھ لپیٹ دو کیونکہ جو شخص خدا کی راہ میں زخمی ہوا ہے وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کے خون کا رنگ تو خون جیسا ہوگا لیکن اس سے مشک و عنبر کی خوشبو آئے گی لیکن ایک حدیث میں ہے کہ آپؐ نے جناب حمزہ کو کفن پہنایا کیونکہ کفار نے انہیں برہنہ کر دیا تھا اور ایک روایت ہے کہ عبداللہ اور عمرو کی قبر چونکہ سیلاب گزرنے کی جگہ پر تھی۔ایک دفعہ سیلاب آیا اور وہ ان کی قبر بہا لے گیا تو عبداللہ کو لوگوں نے دیکھا کہ اس نے اپنا ہاتھ زخم کے اوپر رکھا ہوا ہے۔ جب ہاتھ ہٹایا گیا تو زخم سے خون بہنے لگا۔ مجبوراً ہاتھ دوبارہ اس زخم پر رکھا گیا۔جابر کہتے ہیں کہ میں نے چھبیس سال بعد اپنے باپ کو قبر میں بغیر تغیر و تبدل کے پایا۔ایسا معلوم ہوتا گویا سویا ہوا ہے اور حرمل کے پتے جو اس کی پنڈلی پر لوگوں نے ڈالے تھے وہ اسی طرح تازہ تھے۔ بہرحال جب نبی اکرم شہداء کے دفن سے فارغ ہوئے تو مدینہ کی طرف روانہ ہوئے جس قبیلہ کے قریب سے گزرتے تو مرد اور عورتیں باہر نکل آتے اور آپؐ کی سلامتی پر شکر کرتے اور اپنے مقتولین کا خیال دل میں نہ لاتے۔ پس کبیشہ نزدیک آئی تو رسول خدا نے اس سے اس کے بیٹے عمرو بن معاذ سعد بن معاذ کی تعزیت کی تو وہ کہنے لگی یا رسول اللہؐ جب میں نے آپ کو صحیح و سالم دیکھ لیا ہے تو کوئی مصیبت اور تکلیف مجھ پر ثقیل نہیں۔ پس حضرتؐ نے دعا فرمائی کہ ان میں سے باقی رہنے والوں کا حزن ملال دور ہو اور خدا انہیں ان کی مصیبت کا عوض اور اجر عنایت فرمائے اور آپؐ نے سعد سے فرمایا کہ اپنی قوم کے زخمی لوگوں سے کہو کہ وہ میرے ساتھ نہ چلیں اور اپنے گھروں میں جا کر زخموں کا علاج کریں۔ پس سعد نے زخمیوں سے کہا جو کہ تیس افراد تھے کہ چلے جاؤ اور خود سعد حضرتؐ کو دولت سرا تک چھوڑنے کے بعد واپس گیا۔

اس وقت کم ہی کوئی گھر ہوگا کہ جس سے گریہ و نالہ اور سوگواری کی آواز بلند نہ ہوتی ہو سوائے جناب حمزہؓ کے گھر کے نبی اکرمؐ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا: ولکن حمزۃ لا بوالی لہ الیوم یعنی باقی شہداء احد پر گریہ کرنے والیاں موجود ہیں لیکن آج حمزہؓ پر کوئی گریہ کرنے والا نہیں۔سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر نے جب یہ سنا تو انصار کی عورتوں سے کہا کہ اب اپنے مقتولین پر گریہ نہ کرو پہلے جا کر جناب فاطمہ کا حمزہؓ پر رونے میں ساتھ دو، پھر اپنے مقتولین پر رونا۔ان عورتوں نے ایسا ہی کیا۔جب آپؐ نے ان کے گریہ و نالہ کی آواز سنی تو آپؐ نے فرمایا واپس جاؤ خدا تم پر رحمت نازل کرے تم نے مواسات و ہمدردی کی اور اس دن سے یہ دستور ہو گیا کہ اہل مدینہ پر جب کوئی مصیبت آتی ہے تو پہلے حمزہؓ کا نوحہ کیا جاتا ہے اور پھر اپنی مصیبت پر۔اور حمزہؓ کے فضائل بہت ہیں اور شعراء نے آپ کے کافی مرثیے کہے ہیں اور میں نے کتاب کحل البصر فی سیرۃ سید البشر میں ان کی طرف اشارہ کیا ہے اور مفاتیح الجنان میں آنجناب کی زیارت کی فضیلت اور الفاظ زیارت اور باقی شہداء احد کی زیارت کا ذکر کیا ہے۔اس کتاب میں اس سے زیادہ گنجائش نہیں ہے اور رسول خداؐ کے اقرباء و اعزاء کے بیان میں مختصر طور پر آپؐ کی فضیلت ان شاء اللہ ذکر کروں گا اور یہ واقعہ ۱۵ شوال ۳ھ میں واقع ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ بروز جمعرات پانچ شوال قریش احد میں آئے تھے۔اور جنگ ہفتہ کے دن ہوئی۔ واللہ اعلم

غزوۂ حمراء الاسد:

یہ ایک جگہ ہے کہ جہاں سے مدینہ آٹھ میل ہے۔اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت رسول اللہؐ نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ قریش کہیں دوبارہ نہ پلٹ آئیں اور مدینہ پر حملہ کر دیں حکم دیا اور بلالؓ نے منادی کی کہ خدائے قادر و قاہر کا فرمان ہے کہ وہ لوگ جو جنگ احد میں حاضر تھے اور وہ زخمی ہو گئے ہیں وہ دشمن کی تلاش میں باہر چلیں۔پس صحابہؓ نے علاج و معالجہ کو چھوڑ کر زخموں کے ہوتے ہوئے ہتھیار جنگ لگا لیے اور علم لشکر حضرت امیر المومنینؑ کے ہاتھ میں دیا۔حالانکہ تاریخ میں ہے کہ جب حضرت امیر المومنینؑ جنگ احد سے واپس آئے تو اسی زخم آپؑ کے جسم مبارک پر لگے ہوئے تھے کہ جن میں فتیلہ (بتی) داخل ہو جاتا تھا اور آپؑ ایک چمڑے پر لیٹے ہوئے تھے۔جب پیغمبر اکرمؐ نے آپؑ کو دیکھا تو رونے لگے۔پس حمراء الاسد تک دشمن کا تعاقب کیا اور وہاں چند دن قیام کر کے واپس پلٹ آئے اور واپسی پر معویہ بن مغیرہ اموی اور ابوعزہ جمحی کو پکڑ کر مدینہ لے آئے۔حضرت رسول اکرمؐ نے ابوعزہ کے قتل کا حکم صادر فرمایا کیونکہ جب جنگ بدر میں وہ قید ہوا تھا تو اس نے عہد و پیمان کیا تھا کہ دوبارہ مسلمانوں سے لڑنے نہیں آئے گا۔اس دفعہ بھی وہ تضرع و زاری کرنے لگا تا کہ پیغمبرؐ اسے چھوڑ دیں تو حضرت نے فرمایا: لا یلدغ المومن من جحر مرتین مومن ایک ہی بل سے دو دفعہ نہیں ڈسا جاتا۔بس آپؐ نے اسے قتل کروا دیا۔

چوتھے سال ہجری کے واقعات

اس سال عامر بن مالک بن جعفر نے جس کی کنیت ابو براء اور لقب ملاعب الاسنۃ (نیزوں سے کھیلنے والا) جو قبیلۂ بنی عامر میں صعصعہ کا حاکم و فرمانروا تھے۔اس نے نجد کے علاقہ سے مدینہ کا سفر کیا اور خدمت رسولؐ میں حاضر ہوا۔آپؐ نے اس کے سامنے اسلام پیش کیا۔اس نے عرض کیا کہ مجھے آپؐ کی بیعت اور متابعت کرنے میں کوئی خوف و ہراس نہیں لیکن میری قوم بہت زیادہ ہے بہتر ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت میرے ساتھ کر دیں تا کہ وہ لوگوں کو آپؐ کی بیعت و متابعت کی دعوت دیں۔آپؐ نے فرمایا میں نجد کے لوگوں سے مامون نہیں مجھے خوف ہے کہ وہ انہیں تکلیف و آزار پہنچائیں گے اس نے عرض کیا کہ یہ لوگ میرے جوار دامان میں ہوں گے۔ان سے کوئی تعرض نہیں کر سکتا۔پس حضرتؐ نے ستر یا ایک قول کی بنا پر چالیس افراد صحابہ اخیار سے منتخب کیے کہ جن میں منذر بن عمر حرام بن ملحان اور اس کا بھائی سلیم۔حارث بن صمہ عامر بن فہیرہ نافع بن بدیل بن ورقہ خزاعی۔عمرو امیہ ضمری وغیرہ تھے جو کہ وجوہ صحابہ قاریان قرآن اور عابد و زاہد جو دن کو لکڑیاں جمع کر کے بیچتے اور ان کی قیمت سے اصحاب صفہ کے لیے کھانا خرید کر لاتے تھے اور راتیں نماز، تلاوت قرآن اور عبادت میں گزارتے تھے اور حجرات طاہرات کے لیے بھی لکڑیاں لاتے تھے۔پس آپؐ نے اس سریہ میں منذر بن عمرو کو امیر بنایا اور بزرگان نجد اور قبیلہ بنی عامر کو خط لکھا کہ بھیجے ہوئے لوگوں کی تعلیم و احکام کی پذیرائی کریں۔

یہ لوگ سفر طے کر کے بئر معونہ تک پہنچے جو کہ پانی کا ایک کنواں ہے بنی عامر اور حرہ بنی سلیم کے علاقہ میں مجد کے قریب پس اس جگہ کو انہوں نے لشکر گاہ قرار دیا اور اپنے اونٹ عمرو بن امیہ اور ایک دوسرے انصاری کے اور ایک قول کی بناء پر حارث بن صمہ کے سپرد کیے تا کہ وہ چرائیں اس وقت انہوں نے پیغمبر اکرمؐ کا خط حرام بن ملحان کو دیا تا کہ وہ عامر بن طفیل بن مالک عامری جو عامر بن مالک کا بھتیجا تھا کے پاس قبیلہ کے درمیان لے جا کر عامر کے حوالہ کرے۔ عامر نے قبول نہ کیا اور ایک قول ہے کہ اس نے خط لے کر پھینک دیا۔ حرام نے جب یہ عالم دیکھا تو فریاد کی۔ اے لوگو! میرے لیے امان ہے کہ میں پیغام رسولؐ پہنچاؤں ابھی اس کی بات پوری نہیں ہوئی تھی کہ پیچھے سے ایک شخص نے آ کر اسے نیزہ مارا کہ وہ دوسری طرف نکل آیا۔ حرام نے کہا **فزت برب الکعبۃ** رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوا۔ اس وقت عامر بن طفیل نے قبیلہ سلیم عصیہ رعل اور ذکوان کو جمع کیا۔ بعد اس کے کہ قبیلہ بنی عامر نے ابو براء کی امان دہی کی وجہ سے اس کا ساتھ نہ دیا۔ عامر بن طفیل نے اس جتھے کو لے کر بئر معونہ پر پہنچ کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور سب کو قتل کر دیا۔ سوائے کعب بن زید کے کیونکہ وہ اس جنگ میں کافی زخم کھا کر گر پڑا تھا۔ کفار نے خیال کیا وہ مارا گیا ہے لہٰذا اسے وہیں چھوڑ دیا لیکن وہ بچ نکلا اور خندق میں شہید ہوا اور عمرو بن امیہ کو پکڑ لیا عامر نے اس خیال سے کہ عمرو قبیلہ مضر میں سے ہے اور اسے قتل نہ کیا اور کہنے لگا کہ میری ماں پر ایک غلام کا آزاد کرنا واجب ہو چکا ہے۔ پس اس نے عمرو کی پیشانی کے بال کاٹ دیئے اور اپنی ماں کی نذر کے مقابلہ میں اسے آزاد کر دیا۔ عمرو نے مدینہ کا راستہ لیا۔ جب وہ قرقرہ کے علاقہ میں پہنچا تو اسے قبیلہ بنی عامر کے دو آدمی ملے جو کہ رسول خداؐ کی امان میں تھے لیکن عمرو کو معلوم نہیں تھا۔ جب وہ سو گئے تو اس نے اپنے ساتھیوں کے خون کے بدلے ان دو عامریوں کو قتل کر دیا۔ جب وہ مدینہ میں آیا اور یہ خبر پیغمبرؐ کو سنائی تو آپؐ نے فرمایا وہ تو میری امان میں تھے۔ ان کی دیت (خون بہا) دینا پڑے گی اور رسول خداؐ بئر معونہ کے شہداء کی شہادت سے بہت ملول ہوئے۔ کہتے ہیں کہ ایک ماہ یا چالیس دن تک آپ قبیلہ رعل و ذکوان وعصیہ پر نفرین ولعنت کرتے رہے اور ان کے ساتھ قبیلہ بنی لحیان وعضل وقارہ کا اضافہ بھی فرماتے تھے۔ کیونکہ سفیان بن خالد ہذلی لحیانی نے عضل وقارہ کے ایک گروہ کو مکر وحیلہ سے مدینہ بھیجا تھا وہ مدینہ میں آئے اور اظہار اسلام کیا اور دس افراد صحابہ کبار میں سے مثلاً عاصم بن ثابت۔ مرثد بن ابی مرثد۔ خبیب بن عدی اور سات افراد دوسرے اپنے ساتھ لے گئے تا کہ وہ قبیلہ کے درمیان شریعت کی تعلیم دیں۔ جب وہ علاقہ رجیع میں پہنچے جو بنی ہذیل کے پانی کی جگہ ہے تو انہیں گھیر لیا اور ان میں سے سات افراد کو قتل کر دیا اور بقیہ تین افراد کو امان دی پھر ان سے بھی دھوکا کیا۔ آخر وہ بھی مارے گئے اور اس سریہ کو سریہ رجیع کہتے ہیں بہر حال حسان بن ثابت اور کعب بن مالک نے ابو براء کی عہد شکنی کے متعلق اشعار کہے۔ ابو براء اتنا ملول ومحزون ہوا کہ وہ اسی غم واندوہ میں مر گیا اور عامر بن طفیل کو حضرتؐ کی نفرین کی وجہ سے اس کی بیوی سلولیہ کے ایک غدود داونٹ کے غدود کی طرح نکل آیا جس سے وہ ہلاک ہوئی۔

نیز ۴ھ میں غزوہ بنی نضیر در پیش ہوا۔ یہ معلوم ہونا چاہیے کہ بنی نضیر کے یہودی ہزار آدمی تھے اور بنو قریظہ کے یہودی سات سو اور چونکہ بنی نضیر عبداللہ ابن ابی منافق کے ہم قسم تھے لہٰذا ان میں پوری طاقت تھی۔ پس وہ بنی قریظہ پر زیادتی کرتے تھے جیسا کہ انہوں نے یہ عہد کیا تھا اور اسے سر بمہر کیا تھا کہ قبیلہ بنی قریظہ بنی نضیر کا ایک شخص قتل کر دیں تو اس کے خون کا مطالبہ کرنے والے پوری

دیت (خون بہا) لیں گے اور قاتل کو قتل بھی کریں گے اور اگر بنی قریظہ کا کوئی شخص قتل کر دیں تو وہ قاتل کے منہ پر تارکول مل کر اسے گدھے پر سوار کر کے پھیرائیں گے اور اس سے آدھی دیت لیں گیا اور یہ سب مدینہ میں رہائش پذیر اور رسول خداؐ کی امان میں تھے بشرطیکہ دشمنوں کو رسول خداؐ کے خلاف نہ ابھاریں اور اعدائے دین کا ساتھ نہ دیں۔ اچانک بنی قریظہ کے ایک شخص نے بنی نضیر کا ایک آدمی قتل کر دیا۔ مقتول کے وارثوں نے چاہا کہ معاہدہ کی تحریر کے مطابق قاتل کو بھی قتل کریں اور خون بہا بھی لیں۔ اس وقت چونکہ اسلام قوت پکڑ چکا تھا اور یہودی کمزور تھے بنی قریظہ نے اپنا معاہدہ توڑ دیا اور کہنے لگے یہ معاہدہ تورات کے مطابق نہیں اگر چاہو تو قصاص لے لو ورنہ خون بہا لو بالآخر معاملہ یہاں تک پہنچا کہ حضرتؐ رسول اکرمؐ ان کے درمیان فیصلہ کریں جب یہ مقدمہ آپؐ کے پاس لائے تو حضرتؐ نے اس معاہدہ کو جو تورات سے موافقت نہیں رکھتا تھا ختم کر دیا اور جس طرح بنو قریظہ کہتے تھے آپ کا حکم نافذ ہوا۔ اس سے بنی نضیر ناراض ہو گئے اور انہوں نے یہ دل میں ٹھان لی کہ جب موقعہ ملے تو وہ دھوکا کریں۔ یہاں تک کہ عمرو بن امیہ کا ان دو عامریوں کو قتل کرنے کا جو حضرتؐ کی امان میں تھے واقعہ پیش آیا۔ حضرتؐ اس ارادہ سے کہ ان دو افراد کا خون بہا بنی نضیر سے لیں یا ان کی اعانت طلب کریں ان کے قلعہ کی طرف تشریف لے گئے۔ یہودی کہنے لگے جیسا آپ حکم دیں ہم ویسا کرنے کے لیے حاضر ہیں لیکن ہماری استدعا ہے کہ آپؐ ہمارے قلعہ میں تشریف لے چلیں اور آج ہمارے ہاں مہمان رہیں۔ حضرتؐ نے قلعہ کے اندر جانا مناسب نہ سمجھا لیکن آپؐ سواری سے اتر کر آئے اور ان کے قلعہ سے پشت لگا کر بیٹھ گئے۔ یہودی کہنے لگے محمدؐ کبھی اس آسانی کے ساتھ ہمارے ہاتھ نہیں آ سکتے۔ ایک شخص قلعہ کے اوپر جائے اور وہاں سے ایک پتھر آپؐ کے سر پر پھینک دے اور ہمیں ان کی زحمت و تکلیف سے نجات دلائے۔ فوراً جبریلؑ نے ان کے منصوبے کی خبر کر دی۔ رسول خداؐ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب آپؐ مدینہ میں آئے تو محمد بن مسلمہ سے فرمایا کہ بنی نضیر کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ تم نے مجھے دھوکا دیا ہے اور اپنے معاہدہ کو توڑ دیا ہے لہٰذا میرے شہر سے نکل جاؤ۔ اگر دس دن کے بعد تم میں سے ایک شخص بھی یہاں نظر آیا تو ہلاک کر دیا گیا جائے۔ یہودی کوچ کرنے کے لیے تیار تھے کہ عبداللہ بن ابی نے انہیں پیغام بھیجا کہ تم میرے ہم قسم ہو قطعاً اپنے گھروں سے باہر نہ جاؤ۔ اپنے قلعے و دفاع کے لیے محکم کر لو میں اپنی قوم کے دو ہزار آدمیوں کے ساتھ تمہاری مدد کے لیے حاضر ہوں۔ اگر جنگ کرو گے تو ہم لڑیں گے اور اگر جانا پڑا تو مل کر جائیں گے۔ ارشاد قدرت ہے الم تر الی الذین نافقوا یقولون لاخوانہم الخ (کیا دیکھتے نہیں ہو ان لوگوں کی طرف جنھوں نے نفاق کیا وہ اپنے بھائیوں سے کہتے تھے) یہودی اپنے قلعوں کو مضبوط کرنے لگے اور نبی اکرمؐ کو پیغام بھیجا کہ آپ کو جو کچھ کرنا ہے کر لیجیے ہم اپنے گھروں سے باہر نہیں جاتے۔ جب یہ پیغام حضرت تک پہنچا تو آپؐ نے تکبیر کہی اور اصحاب نے بھی نعرہ تکبیر بلند کیا۔ پس علم لشکر حضرت امیرالمومنینؑ کو دیا اور انہیں آگے بھیج دیا اور خود تیزی کے ساتھ ان کے پیچھے چلے اور عصر کی نماز بنی نضیر میں جا کر پڑھی اور ان کا محاصرہ کر لیا۔ عبداللہ ابن ابی نے ان کی مدد سے ہاتھ کھینچ لیا۔ مثل شیطان کے جو انسان سے کہتا ہے کہ کافر ہو جا اور جب وہ کفر اختیار لیتا ہے تو کہتا ہے کہ میں تجھ سے بری ہوں میں تو عالمین کے رب کا خوف رکھتا ہوں۔

یہودی پندرہ دن تک محاصر کی تنگی برداشت کرتے رہے۔ حضرت نے حکم دیا کہ ان کے کھجوروں کے درخت جڑوں سمیت اکھاڑ دو۔ سوائے کھجوروں کی ایک قسم کے جسے عجوہ کہتے ہیں۔ کہتے ہیں اس حکم کی حکمت یہ تھی کہ یہودی اس علاقہ میں رہنے سے دل برداشتہ ہو جائیں جب یہودیوں پر معاملہ سخت ہو گیا تو مجبوراً جلاوطنی کے لیے تیار ہو گئے اور پیغام بھیجا ہمیں امان دیجیے کہ ہم اپنے اموال واسباب اٹھا کر چلے جائیں۔ حضرتؐ نے فرمایا جتنا بوجھ تمہارے اونٹ اٹھا سکیں اس سے زیادہ میں نہیں لے جانے دوں گا۔ وہ راضی نہ ہوئے چند دن کے بعد راضی ہو گئے۔ حضرتؐ نے فرمایا چونکہ پہلے تم نے سرتابی کی تھی۔ اب جو کچھ ہے وہ سب چھوڑ کر چلے جاؤ۔ یہودی ڈر گئے اور سمجھ گئے کہ اب جان بچانی بھی مشکل ہو جائے گی اور اس پر تیار ہو گئے لیکن اس غصہ میں کہ یہ گھر اب مسلمانوں کے فائدہ کے لیے رہ جائیں گے اپنے ہاتھ سے اپنے گھروں کو خراب کر گئے۔ خداوند عالم فرماتا ہے وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھ اور مومنین کے ہاتھوں خراب کر رہے تھے بس عبرت حاصل کرو۔ اے آنکھوں والوں۔ رسول خداؐ نے محمد بن مسلمہ کو حکم دیا کہ انہیں لاؤ اور تین تین افراد کو ایک اونٹ اور ایک مشک پانی کی دے دو اور ایک قول ہے کہ ان کے پاس چھ سو اونٹ تھے۔ آپ نے اجازت دے دی جتنا اٹھا سکتے ہیں ان پر لاد کر لے جائیں۔ وہ دف بجاتے اور گاتے ہوئے بازار مدینہ سے گزرے۔ یہ بتانا چاہتے تھے کہ یہاں سے چلے جانے کا ہمیں کوئی افسوس اور خوف نہیں۔ اس وقت ان کا ایک گروہ شام کی طرف دوسرا اوزعات کی طرف اور تیسرا خیبر کی طرف گیا اور ان کے اموال حضورؐ کے قبضہ میں آ گئے کہ جس طرح چاہیں ان میں تصرف کریں اور جسے چاہیں عطا فرمائیں۔

پس حضرت پیغمبر اسلامؐ نے انصار کو اختیار دیا کہ اگر چاہو تو یہ اموال میں مہاجرین میں تقسیم کرا دوں۔ اور انہیں حکم دوں کہ تمہارے گھروں کو چھوڑ دیں اور اپنے کام کے خود کفیل ہو جائیں ورنہ تمہیں بھی اس غنیمت میں حصہ دوں اور تمہارا معاملہ مہاجرین کے ساتھ برقرار رہے۔ کیونکہ جب آپؐ مدینہ میں ہجرت کر کے تشریف لائے تھے تو حکم دیا تھا کہ ہر انصاری ایک مہاجر کو اپنے گھر لے جائے اور اسے اپنے مال میں شریک قرار دے اور اس کے معاش کا کفیل بنے۔ سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ نے عرض کیا آپؐ یہ سارا مال فقراء مہاجرین میں تقسیم کر دیں ہم اس پر راضی ہیں اور اس طرح انہیں اپنے گھروں میں بھی رکھے رہیں گے اور اپنے اموال میں انہیں اپنا شریک و سہیم سمجھیں گے اور تمام انصار نے ان کا اتباع کیا۔ حضرتؐ نے ان کے حق میں دعا فرمائی کہ خدایا انصار پر رحم فرما۔ انصار کے بیٹوں پر رحم فرما اور یہ آیت کریمہ بھی انہیں کے حق میں نازل ہوئی والذین تبوو الدار والایمان الخ رسولؐ خدا نے وہ مال مہاجرین پر تقسیم کیا اور انصار میں سے سوائے سھل بن حنیف اور ابو دجانہ کے اور کسی کو کچھ نہ دیا کیونکہ یہ دونوں مال میں انتہائی تہی دست تھے اور ان کے مرابع (منازل) مزارع (زرعی زمینیں) کنویں اور نہریں امیر المومنینؑ کو بخش دیئے اور آنحضرتؐ نے ان کو اولاد فاطمہ علیہا السلام پر وقف کر دیا۔

پانچویں سال ہجری کے واقعات

۵ ھ میں حضرت رسول خداؐ نے زینب بن جحش سے نکاح کیا اور اس کے زفاف کے وقت آیت حجاب نازل ہوئی اور ۵ ھ میں غزوۂ مریسیع واقع ہوا۔ مریسیع ایک کنویں کا نام ہے جہاں بنی مصطلق آ کر اترتے تھے اور وہ بنی خزاعہ کا پانی تھا۔ مکہ مدینہ کے درمیان قدید کے علاقہ میں اس گزوہ کو غزوۂ بنی مصطلق بھی کہتے ہیں اور مصطلق جذیمہ بن سعد کا لقب ہے اور وہ خزاعہ کی ایک لڑی ہے اور اس قبیلہ کا سردار اور قائد حارث بن ابی ضرار تھا اور اس جنگ کا سبب یہ تھا کہ حارث بن ابی ضرار نے رسولؐ خدا کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے ایک جماعت کے موافق کر لیا تھا۔ جب پیغمبر اکرم کو یہ خبر ملی تو آپؐ نے لشکر تیار کیا اور پیر کے دن دوسری شعبان کو مدینہ سے چلے اور ازواج میں سے ام سلمہ اور عائشہ آپؐ کے ساتھ تھیں۔ راستہ میں ایک خوفناک وادی میں پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔ جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو جبریلؑ نازل ہوئے۔ عرض کیا اے رسولؐ خدا کفار جنوں کی ایک جماعت نے اس وادی میں مشورہ کیا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ اگر ہو سکے تو آپؐ کے لشکر کو کوئی آزار پہنچائیں۔ پس رسول خدا نے حضرت امیر المومنینؑ کو بلایا اور ان سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا۔ امیر المومنینؑ نے ان پر فتح حاصل کی اور ہم معجزات رسولؐ خدا میں اس واقعہ کو بیان کر آئے ہیں۔ دوبارہ بیان نہیں کرتے۔ بہر حال اس کے بعد آپؐ مریسیع کے علاقہ میں پہنچے اور حارث اور اس کی قوم کے ساتھ جہاد کیا۔ صفوان جو کہ مشرکین کا علمبردار تھا، قتادہ کے ہاتھ سے مارا گیا اور ایک شخص مالک نامی اپنے بیٹے کے ساتھ حضرت امیر المومنینؑ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ حارث کا لشکر بھاگ کھڑا ہوا مسلمانوں نے ان پر پیچھے سے حملہ کیا اور ان کے دس آدمی گرا لیے اور مسلمانوں میں سے ایک آدمی شہید ہوا۔ بہر حال تین دن حرب وضرب جاری رہی اور کفار کا ایک گروہ مارا گیا۔ کچھ بھاگ گئے اور باقی اسیر ہوئے۔ ان میں سے ان کی دو سو عورتیں قید ہوئیں اور دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بھیڑ بکریاں مال غنیمت لشکر کو ملا۔ ان عورتوں میں برہ حارث بن ابی ضرار کی بیٹی بھی تھی جو ثابت بن قیس بن شماس کے حصہ میں آئی۔ ثابت نے اسے مکاتب قرار دیا کہ وہ اپنی قیمت ادا کر دے اور آزاد ہو جائے۔ برہ نے رسولؐ خدا سے خواہش کی کہ مال کتابت میں اس کی اعانت کریں۔ فرمایا ایسا کروں گا اور اس سے بہتر چیز کا، تیرے حق میں دریغ نہیں کروں گا۔ کہنے لگی بہتر کیا ہے۔ فرمایا تیرا مال کتابت ادا کروں اور پھر تجھ سے نکاح کر لوں۔ اس نے عرض کیا کوئی دولت اس کے برابر نہیں۔ آپؐ نے اس کے مال کتابت کی قسط ادا فرمائی اور اسے ثابت بن قیس سے لے لیا اور اس کا نام جویریہ رکھا اور اسے اپنی ازواج کی لڑی میں منسلک کیا۔ مسلمانوں کو جب معلوم ہوا کہ جویریہ رسولؐ خدا کے ساتھ مخصوص ہو گئی ہے تو کہنے لگے مناسب نہیں کہ رسولؐ کی بیوی کے رشتہ دار قید میں رہیں۔ پس جو عورت بنی مصطلق کی مسلمانوں کی قید میں تھی اسے آزاد کر دیا۔ عائشہؓ نے کہا ہم نے کبھی نہیں سنا کہ یہ فضل وبرکت کسی عورت کے رشتہ داروں کو ملی ہو جو جویرہ کے عزیزوں کو نصیب ہوئی۔ خلاصہ یہ کہ رسول خداؐ جنگ کے بعد چار دن تک اس علاقہ میں رہے پھر واپس چلے اور عبداللہ بن ابی منافق نے کہا۔ لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعزا منھا

الاذل اگر ہم مدینہ کی طرف پلٹ گئے تو زیادہ عزت والا زیادہ ذلیل کو وہاں سے نکال دے گا۔ یہ اشارہ تھا کہ میں عزت والا ہوں اور معاذ اللہ رسولؐ ذلیل ہیں۔ زید بن ارقم نے جو ابھی حدِ بلوغ کو نہیں پہنچے تھے یہ فقرے سن لیے اور رسولؐ خدا سے آ کر بیان کر دیئے۔ عبداللہ حضورؐ کے پاس آیا اور قسم کھائی کہ میں نے نہیں کہا اور زید جھوٹ بولتا ہے۔ زید آزردہ خاطر ہوا تو سورہ اذا جاءک المنافقون نازل ہوئی۔ زید کا صدق و سچائی اور ابن ابی کا نفاق آشکار ہوا اور نیز اس جنگ کی واپسی میں افک عائشہ کا واقعہ ہوا اور ماہ شوال ۵ ھ میں غزوہ خندق پیش آیا اور اس کو غزوہ احزاب بھی کہتے ہیں کیونکہ قریش نے تمام عرب سے امداد طلب کی تھی اور ہر قبیلہ سے ایک حزب و گروہ جمع کیا تھا اور اس جنگ کی وجہ یہ تھی کہ جب رسولؐ خدا نے بنی نضیر کے یہودیوں کو مدینہ سے نکال دیا تو ان کی دشمنی حضرتؐ سے زیادہ ہوگئی۔ پس یہودیوں کے بڑے لوگوں سے بیس افراد مثلاً حی بن اخطب سلام بن ابی حقیق کنانہ بن ربیع ھوذہ بن قیس اور ابو عامر راہب منافق مکہ میں گئے۔ اور ابوسفیان اور صنادید قریش میں سے پچاس افراد کے ساتھ خانہ کعبہ میں بیٹھ کر معاہدہ کیا کہ جب تک زندہ ہیں محمدؐ کے ساتھ جنگ کرنے سے دست بردار نہیں ہوں گے اور اپنے سینے دیوار کعبہ کے ساتھ لگائے اور قسم کھا کر اس معاہدہ کو محکم کیا۔ اس کے بعد قریش اور یہودیوں نے اپنے ہم قسم لوگوں سے مدد طلب کی۔ ابوسفیان نے لشکر جمع کیا پھر وہ چار ہزار جنگی جوانوں کے ساتھ مکہ سے نکلا اور ان کے لشکر کے ساتھ ہزار اونٹ اور تین سو گھوڑے تھے۔ جب مرالظہر ان میں پہنچا تو دو ہزار آدمی قبیلہ اسلم، اشجع، کنانہ فزارہ اور غطفان سے آ ملے اور پے در پے اس کو مدد ملتی رہی یہاں تک کہ جب مدینہ پہنچا تو اس کے ساتھ دس ہزار جنگی جوان جمع ہو گئے۔ ادھر جب یہ خبر رسولؐ خدا کو پہنچی تو آپؐ نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ سلمانؓ نے عرض کیا کہ ہمارے ملک میں جب زیادہ لشکر کسی شہر پر حملہ آور ہوتا ہے تو وہ حفاظت کے طور پر اس شہر کے گرد خندق کھود لیتے ہیں تا کہ جنگ کا رخ ایک طرف سے ہو۔ حضرتؐ کو سلمانؓ کی بات پسند آئی اور آپؐ نے خندق کھودنے کا حکم دے دیا۔ ہر دس آدمیوں کے ذمہ چالیس ہاتھ اور ایک روایت ہے کہ دس ہاتھ آئے اور نبی اکرمؐ خود بھی خندق کھودنے میں ان کی امداد کرتے تھے۔ ایک مہینہ میں خندق کھودنے کا کام ختم ہوا اور اس کے دس دروازے راستہ کے طور پر بنا دیئے۔ نبی اکرمؐ نے حکم دیا کہ ہر دروازہ پر ایک مہاجر اور ایک انصار چند افراد کے ساتھ حفاظت کرے اور مدینہ کے حصار کو محکم کیا۔ عورتوں اور بچوں کو مال و اسباب کے ساتھ وہاں جگہ دی۔ قریش کے آنے سے تین دن پیشتر یہ کام منظم ہو گیا۔ ادھر سے ابوسفیان نے حی بن اخطب کو بلایا اور کہا اگر بنی قریظہ کے یہودیوں کو محمدؐ سے منحرف کر اسکو تو بڑا اچھا ہو۔ حی بن اخطب کعب بن اسد کے قلعہ کے دروازے پر آیا۔ کعب قبیلہ بنی قریظہ کا قائد تھا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ کعب سمجھ گیا کہ حی ہے اور کس مقصد کے لیے آیا ہے۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ دوبارہ اس نے کھٹکھٹایا اور پکار کر کہا اے کعب دروازہ کھولو میں عزت ابدی لے کر آیا ہوں۔ اشراف قریش اور سب قبائل ہم دست و متحد ہو گئے ہیں اور ابھی دس ہزار جنگی جوان پہنچ رہے ہیں۔ کعب نے کہا ہم نے محمدؐ کے پڑوس میں اچھائی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا بے وجہ ہم ان کے معاہدہ کو نہیں توڑیں گے۔ بہرحال حی بن اخطب مکر و حیلہ اور شیطنت سے قلعہ میں داخل ہو گیا اور کعب کے دل کو نرم کر لیا اور قسم کھائی کہ اگر قریش واپس چلے گئے تو میں تیرے قلعہ میں آ جاؤں گا۔ جو مصیبت تجھ پر پڑے گی میں بھی جھیلوں گا۔ اس وقت عہد نامہ محمدیؐ کو لیا اور پھاڑ ڈالا اور ابوسفیان سے ملا اور اس نقض عہد کی خوشخبری سنائی۔ چونکہ قریظہ کا ایسے موقعہ پر

نقض عہد کرنا جب کہ قریش کا لشکر پہنچ چکا تھا مسلمانوں کے لیے ایک بڑی مصیبت تھی تو ان کے دل ٹوٹ گئے۔ پیغمبر اکرمؐ ان کی دل جوئی کرتے اور خدا کی طرف سے وعدہ نصرت دیتے۔ اس وقت لشکر کفار فوج درفوج ایک دوسرے کے پیچھے پہنچ رہا تھا۔ بعض مسلمانوں نے کہ جن کے دل کمزور تھے جب اس لشکر کثیر کو دیکھا تو ان کی آنکھیں پتھرا گئیں اور ڈر کے مارے ان کے کلیجے منہ کو آنے لگے جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے **اذ جاؤکم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار الخ**

بہر حال لشکر کفار خندق دیکھ کر حیران ہوا کیونکہ انہوں نے کبھی خندق نہیں دیکھی تھی۔ پس وہ خندق کے اس پار چوبیس دن تک یا ستائیس دن تک مسلمانوں کا محاصرہ کیے رہے اور اصحاب پیغمبر محاصرہ کی تنگی میں رنج وتعب میں گرفتار تھے۔ کچھ منافقین نے مسلمانوں کو ڈرایا اور سکھایا کہ وہ اپنے گھروں کی حفاظت کا بہانہ کر کے مدینہ کی طرف جائیں۔ ارشاد قدرت ہے کہ ایک گروہ نبیؐ سے اذن چاہتا ہے یہ کہہ کر ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں حالانکہ وہ غیر محفوظ نہیں وہ تو صرف بھاگنا چاہتے ہیں۔ بہر حال محاصرہ کے دوران جنگ نہ ہوئی سوائے اس کے کہ تیر اور پتھر ایک دوسرے پر پھینکتے تھے۔ پس ایک دن عمرو بن عبدود، نوفل بن عبد اللہ بن مغیرہ، ضرار بن خطاب، ہبیرہ بن ابی وہب۔ عکرمہ بن ابی جہل اور مرداس فہری جو سب کے سب بہادر، شجاع اور قریش کے شہسوار تھے وہ خندق کے کنارہ تک آئے اور ایک تنگ جگہ دیکھ کر جست لگائی اور ابوسفیان خالد بن ولید بہادرانِ قریش کی ایک جماعت کے ساتھ خندق کے کنارے لائن لگا کر کھڑے ہو گئے۔ عمرو نے آواز دی کہ تم لوگ بھی آجاؤ۔ انہوں نے کہا تم اپنا کام کرو اگر ضرورت پیش آئی تو ہم بھی آجائیں گے پس عمرو نے دیوانہ دیو کی طرح گھوڑے کو جولان دیا اور کچھ دیر میدان کے اردگرد چکر دیا اور گونجا اور مبارز طلب کیا۔ چونکہ عمرو کو فارس یلیل کہتے اور اسے ہزار جوان کے برابر سمجھتے تھے اور صحابہؓ نے اس کی شجاعت کے قصے سن رکھے تھے۔ مجبوراً کان **علی رئوسھم الطیر** گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھ گئے اور انہوں نے سر نیچے کر لیے اور ابن خطاب نے اصحاب کے عذر کے طور پر اس کی شجاعت کے متعلق کچھ باتیں کہیں جن سے صحابہ کے دل ٹوٹ گئے اور منافق زیادہ سرکش ہوے۔ جب رسول خداؐ نے سنا کہ عمرو مبارز طلبی کر رہا ہے تو فرمایا کوئی دوست ایسا ہے جو اس دشمن کے شر کو روکے۔ علی مرتضیٰؑ نے کہا میں میدان میں جاتا ہوں اور اس سے مبارزت کرتا ہوں۔ حضرتؐ خاموش ہو گئے۔ عمرو نے دوبارہ پکارا کہ تم میں سے کون ایسا ہے جو میرے پاس آئے اور نبرد آزمائی کرے اور کہنے لگا اے لوگو! تمہارا خیال ہے کہ تم میں قتل ہونے والے بہشت میں جاتے ہیں اور ہمارے مقتول جہنم میں کیا تمہیں پسند نہیں کہ تمہارا کوئی شخص بہشت کا سفر کرے یا اپنے دشمن کو جہنم میں بھیجے۔ پھر اس نے اپنے گھوڑے کو جولان دیا اور کہا **ولقد بححت من النداء بجمعکم ھل من مبارز** میں نے ھل من مبارز (کیا کوئی مقابل ہے) اتنا پکارا کہ میری آواز بھاری (بیٹھ گئی) ہو گئی ہے۔ حضرت رسول اللہؐ نے فرمایا کون ہے جو اس کتے کو دفع کرے۔ کسی نے جواب نہ دیا۔ امیر المومنینؑ کھڑے ہو گئے اور کہا میں جاتا ہوں اور اسے دفع کرتا ہوں۔ حضرت پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا اے علیؑ یہ عمرو بن عبدود ہے۔ علیؑ نے عرض کیا میں علی ابن ابی طالبؑ ہوں۔ ملک الشعراء مرحوم نے کیا خوب کہا ہے۔

پیغمبرؑ سرودش کہ عمرو است ایں
کہ دست یلی آختہ زاستین
علی گفت ایشاہ ایک منم
کہ یک بیشہ شیر است در جوشنم

پس نبی اکرمؐ نے اپنی زرہ جس کا نام ذات الفضول تھا امیر المومنینؑ کو پہنائی اور اپنا عمامہ سحاب سر پر باندھا اور ان کے حق میں دعا کی اور انہیں میدان کی طرف روانہ کیا۔امیر المومنینؑ تیزی سے عمرو کی طرف بڑھے اور اس کے اشعار کے جواب میں فرمایا:

لا تعجلن فقد اتاك مجيب صوتك غير عاجز
ذونية وبصيرة والصدق منجی كل فائز
انی لا رجو ان اقيم عليك نايحة الجنائز
من ضربة نجلاء يبقى صوتها بعد الهزاهز

امیر المومنینؑ کے اشعار کا مفہوم یہ ہے۔اے عمرو جلدی نہ کر کیونکہ تیری آواز کا جواب دینے کے لیے وہ آ گیا ہے جو تیرے مقابلہ سے عاجز نہیں جو درست نیت والا راہ حق کا بینا ہے اور ہر کامیاب ہونے والے کو سچائی نجات دینے والی ہے۔میں امید رکھتا ہوں کہ تجھ پر برپا کروں نوحہ، جو جنازوں پر کیا جاتا ہے۔ایک ایسی شگاف ڈالنے والی ضربت سے کہ جس کا نام جنگوں کے بعد باقی رہ جائے۔اسی وقت پیغمبرؐ نے فرمایا: برز الایمان کلہ الی الشرك کلہ مکمل ایمان مکمل شرک کے مقابلہ میں جا رہا ہے۔پس امیر المومنینؑ نے عمرو کو تین چیزوں میں سے کسی ایک کی طرف دعوت دی۔یا اسلام قبول کر لے یا نبی اکرمؐ سے جنگ کرنے سے دست بردار ہو جائے یا گھوڑے سے اتر آئے۔عمرو نے تیسری چیز کو قبول کیا لیکن اندر ہی اندر وہ امیر المومنینؑ کے ساتھ جنگ کرنے سے ڈر گیا۔ لہذا کہنے لگا اے علیؑ سلامی کے ساتھ واپس چلے جاؤ کیونکہ ابھی میدان میں آنے اور بہادروں سے لڑنے کا تمہارا زمانہ نہیں آیا:

ہنوزت دہاں شیر بوید ہمی
و من ایک ہشتاد سالہ مردم

تیرے منہ سے دودھ کی بو آتی ہے اور میں اسی سالہ جواں مرد ہوں۔دوسری بات یہ ہے کہ تمہارے باپ سے میری دوستی تھی لہذا مجھے یہ بات پسند نہیں کہ تمہیں قتل کروں اور میں نہیں سمجھتا کہ تمہارے چچازاد بھائی نے کس حفاظت کی بناء پر تمہیں مجھ سے لڑنے کے لیے بھیج دیا ہے حالانکہ مجھ میں یہ قدرت ہے کہ میں تمہیں اپنے نیزہ پر اٹھا کر آسمان و زمین کے درمیان معلق کر دوں۔کہ نہ مردا ور نہ زندہ رہو۔امیر المومنینؑ نے فرمایا ان باتوں کو چھوڑ میں دوست رکھتا ہوں کہ تجھے راہ خدا میں قتل کروں۔پس عمرو گھوڑے سے اتر آیا اور اپنے گھوڑے کو پے کیا اور تلوار سوت کر حضرت امیر المومنینؑ کے سر پر وار کیا اور ایک دوسرے سے سخت جنگ کی کہ زمین گرد و غبار سے تاریک ہو گئی اور دونوں طرف کے لشکر انہیں نہیں دیکھ سکتے تھے۔بالآخر عمرو نے موقعہ پا کر حضرت امیرؑ پر تلوار کا وار کیا۔

آپؑ نے سر پر سپر رکھی۔ عمرو کی تلوار نے سپر کو دو ٹکڑے کرتے ہوئے آپؑ کے سر مبارک پر زخم لگایا۔ آپؑ نے زخمی شیر کی طرح تلوار اس کے پاؤں پر ماری اور اس کا پاؤں کاٹ دیا۔ عمرو زمین پر گرا۔ حضرتؑ اس کے سینہ پر بیٹھے تو وہ کہنے لگا اے علیؑ تم بڑی عظیم جگہ پر بیٹھے ہو۔ پھر کہنے لگا جب مجھے قتل کرو تو میرا لباس نہ اتارنا۔ آپؑ نے کہا کہ یہ بات میرے لیے انتہائی آسان ہے۔ ابن ابی الحدید اور دوسرے علماء نے کہا ہے کہ جب امیر المومنینؑ عمرو سے ضربت کھا چکے اور شیر غضب ناک کی طرح عمرو پر حملہ آور ہوئے اور شمشیر سے اس کا سر پلید تن سے جدا کیا تو نعرہ تکبیر بلند کیا مسلمان آپؑ کے نعرہ تکبیر سے سمجھ گئے کہ عمرو مارا گیا ہے تو رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ علیؑ کی خندق کے دن کی ضربت قیامت تک کے جن وانس کی عبادت سے بہتر ہے (مؤلف نے کچھ عربی کے اشعار یہاں نقل کیے ہیں۔ ہم نے ان کا ذکر و ترجمہ چھوڑ دیا ہے (مترجم)

جابرؓ سے روایت ہے کہ جب عمرو زمین پر گرا اور اس کے ساتھی بھاگے اور خندق عبور کرنے لگے تو نوفل بن عبداللہ خندق میں گر گیا۔ مسلمانوں نے اس پر پتھر پھینکے۔ وہ کہنے لگا مجھے اس ذلت سے قتل نہ کرو کوئی آگے بڑھے اور مجھ سے جنگ کرے۔ حضرت امیر المومنینؑ آگے بڑھے اور ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا اور ہبیرہ کیز ین کے قربوس پر آپؑ نے ضرب لگائی وہ اپنی زرہ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ پھر جابر نے کہا کہ عمرو کے قتل ہونے کا واقعہ کس قدر مشابہت رکھتا ہے جناب داؤد کے جالوت کے قتل کرنے سے۔ بہر حال جب جنگ ختم ہوئی تو قریش نے کسی آدمی کو بھیجا کہ وہ عمرو اور نوفل کی لاش مسلمانوں سے خرید کر لے جائیں۔ رسول خداؐ نے فرمایا وہ تمہارا مال ہے ہم مردوں کی قیمت نہیں لیتے۔ جب اجازت مل گئی تو عمرو کی بہن اس کی لاش کے پاس آ بیٹھی تو اس نے دیکھا کہ عمرو کی زرہ کہ جس کی عرب میں نظیر نہیں تھی اس کے باقی ہتھیار اور لباس عمرو کے بدن سے نہیں لیے گئے تو کہنے لگی ما قتله الا كفو كريم کہ عمرو کو کسی مرد کریم نے ہی قتل کیا ہے۔ پھر اس نے پوچھا کہ میرے بھائی کا قاتل کون ہے۔ لوگوں نے بتایا علی بن ابی طالبؑ تو اس نے دو بیت کہے:

لو كان قاتل عمرو وغيره قاتله
لكنت ابكى عليه آخر الابد
لكن قاتله من لايعاب به
من كان يدعى ابوه بيضة البلد

"اگر عمرو کا قاتل کوئی اور ہوتا تو میں آخر ابد تک اس پر گریہ کرتی لیکن اس کا قاتل وہ ہے کہ جس میں کوئی عیب نہیں پایا جاتا اور جس کا باپ شہر کا سردار تھا۔"

بہر حال قریش کے اس محاصرہ میں اصحاب نبیؐ کا معاملہ بڑا سخت تھا۔ ابو سعید خدری نے خدمت پیغمبرؐ میں عرض کیا جانیں لبوں پر آ گئی ہیں کیا آپؐ کوئی ایسی دعا تلقین کریں گے کہ جس سے اطمینان حاصل ہو۔ آپؐ نے فرمایا کہو اللهم استر عوراتنا وامن روعاتنا منافقین نے زبان طنز و تشنیع دراز کی۔ نبی اکرمؐ مسجد فتح میں تشریف لائے اور دست دعا بلند کر کے عرض کیا یا صریخ

المکروبین الخ اور حق تعالیٰ سے کفایت چاہی۔ خداوند تعالیٰ نے بادِ صبا اُن پر بھیجی کہ جس نے کفار کے لشکر میں تہلکہ مچا دیا ان کے خیمے اور دیگیں الٹ گئیں اور ایک روایت ہے کہ فرشتے ان کی آگ کو بجھاتے خیموں کی میخوں کو اکھاڑتے اور ان کی طنابیں کاٹتے تھے۔ یہاں تک کہ کفار کو ہول و ہیبت کی وجہ سے فرار اور بھاگنے کے علاوہ کوئی چارہ کار نظر نہ آیا اور مشرکین کے شکست کھانے کا اہم سبب عمرو نے نوفل کا قتل ہونا تھا۔ **و کفی اللہ المومنین القتال (بعلی بن ابی طالب) و کان اللہ قویاً عزیز** (کفایت کی خداوند عالم نے مومنین کی جنگ کی (علی بن ابی طالب کے ذریعہ) اور خدا قوی و غالب ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ اگر نبی اکرمؐ رحمۃ للعالمین نہ ہوتے تو یہ آندھی جو احزاب پر چلی تھی بادِ عقیم سے جو قوم عاد پر آئی تھی شدت و سختی میں زیادہ ہوتی۔ حذیفہ سے منقول ہے کہ ابوسفیان نے کہ بہت دیر ہم اس شہر میں رہے ہیں۔ کتنے چوپائے یہاں ضائع کیے ہیں اور کوئی کام بھی نہیں بن سکا۔ یہودیوں نے بھی ہمیں دھوکہ دیا ہے اب دیکھو یہ آندھی ہمارے ساتھ کیا سلوک کرتی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ مکہ کی طرف کوچ کریں اور اس مصیبت سے نجات پائیں۔ یہ کہہ کہ چل پڑا۔ قریش بھی اٹھے اور اپنا سامان بار کرنے میں مشغول ہوئے اور ابوسفیان سے جا ملے۔

اور ۵ھ میں ہی غزوہ بنی قریظہ واقع ہوا اور وہ اس طرح کہ جب نبی اکرمؐ جنگ خندق سے فارغ ہوئے تو فاطمہ علیہا السلام کے گھر تشریف لائے غسل فرمایا اور انگیٹھی منگائی تا کہ بخور (ہرمل) کی دھونی لیں۔ جبرئیل آئے اور عرض کیا۔ کیا آپؐ نے جنگ کے ہتھیار اتار دیئے ہیں حالانکہ ملائکہ ابھی تک لباس جنگ پہنے ہوئے ہیں۔ ابھی جنگ کی تیاری کیجیے اور بنی قریظہ کے یہودیوں پر چڑھائی کیجیے خدا کی قسم میں جارہا ہوں تاکہ ان کے قلعوں کو مرغ کے انڈے کی طرح پتھر پر مار کر توڑ دوں۔ پس بلالؓ نے آنحضرتؐ کی طرف سے منادی کی کہ چلو اور نماز عصر بنی قریظہ میں ہوگی۔ پس پندرہ دن یا ایک قول کی بناء پر پچیس دن ان کے قلعہ کے گرد محاصرہ رہا اور روزانہ تیر اور پتھر سے جنگ ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ خدا نے یہودیوں کے دلوں میں خوف ڈال دیا اور وہ اصحاب کے محاصرہ کی وجہ سے تنگ آ گئے اور اپنے قلعوں سے نیچے آئے اور اپنے حق میں سعدؓ بن معاذ کے فیصلہ پر راضی ہوئے۔ سعد نے کہا میرا حکم یہ ہے کہ بنی قریظہ کے مردوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو لونڈی و غلام بنالیا جائے اور ان کا مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ پس ان کے مرد قتل کر دیئے گئے اور عورتیں قید کر لی گئیں اور ان کا مال مسلمانوں میں تقسیم ہوا۔ خداوند عالم کا ارشاد ہوا:

وَأَنْزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَٰبِ مِنْ صَيَاصِيهِمْ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيقًا تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا وَأَوْرَثَكُمْ أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ وَأَرْضًا لَمْ تَطَئُوهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا

''اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے ان کی مدد کی انہیں خدا نے ان کے قلعوں سے اتارا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ ان میں سے ایک گروہ قتل ہوا اور ایک گروہ کو تم نے قیدی بنایا اور ان کی زمین اور گھروں کا تمہیں وارث بنایا اور اس زمین کا بھی جسے تم نے نہیں روندا تھا اور خدا ہر چیز پر قادر ہے۔''

اور روایت ہے کہ سعدؓ بن معاذ کی رگ اکحل پر جنگ خندق میں تیر لگا تھا اور خون نہیں رکتا تھا۔ سعدؓ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ خون رک جائے تاکہ میں بنی قریظہ کا انجام اپنی مرضی کے مطابق دیکھ لوں تو اس وقت زخم کھلے نتیجہ یہ تھا کہ ان کا معاملہ ان کی خواہش کے مطابق ہوا اور اسی زخم سے وہ دار فانی سے چل بسے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

اور ۵ ھ میں ہی چاند گرہن لگا۔ یہودیوں نے شعبدہ بازی کی اور رسولؐ خدا نے نماز پڑھی اور اسی سال غزوہ دومۃ الجندل پیش آیا۔ اس علاقہ میں شریر لوگوں کا ایک گروہ اکٹھا ہو گیا تھا جو گزرنے والوں اور قافلوں کو لوٹا کرتا تھا۔ رسولؐ خدا ماہ ربیع الاول کی پچیس تاریخ کو ایک ہزار کا لشکرِ جرار لے کر اس طرف روانہ ہوئے۔ چوروں اور ڈاکوؤں کو جب یہ معلوم ہوا تو نکل گئے اور مسلمان ان کے مال و مویشی لے کر مدینہ کی طرف چل پڑے اور ربیع الثانی کی بیس تاریخ کو مدینہ واپس پہنچے اور دومہ شام سے پانچ منزل دور ایک جگہ ہے جبل طی کے نزدیک اور اس کی مسافت مدینہ مشرفہ تک پندرہ یا سولہ دن ہے چونکہ وہ پتھر سے بنا ہوا ہے اور اس لیے اسے دومۃ الجندل کہتے ہیں کیونکہ جندل کا معنی پتھر ہے۔

چھٹے ہجری سال کے واقعات

ایک قول کی بناء پر اس سال میں حج خانہ کعبہ فرض ہوا اور آیت کریمہ واتموا الحج والعمرۃ للہ نازل ہوئی اور بعض نے کہا ہے کہ وجوب حج نویں سال میں ہوا اور اسی سال میں غزوہ ذات الرقاع پیش آیا اور یہ اس طرح تھا کہ مدینہ میں خبر پہنچی کہ ایک گروہ غطفان بنی محارب انمار اور ثعلبہ کا مدینہ کے ارادہ سے لشکر تیار کر رہا ہے۔ نبی اکرمؐ نے ابوذرؓ کو اپنا نائب بنایا اور جمادی الاول کی پندرہ تاریخ کو چار یا سات سو افراد کے ساتھ نجد کی طرف چلے۔ جب مقام نخلہ پہنچے تو وہاں سے ذات الرقاع میں جا کر پڑاؤ ڈالا۔ جب لوگ آپؐ کے ارادہ سے باخبر ہوئے تو ان کے دل میں بہت خوف پیدا ہوا۔ وہ بھاگ کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر پناہ گزین ہو گئے اور زیادہ وحشت کی وجہ سے اپنی کچھ عورتیں بھی چھوڑ گئے۔ مسلمان وہاں پہنچے اور انہوں نے ان کی عورتوں کو کنیزی میں لے لیا۔ نماز کا وقت آیا تو مسلمانوں کو خوف ہوا کہ کہیں ہم نماز میں مشغول ہوں تو دشمن ہم پر اچانک حملہ نہ کر دیں۔ کیونکہ دشمن دور و نزدیک سے نظر آ رہے تھے۔ اس وقت پیغمبرؐ نے نماز خوف پڑھی اور بعض روایات کے مطابق یہ آیت اس مقام پر نازل ہوئی واذ کنت فیھم فاقمت لھم الصلوۃ فلتقم طائفۃ منھم معك الخ (جب تو ان میں ہو اور نماز پڑھانے کے لیے کھڑا ہو تو تیرے ساتھ ان میں سے ایک گروہ کھڑا ہو جائے۔ اس غزوہ کے نام ذات الرقاع میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ پیادہ چلنے کی وجہ سے پاؤں زخمی ہو گئے تھے تو کپڑوں کے ٹکڑے پاؤں سے باندھے تھے اور ایک قول کے کہ علم میں ٹکڑے تھے۔ بعض کہتے ہیں جو پہاڑ اس علاقہ میں تھا اس مختلف رنگ تھے۔ مثل مرقع کپڑے کے۔ بعض درخت کا نام یہ بتایا ہے کہ جس کے قریب حضورؐ نے نزول اجلال فرمایا تھا۔ منقول ہے کہ اس جنگ میں ایک ایسی عورت کو قید کیا گیا جس کا شوہر موجود نہیں تھا جب اس کا شوہر آیا تو

آپؐ کے لشکر کے پیچھے روانہ ہوا۔ جب حضرتؐ ایک منزل میں اترے تو آپؐ نے فرمایا کون ہماری پاسبانی کرے گا۔ایک مہاجر اور ایک انصاری نے کہا کہ ہم پہرہ دیں گے اور وہ درہ کے دہانے پر کھڑے ہو گئے اور مہاجر سو گیا اور انصاری سے کہنے لگا تم رات کے پہلے حصہ میں پہرہ دو۔ میں آخری حصہ میں پہرہ دوں گا۔پس انصاری نماز میں مشغول ہو گیا۔اس عورت کا شوہر آیا تو اس نے دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہے۔اس نے تیر مارا اور وہ تیر اس انصاری کے بدن پر لگا۔انصاری نے تیر کھینچ لیا اور نماز نہ توڑی۔اس نے دوسرا تیر مارا وہ بھی اس نے کھینچ کر پھینک دیا اور نماز نہ توڑی۔ پھر اس نے تیسرا تیر مارا، وہ بھی کھینچ کر رکوع و سجدے سے ادا کر کے اس نے سلام پھیرا اور اپنے ساتھی کو بیدار کر کے کہا کہ دشمن آیا ہے۔اس عورت کے شوہر نے دیکھا کہ دہ مطلع ہو گئے ہیں تو وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ جب مہاجر نے انصاری کا حاصل دیکھا تو کہنے لگا سبحان اللہ پہلے ہی تیر کے وقت تو نے مجھے کیوں نہیں بیدار کیا۔ وہ کہنے لگا میں ایک سورت پڑھ رہا تھا میں نے نہیں چاہا کہ اس کو توڑوں۔ جب پے در پے تیر آئے ہیں تو میں رکوع میں گیا اور نماز کو تمام کیا اور تجھے بیدار کیا۔اور خدا کی قسم اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ رسولؐ کی مخالفت ہو رہی ہے اور پاسبانی میں کوتاہی ہو گی تو میری جان چلی جاتی قبل اس کے کہ میں سورہ کو قطع کرتا۔

فقیر کہتا ہے کہ وہ مہاجر عمار یاسر تھے اور انصاری عباد بن بشر اور وہ سورہ سورہ کہف تھی۔

اور ۶ ھ میں غزوہ بنی لحیان پیش آیا اور لحیان ہذیل بن مدرکہ کا بیٹا تھا اور بنی لحیان دو گروہ تھے عضل اور قارہ چونکہ جس دن سے قبیلہ ہذیل نے عاصم بن ثابت خبیب بن عدی اور دوسرے اشخاص کو قتل کیا اور پیغمبرؐ سے دھوکا کیا تھا۔حضورؐ کے دل میں یہ بیٹھ گیا کہ انہیں کیفر کردار تک پہنچائیں۔ پس آپؐ دو سو افراد کے ساتھ ان کے ارادہ سے مدینہ سے برآمد ہوئے۔ جب بنی لحیان آپؐ کے ارادہ سے مطلع ہوئے تو وہ پہاڑوں کی چوٹیوں کی طرف بھاگ کر پناہ گزین ہوئے۔ نبی اکرمؐ ایک دو دن ان کے علاقہ میں رہے اور عسفان تک جا کر واپس لوٹ آئے اور سفر کی مدت چودہ دن تھی۔

اور ۶ ھ ہی میں غزوہ ذی قرد پیش آیا اور اسے غزوہ غابہ بھی کہتے ہیں یہ مدینہ کے قریب پانی کا ایک چشمہ ہے اور جنگ کی وجہ یہ تھی کہ رسولؐ خدا کی بیس اونٹنیاں تھیں دودھ دینے والی جو غابہ میں چرا کرتی تھیں اور ابوذرؓ ان کے نگہبان و محافظ تھے۔ عینیہ بن حصن فزاری نے چالیس افراد کی معیت میں انہیں لوٹ لیا اور ابوذرؓ کے بیٹے کو بھی شہید کر دیا اور قبیلہ غفار کے ایک شخص کو بھی قتل کر دیا اور اس کی بیوی کو قید کر لیا لیکن وہ عورت ان کو غافل پا کر رسول اکرمؐ کی ایک اونٹنی پر سوار ہو کر راتوں رات مدینہ آ پہنچی۔ جب حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو عرض کیا کہ میں نے نذر کی تھی جب میں نے نجات حاصل کر لی تو اس ناقہ کو نحر کروں گی۔آپؐ نے فرمایا کہ یہ بڑا بدلہ ہے جو تو اس اونٹنی کو دے رہی ہے بعد اس کے کہ تو اس پر .... ہے اور اس نے تجھے تیرے گھر پہنچا دیا ہے اب چاہتی ہے کہ تو اس کو نحر کرے اور فرمایا لا نذر فی معصیۃ ولا لاحد فیما لا یملك میں تجھے گناہ سے ڈراتا ہوں اور نہ اس چیز کے بارے میں جو انسان کی ملک نہیں۔ بہر حال جب آپؐ کو اطلاع ملی تو آپؐ نے آواز دی کہ اے خدا کی جماعت سوار ہو جاؤ۔ پس آپؐ نے سوار ہو کر پانچ سو افراد کے ساتھ یا ایک قول کی بناء پر سات سو کے ساتھ کوچ کیا اور علم مقدادؓ کو دیا اور اسے آگے آگے بھیجا۔ مقدادؓ

دشمن کے عقب میں گئے اور ان تک پہنچ گئے۔ پس ابوقتادہ نے مسعدہ کو قتل کر دیا اور سلمہ بن اکوع پیدل پیچھے سے دشمنوں کو مارتا اور کہتا کہ یہ تیر لیتا جا اور جان لے کہ میں اکوع کا بیٹا ہوں اور یہ نامرد اور کمینوں کی موت و ہلاکت کا دن ہے۔ کفار بھاگ کر اس گھاٹی میں چلے گئے کہ جس میں چشمہ ذی قرد تھا۔ انھوں نے چاہا کہ پانی پئیں لیکن پیغمبرؐ کے لشکر کے خوف سے پانی پیئے بغیر وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

اور ۶ھ ہی میں رسولِ خداؐ نے عمرہ کے لیے ماہ ذیقعدہ میں مکہ جانے کا ارادہ کیا اور ستر اونٹ قربانی کے لیے ساتھ لیے اور مسجد شجرہ سے احرام باندھا اور ایک ہزار پانچ سو یا چار سو افراد آپؐ کے ہمراہ تھے اور ازواجِ نبیؐ میں سے ام سلمہؓ آپؐ کے ساتھ تھیں۔ جب یہ خبر مشرکین مکہ کو ملی تو انھوں نے آپس میں مشورہ کیا اور طے کیا کہ پیغمبرؐ کو خانہ خدا کی زیارت سے باز رکھا جائے اور رسولِ خداؐ مقامِ حدیبیہ میں جو مکہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ہے ایک کنوئیں کے پاس لشکر سمیت اترے کہ جس کنوئیں میں پانی کم تھا اور تھوڑی ہی دیر میں کنوئیں کا پانی ختم ہو گیا اور لوگوں نے آنحضرتؐ سے شکایت کی تو آپؐ نے ایک تیر اپنے ترکش سے نکال کر فرمایا کہ اس کنوئیں میں اس کو نصب کر دو۔ اتنا پانی اس میں سے ابلا کہ تمام لشکر اس سے سیراب ہوا۔ خلاصہ یہ کہ حدیبیہ میں (جو کہ ایک بستی کا نام ہے اور اصل میں اس کنوئیں کا نام تھا جو وہاں ہے اور وہاں سے مکہ ایک منزل ہے) بدیل بن ورقہ خزاعی قریش کی طرف سے آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ قریش نے اتفاق کیا ہے کہ وہ آپؐ کو زیارت خانہ کعبہ سے روکیں۔ آپؐ نے فرمایا ہم جنگ کرنے نہیں آئے بلکہ عمرہ کرنے کا قصد رکھتے ہیں اور ہم اپنے اونٹ نحر کریں گے اور ان کا گوشت تمہارے لیے چھوڑ جائیں گے اور قریش جو ہمارے ساتھ جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں وہ نقصان میں رہیں گے۔ بدیل کے بعد عروہ بن مسعود ثقفی آیا۔ آپؐ نے اس سے بھی وہی گفتگو کی جو بدیل سے کی تھی۔ عروہ در پردہ اصحابِ پیغمبرؐ کو دیکھتا تھا اور پیغمبرؐ کی حشمت و دبدبہ جو ان کی نظروں میں تھا اس کا مشاہدہ کرتا رہا۔ جب قریش کے پاس پلٹ کر گیا تو کہنے لگا۔ اے لوگو میں کسریٰ و قیصر و نجاشی کے دربار میں گیا ہوں۔ کوئی بادشاہ رعیت اور لشکر کی نگاہ میں اس عظمت کا نہیں تھا جب وہ اپنا آپ دہن پھینکتے ہیں تو لوگ اپنے چہرہ اور جسم پر مل لیتے ہیں اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو ان کے وضو کا پانی لینے کے لیے جان دے دیتے ہیں اور اگر ان کی ڈاڑھی کا کوئی بال گرتا ہے تو وہ برکت کے طور پر اٹھا کر اپنے پاس رکھ لیتے ہیں اور جب وہ کسی کام کا حکم دیتے ہیں تو ہر ایک اس کے کرنے میں سبقت کرتا ہے اور جب محمدؐ بات کرتے ہیں تو وہ اپنی آواز کو دھیما کر لیتے ہیں اور کوئی شخص تیز نگاہ سے ان کی طرف نہیں دیکھ سکتا باوجود اس کے تمہیں وہ ایسی چیز کا حکم دے رہا ہے جس میں تمہارے بھلائی ہے لہٰذا تم اس کی بات کو قبول کر لو خدا کی قسم میں ایسا لشکر دیکھ آیا ہوں جو اپنی جان فدا کر دیں گے یہاں تک کہ تم پر غالب آ جائیں۔ بہرحال حضرتؐ نے عثمان کو مکہ بھیجا تا کہ قریش کو آپؐ کے مقصد سے آگاہ کرے اور مکہ میں جو مسلمان ہیں ان سے کہے کہ کشائش کا وقت نزدیک آ پہنچا ہے۔

عثمان مکہ میں گیا اور عثمان کے دس افراد مہاجرین میں سے اور بھی گئے۔ اچانک خبر آئی کہ عثمان ان دس افراد کے ساتھ قتل ہو گیا ہے اور شیطان نے یہ خبر لشکرِ اسلام میں پھیلا دی۔ آپؐ نے فرمایا یہاں سے واپس نہیں جاؤں گا۔ جب تک قریش کو اس جرم کی سزا

نہ دوں اور ببول کے درخت کے نیچے جو وہاں تھا آپؐ نے بیٹھ کر صحابہؓ سے بیعت لی کہ وہ کہیں جائیں گے نہیں اور جنگ ہوگئی تو جنگ سے دست بردار نہیں ہوں گے اور اس بیعت کو بیعتِ رضوان کہتے ہیں کہ خداوند عالم سورہ فتح میں فرماتا ہے لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ الخ (بے شک خدا مومنین سے راضی ہوا جب کہ وہ درخت کے نیچے تیری بیعت کر رہے تھے۔ اس بیعت سے قریش کے دلوں میں ایک ہول عظیم پیدا ہوا۔ سہیل بن عمرو اور حفص بن احنف کو انہوں نے بھیجا تا کہ قریش اور آنحضرتؐ کے درمیان مصالحت ہو جائے۔ پس آنحضرتؐ اور سہیل کے درمیان مصالحت ہوگئی اور صلحنامہ لکھا گیا کہ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ دس سال تک مسلمانوں اور قریش کے درمیان جنگ نہیں ہوگی اور طرفین ایک دوسرے کے مال و جان کو نقصان نہیں پہنچائیں گے اور ایک دوسرے کے شہروں کی طرف بغیر کسی قسم کے تزاحم اور دہشت کے سفر کریں گے اور کفار میں سے جو مسلمان ہو جائے اس سے قریش مزاحم نہیں ہوں گے اور جو شخص قریش کے ساتھ معاہدہ کرے مسلمان اس سے بغض و کینہ نہیں رکھیں گے اور آئندہ سال رسول خدا حج و عمرہ ادا کریں گے۔ لیکن مسلمان تین دن سے زیادہ مکہ میں قیام نہیں کریں گے اور اپنے ہتھیار نیام میں رکھیں گے اور جو شخص اپنے ولی کے اذن کے بغیر حضرتؐ سے وابستہ ہو چاہے مسلمان ہی کیوں نہ ہو جائے آپ اس کی پذیرائی نہ کریں اور اسے واپس نہیں کریں گے اور وہ اسے اپنی پناہ میں رکھیں گے۔ صحابہؓ کا ایک گروہ اس صلح سے دل تنگ ہوا اور کچھ لوگوں کے دلوں میں یہ تشویش پیدا ہوئی کہ رسولؐ کا یہ خواب کیوں درست نہیں ہوا کہ آپؐ خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے گئے ہیں۔ عمرہ کیا ہے اور خانہ کعبہ کی چابی اپنے ہاتھ میں لی ہے اور مکہ فتح کیوں نہیں ہوا۔ ابن خطاب کے دل سے یہ بات زبان پر آ گئی اور کہنے لگا ما شککت فی نبوۃ محمد قط الا یوم الحدیبیۃ میں نے آپؐ کی نبوت پر شک کبھی نہیں کیا مگر حدیبیہ کے دن اور پیغمبرؐ سے کہنے لگا کہ ہم کس طرح اس ذلت کے سامنے جھکیں اور اس صلح پر راضی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا میں خدا کا رسولؐ ہوں اور کوئی کام اس کے حکم کے بغیر نہیں کرتا۔ وہ کہنے لگا کہ آپؐ نے ہم سے کہا تھا کہ خانہ کعبہ کی زیارت کریں گے اور عمرہ بجالائیں گے وہ کیا ہوا۔ آپؐ نے فرمایا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اسی سال یہ کام سرانجام دیں گے؟ کہنے لگا کہ نہیں۔ تو فرمایا کیوں بیچ پا ہوتے ہو تمہیں دکھ نہ ہو تم خانہ کعبہ کی زیارت کرو گے اور طواف کرو گے جس طرح خدا فرماتا ہے۔ لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق رسول کے حق و سچ خواب کو خدا نے سچ قرار دیا۔

ساتویں ہجری سال کے واقعات

فتح خیبر کا بیان

اور معلوم ہونا چاہیے کہ جس وقت رسول اکرمؐ حدیبیہ سے واپس آئے تو سورت فتح آپؐ پر نازل ہوئی اور اس میں فتح خیبر کی بشارت تھی جیسا کہ ارشاد قدرت ہے واثابہم فتحا قریبا اور پلٹی ان کی طرف نزدیکی فتح۔ اور اس خیبر کے سات مضبوط قلعے تھے اور وہ ان ناموں کے ساتھ مشہور تھے (۱) ناعم (۲) قموص (۳) کتیبہ (۴) شق (۵) نطاۃ (۶) وطیح (۷) سلالم۔ حدیبیہ سے واپس آنے کے بعد تقریباً بیس دن حضور اکرمؐ مدینہ میں رہے پھر فرمایا جنگ کی تیاری کرو اور آپؐ ایک ہزار چار سو افراد کے ساتھ خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ یہودی جب آپؐ کے ارادہ سے مطلع ہوئے تو وہ قلعہ بند ہو گئے۔ ایک دن خیبر کے لوگ کھیتی باڑی کے کام کے لیے بیلچے اور ٹوکریاں لے کر اپنے قلعوں سے باہر نکلے۔ اچانک ان کی نگاہ لشکرِ پیغمبرؐ پر پڑی کہ اس لشکر نے قلعوں کے گرد پڑاؤ ڈالا ہوا ہے چیخ کر کہنے لگے خدا کی قسم یہ محمدؐ اور اس کا لشکر ہے یہ کہہ کر اپنے قلعوں میں بھاگ گئے۔ جب نبی اکرمؐ نے ان کی یہ حالت دیکھی تو فرمایا الله اکبر خرجت خیبر ان ما انزلنا بساحة قوم الافساء صباح المنذرین۔ اللہ اکبر خیبر خراب و برباد ہوا۔ ہم جب کسی قوم کی ڈیوڑھی پر اتر پڑتے ہیں تو ڈرائے گئے لوگوں کی صبح بری حالت میں کٹتی ہے۔ جب آپؐ نے بیلچے اور ٹوکریاں جو توڑنے کے آلات ہیں خیبر والوں کے ہاتھ میں دیکھے تو فال لی کہ خیبر منہدم ہوگا۔ دوسری طرف یہودی جنگ کے لیے تیار ہو گئے اور انھوں نے زن و بچے قلعہ کتیبہ میں اکٹھے کر دیئے اور چوپاؤں کی گھاس اور اپنا خرچہ اور خوراک قلعہ ناعم میں جمع کر دیا اور سخت قسم کا حصار کھینچ دیا اور جنگی جوان قلعہ نطاۃ میں آ گئے۔ حبابؓ بن منذر نے عرض کیا کہ یہودی کھجور کے درختوں کو اپنی اولاد اور اہل و عیال سے زیادہ سخت رکھتے ہیں۔ اگر آپؐ درختوں کو کاٹنے کا حکم دے دیں تو یہ زیادہ رنج و اندوہ میں پڑ جائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔ پس صحابہؓ نے چار سو درخت کاٹ دیئے۔ بہر حال مسلمانوں نے یہودیوں کے ساتھ جنگ کی اور کچھ قلعے فتح کر لیے اور قلعہ قموص کا محاصرہ کیا۔ وہ قلعہ دوست اور محکم تھا۔ حضرت رسول اکرمؐ درد شقیقہ میں مبتلا تھے جس کی وجہ سے میدان میں نہ آ سکے۔ ہر روز ایک صحابی علم لے کر جاتا اور مبارزت کرتا اور شام کو فتح کیے بغیر واپس لوٹ آتا۔ ایک دن ابوبکر علم لے کر گیا اور شکست کھا کر واپس آیا۔ دوسرے دن عمر علم لے کر گیا اور وہ بھی شکست کھا کر واپس آیا جیسا کہ ابن ابی الحدید جو اہل سنت والجماعت میں سے ہے۔ فتح خیبر کے متعلق قصیدہ کہتا ہے:

وان نس لاانس الذین تقدما

وفرهما والفر قد علما

والطراية العظمى قد ذهبا بها
ملا بس ذل فوقها وجلابيب
يشلها من آل موسى شمر دل
طويل نجاد السيف اجيد بيعوب
عذرتكما ان الحمام لمبغض
وان بقاء النفس للنفس محبوب

(مترجم کہتا ہے کہ اشعار کا ترجمہ چھوڑ دیتے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو)۔

شام کے وقت جب عمر واپس آیا تو نبی اکرمؐ نے فرمایا البتہ یہ علم کل ایسے شخص کو دوں گا جو کرار وغیرہ فرار ہوگا جو خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور اس کو خدا و رسولؐ دوست رکھتے ہیں اور خداوند عالم اس کے ہاتھ پر خیبر فتح کرے گا۔ دوسرے دن صحابہ جمع ہوئے اور تمام کے تمام یہ خواہش رکھتے تھے کہ یہ دولتِ عظمیٰ ہمیں میسر ہو۔ آپؐ نے فرمایا: علیؑ کہاں ہیں؟'' عرض کیا گیا کہ وہ آشوب چشم میں مبتلا ہیں اور اٹھ نہیں سکتے۔ آپؐ نے فرمایا: ''انہیں لے آؤ۔'' سلمہ بن اکوع گیا اور آپؑ کے ہاتھ پکڑ کر پیغمبر اکرمؐ کے پاس لے آیا۔ حضرتؐ نے آپ کا سر اپنے زانو پر رکھ کر لعاب دہن ان کی آنکھوں میں ڈالا۔ اسی وقت آپؑ کی آنکھیں ٹھیک ہوگئیں۔
حسان بن ثابت نے اس کے متعلق یہ اشعار کہے:

وكان على أرمد العين يبتغى
دواء فلما لم يحس مداديا
شفاه رسول الله منه بتفلة
فبورك مرقيا وبورك راقيا
وقال ساعطى الراية اليوم صارما
به يفتح الله الحصون الاوابيا
يحب الهى والاله يحبه
به يفتح الله الحصون الاوابياً
فاصفى بها دون البرية كلها
عليا وسماه الوزير الموخيا

''اور علیؑ آشوب چشم میں مبتلا تھے اور اس کی دوا چاہتے تھے لیکن کوئی علاج کرنے والا نہ تھا۔ ان

کو رسولؐ نے اپنے لعاب دہن سے شفا بخشی۔ پس لعاب دہن جس میں ڈالا گیا اور جس نے ڈالا دونوں بابرکت تھے اور فرمایا عنقریب آج ایسے شمشیر زن بہادر کو علم دوں گا۔ جو رسولؐ سے محبت رکھتا ہے اور میرے معبود کا دوست ہے اور خدا بھی اسے دوست رکھتا ہے اور اس کے ذریعے خدا سخت قلعوں کو فتح کرے گا پس علیؑ کا انتخاب کیا سب لوگوں کو چھوڑتے ہوئے اور ان کا نام وزیر بھائی چارہ رکھنے والا رکھا۔"

پس علم امیر المومنینؑ کو دیا۔ امیر المومنین علم لے کر ہرولہ (دوڑتے ہوئے) کرتے ہوئے قلعہ قموص تک پہنچے۔ مرحب ہر روز کی عادت کے مطابق قلعہ سے باہر نکلا اور مست ہاتھی کی طرح میدان میں آیا اور رجز پڑھے:

قد علمت خیبر انی مرحب

شاکی السلاح بطل مجرب

"خیبر والے جانتے ہیں کہ میں مرحب ہوں۔ مکمل جنگ کے ہتھیاروں سے آراستہ تجربہ کار بہادر ہوں۔"

امیر المومنینؑ غضبناک شیر کی طرح اس کی طرف بڑھے اور فرمایا:

انا الذی سمتنی امی حیدرۃ

ضرغام آجام ولیث قسورۃ

"میں وہ ہوں جس کا نام اس کی ماں نے حیدر رکھا اور بیشہ کا شیر ہوں۔"

جب مرحب نے یہ رجز امیر المومنینؑ سے سنا تو اسے اپنی دایہ کی بات یاد آئی جس نے اس سے کہا تھا کہ تو ہر شخص پر غالب آئے گا سوائے اس کے جس کا نام حیدرؑ ہوگا۔ اگر تو نے اس سے جنگ کی تو مارا جائے گا۔ لہٰذا مرحب بھاگ کھڑا ہوا۔ شیطان ایک یہودی عالم کی شکل میں سامنے آیا اور کہنے لگا حیدر تو بہت سے ہیں تو کیوں بھاگ رہا ہے۔ پس مرحب تیزی سے واپس لوٹا اور چاہا کہ پیش دستی کرے اور حضرتؑ کے زخم لگائے لیکن امیر المومنینؑ نے اسے مہلت نہ دی اور ذوالفقار کی ایک ضربت سے اسے ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد ربیع ابن ابی الحقیق جو اپنی قوم کا نمایاں فرد تھا اور خیبر کا رہنے والا اعتر جو بہادری اور قوت میں مشہور تھا اور مرہ و یاسر وغیرہ جو یہودیوں میں سے بہادر لوگ تھے ان سب کو قتل کیا۔ یہودی شکست کھا کر قلعہ قموص کی طرف بھاگے اور بڑی مضبوطی سے دروازہ بند کر لیا۔ امیر المومنینؑ تلوار لیے ہوئے دروازے کے پاس آئے اور اس کو پکڑ کر جھنجھوڑا کہ پورا قلعہ لرز اٹھا۔ صفیہ بنت حی بن اخطب اپنے تخت سے منہ کے بل زمین پر گر پڑی اور اس کا چہرہ زخمی ہو گیا۔ حضرتؑ نے وہ دروازہ اکھاڑ کر اس کو اپنی سپر بنا لیا اور اس طرح تھوڑی دیر لڑتے رہے۔ یہودی بھاگ کھڑے ہوئے۔ آپؑ نے خندق پر اس دروازہ کا پل بنا دیا اور خود خندق میں کھڑے ہو گئے۔ تمام لشکر کو اس پل سے گزارا۔ پھر اسے اپنے پیچھے کی طرف چالیس ہاتھ کے فاصلے پر پھینک دیا۔ چالیس آدمی اس دروازہ کو حرکت نہ

دے سکے۔ بہت سے شعراء نے اس مقام پر اشعار کہے ہیں (کچھ مؤلف نے شیخ ازری کے لکھے ہیں ہم انہیں نقل نہیں کر رہے۔ (مترجم)۔

روایت ہے کہ فتح خیبر کے دن جعفرؓ بن ابی طالب حبشہ سے واپس آئے اور رسولؐ خدا ان کے آنے سے خوش ہوئے اور انہیں نماز جعفر طیارؓ سکھائی۔ حضرت جعفرؓ آپؐ کے لیے حبشہ سے کچھ ہدیے لائے تھے جن میں عطر اور لباس تھے اور ان میں ایک زرتا چادر بھی تھی جو آنحضرتؐ نے امیر المومنینؑ کو عطا فرما دی۔ آپؑ نے اس میں سونے کے تار الگ کیے جو ہزار مثقال تھے۔ آپؑ نے ان تاروں کو مدینے کے فقیروں میں تقسیم کر دیا اور اپنے لیے کچھ نہ رکھا۔ ۷ھ ہی میں عمرۃ القضا واقع ہوا اور وہ اس طرح کہ جب آپ خیبر سے واپس آئے تو مکہ کی زیارت کا قصد کیا اور ذیقعدہ کے مہینے میں حکم دیا کہ اصحاب مکے کے سفر کی تیاری کریں اور عمرہ حدیبیہ کی قضا کریں۔ پس وہ لوگ جو حدیبیہ میں موجود تھے کچھ دوسرے لوگوں کے ساتھ عازم مکہ ہوئے۔ انہوں نے ہتھیاروں کے ساتھ ستر اونٹ قربانی کے بھی ہمراہ لیے تا کہ اگر قریش عہد شکنی کریں تو ہتھیار کام دے سکیں۔ وہ ہتھیار انہوں نے چھپا رکھے تھے آنحضرتؐ قصویٰ نامی ناقہ پر سوار ہوئے اور کچھ اصحاب پیادہ اور کچھ سوار آپؐ کے ہمرکاب تھے۔ اور تلواریں غلافوں میں حمائل کیے ہوئے تھے۔ یہ سب تلبیہ کہتے ہوئے ثنیہ حجون سے مکے میں داخل ہوئے اور سواری پر طواف کیا اور جو چھڑی آپؐ کے ہاتھ میں تھی اس سے استلام حجر اسود فرمایا اور آپؐ نے حکم دیا کہ صحابہؓ چادر دائیں بغل سے نکال کر بائیں کاندھے پر اس طرح ڈالیں کہ دایاں کندھا برہنہ رہے اور بایاں چھپ جائے۔ اور طواف کی حالت میں قوت کا مظاہرہ کریں تا کہ کافر مسلمانوں کو کمزور نہ سمجھیں اور یہ دوڑانے اور تیزی سے چلنے کا حکم مکے کے زائروں کے لیے اسی دن سے برقرار ہے۔ آپ تین روز تک مکے میں رہے پھر واپس لوٹ آئے۔

سے ۷ھ ہی میں رسولؐ اکرم نے ام حبیبہ بنت ابوسفیان کے ساتھ زفاف کیا۔ وہ پہلے عبداللہ بن جحش کی بیوی تھیں اور اپنے شوہر کے ساتھ مسلمان ہوئیں تھیں دونوں میاں بیوی حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔ حبشہ میں ان کا شوہر عیسائی ہو کر مر گیا تھا لیکن اُم حبیبہؓ اسلام پر قائم رہیں یہاں تک کہ ام حبیبہؓ کی خواستگاری کا خط رسول اللہ ﷺ کی طرف سے نجاشی کو پہنچا۔ نجاشی نے ایک مجلس ترتیب دی حضرت جعفر بن ابی طالبؑ اور باقی مسلمانوں کو جمع کیا اور رسول خدا کی وکالت کرتے ہوئے آنحضرت کا نکاح ام حبیبہؓ کے ساتھ حضرت ام حبیبہؓ کی طرف سے خالد بن سعید بن عاص وکیل نکاح تھے۔ نکاح کے وقت نجاشی نے یہ خطبہ پڑھا۔

الحمد الله الملك القدوس السلامُ المومن المهيمن العزيز الجبار اشهدُ ان لااله الا الله وان محمداً عبدهٗ ورسوله وانه الذی بشر به عیسیٰ بن مریم اما بعد فان رسول الله كتب الى ان ازوجه ام حبية بنت ابی سفيان فاجبت الى مادعاها اليه رسول الله واصدقتها اربعماة دينار۔

پھر اس نے حکم دیا کہ چار سو دینار حق مہر حاضر کیا جائے۔ پھر حضرت خالد ابن سعید نے کہا:

الحمد الله احمدہٗ واستعینہٗ واستغفرہ واشھدان لاالہ الاالله وان محمد اعبدہٗ وسولہ ارسلہٗ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہٖ ولو کرہ المشرکون اما بعد فقد احبت الی مادعا الیہ رسول الله وزوجت ام حبیبہ بنت ابوسفیان تبارك الله لرسولہٖ. پھر حضرت خالد نے رقم اٹھالی نجاشی نے حکم دیا کہ کھانا حاضر کیا جائے۔ تمام اہل مجلس نے کھانا کھایا اور پھر رخصت ہو گئے۔

آٹھویں ہجری کے واقعات

۸ھ میں جنگ موتہ پیش آئی۔ وہ علاقہ بلقاء کی ایک بستی ہے جو شام میں ہے۔ جنگ کی وجہ یہ تھی کہ رسول اکرمؐ نے حضرت حارث ابن عمیر ازدی کو خط دے کر حاکم بصریٰ (یہ شام کے علاقہ میں ایک قصبہ ہے) کے پاس بھیجا۔ جب وہ موتہ پہنچے تو شرجیل بن عمرو غسانی جو دربار قیصر کے بڑے لوگوں میں سے تھا ان کے سامنے آیا اور حضرت حارثؓ کو قتل کر دیا۔ جب یہ خبر رسول خداؐ کو پہنچی تو آپؐ نے حکم دیا کہ جنگ کے لیے لشکر تیار کیا جائے اور وہ جرف میں جائے۔ آپؐ خود بھی مقام جرف تک تشریف لے گئے۔ لشکر آپؐ کے سامنے پیش ہوا۔ آپؐ نے لشکریوں کی تعداد و شمار کی تو وہ تین ہزار نکلی۔ آنحضرتؐ نے سفید علم تیار کیا اور اسے حضرت جعفر طیارؓ کے ہاتھ میں دے کر انہیں امیر لشکر مقرر فرمایا اور حکم دیا کہ جعفر کی شہادت کے بعد عبداللہ بن رواحہ امیر لشکر ہوں گے اور عبداللہؓ کی شہادت کے بعد مسلمانوں کو اختیار ہے جسے چاہیں امیر لشکر بنا لیں۔ ایک یہودی موجود تھا وہ کہنے لگا اگر آپ پیغمبرؐ ہیں اور آپ کی بات سچی ہے تو ان اشخاص میں سے کہ جن کا آپ نے نام لیا ہے کوئی ایک بھی زندہ لوٹ کر نہیں آئے گا کیونکہ انبیائے بنی اسرائیل اگر اس طرح سو آدمیوں کا نام بھی لیتے تب بھی وہ تمام شہید ہو جاتے۔ حضرتؐ نے حکم دیا کہ جس جگہ حارث کو شہید کیا گیا تھا وہاں جائیں اور کافروں کو اسلام کی دعوت دیں۔ اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو ان سے جنگ کریں۔

پس مسلمان راستہ طے کر کے موتہ پہنچے۔ یہ خبر شرجیل کو ملی تو اس نے قیصر سے بڑی کمک مانگی اس نے ایک لاکھ کے قریب فوج بھیجی جو اصحاب رسولؐ سے لڑنے کے لیے آئی۔ مسلمان جو شہادت کے خواہش مند تھے اور جنت میں جانے کی تمنا رکھتے تھے وہ دشمن کی کثرت سے قطعاً مرعوب نہ ہوئے اور مقابلے کے لیے تیار ہو گئے دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف بستہ ہو گئے۔ حضرت جعفرؓ اپنی صف سے آگے بڑھے اور پکار کر کہنے لگے۔ اے لوگو" گھوڑوں سے کود پڑو اور پیدل جنگ کرو۔ یہ بات آپؓ نے اس لیے کہی تاکہ مسلمان پیادہ ہو جائیں اور سمجھ لیں کہ بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ پس آپؓ گھوڑے سے اترے اور آپؓ نے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں اور علم لے کر ایک طرف سے حملہ آور ہونے لگے گھمسان کی لڑائی ہونے لگی اور کافر گروہ در گروہ حملہ آور

ہونے لگے۔ انہوں نے حضرت جعفرؓ کے اردگرد حلقہ بنالیا اور تلواروں کے وار کرنے لگے۔ پہلے حضرت جعفرؓ کا دایاں بازو قلم کیا۔ انہوں نے علم بائیں ہاتھ میں لے لیا اور اسی حالت میں جنگ جاری رکھی۔ پچاس کے قریب زخم ان کے جسم کے سامنے کی سمت آئے۔ پھر ان کا بایاں بازو بھی قلم ہو گیا۔ اس حالت میں بھی وہ اپنے کٹے ہوئے ہاتھوں سے علم کو بلند کیے رہے ایک کافر نے آپؓ کی کمر پر تلوار ماری اور انہیں شہید کر دیا۔ اب علم سرنگوں ہوا تو حضرت زید بن حارثہ نے علم اٹھالیا جنگ کی اور جام شہادت پیا۔ ان کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے علم سنبھالا اور جہاد کر کے شہید ہوئے اور ہم پیغمبرؐ کی فصل میں جنگ موتہ کی طرف اشارہ کر آئے ہیں وہاں رجوع کریں۔ حضرت جعفرؓ کی فضیلت میں بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں۔ ایک روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ لوگ مختلف درختوں سے پیدا ہوئے ہیں میں اور جعفر ایک درخت سے خلق ہوئے ہیں۔ آپؐ نے ایک دن جعفر سے فرمایا تم خلقت اور خلق میں مجھ سے مشابہت رکھتے ہو۔ ابن بابویہ نے حضرت امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ خداوند عالم نے رسول اکرمؐ کی طرف وحی کی کہ میں جعفر بن ابی طالبؑ کی چار صفتوں کی قدر کرتا ہوں اور انہیں پسند کرتا ہوں۔ پس آنحضرتؐ نے جعفر کو بلایا اور ان سے ان چار چیزوں کے متعلق سوال کیا تو جعفر نے عرض کیا کہ اگر خدا نے آپؐ کو خبر نہ دی ہوتی تو میں ان باتوں کو ظاہر نہ کرتا۔ پہلی بات یہ ہے کہ میں نے کبھی شراب نہیں پی کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ یہ شراب عقل کو زائل کر دیتی ہے۔ دوسرے یہ کہ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا کیونکہ جھوٹ بولنا جواں مردی اور مروت کے لیے مضر ہے تیسری بات یہ ہے کہ میں نے کبھی کسی عورت سے زنا نہیں کیا کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ اگر میں نے کسی کے حرم سے زنا کیا تو کوئی شخص میرے حرم سے زنا کرے گا۔ نیز میں نے کبھی کسی بت کی پرستش نہیں کی کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ وہ نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ جب یہ سنا تو آنحضرتؐ نے جعفرؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا تم اس لائق ہو کہ خدا تمہیں دو پر عطا کرے کہ جن سے تم ملائکہ کے ساتھ پرواز کرو۔ حدیث سجادیہ میں ہے کہ رسول اللہؐ پر کوئی دن جنگ احد والے دن سے زیادہ سخت نہیں تھا کیونکہ اس دن آپؐ کے چچا حمزہ اللہ اور رسولؐ کے شیر شہید ہوئے تھے اور اُحد کے بعد موتہ کا دن تھا جس دن آپؐ کے چچازاد بھائی حضرت جعفر بن ابی طالبؑ شہید ہوئے۔

جنگ ذات السلاسل کا تذکرہ

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یابس کے رہنے والے بارہ ہزار سوار جمع ہوئے اور انہوں نے ایک دوسرے سے عہد کیا کہ وہ محمد علیہ السلام کو قتل کریں گے۔ جبرئیل آمینؑ نے یہ خبر پیغمبر اسلام کو پہنچائی اور آنحضرتؐ کو خدا نے یہ حکم دیا کہ ابوبکر کو چار ہزار مہاجرین وانصار کے ساتھ ان سے جنگ کرنے کے لیے بھیجیں۔ پس آنحضرتؐ نے چار ہزار سوار کے ساتھ ابوبکر کو ان سے لڑنے کے لیے بھیجا اور حکم دیا کہ پہلے انہیں اسلام کی دعوت دینا اگر قبول نہ کریں تو ان سے جنگ کر کے ان کے مردوں کو قتل کرنا اور عورتوں کو قیدی بنانا۔ یہ حکم پا کر حضرت ابوبکر روانہ ہوئے اور لشکر کو آہستہ آہستہ لے چلے۔ یہاں تک کہ وادی یابس میں پہنچ گئے اور انہوں نے دشمن کے

قریب پڑاؤ ڈالا۔ اسی اثناء میں لشکر کو آہستہ آہستہ لے چلے۔ یہاں تک کہ وادی یابس میں پہنچ گئے اور انہوں نے دشمن کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ اسی اثنا میں لشکر کفار کے دو سوار ہتھیار لگائے ہوئے حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور کہنے لگے قسم ہے لات و عزیٰ کی اگر رشتہ داری مانع نہ ہوں تو تجھے تیرے ساتھیوں سمیت اس طرح قتل کرتے کہ دیر تک یہ بات یادگار رہتی بہتر ہے کہ تم لوگ واپس چلے جاؤ اور عافیت جانو کیونکہ ہمیں تم سے کوئی سروکار نہیں ہم تو محمدؐ اور اس کے بھائی علیؑ کو قتل کرنا چاہتے ہیں پس ابوبکر نے اسی میں مصلحت دیکھی کہ واپس لوٹ جائے۔ وہ لشکر لے کر رسول خدا کی خدمت میں واپس آ گیا۔ حضرتؐ نے اس سے فرمایا کہ تو نے میرے حکم کی مخالفت کی ہے جو کچھ میں نے تجھ سے کہا تھا اس پر عمل نہ کر کے خدا کی قسم تو میرا نافرمان ہوا ہے۔ پھر آپؐ نے عمر کو ابوبکر کی جگہ مقرر کیا اور اس لشکر کے ساتھ وادی یابس کے لیے روانہ کیا۔ اس نے بھی وہی کیا جو ابوبکر نے کیا تھا۔

بعض روایات میں ہے کہ عمر ابن عاص کو بھی رسولؐ اللہ نے امیر لشکر بنا کر بھیجا اور وہ بھی ناکام لوٹ آیا۔ اس کے بعد حضرت رسول اکرمؐ نے امیر المومنینؑ حضرت علی علیہ السلام کو بلایا اور انہیں وہی حکم دیا۔ جو ابوبکر و عمر کو اس سے قبل دیا تھا اور آپؑ کو بتایا کہ آپؑ فتح حاصل کریں گے۔ امیر المومنینؑ مہاجرین و انصار کا لشکر ساتھ لے کر اس علاقہ کی طرف گئے اور ابوبکر و عمر کی رفتار کے برعکس تیزی کے ساتھ چلے یہاں تک کہ ایسے مقام پر پہنچے جہاں سے لشکر کفار اور یہ ایک دوسرے کو دیکھ سکتے تھے آپؑ نے لشکر کو پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا۔ اسی اثنا میں دو سو افراد مسلح ہو کر لشکر کفار میں سے آئے اور حضرتؑ سے کہنے لگے آپؑ کون ہیں فرمایا میں علی ابن ابی طالبؑ پیغمبر خدا کا چچازاد بھائی ہوں۔ تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں تا کہ تم مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو جاؤ۔ وہ کہنے لگے کہ ہم آپؑ ہی کی تلاش میں تھے اب آپؑ جنگ کے لیے تیار ہو جائیں ہم آپؑ کے ساتھیوں کو قتل کے بغیر نہ چھوڑیں گے۔ ہماری اور آپؑ کی وعدہ گاہ کل صبح کا وقت ہے حضرتؑ نے فرمایا تم پروا نہ کرو تم ہمیں اپنے لشکر کی کثرت سے ڈراتے ہو میں خدا ملائکہ اور مسلمانوں کی مدد کا خواہاں ہوں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ جب رات ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ گھوڑوں کی دیکھ بھال کرو انہیں جو کھلاؤ اور زین کس کر تیار رکھو جب صبح ہوئی تو آپؑ نے اول وقت نماز صبح ادا کی اور ابھی سپیدہ سحری نمایاں بھی نہیں ہوا تھا کہ آپؑ نے ان پر چڑھائی کا حکم دے دیا اور ابھی آپؑ کے لشکر کا آخری حصہ میدان جنگ میں پہنچا بھی نہیں تھا کہ کفار کے جنگی جوان ختم ہو گئے اور عورتوں اور بچوں کو اسیر کر لیا گیا۔ اور لشکر ان کا مال و اسباب لے کر واپس گیا۔ پروردگار عالم نے سورہ والعادیات اس واقعہ کے متعلق نازل فرمائی **والعادیات ضبحا** قسم ہے ان دوڑنے والے گھوڑوں کی جو دوڑتے وقت سانس لیتے ہیں **فالموریات قدحا** دوڑتے وقت جن کے سم پتھروں سے چنگاریاں نکالتے ہیں ۔علی ابن ابراہیم کہتے ہیں کہ وہاں کی زمین میں پتھر زیادہ تھے اور جب گھوڑوں کے سم ان پتھروں پر پڑتے تھے تو ان سے چنگاریاں نکلتی تھیں۔ **فالمغیرات صبحا**۔ قسم ان کی جو صبح کے وقت حملے کر رہے تھے۔ **فاثرن به نقعا فوسطن به جمعا**۔ پس اسے قبیلے کے قریب غبار اڑاتے تھے اور کافروں کے ایک گروہ کو انہوں نے وہاں گھیرے میں لے لیا تھا۔ **ان الانسان لربه لكنود وانه على ذالك لشهيد۔ وانه لحب الخير لشديد**۔ بے شک انسان اپنے پروردگار کا ناشکر گزار ہے اور کنجوسی اور کفران نعمت پر اپنا خود گواہ ہے اور محبت وزندگانی میں سخت ہے۔ **افلا یعلم اذا بعثر ما فی القبور وحصل ما فی الصدور ان ربهم بهم**

یومئذٍ لخبیر ۔ کیا انسان نہیں جانتا کہ جس دن قبروں سے مردے نکالے جائیں گے اور دلوں کے راز آشکار کیے جائینگے بے شک ان کا پروردگار اس روز ان کے افعال سے باخبر ہوگا۔ روایت ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ کے پاس کپڑے کی ایک پٹی تھی۔ جب آپؑ کسی جنگ پر تشریف لے جاتے تو اس کو باندھ لیتے تھے۔ جب اس جنگ کے لیے جانے لگے تو حضرت فاطمہؑ کے پاس آئے اور وہ پٹی مانگی ۔جناب فاطمہؑ نے کہا کہ میرے باپ آپؑ کو کہاں بھیج رہے ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا وادی الرمل کی طرف۔ حضرت فاطمہؑ اس خطرناک سفر کی خبر سن کر رونے لگیں اسی اثناء میں جناب رسول خدا تشریف لائے اور جناب فاطمہؑ سے پوچھا کیوں رو رہی ہو کیا تمہیں ڈر ہے کہ کہیں تمہارے شوہر شہید نہ ہو جائیں۔ انشاء اللہ تشریف لائے اور جناب فاطمہؑ سے پوچھا کیاں رو رہی ہو کیا تمہیں ڈر ہے کہ کہیں تمہارے شہور شہید نہ ہو جائیں۔ انشاء اللہ وہ شہید نہیں ہوں گے جناب امیرؑ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ نہیں چاہتے کہ میں شہید ہو کر جنت میں جاؤں۔ یہ عرض کر کے جناب امیرؑ روانہ ہوئے اور رسولؐ اللہ ان کے ساتھ ساتھ ان کی مشایعت کے لیے مسجد احزاب تک تشریف لے گئے اور جنابؑ جب واپس آئے تو رسولؐ اکرم ان کے استقبال کے لیے صحابہ کے ہمراہ باہر تک تشریف لے گئے اور صحابہ راستے کے دونوں طرف صف بستہ کھڑے ہو گئے اور جب شاہ ولایتؑ کی نظر خورشید سپہر رسالتؐ پر پڑی تو گھوڑے سے اتر گئے اور تیزی سے حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ کے قدموں کو چوما۔ آنحضرت نے فرمایا: اے علیؑ: سوار ہو جاؤ کہ خدا اور رسول تم سے راضی ہیں۔ امیرالمومنین علیؑ کے فرط مسرت کے آنسو نکل آئے اور وہ اسی طرح اپنے گھر میں آگئے اور مسلمان اپنا اپنا مال غنیمت لے گئے۔

آنحضرتؐ نے لشکر کے لوگوں سے سوال کیا کہ تم نے امیر لشکر کو کیسا پایا؟ کہنے لگے یا رسول اللہ ہم نے اس میں کوئی برائی نہیں دیکھی لیکن ایک عجیب بات دیکھی کہ جس نماز میں بھی ہم ان کی اقتداء کی ہے اس میں انہوں نے سورہ قل ہو اللہ کی تلاوت کی ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا یا علیؑ آپؑ نے اپنی واجب نمازوں میں سوائے قل ھو اللہ کے اور کوئی سورت کیوں نہ پڑھی۔ آپؑ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں اس سورت کو زیادہ پسند کرتا ہوں تو آپؐ نے فرمایا خدا بھی تم کو دوست رکھتا ہے جس طرح تم اس سورت کو دوست رکھتے ہو پھر حضرتؐ نے فرمایا یا علیؑ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ میری امت کا ایک گروہ آپ کے متعلق وہی کچھ کہے گا جو عیسائی حضرت عیسیٰ کے بارے میں کہتے ہیں تو میں آج آپؑ کی شان کے بارے میں کچھ باتیں ایسی کہتا جس کو سن لینے کے بعد جس گروہ کے پاس سے بھی آپؑ گزرتے تو وہ گروہ آپؑ کے پاؤں کے نیچے کی مٹی برکت کے طور پر اٹھا لیتا۔ فقیر کہتا ہے کہ اس جنگ کی ذات السلاسل اس لیے کہتے ہیں کہ حضرت امیرؑ نے جب دشمن پر فتح حاصل کی تو ان کے اکثر مردوں کو قتل کیا عورتوں اور بچوں کو اسیر کیا اور جو مرد باقی تھے ان کی رسیوں اور زنجیروں سے باندھ دیا۔ اس لیے اس ذات السلاسل کہتے ہیں۔ جہاں یہ جنگ ہوئی تھی وہ مقام مدینہ سے پانچ منزل پر واقع ہے۔

فتح مکہ ۸ ھ میں واقع ہوئی

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قریش کے درمیان حدیبیہ میں جو صلح ہوئی تھی اس کی شرائط میں یہ بات داخل تھی کہ دونوں طرف کے پڑوسیوں اور ہم خیال لوگوں سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔قبیلہ بنی بکر اور کنانہ قریش کے حلیف تھے اور بنی خزاعہ اصحاب پیغمبرؐ کے ہم خیال اور حلیف تھے بنی بکر اور خزاعہ کے درمیان بڑی سخت دشمنی تھی ایک دن بنی بکر کا ایک شاعر پیغمبر السلامؑ کی ہجو میں اشعار پڑھ رہا تھا بنی خزاعہ کے ایک غلام نے سن لیا۔اس نے اُسے منع کیا لیکن وہ نہ مانا۔اس غلام نے اس کی زبردست پٹائی کر دی بنی بکر اپنے شاعر کی مدد کے لیے بنی خزاعہ سے لڑنے کے لے اکٹھے ہو گئے اور قریش سے مدد چاہی کفار قریش نے پیغمبرؐ سے جو معاہدہ کیا تھا وہ توڑ دیا اور بنی بکر کی مدد کی انہیں اسلحہ وغیرہ دیا اور ایک گروہ ان کے ہمراہ ہو گیا اور بنی خزاعہ پر شب خون مارا۔اس لڑائی میں بنی خزاعہ کے بیس آدمی قتل ہو گئے۔یہ خبر جب پیغمبر اسلام کو ہوئی تو فرمایا کہ میں بنی خزاعہ کی ضرور مدد کروں گا۔

پس آپؐ نے لشکر جمع کرنے کے لیے کسی فرد کو قبائل عرب کی طرف بھیجا اور یہ پیغام بھیجا کہ جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے وہ ماہ رمضان کی پہلی تاریخ کو مسلح ہو کر مدینہ پہنچ جائے اور لوگ مدینے میں تھے انہیں جنگ کی تیاری کا حکم دیا گیا اور راستوں میں نگہبان مقرر کر دیئے تا کہ یہ خبر مکے نہ پہنچے۔حاطب ابن ابی بلتعہ نے قریش کو خط اپنے گیسوؤں میں چھپا لیا اور مکہ کی طرف روانہ ہو گئی جبرئیل نے یہ خبر پیغمبر اسلام کو دے دی۔آنحضرتؐ نے امیر المومنینؑ کو کچھ آدمیوں کے ساتھ اس عورت کے تعاقب میں روانہ کیا۔جبرئیلؑ نے یہ خط لے کر آجائیں۔امیر المومنینؑ نے ہر چند اس عورت سے خط طلب کیا مگر اس نے کہا کہ میرے پاس خط نہیں ہے۔حضرتؑ نے تلوار اٹھائی اور فرمایا خط نکال ورنہ میں تجھے قتل کرتا ہوں جب سارا نے یہ دیکھا تو اس نے خط نکال کو حضرتؑ کے حوالے کر دیا اورآ وہ خط لے کر رسول اللہؐ کے پاس آئے اور ان کے حوالے کیا۔رسول خداؐ نے حاطب سے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا اس نے کہا کہ میں چاہتا تھا کہ قریش پر احسان کروں تا کہ وہ اس کی وجہ سے میرے اہل وعیال کی حمایت کریں۔

اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی یاایھا الزین امنوا لاتتخذ وعدی وعدوکم اولیا۔اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمن کو اپنا دوست نہ بناؤ۔بہر حال دوسری یا دسویں ماہ رمضان کو آپؐ مدینہ سے دس ہزار جاں نثاروں کے ساتھ روانہ ہوئے ابن عباس کہتے ہیں کہ منزل عسفان میں آپؐ نے پانی کا پیالہ نوش فرمایا اور اس کے بعد ورود مکہ تک آپؐ نے روزہ نہیں رکھا۔جابر کہتے ہیں جب پیغمبر نے پانی پیا تو لوگوں نے آپؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ بعض لوگ روزے سے ہیں اس کے جواب میں آپؐ نے دو مرتبہ فرمایا وہ نافرمان اور گنہگار ہیں۔اسی اثناء میں یہ اتفاق ہوا کہ رسولؐ خدا کے چچا عباس اپنے اہل وعیال سمیت مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ کی طرف آتے ہوئے بیوت سقیا یا مقام ذوالحلیفہ میں آنحضرتؐ سے آملے۔آنحضرت ان کو دیکھ کر خوش ہوئے اور فرمایا تمہاری ہجرت آخری ہجرت

ہے جس طرح میری نبوت آخری نبوت ہے آپ کے حکم کے مطابق عباس نے اپنے اہل وعیال کو مدینہ بھیج دیا اور خود حضرت کے ہمراہ ہو گئے۔ آنحضرت راستہ طے کرتے ہوئے مکے سے چار فرسخ دور تک آئے اور منزل مرالظہر ان میں آپ نے نزول اجلال فرمایا۔ عباس ابن عبدالمطلب کے دل میں یہ خیال آیا کہ اگر یہ لشکر مکہ میں پہنچ گیا تو قریش میں سے ایک آدمی بھی زندہ نہیں بچے گا لہذا انہوں نے چاہا کہ مقام اراک تک جائیں شاید کوئی آدمی مل جائے پس رسول خدا کے خاص خچر پر سوار ہو کر وہ اراک پہنچے۔

وہاں انہوں نے دفعتاً ابوسفیان اور بدیل بن ورقہ کی آواز سنی جو ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔ عباس نے ابوسفیان کو آواز دی۔ ابوسفیان نے عباس کو پہچان لیا اور کہا میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں کیا بات ہے۔ عباس نے کہا تجھ پر وائے ہو وہ دیکھ رسول خدا بارہ ہزار جنگی جوانوں کے ہمراہ آ پہنچے۔ ابوسفیان نے کہا تو اب ہم کیا کریں۔ عباس کہنے لگے تو میرے پیچھے خچر پر سوار ہو جاتا ہے تجھے آنحضرت کی خدمت میں لے جا کر تیرے لیے اماں طلب کروں اور ابوسفیان تجھے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ آج رات عمر ابن خطاب طلایہ پھر رہا ہے اگر اس نے تجھے دیکھ لیا تو وہ تجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ عمر اور ابوسفیان زمانہ جاہلیت سے آپس میں دشمن تھے۔ کہتے ہیں کہ ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے قریش کے جوانوں سے تعلقات استوار کر رکھے تھے۔ ان جوانوں میں سے ایک عمر بھی تھا اسی وجہ سے ابوسفیان رقابت کی بنا پر عمر سے بغض رکھتا تھا۔ المختصر ابوسفیان عباس کے پیچھے خچر پر سوار ہو گیا۔ عباس نے رسول خدا کی خدمت میں آ کر عرض کیا یا رسول اللہ اس دشمن خدا کے لیے نہ امان ہے۔ نہ اس میں ایمان ہے اجازت دیجئے کہ میں اس کا سر تن سے جدا کر دوں۔ حضرت عباس نے کہا یا رسول اللہ میں نے اسے امان دے رکھی ہے۔ پیغمبر اکرم نے فرمایا: ابوسفیان ایمان لے آتا کہ تجھے امان مل جائے۔ وہ کہنے لگا کہ لات وعزیٰ کا کیا کریں۔ عمر نے اس کے جواب میں اس سے کہا ان پر پاخانہ کر دے۔ ابوسفیان نے کہا اف تو کتنا بدگو ہے۔ تجھے میری اور میرے چچا زاد کی باتوں میں دخل دینے کیا حق ہے۔ عمر نے کہا اگر تو اس خیمے سے باہر ہوتا تو میں تیرے ساتھ اس قسم کی گفتگو نہ کرتا۔ رسول خدا نے دونوں کو سخت کلامی سے روکا اور حضرت عباس سے کہا ابوسفیان کو آج رات اپنے خیمے میں رکھو صبح میرے پاس لے آنا۔ ابوسفیان نے وہ رات حضرت عباس کے خیمے میں بسر کی۔ صبح کو حضرت بلال کی اذان کی آواز سنی تو پوچھا یہ کیسی آواز ہے۔ حضرت عباس نے کہا کہ یہ رسول خدا کا موذن ہے۔ پس ابوسفیان نے دیکھا کہ رسول خدا وضو کر رہے ہیں اور لوگ آپ کے دست مبارک سے ایک قطرہ پانی بھی زمین پر گرنے نہیں دیتے تھے اور ایک دوسرے سے چھینتے تھے اور اپنے چہرے پر ملتے تھے وہ کہنے لگا خدا کی قسم میں نے جیسا قیصر وکسریٰ کو آج دیکھا ہے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ بہرحال نماز کے بعد وہ آنحضرت کی خدمت میں آیا اور جان کے خوف سے کلمہ شہادتین کہا۔ حضرت عباس نے کہا اے اللہ کے رسول ابوسفیان فخر پسند آدمی ہے۔ اسے قریش کے کسی مکان ومنزلت کے ساتھ مخصوص کر دیں۔ حضرت نے فرمایا جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اسے کچھ نہیں کہا جائے گا۔ یہ بھی فرمایا کہ جو اپنے جسم سے ہتھیار اتار دے یا اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ جائے وہ شخص جو مسجد الحرام میں داخل ہو جائے اس کے لیے بھی امان ہے۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اسے کچھ نہیں کہا جائے گا۔ یہ بھی فرمایا کہ جو اپنے جسم سے

ہتھیار اتار دے یا اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ جائے یا وہ شخص جو مسجد الحرام میں داخل ہو جائے اس کے لیے بھی امان ہے۔ پھر آپؐ نے حکم دیا کہ ابوسفیان کو ایک تنگ گزرگاہ پر کھڑا کر دو تا کہ خدا کا لشکر وہاں سے گزرے اور یہ دیکھے پس ابوسفیان کو ایک تنگ گزرگاہ پر کھڑا کیا گیا اور لشکر فوج در فوج اس کے سامنے سے گزرنے لگا۔ جب لشکر کے باقی طبقے اور فوجیں گزر چکیں تو وہ دستہ جس کے درمیان میں رسول اللہؐ تھے اس کو نظر آیا۔ اس دستہ میں مہاجرین وانصار کے پانچ ہزار بہادر ملازم ہمرکاب تھے سب کے سب عمدہ گھوڑوں اور سرخ رنگ کے اونٹوں پر سوار ہندی تلواریں لیے ہوئے اور داوؤدی زرہیں زیب تن کیے ہوئے۔ راستہ طے کر رہے تھے ابوسفیان کہنے لگا۔ اے عباس! تیرے بھتیجے کی بادشاہی عظیم ہے۔ حضرت عباس نے کہا وائے ہو تجھ پر اسے بادشاہی نہ کہو یہ نبوت ورسالت ہے۔

پس ابوسفیان تیزی سے مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ قریش نے دیکھا کہ ابوسفیان تیزی سے آرہا ہے اور انہوں نے دور سے یہ بھی دیکھا کہ غبارِ لشکر نے فضا کو پر ہوتا کر رکھا ہے اور وہاں ابھی تک رسول خداؐ کے آنے کی کوئی خبر نہیں تھی۔ ابوسفیان نے چیخ کر کہا وائے ہو تم پر یہ دیکھو محمدؐ ایک ایسے لشکر کے ساتھ آرہا ہے جو ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی طرح ہے تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جو شخص میرے گھر میں داخل ہو جائیگا یا ہتھیار پھینک دے گا یا اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ جائے گا یا مسجد الحرام میں داخل ہو جائے گا اسے کچھ نہیں کہا جائیگا۔ قریش کہنے لگے خدا تجھے رسوا کرے یہ کیسی خبر لایا ہے۔ ہندہ نے اس کی ڈاڑھی پکڑ لی اور خوب مرمت کی اور چیخ کر بولی کہ اس بیوقوف بوڑھے کو قتل کر دو تا کہ یہ پھر اس قسم کی باتیں نہ کر سکے۔

پس افواج مواج سیل رواں کی طرح مقام ذی طویٰ تک آ پہنچیں جب رسول خداوند طویٰ میں گئے تو لشکر نے آپ کے گرد حلقہ بنالیا۔ آنحضرتؐ نے جب مسلمانوں کی کثرت اور مکہ کی فتح کا مشاہدہ کیا تو آپؐ کو وہ وقت یاد آیا جب آپؐ مکے سے ہجرت کر رہے تھے تو آپؐ نے اپنی پیشانی پالان شتر پر رکھ کر سجدہ شکر ادا کیا کیونکہ جب آپؐ مکے سے ہجرت کر رہے تھے تو آپؐ نے مکہ کی طرف رخ کر کے فرمایا تھا خدا جانتا ہے کہ مجھے تجھ سے بڑی محبت ہے اگر تیرے مکین مجھے نہ نکالتے تو میں کسی دوسرے شہر کے قیام کو تیرے قیام پر ترجیح نہ دیتا میں تیری جدائی سے نہایت غمگین ہوں۔ اس کے بعد آپؐ نے حجون نامی جگہ پر جہاں جناب خدیجہؑ کی قبر ہے نزول اجلال فرمایا۔ وہ پردہ سرا کہ جو سرخ چمڑے سے بنایا گیا تھا آپؐ نے اس پر جہاں خدیجہ کی قبر ہے نزول اجلال فرمایا وہ پردہ سرا کہ جو سرخ چمڑے سے بنایا گیا تھا۔ آپؐ نے اس میں غسل فرمایا۔ ہتھیار بدن پر سجا کر اپنی سواری پر سوار ہوئے اور سورہ فتح کی قرات کرتے ہوئے مسجد الحرام میں داخل ہوئے اور حجر اسود کا استیلام اپنے اس ڈنڈے کے وسیلے سے کیا جس کا سرا مڑا ہوا تھا پھر آپ نے تکبیر کہی اس کے ساتھ مڑا ہوا تھا۔ پھر آپ نے تکبیر کہی اس کے ساتھ ہی [illegible] السلام نے نعرہ تکبیر بلند کیا جس سے تمام فضاء گونج اٹھی پھر آپؐ ناقہ سے اتر آئے اور آپؐ نے بت شکنی کا ارادہ کیا۔ آپؐ نے اس عصا سے کہ جو آپؐ کے دست مبارک میں تھا ان بتوں کی طرف اشارہ کیا جو خانہ کعبہ میں نصب تھے اور کمان کے اشارے سے ان کی آنکھیں پھوڑتے ہوئے فرمایا جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا وما یبدئ الباطل وما یعید۔ (حق آیا باطل چلا گیا اور باطل جانے والا ہی تھا

اور نہ باطل کی ابتدا ہے اور نہ وہ پلٹ کر آئے گا) آپؐ کے اشارہ سے ایک ایک بت زمین پر منہ کے بل گرتا تھا کچھ ایسے بت تھے جو بڑے تھے اور خانہ کعبہ کی چھت پر نصب تھے، آپؐ نے علی علیہ السلام کو حکم دیا کہ میرے کاندھے پر سوار ہو کر ان بتوں کو زمین پر گرا کر توڑ دیا۔ امیر المومنینؑ نے ایسا ہی کیا ان سب بتوں کو گرا کر توڑ دیا پھر چھلانگ لگا کر میزاب کعبہ سے زمین پر تشریف لائے زمین پر آتے ہی آپ مسکرائے تو حضورؐ نے اس مسکراہٹ کا سبب پوچھا۔ عرض کرنے لگے یارسول اللہ اُونچی جگہ سے میں جو دا ہوں لیکن مجھے چوٹ نہیں آئی۔ آپؐ نے فرمایا، چوٹ کیسے لگتی محمدؐ نے تمہیں اٹھایا تھا اور جبرئیلؑ نے اتارا ہے۔ پھر آپؐ نے خانہ کعبہ کی کنجی لی اور دروازہ کھولا۔ آپؐ نے حکم دیا کہ انبیاء اور ملائکہ کی جو تصویریں مشرکوں نے خانہ کعبہ کی دیوار پر بنا رکھی ہیں انہیں مٹا دیا جائے۔ پھر آپؐ نے خانہ کعبہ کے دروازے کے کواڑ کو پکڑ کر مشہور تہلیلات کہیں پھر اہل مکہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم لوگوں کا خیال ہے اور اب کیا کہتے ہو۔ وہ کہنے لگے ہم اچھی بات کہتے ہیں اور اچھائی ہی کی امید رکھتے آپؐ اچھے بھائی ہیں اور اچھے بھائی کے بیٹے ہیں خدا آپ کو تسلط عطا فرمایا ہے آپؐ جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ ان کی اس بات سے رسول خدا پر رقت طاری ہوگئی اور آپؐ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے جب اہل مکہ نے یہ دیکھا تو چیخ چیخ کر رونے لگے۔ آپؐ نے فرمایا میں وہ بات کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف نے کہی تھی۔ لا تثریب علیکم الیوم ویغفر اللہ لکم وھو ارحم الرحمین۔

پس آپ نے ان کے جرم کو معاف کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا تم بری قوم تھے اپنے پیغمبرؐ کے حق میں۔ تم نے اس کی تکذیب کی اس کو جھٹلایا اُسے اپنے سے دور کیا اور مکہ سے نکال دیا اور طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں پہنچائیں اور اس پر بھی بس نہیں کیا۔ یہاں تک کہ مدینہ پہنچے اور مجھ سے جنگ کی جاؤ ان سب باتوں کے باوجود میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔ چھوڑتا ہوں اور آزاد کرتا ہوں جہاں چاہو جا سکتے ہو۔ دریں اثناء ظہر کی نماز کا وقت ہوا۔ آپؐ نے حکم دیا کہ خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان کہو۔ کچھ مشرکوں نے مسجد الحرام میں اور کچھ نے قریبی پہاڑیوں پر کھڑے ہو کر جب یہ آواز سنی تو قریش کے ایک گروہ نے بری بری باتیں کہیں۔ ان میں سے عکرمہ بن ابوجہل کہنے لگا۔ مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ رباح کا بیٹا کعبہ کی چھت پر چڑھ کر گدھے کی طرح چیخے۔ خالد بن اُسید نے کہا کہ خدا کا شکر ہے تیرا باپ زندہ نہیں رہا کہ وہ بھی یہ آواز سنتا۔ ابوسفیان کہنے لگا کہ میں بات نہیں کرتا کیونکہ یہ دیواریں محمدؐ کو خبر دیتی ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے پیغمبر اسلام کو ساری باتیں بتا دیں تو آنحضرتؐ نے ان لوگوں کو بلایا اور ہر ایک کی کہی ہوئی بات اس سے کہی۔ بعض نے اسلام قبول کیا قریش میں سے مرد آئے اور بیعت کرنے لگے۔ ان میں ابو قحافہ بھی تھا جو اس وقت بوڑھا اور اندھا تھا۔ وہ بھی مسلمان ہوا۔ اس دوران میں سورہ اذا جاء نصر اللہ والفتح الخ۔ نازل ہوئی۔ اس کے بعد عورتوں کی بیعت کی باری آئی تو آپؐ نے پانی کے ایک پیالے میں ہاتھ ڈالا اور عورتوں سے فرمایا کہ جو میری بیعت کرنی چاہیے وہ اس پیالے میں ہاتھ ڈالے کیونکہ میں عورتوں کے ساتھ مصافحہ نہیں کرتا۔ ایک قول کی بناء پر جناب خدیجہ کی بہن امیہ نے آپؐ سے بیعت کی اور پھر یہ آیت مبارکہ عورتوں کی بیعت کے سلسلے میں نازل ہوئی۔ یاایھا النبی اذا جاءک المومنات یبایعنک الخ۔ (اے نبی، جب مومن عورتیں تیرے پاس آئیں کہ تیری بیعت کریں اس شرط پر کہ وہ خدا کا کسی کو شریک قرار دیں گی چوری نہ کریں گی زنا نہ

کریں گی۔ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی کسی پر کوئی بہتان نہ باندھیں گی اور افترا پردازی نہ کریں گی۔ دوسرے شخص کو اپنے شوہر کی اولاد کو قتل نہ کریں گی۔ کسی پر کوئی بہتان نہ باندھیں گی اور افترا پردازی نہ کریں گی۔ دوسرے شخص کو اپنے شوہر کی اولاد نہ بنائیں گی اور اس کام میں تیری اطاعت کریں گی جس کا تو حکم دے تو اس صورت میں تو ان سے بیعت لے اور ان کے لیے اپنے رب سے بخشش کی دعا کر۔ خدا بخشنے والا اور مہربان ہے) جب یہ آیت آپؐ نے ان کے سامنے پڑھی تو حکیم بنت حارث بن ہشام جو عکرمہ بن ابوجہل کی بیوی تھی کہنے لگی۔ اے اللہ کے رسولؐ وہ کون سا معروف فعل ہے کہ جس کی ہم کو نافرمانی نہیں کرنی۔ تو حضرتؐ نے فرمایا کہ مصیبت کے وقت اپنے منہ پر طمانچے نہ مارنا اور اپنے چہروں کو زخمی مت کرنا۔ اپنے بال نہ نوچنا۔ گریباں چاک نہ کرنا اپنے لباس سیاہ نہ کرنا۔ واویلا نہ کرنا اور کسی مردہ کی قبر پر بیٹھ کر سوگ نہ منانا۔ پس ان شرائط پر حضرتؐ نے ان سے بیعت لی۔ (بعض کہتے ہیں کہ ام حکیم بنت حارث بن عبدالمطلب نے آپؐ سے یہ سوال کیا تھا)

غزوہ حنین کا تذکرہ

فتح مکہ کے بعد عرب کے اکثر قبائل تو فرماں بردار ہو گئے اور انہوں نے اسلام اختیار کر لیا لیکن قبیلہ ہوازن وثقیف جو بہادر افراد پر مشتمل تھا۔ اس نے تکبر سے کام لیا اور انہوں نے آپس میں عہد کیا کہ پیغمبر السلامؐ کے ساتھ جنگ کریں گے پس مالک بن عوف نضری جو قبیلہ ہوازن کا قائد تھا لشکر تیار کرنے لگا اور قبائل کو عورتوں اور مویشیوں کے ساتھ لے چلا ان کے ساتھ چار ہزار جنگجو جوان تھے اس نے ایک شخص کو قبیلہ بنی سعد کے پاس بھیجا اور ان سے بھی مدد چاہی۔ وہ کہنے لگے محمدؐ ہمارے رضیع (دودھ پینے والا) ہیں ہمیں پے بڑھے ہیں اہم ان سے جنگ نہیں کریں گے۔ مالک نے مسلسل پیغام بھیجے اور ان میں سے ایک گروہ کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور اپنے ساتھ لے کر چلا۔ بہرحال دور و نزدیک سے اس نے اتنا لشکر جمع کیا کہ تیس ہزار آدمیوں کی فوج تیار ہو گئی اس نے وادی حنین میں پڑاؤ ڈالا۔ جب یہ خبر آنحضرتؐ کو پہنچی تو آپؐ بھی تیاری کرنے لگے۔ آپؐ نے عتاب بن اسید کو مکہ کی حکومت پر مامور کیا اور حضرت معاذ بن جبل کو مکہ کے لوگوں کو تعلیم دینے کے لیے مقرر کیا اور دو ہزار اہل مکہ اور دس ہزار کا وہ لشکر جو آپؐ کے ساتھ تھا مجموعی طور پر بارہ ہزار افراد کے ساتھ اور ایک قول کی بناء پر سولہ ہزار جنگی جوانوں کے ساتھ آپؐ نے مکہ سے باہر خیمہ نصب کیا۔ ایک سو زرہیں اور بعض دوسرے آلات حرب وضرب صفوان بن امیہ سے مانگ کر لیے اور حنین کی طرف روانہ ہوئے۔

ایک روایت ہے کہ ابوبکر نے اس دن کہا کہ کیا خوب لشکر جمع ہو گیا ہے اب ہم مغلوب نہیں ہوں گے۔ اس کی نظر لشکر کو لگ گئی۔ خداوند عالم فرماتا ہے۔ لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیأء الخ۔

(بے شک خدا نے تمہاری بہت سے مقامات پر مدد کی اور حنین کے دن بھی جب کہ تمہاری کثرت نے تمہیں متکبر بنا دیا تھا

پس وہ کثرت تمہیں کسی چیز سے بے پرواہ نہ کرسکی) مالک بن عوف نے حکم دیا تھا کہ اس کے لشکر میں سے ایک گروہ مسلمانوں کے راستے میں چھپ کر بیٹھے اور جب محمدؐ کا لشکر آجائے تو اچانک حملہ کردے۔ جب صبح ہوئی تو پیغمبرؐ خدا نے بڑا علم امیر المومنین علیؑ کے سپرد کیا اور باقی علم لشکر کے دوسرے قائدین کے حوالے کیے اور وادی حنین کی نشیبی جانب سے آپ داخل ہوئے سب سے پہلے خالد بن ولید ایک گروہ کے ساتھ کہ جن کے پاس جنگ کے ہتھیار نہیں تھے اس علاقہ میں داخل ہوا جب کہ ایک تنگ مقام آیا تو وہ سارے کے سارے یکدم نہ گزر سکے اور مجبوراً متفرق ہو کر مختلف راستوں سے گزرنے لگے۔ قبیلہ ہوازن نے کمین گاہ سے نکل کر اچانک حملہ کردیا اور مسلمانوں پر تیر برسانے لگے۔ سب سے پہلے قبیلہ بنی سلیم یعنی جو خالد بن والید کا دستہ تھا وہ بھاگ کھڑا ہوا ان کے پیچھے کفار قریش جو تازہ تازہ مسلمان ہوئے تھے وہ بھاگے اور صورت حال یہ ہوگئی کہ اصحاب پیغمبرؐ بالکل کم رہ گئے اور انہیں یہ محسوس ہوا کہ ہم یہ جنگ نہیں لڑسکیں گے لہٰذا وہ بھی بھاگنے لگے اس جنگ میں حضرتؐ سفید رنگ کے خچر یا دلدل پر سوار تھے بھاگنے والوں کو پیچھے سے آواز دیتے تھے۔ اے لوگو! کہاں بھاگے جارہے ہو۔ خلاصہ یہ کہ تمام صحابہ بھاگ گئے سوائے دس افراد کے کہ جن میں سے نو بنی ہاشم تھے۔ اور دسواں شخص ایمن، ام ایمن کا بیٹا تھا۔ اُسے مالک نے قتل کردیا۔ باقی وہیں نو افراد بنی ہاشم کے راہ گئے حضرت عباس ابن عبدالمطلب حضرتؐ کے دائیں طرف فضل ابن عباس بائیں طرف ادھیان بن حارث بن عبدالمطلب خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے اور علی علیہ السلام سامنے کی جانب شمشیر زنی کررہے تھے اور دشمن کو دور ہٹا رہے تھے اور نوفل بن حارث ربعیہ بن حارث عبداللہ بن زبیر ابن عبدالمطلب اور ابولہب کے دو بیٹے عتبہ اور معتب حضرتؐ کے دونوں طرف تھے اور باقی سب صحابہ بھاگ گئے تھے پس حضرت رسول خداؐ نے اپنے خچر کو آگے بڑھایا اور کفار پر حملہ آور ہوئے اور سخت جنگ کی اور فرمایا۔

انا النبی لا اکذب

انا ابن عبدالمطلب

سوائے اس جنگ کے حضورؐ نے کسی جنگ میں تیغ زنی نہیں کی۔ فضل ابن عباس سے روایت ہے پیچھے بنی مومنین نے اس دن چالیس دلیروں کو زمین پر دے پچھاڑا اور ہر ایک برابر کے دو ٹکڑے کیے یہاں تک کہ ان ساس اور ناک بھی برابر کے دو حصوں میں تقسیم ہوئی آدھا جسم کے آدھے حصے کے ساتھ اور آدھا دوسرے کے ساتھ تفصیل کہتے ہیں کہ حضرتؑ کی ضربت ہمیشہ طاق ہوتی تھی یعنی پہلے ہی وار میں دونیم کردیا کرتے تھے اور دوسری ضرب کی ضروریات باقی نہیں رہتی تھی بنی ہوازن کے ایک شخص نے جس کا نام ابوجرول تھا ایک بلند نیزے پر سیاہ علم باندھ رکھا تھا وہ کفار کے لشکر کے آگے آگے ایک سرخ اونٹ پر سوار تھا جب وہ کسی مسلمان کو قتل کرتا اور کفار اسے دیکھ کر اس کی طرف بڑھتے تو وہ یہ رجز پڑھ کر آگے بڑھتا تھا۔

انا ابوجرول لابراح

حتیٰ بنیح الیوم اوبناح

(میں جرول ہوں یہاں سے نہیں ہٹوں گا یا ہم انہیں لوٹیں گے یا خود لٹ جائیں گے)

امیر المومنین علیؑ نے اس کا راستہ روکا۔ پہلے اس کے اونٹ کو جو اصحاب جمل کے اونٹ کی مانند تھا ضرب لگا کر زمین پر گرایا۔ پھر ابو جرول پر ایسا وار کیا اس کے برابر کے دو ٹکڑے ہو گئے پھر آپ نے فرمایا:

لقد علم القوم لدی الصباح
انی لدی الصیجاذوانصاح

قوم پہلے ہی دن سے جانتی ہے کہ میں جنگ کے وقت مخلص ہوں۔

ابو جرول کے قتل کے بعد مشرکین میں مقابلے کی طاقت باقی نہ رہی۔ ادھر حضرت عباس نے جو بلند آواز آدمی تھے اصحاب کو پکارا۔ اے گروہ انصار! اے بیعت الشجرہ والو! اے سورہ بقرہ والو! دریں اثنا مسلمان پلٹ آئے اور انہوں نے کفارہ کا پیچھا کیا۔ آنحضرتؐ نے دشمنوں پر ایک مٹھی بھر خاک ڈالی اور فرمایا شاھت الوجوہ (برے ہوں ان کے چہرے) پھر آپؐ نے فرمایا خدایا تو نے اوّل قریش کو تکلیف میں مبتلا کیا ہے ان کے آخر کو بخشش و عطا سے نواز۔

روایت ہے کہ پانچ ہزار فرشتے اس جنگ میں شریک ہوئے۔ مالک بن عوف ہوازن و ثقیف کے ایک گروہ کے ساتھ طائف کی طرف بھاگ گیا کچھ لوگ مقام اوطاس کی طرف نکل گئے اور کچھ لوگ بطن نخلہ کی طرف بھاگ گئے۔ رسولؐ خدا نے فرمایا جس مسلمان نے جس کافر کو قتل کیا ہے اس کے ہتھیار اور لباس کا وہ مالک ہے۔ کہتے ہیں اس جنگ میں حضرت ابو طلحہ نے بیس آدمیوں کو قتل کیا تھا انہوں نے ان سب کا سامان لے لیا۔ اس جنگ میں مسلمانوں میں سے صرف چار آدمی شہید ہوئے۔ جب جنگ حنین ختم ہوئی تو ڈیڑھ ہزار بہادر ایک قائد کے ساتھ شکست خوردہ لوگوں کے پیچھے گئے اور انہوں نے جسے پایا قتل کیا۔ تین روز تک یہی حالت رہی یہاں تک کہ ان کی عورتیں اور اموال جمع ہو گئے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ جو مال غنیمت جنگ حنین میں اکٹھا ہوا ہے اسے مقام جعرانہ میں تقسیم ہونے سے پہلے بحفاظت رکھا جائے۔ اس مال میں چھ ہزار قیدی تھے۔ چار ہزار اونٹ، چالیس ہزار اوقیہ چاندی (اوقیہ سات مثقال کا ہوتا ہے۔) اور چالیس ہزار گوسفند تھے۔ ان قیدیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی بہن شیماء بھی تھیں جب اس نے اپنا تعارف کرایا تو آنحضرتؐ اس پر مہربان ہوئے اپنی چادر بچھا کر اسے بٹھایا اور دیر تک اس سے باتیں کرتے رہے اور حالات پوچھتے رہے اور حضرت نے اسے یہ اختیار دیا کہ چاہے تو وہ آپ کے پاس رہے، چاہے تو اپنے گھر چلی جائے۔ شیماء نے واپس جانا چاہا حضرتؐ نے اسے ایک غلام اور ایک روایت کے مطابق ایک کنیز دو اونٹ اور کچھ گوسفند عطا کیے اور جعرانہ میں جب مال غنیمت تقسیم ہونے لگا تو اس نے ہوازن کے قیدیوں کے بارے میں سفارش کی آپؐ نے فرمایا میں اپنا حصہ اور عبدالمطلب کی اولاد کا حصہ تمہیں بخشتا ہوں۔ باقی رہا مسلمانوں کا حصہ تو تم خود میرا واسطہ دے کر ان سے سفارش کرو ممکن ہے وہ تمہیں بخش دیں۔ جب آپ ظہر کی نماز سے فارغ ہوئے تو حلیمہ کی بیٹی اٹھ کھڑی ہوئیں اور مسلمانوں سے التجا کی۔ مسلمانوں نے رسولؐ اللہ کا لحاظ کرتے ہوئے ہوازن کے قیدی بخش دیئے سوائے اقرع بن حابس اور عینیہ بن حصن کے ان دونوں نے بخشنے سے انکار کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا ان کے حصہ کے لیے قیدیوں میں قرعہ ڈالا جائے اور عرض کیا خدایا ان کے حصہ کو پشت قرار دے پس ایک کے حصہ میں بنی عقیل کا ایک

غلام اور دوسرے کے حصہ میں بنی نمبر کا غلام آیا جب ان لوگوں نے یہ دیکھا تو اپنا حصہ بخش دیا۔

روایت ہے کہ جس روز آپؐ نے وادی اوطاس میں عورتوں کو تقسیم کیا تو فرمان جاری کیا کہ لوگوں میں منادی کی جائے کہ حاملہ عورتوں سے وضع حمل سے پہلے جو حاملہ نہیں ہیں ان سے ایک حیض دیکھنے سے پہلے ہم بستری نہ کریں۔ بہر حال ماہ ذی قعد کے ابھی بارہ روز باقی تھے جو رسولؐ خدا نے جعرانہ سے احرام باندھا اور مکہ تشریف لائے طواف کیا اور عمرہ بجالائے اور عتاب بن اُسید کو بدستور حکومت مکہ پر برقرار رکھا اور اس کے لیے بیت المال سے ہر روز کے لئے ایک درہم مقرر کیا۔ اکثر اوقات عتاب خطبہ پڑھتے ہوئے یہ کہتا تھا خدایا اس شخص کو بھوکا رکھ جو روزانہ ایک درہم پر قناعت نہ کر سکے۔ مجھے رسول اللہؐ ایک درہم دیں تو میں اس پر خوش ہوں اور مجھے کسی اور کی ضرورت نہیں۔

سنہ ۸ ھ میں زینب بنت رسول اللہؐ (ربیبہ) ابو العاص بن ربیع کی بیوی نے وفات پائی کہتے ہیں اس کے لیے ایک تابوت بنایا گیا اور یہ پہلا تابوت تھا جو اسلام میں بنایا گیا۔ وہ صاحب اولاد بھی تھیں۔ ایک علی نام کا لڑکا تھا جو حد بلوغ کے قریب وفات پا گیا اور ایک لڑکی امامہ جو حضرت فاطمہؑ کی وفات کے بعد انہی کی وصیت کے مطابق امیر المومنین کی زوجیت میں آئی۔ اسی سال جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند ابراہیم پیدا ہوئے۔ ان کے حالات آٹھویں فصل میں اولاد رسولؐ کے بیان میں درج ہوں گے۔

نویں سال ہجری کے واقعات

سنہ ۹ ھ کی ابتداء میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زکوۃ وصول کرنے کے لیے عامل مقرر فرمائے تا کہ وہ مسلمان قبیلوں سے زکوۃ وصول کریں۔ بنوتمیم نے زکوۃ نہ دی۔ پچاس افراد انہیں کیفر کردار کو پہنچانے کے لیے گئے ان لوگوں پر اچانک حملہ کیا گیا اور گیارہ مرد گیارہ عورتیں اور تیس بچے قیدی بنا کر مدینہ لائے گئے۔ ان کے پیچھے بنی تمیم کے بزرگ افراد مثلاً عطارد بن حاجب بن زرارہ زبر قان بن بدر عمر بن ایتم اقرع بن حالبس اپنے خطیب اور شاعر کے ہمراہ مدینہ آئے اور نبی اکرمؐ کے حجروں کے دروازوں میں داخل ہو کر کہنے لگے محمدؐ باہر آؤ۔ انہوں نے حضرتؐ کو قیلولہ سے بیدار کر دیا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ ان الذین ینادونك من ذارء الحجرات اکثر ھم لا یعقلون ولو انھم صبروا حتیٰ تخرج الیھم لکان خیر الھم واللہ غفور رحیم۔ (جو لوگ حجروں کے پیچھے سے تمہیں آواز دیتے ہیں اور ان میں سے اکثر بے عقل ہیں اگر وہ اس وقت تک صبر کریں جب تک آپؐ ان کے پاس پہنچ جائیں تو یہ بہتر بات ہے ان کے لیے۔ خدا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے)۔

بنوتمیم کہنے لگے ہم اپنا شاعر اور خطیب لے کر آئے ہیں تا کہ وہ آپؐ سے فخر و مباحات کی باتیں کریں۔ آپؐ نے فرمایا میں شعر لے کر مبعوث نہیں ہوا اور نہ فخر و مباحات کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ اچھا جو کچھ لائے ہو لے آؤ۔ عطارد کھڑا ہوا اور اس نے بنی تمیم کی شان میں خطبہ پڑھا پھر زبرقان بن بدر نے کچھ اشعار پڑھے۔ جب بنوتمیم کا خطیب اور شاعر اپنی گفتگو ختم کر چکے تو حضرتؐ کے حکم سے ثابت ابن قیس نے جو انصار کا خطیب تھا ان سے زیادہ طویل اور فصیح خطبہ پڑھا۔ پھر آپؐ نے حسان کو بلایا اور حکم دیا کہ ان کا جواب دو۔ حضرت حسان نے ان کے جواب میں قصیدہ کہا (طوالت کی وجہ سے ہم ان اشعار کو نقل نہیں کرتے) اقرع ابن حابس کہنے لگا اس خدا کی قسم جس نے محمدؐ کو غیب سے کامیابی بخشی ہے اس کا خطیب ہمارے خطیب سے اور اس کا شاعر ہمارے شاعر سے بہتر ہے۔ اس طرح انہوں نے اپنے اسلام کو درست کیا۔ اس کے بعد ان کے قیدی واپس کر دیئے گئے اور ہر ایک کو اس کی حیثیت کے مطابق عطیہ بھی دیا گیا۔

غزوۂ تبوک

تبوک مقام حجر اور شام کے درمیان ہے۔ یہ قوم ثمود کے رہنے کی جگہ تھی اور ان کا یہ شہر شام کے علاقے میں فرماتا تھا خدا فرماتا ہے کہ حجر کے رہنے والوں نے پیغمبروں کی تکذیب کی تبوک ایک قلعہ ہے اور چشمہ کا نام ہے غزوہ تبوک کو غزوہ فاضحہ بھی کہتے ہیں کیونکہ اس جنگ میں بہت منافق رسوا ہوئے تھے اور اس لشکر جیش العسرۃ بھی کہتے ہیں کیونکہ لشکر نے قحط کی وجہ سے بہت زحمت اٹھائی تھی۔ یہ جنگ رسولؐ خدا کی آخری جنگ ہے۔ اس جنگ کا سبب یہ تھا کہ ایک قافلہ شام سے مدینہ میں تجارت کے لیے آیا تھا۔ اس

نے مدینہ کے لوگوں کو بتایا کہ سلطان روم نے فوج تیار کی ہے اور لخم، خدام عاملہ اور غسان کے قبیلے بھی اس سے مل گئے اور وہ سب مدینہ پر حملے کا ارادہ رکھتے ہیں اور لشکر کا ہراول دستہ مقام بلقا پہنچ چکا ہے۔ مجبوراً رسول خدا نے حکم دیا کہ دور و نزدیک کے مسلمان تیاری کریں۔ اہل مدینہ کے چونکہ اس وقت میوے تیار میں تھے اور باغات پکے ہوئے تھے ان کے لیے یہ سفر مشکل تھا۔ غلے کے کاٹنے کا زمانہ تھا پھر یہ سفر دور کا بھی تھا ہوا گرم تھی اور دشمن بھی زیادہ تھے لہٰذا وہ ٹال مٹول سے کام لے رہے تھے۔ اس صورت حال میں یہ آیت نازل ہوئی۔

یاایھا اللذین آمنو مالکم اذا قیل لکم انفر و فی سبیل اللہ (اے ایمان والو تمہیں کیا ہو گیا ہے جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں چل نکلو تو تم ٹال مٹول سے کام لیتے ہو)۔

پس ایک گروہ لشکر کی تیاری کے سلسلے میں صدقے وغیرہ لے کر آیا۔ ابو عقیل انصاری ایک صحابی تھے انہوں نے کچھ مزدوری کی تھی اور دو صاع کھجوریں مزدوری میں حاصل کی تھیں۔ انہوں نے ایک صاع اپنے اہل و عیال کے لیے رکھیں اور ایک صاع لشکر کے لیے لے کر آیا۔ حضرتؐ نے وہ لے کر صدقات میں داخل کر دیں منافقین نے اس کی کمی کا مذاق اڑایا اور بہت سی باتیں بنائیں تو یہ آیت نازل ہوئی **الذین یلمزون المطوعین من المومنین فی لصدات** (وہ لوگ جو مومنین میں سے اس سے اطاعت کرنے والوں کے صدقہ پر طنز کرتے ہیں) بہت سی مسلمان عورتوں نے اپنے زیور حضرت کی خدمت میں بھیجے تاکہ لشکر کی تیاری میں کام آئیں۔

اس کے بعد حضرتؐ نے لشکر معاملہ درست کیا اور حکم دیا کہ اپنے ساتھ کافی مقدار میں جوتے لے لو کیونکہ اگر لوگوں کے پاس جوتے ہوئے تو ان کا شمار سواروں میں ہوگا۔ اس طرح تیس ہزار کا لشکر تبوک کے سفر پر روانہ ہوا ان میں ہزار آدمی سوار تھے۔ بیاسی آدمیوں نے بے بضاعتی اور فقر و فاقہ کا بہانہ کیا تاکہ وہ لشکر کے ساتھ نہ جائیں اور کچھ دوسرے عذر بھی پیش کیے پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ وہ وقت قریب ہے جب میں تم سے مستغنی ہو جاؤں گا۔ اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ **وجا المعذرون من العراب الیوزن لھم** (اور عذر کرنے والے اعراب آئے۔ تاکہ انہیں جنگ سے بچ جانے اور گھر بیٹھ جانے کی اجازت مل جائے) منافقین کا ایک گروہ تو بغیر کسی عذر کے لشکر کے ہمراہ نہ ہوا۔ اس کے علاوہ منافقین دوسرے لوگوں کو بھی اس سفر سے خوف دلاتے تھے کہ ہوا گرم ہے۔ یہ بھی کہتے تھے کہ محمدؐ کا یہ خیال ہے کہ روم سے جنگ کرنا بھی باقی جنگوں کی طرح ہے۔ اس لشکر میں سے ایک آدمی بھی بچ کر واپس نہ آئے گا۔ وہ اس قسم کی باتیں کرتے تھے ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی **فرح المخلوفون بقعدھم** ۔ الخ (پیچھے رہ جانے والے اپنے بیٹھ جانے پر خوش ہیں) جب رسول اللہؐ نے بعض منافقین کو گھر بیٹھ جانے کی اجازت دے دی تو ارشاد قدرت ہوا۔ تو نے جو ان کو اجازت دے دی ہے خدا نے اسے معاف کر دیا۔

بہر حال جب منافقین گھر بیٹھ رہنے کی اجازت لے چکے تو انہوں نے یہ سوچا کہ اگر پیغمبرؐ کا سفر طولانی ہو گیا یا آپؐ نے تبوک میں شکست کھائی تو آنحضرتؐ کا گھر لوٹیں گے اور آپؐ کے قبیلے اور اہل و عیال کو مدینہ سے نکال دیں گے جب آپؐ ان کے پوشیدہ دلی

راز سے باخبر ہوئے تو آپؐ نے مدینہ پر حضرت علی علیہ السلام کو اپنا جانشین مقرر کیا تا کہ وہ منافقین کو ان کے برے ارادہ سے باز رکھیں اور لوگوں کو یہ بھی علوم ہو جائے کہ پیغمبر کے بعد خلافت علیؑ کے لیے ہے پھر آپؐ مدینہ سے روانہ ہوئے تو منافقین کہنے لگے کہ علی رسول خدا کے لیے بار خاطر تھے جبھی تو انہیں اپنے ساتھ نہیں لے گئے۔ یہ بات جب امیر المومنینؑ تک پہنچی تو آپؑ مدینے سے روانہ ہوئے اور مقام جرف میں آنحضرتؐ سے جا ملے اور یہ بات ان کو بتائی حضرتؐ نے علیؑ کو واپس جانے کا حکم دیا اور فرمایا۔ اما ترضیٰ ان تکون منی بمنزلہ هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی۔ (کیا تم اس بات سے خوش نہیں وہ تمہیں مجھ سے وہ نسبت اور منزلت حاصل ہو جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی ہاں البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

مختصر یہ کہ رسول اللہ تبوک کے راستے پر گامزن ہوئے اور آپؐ نے لشکر بھی کوچ کا حکم دیا کسی سفر میں بھی مسلمانوں نے اتنی تکلیف نہیں اٹھائی تھی کیونکہ دس آدمیوں کے حصہ میں ایک اونٹ سواری کے لیے تھا اور وہ اس پر ہی باری باری سوار ہوتے تھے اور زاد راہ اس قدر کم تھا کہ دو آدمی ایک کھجور کا دانہ کھاتے تھے۔ ایک اس کھجور کو کچھ دیر چوس کر اپنے ساتھی کو دیتا پھر دوسرا اس کو کھاتا۔ کرم خوردہ جو غیر مرغوب کھجوریں اور فاسد چربی ان کا زادراہ تھا اور ہوا کی گرمی کی سختی کی وجہ سے راستوں میں پانی ناپید تھا حالت یہ تھی کہ سواریوں کی کمی کے باوجود اپنی سواری کے اونٹ نحر کر کے ان کی انتڑیوں کی رطوبتوں کو پانی کی جگہ استعمال کرتے تھے۔ اسی وجہ سے اس لشکر کو جیش العسرۃ بھی کہتے ہیں اس موقع کے لیے خداوند فرمایا ہے۔ لقد تاب الله علی النبی والمهاجرین والانصار الذین اتبعوہ فی ساعة العسرۃ (خدا نے نبی اور ان مہاجرین وانصار پر اپنی نظر رحمت ڈالی جنہوں نے مشکل وقت میں پیغمبرؐ کا ساتھ دیا تھا)

اس سفر میں رسول خداؐ سے بہت سے معجزات کا ظہور ہوا مثلاً آپ کا منافقین کی باتوں کا خبر دینا۔ پہاڑ سے کلام کرنا اور اس کا بزبان فصیح جواب دینا اور آپ کا اس جن سے گفتگو کرنا جو ایک بڑے سانپ کی شکل میں راستے میں نمودار ہوا تھا اور آپ کا اس اونٹ کی خبر دینا جو گم ہو گیا تھا۔ اور آپؐ کی آمد کی اطلاع اس علاقہ میں پھیل گئی تو ہراقلیوس جو یورپ ممالک شام اور بیت المقدس کا شہنشاہ تھا اور حمص میں مقیم تھا اور وہ رسول خداؐ سے عقیدت بھی رکھتا تھا اور ایک روایت کے مطابق وہ اسلام قبول کر چکا تھا۔ اس نے اپنے ملک کے لوگوں کو جمع کیا اور پیغمبر اسلامؐ کی تصدیق کی دعوت دی لیکن لوگوں نے اس کی بات نہ مانی۔ ہراقلیوس کو خوف ہوا کہ کہیں اس کی سلطنت کا خاتمہ نہ ہو جائے۔ مجبوراً وہ خاموش ہو گیا۔ ادھر پیغمبر اسلامؐ کو جب معلوم ہوا کہ مدینہ پر قیصر کے حملے کی خبر جھوٹی تھی تو آپؐ نے بڑے بڑے صحابہ کو بلایا اور فرمایا تمہارا کیا ارادہ ہے۔ یہاں سے روم پر چڑھائی کر کے بنی الاصغیر کی سلطنت پر قبضہ کریں یا مدینہ کی طرف پلٹ جائیں۔ بعض نے مشورہ دیا کہ مدینہ کی طرف واپس چلیں تو حضرت مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ واپسی پر اصحاب عقبہ کا واقعہ رونما ہوا۔

یہ منافقین کا ایک گروہ تھا جو چاہتے تھے کہ عقبہ میں رسول اللہ کے اونٹ کو بدکا دیں اور اس طرح آنحضرتؐ کو قتل کر دیں۔ جب وہ کمین گاہ میں بیٹھے تو جبرئیلؑ نے آنحضرتؐ کو اطلاع دے دی۔ پس آپؐ سوار ہوئے اور عمار یاسر کو حکم دیا کہ

اونٹ کی مہار کھینچیں۔ اور آپؐ نے حذیفہ سے فرمایا کہ اونٹ کو پیچھے سے ہانکو۔ جب آپ عقبہ پر پہنچے تو حکم دیا کہ عقبہ پر مجھ سے پہلے کوئی شخص نہ جائے۔ آپ خود عقبہ پر تشریف لے گئے تو آپؐ نے کچھ سوار دیکھے جنھوں نے اپنے چہرے نقابوں سے چھپار کھے تھے۔ حضرتؐ نے نا ہیں للکارا تو وہ حملہ آور ہوئے عمار آگے بڑھے اور ان کے اونٹوں کے منہ پر ضرب لگانے لگے یہاں تک کہ وہ پسپا ہو گئے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عمار تو نے انہیں پہچانا۔ عرض کیا چونکہ انہوں نے اپنے چہرے نقابوں سے چھپار کھے تھے اس لیے میں ان کو نہ پہچان سکا۔

آپؐ نے حذیفہ کو ان سب کے نام بتائے اور فرمایا یہ بات کسی سے نہ کہنا یہی وجہ تھی کہ حذیفہ باقی سب صحابہ سے امتیاز رکھتے تھے اور صحابہ حذیفہ کے متعلق کہا کرتے تھے صاحب السر الذی لا یعلمہ غیرہٗ۔

بعض علماء نے عقبہ کا واقعہ حضورؐ کے حجۃ الوداع سے واپسی کے موقع پر نقل کیا ہے اور تبوک سے واپسی کے بعد ہی آنحضرتؐ نے مسجد ضرار کے متعلق حکم دیا کہ اسے مسمار کر کے آگ لگا دی جائے۔ اس مسجد کو منافقین نے مسجد قبا کے سامنے بنایا تھا اور چاہتے تھے کہ ابو عامر فاسق کو اس کی پیش نمازی کے لیے مقرر کریں۔ حضرت کا حکم ملتے ہی اس مسجد کو آگ لگا دی گئی اور وہاں کھتہ بنا دیا گیا اور اس مسجد قبا کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ والذین اتخذو امسجداً ضراراً۔ الخ (وہ لوگ جنھوں نے مسجد ضرار بنائی)

مختصر یہ کہ آنحضرتؐ مدینہ میں داخل ہوئے اور ایک قول کی بناء پر اس وقت ماہ رمضان کے کچھ دن باقی تھے۔ آپ اپنے دستور کے مطابق پہلے مسجد میں تشریف لے گئے۔ وہاں دو رکعت نماز پڑھی پھر اپنے گھر گئے تبوک سے آپؐ کی واپسی کے بعد ماہ شوال کے آخری دنوں میں عبداللہ ابن ابی رئیس المنافقین بیمار ہوا۔ بیس روز تک بستر علالت پر پڑا رہا اور ماہ ذیقعدہ میں مر گیا۔ آپ کا اس کے حق میں اس کے بیٹے کی وجہ سے رعایت کرنا اور بعض دوسری مصلحتوں کی بناء پر بھی رعایت سے کام لینا اور عمر کا آپؐ پر اعتراض کرنا کرنا اپنے مقام پر بڑی تفصیل کے ساتھ لکھا ہوا ہے ۹ھ میں ابوبکر کو حکم ہوا کہ وہ مکہ جائیں اور سورہ برات کی ابتدائی آیتیں لوگوں کو پڑھ کر سنائیں حضرت ابوبکر یہ حکم پا کر مدینہ سے نکلے ذوالحلیفہ سے احرام باندھ کر کچھ راستہ طے کیا تھا کہ جبرئیلؑ امین نازل ہوئے اور پیغمبر خدا کو خدا کا سلام پہنچا کر عرض کیا لا یوریھا الا انت او رجل منک۔ یعنی یہ آیتیں آپ کی طرف سے وہ پہنچائے جو آپؐ سے ہے یا آپ خود پہنچائیں ایک روایت ہے کہ سوائے حضرت علی علیہ السلام کے ان کی کوئی تبلیغ نہ کرے۔ رسول اکرمؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ جلدی جاؤ اور ابوبکر سے آیتیں لے کر حج کے موسم میں لوگوں کو پڑھ کر سناؤ۔ امیر المومنینؑ منزل روحا میں حضرت ابوبکر سے جا ملے اور آیتیں لے کر مکہ گئے اور لوگوں کے سامنے ان کو پڑھا۔

احادیث معتبرہ میں حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ حضرت امیرؑ نے آیتیں لے کر عرفہ کے دن عرفات میں اور عید کی رات مشعر الحرام میں اور عید کے دن جمروں کے پاس اور تمام ایام تشریق میں منیٰ میں سورہ برات کی پہلی دس آیتیں مشرکین کے سامنے بلند آواز سے پڑھیں۔ ایسی حالت میں کہ آپؑ اپنی تلوار نیام سے باہر نکالے ہوئے تھے اور پکار کر فرما رہے تھے کہ کوئی شخص خانہ کعبہ

کا ننگے ہو کر طواف نہ کرے۔کوئی مشرک خانہ کعبہ کا حج نہ کرے اور جس کی مدت پیمان و امان ابھی باقی ہے اس کیلئے مدت ختم ہونے تک امان ہے اور جس کی مدت امان نہیں ہے وہ چار ماہ تک امان میں ہے۔روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکر کو سورہ برات کی آیتیں دے کر پہلی ذی الحجہ کو بھیجا تھا اور حضرت امیر علیہ السلام اس مقام روحانی میں تیسری ذی الحجہ کو جا ملے تھے۔وہاں سے آیتیں لے کر مکہ تشریف لے گئے۔ابوبکر واپس ہو گئے۔سورہ برات کی ادائیگی سے ابوبکر کے معزول ہونے اور امیر المومنینؑ کے بھیجے جانے کی روایات سنی اور شیعہ دونوں فرقوں کی کتابوں میں موجود ہیں۔

۹ ھ ہی میں حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے وفات پائی اور اس کی وفات کے دن آنحضرتؐ نے فرمایا کہ آج ایک مرد صالح وفات پا گیا ہے۔اٹھو تا کہ اس کے لیے نماز پڑھیں کہتے ہیں کہ نجاشی کا جنازہ پیغمبرؐ کے سامنے ظاہر ہوا اور صحابہ نے پیغمبرؐ کے ساتھ اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

دسویں ہجری سال کے واقعات

واقعہ مباہلہ اور نصاریٰ نجران کے بارے میں شیخ طبرسیؒ اور دوسرے علماء نے روایت کی ہے کہ نصاریٰ کے اشراف کی ایک جماعت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ان کے تین افراد سرکردہ تھے ایک کا نام عاقب تھا جوان کا امیر تھا اور صاحب الرائے تھا۔دوسرا عبدالمسیح جس سے وہ تمام مشکلات میں استمداد کرتے تھے اور تیسرا ابو حارثہ ان کا عالم اور پیشوا تھا روم کے بادشاہوں نے اس کے لیے کئی گرجا بنوا لے تھے اور اس کے پاس تحفے اور ہدیے بھیجتے تھے ان کے نزدیک وہ بہت بڑا عالم تھا جب یہ لوگ حضرتؐ کی خدمت میں روانہ ہوئے تو ابو حارثہ ایک خچر پر سوار تھا۔کرز بن علقمہ اس کا بھائی اس کے ساتھ چل رہا تھا۔اچانک ابو حارثہ کے خچر کا پاؤں پھسلا کرز نے یہ دیکھ کر آنحضرتؐ کے متعلق نازیبا الفاظ استعمال کیے۔ابو حارثہ نے کہا جو کچھ تو نے کہا ہے وہ تیرے لیے ہی ہو۔اس نے کہا اے بھائی ایسا کیوں کہتے ہو۔ابو حارثہ نے کہا خدا کی قسم یہ وہی پیغمبرؐ ہے کہ جس کا ہم انتظار کر رہے ہیں کرز نے یہ کہا کہ پھر اس کا اتباع کیوں نہیں کرتے وہ کہنے لگا کیا تو نہیں جانتا کہ اس گروہ نصاریٰ کا سلوک ہمارے ساتھ کیسا ہے۔یہ ہمیں بزرگ مانتے ہیں انہوں نے ہمیں بہت سامال دیا ہے یہ ہمارے عزت و توقیر کرتے ہیں۔ورنہ پیغمبر اسلام کی پیروی پر راضی نہیں ہوتے۔اگر ہم ان کا اتباع کریں تو یہ سب مال و متاع ہم سے چھین لیں گے۔کرز نے یہ بات اپنے دل میں رکھی یہاں تک کہ وہ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔

نصاریٰ بنی نجران عصر کے وقت مدینہ میں داخل ہوئے۔یہ بہترین پوشاکیں پہنے ہوئے تھے۔عربوں نے اتنا قیمتی لباس اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔یہ جب آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے تو انہوں نے سلام عرض کیا لیکن حضرت نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا۔نہ ان سے کلام کیا۔وہ لوگ عثمان اور عبدالرحمن ابن عوف کے پاس گئے کیوں کہ ہم ان کے سلام کا جواب نہیں

دیا۔نہ ان سے کلام کیا۔وہ لوگ عثمان اور عبدالرحمن ابن عوف کے پاس گئے کیوں کہ ان دونوں سے ان کی سابقہ جان پہنچان تھی۔یہ لوگ ان دونوں سے کہنے لگے کہ تمہارے پیغمبرؐ نے ہمیں خط لکھا ہے اور ہم ان کی دعوت پر یہاں آئے ہیں لیکن اب وہ ہمارے سلام کا جواب تک نہیں دیتے اور نہ ہم سے کلام کرتے ہیں۔یہ دونوں ان کو حضرت علیؑ کے پاس لے آئے اور ان کو ساری بات بتائی۔ حضرت علیؑ نے ان سے کہا کہ یہ انگوٹھیاں اور ریشمی کپڑے اتارو اور سادہ لباس پہن کر حضرت کی خدمت میں جاؤ۔انہوں نے ایسا ہی کیا۔زیور وغیرہ اتار ڈالے اور سادہ لباس پہن کر حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔سلام عرض کیا حضرتؐ نے ان کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا خدا کی قسم جب پہلی دفعہ یہ لوگ میرے پاس آئے تھے تو شیطان ان کے ساتھ تھا اسی لیے میں ان کے سلام کا جواب نہیں دیا تھا اس کے بعد وہ آپؐ سے مسلسل سوالات کرتے رہے اور سارا دن انہوں نے سرکار رسالتؐ سے مناظرہ کیا۔ان کا عالم کہنے لگا اے محمدؐ! آپ کا حضرت مسیح کے متعلق کیا خیال ہے۔آپؐ نے فرمایا وہ خدا کے بندہ اور اس کے رسول تھے۔وہ کہنے لگے آپ نے کبھی دیکھا ہے کہ کوئی بچہ بغیر باپ کے پیدا ہوا ہو۔ان کے اس استفسار کے سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ان مثل عیسی عند اللہ کمثل آدم خلقه من تراب فقال له کن فیکون (بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کی نظر میں آدم جیسی ہے کہ جنہیں خدا نے مٹی سے خلق کیا پھر ان سے کہا کہ ہو جا تو وہ ہو گئے) اس کے بعد بھی جب وہ نہیں مانے اور مناظرہ طویل ہو گیا تو پھر یہ حکم خدا آیا۔ فمن حاجك فيه من بعد ما جائك من العلم فقل تعالو ا ندع ابناء نا وابناکم ونساء نا ونساو کم وانفسنا و انفسکم وثم نبتهل فنجعل لعنة الله علی الکاذبین۔(یعنی وہ لوگ کہ جو آپؐ سے حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں مجادلہ کریں ایسی صورت میں کہ علم و برھان آ چکے ہیں تو اے محمدؐ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو لائیں اور تم اپنے بیٹوں کو ہم اپنی بیٹیوں کو لائیں ارت اپنی بیٹیوں کو لاؤ ہم اپنے نفسوں کو لائیں اور تم اپنے نفسوں کو لاؤ۔پھر تضرع کے ساتھ خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ جھوٹوں پر اپنی لعنت کرے)۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو یہ بات طے ہوئی کہ دوسرے روز دونوں مباحلہ کریں گے۔نصاریٰ اپنی قیام گاہ پر واپس چلے گئے وہاں جا کر ابوحارثہ نے اپنی ساتھیوں سے کہا کہ دیکھو اگر محمدؐ اپنے اہل بیتؑ کو لے کر آئے تو اس سے مباہلہ کرنے سے احتراز کرنا اور اگر اصحاب لے کر آئے تو پھر اس سے مباہلہ کرنے میں کسی قسم کی پرواہ نہ کرنا،صبح کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علیؑ کے گھر تشریف لائے آپؐ نے امام حسن کا ہاتھ پکڑا،امام حسینؑ کو گود میں لیا امیر علیہ السلام آپؐ کے پیچھے پیچھے اور جناب سیدہ جناب امیر اور رسول خدا کے درمیان ہوئیں اس انداز سے آپؐ مدینہ سے مباحلہ کے لیے نکلے۔

جب نصاریٰ نے ان بزرگ ہستیوں کو آتے ہوئے دیکھا تو ابوحارثہ نے پوچھا کہ کون لوگ ہیں جو آنحضرتؐ کے ساتھ آ رہے ہیں لوگوں نے بتایا کہ جو سب سے عقب میں ہے وہ ان کا چچازاد بھائی ہے اور بیٹی کا شوہر بھی ہے اور یہ ان کے نزدیک ساری مخلوق سے زیادہ محبوب شخص ہے اور یہ دونوں بچے ان کے ان کی دختر کے فرزند ہیں اور وہ جو خاتون ہے وہ ان کی بیٹی فاطمہؑ ہے جو ان کے نزدیک عزیز ترین خلق ہے۔حضرت مباحلے کے لیے دوزانوں ہو کر بیٹھ گئے۔ادھر سے سید و عاقب اپنے بیٹوں کو مباحلے کے لیے

لے آئے۔ابوحارثہ نے کہا خدا کی قسم یہ اس طرح بیٹھا ہے جیسے پیغمبر مباہلہ کے لیے بیٹھتے ہیں۔یہ کہہ کر وہ واپس جانے لگا۔سید نے کہا کہاں جارہے ہو۔اس نے کہا اگر محمد حق پر نہ ہوتے تو مباہلہ کرنے کی اس طرح جرات نہ کرتے۔اور اگر ہم نے ان سے مباہلہ کرلیا تو ایک سال کے اندر اندر کوئی نصرانی روئے زمین پر باقی نہیں رہے گا۔اس کے بعد ابوحارثہ پیغمبرؐ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا اے ابوالقاسمؐ ہم سے مباہلہ کرنے سے درگزر کیجئے اور ہم سے اس چیز پر صلح کرلیجئے کہ جس کے ادا کرنے کی قوت رکھتے ہوں۔آنحضرتؐ نے ان سے مصالحت کرلی اس شرط پر کہ وہ ہر سال ایسے دو ہزار حلے دیں گے جن میں سے ہر حلے کی قیمت چالیس درہم ہوگی اور یہ کہہ کر کہ اگر مسلمانوں کو کوئی جنگ در پیش ہوئی تو وہ تیس زرہیں تیس نیزے اور تیس گھوڑے عاریۃً دیں گے۔حضرت نے صلحنامہ تحریر کیا۔اس کے بعد وہ واپس چلے گئے۔

ان کے جانے کے بعد آپؐ نے فرمایا قسم ہے اس کی جس کے قبضہ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے کہ اہل بحران کی ہلاکت قریب آچکی تھی اگر وہ مجھ سے مباہلہ کرتے تو سب بندر اور خنزیر ہوجاتے اور یہ پوری وادی ان کے لیے آگ ہوجاتی اور وہ جل کر خاک ہوجاتے اور خدائے تعالیٰ تمام اہل نجران کو ہلاک کردیتا۔یہاں تک کہ ان کے درختوں پر ایک پرندہ بھی باقی نہ رہتا۔جب سید وعاقب واپس چلے گئے تو تھوڑے دنوں کے بعد واپس آئے اور مسلمان ہوگئے۔صاحب کشاف اور دیگر علمائے اہل سنت نے اپنی صحاح میں عائشہ سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا مباہلہ کے دن باہر نکلے تو آپؐ سیاہ رنگ کی عبا پہنے ہوئے تھے۔آپؐ نے حسنؑ وحسینؑ اور علیؑ وفاطمہؑ کو عبا کے نیچے داخل کرکے یہ آیت پڑھی: **انما یرید الله لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیراً**۔نیز زمخشری نے کہا ہے کہ اگر تم کہو کہ مباہلہ کی دعوت اس لیے دی تھی کہ مقابل پر ظاہر ہوجائے کہ وہ جھوٹا ہے یا آنحضرتؐ معاذ اللہ جھوٹے ہیں تو یہ بات۔

آنحضرتؐ اور آپؐ کے مدمقابل کے ساتھ ٹھیک تھی اور بیٹوں اور عورتوں کو ساتھ بلانے کا کیا فائدہ تھا۔تو ہم جواب دیں گے کہ ان کو ساتھ ملانا ان کی اپنی حقانیت کو ثابت کرتا ہے اس مقابلے میں کہ تنہا جاکر مباہلہ کرتے آپؐ نے اپنے اہل بیتؑ کو ساتھ لے جاکر جرات کا مظاہرہ کیا۔اپنے اعزا اور جگر کے ٹکڑوں کو اپنے نزدیک محبوب ترین افراد کو معرض ہلاکت میں لے آئے اور صرف اپنی ذات پر اکتفا نہیں کیا۔یہ دلیل تھی اس بات کی کہ آپؐ اپنے دشمن کے جھوٹے ہونے پر پورا پورا یقین رکھتے تھے اور چاہتے تھے کہ اگر مباہلہ ہو تو دشمن اپنے اعزہ واقربا کے ساتھ ہلاک ہوجائے اور مباہلہ کے لیے آپؐ نے اولاد اور عورتوں کو مخصوص کیا کیونکہ یہ انسان کے عزیز ترین افراد ہوتے ہیں اور باقی افراد کی بہ نسبت دلی تعلق ان کے ساتھ زیادہ ہوتا ہے بسا اوقات انسان اپنے آپ کو معرض ہلاکت میں ڈال دیتا ہے اس مقصد سے کہ اس کے متعلقین کو کوئی گزند پہنچے۔یہی وجہ تھی کہ لڑائیوں میں لوگ عورتوں اور بچوں کو ساتھ لے جاتے تھے تاکہ وہ خود جنگ سے فرار نہ کریں۔اسی لیے اس آیت میں بیٹوں اور عورتوں کو انفس پر مقدم رکھا ہے تاکہ معلوم ہوجائے کہ جان سے مقدم ہوتے ہیں۔اس عبارت کے بعد زمخشری نے کہا ہے کہ اصحاب کساد عبا کی فضیلت کی یہ وہ دلیل ہے کہ جس سے زیادہ قوی کوئی دلیل نہیں۔

حجۃ الوداع

اس سال حجۃ الوداع کا سفر واقع ہوا۔ شیخ کلینی نے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ نے ہجرت کے بعد دس سال مدینہ میں قیام کیا اور اس دوران میں آپؐ حج نہ کر سکے۔ یہاں تک کہ دسویں سال یہ آیت پروردگار عالم نے نازل فرمائی:

واذن فی الناس بالحج یاتوك رجالاً وعلیٰ کل ضامر یاتین من کل فج عمیق لیشھدو منافع لھم۔

لوگوں میں حج کا اعلان کرو وہ تمہارے پاس پیدل اور کمزور اونٹوں پر آئیں گے اور دور کے رہتے سے آئیں گے تا کہ وہ اپنی منفعتیں دیکھ لیں

پس حضرت رسول خداؐ نے موذنوں کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بلند آواز سے یہ بتائیں کہ رسولؐ خدا اس سال حج پر تشریف لے جائیں گے جو لوگ مدینہ میں اور اطراف مدینہ میں تھے اور جو عرب بادیہ نشین تھے وہ لوگ تو حضرتؐ کے ارادہ حج سے باخبر ہو گئے ان کے علاوہ جو لوگ تھے اور وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے انہیں حضرتؐ نے خطوط لکھے کہ میں حج کا ارادہ رکھتا ہوں۔ لہٰذا جو استطاعت حج رکھتا ہے وہ حج کے لیے آئے۔ پس تمام مسلمان آنحضرتؐ کے ساتھ حج کرنے کے لیے آئے وہ سب آنحضرتؐ کے تابع تھے کہ جو کام آنحضرتؐ بجالاتے وہ بھی بجالاتے تھے اور جس چیز کا حکم دیتے اس پر عمل کرتے۔ ماہ ذیقعدہ کے ابھی چار دن باقی تھے کہ حضرتؐ روانہ ہوئے جب آپؐ مقام ذالحلیفہ میں پہنچے تو زوال شمس ہو رہا تھا۔ آپؐ نے لوگوں کو حکم دیا کہ بغل اور ناف کے نیچے کے بال صاف کریں غسل کریں اور سلے ہوئے کپڑے اتار دیں اور ایک لنگی ازار و پہن لیں۔ آپؐ نے خود بھی غسل فرمایا اور احرام باندھا اور مسجد شجرہ میں داخل ہوئے اور اس میں نماز ظہر ادا فرمائی۔ آپؐ نے تنہا حج کی نیت کی کہ جس میں عمرہ داخل نہیں تھا کیونکہ ابھی تک حج تمتع کی آیت نازل نہیں ہوئی تھی۔ احرام باندھ کر آپ مسجد سے نکلے اور جب مقام بیداء پر پہنچے تو پہلے میل کے قریب لوگ دو صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے آپؐ نے تنہا حج کا تلبیہ پڑھا اور کہا **لبیك لبیك لاشریك لك لبیك ان الحمد والنعمۃ لك والملك لاشریك لك**۔ حضرتؐ اپنے خطبہ میں ذالمعارج زیادہ کہتے اور تکبیر کی تکرار کرتے تھے جب کسی سوار کو دیکھتے یا کسی ٹیلے پر چڑھتے یا کسی رات کے آخر میں اور نمازیں پڑھنے کے بعد نیز آپؐ اپنے ساتھ چھیاسٹھ یا چونسٹھ اونٹ قربانی کے لے کر گئے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ سو اونٹ لے کر گئے تھے۔ مکہ میں آپؐ چوتھی ذی الحج کو وارد ہوئے۔ اور مسجد الحرام کے دروزہ پر پہنچے اور بنی شیبہ کے دروازہ سے داخل ہوئے تو مسجد کے دروازہ پر رک گئے۔ خدا کی حمد وثناء بجالائے اور اپنے جد امجد ابراہیم پر صلوٰۃ بھیجی۔ پھر حجر اسود کے قریب آئے اور اپنا ہاتھ حجر اسود پر پھریا اس کا بوسہ لیا اور سات مرتبہ کعبہ کے گرد طواف کیا۔ مقام ابراہیمؑ کی پشت پر دو رکعت نماز طواف ادا کی۔ جب فارغ ہوئے تو چارہ زمزم کے قریب گئے اور زمزم کا پانی پیا۔ اور کہا **اللھم انی اسئلك علماً نافعاً ورزقاً واسعاً وشفاء من کل داءٍ وسقم**۔ آپؐ نے یہ دعا قبلہ رخ ہو کر

پڑھی پھر آپ حجر اسود کے پاس آئے اس پر ہاتھ پھیرا بوسہ دیا اور صفا کی طرف متوجہ ہوئے اور اس آیت کی تلاوت فرمائی ان الصفا والمروۃ من شائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بھما۔ یعنی کہ صفا و مروہ مناسک حج کی علامات میں سے ہیں پس جو شخص خانہ کعبہ کا حج کرے یا عمرہ بجالائے تو اس کے لیے کہ حرج نہیں کوئی وہ ان دونوں کا طواف کرے۔ اس کے بعد آپ کوہ صفا کے اوپر تشریف لے گئے اور رکن یمانی کی طرف رخ کیا اور حمد و ثنائے الٰہی بجالائے۔ اس قدر کہ جس قدر کوئی شخص ٹھہر ٹھہر کر سورہ بقر کی تلاوت کرے پھر صفا سے اتر کر مروہ کی طرف روانہ ہوہ اور مروہ کے اوپر تشریف لے گئے اور جتنی دیر صفا پر رکے تھے اتنی ہی دیر مروہ پر بھی ٹھہرے پھر اور دعا پڑھی اور مروہ کی طرف چلے اس طرح آپؐ نے سات چکر پورے کیے۔ پھر جب سعی سے فارغ ہوئے تو مروہ پر سے کھڑے کھڑے آپؐ نے لوگوں کی طرف رخ کیا اور حمد و ثنائے الٰہی بجالائے۔ پھر اپنی پشت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ جبرئیلؑ ہے جو خدا کی طرف سے حکم دیتا ہے کہ میں تمہیں حکم دوں۔ جو شخص اپنے ساتھ قربانی نہیں لایا وہ محل ہو جائے اور وہ اپنا حج عمرہ سے بدل دے اور اگر میں جانتا کہ ایسا ہوگا تو میں بھی قربانی ساتھ نہ لاتا اور ایسا ہی کرتا جیسا تم کر رہے ہو لیکن میں تو قربانی ساتھ لایا ہوں۔ صحابہ میں سے ایک شخص کہنے لگا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم حج سے خارج ہو جائیں اور ہمارے سر اور بالوں سے جنابت کا پانی ٹپکنے لگے۔ تو حضرتؐ نے فرمایا کہ تو کبھی حج تمتع پر ایمان نہیں لائیگا۔ پس سراقہ بن مالک بن جعشم کنانی کھڑے ہو کر کہنے لگا اے اللہ کے رسولؐ ہم نے اپنے دین کے احکام سمجھ لیے ہمیں گویا ہم آج ہی پیدا ہوئے ہیں یہ فرمایئے یہ حکم جو آپؐ نے حج کے متعلق ہمیں دیا ہے یہ اس سال کے ساتھ مخصوص ہے یا ہر سال ہمیں یہی کرنا چاہیے؟

حضرتؐ نے فرمایا یہ اسی سال کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ قیامت تک یہ حکم جاری و ساری ہے پھر آپؐ نے اپنے ہاتھ کی انگلیاں ایک دوسری میں داخل اور فرمایا قیامت تک کے لیے عمرہ حج میں داخل ہو گیا ہے۔

اسی اثناء میں حضرت امیر المومنینؑ جو رسول اللہؐ کے فرمان کے مطابق یمن سے حج کے لیے تشریف لائے تھے۔ مکہ میں داخل ہوئے۔ جب حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ حضرت فاطمہ محل ہو چکی ہیں۔ انہوں نے خوشبو لگا رکھی ہے اور انہوں نے رنگین لباس پہن رکھا ہے تو آپؑ نے فرمایا اے فاطمہؑ تم قبل از وقت کیوں محل ہو گئی ہو۔ جناب سیدہؑ نے عرض کیا کہ مجھے رسول اللہؐ نے یوں ہی حکم دیا ہے پس حضرت امیر المومنینؑ گھر سے نکلے اور تیزی سے رسول خداؐ کی خدمت میں آئے تا کہ حقیقت حال معلوم کریں۔ جب آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے تو عرض کیا کہ میں سیدہ کو دیکھا وہ محل ہو گئیں ہیں اور انہوں نے رنگین کپڑے پہن رکھے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا، میں نے لوگوں کو ایسا ہی کرنے کا حکم دیا ہے۔ یا علی تم نے کس طرح احرام باندھا ہے۔ آپؑ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں تو یوں احرام باندھا ہے کہ احرام باندھتا ہوں میں رسول اللہؐ کے احرام کی طرح۔ آپؐ نے فرمایا تم اپنے احرام پر باقی رہو میری طرح اور تم میری قربانی میں شریک ہو۔

حضرت صادقؑ فرماتے ہیں کہ حضرت رسولؐ ان ایام میں اصحاب کے ساتھ ابطح میں اترے ہوئے تھے اور گھر میں قیام نہیں فرمایا تھا۔ پس جب آٹھ ذی الحج ہوئی تو زوال کے قریب آپؐ نے لوگوں کو حکم دیا کہ غسل احرام کریں اور حج کا احرام باندھیں یہ مفہوم ہے

خدا کے اس ارشاد کا کہ فاتبعو ملة ابیکم ابراھیم۔ اس متابعت سے مراد حج تمتع میں متابعت کرنا ہے پس حضرتؐ اصحاب کے ساتھ تلبیہ کہتے ہوئے باہر نکلے اور منیٰ میں پہنچے وہاں آپؐ نے ظہر وعصر ومغرب وعشا کی نمازیں ادا کیں اور نویں تاریخ کی صبح کو سامان سواریوں پر لاد کر اصحاب کے ساتھ میدان عرفات کی طرف روانہ ہوئے۔ قریش کی بدعتوں میں سے ایک بدعت یہ بھی تھی کہ وہ مشعر الحرام سے آگے نہیں جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اہل حرم ہیں اور لہٰذا حرم سے باہر نہیں جائیں گے۔ باقی لوگ عرفات میں جاتے تھے اور جب لوگ عرفات سے سامان اٹھا کر مشعر میں آتے تو قریش ان کے ساتھ مشعر سے منیٰ کی طرف آتے تھے۔ اور قریش کی یہ بھی خواہش ہوتی تھی کہ آنحضرتؐ ان کے ساتھ اس سلسلے میں موافقت کریں۔ پس پروردگار عالم نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ثم افیضو من حیث افاض الناس یعنی وہاں سے سامان اٹھا کر آؤ جہاں سے اور لوگ آتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا یہاں ناس سے مراد ابراہیم واسماعیلؑ اسحاق علیہم السلام اور ان کے بعد والے انبیاء ہیں جو سب کے سب عرفات سے افاضہ کرتے تھے پس جب قریش نے دیکھا کہ آنحضرتؐ کا محمل مشعر الحرام سے گزر کر عرفات کی طرف جارہا ہے تو ان کے دلوں میں خدشہ پیدا ہوا کیونکہ ان کو امید تھی کہ آپؐ ان کی جگہ سے افاضہ فرمائیں گے اور عرفات میں نہیں جائیں گے اس کے بعد حضرت نمرہ میں جا کر پہلو کے درختوں کے سامنے سواری سے اترے اور وہاں اپنا خیمہ لگایا۔ باقی لوگوں نے آپؐ کے خیمے کے گرد خیمے نصب کیے جب زوال شمس ہوا تو حضرتؐ نے غسل فرمایا اور باقی تمام افراد کے ساتھ بشمول قریش عرفات میں داخل ہوئے اور وہاں تلبیہ کو قطع کیا اور اس مقام پر تشریف لائے کہ جس کو آپؐ کی مسجد کہتے ہیں۔ وہاں رک گئے لوگ بھی آپؐ کے گرد کھڑے ہو گئے۔ وہاں آپؐ نے لگوں ک خطبہ دیا اور امر ونہی کی تلقین فرمائی پھر لوگوں کو نماز ظہر وعصر ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھائی پھر محل وقوف میں گئے اور وہاں کھڑے ہو گئے اور لوگ حضرت کے اونٹ کی طرف بڑھنے لگے اور اس کے قریب ٹھہرنے لگے تو آپؐ نے اونٹ کو حرکت دی لوگوں نے بھی ساتھ چلنا شروع کیا اور ناقہ کے گرد جمع ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا لوگو! موقف صرف میرے اونٹ کے پاؤں کے نیچے نہیں ہے۔ اور ہاتھ سے اشارہ کیا تمام موقف عرفات کی طرف اور فرمایا یہ سب موقف ہے پھر لوگ منتشر ہو گئے اور مشعر الحرام میں بھی ایسا ہی ہوا۔ پس لوگ عرفات میں رہے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ آپؐ نے سامان سواری پر لادا اور لوگوں نے بھی اپنا سامان سوایوں پر بار کیا۔ حضرت نے لوگوں کو آہستگی کا حکم دیا۔ حضرت صادقؑ فرماتے ہیں کہ مشرکین عرفات سے غروب آفتاب کے وقت کوچ کرتے تھے لیکن آپؐ نے ان کی مخالفت کی اور غروب آفتاب کے بعد روانہ ہوئے۔

اور فرمایا اے لوگو حج گھوڑوں کو دوڑانے اور اونٹوں کو تیز چلانے کا نام نہیں ہے بلکہ خدا سے ڈرو اور شائستہ انداز میں چلو کمزوروں کو نہ کچلو اور کسی مسلمان کو گھوڑوں کے پیروں تلے پامال نہ کرو۔ آنحضرتؐ ناقہ کو اتنا کھینچتے تھے وہ آہستہ چلے یہاں تک کہ وہ پالان تک پہنچ جاتا تھا اور آپؐ فرماتے جاتے تھے کہ اے لوگو آہستہ چلو اس کے بعد آپ مشعر الحرام میں داخل ہوئے وہاں آپؐ نے نماز مغرب وعشاء ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ ادا کی اور رات وہیں بسر کی بلکہ صبح کی نماز بھی وہیں پڑھی بنی ہاشم میں سے جو لوگ کمزور تھے انہیں رات ہی کو منیٰ بھیج دیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ عورتوں کو رات کے وقت بھیج دیا اور اسامہ بن زید کو ان کے ساتھ روانہ کیا اور انہیں حکم دیا کہ جمرہ عقبہ پر طلوع آفتاب سے پہلے کنکریاں نہ ماریں جب سورج نکل آیا تو آپ مشعر الحرام سے

روانہ ہوئے اور منیٰ میں اترے اور جمرہ عقبہ کو سات کنکریاں ماریں قربانی کے جو اونٹ ۔ قربانی کے جو اونٹ آپؐ لائے وہ چھیاسٹھ یا چونسٹھ تھے اور جو اونٹ حضرت امیرؑ لائے تھے وہ چونتیس یا چھتیس تھے اور دونوں کے اونٹوں کا مجموعہ ایک سو تھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ امیرؑ اونٹ نہیں لائے تھے بلکہ رسولؐ خدا ہی سو اونٹ لائے تھے اور جناب امیرؑ کو اپنی قربانی میں شریک کیا تھا۔ حضرت رسولؐ نے چھیاسٹھ اونٹ اور حضرت امیرؑ نے چونتیس اونٹ نحر کیے۔ پھر آپؐ نے حکم دیا کہ ان سو اونٹوں میں سے ہر ایک سے کچھ گوشت الگ کیا جائے وہ سب پتھر کی ایک دیگ میں ڈال کر پکایا گیا اور رسولؐ خدا اور جناب امیرؑ نے اس کا شوربہ تناول فرمایا تا کہ تمام اونٹوں میں سے کھانا ثابت ہو جائے۔ ان اونٹوں کی کھال سری اور پائے آپؐ نے قصابوں کو نہ دیئے بلکہ ان سب کو صدقہ کر دیا۔ پھر آپؐ نے سر منڈوایا اس روز طواف خانہ کعبہ کے لیے گئے اور طواف وسعی کرنے کے بعد منیٰ میں لوٹ آئے اور تیرھویں کے دن تک جو کہ ایام تشریق کا آخری دن ہے آپ منیٰ میں رہے۔ اور اس دن ہر تین جمروں کو کنکریاں ماریں اور دوبارہ مکہ کی طرف روانہ ہوئے شیخ مفید اور برسی نے روایت کی ہے کہ جب رسول اکرم اعمال حج سے فارغ ہوئے تو مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اور حضرت امیر المومنینؑ اور باقی مسلمان بھی اآپ کی خدمت میں تھے اور جس وقت غدیر خم میں پہنچے اس جگہ اس وقت تک قافلے نہیں اترا کرتے تھے کیونکہ پانی اور چراگاہ وہاں نہ تھی تو آپؐ نے وہاں نزول اجلال فرمایا اور مسلمان بھی اترے اور وہاں اترنے کا سبب یہ تھا کہ خداوند عالم کی طرف سے تاکید شدید آنحضرتؐ پر نازل ہو چکی تھی لیکن وہ وقت کے تعین اور تاکید پر مشتمل نہ ہو جائے اور ان میں سے چھ لوگ دین سے نہ پھر جائیں اور خداوند عالم جانتا تھا کہ اگر غدیر خم سے آگے بڑھے تو بہت سارے لوگ اپنے شہروں کی طرف چلے جائیں گے۔ لہٰذا خدا نے چاہا کہ اسی جگہ پر جمع ہوں اور تمام کے تمام حضرت امیر المومنینؑ کی خلافت پر نصِ رسول سن لیں اور ان پر اس سلسلہ میں حجت تمام ہو جائے اور کسی مسلمان کا عذر باقی نہ رہے لہٰذا خداوند عالم نے یہ آیت نازل فرمائی۔ **یاایھا الرسول بلغ ماانزل الیک من ربک** ۔ یعنی اے رسولؐ لوگوں کو پہنچا دے وہ کچھ جو تیرے پروردگار کی طرف سے (امام علی ابن ابی طالبؑ اور اس کے امت میں خلیفہ مقرر کرنے کے سلسلہ میں نص) نازل ہو چکا ہے۔ پھر فرمایا **وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس** اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تو نے پروردگار کی رسالت ہی انجام نہیں دی اور خدا تجھے لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ پس خدا نے اس پیغام کے پہنچانے کی تاکید فرمائی اور اس معاملہ میں تاخیر کرنے سے ڈرایا اور ضمانت لی کہ خدا تجھے لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ اس وجہ سے آپؐ ایسی جگہ اترے جو اترنے کی جگہ نہ تھی اور تمام مسلمان بھی آپؐ کے اردگرد اتر پڑے۔ اس دن گرمی بہت تھی پس آپؐ نے حکم دیا کہ جو وہاں خاردار درخت تھے ان کے نیچے سے خس وخاشاک صاف کیے جائیں اور فرمایا کہ اونٹوں کے پالان جمع کیے جائیں اور انہیں ایک دوسرے کے اوپر رکھ دیا جائے پھر آپؐ نے ندا دینے والے سے فرمایا کہ لوگوں کے درمیان منادی کرو کہ وہ سب میرے پاس جمع ہوں۔ پس وہ تمام لوگ آپؐ کے پاس جمع ہو گئے اور اکثر لوگوں نے گرمی کی شدت کی وجہ سے اپنی چادریں اپنے پاؤں پر لپیٹ لی تھیں۔ جب لوگ جمع ہو گئے تو حضرت ان پالانوں پر جو منبر کی طرح رکھے ہوئے تھے تشریف لے گئے اور حضرت امیرؑ کو منبر کے اوپر بلایا اور اپنی دائیں طرف کھڑا

کرلیا۔ پھر خطبہ پڑھا جو حمد وثنا الٰہی پر مشتمل تھا اور مواعظ بلیغ اور کلمات فصیح کے ساتھ انہیں مواعظ کیا اور اپنی دائیں طرف کھڑا کرلیا۔
پھر خطبہ پڑھا جو حمد وثنا الٰہی پر مشتمل تھا اور مواعظ بلیغ اور کلمات فصیح کے ساتھ انہیں مواعظ کیا اور اپنی وفات کی خبر سنائی اور فرمایا مجھے بارگاہ الٰہی میں بلایا گیا ہے اور قریب ہے کہ میں دعوت خداوندی کو قبول کروں اور وہ وقت آپہنچا ہے کہ میں دار فانی کو الوداع کہوں اور آخرت کی طرف رحلت کروں میں تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑ رہا ہوں کہ اگر اس سے متمسک رہو گے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے وہ خدا کی کتاب اور میری عترت ہے جو میرے اہل بیتؑ ہیں اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ کوثر کے کنارے میرے پاس نہ پہنچ جائیں۔

پھر آپؐ نے ان کے درمیان بلند آواز سے پکار کر فرمایا کیا میں تمہاری جانوں پر تم سے زیادہ حق تصرف نہیں رکھتا سب نے کہا بیشک پھر آپؐ نے علیؑ کے دونوں بازو پکڑ کر انہیں بلند کیا۔ یہاں تک کہ ان کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی اور فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولا (یعنی جس کا میں مولا اور اس کے نفس پر اولی ہوں اس کا علیؑ مولا اور اس کے نفس پر اولی بالتصرف ہے خدایا اس کو دوست رکھ جو علیؑ سے دوستی رکھے اس کا دشمن ہو جا جو علیؑ سے دشمنی کرے اور اس کی مدد فرما جو علیؑ کی مدد کرے اور اس کو چھوڑ دے جو علیؑ کو چھوڑ دے۔ پھر آپ منبر سے نیچے تشریف لائے اور وہ وقت قریب زوال کا تھا اور گرمی پورے شباب پر تھی پھر بھی آپؐ نے دو رکعت نماز پڑھی۔ اس کے بعد زوال ہوا اور آنحضرتؐ کے موذن نے اذان کہی اور آپؐ نے لوگوں کو نماز ظہر پڑھائی پھر آپؐ اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے اور حکم دیا کہ آپؐ کے خیمہ کے سامنے امیر المومنینؑ کے لیے ایک خیمہ نصب کیا جائے۔ حضرت امیر المومنینؑ اس خیمہ میں تشریف فرما ہوئے اور حضرت رسول اکرمؐ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ گروہ در گروہ آنجنابؑ کی خدمت میں جائیں اور انہیں امامت کی تہنیت اور مبارک باد دیں اور ان کو امیر المومنینؑ کہہ کر اسلام کریں پس لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر آپؐ نے اپنی ازواج اور باقی مسلمان عورتوں کو جو آپؐ کے ساتھ تھیں حکم دیا کہ وہ بھی جا کر تہنیت اور مبارک باد دیں۔ اور امیر المومنینؑ کہہ کر سلام کریں پس سب نے ایسا کیا اور وہ اشخاص کہ جنہوں نے اس سلسلہ میں زیادہ اہتمام کیا ان میں سے ایک عمر ابن خطاب تھے کہ جنہوں نے زیادہ خوشی اور بشاشت کا اظہار کیا آپؑ کی امامت وخلافت پر اور کہا بخ بخ لک یا علی اصبحت مولای مولا کل مومن ومومنۃ۔ یعنی کیا کہنے آپؑ کے اے علی آپ تو میرے اور ہر مومن ومومنہ کے مولیٰ ہو گئے اس وقت حسان بن ثابت خدمت رسولؐ میں آئے اور آپ سے اجازت چاہی کہ امیر المومنین کی مدح میں واقعہ غدیر اور آنجناب کے نصب امامت وخلافت کے متعلق اور ان دعاؤں کے متعلق جو حضرت رسولؐ نے ان کے حق میں کہی تھیں قصیدہ پڑھے۔ جب آپؐ نے اجازت دی تو وہ اونچی جگہ پر کھڑا ہو گیا اور یہ اشعار بلند آواز سے لوگوں کے سامنے پڑھے۔

يناديهم يوم الغدير نبيهم
بخم واسمع بالنبي مناديا
فقال ذبن مولیكم وليكم

فقالو والم يبد واهنا التعاديا
اهك مرلانا وانت وليدا
ولن تجدن منالك اليوم عاصيا
فقال له قسم ياعلی واننی
رضيتك من بعدی اماماًوهادياً
فخص بهادون ابترية كلها
علياً سماه الوزير المواخيا
فمن كنت مولاه فهذوليه
فكونواله اتباع صدق مواليا
هناك دعااللهم وال وليه
وكن للذی دعائ عليا معاويا

ترجمہ: ان کا نبیؐ غدیر کے دن خم کے مقام پر انہیں پکار رہا تھا اور کتنے اچھے معلوم ہوتے تھے نبیؐ پکارتے ہوئے انہوں نے کہا تمہارا مولا اور ولی کون ہے۔ سب لوگ کہنے لگے اور ان میں سے کسی نے مخالفت و دشمنی کا اظہار نہ کیا۔ آپؐ کا معبود ہمارا مولا ہے اور آپؐ ہمارے ولی ہیں اور آج کے دن ہم میں سے کسی کو آپؐ نافرمان نہ پائیں گے پس آپ نے فرمایا اٹھو اے علیؑ کیونکہ میں نے تمہیں اپنے بعد کے لیے امام و ہادی منتخب کیا ہے اور امامت کے لیے سب لوگوں کو چھوڑ کر علی کو مختص کیا اور اس کا نام مدد کرنے والا وزیر رکھا پس جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ ولی و مولا ہے لہٰذا اس کے سے سچے پیروکار اور موالی بن جاؤ پھر یہ دعا مانگی خدایا دوست رکھ اس کے دوست کو اور جو علیؑ سے دشمنی کرے اس کا دشمن ہو جا۔

ان اشعار کو خاصہ اور عامہ نے تواتر سے روایت کیا ہے۔ روایت ہے کہ جب حسان یہ شعر کہہ رہا تھا تو پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: لاتزال یاحسان مویداً بروح القدس مانصرتنا بلسانك یعنی "اے حسان تو ہمیشہ روح القدس کے ساتھ موید رہے گا جب تک زبان سے ہماری مدد کرتا رہے گا۔" آپؐ کی طرف سے اشارہ تھا اس بات کی طرف کہ حسان ولادیت امیر المومنینؑ پر ثابت قدم نہیں رہے گا۔ چنانچہ حضورؐ کی وفات کے بعد اس کا اثر ظاہر ہوا۔ مکیت شاعر نے بھی واقعہ غدیر کے متعلق ایک قصیدہ لکھا ہے کہ جس میں یہ تین اشعار بھی ہیں۔

ویوم الدوح دوح غدیر خم
ابان له الولایته لواطیعا
ولکن الرجال تبایعوها
فلم ارمثلها خطراً مبیعاً
ولم ارمثل ذاك الیوم یوما
ولم ارمثله حقا اضیعاً

(اور وسیع میدان کا دن غدیر خم کا میدان کہ اس کی ولایت کو واضح کیا اگر اطاعت کی جاتی لوگوں نے والایت کی بیعت کر لی میں اس سے بڑھ کر کوئی بلند شان نہیں سمجھتا اور میں اس دن کی طرح کسی دن کو نہیں سمجھتا اور میں نے اس طرح کسی حق کو ضائع ہوتے نہیں دیکھا۔

اس احقر نے حدیث غدیر میں کتاب بنام فیض القدیر فیما یتعلق بحدیث الغدیر لکھی ہے گنجائش نہیں ورنہ اس کا خلاصہ یہ یہاں نقل کرتا اور چونکہ گیارھویں ہجری سال کی ابتداء میں سفر حجتہ الوداع کے بعد حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی ہے۔ لہذا ہم آپ کی وفات کے ذکر کو شروع کرتے ہیں۔

ساتویں فصل

مصیبت کبریٰ وداہیہ عظمیٰ یعنی وفات حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقوع کی کیفیت کا بیان

فریقین کے اکثر علماء کا اعتقاد یہ ہے وسید الانبیاء کی رحلت عالم بقا کی طرف پیر کے دن ہوئی اور اکثر شیعہ علماء کا اعتقاد ہے کہ وہ دن اٹھائیس ۲۸ صفر کا تھا اور اکثر علماء اہل سنت بارہ ۱۲ ربیع الاول کہتے ہیں۔ کشف الغمہ میں امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے دس ہجری کو عالم بقاء کی طرف رحلت فرمائی۔ آپؐ کی عمر تریسٹھ ۶۳ سال ہوئی چالیس سال کی عمر میں آپؐ پر مکہ میں وحی نازل ہوئی اس کے بعد آپؐ تیرا ۱۳ سال مزید مکہ میں رہے یعنی جب آپؐ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو اس وقت آپؐ کی زندگی کے ترپن سال گزر چکے تھے ہجرت کے بعد دس سال آپؐ مدینہ میں رہے اور آپؐ کی وفات ماہ ربیع اوّل کی دو تاریخ بروز پیر ہوئی مولف کہتا ہے کہ دو ربیع الاول کو آپ کا وفات پانا بعض اہل سنت کے قول کے بھی موافق ہے اور علماء شیعہ میں کوئی اس کا قائل نہیں لہٰذا شاید روایت کا یہ فقرہ تقیہ پر محمول ہو اور معلوم ہونا چاہیے کہ آنحضرتؐ کی وفات کی کیفیت اور آپؐ کی وصیتوں کے متعلق بہت سی روایات بیان ہوئی ہیں ہم یہاں اس پر اکتفا کرتے ہیں جسے شیخ مفیدؒ اور طبرسیؒ رضوان اللہ علیہما نے بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب رسولؐ حجۃ الوداع سے واپس آئے اور آپ کو معلوم ہوا کہ آپؐ کی رحلت نزدیک آ پہنچی ہے تو آپؐ ہر وقت اصحاب میں خطبہ پڑھتے اور انہیں اپنے بعد کے فتنوں میں اپنے ارشادات کی مخالفت سے ڈراتے اور انہیں وصیت فرماتے کہ ان کی سنت سے دست بردار نہ ہوں اور دین الٰہی میں بدعت نہ کریں اور آپؐ کی عترت اور اہل بیتؑ سے متمسک رہتے ہوئے ان کی اطاعت کریں اور ان کی نصرت وحفاظت ومتابعت کو اپنے لیے لازم سمجھیں اور آپؐ انہیں اختلاف کرنے اور مرتد ہونے سے منع کرتے اور بار باران سے فرماتے کہ اے لوگو! میں تم سے پہلے جا رہا ہوں تم حوض کوثر پر میرے پاس آؤ گے اور میں تم سے سوال کروں گا کہ تم نے ان دو گرانقدر چیزوں کے ساتھ سلوک کیا جو میں تم میں چھوڑ کر آیا تھا۔ خدا کی کتاب اور عترت جو کہ میرے اہل بیتؑ ہیں۔ پس خیال رکھنا کہ ان دونوں چیزوں میں میری نیابت کس طرح کر رہے ہو کیونکہ خدائے لطیف وخبیر نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونگے تاوقتیکہ کوثر پر میرے پاس آ جائیں۔ یاد رکھو میں ان دونوں کو تم میں چھوڑے جا رہا ہوں۔ پس میرے اہل بیتؑ پر سبقت نہ کرنا اور ان سے الگ نہ ہونا اور ان کے حق میں کوتاہی نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور انہیں کسی چیز کی تعلیم دینے کی کوشش نہ کرنا کیونکہ یہ تم سے زیادہ عالم ہیں اور تمہیں اس حالت میں نہ دیکھوں کہ تم دین سے پھر جاؤ۔ اور کافر ہو جاؤ اور ایک دوسرے کے خلاف تلواریں کھینچ لو اور میرے یا علیؑ کے مقابلے میں لشکر لے آؤ جو کثرت تیزی ارشدت میں سیلاب کی طرح ہو۔ یہ جان لو کہ علی ابن ابی طالبؑ میرا چچازاد

بھائی اور میرا وصی ہے اور وہ تاویل قرآن پر جہاد کرے گا جیسے میں نے تنزیل قرآن پر جہاد کیا ہے۔ اس قسم کی گفتگو آپؐ نے کئی ایک مجالس میں فرمائی اسی اثناء میں آپؐ نے اسامہ بن زید کو امیر قرار دیا اور منافقین اہل فتنہ اور دوسرے لوگوں سے ایک لشکر ترتیب دیا اور اسے حکم دیا کہ اکثر صحابہ کو ساتھ لے کر روم کے علاقہ کی طرف اس مقام پر جاؤ جہاں تمہارا باپ زید شہید ہوا تھا آپ کا مقصد اس لشکر کو بھیجنے کا یہ تھا کہ مدینہ اہل فتنہ سے خالی ہو جائے اور کوئی شخص امیر المومنینؑ سے تنازعہ نہ کرے تاکہ آپ کا امر خلافت مستحکم ہو جائے اور لوگوں کو باہر چلے جانے کی زیادہ تاکید فرماتے تھے بہر حال آپؐ نے اُسامہ کو مقام حرف کی طرف بھیج دیا اور حکم دیا کہ وہ لوگوں کو باہر نکالیں اور انہیں تاخیر کرنے سے ڈراتے تھے۔ اسی اثناء میں آپؐ کو ایسا مرض لاحق ہوا کہ جس نے آپؐ کی رحلت کے آثار پیدا ہو گئے۔ جب یہ حالت آپؐ نے دیکھی تو حضرت امیرؑ کا ہاتھ پکڑ کر جنت البقیع میں تشریف لے گئے اکثر صحابہ بھی پیچھے گئے۔ آپؐ نے فرمایا مجھے خداوند عالم نے حکم دیا ہے کہ بقیع کے مُردوں کے لیے استغفار کروں۔ جب آپؐ بقیع میں پہنچے تو فرمایا السلام علیکم یا اہل القبور سلام ہو تم پر اے قبر کے مکینو خوشگوار ہو تمہارے لیے وہ حالت کہ جس میں تم ہو تم نجات پا چکے ہو ان فتنوں سے کہ جو لوگوں کو در پیش ہیں کیونکہ لوگوں کی طرف ایسے بہت سے فتنوں نے رُخ کیا ہے جو تاریک رات کے ٹکڑوں کی مانند ہیں پھر آپؐ کچھ دیر کھڑے رہے اور تمام اہل بقیع کے لیے استغفار کرتے رہے اس کے بعد حضرت امیرؑ کی طرف رُخ کر کے فرمایا کہ جبرئیلؑ ہر سال میرے سامنے قرآن ایک مرتبہ پیش کرتے تھے۔ اس سال دو مرتبہ پیش کیا ہے میرا خیال ہے کہ یہ اس لیے ہوا ہے کہ میری وفات کا وقت نزدیک ہے پھر فرمایا اے علیؑ خدا نے مجھے جنت اور دنیا میں سے ایک کو منتخب کرنے کا اختیار دیا ہے میں نے اپنے پروردگار کی ملاقات کو پسند کیا ہے پس میری وفات ہو جائے تو میری شرمگاہ کو چھپانا کیونکہ جو شخص میری شرمگاہ پر نظر کرے گا وہ اندھا ہو جائے گا پھر آپ گھر کی طرف لوٹ آئے اور آپ کا مرض شدت اختیار کر گیا۔ تین دن کے بعد آپ مسجد میں سر پر پٹی باندھے تشریف لائے اس حالت میں کہ دائیں ہاتھ سے امیر المومنینؑ اور بائیں سے فضل بن عباس کے کندھے پر سہارا لے رکھا تھا۔ اس کے بعد آپ منبر پر تشریف لے گئے اور بیٹھ گئے اور فرمایا۔

''اے لوگو! وہ وقت قریب آ گیا ہے کہ میں دُنیا سے اٹھ جاؤں، جس سے میں نے کوئی وعدہ کیا ہو آئے اور اپنا وعدہ پورا کرائے اور جس کو مجھ سے کوئی قرض لینا ہو وہ مجھے آگاہ کرے۔ اے لوگو! خدا کی اطاعت کے علاوہ حصول خیر اور دفع شر کا کوئی اور وسیلہ نہیں۔ اے لوگو! کوئی شخص دعویٰ نہ کرے کہ میں عمل کے بغیر نجات حاصل کروں گا اور کوئی آرزو رکھنے والا آرزو نہ رکھے کہ وہ خدا کی اطاعت کے بغیر رضائے الٰہی پائے گا۔ اس خدا کے حق کی قسم کہ جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے عذاب الٰہی سے صرف نیک عمل ہی نجات دے سکتا ہے اور اگر میں بھی گناہ کروں تو ہلاک ہو جاؤں گا۔ خدایا کیا میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا ہے۔

پھر آپ منبر سے اترے اور لوگوں کو مختصر طور پر نماز پڑھائی اور ام سلمہؓ کے گھر میں واپس آ گئے۔ ایک یا دو دن وہاں رہے۔ پھر عائشہؓ نے باقی ازواج کو راضی کر لیا۔ اور آنحضرتؐ کو اپنے گھر لے گئیں۔ جب آپؐ عائشہ کے گھر گئے تو آپ کا مرض شدید ہو گیا بلالؓ جب صبح کی نماز کے وقت آئے تو اس وقت حضرت عالم قدس کی طرف متوجہ تھے جب بلالؓ نے نماز کی ندا دی تو حضرت مطلع نہ

ہوئے تو حضرت عائشہ کہنے لگیں ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔ اور حفصہ کہنے لگیں عمر سے کہہ دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ جب آپؐ نے یہ باتیں سنیں تو فرمایا ان باتوں کو چھوڑ دو تم ان عورتوں کی طرح ہو جو یوسفؑ کو گمراہ کرنا چاہتی تھیں چونکہ حضرت نے شیخین سے کہا تھا کہ وہ لشکر اُسامہ کے ساتھ باہر جائیں جب ان دونوں کی زبان سے سنا کہ وہ مدینہ میں واپس آ گئے ہیں تو آپؐ بہت غمناک ہوئے اور شدت مرض کے باوجود اٹھے کہ کہیں ان میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز نہ پڑھا دے اور یہ بات لوگوں کے اشتباہ کا سبب نہ بنے اور اس حالت میں کہ اپنا ہاتھ امیر المومنینؑ اور فضل بن عباس کے دوش پر رکھ کر انتہائی ضعف و ناتوانی سے اپنے پاؤں زمین پر گھسیٹ رہے تھے مسجد میں تشریف لائے۔ جب محراب کے نزدیک آئے تو دیکھا کہ ابوبکر آگے بڑھ کر آپؐ کی جگہ محراب میں کھڑے ہو کر نماز شروع کر چکے ہیں۔ تو آپؐ نے دست مبارک سے اشارہ کیا کہ پیچھے آ جاؤ اور خود محراب میں داخل ہوئے اور از سر نو نماز شروع کی اور اس مقدار نماز کو لغو قرار دیا جو پہلے ہو چکی تھی۔

اس کے بعد نماز ختم کر کے گھر واپس آ گئے۔ پھر آپ نے شیخین اور دوسرے مسلمانوں کے ایک گروہ کو بلایا اور فرمایا کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ لشکر اسامہ کے ساتھ باہر جاؤ کہنے لگے بے شک آپؐ نے یہ فرمایا تھا ارشاد ہوا کیوں تم لوگوں نے میرے حکم کی اطاعت نہیں کی۔ ابوبکر کہنے لگے میں تو گیا تھا لیکن واپس اس لیے آیا کہ آپؐ کے ساتھ تجدید عہد کروں عمر کہنے لگے یا رسول اللہؐ میں اس لیے نہیں گیا چونکہ میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ آپؐ کی خیریت دوسرے لوگوں سے پوچھتا پھروں۔ پس حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ اُسامہ کا لشکر روانہ کرو اور تم بھی اس لشکر کے ساتھ جاؤ۔ ایک روایت کے مطابق آپؐ نے فرمایا خدا کی لعنت ہو اس شخص پر جو لشکرِ اُسامہ سے رہ جائے (یعنی اس کے ساتھ نہ جائے) یہ کلمہ تین مرتبہ فرمایا۔ مسجد تک جانے اور واپس آنے کی تھکن اور حزن و اندوہ کی بنا پر جو آپ کو عارض ہوا تھا آپؐ بے ہوش ہو گئے پس مسلمان بہت روئے عورتوں اور آپؐ کے بچوں کے نوحہ اور رونے کی آوازیں بلند ہوئیں اور مسلمان مردوں اور عورتوں نے نالے بپا کیے تو آپؐ نے آنکھیں کھول دیں اور ان کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ میرے پاس دوات اور کتف گوسفند (چمڑا) لے آؤ تا کہ میں تمہیں ایسی تحریر لکھ دوں کہ میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہونے پاؤ تو ایک صحابی کھڑا ہوا تا کہ وہ دوات اور چمڑا لے آئے عمر نے کہا پلٹ آؤ۔ یہ مرد (معاذ اللہ) ہذیان کہہ رہا ہے بیاری کا اس پر غلبہ ہے ہمارے لیے کتاب خدا ہی کافی ہے پس وہ لوگ جو گھر میں موجود تھے ان میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ عمر ٹھیک کہتے ہیں بعض کہتے ارشاد رسولؐ درست ہے اس حالت میں رسول خداؐ کی مخالفت جائز نہیں پھر دوبارہ پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسولؐ وہ چیز لے آئیں جو اپؐ چاہتے تھے تو فرمایا ان باتوں کے بعد جو میں تم سے سن چکا ہوں، مجھے اس کی ضرورت نہیں لیکن میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ میرے اہل بیتؑ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا پھر آپؐ نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ وہ لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپؐ کے پاس فضل بن عباس علی ابن ابی طالبؑ اور آپؐ کے مخصوص اہل بیتؑ باقی رہ گئے پھر عباسؓ نے کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ اگر یہ امر خلافت ہم بنی ہاشم میں برقرار رہے گا تو ہمیں بشارت دیں تا کہ ہم خوش ہوں اور اگر آپؐ سمجھتے ہیں کہ ہم پر ظلم کریں گے۔ اور خلافت ہم سے چھین لیں گے تو اپنے اصحاب سے ہماری سفارش کیجیے تو آپؐ نے فرمایا کہ تمہیں میرے بعد کمزور کر دیا جائے گا اور تم پر غلبہ حاصل

کرلیں گے اس کے بعد آپؐ خاموش ہو گئے پس لوگ اٹھ کھڑے ہوئے درآنحالیکہ وہ رو رہے تھے اور حضرتؐ کی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے۔ جب سب باہر چلے گئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے بھائی علیؑ اور چچا عباسؓ کو میرے پاس بلاؤ پس کسی کو بھیجا گیا جو انہیں بلا لایا۔ جب یہ بیٹھ گئے تو عباسؓ کی طرف رخ کر کے حضرت نے فرمایا چچا کیا آپ میری وصیت کو قبول کریں گے اور میرے وعدوں کو پورا کریں گے حضرت عباسؓ نے کہا اے اللہ کے رسولؐ کا چچا بوڑھا ہو گیا ہے اور کثیر العیال ہے اور آپؐ کی عطا تو ہوا سے سبقت کر جاتی ہے اور آپؐ کی بخشش ابر سے بھی زیادہ ہے۔ میرا مال آپؐ کے وعدوں اور بخششوں کے پورا کرنے سے قاصر ہے پھر آپؐ نے اپنا رخ امیر المومنینؑ کی طرف موڑا اور فرمایا اے بھائی کیا تم میری وصیت کو قبول کرو گے میرے وعدوں پر عمل کرو گے میرے قرضوں کو ادا اور میرے اہل خانہ کے امور کی میرے بعد دیکھ بھال کرو گے۔ امیر المومنینؑ نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا میرے قریب آؤ جب آپؑ حضرتؐ کے قریب گئے تو رسولؐ خداؐ نے انہیں گلے لگایا پھر اپنی انگوٹھی اتاری اور فرمایا اسے اپنی انگلی میں پہن لو اور اپنی تلوار زرہ اور دوسرے ہتھیار منگوائے اور حضرت امیرؑ کو عطا فرمائے پھر وہ پٹکا منگوایا جو ہتھیار لگاتے وقت جنگ کے مواقع پر اپنے شکم پر باندھتے تھے وہ بھی حضرت امیرؑ کو دیا پھر فرمایا اپنے گھر جاؤ۔

جب دوسرا دن ہوا تو آپؐ کی بیماری سخت ہو گئی اور لوگوں کو آپؐ کی ملاقات سے روک دیا گیا حضرت امیر المومنینؑ حاضر خدمت تھے اور ان سے الگ نہ ہوتے تھے جب آپؐ کی طبیعت بحال ہوئی تو فرمایا میرے بھائی اور یار و مددگار کو میرے پاس بلاؤ پھر کمزوری نے آپؐ کو گھیر لیا اور آپؐ خاموش ہو گئے حضرت عائشہؓ نے کہا ابوبکر کو بلا لاؤ۔ حضرت ابوبکر آئے اور آپؐ کے سرہانے بیٹھ گئے جب حضرتؐ نے آنکھ کھولی اور ان کو دیکھا تو منہ پھیر لیا۔ ابوبکر اٹھ کھڑے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے باہر گئے کہ اگر انہیں میری ضرورت ہوتی تو آپؐ خود فرماتے حضرتؐ نے دوبارہ اسی بات کا اعادہ کیا تو حفصہ نے کہا کہ حضرت عمرؓ آئے اور حضرت نے انہیں دیکھا تو ان سے بھی منہ پھیر لیا۔ پھر فرمایا کہ میرے بھائی اور یار کو میرے پاس بلاؤ۔ ام سلمہؓ نے کہا حضرت علیؑ انہیں دیکھا تو ان سے بھی منہ پھیر لیا۔ پھر فرمایا کہ میرے بھائی اور یار کو میرے پاس بلاؤ۔ ام سلمہؓ نے کہا حضرت علیؑ کو بلاؤ کیونکہ رسولؐ کا مقصود ان کے علاوہ دوسرا کوئی نہیں۔ جب امیر المومنینؑ آئے تو پیغمبرؐ نے انہیں اشارہ کیا کہ میرے قریب آؤ۔ حضرت امیرؑ ان سے لپٹ گئے حضرت رسولؐ خدا بہت دیر تک ان سے راز کی باتیں کرتے رہے پس حضرت امیر کھڑے ہوئے اور ایک طرف بیٹھ گئے اور حضرت رسولؐ سو گئے پھر امیر المومنینؑ باہر آئے تو لوگوں نے کہا اے ابوالحسنؑ پیغمبرؐ نے آپؑ سے کیا راز کی باتیں کہیں ہیں حضرتؑ نے فرمایا آپ نے مجھے ہزار باب علم کے تعلیم کئے ہیں کہ ہر باب ہزار باب کھلتے ہیں اور مجھے اس چیز کی وصیت کی ہے کہ جسے انشاء اللہ میں بجالاؤنگا جب آپؐ کا مرض سنگین ہو گیا اور آپؐ کے رحلت قریب ہوئی تو آپ نے حضرت امیر المومنینؑ سے فرمایا اے علیؑ میرا سر اپنے دامن مین رکھ لو کیونکہ عالمین کے مالک کا حکم آپ پہنچا ہے اور جب میری جان باہر آئے تو اسے ہاتھ میں لے کر اپنے منہ پر پھیر لو۔ پس میرا چہرہ قبلہ کی طرف پھیر دو اور میری تجہیز میں لگ جاؤ اور سب سے پہلے تم مجھ پر نماز پڑھنا اور قبر میں سپرد کرنے تک مجھ سے الگ نہ ہونا اور ان تمام امور میں خدا سے مدد طلب کرنا جب امیر المومنینؑ نے آپ کا سر اپنی گود میں لیا تو حضرتؐ بے ہوش ہو گئے اور جناب فاطمہؑ آپؐ

کے جمال باکمال کو دیکھتی اور گریہ و ندبہ کرتیں اور کہتی تھیں۔

وابیض یستقی الغمام بوجهه
ثمال الیتامی عصمة للارامل

(یعنی حضرت رسولؐ وہ خوشرو چہرہ ہیں کہ لوگ جن کے چہرہ کی برکت سے بارش طلب کرتے ہیں جو یتیموں کے فریادرس اور بیوہ عورتوں کی پناہ گاہ ہیں)

جب آنحضرت نے اپنی نور چشم کی آواز سنی تو آنکھیں کھول دیں اور کمزور آواز میں فرمایا بیٹی یہ تیرے چچا ابوطالب کا کلام ہے یہ نہ کہو بلکہ کہو:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِكُمْ

(محمد رسولؐ ہی ہیں۔ ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں کیا وہ فوت ہو گئے یا قتل ہو جائیں تو تم اپنے پچھلے قدموں پر پلٹ جاؤ گے)

جب سیدہؑ کو روتے دیکھا تو حضرت رسولؐ نے انہیں اشارہ کیا کہ میرے قریب آؤ جب فاطمہؑ قریب آئیں تو آپؐ نے ایک راز ان کے کان میں کہا کہ جس سے فاطمہؑ کا چہرہ بشاش ہو گیا اور وہ خوش ہوئیں جب آپؐ کی روح مقدس پرواز کر گئی تو حضرت امیرؑ کا دایاں ہاتھ گلوئے مبارک کے نیچے تھا اس طرح آپؐ کی روح حضرت امیرؑ کے ہاتھوں کے درمیان سے باہر آئی پس آپؑ نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور اپنے چہرے پر مل لیا اور حضرتؐ کی حق بین آنکھیں بند کر دیں اور آپؐ کے قامت باکرامت پر کپڑا اوڑھا دیا اور آنحضرتؐ کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے۔

روایت ہے کہ حضرت فاطمہؑ سے پوچھا گیا کہ وہ کون سا راز تھا جو پیغمبرؐ نے آپؑ سے کہا کہ جس سے آپؑ کا اندوہ خوشی سے اور قلق و اضطراب تسکین سے بدل گیا۔ فرمایا والد گرامی نے مجھے خبر دی کہ ان کے اہل بیتؑ میں سے سب سے پہلے میں انہیں جا ملوں گی اور ان کے بعد میری زندگی کی مدت طولانی نہیں ہوگی اس لئے میرے اندوہ و حزن کو تسکین ہو گئی۔ پس امیر المومنینؑ آپؐ کے غسل کی طرف متوجہ ہوئے اور فضل بن عباس کو بلایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ آپ کی میت پر پانی ڈالیں پس آپ نے آنحضرت کو غسل دیا جبکہ آنکھوں پر پٹی باندھی ہوئی تھی اور آنحضرت کا کرتہ گریبان سے لے کر ناف تک چاک کر دیا۔ حضرت امیر المومنینؑ خود آپؐ کو غسل حنوط اور کفن پہنانے والے تھے اور فضل ان پر پانی ڈال رہے تھے اور غسل دینے میں حضرت علیؑ کی مدد کر رہے تھے جب آپ کو غسل دے چکے تو آگے بڑھے اور تنہا آپؑ پر نماز پڑھی کوئی شخص رسول پر آپ کے ساتھ نماز پڑھنے میں شریک نہیں تھا۔ لوگ مسجد میں جمع تھے اور اس سلسلہ میں گفتگو کر رہے تھے کہ کون شخص آگے کھڑا ہو کر آپؐ کی نماز پڑھائے اور انہیں کہاں دفن کیا جائے گا۔ حضرت امیر

المومنینؑ باہر تشریف لائے اور ان لوگوں کے پاس جا کر فرمایا کہ پیغمبر اکرم زندگی میں اور مرنے کے بعد ہمارے امام و پیشوا ہیں پس گروہ گروہ ہو کر لوگ آئیں اور آپ پر نماز پڑھیں بغیر اس کے کہ ان کے آگے کوئی امام ہو اور خداوند عالم جس نبی کی روح کو جہاں قبض کرتا ہے تو اس جگہ کو اس کی قبر کے لئے پسند فرماتا ہے۔ لہٰذا میں پیغمبر اکرم کو اسی حجرہ میں دفن کروں گا جس میں آپ نے وفات پائی ہے۔ لوگوں نے اس بات کو تسلیم کر لیا اور اس پر راضی ہو گئے۔ جب مسلمان آنحضرتؐ کی نماز جنازہ پڑھنے سے فارغ ہوئے تو رسول اکرمؐ کے چچا عباس نے کسی کو حضرت ابوعبیدہؓ جراح کے پاس بھیجا کہ جو اہل مکہ کی قبریں کھودا کرتے تھے اور دوسرے شخص کو حضرت زید بن سہل کی طرف بھیجا جو اہل مدینہ کے گورکن تھے تا کہ وہ آ کر رسول کے لئے قبر کھودی تو زید بن سہل مل گیا اسے حکم دیا کہ وہ آنحضرت کی قبر کھودے جب زید قبر کھودے سے فارغ ہوئے تو امیر المومنین عباس فضل ابن عباسؓ اور حضرت اسامہ بن زید قبر میں داخل ہوئے تا کہ آنحضرت کو دفن کریں انصار کے ایک گروہ نے جب یہ دیکھا تو انہوں نے امیر المومنینؑ کو قسم دے کر کہا کہ ہم میں سے بھی ایک شخص کو رسول خدا کے دفن کرنے میں شریک کیجئے کیونکہ ہم بھی اس امر میں حصہ دار ہیں اس پر امیر المومنین نے اوس بن خولی کو (جو بدری تھے اور قبیلہ خزرج کے صاحب فضل شخص تھے) حکم دیا کہ قبر میں داخل ہو پھر امیر المومنینؑ نے جسد مطہر پیغمبر کو اٹھایا اور اوس کو دیا تا کہ وہ قبر میں رکھے جب اس نے حضرت کو قبر میں رکھ دیا تو آپؑ نے اوس کو حکم دیا کہ باہر آ جاؤ پس اوس قبر سے باہر آ گیا اور حضرت امیر المومنینؑ قبر میں اترے اور رسول خدا کا چہرہ مبارک کفن سے باہر نکال کر رخسار مبارک قبلہ رُخ زمین پر رکھ دیا پھر لحد کی اینٹیں چن دیں اور اوُپر مٹی ڈالی یہ واقعہ ہائلہ پیر کے دن اٹھائیں ماہ صفر گیارہ ہجری کو رونما ہوا۔ آپؐ نے تریسٹھ سال عمر پائی مہاجرین و انصار کے اکثر لوگ امر خلافت کے جھگڑے کی بناء پر آپ کی نماز جنازہ اور دفن میں شریک نہ ہوئے انتہی۔

احادیث معتبرہ میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرتؐ شہید ہو کر اس دنیا سے رخصت ہوئے جیسا کہ صفار نے سند معتبر کے ساتھ حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت کو بکرے کے اگلے پاؤں کے گوشت میں خیبر کے دن زہر دیا گیا تھا۔ جب حضرتؐ نے ایک لقمہ تناول فرمایا تو اس گوشت سے آواز آئی کہ اے اللہ کے رسولؐ مجھے زہر آلود کیا گیا ہے لہٰذا حضرت اپنے مرض موت میں فرماتے کہ آج اس لقمہ نے میری کمر توڑ دی ہے جو میں نے خیبر میں کھایا تھا اور کوئی نبی یا وصی ایسا نہیں جو اس دنیا سے شہادت کے ساتھ نہ جاتا ہو اور دوسری روایت میں ہے کہ ایک یہودی عورت نے آنحضرتؐ کو گوسفند کے ذراع (بازو) میں زہر دیا تھا اور جب حضرتؐ نے اس میں سے کچھ کھایا تو اُس ذراع نے کہا کہ میں زہر آلود ہوں پھر آپؐ نے اُسے پھینک دیا ہمیشہ وہ زہر آپؐ کے بدن میں اثر کرتا تھا۔ یہاں تک کہ آپؐ نے اس کی وجہ سے اس دنیا سے رحلت فرمائی۔ صلوٰت اللہ علیہ و آلہ۔

مستحب ہے کہ دور و نزدیک سے آپؐ کی زیارت پڑھی جائے چنانچہ شیخ شہید نے کتاب دروس میں فرمایا ہے کہ ہر جمعہ کے دن نبی اکرمؐ اور آئمہ علیہم السلام کی زیارت مستحب ہے اگرچہ زیارت کرنے والا ان کی قبروں سے دور ہو اور اگر بلندی پر کھڑا ہو کر زیادرت پڑھے تو افضل ہے۔

اور بہتر ہے کہ رسول خدا کی زیارت ہر نماز کے بعد ان الفاظ کے ساتھ پڑھی جائے جو امام رضاؑ نے ابن ابی نصر بزنطی کو تعلیم

فرماتے تھے۔

"اسلام علیك یارسول الله ورحمة الله وبرکاته اسلام علیك یامحمد بن عبدالله السلام علیك یا خیرة الله اسلام علیك یاحبیب الله السلام علیك یا صفوة الله السلام علیکك یاامین الله اشهد انك رسول الله واشهد انك محمد بن عبدالله واشهدانك قد نصحت لامتك وجاهدت فی سبیل ربك وعبدته حتیٰ اتٰك الیقین فجزاك الله۔ یارسول الله افضل ماجزیٰ نبیا عن اُمته اللهم صل علی محمدٍ وآل محمدٍ افضل ماصلیت علی ابراهیم وآل ابراهیم انك حمید مجید۔

آٹھویں فصل

آنحضرتؐ کی اولاد امجاد کے حالات میں

قرب الاسناد میں حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ رسول خدا کے لیے جناب خدیجہ سے طاہر قاسم۔ فاطمہ ام کلثوم رقیہ زینب پیدا ہوئے آپؐ نے فاطمہؑ کی شادی حضرت امیر المومنینؑ سے اور زینب کی ابوالعاص بن ربیع سے جو بنی اُمیہ میں سے تھا اور ام کلثوم کی عثمان بن عفان سے اور وہ عثمان کے گھر جانے سے پہلے رحمت خدا میں جا پہنچیں اس کے بعد حضرتؐ نے رقیہ کی شادی اس کے ساتھ کی پھر مدینہ میں ماریہ قبطیہ جسے حضرتؐ کی خدمت میں بادشاہ اسکندریہ نے اشہب خچر اور دوسرے ہدایا کے ساتھ بطور ہدیہ بھیجا تھا سے حضرت رسولؐ کے لیے ابراہیم پیدا ہوئے فقیر کہتا ہے جو مشہور ہے اور مورخین نے لکھا ہے وہ یہ ہے کہ ام کلثوم کی تزویج عثمان کے ساتھ رقیہ کی وفات کے بعد ہوئی اور رقیہ نے ۲ھ جنگ بدر کے موقعہ پر وفات پائی۔ مترجم عرض کرتا ہے کہ گذشتہ روایت اور اس قسم کی اور بہت سی روایت کہ جن میں سے بعض اہل بیت رسالت کی طرف منسوب کی گئی ہیں۔ یہ باور کرایا گیا ہے کہ رسولؐ کی چار بیٹیاں تھیں جن میں سے ایک ابوالعاص نامی کافر سے بیاہی گئیں جو بنی امیہ میں سے تھا اور اُم کلثوم کی پہلے جیسے اس روایت میں ہے یا رقیہ کی پہلے عثمان سے شادی کی گئی جب وہ فوت ہو گئی تو دوسری لڑکی اس کے ساتھ بیاہی گئی۔ اگر چہ بعض مورخین اہل سنت کا یہ لکھنا کہ وہ ہالہ خواہر خدیجہؑ یا جناب خدیجہؑ کے پہلے شوہر یا رسول خداؐ کی بیٹیاں تھیں اسی امر کو شک میں ڈال دیتا ہے لیکن چونکہ ان کے دختر پیغمبر ہونے والے قول کو اکثر مورخین عامہ نے ترجیح دے دی ہے لہٰذا ایک عام مسلمان یہی سمجھ بیٹھتا ہے کہ واقعاً وہ رسولؐ ہی کی بیٹیاں تھیں لیکن ایک سمجھدار انسان تھوڑی سی فکر کرے تو وہ اس نتیجہ تک پہنچ سکتا ہے کہ یہ قصہ افسانہ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ اس سلسلہ میں حسب ذیل امور قابل غور ہیں۔

(۱) بنی ہاشم اور بنی امیہ کی کبھی آپس میں نہیں بنی۔ امیہ سے لے کر بنی امیہ کے آخری متنفس تک اور ہاشم سے لے کر خاندان رسالتؐ کے آخری فرد تک ان کی آپس میں نہ بنی اس کی وجہ صرف قبائلی عناد نہ تھی بلکہ دونوں قبیلوں کی طبیعتیں ہی متضاد تھیں بنی ہاشم موحد و خدا پرست تھے تو بنی امیہ سرمایہ دارانہ ذہنیت سے انسانیت کا خون چوسنا چاہتے تھے بنی ہاشم عفیف و پاکدامن تھے بنی اُمیہ رنگیلے اور عیاش، بنی ہاشم ایثار و قربانی سے موصوف بنی امیہ فتنہ پسند، خود غرض۔ بنی ہاشم مجسمہ روحانیت صاحبان سیاست روحانیہ بنی امیہ مجسمہ مادیت، علمبردار سیاست مادیہ۔ الغرض صفات حمیدہ کے مالک بنی ہاشم رہے اور بنی اُمیہ نے ہمیشہ اوصاف رذیلہ کو اپنایا۔ قرآن نے بنی ہاشم کو شجرہ طیبہ اور بنی اُمیہ کو شجر ملعونہ سے تعبیر کیا ہے:

(۲) اگر چہ رسولؐ کے زمانہ ہی سے بعض منافقین اور خود غرض لوگوں نے غلط چیزوں کو اسلام کی طرف منسوب کرنے کے

لیے بہت سی باتیں اپنی طرف سے گھڑی تھیں اور انہیں سرورِ رسالتؐ کی طرف منسوب کیا تھا مگر معاویہ کے زمانے میں یہ کام باقاعدگی سے حکومت کی سرپرستی میں ہوا۔ اس سلسلے میں ابن ابی الحدید نے جو کچھ لکھا ہے اس کے بعض اقتباسات قابلِ غور ہیں۔ ابوالحسن علی ابن محمد ابوسیف المدائنی نے کتاب الاحداث میں روایت کی ہے کہ معاویہ نے مضمون واحد کے حکم نامے امام حسنؑ سے صلح کے بعد اپنے تمام عمال کے پاس بھیجے جن میں اس نے تحریر کیا کہ میں بری الذمہ ہوں اس شخص سے جو فضائل علیؑ بیان کرے گا لہٰذا ہر طبقہ اور ہر علاقے میں ہر منبر پر مقرر کھڑے ہو گئے جو حضرت علیؑ پر لعنت کرتے تھے ان سے بیزاری چاہتے تھے اور ان کی اور ان کی اولاد کی مذمت کرتے تھے آگے چل کر لکھتے ہیں اور معاویہ نے کل اطراف میں اپنے عاملوں کو لکھا کہ کسی شیعہ علیؑ و اولادِ علیؑ کی گواہی کو جائز نہ رکھو اور اپنے عاملوں کو لکھا کہ عثمان کے پیروان و دوستداران واہل ولا پر مہربانی کرو جو عثمان کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہیں ان کی نشست اپنے نزدیک قرار دو اور ان لوگوں کو اپنا مقرب بناؤ۔ ان کی عزت کرو۔ ان کی بیان کردہ احادیث و روایات مجھے لکھو اور بیان کرنے والے کا نام اور اس کے باپ اور قبیلہ کا نام لکھو پس عاملوں نے ایسا ہی کیا تاکہ اینکہ فضائل و مناقب عثمان کی ان لوگوں نے کثرت کر دی کیونکہ معاویہ ان لوگوں کو صلہ بھیجتا تھا۔ اور ان احادیث کو عرب میں شائع کرتا تھا اور دوستدارانِ عثمان کے پاس بھیجتا تھا پھر ہر شہر میں اس کی کثرت ہوئی اور لوگ دنیا و وجاہت دنیا کی طرف مائل ہو گئے پس عمال معاویہ میں سے ایسا کوئی نہ تھا کہ اس قسم کی جھوٹی احادیث نہ لاوے عثمان کے حق میں فضیلت و منقبت کی جھوٹی حدیث بیان کرنے والے کا نام معاویہ لکھ لیتا تھا اور اس کے مقرب بنالیتا تھا اور اُس کی سفارش قبول کرتا تھا۔ پس اس طرح ایک زمانہ گزر گیا پھر معاویہ نے اپنے عمال کو لکھا کہ عثمان کے حق میں حدیثیں بکثرت ہو گئی ہیں اور ہر شہر اور ہر طرف اور ہر گوشہ میں پھیل گئی ہیں۔ لہٰذا جس وقت میرا یہ خط ملے فوراً تم لوگوں کو صحابہ اور پہلے دو خلفاء کے فضائل بیان کرنے پر مائل کرو اور اگر تم کوئی حدیث ابوترابؑ کے حق میں سنو تو ویسی ہی اس کے مدمقابل دوسری حدیث صحابہ کے حق میں بنا کر مجھے بھیج دو۔ کیونکہ یہ امر مجھے بہت محبوب ہے اور میری آنکھوں کو خنک کرنے والا ہے۔ الخ

شرح نہج البلاغہ جزو ثالث صفحہ ۱۵، ۱۴۰ تشریح خطبہ ان فی ایدی الناس حقا و باطلا ترجمہ از آغا محمد سلطان مرزا مرحوم میرے خیال میں انہی دو امور پر غور کرنے سے معاملہ واضح ہو جاتا ہے کہ بنی اُمیہ اور بنی ہاشم میں کبھی نہیں بنی اور ان کی مخالفت قبائلی نہیں بلکہ نظریاتی اور مذہبی تھی لہٰذا ایسے خاندان میں کہ جو مذہبی طور پر اسلام سے دشمنی رکھتا ہو رسولؐ اپنی بیٹیوں کی شادی کس طرح کرتے۔ اس مذکورہ روایت میں یہ بھی بتایا گیا کہ ابوالعاص بنی امیہ میں سے تھا اور یہ روایت صادقؑ کی زبانی کہلوائی گئی تاکہ نسبت سے اس میں وزن پیدا ہو۔ اگر رسولؐ کی طرف غلط روایات کی نسبت دی جاسکتی ہے کہ (معاذ اللہ) کہ جن سے رنگیلا رسول لکھا گیا تو حضرت صادقؑ اور دوسرے آئمہ اہل بیتؑ سے یہ نسبت کیوں نہیں دی جاسکتی کہ رسولؐ کی چار بیٹیاں تھیں جن میں ایک کافر سے بیاہی گئی اور دو یکے بعد دیگرے عثمان سے بیاہی گئیں جن کے متعلق ہم اور کچھ نہیں صرف اتنا عرض کریں گے کہ ان کا کردار دیکھنا ہو تو مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی کتاب خلافت و ملوکیت میں ان کے دور کے واقعات کو پڑھیں اور اگر ابن ابی الحدید کی نقل شدہ عبارت پر غور کریں تو روزِ روشن کی طرح واضح ہو جائے گا کہ حضرت عثمان کے جہاں اور فضائل گھڑے گئے وہاں یہ شرف بھی انہیں بخشا گیا کہ علیؑ تو ایک نسبت

سے رسولؐ کے داماد ہیں یہ دو نسبتیں رکھتے ہیں اسی لیے تو انہیں ذوالنورین بھی کہا جاتا ہے۔ لیکن جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے بعض روایات میں لکھا گیا ہے کہ یہ دونوں لڑکیاں پہلے عتبہ اور عتیبہ ابولہب کے بیٹوں سے بیاہی گئیں تھیں جو کہ کافر تھے اور ابوالعاص بھی کافر تھا۔ تو ہم یہ عرض کرتے ہیں اگر کافر سے ان کا بیاہا جانا اس کے لیے مفید اور باعث شرف نہیں تو پھر کسی بظاہر مسلمان کے لیے کیسے باعث شرف ہو یا کہ اگر عتبہ وعتیبہ والی روایت کو کوئی قبول نہ کرے تو ابوالعاص کا معاملہ تو سنگین ہے کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء میں سے کسی نے قبل اعلان نبوت یا بعد اعلان نبوت اپنی کوئی بیٹی کسی کافر کے عقد میں دی ہے اگر جواب نفی میں ہے تو پھر اشرف للانبیاء اور فخر کائنات کو کیوں مطعون کرتے ہو۔ خداوند عالم مسلمانوں کی اصلاح کرے۔ یہ چند سطور اس لیے لکھی گئیں چونکہ ہمارے بعض محدثین مقام نقد وتنقید میں نہ ہونے کی وجہ سے تسامحاً یہ باتیں لکھ دیتے ہیں۔ اگر کوئی اس مسئلہ میں پوری تحقیق کرنا چاہے تو علماء مناظرہ کی تصانیف وتالیفات کی طرف رجوع کرے۔ یہاں صرف اشارہ ہی کیا جاسکتا ہے۔

شیخ طبرسیؒ اور ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ اولاد امجاد آں مفخر عباد جناب خدیجہؑ کے علاوہ اور ازواج سے نہیں ہوئی سوائے جناب ابراہیمؑ کے جو ماریہ قبطیہ سے پیدا ہوئے اور مشہور یہ ہے کہ آپؐ کے تین بیٹے ہوئے۔ پہلے قاسم جن کی وجہ سے آپؐ کی کنیت ابوالقاسم ہے اور وہ آپؐ کی بعثت سے پہلے پیدا ہوئے دوسرے عبداللہ جو بعثت کے بعد پیدا ہوئے اور انہیں طیب وطاہر کے لقب سے ملقب کیا گیا اور دونوں نے عالم طفولیت ہی میں مکہ میں بہشت بریں کی طرف رحلت کی اور بعض علماء طیب وطاہر کو عبداللہ کے علاوہ آپؐ کے الگ دو فرزند سمجھتے ہیں لیکن یہ قول معتبر نہیں تیسرے جناب ابراہیم۔ روایت میں ہے کہ جب رقیہ دختر، ربیبہ) رسولؐ خدا کی وفات ہوئی تو حضرتؐ نے اُسے مخاطب کرکے کہا کہ ہمارے شائستہ گزرے ہوئے عثمان بن مظعون اور اس کے اچھے ساتھیوں کے ساتھ ملحق ہو جاؤ اور جناب فاطمہؑ رقیہ کی قبر کے پاس بیٹھی تھیں اور ان کی آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے۔ حضرت رسولؐ ان کے آنسو پونچھتے تھے اور قبر کے قریب کھڑے ہو کر دعا فرما رہے تھے پھر فرمایا میں نے اس کی کمزوری وناتوانی کو دیکھ کر خداوند عالم سے دعا کی ہے کہ اسے فشار قبر سے امان دے اور مشہور یہ ہے کہ ابراہیم کی ولادت ۸ھ مدینہ میں ہوئی اور ابورافع نے حضرتؐ کو اس مولود کی بشارت دی تو آپؐ نے اسے ایک غلام بخشا اور اس فرزند کا نام ابراہیم رکھا اور ساتویں دن اس کا عقیقہ کیا اور سر منڈوایا اور سر کے بالوں کے برابر چاندی مساکین کو بطور صدقہ دی اور فرمایا اس کے بال زمین میں دفن کر دیئے جائیں انصار کی عورتوں نے اسے دودھ پلانے میں نزاع کیا تو حضرتؐ نے اسے منذر بن زید کی بیٹی ام بردہ کے حوالہ کیا کہ وہ اسے دودھ پلائے اور ابراہیم دنیا میں زیادہ مدت زندہ نہیں رہے ۱۰ھ اٹھارہ رجب کو وفات پائی جب کہ ان کی عمر شریف ایک سال دو ماہ اور آٹھ دن تھی اور اک روایت ہے کہ ایک سال چھ ماہ اور چند دن تھی اور انہیں بقیع میں دفن کیا گیا اور ان کی وفات پر تین عجیب وغریب امور واقع ہوئے جو اپنے مقام پر مذکور ہیں ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ ایک دن رسول اکرمؐ بیٹھے ہوئے تھے۔

آپؐ کے بائیں زانو پر ابراہیمؑ اور دائیں پر امام حسینؑ تھے ایک دفعہ ان کا بوسہ لیتے تھے اور ایک دفعہ ان کا کہ اچانک آپؐ پر حالت وحی طاری ہوئی جب وہ حالت زائل ہوئی تو فرمایا جبرئیلؑ میرے پروردگار کی طرف سے آیا تھا اور حکم خدا لایا کہ میں یہ دونوں

بچے اکٹھے آپؐ کے پاس نہیں رکھنا چاہتا۔ایک کو دوسرے پر قربان کر دیجئے۔پس آپؐ نے ابراہیم کی طرف دیکھا اور رونے لگے۔پھر سید الشہداء کی طرف دیکھ کر بھی گریہ کیا پھر فرمایا ابراہیم کی ماں ماریہ ہے جب یہ فوت ہو جائے تو میرے علاوہ اس پر کوئی محزون نہیں ہوگا۔اور حسینؑ کی ماں فاطمہؑ ہے اور باپ علیؑ جو میرا چچازاد بھائی ہے اور میری جان کے برابر ہے اور میرا گوشت وخون ہے جب وہ فوت ہوا تو میری بیٹی، میرا ابن عم اور میں خود اس پر محزون ہوں گا میں اپنے حزن کو ان کے حزن وملال پر ترجیح دیتا ہوں اے جبریلؑ میں نے ابراہیم کو حسینؑ کو فدیہ قرار دیا ہے اور اس کی وفات پر راضی ہوں۔پس تین دن کے بعد ابراہیم کا انتقال ہو گیا۔اس کے بعد جب رسول خدا امام حسین علیہ السلام کو دیکھتے تو انہیں اپنے سینے سے لپٹا لیتے اور ان کے لبوں کو چومتے اور کہتے کہ میں تجھ پر قربان جاؤں۔ میں نے ابراہیم کو تجھ پر قربان کیا ہے۔حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ جب ابراہیم دنیا سے رحلت کی تو رسول خدا کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور فرمایا آنکھیں روتی ہیں اور دل غمناک ہوتا ہے لیکن ہم وہ بات نہیں کرتے جو غضب پروردگار کا باعث ہو۔پھر آپ نے ابراہیم کو خطاب کر کے فرمایا، اے ابراہیم ہم کو تمہاری فرقت کا بہت غم ہے۔آپؐ نے ابراہیمؑ کی قبر پر ایک سوراخ دیکھا تو اپنے ہاتھ سے اس کی اصلاح کی اور فرمایا جو تم میں سے کوئی کام کرے تو اسے محکم ومضبوط کرے پھر فرمایا کہ ملحق ہو جاؤ اپنے سلف صالح عثمان بن مظعون کے ساتھ رحمہ اللہ۔

نویں فصل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقرباء کے مختصر حالات

شیخ طبرسی اور دوسرے علماء نے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ کے نو چچا تھے جو عبدالمطلبؑ کے فرزند تھے (۱) حارث (۲) زبیر (۳) ابوطالبؑ (۴) حمزہ (۵) غیداق (۶) ضرار (۷) مقوم (۸) ابولہب (۹) عباس۔ حارث عبدالمطلب کے سب سے بڑے بیٹے تھے اسی لیے عبدالمطلب کو ابوالحارث کہتے تھے اور حارث ان کے ساتھ چاہ زمزم کے کھودنے میں شریک تھے اور حارث کے بیٹے ابوسفیان۔ مغیرہ نوفل ربیعہ اور عبدالشمس تھے اور ابوسفیان حلیمہ سعدیہ کے دودھ پینے کی وجہ سے آنحضرتؐ کے رضائی بھائی تھے اور ان کی شکل آپؐ سے ملتی جلتی تھی۔ انہوں نے ۲۰ھ میں وفات پائی اور بقیع میں دفن ہوئے بعض مورخین کہتے ہیں عقیل بن ابی طالبؑ کے گھر میں دفن ہوئے اور نوفل کے چند بیٹے رہ گئے تھے جن میں مغیرہ بن نوفل ہے اور یہ وہی ہیں جنہوں نے ابن ملجم مرادی کو گرفتار کیا تھا بعد اس کے کہ اس ملعون نے حضرت امیرؑ کو ضرب لگائی اور بھاگ نکلا تھا تاریخ میں ہے کہ وہ عثمان کے زمانہ میں قاضی تھے اور جنگ صفین میں حضرت امیرؑ کے ساتھ حاضر تھے اور حضرت امیرؑ کے بعد اُمامہ بنت ابی العاص بن ربیع کے ساتھ شادی کی تھی امامہ سے یحیٰی پیدا ہوئے اور ربیعہ بن حارث وہ ہے کہ حضرت رسولؐ نے فتح مکہ کے وقت فرمایا تھا کہ زمانہ جاہلیت کے تمام فخر اور ترجیہیں میرے قدم کے نیچے ہیں اور جاہلیت کے خون چھوڑ دیئے گئے اور پہلا خون جو میں چھوڑتا ہوں وہ ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا ہے چونکہ اس کا ایک بیٹا زمانہ جاہلیت میں قتل ہو گیا تھا اور عباس بن ربیعہ کی شجاعت میدان صفین میں مشہور ہے اور عبدالشمس بن حارث کا نام حضرت رسولؐ نے عبداللہ رکھا اور کہتے ہیں کہ شام میں ان کی اولاد ہے اور ابوطالبؑ عبداللہ والد رسول اکرمؐ اور زبیر ایک ہی ماں کے بطن سے ہیں اور ان کی والدہ فاطمہ بن عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم تھیں اور ابوطالبؑ کا نام عبدالمناف ہے ان کے چار بیٹے تھے۔ طالب عقیل جعفر اور علی علیہ السلام منقول ہے کہ ان چار بھائیوں میں سے ہر ایک کے درمیان دس سال فاصلہ تھا۔ ابوطالب کی دو بیٹیاں بھی تھیں ام ہانی کہ جس کا نام فاختہ تھا اور جمانہ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب کی بیوی تھی اور ام ہانی زوجہ ابووہب ہبیرہ بن عمرو مخزومی صاحب اولاد تھیں کہ جن میں سے جعدہ بن ہبیرہ تھا جو میدان حرب کا شہسوار اور بہادر تھا اور حضرت امیرؑ کی طرف سے خراسان کا امیر و والی تھا۔ ابوطالبؑ آنحضرتؐ کی ہجرت سے تین سال قبل رحمت الٰہی سے واصل ہوئے تھے ایک قول ہے کہ ان کی وفات کے تین دن بعد جناب خدیجہؑ کی وفات ہوئی اس سال کا نام آنحضرتؐ نے عام الحزن رکھا اور ہم ان دونوں بزرگواروں کی وفات چھٹی فصل میں بیان کر آئے ہیں۔ باقی رہے عباس ان کی کنیت ابوالفضل ہے اور سقایت زمزم ان سے متعلق تھی اور جنگ بدر میں وہ اسلام لائے اور مدینہ میں خلافت عثمان کے آخری دنوں میں وفات پائی۔ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ عباس و ضرار کی والدہ نتیلہ تھیں ان کے نو بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔

(۱) عبداللہ (۲) عبیداللہ (۳) فضل (۴) قثم (۵) معبد (۶) عبدالرحمن (۷) تمام (۸) کثیر (۹) حارث۔ ام حبیب امیہ اور صفیہ۔ ام حبیب اور پہلے چھ بیٹوں کی ماں ام الفضل لبابہ بنت حارث ہلالی جو میمونہ بنت حارث زوجہ رسولؐ کی بہن تھی۔ باوجود یکہ یہ سب ام الفضل کے بطن سے ایک ہی گھر میں پیدا ہوئے تھے ان کی قبریں ایک دوسرے سے دور واقع ہوئیں فضل مقام اجنادین میں جو روم کے علاقہ میں ہے معبد و عبدالرحمن افریقہ میں عبداللہ طائف ہیں۔ عبیداللہ یمن میں اور قثم سمرقند میں دفن ہوئے۔ بغوی کہتا ہے کہ ام الفضل وہ خاتون ہیں جو خدیجہؑ کے بعد اسلام لائیں اور بعض نے عباس کے دس بیٹے لکھے ہیں عون کے اضافہ کے ساتھ اور اس کا موید خود عباس کا قول ہے۔ جیسا کہ شیخ شہید نے اپنی درایہ کی شرح میں فرمایا ہے کہ تمام عباس کے بیٹوں میں سب سے چھوٹا تھا۔ عباس اس کو اٹھا کر کہتے تھے تمام کے ساتھ یہ دس ہو گئے ہیں خدایا اُنہیں باعزت اور نیک قرار دے اور ان کا ذکر باقی رہے اور یہ درخت بڑھے۔ اور ابولہب کی اولاد عتبہ۔ عتیبہ معتب اور درۃ تھے اور اُن کی ماں ام جمیل ابوسفیان کی بہن تھی اُسے خداوند عالم نے حمالۃ الحطب کہا ہے ار حضرت رسولؐ کی چھ پھوپھیاں تھیں مختلف ماؤں سے (۱) اُمیمہ (۲) ام حکیم (۳) برہ (۴) عاتکہ (۵) صفیہ (۶) اورا روی۔ اُمیمہ کو بعض نے فاطمہ کہا ہے وہ جحش بن ریاب کی بیوی تھیں ان کے بطن سے عبداللہ ابواحمد، زینب، حمنہ اور ام حبیبہ پیدا ہوئے۔

زینب وہی ہیں جو زید بن حارثہ کی بیوی تھی زید نے انہیں طلاق دی اور خداوند عالم نے ان کی شادی پیغمبر اکرمؐ سے کی اور ام حکیم بنت عبدالمطلب کُریز بن ربیعہ بن حلیب بن عبدالشمس بن عبدمناف کی بیوی تھیں ان کے بطن سے عامر پیدا ہوا اور وہ عبداللہ بن عامر کا باپ تھا۔ جو عثمان کی طرف سے عراق و خراسان کا گورنر تھا۔ اور برہ بنت عبدالمطلب ابوہم کی بیوی تھیں بعد میں انہوں نے عبدالاسد بن ہلال مخزومی شادی کی اور اس سے ابوسلمہ کا نام عبداللہ تھا اور ابوسلمہ کے ساتھ انکی بیوی اُم سلمہ سے پہلے حبشہ کے ساتھ ان کی بیوی ام سلمہ نے سب سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ پھر اس نے مدینہ کی طرف ہجرت کی جنگ بدر و احد میں بھی حاضر رہا اور احد میں اسے زخم لگا جس کی وجہ سے انہوں نے وفات پائی۔ اس کے بعد رسول اکرمؐ نے ان کی بیوی ام سلمہ سے نکاح کیا اور عاتکہ بنت عبدالمطلب عمر بن وہب کی بیوی تھیں۔ اس کے بعد کلدہ بن عبدمناف بن عبدالدار کی بیوی ہوئیں۔ اور صفیہ بنت عبدالمطلب حارث بن حرب بن امیہ کی بیوی تھیں۔ اس کے بعد عوام ابن خویلد حضرت خدیجہؑ کے بھائی نے اُن سے شادی کی اور زبیر پیدا ہوا۔

روایت ہے کہ عبدالمطلبؑ کی وفات کے وقت یہ چھ بیٹیاں ان کی حاضر تھیں عبدالمطلبؑ نے ان سے کہا کہ مجھ پر گریہ و نوحہ کرو اور مرثیہ پڑھو تا کہ میں مرنے سے پہلے سُن لوں پس ہر ایک نے اپنے باپ کے لیے مرثیہ کہا اور پڑھا عبدالمطلب نے یہ مرثیے سنے اور پھر وفات پائی اور حضرت رسولؐ کے چچاؤں میں سے ابوطالبؑ اور حمزہؑ سب سے افضل تھے اور ابوطالب کا نام عبدمناف تھا جیسا کہ ان کے باپ عبدالمطلبؑ نے فرمایا:

وصیت   من   کنیۃ   بطالب
عبد   مناف   وھو ذو تجارب

(میں نے وصیت کی ہے اسے جس کی کنیت میں نے طالب پر رکھی ہے جو عبد مناف اور تجربہ کار ہے وہ
بزرگوار سید بطحا و سردار قریش رئیس مکہ اور قبلہ قبیلہ تھے اور آنجناب (خدا ان پر اپنی رحمت نازل فرمائے)
بزرگ جسیم اور خوبصورت تھے بادشاہوں جیسی شان اور حکیموں جیسے وقار کے مالک تھے کہتے ہیں کہ اکثم بن صیفی حکیم عرب سے جب پوچھا گیا کہ تو نے حکمت ودانائی ریاست حلم وسیادت کس سے سیکھی ہے تو اس نے کہا الگ حلم وادب سید عمر و عرب ابوطلبؑ بن عبدالمطلبؑ سے اور بہت سی روایات میں ہے کہ آپؑ کی مثال اصحاب کہف جیسی ہے اپنے ایمان کو چھپائے رہتے تا کہ رسولؐ کی نصرت کر سکیں اور کفار قریش کے شر سے آپؐ کو محفوظ رکھ سکیں۔ بوطلبؑ وصایا اور آثار انبیاء کے امینؑ تھے اور آپؑ نے وہ پیغمبر اکرمؐ کے سپرد کیے اور روایت میں ہے کہ آنجناب کا نور پانچ انوار کے علاوہ سب مخلوق کے انوار کو خاموش کردے گا۔ (پانچ انوار محمدؐ وعلیؑ و فاطمہؑ وحسنؑ وحسینؑ کے ہیں) اور اگر ابوطالبؑ کا ایمان ایک پلڑے میں اور تمام مخلوق کا ایمان دوسرے میں رکھا جائے تو ابوطالبؑ کا ایمان بھاری رہے گا۔ امیر المومنینؑ پسند فرماتے تھے کہ ابوطالبؑ کے اشعار کی روایت کی جائے۔ انہیں لکھا جائے اور فرماتے تھے کہ انہیں یاد کرو اور اپنی اولاد کو ان کی تعلیم دو کیونکہ آنجناب دین خدا پر تھے اور ان کے اشعار میں علم کے جواہر ریزے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ جناب ابوطالبؑ کی خدمات دینی اور اور ان کا رسول خداؐ کی نصرت ومدد کرنا اس سے بے نیاز ہے کہ انہیں بیان کیا جائے۔ اور اس مقام پر رسول خداؐ یہ ارشاد کافی ہے کہ قریش مجھ سے خائف رہے یعنی مجھے اذیت پہنچانے کے جرات نہیں کرتے تھے جب تک ابوطالب زندہ ہے اس کے بعد ان کو جرات ہوئی اور مجھے تکلیف پہنچانے لگے۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے۔

ولو لاابوطالب وابنه
لمامثل الدين شخص فقاما
وذاك بملة اوى وحامى
وذاك بيثرب حس الحماما

یعنی ابوطالبؑ اور ان کا بیٹا نہ ہوتا تو دین اپنی شکل وصورت لے کر کھڑا نہ ہوتا۔ اس نے مکہ میں پناہ دی اور پیغمبر کو حمایت کی اور اس نے مدینہ میں موت کو چھولیا۔

اور جناب حمزہؑ کی عظمت وجلالت بہت ہے وہ جنگ اُحد میں شہید ہوئے اور ہم ان کی شہادت تحریر کرآئے ہیں اور جعفر بن ابوطالبؑ موتہ میں شہید ہوئے اور ہم معجزات جعفرؑ کے فضائل کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ ابن بابویہ نے حضرت امام رضا سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ میرا بہترین بھائی علیؑ اور بہترین چچا حمزہؑ ہیں اور عباس اور میں ایک ہی اصل سے ہیں۔ اور فرمایا کہ حضرتؐ نے حمزہؑ کی نماز جنازہ پر ستر تکبیریں کہی تھیں اور قرب الاسناد میں حضرت صادقؑ سے مروی ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ ہم میں سے رسولؐ خدا ہیں جو اولین وآخرین کے سردار اور خاتم الانبیاء ہیں اور ان کا وصی اوصیاء انبیاء سے بہتر ہے اور اُن کے دونواسے حسنؑ اور حسینؑ اولاد انبیاء سے بہتر ہیں اور بہترین شہید ایک تو آپؐ کے چچا حمزہؑ ہیں اور دوسرے جعفرؑ جو

ملائکہ کے ساتھ پرواز کرتے ہیں۔اس مضمون کی روایت کثرت سے ہیں علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا کہ میرے پروردگار نے مجھے چنا میرے اہل بیت سے تین افراد کے ساتھ کہ جن سے میں بہتر اور زیادہ پرہیزگار ہوں لیکن میں فخر نہیں کرتا۔اور خدا نے مجھے ابوطالبؑ کے دو فرزندوں علیؑ اور جعفر کو اور میرے چچا حمزہؓ بن عبدالمطلبؑ کو چنا۔الخ نیز امام محمد باقرؑ سے آیت من المومنین رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه فمن هم من قضى نحبه ومنهم من ينتظر وما بدلو تبديلاً (مومنین میں سے کچھ ایسے افراد ہیں جنہوں نے اللہ سے کیے ہوئے وعدہ کو سچ کر دکھایا۔ان میں سے بعض نے اپنی شرط پوری کر دکھائی اور بعض انتظار کر رہے ہیں اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی) کی تفسیر میں روایت ہے کہ جنہوں نے شرط پوری کر دی وہ حمزہ و جعفرؑ ہیں اور جو انتظار کر رہے ہیں۔وہ علیؑ بن ابی طالب ہیں۔نیز آنحضرتؐ سے کتاب بصائر میں روایت ہے کہ ساق عرش پر لکھا ہے کہ حمزہؓ شیر خدا شیر رسولؐ خدا اور (سید) سر شہداء ہیں۔

شیخ طوسی نے جابر انصاری سے روایت کی ہے کہ عباس بلند قامت اور خوشرو تھے ایک دن رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے جب حضرتؐ نے ان کی طرف دیکھا تو فرمایا اے چچا آپ صاحب جمال ہیں۔عباس نے عرض کیا مرد کا جمال کیا ہے فرمایا حق کے معاملہ میں سچ بولنا۔پوچھا مرد کا کمال کیا ہے۔فرمایا محرمات سے بچنا اور خوش خلقی اختیار کرنا۔

حضرت امام رضاؑ سے روایت ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا عباسؓ کے حق میں میری حرمت کا خیال رکھنا کیونکہ وہ میرے بزرگوں کا بقیہ ہیں۔

ابن بابویہ نے روایت کی ہے کہ ایک دن جبریل رسولؐ خدا پر نازل ہوئے اس طرح کی وہ سیاہ قبا پہنے ہوئے تھے اور اس پر کمر بند باندھا ہوا تھا اور اس کمر بند کے ساتھ ایک خنجر لٹکائے ہوئے تھے آپ نے فرمایا اے جبرئیلؑ یہ کیا حلیہ اولاد سے ہلاکت ہے پس حضرتؐ گھر سے باہر آئے اور عباس سے کہا اے چچا آپ کی اولاد کے ہاتھوں سے میری اولاد ہلاک ہوگی۔تو عباس نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنا آلہ تناسل کاٹ ڈالوں۔آپؐ نے فرمایا، اس معاملہ میں جو ہونے والا ہے وہ طے ہو چکا ہے۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک دن علی بن ابی طالبؑ نے رسولؐ خدا سے پوچھا یا رسولؐ اللہ کیا آپ عقیل سے محبت رکھتے ہیں۔فرمایا ہاں خدا کی قسم میں اُسے دو وجہوں سے دوست رکھتا ہوں۔ایک خود مجھے اُس سے محبت ہے دوسرے یہ کہ ابوطالبؑ کو اس سے محبت تھی یاد رکھو اس کا ایک بیٹا تمہارے بیٹے کی محبت میں شہید کیا جائے گا۔اور مومنین کی آنکھیں اس پر گریہ کریں گی اور ملائکہ مقربین اس پر صلوات بھیجیں گے پھر رسولؐ خدا اتنا روئے کہ آپؐ کے آنسو آپؐ کے سینہ پر جاری ہوئے اور فرمایا کہ میں خدا سے شکایت کرتا ہوں۔ان مصائب کی جو میرے بعد میرے اہل بیتؑ پر وارد ہوں گے اور امیر المومنینؑ کے اصحاب کے بیان میں انشاء اللہ عقیل عبداللہ بن جعفر اور عبداللہ بن عباس کا ذکر آئے گا۔

دسویں فصل

سلمان، ابوذر و مقداد رضی اللہ عنہم اور چند دیگر عاظم اصحاب پیغمبرؐ کا تذکرہ

پہلے سلیمان محمدی رضوان اللہ علیہ ہیں جو ارکان اربعہ میں سے پہلے سلیمان منا اھل البیت کی شرافت سے مخصوص اہل بیتؑ نبوت و عصمت کی لڑی میں پروئے ہوئے ہے۔ان کی فضیلت میں رسول خداؐ نے فرمایا:

''سلمان وہ سمندر ہے جو تمام نہیں ہوتا اور وہ خزانہ ہے جو ختم نہیں ہوتا۔سلمان ہم اہل بیتؑ میں سے ہے وہ حکمت بخشا ہے اور اسے برہان دیا گیا ہے حضرت امیرؑ نے انہیں مثل لقمان حکیم اور حضرت صادقؑ نے لقمان سے بہتر قرار دیا ہے اور حضرت باقرؑ نے انہیں متوسمین میں شمار کیا ہے اور کئی روایات سے مستفاد ہوتا ہے کہ وہ جناب اسم اعظم جانتے تھے اور محدثین (جن سے ملائکہ گفتگو کرتے ہیں) میں سے تھے۔ایمان کے دس درجے ہیں اور وہ دسویں درجہ پر فائز تھے۔عالم غیب و منایا (ہوتیں تھے اور بہشت کے تحفے دنیا میں حاصل کرتے تھے جنت ان کی مشتاق تھی خدا اور رسولؐ انہیں دوست رکھتے تھے خداوند عالم نے رسول اکرمؐ کو چار افراد کی محبت کا حکم دیا کہ جن میں سے ایک سلمان ہیں اور کئی آیات ان کے اور ان جیسے افراد کی شان میں نازل ہوئیں۔ جب جبریلؑ آتے تو خداوند عالم کی طرف سے رسولؐ خدا کو حکم دیتے ،سلمان کو سلام پہنچانے اور علم منایا و بلایا و انساب کی تعلیم دینے کا رات کے وقت رسول خداؐ کی خدمت میں ان کی خلوت میں مجلس ہوا کرتی تھی اور حضرت رسولؐ امیر المومنینؑ نے ان کو مکنون و مخزون علم الٰہی میں سے بہت سی چیزوں کی تعلیم دی۔ان کے علاوہ کوئی ان کی قابلیت اور تحمل کی قوت نہیں رکھتا تھا اور وہ اس مقام پر پہنچ گئے کہ حضرت صادقؑ نے فرمایا ہے کہ سلیمان بچپن ہی سے دین حق کی تلاش میں کوشاں تھے اور علماء ادیان یہود و انصاری وغیرہ کے پاس آیا جایا کرتے تھے اس راہ میں جو تکلیفیں انہیں پہنچتیں انہیں جھیلتے تھے اور اس راستہ پر چلنے پر انہیں دس سے زیادہ مالکوں نے بیچا تھا اور آخر الامر خواجہ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ تک نوبت پہنچی اور آپؐ نے انہیں قوم یہود سے ایک مقررہ قیمت پر خریدا۔اور سلمانؓ کی محبت اخلاص و مودت اور آستان نبوی سے اختصاص اس مقام پر پہنچا کہ زبان مبارک آل سرور سے سلیمان منا اھل البیت کی سندلی کسی شاعر نے خوب کہا ہے:

كانت مودة سلمان به نسباً
ولم يكن بين نسوح وابنه رحا

سلمانؓ کی مودت نسب بن گئی اور جناب نوحؑ اور ان کے بیٹے کے درمیان رحم و نسب ختم ہو گیا۔

شیخ اجل ابوجعفر طوسی نور اللہ مشہدہ نے کتاب امالی میں منصور بن بزرج سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت

صادقؑ سے عرض کیا کہ میں آپؑ سے سلمان فارسی کا تذکرہ بہت سنتا ہوں اس کی وجہ کیا ہے۔ آپؑ نے فرمایا اسے سلمان فارسی نہ کہو بلکہ سلمان محمدی کہو اور یہ یاد رکھو کہ میرے ان کو زیادہ یاد کرنے کا سبب ان کی تین عظیم فضیلتیں ہیں کہ جو ان میں تھیں پہلی یہ کہ انہوں نے اپنی خواہش پر امیر المومنینؑ کی خواہش کو ترجیح دی۔ دوسری یہ کہ وہ فقراء کو دوست رکھتے تھے اور انہیں اغنیاء اور صاحبان مال و ثروت پر ترجیح دیتے تھے اور تیسری یہ کہ وہ علم اور علماء سے محبت کرتے تھے بیشک سلیمانؓ عبد صالح اور مخلص مسلمان تھے اور وہ مشرکین میں سے نہیں تھے اسی طرح اپنی اسناد کے ساتھ سدیر صیرفی نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ صحابہؓ کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی اور وہ اپنے نسب کا ذکر اور اُن پر فخر و مباہات کر رہے تھے۔ ان میں سلیمانؓ بھی موجود تھے پس عمر نے سلمانؓ کی طرف رُخ کیا اور کہنے لگے اے سلمانؓ! تمہاری اصل اور نسب کیا ہے؟ حضرت سلیمانؓ نے کہا میں اللہ کے بندے کا بیٹا سلمان ہوں۔ میں گمراہ تھا خداوند عالم نے محمدؐ کی وجہ سے مجھے ہدایت کی اور میں فقیر و محتاج تھا۔ جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ خدا نے مجھے تونگر کیا اور میں غلام تھا اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبب خدا نے مجھے آزاد کیا۔ اے عمر بس میرا تو یہ حسب و نسب ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک دن ابوذرؓ حضرت سلمانؓ کے پاس گئے سلمانؓ نے ہنڈیا آگ پر رکھی ہوئی تھی۔ کچھ دیر ایک دوسرے کے پاس بیٹھے باتیں کرتے رہے اچانک ہنڈیا چولھے سے اُلٹ کر سرنگوں ہوگئی لیکن اس میں سے ایک قطرہ بھی نہ گرا۔ سلمانؓ نے اُسے اٹھا کر دوبارہ چولہے پر رکھ دیا۔ پھر تھوڑی دیر گزری اور وہ الٹ گئی اور اس میں سے کچھ نہ گرا۔ دوبارہ سلیمانؓ نے رکھ دیا۔ ابوذرؓ گھبرا کر وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ حالت تفکر میں تھے کہ حضرت امیر المومنینؑ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے یہ سارا واقعہ آپؑ کی خدمت میں عرض کیا آنجنابؑ نے فرمایا اگر سلمانؓ تمہیں وہ باتیں بتائے جنہیں وہ جانتا ہے تو تم کہو کہ خدا رحم کرے۔ سلمانؓ کے قاتل پر اے ابوذر سلمانؓ زمین میں اللہ کا باب جو اسے ہے جو اس کی معرفت رکھے وہ مومن ہے اور جو اس کا انکار کرے وہ کافر ہے اور سلمانؓ ہم اہل بیتؑ میں سے ہے۔

ایک دفعہ حضرت مقدادؓ بھی سلمانؓ کے پاس گئے۔ دیکھا کہ ہنڈیا چولھے کے اوپر رکھی ہوئی ہے اور وہ آگ کے بغیر اُبل رہی ہے۔ وہ سلمانؓ سے کہنے لگے۔ اے ابا عبداللہ ہنڈیا آگ کے بغیر جوش میں ہے۔ سلمانؓ نے دو پتھر اٹھا کر اس کے نیچے رکھ دیئے۔ ان پتھروں سے لکڑیوں کی طرح شعلے نکلنے لگے اور ہنڈیا میں جوش زیادہ آنے لگا۔ سلمانؓ نے کہا ذرا ہنڈیا کے جوش کو کم کرو۔ مقدادؓ نے کہا کوئی ایسی چیز نہیں جو ہنڈیا میں پھیروں تا کہ اس کا جوش ختم ہو۔ سلمانؓ نے اپنا ہاتھ اس میں ڈالا اور چمچے کی طرح پھیرنے لگے یہاں تک کہ اس کا جوش ختم ہوا اور ہاتھ سے اس میں سے کچھ دال لے کر مقداد کے ساتھ بیٹھ کر کھائی مقدادؓ کو اس واقعہ سے بہت تعجب ہوا اور یہ واقعہ رسول خداؐ سے بیان کیا۔ خلاصہ یہ کہ روایات سلمانؓ کی مدح میں اس سے زیادہ ہیں کہ بیان ہوسکیں اور ان میں بعض روایات ابوذرؓ کے تذکرے میں آئیں گے۔

۳۶ھ میں سلمانؓ نے مدائن میں وفات پائی اور حضرت امیر المومنینؑ اسی رات طے الارض کر کے ان کے جنازے پر پہنچے اور انہیں غسل و کفن دیا اور نماز جنازہ پڑھ کر انہیں وہیں دفن کیا۔ ایک روایت ہے کہ جب حضرت امیرؑ سلمانؓ کی میت کے

قریب پہنچے اور چادر ان کے چہرے سے ہٹائی تو سلمانؓ حضرتؑ کے چہرے کی طرف دیکھ کر مسکرائے۔ آپؑ نے فرمایا مرحبا اے اباعبداللہ جب رسول اللہؐ سے ملاقات کرو تو ان سے عرض کرنا کہ آپؐ کے بھائی نے آپؐ کی قوم سے بہت تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ پس آپؑ نے سلمانؓ کی تجہیز کی اور تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو جعفر طیارؓ اور حضرت خضرؑ سلمانؓ کی نماز جنازہ میں شریک ہوئے جب کہ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ملائکہ کی ستر صفیں تھیں کہ ہر صف میں ایک لاکھ فرشتے تھے اور حضرت امیرؑ اسی رات مدینہ کی طرف پلٹ آئے۔ اس وقت سلمانؓ کی قبر شریف مدائن میں بقعہ اور صحن بزرگ کے ساتھ موجود ہے اور ہر ایک کی زیارت گاہ ہے اور میں نے ہدیۃ الزائرین اور مفاتیح الجنان میں آنجناب کی زیارت نقل کی ہے۔

دوسرے ابوذر رضی اللہ عنہ ہیں ان کا نام جندب بن جنادہ تھا وہ قبیلہ بنی غفار میں سے تھے اور ارکان اربعہ میں سے ہیں تیسرے بقولے چوتھے یا پانچویں مسلمان ہونے والے فرد ہیں۔ مسلمان ہونے کے بعد اپنے علاقہ میں چلے گئے تھے اور جنگِ بدر واُحد و خندق میں موجود نہیں تھے پھر حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ملازمت اختیار کی اور ان کی قدر و منزلت بارگاہ رسالتؐ میں اس سے زیادہ ہے کہ بیان ہو اور حضرتؐ نے اُن کے حق میں بہت سے ارشادات فرمائے ہیں۔ اور انہیں صدیقِ اُمت اور زہد میں شبیہ عیسٰی بن مریمؑ فرمایا ہے اور ان کے حق میں مشہور حدیث (ما اظللتِ الخضراء آسمان نے سایہ نہیں کیا اور زمین نے اٹھایا نہیں کسی ایسے شخص کو جو ابوذر سے زیادہ سچا ہو) فرمائی۔ علامہ مجلسیؒ نے عین الحیوۃ میں فرمایا ہے کہ جو کچھ خاصہ عامہ کی روایت سے مستفاد ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ معصومینؑ کے بعد صحابہ میں کوئی شخص جلالتِ قدر اور رفعتِ شان میں سلمان فارسیؓ ابوذرؓ اور مقدادؓ کے برابر نہیں ہوا امام موسیٰ کاظمؑ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن رب العزت کی طرف سے منادی ندا کرے گا کہ محمدؐ بن عبداللہؐ کے حواری اور مخلص کہاں ہیں جو آپؐ کے طریقہ پر مستقیم رہے اور جنہوں نے ان کے عہد و پیمان کو نہیں توڑا تو سلمانؓ ابوذرؓ اور مقدادؓ کھڑے ہوں گے۔ حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا، خداوند عالم نے مجھے صحابہ میں سے چار اشخاص سے محبت و دوستی کا حکم دیا ہے عرض کیا گیا وہ کون ہیں۔ فرمایا علی ابن ابی طالبؑ۔ مقدادؓ سلمانؓ اور ابوذرؓ اور بہت سے اسانید کے ساتھ سنی اور شیعہ کتب میں روایت ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا، آسمان نے کسی پر سایہ نہیں کیا اور زمین نے کسی کو اٹھایا نہیں جو ابوذر سے زیادہ سچا ہو اور ابن عبدالبر نے جو اعاظم علماء اہل سنت میں سے ہیں۔ کتاب استیعاب میں رسالت مآبؐ سے روایت کی ہے کہ میری اُمت میں ابوذر کا زاہد عیسیٰؑ بن مریم جیسا ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ وہ زاہد میں شبیہ عیسیٰ بن مریم نیز روایت ہے کہ حضرت امیرؑ نے فرمایا کہ ابوذرؓ نے چند ایسے علوم سیکھے کہ جن کے تحمل سے لوگ عاجز ہیں اور ان پر گرہ لگا دی کہ کوئی چیز ان میں سے باہر نہ آئے۔

ابن بابویہ علیہ الرحمۃ نے سند معتبر سے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ایک دن ابوذرؓ رسالت پناہؐ کے قریب سے گزرے جبرئیلؑ دحیہ کلبی کی شکل میں آنحضرتؐ کی خدمت میں تنہائی میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ ابوذر نے گمان کیا کہ یہ دحیہ کلبی اور حضرتؐ سے کوئی راز کی بات کر رہے ہیں تو چپکے سے گزر گئے۔ جبرئیلؑ نے عرض کیا۔ ابوذر ہمارے قریب سے گزرا انہوں نے سلام نہیں کیا۔ اگر سلام کرتے تو ہم اس کا جواب دیتے وہ ایک دعا پڑھتے ہیں وہ آسمانوں کے رہنے والوں میں مشہور ہے جب میں اوپر چلا

جاؤں تو آپؐ ان سے پوچھیں جب جبرئیلؑ چلے گئے اور ابوذرؓ آئے تو آپؐ نے فرمایا، اے ابوذر ہمیں سلام کیوں نہیں کیا تھا۔ ابوذر نے عرض کیا میرا خیال تھا کہ وحیہ کلبی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہیں اور آپؐ نے کسی پوشیدہ بات کے سلسلے میں انہیں بلایا ہے میں نے چاہا کہ آپؐ کی گفتگو میں دخل نہ دوں۔ آپؐ نے فرمایا وہ تو جبرئیلؑ تھے اور انہوں نے یہ کہا اے ابوذرؓ پشیمان ہوئے آپؐ نے فرمایا وہ کون سی دعا ہے جس سے خدا کو پکارتے ہو کہ جس کے متعلق جبرئیلؑ کہتے تھے کہ آسمانوں میں مشہور ہے عرض کیا میں یہ دعا پڑھتا ہوں۔

اللھم انی اسئلك الایمان بك والتصدیق نبیك والعافیه من جمیع البلاء والشکر علی العافیة والغنی عن شرار الناس۔

حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ ابوذر خوف خدا سے اتنا روئے کہ ان کی آنکھ خراب ہو گئی۔ لوگوں نے کہا کہ دعا کرو کہ خدا تمہاری آنکھ ٹھیک کر دے۔ وہ کہنے لگے مجھے آنکھ کا اتنا غم نہیں۔ لوگوں نے کہا کہ پھر وہ کونسا غم ہے جس نے تمہیں آنکھ سے بے خبر کر دیا ہے۔ کہنے لگے۔ دو عظیم چیزیں جو میرے آگے ہیں بہشت اور دوزخ۔

ابن بابویہ نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک دن رسول خداؐ مسجد قبا میں بیٹھے ہوئے تھے اور کچھ صحابہ آپؐ کی خدمت میں حاضر تھے تو آپؐ نے فرمایا: پہلا شخص جو اس دروازے سے آئے گا۔ وہ اہل بہشت میں سے ہے جب صحابہ نے یہ سنا تو کچھ لوگ اٹھتے تاکہ شاید وہ پہلے داخل ہو سکیں تو آپؐ نے فرمایا کچھ لوگ ابھی داخل ہونگے اور وہ ایک دوسرے پر سبقت کریں گے جو ان میں سے مجھے بشارت دے گا کہ آزر ماہ (شمسی مہینہ) نکل چکا ہے وہ اہل بہشت میں سے ہے پس ابوذر ان لوگوں کے ساتھ داخل ہوئے حضرتؐ نے فرمایا، رومی مہینوں کے حساب سے کونسا مہینہ ہے۔ ابوذر نے کہا کہ آزر ختم ہو چکا ہے۔ آپؐ نے فرمایا مجھے معلوم تھا لیکن میں چاہتا تھا کہ صحابہ کو معلوم ہو جائے کہ تم اہل بہشت میں سے ہو۔ اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ تمہیں میرے بعد میرے اہل بیت کی محبت اور دوستی کی وجہ سے میرے حرم سے نکال دیا جائیگا۔ پس تم تنہا ہو گے اور تنہا وفات پاؤ گے۔ اہل عراق کا ایک گروہ تمہاری تجہیز و تدفین کی سعادت حاصل کرے گا اور وہ لوگ اس بہشت میں میرے ساتھی ہوں گے کہ جس کا وعدہ خدا نے پرہیز گاروں سے کیا ہے۔

قابل اعتماد ارباب سیر نے نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابوذر عمر کے زمانے میں شام کے علاقہ میں چلے گئے اور وہاں خلافت عثمان کے زمانہ تک رہے اور چونکہ معاویہ بن ابی سفیان عثمان کی طرف سے اس علاقہ کا گورنر تھا اور وہ پختہ مکانات اور بلند ترین عمارت کا دلدادہ تھا اور ان کی طرف مائل تھا تو ابوذرؓ اسے توبیخ و سرزنش کرتے اور لوگوں کو خلیفہ حق امیر المومنینؑ کی ولایت کی ترغیب دیتے اور جنابؑ کے مناقب سناتے یہاں تک کہ بہت سے لوگ تشیع کی طرف مائل ہوئے اور مشہور ہے کہ جو شیعہ شام اور جبل عامل میں ہیں وہ ابوذرؓ کی برکت سے ہیں معاویہ نے حقیقت حال عثمان کو لکھی اور انہیں بتایا کہ اگر چند دن مزید یہ اس علاقہ میں رہے تو لوگوں کو تیری ولایت و حکومت سے منحرف کر دیں گے۔ عثمان نے اس کے جواب میں لکھا کہ جب میرا خط تمہیں ملے تو ابوذر کو ایک سخت سواری پر سوار کر کے سخت قسم کے دلیل و راہ شناس کے ساتھ بھیجو جو رات دن اس سواری کو چلائے یہاں تک کہ ابوذر پر نیند کا اتنا غلبہ ہو جائے کہ وہ مجھے اور تجھے بھول جائے۔ جب یہ خط معاویہ کو ملا تو اس نے ابوذر کو بلایا اور انہیں سخت مزاج اونٹ کے برہنہ کوہان پر

بٹھایا اور سخت قسم کے آدمی کو ان کے ساتھ کیا ابوذر بلند قامت لاغر قسم کے آدمی تھے۔اس وقت بڑھاپا بھی اُن میں پورا اثر کر چکا تھا اور ان کے سر و ریش کے بال سفید ہو چکے تھے۔وہ ضعیف و نحیف تھے۔راہ شناس اونٹ کو سختی سے چلاتا تھا کہ جس پر پالان وغیرہ نہیں تھا اور انتہائی سختی اور ناراضی سے وہ اونٹ چلاتا تھا کہ جس سے ابوذر کی رانیں زخمی ہو گئیں اور ان کا گوشت جھڑ گیا اور وہ خستہ و رنجور ہو کر مدینہ میں داخل ہوئے اور عثمان سے ملاقات کی وہاں بھی عثمان کے اقوال و افعال پر نکتہ چینی اور اعتراض کیا۔وہ جب عثمان کو دیکھتے تو یہ آیت پڑھتے۔يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ۔جب (سونا چاندی کو) جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا اور ان سے ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پشتوں کو داغا جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ عثمان میں ابوذر کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تاب نہ رہی۔انہوں نے ابوذرؓ اور ان کے اہل و عیال کو مدینہ سے ربذہ کی طرف نکل جانے کا حکم دیا جو کہ ابوذر کے نزدیک بدترین جگہ تھی۔اس پر اکتفا نہ کیا بلکہ انہیں مسلمانوں کو فتویٰ دینے سے منع کیا۔اس کو بھی کافی نہ سمجھا بلکہ ابوذر کے خروج کے وقت حکم دیا کہ کوئی شخص ان کی مشایعت اور الوداع کہنے کے لیے نہ جائے امیر المومنین حسنین عقیل اور عمار یاسر اور کچھ اور حضرات ان کی مشایعت کے لیے گئے مروان کی راستہ میں ان سے ملاقات ہوئی وہ کہنے لگا تم نے وہ کام کیوں کیا جو خلیفہ عثمان کے حکم کے خلاف ہے امیر المومنینؑ اور مروان کے درمیان گفتگو ہوئی اور حضرتؑ نے اس کے اونٹ کے کانوں کے درمیان تازیانہ مارا۔مروان عثمان کے پاس گیا اور شکایت کی جب حضرت امیرؑ اور عثمان کی ملاقات ہوئی تو عثمان نے کہا۔مروان نے آپؑ کی شکایت کی ہے کہ آپؑ نے اس کے اونٹ کو تازیانہ مارا ہے آپؑ نے فرمایا میرا اونٹ دروازے پر کھڑا ہے مروان سے کہو وہ اس کے کانوں کے درمیان تازیانہ مار لے۔

خلاصہ یہ کہ ابوذر ربذہ میں پہنچے اور ان کا امتحان یہاں تک پہنچا کہ اُن کا بیٹا ذر فوت ہو گیا ان کے پاس چند گوسفند تھے کہ جن پر ان کی اور ان کے اہل و عیال کی معیشت تھی ان میں بیماری پھیلی اور وہ سب مر گئے۔اُن کی بیوی نے بھی ربذہ میں وفات پائی۔صرف ابوذر اور ان کی ایک بیٹی رہ گئے ابوذر کی بیٹی کہتی ہے کہ تین دن ہم پر گزر گئے اور کوئی چیز کھانے کے لیے ہمیں نہ ملی اور بھوک کا ہم پر غلبہ ہوا۔بابا نے مجھ سے کہا چلو بیٹا اس ریگستان میں شاید کوئی گھاس مل جائے کہ جسے کھائیں جب ہم اس صحرا میں گئے تو کوئی کھانے کی چیز نہ مل سکی۔میرے باپ نے کچھ ریت جمع کی اور اس پر سر رکھ کر لیٹ گئے ہیں دیکھا کہ ان کی آنکھیں پتھرانے لگیں اور حالت احتضار طاری ہوئی تو میں نے رونا شروع کیا اور میں نے کہا اے بابا میں اس بیابان میں تنہائی اور غربت کی حالت میں تمہیں کیسے سنبھالوں گی۔فرمایا بیٹی ڈرو نہیں جب میں مر جاؤں گا تو اہل عراق کی ایک جماعت آئے گی اور وہ میرا دفن کفن کرے گی۔کیونکہ میرے حبیب رسول خداؐ نے مجھے جنگ تبوک میں یہ بتایا تھا۔

اے بیٹی جب میں عالم بقا کی طرف رحلت کروں تو میرے چہرے پر عبا ڈال دینا اور عراق کے راستہ پر جا کر بیٹھ جانا۔جب قافلہ ظاہر ہو تو اُن کے نزدیک جا کر کہنا کہ ابوذر صحابی رسولؐ فوت ہو گئے ہیں لڑکی کہتی ہے کہ اس اثناء میں ربذہ کے کچھ لوگ ان کی عیادت کے لیے آئے اور کہنے لگے اے ابوذر آپ کو کیا تکلیف اور شکایت ہے۔

فرمایا، اپنے گناہوں کی کہنے لگے کیا چاہتے ہو؟ کہا اپنے پروردگار کی رحمت۔ طبیب کی ضرورت ہے؟ کہا کہ طبیب نے مجھے بیمار کیا ہے۔ خدا طبیب ہے اور درد و دوا اسی کی طرف سے ہے۔ لڑکی کہتی ہے جب ان کی نگاہ ملک الموت پر پڑی تو کہنے لگے۔ مرحبا اے دوست اس وقت آئے ہو جب مجھے تمہاری بہت ضرورت تھی اور وہ شخص نجات نہ پائے جو تمہیں دیکھ کر نادم و پشیمان ہو۔ خدا مجھے جلدی اپنے جواب رحمت میں پہنچادے۔ تیرے حق کی قسم میں ہمیشہ تیری ملاقات کا خواہاں تھا اور میں نے کبھی موت کو ناپسند نہیں سمجھا۔ لڑکی کہتی ہے جب اُن کی روح نے عالم قدس کی طرف پرواز کی تو میں نے اُن کے اوپر چادر ڈال دی اور عراق کے راستہ پر جا کر بیٹھ گئی۔ ایک گروہ ظاہر ہوا میں نے اُن سے کہا اے گروہ مسلمین ابوذر صحابی رسولؐ نے وفات پائی ہے وہ سواری سے اتر پڑے اور رونے لگے۔ انہیں غسل دیا کفن پہنایا اور دفن کیا اور مالک اشتر بھی اُن میں موجود تھے مالک کہتے ہیں کہ میں نے انہیں اس کپڑے میں کفن دیا جو میرے ساتھ تھا جس کی قیمت چار ہزار درہم تھی اور ابن عبدالبر نے ذکر کیا ہے کہ ابوذر کی وفات اکتیس یا بتیس ہجری میں ہوئی اور عبداللہ بن مسعود نے نماز جنازہ پڑھائی۔

تیسرے ابو معبد مقدار بن اسود ہیں۔ ان کے والد کا نام عمرو بہرائی ہے چونکہ اسود بن عبدلغیوث نے انہیں اپنا بیٹا بنالیا تھا لہٰذا مقاد بن اسود مشہور ہو گئے۔ یہ بزرگوار قدیم الاسلام اور خواص صحابہ سید انام اور ارکان اربعہ میں سے ایک ہیں۔ بہت عظیم القدر اور شریف المنزلت ہیں ان کی دیانتداری اور شجاعت اس سے زیادہ ہے کہ تحریر میں آسکے۔ سنی و شیعہ ان کی فضیلت و جلالت پر متفق ہیں اور رسول خداؐ سے روایت ہے۔ کہ آپؐ نے فرمایا خداوند عالم نے مجھے چار افراد کی محبت کا حکم دیا ہے لوگوں نے کہا وہ کون ہیں فرمایا علی علیہ السلام، مقداد، سلمان اور ابوذر رضوان اللہ علیہم اجمعین ضباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کی بیٹی ہیں۔ وہ مقداد کی بیوی تھی۔ یہ تمام غزوات میں خدمت رسولؐ میں رہے اور وہ ان چار اشخاص میں سے ایک ہیں کہ جنت جن کی مشتاق ہے۔ روایات ان کی فضیلت میں اس سے زیادہ ہیں کہ یہاں بیان ہوں اس سلسلہ میں وہ حدیث کافی ہے جو کشی نے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے۔ آپؑ نے فرمایا۔ ارتد الناس الا ثلث نفر سلمان بلوذر والمقداد وقال الراوی فقلت عما قال کان حاص حیصة ثم رجع ثم قال ان اروت الذی لم یشك ولم یدخله شی فمقداد (یعنی امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ لوگ مرتد ہو گئے سوائے تین اشخاص کے جو کہ سلمان، ابوذرؓ اور مقداد ہیں۔ پس راوی نے پوچھا کہ آیا عمار یہ سرباوجود ظہور محبت اہل بیت کے ان چند اشخاص میں داخل نہیں ہیں آپ نے فرمایا تھوڑا سا میلان و تردد ان میں ظاہر ہوا۔ پھر انہوں نے حق کی طرف رجوع کیا۔ پھر فرمایا اگر تو ایسے شخص کو چاہتا ہے کہ جس میں کسی قسم کا شک نہ آیا ہو تو وہ مقداد ہے ایک روایت میں ہے کہ ان کا دل مقدس لوہے کے ٹکڑے کی طرح محکم تھا اور کتاب اختصاص میں حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ مقداد بن اسود کی مثال اس امت میں ایسی جیسے قرآن میں لفظ الف جس سے کوئی چیز چپکائی نہیں جاسکتی) ۳۳ھ مقام جرف میں جو مدینہ سے ایک فرسخ پر واقع ہے ان کی وفات ہوئی اور ان کا جنازہ لا کر بقیع میں دفن کیا گیا اور شہروان میں جو قبر ان کی طرف منسوب ہے ان کا دفن ہونا صحیح نہیں۔ ہاں احتمال ہے کہ وہ قبر فاضل مقدار سیوری کی ہو یا کسی شیخ عرب کی اور عجیب غریب بات ہے کہ مقداد کی اس جلالت کے

باوجود ان کا بیٹا نااہل ثابت ہوا اور جنگ جمل میں عائشہ کی طرف سے ہو کر مارا گیا۔ جب جناب امیر مقتولین کے قریب سے گزرے تو فرمایا خدا اس کے باپ پر رحم کرے اگر وہ زندہ ہوتے تو ان کی رائے اس کی رائے سے بہتر ہوتی عمار یاسر جو آپؑ کی خدمت میں موجود تھے عرض کرنے لگے الحمد اللہ خدا نے معبد کو کیفر کردار تک پہنچایا اور خاک ہلاکت سے ملایا۔ خدا کی قسم اے امیر المومنینؑ میں کسی۔ باپ بیٹے کے قتل کرنے کی پرواہ نہیں کرتا جو حق سے عدول کرے۔ حضرت نے فرمایا خدا تجھ پر رحمت کرے اور جزائے خیر دے۔

چوتھے حضرت بلالؓ بن رباح رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موذن تھے ان کی والدہ کا نام حمانہ تھا کنیت ابوعبداللہ اور ابوعمر یہ سابقین اسلام میں سے تھے بدر واحد وخندق اور باقی جنگوں میں رسول خدا کے ساتھ رہے۔ منقول ہے کہ وہ شین کو سین کہتے تھے اور روایت میں ہے کہ بلال کا سین خدا کے نزدیک شین ہے۔ اور حضرت صادق سے روایت ہے فرمایا خدا رحمت کرے بلال پر وہ ہم اہل بیتؑ کو دوست رکھتے تھے۔ خدا کے نیک بندے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں رسولؐ اللہ کے بعد کسی کے لیے اذان نہیں کہوں گا۔ اور اس دن کے بعد حی علے خیر العمل متروک ہوا اور ہمارے شیخ نے نفس الرحمن میں نقل کیا کہ جب بلال حبشہ سے آئے تو انہوں نے حضرت رسولؐ کی مدح میں یہ کہا۔

اره لبره کنکره
کری کرا مندره

حضرت نے حسان سے فرمایا کہ اس شعر کا عربی میں ترجمہ کرو تو حسان کہا۔

اذا المکارم فی افتنا ذکرت
فانما بك فیغا یضرب المثل

(جب ہمارے ہاں مکارم اخلاق کا ذکر چھڑے تو آپ کے ساتھ ضرب المثل بیان کی جاتی ہے)

حضرت بلالؓ نے طاعون کی وجہ سے ۱۸ھ یا ۲۰ھ میں شام میں وفات پائی اور باب صغیر میں دفن ہوئے فقیر کہتا ہے کہ جناب بلالؓ کی قبر مشہور زیارت گاہ ہے اور میں اس کی زیارت کے لیے جا چکا ہوں۔

پانچویں جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام انصاری ہیں جو جلیل القدر صحابی اور اصحاب بدر میں سے ہیں اور ان کی مدح میں بہت سی روایات وارد ہیں۔ اور یہ وہی بزرگ ہیں جنہوں نے رسول خدا کا سلام امام محمد باقرؑ کی خدمت میں پہنچایا اور وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے چہلم کے دن امام حسینؑ کی زیارت کی اور وہی ہیں جنہوں نے لوح آسمانی کی جناب فاطمہؑ کے پاس زیارت کی کہ جس میں آئمہ ہدیٰ کی امامت پر نص خداوندی تھی اور انہوں نے اس سے نقل کیا تھا۔

کشف الغمہ سے منقول ہے کہ امام زین العابدینؑ اپنے فرزند امام محمد باقرؑ کے ساتھ جابر کو دیکھنے کے لیے تشریف لے گئے۔ جب کہ حضرت باقرؑ ابھی بچے تھے۔ پس حضرت سجادؑ نے اپنے بیٹے سے فرمایا اپنے چچا کے سر کا بوسہ لو۔ حضرت باقرؑ جابر کے نزدیک ہوئے اور ان کے سر کا بوسہ لیا۔ جابرؓ کی آنکھیں اُس وقت نابینا ہو چکی تھیں۔ عرض کیا کون تھا حضرت نے فرمایا یہ میرا بیٹا

محمدؐ ہے۔ پس جابرؓ نے ان کو اپنے سے لپٹا لیا اور کہا اے محمدؐ! محمدؐ رسول اللہ آپ کو سلام کہتے تھے اور اختصاص کی روایت ہے کہ جابرؓ نے حضرت باقرؑ سے درخواست کی کہ آپؑ قیامت میں میری شفاعت کے ضامن ہو جایئے۔ حضرت نے قبول فرمایا اور یہ جابرؓ بہت سی جنگوں میں پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ تھے اور جنگ صفین میں حضرت امیر المومنینؑ کے ہمراہ تھے انہوں نے اعتصام حبل المتین اور متابعت امیر المومنینؑ میں کوئی کوتاہی نہیں کی اور ہمیشہ لوگوں کی نشست گاہوں کے پاس سے گزرتے تو کہتے رہتے کہ علی خیر البشر فمن ابی فقد کفر علیؑ بہترین بشر ہیں جو انکار کرے وہ کافر ہے اور یہ بھی فرمایا کرتے کہ اے جماعت اصحاب اپنی اولاد کو علیؑ کی محبت کا سبق دو۔ پس جو اُن کی دوستی سے انکار کرے تو دیکھو کہ اس کی ماں نے کیا کیا ہے۔

محبت شہ مرداں مجو زبی پدری

کہ دست غیر گرفتہ است پای مادراد

۷۸ھ میں ان کی وفات ہوئی اُس وقت ان میں آنکھوں کی بصارت جا چکی تھی اور نوے سال سے زیادہ اُن کی عمر ہو چکی تھی صحابہ میں وہ آخری شخص ہیں جنہوں نے مدینہ میں وفات پائی۔ ان کے والد عبداللہ انصاری نقباء میں سے تھے۔ بدر و اُحد میں شریک ہوئے اُحد میں شہادت پائی اور انہیں ان کے بہنوئی عمرو بن جموح کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ ان کی اور باقی شہداء اُحد کی قبو کا معاویہ کے زمانہ میں پانی جاری کرنے کے لیے اکھیڑنے کا واقعہ مشہور ہے۔

چھٹے حضرت حذیفہ بن الیمان عنسی ہیں جو سید المرسلینؐ کے بزرگ صحابی اور خواص حضرت امیر المومنینؑ میں سے تھے اور ان سات افراد میں سے ہیں جنہوں نے جناب فاطمہؑ کا جنازہ پڑھا اور حذیفہ اپنے والد بھائی صفوان کے ساتھ جنگِ اُحد میں رسالت پناہؐ کی خدمت میں حاضر تھے اُس دن کسی مسلمان نے ان کے والد کو یہ گمان کرتے ہوئے کہ مشرک ہے جنگ کی گرم بازاری میں شہید کر دیا اور اس راز کی بناء پر جو رسول اکرمؐ نے انہیں بتایا تھا وہ منافق صحابہ کو جانتے تھے اور اگر یہ کسی کے جنازہ میں حاضر نہیں ہوتے تھے تو حضرت عمر اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے۔ یہ حضرت عمر کی طرف سے کئی سال تک مدائن کے گورنر رہے پھر انہیں معزول کر کے سلمانؓ فارسی کو وہاں کا والی بنایا۔ جب سلمانؓ کی وفات ہوئی تو دوبارہ حذیفہؓ وہاں کے گورنر ہوئے یہ اس وقت بھی گورنر تھے حضرت علیؑ تختِ خلافت پر بیٹھے۔ پس مدینہ سے آپؑ کا فرمان اہل مدائن کیلئے جاری ہوا جس میں اپنی خلافت اور حذیفہؓ کی استقراری کی اطلاع دی لیکن جب حضرت نے مدینہ سے بصرہ کی طرف کوچ کیا اصحاب جمل کے فتنہ کو فرو کرنے کے لیے تو قبل اس کے کہ موکب ہمایوں کوفہ میں نزول کرتا حضرت حذیفہؓ نے وفات پائی اور وہیں مدائن میں دفن ہوئے اور ابوحمزہ ثمالیؒ سے روایت ہے کہ جب حضرت حذیفہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے کو بلایا اور اسے نفع بخش نصیحتوں پر عمل کرنے کی وصیت کی اے فرزند جو کچھ لوگوں کے ہاتھ میں ہے اس سے مایوس ہو جا کہ یاس و ناامیدی میں غنیٰ اور تونگری ہے اور لوگوں سے اپنی حاجات طلب نہ کر کیونکہ یہ فقر حاضر ہے۔ اور ہمیشہ اس طرح رہ کہ جس دن میں تو ہے وہ تیرے گزشتہ دن کے بہتر ہو اور جب نماز پڑھ تو یہ سمجھ گویا یہ تیری الوداعی اور آخری نماز ہے اور ایسا کام نہ کر جس کا عذر پیش کرنا پڑے۔ اور رجال بن داؤد وغیرہ سے منقول ہے کہ فرمایا: حضرت حذیفہ

ابن الیمان ارکان اربعہ سے ایک ہیں انہوں نے رسالت مآبؐ کی وفات کے بعد کوفہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ امیر المومنینؑ کی بیعت کے چالیس دن بعد مدائن میں وفات پائی اور وقت وفات اپنے بیٹے صفوان اور سعید کو وصیت کی کہ امیر المومنین کی بیعت کرنا انہوں نے باپ کی وصیت کے مطابق عمل کیا اور دونوں جنگ حنین میں شہید ہوئے۔

ساتویں حضرت ابوایوب انصاری خالد بن زید ہیں جو بزرگ صحابہ اور بدر کے علاوہ باقی غزوات میں حاضر ہونے والوں میں سے ایک ہیں۔ یہ وہی بزرگ ہیں کہ جب حضورؐ نے مکہ سے ہجرت کی اور مدینہ میں وارد ہوئے تو ان کے گھر میں نزول اجلال فرمایا ان کی اور ان کی والدہ کی خدمات جب تک آپؐ ان کے گھر میں رہے مشہور ہیں۔ اور جس رات رسول خداؐ نے صفیہ سے زفاف کیا ابوایوب جنگ کے ہتھیار لگا کر ساری رات حضرت کے خیمہ کے گرد پہرہ دیتے رہے۔ صبح کو جب حضرتؐ نے دیکھا تو ان کے لیے دعا کی اور فرمایا۔ اللھم احفظ اباایوب کما حفظ نبیک خدایا ابوایوب کی حفاظت کرنا جس طرح اس نے تیری نبیؐ کی حفاظت کی ہے۔ سید شہید قاضی نور اللہ نے کتاب المجالس میں ان کے حالات میں فرمایا ہے کہ ابوایوب بن زید نصاری کا نام خالد ہے۔ البتہ ان کی کنیت ان کے نام پر غالب ہوئی ہے غزوہ بدر اور باقی جنگوں میں پیغمبرؐ کے ساتھ رہے اور جنگ جمل وصفین خوارج میں حضرت امیر المومنینؑ کی معیت میں جہاد کیا اور محمد بن اعثم کوفی کے حالات میں لکھا ہے کہ جنگ صفین کے دوران ایک دن حضرت ابوایوب لشکر امیرؑ سے باہر آئے اور مبارز طلب ہوئے بہت آوازیں دیں لیکن لشکر سے کوئی شخص ان کے مقابلہ کیلئے نہ آیا تو انہوں نے اپنے گھوڑے کو کوڑا مارا اور لشکر شام پر حملہ کر دیا کوئی شخص ان کے حملہ کے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکا۔ انہوں نے معاویہ کے خیمے کا قصد کیا معاویہ اپنے خیمہ کے دروازے پر کھڑا ہوا تھا۔ حضرت ابوایوب کو دیکھ کر خیمہ میں گھس کر دوسری طرف نکل گیا۔ حضرت ابوایوب اُس کے خیمہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر مبارز طلبی کرنے لگے۔ اہل شام کا ایک گروہ اُن سے لڑنے کے لیے آگے بڑھا تو حضرت ابوایوب نے ان پر حملہ کر دیا۔ چند مشہور اشخاص کو سخت زخم لگائے اور صحیح وسالم واپس آئے۔ معاویہ جو اس ہاختہ اپنے خیمہ میں واپس آیا اور اپنے آدمیوں کو سرزنش کرنے لگا کہ علیؑ کے لشکر سے ایک شخص اتنا آگے بڑھا کہ میرے خیمے کے دروازے پر آ پہنچا کیا اس نے تمہیں بند کر دیا تھا اور تمہارے ہاتھ باندھ دیئے تھے کہ کسی شخص میں یہ طاقت نہیں تھی کہ مٹھی بھر خاک اٹھا کر اس کے گھوڑے کے منہ پر مارتا اہل شام میں سے ایک شخص کہ جس کا نام متروقع بن منصور تھا۔ کہنے لگا اے معاویہ فکر نہ کر جس طرح اس سوار نے حملہ کیا ہے اور تیرے خیمے تک گھس آیا ہے میں بھی حملہ کروں گا اور علی کے خیمہ تک جاؤں گا اگر میں نے علیؑ کو دیکھ لیا اور موقعہ ملا تو اس کو زخم لگا کر تجھے خوش کروں گا۔ پس اس اپنا گھوڑا دوڑایا اور خود کو حضرت امیرؑ کے لشکر تک پہنچا دیا۔ وہ حضرتؑ کے خیمہ کی طرف چلا۔ ابوایوب نے جب یہ دیکھا تو اپنا گھوڑا اس کی طرف دوڑیا۔ جب اس کے قریب پہنچے تو اس کی گردن پر ایسی تلوار لگائی کہ اس کا کام تمام ہو گیا۔ ہاتھ کی صفائی اور تلوار کی تیزی سے اس کا سر گردن کے اوپر ہی رہا۔ جب گھوڑا اچھلا تو سر ایک طرف اور دھڑ دوسری طرف جا گرا اور جو بہادر یہ نظارہ دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے حضرت ابوایوب کے وار کی عمدگی پر بہت تعجب کیا اور ان کی تعریف کی۔ ابوایوب معاویہ کے زمانہ میں جنگ روم میں گئے اور اس علاقہ میں پہنچتے ہی بیمار ہو گئے جب وفات پائی تو وصیت کی کہ جہاں سے لشکر دشمن سے لڑائی شروع ہو وہاں مجھے دفن کر دینا اس لیے

انہیں استنبول کے باہر شہر کے حصار کے قریب دفن کیا گیا ان کا مزار مسلمانوں نصاریٰ کے لیے شفا حاصل کرنے کی جگہ ہے۔ صاحب استیعاب نے باب کنی میں نقل کیا ہے کہ جب اہل روم جنگ سے فارغ ہوئے تو انہوں نے ارادہ کیا کہ ان کی قبر کھود ڈالیں فوراً ان پر موسلا دھار بارش شروع ہوگئی جو قہر الٰہی کی یاد دلاتی تھی تو وہ متنبہ ہوئے اور اس ارادہ سے دستبردار ہو گئے (انتہیٰ)

فقیر کہتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوایوب کے مدفن کی خبر دی تھی۔ جہاں آپ کا ارشاد ہے کہ قسطنطنیہ کے قریب میرے اصحاب میں سے ایک مرد نیک دفن ہوگا۔

آٹھویں حضرت خالد بن سعید بن عاص بن اُمیہ بن عبدالشمس بن عبد مناف بن قصی قریشی اموی نجیب بنی امیہ سابقین اوّلین میں سے ولایت امیر المومنینؑ سے متمسک تھے ان کے اسلام لانے کا سبب یہ تھا کہ عالم خواب میں دیکھا کہ آگ جل رہی ہے اور ان کا باپ چاہتا ہے کہ انہیں آگ میں ڈالے۔ حضرت رسول اکرمؐ نے انہیں اپنی طرف کھینچا اور آگ سے نجات دی جب خالد بیدار ہوئے تو اسلام قبول کر لیا۔ انہوں نے جعفر طیارؓ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی اور انہیں کے ساتھ واپس آئے۔ جنگ طائف وفتح مکہ اور حنین میں حضرت کے ساتھ رہے یہ آنحضرتؐ کی طرف سے یمن کے صدقات کی وصولی پر والی مقرر تھے اور یہ وہی ہیں جنہوں نے نجاشی بادشاہ حبشہ کے ساتھ مل کر حبشہ میں ام حبیبہ بنت ابوسفیان کا نکاح رسول اکرمؐ سے پڑھا تھا۔ حضرت خالدؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت نہیں کی یہاں تک کہ امیر المومنینؑ کو بیعت پر مجبور کیا گیا تو حضرت خالدؓ نے جبراً بیعت کی۔ یہ ان بارہ افراد میں سے ہیں جنہوں نے حضرت ابوبکر کے خلیفہ ہونے پر اعتراض کیا تھا اور جمعہ کے بعد ان کے ساتھ مباحثہ اور مناظرہ کیا جبکہ وہ منبر پر بیٹھے تھے۔ یہ مفصل واقعہ کتاب احتجاج اور خصال میں موجود ہے۔ مجالس المومنین میں ہے کہ ان کے دونوں بھائیوں ابان وعمر نے بھی ابوبکر کی بیعت سے انکار کیا اور اہل بیتؑ کی پیروی کی تھی اور ان سے کہا کہ یقیناً آپؑ طویل شجر اور پاکیزہ ثمر ہیں اور ہم آپؑ کے پیرو تابع ہیں۔

نویں حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری ملقب: ذوالشہادتین کیونکہ ان کی گواہی آنحضرتؐ نے دو گواہیوں کے برابر قرار دی۔ یہ جنگ بدر اور اس کے بعد کی تمام جنگوں میں شریک تھے ان کا شمار ان سابقین میں ہے جنہوں نے حضرت امیر المومنینؑ کی طرف پہلے رجوع کیا۔ کامل بہائی سے منقول ہے کہ جنگ صفین میں حضرت خزیمہ بن ثابت اور ابوالہیثم انصاری حضرت علیؑ کی نصرت میں بہت کوشش کر رہے تھے تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اگرچہ ابتداء میں ان لوگوں نے میرا ساتھ چھوڑ دیا تھا لیکن بالآخر انہوں نے توبہ کر لی اور انہوں نے سمجھ لیا کہ جو کچھ ہم نے کیا وہ برا تھا۔ صاحب استیعاب نے نقل کیا ہے کہ خزیمہ جنگ صفین میں حضرت امیرؑ کے ساتھ تھے۔ جب حضرت عمار یاسر شہید ہوئے تو یہ بھی تلوار کھینچ کر دشمنوں سے جنگ کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ جام شہادت نوش کیا۔ رضوان اللہ علیہ۔

روایت ہے کہ حضرت امیرؑ نے اپنی عمر کے آخری ہفتہ میں خطبہ دیا۔ وہ آپؑ کا آخری خطبہ تھا اور اس خطبہ میں فرمایا:

این اخوانی الذین رکبو الطریق ومصوا علی الحق این عمار واین بن التسها

ن واین ذوالشھادتین واین نظر ائھم من اخوانھم الذین تعاقدو واعلی المنیة وابرو بروسھم الی الفجرة ثم ضرب یدہٗ الی الحیتہ الشریفة فاطال البکاء ثم قال اوہٗ علی اخوانی الذین تلو القرآن فاحکموہ۔

کہاں ہیں وہ میرے بھائی جو راستہ پر چلے اور حق کی راہ لی۔ عمار و ابن تیھان و ذو الشہادتین کہاں ہیں اور کہاں ہیں ان جیسے اشخاص میرے بھائیوں میں سے جنہوں نے موت کے ساتھ معاملہ کیا اور ان کے سر ٹھنڈے کر کے فاجر لوگوں کے پاس لے جائے گئے پس آپؑ اپنی ریش مبارک پر ہاتھ پھیر کر کافی دیر تک روتے رہے پھر فرمایا ہائے میرے وہ بھائی جنہوں نے قرآن کی محکم طریقہ سے تلاوت کی۔

دسویں حضرت زید بن حارثہ بن شراحیل کلبی اور یہ وہی ہیں جو زمانہ جاہلیت میں قید ہو گئے تھے حکیم بن حزام نے انہی بازار عکاظ میں جو مکہ کے علاقہ میں جناب خدیجہؑ کے لیے خرید کیا ہے۔ جناب خدیجہؑ نے انہیں رسولؐ اللہ کو بخش دیا جب حارثہ کو یہ معلوم ہوا تو رسولؐ اللہ کی خدمت میں آئے اور چاہا کہ فدیہ دے کر اپنے بیٹے کو چھڑا لے جائیں آپؐ نے فرمایا اُسے بلا لو اور اُسے اختیار دے دو، وہ چاہے چلا جائے چاہے میرے پاس رہے۔ زید نے کہا میں کسی شخص کو محمدؐ پر ترجیح نہیں دوں گا۔ حارثہؓ نے کہا بیٹا غلامی کو آزادی پر ترجیح دے رہے ہو۔ اور باپ کو چھوڑ رہے ہو۔ زید کہنے لگے میں نے حضرتؐ میں وہ کچھ دیکھا ہے کہ کبھی بھی کسی کو ان پر ترجیح نہیں دے سکتا۔ جب رسولؐ خدا نے زید کی یہ گفتگو سنی تو انہیں حجر اسود کے پاس لے آئے اور حاضرین سے فرمایا اے گروہ مردم! گواہ رہنا کہ زید میرا بیٹا ہے وہ میری میراث پائے گا۔ اور میں اس کا وارث بنوں گا۔ جب حارثہ نے یہ کیفیت دیکھی تو بیٹے کے غم سے آسودہ خاطر ہو کر واپس چلا گیا اس وقت سے لوگ اسے زید بن محمدؐ کہنے لگے یہی صورت حال رہی اس وقت تک جب تک کہ یہ آیت اتری **وما جعل ادعیائکم ابنائکم** تمہارے پکارے ہوئے لوگوں کو تمہارا بیٹا نہیں بنایا۔ جب یہ حکم آیا **اُدعوھم الابائھم** انہیں ان کے باپ کے نام سے پکارو تو اس وقت سے زید بن حارثہ کہنے لگے۔ پھر انہیں زید ابن محمد نہیں کہتے تھے۔ اور آیت شریفہ **مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآاَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ** (تمہارے مردوں میں سے کسی کے محمد باپ نہیں ہیں) بھی اسی مطلب کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ یہ مراد نہیں کہ آپ حسنؑ و حسینؑ کے باپ بھی نہیں کیونکہ وہ تو آیۂ مباہلہ کے حکم ابنا ئنا سے فرزندان رسولؐ ہیں اور زید کی کنیت اس کے بیٹے اُسامہ کے نام پر ابو اسامہ ہے۔ ان کی شہادت موتہ میں ہوئی جہاں حضرت جعفر طیار شہید ہوئے تھے۔

گیارھویں حضرت سعدؓ بن عبادہ ولیم بن حارثہ خزرجی انصاری جو سید انصار کریم روزگار اور نقیب رسول مختارؐ تھے، عقبہ اور بدر میں موجود تھے اور فتح مکہ کے دن علم رسولؐ ان کے ہاتھ میں تھا اور یہ شخص بزرگ، بہت بڑے سخی تھے۔ ان کا بیٹا قیس اور باپ دادا بھی سخی تھے۔ یہ مہمانوں کو کھانا کھلانے میں کمی نہیں کرتے تھے چنانچہ ان کے دادا ولیم کے زمانہ میں ان کے مہمان خانے کے گرد منادی ندا کرتا

تھا۔ من اراد الشحم واللحم فلیات دار دلیم (جو چربی اور گوشت کا خواہاں ہے وہ دلیم کے گھر آئے) دُلیم کے بعد اس کا بیٹا عبادہ بھی اسی طرح کرتا تھا اس کے بعد حضرت سعدؓ بھی اسی دستور پر چلے اور حضرت قیس بن سعد تو اپنے باپ دادا سے بھی بڑھ گئے اور دلیم عبادہ ہر سال دس اونٹ منات بت کے لیے ہدیہ کرتے اور مکہ بھیجتے تھے۔ منقول ہے کہ ایک دفعہ ثابت بن قیس نے رسول خداؐ سے کہا اے رسولؐ خدا قبیلہ سعد جاہلیت کے زمانہ میں ہمارے جوانمردوں کا پیشوا تھا تو آپ نے فرمایا: الناس معاون کمعاون الذھب والفضة خیارھم فی الجاھلیة خیارھم فی الاسلام اذا فقھوا (لوگ سونا چاندی کی کانوں کی مانند ہیں اگر سمجھیں تو جو جاہلیت میں اچھے تھے وہ اسلام میں بھی اچھے ہیں)

اتنے غیور تھے کہ سوائے باکرہ لڑکی کے انہوں نے کسی سے شادی نہیں کی اور جس عورت کو وہ طلاق دے دیتے کوئی اس سے نکاح کی جرات نہیں کرتا تھا۔ یہ سعدؓ وہی ہیں جنہیں سقیفہ کے دن لے آئے تھے۔ وہ بیمار تھے اور انہیں لٹایا گیا تھا اور قبیلہ خزرج چاہتا تھا کہ ان کی بیعت کریں تو خوف عارض ہوا کہ سعد قدموں کے نیچے آ کر پامال نہ ہو جائیں۔ انہوں نے پکار کر کہا کہ اے لوگو! مجھے قتل نہ کرو۔ عمرؓ نے کہا سعدؓ کو قتل کر دو۔ خدا اسے قتل کرے قیس بن سعد نے جب یہ دیکھا تو آگے بڑھ کر اس نے عمر کی ڈاڑھی پکڑ لی اور کہا کہ اے صحاک حبشیہ کے بیٹے اے میدان جنگ سے ڈرنے والے اور بھاگنے والے اور امن وامان کے موقعہ کے شیر اگر تیری اس بے ہودہ بکواس سے سعد کا ایک بال بھی بیکا ہوا تو تیرا منہ گھونسوں سے اس طرح کوٹا جائے گا کہ تیرا ایک دانت نہیں بچے گا اور سعد بن عبادہؓ نے کہا اے صحاک کے بیٹے اگر مجھ میں حرکت کرنے کی قوت ہوتی تو تیری اس جسارت کی وجہ سے جو تجھ سے ہوئی تو اور ابوبکر بازار مدینہ میں ایک شیر کی گونج سنتے کہ تو اپنے ساتھیوں سمیت مدینہ سے باہر نکل جاتا اور تجھے میں اس گروہ سے ملحق کرتا کہ تو جس میں ذلیل اور کمینہ لوگوں کی طرح تھا۔ پھر کہنے لگا اے آل خزرج مجھے اس فتنہ وفساد کی جگہ سے اٹھا لے جاؤ۔ انہیں ان کے مکان میں پہنچا دیا گیا۔ اس کے بعد جتنی کوشش کی گئی کہ اس سے بیعت لیں انہوں نے بیعت نہیں کی۔ کہنے لگے خدا کی قسم میں کبھی بھی تمہاری بیعت نہیں کروں گا۔ جب تک اپنے ترکش کا ہر تیر تمہاری طرف نہ پھینک لوں اور اپنے نیزے کا پھل تمہارے خون سے تر نہ کر لوں۔ اور جب تک تلوار میرے ہاتھ میں ہے تم سے شمشیر زنی نہ کروں اور اپنے گھر والوں اور قبیلہ والوں کے ساتھ تم سے جنگ نہ کروں۔ خدا کی قسم اگر تمام جن وانس تمہارے ساتھ ہو جائیں تب بھی میں تم دونوں نافرمانوں کی بیعت نہ کروں گا یہاں تک کہ خدا سے ملاقات کروں اور آخر تک اس نے بیعت نہیں کی۔ یہاں تک کہ عمرؓ کے زمانہ میں شام گئے ان کا قبیلہ بہت بڑا تھا جو اطراف شام میں پھیلا ہوا تھا ہر ہفتہ کسی بستی میں اپنے عزیزوں کے پاس رہتے ایک دن ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں کی طرف جا رہے تھے ایک باغ سے ان کا گزر ہوا۔ ان کو تیر مارا گیا جس سے انہیں قتل کر دیا گیا اور جن کی طرف ان کے قتل کی نسبت دے دی گئی اور جن کی زبان سے یہ شعر گھڑا گیا۔

قد قتلنا سید الخزرج سعد عبادہ

فرمیناہ بسھمین فلم نخلوفوادہ

چارھویں حضرت ابودجانہ۔ ان کا نام سماک بن خرشہ بن لوذان ہے۔ یہ بزرگ صحابی نامی بہادر اور مشہور صاحب حرز ہیں۔

یہ وہی ہیں جو جنگ یمامہ میں موجود تھے جب مسیلمہ کذاب کی فوج نے حدیقۃ الرحمن میں جسے حدیقۃ الموت کا نام دیا گیا پناہ لی اور باغ کا دروازہ مکمل طور پر بند کرلیا تو ابودجانہ جو شیر کا سا دل رکھتے تھے مسلمانوں سے کہنے لگے مجھے ڈھال پر بٹھادو اور نیزوں کے سرے ڈھال کے گرد مضبوط رکھو پھر مجھے بلند کرکے باغ کے اندر پھینک دو۔ جب مسلمانوں نے ایسا کیا تو ابودجانہ باغ میں کود گئے اور شیر کی طرح نعرہ کیا اور تلوار کھینچ کر مسیلمہ کی فوج کو قتل کرنے لگے براء بن مالک بھی باغ میں داخل ہوگئے۔ انہوں نے باغ کا دروازہ کھول دیا جس سے مسلمان باغ میں داخل ہوگئے لیکن ابودجانہ اور براء دونوں قتل ہوچکے تھے اور ایک قول کی بناء پر ابودجانہ زندہ رہے یہاں تک کہ جنگ صفین میں امیر المومنینؑ کے ہم رکاب ہوئے شیخ مفیدؒ نے کتاب ارشاد میں فرمایا ہے اور مفضل بن عمر نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ قائم آل محمدؑ کے ساتھ کوفہ کی پشت سے ستائیس مرد نکلیں گے۔ یہاں تک کہ فرمایا ،ابودجانہ انصاری، مقدادؓ اور مالک اشترؓ آپؑ کے ساتھ ہوں گے یہ لوگ حضرتؑ کے انصار اور احکام ہوں گے۔

تیرھویں حضرت عبداللہ بن مسعود الہذلی حلیف بنی زہرہ سابقین میں سے ہیں۔ یہ صحابہؓ کے درمیان علم قرات قرآن میں مشہور تھے۔ ہمارے علماء کہتے ہیں کہ وہ مخالفین سے میل جول رکھتے تھے۔ اور ان کی طرف مائل تھے اور علماء اہل سنت ان کی بہت تجلیل کرتے ہیں کہ وہ کتاب خدا کے باقی صحابہ کی نسبت بہت عالم تھے اور رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ چار اشخاص سے علم قرآن لینا اور ابتداء کی ابن ام عبداللہ سے جو کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ہیں۔ اور باقی تین افراد معاذ بن جبل، ابی بن کعب، اور سالم مولی ابوحذیفہ ہیں۔ اہل سنت کہتے ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا جو قرآن کو تر و تازہ سننا چاہے تو وہ ابن ام عبداللہ سے سنے اور ابن مسعود وہی شخص ہیں جنہوں نے جنگ بدر میں ابوجہل کا سر تن سے جدا کیا تھا اور یہ حضرت ابوذر غفاری کے جنازہ پر حاضر ہوئے اور وہ اس گروہ میں سے ہے جنہوں نے ابوبکر کو خلیفہ تسلیم نہیں کیا۔ اور انہی کے ساتھیوں میں سے ایک ربیع بن خثیم ہیں جو خواجہ ربیع کے نام سے مشہور ہیں اور مشہد مقدس میں دفن ہیں۔

چودھویں حضرت عمار بن یاسر العنسی حلیف بنی مخزوم جن کی کنیت ابوالیقظان ہے جو رسولؐ کے بزرگ صحابی حضرت امیر علیہ السلام کے منتخب ساتھی اور راہ خدا میں تکلیفیں اٹھانے والے ہیں۔ مہاجرین حبشہ میں سے اور دو قبلوں کی طرف نماز پڑھنے والے اور جنگ بدر و دیگر غزوات میں شریک ہونے والوں میں سے ایک ہیں۔ وہ جناب ان کے باپ یاسر ماں سمیہ اور بھائی عبداللہ ابتداء اسلام میں اسلام لائے اور مشرکین قریش نے انہیں سخت اذیتیں پہنچائیں۔ حضرت رسولؐ ان کے قریب سے گزرتے اور انہیں تسلی دیتے اور صبر کا حکم دیتے ہوئے فرماتے صبرا آل یاسر فان موعدکم الجنۃ اے آل یاسر صبر کرو تمہاری وعدہ گاہ جنت ہے اور کہتے خدایا آل یاسر کو بخش دے اور تو نے تو بخش بھی دیا ہے۔ ابن عبدالبر روایت کرتے ہیں کہ کفار قریش یاسر سمیہ ان کے بیٹے عمار و عبداللہ کو حضرت بلال، حضرت خباب اور حضرت صہیب کے ساتھ پکڑ لیتے اور انہیں لوہے کی زرہیں پہنا کر صحرائے مکہ میں دھوپ میں کھڑا کردیتے تھے یہاں تک کہ سورج اور لوہا ان کے بدن کو پھونک دیتے اور ان کی قوت برداشت ختم ہوجاتی تو ان سے کہتے اگر آرام و آسودگی چاہتے ہو تو کلمات کفر کہو اور نبیؐ پر سب و شتم کرو۔ مجبوراً انہوں نے تقیہ کیا۔ اُن کی قوم آئی اور انہیں چمڑے کے ایسے

فرش پر لٹایا کہ جس میں پانی تھا اور چاروں کو نے پکڑ کر انہیں گھر لے گئے۔ فقیر کہتا ہے یاسر وعمار کی قوم ظاہر اً بنی مخزوم ہیں کیونکہ یاسر قحطانی اور عنس بن مذحج سے ہیں اور یہ اپنے دو بھائیوں حارث و مالک کے ساتھ اپنے تیسرے بھائی کی تلاش میں یمن سے مکہ آئے یاسر مکہ میں رہ گئے اور ان کے باقی دونوں بھائی یمن واپس چلے گئے۔ یاسر ابوحذیفہ بن مغیرہ مخزومی کے حلیف وہم قسم ہو گئے اور اس کی کنیز سمیہ سے شادی کر لی تو عمار پیدا ہوئے۔ ابوحذیفہ نے انہیں آزاد کر دیا۔ لہٰذا ولائے عمار بنی مخزوم کے لیے تھی یہی حلف وولاء کی وجہ تھی کہ جب عثمان نے عمار کو پٹا کہ جس نے انہیں فتق کا مرض ہو گیا اور اُن کی پسلیاں ٹوٹ گئیں تو بنی مخزوم اکٹھے ہوئے اور کہنے لگے خدا کی قسم اگر عمار فوت ہو گئے تو ہم ان کے مقابلہ میں عثمان کے علاوہ اور کسی کو قتل نہیں کریں گے۔

خلاصہ یہ کہ قریش نے یاسر اور سمیہ کو شہید کر دیا اور یہ عمار کی بہت بڑی فضیلت ہے کہ وہ خود انکے باپ اور ماں اسلام کی راہ میں شہید ہوئے عمار کی والدہ سمیہ صاحب فضل خواتین میں سے تھیں انہوں نے اسلام کے سلسلہ میں کافی تکلیفیں برداشت کیں لیکن ابوجہل ملعون نے انہیں نیزہ مار کر شہید کر دیا۔

وہ پہلی مسلمان خاتون ہیں جو شہید ہوئیں۔ روایت میں ہے کہ عمار نے نبی اکرمؐ کی خدمت میں عرض کیا اے خدا کے رسولؐ میری والدہ کو جو تکلیفیں پہنچی ہیں وہ انتہا کو پہنچ چکی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اے ابا یقظان صبر کرو۔ خدایا آل یاسر میں سے کسی کو جہنم کی آگ کا عذاب نہ دینا۔

باقی رہے خود عمار تو مشرکین قریش نے انہیں آگ میں پھینک دیا تو رسول اللہؐ نے فرمایا **یا نار کونی بردا وسلاما علیٰ عمار کما کنت بردا وسلاما علی ابراھیم** (اے آگ عمار پر ویسے ٹھنڈی ہو جا اور اس کے لیے سلامتی کا باعث ہو جا جیسے ابراہیم پر ہوئی تھی تو آگ نے انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچائی۔ مسجد نبویؐ کی تعمیر کے وقت عمار کا باقی لوگوں کی نسبت دگنے پتھر اٹھانا اور ان کے رجز اور عثمان سے گفتگو کرنا اور رسول خدا کا ان کی جلالت شان میں ارشاد مشہور ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ عمار دگنے پتھر اُٹھاتے تھے تا کہ ایک حصہ اپنا اور دوسرا رسول خدا کا ہو۔ آنحضرتؐ اس کے چہرے سے گرد پونچھتے اور فرماتے تھے **ویح عمار تقتلہ الفئتہ الباغیۃ یدعوھم الی الجنۃ ویدعونہ الی النار**۔ افسوس ہے عمار کے لیے کہ اسے ایک باغی گروہ قتل کرے گا عمار انہیں جنت کی طرف بلائے گا اور وہ اُسے جہنم کی طرف بلائیں گے نیز روایت ہے کہ رسولؐ خدا نے عمار کے متعلق فرمایا عمار حق کے ساتھ ہے اور حق عمار کے ساتھ جہاں بھی عمار ہو اسے باغی گروہ قتل کرے گا نیز فرمایا عمار مکمل مومن ہے بہر حال عمار تو صفرے یا نوے سال کی عمر میں میدان صفین میں شہید ہوئے۔ رضوان اللہ علیہ۔

مجالس المومنینؒ میں ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ نے بنفسِ نفیس عمار کی نماز جنازہ پڑھی اور اپنے دست مبارک سے انہیں دفن کیا ان کی مدت عمر اکانوے سال تھی اور بعض مورخین نے نقل کیا ہے کہ جس دن عمار یاسرؓ درجہ شہادت کی سعادت پر فائز ہوئے۔ آسمان کی طرف رُخ کر کے کہنے لگے خدایا اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ تیری رضا اس میں ہے کہ میں اپنے آپ کو دریائے فرات میں گرا دوں اور غرق ہو جاؤں اور ایک دفعہ کہا کہ اگر مجھے معلوم ہو کہ تیری رضا یہ ہے کہ میں تلوار اپنے شکم پر رکھ کر زور

لگاؤں تا کہ میری پشت کے اس طرف نکل آئے تو میں ایسا ہی کروں پھر ایک مرتبہ کہا، خدایا میں کوئی کام نہیں جانتا کہ جو تیری رضا کے زیادہ قریب ہو۔ اس گروہ کے ساتھ جنگ کرنے سے۔ جب اس دعا و مناجات سے فارغ ہوئے تو اپنے ساتھیوں سے کہنے لگے کہ ہم نے رسولؐ کی خدمت میں رو گران جھنڈوں کے مقابلہ میں جو معاویہ کے لشکر میں ہیں تین مرتبہ مخالفین و مشرکین کے ساتھ جنگ کی ہے اور اس وقت بھی ان جھنڈے والوں کے ساتھ جنگ کرنی ہے۔ اور یہ بات تم پر مخفی نہ رہے کہ میں آج شہید ہو جاؤں گا اور جب میں اس دار فانی سے سرائے جاودانی کی طرف رُخ کروں تو میرا معاملہ لطف ربانی کے حوالہ کر دینا اور تم بے فکر رہو کیونکہ امیر المومنینؑ ہمارے مقتداء ہیں کل قیامت کے دن اخیار کے حق میں اشرار سے نزاع کریں گے۔ جب عمار اس قسم کے فقرے کہہ چکے تو اپنے گھوڑے کو کوڑا لگایا اور میدان جنگ میں پہنچ کر جنگ شروع کر دی اور یکے بعد دیگرے پے در پے حملے شروع کیے اور رجز پڑھے۔ یہاں تک کہ شام کا ایک سیاہ دل گروہ ان کے گرد جمع ہوا اور ایک شخص نے جس کی کنیت ابو العادیہ تھی آپ کی تہیگاہ پر زخم لگایا کہ جس سے آپ بے تاب و تواں ہو گئے اور اپنی صف کی طرف پلٹ آئے اور پانی مانگا ان کا غلام جس کا نام رشد تھا دودھ کا پیالہ لے آیا۔ تب وہ دودھ کا پیالہ لے آیا۔ جب عمار نے اس پیالہ میں نگاہ کی تو فرمایا کہ صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول نے سچ فرمایا تھا۔ لوگوں نے جب استفسار کیا تو جواب دیا کہ رسول خداؐ نے مجھے خبر دی تھی کہ آخری چیز جو تیرا رزق ہے وہ دودھ ہوگا تب وہ دودھ کا پیالہ ہاتھ میں لے کر پیا اور جان شیریں نثار جاناں کر کے عالم بقا کو سدھارے۔ امیر المومنینؑ کو جب یہ خبر ہوئی تو عمار کے سرہانے تشریف لائے اور ان کا سر اپنے زانو پر رکھا اور فرمایا:

الا ایها	الموت	الذی	هوقاً صیدی
ارحنی	فقد	افیت	کل خلیلٍ
اراك	بصیراً بالذین		أحبهم
كانك	تنحو نحوهم		بدليلٍ

(اے وہ موت جو میرا قصد رکھتی ہے مجھے راحت دے کیونکہ تو نے میرا ہر دوست ختم کر دیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ تو ان کو جانتی ہے جن سے مجھے محبت ہے گویا تو ان کی طرف کسی راہنما کے ساتھ جاتی ہے)۔ پھر آپؑ نے کلمہ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ زبان پر جاری کیا اور فرمایا، جو شخص عمار کی وفات سے غمزدہ نہ ہو اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔ خدایا عمار پر رحم کرنا اس وقت جب اس سے اچھائی اور برائی کے متعلق سوال کریں جب بھی میں نے رسول کی خدمت میں تین افراد دیکھے ہیں تو چوتھے عمار ہوتے تھے اور اگر چار شخص دیکھے تو پانچویں عمار تھے۔ عمار پر ایک دفعہ جنت واجب نہیں ہوئی بلکہ کئی مرتبہ وہ اس کے مستحق ہوئے جنات عدن ان کے لیے تیار اور خوشگوار ہوں۔ انہیں ان لوگوں نے قتل کیا ہے حالانکہ وہ حق کے ماتحت تھا اور حق اس کے ساتھ تھا جیسا کہ رسول خداؐ نے فرمایا تھا کہ حق عمار کے ساتھ گردش کرتا ہے اس کے بعد حضرت علیؑ نے فرمایا عمار کو شہید کرنے والا انہیں سب و شتم کرنے والا اور ان کے ہتھیار اتارنے والا جہنم کی آگ میں معذب ہوگا۔ پھر آپ آگے بڑھے عمار کی نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے دست مبارک سے انہیں دفن کیا۔

رحمۃ اللہ ورضوانہ علیہ وطوبیٰ لہ وحسن مآب

خوش دے کزبہر یار مہربان مرد کسے
چوں بیاید مرد باری ایں چنیں میرد کسے
چوں شہید عشق اور کوئی خود جامید مند
جائے آں دارد کہ بھر آنز میں میرد کسے

پندرھویں حضرت قیس بن عاصم المنقری جو نو ہجری میں بنی تمیم کے وفد کے ساتھ رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے۔ حضرتؐ نے فرمایا یہ دیہاتی لوگوں کا سردار ہے اور وہ مرد عاقل وحلم وبردبار تھے یہاں تک کہ احنف بن قیس نے جو حلم میں مشہور تھا۔ ان سے حلم وبردباری سیکھی تھی۔ چنانچہ تاریخ میں ہے کہ جب احنف سے پوچھا گیا کہ تو نے اپنے سے زیادہ کس کو حلیم پایا ہے وہ کہنے لگا میں نے یہ علم قیس بن عاصم سے سیکھا ہے ایک دن میں اُس کے پاس گیا وہ کسی شخص سے باتیں کر رہا تھا۔ اچانک چند اشخاص اس کے بھائی کو دست بستہ لے کر آئے اور کہنے لگے اس نے ابھی تیرے بیٹے کو قتل کیا ہے لہٰذا اس کے ہاتھ باندھ کر تیرے پاس لے آئے ہیں۔ قیس نے یہ سن لیا اور اپنی گفتگو جاری رکھی۔ جب بات ختم ہوئی تو اپنے دوسرے بیٹے سے کہا۔ اٹھو بیٹا اپنے چچا کو چھوڑ دو اور اپنے بھائی کو دفن کر دو پھر فرمایا مقتول کی ماں کو سو اونٹ دے دو تا کہ اس کا حزن وملال کم ہو جائے یہ کہہ کر دائیں طرف سے بائیں طرف پہلو بدل کر کہنے لگا۔

انی امرولا یعتری خلقی
ونس یفندہٗ ولا افنٗ

میں ایسا شخص ہوں کہ جس کے خلق کو عیب اور میل کچیل کمزور نہیں کرتی اور نہ عقل کی کمزوری الخ۔۔۔

اور یہ وہی قیس ہیں جو بنی تمیم کے ایک گروہ کے ساتھ رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور حضرتؐ سے نفع بخش موعظہ کی درخواست کی تھی۔ آنحضرتؐ نے انہیں کچھ موعظہ فرمایا۔ اس میں سے یہ بھی ارشاد فرمایا، اے قیس اس سے مفر نہیں کہ تیرا ایک ساتھی تیرے ساتھ دفن ہو جو کہ زندہ ہے اور تو اس کے ساتھ دفن ہوگا جب کہ تو مردہ ہوگا پس اگر وہ کریم ہوا تو تیری عزت کرے گا اور اگر وہ کمینہ ہے تو وہ تجھے چھوڑ دے گا اور تیری فریاد کو نہیں پہنچے گا۔ اور تو اُس کے ساتھ ہی محشور اور مبعوث ہوگا اس کے ساتھ ہی تجھ سے سوال ہوگا پس وہ اپنا ساتھی عمل صالح قرار دے کیونکہ اگر وہ صالح ہوا تو تو اس سے مانوس ہوگا اور اگر فاسد ہوا تو تجھے اسی سے ہی وحشت ہوگی حالانکہ وہ تیرا ہی عمل ہے قیس نے عرض کیا، اے رسولؐ خدا میں پسند کرتا ہوں کہ یہ موعظہ نظم میں ہوتا کہ ہم ان عربوں پر فخر کر سکیں۔ جو ہمارے پاس ہیں اور ہمارے لیے ذخیرہ بھی ہو۔ آپؐ نے کسی کو بھیجا کہ حضرت حسان بن ثابت کو لے آئے انکے آنے سے پہلے صلصال بن دلمس نے جو حاضر تھا اسے نظم کر دیا اور کہا:

تخیر خلیطاً من فعلك انما
قرین الفتی فی القبر ماکان یفعل
ولابد قبل الموت من ان تعده
لیوم ینادی المرفیه فیقبل
کان کنت مشغولا بشئی فلاتکن
بغیر الذین یرضیٰ به الله تشغل
فلن یصحب الانسان من بعد موته
ومن قبله الاالذی کان یعملُ
الاانما الانسان ضیف لاهله
یقیم قلیلا بینهم ثم یرحل

ترجمہ: اپنا ساتھی انتخاب کر لے اعمال میں سے۔قبر میں انسان کا ساتھی اس کا کیا ہوا فعل ہے۔ضروری ہے کہ موت سے پہلے اُس دن کے لیے اس کو تیار رکھے کہ جس دن انسان کو پکارا جائے گا اور اسے جانا پڑے گا۔اگر تو کسی کام میں مشغول ہے تو دیکھ ایسے کام میں مشغول نہ ہونا جس میں خدا کی رضا نہ ہو۔موت کے بعد اور اس سے پہلے انسان کا ساتھ سوائے اس کے عمل کے کوئی چیز نہیں دیتی۔یاد رکھو انسان اپنے اہل وعیال میں مہمان ہے چند دن ان میں قیام کر کے کوچ کر جاتا ہے۔

سولھواں۔حضرت مالک بن نویرہ حنفی یربوعی یہ بادشاہوں کے ہم پلہ شجاع روزگار فصیح شریں گفتار صحابی سید مختار اور مخلص صاحب ذوالفقار تھے قاضی نور اللہ نے مجالس میں ان کے کچھ حالات اور محبت اہل بیتؑ کی وجہ سے خالد بن ولید کے ہاتھ سے شہادت پانا ذکر کیا ہے اور یہ بھی ان کے حالات میں لکھا ہے کہ براء بن عازب نے روایت کی ہے کہ ایک روز سرکار رسالت صحابہ کے ساتھ بیٹھے تھے۔رؤسائے تمیم آئے جن میں مالک بن نویرہ بھی تھے۔ادائے خدمت کے بعد مالک نے عرض کیا اے رسول خدا علمنی الایمان فقال له رسول الله الایمان ان تشهدان لااله الاالله وانی رسول الله وتصلی الخمس وتصوم شهر رمضان وتوذی الزکوٰة وتحج البیت وتوالی وصی هذا اوشار الی علی ابن ابی طالب علیه السلام (مجھے ایمان کی تعلیم دیں۔آپؐ نے فرمایا، ایمان یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور پانچ وقت کی نماز پڑھو اور ماہ رمضان کے روزے رکھو اور زکوٰۃ ادا کرو اور بیت اللہ کا حج کرو اور میرے اس وصی (آپ نے حضرت علی بن ابی طالبؑ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) سے محبت رکھو اور یہ خون نہ بہاؤ چوری اور خیانت سے پرہیز کرو۔یتیم کے مال کھانے سے اور شراب خوری سے بچو۔صغیر وکبیر کے حق کو ادا کرو۔پھر آپؐ نے شرائع اسلام اور احکام اسلام ان کے سامنے شمار کیے یہاں تک کہ انہوں نے

یاد کر لیے۔اس وقت مالک اٹھ کھڑے ہوئے اور زیادہ خوشی کے باعث اپنے دامن کو کھینچتے ہوئے چلے اور اپنے آپ کو کہتے جاتے تھے رب کعبہ کی قسم تو نے ایمان کو جان لیا۔ جب حضرت رسولؐ کی نگاہ سے اوجھل ہوئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا جو اہل جنت میں سے کسی شخص کو دیکھنا چاہے تو اس کو دیکھ دو اشخاص نے آپؐ سے اجازت لی۔ان کے پیچھے گئے اور یہ بشارت ان کو دی اور ان سے التماس کیا کہ چونکہ آنحضرتؐ نے تمہیں اہل جنت میں سے قرار دیا ہے لہذا ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے لیے استغفار کرو۔تو مالک نے کہا کہ خدا تم دونوں کو نہیں بخشے گا کہ تم حضرت رسولؐ کو چھوڑ کر جو صاحب شفاعت ہیں مجھ سے درخواست کرتے ہو کہ میں تمہارے لیے استغفار کروں پس وہ دونوں رنجیدہ خاطر ہو کر واپس لوٹے تو حضرتؐ نے ان دونوں کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ فی الحقیقة مبغضة کہ کبھی حق بات سن کر انسان غصہ میں آ جاتا ہے۔ جب آنحضرتؐ کی وفات ہوئی تو مالک مدینہ میں آئے تو تفحص و جستجو کی کہ آنحضرتؐ کا قائم مقام کون ہے۔ایک جمعہ کے دن انہوں نے دیکھا کہ ابوبکر منبر پر جا کر لوگوں کو خطبہ دے رہے ہیں مالک سے برداشت نہ ہو سکا اور ابوبکر سے کہا کہ تم ہمارے تیمی بھائی نہیں ہو۔ابوبکر نے کہا ہاں۔ مالک کہنے لگے اس وصی رسولؐ کو کیا ہوا کہ جس کی ولایت کا حضورؐ نے مجھے حکم دیا تھا لوگ کہنے لگے اے اعرابی کئی دفعہ ایک چیز کے بعد دوسری چیز پیدا ہوتی ہے۔مالک کہنے لگے خدا کی قسم کوئی چیز پیدا نہیں ہوئی۔ بلکہ تم لوگوں نے کار خدا و رسولؐ میں خیانت کی ہے پھر ابوبکر کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ اس منبر پر کس نے بٹھایا ہے حالانکہ وصی رسولؐ موجود ہے ابوبکر نے حاضرین سے کہا اس اعرابی کو جو اپنی ایڑیوں پر پیشاب کرتا ہے مسجد رسولؐ سے نکال دو پس قنفذ اور خالد بن ولید اٹھے اور مالک کی گردن پر گھونسے مارے اور اسے مسجد سے نکال دیا۔ مالک اپنے اونٹ پر سوار ہو کر رسولؐ پر درود بھیج کر یہ اشعار پڑھنے لگے۔

اطعنا رسول الله ماکان اینا
فیا قوم ماشانی وشان ابی بکر

اذا مات بکر قام سبکر مقامهٔ
فتلك بیت الله قاصمة الظهر

(ہم نے رسولؐ کی اطاعت کی جب تک وہ ہمارے درمیان تھے۔ اے قوم مجھے اور ابوبکر کو کیا ہو گیا ہے۔ جب ایک بکر مرے گا تو دوسرا بکر اس کی جگہ کھڑا ہو گا یہ تو کعبہ کی قسم کمر توڑنے والی بات ہے)

مولف کہتا ہے کہ شیعہ اور سنی نقل کرتے ہیں کہ خالد بن ولید نے مالک کو بے جرم و خطا قتل کیا اور اس کا سر چولہے میں جلایا اور جس رات مالک قتل ہوئے ان کی بیوی کے ساتھ خالد نے ہمبستری کی اور مالک کے گروہ کو قتل کیا اور ان کی عورتوں کو قید کر کے مدینہ لے آئے اور ان کو مرتدین کا نام دیا۔

دوسرا باب

تاریخ ولادت ووفات سیدۃ النساء مخدومہ ملائکہ السماء شفیعہ روزِ جزا فاطمہ زہرا علیہا السلام کے بیان میں

اس میں تین فصلیں ہیں:

پہلی فصل

آپؑ کی ولادت باسعادت کے بیان میں

شیخ طوسیؒ نے مصباح میں اور اکثر علماء نے ذکر کیا ہے کہ اس مخدومہ کی ولادت بیس جمادی الاولیٰ کو ہوئی اور کہا کہ جمعہ کا دن اور بعثت کا دوسرا سال تھا اور بعض نے بعثت کا پانچواں سال کہا ہے۔ اور علامہ مجلسیؒ نے حیوٰۃ القلوب میں فرمایا ہے کہ صاحب عدد نے روایت کی ہے کہ بعثت حضرت رسولؐ کے پانچ سال بعد جناب فاطمہؑ حضرت خدیجہؑ کے بطن سے پیدا ہوئیں جناب خدیجہؑ کے انؑ کے حاملہ ہونے کی کیفیت اس طرح ہے کہ ایک دن حضرت رسول اکرمؐ ابطح میں امیر المومنینؑ، عمار بن یاسرؓ، منذر بن ضحضاح، حمزہ وعباس ابوبکر وعمر کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ اچانک جبریل اپنی اصلی صورت میں نازل ہوئے۔ وہ اپنے پروبال کھولے ہوئے مشرق ومغرب کو پُر کیے ہوئے تھے۔ انہوں نے آنحضرتؐ سے پکار کر کہا اے محمد خداوند علی واعلیٰ آپ کو سلام بھیجتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ چالیس شب وروز خدیجہؑ سے الگ رہیں پس آپؐ چالیس روز تک جناب خدیجہؑ کے پاس نہ گئے۔ دن کو روزہ رکھتے اور راتیں عبادت خدا میں گزارتے آپؐ نے عمار کو خدیجہؑ کے پاس بھیجا اور فرمایا اس سے جا کر کہنا کہ میرا تمہارے پاس نہ آنا ناپسندی یا رنجش کی بناء پر نہیں بلکہ میرے پروردگار کا حکم اسی طرح ہے تاکہ وہ اپنی تقدیرات جاری کرے اور اپنے متعلق سوائے اچھائی کے کوئی خیال نہ کریں کیونکہ خداوند عالم تمہاری وجہ سے ملائکہ پر دن میں کئی دفعہ فخر ومباہات کرتا ہے تم ہر رات گھر کا دروازہ بند کر کے سو جانا اور میں فاطمہؑ بنت اسد کے گھر میں ہوں یہاں تک کہ وعدہ

الٰہی پورا ہو۔اور جناب خدیجہؑ ہر روز کئی مرتبہ آنحضرتؐ کی جدائی میں گریہ کرتی تھیں جب چالیس دن پورے ہو گئے تو جبرئیلؑ آنحضرتؐ پر نازل ہوئے اور کہنے لگے اے محمدؐ خداوند علی آپؐ کو سلام کہتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے۔ کہ میرے تحفہ اور کرامت کے لیے تیار ہو جائیں پس اچانک میکائیلؑ ایک طبق لے کر آئے کہ جو سندس جنت کے رومال سے ڈھکا ہوا تھا اور وہ آپؐ کے سامنے رکھ دیا اور کہا کہ خداوند عالم فرمایا ہے کہ آج اس کھانے سے افطار کریں۔ حضرت امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ ہر رات افطار کے وقت حضرتؐ مجھے حکم دیتے تھے کہ دروازہ کھول دو۔ جو شخص آئے میرے ساتھ افطار کرے اس رات مجھے حکم دیا کہ دروازہ پر بیٹھ جاؤ اور کسی کو اندر نہ آنے دو کیونکہ یہ کھانا میرے غیر کے لیے حرام ہے جب آپؐ نے افطار کرنا چاہا تو طبق کو کھولا اس طبق میں جنت کے میووں میں سے ایک خوشہ خرما ایک خوشہ انگور تھا اور ایک جام جنت کے پانی کا تھا۔ پس آپؐ نے اس میوہ سے اتنا کھایا کہ سیر ہو گئے اور اس پانی سے سیراب ہوئے تو جبرئیلؑ اور میکائیلؑ ابریق جنت سے۔ آپؐ کے ہاتھ دھونے لگے اور اسرافیل نے جنت کے تولیہ سے آپؐ کے ہاتھ پونچھے اور باقی ماندہ کھانا ظروف کے ساتھ آسمان کی طرف چلا گیا۔ جب حضرتؐ کھڑے ہوئے کہ نماز میں مشغول ہوں تو جبرئیلؑ نے کہا اس وقت نماز جائز نہیں (معلوم ہو کہ یہاں نماز سے مراد نماز نافلہ ہے چونکہ نبی و امام کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ وہ نماز فریضہ کو افطار سے پہلے پڑھتے ہیں) ابھی خدیجہؑ کے گھر جائیں اور ان کے ساتھ شب باش ہوں کیونکہ خدا چاہتا ہے کہ اس رات آپؐ کی نسل سے ذریت طیبہ کو خلق فرمائے پس آپؐ جناب خدیجہؑ کے گھر روانہ ہوئے جناب خدیجہؑ کہتی ہیں میں تنہائی سے مانوس ہو چکی تھی۔ جب رات ہوئی تو میں دروازہ بند کر کے پردے لٹکا دیتی اور نماز پڑھ کر اپنے بستر پر لیٹ جاتی اور چراغ خاموش کر دیتی۔ اس رات میں سو رہی تھی کہ دق الباب کی آواز سنی تو میں نے پوچھا اس در کو کھٹکھٹانے والا کون ہے کہ جسے محمدؐ کے علاوہ کسی کو کھٹکھٹانے کی اجازت نہیں تو آنحضرتؐ نے فرمایا اے خدیجہؑ دروازہ کھولو میں محمدؐ ہوں۔ جب میں نے آنحضرتؐ کی صدائے فرح افزاء سنی تو اٹھ کر دروازہ کھولا آنحضرتؐ کی عادت یہ تھی کہ جب آپؐ سونے کا ارادہ کرتے تو پانی منگواتے تجدید وضو کرتے۔ دو رکعت نماز پڑھتے اور پھر بستر پر جاتے۔ لیکن اس رات آپؐ نے ان میں سے کوئی کام بھی نہ کیا بلکہ میرے ہمراہ آرام فرمانا پسند کیا۔ اس کے بعد میں نے نور فاطمہؑ اپنے شکم میں محسوس کیا۔

جناب سیدہؑ کی ولادت باسعادت کی کیفیت اس طرح ہے کہ شیخ صدوقؒ نے سند معتبر کے ساتھ مفضل بن عمر سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت صادقؑ سے سوال کیا کہ جناب فاطمہؑ کی ولادت کس طرح ہوئی۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ جب خدیجہؑ نے رسالت مآبؐ کے تزویج کر لی تو مکہ کی عورتوں نے اس عداوت کی بناء پر جو انہیں آنحضرتؐ سے تھی خدیجہؑ سے دوری اختیار کر لی۔ وہ ان کو سلام نہیں کرتی تھیں اور کسی عورت کو ان کے پاس نہیں آنے دیتی تھیں۔ پس خدیجہؑ کو اس وجہ سے بہت وحشت ہوئی لیکن زیادہ غم و الم خدیجہؑ کا حضرت رسولؐ کے متعلق تھا کہ کہیں سخت عداوت کی بناء پر انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ جب حضرت فاطمہؑ سے حاملہ ہوئیں تو فاطمہؑ شکم مادر میں ان سے باتیں کرتیں۔ اور ان کو مونس ہوتیں اور انہیں صبر کی تلقین کرتیں۔ حضرت خدیجہؑ اس حالت کو حضرت درسالتؐ سے پنہاں رکھتیں پس ایک دن حضرتؐ گھر میں آئے تو سنا کہ خدیجہؑ کسی سے باتیں کر رہی ہیں لیکن ان کے پاس کسی کو نہ دیکھا تو فرمایا اے خدیجہؑ تم کس سے باتیں کر رہی تھیں۔ جناب خدیجہؑ نے عرض کیا جو فرزند میرے شکم میں ہے وہ مجھ سے باتیں کرتا ہے اور میرا مونس و مددگار ہے۔ آپؐ نے فرمایا مجھے

جبرئیل نے خبر دی ہے کہ یہ بچہ بیٹی ہے اور یہ طاہر و بابرکت ہے خداوند عالم میری نسل اس سے چلائے گا اور اس کی نسل سے آئمہ اور دین کے پیشوا خلق ہوں گے اور خداوند عالم وحی کے ختم ہونے کے بعد زمین میں انہیں اپنا خلیفہ قرار دے گا جناب خدیجہؑ اسی حالت میں رہیں۔ یہاں تک کہ جناب فاطمہؑ کی ولادت قریب ہوئی۔ جب جناب خدیجہؑ نے دروزہ محسوس کیا تو قریش کی عورتوں اور فرزندان ہاشم کی طرف کسی کو بھیجا تا کہ وہ ان کے پاس آئیں۔ انہوں نے کہا بھیجا کہ تو نے ہماری نافرمانی کی اور ہماری بات قبول نہیں کی اور یتیم کی بیوی بنی کہ جو فقیر ہے اور اس کے پاس مال نہیں ہے لہٰذا ہم تیرے گھر نہیں آتے اور تیرے معاملات پر توجہ نہیں کرتے جب جناب خدیجہؑ نے ان کا پیغام سنا تو بہت غمناک ہوئیں۔ اسی اثنا میں اچانک دیکھا کہ چار گندم گون بلند قامت عورتیں ان کے پاس آئیں جو بنی ہاشم کی عورتوں سے شباہت رکھتی تھیں خدیجہؑ انہیں دیکھ کر ڈر گئیں تو ان میں سے ایک نے کہا ڈرو نہیں ہم خدا کی طرف سے تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں اور ہم تمہاری مدد کریں گے میں سارہ زوجہ ابراہیمؑ اور دوسری آسیہؑ بنت مزاحم ہیں جو جنت میں تمہاری ساتھی ہوں گی۔ تیسری مریم بنت عمران ہیں اور چوتھی کلثوم موسیٰ بن عمران کی بہن ہیں۔ خداوند عالم نے ہمیں بھیجا ہے تا کہ ولادت کے وقت تمہارے پاس رہیں اور اس حالت میں تمہاری معاون و مددگار ہوں پس ان میں سے ایک جناب خدیجہؑ کی دائیں طرف بیٹھ گئی۔ دوسری بائیں طرف تیسری سامنے اور چوتھی پس پشت پس جناب فاطمہؑ پاک و پاکیزہ متولد ہوئیں۔ آپؑ کے نور سے مکہ کے مکانات روشن ہو گئے اور مشرق و مغرب کا کوئی علاقہ ایسا نہیں تھا کہ وہ اس نور سے منور نہ ہوا ہو۔ اور حورالعین میں سے دس حوریں اس گھر میں آئیں اور ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ابریق اور طشت تھا ان کے ابریق کوثر کے پانی سے پر تھے پس وہ خاتون جو جناب خدیجہؑ کے سامنے بیٹھی ہوئی تھیں انہوں نے جناب فاطمہؑ کو اٹھایا اور کوثر کے پانی سے غسل دیا اور دو سفید کپڑے نکالے جو دودھ سے زیادہ سفید تھے اور مشک و عنبر سے زیادہ خوشبودار۔ فاطمہؑ کو ان میں سے ایک میں لپیٹ دیا اور دوسرا اوپر اوڑھا دیا۔ اس کے بعد فاطمہ نے کہا **اشھد ان لا الہ الا اللہ وان ابی رسول اللہ سید الانبیاء وان بعلی سید اولایاء وولدی سادۃ الاسباط**۔ پھر ان عورتوں میں سے ہر ایک کو سلام کیا اور ہر ایک کو ان کے نام کے ساتھ پکارا پس وہ عورتیں خوش ہوئیں اور جنت کی حوریں ہنسنے لگیں اور اس سیدہ زنان عالمیان کی ولادت کی ایک دوسرے کو مبارک باد دی اور آسمان میں ایک نور کی روشنی ہویدا ہوئی کہ اس سے وہ مطہرہ ہے اور پاکیزہ و بابرکت ہے نماز نے اسے اور اس کی نسل کو برکت دی ہے۔ پس شاد و خوشحال ہو کر جناب خدیجہؑ نے سیدہ کو لیا اور انہیں دودھ پلانے لگیں۔ جناب فاطمہؑ ایک دن میں اتنا بڑھتیں کہ جتنا باقی بچے ایک مہینہ میں بڑھتے اور مہینہ میں اتنا بڑھیں کہ باقی بچے جتنا سال بھر میں بڑھتے ہیں۔

دوسری فصل

آپؑ کے اسمائے گرامی اور دیگر فضائل کے بیان میں

ابن بابویہ نے سند معتبر کے ساتھ یونس بن ظبیان سے روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ خدا کے نزدیک جناب فاطمہؑ کے نو نام ہیں۔ فاطمہؑ۔ صدیقہؑ۔ مبارکہؑ۔ زکیہؑ۔ راضیہؑ۔ مرضیہؑ۔ محدثہ۔ زہراؑ پھر آپؑ نے فرمایا فطمت من الشر یعنی برائیوں سے بچائی گئی ہیں۔ پھر فرمایا۔ امیر المومنینؑ کے علاوہ روئے زمین پر کوئی ان کی کفو و نظیر نہ تھا نہ آدم نہ ان کی اولاد میں سے کوئی۔ علامہ مجلسیؒ نے اس حدیث کے ترجمہ کے ذیل میں فرمایا ہے کہ صدیقہ کا معنی معصومہ ہے اور مبارکہ کا معنی علم و فضل کمالات و معجزات یعنی اور اولاد کرام میں بابرکت ہونا ہے طاہرہ یعنی نقائص سے پاک۔ زکیہ یعنی کمالات و خیرات میں نشو و نما پانے والی۔ راضیہ یعنی قضاء الٰہی پر راضی۔ مرضیہ یعنی پسندیدہ خدا و دوستان خدا۔ محدثہ یعنی فرشتے ان کے ساتھ باتیں کرتے تھے۔ زہرا یعنی نور صورت اور معنی دونوں کے اعتبار سے۔ یہ حدیث شریف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جناب امیر المومنینؑ پیغمبر آخر الزمانؐ کے علاوہ تمام انبیاء و اوصیاء سے افضل ہیں۔ بلکہ بعض نے تو جناب سیدہؑ کی افضیلت پر بھی استدلال کیا ہے۔ (انتھی)

احادیث متواترہ طریق خاصہ و عامہ میں روایت ہے کہ انجناب کو فاطمہؑ کا نام اس لیے دیا گیا کہ حق تعالیٰ نے انہیں اور ان کے شیعوں کو جہنم کی آگ سے بچالیا ہے۔ روایت ہے کہ رسولؐ خدا سے پوچھا گیا کہ فاطمہؑ کو آپؐ کس وجہ سے بتول کہتے ہیں فرمایا چونکہ جو خون دوسری عورتیں دیکھتی ہیں۔ وہ نہیں دیکھتیں اور انبیاء کی بیٹیوں میں خون دیکھنا اچھی بات نہیں۔

اور شیخ صدوق نے سند معتبر سے روایت کی ہے کہ جب حضرت رسول اکرمؐ کسی سفر سے پلٹ کر آتے تو پہلے جناب فاطمہؑ کے گھر میں جاتے اور کچھ دیر وہاں رہتے اور پھر اپنی ازواج کے گھر جاتے۔ پس آپؐ کے ایک سفر کے موقعہ پر جناب فاطمہؑ نے چاندی کے دو کنگن ایک گلو بند اور گوشوارے بنوائے اور ایک پردہ گھر کے دروازے پر لٹکایا۔ جب آپؐ واپس آئے تو فاطمہؑ کے گھر تشریف لے گئے اور اصحاب دروازے پر کھڑے رہے جب آپؐ گھر کے اندر گئے اور یہ حالت فاطمہؑ کے گھر میں دیکھی تو ملال کی حالت میں باہر آئے اور مسجد میں منبر کے پاس جا کر بیٹھ گئے جناب فاطمہ سمجھ گئیں کہ حضرتؐ ان زینتوں کی وجہ سے ملول ہوئے ہیں پس آپؑ نے کنگن گلو بند گوشوارے اور پردے اتار کر سب آپؐ کی خدمت میں بھیج دیئے اور جس کے ہاتھ بھیجے اس سے کہا کہ حضرتؐ سے کہنا کہ آپؐ کی بیٹی سلام کہہ رہی ہے اور کہتی کہ انہیں راہ خدا میں دے دیجئے۔ جب وہ چیزیں حضرتؐ کے پاس لائیں گئیں تو آپؐ نے تین مرتبہ فرمایا کہ فاطمہؑ نے وہ کچھ کیا جو میں چاہتا تھا اس کا باپ اس پر قربان جائے۔ دنیا محمدؐ و آل محمدؐ کے لیے نہیں۔ اگر دنیا خدا کے نزدیک مچھر کے برابر قدر رکھتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی کا نہ دیتا۔ پھر آپ کھڑے ہو گئے اور جناب

فاطمہؑ کے گھر تشریف لے گئے۔

شیخ مفید اور شیخ طوسی نے طریق عامہ سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ فاطمہؑ میرے بدن کا ٹکڑا ہے جو اس کو خوش کرے اُس نے مجھے خوش کیا ہے اور جو اس کو ناراض کرے اس نے مجھ کو ناراض کیا۔ فاطمہؑ سب سے زیادہ مجھے عزیز ہے۔ شیخ طوسی نے عائشہ سے روایت کی ہے وہ کہتی تھیں کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو بات کرنے میں رسولؐ خدا کے ساتھ فاطمہؑ سے زیادہ شباہت رکھتا ہو۔ جب فاطمہ رسولؐ کے پاس آتیں تو آپ انہیں مرحبا کہتے اور ان کے ہاتھوں کے بوسے لیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے اور جب حضرت فاطمہؑ کے گھر جاتے تو وہ کھڑی ہو جاتیں اور ان کا استقبال کرتیں۔ مرحبا کہتیں اور آنحضرتؐ کے ہاتھوں کا بوسہ لیتیں۔

قطب راوندی نے روایت کی ہے کہ جب حضرت فاطمہؑ نے دنیا سے رحلت فرمائی تو ام ایمن نے قسم کھائی۔ کہ اب میں مدینہ میں نہ رہوں گی۔ کیونکہ وہ جناب سیدہؑ کی مسند کو خالی نہیں دیکھ سکتی تھیں۔ پس وہ مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئیں ایک جگہ انہیں سخت پیاس لگی جب وہ پانی سے مایوس ہوئیں تو ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے اور عرض کیا خداوندا میں فاطمہؑ کی کنیز ہوں کیا تو مجھے پیاس سے ہلاک کردے گا۔ پس باعجاز فاطمہؑ پانی کا ایک ڈول آسمان سے ان کے لیے اترا۔ جب انہوں نے اس میں سے پانی پیا تو سات سال برابر کھانے پینے کی انہیں ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ لوگ سخت گرمی کے دنوں میں انہیں کاموں کے لیے بھیجتے لیکن انہیں پیاس نہ لگتی۔

ابن شہر آشوب اور قطب راوندی نے روایت کی ہے کہ ایک دن امیر المومنینؑ کو قرض کی ضرورت ہوئی آپ نے جناب فاطمہؑ کی چادر ایک یہودی کے پاس کہ جس کا نام زید تھا رہن رکھی۔ وہ چادر پشم کی تھی کچھ جو قرض لیے اور وہ یہودی چادر اپنے گھر لے گیا اور ایک کمرے میں رکھ دی جب رات ہوئی تو اس یہودی کی بیوی اس کمرے میں گئی تو اس نے چادر سے ایسا نور ساطع ہوتے دیکھا کہ جس سے یہ بات بیان کی۔ اس یہودی کو بھی تعجب ہوا اور وہ یہ بھول گیا کہ جناب فاطمہؑ کی چادر اس کے گھر میں ہے۔ پس وہ جلدی سے اس کمرے میں گیا تو دیکھا کہ اس خورشید فلک عصمت کی چادر کی شاع نے بدر منیر کی طرح اس گھر کو روشن کر رکھا ہے یہودی نے جب یہ دیکھا تو اس کا تعجب اور زیادہ ہوا۔ پس وہ یہودی اور اس کی بیوی نے اپنے عزیزوں کی طرف دوڑے اور ان میں سے اسی ۸۰ افراد جمع ہوئے اور جناب فاطمہؑ کی چادر کی شعاع کی برکت سے سب نور اسلام سے منور ہوئے۔

قرب الاسناد میں سند معتبر کے ساتھ حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ رسالت مآبؐ نے فرمایا کہ جو خدمت گھر کے باہر کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ پانی لکڑیاں وغیرہ وہ حضرت علیؑ بجالائیں اور جس خدمت کا تعلق اندرونِ خانہ سے ہے چکی پیسنا۔ روٹی پکانا اور جھاڑو دینا وغیرہ اور حضرت فاطمہ کے ذمہ ہے۔

ابن بابویہ نے سند معتبر کے ساتھ حضرت امام حسنؑ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ شب جمعہ میری والدہ فاطمہ محراب عبادت میں کھڑی ہوتیں اور عبادت خدا میں مشغول رہتیں اور ساری رات رکوع و سجود و قیام و دعا کرتی رہتیں۔ یہاں تک کہ صبح طلوع ہوتی۔ میں نے سنا کہ وہ ہمیشہ مومنین و مومنات کے لیے نام لے لے کر بہت دعا کرتیں۔ میں نے کہا والدہ گرامی

آپؑ اپنے لیے کیوں نہیں دُعا کرتیں جیسا کہ دوسرے لوگوں کے لیے دعا کرتی ہیں۔فرمایا یابنی الجار ثم الدار۔اے بیٹا پہلے ہمسایہ کا بھلا چاہیے پھر اپنا۔

ثعلبی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ایک دن رسول خداؐ جناب فاطمہؑ کے گھر تشریف لائے اور دیکھا کہ فاطمہؑ نے جل شتر کا لباس پہن رکھا ہے اور اپنے ہاتھ سے چکی پیس رہی ہیں اور اسی حالت میں اپنے بچے کو دودھ بھی پلا رہی ہیں جب آپؐ نے انہیں اس حالت میں دیکھا تو آپؐ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور فرمایا، بیٹی آج دنیا کی تلخیاں برداشت کرو۔کل آخرت کی حلاوتیں تمہارے لیے ہوں گی۔فاطمہؑ نے عرض کیا۔اے رسول خداؐ میں خدا کی نعمتون اور اس کی کرامتوں پر اس کا شکر یہ ادا کرتی ہوں۔اس پر خداوند عالم نے یہ آیت نازل فرمائی۔ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ یعنی خداوند عالم قیامت کے دن اتنا تجھے دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔

اور حسن بصری سے منقول ہے۔کہتے تھے کہ حضرت فاطمہؑ اس اُمت میں سب سے زیادہ عبادت گذار تھیں۔وہ عبادت خدا میں اتنی دیر کھڑی رہتیں کہ ان کے پاؤں متورم ہو جاتے جب پیغمبر اکرمؐ نے ان سے پوچھا کہ عورت کے لیے سب سے بہتر چیز کیا ہے۔تو فاطمہؑ نے فرمایا یہ کہ نہ وہ کسی مرد کو دیکھے اور نہ کوئی مرد اسے دیکھے۔آپؐ نے اپنی نور چشم کو سینے سے لگایا اور فرمایا: ذریۃٌ بعضها من بعض۔یہ ذریت بعض دوسرے سے بعض سے ہے۔

اور حلیہ ابو نعیم سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے اتنی چکی پیسی کہ ان کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے اور چکی چلاتے چلاتے ان کے دستہائے مبارک میں گٹے پڑ گئے۔شیخ کلینی نے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا روئے زمین پر کوئی سبزی خرفہ (قلفہ) کے ساگ سے زیادہ نفع مند نہیں ہے اور وہ جناب فاطمہؑ کا ساگ ہے۔پھر فرمایا خدا کی لعنت بنی امیہ پر کہ انہوں نے حرفہ کو بقلۃ الحمقاء کا نام دیا ہے، اس بغض وعداوت کے سبب جو انہیں ہم سے اور جناب فاطمہؑ سے ہے۔

سید فضل اللہ راوندی نے امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ ایک نابینا شخص نے جناب فاطمہؑ کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت چاہی تو فاطمہؑ پردے میں چلی گئیں۔پیغمبر خداؐ نے فاطمہؑ سے فرمایا تم نے اپنے آپؑ کو کیوں چھپایا حالانکہ یہ نابینا شخص تمہیں نہیں دیکھ سکتا۔عرض کیا، وہ مجھے نہیں دیکھتا میں تو اسے دیکھ سکتی ہوں۔اگر میں پردہ میں نہ ہوئی تو وہ میرے خوشبو کا استشمام کرے گا آپؐ نے فرمایا۔میں گواہی دیتا ہوں کہ تو میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔

نیز روایت ہے کہ ایک دن حضور اکرمؐ نے صحابہ سے عورت کی حقیقت وماہیت کے متعلق سوال کیا تو وہ کہنے لگے کہ عورت مستور ہے فرمایا کس وقت عورت خدا کے زیادہ نزدیک ہوتی ہے۔اصحاب جواب نہ دے سکے۔جب جناب فاطمہؑ نے یہ سنا تو عرض کیا کہ عورت سب سے زیادہ خدا کے نزدیک اس وقت ہوتی ہے کہ جب وہ اپنے گھر کی چاردیواری کے اندر ہو اور گھر سے باہر نہ نکلے۔ حضرتؐ نے فرمایا بیشک فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے۔

مولف کہتا ہے کہ اس مخدرہ کے فضائل ومناقب اس سے زیادہ ہیں کہ یہاں بیان ہوں۔چونکہ ہم مختصر لکھ رہے ہیں۔اسی پر

اکتفاء کرتے ہیں جو برکتیں اس بی بی کے سبب ہم تک پہنچی ہیں وہ بہت ہیں۔ان میں سے ایک تو تسبیح فاطمہ مشہور ہے کہ جس کی فضیلت میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں اور جو شخص اس تسبیح پر مداومت کرے وہ شقی و بداعاقبت نہیں ہوگا۔اور حضرت صادقؑ کے نزدیک ہر نماز کے بعد اس کا پڑھنا ہر روز ہزار رکعت نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور زیادہ مشہور طریقہ اس کا یہ ہے۔چونتیس مرتبہ اللہ اکبر تینتیس مرتبہ الحمد للہ اور تینتیس مرتبہ سبحان اللہ جس کا مجموعہ ایک دعائے نور ہے۔جو اس بی بی نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو تعلیم فرمائی تھی اور فرمایا اگر چاہتے ہو کہ تمہیں کبھی بخار نہ آئے تو اس کی مداومت کرو اور اسے کبھی ترک نہ کرو اور وہ دعا یہ ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم بسم الله النور بسم الله نور النور بسم الله نور على نورٍ بسم الله الذى هو مدبر الامور بسم الله الذى خلق النور من النور الحمد لله الذى خلق النور من النور و انزل النور على الطور فى كتاب مسطر فى رقٍ منشورٍ بقدرٍ مقدور على نبى محبورٍ الحمد لله الذى هو بالعز مذكور وبالفخر مشهورٍ وعلى السراء والضراء مشكور وصلى الله على سيدنا محمدٍ وآله الطاهرين۔

سلمان فارسیؓ کہتے ہیں جب یہ دعا میں نے جناب فاطمہؑ سے سیکھی تو خدا کی قسم میں نے وہ دعا مکہ و مدینہ کے ایسے ایک ہزار سے زیادہ افراد کو سکھائی جو بخار میں مبتلا تھے۔ان سب کو شفاء حاصل ہوئی۔ایک ان مخدرہ کی نماز استغاثہ ہے کہ جس کے متعلق روایت ہے کہ جب تمہیں خدا کے دربار کوئی حاجت ہو میں اور تمہارا سینہ اس سے تنگ ہو تو دو رکعت نماز پڑھو جب سلام پھیرو تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہو اور تسبیح حضرت فاطمہؑ پڑھو پھر سجدہ میں جا کر سو مرتبہ کہو یا مولاتی یا فاطمہ اغیثینی پھر دایاں رخسار زمین پر رکھ کر یہی کلمات سو مرتبہ کہو پھر سر سجدہ میں رکھ کر سو مرتبہ کہو پھر بایاں رخسار زمین پر رکھ کر سو مرتبہ یہی کہو پھر سر سجدہ میں رکھ کر ایک سو دس مرتبہ کہو اور اپنی حاجت بیان کرو انشاء اللہ خدا تمہاری حاجت پوری کرے گا اور ایک چیز محدث فیض نے خلاصۃ الاذکار میں نقل کی ہے کی حضرت فاطمہ علیہا السلام سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ میرے پاس تشریف لائے جب میں بستر بچھا چکی تھی اور سونا چاہتی تھی تو فرمایا اے فاطمہؑ اس وقت تک نہ سویا کرو جب تک چار عمل بجا نہ لاؤ۔قرآن ختم کرو۔انبیاء کو اپنا شفیع قرار دو۔مومنین کو اپنے سے خوش کرو اور حج و عمرہ بجالاؤ۔یہ فرما کر آپؐ نے نماز شروع کردی۔میں رک گئی یہاں تک کہ آپؐ نے نماز تمام کی تو میں نے عرض کیا اے خدا کے رسولؐ آپؐ نے ایسے چار امور کا مجھے حکم دیا ہے کہ جن کے بجالانے کی میں اس وقت قدرت نہیں رکھتی۔آنحضرتؐ نے تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا۔جب تم تین مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھ لو تو گویا قرآن ختم کرلیا ہے اور جب مجھ سے پہلے گذشتہ انبیاء پر صلوٰۃ بھیجو تو ہم قیامت کے دن تمہارے شفیع ہوجائیں گے اور جب مومنین کے لیے استغفار کرو تو وہ سب تم سے خوش ہوجائیں گے اور جب سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہو تو گویا حج و عمرہ بجالائی ہو۔

فقیر کہتا ہے کہ ہمارے شیخ (استاد) مستدرک میں فرمایا کہ ہمارے معاصرین اہل سنت نے کتاب خلاصۃ الکلام فی امر البلد الحرام میں یہ دعا بعض عارفین سے نقل کی ہے۔ اللھم رب الکعب وبانیھا وفاطمۃ وابیھا وبعلھا و بیھا نور بصری وبصیرتی وسری وسریرتی بتحقیق۔ یہ دعا آنکھوں کی بنائی کے لیے مجترب ہے اور جو شخص سرمہ لگاتے وقت یہ دعا پڑھے خداوند عالم اس کی آنکھوں کو روشنی بخشے گا اور نورانی کرے گا۔

تیسری فصل

اس مخدرّہ کی وفات کا بیان

صلوٰت اللہ علیہا وابیہا وبعلہا وبنیہا

یادر ہے کہ سیدہ طاہرہؑ کی وفات کے سلسلہ میں بہت اختلاف ہے۔احقر کے نزدیک آپؑ کی وفات تین جمادی الثانیہ کو ہوئی ہے جیسا کہ علماء کے ایک گروہ کا خیال ہے۔میرے پاس اس کے کئی دلائل ہیں۔مگران کے ذکر کا یہ مقام نہیں بہر کیف پدر بزرگوار کے بعد آپ پچانوے دن زندہ رہیں اگر چہ یہ بھی روایت ہے کہ وہ مخدورہ باپ کے بعد بہتر دن دنیا میں زندہ رہیں۔بہتر ہے کہ دونوں طریق پر اس بی بی کی مصیبت وعزاداری قائم کی جائے جیسا کہ آج کل معمول ہے۔بہر حال آپؑ اپنے والد کے بعد زیادہ دیر زندہ نہیں رہیں اور ہمیشہ نالاں وگریاں رہیں۔اس تھوڑی سی مدت میں اتنی اذیت آپ کو پہنچی کہ جس کی کوئی انتہا نہیں۔اگر کوئی شخص ان کلمات پر غور کرے جو امیرالمومنینؑ نے جناب فاطمہؑ کے دفن کے بعد پیغمبرؐ اکرم کی قبر کو مخاطب کر کے کہے ہیں تو وہ سمجھ سکتا ہے کہ اس مخدرہ پر کتنے صدمے گزرے ہیں۔وہ کلمات یہ ہیں۔**ویستنبئك ابنتك بتظافر امتك علیٰ ھضمھا فاحضھا السوال واستخبرھا الحال نکم من غلیل معتلج بصدر ھالم یجد الی بثیہ سبیلاً وستقول ویحکم اللہ وھو خیر الحاکمین۔**

اس عبادت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امیرؑ رسول اکرمؐ سے عرض کررہے ہیں کہ بہت جلدی آپؐ کی صاحبزادی آپ کو بتائیں گی کہ آپؐ کی اُمت نے اُنؑ پر میرے حق کے غصب کرنے اور ظلم کرنے میں ایک دوسرے کی کتنی مدد کی پس اس سے اصرار کر کے حالات پوچھیے کیونکہ دل کو جلانے والے کتنے غم فاطمہ کو پہنچائے گئے ہیں۔ان کا وہ کسی سے اظہار بھی نہیں کر سکتی تھیں اور بہت جلد وہ سب کچھ آپ کے سامنے بیان کریں گی۔خدا اس کا فیصلہ کرے گا اور وہ بہتر حکم کرنے والا ہے۔

ابن بابویہ نے سند معتبر سے روایت کی ہے کہ زیادہ گریہ کرنے اور رونے والے پانچ اشخاص گزرے ہیں آدم یعقوب یوسفؑ۔فاطمہؑ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علیؑ بن الحسینؑ صلوات علیہم اجمعین۔جناب آدمؑ فراق جنت میں اتنا روئے کہ ان کے رخساروں پر رونے سے دولکریں پڑ گئیں تھیں اور یعقوبؑ یوسف کے فرق میں اتنا روئے کہ نابینا ہو گئے۔یہاں تک کہ لوگوں نے ان سے کہا خدا کی قسم آپ ہمیشہ یوسفؑ کو یاد کرتے رہتے ہیں۔قریب ہے کے آپؑ اپنے آپ کو مریض اور اپنے بدن کو غم میں گھلا دیں گے یا ختم ہو جائیں گے اور یوسفؑ یعقوبؑ کی جدائی میں اتنا روئے کہ اس قید خانے کے لوگ جس میں جناب یوسفؑ قید تھے ان کے رونے

سے اذیت و تکلیف میں تھے وہ کہتے تھے رات کو گریہ کرو اور دن کے وقت خاموش رہو یا دن کو گریہ کرو اور رات کو خاموش رہو۔ پس آپ نے ان سے مصالحت کی کہ ان میں سے ایک وقت روئیں گے اور دوسرے میں خاموش رہیں گے۔ اور جناب فاطمہ علیہا السلام اپنے باپ رسول خدا کی وفات پر اتنا روئیں کہ آپ کے رونے سے اہل مدینہ پریشان رہنے لگے اور کہنے لگے آپؑ کے زیادہ رونے سے ہمیں بہت دکھ پہنچتا ہے پس وہ بی بی مقبرہ شہداء احد میں چلی جاتی تھیں اور جتنا چاہتیں گریہ کرتیں اور پھر مدینہ واپس آ جاتیں۔ باقی رہے علیؑ بن الحسینؑ علیہ السلام تو وہ اپنے باپ کی مصیبت پر بیس سال تک اور ایک روایت کے مطابق چالیس سال تک روئے کبھی آپؑ کے سامنے کھانا نہیں رکھا گیا کہ آپؑ نے گریہ نہ کیا ہو اور کبھی پانی نہیں پیا کہ روئے نہ ہو۔ یہاں تک کہ آپؑ کے ایک آزاد کردہ غلام نے حضرت سے عرض کیا میں آپؑ پر قربان ہو جاؤں اے فرزند رسولؐ مجھے خوف ہے کہ کہیں آپؑ رو رو کر اپنے آپ کو ختم نہ کر دیں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں اپنی مصیبت کی شکایت خدا سے کرتا ہوں اور میں خدا کی طرف سے اس چیز کو جانتا ہوں کہ جسے تم لوگ نہیں جانتے یاد رکھو کہ میں اولاد فاطمہؑ کی شہادت کو جب یاد کرتا ہوں تو گریہ میرا گلو گیر ہو جاتا ہے۔

شیخ طوسیؒ نے ابن عباس سے سند معتبر کے ساتھ روایت کی ہے کہ جب حضرت رسول اکرمؐ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپؐ اتنا روئے کہ آپؐ کے آنسو ریش مبارک پر جاری ہوئے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ کے رونے کا کیا سبب ہے فرمایا میں اپنی اولادؑ پر اور جو کچھ میری امت کے برے لوگ میرے وفات کے بعد ان سے سلوک کریں گے، اس پر روتا ہوں گویا میں اپنی بیٹی فاطمہؑ کو دیکھ رہا ہوں کہ لوگ میری وفات کے بعد اس پر ظلم کر رہے ہیں۔ اور وہؑ (یا ابتاہ) اے بابا کہہ کہ پکارتی ہے اور میری اُمت میں سے کوئی شخص اس کی مدد نہیں کرتا۔ جب فاطمہؑ نے یہ بات سنی تو رونے لگیں۔ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ میری بیٹی گریہ نہ کرو۔ عرض کیا بابا میں اس پر نہیں روتی کہ آپؐ کے بعد یہ لوگ مجھ سے کیا سلوک کریں گے بلکہ میں آپؐ کی جدائی پر گریہ کرتی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: ''بیٹی تمہیں بشارت ہو کہ تم جلدی مجھ سے آملو گی اور تم میرے اہل بیتؑ کی پہلی فرد ہو جو مجھ سے آ کر ملحق ہو گی۔

کتاب روضۃ الواعظین وغیرہ میں روایت کی گئی ہے کہ حضرت فاطمہ سخت بیمار ہوئیں۔ ان کی بیماری نے چالیس دن تک طول کھینچا جب آپؑ نے اپنی وفات کو محسوس کیا تو ام ایمن اور اسماء بنت عمیس کو بلایا اور انہیں بھیجا کہ حضرت امیر المومنینؑ کو بلا لائیں جب حضرت امیر المومنینؑ تشریف لائے تو عرض کیا کہ اے پسر عم (چچا کے بیٹے) آسمان سے مجھے میری وفات کی خبر آ پہنچی ہے اور میں سفر آخرت کرنے والی ہوں۔ آپؑ کو چند چیزوں کے متعلق وصیت کرتی ہوں جو میرے دل میں ہیں۔ آپؑ نے فرمایا اے رسول کی بیٹی جو چاہو وصیت کرو۔ پس آپؑ ان کے سرہانے بیٹھ گئے اور جو کوئی اس حجرے میں تھا اُسے باہر بھیج دیا پھر عرض کیا اے پسر عم کبھی آپؑ نے مجھے دروغگو اور خائن نہیں پایا ہوگا۔ اور جس دن سے آپؑ نے مجھ سے معاشرت کی ہے میں نے آپؑ کی کوئی مخالفت نہیں کی ہے میں نے آپؑ کی کوئی مخالفت نہیں کی حضرتؑ نے فرمایا معاذ اللہ تم خدا کو زیادہ پہچانتی ہو۔ زیادہ نیکوکار، پرہیزگار اور زیادہ کریم ہو اور تم تو خدا سے بہت زیادہ ڈرتی ہو اس سے کہ میں تمہیں اپنی خلاف ورزی پر سرزنش کروں۔ تمہاری جدائی مجھ پر بہت

گراں ہے لیکن موت ایک ایسی چیز ہے کہ جس سے کوئی چارہ نہیں۔خدا کی قسم تم نے میرے لیے رسول خدا کی مصیبت کو تازہ کر دیا اور تمہاری جدائی میرے لیے عظیم مصیبت ہے پس ہم انا اللہ وانا الیہ راجعون ہی کہہ سکتے ہیں اس مصیبت پر جو زیادہ تکلیف پہنچانے والی زیادہ جلانے والی اور مجھے محزون کرنے والی ہے۔خدا کی قسم یہ ایسی مصیبت ہے کہ جس پر کوئی تسلی دینے والا نہیں اور ایسی بڑی مصیبت ہے کہ جس کا کوئی عوض نہیں پس کچھ دیر تک دونوں روتے رہے پھر حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا جو چاہو وصیت کرو اور جو کچھ کہو گی میں اُس پر عمل کرونگا اور تمہارے معاملہ کو اپنے معاملہ پر ترجیح دوں گا۔جناب فاطمہؑ نے عرض کیا خدا آپؑ کو جزائے خیر دے۔اے رسول خدا کے پسر عم میں آپؑ کو پہلی وصیت یہ کرتی ہوں کہ میرے بعد امامہ کے ساتھ عقد کرنا کیونکہ مرد کے لیے بیوی کے بغیر چارہ کار نہیں۔وہ میری اولاد کے لیے میری طرف ہوگی۔پھر عرض کیا میرے لیے تابوت بنانا۔میں نے ملائکہ کو دیکھا ہے کہ انہوں نے تابوت کی شکل میرے لیے بنائی ہے۔آپؑ نے فرمایا اس کی شکل وصورت بیان کرو۔سیدہؑ نے بیان کیا اور آپؑ نے وہ تابوت جناب سیدہؑ کے لیے بنایا۔یہ پہلا تابوت تھا جو زمین پر ان کے لیے بنا گیا۔فرمایا مزید آپؑ کو وصیت کرتی ہوں کہ ان لوگوں میں سے کسی ایک کو میرے جنازے پر نہ آنے دینا جنہوں نے مجھ پر ظلم کیا اور میرا حق غصب کیا ہے کیونکہ وہ میرے اور رسولؐ کے دشمن ہیں اور ان میں سے اور ان کے پیروکار میں سے کسی ایک کو میرے جنازہ پر نماز نہ پڑھنے دینا اور مجھے رات کے وقت دفن کرنا اور کشف الغمہ وغیرہ میں روایت ہے کہ جب جناب فاطمہؑ کی وفات قریب آئی تو آپؑ نے اسماء بنت عمیس سے فرمایا کہ پانی لے آؤ تا کہ میں غسل کروں پس آپؑ نے وضو کیا اور ایک روایت ہے کہ بہترین طریقہ سے غسل کیا اور خوشبو منگوا کر لگائی نیا لباس منگوا کر پہنا اور فرمایا اے اسماء میرے والدؐ کی وفات کے وقت جبرئیلؑ چالیس درہم کافور بہشت سے لائے تھے حضرتؐ نے اسے تین حصوں میں تقسیم فرمایا۔ایک حصہ اپنے لیے رکھ لیا تھا۔ایک میرے لیے اور ایک حصہ علیؑ کے لیے۔وہ کافور لے آؤ تا کہ مجھے اس سے حنوط کریں۔جب وہ کافور لے آئی تو فرمایا اسے میرے سرہانے رکھ دو۔پھر آپؑ نے اپنے پاؤں قبلہ کی طرف دراز کیے اور لیٹ گئیں اور اوپر کپڑا ڈال لیا اور فرمایا اے اسماء ایک لحظہ صبر کرنا پھر مجھے آواز دینا اگر میں جواب نہ دوں تو علیؑ کو بلانا اور سمجھ لینا میں اپنے پدر عالی قدر کے پاس چلی گئی ہوں۔اسماء نے کچھ دیر توقف کیا اس کے بعد اس مخدرہ کو آواز دی تو جواب نہ ملا۔پس کہنے لگی۔اے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی! اے اولادِ آدم میں سے بہترین کی شہزادی اے زمین پر چلنے والوں میں سے بہترین کی بیٹی اے اس کی بیٹی جو شب معراج قاب قوسین اور ادنیٰ کے مقام پر پہنچا۔جب کوئی جواب نہ آیا آپؑ کے چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹایا۔کیا دیکھتی ہیں کہ روح پر فتوح ریاض جناں کی طرف پرواز کر چکی ہے۔پس وہ ان کے بوسے لیتی تھی اور کہتی تھی کہ جب رسول خدا کی خدمت میں جاؤ تو اسماء بنت عمیس کا سلام عرض کرنا۔اس اثناء میں امام حسنؑ اور امام حسینؑ گھر میں داخل ہوئے اور کہنے لگے اُسے اسماء اس وقت ہماری ماں کیوں سوئی ہوئی ہیں۔اسماء نے عرض کیا سوئی ہوئی نہیں بلکہ وہ تو رحمت رب الارباب میں جا پہنچی ہیں پاس امام حسنؑ نے اپنے آپ کو ماں کے اوپر گرا دیا اور ان کے چہرہ انور کے بوسے لینے لگے اور کہتے کہ اے مادر گرامی مجھ سے بات کریں۔اس سے پہلے کہ میری روح بدن سے نکلے اور امام حسینؑ ماں کے پاؤں پر گرے بوسے لیتے تھے اور کہتے مادر گرامی! میں آپ کا بیٹا حسینؑ ہوں مجھ

سے بات کریں۔ ورنہ میرا دل پھٹ جائے گا پس اسماء نے کہا اے رسول خداؐ کے جگر گوشوں جاؤ اور آپنے پدر گرامی کو بلا لاؤ اور ماں کی موت کی خبر انہیں سناؤ۔ پس شہزادے گھر سے باہر نکلے جب مسجد کے قریب پہنچے تو بلند آواز سے رونے لگے۔ صحابہ ان کے استقبال کو دوڑے اور کہنے لگے آپ کس لیے روتے ہیں۔ رسول خداؐ کے فرزند و خدا تمہاری آنکھوں کو کبھی نہ لائے کیا نانا کی جگہ خالی دیکھ کر ان کی ملاقات کے شوق میں رونے لگے ہو۔ شہزادے کہنے لگے ہماری ماں نے دُنیا سے کوچ کیا ہے۔ جب حضرت امیر المومنینؑ نے یہ خبر وحشت اثر سنی تو آپ صدمہ سے بیہوش ہو گئے۔ لوگوں نے آپ کے چہرہ پر پانی چھڑکا تو آپ ہوش میں آئے اور فرماتے تھے کہ تمہارے بعد اپنے آپ کو کس سے تسلی دُوں گا پس اس مخدرہ کی مصیبت میں یہ دو اشعار کہے۔

لکل اجتماع من خلیلین فرمة
وکل الذی دون الفراق قلیل
(فاطماً بعد احمد)
وان افتقادی واحد بعد واحدٍ
دلیل علی ان لایدوم خلیل

(یعنی ہر دو دوستوں کا اجتماع جدائی پر جا کر ختم ہوتا ہے اور ہر مصیبت جدائی اور موت کے مقابلہ میں کم ہے۔ رسالتمابؐ کے بعد فاطمہؑ کا چلا جانا میرے لیے دلیل ہے کہ کوئی دوست باقی نہیں ہوتا)

روضۃ الواعظین کی روایت کے مطابق جب جناب فاطمہؑ کی وفات کی خبر مدینہ میں منتشر ہوئی تو مردار عورتیں اس مخدرہ کی مصیبت میں رونے لگے۔ نالہ وشیون مدینہ کے گھروں سے بلند ہوا اور لوگ آنحضرتؐ کے گھر کی طرف دوڑے۔ بنی ہاشم کی عورتیں آپ کے گھر میں جمع ہو گئیں اور قریب تھا کہ ان کے گریہ وزاری سے مدینہ لرزنے لگے۔ وہ اے سیدہ اے عورتوں کی سردار، اے پیغمبر آخرالزمانؐ کی شہزادی کہہ کہہ کر آپ کو پکارتی تھیں۔ لوگ گروہ در گروہ تعزیت کے لیے حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں آنے لگے حضرتؑ بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے سامنے حسینؑ بیٹھے رو رہے تھے اور لوگ ان کے رونے سے روتے تھے۔ جناب ام کلثوم رسولؐ خدا کی قبر کے پاس آئیں اور ان کی ہچکی بندھ گئی۔ وہ کہتی تھیں اے بابا اے رسول خداؐ آپ کی مصیبت ہمارے لیے تازہ ہو گئی گویا آپ آج ہی دنیا سے گئے ہیں۔ آپ اپنی بیٹی کو اپنے پاس لے گئے ہیں۔ لوگ جمع تھے اور رو رہے تھے اور اس انتظار میں تھے کہ جنازہ باہر آئے گا۔ پس حضرت ابوذر باہر آئے اور کہنے لگے جنازہ کے باہر آنے میں تاخیر ہے۔ یہ سن کر لوگ منتشر ہو گئے اور واپس چلے گئے جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا اور لوگ سو گئے تو جنازہ باہر لایا گیا۔ حضرت امیر المومنینؑ حسن و حسینؑ، عمار و مقدار عقیل و زبیر، سلمان و بریدہ اور بنی ہاشم کے ایک گروہ اور آنحضرتؐ کے خواص نے تاکہ لوگ یہ معلوم نہ کر سکیں کہ اس مخدرہ کی قبر کونسی ہے ایک دوسری روایت میں ہے کہ مزید چالیس قبروں پر آپ نے پانی چھڑکا تاکہ اس مظلومہ کی قبر ان میں مشتبہ ہو جائے اور ایک روایت ہے کہ ان کی

قبر کی زمین ہموار کردی تا کہ علامت قبر معلوم نہ ہوسکے۔ یہ سب کچھ اس لیے تھا کہ آپ کی قبرانہیں معلوم نہ ہواور سیدہ کی قبر نماز پڑھیں اور آپ کی قبر اکھاڑنے کا خیال میں نہ لائیں۔ اسی وجہ سے آپ کے مقام قبر میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں قبور آئمہ علیہم السلام کے پاس بقیع میں ہے اور بعض کہتے ہیں حضرت رسالت مآب کی قبر اور ان کے منبر کے درمیان مدفون ہیں کیونکہ حضور اکرم نے فرمایا تھا۔ کہ میری قبر اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر ہے بعض کہتے ہیں کہ انہیں ان کے گھر ہی میں دفن کیا گیا یہ قول زیادہ صحیح ہے جیسا کہ روایت صحیح اس پر دلالت کرتی ہیں۔

ابن شہر آشوب اور دوسرے علماء نے روایت کی ہے کہ جب اس مخدرہ کو قبر میں رکھنے لگے تو قبر سے دو ہاتھ ظاہر ہوئے جو رسول خدا کے ہاتھوں سے مشابہ تھے۔ انہوں نے اس بی بی کو لے کر قبر میں رکھ دیا۔

اور شیخ طوسیؒ اور کلینی نے معتبر اسناد کے ساتھ حضرت امام زین العابدینؑ اور امام حسینؑ سے روایت کی ہے کہ جب جناب فاطمہؑ بیمار ہوئیں تو امیر المومنینؑ سے وصیت کی کہ ان کی بیماری کو پوشیدہ رکھیں اور لوگوں وک ان کے حالات سے مطلع نہ کریں۔ اور کسی کو ان کی بیماری سے آگاہ نہ ہونے دیں پس حضرتؑ ان کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے خود ان کی تیمارداری میں لگے رہے اور اسماء بنت عمیس ان امور میں حضرتؑ کی معاون رہیں اور اس موت میں لوگوں سے ان کے حالت کو چھپائے رہیں۔ جب آپؑ کی وفات قریب ہوئی تو وصیت کی کہ امیر المومنینؑ خود ان کو غسل و کفن دیں اور رات کے وقت انہیں دفن کریں۔ ان کی قبر کی زمین ہموار کردیں پس امیر المومنینؑ خود ان کے غسل و کفن اور دوسرے امور کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں رات کو دفن کیا اور نشان قبر مٹادیا جب قبر کی مٹی اپنے ہاتھ سے پھیلائی تو حزن واندوہ جوش میں آیا اور آپؑ کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ حضرت رسولؐ کی قبر کی طرف رُخ کر کے کہنے لگے۔ آپؐ پر سلام ہو اے رسول خدا میری طرف سے اور آپؐ کی بیٹی آپؐ کی حبیبہ آپؐ کی نور چشم اور آپؐ کی زیارت کرنے والی (جو آپؐ کی زیارت کے لیے آرہی ہیں) کی طرف سے جو مٹی آپؐ کے سامنے لیٹی ہوئی ہے خداوند عالم نے اہل بیتؑ میں سے انہیں منتخب کیا کہ وہ جلدی آپؐ سے جا ملیں۔ اے رسول خدا کی لخت جگر نے میرا صبر چھین لیا اور بہترین خاتون کی جدائی سے میری طاقت کمزور ہوگئی۔ آپؐ کی مصیبت میں صبر کرنے اور آپؐ کی جدائی کے غم واندوہ کو برداشت کرنے میں یہ گنجائش ہے کہ اس مصیبت پر بھی صبر کرلوں تحقیق آپؐ کو اور اپنے ہاتھ سے میں نے آپؐ کی آنکھیں بند کیں اور آپؐ کے امور کا میں خود کفیل ہوا جی ہاں خدا کی کتاب میں ہے وہ چیز کہ جسے قبول کرنا پڑتا ہے جو حق قبول ہے اور کہنا پڑتا ہے کہ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپؐ نے اپنی امانت واپس لے لی ہے اور اپنی رہن شدہ چیز پلٹالی ہے۔ آپؐ اپنی زہراؑ کو مجھ سے لے لیا ہے اے رسولؐ خدا سبز آسمان اور گرد آلود زمین مجھے کس قدر برے لگ رہے ہیں میرا غم واندوہ ہمیشہ رہے گا اور میری راتیں بیداری میں کٹیں گی اور یہ غم واندوہ مجھ سے نہیں جائے گا۔ جب تک خدا میرے لیے اس گھر کو پسند نہ کرے جس میں آپؐ قیام پذیر ہیں میرے دل میں ایسا زخم ہے جس میں پیپ پڑ گئی ہے اور میرے سینے میں ایسا غم ہے جو باہر آجاتا ہے۔ کتنا جلدی ہم میں جدائی پڑ گئی میں خدا کی بارگاہ میں اپنی حالت کی شکایت کرتا ہوں۔ بہت جلدی آپؐ کی بیٹی آپ ک بتائیں گی کہ آپؐ کی اُمت نے میرا حق غصب کرنے اور ان کے حق میں

ظلم کرنے میں ایک دوسرے کی کتنی اعانت کی ہے۔

پس ان سے حالات پوچھئے گا۔ کتنے زیادہ غم ان کے سینہ پر تہہ بہ تہہ بیٹھ چکے ہیں کہ جنہیں وہ کسی کے سامنے ظاہر نہیں کرسکتی تھیں۔ بہت جلدی وہ آپ کو بتادیں گی۔ اور خدا ان کے حق میں حکم کرے گا اور وہ بہترین حکم کرنے والا ہے۔ اے رسولؐ خدا وداع کرنے والے کا آپؐ پر سلام ہو، جو کسی دشمنی کی وجہ سے جدا نہیں ہو رہا۔ اگر آپؐ کی قبر سے چلا جاؤں تو کسی رنجش کی بناء پر نہیں اور اگر آپؐ کی قبر کے پاس بیٹھا رہوں تو یہ بدگمانی کی وجہ سے نہیں ان ثوابوں کے متعلق کہ جن کا خدا نے صبر کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے۔ اگر اس گروہ کا غلبہ نہ ہوتا جو ہم پر غالب آ گئے ہیں تو میں آپؐ کی قبر کے پاس بیٹھنا اپنے اوپر لازم قرار دیتا اور آپؐ کی ضریح کے پاس معتکف ہو جاتا۔ اور اس بڑی مصیبت پر اس طرح فریاد بلند کرتا جس طرح پسر مردہ عورت فریاد کرتی ہے۔

پس خدا دیکھ رہا ہے اور جانتا ہے کہ میں آپؐ کی بیٹی کو اس کے ان دشمنوں کے خوف سے۔ کہ جنہوں نے اس کا حق قہر و غلبہ سے غصب کیا۔ ان سے چھپا کر دفن کر رہا ہوں۔ علانیہ اس کی میراث کو روک لیا حالانکہ آپؐ کے زمانہ کو زیادہ وقت نہیں گزرا اور آپؐ کا نام پرانا نہیں ہوا پس اے خدا کے رسولؐ آپؐ سے میں شکایت کر رہا ہوں اور آپؐ کی اطاعت میں بڑی تسکین ہے پس خدا کی صلوٰت و رحمت اور اس کی برکتیں اس پر اور آپؐ پر ہوں۔

علامہ مجلسی نے مصباح الانوار سے نقل کیا اور انہوں نے حضرت صادقؑ سے انہوں نے اپنے آباؤ اجداد سے کہ امیر المومنینؑ نے جب جناب فاطمہؑ کو قبر میں رکھا تو فرمایا:

بسم الله الرحمن الرحيم۔ بسم الله بالله وعلى ملة رسول الله محمد بن عبدالله ﷺ سلمتك ايتها الصديقة إلى من هو اولى بك مني وجنيت لك بما رضى الله تعالى لك۔

پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى

پھر جب آپؑ نے ان پر مٹی ڈالی تو حکم دیا کہ اس پر پانی ڈالا جائے۔ پھر اس مخدرہ کی قبر کے پاس چشم گریاں اور دل محزوں وبریاں کے ساتھ بیٹھ گئے تو آپؑ کے چچا عباس نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور قبر کے پاس سے اٹھا کے لے گئے۔

شیخ شہید نے کتاب دروس کے باب مزار میں فرمایا ہے کہ حضرت فاطمہؑ دختر رسول خدا زوجہ امیر المومنینؑ والدہ حسنؑ و حسینؑ کی زیارت مستحب ہے۔

روایت ہے کہ اس مخدرہ نے فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار نے مجھے خبر دی ہے کہ جو شخص اُن پر اور مجھ پر تین دن سلام کرے تو خدا اس کے لیے جنت واجب قرار دیتا ہے۔ جناب فاطمہؑ سے عرض کیا گیا آیا آپؐ کی زندگی میں فرمایا۔ ہاں اور اسی طرح ہمارے

وفات پانے کے بعد بھی۔ جب زائر اس مخدرہ کی زیارت کرنا چاہے تو تین مقامات پر زیارت کرے آپؑ کے گھر میں، روضہ میں اور بقیع میں۔

آپؑ کی ولادت بعثت سے پانچ سال بعد واقع ہوئی اور اپنی پدر بزرگوار کی وفات کے تقریباً سو دن بعد آپؑ رحمت خدا سے واصل ہوئیں۔ انتہی

علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ جو شخص ان مخدرہ کی زیارت کرے۔ اس زیارت کے ساتھ دہ کہے۔

السلام عليك ياسيدة نساء العالمين السلام عليك ياوالدة الحج على الناس اجمعين السلام عليك ايها المظلومة الممنوعة حقها

پھر کہے۔

اللهم صل على أمتك وابنة نبيك وروجة وصى نبيك صلوٰة تزلفها فوق زلفى عبادك المكرمين من اهل السمٰوٰت واهل الارضين.

پھر اپنے گناہوں کی خداوند عالم سے بخشش طلب کرے تو خدا اسے بخش دے گا اور جنت میں داخل کرے گا اور یہ مختصر زیارت ہے جو ہر وقت پڑھی جاسکتی ہے۔

مولف کہتا ہے کہ ہم نے کتاب الجنان اور ہدیۃ الزائرین میں آپؑ کی زیارت کا ثواب اور قبر کا اختلاف اور زیارت کی کیفیت بیان کردی ہے اور اس جگہ اسی پر اکتفا کر رہے ہیں۔

واضح ہو کہ آپؑ کی چار اولادیں ہیں۔ امام حسنؑ و امام حسینؑ۔ زینب کبریٰ اور زینب صغریٰ کہ جن کی کنیت ام کلثوم تھی سلام اللہ علیہم اجمعین۔ اور آپؑ ایک فرزند سے حاملہ تھیں جس کا نام پیغمبر اکرمؐ نے محسنؑ رکھا تھا جو رسول خداؐ کی وفات کے بعد سقط ہوگیا تھا۔ شیخ صدوق نے حدیث نبوی (جو آپؑ نے امیر المومنینؑ سے فرمائی تھی کہ ان لك كنزاً في الجنة وانت زوقرنيها کہ جنت میں تمہارے لیے ایک خزانہ ہے اور تم اس امت کے ذوالقرنین ہو) کے معنی میں کہا ہے کہ میں نے اپنے بعض اساتذہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خزانہ جو پیغمبر اکرمؐ نے حضرت امیر المومنینؑ کے لیے جنت میں فرمایا یہ وہی محسن ہیں جو گھر کے دروازے کے فشار میں سقط ہوئے تھے۔

فقیر کہتا ہے کہ میں نے ان مصائب کا جو حضرت زہرا سلام اللہ علیہا پر وارد ہوئے۔ ایک مخصوص کتاب میں ذکر کیا ہے اور اس کا نام بیت الاحزان فی مصائب سیدۃ النسوں رکھا ہے جو خواہشمند ہو اس کی طرف رجوع کرے اس کتاب میں ان کی گنجائش نہیں

واللہ الموفق وھو المستعان۔

تیسرا باب

تاریخ ولادت وشہادت وسید الاوصیاء امام الاتقیاء حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ صلوٰت اللہ وسلامہٗ علیہ کے بیان میں اور آپؑ کے مختصر فضائل

اس میں چھ فصلیں ہیں۔

پہلی فصل

حضرتؑ کی ولادت باسعادت میں ہے۔ مشہور یہ ہے کہ آپؑ جمعہ کے دن تیرہ رجب کو عام الفیل کے تیسویں وسال وسط خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے۔ آپؑ کے والد گرامی ابو طالبؑ بن عبدالمطلبؑ تھے جو عبداللہؑ والد رسول خداؐ کے اعیانی (سگے) بھائی تھے اور آپؑ کی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف تھیں۔ آپؑ اور آپؑ کے بہن بھائی وہ اولین ہاشمی ہیں جن کے ماں باپ دونوں ہاشمی تھے۔ آپؑ کی ولادت کی کیفیت میں بہت روایات ہیں اور وہ جو بہت سے اسناد سے وارد ہے یہ ہے کہ ایک دن عباس بن عبدالمطلب یزد بن قعنب بنی ہاشم اور قبیلہ بنی العزیٰ کے ایک گروہ کے ساتھ خانہ کعبہ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ اچانک فاطمہؑ بن تاسد اس حالت میں کہ حضرت علیؑ ان کے شکم میں تھے اور وہ پورے دنوں سے تھیں مسجد میں تشریف لائیں۔ انھیں دروزہ شروع ہوا اور وہ خانہ کعبہ کے سامنے کھڑی ہو گئیں اور آسمان کی طرف نگاہ کر کے کہنے لگیں اے پروردگار میں تجھ پر اور جو نبی و رسولؑ اور کتابیں تو نے بھیجی ہیں ان سب پر ایمان رکھتی ہوں اور میں اپنے جد بزرگوار حضرت ابراہیمؑ کی باتوں کی تصدیق کرتی ہوں جنہوں نے خانہ کعبہ بنایا تھا۔ پس میں تجھ سے اس گھر کے حق کا اس کے بنانے والے کے حق کا اور اس فرزند کے حق کا (جو مجھؑ سے باتیں کرتا ہے اور اس گفتگو کرنے کی وجہ سے میرا مونس و مددگار ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ تیری عظمت وجلال کی آیت میں سے ہے) واسطہ دے کر سوال کرتی ہوں کہ میرے لیے اس وضع حمل کو آسان کر دے عباس اور یزید بن قعنب کہتے ہیں کہ جب فاطمہؑ اس دعا سے فارغ ہوئیں تو ہم نے دیکھا کہ خانہ کعبہ کی پچھلی دیوار پھٹی اور فاطمہؑ اس شگاف سے کعبہ کے اندر داخل ہو گئیں اور ہماری آنکھوں سے پنہاں ہو گئیں حکم خدا سے دیوار کا شگاف بھی دوبارہ مل گیا۔ اور جب ہم نے چاہا کہ خانہ کعبہ کا دروازہ کھولیں تو بہت ہی کوشش کی دروازہ نہ کھل سکا پس ہم نے سمجھا کہ یہ معاملہ خداوند عالم کی طرف سے ہے جناب فاطمہؑ اس دعا سے فارغ ہوئیں تو ہم نے دیکھا کہ

خانہ کعبہ کی دیوار کی وہی جگہ شق ہوئی جو پہلے ہوئی تھی۔اور فاطمہؑ بنت اسد اس حالت میں باہر آئیں کہ ان کا بیٹا اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب علیہ السلام ان کے ہاتھوں پر تھے اور وہ کہہ رہی تھیں۔ اے لوگو! خدا نے مجھے اپنی مخلوق میں سے چن لیا اور مجھے ان خواتین برگزیدہ پر فضیلت دی جو مجھ سے پہلے گزر چکی ہیں کیونکہ خداوند عالم نے آسیہ بنت مزاحم کو چنا۔ اور اس نے خدا کی عبادت چھپ کر ایسی جگہ کی کہ جہاں مجبوری کے علاوہ عبادت مناسب نہیں تھی یعنی فرعون کا گھر اور مریم بنت عمران کو خدا نے چنا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ان کے لیے آسان قرار دی۔ اور اس نے بیابان میں خشک درخت کو ہلایا تو تازہ کھجوریں ان کے لیے اس درخت سے گرنے لگیں لیکن خدا نے مجھے ان دونوں سے بلکہ مجھ سے پہلے گزری ہوئی تمام خواتین پر فضیلت دی۔ کیونکہ میں جنا ہے خدا کے چنے ہوئے گھر کے اندر اور تین دن تک میں اس میں اس احترام کے ساتھ رہی ہوں اور جنت کے میوے اور کھانے کھائے ہیں اور جب میں نے چاہا کہ اپنے برگزیدہ بیٹے کو لے کر باہر آؤں تو ہاتف غیبی نے مجھ سے پکار کر کہا اے فاطمہؑ اس بزرگ و برتر بیٹے کا علیؑ نام رکھنا۔ کیونکہ میں خدائے علی واعلیٰ ہوں میں نے اسے اپنی قدرت عزت وجلال سے پیدا کیا ہے۔ اور اپنی عدالت کا کامل حصہ اسے بخشا ہے اس کا نام اپنے مقدس نام سے مشتق کیا ہے۔ اسے آداب لائقہ سے مودب کیا ہے اپنے امور اس کے سپرد کیے ہیں اسے اپنے پوشیدہ علوم سے باخبر کیا ہے وہ میرے محترم گھر میں پیدا ہوا ہے۔ وہ پہلا شخص ہے جو میرے گھر کے اوپر کھڑے ہو کر اذان کہے گا۔ بتوں کو توڑے گا اور انہیں کعبہ کی چھت پر سے گرائے گا۔ اور مجھے عظمت و مجد بزرگی اور یگانگت کے ساتھ یاد کرے گا۔ وہ میرے حبیب اور تمام مخلوق سے چنے ہوئے محمدؐ (جو میرے رسول ہیں) کے بعد امام و پیشوا اور یہ اس کا وصی ہوگا۔ وہ شخص خوش بخت ہے جو اس سے محبت کرے اور اس کی مدد کرے اور جو اس کا کہنا نہ مانے اور اس کی مدد نہ کرے اور اس کے حق کا انکار کرے اس کے لیے ہلاکت ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ جب امیر المومنینؑ پیدا ہوئے تو ابو طالبؑ نے انہیں اپنے سینے سے لگایا اور فاطمہؑ بنت اسد کا ہاتھ تھامے ہوئے ابطح میں آئے اور ان اشعار کے ساتھ پکارنے لگے۔

یارب یا ذالغسق الدجی
والقمر المبتلج المضی
بین لنا من حکمک المقضی
ماذا ترٰی فی اسم ذالصبی

ان اشعار کا مفہوم یہ ہے کہ اے تاریک رات ماہ روشن اور روشنی دینے والے چاند کے پیدا کرنے والے ہمارے لیے بیان فرما کہ اس بچے کا کیا نام رکھیں۔ اچانک بادل کی طرح زمین سے کوئی چیز پیدا ہوئی اور ابو طالبؑ کے قریب آئی۔ ابو طالبؑ نے اسے پکڑا اور علیؑ کے ساتھ ہی اسے سینہ سے لگا لیا اور گھر واپس آ گئے۔ جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ ایک سبز رنگ کی تختی ہے کہ جس میں یہ لکھا ہے۔

حسلت تما بالولدار کی والطاھر المنتجب الرعی فاسمامن شامخ علی علی اشتوبیو البیاب۔
اس کا ماحصل یہ ہے۔ اے ابوطالبؑ و فاطمہ تم ایک طاہر و پاکیزہ و پسندیدہ بیٹے کے ساتھ مخصوص قرار دیئے گئے ہو۔ پس اس کا نام علیؑ ہے خداوند علی اعلیٰ نے اس کا نام اپنے سے مشتق کیا۔ پس ابوطالبؑ نے حضرتؑ کا نام علیؑ رکھا اور وہ تختی خانہ کعبہ کے دائیں کونے میں لگادی۔ یہ تختی اسی طرح ہشام بن عبدالملک کے زمانہ تک رہی۔ اس نے وہاں سے اسے اتارا اور اس کے بعد وہ ناپید ہوگئی۔ حضرتؑ کی ولادت اور اس کی کیفیت کے سلسلے میں روایات بہت ہیں لیکن اس مقام میں اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں اور یہ فضیلت حضرتؑ کی

ولادت اور اس کی کیفیت کے سلسلے میں روایات بہت ہیں لیکن اس مقام میں اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں اور یہ فضیلت حضرتؑ کی
خصوصیات میں سے ہے کیونکہ حرم کے تمام مقامات میں سے مکہ اشرف ہے اور اشرف مواضع حرم مسجد ہے اور مسجد میں اشرف جگہ کعبہ ہے اور حضرت امیر المومنینؑ کے علاوہ ایسی جگہ کوئی پیدا نہیں ہوا اور سوائے آپؑ کے سید ایام میں جو جمعہ ہے ماہ حرام میں جو رجب ہے اور بیت الحرام میں جو کعبہ ہے کوئی پیدا نہیں ہوا۔ اور حقیقت میں ھذہ من علام احد المعالی۔ وعلی ھذہٖ وفقس ماسو مھا۔ یعنی آپؑ کی بلندیوں میں سے ایک بلندی ہے اور باقی بلندیوں کا اسی پر قیاس کرلیا جائے۔ یہاں مولف نے آپؑ کی مدح میں کچھ عربی و فارسی اشعار درج کیے جنہیں ہم چھوڑ رہے ہیں۔ (مترجم)

دوسری فصل

امیر المومنینؑ کے فضائل کا بیان

اہل دانش و بینش پر پوشیدہ نہیں کہ امیر المومنین علی علیہ السلام کے فضائل قالب بیان میں نہیں آسکتے اور کسی باب و کتاب میں نہیں سما سکتے بلکہ ملائکہ سموات آپؑ کے درجات کا ادراک نہیں کر سکتے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ حضرتؑ کے فضائل کا شمار کرنا ایسا ہے جیسے دریا کے پانی کو کوزے میں بند کرنا۔ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ ہم وہ کلمات خدا ہیں کہ جنھیں شمار نہیں کیا جاسکتا ہے کیا خوب کہا ہے کسی نے (کتاب فضل ترا آب بحر کافی نیست کہ تر کنم سر انگشت و صفحہ بشمارم) اسی لیے اس احقر میں یہ جرات نہیں کہ قلم ہاتھ میں لے کر اس سلسلہ میں کچھ لکھے۔ لیکن چونکہ امیر المومنینؑ معدن کرم و جوانمردی ہیں امید واثق یہ ہے کہ پر احسان فرمائیں گے اور اس مختصر خدمت کر قبول کر لیں گے۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ معلوم ہونا چاہیے کہ فضائل یا نفسانیہ ہیں اور یا بدنیہ اور امیر المومنینؑ رسول اکرمؐ کے بعد تمام لوگوں سے ان دو انواع میں چند وجوہ سے اکمل و افضل ہیں اور ہم ان وجوہ میں سے چودہ پر اکتفاء کرتے ہیں اور اس شریف عدد سے برکت حاصل کرتے ہیں۔

پہلی وجہ: پیغمبر اکرم کی جنگوں میں تمام لوگوں کی نسبت راہ خدا میں آپؑ کا جہاد امتحان زیادہ تھا اور اس معاملہ میں کوئی شخص آپؑ کے درجہ تک نہیں پہنچ سکا۔ چنانچہ جنگ بدر میں جو کہ پہلی جنگ تھی اور جس میں مومنین کا امتحان لیا گیا امیر المومنینؑ نے ولید و شیبہ۔ عاص۔ حنظلہ، طعمہ و نوفل اور دیگر شجاعان مشرکین کو جہنم واصل کیا۔ آپؑ مسلسل جنگ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آدھے مقتولین آپؑ نے قتل کیے اور باقی آدھے تمام مسلمانوں نے تین ہزار ملائکہ مسومین کے ساتھ مل کر قتل کیے۔ پھر جنگ اُحد ہے کہ جس میں لوگ بھاگ گئے اور حضرتؑ ثابت قدم رہے۔ آپؑ دشمن کے لشکر کو پیغمبر اکرمؐ سے دور کرتے اور انہیں قتل کرتے تھے یہاں تک کہ کئی کاری زخم آپؑ کے بدن مبارک پر لگے۔ باوجود اس رنج و تکلیف کے حضرتؑ پر کوئی خوف و خطر نہیں تھا اور نہ آپؑ بھاگے بلکہ پے در پے بہادروں کو قتل کرتے رہے یہاں تک کہ جناب جبرئیل کی آسمان و زمین کے درمیان ندائے **لاسیف الا ذوالفقار ولا فتی الا علی** سنی گئی۔ دوسری جنگ احزاب تھی جس میں حضرت امیرؑ نے عمر بن عبدود کو قتل کیا اور آپؑ کے ہاتھ پر فتح ہوئی۔ پیغمبر اکرمؐ نے ان کے حق میں فرمایا کہ علیؑ کی ضربت جن وانس کی عبادت سے بہتر ہے۔ ایک جنگ خیبر تھی کہ جس میں مرحب یہودی آپؑ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ اور اتنے بڑے قلعہ کے دروازے کو آپ نے اپنے معجز نما ہاتھ سے اکھیڑا اور چالیس قدم کے فاصلے پر پھینک دیا۔ صحابہ میں سے چالیس افراد سے حرکت نہ دے سکے۔ ایک جنگ حنین تھی کہ جس میں حضرت رسولؐ دس ہزار مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگ کرنے گئے اور ابوبکر کو لوگوں کی کثرت پر تعجب ہوا۔ اور تمام شکست کھا کر بھاگ گئے۔ رسول خدا کے پاس چند افراد کے علاوہ کہ جن کے سردار امیر

المومنینؑ تھے۔کوئی بھی باقی نہ رہا۔پس آپؑ نے ابوجرول کو قتل کیا جس سے مشرکین کے دل ہار گئے اور بھاگے ہوئے مسلمان لوٹ آئے۔ان کے علاوہ دوسری جنگیں کہ جنہیں ارباب سیر وتواریخ ضبط تحریر میں لے آئے ہیں۔اور تلاش کرنے والے کے لیے ان جنگوں میں آپؑ کے جہاد وشجاعت اور عظیم ابتلاء وامتحان کی کثرت واضح ہے۔

دوسری وجہ: یہ ہے کہ امیر المومنینؑ تمام لوگوں سے زیادہ علم ودانش رکھتے تھے اور آپؑ کی اعلمیت چند جہات سے ظاہر وباہر ہے۔پہلی جہت یہ ہے کہ وہ جناب بہت ذہین وفطین اور ذکی وروشن فکر تھے۔ہمیشہ رسولؐ خدا کے ساتھ رہتے۔آنحضرتؐ سے استفادہ کرتے اور مشکوٰۃ نبوت کے نور سے اقتباس طلب فیض کرتے تھے اور یہ واضح دلیل ہے آپؑ کے اعلم ہونے کی۔علاوہ ازیں رسولؐ خدا نے دنیا سے رحلت کرتے وقت حضرتؑ کو ہزار باب علم سکھائے کہ جن میں سے ہرایک باب سے مزید ہزار باب علم کے کھلتے تھے جیسا کہ اخبار مستفیضہ بلکہ متواترہ سے مستفاد ہوتا ہے۔شیعہ وسنی روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ نے آنجنابؑ کے حق میں فرمایا۔انا مدینة العلم وعلی بابھا۔اس حدیث کا معنی یوں ہے جیسے حکیم فردوسی نے کہا ہے۔

چہ گفت آنخداوند تنزیل ووحی
خداوند امر وخداوند نھی
کہ من شہر علم علیم دراست
درست ایں سخن قول پیغمبر است
گواہی دہم کا ینسخن راز اوست

دوسری جہت ۔یہ ہے کہ اکثر اوقات احکام الٰہی صحابہ پر مشتبہ ہوجاتے اور بعض غلط فتوے دے دیتے اور حضرتؑ کی طرف رجوع کرتے تو وہ جنابؑ انہیں درست بات بتاتے اور کبھی نقل نہیں ہوا کہ آپؑ نے کسی حکم میں ان کی طرف رجوع کیا ہو۔یہ آپؑ کی اعلمیت اور فراوانی علم کی دلیل ہے۔اور صحابہ کے خطا کرنے اور ان کے حضرتؑ کی طرف رجوع کرنے کے واقعات باخبر افراد پر واضح و روشن ہیں۔

تیسری جہت: حدیث اقضاکم علی (تم میں سب سے بڑا قاضی علیؑ ہے) کا مفاد جو آپ کے اعلم ہونے کو مستلزم ہے کیونکہ فیصلہ کرنا علم کو چاہتا ہے۔

چوتھی جہت: ہرفن کے علماء وفضلا اپنے علم کا سہارا حضرتؑ کو قرار دیتے ہیں۔جیسا کہ ابن ابی الحدید کے کلمات نقل ہوئے ہیں۔وہ کہتا ہے کہ ہرایک کو معلوم ہے کہ اشرف علوم علم معرفت وخدا شناسی ہے اور اس فن کے شیعہ امامیہ استاد ہیں اور یہ بات محتاج فصاحت نہیں۔باقی رہے اہل سنت تو شاعرہ میں اس فن کا استاد ابوالحسن اشعری ہے وہ ابوعلی جبائی کا شاگرد ہے جو معتزلہ کے مشائخ اور بزرگوں میں سے ہے اور معتزلہ کا استاد واصل بن عطا ہے اور وہ ابوہاشم عبداللہ بن محمد حنفیہ کا شاگرد ہے اور وہ اپنے باپ کے شاگرد ہیں۔اور ان کے باپ محمد اپنے والد گرامی امیر المومنینؑ کے شاگرد ہیں۔اور علوم میں سے ایک علم تفسیر قرآن ہے جو سب کا سب حضرت علیؑ

سے ماخوذ ہے اور ابن عباس جو مشائخ تفسیر میں سے ہیں۔ وہ آپؑ کے شاگرد ہیں اور ایک علم نحو ہے اور سب کو معلوم ہے کہ اس علم کے مخترع اور بنانے والے آنجنابؑ ہیں ابوالاسود دؤلی نے جو اس علم کا استاد ہے آپؑ کی تعلیم سے اس علم وفن کی تدوین کی اور یہ بھی واضح ہے کہ تمام فقہاء اپنے آپ کو حضرتؑ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور آپؑ کے قضایا اور احکام سے استفادہ کرتے ہیں اور ارباب علم طریقت بھی اپنی نسبت حضرتؑ کی طرف دیتے ہیں اور تمام کے تمام مولی کا دم بھرتے ہیں اور جو خرقہ ان کا شعار ولباس ہے۔ سند متصل کے ساتھ اپنے اعتقاد کے مطابق حضرت تک پہنچاتے ہیں۔

پانچویں جہت: یہ ہے کہ حضرتؑ نے کئی مقام پر اپنے علم کی کثرت کی خبر دی ہے جیسا کہ آپؑ فرماتے تھے کہ مجھ سے آسمان کے راستے پوچھو کیونکہ میں انہیں زمین کے راستوں کی نسبت زیادہ جانتا ہوں اور بارہا لوگوں سے فرماتے۔ سلونی قبل ان تفقدونی جو چاہو مجھ سے پوچھ لو۔ اس سے پہلے کہ میں تم سے مفقود ہو جاؤں اور ہمیشہ لوگ آپؑ سے مشکل مطالب پوچھتے تھے اور جواب پاتے تھے اور یہ بات عجائب وغرائب میں سے ہے کہ آپؑ کے بعد جس کسی نے یہ دعویٰ کیا وہ انتہائی رسوا ہوا جیسا کہ یہ واقعہ ابن جوزی مقاتل بن سلیمان اور واعظ بغدادی سے ناصر بغدادی کے زمانہ میں ہوا۔ اور ان کلمات کے کہنے کے بعد ان کے رسوا ہونے کی حکایات کتب سیر وتواریخ میں مسطور ہیں اور یہ بھی ہمارے مدعا کی دلیل ہے کیونکہ منقول ہے کہ اس بات کی خبر آپؑ نے خود ہی دی اور فرمایا۔ لا یولھا بعدی الا مدع کذاب کوئی شخص میرے بعد یہ بات نہیں کرے گا مگر یہ کہ اس کا یہ دعویٰ جھوٹا ہوگا۔ اور کبھی اپنے شکم مبارک پر ہاتھ پھیر کر فرماتے کہ ان ھھنا لعلما جما۔ یہاں بہت زیادہ علم ہے اور کبھی فرماتے اگر میرے لیے اگر میرے لیے مسند علم بچھائی جائے تو میں اہل تورات کے درمیان تورات کے مطابق فتوے دوں (الخ)

وغیرہ ذلک خلاصہ یہ کہ کسی سے اتنے اصول، علم وحکمت اور کثیر فیصلے نقل نہیں ہوئے جتنے حضرتؑ سے ہوئے ہیں اور ہم آج دیکھ رہے ہیں کہ حکماء فلاسفہ مثلاً ابن سینا اور نصیر الدین محقق طوسی اور ابن میثم وغیرہ اور اسی طرح علماء اعلام اور فقہائے کرام اور دوسرے بزرگ رضوان اللہ علیہم آپؑ کے کلمات کی تفسیر وتاویل میں ایک دوسرے سے مدد لیتے ہیں اور بہت سے علوم کا آپؑ کے کلمات وقضایا سے استفادہ کرتے ہیں۔

تیسری وجہ: ان وجوہ میں سے جو آپؑ کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے۔ وہ چیز ہے جو آیت مبارکہ تطہیر اور آیہ وافی ہدایہ مباہلہ سے مستفاد ہوتی ہے اس تفصیل کے ساتھ اپنے مقام پر شرح وبسط سے بیان ہوئی ہے اور یہاں اس کی گنجائش نہیں البتہ آیت مبارکہ کے ذیل میں فخر رازی سے منقول ہے کہ جس کا ذکر یہاں مناسب ہے۔ فخر بن خطیب کہتا ہے کہ شیعہ حضرات اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالبؑ سوائے سرکار رسالتؐ کے تمام انبیاء سے اور تمام صحابہ سے افضل ہیں کیونکہ خداوند عالم فرماتا ہے۔ وانفسنا وانفسکم اور ہم اپنے نفسوں کو بلائیں اور تم اپنے نفوس کو نفس سے مراد نفس مقدس نبوی نہیں کیونکہ بالان مغائرت کو چاہتا ہے (یعنی دوسرے کو بلایا جاتا ہے نہ کہ اپنے آپ کو) انسان اپنے آپ کو نہیں بلاتا لہٰذا دوسرا کوئی شخص مراد ہونا چاہیے اور اس پر اتفاق ہے۔ نسائنا اور ابنائنا کے علاوہ انفسنا سے جسے تعبیر کیا گیا ہے وہ علی ابن ابی طالبؑ کے سوا کوئی نہیں پس معلوم ہوا کہ خدا نے نفس

علیؑ کو نفس رسولؐ کہا ہے اور چونکہ دونفسوں کے درمیان اتحاد حقیقی محال ہے۔لہٰذا مجاز مراد ہوگا۔اور علم اصول میں یہ طے شدہ امر ہے کہ لفظ کو اقرب مجازات پر حمل کرنا اس سے بہتر ہے کہ بعد پر حمل کیا جائے اقرب مجازات یہ ہے کہ علیؑ حضرت رسولؐ کے ساتھ تمام امور میں برابر اور تمام کمالات میں شریک ہیں مگر وہ چیزیں کہ جو دلیل سے خارج ہیں مثلاً نبوت جو بالاجماع خارج ہے اور علیؑ اس نبوت میں آپؐ کے ساتھ شریک نہیں باقی رہے دوسرے کمالات تو ان میں علیؑ آنحضرتؐ کے ساتھ شریک ہیں کہ جن میں سے ایک یہ ہے کہ آنحضرتؐ تمام انبیاء تمام صحابہ اور تمام لوگوں سے افضل ہیں پس علیؑ افضل ہوں گے۔ بقدر ضرورت فخر رازی کی گفتگو ختم ہوئی۔اور ابن حماد نے کیا خوب کہا ہے:

وسماه رب العرش فی الذکر نفسه
فحسبك هذا القول ان کنت زاجرا
وقال لهم هذا وصی ووارثی
ومن شد رب العالمین به ازری
علی کزری من قمیصی اشارة
بان لیس یستغنی القمیص عن الزرّ

مالک عرش نے قرآن میں اس کو نفس رسولؐ کہا ہے اگر تو باخبر ہے تو یہ بات تیرے لیے کافی ہے اور حضورؐ نے لوگوں سے فرمایا یہ میرا وصی اور وارث ہے اور یہ وہ ہے کہ جس سے رب العالمین نے میری کمر مضبوط کی ہے اور علیؑ میری قمیص کے حلقے اور بٹن کی طرح ہیں۔ یہ اشارہ کرتے ہوئے کہ قمیص بٹن سے بے پرواہ نہیں ہے۔ابن حماد نے ان تین اشعار میں حضرت امیرالمومنینؑ کے فضائل میں ایک ایک فضیلت کی طرف اشارہ کیا ہے پہلے شعر میں آیت مباہلہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔اور دوسرے شعر میں حدیث غدیر اور پیغمبر کے ان کو اپنا وصی معین کرنے کی طرف اشارہ ہے اور تیسرے شعر میں اس حدیث نبی کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں حضور نے حضرت امیر سے فرمایا جیسا کہ ان شہرآشوب نے نقل کیا ہے کہ تم میرے قمیص کے بٹن اور تکمہ ہو۔ابن حماد نے اپنے شعر میں کہا ہے کہ اس تشبیہ میں اشارہ کیا ہے کہ جس طرح قمیص کے لیے بٹن ضروری ہے اور وہ اس کی محتاج ہے۔اسی طرح نبیؐ کے لیے علیؑ کا ہونا ضروری ہے اور آپؐ اس سے مستغنی نہیں۔

چوتھی وجہ: حضرتؑ کے جود و سخاء کی کثرت۔اور یہ بات اس سے زیادہ مشہور ہے کہ بیان ہو۔آپؑ دن کو روزے رکھتے اور رات کو عبادت کرتے اور اپنا کھانا دوسروں کو دے دیتے تھے ھل اتی آپؑ کے ایثار کے سلسلہ میں نازل ہوئی اور یہ آیت اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِاللَّیْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً جو لوگ اپنے مال رات دن چھپا کر اور ظاہر بظاہر خرچ کرتے ہیں آپؑ کی شان میں نازل ہوئی۔آپؑ مزدوری کرتے اور اس کی اجرت راہ خدا میں خرچ کرتے اور خود بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھتے اور آپؑ کی سخاوت کے لیے معاویہ نے آپؑ کے متعلق کہا تھا کہ علی اگر سونے سے بھرے ہوئے گھر کا اور ایک گھاس سے

بھرے ہوئے مکان کا مالک ہو تو سونے کو پہلے تصدق کرے گا۔ یہاں تک کہ اس میں سے کوئی چیز باقی نہ بچے گی۔ جب آپؑ دنیا سے جانے لگے تو ان چند درہموں کے علاوہ کوئی چیز ترکہ میں نہیں چھوڑی کہ جن سے اپنے اہل وعیال کی خدمت کے لیے آپؑ ایک غلام خریدنا چاہتے تھے۔ اور آپؑ کا مال دنیا کو مخاطب فرمانا۔ یابیضاء یا صفراء غری غیری۔ اے چاندی اے سونے میرے غیر کو دھوکہ دے اور بیت المال کو خرچ کرنے کے بعد اس میں جھاڑو دینا اور اور اس میں نماز پڑھنا۔ سنی وشیعہ کتب میں تحریر ہے شیخ مفید رحمہ اللہ سعد بن کلثوم سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضرت صادقؑ کی خدمت میں تھا کہ انہوں نے امیرالمومنینؑ کا نام لیا اور ان کی بہت مدح وستائش کی یہاں تک کہ فرمایا خدا کی قسم علی ابن ابی طالبؑ نے مرتے دم تک کبھی حرام چیز نہیں کھائی اور کسی وقت دو امور حضرتؑ کے درپیش نہیں ہوئے کہ جن میں خدا کی رضا تھی مگر یہ کہ آپؑ ان میں سے جو زیادہ سخت اور شدید ہوتا اسے ترجیح دیتے اور کوئی مصیبت اور کام رسولؐ پر وارد ہوتا تو آپ علیؑ کو اس کے لیے بلاتے کہ امت کے کسی شخص میں ان اعمال کے بجالانے کی طاقت نہیں تھی جیسے رسول اکرم کرتے سوائے امیرالمومنین کے اور حضرتؑ کا عمل اس شخص کی طرح تھا کہ جس کے سامنے جنت وجہنم ہو کہ جس کے ثواب کی امیدوار عقاب کا خوف ہو اور آپؑ نے راہ خدا میں اپنے اُس مال سے خون پسینہ ایک کر کے حاصل کیا تھا۔ ہزار غلام خرید کر آزاد کیے آپؑ کے گھر والوں کا کھانا زیتون سرکہ اور کھجوریں ہوتیں اور آپؑ کا لباس کھردرے کپڑے سے تجاوز نہیں کرتا تھا۔ اور جب آپؑ ایسی قمیص پہنتے کہ جس کی آستین بڑھی ہوئی ہوتی تو قینچی منگوا کر اس بڑھی ہوئی آستین کو کاٹ دیتے اور آپؑ کے اہل بیتؑ میں سے کوئی شخص لباس میں علیؑ بن الحسینؑ سے زیادہ آپؑ سے شباہت نہیں رکھتا تھا۔

پانچویں وجہ: حضرت امیرالمومنینؑ کے زہد وتقویٰ کی کثرت۔ اس میں شک نہیں کہ رسول اللہ کے بعد آپؑ سب لوگوں سے زیادہ زاہد تھے اور تمام زاہد آپؑ کو خلوص کی نظر سے دیکھتے تھے۔ آپؑ زاہدوں کے سردار تھے کبھی آپؑ نے سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا۔ آپؑ کا کھانا اور لباس تمام لوگوں سے زیادہ سخت ودرشت ہوتا تھا۔ جو کی خشک روٹیوں کے ٹکڑے آپؑ کھاتے تھے اس خوف سے کہ آپؑ کی اولاد شفقت ومہربانی سے زیتون یا گھی اس میں نہ ملا دیں آپ روٹیوں کی تھیلی پر مہر لگا دیتے تھے اور کم اتفاق ہوتا کہ آپؑ روٹیوں کے ساتھ سالن استعمال کرتے۔ اور اگر کرتے بھی تو وہ نمک یا سرکہ ہوتا۔ آپؑ کی شہادت کی کیفیت میں آئے گا کہ حضرتؑ جب انیسویں کی رات افطار کے لیے جناب ام کلثوم کے گھر تشریف لے گئے تو جناب ام کلثومؑ کو دیکھا تو رونے لگے اور فرمایا، اے بیٹی دو سالن ایک طبق میں تم میرے لیے لائی ہو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں اپنے بھائی اور چچازاد اور رسولؐ خدا کی اتباع کرتا ہوں۔ پھر فرمانے لگے خدا کی قسم میں اس وقت تک روز افطار نہیں کروں گا۔ جب تک کہ ان دو میں سے ایک کو اٹھا نہیں لوگی۔ پس ام کلثومؑ نے دودھ اٹھا لیا اور آپؑ نے نمک کے ساتھ کھایا اور حمد وثنائے الٰہی بجالائے اور عبادت کے لیے کھڑے ہو گئے آپؑ نے جو خط عثمان بن حنیف کو لکھا ہے اس میں تحریر فرمایا کہ تمہارے امام نے دنیا میں دو پرانے کپڑوں اور کھانے میں جو کی دو روٹیوں پر اکتفاء کیا ہے۔ فرمایا کہ اگر میں چاہتا تو اپنی غذا صاف وشفاف شہد اور گندم کے میدے کی قرار دیتا اور ریشم کے کپڑے میرے لیے ممکن تھے لیکن یہ بعید ہے کہ ہوا وہوس مجھ پر غالب آئے اور میرا کھانا اس قسم کا ہو حالانکہ ہو سکتا ہے کہ حجاز ویمامہ میں کوئی ایسا ہو۔ روٹی بھی نہ مل سکے اور

وہ بھوکا زمین پر سو جائے کیا میں پیٹ بھر کر سو جاؤں اس حالت میں کہ میرے اردگرد بھوکے پیٹ لوگ ہیں اور اس پر ہی قناعت کر لوں کہ مجھے امیر المومنین کہیں اور میں فقراء کے ساتھ سختی اور شدائد میں شریک نہ رہوں؟ مجھے اس لیے نہیں پیدا کیا گیا کہ میں ان جانوروں کی طرح کہ جن کا ہم وغم گھاس کھانا ہو۔ خوشبو اور لذیذ کھانوں میں مشغول رہوں۔

خلاصہ یہ کہ کوئی شخص آپ کے خطب وکلمات کی سیر کرے تو عین الیقین کے ساتھ آپ کے کثیر زہد اور آپ کی دنیا سے بے نیازی کو معلوم کر سکے گا۔ شیخ مفیدؒ نے روایت کی ہے کہ حضرت نے جس سفر میں بصرہ کی طرف کوچ فرمایا تھا اور اصحاب جمل کو دفع کرنے کے لیے مقام ربذہ میں نزول اجلال فرمایا وہاں حاجی اترے ہوئے تھے وہ آپ کے خیمہ کے پاس جمع ہو گئے تا کہ آپ کی گفتگو سنیں اور کچھ استفادہ کریں آپ اپنے خیمہ میں تھے۔ ابن عباس کہتے ہیں میں آپ کے پاس اس لیے گیا کہ انہیں لوگوں کے جمع ہونے کی اطلاع دوں اور خیمہ سے آپ کو باہر لے آؤں تو میں نے آپ کو دیکھا کہ وہ اپنے جوتے کو پیوند لگا رہے تھے۔ میں نے کہا کہ ہمیں بہ نسبت اس کے کہ آپ جوتے کانٹھیں اس کی زیادہ ضرورت ہے کہ آپ ہماری اصلاح کریں آپ نے مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ جوتے کو پیوند لگانے سے فارغ ہوئے۔ تو دونوں جوتے برابر برابر رکھ دیئے۔ فرمایا میرے اس جوتے کی قیمت بتاؤ؟ میں نے کہا کہ اس کی کوئی قیمت نہیں یعنی زیادہ پھٹ جانے اور پرانے ہونے کی وجہ سے اس کی کوئی قیمت نہیں فرمایا پھر بھی میں نے کہا ایک درہم یا درہم کا کچھ حصہ فرمایا خدا کی قسم یہ جوتا میرے نزدیک بہتر اور زیادہ پسندیدہ ہے تمہاری حکومت سے مگر یہ کہ حق کا قائم کر سکوں یا باطل کو روک سکوں الخ۔ آپ کے کلمات میں سے وہ خط بھی ہے جو ابن عباس کی طرف لکھا تھا حق یہ ہے کہ وہ اس قابل ہے کہ سونے کے پانی کے ساتھ لکھا جائے۔

> اما بعد فان المرء قد یسرہ درک مالم یکن لیفوتہ ویسوئہ فوت ما لم یکن یسوکہ فلیکمن سرورک بما نلت من آخرتک وولیکن اسفک علی ما فاتک منہا وما نلت عن انید اکلما تکثر بہ فرجاً وما فاتک منہا فلا تاس علیہ جزعاً ولیکن ہمک فیما بعد الموت۔

(یعنی لوگوں کو کبھی اس چیز کا مل جانا خوش کرتا ہے کہ جس کو اس سے فوت ہونا ہی نہ تھا اور وہ تقدیر خدا مل آ چکی تھی کہ اسے ملے۔ اس چیز کا نہ ملنا غم ناک اور بدحال کر دیتا ہے کہ جسے وہ پا نہیں سکتا اور نہ ہی اسے پانا چاہیے کیونکہ حکم خدا اسے اس کا پانا اور حاصل کرنا اس کے لیے محال ہے لہذا تیری خوشی اور سرور اس چیز میں ہو جو تو نے آخرت میں سے حاصل کی ہے اور تیرا غم اس چیز میں ہو جو آخرت کے فوائد میں سے تیرے ہاتھ سے نکل گئی ہے اور جو فوائد دنیا تجھے مل جائیں ان پر زیادہ خوش نہ ہو اور اموال دنیا کے فراہم کرنے سے فرحناک اور جب دنیا تجھ سے پشت پھیرے تو غمگین نہ ہو اور جزع فزع نہ کر بلکہ تیرا چیز میں ہو جو موت کے بعد تیرے کام آئے)

جب ابن عباس نے اس خط کو پڑھا تو کہنے لگے رسول اللہؐ کے ارشادات کے بعد میں نے کسی کلام سے اتنا فائدہ نہیں حاصل کیا جتنا ان کلمات سے کیا ہے۔ بہر حال زہد دنیا اور پرہیز گاری کے سلسلہ میں ان کلمات کا مطالعہ کرنا ہر عقلمند کے لیے کافی دوانی ہے۔

چھٹی وجہ: یہ ہے کہ آپؑ سب لوگوں سے زیادہ عبادت گزار سید العابدین اور مصباح المتجدین تھے آپؑ بہت زیادہ نماز پڑھتے اور روزہ رکھتے تھے۔ خدا کے بندوں نے نماز شب اور نوافل کے قیام کو اپنانا آپؑ سے سیکھا ہے اور شمع یقین راہ دین میں اس مشعل سے روشن کی ہے۔ آپؑ کی نورانی پیشانی پر سجدہ کی کثرت کی وجہ سے گٹا پڑ گیا تھا۔ اور وہ بزرگوار نوافل کے اتنے پابند تھے کہ منقول ہے جنگ صفین میں لیلۃ الہریر میں دونوں صفوں کے درمیان آپؑ کے لیے مصلی بچھا دیا گیا تھا کہ جس پر آپؑ نماز پڑھ رہے تھے اور تیر آپؑ بے نیازی سے نماز میں مشغول تھے ایک دفعہ آپؑ کے پاؤں میں تیر لگ گیا تھا تو لوگوں نے چاہا کہ اس وقت نکالا جائے کہ جب درد کا اثر نہ ہو توقف کیا گیا یہاں تک کہ جب آپؑ نماز میں مصروف ہوئے تو تیر نکالا گیا کیونکہ اس وقت آپؑ کی پوری توجہ خداوند عالم کی طرف تھی اور کسی کی طرف ملتفت نہیں تھے یہ بات صحت کے درجہ تک پہنچی ہوئی ہے کہ آنجنابؑ ہر رات ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے اور کبھی کبھی زیادہ خوف الٰہی سے آپؑ پر غشی طاری ہو جاتی تھی اور حضرت علیؑ بن الحسین باوجود کثرت عبادت ونماز کے کہ جن کی وجہ سے آپؑ کو ذوالثفنات (گٹوں والے) اور زین العابدین کہتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ **من يقدر على عبادة على ابن ابى الب عليه السلام**۔ یعنی کسی شخص میں طاقت وقدرت ہے کہ وہ علی ابن ابی طالبؑ جیسی عبادت کر سکے۔

ساتویں وجہ: آپؑ سب لوگوں سے زیادہ حلیم الطبع اور اس شخص کو زیادہ معاف کرنے والے تھے جو آپؑ سے برائی کرتا اور اس بات کی صحت اس سلوک سے ظاہر ہے جو آپؑ نے اپنے دشمنوں سے کیا۔ مثلاً مروان بن حکم عبد اللہ بن زبیر اور سعید بن عاص آپؑ ان پر غالب آئے اور یہ لوگ قید ہو کر آپؑ کے پاس لائے گئے آپؑ نے ان تمام کو رہا کر دیا اور ان سے تعرض نہ کیا۔ اور جب صاحب ہودج وکجاوہ پر کامیابی صاحب کی نہایت شفقت ولطف سے اس سے پیش آئے اور اہل بصرہ نے آپؑ کے اور آپؑ کی اولاد کے سامنے تلواریں کھینچیں اور گالیاں تک دیں۔ جب ان پر غالب آئے تو ان سے تلوار روک لی۔ اور انہیں امان دے دی۔ ان کی اولاد اور مال غارت نہ ہونے دیئے۔ یہ بات اس سے بھی پورے طور پر واضح ہے جو آپؑ نے معاویہ کے ساتھ جنگ صفین میں برتاؤ کیا پہلے معاویہ نے لشکر کے پانی کا راستہ روک دیا تھا۔ اور آپؑ کے ساتھیوں کو پانی نہیں لینے دیا پھر آپؑ نے پانی ان کے قبضہ سے چھین لیا اور انہیں صحرائے بے آب میں دھکیل دیا تو آپؑ کے اصحاب نے کہا آپؑ بھی ان سے پانی روک لیں تا کہ وہ پیاس سے ہلاک ہو جائیں اور جنگ وجدال کی ضرورت نہ پڑے۔ فرمایا: خدا کی قسم جو کچھ انہوں نے کیا ہے میں وہ نہیں کروں گا۔ اور تلوار اس کام سے بے پرواہ کرنے والی ہے۔ آپؑ نے فرمان جاری کیا کہ پانی کا ایک گھاٹ کھول دیا جائے تا کہ معاویہ کا لشکر پانی لے سکے۔

بہت سے علماء اہل سنت نے اپنی کتب میں نقل کیا ہے کہ اہل سنت کے قابل وثوق افراد میں سے ایک نے کہا ہے کہ میں نے علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو خواب میں دیکھا تو کہا اے امیر المومنینؑ آپؑ نے جب مکہ فتح کیا تو ابوسفیان کے گھر کو مامن (جائے امن) قرار دیا

اور فرمایا جو شخص ابوسفیان کے گھر داخل ہو جائے اس کی جان بخشی ہے۔آپؑ نے اس قسم کا احسان ابوسفیان کے ساتھ کیا تھا۔اس کے پوتے نے اس کا یہ بدلہ دیا کہ آپؑ کے فرزند حسین علیہ السلام کو شہید کیا اور کیا کچھ نہ کیا۔حضرتؑ نے فرمایا کیا تو نے اس سلسلہ میں ابن صیفی کے اشعار نہیں سنے میں نے کہا نہیں آپؑ نے کہا نہیں۔آپؑ نے فرمایا اپنا جواب اس سے سنو۔

وہ کہتا ہے جب میں بیدار ہوا تو بہت جلدی ابن صیفی کے گھر گیا جو حیص وبیص کے نام سے مشہور تھا۔اور اپنا خواب اس کے سامنے بیان کیا۔اس نے چیخ ماری اور بہت رویا۔اور کہنے لگا خدا کی قسم یہ اشعار جنکا حضرت امیر المومنینؑ نے حوالہ دیا ہے میں نے اسی رات نظم کیے ہیں اور میرے منہ سے ابھی تک نہیں نکلے اور میں نے یہ کسی کے لیے نہیں لکھے تھے پس وہ اشعار اس نے مجھے پڑھ کر سنائے۔

ملكنا فكان العفو منا سجية
فلما ملكتم سال بالدم ابطح
وحللتم قتل الاسارى وطالما
غدونا على الاسرىٰ فنعفو نصفح
وحسبكم هذا التفاوت بيننا
وكل اناء بالذى فيه يرشح

(ہم حاکم ہوئے تو ہماری طبیعت وعادت معاف کرنا تھی۔لیکن جب تم حاکم ہوئے تو وادی میں خون بہنے لگا۔کئی دفعہ ہم نے قید کیا، معاف کیا اور درگزر سے کام لیا۔حالانکہ تم نے قیدیوں کو قتل اور ان کا خون حلال قرار دیا اور ہمارے تمہارے درمیان جو یہ تفاوت ہے یہ تمہارے لیے کافی ہے کیونکہ ہر برتن سے وہی اچھلتا ہے جو اس میں ہو)

آٹھویں وجہ: آپؑ کا حسن خلق اور شگفتہ روئی ہے اور یہ بات اتنی واضح ہے کہ آپؑ کے دشمنوں نے اسے آپ کا عیب سمجھا۔ عمرو بن عاص کہتا تھا کہ علیؑ بہت خوش طبع ہیں۔اور عمرو نے یہ قول عمر سے لیا ہے اس نے آپؑ کو خلافت سپرد نہ کرنے کا یہ عذر بطور عیب کے شمار کیا صعصعہ بن صوحان اور دوسرے لوگوں نے آپؑ کی تعریف میں کہا ہم میں اس طرح رہتے جیسے ہم میں سے ایک ہیں جس طرف آپؑ کو بلاتے آپ تشریف لاتے اور جو کچھ ہم کہتے وہ سن لیتے اور جہاں ہم کہتے بیٹھ جاتے باوجود اس کے ہم آپؑ سے اتنے خائف رہتے جتنا ہاتھ باندھے ہوئے قیدی کو اس شخص کا خوف ہوتا ہے جو ننگی تلوار اس کے سر پر لیے ہوئے کھڑا ہوا اور اس کی گردن اڑانا چاہتا ہو۔

منقول ہے کہ ایک دن معاویہ نے قیس بن سعد سے کہا۔خدا رحمت کرے ابوالحسنؑ پر وہ زیادہ ہنسنے والے، شگفتہ مزاج اور خوش طبع تھے قیس کہنے لگے ہاں وہ ایسے ہی تھے اور رسولؐ خدا بھی صحابہ کے ساتھ خوش طبعی کیا کرتے تھے اور ہنستے تھے۔اے معاویہ تو نے بظاہر تو ایسے کیا جیسے آپؑ کی مدح کر رہا ہے حالانکہ تیرا مقصد ان کی مذمت کرنا تھا۔خدا کی قسم اس شگفتگی اور ہنس مکھ ہونے کے باوجود

آنجناب کا دبدبہ سب سے زیادہ تھا اور وہ ہیبت تقویٰ کی وجہ سے تھی جو حضرتؑ میں تھا نہ ایسی ہیبت جو شام کے رذیل اور کمینہ لوگوں ن تیری طرف سے ہے۔

نویں وجہ: یہ کہ آپؑ خدا اور رسولؐ پر ایمان لانے میں سب لوگوں سے سابق اور پہلے شخص تھے جیسا کہ عامہ و خاصہ نے اس فضیلت کا اعتراف کیا ہے اور آپؑ کے دشمن بھی اس کا انکار نہیں کر سکے۔ چنانچہ خود امیر المومنینؑ نے منبر پر اس منقبت کا اظہار فرمایا اور کوئی شخص انکار نہ کر سکا۔ حضرت سلمان فارسی سے روایت ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا اولکم ورودًا علی الحوض واولکم اسلاماً علی ابن ابی طالب۔ حوض کوثر پر تم سے پہلے میرے پاس آنے والے اور تم سب سے پہلے اسلام لانے والے علی ابن ابی طالبؑ ہیں نیز آنحضرتؐ نے جناب فاطمہؑ سے فرمایا زوجتك اقدمهم اسلاماً واكثرهم علما میں نے تیری شادی اس سے کی جو سب سے پہلے اسلام لایا اور جو سب سے زیادہ عالم ہے۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ خداوند عالم نے پیغمبر اکرمؐ کو پیر کے دن مبعوث فرمایا او حضرت علیؑ منگل کے دن اسلام لائے اور خزیمہ بن ثابت انصاری نے اس سلسلہ میں کہا:

ما كنت احسب هذا الامر منصرفاً
عن هاشم ثم منها عن ابي حسنٍ!
اليس اوّل من صلى بقبلتهم
واعرف الناس بالآثار والسنن!
وآخر الناس عهدا بالنبي ومن
جبريل عونٌ به في الغسل والكفن

(میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ امر خلافت بنی ہاشم پھر ان میں سے ابوالحسن علیؑ سے دور رکھا جائے گا کیا یہ وہ شخص نہیں جس نے سب سے پہلے ان کے قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہے اور جو آثار نبویؐ اور سنن وطرق شرعی کو زیادہ جاننے والا ہے اور نبیؐ کے ساتھ آخری عہد اور وقت اس نے گزارا اور یہ وہ ہے کہ غسل و کفن پیغمبرؐ میں جبرئیل جس کا معاون و مددگار تھا)

شیخ مفیدؒ نے یحییٰ بن عفیف سے روایت کی ہے کہ میرے باپ نے مجھ سے کہا میں ایک دن مکہ میں عباس بن عبدالمطلب کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک جوان مسجد الحرام میں داخل ہوا۔ اور اس نے آسمان کی طرف دیکھا اور وہ زوال کا وقت تھا پس اس نے کعبہ کی طرف رُخ کیا اور نماز کے لیے کھڑا ہو گیا۔ اس اثنا میں میں نے ایک بچہ دیکھا جو آ کر اس کی دائیں طرف نماز کے لیے کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد ایک خاتون آئی اور وہ ان کے پیچھے کھڑی ہو گئی پھر وہ جوان رکوع میں گیا تو اس بچہ اور عورت نے بھی رکوع کیا۔ پھر اس جوان نے رکوع سے سر اُٹھایا اور سجدہ میں چلا گیا۔ ان دونوں نے بھی اس کا اتباع کیا میں حیرت میں آ گیا اور میں نے عباس سے کہا ان تینوں افراد کا معاملہ بہت عظیم ہے۔ عباس نے کہا ہاں ایسا ہی ہے کیا تجھے معلوم ہے کہ یہ کون

ہیں۔ یہ جوان محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب میرا بھتیجا ہے اور یہ بچہ علی ابن ابی طالبؑ میرے دوسرے بھائی کا بیٹا ہے اور خاتون خدیجہؑ بنت خویلد ہے یہ جان لو کہ میرے بھتیجے محمد بن عبداللہ نے مجھے بتایا ہے کہ اس کا خدا آسمان وزمین کا پروردگار ہے اور اسے اس نے اس دین کا حکم دیا ہے کہ جس پر وہ عمل پیرا ہے اور خدا کی قسم ان تین افراد کے علاوہ کوئی شخص اس دین پر نہیں ہے۔

دسویں وجہ: یہ ہے کہ آپؑ افصح الفصحا تھے۔ یہ بات اتنی واضح تھی کہ معاویہ نے اس کی تصدیق کی ہے جیسا کہ اس نے کہا خدا کی قسم فصاحت وبلاغت کی راہ قریش کے لیے علی کے علاوہ کسی نے نہیں کھولی اور قانون سخن اس کے علاوہ کسی نے نہیں بتایا۔ اور بلغار نے آپؑ کے کلام کی تعریف میں کہا ہے کہ خالق کے کلام کے نیچے اور مخلوق کے کلام کے اوپر ہے اور کتاب نہج البلاغہ اس سلسلہ میں قوی ترین شاہد ہے خدا اور رسولؐ ہی حضرتؑ کی فصاحت کے انداز اور آپؑ کے کلمات کی حکمت کے دقائق کو جانتے ہیں کسی شخص نے یہ تمنا نہیں کی اور کسی کے دل میں یہ خیال نہیں آیا کہ وہ آپؑ کے خطب وکلمات جیسے بنائے۔ اگر بعض علماء سنت والجماعت نے خطبہ شقشقیہ کو آپؑ کے خطبوں میں شمار نہیں کیا اور اس کی نسبت سید رضی جامع نہج البلاغہ کی طرف دی ہے تو ان کی نظر میں ایک دقیق مطلب ومقصد ہے اور ورنہ اہل ادب وباخبر افراد پر ان لوگوں کے قول کی کمزوری مخفی نہیں کیونکہ علماء اخبار نے ذکر کیا ہے کہ سید رضی کی ولادت سے پہلے ہم نے یہ خطبہ گذشتہ کتب میں دیکھا ہے اور شیخ مفید کہ جن کی ولادت سید رضی سے اکیس سال پہلے ہے۔ انہوں نے یہ خطبہ کتاب ارشاد میں نقل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اہل نقل کے ایک گروہ نے مختلف طریقوں سے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہ خطبہ امیر المومنینؑ نے مقام رحبہ میں ارشاد فرمایا۔ جب کہ میں بھی آپؑ کی خدمت میں حاضر تھا ابن ابی الحدید فصحار عرب اور علماء ادب اس بات پر متفق ہیں کہ سید رضی اور ان کے علاوہ کوئی اور قطعاً ایسے کلمات نہیں کہہ سکتا۔

گیارھویں وجہ: آنجناب کے معجزات باہرات ہیں۔ واضح ہو کہ معجزہ یہ ہے کہ کسی فرد بشر کے ہاتھ پر ایسا کام ظاہر ہو جو حد بشر سے خارج ہو۔ اور لوگ اس کا مثل ونظیر لانے سے عاجز ہوں لیکن یہ ضروری نہیں کہ صاحب معجزہ سے ہمیشہ معجزہ ظاہر ہوتا رہے جس وقت صاحب معجزہ نظر آئے تو اس کا معجزہ بھی ساتھ نظر آئے بلکہ صاحب معجزہ جب چیلنج کرے یا کوئی مدعی ان سے معجزہ طلب کرے تو وہ معجزہ دکھائے اور خارق عادت فعل کو ظاہر کرے۔ البتہ حضرت امیر المومنینؑ کے بہت سے معجزات ہمیشہ آپؑ کے ساتھ تھے اور دوست ودشمن انہیں دیکھتے تھے اور کسی میں ان کے انکار کی جرات نہ تھی وہ معجزات اس سے زیادہ ہیں کہ بیان ہو سکیں۔ ان میں سے ایک آپؑ کی شجاعت اور قوت ہے کہ دوست دشمن متفق ہیں آپؑ کرار غیر فرار اور غالب علی کل غالب تھے یہ بات ہر اس شخص کے لیے واضح وظاہر ہے جس نے آپؑ کی جنگیں مثلاً بدر واحد اور جمل وحنین وغیرہ دیکھی ہیں اور ہریر کی رات آپؑ نے پانچ سو سے زیادہ اور ایک قول کی بنا پر نو سو افراد کو تلوار سے قتل کیا اور ہر ضرب کے ساتھ تکبیر کہتے تھے اور یہ بات معلوم ہے کہ آپؑ کی تلوار زرہ اور فولادی خود میں آتی اور آپؑ کی تلوار لوہا اور فولاد کو کاٹ کر آدمی کو قتل کرتی تھی کیا کوئی شخص ایسا کر سکتا ہے یا اپنے متعلق ایسی آرزو رکھ سکتا ہے اور حضرت امیران جنگوں میں اظہار فرق عادت نہیں چاہتے تھے بلکہ یہ شجاعت اور قوت آپؑ کی شخصیت کا جز تھی ابن شہر آشوب نے بہت سے واقعات آپؑ کی طاقت وقوت کے متعلق نقل کیے ہیں۔ مثلاً آپؑ نے قماط (وہ کپڑا جس میں بچے کے ہاتھ

پاؤں لپیٹ کراسے گہوارہ میں سلایا جائے) بچپن میں پھاڑ ڈالا۔اور سانپ کی گردن مروڑ کر رکھ دی۔ آپؑ کی ماں نے آپ کا نام حیدر رکھا اور آپؑ کی انگلی کے نشان کوفہ کے ستون میں آپؑ کی ہتھیلی کے مشہد تکریت وموصل وغیرہ میں اور آپؑ کی تلوار کا نشان مکہ کے جبل ثور میں اور آپؑ کے نیزہ کا نشان جبال بادیہ کے ایک پہاڑ میں اور اس پتھر میں جو قلعہ خیبر کے نزدیک تھا مشہور ومعروف ہیں اور آپؑ کی قوت کا واقعہ چکی کے پاٹ کو طوق بنا کر خالد بن ولید کی گردن میں ڈالنا اور خالد کو انگشت شہادت اور درمیان کی انگلی سے فشار دینا کہ جس سے وہ مرنے کے قریب ہو گیا اور بری طرح چیخا اور کپڑوں میں اس کا پائخانہ نکل گیا۔سب کو معلوم ہے اور آپؑ کا بہت بڑے پتھر کو صفین کے راستہ میں چشمہ سے ہٹا کر چند ہاتھ کے فاصلے پر پھینکنا۔جبکہ بہت سے لوگ اسے ہٹانے سے عاجز آ گئے تھے اور خیبر کے دروازہ کا اکھاڑنا اور مرحب کو قتل کرنا بہت زیادہ مشہور ہے اور ہم پیغمبر اکرمؐ کے حالات تاریخ میں اس کا ذکر کر چکے ہیں ان شہر آشوب نے فرمایا ہے کہ امیر المومنینؑ کے عجائب وغرائب اور معجزات میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کافی مدت اور سالہا سال خدمت رسولؐ میں جہاد کرتے رہے اور اپنی خلافت کے زمانہ میں ناکثین قاسطین ومارقین سے سخت جنگیں کرتے رہے لیکن آپؑ نے کبھی شکست نہیں کھائی اور کبھی آپ کو بری قسم کا کوئی زخم نہیں لگا۔اور جب بھی آپؑ نے کسی مدمقابل سے جنگ کی تو آپؑ نے اس پر کامیابی حاصل کی اور کوئی مدمقابل آپؑ کی تیغ سے بچ کر نہ جا سکا اور جس علم کے نیچے آپؑ نے جنگ کی دشمنوں کو مغلوب ذلیل کیا اور کبھی انبوہ لشکر سے نہیں ڈرے اور ہمیشہ دشمن کی طرف دوڑ کر گئے جیسا کہ روایت ہے کہ جب آپ عمرو بن عبدود کے مقابلہ گئے تو چالیس ہاتھ کی چھلانگ لگائی۔اور یہ بات عادت کے خلاف ہے اور دوسرا یہ کہ آپؑ نے عمرو کے پاؤں کاٹ ڈالے باوجود لباس اور ہتھیاروں کے جو اس نے پہن رکھے تھے اور آپؑ کا مرحب جہود کو سر سے لے کر پاؤں تک برابر کے دو ٹکڑے کرنا باوجودیکہ اس کا سارا جسم لوہے اور فولاد سے گھرا ہوا تھا۔الخ

اور ایک آپکی فصاحت وبلاغت ہے کہ جس میں فصحاء عرب اور علماء ادب کا اتفاق ہے کہ آپ کا کلام مخلوق کے کلام سے بلند اور خالق کے کلام کے تحت ہے جیسا کہ اس کی طرف سابق میں اشارہ کیا جا چکا ہے۔اور ایک آپ کا علم وحکمت ہے کہ جس کی مقدار خداوند اور رسولؐ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور جس کی تشریح نہیں ہو سکتی۔پس جو شخص معلم ومدرس کے بغیر معارج علم وحکمت میں اس عروج پر پہنچے کہ کوئی فرد اس کی تمنا نہ کر سکے تو یہ واضح معجزہ ہے اور ایک آپؑ کی سخاوت ہے کہ جو کچھ آپؑ کے ہاتھ میں آیا آپؑ نے خرچ کیا اور جناب فاطمہؑ وحسنینؑ کے ساتھ تین شب وروز، روزہ سے گزارے اور اپنا کھانا مسکین ویتیم واسیر کو دیدیا اور حالت رکوع میں قیمتی انگوٹھی دے دی تو خداوند عالم نے ان کے اور ان کے اہل بیتؑ کی شان میں سورہ ھل اتی اور آیت انما نازل کی یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ آپ نے اپنے خون پسینہ کی کمائی سے ہزار غلام آزاد کیے اور ایک چیز آپ کی عبادت وزہد وتقویٰ ہے علماء ہے کہ کوئی شخص ایسی عبادت نہ کر سکا۔آپ نے ساری زندگی جو کی روٹی پر قناعت کی سر کے اور نمک کے علاوہ کسی سالن کی خواہش نہیں کی۔اس خوراک کے باوجود وہ قوت وطاقت تھی کہ جس کی طرف کچھ اشارے کیے جا چکے ہیں اور یہ بھی معجزہ ہے کیونکہ یہ چیز حد بشر سے خارج ہے اور یہ بھی اسی ذیل میں ہے کہ آپ کا عفو وعلم ورحمت وشدت ونقمت وشرف وتواضع کہ جنہیں اجتماع ضدین سے تعبیر کیا جاتا ہے۔یہ بھی آپ کی

معجزانہ شان ہے۔جیسا کہ سید رضی اللہ عنہ، نے نہج البلاغہ کی ابتداء میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے فرماتے ہیں جو شخص تامل وتدبر کرے۔آپ کے خطب وکلمات میں اور یہ ایسا شخص ہوگا جو اپنے گھر کے گوشہ میں رہتا ہوگا یا کسی پہاڑ کی چوٹی پر تنہا رہتا ہوگا۔سوائے اپنی ذات کے اس نے کسی کو دیکھا ہی نہیں اور کبھی یہ تصور نہیں کرے گا۔اور اسے یقین نہیں آئے گا۔کہ یہ کلمات اس شخص کے ہیں کہ جو شمشیر برہنہ لے کر دریائے حرب وضرب میں غوطہ زن ہو جاتا تھا۔اور اکیلا بہادروں کے سر کاٹ لاتا تھا اور زمانہ کے پہلوانوں کو خاک میں ملا دیتا تھا اور ہمیشہ اس کی تلوار سے خون ٹپکتا تھا اور باوجود اس کے وہ زاہد الزاہدا اور بدل الابدال تھا یہ بات حضرت کے فضائل عجیب اور خصائص لطیفہ میں سے ہے کہ آپ میں متضاد صفات جمع تھیں۔صفی علی نے امیر المومنینؑ کی مدح میں کیا خوب کہا ہے:

جمعت فی صفتك الاجدا فلهذ مرت لك الانداد زاهد حاكم حليم
شجاع فاتك فامك فقير اجواد. شيمٌ ماجمعر فی بشر قط ولا حاز مثلهن
العباء خلق يخجل النسيم من الطف وبأس يذوب منه الجهاد.

آپ کی صفات میں اضداد جمع ہیں اسی لیے آپ کے مدمقابل مفقود ہیں آپ زاہد و احکم، حلیم وشجاع، مجاہد وعابد، فقیر وجواد ہیں یہ ایسے خصال ہیں جو کسی بشر میں کبھی جمع نہیں ہوئے اور نہ خدا کے بندے انہیں پا سکے ہیں خلق حسن ایسا کہ جس کی لطافت سے بانسیم شرما جائے اور قوت وطاقت ایسی کہ پتھر اس سے پگھل جائے۔خلاصہ یہ کہ آپ تمام صفات میں سوائے اپنے پسر عم کے تمام مخلوقات سے برتر ہیں۔اور آپ کا وجود مبارک عالم آفرینش میں ممکنات پر محیط ہے اور بزرگ ترین معجزات میں سے ہے اور کسی شخص کو اس سے انکار کی مجال نہیں بابی انت وامی یاآیۃ اللہ العظمی والنباء العظیم باقی رہے وہ معجزات جو کہا ہے بگا ہے حضرتؑ سے ظاہر ہوئے وہ حدود شمار سے خارج ہیں اور یہ احقر بطور اجمال ان میں سے چند کی طرف اشارہ کرتا ہے تاکہ وہ فہرست کا کام دیں۔اہل خیر کے لیے آنحضرتؑ کے معجزات میں سے وہ معجزات ہیں جن کا تعلق جانوروں اور جنات کے منقاد ومطیع ہونے سے ہے جیسا کہ حدیث شیر واقعہ جویریا بن مسھر اور آپ کا منبر کوفہ پر سانپ کے ساتھ گفتگو کرنا پرندوں بھیڑیئے اور جری مچھلی (ملی مچھلی) آپ سے کلام کرنا۔فرات کی مچھلیوں کا آپ کو امیر المومنینؑ کہہ کر سلام کرنا۔اور کوے کا آپؑ کا جوتا اٹھانا اور اس سانپ کا گرنا۔آذربائیجان کے شخص اور اس کے سرکش اونٹ کا واقعہ اور مرد یہودی کا واقعہ اس کے مال کا مفقود ہونا۔اور جنات کا امیر المومنینؑ کے حکم سے اس کے مال کو لے آنا۔اور وادی عقیق وغیرہ میں حضرتؑ کا جنات سے بیعت لینا۔اور ایک قسم آپؑ کے معجزات کی وہ ہے کہ جس کا تعلق جمادات ونباتات کے ساتھ ہے مثلاً سورج کا رسول اکرمؐ کے زمانہ میں اور آپؑ کی وفات کے بعد بابل کی سرزمین میں آنجنابؑ کے لیے واپس آنا اور بعض علماء نے سورج کے واپس آنے کے جواز میں کتاب لکھی ہے اور حضرت کیلئے کئی مقامات پر سورج کے لوٹنے کو ثابت کیا ہے اور کئی مقامات پر سورج کا آپؑ سے کلام کرنا اور زمین کا حضرتؑ کے حکم سے ساکن ہونا۔جب کہ حضرت ابوبکر کے زمانہ میں مدینہ میں زلزل پیدا ہوا تھا۔۔زمین کی حرکت نہیں رکتی تھی آپؑ کے حکم سے قرار

پکڑ گئی اور آپؑ کے دست حق پرست پر کنکریوں کا بولنا۔ اور آپؑ کا طی الارض کر کے مدین میں سلمانؓ کے جنازہ پر پہنچ کر ان کی تجہیز کرنا اور ابو ہریرہ کو طی الارض کے ذریعہ چلا کر اس کے گھر میں پہنچانا جب اس نے شکایت کی تھی کہ میں اہل وعیال واولاد کو دیکھنے کا بہت شوق رکھتا ہوں اور ایک حدیث بساط ہے کہ آپؑ نے صحابہ کی ایک جماعت کو فضا کی سیر کرائی اور انہیں اصحاب کہف کے غار میں لے گئے اور اصحاب نے اصحاب کہف پر سلام کیا تو سوائے امیر المومنینؑ کے کسی کو انہوں نے جواب نہ دیا۔ حضرتؑ سے انہوں نے گفتگو کی اور آپ کا قرض خواہ کے لیے سونا بنانا اور گرنے والی دیوار کو نہ گرنے کا حکم دینا کہ جس کے نیچے آپؑ بیٹھے ہوئے تھے اور زرہ کے لوہے کا آپؑ کے ہاتھ میں نرم ہونا جیسا کہ خالد کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ آنجنابؑ زرہ کے حلقوں کی اپنے ہاتھ سے اصلاح فرمارہے تھے اور مجھ سے فرمایا اے خالد خداوند عالم نے ہماری وجہ اور برکت سے جناب داؤد کے لیے ان کے ہاتھ میں لوہے کو نرم کیا تھا اور مدینہ کے کھجور کے درختوں کا آنجنابؑ اور ان کے پسر عم رسولؐ خدا کی فضیلت کی گواہی دینا اور رسول خدا کا فرمانا کہ اے علیؑ مدینہ کی کھجوروں کا نام صیحانی رکھو۔ چونکہ انہوں نے میری اور تمہاری فضیلت کو ظاہر کیا ہے اور امرود کے درخت کا آپؑ کے معجزہ سے سرسبز ہونا اور کمان کا آپؑ کے حکم سے اژدہا بن جانا اس قسم کے معجزات شمار سے باہر اور یمن کے علاقہ کے شجر وحجر کا آپؑ پر سلام کرنا۔ اور حضرتؑ کے حکم سے دریائے فرات کے پانی کا کم ہونا اس حالت میں کہ اس میں طوفان آیا ہوا تھا ایک قسم آپؑ کے معجزات شمار سے باہر ہیں۔ اور یمن کے علاقہ کے شجر وحجر کا آپؑ پر سلام کرنا۔ اور حضرتؑ کے حکم سے دریائے فرات کے پانی کا کم ہونا اس حالت میں کہ اس میں طوفان آیا ہوا۔ تھا ایک قسم آپؑ کے معجزات کی وہ ہے جو بیماروں اور مردوں کے متعلق ہے مثلاً ہشام بن عدی ہمدانی کے کٹے ہوئے ہاتھ کا جنگ صفین میں جڑ جانا اور اس سیاہ رنگ کے شخص کا ہاتھ جڑ جانا جو آپؑ کے موالی اور محبوں میں سے تھا۔ اور آپؑ کے حکم سے چوری کرنے کی وجہ سے اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تھا اور بابل کے علاقہ میں بوسیدہ کھوپڑی کا حضرتؑ سے گفتگو کرنا کہ جہاں مسجد بنائی گئی تھی اور اب بھی وہ جگہ مسجد روشمس کے قریب حلہ میں مشہور ہے اور تحسیۃ الزائر وہدیہ میں مسجد روشمس اور جمجمہ (کھوپڑی) کی طرف شرح وبسط کے ساتھ اشارہ کیا گیا ہے۔ اور ایک واقعہ ہے حضرتؑ کا سام بن نوح کو زندہ کرنا اور اصحاب کہف کو زندہ کرنا یہ حدیث بساط میں ہے جس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے حضرت امام باقرؑ سے منقول ہے کہ رسولؐ خدا ایک دفعہ بیمار ہوئے اور حضرت امیر المومنینؑ نے انصار کے ایک گروہ کو مسجد میں انصار کے ایک گروہ کو مسجد میں دیکھا آپؑ نے فرمایا تم چاہتے کہ رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضری دو۔ انہوں نے عرض کیا جی ہاں پس آپؑ نہیں آنحضرتؐ کے دروازے پر لے آئے اور اجازت لے کر مجلس رسولؐ میں حاضر کیا اور خود رسولؐ کے سرہانے آ بیٹھے اور اپنا ہاتھ پیغمبر اکرمؐ کے سینہ پر لگا کر فرمایا یا ام ملدم اخرجی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ۔ (بخار سے حضرتؑ نے کہا نکل جاؤ) فوراً بخار رسول اکرمؐ کے جسم سے زائل ہوا اور آنحضرتؐ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا اے فرزند ابوطالبؑ خداوند عالم نے اتنے اچھے کمالات تجھے عطا فرمائے کہ بخار تجھ سے بھاگتا ہے اور کیا خوب کہا ہے منصور عبدی نے۔

من زالتِ الحمی عن الطهر به
من ردت الشمس له بعد العشاء
من عبر الجیش عن الماء ولم
یخش علیه بللٌ ولا ندیٰ

وہ شخص کہ جس نے پاکیزہ رسولؐ سے بخار دور کیا جس کے لیے سورج عشاء کے بعد پلٹ آیا جس نے پانی سے لشکر کو گزارا کہ جسے پانی سے تر ہونے کا خوف نہ رہا۔

نیز ابن شہر آشوب نے عبدالواحد بن زید سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں خانہ کعبہ کے طواف میں مصروف تھا میں نے ایک لڑکی کو دیکھا کہ اس نے اپنی بہن کے لیے قسم کھائی امیر المومنینؑ کے نام کی ان کلمات کے ساتھ **لا وحیِ المنتخب بالوصیة الحاکم بالسویة العادل فی القضیة العالی لبیة زوج فاطمة المرضیه ماکان کذا۔**

اس کے حق کی قسم جو وصایت پیغمبرؐ کے لیے چنا گیا جو بالسویہ حکم کرتا ہے جس کا فیصلہ عادلانہ ہوتا ہے جس کے گواہ بلند مرتبہ ہیں جو فاطمہؑ کا شوہر ہے جو خدا کے ہاں پسندیدہ تھی ایسا کام مجھ سے نہیں ہوا پس مجھے تعجب ہوا کہ یہ لڑکی اس چھوٹی سی عمر میں حضرت امیر المومنینؑ کی ان کلمات کے ساتھ کس طرح مدح کر رہی ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا علیؑ کو جانتی ہے کہ جس کی تمجید کے ساتھ مدح کر رہی ہے کہنے لگی میں کس طرح اس شخص کو نہیں جانتی کہ جنگ صفین میں جس کی نصرت میں میرا باپ شہید ہوا اور جب ہم یتیم ہو گئے تو حضرتؑ ایک دن ہمارے گھر تشریف لائے اور میری اس بہن کو جو یہاں موجود ہے وہ آپؑ کی خدمت میں لے آئی۔ جبکہ چیچک کے مرض نے مجھے نابینا کر دیا تھا۔ جب آپؑ کی نظر مجھ پر پڑی تو ایک آہ کھینچی اور یہ دو اشعار پڑھے:

ما ان تاوهت من شی رزئت به
کما تاوهت للاطفالِ فی اصغرِ
قدمات الدهر من کان یکفلهم
فی النائبات وفی الفسارِ والحضر

"میں کسی مصیبت میں اتنی آہ وزری نہیں کرتا۔ جتنی ان چھوٹے بچوں کے لیے آہ وزاری کرتا ہوں کہ جن کا باپ مرجائے جوان کی شدائد سفر وحضر میں کفالت کرتا تھا۔ پھر آپؑ نے اپنا ہاتھ میرے چہرہ میں پھیرا اسی وقت آپؑ کے دست معجزہ نما کی برکت سے میری آنکھیں بینا ہو گئیں چنانچہ تاریک رات میں بھٹکنے والے اونٹ کو مسافت دور سے دیکھ لیتی ہوں۔"

ایک قسم آپؑ کے معجزات کی ان دشمنوں کو عذاب کرنا اور ہلاک کرنا ہے جو آپؑ کی دشمنی اور خصومت پر قائم تھے مثلاً اس شخص کو جو آپؑ کو سب وشتم کرتا تھا۔ اونٹ کے پاؤں کے نیچے ہلاک کرنا اور عبیداللہ محدث کا اندھا ہو جانا جو آپؑ کی فضیلت کا منکر تھا۔ اور خطیب دمشقی کا کتے کی شکل میں ہو جانا اور ایک دوسرے شخص خنزیر کی شکل میں ہو جانا اور ایک شخص کے چہرہ کا سیاہ

ہو جانا اور دریا سے ایک گائے کا باہر آنا اور اوسط میں بدگو خطیب کو قتل کرنا اور ایک بدکلامی کرنے والے کا نیند میں گلا دبانا۔اور ایک بدکلام کو سلس البول کا مرض ہو جانا۔اور بہت سے لوگوں کا عالم خواب میں ہلاک ہونا جو آپؑ کی شان میں ناسزا کہتے تھے۔ مثلاً احمد بن حمدون موصلی اور ذبح ہونا محمد بن عباد بصادی کے ہمسائے کا اور ان کے علاوہ اور لوگ کہ جنہوں نے عذاب الٰہی کا مزہ دنیا میں چکھا ہے چونکہ وہ حضرت کو سب و شتم کرتے تھے اور اس شخص کا اندھا ہو جانا جو آپؑ کی تکذیب کرتا تھا۔اور حارث بن نعمان فہری کا معذب ہونا جس نے جناب امیرؑ کے مولا ہونے سے سرتابی کی تھی اور اس سے بہت کراہت کا اظہار کیا تھا۔اور احقر نے اس کا واقعہ ثعلبی اور دوسرے آئمہ اہل سنت سے فیض قدیر میں نقل کیا ہے اور ابن تیمیہ حرانی نے جو اعتراضات اس حدیث شریف پر کیے ہیں انہیں معور اور اس کے خرافات کو ہباء منثور قرار دیا ہے۔

ایک قسم آپؑ کے معجزات کی وہ ہے جو آپؑ کی شہادت کے بعد اور ان میں سے کچھ آپؑ کی قبر شریف سے ظاہر ہوئے ہیں اور ایک قسم آپؑ کے معجزات کی اخبار غیب کی خبر دینا ہے کہ اس کے بعد ان میں سے بعض کی طرف انشاء اللہ اشارہ ہوگا۔خلاصہ یہ ہے کہ آپؑ کے معجزات واضح اور روشن ہیں کہ جن کا کوئی شخص بھی انکار نہیں کر سکتا۔یا اباالحسن یا امیر المومنین میرے ماں باپ آپؑ پر قربان ہو جائیں آپؑ وہ ہیں کہ آپؑ کے دشمنوں نے ہمیشہ کوشش کی کہ آ کے فضائل کے نور کو خاموش کر دیا اور آپؑ کے دوستوں میں ذکر مناقب کی طاقت نہیں تھی اور وہ خوف اور تقیہ کی وجہ سے آپ کے فضائل کے نور کو خاموش کر دیں اور آپؑ کے دوستوں میں ذکر مناقب کی طاقت نہیں تھی اور وہ خوف اور تقیہ کی وجہ سے آپ کے فضائل چھپاتے تھے باوجود اس کے فضائل و مناقب لوگوں کے لیے اتنے ظاہر ہوئے ہیں کہ مشرق و مغرب عالم کو گھیر لیا ہے اور دوست و دشمن آپؑ کے مناقب کے بیان کرنے میں رطب اللسان ہیں۔

شهد الانام بفضله حتى العدیٰ
والفضل ما شهدتْ به الاعداءُ

لوگوں نے آپ کے فضل کی گواہی دی دشمنوں تک نے اور فضیلت وہ ہے کہ جس کی گواہی دشمن بھی دے۔"

ابن شہر آشوب نے نقل کیا ہے ایک عرب عورت مسجد کوفہ میں کہہ رہی تھی اے وہ جو شخص آسمانوں زمینوں اور دنیا و آخرت میں مشہور و معروف ہے سلاطین جور اور جابرہ زمانہ نے کمر ہمت باندھ رکھی ہے کہ وہ تیرے نور کو خاموش کریں لیکن خدا نہیں چاہتا اور اس نے اس کی روشنی زیادہ کر دی ہے۔لوگوں نے کہا کہ اس سے تیری مراد کون شخص ہے کہنے لگی۔امیر المومنینؑ یہ کہ نظروں سے غائب ہو گئی۔اور روایات مستفیضہ کے ساتھ شعبی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں ہمیشہ سنتا تھا کہ بنی امیہ کے خطیب منبروں پر امیر المومنینؑ کو سب و شتم کرتے اور حضرتؑ کے متعلق بدکلامی کرتے تھے باوجود اس کے گویا کوئی آپ کا بازو پکڑ کر آپ کو آسمان پر لے جاتا اور آپؑ کی رفعت و مرتبت کو ظاہر کرتا اور یہ بھی میں نے سنا کہ وہ ہمیشہ اپنے اسلاف و گذشتگان کے مناقب بیان کرتے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ مرادشئے لوگوں کے سامنے رکھتے ہیں یعنی جتنی مدح اور خوبی اپنے بڑوں کی بیان کرتے اس سے بدبو عفونت

زیادہ ظاہر ہوتی اور یہ بھی خرقِ عادت اور روشن معجزہ ہے ورنہ اس حالت میں تو آپؑ کی کوئی فضیلت ظاہر نہ ہوتی اور آپ کا نور بجھ جاتا بلکہ مناقب کے بجائے گھڑے ہوئے ہوئے معائب ومثالب منتشر ہوتے نہ یہ کہ آپؑ کے فضائل ومناقب مشرق ومغرب عالم کو پر کردیتے اور دوست ودشمن مجبوراً آپؑ کی دشمن مجبوراً کی مدح کرتے۔ یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم ویابی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکافرون۔ یعنی وہ چاہتے ہیں کہ اپنی پھونکوں سے نورِ خدا کو خاموش کردیں۔ خدا نے انکار کیا تا کہ اپنے نور کو مکمل وتمام کرے اگرچہ کافر برا مناتے رہیں اور دشمن اسی طرح کی کوشش کرتے رہے کہ بیخ سے اکھاڑ پھینکیں اور ان کا نام ونشان باقی نہ رہنے دیں کتنے علومین کو انہوں نے شہید کیا اور قسم قسم کی سختیوں سے انہیں تکلیف دی بعض کو تیغ وشمشیر سے، بعض کو بھوک اور پیاس کی حالت میں قتل کیا اور کچھ زندہ ستونوں، دیواروں اور بنیادوں کے نیچے چن دیئے گئے اور بہت سوں کو قید وبند میں رکھا اور جو تھوڑے سے ان کے ہاتھ سے بچ نکلے وہ جان کے خوف سے اپنے شہروں سے دُور چلے گئے اور بیابانوں میں منتشر ہو گئے اور لوگوں نے بھی اپنی جان کے خوف اور جابر بادشاہوں کا قرب حاصل کرنے کے لیے ان سے دوری اختیار کی۔ باوجود اس کے الحمد اللہ وہ ہر جگہ اتنے ہیں کہ جنھیں شمار نہیں کیا جا سکتا اور اولادِ انبیاء اولیا بلکہ تمام لوگوں کی اولاد سے زیادہ ہیں اور یہ چیزیں بھی خرقِ عادت اور معجزہ واضح ہے۔

بارھویں وجہ: حضرتؑ کا غیب کی خبریں بتانا اور وہ خبریں اس سے زیادہ ہیں کہ شمار ہو سکیں اور یہ احقر ان میں سے چند کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

(پہلی خبر) کئی دفعہ یکے بعد دیگرے خبر دی کہ ابن ملجم میرے سر کو تلوار سے دونیم کرے گا اور سر کے خون سے میری ڈاڑھی خضاب ہوگی۔

(دوسری خبر) آپ نے خبر دی کہ امام حسنؑ کی شہادت زہر سے ہوگی اور متعدد بار آپؑ نے اپنے فرزند امام حسینؑ کی خبر دی اور جب آپؑ کربلا سے گزر رہے تھے تو مردوں کی قتل گاہ، عورتوں کی خیمہ گاہ اور اونٹوں کے بٹھانے کی جگہ بتائی اور براء بن عازب سے فرمایا کہ تو حسینؑ کی شہادت کے زمانہ میں ہوگا۔ لیکن ان کی نصرت نہیں کرے گا۔ اور آپؑ نے حجاج بن یوسف ثقفی اور یوسف بن عمرو کی حکومت اور ان کے خون خرابہ کرنے کی خبر دی اور آپؑ نے خوارج نہروان کے نہر کو عبور نہ کرنے اور قتل ہونے اور ذوالثدیہ جو خوارج کا سرکردہ تھا اس کے قتل ہونے کی خبر دی اور اپنے اصحاب میں سے ایک گروہ کے انجام کار اور ہر ایک کے قتل کی کیفیت بتائی۔ جیسا کہ آپؑ نے جویریہ بن مسہر اور رشید ہجری کے ہاتھ پاؤں کاٹے جانے اور ان کے سولی پر چڑھنے کی خبر دی۔ اور میثم تمار کی شہادت کی کیفیت اور یہ کہ فلاں کھجور کے درخت پر سولی دی جائے گی۔ اور وہ سولی عمرو بن حریث کے گھر کے نزدیک ہوگی۔ اور قنبر وکمیل وحجر بن عدی وغیرہ کی شہادت کی خبر دی۔ اور ناکثین وقاسطین ومارقین سے جنگ کرنے اور طلحہ وزبیر کے دلی ارادہ کی خبر دی۔ جب وہ آپؑ کی بیعت توڑنے اور آپؑ سے جنگ کی تیاری کے لیے مکہ کی طرف جانا چاہتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ ہم عمرہ کرنے جاتے ہیں اور آپؑ نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ اس کے بعد طلحہ وزبیر کے لشکر کثیر کے ساتھ ملاقات ہوگی اور جب

سلمان نے مدائن میں وفات پائی۔ تو آپؑ نے ان کی وفات کی خبر دی اور بنی امیہ و بنی عباس کی خلافت وحکومت اور بعض خلفاء بنی عباس کے زیادہ مشہور خصائل وخصائص بتائے مثلاً سفاح کی رافت ونرمی منصور کی خونریزی اور ہارون رشید کی سلطنت کی وسعت اور مامون کی دانائی اور متوکل کے بعض وعناد کی زیادتی اور اس کے بیٹے کا اسے قتل کرنا اور معتمد و تکلیف وسختی اور معتضد کا علویین سے اچھا سلوک اور مقتدر کا قتل ہونا اور ان کے تین بیٹوں راضی، متقی ومطیع کا خلافت پر تسلط اور اس کے علاوہ اور چیزیں جو اہل تاریخ وسیر سے مخفی نہیں اور یہ خبریں اس خطبہ میں ہیں جو آپؑ نے ارشاد فرمایا تھا۔

ویل ھذہِ الامۃ من رجالھم الشجرۃ الملونۃ التی ذکرھا ربکم تعالیٰ اولھم خضرٌ وآخرُھم ھزما ثم یلی بعدھم امر ھذہِ الامۃ رجالٌ اولھم ارافھم وثانیھم افتکھم وخامسھم کبسھم وسابعھم اعلمھم وعاشرھم اکفرھم یقتلہٗ اخضبھم بہ وخامس عشرھم کثیر الغناء قلیل الفناء سادس عشرھم اقضاھم للذھم واوصلھم للرحم کانی اری ثامن عشرھم تفحص رجلاہ فی رمہ بعد ان یاخذہ جندہ بکظمہ من ولدہ ثلاث رجالٍ سیرتھم سیرۃ الضلالِ......

ہلاکت ہے اس امت کے لیے ان مردوں سے جو کہ شجرہ ملعونہ ہیں کہ جس کا ذکر تمہارے رب نے کیا ہے۔ پہلا ان کا سبز قبہ والا ہوگا۔ اور آخری شکست خوردہ پھر اس امت کے حاکم وہ لوگ ہوں گے جن کا پہلا زیادہ نرم مزاج دوسرا خونریز کرنے والا پانچواں ان کا مینڈھا ہوگا۔ ساتواں زیادہ صاحب علم دسواں زیادہ کافر جس کو ان میں سے جو اس کا زیادہ قریبی ہوگا قتل کرے گا۔ پندرھواں سختی میں زیادہ ہوگا۔ کم بے نیازی والا ہوگا۔ سولھواں وعدوں کو پورا کرنے والا۔ اور زیادہ صلہ رحمی کرنے والا گویا میں ان کے اٹھارویں کو دیکھ رہا ہوں کہ جو اپنے خون میں ایڑیاں رگڑ رہا ہے بعد اس کے کہ اس کا لشکر اس کا گلا گھونٹ دیگا۔ اس کی اولاد میں سے تین اشخاص ہوں گے جن کی سیرت گمراہوں جیسی ہوگی......

آخر خطبہ تک کہ جس میں آپ نے معتصم کے بغداد میں قتل ہونے کو بیان فرمایا ہے۔ جیسا کہ فرماتے ہیں لکانی اراہ علی جسر الزوراء قتیلا ذالک بما قدمت یداک وان اللہ لیس بظلامٍ للعبید گویا میں زوراء (بغداد) کے پل پر اسے مقتول دیکھ رہا ہوں یہ تیرے ہاتھوں کا کیا ہوا ہے اور خدا اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا اور آپؑ نے کوفہ میں فتنوں کے واقع ہونے اور ظالم سرکردوں (جنھوں نے کوفہ میں ظلم وستم کے جھنڈے گاڑے ہیں) کے قتل ہونے یا مصیبتوں میں مبتلا ہونے کو بیان فرمایا۔ ارشاد ہوتا ہے گویا تجھے اے کوفہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تو اس طرح بڑھ رہا ہے جیسے بازار عکاظ کا چمڑا بڑھتا ہے اور خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ کوئی جبار تیرے متعلق برا ارادہ نہیں کرے گا۔ مگر یہ کہ خدا اسے قتل کردے گا۔ یا کسی سخت مصیبت میں مبتلا کرے گا۔ اور ویسا ہی ہوا جیسا کہ

حضرتؑ نے خبر دی تھی۔ اور زیاد بن ابیہ یوسف بن عمرو حجاج ثقفی اور اس قسم کے دوسرے لوگ جنہوں نے کوفہ میں ظلم وستم کی بنیاد رکھی ان کا مبتلا ہونا ہلاک ہونا اور بدترین حالت میں مرنا اپنی جگہ پر شرح وبسط سے مذکور ہے اور آپؑ نے لوگوں کو خبر دی کہ معاویہ تمہیں سب وشتم کرنے کی پیش کش کرے گا اور آپؑ نے ابن عباس کو ذی وقار میں بتایا کہ کوفہ کی طرف سے آپؑ کی بیعت کے لیے ایک لشکر آئے گا۔ جس کی تعداد ایک ہزار ہوگی نہ اس سے کم اور نہ زیادہ اور جو واقعات بصرہ میں ہونے والے تھے اور صاحب زنج کے متعلق آپؑ نے ان کلمات میں خبر دی جو احنف بن قیس سے فرمائے۔ جو ہم اولاد امام زین العابدینؑ کی فصل میں اس کی طرف اشارہ کریں گے۔ اور ہلاکو خاں کے لشکر اور ان کے فتنوں کی خبر دی اور جو خطبہ جنگ جمل کے موقعہ پر بصرہ میں دیا۔ اس میں اہل بصرہ کے زنگیوں کے ہاتھ سے قتل ہونے کی خبر دی اور دجال وحوادث زمانہ بیان کیے اور بصرہ کے غرق ہونے کی خبر دی جیسا کہ فرمایا خدا کی قسم تمہارا شہر ضرور غرق ہوگا۔ گویا تمہاری مسجد کو دیکھ رہا ہوں مثل پرندے کے سینہ کے دریا کی لہر پر اور بغداد شہر کے آباد ہونے کی خبر دی اور آپؑ نے عبداللہ بن زبیر کے انجام کی خبر دی اور اس کے متعلق فرمایا کہ وہ چھپا ہوا سوسمار ہے ایسے کام کا ارادہ کرتا ہے جسے پا نہیں سکتا دین کے جال دنیا کے شکار کے لیے بچھاتا ہے اور وہ قریش میں سے سولی پر چڑھے گا۔ اور آپؑ نے خبر دی ہے کہ سادات بنی ہاشم مثلاً ناصر وداعی وغیرہ خروج کریں گے اور فرمایا کہ طالقان میں آل محمد کا ایک خزانہ ہے عنقریب خدا اسے ظاہر کرے گا۔ جب وہ چاہے گا وہ اللہ کی طرف بلانے والے ہیں یہاں تک کہ وہ مدینہ میں شہید ہونے کی خبر دی اپنے اس قول میں کہ وہ احجار زیت میں قتل ہوگا۔ اور اسی طرح محمد کے بھائی ابراہیم کی شہادت کی زمین باخمرا میں جو کہ وسط وکوفہ کے درمیان ہے خبر دی فرمایا ابراہیم قتل ہوگا بعد اس کے کہ وہ کامیاب ہوجائے گا اور مغلوب ہوگا۔ بعد اس کے کہ غالب آئے گا۔ اور اسی کے متعلق فرمایا اس کو ایک تیر لگے گا جس کے مارنے والے کا پتہ نہیں چلے گا جس سے وہ وفات پائے گا پس ہلاکت ہے مارنے والے کے لیے اس کے ہاتھ شل ہوں اور بازو کمزور ہوجائیں اور مقتولین فخ اور مغرب میں سلاطین علویہ اور سلاطین اسماعیلیہ کے متعلق خبر دی مثلاً آپؑ نے فرمایا پھر صاحب قیروان ظاہر ہوگا۔ جو ذی البداء کی اولاد ہے جو رداء سے لپٹا ہوا ہے اور آل بویہ کے بادشاہوں کے متعلق فرمایا اور دیلمان میں سے صیاد کے بیٹے خروج کریں گے اور ان کے متعلق فرمایا پھر ان کا معاملہ بڑھے گا یہاں تک کہ وہ بغداد پر قابض ہوجائیں گے اور خلفاء کو معزول کردیں گے اور خلفاء بنی عباس کی خبر دی اور علی بن عبداللہ بن عباس کو جو عباسیوں کا جداعلیٰ تھا ابوالاملاک فرمایا۔ اور جنگ صفین میں آپؑ کے اور معاویہ کے درمیان جو ارسال رسل ورسائل ہوا تو ایک خط میں بہت سی غیب کی خبریں دیں۔ اس خط کے آخر میں معاویہ کو خطاب کرکے فرمایا، رسول خداؐ نے مجھے خبر دی ہے کہ میری ڈاڑھی کے بال سر کے خون سے خضاب ہوں گے اور میں شہید ہوں گا۔ اور تو میرے بعد امت پر حکومت کرے گا اور میرے بیٹے حسنؑ کو تو زہر سے شہید کرے گا۔ اور تیرے بعد تیرے بعد تیرا بیٹا یزید زانیہ عورت کے بیٹے ابن زیاد کی مدد سے میرے بیٹے حسینؑ کو شہید کرے گا اور بارہ آدمی آئمہ ضلالت اولا د ابوالعاص اور مروان بن الحکم تیرے بعد امت کے بادشاہ ہوں گے جیسا کہ رسولؐ خدا کو خواب دکھایا گیا تھا اور آپؑ نے انہیں بندروں کی شکل میں اپنے منبر پر کودتے پھدکتے دیکھا اور وہ امت کو شریعت سے گمراہ کردیں گے۔ پھر فرمایا اس وقت ایک گروہ جن کے جھنڈے اور علم سیاہ ہوں گے کہ جن سے مراد بنی عباس ہیں خلافت

وحکومت ان سے چھین لیں گے اور ان میں سے جس شخص کو پائیں گے ہلاک کر دیں گے حد درجے کی ذلت وخواری سے انہیں قتل کریں گے۔ پھر آپؑ نے بہت سی غیبت کی خبریں بیان کیں دجال کا معاملہ اور کچھ علامات ظہور قائم آل محمدؐ کے اور خط میں فرمایا میں جانتا ہوں کہ یہ خط تیرے لیے تو نفع مند در مفید نہیں اور اس سے تیرے حصہ میں کچھ نہیں سوائے اس کے کہ تو اپنی اور اپنے بیٹے کی حکومت پر خوش ہوگا۔ لیکن جو چیز اس کے لکھنے کا باعث ہے وہ یہ ہے کہ میں نے اپنے کاتب کو کہا کہ اس خط کی ایک نقل بنا لے کہ شاید شیعہ اور میرے اصحاب اس سے نفع حاصل کریں یا جو لوگ تیرے پاس ہیں ان میں سے کوئی اس خط کو پڑھے اور اپنی گمراہی کو چھوڑ دے اور ہدایت کا راستہ اختیار کرا اور یہ کہ یہ میری طرف سے تجھ پر حجت و دلیل بھی ہو۔

مولف کہتا ہے کہ ان اخبار غیب میں سے اکثر کی تشریح اس کتاب میں اس کے تتمہ میں ہر ایک اپنے مقام پر بیان ہوگی۔

تیرھویں وجہ۔ آپؑ کی دعاؤں کا قبول ہونا۔ جیسا کہ بہت سے طرق معتبرہ سے ثابت ہے۔ آپؑ نے بسر بن ارطاق کو نفرین کی کہ اس کی عقل خراب ہو جائے۔ اور یہ دعا قبول ہوئی اور آپؑ کا بددعا کرنا اس شخص کے لیے جو جاسوسی کرتا تھا۔ اور آپؑ کی باتیں معاویہ تک پہنچاتا تھا پس وہ اندھا ہو گیا اور آپؑ نے طلحہ وزبیر کو بددعا دی کہ وہ ذلت وخواری سے قتل ہوں اور مارے جائیں اور آپؑ کی دعا ان کے متعلق قبول ہوئی۔ زبیر کو عمرو بن جرموز نے سوتے میں ضرب شمشیر سے قتل کیا اور اس کا جسم زمین میں دفن کر دیا اور طلحہ کو مروان بن حکم نے تیر مارا جس سے اس کی رگ اکحل کھل گئی اور بیابان میں سخت دھوپ کے عالم میں مسلسل اس کا خون بہتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ مر گیا اور خود طلحہ نے کہا کہ کسی قریشی کا خون میری طرح ضائع نہیں ہوا۔ روایات اہل سنت میں ہے۔ کہ امیر المومنینؑ نے حدیث غدیر پر صحابہ کے ایک گروہ سے گواہی طلب کی سب نے گواہی دی کہ ہم نے رسول خداؐ کو غدیر خم میں یہ کہتے سنا تھا۔ من کنت مولا فعلی مولا مگر چند افراد نے اس گواہی کو چھپایا اور اسے مخفی رکھا تو آپؑ نے ان کے حق میں بدعا کی اور آپؑ کی بدعا سے انہیں سزا ملی یعنی بعض اندھے ہو گئے اور بعض برص کی بیماری میں مبتلا ہو گئے اور انہوں نے عذاب الٰہی کی تلخی دنیا میں چکھ لی مثلاً انس بن مالک، زید ابن ارقم عبدالرحمن بن مدلج اور یزید بن ودیعہ جیسا کہ اسد الغابہ اور تاریخ ابن کثیر انسان العیون حلبی مناقب ابن مغازلی اور شواہد النبوۃ جامی۔ انساب الاشراف بلاذری حلیہ ابونعیم اصفہانی اور دوسری کتب میں شرح وبسط کے ساتھ موجود ہے اور میں ان کی عبارتیں فیض الدیر میں نقل کی ہیں اور ابن روزبہان کے اس قول کو کہ یہ روایات شیعوں نے گھڑی ہیں باطل کیا ہے۔

چودھویں وجہ: آنحضرتؑ کا نصرت رسول خداؐ کی فضیلت سے مخصوص ہونا جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے فان اللہ ھو مولاہ وجبریل وصالح المومنین ۔۔۔ بے شک خدا جبرئیل اور صالح مومنین رسولؐ کے ناصر ومددگار ہیں۔ یہاں مولا کا معنی ناصر ہے اور مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہاں صالح المومنین سے مراد امیر المومنینؑ ہیں اور نیز آپؑ برادر رسولؐ ہونے کے ساتھ مخصوص تھے اور آپؑ کا دوش رسالتؐ پر پاؤں رکھنا اور بتوں کو توڑنا اور فضیلت حدیث طائر وحدیث منزلت وحدیث رایت وخبر غدیر وغیرہ سے مخصوص تھے

کیا خوب کہا ہے کسی نے۔

غیر علی کس نکرد خدمت احمد
غم نخورد موسیٰ مباشد الا ہرون
کرد جہانے زتیغ زندہ بمعنیٰ!
ازدم تیغش اگرچہ ریخت ہمی خون
صورت انسان وصفات خدائی
سبحان اللہ ازایں مرکب معجون
مباحث جاہش بعقل پی نتوان برد
نتوان باموزہ درگزشت زجیحون
سوئے شریعت گرآئی ومہر علی جوئی
ازبن دندان اگرنہ قلبی دداروں

خلاصہ یہ کہ کمالات نفسی وبدنی وخارجی میں آپؑ تمام لوگوں سے ممتاز تھے کیونکہ آپؑ کے کمالات نفسی مثلاً علم وحلم زہد وشجاعت وحسن خلق وعفت وغیرہ اس درجہ پر تھے کہ جس کا عشر عشیر بھی کسی میں نہ تھا۔ اور آپؑ کے دشمنوں نے اس کا اعتراف کیا ہے۔ آپؑ کی جوانمردی اور ایثار اس درجہ کا تھا کہ بستر رسولؐ پر سو گئے اور کفار قریش کی ننگی تلواریں رسولؐ کے عوض اپنی جان کے لیے خرید لیں اور جنگ احد میں آپؑ کی مردانگی وجوانمردی اتنی ظاہر ہوئی کہ ملاء اعلیٰ سے ندا بلند ہوئی کہ لاسیف الا ذوالفقار ولافتی الا علی۔ اور آپؑ کے کمالات بدنی کو سب جانتے ہیں کہ کوئی شخص آپ کا ہم پلہ نہیں تھا اور آپؑ کی قوت وطاقت دنیا میں ضرب المثل تھی اور کوئی آپؑ کے برابر نہ تھا۔ اس پر اتفاق ہے کہ آپؑ نے خیبر کا دروازہ اپنے دستِ معجز نما سے اکھاڑا کہ جسے ایک جماعت حرکت بھی نہ دے سکی۔ اور ایک بہت بڑے پتھر کو کہ پورا لشکر جس کے سرکانے سے عاجز تھا کنویں کے منہ سے ہٹایا۔ آپؑ کی شجاعت نے گذشتہ لوگوں کی بہادری بھلا دی اور آنے والوں کے نام لوگوں کی زبان پر نہ رہنے دیئے آپؑ کے کمالات جنگوں میں مشہور ہیں اور آپؑ کی لڑائیاں قیامت تک معروف ومذکور ہیں۔ آپؑ وہ بہادر ہیں جو کبھی نہیں بھاگے اور کسی لشکر سے نہیں ڈرتے اور کبھی کوئی دشمن آپؑ کے سامنے نہیں آیا جو بچ کر نکلا ہو مگر یہ کہ ایمان لے آیا۔ اور کبھی آپؑ نے ضرب نہیں لگائی کہ دوسری ضرب کی ضرورت پڑے۔ اور جس بہادر کو آپؑ قتل کرتے اس کی قوم فخر کرتی کہ اسے امیر المومنینؑ نے قتل کیا ہے اسی لیے تو عمرو بن عبدود کی بہن نے اپنے بھائی کے مرثیہ میں یہ اشعار پڑھے میں یگانہ روزگار ہے اور کرامت میں ممتاز ہے لہٰذا اس کے مقتول کے لیے کوئی عار وننگ نہیں جو بہادر کچھ دیر آپؑ کے مقابلہ میں ٹھہر جاتا تو ہمیشہ اس پر فخر کرتا اور اپنی قوت قلب اور دلیری کا نغمہ گنگناتا۔ بلاد کفار کے بادشاہ آپؑ کی تصویر اپنی عبادت گاہوں میں نقش کرتے۔ ترک وآل بویہ کے بعض بادشاہ تبرکاً وتیمناً آپ کی تصویر اپنی تلواروں پر دشمن پر ظفر وکامیابی حاصل کرنے

کے لیے کندہ کراتے اور اپنے پاس رکھتے تھے۔ یہ تھی آپؑ کی قوت وطاقت۔ حالانکہ آپؑ جو کی روٹی کھاتے اور کم غذا تناول فرماتے آپؑ کا لباس سب سے کھردرا ہوتا۔ ہمیشہ صائم وقائم رہتے باقی رہے آپؑ کے کمالات خارجی تو ان میں سے ایک آپؑ کا نسب ہے کہ آپؑ کے والد ابوطالبؑ سید بطحا وسردار قریش اور رئیس مکہ معظمہ تھے۔ اور حفاظت رسولؐ کی انہوں نے ذمہ داری اٹھائی اور آنحضرتؐ کے بچپن سے لے کر اپنی آخر عمر تک مشرکین وکفار سے آپؐ کی حفاظت کرتے رہے اور جب تک ابوطالبؑ زندہ رہے رسول خداؐ کی ہجرت اور مسافرت اختیار کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ اور جب ابوطالبؑ فوت ہو گئے تو آپؐ بے یارومددگار ہو گئے اور مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور امیر المومنینؑ کی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھیں کہ جنہیں رسولؐ خدا نے اپنی چادر میں کفن دیا۔ آپؑ کے چچازاد بھائی سید الاولین والآخرین محمد بن عبداللہ خاتم النبیین تھے اور بھائی جعفر طیار ذوالجناحین تھے اور چچا حمزہ سید الشہداء سلام اللہ علیہم اجمعین تھے خلاصہ یہ کہ آپؑ کے آباء واجداد رسول خدا کے آباء واجداد تھے اور آپؑ کی والدہ اور دادیاں بہترین مخلوق کی مائیں اور دادیاں تھیں آپ کا گوشت وخون آنحضرتؐ کے گوشت وخون سے ملا ہوا اور آپؑ کی روح کا نور آنحضرتؐ کے نور سے از آدم تا صلب عبدالمطلب متصل تھا اور عبدالمطلبؑ کے صلب کے بعد صلب عبداللہؑ و ابوطالبؑ میں جدا جدا ہو گئے اور عالم کے سردار پیدا ہوئے پہلا منذر اور دوسرا ہادی آپؑ کے کمالات خارجیہ میں سے مصاہرت (دامادی) رسولؐ خدا ہے کہ رسول خدا نے جناب فاطمہؑ سے ان کی شادی کی جو اشراف دختران اور عالمین کی عورتوں کی سردار تھیں اور رسول خدا ان مخدرہ سے اتنی محبت فرماتے کہ ان کے آنے پر تواضع کرتے اور اپنی جگہ سے کھڑے ہو جاتے اور ان کی پیشانی کے بوسے لیتے اور خوشبو سونگھتے اور یہ معلوم ہے کہ پیغمبرؐ کی محبت فاطمہؑ سے صرف اس وجہ سے نہیں تھی کہ وہ آپؐ کی بیٹی تھیں۔ بلکہ ان کی زیادہ شرافت اور خدا کے نزدیک محبوبیت کی وجہ سے تھی۔

ایں محبت از مجتہا جدا است
حب محبوب خدا حب خدا است

اور بار بار رسولؐ خدا فرماتے تھے فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے۔ اس کو اذیت دینا مجھے اذیت دینا ہے اس کی رضا میری رضا اور اس کا غضب میرا غضب ہے اور ایک خارجی کمالات میں سے آپؑ کی اولاد کرام ہے اور جیسا شرف اولاد کے لحاظ سے آپ کو حاصل ہوا کسی کو ایسا نہیں ملا کیونکہ حسنؑ وحسینؑ جو دونوں آپؑ کے فرزند ہیں دونوں امام اور جوانان جنت کے سردار ہیں۔ اور ان دونوں سے جو رسولؐ اللہ کی محبت تھی وہ کسی پر مخفی نہیں اور باقی اولاد آپ کی جناب عباس جناب محمد جناب زینب وحضرت ام کلثوم اور دوسری اولاد ہے کہ جلالت ومرتبہ ان کا بیان سے باہر ہے امام حسنؑ وحسینؑ میں سے ہر ایک کی اولاد انتہائے شرف بزرگی کو پہنچی امام حسن علیہ السلام سے قاسم عبداللہ۔ حسن مثنیٰ ومثلث وعبداللہ محض ونفس زکیہ وابراہیم قتیل باخمری علی عابد حسین بن علی بن حسن مقتول فخ ادریس بن عبداللہ۔ عبدالعظیم سادات بطحائی وشجری وگلستان وآل طاؤس واسماعیل بن ابراہیم بن حسن بن حسن بن علی علیہما السلام جو طباطبا کے لقب سے ملقب تھے اور ان کے علاوہ دوسرے بزرگوار رضوان اللہ علیہم اجمعین کہ جن کے نام امام حسن علیہ السلام کی اولاد کے باب میں آئیں

گے اور امام حسینؑ سے تو آئمہ جیسی بزرگ ہستیاں پیدا ہوئیں مثلاً امام زین العابدینؑ حضرت باقر العلومؑ جناب امام جعفر صادقؑ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ، جناب امام رضاؑ، حضرت محمد جوادؑ، جناب علی ہادیؑ و حضرت حسن عسکریؑ اور حضرت حجۃ ابن الحسنؑ مولانا صاحب امام العصر والزمان صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین الحمد للہ الذی جعلنا من المتمسکین بولایۃ امیر المومنین الائمۃ علیہم السلام۔

مواهب الله عندی جاوزت املی
ولیس یبلغها قولی ولا عملی
لکن اشرفها عندی افضلها
ولایتی الامیر المومنین علی
یارب فاحشرنی فی الاخرة
مع النبی والعترة الطاهرة

مترجم کہتا ہے اس کے بعد

مولف نے جناب ملا محمد طاہر (کہ جن کی قبر شیخان کبیر قم میں ہے جناب ذکریا بن آدم قمی کے پاس) کا حضرت امیر المومنینؑ کی مدح میں فارسی قصیدہ ذکر کیا ہے کہ جس میں آپؑ کے بہت سے فضائل بیان کیے ہیں ہم اصل اور اس کا ترجمہ ذکر نہیں کر رہے۔

تیسری فصل

شہادت حضرت امیر المومنین علیہ السلام

ابن ملجم لعین کا آپؑ کے فرق مبارک پر ضربت لگانا:

علماء شیعہ کے درمیان مشہور یہ ہے کہ انیسویں ماہ مبارک رمضان کی رات ۴۰ھ بوقت طلوع صبح صادق حضرت سید اولیاء علی المرتضیٰ صلوٰۃ اللہ علیہ نے شقی ترین امت ابن ملجم مرادی لعین کے ہاتھ سے ضرب کھائی۔ اور جب اس مہینہ کی اکیسویں رات کا تیسرا حصہ گزر گیا تو آپؑ کی روح مقدس نے ریاض جنان کی طرف پرواز کی اور آپؑ کی عمر مبارک اس وقت تریسٹھ سال تھی آپ دس سال کے تھے جب حضور مبعوث برسالت ہوئے اور آپؑ ان پر ایمان لائے اور بعثت کے بعد تیرہ سال آنحضرتؐ کے ساتھ مکہ میں رہے۔ اور مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد آنحضرتؐ کے ساتھ دس سال مدینہ میں رہے پھر حضرت رسولؐ کی وفات کی مصیبت میں مبتلا ہوئے اور اس کے بعد تیس سال زندہ رہے۔ دو سال چار مہینے ابو بکر کی خلافت کے گیارہ سال عمر کی خلافت کے اور بارہ سال عثمان کے اور آپؑ کی ظاہری خلافت پانچ سال کے قریب قریب ہے اور اس مدت کا اکثر حصہ منافقین کے ساتھ قتال و جدال میں گزرا۔ رسول خداؐ کے بعد آپؑ ہمیشہ مظلوم رہے اور اپنی مظلومیت کا اظہار فرماتے تھے لوگوں کے نفاق سے دل تنگ ہو جاتے اور خدا سے موت مانگتے، بار بار ابن ملجم کے ہاتھ سے اپنی شہادت کی خبر دیتے کبھی فرماتے کہ بد بخت ترین امت کو کون سی چیز روکے ہوئے ہے کہ وہ میری ڈاڑھی کو میرے خون سے تر کرے اور اس ماہ رمضان میں کہ جس میں آپؑ کی شہادت واقع ہوئی۔ آپؑ نے بر سر منبر اپنے اصحاب سے فرمایا اس سال تم لوگ تو حج پر جاؤ گے۔ لیکن میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا۔ اور اس ماہ میں ایک رات امام حسنؑ کے گھر ایک رات امام حسینؑ کے گھر اور ایک رات جناب زینبؑ اپنی بیٹی کے ہاں جو عبداللہ بن جعفر کے گھر تھیں افطار کرتے اور تین لقموں سے زیادہ نہ کھاتے جب اس کے متعلق سوال کیا جاتا تو فرماتے کہ امر الٰہی قریب ہو چکا ہے میں چاہتا ہوں کہ خدا کی ملاقات اس حالت میں کروں کہ میرا پیٹ کھانے سے پر نہ ہو۔ بعض مورخین لکھتے ہیں کہ ایک دن بر سر منبر اپنے بیٹے امام حسنؑ کی طرف دیکھا اور فرمایا اے ابو محمد اس ماہ رمضان کے کتنے دن باقی رہ گئے ہیں۔ عرض کیا سترہ دن پس آپؑ نے اپنی ریش مبارک پر ہاتھ پھر کر فرمایا واللہ لیخضبها بدمها اذا تبعث اشقها۔

خدا کی قسم اس امت کا سب سے زیادہ شقی ان سفید بالوں کو سر کے خون سے ضرور خضاب کرے گا پھر یہ شعر پڑھا۔

أُرِیدُ حِیَاتَهُ وَیُرِیدُ قَتْلِی

عَذِیرَکَ مِن خَلِیلِکَ مِن مُرَادِ

میں اس کی بخشش چاہتا ہوں اور میرا قتل چاہتا ہے کوئی عذر پیش کرنے والا اپنے قبیلہ مراد کے دوست کا لے آ۔ باقی رہی آپؑ کے شہید ہونے کی کیفیت جیسا کہ بزرگ علماء کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے کہ خوارج کا ایک گروہ کہ جن میں عبدالرحمن بن ملجم بھی تھا۔ جنگ نہروان کے بعد مکہ میں آیا خوراج روزانہ جمع ہوتے اور صلاح مشورے کرتے اور نہروان میں مارے جاتے والوں پر گریہ زاری کرتے ایک دن دوران گفتگو کہنے لگے کہ علیؑ و معاویہ نے اس امت کا معاملہ بگاڑ رکھا ہے اگر دونوں کو قتل کر دیں تو امت ان کی مصیبت سے راحت حاصل کرے گی۔ قبیلہ اشجع کے ایک شخص نے سر اٹھا کر کہا خدا کی قسم عمرو بن عاص ان سے کم نہیں ہے بلکہ فساد کی جڑ وہی ہے پس ان کا سب بات پر اتفاق ہوا کہ تینوں اشخاص کو قتل کر دینا چاہیے

ابن ملجم لعین کہنے لگا۔ میں علی کو قتل کروں گا حجاج بن عبداللہ نے جو برک کے نام سے مشہور تھا۔ معاویہ کو قتل کرنا اپنے ذمہ لیا۔ اور دواویہ نے جو عمرو بن بکر تمیمی کے نام سے معروف تھا۔ عمرو بن عاص کے قتل کی ذمہ داری لی۔ جب معاہدہ پورا ہو گیا تو ایک دوسرے سے وعدہ لیا کہ تینوں افراد ایک ہی رات بلکہ ایک ہی گھڑی میں قتل کیے جائیں اور یہ طے پایا کہ انیسویں ماہ رمضان کو صبح کی نماز کے وقت یہ تینوں افراد مسجد میں جا کر اس کام پر اقدام کریں۔ پھر ایک دوسرے کو الوداع کہہ کر برک شام کی طرف گیا۔ عمرو نے مصر کا سفر کیا۔ اور ابن ملجم کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ تینوں نے اپنی اپنی تلوار کو زہر میں بجھایا اور اپنے دلی راز کو چھپائے رکھا۔ اور وعدہ کے دن کا انتظار کرنے لگے۔ جب انیسویں ماہ رمضان کی رات آئی تو اس رات کی صبح کے وقت برک ابن عبداللہ اپنی زہر آلود تلوار کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا۔ اور جماعت میں معاویہ کے بالکل پیچھے کھڑا ہو گیا۔ جب معاویہ رکوع یا سجدہ میں گیا۔ تو اس نے اس کی ران پر تلوار لگائی معاویہ نے چیخ ماری اور محراب میں گر پڑا لوگوں نے جمع ہو کر برک کو گرفتار کر لیا اور معاویہ کو اس کے گھر لے گئے طبیب حاذق کو بلایا گیا۔ جب طبیب نے زخم دیکھا تو وہ کہنے لگا کہ یہ زخم زہر آلود تلوار کا ہے اور رونکاح والی رگ پر اس کا اثر ہے اگر چاہتے ہو کہ اس سے اچھے ہو جاؤ اور تمہاری نسل منقطع نہ ہو تو پھر سرخ لوہے سے اس زخم کی جگہ کو داغ دیا جائے اور پھر علاج ہو۔ اور اگر اولاد سے آنکھیں بند کر لو تو مشروبات کے ذریعہ علاج کیا جا سکتا ہے معاویہ کہنے لگا مجھ میں یہ طاقت نہیں کہ گرم لوہے پر صبر کر سکوں۔ میرے دو بیٹے کافی ہیں یزید اور عبداللہ۔ لہذا جڑی بوٹیوں کے پلانے سے اس کا علاج کیا گیا اور وہ اچھا ہو گیا لیکن اس کی نسل منقطع ہو گئی صحت یاب ہونے کے بعد اس نے حکم دیا کہ اس کے لیے مسجد میں علیحدہ کمرہ بنا دیا جائے اور اس پر پاسبان مقرر کیے جو اس کی حفاظت کرتے پھر برک کو حاضر کیا اور حکم دیا کہ اس کا سر اڑا دیا جائے۔ وہ کہنے لگا امان دو تو خوشخبری سناؤ۔ معاویہ کہنے لگا۔ وہ خوشخبری کیا ہے کہنے لگا میرا ساتھی گیا ہے کہ اسی وقت علیؑ کو قتل کرے۔ اب مجھے قید کر دو جب تک اطلاع آئے اگر علی قتل ہو چکے ہوں تو جو تمہارا دل چاہے میرے ساتھ سلوک کرو۔ ورنہ مجھے چھوڑ دو میں جا کر علیؑ کو قتل کروں گا اور قسم کھاتا ہوں کہ دوبارہ تمہارے پاس آؤں گا۔ تا کہ جو کچھ تمہاری مرضی ہو میرے حق میں حکم جاری کرو۔ ایک قول کے مطابق معاویہ نے حکم دیا کہ اسے قید رکھا جائے۔ جب امیر المومنینؑ کی شہادت کی

خبر پہنچی تو علیؑ کے قتل کے شکرانہ میں اسے رہا کر دیا اور عمرو بن بکر جب مصر میں پہنچا تو اس نے انیسویں ماہ رمضان تک صبر کیا۔ پھر وہ زہر آلود تلوار لے کر مسجد میں داخل ہوا اور عمرو بن عاص کا انتظار کرنے لگا۔ اتفاق سے عمرو بن عاص کو اس رات درد قولنج عارض ہوا۔ اور وہ مسجد میں نہ آ سکا۔ تو قاضی مصر کو کہ جس کا نام خارجہ بن ابی حبیبہ تھا۔ اپنی نیابت میں مسجد بھیج دیا۔ خارجہ جب نماز کے لیے کھڑا ہوا عمرو بن بکر نے یہ خیال کیا کہ یہ عمر بن عاص ہے اپنی تلوار کھینچ کر بدبخت خارجہ کے لگائی اور وہ اپنے خون میں لوٹنے لگا عمرو بھاگنا چاہتا تھا کہ لوگوں نے اسے پکڑ لیا اور عمرو بن عاص کے پاس لے گئے عمرو بن عاص نے حکم دیا کہ اسے قتل کر دیں وہ چیخنے چلانے لگا اور بہت رویا۔ لوگوں نے پوچھا کہ موت کے وقت یہ رونا کیسا کیا تجھے معلوم نہیں کہ اس کام کی سزا ہلاکت ہے۔ وہ کہنے لگا خدا کی قسم میں موت سے نہیں ڈرتا۔ بلکہ میں اس لیے روتا ہوں کہ میں عمر بن عاص کے قتل کرنے میں کامیاب نہیں ہوا۔ اور مجھے دکھ ہے کہ برک و ابن ملجم اپنی آرزو کو پہنچ گئے۔ اور انہوں نے علیؑ معاویہ کو اپنی تلوار سے قتل کو چاہا باقی رہا عبدالرحمن بن ملجم تو وہ ملعون حضرت امیر المومنینؑ کے قتل کرنا چاہتا تھا۔ عمرو نے کہا لیکن خدا نے خارجہ کے قتل کو چاہا باقی رہا عبدالرحمن بن ملجم تو وہ ملعون حضرت امیر المومنینؑ کے قتل کے ارادہ سے کوفہ میں آیا اور بنی کندہ کے محلہ میں (جہاں قاعدین خوارج (جو جنگ سے بیٹھ گئے تھے) رہتے تھے رہنے لگا لیکن خوارج سے اپنے مقصد کو چھپاتا تھا کہ کہیں یہ راز افشا نہ ہو جائے جن دنوں وہ امیر المومنینؑ کے شہید کرنے کی فکر میں تھا۔ ایک دفعہ وہ اپنے ایک ساتھی کی ملاقات کے لیے گیا تو وہاں قطام بنت اخضر تیمیہ کو دیکھا اور وہ ملعونہ انتہائی حسین و جمیل تھی اس کے باپ اور بھائی کو جو خوارج میں سے تھے امیر المومنینؑ نے جنگ نہروان میں قتل کیا تھا۔ لہٰذا اسے حضرت امیرؑ سے بے حد دشمنی تھی۔ جب ابن ملجم کی نگاہ اس کے جمال دل آرا پر پڑی تو وہ دل ہاتھ سے دے بیٹھا۔ مجبوراً اس نے قطام کی خواستگاری کی قطام کہنے لگی کہ حق مہر میں مجھے کیا دو گے اس نے کہا جو مانگو کہنے لگی میرا حق مہر تین ہزار درہم ایک کنیز ایک غلام اور علی ابن ابی طالبؑ کا قتل ہے۔ ابن ملجم کہنے لگا جو کچھ تو نے کہا ہے وہ سب ممکن ہے سوائے علیؑ کو قتل کرنے کے کیونکہ وہ مجھ سے کیسے ہو سکتا ہے قطام نے کہا جب علیؑ کسی چیز میں مشغول اور تجھ سے غافل ہوں تو اچانک ان کو تلوار لگاؤ۔ اور دھوکے سے انہیں قتل کر دو۔ پس اگر انہیں تم نے قتل کر لیا تو میرے دل کو شفا بخشی اور میرے ساتھ خوشگوار زندگی بسر کرو گے اور اگر تو مارا گیا تو جو کچھ آخرت میں تجھے ثواب ملیں گے وہ دنیا کی ملنے والی چیزوں سے تیرے لیے بہتر ہیں۔ ابن ملجم سمجھ گیا کہ یہ ملعون مذہباً مجھ سے موافق ہے تو اس نے کہا خدا کی قسم میں اس شہر میں صرف اسی کام کے لیے آیا ہوں۔ قطام نے کہا میں اپنے قبیلہ کے کچھ لوگ تیرے ساتھ کر دوں گا۔ جو اس معاملہ میں تیرے معاون ہوں گے۔ پس اس نے وردان بن مجالد کے پاس کسی کو بھیجا جو کہ اس کے قبیلہ سے تھا اور اسے ابن ملجم کی مدد کے لیے بلایا۔ ابن ملجم نے بھی اس زمانہ میں جب جناب علیؑ کے قتل کا مصمم ارادہ کر چکا تھا۔

ایک دفعہ شبیب بن بجرہ سے ملاقات کی جو اشجع قبیلہ سے تھا اور خارجی مذہب رکھتا تھا۔ اس سے کہنے لگا۔ اے شبیب کیا شرف دنیا و آخرت کسب کرنا چاہتا ہے؟ وہ کہنے لگا کیا کروں ابن ملجم ملعون نے کہا علیؑ کے قتل کرنے میں میرا ساتھ دو۔ شبیب نے کہا اے ابن ملجم تیرے ماں تیری موت پر روئے تو نے ایک ہولناک چیز کا ارادہ کیا ہے اس آرزو کو کیسے پورا کیا جا سکتا ہے ابن ملجم نے کہا

اتنا ڈرپوک اور بدل نہ ہو مسجد جامع میں چھپ کر بیٹھ جائیں گے۔نماز صبح کے وقت ان پر حملہ کردیں گے۔اور تلوار سے ان کا کام تمام کردیں گے،اس طرح ہم اپنے دل کو شفا بخشیں گے۔اور اپنے خون کا بدلہ لیں گے اس قسم کی اتنی باتیں کہیں کہ شبیب کے دل کو مضبوط کرلیا۔اور اسے بھی اپنا دست و بازو بنالیا۔اور اس سے اپنے ساتھ قطام کے پاس لے آیا۔اس وقت وہ ملعونہ مسجد اعظم میں تھی اور اس کے لیے ایک قبہ و خیمہ نصب کردیا گیا تھا جس میں وہ اعتکاف میں مشغول تھی پس ابن ملجم نے شبیب کے ساتھ مل جانے کی اسے خبر دی وہ ملعونہ کہنے لگی۔جب اسے قتل کرنے کا ارادہ کرو تو میرے پاس یہاں آنا پاس وہ دونوں ملعون مسجد سے باہر آئے اور چند دن گزر رے یہاں تک کہ بدھ کی رات انیسویں ماہ رمضان آ پہنچی پس ابن ملجم شبیب دوردان کے ساتھ قطام کے پاس آیا۔اس ملعونہ نے ریشم کی چند پٹیاں منگوائیں اور ان کے سینوں پر مضبوطی سے باندھ دیں اور زہر آلود تلواریں ان کے ہاتھوں میں پکڑا دیں تاکہ وہ انہیں حمائل کرلیں اور کہنے لگی جوانمردوں کی طرح وقت کو غنیمت سمجھنا۔اور جب وقت آئے تو اسے ہاتھ سے نہ جانے دینا۔وہ تینوں اس ملعونہ کے خیمہ سے نکلے اور اس دروازے کے سامنے بیٹھ گئے جس سے آپ مسجد میں داخل ہوا کرتے تھے اور آپؑ کے آنے کا انتظار کرنے لگے۔یہ لوگ اسی خیال میں تھے۔ایک دفعہ ان کی ملاقات اشعث بن قیس سے ہوگئی اور اسے اپنے ارادہ سے مطلع کیا۔اس نے بھی ان کی مدد کی حامی بھرلی جب انیسویں کی رات آئی تو وہ بھی اپنے وعدہ کے مطابق ان کے پاس آیا۔اور حجر بن عدی رحمہ اللہ جو کہ بزرگ شیعوں میں سے تھے۔اس رات مسجد میں موجود تھے۔اچانک ان کے کان میں یہ آواز آئی کہ اشعث کہہ رہا ہے اے ابن ملجم اپنے کام میں جلدی کرو اور اپنی حاجت فوراً پوری کرو۔صبح ہو رہی ہے ورنہ رسوا ہو جاؤ گے حجر نے اس بات سے ان کا مقصد بھانپ لیا اور اشعث سے کہا اے اعور (بھینگے) علیؑ کو قتل کرنا چاہتے ہو پس فوراً حضرت امیر المومنینؑ کے گھر کی طرف دوڑے تاکہ انہیں ان کے ارادہ سے خبردار کریں۔اتفاقاً حضرتؑ دوسرے راستہ سے مسجد میں تشریف لائے جب تک حجر آپؑ کے گھر گئے واپس آئے کام تمام ہو چکا تھا جب مسجد میں آئے تو لوگوں کی آواز سنی کہ وہ حضرتؑ کے قتل ہونے کی خبر دے رہے تھے۔

اب ہم بیان کرتے کہ اس رات حضرتؑ کی حالت کیا تھی جناب ام کلثوم سے منقول ہے کہ جب انیسویں ماہ رمضان کی رات آئی تو میرے والد گھر میں آئے اور نماز میں مشغول ہو گئے میں ان کے لیے ایک طبق لائی جس میں جو کی دو روٹیاں دودھ کا پیالہ اور کچھ نمک تھا۔جب آپؑ نماز سے فارغ ہوئے اور اس طبق کو دیکھا تو رونے لگے اور فرمایا اے بیٹی تم میرے لیے ایک ہی طبق میں دو کھانے لے آئی ہو کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں اپنے بھائی اور چچازاد رسول خداؐ کا اتباع کرتا ہوں۔اے بیٹی جس کی خوراک اور پوشاک دنیا میں اچھی ہے اسے قیامت میں خدا کے ہاں زیادہ ٹھہرنا پڑے گا۔اے بیٹی دنیا کے حلال میں حساب اور حرام میں عذاب ہے۔پس آپؑ نے رسولؐ خدا کے زہد کی کچھ باتیں بیان کیں۔پھر فرمایا خدا کی قسم میں افطار نہیں کروں گا۔جب تک ان دو سالنوں میں سے ایک کو ہٹانہ لوگی پس میں نے دودھ کا پیالہ اٹھالیا۔(بعض روایات میں ہے کہ میں نے نمک اٹھانا چاہا تو آپؑ نے خود فرمایا کہ دودھ اٹھالو (مترجم) حضرتؑ نے تھوڑی سی روٹی نمک کے ساتھ کھائی اور حمد و ثناء الٰہی بجالائے اور اٹھ کر نماز میں مشغول ہو گئے اور پے در پے رکوع و سجود میں مشغول رہے اور تضرع و زاری درگاہ الٰہی میں کرتے رہے۔منقول ہے کہ حضرت اس رات بار بار کمرے سے باہر

نکلتے اور داخل ہوتے تھے اور اطراف آسمان میں نگاہ کرتے اور مضطرب ہوتے اور تضرع وزاری کرتے اور سورہ یٰسین کی تلاوت فرماتے اور کہتے اللھم بارک لی فی الموت۔ خدایا میرے لیے موت بابرکت بنا اور بہت دفعہ کہا انا للہ وانا الیہ راجعون اور کلمہ مبارکہ لاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔ کی زیادہ تکرار کرتے۔ بہت صلوٰت پڑھتے، استغفار کرتے۔ اور ابن شہرآشوب وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرتؑ ساری رات بیدار رہے۔ ہمیشہ کی عادت کے خلاف نماز شب کیلئے باہر تشریف لے گئے ام کلثوم نے عرض کیا۔ بابا آپؑ کی یہ بیداری اور اضطراب کس وجہ سے ہے فرمایا۔ اس رات کی صبح کو میں شہید ہو جاؤں گا عرض کیا جعدہ سے کہے کہ وہ مسجد میں جا کر لوگوں کو نماز پڑھائے۔ (جعدہ ہبیرہ کا بیٹا ہے اور اس کی والدہ ام ہانی جناب امیرؑ کی ہمشیرہ تھیں) فرمایا کہہ دو کہ جعدہ جا کر لوگوں کو نماز پڑھائے پھر فوراً فرمایا کہ قضائے الٰہی سے نہیں بھاگا جا سکتا اور خود مسجد کی طرف چل دیئے۔ روایت ہے کہ اس رات آپؑ بیدار رہے اور بار بار باہر نکلے اور آسمان کی طرف دیکھ کر فرمایا خدا کی قسم میں نے جھوٹ نہیں بولا اور نہ مجھے جھوٹی خبر دی گئی ہے یہی ہے وہ رات کہ جس میں شہادت کا وعدہ کیا گیا ہے پھر آپؑ اپنی لیٹنے کی جگہ تشریف لائے جب صبح صادق ہوئی تو ابن بناح نے جو آپؑ کا موذن تھا۔ نماز کے لیے پکارا۔ حضرت مسجد کی طرف جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے جب صحن خانہ میں آئے تو کچھ مرغابیاں جو گھر میں موجود تھیں خلاف عادت آپؑ کے سامنے آئیں اور وہ پروں کو پھڑ پھڑانے اور چیخنے چلانے لگیں کسی نے چاہا کہ انہیں ہٹا دے۔ آپؑ نے فرمایا انہیں کچھ نہ کہو وہ چیخ رہی ہیں اور ان کے بعد نوحہ کرنے والی ہیں ایک روایت کے مطابق جناب ام کلثوم یا امام حسنؑ نے عرض کیا بابا آپؑ کیوں فال بد کر رہے ہیں آپؑ نے فرمایا۔ یہ فال نہیں بلکہ دل گواہی دیتا ہے کہ قتل کیا جاؤں گا۔ یا یہ فرمایا کہ یہ حق بات ہے جو میری زبان پر جاری ہوئی ہے پھر آپؑ نے ام کلثوم سے ان مرغابیوں کے متعلق سفارش کی اور فرمایا بیٹی میرے حق کی قسم ہے تمہیں کہ انہیں چھوڑ دو کیونکہ ایسی چیزوں کو بند کر رکھا ہے کہ جو زبان نہیں رکھتیں اور جب بھوکی یا پیاسی ہوں تو بولنے کی قدرت ان میں نہیں ہے پس انہیں غذا دو اور سیراب کر دو۔ ورنہ چھوڑ دو۔ تاکہ جا کر زمین سے گھاس پھوس کھائیں جب آپؑ دروازے پر پہنچے تو دروازے کی چٹخنی آپؑ کے کمر کے پٹکے سے اٹک گئی اور وہ کھل گیا آپؑ نے اُسے مضبوطی سے باندھا۔ اور چند اشعار پڑھے کہ ان میں سے دو شعر ہیں۔

أشدد حیازیمک للموت فان الموت لاقیکا
ولا تجزع من الموت اذا حل بوادیکا
ولا تغتر بالدھر وان کان یواتیکا
کما اضحکک الدھر کذالک الدھر یبکیکا

اشعار کا مفہوم ہے کہ اے علیؑ موت کے لیے کمر باندھ لے۔ کیونکہ موت تجھ سے ملاقات کر کے ہی رہے گی اور موت سے نہ گھبرا جب وہ تیرے گھر میں آئے اور زمانہ پر مغرور نہ ہو جائے وہ تیرے موافق ہی کیوں نہ ہو۔ جس طرح زمانہ نے تجھے ہنسایا ہے اسی طرح رلائے گا۔ پھر عرض کیا خدایا موت کو میرے لیے مبارک قرار دے اور اپنی ملاقات میرے لیے خوشگوار قرار دے ام کلثوم یہ کلمات سن کر فریاد وابتاہ وغوثاہ کرنے لگیں امام حسنؑ باپ کے پیچھے باہر نکلے۔ جب ان کے قریب پہنچے تو عرض کیا میں چاہتا ہوں

کہ آپؑ کے ساتھ رہوں۔ آپؑ نے فرمایا میں اس حق کی قسم دیتا ہوں جو میرا تم پر ہے کہ واپس چلے جاؤ۔ امام حسنؑ واپس گھر آ گئے اور جناب ام کلثوم کے ساتھ مغموم ہو کر بیٹھ گئے اور جو حالات واقوال اپنے والد بزرگوار سے مشاہدہ کیے تھے۔ اس پر روتے رہے اور ادھر حضرت امیر المومنینؑ مسجد میں داخل ہوئے۔ اس وقت مسجد کی قندیلیں بجھی ہوئی تھیں۔ آپؑ نے تاریکی ہی میں چند رکعت نماز پڑھی اور کچھ دیر تسبیحات وتعقیبات میں مشغول رہے پھر مسجد کی چھت پر تشریف لے گئے اور دست مبارک کان پر رکھ کر اذان کہیں۔ حضرتؑ جب اذان کہتے تو کوفہ کا کوئی گھر ایسا نہیں تھا جس میں آپؑ کی آذان کی آواز نہ پہنچتی ہے۔ آپ گلدستہ اذان سے نیچے تشریف لائے اور خدا کی تقدیس وتہلیل اور صلوٰت پڑھتے ہوئے مسجد کی چھت سے نیچے اترےؑ اور یہ چند اشعار پڑھنے لگے۔

خلو سبیل المومن المجاھد

فی الله لا یعبد غیر الواحد

ویوقظ الناس الی المساجد

راہ خدا میں جہاد کرنے والے مجاہد کا راستہ چھوڑ دو جو اکیلے خدا کے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کرتا اور لوگوں کو مسجد کی طرف بلاتا ہے...... پس آپؑ صحن مسجد میں تشریف لائے اور الصلوٰۃ الصلوٰۃ نماز پڑھو نماز پڑھو کہنے لگے اور سوئے ہوئے لوگوں کو نماز کے لیے بیدار کرتے جاتے تھے اور ابن ملجم ملعون اس ساری رات بیدار رہا۔ اور اس امر عظیم میں جس کا ارادہ کر چکا تھا فکر کرتا رہا۔ جس وقت امیر المومنینؑ سوئے ہوئے لوگوں کو نماز کے لیے بیدار کر رہے تھے وہ بھی ان میں منہ کے بل سویا ہوا تھا۔ اور زہر آلود تلوار اپنے کپڑوں کے اندر چھپائے ہوئے تھا جب امیر المومنینؑ اس کے قریب پہنچے تو ارشاد فرمایا نماز کے لیے کھڑا ہو جا۔ اور اس طرح نہ سو۔ کیونکہ یہ شیطانین کا سونا ہے دائیں کروٹ سو کہ مومنین کا سونا ہے یا بائیں طرف لیٹ جو کہ حکماء کا سونا ہے یا چت لیٹ جو انبیاء کا سونا ہے۔ اس کے بعد فرمایا تو ایسا ارادہ رکھتا ہے کہ جس سے قریب ہے کہ آسمان گر پڑے اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ سرنگوں ہو جائیں اگر میں چاہوں تو خبر دے سکتا ہوں کہ تیرے کپڑوں کے نیچے کیا ہے۔ پھر اس سے آگے بڑھ گئے اور محراب میں جا کر نماز پڑھنے لگے اور ابن ملجم باوجودیکہ اس کے کانوں میں یہ خبر پہنچی تھی کہ امیر المومنینؑ کو اس امت کا بدترین شخص شہید کرے گا۔ اور کبھی قطام سے کہتا تھا کہ مجھے ڈر ہے کہ میں وہ شخص ہو جاؤں اور اپنی آرزو کو بھی حاصل نہ کر سکوں۔ اس رات صبح تک اس امر عظیم میں غور کرتا رہا۔ بالآخر سیلاب شقاوت وبدبختی نے ان خیالات کو خس وخاشاک کی طرح طوفان فنا میں بہا دیا۔ اور اس نے اپنے ارادہ کو امیر المومنینؑ کے شہید کرنے میں محکم کیا اور اس ستون کے قریب آ کے جو محراب کے ساتھ تھا کھڑا ہو گیا۔ وردان وشبیب بھی ایک کونے میں آ کھڑے ہوئے جب امیر المومنینؑ نے رکعت اول میں سجدہ سے سر اٹھایا تو پہلے شبیب ملعون نے حضرتؑ کے شہید کرنے کا ارادہ کیا اور پکارا: الحکم لله یا علی الا لکؑ ولا لا صحابك یعنی حکم اللہ کے ساتھ مخصوص ہے اے علیؑ نہ آپؑ کے لیے اور نہ آپؑ کے اصحاب کے لیے۔ آپؑ اپنی طرف سے حکم نہیں کر سکتے اور دین کا کام حکمین کے فیصلہ میں پر نہیں چھوڑ سکتے۔ یہ کہہ کر اس نے تلوار کا وار کیا۔ اس کی تلوار طاق در پر پڑی اور چوک گئی۔ اس کے فوراً بعد ابن ملجم نے اپنی تلوار کا وار کیا اور وہی کلمات کہے اور تلوار حضرتؑ کے فرق مبارک پر لگائی۔

اتفاقاً اس کی ضربت عمرو بن عبدو کے زخم والی جگہ میں لگی اور سجدہ کے مقام تک شگاف ہو گیا۔حضرت نے فرمایا **بسم الله وبالله وعلی ملة رسول الله فزت ورب الکعبة** رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوا اور آپ کی آواز بلند ہوئی کہ یہودی عورت کے بیٹے ابن ملجم نے مجھے قتل کر دیا۔اسے پکڑلو......اہل مسجد نے جب آواز سنی تو اس ملعون کو ڈھونڈنے لگے لوگوں کی آوازیں بلند ہوئیں اور حالت دگرگوں ہوئی۔پس سب لوگ محراب کی طرف دوڑے۔دیکھا کہ آپ محراب میں گرے ہوئے ہیں اور آپ کا فرق مبارک شگافتہ اور پھٹ چکا ہے اور آپ مٹی اٹھا کر زخم پر ڈال رہے ہیں اور اس کی تلاوت کرتے ہیں۔

منها خلقنكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارة اخرىٰ.

یعنی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے اور زمین میں تمہیں پلٹائیں گے اور دوبارہ تمہیں نکالیں گے پھر آپ نے فرمایا حکم خدا آ گیا ہے اور رسول کا قول سچا ہوا لوگوں نے دیکھا کہ آپ کے سر کا خون آپ کے چہرہ اور ریش مبارک پر جاری ہے اور ریش مبارک خون سے خضاب ہے اور فرمارہے ہیں۔**هذا ما وعدنا الله ورسوله**۔یہ وہی وعدہ ہے جو خدا رسول نے میرے ساتھ کیا تھا۔جب بن ملجم نے ضرب لگائی تھی تو زمین ہلنے لگے۔آسمان کے فرشتوں کی صدائیں گونجنے لگیں سخت قسم کی آندھی چلنے لگی۔دنیا جہاں تاریک ہو گیا۔اور جبرئیل آسمان وزمین کے درمیان منادی کرنے لگے کہ جسے لوگوں نے سنا تھا۔**تهدمت والله ارکان الهدیٰ والطمست اعلام التقی وانفصمت العزوة الوثقی قتل ابن عم المصطفی قتل الوصی المجتبیٰ قتل علی المرتضیٰ قتله اشقی الاشقیاء** خدا کی قسم ہدایت کے رکن ٹوٹ گئے علم نبوت کے ستارے تاریک ہو گئے پرہیز گاری کے نشانات مٹ گئے اور عروۃ الوثقائے الٰہی الگ ہو گیا۔محمد مصطفیٰ کا پسر عم قتل ہوا۔سید اوصیا علی مرتضیٰ شہید ہوئے انہیں بدترین اشقیاء نے شہید کیا جب جناب ام کلثوم نے یہ آواز سنی تو اپنا منہ پیٹ لیا اور گریباں چاک کیا اور فریاد کی **وابتاه واعلياه ومحمداه** پس حسنین علیہما السلام گھر سے مسجد کی طرف دوڑے تو دیکھا کہ لوگ نوحہ فریاد کر رہے ہیں اور کہتے ہیں۔**واماماه وامير المومنين**ؑ

خدا کی قسم وہ امام عابد شہید ہوا۔جس نے کبھی اصنام داوثان کو سجدہ نہیں کیا اور جو رسول اللہؐ سے باقی لوگوں کی نسبت بہت زیادہ مشابہت رکھتا تھا۔جب شہزادے مسجد میں داخل ہوئے تو فریاد۔**وابیاه واعلیاه** بلند کی اور کہتے تھے کاش ہم مر گئے ہوتے اور یہ پہ روز بدنہ دیکھتے جب محراب کے قریب آئے تو اپنے پدر بزرگوار کو محراب میں پڑے ہوئے دیکھا اور یہ دیکھا کہ ابو جعدہ اور آپؑ کے اصحاب میں سے کچھ لوگ حاضر ہیں اور وہ کوشش کر رہے ہیں کہ حضرتؑ کو کھڑا کیا جائے۔تا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔لیکن آپؑ میں یہ طاقت نہیں رہی پس حضرت امیر المومنینؑ نے امام حسنؑ کو اپنی جگہ پر کھڑا کیا تا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور حضرتؑ نے خود بیٹھ کر نماز پڑھی۔اور زہر کی تکلیف زخم کی شدت سے آپؑ دائیں بائیں جھک جاتے تھے۔جب امام حسنؑ نماز سے فارغ ہوئے تو باپ کا سر اپنی گود میں لے لیا۔اور کہتے تھے کہ اے بابا آپؑ نے میری کمر توڑ دی آپؑ کو اس حالت میں کیسے دیکھوں۔امیر المومنینؑ نے آنکھ کھولی اور فرمایا، بیٹا آج کے بعد تمہارے باپ کے لیے کوئی رنج و تکلیف نہیں یہ رہے تمہارے نانا محمد مصطفیٰؐ، تمہاری

نانی خدیجہ الکبریٰ تمہاری ماں فاطمۃ الزہرا اور جنت کی حوریں یہ سب تمہارے باپ کے انتظار میں ہیں تم خوش ہو جاؤ اور گریہ کو ترک کردو کیونکہ تمہارے رونے سے آسمان کے فرشتے روتے ہیں۔ پس آپؑ کی ردا کے ساتھ زخم کو مضبوطی سے باندھ دیا گیا۔ اور آپؑ کو محراب سے نکال کر مسجد میں لے آئے ادھر امیر المومنینؑ کی شہادت کی خبر کوفہ میں پھیل گئی۔ اوشہر کے مرد اور عورتیں مسجد کی طرف دوڑ کر آ گئے۔ امیر المومنؑ کو دیکھا کہ ان کا سر امام حسنؑ کی گود میں ہے باوجود یکہ زخم مضبوطی سے باندھا گیا۔

خون اس سے بہہ رہا تھا۔ اور آپؑ کا رنگ مبارک زردی سے سفیدی مائل ہو گیا تھا۔ اطراف آسمان کی طرف نگاہ کرتے اور آپؑ کی زبان مبارک تسبیح و تقدیس الٰہی میں مشغول تھی اور کہتے تھے۔

الھی اسئلك مرافقه الانبیآء والاوصیآء اعلیٰ درجات جنة الماویٰ

خدایا میں انبیاء و اوصیاء کی رفاقت اور جنت لماویٰ کے اعلیٰ درجات کا سوال کرتا ہوں۔ پس آپ کچھ دیر کے لیے مدہوش ہو گئے تو امام حسنؑ رونے لگے اور آپؑ کے آنسوؤں کے قطرات آپ کے پدر بزرگوار کے چہرہ مبارک پر گرے تو حضرتؑ ہوش میں آئے اور آنکھ کھول کر فرمایا اے بیٹا کیوں روتے ہو اور جزع فزع کرتے ہو۔ تم بھی میرے بعد زہر سے اور تمہارے بھائی تلوار سے شہید ہوں گے اور تم دونوں اپنے نانا باپ اور ماں سے جا ملو گے۔ اس وقت امام حسنؑ نے اپنے باپ کے قاتل کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ مجھے یہودی عورت کے بیٹے ابن ملجم مرادی نے ضرب لگائی ہے ابھی اس مسجد میں لے آئیں گے اور آپؑ نے باب کندہ کی رف اشارہ کیا پے در پے تلوار کا زہر اپ کے بدن مبارک میں سرایت کر رہا تھا اور حضرتؑ کو بے خود کر رہا تھا۔ لوگ باب کندہ کی طرف دیکھ رہے تھے اور امیر المومنینؑ پر گریہ وزاری کر رہے تھے۔ اچانک مسجد کے دروازے سے آواز بلند ہوئی ابن ملجم کو ہاتھ باندھے ہوئے۔ باب کندہ سے مسجد میں لے آئے اور لوگ اس کو مارتے ہوئے لا رہے تھے اور اس کے نجس منہ پر تھوکتے تھے اس سے کہتے تھے کہ وائے ہو تجھ پر تجھے کس چیز نے اس پر اکسایا کہ تو نے امیر المومنینؑ کو شہید کر دیا۔ اور رکن اسلام توڑ دیا۔ ملعون خاموش تھا کچھ نہیں کہتا تھا لوگوں کا غصہ ہر لمحے بڑھتا جاتا تھا۔ چاہتے تھے کہ وہ اسے دانتوں سے ہی پارہ پارہ کر دیں۔ حذیفہ نخعی برہنہ تلوار لیے ہوئے اس کے آگے آگے آ رہا تھا۔ وہ لوگوں کو ہٹاتا ہوا اسے امام حسنؑ کے سامنے لے آیا۔ جب آپؑ کی نظر پر پڑی تو فرمایا اے ملعون تو نے امیر المومنینؑ وامام المسلمین کو شہید کیا اس احسان کے بدلے کو انہوں نے تجھے پناہ دی۔ اور تجھے دوسروں پر ترجیح دی اور تجھ پر بخششیں کیں کیا وہ تیرے لیے برے امام تھے۔ اور ان کے احسانات کا بدلہ یہی تھا۔ جو تو نے دیا۔ اور ابن ملجم اسی طرح سر نیچے کیے ہوا تھا۔ اور کوئی بات نہیں کرتا تھا۔ لوگوں کے گریہ کی آواز بلند ہوئی۔ امام حسنؑ نے اس شخص سے پوچھا جو اس ملعون کو لے آیا تھا اور کوئی بات نہیں کرتا تو نے اس دشمن خدا کو کہاں پایا تو اس شخص نے ابن ملجم کو پانے کا واقعہ بیان کیا اور امام حسنؑ نے فرمایا حمد و تعریف کے لائق وہی خدا ہے کہ جس نے اپنے دوست کی مدد کی اور اپنے دشمن کو مخذول و گرفتار کیا تھوڑی دیر کے بعد امیر المومنینؑ نے آنکھیں کھول دیں اور یہ جملہ فرمایا کہ خدا کے فرشتوں مجھ سے رفق و مدارات و نرمی کرو۔ اس وقت امام حسنؑ نے عرض کیا کہ یہ دشمن خدا اور رسولؐ اور آپؑ کا دشمن ابن ملجم ہے کہ خداوند عالم نے آپؑ کو کامیابی دی ہے اور وہ حاضر خدمت ہے امیر المومنینؑ نے اس ملعون کی طرف دیکھا۔ اور کمزور آواز میں کہا اے ابن ملجم تو نے امر بزرگ اور کار عظیم کا ارتکاب کیا ہے کیا میں تیرے لیے برا امام تھا کہ تو نے مجھے یہ بدلہ دیا ہے کیا میں نے تجھے مورد رحمت نہیں قرار دیا تھا۔ اور تجھے دوسروں پر ترجیح

نہیں دیتا تھا کیا تجھ سے احسان نہیں کرتا تھا اور تجھ پر زیادہ بخشش نہیں کی تھی۔ حالانکہ مجھے معلوم تھا کہ مجھے قتل کرے گا لیکن میں چاہتا تھا کہ تجھ پر حجت تمام ہو جائے اور خدا تجھ سے میرا انتقام لے اور میں چاہتا تھا کہ تو اس عقیدہ سے پلٹ آئے اور شاید تو گمراہی و ضلالت کا راستہ چھوڑ دے پس تجھ پر شقاوت غالب آئی اور تو نے مجھے قتل کر دیا۔ اے بدترین اشقیاء ابن ملجم اس وقت رونے لگا۔

اور اس نے کہا افانت تنقذ من فی النار یعنی کیا آپؑ اسے نجات دے سکتے ہیں جو جہنم میں ہے اور جہنم کے لیے مخصوص ہے اس وقت حضرتؑ امام حسن نے اس کی سفارش کی اور فرمایا اے بیٹا اپنے قیدی کے ساتھ مدارات و نرمی کرنا۔ اور شفقت و رحمت کا راستہ اختیار کرنا۔ دیکھتے نہیں کہ خوف کے مارے اس کی آنکھیں کس طرح گردش کر رہی ہیں اور اس کا دل کیسے دھڑک رہا ہے امام حسنؑ نے عرض کیا۔ اس ملعون نے آپؑ کو قتل کیا ہے اور ہمارے دلوں کو تکلیف پہنچائی ہے باوجود اس کے آپؑ ہمیں حکم دیتے ہیں کہ اس سے نرمی کریں۔ آپؑ نے فرمایا اے بیٹا ہم اہل بیتؑ رحمت و بخشش ہیں پس وہ کھانا اسے کھلانا جو خود کھانا۔ اور وہ اسے پلانا جو خود پینا۔ اگر میں دنیا سے چل بسوں تو اس سے قصاص لینا اور اسے قتل کرنا لیکن اس کے جسم کو آگ میں نہ جلانا۔ اور اسے مثلہ نہ کرنا۔ یعنی اس کے ہاتھ پاؤں کان ناک اور باقی اعضاء و جوارح نہ کاٹنا کیونکہ میں نے تمہارے نانا رسول خداؐ سے سنا تھا فرماتے تھے مثلہ نہ کرنا اگرچہ کاٹنے والا کتا ہی کیوں نہ ہو۔ اگر میں زندہ رہا تو میں بہتر جانتا ہوں کہ اس سے کیا سلوک کروں اور میں زیادہ حق رکھتا ہوں کہ اسے معاف کر دوں کیونکہ ہم وہ اہل بیتؑ ہیں کہ گنہگار کے ساتھ سوائے عفو و کرم کے اور کچھ نہیں کرتے۔ اس وقت حضرتؑ کو مسجد سے اٹھا کر انتہائی کمزوری و بیحالی و ناتوانی کے عالم میں گھر کی طرف لے چلے اور ابن ملجم کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے اسے ایک مکان میں قید کر دیا گیا اور لوگ آپؑ کی دولت سرا کے گرد فریاد و گریہ زاری و داویلا کر رہے تھے قریب تھا کہ اپنے آپ کو ہلاک کر دیں حضرت امام حسنؑ نے عین گریہ و زاری و نالہ و بیقراری کے عالم میں اپنے پدر عالی قدر سے عرض کیا بابا آپؑ کے بعد ہمارا کون ہے آپؑ کی مصیبت آج کے دن رسول خداؐ کی مصیبت کے مانند ہے گویا رونا ہم نے آپؑ کی مصیبت کے لیے سیکھا ہے حضرت امیر المومنینؑ نے اپنے نور دیدہ کو اپنے قریب بلایا۔ اور ان کی آنکھوں کو دیکھا کہ زیادہ رونے کی وجہ سے سوج گئی ہیں۔ آپؑ نے اپنے دست مبارک سے امام حسنؑ کی آنکھوں سے آنسو پونچھے اور ان کے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ اے بیٹے خدا تمہارے دل کو صبر کی وجہ سے سکون دے اور تمہارا اور تمہارے بھائیوں کا اجر میری مصیبت میں عظیم قرار دے اور تمہارے اضطراب اور آنسو کے بہنے کو ساکن کر دے بیشک خدا تمہیں مصیبت کے برابر اجر دے گا پھر آپؑ کو آپؑ کے مصلے کے نزدیک کے کمرے میں لٹایا گیا۔ زینبؑ ام کلثومؑ آئیں اور آپؑ کے سامنے بیٹھ کر حضرتؑ کے لیے نوحہ و زاری کرنے لگیں اور کہتی تھیں آپؑ کے بعد اہل بیتؑ کے بچوں کی کون تربیت کرے گا۔ اور بڑوں کی نگہبانی کون کرے گا اے بابا ہمارا درد و اندوہ آپ کے غم میں بہت طویل ہے اور ہمارے آنسو کبھی نہیں تھمیں گے پس لوگوں کی آواز نالہ و گریہ حجرہ کے باہر سے بلند ہوئی۔ آنحضرتؑ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے آپؑ نظر حسرت سے اپنی اولاد کو دیکھنے لگے حسینؑ کو اپنے قریب بلایا اور انہیں گلے سے لگایا ان کے منہ چومے شیخ مفیدؒ و شیخ طوسیؒ نے اصبغ ابن بناتہ سے روایت کی ہے کہ جب امیر المومنینؑ کو ضربت لگی۔ اور آپؑ کو گھر لے گئے جب آپؑ کے گھر سے گریہ و نالہ کی آواز بلند ہوئی تو ہم بھی روئے اور فریاد کی اچانک امام حسنؑ گھر سے باہر آئے اور فرمایا اے لوگو! امیر المومنینؑ نے

حکم دیا ہے کہ اپنے گھروں کی طرف پلٹ جاؤ وہ سب لوگ چلے گئے۔لیکن میں اپنی جگہ پر رکا رہا۔جب دوبارہ رونے کی آواز گھر سے بلند ہوئی تو میں بھی رو دیا۔دوبارہ امام حسنؑ گھر سے باہر آئے اور فرمایا میں نے تم سے کہا نہیں کہ اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ۔میں نے عرض کیا خدا کی قسم اے فرزند رسولؐ میرا نفس ساتھ نہیں دیتا۔میرے پاؤں میں چلنے کی طاقت نہیں رہی جب تک امیر المومنینؑ کو دیکھ نہ لوں۔کہیں نہیں جاسکتا۔پس میں بہت زیادہ رویا۔امام حسنؑ گھر میں گئے۔اور تھوڑی دیر میں باہر تشریف لائے اور مجھے گھر کے اندر لے گئے۔جب میں اندر گیا تو دیکھا کہ امیر المومنینؑ کو تکیوں کا سہارا دیا گیا ہے۔زرد پٹی آپؑ کے سر پر بندھی اور آپؑ کا چہرہ سر کے زیادہ خون کے بہہ جانے کی وجہ سے اتنا زرد ہو چکا تھا کہ میں جان نہ سکا کہ وہ پٹی زیادہ زرد ہے یا آپؑ کا چہرہ مبارک جب میں نے اپنے مولا کو اس حالت میں دیکھا تو میں بے تاب ہو کر آپؑ کے قدموں پر گر پڑا۔اور ان کے بوسے لینے لگا۔اور انہیں آنکھوں سے ملنے لگا حضرتؑ نے فرمایا اصبغ مت رو کیونکہ جنت کا راستہ میرے سامنے ہے۔میں نے عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں مجھے معلوم ہے کہ آپؑ جنت میں جائیں گے میں تو اپنی حالت اور آپؑ کی جدائی پر گریہ زاری کرتا ہوں۔انتھی۔

بہر حال پھر ایک گھڑی آپؑ بیہوش رہے اس زہر کے سبب سے جو آپؑ کو دیا گیا تھا کبھی بیہوش ہجاتے اور کبھی ہوش میں آجاتے (ظاہر ہے اس سے وہ بیہوشی مراد نہیں کہ جس سے انسان عقل کھو بیٹھتا ہے۔بلکہ شدت تکلیف کی وجہ سے انسان دوسروں کی طرف متوجہ نہیں ہوتا (مترجم)

جب امیر المومنینؑ ہوش میں آئے تو امام حسنؑ نے ایک پیالہ دودھ کا آپؑ کے ہاتھ میں دیا۔حضرتؑ نے تھوڑا سا پیا اور باقی ابن ملجم کو دینے کا حکم دیا۔دوبارہ آپؑ نے اس ملعون کے کھانے پینے کی امام حسنؑ سے سفارش فرمائی۔شیخ مفیدؒ اور دوسرے علماء نے روایت کی ہے کہ جب ابن ملجم ملعون کو قید کر دیا گیا تو جناب ام کلثوم نے فرمایا۔اسے دشمن خدا تو نے امیر المومنینؑ کو قتل کیا ہے۔وہ ملعون کہنے لگا میں نے امیر المومنینؑ کو نہیں بلکہ تمہارے باپ کو قتل کیا ہے۔جناب ام کلثوم نے فرمایا میں امید رکھتی ہوں کہ حضرتؑ ضربت سے شفا پائیں گے اور خداوند عالم تجھ پر دنیا و آخرت میں عذاب کرے گا۔تو ابن ملجم ملعون کہنے لگا میں نے یہ تلوار ہزار درہم میں خریدی ہے اور مزید ہزار درہم خرچ کیے کہ اسے زہر میں بجھایا جائے۔میں نے ایسی ضربت لگائی ہے کہ اگر اسے اہل زمین پر تقسیم کیا جائے تو اس سے سب ہلاک ہو جائیں۔ابو الفرج نے نقل کیا ہے کہ امیر المومنینؑ کے علاج کیلئے کوفہ کے تمام اطباء و حکماء جمع کیے گئے اور ان میں سے علم جراحی میں سب سے زیادہ عالم ایک شخص تھا جسے اثیر بن عمرو کہتے تھے جب اس نے حضرت امیر مومنینؑ کے زخم کو دیکھا تو اس نے بکرے کی تازہ و گرم گودے والی ہڈی (مغز والی ہڈی) منگوائی۔جب اس ہڈی کو لے آئے تو اس کی ایک رگ اس نے باہر نکالی اور اسے شگاف زخم میں رکھ دیا اور اس میں پھونکیں ماریں یہاں تک کہ اس کے اطراف زخم کے آخر تک پہنچ گئے اور تھوڑی دیر اس کو اسی طرح رہنے دیا پھر اٹھا کر اسے دیکھا تو کچھ حضرتؑ کے مغز سر کی سفید اس میں نظر آئی پس اس نے حضرت امیر المومنینؑ سے عرض کیا کہ آپؑ وصیت کریں کیونکہ اس دشمن خدا کی ضربت اپنا کام کر چکی ہے۔اور سر کے مغز تک پہنچ چکی ہے اب معاملہ تدبیر سے نکل چکا ہے۔

چوتھی فصل

حضرت امیر المومنینؑ کی وصیت کیفیت

وفات اور غسل ودفن کا بیان

جناب محمد بن حنیفہ سے روایت ہے کہ جب بیسویں رات ماہ مبارک رمضان کی ہوئی تو زہر کا اثر میرے والد کے پاؤں تک پہنچ گیا۔اس رات آپؑ نے بیٹھ کر نماز پڑھی۔آپؑ ہمیں وصیتیں فرماتے رہے اور تسلیاں دیتے رہے یہاں تک کہ صبح طالع ہوئی تو آپؑ نے لوگوں کو اجازت دی کہ وہ آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوں لوگ آتے تھے اور سلام کرتے اور آپؑ جواب سلام دیتے۔اور فرماتے ایھا الناس سلونی قبل ان تفقدونی۔لوگو سوال کرو اور مجھ سے پوچھو اس سے پہلے کہ مجھ نہ پاؤ اور اپنے سوال اپنے امام کی مصیبت کی وجہ سے مختصر کرو تو لوگوں کی چیخیں نکل گئیں اور نالہ وفریاد کرنے لگے۔حجر بن عدی کھڑے ہو گئے اور چند اشعار حضرت امیر المومنینؑ کے مرثیہ میں پڑھے۔جب وہ خاموش ہو گئے تو حضرتؑ نے فرمایا اے حجر کیا حال ہوگا تیرا جب وہ تجھے بلائے گا اور تجھ سے تقاضی کرے گا کہ مجھ سے برات وبیزاری اختیار کر۔عرض کیا خدا کی قسم اگر مجھے تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں اور آگ سے مجھے عذاب دیں تو بھی آپؑ سے بیزاری اختیار نہیں کروں گا۔فرمایا تجھے اچھائی کی توفیق نصیب ہو اور تیرا خدا تجھے آل نبیؐ کی طرف سے جزائے خیر دے۔

اس وقت آپؑ نے شربت شیر مانگا اور تھوڑا سا نوش فرمایا اور ارشاد ہوا کہ یہ دنیا میں میری آخری روزی اور رزق ہے اہل بیتؑ نے دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کیا۔منقول ہے کہ ایک شخص نے ابن ملجم سے کہا اے دشمن خدا خوش نہ ہو امیر المومنینؑ اچھے ہو جائیں گے تو وہ ملعون کہنے لگا پھر ام کلثومؑ کس پر گریہ کر رہی ہے کیا مجھ پر روتی ہے یا اپنے باپ علیؑ پر رو رہی ہے خدا کی قسم میں نے یہ تلوار ہزار درہم میں خریدی ہے اور ہزار درہم کے زہر سے اسے سیراب کیا ہے۔اس میں جو جو نقص تھا اس کی اصلاح کی ہے اور ایسی تلوار سے میں نے علیؑ کو ضرب لگائی ہے کہ اگر اس ضربت کو اہل مشرق ومغرب پر تقسیم کر دیں تو سب مر جائیں خلاصہ یہ کہ جب اکیسویں کی رات آئی تو آپ نے اپنی اولاد اور اہل بیتؑ کو جمع کیا اور انہیں الوداع کہا۔اور فرمایا خدا تم پر میرا قائم مقام ہے اور وہ میرے لیے کافی ہے اور وہ بہترین وکیل ہے انہوں اچھی چیزوں کی وصیت کی اس رات زہر کا اثر آپؑ کے پورے جسم پر بہت زیادہ ظاہر ہوا جو کھانے پینے کی چیز لے کر آئے حضرت نے تناول نہیں فرمائی آپؑ کے لب مبارک ذکر خدا میں حرکت کر رہے تھے اور مروارید کی طرح پسینہ آپؑ کی جبیں پاک سے گر رہا تھا۔اسے اپنے دست مبارک سے صاف کرتے تھے اور فرماتے کہ میں نے رسولؐ خدا سے سنا ہے کہ جب کسی مومن کی موت نزدیک آتی ہے تو اس کی پیشانی پر تازہ مروارید کی طرح پسینہ آتا ہے اور اس کا نالہ وزاری ساکن ہو جاتا ہے

پس آپؑ نے اپنے چھوٹے بڑے فرزندوں کو بلایا اور فرمایا خدا میرا قائم مقام ہے تم پر اور میں تمہیں خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ یہ سن کر سب رونے لگے حضرت امام حسنؑ نے عرض کیا بابا آپؑ اس قسم کی باتیں کر رہے ہیں۔ گویا اپنی زندگی سے مایوس ہو چکے ہیں آپؑ نے فرمایا اے فرزند گرامی اس واقعہ کے ہونے سے ایک رات پہلے میں نے تمہارے نانا رسول خدا کو عالم خواب میں دیکھا ہے اس امت کی اذیتوں اور آزادوں کی میں نے آپؐ سے شکایت کی۔ آپؐ نے فرمایا ان کیلئے بددعا کرو تو میں نے کہا۔ خدایا میرے عوض برے لوگوں کو ان پر مسلط کر اور ان کے بدلے مجھے اچھے لوگ عطا فرما یا تو رسول خدا نے فرمایا خدا نے تمہاری دعا قبول کر لی ہے تین راتوں کے بعد خدا تمہیں میرے پاس لے آئے گا۔ اب تین راتیں گزر چکی ہیں۔ اے حسنؑ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں تمہارے بھائی حسینؑ کے متعلق اور فرمایا تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں پھر آپؑ نے اپنے باقی بیٹیوں سے فرمایا: جو فاطمہؑ سے نہیں تھے کہ حسنؑ و حسینؑ کی مخالفت نہ کرنا پھر فرمایا خداوند عالم تمہیں اچھے صبر کی توفیق عنایت فرمائے۔ آج رات تمہارے درمیان سے میں چلا جاؤں گا۔ اور اپنے حبیب محمد مصطفیٰؐ سے جا ملوں گا۔ جیسا کہ مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے۔ شیخ مفید اور شیخ طوسی نے امام حسنؑ سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا جب میرے والد گرامی کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپؑ نے ہمیں یہ وصیت کی کہ یہ وہ چیز ہے جس کی وصیت کرتا ہے علی بن ابی طالبؑ رسول خداؐ کا بھائی پسر عم اور ساتھ پہلی میری وصیت یہ ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور محمدؐ خدا کے بند اور اس کے رسول ہیں۔ خدا نے انہیں اپنے علم کیلئے چنا اور پسند کیا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا مردوں کو قبروں سے نکالے گا۔ اور لوگوں سے ان کے اعمال کے متعلق سوال کرے گا وہ ان چیزوں کو جانتا ہے جو لوگوں کے سینوں میں پوشیدہ ہیں۔ اے میرے بیٹے حسنؑ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اس چیز کی جس کی رسول خدا نے مجھے وصیت کی تھی۔ اور تم وصایت کیلئے کافی روانی ہو۔ جب میں دنیا سے چلا جاؤں گا اور امت تم سے مخالفت کے راستہ پر چلے تو آپ گھر میں بیٹھ جانا۔ آخرت کے لئے گریہ کرنا اور دنیا کا اپنا بڑا مقصد قرار نہ دینا۔ اس کی تلاش میں دوڑ دھوپ نہ کرنا۔ نماز کو اس کے اول وقت میں ادا کرنا اور زکوۃ کا جب وقت ہو تو مستحقین تک پہچانا مشتبہ امور میں خاموش رہنا غضب و رضا کے موقعہ پر عدل و میانہ روی اختیار کرنا۔ اپنے ہمسایوں سے اچھا سلوک کرنا۔ مہمان کی عزت کرنا۔ مصیبت زدہ لوگوں پر رحم کرنا۔ صلح رحمی کرنا۔ فقراء و مساکین کو دوست رکھنا اور ان کے ساتھ بیٹھنا تو تواضع و انکساری کرنا کہ یہ افضل عبادت ہے اور اپنی آرزو اور امیدوں کو کم کرنا اور موت کو یاد ررکھنا۔ دنیا کو ترک اور زہد کے طریقہ کو اختیار کرنا۔ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ظاہر و باطن دونوں طرح خدا سے ڈرنا بغیر غور و فکر بات نہ کرنا۔ کام میں جلدی نہ کرنا۔ البتہ کار آخرت کی ابتداء اور اس میں تعجیل کرنا اور دنیا کے معاملہ میں تاخیر اور چشم پوشی کرنا جب تک کہ اس کی اچھائی اور بھلائی تمہیں معلوم نہ ہو جائے اور ایسی جگہوں سے جہاں تہمت اور ایسی مجلس سے بھی بچنا جس کے متعلق برا گمان کیا جاتا ہو۔ کیونکہ برا ہم نشین اپنے ساتھی کو ضرر پہنچاتا ہے۔ اے بیٹا! خدا کیلئے کام کرنا اور فحش و بیہودہ گوئی سے پرہیز کرنا اور اپنی زبان سے صرف اچھی چیزوں کا حکم دینا اور اس سے بُری چیزوں کو منع کرنا۔ برادران دینی کے ساتھ خدا کیلئے دوستی و برادری اور اچھے شخص کو اس کی اچھائی کی وجہ سے دوست رکھنا اور فاسقوں کے ساتھ نرمی کرنا تا کہ وہ تمہارے دین کو ضرر نہ پہنچائیں۔ البتہ دل میں انہیں دشمن سمجھنا اور اپنے کردار کو ان کے کردار سے الگ کرنا تا کہ تم ان جیسے

نہ ہو جاؤ۔ گزرگاہ پر نہ بیٹھنا اور بے وقوفوں اور جاہلوں کے ساتھ جھگڑا نہ کرنا اور اپنی گزر اوقات میں میانہ روی اختیار کرنا اور اپنی عبادت میں بھی اعتدال رکھنا اور عبادتوں میں سے اس عبادت کو اختیار کرنا جسے ہمیشہ برقرار رکھ سکو اور اس کی طاقت بھی تم میں ہو خاموشی اختیار کرنا تاکہ زبان کے مفاسد سے محفوظ رہو اور اپنا زادِ راہ سفر آخرت کے لیے پہلے بھیج دینا۔ اپنی اور نیکی کی باتوں کو یاد کرنا تاکہ عقلمند ہو جاؤ اور خدا کو ہر حال میں یاد رکھنا۔ اور اپنے چھوٹے رشتہ داروں پر رحم کرنا اور بڑوں کی عزت و توقیر و تعظیم کرنا۔ کوئی کھانا نہ کھانا مگر اس کے کھانے سے پہلے کچھ اس میں سے صدقہ دینا اور تم پر روزہ رکھنا ضروری ہے کیونکہ وہ بدن کی زکوٰۃ ہے جہنم کی آگ کے لیے ڈھال ہے اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنا اور اپنے ہمنشیں سے ڈرتے رہنا۔ دشمن سے اجتناب کرنا ان مجالس میں تمہارا جانا ضروری ہے کہ جن میں ذکر خدا ہوتا ہے۔ اور دعا زیادہ کیا کرنا۔ یہ میری وصیتیں ہیں اور اے بیٹا میں نے تمہیں نصیحت کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی اور اب جدائی اور فراق کا وقت ہے۔ تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اپنے بھائی محمد سے نیکی کرنا کیونکہ وہ تمہارے بھائی اور تمہارے باپ کا بیٹا ہے اور تمہیں معلوم ہے کہ مجھے اس سے محبت ہے باقی رہے تمہارے بھائی حسینؑ وہ تمہاری ماں کے بیٹے اور تمہارے سگے بھائی ہیں تمہیں ان کے متعلق وصیت کرنے کی ضرورت نہیں اور خداوند عالم تم پر میرا قائم مقام ہے اور میں اس سوال کرتا ہوں کہ وہ تمہارے حالات کی اصلاح کرے اور ستم گروں اور سرکشوں کے شر سے تم کو بچائے اور تم پر لازم ہے کہ صبر و تحمل اختیار کرنا۔ یہاں تک کہ خدا نازل ہو اور تمہاری کشاکش کا وقت آجائے۔ خدا کے علاوہ کوئی قوت نہیں ہے۔ [1]

اور پہلی روایت کے مطابق جب امیر المومنینؑ امام حسنؑ کو اپنی وصیتیں کر چکے تو فرمایا اے حسنؑ! جب میں دنیا سے چل بسوں تو مجھے غسل و کفن دینا اور اپنے نانا رسول خداؐ کے بقیہ حنوط کے ساتھ (جو کافور جنت میں سے ہے اور جسے جبرئیل آنحضرتؐ کے لیے لائے تھے) حنوط دینا اور جب مجھے تابوت میں رکھو تو اس کے اگلے حصے کو نہ اٹھانا بلکہ اس کے پچھلی طرف رہنا۔ اور جدھر میرا تابوت جائے اس کی پیروی کرنا اور جہاں جا کے رک جائے تو سمجھ لینا کہ میری قبر وہاں ہے پس میرا جنازہ زمین پر رکھ دینا اور اے حسن تم مجھ پر

---

[1] (مترجم کہتا ہے کہ اس وصیت کے بہت سے الفاظ ایسے ہیں کہ جن کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جسے وصیت کی جا رہی ہے وہ امام معصوم نہیں لیکن یہ واضح اور بدیہی ہے خدا جب اپنے نبیاء کو یا انبیاء ایک دوسرے کو یا سرکار رسالتؐ اپنے وصی و خلیفہ کو یا ایک امام دوسرے امام کو اس قسم کی وصیت کرتے ہیں تو اسے یہ مراد نہیں ہوتی کہ تم فلاں اچھے کام پہلے نہیں کرتے تھے۔ اب کرنا یا فلاں کام آگے تم سے سرزد نہ ہوں۔ بلکہ یہ ایک گفتگو کا طریقہ ہے کہ اگر کسی خطار کار کو مخاطب کر کے کچھ کہا جائے تو ایک تو شرمسار و خجل ہوگا۔ اور بعض اوقات اسے غصہ آئے گا۔ اور وہ اس گفتگو سے فائدہ اٹھانے کے بجائے سرکشی کرے گا۔ لہٰذا ایسے مواقع پر ظاہراً مخاطب ایسے اشخاص کو کیا جاتا ہے کہ جن میں کوئی عیب نہ ہو اور سمجھانا انہیں مقصود ہوتا ہے۔ جو عیوب میں ڈوبے رہتے ہیں تاکہ وہ اس سے وعظ و نصیحت حاصل کریں ورنہ اور ایک نبی یا امام معصوم تو اس قسم کی چیزیں جانتا ہے اور ان کے مطابق عمل کرتا ہے۔ اسے سمجھانے کی ضرورت نہیں ہوتی (ترجم)

نماز پڑھنا اور سات تکبیریں کہنا۔ اور جان لو کہ میرے علاوہ کسی کے لیے سات تکبیریں جائز نہیں۔ سوائے تمہارے بھائی حسنؑ کے اس فرزند کے جو قائم آل محمدؐ اور اس امت کے مہدیؑ ہیں جو مخلوق کی ناہمواریوں کو درست کریں گے اور جب میری نماز جنازے سے فارغ ہو جاؤ تو جنازہ کو اٹھا کر وہاں کی مٹی کھودنا۔ تو کھدی ہوئی قبر اور بنی ہوئی لحد اور لکڑی کا ایک تختہ تمہیں ملے گا۔ جو میرے دادا نوحؑ نے میرے لیے بنایا تھا۔ مجھے اس تختہ پر لٹا دینا اور سات بڑی اینٹیں وہاں تمہیں ملیں گی۔ انہیں میرے اوپر چن دینا۔ پس تھوڑی دیر توقف کرنا۔ اس کے بعد ایک اینٹ ہٹا کر قبر میں دیکھنا میں قبر میں موجود نہیں ہوں گا۔ کیونکہ میں تمہارے نانا رسول خداؐ سے جا ملوں گا۔ اگر نبی مشرق میں سپرد ہو اور اس کا وصی مغرب میں دفن ہو تو ضرور خداوند عالم اس وصی کی روح و جسم کو اس کے نبیؐ کی روح و جسم کے پاس بھیج دیتا ہے پھر تھوڑی دیر کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں۔ اور اپنی اپنی قبروں میں پلٹ جاتے ہیں پھر میری قبر کو مٹی سے بھر دینا اور اس جگہ کو لوگوں سے پوشیدہ رکھنا۔ جب دن چڑھ آئے تو تابوت ناقہ پر رکھ کر کسی کو دینا کہ وہ مدینہ کی طرف لے جائے تاکہ لوگوں کو معلوم نہ ہو کہ میں کہاں دفن ہوا ہوں۔ حضرت امام صادقؑ سے روایت ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ نے امام حسنؑ سے فرمایا کہ میری قبریں چار جگہوں پر بنانا۔ ایک مسجد کوفہ میں دوسری رحبہ کے درمیان تیسری نجف میں اور چوتھی جعدہ بن ہبیرہ کے گھر میں تاکہ کسی کو میری قبر کا پتہ نہ چل سکے۔

مولف کہتا ہے کہ یہ اخفار قبر اس لیے تھا کہ مبادا ملاعین خوارج و بنی امیہ (جو انتہائی قسم کے دشمن اور حضرتؑ کے عدو تھے) کہیں قبر سے باخبر ہوں اور وہ یہ ارادہ کریں کہ حضرتؑ کا جسد اطہر قبر سے نکال لیں۔ یہ قبر حضرت صادقؑ کے زمانہ تک مخفی رہی یہاں تک کہ بعض اصحاب اور شیعہ حضرتؑ کے اپنے جد بزرگوار کی زیارت کرنے اور جائے قبر بتانے سے واقف ہوئے ہارون رشید کے زمانہ میں تو تمام لوگوں کے لیے مرقد منور ظاہر ہو گیا۔ اس کی تفصیل کی اس مقام پر گنجائش نہیں پس حضرت امیر المومنینؑ نے اپنے بیٹوں سے فرمایا وقت بہت نزدیک ہے جب فتنے ہر طرف سے تمہارا رخ کریں اور اس امت کے منافق اپنے دیرینہ بغض و کینے تم سے نکالے چاہیں اور تم سے انتقام لیں تو تم پر صبر کرنا لازم ہے کیونکہ صبر کرنا اچھا ہے۔ پھر آپؑ نے امام حسینؑ کی طرف رخ کیا اور فرمایا میرے بعد خصوصی طور پر تمہارے اوپر بہت سے فتنے اور مصائب مختلف جہات سے وارد ہوں گے پس صبر کرنا یہاں تک کہ خدا تمہارے اور تمہارے دشمن کے درمیان حکم کرے اور وہ بہترین حکم کرنے والا ہے۔

ابا عبداللہ تمہیں یہ امت شہید کرے گی تمہیں اس مصیبت پر صبر کرنا لازمی ہے پھر تھوڑی دیر آپؑ بے ہوش رہے جب ہوش میں آئے تو فرمایا یہ رسول خداؐ اور میرے چچا حمزہؑ اور بھائی جعفر طیارؑ میرے پاس آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ جلدی آؤ ہم تمہارے مشتاق ہیں پس آپؑ نے نگاہیں موڑ کر اپنے اہل بیتؑ کو دیکھا اور فرمایا سب کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ خدا سب کو حق و صداقت کے راستہ پر قائم اور دشمنوں سے محفوظ رکھے۔ میرے بعد تمہارا خدا حافظ و ناصر ہے اور وہ نصرت کے لیے کافی ہے۔ اس کے بعد آپؑ کی جبین مبارک پسینہ سے تر ہو گئی اور آپؑ نے آنکھیں بند کر لیں اور قبلہ رخ ہو کر ہاتھ پاؤں دراز کر لیے اور کہا اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمد عبده ورسوله۔ یہ کہہ کر قدم شہادت کے ساتھ جنت کی طرف راہی ہو گئے صلوات اللہ علیہ

ولعنة الله علی قاتلہ یہ واقعہ ہائلہ شب جمعہ اکیس ۲۱ ماہ رمضان مبارک ۴۰ھ کو واقع ہوا۔اس وقت گریہ وزاری کی صدا ئے گھر سے بلند ہوئی تو اہل کوفہ کو معلوم ہوا کہ آپ کا انتقال ہو گیا ہے تمام شہر کوفہ سے آواز نالہ وگریہ آپ کی وجہ سے مثل اس دن کے بلند ہوئی کہ جس دن رسول خدا نے دنیا سے رحلت فرمائی تھی نیز اس رات آفاق واطراف آسمان متغیر ہوئے اور فرشتوں کو تسبیح وتقدیس کی آواز فضا سے سنائی دیتی تھی۔اور قبائل جنات نوحہ اور گریہ کرتے تھے اور مرثیہ پڑھتے تھے۔پس آپ کو غسل دینے لگے۔محمد بن حنفیہ روایت کرتے ہیں کہ جب میرے بھائی غسل میں مشغول ہوئے امام حسینؑ پانی ڈالتے تھے اور امام حسنؑ غسل دیتے تھے اور کسی کی ضرورت نہ تھی کہ جسم کو ادھر ادھر پھیرے بلکہ غسل کے وقت خود بخود جسم مطہر اس طرف سے اس طرف پھرتا تھا اور مشک وعنبر سے زیادہ خوشبو آپؑ کے جسم مطہر سے آتی تھی جب غسل سے فارغ ہو چکے تو امام حسنؑ نے آواز دی بہن میرے نانا کا حنوط لے آؤ۔جناب زینب علیہا السلام جلدی سے امیر المومنینؑ کے حنوط کا حصہ لے آئیں جو پیغمبر اکرمؐ اور فاطمہ علیہا السلام کے حصہ کے بعد رہ گیا۔تھا اور یہ اس کافور میں سے تھا جو جبرئیل جنت سے لے کر آئے تھے جب اس حنوط کو کھولا گیا تو سارا شہر کوفہ اس کی خوشبو سے معطر ہو گیا حضرت کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا گیا اور تابوت میں رکھا۔امیر المومنینؑ کی وصیت کے مطابق تابوت کے پچھلے حصہ کو حسینؑ نے اٹھایا اور اگلے حصہ کو جبرئیلؑ ومیکائیلؑ نے اٹھار کھا تھا آپ کو نجف کی طرف جو کوفہ کی پست پر ہے لے چلے۔کچھ لوگ چاہتے تھے کہ مشایعت کے لئے ساتھ جائیں امام حسنؑ نے انہیں واپس جانے کا حکم دیا اور حضرت امام حسینؑ گریہ کرتے اور کہتے تھے۔لاحول ولاقوة الا بالله العلی العظیم۔اے بابا آپؑ کے غم سے ہماری کمر ٹوٹ گئی۔محمد بن حنفیہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم آپؑ کے جنازہ جس دیوار عمارت اور درخت کے پاس سے گزرتا وہ خم ہو جاتا۔

امام شیخ طوسیؒ کی روایت کےمطابق جب آپ کا جنازہ غری پہنچا کہ جو قدیم زمانہ میں میل کی طرح ایک بنا تھی کہ جسے علم بھی کہتے تھے تو وہ آپؑ کے تابوت کی تعظیم واحترام میں جھک گیا۔اب اس کی جگہ پر ایک مسجد ہے کہ جسے مسجد حنانہ کہتے ہیں اور نجف سے مشرق کی طرف تقریباً تین ہزار ہاتھ کے فاصلہ پر ہے خلاصہ یہ کہ جب جنازہ قبر کی جگہ پر پہنچا تو تابوت از خود زمین پر آ گیا پس جنازہ زمین پر رکھ دیا گیا۔امام حسنؑ نے باجماعت نماز جنازہ پڑھائی اور سات تکبیریں کہیں نماز کے بعد جنازہ وہاں سے ہٹا کر اس جگہ کو کھودا گیا تو اچانک کھدی ہوئی قبر اور بنی ہوئی لحد ظاہر ہوئی قبر کے نیچے ایک تختہ بچھا ہوا تھا کہ جس پر ایک تختی تھی جس پر خط سریانی میں دو سطریں تھیں جن کا ترجمہ یہ ہے۔

بسم الله الرحمن الرحیم حفرۂ لاح النبی لعلی وصی محمد ﷺ قبل الطوفان بسبعمائة عام

یعنی سہارا اللہ کے نام کا جو رحم ورحیم ہے یہ وہ ہے جسے نوح نبی نے علی وصی محمدؐ کے لیے طوفان سے سات سو سال پہلے کھودا ہے۔

اور ایک روایت کے مطابق لکھا تھا یہ وہ چیز ہے جسے حضرت نوح پیغمبر نے طاہر و مطہر عبد صالح کے لیے ذخیرہ کیا ہے جب چاہا کہ حضرت کو قبر میں داخل کریں تو ایک ہاتف کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا اتارو اسے پاک و پاکیزہ تربت میں کیونکہ حبیب اپنے حبیب کا مشتاق ہے۔ نیز منادی کی آواز سنی گئی جو کہہ رہا تھا خداوند عالم تمہیں صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

امام محمد باقر سے منقول ہے کہ امیر المومنینؑ کو طلوع صبح سے پہلے غریتین میں دفن کیا اور آپؑ کی قبر میں امام حسنؑ امام حسینؑ محمد بن حنفیہ اور عبداللہ بن جعفر داخل ہوئے تھے۔

خلاصہ یہ کہ آپؑ کی قبر کو بند کرنے کے بعد ایک اینٹ سرہانے کی طرف سے اٹھائی گئی اور قبر کے اندر دیکھا تو قبر میں کچھ نہ پایا۔ اچانک ایک ہاتف کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا کہ امیر المومنینؑ خدا کے صالح بندے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے پیغمبرؐ کے پاس بھیج دیا ہے اور اسی طرح خدا انبیاء کے بعد اوصیاء کے ساتھ حسن سلوک سے کام لیتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی پیغمبر مشرق میں وفات پائے اور اس کا وصی مغرب میں رحلت کرے تو خداوند عالم اس وصی کو نبیؐ سے ملا دیتا ہے۔ صاحب کتاب مشارق الانوار امام حسنؑ سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضرت امیر المومنینؑ نے حسنین علیہما السلام سے فرمایا کہ جب مجھے قبر میں رکھو تو قبر پر مٹی ڈالنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنا۔ پھر قبر میں نظر کی تو کیا دیکھا کہ سندس کا ایک پردہ قبر کے اوپر تنا ہوا ہے امام حسنؑ نے سر کی جانب سے اس پردہ کو ہٹا کر قبر میں دیکھا تو رسولؐ خدا آدم صفی اللہ اور ابراہیم خلیل اللہ علیہما السلام کو حضرت سے محو گفتگو دیکھا اور امام حسینؑ نے پائنتی کی طرف سے پردہ ہٹایا تو دیکھا کہ جناب فاطمہ حوا مریم اور آسیہ آپؑ پر نوحہ کر رہی ہیں جب آپؑ کے دفن سے فارغ ہو چکے تو صعصعہ بن صوحان عبدی نے آپؑ کی قبر مقدس کے قریب کھڑے ہو کر تھوڑی سی مٹی اٹھا کر اپنے سر میں ڈالیں اور کہا اے امیر المومنینؑ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ اے ابوالحسن خوشگوار ہوں آپؑ کیلئے خدا کی کرامتیں بے شک آپؑ کی جائے پیدائش پاکیزہ آپ کا صبر قوی اور جہاد عظیم تھا اور جو آپؑ کی آرزو تھی اسے آپؑ نے پالیا۔ آپؑ نے نفع بخش تجارت کی اور اپنے پروردگار کے پاس پہنچ گئے۔ اس قسم کے بہت سے کلمات کہے اور بہت گریہ کیا اور دوسروں کو رلایا پھر امام حسنؑ و امام حسینؑ محمد و جعفر و عباسؑ و یحییٰؑ و عون اور حضرتؑ کے باقی شاہزادوں کی طرف رُخ کر کے انہیں تعزیت کہی اور کوفہ کی طرف پلٹ آئے جب صبح ہوئی تو مصلحت کی بناء پر ایک تابوت حضرت کے گھر سے نکالا گیا اور کوفہ کے باہر حضرت امام حسنؑ نے اس تابوت پر نماز پڑھی اور اس تابوت کو ایک اونٹ پر باندھ کر مدینہ کی طرف روانہ کیا۔ منقول ہے کہ عبداللہ بن عباس نے حضرت امیر المومنینؑ کے لیے ایک مرثیہ پڑھا منقول ہے کہ جب حضرت امیر المومنینؑ کی شہادت کی خبر معاویہ کو ملی تو اُس نے کہا۔ ان الاسد الذی کان یفترش ذراعیه فی الحرب قد قطی ینحیه "جو شیر اپنے بازو جنگ کے وقت زمین پر بچھا دیتا تھا۔ وہ اس جہان سے کوچ کر گیا۔ پھر اس نے یہ شعر پڑھا۔ قل لارانب ترعیٰ ایما سرحت وللظباء بلا خوف والا وحل خرگوش اور ہرنوں سے کہہ دو اب جہاں شوق ہو بے خوف و خطر پھریں۔ [1]

---

[1] (جو اصل کتاب میں موجود ہے ہم نے مرثیہ اور اس کے ترجمہ کا ذکر نہیں کیا (مترجم)

شیخ کلینی ابن بابویہ اور دوسرے علماء نے معتبر اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ کی شہادت کے دن لوگوں کے گریہ ونالہ کی آواز بلند تھی اور ان پر عظیم دہشت طاری تھی اس دن کی طرح جس دن رسول خدا نے رحلت فرمائی تھی۔ اچانک ایک بوڑھا آدمی آنسو بہاتا ہوا تیزی کے ساتھ آیا اور وہ انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا کہ آج خلافت نبوت ختم ہوگئی۔ پس وہ آیا اور حضرت امیر المومنینؑ کے گھر کے دروازے پر کھڑا ہوگیا۔ اور اس نے امیر المومنینؑ کے بہت سے مناقب بیان کیے۔ لوگ خاموش تھے اور گریہ کر رہے تھے جب اس نے اپنی گفتگو ختم کی تو نظروں سے غائب ہوگیا۔ لوگوں نے جتنا اس کو تلاش کیا وہ نہ مل سکا۔ مولف کہتا ہے کہ وہ بوڑھا شخص حضرت خضرؑ تھے اور ان کے کلمات حضرتؑ کی شہادت کے دن بمنزلہ زیارت حضرت امیر المومنینؑ ہیں اس احقر نے انہیں کتاب ہدیہ کے باب زیارت میں نقل کیا ہے۔ اور اس مختصر پر ان کے نقل کرنے کی گنجائش نہیں۔

پانچویں فصل

ابن ملجم لعین کا امام حسنؑ کے ہاتھ سے قتل ہونے کا بیان

جب امام حسنؑ اپنے پدر بزرگوار کا جسد مبارک زمین نجف اشرف میں دفن کر چکے اور کوفہ کی طرف لوٹ آئے تو شیعان علیؑ کے درمیان منبر پر تشریف لے گئے اور چاہا کہ خطبہ پڑھیں لیکن اشک چشم اور طغیان گریہ آپؑ کے گلو گیر ہو گیا اور آپؑ گفتگو نہ کر سکے پس کچھ دیر کے لیے منبر پر بیٹھے رہے۔ جب کچھ افاقہ ہوا تو دوبارہ کھڑے ہوئے اور انتہائی فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا کہ جن کلمات کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم آپؑ نے ستائش وسپاس خدائے پاک کے بعد فرمایا حمد ہے اس خدا کے لیے کہ جس نے خلافت ہم اہل بیتؑ کے لیے نیک اور اچھی چیز قرار دی۔ خدا کی قسم حضرت امیر المومنینؑ نے اپنی وفات کے بعد صرف چار سو درہم چھوڑے ہیں کہ جن سے آپؑ اپنے اہل وعیال کے لیے ایک غلام خریدنا چاہتے تھے [1] اور مجھ سے میرے جد بزرگوار رسول خداؐ نے حدیث بیان کی کہ بارہ افراد اہل بیتؑ کے جو اس کے چنے ہوئے ہیں امت اور خلافت کے مالک ہوں گے اور ہم میں سے کوئی ایسا نہیں جو قتل نہ ہو یا اسے زہر نہ دیا جائے۔

جب آپؑ نے یہ کلمات ختم کیے تو آپؑ کے حکم سے ابن ملجم کو حاضر کیا گیا۔ آپؑ نے فرمایا تجھے کس چیز نے اس پر اکسایا کہ تو نے امیر المومنینؑ کو شہید کیا اور دین میں رخنہ اور شگاف پیدا کیا۔ وہ ملعون کہنے لگا میں نے خدا سے عہد کیا تھا اور اپنے ذمہ لیا تھا کہ تمہارے باپ کو قتل کروں لہٰذا میں نے اپنے وعدہ کو پورا کیا۔ اب اگر چاہو مجھے امان دو تاکہ شام میں جا کر معاویہ کو قتل کروں اور آپؑ کو اس کے شر سے آسودہ خاطر کر دوں اور دوبارہ آپؑ کے پاس آؤں اس کے بعد چاہو تو مجھے قتل کر دینا اگر چاہو تو بخش دینا۔ امام حسنؑ نے فرمایا یہ خیال دل سے نکال دے۔ خدا کی قسم تو اب دنیا کا ٹھنڈا پانی نہیں پی سکے گا۔ جب تک تیری روح جہنم کی آگ سے جا کر نہ ملے اور فرحۃ الغری کی روایت کے مطابق ابن ملجم نے کہا میرے پاس ایک راز ہے میں چاہتا ہوں کہ آپؑ کے کان میں کہوں۔ حضرتؑ نے انکار کیا اور فرمایا یہ ملعون چاہتا ہے کہ شدت عداوت و بغض کی وجہ سے حضرت نے امیر المومنینؑ کی وصیت کے مطابق ابن ملجم ملعون کو ایک ہی ضربت سے واصل جہنم کیا۔ دوسری روایت ہے کہ آپؑ نے حکم دیا اس کی گردن اڑا دی جائے اور ام الہیثم بنت اسود نخعی نے خواہش کی کہ اس کا جبثہ پلید اس کے سپرد کیا جائے پس اس نے آگ روشن کی اور اسمیں اسے جلا دیا۔ مولف کہتا ہے کہ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابن ملجم پلید کو اکیس ماہ رمضان کے دن جو کہ حضرت امیر المومنینؑ کی شہادت کا دن تھا جہنم واصل کیا گیا جیسا کہ اس مضمون کی اور روایات بھی ہیں۔ ان میں سے بعض کتب قدیم میں ہے کہ جس رات امیر المومنینؑ کو دفن کیا گیا اس کی دوسری صبح جناب ام

---

[1] اس کے بعد امام حسینؑ کے حالات میں اس سے زیادہ طویل خطبہ حضرت کا ذکر ہوگا کہ جس میں آپ نے فرمایا کہ حضرت علیؑ سات سو درہم چھوڑ گئے ہیں کہ جن سے اپنے اہل وعیال کے لیے ایک خادم خریدنا چاہتے تھے۔

کلثومؑ نے امام حسنؑ کو قسم دی کہ میں چاہتی ہوں میرے باپ کا قاتل ایک گھڑی بھی زندہ نہ رہے لہٰذا ان کلمات کا نتیجہ یہی نکلا کہ جو کچھ لوگوں میں مشہور ہے کہ ابن ملجم ملعون کو ماہ رمضان کی ستائیس تاریخ کو جہنم رسید کیا گیا اس کی کوئی سند نہیں۔

ابن شہر آشوب اور دوسرے علماء نے روایت کی ہے کہ ابن ملجم کی ہڈیاں ایک گڑھے میں ڈال دی گئی تھیں لوگ اس جگہ سے نالہ وفریاد کی صدا سنتے تھے۔ مورخ ابن مسعودی کہتا ہے کہ جب ابن ملجم ملعون کو قتل کرنے لگے تو عبداللہ بن جعفر نے خواہش کی کہ اسے میرے سپرد کیا جائے تاکہ میں اس سے اپنے نفس کی تسلی تشفی حاصل کروں۔ پس اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے اور ایک میخ آگ میں گرم کی اور وہ اس کی آنکھوں میں پھرائی تو وہ ملعون کہنے لگا۔ منزہ ہے وہ خدا کہ جس نے انسان کو (یا آنکھ کی پتلی کو) خلق کیا ہے تو چاہتا ہے کہ تیزی سے جلانے والی سلائی اپنے چچا کی آنکھوں میں پھیرے پھر لوگوں نے اس ملعون کو پکڑ لیا اور ایک بورئیے میں لپیٹ کر اس پر تیل چھڑک کر آگ لگا دی۔

چھٹی فصل

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی اولاد کے بیان میں

شیخ مفید کے قول کے مطابق حضرت امیر المومنینؑ کے ستائیس بیٹے بیٹیاں تھیں۔ان میں سے چار افراد امام حسنؑ، امام حسینؑ زینب کبریٰ جن کا لقب عقیلہ تھا اور زینب صغریٰ جن کی کنیت ام کلثوم علیہم السلام ہیں ان کی والدہ جناب فاطمہ زہرا سیدۃ النساء ہیں۔امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے حالات تو بیان ہوں گے۔جناب زینبؑ عبداللہ ابن جعفر اپنے چچازاد کے ساتھ بیاہی گئیں اور ان سے آپؑ کے ہاں اولاد ہوئی کہ جن میں سے محمد وعون کربلا میں شہید ہوئے اور ابوالفرج کہتا ہے کہ محمد بن عبداللہ بن جعفر جو کربلا میں شہید ہوئے ان کی والدہ خوصا بنت خفصہ بن ثقیب تھیں اور وہ عبیداللہ کے سگے بھائی ہیں عبیداللہ بھی کربلا میں شہید ہوئے۔باقی رہیں جناب ام کلثوم تو ان کی شادی کا قصہ عمر کے ساتھ کتب میں لکھا ہے اور اس کے بعد عون بن جعفر اور ان کے بعد محمد بن جعفر سے ان کی تزویج ہوئی اور ابن شہر شوب نے ابو محمد نوبختی کی کتاب امامت سے روایت کی ہے کہ ام کلثوم کی شادی عمر بن خطاب سے ہوئی اور چونکہ وہ مخدرہ ابھی کم سن تھیں لہذا رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ عمر انتقال کر گئے مترجم کہتا ہے کہ بنی امیہ اور خاندان سادات کے دوسرے دشمنوں نے اہل بیت عصمت پر جہاں اور ظلم کیے ہیں۔وہاں ایک سلسلہ مظالم کا یہ کیا کہ اس خاندان کی بعض مستورات کے عقد مخالفین اہل بیتؑ یا کفار سے ثابت کرنے کی کوشش کی مثلاً یہ کہ رسول کی چار بیٹیاں تھیں۔جن میں سے دو عتبہ وعتیبہ ابولہب کے بیٹوں سے اور اس کے بعد یکے بعد دیگرے عثمانؓ سے بیاہی گئیں اور ایک بیٹی ابوالعاص بن ربیع سے بیاہی گئی (۲) جناب ام کلثوم بنت امیر المومنینؑ وجناب فاطمہ عمر بن خطاب سے بیاہی گئیں۔(۳) جناب سکینہ بنت الحسینؑ کا نکاح مصعب بن زبیر سے ہوا۔ وغیرہ وغیرہ

بنات رسولؐ کے سلسلہ میں تو ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں۔مسلمانوں نے اس پر اکتفا دنہ کیا بلکہ یہ بھی باور کرانے کی کوشش کی کہ جناب ام کلثوم کا نکاح عمر بن خطاب سے ہوا۔لیکن اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ افسانہ پہلے افسانہ سے بھی زیادہ بے بنیاد ہے۔کسی روایت کی صحت سقم کو دیکھنے سے پہلے اس کے مندرجات کو نظر غائر سے دیکھنا چاہیے کہ جو کچھ اس میں مذکور ہے وہ ہو بھی سکتا ہے یا نہیں مثلاً کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر کو یہ شوق تھا کہ ان کا انتساب خاندان رسالت سے ہو جائے۔اگر یہ شوق سچا تھا تو انتساب تو پہلے سے ہو گیا تھا ان کی بیٹی رسولؐ کی بیوی تھی وہ رسول کے خسر ہو گئے اگر یہ مصاہرت کچھ فائدہ دے سکتی ہے تو کافی تھی اور پھر کسی خاندان سے نسبت کا فائدہ تب ہوتا ہے جب اسی خاندان کی شرافت وعظمت کو کوئی شخص تسلیم کرتا ہو۔حضرت عمر وہ بزرگوار ہیں جن کی کوششوں سے بعد وفات رسولؐ خاندان رسالت ظاہری خلافت وحکومت سے محروم ہو گیا۔ان کی برکت سے جناب سیدہؑ اپنے باپ کی

میراث سے لاتعلق کردی گئیں۔ ان کی وجہ سے فدک جو باپ نے بطور ہبہ جناب سیدہؑ کو بخش دیا تھا وہ چھین لیا گیا ان کے حکم سے سیدہؑ کے دروازے پر آگ اور لکڑیاں جمع کی گئیں اور گھر کو جلانے کی دھمکی دی گئی جب کہا گیا کہ اس میں فاطمہؑ اور ان کی اولاد موجود ہے تو کہا کہ کوئی بھی ہو میں جلادوں گا۔ رسول کی بیٹی جس صاحب کے مظالم سے روتی ہوئی اس دنیا سے چلی گئی ہو اور یہ وصیت کر گئی ہو کہ میرے جنازہ میں یہ لوگ شریک نہ ہوں۔ اس کی اولاد سے انہیں شرف حاصل کرنے کا شوق کیسے پیدا ہو گیا تھا۔ آیئے ذرا ان روایات پر بھی غور کر لیتے ہیں۔ کتاب ہدایہ السعد اص ۲۵۵ پر لکھا ہے کہ جس ام کلثوم کا عقد عمر سے ہوا اس کی عمر چار سے لے کر پانچ برس تھی شبلی نعمانی نے الفاروق ص ۶۰۳ پر لکھا ہے کہ ۱۷ ہجری میں ۴۰ ہزار درہم حق مہر پر نکاح ہوا۔ ادھر تمام مورخین متفق ہیں کہ ام کلثوم نے معاملہ فدک میں گواہی دی۔ فدک کا واقعہ ۱۱ھ کا ہے جس لڑکی کی عمر ۱۷ ہجری میں چار پانچ سال ہے وہ گیارہ ہجری میں کیسے پیدا ہو گئی تھی۔ ازواج رسولؐ اور اولاد رسولؐ کی بیٹیوں اور بیویوں کا حق مہر ہمیشہ مہر سنت ہوتا تھا جس کی مقدار پانچ سو درہم سے زیادہ نہ تھی۔ تاریخ خمیس روضۃ الاحباب ابن اثیر روضۃ الصفا۔ حبیب السیر وغیرہ میں ہے کہ ام کلثوم کے عمرؓ سے دو بچے ہوئے زاید اور رقیہ۔ زید جب جوان ہوا تو معاویہ کے زمانہ میں کسی خانہ جنگی میں زخمی ہوا اور چند دن زندہ رہ کر اپنی ماں ام کلثوم کے ساتھ ایک ہی وقت میں انتقال کر گیا۔

ابن عمر اور حسنؑ بن علیؑ نے دونوں پر نماز جنازہ پڑھی۔ اب غور کریں کہ امام حسنؑ نے ۴۹ یا ۵۰ ہجری میں شہادت پائی تو امام حسنؑ کی وفات کے بعد تو وہ ام کلثوم زندہ نہیں ہونی چاہیے۔ کہ جس کی نماز جنازہ امام حسنؑ پڑھا چکے ہیں۔ لیکن جناب ام کلثوم بنت فاطمہؑ علیؑ تو واقعہ کربلا تک بلکہ اس کے بعد تک زندہ رہیں۔ جیسا کہ تحریر الشہادتین روضۃ الشہداء روضۃ الاحباب مقتل ابومخنف نور العینین ودیگر تمام کتب (جن میں واقعہ کربلا درج ہے) سے تحریر ہے۔ لہٰذا وہ ام کلثوم جو زید و رقیہ کی ماں تھی اور جس کی نماز جنازہ امام حسنؑ نے پڑھائی تھی اگر بنت فاطمہؑ ہوتی تو واقعہ کربلا میں موجود نہ ہوتی بلکہ تاریخ خمیس و استیعاب و اصابہ میں ہے کہ جناب زینبؑ کے انتقال کے بعد ان کے شوہر عبداللہ بن جعفر نے ام کلثوم بنت فاطمہؑ بیوہ محمد بن جعفر سے عقد کیا اور ۸۰ھ میں ام کلثوم کی وفات ہوئی اس روایت سے معلوم ہوا کہ ام کلثوم بنت علیؑ و فاطمہؑ تو واقعہ کربلا سے بیس سال بعد تک زندہ تھیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جس ام کلثوم سے ۱۷ھ میں عمرؓ نے عقد کیا اور اس کی عمر چار پانچ سال تھی وہ ابوبکرؓ کی بیٹی تھی۔ جیسا کہ تاریخ طبری اور کامل بن اثیر اور استعیاب میں ہے کہ ابوبکرؓ کی ایک لڑکی ان کی وفات کے چھ دن بعد پیدا ہوئی یا وفات کے دن پیدا ہوئی جس کا نام ام کلثوم رکھا گیا اور ابوبکرؓ کی بیوی اسماء بنت عمیس نے ان کی وفات کے بعد حضرت علیؑ سے نکاح کر لیا تھا۔ چنانچہ ابوبکرؓ کے بیٹے محمد بن ابی بکر نے حضرت علیؑ کے ہاں پرورش پائی۔ اسی ام کلثوم کی عمر ۱۷ھ میں چار پانچ سال ہو سکتی ہے۔ اسی ام کلثوم کی خواستگاری عمرؓ نے بی بی عائشہؓ سے کی جیسا کہ کامل بن اثیر اور استعیاب میں ہے اور عائشہ راضی ہو گئیں۔ ممکن ہے کہ عائشہؓ سے رضا لینے کے بعد عمرؓ نے ضروری سمجھا کہ حضرت علیؑ کی بھی اجازت لے لی جائے کیونکہ وہ حضرتؑ کے زیر تربیت تھی۔ ان حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے واضح ہو جاتا ہے کہ اگر کسی ایسی لڑکی سے عمرؓ کی شادی ہوئی کہ جو حضرت امیرؑ کے گھر اور آپ کی تربیت میں تھی تو وہ ام کلثوم بنت ابی بکر ہے۔ اس کو یار لوگوں نے بنت علیؑ اور بعض نے بنت فاطمہؑ جو لکھا ہے وہ دشمنی و بغض آل محمدؐ کی بنا پر ہے اور انہوں نے تنقیص خاندان رسالتؐ کر کے اپنے پیران طریقت کی مدح

وثناء کا حق ادا کیا ہے اور ہمارے بعض محدثین نے تسامحاً ان روایات کی درایت کے اصول کو مدنظر نہ رکھتے ہوئے لکھ دیا ہے لیکن جو جید علماء ہیں انہوں نے صاف لکھا ہے کہ یہ نسبت غلط ہے جیسا کہ مراۃ العقول جلد ۳ ص ۴۴۹ میں۔

قال الشیخ المفید ان الخبر الوارد بتزویج امیر المومنین بینة من عمر لم یثبت وطریقه من زبیر بن بکار ولم یکن موثوقاً به کان متهما فیما یذکره من بغضه الامیر المومنین علیه السلام الخ.

جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جو روایت حضرت امیر المومنینؑ کی عمر سے اپنی بیٹی کی تزویج کرنے کے سلسلہ میں وارد ہے وہ ثابت نہیں ہے کیونکہ اس کا راوی زبیر بن بکار ہے اور وہ قابل اعتبار نہیں بعض جناب امیر المومنینؑ کی وجہ سے وہ جو کچھ (اس قسم کی باتیں) بیان کرتا ہے وہ قابل اعتبار نہیں۔ الخ۔

اس سلسلہ میں اگر آپ مزید تحقیق کرنا چاہیں تو جناب مولانا حکیم اظہر صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ بانی اصلاح کھجوہ کی کتاب ستر مکتوم فی عقد ام کلثوم پڑھیں۔ مرحوم نے اس موضوع پر یہ بہترین کتاب لکھی ہے۔ جیسا کہ اکثر تاریخوں میں موجود ہے پہلے ان کی شادی عون بن جعفر سے اس کے بعد محمد بن جعفر سے اور آخر میں عبداللہ بن جعفر سے ہوئی (عرض مترجم ختم ہوئی) پانچویں محمد جن کی کنیت ابوالقاسم تھی اور ان کی والدہ خولہ حنفیہ بنت جعفر بن قیس تھیں اور بعض روایات میں ہے کہ رسول خداؐ نے امیر المومنینؑ کو محمد کی ولادت کی بشارت دی تھی اور اپنا نام اور کنیت ان کو بخشی تھی۔ محمد عمرؓ کی حکومت کے زمانہ میں پیدا ہوئے اور عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں وفات پائی۔ ان کی عمر پینسٹھ سال بتائی جاتی ہے اور ان کی وفات کی جگہ کے متعلق اختلاف ہے۔ ایک قول ہے ایلہ میں دوسرے قول کے مطابق طائف میں اور ایک قول ہے کہ مدینہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے اور جماعت کیسانیہ انہیں امام سمجھتی ہے اور مہدی آخر الزمان کہتی ہے اور ان کا اعتقاد ہے کہ محمد جبال رضوی میں (جو کہ یمن کے پہاڑ ہیں) رہتے ہیں اور ایک دن خروج کریں گے اور الحمد اللہ کہ اس مذہب کے لوگ ختم ہو چکے ہیں اور محمد عالم و بہادر و صاحب قوت و طاقت تھے منقول ہے کہ ایک وقت امیر المومنینؑ کی خدمت میں کچھ زرہیں پیش کی گئیں کہ جن میں سے ایک قد و قامت انسانی سے کچھ بڑی تھی۔ حضرت نے فرمایا کہ اس زرہ کا کچھ حصہ کاٹ دیا جائے محمد نے زرہ کا کنارہ جمع کیا اور جس جگہ حضرت امیرؑ نے نشان لگایا تھا۔ ایک ہاتھ سے پکڑی اور جس طرح ریشم کے بٹے ہوئے تاگوں کو توڑا جاتا ہے۔ اس زرہ کے کنارے توڑ دیئے ان کا اور قیس بن سعد بن عبادہ کا واقعہ ان دو رومی اشخاص کے ساتھ جو سلطان روم کی طرف سے بھیجے گئے تھے مشہور معروف ہے اور آپ کی شجاعت و دلیری جنگ جمل و صفین کے واقعات سے معلوم ہوتی ہے۔ (۶) اور (۷) عمر اور رقیہ کبریٰ ہیں یہ دونوں جڑواں پیدا ہوئے تھے ان کی والدہ ام حبیبہ بنت ربیعہ ہے۔ (۸) (۹) (۱۰ اور ۱۱) عباس جعفر۔ عثمان اور عبداللہ اکبر ہیں۔ یہ چار حضرات کربلا میں شہید ہوئے اور ان کی شہادت کے حالات انشاء اللہ مذکور ہوں گے اور ان چار حضرات کی والدہ ام البنین بنت حزام کلابی ہیں۔ منقول ہے کہ

ایک دفعہ امیر المومنینؑ نے اپنے بھائی عقیل سے فرمایا کہ آپ انساب عرب کے عالم ہیں میرے لیے ایک ایسی عورت کا انتخاب کریں جس سے مریا ایسا بیٹا ہو جو نمر دار فارس عرب ہو (عقیل کہتے ہیں) میں نے عرض کیا کہ ام البنین کلابیہ سے شادی کیجئے کہ جن کے آباء اجداد سے زیادہ بہادر عرب میں کوئی نہیں تھا پس جناب امیرؑ نے ان سے شادی کی اور ان سے جناب عباسؑ اور تین اور بھائی پیدا ہوئے یہی وجہ تھی کہ شمر بن الجوشن لعنۃ اللہ علیہ جو بنی کلاب میں سے تھا۔ کربلا میں جناب ابو الفضل العباسؑ اور ان کے بھائیوں کے لیے امان نامہ لایا اور انہیں بہن کے بیٹوں کے لفظ کیساتھ مخاطب کیا۔ جیسا کہ ذکر ہوگا۔ (۱۲) اور (۱۳) محمد اصغر اور عبداللہ ہیں اور محمد کنیت ابو بکر ہے اور یہ دونوں کربلا میں شہید ہوئے اور ان کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود دارمیہ تھیں۔ (۴) یحییٰ ان کی والدہ اسماء بنت عمیس تھیں۔ (۱۵) اور (۱۶) ام الحسن اور رملہ ہے ان کی والدہ ام سعید بنت عروہ بن مسعود ثقفی تھیں۔ اور یہ رملہ رملہ کبریٰ ہیں جو ابو الہیاج عبداللہ بن ابو سفیان بن حارث بن عبدالمطلب کی بیوی تھیں۔ اور یہ کہا گیا ہے کہ ام الحسنؑ جعدہ بن ہبیرہ کی بیوی تھیں جو ان کی پھوپھی کا لڑکا تھا۔ اور اس کے بعد جعفر بن عقیل نے ان سے نکاح کیا (۱۷، ۱۸ اور ۱۹ نفیسہ زینب صغریٰ اور رقیہ صغریٰ ابن شہر آشوب نے ان تینوں کو ام سعید بنت عروہ کی بیٹیاں کہا ہے اور ام الحسن اور رملہ کی والدہ ام شعیب مخزومیہ بیان کی ہیں۔ منقول ہے کہ نفسہ کی کنیت ام کلثوم صغریٰ تھی اور کثیر بن عبدالمطلب نے ان سے شادی کی اور زینب صغریٰ محمد بن عقیل کے عقد میں بیس سے لے کر ستائیس تک اس ترتیب سے ہے ام ہانی۔ ام الکرام جمانہ جن کی کنیت ام جعفر ہے۔ امامہ۔ ام سلمہ۔ میمونہ۔ خدیجہ اور فاطمہ رحمۃ اللہ علیہ اور بعض علماء نے آپ کی اولاد کی تعداد چھتیس تک لکھی ہے اٹھارہ بیٹے اور اٹھارہ بیٹیاں ان میں عبداللہ اور عون کو مزید شمار کیا ہے کہ جن کی ماں اسماء بنت عمیس ہیں۔ اور ہشام بن محمد جو ابن اور عثمان اصغر جعفر اصغر عباس اصغر اور عمر اصغر رملہ صغریٰ اور ام کلثوم صغریٰ اور ابن شہر آشوب نے نقل کیا ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ کی محیاۃ بنت امراء القیس سے جو آپؑ کی بیوی تھیں۔ ایک لڑکی پیدا ہوئی جو بچپن ہی میں فوت ہوگئی اور شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ شیعہ حضرات کے درمیان ذکر ہوتا ہے کہ جناب فاطمہ زہراؑ کا ایک بیٹا حضرت امیر المومنینؑ سے ان کے شکم میں تھا جس کا نام رسول خدا نے محسن رکھا تھا۔ رسول خدا کی وفات کے بعد وہ بچہ شکم مادر سے سقط ہوگیا۔ مولف کہتا ہے مسعودی نے مروج الذہب میں ابن قتیبہ نے معارف میں اور نور الدین عباس موسوی شامی نے ازہار بستان الناظرین میں محسن کو اولاد امیر المومنینؑ میں شمار کیا ہے اور صاحب مجدی کہتا ہے کہ شیعہ محسن اور اس کو سقط کرنے کی روایت بیان کرتے ہیں اور میں نے بعض اہل نسب کی کتب میں محسن کا ذکر تو دیکھا ہے لیکن ان کو سقط کرنے کی روایت بیان کرتے ہیں اور میں نے بعض اہل نسب کی کتب میں محسن کا ذکر تو دیکھا ہے لیکن ان کے سقط کی کوئی ایسی وجہ بیان نہیں کی گئی کہ اس پر میں اعتماد کرسکوں۔ خلاصہ یہ کہ امیر المومنینؑ کے بیٹوں میں سے پانچ کی اولاد ہے امام حسنؑ امام حسینؑ محمد بن حنفیہ عباس اور عمر اکبر اور امیر المومنینؑ کی اولاد کی ماؤں کے ذکر سے آپ کی بیویوں کا ذکر بھی فی الجملہ ہوگیا ہے اور کہا گیا ہے حضرت فاطمہؑ جب تک زندہ تھیں حضرت امیرؑ نے کسی عورت سے نکاح نہیں کیا۔ جیسا کہ رسول خداؐ نے جناب خدیجہؑ کی زندگی میں دوسری کوئی عورت نہیں کی جناب فاطمہؑ کی وفات کے بعد ان کی وصیت کے مطابق ان کی بھانجی امامہ سے شادی کی اور ایک روایت ہے کہ جناب فاطمہؑ کی وفات کے تین راتوں کے بعد امامہ کی شادی ہوئی اور جب امیر المومنینؑ کی شہادت ہوئی تو چار بیویاں اور اٹھارہ ام الولد (کنیزیں) آنجناب کی موجود تھیں اور ان چار خواتین کے نام یہ ہیں۔ امامہ، اسماء بنت عمیس، لیلیٰ تمیمیہ اور ام

الطیبین۔ [1]

محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کی اولاد کا تذکرہ

محمد بن حنفیہ کی چوبیس اولادیں تھیں کہ جن میں سے چودہ لڑکے تھے اور ان کی نسل ان کے دو بیٹوں علی وجعفر سے چلی ہے اور جعفر یوم حرہ میں (جب کہ مسرف بن عقبہ نے یزید بن معاویہ کے حکم سے اہل مدینہ کو قتل کیا) شہید ہوئے اور اس کی زیادہ تر اولاد اس لمذری عبداللہ بن جعفر ثانی بن عبداللہ بن جعفر بن محمد بن حنفیہ تک جا پہنچتی ہے اور انہیں میں سے شریف نقیب ابوالحسن احمد بن قاسم بن محمد عیود بن علی بن راس المذری وران کے بیٹے ابومحمد حسن بن احمد سید جلیل القدر سید مرتضیٰ کے جانشین تھے نقابت بغداد کے معاملہ میں اوران کی نسل میں اہل علم وجلالت وفضل موجود تھے لیکن وہ ختم ہو چکے ہیں اور انہیں میں سے جعفر الثالث بن راس المذری ہیں کہ جن کی نسل ان کے بیٹے زید علی موسیٰ اور عبداللہ سے ہے اور علی بن جعفر ثالث کی اولاد میں سے ہے۔ ابوعلی محمدی بصرہ میں اور وہ ہیں حسن بن حسین بن عباس بن علی بن جعفر ثالث جو صدیق عمری تھے اور ابونصر بخاری سے منقول ہے کہ محمد یہ کا صحیح نسب تین اشخاص پر منتہی ہوتا ہے۔ زید الطویل بن جعفر ثالث اسحاق بن عبداللہ رأس المذری کی اولاد میں سے ہے۔ سید ثقہ ابوالعباس عقیل بن حسین بن محمد مذکور جو کہ فقیہ ومحدث کثیر الروایہ ہیں۔ اور کتاب صلوٰۃ کتاب مناسک حج اور کتاب امالی ان کی کتابیں ہیں۔ ان سے شیخ عبدالرحمٰن نیشاپوری نے پڑھا ہے اور ان کی اولاد اطراف اصفہان وفارس میں ہے اور ارأس المذری کی اولاد میں سے ہیں۔ فاضل محدث ہیں اوران کے بیٹے شریف ابومحمد عبداللہ بن قاسم اور علی بن حنفیہ کی اولاد میں ابومحمد حسن بن علی مذکور ہے اور وہ شخص عالم وفاضل تھے۔ کیسانیہ اسے باپ کے بعد امام سمجھتے ہیں باقی رہے ابوہاشم عبداللہ بن محمد بن حنفیہ تو وہ کیسانیہ کے امام ہیں ان سے بیعت منتقل ہوئی بنی عباس کی طرف پس اس کا سلسلہ ختم ہو گیا اور ابونصر بخاری کہتا ہے کہ محمد یہ قزوین میں رئیس قم میں عماء اور ری میں سادات ہیں۔

---

[4] تذییل آپ جان چکے ہیں کہ امیر المومنینؑ کے شاہزادوں میں سے پانچ کی اولاد تھی امام حسنؑ اور امام حسینؑ ان بزرگواروں اوران کی اولاد کا تذکرہ تو انشاءاللہ بعد میں ہوگا۔ اور باقی تین حضرات محمد حنیفہ۔ حضرت عباس اور عمر اطراف ہیں اور مناسب ہے کہ ہم یہاں ان کی کچھ اولاد کی طرف اشارہ کریں۔

جنابِ ابوالفضل العباسؑ بن امیر المومنینؑ کی اولاد کا تذکرہ

حضرت عباس بن امیر المومنینؑ کی اولاد ان کے بیٹے عبید اللہ سے چلی ہے اور عبید اللہ کی نسل ان کے بیٹے حسن بن عبید اللہ تک منتہی ہوتی ہے اور حسنؒ کی نسل ان کے پانچ بیٹوں سے ہے۔ (۱) عبید اللہ جو حرمین کے قاضی اور مکہ و مدینہ کے امیر تھے (۲) عباس جو خطیب فصیح و بلیغ تھے۔ (۳) حمزۃ الاکبر (۴) ابراہیم جردقہ (۵) فضل اور فضیل بن حسن بن عبید اللہ مرد فصیح و متکلم دین کے معاملہ میں شدید اور عظیم شجاعت کے مالک تھے اور ان کی نسل تین بیٹوں سے چلی، جعفر عباس اکبر اور محمد اور محمد بن فضل کی اولاد میں سے ابو العباس فضل بن محمد خطیب و شاعر ہیں اور ان کے اشعار میں سے ایک مرثیہ ہے جو انہوں نے اپنے جد بزرگوار حضرت عباسؑ کے متعلق کہا ہے (جو اصل کتاب میں لکھا ہے (مترجم) اور فضل صاحب اولاد ہے اور ابراہیم جردقہ تو وہ فقہاء ادباء اور زہاد میں سے تھے اور ان کی اولاد تین نبیوں سے ہے حسن محمد اور علی علی بن جردقہ اسخیاء بنی ہاشم میں سے تھے اور صاحب عزت و وقار تھے۔ ان کی وفات ۲۶۴ھ میں ہوئی اور ان کے انیس بیٹے تھے کہ جن میں سے ایک عبید اللہ بن علی ابن ابراہیم جردقہ بغداد کے خطیب تھے اور ان کی کنیت ابو علی تھی اور وہ اہل بغداد میں سے تھے۔ مصر میں جا کر وہیں سکونت اختیار کی اور ان کے پاس کچھ کتابیں جعفریہ کے نام کی تھیں جن میں فقہ اہل بیت ہے اور انہیں شیعہ بتایا جاتا ہے ان کی وفات مصر میں ۳۱۲ھ میں ہوئی۔ حمزہ بن حسن بن عبید اللہ بن عباس جن کی کنیت ابو القاسم ہے اور حضرت امیر المومنینؑ کے ساتھ شباہت رکھتے تھے۔ اور یہ وہی ہیں کہ جن کے متعلق مامون نے اپنے قلم سے لکھا کہ حمزہ بن حسن شبیہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو ایک لاکھ درہم دیئے جائیں اور انہیں کی اولاد میں سے محمد بن علی بن حمزہ ہیں جو بصرہ میں ٹھہر ہوئے تھے اور انہوں نے امام رضاؑ اور ان کے علاوہ اور لوگوں سے بھی روایت حدیث کی ہے وہ عالم اور شاعر تھے خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں کہا ہے کہ ابو عبید اللہ محمد بن علی بن حمزہ بن حسن بن عبید اللہ بن عباس بن علی ابن ابی طالب علیہ السلام ادیب شاعر عالم اور راوی اخبار تھے۔ اپنے باپ اور عبد الصمد بن موسیٰ ہاشمی اور دوسرے لوگوں سے روایت کرتے ہیں اور انہوں نے کہا خدا جب اپنی کسی مخلوق پر غضب ناک ہوتا ہے اور ان کے عتاب میں جلدی نہیں کرتا (مثلاً ہوا اور اس قسم کے دوسرے عذابوں کے ساتھ انہیں ہلاک کرتا کہ جن کے ساتھ اس نے بہت سی امتوں کو ہلاک کیا ہے) تو پھر ایسی مخلوق پیدا کر دیتا ہے جو خدا کو نہیں پہچانتی اور وہ انہیں عذاب کرتی ہے۔ اور نیز بنی حمزہ میں سے ہے ابو محمد قاسم بن حمزۃ الاکبر جو یمن میں بڑی عظمت کے مالک تھے اور وہ بہت خوبصورت تھے اور لوگ انہیں صوفی کہا کرتے تھے نیز بنی حمزہ میں سے ابو یعلی حمزہ بن قاسم بن علی بن حمزۃ الاکبر ثقہ جلیل القدر ہیں کہ جن کا شیخ نجاشی اور دوسرے علماء تذکرہ کیا ہے ان کی قبر حلہ کے قریب ہے اور ہمارے شیخ و استاد نے نجم الثاقب میں ان لوگوں کے تذکرہ میں کہ جو غیبت کبریٰ کے زمانہ میں خدمت امام عصر عجل اللہ فرجہ میں حاضر ہوتے ہیں۔ ایک واقعہ

نقل کیا ہے جو حمزہ مذکور سے متعلق ہے مناسب ہے کہ اسے یہاں نقل کیا جائے (آقا سید مہدی قزوینی کے خدمت امام عصر صلوٰۃ اللہ علیہ میں مشرف ہونے کا واقعہ) اور وہ اس طرح ہے سید معتمد زبدۃ العلماء قدوۃ الاولیاء مرزا صالح خلف الرشید سید المحققین نور مصباح المتجدین وحید عصر آقا سید مہدی قزوینی طاب ثراہ نے اپنے والد ماجد سے نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں مجھے میرے والد نے بتایا ہے کہ میں ہمیشہ جزیرہ کی طرف جو حلہ کے جنوب میں دجلہ اور فرات کے درمیان واقع ہے بنی زبیدہ کے قبائل کی ہدایت ارشاد کے لیے جایا کرتا تھا وہ سب اہل سنت تھے اور والد قدس سرہ کی ہدایت کی برکت ہے سب مذہب امامیہ کی طرف لوٹ آئے وہ اب تک موجود ہیں اور وہ دس ہزار نفوس سے زیادہ ہیں نیز انہوں نے فرمایا جزیرہ میں مزار ہے جو قبر حمزہ بن حضرت کاظمؑ کے نام سے مشہور ہے جس کی لوگ زیارت کرتے ہیں اور اس کے بہت سے کرامات بیان کرتے ہیں اور وہ بستی تقریباً سو گھروں پر مشتمل ہے پس میں جزیرہ میں جایا کرتا تھا اور وہاں سے عبور کرتا اور اس قبر کی زیارت نہ کرتا تھا۔ کیونکہ میرے نزدیک یہ بات درجہ صحت تک پہنچی ہوئی تھی کہ جناب حمزہ فرزند موسیٰ بن جعفر علیہم السلام رے میں عبدالعظیم حسنی کے پاس دفن ہیں۔ ایک دفعہ حسب عادت میں گیا اور ان بستی والوں کا مہمان ہوا تو اہل بستی نے مجھ سے خواہش کی کہ میں مرقد مذکور کی زیارت کے لیے جاؤں میں نے انکار کیا اور ان سے کہا کہ میں اس مزار کی زیارت نہیں کر سکتا کہ جسے میں نہیں پہچانتا میرے اس مزار کی زیارت سے اعراض کی وجہ سے لوگوں کی رغبت اس جگہ سے کم ہوگئی پھر میں وہاں سے چلا اور وہاں کے بعض سادات کے پاس میں نے رات بسر کی جب وقت سحر نماز تہجد کے لیے میں اٹھا اور نماز کی تیاری کی اور نماز تہجد پڑھ کر تعقیبات کی صورت میں طلوع فجر کا انتظار کر رہا تھا تو اچانک اس بستی کے ایک سید آئے کہ جن کو میں پہچانتا تھا کہ وہ اچھے اور پرہیز گار انسان ہیں وہ سلام کر کے میرے پاس بیٹھ گئے پھر کہنے لگے مولانا کل آپ حمزہ کی بستی کے لوگوں کے پاس مہمان تھے لیکن حمزہ کی زیارت نہیں کی۔ میں نے کہا جی ہاں۔ انہوں نے کہا کیوں؟ تو میں نے کہا اس لیے کہ میں جسے نہیں پہچانتا اس کی زیارت نہیں کرتا۔ اور حضرت کاظمؑ کے بیٹے حمزہ تو رے میں دفن ہیں تو وہ کہنے لگا اب مشہور لا اصل بہت سی چیزیں مشہور ہیں جن کی بنیاد نہیں۔ اور یہ قبر حضرت حمزہ فرزند حضرت کاظمؑ کی نہیں ہے اگر چہ مشہور ایسا ہی ہے بلکہ یہ قبر ابو یعلی حمزہ بن قاسم علوی عباسی کی ہے جو علماء اجازہ و اہل حدیث و روایت میں سے ہے اور علماء رجال نے اپنی کتب میں اس کا تذکرہ کیا ہے اور اس کے علم و ورع کی تعریف کی ہے میں نے اپنے دل میں کہا یہ سید عوام میں سے ہے اور علم رجال و حدیث پر مطلع نہیں شاید یہ کلام اس نے بعض علماء سے اخذ کیا ہے پھر میں کھڑا ہوا طلوع فجر معلوم کرنے کے لیے اور وہ سید اٹھ کر چلے گئے اور میں اس سے غافل ہو گیا کہ ان سے سوال کروں کہ آپ نے یہ بات کس سے سنی ہے چونکہ صبح طلوع ہو چکی تھی لہٰذا میں نماز میں مشغول ہو گیا جب نماز ادا کر چکا تو تعقیبات پڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ سورج نکل آیا۔ اور میرے پاس علم رجال کی کچھ کتابیں تھیں میں نے ان میں دیکھا کہ تو معلوم ہوا بات وہی ہے جو اس سید بزرگوار نے کہی پس اہل بستی مجھ سے ملنے کے لیے آئے جن میں وہ سید بھی تھے میں نے کہا کہ آپ میرے پاس آئے تھے۔ اور مجھے قبر حمزہ کے متعلق بتایا تھا کہ وہ ابو یعلی حمزہ بن قاسم علوی کی ہے یہ بات آپ نے کہاں سے لی۔ اور کس سے اخذ کی ہے تو وہ کہنے لگے خدا کی قسم میں تو اس وقت سے پہلے آپ کے پاس نہیں آیا اور میں نے گذشتہ رات بستی سے کہا کہ اب میرے لیے ضروری ہو گیا ہے کہ میں حمزہ کی زیارت کے لیے واپس جاؤں کیونکہ اس میں شک نہیں کہ جس شخص کو میں نے دیکھا ہے وہ صاحب الامر علیہ السلام تھے پس میں اور تمام اہل بستی ان

کی زیارت کے لیے سوار ہو کر گئے۔اور اس وقت یہ مزار اتنا مشہور ہے کہ لوگ دور دور سے سفر کر کے وہاں آتے ہیں۔مولف کہتا ہے کہ شیخ نجاشی نے کتاب رجال میں فرمایا کہ حمزہ بن قاسم بن علی بن حمزہ بن حسن بن عبیداللہ بن عباس بن علی ابن ابی طالب علیہ السلام ابویعلی ثقہ جلیل القدر ہیں ہمارے علماء سے۔بہت سی احادیث کرتے ہیں اور ان کی ایک کتاب ہے جس میں ان لوگوں کا ذکر ہے جنہوں نے حضرت جعفر بن محمد علیہ السلام سے روایت کی ہے اور کلمات علماء اور اسانید سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جناب زمانہ غیبت صغریٰ کے علماء میں سے تھے اور والد صدوق علی بن بابویہ کے معاصر تھے رضوان اللہ علیہم اجمعین اور عباس بن حسن بن عبیداللہ بن عباسؑ کی کنیت ابوالفضل ہے وہ خطیب فصیح اور شاعر بلیغ تھے اور ہارون رشید کے ہاں صاحب عزت واحترام تھے ابونصر بخاری کہتا ہے کہ کوئی ہاشمی ان سے زیادہ تیز گفتگو کرنے والا نہیں دیکھا گیا۔خطیب بغدادی ہوتا ہے کہ ابوالفضل عباس بن حسن محمد عبیداللہ اور حمزہ کا بھائی ہے اور وہ اہل مدینہ میں سے تھا ہارون رشید کے زمانہ میں بغداد میں آکر قیام کیا اور ہارون کا مصاحب بنا اور اس کے بعد مامون کی صحبت میں رہا وہ مخلص عالم وشاعر وفصیح تھا بہت سے علوی اسے اولاد ابوطالب میں سب سے بڑا شاعر سمجھتے ہیں پھر خطیب نے اپنی سند کے ساتھ کی ہے فضل بن محمد بن فضل سے اس نے کہا میرے چچا عباس نے فرمایا کہ تیری رائے میں تمام چیزوں کے لیے وسعت نہیں لہٰذا سے اہم چیزوں کے لیے مہیا رکھ اور تیرا مال تمام لوگوں کو بے نیاز نہیں کرسکتا۔لہٰذا اسے اہل حق کے لیے مخصوص کردے اور تیرا کرم تمام لوگوں کی کفایت نہیں کرسکتا۔پس اس سے اہل فضل کا قصد کر اور عباس بن حسن مذکور کی چار بیٹیوں سے اولاد ہے۔احمد۔عبیداللہ۔علی اور عبداللہ ابونصر بخاری کہتا ہے کہ اس کی نسل صرف عبداللہ بن عباس سے چلی ہے اور عبداللہ بن عباس شاعر وفصیح تھا اور مامون کو اطلاع ملی تو کہنے لگا۔ استوی الناس بعدک یابن عباس۔اے عباس کے بیٹے تمہارے بعد سب لوگ ایک جیسے ہیں اور مامون نے اس کی تشیع جنازہ کی اور عبداللہ بن عباس کا ایک حمزہ نامی بیٹا ہے جس کی اولاد ملک شام کے طبریہ علاقہ میں ہے ان میں سے ایک ابوالطیب محمد بن حمزہ مروت وسخاوت وصلہ رحمی میں معروف وہ بہت زیادہ فضل وجاہ ومنزلت رکھتا تھا۔اور طبریہ میں چشمہ ملک اور کافی مال اس نے جمع کیا تھا۔ظفر بن خضر فراغی کو اس سے حسد وبغض ہوا۔اس نے اس کے لیے لشکر روانہ کیا اور طبریہ میں اس کے باغ میں اسے شہید کردیا۔

ماہ صفر ۲۹۱ھ میں شعراء نے اس کے مرثیہ پڑھے۔اس کی اولاد طبریہ میں ہے جنہیں لوگ بنوالشہید کہتے ہیں اور عبیداللہ بن حسن بن عبیداللہ بن عباس حرمین کے قاضی القضاۃ تھے اور اس کی اولاد میں سے بنوہارون بن داؤد بن حسین بن علی بن عبیداللہ مذکور ہیں اور بنوہارون مذکور دمیاط میں رہتے ہیں اور قاسم بن عبداللہ بن حسن بن عبیداللہ مذکور بھی اس کی اولاد میں سے ہے جو ابومحمد امام حسن عسکریؑ کے صحابی تھے اور یہ قاسم مدینہ میں صاحب شان ومنزلت تھے اور انہوں نے اولاد علی اور اولاد جعفر میں صلح کی کوشش کی اور یہ صاحب اسے اور اچھی گفتگو کرنے والوں لوگوں میں سے تھے۔

عمر اطرف بن امیر المومنینؑ اور ان کی اولاد کا تذکرہ

عمر اطرف کی کنیت ابوالقاسم ہے اور عمر بن علی ابن الحسینؑ کی شرافت نسبی چونکہ دو طرفی ہے لہذا انہیں عمر اطراف کہتے ہیں ان کی والدہ صہباء ثعلبیہ تھی اور وہ ام حبیب بنت عباد بن ربیعہ بن یحییٰ یمامہ کے قیدیوں میں سے ہے اور ایک قول ہے کہ وہ عین التمر سے خالد بن ولید کے قیدیوں میں سے ہے جسے امیر المومنینؑ نے خرید کیا عمر اور اس کی بہن رقیہ جڑواں پیدا ہوئے اور یہ امیر المومنینؑ کی آخری اولاد ہیں جو دنیا میں آئے وہ صاحب کلام ورائے فصاحت و بلاغت اور صاحب جو سخاوت و پاکدامنی تھے۔

فقیر کہتا ہے کہ حضرت امام حسنؑ کی اولاد کے تذکرہ میں آئے گا کہ حجاج چاہتا تھا کہ عمر کو حسنؑ بن حسن کے ساتھ صدقات امیر المومنینؑ میں شریک قرار دے لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ عمر نے مقام میں ستر یا ستتر سال کی عمر میں وفات پائی اور ان کی اولاد مختلف شہروں میں بہت ہے اور وہ تمام ان کے بیٹے محمد بن عمر کے واسطہ سے اس تک چار پوتوں کے ذریعہ پہنچتے ہیں۔(۱) عبداللہ (۳) عمران تینوں کی والدہ خدیجہ دختر امام زین العابدین تھیں۔(۴) جعفر اس کی والدہ کنیز تھی شیخ ابونصر بخاری کہتا ہے کہ اکثر علماء کا کہنا ہے کہ جعفر کی نسل ختم ہو گئی ہے اور عمر بن محمد بن عمر اطراف کی نسل اس کے دو بیٹوں سے۔ ابوالحمد اسمعیل اور ابوالحسن ابراہیم اور عبیداللہ بن محمد بن اطرف کے متعلق صاحب کتاب عمدہ نے کہا ہے کہ وہ بغداد میں قبر النذور والے صاحب ہیں کہ جنہیں زندہ دفن کیا گیا۔

فقیر کہتا ہے کہ صاحب قبر النذور عبیداللہ بن عمر اطراف ہیں جیسا کہ خطیب نے تاریخ بغداد میں اور حموی نے معجم میں ذکر کیا ہے خطیب نے اپنی سند سے محمد بن موسیٰ بن حماد بربری سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے سلیمان بن ابوالشیخ سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ صاحب قبر النذور عبیداللہ بن محمد بن عمر بن علی ابن ابی طالب ہے۔ وہ کہنے لگا ایسا نہیں ہے بلکہ اس کی قبر تو اس کی اپنی زمین و ملک میں کوفہ کے نزدیک ہے کہ جس کا نام لنبیا ہے صاحب قبر النذور تو عبیداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام ہیں، نیز خطیب نے ابوبکر دوری سے اس نے ابومحمد حسن بن محمد طاہر علوی کے بھتیجے سے روایت کی ہے کہ عبیداللہ بن محمد بن عمر بن علی ابن طالب علیہ السلام کی قبر اس زمین میں ہے جو کوفہ کے قریب لنبی نامی ہے۔ خلاصہ یہ کہ ان کا ذکر امام زین العابدینؑ کی اولاد میں آئے گا اور اس کی نسل علی بن طبیب بن عبیداللہ مذکور سے ہے اور انہیں بنو الطیب کہتے ہیں اور انہیں میں سے ابواحمد بن محمد بن الطیب اور وہ سید جلیل اور آل ابوطالبؑ کے بزرگ تھے۔ مصر میں آل ابی طالب ان کی طرف مشورہ اور رائے میں رجوع کرتے تھے اور عبداللہ بن اطرف کی نسل چار اشخاص سے چلی ہے۔ احمد، محمد، عیسیٰ المبارک اور یحییٰ الصالح اور احمد بن عبداللہ ابویعلی حمزہ سماکی نسابہ اور عبدالرحمن بن احمد (جو کہ یمن میں ظاہر ہوا) کے باپ تھے اور محمد بن عبداللہ، قاسم بن محمد کا باپ تھا جس نے طبرستان میں سلطنت قائم کی اور اسے ملک جلیل کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ نیز اس کا باپ ابوعبداللہ جعفر بن محمد ملتان کا بادشاہ تھا کہ جس نے ملتان کی حکومت پر قبضہ کیا اور اس کی بہت اولاد ہوئی اور ان کی تعداد بڑھ گئی۔ اور ان میں سے بہت سے لوگ ملوک امراء علماء اور نساب تھے اور ان سے بہت سے اسماعیلیہ مذہب رکھتے تھے اور ہندی

زبان بولتے تھے اور جعفر بادشاہ ملتان کی اولاد میں سے ابو یعقوب اسحاق بن جعفر ہے علماء فضلاء میں سے تھا اور اس کا بیٹا احمد بن اسحاق ملک فارس میں تھا صاحب جلالت وعظمت تھا اور اس کا بیٹا ابو الحسن علی بن احمد بن اسحاق نسابہ تھا اور یہ وہی ہے جسے عضد الدولہ نے ابو احمد موسوی کے معزول کرنے کے بعد نقابت طالبیین کا عہدہ دیا اور ابو الحسن مذکور بغداد میں چار سال تک نقیب نقباء طالبین رہا۔ اور اچھے طریقے چھوڑ گیا۔ اور عیسیٰ المبارک بن عبداللہ بن محمد بن اطرف سید شریف اور راوی حدیث ہے اور اس کی اولاد میں سے ہے ابو طاہر احمد فقیہ نسابہ محدث جو اپنے خاندان میں علم وزہد کے لحاظ سے بزرگ تھا اور وہ جد ہے سید شریف نقیب ابو الحسن علی بن یحییٰ بن محمد بن عیسیٰ بن احمد مذکور کا کہ روایت کی ہے شیخ ابو الحسن عمری نے مجدی میں علی بن سہل تمار سے اس نے اپنے خالو محمد بن وہبان سے اس نے نقیب ابو الحسن علی سے اس نے علان کلابی سے وہ کہتا ہے کہ میں ابو جعفر محمد فرزند امام علی نقی بن محمد بن علی رضا علیہم السلام سے اس نے علان کلابی سے وہ کہتا ہے میں ابو جعفر محمد فرزند امام علی نقی بن محمد بن علی رضا علیہم السلام کا مصاحب تھا جب کہ وہ صغیر السن تھے۔ فمارایت اوقر والا ازکی ولا اجل مسند پس میں نے ان سے زیادہ باوقار زیادہ ذکی و پاکیزہ اور زیادہ جلیل و باعظمت کسی کو نہیں دیکھا۔ ان کے والد نقی علیہ السلام انہیں حجاز میں چھوڑ آئے جبکہ وہ بچے تھے۔ جب وہ بڑے ہوئے اور قوت وطاقت ان میں آئی تو سامرہ تشریف لائے اور وہ اپنے بھائی امام ابو محمد علیہ السلام کے ساتھ رہتے اور کبھی ان سے جدا نہیں ہوئے اور ابو محمد علیہ السلام ان سے مانوس تھے البتہ اپنے بھائی جعفر سے منقبض اور گھٹن محسوس کرتے اور یحییٰ الصالح بن عبداللہ بن محمد اطرف جن کی کنیت ابو الحسن تھی انہیں ہارون ورشید نے قید کر لیا اور اس کے بعد شہید کر دیا اور ان کی نسل دو افراد سے ہے۔ ایک ابو علی محمد صوفی اور دوسرا ابو علی حسن جو مان کے لشکر کا نگران اعلیٰ تھا۔ اور ان دونوں کی اولاد بہت زیادہ ہے اور حسن کی اولاد میں سے بنو مرقد ہیں جو کہ نیل اور حلہ میں ساکن ہیں اور وہ نقباء تھے اور محمد صوفی کی اولاد میں سے شیخ ابو الحسن علی ابن ابی الغنائم محمد بن علی بن محمد بن ملقطِ بن علی الضریر بن محمد صوفی ہے کہ جس کے زمانہ میں علم نسب اس پر ختم تھا۔ اور اس کا قول حجت ہوتا تھا۔ اور اس نے شیوخ اور بزرگوں سے ملاقات کی ہے اور کتاب مبسوط مجدی شافی۔ اور مشجر تصنیف کی ہے اور وہ بصرہ میں رہتا تھا پھر وہاں سے موصل کی طرف ۴۲۳ھ میں منتقل ہوا اور وہیں شادی کی اور اولاد ہوئی اور اس کا باپ ابو الغنائم بھی نسابہ تھا روایت کرتا ہے سید جلیل نسابہ فخار بن معد موسوی سید جلال الدین عبدالحمید بن عبداللہ نقی حسینی سے وہ ابن کلثون عباسی نسابہ سے وہ جعفر بن ابو ہاشم بن علی سے وہ اپنے دادا ابو الحسن عمری مشکور سے اور نیز سید جلال الدین عبدالحمید بن عبداللہ نقی شریف ابو تمام محمد بن ہبۃ اللہ ابن عبدالسمیع ہاشمی سے وہ ابو عبداللہ جعفر بن ابو الہاشم۔ سے وہ اپنے دادا ابو الحسن عمری مذکور سے روایت کرتے ہیں۔

ساتویں فصل

حضرت امیر المومنینؑ کے بعض بزرگ صحابہ کے تذکرہ میں

پہلا: اصبغ بن نباتہ مجاشعی

اصبغ بن نباتہ مجاشعی وہ ہیں کہ جن کی جلالت شان زیادہ ہے وہ عراق کے شہسواروں اور امیر المومنینؑ کے مخصوص صحابہ میں سے تھے اور خدا ان پر رحم نازل فرمائے عابد و زاہد اور امیر المومنینؑ کے ذخائر میں سے تھے قاضی نور اللہ نے کہا ہے کتاب خلاصہ میں مذکور ہے کہ وہ امیر المومنینؑ کے خواص میں سے ایک تھے اور قدر دانی کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے کتاب کشی میں ابوالجارود سے روایت ہے وہ کہتا ہے میں نے اصبغ سے پوچھا کہ امیر المومنینؑ کی قدر و منزلت تمہارے ہاں کتنی ہے وہ کہنے لگے ہمارے خلوص کا خلاصہ آپؑ کے متعلق یہ ہے کہ ہم نے اپنی تلواریں اپنے کندھوں پر رکھی ہوئی ہیں جس کی طرف آپؑ اشارہ کریں اسے اپنی تلوار سے ہم مارنے کے لیے تیار ہیں نیز روایت کی ہے، اصبغ سے پوچھا گیا کہ کس لیے امیر المومنینؑ نے تمہارا اور تمہارے جیسے افراد کا نام شرطۃ الخمیس رکھا، کہنے لگے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے حضرتؑ سے شرط کی تھی کہ ان کے راستہ میں جہاد کریں گے یہاں تک کہ فتح حاصل کرلیں یا قتل ہو جائیں اور انہوں نے شرط کی اور ضامن ہوئے کہ ہمیں اس مجاہدہ کے عوض جنت میں پہنچائیں، مخفی نہ رہے کہ خمیس لشکر کو اس وجہ سے کہتے ہیں چونکہ وہ پانچ گروہ سے مرکب ہوتا ہے کہ جو مقدمہ، قلب، میمنہ، میسرہ اور ساقہ ہے۔ پس جن لوگوں کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ حضرت امیر المومنین کے شرطۃ الخمیس میں سے ہیں۔ اس کا معنی یہ کہ یہ ان لشکریوں میں سے ہیں کہ جن کے اور حضرتؑ کے درمیان شرط مذکور کا معاہدہ ہوا تھا اور اس طرح روایت ہے کہ جن اشخاص نے حضرتؑ سے یہ شرط کی تھی وہ چھ ہزار جوانمرد تھے اور جنگ جمل کے دن عبداللہ بن یحییٰ حضرمی سے حضرتؑ نے کہا تھا کہ تجھے بشارت ہو اے یحییٰ کے بیٹے تم شرطۃ الخمیس میں سے ہو۔ اور نبی اکرمؐ نے مجھے تیرے اور تیرے باپ کے نام کی خبر دی تھی اور خداوند عالم نے زبان رسالتؐ میں تمہیں شرطۃ الخمیس کا نام دیا ہے اور کتاب میزان ذہبی میں مسطور ہے جو کہ اہل سنت سے ہے کہ علماء رجال اہل سنت اصبغ کو شیعہ سمجھتے ہیں۔ اسی لئے اس کی حدیث کو چھوڑ دیتے ہیں اور ابن حیان سے نقل کیا ہے کہ اصبغ ایسا شخص تھا جو محبت علی ابن ابی طالبؑ میں مفتون تھا۔ عجیب و غریب باتیں اس سے سرزد ہوتی تھیں اس لیے اس کی حدیث ترک کر دیتے تھے۔ (انتہی)

بہر حال اصبغ نے عہد نامہ مالک اشتر اور امیر المومنین کا اپنے بیٹے محمد کے نام وصیت نامہ لکھنے والی حدیث کو روایت کیا ہے اور اصبغ کی گفتگو حضرت امیر المومنینؑ کے ساتھ ابن ملجم کے آپ کو ضربت لگانے کے بعد حضرت کی شہادت کے بیان میں ذکر ہو چکی ہے۔

دوسرا: اویس قرنی

اویس قرنی سہیل یمن اور آفتاب قرن بہترین تابعین اور حوار مین امیر المومنین میں سے ہیں اور آٹھ زاہدوں اور پرہیز گاروں میں سے ایک ہیں بلکہ ان سے افضل ہیں اور ان سو افراد میں سے آخری ہیں کہ جنھوں نے صفین میں حضرت امیر المومنینؑ سے بیعت کی تھی کہ ہم اپنی جانیں آپؑ کی ہم رکابی میں قربان کریں گے اور انہوں نے پے در پے آنجناب کی خدمت میں رہ کر جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہوئے، اور منقول ہے کہ رسول خداؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تمہیں بشارت ہو میری امت میں سے اس شخص کی کہ جسے اویس قرنی کہتے ہیں وہ ربیعہ ومضر قبیلہ جتنے لوگوں کی شفاعت کرے گا، نیز روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے اویس قرنی کے حق میں جنت میں جانے کی گواہی دی، اور یہ روایت بھی ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ قرن کی طرف سے جنت کی خوشبوئیں آتی ہیں، پھر آپ اویس قرنی کے متعلق اظہار شوق کرتے اور فرماتے جو اس سے ملاقات کرے میری طرف سے اس کو سلام کہے، اور جان لو کہ موحدین عرفاء نے اویس کی بہت تعریف کی ہے اور انہیں سید التابعین کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رسول خداؐ نے اسے نفس الرحمان اور خیر التابعین کے نام سے یاد کیا ہے اور کبھی کبھی یمن کی طرف سے اس کی خوشبو سونگھتے اور فرماتے کہ مجھے رحمٰن کی خوشبو یمن کی طرف سے آتی ہے، کہتے ہیں کہ اویس اونٹ چراتے اور ان کی اجرت سے اپنی والدہ کو خرچ دیتے، ایک دفعہ اپنی ماں سے اجازت لی کہ مدینہ جا کر حضرت رسول اکرمؐ کی زیارت سے مشرف ہو آؤں ان کی والدہ کہنے لگی اس شرط پر اجازت دیتی ہوں کہ وہاں آدھے دن سے زیادہ نہ ٹھہرنا، اویس نے مدینہ کی طرف مسافرت کی جب رسول خداؐ کے گھر پہنچے تو اتفاقاً آنحضرت گھر پر موجود نہ تھے مجبوراً اویس ایک دو گھنٹے ٹھہرنے کے بعد ملاقات کئے بغیر واپس چلے گئے جب رسول خداؐ واپس تشریف لائے تو فرمایا یہ نور کیسا ہے جو مجھے اس گھر میں نظر آتا ہے لوگوں نے بتایا اونٹوں کا ایک چرواہا جس کا نام اویس تھا اس مکان میں آیا تھا اور واپس چلا گیا ہے، آپؐ نے فرمایا ہمارے مکان میں یہ نور بطور ہدیہ چھوڑ کر واپس گیا ہے اور کتاب تذکرۃ الاولیاء میں منقول ہے کہ رسول خداؐ کے پرانے کپڑے حضرت امیر المومنینؑ کے فرمان اور عمر کے کہنے کے مطابق اویس کو بلا کر دیئے گئے، عمر نے دیکھا کہ اویس لباس سے عاری ہے اور گلیم شتر بطور ستر اوڑھے ہوئے ہے عمر نے اویس کی تعریف کی اور اظہار زہد کرتے ہوئے کہنے لگا، کون ہے جو یہ خلافت مجھ سے ایک روٹی کے بدلے خرید کرے، اویس نے کہا جو شخص عقلمند ہے وہ اس خرید وفروخت پر راضی نہیں ہوگا اور اگر سچے ہو تو خلافت کو چھوڑ کر چلے جاؤ تا کہ جو چاہے اسے لے لے، عمر نے کہا میرے حق میں دعا کرو، اویس نے کہا میں ہر نماز کے بعد مومنین ومومنات کے لئے دعا کرتا ہوں اگر تم مومن ہو تو میری دعا تمہیں پہنچ جائے گی، ورنہ میں اپنی دعا کیوں ضائع کروں، کہتے ہیں کہ اویس اپنی بعض راتوں کے متعلق کہتے کہ یہ رکوع کی رات ہے اور پوری رات صبح تک رکوع میں گزار دیتے اور کسی رات کہتے یہ سجدہ کی رات اور پوری رات سجدہ میں گزارتے، لوگوں نے کہا یہ کیسی زحمت و تکلیف ہے کہ جس میں تم اپنے آپ کو رکھتے ہو، کہنے لگے کاش ازل سے لے کر ابد تک ایک ہی رات ہوتی اور میں اسے ایک ہی سجدہ میں گزار دیتا۔

تیسرے: حارث بن عبداللہ اعور ہمدانی

حارث بن عبداللہ اعور ہمدانی یہ حضرت امیر المومنینؑ کے اصحاب اور دوستوں میں سے تھے۔ قاضی نوراللہ نے کہا ہے کہ تاریخ یافعی میں مذکور ہے کہ حارث امیر المومنینؑ کے صحابی تھے اور عبداللہ بن مسعود کی صحبت میں رہ چکے تھے اور فقیہ تھے، ان کی حدیث سنن اربعہ میں مذکور ہے اور کتاب میزان ذہبی میں لکھا ہے کہ حارث کبار علماء تابعین میں سے تھے اور ابن حیان سے نقل کیا ہے کہ حارث تشیع میں غالی تھے اور ابوبکر بن ابی داؤد سے نقل کیا ہے جو علماء اہل سنت میں سے ہے کہ حارث اعور سب سے زیادہ فقیہ، سب سے زیادہ فرائض کو جاننے والا اور سب سے زیادہ حسب ونسب کا واقف تھا اور اس نے علم فرائض حضرت امیر المومنینؑ سے اخذ کیا ہے اور نسائی نے باوجود یکہ رجال حدیث میں سختی برتتا ہے، حارث کی حدیث سنن اربعہ میں ذکر کیا ہے اور اس کو حجت قرار دیا ہے اور حارث کے معاملہ کو تقویت پہنچائی ہے اور شیخ ابوعمرو کی کتاب کشی میں ہے کہ حارث ایک رات حضرت امیرؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا، رات کے وقت کیا چیز تجھے میرے پاس لائی ہے تو حارث نے کہا خدا کی قسم وہ محبت جو مجھے آپ سے ہے وہ مجھے کھینچ لائی ہے تو اس وقت حضرتؑ نے فرمایا جان لو اے حارث کہ جو شخص مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ نہیں مرتا مگر یہ جان دیتے وقت وہ مجھے دیکھتا ہے اور مجھے دیکھ کر اسے رحمت الٰہی کی امید ہو جاتی ہے اور اسی طرح میرا دشمن نہیں مرتا مگر یہ کہ مرتے وقت مجھے دیکھتا ہے اور مجھے دیکھ کر خجالت کے پسینہ میں غرق ہو جاتا ہے اور ناامید ہو جاتا ہے اور یہ روایت بعض اشعار دیوان معجز نشان حضرت میں بھی مذکور ہے۔

یا حار همدان من یمت یرنی

من مومن اومنا فق قبلا

فقیر کہتا ہے معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے شیخ بہائی زید بہا کا نسب انہیں حارث تک پہنچتا ہے اسی لیے شیخ بہائی کہیں کہیں اپنے آپ کو حارثی سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ وہی حارث ہے جنھوں نے حضرت امیر المومنینؑ کو حضرت خضر کے ساتھ نخلیہ میں دیکھا کہ ان پر آسمان سے تازہ کھجوروں کا طبق اترا اور دونوں بزرگواروں نے اس سے کھجوریں کھائیں، حضرت خضر تو ان کی گٹھلیاں دور دور پھینکتے تھے اور حضرت امیر المومنینؑ اپنی مٹھی میں جمع کرتے رہے، حارث کہتے ہیں میں نے حضرت سے عرض کیا کہ گٹھلیاں مجھے دے دیجیے، آپ نے وہ مجھے عطا فرمائیں میں نے انہیں بویا تو اس سے بہترین کھجوریں ہوئیں جن کی مثل میں نے نہیں دیکھی تھی اور یہ روایت بھی ہے کہ حارث نے ایک مرتبہ حضرت امیر المومنینؑ کو خدمت میں عرض کیا کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ آپؑ مجھے عزت بخشیں اور میرے غریب خانہ پر تشریف لاکر کھانا تناول فرمائیں، آپ نے فرمایا کہ اس شرط کے ساتھ کہ تم میرے لئے کسی چیز کا تکلف نہ کرو، پس آپ گھر میں تشریف لائے اور حارث روٹی کے کچھ ٹکڑے لے آئے حضرت کھانے لگے تو حارث نے عرض کیا میرے پاس کچھ درہم ہیں اور نکال کر حضرتؑ کو دکھائے اور عرض کیا اگر آپ اجازت دیں تو میں آپؑ کے لئے کچھ خرید لاؤں، آپؑ نے فرمایا یہ بھی اس چیز میں سے ہیں جو گھر میں ہے یعنی کوئی حرج نہیں اور اس میں تکلیف نہیں ہے۔

چوتھے: حجر بن عدی الکندی الکوفی

حجر بن عدی الکندی الکوفی اصحاب امیرالمومنینؑ اور ابدال میں سے تھے۔ کتاب کامل بہائی میں ہے کہ ان کا زہد اور کثرت عبادت عرب میں مشہور تھا کہتے ہیں رات دن میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے، مجالس میں ہے کہ صاحب استیعاب نے کہا ہے کہ حجر فضلاء صحابہ میں سے تھے اور صغیر السنی میں کبار میں سے تھے اور مستجاب الدعوۃ تھے اور جنگ صفین میں امیرالمومنینؑ کی طرف سے لشکر کندہ کی کمان وامارت ان سے متعلق تھی اور نہروان کے دن امیرالمومنینؑ کے لشکر کے سپہ سالار تھے، علامہ حلی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ حجر اصحاب جناب امیرؑ اور ابدال میں سے تھے اور حسن بن داؤد نے ذکر کیا ہے کہ حجر عظیم صحابہ رسولؐ اور اصحاب امیرالمومنینؑ میں سے تھے، معاویہ کے ایک افسر نے انہیں حکم دیا تھا کہ حضرت امیرالمومنینؑ پر لعنت کرو ان کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے، ان امیر الوفد امرنی ان العن علیا فالعنوہ لعنہ اللہ وفد کا امیر مجھے حکم دیتا ہے کہ علیؑ پر لعنت کروں، اس پر (امیر وفد) لعنت کرو، خدا اس پر لعنت کرے، حجر نے اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ زیاد بن ابیہ کی چغل خوری سے اور معاویہ کے حکم سے ۵۱ھ میں شربت شہادت نوش فرمایا۔

فقیر کہتا ہے حجر کے وہ ساتھی جوان کے ساتھ قتل کیے گئے ان کے نام یہ ہیں۔ شریک بن شداد حضرمی، صیفی بن شبل شیبانی، قبیصہ بن ضبیعہ عبسی، محرز بن شہاب منقری، کدام بن حیان عنزی، عبدالرحمن بن حسان عنزی ان کی قبور حجر کی قبر شریف سمیت مقام عذرا میں ہیں جو دمشق سے دو فرسخ کے فاصلہ پر واقع ہے اور حجر کی شہادت مسلمانوں کے دلوں میں بڑی عظیم تھی اور معاویہ کو اس کے اس فعل بد پر بہت سرزنش اور توبیخ کی گئی، روایت ہے کہ معاویہ بی بی عائشہ کے پاس گیا، تو بی بی عائشہ نے اس سے کہا تجھے کس چیز نے آمادہ کیا تھا، اہل عذرا حجر اور اس کے ساتھیوں کو قتل کرنے پر، معاویہ کہنے لگا اے ام المومنین میں نے دیکھا کہ ان کے قتل کرنے میں امت کی بھلائی ہے اور ان کے زندہ رہنے میں امت کا فساد وخرابی ہے مجبوراً میں نے انہیں قتل کر دیا، بی بی عائشہ نے کہا میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا میرے بعد امت کے کچھ لوگ مقام عذراء میں قتل کئے جائیں گے کہ جن کی وجہ سے خدا اور اہل آسمان غضبناک ہوں گے منقول ہے کہ ربیع بن زیاد حارثی معاویہ کی طرف سے خراسان کا گورنر تھا، جب اس نے حجر کی شہادت کی خبر سنی تو خدا سے دعا کی کہ خدایا اگر ربیع کی تیرے نزدیک کوئی منزلت ہے تو اس کی جان فوراً قبض کر لے، ابھی یہ کلمات اس کی زبان پر تھے کہ وفات پائی۔

پانچویں: رشید ہجری

رشید ہجری متمسکین حبل اللہ المتین اور امیرالمومنینؑ کے مخصوص صحابہ میں سے تھے۔ علامہ مجلسی نے جلاء میں فرمایا ہے کہ شیخ کشی نے سند معتبر کے ساتھ روایت کی ہے کہ ایک دن میثم تمار جو کہ جناب امیرالمومنین کے بزرگ اصحاب میں سے تھے، صاحب اسرار تھے بنی اسد کی ایک مجلس کے قریب سے گزرے، اچانک حبیب بن مظاہر جو شہداء کربلا میں سے ایک تھے، ان کے قریب پہنچ

کر رک گئے اور ایک دوسرے سے کافی باتیں کرتے رہے، حبیب بن مظاہر نے کہا میں ایک بوڑھے شخص کو دیکھ رہا ہوں کہ جس کے سر کے اگلے حصہ میں بال نہیں ہیں، اس کا پیٹ بڑا ہے اور وہ خربوزے اور خرمے بیچتا ہے اسے گرفتار کریں گے، اور محبت آل بیت رسالتؐ کی وجہ سے سولی پر لٹکائیں گے اور سولی پر ہی اس کا پیٹ چاک کریں گے، اس سے ان کا مقصد میثم تھے میثم نے کہا میں بھی ایک شخص کو جانتا ہوں جس کا چہرہ سرخ ہے اور اس کی دو زلفیں ہیں وہ فرزند رسولؐ کی نصرت کے لئے جائے گا اور اس کو قتل کر دیں گے، اور اس کا سر کوفہ کے گرد پھرایا جائے گا، اور میثم کا مقصد اس سے حبیب بن مظاہر تھے، یہ کہہ کر ایک دوسرے سے جدا ہو گئے، اہل مجلس نے جب ان کی باتیں سنیں تو کہنے لگے کہ ہم نے ان دونوں سے زیادہ جھوٹا آدمی نہیں دیکھا ابھی اہل مجلس نے مجلس برخاست نہیں کی تھی کہ رشید ہجری جو محرم اسرار امیر المومنینؑ میں سے تھے، ان دونوں بزرگوں کی تلاش میں وہاں آپہنچے، اور اہل مجلس سے ان کے متعلق سوال کیا وہ کہنے لگے کہ کچھ دیر انہوں نے یہاں توقف کیا تھا اور چلے گئے اور یہ باتیں انہوں نے کی تھیں رشید کہنے لگے خدا رحم کرے، میثم پر وہ یہ کہنا بھول گئے کہ جو شخص ان کا سر لے کر آئے گا اس کو باقیوں کی نسبت ایک سو درہم زیادہ انعام ملے گا، جب رشید چلے گئے تو وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ تو ان دونوں سے بھی زیادہ جھوٹا ہے پس تھوڑے عرصہ کے بعد انہیں لوگوں نے دیکھا کہ میثم کی عمرو بن حریث کے گھر کے دروازہ کے قریب سولی پر لٹکایا گیا اور حبیب بن مظاہر امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہوئے اور ان کا سر کوفہ کے گرد پھرایا گیا۔

نیز شیخ کشی نے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت امیر المومنینؑ اپنے اصحاب کے ساتھ نخلستان میں آئے اور کھجور کے ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور حکم دیا کہ اس درخت کے خرمے اتارے جائیں اور آپ نے وہ خرمے اپنے صحابہ کے ساتھ تناول فرمائے، پس رشید ہجری نے عرض کیا اے امیر المومنینؑ یہ خرمے کتنے اچھے ہیں آپ نے فرمایا: اے رشید تجھے اس درخت کی لکڑی کے ساتھ سولی پر لٹکایا جائے گا، اس واقعہ کے بعد ہمیشہ رشید اس درخت کے پاس آتے اور اسے پانی دیتے ایک دن اس کے پاس آئے تو دیکھا کہ اسے کاٹ دیا گیا ہے تو کہنے لگے میری موت قریب آچکی ہے، چند دن کے بعد ابن زیاد نے کسی کو بھیج کر انہیں بلایا، راستہ میں رشید نے دیکھا کہ اس درخت کے دو حصے کئے گئے ہیں، کہنے لگے یہ میرے لئے کاٹا گیا ہے پھر دوبارہ ابن زیاد نے انہیں بلایا اور کہنے لگا، اپنے امام کی جھوٹ باتوں میں سے چھ باتیں بیان کرو، رشید نے کہا نہ میں جھوٹ بولتا ہوں اور نہ میرے امام جھوٹی باتیں بتلاتے ہیں اور مجھے آپ نے بتایا تھا کہ تو میرے ہاتھ پاؤں اور زبان کاٹے گا، ابن زیادہ کہنے لگا، اسے لے جاؤ اور اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دو لیکن زبان رہنے دو تا کہ اس کے امام کا جھوٹ ظاہر ہو جائے، جب ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے گئے اور انہیں گھر میں پہنچا دیا گیا تو ابن زیاد لعین کو یہ خبر ملی کہ وہ امور عجیبہ لوگوں کو بتاتے ہیں تو حکم دیا کہ انہیں سولی پر لٹکایا جائے، شیخ طوسی نے سند معتبر کے ساتھ ابو حسان عجلی سے روایت کی ہے، وہ کہتا ہے کہ میں نے امۃ اللہ، رشید ہجری کی بیٹی سے ملاقات کی اور اس سے کہا مجھے وہ باتیں بتاؤ جو تم نے اپنے پدر بزرگوار سے سنی ہیں وہ کہنے لگی، میں نے انہیں کہتے ہوئے سنا کہ میں نے اپنے حبیب امیر المومنینؑ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے اے رشید تیرا صبر اس وقت کیسا ہو گا جب تجھے والد الزنا ئے بنی امیہ بلائے گا اور تیرے ہاتھ پاؤں اور زبان کاٹ دے گا، میں نے عرض کیا اے امیر المومنینؑ اس کا انجام تو بہشت ہو گا، فرمایا ہاں تو دنیا و آخرت میں میرے ساتھ ہو گا، پس رشید کی بیٹی نے کہا خدا کی قسم عبید اللہ

بن زیادہ نے میرے باپ کو بلایا، اور کہا امیر المومنینؑ سے بیزاری اختیار کرو، انہوں نے یہ بات قبول نہ کی تو ابن زیاد نے کہا تیرے امامؑ نے تجھے کیا بتایا تھا کہ تو کس طرح قتل ہوگا، تو وہ کہنے لگے میرے امامؑ نے فرمایا تھا کہ تو مجھے ان سے بیزاری کا حکم دے گا، پھر میرے ہاتھ پاؤں اور میری زبان کاٹے گا، وہ ملعون کہنے لگا میں تیرے امام کا قول جھوٹا ثابت کرتا ہوں اور حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دو اور اس کی زبان رہنے دو پس ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے اور ہمارے گھر انہیں لے آئے، میں ان کے پاس گئی اور کہا بابا یہ درد والم آپ پر کیسے گزر رہا ہے کہنے لگا بیٹی مجھے کوئی درد و تکلیف نہیں مگر اتنی مقدار کہ جیسے کوئی شخص لوگوں کے اژدہام میں ہو اور اسے فشار پہنچے پھر ان کے ہمسائے اور جان پہچان والے لوگ انہیں دیکھنے کے لئے آئے وہ ان کی مصیبت پر اظہار درد و اندوہ کرتے اور روتے تھے، میرے باپ نے کہا گریہ نہ کرو اور دوات و کاغذ لے آؤ تا کہ میں تمہیں وہ چیزیں بتاؤں جن کی خبر میرے مولا امیر المومنینؑ نے دی تھی کہ بعد میں کیا ہونے والا ہے، پس وہ آئندہ کی خبر دیتے اور لوگ لکھتے تھے جب اس ولد الزنا کو بتایا گیا کہ رشید تو آنے والے واقعات کی خبر لوگوں کو دیتا ہے اور قریب ہے فتنہ برپا کردے تو وہ ملعون کہنے لگا، اس کا مولا جھوٹ نہیں کہہ گیا، جاؤ اور اس کی زبان کاٹ دو، پس اس مخزون اسرار کی زبان کاٹ لی گئی، اور اس رات وہ رحمت خدا سے جا ملے، حضرت امیر المومنینؑ اسے رشید البلایا کا نام دیتے تھے آپ نے علم بلایا و منایا (مصائب و واقعات و اموات) انہیں تعلیم کیا تھا، اور اکثر وہ لوگوں کے پاس جاتے اور کہتے کہ تیری حالت یوں ہوگی اور تو اس طرح قتل ہوگا، اور جو کچھ وہ کہتے ویسے ہی ہوتا، اور کتاب بحار الانوار میں کتاب اختصاص سے منقول ہے کہ جس زمانہ میں زیاد بن ابیہ رشید ہجری کی تلاش میں تھا، تو رشید نے اپنے آپ کو پوشیدہ رکھا مخفیانہ زندگی بسر کر رہے تھے ایک دن ابو اراکہ جو بزرگ شیعوں میں سے تھا، اپنے گھر کے دروازہ پر اپنے ساتھیوں کے ایک گروہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ رشید آئے اور اس کے گھر کے اندر چلے گئے، ابو اراکہ رشید کے اس عمل سے ڈرے اور اٹھ کر ان کے پیچھے گئے اور ان سے کہا اے رشید وائے ہو تم پر اس عمل سے مجھے قتل کرانا اور میرے بچوں کو یتیم کرنا چاہتے ہو وہ کہنے لگے کیا ہوا ہے، وہ کہنے لگا اس لئے کہ ابن زیاد تمہیں تلاش کر رہا ہے اور تم میرے گھر میں علانیہ اور آشکارا داخل ہوئے ہو اور جو لوگ میرے پاس بیٹھے تھے انہوں نے تمہیں دیکھا ہے وہ کہنے لگے ان میں سے کسی نے بھی مجھے نہیں دیکھا، ابو اراکہ کہنے لگے تم اس حرکت کے باوجود مجھ سے استہزاء اور تمسخر کرتے ہو پس رشید کو پکڑ کر مضبوط باندھ کر کمرے میں ڈال دیا اور دروازہ بند کر دیا پھر اپنے ساتھیوں کے پاس جا کر کہنے لگا، مجھے یوں نظر آیا کہ ایک بوڑھا آدمی میرے گھر میں داخل ہوا ہے آیا تمہیں بھی نظر آیا، وہ کہنے لگے ہم نے تو کسی کو نہیں دیکھا، ابو اراکہ نے احتیاطا دوبارہ بھی کہا تو ان لوگوں نے وہی جواب دیا، ابو اراکہ خاموش ہو گیا، لیکن ڈر گیا کہ کہیں ان کے علاوہ کسی شخص نے رشید کو دیکھا ہو پس وہ زیاد بن ابیہ کے دربار میں گیا تا کہ وہ دیکھے کہ اگر وہ ملتفت ہو چکے ہیں تو یہ انہیں بتائے کہ رشید اس کے پاس ہے اور اسے ان کے سپرد کردے پس اس نے زیادہ کو سلام کیا اور بیٹھ گیا، اس کے اور زیاد کے درمیان دوستی تھی پس اس اثناء میں کہ وہ دونوں باتیں کر رہے تھے، ابو اراکہ نے دیکھا کہ اس کے خچر پر سوار ہو کر رشید زیاد کی مجلس کی طرف آ رہا ہے، ابو اراکہ کا اسے دیکھتے ہی رنگ اڑ گیا، اور وہ متحیر و سرگردان ہوا، اور اس نے اپنی ہلاکت کا یقین کر لیا اس کے بعد دیکھا کہ رشید خچر سے اترے، زیاد کے پاس آئے اور سلام کیا، زیادہ کھڑا ہو گیا اور ان کے گلے میں

باہیں ڈال دیں اوران کا بوسہ لیا اوران سے حالات پوچھنے لگا، کہ آپ کس طرح آئے کس کے ساتھ آئے اور راستہ میں کیسے گزری اور ان کی ڈاڑھی ہاتھ میں پکڑی، رشید کچھ دیر وہاں بیٹھے رہے پھر کھڑے ہو گئے اور چلے گئے، ابوارا کہ نے زیاد سے پوچھا یہ شخص کون تھے اس نے کہا ہماری ملاقات کے لئے شام سے آئے ہیں، ابوارا کہ مجلس سے اٹھا اوراپنے گھر آیا اور رشید کو دیکھا کہ اسی حالت میں ہیں جس میں چھوڑ کر گیا تھا، تو ان سے کہنے لگا جب کہ تمہارے پاس یہ علم و توانائی ہے جو میں نے مشاہدہ کی ہے تو جو چاہو کرو اور جب چاہو میرے گھر میں آؤ۔

فقیر کہتا ہے کہ ابوارا کہ حضرت امیرالمومنینؑ کے مخصوص اصحاب میں سے تھے جیسے کہ اصبغ بن نباتہ، مالک اشتر، کمیل بن زیاد، اور آل ابوارا کہ رجال شیعہ میں مشہور ہیں، اور جو کچھ ابوارا کہ نے رشید کے ساتھ کیا وہ ان کی شان کا استخفاف نہیں تھا بلکہ اپنی جان کے خوف سے ایسا کیا تھا، کیونکہ زیادہ سختی سے رشید اوران جیسے شیعہ حضرات کی تلاش کرتا، انہیں تکلیف پہنچاتا اوران کو قتل کرتا تھا، اسی طرح ان لوگوں کی بھی جو ان کی اعانت کرتے یا انہیں پناہ دیتے یا انہیں مہمان رکھتے تھے۔

چھٹے: زید بن صوحان عبدی

زید بن صوحان عبدی۔مجالس میں ہے کہ کتاب خلاصہ میں مذکور ہے کہ وہ ابدال اور اصحاب امیرالمومنینؑ میں سے تھے اور جنگ جمل میں شہید ہو گئے۔

شیخ ابوعمرو کشی نے روایت کی ہے کہ جب زید کو کاری زخم لگا تو وہ گھوڑے کی پشت سے زمین پر گرے، حضرت امیرالمومنینؑ ان کی لاش پر آئے اور فرمایا اے زید "رحمك الله كنت خفيف المرمة عظيم المعونة" یعنی تجھ پر خدا کی رحمت ہو کہ تیری مشقت اور تعلقات دنیا تھوڑے تھے اور تیرا تعاون دین میں امداد کرنا زیادہ تھا پس زید نے اپنا سر حضرت کی طرف بلند کیا اور عرض کیا اور عرض کیا خدائے تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، اے امیرالمومنینؑ میں آپ کو خدا کو زیادہ جاننے والا جانتا ہوں، خدا کی قسم آپ کی معیت میں آپ کے دشمنوں سے ازروئے جہالت میں نے جنگ نہیں کی بلکہ چونکہ میں حدیث غدیر کو جو آپ کے حق میں وارد ہوئی ہے جناب ام سلمہ سے سن چکا تھا اوراس سے میں اس شخص کے انجام کی برائی اور بدی جان چکا تھا، جو آپ کا ساتھ چھوڑ دے لہذا میں نے اس بات کو برا سمجھا کہ آپ کا ساتھ چھوڑ دوں اور آپ کو تنہا رہنے دوں جس کے نتیجے میں خدا بھی میرا ساتھ چھوڑ دے، فضل بن شداد سے روایت ہے کہ زید تابعین کے رئیس اوران کے زہاد میں سے تھے اور جب عائشہ بصرہ میں پہنچیں تو انہوں نے زید کو خط لکھا:

من عائشه زوجة النبي صلى الله عليه وسلم الى ابنها زيد بن صوحان الخاص اما بعد فاذا اتاك كتابي هذا فاجلس في بيتك واخذل الناس عن علي بن ابي طالب صلوات الله عليه حتى يا تيك

امری۔

یہ خط ہے عائشہ حضرت رسول کی بیوی سے اس کے بیٹے زید بن صوحان خالص الاعتقاد کی طرف تمہیں چاہیے کہ جب میرا یہ خط تمہیں ملے تو تم گھر میں بیٹھ جاؤ، اور کوفہ کے لوگوں کو علی ابن ابی طالبؑ کا ساتھ دینے اور مدد کرنے سے روکو جب تک میرا حکم دوبارہ تمہیں نہ ملے، جب زید نے یہ خط پڑھا تو جواب میں لکھا کہ تم نے مجھے اس چیز کا حکم دیا ہے کہ جس کے غیر کا میں مامور ہوں اور خود تم نے وہ چیز ترک کر دی ہے کہ جس کی مامور تھیں۔والسلام

فقیر کہتا ہے کہ زید کی مسجد کوفہ مساجد میں سے ایک مسجد شریف ہے اور زید جو نماز شب میں دعا پڑھتے تھے وہ مشہور ہے اور ہم نے مفاتیح میں اس کا ذکر کیا ہے۔روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم نے اس سے فرمایا تھا کہ تمہارے بدن کا ایک عضو تم سے پہلے جنت میں جائے گا۔چنانچہ جنگ نہاوند میں زید کا ایک ہاتھ کٹ گیا تھا۔

ساتویں: سلیمان بن صرد خزاعی

ان کا نام زمانہ جاہلیت میں یسار تھا، رسول خداؐ نے ان کا نام سلیمان رکھا، یہ شخص جلیل و صاحب فضل تھے، کوفہ میں سکونت اور خزاعہ میں گھر بنایا، وہ اپنی قوم کے سردار تھے، جنگ صفین میں ملازم رکاب جناب امیرؑ تھے، انہیں کے ہاتھ سے حوشب ذی ظلیم مارا گیا تھا اور یہ وہ بزرگ ہیں کہ معاویہ کی موت کے بعد کوفہ کے شیعہ انہیں کے گھر میں جمع ہوئے تھے اور امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا اور حضرت کو کوفہ آنے کی دعوت دی لیکن سید الشہداءؑ کے ہمرکاب نہیں ہو سکے، اور حضرت کی خدمت میں پہنچ کر شہادت سے محروم رہے اس کے بعد بہت پشیمان ہوئے توبہ کی اور حضرت کے خون کا بدلہ لینے کے لئے کمر ہمت باندھی اور ۶۵ ہجری میں مسیب بن نجبہ فزاری عبداللہ بن سعد بن نفیل عصدی عبداللہ بن وال تیمی رفاعہ بن شداد بجلی اور کوفہ کے شیعوں کے ایک گروہ کے ساتھ کہ جنہیں توابین کہتے ہیں بنی امیہ سے امام حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے شام کی طرف روانہ ہوئے، عین وردہ میں جو جزیرہ کے شہروں میں سے ایک ہے لشکر شام سے ٹکراؤ ہوا، شامیوں کے لشکر کی تعداد تین ہزار تھی جو کہ ابن زیاد حصین بن نمیر اور شراحیل بن ذی الکلاع حمیری کی سرکردگی میں شیعوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے شام سے آیا تھا، پس ان کے درمیان گھمسان کی جنگ ہوئی اور سلیمان حصین بن نمیر کے تیر سے شہید ہوئے، ان کے بعد مسیب مارے گئے، جب شیعوں نے یہ کیفیت دیکھی تو جان سے ہاتھ دھو لئے اور تلواروں کی نیامیں توڑ کر جنگ میں مشغول ہوئے اسی حالت میں پانچ سو افراد بصرہ کے شیعوں سے ان کی مدد کے لئے پہنچ گئے، انہوں نے استقامت سے کام لیا پے در پے جنگ کرنے لگے اور کہتے تھے خدایا ہماری کوتاہی کو معاف فرما، ہم توبہ کرتے ہیں، یہاں تک کہ عبداللہ بن سعد شیعوں کے دوسرے سرکردہ افراد کے ساتھ مارے گئے اور جو رہ گئے انہوں نے جب دیکھا کہ اب مقابلہ کی

طاقت نہیں رہی تو پیچھے ہٹے اور اپنے شہروں میں واپس چلے گئے اور شیخ ابن نما نے کتاب الثار میں سلیمان کی شہادت کی کیفیت بیان کی ہے اور اس کے آخر میں لکھا ہے کہ سلیمان نے خون حسینؑ کا بدلہ لینے میں اپنی جان قربان کر دی اور خلوص کے ساتھ بارگاہ ایزدی میں توبہ کی اور میں نے یہ دو اشعار کہے ہیں چونکہ وہ ہر عیب ونقص سے مبراء ہو کر مرے ہیں۔

(ترجمہ اشعار)

سلیمان نے اپنا وعدہ پورا کیا پس وہ جنت اور رحمت باری کی طرف سدھارے اور وہ قابل تعریف ہیں،
اپنی جان قربان کرنے اور امام حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے کے سلسلے میں قابل تعریف ہیں۔
اور حدیث مفضل میں جو طویل ہے رجعت کے سلسلہ میں ان کی مدح کی طرف اشارہ ہے۔

آٹھویں: سہل بن حنیف انصاری عثمان بن حنیف کے بھائی ہیں

سہل اجلاء اصحاب اور امیر المومنینؑ کے مخلص دوستوں میں سے ہیں جنگ بدر واحد میں حاضر تھے، جنگ احد میں جواں مردیاں دکھائیں، جنگ صفین میں ملازم رکاب امیر المومنینؑ میں تھے اور جنگ صفین سے جب حضرتؑ واپس آئے اور سہل نے وفات پائی تو حضرت امیرؑ نے فرمایا کہ اگر پہاڑ مجھ سے محبت رکھتے تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے کیونکہ امتحان اور مصیبت مخصوص ہے محبان اہل بیتؑ کے ساتھ آپ نے انہیں سرخ رنگ کی یمنی چادر میں کفن دیا اور ان کی نماز جنازہ پر پچیس تکبیریں کہیں اور فرمایا اگر میں اس پر ستر تکبیر کہوں تو بھی وہ اس کا مستحق ہے اور مجالس میں ہے کہ صاحب استیعاب نے نقل کیا ہے وہ پیغمبر اسلامؐ کی تمام جنگوں میں حاضر تھے اور جنگ احد میں جب اکثر صحابہ بھاگ گئے تو وہ ثابت قدم رہے وہ تیر مار کر دشمنوں کو حرم پیغمبرؐ سے دور بھگاتے تھے اور آپ کے بعد حضرت امیرؑ کے اصحاب کی لڑی میں منسلک ہو گئے، جناب امیرؑ نے جنگ جمل کے لئے روانہ ہوتے وقت انہیں مدینہ میں اپنا قائم مقام مقرر کیا اور جنگ صفین میں حضرت کی معیت میں جہاد کیا اور فارس کی حکومت کچھ وقت ان کی تحویل میں رہی، پھر حضرت نے اس علاقہ کے لوگوں کی ناسازگاری کی وجہ سے انہیں معزول کر دیا اور زیاد کو وہاں کا والی بنایا۔

صعصعہ بن صوحان عبدی

مجالس میں ہے کہ کتاب خلاصہ میں مذکور ہے وہ حضرت امیرؑ کے اکابر صحابہ میں سے تھے اور امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام کے صحابہ میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا کہ جو جناب امیر کا حق اس طرح پہچانتا جیسے وہ پہچانتے تھے۔

چنانچہ داؤد کہتا ہے کہ یہی بات ان کی علو قدر اور شرف کے لئے کافی ہے اور کتاب استیعاب میں تحریر ہے، کہ صعصعہ بن صوحان حضرت رسالتؐ کے زمانہ میں مسلمان ہو چکے تھے، لیکن کسی باعث زیارت نہ کر سکے، اپنی قوم عبدالقیس کے بزرگ فصیح و خطیب اور متکلم تھے، دیندار صاحب فضل تھے وہ ان کے بھائی زید حضرت امیرؑ کے اصحاب کے زمرہ میں شمار ہوتے تھے اور روایت

ہے کہ ابو موسیٰ اشعری نے جو عمر کا گورنر تھا، ایک لاکھ درہم عمر کے پاس بھیجے عمر نے وہ مال مسلمانوں میں تقسیم کیا، اس میں سے کچھ بچ گیا، تو عمر کھڑا ہو گیا اور اس نے خطبہ دیا اور کہا اے لوگو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ مال مسلمانوں کے حقوق سے بچ گیا ہے، اس کے متعلق تم لوگ کیا کہتے ہو، صعصعہ کھڑے ہو گئے اور وہ اس وقت نوجوان تھے، ابھی ان کی ڈاڑھی نہیں نکلی تھی، کہنے لگے اے امیر مشورہ اس چیز میں لیا جاتا ہے کہ جس کے بیان میں قرآن نازل نہ ہوا ہو، قرآن نے اس کی جو جگہ معین کی ہے اسے وہاں رکھو، عمر نے کہا تو سچ کہتا ہے تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں، پھر اس باقیماندہ مال کو بھی مسلمانوں میں تقسیم کر دیا، شیخ ابو عمر کشی نے روایت کی کہ صعصعہ ایک دفعہ بیمار تھے، حضرت امیر المومنینؑ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور اس وقت ارشاد فرمایا کہ اے صعصعہ میرا تمہاری عیادت کے لئے جو آنا ہے اس کو تم اپنی قوم پر اپنی بڑائی کا سبب نہ قرار دینا، صعصعہ نے کہا خدا کی قسم میں اس کو اپنے لئے فضل و احسان سمجھتا ہوں، اس طرح روایت ہے کہ جب معاویہ کوفہ میں آیا تو وہاں کے افراد کہ جن کے لئے امام حسنؑ نے معاویہ سے امان طلب کی تھی اس کی مجلس میں آئے، چونکہ صعصعہ بھی اس گروہ سے متعلق تھے لہذا وہ بھی اس مجلس میں آئے، جب معاویہ کی نظر ان پر پڑی تو کہنے لگا خدا کی قسم اے صعصعہ میں نہیں چاہتا تھا کہ تم میری امان میں رہو، صعصعہ نے کہا خدا کی قسم میں بھی نہیں چاہتا تھا کہ تیرا نام خلافت کے ساتھ لوں، پھر خلافت کے نام سے اس پر سلام کیا اور بیٹھ گئے، معاویہ کہنے لگا اگر تم میری خلافت کے تسلیم کرنے میں سچے ہو تو منبر پر جا کر علیؑ پر لعنت کرو، صعصعہ مسجد کی طرف متوجہ ہوئے اور منبر پر جا کر حمد الٰہی اور درود رسالت پناہی پر ادا کرنے کے بعد کہنے لگے اے حاضرین میں ایسے شخص کی طرف سے آ رہا ہوں جو اپنے شر کو آگے رکھتا ہے اور اپنی اچھائی کو پیچھے رکھتا ہے اور اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ علی بن ابی طالبؑ پر لعنت کروں پس اس پر لعنت کرو، خدا اس پر لعنت کرے، اہل مسجد نے آمین کی آواز بلند کی اس وقت صعصعہ معاویہ کے پاس گئے اور جو کچھ منبر پر کہا تھا اسے اس سے خبردار کیا، معاویہ کہنے لگا خدا کی قسم تو نے اس عبارت سے میری لعنت کا ارادہ کیا ہے دوبارہ جا کر صراحت کے ساتھ علیؑ پر لعنت کرو، یہ لو میں اس شخص پر لعنت کرتا ہوں جو علیؑ پر لعنت کرے، حاضرین مسجد نے دوبارہ آمین کہا، جب معاویہ کو معلوم ہوا تو وہ سمجھ گیا کہ یہ علیؑ پر لعنت نہیں کریں گے، حکم دیا کہ صعصعہ کو کوفہ سے نکال دیا جائے۔

دسویں: ابو الاسود دؤلی بصری

ابو الاسود دؤلی بصری جو کہ شعراء اسلام اور حضرت امیر المومنینؑ کے شیعوں میں سے تھے: اور جنگ صفین میں حاضر تھے اور یہ وہی تھے جنہوں نے علم نحو کو حضرت امیر سے اس کی اصل اور قاعدہ اخذ کرنے کے بعد ترتیب دیا تھا، یہی وہ شخص ہیں جنھوں نے قرآن پر اعراب اور نقطے لگائے، زیاد بن ابیہ کے زمانہ میں معاویہ نے ایک دفعہ ان کے لئے ہدیہ بھیجا جس میں کچھ حلوہ بھی تھا یہ اس لئے بھیجا تا کہ یہ محبت امیر المومنینؑ سے منحرف ہو جائیں، ان کی ایک بیٹی نے جس کی عمر پانچ یا چھ سال کی تھی اس حلوہ سے کچھ اٹھا کر منہ میں رکھ لیا، ابو الاسود نے کہا، اے بیٹی یہ حلوہ معاویہ نے ہمارے پاس اسلئے بھیجا ہے تا کہ ہمیں امیر المومنینؑ کی محبت سے منحرف کر دے، بچی کہنے لگی خدا اس کی قبیح قرار دے کیا وہ ہمیں پاکیزہ و پاک سردار کے بارے میں دھوکا دینا چاہتا ہے، خوشبودار شہد کے ساتھ ہلاکت ہے

بھیجنے والے اور کھانے والے کے لئے پھر کوئی ایسا کام کیا کہ جس سے کھائی ہوئی چیز کی قے کر دی، اور یہ شعر کہا:

اے ہند کے بیٹے! کیا خوشبودار شہد کے بدلے ہم تیرے پاس اپنا حسب ونسب اور دین بیچ دیں گے، معاذ اللہ یہ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ ہمارے آقا و مولا امیر المومنینؑ ہیں، بہر حال ۶۹ ہجری میں طاعون سے پچاسی سال کی عمر میں ابوالاسود نے بصرہ میں وفات پائی، ابن شہر آشوب اور دوسرے علماء نے ابوالاسود کے اشعار حضرت امیر المومنینؑ کے مرثیہ میں بیان کئے ہیں، مرثیہ کا پہلا شعر یہ ہے اے آنکھ بہہ اور میری مدد کر پس گریہ کر امیر المومنینؑ پر، ابوالاسود شاعر طلیق اللسان اور فوری جواب دینے والے تھے، زمخشری نے نقل کیا ہے کہ زیاد بن ابیہ نے ابولاسود سے کہا کہ تم علیؑ کی دوستی میں کیسے ہو، کہنے لگے جیسا تو معاویہ کی دوستی میں ہے لیکن میں علیؑ کی دوستی اور محبت سے ثواب اخروی چاہتا ہوں اور تو معاویہ کی دوستی میں مال دنیا کا خواہان ہے اور میری اور تیری مثال عمرو بن معدی کرب کے شعر کی طرح ہے، ہم دو دوست ہیں لیکن ہماری حالت مختلف ہے، میں بلندی چاہتا ہوں اور وہ گھی چاہتا ہے میں بنی مالک کے خون کا طالب ہوں اور معلی کو دودھ کی سفیدی اچھی معلوم ہوتی ہے، اور زمخشری نے یہ شعر بھی انہیں سے روایت کیا ہے، اے مجھے آل محمدؐ کی محبت پر ملامت کرنے والے تیرے منہ میں خاک ہو، پس تو اپنی ملامت چھوڑ دے یا زیادہ کرے جو شخص ان کی محبت کی رسی کو مضبوطی سے نہیں پکڑے ہوئے تو وہ جان لے کہ اس کی ولادت اچھی نہیں ہوئی۔ (حلال زادہ نہیں)

گیارہیں: عبداللہ بن ابی طلحہ

یہ امیر المومنینؑ کے نیک اصحاب میں سے تھے اور یہ وہی ہیں کہ جن کے لئے رسول خدا نے دعا کی، اس وقت جن کہ یہ اپنی ماں کے بطن میں تھے، کیونکہ ان کی والدہ انسا بن مالک کی ماں ہے اور وہ انصار کی عورتوں میں افضل تھیں اور جب رسول اکرمؐ مدینہ میں تشریف لے آئے تو ہر شخص آپ کے لئے کوئی نہ کوئی ہدیہ لے آیا، انس کی والدہ نے انس کا ہاتھ پکڑا اور حضورؐ کی خدمت میں لے آئیں اور کہنے لگیں اے رسول خدا میرے پاس کوئی چیز نہیں جو آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ حاضر کروں سوائے اس بیٹے کے لہذا یہ آپ کی خدمت میں رہے گا، اور آپ کی خدمت کرے گا، پس انس آنحضرت کا خادم ہو گیا، اور انس کی والدہ مالک کے بعد ابوطلحہ کی بیوی ہو گئیں، اور ابوطلحہ بہترین اصحاب میں سے تھے، رات کو عبادت کرتے اور دن کو روزے رکھتے تھے ان کی کچھ زمین تھی جس میں وہ دن کا کام کرتے، خداوند عالم نے انس کی ماں سے ابوطلحہ کو ایک بچہ دیا، وہ بچہ بیمار ہو گیا، ابوطلحہ رات کو جب گھر آتے تو اس کے متعلق پوچھتے اور اس کو دیکھتے یہاں تک کہ ایک دن وہ بچہ مر گیا، ابوطلحہ رات کو جب گھر آئے تو بچہ کی حالت پوچھی بچے کی ماں کہنے لگی آج رات بچہ سکون میں ہے ابوطلحہ خوش ہو گیا، پس اس رات بچہ کی ماں سے ہمبستری کی، جب صبح ہوئی تو بچہ کی ماں ابوطلحہ سے کہنے لگی اگر کسی قوم کو ایک ہمسایہ کوئی چیز عاریۃً دے اور وہ اس چیز سے فائدہ اٹھائے اور وہ وہ عاریۃً دی ہوئی چیز مالک واپس لے تو وہ لوگ رونے لگیں، ایسے لوگوں کو کیا کہنا چاہیے، اس نے کہا وہ پاگل اور بے وقوف ہیں تو وہ خاتون کہنے لگی پس آپ غور کریں تا کہ ہم بے وقوف نہ بنیں آپ کا بیٹا وفات پا چکا ہے، اور وہ عاریۃً تھا جسے خدا نے لے لیا ہے پس صبر کریں اور خدا کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کریں اور اسے جا کر دفن

کریں، ابوطلحہ نے یہ بات رسول خداؐ کی خدمت میں نقل کی، آنجنابؐ کو اس عورت کی اس بات پر بڑا تعجب ہوا، اور دعا کی "اللھم بارک لھما فی لیلتھما" خدایا انہیں ان کی اس رات میں برکت دے اور وہ اسی رات عبداللہ سے حاملہ ہوئی، جب عبداللہ پیدا ہو اتو اسے ایک پارچہ میں لپیٹ کر انس کے حوالہ کیا اور کہا کہ اسے رسول خداؐ کی خدمت میں لے جاؤ آنجنابؐ نے اس بچہ کو اٹھایا اور اس کے لئے دعا فرمائی لہذا عبداللہ انصار کی اولاد میں افضل قرار پائے۔

بارہویں: عبداللہ بن بدیل بن ورقہ خزاعی

قاضی نوراللہ کہتے ہیں کتاب "استیعاب" میں ہے کہ عبداللہ اپنے باپ کے ساتھ فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے وہ قبیلہ خزاعہ کے سردار تھے، قبیلہ خزاعہ رسول خداؐ کے رازداں تھے اور عبداللہ جنگ حنین و طائف و تبوک میں حاضر تھے، ان کی بڑی قدر و منزلت تھی، جنگ صفین میں اپنے بھائی کے ساتھ شہید ہوئے اس دن وہ امیر المومنینؑ کی پیادہ فوج کے سپہ سالار تھے اور آپ کے اکابر اصحاب میں سے تھے شعبی سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن بدیل نے جنگ صفین میں دو زرہیں پہن رکھی تھیں اور ان کے پاس دو تلواریں تھیں اور اہل شام پر تلوار سے وار کرتے اور کہتے تھے۔ (ترجمہ اشعار)

توکل کے علاوہ کچھ نہیں رہا سوائے اگلے گروہ کے ساتھ چلنے کے کہ جس طرح اونٹ پانی کے حوضوں کی طرف جاتے ہیں، خدا چاہتا ہے اس کا فیصلہ کرتا اور کام کرتا ہے۔

اس طرح تیغ زنی کرتے اور مبارز طلبی کرتے یہاں تک کہ معاویہ تک پہنچ گئے اور اسے اس جگہ سے ہٹایا اور اس کے گرد جو اس کے ساتھی تھے انہیں بھی ہٹا دیا، اس کے بعد معاویہ کے ساتھیوں نے اتفاق کر کے ان پر سنگ باری کی، یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے پھر معاویہ اور عبداللہ بن عامر جو کہ ایک جگہ کھڑے تھے ان کی لاش پر آئے، عبداللہ نے اپنے عمامہ سے ان کا چہرہ ڈھانپ دیا اور ان کیلئے طلب رحمت کی معاویہ نے اس ارادہ سے کہ ان کے کان ناک قطع کرے، کہا کہ اس کے منہ سے کپڑا ہٹاؤ، عبداللہ نے قسم کھائی کہ جب تک میری جان میرے بدن میں ہے میں کسی کو ان سے معترض نہیں ہونے دوں گا، معاویہ کہنے لگا اس کے منہ سے کپڑا تو ہٹاؤ، ہم نے عبداللہ بن عامر کو بخش دیا، جب عمامہ ان کے چہرہ سے ہٹایا گیا اور معاویہ کی نگاہ ان کی شوکت و شان پر پڑی تو کہنے لگا خدا کی قسم یہ اپنی قوم کا سردار ہے، خداوند مجھے اشتر اور اشعث بن قیس پر کامیابی دے کیونکہ اس شخص کی مانند اس لشکر میں ان دونوں کے علاوہ کوئی نہیں، اس کے بعد معاویہ نے کہا کہ قبیلہ خزاعہ کو علیؑ سے اتنی محبت ہے کہ اگر ان کی عورتوں میں قوت و طاقت ہو تو وہ علیؑ کے دشمن سے جنگ کریں چہ جائیکہ ان کے مرد۔ (انتھی)

فقیر کہتا ہے کہ عبداللہ بن بدیل پر جا کر نسب ختم ہوتا ہے، شیخ امام سعید قدوۃ المفسرین ترجمان قرآن مجید جناب حسین بن علی بن محمد بن احمد خزاعی کا (جو شیخ ابوالفتوح رازی) کے نام سے مشہور ہیں اور روض الجنان فی تفسیر القرآن کے مصنف ہیں، ان کے دادا محمد بن احمد اور پڑدادا احمد اور ان کے والد کے چچا عبدالرحمن بن احمد بن حسین خزاعی نیشاپوری ری میں مقیم اور مفید نیشاپور کے نام سے مشہور

تھے، اوران کا بیٹا ابوالفتوح محمد بن حسین اور بھانجا احمد بن محمد سب کے سب علماء وفضلاء میں سے تھے، اور خدا ان پر رحم کرے معدن علم اور اصل علم تھے اوران کا شرف پے در پے اباؤ اجداد سے تھا، جس طرح نیزے کی لکڑی کے جوڑ ہوتے ہیں اور یہ بزرگوار ابن شہر آشوب کے اساتذہ میں سے ہیں اوران کی قبر شریف ری میں شہزادہ عبدالعظیم کے جوار میں اور امام زادہ حمزہ کے صحن میں ہے۔

تیرھویں: عبداللہ بن جعفر طیار

مجالس میں ہے کہ یہ پہلے بچے ہیں جو حبشہ کی سرزمین میں اہل اسلام میں پیدا ہوئے اور ہجرت نبویؐ کے بعد اپنے والد کے ساتھ مدینہ میں آئے، اور پیغمبر اکرمؐ کے شرف ملازمت سے فائز ہوئے عبداللہ بن جعفر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں مجھے یاد ہے کہ جب میرے والد جعفر کی وفات کی خبر مدینہ میں پہنچی تو پیغمبر اکرمؐ ہمارے گھر تشریف لائے اور میرے باپ کی تعزیت کی اور دست مبارک میرے اور میرے بھائی کے سر پر پھیرا، ہمیں بوسے دیئے، آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور آپ کے محاسن مبارک پر گر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ جعفر بہترین ثواب کو پہنچ گئے اب تم ان کی اولاد میں ان کے بہترین جانشین بنو، تین دن کے بعد پھر ہمارے گھر تشریف لائے سب پر نوازش فرمائی، دلداری کی، لباس عزا اتروائے اور ہمارے حق میں دعا کی اور ہماری والدہ اسماء بنت عمیس سے فرمایا کہ غم نہ کرو میں ان کا دنیا وآخرت میں ولی ہوں، عبداللہ انتہائی درجہ کے کریم طریف، حلیم اور عفیف و پاکدامن تھے، ان کی سخاوت اس درجہ پر تھی کہ انہیں بحر الجود (سخاوت کا سمندر) کہتے تھے، منقول ہے کہ کچھ لوگوں نے انہیں زیادہ سخاوت پر ملامت کی تو انہوں نے جواب دیا کہ ایک مدت سے میں نے کچھ لوگوں کو اپنے انعام واکرام کا عادی بنا رکھا ہے اب مجھے خوف ہے کہ اگر میں ان سے اپنا انعام واحسان روک لوں تو خداوند عالم مجھ سے بھی اپنی بخشش وعطا قطع کر دے۔ انتھی

ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ ایک دن رسول خدا عبداللہ کے قریب سے گزرے، ان کا بچپن تھا وہ کھیل رہے تھے اور مٹی کا ایک گھر بنا رہے تھے آپ نے فرمایا اسے کیا کرو گے، کہنے لگے اسے بیچوں گا، آپ نے فرمایا اسے کیا کرو گے، تو کہنے لگے اس سے تازہ کھجوریں خرید کر کھاؤں گا، حضرت نے اس کے حق میں دعا کی کہ خدایا اس کے ہاتھ میں برکت دے اور اس کے سودے کو نفع مند قرار دے پس آپ کی دعا سے ایسا ہی ہوا کہ انہوں نے کوئی چیز نہیں خریدی کہ جس میں نفع نہ ہوا ہو اور اتنا مال جمع کیا کہ ان کی بخشش ضرب المثل ہوگئی اور اہل مدینہ جب کسی سے قرض لیتے تو اس سے وعدہ کرتے کہ عبداللہ بن جعفر کی عطا و بخشش ملے گی تو قرض ادا کریں گے، روایت ہے کہ انہیں زیادہ بخشش وسخاوت پر ملامت کی گئی، تو عبداللہ نے کہا: (ترجمہ اشعار)

> "میں مال کی کمی سے نہیں ڈرتا اور نہ کرم واحسان کرنے پر خدا کا خوف رکھتا ہوں جب میں خرچ کرتا ہوں تو اس کی جگہ پر اور دیتا ہے، میرا رب وسیع نعمتوں والا ہے"۔

فقیر کہتا ہے جو واقعات ان کے جود وسخاوت کے سلسلہ میں منقول ہیں وہ اس سے بے نیاز ہیں کہ بیان کیے جائیں میں نے مروج الذہب میں دیکھا ہے کہ جب عبداللہ بن جعفر کا مال ختم ہوگیا تو جمعہ کے دن مسجد میں جا کر خدا سے مرنے کی دعا کی اور عرض کیا

خدایا تو نے مجھے جود وسخا کی عادت ڈالی ہے اور میں نے لوگوں کو بذل و عطا کا عادی بنایا ہے، اب اگر مال دنیا مجھ سے منقطع کرنا ہے تو مجھے دنیا میں باقی نہ رکھ، پس وہ ہفتہ نہیں گزرا کہ آپ کی وفات ہوگئی اور عمدۃ الطالب میں ہے کہ ۸۰ھ میں عبداللہ نے مدینہ میں وفات پائی، ابان بن عثمان بن عفان نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے، ایک قول ہے کہ ابواء میں ۹۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی اور سلیمان بن عبدالملک بن مروان نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور وہیں دفن ہوئے، اور ایک قول ہے کہ آپ کے چوبیس بیٹے تھے ان میں سے ایک معاویہ بن عبداللہ بن جعفر تھے جو اپنے باپ کے وصی تھے اور عبداللہ نے ان کا نام معاویہ کی خواہش پر معاویہ رکھا، اور وہ عبداللہ بن معاویہ کے باپ ہیں کہ جس نے مروان حمار کے زمانہ میں ۱۲۵ھ میں خروج کیا تھا اور لوگوں نے اس کی بیعت کرلی پھر جبل پر اس کا قبضہ ہوگیا پس اسی طرح ۱۲۹ھ تک یہ معاملہ رہا، یہاں تک کہ ابومسلم مروزی نے مروحیلہ سے اسے گرفتار کر کے ہرات میں قید رکھا، وہ مسلسل قید رہا یہاں تک کہ ۱۸۳ھ میں قید خانہ میں وفات پائی اور ہرات میں دفن ہوا، وہاں اس کی زیارت کی جاتی ہے، صاحب عمدہ کہتا ہے کہ میں نے اس کی قبر ۷۷۶ھ میں دیکھی ہے اور ایک شخص اولاد عبداللہ بن جعفر میں اسحاق عریضی ہے اور وہ قاسم امیر یمن کا باپ تھا اور قاسم جلیل القدر انسان تھا، قاسم کی والدہ ام حکیم بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر ہے، لہذا قاسم بن اسحاق جناب صادقؑ کی خالہ کا بیٹا ہے اور وہ ابو ہاشم جعفری کا باپ ہے اور عبداللہ کی اولاد میں سے ایک علی زینبی ہیں جن کی والدہ جناب زینب بنت علی امیرالمومنینؑ ہیں اور عبداللہ کے دو بیٹے لبابہ بنت عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلبؑ سے ہیں، ایک محمد (اریس) رئیس اور دوسرا اسحاق اشرف، محمد (اریس) رئیس ابوالکرام عبداللہ اور ابراہیم اعرابی کا باپ ہے جو اجلاء بنی ہاشم میں سے تھا، ابویعلی جعفری کا نسب جو شیخ مفید کا جانشین تھا جس کی وفات ۴۶۳ھ میں ہوئی ہے یہاں تک پہنچتا ہے اور عبداللہ بن جعفر کی اولاد میں سے محمد اور عون ہیں جو کربلا میں شہید ہوئے اور سیدالشہداء کے حالات میں ان کا ذکر شہادت اور پانچویں فصل میں عبداللہ کے غلام کی ان سے ان کے بیٹوں کی شہادت کے متعلق گفتگو اور عبداللہ کا اس کو جواب دینا بیان ہوگا۔

چودھویں: عبداللہ بن خباب بن الارت

اصحاب امیرالمومنینؑ میں سے ہیں اور ان کے باپ کو راہ خدا میں تکلیفیں اور اذیتیں دی گئیں، اور عبداللہ وہی ہیں کہ جب خوارج نہروان کی طرف جا رہے تھے تو ان کا گزر ایک نخلستان اور چشمہ سے ہوا، عبداللہ کو انہوں نے دیکھا کہ اس نے قرآن کو اپنے گلے میں حمائل کیا ہوا ہے اور وہ ایک گدھے پر سوار ہیں اور ان کے بچے بھی ان کے ساتھ ہیں جب کہ ان کی بیوی حاملہ تھی، عبداللہ سے کہنے لگے تحکیم کے بعد علیؑ کے متعلق کیا کہتے ہو وہ کہنے لگے، علیؑ اللہ کے متعلق زیادہ علم رکھتے ہیں اور وہ اپنے دین کی زیادہ حفاظت کرتے ہیں، اور وہ زیادہ بابصیرت ہیں، وہ کہنے لگے یہ قرآن جو تیرے گلے میں ہے ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم تجھے قتل کر دیں، پس اس بیچارے مظلوم کو نہر کے قریب لا کر لٹایا اور گوسفند کی طرح اس کا گلا کاٹا کہ اس کا خون پانی میں جانے لگا، اور اس کی بیوی کا پیٹ چاک کیا اور چند اور عورتوں کو بھی قتل کیا اور اتفاقاً اس نخلستان میں کھجوریں گری پڑی تھیں ان میں سے ایک شخص نے

کھجور کا ایک دانہ اٹھا کر منہ میں رکھ لیا تو چیخ کر اسے کہنے لگے یہ تو نے کیا کیا ہے اس نے فوراً منہ سے نکال کر پھینک دیا، اور خنزیر کو انہوں نے دیکھا، ایک نے ان میں سے اسے مار ڈالا تو کہنے لگے تو نے زمین میں فساد کیا ہے اور اس کے اس فعل پر برا منایا۔

پندرھویں: عبداللہ بن عباس

وہ رسول خداؐ کے اصحاب اور امیر المومنینؑ کے دوستدار اور آنجنابؑ کے شاگرد تھے، علامہ نے کتاب خلاصہ میں فرمایا ہے کہ عبداللہ کی جلالت قدر امیر المومنینؑ کے ساتھ ان کا اخلاص اس سے زیادہ ہے کہ وہ بیان کیا جا سکے، شیخ کشی نے کچھ روایات ذکر کی ہیں جو ان کے قدح و طعن کی متضمن ہیں لیکن عبداللہ اس سے اجل و ارفع ہیں، ہم نے بڑی کتاب میں ان احادیث کو بیان کر کے ان کا جواب دیا ہے، قاضی نور اللہ نے مجالس میں کہا ہے کہ جو روایات کشی میں ہیں ان کے قدح اور مطاعن کا خلاصہ جو سمجھ میں آتا ہے اس کی بازگشت ابن عباس کے بعض افعال و کردار کی طرف ہے اور مولف کتاب کو ان کے ایمان کا اعتقاد ہے، باقی رہے وہ جواب جو شیخ علامہ نے کتاب کبیر میں دیئے ہیں اس حقیر کی نظر قاصر تک نہیں پہنچے بلکہ بعض قابل وثوق علماء سے سنا گیا ہے کہ بعض غفلتیں جو بادشاہ مغفور سلطان محمد خدابندہ کی وفات کے بعد واقع ہوئی ہیں ان میں کتاب مذکور اور بعض اسباب اور کتب شیخ علامہ ضائع ہو گئے ہیں اب تک اس کتاب کا نسخہ کسی فاضل روزگار کی نظر سے نہیں گزرا اور نہ کوئی نام و نشان اس کا مل سکا ہے۔ (انتہی) اور ابن عباس علم فقہ تفسیر و تاویل بلکہ انساب و شعر میں بہت ممتاز تھے بسبب حضرت امیر المومنینؑ کی شاگردی اور رسول اکرمؐ کی دعا سے (جو اس کے حق میں آپ نے فرمائی) کیونکہ ایک دفعہ آنحضرتؐ کے غسل کے لئے اپنی خالہ میمونہ کے گھر جو آنحضرت کی زوجہ تھیں پانی لے آئے تو حضرتؐ نے ان کے حق میں دعا کی ''**اللهم فقهه في الدين وعلمه التاويل**'' خدایا اسے دین کی سمجھ اور تاویل قرآن کا علم عطا کر۔

وہ عالم، فصیح اللسان اور باشعور تھے، حضرت امیر المومنینؑ نے انہیں بھیجا تا کہ خوارج سے مناظرہ کریں اور واقعہ تحکیم میں اشعث نے ابوموسیٰ کو تحکیم کے لئے انتخاب کیا، حضرت نے فرمایا میں ابوموسیٰ کو اس کام کے لئے پسند نہیں کرتا، ابن عباس کو اس کے لئے اختیار کرو، لیکن انہوں نے قبول نہ کیا، اور جنگ جمل میں بھی جب حضرت امیرؑ کو اصحاب جمل پر فتح نصیب ہوئی تو ابن عباس کو حمیرا کے پاس بھیجا کہ اسے حکم دیں وہ فوراً بصرہ سے مدینہ کی طرف کوچ کرے اور بصرہ میں قیام نہ کرے، حمیرا اس وقت بصرہ کے ایک طرف قصر بنی خلف میں تھی ابن عباس اس کے پاس گئے اور اندر جانے کی اجازت چاہی، حمیرا نے اجازت نہ دی، ابن عباس اجازت کے بغیر اندر چلے گئے، جب اندر گئے تو دیکھا کہ وہ جگہ فرش سے خالی ہے اور اس عورت نے بھی دو پردوں کے پیچھے اپنے آپ کو چھپا رکھا ہے، ابن عباس نے مکان میں نظر دوڑائی کمرے کے ایک کونے میں ایک تکیہ کو دیکھا ہاتھ بڑھا کر اسے اٹھا لیا، اور اس کے اوپر بیٹھ گئے، اس عورت نے پردہ کے پیچھے سے کہا، اے ابن عباس تو نے سنت میں خطا کی (خلاف قانون کیا) ہمارے گھر میں داخل ہوا اور ہمارے مال پر بیٹھا، بغیر ہماری اجازت کے، ابن عباس کہنے لگے ہم رسولؐ کے قانون کو تجھ سے بہتر جانتے ہیں اور تجھ سے اولیٰ اور زیادہ حق دار ہیں ہم نے تجھے آداب و سنت کی تعلیم دی ہے، یہ تیرا گھر نہیں تیرا گھر وہی ہے جس

میں تجھے چھوڑ گئے تھے اور تو اس سے باہر نکل آئی ہے، اپنے نفس پر ظلم اور نافرمانی کرتے ہوئے جب تو اپنے گھر جائے تو ہم تیری اجازت کے بغیر اس میں داخل نہیں ہوں گے اور تیرے فرش پر نہیں بیٹھیں گے، اس کے بعد کہا کہ امیر المومنینؑ نے حکم دیا ہے کہ مدینہ واپس جا اور اپنے گھر میں جا کر بیٹھ، حمیرا کہنے لگی خدا رحمت کرے امیر المومنینؑ پر اور وہ عمر بن خطاب تھا، ابن عباس نے کہا خدا کی قسم امیر المومنین تو علی ہے۔الخ، بہر حال بن عباس آخر میں نابینا ہو گئے تھے کہتے ہیں کہ امیر المومنینؑ اور امام حسنؑ پر زیادہ گریہ کرنے سے وہ نابینا ہو گئے تھے، اور انہوں نے اپنے نابینا ہونے کے متعلق اشعار کہے: (ترجمہ)

اگر خدا نے میری دونوں آنکھوں کا نور لے لیا ہے تو میری زبان اور دل میں ان کا نور موجود ہے، میرا دل روشن اور عقل کامل ہے اور میری زبان میں تلوار جیسا اثر ہے۔

عبداللہ کا بیت المال بصرہ کا مال لے کر مکہ جانا اور اس سلسلہ میں حضرت امیر المومنینؑ کا اسے خط لکھنا، اور اس کا جسارت آمیز کلمات کے ساتھ جواب دینا، اس واقعہ نے محققین کو حیرت میں ڈالا ہوا ہے، قطب راوندی کہتے ہیں وہ عبیداللہ بن عباس ہے نہ کہ عبداللہ، دوسرے علماء کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ عبیداللہ تو آپ کی طرف سے یمن کا عامل تھا اسے بصرہ سے کیا تعلق؟ علاوہ ازیں کسی نے یہ بات اس سے نقل نہیں کی، ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ یہ معاملہ میرے لئے مشکل ہے کیونکہ اگر اس نقل کی تکذیب کرتا ہوں تو میں راویان اور اکثر کتب کی مخالفت لازم آتی ہے کیونکہ سب اس واقعہ کے نقل کرنے میں متفق ہیں اور اگر کہتا ہوں کہ یہ تو عبداللہ بن عباس ہے تو اس کے حق میں یہ گمان نہیں کر سکتا، باوجود اس اخلاص کے جو اسے علیؑ کے ساتھ ان کی زندگی اور وفات کے بعد تھا، اگر عبداللہ بن عباس سے اس واقعہ کو ہٹا دوں تو پھر کس کے سر تھوپوں لہذا میں اس مقام میں توقف کرتا ہوں ابن میثم فرماتے ہیں یہ صرف استبعاد ہے، ابن عباس کوئی معصوم نہیں تھے اور امیر المومنینؑ نے حق کے معاملہ میں کسی کی پرواہ نہیں کی اگر چہ ان کی عزیز ترین اولاد ہی کیوں نہ ہو، بلکہ ضروری ہے کہ ان معاملات میں اقرباء پر زیادہ سختی کی جائے اور یہ وہی ابن عباس ہیں، انتہیٰ اور ابن عباس ابن زبیر کے خوف سے مکہ سے طائف چلے گئے اور ۶۸ھ یا ۶۹ھ میں وفات پائی اور محمد بن حنفیہ نے ان کی نماز پڑھائی اور کہا الیوم مات ربانی ھذہ الامۃ آج اس امت کا مرد خدا فوت ہوا ہے، کہتے ہیں جب انہیں تختہ پر لٹایا گیا تو دو سفید رنگ کے پرندے ان کے کفن میں داخل ہوئے لوگوں نے کہا یہ ان کا فقہ ہے۔

سولھویں: عثمان بن حنیف (مصغراً) سہل بن حنیف کے بھائی

پہلے گزر چکا ہے کہ یہ ان سابقین میں سے تھے اور روایت ہے کہ یہ بصرہ کے ایک جوان کے ہاں مہمان ہوئے کہ جس دعوت میں اغنیاء مدعو تھے اور فقراء مفقود تھے جب یہ خبر امیر المومنینؑ کو پہنچی تو آپ نے انہیں خط لکھا، اما بعد اے ابن حنیف مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ اہل بصرہ کے جوانوں میں سے ایک مرد نے تجھے کھانے کی دعوت دی ہے پس تو جلدی سے وہاں پہنچا ہے تیرے لئے بہترین رنگ کے کھانے اور رنگ برنگے پیالے لائے جاتے تھے اور مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ تو اس قوم کی دعوت کو قبول کرے

گا، جن کے فقراء پر جفا کی جاتی ہے اور غنی کو دعوت دی جاتی ہے اور یہ وہی عثمان ہیں کہ جب طلحہ و زبیر بصرہ میں وارد ہوئے تو ان کے بہت سے لشکر کو قتل کیا اور انہیں گرفتار کر کے بہت مارا پیٹا اور ان کی داڑھی کے بال اکھیڑے اور انہیں بصرہ سے نکال دیا اور جنگ جمل کے بعد حضرت امیر المومنینؑ نے عبداللہ بن عباس کو بصرہ کی حکومت سونپی اور عثمان کوفہ میں رہنے لگے، اور معاویہ ابن ابی سفیان کے زمانہ تک رہے۔

سترھویں: عدی بن حاتم طائی

امیر المومنینؑ کے محبین میں سے تھے اور حضرت کی جنگوں میں آپ کی خدمت میں رہے اور آپ کی نصرت یاوری میں تلوار چلائی دس ہجری میں رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ نو ہجری میں لشکر اسلام جبل طی کی طرف گیا اور وہاں کے بت خانہ کو جس کا فلس نام تھا مسمار کیا اور وہاں کے لوگوں کو قید کیا، عدی بن حاتم جو قبیلہ کا قائد و سردار تھا شام کی طرف بھاگ گیا اور اس کی بہن قید ہو گئی اور قیدی مدینہ میں لائے گئے جب رسول خداؐ نے انہیں دیکھا تو حاتم کی لڑکی جو صباحت و فصاحت میں مشہور تھی کھڑی ہو گئی اور عرض کیا "یارسول اللہ ھلک الوالد و غاب الوافد فامنن علی من اللہ" یعنی میرا باپ مر گیا ہے اور بھائی بھاگ گیا ہے مجھ پر احسان کیجئے خدا آپ پر احسان کرے پہلے اور دوسرے دن حضرت نے کوئی جواب نہ دیا، تیسرے دن جب حضور ان کے قریب سے گزر رہے تھے تو امیر المومنینؑ نے اس عورت کی طرف اشارہ کیا، کہ اپنی عرض داشت پیش کرو، اس عورت نے گزشتہ کلام کا اعادہ کیا تو حضرت رسولؐ نے فرمایا، میں نے تجھے معاف کیا جب کوئی امانت دار قافلہ آئے گا مجھے بتانا تاکہ میں تجھے تیرے علاقے کی طرف بھیج دوں، لڑکی کہنے لگی میں چاہتی ہوں کہ اپنے بھائی کے پاس شام جاؤں وہ اسی انتظار میں رہی یہاں تک کہ قبیلہ قضاعۃ کا ایک گروہ مدینہ میں آیا تو اس لڑکی نے رسول اللہؐ کی خدمت میں عرض کی کہ میری قوم کے کچھ لوگ آئے ہیں جو قابل وثوق و اعتماد ہیں مجھے ان کے ساتھ بھیج دیجئے، آپ نے اسے لباس و زادِ سفر عنایت فرمایا اور اس جماعت کے ساتھ اسے روانہ کیا، وہ لڑکی شام گئی، اپنے بھائی عدی سے ملاقات کی اسے اپنے حالات سنائے، اور اس سے کہنے لگی، میں تو سمجھ رہی ہوں کہ اس جہان اور اُس جہان میں امن و امان سوائے حضرت محمدؐ کی خدمت میں حاضر رہنے کے حاصل نہیں ہو سکتا، بہتر یہ ہے کہ فوراً بے خوف و خطر حضرت کی خدمت میں جاؤ، عدی نے اسباب سفر مہیا کیا اور مدینہ میں پہنچا جب حضرت رسول اکرمؐ کی محفل میں حاضر ہوا، اور اپنا تعارف کرایا تو حضور گھر کی طرف روانہ ہوئے، عدی بھی آپ کے پیچھے جا رہا تھا، راستہ میں ایک بڑھیا آپ کی خدمت میں آئی اور اس نے اپنی ضروریات و حاجت کے متعلق بہت سے باتیں کیں، حضرت بھی کھڑے رہے یہاں تک کہ اس عورت کا سوال پورا کر دیا، عدی نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ بادشاہوں کی روش نہیں کہ وہ ایک بڑھیا کے لئے اپنے کاموں کو اتنی دیر معطل کیے رکھیں، بلکہ یہ پیغمبروں کی عادت ہے، جب گھر میں پہنچے تو رسول خداؐ نے اس لحاظ سے کہ عدی بڑے باپ کا بیٹا اور محترم تھا، اس کے احترام کا خیال کرتے ہوئے ایک گدیلہ جو لیف خرمہ سے بھرا ہوا تھا، اٹھا کر عدی کے لئے بچھایا اور اس کو اس پر بٹھایا، جتنی عدی نے معذرت کی آپ نے قبول نہ فرمائی پس آپ نے عدی کو اس تکیہ پر بٹھایا اور خود

زمین پر بیٹھے، آپ کی کفار کے ساتھ یہ سیرت مبارکہ تھی اور جو شخص ان شیعہ وسنی کتب کی طرف رجوع کرے جو آپ کی سیرت پر لکھی ہوئی ہیں تو وہ اس قسم کے بہت سے واقعات دیکھے گا، خلاصہ یہ کہ عدی بن حاتم آنحضرت کی ہاتھ پر اسلام لائے اور اس حکم کے مطابق و بابیہ اقتدی عدی فی الکرم (عدی نے کرم میں اپنے باپ کی اقتداء کی) عدی شخص جواد و سخی تھا، کہتے ہیں ایک دفعہ ایک شاعر اس کے پاس آیا اور کہنے لگا اے ابوطریف میں نے تیری مدح کہی ہے، کہنے لگا ذرا ٹھہر جا، میں تجھے اپنے مال کا حساب بتلا دوں تا کہ تو میری بخشش کے مطابق مدح کرے اور وہ ایک لاکھ درہم ایک ہزار دینار تین غلام اور ایک گھوڑا ہے، اب کہہ، پس شاعر نے آپ کی مدح کی، عدی کوفہ میں رہتے تھے اور جمل وصفین ونہروان میں امیر المومنینؑ کے ہمرکاب تھے اور جنگ جمل میں زخم لگنے سے آپ کی ایک آنکھ ضائع ہوگئی تھی، اور ۶۸ھ میں کوفہ میں وفات پائی، ایک دفعہ معاویہ کے پاس گئے، معاویہ کہنے لگا تمہارے بیٹے کہاں گئے انہیں ساتھ نہیں لائے ہو، کہنے لگے امیر المومنینؑ کی ہمرکابی میں مارے گئے، معاویہ نے کہا علیؑ نے تجھ سے انصاف نہیں کیا تیری اولاد قتل کرا دی اور اپنی اولاد بچا لی، عدی کہنے لگے کہ میں نے علیؑ سے انصاف نہیں کیا کہ وہ تو شہید ہوگئے اور میں باقی رہ گیا۔

دور از حریم کوئے تو بے بہرہ ماندہ ام
شرمندہ ماندہ ام کہ چرا زندہ ماندہ ام

معاویہ نے کہا کہ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ خون عثمان کا ایک قطرہ ابھی باقی ہے وہ اشرف یمن میں سے ایک شریف کے خون کے بغیر ختم نہیں ہوسکتا، عدی کہنے لگے خدا کی قسم وہ دل جو تمہارے غضب سے پر تھے ابھی تک ہمارے سینہ میں موجود ہیں اور وہ تلواریں کہ جنکے ساتھ تم سے ہم نے جہاد کیا وہ ہمارے دوش پر باقی ہیں اگر تم مکر وفریب کے دروازے سے ایک بالشت آگے بڑھو گے تو تمہاری برائی کے راستہ میں ہم بھی ایک بالشت بڑھیں گے یہ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ گردن کا کٹ جانا اور سکرات موت کو برداشت کرنا ہمارے لئے اس سے آسان ہے کہ علیؑ کے حق میں کوئی غلط بات ہم سنیں اور اے معاویہ تلوار تلوار کی وجہ سے ہی نیام سے نکلتی ہے، معاویہ نے مصلحت یہ سمجھی کہ اپنے غضب وغصہ کو جنبش میں نہ لائے لہذا گفتگو کا رخ پھیر دیا اور اپنے منشیوں سے کہا کہ عدی کے کلمات کو لکھ لو یہ پند وحکمت ہیں۔

اٹھارویں عقیل بن ابوطالب

آپ امیر المومنینؑ کے بھائی ہیں، ان کی کنیت ابو یزید ہے، کہتے ہیں یہ اپنے بھائی طالب سے اور جعفر عقیل سے اور امیر المومنینؑ جعفر سے دس دس سال چھوٹے تھے اور ابوطالبؑ اپنی اولاد میں سے عقیل کے ساتھ زیادہ محبت کرتے تھے، اسی لئے رسول اکرمؐ نے فرمایا تھا کہ میں عقیل سے دو محبتیں رکھتا ہوں، ایک خود مجھے اس سے محبت ہے اور دوسرے ابوطالبؑ کو اس سے محبت و پیار بھی تھا، کہتے ہیں کہ عرب میں عقیل کی طرح کوئی عالم نسب نہیں تھا، مسجد رسولؐ میں ان کے لئے گدیلہ بچھا دیتے تھے، وہ آ کر اس پر نماز پڑھتے، پس لوگ ان کے پاس جمع ہو جاتے اور علم نسب اور ایام عرب کے متعلق ان سے استفادہ کرتے، اس وقت وہ نابینا ہو چکے تھے

اور لوگ ان سے بغض رکھتے تھے کیونکہ وہ ان کی اچھائی اور برائی سے واقف تھے اور عمدہ جواب دینے میں عقیل مشہور تھے، ایک دفعہ معاویہ کے پاس گئے، معاویہ نے کرسیاں بچھوائیں اور اپنے جلیسوں کو حاضر کیا، جب عقیل آئے تو معاویہ کہنے لگا، میرے اور اپنے بھائی کے لشکر کے متعلق بتایئے، فرمایا میں اپنے بھائی کے لشکر کے قریب سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ ان کے شب و روز زمانہ پیغمبرؐ کے شب و روز کی طرح ہیں، لیکن پیغمبران میں موجود نہیں، میں نے ان میں سے کسی کو نہیں دیکھا، مگر یہ کہ وہ عبادت میں مشغول ہے، اور جب میں تیرے لشکر میں آیا تو میں نے دیکھا کہ کچھ منافقین میرے استقبال کے لئے آئے ہیں جنھوں نے پیغمبرؐ کے اونٹ کو عقبہ کی رات بھگایا تھا، پھر پوچھا اے معاویہ تیرے دائیں طرف یہ کون بیٹھا ہے معاویہ نے کہا عمرو بن عاص، عقیل کہنے لگے یہ وہ شخص ہے کہ جس میں چھ آدمیوں نے جھگڑا کیا، ہر ایک اس کا دعویدار تھا، بالآخر شتر کش قریش عاص بن وائل سب پر غالب آیا اور اس نے اس کو اپنا بیٹا بنا لیا، دوسرا کون ہے معاویہ نے کہا ضحاک بن قیس، عقیل نے کہا یہ وہی ہے جو ازار بند اور نر اونٹ مادہ پر جفتی کرانے کے لئے دیتا تھا، اور وہ کون ہے معاویہ نے کہا ابو موسیٰ اشعری، کہنے لگے یہ چور ماں کا بیٹا ہے، معاویہ نے جب دیکھا کہ اس کے ندیم اور جلیس بے کیف ہو رہے ہیں، چاہا کہ وہ مطمئن ہوں پوچھا اے ابو یزید! میرے حق میں آپ کیا کہتے ہیں کہنے لگے یہ نہ پوچھو، معاویہ نے کہا نہیں ضرور اس کا جواب بھی دو، کہنے لگے حمامہ کو جانتے ہو، معاویہ نے کہا حمامہ کون ہے عقیل کہنے لگے میں تجھے بتا چکا، یہ کہہ کر چل دیئے، معاویہ نے نسابہ کو (انساب کو جاننے والا) بلایا اور اس سے پوچھا کہ حمامہ کون ہے، اس نے کہا میرے لئے امان ہے، معاویہ نے کہا کہ ہاں اس نے جواب دیا کہ حمامہ تیری دادی ابوسفیان کی ماں تھی، زمانہ جاہلیت میں مشہور بدکار عورتوں میں جھنڈے والی تھی، معاویہ نے کہا میں تمہارے برابر رہا، بلکہ تم سے بھی بڑھ گیا، ایک دن معاویہ نے کہا جب کہ عمرو عاص بھی اس کے پاس بیٹھا تھا اور عقیل آرہے تھے، میں تجھے عقیل سے ہنساتا ہوں، پس جب عقیل نے سلام کیا تو معاویہ نے کہا، مرحبا اے وہ شخص کہ جس کا چچا ابولہب ہے، عقیل نے کہا "اھلا و سھلا" جس کی پھوپھی "حمالة الحطب فی جیدھا حبل من مسد" جہنم کا ایندھن اٹھانے والی جس کے گلے میں آگ کی رسی ہے، معاویہ نے کہا اے ابو یزید آپ کا اپنے چچا ابولہب کے متعلق کیا خیال ہے، فرمایا جب جہنم میں جاؤ تو بائیں طرف دیکھ لینا تم اس کو پالو گے، وہ تمہاری پھوپھی کو نیچے لٹائے ہوئے گا، جو جہنم کا ایندھن اٹھانے والی ہے، جہنم میں جماع کرنے والا بہتر ہے یا وہ جس سے جماع کر رہا ہے، کہنے لگا خدا کی قسم دونوں ہی برے ہیں ۵۰ھ میں چھیانوے سال کی عمر میں وفات پائی۔

انیسویں: عمرو بن حمق خزاعی

خدا کے نیک بندے اور باب مدینہ علم رسالت کے حواری تھے، امیر المومنینؑ کی شہادت کے بعد حجر بن عدی کی اعانت اور بنی امیہ کو حضرت پر سب و شتم کرنے سے روکنے میں انہوں نے پوری کوشش کی، جب زیاد بن ابیہ نے عمرو کی گرفتاری کا حکم دیا تو عمرو موصل کی طرف بھاگ نکلے اور ایک غار میں جا کر چھپ گئے، اس غار میں ایک سانپ تھا جس نے انہیں ڈسا اور وہ شہید ہوئے پس وہ لوگ جو زیاد کی طرف سے ان کی تلاش میں گئے تھے انہوں نے انہیں مردہ پایا، ان کا سر جدا کر کے زیاد کے پاس

لے آئے زیاد نے وہ سر معاویہ کے پاس بھیجا، معاویہ نے وہ سر نیزہ پر آویزاں کر کے لوگوں کو دکھایا اور یہ پہلا سر تھا جو اسلام میں نیزہ پر نصب کیا گیا، امیرالمومنینؑ نے عمرو کو ان کے انجام کی خبر دی تھی اور جو خط امام حسینؑ نے معاویہ کے خط کے جواب میں لکھا تھا کہ جس میں معاویہ کے عذر و مکر ظلم و نقض عہد کی تفصیل تھی، اس میں یوں تحریر فرمایا، کیا تو عمرو بن حمق صحابی رسولؐ، عبد صالح کا قاتل نہیں؟ جس کو عبادت نے نحیف کر دیا تھا، اور اس کا جسم کمزور ہو گیا اور رنگ زرد ہو گیا تھا باوجود اس کے کہ تو نے اسے امان دے دی تھی اور اللہ کے عہد و پیمان اور مواثیق دیئے تھے کہ اگر وہ عہد کسی پرندہ سے کیے جائیں تو وہ بھی پہاڑی کی چوٹی سے تیرے پاس اتر آتا، اس کے باوجود خدا پر جرات کرتے اور اس عہد کو خفیف سمجھتے ہوئے تو نے اسے قتل کر دیا۔

فقیر کہتا ہے کہ امام حسینؑ کے اصحاب میں سے شہید ہونے والوں کے بیان میں زاہر کا ذکر آئے گا، جو عمرو بن حمق کے ساتھ تھا اور جس نے اسے دفن کیا تھا، راوندی اور ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ جب عمرو بن حمق نے رسول خدا کو پانی پلایا تو آپ نے اس کے لئے دعا کی خدایا اس کو اس کی جوانی سے بہرہ ور قرار دے، پس اسی سال زندہ رہا لیکن اس کی ڈاڑھی کا ایک بال بھی سفید نہیں ہوا تھا۔

بیسویں: قنبر

یہ امیرالمومنینؑ کے مخصوص غلام تھے اور روایات میں ان کا بہت ذکر ہے اور یہ وہی ہیں کہ جن کے متعلق امیرالمومنینؑ نے فرمایا:

انی اذا بصرت شیئا منکرا
اوقدت ناری ودعوت قنبراً

"جب میں کسی بری چیز کو دیکھتا ہوں تو آگ کو روشن کرتا ہوں اور قنبر کو جلاتا ہوں اور قنبر کا حضرت کی مدح کرنا جبکہ ان سے پوچھا گیا کہ تو غلام ہے"

مشہور اور رجال کشی میں مسطور ہے، ان کو حجاج ثقفی نے شہید کیا تھا، روایت ہے کہ قنبر کو جب گرفتار کر کے حجاج کے پاس لائے تو حجاج نے پوچھا کہ علیؑ کی خدمت میں کیا کرتا تھا، قنبر نے کہا آپ کے لئے وضو کا پانی لاتا تھا، حجاج نے کہا جب علی وضو سے فارغ ہوتے تو کیا کہتے تھے کہنے لگے اس آیت مبارکہ کی تلاوت کرتے تھے۔

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ۞ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۞ (انعام)

"پس جب وہ اس چیز کو بھول گئے جو انہیں یاد دلائی گئی تھی تو ہم نے ان کے لئے ہر چیز کے دروازے کھول دیئے، یہاں تک کہ جب وہ اس پر خوش ہوئے جو ہم نے انہیں دیا تھا تو اچانک ہم نے انہیں

گرفت میں لے لیا، وہ حیران و سرگرداں ہو گئے پس اس قوم کی نسل کاٹ دی گئی جس قوم نے ظلم کیا، اور سب تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جو عالمین کا رب ہے"۔

حجاج کہنے لگا میرا گمان ہے کہ اس آیت کی تاویل ہم پر کرتے تھے، قنبر نے کہا ہاں ایسا ہی ہے، حجاج نے کہا اگر تمہارا سر اڑا دوں تو کیا کرو گے، کہنے لگے میں سعادت مند ہو جاؤں گا، اور تو شقی ہو جائے گا، پس اس ملعون نے حکم دیا اور قنبر کی گردن اڑا دی گئی۔

اکیسویں: کمیل بن زیاد نخعی یمانی:

امیر المومنینؑ کے خاص اور عظیم ترین اصحاب میں سے تھے، عرفاء نے انہیں امیر المومنینؑ کا راز داں سمجھا ہے، مشہور دعا جو پندرہ شعبان اور شب جمعہ پڑھی جاتی ہے ان کی طرف منسوب ہے اور وہ مشہور حدیث، بہت سی کتب میں پائی جاتی ہے کہ امیر المومنینؑ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور انہیں صحرا میں لے گئے اور فرمایا اے کمیل یہ دل ظرف ہیں، بہترین ظرف وہ ہے جو زیادہ حفاظت کرنے والا ہو، جو بات میں کہہ رہا ہوں اس کو محفوظ کر لو کہ لوگ تین قسم کے ہیں، الخ د شیخ بہائی نے اسے اپنے اربعین کی ایک حدیث قرار دیا ہے، نیز حضرت امیر المومنینؑ کے کلمات ہیں جن میں آپ نے کمیل کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا ہے، اے کمیل اپنے اہل و عیال کو حکم دو کہ وہ مکارم کا اکتساب کریں اور سوئے ہوئے شخص کی حاجت کے لئے رات کی تاریکی میں کوشش کریں، پس قسم ہے اس خدا کی جو تمام آوازوں کو سنتا ہے جو شخص بھی کسی دل میں سرور و خوشی رکھ دے تو خداوند عالم اس کے لئے اس سرور سے ایک لطف پیدا کرتا ہے جب اس پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ لطف اس کی طرف اس طرح آتا ہے جس طرح پانی ڈھلان کی طرف یہاں تک کہ وہ اس مصیبت کو دھکیل دیتا ہے جس طرح اجنبی اونٹوں کو دھکیلا جاتا ہے، کافی مدت تک کمیل حضرت کی طرف سے بیت المال کے خزانچی رہے، بالآخر حجاج ثقفی نے انہیں شہید کر دیا، جیسا کہ روایت ہے کہ جب حجاج عراق کا گورنر ہوا تو اس نے چاہا کہ کمیل کو قتل کرے، کمیل وہاں سے بھاگ گئے، جب حجاج ان کو قابو میں نہ کر سکا تو بیت المال سے کمیل کی قوم اور رشتہ داروں کو جو وظیفہ ملتا تھا وہ بند کر دیا، جب یہ خبر کمیل کو پہنچی تو کہنے لگے میری عمر زیادہ نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے میں ایک گروہ کی روزی کے منقطع ہونے کا سبب بنوں، اٹھے اور حجاج کے پاس آئے وہ ملعون کہنے لگا تیری تلاش میں تھا تا کہ تجھے کیفر کردار تک پہنچاؤں وہ کہنے لگا جو تیرا جی چاہے کر لے کیونکہ میری زندگی تھوڑی رہ گئی ہے اور عنقریب تیری اور میری بازگشت خداوند عالم کی طرف ہے اور مجھے مولا نے خبر دی ہے کہ تو میرا قاتل ہوگا، حجاج کہنے لگا تمہارا شمار قاتلان عثمان میں ہے اس نے حکم دیا اور ان کا سر قلم کر دیا گیا، یہ واقعہ ۸۳ھ میں ہوا جب کہ ان کی عمر نوے سال تھی ان کی قبر مقام ثویہ میں ہے۔

بائیسویں مالک بن حارث اشتر نخعی

مالک بن حارث اشتر نخعی سیف اللہ المسلول علے اعداہٗ قدس اللہ روحہ: (خدا کی کھچی ہوئی تلوار اس کے دشمنوں کے لئے، خدا ان کی روح کو مقدس قرار دے) جلیل القدر اور عظیم المرتبہ تھے، ان کا امیر المومنینؑ کے ساتھ اختصاص بیان سے

زیادہ ظاہر ہے، امیر المومنینؑ کا فرمانا کہ مالک میرے لئے اس طرح تھا جیسے میں رسول اللہؐ کے لئے ان کی عظمت کے لئے کافی ہے امیر المومنینؑ نے ۳۸ھ میں انہیں مصر کی حکومت سپرد کی، اور قبل اس کے کہ وہ مصر کی طرف جاتے حضرت نے اہل مصر کو خط لکھا جس کے کچھ فقرے یہ ہیں:

اما بعد تحقیق میں تمہاری طرف اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ بھیج رہا ہوں جو خوف کے دنوں میں نہیں سوتا اور ڈر کی گھڑیوں میں دشمنوں سے پیچھے نہیں ہٹتا، فاسق و فاجر لوگوں کے لیے جلانے والی آگ ہے اور وہ ہے مالک بن حارث جو مذحج قبیلہ سے ہے اس کی بات کو سنو اور اس کے حکم کی اطاعت کرو، کیونکہ وہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔

اور جو عہد نامہ حضرت نے مالک بن اشتر کے لئے لکھا آپ کے عہد ناموں میں سب سے زیادہ طویل ہے جو کہ بہت سے لطائف و محاسن اور بے شمار پند و نصائح پر مشتمل ہے جو خصوصی طور پر سلاطین جہان کے لئے ہر دور حکومت میں ایک قانون ہے کہ جس قانون کے مطابق خراج وزکوۃ ادا کی جائے اور کوئی ظلم وستم بندگان خدا اور رعیت پر نہ ہو اور وہ عہد نامہ مشہور ہے اس کے تراجم ہو چکے ہیں، جب امیر المومنینؑ وہ عہد نامہ لکھ چکے تو حکم دیا کہ مالک راستہ پر گامزن ہوں، مالک اشتر ایک گروہ لشکر کے ساتھ مصر کی طرف روانہ ہوئے، منقول ہے کہ جب یہ خبر معاویہ کو پہنچی تو اس نے مقام عریش کے ایک دھقان کو پیغام بھیجا کہ اشتر کو زہر دے دو، تو بیس سال کا خراج میں تم سے نہیں لوں گا، جب اشتر عریش میں پہنچے تو وہاں کے دھقان (زمیندار) نے پوچھا کہ اشتر کھانے پینے کی چیزوں میں سے کسے زیادہ پسند کرتے ہیں، بتایا گیا کہ وہ شہد کو زیادہ پسند فرماتے ہیں، وہ دہقان کچھ شہد بطور ہدیہ جناب اشترؒ کے پاس لے آیا اور اس شہد کے کچھ اوصاف بیان کیے، اشتر نے اس زہر آلود شہد کا شربت پیا، ابھی شہد ان کے شکم میں نہیں ٹھہرا تھا کہ دنیا سے رحلت فرمائی، اور بعض کہتے ہیں کہ ان کی شہادت قلزم میں ہوئی اور عثمان کے غلام نافع نے انہیں زہر دیا، جب اشتر کی وفات کی خبر معاویہ کو ملی تو وہ اتنا خوش ہوا کہ پھولا نہ سماتا تھا اور جب یہ خبر امیر المومنینؑ کو ہوئی تو آپ بہت متاسف ہوئے، منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون، حمد اس خدا کے لیے جو عالمین کا پروردگار ہے، خدایا میں اس سے تیرے ثواب کی امید رکھتا ہوں کیونکہ اس کی موت مصائب دنیا میں سے ہے خدا مالک پر رحم کرے بے شک اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے راستہ پر چلا اپنے رب سے ملاقات کی باوجودیکہ ہم نے اپنے نفوس کو عادی بنالیا ہے کہ رسول اللہؐ کی مصیبت کے بعد ہر مصیبت پر صبر کرتے ہیں پھر بھی یہ عظیم ترین مصیبت ہے پھر آپ منبر سے نیچے اترے اور گھر تشریف لے گئے، قبیلہ نخع کے بزرگ آپ کی خدمت میں آئے، حضرت اشتر کی وفات پر محزون و مغموم تھے، پھر فرمایا خدا بھلا کرے مالک کا مالک کیا تھا اور اگر وہ پہاڑ تھا تو بہت بڑا پہاڑ اور اگر وہ پتھر تھا تو سخت پتھر تھا، خدا کی قسم تیری موت نے ایک دنیا کو ہلا دیا اور اس سے ایک دنیا خوش ہوئی، مالک جیسے پر رونے والوں کو رونا چاہیے اور کیا مالک جیسے شخص کی امید رکھی جاسکتی ہے اور کیا مالک جیسا کوئی ہے اور کیا مالک جیسا بچہ لے کر عورتیں اٹھی ہیں، اور (فرمایا) گویا اس کی موت نے مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور یہ بھی ان کے حق میں فرمایا، خدا کی قسم اس کی موت نے اہل شام کو عزت دار اور اہل عراق کو ذلیل کر دیا، اور فرمایا اس کے بعد میں مالک کو نہیں دیکھ سکوں گا، قاضی نور اللہ نے مجالس میں کہا ہے کہ صاحب مجم

البلدان نے بعلبک کے حالات کے ضمن میں نقل کیا ہے کہ معاویہ نے کسی شخص کو بھیجا، اس نے مصر کے راستہ میں اشتر سے ملاقات کی اور انہیں زہر آلود شہد پلایا، قلزم کے قریب انہوں نے وفات پائی جب معاویہ کو اطلاع ملی تو اس نے خوشی کا اظہار کیا، ان کا جنازہ وہاں سے مدینہ طیبہ میں منتقل کیا گیا، وہاں ان کی قبر مشہور و معروف ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اشتر باوجودیکہ عقل و شجاعت و بزرگی و فضیلت کے زیور سے مزین تھے اور وہ زیور علم و زہد فقر و درویشی سے بھی آراستہ تھے، مجموعہ ورام بن ابو فراس رحمہ اللہ میں تحریر ہے کہ ایک دن مالک بازار کوفہ سے گزر رہے تھے اور جس طرح اہل فقر کا شیوہ ہے پرانا کھردرا لباس زیب تن تھا اور وہی کھردرا کپڑا عمامہ کے طور سر پر رکھے ہوئے تھے، ایک شخص دکان کے دروازے پر بیٹھا تھا جب اس نے اشتر کو دیکھا کہ وہ اس وضع قطع اور لباس میں جا رہے ہیں تو وہ اس کی نظر میں حقیر نظر آئے اور اس نے سبزی کی ایک شاخ اشتر کے اوپر پھینک دی، اشتر علم و تحمل دکھاتے ہوئے اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور آگے نکل گئے، حاضرین میں سے ایک ایسے شخص نے جو اشتر کو پہچانتا تھا جب یہ حالت دیکھی تو اس شخص سے کہا وائے ہو تجھ پر تجھے معلوم بھی ہے کہ یہ شخص کون تھا کہ جس کی تو نے اہانت کی ہے وہ کہنے لگا مجھے تو معلوم نہیں، اس نے کہا یہ مالک اشتر صاحب امیر المومنینؑ ہیں، پس وہ شخص اس فعل کے تصور سے کانپنے لگا اور مالک کے پیچھے روانہ ہوا تا کہ ان کے پاس جا کر معذرت کرے، اس نے دیکھا کہ اشتر مسجد میں جا کر نماز میں مشغول ہو گئے ہیں، اس نے توقف کیا جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو اس نے سلام کیا ان کے پاؤں پر گر پڑا اور ان کے پاؤں کے بوسے لینے لگا، اشتر ملتفت ہوئے اس کا سر ہاتھوں میں لیا اور کہا یہ کیا کر رہے ہو وہ کہنے لگا میں اس گناہ کی معذرت چاہتا ہوں جو مجھ سے صادر ہوا ہے کیونکہ میں نے آپ کو نہیں پہچانا تھا، اشتر نے کہا تیرے ذمہ کوئی گناہ نہیں خدا کی قسم میں مسجد میں صرف اسی لئے آیا تھا تا کہ تیرے لئے استغفار اور طلب بخشش کروں، (انتھی)۔

مولف کہتا ہے دیکھئے کس طرح اس شخص نے حضرت امیر المومنینؑ سے اخلاق کا اکتساب کیا تھا آپ حضرت علیؑ کے لشکر کے امراء میں سے تھے اور بہت شوکت و دبدبہ رکھتے تھے ان کی شجاعت اس مرتبہ پر تھی کہ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ مالک اشتر سے زیادہ شجاع عرب و عجم میں ان کے استاد امیر المومنینؑ کے علاوہ کوئی نہیں تو میرا گمان ہے کہ اس کی قسم صحیح ہے اور ہم اس شخص کے متعلق کیا کہیں کہ جس کی زندگی نے اہل شام کو اور جس کی موت نے اہل عراق کو شکست دی، امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ اشتر میرے لئے اس طرح تھے جیسے میں رسول اللہؐ کے لئے تھا، اور اپنے اصحاب سے فرمایا کاش تم میں سے اس جیسے دو شخص بلکہ اس جیسا ایک شخص ہوتا ان کا دبدبہ جو دشمن پر تھا ان اشعار پر غور کرنے سے جو خود انہوں نے کہے ہیں محسوس ہوتا ہے۔ (ترجمہ اشعار)

میں اپنا مال و تونگری باقی رکھوں گا، بلندی سے انحراف کروں گا اور اپنے مہمانوں کے ساتھ ترشروئی کے ساتھ پیش آؤں گا اگر میں ہند کے بیٹے پر غارت گری نہ کروں جس کا کوئی دن جانوں کے لوٹنے سے خالی نہ ہو لاغر کمر والے گھوڑے جو ہواؤں کی طرح ہیں، سفید رنگ والے شہسواروں کو میدان جنگ میں لے جاتے ہیں جو غصہ کے مارے ترچھی نگاہوں سے دیکھتے ہیں ان پر لوہا لپٹا ہوا ہے گویا وہ بجلی کی

چمک یا کسی ایک سورج کی شعاع ہے۔

خلاصہ یہ کہ اس جلالت وشجاعت وشدت وشوکت کے باجود ان کا حسن خلق اس مرتبہ پر تھا کہ ایک بازاری آدمی ان کی اہانت کرتا ہے اور ان کے حال میں کسی قسم کا کوئی تغیر نہیں ہوتا، بلکہ وہ مسجد میں جا کر نماز پڑھتے ہیں اور اس کے لئے استغفار کرتے ہیں اور اگر آپ غور کریں تو ان کے نفس کا خواہش پر غالب آجانا ان کی شجاعت بدنی سے بلند تر ہے، امیر المومنینؑ نے فرمایا ہے اشجع الناس من غلب ہواہ، زیادہ بہادر وہ ہے جو اپنی خواہش نفس پر غالب آئے۔

تیئیسویں محمد بن ابوبکر بن ابوقحافہ:

جلیل القدر عظیم المنزلت خواص وحوارین امیر المومنینؑ میں سے تھے بلکہ بمنزلہ آپ کے فرزند کے تھے، چونکہ ان کی والدہ اسماء بنت عمیس پہلے جعفر بن ابی طالبؑ کی بیوی تھیں، جعفر کے بعد ابوبکر کی زوجہ ہوئیں اور حجۃ الوداع کے سفر میں محمد کو جنم دیا، ابوبکر کے بعد امیر المومنینؑ کے حرم میں داخل ہوئیں، تو لامحالہ محمد نے امیر المومنینؑ کی گود میں تربیت پائی اور حضرت کے علاوہ انہوں نے کسی باپ کو نہیں پہچانا، یہاں تک کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ محمد صلب ابوبکر سے میرا بیٹا ہے اور محمد جنگ جمل وصفین میں حاضر تھے، اور جنگ صفین کے بعد امیر المومنینؑ نے حکومت مصر انہیں عطا فرمائی، ۳۸ھ میں معاویہ نے عمرو بن عاص معاویہ بن خدیج اور ابواعور سلمی کو ایک گروہ عظیم کے ساتھ مصر کی طرف روانہ کیا اور ان لوگوں نے عثمان کے ہواخواہوں کے ساتھ مل کر محمد سے جنگ کی اور انہیں گرفتار کرلیا، پس معاویہ بن خدیج نے محمد کا سر پیاس کی حالت میں قلم کیا اور ان کا جسم گدھے کے چمڑے میں رکھ کر جلایا اور محمد کی عمر اس وقت اٹھائیس برس تھی کہتے ہیں کہ جب یہ خبر ان کی والدہ تک پہنچی، تو غم وغصہ کی زیادتی کی وجہ سے ان کے پستان سے خون نکل آیا اور ان کی پدری بہن بی بی عائشہ نے قسم کھائی کہ جب تک میں زندہ ہوں کوئی پکی ہوئی چیز نہیں کھاؤں گی اور ہر نماز کے بعد معاویہ عمرو عاص اور ابن خدیج پر لعنت کرتی تھیں، جب محمد کی شہادت کی خبر امیر المومنینؑ کو پہنچی تو آپ بہت محزون وغمگین ہوئے اور محمد کی موت کی خبر ابن عباس کو ان کلمات کے ساتھ بصرہ میں تحریر کی۔ (ترجمہ)

> اما بعد بے شک مصر فتح ہو چکا ہے اور محمد بن ابی بکر خدا اس پر رحم کرے شہید ہو گیا ہے اس کے ثواب کی امید ہم خدا سے رکھتے ہیں، جو کہ مخلص بیٹا تھا اور سخت کام کرنے والا تھا، اور چمکنے والی تلوار اور دشمن کو دفع کرنے والا رکن اور ستون تھا، میں نے لوگوں کو اس سے مل جانے پر ابھارا تھا، اور اس کی فریاد رسی کا حکم دیا تھا، اس واقعہ کے ہونے سے پہلے انہیں خلوت وجلوت میں جاتے آتے بلایا تھا، ان میں سے کوئی تو کراہت کے ساتھ آتا ہے اور جھوٹے بہانے حیلے بناتا ہے اور کوئی مدد نہ کرتے ہوئے بیٹھ رہتا ہے میں خدا سے دعا مانگتا ہوں کہ وہ مجھے جلدی ان سے

چھٹکارا دلائے، خدا کی قسم اگر دشمن سے ٹکراؤ میں مجھے شہادت کی امید نہ ہو اور میں نے اپنے نفس کو مرنے کے لئے پورے طور پر تیار نہ کیا ہوا ہو تو میں دوست رکھتا ہوں کہ ان لوگوں کے ساتھ ایک دن بھی نہ گزاروں اور نہ کبھی میری ان سے ملاقات ہو۔

ابن عباس جب محمد کی شہادت سے مطلع ہوئے تو امیر المومنینؑ کے پاس تعزیت کے لئے بصرہ سے کوفہ آئے اور حضرت سے تعزیت کی، امیر المومنینؑ کا ایک جاسوس شام سے آیا اور کہنے لگا اے امیر المومنینؑ معاویہ کو محمد کی شہادت کی جب خبر ملی تو وہ منبر پر گیا اور لوگوں کو بتایا، شام کے لوگ اتنے خوش ہوئے کہ میں نے انہیں اس طرح کبھی کسی موقع پر خوش نہیں دیکھا، تو حضرت نے فرمایا ہم اسی قدر مغموم ہیں جتنے وہ خوش ہیں بلکہ ہمارا غم واندوہ کئی گنا زیادہ ہے اور روایت ہے کہ آپ نے محمد کے حق میں فرمایا کہ میرا پروردہ تھا اور میں اس کا باپ اور اسے اپنا بیٹا سمجھتا تھا اور محمد مادری بھائی ہیں، عبداللہ عون، اور محمد اولاد جعفر طیار کے اور یحییٰ بن امیر المومنینؑ کے اور ابن عباس کی خالہ کے بیٹے ہیں اور قاسم فقیہ مدینہ کے باپ ہیں جو کہ امام جعفر صادقؑ کے نانا تھے۔

چوبیسویں: محمد بن ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبدالشمس

اگر چہ یہ معاویہ کے ماموں کے لڑکے تھے لیکن اس کے باوجود وہ اصحاب وانصار وشیعان امیر المومنینؑ میں سے تھے، ایک مدت تک معاویہ کی قید میں رہے تھے ایک دفعہ انہیں قید سے نکال کر کہنے لگے، ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم اپنی گمراہی سے پشیمانی حاصل کرو، اور علیؑ سے دست بردار ہو جاؤ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ عثمان مظلوم مارے گئے تھے، اور عائشہ وطلحہ وزبیر نے ان کے خون کا مطالبہ کرتے ہوئے خروج کیا تھا اور علیؑ نے ہی لوگوں کو بھیجا تھا کہ وہ عثمان کو قتل کر دیں، اور اب ہم اس خون کا مطالبہ کر رہے ہیں محمد کہتا ہے کہ تو جانتا ہے کہ میری قرابت تمام لوگوں کی نسبت تجھ سے زیادہ ہے، اور میں تجھے باقی لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں، معاویہ کہنے لگا ایسا ہی ہے تو محمد نے کہا خدا کی قسم خون عثمان میں تیرے علاوہ کوئی شریک نہیں، کیونکہ عثمان نے تجھے گورنر بنایا، مہاجر وانصار نے اس سے مطالبہ کیا کہ وہ تجھے معزول کر دے لیکن اس نے نہ کیا مجبوراً ان لوگوں نے اسے گھیر کر قتل کر دیا اور خدا کی قسم ابتداء میں اس کے خون میں طلحہ وزبیر اور عائشہ کے علاوہ کوئی شریک نہیں تھا، اور یہی لوگ تھے جو لوگوں کو اس کے قتل کرنے پر ابھارتے تھے اور ان کے ساتھ عبدالرحمن بن عوف ابن مسعود، عمار اور سب انصار شریک تھے، پھر کہنے لگا خدا کی قسم جب سے میں نے تجھے پہچانا ہے زمانہ جاہلیت اور اسلام میں تو ایک ہی عادت کا مالک ہے، اسلام نے تجھ میں کوئی کمی وزیادتی نہیں کی اور اس کی نشانی واضح ہے کہ تو مجھے علیؑ کی محبت پر ملامت کرتا ہے حالانکہ علیؑ کے ساتھ ہر روزہ دار عبادت گزار مہاجر وانصار میدان جنگ میں آیا تھا اور تیرے ساتھ منافقین طلقاء اور آزاد کردہ لوگوں کے بیٹے تھے تو نے انہیں ان کے دین میں دھوکہ دیا اور انہوں نے مجھے تیری دنیا سے دھوکہ دیا، خدا کی قسم اے معاویہ! تجھ پر پوشیدہ نہیں ہے کہ تو نے کیا کیا، اور نہ ان پر مخفی ہے کہ انہوں نے کیا کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ انہوں نے خدا کو تیری اطاعت میں ناراض کیا ہے خدا کی قسم اللہ اور رسولؐ کے لئے ہمیشہ علیؑ سے محبت رکھوں گا، اور ہمیشہ تجھ سے اللہ اور رسولؐ کے لئے بغض

رکھوں گا، معاویہ نے حکم دیا کہ اسے واپس زندان میں بھیج دیا جائے وہ زندان میں رہے یہاں تک کہ وفات پائی (رحمہ اللہ)۔

ابی الحدید نے نقل کیا ہے کہ عمرو بن عاص نے محمد بن ابوحذیفہ کو مصر سے گرفتار کر کے معاویہ کے پاس بھیجا اور معاویہ نے انہیں قید کر دیا، وہ قید خانہ سے بھاگ نکلے، قبیلہ خشعم کا ایک شخص جس کا نام عبداللہ بن عمرو بن خلدم تھا وہ ان کی تلاش میں نکلا اور انہیں ایک غار میں پایا اور وہیں شہید کر دیا، اور محمد کے باپ ابوحذیفہ اصحاب پیغمبر اکرمؐ میں سے تھے اور جنگ بدر میں جب ان کے باپ اور بھائی قتل ہوئے تب بھی وہ آپ کے صحابہ میں رہے اور یمامہ کی جنگ کے دن جو مسلیمہ کذاب سے ہوئی تھی وہ شہید ہوئے۔

پچیسویں: میثم بن یحییٰ تمار

امیر المومنینؑ کے خواص منتخب اور حواریین میں سے تھے اور حضرتؑ نے جتنی میثم میں قابلیت اور استعداد تھی اس کے مطابق انہیں تعلیم دی تھی، اور انہیں اسرار خفیہ اور اخبار غیب پر مطلع فرمایا تھا اور کبھی کبھی ان چیزوں کا میثم سے ترشح ہوتا تھا اور اس سلسلہ میں وہ واقعہ کافی ہے کہ جناب ابن عباس جو امیر المومنینؑ کے شاگرد تھے اور جنھوں نے حضرتؑ سے تفسیر قرآن سیکھی تھی، اور علم فقہ و تفسیر میں بلند مرتبہ پر فائز تھے، جنھیں محمد حنفیہ نے اس امت کا ربانی اور مرد خدا قرار دیا تھا جو رسول خداؐ اور امیر المومنینؑ کے چچازاد تھے اس مقام و منزلت کے باوجود میثم نے ان سے پکار کر کہا کہ اے ابن عباس تفسیر قرآن میں سے جو چاہو مجھ سے سوال کرو، کیونکہ میں نے تنزیل قرآن کی امیر المومنینؑ کے سامنے قرات کی اور مجھے آپ نے تاویل قرآن کی تعلیم دی، ابن عباس نے پہلو تہی نہیں کی، دوات و کاغذ منگوایا اور ان کے بیانات تحریر کیے اور خداوند ان پر رحم کرے وہ زہاد میں سے تھے اور ان اشخاص میں داخل تھے جن کی کھال کو عبادت و زہد نے ان کے بدن پر خشک کر دیا تھا، ابوخالد تمار سے روایت ہے کہ جمعہ کے دن میں دریا فرات میں کشتی میں جا رہا تھا کہ اچانک ہوا چلنے لگی میثم کشتی سے باہر آگئے اور اس ہوا کی خصوصیات کو دیکھنے کے بعد اہل کشتی سے کہنے لگے کشتی کو مضبوطی سے باندھ لو یہ باد عاصف ہے، (سخت آندھی ہے) ابھی ابھی معاویہ مر گیا ہے دوسرے جمعہ شام سے قاصد آیا ہم نے اس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ معاویہ مر گیا ہے اور اس کی جگہ یزید تخت نشین ہوا ہم نے پوچھا کس دن اس نے کہا کہ گزشتہ جمعہ کے دن رشید ہجری کے حالات میں گزر چکا ہے کہ میثم نے حبیب بن مظاہر کو نصرت فرزند رسولؐ میں شہید ہونے کی خبر دی تھی، اور یہ بتایا تھا کہ ان کا سر کوفہ لایا جائے گا، اور اس میں اسے پھرائیں گے شیخ شہید محمد بن مکی نے میثم سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک رات امیر المومنینؑ مجھے اپنے ساتھ لے کر کوفہ سے باہر نکلے یہاں تک کہ مسجد جعفی تک پہنچے وہاں قبلہ رخ ہو کر چار رکعت نماز پڑھی جب سلام پھیرا اور تسبیح پڑھی تو ہاتھوں کی ہتھیلیاں پھیلا کر عرض کیا:

الٰهي كيف ادعوك وقد عصيتك و كيف لا ادعوك وقد عرفتك وحبك في قلبي مكين مددت اليك يدا بالذنوب مملوة وعينا بالرجاء ممدودة الٰهي انت مالك العطايا وانا اسير الخطايا۔

پھر سجدہ کیا اور اپنا رخسار زمین پر رکھ دیا اور سو مرتبہ العفو العفو پھر اٹھ کھڑے ہوئے اور مسجد سے نکلے میں بھی آپ کے ساتھ تھا یہاں تک کہ صحرا میں پہنچے پس آپ نے میرے لئے ایک خط کھینچا اور فرمایا اس خط سے باہر نہ نکلنا اور مجھے چھوڑ کر چلے گئے، اور وہ رات بہت تاریک تھی میں نے اپنے آپ سے کہا کہ تو نے اپنے مولا کو اس صحرا میں تنہا چھوڑ دیا ہے حالانکہ آپ کے دشمن بہت ہیں پس خدا اور رسولؐ کے سامنے کیا عذر پیش کرے گا، خدا کی قسم میں ان کے پیچھے جاؤں گا تا کہ ان سے باخبر رہوں اگر چہ اس میں آپ کے حکم کی مخالفت کروں گا، پس آپ کی جستجو میں گیا یہاں تک کہ انہیں اس حالت میں پایا کہ آپ نے اپنا آدھا جسم کنوئیں میں داخل کیا ہوا تھا اور اس کنوئیں سے خطاب فرمار ہے تھے، جیسے آپ کو میرا احساس ہوا تو فرمایا کون ہے، میں نے عرض کیا، میثم، فرمایا کیا میں نے تجھے حکم نہیں دیا تھا کہ خط سے تجاوز نہ کرنا، میں نے عرض کیا اے مولا میں آپ کے بارے میں آپ کے دشمنوں سے ڈرا تو میرا دل بے قابو ہو گیا، فرمایا جو کچھ میں کہہ رہا تھا اس میں سے تو نے کچھ سنا ہے میں نے عرض کیا اے میرے مولا نہیں، فرمایا اے میثم

وفی الصدر لبانات اذا ضاق لها صدری. نکت الارض بالکف. وابدیت لها سری فمها تنبت الارض. فذالك النبت من بذری.

اور سینہ میں کئی ایک حاجات ہیں کہ جن کے لئے میرا سینہ تنگ ہو جاتا ہے تو میں ہاتھ سے زمین کھودتا ہوں اور اس کے سامنے اپنا راز ظاہر کرتا ہوں، پس جو کچھ زمین سے اگتا ہے تو یہ سبزی میرے بیج سے ہے، علامہ مجلسی نے جلاء العیون میں فرمایا ہے کہ شیخ کشی مفید اور دوسرے علماء نے روایت کی ہے کہ میثم تمار بنی اسد کی ایک عورت کے غلام تھے، حضرت امیر المومنینؑ نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا، پھر پوچھا تمہارا کیا نام ہے کہا کہ سالم، حضرت نے فرمایا کہ رسول خداؐ نے مجھے خبر دی ہے کہ تمہارے باپ نے عجمی زبان میں تمہارا نام میثم رکھا تھا، وہ کہنے لگے، خدا اور رسول و امیر المومنینؑ سچ کہتے ہیں خدا کی قسم میرے باپ نے میرا یہی نام رکھا تھا، آپ نے فرمایا سالم کو چھوڑ دو اور جس نام کی رسول خدا نے خبر دی ہے وہی نام رکھو تو انہوں نے میثم نام اور ابو سالم اپنی کنیت رکھی، ایک دن حضرت امیرؑ نے ان سے فرمایا میرے بعد تمہیں گرفتار کریں گے اور سولی پر لٹکائیں گے تم پر حربہ لگائیں گے تیسرے دن تمہاری ناک اور منہ سے خون بہے گا اور تمہاری ڈاڑھی اس سے خضاب ہو گی پس اس خضاب کے منتظر رہو اور تمہیں دوسرے نو اشخاص کے ساتھ عمرو بن حریث کے دروازے کے قریب سولی پر لٹکائیں گے، اور تمہاری سولی کی لکڑی باقیوں کی نسبت چھوٹی ہو گی حالانکہ قدر و منزلت میں تم ان سے بہتر ہو گے، میرے ساتھ چلو تا کہ تمہیں وہ درخت دکھاؤں کہ جس کی لکڑی کے ساتھ تمہیں لٹکایا جائے گا، پس وہ درخت آپ نے مجھے دیکھایا، دوسری روایت ہے کہ حضرت نے اس سے فرمایا اے میثم تمہاری اس وقت کیا حالت ہو گی جب بنی امیہ کا ولد الزنا تمہیں بلائے گا اور تمہیں کہے گا کہ میری بیزاری کا اظہار کرو تو میثم نے کہا خدا کی قسم میں آپ سے بیزاری نہیں کروں گا حضرت نے فرمایا خدا کی قسم وہ تجھے قتل کر کے چھوڑے گا اور سولی پر

لٹکائے گا، میثم کہنے لگے میں صبر کروں گا، اور یہ چیز خدا کی راہ میں کم اور آسان ہے حضرت نے فرمایا میثم آخرت میں تم میرے ساتھ میرے درجے میں ہوں گے۔

پس حضرت امیرؑ کے بعد ہمیشہ اس درخت کے قریب آتے اور وہاں نماز پڑھتے اور کہتے اے درخت خدا تجھے برکت دے کیونکہ میں تیرے لئے اور تو میرے لئے پیدا ہوا ہے اور عمرو بن حریث سے کہتے جب میں تمہارا ہمسایہ ہو جاؤں تو میری ہمسائیگی کی رو رعایت کرنا عمرو خیال کرتا کہ میثم چاہتے ہیں میرے نزدیک کا کوئی مکان خریدیں لہذا کہتا خدا مبارک کرے ابن مسعود کا گھر خریدیں گے یا ابن حکم کا، اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ میثم کا مقصد کیا ہے پس جس سال امام حسین علیہ السلام مدینہ سے مکہ کی طرف متوجہ ہوئے اور مکہ سے کربلا کی طرف گئے تو میثم مکہ میں گئے اور جناب ام سلمہؓ زوجہ رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے، ام سلمہؓ نے پوچھا تم کون ہو؟ کہا کہ میں میثم ہوں، ام سلمہ نے کہا میں نے بہت دفعہ سنا کہ سرکار رسالتؐ مآبؐ تمہیں یاد کرتے تھے، امیر المومنینؑ سے تمہاری سفارش فرماتے پس میثم نے امام حسینؑ کے حالات پوچھے تو ام سلمہؓ نے کہا اپنے فلاں باغ میں گئے ہوئے ہیں، میثم نے کہا جب واپس آئیں تو میرا ان سے سلام کہنا اور انہیں کہنا کہ بہت جلدی میں اور آپ بارگاہ ایزدی میں انشاء اللہ ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے، پس ام سلمہؓ نے خوشبو منگائی اور اپنی کنیز سے کہا میثم کی ڈاڑھی پر خوشبو لگاؤ، جب کنیز نے ان کی ڈاڑھی کو خوشبو لگائی تو میثم نے کہا آپ نے میری ڈاڑھی پر خوشبو لگائی ہے، بہت جلدی یہ ڈاڑھی آپ اہل بیتؑ کی محبت کے راستہ میں خون سے خضاب ہوگی، پس ام سلمہؓ نے کہا امام حسینؑ تمہیں بہت یاد کرتے تھے، میثم نے کہا میں بھی انہیں یاد کرتا ہوں اور مجھے جلدی ہے میرے لئے اور ان کے لئے ایک امر مقدر ہو چکا ہے، کہ جس تک ہم کو پہنچنا ہے جب باہر نکلے تو عبداللہ بن عباس کو دیکھا کہ وہ بیٹھے ہیں تو میثم نے کہا اے عباس کے فرزند جو چاہو تفسیر قرآن سے متعلق مجھ سے سوال کرو کیونکہ میں نے قرآن امیر المومنینؑ سے پڑھا ہے اور اس کی تاویل آپ سے سنی ہے، ابن عباس نے دوات اور کاغذ منگایا اور میثم سے پوچھ کر لکھتے رہے یہاں تک کہ میثم نے کہا اے ابن عباس تمہارا کیا حال ہوگا جب مجھے دیکھو گے کہ نو افراد کے ساتھ مجھے سولی پر لٹکایا گیا ہے، جب ابن عباس نے یہ سنا تو کاغذ پھاڑ دیا اور کہنے لگے تو کہانت کی باتیں کرتا ہے، میثم نے کہا کاغذ کو نہ پھاڑو جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اگر وہ چیز عمل میں نہ آئے تو اس وقت کاغذ پھاڑ دینا، اور جب حج سے فارغ ہوئے تو وہ کوفہ کی طرف روانہ ہوئے اور حج پر جانے سے پہلے معرف (مردم شناس کوفہ) سے کہتے تھے کہ وہ وقت قریب ہے جب بنی امیہ کا حرام زادہ تجھ سے میرا مطالبہ کرے گا اور تو مہلت چاہے گا اور پھر مجھے اس کے پاس لے جائیگا یہاں تک کہ مجھے عمرو بن حریث کے دروازے پر سولی پر لٹکائیں گے جب عبیداللہ بن زیادہ کوفہ میں آیا تو اس نے معرف (مردم شناس) کو بلایا اور اس سے میثم کے حالات پوچھے، وہ کہنے لگا وہ حج پر گیا ہوا ہے اس نے کہا خدا کی قسم اگر اسے نہیں لاؤ گے تو میں تمہیں قتل کر دوں گا، پس اس نے مہلت چاہی اور میثم کے پاس قادسیہ گیا اور وہاں رہا، یہاں تک کہ میثم آئے اور وہ انہیں پکڑ کر اس ملعون کے پاس لے گیا جب اس کے دربار میں داخل ہوئے تو حاضرین نے کہا کہ یہ شخص علیؑ کے نزدیک سب سے زیادہ مقرب تھا وہ ملعون کہنے لگا وائے ہو تم پر اس عجمی کا ان کے نزدیک اتنا اعتبار و مرتبہ تھا، لوگ کہنے لگے ہاں عبیداللہ نے کہا تیرا پروردگار کہاں ہے، میثم نے کہا ستمگاروں کی کمین گاہ میں اور تو ان میں سے ایک ہے، ابن زیاد نے کہا تجھ میں اتنی جرات ہے کہ اس طرح سے بات کرتا ہے ابھی ابو ترابؑ سے بیزاری کا اعلان کر، میثم نے کہا اگر ایسا نہ کروں تو تم کیا کرو گے تو وہ کہنے لگا خدا کی قسم میں

تجھے قتل کردوں گا، میثم نے کہا میرے مولا نے مجھے خبر دی ہے کہ تو مجھے قتل کرے گا، اور نو افراد کے ساتھ عمرو بن حریث کے دروازہ پر سولی پر لٹکائے گا ابن زیاد نے کہا میں تیرے مولا کی مخالفت کروں گا تا کہ اس کا جھوٹ ظاہر ہو، میثم نے کہا میرے مولا نے جھوٹ نہیں کہا، جو کچھ انہوں نے فرمایا وہ رسول خداؐ سے سنا، اور نبی اکرمؐ نے جبریلؑ سے اور جبریلؑ نے خداوند عالم سے سنا ہے پس تو کس طرح ان کی مخالفت کر سکتا ہے مجھے معلوم ہے کہ تو مجھے کس طریقہ سے قتل کرے گا، اور پہلا شخص کہ جسے اسلام میں اس کے منہ میں لگام دی جائے گی وہ میں ہوں، پس اس ملعون نے حکم دیا کہ میثم اور مختار کو قید خانہ میں لے جائیں پس میثم نے مختار سے کہا کہ تم قید سے رہائی پاؤ گے اور خروج کرو گے اور امام حسینؑ کے خون کا بدلہ لو گے اور اس ملعون کو قتل کرو گے جب مختار کو باہر نکالا کہ اسے قتل کریں، یزید کی طرف سے قاصد آیا اور خط لایا کہ مختار کو رہا کر دو، اسے چھوڑ دیا گیا، پس میثم کو منگوایا اور حکم دیا کہ اسے عمرو بن حریث کے دروازے پر سولی پر لٹکا دو، اس وقت عمرو سمجھا کہ میثم کا مقصد کیا تھا پس اس نے اپنی کنیز کو حکم دیا کہ سولی کے نیچے جھاڑو دے اور خوشبو جلائے پس میثم نے اہل بیتؑ کے فضائل کی احادیث بیان کرنا شروع کیں اور بنی امیہ پر لعنت کی، اور جو واقعات بنی امیہ کے متعلق ہونے والے تھے انہیں بیان کیا جب ابن زیاد سے کہا گیا کہ اس شخص نے تمہیں رسوا کر دیا تو اس ملعون نے حکم دیا کہ ان کے منہ میں لگام دی جائے اور سولی کی لکڑی پر باندھ دیا تا کہ بات نہ کر سکیں، جب تیسرا دن ہوا تو ایک ملعون آیا جس کے ہاتھ میں حربہ تھا اور کہنے لگا خدا کی قسم یہ حربہ تجھ پر لگاؤں گا اگر چہ میں جانتا ہوں کہ تو دن کو روزے رکھتا اور راتیں عبادت خدا میں بسر کرتا تھا، پس اس نے وہ حربہ آپ کی بہتیگاہ میں مارا جو ان کے اندر چلا گیا اور دن کے آخر میں ان کے ناک سے خون بہنے لگا اور ان کی ڈاڑھی اور سینہ پر جاری ہوا، اور ان کا طائر روح ریاض جنان کی طرف پرواز کر گیا ان کی شہادت امام حسینؑ کے عراق میں وارد ہونے سے دس دن پہلے ہوئی اور یہ بھی روایت ہے کہ جب وہ بزرگوار رحمت الٰہی سے واصل ہوئے تو رات کے وقت خرما بیچنے والوں میں سے سات آدمی آئے جو میثم کے ہم پیشہ تھے جب کہ پاسبان بیدار تھے لیکن خداوند عالم نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور وہ میثم کی لاش چرا کر لے گئے اور اسے نہر کے کنارے پر دفن کر کے اوپر پانی پھیر دیا، پاسبانوں نے لاکھ تلاش کیا لیکن اس کا نشان انہیں نہیں مل سکا۔

چھبیسویں: ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص:

جن کا لقب مرقال تھا قاضی نور اللہ کہتے ہیں کہ کتاب اصابہ میں مذکور ہے کہ ہاشم وہی مشہور بہادر ہیں جن کا لقب مرقال تھا اور وہ اس لقب سے اس لیے مشہور تھے کہ ارقال خاص قسم کے دوڑنے کو کہتے ہیں اور وہ میدان جنگ میں دشمن کے سر پر تیزی سے دوڑ کر جاتے تھے، کلبی اور ابن حیان سے منقول ہے کہ وہ شرف صحبت رسول خداؐ سے مشرف ہوئے اور فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے اور جنگ ایران میں اپنے چچا سعد بن وقاص کے ساتھ قادسیہ میں موجود تھے اور وہاں جوانمردی اور مردانگی کے جوہر دکھائے اور جنگ صفین میں ملازم رکاب ظفر انتساب شاہ ولایت مآب تھے اور وہاں بھی جہاد کے مراسم بجالائے اور اعثم کوفی کو فتوح اور کتاب اصابہ میں تحریر ہے کہ جب عثمان کے قتل ہونے اور لوگوں کے امیر المومنینؑ سے بیعت کرنے کی خبر مشہور ہوئی تو اہل کوفہ نے بھی یہ خبر سنی، اور اس وقت موسیٰ اشعری کوفہ کا گورنر تھا، کوفہ کے لوگ ابو موسیٰ کے پاس آئے اور اس سے کہا تم امیر المومنین علی کی بیعت کیوں نہیں کرتے،

تو وہ کہنے لگا میں اس معاملہ میں توقف کرتا ہوں اور دیکھوں گا کہ اس کے بعد کیا حادثہ رونما ہوتا ہے اور کیا خبر آتی ہے، ہاشم بن عتبہ نے کہا کیا خبر آئے گی عثمان کو لوگوں نے قتل کر دیا ہے اور انصار خاص و عام نے امیر المومنین علیہ السلام کی بیعت کر لی ہے کیا تجھے اس بات کی توقع ہے کہ اگر علیؑ کی بیعت کر لی تو عثمان اس جہان سے واپس آجائیں گے اور تجھے ملامت کریں گے، ہاشم نے یہ کہہ کر اپنے دائیں ہاتھ سے بایاں ہاتھ پکڑا اور کہا کہ بایاں ہاتھ میرا ہے اور میرا دایاں ہاتھ امیر المومنینؑ کا ہے آپ کی میں بیعت کرتا ہوں اور ان کی خلافت پر راضی ہوں، جب ہاشم نے بیعت کی تو ابو موسیٰ کے پاس کوئی عذر باقی نہ رہا، وہ بھی اٹھا اور اس نے بیعت کی اور اس کے پیچھے تمام اکابر سرداروں اور کوفہ کے بڑے لوگوں نے بیعت کی اور اصابہ میں ہے کہ بیعت کرتے وقت ہاشم نے فی البدیہہ یہ اشعار کہے جن میں ابو موسیٰ پر طنز تھا۔

ابایع غیر مکترث علیا
ولااخشی امیرًا اشعریاابا یعه
واعلم ان ما ضی بذاك الله والنبیا

میں کسی کی پرواہ کیے بغیر علیؑ کی بیعت کرتا ہوں اور اشعری امیر سے نہیں ڈرتا، میں علی کی بیعت کرتا ہوں اور مجھے معلوم ہے کہ اس سے خدائے برحق اور نبی اکرمؐ راضی ہیں۔

ہاشم جنگ صفین میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے، ان کے بعد عتبہ بن ہاشم نے باپ کا علم اٹھایا اور اہل شام پر حملہ کیا اور چند افراد کو قتل کیا اور اچھے آثار دکھائے اور بالآخر انہوں نے بھی شربت شہادت نوش کیا اور اپنے پدر بزرگوار سے جا ملے، فقیر کہتا ہے کہ اس خبر سے معلوم ہوا کہ ہاشم مرقال جنگ صفین میں درجہ شہادت تک پہنچے لہذا وہ جو مشہور ہے کہ روز عاشور سید الشہداء کی مدد کے لئے آئے اور کہا اے لوگو جو مجھے نہیں پہچانتا میں خود اسے اپنا تعارف کراتا ہوں کہ میں ہاشم بن عتبہ سعد کے چچا کا بیٹا ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔الخ، وہ خلاف واقعہ ہے۔ واللہ العالم

چوتھا باب

تاریخ ولادت وشہادت سبط اکبر پیغمبر خدا ثانی آئمہ ہدیٰ قرۃ العین محمد مصطفی امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام اور مختصر حالات آپ کی اولاد واحفاد کے

مشہور یہ ہے کہ آپ کی ولادت منگل کی رات پندرہ رمضان المبارک ۳ھ کو ہوئی۔ بعض نے دو ہجری کہا آپ کا اسم گرامی حسنؑ تھا اور تورات میں شبر ہے کیونکہ عبرانی زبان میں شبر کا معنی حسن ہی ہے۔ جناب ہارون کے بڑے بیٹے کا نام بھی شبر تھا۔ آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ آپ کے القاب سید سبط امین۔ حجت بر۔ تقی زکی۔ مجتبیٰ اور زاہد وارد ہوئے ہیں۔ ابن بابویہ نے سند ہائے معتبر کے ساتھ امام زین العابدینؑ سے روایت کی ہے کہ جب امام حسنؑ پیدا ہوئے تو جناب فاطمہؑ نے حضرت امیرؑ سے عرض کیا کہ اس بچہ کا کوئی نام تجویز کیجئے۔ آپ نے فرمایا میں اس کے نام رکھنے میں رسول اکرمؐ کی خدمت میں گیا تو آپ نے فرمایا کیا میں نے تمہیں منع نہیں کیا کہ بچہ کو زرد کپڑے میں نہ لپیٹو پس وہ زرد کپڑا آپ نے پھینک دیا۔ حضرت کو سفید کپڑے میں لپیٹا گیا۔ ایک روایت ہے کہ حضورؐ نے اپنی زبان مبارک بچے کے منہ میں دی اور شہزادہ زبان رسولؐ کو چوستا تھا۔ پھر آپ نے امیر المومنینؑ سے پوچھا اس کا کیا نام رکھا ہے۔ آپ نے عرض کیا اس کے نام رکھنے میں آپ سے ہم سبقت نہیں کر سکتے۔ حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا تو میں بھی اپنے پروردگار پر سبقت نہیں کرتا۔ پس خداوند عالم نے جبرئیلؑ کو حکم دیا کہ محمدؐ کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا اور سے زمین پر جاؤ اور انہیں میرا سلام کہو اور تہنیت ومبارک باد دو اور کہو کہ علیؑ کو آپ سے وہ نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھی لہٰذا اس کا نام ہارون کے بیٹے والا رکھو۔ جبرئیلؑ نازل ہوئے اور حضرت کو مبارک باد دی اور عرض کیا خداوند عالم فرماتا ہے اس بچہ کا نام ہارون کے بیٹے والا رکھو۔ حضرت نے فرمایا اس کا کیا نام تھا۔ جبرئیلؑ نے عرض کیا اس کا نام حسنؑ رکھیے۔ لہٰذا آپ کا نام حسنؑ رکھا اور جب امام حسینؑ پیدا ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو وحی کی کہ محمدؐ کے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے جا کر تہنیت اور مبارکباد دو اور کہو کہ علیؑ کو آپ سے وہ نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی لہٰذا اس کا نام ہارون کے دوسرے بیٹے کے نام پر رکھیں۔ جب جبرئیل نازل

ہوئے اور ملک علام کا پیغام حضرت خیر الانام کو تہنیت کے بعد پہنچایا تو حضرت نے فرمایا اس لڑکے کا نام کیا تھا۔ جبرئیلؑ نے کہا شبیر۔ حضرت نے فرمایا میری زبان عربی ہے۔ جبرئیلؑ نے عرض کیا اس کا نام حسینؑ رکھ دیجئے کہ جس کا معنی شبیر ہے۔ لہذا آپ کا نام حسینؑ رکھا۔ شیخ جلیل علی بن عیسیٰ اربلی نے کشف الغمہ میں روایت کی ہے کہ امام حسنؑ کا رنگ مبارک سرخ وسفید تھا۔ آنکھیں کشادہ اور زیادہ سیاہ تھیں۔ آپ کے رخسار ہموار تھے۔ ابھرے ہوئے نہیں تھے اور آپ کے شکم مبارک کے درمیان میں باریک بالوں کا ایک خط تھا۔ آپ کی ریش مبارک گھنی تھی اور سر کے بال بڑے رکھے ہوئے تھے۔ آپ کی گردن نورانیت اور صفائی میں صیقل شدہ چاندی کی طرح تھی۔ آپ کی ہڈیوں کے سرے سخت درشت تھے اور آپ کے کندھوں کے درمیان والا حصہ کشادہ تھا۔ قد میانہ بلندی کی طرف مائل تھا۔ تمام لوگوں سے زیادہ خوش رو تھے۔ سیاہ خضاب لگاتے تھے اور آپ کے بال گھونگھر یالے تھے۔ آپ کا بدن شریف انتہائی لطیف تھا۔ نیز امیر المومنینؑ سے روایت ہے کہ امام حسنؑ سر سے لے کر سینہ تک تمام لوگوں کی نسبت رسول اللہؐ سے زیادہ شباہت رکھتے تھے اور امام حسینؑ باقی بدن میں آپ سے مشابہ تھے اور ثقۃ الاسلام کلینی نے سند معتبر کے ساتھ حسین بن خالد سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے امام رضاؑ سے پوچھا کہ بچہ کی مبارکباد کس وقت دینی چاہیے۔ آپ نے فرمایا جب امام حسنؑ پیدا ہوئے تو جبرئیلؑ ساتویں دن مبارکباد دینے کے لیے آئے اور خدا کی طرف سے حکم سنایا کہ بچہ کا نام اور کنیت رکھیں۔ اس کا سر منڈوایا جائے۔ اور عقیقہ کریں اور اس کے کان میں سوراخ کریں اور جب امام حسینؑ پیدا ہوئے تو بھی جبرئیلؑ نازل ہوئے اور انہیں امور کا حکم پہنچایا۔ حضرت نے ان پر عمل کیا اور دونوں کے سر کی بائیں جانب دو گیسو رکھے اور دائیں کان میں سوراخ کیا اور بائیں کان میں اوپر کی طرف اور دوسری روایت ہے کہ وہ دونوں گیسو سر کے وسط میں رکھے گئے اور یہ زیادہ صحیح ہے۔

دوسری فصل

امام حسنؑ کے مختصر فضائل اور مکارم اخلاق کا بیان

صاحب کشف الغمہ نے کتاب حلیۃ الاولیاء سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے ایک دن امام حسنؑ کو اپنے دوش مبارک پر سوار کیا اور فرمایا جو مجھے دوست رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اسے دوست رکھے۔ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ میں جب بھی امام حسنؑ کو دیکھتا ہوں تو میری آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک دن میں رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت حسنؑ آئے اور آ کر رسول خداؐ کی گود میں بیٹھ گئے۔ آپ نے ان کا منہ کھولا اور اپنا منہ ان کے قریب لے گئے اور کہتے جاتے تھے کہ خدایا میں حسنؑ کو دوست رکھتا ہوں۔ اور ہر اس شخص کو جو اسے دوست رکھے یہ بات آپ نے تین مرتبہ فرمائی۔

ابن شہر آشوب فرماتے ہیں کہ اکثر تفاسیر میں وارد ہے کہ پیغمبر اکرم حسنینؑ کو دو سورتوں قل اعوذ کا تعویذ دیتے تھے اس لیے انہیں معوذتین کہتے ہیں اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا حضرت رسول اکرم حسنینؑ کا لعاب دہن چوستے تھے جس طرح کوئی شخص خرمے چوستا ہے اور روایت ہے کہ ایک دن حضرت رسالتؐ پناہ نماز پڑھ رہے تھے۔ حسنینؑ آئے اور آپ کی پشت پر سوار ہو گئے۔ جب آپ نے سر اٹھایا تو انتہائی لطف و نرمی سے انہیں پکڑ کر زمین پر بٹھا دیا۔ جب دوبارہ سجدہ میں گئے تو بچے دوبارہ سوار ہو گئے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو ہر ایک کو اپنے ایک ایک زانو پر بٹھایا اور فرمایا جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ میرے ان دونوں فرزندوں سے محبت رکھے۔ نیز آنحضرت سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حسنینؑ عرش کے دو گوشوارے ہیں اور فرمایا جنت نے بارگاہ ایزدی میں عرض کی کہ تو نے مجھے ضعفاء اور مساکین کا مسکن قرار دیا ہے تو خدا تعالیٰ نے فرمایا کیا تو راضی نہیں کہ میں نے تیرے ارکان کو حسنؑ و حسینؑ سے زینت دی ہے پس بہشت نے ناز و ادا کی جیسے دلہن اپنے اوپر ناز و ادا کرتی ہے اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول خداؐ منبر پر تشریف فرما تھے کہ آپ نے اپنے دونوں گلہائے رسالت کے رونے کی آواز سنی تو آپ بیتاب ہو کر منبر سے اترے اور جا کر انہیں خاموش کیا اور واپس آئے اور فرمایا میں ان کے رونے سے اتنا بیتاب ہوا کہ گویا مجھ میں عقل ہی باقی نہیں ہے اور یہ احادیث یعنی حسنینؑ سے حضرت رسول اکرمؐ کا محبت کرنا اور انہیں اپنے دوشِ مبارک پر سوار کرنا اور ان سے محبت کرنے کا حکم دینا اور یہ کہنا کہ حسنینؑ جوانان جنت کے دو سردار ہیں اور دونوں میرے گلدستے اور میرے باغ کے گل ہیں۔ شیعہ اور سنی کتب میں کثرت سے پائی جاتی ہیں اور امام حسینؑ کے حالات کے سلسلہ میں بھی چند احادیث جو اس مقام سے مناسبت رکھتی ہیں ذکر ہوں گی۔

کتاب حلیہ ابو نعیم میں منقول ہے کہ حضرت حسنؑ آتے اور رسول خداؐ کی پشت اور گردن پر سوار ہو جاتے کبھی آپ سجدہ میں ہوتے تو رفق و مہربانی سے اپنی پشت سے اتارتے اور کبھی لوگ نماز سے فارغ ہونے کے بعد عرض کرتے اے خدا کے رسول آپ اس بچہ سے اتنی

محبت کرتے ہیں کہ ایسی محبت کسی بچے سے نہیں فرماتے تو ارشاد ہوتا یہ بچہ میرا گلدستہ ہے۔ میرا یہ بیٹا سید اور بزرگ ہے امید ہے کہ خداوند عالم اس کی برکت سے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔ شیخ صدوق نے حضرت صادق سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے والد نے اپنے والد سے خبر دی ہے کہ حضرت امام حسنؑ اپنے زمانہ میں عبادت اور زہد میں تمام لوگوں سے زیادہ تھے۔ وہ سب سے افضل تھے۔ جب سفر حج کے لیے جاتے تو پیدل جاتے اور کبھی کبھی ننگے پاؤں سفر کرتے۔ جب موت قبر حشر ونشر اور پل صراط سے گزرنے کو یاد کرتے تو رونے لگتے۔ جب اعمال کا بارگاہ خدا میں پیش ہونا یاد فرماتے تو چیخ مار کر بیہوش ہو جاتے۔ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اس وجہ سے کہ اپنے آپ کو خداوند عالم کے سامنے کھڑا پاتے۔ آپ کا بند بند لرزنے لگتا اور جب بہشت کو دوزخ کو یاد کرتے تو اس طرح مضطرب ہوتے جیسے کسی کو سانپ یا بچھو ڈس جائے اور وہ مضطرب ہوتا ہے۔ جہنم کی آگ سے پناہ مانگتے اور قرآن مجید میں یا ایہا الذین امنو کی تلاوت کرتے تو کہتے لبیك اللهم لبیك اور جب کوئی شخص آپ سے ملاقات کرتا تو دیکھتا کہ آپ ذکر الٰہی میں مشغول ہیں اور آپ تمام لوگوں سے زیادہ سچے اور آپ کی گفتگو سب سے زیادہ فصیح و بلیغ ہے۔

مناقب شہر آشوب اور روضۃ الواعظین میں روایت ہے کہ امام حسنؑ جب وضو فرماتے تو آپ کے جسم کے جوڑ لرزنے لگتے اور رنگ زرد ہو جاتا۔ جب آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا اس شخص کے لیے سزاوار ہے جو اپنے پروردگار کے دربار میں عبادت کے لیے کھڑا ہوتا ہے کہ اس کا رنگ زرد ہو اور اس کے جوڑوں میں رعشہ پیدا ہو اور جب آپ مسجد کی طرف جاتے تو مسجد کے دروازہ پر پہنچ کر آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہتے الهی ضیفك ببابك یا محسن قد اتاك المسی فتجاوز عن قبیح ما عندی بجمیل ما عندك یا کریم۔ یعنی خدایا تیرا مہمان تیرے دروازے پر کھڑا ہے۔ اے اچھے کام کرنے والے برے کام کرنے والا آیا ہے پس اس قبیح سے درگزر کر جو میرے پاس ہے۔ اے کریم اس کو اچھائی کی وجہ سے جو تیرے پاس ہے۔

نیز شہر آشوب نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جناب امام حسنؑ نے پچیس حج پاپیادہ کیے اور دو مرتبہ یا ایک روایت کے مطابق تین مرتبہ اپنا مال راہ خدا میں اس طرح تقسیم کیا کہ آدھا مال اپنے لیے رکھ لیا اور آدھا فقراء و مساکین کو دے دیا۔
آپ کے حلم و بردباری کے سلسلہ میں کامل مبرد وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ ایک دن آپ سوار تھے کہ اہل شام میں سے ایک شخص کا آپ سے آمنا سامنا ہوا اور اس نے لگا تار آپ کو گالیاں دینا شروع کر دیں۔ بہت کچھ برا بھلا اس نے کہا لیکن حضرت نے اس کوئی جواب نہ دیا۔ جب وہ شامی گالیاں دینے سے فارغ ہوا تو اس وقت آپ نے اس کی طرف اپنا رخ کیا اور اسے سلام کیا۔ ہنس کر فرمایا۔ میرا خیال ہے تم مسافر ہو اور کچھ باتوں نے تمھیں اشتباہ میں ڈال دیا ہے۔ اب اگر ہم سے رضامندی کے خواہاں ہو تو ہم تم سے راضی ہونے پر تیار ہیں۔ اگر کوئی چیز مانگو تو تمہیں عطا کریں گے۔ اگر بھوکے ہو تو تمہیں سیر کریں گے اور اگر ننگے ہو تو لباس دیں گے۔ اگر محتاج ہو تو تمہیں بے نیاز کر دیں گے۔ اگر تمہیں نکال دیا گیا ہے تو ہم پناہ دینے کو تیار ہیں۔ اگر تمہاری کوئی حاجت ہے تو اس کو پورا کریں گے اور اگر اپنا ساز و سامان ہمارے گھر میں لے آؤ اور ہمارے ہاں واپس جانے تک مہمان رہو تو تمہارے لیے بہتر ہوگا کیونکہ ہمارا گھر بہت وسیع ہے اور ہمارے پاس دھن مال کافی ہے۔ جب شامی نے آپ سے یہ کلمات سنے تو رونے لگا اور کہنے لگا

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ روئے زمین پر خدا کے خلیفہ ہیں اور خدا بہتر جانتا ہے کہ نبوت وخلافت کو کہاں قرار دے قبل اس کے کہ میں آپ سے ملاقات کرتا اور آپ کے والد بزرگوار تمام مخلوق سے زیادہ میرے مبغوض تھے اور میں آپ کو زیادہ دشمن سمجھتا تھا۔اب میرے نزدیک خلق خدا میں زیادہ محبوب ہیں۔پس وہ اپنا سامان آپ کے گھر لے آیا اور جب تک مدینہ میں رہا آپ کا مہمان رہا اور وہ خاندان رسالتؐ واہل بیتؑ نبوت کے محب اور معتقد لوگوں میں سے ہوگیا۔شیخ رضی الدین علی بن یوسف بن مطہر حلی روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص امام حسنؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے فرزند امیر المومنینؑ میں آپ کو اس خدا کے حق کی قسم دیتا ہوں کہ جس نے آپ کو بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے۔میری فریاد رسی کیجیے اور مجھے دشمن کے ہاتھ سے نجات دیجئے کیونکہ میرا دشمن وہ ستم گر ہے جو بڑے بوڑھوں کے احترام خیال نہیں رکھتا اور چھوٹوں پر رحم نہیں کھاتا۔حضرت اس وقت تکیہ لگائے بیٹھے تھے جب یہ سنا تو سیدھے ہوکر بیٹھ گئے اور فرمایا بتاؤ وہ دشمن تمہارا کون ہے تا کہ اس سے میں تمہارا بدلہ لوں تو وہ کہنے لگا میرا دشمن فقر وفاقہ و پریشان حالی ہے۔حضرتؑ نے کچھ دیر کے لیے سر جھکا لیا۔پھر سر اٹھا کر اپنے خادم کو بلایا اور اس سے فرمایا جتنا مال تمہارے پاس موجود ہے وہ لے آؤ۔وہ خادم پانچ ہزار درہم لے آیا۔فرمایا یہ مال اس شخص کو دے دو۔پھر اس شخص کو آپ نے قسم دی کہ جب یہ دشمن تمہارا رخ کرے اور تم پر ظلم وستم کرے تو اس کی شکایت میرے پاس لے آنا تا کہ میں اس کو دفع کروں۔نیز منقول ہے کہ ایک شخص امام حسنؑ کی خدمت میں آیا اور اس نے اپنے فقر و پریشانی کا اظہار کیا اور اس سلسلہ میں یہ دو اشعار پڑھے:

لم يبق لي شئ بدرهم
يلفيك منظر حالتي عن مخبري
الا بقايا ماء وجه صنته
الا يباع وقد وجدت تلك مشتري

(میرے پاس کچھ باقی نہیں رہا جو ایک درہم کے بدلے بیچا جائے اور میری حالت دیکھ کر آپ کو امتحان کرنے اور جستجو کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔سوائے میرے چہرہ کی آبرو کے کہ جسے میں نے بچا رکھا تھا کہ اسے نہ بیچا جائے لیکن آپ کو اس کا خریدار پایا ہے۔)

امام حسنؑ نے اپنے خزانچی سے بلا کر فرمایا تیرے پاس کتنا مال ہے۔اس نے عرض کیا بارہ ہزار درہم۔آپ نے فرمایا وہ اس مرد فقیر کو دے دے اور خدا سے حسن ظن رکھ خداوند عالم تدارک کرے گا پس اس نے وہ مال اسے دے دیا اور حضرت نے اس فقیر کو بلا کر اس سے معذرت چاہی اور فرمایا ہم تیرا حق ادا نہیں کر سکے لیکن جتنا مال ہمارے پاس تھا وہ ہم نے دے دیا اور یہ دو اشعار اس کے شعار کے مقابلے میں فرمائے:

عاجلتنا فاتاك وابل بلدن

طلا ولو امهلتنا لم نمطو

نخل القليل وكن كانك لم تبع

ما صنته وكاننا لم نشتر

(تو نے جلدی کی تو ہمارے احسان کی تیز بارش کے بجائے بوندا باندی ہوئی اور اگر تو مہلت دیتا تو یہ کم بارش نہ ہوتی پس یہ تھوڑا سا لے لو اور یہ فرض کر کہ............ نے محفوظ کر رکھا تھا اسے نہیں بیچا اور نہ ہی ہم نے خریدا ہے)۔

علامہ مجلسیؒ نے بعض معتبر کتب کیا ہے جس میں ایک شخص سے روایت ہے جسکا نام نجیح تھا۔ وہ کہتا ہے میں نے امام حسن کو دیکھا وہ کھانا کھا رہے تھے اور آپ کے سامنے ایک کتا کھڑا تھا۔ جب آپ اپنے لیے لقمہ اٹھاتے تو ویسا لقمہ کتے کی طرف پھینکتے۔ میں نے عرض کیا۔ اے فرزند رسول کیا اجازت ہے کہ میں اس کتے کو آپ کے کھانے سے دور کر دوں۔ آپ نے فرمایا اسے رہنے دو کیونکہ مجھے خداوند عالم سے شرم آتی ہے کہ ایک جاندار چیز میرے چہرے کی طرف دیکھے اور میں خود تو کھاؤں لیکن اسے نہ کھلاؤں اور یہ بھی روایت کی ہے کہ حضرت امام حسنؑ کے ایک غلام نے خیانت کی کہ جس کی وجہ سے وہ سزا کا مستحق تھا۔ حضرت نے چاہا کہ اسے تادیب کریں۔ غلام نے کہا والکاظمین الغیظ اور غصہ کو پی جانے والے حضرت نے فرمایا۔ میں نے اپنے غصہ کو ضبط کیا۔ اس نے کہا والعافین عن الناس اور لوگوں کو معاف کرنے والے۔ آپ نے فرمایا میں نے تجھے معاف کیا۔ اس نے کہا واللہ یحب المحسنین اور خدا نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ فرمایا، میں نے تجھے آزاد کیا اور جو کچھ میں تجھے دیا کرتا تھا اس کا دوگنا تیرے لیے مقرر کیا۔ ابن شہر آشوب نے محمد بن اسحاق کی کتاب سے روایت کی ہے کہ رسول خدا کے بعد کوئی شخص شرافت و عظمت میں امام حسنؑ کے مرتبہ کو نہیں پہنچا اور کبھی کبھی آپ کے لیے گھر کے دروازہ پر فرش بچھا دیا جاتا اور آپ وہاں بیٹھ جاتے اور جو لوگ وہاں سے گزرنا چاہتے آپ کی جلالت و عظمت کی وجہ سے رک جاتے اور وہاں سے عبور نہ کرتے یہاں تک کہ گلی کا راستہ آمد و رفت سے بند ہو جاتا۔ جب آپ یہ محسوس کرتے تو گھر کے اندر چلے جاتے اور لوگ منتشر ہو جاتے اور اپنے اپنے کام پر چلے جاتے اور اسی طرح حج کے راستہ میں جو شخص آپ کو پیدل چلتے ہوئے دیکھتا آپ کی تعظیم میں وہ پیادہ ہو جاتا اور ابن شہر آشوب نے مناقب میں آپ کے کچھ اشعار نقل کیے ہیں کہ جن میں سے دو شعر یہ ہیں:

قل للمقيم بغير دار اقامة

حان الرحيل فودع الاحبابا

ان الذين لقيتهم وصحبتهم

صاروا جميعا في القبور ترابا

(اس شخص سے کہہ دو جو دار الاقامہ میں نہیں رہتا (دنیا دار قیام نہیں بلکہ آخرت ہمیشہ رہنے کا گھر ہے) کہ

کوچ کا وقت قریب آ گیا ہے۔ پس دوست احباب سے وداع کر لو کیونکہ جن سے تو نے ملاقات کی ہے
اور جن کے ساتھ رہا ہے وہ سب قبروں میں جا کر شی ہو گئے ہیں۔

علامہ مجلسیؒ نے جلاء العیون میں فرمایا ہے کہ شیخ طوسی نے سند معتبر کے ساتھ حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ امام حسنؑ کی ایک بیٹی فوت ہو گئی تو آپ کے اصحاب میں سے کچھ افراد نے اس کا تعزیت نامہ لکھا تو حضرت نے ان کے جواب میں تحریر فرمایا۔ اما بعد تمہارا خط مجھے ملا جس میں تم نے فلاں لڑکی کی بابت سے تعزیت کی تھی۔ اس کی مصیبت کا اجر میں خدا سے چاہتا ہوں اور میں نے قضائے الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا ہے اور ابتلاء پر صبر کرتا ہوں۔ بے شک مصائب زمانہ نے میری طرف برا رخ کیا ہے اور نوائب دوہاں اور مفارقت دوستاں (کہ جن سے میں الفت رکھتا تھا اور وہ بھائی جن سے مجھے محبت تھی اور جن کے دیکھنے سے میں خوش ہوتا تھا اور ان کی نگاہیں مجھے دیکھ کر روشن تھیں) نے مجھے آزردہ کیا ہے۔ پس مصائب زمانہ نے انہیں اچانک آ گھیرا اور موت انہیں چھین کر لے گئی۔ اور انہیں مردوں کے لشکر میں شامل کر دیا۔ پس وہ ایک دوسرے کے پڑوس میں ہیں بغیر اس کے کہ ان کے درمیان کوئی آشنائی ہو اور بغیر اس کے کہ وہ ایک دوسرے سے ملاقات کریں اور بغیر اس کے کہ انہیں ایک دوسرے سے کوئی فائدہ ہو اور ایک دوسرے کی زیارت کریں حالانکہ ان کے گھر ایک دوسرے کے بالکل قریب ہیں۔ ان کے ابدان کے گھر اپنے ساتھیوں سے خالی ہو گئے ہیں اور دوست واحباب ان سے دور ہو گئے ہیں اور ہم نے ان کے گھروں جیسے گھر اور ان کے قرارگاہ جیسے کاشانے نہیں دیکھے۔ وہ وحشت انگیز گھروں میں رہتے ہیں اور اپنے مالوف و مانوس گھروں سے دور ہو گئے ہیں اور ان کے دوست دشمنی کے بغیر ان سے جدا ہو گئے ہیں اور انہیں بوسیدہ و کہنہ ہونے کے لیے قبر کے گڑھوں میں چھوڑ گئے ہیں۔ یہ میری لڑکی ایک کنیز تھی اپنے مالک کی اور اپنے راستے پر گئی جس پر گزشتہ لوگ جا چکے ہیں اور آئندہ بھی جائیں گے۔ والسلام

تیسری فصل

امام حسن مجتبیٰؑ کے بعض حالات کے بارے میں

جو حضرت امیر المومنینؑ کی شہادت کے بعد رونما ہوئے اور جو معاویہ کے ساتھ حضرت کے صلح کرنے کے اسباب جاننا چاہیے کہ ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کی عصمت اور جلالت کے ثابت ہو جانے کے بعد جو کچھ ان سے واقع ہو۔ مومنین کو چاہیے کہ وہ اسے تسلیم کریں اور اس کے مطیع و منقاد ہیں اور اس پر شبہ و اعتراض نہ کریں کیونکہ جو کچھ کرتے ہیں وہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے اور ان پر اعتراض کرنا خدا پر اعتراض کرنا ہے کیونکہ معتبر روایت میں ہے کہ خداوند عالم نے ایک صحیفہ آسمان سے رسالت مآب کی طرف بھیجا اور اس صحیفہ پر بارہ مہریں تھیں۔ ہر امام اپنی مہر کو توڑتا اور جو کچھ اس کے اندر (نیچے) تحریر ہوتا اور اس پر عمل کرتا تو کس طرح جائز ہے کہ انسان اپنی ناقص عقل سے اس گروہ پر اعتراض کرے جو زمین پر خداوند عالم کی حجتیں ہیں ان کی کہی ہوئی بات خدا کی کہی ہوئی ہے اور ان کا فعل خدا کا فعل ہے۔ شیخ صدوق اور شیخ مفید اور دوسرے علماء نے روایت کی ہے کہ امیر المومنینؑ کی شہادت کے بعد امام حسن منبر پر تشریف لے گئے اور ایک خطبہ بلیغ جو معارف ربانی اور حقائق سبحانی پر مشتمل تھا ادا کیا اور فرمایا ہم اللہ کی وہ جماعت ہیں جو غالب ہے۔ ہم ہیں عترت رسولؐ جو تمام لوگوں سے آپ کے زیادہ قریبی ہیں۔ ہم ہیں اہل بیت رسالت جو گناہوں اور برائیوں سے معصوم اور پاک ہیں اور ہم ہیں ان دو بزرگ چیزوں میں سے ایک کہ جنہیں رسول خدا اپنی جگہ پر امت کے درمیان چھوڑ گئے ہیں اور فرمایا ہے کہ انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی۔ (بے شک میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ اللہ کی کتاب اور میری عترت۔) ہم ہیں جنہیں رسولؐ نے کتاب خدا کی جفت قرار دیا ہے۔ علم قرآن کی تنزیل اور تاویل ہمیں دی ہے اور ہم قرآن کے متعلق یقینی بات کہتے ہیں اور ظن و گمان سے اس کی آیات کی تاویل نہیں کرتے لہٰذا ہماری اطاعت کرو کیونکہ ہماری اطاعت خدا کی طرف سے تم پر واجب ہے اور خدا نے ہماری اطاعت اپنی اور اپنے رسولؐ کی اطاعت سے مقرون اور ملا کر بیان کی ہے اور فرمایا ہے یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول والی الامر منکم (اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول و الی الامر کی اطاعت کرو) پھر آپ نے فرمایا آج رات دنیا سے ایک ایسا شخص گیا ہے کہ جس پر گزشتہ لوگ کسی عمل خیر میں سبقت نہیں کر سکے اور اس تک بندگان خدا کسی سعادت میں نہیں پہنچ سکتے۔ بتحقیق وہ رسول خداؐ کی معیت میں جہاد کرتا تھا اور اپنی جان ان پر قربان کرتا تھا اور حضرت اپنا علم دے کر اسے جس طرف روانہ کرتے تھے تو جبرئیل ان کے دائیں طرف اور میکائیل بائیں طرف ہوتا تھا اور اس وقت تک نہیں لوٹتا تھا جب تک خداوند عالم اس کے ہاتھ پر فتح و نصرت نہ دیتا اور اس رات عالم بقاء کی طرف اس شخص نے رحلت کی ہے کہ جس رات حضرت عیسیٰ آسمان پر گئے تھے اور جس رات یوشع بن نون وصی موسیٰ نے دنیا سے کوچ کیا تھا اور وہ سیم و زر میں سے کچھ نہیں

چھوڑ گیا، سوائے سات سو درہم کے کہ جو اس کی بخششوں اور عطیوں سے بچ گئے تھے کہ جن سے وہ اپنے اہل وعیال کے لیے ایک غلام خریدنا چاہتے تھے پھر گریہ آپ کے گلوگیر ہو گیا اور لوگوں کی بھی چیخیں نکل گئیں۔ پھر فرمایا میں بشارت دینے والے اور ڈرانے والے کا بیٹا ہوں۔ میں خدا کی طرف دعوت دینے والے کا فرزند ہوں۔ میں سراج منیر کا بیٹا ہوں۔ میں ان اہل بیت میں سے ہوں جن کی مودت خداوند عالم نے اپنی کتاب میں واجب قرار دی اور فرمایا ہے:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۭ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۭ

کہہ دو کہ میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے ذی القربیٰ کی مودت کے اور جو نیکی کسب کرے تو ہم اس میں اس کے لیے حسن ونیکی بڑھا دیتے ہیں۔

حسنہ کا لفظ جو خدا نے اس آیت میں فرمایا ہے وہ ہم اہل بیت کی محبت ہے۔ پھر آپ منبر پر بیٹھ گئے اور عبداللہ بن عباس کھڑے ہو گئے اور کہا اے لوگو! یہ تمہارے پیغمبرؐ کے فرزند ہیں اور تمہارے امام کے وصی ہیں۔ ان کی بیعت کرو۔ پس لوگوں نے اسے قبول کیا اور کہنے لگے یہ بات ہمیں بہت محبوب اور پسند ہے کیونکہ ان کا حق ہم ان سے ایک شرط کی کہ جس سے میں صلح کروں تمہاری اس سے صلح ہوگی اور جس سے میں جنگ کروں گا تم اس سے جنگ کرو گے۔ لوگوں نے یہ شرط قبول کی۔ یہ واقعہ جمع کے دن اکیس ماہ مبارک رمضان ۴۰ھ کا ہے اور اس وقت آپ کی عمر سینتیس سال تھی۔ پھر امام حسنؑ منبر سے نیچے اترے۔ اپنے اعمال اور کارندے اطراف و اکناف میں بھیجے اور حکام وامراء ہر جگہ نصب کیے اور عبداللہ بن عباس کو بصرہ کی طرف بھیجا۔ شیخ مفید اور دوسرے محدثین عظام کی روایت کے مطابق جب امیر المومنینؑ کی شہادت اور امام حسنؑ کی بیعت کی خبر معاویہ کو ملی تو اس نے اپنے دو جاسوس بھیجے۔ ایک جو بنی القین میں سے تھا اسے بصرہ کی طرف اور دوسرا جو قبیلہ حمیر سے تھا اسے کوفہ روانہ کیا کہ جو کچھ وہاں ہوا سے تحریر کر کے بھیجیں اور امام حسنؑ کی خلافت کے معاملہ کو بگاڑیں۔ جب امام حسنؑ اس امر پر مطلع ہوئے تو جاسوس حمیری کو بلا کر اس کا سر قلم کر دیا اور بصرہ کی طرف خط لکھا کہ جاسوس قینی کو بھی تلاش کر کے قتل کر دیں۔ اور معاویہ کو ایک خط لکھا اور اس میں تحریر فرمایا کہ تو جاسوس بھیجتا ہے اور مکر وحیلے کرتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ تو جنگ کا ارادہ رکھتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو میں بھی اس کے لیے تیار ہوں۔ جب معاویہ کو خط ملا تو اس نے نامناسب جواب لکھ کر حضرت کی خدمت میں بھیجا اور پے در پے حضرت معاویہ کے درمیان خط وکتابت ہوتی رہی یہاں تک کہ معاویہ ایک بھاری لشکر لے کر عراق کی طرف متوجہ ہوا اور چند جاسوس کوفہ کی طرف منافقین اور خارجیوں کے پاس بھیجے جو امام حسنؑ کے اصحاب میں تھے اور امیر المومنینؑ کی تلوار کے خوف سے مجبوراً اطاعت کیے ہوئے تھے مثلاً عمرو حریث، اشعث بن قیس شبث بن ربعی اور اس قسم کے لوگ۔ جو منافق اور خارجی تھے اور ہر ایک کو معاویہ نے لکھا کہ اگر امام حسنؑ کو قتل کرو تو میں دو لاکھ درہم تجھے دوں گا اور اپنی ایک بیٹی کا رشتہ بھی اور شام کا ایک لشکر تمہاری کمان میں دوں گا اور ان حیلوں سے اکثر منافقین کو اپنی طرف مائل کر لیا اور حضرتؑ سے منحرف کر دیا۔

یہاں تک کہ حضرتؑ اپنے لباس کے نیچے زرہ پہن کر ان کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے نماز کے لیے تشریف لائے۔ایک نماز کی حالت میں ایک خارجی نے آپ کی طرف تیر بھی پھینکا۔چونکہ آپ نے زرہ پہنی ہوئی تھی لہٰذا وہ موثر نہ ہوا۔ان منافقین نے معاویہ کو پوشیدہ طور پر خط لکھا اور اس سے اظہار موافقت کیا۔پس جب امام حسنؑ کو یہ اطلاع ملی کہ معاویہ عراق کی طرف روانہ ہو چکا ہے تو آپ منبر پر تشریف لے گئے اور خدا کی حمد وثنا کی اور انہیں معاویہ سے جنگ کرنے کی دعوت دی۔آپ کے اصحاب میں سے کسی ایک نے بھی کوئی جواب نہ دیا۔پس عدی بن حاتم منبر کے نیچے سے کھڑے ہوئے اور کہنے لگے سبحان اللہ! کتنے برے ہو تم لوگ کہ تمہارا امام اور تمہارے پیغمبرؐ کا فرزند تمہیں جہاد کی دعوت دیتا ہے اور تم اسے قبول نہیں کرتے۔پس کچھ لوگ کھڑے ہوئے اور انہوں نے عدی کی موافقت کی۔حضرتؑ نے فرمایا اگر سچ کہتے ہو تو نخیلہ کی طرف چلو جو میرے لشکر کا پڑاؤ ہے اور میں جانتا ہوں کہ تم اپنی کہی ہوئی باتوں پر وفا نہیں کرو گے جیسا کہ تم نے اس سے وفا نہیں کی جو مجھ سے بہتر تھا اور میں تمہاری باتوں پر کس طرح اعتماد کر سکتا ہوں حالانکہ میں نے دیکھا ہے کہ تم نے میرے باپ کے ساتھ کیا کیا۔پس آپ منبر سے نیچے اترے اور سوار ہو کر لشکر گاہ کی طرف متوجہ ہوئے۔جب وہاں پہنچے تو جنہوں نے اظہار اطاعت کیا تھا ان میں سے اکثر نے وفا نہ کی اور حاضر نہ ہوئے۔پھر حضرت نے خطبہ پڑھا اور فرمایا مجھے تم لوگوں نے دھوکا دیا ہے جس طرح مجھ سے پہلے امام کو دھوکا دیا تھا۔میں نہیں جانتا کہ میرے بعد کس امام کی معیت میں تم جنگ کرو گے کیا اس شخص کے ساتھ مل کر جہاد کرو گے جو کبھی بھی خدا اور رسولؐ پر ایمان نہیں لایا اور اس نے تلوار کے خوف سے اظہار ایمان کیا تھا پھر آپ نے منبر پر سے نیچے تشریف لائے اور قبیلہ کندہ کے ایک شخص کے ساتھ جس کا نام حکم تھا چار ہزار کا لشکر معاویہ کا راستہ روکنے کے لیے روانہ کیا اور حکم دیا کہ مقام انبار پر رک جانا یہاں تک کہ آپ کا فرمان اسے پہنچے۔جب وہ انبار میں پہنچا اور معاویہ کو اطلاع ملی تو اس نے اپنا قاصد اس کے پاس بھیجا اور اسے خط لکھا کہ اگر میرے پاس آجاؤ تو شام کا ایک علاقہ تمہیں دے دوں گا اور پانچ ہزار درہم بھی اس کی طرف بھیجے۔اس ملعون نے جب یہ رقم دیکھی اور حکومت کی بات سنی تو دین کو دنیا کے ساتھ بیچ کر وہ رقم لے لی اور اپنے رشتہ داروں اور مخصوص لوگوں میں سے دوسو افراد کے ساتھ حضرتؑ سے منہ موڑ کر معاویہ سے جاملا۔جب یہ خبر حضرتؑ کو پہنچی تو آپ نے خطبہ دیا کہ اس کندی شخص نے مجھ سے مکر کیا ہے اور معاویہ کے پاس چلا گیا ہے اور میں کئی مرتبہ تم سے کہہ چکا ہوں کہ تمہارے معاہدہ میں وفا نہیں تم سب لوگ دنیا کے بندے ہو اب ایک دوسرے شخص کو بھیجتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ بھی ویسا ہی کرے گا۔پھر آپ نے قبیلہ مراد کے ایک شخص کو بلایا اور فرمایا انبار کی طرف جاؤ اور چار ہزار کے لشکر کے ساتھ جا کر انبار میں رہو اور لوگوں کے سامنے اس سے عہد و پیمان لیے کہ وہ دھوکہ اور فریب نہیں دے گا۔اس نے قسمیں کھائیں کہ وہ ایسا نہیں کرے گا اس کے باوجود جب وہ روانہ ہوا تو وہ دھوکہ اور فریب نہیں دے گا۔اس نے قسمیں کھائیں کہ وہ ایسا نہیں کرے گا اس کے باوجود جب وہ روانہ ہوا تو امام حسنؑ نے فرمایا وہ بھی جلدی دھوکہ دے جائے گا۔اور ویسا ہی ہوا جیسا آپ نے فرمایا تھا۔جب وہ انبار میں پہنچا اور معاویہ کو اس کے آنے کی خبر ہوئی تو قاصد اور خط اس کی طرف بھیجے اور پانچ ہزار درہم روانہ کیے اور لکھا کہ جس علاقہ کی چاہو تمہیں حکومت ملے گی۔وہ شخص بھی حضرت سے پھر گیا اور معاویہ کی طرف جا پہنچا۔جب اس کی اطلاع حضرت کو ملی پھر آپ نے خطبہ پڑھا اور فرمایا میں کئی دفعہ کہہ چکا ہوں کہ تم میں وفا نہیں

یہ لوو مرادی شخص بھی مجھ سے مکر کر گیا اور معاویہ کے پاس چلا گیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ جب آپ مصمم ارادہ کر چکے کہ معاویہ سے جنگ کرنے کے لیے کوفہ سے باہر تشریف لے جائیں تو مغیرہ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کو کوفہ پر اپنا نائب مقرر کیا اور نخیلہ کو لشکرگاہ بنایا اور مغیرہ کو حکم دیا کہ لوگوں کو تیار کرے تا کہ وہ آپ کے لشکر سے آملیں۔ لوگ تیار ہو کر فوج در فوج روانہ ہوئے اور امام حسن نخیلہ سے کوچ کر کے دیر عبدالرحمن تک پہنچے اور وہاں تین دن تک قیام فرمایا یہاں تک کہ لشکر جمع ہو گیا۔ جب لشکر کی گنتی کی گئی تو وہ چالیس ہزار سوار اور پیادے تھے۔ پھر آپ نے عبیداللہ بن عباس کو قیس بن سعد کے ساتھ بارہ ہزار کا لشکر دے کر دیر عبدالرحمن سے معاویہ کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے بھیجا اور فرمایا عبیداللہ امیر لشکر ہے اور اگر اسے کوئی عارضہ پیش آئے تو قیس بن سعد امیر لشکر ہوگا اور اگر اس کو کوئی عارضہ در پیش ہو تو سعید قیس کا بیٹا امیر ہے پھر آپ نے عبیداللہ کو وصیت فرمائی کہ قیس بن سعد اور سعید بن قیس کے مشورہ سے خارج نہ ہوا اور خود آپ وہاں سے تیاری کر کے ساباط مدائن کی طرف تشریف لے گئے اور وہاں چاہا کہ اپنے اصحاب کا امتحان لیں اور کفر و نفاق اور بیوفائی ان منافقوں کی دنیا کے سامنے واضح کریں۔ پس آپ نے لوگوں کو جمع کیا اور حمد و ثنا الٰہی بجالائے پھر فرمایا خدا کی قسم یہ خدا کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ جس کی بناء پر میں امید رکھتا ہوں کہ میں مخلوق خدا کے لیے ساری دنیا سے زیادہ خیر خواہ ہوں اور کسی مسلمان کے لیے میرے دل میں بغض و کینہ نہیں ہے اور کسی کے متعلق میرے دل میں برا ارادہ نہیں ہے، ہاں اے لوگو! مسلمانوں کا اتفاق جو بہتر ہے اسے تم پسند نہیں کرتے اور ان کا افتراق تمہیں پسند ہے، حالانکہ وہ بدتر ہے۔ افتراق ہے اور جس چیز میں میں تمہاری مصلحت سمجھتا ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس میں تم اپنی مصلحت سمجھتے ہو لہٰذا میرے حکم کی مخالفت نہ کرنا اور جو رائے میں نے تمہارے لیے پسند کی ہے اسے رد نہ کرنا۔ خداوند عالم ہمیں اور تمہیں بخشے اور جو چیز اس کی محبت اور خوشی کا باعث ہے اس کی طرف ہدایت کرے۔ یہ خطبہ دے کر آپ منبر سے اترے جب ان منافقین نے آپ کی یہ باتیں سنیں تو ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہنے لگے حسن (علیہ السلام) کی گفتگو سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ معاویہ سے صلح کرنا اور خلافت اس کے سپرد کرنا چاہتے ہیں پس وہ منافق جو باطن میں خوارج کا مذہب رکھتے تھے کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کفر واللہ الرجل خدا کی قسم یہ شخص کافر ہو گیا ہے پس وہ حضرت کے خلاف بھڑک اٹھے اور آپ کے خیمہ پر حملہ کر دیا اور جو سامان انہیں وہاں ملا وہ لوٹ لیا یہاں تک کہ وہ مصلیٰ جو آپ کے نیچے تھا اسے کھینچ لیا اور عبدالرحمن بن عبداللہ آگے بڑھا اور وہ آپ کے کندھے سے عبا کھینچ کر لے گیا۔ آپ تلوار گلے میں حمائل کیے ہوئے بیٹھے رہے جبکہ آپ کے کندھے پر ردا نہیں تھی۔ پس آپ نے اپنا گھوڑا منگوایا اور اس پر سوار ہوئے آپ کے اہل بیت اور تھوڑے سے شیعہ آپ کے گرد تھے وہ دشمنوں کو آپ سے دفع کرتے تھے۔ آپ مدائن کی طرف روانہ ہوئے۔ جب آپ نے چاہا کہ ساباط (دو مکانوں کے درمیان کا چھتا ہوا راستہ) مدائن کی تاریکیوں سے عبور کریں تو اچانک قبیلہ بنی اسد کا ایک ملعون جسے جراح بن سنان کہتے تھے آگے بڑھا اور آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر کہنے لگا اے حسن تو کافر ہو گیا ہے جس طرح تیرا باپ کافر ہو گیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بیلچہ تھا وہ آپ کی ران پر مارا اور ایک قول ہے کہ زہر آلود خنجر تھا جو آپ کی ران پر مارا جو ہڈی تک چلا گیا آپ نے شدت تکلیف سے اس کی گردن میں باہیں ڈال دیں اور دونوں زمین پر گر پڑے پس شیعہ اور موالیوں نے اس ظالم کو قتل کر دیا اور آپ کو ایک چارپائی

پر اٹھا کر مدائن میں سعد بن مسعود ثقفی کے گھر لے گئے۔ یہ سعد آپ کی طرف سے اور آپ سے پہلے امیر المومنینؑ کی طرف سے مدائن کے والی اور مختار کے چچا تھے پس مختار اپنے چچا کے پاس آیا اور کہنے لگا آؤ حسن کو معاویہ کے سپرد کر دیں شاید معاویہ عراق کی گورنری ہمیں دیدے۔ سعد کہنے لگا وائے ہو تجھ پر خدا تیرے چہرہ اور رائے کو قبیح قرار دے میں اب ان کی طرف سے اور ان سے پہلے ان کے والد کی طرف سے والی تھا اور کیا ان کے حق کی یہ بات سنی تو چاہ کہ اسے قتل کر دیں بالآخر اس کے چچا کی سفارش سے مختار کی تقصیر معاف کی گئی۔ [1]

پس سعد ایک جراح کو لے آئے اور حضرتؑ کے زخم کا علاج کرایا اور آپ کے اصحاب کی بیوفائی اس درجہ تک پہنچ گئی کہ اکثر امراء لشکر نے معاویہ کو لکھا کہ ہم تمہارے مطیع و منقاد ہیں جلدی عراق کی طرف آؤ جب تم نزدیک آ جاؤ گے تو ہم حسنؑ کو گرفتار کر کے تمہارے حوالے کر دیں گے اور یہ خبریں امام حسنؑ تک پہنچتی رہتی تھیں۔ قیس بن سعد کا خط بھی حضرتؑ کو ملا جو کہ عبیداللہ بن عباس کے ساتھ معاویہ سے جنگ کرنے کے لئے گیا تھا جس میں یہ فقرے تحریر تھے کہ جب عبیداللہ جبوتیہ بستی میں علاقہ مسکن کے بالمقابل ہے معاویہ کے لشکر کے سامنے لشکر کا پڑاؤ ڈال چکا تو معاویہ نے اس کی طرف قاصد بھیجا اور اسے اپنی طرف بلایا اور اس نے وعدہ کیا کہ اسے دس لاکھ درہم دے گا جن میں سے آدھے فوراً اور نقد ہوں گے اور باقی آدھے اس وقت جب کوفہ میں داخل ہوگا۔ پس اسی رات عبیداللہ اپنے لشکر سے بھاگ گیا اور معاویہ کے لشکر میں چلا گیا جب صبح ہوئی تو لشکر نے اپنے امیر کو خیمہ میں نہ پایا اور قیس بن سعد کی اقتداء میں صبح کی نماز پڑھی اس نے لوگوں کے سامنے تقریر کی اور کہا کہ اگر یہ خائن اپنے امام سے خیانت کر گیا ہے تو تم خیانت نہ کرنا اور خدا اور رسولؐ کے غضب سے ڈرنا اور خدا کے دشمنوں سے جنگ کرنا ان لوگوں نے ظاہراً تو قبول کیا لیکن ہر رات ان میں سے گروہ در گروہ بھاگ کر لشکر معاویہ میں جا ملتے تھے پس کلیۃً لوگوں کی اندرونی کیفیت اور بیوفائی امام حسنؑ پر ظاہر ہوگئی اور آپ نے معلوم کر لیا کہ اکثر لوگ منافق ہیں اور جو مخصوص شیعہ اور مومن ہیں وہ اتنے کم ہیں کہ وہ شام کے لشکروں کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور معاویہ نے بھی صلح و سازگاری کے سلسلہ میں آپ کو خط لکھا اور حضرتؑ کے ساتھ نفاق کرنے والوں کے خطوط بھی بھیجے کہ جو انہوں نے معاویہ کو لکھے تھے اور ان میں اطاعت و انقیاد کا اس سے اظہار کیا تھا ساتھ اپنا خط بھی بھیجا کہ جو انہوں نے معاویہ کو لکھے تھے اور ان میں اطاعت و انقیاد کا اس سے اظہار کیا تھا ساتھ اپنا خط بھی بھیجا اور اس میں لکھا کہ آپ کے اصحاب نے آپ کے والد کا ساتھ نہیں دیا یہ آپ کا ساتھ بھی نہیں دیں گے یہ ان کے خطوط ہیں۔ جو آپ کے پاس بھیج رہا ہوں۔ امام حسنؑ نے جب وہ خطوط دیکھے تو

---

[1] مترجم کہتا ہے کہ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مختار کوئی دیندار شخص نہیں تھا لیکن اس کی زندگی کے باقی واقعات یہ بتاتے ہیں کہ وہ محب اہل بیتؑ تھا ان میں مشکل ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ غلط ہے بنی امیہ نے اس کی شخصیت کو داغدار کرنے کے لیے گھڑا ہے خصوصاً جبکہ ائمہ اہل بیتؑ کے ارشادات بھی اس کی مدح میں موجود ہیں اور قاتلان سید الشہداء سے اس کا بدلہ لینا اظہر من الشمس ہے واللہ اعلم بالصواب مترجم۔

سمجھے کہ معاویہ صلح کرنا چاہتا مجبوراً آپ نے معاویہ سے صلح کرنے کا اقدام بہت سے شرائط کے ساتھ کیا جو معاویہ نے مقرر کی تھیں اگر چہ امام حسنؑ جانتے تھے کہ اس کی باتیں جھوٹ اور کذب کے علاوہ کچھ نہیں لیکن چارہ کار نہیں تھا کیونکہ جو لوگ آپ کی مدد کے لیے جمع ہوئے تھے سوائے چند افراد کے سب نفاق کی راہ پر چل رہے تھے۔ اگر معاملہ جنگ پر جا پڑتا تو ان چند مومنین وشیعہ حضرات کا خون پہلے ہی حملہ میں بہہ جاتا اور ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہتا۔ علامہ مجلسیؒ جلاء العیون میں فرماتے ہیں کہ جب معاویہ کا خط امام حسنؑ کے پاس پہنچا اور آپ نے معاویہ اور اپنے منافق ساتھیوں کے خطوط پڑھے اور عبید اللہ کے بھاگ جانے اور اپنے لشکر کے سستی کرنے اور ان کے نفاق پر مطلع ہوئے تو پھر بھی اتمام حجت کے لیے فرمایا میں جانتا ہوں کہ تم لوگ میرے ساتھ مکر وفریب کر رہے ہو لیکن تم پر حجت تمام کرنا چاہتا ہوں کل فلاں مقام پر جمع ہو جانا اور بیعت نہ توڑنا اور عقوبات خداوندی سے ڈرنا۔ پس آپ نے اس جگہ پر دس دن توقف کیا چار ہزار افراد سے زیادہ آپ کے پاس جمع نہ ہوئے تو آپ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا مجھے تعجب ہے تم ایسے لوگ ہو کہ جن میں شرم وحیا ہے اور نہ دین ہے۔ وائے ہو تم پر خدا کی قسم معاویہ مجھے قتل کرنے کے سلسلہ میں جن چیزوں کا ضامن بن رہا ہے ان میں وہ تم سے وفا نہیں کرے گا میں چاہتا تھا تمہارے لیے دین حق کو قائم کروں۔ تم نے میری مدد نہیں کی میں خدا کی عبادت اکیلا کر سکتا ہوں لیکن خدا کی قسم جب میں امر حکومت معاویہ کے سپرد کر دوں گا تو تم لوگ بنی امیہ کی حکومت میں کبھی خوشی اور سرور نہیں دیکھو گے۔ وہ تم پر قسم قسم کے عذاب وارد کریں گے گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری اولاد ان کی اولاد کے دروازے پر کھڑی ہے وہ ان سے کھانے پینے کی چیزوں کا سوال کرے گی اور وہ نہیں دیں گے خدا کی قسم اگر میرے مددگار ہوتے تو میں امر حکومت معاویہ کے سپرد نہ کرتا کیونکہ میں خدا اور رسولؐ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ خلافت بنی امیہ پر حرام ہے۔ پس تف ہے تمہارے لیے اے دنیا کے غلامو! عنقریب تم اپنے اعمال بد کا وبال وعذاب دیکھو گے۔ جب حضرتؑ اپنے اصحاب سے مایوس ہو گئے تو معاویہ کو لکھا میں چاہتا ہوں کہ حق زندہ کروں اور باطل کو مٹا دوں اور کتاب خدا اور سنت رسولؐ جاری کروں لیکن لوگوں نے میرا ساتھ نہیں دیا اب چند شرائط پر تجھ سے صلح کرتا ہوں باوجودیکہ میں جانتا ہوں تو ان شرائط کو پورا نہیں کرے گا۔ پس اس بادشاہی پر خوش نہ ہو جو تجھے مل گئی ہے۔ عنقریب تو اس پر پشیمان ہوگا۔ جس طرح دوسرے لوگ جنہوں نے خلافت غصب کی ہے اور پشیمان ہوئے اور اب پشیمانی ان کے لیے سودمند نہیں پھر آپ نے چچازاد عبد اللہ بن حارث کو معاویہ کے پاس بھیجا تاکہ اس سے عہد اور پیمان لے اور صلح نامہ تحریر کرے صلح نامہ اس طرح لکھا گیا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حسنؑ بن علیؑ نے معاویہ بن ابی سفیان کے ساتھ صلح کی کہ وہ اس سے معترض نہیں ہوں گے بشرطیکہ وہ لوگوں کے درمیان کتاب خدا، سنت رسول اللہؐ کے مطابق عمل کرے گا اور اچھے خلفاء کی سیرت پر عمل کرے گا اور اپنے بعد وہ کسی کو اس امر کے لیے معین نہیں کرے گا اور لوگ دنیا کے جس حصہ میں ہوں گے۔ شام و عراق وحجاز و یمن میں وہ اس کے شر سے محفوظ ہوں گے۔ اصحاب وشیعان علی بن ابی طالبؑ معاویہ سے اپنی جان مال عورتوں اور اولاد کے سلسلہ میں مامون ہوں گے اور ان شرائط پر خدا کا عہد و پیمان لیا گیا ہے اور اس پر عہد لیا گیا ہے کہ معاویہ امام حسنؑ بن علیؑ اور ان کے بھائی حسینؑ اور باقی اہل بیتؑ اور رسول خداؐ کے رشتہ داروں کے متعلق کوئی مکر وفریب نہیں کرے گا اور آشکار و پنہاں انہیں

کوئی ضرر نہیں پہنچائے گا۔ ان میں سے کسی کو زمین کے کسی حصہ میں خوف زدہ نہیں کرے گا۔ یہ کہ امیر المومنینؑ پر سب وشتم نہیں کرے گا اور نماز کے قنوت میں حضرت اور آپ کے شیعوں کو ناسزا کلمات نہیں کہے گا جیسا کہ پہلے کرتا تھا۔ جب صلح نامہ لکھا گیا تو خدا ورسول کو اس پر گواہ بنایا اور اس پر عبداللہ بن حارث، عمرو بن ابی سلمہ، عبداللہ بن عامر، عبدالرحمن بن سمرہ اور دوسرے لوگوں کی گواہی لکھی گئی۔ صلح ہوگئی تو معاویہ کوفہ کی طرف متوجہ ہوا اور جمعہ کے دن نخیلہ میں جا اترا اور وہاں نماز پڑھی اور خطبہ دیا اور اس خطبہ کے آخر میں کہا کہ میں نے تم سے جنگ اس لیے نہیں کی کہ تم نماز پڑھو یا روزے رکھو یا زکوۃ ادا کرو بلکہ میں نے تو جنگ اس لیے کی ہے کہ تم پر حکومت کروں اور وہ خدا نے مجھے دے دی ہے اگرچہ تم نہیں چاہتے تھے اور چند شرائط میں نے حسنؑ سے طے کی ہیں جو سب میرے پاؤں کے نیچے ہیں میں ان میں سے کسی شرط کو پورا نہیں کروں گا پس وہ کوفہ میں داخل ہوا اور چند دن کوفہ میں رہنے کے بعد مسجد میں آیا اور امام حسنؑ سے کہا کہ منبر پر جا کر لوگوں سے کہہ دیں کہ خلافت میرا (معاویہ) حق ہے جب حضرت منبر پر تشریف لے گئے تو حمد وثنائے الٰہی بجالائے اور رسالتؐ پناہ اور ان کے اہل بیتؑ پر درود بھیجا اور فرمایا اے لوگو! بہترین زیرکی اور عقلمندی تقویٰ اور پرہیزگاری ہے اور بدترین حماقت فسق وفجور اور خدا کی معصیت ہے۔ اے لوگو! اگر جابلقاء اور جابرسا کے درمیان کسی ایسے شخص کو تلاش کرو کہ جس کا نانا رسول خداؐ ہو تو وہ میرے اور میرے بھائی حسینؑ کے علاوہ نہیں پاؤ گے۔ خدا نے تمہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہدایت کی لیکن تم اہلِ بیتِ رسولؐ سے دست بردار ہوگئے۔ تحقیق معاویہ نے مجھ سے ایک ایسے امر میں نزاع اور جھگڑا کیا ہے جو میرے ساتھ مخصوص تھا اور میں اس کا سزاوار ہوں چونکہ میرے مددگار نہیں تھے لہذا میں اس سے دست بردار ہوگیا اس امت کی فلاح وبہبود کے لیے اور تمہاری جانوں کی حفاظت کی خاطر۔ تم لوگوں نے مجھ سے بیعت کی تھی کہ جس سے میں صلح کروں تم صلح کرو گے اور جس سے میں جنگ کروں تم جنگ کرو گے میں نے امت کی مصلحت اس میں سمجھی ہے کہ اس سے صلح کرلوں اور تمہارے خون کی حفاظت اس بہانے سے بہتر سمجھی ہے۔ غرض تمہاری بھلائی تھی اور جو کچھ میں نے کیا ہے یہ ہے اس شخص کے لیے حجت جو اس امر کا مرتکب ہوگا اور یہ مسلمانوں کے لیے فتنہ ہے اور تھوڑا سا نفع حاصل کرنا ہے۔ پس معاویہ کھڑا ہوا اور اس نے تقریر کی اور امیر المومنینؑ کے حق میں بدگوئی کی۔ امام حسینؑ کھڑے ہوئے تا کہ اس کا جواب دیں۔ امام حسنؑ نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور انہیں بٹھا دیا اور خود کھڑے ہوئے اور فرمایا اے وہ شخص جو علیؑ کا ذکر کرتا ہے اور مجھے برا بھلا کہتا ہے میں حسنؑ ہوں۔ میرا باپ علیؑ بن ابی طالب ہے۔ تو معاویہ ہے۔ تیرا باپ صخر ہے۔ میری ماں فاطمہؑ ہے اور تیری ماں ہندہ ہے۔ میرا نانا رسولِ خداؐ ہے اور تیرا جد حرب ہے۔ میری جدہ (نانی) خدیجہؑ ہے اور تیری جدہ فتیلہ ہے۔ پس خدا لعنت کرے ہر اس شخص پر جو ہم دونوں میں سے زیادہ گمنام ہو، جس کا حسب نسب پست ہو۔ جس کا کفر قدیمی ہو جس میں نفاق زیادہ ہو اور جس کا حق اسلام اور اہلِ اسلام پر کمتر ہو پس تمام اہلِ مجلس نے گونج کر کہا آمین۔ روایت ہے کہ جب معاویہ اور امام حسنؑ کے درمیان صلح ہوگئی تو معاویہ نے امام حسینؑ پر زور دیا کہ وہ بیعت کریں تو امام حسنؑ نے معاویہ سے فرمایا کہ ان سے تعرض نہ کرو کیونکہ وہ بیعت نہیں کریں گے یہاں تک کہ شہید ہو جائیں اور وہ شہید نہیں ہو سکتے جب تک ان کے سب اہلِ بیتؑ شہید نہ ہوں اور ان کے اہلِ بیتؑ شہید نہیں ہوں گے جب تک اہل شام کو قتل نہ کریں۔ پھر قیس بن سعد کو

بلایا کہ وہ بیعت کرے اور وہ بہت قوی تنومند اور بلند قامت جوان تھا۔ جب وہ بڑے گھوڑے پر سوار ہوتا تو اس کے پاؤں زمین پر لگتے۔ پس قیس بن سعد نے کہا۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں معاویہ سے ملاقات نہیں کروں گا مگر یہ کہ میرے اور اس کے درمیان نیزہ اور تلوار ہوں گے۔ معاویہ نے اس کی قسم پوری کرنے کے لیے نیزہ اور تلوار منگوائی اور سے بلایا۔ وہ چار ہزار افراد کے ساتھ چلا گیا اور معاویہ کا مخالف تھا۔ جب دیکھا کہ امام حسنؑ نے صلح کر لی ہے تو بہت مضطرب ہوئے۔ معاویہ کی مجلس میں آئے۔ امام حسینؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور حضرتؑ سے پوچھا بیعت کروں۔ حضرتؑ نے امام حسنؑ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا امام وہ ہیں اور معاملہ ان کے اختیار میں ہے۔ جتنا کہتے تھے وہ ہاتھ نہیں بڑھاتا تھا یہاں تک کہ معاویہ کرسی سے اترا اور اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ دوسری روایت ہے کہ جب امام حسنؑ نے اس کو حکم دیا تو بیعت کر لی۔ شیخ طبرسی نے احتجاج میں روایت کی ہے کہ جب امام حسنؑ نے معاویہ کے ساتھ صلح کر لی تو لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بعض نے اس پر آپ کو ملامت کی تو حضرت نے فرمایا، تم پروائے ہو تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے لیے نے میں کیا کام کیا ہے۔ خدا کی قسم جو کچھ میں نے کیا ہے وہ ہمارے شیعوں کے لیے ان چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع کرتا ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میری اطاعت تم پر واجب ہے اور میں جوانانِ جنت کے سرداروں میں سے ایک ہوں رسول خداؐ کی نص کی رو سے۔ لوگوں نے کہا ہاں۔ فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جو کچھ خضر نے کیا تھا وہ موسیٰؑ کے غضب کا باعث ہوا۔ چونکہ موسیٰؑ پر اس کی وجہ حکمت مخفی تھی اور جو کچھ خضر نے کیا تھا وہ خدا کے نزدیک عین حکمت تھا۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم میں سے کوئی ایسا نہیں کہ جس کی گردن میں اس کے زمانہ کے خلیفہ...... کی بیعت نہ ہو مگر ہمارے قائم کہ جن کے پیچھے حضرت عیسیٰ آ کر نماز پڑھیں گے (مترجم کہتا ہے کہ روایت ظاہراً درایت کے خلافت ہے اگر ایسا ہوتا تو پھر امام حسینؑ شہید کیوں ہوتے اور اکثر آئمہ کی زندگی کیوں قید خانوں میں گزرتی۔ یہ تو واضح تھا کہ اگر اہل بیتؑ طہارت میں سے کوئی چاہے جبراً ہی کسی کی بیعت کر لیتا تو پھر اس خلیفہ کو یہ کھٹکا نہ رہتا کہ یہ میری مخالفت کا علم بلند کریں گے۔ ظاہراً یہ الفاظ کلام امام میں داخل کیے گئے ہیں۔ واللہ العالم۔ مترجم)۔

چوتھی فصل

امام حسن علیہ السلام کی شہادت

معلوم ہونا چاہیے کہ اس امام مظلوم کی شہادت میں اختلاف ہے۔ بعض ماہ صفر کی سات ۵۰ھ اور بعض اسی ماہ کی اٹھائیس تاریخ بتاتے ہیں۔ آپ کی عمر مبارک کے سلسلہ میں بھی اختلاف ہے اور مشہور یہ ہے کہ سینتالیس سال تھی جیسا کہ صاحب کشف الغمہ نے ابن خشاب کی روایت سے حضرت امام باقرؑ اور امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ امام حسن علیہ السلام کی عمر شریف وفات کے وقت سینتالیس سال تھی۔ حضرت اور ان کے بھائی امام حسین علیہ السلام کے درمیان مدت حمل کا فاصلہ چھ مہینے ہے اور امام حسنؑ اپنے جد بزرگوار رسول خداؐ کے ساتھ سات سال رہے۔ ان کے بعد جناب امیر المومنینؑ کے ساتھ تیس سال گزارے۔ اپنے پدر بزرگوار کے بعد دس سال زندگی گزاری۔ قطب راوندی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ امام حسنؑ نے اپنے اہل بیتؑ سے فرمایا کہ میں زہر سے شہید ہوں گا۔ رسول خداؐ کی طرح وہ پوچھتے کہ یہ کام کون کرے گا۔ تو فرماتے کہ میری بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس۔ معاویہ مخفی طور پر اس کے پاس زہر بھیجے گا اور اسے حکم دے گا کہ وہ زہر مجھے کھلائے۔ وہ کہتے کہ پھر اسے گھر سے نکال دیجئے اور اپنے سے دور رکھئے تو فرماتے کہ کیسے میں اس کو گھر سے نکال دوں، ابھی تک تو اس سے یہ کام سرزد نہیں ہوا اور اگر اس کو نکال دوں تو اس کے علاوہ مجھے کوئی قتل نہیں کرے گا اور وہ لوگوں کے سامنے عذر پیش کرے گی کہ بے جرم و خطا مجھے گھر سے نکال دیا ہے پس ایک مدت کے بعد معاویہ نے بہت سامال زہر قاتل کے ساتھ جعدہ کے پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ یہ زہر امام حسنؑ کو کھلا دے تو میں تجھے ایک لاکھ درہم دوں گا اور یزید سے تیری شادی کروں گا۔ پس اس خبیثہ نے پختہ ارادہ کر لیا کہ حضرت کو زہر دے۔ ایک دن امام حسنؑ روزہ سے تھے۔ دن سخت گرم تھا اور پیاس نے آپ پر اثر کیا ہوا تھا۔ افطار کے وقت آپ بہت پیاسے تھے۔ وہ عورت شربت شیر آپ کے لیے لائی۔ اس میں وہ زہر ڈال رکھا تھا۔ وہ حضرت کو دیا۔ جب آپ نے اسے نوش فرمایا اور زہر کو محسوس کیا تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور خداوند عالم کی حمد کی کہ اس جہان فانی سے جہان دائمی کی طرف لے جا رہا ہے۔ فرمایا اب میری اپنے نانا، باپ، ماں، اور دو چچاؤں جعفرؓ و حمزہؓ سے ملاقات ہوگی۔ پھر آپ نے جعدہ کی طرف رخ کیا اور فرمایا، اے دشمن خدا تو نے مجھے قتل کیا ہے خدا تجھے قتل کرے گا۔ خدا کی قسم میرا نعم البدل تجھے نہیں مل سکے گا۔ اس شخص نے تجھے دھوکا دیا۔ خدا تجھے اور اس کو اپنے عذاب سے رسوا و ذلیل فرمائے۔ پس حضرتؑ دو دن درد و الم میں مبتلا رہے اور اس کے بعد اپنے جد بزرگوار اور پدر عالی قدر سے جا ملے۔ معاویہ نے اس ملعونہ کے ساتھ اپنے وعدے پورے نہ کیے۔ ایک روایت ہے کہ وہ مال تو دے دیا جس کا وعدہ کیا تھا لیکن اس کی شادی یزید سے نہ کی اور کہا جس نے حسنؑ سے وفا نہیں کی وہ یزید سے بھی وفا نہیں کرے گی۔ شیخ مفید رضوان اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ جب امام حسنؑ اور معاویہ کے درمیان صلح ہو گئی تو حضرتؑ مدینہ تشریف لے گئے اور

ہمیشہ ضبط سے کام لیتے رہے۔ اپنے گھر میں رہے اور اپنے خدا کے حکم کا انتظار کرتے رہے یہاں تک کہ معاویہ کی حکومت کے دس سال گزر گئے۔ معاویہ نے چاہا کہ اب اپنے بیٹے یزید کے لیے بیعت لے۔ چونکہ یہ بات اس صلح کے خلاف تھی جو اس نے امام حسنؑ سے کی تھی۔ لہٰذا اس وجہ سے اور حشمت وجلال امام حسنؑ اور لوگوں کے آپ کی طرف مائل ہونے کی وجہ سے بھی معاویہ کو خطرہ تھا۔ پس اس نے ایک دلی اور یکجہتی سے پختہ ارادہ کیا کہ حضرتؑ کو قتل کرے۔ اس نے بادشاہ روم سے زہر منگوایا اور ایک لاکھ درہم کے ساتھ وہ زہر جعدہ بنت اشعث بن قیس کے پاس بھیجا اور ضمانت دی کہ اگر جعدہ حضرتؑ کو یہ زہر دے دے اور زہر سے آپ کو شہید کردے تو اس کو یزید کے نکاح میں لے آئے گا۔ لہٰذا جعدہ نے مال کے لالچ اور اس جھوٹے وعدہ کی بناء پر شربت میں ملا کر آپ کو زہر دے دیا۔ حضرتؑ چالیس دن تک حالت بیماری میں زندہ رہے اور پے در پے وہ زہر آپ کے وجود مبارک میں اثر کرتا رہا۔ یہاں تک کہ ماہ صفر ۵۰ھ میں آپ نے دنیا سے رحلت فرمائی۔ آپ کا سن مبارک اڑتالیس سال تھا اور مدت خلافت وامامت دس سال۔ آپ کے بھائی امام حسینؑ نے آپ کی تجہیز وتکفین کی اور اپنی دادی جناب فاطمہ بنت اسدؑ کے ساتھ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ کتاب احتجاج میں روایت ہے کہ ایک شخص امام حسنؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا اے فرزند رسولؐ آپ نے ہماری گردنیں خم کرادیں اور ہم شیعوں کو بنی امیہ کا غلام بنا دیا۔ آپ نے فرمایا، کس طرح؟ وہ کہنے لگا چونکہ آپ نے خلافت معاویہ کے سپرد کردی۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم مدد کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ اگر میرے مددگار ہوتے تو میں رات دن اس سے جنگ کرتا یہاں تک کہ خدا میرے اور اس کے درمیان حکم کرتا لیکن میں نے اہل کوفہ کو پہچانا۔ ان کا امتحان کیا اور میں سمجھ گیا کہ یہ لوگ میرے کام کے نہیں ان کے عہد و پیمان میں وفا نہیں اور ان کی گفتار وکردار پر اعتماد نہیں۔ ان کی زبان میرے ساتھ اور دل بنی امیہ کے ساتھ ہیں۔ حضرتؑ یہ بات کررہے تھے کہ اچانک آپ کے حلق سے خون آیا۔ آپ نے طشت منگوا کر زمین پر نیچے رکھا۔ پے در پے آپ کے حلق مبارک سے خون آتا رہا یہاں تک کہ وہ طشت خون سے پر ہوگیا۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ یہ کیا ہے۔ فرمایا معاویہ نے زہر بھیجا تھا جو مجھے پلا دیا گیا ہے اور میرے جگر تک پہنچ گیا ہے۔ یہ خون جو تم طشت میں دیکھ رہے ہو میرے جگر کے ٹکڑے ہیں۔ میں نے عرض کیا آپ علاج کیوں نہیں کرواتے۔ آپ نے فرمایا دو مرتبہ پہلے مجھے زہر دیا گیا ہے اس کا علاج کیا ہے یہ تیسری مرتبہ ہے جو کہ قابل علاج وودا نہیں اور صاحب کفایۃ الاثر سند معتبر کے ساتھ جنادہ بن ابی امیہ سے روایت کرتا ہے کہ میں امام حسنؑ کی اس بیماری میں کہ جس میں آپ نے رحلت فرمائی حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا آپ کے سامنے طشت رکھا ہے اور آپ کا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اس میں گر رہا ہے۔ میں نے عرض کیا، مولا آپ اپنا علاج کیوں نہیں کرواتے۔ آپ نے فرمایا، اے بندۂ خدا موت کا کس چیز سے علاج کیا جائے۔ میں نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون تو آپ میری طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا کہ رسول خداؐ نے ہمیں خبر دی ہے کہ آپ کے بعد بارہ خلیفہ اور امام ہوں گے کہ جن میں سے گیارہ علیؑ وفاطمہؑ کی اولاد میں سے ہیں اور وہ سب تلوار یا زہر سے شہید ہوں گے پس آپ کے قریب سے طشت اٹھا دیا گیا۔ حضرتؑ رونے لگے۔ میں نے عرض کی اے فرزند رسولؐ مجھے وعظ ونصیحت کیجیے۔ آپؑ نے فرمایا ہاں استعد لسفرك وحصل زادك قبل حلول اجلك۔ فرمایا سفر آخرت کے لیے تیار ہو جاؤ اور اس سفر کا زاد راہ اجل کے آنے سے پہلے حاصل کرلو..... جان لو کہ تم دنیا کو طلب کرتے

ہو اور موت تمہیں تلاش کرتی ہے جو دن ابھی نہیں آیا اور اس کے غم واندوہ کا بوجھ اس دن پر نہ ڈالو جس میں تم ہو اور جان لو کہ دنیا کے حلال میں حساب اور اس کے حرام میں عقاب ہے اور اس کے مشتبہات کے ارتکاب مین عقاب وسرزنش ہے پس دنیا کو اپنے نزدیک ایک مردار فرض کرو اور اس سے صرف اتنا لو جو تمہارے لیے کافی ہے کیونکہ وہ مال حلال ہے تو تم نے اس میں اختیار کیا اور اگر حرام ہے تو اس کے بوجھ اور گناہ سے محفوظ رہا کیونکہ جتنا تو نے لیا گا وہ تو تیرے لیے حلال ہے جس طرح کے ضرورت کے وقت مردار حلال ہوتا ہے اور اگر عتاب ہوا بھی تو وہ بہت تھوڑا ہوگا اور دنیا کے لیے اس طرح کام کر گویا تو اس میں ہمیشہ رہے گا اور آخرت کے لیے اس طرح کام کر گویا کل مر جائے گا۔ اگر تو چاہتا ہے کہ قوم وقبیلہ کے بغیر تو عزت دار رہے اور سلطنت وحکومت کے بغیر تیری عزت ہو تو گناہ کی ذلت سے نکل کر اطاعت خدا کی عزت کی طرف ہو جا۔ اس قسم کے مواعظ اور باتیں کیں یہاں تک کہ آپ کا سانس رک گیا اور رنگ مبارک زرد ہو گیا۔

پس امام حسینؑ اسود بن الاسود کے ساتھ دروازے سے آئے اور اپنے بھائی کو گلے لگایا اور ان کے سر اور پیشانی کے بوسے لیے۔ ان کے پاس بیٹھ گیا۔ بہت سی راز کی باتیں ایک دوسرے سے کرتے رہے۔ پھر اسود نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ گویا اسے امام حسنؑ کی وفات کی خبر ہو گئی تھی۔ پس آپ نے امام حسینؑ کو اپنا وصی قرار دیا اور ان سے اسرار امامت کہے اور ودائع خلافت ان کے سپرد کیے اور آپ کی روح مقدس نے ریاض قدس کی طرف پرواز کی (یہ واقعہ) جمعرات کے دن آخر ماہ صفر ۵۰ھ کو ہوا اور اس وقت آپ کی عمر شریف سینتالیس سال تھی اور بقیع میں دفن ہوئے۔ شیخ طوسی اور دوسرے علماء کی روایت کے مطابق جب امام حسنؑ کو زہر دیا گیا اور دنیا سے کوچ کرنے کے آثار آنجناب پر ظاہر ہوئے تو امام حسینؑ ان کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے بھائی آپ اپنے آپ کو کیسا محسوس کر رہے ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا میں خود کو آخرت کے پہلے دن اور دنیا کے آخری دن میں دیکھ رہا ہوں اور میں جانتا ہوں کہ اپنی اجل سے آگے نہیں بڑھ سکتا اور میں اپنے بابا اور نانا کے پاس جا رہا ہوں۔ تمہاری دوستوں اور بھائیوں کی جدائی پسند نہیں کرتا اور اپنی اس گفتگو سے میں استغفار کرتا ہوں بلکہ میں جانا چاہتا ہوں تا کہ اپنے نانا رسول خداؐ اور بابا امیر المومنینؑ اور والدہ گرامی فاطمہ زہراؑ اور دونوں چچا حمزہ وجعفر صلوات اللہ وسلامہ علیہم سے ملاقات کروں۔ خدا ہر جانے والے کا بدل ہے اور خدا کا ثواب ہر مصیبت کی تسلی اور ہر فوت ہونے والی چیز کا تدارک کرنے والا ہے اور ہاں بھائی میں نے اپنے جگر کو طشت میں دیکھا ہے مجھے معلوم ہے کہ کس شخص نے یہ سلوک مجھ سے کیا ہے۔ کون اس کا ذمہ دار ہے۔ اگر تمہیں بتا دوں تو کیا کرو گے امام حسینؑ نے عرض کیا میں اسے قتل کروں گا۔ امام حسنؑ نے فرمایا پس میں تمہیں نہیں بتاتا یہاں تک کہ میں اپنے جد بزرگوار رسول خداؐ سے ملاقات کروں لیکن اے بھائی میرا وصیت نامہ اس طرح لکھو کہ یہ وصیت ہے حسنؑ بن علیؑ کی اپنے بھائی حسین بن علیؑ کو میں وصیت کرتا ہوں کہ میں خدا کی وحدانیت کی گواہی دیتا ہوں کہ جس کا خدائی میں کوئی شریک نہیں اور وہ لائق پرستش ہے اور معبود ہونے میں اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ بادشاہی میں اس کا کوئی شریک ہے جو معین ومددگار کا محتاج نہیں، تمام چیزوں کو اس نے خلق کیا ہے، ہر چیز کی تقدیر اس نے کی ہے۔ وہ ان سے عبادت کے زیادہ لائق ہے جن کی عبادت کی جاتی ہے اور جن کی تعریف کی جاتی ہے اور ان سے زیادہ حمد وثنا کا سزاوار ہے جو اس کی اطاعت کرے وہ کامیاب ہے اور جو اس کی معصیت اور نافرمانی کرے وہ گمراہ ہے جو اس کی بارگاہ میں توبہ کرے وہ ہدایت پاتا ہے پس اے حسینؑ وصیت اور سفارش کرتا ہوں تجھے ان کے حق میں کہ

جنہیں اپنے بعد چھوڑے جا رہا ہوں اپنے اہل اور اولاد اور تیرے اہل بیتؑ کے حق میں کہ ان میں سے غلطی کرنے والوں سے گزر کرنا اور نیکوکاروں کی نیکی کو قبول کرنا میں حضرتؐ کے گھر پر ان لوگوں سے زیادہ حق رکھتا ہوں جو آپ کی اجازت کے بغیر ان کے گھر میں داخل ہوئے ہیں۔ حالانکہ خداوند عالم نے اس سے منع فرمایا ہے جیسا کہ اپنی کتاب مجید میں فرماتا ہے۔ **یا ایھا الذین امنوا لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یوذن لکم** اے ایمان والو نبی کے گھر میں داخل نہ ہونا جب تک تمہیں اجازت نہ ملے۔ خدا کی قسم حضرت رسولؐ اکرم نے انہیں اپنی زندگی میں اجازت نہیں دی تھی کہ وہ اذن کے بغیر آپ کے گھر میں داخل ہوں اور نہ انہیں اجازت دے گئے تھے اپنی وفات کے بعد کے لیے لیکن ہمیں اذن ہے اور اجازت ہے کہ ہم ہر اس چیز میں تصرف کریں جو ہمیں وراثۃً آپ سے ملی ہے۔ پس اے بھائی اگر وہ عورت مانع ہو تو تجھے میں قرابت و رحم کی قسم دیتا ہوں کہ میرے جنازے پر بالکل خون خرابہ نہ ہو تا کہ میں رسول خداؐ سے ملاقات کروں۔ ان کے سامنے اپنا معاملہ پیش کروں۔ ان چیزوں کی شکایت کروں جو آپ کے بعد لوگوں سے میں نے برداشت کی ہیں۔ کافی وغیرہ کی روایت کے مطابق فرمایا پھر میرا جنازہ بقیع کی طرف لے جانا اور میری ماں فاطمہ علیہا السلام کے پاس مجھے دفن کر دینا۔

جب آپ اپنی وصیتوں سے فارغ ہوئے تو دنیا کو الوداع کہہ کر بہشت کو سدھارے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ جب حضرتؑ نے عالم بقاء کی طرف رحلت کی تو امام حسینؑ نے مجھے عبداللہ بن جعفر اور میرے بیٹے کو علی کو بلایا اور حضرتؑ کو غسل دیا اور چاہا کہ روضہ منورہ رسول خداؐ کا دروازہ کھول کر آپ کو وہاں لے جائیں تو مروان۔ آل ابوسفیان اور اولاد عثمان جمع ہوئے اور مانع ہوئے اور کہنے لگے کہ عثمان مظلوم تو بقیع کی بدترین جگہ میں دفن ہوئے اور حسن رسول خداؐ کے ساتھ دفن ہو۔ یہ کبھی نہیں ہوگا۔ جب تک نیزے اور تلواریں نہ ٹوٹ جائیں اور ترکش تیروں سے خالی نہ ہو جائیں۔ امام حسینؑ نے فرمایا قسم ہے اس خدا کی جس نے مکہ کو حرم محترم قرار دیا ہے، حسنؑ جو علیؑ و فاطمہؑ کے فرزند ہیں وہ رسول خداؐ اور اس کے گھر کے زیادہ حقدار ہیں ان لوگوں سے جو بغیر اجازت کے وہاں داخل ہوئے اور خدا کی قسم وہ اس سے بھی زیادہ سزاوار ہیں جو گناہوں کے بوجھ اٹھائے ہوئے تھا جس نے ابوذر کو مدینہ سے نکالا اور عمار و ابن مسعود کے ساتھ جو کچھ کیا اور جس نے مدینہ کے اطراف اور اس کی چراگاہوں کو قرق کر لیا اور رسول خدا کے جلاوطن کیے ہوئے اشخاص کو پناہ دی۔ دوسری روایات کے مضامین کے مطابق مروان اپنے خچر پر سوار ہو کر اس عورت کے پاس گیا اور کہا کہ حسینؑ اپنے بھائی حسنؑ کو لایا ہے تا کہ اسے پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ دفن کرے آؤ اور اس کو روکو۔ پس مروان اپنے خچر سے اتر آیا اور اس کو خچر پر سوار کیا اور رسول خداؐ کی قبر کے پاس لے آیا اور وہ چیخ رہا تھا اور بنی امیہ کو ابھارتا تھا کہ حسنؑ کو ان کے نانا کے پہلو میں دفن نہ ہونے دو۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ ہم انہیں باتوں میں تھے کہ اچانک ہم نے آوازیں سنیں اور کسی کو آتے دیکھا کہ فتنہ و شر کے آثار اس سے ظاہر تھے۔ جب میں غور سے دیکھا تو فلاں عورت چالیس سواروں کے ساتھ آ رہی ہے اور لوگوں کو جنگ کرنے پر اکسا رہی ہے۔ جب اس کی نگاہ مجھ پر پڑی تو مجھے بلایا اور کہنے لگی، اے ابن عباس تم مجھ پر جری ہو گئے ہو۔ ہر روز مجھے تکلیف و آزار پہنچاتے ہو اور چاہتے ہو کہ میرے گھر میں اس شخص کو داخل کرو جس کو میں دوست نہیں رکھتی اور نہ اسے چاہتی ہوں۔ میں نے کہا ہائے افسوس ایک دن اونٹ پر سوار ہوتی ہے اور ایک دن خچر پر اور چاہتی ہے کہ نور خدا کو بجھائے اور دوستان خدا کے ساتھ جنگ کرے اور رسول خداؐ اور ان کے حبیب و دوست کے درمیان حائل ہوتی ہے۔ پس وہ عورت قبر کے قریب آئی اور اپنے آپ کو

خچر سے گرادیا اور چلانے لگی خدا کی قسم میں حسنؑ کو یہاں دفن نہیں ہونے دوں گی جب تک ایک بال میرے سر پر ہے اور ایک دوسری روایت ہے کہ حضرتؑ کے جنازہ پر تیروں کی بارش کی گئی یہاں تک کہ ستر تیر آپؑ کے جنازہ سے نکالے گئے۔ پس بنی ہاشم نے چاہا کہ تلواریں نیام سے نکالیں اور جنگ کریں۔ امام حسینؑ نے فرمایا تمہیں میں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ میرے بھائی کی وصیت کو ضائع نہ کرو اور ایسا نہ کرنا کہ خون بہے۔ پھر آپ نے ان لوگوں سے خطاب کیا کہ میرے بھائی کی وصیت نہ ہوتی تو تم دیکھتے کہ میں کس طرح انہیں رسول خداؐ کے پاس دفن کرتا ہوں اور تمہاری ناک خاک میں رگڑتا ہوں۔ پس حضرتؑ کا جنازہ اٹھایا اور جنت البقیع کی طرف لے چلے اور انہیں ان کی دادی جناب فاطمہ بنت اسدؑ کے پاس دفن کیا۔ ابوالفرج روایت کرتا ہے کہ جب امام حسنؑ کا جنازہ بقیع کی طرف لے چلے اور فتنہ کی آگ بجھ گئی تو مروان نے بھی تشیع جنازہ کی اور امام حسنؑ کے تابوت کو کندھا دیا۔ امام حسینؑ نے فرمایا کیا امام حسنؑ کے جنازہ کو کندھا دے رہا ہے، حالانکہ خدا کی قسم ہمیشہ میرے بھائی کے دل کو ان کی زندگی میں تو خون سے پر کرتا رہا اور ہمیشہ انہیں غیظ و غضب کے گھونٹ پلاتا رہا۔ مروان نے کہا میں یہ معاملہ ایسے شخص سے کرتا رہا جس کا علم و بردباری پہاڑی کے برابر تھا۔ ابن شہر آشوب روایت کرتے ہیں کہ جس وقت امام حسنؑ کے بدن مبارک کو لحد میں رکھا گیا تو امام حسینؑ نے چند اشعار کہے جن میں سے دو شعر یہ ہیں:

أأدهن راسي ام اطيب محاسي
ورأسك معفور فانت سليب
بكائي طويل والدموع غزيرة
وانت بعيد والمزار قريب

کیا میں اپنے سر میں تیل لگاؤں اور ڈاڑھی کو خوشبودار کروں حالانکہ آپ کا سر خاک آلود ہے۔ آپ ہم سے چھین لیے گئے ہیں۔ میرا رونا طویل اور آنسو زیادہ ہیں۔ آپ دور چلے گئے ہیں۔ حالانکہ زیارت گاہ تو نزدیک ہے۔

آپ پر گریہ کرنے اور زیارت کی فضیلت

ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ جب میرے بیٹے حسنؑ کو زہر سے شہید کریں گے تو سات آسمانوں کے فرشتے اس پر گریہ کریں گے اور تمام چیزیں اس پر روئیں گی یہاں تک کہ فضا کے پرندے اور دریا کی مچھلیاں۔ جو شخص حسنؑ پر روئے گا اس کی آنکھ اس دن اندھی نہیں ہوگی جس دن آنکھیں بے نور ہو جائیں گی اور جو شخص اس کی مصیبت پر اندوہناک اور غمگین ہوگا تو اس کا دل اس دن غمناک نہیں ہوگا جس دن لوگوں کے دل اندوہناک ہوں گے اور جو شخص بقیع میں اس کی زیارت کرے گا وہ پل صراط پر اس وقت ثابت قدم رہے گا جس وقت لوگوں کے قدم اس پر پھسلیں گے۔

پانچویں فصل

شہادت امام حسنؑ کے بعد معاویہ کی سرکشی کا بیان، شیعان علی بن ابی طالبؑ کے قتل کرنے اور ان کے لوٹنے کے سلسلہ میں

مخفی نہ رہے کہ جب تک امام حسنؑ اس جہان فانی میں زندہ رہے معاویہ میں یہ جرأت نہ تھی کہ شیعانِ علیؑ کو اپنی دلی آرزو کے مطابق ہلاک کرے کیونکہ دوست و دشمن کے دل امام حسنؑ کی حشمت و ہیبت سے پر تھے اور مسلمانوں کے دلوں میں آپ کی شفقت و محبت تھی اور جو صلح نامہ آپ نے معاویہ سے کیا تھا اس کی بناء پر ہمیشہ لوگ آپ کو ملامت کا نشانہ بناتے اور اپنے حق کے طلب کرنے اور معاویہ سے جہاد کرنے پر اکساتے تھے۔ معاویہ ڈرا ہوا تھا لہٰذا وہ شیعوں کے ساتھ مدارات اور نرمی سے پیش آتا تھا یہاں تک کہ شیعہ اور آپ کے مخصوص محب و موالی شام میں جاتے اور معاویہ کو برا بھلا کہتے اور اس کے باوجود بھی اس سے بیت المال میں سے عطیات لے کر صحیح و سالم واپس آ جاتے اور معاویہ جو ان باتوں کو برداشت کرتا اور انہیں عطیات دیتا۔ یہ اس کے حلم و سخاوت کا کرشمہ نہیں تھا بلکہ یہ اس کی بدی اور شیطنت کا شاخسانہ تھا اور وہ اپنے مصالح اور تدبیر مملکت کے لیے یہ کام کرتا تھا۔ یہ سلسلہ یونہی رہا یہاں تک کہ پچاس ہجری میں امام حسنؑ شہادت کے درجہ رفیعہ پر فائز ہوئے ہیں۔ پس معاویہ اپنے بیٹے یزید کے ساتھ شام سے سفر حج کے لیے نکلا۔ جس دن اس نے مدینہ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو کچھ لوگ اس کے استقبال کے لیے گئے۔ معاویہ نے دیکھا کہ تھوڑے لوگ اس کے استقبال کو آئے ہیں اور گروہ انصار میں سے تو بہت ہی کم آئے ہیں۔ کہنے لگا، انصار کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ہمارے استقبال کے لیے نہیں آئے۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ فقیر و مسکین ہو گئے ہیں یہاں تک کہ ان کے پاس سواری کے جانور بھی نہیں رہے کہ جن پر وہ سوار ہو کر استقبال کے لیے آتے تو معاویہ نے کہا ان کے پانی کی مشکیں اٹھانے والے اونٹ کہاں ہیں۔ اس سے اس کا مقصد تحقیر و تشنیع انصار تھی کیونکہ نواضح پانی بھرنے والے اونٹوں کو کہتے ہیں۔ اس نے کنایۃً یہ کہا کہ انصار کا شمار تو مزدور لوگوں میں ہے نہ کہ بزرگوں میں، یہ بات قیس بن سعد بن عبادہ پر (جو انصار کے سردار و بزرگ کا بیٹا تھا)۔ گراں گزری وہ کہنے لگا کہ انصار کے اونٹ جنگ بدر و احد اور رسولِ خداؐ کی دوسری جنگوں میں ہلاک ہو گئے ہیں جب کہ وہ تجھ پر اور تیرے باپ پر تلواریں لگاتے تھے اور پے در پے جنگیں کرتے رہے یہاں تک کہ ان کی تلوار سے اسلام غالب آیا جبکہ تو ایسا نہیں چاہتا تھا اور اس سے کراہت کرتا تھا۔ معاویہ خاموش ہو گیا۔ دوبارہ قیس نے کہا کہ رسول خداؐ نے ہمیں خبر دی تھی کہ ستم گار لوگ ہم پر غالب آ جائیں گے۔ معاویہ نے کہا اس خبر کے لئے تمہیں کیا حکم دیا تھا۔ قیس نے کہا ہم سے فرمایا تھا کہ تم صبر کرنا یہاں تک کہ ان سے ملاقات کریں۔ معاویہ کہنے لگا۔ پھر آپ سے ملاقات کرنے تک صبر کرو۔ اس گفتگو میں کنایۃً ان کے عقیدہ کا مذاق اڑایا ہے یعنی کتنے سادہ ہیں یہ لوگ جن کا گمان ہے کہ اگلے جہان میں پیغمبرؐ سے

ملاقات کریں گے۔ پھر قیس نے کہا اے معاویہ ہمیں آب کش اونٹوں کا طعنہ دیتا ہے حالانکہ خدا کی قسم ہم نے جنگِ بدر میں دیکھا کہ تو پانی بھرنے والے اونٹوں کے ساتھ جنگ کر رہا تھا۔ تو چاہتا تھا کہ نور خدا کو بجھا دے۔ تو نے اور تیرے باپ ابوسفیان نے پوری ناپسندیدگی کے باوجود ہماری تلواروں سے ڈر کر اسلام قبول کیا۔ پھر قیس نے امیر المومنینؑ کے فضائل ومناقب کی طرف گفتگو کا رخ موڑا اور آپ کے بہت سے فضائل بیان کیے یہاں تک کہ اس نے کہا کہ جس وقت انصار جمع ہوئے تھے اور وہ چاہتے تھے کہ میرے باپ کی بیعت کریں تو قریش نے ہم سے مخاصمت اور نزاع کی اور رسول خداؐ کی قرابت کے ساتھ احتجاج کیا۔ اس کے بعد انصار اور آل محمدؐ دونوں پر ظلم وستم کیا۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ انصار وقریش عرب وعجم میں علیؑ واولادِ علیؑ کے علاوہ خلافت میں کسی کا کوئی حق نہیں۔ معاویہ اس گفتگو سے غصہ میں آ گیا اور کہا، اے پسر سعد تو نے یہ باتیں کس سے سیکھی ہیں کیا تیرے باپ نے تجھے بتایا ہے اور اس سے تو نے یاد کی ہیں۔ قیس نے کہا یہ باتیں میں نے اس سے سنی ہیں جو مجھ سے اور میرے باپ سے بہتر ہے۔ اور اس کا حق مجھ پر میرے باپ کے حق سے بہت زیادہ ہے۔ کہنے لگا وہ کون ہے۔ قیس نے کہا، وہ ہیں علیؑ ابن ابی طالبؑ۔ اس امت کے عالم، اس امت کے صدیق اور وہ شخص ہیں جن کے حق میں خداوند عالم نے یہ آیت بھیجی ہے۔ **قل کفی باللہ شھیدا بینی و بینکم و من عندہ علم الکتاب**۔ اور بہت سی آیات جو امیر المومنینؑ کی شان میں نازل ہوئی تھیں، وہ پڑھیں۔ معاویہ کہنے لگا۔ صدیق امت ابوبکر اور فاروق امت عمر ہے اور جس کے پاس علم کتاب ہے وہ عبداللہ بن سلام ہے۔ قیس کہنے لگا ایسا نہیں بلکہ ان اسماء اور ناموں کا زیادہ حقدار اور اولیٰ وہ شخص ہے کہ جس کی شان میں خداوند عالم نے یہ آیت نازل کی ہے۔ **افمن کان علی بینۃ من ربہ ویتلوہ شاھد منہ** وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے بینہ وگواہ رکھتا ہے اور اس کے پیچھے پیچھے اس کا گواہ ہے جو اس میں سے ہے اور وہ شخص احق واولیٰ ہے جسے رسول خداؐ نے غدیر خم کے مقام پر مقرر کیا تھا اور فرمایا تھا **من کنت مولاہ اولی بہ من نفسہ فعلی اولی بہ من نفسہ** اور جسے جنگ تبوک میں فرمایا تھا **انت منی بمنزلۃ ھارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی**۔ جب قیس کی گفتگو یہاں تک پہنچی تو معاویہ نے فرمان جاری کیا کہ منادی کرا کے لوگوں کو خبر دے کہ جو شخص فضائل علیؑ میں گفتگو کرے اور مدح علیؑ میں زبان کھولے۔ اس کی فضیلت بیان کرے اور اس سے بیزاری اختیار نہ کرے تو اس کا مال ضائع اور خون رائیگاں ہے۔

بہرحال پھر معاویہ قریش کے ایک گروہ کے قریب سے گزرا۔ وہ سب لوگ سوائے عبداللہ بن عباس کے اس کے رعب و حشمت کے کھڑے ہو گئے۔ یہ بات معاویہ کو ناگوار گزری۔ کہنے لگا، اے ابن عباس تجھے میری تعظیم وتکریم سے کس چیز نے روکا۔ جس طرح تیرے ساتھی میری تعظیم کو کھڑے ہوئے کیا وہ بغض وکینہ تیرے دل میں باقی ہے کہ میں نے صفین میں تجھ سے جنگ کی تھی۔ اے ابن عباس! اس سے تجھے آزردگی نہیں ہونی چاہیے۔ ہم نے تو عثمان کے خون کا مطالبہ کیا تھا جو کہ ظلم وستم سے مارا گیا تھا۔

ابن عباسؓ نے کہا: ''عمر بھی مظلوم مارا گیا تھا اس کے خون کا تو نے مطالبہ کیوں نہ کیا؟''

معاویہ نے کہا: ''اسے تو کافر نے قتل کیا تھا۔'' ابن عباسؓ نے کہا اور عثمان کو کس نے قتل کیا؟ کہنے لگا اسے مسلمانوں نے قتل کیا۔ ابن عباس کہنے لگے، اس بات نے تو تیری دلیل کو باطل کر دیا کہ اگر عثمان کو تمام مسلمانوں نے اتفاق واجماع کر کے قتل کیا

ہے تو پھر تو کیا کہہ سکتا ہے۔ معاویہ کہنے لگا، میں نے تمام شہروں کو لکھ دیا ہے کہ لوگ مناقب علیؑ سے زبان بند رکھیں۔ تم بھی اپنی زبان کو روک لو۔ انہوں نے کہا معاویہ کیا تو ہمیں قرآن پڑھنے سے منع کرتا ہے۔ کہنے لگا نہیں۔ کہا پھر ہمیں تاویل قرآن سے منع کرتا ہے۔ کہنے لگا، ہاں قرآن کی قرأت کرو لیکن اس کا معنی بیان نہ کرو۔ ابنِ عباس نے کہا کونسی چیز زیادہ ضروری ہے قرآن کا پڑھنا یا اس کے احکام پر عمل کرنا کہنے لگا عمل کرنا زیادہ ضروری ہے۔ ابن عباس کہنے لگے اگر کسی شخص کو یہ علم نہ ہو کہ خدا نے کلمات قرآن سے کیا مراد لی ہے تو اس پر کس طرح عمل کرے گا۔

معاویہ کہنے لگا، قرآن کا معنی اس سے پوچھ لو جو قرآن کی وہ تاویل نہیں کرتا جو تم اور تمہارے اہل بیت کرتے ہو۔ ابن عباس کہنے لگے، قرآن تو اترا ہے میرے اہلِ بیتؑ پر اور تو کہتا ہے کہ میں اس کا معنی آل ابوسفیان، آل ابی معیط یہود و نصاریٰ و مجوس سے جا کر پوچھوں۔ معاویہ کہنے لگا تو نے مجھے ان گروہوں کے ساتھ ملا دیا ہے۔ فرمایا، ہاں۔ چونکہ تو لوگوں کو قرآن پر عمل کرنے سے روکتا ہے۔ کیا تو ہمیں منع کرتا ہے کہ خدا کی اطاعت حکم قرآن کے مطابق نہ کریں اور ہمیں...... حلال و حرام قرآن پر عمل کرنے سے روکتا ہے۔ حالانکہ اگر امت کے لوگ معنی قرآن نہ پوچھیں اور اس کی مراد کو نہ سمجھیں تو دین میں ہلاک ہو جائیں گے۔ معاویہ کہنے لگا قرآن کی تلاوت کرو اور اس کی تاویل کرو لیکن خدا نے جو کچھ تمہارے حق میں کہا وہ لوگوں کو نہ بتاؤ۔ ابن عباس نے کہا، خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ لوگ چاہتے ہیں کہ نور خدا کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں حالانکہ وہ ایسا نہیں کر سکتے۔ کیونکہ خدا چاہتا ہے کہ اپنے نور کو بکمال و تمام روشن رکھے اگرچہ کافر اس کو برا سمجھیں۔ معاویہ کہنے لگا، اے ابنِ عباس اپنی حالت پر رہو اور اس قسم کی باتیں کرنے سے اپنی زبان کو باز رکھو اور اگر کہنے پر مجبور ہو تو اس طرح کہو کہ واضح نہ ہو اور لوگ نہ سنیں۔ یہ کہہ کر اپنے مکان میں چلا گیا اور ایک لاکھ درہم اور ایک روایت کے مطابق پچاس ہزار درہم ابنِ عباس کے لیے بھیجے اور فرمان جاری کیا کہ منادی مدینہ کے گلی کوچہ میں ندا کرے کہ معاویہ کے عہد و امان سے وہ شخص خارج ہے جو علیؑ اور ان کے اہل بیتؑ کے مناقب میں کوئی حدیث بیان کرے اور یہ اعلان نشر کیا کہ ہر خطیب جس منبر پر جائے وہ علیؑ پر لعنت کرے اور علیؑ سے بیزاری کا اظہار کرے اور حضرتؑ کے اہلِ بیتؑ پر بھی لعنت کرے۔ خلاصہ یہ کہ معاویہ مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوا اور حج سے فارغ ہونے کے بعد شام کی طرف لوٹ گیا اور اپنی حکومت کی بنیادیں پختہ کرنے لگا۔ اور امیر المومنینؑ کے شیعوں کو تباہ کرنے کی ابتداء شروع کر دی اور ایک ہی مضمون کا خط تمام شہروں میں اپنے حکام و عمال کی طرف روانہ کیا کہ اچھی طرح چھان بین کرو۔ جس شخص کے متعلق صحیح ثابت ہو کہ وہ علیؑ کے دوستوں اور اس کے اہل بیتؑ کے حبداروں میں سے ہے اس کا نام بیت المال کے وظائف و عطیات لینے والے دفتر سے مٹا دو اور اسی پر راضی نہ ہوا بلکہ دوبارہ ایک خط لکھا کہ جس شخص کو علیؑ اور اہلِ بیتؑ کی دوستی و محبت میں متہم سمجھو اگرچہ یہ بات پورے طور پر ثابت نہ ہو پھر بھی اسی تہمت کی بناء پر اسے قتل کر دو اور اس کا سر تن سے جدا کر دو۔

معاویہ کا یہ حکم منتشر ہوا تو اس کے عمال و حکام شیعوں کو قتل کرنے لگے اور بہت سے لوگوں کو صرف تہمت لگا کر قتل کر دیا۔ ان کے گھر ویران و مسمار کر دیئے۔ اور شیعان علیؑ پر معاملہ اتنا سخت ہو گیا کہ اگر کوئی شیعہ چاہتا کہ اپنے ہم مسلک سے کوئی بات کرے تو

اسے اپنے مکان کے اندر لے جاتا اور پردوں کے پیچھے جا بیٹھتا اور خادم و غلام سے بھی دروازہ بند کر لیتا۔ پھر اسے سخت قسم کی قسمیں کھلاتا کہ وہ یہ بات کسی سے نہیں کہے گا۔ پھر ڈرتے ڈرتے حدیث بیان کرتا۔ دوسری طرف بہت سی جھوٹی احادیث اور بہت سے جھوٹ بنا لیے اور امیر المومنینؑ اور ان کے اہل بیتؑ کو بہتان و تہمت کا نشانہ بنایا۔ اور لوگ ان بنائی ہوئی باتوں کو پڑھنے اور پڑھانے لگے۔ معاملہ یہاں تک پہنچا کہ ریاکار دنیا پرست فقہا اور قاضی احادیث گھڑنے لگے اور اسے والیوں اور حکام کے قریب کا ذریعہ و وسیلہ بنایا اور اس سبب سے ان کے اموال و عطایا سے بہرہ مند ہوئے اور بالآخر معاملہ یہاں تک پہنچا کہ لوگ ان جعلی اور بناوٹی احادیث کو حق سمجھنے لگے یہاں تک کہ وہ دیندار لوگ جن کے دامن کبھی جھوٹ کی نجاست سے آلودہ نہیں ہوئے تھے ان روایات کو باور کرنے لگے اور انہیں روایت کرتے۔ یہاں تک کہ کلیۃً حق نے باطل کا لباس پہن لیا اور باطل حق کے لباس میں ظاہر ہوا۔ اور امام حسنؑ کی وفات کے بعد اس فتنہ کو زیادہ فروغ ہوا۔ شیعان علیؑ کے لیے زمین کے کسی حصہ میں امان نہیں تھی اور ان کے جان و مال خطرے میں تھے اور پست و بلند زمین میں وہ پراگندہ تھے۔ اگر کسی کو یہودی یا نصرانی کہا جاتا تو یہ اس سے بہتر تھا کہ اسے شیعہ علیؑ کہا جائے۔
روایت ہے کہ عبدالملک بن مروان کی خلافت کے زمانہ میں ایک شخص (منقول ہے وہ اصمعی کا دادا تھا) حجاج کے سامنے پیش ہوا اور اس نے فریاد کی۔ اے امیر میرے ماں باپ نے مجھے عاق کر دیا ہے اور میرا نام علی رکھا ہے۔ اور میں ایک فقیر و مسکین آدمی ہوں اور امیر کی بخشش کا محتاج ہوں۔ حجاج ہنسا اور اسے خوش کیا۔

خلاصہ یہ کہ معاویہ کی تدبیر شوم کی وجہ سے معاملہ یہاں تک پہنچا کہ جو خطیب جس جگہ اور جس شہر میں کسی منبر پر جاتا پہلے علیؑ و اہل بیت علی علیہم السلام سب شتم سے زبان کھولتا اور حضرت سے تبرا اور بیزاری چاہتا۔ اہل کوفہ پر باقی شہروں کی نسبت مصیبت زیادہ تھی کیونکہ باقی جگہوں کی نسبت یہاں شیعہ زیادہ تھے اور زیاد بن ابیہ ملعون جو اس وقت کوفہ اور بصرہ کا گورنر تھا شیعان علیؑ کو خواہ وہ مرد ہو کہ عورت۔ بڑا ہو کہ بچہ سب کو اچھی طرح پہچانتا تھا کیونکہ کئی سال تک اس کا شمار عمال امیر المومنینؑ میں رہا اور وہ آپ کے شیعوں کو اچھی طرح پہچانتا اور ان کی منزل و ماویٰ چاہے کسی گوشہ و کنار ہی میں کیوں نہ تھی پورے طور پر جانتا تھا۔ پس اس منافق ظالم نے ظلم و ستم کا جھنڈا بلند کیا اور سب کو گرفتار کر کے تہ تیغ کر دیا اور ایک گروہ کی آنکھوں میں سلائیاں پھیر کر انہیں کھجوروں کے تنوں کے ساتھ لٹکا دیا اور مسلسل شیعوں کی تلاش میں رہا اور انہیں قتل کرتا رہا۔ یہاں تک کہ مشہور و معروف شیعہ علی عراق میں ایسا کوئی نہ تھا جو قتل نہ ہوا ہو یا سولی پر نہ لٹکایا گیا ہو یا اسے قید نہ کر دیا گیا ہو۔ یا وہ پراگندہ اور آوارہ وطن نہ ہوا ہو۔ اسی طرح جو معاویہ نے اپنے دیگر امراء و عمال کو تمام شہروں میں لکھا کہ علیؑ اور اہل بیت علیؑ کے کسی شیعہ کی گواہی قبول نہ کی جائے اور جو عثمان کا شیعہ اس کا محب اور اس کے خاندان کا دوست ہو اور سی طرح وہ اشخاص جو مناقب و فضائل عثمان کو روایت کریں۔ پس انہیں اپنا مقرب بناؤ، انہیں اپنے نزدیک بٹھاؤ اور ان کی عزت و تکریم کرو اور جو شخص اس کے مناقب میں کوئی حدیث بنائے یا روایت کرے اس کا اس کے باپ کا اور اس کے قبیلہ کا نام مجھے لکھ کر بھیجو تا کہ میں اسے خلعت دوں اور انعام و اکرام سے نوازوں۔ پس منافقین اور دنیا پرست لوگوں نے بہت سی احادیث عثمان کی فضیلت میں وضع کیں اور عظیم خلعتیں جائزے اور انعام معاویہ نے ان کے لیے بھیجے۔

پس اس قسم کی روایات کی ہر شہر میں بھر مار ہوگئی۔لوگ مال و دولت کے لیے احادیث بناتے جو شخص کسی شہر سے آتا اور عثمان کے حق میں کوئی منقبت یا فضیلت کی روایت کرتا اس کا نام لکھ لیتے اور اسے مقرب بارگاہ قرار دیتے۔جائزے وانعام بخشتے اور جاگیریں اور املاک اسے عطا کرتے۔ایک مدت تک یہ کیفیت رہی یہاں تک کہ معاویہ نے اپنے عمال کو لکھا کہ عثمان کے متعلق حدیثیں بہت بڑھ گئی ہیں اور تمام شہروں میں پھیل چکی ہیں۔اب لوگوں کو ترغیب دلاؤ کہ وہ میری شان میں حدیثیں گھڑیں کیونکہ یہ چیز مجھے بہت پسند ہے۔اور مجھے خوش کرنے والی ہے اور اہل بیت محمدؐ کے لیے بہت تکلیف دہ ہے اور ان کی حجت کو زیادہ توڑنے والی ہے۔پس معاویہ کے فضائل میں احادیث گھڑنے لگے۔ہر دیہات اور شہر میں یہ حدیثیں لکھ کر مکتب میں پڑھانے والوں کو دی جاتیں تا کہ وہ بچوں کو اس طرح تعلیم دیں جس طرح قرآن کی تعلیم دیتے اور اپنی عورتوں اور بیٹیوں کو بھی تعلیم دیں تا کہ معاویہ اور اس کے خاندان کی محبت لوگوں کے دلوں میں بیٹھ جائے یہ سلسلہ یونہی جاری رہا یہاں تک کہ معاویہ کی موت سے ایک سال پہلے امام حسینؑ نے حج کا ارادہ کیا اور مکہ کی طرف تشریف لے گئے۔عبداللہ بن جعفر، عبداللہ بن عباس اور بنی ہاشم کے مرد اور عورتیں نیز آپ کے شیعوں اور موالیوں کا ایک گروہ بھی آپ کے ہمرکاب تھا یہاں تک کہ آپ نے ایک دن مقام منیٰ میں ایک گروہ کو کہ جن کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ تھی۔بنی ہاشم اور دوسرے لوگوں میں سے جمع کیا اور ایک خیمہ نصب کیا۔پھر آپ نے عام لوگوں صحابہ تابعین اور انصار میں سے جو لوگ صلاح وسداد اور نیکی میں مشہور تھے اور ان کی اولاد میں سے جن تک دسترس ہوسکی سب کو بلایا۔جب یہ لوگ جمع ہو گئے تو حضرت کھڑے ہو گئے اور خطبہ شروع کیا۔حمد وثنائے الٰہی اور درود بر رسالت پناہیؐ کے بعد فرمایا، معاویہ نے سرکشی اور نافرمانی کی بناء پر ہمارے ساتھ اور ہمارے شیعوں کے ساتھ جو کچھ کیا ہے وہ تمہیں معلوم ہے۔تم لوگ موجود تھے اور اسے آنکھوں سے دیکھا ہے۔تمہیں خبر ملی ہے اور تم نے سنا ہے۔اب میں چاہتا ہوں کہ تم سے چند چیزوں کے متعلق سوال کروں۔اگر میں سچ کہوں تو میری تصدیق کرنا ورنہ میری تکذیب کرنا۔سنو میں کیا کہتا ہوں اور میری باتوں کو یاد رکھو اور جب اپنے شہروں میں واپس جاؤ تو جن لوگوں پر تمہیں وثوق واعتماد ہو ان سے یہ باتیں بیان کرو اور جو کچھ مجھ سے سنو ان کے سامنے نقل کرو کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں دین خدا مٹ نہ جائے اور حکم حق مجہول نہ ہو جائے حالانکہ خدا اپنے نور کے شعلہ کو روشن رکھے گا اور کافروں کے جگر بند کو آگ میں ڈالے گا۔جب یہ وصیت کر چکے تو گفتگو شروع کی اور امیر المومنینؑ کی ایک ایک فضیلت کو بیان کیا اور ہر ایک کی طرف اشارہ کیا اور جو جو آیت امیر المومنینؑ اور ان کے اہل بیتؑ کی فضیلت میں نازل ہوئی تھی اس کو قرأت کیے بغیر نہ چھوڑا اور سب نے تصدیق کی پھر فرمایا یہ بات یاد رکھو کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔جو شخص یہ گمان کرے کہ وہ مجھے دوست رکھتا ہے جبکہ وہ علیؑ کو دشمن رکھتا ہو وہ جھوٹا ہے۔علیؑ کا دشمن میرا دوست نہیں ہوسکتا۔ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہؐ یہ کیسے ہوسکتا ہے اور اس میں کیا حرج ہے کہ ایک شخص آپ سے محبت رکھتا ہو اور وہ علیؑ کا دشمن ہو۔آپ نے فرمایا، یہ اس لیے کہ میں اور علیؑ ایک جسم وجاں ہیں۔علیؑ میں ہوں اور میں علیؑ ہوں۔یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک ہی تن و بدن کو انسان دوست رکھتا ہو اور دشمن بھی لہٰذا جو شخص علیؑ کو دوست رکھتا ہے وہ مجھے بھی دوست رکھتا ہے اور جو علیؑ سے دشمنی رکھتا ہے وہ مجھ سے بھی دشمنی رکھتا ہے اور جو مجھ سے دشمنی رکھتا ہے۔وہ خدا کا دشمن ہے پس سب حاضرین نے حضرتؑ کی تصدیق کی جو کچھ آپ

نے فرمایا تھا۔ صحابہ نے کہا ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا ہم نے سنا ہے اور ہم موجود تھے اور تابعین نے کہا، ہم نے بھی ان سے سنا ہے جنہوں نے ہم سے روایت کی ہے اور جن کے قول پر ہمیں اعتماد تھا۔ پھر حضرت نے آخر میں فرمایا میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جب اپنے شہروں میں واپس جاؤ تو جو کچھ میں نے کہا ہے وہ ان اشخاص کے سامنے نقل کرو کہ جن پر تمہیں اعتماد ہو۔ پس حضرتؐ نے خطبہ ختم کیا اور لوگ منتشر ہو گئے۔

چھٹی فصل

امام حسنؑ کی اولاد کے تذکرے اور ان میں سے بعض کے حالات کی تفصیل

معلوم ہونا چاہیے کہ علماء فن خبر اور ارباب تاریخ و سیر نے امام حسنؑ سبط اکبر حضرت سید البشر کی اولاد کی تعداد میں بہت سی باتیں کہی ہیں اور بے حد اختلاف کیا ہے۔ واقدی اور قلبی نے پندرہ بیٹے اور آٹھ بیٹیاں شمار کی ہیں۔ ابن جوزی نے سولہ بیٹے اور چار بیٹیاں بیان کی ہیں۔ ابن شہر آشوب نے پندرہ بیٹے اور چھ بیٹیاں کہی ہیں۔ اور شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے آٹھ بیٹے اور سات بیٹیاں تحریر کی ہیں۔ ہم نے ان کے قول کو مقدم قرار دیا ہے اور بقیہ کو دوسری کتب سے شمار کریں گے۔ شیخ اجل ارشاد میں فرماتے ہیں کہ امام حسنؑ کی اولاد بیٹے اور بیٹیوں کی تعداد پندرہ ہے۔ ۱، ۲، ۳ زید بن حسنؑ اور اس کی دو بہنیں ام الحسن اور ام الحسین ان تینوں کی ماں ام بشیر بنت ابو مسعود عقبہ خزرجی ہے۔ (۴) حسن بن حسنؑ کہ جنہیں حسن مثنیٰ کہتے ہیں۔ ان کی والدہ خولہ بنت منظور فزاریہ ہے۔ ۵، ۶، ۷ عمر بن حسنؑ اور ان کے دو سگے بھائی قاسم اور عبداللہ۔ ان کی ماں ام ولد (کنیز) ہے۔ (۸) عبدالرحمن اس کی ماں بھی ام ولد ہے۔ ۹، ۱۰، ۱۱ حسین اثرم طلحہ و فاطمہ اور ان تینوں کی ماں ام اسحاق بنت طلحہ بن عبیداللہ تیمی ہے اور بقیہ چار بیٹیوں کے نام یہ ہیں ام عبداللہ فاطمہ ام سلمہ اور رقیہ ہر ایک کی الگ الگ ماں ہے۔ اور جو باقی کتب سے جمع کیے ہیں۔ وہ بیس بیٹے اور گیارہ بیٹیاں ہیں۔ (گزشتہ کے علاوہ) مزید علی اکبر، علی اصغر، عبداللہ اکبر، جعفر، احمد اسماعیل، یعقوب، محمد اصغر، محمد اکبر، حمزہ، ابوبکر، سکینہ، ام الخیر۔ ام عبدالرحمن اور رملہ ہیں۔ ان میں سے اکثر کے حالات معلوم نہیں ہوئے اور نہ کسی نے لکھے ہیں۔ البتہ جن کے حالات مل سکے ہیں یہ احقر اختصار کے ساتھ ان کی سیرت کی طرف اشارہ کرے گا۔ ان میں سے ایک زید بن الحسنؑ ہیں جو کہ امام حسنؑ کے سب سے پہلے بیٹے ہیں۔ شیخ مفید فرماتے ہیں کہ یہ رسول خداؐ کے صدقات کے متولی اور اولاد حسنؑ میں سب سے بڑے تھے جلیل القدر شریف الطبع پاکیزہ نفس اور زیادہ احسان کرنے والے تھے۔ شعراء نے ان کی مدح کی ہے اور ان کے فضائل میں بہت گفتگو کی ہے۔ لوگ احسان مند ہونے کے لیے اطراف دنیا سے ان کا قصد کرتے تھے اور صاحبان تاریخ و سیر نے بیان کیا ہے کہ جب سلیمان بن عبدالملک مسند خلافت پر بیٹھا تو اس نے حاکم مدینہ کو خط لکھا، امابعد جب میرا یہ خط تجھے ملے تو زید کو صدقات رسول خداؐ سے معزول کر دے اور وہ صدقات فلاں بن فلاں اپنی قوم کے مرد کو دیدے اور جس چیز سے وہ تیری مدد طلب کرے اس کی اعانت کرے..... والسلام

حاکم مدینہ نے سلیمان کے حسب الامر زید کو تولیت صدقات سے معزول کر دیا اور دوسرے شخص کو متولی بنایا اور جب خلافت عمر بن عبدالعزیز تک پہنچی تو اس نے حاکم مدینہ کو تحریر کیا۔ امابعد زید بن حسنؑ بنی ہاشم کے سن رسیدہ اور شریف بزرگ ہیں۔ جب میرا یہ خط تمہیں ملے تو رسول اللہؐ کے صدقات انہیں واپس کر دو۔ اور جن امور میں وہ تمہاری مدد چاہیں ان کی اعانت کرو۔

پس تولیت صدقات زید کے سپرد ہوئی اور زید بن حسن نوے سال زندہ رہے اور جب دنیا سے گئے تو شعراء کے ایک گروہ نے ان کا مرثیہ کہا اور ان کے آثار خیر کا مرثیہ میں ذکر کیا اور قدامہ بن موسیٰ نے آپ کے مرثیہ میں قصیدہ کہا کہ جس کا پہلا شعر یہ ہے

فان یك زید غالت الارض شخصه

فقد بان معروف هناك وجود

اگر زمین نے زید کے بدن کو چھپا دیا ہے تو یہاں ان کی نیکی اور سخاوت واضح ہے یہ واضح ہو کہ زید بن حسنؑ کبھی امامت کے دعویدار نہیں شیعہ اور غیر شیعہ میں سے کسی نے یہ نسبت ان کی طرف نہیں دی کیونکہ شیعہ کے دو گروہ ہیں۔ ایک امامیہ اور دوسرے زیدی امامیہ تو بغیر منصوصہ کے کسی کی امامت کو درست نہیں سمجھتے اور باتفاق علماء اولاد امام حسنؑ میں نص نہیں ہے اور نہ ان میں سے کوئی اس چیز کا دعویدار ہے۔ باقی رہے زیدی تو وہ حضرت علی و حسن وحسین علیہم السلام کے بعد اس شخص کو امام کہتے ہیں۔ جو امر امامت وخلافت میں جہاد کرے اور زید بن حسنؑ نے بنی امیہ سے کبھی بھی تقیہ کی جانب کو نہیں ترک کیا اور وہ بنی امیہ کے ساتھ رفق ومدارات سے رہے اور ان کے اعمال کے متقلد رہے اور یہ چیز زیدی امامت کے ساتھ منافات اور تضاد رکھتی ہے اور ایک جماعت حشویہ کی ہے۔ وہ بنی امیہ کے علاوہ کسی کو امام نہیں کہتے اور اولاد رسولؐ میں سے کسی کو امام نہیں سمجھتے۔ معتزلہ امامت کو جماعت کے انتخاب اور حکم شوریٰ سے قائم کرتے ہیں اور خوارج اس شخص کو امام نہیں سمجھتے جو امیر المومنینؑ کا موالی ہو۔ لہٰذا ان گروہوں کا اتفاق ہے کہ زید امام نہیں تھے اور یہ بھی معلوم رہے کہ مشہور یہ ہے کہ زید سفر عراق میں اپنے چچا کے ہمرکاب نہیں تھے۔ الخ ابوالفرج اصفہانی کہتا ہے کہ زید کربلا میں امام حسینؑ کے ساتھ گئے تھے اور باقی اہلِ بیتؑ کے ساتھ قید ہو کر یزید کے پاس گئے اور اس کے بعد اہلِ بیتؑ کے ساتھ مدینہ واپس آئے اور زید کی اولاد کے حالات بعد میں ذکر ہوں گے اور صاحب عمدۃ الطالب نے کہا ہے کہ زید سو سال ایک قول کے مطابق پچانوے سال اور ایک قول کے مطابق نوے سال زندہ رہے اور مکہ ومدینہ کے درمیان حاجز نامی مقام پر وفات پائی اور حسن بن حسنؑ کہ جنہیں حسن مثنیٰ کہتے ہیں۔ وہ شخص جلیل ورئیس صاحب فضل وورع تھے۔ اور اپنے زمانہ میں اپنے جد بزرگوار امیر المومنینؑ کے صدقات کے متولی تھے۔ جب حجاج عبدالمالک کی طرف سے امیر مدینہ ہوا تو اس نے چاہا کہ عمر بن علی کو ان کے باپ کے صدقات میں حسن کے ساتھ شریک کرے۔ حسن نے قبول نہ کیا اور کہنے لگے یہ خلاف شرط وقف ہے۔ حجاج کہنے لگا چاہے قبول کرو یا نہ کرو۔ میں تولیت صدقات میں اسے تمہارا شریک قرار دوں گا۔ حسن خاموش ہو گئے۔ جب کہ حجاج ان سے بے خبر تھا تو اس کو اطلاع کیے بغیر حسن نے مدینہ سے شام کا سفر کیا اور عبدالملک کے پاس گئے۔ عبدالملک نے ان کے آنے کو مبارک جانا اور انہیں مرحبا کہا اور مجلسی سوالات کے بعد ان سے آنے کا سبب پوچھا۔ حسن نے حجاج کے واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا۔ عبدالملک نے کہا کہ حجاج کو فیصلہ کا حق نہیں اور وہ اس معاملہ میں تصرف نہیں کر سکتا ہیں اسے خط لکھوں گا کہ وہ شرط وقف سے تجاوز نہ کرے۔ پھر اس نے حجاج کو خط لکھا اور حسن کو اچھا صلہ دیا اور مراجعت کی اجازت دی۔ حسن بہت سے عطیات لے کر عزت وآبرو کے ساتھ اس کے دربار سے نکلے۔ واضح ہو کہ حسن کربلا میں اپنے چچا امام حسینؑ کے ہمرکاب تھے اور جب حضرت شہید ہو گئے اور آپ کے اہلِ بیتؑ کو قید کیا گیا۔ حسن بھی گرفتار ہو گئے۔ اسماء بن خارجہ فزاری

جو حسن کی والدہ کی طرف سے ان کا رشتہ دار تھا۔ وہ انہیں اہل بیتؑ کے قیدیوں میں سے نکال لے گیا اور کہنے لگا خدا کی قسم میں خولہ کے بیٹے سے بدی اور سختی نہیں ہونے دوں گا۔ عمر سعد نے حکم دیا کہ ابو احسان کی بہن کے بیٹے حسن کو اس کے سپرد کر دیا جائے اور یہ بات اس لیے کہی۔ چونکہ حسن مثنیٰ کی والدہ خولہ قبیلہ فزار سے تھیں جیسا کہ ابو حسان کہ جس کا نام اسماء بن خارجہ تھا وہ بھی فزاری اور خولہ کے قبیلہ سے تھا۔ اور بعض اقوال کے مطابق حسن کے بدن پر بہت سے زخم تھے۔ اسماء انہیں اپنے ساتھ کوفہ لے گیا اور ان کے زخموں کا علاج کرایا۔ یہاں تک کہ وہ صحت یاب ہو گئے اور وہاں سے مدینہ کو روانہ ہوئے اور حسن مثنیٰ سید الشہداءؑ کے داماد تھے۔ جناب فاطمہ ان کے چچا کی بیٹی ان کی بیوی تھی۔ روایت ہے کہ جب حسن نے چاہا کہ امام حسینؑ کی دو بیٹیوں میں سے کسی ایک کے ساتھ شادی کرے تو سید الشہداءؑ نے فرمایا میری دو بیٹیاں فاطمہ اور سکینہ ہیں جس کو چاہو منتخب کر لو۔ حسن کو حیا دامن گیر ہوئی اور کوئی جواب نہ دیا۔ امام حسینؑ نے فرمایا، میں تیرے لیے فاطمہ کو پسند کرتا ہوں۔ جو کہ میری ماں دختر پیغمبرؐ سے زیادہ مشابہت رکھتی ہے پس حسن نے فاطمہ سے نکاح کیا اور ان سے چند لڑکے پیدا ہوئے کہ جن کے حالات بعد میں ذکر ہوں گے۔ حسن کو فاطمہ سے بڑی محبت تھی اور فاطمہ بھی ان پر بہت مہربان تھیں۔ حسن کو عمر پینتیس برس تھی جب مدینہ میں وفات پائی اور اپنے مادری بھائی ابراہیم بن محمد بن طلحہ کو اپنا وصی قرار دیا۔ انہیں بقیع میں دفن کیا گیا۔ فاطمہ نے ان کی قبر پر خیمہ نصب کرایا اور ایک سال تک اپنے شوہر کی سوگوار رہیں۔ دن کو روزہ رکھتیں اور رات کو عبادت کرتیں۔ جب ایک سال کی مدت ختم ہوئی۔ تو اپنے غلاموں سے کہا کہ جب رات تاریک ہو جائے تو خیمہ حسن کی قبر سے اکھاڑ لینا۔ جب رات تاریک ہوئی۔ تو کسی کہنے والے کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا ھل وجدوا ما فقدوا کیا پا لیا انہوں نے جو مفقود ہوا تھا۔ دوسرے نے اسے جواب دیا۔ بل یئسوا فانقلبوا بلکہ مایوس ہو کر واپس چلے گئے اور بعض کہتے ہیں کہ لبید کا یہ شعر پڑھا:

الی الحول ثم اسم السلام علیکما

ومن یبك حولاً کاملاً فقد اعتذر

ایک سال تک پھر تم پر سلام ہو اور جو ایک سال مکمل رو لے اس نے اپنا عذر پورا کیا۔

اور فاطمہ کے حالات کی تفصیل انشاء اللہ امام حسینؑ کی اولاد کے تذکرہ میں آئے گی۔ خلاصہ یہ کہ اپنی زندگی میں حسن نے کبھی امامت کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ کسی نے یہ نسبت ان کی طرف دی ہے۔ جس طرح کہ ان کے بھائی زید کے حالات میں تفصیل آ چکی ہے اور عمر قاسم اور عبداللہ یہ تینوں میدان کربلا میں اپنے چچا کے ہمرکاب تھے۔ شیخ مفید فرماتے ہیں کہ یہ تینوں اپنے چچا کی خدمت میں شہید ہوئے۔ لیکن جو کتب مقاتل و تاریخ سے معلوم ہوتا ہے وہ قاسم اور عبداللہ کی شہادت ہے اور عمر بن حسن شہید نہیں ہوئے بلکہ انہیں اہل بیتؑ کے ساتھ قید کیا گیا۔ اور مجلس یزید میں ان کا ایک واقعہ ہے جو ان شاء اللہ اپنے مقام پر ذکر ہوگا۔ واضح ہو کہ ان تین حضرات اور حسن مثنیٰ کے علاوہ جو امام حسنؑ کے فرزند کربلا میں حاضر تھے اور شہید ہوئے ان کی تعداد تین ہے۔ ایک ابوبکر بن حسن۔ ان کی شہادت بیان ہوگی۔ دوسرے ہیں عبداللہ اصغر۔ ان کی شہادت بھی بیان ہوگی۔ تیسرے ہیں احمد بن حسن۔ چنانچہ بعض مقاتل میں ان کی شہادت کا روز عاشورہ بڑی تفصیل سے ذکر ہے اور زید بن حسن کے حالات میں مذکور ہے کہ ابو الفرج کہتا ہے کہ زید بھی کربلا میں

موجود تھے۔ پس امام حسنؑ کی اولاد کی مجموعی تعداد جو کربلا کے سفر میں امام حسینؑ کے ہمرکاب تھے۔ آٹھ ہے اور عبدالرحمن بن حسن نے اپنے چچا کے ساتھ سفر حج کے لیے کوچ کیا اور منزل ابواء میں حالت احرام میں دنیا کو الوداع کہا اور حسین بن حسنؑ اگرچہ وہ صاحب شرف و فضل ہیں۔ لیکن ان کا تذکرہ اور واقعات مذکور نہیں۔ اس حسین کا لقب اثرم تھا۔ اثرم اسے کہتے ہیں جس کے اگلے دو دانت گر گئے ہوں یا جس کے اگلے چار دانتوں میں سے کوئی ایک گر جائے اور طلحہ بن حسنؑ بزرگ آدمی تھے اور سخاوت و بخشش میں مشہور و معروف تھے اور انہیں طلحۃ الجود کہتے تھے اور وہ ان چھ طلحہ نامی اشخاص میں سے ایک تھے جو جود و سخا اور بخشش میں مشہور تھے۔ اور ہر ایک کا مخصوص لقب تھا۔ امام حسنؑ کی بیٹیوں میں ان چند خواتین کا نام لیتے ہیں کہ جن کی شادی ہوئی ہے۔ پہلی فاطمہ ہیں جو زید کی سگی بہن ہیں اور وہ عبداللہ بن زبیر کے نکاح میں تھیں اور عبداللہ کے قتل کے بعد زید انہیں مدینہ لے آیا اور دوسری ام عبداللہ ہیں جو امام حسنؑ کی شہزادیوں میں سے جلالت و عظمت شان اور بزرگی میں ممتاز ہیں۔ یہ امام زین العابدینؑ کی زوجہ ہیں اور ان سے چار شہزادے پیدا ہوئے۔ امام محمد باقرؑ حسن۔ حسین و عبداللہ باہر اور ہم امام باقرؑ کے حالات میں ام عبداللہ کی جلالت مرتبہ کی طرف اشارہ کریں گے۔ تیسری بیٹی ام سلمہ ہے جو بعض علماء نساب کے قول کے مطابق عمر بن زین العابدینؑ کے نکاح میں تھیں۔ چوتھی بیٹی رقیہ ہیں۔ وہ عمرو بن زبیر کے نکاح میں تھیں اور امام حسنؑ کی بیٹیوں میں سے ان چار کے علاوہ کسی کی شادی نہیں ہوئی اگر ہوئی ہے تو اس کی اطلاع نہیں ہو سکی۔ واللہ العالم۔

امام حسن علیہ السلام کے پوتوں کا تذکرہ

مخفی نہ رہے کہ امام حسنؑ کے بیٹوں میں سے حسین اثرم۔ عمر۔ زید اور حسن مثنیٰ کے علاوہ کسی کی اولاد نہیں ہوئی اور حسین و عمر کی اولاد مذکور نہیں ہوئی۔ اور ان کی نسل منقطع ہوگئی اور امام حسنؑ کے پوتے پڑپوتے صرف زید اور حسن مثنیٰ سے ہوئے ہیں لہٰذا سادات حسنی سب کے سب زید و حسن کے توسط سے امام حسنؑ سے جا ملتے ہیں اور اب میں زید بن حسن کے لڑکوں اور کچھ ان کی سیرت کی طرف اشارہ کرتا ہوں اور جب زید کی اولاد کے ذکر سے فارغ ہوئے تو ان شاء اللہ حسن مثنیٰ کی اولاد کا ذکر کریں گے۔

ابوالحسن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہم السلام کی اولاد کا تذکرہ

معلوم رہے کہ زید کی بیوی لبابہ بنت عبداللہ بن عباس ہیں۔ لبابہ پہلے ابوالفضل عباس بن علی بن ابی طالبؑ کی زوجہ تھیں۔ جب حضرت میدان کربلا میں شہید ہوگئے تو زید نے لبابہ سے شادی کر لی اور زید سے ان کے دو بچے ہوئے پہلے حسن اور دوسری نفیسہ، جس کی شادی ولید بن عبدالملک سے ہوئی اور اس سے بچہ پیدا ہوا۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب زید ولید کے پاس گئے تو اس نے انہیں اپنے تخت پر بٹھایا اور فوراً انہیں تیس ہزار دینار دیئے۔

حسن بن زید اور ان کی اولاد کا ذکر

حسن بن زید کی کنیت ابو محمد ہے اور منصور دوانقی نے انہیں مدینہ اور رساتیق کی حکومت دی تھی اور علویوں میں سے یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے بنی عباس کے طریقہ پر سیاہ لباس پہنا۔ یہ اسی سال زندہ رہے اور منصور، مہدی، ہادی اور ہارون رشید کا زمانہ دیکھا۔ یہ حسن اپنے چچا زاد بھائیوں عبداللہ محض اور اس کے بیٹوں سے الگ تھلگ تھے اور جس وقت ابراہیم کو شہید کیا گیا اور ان کا سر منصور کے سامنے آیا تو حسن بن زید وہاں موجود تھے۔ منصور نے کہا اس سر والے شخص کو پہچانتے ہو حسن نے کہا ہاں پہچانتا ہوں۔

فتی !! کان یحمیه من الضیم سیفه
ویعجه من دار الهوان اجتنابها

یہ ایسا شخص تھا کہ جس کی تلوار اسے لوگوں کے ظلم سے بچاتی تھی اور ذلت کی جگہ سے اسے ذلت سے اجتناب کرنا نجات دیتا تھا۔
یہ کہہ کر رونے لگے۔ منصور کہنے لگا، میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ مارا جائے لیکن اس نے چاہا کہ وہ میرا سر بدن سے جدا کرے، میں نے اس کا سر جدا کر دیا ہے۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں کہا ہے کہ حسن بن زید اسخیا میں سے ایک ہے۔ یہ منصور کی طرف سے پانچ سال مدینہ کا حاکم رہا۔ اس کے بعد منصور اس پر ناراض ہو گیا۔ اور اسے معزول کر دیا اور اس کا مال چھین لیا اور اسے بغداد میں قید کر دیا۔ اور وہ مسلسل منصور کی قید میں رہا۔ جب منصور مرا اور مہدی خلیفہ ہوا تو مہدی نے اسے نکالا اور جو مال اس سے لیا گیا وہ واپس کیا اور ہمیشہ اس کے ساتھ رہا۔ یہاں تک کہ مقام حاجز میں جو حج کے راستہ میں ایک جگہ ہے اس وقت وفات پائی۔ جبکہ حج کے ارادہ سے جا رہا تھا۔
خطیب نے اسماعیل بن زید کے بیٹے سے روایت کی ہے کہ میرا باپ صبح کی نماز اول وقت میں جبکہ فضا تاریک ہوتی ہے۔ پڑھا کرتا تھا۔ ایک دن نماز صبح ادا کی اور سوار ہوا کہ اپنی زمین کی طرف جائے جو غابہ میں تھی۔ اچانک اس کے پاس مصعب بن ثابت بن عبداللہ بن زبیر اور اس کا بیٹا عبداللہ بن مصعب آیا اور میرے باپ سے کہا میں نے شعر پڑھا ہے آپ سنیئے۔ میرے باپ نے کہا یہ شعر پڑھنے کا وقت نہیں۔ مصعب نے کہا آپ کو اس قرب اور رشتہ داری کا واسطہ دیتا ہوں جو آپ کو رسول اللہؐ سے ہے کہ میرا شعر سنیں۔ پس اس نے یہ شعر پڑھا:

یابن بنت النبی وابن علی
انت انت المجیر من ذی الزمان

اے نبیؐ کی بیٹی اور علیؑ کے بیٹے صرف تم ہی اس زمانہ سے پناہ دے سکتے ہو۔ اس کا مقصد اس شعر سے یہ تھا کہ حسن اس کا

قرض ادا کردے تو حسن نے اس کا قرض ادا کردیا۔حسن بن زید کے آٹھ بیٹے تھے۔پہلا ابو محمد قاسم اور وہ اولاد حسن میں سب سے بڑا تھا اور اس کی ماں ام سلمہ حسین اثرم کی بیٹی تھی اور وہ شخص پارسا اور پرہیزگار تھا اور بنی عباس کی موافقت میں محمد بن عبداللہ نفس زکیہ سے خصومت ونزاع رکھتا تھا۔اس کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں اور ان کے نام اس طرح تھے۔

عبدالرحمن بن شجری

عبدالرحمن بن شجری وہ منسوب ہے شجرہ کی طرف جو مدینہ کی بستیوں میں سے ایک ہے۔وہ کئی قبائل کا باپ تھا اور صاحب اولاد وعشیرہ تھا اور اس کی اولاد میں سے داعی صغیر ہے۔وہ قاسم بن حسن بن علی بن عبدالرحمان شجری ہے۔اس کا بیٹا محمد ہے جو معزل الدولہ دیلمی کے زمانہ میں نقیب تھا اور اس سے کئی ایک واقعات متعلق ہیں۔جو عمدۃ الطالب میں مذکور ہیں۔اور داعی کبیر اس کے چچا زاد بھائیوں میں سے تھا۔جس کا نسب اسماعیل بن حسن بن زید تک جا پہنچتا ہے۔چنانچہ اس کے بعد اس کے حالات بیان ہوں گے۔

محمد بطحانی

محمد بطحانی۔اور ایک روایت کے مطابق بطحانی (نون کے ساتھ بروزن سبحانی)۔یہ مدینہ کے ایک محلہ کا نام ہے اور بعض نے اس کو بطحاء کی طرف منسوب کیا ہے اور نون کے متعلق کہا ہے کہ یہ یونہی ہے جس طرح اہل صنعاء کو صنعانی کہتے ہیں۔بہرحال محمد بن قاسم کو بطحاء و یا بطحان میں زیادہ قیام کی وجہ سے بطحانی کہتے تھے اور وہ فقیہ اور کئی قبائل کا باپ اور صاحب اولاد وعشیرہ تھا اور اس کی نسل میں سے ابوالحسن علی بن حسین اخی مسمی داماد صاحب بن عباد ہے اور وہ اہل علم وفضل وصاحب ادب اور ہمدان میں رئیس تھا اور جب صاحب بن عباد کی بیٹی سے اس کا لڑکا پیدا ہوا تو صاحب بن عباد خوش ہوا۔اور کچھ اشعار کہے جن میں سے ایک شعر یہ ہے:

الحمد لله حمداً دائماً ابداً
قد صار سبط رسول الله لی ولدا

اللہ کے لیے دائمی اور ابدی حمد وثناء ہے کہ رسول خدا کا نواسہ میرا بیٹا ہو گیا ہے..... نیز اصفہانی سادات جو سادات گلستانہ کے نام سے مشہور ہیں ان کا نسب محمد بطحانی سے جا ملتا ہے۔کیونکہ سادات گلستانہ کا جد جو کہ صاحب بن عباد کی بیٹی کی اولاد میں سے ایک ہے اس کا نسب اسی طرح بیان ہوا ہے اور وہ ہے شرفشاہ بن عباد بن ابوالفتوح محمد بن ابوالفضل حسین بن علی بن حسین بن حسن بن قاسم بطحانی اور اس کی اولاد میں سے ہے۔سید عالم فاضل مصنف جلیل مجد الدین عباد بن احمد بن اسماعیل بن علی بن حسن بن شرفشاہ مذکور جو کہ سلطان اولجایتو محمد بن ارغون کے زمانہ میں اصفہان کا قاضی تھا اور صاحب عمدۃ الطالب کہتے ہیں ان لوگوں میں سے جو میں نے بطحانی کی طرف منسوب پائے ہیں۔ناصر الدین علی بن مہدی بن محمد بن حسین بن زید بن محمد بن احمد بن جعفر بن عبدالرحمان بن محمد بطحانی ہے جو قم کے بازار میں مدرسہ میں دفن ہے جو مدرسہ محلہ سوار انیک میں واقع ہے اور بطحانی کی اولاد میں سے ہے۔ابوالحسن ناصر بن مہدی بن

حمزہ رازی المنشا کا وزیر جو مازندران میں پیدا ہوا اور سید نقیب عزیز الدین یحییٰ بن محمد نقیب ری قم اور آمل کے قتل ہونے کے بعد بغداد گیا اور اس کے ساتھ نقیب مذکور کا بیٹا محمد بن یحییٰ تھا۔ پس نقابت اس کے سپرد ہوئی اور اس کے بعد نیابت و وزارت بھی اس کے سپرد ہوئی پھر اس نے نقابت محمد بن یحییٰ کو دے دی اور امیر وزارت اس کے اپنے لیے کامل و تمام ہوا اور وہ ان چار وزراء میں سے ایک ہے کہ جن کی وزارت خلیفہ ناصر الدین اللہ عباسی کے زمانہ میں کامل ہوئی اور وہ ہمیشہ جلالت تسلط اور نفاذ امر میں باقی رہا یہاں تک کہ معزول ہوا اور ۶۱۷ھ میں بغداد میں وفات پائی۔ تیسرا حمزہ چوتھا حسن۔ اور بعض نے اولاد قاسم میں حسن نام کا کوئی شخص شمار نہیں کیا بلکہ قاسم کے تین بیٹوں کے قائل ہوئے ہیں اور اس کی دو بیٹیوں میں سے ایک تو خدیجہ ہے جو اپنے چچازاد جناب عبدالعظیم حسنی مدفون ری کی زوجہ ہے اور دوسری عبیدہ جو اپنے چچازاد طاہر بن زید بن حسن بن زید بن حسن کی زوجہ ہے۔

حسن بن زید بن حسن

حسن بن زید بن حسنؑ کے بیٹوں میں سے ابوالحسن علی شدید ہے۔ اس کی والدہ ام ولد (کنیز) اور اس کا لقب شدید ہے۔ اس نے منصور کی قید میں وفات پائی اور اس کی ایک بیٹی تھی۔ جس کا نام فاطمہ تھا اور اس کی ایک کنیز بھی تھی جس کا نام تھا ہیفاء اور وہ اس سے حاملہ تھی۔ اس کے وضع حمل سے پہلے علی شدید کی وفات ہوگئی۔ جب مدت حمل ختم ہوئی ہیفا سے ایک بیٹا پیدا ہوا۔ حسن نے اس کا نام عبداللہ رکھا اور اس سے حسن کو بہت محبت تھی اور اسے اپنا جانشین کہتا تھا۔ اور جب عبداللہ حد رشد کو پہنچا اور اس نے شادی کی تو خداوند عالم نے اسے نو بیٹے عطا فرمائے۔ احمد، قاسم، حسن، عبدالعظیم، محمد، ابراہیم، علی اکبر، علی اصغر اور زید عبدالعظیم کی کنیت ابوالقاسم ہے اور ان کی قبر ری میں مشہور و معروف ہے اور وہ علو مقام اور جلالت شان میں معروف ہیں۔ وہ اکابر محدثین اعاظم علماء و زہاد و عباد میں سے تھے اور حضرت تقی جوادؑ اور نقی ہادیؑ کے صحابہ میں سے تھے اور محقق داماد نے کتاب رواشح میں فرمایا ہے کہ بہت سی احادیث فضیلت اور زیارت حضرت عبدالعظیم میں روایت ہوئی ہے اور منقول ہے کہ جو اس کی زیارت کرے۔ بہشت اس پر واجب ہو جاتی ہے اور ابن بابویہ اور ابن قولویہ نے روایت کی ہے کہ اہل ری میں سے ایک شخص حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں گیا۔ آپ نے اس سے پوچھا تو کہاں تھا۔ اس نے عرض کیا۔ امام حسینؑ کی زیارت کے لیے گیا ہوا تھا۔ تو آپ نے فرمایا اگر عبدالعظیم کی قبر کی زیارت کرتا جو تیرے نزدیک ہے تو تو اس شخص کی طرح ہوتا جس نے امام حسینؑ کی زیارت کی ہو۔ خلاصہ یہ کہ ان کی فضیلت میں بہت سی روایات ہیں اور حقیر نے تحیۃ الزائر اور ہدیۃ الزائرین میں ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کیا ہے اور صاحب بن عباد نے ایک مختصر سا رسالہ ان کے حالات میں لکھا ہے۔ اور شیخ مرحوم محدث متجر نوری نور اللہ مرقدہٗ نے وہ رسالہ مستدرک کے خاتم میں نقل فرمایا ہے اور میں نے اس کا خلاصہ مفاتیح میں ذکر کیا ہے اور جناب عبدالعظیم کا ایک بیٹا تھا محمد نام وہ بھی مرد جلیل القدر زہد اور کثرت عبادت میں معروف تھا۔

واضح ہو کہ یہ احقر جس زمانہ میں ارض مقدس غری (نجف اشرف) میں مجاور تھا۔ اور شیخ جلیل علامۃ عصرہ فریدہ دہرہ جناب آقا میرزا فتح اللہ جو شریعت اصفہانی کے لقب سے مشہور ہیں۔ دام ظلہ العالی سے جس وقت استفادہ کر رہا تھا تو میں نے آنجناب سے سنا

انہوں نے فرمایا کہ علماء نسابہ میں سے ایک شخص نے ایک کتاب تالیف کی ہے جس کا نام ہے منتقلہ۔اس کتاب میں ان سادات کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوئے ہیں۔منجملہ اس کے یہ لکھا ہے کہ محمد بن عبد العظیم سامرہ کی طرف منتقل ہوئے ہیں اور بلد و دجیل کے علاقہ میں وفات پائی اور چونکہ پورے طور پر ان کے الفاظ میں مجھے یاد نہیں لہٰذا ان کا خلاصہ میں نے لکھ دیا ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ آنجناب نے یہ واقعہ کتاب منتقلہ سے نقل کر کے یہ ظاہر کیا کہ یہ قبر جو امام زادہ سید محمد کے نام سے بلد کے قریب سامرہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ہے اور جلالت شان اور ظہور کرامات میں مشہور ہے۔یہ انہیں محمد بن عبد العظیم حسنی کی قبر ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ یہ محمد بن علی ہادی علیہ السلام کی قبر ہے جو کہ جلالت شان میں ممتاز ہیں۔اور یہی وہ بزرگوار ہیں کہ جن کی وفات پر امام عسکریؑ نے اپنا گریبان چاک کیا اور یہی اعتقاد تھا۔شیخ مرحوم علامہ نوری طاب ثراہ اور باقی علماء کا بلکہ علماء عصر سابق کا جیسا کہ حموی نے معجم البلدان میں شہر بلد کے متعلق کہا وقال عبد الکریم بن طاؤوس بہا قبر ابی جعفر محمد بن علی الہادی علیہ السلام بالاتفاق۔یعنی عبد الکریم ابن طاؤس نے فرمایا ہے کہ اس میں اتفاق ہے کہ شہر بلد میں جناب ابوجعفر محمد بن علی نقی ہادیؑ کی قبر ہے۔

بیٹا حسن بن زید بن حسن علیہ السلام

بیٹا حسن بن زید بن حسن علیہ السلام کا ابو طاہر زید ہے اور زید کے تین بچے ہیں۔(۱) طاہر اس کی والدہ اسماء بنت ابراہیم مخزومیہ ہے اور اس کے دو بیٹے ہیں۔محمد اور علی اور محمد کی تین بیٹیاں ہیں۔خدیجہ، نفیسہ اور حسنا اور ان کے بیٹے نہیں ہوئے اور ان میں تین شہزادیوں کی ماں اہل صنعاء میں سے تھیں۔اور انہوں نے صنعاء میں سکونت اختیار کی۔(۲) علی بن زید اور (۳) ام عبداللہ۔

حسن بن زید بن حسن

اولاد حسن بن زید بن حسن میں اسحاق ہے اور اسحاق کوکبی کے لقب سے مشہور تھا۔اور اس کے تین بیٹے ہیں۔حسن حسین اور ہارون۔ہارون کا بیٹا تھا۔جعفر اور جعفر کا بیٹا تھا۔محمد اور اسے مازندان کے شہر آمل میں رافع بن لیث نے شہید کیا اور کہتے ہیں کہ ان کی قبر زیارت گاہ ہے۔

حسن بن زید حسن علیہ السلام

حسن بن زید حسن علیہ السلام کی اولاد میں ابراہیم ہے۔ابراہیم نے سادات حسینی کی ایک خاتون سے شادی کی اور اس سے ایک بیٹا پیدا ہوا۔جس کا نام اپنے نام پر ابراہیم رکھا۔اور دوسرا بیٹا پیدا ہوا اس کا نام علی تھا اور امۃ الحمید سے جو کہ ام ولد (کنیز) تھی اور اس کا نسب عمر سے جا ملتا تھا۔ایک بیٹا پیدا ہوا، جس کا نام زید رکھا اور ابراہیم کے دو بیٹے تھے محمد اور حسن اور محمد کے سلمہ بنت عبد العظیم مدفون رَی سے تین بیٹے تھے اور ان کے نام حسن، عبداللہ اور احمد ہیں۔

حسن بن زید بن حسین علیہ السلام

اولاد حسن بن زید بن حسین علیہ السلام سے عبداللہ ہے۔ عبداللہ کے پانچ بیٹے تھے۔ اس ترتیب سے علی، محمد، زید اور اسحاق۔ ابونصر بخاری کہتا ہے کہ زید کے علاوہ کسی کی اولاد نہیں ہوئی اور زید کی ماں کنیز تھی اور زید اپنے زمانہ کا سب سے زیادہ بہادر تھا۔ اور وہ کوفہ کے باہر ابوسرایا کے ساتھ تھا۔ جب معاملہ اس پر سخت ہو گیا تو اہواز کی طرف چلا گیا اور وہاں گرفتار ہوا اور اسے باندھ کر قتل کیا گیا۔ اور زید کے چار بیٹے تھے۔ محمد، علی، حسین اور عبداللہ۔ ان کی والدہ سادات علویہ میں سے تھیں اور محمد بن زید کے تین بیٹے تھے۔ جن کے نام حسن، علی اور عبداللہ ہیں۔ یہ حجاز میں ساکن رہے۔

حسن بن زید حسن علیہ السلام

حسن بن زید حسن علیہ السلام کے بیٹوں میں سے ابومحمد اسماعیل ہے۔ اسماعیل حسن بن زید کا آخری بیٹا ہے اور اسے جالب الحجارہ کہتے تھے۔ اس کے تین بیٹے ہیں (۱) حسن (۲) علی اسماعیل کا سب سے چھوٹا لڑکا تھا۔ علی کے چھ بیٹے تھے۔ جن کے نام یہ ہیں۔ حسین۔ حسن۔ اسماعیل۔ محمد۔ قاسم اور احمد۔ اسماعیل کا تیسرا بیٹا محمد ہے۔ اس کی والدہ سادات حسینی میں سے ہے۔ اس کے چار بیٹے ہیں۔ (۱) احمد اس نے بخارا کا سفر کیا اور وہاں اس کا بیٹا ہوا اور وہیں قتل ہوا (۲) علی اور اس کی نسل نہیں چلی۔ (۳) اسماعیل اس کی والدہ خدیجہ بنت عبداللہ بن اسحاق بن قاسم بن اسحاق بن عبداللہ بن جعفر بن علی بن ابی طالب علیہ السلام تھی۔ اس کا لقب ابیض البطن تھا۔ اور اس کی بھی کوئی اولاد نہ تھی۔ (۴) زید بن محمد۔ عمری کی روایت ہے کہ اس کی والدہ عبدالرحمن شجری کی اولاد سے تھی اور اس کے دو بیٹے تھے۔ ایک امیر حسن جس کا لقب داعی کبیر تھا۔ اور دوسرا محمد اس کا بھی اپنے بھائی کے بعد داعی لقب ہوا۔

داعی کبیر امیر حسن بن زید بن محمد بن اسماعیل بن حسن بن زید بن الحسن بن علی بن ابی طالب کے حالات

حسن بن زید کو داعی کبیر اور داعی اول کہتے ہیں اس کی والدہ عبداللہ بن عبید اللہ عرج بن حسین اصغر بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام کی بیٹی ہے۔ ۲۵۰ ہجری میں طبرستان خروج کیا اور دو سو ستر میں وفات پائی۔ اس کی سلطنت کی مدت بیس سال ہے۔ صاحب ناسخ التواریخ نے لکھا ہے کہ داعی کبیر نے دو سو باون ۵۲ ہجری میں سلیمان بن طاہر پر حملہ کیا اور اسے طبرستان سے نکال دیا اور اس علاقہ پر پورا تسلط قائم کر لیا اور وہ لوگوں کے قتل کرنے اور شہروں کے برباد کرنے میں کوئی عیب و ملامت نہیں سمجھتا تھا اس کے ایام سلطنت میں بہت سے بڑے لوگ اور اشراف سادات قتل ہوئے۔ ان میں سے دو افراد سادات حسینی کو قتل کیا۔ ایک حسین بن احمد بن محمد بن اسماعیل بن محمد بن عبداللہ الباہر بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام تھے۔ اور یہ دونوں داعی کی طرف سے قزوین و زنجان کے حاکم تھے۔ جس وقت موسیٰ بن بغا زنجان و قزوین کو ان سے چھڑوانے پر اور عمدہ لشکر کے ساتھ اس نے حملہ کیا تو ان میں اس کے مقابلہ میں ہمت نہ رہی۔ مجبوراً طبرستان کی طرف بھاگ گئے۔ داعی نے شکست کھانے اور بھاگ آنے کے جرم میں دونوں کو حاضر کیا اور گہرے پانی میں غرق کیا۔ یہاں تک کہ ان کی جان نکل گئی پھر ان کی لاشیں ایک سرداب میں ڈال دیں اور یہ واقعہ ۲۸۵ ہجری میں ہوا۔ خلاصہ یہ کہ جب یعقوب بن لیث، طبرستان میں آیا اور داعی دیلم کی طرف بھاگ نکلا تو یعقوب نے ان دونوں کی لاشیں سرداب سے نکال کر دفن کر دیں اور داعی کے مقتولین میں ایک عقیقی ہے جو کہ داعی کی خالہ کا بیٹا تھا۔ جس کا نام حسن بن محمد بن جعفر بن عبیداللہ بن الحسین الاصغر بن علی بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب علیہم السلام ہے۔ یہ داعی کی طرف سے شہر سازی کا حاکم تھا۔ داعی کی عدم موجودگی کے زمانہ میں اس نے سیاہ لباس پہنا جو کہ عباسیوں کا شعار ہے اور سلاطین خراسان کے نام کا خطبہ پڑھا۔ جب داعی نے قوت پکڑی اور دوبارہ لوٹا تو سید عقیقی کے ہاتھ گردن سے باندھ کر ان کا سر قلم کر دیا۔ اور طبرستان کے کچھ لوگوں کے متعلق یہ سمجھتا تھا کہ وہ اس سے کینہ و مکر و بغض رکھتے ہیں۔ اس نے چاہا کہ ان سب کو تہ تیغ کر دے۔ پس اپنے آپ کو مریض ظاہر کیا اور چند دن کے بعد اپنی موت مشہور کرا دی۔ پس اسے ایک تابوت میں ڈال کر مسجد میں لے آئے۔ تاکہ اس پر نماز جنازہ پڑھیں۔ جب لوگ مسجد میں جمع ہوئے تو اچانک وہ لوگ کہ جن سے اس نے ساز باز کر رکھی تھی کھڑے ہو گئے اور انہوں نے مسجد کے دروازے بند کر دیئے اور داعی بھی

ہتھیاروں سے لیس تابوت سے باہر کود پڑا۔ اور تلوار نکال لی اور بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا۔ خلاصہ یہ کہ داعی اگرچہ خونریز اور جری تھا مراحب فضائل میں بلند مقام رکھتا تھا اور علماء و شعراء کے لیے اس کا دربار محیط رجال تھا۔ اور علماء نسابہ کا اتفاق ہے کہ اس کی اولاد نہیں تھی سوائے اس کے کہ ایک کنیز سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام کریم تھا اور وہ شادی ہونے سے پہلے وفات پا گئی۔

داعی کے بھائی محمد بن زید حسنی کے حالات

محمد بن زید اپنے بھائی حسن کے بعد داعی کے لقب س ملقب ہوا۔ داعی کبیر کے بہنوئی جو کہ ابوالحسین احمد بن ابراہیم بن علی بن عبدالرحمن شجری حسنی ہے نے سلطنت کا علم بلند کیا اور طبرستان کے ملک پر غالب آیا۔ محمد بن زید جرجان سے لشکر لے کر آیا اور ابو الحسن سے جنگ کی اور اسے قتل کر کے طبرستان پر قبضہ کر لیا اور دوسو اکہتر ۲۷۱ ہجری سے لے کر سترہ سال اور سات مہینہ تک طبرستان میں اس کی حکومت برقرار رہی اور اس کی سلطنت اتنی مضبوط ہو گئی کہ رافع بن ہرثم نیشاپور میں ایک مدت تک اس کے نام کا خطبہ پڑھتا رہا اور ابو مسلم محمد اصفہانی کاتب معتزلی اس کا وزیر و دبیر تھا۔ آخر کار محمد بن ہرون سرخسی صاحب اسماعیل بن احمد سامانی نے جرجان میں محمد کو قتل کر دیا۔ اور اس کا سر لے کر اس کے بیٹے کے ساتھ جو کہ قید کر لیا تھا۔ مرو بھیجا اور وہاں سے بخارا منتقل کیا گیا اور اس کی لاش گرگان میں محمد بن امام جعفر صادقؑ کی قبر کے پاس جن کا لقب دیباج تھا۔ دفن کر دی اور محمد بن زید علم و فضل میں جوانمرد اور سخاوت و شجاعت میں شخص بزرگ تھا۔ علماء و شعراء اس کے دربار کو ملجا و ماوئی سمجھتے تھے اور اس کا دستور تھا کہ وہ سال کے اختتام پر بیت المال کا حساب و کتاب دیکھتا۔ جو کچھ اخراجات سے زائد ہوتا وہ قریش انصار فقہاء فقراء اور دوسرے لوگوں میں تقسیم کر دیتا اور ایک دمڑی بھی باقی نہ رکھتا۔ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک سال جب اس نے بنی عبد مناف کو عطا کرنے کی ابتداء کی اور بنی ہاشم کے عطیات سے فارغ ہوا تو اس نے عبد مناف کی اولاد کے دوسرے طبقہ کو بلایا۔ ایک شخص عطیہ لینے کی غرض سے کھڑا ہوا، محمد بن زید نے پوچھا تو کس قبیلہ سے ہے۔ اس نے کہا اولاد عبد مناف سے۔ فرمایا شاید اولاد معاویہ میں سے ہے۔ کہنے لگا۔ ایسا ہی ہے۔ فرمایا، معاویہ کے کس بیٹے سے تیرا نسب ملتا ہے۔ وہ پھر خاموش ہوا۔ فرمایا یزید کی اولاد میں سے ہے۔ اس نے کہا، جی ہاں۔ فرمایا کیا احمق و بیوقوف شخص ہے کہ تو طمع و آرزوئے بخشش و عطا اولاد ابو طالبؑ سے رکھتا ہے حالانکہ وہ تجھ سے خون کا بدلہ چاہتا ہے۔ اگر تجھے اپنے دادا کے کردار کا پتہ نہیں تو تو کتنا جاہل و غافل ہے اور اگر تو ان کے کردار سے واقف ہے تو جان بوجھ کر تو نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا ہے۔ سادات علویہ نے جب یہ سنا تو اسے گھور کر دیکھنے لگے اور اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ محمد بن زید نے بلند آواز سے پکار کر کہا کہ اس کے حق میں برا ارادہ نہ کرنا کیونکہ جو اس کو آزار پہنچائے گا مجھ سے اپنا انجام دیکھے گا۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ امام حسن علیہ السلام کے خون کا بدلہ اس سے لیا جائے گا۔ خداوند عالم کسی شخص کو دوسرے کے گناہوں کی وجہ سے عذاب نہیں کرتا۔ اب غور سے سنو میں تمہیں ایک بات سناتا ہوں جو تمہارے کام آئے گی مجھے میرے باپ زید نے بتایا ہے کہ منصور خلیفہ جن دنوں مکہ معظمہ گیا ہوا تھا۔ اس کے قیام کے دوران اس کے پاس ایک بہت قیمتی

گوہر لایا گیا تا کہ وہ اسے خرید کرے۔ منصور نے غور سے اسے دیکھا اور کہا کہ اس گوہر کا مالک ہشام بن عبد الملک تھا اور مجھے یہ خبر ملی ہے کہ اس کا بیٹا محمد نامی باقی ہے اور یہ گوہر اس نے بیچنے کے لیے پیش کیا ہے۔ اس وقت منصور نے ربیع حاجب کو بلایا اور اس سے کہا کہ جب کل صبح کی نماز لوگوں کو مسجد الحرام میں پڑھا لو تو فرمان جاری کرو کہ مسجد کے دروازے بند کر دیئے جائیں۔ ان کے بعد ایک دروازہ کھلا رکھو اور لوگوں کو ایک ایک کر کے اچھی طرح پہچانو اور چھوڑتے جاؤ جب محمد کو پہچان لو تو اس کو گرفتار کر کے میرے پاس لے آؤ۔ جب دوسرے دن ربیع نے یہ کام اس طرح کیا۔ محمد سمجھ گیا کہ وہ مجھے تلاش کرنا چاہتے ہیں۔ دہشت زدہ اور حیران ہو کر وہ ہر طرف دیکھنے لگا۔ اس وقت محمد بن زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب کا اس سے آمنا سامنا ہوا اور اس کے دلی اضطراب کو وہ بھانپ گئے اور کہنے لگے اے شخص میں تجھے سخت حیرت میں دیکھ رہا ہوں تو کون ہے اور کہاں کا رہنے والا ہے کہنے لگا میں ہوں محمد بن ہشام بن عبد الملک۔ اب آپ بتائیں کہ آپ کون ہیں۔ فرمایا، میں ہوں محمد بن زید بن علی اور اے پسر عم تو خوف نہ کھا۔ کیونکہ تو زید کا قاتل نہیں اور تیرے قتل ہونے سے زید کے خون کا تدارک نہیں ہو سکتا۔ اور اب تیری خلاصی اور چھٹکارے کی میں ایک تدبیر کرتا ہوں اگرچہ وہ تجھے ناپسند ہے لیکن پرواہ کرو۔ یہ کہہ کر اپنی عبا محمد بن ہشام کے سر پر اور چہرہ پر ڈال دیا۔ اسے کشاں کشاں لے چلے اور تھپڑ پر تھپڑ مارے جا رہے تھے یہاں تک کہ ربیع کے پاس دروازے تک پہنچ گئے اور چیخ کر کہا: اے ابوالفضل یہ خبیث شتربان ہے، اہل کوفہ میں سے۔ اس نے ایک اونٹ مجھے آنے جانے کے لیے کرایہ پر دیا اور پھر مجھ سے بھاگ گیا تھا اور وہ اونٹ کسی دوسرے شخص کو کرایہ پر دے دیا ہے اور میرے پاس اس سلسلہ میں دو عادل گواہ موجود ہیں۔ وہ ملازم و خادم میرے ساتھ کر دو تا کہ میں اسے قاضی کے پاس لے جاؤں۔ محمد نے دو پاسبان زید کے ساتھ کر دیئے۔ اور یہ مسجد سے نکل گئے۔ جب کچھ راستہ طے کیا تو محمد نے محمد بن ہشام کی طرف رخ کیا اور کہا اب اگر میرا حق دے دو تو حارس و قاضی کی زحمت تمہیں نہ دوں گا۔ محمد بن ہشام نے کہا، فرزند رسول خدا میں اطاعت کروں گا۔ محمد بن زید نے ربیع کے ملازمین سے فرمایا: اب اس نے ذمہ اٹھا لیا ہے۔ اب تم زحمت نہ اٹھاؤ اور واپس چلے جاؤ۔ جب وہ لوگ چلے گئے تو محمد بن ہشام نے محمد بن زید کے سر اور منہ کے بوسے لیے اور کہا خداوند عالم بہتر جانتا تھا کہ اس نے رسالت ایسے گھرانے میں قرار دی ہے اور ایک گوہر نکالا اور کہنے لگا اس گوہر کو قبول کر کے مجھے عزت بخشیں۔ فرمایا: اے پسر عم! ہم ایسے خاندان کے لوگ ہیں کہ ہم نیکی بدلے کچھ نہیں لیتے۔ میں نے تیرے حق میں زید کے خون سے چشم پوشی کی ہے تو اس گوہر کو میں کیا کروں گا۔ اب اپنے آپ کو چھپاؤ کیونکہ منصور تمہاری تلاش میں کوشش کر رہا ہے۔

جب داعی نے گفتگو یہاں تک پہنچائی تو حکم دیا کہ اس اموی شخص کو بھی عبد المناف میں سے ایک شخص کے برابر عطیہ دیا جائے اور اپنے لوگوں میں سے چند افراد کو حکم دیا کہ وہ اسے رَیّ کے علاقہ تک سلامتی کے ساتھ پہنچائیں اور اس کی تحریر سلامتی لے کر واپس آئیں۔ وہ اموی کھڑا ہوا اور اس نے داعی کے سر کا بوسہ لیا اور چلا گیا۔ اور اس داعی کے کہ جس کا نام محمد بن زید ہے دو بیٹے ہیں۔ ایک زید جس کا لقب رضی ہے اور اس کا بھی ایک بیٹا ہے جس کا نام محمد تھا اور دوسرا حسن اور جبکہ ہم زید بن حسن کی اولاد کے ذکر سے فارغ ہوئے ہیں اب حسن مثنیٰ کی اولاد کو شروع کرتے ہیں۔

حسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب علیہ السلام کی اولاد

ابو محمد حسن بن حسن کہ جسے حسن مثنیٰ کہتے ہیں اس کے بیٹے اور بیٹیوں کی تعداد دس شمار کی گئی ہے۔

(۱) عبداللہ (۲) ابراہیم (۳) حسن مثلث (۴) زینب (۵) ام کلثوم اور یہ پانچ افراد جناب فاطمہ بنت الحسین سے پیدا ہوئے۔ (۶) داود (۷) جعفر ان دو کی والدہ اہل روم میں سے ایک کنیزہ تھی جس کا نام حبیبہ ہے۔ (۸) محمد اس کی والدہ کا نام رملہ ہے (۹) رقیہ (۱۰) فاطمہ ابوالحسن عمری کہتا ہے کہ حسن کی ایک اور بھی بیٹی تھی جس کا نام قسیمہ تھا۔ حسن کی بیٹیوں میں سے ام کلثوم اور رقیہ کے حالات تو نہیں مل سکے۔ زینب سے عبدالملک بن مروان نے شادی کی اور فاطمہ کا نکاح معاویہ بن عبداللہ بن جعفر طیار سے ہوا اور اس سے چار بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی اور ان کے نام اس طرح ثبت ہیں۔ یزید۔ صالح۔ حماد۔ حسین اور زینب اور حسن مثنیٰ کے بیٹے سوائے محمد کے سب صاحب اولاد تھے۔ اب ہم ان کی اولاد کا تذکرہ کرتے ہیں اور آخر میں ان سے جو معروف ہیں ان کے مقتل بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

عبداللہ بن حسن بن حسن مجتبیٰ کی اولاد کا تذکرہ

ابو محمد عبداللہ بن حسن کو عبداللہ محض اس لیے کہتے ہیں چونکہ اس کا باپ حسن بن حسنؑ ہے اور ماں فاطمہ بنت الحسین علیہ السلام ہیں اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہت رکھتا تھا اور وہ بنی ہاشم کا بزرگ تھا اور زیادہ خوبصورت زیادہ کریم اور سب لوگوں سے زیادہ سخی تھا اور قوی النفس وشجاع و بہادر تھا اسے منصور نے قتل کیا۔ جیسا کہ اس باب کے آخر میں ان شاء اللہ العزیز ذکر ہوگا۔

محمد بن عبداللہ

محمد بن عبداللہ جس کا لقب نفس زکیہ تھا۔ جو احجار زیت مدینہ میں ایک سو پینتالیس ۱۴۵ھ میں شہید ہوا۔ اور اس کی شہادت کی تفصیل آخر باب میں ان شاء اللہ بیان ہوگی اور ان کی گیارہ اولادیں ہیں۔ چھ بیٹے اور پانچ بیٹیاں اور ان کے نام اس طرح ہیں۔ عبداللہ، علی، طاہر، ابراہیم، حسن، یحییٰ، فاطمہ، زینب، ام کلثوم، ام سلمہ۔ نیز ام سلمہ اور عبداللہ کا لقب اشتر تھا۔ اسے ہندوستان کے ملک میں شہید کر کے اسکا سر منصور کے پاس بھیجا گیا۔ اور علی بن محمد بن عبداللہ محض نے منصور کی قید میں وفات پائی اور طاہر کے

صاحب اولاد ہونے میں اختلاف ہے۔اور ابراہیم کا ایک بیٹا محمد نامی تھا اور چند بیٹیاں تھیں کہ جن کی ماں امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک خاتون تھیں۔محمد کی چند اولادیں ہوئیں لیکن ختم ہوگئیں۔ یہ حسن حسین بن علی علیہ السلام کی ہمرکابی میں واقعہ فخ میں موجود تھے۔ایک گہرا زخم انہیں لگا۔عباسیوں نے انہیں امان دی۔جب انہوں نے جنگ سے ہاتھ روک لیا تو ان کی گردن اڑا دی۔جیسا کہ بعد میں ان کے حالات تفصیل سے بیان ہوں گے اور ان کی کوئی اولاد باقی نہیں رہی اور یحیٰی بھی لاولد تھے۔مدینہ میں رہے اور وہیں وفات پائی اور فاطمہ بلند مرتبہ خاتون ہیں۔یہ اپنے چچازاد حسن بن ابراہیم کے نکاح میں تھیں اور زینب سے محمد بن سفاح نے جس رات زینب کے والد محمد شہید ہوئے شادی کی اور اس کے بعد عیسیٰ بن علی عباسی نے اس سے شادی کی اور آخر میں ابراہیم بن حسن بن زید بن حسن مجتبیٰ نے اس سے نکاح کیا جس طرح تذکرہ سبط میں تفصیل سے مذکور ہے۔خلاصہ یہ کہ نفس زکیہ کی اولاد اور نسل عبداللہ اشتر سے باقی رہی۔

بیٹا عبداللہ محض کا ابراہیم

بیٹا عبداللہ محض کا ابراہیم ہے اور اسے قتیل باخمری کہتے ہیں اور ان کی شہادت کی تفصیل آخر باب میں ان شاءاللہ بیان ہوگی اور ان کے دس بیٹے تھے اور ان کے نام اس طرح شمار ہوتے ہیں۔محمد اکبر، طاہر، علی، جعفر، محمد اصغر، احمد اکبر، احمد اصغر، عبداللہ، حسن اور ابوعبداللہ اور محمد اکبر جو قشاش کے لقب سے معروف ہے۔لاولد تھا۔اور اسی طرح طاہر، علی، ابوعبداللہ اور احمد اصغر بھی۔اور عبداللہ نے مصر میں وفات پائی۔اس کا بیٹا محمد تھا جو لاولد فوت ہوگیا۔اور احمد اکبر کے دو بیٹے ہوکر فوت ہوگئے۔اور جعفر کا ایک بیٹا زید نامی ہوکر فوت ہوگیا۔اور محمد اصغر کی والدہ ابراہیم غمر فرزند حسن مثنیٰ کی بیٹی تھی اور اس کی سات اولادیں تھیں۔ابراہیم، عبداللہ، ام علی، زینب، فاطمہ، رقیہ اور صفیہ ابراہیم سے اولاد ہوکر ختم ہوگئی۔خلاصہ یہ کہ ابراہیم قتیل باخمری کی نسل حسن کے علاوہ اور کسی سے باقی نہیں رہی اور وہ شخص وجیہہ بزرگوار تھا۔اور اگر ہم اس کے بیٹوں اور پوتوں کا ذکر کرنا چاہیں تو مقصد کتاب سے نکل جائیں خواہشمند حضرات کتاب مشجرات اور انساب طالبین کی طرف رجوع کریں۔

بیٹا عبداللہ محض کا ابوالحسن موسیٰ

بیٹا عبداللہ محض کا ابوالحسن موسیٰ ہے۔موسیٰ بن عبداللہ کا لقب جون تھا۔اور یہ لقب اسے ماں سے ملا۔کیونکہ وہ کالا سیاہ ماں سے پیدا ہوا۔وہ شخص شاعر اور ادیب تھا اور جس وقت منصور نے اس کے باپ عبداللہ کو قید کیا تو اسے بلایا اور حکم دیا کہ اسے ہزار تازیانہ مارا جائے۔اس کے بعد کہنے لگا تم حجاز میں جاؤ اور اپنے بھائی محمد و ابراہیم کی مجھے اطلاع دو۔موسیٰ نے کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ محمد و ابراہیم میرے سامنے آئیں اور اپنا پتہ نشان نہ بتائیں۔جبکہ تیرے جاسوس میرے ساتھ ہوں گے۔منصور نے حاکم حجاز کے نام ایک فرمان جاری کیا کہ کوئی شخص موسیٰ سے تعرض نہ کرے اور اسے حجاز روانہ کیا۔موسیٰ نے حجاز کی راہ لی اور مکہ چلا گیا اور وہیں رہا۔یہاں تک کہ اس

کے بھائی محمد و ابراہیم شہید ہو گئے اور خلافت مہدی تک پہنچی۔ اسی سال مہدی مکہ کی زیارت کے لیے آیا۔ جس وقت مہدی مشغول طواف تھا۔ موسیٰ نے پکار کر کہا۔ اے امیر مجھے امان دو تو میں موسیٰ بن عبداللہ کو تمہارے سامنے پیش کر دوں۔ مہدی نے کہا، تجھے امان دیتا ہوں۔ موسیٰ نے کہا میں ہی موسیٰ بن عبداللہ ہوں۔ مہدی نے کہا، کون تجھے پہچانتا ہے اور کون تیری بات کی تصدیق کرتا ہے۔ وہ کہنے لگا، یہ حسن بن زید موسیٰ بن جعفر حسن بن عبیداللہ بن عباس بن علی ابی طالبؑ میرے گواہ ہیں۔ پس ان سب حضرات نے گواہی دی کہ یہی موسیٰ جون بن عبداللہ ہے تو مہدی نے اسے امان نامہ لکھ دیا۔ اور موسیٰ رشید کے زمانہ تک اس طرح رہا۔ ایک دن ہارون کے سامنے آیا۔ اور ہارون کے فرش پر اس کا پاؤں پھسلا اور گر گیا تو ہارون ہنسنے لگا۔ موسیٰ نے کہا یہ کمزوری روزہ کی وجہ سے ہے نہ کہ بڑھاپے سے اور عبداللہ بن مصعب زبیری کا اس کی رشید سے شکایت کرنا اور موسیٰ کا اسے قسم کھلانا۔ اور عبداللہ کا اس قسم کی وجہ سے مر جانا۔ مسعودی نے مروج الذہب میں تفصیل سے لکھا ہے۔ اور موسیٰ نے سویقہ مدینہ میں وفات پائی اور اس کی اولاد و احفاد صاحب ریاست اور امارت تھے اور اس کے پوتوں میں سے تھا۔ موسیٰ بن عبداللہ بن جون کہ جسے موسیٰ ثانی کہتے تھے۔ اس کی ماں امامہ بنت طلحہ فزاری ہے اور اس کی کنیت ابوعمرو وہ راوی حدیث ہے اور ۲۵۶ھ میں اس نے وفات پائی۔ مسعودی نے فرمایا ہے کہ سعید حاجب اسے معتز باللہ کے زمانہ میں مدینہ لے گیا اور موسیٰ زہاد و عباد میں سے تھا اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا ادریس بن موسیٰ بھی تھا جب ملک عراق کے ذبالہ نامی مقام پر پہنچے تو بنی فزارہ اور دوسرے لوگوں کا ایک گروہ جمع ہوا تا کہ وہ موسیٰ کو سعید حاجب سے چھین لیں۔ سعید نے موسیٰ کو زہر دیا۔ اور وہیں فوت ہو گیا۔ پس انہوں نے اس کے بیٹے ادریس کو سعید سے لے لیا۔ اس کی بہت اولاد ہے۔ حجاز کی امارت ان سے متعلق تھی۔ منجملہ موسیٰ جون کے پوتوں میں سے صالح بن عبداللہ بن جون ہے۔ صالح کی ایک بیٹی تھی جس کا ام دلفاء تھا۔ اس کے چار بیٹے تھے۔ جن میں سے تین لاولد تھے۔ اس کا ایک بیٹا ابو عبداللہ محمد جو شہید کے لقب سے مشہور تھا۔ صاحب اولاد ہے۔ بغداد میں اس کی قبر مسلمانوں کی زیارت گاہ ہے۔ ابن معیہ حسنی نسابہ کہتا ہے کہ وہ محمد بن صالح ہے کہ جسے محمد الفضل کہتے ہیں۔ اس کی قبر بغداد میں مسلمانوں کی زیارت گاہ ہے۔ یہ جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ محمد بن اسماعیل بن جعفر صادقؑ کی قبر ہے۔ یہ درست نہیں۔

صاحب عمدۃ الطالب کہتا ہے کہ محمد بن صالح مرد دلیر و بہادر تھا۔ اچھے شعر کہتا تھا چونکہ لوگوں کو غاصبین حقوق اہل بیتؑ کی بیعت اور اتباع میں دیکھتا تھا لہٰذا ان کے قتل میں دریغ نہ کرتا۔ متوکل عباسی کے زمانہ میں مکہ کے راستہ میں گزرنے والوں سے اس کا آمنا سامنا ہوا۔ اس گیر و دار میں گرفتار ہو گیا، قید ہو کر متوکل کے پاس لایا گیا۔ تو اسے سامرہ میں قید کر دیا گیا اس کی قید کی مدت طویل ہو گئی تو اس نے قید خانہ میں بہت سے اشعار کہے۔ متوکل کی تعریف میں چند قصیدے لکھے۔ اس کی خلاصی اور چھٹکارے کا سبب یہ ہوا کہ ابراہیم بن مدبر نے جو کہ متوکل کا ایک وزیر تھا محمد بن صالح کے کچھ اشعار متوکل کے سامنے ایک گانے والی کو یاد کرائے اور کہا کہ یہ متوکل کے سامنے پڑھنا۔ جب متوکل نے یہ اشعار سنے تو پوچھا کہ یہ کس نے کہے ہیں۔ ابراہیم نے کہا کہ محمد بن صالح بن موسیٰ بن جون نے۔ اس نے ذمہ داری لی کہ موسیٰ پھر خروج نہیں کرے گا۔ متوکل نے اسے رہا کر دیا۔ لیکن وہ دوبارہ حجاز کی طرف نہ جاسکا اور سر من رای (سامرہ) میں عالم بقا کو سدھار گیا۔

ابراہیم کے محمد کے حق میں سفارش کرنے کا سبب یہ تھا کہ محمد بن صالح کہتا ہے کہ میں نے ایک دفعہ حجاز کے راستہ میں ایک قافلہ پر حملہ کیا۔ انہیں مغلوب و مقہور کیا۔ میں ایک ٹیلے کے اوپر کھڑا ہو گیا تا کہ دیکھوں کہ میرے ساتھی مال غنیمت کے لوٹنے میں مشغول ہیں۔ اچانک ایک عورت جو ایک ہودج میں بیٹھی ہوئی تھی، میرے قریب آئی اور کہنے لگی اس لشکر کا رئیس کون ہے۔ میں نے کہا رئیس سے کیا چاہتی ہے۔ وہ کہنے لگی مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس لشکر میں اولاد رسولؐ میں سے ایک شخص موجود ہے۔ مجھے اس سے ایک حاجت ہے۔ میں نے کہا میں حاضر ہوں تم کیا چاہتی ہو۔ اس نے کہا: اے شریف، میں ابراہیم بن مدبر کی بیٹی ہوں۔ اور قافلہ میں میرا بہت سا مال ہے، اونٹ، ریشم اور دوسری چیزیں۔ نیز میرے اس ہودج میں بہت سے جواہر شاہوار ہیں۔ میں آپ کے جد رسولؐ خداؐ اور والدہ فاطمہ زہراؑ کا واسطہ دیتی ہوں کہ یہ اموال مجھ سے حلال طریقہ سے لیں اور کسی کو میرے ہودج کے قریب نہ آنے دیں۔ اور اس کے علاوہ جتنا مال چاہتے ہیں میں اپنے ذمہ لیتی ہوں کہ تجار حجاز سے قیمتاً لے کر آپ کے سپرد کر دوں گی۔ جب میں نے یہ گفتگو سنی تو چلا کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ لوٹ مار سے ہاتھ کھینچ لو اور جو کچھ لے چکے ہو میرے پاس لے آؤ جب وہ سب سامان لے آئے تو میں نے کہا یہ سب کچھ میں نے تجھے بخشا اور باقی قافلہ کے مال و اسباب سے چشم پوشی کی اور اس میں سے کم و زیادہ کچھ بھی نہ لیا اور میں چلا گیا، جس وقت میں سامرہ میں قید تھا ایک رات زندان بان میرے پاس آیا اور کہنے لگا چند عورتیں اجازت چاہتی ہیں کہ تمہارے پاس آئیں، میں نے دل میں کہا مرے عزیزوں اور رشتہ داروں میں سے کوئی ہوں گی، لہذا میں نے اجازت دے دی، یہاں تک کہ وہ آئیں اور کھانے کی چیزیں اور بہت سے ہدیے اپنے ساتھ لائیں اور مجھ سے مہر و شفقت سے پیش آئیں اور زندان بان کو بھی عطیہ دیا تا کہ وہ مجھ سے رفق و نرمی برتے، ان میں سے ایک عورت کو میں نے دیکھا جو باقی کی نسبت زیادہ صاحب حشمت تھی، میں نے پوچھا کہ یہ کون ہے، کہنے لگی کیا مجھے آپ نہیں جانتے میں نے کہا نہیں، کہنے لگی میں ابراھیم بن مدبر کی بیٹی ہوں، میں نے آپ کے احسان کو نہیں بھلایا اور آپ کے احسان کا شکریہ ادا کرنا میں نے واجب جانا ہے، پھر الوداع کہہ کر چلی گئی اور جب تک میں زندان میں رہا وہ میری دیکھ بھال سے دستبردار نہ ہوئی، اور اس نے اپنے باپ کو تیار کیا اور وہ میری نجات کا سبب بنا، خلاصہ یہ کہ ابراھیم بن مدبر نے اپنی بیٹی کا نکاح محمد بن صالح سے کر دیا اور محمد بن صالح کے مناقب بہت زیادہ ہیں اور اس کی اولاد میں سے عبداللہ بن محمد ہے جو حسن شہید کا باپ ہے اور حجاز میں اس کی کافی اولاد ہے کہ جنہیں صالحیون کہتے ہیں وہ اس سلسلہ میں سے ہے، آل ابی الضحاک اور آل ہزیم اور یہ عبداللہ بن محمد بن صالح کی اولاد ہیں۔

چوتھا بیٹا عبداللہ محض کا یحییٰ صاحب دیلم

چوتھا بیٹا عبداللہ محض کا یحییٰ صاحب دیلم ہے، یحییٰ بن عبداللہ بہت جلالت اور بے شمار فضائل کا مالک ہے اور اس نے حضرت جعفر بن محمد علیہما السلام اور ابان بن تغلب اور دوسرے لوگوں سے بہت روایات نقل کی ہیں اور اس سے بھی ایک جماعت نے روایت کی ہے اور واقعہ فخ میں یہ حسینؑ بن علیؑ کے ساتھ تھا امام حسینؑ کی شہادت کے بعد ایک مدت تک بیابان کی خاک چھا

منار ہا،خود کو محفوظ نہیں سمجھتا تھا یہاں تک کہ ہارون الرشید کے خوف سے ویلم کے علاقہ میں چلا گیا اور لوگوں کو اپنی طرف بلایا اور ایک بڑے گروہ نے اس کی بیعت کر لی،اس کا معاملہ خوب بڑھا، یہاں تک کہ ہارون کے دل میں اس کا بہت ڈر پیدا ہو گیا، پس ہارون نے فضل بن یحییٰ بن خالد برمکی کو لکھا کہ یحییٰ بن عبداللہ میری آنکھ کے لئے خار بنا ہوا ہے،اس سے میں سو نہیں سکتا جس طرح ہو سکے اس کا معاملہ نپٹاؤ اور میری کفایت کرو اور میرے دل کو اس کی فکر سے نجات دو،فضل لشکر تیار کر کے ویلم کی طرف روانہ ہوا اور سوائے رفق و مدارات و نرمی کے اور کوئی راستہ اختیار نہ کیا اور اسے تحذیر و ترغیب اور بیم و رجا کے متواتر خطوط لکھے، اور یحییٰ بھی چونکہ فضل کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا تھا،اور اسے شکست نہیں دے سکتا تھا لہذا طالب امان ہوا،فضل نے رشید کی طرف سے امان نامہ لے کر اسے بھیجا اور عہد و پیمان کیے،کر اسے بھیجا اور عہد و پیمان کئے،بالآخر یحییٰ فضل کے ساتھ ۷۶ا ھ میں رشید کے پاس آیا،رشید نے اس کی خوب آؤ بھگت کی اور اسے دو لاکھ دینار خلعت کے ساتھ دیگر اموال کے علاوہ دیئے اور یحییٰ نے اس مال کے ساتھ حسین بن علی شہید کے قرضے ادا کئے کیونکہ حسین کے ذمہ دو لاکھ دینار قرض تھا۔

خلاصہ یہ کہ یحییٰ کے آجانے کے بعد ہارون ایک مدت تک خاموش رہا،لیکن بغض و کینہ کی آگ اس کے دل میں بھڑکتی رہی،لہذا ایک دفعہ یحییٰ کو بلایا اور اسے سرزنش و عتاب کرنے لگا،یحییٰ نے وہ امان نامہ نکالا،اور کہا کہ اس امان نامہ کے ہوتے ہوئے یہ بہانہ کیا اور کس طرح تم عہد و پیمان کو توڑ گے،رشید نے وہ امان نامہ لے لیا اور محمد بن حسن قاضی ابو یوسف کے ساتھی کو دیا کہ اسے پڑھو،اس نے کہا کہ امان نامہ یحییٰ کی صریح امان ہے اور حیلہ و بہانہ سے صاف ہے اس وقت ابو البختری وہب بن وہب نے ہاتھ بڑھایا اور تحریر لے کر کہنے لگا اس خط میں فلاں فلاں خامی ہے جس کی وجہ سے یہ باطل ہے اور یحییٰ کی امان کے لئے فائدہ مند نہیں،اور حکم دیا کہ یحییٰ کا خون بہا دیا جائے اور اس کا خون میری گردن پر رکھ دیجئے،رشید نے سرور خادم سے کہا کہ ابوالبختری سے کہو کہ یہ امان نامہ اگر باطل ہے تو اس کو پھاڑ ڈالو،ابوالبختری ملعون نے وہ امان نامہ لیا اور چھری سے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور انتہائی غصہ اور خشم کے باعث اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے،ہارون اس سے بہت خوش ہوا اور حکم دیا کہ ابوالبختری کو ایک کروڑ اور چھ لاکھ درہم دیئے جائیں،اور اس کا قاضی مقرر کیا،پھر حکم دیا اور یحییٰ کو قید خانہ میں لے گئے کچھ دن اس کو قید خانہ میں رکھ کر دربار میں قاضیوں اور گواہوں کے ساتھ بلایا اور چاہا کہ یہ ظاہر کرے کہ اسے قید خانہ میں کوئی تکلیف و اذیت نہیں دی گئی،اور اس کا قتل ہارون کو منظور نہیں اور نہ ہی اس کے قتل کا حکم دیا ہے،اس وقت یحییٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور ہر ایک نے باتیں کہیں لیکن یحییٰ خاموش رہا اور کسی کا کوئی جواب نہ دیا،وہ لوگ کہنے لگے تم جواب کیوں نہیں دیتے اس نے اپنے منہ کی طرف اشارہ کر کے سمجھایا کہ بولنے کی طاقت نہیں رہی اور اپنی زبان باہر نکالی جو کوئلہ کی طرح سیاہ تھی،رشید نے کہا یہ جھوٹ بولتا ہے کہ اسے زہر دیا گیا ہے،دوبارہ اسے قید میں بھیجا وہاں کچھ دن کے بعد شہید ہو گیا،

اور ابوالفرج کی روایت میں ہے کہ ابھی گواہوں کا وہ گروہ مکان کے وسط میں بھی نہیں پہنچا تھا کہ یحییٰ زہر کی شدت اور بوجھ سے زمین پر گرا،اس کی شہادت میں مختلف روایات ہیں،بعض کہتے ہیں کہ اسے زہر دے کر مارا گیا ہے،اور بعض دوسرے کہتے ہیں کہ

اسے کھانا نہ دیا گیا، یہاں تک کہ وہ بھوک سے وفات پا گیا، اور ایک گروہ کہتا ہے کہ رشید نے حکم دیا کہ اسے زندہ لٹا کر پتھر اور گارے سے ستون بنا دیا جائے اور اس سے اس نے جان دے دی، ابوالفراس نے جس قصیدہ میں بنی عباس کے مثالث وعیوب بیان کئے ہیں، اس میں یحییٰ کی شہادت کی طرف اشارہ کیا ہے جہاں وہ کہتا ہے، ترجمہ اشعار

"اے وہ شخص جوان کی برائیوں کا انکار کرتا ہے اور انہیں چھپاتا ہے، رشید کا یحییٰ سے عذر اور دھوکا کرنا کیسے چھپ سکتا ہے، زبیری نے غلط قسم کا انجام چکھا اور فرزند فاطمہ سے غلط باتیں اور تہمتیں دور ہو گئیں۔"

اس شعر میں اشارہ ہے عبداللہ بن مصعب بن ثابت بن عبداللہ بن زبیر کے رشید سے شکایت کرنے کا کہ یحییٰ بیعت لینا چاہتا ہے اور مجھ سے بھی بیعت کا تقاضا کیا ہے، یحییٰ نے اس کو قسم دی قسم کھانیکے بعد عبداللہ کے بدن پر ورم ہو گیا، اور وہ سیاہ ہو گیا اور جہنم واصل ہوا اور یحییٰ کے ہاں گیارہ اولادیں ہوئیں، چار بیٹیاں اور سات بیٹے اور اس کے پوتے پڑپوتے بہت ہیں۔

اس کے بہت سے پوتوں کو شہید کیا گیا، یحییٰ کے بیٹوں میں سے ایک محمد بن یحییٰ ہے کہ جسے بکار زبیری نے مدینہ میں زنجیر وسلاسل میں جکڑ کر قید کر دیا اور اس نے اس کی قید ہی میں وفات پائی، ان کا ایک پوتا محمد بن جعفر بن یحییٰ ہے جس نے مصر کا سفر کیا اور وہاں سے مغرب کے علاقہ میں گیا، کچھ لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے اور اس کے فرمانبردار ہوئے، اس نے ان کے درمیان عدل وانصاف سے حکومت کی اور آخر میں اسے زہر دیا گیا، اس سے وہ فوت ہوا کچھ نسل یحییٰ کی اس کے بیٹے محمد سے تھی جو ہمیشہ ہارون کی قید میں رہا یہاں تک کہ وفات پائی۔

پانچواں بیٹا عبداللہ محض کا ابومحمد سلیمان

پانچواں بیٹا عبداللہ محض کا ابومحمد سلیمان ہے، سلیمان بن عبداللہ کی عمر ترپن (۵۳) سال تھی یہ حسین بن علی کے ساتھ میدان فخ میں تھے، اور وہیں شہید ہوئے اور ان کے دو بیٹے تھے، ایک عبداللہ اور دوسرا محمد اور سلیمان کی نسل محمد سے چلی ہے، اور محمد بھی جنگ فخ میں موجود تھا اور صاحب عمدہ نے کہا ہے کہ محمد باپ کی شہادت کے بعد مغرب کے علاقہ میں بھاگ گیا، وہاں اس کی اولاد ہوئی اور اس کی اولاد میں سے عبداللہ بن سلیمان بن محمد بن سلیمان ہے جو کہ کوفہ میں آیا اور اس نے روایت حدیث کی اور وہ شخص جلیل القدر اور راوی حدیث تھا اور اولاد سلیمان کے سلسلہ کو بیان کرنے کی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں ہے۔

چھٹا بیٹا عبداللہ محض کا ابوعبداللہ

چھٹا بیٹا عبداللہ محض کا ابوعبداللہ ادریس ہے، ادریس بن عبداللہ کی شہادت میں مورخین کی آراء مختلف ہیں اور جو کچھ اس سلسلہ میں زیادہ صحیح بات انہوں نے کہی ہے وہ یہ ہے کہ ادریس نے حسین بن علی کی خدمت میں مقام فخ پر عباسیوں کے لشکر سے جنگ

کی، حسین اور اپنے بھائی سلیمان کی شہادت کے بعد جنگ سے پہلو تہی کر کے اپنے غلام راشد کے ساتھ جو پختہ عقل اور عمدہ رائے رکھتا تھا، شہر فاس وطنجہ اور مصر کی طرف گیا، اور وہاں سے مغرب کے علاقہ کا سفر کیا مغرب کے لوگوں نے اس کی بیعت کر لی اور اسے بڑی سلطنت حاصل ہوئی جب یہ خبر رشید کو پہنچی تو دنیا اس کی آنکھوں میں تاریک ہوگئی، اس کے مقابلے میں لشکر تیار کرنے اور جنگ کرنے سے ڈرتا تھا، کیونکہ جو شجاعت اور حشمت ادریس میں تھی اس سے جنگ کرنا مشکل معلوم ہوتا تھا، بالآخر سلیمان بن جریر کو (جو متکلم زیدیہ تھا) اپنی طرف سے غیر رسمی طریقہ سے مرکب عطر کی شیشی میں زہر ملا کر بھیجا تا کہ وہ ادریس کو زہر دے، سلیمان جب ادریس کے پاس گیا تو ادریس نے اس کا خیر مقدم کیا اور اس کے آنے کو مبارک قرار دیا کیونکہ وہ ادیب اور زباں داں تھا اور ندیم مجلس کے لئے شائستہ اور شایان تھا، سلیمان نے بھاگنے کا راستہ ہموار کرنے کے لئے سواری تیار کی ہوئی تھی، اور وہ اس تلاش میں رہتا ایک دن اس نے مجلس کو راشد وغیرہ سے خالی پایا تو وہ عطر مرکب زہر آلود ادریس کو ہدیہ کے طور پر دیا، ادریس نے اس میں سے کچھ جسم پر لگایا اور اسے سونگھا سلیمان فوراً باہر نکلا اور گھوڑے پر سوار ہو کر چل دیا، ادریس کی طبیعت خراب ہوئی اور وہ لوٹنے لگا اور جب راشد پہنچا اور یہ کیفیت دیکھی تو آندھی کی طرح اس کے پیچھے گیا، اور اس کو پالیا اور اسے تلوار ماری اور کئی زخم اس کے سر اور چہرہ اور انگلیوں پر لگائے اور واپس آگیا، ادریس بن عبداللہ کی وفات ہوگئی جب ادریس نے وفات پائی تو اس کی ایک کنیز بربریہ حاملہ تھی، مغرب کے لوگوں نے راشد کی صوابدید پر تاج سلطنت اس کنیز کے شکم پر رکھ دیا، جب وضع حمل ہوا اور لڑکا پیدا ہوا تو اس کا نام باپ کے نام پر ادریس رکھا، وہ باپ کے فوت ہونے کے چار ماہ بعد فوت ہوا، بعض مورخین نے کہا ہے کہ یہ راشد کا بیٹا نہیں تھا اس نے بہانہ بنایا تا کہ یہ ملک اس کے قبضہ میں آجائے لیکن یہ بات درست نہیں کیونکہ داؤد بن قاسم جعفری جو بزرگ علماء میں سے ہے اور معرفت انساب میں ید طولیٰ رکھتا ہے اس نے بیان کیا ہے کہ میں ادریس بن عبداللہ کی وفات اور ادریس بن ادریس کی ولادت کے وقت جو اس کے باپ کے فرش پر ہوئی موجود تھا اور میں علاقہ مغرب میں اس کے ساتھ رہا، جمال وجلادت (بہادری) جود وسخا اور عمدگی طبع میں میں نے اس جیسا شخص نہیں دیکھا اور امام رضاؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خدا رحم کرے ادریس بن ادریس کے نسب کی صحت میں کوئی شک وشبہ نہیں اس کی سلطنت اور اولاد کے حالات اپنے مقام پر تفصیل سے بیان ہوئے ہیں اور اس کی اولاد میں سے بعض افراد مصر میں رہے ہیں اور وہ فواطم کے نام سے مشہور ہیں، اور سید شہید قاضی نور اللہ نے مجالس میں ادریس بن عبداللہ کی شہادت کے سلسلہ میں اس طرح لکھا ہے کہ ہارون نے داؤد نامی شخص کو جو شماخ کے لقب سے مشہور تھا وہاں بھیجا وہ ادریس کی خدمت میں پہنچا اور مکر وفریب سے اس کے خواص کے زمرہ میں منسلک ہوگیا، یہاں تک کہ ایک دن ادریس نے دانت کے درد کی شکایت کی اس نے انہیں کوئی چیز دی کہ یہ دانت کی دوا ہے، ادریس نے سحر کے وقت اسے استعمال کیا اور اسی سے اس کی وفات ہوئی اور اس کی ایک کنیز حاملہ تھی، ارکان حکومت نے تاج حکومت اس کے شکم پر رکھ دیا اور اسلامی دنیا میں اس کے علاوہ کسی شخص کو شکم مادر میں سلطنت کے لئے نہیں موسوم کیا گیا، پیغمبر اکرمؐ نے اس کے حق میں فرمایا تھا: ''علیکم بادریس بن ادریس فانہ نجیب اھل البیت و شجاعھم'' تم پر لازم ہے ادریس بن ادریس کا ساتھ دینا کیونکہ وہ نجیب وشریف اہل بیت اور ان کا بہادر شخص ہے۔

ابراہیم بن حسن بن الحسن المجتبیٰ علیہ السلام اوران کی اولاد کے حالات

ابوالحسن ابراہیم عبداللہ محض کے سگے بھائی ہیں، زیادہ جود و سخا بلند مرتبہ اور شرافت کی وجہ سے ان کا لقب غمر تھا، رسول اللہؐ سے پوری شباہت رکھتے تھے اور کہا گیا ہے کہ وہ اوران کے بھائی عبداللہ راویان حدیث میں سے ہیں اور کوفہ میں ان کا صندوق قبر تھا، اوران کا مزار قریب و بعید کے لوگوں کی زیارت گاہ تھا منصور نے انہیں ان کے بھائی عبداللہ اور دوسرے بھائیوں کو گرفتار کر کے کوفہ میں قید کر رکھا اور پانچ سال برابر انتہائی رنج و تکلیف میں قید کی سختی میں گزارے اور ابراہیم نے ماہ ربیع الاول ۱۴۵ھ میں زندان میں ہی دار جناں کی طرف انتقال کیا اور قیدیوں میں سے وہ پہلے شخص تھے جو شہید ہوئے کہا گیا ہے کہ ان کی مدت عمر انہتر ۶۹ سال تھی، ان کے فضائل زیادہ تھے اور محاسن مشہور تھے، سفاح اپنی حکومت کے دنوں میں ان کی بڑی عزت کرتا تھا اور ابراہیم کی گیارہ اولادیں تھیں، ان کے نام اس طرح گئے گئے ہیں۔(۱) یعقوب (۲) محمد اکبر (۳) محمد اصغر (۴) اسحاق (۵) علی (۶) اسماعیل (۷) رقیہ (۸) خدیجہ (۹) فاطمہ (۱۰) حسنہ (۱۱) ام اسحاق۔

ابراہیم کی نسل اسماعیل دیباج اور محمد اصغر سے چلی ہے جس کی ماں کنیز تھی اور اسکا نام عالیہ تھا، اور محمد کو کمال حسن کی وجہ سے دیباج اصغر کہتے تھے جب اس کو گرفتار کر کے منصور دوانقی کے پاس لے گئے تو منصور نے کہا کہ دیباج اصغر تو ہے، کہا ہاں، کہنے لگا خدا کی قسم تجھے اس طرح قتل کروں گا کہ تیرے رشتہ داروں میں سے کسی کو اس طرح قتل نہیں کیا ہے، پھر حکم دیا کہ ایک ستون تیار کریں اور محمد کو اس میں کھڑا کر دیں اور اس پر ستون تیار کرایا اور وہ زندہ ہی ستون میں چنے گئے اور وہ ہیں رحمت خدا میں جا پہنچے اور اسماعیل کی کنیت ابوابراہیم اور لقب دیباج اکبر تھا، وہ جنگ فخ میں موجود تھا اور ایک مدت تک منصور کی قید میں رہا اور اس کی ایک بیٹی تھی کہ جس کا نام ام اسحٰق تھا اور دو بیٹے تھے ایک کا نام حسن اور دوسرے کا ابراہیم تھا اور حسن بن اسماعیل جنگ فخ کے غازیوں میں سے ہے اور اسے ہارون الرشید نے بائیس سال قید رکھا۔ اور اس کی اولاد میں سے ہے سید سند نسابہ عالم فاضل جلیل القدر وسیع الروایہ ابوعبداللہ تاج الدین محمد بن ابوجعفر قاسم بن حسین حسنی دیباجی حلی معروف بابن معیہ انساب۔ معرفت الرجال۔ فقہ۔ حساب۔ حدیث وغیرہ میں ان کی تصانیف ہیں۔ ان سے سید سند نسابہ جمال الدین بن علی بن حسین حسنی داودی نے استفادہ کیا ہے اور صاحب عمدۃ الطالب نے فرمایا ہے کہ اب پر علم نسب منتہی تھا۔ ان کے زمانہ میں اور ان کے پاس سندات عالیہ اور سماعت شریفہ ہیں۔ میں نے ان کے بڑھاپے میں ان کو دیکھا تھا اور بارہ سال تقریباً میں نے ان کی خدمت کی اور ان سے حدیث، نسب، فقہ، حساب، ادب، تاریخ اور شعر وغیرہ پڑھا۔ جیسا کہ ممکن تھا۔ پھر ان کی تصانیف، کچھ ان کے حالات کے ساتھ بیان کی ہیں۔ اس کے بعد فرمایا ہے کہ نقیب تاج الدین محمد کے فضائل کو بیان کرنا تفصیل کا محتاج ہے اور اس مختصر کتاب میں اس کی گنجائش نہیں۔ فقیر کہتا ہے کہ سید جلیل بن معیہ شیخ شہید کے بھی استاد ہیں۔ شہید ان سے روایت کرتے ہیں اور اپنے ایک اجازہ میں ان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اَلْاُعْجُوْبَۃُ فِیْ جَمِیْعِ الْفَضَائِلِ وَ الْمَاٰثِرِ کہ وہ اپنے فضائل اور آثار میں عجیب شخصیت تھے اور اپنے مجموعہ میں ان کے حق

میں فرمایا ہے کہ آٹھ ربیع الثانی ۶۷۷ ہجری میں ابن معیہ نے حلہ میں وفات پائی۔ ان کا جنازہ مشہد امیرالمومنین میں لے جایا گا اور اس سید بزرگوار نے مجھے اور میرے دونوں بیٹوں ابوطالب محمد ابوالقاسم علی کو اپنی وفات سے پہلے اجازہ روایات دیا۔ فقیر کہتا ہے معیہ ابوالقاسم علی بن حسن بن حسن بن اسماعیل دیباج کی والدہ ہے اور وہ محمد بن حارثہ بن معاویہ بن اسحاق کی بیٹی بنی عمرو بن عوف سے کوفہ کی رہنے والی ہیں اور اس کا اصلی وطن بغداد ہے اور ابراہیم بن اسماعیل دیباج بن ابراہیم غمر کی ماں کنیز تھی اور اس کا لقب طباطبا تھا۔ ابوالحسن عمری سے منقول ہے کہ جب ابراہیم بچہ تھا اس کے باپ اسماعیل نے چاہا کہ اسے کیلئے کپڑا سلوایا جائے تو اس سے کہا اگر چاہو تو تمہارے لئے قمیض سلوائی جائے ورنہ قبا بنا دیں۔ چونکہ اس کی زبان مخارج حروف کے ابھی نکالنے میں صاف نہیں تھی تو اس نے چاہا کہ کہے قبا قبا تو کہا طباطبا۔ لہٰذا یہی لفظ اس کا لقب ہو گیا۔ لیکن اہل سواد کہتے ہیں قبطی زبان میں طباطبا کا معنی ہے سید السادات۔ خلاصہ یہ کہ ابراہیم شخص باوقار اور جلیل القدر تھا۔ اس نے اپنے عقائد امام رضاؑ کی خدمت میں پیش کیے اور انہیں شک وشبہ کے شوائب سے پاک وصاف کیا اس کے گیارہ بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں (۱) جعفر (۲) ابراہیم (۳) اسماعیل (۴) موسیٰ (۵) ہارون (۶) علی (۷) عبداللہ (۸) محمد (۹) حسن (۱۰) احمد ۱۱) قاسم (۱۲) لبابہ (۱۳) فاطمہ اور عبداللہ ایک والدہ سے ہیں جو کہ جمیلہ بنت موسیٰ بن عیسیٰ بن عبدالرحیم ہے وہ عبداللہ کی اولاد سے۔ احمد نے ۲۷۰ ہجری میں خروج کیا اور اسے احمد بن طولون نے قتل کیا اور اس کی اولاد ختم ہو گئی اور محمد بن ابراہیم نے جس کی کنیت ابوعبداللہ ہے ۱۹۹ ہجری میں مامون کے زمانہ خلافت میں ابوالسرایا کی مدد سے کوفہ میں خروج کیا اور کوفہ کو اپنی بیعت میں لے لیا اور اس کا معاملہ آگے بڑھا اچانک اسی سال فوت ہو گیا، اور زمین غری (نجف اشرف) میں دفن ہوا، اور ابوالفرج حضرت باقرؑ سے روایت کرتا ہے کہ آپ نے جابر جعفی سے فرمایا ۱۹۹ھ ماہ جمادی الاول میں اہلبیتؑ میں سے ایک شخص کوفہ پر متصرف ہوگا اور وہ منبر کوفہ پر خطبہ پڑھے گا، خداوند عالم اپنے ملائکہ کے ساتھ اس سے فخر و مباہات کرے گا اور قاسم بن ابراہیم طباطبا کی کنیت ابومحمد ہے اور اسے رسی کہتے ہیں کیونکہ وہ جبل رس میں رہتا تھا اور وہ سید عفیف النفس زاہد پرہیزگار اور صاحب تصانیف تھا و دعی الی الرضا من آل محمد علیہم السلام اس نے رضا آل محمد کی طرف لوگوں کو دعوت دی اور ۲۴۶ھ میں وفات پائی اور اس کی اولاد بہت ہے ان میں سے بہت سے رئیس اور بڑے لوگ ہیں، ان میں کچھ زیدیہ مذہب کے امام تھے، مثلاً ابوحمزہ اور ابوالحسن یحییٰ ہادی بن حسین بن قاسم رسی جو معتضد کے زمانہ میں ۲۸۰ھ میں یمن میں ظاہر ہوئے اور اس کا لقب ہادی الی الحق ہوا، اس کی فقہ میں بڑی بڑی ضخیم تصنیفات ہیں جو کہ مذہب ابوحنیفہ کے قریب ہے ۲۹۸ھ میں وفات پائی، اس کی اولاد مذہب زیدیہ کے امام اور یمن کے بادشاہ ہیں اور قاسم رسی کی اولاد میں سے ہے زید الاسود بن ابراہیم بن محمد بن الرسی کو جسے عضدالدولہ دیلمی نے بیت المقدس میں بلایا اور اس سے اپنی بہن کی شادی کی اور جب اس کی بہن فوت ہو گئی تو اپنی بیٹی شاہانہ دخت کی اس سے تزویج کی اور شیراز میں اس کی بہت اولاد ہے جو صاحب وجاہت و ریاست ہیں اور انہیں میں سے شیراز کے نقباء اور قاضی ہیں، خلاصہ یہ کہ الحمد للہ اس وقت سادات طباطبا کا سلسلہ ختم نہیں ہوا اور مشرق و مغرب عالم کے ہر شہر اور بستی میں ان کی بہت سی تعداد ہے۔

ابو علی حسن بن حسن بن حسن مجتبیٰ علیہ السلام اور ان کی اولاد اور واقعہ فخ کی تفصیل اور حسین بن علی کی شہادت کے حالات

حسن بن حسن مثنی کو حسن مثلث کہتے ہیں کیونکہ وہ تیسرے بیٹے ہیں کہ بلا واسطہ جن کا نام حسن ہے اور وہ عبداللہ محض کے سگے بھائی ہیں اور ان کی وفات بھی منصور کی قید میں شہر کوفہ میں ۱۴۵ھ میں ہوئی اور ان کی عمر اڑسٹھ (۶۸ سال) تھی، ابوالفرج روایت کرتا ہے کہ جب عبداللہ حسن مثلث کے بھائی کو قید کیا گیا تو حسن نے قسم کھائی کہ جب تک عبداللہ قید میں ہے میں نہ اپنے بدن پر تیل اور نہ آنکھوں میں سرمہ لگاؤں گا، نہ اچھے کپڑے پہنوں گا نہ لذیذ غذا کھاؤں گا، اسی جعفر منصور انہیں حاد کہتا تھا یعنی زینت کو چھوڑنے والا اور وہ مخص فاضل اللہ والا اور صاحب ورع تھا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں مذہب زیدیہ کی طرف مائل تھا، اس کے چھ بیٹے تھے:

(۱) طلحہ (۲) عباس (۳) حمزہ (۴) ابراہیم (۵) عبداللہ (۶) علی۔ طلحہ کی تو کوئی اولاد نہ تھی، عباس کی بیوی طلحہ الجواد کی بیٹی عائشہ نامی تھی، وہ بنی ہاشم کے ان نوجوانوں میں سے ایک تھا کہ جسے قید کے لئے لے چلے اس کی ماں نے فریاد کی کہ ذرا رک جاؤ میں اس کی خوشبو سونگھ لوں اور گلے لگالوں تو وہ خبیث کہنے لگا تیری یہ مراد زندگانی دنیا میں پوری نہیں ہوگی، عباس نے تین ماہ مبارک رمضان ۱۴۵ھ کو قید خانہ میں وفات پائی، اس وقت اس کی عمر پینتیس سال تھی وہ صاحب اولاد تھا لیکن وہ ختم ہو گئی، اس کی اولاد میں سے علی بن عباس تھا جو بغداد میں آیا اور لوگوں کو اپنی طرف دعوت دی، ایک گروہ زیدیہ نے اس کی دعوت قبول کی، مہدی عباسی نے اسے قید کر دیا، حسین بن علی صاحب فخ کی سفارش نے اسے قید سے نکال دیا لیکن مہدی نے اسے زہر آلود شربت دیا جو اس نے پیا تو پے در پے زہر اس میں اثر کرتا رہا یہاں تک کہ وہ جب مدینہ میں آیا تو اس کے بدن کا گوشت زہر کے اثر سے فاسد ہو چکا تھا اور اس کے اعضا بدن ایک دوسرے سے الگ ہو گئے تھے اور تین دن سے زیادہ مدینہ میں نہ رہ سکا کہ وفات پائی، حمزہ کی وفات باپ کے زمانہ میں ہو گئی تھی اور ابراہیم کے حالات معلوم نہیں ہو سکے البتہ عبداللہ کی کنیت ابوجعفر ہے اس کی ماں ام عبداللہ عامر بن عبداللہ بن بشر بن عامر ملاعب الاسنہ کی بیٹی ہے اسے منصور دوانقی نے اس کے بھائی علی اور چند افراد سادات بنی حسن کے ساتھ گرفتار کیا، جب مدینہ سے باہر نکل کر کوفہ کی طرف چلے تو ربذہ کے قریب قصر نفیس میں جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے لوہاروں کو حکم دیا گیا کہ انہیں طوق اور زنجیریں پہنا دیں، پس ہر ایک کو طوق و زنجیر پہنائے گئے عبداللہ کی ہتھکڑیوں کے کڑے بہت تنگ تھے اور انہیں بہت تکلیف ہو رہی تھی عبداللہ کی آہ نکل گئی ان کے بھائی علی نے جب یہ دیکھا تو قسم دی کہ ان کی ہتھکڑی اور بیڑی ان سے بدل دی جائے کیونکہ علی کی ہتھکڑی کے حلقے وسیع تھے پس علی نے اس کی زنجیر لے لی اور اپنی اسے دے دی، عبداللہ کی عمر چالیس سال تھی جب کہ قید خانہ میں عید قربان کے دن ۱۴۵ھ میں وفات پائی۔

علی بن حسن عبداللہ کے سگے بھائی کی کنیت ابوالحسن اور لقب علی الخیر اور علی العابد تھا، وہ عبادت میں اتنا حضور قلب رکھتا تھا

کہ ایک دفعہ مکہ کے راستہ میں وہ نماز میں مشغول تھا کہ ایک سانپ اس کے لباس میں داخل ہو گیا لوگ چیخے چلائے کہ سانپ تیرے لباس میں چلا گیا لیکن وہ اسی طرح نماز میں مشغول رہا، یہاں تک کہ سانپ باہر نکل گیا لیکن اس کی حالت میں کوئی اضطراب یا تغیر حال پیدا نہ ہوا، روایت ہے کہ ابوجعفر منصور نے بنی حسن کو ایسے قید خانہ میں قید کیا کہ وہ رات اور دن میں امتیاز نہیں کر سکتے تھے اور اوقات نماز کا تعین علی بن حسن کی تسبیح اور اوراد سے کرتے تھے کیونکہ وہ ہمیشہ ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے اور رات اور دن سے مقررہ اوراد کی وجہ سے وہ تبدیلی اوقات کو سمجھتے تھے ایک دفعہ عبداللہ برادر حسن مثلث نے قید خانہ کی سختی اور سختی قید و بند کے بوجھ کی وجہ سے علی سے کہا کہ آپ ہماری مصیبت دیکھ رہے ہیں خدا سے دعا نہیں کرتے کہ وہ ہمیں اس زندان اور مصیبت سے نجات دے، علی نے کافی دیر تک کوئی جواب نہ دیا پھر کہنے لگا اے چچا ہمارے لئے جنت میں ایک درجہ ہے کہ جس تک ہم بغیر اس مصیبت کے نہیں پہنچ سکتے، منصور کے لئے جہنم میں ایک درجہ ہے کہ وہ اس تک بغیر اس ظلم کے نہیں پہنچ سکتا جو آپ دیکھ رہے ہیں ہم ان شدائد پر صبر کرتے ہیں اور بہت جلدی ہمیں راحت و آرام حاصل ہو جائے گا کیونکہ ہماری موت قریب ہے اور اگر آپ چاہیں تو قید سے خلاصی و نجات کی دعا کرتا ہوں لیکن منصور کے لئے جو جہنم میں مقام ہے وہ اس تک نہیں پہنچے گا وہ کہنے لگے ہم صبر کریں گے پس تین دن سے زیادہ نہ گزرے تھے کہ زندان میں جان دے کر راحت و آرام حاصل کر گئے، اور علی بن الحسن نے تو حالت سجدہ میں رحلت فرمائی عبداللہ کو خیال تھا کہ وہ سو گیا ہے لہذا کہا کہ میرے بھتیجے کو بیدار کر دو جب اسے حرکت دی گئی تو دیکھا کہ وہ تو بیدار نہیں ہوتا، لہذا سمجھ گئے کہ وہ فوت ہو گیا ہے اس کی وفات چھبیس محرم ۱۴۶ھ میں واقع ہوئی اور اس کی عمر پینتالیس سال تھی بعض سادات بنی حسن جو اس کے ساتھ منصور کی قید میں تھے روایت کرتے ہیں کہ ہم سب کو بیڑیاں اور زنجیروں میں جکڑا گیا تھا اور ہماری بیڑیوں کے حلقے وسیع تھے جب نماز پڑھنا چاہتے تھے یا سونے لگتے تو پاؤں حلقوں سے نکال لیتے اور جب زندانبان آنے لگتے تو ان کے ڈر سے اپنے پاؤں حلقوں میں داخل کر لیتے لیکن علی بن حسن کے پاؤں ہمیشہ حلقوں کے اندر رہتے تھے، اس کے چچا عبداللہ نے کہا اے بیٹا کیا وجہ ہے کہ ہماری طرح تم پاؤں بیڑیوں سے باہر نہیں نکالتے، کہنے لگے خدا کی قسم میں اپنے پاؤں بیڑیوں سے باہر نہیں نکالوں گا یہاں تک کہ اسی حالت میں وفات پاؤں اور خدا مجھے اور منصور کو جمع کرے اور پوچھے کہ کس وجہ سے اس نے مجھے قید و بند میں رکھا۔

خلاصہ یہ کہ علی بن حسن کے پانچ بیٹے تھے اور چار بیٹیاں تھیں اور ان کے نام اس طرح مرقوم ہیں (۱) محمد (۲) عبداللہ (۳) عبدالرحمن (۴) حسن (۵) حسین (۶) رقیہ (۷) فاطمہ (۸) ام کلثوم (۹) ام الحسن ان کی والدہ زینب عبداللہ محض کی بیٹی تھی، اور زینب اور اس کے شوہر علی بن الحسن کو ان کی عبادت و صالحیت کی وجہ سے صالح کہتے تھے جب منصور نے اس کے چچاؤں اور چچازاد بھائیوں اور اس کے شوہر کو قتل کیا تو وہ ہمیشہ ٹاٹ کے لباس پہنی رہی یہاں تک کہ دنیا سے رحلت کی اور ہمیشہ گریہ کرتی رہی اور کبھی بھی منصور کے لئے بددعا نہیں کی کہ کہیں اس کی تشفی و تسلی کا باعث نہ بنے، اور اس کے ثواب میں کمی واقع ہو مگر یہ کہ وہ کہا کرتی تھی یا فاطر السموات والارض یا عالم الغیب والشهادة والحاکم بین عبادہ احکم بیننا وبین قومنا

بالحق وانت خیر الحاکمین اور محمد وعبداللہ تو باپ کی زندگی میں فوت ہو گئے البتہ عبدالرحمن کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام رقیہ تھا، عبدالرحمن حسن مکفوف کے لقب سے معروف ہے اور وہ صاحب اولاد تھا اور حسن مثلث کی نسل سوائے اس کے کسی سے نہیں چلی، حسین بن علی صاحب فخ کی جلالت وفضیلت بہت زیادہ ہے اور اس کی مصیبت نے دوستوں کے دلوں میں بہت اثر کیا اور فخ ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر ہے جہاں حسین اپنے اہل بیت کے ساتھ شہید ہوئے اور ابونصر بخاری سے نقل ہوا ہے کہ اس نے جواد علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ واقعہ کربلا کے بعد ہم اہل بیت کے لئے فخ سے بڑی قتل گاہ نہیں دیکھی گئی، ابوالفرج نے اپنی سند کے ساتھ ابوجعفر محمد بن علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ایک دفعہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام فخ سے گزرے، وہاں نزول اجلال فرمایا اور نماز میں مشغول ہو گئے جب آپ دوسری رکعت میں پہنچے تو رونے لگے اور آپ کے گریہ کی وجہ سے لوگ بھی رونے لگے جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے لوگوں سے رونے کا سبب پوچھا وہ کہنے لگے ہم تو آپ کے گریہ کی وجہ سے رو رہے تھے فرمایا میرے رونے کا سبب یہ تھا کہ جب میں پہلی رکعت میں تھا تو جبرئیل مجھ پر نازل ہوئے اور انہوں نے بتایا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جگہ آپ کی اولاد میں سے ایک شخص شہید ہوگا کہ جس کے ساتھ شہید ہونے والے کو دو شہیدوں کا ثواب ملے گا، اور نصر بن قرواش سے بھی روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے جعفر بن محمد علیہ السلام کو کچھ جانور کرایہ پر مدینہ سے مکہ تک کے لئے دیئے جب ہم نے بطن مر سے (جو کہ ایک منزل کا نام ہے) کوچ کیا تو حضرت نے فرمایا جب مقام فخ پر پہنچیں تو مجھے بتانا، میں نے عرض کیا آپ کو معلوم نہیں کہ فخ کون سی جگہ ہے فرمایا، کیوں نہیں، لیکن مجھے ڈر ہے کہ کہیں مجھے نیند نہ آجائے اور ہم اس جگہ سے گزر جائیں، راوی کہتا ہے کہ جب ہم مقام فخ پر پہنچے تو میں نے حضرت کے محمل کو حرکت دی اور کھنکارا، آپ سوئے ہوئے تھے وہ بیدار ہوئے میں نے عرض کیا، یہ جگہ فخ ہے، فرمایا میرا اونٹ قطار سے باہر کرو اور اونٹوں کی قطار کو متصل کر دو، میں نے ایسا ہی کیا اور آپ کا اونٹ سڑک سے الگ لے گیا اور اسے بٹھا دیا حضرت محمل سے باہر آئے اور فرمایا کہ پانی کا ظرف لے آؤ، جب میں نے آبخورہ آپ کو دیا تو آپ نے وضو فرمایا اور نماز پڑھی پھر آپ سوار ہوئے اور ہم وہاں سے چل دیئے، میں نے عرض کیا آپ پر قربان جاؤں یہ نماز مناسک حج میں داخل ہے فرمایا، نہیں، لیکن اس جگہ ایک شخص ہم اہل بیت میں سے شہید ہوگا کہ جن کی ارواح جسموں سے پہلے بہشت میں جائیں گی۔

خلاصہ یہ کہ حسین بن علی شخص جلیل القدر سخی الطبع تھے اور ان کے جود وسخا اور بخشش کے واقعات مشہور ہیں، حسن بن ہذیل سے مروی ہے کہ حسین بن علی کا ایک باغ تھا کہ جسے چالیس ہزار دینار پر فروخت کیا اور وہ رقم آپ نے اپنے گھر کے دروازے پر ڈال دی اور مٹھیاں بھر بھر کر مجھے دینے لگے کہ میں فقراء اہل مدینہ میں جا کر تقسیم کر دوں، وہ رقم فقراء کو بخش دی اور اس میں سے ایک دمڑی بھی اپنے گھر نہ لے گئے یہ بھی روایت ہے کہ شخص آنجناب کی خدمت میں آیا اور ان سے کسی چیز کا سوال کیا حسین کے پاس کچھ نہیں تھا اس سے کہنے لگے بیٹھ جاؤ تا کہ میں تیرے لئے کچھ تحصیل کروں پھر کسی کو گھر بھیجا کہ میرے کپڑے لے آؤ تا کہ دھونے کے لئے دیئے جائیں جب ان کا لباس لایا گیا تو وہ اس شخص کو دے دیا، ان کی شہادت کی کیفیت مختصراً یوں ہے کہ جب موسیٰ ہادی عباسی تخت سلطنت

پر بیٹھا تو اسحاق بن عیسیٰ بن علی کو والی مدینہ بنا دیا، اسحاق نے بھی ایک شخص کو (جو عمر بن الخطاب کی اولاد میں سے عبد العزیز بن عبداللہ کے نام سے مشہور تھا) مدینہ میں اپنا جانشین مقرر کیا، وہ شخص عمری علوئین کے ساتھ سخت برتاؤ اور بدسلوکی کرتا تھا اس نے یہ دستور مقرر کیا تھا کہ علویین ہر روز اس کے پاس آئیں اور ہر ایک کو دوسرے کا کفیل مقرر کیا تھا ان میں سے حسین بن علی یحییٰ بن عبداللہ محض اور حسن بن محمد بن عبداللہ محض کو کفیل وضامن قرار دیا کہ علویین میں سے جس کو وہ عمری چاہے یہ حضرات اس کے پاس لے آئیں گے یہ کیفیت یوں ہی رہی یہاں تک کہ ستر آدمی شیعوں میں سے اپنے شہروں سے حج کے لئے روانہ ہوئے جب وہ مدینہ آئے تو بقیع میں ابن افلح کے گھر ان کا قیام تھا اور وہ ہمیشہ حسین بن علی اور باقی علویین سے ملاقات کرتے رہتے، یہ خبر اس عمری کو ہوئی تو اسے اچھا نہ لگا اور اس سے پہلے بھی عمری حسن بن محمد بن عبداللہ کو ابن جندب ہذلی شاعر اور عمر بن خطاب کے ایک غلام کے ساتھ گرفتار کر چکا تھا اور اس نے مشہور کیا تھا کہ انہوں نے شراب پی ہے اور ان پر حد شراب جاری کی جائے حسن بن محمد کو اسی کوڑے لگائے اور حکم دیا تھا کہ ان کی گردن میں رسی ڈالی جائے اور انہیں ننگی پشت کے ساتھ مدینہ میں پھرایا جائے تاکہ یہ رسوا و ذلیل ہوں، خلاصہ یہ کہ جب عمری نے شیعوں کے مدینہ میں آنے کی خبر سنی تو علویین کی روزانہ کی پیشی میں سختی کر دی اور ابوبکر بن عیسیٰ جولاہے کو ان کا نگران مقرر کیا، پس جمعہ کے دن انہیں پیشی کے لئے حاضر کیا گیا اور انہیں اجازت نہ دی کہ وہ اپنے گھروں کو جائیں یہاں تک کہ نماز کا وقت آ گیا، تو ان کو حکم دیا کہ جا کر وضو کریں اور مسجد میں نماز کے لئے حاضر ہوں نماز کے بعد دوبارہ ابن حائک (جولاہا) نے انہیں جمع کیا اور مقصورہ میں نماز عصر تک انہیں قید رکھا پھر انہیں بلایا تو حسن بن محمد کو نہ پایا یحییٰ اور حسین سے کہا کہ حسن کو حاضر کرو ورنہ تمہیں قید کر دوں گا، اور ان کے اور ابن حائک کے درمیان کافی باتیں ہوئیں بالآخر یحییٰ نے اس کو گالی دی اور باہر چلا آیا، ابن حائک نے یہ خبر عمری کو دی اس نے حسین اور یحییٰ کو بلا کر ڈرایا دھمکایا اور بہت سی ردوبدل کی باتوں کے بعد عمری نے کہا کہ اس سے چارہ کار نہیں کہ حسن بن محمد کو حاضر کرو، ورنہ میں حکم دوں گا کہ سویقہ (بازار) کو خراب کردیں یا آگ لگا دیں اور حسین کو ہزار تازیانہ لگاؤں گا، اور حسن بن محمد کی گردن اڑا دوں گا، یحییٰ نے قسم کھائی کہ میں آج رات نہیں سوؤں گا، جب تک حسن کو تیرے گھر نہ لے آؤں، پس حسین و یحییٰ عمری کے مکان سے نکلے، حسین نے یحییٰ سے کہا کہ برا ہوا کہ تم نے قسم کھائی کہ حسین کو عمری کے پاس حاضر کرو گے، یحییٰ نے کہا میری مراد یہ تھی کہ حسن کو اپنی تلوار سے ساتھ حاضر کروں گا اور عمری کا سر قلم کروں گا، حسین نے کہا یہ بات بھی اچھی نہیں کیونکہ ہمارے خروج کی مدت ابھی باقی ہے خلاصہ یہ کہ حسین نے حسن کو بلایا اور اسے واقعہ سنایا اور کہا اب جہاں چاہو چلے جاؤ اور اپنے آپ کو اس فاسق کے ہاتھ سے چھپاؤ، حسن کہنے لگا نہیں خدا کی قسم میں ایسا نہیں کروں گا کہ تمہیں مصیبت وسختی میں مبتلا کر کے خود راحت وآرام میں رہوں، بلکہ تمہارے ساتھ جاؤں گا اور اپنا ہاتھ عمری کے ہاتھ میں دوں گا حسین نے فرمایا ہمیں یہ پسند نہیں کہ عمری تجھے تکلیف پہنچائے اور رسول خدا قیامت کے دن ہمارے خصم و دشمن ہوں بلکہ ہم اپنی جان تجھ پر فدا کریں گے پس حسین نے کسی کو یحییٰ سلیمان اور ادریس فرزندان عبداللہ محض اور عبداللہ بن حسن بن علی بن علی بن الحسین (جو افطس کے لقب سے مشہور تھا) اور ابراہیم بن اسماعیل طباطبا اور اپنے بھائی حسن کے بیٹے عمر اور عبداللہ بن اسحاق بن ابراہیم غمر اور عبداللہ فرزند امام جعفر صادق اور اپنے نوجوانوں اور موالیوں کے پاس بھیجا، یہاں تک کہ اولاد علی علیہ السلام میں سے

بائیس افراد جمع ہوئے اور کچھ موالی اور دس افراد حاجی جمع ہو گئے جب صبح کی نماز کا وقت آیا اور موذن منارہ پر گیا تو عبداللہ افطس ننگی تلوار لئے ہوئے منارہ پر گیا اور موذن سے کہا کہ اذان میں حی علی خیر العمل کہو جب موذن نے ننگی تلوار دیکھی تو اس نے حی علی خیر العمل کہا ، جب عمری نے اذان میں یہ کلمہ سنا تو اسے فتنے کا احساس ہوا اور دہشت زدہ ہو کر چلانے لگا، کہ میرا خچر گھر میں لے آؤ اور زیادہ وحشت و دہشت کی وجہ سے کہتا تھا مجھے تھوڑا دانہ پانی دو، یہ کہہ کر اپنے گھر سے نکلا اور مسلسل تیزی سے بھاگ رہا تھا اور خوف کے مارے گوز کرتا (پادتا) تھا، یہاں تک کہ اپنے آپ کو علوئیین کے ہاتھ سے بچالے گیا، پس حسین آگے بڑھے اور صبح کی نماز ادا ہوئی اس وقت حسن بن محمد کو بلایا اور ان گواہوں کو جنہیں عمری نے ان پر مقرر کیا تھا بلا کر کہا کہ یہ حسن حاضر ہے اب عمری کو لے آؤ، تا کہ حسن اس کے سامنے پیش کیا جائے۔

خلاصہ یہ کہ تمام علوئیین سوائے حسن بن جعفر بن حسن مثنی اور حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کے اس واقعہ میں شریک تھے، پھر حسین نماز کے بعد منبر پر گئے اور خطبہ دیا جس میں لوگوں کو جہاد کے لئے ابھارا، پس اس وقت حماد بریدی (یا خالد بربری) جو بادشاہ کی طرف سے نگہبانی کے لئے ہتھیاروں سمیت رہتا تھا وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ باب جبریل علیہ السلام میں آپہنچا، اس کی نگاہ یحییٰ پر پڑی کہ اس کے ہاتھ میں تلوار ہے حماد نے چاہا کہ پیادہ ہو کر اس سے جنگ کرے کہ یحییٰ نے اسے مہلت نہ دی اور اس کی پیشانی پر اس طرح تلوار کی ضرب لگائی کہ اس کی کھوپڑی اڑ گئی اور وہ اپنے گھوڑے سے زمین پر گر گیا اور مر گیا، پس یحییٰ نے اس کے ساتھیوں پر حملہ کیا لشکریوں نے جب یہ حالت دیکھی تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے اور اسی سال عباسیوں کا ایک گروہ مثل عباس بن محمد بن سلیمان کے بیٹے موسیٰ بن عیسیٰ منصور دوانقی کا چچازاد بھائی بہت سے ہتھیاروں اور لشکر کے ساتھ سفر حج کے لئے آیا اور موسیٰ ہادی نے محمد بن سلیمان کو جنگ کی کمان دے دی تھی ادھر سے حسین بن علی بھی اپنے اصحاب اور اہل بیت کے ساتھ تین سو افراد تھے، حج کے ارادے سے مدینہ سے نکلے، جب مکہ کے قریب زمین فخ میں پہنچے جو کہ مکہ کے قریب ایک وادی ہے تو عباسیوں سے ان کا آمنا سامنا ہوا، پہلی دفعہ تو عباس نے حسین بن علی کے سامنے امان پیش کی تو حسین نے امان لینے سے انکار کیا اور لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی اور صلح کے طریقہ کو چھوڑ کر جنگ شروع کی گئی، روز ترویہ کی صبح کے وقت دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف بستہ ہوئے موسیٰ بن عیسیٰ نے لشکر کو درست کیا، محمد بن سلیمان کو میمنہ میں اور موسیٰ کو میسرہ اور سلیمان کو قلب لشکر میں جگہ دی، پس موسیٰ نے جنگ کی ابتداء کی اور اپنے لشکر کے ساتھ جو میسرہ میں تھا، علویوں پر حملہ کیا انہوں نے بھی عباسیوں پر حملہ کیا، موسیٰ نے انہیں دھوکہ دینے کے لئے اپنے لشکر کے ساتھ پیچھے ہٹنا شروع کیا اور وادی کے اندر چلے گئے اور علوی بھی تعاقب میں وادی کے اندر داخل ہو گئے اور یحییٰ غضب ناک شیر کی طرح ان پر حملہ کرتا تھا جبکہ ایک ہی حملہ میں حسین کے اکثر ساتھی شہید ہو گئے یہاں تک کہ سلیمان بن عبداللہ محض بن اسحاق بن ابراہیم غمر شہید ہو گئے اور جنگ کے دوران حسن بن محمد کی آنکھ میں تیر لگا لیکن وہ تیر کی پرواہ کیے بغیر مسلسل جنگ کرتا رہا یہاں تک کہ محمد بن سلیمان نے چلا کر کہا: اے ماموں کے بیٹے تمہارے لئے امان ہے اپنے آپ کو موت کے منہ میں نہ ڈالو، حسن کہنے لگا خدا کی قسم تم جھوٹ بولتے ہو لیکن میں امان قبول کرتا ہوں پس اپنی تلوار توڑ دی، اور ان کے پاس چلا گیا عباس نے اپنے بیٹے سے کہا خدا تجھے قتل کرے اگر تو نے

حسن کو قتل نہ کیا موسیٰ بن عیسیٰ نے بھی اس کے قتل پر اکسایا پس عبداللہ اور ایک روایت ہے کہ موسیٰ بن عیسیٰ نے حسن کی گردن اڑادی اور اس کو شہید کر دیا، ایک شخص نے روایت کی ہے جو واقعہ فخ میں موجود تھا کہ میں نے حسین بن علی کو دیکھا کہ گھمسان کی جنگ کے دوران زمین پر بیٹھ گئے اور کسی چیز کو زمین میں دفن کر دیا، پھر پلٹ کر جنگ میں مشغول ہو گئے میں نے خیال کیا کہ کوئی قیمتی چیز ہوگی کہ وہ نہیں چاہتے کہ ان کی شہادت کے بعد عباسیوں کے ہاتھ لگے، لہٰذا اسے دفن کر دیا ہے میں نے توقف کیا جب جنگ ختم ہوئی تو میں اس دفن شدہ چیز کی تلاش میں نکلا، جب مجھے وہ جگہ مل گئی اور میں نے وہاں سے مٹی ہٹائی تو میں نے دیکھا کہ ان کے چہرہ کا ایک ٹکڑا ہے جو کٹ گیا تھا اور وہ انہوں نے دفن کر دیا، خلاصہ یہ کہ حماد ترکی نے چلا کر کہا جو کہ عباسیوں کے لشکر میں تھا کہ اے قوم مجھے حسین بن علی کی نشاندہی کراؤ تا کہ میں اسے ٹھکانے لگاؤں، جب اسے حسین کی نشاندہی کرائی گئی تو اس خبیث نے حسین کی طرف ایک تیر چھوڑا اور انہیں شہید کر دیا، پس محمد بن سلیمان نے اسے سو کپڑے اور ایک لاکھ درہم بطور انعام دیئے، خلاصہ یہ کہ حسین کے لشکر کو شکست ہوئی اور ان میں سے کچھ لوگ زخمی اور قید ہو گئے پس شہداء کے سر بدن سے الگ کئے گئے، اور وہ ایک سو سر سے زیادہ تھے اور ان سروں کو قیدیوں سمیت موسیٰ ہادی کے پاس لے گئے موسیٰ خبیث نے حکم دیا کہ قیدیوں کو قتل کر دیا جائے پھر حسین کے سر کو موسیٰ ہادی کے پاس رکھا گیا، موسیٰ نے کہا کیا تم طاغوتوں میں سے کسی طاغوت و سرکش کا سر میرے پاس لائے ہو تمہاری کم از کم سزا یہ ہے کہ تمہیں ہر قسم کے انعام اور عطیہ سے محروم کر دیا جائے، خلاصہ یہ کہ حسین کی شہادت کی خبر مدینہ میں جب عمری کو ملی، تو اس نے حکم دیا کہ حسین، ان کے خاندان اور عزیزوں کے مکانات جلا دیئے جائیں اور ان کے مال لوٹ لئے جائیں ابوالفرج نے ابراہیم قطان سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حسین بن علی اور یحییٰ بن عبداللہ سے سنا کہ وہ کہتے تھے ہم نے خروج نہیں کیا مگر بعد اس کے کہ ہم نے اپنے اہل بیت موسیٰ بن جعفرؑ سے مشورہ کیا، تو حضرت نے ہمیں خروج کا حکم دیا اور منقول ہے کہ جب محمد بن سلیمان عباسی کی موت کا وقت آیا تو جو لوگ اس کے پاس تھے وہ اسے تلقین شہادت کرتے تھے اور وہ شہادتین کے بجائے یہ شعر پڑھتا تھا یہاں تک کہ مر گیا مردود:

الا لیت امی لم تلدنی ولم اکن
لقیت حسینا یوم فخ ولا حسن

کاش میری ماں نے مجھے نہ جنا ہوتا اور میں نے فخ کے دن حسین اور حسن سے جنگ نہ کی ہوتی اور واقعہ فخ ۱۶۹ھ میں ہوا، اور کافی شعراء نے حسین کا مرثیہ کہا ہے اور آپ کی شہادت کی رات بنو غطفان میں مسلسل ہاتف کی آواز ان کے مرثیہ میں بلند رہی اور وہ کہتا تھا:

الا یالقوم للسواد المصبح
ومقتل اولاد النبی ببلاح

لیبک حسینا کل کھل وامرد
من الجن ان لم یبک من انس لوح
فانی لھی وان معر ھی
لبالبرقۃ السوداء من دون زحزح

ہائے افسوس! اس قوم اور صبح کے وقت جنگ کرنے والے لشکر پر اور اولادِ نبیؐ کے چٹیل میدان میں شہید ہونے کے لئے حسینؑ کو ہر بوڑھا و جوان جن روئے گا، اگر انسانوں میں کوئی نوحہ کرنے والا نہیں اور میں ایک جن ہوں میری قیام گاہ برقۃ السوداء میں ہے زحزح مقام سے اس طرف۔

لوگوں نے یہ اشعار سنے لیکن یہ نہیں جانتے تھے کہ کیا بات ہے جب شہادت حسینؑ کی خبر آئی تو لوگوں کو معلوم ہوا کہ جناب حسینؑ کا مرثیہ پڑھتے تھے اور طالبیین میں سے جو لوگ حسین بن علی کے ساتھ تھے (وہ یہ ہیں) یحییٰ و سلیمان و ادریس عبداللہ محض کے بیٹے اور علی بن ابراہیم بن حسن اور ابراہیم بن اسماعیل طباطبا اور حسن بن محمد عبداللہ محض، عبداللہ اور عمر اسحاق بن حسن بن علی بن حسین کے دو بیٹے، اور عبداللہ بن اسحاق بن ابراہیم بن حسن مثنیٰ جیسا کہ ابوالفرج نے مدائنی سے نقل کیا ہے اور مسعودی کی روایت ہے کہ شہداء فخ کے لاشے تین دن تک زمین پر پڑے رہے اور انہیں کسی نے دفن نہیں کیا، یہاں تک کہ درندوں اور پرندوں نے ان کی لاشوں کو کھالیا۔

جعفر بن حسن مثنیٰ اور اس کی اولاد کے حالات

ابوالحسن جعفر بن حسن، بہت تیز گفتار تھا اسے بنی ہاشم کے خطباء میں سے شمار کیا جاتا تھا، وہ اپنے بھائیوں میں سب سے بڑا تھا اور وہ بھی منصور کی قید میں رہا، لیکن اسے رہا کر دیا اور وہ مدینہ واپس آیا اور جب اس کی عمر ستر سال کو پہنچی تو اس نے مدینہ میں وفات پائی، اس کے چار بیٹے اور چھ بیٹیاں تھیں۔(۱) عبداللہ (۲) قاسم (۳) ابراہیم (۴) حسن (۵) فاطمہ (۶) رقیہ (۷) زینب (۸) ام الحسن (۹) ام الحسین (۱۰) ام القاسم، عبداللہ اور قاسم لاولد تھے اور ابراہیم کی ماں رومی کنیز تھی، اور اس کے پوتوں میں سے عبداللہ بن جعفر بن ابراہیم ہے جس کی ماں آمنہ عبداللہ بن حسین اصغر بن علی بن الحسین علیہما السلام کی بیٹی تھی، اور عبداللہ نے مامون کی خلافت کے زمانہ میں فارس کا سفر کیا، ایک دفعہ وہ ایک درخت کے نیچے سویا ہوا تھا کہ خارجیوں کے ایک گروہ نے اس پر حملہ کیا اور اس کو قتل کر دیا، سوائے ایک بیٹی کے اس کی کوئی اولاد نہ تھی، اس کی لڑکی نے محمد بن جعفر بن عبداللہ بن حسین اصغر سے شادی کر لی اور اس کے گھر میں ہی اس کی وفات ہوئی اور ابراہیم بن جعفر کی نسل ختم ہو گئی اور حسن بن جعفر وہ شخص ہے جو جنگ فخ میں شریک نہیں ہوا، اس کی چند لڑکیاں اور پانچ بیٹے تھے (۱) سلیمان (۲) ابراہیم (۳) محمد (۴) عبداللہ (۵) جعفر اور اس کی بیٹیوں میں سے فاطمہ الکبریٰ ہے جو ام جعفر کے نام سے مشہور تھی اور اس سے عمر بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب نے شادی کی اور سلیمان و ابراہیم باپ کی زندگی میں

وفات پا گئے، اور محمد سلیق کے لقب کے ساتھ مشہور تھا اور اس کی ماں ملیکہ داؤد بن حسن بن حسن مثنیٰ کی بیٹی تھی اور اس کی ایک بیٹی اور دو بیٹے تھے، عائشہ، محمد اور علی، علی ابن محمد یہ کے نام سے مشہور تھا اور اس کی سات اولادیں تھیں اور اس کے پوتے پڑپوتے مختلف شہروں میں پھیل گئے کچھ راوند میں کچھ ہمدان میں اور بعض قزوین و مراغہ میں ساکن ہوئے ان میں سے راوند کاشان میں سید عالم فاضل کامل ادیب محدث و مصنف ضیاء الدین ابوالرضا فضل اللہ بن علی بن حسین بن عبیداللہ بن محمد بن عبیداللہ بن محمد بن عبیداللہ بن حسن بن علی بن محمد سلیق صاحب کتاب ضوء الشہاب شاگرد ابوعلی بن شیخ الطائفہ تھے، عبداللہ بن حسن بن جعفر کے چار بیٹے تھے محمد، جعفر، حسن، اور عبداللہ اس کی ماں علویوں میں سے تھی اور محمد کا ایک بیٹا تھا جس کا نام علی اور لقب باغر تھا، اور یہ لقب اسے اس لئے ملا کہ اس نے باغر کے ساتھ (جو کہ متوکل عباسی کا غلام تھا اور بہت طاقتور تھا اور اس نے متوکل کو تلوار مار کر قتل کر دیا تھا) کشتی کی اور اسے زیر کر لیا تھا لوگوں کو تعجب ہوا اور انہوں نے اس سید کا لقب باغر رکھ دیا، اس کی کافی اولاد ہے اور محمد کا بھائی عبداللہ امیر جلیل تھا، مامون نے اسے کوفہ کی گورنری دی اور ابونصر بخاری کہتا ہے کہ کاشان اور نیشاپور میں عبداللہ کی بہت سی اولاد ہے اور جعفر بن حسن بن جعفر بن حسن مثنیٰ کے ساتھ بیٹے اور تین بیٹیاں اور اس کی سب بیٹیوں کے نام محمد ہیں اور ہر ایک کی کنیت اس طرح ہے ابوالفضل محمد، ابوالحسن محمد، ابواحمد محمد، ابوجعفر محمد، ابوعلی محمد، ابوالحسین محمد، ابوالعباس محمد، اور اس کی بیٹیوں کے نام فاطمہ، زینب، اور ام محمد ہے، ابوالفضل محمد نے مستعین کے زمانہ میں کوفہ میں خروج کیا اور ابن طاہر نے تولیت کوفہ کا دھوکہ دے کر اسے گرفتار کر کے سرمن رائے (سامرہ) کی طرف روانہ کیا اور اسے قید کر دیا، اس نے قید میں ہی وفات پائی اس کی اولاد بہت ہوئی اور انہوں نے بغداد میں امامت کی اور ابوالحسن محمد بن جعفر نقیب طالبین بغداد ہے کہ جس کا لقب ابو قیراط تھا اور ابواحمد ابوجعفر اور ابوالعباس لاولد تھے البتہ ابوعلی اور ابوالحسین صاحب اولاد تھے۔

داؤد بن حسن مثنیٰ اور اس کی اولاد کا تذکرہ

داؤد بن حسن کی کنیت ابوسلیمان ہے وہ اپنے بھائی عبداللہ محض کی طرف سے صدقات امیر المومنین کی تولیت رکھتا تھا، اسے بھی منصور نے قید میں ڈالا اس کی والدہ حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور نالہ وزاری کی تو حضرت نے اسے دعا استفتاح جو دعائے ام داؤد کے نام سے مشہور ہے تعلیم فرمائی داؤد کی والدہ پندرہ رجب کو اسی طرح وہ عمل بجالائی جس طرح حضرت نے اسے تعلیم دیا تھا اور وہ داؤد کی خلاصی کا سبب ہوا، وہ مدینہ کی طرف واپس آیا اور ساٹھ سال کی عمر میں وفات پائی داؤد کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں، عبداللہ، سلیمان، ملیکہ اور حمادہ اور ان سب کی والدہ ام کلثوم امام زین العابدینؑ کی شہزادی تھیں اور ملیکہ اپنے چچا زاد حسن بن جعفر بن حسن مثنیٰ کے نکاح میں تھی اور عبداللہ کے دو بیٹے تھے ایک محمد ارزق اور وہ شخص فاضل اور پارسا تھا اور اس کی اولاد ہوئی لیکن ختم ہو گئی اور دوسرے بیٹے کا نام علی تھا، اسے ابن محمد یہ کہتے ہیں، اس نے مہدی خلیفہ کی قید میں وفات پائی اس کی کئی اولادیں تھیں کہ جن میں ایک سلیمان ہے اور وہ عظیم شخص تھا اور سلیمان بن داؤد کا ایک بیٹا ہوا، جس کا نام محمد ہے اور اس نے ابوالسرایا کے زمانہ میں مدینہ

میں خروج کیا، ایک قول ہے کہ وہ مارا گیا اور اس کے متعلقین میں سے آٹھ بچے تھے، سلیمان، موسیٰ، داؤد، اسحاق، حسن، فاطمہ، ملیکہ، اور کلثوم اور ان کی آگے کافی اولادیں ہے، اور حسن طاؤس کا دادا ہے جو کہ آل طاؤس کا باپ ہے اور مناسب ہے کہ یہاں آل طاؤس کا ذکر کیا جائے۔

طاؤس وآل طاؤس کا ذکر اور بنی طاؤس کے کچھ حالات

طاؤس ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن حسن بن محمد بن سلیمان بن داؤد بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہما السلام ہے کہ جسے حسن وجہ اور لطف شمائل کی وجہ سے طاؤس کا لقب دیا گیا اور اس کی اولاد عراق میں رہتی تھی اور انہیں میں سے سید عالم زاہد مصنف جلیل القدر، جمال الدین صاحب کرامات نقیب النقباء رضی الدین علی بن موسیٰ ہے (سید ابن طاؤس) اور ان کی والدہ شیخ زاہد امیرا ورام بن ابی فتراس کی بیٹی تھیں، یہی وجہ ہے کہ شاعر ان کی مدح میں کہتا ہے کہ ورام ماں کی طرف سے ان کا جد ہے اور محمد باپ کی طرف سے جد ہے، خلاصہ یہ کہ بنی طاؤس علماء کے درمیان افاضل آل طاؤس کا ایک گروہ ہے اور ان میں سے زیادہ مشہور سید اجل رضی الدین علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد ہیں اور کتب ادعیہ زیارات وفضائل میں جو ابن طاؤس استعمال ہوتا ہے اس سے آنجناب مراد ہوتے ہیں، دوسرے ان کے بھائی عالم جلیل جمال الدین احمد ہیں جو کہ فقہ اور علم رجال میں یگانہ روزگار تھے اور کتب فقہیہ اور رجالیہ میں ابن طاؤس سے یہ مراد ہوتے ہیں، تیسرے جمال الدین احمد کے بیٹے سید نبیل عبدالکریم صاحب کتاب فرحۃ الغری جو حافظہ اور عمدگی فہم میں اجلہ علماء اور یکتائے زمانہ میں سے تھے، چوتھے عبدالکریم کے بیٹے ہیں رضی الدین ابوالقاسم علی بن عبدالکریم پانچویں سید رضی الدین علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد صاحب کتاب زوائد الفوائد جو نام اور کنیت میں اپنے پدر امجد کے ساتھ شریک تھے اور کبھی کبھی ان کے بھائی سید جلال الدین محمد کے لئے بھی ابن طاؤس کا لقب استعمال ہوتا ہے کہ ان کے والد بزرگوار نے جس کے لئے کتاب کشف المحجہ تصنیف کی تھی اور صاحب ناسخ التواریخ نے آل طاؤس کے حالات کے ذیل میں کہا ہے کہ ان کی جلالت قدر درجہ کمال پر تھی، خلیفہ ناصر نے چاہا کہ نقابت طالبین سید رضی الدین کے سپرد کرے انہوں نے اشتغال عبادت وعلم کی وجہ سے معذرت چاہی اور ہلاکو خان کے بغداد پر غلبہ حاصل کرنے اور معتصم کے قتل ہونے پر نقابت طالبین سید رضی الدین کے پاس آگئی، اور چاہا کہ معذرت کریں لیکن خواجہ نصیرالدین نے منع کیا رضی الدین کو خوف لاحق ہوا کہ اگر سرتابی کی تو ہلاکو کے ہاتھوں ذلیل۔۔۔۔۔۔ ہو جاؤں گا لہذا جبراً کرہاً نقابت قبول کی، ان کی تصانیف قابل استفادہ ہیں مثلاً کتاب **مہج الدعوات**، کتاب **تتمات مصباح المتہجد و مہمات صلاح المتعبد**، کتاب **الملھوف علی قتلی الطفوف** اور وہ بزرگوار مستجاب الدعوۃ تھے اور اس امر کی صداقت پر بہت سی خبریں ملتی ہیں، کہتے ہیں کہ وہ اسم اعظم جانتے تھے اور اپنی اولاد سے کہا کہ میں نے کئی مرتبہ استخارہ دیکھا ہے کہ تمہیں بتاؤں لیکن اجازت نہیں ملی اور وہ میری کتب میں محفوظ و مکتوب ہے، تم پر لازم ہے کہ ان کا مطالعہ کر کے اسے حاصل کرو، اور سید جمال الدین احمد کا ایک بیٹا عبدالکریم غیاث الدین ہے، یہ سید عالم جلیل القدر خاص و عام کے نزدیک بڑی

قدر ومنزلت رکھتے تھے اوران کی ایک کتاب الشمل المنظوم فی اسماء مصنفی العلوم ہے، اس کے علاوہ ان کے کتب خانہ میں دس ہزار عمدہ کتابیں تھیں اور نقیب رضی الدین علی بن موسیٰ کے دو بیٹے تھے ایک محمد جس کا لقب صفی الدین جو مصطفی کے لقب سے مشہور تھے، دوسرے علی رضی الدین معروف بمرتضیٰ اور صفی الدین شخص باوقار تھے لیکن لاولد وفات پائی اوران کا سلسلہ ختم ہو گیا اور رضی الدین علی باپ کے بعد نقیب النقباء ہوئے ان کی ایک بیٹی تھی جو شیخ بدرالدین المعروف شیخ المشائخ کے نکاح میں تھی اور ایک بیٹا قوام الدین نامی تھا جو ابھی بچہ تھا کہ اس کا والد فوت ہو گیا، اسے سلطان سعید اولجائتو نے بلوایا اور اپنے زانو پر بٹھایا اور بہت شفقت ونوازش اس پر کی اور اسے بچپنے کے عالم میں اپنے باپ کی جگہ نقیب النقباء قرار دیا اور رضی الدین موسیٰ کی ایک بیٹی فخر الدین محمد بن کیتلہ حسینی کے نکاح میں تھی اس سے ایک بیٹا پیدا ہوا جسے علی الہادی کہتے ہیں اور وہ لاولد ماں باپ کی زندگی میں فوت ہو گیا، قوام الدین کے دو بیٹے تھے ایک عبداللہ جس کی کنیت ابوبکر تھی اور لقب نجم الدین اور دوسرا نجم الدین بغداد، حلہ اور سرمن رائی (سامراء) کا نقیب تھا اور باپ کے بعد نقیب النقباء کے لقب سے مشہور ہوا، لیکن وہ شخص ضعیف الحال تھا اپنے خاندان کے کچھ اموال واملاک کو اس نے ضائع کیا اور جو کچھ بچ گیا تھا وہ نجم الدین نے تلف کر دیا، ۷۵۷ھ میں وفات پائی، اس کی جگہ پر اس کا بھائی نقیب ہوا، اور ایک شخص عراق کے بنی طاؤس میں سے سید مجدالدین ہے صاحب کتاب البشارۃ کہ جس میں ہونے والے اخبار وآثار بیان ہوئے ہیں، اور مغلوں کا غلبہ اور بنی العباس کی حکومت کا خاتمہ اس میں بیان کیا ہے، جب ہلاکو خان بغداد کے قریب پہنچا تو سید مجدالدین سادات وعلماء حلہ کے ایک وفد کے ساتھ اس کے استقبال کے لئے گئے اور وہ کتاب بادشاہ کو پیش کی ہلاکو نے اس کی بڑی عظمت وتوقیر کی اور حلہ مشہدین (کربلا ونجف) اوران کے اطراف کے لئے امان نامہ بھیجا اور جب بغداد میں پہنچا تو اس نے حکم دیا کہ منادی کرائی جائے، کہ جو شخص حلہ اوراس کے اطراف کا رہنے والا ہے وہ سلامتی کے ساتھ باہر چلا جائے۔

اور وہ لوگ بغیر کسی تکلیف وضرر کے واپس چلے گئے، لیکن شیخ جلیل حسن بن سلیمان حلی شاگرد شہید اول نے کتاب منتخب البصائر میں تاب البشارۃ کی نسبت سید علی بن طاؤس کی طرف دی ہے، واللہ تعالیٰ ھو العالم۔ عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کے مقتل کا بیان ختم ہوا، اوران کے بیٹے محمد وابراہیم کے قتل کا بیان بھی ختم ہوا، جیسا کہ ہم نے امام حسنؑ کی اولاد کو شمار کرتے وقت وعدہ کیا تھا، مخفی نہ رہے کہ جب ولید بن یزید بن عبدالملک بن مروان مارا گیا اور بنی امیہ کی حکومت زوال کا شکار ہوئی تو بنی عباس اور بنی ہاشم کا ایک گروہ کہ جن میں ابوجعفر منصور اور اس کے دو بھائی سفاح اور ابراہیم بن محمد اور اس کا چچا صالح بن علی اور عبداللہ محض اور اس کے دو بیٹے محمد وابراہیم اور اس کا بھائی محمد دیباج وغیرہ مقام ابوا میں جمع ہوئے اور انہوں نے اتفاق کیا کہ عبداللہ محض کے بیٹوں کی بیعت کریں اوران میں سے ایک کو خلیفہ بنائیں، ان میں سے محمد بن عبداللہ کا انہوں نے انتخاب کیا کیونکہ مہدی کہتے تھے، اور خاندان رسالتؐ سے ان کے کانوں میں یہ خبر پڑی تھی کہ مہدی آل محمدؐ جو پیغمبر کا ہمنام ہوگا وہ زمین کا مالک ہوگا اور مشرق ومغرب عالم کو بعد اس کے کہ وہ ظلم وجور سے پر ہوں گے عدل وانصاف سے پر کرے گا، لہذا انہوں نے محمد کی طرف بیعت کے لئے ہاتھ بڑھائے اور اس کی بیعت کرلی، پس انہوں نے کسی کو بھیج کر عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادقؑ کو بلایا، عبداللہ نے کہا تم لوگ

حضرت کو فضول میں بلا رہے ہو کیونکہ وہ تمہاری رائے کو درست نہیں سمجھیں گے، جب آنجناب تشریف لائے عبداللہ نے آپ کے لئے جگہ بنائی اور انہیں اپنے سامنے پاس بیٹھایا اور صورت حالات ان کے سامنے بیان کی، آپ نے فرمایا، یہ کام نہ کرو کیونکہ اگر تم محمد کی بیعت اس خیال سے کر رہے ہو کہ وہ مہدی موعود ہے تو یہ خیال غلط ہے اور یہ مہدی نہیں ہے اور یہ وقت اس کے خروج کا نہیں اور اگر یہ بیعت اس لئے ہے تا کہ خروج کرو اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو پھر بھی محمد کی بیعت نہیں ہونی چاہیے کیونکہ آپ بنی ہاشم کے ۔۔۔۔۔۔بلکہ حسد آپ کو ان کی بیعت سے روک رہا ہے، حضرت نے سفاح کی پشت پر ہاتھ رکھا اور فرمایا، خدا کی قسم یہ بات حسد کی بناء پر نہیں بلکہ حکومت اس شخص کی اس کے بھائیوں اور ان کی اولاد کی ہوگی نہ کہ تمہاری پھر آپ نے عبداللہ محض کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا؟؟؟؟ یہ کہہ کر آپ کھڑے ہو گئے اور عبدالعزیز بن عمران زہری کے ہاتھ کا سہارا لیا اور باہر چلے گئے اور عبدالعزیز سے فرمایا تو نے زرد چادر والے شخص یعنی منصور کو دیکھا ہے، کہنے لگا جی ہاں، فرمایا خدا کی قسم وہ عبداللہ کو قتل کرے گا، عبدالعزیز نے کہا اور محمد کو بھی قتل کرے گا؟ فرمایا ہاں! عبدالعزیز کہتا ہے کہ میں نے دل میں کہا پروردگار کعبہ کی قسم یہ بات حسد کی وجہ سے ہے لیکن میں دنیا سے نہ گیا جب تک دیکھ نہ لیا کہ وہی ہوا جو حضرت نے خبر دی تھی، خلاصہ یہ کہ حضرت کے چلے جانے کے بعد اہل مجلس منتشر ہو گئے، عبدالصمد اور منصور حضرت کے پیچھے چلے گئے جب آپ کے قریب پہنچے تو کہا کیا یہ واقعہ ہے جو آپ نے مجلس میں کہا ہے، آپ نے فرمایا، ہاں خدا کی قسم! یہ ان علوم میں سے ہے جو ہم تک پہنچے ہیں، بنی عباس نے حضرت کے بات پلے باندھ لی اور اس دن سے انہوں نے حکومت سے اپنا دل وابستہ کر لیا اور اس معاملہ کی تیاری میں لگ گئے یہاں تک کہ انہوں نے حکومت حاصل کر لی۔

ہمارے شیخ مفید نے عنبسہ بن نجاد عابد سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ حضرت جعفر بن محمد علیہ السلام جب محمد بن عبداللہ بن حسن کو دیکھتے تو آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے پر ہو جاتیں، پھر فرماتے میری جان اس پر قربان ہو لوگ اس کے متعلق کہتے ہیں، حالانکہ یہ قتل ہو جائے گا، مولف کہتا ہے کہ اگر چہ عبداللہ کی گفتگو جو حضرت صادقؑ سے ہوئی اس سے ان کی بری رائے کا اظہار ہوتا ہے لیکن بہت سی روایات ان کی مدح میں وارد ہوئی ہیں اور اس کے بعد بیان ہوگا کہ حضرت صادقؑ ان کے لئے بہت روئے جب انہیں مدینہ سے قید کر کے کوفہ کی طرف لے جا رہے تھے آپ نے انصار کو نفرین کی، زیادہ حزن وملال کی وجہ سے آپ کو بخار آ گیا، آپ نے عبداللہ اور ان کے اہل خانہ کو تعزیت نامہ بھیجا اور عبداللہ کو عبد صالح کے لفظ سے تعبیر کیا، ان کی سعادت کے لئے دعا فرمائی وہ تعزیت نامہ سید ابن طاؤس نے کتاب اقبال میں نقل کیا ہے، وہاں فرمایا ہے کہ حضرت صادقؑ کا یہ خط جو عبداللہ اور ان کے خانوادہ کے لئے ہے دلالت کرتا ہے کہ یہ لوگ معذور ممدوح اور مظلوم تھے اور امام کے حق کو پہچانتے تھے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر کتب میں کوئی روایت ہو کہ ان لوگوں نے حضرت کے راستے سے جدائی اختیار کی ہے تو وہ حدیث تقیہ پر محمول ہے اس وجہ سے کہ کہیں ان کے خروج کی نسبت جو نہی عن المنکر کے لئے تھا آئمہ طاہرینؑ کی طرف نہ دی جائے اور اس بات کی تائید وہ روایت کرتی ہے جسے خلاد بن عمیر کندی نے روایت کیا ہے کہ میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں شرف یاب ہوا تو آپ نے فرمایا کیا تمہیں آل حسن کی کوئی خبر ہے کہ جنہیں منصور مدینہ سے لے گیا، خلاد کہتا ہے ہمیں ان کی شہادت کی خبر تو تھی لیکن ہم نے نہ چاہا کہ آپ کو ان کی مصیبت کی خبر دیں، ہم نے کہا ہم امید

رکھتے ہیں کہ خدا انہیں عافیت وسلامتی دے آپ نے فرمایا ان کے لئے عافیت کہاں ہوگی یہ کہہ کر آپ بلند آواز سے رونے لگے، آپ نے اتنا گریہ کیا کہ ہم بھی ان کے رونے سے رونے لگے، اس وقت فرمایا کہ میرے باپ نے جناب فاطمہ امام حسینؑ کی شہزادی سے روایت کی ہے وہ کہتی ہے کہ میں نے اپنے باپ امام حسینؑ سے سنا کہ آپ فرمارہے تھے اے فاطمہ تیری اولاد میں سے چند افراد فرات کے کنارے قتل کئے جائیں گے کہ **ما سبقھم الاولون ولم یدرکھم الآخرون** کہ گزشتہ لوگ ان سے سبقت نہیں لے سکے اور آنے والے ان کے مقام کو پا نہیں سکیں گے پھر حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ فاطمہ بنت حسینؑ کی اولاد میں سے سوائے ان کے جو قید ہوئے ہیں کوئی بھی اس حدیث کے مصداق نہیں ہوسکتا، لہذا یہی ہیں جو فرات کے کنارے شہید ہوں گے پھر سید ابن طاؤس نے چند روایت ان کی جلالت میں اور اس سلسلہ میں وارد کی ہیں کہ ان کا یہ اعتقاد نہیں تھا کہ ان کا مہدی وہی مہدی موعود ہے جو چاہے سید کی کتاب اقبال الاعمال کے اعمال محرم کی طرف رجوع کرے، خلاصہ یہ کہ محمد ابراہیم ہمیشہ خلافت کی آرزو میں زندگی بھر کرتے رہے اور خروج کی تیاری کرتے رہے یہاں تک کہ ابوالعباس سفاح کی خلافت قائم ہوگئی تو یہ بھاگ کھڑے ہوئے اور لوگوں سے پوشیدہ ہو گئے لیکن سفاح عبداللہ محض کو بزرگ سمجھتا اور ان کی بہت عزت کرتا تھا، سبط ابن جوزی کہتا ہے کہ ایک دن عبداللہ نے کہا کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ دس لاکھ درہم میرے سامنے جمع ہوئے ہوں، سفاح نے کہا ابھی آپ دیکھ لیں اور حکم دیا کہ دس لاکھ درہم لائے جائیں اور وہ عبداللہ کو دے دیئے، ابوالفرج روایت کرتے ہیں کہ جب سفاح مسند خلافت پر بیٹھا تو عبداللہ اور ان کا بھائی حسن مثلث سفاح کے پاس گئے، سفاح نے انہیں عطیہ دیا اور ان کا احترام کیا اور عبداللہ کی زیادہ عزت وتکریم کی لیکن کبھی کبھی وہ عبداللہ سے پوچھتا کہ آپ کے بیٹے محمد وابراہیم کہاں ہیں اور وہ آپ کے ساتھ کیوں میرے پاس نہیں آتے، تو عبداللہ کہتا ہے کہ ان کا خلیفہ سے مخفی رہنا کسی ایسی بات کے لئے نہیں جو اس کی ناپسندیدگی کا باعث ہو ہمیشہ سفاح ان سے یہ بات کہتا اور ان کی زندگی کو ناخوشگوار کردیتا، یہاں تک کہ ایک دن کہنے لگا اے عبداللہ! تو نے اپنے بیٹوں کو چھپا رکھا ہے، یاد رکھو کہ محمد اور ابراہیم دونوں قتل کردیئے جائیں گے، جب عبداللہ نے یہ بات سنی تو حزن وملال کے عالم میں سفاح کی مجلس سے اپنے گھر واپس آگئے، حسن مثلث نے (عمدۃ المطالب میں حسن کی بجائے ابراہیم عمر اُن کے بھائی کا نام ہے) عبداللہ میں آثار حزن دیکھے تو پوچھا اے بھائی آپ کے حزن وملال کا کیا سبب ہے، عبداللہ نے محمد وابراہیم کے سلسلہ میں سفاح کا مطالبہ بیان کیا، حسن نے کہا اب کی مرتبہ جب سفاح ان کے متعلق سوال کرے تو اس سے کہیے کہ ان کے چچا کو ان کے حالات معلوم ہیں تاکہ میں اسے ان باتوں سے خاموش کروں، اس دفعہ جب سفاح نے عبداللہ کے بیٹوں کا ذکر چھیڑا تو عبداللہ نے کہا کہ ان کا چچا ان کے حالات سے باخبر ہے، سفاح نے توقف کیا یہاں تک کہ عبداللہ اس کے دربار سے چلے گئے، تو اس نے حسن مثلث کو بلایا اور محمد وابراہیم کے متعلق اس سے سوال کیا تو حسن نے کہا، اے امیر تجھ سے اس طرح بات کروں جیسے رعیت بادشاہ سے کرتی ہے یا اس طرح گفتگو کروں جیسے انسان اپنے چچازاد بھائی سے کرتا ہے، سفاح نے کہا اس طرح بات کرو جیسے چچازاد بھائی سے کرتے ہو کہنے لگا اے امیر مجھے بتاؤ کہ اگر خدا نے مقدر کیا ہے کہ محمد وابراہیم منصب خلافت کو پالیں گے تو کیا آپ اور تمام آسمان وزمین کی مخلوق انہیں روک سکتی ہے؟ کہنے لگا نہیں خدا کی قسم پھر کہنے لگا، اور اگر خدا نے ان کی تقدیر میں

خلافت مقدر نہیں کی تو تمام اہل زمین و آسمان اگر اتفاق کرلیں تو وہ انہیں خلافت نہیں دلا سکتے، کہنے لگا نہیں خدا کی قسم حسن نے کہا پھر امیر اس بوڑھے آدمی سے کیوں اس سلسلہ میں یہ سب مطالبہ کرتا ہے اور اپنے احسان و نعمت کو اس کے لئے بدمزہ بناتا ہے، سفاح نے کہا آج کے بعد میں کبھی ان کا نام نہیں لوں گا، اور اس کے جب تک زندہ رہا پھر کبھی ان کا نام نہیں لیا اور سفاح نے عبداللہ کو حکم دیا کہ وہ واپس مدینے چلے جائیں، یہی کیفیت رہی یہاں تک کہ سفاح مر گیا اور کار خلافت منصور کے لئے ہموار ہوا اور منصور نے خبث طینت اور اپنی پستی فطرت کی بناء پر محمد و ابراہیم کے قتل پر پختہ دلی سے ارادہ کرلیا، اور (۱۴۰ھ) ایک سو چالیس ہجری میں حج کا سفر کیا اور مدینہ کے راستہ سے واپس لوٹا، جب مدینہ پہنچا تو عبداللہ کو بلایا اور اس سے اس کے بیٹوں کے متعلق سوال کیا، عبداللہ نے کہا مجھے معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہیں، منصور خبیث نے گالی گلوچ کی چند باتیں عبداللہ کے ساتھ کیں اور حکم دیا اسے مدینہ میں مروان کے گھر پر قید کر دیا جائے اور ریاح بن عثمان کو اس کا زندان بان مقرر کیا اور عبداللہ کے بعد آل ابو طالبؑ میں سے دوسرے لوگ یکے بعد دیگرے گرفتار کر کے قید خانے میں ڈال دیئے گئے، مثل حسن، ابرہیم، ابوبکر کے جو کہ عبداللہ کے بھائی تھے اور حسن بن جعفر بن حسن مثنی اور سلیمان، عبداللہ، علی، عباس جو داؤد بن حسن کے بیٹے تھے اور محمد اسحاق جو ابراہیم بن حسن مثنی کے بیٹے تھے اور عباس و علی جو حسن مثلث کے بیٹے تھے اور علی جو محمد نفس زکیہ کے بیٹے تھے اور ان کے علاوہ دوسرے افراد کہ جن کی طرف اولاد امام حسنؑ کے تذکرہ میں اشارہ ہو چکا ہے، خلاصہ یہ کہ ریاح بن عثمان نے اولاد حسن کے اس گروہ کو قید و بند میں رکھا اور ان پر انتہائی سختی اور شدت کی اور جن دنوں یہ لوگ قید میں تھے کبھی کبھی ریاح بعض نصیحت کرنے والوں کو عبداللہ محض کے پاس بھیجتا کہ وہ اسے نصیحت کریں تاکہ شاید عبداللہ اپنے بیٹوں کی رہائش گاہ کا پتہ بتا دے، جب یہ لوگ یہ باتیں عبداللہ سے کہتے اور انہیں بیٹوں کے معاملے کو چھپانے پر ملامت اور سرزنش کرتے تو عبداللہ فرماتے کہ میری مصیبت اور ابتلاء جناب خلیل الرحمن کے ابتلاء اور مصیبت سے زیادہ سخت ہے کیونکہ انہیں حکم ہوا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کریں اور ان کے لئے بیٹے کا ذبح کرنا اطاعت خدا تھی لیکن مجھے یہ حکم دیتے ہیں کہ میں اپنے بیٹوں کا اتہ پتہ بتاؤں تاکہ یہ انہیں قتل کردیں، حالانکہ ان کو قتل کرنا خدا کی نافرمانی ہے، خلاصہ یہ کہ تین سال تک وہ مدینہ میں قید رہے، جب ایک سو چوالیس ہجری (۱۴۴ھ) آیا، تو منصور نے دوبارہ سفر حج کیا، جب مکہ سے پلٹا تو مدینہ نہ آیا بلکہ ربذہ چلا گیا، جب وہ ربذہ میں پہنچ گیا تو ریاح بن عثمان منصور کی ملاقات کے لئے مدینہ سے وہاں گیا، جب منصور نے ریاح کو دیکھا تو کہنے لگا مدینہ واپس جاؤ اور بنی حسن کو جو قید میں ہیں یہاں لے آؤ، پس ریاح بن عثمان منصور کے زندانبان، ابوالازہر کے ساتھ جو کہ بدمذہب اور خبیث آدمی تھا، مدینہ گیا اور بنی حسن کو محمد بن دیباج عبداللہ محض کے مادری بھائی کے ساتھ قید کیا اور ان کے زنجیروں اور لوقوں کو سخت تر کر کے بہت شدت و سختی کے ساتھ ربذہ کی طرف لے چلا جب وہ انہیں ربذہ کی طرف لئے جا رہا تھا تو حضرت صادقؑ نے پردے کے پیچھے سے دیکھا اور بہت روئے یہاں تک کہ آپ کے آنسو آپ کے چہرہ مبارک پر جاری ہوئے اور آپ نے انصار کو نفرین کی اور فرمایا کہ انصار نے رسول خداؐ سے جن شرائط پر بیعت کی تھی کہ آپ کی اور آپ کی اولاد کی ان چیزوں سے حفاظت و حراست کریں گے جن سے اپنی اور اپنی اولاد کی حفاظت کرتے ہیں اس کے بعد ایک روایت کے مطابق آپ اپنے گھر تشریف لے گئے اور آپ کو بخار ہو گیا، اور بیس راتیں آپ کی بخار و اضطراب میں گزریں اور

آپ رات دن روتے تھے یہاں تک کہ آپ کے متعلق خوف محسوس ہونے لگا، خلاصہ یہ کہ بنی حسن محمد دیباج کے ساتھ ربذہ میں پہنچے تو انہیں دھوپ میں کھڑا کیا گیا، تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ ایک شخص منصور لعین کی طرف سے آیا اور اس نے کہا کہ محمد بن عبداللہ بن عثمان کون ہے، محمد دیباج نے اپنی نشاندہی کی وہ شخص محمد کو منصور لعین کے پاس لے گیا، راوی کہتا ہے کہ تھوڑی دیر میں تازیانہ لگنے کی آواز بلند ہوئی اور یہ تازیانے محمد کو مارے جارہے تھے، جب محمد واپس لائے گئے تو ہم نے دیکھا کہ محمد کا چہرہ اترا ہوا اور رنگ جو کہ پگلائی ہوئی چاندی کی طرح تھا، وہ حبشیوں کی مانند ہو گیا تھا، اور ان کی ایک آنکھ تازیانہ کی وجہ سے کاسہ سر سے باہر آچکی تھی، اس وقت محمد کو لا کر ان کے بھائی عبداللہ کے پاس بیٹھا دیا، عبداللہ محمد سے بہت محبت رکھتے تھے اس وقت محمد کو بہت پیاس لگی ہوئی تھی، انہوں نے پانی مانگا لیکن لوگ منصور کے خوف سے ان پر رحم کرنے سے ڈرتے تھے یہاں تک کہ عبداللہ نے فرمایا کہ کون ہے جو فرزند رسول خداؐ کو سیراب کرے تو اس وقت ایک خراسانی شخص نے محمد کو پانی پلایا، منقول ہے کہ محمد کی قمیض تازیانہ لگنے اور خون جاری ہونے سے ان کی پشت سے چمٹ گئی تھی اور وہ ان کے جسم سے الگ نہیں ہوتی تھی تو پہلے اس پر روغن زیتون ملا گیا، اس وقت ان کی قمیض کھال کے ساتھ ان کے بدن سے الگ ہوئی اور سبط ابن جوزی روایت کرتا ہے کہ محمد کو جب منصور لعین کے پاس لے گئے تو اس نے ان سے پوچھا کہ دو جھوٹے فاسق محمد و ابراہیم کہاں ہیں اور محمد دیباج کی بیٹی رقیہ ابراہیم کی بیوی تھی، محمد کہنے لگا خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہیں، منصور خبیث نے حکم دیا کہ انہیں چار سو کوڑے لگائے جائیں، پھر حکم دیا کہ سخت قسم کا لباس انہیں پہنا کر سختی کے ساتھ ان کے بدن سے اتارا جائے تا کہ ان کی کھال بدن سے اتر جائے اور محمد شکل وصورت میں سب لوگوں سے زیادہ حسین وجمیل تھا، اسی لئے اسے دیباج کہتے ہیں اور ان کی ایک آنکھ تازیانے لگنے سے باہر آگئی تھی اس وقت اس کو زنجیروں میں جکڑ کر عبداللہ کے پاس لے آیا اور محمد اس وقت سخت پیاسے تھے اور کسی میں یہ جرات نہیں تھی کہ وہ انہیں پانی پلاتا، عبداللہ نے فریاد کی کہ اے مسلمانو! کیا یہی تمہاری مسلمانی ہے کہ اولاد رسولؐ پیاس سے مر جائیں اور تم انہیں پانی نہ دو، پس منصور نے ربذہ سے کوچ کیا اور وہ خود ایک محمل میں بیٹھا ہوا تھا اور اس کے برابر ربیع حاجب کا محمل تھا اور بنو حسن کو بھوکا پیاسا بے لباس زنجیروں میں جکڑ کر برہنہ اونٹوں پر سوار کر کے منصور شیطان کے ہمرکاب کوفہ کی طرف لے چلے، جب منصور نے ان کے قریب سے عبور کیا درآنحالیکہ وہ محمل میں تھا کہ جس کا روپوش ریشم و دیباج کا تھا تو عبداللہ بن حسن نے جب اس لعین کو دیکھا تو فریاد کی اے ابوجعفر کیا ہم نے تمہارے قیدیوں کے ساتھ جنگ بدر میں یہی سلوک کیا تھا اور اس بات سے ان کا اشارہ تھا منصور کے دادا عباس کے جنگ بدر میں قید ہونے اور ان کے جد بزرگوار رسول خداؐ کے اس پر رحم کرنے کی طرف جب کہ عباس قید و بند کی وجہ سے نالہ وزاری کرتا تھا تو حضرت نے فرمایا کہ عباس کے گریہ ونالہ نے مجھے آج رات سونے نہیں دیا اور حکم دیا کہ عباس کو قید و بند سے رہا کر دیا جائے، ابوالفرج کی روایت ہے کہ منصور خبیث نے چاہا کہ عبداللہ کو زیادہ تکلیف دی جائے لہذا حکم دیا کہ محمد کے اونٹ کو عبداللہ کے اونٹ کے آگے رکھا جائے لہذا عبداللہ کی نگاہ ہمیشہ پشت پر پڑتی اور تازیانے کے نشانات دیکھتے اور جزع فزع کرتے اور بری حالت میں انہیں کوفہ لے گئے اور ہاشمیہ کے قید خانہ میں ایک سرداب میں انہیں قید کر دیا جو کہ انتہائی تاریک تھا اور جس میں رات و دن کی خبر نہیں ہوتی تھی اور جو سادات امام حسنؑ کی اولاد میں سے قید ہوئے تھے وہ سبط کی

روایت کے مطابق بیس افراد تھے اور مسعودی نے فرمایا کہ منصور نے سلیمان اور عبداللہ فرزندان داؤد بن حسن کو موسیٰ بن عبداللہ محض اور حسن بن جعفر کے ساتھ رہا کر دیا اور باقی حضرات قید میں رہے یہاں تک کہ ان کی وفات ہوگئی اور ان کا قید خانہ فرات کے کنارے کوفہ کے پل کے قریب تھا اور اب بھی ان کی جگہ کوفہ میں ہمارے زمانہ میں جو کہ ۱۳۳۲ھ ہے، معلوم اور زیارت گاہ ہے اور وہ سب اس جگہ ہیں اور ان کی قبر وہی زندان ہے کہ جس کی چھت ان پر گرادی گئی تھی جب یہ لوگ قید میں تھے تو قضائے حاجت کے لئے بھی انہیں باہر نہیں نکالتے تھے مجبوراً وہیں قضائے حاجت کرتے اور تدریجاً اس کی بدبو پھیل گئی اور اس وجہ سے ان پر سخت مصیبت تھی، ان کے بعض محب و موالی ان کے لئے خوشبو لے کر گئے تا کہ اس خوشبو کی وجہ سے وہ بدبو دور ہو، خلاصہ یہ کہ اس بدبو اور قید و بند کی وجہ سے ان کے پاؤں پر ورم آگئے اور تدریجاً وہ ورم باقی بدن میں سرایت کرنے لگا یہاں تک کہ ان کے دل تک پہنچتا اور وہ صاحب ورم شخص ہلاک ہو جاتا، چونکہ ان کا قید خانہ تاریک ظلمت کدہ تھا تو انہیں اوقات نماز کا پتہ بھی نہیں چلتا تھا لہذا انہوں نے قرآن کے پانچ حصے قرار دیئے تھے اور شب روز میں ایک قرآن ختم کرتے تھے اور جب ایک پانچواں حصہ ختم ہو جاتا تو پنجگانہ نماز میں سے ایک نماز پڑھ لیتے اور جب ان میں سے کوئی مر جاتا تو اس کا جسم قید و بند میں ہی پڑا رہتا، یہاں تک کہ اس میں بدبو پیدا ہو جاتی اور وہ گل سڑ جاتا اور جو زندہ ہوتے وہ اسے اسی حالت میں دیکھتے رہتے اور اس کی اذیت برداشت کرتے اور سبط جوزی نے ان کے قید خانے کی تفصیلات خوشبو لانے کے بیان کے علاوہ سب بیان کی ہیں اور ہم بھی حسن مثلث اور ان کی اولاد کے حالات میں اس قید خانہ کی طرف اشارہ کر آئے ہیں اور ان کے درمیان علی بن حسن مثلث جو علی عابد کے نام سے مشہور تھے وہ عبادت ذکر الٰہی اور شدائد پر صبر کرنے میں ممتاز تھے اور ایک روایت میں ہے کہ بنی حسن اوقات نماز کو علی بن حسن کی تسبیح و اوراد سے معلوم کرتے تھے کیونکہ وہ ہر وقت ذکر میں مشغول رہتے اور وہ اپنے اوراد کے مطابق کہ جنہیں رات دن میں مقرر کیا ہوا تھا اوقات نماز سمجھ لیتے تھے، ابوالفرج نے اسحاق بن عیسیٰ سے روایت کی ہے کہ ایک دن عبداللہ محض نے قید خانے سے میرے باپ کو پیغام بھیجا کہ میرے پاس آؤ، میرے باپ نے منصور سے اجازت لی اور قید خانہ میں عبداللہ کے پاس گیا، عبداللہ نے کہا میں نے تجھے اس لئے بلایا ہے کہ تھوڑا سا پانی میرے لئے لے آؤ کیونکہ مجھے سخت بھوک لگی ہے، میرے باپ نے کسی کو بھیجا کہ وہ گھر سے پانی کا کاسہ عبداللہ کیلئے لے آئے، جب عبداللہ نے پانی کا پیالہ منہ سے لگایا تا کہ اسے پئے تو ابوالازہر حرامزادہ زندانبان آگیا، اس نے دیکھا کہ عبداللہ پانی پی رہا ہے اس نطفہ حرام کو غصہ آگیا اور اس طرح پاؤں اس پیالہ پر مارا کہ وہ عبداللہ کے دانتوں پر لگا اور ان کے اگلے دانت اس سے گر گئے، خلاصہ یہ کہ ان کی حالت زندان میں یوں ہی رہی کہ تدریجاً بعض ان میں سے فوت ہو گئے اور بعض کو قتل کر دیا گیا اور عبداللہ اپنے اہل بیت کے چند افراد کے ساتھ زندہ رہے، یہاں تک کہ محمد و ابراہیم ان کے بیٹوں نے خروج کیا اور وہ مارے گئے، اور ان کے سر منصور کے پاس بھیجے گئے، منصور لعین نے ابراہیم کا سر عبداللہ کے پاس بھیجا تو اس وقت انہوں نے بھی زندان میں جان دے دی، اور شہید ہوئے، سبط ابن جوزی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ محمد بن عبداللہ کے قتل ہونے سے پہلے منصور کے عامل ابوعون نے خراسان سے منصور کو خط لکھا کہ خراسان کے لوگ محمد و ابراہیم فرزندان عبداللہ کے خروج کی وجہ سے ہماری بیعت توڑ رہے ہیں، منصور نے حکم دیا کہ محمد دیباج کا سر قلم کر دیا جائے اور ان کا سر قلم کر

کے خراسان بھیجا تا کہ اہل خراسان کو دکھو کہ دیں اور اس کے سامنے قسم کھائیں کہ یہ محمد بن عبداللہ بن فاطمہ بنت رسول خدا کا سر ہے تا کہ خراسان کے لوگ محمد بن عبداللہ کے ساتھ خروج کرنے کا خیال چھوڑ دیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اب ہم مقتل محمد بن عبداللہ محض شروع کرتے ہیں۔

ذکر مقتل محمد بن عبداللہ بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام ملقب بنفس زکیہ

محمد بن عبداللہ کی کنیت ابوعبداللہ اور لقب صریح قریش تھا کیونکہ ان کی ماں اور دادیوں میں سے کوئی بھی کنیز نہیں تھی، ان کی ماں ہند بنت ابوعبیدہ بن عبداللہ بن زمعہ بن اسود بن مطلب تھی اور محمد کو کثرت زہد وعبادت کی وجہ سے نفس زکیہ کا لقب دیا گیا اور اس کے گھر والے حدیث نبوی ان المھدی من ولدی اسمہ اسمی (یعنی مہدی میری اولاد میں سے ہے اس کا نام میرا نام ہے) سے استظہار (ظاہری معنی نکالنا) کرتے ہوئے اسے مہدی کہتے تھے، اور انہیں مقتول احجار زیت بھی کہتے ہیں اور ان کی فقہ ودانائی شجاعت وسخاوت اور بہت سے فضائل کے ساتھ تعریف کرتے ہیں اور اس کے دونوں کندھوں کے درمیان سیاہ خال تھا انڈے کے برابر کچھ لوگوں کا یہ اعتقاد ہو گیا تھا کہ یہ وہی مہدی موعود ہے آل محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین میں سے لہذا ان کی لوگوں نے بیعت کر لی اور ہمیشہ ظہور خروج کے منتظر رہے اور ابوجعفر منصور دو مرتبہ محمد کی بیعت کر چکا تھا، ایک دفعہ مکہ کی سرزمین پر مسجد الحرام کے اندر اور جب محمد مسجد سے باہر نکلا تو منصور نے اس کی رکاب تھامے رکھی یہاں تک کہ وہ سواری پر بیٹھ گیا، اور اس کا بہت احترام کرتا تھا کسی شخص نے کہا کہ یہ شخص کون ہے کہ جس کی تم اتنی عزت وحشمت کرتے ہو، منصور نے کہا، وائے ہو تم پر کیا تمہیں معلوم نہیں کہ یہ شخص محمد بن عبداللہ محض اور اہل بیت کا مہدی ہے، اور دوسری دفعہ مقام ابواء میں بیعت کی جس طرح کہ عبداللہ کے حالات میں لکھا جا چکا ہے اور ابوالفرج اور سید ابن طاؤس نے بہت سی روایات نقل کی ہیں کہ عبداللہ محض اور ان کے اہل بیت اس کا انکار کرتے تھے کہ محمد نفس زکیہ مہدی موعود ہے بلکہ وہ کہتے تھے کہ مہدی موعود ان کے علاوہ ہیں، خلاصہ یہ کہ جب بنی عباس کی خلافت وحکومت مستحکم ہو گئی تو محمد اور ابراہیم مخفیانہ زندگی بسر کرتے تھے اور منصور کے زمانہ میں ایک دفعہ جب وہ دو دیہاتی عربوں کی شکل میں پوشیدہ طور پر اپنے باپ کے پاس آئے اور کہنے لگے اگر حکم دو تو ہم ظاہر ہو جاتے ہیں کیونکہ ہم دو آدمی اگر قتل ہو جائیں تو بہتر ہے اس سے کہ اہل بیت رسول کا ایک گروہ قتل کر دیا جائے تو عبداللہ نے کہا "ان مضعکما ابو جعفر ان تعیشا کریمین فلا یمنعکما ان تموتا کریمین" اگر ابوجعفر میں منصور اس بات پر راضی نہیں کہ تم جوانمردوں کی طرح زندگی بسر کرو تو وہ اس سے تمہیں نہیں روکتا کہ جوانمردوں کی طرح مرو، یہ اس سے کنایہ تھا کہ بہتر یہ ہے کہ تم اپنے کام کی تیاری میں لگے رہو اور منصور کے خلاف خروج کرو، اگر غلبہ ونصرت حاصل ہوئی تو بہتر اور اگر مارے گئے تو نیک نامی پر دھبہ تو نہیں ہوگا، خلاصہ یہ کہ جس زمانہ میں محمد اور ابراہیم چھپے ہوئے تھے تو منصور کو ان کے تلاش کرنے ہی کی دھن تھی اور جاسوس اطراف واکناف میں پھیلا رکھے تھے تا کہ کسی طرح ان کی رہائش کا پتہ چل جائے۔

ابوالفرج نے روایت کی ہے کہ محمد بن عبداللہ نے کہا کہ جب میں پہاڑوں کی گھاٹیوں میں مخفی تھا ایک دن رضوی

پہاڑ پر میرا قیام تھا اپنی ایک کنیز کے ساتھ کہ جس سے میرا ایک دودھ پینے والا بچہ بھی تھا اچانک معلوم ہوا کہ ایک غلام مدینہ سے میری تلاش میں یہاں پہنچ رہا ہے، میں نے فرار کیا اور وہ کنیز بھی میرے بچے کو گود میں لئے ہوئے بھاگ رہی تھی کہ اچانک وہ بچہ ماں کی گود سے چھوٹ گیا اور پہاڑ سے گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، اور منقول ہے کہ جب محمد کا بچہ پہاڑ سے گر کر مر گیا تو محمد نے یہ اشعار پڑھے:

(ترجمہ اشعار) جس کے جوتے ٹوٹ گئے ہیں اور وہ ننگے پاؤں ہونے کی شکایت کرتا ہے، تیز پتھروں کے کنارے اس کو خون آلود کر رہے ہیں اور اسے خوف نے آبادیوں سے دھکیل دیا ہے، اور پس اسے بہت مصیبت میں مبتلا کر رکھا ہے، اسی طرح جو شخص سختیوں کی گرمی وشدت کو ناپسند کرے تو یقیناً موت اس کے لئے باعث راحت وآرام ہوتی ہے، اور موت بندوں کے لئے حتمی چیز ہے۔

خلاصہ یہ کہ محمد نے ۱۴۵ھ میں خروج کیا، اور اڑھائی سو افراد کے ساتھ مدینہ میں ماہ رجب میں داخل ہوا اور انہوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور قید خانے کا دروازہ توڑ دیا اور قیدیوں کو باہر نکالا اور منصور کے زندانبان ریاح بن عثمان کو پکڑ کر قید کر دیا، تب محمد منبر پر گئے اور خطبہ پڑھا اور کچھ مثالب ومطاعن اور خبث سیرت منصور کا تذکرہ کیا پس لوگوں نے امام مالک ابن انس سے فتویٰ پوچھا کہ باوجودیکہ منصور کی بیعت ہماری گردن میں ہے محمد کی بیعت کر سکتے ہیں، امام مالک نے فتویٰ دیا کہ ہاں کیونکہ منصور کی بیعت جو تم نے کی تھی وہ جبری وقہری تھی پس لوگ دھڑا دھڑ محمد کی بیعت کرنے لگے اور مدینہ مکہ اور یمن پر محمد کا تسلط اور غلبہ ہو گیا۔

منصور کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے صلح وصفائی کے ساتھ ایک خط محمد کو لکھا اور اس کو امان دی، محمد نے اس خط کا وافی وشافی جواب دیا اور خط کے آخر میں تحریر کیا کہ تم کونسی امان مجھے دے رہے ہو، کیا وہ امان جو تم نے ابن ہبیرہ کو دی تھی یا وہ امان جو اپنے چچا عبداللہ بن علی کو دی تھی یا وہ امان جس کے ساتھ ابو مسلم کو نوازا تھا، مقصد یہ تھا کہ تمہاری امان پر کوئی اعتماد ووثوق نہیں جیسا کہ تم نے ان تین افراد کو امان دے کر اپنے امان نامے پر عمل نہیں کیا ہے، دوبارہ ابوجعفر منصور نے اسے خط لکھا اور اس میں کچھ حسب ونسب کے سلسلہ میں چوٹیں کیں۔۔۔۔۔۔۔اس مختصر مقام پر ان خطوط کی گنجائش نہیں، شائقین حضرات تذکرہ سبط وغیرہ کی طرف رجوع کریں، جب منصور محمد کے صلح وصفائی کرنے سے مایوس ہو گیا تو اس نے اپنے بھتیجے عیسیٰ بن موسیٰ کو جو اس کا ولی عہد بھی تھا محمد سے جنگ کی تیاری کا حکم دیا اور دل میں کہا کہ ان دونوں میں سے جو مارا گیا کوئی پرواہ نہیں کیونکہ منصور عیسیٰ کی زندگی بھی نہیں چاہتا تھا، کیونکہ سفاح نے عہد کیا ہوا تھا کہ منصور کے بعد عیسیٰ خلیفہ ہوگا، اور منصور اس کی خلافت کو پسند نہیں کرتا تھا، پس عیسیٰ چار ہزار سوار اور دو ہزار پیادہ فوج کے ساتھ محمد کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا، اور منصور نے اس سے کہا کہ جنگ کرنے سے پہلے اس کو امان دینا شاید وہ جنگ کئے بغیر ہماری اطاعت قبول کر لے، عیسیٰ نے کوچ کیا جب وہ مقام فید پر پہنچا جو کہ مکہ کے راستے میں ہے تو محمد کے کچھ ساتھیوں کو خط لکھا اور انہیں محمد کی مدد کرنے سے

روک دیا اور جب محمد کو معلوم ہوا کہ عیسیٰ اس کے مقابلہ کے لئے آ رہا ہے تو وہ جنگ کی تیاری میں مصروف ہوا اور مدینہ کے گرد خندق کھودی اور ماہ مبارک رمضان میں عیسیٰ اپنے لشکر کے ساتھ آ پہنچا، اور انہوں نے مدینہ کے گرد گھیرا ڈال دیا، سبط ابن جوزی روایت کرتا ہے کہ جب منصور کے لشکر نے مدینہ کو گھیر لیا تو محمد کو فکر یہ تھی کہ وہ دفتر کہ جس میں ان لوگوں کے نام ہیں جنہوں نے اس کی بیعت کی تھی اور اس سے خط و کتابت کی تھی اس کو جلا دیا جائے، جب ان کے خطوط جلا چکا تو اس وقت کہا کہ اب موت میرے لئے خوشگوار ہے، اور اگر اس نے یہ کام نہ کیا ہوتا تو لوگ ایک عظیم مصیبت میں مبتلا ہو جاتے کیونکہ وہ دفتر اگر منصور کے لشکر کے ہاتھ لگ جاتا تو وہ ان لوگوں کے ناموں سے باخبر ہو جاتے کہ جنہوں نے محمد کی بیعت کی تھی اور انہیں قتل کر دیتے، خلاصہ یہ کہ عیسیٰ آیا اور مقام سلع پر جو کہ مدینہ کی ایک پہاڑی ہے کھڑے ہو کر پکار کر کہا اے محمد! تیرے لئے امان ہے محمد نے کہا کہ تمہاری امان میں وفا نہیں اور عزت سے مر جانا ذلت کی موت سے بہتر ہے اور اس وقت محمد کا لشکر اس سے جدا ہو چکا تھا اور ایک لاکھ آدمیوں میں سے جو اس کی بیعت کر چکے تھے، تین سو تیرہ افراد اہل بدر کی مقدار کے برابر باقی رہ گئے تھے، پس محمد اور ان کے ساتھیوں نے غسل کیے اور کافور اپنے جسم پر ملا اور اپنی سواریوں کی کونچیں کاٹ دیں، پھر عیسیٰ اور اس کے ساتھیوں پر حملہ کیا اور تین دفعہ ان کو شکست دے دی، تو عیسیٰ کے لشکر نے پوری تیاری کی اور ایک ہی دفعہ سب لشکر نے ان پر حملہ کر دیا اور ان کا کام تمام کر دیا اور انہیں قتل کر دیا اور حمید بن قحطبہ نے محمد کو شہید کر دیا اور اس کا سر عیسیٰ کے پاس لے گیا اور زینب محمد کی بہن اور فاطمہ ان کی بیٹی نے ان کا جسم زمین سے اٹھایا اور انہیں بقیع میں دفن کر دیا، پس محمد کا سر نیزہ پر سوار کر کے منصور کے پاس کوفہ میں لے گئے اور اس کے حکم سے ان کا سر کوفہ میں نصب کیا گیا اور باقی شہروں میں بھی پھرایا گیا اور محمد کی وفات ۱۴۵ھ آخر ماہ مبارک رمضان میں ہوئی اور ان کے ظہور سے لے کر شہادت تک کا عرصہ دو ماہ اور سترہ دن ہے، ان کی عمر پینتالیس سال تھی اور ان کی قتل گاہ احجار الزیت مدینہ ہے، جیسا کہ امیر المومنینؑ نے اپنے اخبار غیبیہ میں اس کی طرف اشارہ اپنے اس ارشاد میں کیا ہے انه يقتل عند احجار الزيت احجار زیت کے پاس وہ قتل ہوگا۔ ابوالفرج نے روایت کی ہے کہ جب محمد شہید ہو گئے اور ان کا لشکر شکست کھا گیا تو ابن خضیر جو محمد کے ساتھیوں میں سے ایک تھا وہ قید خانے میں گیا اور اس نے ریاح بن عثمان کو قتل کر دیا جو کہ منصور کا زندانبان تھا اور محمد کا دفتر کہ جس میں ان کے ساتھیوں اور دوسرے لوگوں کے نام تھے اسے جلا دیا پھر عباسیوں سے جنگ کرنے کے لئے نکلا اور پے درپے جنگ کرتا رہا یہاں تک کہ مارا گیا اور یہ بھی روایت ہے کہ اس کو قتل کر دیا تو اتنے زخم اس کے سر پر لگے ہوئے تھے کہ اسے حرکت نہیں دی جا سکتی تھی اور وہ پکے ہوئے سرخ شدہ گوشت کی طرح تھا کہ جس جگہ ہاتھ رکھا جاتا وہ الگ ہو جاتی۔

ابراہیم بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالبؑ معروف بقتیل کے مقتل کا بیان

مسعودی کی مروج الذہب میں ہے کہ جب محمد بن عبداللہ خروج کا خواہاں ہوا تو اس نے اپنے بیٹوں اور بھائیوں کو بلاد وامصار میں پھیلا دیا تا کہ وہ لوگوں کو اس کی بیعت کی دعوت دیں، ان میں سے اپنے بیٹے علی کو مصر کی طرف بھیجا اور وہ مصر میں مارا گیا روایت تذکرہ سبط کے مطابق وہ زندان میں فوت ہوا، اور اپنے دوسرے بیٹے عبداللہ کو خراسان بھیجا، منصور کی فوج نے چاہا کہ اسے گرفتار کرلیں، وہ سندھ کی طرف بھاگ گیا اور وہاں شہید ہوا، اس نے اپنے ایک بیٹے حسن کو یمن بھیجا اسے بھی گرفتار کرلیا گیا، اور قید میں رکھا گیا جہاں اس کی وفات ہوئی، فقیر کہتا ہے یہ مسعودی کا کلام ہے، لیکن دوسری کتب سے منقول ہے کہ حسن بن محمد واقعہ فخ میں حسین بن علی کی ہمرکابی میں تھے اور عیسیٰ بن موسیٰ عباسی نے انہیں شہید کیا۔

جیسا کہ پہلے امام حسن کی اولاد کے تذکرہ میں تفصیل سے بیان ہو چکا ہے اور محمد کا بھائی موسیٰ جزیرہ کے علاقہ میں گیا اور اس کے ایک بھائی یحییٰ نے رے اور طبرستان کا سفر کیا اور بالآخر رشید کے ہاتھ سے مارا گیا جیسا کہ پہلے تفصیل وار ذکر آچکا ہے اور محمد کے ایک بھائی ادریس نے مغرب کے علاقہ کا سفر اختیار کیا اور ایک گروہ نے اس کی بیعت کی اور آخر میں رشید نے کسی کو بھیجا اور اسے دھوکہ سے قتل کرایا، اس کے بعد ادریس بن ادریس اور ادریس کا قتل ہونا بھی مذکور ہو چکا ہے اور محمد کے ایک بھائی ابراہیم نے بصرہ کا سفر کیا اور بصرہ میں خروج کیا اور بہت سے اہل فارس واہواز وغیرہ اور بہت سے زیدیہ اور معتزلہ بغداد وغیرہ نے اس کی بیعت کر لی اور طالبین میں سے عیسیٰ بن زید بن علی بن الحسین علیہم السلام بھی اس کے ساتھ تھا، منصور نے عیسیٰ بن موسیٰ اور سعید بن مسلم کو بہت سا لشکر دے کر ابراہیم کے ساتھ جنگ کے لئے بھیجا اور انہوں نے مقام باخمریٰ میں جو کہ علاقہ طف میں ایک جگہ ہے کوفہ سے ایک فرسخ دور ابراہیم کو شہید کیا اور ان کے گروہ میں سے جماعت زیدیہ کو بھی جو کہ چار سو یا ایک قول کی بناء پر پانچ سو افراد تھے قتل کر دیا گیا اور ابراہیم کے قتل ہونے کی کیفیت جیسا کہ تذکرہ سبط میں مسطور ہے اس طرح ہے کہ ابتداء ماہ شوال اور ایک قول ہے ماہ مبارک رمضان ۱۴۵ھ میں ابراہیم نے بصرہ میں خروج کیا اور بے شمار لوگوں نے اس کی بیعت کی اور منصور نے اسی سال شہر بغداد بنانے کی بھی ابتداء کی تھی اور وہ جس وقت بغداد کی تعمیر میں مشغول تھا اس کو خبر ملی کہ ابراہیم نے بصرہ میں خروج کر دیا ہے اور اہواز وفارس پر اس کا غلبہ ہو گیا ہے اور بہت سے لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے ہیں اور لوگ دل وجان سے اس کی بیعت کر رہے ہیں اور اس کا مقصد اپنے بھائی کے خون کا بدلہ لینے اور ابوجعفر منصور کو قتل کرنے کے سوا اور کوئی نہیں جب منصور نے یہ سنا تو دنیا اس کی آنکھوں میں تیرہ وتار ہو گئی اور اس نے بغداد کی تعمیر سے ہاتھ روک لیا اور دوسری لذتوں کے ساتھ عورتوں سے ہمبستری چھوڑ دی، اس نے قسم کھائی کہ میں اس وقت تک عورتوں کے پاس نہیں جاؤں گا اور عیش وعشرت ولذت میں مشغول نہیں ہونگا، جب تک ابراہیم کا سر میرے پاس نہ لایا جائے، خلاصہ یہ کہ زیادہ

خوف اور ہول عظیم منصور کے دل میں پیدا ہوا کیونکہ ابراہیم کے ساتھ ایک لاکھ فوج تھی اور منصور کے پاس دو ہزار سے زیادہ اس وقت فوج نہیں تھی کیونکہ اس کے لشکر اور فوجیں شام افریقہ اور خراسان میں پھیلی ہوئی تھیں اس وقت منصور نے عیسیٰ ابن موسیٰ ابن علی بن عبداللہ بن عباس کو ابراہیم سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا اور ادھر سے ابراہیم بھی کوفیوں کے فریب میں آ کر بصرہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہوا کیونکہ اہل کوفہ کا ایک گروہ ان کے پاس بصرہ میں گیا اور عرض کیا کہ ایک لاکھ افراد کوفہ میں آپ کے منتظر ہیں، آپ ان کی طرف تشریف لائیں وہ اپنی جانیں آپ پر قربان کرنے کے لئے تیار ہیں بصرہ کے لوگوں نے کوفہ جانے سے منع کیا لیکن ان کی بات فائدہ بخش نہ ہوئی اور ابراہیم کوفہ کی طرف چل دیئے، سولہ فرسخ کوفہ سے دور تھے کہ طف کے علاقہ میں باخمریٰ نامی مقام پر ابراہیم اور منصور کے لشکر آمنے سامنے ہوئے پس دونوں لشکر دو طرف صف بستہ ہو گئے اور جنگ ہوئی، لشکر ابراہیم منصور کی فوج پر فتح یاب ہوا اور انہیں شکست دی اور ابوالفرج کی روایت کے مطابق شکست فاش دی اور وہ اس طرح بھاگے کہ ان کا اگلا حصہ کوفہ میں جا پہنچا اور تذکرہ کی روایت کے مطابق عیسیٰ بن موسیٰ جو منصور کے لشکر کا سپہ سالار تھا اپنے خاندان اور خواص کے ساتھ ڈٹا رہا اور انہوں نے جنگ سے منہ نہیں موڑا اور قریب تھا کہ ابراہیم ان پر بھی فتح حاصل کر لے اور انہیں وادی عدم کی طرف روانہ کرے کہ اچانک جنگ کے دوران ایک تیر آیا جس کے مارنے والے کا پتہ نہ چلا کہ کہاں سے آیا ہے وہ ابراہیم کو لگا جس سے ابراہیم زین سے زمین پر آ گرے اور کہہ رہے تھے وکان امر اللہ قدرا مقدورا اردنا امرا و اراد اللہ غیرہ خدا کا حکم مقدور ہو چکا تھا، ہم نے ایک چیز کا ارادہ کیا اور خدا نے دوسری کا۔

ابوالفرج کی روایت ہے کہ ابراہیم اس وقت قتل ہوئے جب عیسیٰ بھی جنگ کو پشت دکھا کر بھاگ رہا تھا، ابراہیم کو گرمی اور حرارت جنگ نے تھکا دیا تھا، انہوں نے اپنی قباء کے بٹن کھول دیئے تھے اور اپنے سینے سے قمیص ہٹائی تا کہ شاید گرمی کا حملہ کچھ کم ہو کہ اچانک تیر شوم غیر معلوم مارنے والے کی طرف سے ان کے گلے میں آ کر لگا تو بے اختیار ہو کر انہوں نے اپنے ہاتھ گھوڑے کے گلے میں ڈال دیئے اور زیدیہ گروہ جو ان کے ہمرکاب تھا انہوں نے ان کے گرد گھیرا ڈال لیا، اور ایک روایت ہے کہ بشیر رجال نے انہیں اپنے سینہ سے لگا لیا، خلاصہ یہ کہ اسی تیر سے ابراہیم کا کام تمام ہو گیا، اور انہوں نے وفات پائی، عیسیٰ کے بھاگتے ہوئے ساتھی واپس آ گئے اور شور جنگ بھڑکنے لگا یہاں تک کہ فتح و غلبہ منصور کے لشکر کو حاصل ہوا اور لشکر ابراہیم کے کچھ لوگ مارے گئے اور بشیر رحال بھی مارا گیا، اس وقت عیسیٰ کے ساتھیوں نے ابراہیم کا سر کاٹ لیا اور عیسیٰ کے پاس لے گئے، عیسیٰ نے اپنا سر سجدہ میں رکھ کر سجدہ شکر ادا کیا اور ابراہیم کا سر منصور کے پاس بھیجا۔

ابراہیم کا قتل دن چڑھے پیر کے دن ماہ ذی الحجہ ۱۴۵ھ میں واقع ہوا اور ابراہیم کی عمر اڑتالیس سال تھی حضرت امیر المومنینؑ نے اپنے اخبار غیبیہ میں ابراہیم کے انجام کی خبر دی ہے جہاں فرماتے ہیں باخمریٰ میں قتل ہو گا بعد اس کے کہ غالب آئے گا اور مقہور ہو گا، بعد اس کے کہ قاہر و غالب ہو گا، نیز اسی کے متعلق فرمایا اس کو ایک اجنبی تیر آ کے لگے گا جس میں اس کی موت ہو گی، پس ہلاکت ہو مارنے والے کے لئے اس کے ہاتھ شل ہو جائیں اور اس کے بازو کمزور پڑ جائیں اور منقول ہے کہ جب منصور کی

فوجیں شکست کھا گئیں اور اس کو خبر ملی تو دنیا اس کی آنکھوں میں تاریک ہوگئی اور اس نے کہا این قول صادقهم این لعب العلمان والصبیان یعنی بنی ہاشم کے صادق کا قول کہاں گیا جو کہتا تھا کہ بنی عباس کے چھوکرے خلافت کے ساتھ کھلیں گے، منصور کے کلام میں حضرت صادق کے ارشادات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ نے فرمایا خلافت بنی عباس کریں گے اور عبداللہ اور ان کے بیٹے محمد وابراہیم شہید ہوں گے، اس سے پہلے آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ جب بنی ہاشم اور بنی عباس ابواء مقام پر جمع ہوئے تھے اور انہوں نے محمد بن عبداللہ کی بیعت کی تھی اور جب حضرت صادق تشریف لائے تو آپ نے ان کی رائے کو درست نہ قرار دیا اور فرمایا کہ خلافت (حکومت) سفاح ومنصور کی ہوگی اور عبداللہ وابراہیم کا اس میں کوئی حصہ نہیں اور منصور انہیں قتل کرے گا، منصور نے اسی دن سے خلافت سے دل لگالیا تھا یہاں تک کہ اس نے اسے حاصل کرلیا، چونکہ وہ جانتا تھا کہ سوائے سچی بات کے حضرت کچھ نہیں کہتے اب جو اسے اس کے لشکر کی شکست واضح ہوئی تو اسے تعجب ہوا اور کہنے لگا ان کے صادق کی خبر کیا ہوئی اور بہت مضطرب ہوا تھوڑی ہی دیر ہوئی کہ اسے ابراہیم کی شہادت کی خبر ملی اور ابراہیم کا سر اس کے پاس لے آئے اور اس کے سامنے رکھ دیا گیا، جب اس نے ابراہیم کا سر دیکھا تو بہت رویا یہاں تک کہ اس کے آنسو اس کے رخساروں پر گرنے اور کہنے لگا، خدا کی قسم مجھے یہ پسند نہیں تھا کہ تیرا معاملہ یہاں تک پہنچے اور حسن بن زید بن حسنؑ بن علی بن ابی طالب سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں اس وقت منصور کے پاس تھا جب ابراہیم کا سر خود میں رکھ کر منصور کے سامنے پیش کیا گیا، جب میری نگاہ اس سر پر پڑی تو غم وغصہ نے مجھے آگھیرا اور گریہ کے جوش نے میرے حلق کا راستہ بند کردیا، اور میں اتنا تنگ ہوا کہ قریب تھا کہ گریہ کی وجہ سے میری چیخ نکل جائے لیکن میں نے اپنے اوپر قابو پایا کہ کہیں منصور میری طرف متوجہ نہ ہو، اچانک منصور نے میری طرف منہ پھیرا اور کہا اے ابومحمد یہ ابراہیم کا سر ہے میں نے کہا جی ہاں اے امیر میں پسند کرتا تھا کہ وہ آپ کی اطاعت کرلیتا اور اس کا معاملہ یہاں تک نہ پہنچتا، منصور نے بھی قسم کھائی کہ میں بھی یہی پسند کرتا تھا کہ وہ اطاعت کرلیتا اور یہ روز بد نہ دیکھتا، لیکن وہ مخالفت کے دروازے سے باہر ہوا وہ چاہتا تھا کہ میرا سر لے لے لیکن ایسا نہ ہوا بلکہ اس کا سر میرے پاس لے آئے، پھر حکم دیا کہ اس سر کو کوفہ میں نصب کردیا جائے تا کہ لوگ اسے دیکھیں، پھر ربیع سے کہا کہ یہ سر زندان میں لے جاؤ اور اس کے باپ کو دکھاؤ، ربیع وہ سر لے کر زندان میں گیا عبداللہ اس وقت نماز میں مشغول تھے اور ان کی توجہ خدائے تعالیٰ کی طرف تھی تو ان سے کہنے لگے اے عبداللہ جلدی نماز کو ختم کرو اور تعجیل کرو کیونکہ ایک چیز تمہیں در پیش ہے، جب عبداللہ نے سلام پھیرا، نگاہ کی اور اپنے بیٹے ابراہیم کا سر دیکھا تو اسے لے کر سینہ سے لگایا اور کہا ''رحمك الله یا ابا القاسم واهلا بك وسهلا لقد بعهد الله ومیثاقه'' خدا تجھ پر رحم نازل فرمائے اے ابوالقاسم اہلا وسہلا بے شک تو نے خدا کے عہد و میثاق کو پورا کر دکھایا اور بے شک تو ان افراد میں سے ہے کہ جن کے متعلق خدا فرماتا ہے کہ وہ لوگ جو اللہ کے عہد و میثاق پورا کرتے ہیں، ربیع نے عبداللہ سے کہا کہ ابراہیم کیسا تھا، فرمایا جس طرح شاعر کہتا ہے۔

فتی کان تحمیه من الذل نفسه
ویکفیه سوءت الذنوب اجتنا بها

(ایسا شخص تھا کہ جس کا نفس اسے ذلت سے روکتا تھا اور گناہوں سے اجتناب کرنا اس کی کفایت کرتا تھا)

اس وقت ربیع سے فرمایا کہ منصور سے جا کر کہہ دو کہ ہماری شدت و سختی کے دن ختم ہو چکے ہیں اور اسی طرح تیرے عیش و عشرت و نعمت کے بھی، اور یہ وقت ہمیشہ نہیں رہے گا اور تیری اور ہماری ملاقات قیامت کے دن ہوگی اور خداوند حکیم ہمارے اور تیرے درمیان حکم کرے گا، ربیع کہتا ہے جب میں نے یہ پیغام منصور کو دیا تو ایسی شکستگی اس میں پیدا ہوئی کہ میں نے اسے کبھی بھی ایسی حالت میں نہیں دیکھا تھا، اور بہت سے شعراء نے محمد و ابراہیم کا مرثیہ کہا ہے اور دعبل خزاعی نے بھی تائیہ قصیدہ میں جہاں اہل بیت رسالت کے ایک گروہ کا مرثیہ کہا ہے وہاں ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

قبور بکوفان واخری بطیبة
واخری بفخ نالها صلوتی واخری
بارض الجوزجان محلها
وقبر بباخمری لدی الغربات

ترجمہ: کچھ قبریں کوفہ میں اور کچھ مدینہ میں ہیں اور کچھ مقام فخ میں کہ جن کو میرے درود و صلوات پہنچ گئے ہیں اور کچھ ایسی ہیں کہ جن کا مقام جوزجان کا علاقہ ہے اور ایک قبر باخمری میں ہے جو خاندان اہل بیت کے ایک فرد کی ہے۔

ابراہیم کا پنجہ قوی اور بازو طاقتور تھا اور فنون علم میں اس کا مقام معلوم تھا جب ابراہیم بصرہ میں مخفیانہ زندگی بسر کر رہا تھا تو وہ مفضل بن محمد ضبی کے مکان میں ٹھہرا ہوا تھا، مفضل سے کتب مانگیں تا کہ وہ ان سے مانوس رہے، مفضل اشعار عرب کے دیوان اس کے پاس لے آیا اور ابراہیم نے ان میں سے اسی قصیدوں کا انتخاب کیا اور انہیں از بر کیا، ابراہیم کی شہادت کے بعد مفضل نے ان قصائد کو جمع کیا اور ان کا نام مفضلیات اور اختیار الشعراء رکھا اور مفضل ابراہیم کی شہادت کے دن ان کا ہمرکاب تھا، اور ابراہیم کی بہادری کے بہت سے کارنامے اور کچھ اشعار ابراہیم کے اس نے نقل کئے ہیں، اس مختصر مقام پر ان کے ذکر کی گنجائش نہیں جب ابراہیم نے خروج کیا اور لوگوں نے ان کی بیعت کی تو لوگوں کے ساتھ انصاف کرتا تھا کہتے ہیں واقعہ باخمری میں ایک رات اپنے لشکر میں گردش کر رہا تھا تو ان سے غناو ساز کی آواز سنی تو اس کو غم لاحق ہوا اور فرمایا میں گمان نہیں کرتا جو لشکر ایسے کام کرے وہ کامیاب ہو۔

اہل علم اور ناقلین آثار کی ایک بہت بڑی جماعت نے ابراہیم کی بیعت کی تھی اور ان کی مدد پر لوگوں کو آمادہ کیا تھا، مثلاً عیسیٰ بن زید بن علی بن حسینؑ، بشیر رجال، سلام بن ابی واصل، ہارون بن سعید فقیہ اور ایک کثیر جماعت وجوہ و اعیان و اصحاب و تابعین ہر ادن فقیہ نے اور عباد بن منصور قاضی بصرہ اور مفضل بن محمد اور مسعر بن کدام وغیرہ اور منقول ہے کہ اعمش بن مہران لوگوں کو ابراہیم کی مدد پر

ابھارتا تھا اور کہتا تھا کہ اگر میں نابینا ہوتا تو میں خود ان کی ہمرکابی میں جاتا۔

(مولف) فرماتے ہیں کہ ہم گفتگو ایک قصیدہ غرا پر ختم کرتے ہیں جو بعض ادباء نے امام حسن مجتبیٰ کے مرثیہ میں کہا ہے چونکہ وہ قصیدہ کافی طویل تھا اس کے اشعار اور ترجمہ کو چھوڑ دیا گیا ہے۔مترجم

تمام شد حالات حضرت ثانی الائمہ الہدیٰ سبط اکبر سید الوری جناب حسن مجتبیٰ صلوات اللہ علیہ اور ان کے بعد مظلوموں کے آقا حضرت اباعبداللہ الحسین صلوات اللہ علیہ کے حالات کا بیان شروع ہوتا ہے۔

پانچواں باب

ولادت وشہادت مظلوم ہستیوں کے سردار حضرت ابا عبداللہ الحسین صلوات اللہ علیہ کی ،ولادت وشہادت کی تاریخ کا بیان،اس میں چار مقصد اور ایک خاتمہ ہے۔

پہلا مقصد:

حضرت کی ولادت کا بیان اور آپ کے کچھ فضائل ومناقب اور آپ پر گریہ کرنے کا ثواب اور آپ کی شہادت کے متعلق روایات واخبار، اس میں چار فصول ہیں۔

پہلی فصل

حضرت کی ولادت باسعادت کے بیان میں مشہور یہ ہے کہ حضرت کی ولادت مدینہ منورہ میں تین ماہ شعبان کو ہوئی اور شیخ طوسی نے روایت کی ہے کہ قاسم بن علاء ہمدانی وکیل امام حسن عسکری علیہ السلام کی طرف توقیع شریف آئی کہ ہمارے مولا وآقا جمعرات کے دن تین ماہ شعبان کو پیدا ہوئے پس اس دن دورزہ رکھو اور یہ دعا پڑھو" اللھم انی اسئلك بحق المولود فی ھذا الیوم۔الخ "اور ابن شہرآشوب نے ذکر کیا ہے کہ حضرت کی ولادت ان کے بھائی امام حسنؑ کی ولادت کے دس مہینہ بیس دن بعد واقع ہوئی اور وہ دن منگل یا جمعرات کا تھا، پانچویں ماہ شعبان ۴ہجری تھی اور فرماتے ہیں کہ حضرت اور آپ کے بھائی کے درمیان مدت حمل چھ مہینے تھی،سید بن طاؤس شیخ ابن نما اور شیخ مفید نے کتاب ارشاد میں بھی حضرت کی ولادت پانچ شعبان ذکر فرمائی ہے اور شیخ مفید نے مقنعہ میں شیخ تہذیب میں اور شہید نے دردس میں آٹھ ماہ ربیع الاول ذکر فرمایا ہے اور اسی قول کے ساتھ درست بیٹھتی ہے، کافی کی وہ روایت جو حضرت صادقؑ سے ہے کہ حسن وحسین علیہم السلام کے درمیان ایک طہر کا فاصلہ ہے اور ان دونوں بزرگوں کی ولادت کے درمیان کی مدت چھ ماہ اور دس دن تھی۔(واللہ العالم)

خلاصہ یہ کہ آپ کی ولادت کے دن میں بہت اختلاف ہے، باقی رہی آپ کی ولادت کی کیفیت تو شیخ طوسیؒ اور دوسرے اعلام نے سند معتبر کے ساتھ امام رضاؑ سے نقل کیا ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے تو رسول اکرمؐ نے اسماء بنت عمیس سے

فرمایا، اے اسماء میرے بیٹے کو میرے پاس لے آ، اسماء کہتی ہے کہ میں حضرت کو سفید پارچہ میں لپیٹ کر حضرت رسالت مآب کی خدمت میں لے آئی، آپ نے انہیں لے کر اپنی گود میں لیا اور ان کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی پھر جبریلؑ نازل ہوئے اور عرض کیا کہ خداوند عالم آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے چونکہ علیؑ کی نسبت آپ سے وہی ہے جو ہارونؑ کی موسیٰ سے تھی لہٰذا اس کا نام ہارون کے چھوٹے بیٹے والا رکھیں جو کہ شبیر ہے، اور چونکہ آپ کی زبان عربی ہے لہٰذا اس کا نام حسینؑ رکھیں، پس رسول خداؐ نے اسے اٹھایا، بوسہ دیا اور رونے لگے اور فرمایا تجھے مصیبت عظیم درپیش ہے خدایا اس کے قتل کرنے والے پر لعنت بھیج، پھر فرمایا اے اسماء یہ بات فاطمہ کو نہ بتانا جب ساتواں دن ہوا تو حضرت رسول کرامؐ نے فرمایا، میرے بیٹے کو لے آؤ، جب میں لے گئی تو سیاہ و سفید رنگ کا گوسفند اس کے لئے عقیقہ کیا، اس کی ایک ران دائی کو دی اور اس کا سر منڈ دیا، بالوں کے برابر چاندی صدقہ کی اور خلوق خوشبو اس کے سر پر ملی پھر اسے اپنے زانو پر بٹھایا اور فرمایا اے ابا عبداللہؑ کس قدر بوجھل ہے میرے لئے تیرا قتل ہونا، پھر بہت روئے، اسماء نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ کیسی خبر ہے جو آپ نے بچہ کی ولادت کے دن بتائی اور آج بھی فرما رہے ہیں اور گریہ بھی کرتے ہیں، حضرت نے فرمایا میں اس فرزند دلبند پر روتا ہوں کہ جسے بنی امیہ کا کافر و ظالم گروہ قتل کرے گا، خدایا انہیں میری شفاعت نصیب نہ کرے اسے ایک شخص قتل کرے گا جو میرے دین میں رخنہ ڈالے گا اور جو خداوند عظیم کا منکر ہوگا، پھر عرض کیا خدایا میں تجھ سے اپنے ان دونوں فرزندوں کے حق میں وہ سوال کرتا ہوں جو ابراہیمؑ نے اپنی ذریت کے حق میں کیا تھا، خدایا تو ان دونوں کو دوست رکھ اور ہر اس شخص کو دوست رکھ جو ان کا دوست ہو اور لعنت کر ہر اس شخص پر جو ان کا دشمن ہو، اتنی لعنت جو آسمان و زمین کو پر کر دے، شیخ صدوق اور ابن قولویہ اور دوسرے علماء حضرت صادقؑ سے روایت کرتے ہیں کہ جب امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے تو خداوند عالم نے جبریل کو حکم دیا کہ ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ زمین پر جا کر حضرت رسول اکرمؐ کو میری طرف سے اور اپنی طرف سے مبارک باد کہو، جب جبریل آ رہے تھے تو ان کا گزر دریا کے ایک جزیرہ میں ایک ملک کے پاس سے ہوا جس کو فطرس کہتے تھے اور وہ حاملین عرش الٰہی میں سے تھا کسی وقت خدا نے اسے کوئی حکم دیا تھا جس میں اس سے کچھ سستی ہوگئی، پس خداوند عالم نے اس کے پروبال توڑ ڈالے اور اسے جزیرہ میں پھینک دیا، پس فطرس نے سات سو سال وہاں خدا کی عبادت کی اس دن تک جس دن امام حسینؑ پیدا ہوئے اور ایک دوسری روایت ہے کہ خداوند عالم نے اسے اختیار دیا، عذاب دنیا اور آخرت کے درمیان اس نے عذاب دنیا کو اختیار کیا، پس خداوند عالم نے اسے اس کی دونوں آنکھوں کی پلکوں پر اس جزیرہ میں معلق کر دیا اور وہاں سے کوئی جانور نہیں گزر سکتا تھا اور مسلسل اس کے نیچے سے دھواں اور بدبو نکلتی رہتی تھی، جب اس فرشتہ نے دیکھا کہ جبریل ملائکہ کے ساتھ نیچے اتر رہے ہیں اس نے جبرئیل سے پوچھا کہاں جانے کا ارادہ ہے، جبریلؑ نے کہا چونکہ خداوند عالم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک نعمت عطا فرمائی ہے لہٰذا مجھے بھیجا ہے کہ میں ان کو جا کر اس کی مبارکباد دوں، فطرس نے کہا کہ جبرئیلؑ مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو، شاید آنحضرتؐ میرے لئے دعا فرمائیں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے درگزر فرمائے، پس جبرئیلؑ نے اسے اپنے ساتھ لے لیا اور جب جبرئیل حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تہنیت پیش کی اور فطرس کی حالت کی تفصیل بیان کی تو حضرت نے فرمایا اس سے کہو کہ وہ اپنے آپ کو مولود مبارک کے ساتھ

مس کرے اور ملے اور اپنے مقام کی طرف جائے، فطرس نے اپنا جسم امام حسینؑ کے ساتھ ملا اس کے پر وبال اگ آئے اور او پر کی طرف گیا، عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ وہ وقت قریب ہے کہ جب آپ کی امت اس مولود کو شہید کرے اور اس کا مجھ پر اس نعمت کی وجہ سے جو اس سے مجھے پہنچی ہے، ایک حق ہے کہ جو اس کی زیارت کرے گا میں اس کی زیارت وسلام امام حسینؑ تک پہنچاؤں گا اور دوسری روایت کے مطابق جب فطرس اوپر کی طرف جا رہا تھا تو وہ کہہ رہا تھا کہ مجھ جیسا کون ہے میں تو حسینؑ بن علیؑ و فاطمہؑ ومحمد علیہم السلام کا آزاد کردہ ہوں۔

ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ امام حسینؑ کی ولادت کے وقت جناب فاطمہؑ بیمار تھیں اور آپ کا دودھ خشک ہو گیا تھا، رسول خداؐ نے دودھ پلانے والی تلاش کی تو نہ مل سکی، پس آپ فاطمہؑ کے حجرہ میں خود تشریف لائے اور اپنا انگوٹھا امام حسینؑ کے منہ میں دیا اور انہوں نے اسے چوسا، اور بعض کہتے ہیں کہ اپنی زبان مبارک امام حسینؑ کے منہ میں دی۔

جس طرح مرغ اپنے بچے کو چوگا دیتا ہے یہاں تک کہ چالیس رات دن خداوند عالم نے حسینؑ کی غذا زبان رسالت قرار دی پس امام حسینؑ کا گوشت رسولؐ کے گوشت سے بنا اور اس مضمون کی روایات کثرت سے ہیں اور علل الشرائع میں روایت ہے کہ امام حسینؑ کے دودھ پینے کی حالت اسی طریق پر تھی یہاں تک کہ ان کا گوشت رسولؐ کے گوشت سے بنا اور حسینؑ نے جناب فاطمہؑ اور ان کے علاوہ کسی کا دودھ نہیں پیا اور شیخ کلینی نے کافی میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ امام حسینؑ نے جناب فاطمہؑ اور دوسری کسی خاتون کا بھی دودھ نہیں پیا، انہیں سرکار رسالتؐ کی خدمت میں لے جاتے، حضرت اپنا انگوٹھا ان کے منہ میں رکھ دیتے تھے اور وہ چوستے رہتے تھے اور یہ انگوٹھا چوسنا ان کے لیے دو تین دن تک کفایت کرتا لہذا حسینؑ کا گوشت اور خون رسول خداؐ کے گوشت اور خون سے پیدا ہوا اور کوئی بچہ عیسیٰ بن مریم اور حسین بن علی علیہما السلام کے علاوہ چھ ماہ کے اندر شکم مادر سے پیدا نہیں ہوا جو زندہ رہا ہو اور بعض روایات میں جناب عیسیٰ کے بجائے حضرت یحییٰؑ کا نام ہے۔ شعر عربی ۔

لله مرتضع لم یرتضع ابدا
من ثدی انثی ومن طٰهٰ مراضعه

اللہ کا مخصوص ہے وہ دودھ پینے والا بچہ جس نے کسی عورت کے پستان سے دودھ نہیں پیا، بلکہ طٰہٰ یعنی رسولؐ سے اس کا دودھ پیتا تھا۔

دوسری فصل

فضائل ومناقب ومکارم اخلاق فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سید الشہداء کے متعلق چند احادیث کتاب اربعین موذن اور تاریخ خطیب وغیرہ سے منقول ہیں کہ جابر نے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ خداوند عالم نے ہر نبی کی اولاد اس

کے صلب سے پیدا کی ہے اور میری اولاد میرے صلب اور علی بن ابی طالبؑ کے صلب سے پیدا کی ہے، یہ درست ہے کہ ہر ماں کی اولاد کو باپ کی طرف منسوب کرتے ہیں لیکن اولاد فاطمہؑ کا میں باپ ہوں، مؤلف کہتا ہے کہ اس قسم کی احادیث بہت ہیں جو دلالت کرتی ہیں کہ حسنین علیہما السلام پیغمبر اکرمؐ کے دو بیٹے ہیں اور امیر المومنینؑ نے جنگ صفین میں جب کہ امام حسنؑ نے معاویہ کے ساتھ جنگ میں جلدی کی تو فرمایا کہ حسنؑ کو روکو اور اسے میدان جنگ میں نہ جانے دو کیونکہ مجھے افسوس ہے اور میں اس سے ڈرتا ہوں کہ کہیں حسن و حسین شہید ہو جائیں اور نسل رسول ختم ہو، ابن ابی الحدید کہتا ہے اگر کہیں کہ کیا حسنؑ و حسینؑ رسولؐ کے بیٹے ہیں تو ہم کہیں گے کہ ہاں کیونکہ خداوند عالم نے جو آیت مباہلہ میں فرمایا ہے ابنائنا تو اس سے حسنؑ و حسینؑ کے علاوہ اور کوئی اس کا مقصود نہیں تھا، اور خداوند عالم نے حضرت عیسیٰؑ کو ذریت ابراہیم میں شمار کیا ہے اور اہل لغت کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ بیٹی کی اولاد بیٹی کے باپ کی نسل ہے اور اگر کوئی کہے کہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ **ما کان محمد ابا احد من رجالکم** کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں تو ہم جواب میں کہیں گے کہ جناب محمد مصطفیٰ کو ابراہیم بن ماریہ کا باپ سمجھتے ہو یا نہیں جو جواب دو گے تو میں حسنؑ و حسینؑ کے متعلق وہی جواب دوں گا اور اصل میں تو یہ آیت زید بن حارثہ کے حق میں نازل ہوئی ہے کیونکہ اسے طریقہ جاہلیت پر فرزند رسول خداؐ شمار کرتے تھے، خدا نے ان کے عقیدہ کے باطل ہونے کے لئے یہ آیت نازل کی تھی کہ محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں لیکن یہ مراد نہیں کہ وہ حسنینؑ اور ابراہیمؑ کے بھی پدر بزرگوار نہ ہوں، اور کئی ایک اہل سنت کی کتب میں یہ روایت ہے کہ رسول خداؐ نے حسنینؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جبکہ صحابہ جمع تھے اے قوم جو شخص مجھ سے محبت رکھتا ہے اور ان دونوں سے اور ان کے باپ اور ماں سے دوستی رکھتا ہے وہ قیامت کے دن میرے ساتھ بہشت میں ہوگا، اور بعض شعراء نے اس حدیث کو نظم کیا ہے۔

اخذ النبی ید الحسین و صنوہ
یوما وقال و صحبہ فی مجمع
من ودنی یا قوما وھذین او
ابو یھما فالخلد مسکنہ معی

ترجمہ: نبی اکرمؐ نے حسینؑ اور ان کے بھائی کا ہاتھ پکڑ کر کہا جبکہ صحابہ جمع تھے جو مجھ سے محبت کرے یا ان دونوں سے یا ان کے ماں باپ سے تو جنت میں اس کا مسکن میرے ساتھ ہے۔

روایت ہے کہ رسول خدا نے حسنینؑ کو اپنی پشت پر سوار کیا حسنؑ کو دائیں طرف اور حسینؑ کو بائیں طرف اور فرمایا تمہاری سواری تمام سواریوں سے بہتر ہے اور تم تمام سواروں سے بہتر ہو اور تمہارا باپ تم سے افضل ہے ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے رسول خداؐ کے زمانہ میں ایک گناہ کیا اور خوف کے مارے چھپ گیا ایک دن اس نے حسنینؑ کو تنہا دیکھا اور انہیں اٹھا کر اپنے کندھے پر سوار کر کے حضرت رسول اکرم کی خدمت میں لے آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ "**انا مستجیر باللہ وبھما**" یعنی پناہ لیتا ہوں اللہ کی اور ان دونوں کی اس گناہ سے جو میں نے کیا ہے، آپ کو ہنسی آئی کہ آپ نے اپنے دہن مبارک پر ہاتھ رکھ لیا اور

اس شخص سے فرمایا کہ تو آزاد ہے اور حسنینؑ سے فرمایا کہ میں نے تمہاری سفارش اس کے حق میں قبول کر لی ہے، پھر یہ آیت نازل ہوئی "ولو انهم اذ ظلموا انفسهم الخ" ابن شہر آشوب نے سلمان فارسی سے یہ بھی روایت کی ہے کہ امام حسینؑ رسول خدا کے زانو اقدس پر بیٹھے ہوئے تھے اور پیغمبر اکرمؐ ان کے بوسے لیتے تھے اور فرماتے کہ تو سید و سردار ہے، سید کا بیٹا ہے اور سادات کا باپ ہے تو امام ہے امام کا بیٹا ہے اور آئمہ کا باپ ہے اور تو حجت ہے حجت کا بیٹا ہے اور حجتہائے خداوندی کا باپ ہے، تیرے صلب سے نو امام پیدا ہوں گے جن کا نواں قائم آل محمد علیہم السلام ہے اور شیخ طوسی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت امامؑ کچھ دنوں میں باتیں کرنے لگے، رسول خداؐ انہیں ایک دن مسجد میں لے گئے اور اپنے پہلو میں کھڑا کر لیا اور نماز کی تکبیر کہی، امام حسینؑ نے چاہا کہ موافقت کر لیں صحیح طور پر نہ کہہ سکے آپ نے ان کے لئے دوبارہ تکبیر کہی اور وہ پھر بھی نہ کہہ سکے پھر حضرت نے تکرار کیا یہاں تک کہ ساتویں دفعہ انہوں نے صحیح تکبیر کہی، اسی وجہ سے سات تکبیریں ابتدائے نماز میں سنت ہو گئیں، اور ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ ایک دن جبرئیل علیہ السلام رسول خداؐ کی خدمت میں دحیہ کلبی شکل میں آئے اور آپ کے پاس بیٹھے تھے کہ اچانک حسنین شریفین تشریف لائے اور چونکہ جبرئیلؑ کے متعلق یہ گمان تھا کہ دحیہ ہے تو اس کے پاس آئے اور ہدیہ طلب کرنے لگے، جبرئیل نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کیا ایک سیب، ایک بہی دانہ اور ایک انار ان کے لئے اتارا اور انہیں دے دیا، جب انہوں نے یہ میوے دیکھے تو خوش ہوئے اور رسول خدا کے پاس لے گئے حضرت نے ان سے لے کر انہیں سونگھا اور شہزادوں کو واپس کر دیا اور فرمایا اپنے باپ اور ماں کے پاس لے جاؤ اور اگر پہلے اپنے باپ کے پاس لے جاؤ تو بہتر ہے پس جو کچھ آنحضرتؐ نے فرمایا تھا اس پر عمل کیا اور اپنے ماں باپ کے پاس رہے یہاں تک کہ رسول خدا ان کے پاس گئے اور حضرات خمسہ نے وہ میوے تناول فرمائے اور جتنا کھاتے تھے وہ دوبارہ اپنی حالت اول کی طرف پلٹ جاتے تھے اور کوئی چیز ان میں سے کم نہ ہوتی تھی، اور وہ میوے اپنی حالت پر رہے یہاں تک کہ جب رسول خداؐ کی وفات ہوئی پھر بھی وہ اپنی حالت پر قائم رہے اور ان میں کوئی تغیر نہ آیا، جب جناب فاطمہ علیہا السلام کی وفات ہوئی تو انار غائب ہو گیا، اور جب امیر المومنینؑ کی شہادت ہوئی تو بہی دانہ گم ہوا، وہ سیب امام حسن علیہ السلام کے پاس تھا، اور آپ کے بعد امام حسینؑ کے پاس رہا، حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں جب میرے والد گرامی صحرائے کربلا میں اہل جور و جفا میں گھر گئے تو وہ سیب آپ کے ہاتھ میں تھا اور جب آپ پر پیاس کا غلبہ ہوتا تو اس کو سونگھتے اور اس سے آپ کی پیاس میں کچھ تخفیف ہو جاتی، جب آپ پر پیاس کا زیادہ غلبہ ہوا اور آپ اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے تو آپ نے اس سیب کو دانتوں سے کاٹا، جب آپ شہید ہو گئے تو جتنا اس سیب کو تلاش کیا گیا وہ نہ مل سکا، پھر آپ نے فرمایا مجھے اپنے باپ کے مرقد مطہر سے اس سیب کی خوشبو آتی ہے جب میں ان کی زیارت کو جاتا ہوں اور جو شخص ہمارے مخلص شیعوں میں سے سحر کے وقت اس مرقد مطہر مرقد کی زیارت کو جائے تو اسے ضریح منور سے اس سیب کی خوشبو آئے گی۔

مفید نیشاپوری کی امالی سے روایت ہے کہ حضرت امام رضاؑ نے فرمایا کہ امام حسنؑ و امام حسینؑ کے پاس لباس نہیں تھے اور عید بھی نزدیک آ گئی تھی، پس حسنینؑ نے اپنی والدہ جناب فاطمہؑ سے کہا اے مادر گرامی مدینہ کے بچوں نے عید کے لئے اپنے آپ کو

آراستہ اور مزین کیا ہے، پس آپ ہماری بھی لباس سے آرائش کیوں نہیں کرتیں جیسا کہ آپ دیکھ رہی ہیں، حضرت فاطمہؑ نے فرمایا اے میری آنکھوں کے نور و روشنی تمہارے لباس درزی کے پاس ہیں جب وہ سی کر لائے گا تو میں عید کے دن ان سے آراستہ و مزین کروں گی اور آپ اس بات سے بچوں کے نازک دلوں کو خوش رکھنا چاہتی تھیں، جب عید کی رات آئی تو شہزادوں نے پھر اپنی پہلی بات کا اعادہ کیا اور کہنے لگے آج تو عید کی رات ہے پس ہمارے لباس کیا ہوئے جناب فاطمہؑ بچوں کی حالت پر شفقت و ترحم کی بناء پر رونے لگیں اور فرمایا، میری آنکھوں کے تارو تم فکر نہ کرو جب بھی درزی کپڑے لے کر آیا تو میں انہیں لے کر ان سے تمہیں مزین و آراستہ کروں گی انشاء اللہ! پس جب رات کا کچھ حصہ گزرا تو اچانک کسی نے دروازے کی کنڈی کھٹکھٹائی، جناب فاطمہؑ نے فرمایا کون ہے تو آواز بلند ہوئی کہ اے دختر پیغمبر خدا دروازہ کھولئے میں خیاط (درزی) ہوں میں حسنینؑ کے لباس لایا ہوں جناب فاطمہؑ فرماتی ہیں جب میں نے دروازہ کھولا تو میں نے ایک بہت باہیبت شخص کو دیکھا جس سے خوشبو آ رہی تھی اور اس نے ایک باندھی ہوئی گٹھڑی مجھے دے دی اور چلا گیا تو جناب فاطمہؑ گھر میں واپس آئیں اور اس گٹھڑی کو کھول کر دیکھا تو اس میں دو کرتے دو دستانے دو پاجامے دو ردائیں، دو عمامے اور دو عدد جوتے تھے جناب فاطمہؑ بہت خوش ہوئیں پھر حسنینؑ کو بیدار کیا اور انہیں وہ لباس پہنائے پس جب عید کا دن ہوا تو پیغمبر ان کے پاس آئے اور حسنینؑ کو اپنے دوش مبارک پر سوار کیا اور انہیں ان کی والدہ کے پاس لے گئے فرمایا اے فاطمہ جو درزی کپڑے لے کر آیا تھا اسے پہچانا؟ عرض کیا نہیں خدا کی قسم میں نے نہیں پہچانا اور نہ مجھے معلوم ہے کہ میں نے کسی درزی کو کپڑے دیئے ہیں، خدا اور رسولؐ اس بات کو بہتر جانتے ہیں آپ نے فرمایا اے فاطمہ وہ درزی نہیں تھا بلکہ وہ رضوان خازن جنت ہے اور وہ لباس حلل جنت میں سے ہیں یہ خبر مجھے جبریلؑ نے پروردگار عالم کی طرف سے دی ہے اور اسی کے قریب قریب ہے، وہ روایت جو منتخب میں ہے کہ عید کے دن حسنینؑ رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور لباسوں کا تقاضا کیا، جبریلؑ ان کے لئے سلے ہوئے سفید کپڑے لے کر آئے لیکن حسنین نے رنگین لباس کی خواہش ظاہر کی، رسول خدا نے طشت منگوایا اور حضرت جبریل پانی ڈالنے لگے حضرت حسن مجتبیٰؑ نے سبز رنگ کی خواہش کی اور سید الشہداء نے سرخ لباس کو پسند کیا، جبریلؑ رونے لگے اور رسول خدا کو دونوں شہزادوں کی شہادت کی خبر دی اور یہ کہ حسن زہر سے شہید ہوں گے اور ان کا بدن مبارک سبز ہو جائے گا اور حسینؑ اپنے خون میں رنگین ہو کر شہید ہوں گے عیاشی وغیرہ نے روایت کی ہے ایک دن امام حسین کچھ مساکین کے قریب سے گزرے جو اپنی عبائیں بچھا کر خشک روٹیاں ان پر رکھ کر کھا رہے تھے جب انہوں نے حضرت کو دیکھا تو انہیں دعوت دی، آپ اپنے گھوڑے سے اترے اور فرمایا خدا تکبر کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا اور آپ آ کر ان کے پاس بیٹھ گئے اور ان کے ساتھ کچھ کھایا پھر ان سے فرمایا جس طرح میں نے تمہاری دعوت قبول کی ہے اسی طرح تم لوگ بھی میری دعوت قبول کرو اور انہیں اپنے مکان پر لے آئے اور اپنی کنیز سے فرمایا جو کچھ عزیز مہمانوں کے لئے تیار کیا ہوا ہے وہ حاضر کرو اور ان کی مہمانی کی اور ان پر انعامات و نوازش فرما کر انہیں رخصت کیا اور آپ کے جود و سخا کے متعلق روایت ہے کہ ایک اعرابی مدینہ میں آیا اور پوچھا سب لوگوں میں سے زیادہ کریم کون ہے لوگوں نے بتایا کہ حسینؑ بن علیؑ پس وہ آپ کو تلاش کرتا ہوا مسجد میں آیا، اس نے دیکھا کہ آپ نماز میں مشغول ہیں اس نے چند اشعار آپ کی

مدح اور سخاوت میں کہے، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا اے قنبر مال حجاز میں سے کچھ باقی ہے عرض کیا جی ہاں چار ہزار دینار، فرمایا لے آؤ، کیونکہ ایسا شخص حاضر ہوا ہے جو ان میں ہم سے زیادہ حق تصرف رکھتا ہے پھر آپ گھر میں تشریف لے گئے اور اپنی چادر اتار دی اور وہ دینار اس میں لپیٹ کر دروازے کے پیچھے کھڑے ہو گئے اعرابی کے چہرے سے شرماتے ہوئے مال کی کمی کی وجہ سے شگاف در سے ہاتھ نکالا اور وہ مال وزر اس اعرابی کو دیا اور چند اشعار اعرابی سے معذرت طلب کرتے ہوئے کہے، اعرابی وہ زرومال لے کر بہت رویا تو آپ نے فرمایا اے اعرابی شاید ہماری عطا کو کم سمجھتے ہوئے رو رہا ہے اس نے عرض کیا میں اس لئے روتا ہوں کہ ایسے سخی ہاتھ کس طرح خاک میں دفن ہوں گے اور اسی قسم کا واقعہ امام حسنؑ سے بھی روایت کرتے ہیں۔

مولف کہتا ہے کہ بہت سے فضائل ایسے ہیں جو کبھی امام حسنؑ سے روایت ہوتے ہیں اور کبھی امام حسینؑ سے اور یہ بات ان دونوں کے اسماء گرامی کی شباہت کی وجہ سے ہے کہ اگر پورے طور پر ضبط نہ ہوں تو اشتباہ ہو جاتا ہے اور بعض کتب میں عصام بن مصطلق شامی سے منقول ہے کہ میں مدینہ منورہ میں گیا تو جب میں نے امام حسینؑ کو دیکھا تو مجھے ان کی روش اور پاکیزہ منظر نے تعجب میں ڈال دیا پھر مجھے بغض وحسد نے مجبور کیا کہ وہ عداوت اور بغض جو میرے سینے میں ان کے متعلق تھا اسے ظاہر کروں پس میں ان کے قریب گیا اور کہا ابوتراب کا بیٹا تو ہے [1]

خلاصہ یہ کہ عصام کہتا ہے میں نے حسینؑ سے کہا ابوتراب کے بیٹے تم ہو، آپ نے فرمایا ہاں، وہ کہتا ہے میں نے ان کے اور ان کے باپ کے سب وشتم میں بہت شدت کی یعنی جتنا مجھ سے ہو سکا میں نے گالیاں دیں اور ناروا باتیں ان سے کیں تو آپ نے میری طرف شفقت ومہربانی کے انداز میں دیکھا اور فرمایا ''اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خذ العفو وامر بالمعروف واعرض عن الجاھلین الخ۔ ثم لا یقصرون'' تک اور یہ آیات اشارہ کرتی ہیں ان مکارم اخلاق کی طرف جن سے خدا نے اپنے پیغمبر کو تادیب فرمائی ہے، ان میں سے یہ ہے کہ لوگوں کے اخلاق میں سے جتنا ان سے ہو سکے اس پر اکتفا کرو اور زیادہ کی توقع نہ رکھو اور برے شخص کو برا بدلہ نہ دو اور نادان لوگوں سے اعراض ور وگردانی کرو، اور وسوسہ شیطانی کے وقت خدا سے پناہ مانگو، پھر مجھ سے فرمایا خود آسان قرار دے اس معاملہ کو اور خدا سے اپنے لئے اور میرے لئے بخشش طلب کر اب اگر ہم سے مدد چاہتا ہے تو ہم تیری مدد کرنے کے لئے تیار ہیں اور اگر عطاو بخشش کی خواہش ہے تو ہم تجھے عطا کریں گے اگر ارشاد وہدایت کا طالب ہے تو تجھے ارشاد وہدایت کریں گے، عصام کہتا ہے کہ میں اپنی گفتگو اور تقصیر پر پشیمان ہوا، اور حضرت فراست ودانائی سے میری پشیمانی کو بھانپ گئے تو فرمایا'' لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین ''اور یہ آیت شریفہ زبان حضرت یوسفؑ سے نکلی تھی کہ آپ نے اپنے بھائیوں سے فرمایا ان کو معاف کرتے ہوئے کہ تم پر کوئی ملامت اور عیب نہیں، خداوند عالم تمہیں بخش دے گا اور وہ زیادہ رحم کرنے والا ہے پھر آنجناب نے فرمایا تو اہل شام میں سے ہے میں نے کہا جی ہاں شنشنۃ اعرفھا من

[1] (مولف کہتا ہے کہ اہل شام آپ کو ابوتراب سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ اس لفظ سے آپ کی تنقیص کر رہے ہیں، حالانکہ وہ جب ابو تراب کہتے تھے تو گویا حلی وحلل کو پہنا دیتے۔)

اخو هر اور یہ ایک ضرب المثل ہے کہ جس سے آپ نے تمثیل کیا جس کا مفہوم یہ ہے کہ گالیاں اور ناروا باتیں جو ہمارے متعلق کہی جاتی ہیں یہ عادت ہے اہل شام کی جسے معاویہ نے ان کے درمیان جاری کیا ہے پھر فرمایا حیانا الله وایاك خدا ہمیں اور تجھے سلامتی دے جو حاجت رکھتے ہو کشادہ روئی اور انبساط کے ساتھ ہم سے طلب کرو مجھے اس سے بہتر پاؤ گے جو تمہیں میرے متعلق ظن ہے انشاء اللہ تعالٰی، عصام کہتا ہے آپ کے ان اخلاق کریمہ سے ان جسارتوں اور گالیوں کے مقابلہ میں جو مجھ سے سرزد ہوئی تھیں، میرے لئے زمین اتنی تنگ ہوگئی تھی کہ میں پسند کر رہا تھا کہ میں زمین میں غرق ہو جاؤں، مجبوراً میں آپ سے آہستہ آہستہ دور ہونے لگا اور میں لوگوں کو اوٹ تلاش کرتا تھا تا کہ حضرت میری طرف نہ دیکھیں لیکن اس مجلس کے بعد میرے نزدیک حضرت اور ان کے والد بزرگوار سے زیادہ کوئی شخص محبوب و دوست نہیں تھا، مقتل خوارزم اور جامع الاخبار سے روایت ہوئی ہے کہ ایک اعرابی امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ فرزند رسولؐ میں پوری دیت (خونبہا) کا ضامن ہوں، اور اس کے ادا کرنے کی قدرت مجھ میں نہیں ہے لہذا میں نے دل میں خیال کیا کہ سب سے زیادہ کریم شخص سے سوال کروں اور کوئی شخص اہل بیتؑ رسالتؐ سے زیادہ کریم میرے خیال میں نہیں ہے آپ نے فرمایا اے عرب بھائی میں تین مسئلے تجھ سے پوچھتا ہوں اگر ایک کا جواب دیا تو دیت کا تیسرا حصہ تجھے دوں گا اور اگر دو سوالوں کا جواب دیا تو دو ثلث مال لے سکو گے اور اگر تینوں سوالات کے جواب بتائے تو وہ سارا مال تجھے دے دوں گا، اعرابی نے فرمایا اے فرزند رسولؐ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ آپ جیسی ہستی جو صاحب علم و شرف ہے اس فدوی سے جو ایک بدو عرب ہے سوال کرے، حضرت نے فرمایا میں نے اپنے جد بزرگوار رسول خداؐ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا **المعروف بقدر المعرفة** یعنی نیکی و بخشش کا دروازہ لوگوں کی معرفت کے اندازے کے مطابق ان پر کھولا جائے، اعرابی نے عرض کیا آپ جو چاہیں سوال کیجئے اگر معلوم ہوا تو جواب دوں گا، ورنہ آپ سے پوچھ لوں گا اور قوت و طاقت صرف خدا کے لئے ہے حضرت نے فرمایا تمام اعمال سے افضل کون سا عمل ہے عرض کیا اللہ پر ایمان لے آنا، فرمایا کون سی چیز لوگوں کو ہلاکتوں سے بچا سکتی ہے عرض کیا اللہ پر اعتماد اور توکل کرنا، فرمایا مرد کی زینت کیا چیز ہے، اعرابی نے کہا علم کہ جس کے ساتھ حلم ہو فرمایا اگر اس شرف پر اس کی دسترس نہ ہو تو عرض کیا پھر مال کہ جس کے ساتھ مروت و جوانمردی ہو فرمایا اگر یہ بھی اس کے پاس نہ ہو تو کہنے لگا فقر و فاقہ جس کے ساتھ صبر و تحمل ہو، فرمایا اگر یہ بھی نہ ہو تو اعرابی نے کہا کہ آسمان سے بجلی گرے اور اس کو جلا دے کیونکہ وہ اس کے علاوہ اور کسی چیز کا مستحق نہیں، پس آپ ہنسے اور ایک تھیلی جس میں ہزار دینار سرخ تھے اس کی طرف پھینک دی اور اپنی انگوٹھی اسے عطا کی کہ جس کے نگینہ کی قیمت دو ہزار درہم تھی، فرمایا اس زر و مال سے تم برائت ذمہ حاصل کرو (یعنی خون بہا ادا کرو) اور یہ انگوٹھی اپنے اخراجات میں صرف کرو، اعرابی نے زر و مال اٹھایا اور اس آیت مبارکہ کی تلاوت کی **الله اعلم حيث يجعل رسالته** خدا زیادہ علم رکھتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کہاں قرار دیتا ہے اور ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ جب امام حسینؑ شہید ہوئے تو آپ کی پشت مبارک پر کچھ نشانات تھے حضرت زین العابدینؑ سے پوچھا گیا کہ یہ نشان کیسے ہیں تو آپ نے فرمایا اتنی بوریاں کھانے کی اور دوسری چیزوں کی اپنی پشت پر لاد کر بیوہ عورتوں، یتیم بچوں اور فقراء و مساکین کے گھروں میں لے جاتے رہے کہ یہ نشانات ظاہر ہو گئے اور آپ کے زہد و عبادت کے متعلق روایت ہے کہ پچیس حج پا پیادہ بجا لائے جبکہ اونٹ اور محمل آپ کے پیچھے پیچھے ہوتے تھے ایک دن

حضرت سے کہا گیا کہ آپ خدا سے کتنا ڈرتے ہیں فرمایا قیامت کے عذاب سے مامون و محفوظ نہیں ہو سکتا مگر وہ شخص جو دنیا میں خدا سے ڈرے اور ابن عبدربہ نے کتاب الفرید میں روایت کی ہے کہ علیؑ ابن الحسینؑ سے عرض کیا گیا کہ آپ کے پدر بزرگوار کی اولاد کیوں کم ہے فرمایا تعجب ہے کہ میرے جیسی اولاد آپ سے کیسے ہوگی کیونکہ میرے والد ہر شب و روز میں ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے آپ کے پاس فرصت کا وقت کون سا تھا کہ جب آپ عورتوں کے پاس جاتے اور سید شریف زاہد ابو عبداللہ محمد بن علی بن حسن بن عبدالرحمن علوی حسینی اپنی کتاب تعازی میں روایت کرتے ہیں ابو حازم اعرج سے وہ کہتا ہے کہ امام حسنؑ اتنی عزت و تعظیم کرتے تھے امام حسینؑ کی گویا وہ امام حسنؑ سے بڑے ہیں اور ابن عباس سے روایت ہے کہ میں نے امام حسنؑ سے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ امام حسینؑ سے مجھے ایسی ہیبت محسوس ہوتی ہے جس طرح امیر المومنینؑ کی ہیبت تھی ابن عباس کہتے ہیں کہ امام حسنؑ مجلس میں ہمارے ساتھ بیٹھے ہوتے جب امام حسینؑ آجاتے تو امام حسینؑ کے احترام کی وجہ سے اس مجلس کی ہیبت کو بدل دیتے، یہ بات تحقیق شدہ ہے کہ امام حسینؑ بچپنے اور صغر سنی اور ابتدائی زمانہ اور استقبال جوانی میں ہی زاہد فی الدنیا تھے، امیر المومنینؑ کے ساتھ ان کی مخصوص غذا کھایا کرتے اور شریک رہتے اور ان کا تنگی و ترشی میں ساتھ دیتے اور آپ کا صبر اور نماز آنجناب کی نماز کے قریب قریب تھی اور خداوند عالم نے امام حسینؑ اور حسنؑ کو قائد اور مقتداء قرار دیا تھا اس امت کا لیکن ان کے ارادہ میں فرق قرار دیا تھا تا کہ لوگ ان دونوں کی اقتداء کریں، پس اگر دونوں ایک ہی طرح اور روش میں رہتے تو لوگ تنگی اور ضیق میں مبتلا ہو جاتے، مسروق سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں عرفہ کے دن حسین بن علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، جب کہ ستو کے پیالے آپ کے اور آپ کے ساتھیوں کے سامنے رکھے ہوئے تھے اور قرآن ان کے پہلو میں تھے یعنی روزہ دار تھے اور قرآن پڑھنے میں مشغول تھے، اور منتظر افطار تھے تا کہ اس ستو سے افطار کریں، پس میں نے حضرت سے چند مسائل پوچھے اور آپ نے ان کے جوابات ارشاد فرمائے پھر میں ان کی بارگاہ سے نکلا اور امام حسنؑ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ لوگ آپ کی خدمت میں آرہے ہیں اور دستر خوان بچھا ہوا ہے اور اس پر کھانا موجود ہے اور لوگ کھاتے ہیں اور اپنے ساتھ بھی لے جاتے ہیں، جب میں نے یہ دیکھا تو میری حالت غیر ہو گئی، حضرت نے مجھے دیکھا کہ میری حالت غیر ہو رہی ہے پوچھا مسروق کھانا کیوں نہیں کھاتے میں نے عرض کیا کہ اے میرے آقا و مولا میں روزے سے ہوں، اور ایک بات میرے ذہن میں آئی ہے فرمایا بتاؤ کیا چیز تجھے نظر آئی ہے میں نے کہا میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ آپ حضرات یعنی آپ اور آپ کے بھائی میں اختلاف ہو، میں امام حسینؑ کی خدمت میں گیا ہوں تو انہیں دیکھا ہے کہ وہ روزے سے ہیں اور افطار کے منتظر ہیں اور آپ کی خدمت میں آیا ہوں اس حالت میں آپ کو دیکھ رہا ہوں، حضرت نے جب یہ سنا تو مجھے سینے سے لگا لیا، فرمایا اے ابن اشہرب کیا تمہیں معلوم نہیں کہ خداوند عالم نے ہم دونوں کو اس امت کا مقتداء قرار دیا ہے مجھے تم میں سے افطار کرنے والوں کا مقتداء اور میرے بھائی کو تمہارے روزداروں کا مقتدا بنایا ہے تا کہ تم وسعت میں رہو اور تم پر کوئی بوجھ نہ ہو اور روایت ہے کہ حضرت امام حسینؑ صورت و سیرت میں سب لوگوں سے زیادہ سرکار رسالتؐ سے شباہت رکھتے تھے اور تاریک راتوں میں آپ کی جبین مبارک اور گردن کے نچلے حصہ سے نور ساطع ہوتا تھا اور لوگ اس نور کی وجہ سے آپ کو پہچان لیتے تھے، مناقب شہر آشوب اور دوسری کتب میں روایت ہے کہ جناب فاطمہؑ حسنینؑ شریفین کو رسول اکرمؐ کی خدمت میں لے گئیں اور عرض کیا

اے رسول خدا! ان دو بیٹوں کو کوئی عطیہ اور میراث عطا فرمایئے، فرمایا میں اپنی ہیبت اور سیادت حسنؑ کو اور شجاعت و سخاوت حسینؑ کو عطا کرتا ہوں، عرض کیا میں راضی ہوں اور ایک روایت ہے کہ حسنؑ کو ہیبت و حلم دیتا ہوں اور حسینؑ کو جود و رحمت اور ابن طاؤس نے حذیفہ سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا میں نے حضرت رسول اکرمؐ کے زمانہ میں امام حسینؑ سے سنا جبکہ وہ بچے تھے، آپ فرما رہے تھے خدا کی قسم میرا خون بہانے کے لئے بنی امیہ کے سرکش و باغی لوگ جمع ہوں گے اور ان کا سرکردہ عمر بن سعد ہوگا، میں نے کہا کیا رسولؐ خدا نے آپ کو اس کی خبر دی ہے فرمایا کہ نہیں، پس میں رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت کی وہ بات نقل کی تو آپ نے فرمایا اس کا علم میرا علم ہے اور ابن شہر آشوب نے حضرت علیؑ بن الحسینؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا میں اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں عراق کی طرف روانہ ہوا، جس منزل پر اترتے اور وہاں سے کوچ کرتے تھے تو حضرت یحییٰ بن زکریا کا ذکر فرماتے اور ایک دن فرمایا دنیا کی پستی اور خواری میں سے یہ بات ہے کہ جناب یحییٰ کا سر بنی اسرائیل کی بدکار عورتوں میں سے ایک زنا کار عورت کے لئے بطور ہدیہ بھیجا گیا، اور احادیث معتبرہ میں طرق خاصہ و عامہ سے روایت ہے کہ اکثر ایسا ہوتا کہ جناب فاطمہؑ عالم خواب ہوتیں اور امام حسینؑ گہوارے میں ہوتے تو جبریل آ کر گہوارہ جنبانی کرتے اور حسینؑ سے باتیں کرتے اور انہیں خاموش کراتے، جب فاطمہ بیدار ہوتیں تو دیکھتیں کہ گہوارہ حرکت میں ہے اور کوئی حسینؑ سے باتیں کر رہا ہے لیکن کوئی شخص نظر نہیں آتا جب رسالت مآبؐ سے پوچھتیں تو وہ فرماتے کہ وہ جبریلؑ ہیں۔

تیسری فصل

حضرت سید الشہداء پر رونے اور آپ کا مرثیہ پڑھنے اور عزاداری قائم کرنے کے ثواب کا بیان

شیخ جلیل کامل جعفر بن قولویہ کتاب کامل میں ابن خارجہ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتا ہے کہ میں ایک حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور امام حسینؑ کا تذکرہ کیا تو حضرت صادقؑ بہت روئے اور ہم نے بھی گریہ کیا پھر آپ نے سر اٹھایا اور فرمایا کہ امام حسینؑ فرمایا کرتے تھے کہ میں گریہ وزاری کا مقتول ہوں کوئی مومن مجھے یاد نہیں کریگا مگر یہ کہ وہ روئے گا، اور یہ بھی روایت ہے کہ جس دن حضرت صادقؑ کے سامنے امام حسینؑ کا تذکرہ ہوتا تو پھر کوئی شخص شام تک آپ کو تبسم کرتے نہ دیکھتا اور پھر سارا دن آپ محزون اور روتے رہتے اور فرماتے کہ امام حسینؑ ہر مومن کے گریہ کا سبب ہیں اور شیخ طوسی و مفید ابان بن تغلب سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص ہماری مظلومیت کی وجہ سے مہموم و مغموم ہو تو اس کا سانس لینا تسبیح ہے اور اس کا درد واندوہ عبادت اور ہمارے اسرار کو دوسرے لوگوں سے چھپانا راہ خدا میں جہاد کرنا ہے پھر فرمایا ضروری ہے کہ حدیث آب زر سے لکھی جائے، بہت سے اسناد معتبر کے ساتھ ابوعمار منشد یعنی اشعار پڑھنے والے سے روایت ہوئی ہے، وہ کہتا ہے کہ ایک دن میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں گیا، فرمایا چند اشعار امام حسینؑ کے مرثیہ میں پڑھو، جب میں نے پڑھنا شروع کیا تو حضرت رونے لگے میں مرثیہ پڑھتا جاتا تھا اور حضرت گریہ فرماتے جاتے تھے یہاں تک کہ رونے کی آواز آپ کے گھر سے بلند ہوئی اور دوسری روایت ہے کہ آپ نے فرمایا اس طریقہ پر پڑھو جس طرح اپنے ہاں پڑھا کرتے اور نوحہ کرتے ہو، جب میں نے پڑھا تو حضرت بہت روئے اور حضرت کی مستورات کے رونے کی آواز بھی پس پردہ سے بلند ہوئی، جب میں فارغ ہوا تو حضرت نے فرمایا جو شخص امام حسینؑ کے مرثیہ میں شعر پڑھے اور پچاس افراد کو رلائے تو اس کے لئے جنت واجب ہے اور جو شخص تیس افراد کو رلائے تو جنت اس کے لئے واجب ہو جاتی ہے اور جو مرثیہ پڑھ کر خود روئے تو اس کے لئے بہشت واجب ہے اور جس کو رونا نہ آئے اور وہ تباکی (رونے والے کی شکل بنائے) کرے تو اس کے لئے جنت واجب ہے اور شیخ کشی نے زید شحام سے روایت کی ہے کہ میں ایک گروہ کے ساتھ جو اہل کوفہ تھے حضرت صادقؑ کی خدمت میں تھا کہ جعفر بن عفان وارد ہوا، حضرت نے اس کی عزت و تکریم کی اور اسے اپنے سامنے بٹھایا پھر آپ نے فرمایا، اے جعفر! اس نے عرض کیا لبیک خدا مجھے آپ پر قربان کرے، آپ نے فرمایا مجھے یہ خبر ملی ہے کہ انك تقول الشعر فى الحسين و تجيد تم امام حسینؑ کے مرثیہ میں شعر کہتے ہو اور عمدہ کہتے ہو، عرض کیا ہاں میں آپ پر قربان ہو جاؤں، آپ نے فرمایا تو پڑھو، جب جعفر نے مرثیہ پڑھا تو حضرت اور حاضرین مجلس نے گریہ کیا اور حضرت نے اس قدر گریہ کیا کہ آپ کے آنسو محاسن شریف پر جاری ہوئے پھر فرمایا کہ ملائکہ مقربین یہاں موجود تھے اور

انہوں نے تمہارا مرثیہ حسینؑ سنا ہے اور ہمارے رونے سے زیادہ روئے ہیں، اور بتحقیق اس وقت خداوند عالم نے جنت اس کی تمام نعمات کے ساتھ تم پر واجب کر دی ہے اور تمہارے گناہوں کو بخش دیا ہے، فرمایا اے جعفر تو چاہتا ہے کہ میں اس سے زیادہ کہوں، وہ کہنے لگا ہاں اے میرے سردار، فرمایا جو شخص حسینؑ کے مرثیہ میں شعر کہے خود روئے اور دوسروں کو رلائے تو البتہ خداوند عالم اس کے لئے بہشت واجب کر دیتا ہے اور اس کے گناہ بخش دیتا ہے، حامی حوزہ اسلام سید اجل میر حامد حسین طاب ثراہ کتاب عبقات میں معاہد التنصیص سے نقل کرتے ہیں کہ محمد بن سہل کمیت کا ساتھی کہتا ہے کہ میں اور کمیت ایام تشریق میں حضرت صادق کی خدمت میں حاضر ہوئے کمیت نے عرض کیا آپ پر قربان جاؤں کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ میں چند اشعار آپ کی بارگاہ میں عرض کروں، فرمایا یہ دن عظیم اور محترم ہیں کنایہ اس طرف تھا کہ ان ایام شریفہ میں شعر پڑھنے مناسب نہیں ہیں، عرض کیا یہ اشعار آپ کے حق میں ہیں فرمایا پڑھو اور آپ نے کسی کو بھیجا اور آپ کے کچھ اہل خانہ بھی حاضر ہوئے تا کہ وہ بھی سنیں پس کمیت نے اپنے اشعار پڑھے اور حاضرین نے بہت گریہ کیا یہاں تک کہ وہ اس شعر تک پہنچا:

یصیب به الرامون عن قوس غیرهم
فیا آخرا اسدی له لغی اوله

ترجمہ: اس کو تیر لگانے والے مارتے ہیں دوسرے کے کمان سے پس اے آخری کہ جس کے لئے گمراہی نے اول کو درست کیا (یا جس کے لئے اول نے گمراہی کو درست)

حضرت نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا: اللهم اغفر للکمیت ما قدم وما اخر وما اسر وما اعلن واعطه حتی یرضی یعنی خدایا کمیت کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر اور اس نے چھپ کر کئے ہوں یا ظاہر بظاہر اور اس کو اتنا دے کہ وہ راضی ہو جائے اور شیخ صدوق نے امالی میں ابراہیم بن ابوالمحمود سے روایت کی ہے کہ حضرت امام رضاؑ نے فرمایا کہ ماہ محرم ایسا مہینہ تھا کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ اس میں جنگ حرام سمجھتے تھے اس امت جفا کار نے اسی مہینہ میں ہمارا خون حلال سمجھا، ہماری ہتک حرمت کی ہماری خواتین اور بچوں کو اسی مہینہ میں قید کیا، ہمارے خیموں میں آگ لگائی ہمارا مال و اسباب لوٹا، اور حرمت رسولؐ کی ہمارے حق میں رعایت نہ کی یاد رکھو کہ شہادت حسینؑ وہ مصیبت ہے کہ جس نے ہماری آنکھیں مجروح کر دیں اور ہمارے آنسو بہائے اور ہمارے عزت دار کو ذلیل کیا اور زمین کربلا نے ہمیں قیامت تک کے لئے کرب و بلا کا وارث بنایا، پس حسینؑ جیسے مظلوم پر رونے والوں کو رونا چاہیے کیونکہ آپ پر گریہ کرنا بڑے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے پھر فرمایا کہ جب ماہ محرم ہوتا تو میرے والد کو کوئی شخص ہنستے ہوئے نہ دیکھتا اور حزن واندوہ ان پر ہمیشہ غالب رہتا، دس محرم تک اور جب دسویں کا دن ہوتا تو آپ کے لئے یہ دن مصیبت، حزن اور گریہ وزاری کا ہوتا اور آپ فرماتے کہ آج کا دن وہ ہے کہ جس میں حسینؑ شہید ہوئے، اور یہ بھی شیخ صدوق نے حضرت سے روایت کی کہ جو شخص عاشورہ کے دن اپنی حاجات میں سعی وکوشش ترک کر دے تو خداوند عالم اس کی دنیا و آخرت کی حاجات پوری فرمائے گا، اور روز عاشورہ جس کے لئے مصیبت حزن اور گریہ کا دن ہو تو خداوند عالم قیامت کا دن اس کے لئے خوشی و سرور کا قرار دے گا، اور اس کی آنکھیں جنت

میں ہماری وجہ سے روشن ہوں گی اور جو شخص عاشورہ کے دن کو برکت شمار کرے اور برکت کے لئے اس دن خرچ وخوراک گھر میں ذخیرہ کر کے رکھے تو اس کو اس چیز میں برکت حاصل نہیں ہوگی جس کو اس نے ذخیرہ کیا ہے اور خداوند عالم اسے قیامت کے دن یزید، عبیداللہ بن زیاد اور عمر بن سعد لعنہم اللہ کے ساتھ اسفل درک جہنم میں محشور کرے گا، اور یہ بھی سند معتبر کے ساتھ ریان بن شبیب سے (جو کہ معتصم خلیفہ عباسی کا خالو ہے) روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں محرم کی پہلی تاریخ کو امام رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، فرمایا اے ابن شبیب تم روزے سے ہو میں نے عرض کیا کہ نہیں فرمایا یہ دن وہ ہے جس دن خداوند عالم نے حضرت زکریاؑ کی دعا قبول کی تھی جب کہ انہوں نے خداوند عالم سے بیٹے کی خواہش کی تھی اور ملائکہ نے زکریا کو محراب عبادت میں پکار کر کہا تھا کہ خدا تجھے یحیٰی کی بشارت دیتا ہے پس جو شخص اس دن روزہ رکھے اس کی دعا قبول ہوگی، جس طرح کہ زکریاؑ کی دعا قبول ہوئی تھی پھر فرمایا اے شبیب کے بیٹے محرم وہ مہینہ ہے کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ گزشتہ زمانے میں اس مہینہ کے احترام کو مدنظر رکھتے ہوئے ظلم و جنگ کو حرام سمجھتے تھے پس اس امت نے اس مہینہ کی حرمت نہیں پہچانی اور رسول خدا کے احترام کو نہیں پہچانا، اس ماہ میں ذریت رسول خدا کے ساتھ جنگ کی ان کی مستورات کو قید کیا اور ان کے مال واسباب لوٹے، پس خدا انہیں کبھی نہیں بخشے گا اے شبیب کے بیٹے اگر کسی چیز پر رونا چاہتا ہے تو حسینؑ بن علیؑ پر گریہ کرو کیونکہ انہیں گوسفند کی طرح ذبح کیا گیا ہے اور ان کے ساتھ اہل بیتؑ میں سے اٹھارہ افراد کو شہید کیا ہے کہ جن میں سے کسی ایک کی بھی روئے زمین پر شبیہ ومثال نہ تھی، بتحقیق آپ کی شہادت پر سات آسمان اور زمینوں نے گریہ کیا ہے اور چار ہزار فرشتے آپ کی مدد کے لئے آسمان سے اترے جب زمین پر پہنچے تو حضرت شہید ہو چکے تھے پس وہ ہمیشہ آپ کی قبر کے پاس بال پریشان خاک آلود رہتے ہیں یہاں تک کہ قائم آل محمد ظاہر ہوں گے اور وہ فرشتے حضرت کے مددگاروں میں ہوں گے اور جنگ کے وقت ان کی یہ علامت ہوگی یا لثارات الحسین علیہ السلام آؤ، اے حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے والوں اے پسر شبیب میرے والد نے اپنے باپ دادا سے یہ خبر دی ہے کہ جب میرے جد بزرگوار حسینؑ شہید ہوئے تو آسمان سے خاک وخون کی بارش ہوئی، اے ابن شبیب اگر تم حسینؑ پر گریہ کرو یہاں تک کہ تمہارے آنسو تمہارے چہرے پر جاری ہوں تو خداوند عالم تمہارے چھوٹے بڑے گناہ معاف کر دے گا، چاہے تھوڑے ہوں یا زیادہ اے فرزند شبیب اگر چاہتے ہو کہ جب خدا سے ملاقات کرو اور تمہارے ذمہ کوئی گناہ نہ ہو تو امام حسینؑ کی زیارت کرو، اے فرزند شبیب اگر چاہتے ہو کہ بہشت کے غرفہ عالیہ (اوپر والی منزل کا کمرہ) میں رسول خدا اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کے ساتھ رہو تو قاتلان حسینؑ پر لعنت کرو، اے فرزند شبیب اگر چاہتے ہو کہ شہداء کربلا جتنا ثواب حاصل کرو تو جب حضرت کی مصیبت کو یاد کرو تو کہو یلیتنی کنت معھم فافوز فوزاً عظیماً اے کاش میں ان کے ساتھ ہوتا تو عظیم کامیابی حاصل کرتا اے فرزند شبیب! اگر چاہتے ہو کہ درجات عالیات بہشت میں ہمارے ساتھ رہو تو ہمارے غم واندوہ میں اندوہناک اور ہماری خوشی میں خوش رہو، اور تم پر ہماری ولایت ومحبت لازم ہے کیونکہ اگر کوئی شخص کسی پتھر سے محبت کرتا ہے تو خداوند عالم قیامت کے دن اسے اس کے ساتھ محشور کرے گا، ابن قولویہ نے سند معتبر کے ساتھ ابی ہارون مکفوف (نابینا) سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں حضرت صادقؑ کی خدمت سے مشرف ہوا تو حضرت نے فرمایا میرے لئے مرثیہ پڑھو، جب میں نے شروع کیا تو فرمایا یوں نہیں اس طرح پڑھو

جس طرح تمہارے ہاں متعارف ہے اور جس طرح امام حسینؑ کی قبر کے پاس پڑھتے ہو۔

امور علی حدث الحسین فقل لا عظمه الزکیة اس شعر کا تمہ آخر باب میں مراثی کے ذکر میں آئے گا حضرت روتے رہے میں خاموش ہو گیا، فرمایا اور پڑھو میں نے وہ اشعار آخر تک پڑھے، آپ نے فرمایا اور بھی میرے لئے مرثیہ پڑھو، میں نے یہ اشعار آخر تک پڑھے آپ نے فرمایا اور بھی میرے لئے مرثیہ پڑھو، میں نے یہ اشعار پڑھنے شروع کر دیئے:

یامریم قومی فاندبی مولاك

وعلی الحسین فاسعدی ببکاك

حضرت گریہ کرتے رہے اور مستورات نے گریہ وشیون بلند کیا جب گریہ سے خاموش ہوئے تو حضرت نے فرمایا، اے ھارون جو حسینؑ کا مرثیہ پڑھے اور دس آدمیوں کو رلائے تو اس کے لئے جنت ہے پھر ایک ایک کم کرتے گئے یہاں تک کہ فرمایا جو مرثیہ پڑھے اور ایک آدمی کو رلائے تو اس کے لئے جنت لازم وواجب ہو جاتی ہے پھر فرمایا جو حسینؑ کو یاد کرے اور ان پر گریہ کرے تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے اور سند معتبر کے ساتھ عبداللہ بن بکر سے بھی روایت ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن میں نے حضرت صادقؑ سے پوچھا اے فرزند رسول اگر امام حسینؑ کی قبر کو شگاف کریں تو کیا کوئی چیز وہاں انہیں دکھائی دے گی تو آپ نے فرمایا اے فرزند بکر کتنے زیادہ عظیم ہیں تیرے مسائل، یہ بات محقق ہے کہ حسین بن علیؑ اپنے باپ ماں اور بھائی کے ساتھ رسول خداؐ کے گھر میں ہیں آنحضرت کے ساتھ کھاتے پیتے اور خوش وخرم رہتے ہیں اور کبھی کبھی عرش کے دائیں جانب جھکتے ہیں اور خداوند عالم سے کہتے ہیں کہ جو وعدہ تو نے مجھ سے کیا ہے اس کو پورا فرما، اور وہ اپنے زیارت کرنے والوں کو دیکھتے ہیں اور انہیں ان کے ناموں ان کے آباؤ اجداد کے ناموں اور ان کے رہنے کی جگہوں اور جو کچھ ان کے گھر میں ہے اس کے ساتھ پہچانتے ہیں اس سے کہیں زیادہ کہ جس طرح تم اپنی اولاد کو پہچانتے ہو اور آنحضرت ان کی طرف دیکھتے ہیں کہ وہ آپ پر گریہ کر رہے ہیں اور ان کے لئے آپ بخشش طلب کرتے ہیں اور اپنے بزرگوں سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ان کے لئے استغفار کریں اور کہتے ہیں اے مجھ پر رونے والے اگر تجھے معلوم ہو جائیں وہ ثواب جو خدا نے میرے لئے مہیا کر رکھے ہیں تو تیری خوشی غم واندوہ سے زیادہ ہو اور آپ خداوند عالم سے سوال کرتے ہیں کہ آپ پر رونے والے نے جتنے گناہ کئے ہیں وہ انہیں معاف کر دے اور سند معتبر کے ساتھ مسمع سے بھی روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے مجھ سے پوچھا تم جو اہل عراق میں سے ہو کبھی امام حسینؑ کی زیارت کے لئے بھی جاتے ہو، میں نے عرض کیا کہ نہیں کیونکہ اہل بصرہ میں سے مشہور ومعروف شخص ہوں ہمارے قریب کچھ لوگ رہتے ہیں جو خلیفہ کے تابع ہیں اور ہمارے بہت دشمن ہیں مختلف قبائل اور ناصبی وغیرہ لوگوں میں سے اور ہم مامون نہیں اس سے کہ وہ ہمارے حالات والی وحاکم سے کہیں اور وہ ہمیں ضرر اور تکلیفیں پہنچائیں، حضرت نے فرمایا تو پھر کبھی ان مصائب کا دل میں تصور کرتے ہو جو حضرت پر وارد ہوئے میں نے عرض کیا جی ہاں، فرمایا حضرت کی مصیبت پر جزع فزع کرتے ہو، میں نے عرض کیا ہاں خدا کی قسم میں جزع فزع کرتا ہوں یہاں تک کہ میرے گھر والے اس غم واندوہ کا اثر مجھ میں محسوس کرتے ہیں، اور میں کھانا چھوڑ دیتا ہوں یہاں تک کہ میری حالت سے آثار مصیبت ظاہر ہوتے ہیں حضرت نے فرمایا، خدا تیرے رونے پر رحم کرے کیونکہ تیرا ان لوگوں

میں شمار ہوگا جو ہمارے لیے جزع فزع کرتے ہیں اور ہماری خوشی پر خوش ہوتے ہیں اور ہمارے غم میں اندوہناک ہوتے ہیں اور ہمارے خوف کی وجہ سے خوفناک رہتے ہیں اور امن سے رہتے ہیں اور قریب ہے کہ اپنی موت کے وقت میرے آباؤ اجداد کو تو دیکھے کہ وہ تیرے پاس آئیں اور وہ ملک الموت کو تیرے متعلق سفارش کریں اور تجھے ایسی بشارتیں دیں کہ جن سے تیری آنکھیں روشن ہوں اور تو خوش ہو اور ملک الموت تجھ پر زیادہ مہربان ہو اس مہربان ماں سے جو اپنے بچے سے شفقت و مہربانی کرتی ہے پس حضرت رونے لگے اور میں بھی رویا آخر حدیث تک جو آنکھ کو روشن اور دل کو منور کرتی ہے، اور سند معتبر کے ساتھ زرارہ سے بھی روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے فرمایا اے زرارہ بے شک آسمان چالیس دن تک امام حسینؑ پر سرخی اور کسوف کے ساتھ رویا اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور ایک دوسرے سے جدا ہوئے اور دریا جوش و خروش میں آئے اور ملائکہ نے چالیس دن تک آپ پر گریہ کیا، بنی ہاشم کی کسی عورت نے خضاب نہیں کیا، تیل اور سرمہ نہیں لگایا اور اپنے بالوں میں کنگھی نہیں کی جب تک عبید اللہ بن زیاد کا سر ہمارے سامنے نہیں لایا گیا، اور ہم ہمیشہ حضرت پر روتے رہتے ہیں اور میرے جد بزرگوار علی بن الحسین جب اپنے پدر عالی قدر کو یاد کرتے تو روتے روتے آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی اور جو شخص آپ کو اس حالت میں دیکھتا تو آپ کے رونے سے وہ گریہ کرتا اور جو فرشتے اس امام شہید کی قبر کے پاس ہیں وہ آپ پر روتے ہیں اور ان کے رونے سے فضا میں پرندے اور جو کچھ فضا اور آسمان پر فرشتے ہیں وہ سب گریہ کرتے ہیں، ابن قولویہ نے سند معتبر کے ساتھ داؤد رقی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، تو آپ نے پانی منگوایا جب پانی پیا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور فرمایا اے داؤد خدا لعنت کرے قاتلان حسینؑ پر پھر فرمایا جو شخص پانی پئے اور حضرت کو یاد کرے اور آپ کے قاتلان پر لعنت کرے تو یقیناً خداوند عالم ایک لاکھ نیکیاں اس کے لئے لکھ دیتا ہے، اور ایک لاکھ گناہ اس کے اٹھا لیتا ہے اور ایک لاکھ درجے اس کے بلند کرتا ہے اور اس طرح ہے جیسے اس نے ایک لاکھ غلام آزاد کئے ہوں اور قیامت کے دن وہ ٹھنڈے اور خوش و کرم دل کے ساتھ مبعوث ہوگا۔

شیخ طوسی قدس سرہ نے سند معتبر کے ساتھ معاویہ بن وہب سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں ایک دن حضرت صادقؑ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک ایک بوڑھا کمر خمیدہ شخص آپ کی مجلس میں آیا اور اس نے سلام کیا، حضرت نے فرمایا **وعلیك السلام ورحمة الله** اے شیخ ہمارے پاس آؤ، وہ بوڑھا شخص امام صادقؑ کے پاس گیا اس نے آپ کے ہاتھ کا بوسہ لیا اور رونے لگا حضرت نے فرمایا اے شیخ تیرے رونے کا کیا سبب ہے عرض کیا فرزند رسولؐ سو سال سے میں اس امید سے ہوں کہ آپ خروج کریں اور شیعوں کو مخالفین کے ہاتھ سے نجات دیں اور ہمیشہ میں کہتا ہوں کہ اس سال اس مہینہ اور اس دن ایسا ہوگا لیکن میں آپ میں وہ حالت نہیں دیکھتا پھر کیوں نہ گریہ کروں، پس حضرت اس بوڑھے کی بات پر روئے اور فرمایا اے شیخ اگر تیری اجل میں تاخیر ہوئی اور ہم نے خروج کیا تو تو ہمارے ساتھ ہوگا اور اگر اس سے پہلے تو دنیا سے چلا گیا تو قیامت کے دن رسول خداؐ کے اہل بیتؑ کے ساتھ ہوگا، وہ شخص کہنے لگا جب یہ بات میں نے آپ سے سن لی تو اس کے بعد جو چیز بھی مجھ سے فوت ہو جائے مجھے اس کی پرواہ نہیں، آپ نے فرمایا رسول خداؐ فرما گئے ہیں کہ میں دو بزرگ چیزیں تم میں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک ان سے متمسک رہو گے گمراہ نہیں ہوگے، خدا کی کتاب اور

میری عترت جو میرے اہل بیتؑ ہیں جب قیامت کے دن آؤ گے تو ہمارے ساتھ ہو گے، پھر آپ نے فرمایا اے شیخ میرا گمان نہیں کہ تم اہل کوفہ میں سے ہو، عرض کیا میں اطراف کوفہ کا رہنے والا ہوں آپ نے فرمایا کیا ہمارے جد بزرگوار امام حسینؑ کی قبر کے نزدیک کہیں رہتے ہو، عرض کیا جی ہاں، فرمایا تمہارا حضرت کی زیارت کے لئے جانا کیسا ہے کہنے لگا میں جاتا ہوں اور بہت دفعہ جاتا ہوں، آپ نے فرمایا اے شیخ یہ ایسا خون ہے کہ خداوند عالم اس خون کا مطالبہ کرے گا اور اولاد فاطمہؑ پر کوئی مصیبت امام حسینؑ کی مصیبت جیسی نہیں آئی اور نہ آئے گی، اس میں شک نہیں کہ حضرت اپنے اہل بیتؑ کے اٹھارہ افراد کے ساتھ شہید ہوئے ہیں جنہوں نے دین خدا کے لئے جہاد اور خدا کی راہ میں صبر کیا ہے پس خدا نے انہیں صبر کرنے والوں کی بہترین جزا دی ہے، جب قیامت ہوگی تو رسول خداؐ تشریف لائیں گے اور امام حسینؑ ان کے ساتھ ہوں گے اور رسول خداؐ نے اپنا دست مبارک امام حسینؑ کے سر پر رکھا ہوگا، اور اس سر سے خون بہہ رہا ہوگا تو آنحضرت عرض کریں گے کہ خدایا میری امت سے سوال کر کہ انہوں نے میرے بیٹے کو کیوں قتل کیا ہے، پھر آپ نے فرمایا ہر جزع فزع کرنا اور رونا مکروہ اور ناپسندیدہ ہے مگر امام حسینؑ پر جزع فزع کرنا اور رونا امر پسندیدہ ہے۔

چوتھی فصل

ان بعض روایات واخبار کے بیان میں جو اس مظلوم کی شہادت کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں

شیخ جعفر بن قولویہ نے سلمان سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا آسمان میں کوئی فرشتہ نہیں جو رسول اکرمؐ کی خدمت میں نہ آیا ہو اور اس نے آنحضرت سے آپ کے بیٹے حسینؑ کی تعزیت نہ کی ہو اور سب نے آنحضرت کو اس ثواب کی خبر دی جو خدا نے شہادت کی وجہ سے آنجناب کو عطا فرمایا ہے اور ہر ایک آپ کے پاس وہ خاک لے کر آیا جس خاک پر اس مظلوم کو ظلم وجور سے شہید کریں گے اور جو فرشتہ بھی آتا تو حضرت فرماتے خداوند قاتل حسینؑ کو مخذول کر اس کا ساتھ نہ دے جو اس کی مدد نہ کرے اور اس کو قتل کرے جو اسے قتل کرے اور اس کو ذبح کرے اور انہیں اپنے مقصد میں کامیاب نہ کر راوی کہتا ہے کہ آنحضرت کی دعا ان ملاعین کے متعلق قبول ہوئی، یزید آنجناب کے قتل کرنے کے بعد دنیا سے لذت نہ حاصل کر سکا، خداوند عالم نے اچانک اس کی گرفت کی رات کو مست ہو کر سویا صبح کو اسے مردہ پایا گیا، جبکہ بالکل سیاہ ہو چکا تھا اور جنہوں نے یزید کا اتباع آپ کے شہید کرنے میں کیا یا جو اس لشکر میں گئے ان میں سے کوئی نہیں بچا کہ وہ برص یا دیوانگی میں مبتلا نہ ہوا ہو اور یہ بیماریاں ان کی اولاد میں بھی بطور میراث رہ گئیں، اور امام باقرؑ سے بھی روایت ہے کہ بچپن میں جب امام حسینؑ رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آنحضرت امیر المومنینؑ سے فرماتے کہ یا علی حسینؑ کو میرے لئے پکڑے رہو، پس حضرت امیر حسینؑ کو تھام لیتے اور رسولؐ اس کے نچلے حصے کو بوسے لیتے اور گریہ کرتے، ایک دن اس امام مظلومؑ نے عرض کیا ابا جان آپ کیوں روتے ہیں فرمایا اے فرزند گرامی! کیوں نہ گریہ کروں کہ میں دشمنوں کی تلواروں کی جگہ کا بوسہ لیتا ہوں، امام حسینؑ نے عرض کیا بابا جان میں قتل کر دیا جاؤں گا؟ فرمایا ہاں تم تمہارے بھائی اور تمہارے باپ خدا کی قسم سب قتل ہوں گے، امام حسینؑ نے عرض کیا پھر ہماری قبریں ایک دوسرے سے الگ ہوں گی؟ فرمایا ہاں بیٹا! امام حسینؑ نے عرض کیا پھر آپ کی امت میں سے کون ہماری زیارت کرے گا؟ تو حضرت نے فرمایا کہ میرے اور تمہارے باپ اور بھائی کی زیارت نہیں کریں گے مگر میری امت کے صدیق، اور حضرت صادقؑ سے یہ روایت بھی کی ہے آپ نے فرمایا ایک دن امام حسینؑ رسول خداؐ کی گود میں بیٹھے ہوئے تھے حضرت ان سے کھیلتے اور انہیں ہنساتے تھے کہ عائشہ نے کہا یا رسول اللہؐ! اس بچہ کو کتنا زیادہ آپ پیار کرتے ہیں، حضرت نے فرمایا! وائے ہو تجھ پر میں کیوں نہ اس سے محبت کروں، یہ مجھے کیوں نہ پیارا ہو، حالانکہ یہ بچہ میرے دل کا میوہ ہے اور میری آنکھوں کا نور ہے اور یہ یقینی بات ہے کہ میری امت اس کو قتل کرے گی، پس جو شخص اس کی شہادت کے بعد اس کی زیارت کرے گا تو خداوند عالم اس کے لئے میرے حجوں میں سے ایک حج لکھ دے گا، عائشہ نے تعجب سے پوچھا آپ کے حجوں میں سے ایک حج، حضرت نے فرمایا بلکہ دو حج میرے حجوں میں سے، پھر اس نے تعجب کیا، آپ نے فرمایا بلکہ چار حج اور وہ مسلسل تعجب کرتی گئی اور حضرت بڑھاتے گئے

یہاں تک کہ آپ نے فرمایا میرے حجوں میں سے نوے حج کہ ہر حج کے ساتھ عمرہ بھی ہو، شیخ مفید طبرسی ابن قولویہ اور ابن بابویہ رضوان اللہ علیہم نے معتبر اسناد کے ساتھ اصبغ بن نباتہ وغیرہ سے روایت کی ہے کہ ایک دن امیر المومنینؑ منبر کوفہ پر خطبہ دیتے ہوئے فرما رہے تھے کہ مجھ سے پوچھو جو چاہو اس سے پہلے کہ مجھے نہ پاؤ، خدا کی قسم گزشتہ اور آئندہ کے اخبار میں سے جو کچھ پوچھو البتہ میں تمہیں اس کی خبر دوں گا، پس سعد بن ابی وقاص کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اے امیر المومنینؑ مجھے بتایئے کہ میرے سر اور ڈاڑھی کے کتنے بال ہیں آپ نے فرمایا کہ میرے خلیل اور دوست رسول خداؐ نے مجھے بتایا تھا کہ تو مجھ سے یہ سوال کرے گا، اور یہ بھی بتایا کہ تیرے سر اور ڈاڑھی میں کتنے بال ہیں اور یہ بھی بتایا کہ ہر بال کی جڑ میں شیطان ہے جو تجھے گمراہ کرتا ہے اور تیرے گھر میں ایک لڑکا ہے، جو میرے بیٹے حسینؑ کو شہید کرے گا اور اگر تجھے بتاؤں کہ تیرے بالوں کی تعداد کتنی ہے تو تو میری تصدیق نہیں کرے گا لیکن جو بات میں نے کہی ہے اس سے میرے گفتگو کی حقیقت ظاہر ہو جائے گی، اور اس وقت عمر بن سعد بچہ تھا اور ابھی چلنے لگا تھا لعنۃ اللہ علیہ (ارشاد اور احتجاج کی روایت میں سعد کا نام نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ ایک شخص کھڑا ہو گیا اور اس نے یہ سوال کیا، اور حضرت نے وہی جواب دیا اور آخر میں فرمایا اگر یہ نہ ہوتا کہ جو کچھ تو نے پوچھا ہے اس کی دلیل پیش کرنا مشکل ہے، تو میں تجھے تیرے بالوں کی تعداد بتاتا لیکن اس کی نشانی وہی تیرا لڑکا ہے الخ) حمیری نے قرب الاسناد میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ اپنے دو صحابیوں کے ساتھ زمین کربلا میں پہنچے جب اس صحرا میں داخل ہوئے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور فرمایا یہ ان کے اونٹوں کے بٹھانے کی جگہ ہے اور یہ سامان اتارنے کی جگہ ہے اور یہاں ان کے خون بہائے جائیں گے، کیا کہنا تیرا اے تربت کہ تجھ پر دوستان خدا کے خون بہیں گے، شیخ مفید نے روایت کی ہے کہ عمر بن سعد لعین نے امام حسینؑ سے کہا کہ ہمارے پاس کچھ بے عقل لوگ رہتے ہیں جو یہ گمان کرتے ہیں کہ میں آپ کو قتل کروں گا، فرمایا وہ بے عقل نہیں بلکہ وہ عالم اور عاقل ہیں، لیکن مجھے خوشی ہے کہ میرے بعد تو تھوڑی دیر عراق کی گندم کھا سکے گا، شیخ صدوق نے صادق اہل بیتؑ سے روایت کی ہے کہ امام حسینؑ ایک دن امام حسنؑ کے پاس گئے جب ان کی نگاہ اپنے بھائی پر پڑی تو رونے لگے، فرمایا اے ابا عبد اللہ آپ کیوں رو رہے ہیں امام حسینؑ نے فرمایا میں اس بلا و مصیبت کی وجہ سے رو رہا ہوں جو آپ پر آئے گی، امام حسنؑ نے فرمایا مجھ پر جو مصیبت آئے گی وہ تو زہر ہے جو مجھے دیں گے لیکن لا یوم کیومک آپ کے دن کی طرح تو کوئی دن نہیں، تیس ہزار افراد آپ کے مقابلہ میں آئیں گے آپ کے قتل کرنے خون بہانے ہتک حرمت اور عورتوں اور بچوں کو قید کرنے اور آپ کے مال و اسباب لوٹنے پر تو اس وقت بنی امیہ پر لعنت اترے گی اور آسمان خون برسائے گا، اور ہر چیز آپ پر گریہ کرے گی، یہاں تک کہ وحشی جانور جنگلوں میں اور مچھلیاں دریاؤں میں آپ پر گریہ کریں گے، مولف کہتا ہے حق یہ ہے کہ اگر کوئی بابصیرت غور و تامل کرے تو اسے اس مصیبت سے زیادہ مصیبت نظر نہیں آئے گی کیونکہ ابتدائے دنیا سے لے کر آج تک تواریخ و سیر کی طرف مراجعہ کرنے کے بعد کوئی واقعہ اتنا عظیم ہم نے نہیں دیکھا کہ اپنے نبیؐ کے فرزند کو اس کے اصحاب اہل بیت کے ساتھ ایک ہی دن میں قتل کر کے اس کا مال و اسباب لوٹ لیں اور اس کے خیموں کو جلا دیں، اس کا سر اور اس کے ساتھیوں اور اولاد کے سر اس کے عیال و اطفال کے ساتھ شہر بشہر لے جائیں اور یکدم اس ملت و دین کو ٹھوکر مار دیں کہ جس کی طرف اپنی نسبت دیتے ہیں جب کہ ان کی سلطنت و قوت کا انحصار اسی دین پر ہو نہ کہ کوئی اور دین و ملت "ما سمعنا بهذا فی آبائنا الاولین فانا للہ وانا الیہ راجعون من مصیبۃ ما اعظمها واوجعها و

انکا ها لقلوب المحبین ولله درمهیا رحیق قال یحظون له اعواد منبره۔ وتحت ارجلهم اولاده وضعوا۔ بای حکم بنوه یتبعون کم وفخرکم انکم صحب له تبع "ہم نے اس قسم کا واقعہ اپنے گزشتہ آباؤ اجداد سے نہیں سنا، پس انا للہ ہے اس مصیبت پر یہ کتنی عظیم دردناک اور محبت کرنے والوں کے دلوں کو دکھانے والی ہے خدا بھلا کرے مہیار کا جس نے کہا ہے اس کے منبر کی لکڑیوں کی اس کی وجہ سے تعظیم کرتے ہیں اور اس کی اولاد کو پاؤں کے نیچے رکھا ہوا ہے کس قانون کے ماتحت اس کے بیٹے ان کا اتباع کریں حالانکہ ان کا فخر تو بس یہی ہے کہ یہ اس کے صحابی اور اس کا اتباع کرنے والے ہیں۔

دوسرا مقصد:

ان چیزوں کا بیان جو سید الشہداؑ کے متعلق ہیں مدینہ سے چل کر کربلا میں وارد ہونے تک اور حضرت مسلم اور ان کے دو شہزادوں کی شہادت اور اس میں چند فصول ہیں۔

پہلی فصل

سید الشہداء کے مکہ معظمہ کی طرف متوجہ ہونے کا بیان

چونکہ یہ واقعہ ہولناک کتب فریقین میں مختلف طور پر وارد ہوا ہے لہٰذا اس رسالہ میں مختصر طریقہ سے اس پر اکتفاء کیا جائے گا جسے اعاظم علماء نے اپنی معتبر کتب میں ذکر کیا ہے اور حتی الامکان ہم شیخ مفید سید ابن طاؤس۔ ابن نما اور طبری کی روایت سے تجاوز نہیں کریں گے اور ان کی روایت کو باقیوں پر ترجیح دیں گے۔ اور غالباً ابتداء مطلب میں محل اختلاف اور اس کے ناقل کی طرف اشارہ ہوگا۔

اب ہم کہتے ہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جب امام حسنؑ نے ریاض قدس کی طرف رحلت فرمائی۔ تو عراق کے شیعہ حرکت میں آئے اور انہوں نے امام حسینؑ کو خط لکھا کہ ہم معاویہ کی خلافت کا جوا اتار کر آپ کی بیعت کرتے ہیں حضرت نے اس وقت اس چیز کو قرین مصلحت نہ سمجھتے ہوئے اس انکار کیا۔ اور انہیں معاویہ کی حکومت کے اختتام تک صبر کرنے کا حکم دیا۔ پس جب معاویہ نے پندرہ رجب ۶۰ھ میں دنیا سے رخصت سفر باندھا اور یزید اس کی جگہ پر مسند حکومت پر بیٹھا تو وہ اپنے امر خلافت کی طرف مستعد ہوا اور اس نے ولید بن عتبہ بن ابوسفیان کو جو کہ معاویہ کی طرف سے مدینہ کا گورنر تھا۔ اس مضمون کا خط لکھا کہ ولید میرے لیے بیعت لو۔ ابوعبداللہ الحسین۔ عبداللہ بن عمر۔ عبداللہ بن زبیر اور عبدالرحمن بن ابی بکر سے اور ان پر اس معاملہ میں سختی کرو۔ اور ان کا کوئی عذر قبول نہ کرو۔ اور ان میں سے جو بھی بیعت کا انکار کرے اس کا سرتن سے جدا کر کے میری طرف بھیج دو جب یہ خط ولید کو ملا۔ اس نے مروان کو بلایا اور اس معاملہ میں مشورہ کیا مروان نے کہا ابھی تک یہ لوگ معاویہ کی موت سے باخبر نہیں ہیں فوراً انہیں بلاؤ اور یزید کی بیعت ان سے لے لو اور ان میں سے جو بھی بیعت قبول نہ کرے اسے قتل کر دو پس اسی رات ولید نے ان افراد کو بلایا اور یہ لوگ اس وقت روضہ منورہ حضرت رسولؐ خدا میں جمع تھے جب ولید کا پیغام انہیں پہنچا تو امام حسینؑ نے فرمایا جب میں اپنے گھر واپس چلا گیا تو ولید کی دعوت قبول کروں گا۔ ولید کا پیغام رساں جو کہ عمر بن عثمان تھا۔ واپس چلا گیا عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا اے اباعبداللہ ولید کا اس وقت بلانا بے موقعہ ہے اور اس چیز نے میرے دل کو پریشان کر دیا ہے۔ آپ کے دل میں کیا خیال ہے حضرت نے فرمایا میرا خیال ہے کہ معاویہ طاغیہ مر گیا ہے اور ولید نے ہمیں یزید کی بیعت کے لیے بلایا ہے۔ جب یہ لوگ ولید کے دلی راز سے مطلع ہوئے تو عبداللہ بن عمر اور عبدالرحمن بن ابی بکر نے کہا ہم تو اپنے گھر جاتے ہیں اور اپنے دروازے بند کر لیتے ہیں۔ اور ابن زبیر کہنے لگا میں تو یزید کی بیعت کبھی بھی نہیں کروں گا۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ میرے لیے کوئی چارہ کار نہیں سوائے اس کے کہ میں ولید کے پاس جاؤں پس آپ اپنے دولت کدہ پر تشریف لے گئے اور تیس افراد اپنے اہل بیت اور موالیوں میں سے بلائے اور انہیں فرمایا کہ اپنے ہتھیار لے لو۔ اور انہیں اپنے ساتھ لے لیا اور فرمایا تم اس کے گھر کے دروازے پر بیٹھ جانا اگر میری آواز بلند ہو تو تم لوگ مکان کے اندر آ جانا جب آپ مکان کے اندر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ مروان بھی ولید کے پاس بیٹھا

ہے پس آپ جا کر بیٹھ گئے تو ولید نے معاویہ کی موت کی خبر آپ سے بیان کی آپ نے کلمہ استرجاع کہا پھر ولید نے یزید کا خط جو بیعت لینے کے سلسلہ میں اس نے لکھا تھا آپ کے سامنے پڑھا آپ نے فرمایا میں گمان نہیں کرتا کہ تم راضی ہو جاؤ کہ میں یزید کی مخفی طور پر بیعت کرلوں بلکہ تمہاری خواہش مجھ سے یہ ہوگی کہ میں لوگوں کے اس کی بیعت کروں تا کہ انہیں معلوم ہو۔ ولید نے کہا جی ہاں ایسا ہی ہے حضرت نے فرمایا آج رات صبح تک تاخیر کرو تا کہ تم اس معاملہ میں اپنی رائے کو دیکھ بھال لو۔ ولید نے کہا، سب بجا ہے خدا آپ کا ساتھ دے۔ یہاں تک کہ لوگوں کے مجمع میں آپ سے ملاقات ہو۔ مروان سے ولید نے کہا، ان سے دستبردار نہ ہو اگر اب تو نے ان سے بیعت نہ لی تو پھر ان تک تیرا ہاتھ نہیں پہنچ سکے گا مگر یہ کہ جانبین سے بہت سا خون اس وقت وہ تیرے قبضہ میں ہیں انہیں جانے نہ دے جب تک بیعت نہ کریں ورنہ ان کی گردن اڑا دے۔ حضرت کو اس پلید کی بات پر غصہ آ گیا اور فرمایا: اے زرقا (نیلی آنکھوں والی عورت) کے بیٹے تو مجھے قتل کرے گا۔ خدا کی قسم تو جھوٹ بکتا ہے اور تم دونوں میں سے کوئی بھی مجھے قتل کرنے پر قادر نہیں پھر آپ نے ولید کی طرف رخ کیا اور فرمایا:

"اے امیر! ہم اہل بیت نبوت اور معدن رسالتؑ ہیں۔ ملائکہ ہمارے گھر میں آتے جاتے رہتے ہیں اور خداوند عالم نے پیدائش میں ہمیں مقدم رکھا ہے اور ہمیں پر اس دنیا کو ختم کرے گا۔ اور یزید شخص فاسق شراب خور اور ناحق لوگوں کو قتل کرنے والا اور علانیہ گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے اور مجھ جیسا انسان اس جیسے شخص کی بیعت نہیں کرسکتا۔ اور باقی باتیں جب تم سے ملاقات ہوگی تو کہیں سنیں گے۔

یہ کہہ کر آپ باہر چلے گئے اور اپنے مددگاروں کی طرف لوٹ آئے۔ یہ واقعہ ہفتہ کی رات کا ہے جبکہ ماہ رجب کے تین دن باقی تھے جب حضرت باہر چلے گئے تو مروان نے ولید سے کہا تو نے میری بات نہیں مانی۔ خدا کی قسم اب وہ تیرے ہاتھ کبھی نہ آئیں گے ولید نے کہا، وائے ہو تجھ پر جو رائے تو نے میرے لیے پسند کی ہے وہ میرے دین و دنیا کی ہلاکت کا باعث ہے خدا کی قسم میں راضی نہیں ہوں کہ تمام دنیا میری ملک ہو جائے اور میں خونِ حسینؑ میں شریک ہوں سبحان اللہ کیا تو راضی ہے کہ میں حسینؑ کو صرف اس بات پر قتل کردوں کہ وہ کہتا ہے میں یزید کی بیعت نہیں کرتا۔ خدا کی قسم جو شخص خونِ حسینؑ میں شریک ہو قیامت کے دن اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہوگی۔ اور نہ ہو سکے گی مروان نے بظاہر کہا کہ اگر تیری نظر میں یہ بات ہے تو تو نے ٹھیک کیا ہے لیکن دل سے اسے ولید کی رائے پسند نہیں تھی ولید نے اسی رات ابن زبیر کی بیعت لینے پر زور دیا اور اس نے انکار کیا یہاں تک کہ وہ رات ہی رات مدینہ سے بھاگ کر مکہ چلا گیا۔ جب ولید اس کے فرار سے باخبر ہوا تو بنی امیہ میں سے ایک شخص کو اسی (۸۰) سواروں کے ساتھ اس کے تعاقب میں بھیجا۔ چونکہ وہ غیر متعارف راستہ سے گیا تھا۔ جتنا انہوں نے اسے تلاش کیا اسے نہ پا کر واپس آ گئے۔ جب صبح ہوئی تو امام حسینؑ گھر سے باہر نکلے۔ مدینہ کے ایک کوچہ میں مروان کی آپ سے ملاقات ہوگئی۔ تو وہ کہنے لگا۔ اے اباعبداللہ میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں آپ میری اطاعت کیجئے اور میری نصیحت قبول کرلیں حضرت نے فرمایا تیری نصیحت کون سی ہے۔ اس نے کہا میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ یزید کی بیعت کرلیں کیونکہ یزید کی بیعت آپ کے دین دنیا کے لیے بہتر ہے حضرت نے فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون وعلی الاسلام السلام "مروان کے کلمات حیرت کا باعث ہوئے کہ حضرت نے کلمہ استرجاع زبان جاری کیا اور فرمایا اسلام پر سلام ہو جب امت مبتلا ہو جائے یزید جیسے

خلیفہ کے ساتھ اور تحقیق میں نے اپنے جد بزرگوار اور رسول خداؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ خلافت آلِ ابوسفیان پر حرام ہے۔ مروان اور حضرت کے درمیان بہت گفتگو ہوئی پس مروان غصہ کی حالت میں حضرت کو چھوڑ کر چلا گیا۔ ہفتہ کے دن کے آخر میں پھر ولید نے کسی کو حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں بھیجا اور بیعت کے معاملہ میں تاکید کی۔ آپ نے فرمایا صبر کرو یہاں تک کہ میں آج رات سوچ لوں اور اسی رات جو کہ اتوار کی رات تھی اور رجب کے ختم ہونے میں دو دن باقی رہ گئے تھے آپ مکہ کی طرف متوجہ ہوئے اور جب آپ نے مدینہ سے نکلنے کا عزم بالجزم کر لیا تو اپنے نانا رسول خداؐ، ماں فاطمۃ الزہراؑ اور بھائی حسن مجتبیٰؑ کی قبر پر گئے اور ان کو الوداع کیا اور اپنے بیٹے بھائی کے بیٹے اپنے بھائی اور اپنے تمام اہل بیتؑ اپنے ساتھ لیے سوائے محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ کے کہ جنہیں جب معلوم ہوا کہ حضرت جانے کا قصد کر چکے ہیں تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا اے برادر گرامی! آپ تمام مخلوق سے مجھے زیادہ عزیز ہیں اور آپ تمام لوگوں سے مجھے زیادہ محبوب ہیں اور میں ایسا شخص نہیں کہ کسی سے نصیحت میں دریغ کروں اور آپ زیادہ سزاوار ہیں اس سلسلہ میں جو میں مصلحت سمجھتا ہوں وہ عرض کرتا ہوں کیونکہ آپ میرا نفس میرا جسم اور میری جان ہیں اور آج آپ ہی سند اور سید اہل بیتؑ ہیں اور آپ وہ ہیں کہ جن کی اطاعت مجھ پر واجب ہے کیونکہ خداوند عالم نے آپ کو منتخب کیا ہے اور جنت کا سردار مقرر کیا ہے۔ اے بھائی میں آپ کے لیے مصلحت یہ سمجھتا ہوں کہ یزید کی بیعت سے کنارہ کشی کریں اور وہ علاقے اور شہر جو اس کے زیر فرمان ہیں ان سے دوری اختیار کریں۔ کسی غیر آباد علاقہ میں چلے جایئے اور اپنے قاصد لوگوں کے پاس بھیجیں انہیں اپنی بیعت کی دعوت دیں۔ اگر وہ آپ کی بیعت کو اختیار کریں تو حمد خدا کیجئے اور اگر وہ آپ کے علاوہ کسی کی بیعت کر لیں تو اس سے آپ کے دین میں کوئی کمی نہیں واقع ہوگی۔ اور آپ کی مروت اور فضل میں کوئی نقص نہیں ہوگا۔ میں اس سے ڈرتا ہوں کہ آپ کسی شہر میں جائیں اور اس شہر والوں میں اختلاف ہو جائے۔ ایک گروہ آپ کے ساتھ ہو اور دوسرا آپ کے مخالفت ہو اور معاملہ جنگ و جدال تک جا پہنچے تو اس وقت سب سے پہلے آپ ہی تیر کا ہدف اور شمشیر کا نشانہ ہوں گے۔ اور آپ کا خون جبکہ آپ بہترین مخلوق ہیں اپنی ذات اور ماں باپ کے لحاظ سے ضائع ہو جائے اور اہل بیت باشرف کی حرمت پر حرف آئے۔

حضرت نے فرمایا: بھائی پس کہاں کا سفر اختیار کروں۔ محمد نے کہا مکہ معظمہ تشریف لے جایئے اور وہاں قرار پکڑیں۔ اب اگر اہل مکہ آپ سے بے وفائی کا راستہ اختیار کریں تو یمن کے علاقہ میں چلے جایئے کیونکہ اس علاقہ میں رہنے والے آپ کے والد اور جد بزرگوار کے شیعہ ہیں ان کے دل رحیم اور عزم صمیم ہیں اور ان کے شہر کشادہ ہیں اگر وہاں بھی آپ کا معاملہ درست نہ ہو سکے تو پھر پہاڑوں ریگستانوں اور دروں کی طرف متوجہ ہوں اور مسلسل ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف منتقل ہوتے رہیں یہاں تک کہ آپ کو لوگوں کا انجام کار کہیں ختم ہوتا نظر آئے۔ آپ نے فرمایا: اے بھائی بے شک تم نے نصیحت و مہربانی کی ہے اور مجھے امید ہے کہ تمہاری رائے محکم اور متعین ہوگی اور بعض روایات کے مطابق محمد نے اپنی گفتگو قطع کر دی اور بہت روئے اور اس امام مظلوم نے بھی گریہ کیا۔ پھر آپ نے فرمایا، اے بھائی خدا تمہیں جزائے خیر دے۔ تم نے نصیحت اور خیر خواہی کی ہے اب میں مکہ معظمہ ہی کی طرف جا رہا ہوں اور اس سفر کے لیے تیار ہو چکا ہوں اور بھائیوں کی اولاد اور اپنے پیروکار شیعوں کو اپنے ساتھ لیے جا رہا ہوں اور اگر تم چاہو تو مدینہ میں

رہو اور جو سانحہ رونما ہو اس کی مجھے اطلاع دو۔ پھر آپ نے قلم دوات منگوائے اور وصیت نامہ لکھا۔ اور اس کو بند کر کے اس پر مہر لگا دی اور وہ محمد کے ہاتھ میں دیا اور اسی رات کی تاریکی میں روانہ ہوئے اور شیخ مفید کی روایت کے مطابق مدینہ سے روانہ ہوتے وقت حضرت نے اس آیت کی تلاوت کی۔ جو جناب موسیٰ کے فرعون کے ڈر سے نکلنے اور مدین کی طرف جانے کے واقعہ کو بیان کرتی ہے۔ فخرج منھا خائفاً تیرقب قال رب نجنی من القوم الظلمین۔ یعنی باہر نکلے موسیٰ کی شہر سے جبکہ دشمنوں سے متفکر تعاقب تھے پس کہا موسیٰ نے پروردگار مجھے نجات دے ظالم گروہ سے اور حضرت متعارف راستہ سے روانہ ہوئے تو آپ کے اہل خاندان نے کہا کہ مناسب یہ ہے کہ متعارف راستہ سے ہٹ کر چلیں جس طرح کہ ابن زبیر گیا ہے تاکہ اگر کوئی آپ کی تلاش میں آئے تو آپ کو نہ پاسکے۔ آپ نے فرمایا میں سیدھے راستے سے ادھر ادھر نہیں ہوں گا۔ جب تک خدا میرے اور ان کے درمیان حکم نہ کرے۔

جناب سکینہ سے روایت ہے کہ جب ہم مدینہ سے چلے تو کوئی خانوادہ ہم اہل بیتؑ رسالتؐ سے زیادہ خطرہ اور خوف وہراس میں نہیں تھا۔ اور حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ جب امام حسینؑ نے ارادہ کیا کہ وہ مدینہ طیبہ سے باہر چلے جائیں تو مخدرات وخواتین بنی عبدالمطلبؑ جب آپ کے ارادہ سے مطلع ہوئیں تو وہ سب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور نوحہ وزاری کی صدا بلند ہوئی یہاں تک کہ حضرت ان کے درمیان سے گزرے اور انہیں قسم دی کہ وہ گریہ ونوحہ کی آوازوں کو بند کریں اور صبر کریں۔ وہ مصیبت زدہ جگر جلی ہوئی کہنے لگیں تو ہم نوحہ وزاری کس دن کے لیے رکھ چھوڑیں۔ خدا کی قسم یہ وقت ہمارے لیے اس دن کے مانند ہے جس دن رسول خداؐ نے دنیا سے کوچ کیا اور اس دن کی طرح ہے جس دن فاطمہ رقیہ زینب اور ام کلثوم رسول کی بیٹیوں (پروردہ) نے دنیا سے رحلت کی۔ خدا ہماری جان کو آپ کا فدیہ قرار دے۔ اے مومنین کے دلوں کے محبوب اور اے بزرگوں کی یادگار پھر آپ کی ایک پھوپھی آئیں اور انہوں نے نالہ وشیون کیا اور کہا میں گواہی دیتی ہوں اے نوردیدہ کہ میں نے اسی وقت سنا کہ جنات آپ پر نوحہ کر رہے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ۔

وان قتیل الطف من آلِ ھاشم

اذل رقاباً من قریش فذلت

یعنی آل ہاشم میں جو شخص مقام طف (کربلا) میں قتل ہوگا۔ اس نے قریش کی گردنوں کو جھکا دیا۔
پس وہ ذلیل ہوگئیں۔

قطب راوندی اور دوسرے اعلام کی روایت کے مطابق جناب ام سلمہ زوجہ طاہرہ حضرت رسولؐ کے مدینہ سے روانہ ہونے کے وقت آنجناب کے پاس تشریف لائیں اور عرض کیا، اے بیٹا مجھے عراق کی طرف جا کر دکھ نہ دینا کیونکہ میں نے آپؐ کے جد بزرگوار سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ میرا فرزند دلبند حسینؑ عراق کی اس زمین میں قتل کر دیا جائے گا۔ کہ جسے کربلا کہتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا اے مادر گرامی! خدا کی قسم میں اس بات کو جانتا ہوں اور میں ضرور قتل ہوں گا۔ اور میرے لیے جانے کے سوا چارہ کار نہیں اور میں حکم خدا کے مطابق عمل کروں گا۔ خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ میں کس دن شہید ہونگا۔ اور میں اپنے قاتل کو

پہچانتا ہوں اور اس جگہ کو بھی جانتا ہوں کہ جس میں میں دفن ہوں گا۔ میرے اہل بیت اعزہ اور شیعوں میں سے جو لوگ میرے ساتھ قتل ہوں گے ان کو جانتا ہوں۔

اے مادر گرامی! اگر آپ چاہیں تو آپ کو وہ جگہ دکھاؤں کہ جس میں میں قتل اور دفن ہوں گا۔ پھر آپ نے کربلا کی طرف اشارہ کیا۔ اعجاز امامت سے باقی زمینیں پست ہوگئیں اور زمین کربلا بلند ہوگئی۔ حضرت ام سلمہؓ نے حضرت کی شہادت کی جگہ دیکھی اور زار و قطار رونے لگیں۔

پھر آپ نے فرمایا: اے نانی اماں خدا نے یہ مقدر کیا اور چاہا کہ وہ مجھے ظلم و ستم سے شہید ہوتے اور میرے اہل بیت خواتین اور جماعت کو متفرق و پراگندہ اور میرے بچوں کو ذبح ہوتے اور طوق و سلاسل میں اسیر دیکھے جبکہ وہ فریاد کریں اور کوئی ان کا ناصر و مددگار نہ ہو۔ پھر فرمایا: نانی اماں! خدا کی قسم میں اسی طرح قتل ہونگا۔ میں عراق نہ بھی جاؤں تب بھی یہ مجھے قتل کردیں گے پھر حضرت اُم سلمہ نے کہا میرے پاس کچھ مٹی ہے جو رسولِ خدا نے مجھے دی ہے اور اس کو شیشی میں میں نے محفوظ کیا ہوا ہے۔ پس امام حسینؑ نے ہاتھ بڑھایا اور کربلا کی زمین سے ایک مٹھی بھر خاک اٹھالی اور حضرت اُم سلمہ کو دے دی۔ اور فرمایا، نانی اماں اس مٹی کو بھی اس خاک کے ساتھ حفاظت سے رکھ لو اور جس وقت یہ دونوں خاک خون ہوجائیں تو سمجھ لینا کہ مجھے کربلا میں شہید کردیا گیا۔

علامہ مجلسی نے جلاء میں فرمایا اور سندِ معتبر کے ساتھ حضرت صادقؑ سے روایت کیا ہے۔ (شیخ مفید اور دوسرے علماء سے) کہ جب سید الشہداءؑ مدینہ منورہ سے نکلے تو ملائکہ کی بہت سی فوجیں جنگ کے سامان سے آراستہ ہاتھوں میں نیزے پکڑے ہوئے جنت کے گھوڑے پر سوار ہوکر آپ کے راستہ میں آ کھڑے ہوئے اور انہوں نے آپ کو سلامی دی۔ اور عرض کیا اے اپنے نانا باپ اور بھائی کے بعد تمام مخلوق پر حجت خدا اللہ تعالیٰ نے آپ کے نانا کی بہت سے مقامات پر ہم سے مدد و نصرت کرائی اور اب ہمیں آپ کی مدد کے لیے بھیجا ہے۔ حضرت نے فرمایا تمہاری اور ہماری وعدہ گاہ وہ جگہ ہے کہ جسے خداوند عالم نے میری شہادت اور دفن کے لیے مقرر کیا ہے اور وہ کربلا ہے جب میں اس بقعہ شریفہ پر پہنچ جاؤں تو میرے پاس آنا۔ ملائکہ نے عرض کیا، اے حجت خدا! جو حکم آپ صادر فرمائیں ہم اطاعت کرنے کو تیار ہیں۔ اگر آپ کو دشمنوں کا خوف ہے تو ہم آپ کے ساتھ رہیں اور آپ سے ان کے ضرر کو دفع کریں تو آپ نے فرمایا یہ مجھے کوئی ضرر اور تکلیف نہیں دے سکیں گے جب تک میں اپنے مقام شہادت پر پہنچ نہ جاؤں پھر مسلمان جنات کی بے شمار فوجیں ظاہر ہوکر آپ کی خدمت میں پہنچیں اور آکر عرض کیا: اے ہمارے سید و سردار ہم آپ کے شیعہ اور مددگار ہیں جو آپ چاہیں اپنے دشمنوں اور دوسرے لوگوں کے متعلق حکم دیجئے تا کہ ہم اطاعت کریں اور اگر آپ فرمائیں تو اس وقت آپ کے تمام دشمنوں کو ہلاک کردیں بغیر اس کے کہ آپ کو کوئی زحمت ہو۔ اور آپ کوئی کام کریں ہم یہ کام کرنے کے لیے تیار ہیں۔ آپ نے ان کے حق میں دعا کی۔ فرمایا کہ کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی **اینما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدۃ**۔ جو کہ خدا نے میرے جد بزرگوار پر نازل کی ہے یعنی جہاں کہیں ہوگے تمہیں موت پالے گی چاہے تم مضبوط قلعوں میں کیوں نہ ہو اور پھر فرماتا ہے۔ **قل لو کنتم فی بیوتکم لبرز الذین کتب علیھم القتل الی مضاجعھم** "یعنی

کہدواے رسولؐ منافقین سے کہ اگر تم اپنے گھروں میں رہو تب بھی نکل آئیں گے وہ لوگ کہ جن کے لیے قتل و شہید ہونا لکھا جا چکا ہے۔ اپنے قتل ہونے اور آرام کرنے کی طرف۔ اب اگر میں توقف کروں اور جہاد کے لیے باہر نہ جاؤں تو گمراہ قوم کا کس کے ذریعے سے امتحان ہوگا۔ اور کس چیز سے اس تباہ ہونے والے گروہ کی آزمائش ہوگی اور کربلا میں میری قبر میں کون جا کے رہے گا جسے خداوند عالم نے زمین بچھانے والے دن سے منتخب کیا ہے اور اس باشرف جگہ کو میرے شیعوں کے لیے پناہ گاہ بنایا ہے۔ اور اس بقعہ مقدسہ کی طرف بازگشت اور جانے کو ان کے لیے دنیا و آخرت میں امن کا سبب بنایا ہے لیکن تم عاشورا کے دن میرے پاس آنا کہ جس دن کے آخر میں میں کربلا میں شہید ہونگا۔ جب کہ میرے اہل بیتؑ میں سے کوئی باقی نہیں رہے گا کہ جن کو قتل کرنے کا وہ ارادہ رکھتے ہوں اور میرا سر یزید پلید کے پاس لے جائیں۔

پس جنات نے عرض کیا۔ اے حبیب خدا اگر یہ بات نہ ہوتی کہ آپ کے حکم کی اطاعت واجب اور آپ کی مخالفت جائز نہیں تو ہم آپ کے تمام دشمنوں کو اس سے پہلے کہ وہ آپ تک پہنچیں قتل کر دیتے۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم ہماری قدرت ان پر تمہاری قدرت و طاقت سے زیادہ ہے لیکن ہم چاہتے ہیں کہ خدا کی حجت اس کی تمام مخلوق پر تمام کریں اور قضائے الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کریں۔

دوسری فصل

سید الشہداءؑ کا مکہ معظمہ میں ورود اور اہل کوفہ کے متواتر خطوط کا اس امام جن وانس کے پاس آنے کا بیان

پہلے گزر چکا ہے کہ سید الشہداء اتوار کی رات کو جب کہ ماہ رجب کے ختم ہونے میں دو دن رہتے تھے مدینہ سے نکلے پس جان لو کہ حضرت جمعہ کی رات تین شعبان کو مکہ معظمہ میں وارد ہوئے اور جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو اس آیت سے تمثیل کیا ولما توجہ تلقاء مدین قال عسی ربی ان یھدینی سوآء السبیل یعنی حضرت موسیٰ شہر مدین کی طرف متوجہ ہوئے تو کہا مجھے اُمید ہے کہ میرا پروردگار مجھے سیدھے راستے کی ہدایت کرے جو میرے مقصود تک پہنچائے اور ادھر سے جب ولید بن عتبہ حاکم مدینہ کو معلوم ہوا کہ امام حسینؑ بھی مکہ کی طرف چلے گئے ہیں تو ولید نے کسی کو عبداللہ بن عمر کے پاس بھیجا تا کہ وہ حاضر ہو کر یزید کی بیعت کرے۔ اس نے جواب دیا کہ جب دوسرے لوگوں نے یزید کی بیعت کر لی تو میں متابعت کروں گا۔ چونکہ ولید کو ابن عمر کی بیعت کرنے میں نفع نقصان نہیں نظر آیا۔ لہٰذا اس نے مصلحت تاخیر میں سمجھی اور اسے اس کی حالت پر چھوڑ دیا۔ عبداللہ بن عمر نے بھی مکہ کا راستہ لیا۔

خلاصہ یہ کہ جب اہل مکہ اور اس کے اطراف سے عمرہ کے لیے آنے والے لوگوں نے خبر مقدم مسرت لزوم سنی تو وہ آپ کی خدمت میں آنے لگے اور صبح وشام آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور عبداللہ بن زبیر نے اس وقت مکہ میں قیام کیا ہوا تھا اور مسلسل لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے خانہ کعبہ کے پاس نماز میں مشغول رہتا اور اکثر دنوں میں بلکہ دو دن میں ایک دفعہ حضرت کی خدمت میں بھی حاضر ہوتا لیکن حضرت کا مکہ میں رہنا اس کے لیے بوجھ تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ جب تک آنجناب مکہ میں ہیں اہل حجاز میں سے کوئی شخص بھی اس کی بیعت نہیں کرے گا۔ جب معاویہ کے مرنے کی خبر کوفہ میں پہنچی اور اہل کوفہ اس کی موت سے باخبر ہوئے اور امام حسینؑ اور ابن زبیر کا یزید کی بیعت سے انکار کرنا اور مکہ کی طرف جانا بھی انہیں معلوم ہوا۔ تو کوفہ کے شیعہ سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان میں جمع ہوئے اور حمد وثنائے الٰہی ادا کرنے کے بعد معاویہ کے مرنے اور یزید کی بیعت کے متعلق انہوں نے گفتگو کی سلیمان نے کہا: اے جماعت شیعہ تمہیں معلوم ہونا چاہیے۔ معاویہ ستمگار مر چکا ہے۔ اور یزید شراب خوار اس کی جگہ بیٹھ گیا ہے اور امام حسینؑ نے اس کی بیعت سے انکار کر دیا ہے اور مکہ معظمہ کی طرف چلے گئے ہیں اور تم ان کے اور ان کے پدر بزرگوار کے شیعہ ہو۔ اب اگر تم جانتے ہو کہ ان کی مدد اور ان کے دشمنوں سے جہاد کرو گے تو ان کو خط لکھو اور ان کو بلاؤ اور اگر کمزوری اور بزدلی تم پر غالب ہے اور ان کی مدد میں سستی کرنی ہے اور جو خیر خواہی اور اتباع کرنے کی شرط ہے۔ اسے عمل میں نہیں لاتا تو انہیں دھوکا نہ دو اور نہ انہیں ہلاکت ومصیبت میں ڈالو۔ وہ کہنے لگے اگر حضرت ہماری طرف تشریف لائیں تو ہم سب عقیدت کے ہاتھوں سے ان کی بیعت کریں

گے اور ان کی مدد و نصرت میں ان کے دشمنوں کے ساتھ جانفشانی کا مظاہرہ کریں گے۔ پھر ایک خط سلیمان بن صرد و مسیب بن نجبہ رفاعہ بن شداد بجلی حبیب بن مظاہر اور باقی شیعہ حضرات کی طرف سے آپ کی خدمت میں لکھا گیا کہ جس میں حمد و ثنا اور معاویہ کے مرنے کی خبر کے بعد درج کیا تھا کہ اے فرزند رسول ہم اس وقت امام و پیشوا نہیں رکھتے لہٰذا ہماری طرف آیئے اور ہمارے شہر میں قدم رنجہ فرمایئے تا کہ شاید خداوند عالم آپ کی برکت سے حق ہم پر ظاہر کرے اور نعمان بن بشیر حاکم کوفہ قصر الامارہ میں نہایت ذلت کے ساتھ بیٹھا ہے اور وہ خود کو امیر جماعت سمجھتا ہے حالانکہ ہم اسے امیر نہیں سمجھتے اور اس کی امارت کو نہیں چاہتے اور اس کی نماز جمعہ میں شریک نہیں ہوتے اور عید کے دن نماز عید کے لیے ان کے ساتھ نہیں جاتے اور اگر یہ خبر ہمیں مل جائے کہ آپ اس طرف آ رہے ہیں تو ہم اسے کوفہ سے نکال دیں گے تا کہ وہ اہل شام سے جا ملے۔ والسلام

پس وہ خط عبداللہ بن مسمع ہمدانی اور عبداللہ بن وال کے ہاتھ میں زیدہ اہل بیت عصمت وجلال کی خدمت میں بھیجا اور اس بات پر زور دیا کہ خط بہت جلد حضرت کی خدمت میں جا پہنچائیں۔ پس یہ دونوں بڑی تیزی سے راستہ طے کرتے ہوئے دس ماہ مبارک رمضان کو مکہ میں پہنچے اور اہل کوفہ کا یہ خط اس امام معظم کی خدمت میں پیش کیا۔ اہل کوفہ نے ان کے بھیجنے کے دو دن بعد قیس بن مسہر صیدی عبداللہ بن شداد عمارہ بن عمارہ بن عبداللہ سلولی کو حضرت کی طرف بہت سے خطوط دے کر کہ تقریباً جن کی تعداد ایک سو پچاس تھی روانہ کیا کہ جن میں ہر ایک خط کوفہ کے بڑے بڑے لوگوں میں سے دو دو تین تین چار چار افراد کی طرف سے تھا۔ دوبارہ دوران کے بعد صنادید کوفہ نے ہانی بن ہانی سبیعی اور سعید بن عبداللہ حنفی کو حضرت کی خدمت میں ایک خط دے کر بھیجا جس میں یہ مضمون لکھا تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

یہ خط ہے حسین بن علی علیہ السلام کی خلاف میں...... ان کے شیعوں اور فدویوں کی طرف سے امابعد: بہت جلد اپنے آپ کو دوستوں اور ہواخواہوں کے پاس پہنچایئے کیونکہ اس ولایت وملک کے تمام لوگ آپ کے قدوم مسرت لزوم کے منتظر ہیں اور آپ کے علاوہ کسی پر ان کی نگاہ نہیں البتہ جلدی کیجئے اور بڑی تعجیل کے ساتھ اپنے آپ کو ان مشتاق اور سرگردان لوگوں تک پہنچایئے...... والسلام

پھر شیث بن ربعی، حجار بن ابجر یزید بن حارث بن رویم، عروہ بن قیس، عمرو بن حجاج زبیدی، محمد بن تیمی نے اس مضمون کا خط لکھا: امابعد صحرا سرسبز ہیں، میوے پکے ہوئے ہیں۔ اب اگر آپ کا ارادہ اس سے متعلق ہے تو ہماری طرف آیئے کہ بہت سے لشکر آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہیں اور رات دن آپ کے قدوم شریف کے انتظار میں بسر کرتے ہیں۔ والسلام

اور پے در پے یہ خطوط حضرت تک پہنچتے رہے یہاں تک کہ ایک دن تو چھ سو خط ان بے وفا لوگوں کے آپ کے ہاں پہنچے اور آپ تامل فرماتے اور ان کا جواب نہیں دیتے تھے یہاں تک کہ آپ کے پاس بارہ ہزار خطوط جمع ہو گئے۔

تیسری فصل

حضرت کا سید جلیل مسلم بن عقیل کو کوفہ کی طرف بھیجنے اور ایک دوسرے قاصد کے ہاتھ اشراف بصرہ کو خط لکھنے کا بیان

جب بیوفا اہل کوفہ کے رسل ورسائل (قاصد وخطوط) حد سے زیادہ آئے یہاں تک کہ بارہ ہزار خطوط آپ کے پاس جمع ہو گئے تو مجبوراً آپ نے اس مضمون کا خط ان کے جواب میں تحریر کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم:۔ یہ خط ہے حسینؑ بن علیؑ کی طرف سے گروہ مسلمین یا مومنین کی طرف۔

امابعد! معلوم ہونا چاہیے کہ سعید وہانی آخری شخص ہے جو تمہارے بھیجے ہوئے افراد میں سے پہنچے اور تمہارے خطوط پہنچائے بعد اس کے کہ بہت سے قاصد اور بے شمار خطوط تمہاری طرف سے مجھے مل چکے ہیں اور ان سب کے مضامین سے مطلع ہوا ہوں۔ جن سب کا خلاصہ یہ تھا کہ ہمارا کوئی امام وپیشوا نہیں۔ آپ جلدی ہماری طرف آئیں کہ شاید خداوند عالم آپ کی برکت سے ہمیں حق وہدایت پر مجتمع کردے۔ یہ لو میں تمہاری طرف اپنا بھائی اپنے چچا کا بیٹا اور اپنے اہل بیت میں سے قابل وثوق مسلم بن عقیل کو بھیج رہا ہوں پس اگر اس نے مجھے لکھا کہ تمہارے عقلاء ودانا اور اشرف کی رائے اس چیز پر متفق ومجتمع ہے جو ان خطوط میں لکھی ہوئی ہے تو میں بہت جلدی تمہاری طرف آجاؤں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

پس مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ امام نہیں ہوسکتا مگر وہ شخص جو لوگوں کے درمیان کتاب خدا کے مطابق حکم کرے اور ان میں عدالت کے ساتھ قیام کرے اور شریعت مقدسہ کے جادہ سے قدم باہر نہ نکالے اور لوگوں کے دین حق میں مستقیم رکھے۔ والسلام۔

پھر آپ نے مسلم بن عقیل اپنے چچازاد بھائی کو بلایا جو خود عقل وعلم تدبیر وصلاح سداد وشجاعت میں ممتاز تھے اور انہیں اہل کوفہ سے بیعت لینے کے لیے قیس بن مسہر صیداوی عمارہ بن عبداللہ سلولی اور عبدالرحمان بن عبداللہ ارجی کے ساتھ اس طرف روانہ کیا اور انہیں تقویٰ اور پرہیزگاری اور مخالفین سے اپنے معاملہ کو مخفی رکھنے حسن تدبیر اور لطف ومدارات کا حکم دیا اور فرمایا کہ اگر اہل کوفہ میری بیعت پر متفق ہوجائیں تو حقیقت حال میری طرف تحریر کرو پس مسلم آپ سے رخصت ہو کر مکہ سے باہر نکلے۔

سعید بن طاؤس شیخ ابن نما اور دوسرے اعلام نے لکھا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے ایک خط شیوخ واشراف بصرہ کو کہ جن میں حنیف بن قیس منذر بن جارود۔ یزید بن مسعود نہشلی اور قیس بن ہثیم بھی تھے اس مضمون کا لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ خط ہے حسینؑ بن علی بن ابی طالب کی طرف سے ..... امابعد واضح ہو کہ خداوند عالم نے جناب محمد

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت ورسالت کے لیے انتخاب کیا۔ یہاں تک کہ آپ نے لوگوں کو نصیحت کی اور اپنے پروردگار کا پیغام پہنچایا تو اس وقت خدا نے مکرم انہیں اپنے پاس بلالیا اور آپ کے بعد آپ کے اہل بیتؑ آپ کے مقام کے زیادہ حقدار اور اس کے لیے اولیٰ تھے۔ لیکن ایک گروہ نے ہم پر غلبہ حاصل کیا اور ہمارے حق پر قبضہ کرلیا اور ہم اس وجہ سے کہ فتنہ وفساد کھڑا نہ ہو اور خونریزی نہ ہونے پائے خاموش ہو کر بیٹھ گئے اب یہ خط میں نے تمہاری طرف لکھا ہے اور تمہیں خدا اور رسولؐ کی طرف بلاتا ہوں پس یاد رکھو شریعت نیست ونابود ہو چکی ہے اور سنت رسول خدا برطرف ہوگئی ہے تو اگر تم لوگ میری دعوت کو قبول کرو اور میرے فرمان کی اطاعت کرو تو میں تمہیں گمراہی کے راستہ سے ہٹا کر ہدایت کے راستہ کی طرف لے جاؤں......والسلام

پھر آپ نے یہ خط اپنے موالیوں میں سے سلیمان نامی شخص کو دیا جس کی کنیت ابورزین تھی اور فرمایا کہ اسے بہت جلدی صنادید وسرداران بصرہ کے پاس لے جاؤ۔ جب سلیمان حضرت کا خط اشراف بصرہ کے پاس لے گیا اور وہ اس مضمون سے آگاہ ہوئے تو وہ خوش ہوئے اور یزید بن مسعود نہشلی نے بنی تمیم کے لوگ بنی حنظلہ کی جماعت اور بنی سعد کے گروہ کو بلایا جب وہ سب حاضر ہوئے تو کہنے لگا اے بنی تمیم تم میں میری قدر ومنزلت کیسی ہے۔ وہ کہنے لگے آپ کے مرتبہ کا کیا کہنا۔ خدا کی قسم آپ ہماری پشت اور پشت پناہ ہیں۔ فخر وشرافت کی چوٹی اور عزت وبلندی کا مرکز اور شرف ومنزلت میں سب سے آگے ہیں یزید بن مسعود کہنے لگا میں نے تمہیں جمع کیا تاکہ تم سے ایک مشورہ کروں اور تم سے امداد طلب کروں۔ وہ کہنے لگے۔ ہم کوئی رفیقہ آپ کی نصیحت سے نہیں اٹھا رکھیں گے اور جو مصلحت ہوگی وہ پیش کریں گے اب جو چاہیں آپ کہیں تاکہ ہم سنیں وہ کہنے لگا تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ معاویہ مرگیا ہے۔ اور ظلم وجور کا رشتہ ٹوٹ گیا ہے اور ظلم وستم کے ستون گر چکے ہیں اور معاویہ نے اپنے مرنے سے پہلے اپنے بیٹے یزید کی بیعت لے لی تھی اور یہ سمجھا کہ یہ کام یزید کو راس آئے گا۔ اور اس کی حکومت کی بنیادیں محکم ہو جائیں گی حالانکہ بعید ہے کہ فکر محال صورت پذیر ہو سوائے خواب وخیال کے ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے یزید شراب خوار جو امت کے درمیان خلافت کا دعویٰ اور امارت کی آرزو رکھتا ہے حالانکہ کہ وہ حلیہ حلم سے بری اور زینت علم سے عاری ہے خدا کی قسم اس سے جنگ کرنی مشرکین سے جہاد کرنے سے بہتر ہے۔ ہاں اے جماعت حسینؑ بن علیؑ فرزند رسول خداؐ علاوہ شرافت نسبی اور عمدگی عقل کے ان کی فضیلت شمار میں نہیں آسکتی اور ان کا علم اندازہ سے زیادہ ہے انہیں خلافت کا سلام کرو اور مضبوط ہاتھ سے ان کی بیعت کرو کیونکہ وہ رسول خداؐ سے قرابت رکھتے ہیں اور سنن واحکام کے جاننے والے ہیں چھوٹے پر شفقت اور بڑے سے لطف وکرم سے پیش آتے ہیں اور کتنی زیادہ وہ رعیت کی نگہبانی کرتے ہیں اور امت کی امامت وپیشوائی فرماتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ خداوند عالم نے انہیں مخلوق کے لیے حجت بنا کر بھیجا ہے اور ان کے موعظہ کو بلیغ قرار دیا ہے۔ ہاں اے لوگو! غور وفکر کرو۔ اندھی تقلید کرتے ہوئے نور حق سے ایک طرف خیمہ نصب نہ کرو اور اپنے آپ کو وادی ضلالت وباطل میں نہ ڈالو۔ اور صخر بن قیس یعنی احنف نے جنگ جمل میں امیر المومنین کی ہمرکابی سے پہلوتہی کی تھی اور تمہیں مدد نہ کرنے کی نحوست سے دوچار کیا تھا۔ اب اس آلودگی کو فرزند رسول خدا کی مدد کر کے دھو ڈالو۔ خدا کی قسم جو شخص بھی حضرت کی مدد سے چشم پوشی کرے گا۔ خداوند عالم اسے چاہ ذلت میں ڈال دے گا۔ اور اس کی ذلت اس کی اولاد وخاندان میں سرایت کرے گی اور یہ دیکھو میں نے مبارزہ کی زرہ پہن لی ہے اور

جنگ کا خود سر پر رکھ لیا ہے اور یہ بات تمہیں معلوم ہونی چاہیے کہ جو شخص قتل نہ ہو بالآخر وہ جان دے گا اور جو موت سے بھاگے آخر وہ اس کے پنجے میں پھنسے گا۔ خدا تمہیں جزائے خیر دے مجھے جواب دو اور بہترین جواب دو۔ سب سے پہلے بنو حنظلہ نے پکار کر کہا اے ابو خالد ہم آپ کے ترکش کے تیر ہیں اور آپ کے قبیلہ کے جنگ آزمودہ لوگ ہیں اگر ہمیں کمان پر رکھ کر کھینچو تو ہم نشانہ پر بیٹھیں گے اگر جنگ کرو تو ہم آپ کی نصرت و مدد کریں گے اور اگر آپ دریا میں آگ لگا دیں تو ہم اسے دوبارہ بھڑکائیں گے اور جب بھی بلاد مصیبت کا طوفان و سیلاب آپ کی طرف رخ کرے تو ہم منہ نہیں پھیریں گے بلکہ اپنی تلواروں سے آپ کی مدد کریں گے اور اپنی جان و بدن کو آپ کی سپر قرار دیں گے۔ اس وقت بنو سعد بن یزید کی آواز بلند ہوئی کہ اے ابو خالد ہم کسی چیز کو آپ کی مخالفت سے زیادہ مبغوض نہیں سمجھتے اور آپ کے حکم سے باہر قدم نہیں نکالیں گے ہمیں صخر بن قیس نے ترک جنگ کا حکم دیا تھا اور ہمارا ہنر چھپا رہا اب ہمیں کچھ مہلت دیجئے تا کہ ایک دوسرے سے مشورہ کرلیں۔ پھر آپ سے صورت حال عرض کریں گے ان کے بعد بنو عامر بن تمیم نے گفتگو شروع کی اور کہنے لگے اے ابو خالد آپ ہی کے آباؤ اجداد کی اولاد ہیں اور آپ کے عزیز اور ہم قسم ہیں۔ ہم اس بات پر خوش نہیں ہوتے جس پر آپ غضب ناک ہوں۔ اور ہم وہاں سامان نہیں اتاریں گے۔ جہاں سے آپ کوچ و سفر کا ارادہ رکھتے ہوں ہم آپ کی دعوت پر فوراً لبیک کہنے والے اور آپ کے حکم کے مطیع ہیں۔ ابو خالد نے کہا اے بنو سعد اگر تمہاری گفتار تمہارے کردار پر راست آئے تو خداوند عالم ہمیشہ تمہیں محفوظ اور اپنی نصرت سے تمہاری نگہبانی کرے۔ جب ابو خالد اس جماعت کی مکنون خاطر اور پوشیدہ ضمیر پر مطلع ہوئے تو انہوں نے امام حسین علیہ السلام کو اس طرح خط لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ امابعد تحقیق آپ کا خط مجھے ملا اور میں اس کے مضمون سے آگاہ ہوا۔ اور میں نے سمجھا کہ آپ مجھے اپنی اطاعت کی طرف اور اپنی مدد کے لیے بلا رہے ہیں۔ خداوند عالم زمین کو کسی ایسے عالم سے خالی نہ رکھے جو اچھائی کا کام کرے اور ایسے رہبر سے جو راہ رشاد کی طرف ہدایت کرے اور آپ خدا کی مخلوق پر اس کی حجت ہیں اور روئے زمین پر اس کی امان و امانت ہیں۔ آپ زیتون احمد یہ کی شاخ اور اس درخت کی اصل رسول خداؐ اور آپ فرع ہیں اب نیک فال کے ساتھ آپ ہماری طرف سفر کیجئے کیونکہ میں نے بنو تمیم کی گردنیں آپ کی خدمت کے لیے جھکا دی ہیں اور میں نے آپ کی اطاعت اور متابعت کے لیے اس طرح کا شائق انہیں کر دیا ہے۔ جیسے پیاسا اونٹ پانی والی جگہ کا ہوتا ہے اور میں نے آپ کی اطاعت کا قلادہ بنی سعد کی گردن میں ڈال دیا ہے اور ان کی گردن آپ کی خدمت کے لیے مطیع قرار دی ہے اور نصیحت کے صاف شفاف پانی کے ساتھ ان کے صحن دل کو مدد نہ کرنے اور خدمت سے بیٹھ جانے کی آلائش سے دھویا ہے اور پاک و صاف کر دیا ہے۔ والسلام

جب یہ خط امام حسینؑ کو ملا تو آپ نے فرمایا کہ خداوند عالم تجھے دہشت کے دن مامون اور پیاس کے دن سیراب کرے گا باقی رہا احنف بن قیس اس نے بھی حضرت کو اس طریقہ سے خط لکھا:

امابعد پس آپ صبر کریں۔ بے شک خدا کا وعدہ حق ہے اور جو لوگ یقین نہیں رکھتے وہ آپ کو سبکبار نہ بنائیں۔

اس آیت مبارکہ کے ذکر سے اس کا اشارہ تھا اہل کوفہ کی بیوفائی کی طرف اور منذر بن جارود کو جب آپ کا خط ملا تو وہ ڈرا کہ

شاید یہ خطوط عبیداللہ بن زیاد کی مکاریوں کا شاخسانہ ہوں اور وہ یہ چاہتا ہو کہ لوگوں کے نظریات اسے معلوم ہوں اور ہر شخص کو اس کے کیفر کردار تک پہنچائے اور منذر کی بیٹی کہ جس کا نام بحریہ تھا وہ بھی عبیداللہ بن زیاد کے نکاح میں تھی لہٰذا منذر وہ خط اور قاصد ابن زیاد کے پاس لے گیا۔ جب ابن زیادہ نے وہ خط پڑھا تو حکم دیا کہ آپ کے قاصد کی گردن اڑادی جائے بعض کہتے ہیں اسے سولی پر لٹکا دیا گیا اور یہ قاصد وہی ابورزین سلیمان تھا جو آپ کا مولائی تھا کہ جس کی جلالت شان بہت ہے بلکہ ہمارے استاد نے لولو مرجان میں کئی مراتب سے ان کا رتبہ ہانی بن عروہ سے بلند تر قرار دیا ہے جب ابن زیاد انہیں قتل کر چکا تو وہ منبر پر گیا اور بصرہ کے لوگوں کو تہدید وتخویف بلیغ کی اور اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو اپنا قائم مقام بنایا اور خود کوفہ کی طرف چلا گیا۔ خلاصہ یہ کہ جب بصرہ کے لوگ لشکر تیار کر چکے تا کہ کربلا میں جا کر امام حسین علیہ السلام کی نصرت ومدد کریں تو انہیں اطلاع ملی کہ حضرت شہید ہو گئے ہیں لہٰذا مجبوراً انہوں نے اپنے سامان سفر کھول دیئے اور آپ کا سوگ منانے لگے۔

چوتھی فصل

جناب مسلم بن عقیل کا کوفہ کی طرف جانا اوران بزرگوار کی شہادت کی کیفیت کا بیان

گزشتہ فصل میں تفصیل سے بیان ہو چکا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے اہل کوفہ کے خطوط کا جواب لکھا اور مسلم بن عقیل کو حکم دیا کہ وہ کوفہ کی طرف سفر کریں اور وہ خط کوفیوں کو پہنچا دیں۔ اب آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ جناب مسلم آپ کے حکم کے مطابق کوفہ کے لیے تیار ہوئے۔ پس حضرت کو الوداع کہہ کر روانہ ہوئے (اور بعض کلمات کے مطابق مسلم پندرہ رمضان کو مکہ سے روانہ ہوئے پانچ شوال کو کوفہ پہنچے) اور طی منازل کے بعد مدینہ میں پہنچے مسجد نبوی میں نماز پڑھی اور حضرت رسالت مآب کی زیارت کی۔ اپنے گھر گئے اپنے اہل وعیال وقبیلہ وعشیرہ سے ملاقات کی اوران کو وداع کر کے قبیلہ قیس کے دو راستہ شناس افراد کے ساتھ کوفہ کی طرف متوجہ ہوئے وہ راستہ بھول گئے اور جو پانی ان کے پاس تھا وہ ختم ہو گیا۔ پیاس کا ان پر غلبہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ وہ دونوں (راہ شناس) مر گئے۔ جناب مسلم نے کافی مشقت کے بعد خود کو مضیق نامی بستی کے پانی تک پہنچایا۔ وہاں سے ایک خط اپنے حالات کے متعلق اور استعفار سفر کوفہ کے سلسلہ میں امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کیا اور قیس بن مسہر کے ہاتھ حضرت کی خدمت میں بھیجا حضرت نے ان کا استعفار قبول نہ کیا اور حکم دیا کہ کوفہ جاؤ جب مسلم کو حضرت کا خط ملا تو وہ تیزی سے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے یہاں تک کہ کوفہ پہنچ گئے اور مختار بن ابوعبیدہ ثقفی کے مکان پر جو کہ سالم بن مسیب کا گھر مشہور تھا نزول اجلال فرمایا۔

طبری کی روایت ہے کہ مسلم بن عوسجہ کے مہمان ہوئے۔ کوفہ کے لوگوں نے جناب مسلم کے آنے کی خبر سن کر اظہار مسرت وخوشحالی کیا اور فوج درفوج حضرت کی خدمت میں آنے لگے۔ وہ جناب امام حسین علیہ السلام کا خط ہر گروہ کے سامنے پڑھتے تھے اور وہ لوگ آپ کے خط کے کلمات سن کر گریہ کرتے اور بیعت کرنے لگتے تاریخ طبری میں ہے کہ ان کے درمیان عابس بن ابی شبیب شاکری تھا۔ وہ کھڑا ہوا اور حمد وثنائے الٰہی بجالایا اور کہنے لگا: امابعد میں لوگوں کی بات نہیں بتاتا اور مجھے نہیں معلوم کہ ان کے دل میں کیا ہے۔ اور میں آپ کو دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتا۔ خدا کی قسم میں تو آپ کو اپنے متعلق خبر دیتا ہوں کہ جس چیز پر میں نے اپنے نفس کو پختہ کرلیا ہے خدا کی قسم میں لبیک کہوں گا۔ جب آپ پکاریں تو آپ کے دشمنوں کے ساتھ جنگ کروں گا اور ہمیشہ آپ کی مدد ونصرت میں تیغ زنی کروں گا یہاں تک کہ خدا سے ملاقات کروں اور اپنی اُجرت صرف خدا سے چاہتا ہوں پھر حبیب بن مظاہر کھڑے ہوئے اور کہا کہ خدا آپ پر رحم کرے اے عابس بیشک جو آپ کے دل میں تھا مختصراً اس کو بیان کیا ہے۔ اس کے بعد حبیب کہنے لگے خدا کی قسم کہ جس کے علاوہ کوئی خداوند برحق نہیں ہے ہیں میں بھی عابس کی طرح اسی جیسا عزم وارادہ رکھتا ہوں۔ پھر حنفی (ظاہراً سعید بن عبداللہ حنفی مراد ہیں) کھڑا ہوا اور اس نے بھی ایسی ہی گفتگو کی شیخ مفید اور

دوسرے اعلام نے کہا کہ جناب مسلم کے ہاتھ پر اہل کوفہ میں سے اٹھارہ ہزار افراد شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور اس وقت جناب مسلم نے حضرت کی طرف خط لکھا کہ اب اٹھارہ ہزار افراد آپ کی بیعت کر چکے ہیں اگر اس طرف آپ آئیں تو مناسب ہے۔ جب خبر مسلم اور اہل کوفہ کا ان کی بیعت کرنا کوفہ میں منتشر ہوا تو نعمان بن بشیر نے جو معاویہ اور یزید کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا لوگوں کو ڈرایا دھمکایا کہ جناب مسلم سے دستبردار ہو جاؤ اور ان کے پاس آنا جانا چھوڑ دو۔ لیکن لوگوں نے اس کے کلام کی پرواہ نہ کی اور اطاعت کے کان سے اسے نہ سنا تو عبداللہ بن مسلم بن ربیعہ نے (جو بنی امیہ کا ہوا خواہ تھا) جب نعمان کی کمزوری دیکھی تو یزید کو خط لکھا جو جناب مسلم کے کوفہ آنے اور اہل کوفہ کے بیعت کرنے اور نعمان کی شکایت اور اس کے علاوہ کسی صاحب قدرت گورنر کی خواہش پر مشتمل تھا۔ عمر بن سعد اور دوسرے لوگوں نے بھی اس قسم کے خطوط لکھے اور یزید کو حالات سے باخبر کیا جب یہ باتیں یزید کے کانوں میں پڑیں تو اس نے سرجون کی صوابدید پر جو معاویہ کے غلاموں میں شمار ہوتا تھا لیکن معاویہ اور یزید کے نزدیک بلند مرتبہ پر پہنچا ہوا تھا اس طرح مصلحت دیکھی کہ بصرہ کی حکومت و امارت کے ساتھ کوفہ کی گورنری بھی عبیداللہ بن زیاد لعین کے لیے واگزار کی جائے اور اس قسم کے واقعات کی اصلاح اس سے چاہی جائے۔ پس یزید نے عبیداللہ بن زیاد کو جو اُس وقت بصرہ کا والی تھا اس نے اس مضمون کا خط لکھا کہ اے ابن زیاد میرے شیعوں نے کوفہ سے مجھے خط لکھا اور آگاہ کیا کہ عقیل کا بیٹا کوفہ میں وارد ہوا ہے اور وہ حسین علیہ السلام کے لیے لشکر جمع کر رہا ہے جب میرا خط تمہیں ملے فوراً کوفہ کی طرف جاؤ اور جس طرح ہو سکے ابن عقیل کو گرفتار کر کے قید کر دو یا اسے قتل کر دو یا کوفہ سے نکال دو۔ جب یزید کا خط عبیداللہ پلید کو ملا تو اس وقت اس نے کوفہ کے سفر کی تیاری کی اور اپنے بھائی عثمان کو بصرہ میں اپنا نائب مقرر کیا اور دوسرے دن مسلم بن عمرو باہلی شریک بن اعور حارثی اور اپنے حشم و خدم اور گھر والوں کے ساتھ کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب کوفہ کے قریب پہنچا تو ٹھہر گیا یہاں تک کہ فضا پر شب کی تاریکی چھا گئی اس وقت شہر میں داخل ہوا جبکہ سیاہ عمامہ سر پر رکھا ہوا تھا اور اپنا منہ لپیٹا ہوا تھا اور کوفہ کے لوگ اس رات امام کے آنے کے منتظر تھے لہٰذا انہوں نے گمان کیا کہ حضرت کوفہ میں تشریف لے آئے ہیں لہٰذا اظہار فرح و سرور کیا اور پے در پے اس کو سلام کر رہے تھے اور مرحبا کہتے تھے لیکن اس ملعون کو تاریکی شب کی وجہ سے نہ پہچانا یہاں تک کہ لوگوں کی کثرت کی وجہ سے مسلم بن عمر کو غصہ آ گیا اور اس نے چیخ کر کہا ہٹ جاؤ۔ لوگوں یہ تو عبیداللہ ابن زیاد ہے پس وہ لوگ منتشر ہو گئے اور وہ ملعون قصر الامارۃ تک پہنچ کر اس کے اندر داخل ہو گیا اور وہ رات وہیں گزار دی جب دوسرا دن ہوا تو لوگوں کو اطلاع دی کہ وہ جمع ہو جائیں۔ پھر وہ منبر پر گیا اور خطبہ پڑھا اور اہل کوفہ کو تہدید و تخویف (ڈرایا دھمکایا) کی اور بادشاہ کی نافرمانی سے بہت ڈرایا اور یزید کی اطاعت کرنے پر ان سے انعام و اکرام کا وعدہ کیا۔ اس وقت منبر سے نیچے اترا قبائل و محلوں کے رؤسا اور امراء کو بلایا اور ان سے تاکید کی کہ جس کے متعلق تمہیں گمان ہو کہ وہ یزید کا مخالف اور دلی طور اس سے صاف نہیں اس کا نام لکھ کر مجھے دو اور اگر اس معاملہ میں تم لوگوں نے سستی اور کاہلی سے کام لیا تو تمہارا خون میرے لیے حلال ہوگا۔ جب یہ خبر جناب مسلم کو پہنچی تو آپ نے خطرہ محسوس کیا۔ لہٰذا مختار کے گھر سے ہانی بن عروہ کے گھر کی طرف منتقل ہو کر

چھپ گئے اور طبری وابوالفرج کی روایت کے مطابق جب مسلم ہانی کے دروزاہ پر پہنچے تو اس کو پیغام بھیجا کہ باہر آؤ۔ مجھے تم سے کام ہے جب ہانی باہر آیا تو جناب مسلم نے فرمایا کہ میں تمہارے پاس آیا ہوں تا کہ مجھے پناہ دو اور اپنا مہمان بناؤ۔ ہانی نے انہیں جواب دیا مجھے ایک سخت چیز کا مکلف قرار دے رہے ہیں اور اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ آپ میرے گھر پر آئے ہیں اور مجھ پر اعتماد کیا ہے تو میں پسند کرتا کہ آپ میرے پاس سے واپس چلے جائیں لیکن اب میری غیرت اجازت نہیں دیتی کہ آپ کو چھوڑ دوں اور اپنے گھر سے نکال دوں۔ اندر تشریف لائیں پس جناب مسلم ہانی کے گھر میں داخل ہوئے اور سابقہ روایت کے مطابق جب مسلم ہانی کے گھر میں گئے تو شیعہ پوشیدہ طور پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان کی بیعت کرتے اور جس سے بیعت لیتے اسے قسم دیتے کہ وہ راز فاش نہ کرے اور یہ معاملہ یونہی رہا یہاں تک کہ ابن شہر آشوب کی رویت کے مطابق پچیس ہزار افراد نے آپ کی بیعت کر لی اور ابن زیادہ کو معلوم نہیں تھا کہ مسلم کہاں ہیں۔ لہٰذا اس نے جاسوس مقرر کیے ہوئے تھے کہ وہ مسلم کے حالات کو معلوم کریں۔ یہاں تک کہ تدبیر اور حیلوں سے وہ اپنے غلام معقل کی وساطت سے مطلع ہوا کہ آنجناب ہانی کے گھر میں ہیں اور معقل ہر روز مسلم کی خدمت میں جاتا اور شیعوں کے مخفی حالات سے مطلع ہوتا اور ابن زیاد کو خبردار کرتا اور .
چونکہ ہانی کو ابنِ زیاد کا کھٹکا تھا اس نے اپنے آپ کو مریض بنالیا اور بیماری کے بہانے ابن زیاد کی مجلس میں نہیں جاتا تھا۔ ایک دن ابنِ زیاد نے محمد بن اشعث، اسماء بن خارجہ اور عمرو بن حجاج کو جو ہانی کا سسر تھا بلایا اور کہنے لگا کہ کیا وجہ ہے کہ ہانی میرے پاس نہیں آتا۔ وہ کہنے لگا اور تو وجہ ہمیں معلوم نہیں کہتے کہ وہ بیمار ہے۔ کہنے لگا ہم نے سنا ہے کہ وہ صحت یاب ہو گیا ہے اور گھر سے باہر آتا ہے اور گھر کے دروازے پر بیٹھتا ہے اور اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ وہ بیمار ہے تو میں اس کی عیادت کے لیے جاؤں گا۔ اب تم لوگ ہانی کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ وہ میرے دربار میں آئے اور میرے واجب حقوق کو ضائع نہ کرے۔ کیونکہ میں پسند نہیں کرتا کہ میرے اور ہانی کے درمیان جو کہ اشراف عرب میں سے ہے کدورت رہ پائے پس یہ لوگ ہانی کے پاس گئے اور اسے کسی نہ کسی طرح ابنِ زیاد کے مکان کی طرف لے چلے۔ ہانی نے راستہ میں اسماء سے کہا اے میرے بھتیجے مجھے ابن زیاد سے خوف آتا ہے اور میں اس سے ڈر رہا ہوں۔ اسماء نے کہا کہ ڈرو نہیں کیونکہ اس کے دل میں تمہارے متعلق کوئی برا ارادہ نہیں اور وہ اسے تسلی دیتا رہا۔ یہاں تک کہ اس ملعون کے دربار میں لے آئے اور مکر وحیلہ بازی سے اس سردار قبیلہ کو عبید اللہ کے پاس پہنچایا۔ جب عبید اللہ کی نگاہ ہانی پر پڑی تو اس نے کہا کہ اتاك بخائن رجلاہ مراد یہ تھی کہ اپنے پاؤں موت کی طرف چل کر آیا ہے۔ پس عتاب وسرزنش کرنے لگا۔ کہ اے ہانی یہ کیسا فتنہ ہے کہ جو تو نے اپنے گھر میں برپا کر رکھا ہے اور یزید کے ساتھ خیانت برتی ہے اور مسلم بن عقیل کو اپنے گھر میں بٹھا رکھا ہے اور اس کے لشکر اور ہتھیار جمع کر رہا ہے اور تو گمان کر رہا ہے کہ یہ باتیں ہم پر مخفی اور پوشیدہ رہ جائیں گی ہانی نے انکار کیا تو ابن زیاد نے معقل کو جو کہ ہانی اور مسلم کے پوشیدہ حالات سے واقف ہو چکا تھا بلایا۔ جب ہانی کی نظر معقل پر پڑی تو وہ سمجھا کہ یہ ملعون ابن زیاد کا جاسوس تھا اور یہ اس لعین کو ان کے اسرار پر مطلع کرتا رہا ہے۔ اب ہانی انکار نہ کر سکا۔ مجبوراً کہنے لگا میں نے مسلم کو نہیں بلایا اور نہ اپنے گھر میں لے کر آیا ہوں بلکہ زبردستی وہ

میرے گھر میں آئے اور پناہ مانگی تو مجھے شرم آگئی کہ میں انہیں اپنے گھر سے نکال دوں اب مجھے اجازت دو کہ میں جا کر انہیں اپنے مکان سے نکال دوں تا کہ جہاں وہ چاہیں چلے جائیں۔ اس کے بعد میں تیرے پاس واپس آجاؤں گا اور اگر چاہتے ہو تو کوئی چیز بطور رہن و گروی تمہارے پاس رکھ دوں تا کہ تمہیں اطمینان ہو کہ میں تمہارے پاس واپس آجاؤں گا۔ عبید اللہ بن زیاد کہنے لگا میں تم سے دستبردار نہیں ہونگا۔ جب تک اسے میرے پاس حاضر نہ کرو۔ ہانی نے کہا خدا کی قسم یہ کبھی نہیں ہوگا کہ میں اپنے مہمان کو تمہارے ہاتھ میں دے دوں تا کہ تم اسے قتل کر دو۔ ابن زیاد انہیں لے آنے پر زور دیتا تھا اور ہانی انکار کرتا تھا جب ان کے درمیان بات کافی بڑھ گئی تو مسلم بن عمرو باہلی کھڑا ہوا اور کہنے لگا اے امیر! اسے چھوڑ دیجئے تا کہ میں اس سے تنہائی میں بات کرلوں اور ہانی کا ہاتھ پکڑ کر وہ اسے قصر الامراہ کے ایک کونے میں لے گیا اور ایسی جگہ بیٹھ گئے کہ جہاں ابن زیاد انہیں دیکھ رہا تھا اور ان کی باتیں سن رہا تھا۔ پس مسلم بن عمرو نے کہا اے ہانی! میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اپنے آپ کو قتل نہ کراؤ اور اپنے عشیرہ وقبیلہ کو مصیبت میں مبتلا نہ کرو مسلم ابن زیادہ اور یزید کے درمیان رابطہ قرابت ورشتہ داری موجود ہے اور یہ لوگ اسے قتل نہیں کریں گے۔ ہانی کہنے لگا خدا کی قسم یہ ننگ وعار میں اپنے لیے پسند نہیں کروں گا کہ اپنے مہمان کو جو فرزند رسولؐ کا بھیجا ہوا ایلچی ہے دشمن کے ہاتھ میں دے دوں حالانکہ میں تندرست وتوانا ہوں۔ اعوان ومددگار بھی بہت سے رکھتا ہوں۔ خدا کی قسم اگر میرا کوئی بھی مددگار نہ ہو پھر بھی میں مسلم کو اس کے ہاتھ میں نہیں دوں گا کہ وہ قتل کر دیا جائے۔ جب ابن زیادہ نے یہ باتیں سنیں تو ہانی کو اپنے پاس بلایا۔ جب ہانی کو اس کے قریب لے گئے تو اسنے ہانی کو دھمکی دی اور کہا خدا کی قسم اگر ابھی تم نے مسلم کو حاضر نہ کیا تو میں حکم دوں گا کہ سرتن سے جدا کر دیں۔ ہانی کہنے لگا تجھ میں یہ قوت وطاقت نہیں ہے کہ تو میری گردن اڑا دے کیونکہ اگر تو اس فکر کے پیچھے گیا تو ابھی تیرا گھر ننگی تلواروں سے گھیر لیں گے اور تجھے قبیلہ مذحج کے ہاتھوں کیفر کردار تک پہنچائیں گے اور ہانی کا یہ خیال تھا کہ اس کا قبیلہ اس کے ساتھ ہے اور وہ اس کی حمایت ونصرت میں سستی نہیں کرے گا۔ ابن زیاد کہنے لگا تو مجھے ننگی تلواروں سے ڈراتا ہے پس اس نے حکم دیا کہ ہانی کو اس کے قریب لائیں۔ پھر اس لعین نے وہ چھڑی جو اس کے ہاتھ میں تھی ہانی کے چہرے اور ناک پر مارنا شروع کر دی کہ جس سے ہانی کی ہڈی ٹوٹ گئی اور اس کے لباس پر خون بہنے لگا اور اس کے چہرے کا گوشت گرنے لگا۔ اتنا مارا کہ وہ چھڑی ٹوٹ گئی ہانی نے جرات کر کے ابن زیاد کی خدمت میں جو اعوان و پاسبان کھڑے تھے ان میں سے ایک کی تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈالا اور اس نے چاہا کہ وہ تلوار ابن زیاد کے مارے اس شخص نے تلوار کی دوسری طرف پکڑ لی اور مانع ہوا کہ ہانی تلوار نہ چلا سکے۔ ابن زیاد نے جب یہ کیفیت دیکھی تو اس نے چلا کر غلاموں سے کہا کہ ہانی کو پکڑ لو اور زمین پر کھینچ کر لے جاؤ۔

غلاموں نے ہانی کو پکڑ لیا اور کھینچتے ہوئے ابن زیاد کے گھر کے ایک کمرہ میں ڈال کر اس کا دروازہ بند کر دیا۔ جب اسماء بن خارجہ اور شیخ مفید کی روایت کے مطابق حسان بن اسماء نے یہ حالت دیکھی تو اس نے ابن زیاد کی طرف رخ کیا اور کہنے لگا، تو نے ہمیں حکم دیا ہم گئے اور اس شخص کو بہانے سے لے آئے اب تو نے اس سے دھوکا اور غدر کیا اور اس سے یہ سلوک کر رہا ہے۔ ابن زیاد کو اس

بات سے غصہ آ گیا اور حکم دیا کہ اس کے سینہ پر مکے لگاؤ۔ اور مکّے اور طمانچوں سے مارا کر اسے بٹھا دیا۔ اس وقت محمد بن اشعث ملعون کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا امیر ہمیں ادب سکھاتا ہے جو چاہے وہ کرے۔

ہم اس کے فعل پر راضی ہیں۔ پس عمرو بن حجاج کو خبر ملی کہ ہانی قتل ہو گیا ہے۔ عمرو نے قبیلہ مذحج کو جمع کیا اور اس لعین کے قصر الامارہ کا گھیراؤ کیا اور اس نے چلا کر کہا میں ہوں عمرو بن حجاج اور یہ قبیلہ مذحج کے بہادر جمع ہو چکے ہیں کہ ہانی کے خون کا بدلہ لیں۔ ابن زیاد کو ڈر محسوس ہوا اس نے شریح قاضی سے کہا کہ ہانی کے پاس جاؤ اور اسے دیکھ کر لوگوں کو باخبر کر دو کہ وہ زندہ ہے اور قتل نہیں ہوا۔ جب شریح ہانی سے کہا کہ ہانی کے پاس گیا تو دیکھا کہ اس کے چہرے سے خون بہہ رہا ہے اور کہہ رہا تھا کہ میرا قبیلہ اور رشتہ دار کہاں ہیں۔ اگر ان میں سے دس آدمی بھی قصر میں آ جائیں تو وہ ابھی مجھے ابن زیاد سے چھڑا لیں۔ پھر شریح اس کے پاس سے ہو کر باہر نکلا اور اس نے لوگوں سے کہا ہانی زندہ ہے اور اس کے قتل کی خبر جھوٹی ہے جب اس کے قبیلہ نے جان لیا کہ وہ زندہ ہے۔ تو انہوں نے خدا کی بہت حمد وثنا کی اور منتشر ہو گئے اور جب ہانی کی خبر مسلم کو پہنچی تو انہوں نے اپنے ساتھیوں میں منادی کرائی کہ وہ جنگ کے لیے نکل آئیں۔ بے وفا کوفیوں نے جب منادی کی آواز سنی تو ہانی کے دروازے پر جمع ہو گئے اور مسلم باہر آئے انہوں نے ہر قبیلہ کے لیے الگ الگ علم ترتیب دیئے اور تھوڑے سے وقت میں مسجد اور بازار آپ کے ساتھیوں سے پر ہو گئے ابن زیاد کے لیے معاملہ سخت ہو گیا کیونکہ دارالامارہ میں پچاس افراد سے زیادہ نہیں تھے اور کچھ اس کے مددگار جو باہر تھے انہیں اس تک پہنچنے کا راستہ نہیں ملتا تھا پس مسلم کے ساتھیوں نے قصر الامارہ کو گھیر لیا۔ وہ پتھر پھینکتے تھے ابن زیاد اور اس کی ماں کو گالیاں دیتے تھے ابن زیاد نے جب اہل کوفہ کی شورش دیکھی تو کثیر ابن شہاب کو اپنے پاس بلایا اور کہنے لگا قبیلہ مذحج میں تمہارے دوست بہت ہیں دارالامارہ سے باہر جاؤ اور ان میں سے جو شخص تمہاری اطاعت کرے۔ وہ لوگوں کو یزید کے عقاب اور سخت جنگ کے برے انجام سے ڈرائے اور مسلم کی معاونت میں اسے سست کرے اور محمد بن اشعث کو بھیجا کو وہ قبیلہ کندہ میں سے اپنے دوستوں کو اکٹھا کرے اور امان کا جھنڈا کھول دے اور منادی کرے کہ جو اس جھنڈے کے نیچے آ جائے اس کی جان مال اور عزت محفوظ ہے اور اسی طرح قعقاع ذہلی شیث بن ربعی، حجار بن جبیر، شمر ذی الجوش جیسے بیوفا غداروں کو فریب دینے کے لیے باہر بھیجا۔ پس محمد بن اشعث نے علم بلند کیا تو کچھ لوگ جمع ہو گئے اور دوسرے لوگ بھی وساوس شیطانی سے لوگوں کو مسلم کی موافقت سے پشیمان اور نادم کر رہے تھے اور ان کی جمعیت کو افتراق میں بدل رہے تھے یہاں تک کہ ان غداروں نے بہت سے لوگوں کو اپنے ساتھ کر لیا اور دارالامارہ کے پچھلے دروازے سے قصر میں داخل ہو گئے جب ابن زیاد نے اپنے پیروکاروں کی کثرت دیکھی تو شیث بن ربعی کے لیے ایک علم درست کیا اور اسے منافقین کے ایک گروہ کے ساتھ باہر بھیجا اور اشراف کوفہ اور قبائل کے بڑے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ قصر کی چھت سے چلے جائیں اور وہ مسلم کے پیروکاروں کو آوازیں دینے لگے کہ اے لوگوں اپنے اوپر رحم کرو اور منتشر ہو جاؤ کیونکہ ابھی شام کے لشکر آ رہے ہیں اور تم میں ان سے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے اور اگر اطاعت کر لو امیر نے عہد کیا ہے کہ وہ تمہارے لیے یزید سے معذرت کرے گا اور تمہیں دگنے عطیات عطا کرے گا اور اس نے قسم کھائی ہے کہ اگر تم لوگ منتشر نہ ہوئے تو شام کے لشکر آ گئے تو وہ

تمہارے مردوں کو قتل کر دیں گے اور بے گناہ کو گناہ گار کی جگہ مار ڈالیں گے اور تمہاری عورتوں اور بچوں کو اہل شام میں تقسیم کر دیں گے۔ کثیر بن شہاب اور دوسرے بڑے بڑے لوگ بھی جو ابن زیاد کے ساتھ تھے وہ لوگوں کو ان باتوں کے ساتھ ڈراتے تھے یہاں تک کہ غروب آفتاب قریب آ گیا اور کوفہ کے لوگ ان وحشت آمیز باتوں سے دہشت میں پڑ گئے اور اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

بے وفا کوفیوں کا مسلمؑ بن عقیل کے پاس سے متفرق ہونا:

ابومخنف نے یونس بن اسحاق سے اور اس نے عباس جدلی سے روایت کی ہے کہ ہم چار ہزار افراد مسلم بن عقیل کے ساتھ تھے جنہوں نے ابن زیاد کو دفع کرنے کے لیے خروج کیا تھا ابھی قصر الامراء تک نہیں پہنچے تھے کہ تین سو باقی رہ گئے یعنی اس طرح لوگ مسلم کے اطراف سے متفرق ہو گئے۔ خلاصہ یہ کہ کوفہ کے لوگ مسلم سے الگ ہوتے گئے اور معاملہ یہاں تک پہنچا کہ عورتیں آتیں اور اپنے بیٹوں اور بھائیوں کا ہاتھ پکڑ کر انہیں گھر لے جاتیں اور مرد اپنے بیٹوں سے کہتے کہ اپنا سر سالم لے جاؤ اور اپنا کام کرو کیونکہ کل جب شام سے لشکر آ گیا تو ہم ان سے مقابلہ نہیں کر سکتے۔ پس پے در پے لوگ مسلم کے پاس سے پراگندہ ہو گئے اور جب نماز کے وقت آیا اور مسلم نے مغرب کی نماز مسجد میں پڑھائی تو اس انبوہ کثیر میں سے صرف تیس آدمی باقی رہ گئے تھے مسلم نے جب اہل کوفہ کی اس طرح بے وفائی دیکھی تو چاہا کہ مسجد سے باہر نکلیں۔ ابھی وہ باب کندہ تک نہیں پہنچے تھے کہ آپ کی رفاقت میں دس افراد سے زیادہ باقی نہ رہے اور جب باب کندہ سے قدم باہر رکھا تو کوئی بھی آپ کے ساتھ نہ رہا اور وہ تنہا رہ گئے پس اس غریب مظلوم نے دیکھا تو ایک شخص بھی نظر نہ آیا جو انہیں کسی جگہ کا راستہ بتائے یا انہیں اپنے گھر لے جائے۔ یا اگر دشمن ان حملہ کرے تو وہ ان کی اعانت کرے۔

پس وہ کوفہ کی گلیوں میں حیران و پریشان پھر رہے تھے ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کہاں جائیں۔ یہاں تک کہ ان کا گزر گروہ کے بنی بجیلہ کے گھروں سے ہوا جب کچھ راستہ طے کیا طوعہ کے گھر کے دروازے پر پہنچے اور وہ اشعث بن قیس کی کنیز تھی کہ جسے اس نے آزاد کر دیا تھا اور اس نے رشید حضرمی سے نکاح کر لیا تھا اور اس سے اس کا بیٹا تھا۔ چونکہ اس کا بیٹا ابھی تک گھر واپس نہیں آیا تھا تو طوعہ اس کے انتظار میں گھر کے دروازے پر کھڑی تھی۔ جب مسلم نے اسے دیکھا تو اس کے پاس تشریف لے گئے اور سلام کیا طوعہ نے سلام کا جواب دیا تو مسلم نے فرمایا۔

''اے کنیز خدا را مجھے پانی پلاؤ۔''

طوعہ پانی کا جام آپ کے لیے لے آئی۔ جب مسلم نے پانی پی لیا تو وہیں بیٹھ گئے طوعہ پانی کا برتن گھر میں رکھ کر واپس آئی تو حضرت کو دیکھا کہ اس کے دروازے پر بیٹھے ہیں کہنے لگی، اے بندہ خدا کیا تو نے پانی نہیں پی لیا۔ فرمایا کیوں نہیں۔ کہنے لگی پھر کھڑے ہو جاؤ اور اپنے گھر جاؤ۔ جناب مسلم نے کوئی جواب نہ دیا۔ طوعہ نے اپنی بات کا اعادہ کیا۔ مسلم پھر بھی خاموش رہے تیسری دفع اس خاتون نے کہا سبحان اللہ اے بندہ خدا کھڑا ہو جا اور اپنے گھر چلا جا کیونکہ رات کے وقت تیرا میرے دروازے پر ٹھہرنا

مناسب نہیں اور میں بھی تیرے لیے حلال اور جائز نہیں قرار دیتی جناب مسلم کھڑے ہو گئے اور فرمایا اے کنیز خدا میرا اس شہر میں گھر رشتہ داروں معاون و مددگار کوئی نہیں۔ میں مسافر ہوں اور میرا کوئی ٹھکانہ نہیں کیا یہ ممکن ہے کہ تو مجھ پر احسان کرے اور مجھے اپنے گھر میں پناہ دے اور شاید آج کے بعد میں اس کا بدلہ تجھے دے سکوں۔ اس نے عرض کیا آپ کا معاملہ کیا ہے؟ فرمایا میں مسلم بن عقیل ہوں۔ اہل کوفہ نے مجھے دھوکہ دیا ہے اور مجھے اپنے گھر سے آوارہ وطن کیا ہے اور میری مدد سے دست بردار ہو گئے ہیں اور مجھے تنہا بے کس چھوڑ دیا ہے۔ طوعہ کہنے لگی آپ مسلم ہیں؟ فرمایا ہاں۔ عرض کرنے لگی۔ تشریف لایئے اور گھر کے اندر آ جائیں۔

پس وہ انہیں گھر کے اندر لے گئی اور ایک اچھے کمرے میں ان کے لیے بستر بچھا دیا اور آپ کے لیے کھانا لے آئی۔ مسلم نے کھانا نہ کھایا۔ وہ مومنہ آپ کی خدمت میں مشغول رہی۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ اس کا بیٹا بلال گھر آیا جب اُس نے دیکھا کہ اس کی ماں اس کمرے میں بہت آتی جاتی ہے تو اس کے دل میں آیا کہ کوئی نئی بات ہے لہٰذا اس نے اپنی ماں سے اس کی وجہ پوچھی۔ اس کی ماں نے چاہا کہ اس سے مخفی رکھے لیکن لڑکے نے اصرار کیا۔ طوعہ نے جناب مسلم کے آنے کی اس کو خبر دی اور اسے قسم دی کہ وہ اس راز کو فاش نہ کرے۔ بلال خاموش ہو کر سو گیا۔

عبید اللہ بن زیاد نے جب دیکھا کہ مسلم کے ساتھیوں کا شور و غل یکدم ختم ہو گیا ہے تو اس نے دل میں سوچا کہ ہو سکتا ہے کہ مسلم نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ کوئی حیلہ کیا ہو تا کہ اچانک مجھ پر حملہ کو دے اور اپنا کام نکال لے وہ اس سے ڈرتا تھا کہ دارالامارہ کا دروازہ کھولے اور نماز کے لیے مسجد میں جائے لہٰذا اس نے ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ مسجد کی چھت کے تختے اتار کر روشنی کر کے دیکھیں کہ شاید مسلم اور ان کے ساتھی مسجد کی چھتوں کے نیچے اور مسجد کے کونوں میں چھپے ہوئے نہ ہوں۔ انہوں نے اپنے دستور العمل کے مطابق کیا اور جتنی کوشش کی انہیں مسلم کی خبر نہ معلوم ہو سکی تو انہوں نے ابن زیاد کو بتایا کہ لوگ منتشر ہو چکے ہیں اور مسجد میں کوئی بھی نہیں پھر اس لعین نے حکم دیا کہ باب السدہ کھول دیں اور وہ خود اپنے ساتھیوں کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا اور اس کے منادی نے کوفہ میں ندا دی کہ کوفہ کے بڑے لوگوں اور اشراف میں سے جو شخص عشاء کی نماز کے لیے نہ آیا تو اس کا خون رائیگاں جائے گا۔ تھوڑی ہی دیر میں مسجد لوگوں سے بھر گئی پھر اس نے نماز پڑھائی اور منبر پر گیا اور حمد و ثنا کے بعد کہا۔

اے لوگو! تم نے دیکھا کہ ابن عقیل سفیہ و جاہل نے کیا اختلاف اور افتراق پیدا کر دیا ہے اور اب وہ بھاگ گیا ہے پس جس گھر میں سے مسلم مل گیا اور اس نے ہمیں اس کی خبر نہیں دی ہو گی تو اس کی جان و مال مباح ہیں اور جو شخص مسلم کو ہمارے پاس لے آئے تو ہم اسے مسلم کی دیت کی قیمت دیں گے اور ان لوگوں کو ڈرایا دھمکایا۔ پھر اس نے حصین بن تمیم (نمیر) کا رُخ کیا اور کہنے لگا تیری ماں تیرے ماتم پر بیٹھے اگر تو نے کوفہ کی گلیوں کی حفاظت نہ کی اور مسلم بھاگ گیا۔ میں نے تجھے کوفہ کے گھروں پر مسلط کیا اور شہر کا داروغہ مقرر کیا۔ اپنے کارندوں کو بھیج تا کہ وہ شہر کی گلیوں اور دروازوں کی حفاظت کریں۔ جب صبح ہو تو گھروں میں جا کر مسلم کو تلاش کریں۔

پھر وہ ملعون منبر سے اترا اور قصر میں چلا گیا جب صبح ہوئی تو اس ملعون نے دربار لگایا۔ کوفہ کے لوگوں کو آنے کی اجازت دی اور محمد بن اشعث پر نوازش کرتے ہوئے اسے اپنے پہلو میں بیٹھایا۔ اس وقت طوعہ کا بیٹا ابن زیاد کے دروازے پر آیا اور عبدالرحمن

بن محمد بن اشعث کو مسلم کی خبر دی۔ وہ ملعون اپنے باپ خبیث کے پاس گیا اور آہستہ سے اسے بتایا ابن زیاد چونکہ محمد بن اشعث کے پہلو میں بیٹھا تھا تو وہ اس مطلب سے آگاہ ہو گیا اور اس نے محمد سے کہا کہ جاؤ اور مسلم کو گرفتار کر لاؤ اور عبید اللہ بن عباس سلمی کو قبیلہ قیس کے ستر افراد کے ساتھ اس کے ہمراہ بھیجا پس جب وہ لشکر طوعہ کے دروازے پر پہنچا اور مسلم نے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنی تو سمجھ گئے کہ لشکر ہے اور وہ اس کی تلاش میں آیا ہے تو آپ نے اپنی تلوار اٹھائی اور ان کی طرف بڑھے۔ وہ بے حیا گھر کے اندر گھس آئے۔ آپ نے ان پر حملہ کیا اور انہیں گھر سے نکال دیا دوبارہ لشکر نے ہجوم کیا اور مسلم نے بھی ان پر حملہ کر کے انہیں باہر نکال دیا۔ کتاب کامل بہائی میں ہے جب گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز مسلم کے کانوں میں پہنچی تو وہ دعا پڑھ رہے تھے انہوں نے دعا جلدی سے آخر تک پہنچائی اور ہتھیار سجائے اور فرمایا اے طوعہ جو نیکی تیرے اوپر لازم تھی وہ تو بجا لائی اور رسولؐ کی شفاعت کا حصہ لے چکی ہیں میں گزشتہ رات سویا ہوا تھا اپنے چچا امیر المومنین علیہ السلام کو میں نے دیکھا آپ نے مجھ سے فرمایا کل تم ہمارے پاس ہو گے۔ مسعودی اور ابوالفراج نے کہا ہے کہ جب مسلم گھر سے باہر نکلے اور کوفیوں کا ہنگامہ اور اجتماع دیکھا اور ملاحظہ فرمایا کہ لوگ چھتوں کے اوپر سے ان پر پتھر مار رہے ہیں اور سرکنڈے کے دستوں کو آگ لگا کر آپ کے بدن پر پھینکتے ہیں تو فرمایا:

اکلما اری من الاجلاب بقتل عقیل
یانفس اخرجی الی الموت الذی لیس له محیض

(آیا یہ ہنگامہ اور اجتماع فرزند عقیل کے خون بہانے کے لیے ہے تو اے نفس باہر آجا اس موت کے لیے کہ جس سے چارہ اور گریز نہیں)

پھر تلوار کھینچ کر گلی میں آ گئے اور کوفیوں پر حملہ کیا اور کارزار میں مشغول ہوئے اور رجز پڑھے:

اقسمت لااقتل الاحرا
وان رایت الموت شیأً نکرًا
کُلّ امرءٍ یوماً مُلاقٍ شراً
اویخلط البارد سخنا مرّاً
ردشعاع النفس فاستقرا
خاف ان اکذب

(میں نے قسم کھائی ہے کہ صرف آزاد اور بڑے شخص کو قتل کروں گا اگرچہ میں موت کو ایک اجنبی چیز سمجھتا ہوں ہر شخص کسی دن بری چیز کی ملاقات کرتا یا وہ ٹھنڈے پانی کو گندے کڑوے پانی سے ملاتا ہے نفس کی روشنی پلٹ آئی اور وہ پکا ہو گیا ہے مجھے اس بات کا خوف ہے کہ مجھ سے جھوٹ بولا جائے یا مجھے

دھوکہ دیا جائے)

جناب مسلم کا مبارزہ کوفیوں کے ساتھ

علامہ مجلسی کتاب جلاء میں فرماتے ہیں کہ جب مسلم نے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنی تو وہ سمجھ گئے کہ یہ ان کی تلاش کو آ رہے ہیں فرمایا انا اللہ وانا الیہ راجعون اور اپنی تلوار اٹھا کر گھر سے باہر نکلے۔ جب آپ کی نظر اُن لوگوں پر پڑی تو تلوار سونت کر ان پر حملہ کیا اور ان میں سے ایک گروہ کو خاک میں ملا دیا جس طرف کا آپ رُخ کرتے ملاعین آپ آگے سے بھاگ جاتے یہاں تک کہ چند حملوں میں پینتالیس افراد کو واصل جہنم کیا اور شجاعت وقوت اس شیر بیشہ میدان جنگ کی اس درجہ کی تھی کہ آپ ایک شخص کو ایک ہاتھ سے پکڑ کر اونچی چھت پر پھینک دیتے تھے یہاں تک کہ بکر بن حمران نے ایک ضرب آپ کے رُخ انور پر لگائی کہ جس سے آپ کا اوپر والا لب اور دانت گر گئے پھر بھی وہ خدا کا شیر جس طرف کا رُخ کرتا کوئی بھی آپ کے سامنے نہ ٹھہر سکتا۔ جب وہ ملاعین جنگ کرنے سے عاجز آگئے تو مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئے پتھر اور لکڑیاں آپ پر پھینکنے لگے اور سرکنڈے کو آگ لگا کر آپ کے سر پر پھینکتے جب اس سید مظلوم نے اس حالت کو دیکھا اور اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے تو تلوار سونت کر ان کافروں پر حملہ کیا اور بہت سوں کو ہلاک کیا۔ جب ابن اشعث لعین نے دیکھا کہ آسانی سے انہیں قبضہ میں نہیں لیا جا سکتا کہنے لگا اے مسلم کیوں اپنے آپ کو قتل کر رہے ہو ہم آپ کو امان دیتے ہیں اور آپ کو ابن زیاد کے پاس لے جائیں گے اور وہ آپ کے قتل کا ارادہ نہیں رکھتا۔ جناب مسلم نے فرمایا تم کوفیوں کی بات کا کوئی اعتبار نہیں اور منافقین بے دین سے وفا نہیں ہو سکتی جب وہ شیر بیشہ شجاعت دشمنوں سے زیادہ جنگ کرنے اور ان مکار بیوفاؤں کے زخم لگانے کی وجہ سے تھک گئے اور ضعف و ناتوانی کا آپ پر غلبہ ہوا تو کچھ دیر کے لیے آپ نے اپنی پشت دیوار سے لگالی۔ جب ابن اشعث نے دوبارہ امان پیش کی تو مجبوراً آپ نے امان قبول کر لی حالانکہ جانتے تھے کہ ان بے دین لوگوں میں سچائی کا شائبہ بھی نہیں ابنِ اشعث سے فرمایا کیا میں امان میں ہوں۔ وہ کہنے لگا جی ہاں پھر اس کے ساتھیوں سے خطاب کر کے فرمایا کیا تم نے مجھے امان دے دی ہے۔ وہ کہنے لگے ہاں! تو آپ نے جنگ سے ہاتھ کھینچ لیا اور شہید ہونے کے لیے دل لگایا۔ سید ابن طاؤس کی روایت کے مطابق جتنی امان انہوں نے پیش کی۔ آپ نے قبول نہ کی دشمنوں سے لڑنے کا اہتمام کیا یہاں تک کہ بہت سے زخم آپ کو لگے اور ایک نامراد آپ کے پیچھے سے آیا اور اس نے آپ کی کمر پر نیزہ مارا اور آپ کو منہ کے بل گرا دیا ان کفار نے اجو مکر کے آپ کو گرفتار کر لیا۔ پھر ایک خچر لے آئے اور آپ کو اس پر سوار کر کے ان کو گھیرے میں لے لیا اور آپ کی تلوار چھین لی تو مسلم اس وقت اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور فرمایا یہ پہلا مکر و غدر ہے جو تم نے مجھ سے کیا ہے محمد بن اشعث کہنے لگا مجھے امید ہے کہ آپ کو کوئی ضرر نہیں پہنچے گا مسلم نے فرمایا کہ پھر تمہاری امان کہاں گئی پس آپ نے آہ حسرت دل پردرد سے کھینچی اور آنسوؤں کا سیلاب آپ کی آنکھوں سے بہنے لگا انہوں نے کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ عبداللہ بن عباس سلمی کہنے لگا۔ اے مسلم کیوں

روتا ہے ہو اوہ بڑا مقصد جو تمہاری نظر میں ہے اس کے مقابلہ میں یہ تکلیفیں کچھ زیادہ نہیں۔آپ نے فرمایا میں اپنے لیے نہیں روتا بلکہ میرا گریہ اس سید مظلوم جناب امام حسینؑ اوران کے اہل بیتؑ کے لیے ہے کہ جو ان منافقین غدار کے فریب دینے سے اسے اپنے دوستوں اور گھر کو چھوڑ کر اس طرف آ رہے ہیں میں نہیں جانتا کہ ان پر کیا گزرے گی پھر آپ ابن اشعث کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا مجھے معلوم ہے کہ تمہاری امان پر اعتماد نہیں اور میں قتل ہو جاؤں گا۔میری خواہش ہے کہ کسی شخص کو امام حسین علیہ السلام کی طرف بھیج دو تا کہ وہ کوفیوں کے مکر اور جھوٹے وعدوں کی بناء پر اپنا گھر بار نہ چھوڑیں اور اپنے چچازاد بھائی غریب ومظلوم کے حالات سے مطلع ہو جائیں کیونکہ مجھے اُمید ہے کہ آج یا کل آپ ادھر کو روانہ ہوں گے اور وہ شخص انہیں جا کر کہے کہ آپ کا چچازاد بھائی مسلم کہتا ہے کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں کوفیوں کے ہاتھ قید ہو چکا ہوں اور قتل ہونے کا منتظر ہوں اور اہل کوفہ وہی لوگ ہیں کہ جن کی وجہ سے آپ کے باپ موت کی تمنا کرتے تھے تا کہ ان کے نفاق سے نجات پائیں۔پس ابن اشعث مسلم کو ابن زیاد کے قصر کے دروازے پر لے گیا اور خود قصر میں داخل ہوا اور مسلم کے حالات اس ولد الزنا کو بتائے تو ابن زیاد نے کہا تجھے امان سے کیا کام تھا میں نے تجھے اس لیے نہیں بھیجا تھا کہ اس کو امان دو۔

ابن اشعث خاموش ہو گیا جب مسلم کے دروازے پر اذن باریابی کے منتظر تھے۔اس وقت مسلم کی نگاہ ٹھنڈے پانی کی صراحی پر پڑی جو قصر کے دروازے کے پاس رکھی تھی۔ان منافقین کی طرف دیکھا اور فرمایا، مجھے گھونٹ پانی کا دے دو۔مسلم بن عمر ملعون کہنے لگا اے مسلم دیکھا اس صراحی کا پانی کتنا ٹھنڈا ہے لیکن خدا کی قسم تجھے اس میں سے ایک قطرہ پانی بھی نہیں ملے گا۔یہاں تک کہ (معاذ اللہ) جہنم کا گرم پانی تم جا کر پیو۔جناب مسلم نے فرمایا وائے ہو تجھ پر! تو کون ہے؟ کہنے لگا میں وہ ہوں جس نے حق کو پہچانا اور اپنے امام یزید کی اطاعت کی ہے جبکہ تو نے نافرمانی کی ہے میں مسلم بن عمرو باہلی ہوں۔حضرت مسلم نے فرمایا تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھ کر روئے کس قدر بدزبان سخت دل اور جفا کار ہے بیشک تو زیادہ مستحق ہے۔شرب حمیم اور خلود جحیم کا۔پس جناب مسلم انتہائی کمزوری اور پیاس کی وجہ سے دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔عمرو بن حریث کو جناب مسلم کی حالت پر رحم آیا۔اس نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ مسلم کے لیے پانی لے آؤ۔وہ غلام پانی کی صراحی پیالے کے ساتھ جناب مسلم کے پاس لایا اور پیالے میں ڈال کر مسلم کو دیا۔جب آپ نے چاہا کہ پانی پئیں تو پیالہ آپکے منہ کے خون سے پُر ہو گیا۔وہ پانی آپ نے پھینک دیا اور پانی مانگا اس دفعہ بھی وہ پانی خون سے پر ہو گیا۔تیسری مرتبہ جب پینے لگے تو آپ کے اگلے دانت پیالے میں گر پڑے۔مسلم نے کہا الحمد اللہ لو کان لی من الرزاق المقسو م لشربتہ، حمد ہے خدا کی اگر یہ میرے مقسوم میں ہوتا تو میں پی سکتا یعنی خدایا مقدر میں نہیں ہے کہ میں دنیا کا پانی پیوں۔

اس اثنا میں ابن زیاد کا قاصد آیا اور مسلم کو بلایا۔جب آپ ابن زیاد کے دربار میں داخل ہوئے تو آپ نے سلام نہ کیا۔ابن زیاد کے ایک ملازم نے چلا کر مسلم سے کہ چاہے سلام کرو یا نہ کرو میں تمہیں قتل کر کے چھوڑوں گا۔جناب مسلم نے فرمایا، جب تو مجھے قتل ہی کرنا چاہتا ہے تو ذرا مہلت دے تا کہ میں حاضرین میں سے کسی کو وصیت کرلوں تا کہ وہ میری وصیتوں پر عمل کرے۔ابن زیاد نے کہا تمہیں مہلت ہے وصیت کرو تو جناب مسلم نے اہل دربار میں سے عمر بن سعد کی طرف رُخ کیا اور فرمایا تیرے اور میرے درمیان

قرابت اور رشتہ داری ہے بیں حاجت رکھتا ہوں میں چاہتا ہوں کہ میری وصیت کو قبول کرو۔ وہ ملعون ابن زیاد کو خوش کرنے کے لیے آپ کی بات سننے کے لیے تیار نہ ہوا۔ عبیداللہ نے کہا اے بے حمیت و بے غیرت! اے عمر مسلم تیرا رشتہ دار ہے۔ کیوں اس کی وصیت قبول کرنے سے انکار کرتا ہے۔ سن جو کچھ وہ کہتا ہے جب عمر نے ابن زیاد سے اجازت چاہی تو مسلم کا ہاتھ پکڑ کر قصر کے ایک طرف لے گیا جناب مسلم نے فرمایا، میری وصیتیں یہ ہیں:

۱۔ یہ کہ میں اس شہر میں سات سو درہم کا مقروض ہوں۔ میری زرہ اور تلوار بیچ کر میرا قرضہ ادا کرنا

۲۔ یہ کہ جب مجھے قتل کر دیں میری لاش ابن زیاد سے اجازت لے کر دفن کر دینا۔

۳۔ یہ کہ امام حسین علیہ السلام کی طرف خط لکھ دو کہ وہ اس طرف نہ آئیں۔ چونکہ میں انہیں لکھ چکا ہوں کہ کوفہ کے لوگ حضرت کے ساتھ ہیں لہٰذا میرا خیال ہے کہ اس وجہ سے حضرت کوفہ کی طرف آ رہے ہوں گے۔

پس عمر بن سعد لعین نے مسلم کی تمام وصیتیں ابن زیادہ کو بتا دیں۔ عبیداللہ نے کچھ گفتگو کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ اے عمر تو نے خیانت کی ہے جبکہ مسلم کا راز میرے سامنے فاش کر دیا ہے باقی رہا اس کی وصیتوں کا جواب تو وہ یہ ہے کہ ہمیں اس کے مال سے کوئی سروکار نہیں جو کچھ اس نے کہا ہے ویسا کرو اور جب ہم نے اسے قتل کر دیا تو اس کے بدن کے دفن کرنے میں ہمیں کوئی مضائقہ نہیں اور ابو الفرج کی روایت کے مطابق ابن زیاد نے کہا کہ مسلم کی لاش کے متعلق ہم تیری سفارش قبول نہیں کریں گے چونکہ میں اسے دفن ہونے کا مستحق نہیں سمجھتا اس لیے کہ اس نے میرے خلاف سرکشی کی ہے اور مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی ہے۔ باقی رہے حسینؑ تو اگر انہوں نے ہمارا قصد و ارادہ نہ کیا تو ہم بھی اُن کا قصد نہیں کریں گے۔ پھر ابن زیاد نے مسلم کی طرف رخ کیا اور کچھ حقارت آمیز کلمات سے انہیں خطاب کیا مسلم بھی پوری قوت قلب کے ساتھ اس کا جواب دیتے رہے اور بہت سی باتیں ان کے درمیان ہوئیں آخر میں ابن زیاد علیہ اللعن ولد الزنا نے ناروا باتیں جناب مسلم امیر المومنینؑ امام حسینؑ اور عقیل کے متعلق کیں۔ پھر بکر بن حمران کو بلایا۔ اس معلون کے سر پر جناب مسلم نے ایک ضرب لگائی تھی تو اس کو حکم دیا کہ مسلم کو قصر الامارہ کی چھت پر لے جاؤ اور اس کی گردن اڑا دو۔ جناب مسلم نے فرمایا خدا کی قسم اگر میرے اور تیرے درمیان کوئی رشتہ داری اور قرابت ہوتی تو تو میرے قتل کا حکم نہ دیتا۔ آنجناب کی مراد اس کلام سے یہ تھی کہ لوگ سمجھ لیں کہ عبیداللہ اور اس کا باپ زیاد بن ابیہ حرامزادے ہیں اور ان کا نسب قریش سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔

پھر بکر بن حمران لعین اس سلالہ اخیار کا ہاتھ پکڑ کر انہیں قصر الامارہ کی چھت پر لے گیا اور راستہ میں اس مقرب بارگاہ خدا کی زبان حمد و تکبیر و تہلیل تسبیح و استغفار اور صلوات بر رسول خداؐ کے ساتھ جنبش میں تھی اور خداوند عالم سے مناجات کر رہے تھے اور عرض پرداز تھے کہ بار الہا تو فیصلہ کر ہمارے اور اس گروہ کے درمیان جنہوں نے ہمیں دھوکہ دیا ہے۔ جھوٹ بولا ہے ہماری مدد سے دستبردار ہو گئے ہیں بکر بن حمران علیہ اللعن آپ کی قصر کی چھت پر اس جگہ لے گیا کہ جس کے نیچے جوتے گانٹھنے والے بیٹھتے تھے اور آپ کا سر مبارک بدن سے جدا کر کے اس سر کو زمین پر پھینک دیا۔ اس کے پیچھے ہی بدن شریف کو بھی چھت سے نیچے پھینکا اور خود ڈرتا اور لرزتا ہوا ابن زیاد کے پاس گیا۔ اس ملعون نے پوچھا تیرے متغیر الحال اور پریشان ہونے کی کیا وجہ ہے۔ وہ کہنے لگا مسلم کے قتل

کرنے کے وقت میں نے ایک سیاہ رنگ مہیب شکل والے مرد کو اپنے سامنے دیکھا ہے جو اپنی انگلی دانت سے کاٹ رہا تھا اور مجھے اتنا ڈر اس سے لگا ہے کہ میں آج تک اس طرح کبھی نہیں ڈرا۔ وہ شقی کہنے لگا چونکہ تو ایک خلاف عادت کام کر رہا تھا لہٰذا تجھ پر دہشت چھا گئی ہے۔ اور صورت خیال تیری نظر میں بندھ گئی ہے۔

چہ شد خاموش بزم ایمان
بیاور وندہانی رازندان!
گرفتندش سرازپیکر بزوری
بجرم آنکہ مہماندار بودی!

پس ابن زیاد نے ہانی کو قتل کرنے کے لیے بلایا اور محمد بن اشعث اور دوسرے لوگوں نے جتنی بھی اس کی سفارش کی فائدہ مند نہ ہوئی لہٰذا اس نے حکم دیا کہ ہانی کو بازار میں لے جاؤ اور جہاں گوسفند خرید و فروخت کے لیے لائے جاتے ہیں وہاں اس کی گردن اڑا دو۔ پس ہانی کی مشکیں کسے ہوئے دارلامارہ سے باہر لے گئے اور وہ فریاد کر رہا تھا۔ وامذحجاہ ولامذحج لی الیوم یامذحجاہ واین مذحج یعنی وہ اپنے مذحج قبیلہ کو پکار پکار کر اپنی مدد کے لیے بلا رہے تھے۔

حبیب السیر سے منقول ہے کہ ہانی بن عروہ اشراف کوفہ اور اعیان شیعہ میں شمار ہوتے تھے اور روایت ہے کہ وہ صحبت رسولؐ سے بھی مشرف ہو چکے تھے اور جس دن شہید ہوئے نواسی سال عمر تھی اور مروج الذہب مسعودی میں ہے کہ ہانی کی شخصیت اور بزرگی کا یہ عالم تھا کہ چار ہزار افراد زرہ پوش اس کے ساتھ سوار ہوئے اور آٹھ ہزار پیادے اس کے زیر فرمان تھے اور جب اپنے احلاف یعنی ہم عہد اور ہم قسم لوگوں کو قبیلہ کندہ اور باقی قبائل میں سے وہ بلاتے تو تیس ہزار مرد زرہ پوش اس کے بلاوے پر لبیک کہتے جس وقت اس کو بازار کی طرف قتل کرنے کے لیے لے چلے جتنی اس نے فریاد کی اور سردارانِ قبیلہ کے نام لے کر انہیں پکارا اور وامذحجاہ کہتے رہے کسی نے انہیں جواب نہ دیا۔ مجبوراً انہوں نے زور لگایا اور اپنے ہاتھ رسیوں سے چھڑا لے اور کہا کہ کوئی عمود چھری یا پتھر یا ہڈی نہیں کہ جس کے ساتھ میں جنگ اور دفاع کروں ابن زیاد کے معاونین نے جب یہ صورت دیکھی تو وہ ان کی طرف دوڑے اور انہیں گھیر کر مضبوطی کے ساتھ باندھ لیا اور کہنے لگے کہ گردن آگے کرو۔ وہ فرمانے لگے میں اپنی جان دینے میں سخی نہیں ہوں اور اپنے قتل ہوں میں تمہاری مدد نہیں کروں گا۔ پس ابن زیاد کے ایک ترکی غلام نے جس کا نام رشید تھا ان پر تلوار لگائی لیکن وہ اثر نہ کر سکی۔ ہانی نے کہا **الی اللہ المعاد اللھم الی رحمتک ورضوانک** یعنی سب کی بازگشت خدا کی طرف ہے۔ خدایا مجھے اپنی رحمت اور خوشنودی کی طرف لے جا پھر اس نے دوسرا وار کیا اور انہیں رحمت خدا کی طرف پہنچا دیا اور جب مسلم وہانی شہید ہو گئے تو عبدالاعلیٰ کلبی کو جو کوفہ کے بہادروں میں سے تھا اور جس نے جناب مسلم کے خروج کے دن مسلم کی مدد کی تھی کثیر بن شہاب نے اسے اور عمارہ بن صلحت ازدی کو گرفتار کر لیا تھا وہ مسلم کی مدد کا ارادہ رکھتا تھا اور گرفتار ہو گیا تھا۔ ابن زیاد کے حکم سے لے آئے اور ان دونوں کو شہید کر دیا اور بعض مقاتل معتبر کی روایت کے مطابق ابن زیاد نے حکم دیا کہ مسلم اور ہانی کی لاشیں کوفہ کے کوچہ و بازار میں پھرائی جائیں اور گوسفند بیچنے والوں کے محلہ میں انہیں سولی پر لٹکا دیا جائے۔

سبط ابن جوزی کہتے ہیں کہ جناب مسلم کی لاش کناسہ میں سولی پر لٹکائی گئی اور سابقہ روایت کے مطابق جب قبیلہ مذحج نے یہ حالت دیکھی تو ان میں حرکت اور جوش پیدا ہوا اور انہوں نے دونوں کے لاشے سولی سے اتار دیے اور ان پر نماز جنازہ پڑھ کر انہیں دفن کر دیا۔ پھر ابن زیاد نے مسلم اور ہانی کے سر یزید کے پاس بھیج دیئے اور ایک خط یزید کو لکھا جس میں مسلم و ہانی کے حالات درج کیے جب خط اور سر یزید کے پاس پہنچے تو وہ ملعون خوش ہوا اور حکم دیا کہ مسلم و ہانی کے سر دمشق کے دروازے پر لٹکا دیئے جائیں اس نے عبیداللہ کے خط کا جواب لکھا اور اس کی کارکردگی کی تعریف کی اور اس پر بڑی نوازش و شفقت کی اور لکھا کہ میں نے سنا ہے کہ حسینؑ عراق کی طرف آ رہے ہیں لہٰذا راستوں کی حفاظت کرو۔ ان پر کامیاب ہونے کے سلسلے میں بڑی کوشش سے کام لو اور شبہ و گمان کی بناء پر لوگوں کو قتل کرو اور ہر روز جو سانحہ رونما ہو وہ مجھے لکھ بھیجو...... والسلام جناب مسلم نے منگل کے دن آٹھ ماہ ذی الحج کو خروج کیا تھا اور آپ کی شہادت بدھ کے دن نو ذی الحج بروز عرفہ واقع ہوئی۔

ابوالفرج کہتا ہے کہ جناب مسلم کی والدہ ایک کنیز تھی جس کا نام علیہ تھا اور عقیل نے اسے شام میں خرید کیا تھا مولف کہتا ہے کہ جناب مسلم کی اولاد کی تعداد مجھے کہیں نہیں مل سکی لیکن جتنے مجھے تاریخ سے مل سکے ان کو میں نے پانچ شمار کیا ہے پہلا بیٹا عبداللہ بن مسلم ہے جو واقعہ کربلا میں علی اکبر کے بعد پہلا شہید ہے اور اس کی والدہ رقیہ امیر المومنین علی السلام کی صاحبزادی ہیں دوسرا محمد ہے اس کی والدہ کنیز ہے اور وہ عبداللہ کے بعد کربلا میں شہید ہوا ہے اور دو افراد جناب مسلم کی اولاد میں سے قدیم مناقب کی روایت کی بنا پر اور ہیں اور وہ ہیں محمد اور ابرہیم کہ جن کی والدہ اولاد جعفر طیار میں سے ہے ان کی قید اور شہادت پانے کا واقعہ اس کے بعد تفصیل سے آئے گا۔ پانچویں ایک بیٹی ہے بروایت اعثم کوفی گیارہ سال کی اور وہ امام حسینؑ کی شہزادیوں کے ساتھ سفر کربلا میں موجود تھی (اس کا ذکر بھی آگے آئے گا)

واضح ہو کہ جناب مسلم بن عقیل کی فضیلت اور جلالت اس سے کہیں زیادہ ہے کہ اس مختصر مقام پر اس کا ذکر ہو اور کافی ہے اس مقام پر وہ حدیث جو باب اول کی پانچویں فصل کے آخر میں بیان ہو چکی ہے اور اس خط کا مطالعہ جو امام حسینؑ نے کوفیوں کے خطوط کے جواب میں لکھا تھا اور آپ کی قبر شریف مسجد کوفہ کے پہلو میں حاضر و بادی قاضی و ددانی (قربت داؤد) کے لیے زیارت گاہ اور سید بن طاؤس نے جناب مسلم کے لیے دو زیارتیں نقل کی ہیں جنہیں احقر نے کتاب ہدیۃ الزائرین میں نقل کر دیا ہے اور ہانی رحمۃ اللہ کی قبر جناب مسلم کی قبر کے مدمقابل ہے۔ عبداللہ بن زبیر اسدی نے ہانی و مسلم کا مرثیہ کہا ہے کہ جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

فان کنت لاتدرین ما الموت فانظری
الی ھانی فی السوق وابن عقیلِ

(اگر تجھے معلوم نہیں کہ موت کیا چیز ہے تو ہانی کو بازار میں اور ابنِ عقیل کو دیکھ لو۔ (مولف نے کچھ اشعار جناب مسلم کے مرثیہ میں نقل کیے ہیں جنہیں ہم چھوڑ رہے ہیں۔ مترجم)

پانچویں فصل

جناب مسلم بن عقیل کے دو چھوٹے بچوں کی شہادت

چونکہ جناب مسلم کی شہادت کا ذکر ہوا میں نے مناسب سمجھا کہ طفلان مسلم کی شہادت کو بھی بیان کر دوں اگر چہ ان کی شہادت جناب مسلم کی شہادت کے ایک سال بعد واقع ہوئی ہے۔شیخ صدوق نے اپنی سند کے ساتھ شیوخ کوفہ میں سے ایک شیخ سے روایت کی ہے۔وہ کہتا ہے کہ جب امام حسینؑ درجہ رفیعہ شہادت پر فائز ہو گئے تو آپ کی لشکر گاہ سے جناب مسلم بن عقیل کے دو بیٹے قید کر لیے گئے اور انہیں بن زیاد کے پاس لے گئے۔اس ملعون نے اپنے زندان بان کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ ان دو بچوں کو زندان میں رکھو اور ان پر سختی کرو۔عمدہ کھانا، اور ٹھنڈا پانی انہیں نہ دینا اور اس شخص نے بھی ایسا ہی کیا۔وہ بچے زندان کی تاریک تنگ جگہ میں زندگی بسر کرتے رہے۔دن کو وہ روزہ رکھتے اور جب رات ہوتی تو دو جو کی روٹیاں اور ایک پانی کا کوزہ وہ بوڑھا زندان میں لاتا اور یہ بچے اس سے افطار کرتے۔ ایک سال کی مدت تک ان کی قید نے طول کھینچا۔اس طویل مدت کے بعد ایک بھائی نے دوسرے سے کہا کہ ہماری قید کی مدت لمبی ہو گئی ہے اور نزدیک ہے کہ ہماری عمر ختم ہو جائے اور ہمارے بدن بوسیدہ ہو جائیں۔پس جس وقت زندانی بوڑھا آئے تو اس کے سامنے اپنی حالت اور رسول خدا کے ساتھ اپنی نسبی قرابت بیان کرو شاید وہ ہیں کچھ وسعت دے۔جب رات آئی اور وہ بوڑھا عادت کے مطابق بچوں کے لیے کھانا اور پانی لے آیا تو چھوٹے بھائی نے کہا اے شیخ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچانتے ہو۔وہ کہنے لگا کیوں نہیں پہچانتا وہ تو میرے پیغمبر ہیں کہنے لگا اچھا جعفر بن ابی طالبؑ کو پہچانتے ہو۔اس نے کہا جعفر تو وہ ہیں کہ جنہیں خداوند عالم نے دو پر عطا فرمائے تا کہ وہ جنت میں فرشتوں کے ساتھ اڑ سکیں۔وہ بچہ کہنے لگا علی بن ابی طالبؑ کو بھی پہچانتے ہو۔وہ کہنے لگا کیوں نہیں۔وہ میرے نبیؐ کے چچازاد اور بھائی ہیں۔اس وقت اس بچہ نے فرمایا، اے شیخ ہم تیرے پیغمبرؐ کی عترت ہیں ہم دونوں مسلم بن عقیل کے بیٹے ہیں اور تیرے ہاتھ میں پھنسے ہوئے ہیں اس قدر سختی ہم پر نہ کرو اور ہمارے حق میں حرمت وعظمت رسولؐ کی ہی پاسداری کرو۔جب شیخ نے یہ باتیں سُنیں تو وہ بچوں کے قدموں پر گر گیا اور قدموں کے بوسے لینے لگا اور کہنے لگا میری جان آپ پر فدا ہوئے عترت رسولؐ یہ قید خانہ کا دروازہ آپ کے لیے کھلا ہوا ہے جہاں چاہو چلے جانا۔جب تاریکی شب نے فضا کو گھیر لیا تو اس بوڑھے نے وہ جو کی روٹیاں اور پانی کا کوزہ ان بچوں کو دیا اور انہیں راستہ پر لے آیا اور کہنے لگا اسے نورِ چشم آپ کے دشمن زیادہ ہیں دشمنوں سے بےخوف نہ ہو پس رات کو چلو اور دن کو چھپ جاؤ۔یہاں تک کہ خداوند عالم آپ کو کشائش عطا فرمائے پس وہ دونوں بچے اس رات کو تاریکی میں چلتے رہے یہاں تک کہ وہ ایک بڑھیا کے گھر تک پہنچے دیکھا کہ بوڑھی عورت دروازے پر کھڑی ہے۔زیادہ تھک جانے کی وجہ سے اس کے دیکھنے کو غنیمت سمجھتے ہوئے اس پاس گئے اور فرمایا اے بی بی ہم ”چھوٹے مسافر بچے ہیں اور ہمیں راستہ نہیں ملتا ہم پر احسان کرو

اور اس تاریک رات میں ہمیں اپنے گھر میں پناہ دو۔ جب صبح ہوگی تو تمہارے گھر سے نکل جائیں گے اور اپنا راستہ لیں گے۔ وہ عورت کہنے لگی اے دو آنکھوں کے نور تم کون ہو؟ کہ مجھے ایسی خوشبو آتی ہے کہ جس سے زیادہ پاکیزہ خوشبو میرے گمان تک نہیں پہنچی کہنے لگے ہم تیرے نبیؐ کی عترت و اولاد میں سے ہیں اور ہم ابن زیاد کی قید سے بھاگ آئے ہیں۔ وہ عورت کہنے لگی اے نور چشم میرا ایک داماد ہے فاسق اور خبیث جو واقعہ کربلا میں شریک تھا۔ مجھے ڈر ہے کہ آج رات کہیں یہاں نہ آ جائے اور آپ کو یہاں دیکھے اور کوئی تکلیف پہنچائے۔ کہنے لگے رات تاریک ہے اور امید ہے کہ وہ شخص یہاں نہیں آئے گا۔ اور ہم بھی صبح کو یہاں سے چلے جائیں گے پس وہ عورت ان بچوں کو گھر میں لے آئی اور ان کے لیے کھانا لائی۔ بچوں نے کھانا کھایا اور سو گئے اور دوسری روایت کے مطابق کہنے لگے ہمیں کھانے کی ضرورت نہیں ہمیں جائے نماز لا دو تا کہ ہم گذشتہ نمازوں کی قضا کر لیں پس کچھ دیر تک وہ بچے نماز پڑھتے رہے اور پھر وہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد سو گئے چھوٹا بچہ بڑے بھائی سے کہنے لگا اے بھائی امید ہے کہ آج کی رات ہماری راحت و امن کی رات ہے آؤ ہم ایک دوسرے کے گلے میں باہیں ڈال کر سو جائیں۔ اور ایک دوسرے کی خوشبو سونگھیں اس سے پہلے کہ ہمیں موت ایک دوسرے سے جدا کر دے۔ پس ایک دوسرے کے گلے میں بائیں ڈال کر سو گئے۔ رات کا کچھ حصہ گذرا تو قضائے کار اس بڑھیا کا داماد اس کے گھر کی طرف آیا اور اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ وہ عورت کہنے لگی کون ہے؟

اس خبیث نے کہا میں ہوں۔ وہ پوچھنے لگی تو اب تک کہاں تھا۔ اس نے کہا دروازہ کھولو کیونکہ قریب ہے کہ تھکان کی وجہ سے میں ہلاک ہو جاؤں۔ اس نے پوچھا تجھے کیا ہوا ہے۔ وہ کہنے لگا دو بچے عبید اللہ کے زندان سے بھاگ آئے ہیں اور امیر کے منادی نے ندا دی ہے کہ جو ایک کا سر لے آئے تو اس کو ایک ہزار درہم اور جو دونوں کا سر لائے تو اسے دو ہزار درہم عطا ہوں گے اور میں انعام کی طمع میں کوفہ کے علاقہ میں گھومتا رہا اور سوائے تھکان اور خستگی کے ان بچوں کا کوئی نشان نہیں مل سکا اس عورت نے اس کو نصیحت کی کہ اے شخص اس خیال کو چھوڑ دے اور ڈر اس سے کہ پیغمبرؐ تیرے دشمن ہوں۔ اس بڑھیا کی نصیحتوں کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا بلکہ ان کلمات سے وہ سیخ پا ہو گیا اور کہنے لگا تم ان بچوں کی حمایت کرتی ہو شاید تمہارے پاس ان کی کوئی خبر ہے چلو امیر کے پاس کہ وہ تمہیں بلاتا ہے۔ وہ بڑھیا مسکین کہنے لگی امیر کو مجھ سے کیا کام ہے حالانکہ میں ایک بوڑھی عورت ہوں اور اس بیابان میں رہتی ہوں وہ ملعون کہنے لگا دروازہ کھولو تا کہ میں اندر آ کر کچھ آرام کروں اور پھر صبح ان بچوں کی تلاش میں جا سکوں۔ اس عورت نے دروازہ کھولا اور کچھ کھانا پانی اس کے لیے لائی۔ جب وہ لعین اپنے کام سے فارغ ہوا تو وہ بستر پر جا کر سو گیا۔ رات کو ایک دفعہ بچوں کے خراٹوں کی آواز اس نے گھر کے اندر سنی تو مست اونٹ کی طرح اٹھا اور بیل کی طرح آواز نکالتا اور رات کی تاریکی میں ان بچوں کو تلاش کرنے کے لیے اپنے ہاتھ دیوار اور زمین کے ساتھ ملتا تھا یہاں تک کہ اس کا ہاتھ چھوٹے بچے کے پہلو پر جا پڑا اس مظلوم بچے نے پوچھا تو کون ہے وہ کہنے لگا میں صاحب خانہ ہوں تم کون ہو پس اس بچے نے اپنے بڑے بھائی کو بیدار کیا کہ اے میرے حبیب اٹھو ہم جس چیز سے ڈرتے تھے اس میں جا پڑے ہیں۔ پھر بچے کہنے لگے اے شیخ اگر ہم سچ سچ بتائیں کہ ہم کون ہیں تو ہمارے لیے امان ہے۔ وہ کہنے لگا۔ ہاں بچوں نے کہا خدا اور رسول کی امان ہے۔ اس نے کہا ہاں خدا رسول امان پر شاہد و وکیل ہیں۔

سخت قسم کی امان اس سے کے تو کہنے لگے اے شیخ ہم تیرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت ہیں اور ہم عبید اللہ کی قید سے بھاگ آئے ہیں۔ کہنے لگا تم موت سے بھاگے ہو اور موت میں پھنسے حمد ہے اس خدا کی جس نے مجھے تم پر کامیابی دی پس اس ملعون بے رحم نے ان دونوں بچوں کے کندھے مضبوطی سے باندھ دیئے اور وہ مظلوم بچے ساری رات بندھے رہے۔ جب رات ختم ہوئی تو اس ملعون نے اپنے غلام سے کہا کہ ان دو بچوں کی نہر فرات کے کنارے لے جاؤ اور ان کی گردنیں اڑا دو۔ غلام اپنے سردار کے حکم کے مطابق انہیں فرات کے کنارے لے گیا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ یہ عترت رسولؐ ہیں تو اس نے ان کے قتل پر اقدام نہ کیا اور فرات میں چھلانگ لگا کر دوسری طرف چلا گیا۔ اس ملعون نے یہ کام اپنے بیٹے کے ذمہ لگایا۔ اس جوان نے بھی باپ کی مخالفت سے ہوئے غلام کا راستہ لیا۔ اس خبیث نے جب یہ دیکھا تو ان دو مظلوم بچوں کو قتل کرنے کے لیے تلوار کھینچ کر ان کے پاس آیا۔ جب مسلم کے بچوں نے ننگی تلوار دیکھی تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور کہنے لگے۔ اے شیخ ہمیں بازار میں لے جا کر بیچ دے اور ہماری قیمت سے نفع اٹھا اور ہمیں قتل نہ کرتا کہ پیغمبر اکرم تیرے دشمن نہ ہو جائیں۔ کہنے لگا اس کے بغیر چارہ نہیں کہ تمہیں قتل کروں اور تمہارے سر عبید اللہ کے پاس لے جاؤں اور دو ہزار درہم کا انعام لوں۔ کہنے لگے اے شیخ رسول خداؐ کے ساتھ ہماری قرابت و رشتہ داری کا خیال کر۔

کہنے لگا تمہیں پیغمبرؐ سے کوئی قرابت نہیں کہنے لگے پھر ہمیں زندہ عبید اللہ کے پاس لے چل تا کہ جو کچھ وہ چاہے ہمارے حق میں حکم کرے۔ وہ کہنے لگا میں تمہارا خون بہا کر ہی اس کا تقرب چاہتا ہوں۔ کہنے لگے تو ہماری صغرسنی اور بچپنے پر رحم کر وہ کہنے لگا خدا نے میرے دل میں رحم ہی نہیں قرار دیا۔ بچوں نے کہا۔ جب معاملہ یہی ہے کہ تو ہمیں قتل ہی کر کے دم لے گا۔ تو ہمیں اتنی مہلت دے کہ ہم چند رکعت نماز پڑھ لیں۔ کہنے لگا جتنا چاہو نماز پڑھ لو اگر وہ تمہیں کچھ فائدہ دے سکتی ہے۔ پس مسلم کے بچوں نے چار رکعت نماز پڑھی پھر انہوں نے سر آسمان کی طرف اٹھایا اور خدائے تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا یا حی یا قیوم یا حلیم۔ یا احکم الحاکمین احکم بیننا وبینہ بالحق۔ اے بہترین حکم کرنے والے ہمارے اور اس کے درمیان حق کا فیصلہ کر۔ اس وقت وہ ظالم تلوار سونت کر بڑے بھائی کی طرف بڑھا اور مظلوم بچے کی گردن اڑا دی اور اس کا سر توبرے میں رکھ لیا چھوٹے بچے نے جب یہ دیکھا تو اپنے بھائی کے خون میں لوٹنے لگا اور وہ کہتا تھا کہ میں اپنے بھائی کے خون سے خضاب کرتا ہوں تا کہ اس حالت میں رسول خداؐ سے ملاقات کروں وہ ملعون کہنے لگا۔ ابھی تجھے بھی تیرے بھائی کے ساتھ ملحق کرتا ہوں پھر اس مظلوم بچے کا سر بھی قلم کر کے توبرہ میں رکھ لیا اور دونوں کے لاشے پانی میں پھینک دیئے اور ان کے سر ابن زیاد کے لیے لے چلا جب دارالامارہ میں پہنچا اور ابن زیاد کے پاس سر رکھے تو وہ ملعون کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ میں چھڑی تھی جب اس کی نگاہ ان سروں پر پڑی جو چودھویں رات کے چاند کی مانند تھے تو بے اختیار وہ تین مرتبہ اپنی جگہ سے اٹھا اور بیٹھا پھر ان کے قاتل سے مخاطب ہو کہ ہلاکت ہو تیرے لیے تو نے انہیں کہاں پایا۔ اس نے کہا ہماری ایک بڑھیا کے ہاں یہ مہمان تھے۔ ابن زیاد کو یہ بات ناگوار گزری، کہنے لگا تو نے ان کی مہمان کے حق کی رعایت نہیں کی وہ کہنے لگا ہاں میں نے رعایت نہیں کی ابن زیاد نے کہا جب تو انہیں قتل کرنے لگا تو انہوں نے تجھے کیا کہا تھا۔ اس ملعون نے ان بچوں کی ایک ایک بات ابن زیاد کے

سامنے بیان کی یہاں تک کہ کہنے لگا ان کی آخری بات یہ تھی کہ انہوں نے نماز کے لیے مجھ سے مہلت مانگی اور نماز کے بعد دستِ نیاز بارگاہ الٰہی میں اٹھا کر کہا تھا۔ (یاحی یاقیوم یاحلیم یااحکم الحاکمین أحکم بیننا وبینہ بالحق (اے حی وقیوم اے حلیم وبردبار اسے بہترین حاکم ہمارے اور اس کے درمیان حق کا حکم فرما) عبیداللہ نے کہا احکم الحاکمین عبیداللہ نے کہا کہ احکم الحاکمین نے تمہارے درمیان فیصلہ ہوا کر چاہے پھر کہا نے تمہارے درمیان حکم فرمادیا ہے کون ہے جو اٹھے اور اس فاسق کو جہنم رسید کرے اہل شام میں سے ایک شخص کہنے لگا اے امیر یہ کام میرے حوالے کیا جائے۔ عبیداللہ کہنے لگا اس فاسق کو اسی جگہ لے جاؤ جہاں اس نے بچوں کو قتل کیا ہے اور اس کی گردن اڑا دو لیکن اس کا نجس خون ان کے پاک خون سے ملنے نہ دینا اور اس کا سر فوراً میرے پاس لے آؤ۔ اس شخص نے اسی طرح کیا اور اس ملعون کا سر نیزہ پر نصب کر کے ابن زیاد کے پاس لے آیا اور کوفہ کے بچے اس کے سر کو تیروں و نیزوں کا نشانہ بناتے اور کہتے تھے کہ یہ ذریت رسولؐ کے قاتل کا سر ہے۔

مولف کہتا ہے کہ ان دو بچوں کو شہادت اس کیفیت و تفصیل کے ساتھ میرے نزدیک بعید ہے لیکن چونکہ شیخ صدوق سے جو رئیس المحدثین شیعہ ہیں اور مروج اخبار و علوم آئمہ علیہم السلام ہیں اسے نقل کیا ہے اور اس کو سند میں ہمارے اجلہ اصحاب میں سے کچھ علماء واقع ہیں لہذا ہم نے بھی ان کا اتباع کیا ہے اور اس واقعہ کو ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ العالم (اس واقعہ میں عقلی و نقلی طور پر کوئی بعد نہیں۔ مترجم)

چھٹی فصل

سید الشہداؑ کے مکہ معظمہ سے کربلا کی طرف متوجہ ہونے کے بیان میں

چونکہ سید الشہداء نے تین شعبان ۶۰ھ کو دشمنوں کے آزار پہنچانے کے خوف سے مکہ معظمہ کو اپنے نور قدم سے منور فرمایا۔ اس مہینہ کے باقی دن اور ۴ ماہ رمضان شوال ذیقعدہ اس محترم شہر میں عبادت خدا میں قیام کر کے گزارے اور اس مدت میں آپ کے کچھ شیعہ اہل حجاز و بصرہ آپ کے پاس جمع ہو گئے جب ماہ ذی الحجہ شروع ہوا تو آپ نے احرام حج باندھ لیا اور جب ترویہ یعنی آٹھویں ذی الحجہ کا دن آیا تو عمرو بن سعید بن عاص بہت سے لوگوں کے ساتھ حج کے بہانہ سے مکہ میں آیا۔ اور وہ لوگ یزید کی طرف سے مامور تھے کہ حضرت کو گرفتار کر کے یزید کے پاس لے جائیں یا آنجناب کو قتل کر دیں جب حضرت ان کے دلی ارادے سے مطلع ہوئے تو آپ نے احرام حج سے عمرہ کی طرف عدول کیا اور طواف خانہ کعبہ اور صفا مروہ کے درمیان سعی کر کے محل ہو گئے اور اسی دن عراق کی طرف متوجہ ہوئے اور ابن عباس سے منقول ہے کہ میں نے امام حسینؑ کے عراق کی طرف متوجہ ہونے سے پہلے دیکھا کہ آپ خانہ کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہیں اور جبریلؑ کا ہاتھ ان کے ہاتھ میں ہے اور جبرئیلؑ لوگوں کو آپ کی بیعت کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔ اور پکار رہے ہیں۔ **ھلموا الی بعیة الله** جلد آؤ خدا کی بیعت کی طرف سید ابن طاؤس نے روایت کی ہے جب آپ نے عراق کی طرف جانے کا عزم کیا تو خطبہ پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے اور آپ نے حمد و ثنائے الٰہی اور درود بر رسالت پناہیؐ کے بعد فرمایا کہ موت فرزندان آدم سے اس طرح لزوم رکھتی ہے جس طرح جوان عورتوں کے گلے میں گلوبند ہوتا ہے اور میں بہت مشتاق ہوں اپنے بزرگوں کا جس طرح یعقوبؑ مشتاق تھے دیدار یوسفؑ کے اور میرے لیے مصرع و مقتل کا انتخاب کیا گیا ہے کہ جہاں جانے سے مجھے چارہ کار نہیں گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے بدن کے جوڑ بیابان کے بھیڑیئے یعنی لشکر کوفہ اس زمین جو نواویس و کربلا کے درمیان ہے ایک دوسرے سے جدا کر رہے ہیں پس وہ مجھ سے اپنی امید کے شکم اور خالی توشہ دان پر کر رہے ہیں اور کسی شخص کے لیے اس دن سے چھٹکارا نہیں کہ جو قلم قضا نے لکھ دیا اور ہم اہل بیتؑ خدا کے فیصلہ پر راضی ہیں اور اس بلا و امتحان پر صبر کرتے ہیں اور خدا ہمیں صبر کرنے والوں کا اجر عطا فرمائے گا۔ رسول خدا کے گوشت کا ٹکڑا ان سے دور نہیں کہ گرے گا بلکہ ان کے ساتھ خطیرہ قدس میں جا ملے گا۔ یعنی بہشت بریں میں اس سے رسول خدا کی آنکھ روشن ہوگی اور آپ کا وعدہ ہوگا۔ اب جو شخص ہماری راہ میں جان دینے سے نہیں ڈرتا اور لقائے حق کی خواہش میں اپنے نفس سے گریز نہیں کرتا تو وہ میرے ساتھ کوچ کرے میں کل صبح جا رہا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ۔

نیز حضرت صادقؑ سے سند معتبر کے ساتھ روایت ہے کہ جس رات سید الشہداء کا ارادہ تھا کہ اس کی صبح کو آپ مکہ روانہ ہوں گے محمد بن حنیفہ آپ کی خدمت میں آئے اور عرض کی اے بھائی اہل کوفہ ایسے لوگ ہیں جنہیں آپ جانتے ہیں۔ انہوں نے

آپ کے باپ اور بھائی سے دھوکہ اور مکر کیا ہے مجھے ڈر ہے کہ وہ آپ کے ساتھ بھی ایسا کریں گے پس اگر آپ کی رائے قرار پائے کہ آپ مکہ میں رہیں جو کہ حرم خدا ہے تو آپ عزیز و مکرم ہوں گے اور کوئی شخص آپ سے معترض نہیں ہوگا۔ حضرت نے فرمایا اے بھائی مجھے ڈر ہے کہ یزید مجھے مکہ میں اچانک نہ قتل کر دے۔ اور اس سے اس محترم گھر کی عزت و حرمت ضائع ہو جائے۔ محمد نے کہا اگر ایسا ہے تو پھر آپ یمن کی طرف چلے جائیں یا بادیہ نشینی اختیار کریں کہ جہاں کسی کی آپ تک دسترس نہ ہو حضرت نے فرمایا اس سلسلہ میں سوچیں گے جب صبح ہوئی تو حضرت مکہ سے روانہ ہونے لگے۔ جب یہ خبر محمد کو پہنچی تو وہ گھبرائے ہوئے آئے اور آپ کے ناقہ کی مہار پکڑلی اور عرض کیا اے بھائی کیا آپ نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا اس گزارش کے سلسلے میں جو بات میں نے کی تھی کہ آپ اس پر غور کریں گے۔ فرمایا ہاں محمد نے عرض کیا پھر کیا وجہ ہے کہ آپ فوراً مکہ سے چل پڑے آپ نے فرمایا جب تم میرے پاس سے چلے گئے تو پیغمبر اکرم تشریف لائے اور فرمایا حسینؑ جاؤ۔ خدا چاہتا ہے کہ تمہیں اپنی راہ میں مقتول دیکھے۔ محمد نے کہا ان اللہ وانا الیہ راجعون تو جب آپ عزم وارادہ شہادت سے جارہے ہیں تو پھر ان عورتوں کو اپنے ساتھ کیوں لئے جارہے ہیں۔ فرمایا خدا چاہتا ہے کہ انہیں قید میں دیکھے پس محمد نے دل بریاں اور دیدہ گریاں ان کے ساتھ حضرت کو وداع کیا اور واپس چلے گئے۔ روایات معتبرہ کے مطابق عبادلہ میں سے ہر ایک (یعنی عبداللہ بن عباس عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عمر) بھی آیا اور حضرت کو عراق کی طرف جانے سے منع کیا اور اس سفر کو ترک کرنے پر اصرار کرتے تھے حضرت نے ہر ایک کو جواب دیا اور وہ وداع کر کے پلٹ گئے۔

ابوالفراج اصفہانی وغیرہ روایت کرتے ہیں کہ جب عبداللہ بن عباس نے امام کا عزم صمیم عراق کی طرف سفر کرنے کا دیکھا تو انہوں نے مکہ میں قیام کرنے اور عراق کا سفر چھوڑ دینے پر بہت تاکید کی اور کچھ اہل کوفہ کی مذمت بھی کی اور کہا کہ اہل کوفہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے آپ کے باپ کو شہید کیا اور آپ کے بھائی کو زخمی کیا اور مجھے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپ سے مکر و فریب کریں گے اور آپ کی مدد سے دستبردار ہو جائیں گے آپ کو تنہا چھوڑ دیں گے فرمایا یہ ان کے خطوط ہیں جو میرے پاس ہیں اور یہ مسلم کا خط ہے جس میں اس نے لکھا ہے کہ اہل کوفہ میری بیعت پر متفق ہو گئے ہیں۔ ابن عباس کہنے لگے اب اگر آپ کی رائے شریف اس سفر پر مستقر ہے تو اپنی اولاد اور خواتین کو یہیں رہنے دیں اور ساتھ نہ لے جائیں اور اس دن کو یاد کیجئے جب لوگوں نے عثمان کو قتل کیا تھا اور اس کی عورتوں اور گھر والوں نے اس حالت میں دیکھا تو ان کا کیا حال ہوا پس ایسا نہ ہو کہ آپ کو اہل وعیال کے سامنے شہید کر دیں۔ اور وہ آپ کو اس حالت میں دیکھیں حضرت نے ابن عباس کی نصیحت قبول نہ کی اور اپنے اہل بیتؑ کو اپنے ساتھ کربلا لے گئے اور بعض نے ان افراد سے نقل کیا ہے کہ جو کربلا میں آپ کی شہادت کے دن موجود تھے کہ آپ نے خواتین اور اپنی بہنوں کی طرف دیکھا جو حالت جزع واضطراب میں خیموں سے باہر آ کر شہیدوں کو دیکھتیں اور ان پر جزع وفزع کرتی تھیں اور حضرت کو اس حالت میں مظلومیت میں دیکھ کر گریہ کرتی تھیں تو آپ کو ابن عباس کی بات یاد آئی اور فرمایا۔

عبداللہ بن عباس فیما اشار علی بہ (خدا بھلا کرے ابن عباس کا اس بات کی وجہ سے جس کی طرف اس نے اشارہ کیا تھا) خلاصہ یہ کہ جب ابن عباس نے دیکھا کہ حضرت کا ارادہ سفر عراق کے لیے مصمم ہو چکا ہے اور کسی طرح آپ اس ارادے سے منحرف

نہیں ہوتے تو انہوں نے اپنی آنکھیں زمین کی طرف کیں اور رونے لگے اور حضرت کو الوداع کہا اور واپس چلے گئے۔

جب حضرت مکہ سے نکلے اور ابن عباس کی عبداللہ بن زبیر سے ملاقات ہوئی تو اس سے کہا اے ابن زبیر حسینؑ چلے گئے اب ملک حجاز تیرے لیے خالی اور کسی مانع کے بغیر رہ گیا اور تو اپنی مراد کو پہنچا اور اس کے لیے اشعار پڑھے۔

یالك	من	قبرة بمعمر
خلالك	الجو فبیضی	واصفری
ونقری	ماشئت ان	تنقری
هذا الحسین علیه السلام	خارج	فاستبشری

پس کیا کہنے تیرے اے آباد و سرسبز زمین کی چنڈول فضا تیرے لیے خالی ہو گئی ہے۔ انڈے دے اور سیٹیاں بجا اور دانے چگ لے جنہیں چگنا چاہتی ہے یہ لو حسینؑ تو چلے گئے تجھے بشارت ہو۔

خلاصہ یہ کہ امام حسین السلام مکہ سے روانہ ہوئے تو عمر بن سعید بن عاص نے اپنے بھائی یحییٰ کو ایک گروہ کے ساتھ بھیجا جو آپ کو جانے سے روکے۔ جب آپ تک پہنچے تو عرض کیا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں۔ واپس مکہ چلیں حضرت نے قبول نہ کیا اور وہ جانے سے روکتے تھے اور اس سے پہلے کہ معاملہ جنگ و جدال تک پہنچے وہ دست بردار ہو گئے اور واپس چلے گئے اور حضرت آگے چلے گئے جب آپ منزل تنعیم پر پہنچے تو چند اونٹ دیکھے جن پر سامان لدا ہوا تھا جو عامل یمن نے بطور ہدیہ یزید کی طرف بھیجا تھا آپ نے وہ سامان ان سے لے لیا کیوں کہ ظلم امور مسلمین امام زمانہ سے متعلق ہے اور حضرت اس کے زیادہ حق دار تھے۔ اس مال میں آپ نے تصرف کیا اور

* (ترجم کہتا ہے ابوالفرج کی یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی اس لیے کہ جو شخص ابتداء پیدائش امام حسینؑ کے حالات کو واقعہ کربلا تک نظر غائر سے دیکھے تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ امام حسین علیہ السلام کا کربلا جانا صرف اہل کوفہ کے بلانے پر نہیں تھا بلکہ آپ ایک مشن کے ماتحت گئے اور اس مشن کو تبلیغ و ترویج کے سلسلہ میں جن چیزوں اور اسباب کی ضرورت تھی انہیں ساتھ لیا آپ ...... نہ کوفہ و عراق کا بادشاہ بننا چاہتے تھے اور نہ یزید کی حکومت سے جنگ کرنے کے خواہاں تھے اگر ایسا ہوتا تو کتنی عجیب سی بات ہے کہ جن باتوں کو محمد حنفیہ، عبداللہ بن عباس اور دوسرے لوگ سمجھ رہے تھے انہیں امام حسینؑ سردار جوانان جنت نہیں سمجھ سکتے تھے۔ اس قسم کی ہی بے سروپا روایت کی بناء پر خلافت معاویہ و یزید جیسی رسوائے عالم کتابیں لکھی گئیں ورنہ بات صاف سی ہے کہ حسینؑ یہ چاہتے تھے کہ اپنی شہادت اہل بیت کی قید اور دربدری اور مختلف شہروں میں انہیں لے جانے سے واضح کر دیں کہ مسلمانوں میں دو نظریے ہیں جن میں سے ایک نظریہ کی بناء پر یزید تخت خلافت پر بیٹھا ہے اور ایک وہ نظریہ ہے کہ جس کے حامل خاندان رسالت کے افراد ہیں۔ اگر جناب سیدہ، جناب امام حسنؑ اور جناب امیرؑ کی طرح امام حسینؑ شہید ہو جاتے ہیں تو سواد اعظم کے چہرہ پر جو اسلام کی نقاب پڑی تھی وہ اسی طرح رہتی حسینؑ نے چاہا کہ سب کچھ قربان کر کے یہ نقاب نوچ لی جائے اور نفاق اپنے صاف خدوخال کے ساتھ بے نقاب ہو جائے۔ مترجم)

شتربانوں سے فرمایا جو ہمارے ساتھ عراق تک جائے اسے پورا کرایہ ادا کیا جائے گا۔ اور ہم اس سے نیکی کریں گے

اور جو ہمارے ساتھ نہیں آنا چاہتا ہم اسے مجبور نہیں کرتے یہاں تک کے راستہ کا کرایہ اُسے دے دیں گے پس بعض نے آپ کا قول قبول کر لیا اور آپ کے ساتھ چلے گئے اور بعض الگ ہو گئے۔ شیخ مفید روایت کرتے ہیں کہ جناب امام حسینؑ کے مکہ سے چلے جانے کے بعد عبداللہ بن جعفر آپ کے چچازاد بھائی نے آپ کو اس مضمون کا خط لکھا:

امابعد واضح ہو کر میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ آپ اس سفر سے واپس آ جائیں کیونکہ اس سفر پر آپ کے جانے سے میں اس لئے ڈرتا ہوں کہ آپ شہید ہو جائیں اور آپ کے اہل بیتؑ تباہ ہو جائیں گے اگر آپ شہید ہو گئے تو اہل زمین کا نور خاموش ہو جائے گا۔ کیونکہ آج آپ ہی پشت پناہ مومنینؑ ہیں اور ہدایت حاصل کرنے والوں کے پیشوا و مقتدا ہیں لہٰذا آپ اس سفر میں جلدی نہ کریں اور میں خط کے پیچھے خود بھی آ رہا ہوں۔

عبداللہ نے وہ خط اپنے دونوں بیٹوں عون و محمد کے ہاتھ حضرت کی خدمت میں بھیجا اور خود جناب عبداللہ عمرو بن سعید کے پاس گئے اور اس سے خواہش کی تا کہ وہ سید الشہداء کے لیے امان نامہ لکھ دے اور آپ سے خواہش کرے کہ وہ اس سفر سے واپس آ جائیں۔ عمرو نے حضرت کے لیے امان نامہ لکھا اور صلہ و نیکی کا وعدہ کیا تا کہ آپ واپس آ جائیں اور اس نے یہ خط اپنے بھائی یحییٰ بن سعید کے ہاتھ روانہ کیا اور جناب عبداللہ بن جعفر بھی یحییٰ کے ہمراہ تشریف لے گئے اس کے آنے سے قبل آپ اپنے بیٹوں کو بھی بھیج چکے تھے جب یہ لوگ حضرت کے پاس پہنچے اور وہ خط آنجناب کو دیا اور واپس لوٹنے پر اصرار کیا تو حضرت نے فرمایا میں نے رسولؐ خدا کو خواب میں دیکھا ہے۔ آپ نے مجھے ایک حکم دیا ہے کہ جس کی اطاعت و امتثال کے لیے میں جا رہا ہوں وہ پوچھنے لگے کہ وہ خواب کیا ہے۔ آپ نے فرمایا، نہ اب تک میں نے کسی سے وہ بیان کیا ہے اور نہ اس کے بعد کسی سے بیان کروں گا۔ یہاں تک کہ خدا کی بارگاہ میں جا پہنچوں۔ پس جب عبداللہ مایوس ہو گئے تو اپنے دونوں بیٹوں عون و محمد سے فرمایا کہ تم آپ (حسینؑ) کے ساتھ رہو اور سفر و جہاد میں حضرت کے ہمرکاب رہنا اور خود یحییٰ بن سعید کے ساتھ بڑی حسرت و یاس سے واپس چلے گئے اور حضرت عراق کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ بڑی تیزی سے سفر طے کر رہے تھے یہاں تک کہ ذات عرق میں قیام کیا۔ اور سید کی روایت کے مطابق وہاں بشیر بن غالب سے ملاقات کی جو عراق کی طرف سے آ رہا تھا۔ حضرت نے اس سے پوچھا کہ تو نے اہل عراق کو کیسا پایا ہے۔ وہ کہنے لگا ان کے دل تو آپ کے ساتھ ہیں لیکن ان کی تلواریں بنو اُمیہّ کے ساتھ ہیں۔ آپ نے فرمایا تو سچ کہتا ہے۔ بے شک خداوند عالم بجا لائے گا جو چاہے گا اور وہ ہر چیز میں جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے۔

شیخ مفید روایت کرتے ہیں کہ جب امام حسینؑ کے (کوفہ) آنے کی خبر ابن زیاد کو پہنچی تو اس نے حصین بن نمیر کو بہت زیادہ لشکر کے ساتھ آپ کا راستہ روکنے کے لیے قادسیہ بھیجا اور قادسیہ سے لے کر خفان اور قطقطانیہ تک کے فاصلوں کو اپنے لشکر ضلالت اثر سے پر کر دیا اور لوگوں کو بتا دیا کہ حسینؑ عراق کی طرف آ رہے ہیں تا کہ وہ باخبر رہیں پس حضرت ذات عرق سے چل کر مقام حاجر میں پہنچے تو آپ نے قیس بن مسہر صیداوی اور ایک روایت کے مطابق عبداللہ بن یقطر اپنے رضاعی بھائی کو اپنا قاصد بنا کر کوفہ کی طرف روانہ کیا اور ابھی تک جناب مسلم کی شہادت کی خبر آپ تک نہیں پہنچی تھی اور آپ نے اہل

کوفہ کو اس مضمون کا خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم...... یہ خط ہے حسینؑ بن علیؑ کا اپنے بھائیوں کی طرف مومنین اور مسلمین میں سے آپ نے حمد و سلام کے بعد تحریر فرمایا کہ مسلم بن عقیل کا خط مجھے مل گیا ہے جس میں تحریر تھا کہ تم لوگ ہماری نصرت کرنے اور ہمارے دشمنوں کے ہمارا حق لینے میں متفق ہو گئے ہو میں خداوند عالم سے سوال کرتا ہوں کہ وہ ہم پر اپنے احسان کو مکمل کرے اور تمہیں حسن نیت اور خوبی و کردار پر ابرار نیک لوگوں والی بہترین جزا عطا فرمائے تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں تمہاری طرف مکہ معظمہ منگل کے دن آٹھ ذی الحج کو آ رہا ہوں جب میرا قاصد تمہارے پاس پہنچ جائے تو کمر اتباع باندھ لو اور ہماری نصرت و مدد کے لیے تیار ہو جاؤ کیونکہ میں انہیں دنوں تم لوگوں تک پہنچ رہا ہوں والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس خط کے لکھنے کا سبب یہ تھا کہ جناب مسلم اپنی شہادت سے ستائیس دن پہلے

(مترجم کہتا ہے کہ آپ کے خط کا ترجمہ تحریر کرنے سے پہلے چند باتیں عرض کرتا ہوں۔ یہ یاد رہے کہ تاریخ ائمہ بلکہ تاریخ اسلام بنی امیہ اور بنی عباس کی حکومتوں کی نگرانی میں لکھی گئی اور جو سلوک ان حکومتوں کا اہل بیت عصمت سے تھا وہ معلوم اور اکثر لوگ وہی مذہب وہی نظریہ رکھتے ہیں جو ان کے وقت کے بادشاہ کا ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ مورخین حضرات جہاں موقعہ دیکھتے ہیں وہاں کوئی نہ کوئی ٹانکا لگا دیتے ہیں۔ مثلاً کچھ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ یمن کی طرف سے کوئی سامان آ رہا تھا تو امام حسینؑ نے اسے چھین لیا۔ یہ بات مجھے صحیح نہیں معلوم ہوتی اگر چہ روئے زمین کے مالک ہیں اور تمام جن و انس کے نفوس و اموال پر زیادہ حق تصرف رکھتے ہیں لیکن ان کی اور ان کے خاندان سیرت مستمرہ کے یہ روایت خلاف ہے کہ کیونکہ پوری تاریخ آئمہ میں اس قسم کا دوسرا واقعہ نہیں (۲) پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ عمرو بن سعید مکہ میں اس مقصد کے لیے بھیجا گیا تھا کہ وہ امام حسینؑ کو گرفتار کر کے یزید کے پاس لے جائے یا قتل کر دے۔ پھر یہ کہ اس نے اپنے بھائی یحییٰ کو لشکر دے کر امام مظلوم کو جبراً روکنے کی کوشش کی۔ اب جناب عبداللہ کے کہنے پر وہ امان نامہ لکھنے پر کس طرح تیار ہو گیا مجھے یہ روایت بھی مشکوک نظر آتی ہے واللہ العالم (۳) جس روایت کو ہم یہاں لکھ رہے ہیں اس میں عبداللہ بن یقطر کو امام حسینؑ کا رضاعی بھائی ظاہر کیا گیا ہے حالانکہ اسی کتاب میں یہ آ چکا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے کسی عورت کا دودھ نہیں پیا اور یہ بھی کوئی روایت نہیں کہ اپنی اولاد کے علاوہ جناب سیدہؑ نے کسی بچے کو دودھ پلایا ہو تو اب آپ خود فیصلہ کریں کہ عبداللہ امام حسینؑ کے کیسے رضاعی بھائی ہو گئے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت کے دوسرے بھائیوں میں سے کسی کے ساتھ عبداللہ نے دودھ پیا ہو۔ واللہ اعلم۔ مترجم)

حضرت کو خط لکھ چکے تھے جس میں اہل کوفہ کی اطاعت و انقیاد کا ذکر تھا اور اہل کوفہ میں سے کچھ لوگ بھی آپ کو تحریر کر چکے تھے کہ ایک لاکھ تلواریں آپ کی نصرت کے لیے تیار ہیں۔ اپنے آپ کو اپنے شیعوں تک پہنچائیں۔ جب حضرت کا قاصد روانہ ہوا اور قادسیہ میں پہنچا تو حصین بن تمیم نے اسے گرفتار کر لیا اور سید کی روایت کے مطابق چاہا کہ اس کی تلاشی لے قیس نے خط کو نکالا اور اس کے پرزے پرزے کر دیئے۔ حصین نے اسے ابن زیاد کے پاس بھیج دیا۔ جب وہ عبیداللہ کے پاس پہنچا تو اس لعین نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ کہنے لگا میں ایک شیعہ علیؑ و اولاد علیؑ ہوں۔ ابن زیاد نے کہا تو نے خط کے پرزے کیوں کیے ہیں وہ کہنے لگا اس

لیے تا کہ تجھے اسکے مضمون کی خبر نہ لگے۔عبیداللہ نے کہا وہ خط کس کا تھا اور کس کی طرف تھا۔وہ کہنے لگا وہ خط امام حسینؑ کی طرف سے اہل کوفہ کے ایک گروہ کی طرف تھا کہ میں جن کے نام نہیں جانتا۔ابن زیاد سیخ پا ہو گیا اور کہنے لگا میں تجھ سے دست بردار نہیں ہونگا جب تک تو ان کے نام نہ بتائے یا یہ کہ منبر پر جا کر حسینؑ ان کے باپ اور ان کے بھائی کو بُرا بھلا نہ کہے ورنہ میں تجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔وہ کہنے لگے میں ان کے نام تو کبھی نہیں بتاؤں گا البتہ دوسری بات کروں گا پس وہ منبر کے اوپر گیا اور حمد وثنائے الٰہی بجالایا اور صلوات رسالت مآبؐ پر اور بہت درود امیر المومنین امام حسن اور امام حسین علیہ السلام پر بھیجا اور ابن زیاد اس کے باپ اور بنی اُمیہ کے سرکشوں پر لعنت کی پھر اس نے کہا اے اہل کوفہ میں امام حسینؑ کا قاصد ہوں تمہاری طرف اور انہیں فلاں جگہ چھوڑ کر آیا ہوں جو شخص ان کی مدد کرنا چاہتا ہے وہ ان کے پاس جائے ابن زیاد نے جب یہ دیکھا تو حکم دیا کہ اسے قصر کے اوپر سے پھینکا جائے اور وہ درجہ شہادت پر فائز ہوا اور دوسری روایت ہے کہ جب وہ قصر الامارہ سے نیچے آیا اور اس کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور اس میں کچھ رمق باقی تھی کہ اسے عبدالملک بن عمیر لخمی نے شہید کر دیا۔

مولف کہتا ہے کہ قیس بن مسہر صیداوی اسدی شخص شریف بہادر اور اہل بیت کی محبت میں قدم راسخ رکھتا تھا اور اس کا ذکر بعد ائے گا کہ جب اس کی شہادت کی خبر امام حسینؑ کو ملی تو بے اختیار آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور فرمایا ان میں سے بعض تو اپنا وعدہ پورا کر چکے اور کچھ انتظار کر رہے ہیں اور کیت بن زید اسدی نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور اسے شیخ بنی الصیداء سے تعبیر کیا ہے اپنے اس شعر میں وشیخ بنی الصیداء قد فاظ بینھم اور بنی صیداء کا سردار ان میں مر گیا اور شیخ مفید نے فرمایا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے مقام حاجز سے عراق کی طرف کوچ کیا اور عرب کے ایک چشمہ پر پہنچے کہ جس کے قریب اللہ بن مطیع عدوی نے گھر بنایا ہوا تھا۔جب عبداللہ کی نگاہ حضرت پڑی تو وہ اپ کے استقبال کے لے آیا اور اس نے حضرت کو سواری سے اتارا اور عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں آپ اس علاقہ میں کیوں تشریف لائے۔حضرت نے فرمایا جب معاویہ مر گیا جیسا کہ تجھے بھی خبر ملی ہے تو اہل عراق نے مجھے خطوط لکھ کر بلایا ہے۔ابن مطیع نے کہا میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اپنے آپ کو معرض تلف میں نہ ڈالیں اور اسلام قریش اور عرب کی حرمت وعزت کو برطرف نہ کیجئے کیونکہ سب کی حرمت واحترام آپ سے وابستہ ہے خدا کی قسم اگر آپ بنی اُمیہ سے حکومت چھیننے کا ارادہ کریں گے تو وہ آپ کو قتل کر دیں گے اور آپ کے شہید ہو جانے کے بعد کسی مسلمان کے قتل کرنے کی پرواہ نہیں کریں گے اور کسی سے نہیں ڈریں گے پس ہرگز کوفہ نہ جائیے اور بنی اُمیہ سے تعرض نہ کیجئے۔حضرت نے اس کی باتوں کی طرف التفات نہ کیا اور جس چیز کے لیے خدا کی طرف سے مامور تھے اس سے سستی اور غفلت نہ برتی اور یہ آیت تلاوت فرمائی لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا۔ہمیں ہرگز کوئی چیز نہیں پہنچے گی مگر جو خدا نے لکھ دی ہے اور اس کو چھوڑ کر آگے بڑھے اور ابن زیاد نے واقعہ سے لے کر جو کہ کوفہ کا راستہ تھا شام اور بصرہ تک کے راستہ کو بند کر رکھا تھا کوئی اطلاع باہر نہیں جا سکتی تھی اور کوئی شخص نہ اندر آ سکتا تھا اور نہ باہر جا سکتا تھا امام حسینؑ اسی وجہ سے بظاہر کوفہ کے حالات سے واقف نہیں تھے اور مسلسل سفر کر رہے تھے۔یہاں تک کہ راستہ میں ایک گروہ سے ملے اور ان سے حالات معلوم

کیے۔وہ کہنے لگے خدا کی قسم ہمیں کوئی خبر نہیں سوائے اس کے کہ راستہ بند ہیں اور ہم آ جا نہیں سکتے اور قبیلہ فزارہ اور بجیلہ کا ایک گروہ روایت کرتا ہے کہ ہم مکہ معظمہ سے واپسی میں زہیر بن قین کے ساتھ تھے اور قیام کے موقعہ پر ہم امام حسینؑ کے قیام گاہوں پر پہنچتے لیکن ان سے دور رہتے کیونکہ ہم آپ کے ساتھ چلنا ناپسند اور مبغوض سمجھتے تھے لہٰذا جب امام حسینؑ روانہ ہوئے تو زہیر قیام کرتے اور جب حضرت قیام کرتے تو زہیر چل پڑتے۔یہاں تک کہ ایک جگہ حضرت نے ایک طرف قیام کیا اور مجبوراً ہم نے دوسری طرف پڑاؤ ڈالا اور ہم بیٹھے صبح کا کھانا کھا رہے تھے کہ اچانک امام حسینؑ کی طرف سے قاصد آیا۔سلام کیا اور زہیر سے کہا کہ اباعبداللہ الحسینؑ تجھے بلا رہے ہیں ہم نے انتہائی دہشت کے عالم میں وہ لقمے جو ہمارے ہاتھوں میں تھے پھینک دیے اور ہم متحیر تھے اس طرح کہ گویا ہم اپنی جگہ پر خشک ہو گئے تھے اور حرکت نہیں کر سکتے تھے زہیر کی بیوی نے جس کا نام دلھم تھا زہیر سے کہا سبحان اللہ فرزند رسولؐ خدا تم کو بلا رہے ہیں اور تم جانے میں تامل کر رہے ہو اٹھ کر جاؤ اور دیکھو کہ وہ کیا فرماتے ہیں۔زہیر حضرت کی خدمت میں گئے اور تھوڑی ہی دیر میں خوش و خرم چمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ واپس آئے اور ان کے حکم سے ان کا خیمہ اکھاڑ کر امام حسینؑ کے خیموں کے ساتھ نصب کیا گیا اور انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو میری زوجیت کی قید سے آزاد ہے اپنے خاندان میں چلی جا کیوں کہ میں نہیں چاہتا کہ میرے سبب سے تجھے کوئی تکلیف ہو اور سید کی روایت کے مطابق بیوی سے کہا کہ میں نے عزم کیا ہے کہ امام حسینؑ کے ساتھ رہوں گا اور اپنی جان ان پر قربان کروں اور اسے اپنے ایک چچازاد بھائی کے سپرد کیا کہ وہ اسے اس کے خاندان میں پہنچا دے۔زہیر کی بیوی نے روتی ہوئی آنکھوں اور جلتے ہوئے دل کے ساتھ اسے الوداع کہا اور کہا کہ خدا آپ کو توفیق خیر دے میں آپ سے التماس کرتی ہوں کہ مجھے قیامت کے دن حسینؑ کے نانا کے پاس یاد کرنا پھر زہیر نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کیا کہ جو چاہتا ہے میرے ساتھ چلے اور جو ساتھ دینا نہیں چاہتا تو اس سے میری آخری ملاقات ہے ان کو الوداع کہہ کے حضرت کے ساتھ جا ملے۔اور بعض ارباب مقاتل کا کہنا ہے کہ زہیر کے چچازاد بھائی سلمان بن مضارب بن قیس نے بھی اس موافقت کی اور کربلا میں روزِ عاشور زہیر کے بعد شہید ہوا۔شیخ مفید نے عبداللہ بن سلیمان اسدی اور منذر بن مشمعل اسدی سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ جب ہم اعمال حج سے فارغ ہوئے تو تیزی سے ہم نے مراجعت کی اور اس سرعت و شتابی سے ہمارا مقصد یہ تھا کہ راستہ میں ہی امام حسینؑ سے جا ملیں تاکہ دیکھیں کہ آں جناب کے معاملہ کا انجام کیا ہوتا ہے پس تیزی سے قدم بڑھاتے اور راستہ طے کرتے رہے یہاں تک کہ مقام زرود پر جو ثعلبہ کے نزدیک ایک جگہ ہے حضرت سے جا ملے جب ہم نے چاہا کہ آنجناب کی خدمت میں حاضر ہوں۔اچانک ہم نے دیکھا کہ کوفہ کی طرف سے ایک شخص نمودار ہوا جب اس نے حضرت کے لشکر کو دیکھا تو اپنا راستہ بدل لیا اور شاہراہ سے ایک طرف ہو گیا اور حضرت تھوڑی دیر رُکے تاکہ اس سے ملاقات کریں جب آپ اس سے ناامید ہوئے تو وہاں سے آگے بڑھے ہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ بہتر یہ ہے کہ اس شخص کے پاس جائیں اور اس سے حالات معلوم کریں کیونکہ وہ کوفہ کے حالات سے باخبر ہے پس ہم اس تک پہنچے اور اسے سلام کیا اور پوچھا کہ تم کس قبیلہ سے ہو اس نے کہا بنی اسد میں سے ہم نے کہا کہ ہم بھی اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں پس ہم نے اس سے اس کا نام

پوچھا اور اس سے اپنا تعارف کرایا پھر ہم نے کوفہ کے تازہ حالات اس سے دریافت کیے وہ کہنے لگا کوفہ کی تازہ خبر یہ ہے کہ میں کوفہ سے نہیں نکلا ہوں۔ جب تک اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا کہ مسلم وہانی قتل ہو گئے ہیں اور ان کے پیر پکڑ کر انہیں بازاروں میں گھسیٹ رہے ہیں پھر ہم اس شخص کو چھوڑ کر امام حسینؑ سے جا ملے ہم چلتے رہے یہاں تک کہ رات کے وقت مقام ثعلبیہ میں پہنچے ۔حضرت نے وہاں قیام کیا جب اس زبدہ اہل بیت عصمت وجلال نے وہاں نزول داجلال فرمایا تو ہم اس بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوئے سلام کیا آپ نے سلام کا جواب دیا تو ہم نے کہا ہمارے پاس ایک خبر ہے اگر آپ فرمائیں تو آشکار کریں ورنہ علیحدگی میں عرض کریں حضرت نے ایک نگاہ ہم پر ڈالی اور پھر اپنے اصحاب کی طرف دیکھ کر فرمایا میں اپنے ان اصحاب سے کوئی چیز نہیں چھپاتا تم آشکار بیان کرو تو ہم نے وہ خبر وحشت اثر جو مرد اسدی سے مسلم وہانی کی شہادت کے سلسلہ میں سُنی تھی حضرت کی خدمت میں عرض کی آنجناب وہ خبر سن کر اندوہناک ہوئے اور بار بار اناللہ وانا الیہ راجعون رحمۃ اللہ علیہما۔ خدا مسلم وہانی پر رحمت نازل فرما۔

پھر ہم نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ اور اہل کوفہ آپ کے مخالف نہ ہو جائیں تو موافقت بھی نہیں کریں گے لہذا ہم التماس کرتے ہیں کہ اپ اس سفر کو چھوڑ کر واپس چلیں آپ نے اولاد عقیل کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ کیا تم مصلحت سمجھتے ہو واپس جانے میں؟ مسلم تو شہید ہو گئے ہیں وہ کہنے لگے خدا کی قسم ہم واپس نہیں جائیں گے جب تک اپنے خون کا بدلہ نہ لے لیں یا وہ شربت شہادت جو اس غریق سعادت نے پیا ہے ہم نہ چکھ لیں پھر حضرت نے ہماری طرف دیکھ کر فرمایا کہ ان کے بعد زندگانی دنیا میں کوئی خیر و برکت اور مزہ نہیں جب ہم نے جان لیا کہ آپ جانے کا عزم رکھتے ہیں تو ہم نے عرض کیا خداوند عالم خیر وخوبی آپ کو نصیب کرے۔حضرت نے ہمارے حق میں دعا فرمائی پھر آپ کے اصحاب کہنے لگے کہ آپ کا معاملہ مسلم بن عقیل سے بہتر ہے اگر آپ کوفہ میں گئے تو لوگ آپ کی طرف تیزی سے آئیں گے حضرت خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا کیونکہ انجام کار آپ کو معلوم تھا۔اور سید کی روایت کے مطابق جب حضرت نے مسلم کی شہادت کی خبر سنی تو گریہ کیا اور فرمایا خدا مسلم پر رحمت کرے البتہ وہ جنت رضوان کی طرف گیا ہے اور جو کچھ اس پر لازم تھا اس نے اس پر عمل کیا اور جو ہمارے اوپر لازم ہے وہ ابھی باقی ہے پھر آپ نے چند اشعار پڑھے جو بیوفائی دنیا زہد دنیا اور آمر آخرت کی ترغیب اور فضیلت شہادت کے متعلق تھے کہ جن میں اشارہ تھا کہ آپ شہادت کے لیے تیار اور شربت ناگوار موت اپنے خدا کی رضا کے لیے گوارا سمجھتے ہیں اور بعض تواریخ سے منقول ہے کہ مسلم بن عقیل علیہ السلام کی ایک گیارہ سالہ لڑکی امام حسینؑ کی صاحبزادیوں کے ساتھ رات دن رہتی تھی جب امام حسینؑ نے شہادت مسلم کی خبر سنی تو خیام ذوی الاحترام میں تشریف لے گئے اور اس بچی کو اپنے پاس بلایا اور زیادہ شفقت ونوازش اور عادت سے بیشتر اس سے مراعات برتیں۔مسلم کی بیٹی کے ذہن میں اس صورتحال سے ایک تصور پیدا ہوئی عرض کیا اے فرزند رسولؐ آپ مجھ سے بن باپ والوں کا لطف وکرم اور یتیموں جیسی شفقت فرمار ہے ہیں کیا میرے باپ مسلم شہید ہو گئے ہیں۔آپ بے قابو ہو گئے اور رونے لگے اور فرمایا تم غم نہ کھاؤ اگر مسلم نہیں رہے تو میں تمہارا باپ ہوں اور میری بیٹیاں تمہاری بہنیں ہیں اور میرے بیٹے

تمہارے بھائی ہیں۔مسلم کی بیٹی فریاد کرنے اور زار وقطار رونے لگی اور مسلم کے بیٹوں نے عمامے سر سے پھینک دیئے اور دھاڑیں مار کر رونے لگے اور باقی اہل بیت علیہم السلام نے اس مصیبت میں اُن کا ساتھ دیا اور امام حسینؑ مسلم کی شہادت سے بہت شکستہ دل ہو گئے۔شیخ کلینی قدس سرہ نے روایت کی ہے کہ جب حضرت منزل ثعلبیہ میں پہنچے تو ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہو اور سلام کیا۔آپ نے فرمایا کس شہر کے رہنے والے ہو۔اس نے کہا اہل کوفہ میں سے ہوں۔فرمایا کہ اگر تو مدینہ میں میرے پاس آتا تو میں تجھے اپنے گھر میں جبرئیلؑ کے پاؤں کے نشان دکھاتا تاکہ وہ کس راستے سے آتا اور کس طرح میرے نانا تک وحی پہنچاتا تھا تو کیا چشمہ آب حیات علم وعرفان تو ہمارے گھر میں اور ہمارے پاس ہو اور باقی سب لوگ علوم الٰہی کو جانتے ہوں اور ہم نہ جان سکیں یہ بات کبھی نہیں ہو سکتی اور سید ابن طاؤس نے بھی نقل کیا ہے کہ حضرت عین دو پہر کے وقت منزل ثعلبہ میں پہنچے اور اس وقت قیلولہ فرمایا۔آپ نیند سے بیدار ہوئے اور فرمایا میں نے عالم خواب میں دیکھا ہے کہ کوئی ہاتف نداد سے رہا تھا کہ تم تیزی سے جا رہے رہو اور موت تمہیں تیزی سے جنت کی طرف لے جارہی ہے حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام (علی اکبر) نے عرض کیا،اے بابا کیا ہم حق پر نہیں ہیں آپ نے فرمایا کیوں نہیں۔اس خدا کی قسم کی بندگان خدا کی بازگشت جس کی طرف ہے ہم یقیناً حق پر ہیں تو علی اکبر نے عرض کیا اے بابا جبکہ ہم حق پر ہیں تو پھر ہمیں موت کی کوئی پرواہ نہیں حضرت نے فرمایا اے میری جان خدا تجھے جزائے خیر دے پس حضرت نے وہ رات وہیں گزاری جب صبح ہوئی تو اہل کوفہ میں سے ایک شخص کہ جس ابو ہرہ ازادی کہتے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے سلام کیا اور کہنے لگا اے فرزند رسولؐ کس وجہ سے آپ حرم خدا اور اپنے جد بزرگوار کے حرم کو چھوڑ کر آئے ہیں۔حضرت نے فرمایا اے ابو ہرہ بنی اُمیہ نے میرا مال چھین لیا میں نے صبر کیا۔میری ہتک حرمت کی میں نے صبر کیا جب انہوں نے چاہا کہ میرا خون بہائیں تو میں نے ان نکل آیا۔خدا کی قسم یہ باغی وطاغی (سرکش) گروہ مجھے شہید کر کے رہے گا اور خداوند قہار ذلت وخواری وننگ وعار کا لباس انہیں پہنائے گا اور ان پر انتقام کی تلوار کھینچے گا اور ان پر ایسے شخص کو مسلط کرے گا جو انہیں قوم سبا سے زیادہ ذلیل وخوار کرے گا کہ جن پر ایک عورت کی حکمرانی تھی وہ شخص ان کے اموال چھیننے اور ان کا خون بہانے کا فرمان جاری کرے گا۔اور شیخ مفید کی روایت کے مطابق جب صبح ہوئی تو آپ نے اپنے یار وانصار نوجوانوں کو حکم دیا تو انہوں نے بہت سا پانی اپنے ساتھ لے لیا اور سامان وغیرہ بار کر کے روانہ ہوئے یہاں تک کہ منزل زبالہ تک پہنچے تو عبداللہ بن یقطر کی شہادت کی خبر آنجناب کو ملی جب اس وحشت ناک خبر کو سنا تو اپنے اصحاب کو جمع کیا اور ایک خط نکالا اور ان کے سامنے پڑھا جس کا مضمون یہ تھا کہ:

بسم اللہ الرحمن الرحیم......امابعد واضح ہو کہ ہمیں مسلم بن عقیل ہانی بن عروہ اور عبداللہ بن یقطر کی خبر شہادت ملی اور تحقیق ہمارے دوست ہمارے مدد سے دستبردار ہو گئے ہیں پس جو شخص چاہتا ہے۔

ہم سے الگ ہو جائے اس کے لیے کوئی حرج نہیں"

پس وہ لوگ جو طمع مال غنیمت اور راحت وعزت دنیا کے لیے آنجناب کے ہمرکاب ہو گئے تھے وہ یہ خبر سن کو منتشر ہو گئے اور

آپ کے اہل بیتؑ اعزا اقربا اور وہ گروہ جو از روئے ایمان و یقین اس سردار اہل ایقان کی ملازمت اختیار کر چکے تھے وہ باقی رہ گئے جب صبح ہوئی تو آپ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ پانی لے لیں انہوں نے بہت زیادہ پانی لے لیا اور چل پڑے یہاں تک کہ بطن عقبہ میں جا کر پڑاؤ ڈالا اور وہاں بنی عکرمہ کے ایک بوڑھے شخص سے ملاقات کی اس بوڑھے شخص نے حضرت سے پوچھا آپ کہاں کا ارادہ رکھتے ہیں فرمایا کوفہ کی طرف جا رہا ہوں۔ اس شخص نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ آپ واپس چلے جائیں خدا کی قسم آپ نیزوں کی نوک اور تیز تلواروں کی طرف جا رہے ہیں۔ آپ نے اسے جواب دیا کہ اے مرد ضعیف جو خبر تم بتا رہے ہو وہ مجھ سے مخفی نہیں لیکن خدا کی قسم یہ لوگ مجھ سے دستبردار نہیں ہوں گے یہاں تک کہ میرا خون دل میرے اندر سے نکال لیں گے اور جب مجھے شہید کر لیں گے تو خداوند عالم ان پر اس شخص کو مسلط کرے گا جو انہیں تمام امتوں سے زیادہ ذلیل کرے گا۔ پھر آپ وہاں سے کوچ کر کے روانہ ہوئے۔

ساتویں فصل

حضرت کی حر بن یزید ریاحی علیہ الرحمۃ سے ملاقات

حضرت سید الشہداء علیہ السلام نے بطن عقبہ سے کوچ کیا اور منزل شراف میں نزول اجلال فرمایا جب صبح ہوئی تو اپنے جوانوں کو حکم دیا تو انہوں نے بہت سا پانی لے لیا اور آدھے دن تک چلتے رہے۔ اس اثناء میں حضرت کے اصحاب میں سے ایک شخص نے اللہ اکبر کہا۔ حضرت نے بھی تکبیر کہی اور پوچھا کہ تیرے تکبیر کہنے کی کیا وجہ ہے۔ اس نے کہا کہ دور سے خرمے کے درخت نظر آ رہے ہیں کچھ اصحاب کہنے لگے خدا کی قسم ہم نے تو اس جگہ کبھی خرمے کے درخت نہیں دیکھے۔ حضرت نے فرمایا اچھی طرح دیکھو کہ تمہیں کیا نظر آتا ہے۔ وہ کہنے لگے خدا کی قسم ہمیں تو گھوڑوں کی گردنیں نظر آتی ہیں۔ آنجناب نے فرمایا بخدا میں بھی یہ دیکھ رہا ہوں جب معلوم کر لیا کہ لشکر کے نشان ظاہر ہو رہے ہیں تو اپنی بائیں جانب اس پہاڑ کی طرف مڑے جو وہاں تھا اسے ذوحسم کہتے تھے اس بناء پر کہ اگر جنگ کی ضروریات پیش آئے تو وہ پہاڑ پناہ گزین ہو اور اس کی طرف پشت کر کے جنگ کی جائے پس وہاں جا کر خیمے نصب کر دیئے اتر گئے زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ حر بن یزید تمیمی ایک ہزار سواروں کے ساتھ وہاں پہنچا اور سخت گرمی میں وہ اس خیر البشر کے بیٹے کے لشکر کے مقابلے صف بستہ ہو گئے آنجناب نے بھی اپنے یار و انصار کیساتھ تلواریں حمائل کیں ا، نکے سامنے صف باندھ لی لیکن جب اس منبع کرم و سخاوت نے اس لشکر ضلالت میں پیاس کے آثار دیکھے تو اپنے اصحاب اور جوانوں کو حکم دیا کہ اس فوج کو اور ان کے گھوڑوں کو پانی پلاؤ۔

پس انہوں نے انہیں پانی پلایا اور طشت پر کر کے ان کے چوپاؤں کے پاس لے جاتے اور توقف کرتے یہاں تک کہ تین

چار پائے اپنی عادت کے مطابق سر اٹھاتے اور نیچے کرتے جب وہ بالکل سیراب ہو جائے تو دوسرے کو سیراب کرتے یہاں تک کہ تمام لشکر اور ان کے رہواروں کو سیراب کیا۔

''در آنوادی کہ بودے آب نایاب سوار و اسپ او گردید میزاب''

علی بن طعان محاربی کہتا ہے کہ میں حر کے لشکر کا آخری فرد تھا جو وہاں پہنچا اور پیاس نے مجھ پر اور میرے گھوڑے پر بہت غلبہ کیا ہوا تھا جب حضرت سید الشہداء نے میری اور میرے گھوڑے کی حالت دیکھی تو مجھ سے فرمایا کہ انخ الروایہ۔ میں آپ کی مراد کو نہ سمجھ سکا تو آپ نے فرمایا اے بھتیجے انخ الجمل اس اونٹ کو بٹھاؤ کہ جس پر پانی لدا ہوا ہے پس میں نے اونٹ کو بٹھایا تو آپ نے مجھ فرمایا کہ پانی پی لو جب میں نے چاہا کہ پانی پیوں تو مشک کے دہانے سے پانی بہہ جاتا تھا۔ آپ نے فرمایا مشک کے دہانے کو الٹ دو میں نہ سمجھ سکا کہ کیا کروں۔ خود جناب بنفس نفیس کھڑے ہوئے اور مشک کے دہانے کو الٹایا اور مجھے سیراب کیا پس اس دوران میں حر آپ کی موافقت اور عدم مخالفت میں رہا یہاں تک کہ نماز ظہر کا وقت آ گیا تو اپ نے چادر باندھی جوتے پہنے اور رداء کندھے پر ڈالے ہوئے باہر تشریف لائے اور دونوں لشکروں کے درمیان کھڑے ہو گئے۔ حمد و ثنائے الٰہی بجالائے۔ پھر فرمایا اے لوگو میں خود بخود تمہاری طرف نہیں آیا بلکہ تمہارے متواتر دپے درپے قاصد اور خطوط آئے کہ ضرور ہمارے پاس آیئے ہمارا کوئی امام اور پیشوا نہیں ہے تاکہ شاید خداوند عالم ہمیں آپ کی وجہ سے حق و ہدایت پر جمع کر دے لہٰذا میں اپنا ساز و سامان باندھ کر تمہاری طرف آیا ہوں۔ اب اگر تم اپنے عہد و پیمان پر باقی ہو تو اپنے پیمان کو تازہ کرو اور میرے دل کو مطمئن کرو اور اگر تم اپنی بات سے پھر گئے ہو اور اپنے عہد و پیمان کو توڑ چکے ہو اور میرے آنے کو پسند نہیں کرتے تو میں اپنی جگہ کی طرف پلٹ جاتا ہوں۔ پس وہ بے وفا خاموش رہے اور کسی نے کوئی جواب نہ دیا تو حضرت نے موذن سے فرمایا کہ اذان و اقامت کہو اور حر سے فرمایا تم اپنے لشکر کو نماز پڑھاؤ حر نے کہا میں آپ کے پیچھے نماز پڑھوں گا پس حضرت آگے ہوئے اور دونوں لشکروں نے آپ کے پیچھے نماز ادا کی نماز کے بعد ہر لشکر اپنی جگہ کو پلٹ گیا اور ہوا اتنی گرم تھی کہ ہر سپاہی اپنے گھوڑے کی باگ تھامے ہوئے اس کے ہی سائے نیچے بیٹھا تھا پھر جب عصر کا وقت آیا تو حضرت نے فرمایا کہ کوچ کے لیے تیار ہو جاؤ اور منادی نے نماز عصر کی ندا دی۔ پھر آگے کھڑے ہوئے اور اس طرح نماز عصر ادا کی اور نماز کے سلام کے بعد آپ نے اس لشکر کی طرف رُخ انور کیا اور خطبہ دیتے ہوئے فرمایا اے لوگو! خدا سے ڈرو اور اہل حق کو ان کا حق دو تو خدا تم سے زیادہ خوش ہو گا اور ہم اہل بیت نبوت و رسالتؑ ہیں اور اس گروہ سے زیادہ مستحق ہیں کہ جو ناحق ریاست کا دعویٰ کرتے اور تمہارے درمیان ظلم و جور کا سلوک کرتے ہیں اور اگر تم لوگ ضلالت و جہالت میں راسخ ہو چکے ہو تو اور تمہاری رائے اس بات سے بدل چکی ہے جو تم نے مجھے لکھی تھی تو کوئی حرج نہیں میں واپس چلا جاتا ہوں۔ حر نے جواب دیا کہ خدا کی قسم میں ان خطوط اور قاصدوں کے متعلق بالکل بے خبر ہوں حضرت نے عقبہ بن سمعان سے فرمایا کہ وہ تھیلے لے آؤ کہ جس میں خطوط ہیں۔ پس وہ اہل کوفہ کے خطوط سے بھرے ہوئے تھیلے لے آیا اور وہ خطوط باہر بکھیر دیئے۔ حر نے عرض کیا میں ان اشخاص میں سے نہیں ہوں کہ جنہوں نے آپ کو خطوط لکھے ہیں ہم تو مامور ہیں کہ جب آپ سے ملاقات ہو تو آپ سے الگ نہ ہوں یہاں تک کہ

کوفہ میں آپ کی عبیداللہ بن زیاد کے پاس لے جائیں۔ آپ کو غصہ آ گیا اور فرمایا تیری موت اس بات سے بہت پہلے ہے اور آپ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ سوار ہو جاؤ۔ پھر آپ نے مستورات کو سوار کیا اور اپنے اصحاب سے فرمایا چلو ہم واپس جاتے ہیں۔ جب چاہا کہ واپس ہوں تو حر نے اپنے لشکر کے ساتھ آپ کا راستہ روک لیا اور واپس جانے میں مانع ہوا۔ حضرت نے حر سے خطاب کیا ثکلتک امک ماتريد تیری ماں تیری عزداری میں بیٹھے ہم سے کیا چاہتا ہے۔ حر کہنے لگا اگر کوئی اور شخص آپ کے علاوہ میری ماں کا نام لیتا تو میں بھی ماں کا نام لیتا اور اسے اسی قسم کا جواب دیتا لیکن آپ کی والدہ گرامی کے متعلق سوائے تعظیم وتکریم کے کوئی بات زبان پر نہیں لاسکتا۔ حضرت نے فرمایا۔ اب کیا چاہتا ہے وہ کہنے لگا میں چاہتا ہوں کہ آپ کو عبیداللہ بن زیاد کے پاس لے چلوں۔ آپ نے فرمایا تیری یہ بات نہیں مانوں گا حر کہنے لگا میں بھی آپ سے دستبردار نہیں ہوں گا۔ اور اس قسم کی طویل باتیں ان میں ہوئیں یہاں تک کہ حر نے کہا مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں آپ سے جنگ کروں بلکہ حکم دیا گیا ہے۔ کہ آپ سے جدا نہ ہوں یہاں تک کہ آپ کو کوفہ لے جاؤں۔ اب اگر آپ کوفہ نہیں جاتے اور وہاں جانے سے انکار کرتے ہیں تو پھر ایسا راستہ اختیار کیجئے جو نہ کوفہ جاتا ہو اور نہ آپ کو واپس مدینہ لے جائے یہاں تک کہ میں اس سلسلہ میں ابن زیاد کو خط لکھوں تا کہ شاید کوئی ایسی صورت نکل آئے کہ مجھے آپ جیسی بزرگ ہستی سے جنگ نہ کرنی پڑے حضرت نے قادسیہ اور عذیب سے راستہ بدل لیا اور بائیں طرف میلان رکھتے ہوئے چل پڑے۔ حر بھی اپنے لشکر کے ساتھ ہمراہ چلا اور حضرت ایک طرف جا رہے تھے یہاں تک کہ عذیب ہجانات میں پہنچے۔ اچانک وہاں چار آدمی دیکھے جو کوفہ کی طرف سے اونٹوں پر سوار ہو کر آ رہے تھے اور انہوں نے نافع بن ہلال کے گھوڑے کو جس کا نام کامل تھا آگے کیا ہوا تھا اور ان دلیل (راہ شناس) طرماح بن عدی تھا اور یہ لوگ امام کی خدمت میں جا پہنچے حر نے کہا کہ یہ لوگ اہل کوفہ میں سے ہیں انہیں گرفتار کر کے اپنے پاس رکھتا ہوں یا واپس کوفہ بھیج دیتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا یہ میرے یار و انصار ہیں اور بمنزلہ ان لوگوں کے ہیں جو میرے ساتھ ہیں اور ان کی میں اس طرح حمایت حفاظت کروں گا جس طرح اپنی جان کو کرتا ہوں اگر تم اس قرار داد پر باقی ہو تو فبہا ورنہ میں تم سے جنگ کروں گا۔

پس حر ان لوگوں سے معترض ہونے سے رک گیا۔ حضرت نے ان سے اہل کوفہ کے حالات پوچھے تو مجمع بن عبداللہ جو ان تازہ آنے والوں میں سے ایک تھا کہنے لگا جو اشراف اور بڑے لوگ ہیں انہوں نے بڑی بڑی رشوتیں لے لی ہیں اور اپنی جیبیں پر کرلی ہیں پس ان کا تو آپ پر ظلم وعداوت کرنے پر اتفاق ہو گیا ہے اور باقی رہے عام لوگ تو ان کے دل تو آپ کے ساتھ ہیں لیکن ان کی تلواریں آپ کے خلاف ہیں آپ نے فرمایا میرے قاصد قیس بن مسہر کے متعلق تمہاری کیا معلومات ہیں؟ انہوں نے کہا کہ حصین بن نمیر نے اسے گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھیج دیا تھا ابن زیاد نے اسے حکم دیا کہ وہ آپ پر اور آپ کے والد گرامی پر لعنت کرے اس نے آپ پر اور آپ کے والد بزرگوار پر درود بھیجا ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت بھیجی اور لوگوں کو آپ کی نصرت ومدد کی دعوت دی اور انہیں آپ کے آنے کی خبر دی پھر ابن زیاد کے حکم سے اسے قصر الامارہ کی چھت پر سے پھینک دیا گیا۔ امام علیہ السلام نے جب یہ خبر سنی تو آپ کی انکھوں میں آنسو بھر آئے اور بے اختیار بہنے لگے اور فرمایا۔

فمنهم من قضیٰ نحبه ومن هم من ينتظر وما بدلوا تبديلاً اللهم اجعل لنا ولهم الجنة نزلاً اجمع بيننا وبينهم في مستقر رحمتك وغائب مذخور ثوابك

پس بعض وہ ہیں جو اپنا وعدہ پورا کر چکے اور بعض منتظر ہیں اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔ خدایا ہماری اور ان کی رہنے کی جگہ جنت قرار دے اور ہمیں اور انہیں رحمت کی جائے اور استقرار اور ذخیرہ شدہ اپنے پوشیدہ ثواب کی جگہ میں جمع کر دے۔

پھر طرماح حضرت کے قریب آیا اور عرض کیا میں آپ کے ہمرکاب لوگوں میں کثرت نہیں دیکھتا اگر یہی حر کے سوار آپ پر حملہ کریں تو یہ بھی آپ کے لیے کافی ہیں۔ میں کوفہ سے نکلنے سے ایک دن پہلے شہر کی پشت سے گزرا تو وہاں میں نے اتنا لشکر دیکھا کہ میری ان دو آنکھوں نے اتنی کثرت کبھی ایک زمین میں جمع شدہ نہیں دیکھی تو میں ان اجتماع کا سبب پوچھا تو مجھے بتایا گیا یہ لشکر تیار کر رہے ہیں تا کہ اسے امام حسینؑ سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا جائے۔ لہٰذا اے فرزند رسولؐ میں آپ کو قسم دیتا ہوں اگر ہو سکے تو آپ کوفہ کے ایک بالشت برابر نزدیک نہ ہوں اور اگر آپ کو کسی پناہ گاہ کی ضرورت ہو کہ جہاں خدا آپ کو لشکر کے ہجوم سے محفوظ رکھے تو قدم رنجہ فرمائیں میں آپ کو اجاء پہاڑ میں جا کر اتارتا ہوں کہ جہاں قبیلہ طی کے کچھ خاندان آباد ہیں اور اجاء اور پہاڑ سلمٰی سے بیس ہزار تیغ زن افراد قبیلہ طی کے آپ کے پاس حاضر کروں گا جو آپ کے روبرو تلوار چلائیں خدا کی قسم جس وقت بھی سلاطین غسان یا حمیر اور نعمان بن منذر بلکہ عرب و عجم کے لشکر ہم پر حملہ آور ہتے ہیں تو ہم قبیلہ طے کے اسی اجاء پہاڑ سے پناہ لیتے یں اور کسی سے ہمیں کوئی تکلیف نہیں پہنچتی۔ حضرت نے فرمایا تمہیں اور تمہاری قوم کو خدا اجزائے خیر دے اس طرماح ہمارے اور اس قسم کے درمیان ایک بات ہو چکی ہے کہ جس کی وجہ سے ہم میں واپس جانے کی قدرت نہیں اور نہ معلوم ہمارے آئندہ حالات کیسے ہوں گے اور طرماح بن عدی اس وقت اپنے اہل و عیال کے لیے خوراک وغیرہ کا سامان لیے جا رہا تھا پس حضرت سے اجازت لی کہ یہ سامان میں پہنچا کر دوبارہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور ایسا ہی کیا لیکن جب غدیب ہجانات میں پہنچا تو ساعہ بن بدر سے ملاقات کی اس نے طرماح کو شہادت امامؑ کی خبر دی اور طرماح واپس چلا گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ آپ غدیب ہجانات سے چلتے ہوئے قصر بنی مقاتل میں پہنچے اور وہاں نزول اجلال فرمایا۔ اچانک آپ کی نظر ایک خیمہ پر پڑی پوچھا یہ کس کا خیمہ ہے بتایا گیا کہ یہ عبیداللہ بن حر جعفی کا خیمہ ہے۔ آپ نے فرمایا اُسے میرے پاس بلاؤ۔ جب آپ کا قاصد اس کے پاس گیا اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے بلایا تو اس نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خدا کی قسم میں کوفہ سے باہر نہیں نکلا مگر اس وجہ سے کہ مبادا حسینؑ کوفہ میں داخل ہوں اور میں وہاں موجود ہوں خدا کی قسم میں چاہتا ہوں کہ نہ وہ مجھے دیکھیں اور نہ میں انہیں دیکھوں۔ آپ کا قاصد واپس آیا اور اس کی باتیں حضرت کے سامنے بیان کیں تو حضرت خود اٹھ کر عبیداللہ کے پاس گئے اور اس کو سلام کیا اور اس کے قریب بیٹھ گئے اور اس کو اپنی نصرت و مدد کی

طرف بلایا عبیداللہ نے وہی پہلی گفتگو کی اور آپ کی دعوت قبول کرنے سے معافی چاہی حضرت نے فرمایا اگر ہماری مدد نہیں کرنا چاہتا تو خدا سے ڈر اور میرے ساتھ جنگ کرنے کے درپے نہ ہو۔ خدا کی قسم جس نے ہمارے استغاثہ اور مظلومیت کی آواز سنی اور ہماری مدد نہ کی تو خدا اسے ضرور ہلاک کرے گا۔ وہ شخص کہنے لگا انشاء اللہ ایسا نہیں ہوگا۔ پھر آپ اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی منزل کی طرف پلٹ آئے اور جب رات کا آخری پہر ہوا تو آپ نے اپنے جوانوں کو حکم دیا کہ پانی لے لو اور وہاں سے کوچ کیا۔ پس قصر بنی مقاتل سے روانہ ہوئے عقبہ بن سمعان کہتا ہے کہ ہم نے ایک گھنٹہ سفر کیا حضرت کو گھوڑے کی پشت پر نیند آ گئی جب بیدار ہوئے تو کہہ رہے تھے انا للہ وانا الیہ راجعون والحمد للہ رب العالمین اور ان کلمات کا دو یا تین مرتبہ آپ نے اعادہ کیا آپ کے فرزند علی بن الحسین علیہ السلام (علی اکبر) نے حضرت کی طرف رخ کیا اور ان کلمات کے کہنے کا سبب پوچھا آپ نے فرمایا اے جان پدر مجھے نیند آ گئی تھی اور عالم خواب میں میں نے دیکھا کہ ایک شخص سواری پر سوار ہے اور وہ کہہ رہا ہے کہ یہ لوگ جا رہے ہیں اور موت ان کی طرف جا رہی ہے میں نے سمجھا کہ وہ ہماری موت کی خبر دے رہا ہے۔ شہزادے علی بن الحسینؑ نے عرض کیا اے بابا خدا آپ کو روز بد نہ دکھائے کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ فرمایا کیوں نہیں یقیناً ہم حق پر ہیں تو عرض کیا جب ہم حق پر ہیں تو پھر ہمیں موت کی پرواہ ہے۔ آپ نے ان کے لیے دعا خیر کی صبح ہوئی تو اترے اور صبح کی نماز پڑھی اور بہت جلد سوار ہوئے تو حضرت اپنے لشکر کو بائیں طرف موڑتے تھے اور چاہتے تھے کہ حضرت آپ حر کے لشکر سے الگ ہو جائیں اور وہ آ کر مانع ہوتے تھے اور چاہتے تھے کہ حضرت کے لشکر کو کوفہ لے جائیں اور وہ ادھر جانے سے انکار کرتے تھے اسی کش مکش میں تھے یہاں تک کہ حد نینوا کی زمین کربلا میں پہنچ گئے۔ اس وقت انہوں نے دیکھا کہ ایک سوار کوفہ کی طرف سے نمودار ہوا کہ جس نے کمان اپنے کندھے پر رکھی ہوئی تھی اور تیزی سے آ رہا تھا۔ دونوں لشکر اس سوار کے انتظار میں رُک گئے جب وہ قریب آیا تو اس نے حضرت کو سلام نہ کیا اور حر کے پاس جا کر اسے اور اس کے ساتھیوں کو سلام کیا اور حر کو ایک خط دیا جو ابنِ زیاد ملعون نے اسے لکھا تھا جب حر نے خط کو کھولا تو اس میں لکھا تھا:

اما بعد! جب میرا قاصد تمہارے پاس پہنچے تو حسینؑ پر معاملہ تنگ کر دو اور انہیں ایسے بیابان میں اتارو کہ جہاں آبادی اور پانی نایاب ہو۔ اور میں نے قاصد کو حکم دیا ہے کہ وہ تم سے اس وقت تک جدا نہ ہو جب تک کہ میرے حکم کی تعمیل نہ ہو جائے اور آ کر اس کی اطلاع مجھے دے۔

پس حر نے وہ خط حضرت اور آپ کے اصحاب کو سنایا اور اسی جگہ کہ زمین بے آب وغیر آباد تھی آپ کو وہیں اترنے کا حکم دیا حضرت نے فرمایا، ہمیں اجازت دو کہ ان نزدیک کی بستیوں میں جو کہ نینوا غاضریہ یا کوئی اور بستیاں ہیں جہاں پانی اور آبادی ہے اتر جائیں۔ حر نے کہا خدا کی قسم میں ابن زیاد کی مخالفت نہیں کر سکتا۔ اس قاصد کی وجہ سے کہ جسے اس نے مقرر کیا اور اسے میرے اوپر نگاہ بان قرار دیا ہے۔ زہیر بن قین نے کہا اے فرزندِ رسول آپ اجازت دیجئے کہ ہم ان سے جنگ کریں کیونکہ ان سے جنگ کرنا کہیں زیادہ آسان ہے ان بے شمار لشکروں کے مقابلہ میں جو بعد میں آئیں گے۔ آپ نے فرمایا میں ناپسند کرتا ہوں کہ جنگ کی ابتداء کروں پس وہیں اتر پڑے اور اہل بیت رسالتؐ کے لیے خیام برپا کیے۔ یہ واقعہ جمعرات دوسری محرم الحرام کا ہے۔

سید بن طاؤس نے نقل کیا ہے کہ ابن زیاد کا خط اور قاصد غریب ہجانات میں حر کے پاس پہنچا تھا اور جب حر نے اس خط کی بناء پر امام حسینؑ کے لیے معاملہ سخت وتنگ کردیا تو حضرت نے اپنے اصحاب کو جمع کیا اور آپ ان کے درمیان کھڑے ہوئے اور انتہائی فصیح وبلیغ خطبہ جو حمد وثنائے الٰہی پر مشتمل تھا پڑھا پھر فرمایا ہمارا معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے جو تم دیکھ رہے ہو دنیا نے ہم سے منہ پھیر لیا ہے اور زندگی کے آخری گھونٹ رہ گئے ہیں۔لوگ حق سے دست بردار اور باطل پر جمع ہوگئے ہیں جو شخص خدا اور روز جزا پر ایمان رکھتا ہے اسے دنیا سے منہ پھیر لینا چاہیے وہ لقائے پروردگار کا مشتاق ہوجائے کیونکہ راہ حق میں شہادت سعادت ابدی کا باعث ہے اور ظالموں کے ساتھ زندگی بسر کرنا جبکہ مومنین پر ان کا غلبہ ہو مشقت وتختی کے علاوہ کچھ نہیں پس زہیر بن قین کھڑے ہوگئے اور عرض کیا کہ ہم نے آپ کے ارشادات سنے۔اے فرزند رسولؐ ہم آپ کے مقام ومنزلت کے لحاظ سے یوں ہیں کہ اگر دنیا ہمارے لیے باقی ودائمی ہوتب بھی آپ کے ساتھ شہید ہونے کو اس پر ترجیح دیں گے پھر نافع بن ہلال کھڑے ہوئے اور کہا کہ خدا کی قسم ہم خدا کی راہ میں قتل ہونے کو ناپسند نہیں سمجھتے اور اپنے راستہ پر ثابت قدم اور بابصیرت ہیں ہم آپ کے دوستوں سے دوستی اور آپ کے دشمنوں سے دشمنی کریں گے پھر بریر بن خضیر ہمدانی کھڑے ہوئے اور کہنے لگے خدا کی قسم اے فرزند رسولؐ یہ تو خدا کا احسان ومنت ہے کہ ہم آپ کے سامنے جہاد کریں اور ہمارے اعضاوجوارح آپ کی راہ میں ٹکڑے ٹکڑے ہوں پھر آپ کے نانا جان قیامت کے دن ہماری شفاعت کریں۔

تیسرا مقصد......امام حسین علیہ آلاف التحیۃ والثناء کا کربلا میں ورود اور ان واقعات کا بیان جو حضرت کی شہادت تک رونما ہوئے۔اس میں چند فصول ہیں۔

پہلی فصل

امام حسینؑ کا زمین کربلا میں ورود اور وہ واقعات جو نویں تک واقع ہوئے

واضح ہو کہ حضرت کے کربلا میں وارد ہونے کے دن میں اختلاف ہے اور زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ آپ کربلا میں دوسری تاریخ محرم الحرام ۶۱ھ کو وارد ہوئے جب آپ اس زمین میں پہنچے تو پوچھا کہ اس زمین کا کیا نام ہے۔عرض کیا گیا کہ اسے کربلا کہتے ہیں جب حضرت نے کربلا کا نام سنا تو کہا اللھم انی اعوذبك من الكرب والبلاء اے اللہ میں تکلیف ومصیبت کے آنے میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں پھر فرمایا کہ یہ کرب وبلا اور مشقت وعنا کی جگہ ہے اتر آؤ کیونکہ یہ ہمارے خیموں کا محل ومقام ہے اور یہ زمین ہمارے خون بہنے کی جگہ ہے اور اسی جگہ ہماری قبریں بنیں گی۔مجھے ان امور کی میرے نانا رسول خداؐ نے خبر دی تھی۔پس آپ وہیں اتر گئے اور حر اپنے ساتھیوں سمیت دوسری طرف اترا اور جب دوسرا دن ہوا تو عمر بن سعد ملعون چار ہزار سوار کے ساتھ کربلا میں آپہنچا اور امام مظلوم کے لشکر کے سامنے اترا۔

ابوالفرج نے نقل کیا ہے کہ ابن زیاد نے عمر بن سعد کو کربلا کی طرف روانہ کرنے سے پہلے رے کی حکومت کا پروانہ دیا تھا اور رے کا اسے حاکم بنادیا تھا جب ابن زیاد کو خبر ملی کی امام حسینؑ عراق کی طرف آرہے ہیں تو اس نے عمر بن سعد کی طرف قاصد بھیجا کہ پہلے حسینؑ سے جنگ کرنے جاؤ اور انہیں قتل کرنے کے بعد رے کا سفر اختیار کرو عمر بن سعد بن زیاد کے پاس آیا اور کہنے لگا اے امیر مجھے اس سے معاف کردیں۔ وہ کہنے لگا میں معاف کرتا ہوں اور رے کی حکومت بھی تجھ سے واپس لیتا ہوں اب عمر بن سعد متردد ہوا کہ امام حسینؑ سے جنگ کرے یا ملک رے سے دستبردار ہو جائے میں لہٰذا اس نے کہا مجھے ایک رات کی مہلت دی جائے تا کہ میں اپنے اپنے معاملہ میں سوچ بچار کرلوں۔ وہ ایک رات کی مہلت لے کر اپنے معاملہ میں غور وفکر کرتا رہا۔ بال آخر شقاوت و بدبختی اس پر غالب آئی اور اس نے سیدالشہداء کے ساتھ جنگ کرنے کو ملک رے کی تمنا پر ترجیح دیا۔ دوسرے دن ابن زیاد کے پاس گیا اور امام علیہ السلام کے قتل کرنے کی ذمہ داری اٹھالی پس ابن زیاد نے بہت بڑے لشکر کے ساتھ اس کو امام حسینؑ سے جنگ کرنے کے لیے روانہ کیا۔

سبط ابن جوزی نے بھی قریب قریب یہ کچھ لکھا ہے اس کے بعد محمد بن سیرین سے نقل کیا ہے وہ کہتا تھا کہ اس سلسلہ میں امیر المومنین کا معجزہ ظاہر ہوا کیونکہ حضرت عمر بن سعد کی جوانی کے زمانے میں جب اس سے ملتے تو فرماتے وائے ہو تجھ پر اے پسر سعد تیرا کیا حال ہوگا اس دن جب تو متردد ہوگا جنت و جہنم کے درمیان اور تو جہنم کی ترجیح دیگا۔ خلاصہ یہ کہ جب عمر بن سعد کربلا میں آیا تو عروہ بن قیس احمسی کو بلایا اور چاہا کہ اسے پیغام دے کہ حضرت کی خدمت میں بھیجے اور آنجناب سے پوچھے کہ آپ اس طرف کیوں تشریف لائے ہیں اور اپ کا کیا ارادہ ہے۔ چونکہ عروہ ان اشخاص میں سے تھا کہ جنہوں نے امام حسینؑ کو خط لکھا تھا لہٰذا اسے شرم محسوس ہوئی کہ وہ آپ کی خدمت میں جائے اور اس قسم کی گفتگو کرے۔ وہ کہنے لگا مجھے معاف کرو اور یہ پیغام کسی اور ذریعہ بھیجو۔ پھر ابن سعد نے روسائے لشکر میں سے جس کسی سے کہا وہ اسی وجہ سے انکار کرتا چونکہ ان میں سے اکثر نے حضرت کو خطوط لکھے تھے اور آپ کو عراق کی طرف بلایا تھا پس کثیر بن عبداللہ جو ملعون بہادر، بیباک، بے شرم اور دھوکے سے قتل کرنے والا تھا کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا میں یہ پیغام لے کر جاتا ہوں اور اگر چاہو تو اچانک انہیں قتل کردوں۔ عمر سعد کہنے لگا میں یہ نہیں چاہتا بلکہ تم ان کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو کہ وہ کیوں اس علاقہ میں آئے ہیں پس وہ لعین حضرت کے لشکر گاہ کی طرف متوجہ ہوا۔ ابوثمامہ صیدادی کی جب اس پلید پر نگاہ پڑی تو حضرت کی خدمت میں عرض کیا یہ جو شخص آرہا ہے یہ اہل زمین میں سے بدترین اور زیادہ خونریزی کرنے والا ملعون ہے یہ کہہ کر کثیر کے پاس جا پہنچے اور کہا اگر حسینؑ کے پاس جانا چاہتے ہو تو اپنی تلوار رکھ دو اور پھر حضرت کی خدمت میں جاؤ۔ وہ کہنے لگا نہیں خدا کی قسم میں اپنی تلوار نہیں رکھوں گا میں تو پیغام رساں ہوں۔ اگر پیغام سننے کے لیے تیار ہو تو پیغام دوں گا ورنہ واپس چلا جاؤں گا۔ ابوثمامہ نے کہا تو پھر میں تیری تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھے رہوں گا یہاں تک کہ تو پیغام سنا کر واپس جائے۔ وہ کہنے لگا خدا کی قسم میں ایسا نہیں ہونے دوں گا کہ تم میری تلوار پر ہاتھ رکھو فرمایا اچھا مجھے بتاؤ دو جو پیغام تمہارے پاس ہے تا کہ وہ میں حضرت کی خدمت میں عرض کردوں لیکن میں یہ نہیں ہونے دوں گا کہ تیرے جیسا فاسق و فاجر دھوکہ سے قتل کرنے والا شخص اسی حالت میں آپ کی خدمت میں جائے۔ پس کچھ دیر تک ایک دوسرے کو گالیاں دیتے رہے اور وہ خبیث عمر بن سعد کی طرف پلٹ گیا اور صورتحال نقل کی عمر نے قرہ بن قیس حنظلی کو پیغام دے کر بھیجا۔ جب قرہ

قریب پہنچا تو حضرت نے اپنے اصحاب سے فرمایا اس شخص کو جانتے ہو۔ حبیب بن مظاہر نے کہا کہ ہاں یہ شخص قبیلہ حنظلہ سے ہے اور ہمارا عزیز ہے ہمیں یہ گمان نہیں تھا کہ یہ عمر سعد کے لشکر میں داخل ہوگا۔ پس وہ شخص حضرت کی خدمت میں آیا۔ اس نے سلام کیا اور پیغام پہنچایا حضرت نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میرے اس طرف آنے کی وجہ یہ ہے کہ یہاں لوگوں نے مجھے بہت سے خطوط لکھے ہیں اور اصرار کر کے بلایا ہے اب اگر میرے آنے کو تم لوگ پسند نہیں کرتے تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔ پس حبیب نے قرہ کی طرف دیکھا اور کہا وائے ہو تجھ پر اے قرہ اس امام حق سے رخ پھیر کر ظالموں کی طرف جاتے ہو۔ آؤ اور اس امام کی مدد کرو کہ جس کے بزرگوں کی برکت سے تم نے ہدایت حاصل کی ہے اور وہ بے سعادت کہنے لگا کہ ابن سعد کا پیغام لے جاؤں اور اس کے بعد سوچوں گا اور دیکھوں گا کہ نصیحت کا تقاضا کیا ہے۔

پس وہ عمر بن سعد کے پاس گیا اور امام کا جواب نقل کیا۔ عمر کہنے لگا مجھے اُمید ہے کہ خدا مجھے ان سے جنگ و جدال کرنے سے نجات دے گا پھر ابن فائد عبسی کہتا ہے کہ میں ابن زیاد کے پاس بیٹھا تھا جب یہ خط اس کے پاس پہنچا اور اس لعین نے خط کھول کر پڑھا تو کہنے لگا۔ الان اذ علقت مخالبنا به یرجوا النجات ولات حین مناص یعنی اب جبکہ ہمارے پنجے اس میں گڑ گئے ہیں نجات چاہتا ہے حالانکہ اب نجات پانے کا کوئی راستہ نہیں۔ پس عمر کے خط کا جواب لکھا کہ تمہارا خط ملا اور ہم اس کے مضمون پر آگاہ ہوئے تم فوراً حسینؑ کے سامنے چیز رکھو کہ پہلے وہ اور ان کے ساتھی یزید کی بیعت کر لیں پھر میں دیکھوں گا کہ میری رائے ان کے متعلق کس چیز پر برقرار ہوتی ہے۔ والسلام

جب عمر کے خط کا جواب اس کے پاس آیا تو جو کچھ ابن زیاد نے لکھا تھا وہ حضرت کی خدمت میں پیش نہ کیا چونکہ وہ جانتا تھا کہ حضرت یزید کی بیعت پر راضی نہیں ہوں گے ابن زیادہ نے اس خط کے بعد ایک اور خط عمر بن سعد کے پاس بھیجا کہ اے پسر سعد حسینؑ اور ان کے ساتھیوں اور فرات کے پانی کے درمیان حائل ہو جا اور ان پر سختی کر اور اس کی اجازت نہ دے کہ ایک قطرہ پانی کا وہ پی سکیں جس طرح کہ عثمان بن عفان تقی و زکی اور پانی کے درمیان حائل ہوئے تھے جس دن کہ اس کا محاصرہ کیا تھا۔

جب یہ خط ابن سعد کے پاس پہنچا تو اس نے اسی وقت عمر بن حجاج کو پانچ سو سواروں کے ساتھ گھاٹ پر مقرر کیا اور حضرت پر پانی بند کر دیا اور یہ بندش آب کا واقعہ آپ کی شہادت سے تین دن پہلے کا ہے اور جس دن عمر سعد کربلا میں آیا پے درپے ابن زیاد اس کے لیے فوجیں بھیجتا رہا یہاں تک کہ سید کی روایت کے مطابق چھ محرم تک بیس ہزار سوار اس ملعون کے پاس جمع ہو گئے اور بعض روایت کے مطابق پے درپے لشکر آتے رہے یہاں تک کہ تدریجاً تیس ہزار سوار عمر کے پاس جمع ہو گئے اور ابن زیاد نے پسر سعد کو لکھا کہ میں نے لشکر کے سلسلہ میں تیرے لیے کوئی عذر نہیں کیا۔ اب مردوں کا سا کام کرو اور جو واقعہ رونما ہو مجھے اس سے باخبر رکھو پس حضرت نے لشکروں کی آمد آپ سے جنگ کرنے کے لیے دیکھی تو عمر بن سعد کو پیغام بھیجا کہ مجھے تجھ سے کام ہے اور میں تجھ سے ملنا چاہتا ہوں پس رات کے وقت ملاقات کی اور بہت دیر تک گفتگو کرتے رہے پھر عمر سعد اپنے لشکر کی طرف پلٹ گیا اور عبید اللہ بن زیاد کو خط لکھا:۔

اے امیر، خداوند عالم نے ہمارے حسینؑ سے نزاع کی آگ کو خاموش کر دیا ہے۔ اور امت کے معاملہ کی اصلاح ہو گئی ہے

امام حسینؑ نے مجھ سے عہد کیا ہے کہ وہ اس جگہ کی طرف پلٹ جائیں جہاں سے آئے ہیں یا کسی ایک سرحد پر قیام کر لیں اور اچھائی برائی میں ان کا حکم ایک عام مسلمان جیسا ہو یا یہ کہ وہ امیر یزید کے پاس چلے جائیں اور اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیں تا کہ جو کچھ وہ چاہے کرے۔ یقیناً آپ اس بات پر راضی ہوں گے اور امت کے لئے مصلحت بھی اسی میں ہے۔

مولف کہتا ہے کہ اہل سیر وتواریخ نے عقبہ بن سمعان جناب رباب زوجہ امام حسینؑ کے غلام سے نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں امام حسینؑ کے ساتھ مدینہ سے مکہ تک اور مکہ سے عراق تک رہا اور میں آپ سے کبھی جدا نہیں ہوا یہاں تک کہ آپ درجہ شہادت پر فائز ہوئے اور جو بات آپ نے جہاں کہیں فرمائی ہے اگر چہ ایک کلمہ ہو چاہے مدینہ میں یا مکہ میں عراق کے راستہ میں یا یوم شہادت کے دن میں ہر گفتگو کے وقت حاضر تھا اور میں نے یہ سنا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا کہ میں اپنا ہاتھ یزید بن معاویہ کے ہاتھ پر رکھ دوں گا۔ حالانکہ حضرت نے یہ کہیں نہیں فرمایا۔ فقیر کہتا ہے پس ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ فقرہ عمر سعد نے خط میں اپنی طرف سے لکھ دیا تھا تا کہ شاید صلح ہو جائے اور معاملہ جنگ وجدال تک نہ پہنچے کیونکہ عمر سعد ابتداء سے ہی آپ سے جنگ کو ناپسند کرتا اور اس کی طرف مائل نہیں تھا۔

خلاصہ یہ کہ جب یہ خط ابن زیاد کے پاس پہنچا اور اس نے پڑھا تو کہنے لگا یہ خط اپنی قوم کے لیے ناصح اور مہربان شخص کا ہے اسے قبول کر لینا چاہیے۔ شمر ملعون کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا، اے امیر کیا یہ بات آپ حسینؑ سے قبول کر رہے ہیں۔ خدا کی قسم اگر وہ اپنے آپ کے سپرد نہ کرے اور چلا جائے تو اس کے امر میں قوت پیدا ہو جائے گی اور آپ کمزور ہوتے جائیں گے پھر اس نے مخالفت کی تو آپ ان کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے لیکن اس وقت وہ آپ کے پنجے میں پھنسا ہوا ہے اور اس کے معاملہ میں آپ کی جو رائے ہو وہ پوری ہو سکتی ہے لہذا حکم کریں کہ وہ آپ کی اطاعت اور حکم کو قبول کرے پس جو آپ چاہیں اس کے اور اس کے اصحاب کے حق میں (ان کو سزا دیں یا معاف کر دیں) اس پر عمل کریں۔ ابن زیاد نے اس ولد الحرام کی رائے کو پسند کیا اور کہنے لگا میں اس سلسلہ میں عمر سعد کو خط لکھتا ہوں اور تجھے وہ خط دے کر اس کے پاس بھیجتا ہوں کہ عمر سعد وہ خط حسینؑ اور اصحاب حسینؑ کے سامنے پیش کرے اگر وہ میری اطاعت کو قبول کر لیں تو انہیں صحیح وسالم میرے پاس بھیج دے۔ ورنہ ان سے جنگ کرے اور اگر ابن سعد حسینؑ سے جنگ کرنے سے انکار کرے تو تم امیر لشکر ہو اور عمر کا سر قلم کر کے میرے پاس بھیج دو۔ پس اس نے اس مضمون کا خط لکھا:

اے پسر سعد میں نے تجھے اس لیے نہیں بھیجا کہ تو حسینؑ کے ساتھ رفق ومدارات اور نرمی برتے اور اس سے جنگ کرنے میں تسامح اور ٹال مٹول کرے اور میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ اس کی سلامتی کی تمنا اور امید رکھے اور میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے گناہ اور غلطی کا عذر پیش کرے اور اس کی میرے پاس سفارش کرے یاد رکھو اگر حسینؑ اور اس کے ساتھی میرے حکم کے مطیع ومنقاد ہو جائیں تو انہیں باسلامت میری طرف بھیج دے اور اگر وہ انکار کریں تو اپنے لشکر کے ساتھ انہیں گھیرے اور ان سے جنگ کر یہاں تک کہ وہ مارے جائیں اور ان کا مثلہ (اعضاء بدن ناک کان وغیرہ کاٹنا) کر کیونکہ وہ اسی چیز کے مستحق ہیں اور جب حسینؑ مارا جائے تو اس کے سینہ اور پشت کو گھوڑوں سے پامال کر کیونکہ (معاذ اللہ) وہ سرکش اور ظالم ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ گھوڑوں کے سموں سے مُردوں کو کوئی

تکلیف نہیں ہوتی۔ چونکہ میری زبان پر یہ بات آ چکی ہے کہ جب اسے قتل کر دوں گا تو اس کی لاش پر گھوڑے دوڑاؤں گا لہٰذا یہ حکم نافذ کیا جائے پس اگر تو نے ان تمام امور پر اقدام کیا کہ جن کا میں نے تجھے حکم دیا ہے تو تجھے وہ بدلہ دوں گا جو سنا جائے گا اور اس کی پذیرائی ہوگی ورنہ عطیہ سے محروم اور لشکر کی امارت سے معزول ہو اور شمر لشکر کا امیر منصوب ہے......والسلام

یہ خط شمر کو دے کر کربلا کی طرف روانہ کیا۔

دوسری فصل

نویں کے دن اور دسویں کی رات کے واقعات

جب جمعرات کا دن نویں محرم الحرام کی تاریخ آئی تو شمر ملعون امام مظلوم کے متعلق ابن زیاد کا خط لے کر کربلا میں وارد ہو اور وہ خط ابن سعد کو دیا۔ جب وہ پلید اس خط کے مضمون سے آگاہ ہوا تو شمر سے خطاب کیا اور کہنے لگا۔ مالک ویلک تجھے کیا ہو گیا تو ہلاک ہو جائے خدا تجھے آبادیوں سے دور پھینکے اور برا ہو اس چیز کا جو تو لایا ہے۔ خدا کی قسم میں گمان کرتا ہوں کہ تو نے ابن زیاد کو اس چیز سے جو میں نے اسے لکھی تھی برگشتہ کیا ہے اور تو نے اس معاملہ کو خراب کر دیا ہے جس کی اصلاح کی مجھے امید تھی خدا کی قسم حسینؑ وہ شخص نہیں جو اپنے آپ کو حوالے کر دے اور یزید کے ہاتھ پر بیعت کر لے کیونکہ اس کے باپ علیؑ کا دل اس کے پہلو میں ہے۔ شمر کہنے لگا اب امیر کے حکم کو کیا کرنا ہے یا تو اس کے فرمان کو قبول کرو اور اس کے دشمن سے جنگ کرو ورنہ اپنے کام سے دستبردار ہو جاؤ اور لشکر کی کمان میرے ہاتھ میں دے دو۔ عمر سعد کہنے لگا لا ولا کرامۃ لک ایسا نہیں ہوگا اور نہ تیرے لیے کوئی عزت ہے میں یہ کام خود انجام دوں گا تو اسی طرح پیادوں کی کمان کر اور میں امیر لشکر رہوں گا یہ کہہ کر جناب سید الشہداءؑ سے جنگ کی تیاری کرنے لگا شمر نے جب یہ دیکھا کہ ابن سعد جنگ کرنے کے لیے تیار ہے تو امامؑ کے لشکر کے پاس آیا اور آواز دی کہاں ہیں میری بہن کے بیٹے عبداللہ، جعفر عثمان اور عباس علیہم السلام کیونکہ ان چار شہزادوں کی والدہ جناب ام البنین بنت حزام قبیلہ بنی کلاب سے تھیں شمر بن ذی الجوشن ملعون بھی اسی قبیلہ میں سے تھا۔ جناب امام حسینؑ نے اس ملعون کی صدا سن کر اپنے بھائیوں سے فرمایا کہ اس کو جواب دو اگرچہ فاسق ہے لیکن تم سے قرابت و رشتہ داری رکھتا ہے پس ان سعادتمندوں نے اس شقی سے کہا کیا بات ہے۔ کہنے لگا اے میرے بہن کے بیٹے تم امان میں ہو اپنے بھائی حسینؑ کے ساتھ مل کر جنگ نہ کرو اور اپنے بھائی سے کنارہ کش ہو جاؤ اور امیر یزید کی اطاعت قبول کرلو۔

جناب عباسؑ نے اسے جھڑک کر کہا کہ تیرے ہاتھ کٹ جائیں اور تیری اس امان پر لعنت ہو جو تو ہمارے لیے لایا ہے۔ اے دشمن خدا کیا ہمیں تو یہ کہتا ہے کہ ہم اپنے بھائی اور مولا و آقا حسینؑ بن فاطمہؑ سے دست بردار ہو جائیں اور ملاعین و اولاد ملاعین کی اطاعت قبول کرلیں کیا ہمیں تو امان دیتا ہے اور فرزند رسولؐ کے لیے امان نہیں ہے۔ شمر یہ کلمات سن کر آگ بگولہ ہو گیا اور اپنے لشکر

گاہ کی طرف واپس چلا گیا پس ابن سعد نے اپنے لشکر کو آواز دی کہ اے خدا کے لشکر یو۔ سوار ہو جاؤ اور جنت کی تمہیں بشارت ہو پس اس کے خبیث لشکری سوار ہوئے اور اصحاب الشہداء کی طرف رُخ کیا در انحالیکہ امام حسینؑ خیمہ کے دروازے پر تلوار کو ہاتھ میں لیے ہوئے سر زانوئے اندوہ پر رکھ کر سو گئے تھے یہ واقعہ نویں محرم الحرام کے عصر کے وقت کا ہے۔ شیخ کلینی نے صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آنجناب نے فرمایا کہ نویں کا دن وہ ہے کہ جس میں جناب امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب کا کربلا میں محاصرہ ہو گیا اور اہل شام کے لشکر نے حضرت سے جنگ کرنے پر اتفاق کر لیا اور ابن مرجانہ اور عمر سعد اور عمر کثرت سپاہ اور زیادتی لشکر کی وجہ سے جوان کے لیے جمع ہو گیا تھا خوشحال تھے اور امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب کو انہوں نے کمزور ضعیف جانا اور انہیں یقین ہو گیا کہ حضرت کا کوئی معین و مددگار نہیں آئے گا اور اہل عراق ان کی مدد نہیں کریں گے۔

خلاصہ یہ کہ جب جناب زینبؑ نے لشکر کے شور و غل کی آواز سنی تو بھائی کے پاس تیزی سے آئیں اور عرض کیا بھائی کیا آپ صدائے لشکر نہیں سن رہے جو کہ نزدیک آ گیا ہے پس حضرت نے سر زانوں سے اٹھایا اور بہن سے فرمایا اے بہن میں نے ابھی رسولؐ خدا کو خواب میں دیکھا ہے کہ آپ نے مجھ سے فرمایا تم ہمارے پاس آ رہے ہو۔ جب جناب زینبؑ نے یہ خبر وحشت اثر سنی تو اپنا منہ پیٹ لیا اور واویلا کی آواز بلند کی حضرت نے فرمایا اے بہن ویل اور عذاب تمہارے لیے نہیں خاموش ہو جاؤ خدا تم پر رحمت نازل کرے پس جناب عباسؑ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا بھائی لشکر آپ کی طرف آ رہا ہے۔ حضرت کھڑے ہو گئے اور فرمایا اے بھائی عباسؑ میری جان تجھ پر فدا ہو سوار ہو کر ان کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو کہ کیا بات ہے کہ تم ہماری طرف آ رہے ہو۔ جناب عباسؑ بیس سواروں کے ساتھ کہ جن میں زہیر و حبیب بھی تھے ان ملاعین کی طرف گئے اور ان سے پوچھا کہ تمہارا مقصد اس حرکت و غوغا سے کیا ہے وہ کہنے لگے امیر کا حکم آیا ہے کہ تمہارے سامنے یہ بات پیش کریں کہ زیر فرمان ہو جاؤ اور اس کی اطاعت لازم سمجھو ورنہ ہم تم سے جنگ و جدال کریں گے جناب عباسؑ نے فرمایا جلدی نہ کرو میں واپس جا کر تمہاری بات اپنے بھائی کی خدمت میں پیش کرتا ہوں وہ رک گئے جناب بڑی تیزی کے ساتھ اس امام انامؑ کے پاس آئے اور اس لشکر کی بات آپ سے عرض کی۔ حضرت نے فرمایا کہ ان کے پاس واپس جاؤ اور ان سے مہلت طلب کرو کہ وہ اس رات صبر کریں اور جنگ کل پر چھوڑ دیں تا کہ آج رات میں کچھ نماز دعا استغفار کر لوں کیونکہ خدا جانتا ہے کہ میں نماز تلاوت قرآن دعا اور استغفار کو پسند کرتا ہوں اور ادھر جناب عباسؑ کے ساتھی لشکر کے مد مقابل کھڑے تھے اور انہیں وعظ و نصیحت کر رہے تھے یہاں تک کہ جناب عباس واپس آئے اور ان سے اس رات کی مہلت مانگی۔ سید فرماتے ہیں کہ ابن سعد نے چاہا کہ مہلت نہ دے۔ عمر بن حجاج زبیدی نے کہا خدا کی قسم اگر یہ اہل ترک و دیلم ہوتے اور ہم سے ایسی چیز کی خواہش کرتے تو بھی ہم ان کی بات قبول کر لیتے۔ چہ جائیکہ یہ تو اہل بیت پیغمبرؐ ہیں اور طبری کی روایت ہے کہ قیس بن اشعث نے کہا کہ ان کی خواہش کو قبول کرو اور انہیں مہلت دے دو اور مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ کل صبح یہ لوگ تم سے جنگ کریں گے لیکن بیعت نہیں کریں گے عمر سعد کہنے لگا اگر یہ بات مجھے معلوم ہو جائے تو خدا کی قسم ہے کہ کل سے یہ صبح یہ لوگ تم سے جنگ کریں گے لیکن بیعت نہیں کریں گے۔ عمر سعد کہنے لگا اگر یہ بات مجھے معلوم ہو جائے تو خدا کی قسم یہ معاملہ میں کل پر نہ چھوڑوں پس ان منافقین نے اس رات کی مہلت دے دی اور عمر سعد نے جناب

عباسؑ کی خدمت میں اپنا قاصد بھیجا اور اسے حضرت کے لیے پیغام دیا کہ آج کی ہم تمہیں مہلت دیتے ہیں اس کی صبح کو اگر تم لوگ فرمانبردار ہو گئے تو انہیں ابن زیاد کے پاس بھیج دیں گے ورنہ ہم تم سے دست بردار نہیں ہوں گے اور اس معاملہ کا فیصلہ کرنا تلوار کے ذمہ ہوگا۔ اس وقت دونوں لشکر اپنی آرام گاہ کی طرف پلٹ گئے۔

شب عاشور کے واقعات

جب دسویں کی رات قریب آئی تو حضرت نے اپنے اصحاب کو جمع کیا۔ حضرت امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں کہ میں اس وقت بیمار تھا اس کے باوجود میں قریب ہوا اور کان لگائے تا کہ (سنوں) کہ میرے بابا کیا کہتے ہیں میں نے سنا کہ وہ اپنے اصحاب سے فرما رہے تھے۔ اثنی علی اللہ احسن الثناء میں اللہ کی بہترین تعریف کرتا ہوں اور اس کی حمد کرتا ہوں اس کی تنگی و وسعت میں اے میرے پروردگار میں تیرا سپاس گزار ہوں۔ اس چیز پر کہ تو نے ہمیں شرف نبوت کے ساتھ مکرم کیا اور ہمیں قرآن کی تعلیم دی اور دین کی مشکلات ہمیں بتائیں اور ہمیں سننے والے کان دیکھنے والی آنکھیں اور سمجھنے والا دل عطا کیا ہے پس ہمیں اپنے شکرگزاروں میں قرار دے۔ پھر فرمایا بیشک میں اپنے اصحاب سے زیادہ باوفا اور بہتر کسی کے اصحاب اور نہ اپنے اہل بیت سے بہتر کسی کے اہل بیت کو جانتا ہوں خداوند عالم تمہیں جزائے خیر دے اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں اس گروہ کے حق میں دوسرا گمان رکھتا تھا اور انہیں اپنا مطیع و فرمانبردار سمجھتا تھا۔ اب وہ خیال برعکس ہو گیا ہے لہٰذا میں اپنی بیعت تم سے اٹھالیتا ہوں اور تمہیں اختیار دیتا ہوں کہ جہاں چاہو چلے جاؤ اور اس وقت پردہ شب تمہیں گھیرے ہوئے ہے۔ رات کو اپنی سواری قرار دو اور جدھر چاہو چلے جاؤ کیونکہ یہ گروہ مجھے چاہتا ہے جب یہ مجھے پالیں گے تو میرے علاوہ کسی کی تلاش میں نہیں جائیں گے جب آپ کی گفتگو یہاں تک پہنچی تو آپ کے بھائی بیٹے بھتیجے اور عبداللہ بن جعفر کی اولاد نے عرض کیا ہم یہ کام کس لیے کریں تاکہ آپ کے بعد زندہ رہ جائیں خدا ہمیں کبھی یہ دن نہ دکھائے کہ ہم یہ ناشائستہ حرکت کریں اور پہلا شخص جس نے اس گفتگو کو شروع کیا وہ عباس بن علی علیہ السلا تھے ان کے بعد باقی حضرات نے ان کا اتباع کیا اور اس قسم کی گفتگو کی پھر آپ نے اولاد عقیل کی طرف رُخ کیا اور فرمایا کہ مسلم بن عقیل کی شہادت تمہارے لیے کافی ہے اس سے مزید مصیبت نہ اٹھاؤ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ جہاں چاہو چلے جاؤ۔ وہ کہنے لگے سبحان اللہ لوگ ہم سے کیا کہیں گے اور ہم انہیں کیا جواب دیں گے کیا ہم یہ کہیں کہ ہم اپنے بزرگ سردار اور چچازاد بھائی سے دست بردار ہو گئے ہیں اور اسے اپنے دشمنوں میں چھوڑ آئے ہیں بغیر اس کے کہ تیر نیزہ اور تلوار اس کی مدد میں ہم نے چلائے ہوں۔ خدا کی قسم ہم کبھی بھی یہ غلط کام نہیں کریں گے۔ بلکہ ہم اپنی جان و مال اور اپنے اہل و عیال آپ کی راہ میں قربان کر دیں گے اور آپ کے دشمن سے جنگ کریں گے یہاں تک کہ ہم پر بھی وہی گزرے جو آپ پر گزرے خدا قبیح و بدنما قرار دے۔ اس زندگی کو جو ہم آپ کے بعد چاہیں۔ اس وقت مسلم بن عوسجہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا۔ اے فرزند رسول کیا ہم وہ اشخاص بن جائیں جو آپ کی نصرت سے ہاتھ

اٹھالیں پھر کونسی دلیل و حجت کے ساتھ ہم خدا کے ہاں آپ کے حق کے ادا کرنے کے سلسلہ میں عذر پیش کریں۔ خدا کی قسم میں آپ کی خدمت سے جدا نہیں ہوں گا۔ جب تک آپ کے دشمنوں کے سینے میں نہ چبھودوں اور جب تک قبضہ تلوار میرے ہاتھ میں ہے۔ آپ کے دشمنوں سے تیغ زنی کروں گا۔ اور اگر میرے ہتھیار جنگ نہ رہے تو پتھروں کے ساتھ ان سے جنگ کروں گا خدا کی قسم ہم آپ کی مدد سے دستبردار نہیں ہوں گے جب تک علم خدا میں نہ آجائے کہ ہم نے حق حرمت رسول کا لحاظ رکھا ہے خدا کی قسم میں آپ کی نصرت میں اس مقام پر ہوں کہ اگر مجھے معلوم ہو کہ میں قتل ہوں گا پھر مجھے زندہ کریں گے اور پھر قتل کر کے مجھے جلا دیں گے اور میری راکھ ہوا میں بکھیر دیں گے اور میرے ساتھ یہ سلوک ستر مرتبہ کیا جائے تو بھی ہرگز میں آپ سے جدا نہیں ہونگا جب تک میں آپ کی راہ میں موت سے ہمکنار نہ ہوں اور اب کس طرح یہ خدمت انجام نہ دوں جب کہ صرف ایک ہی دفعہ شہادت پانی ہے اور اس کے بعد کرامت جاودانی اور سعادت ابدی ہے پھر زہیر بن قین کھڑے ہوئے اور عرض کیا خدا کی قسم میں دوست رکھتا ہوں کہ قتل کر دیا جاؤں پھر زندہ ہو جاؤں یہاں تک کہ ہزار دفعہ مجھے زندہ کریں اور قتل کر دیں اور اس کے مقابلہ میں خداوند عالم آپ سے اور آپ کے اہل بیتؑ کے جوانوں سے شہادت کو دور کر دے اور ہر ایک صحابی نے اس طرح ایک دوسرے کی مانند حضرت سے گفتگو کی اور ہر ایک کی زبان یہ تھی۔

شاہا من ار بعرش رسانم سریر فضل
مملوک این جنابم و محتاج ایں درم
گر بر کنم دل از تو و بردارم از تو مہر!
ایں مہر برکہ افگنم آں دل کجا برم

پس حضرت نے سب کے لیے دعائے خیر کی اور علامہ مجلسی نے نقل کیا ہے اس وقت حضرت نے انہیں جنت میں ان کے مکانات دکھائے اور انہوں نے اپنے حور و قصور و نعیم کا مشاہدہ کیا اور ان کا یقین زیادہ ہوا اسی وجہ سے وہ نیزہ اور تلوار اور تیر کی تکلیف محسوس نہیں کرتے تھے اور تقدیم شہادت میں تعجیل کرتے تھے۔ سید ابن طاؤس نے روایت کی ہے کہ اسی وقت محمد بن بشیر حضرمی کو یہ خبر ملی کہ تیرے بیٹے کو ملک رے کی سرحد پر گرفتار کر لیا گیا ہے تو وہ کہنے لگا اس کی اور اپنی جان کا بدلہ جان پیدا کرنے والے سے لوں گا اور میں دوست نہیں رکھتا کہ وہ اسے قید کریں اور میں اس کے بعد زندہ و سلامت رہوں جب حضرت نے اس کی گفتگو سنی تو فرمایا خدا تم پر رحمت نازل فرمائے میں اپنی بیعت تم سے اٹھا لیتا ہوں جاؤ اور اپنے بیٹے کو قید سے آزاد کراؤ۔ محمد کہنے لگا مجھے درندے زندہ چیر پھاڑ کھائیں اگر میں آپ کی خدمت سے دور ہوں پس آپ نے فرمایا یہ پارچات یمانی اپنے دوسرے بیٹے کو دو تا کہ وہ ان کے ذریعہ سے اپنی بھائی کو چھڑوانے کی کوئی سبیل نکالے یعنی ان کو اپنے بھائی کا فدیہ قرار دے پس پانچ بردیمانی اس کو دیئے جن کی قیمت ایک ہزار دینار تھی شیخ مفید فرماتے ہیں کہ حضرت اپنے اصحاب سے گفتگو کرنے کے بعد اپنے خیمہ کی طرف چلے گئے اور جناب علیؑ ابن حسینؑ فرماتے ہیں کہ میں اس رات جس کی صبح میرے باپ شہید ہوئے بیماری کی حالت میں بیٹھا تھا اور میری پھوپھی جناب زینبؑ میری

تیمارداری کررہی تھیں اچانک میں نے دیکھا کہ میرے والد الگ ہو کر اپنے خیمہ میں چلے گئے اور حضرت کے ساتھ ابوذر کے آزاد کردہ غلام جون بھی تھے اور وہ حضرت کی تلوار کو صاف کر رہے تھے اور میرے والد یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

یادھر اُف لك من خلیلٍ
کم لك بالاشراقِ والاصیل
منْ صاحب وطالب قتیلٍ
والدھر لا یقنع بالبدیل
وانما الامرُ الی الجلیل
وکل حی سالك سبیل

اے زمانہ تف ہے تجھ پر تو کیسا ساتھی ہے تیرے صبح و شام کے وقت کتنے ساتھی طلب گار اور قتل ہونے والے ہیں اور زمانہ کسی کے بدلے پر قناعت نہیں کرتا اور معاملہ تو خدائے جلیل کے ہاتھ میں ہے اور ہر زندہ میرے ہی راستہ پر جانے والا ہے۔

جب میں نے یہ اشعار محنت آثار حضرت سے سنے تو میں سمجھ گیا کہ مصیبت نازل ہونے والی ہے آنجناب شہادت کے لئے تیار ہیں اس وجہ سے گریہ میرے گلوگیر ہو گیا لیکن میں نے صبر کیا اور اظہار جزع و فزع نہ کیا البتہ میری پھوپھی جناب زینب نے یہ فقرے سنے تو وہ اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکیں کیونکہ عورتوں میں رقت قلبی اور جزع و فزع کی کیفیت زیادہ ہوتی ہے پس وہ کھڑی ہو گئیں اور بے تاب ہو کر حضرت کے پاس گئیں اور کہا واثکلاہ کاش میں مر گئی ہوتی اور میری یہ زندگی ختم ہو گئی ہوتی یہ اب وہ وقت ہے کہ میری ماں فاطمہؑ میرے باپ علیؑ اور میرے بھائی حسنؑ دنیا سے چل بسے اب تم ہی اے بھائی گزرے ہوئے بزرگوں کے جانشین اور باقی رہنے والوں کے فریادرس ہو۔

حضرت نے اس مخدومہ کی طرف دیکھا اور آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور آپ نے عرب کی اس ضرب المثل کو بطور تمثیل پیش کیا لو ترك القطا لنام یعنی اگر شکاری قطاء پرندہ کو اپنی حالت پر چھوڑ دے تو وہ اپنے آشیانہ میں آرام سے سوئے زینب علیہا السلام نے کہا یا ویلتاہ ہائے افسوس یہ چیز میرے دل کو زیادہ مجروح کرتی ہے کہ چارہ کار تم سے منقطع ہو گیا اور مجبوراً شربت ناگواری موت پی رہے ہو اور ہمیں غریب و بیکس و تنہا اہل نفاق و شقاق کے درمیان چھوڑ رہے ہو۔ پس اس خاتون نے اپنا منہ پیٹ لیا اور اپنا گریبان چاک کر دیا اور منہ کے بل گر کر بیہوش ہو گئیں پس حضرت اٹھ کر ان مخدومہ کے پاس گئے اور انہیں ان الفاظ میں تسلی دی۔ فرمایا اے بہن خدا سے ڈرو اور صبر و تحمل سے کام لو اور جان لو کہ اہل زمین مر جائیں گے اہل آسمان باقی نہیں رہیں گے اور ذات خداوندی کے علاوہ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔ وہ خدا کہ جس نے اپنی قدرت سے تمام مخلوق کو پیدا کیا ہے اور جو انہیں اٹھائے گا اور زندہ کرے گا اور وہ فرد یگانہ ہے نانا بابا...... ماںؑ اور بھائیؑ مجھ سے بہتر تھے اور وہ سب دنیا سے رخصت ہو گئے اور مجھ پر اور ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ رسولؐ خدا کی تائید او اقتداء کرے۔ اس قسم کی باتوں سے جناب زینبؑ کو تسلی دی۔ اس کے بعد فرمایا اے

بہن میں تجھے قسم دیتا ہوں اور ضرور میری قسم پر عمل کرنا جب میں شہید ہو جاؤں تو میری موت پر گریبان چاک نہ کرنا اور اور آپ نے میری پھوپھی کو میرے پاس بٹھا دیا۔ انتہیٰ۔

روایت ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے اس رات حکم دیا اور اہل حرم کے خیمے ایک دوسرے سے متصل کر کے نصب کیے گئے اور ان کے ارد گرد خندق کھودی گئی اور اسے لکڑیوں سے پر کیا گیا تا کہ جنگ ایک ہی طرف سے ہو اور حضرت علی اکبرؑ کو تیس سواروں اور بیس پیادوں کے ساتھ روانہ کیا اور وہ چند مشکیں پانی کی خوف وخطر کے عالم میں لے آئے پھر آپ نے اہل بیتؑ اور اصحاب سے فرمایا کہ یہ پانی پی لو کہ یہ تمہارا آخری توشہ وزادِ راہ ہے اور وضو کر لو اور غسل کر لو اور اپنے کپڑے دھو لو کیونکہ وہی تمہارے کفن ہوں گے۔

مترجم کہتا ہے کہ یہ بات صحیح نہیں معلوم ہوتی کیونکہ یہ بات طے شدہ ہے کہ سات محرم سے پانی بند کر دیا گیا تھا اور کم از کم پانچ سو افراد جیسے پہلے گزر چکا ہے یا چار ہزار افراد جیسے حضرت عباسؑ کی شہادت کے سلسلہ میں بیان ہوگا۔ نہر فرات پر تعینات تھے کہ ایک قطرہ آب خیام حسینؑ میں نہ جانے پائے۔ ان کے ہوتے ہوئے بیس مشکیں کس طرح لائیں گئیں آئندہ واقعات کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ بچے پیاسے تھے اور بچوں کی پیاس کا خیال نہ رکھتے ہوئے امام مظلوم اپنے سپاہیوں کو کہیں کہ تم وضو کر لو اور کپڑے دھو لو عجیب معلوم ہوتا ہے واللہ العالم۔

اور تمام رات عبادت دعا، تلاوت قرآن، تضرع وزاری اور مناجات میں بسر کی اور تلاوت وعبادت کی صدا اس لشکر سعادت اثر فرزند خیر البشر سے بلند ہوئی۔

فباتوا ولهم دوی کدوی النحل مابین راکع وساجد وقائم وقاعد شعر

وباتوا فمنهم ذاکر ومسبح

ولداع ومنهم رکع وسجود

اُنہوں نے رات گزاری اور ان کی آواز شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح تھی کچھ رکوع میں کچھ سجدہ میں کچھ قیام وقعود میں تھے کوئی ذکر کرتا، کوئی تسبیح پڑھتا اور کوئی دعا کرتا تھا اور روایت ہے کہ اس رات بتیس آدمی لشکر عمر بداختر سے حضرت کے لشکر میں شریک ہوئے اور آپ کی ملازمت کی سعادت حاصل کی اور سحر کے وقت اس امام مطہر نے سفر آخرت کی تیاری کے لیے فرمایا کہ آپ کے لیے کسی برتن میں خضاب بنایا جائے کہ جس میں کافی مشک ہو اور ایک خاص خیمے میں جا کر آپ خضاب لگانے میں مشغول ہوئے اور اس وقت بریر بن خضیر ہمدانی اور عبدالرحمن بن عبدربہ انصاری اس خیمہ کے دروازے پر انتظار میں کھڑے تھے کہ جب حضرت فارغ ہوں تو وہ حضرات خضاب لگائیں۔ بریر نے اس وقت عبدالرحمن سے مزاح کیا تو عبدالرحمن نے کہا اے بریر یہ مذاق کرنے کا وقت ہے؟ بریر کہنے لگے میری قوم جانتی ہے کہ میں جوانی اور بڑھاپے میں کبھی بھی لہو ولعب کی طرف مائل نہیں تھا اور اس وقت اس لیے خوش ہو رہا ہوں کہ مجھے معلوم ہے کہ میں شہید ہو جاؤں گا اور شہادت کے بعد حور العین سے بغل گیر ہوں گا اور نعیم آخرت سے متنعم ہونگا۔

تیسری فصل

روز عاشوراء کا واقعہ اور عالم ایجاد و جہان کون وفساد کی سب سے بڑی مصیبت کا بیان

جس دسویں کی رات ختم ہوئی اور دسویں محرم کے دن کی سفیدی نمودار ہوئی تو حضرت سید الشہداء نے نماز صبح ادا کی اور اس کے بعد اپنے لشکر کی صفیں درست کیں اور ایک روایت کے مطابق فرمایا کہ تم سب شہید ہو جاؤ گے اور علی ابن الحسینؑ کے علاوہ کوئی زندہ نہیں بچے گا اور آپ کے لشکر کی مجموعی تعداد بتیس سوار اور چالیس پیادہ تھی اور ایک روایت ہے بیاسی پیادے تھے جو روایت امام محمد باقرؑ سے مروی ہے اس کے مطابق پینتالیس افراد سوار اور ایک سو پیادے تھے اور سبط ابن جوزی نے تذکرہ میں بھی اسی تعداد کا انتخاب کیا ہے اور ابن سعد کے لشکر کی مجموعی تعداد چھ ہزار اور بعض مقاتل کی بناء پر بیس یا بائیس ہزار اور ایک روایت تیس ہزار کی وارد ہوئی ہے اور ارباب مقاتل کے اقوال حضرت اور عمر سعد کے لشکر کے سلسلہ میں بہت مختلف ہیں۔ پس حضرت نے اپنے لشکر کی صفیں اس طرح آراستہ کیں کہ زہیر بن قین کو میمنہ پر اور حبیب بن مظاہر کو اصحاب کے میسرہ پر مقرر کیا اور علم لشکر اپنے بھائی جناب عباس کو دیا اور بعض کلمات کے مطابق بیس افراد زہیر کے ساتھ میمنہ میں اور بیس ہی افراد حبیب کے ساتھ میسرہ میں کھڑے کیے اور خود بنفس نفیس باقی لشکر کے ساتھ قلب لشکر میں کھڑے ہوئے اور خیمے پس پشت قرار دیئے اور حکم دیا کہ لکڑیاں وغیرہ اس خندق میں ڈالدی جائیں خیام کے گرد کھودی گئی تھی اور ان میں آگ لگادی جائے تا کہ وہ ان کفار کو خیام پر حملہ کرنے سے روکے۔ ادھر سے عمر سعد نے بھی اپنے لشکر کو مرتب کیا۔ لشکر میمنہ عمرو بن حجاج کے سپرد کیا اور شمر بن ذی الجوشن کو میسر پر مقرر کیا اور عروہ بن قیس کو سواروں پر اور شیث بن ربعی کو پیادہ فوج کی کمان دی اور جنگ کا علم اپنے غلام درید کو دیا اور ایک روایت ہے کہ امام حسینؑ نے ہاتھ دعا کے لیے اٹھائے اور عرض کیا

اللهم انت ثقتي في كل كرب وانت رجائي في كل شدةٍ وانت لي في كل امرٍ نزل بي ثقة وعدة كم من هم يضعف فيه الفود وتقل فيه الحيله فيه الصديق ويشمت فيه العدوانزلته بك وشكوته اليك رغبة مني اليك عمن سواك ففرجبته عني و كشفته وانت ولي كل نعمةٍ وصاحب كل

حسنة. ومنتهى كل رغبة

اس وقت اس طرف سے پسر سعد کے لشکر نے جنبش کی اور امام حسینؑ کے لشکر کے گرد چکر لگایا جس طرف سے آتے تو اس خندق اور آگ کو دیکھتے پس شمر ملعون نے بلند آواز سے پکار کر کہا کہ اے حسینؑ قیامت آنے سے پہلے آپ نے آگ کی طرف جلدی کی ہے حضرت نے فرمایا یہ بات کہنے والا کون ہے؟ گویا شمر ہے بتایا گیا کہ ہاں اس کے علاوہ دوسرا نہیں فرمایا اے اس عورت کے بیٹے جو بکریاں چراتی تھی تو آگ میں داخل ہونے کا زیادہ مستحق ہے مسلم بن عوسجہ نے چاہا کہ اس ملعون کو تیر لگائیں لیکن حضرت راضی نہ ہوئے اور انہیں منع کیا۔ عرض کیا مجھے اجازت دیجئے تا کہ میں اسے اپنے تیر کا نشانہ بناؤں کیونکہ وہ فاسق دشمن خدا ہے اور بڑے ستمگروں میں سے ہے اور خدا نے مجھے اس پر قدرت دی ہے حضرت نے فرمایا میں پسند نہیں کرتا کہ اس جماعت کے ساتھ جنگ میں پہل کی جائے اس وقت امام حسینؑ نے اپنی سواری منگوائی اور اس پر سوار ہو کر اتنی بلند آواز سے پکارا کہ ان میں سے اکثر لوگ آپ کی آواز سن رہے تھے آپ نے فرمایا، اے لوگو! اپنے نفس کی خواہش کی طرف جلدی نہ کرو اور کان دھر کر میری بات کو سنو تا کہ جو مناسب ہے وہ وعظ و نصیحت تمہیں کرلوں اور اپنا عذر تمہارے سامنے پیش کر دوں۔ پھر اگر میرے ساتھ تم نے انصاف کیا تو سعادت حاصل کرو گے اور اگر انصاف سے باہر جاتے ہو تو اپنی بکھری ہوئی آراء کو جمع کرو اور اس معاملہ کے نشیب و فراز میں نظر تامل سے دیکھو تا کہ معاملہ تم پر مخفی و پوشیدہ نہ رہے پھر مجھ پر حملہ کرو اور مجھے مہلت نہ دو۔ بے شک میرا ولی وہ خدا ہے کہ جس نے قرآن نازل فرمایا ہے اور وہی نیک لوگوں کے امور کا متولی ہے۔

راوی کہتا ہے کہ جب حضرت کی بہنوں نے یہ فقرے سنے تو ان کی چیخیں نکل گئیں اور وہ رونے لگیں اور آپ کی بیٹیاں بھی رو رہی تھیں جب انکی آواز گریہ بلند ہوئی تو حضرت نے ان کے پاس اپنے بھائی عباس بن علیؑ اور اپنے بیٹے علی اکبر کو بھیجا اور انہیں فرمایا کہ عورتوں کو خاموش کراؤ۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ اس کے بعد وہ روئیں گی۔ جب خواتین عصمت خاموش ہو گئیں تو حضرت نے خدا کی حمد و ثناء کی کہ جس کا وہ سزاوار ہے پھر رسولؐ خدا ملائکہ اور خدا کے رسولوں پر درود بھیجا اور کبھی کوئی خطیب آپ سے پہلے اور آپ کے بعد انہیں سنا گیا جو آپ کی طرح فصیح و بلیغ ہو پھر فرمایا اے گروہ مردم خوب غور کرلو اور دیکھ لو کہ میں کون ہوں اور میری نسبت کس طرف ہے پھر اپنے آپ میں آؤ اور اپنے نفسوں کو ملامت کرو اور نگاہ کرو کہ آیا تمہارے لیے مجھے قتل کرنا اور میرا ہتک حرمت کرنا جائز ہے کیا میں تمہارے نبیؐ کی دختر نیک اختر کا بیٹا نہیں ہوں کیا میں وصی پیغمبرؐ اور نبی کے چچازاد بھائی کا بیٹا نہیں ہوں جو کہ پہلا مومن تھا کہ جس نے رسولؐ خدا کی ان امور میں جو وہ خدا کی طرف سے لے کر آئے تھے تصدیق کی۔ کیا حمزہ سید الشہداء میرے چچا نہیں ہیں کیا جعفر جو دو پروں کے ساتھ جنت میں پرواز کرتے ہیں میرے چچا نہیں۔ کیا یہ حدیث تم تک نہیں پہنچی کہ پیغمبرؐ خدا نے میرے اور میرے بھائی حسنؑ کے متعلق فرمایا کہ یہ دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں پس اگر میری بات کی تصدیق کرو تو حق کو پہنچو گے۔ خدا کی قسم جب سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ خدا جھوٹے شخص کو دشمن رکھتا ہے میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا باوجود اس کے اگر میری تکذیب کرتے ہو تب بھی تمہارے درمیان ایسے افراد موجود ہیں جو ان باتوں سے واقف ہیں اگر ان سے پوچھو تو وہ لوگ

تمہیں بتائیں گے۔

جابر بن عبداللہ انصاری، ابوسعید خدری نہل بن سعد ساعدی، زید بن ارقم، اور انس بن مالک سے پوچھ لو وہ تمہیں بتائیں گے کہ انہوں نے یہ کلام میرے اور میرے بھائی حسنؑ کے حق میں رسولؐ خدا سے سنا تھا کیا یہ بات تمہارے لئے کافی نہیں کہ وہ میرا خون بہانے سے تمہیں روکے۔ شمر نے حضرت سے کہا کہ شک وریب کے راستے سے اور صراط مستقیم سے خارج ہو کر میں نے خدا کی عبادت کی ہو اگر مجھے معلوم ہوا ہو کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں جب حبیب نے شمر کی بات سنی تو فرمایا اے شمر میں تجھے یونہی دیکھتا ہوں تو نے شک وریب کے ستر طریقے سے خدا کی عبادت کی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے امام حسینؑ سے سچی بات کہی ہے کہ میں نہیں جانتا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں البتہ تو نہیں جانتا کیونکہ خدا نے تیرے دل کو خشم کی مہر سے مختوم اور غضب کے پردہ سے مستور قرار دیا ہے۔

دوبارہ حضرت امام حسینؑ نے لشکر کو مخاطب کیا اور فرمایا کہ جو بات میں نے تم سے کہی ہے اگر میں تمہیں شک وشبہ ہے تو کیا اس بات میں بھی تمہیں شک ہے کہ میں تمہارے نبیؐ کی بیٹی کا فرزند ہوں خدا کی قسم مشرق ومغرب کے درمیان میرے علاوہ کوئی بھی رسولؐ کی بیٹی کا فرزند نہیں نہ تم میں سے اور نہ تمہارے غیر میں سے تم پروائے ہو کیا میں نے تم میں سے کسی کو قتل کیا ہے کہ جس کے خون کا مطالبہ کرتے ہو یا میں نے تمہارا مال تلف کیا ہے یا میں نے زخم لگا کر تم میں سے کسی کو تکلیف پہنچائی ہے کہ اس کا قصاص مجھ سے لیتے ہو کسی نے بھی حضرت کو کوئی جواب نہ دیا پھر آپ نے پکار کر کہا اے شیث بن ربعی، اے حجار بن ابجر اے قیس بن اشعث، اے زید بن حارث کیا تم لوگوں نے مجھے خط نہیں لکھا تھا کہ ہمارے درختوں کے پھل پک چکے ہیں اور ہمارے باغات سرسبز وشادابؑ ہو چکے ہیں۔ اگر آپ ہماری طرف آئیں تو آپ کی مدد کے لیے لشکر آراستہ ہیں اس وقت قیس بن اشعث نے بات شروع کی اور کہنے لگا کہ ہم نہیں جانتے کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں لیکن اپنے بنی عم یزید اور ابن زیاد کا حکم قبول کرلیں تا کہ آپ کی دلی خواہش کے علاوہ آپ کو کچھ نظر نہ آئے۔ حضرت نے فرمایا نہیں خدا کی قسم میں کبھی بھی ذلت کا ہاتھ تمہارے میں نہیں دوں گا اور نہ تم سے بھاگ کر جاؤں گا جس طرح کہ غلام بھاگ جاتے ہیں اور فرمایا کہ

عباد الله انی عذت بربی وربکم ان ترجمون انی اعوذ بربی وربکم من کل متکبر لا یومن بیوم الحساب۔

اے اللہ کے بندو! میں اپنے اور تمہارے رب سے اس پناہ مانگتا ہوں جو حساب وکتاب کے دن پر ایمان نہیں رکھتا''

اس وقت آپ اپنی سواری سے اتر آئے اور عقبہ بن سمعان سے فرمایا کہ اس سواری کو باندھ دو۔ ابوجعفر طبری نے علی بن حنظلہ بن اسعد شبامی سے اس نے کثیر بن عبداللہ شعبی نے نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ عاشورہ کے دن ہم امام حسینؑ سے جنگ کرنے کے لیے ان کے مقابلہ میں آئے تو ہماری طرف زہیر بن قین اس حالت میں آئے کہ وہ بڑی دم والے گھوڑے پر سوار اور ہتھیاروں میں

غرق تھے پس فرمایا اے اہل کوفہ میں تمہیں عذاب خدا سے ڈرانے کے لیے آیا ہوں کیونکہ ہر مسلمان کو حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو نصیحت کرے اور اس کی خیر خواہی کرے اور ہم اب تک ایک دین اور ایک ملت پر ہیں اور آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ جب تک ہمارے درمیان تلوار نہیں چلتی اور جب ہمارے درمیان تلوار چل گئی تو ہماری برادری ختم ہو جائے گی۔ ہم ایک امت دگروہ اور تم دوسری امت دگروہ ہو جاؤ گے اے لوگو! تمہیں معلوم ہو جانا چاہیے کہ خدا نے ہمارا اور تمہارا اپنے رسولؐ کی ذریت کی وجہ سے امتحان لیا ہے تاکہ وہ دیکھیں کہ ہم ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں اب میں تمہیں انکی نصرت کی طرف اور طاغی ابن طاغی عبیداللہ ابن زیاد کا ساتھ نہ دینے کی طرف بلاتا ہوں کیونکہ تم لوگوں نے اس باپ بیٹے سے برائی کے علاوہ کچھ ہیں دیکھا انہوں نے تمہاری آنکھیں نکال لیں اور تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے تمہارا مثلہ کیا (ناک کان وغیرہ کاٹنا) اور تمہیں کھجور کے درختوں کے ساتھ سولی پر لٹکایا تمہارے اشراف اور قاریوں کو مثلاً حجر بن عدی اور ان کے ساتھ اور ہانی بن عروہ اور ان جیسے افراد کو قتل کیا ابن سعد کے لشکر نے جب یہ باتیں سنیں تو زہیر کو برا بھلا کہنے اور ابن زیاد کی مدح وستائش کرنے لگے اور انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم ہم یہاں سے نہیں جائیں گے جب تک تیرے آقا حسینؑ اور جوان کے ساتھ ہیں سب کو قتل نہ کر دیں یا ان کو گرفتار کر کے زندہ امیر عبیداللہ بن زیاد کے پاس نہ بھیج دیں۔ جناب زہیر انہیں دوبارہ وعظ ونصیحت کرنے لگے اور فرمایا اے خدا کے بندو اولاد فاطمہؑ مودت ونصرت کے زیادہ حقدار ہیں سمیہ کے بیٹے کی بہ نسبت اگر ان کی مدد نہیں کرتے تو میں تمہیں خدا کی پناہ میں لے جاتا ہوں اس سے کہ تم انہیں قتل کرو حسینؑ کو یزید بن معاویہ کے ساتھ چھوڑ دو مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ یزید حسینؑ کو قتل کرنے کے بغیر بھی تم پر خوش ہو جائے گا اس دوران شمر ملعون نے زہیر کی طرف تیر پھینکا اور کہنے لگا خاموش ہو جاؤ خدا تمہاری آواز کو خاموش کرے تو نے اتنی باتیں کی ہیں کہ ہمیں تھکا دیا ہے زہیر نے کہا اے اس کے بیٹے جو اپنی ایڑیوں پر پیشاب کرتا تھا میں تجھ سے بات نہیں کرتا۔ کیونکہ تو انسان نہیں بلکہ جانور ہے۔

خدا کی قسم مجھے یہ مان نہیں کہ تجھے کتاب خدا کی دو محکم آیتیں بھی معلوم ہوں پس تجھے روز قیامت کی خواری وذلت اور دردناک عذاب کی بشارت ہو شمر کہنے لگا خدا تجھے تیرے صاحب کو ابھی قتل کرے گا، زہیر نے کہا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے خدا کی قسم حضرت کی معیت میں قتل ہونا مجھے اس سے کہیں زیادہ پسند ہے کہ میں تجھ جیسے لوگوں کے ساتھ ہمیشہ دنیا میں رہوں۔ پھر آپ نے لوگوں کی طرف رُخ کیا اور بلند آواز سے فرمایا اے بندگانِ خدا تمہیں یہ اکھڑ جنایت کار اور اس جیسے افراد دھوکہ نہ دیں۔ خدا کی قسم پیغمبرؐ کی شفاعت اس قوم کو نصیب نہیں ہوگی جو اس کی ذریتؑ واہل بیتؑ کا خون بہائے اور ان کے مددگاروں کو قتل کرے۔

راوی کہتا ہے کہ ایک شخص نے زہیر کو پکارا کر کہا ابو عبداللہ الحسینؑ فرما رہے ہیں کہ واپس آ جاؤ مجھے اپنی جان کی قسم ہے اگر مؤمن آل فرعون نے اپنی قوم کو نصیحت کی تھی اور انہیں خدا کی طرف بلانے کے لیے تبلیغ کی تھی تو تم نے بھی نصیحت وابلاغ کیا ہے کاش کہ نصیحت وابلاغ فائدہ دیتا اور سید ابن طاؤس روایت کرتے ہیں جب عمر سعد کے ساتھی اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور حضرت سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہو گئے تو آنجناب نے بریر بن حضیر کو ان کی طرف بھیجا تاکہ وہ انہیں وعظ ونصیحت کریں۔ بریر اس لشکر کے سامنے آئے اور ان کے سامنے وعظ کیا لیکن ان بدبختوں اور روسیاہوں نے ان کی گفتگو کی طرف کان نہ دھرے اور ان کے مواعظ

سے فائدہ نہ اٹھایا پھر خود آنجناب اپنے ناقہ پر اور ایک قول ہے کہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور ان کے سامنے تشریف لاکر انہیں خاموش رہنے کیلئے کہا تو وہ خاموش ہو گئے پس حضرت حمد و ثنائے الٰہی بجالائے اور رسالت پناہؐ ملائکہ اور باقی انبیاء و مرسلین پر درود بلیغ بھیجا۔ اس کے بعد فرمایا ہلاکت وغم و اندوہ ہو تمہارے لیے اے قوم غدار و بیوفا و جفا کار جب کہ تم نے ہمیں اپنی ہدایت کے لیے بلایا اور ہم نے تمہاری دعوت قبول کی اور تیزی سے تمہاری طرف آئے تو تم نے ہمارے مد مقابل وہ تلواریں کھینچ لیں جو ہماری مدد کے لیے تمہارے ہاتھ میں تھیں اور ہمارے سامنے وہ آگ روشن کی جو ہمارے اور اپنے دشمن کے لیے تیار کی تھی پس تم اپنے دوستوں سے کینہ و مکر کرنے کے لیے اپنے دشمنوں کے ہم دست ہو گئے ہو۔ بغیر اس کے کہ تمہارے درمیان عدل و انصاف عام اور ظاہر ہو اور بغیر اس کے کہ تمہیں ان سے رحمت و شفقت کی طمع اور امید ہو تمہارے لیے حرکت ہو تم ہم سے کیوں دست بردار ہو گئے ہو حالانکہ تلواریں نیام میں پڑی تھیں اور مطمئن و آرام سے تھے اور آراء محکم اور پختہ تھیں لیکن تم لوگوں نے جلدی کی اور فتنہ کی آگ بھڑکانے کے لیے ٹڈیوں کی طرح تم جمع ہو گئے ہو اور جنگ کی آگ میں اپنے آپ کو دیوانوں کی طرح پھینک دیا ہے جس طرح پروانے آگ پر مرتے ہیں پس تم رحمت خدا سے دور رہو گے۔ اے امت سے عناد رکھنے والے اور جمعیت کے مقابلہ میں شاذ و نادر اور ان سے الگ ہونے والے اے قرآن کو چھوڑنے اور اس میں تحریف کرنے والے اور گناہگار وہ اور وساوس شیطانی کی پیروی کرنے اور شریعت و سنت نبویؐ کو مٹانے والے کیا تم ظالموں سے تعاون کرتے ہو اور ہماری مدد سے دست بردار ہوتے ہو۔ ہاں خدا کی قسم غدر و مکر ہمیشہ سے تم میں تھا اور تمہاری جڑوں میں وہ رچا بسا ہوا ہے اور تمہاری شاخیں اس سے قوت حاصل کرتی ہیں تم دیکھنے والے کے حلق کے نجس ترین میوہ تر اور غاصب کے لیے چھوٹا سا لقمہ ہو اب آگاہ رہو کہ حرامزادہ حرامزادے کا بیٹا یعنی ابن زیادہ نے مجھے مختار قرار دیا ہے دو چیزوں کے درمیان یا تو تلوار کھینچ کر میدان جنگ میں جہاد کروں اور یا ذلت کا لباس پہن لوں۔ حالانکہ ہم سے ذلت دور ہے خدا راضی نہیں اور رسول نے حکم نہیں دیا اور مومنین و طہارت کے دامنوں میں پلنے والے صاحبان حمیت اور باب غیرت کمینے لوگوں کی ذلت کو شہادت پر ترجیح نہیں دیتے اب میں تم پر حجت تمام کر چکا ہوں۔ اعوان کی قلت اور مددگاروں کی کمی کے باوجود میں تم سے جنگ کروں گا اپنی گفتگو کے ساتھ فروہ بن مسیک مرادی کے اشعار پڑھے (ہم نے اشعار چھوڑ دیئے ہیں مترجم) اس وقت فرمایا خدا کی قسم تم میرے بعد اس سے زیادہ دیر زندہ نہ رہو گے جتنی دیر میں پیادہ شخص گھوڑے پر سوار ہوتا ہے زمانہ موت کی چکی تمہارے سر پر پھیرے گا۔ اور تم چکی کے پاٹ کی طرح اضطراب میں رہو گے یہ معاہدہ میرے ساتھ میرے باپ کی وساطت سے مرے نانا کی طرف سے ہے اب اپنی رائے کو مجتمع کرو اور اپنے پیروکاروں کے ساتھ ہم دست ہو جاؤ۔ اور آپس میں مشورہ کرلو تاکہ معاملہ تم پر پوشیدہ نہ رہے پھر میری طرف قصد کرو اور مجھے مہلت نہ دو میں بھی اس خدا پر توکل رکھتا ہوں جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے کہ جس کے قبضہ قدرت میں ہر ذی روح کی جان ہے اور میرا پروردگار صراط مستقیم اور عدالت کے راستے پر استوار ہے۔ ہر شخص کو اس کے کام کے مطابق جزا دیتا ہے پھر آپ نے انہیں نفرین کی اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا اے میرے پروردگار آسمان کی بارش اس گروہ سے روک لے اور ان پر اس قسم کا قحط بھیج جیسا کہ یوسفؑ کے زمانہ میں اہل مصر کی آزمائش کے لیے بھیجا تھا اور ان پر قبیلہ ثقیف کے چھوکرے کو مسلط کر دے جو انہیں موت کے

تلخ پیالے پلائے۔ کیونکہ ان لوگوں نے ہمیں دھوکہ دیا ہے اور ہماری مدد سے دستبردار ہو گئے ہیں تو ہمارا پروردگار ہے ہم تجھ پر توکل کرتے ہیں اور تیری طرف لوٹتے ہیں اور سب کی بازگشت تیری طرف ہے پھر آپ ناقہ سے اترے اور رسول خدا کا مرتجز گھوڑا طلب کیا۔ اور اس پر سوار ہو کر اپنے لشکر کی درستی میں معروف ہوئے۔ طبری نے سعد بن بیدہ سے روایت کی ہے کہ کوفہ کے بوڑھے آدمی ایک ٹیلے پر کھڑے تھے اور سید الشہداء کے لیے گریہ کرتے اور کہتے تھے۔ اللھم انزل نصرك یعنی خدایا اپنی نصرت امام حسینؑ پر نازل فرما میں نے کہا اے خدا کے دشمنو ٹیلے سے اتر کر ان کی مدد کیوں نہیں کرتے سعید کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ جب سید الشہداء نے لوگوں کو وعظ و نصیحت کی تو آپ نے یمنی جبہ پہنا ہوا تھا اور جب آپ اپنی صف لشکر کی طرف مڑے تو بنی تمیم کے ایک شخص نے کہ جسے عمر طہوی کہتے تھے آپ کی طرف ایک تیر پھینکا جو آپ کے کندھے کے درمیان لگا اور آپ کے جبہ کیساتھ لٹک گیا جب آپ اپنے لشکر میں پہنچے میں نے آپ کی طرف نگاہ کی تو سو افراد کے قریب تھے کہ جن میں اولاد علیؑ میں سے پانچ افراد اور بنی ہاشم میں سے سولہ آدمی ایک مرد بنی سلیم کا اور ایک بنی کنانہ کا جوان کا حلیف و ہم قسم تھا۔ اور ابن عمیر بن زاد انتہی۔

بعض مقاتل میں ہے کہ جب آپ نے یہ خطبہ دیا تو فرمایا کہ عمر بن سعد کو بلاؤ تا کہ وہ میرے پاس آئے اگرچہ ابن سعد کے لیے حضرت کی ملاقات گراں تھی تاہم وہ ناپسندیدگی کے باوجود امامؑ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا۔ تو مجھے اس گمان پر قتل کرنا چاہتا ہے کہ ابن زیاد حرامزاد حرامزادے کا بیٹا تجھے ری اور جرجان کی سلطنت و حکومت دے گا خدا کی قسم تو اپنے مقصد کو نہیں پہنچے گا اور ان علاقوں کی حکومت کی مبارکباد اور تہنیت کا دن تجھے نصیب نہیں ہوگا۔ یہ بات ایک عہد ہے جو مجھ تک پہنچا ہے اور وہ سچا ہے جو کچھ چاہے کرے۔ تجھے دنیا و آخرت کا کوئی نفع وحصہ نہیں ملے گا۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تیرا سر کوفہ میں نیزہ پر نصب ہے اور بچے اسے پتھر مارتے ہیں اور اسے اپنا ہدف و نشانہ بنائے ہوئے ہیں ان کلمات سے عمر سعد علیہ اللعنۃ بیخ پا ہو گیا او حضرت سے منہ پھیر لیا اور اپنی فوج سے چلا کر کہنے لگا کہ کب تک منتظر رہو گے یہ سستی اور تاخیر ایک طرف پھینک دو اور سخت قسم کا حملہ کرو اور ان کے ساتھی ایک لقمہ سے زیادہ نہیں ہیں۔ اس وقت امام حسینؑ رسول خداؐ کے گھوڑے مرتجز پر سوار ہوئے اور اپنے لشکر کی صف کے سامنے کھڑے ہوئے اور جنگ کے لیے دل کو آمادہ کیا اور فریاد و استغاثہ بلند کی اور فرمایا کوئی فریاد رس ہے جو اللہ کے لیے ہماری مدد کرے کیا کوئی دفاع کرنے والا ہے جو اس گروہ کے شر کو حرم رسولؐ سے پلٹائے۔

حر بن یزید کا متنبہ ہونا اور امام شہیدؑ کی طرف رجوع کرنا

حر بن یزید نے جب لشکر کا جنگ کرنے کے لیے مصمم ارادہ دیکھا اور امام حسینؑ کی استغاثہ کی آواز سنی جب آپ فرما رہے تھے اما من مغیث یغیثنا لوجه الله اما من ذاب یذب عن حرم رسول الله کوئی خدا کے لیے فریاد رسی کرنے والا اور حرم رسولؐ سے دشمنوں کو روکنے والا ہے۔ اس کریم استغفار نے حر کو خواب غفلت سے بیدار کیا۔ لہٰذا دل میں کچھ سوچ کر عمر بن سعد کی طرف رُخ کیا اور کہنے لگا اے عمر کیا تو اس شخص سے جنگ کرے گا۔ اس نے کہا ہاں خدا کی قسم ایسی جنگ ہوگی کہ جس کا آسان

ترین نقشہ یہ ہے کہ سر بدن سے اڑیں گے اور ہاتھ قلم ہو کر گریں گے حر نے کہا کیا ایسا نہیں کر سکتے ہو کہ یہ کام صلح کے ساتھ انجام پذیر ہو جائے عمر کہنے لگا اگر معاملہ میرے ہاتھ میں ہوتا تو میں ایسا ہی کرتا لیکن تیرا امیر عبید اللہ بن زیاد صلح سے انکار کرتا ہے اور اس پر راضی نہیں ہوتا حر آزردہ خاطر ہو کر اس طرف سے واپس آیا اور ایک جگہ کھڑا ہو گیا قرۃ بن قیس جو اسکی قوم میں سے ایک شخص تھا۔ وہ بھی اس کے ساتھ تھا حر نے اس سے کہا اے قرۃ تو نے اپنے گھوڑے کو پانی پلایا ہے اس نے جواب دیا کہ پانی نہیں پلایا۔ کہا کیا اس کو پانی نہیں پلانا قرۃ کہتا ہے کہ جب حر نے یہ بات کہی تو خدا کی قسم میرا گمان یہ تھا کہ حر چاہتا ہے کہ میدان جنگ سے کنارہ کشی کرے اور جنگ نہ کرے اور وہ پسند نہیں کرتا کہ میں اس کے اس ارادہ پر باخبر ہوں۔ خدا کی قسم اگر اس نے مجھے اپنے دلی ارادہ کی خبر دی ہوتی تو میں بھی اس کے ساتھ مل کر حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ خلاصہ یہ کہ حر اپنی جگہ سے ایک طرف ہوا اور آہستہ آہستہ امام حسینؑ کی لشکر گاہ کے قریب ہوتا گیا مہاجر بن اوس نے اس سے کہا اے حر تمہارا کیا ارادہ ہے کہ حملہ کرنا چاہتے ہو۔ حر نے اسے کوئی جواب نہیں دیا اور اس کو کپکپی لگی ہوئی تھی اور اس کا جسم کانپ رہا تھا مہاجر نے اس سعید و نیک اختر سے کہا تیرے معاملہ نے تو مجھے شک و شبہ میں ڈال دیا ہے کیونکہ خدا کی قسم میں نے کسی جنگ میں تیری۔ حالت نہیں دیکھی اگر لوگ مجھ سے پوچھتے کہ اہل کوفہ میں زیادہ شجاع اور بہادر کون ہے تو میں تجھ سے تجاوز نہ کرتا اور تیرے علاوہ وہ کس کا نام نہ لیتا۔ یہ لرزہ اور کپکپی جو تجھ میں دیکھ رہا ہوں یہ کیسی ہے حر نے کہا خدا کی قسم میں اپنے نفس کو جنت و جہنم کے درمیان دیکھ رہا ہوں۔ اور خدا کی قسم میں جنت پر کسی چیز کو ترجیح نہیں دوں گا۔ اگرچہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جاؤں اور آگ میں جلا دیا جاؤں پس اپنے گھوڑے کو دوڑایا اور امام حسینؑ سے جا ملا جب کہ ہاتھ اپنے سر پر رکھا ہوا تھا اور کہتا تھا خدایا میں تیری بارگاہ کی طرف توجہ وانابہ ورجوع کرتا ہوں پس مجھے بخش دے کیونکہ میں نے تیرے اولیاء اور تیرے نبیؐ کی اولاد کے دل خوف زدہ کئے اور ڈرائے ہیں ابو جعفر طبری نے نقل کیا ہے کہ جب حر امام حسینؑ اور ان کے اصحاب کی طرف روانہ ہوا تو لوگوں نے یہ گمان کیا کہ وہ جنگ کے ارادہ سے جا رہے ہیں لیکن جب وہ نزدیک پہنچے تو اپنی ڈھال الٹ دی۔ وہ سمجھے کہ امان کے طالب ہیں اور جنگ کا ارادہ نہیں رکھتے۔ پس حر قریب آئے اور سلام کیا پس حر نے امام حسینؑ کی خدمت میں عرض کیا میں آپ پر قربان جاؤں۔ اے فرزند رسولؐ میں وہی شخص ہوں جس نے آپ کو آپ کے راستہ پر نہیں جانے دیا اور واپس جانے کا آپ کا راستہ روکا تھا۔ اور آپ کو راہ و بے راہ پھراتا رہا یہاں تک کہ اس مصیبت انگیز [1] زمین میں لے آیا اور مجھے ہرگز یہ خیال نہیں تھا کہ قوم آپ سے یہ سلوک کرے گی اور آپ کی بات کو ٹھکرا دے گی۔ خدا کی قسم اگر اس چیز کا علم ہوتا تو جو کچھ میں نے کیا ہے یہ نہ کرتا اب جو کچھ میں کر چکا ہوں اس پر پشیمان ہوں اور خدا کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں کیا آپ میری توبہ کو بارگاہ خدا میں قابل قبول سمجھتے ہیں اس دریا رحمت الٰہی نے حر ریاحی کے جواب میں فرمایا ہاں خدا تیری توبہ کو قبول کرتا ہے اب گھوڑے سے اتر آ اور آرام کر عرض کیا اگر میں آپ کی راہ میں سوار ہو کر جنگ کروں تو اس سے بہتر ہے کہ میں پیادہ ہو جاؤں۔ بالآخر مجھے پیادہ ہی ہونا ہے حضرت نے فرمایا خدا تجھ پر رحمت نازل کرے جو جی چاہے کر۔ اس وقت حر بارگاہ امامؑ سے باہر نکلے اور لشکر کوفہ سے خطاب کیا اور کہا اے کوفہ کے لوگو تمہاری مائیں سوگ میں بیٹھ کر تم پر

---

[1] مولف نے فارسی کے کچھ اشعار یہاں نقل کیے ہیں جنھیں ہم چھوڑ رہے ہیں مترجم۔

گریہ کریں اس مرد صالح کو تم نے دعوت دی اور اپنے پاس بلایا جب اس نے تمہاری التماس کو قبول کیا تو تم اس کی مدد سے دستبردار ہو گئے اور اس کے دشمنوں کا ساتھ دیا حالانکہ تمہارا خیال یہ تھا کہ اس کی راہ میں جہاد کرو گے اور اپنی جان قربان کرو گے پس تم لوگ عذر مکر کے دروازے سے باہر آئے اور اس کو قتل کرنے کے لیے اکٹھے ہو گئے اب اس کا گریباں پکڑ لیا ہے اور ہر طرف سے گھیر لیا ہے تا کہ اُسے خدا کی وسیع وعریض زمین میں کہیں نہ جانے دو۔ اب وہ قیدی کی طرح تمہارے ہاتھوں میں گرفتار ہے اور وہ جلب نفع اور دفع ضرر نہیں کر سکتا اور اسے اس کی مستورات بچوں اور اہل بیت پر فرات کے جاری پانی کو ممنوع قرار دیا ہے جسے یہود و نصاریٰ پیتے ہیں اور کتے اور خنزیر جس پر لوٹتے پوٹتے ہیں اور آل نبیؐ پیاس کی تکلیف سے بے حال ہے۔ کتنے برے لوگ ہیں ہم تم پیغمبر کے بعد آل پیغمبر کے حق میں اور خدا تمہیں اس دن سیراب نہ کرے کہ جس سے لوگ پیاسے ہوں گے جب حر نے اپنی گفتگو یہاں تک پہنچائی تو ایک گروہ نے ان پر تیر برسائے اور وہ واپس آ گئے اور امام علیہ السلام کے سامنے آ کھڑے ہوئے۔ اس وقت عمر سعد نے چیخ کر کہا اے درید اپنا علم آگے لے آ۔ جب وہ علم اس کے نزدیک لایا تو عمر لعین نے چلہ کمان میں تیر جوڑ کر سید الشہداء کے لشکر کی طرف رہا کیا اور کہنے لگا اے لوگو! گواہ رہنا کہ پہلا شخص جس نے حسینؑ کے لشکر کی طرف تیر پھینکا وہ میں ہوں سید ابن طاؤسؒ نے روایت کی ہے کہ ابن سعد کے حضرت کی طرف تیر پھینکنے کے بعد اس کے لشکر نے بھی امام حسینؑ کے لشکر پر تیر بارانی کی اور بارش کی طرح امام کے لشکر پر تیر برسے پس حضرت نے اپنے اصحاب کی طرف رُخ کیا اور فرمایا کھڑے ہو جاؤ اور موت کے لیے تیار ہو جاؤ کیونکہ اس سے چارہ کار نہیں خدا تم پر اپنی رحمت نازل فرمائے بے شک یہ تیر تمہاری طرف اس قوم کے قاصد اور ایلچی ہیں۔ پس وہ سعادت مند جنگ کرنے میں مشغول ہوئے اور ایک گھنٹہ تک اس لشکر سے جنگ کی اور حملے پر حملے ہوئے یہاں تک کہ حضرت کے لشکر سے ایک جماعت بروایت محمد بن ابی طالب موسوی پچاس افراد کھیت رہے۔ اور انہوں نے شہد شہادت نوش کیا مولف کہتا ہے چونکہ اصحاب حسینؑ ہم پر بہت حقوق رکھتے ہیں کیونکہ وہ (خدا کا ان پر سلام ہو) **السابقون الی المکارم والعلیٰ والحائزون غداً حیاض الکوثر لولا صوارمهم ووقع نبالهم لم يسمع الاذان صوت مكبر** و مکارم اخلاق اور بلندیوں کی طرف سبقت کر چکے ہیں اور کل قیامت کے دن کوثر کے حوضوں پر ان کا قبضہ ہوگا اور اگر ان کی تلواریں اور نیزے نہ چلتے تو کسی کے کان تکبیر کی آواز نہ سنتے اور کعب بن جابر جو کہ ان کا دشمن ہے ان کے حق میں کہتا ہے (اشعار کا ترجمہ) پس میری آنکھ نے ان جیسا شخص ان کے زمانے میں اور اس سے پہلے جب کہ میں جوان تھا ان سے زیادہ تیغ زنی کرنے والے میدان جنگ میں نہیں دیکھا اور یاد رکھو جو شخص اپنی عزت و ناموس کی حفاظت چاہتا ہے۔ وہ تلوار چلاتا ہی ہے انہوں نے نیزہ چلانے اور تیغ زنی پر صبر کیا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ پہلے حملہ میں شہید ہوئے اور میں ان کے ناموں پر مطلع ہوا ہوں ان کا تذکرہ کروں اور وہ حضرات اس ترتیب سے کہ جو مناقب ابن شہر آشوب میں ہے یہ بزرگوار ہیں نعیم بن عجلان وہ نعمان بن عجلان کے بھائی ہیں جو کہ امیر المومنینؑ کے صحابی ہیں اور آپ کی طرف سے بحرین و عمان کے گورنر تھے اور کہتے ہیں یہ دونوں اپنے تیسرے بھائی نضر سمیت شجاع اور شاعر تھے اور جنگ صفین میں حضرت کے ہمرکاب تھے عمران بن کعب بن حارث اشجعی کہ جس کا ذکر رجال شیخ میں موجود ہیں۔ حنظلہ بن عمرو شیبانی قاسط بن زہیر اور ان کا بھائی

مقسط اور رجال شیخ میں ان کے والد کا نام عبداللہ ہے۔ کنانہ بن عتیق تغلبی جو کوفہ کے بہادر وں قاریوں اور عبادت گزار اشخاص میں شمار ہوتا تھا عمرو بن ضبیعہ بن قیس تمیمی یہ شاہسوار اور شجاع تھا۔ کہتے ہیں کہ یہ پہلے عمر سعد کے ساتھ تھا اور بعد میں انصار حسینؑ میں داخل ہوا ضرغامہ بن مالک تغلبی اور بعض کہتے ہیں کہ وہ نماز ظہر کے بعد میدان جنگ میں گئے اور شہید ہوئے۔ عامر بن مسلمہ عبدی اور ان کا غلام سالم یہ بصرہ کے شیعوں میں سے تھے یہ سیف بن مالک وادہم ابن اُمیہ کے ساتھ یزید بن ثبیط اور اس کے بیٹوں کے ہمراہ امام حسینؑ کی مدد کے لیے آئے تھے اور پہلے حملہ میں شہید ہوئے عامر زہیر بن سلیم اور عثمان بن امیر المومنینؑ حر۔ زہیر بن قین عمرو صدادی اور بشر حضرمی کے متعلق فضل بن عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب رضوان اللہ علیہم نے بنی امیہ کو خطاب کیا اور ان کے افعال پر طنز کرتے ہوئے فرمایا (ترجمہ اشعار' عامر کو واپس پلٹا دو اور زہیر کو لوٹاؤ اور عثمان کو پس پلٹا دو ہمارے قرضوں کو حر کو ابن قیس کو پلٹاؤ اور اس قوم کو جو صفین میں تھے اور قتل کیے گئے کہاں ہے عمرو اور کہاں ہے بشر اور وہ مقتول جو ریگ گرم پر پڑے تھے اور دفن نہیں ہوئے سیف بن عبداللہ بن مالک عبدی بعض کہتے ہیں کہ وہ نماز ظہر کے بعد میدان میں گئے اور شہید ہوئے۔ عبدالرحمن بن عبداللہ ارحی ہمدانی اور یہ وہی بزرگوار ہیں کہ جنہیں اہل کوفہ نے قیس بن مسہر کے ساتھ امام حسینؑ کی طرف بہت سے خطوط دے کر مکہ بھیجا تھا بارہ تاریخ ماہ مبارک رمضان کو یہ امام حسینؑ کی خدمت میں پہنچے تھے۔ جناب بن عامر تیمی جو کوفہ کے شیعوں میں سے تھے اور انہوں نے مسلم کی بیعت کی تھی اور جب کوفیوں نے مسلم پر جفا کی تو جناب خدمت حسینؑ میں حاضر ہونے کے لیے چلے اور راستہ میں حضرت سے آملے۔ عمرو جندعی ابن شہر آشوب نے انہیں پہلے حملہ میں شہید ہونے والوں میں شمار کیا ہے لیکن بعض مورخین نے کہا ہے کہ وہ زخمی ہو کر زمین پر گر پڑے اور ان کے سر پر سخت قسم کی چوٹ لگی تھی۔ ان کی قوم انہیں معرکہ جنگ سے اٹھا کر لے گئی تھی۔ ایک سال تک بیمار اور صاحب فراش رہے اور دوسرے سال کی ابتداء میں وفات پائی اور اسی قول کی تائید کرتا ہے وہ جملہ جو شہداء کی زیارت میں ہے کہ السلام علی الرحث معہ عمرو بن عبداللہ الجندعی سلام ہو اس پر کہ جس کی وجہ سے عمرو بن عبداللہ جندعی کو میدان جنگ سے زخمی حالت میں اٹھا کر لے گئے حلاس بن عمرو ازدی راسبی اور ان کا بھائی نعمان بن عمرو اہل کوفہ اور امیر المومنینؑ کے اصحاب میں سے تھا بلکہ خود حلاس کوفہ میں حضرت کے لشکر کے افسروں میں داخل تھا۔ سوار بن ابی عمیر نہمی پہلے حملہ میں زخمی ہوئے اور مقتولین میں ہوئے تھے انہیں قید کر کے عمر سعد کے پاس لے گئے عمر نے انہیں قتل کرنا چاہا تو اس کی قوم نے سفارش کی لہٰذا قتل نہ کیا۔ لیکن چھ ماہ تک قید اور زخمی رہے اس کے بعد وفات پائی جیسا کہ موقع بن ثمامہ بھی زخمی ہوئے پڑے تھے۔ ان کی قوم انہیں کوفہ کی طرف اٹھا کر لے گئی اور اُسے چھپا دیا۔ ابن زیاد کو خبر ہوئی تو اس نے کسی کو بھیجا کہ اسے قتل کر دیا جائے اس کی قوم بنی اسد نے اس کی سفارش کی تو اسے قتل تو نہ کیا البتہ اسے آہنی قید میں مقید کر کے مقام دروازہ کی طرف بھیجا۔

موقع زخموں کی تکلیف سے ایک سال بیمار پڑا رہا۔ پھر وہیں زارہ میں ہی وفات پائی اور اس کی طرف کیت اسدی نے اس مصرعہ میں اشارہ کیا ہے۔ وان اباموسیٰ اسیرٌ مکبل بے شک ابوموسیٰ (موقع کی کنیت ہے) بیڑیوں میں قید ہے بہر حال زیارت شہداء میں ہے سلام ہو زخمی قیدی سوار بن ابوعمیر نہمی پر۔ اسعار بن ابی سلامتہ دالانی ہمدانی امیر المومنینؑ کے صحابی اور آپ

کی خدمت میں جہاد کرنے والوں میں شمار ہوتے ہیں بلکہ بعض مورخین کہتے ہیں کہ انہوں نے زمانہ رسالت بھی دیکھا ہے۔ زاہر عمرو بن حمق کے دوست اور ساتھی محمد بن سنان زاہری کے دادا ۶۰ ھ میں حج سے مشرف ہوئے اور امام حسینؑ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے اور روز عاشورا تک سید الشہداء کی خدمت میں رہے اور پہلے ہی حملہ میں شہید ہوئے۔ قاضی نعمان مصری سے مروی ہے کہ جب عمرو بن حمق معاویہ کے خوف سے جزیرہ کی طرف بھاگ گئے تو امیر المومنینؑ کے صحابیوں میں سے ایک شخص زاہر نامی ان کے ساتھ تھا جب عمرو کو سانپ ڈس گیا تو آپ کے بدن پر ورم آ گیا۔ زاہر سے فرمایا کہ میرے حبیب رسول خدا نے مجھے بتایا تھا کہ میرے خون میں جن وانس شریک ہوں گے میں ضرور قتل کر دیا جاؤں گا۔ اس اثناء میں کچھ گھوڑے سوار ظاہر ہوئے جوان کی تلاش میں تھے تو عمرو نے زاہر سے فرمایا کہ تم چھپ جاؤ کیونکہ یہ لوگ صرف میرے تلاش میں ہیں مجھے یہ پالیں گے اور قتل کر کے میرا سر اپنے ساتھ لے جائیں گے جب یہ چلے جائیں تو تم اپنی جگہ سے ظاہر ہو کر میرے بدن کو زمین سے اٹھا کر دفن کر دینا زاہر کہنے لگا جب تک میرے ترکش میں تیر ہیں۔ میں ان سے جنگ کروں گا یہاں تک کہ آپ کے ساتھ قتل ہو جاؤں۔ عمرو کہنے لگے جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو۔

خداوند عالم میرے معاملہ میں تمہیں نفع پہنچائے گا۔ زاہر نے ویسا کیا جس طرح عمرو نے اس سے فرمایا اور وہ زندہ رہا یہاں تک کہ کربلا میں شہید ہوا۔ جبلہ بن علی شیبانی کوفہ کے بہادروں میں سے تھا مسعود بن حجاج تیمی اور اس کا بیٹا عبدالرحمن مشہور بہادر تھے یہ ابن سعد کے ساتھ آئے تھے جن دنوں میں ابھی جنگ نہیں چھڑی تھی امام حسینؑ کی خدمت میں سلام کرنے کے لیے آئے تو سعادت ان کے شامل حال ہوئی اور حضرت کی خدمت میں رہ گئے یہاں تک کہ حملہ میں شہید ہوئے زہیر بن بشر خشعمی عمار بن حسان بن شریح طائی مخلص شیعوں میں سے تھے اور امام حسینؑ کے ساتھ مکہ سے کربلا تک آئے اور اس کے والد حسان امیر المومنینؑ کے صحابی تھے اور جنگ صفین میں آپ کی ہمرکابی میں شہید ہوئے اور رجال میں عمار کا نام عامر لکھا ہے اور ان کی نسل میں سے ہے عبداللہ بن احمد بن عامر بن سلیمان بن صالح بن وہب بن عامر (جو کربلا میں شہید ہوئے) بن حسان اور عبداللہ کی کنیت ابوالقاسم ہے اور اس کی کئی کتابیں کہ جن میں سے ایک کتاب قضایا امیر المومنین علیہ السلام ہے اسے اپنے باپ ابوالجعد احمد بن عامر سے روایت کرتا ہے ہے اور نجاشی نے عبداللہ بن احمد مذکور سے روایت کی ہے اس نے کہا میرا باپ ۱۵۷ھ میں پیدا ہوا اور ہمارے بزرگ نے حضرت رضا سے ملاقات ۱۹۴ھ میں کی اور حضرت رضا نے ۲۰۲ھ میں طوس میں منگل کے دن ۱۸ جمادی الاولیٰ کو وفات پائی۔ اور میں نے ملاقات کی حضرت ابوالحسن اور ابو محمد علیہ السلام سے اور میرا باپ ان دونوں حضرات کا موذن تھا۔

پس معلوم ہوا کہ یہ شیعوں کا جلیل القدر گھرانہ ہے۔ قدس اللہ ارواحہم) مسلم بن کثیر ازدی کوفی تابعی یہ حضرت امیر المومنینؑ کے اصحاب میں سے تھے اور حضرت کی ہمرکابی میں کسی جنگ میں ان کے پاؤں پر زخم لگا تھا اور امام حسینؑ کی خدمت میں کوفہ سے کربلا میں آ کر مشرف ہوئے دسویں کے دن پہلے حملہ میں شہید ہوئے اور نافع ان کا دوست نماز ظہر کے بعد شہید ہوا۔ زہیر بن سلیم ازدی یہ بزرگواران سعادت مندوں میں سے ایک ہیں جو دسویں کی رات آ کر امام حسینؑ سید الشہداء کے لشکر سے ملحق ہوئے ہیں عبداللہ اور

عبیداللہ یزید بن ثبیط عبدی بصری کے فرزند ابو جعفر طبری نے روایت کی ہے کہ بصرہ کے شیعوں کی ایک جماعت قبیلہ عبدالقیس کی ایک خاتون کے گھر جمع ہوئی جس کا نام ماریہ بنت منقذ تھا اور وہ شیعہ تھی اور اسکے گھر میں ہی شیعہ حضرات جمع ہوتے تھے اور یہ اس زمانہ کی بات ہے جب عبداللہ بن زیاد کوفہ کی طرف چلا گیا تھا۔ اور اس کو یہ اطلاع ملی تھی کہ امام حسینؑ عراق کی طرف آ رہے ہیں۔ ابن زیاد نے بھی راستے بند کر دیئے اور بصرہ پر اپنے عامل کو لکھا کہ دیدبانوں کے لیے جگہیں بنائی جائیں اور انہیں اس میں بٹھا دیا جائے کہ وہ راستوں کی حفاظت کریں تا کہ حضرت تک کوئی شخص پہنچ نہ سکے پس یزید بن ثبیط جو قبیلہ عبدالقیس کے ان شیعوں میں سے تھا جو اس مومنہ کے گھر میں جمع ہوئے اس نے عزم بالجزم کیا کہ حضرت سے جاملیں اور اس کے دس بیٹے تھے پس اپنے بیٹوں سے کہا کہ تم میں سے کون میرے ساتھ جائے گا ان دس میں سے دو باپ کے ساتھ جانے کے لیے تیار ہوئے پھر اس گروہ سے کہا کہ جو اس خاتون کے گھر میں جمع ہوئے تھے کہ میرا ارادہ ہے کہ میں امام حسینؑ کے پاس جاؤں اور ابھی جا رہا ہوں اور وہ شیعہ کہنے لگے کہ ہم ابن زیاد کے ساتھیوں سے تمہارے متعلق خوف رکھتے ہیں فرمایا خدا کی قسم جب اونٹ یا ہمارے قدم شاہراہ پر پہنچ گئے پھر معاملہ میرے لیے آسان ہے اور کسی قسم کی مجھے وحشت نہیں کہ ابن زیاد کے ساتھی میری تلاش میں نکلیں پھر وہ بصرہ سے نکلے اور غیر معروف راستہ سے چل کر ابطح میں امام حسینؑ کے قریب پہنچے وہاں اتر کر اپنی جگہ درست کی اور سامان ٹھیک کیا اور پھر حضرت کی قیام گاہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب امام حسینؑ کو اس کے آنے کی اطلاع ملی تو آپ تشریف لائے تا کہ اُسے اس کی قیام گاہ میں جا کر ملیں جب وہاں پہنچے تو آپ کو بتایا گیا کہ وہ تو آپ کی قیام گاہ پر گیا ہے حضرت اس کے انتظار میں بیٹھ گئے ادھر اس شخص نے جب حضرت کو اپنی منزل میں نہ پایا اور حالات پوچھے اور اس سے کہا گیا کہ آنجناب تو تیرے پاس تشریف لے گئے ہیں تو یزید واپس آیا اور دیکھا کہ حضرت تشریف فرما ہیں تو اس آیت مبارکہ کی تلاوت کی **بفضل اللہ وبرحمتہ وبذالك فلیفرحوا**۔ اللہ کے فضل سے انہیں خوش ہونا چاہیے پس سلام کر کے آپ کے پاس بیٹھ گیا اور بتایا کہ وہ بصرہ سے آپ کی خدمت میں کیوں حاضر ہوا ہے حضرت نے اس کے حق میں دعائے خیر کی پس وہ حضرت کے پاس رہا یہاں تک کہ کربلا میں اپنے دونوں بیٹوں عبداللہ اور عبیداللہ کے ساتھ شہید ہوا بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جس وقت یزید بصرہ سے چلا، تو عامر اور اس کا مولا (ساتھی) سالم سیف بن مالک اور ادہم بن امیہ بھی اس کے ساتھ تھے اور یہ لوگ بھی کربلا میں شہید ہوئے یزید اور اس کے دونوں بیٹوں کا مرثیہ اس کے بیٹے عامر بن یزید نے کہا ہے۔

انہیں افراد میں سے جو پہلے حملہ میں شہید ہوئے۔ جندب بن حجر کندی خولانی ہیں جو امیر المومنینؑ کے اصحاب میں شمار ہوتے ہیں اور جنادہ بن کعب انصاری ہیں جو مکہ سے اپنے اہل وعیال کے ساتھ امام حسینؑ کی خدمت میں تھے۔ اور ان کا بیٹا عمرو بن جنادہ باپ کی شہادت کے بعد اپنی ماں کی اجازت سے جہاد کے لیے گیا اور شہید ہوا۔ اور سالم بن عمرو اور قاسم بن حبیب ازدی اور بکر بن حتی تیمی اور جوین بن مالک تمی اور امیہ بن سعد طائی۔ اور عبداللہ بن بشر جو کہ مشہور بہادروں میں سے تھا۔ اور بشر بن عمرو اور حجاج بن بدر بصری جو کہ عمرو کا خط بصرہ سے امام حسینؑ کی خدمت میں لایا تھا اور اس کا ساتھی قعنب بن عمرو نمری بصری اور عائذ بن مجمع بن عبداللہ عائذی رضوان اللہ علیہم اجمعین اور دس غلام امام حسینؑ کے اور دو غلام امیر المومنینؑ سے تھے یہ سب پہلے حملے میں شہید ہوئے) مولف

کہتا ہے کہ ان غلاموں میں بعض کے نام یہ ہیں اسلم بن عمرو[1] ان کا باپ ترکی تھا اور یہ خود امام حسینؑ کے منشی تھے اور قارب بن عبداللہ دئلی کہ جس کی ماں امام حسینؑ کی کنیز تھی۔ اور منجح بن سہم امام حسینؑ کا غلام تھا۔ اور آپ کی اولاد کے ساتھ کربلا میں آیا۔ اور شہید ہوا اور سعد بن حرث امیر المومنینؑ کا غلام تھا اور نصر بن ابونیزر یہ بھی حضرت کا غلام تھا۔ اور اس نصر کا باپ وہی تھا جو امیر المومنینؑ کی نخلستان میں کام کرتا تھا اور حرث بن نبہان جناب حمزہ کا غلام اور ان کے علاوہ خلاصہ یہ کہ جب اس حملہ میں سید الشہداء کے اصحاب میں سے کافی لوگ شہید ہو گئے تو ان کی شہادت نے سید الشہداء پر بہت اثر کیا اور حضرت نے از روئے تاسف اپنا دست مبارک اپنے محاسن مقدس پر پھیر کر فرمایا کہ خدا کا غضب یہودیوں پر اس وقت شدت اختیار کر گیا جب انہوں نے خدا کا بیٹا قرار دیا اور نصاریٰ پر غضب خدا کی شدت اس وقت ہوئی جب وہ تین خداؤں کے قائل ہوئے اور مجوسیوں پر خدا کا غضب اس وقت شدید ہوا جب انہوں نے سورج اور چاند کی پرستش کی اور شدید سخت ہے غضب خدا اس قوم پر جنہوں نے اپنے نبیؐ کے بیٹے کے خون بہانے پر اتفاق کر لیا ہے۔ خدا کی قسم میں اس گروہ کی وہ بات کبھی بھی قبول نہیں کروں گا جو ان کے دلوں میں ہے یہاں تک کہ میں بارگاہِ خدا میں اپنے خون سے خضاب لگا کر جاؤں گا۔

اصحاب امام حسینؑ کا مبارزہ عمر سعد لعین کے لشکر کے ساتھ

مخفی نہ رہے کہ لشکر کوفہ کے بڑے لوگوں کی ایک جماعت دل سے راضی نہیں تھی کہ وہ امام حسینؑ سے جنگ کریں اور اپنے آپ کو دونوں جہاں میں مطرود و مردود بنائیں۔ لہٰذا معاملہ ٹال مٹول میں رہا اور جنگ میں تسامح سے کام لیا جاتا رہا اس دوران قاصد اور خطوط کی آمد و رفت بھی رہی اور دسویں کے دن بھی تقریباً چاشت کے وقت تک معاملہ اسی طرح رہا اسی وقت لوگوں پر پورے طور پر واضح و روشن ہو گیا کہ فرزند رسولؐ ذلت کا لباس کبھی نہیں پہنیں گے اور عبیداللہ بن زیاد بھی حضرت سے دستبردار نہیں ہوگا لہٰذا دونوں طرف سے جنگ کا مصمم ارادہ ہوا سب سے پہلے ابن سعد کی فوج سے جو شخص میدانِ جنگ میں آیا وہ یسار زیاد بن ابیہ کا غلام اور سالم بن زیاد کا غلام دونوں مل کر میدان میں آئے اور امام حسینؑ کے اصحاب میں سے عبداللہ بن عمیر کلبی ان کے مقابلہ کے لیے باہر نکلے وہ کہنے لگے تو کون ہے اس نے جواب دیا میں عبداللہ بن عمیر ہوں وہ کہنے لگے ہم تمہیں نہیں پہچانتے تم واپس چلے جاؤ اور زہیر بن قین یا حبیب بن مظاہر یا بریر کو ہماری طرف بھیجو اور یسار سالم سے آگے تھا عبداللہ نے اس سے کہا اے زانیہ کے بیٹے کیا اختیار تیرے ہاتھ میں ہے کہ جسے تو چاہے انتخاب کرے یہ کہہ کر اس پر حملہ کیا اور اُسے تلوار مار کر زمین پر گرا لیا۔ سالم غلام ابن زیاد نے جب یہ دیکھا تو دوڑا تاکہ یسار کی مدد کرے اصحاب امام حسینؑ نے عبداللہ کو پکار کر کہا کہ اپنے آپ کو بچاؤ دشمن آ پہنچا عبداللہ چونکہ اپنے مقتول کی طرف مشغول تھے وہ یہ بات نہ سن سکے۔ لہٰذا سالم نے پہنچ کر عبداللہ کے تلوار ماری عبداللہ نے بایاں بازو سپر کے طور پر اپنے سر کو بچانے کے لیے رکھا تو ان کی انگلیاں کٹ گئیں لیکن عبداللہ نے اس زخم کی پرواہ کیے بغیر زخم خوردہ شیر کی طرح باگ موڑ دی اور سالم کو تلوار کے وار سے یسار کے ساتھ

[1] جسے مولف نے ذکر کیا ہے شاعر نے آخر میں افسوس کیا ہے کہ وہ اس سعادت سے کیوں محروم رہا اور جورو قصور سے بہرہ ور نہ ہو سکا مترجم۔

دارلبوار کی طرف روانہ کیا اور یہ رجزیہ اشعار پڑھے۔

ان تنکروانی فانا بن کلب
حسبی بیتی فی علیم حسبی
انی امرء ذومرۃ وعصب
ولست بالخوار عندالنکب

پھر عمرو بن حجاج نے اپنے دستہ کو حکم دیا کہ وہ امام حسینؑ کے لشکر کے میمنہ پر حملہ کرے۔ اصحاب حسینؑ نے جب یہ کیفیت دیکھی تو اپنے زانوں زمین پر ٹیک دیئے اور نیزے ان کی طرف سیدھے کر لئے دشمن کے گھوڑے جب وہاں پہنچے تو وہ ان کے نیزوں کے ڈر سے پشت پھیر کر دوڑے پھر اصحاب حسینؑ نے ان پر تیروں کی بارش کر دی جس سے بعض گر پڑے اور بعض کودتے پھاندتے نکل گئے۔ اس وقت قبیلہ بنی تمیم کا ایک شخص کہ جسے عبداللہ بن حوزہ کہتے تھے وہ امام حسینؑ کے لشکر کی طرف رُخ کر کے امام مظلوم کے مدمقابل کھڑے ہو کر کہنے لگا اسے حسینؑ اے حسینؑ حضرت نے فرمایا کیا کہتا ہے وہ خبیث کہنے لگا آپ کو آگ کی بشارت ہو آپ نے فرمایا یہ بات ہرگز نہیں بلکہ میں تو مہربان مالک اور شفاعت کرنے والے کے پاس جانے والا ہوں۔ حضرت نے فرمایا یہ کون ہے لوگوں نے بتایا حوزہ تمیمی کا بیٹا ہے۔ حضرت نے اپنے خدائے کریم کو پکارا اور عرض کیا بارالہا اسے جہنم کی آگ کی طرف کھینچ لے اسی وقت ابن حوزہ کا گھوڑا اچھلنے لگا اور اُسے اپنی پشت سے گرا دیا اور اس کا بایاں پاؤں رکاب میں پھنس گیا اور دایاں پاؤں اوپر کی طرف تھا۔ مسلم بن عوسجہ تیزی کے ساتھ آگے بڑھے اور اس کا دایاں پاؤں تلوار مار کر اس کے نجس بدن سے الگ کر دیا۔ اس کا گھوڑا دوڑنے لگا اور اس کا سر پتھروں، ڈھیلوں اور درختوں سے ٹکراتا رہا یہاں تک کہ وہ ناری ہلاک ہوا اور خداوند عالم نے اس کی روح جہنم کی طرف بھیج دی۔ پھر میدانِ کارزار گرم ہوا اور دونوں طرف سے ایک گروہ قتل ہوا۔

حر بن یزید ریاحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مبارزت

اس وقت حر بن یزید نے عمر وسعد کے ساتھیوں پر شیر غضب ناک کی طرح حملہ کیا اور عنترہ کے اشعار تمثل کیا۔

مازلت ارمیھم بثغرۃ نحرۃ
ولبانہ حتیٰ تسربل بالدم

اور یہ رجز بھی پڑھے

انی انا الحرم وما وئی الضیف
اضرب فی اعناقکم بالسیف

عن خیر من حل بأرض الخیف
اضربکم ولا اری من حیف

راوی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ حر کے گھوڑے کے کانوں اور ابرو پر زخم لگے ہوئے تھے اور ان سے خون جاری تھا۔ حصین بن تمیم نے یزید بن سفیان کی طرف دیکھ کر کہا اے یزید یہ وہی حر ہے کہ جس کے قتل کرنے کی تو آرزو رکھتا تھا اب اس کے مقابلہ میں جا کہنے لگا ہاں ٹھیک ہے اور وہ حر کی طرف لپکا اور کہنے لگا، اے حر مقابلہ کا خیال ہے حر نے کہا کہ کیوں نہیں پس آپس میں جنگ کرنے لگے حصین کہتا ہے کہ خدا کی قسم! ایسے معلوم ہوا جیسے یزید کی جان حر کے ہاتھ میں تھی۔ اسے مہلت دیئے بغیر قتل کر دیا پس وہ تابڑ توڑ حملے کرتا رہا یہاں تک کہ عمر وسعد نے حصین بن تمیم کو حکم دیا کہ پانچ سو تیر اندازوں کے ساتھ اصحاب حسینؑ پر تیر بارانی کرو پس عمر سعد کے لشکر نے ان پر تیروں کی بارش کر دی اور تھوڑی ہی دیر میں ان کے گھوڑے ہلاک ہو گئے اور سوار پیادہ ہو گئے۔ ابومخنف نے ایوب بن شرح حیوانی سے نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ خدا کی قسم میں نے حر کے گھوڑے کی ٹانگیں کاٹ دیں۔ اور ان کے گھوڑے کے شکم پر تیر مارا وہ لرزنے اور مضطرب ہونے لگا اور گر گیا مولف کہتا ہے کہ گویا حسان بن ثابت نے اسی مقام پر یہ شعر کہا۔

ویقول لطرفِ اصطبرلشبا القنا
فھدمت رکن المجدانِ لم تعقر

کس قدر مناسب ہے کہ اس مقام پر یہ حدیث حضرت صادقؑ سے نقل کی جائے آپ نے فرمایا **الحر حر علی جمیع احوالہ ان نابتہ نائبۃ صبرلھا وان تداکت علیھا المصائب لم تکسرہ وان اُسر وقھر واستبدل بالیسر عسراً**۔ شریف و آزاد مرد آزاد ہوتا ہے اپنے تمام حالات میں اگر کوئی آفت اس پر پڑے تو وہ صبر کرتا ہے اور اگر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں تو اس کو توڑ نہیں سکتے اگر چہ وہ قید و مغلوب ہو جائے اور آسانی کے بجائے تنگی میں مبتلا ہو۔ راوی کہتا ہے کہ پس حر اپنے گھوڑے سے شیر کی طرح کود پڑا اور شمشیر براں اس کے ہاتھ میں تھی اور وہ کہہ رہا تھا۔

ان تعقرونی فانا ابن الحر
اشجع من ذی لبدٍ ھزبرٍ

اگر تم نے میرے گھوڑے کے پاؤں کاٹ ڈالے ہیں تو پرواہ نہیں میں حر کا بیٹا اور شیر سے زیادہ بہادر ہوں پس میں نے اس جیسا کوئی بہادر نہیں دیکھا جو سروں کو قلم کرتا اور لشکر کو ہلاک کرتا تھا اہل سیر و تاریخ کہتے ہیں کہ حر اور زہیر نے اتفاق کر لیا کہ دونوں مل کر لشکر پر حملہ کریں اور سخت قسم کی جنگ کریں اور دونوں میں سے جو گرفتار ہو جائے اور دوسرا حملہ کر کے اسے چھڑا ئے اور اسی طرح ایک گھنٹہ تک جنگ کرتے رہے اور حر یہ رجز پڑھتے تھے۔

الیت لاأقتل حتیٰ اقتلا!
لن اُصابَ الیوم الا مقبلاً

اضربھم　بالسیف　ضرباً　مقصلاً
لاناکلاً　عنھم　ولا　مُھللاً

یعنی میں نے قسم کھائی ہے کہ قتل نہیں ہوں گا۔جب تک قتل نہ کروں۔آج زخم نہیں کھاؤں گا مگر آگے کی طرف میں اُنہیں کاٹنے والی تلوار سے ماروں گا نہ پیچھے ہٹوں گا۔نہ روگردانی کروں گا۔اور حر کے ہاتھ میں ایسی تلوار تھی کہ جس کی دھار سے موت ظاہر تھی گویا ابن معتز نے اس کے متعلق کہا ہے ولی صارم۔

ولی　صارم　فیه　المنایا　کوامن
فما　ینتضی　الا　لسفك　دماء
تری　فوق　متنیه　الفرند کأنه
بقیه　غیم　رق　دون　سماء

یعنی میری کاٹنے والی تلوار ہے کہ جس میں موتیں چھپی ہوئی ہیں وہ نیام سے نہیں نکالی جاتی مگر خون بہانے کے لیے اس کی کمر کے اوپر اس کا جوہر تجھے نظر آئے گا گویا وہ بادل کا بچا ہوا ٹکڑا ہے جو آسمان کے نیچے رہ جائے پھر عمر سعد کے ایک گروہ نے ان پر حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا۔بعض کہتے ہیں کہ امام حسینؑ حر کے پاس آئے اور ابھی ان کے بدن سے خون بہہ رہا تھا پس آپ نے فرمایا کیا کہنا تو واقعاً آزاد و شریف ہے جس طرح تیرا یہ نام رکھا گیا تو دنیا و آخرت میں آزاد ہے پھر آپ نے یہ اشعار پڑھے۔

لنعم　الحر　حر بنی　ریاح
ونعم　الحر عند　مختلف　الریاح
ونعم　الحراذ　نادی　حسیناً
فجاد بنفسه　عند　الصباح(الصفاح)

بنی ریاح کا حر بہترین شریف انسان ہے جو چلنے والے نیزوں کے وقت بہترین ہے اور حر بہترین شخص ہے کہ جس نے حسینؑ کو پکارا اور اپنی جان صبح کے وقت یا پکارنے کے وقت قربان کر دی۔

شہادت بریر بن خضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بریر بن خضیر رحمہ اللہ میدان میں آئے۔وہ زاہد و عابد شخص تھے اور انہیں ابوالقراء کہتے تھے۔اشراف اہل کوفہ اور قبیلہ ہمدان میں سے تھے اور وہ ابواسحاق عمرو بن عبداللہ سبیعی کوفی تابعی کے ماموں ہیں کہ جن کے حق میں کہتے ہیں کہ انہوں نے چالیس

سال صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھی ہے اور ہر رات کو ایک قرآن ختم کرتے تھے اور ان کے زمانہ میں ان سے زیادہ عابد وزاہد کوئی نہ تھا۔ اور حدیث میں ان سے زیادہ قابل وثوق خاصہ وعامہ کے نزدیک کوئی شخص نہیں وہ علی بن حسین کے نزدیک قابل وثوق لوگوں میں سے تھے بہر حال جب جناب بریر میدان میں آئے تو ادھر سے یزید بن معقل ان کی طرف آیا اور آپس میں انہوں نے طے پایا کیا مباہلہ کریں اور خدا سے دعا کریں۔ کہ جو شخص باطل پر ہے وہ دوسرے کے ہاتھ سے مارا جائے یہ کہہ کر ایک دوسرے پر حملہ کرنے لگے ۔یزید نے بریر پر تلوار لگائی مگر انہیں اس سے کوئی نقصان نہیں ہوا لیکن جب بریر نے اس کو ضرب لگائی تو وہ اس کے خود کو دو ٹکڑے کرتی ہوئی اس کے سر کو چیر کر دماغ تک پہنچی اور یزید پلید زمین پر گر پڑا اس طرح جیسے کوئی شخص اُونچی جگہ سے زمین پر گرتا ہے رضی بن معقد عبدی نے جب یہ دیکھا تو اس نے بریر پر حملہ کیا اور وہ ایک دوسرے سے دست وگریباں ہوئے اور ایک گھنٹے تک لڑتے رہے بالآخر بریر نے اس کو زمین پر چت کر دیا۔

اور اس کے سینہ پر سوار ہو گئے رضی نے اپنے لشکر سے فریاد کی تا کہ وہ اُسے چھڑائے کعب بن جابر نے حملہ کیا۔ اور اپنا نیزہ بریر کی پشت پر گھونپ دیا۔ بریر نے جب نیزہ کا احساس کیا تو جس طرح وہ رضی کے سینہ پر بیٹھے تھے اس کے منہ پر گرے اور اس کے چہرے کو دانتوں سے کاٹنے لگے اور اس کی ناک کاٹ لی اور دوسری طرف چونکہ جابر کے لیے کوئی مانع نہیں تھا لہٰذا اس نے اپنے نیزہ کو اتنا دبایا کہ وہ ان کی پشت میں در آیا اور بریر کو رضی کے اوپر سے گرا کر اتنی تلواریں لگائیں کہ وہ شہید ہو گئے۔ راوی کہتا ہے کہ رضی لعین زمین سے اپنی قبا جھاڑتے ہوئے اٹھا اور کعب سے کہا کہ اے بھائی تو نے مجھ پر احسان کیا ہے جب تک زندہ ہوں میں اس احسان کو نہیں بھولوں گا جب کعب بن جابر واپس گیا تو اس کی بیوی یا اس کی بہن نوار بنت جابر نے کہا تو نے سید القراء کو قتل کیا ہے تو نے بہت بڑا گناہ کیا ہے خدا کی قسم میں تجھ سے بات نہیں کروں گی۔

شہادت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وہب بن عبداللہ بن حباب کلبی اپنی ماں اور بیوی کے ساتھ لشکر حسینؑ ہی میں حاضر تھا اپنی ماں کی تشویق پر جہاد کے لیے تیار ہوا۔ گھوڑا میدان میں دوڑایا اور یہ رجز پڑھے۔

ان تنکرونی فانا بن الکلب سوف ترونی وترون ضربی وحملتی وصولتی فی الحرب۔

أُدرِكُ ثاری بعد ثارِ صحبی وادفع الکرب امام الکرب۔ لیس جہادی فی الوغیٰ باللعب۔

اے وہب کی ماں میں تیری طرف سے ضامن ہوتا ہوں ان میں کبھی نیزہ اور کبھی تلوار چلانے کا یہ ایسے نوجوان کی ضرب

ہے جو اپنے رب پر ایمان رکھتا ہے پس انیس سوار اور بارہ پیادوں کو قتل کیا اور کچھ دیر تک جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے دونوں ہاتھ قلم کر دیئے گئے اس وقت ان کی ماں نے خیمہ کا ستون لیا اور میدان میں چلی گئی اور کہا اے وہب میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔ جتنا ہو سکے جنگ کرو اور حرم رسولؐ خدا سے دشمنوں کو دفع کرو۔ وہب نے چاہا کہ اسے واپس کر دے وہب کی ماں نے اس کا دامن پکڑ لیا اور کہنے لگی میں واپس نہیں جاؤں گی۔ جب تک تیرے ساتھ اپنے خون میں نہ نہالوں جناب امام حسینؑ نے جب یہ دیکھا تو فرمایا اہل بیت کی طرف سے خدا تمہیں جزائے خیر دے عورتوں کے خیام کی طرف پلٹ جاؤ۔ خدا تم پر رحمت کرے پس وہ خاتون خیام کی طرف واپس آ گئی اور وہ کلبی نوجوان جنگ کرتے کرتے شہید ہو گیا۔ راوی کہتا ہے کہ وہب کی بیوی اس کی شہادت کے بعد بے تاب ہو کر اپنے شوہر کی طرف دوڑی اور اپنے منہ اس کے منہ پر رکھ دیا۔ شمر ملعون نے اپنے غلام سے کہا اور اس نے اس کے سر پر گرز مار کر اسے اس کے شوہر کے ساتھ ملحق کر دیا۔ یہ پہلی عورت تھی جو لشکر سید الشہداء میں شہید کر دی گئی اس کے بعد عمرو بن خالد ازدی اسدی صیداوی عازم میدان ہوئے امام حسینؑ کی خدمت میں آ کر عرض کیا میں آپ پر قربان جاؤں اے ابا عبداللہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ آپ کے اصحاب میں سے جو شہید ہو گئے ہیں ان سے جا ملوں اور مجھے یہ پسند نہیں کہ زندہ رہ کر آپ کو تنہا شہید ہوتے دیکھوں۔ اب مجھے اجازت دیجیے آپ نے اجازت دی اور فرمایا ہم بھی تھوڑی دیر میں تم سے آ ملتے ہیں وہ سعادت مند میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھے۔ الیك یانفس من الرحمن ۔فابشری بالروح والریحان ۔ الیوم تجزین بالاحسان۔

تجھے اے نفس خدائے رحمن کی طرف روح و ریحان کی بشارت ہو آج تجھے نیکی کا بدلہ ملے گا۔ پس جنگ کر کے شہید ہوئے پھر ان کا بیٹا خالد بن عمرو میدان میں نکلا اور وہ کہتا تھا۔ صبراً علی الموت بنی قحطانِ ۔ کی ماتکونوا فی رضی الرحمن ۔ یاابتاقد صرت فی الجنانِ۔ قد صرت فی الجنانِ فی قصر دد حسن البنیان۔ اے بنی قحطان موت پر صبر کرو تا کہ خدائے رحمن کی رضا میں داخل ہو جاؤ۔ اے بابا آپ تو جنت میں جا پہنچے ایسے قصر و محل میں جو موتی سے بنا ہے اور اس کی بنیادیں بہترین ہیں پس وہ جہاد کر کے شہید ہوا تو سعید بن حنظلہ تمیمی میدان میں گیا اور وہ امام حسینؑ کے لشکر کے اونچے افراد میں سے تھے۔ انہوں نے رجز پڑھے اور کہا۔ صبراً علی الاسیاف والاسنۃ صبراً علیھا الدخولِ الجنۃ وحور عین ناعماتٍ ھنۃ۔ لمن یرید الفوز لابالظنۃ۔ یانفس للراحۃ وفاجھدنۃ وفی طلاب الخیر فارغبنہ۔ تلواروں اور نیزوں پر جنت میں داخل ہوتے اور حور العین کے لیے جو نرم و نازک اور خوشگوار ہیں صبر کرو یہ اس شخص کے لیے ہے جو کامیابی چاہتا ہے نہ بدگمان کے لیے اے نفس آرام و راحت کے لیے کوشش کرو اور نیکی کو طلب کرنے میں رغبت کر پس انہوں نے حملہ کیا اور سخت جنگ کر کے شہید ہوئے رحمۃ اللہ علیہ۔ پس عمیر بن عبداللہ مذحجی میدان میں گئے اور یہ رجز پڑھے۔

قد علمت سعد وحی مذحج انی لدی الھیجاء لیث محرج ۔اعلو بسیفی ھامہ

المذحج واترك القرن لدى التعرج۔ فريسة الضبع الازل الاعرج۔
سعد اور قبیلہ مذحج جانتا ہے کہ میں جنگ کے وقت وہ شیر ہوں جو میدان سے منہ نہیں موڑتا میں اپنی تلوار کے ساتھ مسلح مرد میدان کی کھوپڑی پر غالب آجاتا ہوں اور میں اپنے مدمقابل کو جنگ کے وقت میں اس بجو کا شکار قرار دیتا ہوں جو لنگڑا کر چلتا ہے پس جنگ کی اور بہت سے ملاعین کو قتل کیا اور مسلم ضبابی اور عبداللہ بجلی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

نافع بن ہلال کا مبارزہ اور مسلم بن عوسجہ کی شہادت

اصحاب سید الشہداء میں سے نافع بن ہلال بجلی جنگ کے لیے باہر نکلے اور ان کلمات کے ساتھ رجز پڑھے۔ انا ابن هلال الجملی انا علی دین علی میں ہلال کا بیٹا قبیلہ جمل سے ہوں۔ اور دین علی پر قائم ہوں۔ مزاحم بن حریث ان کے مقابلہ پر آیا اور کہنے لگا انا علی دین عثمان میں عثمان کے دین پر ہوں۔ نافع نے کہا تو شیطان کے دین پر ہے۔ یہ کہہ کر اس پر حملہ کیا اور دنیا کو اس کے نجس وجود سے پاک کر دیا۔ عمرو بن حجاج نے جب یہ بہادری دیکھی تو اپنے لشکر کو پکار کر کہا اے بے وقوف لوگو تمہیں معلوم ہے کہ کن لوگوں سے جنگ کر رہے ہیں ہو یہ لوگ اہل مصر کے شہسوار ہیں پستان شجاعت سے انہوں نے دودھ پیا ہے اور یہ لوگ مرنا چاہتے ہیں کوئی شخص اکیلا ان کے مقابلہ میں نہ جائے۔ ورنہ اپنے آپ کو ہلاکت کے لیے پیش کرے گا۔ اس گروہ کی تعداد تھوڑی ہے اور یہ جلدی ختم ہو جائیں گے خدا کی قسم اگر تم سب اٹھ کھڑے ہو اور ان پر پتھر پھینکنا شروع کر دو تو وہ سب قتل ہو جائیں گے عمر سعد نے کہا کہ سچ بات وہی ہے جو تم نے کی ہے۔ پس اس نے لشکر کی طرف کسی کو بھیجا تا کہ وہ منادی کرے کہ کسی شخص کے لیے یہ اجازت نہیں کہ وہ اکیلا مبارزت کرے پس عمرو بن حجاج نے فرات کے کنارہ سے اپنی فوج کے ساتھ اصحاب امام حسینؑ کے میمنہ پر حملہ کیا اس کے بعد ان کلمات کے ساتھ حضرت امام حسینؑ کے اصحاب کو قتل کرنے کے لیے اکسایا۔ اهل الكوفة الزموا طاعتكم وجماعتكم ولا ترتابوا فی قتل من مرق من الدين وخالف الامام۔ اپنی جماعت کو لازم پکڑو اور اس شخص کے قتل کرنے میں شک نہ کرو جو دین سے نکل گیا ہو اور امام کی جس نے مخالفت کی ہو۔ خداوند عالم عمرو بن حجاج لعین کے منہ کو جہنم کی آگ سے پر کرے ان کلمات کے بدلے جو کہ امام حسینؑ پر بہت گراں گزرے۔ اور آپ پر ان کا بہت اثر ہوا پس کچھ دیر تک دونوں لشکر جنگ کرتے رہے اور اس گیرودار جنگ میں مسلم بن عوسجہ اسدی علیہ الرحمہ بے حال ہو کر زخموں کی زیادتی کی بنا پر زمین پر گر گئے اور عمر سعد کے لشکر نے

حملہ سے ہاتھ روک لیا اور اپنی لشکر گاہ کی طرف پلٹ گیا جب غبار جنگ بیٹھ گیا۔ تو مسلم کو زمین پر پڑے ہوئے دیکھا گیا۔

امام حسینؑ ان کے پاس آئے کہ مسلم ابھی زندہ تھے تو اس کو خطاب کر کے فرمایا خدا تجھ پر رحمت کرے اے مسلم پھر آپ نے یہ تلاوت کی۔ فمنهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظر وما بدلوا تبديلاً۔ یعنی پس ان میں سے بعض اپنا وعدہ پورا کر چکے اور بعض اس کے انتظار میں ہیں اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی حبیب بن مظاہر جو خدمت حضرت میں حاضر تھے۔ مسلم کے قریب آئے اور کہنے لگے اے مسلم میرے لیے گراں ہے یہ رنج و تکلیف جس میں آپ ہیں اب آپ کو بہشت کی بشارت ہو مسلم نے کمزور آواز میں کہا خدا تمہیں اچھائی کی بشارت دے حبیب نے کہا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میں آپ کے بعد زندہ رہوں گا۔ تو میں دوست رکھتا کہ آپ مجھے وصیت کرتے جو چاہتے تا کہ میں اس کو انجام دینے میں اہتمام کرتا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ابھی ابھی میں بھی قتل ہو جاؤں گا اور آپ سے آملوں گا۔ مسلم نے کہا میں اس مرد کے متعلق وصیت کرتا ہوں۔ اور اشارہ کیا امام حسینؑ کی طرف اور کہا کہ جب تک تمہارے بدن میں جان ہے ان کی مدد کرنا اور ان کی نصرت سے دستبردار نہ ہونا۔ حبیب نے کہا پروردگار کعبہ کی قسم اس کے علاوہ کچھ نہیں کروں گا۔ اور اس وصیت پر عمل کر کے تمہاری آنکھوں کو روشن کروں گا پس مسلم نے دنیا کو الوداع کہا جب کہ ان کا بدن ان کے ہاتھوں پر تھا جو انہیں اٹھا کر مقتولین کے پاس رکھنے کے لیے لا رہے تھے پس ان کی کنیز کی آواز ان کے گریہ و ندبہ میں بلند ہوئی کہ یا ابن عوسجاہ یا سیداہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلم بن عوسجہ زمانہ کے مشہور بہادروں میں سے تھے جیسا کہ شیث بن ربعی نے ان کی شجاعت آذربائیجان میں دیکھی تھی اور ان نے اس نے اس ذکر کیا اور جس وقت مسلم بن عقیل کوفہ میں آئے تو مسلم بن عوسجہ اموال قبض کرنے ہتھیار خریدنے اور بیعت لینے میں ان کے وکیل تھے۔ جیسا کہ دینوری کی اخبار الطوال سے معلوم ہوتا ہے اور انہیں ارباب تاریخ امام حسینؑ کا پہلا صحابی قرار دیتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ بہت بڑے عابد و زاہد تھے اور ہمیشہ مسجد کوفہ کے ایک ستون کے پاس عبادت و نماز میں مشغول رہتے تھے۔ اور ان کی گفتگو شب عاشور کی آپ سن چکے ہیں۔ انہوں نے کربلا میں بڑا سخت حملہ کیا اور یہ رجز پڑھ رہے تھے۔ ان تسئلوا عني فاني ذو لبد۔ من فرع قوم من ذرى بني اسد۔ فمن بغانا حائدٌ عن الرشد۔ وكافر بدين جبار صمد۔ اگر میرے متعلق پوچھتے ہو تو میں شیر ہوں اس قوم کی شاخ کا جو بنی اسد کی چوٹی کے لوگ ہیں پس جو ہم سے بغاوت کرے وہ ہدایت سے ہٹا ہوا ہے اور وہ خدائے جبار بے نیاز کے دین کا منکر ہے اس بزرگوار کی کنیت ابوحجل ہے جیسا کہ کمیت اسدی نے اپنے اشعار میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے ان اباحجل قتیل محجل حجل کا معنی ہے شہد کی مکھیوں کا سردار اور محجل کا معنی ہے زمین پر پڑا ہوا یعنی ابوحجل مقتول ہو کر زمین پر پڑا تھا۔ بہر حال دونوں لشکر آپس میں ٹکرائے اور شمر بن ذی الجوشن نے میسرہ سے میسرہ امام حسینؑ پر حملہ کیا۔ آپ کے جانثاروں نے ثبات قدمی سے جنگ کی۔ اور دونوں طرف کے لشکر کے نیزے اور تلواریں چلنے لگیں عمر بن سعد کی فوج نے امام حسینؑ اور ان کی فوج کو ہر طرف سے گھیر لیا اور حضرت کے اصحاب نے اس لشکر کے ساتھ گھمسان کی لڑائی کی اور پوری شجاعت کا مظاہرہ کیا اور آپ کی فوج کے سارے شہسوار بائیس افراد تھے جو شعلہ جوالہ کی طرح حملہ کرتے اور ابن سعد لعین کی فوج کو دائیں بائیں سے منتشر کر دیتے تھے۔ عروہ بن قیس جو پسر سعد کی فوج کا ایک افسر تھا جب اس نے لشکر امامؑ کی یہ شجاعت اور جوانمردی دیکھی تو

عمر سعد کے پاس کسی کو بھیج کر پیغام دیا کہ اے پسر سعد تو دیکھتا نہیں کہ میری فوج نے اس چھوٹے سے گروہ سے کتنی زحمت و تکلیف اٹھائی ہے تیر اندازوں کو حکم دے کہ انہیں اپنے تیروں کا نشانہ بنائیں ابن سعد نے تیر اندازوں کو تیر بارانی کا حکم دیا۔ راوی کہتا ہے کہ اصحاب حسینؑ نے دوپہر تک سخت قسم کی جنگ کی حصین بن تمیم جو تیر اندازوں کا سردار تھا جب اس نے اصحاب حسینؑ کا صبر دیکھا تو اپنے لشکر کو حکم دیا جو پانچ سو تیر انداز تھے کہ حضرت کے اصحاب پر تیر برسائیں ان منافقین نے اپنے امیر کے حکم پر لشکر امامؑ کو ہدف ونشانہ تیر وسہام بنایا ان کے گھوڑوں اور جسموں کو زخمی کر دیا۔ راوی کہتا ہے کہ شمر بن ذی الجوشن علیہ اللعن نے امام حسینؑ کے خیمہ پر حملہ کیا اور جو نیزہ اس کے ہاتھ میں تھا وہ خیمہ میں لگا کر پکارا کہ آگ لے آؤ تا کہ میں خیمہ کو خیمہ والوں سمیت جلا دوں۔ راوی کہتا ہے کہ عورتوں کی چیخ و پکار کر کہا اے ذی الجواشن کے بیٹے تو آگ منگوا رہا ہے کہ خیمہ کو میرے اہلبیت سمیت جلا دے۔ خداوند عالم تجھے جہنم کی آگ میں جلائے۔ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں نے شمر سے کہا سبحان اللہ یہ بہت بُری بات ہے کہ تو اپنی دو باتیں جمع کرے ایک یہ کہ انہیں وہ سزا دے جو خدا دیتا ہے جو کہ آگ سے جلانا ہے اور دوسرا یہ کہ بچوں اور عورتوں کو قتل کرے امیر کو راضی کرنے کے لیے صرف مردوں کا قتل کرنا ہی کافی ہے۔

شمر نے مجھ سے پوچھا کہ تو کون ہے میں نے کہا کہ میں یہ نہیں بتا تا کہ میں کون ہوں اور میں اس سے ڈرا کہ اگر اس نے مجھے پہچان لیا تو بادشاہ سے میری چغلی کھائے گا۔ پس اس کے پاس شیث بن ربعی آیا اور کہنے لگا میں نے تیری گفتگو سے بدتر گفتگو نہیں سنی اور تیرے موقف سے زیادہ برا موقف نہیں دیکھا کیا تیرا معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ تو عورتوں کو ڈراتا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ شمر کو شرم آ گئی اور چاہتا تھا کہ واپس چلا جائے کہ زہیر بن قین نے اپنے اصحاب میں سے دس افراد کے ساتھ شمر اور اس کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا اور انہیں خیموں سے ہٹا دیا اور ابوعزہ ضبابی کو قتل کر دیا جو شمر کا ساتھی تھا عمر سعد کے لشکر نے جب یہ دیکھا تو ان پر ہجوم کیا اور چونکہ لشکر حسینؑ کم تعداد میں تھا۔ اگر ان میں سے ایک آدمی بھی قتل ہو جاتا تو ظاہر و واضح ہو جاتا اور عمر سعد کے لشکر سے اگر سو افراد بھی قتل ہوتے تو تعداد کی زیادتی کی وجہ سے معلوم نہ ہوتا بہر حال جنگ بڑی سخت ہوئی اور بہت سے لوگ مارے گئے۔ اور زخمی ہوئے یہاں تک کہ زوال کا وقت آ گیا۔

ابوثمامہ کا امام حسینؑ کی خدمت میں نماز کا تذکرہ کرنا اور شہادت حبیب بن مظاہر

ابوثمامہ صیداوی نے کہ جن کا نام شریف عمرو بن عبداللہ ہے جب دیکھا کہ زوال کا وقت آ گیا ہے تو امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے ابا عبداللہ میری جان آپ پر قربان ہو میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ لشکر آپ سے جنگ کرنے کے لیے قریب

آ چکا ہے لیکن آپ اس وقت تک شہید نہیں ہوں گے جب تک میں قتل نہ ہو جاؤں اور اپنے خون میں نہ لوٹوں البتہ میں چاہتا ہوں کہ یہ ظہر کی نماز آپ کی اقتداء میں پڑھ لوں اور پھر خدا کی بارگاہ میں جاؤں آپ نے سر آسمان کی طرف بلند کر کے فرمایا تو نے نماز کو یاد کیا۔ خدا تجھے نماز گزاروں اور ذکر کرنے والوں میں سے قرار دے۔ بے شک یہ نماز کا اول وقت ہے پھر فرمایا اس قوم سے خواہش کرو کہ وہ جنگ سے رک جائیں تا کہ ہم نماز پڑھ لیں حصین بن تمیم نے جب یہ بات سنی تو پکار کر کہا کہ تمہاری نماز بارگاہ خدا میں قابل قبول نہیں حبیب بن مظاہر نے فرمایا اے گدھے (شراب خور) غدار فرزند رسولؐ کی نماز تو قبول نہیں اور تیری نماز قبول ہو جائے گی حصین نے حبیب پر حملہ کیا اور حبیب نے شیر کی طرح اس پر حملہ کیا اور اسے تلوار ماری جو اس کے گھوڑے کے منہ پر لگی اور حصین لعین زین سے زمین پر گر پڑا۔ پس اس کے ساتھیوں نے جلدی کی اور حبیب کے چنگل سے اسے چھڑا لے گئے اور حبیب نے رجز پڑھے اور کہا۔ ترجمہ میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر ہم تمہاری تعداد میں ہوتے یا تم سے آدھے ہوتے تو تم کندھے پھیر کر جاتے اے بری قوم حسب و نسب کے لحاظ سے اور یہ بھی فرماتے ہیں حبیب ہوں۔ اور میرے والد مظاہر تھے میں جنگ کا شہسوار ہوں جب جنگ بھڑک جائے تم تعداد تیاری میں زیادہ ہو لیکن ہم زیادہ وفادار اور زیادہ صابر ہیں ہم حجت کے لحاظ سے اولیٰ اور اظہر ہیں حق یہ ہے کہ ہم زیادہ متقی اور زیادہ عذر پیش کرنے والے ہیں۔

بہر حال بڑی سخت جنگ کی یہاں تک کہ ایک روایت کے مطابق باسٹھ افراد کو ہلاک کیا پس بنی تمیم کے ایک شخص نے کہا جسے بدیل بن صریم کہتے تھے آپ پر حملہ کیا اور آپ کے سر مبارک پر تلوار لگائی اور بنی تمیم کے ایک دوسرے شخص نے آپ کو نیزہ مار کر زمین پر گرا دیا آپ اٹھنا چاہتے تھے کہ حصین بن تمیم نے آپ کو سر پر تلوار مار کر شہید کر دیا پس وہ تمیمی شخص گھوڑے سے اترا اور اس نے ان کا سر تن سے جدا کر لیا۔ حصین کہنے لگا میں تیرے ساتھ اس کے قتل کرنے میں شریک ہوں اس کا سر مجھے دے کہ میں اسے اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکا کر گھوڑے کو جولان دوں گا۔ تا کہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ میں اس کے قتل میں شریک تھا پھر اسے لے جا کر عبید اللہ کے پاس جا کے انعام وصول کرنا پس اس ملعون نے حبیب کا سر لے کر اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکا کے لشکر میں پھرایا اور پھر اسے واپس کر دیا۔ جب لشکر کوفہ کی طرف واپس گیا تو وہ تمیمی شخص حبیب کا سر اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکا کر قصر الامارہ کی طرف ابن زیاد کے پاس [1] لے جا رہا تھا تو قاسم بن حبیب نے جو ان دنوں نوخیز اور قریب بلوغ تھا اپنے باپ کے سر کو دیکھا تو اس سوار کے ساتھ ہو لیا اور اس سے جدا نہیں ہوتا تھا۔ جب وہ شخص دار الامارہ میں جاتا تو یہ ساتھ جاتا اور جب وہ باہر آتا تو یہ ساتھ آتا وہ سوار اس بات سے شک میں پڑا اور اس نے کہا اے لڑکے تجھے کیا ہوا ہے کہ میرے پیچھے لگا ہوا ہے اور مجھ سے الگ نہیں ہوتا۔ اس نے کہا کچھ نہیں وہ شخص کہنے لگا یہ بات بلا وجہ نہیں ہو سکتی مجھے بتا بچے نے کہا کہ یہ میرے باپ کا سر ہے جو تیرے پاس ہے کیا مجھے دیتا ہے کہ میں اسے دفن کر دوں کہنے لگا امیر راضی نہیں ہوتا کہ وہ دفن ہو اور میں بھی اچھے قسم کا انعام اس کے قتل کی وجہ سے لینا چاہتا ہوں۔ بچے نے کہا لیکن خدا تجھے اس کی بدترین جزا دے گا خدا کی قسم تو نے اس شخص کو قتل کیا ہے جو تجھ سے کہیں بہتر تھا یہ کہہ کے رونے لگا۔ اور ہمیشہ انتقام

[1] (مولف نے کچھ فارسی کے اشعار تحریر کیے ہیں جنہیں ہم چھوڑ رہے ہیں مترجم)

مطابق ایک سوبیس افراد منافقین کو جہنم واصل کیا اس وقت کثیر بن عبداللہ شعبی نے مہاجرین اوس تمیمی کے ساتھ مل کر ان پر حملہ کیا اور زہیر کے قدم اکھاڑ دیئے جب زہیر زمین پر گرے تو حضرت نے فرمایا خداوند عالم تجھے اپنی بارگاہ کے قریب رکھے اور تیرے قتل کرنے والوں پر لعنت بھیجے جس طرح اس نے گمراہوں پر لعنت بھیجی ہے اور انہیں بندر خنزیر کی شکل کی مسخ کر دے۔ مولف کہتا ہے کہ زہیر بن قین کی جلالت شان اس سے زیادہ ہے کہ بیان ہو اور اس مقام پر یہ بات کافی ہے۔ کہ امام حسینؑ نے عاشورہ کے دن اپنے لشکر کا میمنہ انہیں سپرد کیا۔ اور نماز پڑھتے وقت انہیں سعید بن عبداللہ کے ساتھ فرمایا کہ تم میرے سامنے کھڑے ہو جاؤ۔ اور میری حفاظت کرو اور زہیر کا قوم سے احتجاج بیان ہو چکا ہے اور ان کی جوانمردی اور بہادری جناب حر کے ساتھ مل کر بیان ہو چکی ہے۔

نافع بن ہلال بن نافع بن جمل رحمہ اللہ کی شہادت

نافع بن ہلال جو امام حسینؑ کے لشکر میں سے ایک بہادر تھے ان کے پاس زہر سے بجھے ہوئے تیر تھے اور انہوں نے اپنا نام تیر کے پھل پر لکھا ہوا تھا وہ تیر دشمن پر پھینکتے اور کہتے جاتے تھے (اشعار کا ترجمہ) میں یہ تیر مار رہا ہوں کہ جن کے پھلوں پر نشان لگے ہیں یہ زہر آلود ہیں کہ جن کے لگتے ہی دشمن زمین پر گرنا شروع ہو جاتا ہے ان میں سے کمزور تیر بھی اپنی جگہ کو پر کر دیں گے اور نفس کو ڈرنا فائدہ نہیں دیتا یہ پے در پے ان تیروں کے ساتھ جنگ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ ختم ہو گئے اس وقت قبضہ تلوار پر ہاتھ رکھا اور جہاد شروع کیا جب کہ کہہ رہے تھے میں یمنی و جملی قبیلہ کا نوجوان ہوں میں حسینؑ بن علیؑ کے دین پر ہوں اگر میں آج قتل ہوا تو یہ میری خواہش و آرزو ہے پس یہی میری رائے ہے روایت ہے کہ ستر افراد پسر سعد کے لشکر کے علاوہ ان کے کہ جنہیں زخمی کیا تھا قتل کر دیئے۔

پھر لشکر نے ان پر حملہ کیا اور ان کے بازو توڑ دیئے اور انہیں قید کر لیا۔ راوی کہتا ہے کہ شمر بن ذی الجوشن ملعون نے انہیں گرفتار کیا ہوا تھا اور اس کے ساتھ اس کے ساتھی تھے اور وہ نافع کو عمر سعد کے پاس لے جا رہے تھے جب کہ ان کے چہرہ سے خون جاری تھا جب عمر سعد نے انہیں دیکھا تو کہنے لگا وائے ہو تجھ پر اے نافع تجھے کس چیز نے اپنے نفس کے خلاف ابھارا ہے کہ تو نے اس پر رحم نہیں کیا اور اپنے آپ کو اس حالت میں مبتلا کیا ہے نافع نے کہا خدا جانتا ہے میرا مقصد کیا تھا اور میں اپنے آپ کو ملامت نہیں کرتا کہ تم سے جنگ کرنے میں میں نے کوتاہی کی ہو اگر میرے ہاتھ اور بازو سلامت ہوتے تو مجھے قید نہ کرتے شمر نے ابن سعد سے کہا خدا تیری اصلاح کرے اسے قتل کر دے ابن سعد کہنے لگا تو اُسے لے کر آیا ہے اگر چاہتا ہے تو اسے قتل کر دے پس شمر نے انہیں قتل کرنے کے لیے اپنی تلوار نکالی تو نافع نے کہا خدا کی قسم اگر تو مسلمان ہوتا تو تیرے لیے یہ بڑی بری چیز ہوتی کہ تو خدا سے ملاقات ہمارے خون بہا کے کرے پس حمد ہے اس خدا کی جس نے ہماری اموات اپنی بدترین مخلوق کے ہاتھ میں قرار دی ہیں پس شمر ملعون نے انہیں شہید کر دیا واضح ہو کہ بعض کتب میں ان کے بجائے ہلال بن نافع کا ذکر ہے اور میرا یہ گمان ہے کہ لفظ نافع ان کتب میں ابتداء سے گر گیا ہے اور اس کا سبب

لفظ نافع کی تکرار ہے یہ بزرگوار بہت بہادر بابصیرت شریف اور بلند مرتبہ تھے۔اور پہلے آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ یہ طرح کے ساتھ چھپتے چھپاتے سید الشہداء کی مدد کے لیے کوفہ سے نکلے تھے اور راستہ میں مجمع بن عبداللہ اور کچھ دوسرے لوگوں کے ساتھ حضرت سے آکر ملے تھے۔اور نافع کے گھوڑے کو جس کا کامل نام تھا اپنے آگے آگے لارہے تھے طبری نے نقل کیا ہے کہ کربلا میں جب سید الشہداء اور ان کے اصحاب پر پانی بند ہو گیا اور ان پر پیاس کی زیادہ شدت ہوئی تو سید الشہداء نے جناب عباس کو تیس سواروں اور بیس پیادوں کے ساتھ بیس مشکیں دے کر بھیجا تا کہ پانی لے آئیں نافع بن ہلال نے علم ہاتھ میں لیا اور آگے آگے چل پڑے۔عمرو بن حجاج نے جو گھاٹ پر متعین تھا آواز دی کہ کون ہے فرمایا میں نافع بن ہلال ہوں عمرو نے کہا مرحبا اے بھائی کس لیے آئے ہو کہا کہ ہم یہ پانی پینے آئے ہیں کہ جس سے تم لوگوں نے ہم کو روک رکھا ہے وہ کہنے لگا پیو تمہارے لیے مقدر ہو کہنے لگے خدا کی قسم میں نہیں پیوں گا جب کہ حسینؑ اور ان کے اصحاب کی یہ جماعت پیاسی ہے اسی اثناء میں باقی اصحاب بھی نظر آئے تو عمرو بن حجاج نے کہا یہ ممکن نہیں کہ یہ لوگ پانی پئیں کیونکہ ہمیں اس جگہ پانی بند کرنے کے لیے معین کیا گیا ہے نافع نے پیدل ساتھیوں سے کہا کہ ان کی پرواہ کئے بغیر تم مشکیں پُر کرلو عمرو بن حجاج اور اس کے ساتھیوں نے ان پر حملہ کیا جناب ابوالفضل العباسؑ اور نافع بن ہلال نے انہی منتشر کر دیا اور ان پیادوں کے پاس آئے اور انہیں فرمایا کہ تم پانی لے جاؤ۔یہ ان کی حمایت کرتے رہے یہاں تک کہ یہ لوگ پانی کی مشکیں امام حسینؑ کی خدمت میں لے گئے اور یہ نافع بن ہلال وہی بزرگ ہیں کہ جنہوں نے اپنی گفتگو میں سید الشہداء سے عرض کیا تھا کہ بیشک ہم اپنی بصیرت کی بنا[1] پر اس سے محبت وولایت رکھتے ہیں جو آپ کا دوست وولی ہے اور اس سے دشمنی رکھتے ہیں جو آپ کا دشمن ہے۔

عبداللہ اور عبدالرحمان غفاریان رحمہا اللہ کی شہادت

اصحاب امام حسینؑ علیہ السلام نے دیکھا کہ ان میں سے بہت سے مارے گئے ہیں اور ان میں یہ طاقت نہیں کہ دشمن کو روک سکیں تو عبداللہ اور عبدالرحمن عروہ غفاری کے بیٹے جو کوفہ کے بہادروں اور اشراف میں سے تھے امام حسینؑ کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے اے ابا عبداللہؑ آپ پر سلام ہو دشمن ہم پر غالب آچکے ہیں اور ہم اتنے کم ہو گئے ہیں کہ دشمن کو نہیں روک سکتے لہٰذا ہم سے تجاوز کر کے آپ تک پہنچ گئے ہیں پس ہم چاہتے ہیں کہ دشمن کو آپ سے دفع کریں۔اور آپ کے سامنے قتل ہو جائیں ۔حضرتؑ نے فرمایا مرحبا قریب ہو جاؤ وہ قریب آئے اور آپ کے نزدیک ہو کر انہوں نے جنگ کی، اور عبدالرحمن کہتا ہے۔قد

[1] پہلے بھی عرض کر چکے ہیں کہ پانی لانے والی روایات غلط معلوم ہوتی ہیں مترجم۔

علمت حقا بنو غفارٍ۔ وخندفٍ بعد بنی نزارٍ۔ لنضربن معشر الفجارٍ بکل غضبٍ صارمٍ بتار۔ یاقوم ذودوعن بنی الاحرارٍ۔ بالمشرفی والقنا الخطارٍ۔ بنی غفار خندف۔ بنی نزار جانتے ہیں کہ ہم فاجر لوگوں کو مارتے ہیں کاٹنے والی تیز تلوار سے اے قوم شریفوں کی اولاد سے تلوار و نیزہ کے ساتھ دشمن کو دور کرو پس جنگ کر کے شہید ہوئے۔ راوی کہتا ہے کہ دو جابریان آگے بڑھے سیف بن حارث بن سریع اور مالک بن عبداللہ بن سریع اور یہ دونوں شخص چچازاد اور مادری بھائی تھے آپ کی خدمت میں روتے ہوئے آئے۔ آپ نے فرمایا اے میرے بھائی کے بیٹے تم کیوں روتے ہو۔ خدا کی قسم میں امید رکھتا ہوں کہ ایک لحظہ کے بعد تمہاری آنکھیں روشن ہوں گی۔ عرض کیا خدا ہمیں آپ پر قربان کردے خدا کی قسم ہم اپنی جان کے لیے نہیں روتے بلکہ آپ کی حالت پر گریہ کرتے ہیں۔ کہ دشمنوں نے آپ کو گھیر رکھا ہے اور ان کو روکا نہیں جاسکتا آپ نے فرمایا خدا تمہیں اس غم و اندوہ کی جزا دے جو تمہیں ہمارے حال پر ہے اور مجھ سے جو مواسات تم نے کی ہے اس کی بہترین جزا دے پس انہوں نے حضرت کو الوداع کہا اور میدان میں آئے اور جنگ کر کے شہید ہوئے۔

شہادت حنظلہ بن اسعد شامی

حنظلہ بن اسعد مردانگی کا ثبوت پیش کرتے ہوئے آگے بڑھا اور امامؑ کے سامنے آکے کھڑا ہو گیا اور آپ کی حفظ و حراست میں اپنی جان کو تیر و نیزہ و تلوار کے لیے سپر بنایا اور جو وار تلوار و نیزہ کا امامؑ کے قصد سے ہوتا یہ اپنے چہرہ اور جان پر برداشت کرتا اور یہ پکارتا کہ اے قوم ڈرتا ہوں کہ تم لشکر احزاب والے عذاب کا سبب نہ بن جاؤ اور مجھے خوف ہے کہ تمہیں وہ عذاب نصیب ہو کہ جو گذشتہ قوموں پر واقع ہوا قوم نوح و عاد و ثمود والا اور وہ لوگ جنہوں بت ان کے بعد کفر و الحاد کا راستہ اختیار کیا اور خدا کسی قوم پر ظلم نہیں کرتا اے قوم مجھے تمہارے متعلق قیامت کے عذاب کا ڈر ہے جب میدان محشر سے جہنم کا رُخ کرو گے اور تمہیں عذاب خدا سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا اے قوم حسینؑ کو شہید نہ کرو ورنہ خدا تمہیں اپنے عذاب سے ہلاک و فنا کردے گا۔ اور یقیناً بے بہرہ و ناامید ہے وہ شخص جو خدا پر افتراء باندھے اور ان کلمات سے اشارہ کیا ان نصیحتوں کی طرف جو مومن آل فرعون نے آل فرعون کو کی تھیں اور بعض کتب مقاتل کے مطابق حضرت نے فرمایا اے حنظلہ بن اسعد خدا تجھ پر رحمت نازل کرے تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ لوگ مستحق عذاب ہو چکے ہیں اس وقت سے جب سے ان باتوں سے کہ جن کے ذریعہ تو نے انہیں حق کی دعوت دی ہے سرتابی کی ہے۔ اور یہ تیرے خلاف ہوئے ہیں اور تجھے اور تیرے ساتھیوں کو برا بھلا کہا ہے اب ان کا خیال کیا حال ہوگا جب کہ انہوں نے تیرے نیک اور پارسا بھائیوں کو قتل کر دیا ہے حنظلہ کہنے لگا آپ نے سچ فرمایا۔ میں آپ پر قربان ہو جاؤں کیا میں اپنے پروردگار کی بارگاہ میں نہ جاؤں اور اپنے بھائیوں سے ملحق نہ ہوں فرمایا کیوں نہیں جلدی کرو اور جاؤ ان نعمتوں کی طرف جو تمہارے لیے مہیا کی گئی ہیں۔ وہ دنیا اور جو کچھ اس دنیا میں ہے ان سے بہتر ہیں اور اس سلطنت کی طرف جاؤ

آ چکا ہے لیکن آپ اس وقت تک شہید نہیں ہوں گے جب تک میں قتل نہ ہو جاؤں اور اپنے خون میں نہ لوٹوں البتہ میں چاہتا ہوں کہ یہ ظہر کی نماز آپ کی اقتداء میں پڑھ لوں اور پھر خدا کی بارگاہ میں جاؤں آپ نے سر آسمان کی طرف بلند کر کے فرمایا تو نے نماز کو یاد کیا۔ خدا تجھے نماز گزاروں اور ذکر کرنے والوں میں سے قرار دے۔ بے شک یہ نماز کا اول وقت ہے پھر فرمایا اس قوم سے خواہش کرو کہ وہ جنگ سے رک جائیں تا کہ ہم نماز پڑھ لیں حصین بن تمیم نے جب یہ بات سنی تو پکار کر کہا کہ تمہاری نماز بارگاہ خدا میں قابل قبول نہیں حبیب بن مظاہر نے فرمایا اے گدھے (شراب خور) غدار فرزند رسولؐ کی نماز تو قبول نہیں اور تیری نماز قبول ہو جائے گی حصین نے حبیب پر حملہ کیا اور حبیب نے شیر کی طرح اس پر حملہ کیا اور اسے تلوار ماری جو اس کے گھوڑے کے منہ پر لگی اور حصین لعین زین سے زمین پر گر پڑا۔ پس اس کے ساتھیوں نے جلدی کی اور حبیب کے چنگل سے اسے چھڑا لے گئے اور حبیب نے رجز پڑھے اور کہا۔ ترجمہ میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر ہم تمہاری تعداد میں ہوتے یا تم سے آدھے ہوتے تو تم کندھے پھیر کر جاتے اے بری قوم حسب ونسب کے لحاظ سے اور یہ بھی فرماتے ہیں حبیب ہوں۔ اور میرے والد مظاہر تھے میں جنگ کا شہسوار ہوں جب جنگ بھڑک جائے تم تعداد تیاری میں زیادہ ہو لیکن ہم زیادہ وفادار اور زیادہ صابر ہیں ہم حجت کے لحاظ سے اونچے اور اظہر ہیں حق یہ ہے کہ ہم زیادہ متقی اور زیادہ عذر پیش کرنے والے ہیں۔

بہر حال بڑی سخت جنگ کی یہاں تک کہ ایک روایت کے مطابق باسٹھ افراد کو ہلاک کیا پس بنی تمیم کے ایک شخص نے کہا جسے بدیل بن صریم کہتے تھے آپ پر حملہ کیا اور آپ کے سر مبارک پر تلوار لگائی اور بنی تمیم کے ایک دوسرے شخص نے آپ کو نیزہ مار کر زمین پر گرا دیا آپ اٹھنا چاہتے تھے کہ حصین بن تمیم نے آپ کو سر پر تلوار مار کر شہید کر دیا پس وہ تمیمی شخص گھوڑے سے اترا اور اس نے ان کا سر تن سے جدا کر لیا۔ حصین کہنے لگا میں تیرے ساتھ اس کے قتل کرنے میں شریک ہوں اس کا سر مجھے دے کہ میں اسے اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکا کر گھوڑے کو جولان دوں گا۔ تا کہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ میں اس کے قتل میں شریک تھا پھر اسے لے جا کر عبیداللہ کے پاس جا کے انعام وصول کرنا پس اس ملعون نے حبیب کا سر لے کر اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکا کے لشکر میں پھرایا اور پھر اسے واپس کر دیا۔ جب لشکر کوفہ کی طرف واپس گیا تو وہ تمیمی شخص حبیب کا سر اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکا کر قصر الامارہ کی طرف ابن زیاد کے پاس [1] لے جا رہا تھا تو قاسم بن حبیب نے جوان دنوں نوخیز اور قریب بلوغ تھا اپنے باپ کے سر کو دیکھا تو اس سوار کے ساتھ ہو لیا اور اس سے جدا نہیں ہوتا تھا۔ جب وہ شخص دار الامارہ میں جاتا تو یہ ساتھ جاتا اور جب وہ باہر آتا تو یہ ساتھ آتا وہ سوار اس بات سے شک میں پڑا اور اس نے کہا اے لڑکے تجھے کیا ہوا ہے کہ میرے پیچھے لگا ہوا ہے اور مجھ سے الگ نہیں ہوتا۔ اس نے کہا کچھ نہیں وہ شخص کہنے لگا یہ بات بلا وجہ نہیں ہو سکتی مجھے بتا بچے نے کہا کہ یہ میرے باپ کا سر ہے جو تیرے پاس ہے کیا مجھے دیتا ہے کہ میں اسے دفن کر دوں کہنے لگا امیر راضی نہیں ہوتا کہ وہ دفن ہو اور میں بھی اچھے قسم کا انعام اس کے قتل کی وجہ سے لینا چاہتا ہوں۔ بچے نے کہا لیکن خدا تجھے اس کی بدترین جزا دے گا خدا کی قسم تو نے اس شخص کو قتل کیا ہے جو تجھ سے کہیں بہتر تھا یہ کہہ کے رونے لگا۔ اور ہمیشہ انتقام

[1] (مولف نے کچھ فارسی کے اشعار تحریر کیے ہیں جنہیں ہم چھوڑ رہے ہیں مترجم)

کی فکر میں رہا یہاں تک کہ مصعب بن زبیر کے زمانہ میں اپنے باپ کے قاتل کو قتل کیا ابومخنف نے محمد بن قیس سے روایت کی ہے کہ جب حبیب شہید ہوئے تو ان کی شہادت سے امام مظلوم میں شکستگی پیدا ہوئی یعنی آپ کا دل ٹوٹ گیا اور اس وقت آپ نے فرمایا کہ میں اپنے نفس اور حمایت کرنے والے صحابیوں کا حساب اللہ پر چھوڑتا ہوں اور بعض مقاتل میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اے حبیب خدا تمہارا بھلا کرے تم صاحب فضل انسان تھے ایک ہی رات میں قرآن ختم کرتے تھے مخفی نہ رہے کہ حبیب حاملین علوم اہل بیت اور امیر المومنین کے خاص اصحاب میں شمار ہوتے تھے اور روایت ہے کہ جب ایک دفعہ میثم تمار سے ان کی ملاقات ہوئی اور ایک دوسرے سے کافی دیر باتیں کرتے رہے تو حبیب نے کہا۔

میں ایک گنجے شیخ کو دیکھ رہا ہوں کہ جس کا پیٹ بڑا ہے اور وہ خربوزے دارالرزق کے قریب بیچتا ہے اسے پکڑلیں گے اور اہل بیت رسولؐ سے محبت رکھنے کی وجہ سے سولی پر لٹکائیں گے اور سولی پر اس کا شکم چاک کریں گے ان کی مراد میثم سے تھی اور ایسا ہی ہوا جس طرح حبیب نے خبر دی تھی اور اس روایت کے آخر میں ہے کہ حبیب ان ستر افرد میں سے ہیں جنہوں نے امام مظلوم کی مدد کی اور جو لوہے کے پہاڑوں کے سامنے کھڑے ہوئے اور کئی ہزار تیروں اور تلواروں کے مد مقابل سینہ سپر رہے۔ اور وہ کافر انہیں امان دیتے اور بہت سے مال کا وعدہ کرتے تھے لیکن یہ انکار کرتے۔ اور کہتے کہ ہماری آنکھوں میں حرکت موجود ہو اور امام مظلومؑ شہید ہو جائیں تو خدا کے ہاں ہمارا کوئی عذر قابل قبول نہیں ہوگا۔ یہاں تک کہ ان سب نے اپنی جانیں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قربان کر دیں اور سب حضرت کے گرد شہید ہوئے رحمۃ اللہ و برکاۃ علیہم اجمعین۔۔۔ حضرت مسلم علیہ الرحمہ کے حالات میں ہیں۔ عابس کی گفتگو کے بعد حبیب کے ارشادات بیان ہو چکے ہیں اور کمیت اسدی نے اپنے اس شعر میں حبیب کی شہادت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

سوی عصبة فیهم حبیب معفر
قضی نحبه والکاهلی مرمل

سوائے اس گروہ کے کہ جن میں خاک آلودہ چہرہ والا حبیب تھا کہ جس نے اپنا عہد پورا کیا اور کاہلی جو خاک وخون میں غلطاں تھا اس کی مراد کاہلی سے انس بن حرب اسدی کاہلی ہے جو کہ صحابہ کبار میں سے ہے اور اہل سنت نے اس کے حالات میں لکھا ہے کہ اس نے رسول خدا سے سنا جب کہ سید الشہداءؑ آپ کے پہلو میں تھے کہ آپ نے فرمایا میرا یہ بیٹا عراق کی سرزمین پر شہید ہوگا۔ اور جو شخص وہ زمانہ پائے تو اس کی مدد کرے پس انس باقی رہے یہاں تک کہ کربلا میں سید الشہداءؑ کی مدد کرتے ہوئے شہید ہوئے مولف کہتا ہے کہ بعض نے حبیب بن مظاہر مسلم بن عوسجہ۔ ہانی بن عروہ اور عبداللہ بن یقطر کو بھی صحابہ رسولؐ خدا قرار دیا ہے اور ابی فراس کے قصیدہ کی شرح میں ہے کہ عاشورہ کے دن جابر بن عروہ غفاری نے جو بہت بوڑھے تھے اور پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں جنگ بدر وحنین میں حاضر ہو چکے تھے اپنی کمر کو عمامہ سے محکم و پختہ طریقہ سے باندھا اور اپنے ابرو (جو کہ بڑھاپے کی وجہ سے ان کی آنکھوں پر پڑے تھے) اوپر کیے اور انہیں ایک رومال سے باندھ دیا۔ حضرت امام حسینؑ دیکھ رہے تھے فرمایا کہ شکر اللہ سعیک یا شیخ اے بزرگ خدا تمہاری سعی و کوشش کی قدر کرے پھر انہوں نے حملہ کیا اور پے در پے جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ ساٹھ آدمیوں کو قتل کر کے شہید

ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ رضوانہ۔

شہادت سعید بن عبداللہ حنفی رح

روایت ہے کہ حضرت سید الشہداءؑ نے زہیر بن قین عبداللہ نے فرمایا کہ میرے سامنے کھڑے ہو جاؤ۔ تاکہ میں ظہر کی نماز پڑھ لوں یہ دونوں بزرگوار آپ کے حکم کے مطابق آگے کھڑے ہو گئے اور اپنے آپ کو تیر و سنان کا نشانہ قرار دیا۔ پس آپ نے آدھے اصحاب کے ساتھ نماز خوف پڑھی اور آدھے دشمن سے مقابلہ کرتے رہے۔ اور روایت ہے کہ سعید بن عبداللہ حنفی حضرت کے سامنے کھڑے ہوئے اور اپنے آپ کو تیروں کا نشانہ بنایا اور حضرت جہاں کہیں دائیں بائیں جاتے تو وہ بھی حضرت کے آگے ہو جاتے۔ یہاں تک کہ زمین پر گر گئے اور اس حالت میں عرض کیا خدایا لعنت کر اس گروہ عاد و ثمود جیسیؑ اے میرے پروردگار میرا سلام اپنے پیغمبر کو پہنچا دے اور جو تکلیف اور زخم مجھے لگے ہیں یہ بھی (ان کی خبر ان تک) پہنچا دے کیونکہ میں نے اس کام میں تیرے پیغمبر کی ذریت کی نصرت و مدد کا ارادہ کیا ہے یہ کہہ کر جان دے دی اور ان کے بدن میں تلوار نیزہ کے علاوہ تیرہ تیر لگے ہوئے تھے۔ شیخ ابن نما نے فرمایا ہے کہ حضرت اور آپ کے اصحاب نے نماز فرادی اور ایما و اشارہ سے پڑھی تھی مولف کہتا ہے کہ سعید بن عبداللہ کوفہ کے سرکردہ شیعوں میں سے مرد بہادر اور عبادت گذار تھے اور پہلے آپ جان چکے ہیں کہ یہ بزرگوار اور ہانی سبیعی کو اہل کوفہ نے کچھ خطوط دے کر امام حسینؑ کی خدمت میں بھیجا تھا تاکہ حضرت کو مکہ سے تیار کر کے کوفہ لے آئیں یہ دونوں افراد آخری تھے کہ جنہیں اہل کوفہ نے حضرت کی طرف بھیجا تھا اور ان کے وہ فقرے جو دسویں کی رات انہوں نے کہے جب کہ حضرت سید الشہداءؑ نے واپس چلے جانے کی اجازت دی تھی۔ کتب مقاتل میں منضبط ہیں اور اس زیارت میں جو شہداء کے ناموں پر مشتمل ہے ان کا ذکر ہے اور اس سعید کے حق میں حر کے زہیر بن قین سے مواسات کرنے کے متعلق عبداللہ بن عمر بدی کندی کہتا ہے (اشعار کا ترجمہ) تم سعید بن عبداللہ کو کبھی نہ بھولنا اور نہ حر کو جب اس نے زہیر سے مغلوب ہونے کی صورت میں مواسات کی اگر سخت پہاڑ ان کی جگہ پر ہوتے تو سہل زمین میں وہ پراگندہ ہو جاتے اور سخت زمین میں ایک دوسرے سے ٹکرا جاتے پس یاد کرو اس کھڑے ہوئے کو، کہ جس کا چہرہ تیروں کے سامنے تھا اور اس آگے بڑھنے والے کو جس کا سینہ نیزوں سے ملاقات کرتا تھا۔

شہادت زہیر بن قین رضی اللہ عنہ

راوی کہتا ہے کہ زہیر بن قین نے سخت جنگ کی اور یہ رجز پڑھے میں زہیر قین کا بیٹا ہوں میں تلوار کے ساتھ تمہیں حسینؑ سے دور دھکیلوں گا۔ حسینؑ رسولؐ کے دو انوسوں میں سے ایک ہے میں تمہیں تلوار ماروں گا۔ اور اس میں کوئی عیب نہیں سمجھتا پھر آگ برسانے والی بجلی کی طرح اپنے آپ کو ان اشرار پر پھینک دیا اور بہت سے بہادروں کو ہلاک کیا اور محمد بن ابو طالب کی روایت کے

مطابق ایک سو بیس افراد منافقین کو جہنم واصل کیا اس وقت کثیر بن عبداللہ شعبی نے مہاجرین اوس تمیمی کے ساتھ مل کر ان پر حملہ کیا اور زہیر کے قدم اکھاڑ دیئے جب زہیر زمین پر گرے تو حضرت نے فرمایا خداوند عالم تجھے اپنی بارگاہ کے قریب رکھے اور تیرے قتل کرنے والوں پر لعنت بھیجے جس طرح اس نے گمراہوں پر لعنت بھیجی ہے اور انہیں بندر خنزیر کی شکل کی مسخ کردے۔ مولف کہتا ہے کہ زہیر بن قین کی جلالت شان اس سے زیادہ ہے کہ بیان ہوا اور اس مقام پر یہ بات کافی ہے۔ کہ امام حسینؑ نے عاشورہ کے دن اپنے لشکر کا میمنہ انہیں سپرد کیا۔ اور نماز پڑھتے وقت انہیں سعید بن عبداللہ کے ساتھ فرمایا کہ تم میرے سامنے کھڑے ہو جاؤ۔ اور میری حفاظت کرو اور زہیر کا قوم سے احتجاج بیان ہو چکا ہے اور ان کی جوانمردی اور بہادری جناب حُر کے ساتھ مل کر بیان ہو چکی ہے۔

نافع بن ہلال بن نافع بن جمل رحمہ اللہ کی شہادت

نافع بن ہلال جو امام حسینؑ کے لشکر میں سے ایک بہادر تھے ان کے پاس زہر سے بجھے ہوئے تیر تھے اور انہوں نے اپنا نام تیر کے پھل پر لکھا ہوا تھا وہ تیر دشمن پر پھینکتے اور کہتے جاتے تھے (اشعار کا ترجمہ) میں یہ تیر مار رہا ہوں کو جن کے پھلوں پر نشان لگے ہیں یہ زہر آلود ہیں کہ جن کے لگتے ہی دشمن زمین پر گرنا شروع ہو جاتا ہے ان میں سے کمزور تیر بھی اپنی جگہ کو پر کردیں گے اور نفس کو ڈرنا فائدہ نہیں دیتا یہ پے درپے ان تیروں کے ساتھ جنگ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ ختم ہو گئے اس وقت قبضہ تلوار پر ہاتھ رکھا اور جہاد شروع کیا جب کہ کہہ رہے تھے میں یمنی و جملی قبیلہ کا نوجوان ہوں میں حسینؑ بن علیؑ کے دین پر ہوں اگر میں آج قتل ہوا تو یہ میری خواہش و آرزو ہے پس یہی میری رائے ہے روایت ہے کہ ستر افراد پسر سعد کے لشکر کے علاوہ ان کے کہ جنہیں زخمی کیا تھا قتل کر دیئے۔

پھر لشکر نے ان پر حملہ کیا اور ان کے بازو توڑ دیئے اور انہیں قید کر لیا۔ راوی کہتا ہے کہ شمر بن ذی الجوشن ملعون نے انہیں گرفتار کیا ہوا تھا اور اس کے ساتھ اس کے ساتھی تھے اور وہ نافع کو عمر سعد کے پاس لے جا رہے تھے جب کہ ان کے چہرہ سے خون جاری تھا جب عمر سعد نے انہیں دیکھا تو کہنے لگا وائے ہو تجھ پر اے نافع تجھے کس چیز نے اپنے نفس کے خلاف ابھارا ہے کہ تو نے اس پر رحم نہیں کیا اور اپنے آپ کو اس حالت میں مبتلا کیا ہے نافع نے کہا خدا جانتا ہے میرا مقصد کیا تھا اور میں اپنے آپ کو ملامت نہیں کرتا کہ تم سے جنگ کرنے میں میں نے کوتاہی کی ہو اگر میرے ہاتھ اور بازو سلامت ہوتے تو مجھے قید نہ کرتے شمر نے ابن سعد سے کہا خدا تیری اصلاح کرے اسے قتل کر دے ابن سعد کہنے لگا تو اُسے لے کر آیا ہے اگر چاہتا ہے تو اسے قتل کردے پس شمر نے انہیں قتل کرنے کے لیے اپنی تلوار نکالی تو نافع نے کہا خدا کی قسم اگر تو مسلمان ہوتا تو تیرے لیے یہ بڑی بُری چیز ہوتی کہ تو خدا سے ملاقات ہمارے خون بہا کے کرے پس حمد ہے اس خدا کی جس نے ہماری اموات اپنی بدترین مخلوق کے ہاتھ میں قرار دی ہیں پس شمر ملعون نے انہیں شہید کر دیا واضح ہو کہ بعض کتب میں ان کے بجائے ہلال بن نافع کا ذکر ہے اور میرا یہ گمان ہے کہ لفظ نافع ان کتب میں ابتداء سے گر گیا ہے اور اس کا سبب

لفظ نافع کی تکرار ہے یہ بزرگوار بہت بہادر بابصیرت شریف اور بلند مرتبہ تھے۔ اور پہلے آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ یہ طرح کے ساتھ چھپتے چھپاتے سید الشہداء کی مدد کے لیے کوفہ سے نکلے تھے اور راستہ میں مجمع بن عبداللہ اور کچھ دوسرے لوگوں کے ساتھ حضرت سے آ کر ملے تھے۔ اور نافع کے گھوڑے کو جس کا کامل نام تھا اپنے آگے آگے لا رہے تھے طبری نے نقل کیا ہے کہ کربلا میں جب سید الشہداء اور ان کے اصحاب پر پانی بند ہو گیا اور ان پر پیاس کی زیادہ شدت ہوئی تو سید الشہداء نے جناب عباس کو تیس سواروں اور بیس پیادوں کے ساتھ بیس مشکیں دے کر بھیجا تا کہ پانی لے آئیں نافع بن ہلال نے علم ہاتھ میں لیا اور آگے آگے چل پڑے۔ عمرو بن حجاج نے جو گھاٹ پر متعین تھا آواز دی کہ کون ہے فرمایا میں نافع بن ہلال ہوں عمرو نے کہا مرحبا اے بھائی کس لیے آئے ہو کہا کہ ہم یہ پانی پینے آئے ہیں کہ جس سے تم لوگوں نے ہم کو روک رکھا ہے وہ کہنے لگا پیو تمہارے لیے مقدر ہو کہنے لگے خدا کی قسم میں نہیں پیوں گا جب کہ حسینؑ اور ان کے اصحاب کی یہ جماعت پیاسی ہے اسی اثناء میں باقی اصحاب بھی نظر آئے تو عمرو بن حجاج نے کہا یہ ممکن نہیں کہ یہ لوگ پانی پئیں کیونکہ ہمیں اس جگہ پانی بند کرنے کے لیے معین کیا گیا ہے نافع نے پیدل ساتھیوں سے کہا کہ ان کی پرواہ کئے بغیر تم مشکیں پُر کر لو عمرو بن حجاج اور اس کے ساتھیوں نے ان پر حملہ کیا جناب ابوالفضل العباسؑ اور نافع بن ہلال نے انہیں منتشر کر دیا اور ان پیادوں کے پاس آئے اور انہیں فرمایا کہ تم پانی لے جاؤ۔ یہ ان کی حمایت کرتے رہے یہاں تک کہ یہ لوگ پانی کی مشکیں امام حسینؑ کی خدمت میں لے گئے اور یہ نافع بن ہلال وہی بزرگ ہیں کہ جنہوں نے اپنی گفتگو میں سید الشہداء سے عرض کیا تھا کہ بیشک ہم اپنی بصیرت کی بنا[1] پر اس سے محبت وولایت رکھتے ہیں جو آپ کا دوست وولی ہے اور اس سے دشمنی رکھتے ہیں جو آپ کا دشمن ہے۔

عبداللہ اور عبدالرحمان غفاریان رحمہا اللہ کی شہادت

اصحاب امام حسینؑ علیہ السلام نے دیکھا کہ ان میں سے بہت سے مارے گئے ہیں اور ان میں یہ طاقت نہیں کہ دشمن کو روک سکیں تو عبداللہ اور عبدالرحمن عروہ غفاری کے بیٹے جو کوفہ کے بہادروں اور اشراف میں سے تھے امام حسینؑ کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے اے ابا عبداللہؑ آپ پر سلام ہو دشمن ہم پر غالب آ چکے ہیں اور ہم اتنے کم ہو گئے ہیں کہ دشمن کو نہیں روک سکتے لہٰذا ہم سے تجاوز کر کے آپ تک پہنچ گئے ہیں پس ہم چاہتے ہیں کہ دشمن کو آپ سے دفع کریں۔ اور آپ کے سامنے قتل ہو جائیں۔ حضرتؑ نے فرمایا مرحبا قریب ہو جاؤ وہ قریب آئے اور آپ کے نزدیک ہو کر انہوں نے جنگ کی، اور عبدالرحمن کہتا ہے۔ قد

[1] پہلے بھی عرض کر چکے ہیں کہ پانی لانے والی روایات غلط معلوم ہوتی ہیں مترجم۔

علمت حقا بنوغفارِ. وخندفٍ بعد بنی نزارِ. لنضربن معشر الفجارِ بکل غضبٍ صارمٍ بتارِ. یاقوم ذودوعن بنی الاحرارِ. بالمشرفی والقنا الخطارِ. بنی غفار خندف ۔ بنی نزار جانتے ہیں کہ ہم فاجرلوگوں کو مارتے ہیں کاٹنے والی تیز تلوار سے اے قوم شریفوں کی اولاد سے تلوار و نیزہ کے ساتھ دشمن کو دور کرو پس جنگ کر کے شہید ہوئے۔ راوی کہتا ہے کہ دو جابریان آگے بڑھے سیف بن حارث بن سریع اور مالک بن عبداللہ بن سریع اور یہ دونوں شخص چچازاد اور مادری بھائی تھے آپ کی خدمت میں روتے ہوئے آئے۔ آپ نے فرمایا اے میرے بھائی کے بیٹے تم کیوں روتے ہو۔ خدا کی قسم میں امید رکھتا ہوں کہ ایک لحظہ کے بعد تمہاری آنکھیں روشن ہوں گی۔ عرض کیا خدا ہمیں آپ پر قربان کردے خدا کی قسم ہم اپنی جان کے لیے نہیں روتے بلکہ آپ کی حالت پر گریہ کرتے ہیں۔ کہ دشمنوں نے آپ کو گھیر رکھا ہے اور ان کو روکا نہیں جاسکتا آپ نے فرمایا خدا تمہیں اس غم واندوہ کی جزادے جو تمہیں ہمارے حال پر ہے اور مجھ سے جو مواسات تم نے کی ہے اس کی بہترین جزادے پس انہوں نے حضرت کو الوداع کہا اور میدان میں آئے اور جنگ کر کے شہید ہوئے۔

شہادت حنظلہ بن اسعد شامی

حنظلہ بن اسعد مردانگی کا ثبوت پیش کرتے ہوئے آگے بڑھا اور امامؑ کے سامنے آ کے کھڑا ہو گیا اور آپ کی حفظ و حراست میں اپنی جان کو تیر و نیزہ وتلوار کے لیے سپر بنایا اور جو وار تلوار و نیزہ کا امامؑ کے قصد سے ہوتا یہ اپنے چہرہ اور جان پر برداشت کرتا اور یہ پکارتا کہ اے قوم ڈرتا ہوں کہ تم لشکر احزاب والے عذاب کا سبب نہ بن جاؤ اور مجھے خوف ہے کہ تمہیں وہ عذاب نصیب ہو کہ جو گذشتہ قوموں پر واقع ہوا قوم نوح وعاد وثمود والا اور وہ لوگ جنہوں بت ان کے بعد کفر والحاد کا راستہ اختیار کیا اور خدا کسی قوم پر ظلم نہیں کرتا اے قوم مجھے تمہارے متعلق قیامت کے عذاب کا ڈر ہے جب میدان محشر سے جہنم کا رُخ کرو گے اور تمہیں عذاب خدا سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا اے قوم حسینؑ کو شہید نہ کرو ورنہ خدا تمہیں اپنے عذاب سے ہلاک وفنا کردے گا۔ اور یقینا بے بہرہ و نا امید ہے وہ شخص جو خدا پر افتراء باندھے اور ان کلمات سے اشارہ کیا ان نصیحتوں کی طرف جو مومن آل فرعون نے آل فرعون کو کی تھیں اور بعض کتب مقاتل کے مطابق حضرت نے فرمایا اے حنظلہ بن اسعد خدا تجھ پر رحمت نازل کرے تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ لوگ مستحق عذاب ہو چکے ہیں اس وقت سے جب سے ان باتوں سے کہ جن کے ذریعہ تو نے انہیں حق کی دعوت دی ہے سرتابی کی ہے۔ اور یہ تیرے خلاف ہوئے ہیں اور تجھے اور تیرے ساتھیوں کو برا بھلا کہا ہے اب ان کا خیال کیا حال ہوگا جب کہ انہوں نے تیرے نیک اور پارسا بھائیوں کو قتل کردیا ہے حنظلہ کہنے لگا آپ نے سچ فرمایا۔ میں آپ پر قربان ہو جاؤں کیا میں اپنے پروردگار کی بارگاہ میں نہ جاؤں اور اپنے بھائیوں سے ملحق نہ ہوں فرمایا کیوں نہیں جلدی کرو اور جاؤ ان نعمتوں کی طرف جو تمہارے لیے مہیا کی گئی ہیں۔ وہ دنیا اور جو کچھ اس دنیا میں ہے ان سے بہتر ہیں اور اس سلطنت کی طرف جاؤ

جو پرانی نہیں ہوگی اور زوال پذیر نہیں پس اس سعید اختر نے حضرت کوالوداع کہا۔ اور کہا السلام علیك یااباعبدالله علیك وعلی اهل بیتك وعرف بیننا وبینك فی جنته۔ سلام ہو آپ پر اور رحمت نازل ہو آپ اور آپ کے اہل بیتؑ پر اور اپنی جنت میں ہمارے اور آپ کے درمیان خدا تعارف کرائے آپ نے فرمایا آمین آمین۔ پس اس بزرگوار نے منافقین سے جنگ کرنے میں پیش قدمی کی اور دلیرانہ جنگ کی اور شدائد کے تحمل میں صبر کیا یہاں تک کہ ان پر حملہ ہوا اور انہیں ان کے لائق بھائیوں کے ساتھ ملحق کر دیا گیا۔ مولف کہتا ہے کہ حنظلہ بن اسعد بزرگ شیعوں اور شجاع و فصیح لوگوں میں شمار ہوتے ہیں اور انہیں شبامی اس لیے کہتے ہیں چونکہ وہ شبانامی جگہ کی طرف منسوب ہیں۔ اور بنوشبام قبیلہ ہمدان کی ایک شاخ ہے۔

شہادت شوذب وعابس رضی اللہ عنہما

عابس بن ابی شبیب شاکری ہمدانی نے جب سعادت شہادت کے حاصل کرنے کا ارادہ کیا تو اپنے ساتھی شوذب کی طرف دیکھا جو شاکر کا غلام اور متقدمین شیعوں میں سے حافظ حدیث وحامل حدیث اور بلند مقام کا مالک تھا بلکہ منقول ہے کہ اس کی مجلس ہوتی تھی جس میں شیعہ حضرات اس کی خدمت میں حاضر ہوتے اور وہ ان سے اخذ حدیث کرتے تھے اور وہ بزرگ (خدا ان پر رحمت کرے) شیعوں میں بزرگ شمار ہوتے تھے خلاصہ یہ کہ عابس نے ان سے کہا اے شوذب آج تمہارا کیا خیال ہے شوذب کہنے لگے تو جاننا چاہتا ہے کہ میرا کیا خیال ہے میرا ارادہ ہے کہ تیرے ساتھ فرزند رسولؐ کے ہمرکاب ہو کر مبارزہ کروں اور شہید ہو جاؤں۔ عابس نے کہا میرا گمان بھی تیرے متعلق یہی تھا اب حضرت کی خدمت میں جا تاکہ تجھے بھی دوسرے لوگوں کی طرح شہداء کی فہرست میں داخل کریں۔ یقین کرو کہ آج کے بعد پھر کوئی ایسا دن ہاتھ نہیں آئے گا کیونکہ آج کا دن وہ ہے کہ انسان تحت الثریٰ سے فرق ثریا پر قدم رکھ سکتا ہے اور یہی ایک دن عمل وتکلیف کا ہے اور اس کے بعد مزدوری ملنے کا اور جنت میں جانے کا دن ہے پس شوذب امامؑ کی خدمت میں آئے اور سلام و وداع عرض کیا پس میدان میں جا کر جنگ کر کے شہید ہوئے رحمۃ اللہ ورضوانہ علیہ۔ راوی کہتا ہے اس کے بعد عابس امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کرنے کے بعد عرض کیا اے اباعبداللہ کوئی پیدا ہونے والا چاہے نزدیک کا ہو یا دور کا رشتہ دار ہو یا بیگانہ روئے زمین پر جس نے قدم رکھا ہے وہ میرے نزدیک آپ سے زیادہ عزیز ومحبوب نہیں اگر مجھ میں قدرت ہوتی کہ یہ ظلم وقتل آپ سے دور کر سکوں کسی ایسی چیز کے ذریعہ جو میرے خون اور جان سے زیادہ عزیز ہو تو میں اس میں سستی وکاہلی نہ کرتا اور اس کو انجام دیتا اور حضرت کو سلام کیا اور کہا گواہ رہیے کہ میں آپ کے اور آپ کے باپ کے دین پر ہوں پھر تلوار سونتے ہوئے شیر نر کی طرح میدان میں آیا جب کہ اس کی پیشانی پر ایک ضربت کا نشان تھا۔ ربیع بن تیم جو لشکر عمر سعد کا ایک شخص ہے کہتا ہے کہ جب عابس کو میں نے میدان میں آتے ہوئے دیکھا اور اسے پہچانا اور میں اسے پہلے جانتا اور اس کی شجاعت وجوانمردی کئی جنگوں میں دیکھ چکا اور اس سے زیادہ بہادر میں نے نہیں دیکھا تھا تو اس وقت میں نے لشکر کو پکار کر کہا اے لوگو هذا الاسد الاسود هذا ابن ابی شبیب یہ

شیروں کا شیر ابن ابی شبیب ہے کوئی شخص اس کے مقابلہ میں نہ جائے ورنہ اس کے چنگل سے رہائی نہ پائے گا پس عابس شعلہ جوالہ کی طرح میدان میں جولان کرتا اور پے در پے پکارتا کوئی مرد ہے کوئی مرد ہے کوئی شخص اس کے مقابلہ کی جرات نہ کر سکا یہ بات عمر سعد کو ناگواری گذری لہذا پکار کر کہا کہ عابس پر پتھر برساؤ۔ لشکر نے ہر طرف سے پتھر مارنے شروع کر دیئے عابس نے یہ دیکھا تو زرہ اپنے بدن سے اور خود سر سے اتار پھینکا اور لشکر پر حملہ کیا [1]

ربیع کہتا ہے کہ عابس جس طرف حملہ کرتا تو دو دو سو سے زیادہ افراد اس کے سامنے بھاگتے ہوئے نظر آتے اور ایک دوسرے پر جا گرتے اسی طرح وہ جنگ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ لشکر نے اسے ہر طرف سے گھیر لیا اور پتھر تلوار اور نیزے کے زیادہ زخموں کی وجہ سے اسے شہید کر دیا اور اس کے سر قلم کیا گیا میں نے بہادروں کے ایک گروہ کو دیکھا کہ ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے اسے قتل کیا ہے۔ عمر و سعد کہنے لگا یہ جھگڑا ختم کرو کسی شخص نے اکیلے اسے ختم نہیں کیا بلکہ تم سب نے مل کر ہی اسے قتل کیا ہے۔ مولف کہتا ہے منقول ہے کہ عابس شیعہ جوانمردوں میں سے تھا اور رئیس شجاع خطیب عابد اور تہجد گزار تھا۔ اور اس کی گفتگو جناب مسلم بن عقیل سے جب آپ کوفہ میں وارد ہوئے پہلے گزر چکی ہے۔ اور طبری نے نقل کیا ہے کہ مسلم نے امام حسینؑ کی خدمت میں جب اہل کوفہ ان کی بیعت کر چکے تو خط لکھا۔ اس میں حضرت سے خواہش کی کہ آپ کوفہ تشریف لائیں اور یہ خط عابس امام حسینؑ کی خدمت میں لے گئے تھے۔

شہادت ابوالشعثا بہدلی کندی علیہ الرحمۃ

راوی کہتا ہے کہ یزید بن زیاد بہدلی کہ جسے ابوالشعثا کہتے تھے بہادر اور تیر انداز تھے امام حسینؑ کے سامنے زانوں ٹیک کر بیٹھ گئے اور دشمن کی طرف سو تیر پھینکے کہ جن میں سے صرف پانچ تیر خالی گئے جو تیر پھینکتے تو کہتے کہ میں بہدلہ اور شاہسواروں کا بیٹا ہوں سید الشہداء فرماتے خدایا اس کا تیر نشانہ پر لگے اور اس کو عوض میں جنت عطا فرما اور ان کا رجز اس دن یہ تھا میں یزید ہوں اور میرا باپ مہاجر ہے میں شیر بیشہ سے زیادہ بہادر ہوں یارب میں حسینؑ کا ناصر اور ابن سعد کو چھوڑنے اور اس سے دوری اختیار کرنے والا ہوں پس جنگ کی یہاں تک کہ شہید ہوئے فیروز آبادی نے کہا ہے کہ یزید بن مہاصر محدثین میں سے ہے۔

اصحاب حسینیؑ میں سے ایک جماعت کی شہادت

روایت ہے کہ عمرو بن خالد صیداوی جابر بن حارث سلیمانی سعد مولیٰ عمرو بن خالد اور مجمع بن عبداللہ عائذی نے ابتدائی

[1] یہاں پر مولف نے فارسی و عربی کے کچھ اشعار لکھے ہیں جو ترک کر دیئے گئے۔ مترجم

حملے میں جنگ کی اور تلواریں سونتے ہوئے لشکر عمر سعد پر حملہ کیا۔ جب لشکر دشمن کے درمیان میں آ گئے تو لشکر نے انہیں گھیرے میں لے لیا اور انہیں لشکر سید الشہداء سے الگ کر دیا۔ جناب عباس بن امیر المومنین علیہ السلام نے لشکر پر حملہ کیا اور انہیں چھڑا لیا۔ اور میدان سے نکل کر باہر لائے جب کہ یہ لوگ زخمی ہو چکے تھے دوبارہ جب لشکر نے ان کا رُخ کیا تو انہوں نے حملہ کیا اور جنگ کی یہاں تک کہ ایک ہی جگہ پر سب شہید ہو گئے۔ رحمۃ اللہ علیہم مہران کاہلی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے کربلا میں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ بے جگری سے جنگ کر رہا ہے جس جماعت پر حملہ کرتا ہے اُسے منتشر اور پراگندہ کر دیتا ہے حملہ سے فارغ ہوتا تو امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور کہتا بشارت ہو اے فرزند احمد آپ کو رشد و ہدایت نصیب رہے کہ جنت الفردوس میں آپ بلند مقام پر فائز ہوں میں نے پوچھا یہ شخص کون ہے تو لوگوں نے بتایا ابو عمرہ حنظلی پس عامر بن نہشل تیمی نے اسے شہید کیا اور اس کا سر قلم کر لیا مولف کہتا ہے کہ اس ابو عمرہ کا نام زیادہ بن غریب ہے۔ اور اس کا باپ صحابہ میں سے تھا اور یہ خود بھی زیارت رسول خدا سے مشرف ہوا اور مرد شجاع عابد و زاہد تہجد گزار عبادت و کثرت نماز میں مشہور تھا رضوان اللہ علیہ۔

شہادت جون رضی اللہ عنہ

جون رضی اللہ عنہ ابوذر غفاری کے غلام لشکر سید الشہداء میں موجود تھے اور یہ سعادت مند سیاہ غلام تھے ان میں شہادت کی آرزو پیدا ہوئی امام سے رخصت طلب کی آنجناب نے فرمایا تم نے عافیت و آرام حاصل کرنے کے لیے ہمارا ساتھ دیا تھا۔

پس اب اپنے آپ کو ہماری راہ میں مبتلا نہ کرو میری طرف سے تمہیں اجازت ہے کہ اپنی سلامتی کا راستہ تلاش کرو۔ عرض کیا اے فرزند رسولؐ میں راحت و وسعت کے دنوں میں تو آپ کا کاسہ لیس رہا لیکن جب کہ آپ کی سختی و شدت کا دن ہے تو آپ سے دستبردار ہو جاؤں خدا کی قسم میرا جسم متعفن ہے میرا حسب و نسب پست ہے اور رنگ سیاہ ہے پس مجھے جنت سے محروم نہ رکھیئے تاکہ میری بو اچھی ہو جائے اور جسم میرا باشرف اور چہرہ سفید ہو جائے خدا کی قسم میں آپ سے جدا نہیں ہوں گا۔ جب تک سیاہ خون کو آپ کے پاک و پاکیزہ خون سے مخلوط نہ کر لوں یہ کہہ کر اجازت طلب کی اور میدان کی طرف گئے اور یہ رجز پڑھا۔ سیاہ رنگ کے شخص کی ضربت کفار کو کیسی دکھائی دیتی ہے جو ضرب تلوار کی ہے اولاد محمدؐ کی حفاظت میں زبان و ہاتھ سے دشمنوں کو ان سے دور کرتا ہوں اور اس سے میں جنت کی امید قیامت کے دن رکھتا ہوں۔ پچیس آدمیوں کو قتل کر کے شہید ہوئے۔ بعض مقاتل میں ہے کہ امام حسینؑ تشریف لائے اور اس کی لاش پر کھڑے ہو کر دعا کی خدایا جون کے چہرہ کو سفید کر دے اور اس کی بو کو خوشبو بنا دے اور اسے نیک لوگوں کے ساتھ محشور کر اس کے اور محمدؐ کے درمیان شناسائی اور دوستی قرار دے۔ روایت ہے جب لوگ شہداء کو دفن کرنے کے لیے آئے تو دس دن کے بعد جون کے جسم کو اس حالت میں پایا کہ بوئے مشک اس سے اٹھ رہی تھی رضوان اللہ علیہ۔

حجاج بن مسروق

امام حسینؑ کے موذن میدان جنگ میں آئے اور یہ رجز پڑھے آگے بڑھے۔ حسینؑ جو کہ ہادی و مہدی ہیں آج آپ اپنے جد بزرگوار نبیؐ سے ملاقات کریں گے پھر اپنے سخی باپ علیؑ سے ملیں گے وہ جسے ہم وصی کے طور پر پہچانتے ہیں۔

نوخیز جوان کی شہادت جس کا باپ شہید ہو چکا تھا قدس سرہٗ

ایک نوجوان لشکر حسینؑ میں تھا کہ جس کے باپ کو کوفیوں نے معرکہ جنگ میں قتل کر دیا تھا اس کی ماں بھی ساتھ تھی ماں نے اس سے کہا میرے بیٹے جاؤ اور فرزند رسولؐ کے روبرو جنگ کرو۔ لہٰذا اس جوان نے ماں کی تحریک پر میدان میں جانے کا قصد کیا سید الشہداء نے جب اس کو دیکھا تو فرمایا کہ اس بچہ کا باپ تو شہید ہو چکا ہے اب شاید اس کی شہادت اس کی والدہ کے لیے ناپسند ہو اس بچے نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میری ماں نے ہی مجھے جنگ کرنے کا حکم دیا ہے پس وہ میدان میں آیا اور یہ رجز پڑھا۔

امیری حسین ونعم الامیر۔ سورر فوادی البشیر النذیر۔ علی وفاطمہ والداہ۔ فھل تعلمون لہ من نظیر لہ طلعۃ مثل شمس الضحیٰ۔ لہ غرۃ مثل بدر منیر۔

میرا امیر حسینؑ اور بہترین امیر حسین جو بشیر ونذیر رسولؐ کے دل کا سرور ہے۔ علی وفاطمہؑ اس کے والدین ہیں کیا تمہیں اس کی نظیر ومثل کا علم ہے اس کا چہرہ شمس الضحیٰ اور پیشانی بدر منیر کی طرح ہے بالآخر وہ جنگ کر کے اس جہان فانی سے رخصت ہوا۔ کوفیوں نے اس کا سر قلم کر کے لشکر گاہ حسینؑ کی طرف پھینک دیا۔ ماں نے بیٹے کا سر اٹھایا۔ سینہ سے لگایا اور کہا احسنت بہت اچھے میرے بیٹے اے میرے دل کی خوشی اے میری آنکھوں کے نور پھر وہ سر پورے غصے میں دشمن کی فوج کے ایک شخص کے دے مارا جس سے وہ قتل ہوا اس کے بعد عمود خیمہ لیا اور ان پر حملہ کر دیا اور یہ کہتی تھی میں اپنے آقا کی ایک بڑھیا کمزور کنیز ہوں۔ میں خالی ہاتھ کہنہ جسم اور نحیف ونزار ہوں۔ فاطمہ تشریفہ کی اولاد کی حمایت کرتے ہوئے تمہیں سخت ضربت کے ساتھ ماروں گی۔ پس اس نے دشمن کے دو آدمی قتل

کر دیئے امام حسینؑ نے حکم دیا کہ میدان سے پلٹ آئے اور اس کے حق میں دعا بھی فرمائی۔

شہادت غلام ترکی

کہا گیا ہے کہ سید الشہداء کا ایک ترکی غلام تھا جو نہایت نیک و شریف اور قاری قرآن تھا۔ عاشورہ کے دن اس باوفا غلام نے فوج مخالف پر حملہ کیا اور یہ رجز پڑھا۔ سمندر میری نیزہ بازی اور تلوارزنی سے آگ لگ جاتی ہے اور فضا میرے تیروں سے پُر ہوجاتی ہے جب میری تلوار میرے دائیں ہاتھ میں چمکے تو حسد کرنے والے پست خیال کا دل پھٹ جاتا ہے پس حملہ کیا او بہت سے ناریوں کو فی النار کیا اور بعض کہتے ہیں کہ ان روسیاہوں میں سے ستر آدمیوں کو ہلاک کیا اور بالآخر تیغ وظلم وعدوان سے زخمی ہوکر زمین پر گرا امام حسینؑ اس کے سرہانے آئے اور اس پر گریہ کیا اور چہرہ انور اس کے رُخ پر رکھ دیا اس غلام نے آنکھیں کھول کر حضرتؑ کی طرف نگاہ کی متبسم ہوا اور اس کا طائر روح جنت کی طرف پرواز کر گیا۔

شہادت عمرو بن قرظہ بن کعب انصاری خزرجی

عمرو بن قرظہ نے جوانمردی کے قدم آگے بڑھائے اور سید الشہداء سے اجازت طلب کی میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھا لشکر انصار جانتا ہے کہ میں اپنی عزت کی حمایت وحفاظت کرتا ہوں میری ضرب ایسے جوان کی ضرب ہوگی جو پیچھے نہیں ہٹتا اور لڑنے والا ہے میری جان اور گھر بار حسینؑ پر قربان ہو۔ پورے شوق ورغبت سے جنگ کی اور ابن زیاد کے لشکر کے ایک گروہ کو جہنم میں پہنچایا جو تیر تلوار امام حسینؑ کی طرف آتے انہیں اپنے اوپر لیتا۔ جب تک زندہ رہا کسی تکلیف کو امام حسینؑ تک نہ پہنچنے دیا یہاں تک کہ زخموں کی شدت کی وجہ سے نڈھال ہوگیا۔ پس حضرت کی طرف دیکھا اور عرض کیا اے فرزند رسولؐ کیا میں نے اپنے وعدہ کو پورا کیا۔ فرمایا بے شک تم مجھ سے پہلے جنت میں جاؤ گے رسول خداؐ کو میرا سلام کہنا اور انہیں بتانا کہ میں تمہارے پیچھے پیچھے آرہا ہوں۔ پس عاشقوں کی طرح دشمنوں سے جہاد کیا یہاں تک کہ شربت شہادت نوش کیا اور سرائے جاودانی کی طرف کوچ کر گیا۔ مولف کہتا ہے کہ قُرظہ عمرو کے والد صحابیِ کبار اور امیر المومنینؑ کے اصحاب میں سے تھے بڑے بہادر تھے اور ۲۳ھ میں ابوموسیٰ کے ساتھ رے کا علاقہ فتح کیا اور جنگ صفین میں امیر المومنینؑ نے انصار کا علم انہیں دیا۔ ۵۱ھ میں وفات پائی عمرو کے علاوہ ان کا ایک بیٹا علی نامی عمر سعد کے لشکر میں کربلا میں تھا اس کا بھائی عمرو جب شہید ہوگیا تو اس ملعون نے امام حسینؑ کو پکار کر کہا۔ یاحسین یا کذاب بن الکذاب اضللت اخی وغررته حتی قتلته۔ اے حسین تو نے میرے بھائی کو گمراہ کیا اور اسے دھوکہ دے کر قتل کر دیا۔

حضرت نے فرمایا خدا نے تیرے بھائی کو گمراہ نہیں کیا بلکہ اسے ہدایت کی ہے اور تجھے گمراہ رکھا ہے اس ملعون نے کہا خدا مجھے قتل کرے اگر میں تجھے قتل نہ کروں مگر یہ کہ تیرے پاس پہنچنے سے پہلے میں ہلاک ہوجاؤں پس اس شیطان نے آپ پر حملہ

کیا۔ نافع بن ہلال نے اسے نیزہ لگایا اور اسے زمین پر گرا دیا۔ عمر سعد کے ساتھیوں نے حملہ کر کے اسے نجات دلائی پھر اس نے علاج کرایا اور ٹھیک ہو گیا۔ عمرو بن قرظہ وہ بزرگوار ہیں کہ جنہیں امام حسینؑ نے عمر سعد کے پاس بھیجا تھا۔ اور اس سے یہ خواہش کی تھی کہ رات کے وقت آپ سے آ کر ملے کہتے ہیں جب ملاقات ہوئی تو حضرت نے اسے اپنی مدد و نصرت کی دعوت دی عمر نے عذر کیا اور کہا کہ مجھے خوف ہے کہ گھر میرا تباہ کر دیں گے حضرت نے فرمایا میں تیرے لیے مکان بنا دوں گا۔ عمر نے کہا میری جائیداد لے لیں گے۔ حضرت نے فرمایا میں اس سے بہتر جاگیر حجاز میں تجھے دوں گا۔ عمر نے قبول نہ کیا۔ عمرو بن قرظہ نے دسویں کے دن عمر سعد پر تعریض کرتے ہوئے کہا دون حسین کجھی ودازی مقصد یہ تھا کہ عمر سعد نے اس خیال سے کہ اس کا خانہ خراب نہ ہو حسینؑ سے اعراض کر لیا اور کہا میرا گھر منہدم ہو جائے گا۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ میری جان اور گھر حسینؑ پر فدا ہو۔

سوید بن عمرو بن ابی مطاع خثعمیؒ کی شہادت

سوید بن عمرو نے جنگ کا ارادہ کیا وہ شریف النسب انسان اور زاہد و نمازی تھے شیر بیشہ کی طرح حملہ کیا۔ اور زخموں پر بہت صبر کیا اتنے زخمی ہوئے کہ ان کے اعضاء و جوارح سست ہو گئے اور مقتولین کے درمیان گر پڑے اسی حالت میں رہے۔ یہاں تک کہ یہ آواز سنی کہ حسینؑ شہید ہو گئے اب بے تاب ہو گئے ان کے پاس ایک چھری تھی اُسے نکالا اور بڑی مشقت کے ساتھ کچھ دیر جنگ کی یہاں تک کہ شہید ہوئے ان کا قاتل عروہ بن بکار تغلبی اور زید بن ورقا تھا۔ سوید بزرگوار اصحاب میں سے آخری شہید ہیں۔ رحمۃ اللہ ورضوانہ علیہم اجمعین واشرکنا معہم الہ الحق میں۔

ارباب مقاتل کہتے ہیں کہ اصحاب حسینؑ کا یہ معمول تھا کہ جو کوئی ان میں سے میدان جنگ کا ارادہ کرتا تو وہ امام کی خدمت میں حاضر ہوتا اور عرض کرتا۔ السلام علیک یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت انہیں جواب دیتے اور فرماتے ہم بھی تمہارے پیچھے آ رہے ہیں اور اس آیت مبارکہ کی تلاوت فرماتے پس ان میں سے بعض نے اپنا عہد و وعدہ پورا کیا اور ان میں سے کچھ انتظار کر رہے ہیں۔ اور انہوں نے کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا۔

عاشورہ کے دن جوانان بنی ہاشم کی شہادت کا بیان

جب اصحاب حسینؑ سب شہید ہو گئے اور ان میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا تو جوانان بنی ہاشم کی باری آئی پس امیر المومنینؑ کے فرزندان اولاد جعفر و عقیل اور امام حسنؑ کے بیٹے میدان جنگ میں جانے کے لیے تیار ہوئے اور ایک دوسرے کو وداع کرنے لگے اور کیا خوب کہا گیا ہے۔

لو کنت ساعة بیننا ما بیننا
وشهدت کیف نکررا التودیعاً
ایقنت أنّ من الدموع محدثاً
وعلمت ان من الحدیث دُمُوْعَا

اگر ہماری جدائی کے وقت تو ہمارے درمیان ہوتا تو دیکھتا کہ کس طرح بار بار ایک دوسرے سے وداع ہوتے تھے تو تجھے یقین ہو جاتا کہ آنسو بولتے ہیں اور تجھے علم ہوتا کہ بات کی ایک قسم آنسو ہیں۔

جناب ابوالحسن علیؑ بن الحسینؑ اکبر سلام اللہ علیہ (علی اکبر)

آپ کی والدہ لیلی ابومرۃ بن عروہ بن مسعود ثقفی کی بیٹی تھیں اور عروہ بن مسعود اسلام کے چار بڑے سرداروں میں سے ایک اور بڑے مشہور لوگوں میں سے تھے اور ان کو شکل صاحب یٰسن اور عیسیٰ بن مریم سے زیادہ شباہت رکھنے والا کہتے تھے جناب علی اکبر علیہ السلام بہت خوبصورت تھے۔ اور سیرت وصورت میں حضرت رسالت مآبؐ سے سب سے زیادہ شباہت رکھتے تھے شجاعت علی مرتضیٰ سے لی تھی اور تمام محامد ومحاسن کے ساتھ معروف تھے جیسا کہ ابوالفرج نے مغیرہ سے روایت کی ہے کہ ایک دن معاویہ اپنی خلافت کے زمانہ میں کہنے لگا کہ خلافت کے لائق سب سے زیادہ کون شخص ہے۔ لوگ کہنے لگے ہم تو تیرے علاوہ کسی کو خلافت کے لائق نہیں سمجھتے۔ معاویہ کہنے لگا ایسا نہیں ہے بلکہ سب سے زیادہ خلافت کے لائق علی بن الحسینؑ ہے کہ جس کا نانا رسول خدا ہے جو شجاعت بنی ہاشم سخاوت بنی امیہ اور حسن منظر وافتخار ثقیف کا مجموعہ ہے خلاصہ یہ کہ یہ جوان رعنا عازم میدان جنگ ہوا اور اپنے پدر بزرگوار سے جہاد کی اجازت طلب کی حضرت نے انہیں میدانِ کارزار کی اجازت دی۔ جناب علی اکبر جب میدان کی طرف روانہ ہوئے تو اس مہربان باپ نے ایک مایوسانہ نگاہ اس جوان کی طرف کی اور رونے لگے اور اپنی ریش مبارک آسمان کی طرف بلند کر کے عرض کیا اے میرے پروردگار اس قوم پر گواہ رہنا۔ اب ان کی طرف مبارزت کے لیے وہ جوان جا رہا ہے جو خلقت وخلق وگفتار میں تیرے نبیؐ سے بہت زیادہ مشابہت رکھتا ہے جب ہم تیرے نبیؐ کی زیارت کے مشتاق ہوتے تو اس جوان کے چہرہ پر نظر کرتے خدایا ان سے زمین کی برکتیں روک لے اور انہیں متفرق وپراگندہ کردے اور انہیں مختلف راستوں پر ڈال دے اور ان کے والیوں کو ان سے کبھی راضی نہ رکھ اس وقت آپ نے ابن سعد ملعون کو پکار کر کہا ہم سے کیا چاہتا ہے۔ خداوند عالم تیرے رحم کو قطع کرے اور تیرے معاملہ کو تیرے لیے مبارک نہ قرار دے اور میرے بعد تجھ پر ایسے شخص کو مسلط کرے جو تجھے تیرے بستر پر قتل کردے کیونکہ تو نے میرے رحم کو قطع کیا ہے اور رسولؐ خدا سے میری قرابت کا خیال نہیں رکھا۔ پھر آپ نے بلند آواز سے یہ آیت تلاوت فرمائی ان الله اصطفیٰ آدم ونوحا وال ابراهیم وآل عمران علی العالمین . ذریةً بعضها من بعض والله سمیع علیم ۔ ادھر شہزادہ علی اکبر خورشید

تاباں کی طرف افق میدان پر طلوع ہوئے اور کچھ عرصہ میدان کو اپنے نور طلعت کی شعاع سے جو کہ جمال پیغمبرؐ کی خبر دیتا تھا منور کیا۔

ذکروابطلعتہ النبی فھللوا
لما بدا بین الصفوف وکبروا
فافتتن فیہ الناظرون فاصبعٌ
یومی الیہ بھا وعینٌ تنظر

اس کے جمال رُخ کو دیکھ کر ان لوگوں کو نبیؐ یاد آ گئے پس انہوں نے لا الہ الا اللہ کہا جب وہ صفوں کے درمیان ظاہر ہوا اور تکبیر کہی۔ پس دیکھنے والے اس کے جمال پر فریفتہ ہو گئے اور انگلی کا اشارہ اس کی طرف ہونے لگا اور آنکھ دیکھنے لگی۔ پس شہزادے نے حملہ کیا اور ان کے قوت بازو نے (جو حیدر صفدر کی شجاعت کی یاد دلاتی تھی) اس لشکر میں اثر دکھایا اور یہ رجز پڑھا۔ انا علی بن الحسین بن علیؑ۔ نحن وبیت اللہ اولیٰ بالنبی اضربکم بالسیف حتیٰ ینثنی۔ ضرب غلام ھاشمی علویؑ۔ ولا یزالو الیوم احمی عن ابی تاللہ لایحکم فینا ابن الدعی۔

میں علی بن الحسین بن علی ہوں۔ کعبہ کی قسم ہم نبیؐ سے زیادہ قربت رکھتے ہیں۔ میں تمہیں تلوار سے ماروں گا یہاں تک کہ وہ ٹیڑھی ہو جائے گی۔ یہ جوان ہاشمی علوی کی ضرب ہو گی اور آج میں اپنے باپ کی حمایت کرتا ہی رہوں گا۔ خدا کی قسم ہم میں حرامزادے کا حکم نہیں چلے گا آپ یونہی حملہ کرتے اور ان بدبختیوں کو اپنی آتشبار تلوار کی خوراک بناتے اور جس طرف رُخ کرتے تو ایک گروہ کو خاک ہلاکت پر گراتے آپ نے اتنے افراد ان میں سے قتل کیے کہ ان کے شوروغوغا کی صدا بلند ہوئی اور بعض نے روایت کی ہے کہ ایک سو بیس ملاعین کو قتل کیا تو اس وقت آفتاب کی گرمی پیاس کی شدت زخموں کی کثرت اور ہتھیاروں کی سنگینی نے آپ کو تھکا دیا۔ علی اکبر میدان سے واپس اپنے باپ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا اے بابا پیاس نے مجھے قتل کر دیا ہے۔ اور ہتھیاروں کے بوجھ نے مجھے تھکا دیا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے۔ کہ مجھے ایک گھونٹ پانی آپ پلا دیں۔ تاکہ آپ کے دشمنوں سے جنگ کرنے میں اس سے قوت حاصل کروں۔ حضرت نے سیلاب اشک اپنی آنکھوں سے بہایا اور فرمایا واغوثاہ ہائے۔ بیٹا تھوڑی دیر اور جنگ کرو پھر بہت جلدی اپنے نانا رسولؐ خدا سے ملاقات کرو گے اور وہ تمہیں ایسا پانی پلائیں گے کہ جس کے بعد کبھی پیاسے نہیں ہو گے اور دوسری روایت ہے کہ آپ نے فرمایا بیٹا اپنی زبان نکالو پھر علی اکبر کی زبان اپنے منہ میں داخل کی اور اسے چوسا اور اپنی انگوٹھی انہیں دی۔ اور فرمایا اس کو اپنے منہ میں رکھو اور دشمنوں سے جہاد کرنے کے لیے واپس جاؤ کیونکہ میں اُمید رکھتا ہوں کہ رات ہونے سے پہلے تمہیں نانا کوثر کے لبریز پیالے سے سیراب کریں گے کہ جس کے بعد کبھی پیاسے نہیں ہو گے پس علی اکبر میدان کی طرف پلٹے اور یہ رجز پڑھا۔

الحربُ قد بانت لھا الحقائق
ظھرت من بعدھا مصادقُ

واللہ رَبّ العرش لانُفارقُ

جُموعکم اوتغمد البوارِقُ

جنگ کے حقائق اور اس کے بعد اس کے مصادیق ظاہر ہوئے عرش کے مالک خدا کی قسم ہم تمہاری جماعتوں سے پلٹیں گے نہیں جب تک چمکنے والی تلواریں نیام میں نہ چلی جائیں پس آپ ان کفار پر ٹوٹ پڑے اور دائیں بائیں کسی کو مارتے کسی کو قتل کرتے یہاں تک کہ اسی افراد جہنم واصل کئے اس وقت مرۃ بن منقذ عبدی ملعون نے موقعہ پاکر آپ کے سر پر تلوار چلائی جس سے آپ کے فرق مبارک میں شگاف پڑ گیا۔ اور آپ بے حال ہو گئے اور ایک روایت کے مطابق مرۃ بن منقذ نے علی اکبر کو دیکھا کہ وہ حملہ کر رہے ہیں۔ اور رجز پڑھ رہے ہیں تو وہ کہنے لگا سب عرب کے گناہ میرے ذمے ہوں اگر اس جوان کا گزر میرے پاس سے ہو اور میں اس کے باپ کو اس کا سوگوار نہ کروں پس حملہ کرتے کرتے شہزادے کا گزر اس ملعون کے قریب سے ہوا مرۃ لعین نے آپ کے نیزہ مارا اور انہیں بے حال کر دیا۔ پہلی روایت کے مطابق باقی سواروں نے بھی شہزادے پر تلواریں چلائیں یہاں تک کہ آپ کی قوت جواب دے گئی اپنے ہاتھ گھوڑے کی گردن میں ڈال دیئے اور گھوڑے کی باگ چھوڑ دی گھوڑا آپ کو لشکر اعداء میں ادھر سے ادھر لے جاتا اور جس بے رحم کے قریب سے گزرتا وہ شہزادے پر وار کرتا یہاں تک کہ آپ کا بدن ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور ابو الفرج کہتا ہے کہ آپ پر حملہ کر رہے تھے یہاں تک کہ ایک تیر آپ کے حلق پر لگا اور اس کے پار ہو گیا اور آپ اپنے خون میں لوٹنے لگے۔ اب تک شہزادہ صبر سے کام لے رہا تھا۔ یہاں تک کہ وہ وقت قریب آیا کہ بہشت عنبر سرشت کی طرف رُوح پرواز کرے تو آواز دی اے بابا علیک منی السلام آپ پر میرا سلام ہو۔ یہ ہیں میرے نانا رسول خدا جو آپ کو سلام کہہ رہے ہیں اور کہتے ہیں آنے میں جلدی کرو۔ اور دوسری روایت کی بناء پر آواز دی بابا یہ ہیں نانا رسول خدا جنہوں نے مجھے کوثر کا لبریز پیالہ پلایا ہے کہ جس کے بعد میں کبھی پیاسا نہیں ہونگا۔ اور وہ فرما رہے ہیں جلدی جلدی آؤ کیونکہ آپ کے لیے بھی کوثر کا پیالہ لیے ہوئے ہیں تا کہ آپ بھی ابھی آ کر پئیں پس حضرت سید الشہداء اس کشتہ تیغ ستم و جفا کے سرہانے آئے اور سید ابن طاؤس کی روایت کے مطابق اپنا رخسار شہزادے کے رخسار پر رکھ دیا اور فرمایا خدا قتل کرے اس جماعت کو جس نے تجھے قتل کیا انہیں کس چیز نے جری کر دیا ہے کہ وہ خدا اور رسولؐ سے نہیں ڈرتے اور انہوں نے حرمت رسول کا پردہ چاک کر دیا ہے۔ پس آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور فرمایا بیٹا علی الدنیا بعدک العفا تیرے بعد دنیا اور زندگانی دنیا پر خاک ہے شیخ مفید فرماتے ہیں اس وقت جناب زینب خیمہ سے باہر نکلیں اور آپ حالت اضطراب میں علی اکبر کی لاش کی طرف آ رہی تھیں اور اپنے بھتیجے پر گریہ کر رہی تھیں جب لاش کے قریب پہنچیں تو اپنے آپ کو لاش پر گرا دیا حضرت نے اپنی بہن کا سر بیٹے کی لاش سے اٹھایا اور انہیں خیمہ میں واپس لائے اور ہاشمی جوانوں کی طرف رُخ کر کے فرمایا اپنے بھائی کی لاش اٹھا لاؤ۔ پس وہ شہزادے کی لاش اٹھا لائے اور لا کر اس خیمہ میں رکھ دی کہ جس کے سامنے وہ جنگ کرتے تھے مولف کہتا ہے کہ حضرت علی اکبر کے متعلق دو اختلاف ہیں یہ کہ وہ کب شہید ہوئے۔ شیخ مفید سید ابن طاؤس طبری اور ابن کثیر اور ابو الفرج وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ اہل بیتؑ میں سے سب سے پہلے شہید علی اکبر ہیں اور ان کی تائید کرتی ہے شہداء کی مشہور زیارت السلام علیک یا اول قتیل من نسل خیر سلیل سلام ہو آپ پر اے بہترین نسل کے پہلے شہید۔ لیکن بعض ارباب مقاتل نے اہل بیتؑ میں سے پہلا شہید عبداللہ بن مسلم کو

قرار دیا ہے اور علی اکبر کی شہادت تمام شہداء کے آخر میں بیان کی ہے اور دوسرا اختلاف ان کے سن شریف میں ہے کہ آیا شہادت کے وقت ان کی عمر اٹھارہ انیس سال تھیں یا پچیس سال اور آپ حضرت سید سجادؑ سے چھوٹے تھے یا بڑے اور علماء کے درمیان اس اختلاف ہے ہم نے دوسری جگہ اس اختلاف اور اپنے نقطہ نظر کو بیان کیا ہے بہر حال جتنی مدت اس دنیا میں رہے اپنی زندگی عبادت و ریاضت مساکین کو کھانا کھلانے اور مہمانوں کی عزت وتکریم کرتے وسعت اخلاق اور توسعہ ارزاق میں گذاری یہاں تک کہ ان کی مدح میں کہا گیا کہ روئے زمین پر ان کی مثل چشم فلک نے انہیں دیکھی۔ الخ اور ان کی زیارت میں پڑھا جاتا ہے۔

السلام علیك ایها الصدیق والشهید المکرم والسید المقدم الذی عاش سعیدًا ومات شهیدا وذهب فقیدا فلم تتمتع من الدنیا الا بالعمل الصالح ولم تتشاغل الا بالمتجر الرابح۔

عمل صالح کے علاوہ دنیا کی لذت حاصل نہیں کی اور نفع مند تجارت کے علاوہ کسی چیز میں مشغول نہیں ہوئے اور کس طرح ایسا نہ ہو وہ نوجوان جو رسول خداؐ سے سب سے زیادہ مشابہت رکھتا تھا اور جس نے جنت کے جوانوں کے دو سرداروں سے آداب سیکھے ہوں اسی طرح اس بات کی اس زیارت مروجہ کی عبارت خبر دیتی ہے۔ جو معتبر ہے۔ السلام علیک یابن الحسن والحسین اے حسنؑ وحسینؑ کے بیٹے آپ پر سلام ہو اور یہ کہ آیا آپ کی والدہ میدان کربلا میں موجود تھیں یا نہیں۔ ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ موجود نہیں تھیں اور کتب معتبرہ میں اس سلسلہ میں مجھے کوئی چیز نہیں مل سکی باقی رہی وہ بات جو مشہور ہے کہ علی اکبر کے میدان کی طرف جانے کے بعد حضرت امام حسینؑ ان کی والدہ لیلیٰ کے پاس گئے اور ان سے فرمایا کہ اُٹھو تنہائی میں جا کر دعا کرو اپنے بیٹے کے لیے کیونکہ میں اپنے نانا سے سنا تھا کہ ماں کی دعا بیٹے کے حق میں قبول ہوتی ہے۔ الخ ہمارے شیخ واستاد (علامہ میرزا حسین نوری) کی فرمائش کے مطابق یہ سب غلط ہے۔

شہادت عبداللہ بن مسلم بن عقیل

محمد بن ابوطالب فرماتے ہیں کہ پہلا شخص امام حسینؑ کے اہل بیت میں سے جو مبارزہ کے لیے باہر آیا۔ وہ عبداللہ بن مسلم تھے رجز پڑھتے تھے اور فرماتے تھے آج میں مسلم سے جا ملوں گا۔ جو میرے باپ ہیں اور ان جوانمردوں سے جاملوں گا جو دین نبیؐ پر باقی رہے اور وہ اُس گروہ میں سے نہیں تھے جو جھوٹا مشہور ہے بلکہ یہ تو بہترین اور کریم النسب ہاشمی سادات کے صاحب نسب لوگ تھے۔ انہوں نے جنگ کی اور اٹھانوے افراد کو تین حملوں میں واصل جہنم کیا آخرکار عمرو بن صبیح ملعون نے آپ کو شہید کیا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

ابوالفراج کہتا ہے کہ ان کی والدہ جناب رقیہ امیرالمومنینؑ کی صاحبزادی تھیں۔ شیخ مفید اور طبری نے روایت کی ہے۔ کہ عمرو بن صبیح نے عبداللہ کی طرف تیر پھینکا عبداللہ نے اپنا ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھ لیا۔ جب تیر آیا تو اس نے ان کی ہتھیلی کو پیشانی کے ساتھ جوڑ دیا۔ عبداللہ اپنے ہاتھ کو حرکت نہ دے سکے۔ پھر ایک دوسرے ملعون نے آپ کے قلب مبارک پر نیزہ لگایا۔ اور انہیں شہید کر دیا۔ ابن

اثیر کہتا ہے کہ مختار نے زید بن رقاد کو گرفتار کرنے کے لیے ایک گروہ بھیجا۔ یہ زید کہا کرتا تھا کہ میں نے اہل بیت امام حسینؑ میں سے ایک جوان کو تیر مارا تھا جب کہ اس کا ہاتھ پیشانی کے اوپر تھا۔ اور جب میں نے اسے تیر مارا تو میں نے سنا وہ کہہ رہا تھا خدایا اس گروہ نے ہمیں ذلیل قلیل سمجھا ہے۔ خدایا انہیں اسی طرح قتل کر جیسے انہوں نے ہمیں قتل کیا ہے۔ اس کا نام عبداللہ بن مسلم تھا۔ پس اس کو ایک اور تیر لگایا گیا میں اس کے پاس گیا دیکھا کہ وہ مرا پڑا ہے۔ میں نے اس کے دل پر سے تیر کھینچا اور چاہا کہ اس کی پیشانی والا تیر نکالوں وہ باہر نہ نکلا پس میں پے در پے ہلاتا رہا یہاں تک کہ باہر نکال لیا جب دیکھا تو اس کا پھل پیشانی میں رہ گیا تھا اور تیر باہر نکل آیا تھا۔ خلاصہ یہ کہ مختار کے آدمی اس کو گرفتار کرنے کے لیے آئے زید بن رقاد تلوار لیے ہوئے ان کی طرف نکلا ابن کامل جو لشکر مختار کا سردار تھا کہنے لگا نیزہ اور تلوار نہ مارنا بلکہ اس پر تیر اور پتھر برساؤں پس اتنے تیر اور پتھر اس ملعون پر برسائے گئے کہ وہ زمین پر گرا اور اس کا نجس بدن آگ میں ڈال دیا گیا جب کہ ابھی زندہ تھا اور مرا نہیں تھا۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسلم کی شہادت کے بعد آل ابوطالبؑ نے مل کر حملہ کیا جب امام حسینؑ نے دیکھا تو پکار کر کہا۔ صبرًا علی الموت یابنی عمومتی۔ اے میرے چچازاد بھائیو! موت پر صبر کرو ابھی میدان سے واپس نہیں پلٹے تھے کہ محمد بن مسلم زمین پر گرے اور شہید ہو گئے رضوان اللہ علیہ اور ان کا قاتل ابو مرہم ازدی اور لقیط بن ایاس جہنی تھا۔

محمد بن عبداللہ بن جعفرؑ کی شہادت

محمد بن عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ مبارزہ کے لیے نکلے اور یہ رجز پڑھا۔ میں دشمن کی اللہ سے شکایت کرتا ہوں جس قوم کے افعال ہلاکت میں ڈالتے ہیں اور وہ قوم اندھی ہے۔ انہوں نے قرآنی احکام اور محکم تنزیل وتبیان کو بدل دیا ہے اور سرکشی کے ساتھ کفر کا مظاہرہ کیا ہے۔ پس آپ نے دس افراد کو ہلاک کیا اور عامر بن نہشل تمیمی نے انہیں شہید کیا۔ ابوالفرج کہتا ہے کہ ان کی ماں خوصاء بنت حفص بکر بن وائل قبیلہ سے تھیں اور سلیمان بن رقہ نے اپنے مرثیہ میں ان کی شہادت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے۔ نبی کا ہم نام ان میں پھنس گیا انہوں نے کاٹنے والی صیقل شدہ تلوار سونتی۔ پس جب میں رونے لگوں تو اے میری آنکھ تو سخاوت کر ایسے آنسو سے جو ہر بہنے والی جگہ پر بہیں۔

عون بن عبداللہ بن جعفرؑ کی شہادت

طبری کہتا ہے کہ لوگوں نے انہیں ہر طرف سے گھیر لیا۔ پس عبداللہ بن قطنہ طائی نبہانی نے عون بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب علیہ السلام پر حملہ کیا۔ مناقب میں ہے کہ عون مبارزہ کے لیے نکلا اور جنگ شروع کی اور یہ رجز پڑھا۔ اگر مجھے نہیں پہچانتے تو میں جعفر کا بیٹا ہوں جو سچا شہید ہے جنت میں زیادہ روشن چہرہ والا جو جنت میں سبز پروں کے ساتھ اڑتا ہے اور میدان محشر میں یہ شرف کافی

ہے پس جنگ کے تین سواروں اور اٹھارہ پیادوں کو زندگی کی سواری سے پیادہ کیا۔ بالآخر عبداللہ بن قطنہ کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔

ابوالفرج کہتا ہے کہ ان کی والدہ جناب زینب عقیلہ دختر نیک اختر امیر المومنینؑ وفاطمہ بنت رسول خداؐ تھیں۔ اور سلیمان بن قتنہ نے اپنے قول میں ان کی طرف اشارہ کیا ہے اگر رونا چاہتی ہو تو ان کے بھائی عون پر گریہ کرو جو مصیبتوں میں چھوڑ کر جانے والا نہیں۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ ذوی القربیٰ ہی مصیبت میں پھنسے پس طویل مصائب پر گریہ کرو۔

اس زیارت میں ہے کہ جس کے ساتھ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ رحمۃ اللہ نے زیارت کی۔

السلام عليك ياعون بن عبدالله بن جعفر بن ابى طالب السلام عليك يابن الناشى فى حجر رسول الله ﷺ والمقتدى باخلاقِ رسول الله والذاب عن حريم رسول الله صبيًا وَالزائد عن حرم رسول الله ﷺ مباشراً اللحتوف مجاهداً بالسيوف قبل ان يقوى جسمه ويشتد عظمه ويبلغ اشده(الى ان قال) فتقربت والمنايا دانيةٌ وزحفت والنفس مطمئنةٌ طيبةٌ تلقىٰ بوجهك بِوادة السِهامِ وتباشِرْ بمهجتك حدّا الحسامِ حتىٰ وفدتَ الى الله تعالىٰ باحسن عملٍ۔

اے رسولؐ کی گود میں پلنے والے کے بیٹے جو رسول اللہؐ کے اخلاق کی اقتداء کرتا تھا اے بچپن میں حرم رسولؐ سے دشمنوں کو دور کرنے اور روکنے والے موتوں کے ساتھ کھیلنے والے تلواروں سے جہاد کرنے والے جسم کے قوی ہونے اور ہڈی کے مضبوط ہونے اور بلوغ سے پہلے شہید ہو جانے والے تم پر سلام ہو (یہاں تک کہ کہا) پس تو آگے بڑھا جب کہ موت قریب تھی تو میدان کی طرف اپنے آپ کو گھسیٹ رہا تھا۔ جب کہ نفس مطمئن اور خوش تھا۔ آنے والے تیر تو اپنے چہرہ پر لیتا تھا اور تلوار کی دھار کو سر پر روکتا تھا۔ یہاں تک کہ تو بہترین عمل لے کر بارگاہِ خدا میں حاضر ہوا۔ الخ۔

اہل بیت میں سے شہید ہونے والے ایک عبدالرحمن بن عقیل ہیں۔

جو میدان میں گئے اور رجز پڑھا کہ میرا باپ عقیل ہے بنی ہاشم میں میرے مقام کو پہچانو اور بنی ہاشم میرے بھائی ہیں جن کے بوڑھے سچے اور اپنے ہم پلہ لوگوں کے سردار ہیں یہ حسینؑ بلند بنیاد والے ہیں۔ جو جوانوں کے ساتھ ساتھ بوڑھوں کے بھی سردار ہیں۔

پس سترہ افراد شہسواران لشکر میں قتل کئے اس وقت عثمان بن خالد جہنی کے ہاتھوں درجہ رفیعہ شہادت پر فائز ہوئے۔ طبری کہتا ہے کہ مختار نے بیاباں سے دو ایسے افراد کو گرفتار کیا جو عبدالرحمن بن عقیل کے خون بہانے اور ان کے لباس اتارنے میں شریک

تھے مختار نے سر قلم کرنے کے بعد ان کو آگ میں جلا دیا۔

اور ایک جعفر بن عقیل ہیں جو کہ مبارزہ کے لیے نکلے اور رجز پڑھا۔ میں ابطحی وطالبی نوخیز ہوں ہاشم کی اس جماعت میں سے جو غالب سے ہیں۔ حق یہ ہے کہ ہم چوٹی کے لوگوں کے سردار ہیں۔ یہ حسینؑ پاکیزہ سے پاکیزہ تر ہیں پس دو افراد اور ایک قول ہے کہ پندرہ سواروں کو قتل کیا اور بشر بن سوط ہمدانی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

ایک عبداللہ اکبر بن عقیل رضی اللہ عنہ ہیں۔

کہ جنہیں عثمان بن خالد اور قبیلہ ہمدان کے ایک شخص نے مل کر شہید کیا۔ اور محمد بن مسلم بن عقیل ان کو ابو مرہم ازدی اور لقیط بن ایاس جہنی نے شہید کیا۔ اور محمد بن ابو سعید بن عقیل رحمہ اللہ کو لقیط بن یاسر جہنی نے تیر کے زخم سے شہید کیا۔

مولف کہتا ہے کہ میں نے شہادت علی اکبرؑ کے بعد عبداللہ بن مسلم کی شہادت بیان کی ہے پس روایات معتبرہ کی بناء پر اولاد عقیل میں سے جتنے شہید ہوئے ہیں۔ جناب مسلم سمیت ان کی تعداد سات ہے اور سلیمان بن قتہ نے بھی ان کی تعداد سات بیان کی ہے۔ چنانچہ وہ امام حسینؑ کے مرثیہ میں کہتا ہے اے آنکھ آنسو بہا اور چیخ کر رو پس ندبہ کر اگر آل رسولؐ پر رونا چاہتی ہے چھ تو سب کے سب صلب علیؑ سے تھے جو شہید ہوئے اور سات عقیل کے۔

شہادت جناب قاسم بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہ السلام

قاسم بن حسنؑ نے عزم جہاد کے ساتھ معرکہ جنگ میں قدم رکھا۔ جب سید الشہدء کی نگاہ اپنے بھتیجے پر پڑی کہ وہ اپنا سر ہتھیلی پر رکھ کر میدان کی طرف جا رہا ہے تو آپ بے تاب ہو کر آگے بڑھے اور قاسم کی گردن میں ہاتھ ڈال دیئے اور ان کو گلے لگایا اور دونوں اتنا روئے کہ روایت میں وارد ہے۔ قد غشی علیہا دونوں بیہوش ہو گئے۔ پس قاسم نے گڑ گڑا کر جنگ کی اجازت چاہی آپ نے عذر فرمایا اور تیار نہ ہوئے تو قاسم رونے لگے اور اپنے چچا کے ہاتھ اور پاؤں کے اتنے بوسے لیے کہ حضرت نے اجازت دے ہی دی۔ پس جناب قاسم میدان میں آئے جب کہ ان کے آنسو رخساروں پر جاری تھے اور وہ فرما رہے تھے کہ اگر تم مجھے نہیں پہچانتے تو پہچان لو میں حسنؑ کا بیٹا ہوں جو نبی مصطفی کے نور سے تھے یہ حسینؑ ایسے لوگوں کے درمیان جنہیں بارش کا پانی نصیب نہ ہوگا گردی رکھے ہوئے قیدی کی طرح ہو گئے ہیں۔ پس گھمسان کی جنگ کی اور اس صغر سنی اور بچپنے کے باوجود پینتیس ناریوں کو فی النار کیا۔ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں عمر سعد کے لشکر میں تھا میں نے ایک بچے کو میدان میں آتے دیکھا گویا وہ چاند کا ٹکڑا تھا اور قمیص اس نے پہن رکھی تھی اور اس کے پاؤں میں جوتا تھا اور اس کے ایک جوتے کا تسمہ ٹوٹا ہوا تھا اور میں نہیں بھولتا وہ بائیں جوتے کا تسمہ تھا عمرو بن سعد ازدی کہنے لگا خدا کی قسم میں اس لڑکے پر حملہ کروں گا اور اس سے قتل کر کے چھوڑوں گا۔ میں نے کہا سبحان اللہ یہ کیسا ارادہ ہے جو تو نے کیا ہے۔ یہ گروہ جس نے اس کو گھیر رکھا ہے یہی اس کا کام تمام کرنے کے لیے کافی ہے اب تیرے لیے ضروری نہیں کہ تو اس کے خون میں شریک ہو وہ کہنے لگا

خدا کی قسم میں اس ارادہ سے باز نہیں آؤں گا پس اس نے گھوڑ دوڑایا اور منہ نہ موڑا یہاں تک کہ شہزادہ مظلوم کے سر پر تلوار کا وار کیا جس سے اس کا سر کھل گیا پس قاسم منہ کے بل زمین پر گرے اور فریاد کی یا عماہ اے چچا جب قاسم کی آواز حسینؑ کے کانوں تک پہنچی تو آپ اس تیزی کے ساتھ نکلے جیسے عقاب بلندی سے نیچے کی طرف آتا ہے۔ صفوں کو چیرتے ہوئے شیر غضب ناک کی طرح فوج پر حملہ کیا۔ یہاں تک کہ عمر ملعون قاسم کے قاتل کے پاس پہنچے اور تلوار اس کے حوالہ کرنی چاہی اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا آپ نے اس کا ہاتھ کہنی سے کاٹ دیا۔ پس اس ملعون نے بہت بڑی چیخ ماری کہ لشکر کو ذہ حرکت میں آ گیا اور لشکر نے حملہ کیا تا کہ شاید وہ عمرو کو آپ کے چنگل سے چھڑا سکیں۔

جب لشکر نے ہجوم کیا تو اس ملعون کا بدن گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال ہو گیا اور وہ قتل ہو گیا۔ پس جب غبار جنگ چھٹا تو لوگوں نے دیکھا کہ امام حسینؑ قاسم کے سرہانے بیٹھے ہیں اور وہ نوجوان جان کنی کی حالت میں ہے اور زمین پر ایڑیاں رگڑ رہا ہے اور اس کی روح اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کرنے کے لیے تیار ہے۔ حضرت فرما رہے ہیں کہ خدا کی قسم تیرے چچا کے لیے دشوار ہے کہ تو اس کو پکارے اور وہ جواب نہ دے سکے اور اگر جواب دے بھی تو تیری مدد نہ کر سکے اور اگر مدد کرے بھی تو اس کا تجھے کوئی فائدہ نہ پہنچے خدا کی رحمت سے وہ گروہ دور رہے۔ جس نے تجھے قتل کیا ہے یہ وہ دن ہے کہ جس میں اس کے دشمن زیادہ اور مددگار تھوڑے ہیں اس وقت قاسم کو زمین سے اٹھایا اور اس کا سینہ اپنے سینہ کے ساتھ لگایا ہوا تھا اور خیموں کی طرف روانہ ہوئے جب کہ قاسم کے پاؤں زمین پر گھسٹتے جا رہے تھے پس اس کو لے جا کر اپنے بیٹے علی اکبر کے ساتھ اہل بیتؑ کے مقتولین کے پاس لٹا دیا اس وقت فرمایا خدایا تو جانتا ہے کہ اس جماعت نے ہمیں دعوت دی۔ کہ وہ ہماری مدد کریں گے اب ہماری مدد سے دستبردار ہو کر ہمارے دشمن کے مددگار ہو گئے ہیں اے داد و فریاد رس اس قوم کو نیست و نابود کر دے اور انہیں ہلاک و پراگندہ کر دے اور ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑ اور اپنی مغفرت و بخشش کو ان کے شامل حال نہ کر اس وقت فرمایا اے میرے چچازاد بھائیو اور اے میرے اہل بیتؑ صبر و شکیبائی اختیار کرو اور جان لو کہ اس کے بعد ذلت و خواری کا دن نہیں دیکھو گے اور مخفی نہ رہے کربلا میں قاسم کی دامادی کا قصہ اور ان کی فاطمہ بنت الحسینؑ سے شادی ہونا صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ کتب معتبرہ میں نظر نہیں آیا۔ علاوہ اس کے امام حسینؑ کی دو ہی بیٹیاں تھیں۔ جیسا کہ کتب معتبرہ میں مذکور ہے ایک سکینہ کی شیخ طبرسی کہتے ہیں کہ سید الشہداءؑ نے اس کی عبداللہ سے نسبت کی تھی اور رزقاف اور رخصتی سے پہلے عبداللہ شہید ہو گئے اور دوسری فاطمہ جو حسن مثنیٰ کی زوجہ تھیں جو کربلا میں حاضر ہوا تھا جیسا کہ امام حسنؑ کے حالات میں اس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے اور اگر غیر معتبر اخبار کا سہارا لیا جائے اور کہا جائے کہ امام حسینؑ کی ایک اور فاطمہ بیٹی تھی تو کہیں گے کہ وہ تو پھر فاطمہ صغریٰ تھی جو مدینہ میں رہی اس کا نکاح تو قاسم بن حسن سے نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ العالم۔

شیخ اجل محدث متبع ماہر ثقۃ الاسلام آقائے حاج میرزا حسین نوری نور اللہ مرقدہٗ کتاب لولو والمرجان میں فرماتے ہیں تمام کتب معتمدہ گذشتہ جو فن حدیث انساب اور سیر میں تالیف کی گئی ہیں ان کے مطابق سید الشہداءؑ کی کوئی بیٹی نہیں مل سکتی جو قابل تزویج ہوتا کہ صحت و سقم سے قطع نظر کرتے ہوئے اس واقعہ کا وقوع ممکن ہو۔ باقی رہا معاملہ زبیدہ شہربانو اور قاسم ثانی کاری کا علاقہ اور اس

کے نواح میں جو کہ عوام کی زبان پر جاری ہے تو وہ خیالات واہیہ میں سے ہے کہ جیسے کتاب رموز حمزہ اور اس قسم کی بناوٹی کتابوں کی پشت پر لکھنا چاہیے۔ اور اس کے جھوٹے ہونے کے شواہد بہت زیادہ ہیں اور تمام علماء انساب متفق ہیں کہ قاسم بن حسنؑ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی انتہی کلامہ رفع مقامہ۔ بعض ارباب مقاتل کہتے ہیں کہ قاسم کے بعد

عبداللہ بن حسنؑ علیہ السلام

میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھے اگر مجھے نہیں پہچانتے تو میں حیدر کا بیٹا ہوں جو بیشہ کا شیر تھا جو دشمنوں پر باد صرصر تھا میں تمہیں تلوار سے اس طرح ناپوں گا جیسے پیمانہ ناپتا ہے۔ انہوں نے حملہ کیا اور چودہ افراد کو خاک میں ملایا پس ہانی بن ثبیت حضرمی نے ان پر حملہ کیا اور انہیں شہید کر دیا تو اس ملعون کا چہرہ سیاہ ہو گیا۔ اور ابوالفرج کہتا ہے کہ ابوجعفر باقرؑ نے فرمایا کہ حرملہ بن کاہل اسدی نے عبداللہ کو شہید کیا مولف کہتا ہے کہ ہم عبداللہ کی شہادت امام حسینؑ کے ضمن میں انشاء اللہ بیان کریں گے۔

ابوبکر بن حسن علیہ السلام

کہ جن کی والدہ کنیز تھیں اور جناب قاسم کے پدری مادری بھائی تھے عبداللہ بن عقبہ غنوی نے انہیں شہید کیا اور حضرت امام باقرؑ سے مروی ہے کہ عقبہ غنوی نے انہیں شہید کیا اور سلیمان قتہ نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے اس شعر میں کہ قبیلہ غنوی میں ہمارے خون کا ایک قطرہ ہے اور دوسرا قبیلہ اسد میں جو شمار ہوتا ہے اور بیان ہوتا ہے۔

مولف کہتا ہے کہ میں نے بعض شجرات میں یہ لکھا ہوا دیکھا ہے کہ ابوبکر بن حسن بن علی ابن ابی طالب علیہ السلام طف میں شہید ہوئے اور ان کی کوئی اولاد نہیں اور امام حسینؑ نے ان کی نسبت اپنی بیٹی سکینہ کے ساتھ کی تھی اور ان کا خون بنی غنی میں ہے۔

اولاد امیر المومنین علی علیہ السلام کی شہادت

جناب ابوالفضل العباسؑ نے جب دیکھا کہ ان کے اہل بیتؑ میں سے اکثر شہید ہو چکے ہیں تو انہوں نے اپنے بھائیوں عبداللہ جعفر اور عثمان فرزند امیر المومنینؑ جو ان کی والدہ ام البنین سے تھے کی طرف رخ کیا اور فرمایا میری جان تم پر قربان ہو آگے بڑھو اور اپنے آقا کی حمایت کرو۔ یہاں تک کہ ان کے سامنے شہید ہو جاؤ پس وہ سب آگے بڑھے اور امام حسینؑ کے سامنے کھڑے ہو کر انہیں اپنے چہروں اور گردنوں کے ساتھ دشمن سے بچاتے رہے۔ پس ہانی بن ثبیت الحضرمی نے حملہ کیا عبداللہ بن علیؑ پر اور انہیں

شہید کر دیا پھر جعفر بن علیؑ پر حملہ کیا انہیں بھی شہید کیا۔ اور یزید اصحی نے عثمان بن علیؑ کو تیر مار کر شہید کر دیا۔ پھر ان کی طرف گیا اور ان کا سر قلم کر دیا۔ اور عباس بن علیؑ باقی رہ گئے جو حسینؑ کے سامنے کھڑے تھے ان کے سامنے جنگ کرتے تھے اور جدھر آپ جھکتے وہ جھک جاتے تھے یہاں تک کہ شہید ہوئے سلام اللہ علیہ مولف کہتا ہے کہ یہ چند سطور جو اولاد امیر المومنینؑ کی شہادت کے سلسلہ میں میں نے نقل کی ہے۔ یہ ابوحنیفہ دینوری کی کتاب سے لکھی ہیں جو ایک ہزار سال پہلے لکھی گئی ہے لیکن دوسرے مقاتل میں ہے کہ عبداللہ آگے بڑھے اور یہ رجز پڑھا۔ میں بہادر صاحب فضل کا بیٹا ہوں اور وہ علیؑ تھے بڑے کارناموں والے جو رسول کا انتقام لینے والے تلوار تھے ہر اس دن جس میں ہولناکیاں ظاہر ہوتی تھیں۔ پس سخت جنگ کی یہاں تک کہ ہانی بن ثبیت نے انہیں شہید کیا۔ اس سے قبل دو دو وار ان میں رد و بدل کے ہوئے ابوالفرج کہتا ہے کہ اس وقت ان کا سن پچیس برس تھا۔

جعفر بن علی علیہ السلام

عبداللہ کے بعد میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھا۔ میں بلندیوں کا مالک جعفر ہوں اور بہترین بخشنے والے علیؑ کا بیٹا ہوں۔ میرا حسب میرے چچا جعفر اور خالو جیسا ہے۔ میں سخی حسینؑ صاحب فضل کی حمایت کرتا ہوں۔ ہانی بن ثبیت نے ان پر حملہ کیا اور انہیں شہید کر دیا اور ابن شہر آشوب نے فرمایا ہے کہ خولی اصحی نے آپ کی طرف تیر پھینکا اور وہ ان کی آنکھ کے اوپر لگا اور ابوالفرج نے حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے کہ خولی نے جعفر کو شہید کیا ہے۔

عثمان بن علی علیہ السلام

اس کے بعد مبارزہ کے لیے نکلے اور کہا میں صاحب مفاخر عثمان ہوں میرے والد واضح کارکردگیوں کے مالک علی ہیں یہ حسینؑ بہترین لوگوں کے سردار ہیں اور چھوٹے بڑوں کے آقا ہیں اور جنگ شروع کی یہاں تک کہ خولی اصحی نے ان کے پہلو میں تیر مارا اور انہیں گھوڑے سے زمین پر گرا دیا پھر بنی دارم کے ایک شخص نے ان پر حملہ کیا اور انہیں شہید کر دیا۔

ان کا سر مبارک تن سے جدا کر دیا۔ اور منقول ہے کہ اس دن ان کا سن مبارک اکیس سال تھا اور جس دن پیدا ہوئے تو امیر المومنینؑ نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے بھائی عثمان بن مظعون کے نام پر ان کا نام رکھ رہا ہوں۔

مولف کہتا ہے کہ عثمان بن مظعون جلیل القدر صحابہ کبار اور خواص حضرت رسول خدا میں سے تھے اور حضرت انہیں بہت دوست رکھتے تھے اور وہ بہت صاحب جلالت اور عابد زاہد تھے وہ دن کو روزہ رکھتے تھے اور راتیں عبادت میں گذارتے اور ان کی جلالت شان اس سے زیادہ ہے کہ بیان ہو سکے۔ ذی الحجہ ۲ھ مدینہ طیبہ میں وفات پائی کہتے ہیں کہ وہ پہلے شخص ہیں جو بقیع میں دفن ہوئے اور روایت ہے کہ ان کی وفات کے بعد رسول خدا نے ان کا بوسہ لیا اور جب ابراہیم آنحضرت کے فرزند کی وفات ہوئی تو فرمایا

کہ اپنے سلف صالح عثمان بن مظعون سے جا ملو اور سید سمہوری نے تاریخ مدینہ میں کہا ہے کہ رسول خدا کی سب بیٹیاں (پروردہ) عثمان بن مظعون کے پاس دفن ہوئیں کیونکہ آنحضرت نے عثمان بن مظعون کی وفات کے وقت ان کی قبر کے اوپر ایک پتھر علامت کے طور پر رکھ دیا تھا اور فرمایا اس پتھر کو میں اپنے بھائی کی قبر کی علامت قرار دیتا ہوں اور میری اولاد میں سے جس کی وفات ہوگی اسے یہیں دفن کروں گا۔

ابوبکر بن علی علیہ السلام کی شہادت

ان کا نام معلوم نہیں ہوسکا۔ (بعض نے محمد اصغر یا عبداللہ کہا ہے) ان کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود بن خالد ہیں۔ مناقب میں کہا گیا ہے کہ یہ مبارزہ کے لیے نکلے اور رجز پڑھا۔ میرے باپ طویل مفاخر کے مالک علیؑ ہیں جو بہترین کریم زیادہ صاحب فضل ہاشم کی اولاد ہیں یہ نبی مرسلؐ کے بیٹے حسینؑ ہیں ہم ان کی صیقل شدہ تلوار کے ساتھ حمایت کرتے ہیں۔ ان پر میری جان قربان ہو جو معزز بھائی ہیں اور پے در پے جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ رجز بن بدر یا ایک قول کی بناء پر عقبہ بن غنودی نے انہیں شہید کیا۔ اور مدائنی سے نقل ہوا ہے کہ ان کی لاش نہر سے ملی اور معلوم نہ ہوسکا کہ کس شخص نے انہیں قتل کیا ہے۔ سید ابن طاؤس نے روایت کی ہے کہ حسن مثنیٰ نے اپنے چچا امام حسینؑ کے روبرو عاشورہ کے دن جنگ کی اور مخالفین کے لشکر میں سے سترہ افراد کو قتل کیا اور اٹھارہ زخم ان کے جسم پر لگے زمین پر گر گئے۔ اسماء بن خارجہ جو ان کی والدہ کا رشتہ دار تھا انہیں کوفہ لے گیا اور ان کے زخموں کا علاج کرایا یہاں تک کہ صحت مند ہو گئے اور انہیں مدینہ بھیج دیا۔

آلِ حسینؑ میں سے ایک بچہ کی شہادت

ارباب مقاتل نے کہا ہے کہ امام حسینؑ کے خیموں میں سے ایک بچہ باہر آیا کہ جس کے کانوں میں دو گوشوارے تھے اور وہ وحشت و دہشت سے دائیں بائیں دیکھتا اور وہ اس واقعہ ہولناک سے اتنا خوف زدہ تھا کہ اس کے گوشوارے اس کے سر اور بدن کی حرکت کی وجہ سے لرزتے تھے اس اثنا میں ایک سنگدل نے کہ جسے ہانی بن ثبیت کہتے تھے اس پر حملہ کیا اور اس کو شہید کر دیا اور کہتے ہیں کہ اس بچے کی شہادت کے وقت شہربانو مدہوشی میں اس کی طرف دیکھ رہی تھیں اور ان میں بولنے اور حرکت کرنے کی سکت نہ رہی لیکن مخفی نہ رہے کہ یہ شہربانو والدہ امام زین العابدینؑ کے علاوہ تھیں کیونکہ وہ مخدرہ تو اپنے بیٹے کی ولادت کے وقت وفات پا گئی تھیں اور ابوجعفر طبری نے اس بچے کی شہادت بسوط طریقہ پر درج کی ہے ہم ان کی عبارت بجنسہ درج کرتے ہیں (ترجمہ پیش ہے مترجم) ابوجعفر طبری نے ہشام کلبی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ مجھے ابوہذیل نے قبیلہ سکون کے ایک شخص سے اس نے ہانی بن مثبیت حضرمی سے روایت کی ہے کہتا ہے کہ میں نے حضرمیوں کی ایک محفل میں خالد بن عبداللہ کے زمانہ میں اسے بیٹھے دیکھا جب کہ وہ بہت

بوڑھا ہو گیا تھا اور وہ کہہ رہا تھا کہ میں ان اشخاص میں سے ہوں جو قتل حسینؑ میں موجود تھے کہنے لگا کہ خدا کی قسم میں دس افراد میں سے ایک تھا اور کھڑا ہوا تھا جب کہ ہم سب گھوڑوں پر سوار تھے گھوڑے جولان لگا رہے تھے اور ایک دوسرے سے منتشر ہو رہے تھے۔ اچانک آل حسینؑ میں سے ایک بچہ نکلا۔ ان خیموں کی ایک لکڑی اس کے ہاتھ میں تھی اس نے قمیص پہن رکھی تھی اور وہ خوف زدہ ہو کر دائیں بائیں دیکھتا تھا گویا میں اس کے کانوں میں موتی دیکھ رہا ہوں جو حرکت کرتے تھے۔ جب کہ وہ دائیں بائیں دیکھتا اچانک ایک شخص آیا جو گھوڑا دوڑاتا ہوا آ رہا تھا۔ جب وہ اس کے قریب پہنچا تو اپنے گھوڑے سے جھکا اور بچہ کا قصد کیا اور اسے تلوار سے دو ٹکڑے کر دیا۔ ہشام کہتا ہے کہ سکونی نے کہا ہے اصل میں ہانی بن ثبیت نے ہی بچے کو قتل کیا تھا۔ جب اس کو اس پر ملامت کی گئی تو وہ کنایۃً اپنے متعلق یہ واقعہ بیان کرتا۔

حضرت ابوالفضل عباسؑ کی شہادت

حضرت عباسؑ جو اولاد ام البنین میں سب سے بڑے اور امیر المومنینؑ کے چوتھے فرزند تھے جن کی کنیت ابوالفضل اور لقب سقا تھا۔ وہ امام حسینؑ کے علمبردار تھے ان کا جمال دل آراء اور طلعت زیبا ایسی تھی کہ انہیں قمر بنی ہاشم کہتے تھے وہ اتنے جسیم و بلند و بالا تھے کہ قوی و فربہ گھوڑے پر سوار ہوتے تو ان کے قدم زمین پر خط کھینچتے۔ ان کے پدری مادری تین بھائی تھے کہ جن میں سے کوئی بھی صاحب اولاد نہ تھا۔ ابوالفضلؑ نے انہیں پہلے میدان میں بھیجا تا کہ ان کی لاشیں آنکھ سے دیکھیں اور ان کے مصائب کا ثواب حاصل کریں ان کی شہادت کے بعد جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے بعض ارباب مقاتل کہتے ہیں جب عباسؑ نے اپنے بھائی کی تنہائی دیکھی تو بھائی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے بھائی کیا آپ مجھے رخصت دیتے ہیں تا کہ میں اپنی جان آپ پر قربان کروں۔ حضرت ان کی یہ جاں سوز بات سن کر رونے لگے اور بہت زیادہ روئے پھر فرمایا اے بھائی تم میرے علمدار ہو اگر تم نہ رہے تو پھر کوئی بھی میرے ساتھ نہ ہوگا۔ ابوالفضل علیہ السلام نے عرض کی میرا سینہ تنگ ہو گیا ہے اور زندگانی دنیا سے سیر ہو گیا ہوں۔ اور میں چاہتا ہوں کہ اس منافقین کے گروہ سے اپنے خون کا بدلہ لوں حضرت نے فرمایا جب تم سفر آخرت کا ارادہ کر چکے ہو تو ان چھوٹے بچوں کے لیے تھوڑا سا پانی لے آؤ۔

پس حضرت عباسؑ چلے اور لشکر کی صفوں کے سامنے کھڑے ہو گئے اور نصیحت و وعظ کا علم پھیلایا اور جتنا ہو سکا پند و نصیحت کی لیکن آپ کے کلمات نے ان سنگدلوں کے دل پر کچھ اثر نہ کیا مجبوراً عباسؑ اپنے بھائی کی خدمت میں واپس آئے اور جو کچھ دیکھا تھا وہ بیان کر دیا جب بچوں نے یہ معلوم کیا تو وہ رونے لگے اور العطش کی آواز بلند ہوئی جناب عباس بے تاب ہو کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور نیزہ ہاتھ میں لیا اور مشک اٹھا کر فرات کی طرف روانہ ہوئے۔ کہ شاید پانی مل سکے۔ پس چار ہزار کا لشکر جو فرات کے گھاٹ پر مقرر تھا انہوں نے آپ کو گھیر لیا اور تیر کمانوں پر چڑھا دیئے اور آپ کی طرف پھینکنے لگے جناب عباس کہ جو نہایت بہادر تھے شیر بیشہ کی طرح ان پر حملہ آور ہوئے اور یہ رجز پڑھا۔

لاارهب الموت اذالموت ذقا
حتیٰ أواری فی المصالیت لقاء
نفسی لنفس المصطفیٰ الطهروقا
انی انا العباس اغدوبالسقاء
ولااخاف الشریوم الملتقیٰ

میں موت سے نہیں ڈرتا جب موت چیخے یہاں تک کہ میں مسلح تیار فوج میں اپنے آپ کو چھپادوں۔ میرا نفس مصطفی کے پاکیزہ نفس پر قربان ہے میں عباسؑ ہوں جو پانی لے کر جاؤں گا۔ اور میں مصیبت سے جنگ کے دن نہیں ڈرتا اور وہ جس طرف سے حملہ کرتے آپ لشکر کو متفرق کر دیتے۔ یہاں تک کہ ایک روایت کے مطابق اسی افراد کو قتل کیا پس آپ گھاٹ میں اُترے اور فرات کے پانی تک پہنچے چونکہ جنگ کی زحمت اور پیاس کی شدت کی وجہ سے آپ کا جگر کباب ہو چکا تھا چاہا کہ اپنے خشک لبوں تک پانی پہنچائیں ہاتھ بڑھا کر پانی چلو میں اٹھایا تو سید الشہداء اور ان کے اہل بیتؑ کی پیاس یاد آ گئی لہٰذا پانی چلو سے گرا دیا[1]

مشک پانی سے پر کی اور دائیں کندھے پر رکھ کر گھاٹ سے باہر نکلے تاکہ اپنے آپ کو اپنے بھائی کی لشکر گاہ تک پہنچائیں اور بچوں کو پیاس کی زحمت سے نجات دیں۔ جب لشکر نے یہ کیفیت دیکھی تو آپ کا راستہ روک لیا اور ہر طرف سے آپ کو گھیر لیا۔ حضرت شیر غضب ناک کی طرح ان منافقین پر حملہ کرتے تھے اور راستہ طے کر رہے تھے اچانک نوفل ازرق اور ایک روایت کی بناء پر زید بن ورقاء کمین گاہ سے کھجور کے درخت کے پیچھے سے آیا اور حکم بن طفیل اس کا معین ومددگار بنا اور اسے اکسایا۔ پس اس نے آپ پر تلوار کا وار کیا جس سے آپ کا دایاں بازو کٹ گیا۔ آپ نے جلدی سے مشک بائیں کندھے پر رکھ لی اور بائیں ہاتھ سے لڑنے لگے اور یہ رجز پڑھا (ترجمہ) خدا کی قسم اگر تم نے میرا دایاں ہاتھ کاٹ لیا ہے تب بھی میں ہمیشہ اپنے امام صادق الیقین نبیؐ طاہر امین کے فرزند کی حمایت کرتا رہوں گا۔ پس آپ نے جنگ کی یہاں تک کہ آپ پر ضعف طاری ہوا۔ دوبارہ حکیم بن طفیل لعین نے کھجور کے درخت کو کمین گاہ بنا کر حملہ کیا اور آپ کا بایاں ہاتھ کلائی سے کاٹ لیا۔ تو جناب عباسؑ نے یہ رجز پڑھا۔ اے نفس کفار سے نہ ڈر رحمت جبار کی اور نبی سید مختار کے ساتھ رہنے کی تجھے خوشخبری ہو۔ انہوں نے اپنی سرکشی کی بنا پر میرا بایاں ہاتھ کاٹ دیا ہے اے رب انہیں جہنم کی آگ میں داخل کر دے۔ اب مشک اپنے دانتوں سے پکڑ لی اور ہمت کی کہ شاید پانی ان پیاسوں کے لبوں تک پہنچ جائے اچانک مشک پر تیر لگا اور پانی بہہ گیا اور دوسرا تیر آپ کے سینہ پر لگا اور آپ گھوڑے سے گر گئے پس آپ نے آواز دی اے بھائی میری مدد کو پہنچئے اور مقاتل کی روایت کی بناء پر ایک ملعون نے لوہے کا گرز آپ کے سر پر مارا جس سے آپ کے طائر روح نے ریاض جنت کی طرف پرواز کی۔

جب امام حسینؑ نے بھائی کی آواز سنی تو اپنے آپ کو ان تک پہنچایا اور اپنے بھائی کو فرات کے کنارے اس حالت میں دیکھا

---

[1] یہ مورخین کی رائے ہے ورنہ بعید نہیں کہ صرف اس فوج کو دکھانا مقصود ہو کہ پانی اب کس کے قبضہ میں ہے مترجم۔

کہ آپ کا بدن ٹکڑے ٹکڑے تھا۔ تو رو کر فرمایا الان انکسر ظهري وقلت حيلتي۔ اب میری کمر ٹوٹ گئی اور میری تدبیر و چارہ جوئی ختم ہو گئی۔ ایک روایت ہے کہ آپ نے یہ اشعار پڑھے (ترجمہ) اے بدترین قوم تم نے زیادتی کی بناء پر دین نبی محمدؐ کی مخالفت کی کیا انہوں نے تمہیں ہمارے متعلق بہترین وصیت نہیں کی تھی اور کیا ہم نبی اکرمؐ کی نسل نہیں ہیں۔ کیا فاطمہ زہرا صرف میری ماں نہیں کیا احمد مجتبیٰ سب مخلوق سے بہترین نہیں تھے تم پر لعنت ہو اور تم رسوا ہو جاؤ اس ظلم کی وجہ سے پس عنقریب جلتی ہوئی آگ کی گرمی سے جلائے جاؤ گے ایک حدیث میں سید سجادؑ سے روایت ہے آپ نے فرمایا خدا رحمت نازل کرے میرے چچا عباس پر جنہوں نے اپنے بھائی کو اپنی ذات پر ترجیح دی۔ اور اپنی جان ان پر قربان کر دی یہاں تک کہ ان کی مدد میں ان کے دونوں ہاتھ قلم ہو گئے اور خداوند عالم نے انہیں ان کے دو ہاتھوں کے بدلے دو پر عنایت کئے کہ جن کے ذریعہ وہ فرشتوں کے ساتھ جنت میں پرواز کرتے ہیں اور جناب عباسؑ کے لیے خدا کی بارگاہ میں ایک منزلت و مقام ہے کہ قیامت کے دن جس کی وجہ سے تمام شہداء ان پر رشک کریں گے اور ان کے مقام کی آرزو رکھیں گے منقول ہے کہ جناب عباسؑ کی عمر شہادت کے دن چونتیس سال تھی اور جناب ام البنین حضرت عباسؑ کی والدہ ان پر اور ان کے بھائیوں پر ماتم کے لیے مدینہ سے باہر جنت البقیع میں جاتیں اور ان کے ماتم میں ایسے بین کرتیں کہ جو بھی وہاں سے گزرتا تو وہ رونے لگتا دوستوں کے رونے پر تو تعجب نہیں مروان بن حکم جو بدترین دشمن خاندان نبوت تھا جب وہ جناب ام البنین کے قریب سے گذرتا تو ان مخدومہ کے رونے سے رونے لگتا[1]

---

[1] جناب ام البنین کے اور دوسرے شعراء کے کچھ اشعار مولف نے ذکر کئے ہیں ہم انہیں چھوڑ رہے ہیں۔ مترجم

حضرت اباعبداللہ الحسین علیہ السلام کا مبارزہ

اور اس مظلوم کی شہادت

بعض ارباب مقاتل نے نقل کیا ہے کہ جب سید الشہداءؑ نے اپنے بہتر ساتھیوں اور اہل بیتؑ کے افراد کو شہید اور زمین پر پڑا ہوا دیکھا تو عازم جہاد ہوئے اور خواتین عصمت کو الوداع کہنے کے لیے خیمے کا رخ کیا اور عصمت کی پردہ دار بیبیوں کو آواز دی۔ اے سکینہ اے فاطمہ اے زینب اے ام کلثوم **علیکن منی السلام** میرا تم پر سلام ہو۔ پس سکینہ نے عرض کیا **یاابتاہ استسلمت للموت**۔ اے بابا کیا موت کے لیے آپ تیار ہو گئے ہیں فرمایا وہ کس طرح موت کے لیے تیار نہ ہو کہ جس کا کوئی یار و مددگار باقی نہ رہا ہو عرض کیا پھر ہمیں نانا کے روضہ پر واپس پہنچا دیں۔ آپ نے جواب میں یہ ضرب المثل کہی **هیهات لو ترك القطا لنام**۔ شکاری قطار پرندہ سے دستبردار ہو جائے تو وہ اپنے آشیانے میں آرام سے سوتا یہ کنایہ تھا کہ لشکر مجھے نہیں چھوڑتا کہ میں تمہیں کسی جگہ لے جاؤں۔ آپ نے ان بیبیوں کو خاموش کیا کہتے ہیں کہ حضرت نے جناب ام کلثوم کی طرف دیکھ کر فرمایا اے بہن میں تمہیں اچھائی کی وصیت کرتا ہوں۔ اور خود اس قوم کی طرف جا رہا ہوں مولف کہتا ہے کہ امام حسینؑ کے تمام مصائب دل کو بریاں اور آنکھوں کو گریاں کرتے ہیں لیکن شاید وداع کی مصیبت کا اثر زیادہ ہو خصوصا جس وقت آپ کے اور آپ سے وابستہ لوگوں کے چھوٹے چھوٹے بچے جو آپ کی اولاد کی مانند تھے آپ کے گرد جمع ہوئے اور رونے لگے اور اس کی وہ روایت شاہد ہے کہ جب آپ قصر بنی مقاتل میں پہنچے اور عبیداللہ بن حر جعفی کا خیمہ دیکھا تو حجاج بن مسروق کو اس کے پاس بھیج کر اسے بلایا وہ نہ آیا تو حضرت خود اس کے پاس تشریف لے گئے عبیداللہ بن حر سے منقول ہے کہ حسینؑ میرے پاس تشریف لائے تو آپ کی ریش مبارک کوے کے پروں کی مانند سیاہ تھی میں نے آپ سے زیادہ خوبصورت انسان نہیں دیکھا تھا اور نہ آپ کی طرح کسی کو دیکھا جو آنکھوں کو پرنور کرے۔ یعنی باوقار ہو اور مجھے کسی پر اتنی رقت اور رحم نہیں آیا جتنا حضرت پر آیا۔

جب میں نے دیکھا کہ آپ چل رہے تھے اور بچے ان کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے تھے انتہی۔ اور اس کی موید وہ حکایت ہے کہ مرزا یحییٰ ابہری نے عالم خواب میں دیکھا کہ علامہ مجلسی صحن مطہر سید الشہداء کے پائنتی کی طرف طاق الصفاء میں بیٹھے مشغول درس ہیں۔ پھر وعظ فرمانا شروع کیا جب مصائب پڑھنے لگے تو کوئی آیا اور اس نے کہا کہ صدیقہ طاہرہ سلام اللہ علیہا فرما رہی ہیں۔ **اذكر المصائب المشتملة على وداع ولدي الشهيد**۔ ان مصائب کو بیان کرو جو میرے شہید بیٹے کے خیام سے رخصت پر مشتمل ہیں۔ مجلسی نے مصیبت وداع بیان کی اور بہت سے لوگ جمع ہو گئے اور وہ بہت روئے کہ میں نے ایسا گریہ اپنی عمر میں نہیں دیکھا تھا فقیر کہتا ہے کہ اسی مبشرہ نومیہ (عالم خواب کی خوشخبری) میں امام حسینؑ نے اس سے فرمایا کہ ہمارے دوستوں اور امانتداروں

سے کہو کہ ہمارے عزاداری کے قائم کرنے میں اہتمام کریں۔ بہر حال امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ امام حسینؑ نے اپنی شہادت کے دن اپنی بڑی بیٹی فاطمہ کو بلایا اور ایک لپیٹی ہوئی کتاب دی اور وصیت کی اور جناب امام علی ابن الحسینؑ اس وقت بیمار تھے جناب فاطمہ نے پھر وہ کتاب علی ابن الحسینؑ کو دی اور بعد میں وہ کتاب ہم تک پہنچی اور کتاب اثبات الوصیۃ میں ہے کہ امام حسینؑ علی ابن الحسینؑ کے پاس گئے وہ بیمار تھے پس انہیں اس اعظم اور مواریث انبیاءؑ کی وصیت کی اور انہیں آگاہ کیا کہ وہ علوم وصحف مصاحف اور ہتھیار جو مواریث نبوتؐ میں سے ہیں جناب ام سلمہ کے پاس ہیں اور انہیں حکم دیا تھا کہ جب امام زین العابدینؑ واپس آئیں تو ان کے سپرد کردیں۔ اور دعوات راوندی میں امام زین العابدینؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میرے باپ نے مجھے گلے سے لگایا جس دن آپ شہید ہوئے جب کہ خون کے فوارے آپ کے جسم سے پھوٹ رہے تھے۔ اور مجھ سے فرمایا اے بیٹا یاد کرلو مجھ سے وہ دعا جو مجھے جناب فاطمہ نے تعلیم کی تھی اور انہیں رسول خداؐ نے تعلیم فرمائی تھی۔ اور آپ کے پاس جبرائیلؑ لائے تھے جو حاجت وہم واندوہ سخت مصیبت کے لیے جو انسان پر نازل ہو اور امر عظیم ودشوار کے واسطے ہے اور فرمایا کہو

بحق یٰس والقراٰن الحکیم وبحق طٰہٰ والقرآن العظیم یامن یقدر علی حوائج السائلین یامن یعلم مافی الضمیر یا منفس عن المکروبین یامفرج عن المغمومین یاراحم الشیخ الکبیر یارزاق الطفل الصغیر یامن لایحتاج الی التفسیر صلی علی محمد والہ وافعل بی کذو کذا۔

اور کافی میں روایت ہے کہ امام زین العابدینؑ نے اپنی وفات کے وقت امام محمد باقرؑ کو اپنے سینہ سے لگایا اور فرمایا اے بیٹا میں تجھے وہ وصیت کرتا ہوں جو مجھے میرے باپ نے کی تھی جب کہ شہادت کا وقت قریب آیا اور انہوں نے فرمایا تھا کہ اسے بیٹا اس پر ظلم کرنے سے بچو کہ جس کا خدا کے علاوہ کوئی ناصر و مددگار نہ ہو۔ راوی کہتا ہے پس سید الشہداء بنفس نفیس عازم جنگ ہوئے امام زین العابدینؑ نے جب اپنے باپ کو تنہا دیکھا باوجودیکہ وہ ضعف وتوانائی کی وجہ سے تلوار اٹھانے کی قدرت نہیں رکھتے تھے میدان کی طرف روانہ ہوئے جناب ام کلثوم نے پیچھے سے آواز دی۔ اے نور چشم واپس آجاؤ۔ جناب سجادؑ نے فرمایا پھوپھی جان مجھے چھوڑ دیں اور جانے دیں تاکہ میں فرزند رسولؐ کے روبرو جہاد کروں حضرت سید الشہداءؑ نے ام کلثوم سے فرمایا کہ اسے روکو کہیں یہ شہید نہ ہوجائے اور زمین ال محمدؐ سے خالی ہوجائے۔ بہر حال امام حسینؑ نے اس حالت میں بھی امت کی محبت سے ہاتھ نہیں اٹھایا۔ اور یہی چاہتے رہے کہ شاید چند افراد راہ ہدایت اختیار کرلیں اور ان گمرائیوں سے پلٹ آئیں لہٰذا آپ نے آواز دی کیا کوئی ہے جو دشمنوں کے ضرر کو حرم رسول خداؐ سے پلٹائے آیا کوئی خدا پرست ہے جو ہمارے معاملہ میں خدا سے ڈرے آیا کوئی فریادرس ہے جو خدا کے ثواب کی امید رکھتا ہو ہماری فریاد رسی کرے آیا کوئی یار و مددگار و معین ہے جو ہماری مدد کرے خواتین عصمت نے جب آپ کی

آواز سنی تو آپ کی مظلومیت کی وجہ سے بہ آواز بلند گریہ وزاری کی۔

شیر خوار بچے کی شہادت کا بیان

پس حضرت خیمہ کے دروازے پر تشریف لائے اور جناب زینب سلام اللہ علیہا سے فرمایا۔ میرا چھوٹا بچہ میرے حوالہ کرو تاکہ میں اس سے رخصت ہولوں۔ پس وہ معصوم بچہ آپ نے لیا اور اپنا منہ اس کے قریب لے گئے تاکہ اس کا بوسہ لیں کہ حرملہ بن کاہل اسدی لعین نے تیر مارا جو بچے کے گلے پر لگا اور اسے شہید کردیا اور اسی مصیبت کی طرف شاعر نے اس شعر اور اشارہ کا ہے اور جھکنے والا جو اپنے بچے کا بوسہ لینے کے لیے جھکا لیکن اس سے پہلے اس کی گردن کا بوسہ تیر نے لے لیا پھر آپ نے وہ بچہ اپنی بہن کے سپرد کیا۔ جناب زینبؑ نے بچہ لے لیا اور امام حسینؑ نے اپنی دو ہتھیلیاں خون کے نیچے رکھ لیں جب پُر ہوگئیں تو آپ نے وہ خون آسمان کی طرف پھینک دیا۔ اور فرمایا جو مصیبت بھی مجھ پر نازل ہو وہ آسان ہے کیونکہ خدا اس کا دیکھنے والا اور نگران ہے۔ اور سبط ابن جوزی کتاب تذکرہ میں ہشام بن محمد کلبی سے نقل کیا ہے کہ جب امام حسینؑ نے دیکھا کہ لشکر میرے قتل پر مصر ہے تو آپ نے قرآن مجید اُٹھایا اور اسے کھول کر اپنے سر پر لیا اور لشکر کے درمیان آواز دی کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب اور میرے نانا محمد رسولؐ اللہ فیصل و حاکم ہیں۔ اے قوم آخر کس وجہ سے تم میرا خون حلال سمجھتے ہو کیا میں تمہارے نبیؐ کی بیٹی کا بیٹا نہیں ہوں کیا تمہیں میرے نانا کا یہ ارشاد میرے اور میرے بھائی کے متعلق نہیں پہنچا کہ ھذا سیدا شباب اھل الجنۃ یہ دونوں جوانانِ جنت کے سردار ہیں اسی دوران جب آپ قوم سے احتجاج کر رہے تھے۔ آپ کی نظر اپنی اولاد میں سے ایک بچے پر پڑی جو پیاس کی شدت سے رو رہا تھا۔ آپ نے اس بچے کو ہاتھ پر اٹھا کر فرمایا۔ یاقومِ ان لم ترحمونی فارحمو الطفلِ اے قوم اگر مجھ پر رحم نہیں آتا تو اس بچے پر تو رحم کرو پس ان میں سے ایک شخص نے اس بچے کی طرف تیر پھینکا اسے ذبح کردیا۔ امام مظلوم رونے لگے اور عرض کیا خدایا تو حکم کر ہمارے اور اس قوم کے درمیان جنہوں نے ہمیں بلایا تھا کہ وہ ہماری مدد کریں گے۔ اب وہی ہمیں قتل کر رہے ہیں۔ پس فضا سے ایک آواز آئی کہ اے حسینؑ اس بچہ کو چھوڑ دو (اس کی پرواہ نہ کرو) کیونکہ اس کے لیے جنت میں دودھ پلانے والی دائی موجود ہے اور کتاب احتجاج میں مسطور ہے کہ حضرت گھوڑے سے نیچے اُترے اور تلوار کے نیام سے زمین میں ایک گڑھا کھودا اور اس بچے کو اس میں دفن کردیا۔ اور طبری نے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ تیر آکر اس بچے کے گلے پر لگا جو آپ کی گود میں تھا اور حضرت ان کا خون ان کے جسم پر ملتے تھے اور یہ فرماتے کہ خدا ہمارے اور اس قوم کے درمیان تو ہی فیصلہ کرنے والا ہے۔ کہ جس نے ہمیں بلایا کہ ہماری مدد کرے گی اب وہ ہمیں قتل کرنے لگی پس آپ کے حکم سے ایک یمنی چادر لائی گئی اس کو چاک کر کے آپ نے پہن لیا اور تلوار لے کر جنگ کے لیے باہر نکلے۔ انتہی

خلاصہ یہ کہ جب آپ اپنے بچے کی شہادت فارغ ہو چکے تو گھوڑے پر سوار ہوئے اور ان منافقین کی طرف رُخ کیا۔ اور

فرمایا (اشعار کا ترجمہ) یہ قوم کافر و منکر ہو گئی اور قدیم زمانہ سے انہوں نے جن و انس کے پروردگار کے ثواب سے روگردانی کی اس قوم نے اپنے غصہ کی بنا پر علیؑ اور اس کے بیٹے کو قتل کر دیا۔ (جو کہ حسن خیر تھا۔ شریف و کریم ماں باپ کا بیٹا اور کہنے لگے لشکر جمع کرو اور لے چلو۔ لوگوں کو حسینؑ سے جنگ کرنے کے لیے الخ پھر آپ اس قوم کے مدمقابل کھڑے ہوئے جب کہ ننگی تلوار آپ کے ہاتھ میں تھی اور آپ اپنی زندگی سے ہاتھ دھو چکے تھے اور یکسر اپنا دل شہادت اور ملاقات خداوندی پر تیار کر چکے تھے اور یہ اشعار آپ نے پڑھے (ترجمہ) میں پاکیزہ صفات علیؑ کا بیٹا ہوں جو آل ہاشم میں سے ہے اور یہ بات میرے فخر کے لیے کافی ہے جب میں فخر کروں اور میرے نانا رسولِ خداؐ ہیں جو تمام لوگوں سے زیادہ مکرم ہیں اور ہم مخلوق خدا میں خدا کا روشن چراغ ہیں فاطمہؑ جو اولادِ احمدؐ میں سے ہیں میری ماں ہیں اور میرا چچا دو پروں والا ہے جعفر ہے اور ہمارے حق میں اللہ کی سچی کتاب نازل ہوئی ہے اور ہم میں ہدایت اور وحی اچھے طریقے سے مذکور ہوئی ہے ہم سب لوگوں کے لیے اللہ کی امان ہے یہ بات ہم خلوت و جلوت میں لوگوں سے کہتے ہیں اور ہم حوض کوثر کے مالک ہیں جس سے ہم اپنے دوستوں کو رسول اللہؐ کے کاسے سے سیراب کریں گے یہ وہ بات ہے کہ جس کا انکار نہیں ہو سکتا اور ہمارے شیعہ و پیروکار بہترین شیعہ ہیں۔ اور ہمارا دشمن قیامت کے دن گھاٹے اور خسارہ میں ہوگا۔ پھر آپ نے مبارزہ طلب کیا۔ اور جو آپ کے مقابلہ میں آیا وہ ہلاک ہوا۔ یہاں تک کہ آپ ان میں سے بہت سے بہادر و شجاع جہنم کی طرف بھیجے۔ اب کسی میں حضرت کے مدمقابل ہو کر میدان میں آنے کی جرات باقی نہ رہی پس آپ نے میمنہ پر حملہ کیا اور فرمایا **الموت خیر من رکوب العار والعار اولیٰ من دُخُول النار** ۔ موت عار سے بہتر ہے اور عار جہنم میں جانے سے پھر میسرہ پر حملہ کیا اور فرمایا میں حسینؑ بن علیؑ ہوں۔

میں نے قسم کھائی ہے کہ پیچھے نہیں مڑوں گا۔ اپنے بابا کے اہل و عیال کی حفاظت کروں گا اور دین نبیؐ پر دنیا سے چلا جاؤں گا۔ بعض راوی کہتے ہیں خدا کی قسم ہم نے ایسا مرد میدان کبھی نہیں دیکھا کہ بہت سے لشکروں نے اسے گھیر رکھا ہو اور اس کے یار و انصار سب قتل کر دیئے ہوں۔ اور اس کے اہل بیت کا محاصرہ ہو اور ان کی بیخ کنی کر رہے ہوں اور وہ امام حسینؑ سے زیادہ شجاع اور مضبوط دل ہو کیونکہ یہ تمام مصائب آپ میں جمع تھے باوجود پیاس زیادہ گرمی اور بے شمار زخموں کے اضطراب و اضطرار کی گرد آپ کے دامن وقار پر نہیں بیٹھی اور کسی قسم کا تزلزل آپ کے وجود میں نہیں آیا۔ اس حالت میں جہاد کر رہے تھے اور جب بہادر مرد آپ پر حملہ کرتے تو آپ ان پر حملہ آور ہوتے اور یہ لوگ ان بھیڑوں کی طرح بھاگتے جو کسی بھیڑیے کو دیکھ لیں۔ وہ شیر خدا کے فرزند کے سامنے سے بھاگتے تھے و دوبارہ وہ لشکر جمع ہو جاتا کہ جن کی تعداد تیس ہزار تھی اور وہ پشت سے پشت ملا لیتے اور آپ سے جنگ کرنے آتے تو پھر حضرت اس لشکر کثیر پر حملہ کرتے تو وہ ٹڈی دل کی طرح منتشر ہو جاتے اور کچھ دیر کے لیے آپ کے اردگرد کی جگہ خالی ہو جاتی پھر آپ قلب لشکر سے اپنے مرکز کی طرف پلٹ آتے اور کلمہ مبارکہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کی تلاوت کرتے۔

مولف کہتا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں یہاں (جمیز کارکن) ہندوستانی کی گفتگو شجاعت حسینؑ کے متعلق نقل کروں ہمارے مرحوم استاد نے لولو مرجان میں اس شخص سے نقل کیا ہے کہ اس نے اُردو زبان میں جو کہ وہاں کی متعارف زبان ہے تاریخ چین

ایک کتاب لکھی ہے کہ جو چھپ چکی ہے اس کی دوسری جلد ۱۱۱ میں چونکہ کسی مناسبت سے شجاعت تمام بہادروں کی شجاعت کا ذکر کیا ہے یہ کلام جو اس کی عبارت کا بعینہ ترجمہ ہے وہاں مذکور ہے اگر چہ رستم کی شجاعت و بہادری زمانہ میں مشہور ہے لیکن ایسے جوانمرد بھی گذرے ہیں کہ جن کے مقابلہ میں رستم کا نام لینا قابل ذکر نہیں جیسا کہ حسین بن علیؑ ہیں کہ جن کی شجاعت سے رتبہ میں بڑھی ہوئی ہے کیونکہ جو شخص کربلا میں گرم ریت پر بھوک اور پیاس کی حالت میں جوانمردی و شجاعت دکھائے تو ایسے شخص کے مقابلہ میں رستم کا نام وہی لے گا جو تاریخ سے واقف نہیں کس کے قلم میں یہ طاقت ہے کہ حسینؑ کے حالات لکھے اور کس کی زبان میں یہ قوت ہے کہ وہ بہتر افراد کی ثابت قدمی جو انہوں نے تیس ہزار کی شامی خون خوار فوج کے مقابلہ میں دکھائی اور ہر ایک کی شہادت جس طرح ہوئی ہے اسے بیان کرے اور نازک خیالی میں اس قدر رسائی کہاں ہے کہ وہ ان کے دلوں کی حالت کی تصویر کشی کرے کہ اس وقت سے لے کر جب کہ عمر سعد دس ہزار کی فوج لے آیا اور انہیں گھیر لیا۔ اس وقت تک جب شمر نے آپ کا سر مبارک تن سے جدا کیا ان پر کیا گذری ہوگی۔ مثل مشہور ہے کہ ورائے یک دو باشد یعنی اکیلے آدمی سے کوئی کام نہیں ہوسکتا جب تک دوسرا اس کا مددگار نہ ہو۔ [1]

اس سے زیادہ مبالغہ نہیں ہوسکتا کہ کہا جائے کہ فلاں شخص کو دشمن نے چاروں طرف سے گھیر لیا مگر حسینؑ کو ان کے بہتر ساتھیوں کے ساتھ آٹھ قسم کے دشمنوں نے گھیرا ہوا تھا۔ باوجود اس کے آپ نے ثابت قدمی کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ چنانچہ آپ کے چاروں طرف دس ہزار فوج تھی کہ جن کے نیزوں تیروں کی بارش مثل تاریک آندھیوں کے ہو رہی تھی۔ پانچواں دشمن عرب کی گرمی تھی کہ جس کی نظیر زیر فلک ممکن نہیں یہ کہا جاسکتا ہے کہ عرب کی گرمی عرب کے علاوہ اور کسی ملک میں نہیں پائی جاسکتی۔ چھٹا دشمن میدان کربلا کی گرم ریت تھی جو کہ تمازت آفتاب میں شعلہ زن اور تنور گرم کی خاکستر کی طرح جلا رہی تھی۔ اور آگ برسا رہی تھی بلکہ اس کو دریائے قہار کہا جاسکتا ہے کہ جس کے حباب بنی فاطمہؑ کے پاؤں کے آبلے بن چکے تھے۔ واقعاً دو اور دشمن بھی تھے جو باقی دشمنوں سے زیادہ ظالم تھے ایک پیاس اور دوسری بھوک جو دغاباز ساتھی کی طرح ایک لمحہ کے لیے بھی جدا نہیں ہوتے تھے ان دو دشمنوں کی خواہش و آرزو اس وقت کم ہوئی جب زبانیں پیاس سے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئیں پس جن اشخاص نے ان معرکوں میں ہزارہا کفار کا مقابلہ کیا ہو شجاعت ان پر ختم ہے ختم ہوا کلام اس بت پرست ہندو کا جو کہ خال مشکیں دلربا کی طرح ہے سفید کاغذ پر اور اس کی تشریف کے لیے مناسب ہے کہ کہا جائے۔ بخال ہندوویش بخشم سمرقند و بخارا را۔ رجع الکلام الی ساقۃ الاول ابن شہر آشوب وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت نے ایک ہزار نو سو پچاس افراد کو جہنم رسید کیا۔ علاوہ ان کے جنہیں زخمی و مجروح کیا تھا اس وقت ابن سعد لعین سمجھا کہ صحن عالم میں کسی میں یہ قوت و طاقت نہیں کہ امام حسینؑ کے مقابلہ میں ٹھہر سکے اگر معاملہ اسی طرح تو حضرت سارے لشکر کو اپنی تلوار کی غذا بنائیں گے لہٰذا اپنے لشکر کو پکار کر کہا وائے ہو تم پر کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کس کے ساتھ جنگ کر رہے ہو۔ اور کس شجاع کے ساتھ مشغول ازم ہو یہ انزع البطین غالب کل غالب علی بن ابی طالبؑ کا فرزند ہے یہ اس باپ کا بیٹا ہے کہ جس نے شجاعان عرب اور زمانہ کے دلیروں کو ہلاک کر دیا تھا۔ سب متفق ہو کر ہر طرف سے اس پر حملہ کرو۔ اعیاهم ان ینالوه مبارزة فصوبو الرای لما

[1] ظاہراً عبارت یوں ہونی چاہیے کہ ایک دو کا علاج تو ہوسکتا ہے لیکن ہزاروں کا نہیں۔ مترجم

صعدو الفکر ان وجھو الحرة فی الحرب اربعه اسیف والسھم والخطی والحجر آپ نے انہیں عاجز کر دیا کہ وہ آپ سے مبارزہ کر سکیں لہٰذا انہوں نے اس رائے کو درست سمجھا جب کہ فکر دوڑائی کہ جنگ میں چار چیزیں آپ کے خلاف استعمال کیں۔

تلوار تیر۔ نیزے۔ اور پتھر پس اس بے شمار لشکر نے ہر طرف سے آپ پر حملہ کیا اور وہ تیر انداز کہ جن کی چار ہزار تعداد تھی۔ انہوں نے اپنے تیر کمانوں میں جوڑے اور حضرت کی طرف چھوڑے پس اس غریب کے گرد گھیرا ڈالا دیا اور آپ اور آپ کے خیموں کے درمیان حائل ہو گئے۔ اور کچھ لوگ سر واق عصمت اور خیام شرافت کی طرف بڑھے جب آپ نے یہ دیکھا تو پکار کر کہا اے ابوسفیان کے شیعو اگر دین سے دستبردار ہو گئے ہو۔ اور روز قیامت و معاد سے نہیں ڈرتے تو دنیا میں آزاد مرد اور باغیرت تو رہو اور اپنے حسب و نسب کی طرف لوٹو کیونکہ تم عرب ہو یعنی عرب میں غیرت و حمیت ہوتی ہے۔ شمر بے حیا نے حضرت کی طرف منہ کر کے کہا اے فرزند فاطمہ کیا کہتے ہو فرمایا کہتا ہوں کہ میں تم سے جنگ کر رہا ہوں تم مجھ سے جنگ کرو عورتوں کی کیا تقصیر ہے پس اپنے سرکشوں کو منع کرو کہ جب تک میں زندہ ہوں وہ میرے حرم سے متعرض نہ ہوں۔ شمر نے چیخ کر کہا کہ اے لشکر اس مرد کے خیموں سے دور رہو۔ کیونکہ وہ کفو کریم ہے اور اس کے قتل کرنے کے لیے تیار ہو جو کہ ہمارا مقصود ہے۔ پس سپاہیوں نے آپ پر حملہ کیا اور آنجناب غضب ناک شیر کی طرح ان کی طرف بڑھے اور اس گروہ کثیر کو اس طرح زمین پر گرانے لگے۔ جیسے بادخزاں پتوں کو گراتی ہے اور جس طرف آپ رُخ کرتے لشکر پشت پھیر کر بھاگتا پس آپ نے پیاس کی زیادتی کی وجہ سے فرات کا رُخ کیا۔ کوفیوں کو معلوم ہو چکا تھا کہ اگر حضرت نے پانی پی لیا تو اس سے دس گناہ زیادہ قتل کریں گے۔ لہٰذا گھاٹ کے راستے میں صف بستہ ہو گئے۔ اور پانی کا راستہ بند کر دیا۔ جب آپ فرات کا ارادہ کرتے تو وہ آپ پر حملہ کر دیتے اور انہیں پلٹا دیتے۔ اعور سلمی اور عمرو بن حجاج نے چار ہزار کمانداروں کو جو گھاٹ کے نگہبان تھے پکار کر کہا کہ حسینؑ کو گھاٹ پر جانے کا راستہ نہ دو۔ حضرت نے غضب ناک شیر کی طرح ان پر حملہ کیا اور لشکر کی صفوں کو توڑ کر گھاٹ کا راستہ دشمن سے لے لیا اور گھوڑا فرات میں ڈال دیا۔ آپ بہت زیادہ پیاسے تھے آپ کا گھوڑا بھی حد سے زیادہ پیاسا تھا۔ اس نے اپنا سر پانی پر رکھ دیا۔ حضرت نے فرمایا میں بھی پیاسا ہوں اور تو بھی پیاسا ہے خدا کی قسم میں اس وقت تک پانی نہیں پیوں گا جب تک تو نہیں پیئے گا گویا گھوڑا آپ کی گفتگو سمجھ گیا اس نے اپنا سر پانی سے اٹھا لیا یعنی میں پانی پینے میں آپ پر سبقت نہیں کروں گا۔ پس آپ نے فرمایا پانی پی لے میں پینے لگا ہوں آپ نے ہاتھ بڑھایا اور پانی کا چلو بھرا تا کہ وہ جانور پانی پی لے کہ اچانک ایک سوار نے پکار کر کہا اے حسینؑ تو پانی پی رہا ہے اور لشکر تیرے خیموں میں داخل ہو رہا ہے اور تیری ہتک حرمت کر رہا ہے جب اس معدن حمیت و غیرت نے یہ کلام اس ملعون سے سنا تو پانی چلو سے پھینک دیا۔ اور تیزی کے ساتھ گھاٹ سے باہر آئے اور لشکر پر حملہ کیا یہاں تک کہ خیموں تک پہنچے تو معلوم ہوا کہ کوئی شخص خیام سے متعرض نہیں ہوا تھا اور یہ خبر جس نے دی اس نے مکروفریب کیا تھا۔ پس آپ نے دوبارہ اہل بیتؑ کو الوداع کہا اور سب اہل بیتؑ بحال آشفتہ با جگر سوختہ با خاطر خستہ اور دلہائے شکستہ حضرت کے گرد جمع ہو گئے اور کسی مخلوق کے تصور میں نہیں آ سکتا کہ ان کی کیا حالت تھی اور کوئی شخص ان کی صورتحال بیان اور اسے تحریر نہیں کر سکتا۔

من از تحریر این غم ناتوانم
کہ تصویرش زدہ آتش بجانم
ترا طاقت نباشد از شنیدن
شنیدن کے بود، مانند دیدن

خلاصہ یہ کہ ان سے رخصت ہوئے اور انہیں صبر وتحمل کی وصیت کی اور حکم دیا کہ اسیری کی چادر سر پر رکھ لیں۔ اور مصیبت وبلا کے لشکر کے مقابلہ کے لیے تیار ہو جائیں اور فرمایا تمہیں معلوم رہے کہ خداوند عالم تمہارا حافظ ونگہبان ہے وہ تمہیں دشمنوں کے شر سے نجات دے گا۔ اور تمہارا انجام بالخیر ہوگا۔ وہ تمہارے دشمنوں کو عذاب وبلا کے انواع مختلفہ میں مبتلا کریگا اور تمہیں قسم قسم کے نعیم وکرم سے اجر وعوض دے گا۔ پس حرف شکایت زبان پر نہ آئے اور ایسی بات نہ کرنا۔ جو تمہارے مرتبہ اور شان سے گری ہوئی ہو یہ فرمانے کے بعد آپ نے میدان کا رخ کیا شاعر اس مقام پر کہتا ہے۔

آمد نجیمگاہ وداع حرم نمود
برکود کان نمود بحسرت ہمی نگاہ
ایں رانشاند در بر د برخ فشاند اشک
انرا گذاشت بردل وازدل کشیدہ آہ
دراہلبیت شور قیامت بپا نمود
وزخیمگاہ گشت رواں سوئے حربگاہ
اور سوئی رزمگاہ شد ودر قفائی او
فریاد واخاہ شد وبانگ واآباہ

پس آپ نے عنان مرکب میدان کی طرف موڑ دی اور صف لشکر پر حملہ کیا کسی کو مارا کسی کو گرایا اور باوجود لب تشنہ ہونے کے کشتوں کے پشتے لگا دیئے اور ان منافقین کے سر برگ خزاں کی طرح زمین پر گر رہے تھے اور آپ شمشیر آبدار کے ساتھ ان اشرار کا خون زمین پر گرا رہے تھے۔ لشکر نے ہر طرف سے آپ پر تیروں کی بارش کر دی اور حضرت ان تیروں کو حق کی راہ میں اپنے چہرہ گردن اور سینہ مبارک پر لیتے تھے۔ آپ کی زرہ کے سوراخوں پر اتنے تیر لگے کہ آپ کا سینہ مبارک سیہی کی پشت کی طرح ہو گیا۔ اور امام باقرؑ سے منقولہ روایت کی بناء پر تین سو بیس زخم آپ کو لگے اور اس سے زیادہ بھی روایت ہے اور یہ تمام زخم آپ کے جسم کے اگلے حصے میں تھے اس وقت آپ نے زخموں کی کثرت پیاس کی شدت اور ضعف وخستگی کی زیادتی کی وجہ سے توقف کیا تا کہ کچھ دیر ستالیں۔ اچانک ایک ظالم نے آپ کی طرف پتھر پھینکا جو آپ کی پیشانی مبارک پر لگا اور اس سے آپ کے چہرہ پر خون بہنے لگا آپ نے دامنِ عبا اٹھایا تا کہ خون آنکھ اور چہرہ سے صاف کریں اچانک تین بھالوں والا تیر جو زہر آلود بھی تھا آپ کے سینہ مبارک پر

لگا اور ایک قول ہے کہ آپ کے دل پر لگا اور دوسری طرف اس نے سر نکالا اور حضرت نے اس وقت بسم الله وبالله وعلى ملة رسول الله صلى الله عليه واله وسلم آپ نے اس حالت میں سر آسمان کی طرف اٹھا کر عرض کی خدایا تو جانتا ہے کہ یہ لوگ ایسے شخص کو قتل کر رہے ہیں کہ روئے زمین پر جس کے علاوہ کوئی فرزند رسول نہیں اور وہ تیر آپ نے پشت کی جانب سے نکالا اور اس زہر آلود تیر کی جگہ سے پرنالے کی طرح خون بہنے لگا آپ نے اس زخم کے نیچے ہاتھ رکھ دیا اور جب ہاتھ خون سے پر ہو گیا تو خون آسمان کی طرف پھینک دیا اور اس مقدس خون کا ایک قطرہ بھی زمین کی طرف پلٹ کر نہیں آیا دوبارہ آپ نے اپنی ہتھیلی خون سے پر کی اور اپنے سر چہرہ اور ریش مبارک پر مل لیا۔ اور فرمایا سر و چہرہ خون آلود اور اپنے خون کے خضاب کے ساتھ میں اپنے نانا رسول خدا کا دیدار کروں گا اور اپنے قاتلوں کے نام انہیں جا کر بتاؤں گا یہاں فارسی کے کچھ اشعار مولف نے معراج المحبۃ سے نقل کئے ہیں جنہیں طوالت کے خوف سے ہم چھوڑ رہے ہیں ان اشعار کا آخری شعر ہے کہ حسینؑ اس وقت یہ کہتے تھے۔

ترکت الخلق طراً فی هواك. وایتمت العیال لکی اراك ولو قطعتنی فی الحب

ارباً لماحن الفواد الی سواك.

میں نے سب مخلوق کو تیری محبت میں چھوڑ دیا ہے بچوں کو اس لیے یتیم کیا ہے کہ تیری بارگاہ نصیب ہو اگر اپنی محبت میں مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دے تو دل تیرے علاوہ کسی طرف بھی مائل نہیں ہوگا۔ اس وقت کمزوری اور ناتوانی کا آپ پر غلبہ تھا اور آپ جنگ کرنے سے رُک گئے۔ اب جو کوئی آپ کے قصد و ارادہ سے نزدیک آتا تو خوف کے مارے یا شرم و حیا سے ایک طرح ہو کر واپس چلا جاتا یہاں تک کہ قبیلہ کندہ کا شخص کہ جس کا نحس نام مالک بن یسر (بشر) تھا حضرت کی طرف چلا اور ناروا باتیں اور آپ کو گالیاں دینے لگا۔ اور تلوار کا ایک وار آپ کے سر پر لگایا جو ٹوپی آپ کے سر مبارک پر تھی وہ کٹ گئی اور تلوار آپ کے سر پر جا لگی اور اتنا خون بہنے لگا کہ وہ ٹوپی خون سے پر ہو گئی۔ حضرت نے اس کے حق میں نفرین کی کہ اس ہاتھ سے نہ کھائے گا نہ پئے گا اور خدا تجھے ظالموں کے ساتھ محشور کرے گا۔ پس وہ خون سے اتار پھینکی اور ایک رومال منگوایا اور اس سے سر کا زخم باندھ لیا۔

اور دوسری ٹوپی سر پر رکھ لی اس پر عمامہ باندھ دیا مالک بن یسر نے اس خون آلود ٹوپی کو جو ریشم سے بنی ہوئی تھی اٹھا لیا اور واقعہ کربلا کے بعد اپنے گھر لے گیا اور چاہا کہ اس سے خون صاف کرے اور دھوئے اس کی بیوی ام عبداللہ بن بنت حر البدی کو جب معلوم ہوا تو اس نے فریاد کی کہ میرے گھر میں فرزند رسول کا لباس لوٹ کر لے آیا ہے میرے گھر سے نکل جا۔ خداوند عالم تیری قبر جہنم کی آگ سے بھر دے پھر وہ ملعون ہمیشہ فقیر و بدحال رہا اور امام حسینؑ کی بددعا سے اس کے دونوں ہاتھ بیکار ہو گئے گرمیوں میں خشک لکڑی کی طرح ہو جاتے اور سردیوں میں اس سے خون ٹپکتا رہتا اس حال خسران مآل میں رہا یہاں تک کہ واصل جہنم ہوا سید اور مفید کی روایت کی بناء پر لشکر ایک لحظہ کے لیے تو حضرت سے جنگ کرنے سے رُک گیا پھر آپ کی طرف رُخ کیا اور آپ کا احاطہ کر لیا۔

عبداللہ بن حسن علیہ السلام

اس وقت یہ شہزادہ جو کہ بچہ تھا خیمہ میں موجود تھا۔ جب اس نے اپنے عم نامدار کو اس حالت زار میں دیکھا تو بیتاب ہو گیا اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے خیمہ سے باہر دوڑا تا کہ خود کو اپنے چچا کے پاس پہنچائے جناب زینبؑ اس کے پیچھے خیمہ سے نکلیں اور اسے پکڑ لیا۔ ادھر سے امامؑ نے بھی پکار کر کہا کہ بہن عبداللہ کو میدان بلا انگیز میں نہ آنے دو کہ وہ اپنے آپ کو بے رحم ظالموں کے تیر و نیزہ کا نشانہ بنائے جناب زینبؑ نے جتنا اس کو روکنا چاہا کوئی فائدہ نہ ہوا اور عبداللہ نے واپس خیمہ میں جانے سے انکار کر دیا اور کہنے لگا خدا کی قسم میں اپنے چچا سے جدا نہیں ہوں گا۔ اور اپنے آپ کو اپنی پھوپھی سے چھڑا لیا۔ اور جلدی سے اپنے آپ کو چچا تک پہنچا دیا۔ اس وقت ابجر بن کعب ملعون اپنی تلوار سونتے ہوا تھا کہ امام حسینؑ کو مارے وہ شہزدہ آن پہنچا اور اس ظالم سے فرمایا اے بدکار عورت کے بیٹے تو میرے چچا کو قتل کرنا چاہتا ہے جب اس نے تلوار نیچے کی تو شہزادے نے اپنا ہاتھ آگے کر دیا۔ تلوار سے اس کا ہاتھ کٹ گیا اور اس کے کٹنے کی آواز سنائی دی اور وہ چمڑے کے ساتھ لٹکا رہا اس بچہ نے فریاد کی کہ اے بابا اے چچا حضرتؑ نے بچے کو پکڑ کر اپنے سینہ سے لگا لیا اور فرمایا اے بیٹا جو مصیبت تجھ پر آئے اس پر صبر کر اور اسے خیر و خوبی میں شمار کر ابھی ابھی تجھے خدا عالم تیرے اباء و اجداد کے ساتھ ملحق کر دے گا۔ پس حرملہ نے اس بچہ کی طرف تیر پھینکا اور اسے چچا کی گود ہی میں شہید کر دیا۔ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں نے اس وقت سنا کہ امام حسینؑ بددعا کر رہے تھے خدا ان سے آسمان کی بارش اور زمین کی برکتیں روک لے۔

شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ پیدل فوج نے دائیں بائیں سے حملہ کیا اور حضرت کے اشخاص جو باقی رہ گئے تھے انہیں قتل کر دیا اور آپ کے پاس تین یا چار افراد کے علاوہ باقی کوئی زندہ نہ رہا۔ سید بن طاؤس اور دوسرے علماء نے فرمایا ہے کہ امام حسینؑ نے فرمایا کہ مجھے ایسا کرتہ لا دو کہ جس میں کوئی رغبت وخواہش نہ کرے میں اسے اپنا لباس کے نیچے پہن لوں تا کہ جب میں شہید ہو جاؤں اور ظالم میرا لباس نہ اتاریں پس آپؑ کے لیے کئی کرتے لائے گئے لیکن چونکہ وہ تنگ تھے آپ نے زیب تن نہ فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ یہ اہل ذلت کا لباس ہے ان سے کشادہ اور کھلا ہوا کرتہ لے آؤ۔ پس آپؑ کے لیے ایک کھلی سی قمیض لائی گئی جسے آپؑ نے پہن لیا اور سید کی روایت کی بناء پر پرانی قمیض لائی گئی۔ حضرتؑ نے اسے کئی جگہ سے چاک کیا تا کہ وہ بے قیمت ہو جائے اور اسے اپنے لباس کے نیچے پہن لیا پس جب حضرتؑ شہید ہو گئے تو اس نے پرانے لباس کو بھی آپؑ کے بدن سے اتار لیا گیا۔

لباس کہنہ بپوشید زیر پیراہنش
کہ تا برون نکند خصم بدمنش زتنش

لباس کہنہ چہ حاجت کہ زیر سم ستور
تنے نماند کو پوشند جامہ یا کفنش

شیخ مفید فرماتے ہیں کہ جب حضرت کے تین افراد باقی رہ گئے تو آپ نے اس قوم کی طرف دیکھا اور دفاع میں مشغول ہوئے اور وہ تین افراد آپ کی حمایت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ تینوں بھی شہید ہو گئے اور حضرت تنہا رہ گئے اور زخموں کی کثرت کی وجہ سے جو آپ کے سر اور بدن پر لگے تھے۔ آپ بوجھل ہو گئے۔ اس کے باوجود بھی آپ تلوار سونتے ہوئے اس قوم کو دائیں بائیں سے منتشر کرتے تھے۔ شمر ملعون نے کہ ہر شر و بدی جس کے خمیر میں تھی جب یہ کیفیت دیکھی تو شہسواروں کو بلایا اور انہیں حکم دیا کہ تم پیادوں کے پیچھے صفیں باندھ لو اور کمانداروں سے کہا کہ حضرت پر تیر برساؤ پس تیراندازوں نے آپ کو تیروں کا نشانہ بنایا اور آپ پر تیر برسائے کہ وہ تیر آپ کے بدن مبارک پر خار پشت (سیہی) کی پشت کی طرح نظر آتے تھے اس وقت آپ نے جنگ روک دی اور لشکر بھی آپ کے مدِ مقابل ٹھہر گیا آپ کی بہن جناب زینبؑ نے جب یہ حالت دیکھی تو خیمہ کے دروازے پر تشریف لائیں اور عمر سعد کو پکار کر کہا۔

ویحك یاعمر ایقتل ابوعبدالله وانت تنظر الیه۔

اے عمر وائے ہو تجھ پر حسینؑ شہید ہو رہے ہیں۔ اور تو دیکھ رہا ہے عمر سعد ملعون نے کوئی جواب نہ دیا اور طبری کی روایت ہے کہ اس کے آنسو اس کے چہرہ اور نحس داڑھی پر جاری تھے اور اس نے اس مخدرہ سے منہ پھر لیا۔ پس جناب زینبؑ نے لشکر کی طرف دیکھ کر فرمایا وائے ہو تم پر آیا تم میں سے کوئی مسلمان نہیں ہے کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ سید ابن طاؤس نے روایت کی ہے جب زخموں کی کثرت سے آپ کا جسم سست ہو گیا اور آپ میں جنگ کرنے کی طاقت باقی نہ رہی اور خار پشت سیہی کی طرح آپ کا بدن تیروں سے پر ہو گیا تو اس وقت صالح بن وہب مزنی لعین نے وقت کو غنیمت سمجھا اور حضرت کے قریب آ کر پوری قوت سے آپ کے پہلو میں نیزہ مارا کہ جس سے آپ گھوڑے کی زین سے زمین پر گر پڑے۔ اور آپ دائیں رخسار کے بل زمین پر گرے اور فرمایا **بسم الله وبالله و اعلیٰ ملة رسول الله۔** پس آپ اٹھ کھڑے ہوئے جب گھوڑے کی زین ہیکل وحی وتنزیل سے خالی ہوئی اور عرش ملک جلیل زمین پر گر پڑا تو پیدل جنگ شروع کر دی کہ جس میں شہسواروں کو بٹھا دیا اور کندھے خوف کے مارے لرزنے لگے اور شہسوارانِ عرب کی عقلوں کو حیران اور عقل کے پرندوں کو سروں سے اڑا دیا جناب زینبؑ نے کہ جن کی پوری توجہ اپنے بھائی کی طرف تھی جب یہ عالم دیکھا تو خیمہ سے باہر کی طرف دوڑیں اور فریاد کی **واخاہ واسیداہ واھلبیتاہ** کاش آسمان خراب ہو جاتا اور زمین پر گر پڑتا کاش پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتے اور بیابانوں میں بکھر جاتے۔

راوی کہتا ہے کہ شمر نے اپنے لشکر کو پکار کر کہا کیوں کھڑے ہو اور کس بات کا انتظار کر رہے ہو پس سب نے ہر طرف سے آپ پر حملہ کر دیا۔ حصین بن تمیم لعین نے آپ کے دہن مبارک پر تیر مارا ابوایوب غنوی ملعون نے آپ کے حلق پر تیر لگایا اور زرعۃ بن شریک لعین نے آپ کی دائیں ہتھیلی پر وار کیا اور اسے کاٹ دیا۔ ایک اور ظالم نے آپ کی پشت پر زخم لگایا۔ کہ جس سے آپ

منہ کے بل زمین پر گر پڑے اور آپ پر اتنا ضعف اور کمزوری چھا گئی تھی کہ آپ بڑی زحمت و مشقت سے اٹھتے اور طاقت نہ ہونے کی وجہ سے پھر منہ کے بل گر جاتے یہاں تک کہ سنان ملعون نے آپ کے گلوئے مبارک پر نیزہ مارا پھر اسے وہاں سے نکال کر آپ کے سینہ کی ہڈیوں میں لگایا اس پر اکتفا نہ کیا کمان لے کر اس سے آپ کی گردن پر تیر مارا کہ جس سے آپ گر پڑے۔

اور ابن شہر آشوب کی روایت ہے کہ وہ تیر آپ کے سینہ پر لگا جس سے آپ زمین پر جا پڑے اور اپنا مقدس خون ہتھیلیوں میں لے کر اپنے سر پر ڈالتے اور چند مرتبہ ایسا کیا پس عمر سعد ملعون نے اس شخص سے کہا جو اس کے پہلو میں کھڑا تھا کہ گھوڑے سے اُتر کر حسینؑ کے پاس جاؤ۔ اور انہیں راحت دو (یعنی قتل کر دو) خولی بن یزید ملعون نے جب یہ سنا تو اس نے آپ کے شہید کرنے کی طرف سبقت کی اور دوڑا جب گھوڑے سے اتر کر چاہا کہ آپ کے سر مبارک کو قلم کرے تو اس کو رعشہ اور کپکپی شروع ہو گئی۔ اور وہ آپ کو شہید نہ کر سکا شمر ملعون نے اس سے کہا کہ خدا تیرے بازو ٹکڑے ٹکڑے کرے کیوں کانپتا ہے پس اس ملعون کافر لامذہب نے آپ کا سر جدا کیا اور سید ابن طاؤس فرماتے ہیں کہ سنان بن انس لعنہ اللہ اترا اور حضرت کے پاس آیا اور تلوار آپ کے حلقوم مبارک پر مارنے لگا اور کہتا تھا خدا کی قسم میں تیرا سر جدا کر رہا ہوں اور جانتا ہوں کہ تو فرزند رسولؐ ہے اور ماں باپ کے لحاظ سے تمام لوگوں سے بہتر و افضل ہے پس آپ کا سر مقدس جدا کر دیا اور طبری کی روایت میں ہے کہ امام حسینؑ کی شہادت کے وقت جو بھی آپ کے پاس آتا تو سنان اس پر حملہ کرتا اور اسے دور کر دیتا اس لیے کہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی اور آپ کو شہید کرے یہاں تک کہ اس لعین نے خود حضرت کا سر قلم کیا اور خولی سے سپرد کیا۔

فاجعة ان اردت اكتبها
مجملةً ذِكرةً لمدّكرٍ
جرت دموعي وحال حائلها
مابين لحظِ الجفونِ والزبر

پس اس وقت سیاہ و تاریک غبار بہت زیادہ فضا میں پیدا ہوا اور سُرخ آندھی چلنے لگی فضا اتنی تیرہ و تاریک ہو گئی کہ ایک دوسرے کو سجھائی نہیں دیتا تھا لوگ منتظر عذاب اور مترقب عتاب تھے۔ یہاں تک کہ ایک گھنٹہ کے بعد فضا روشن ہوئی اور تاریکی جاتی رہی ابن قولویہ قمی نے روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے فرمایا جس وقت حضرت امام حسینؑ شہید ہوئے تو فوج یزید نے ایک شخص کو دیکھا جو چیختا چلاتا پھرتا تھا لوگوں نے کہا اے شخص بس کر یہ سب نالہ و فریاد کس لیے کرتا ہے۔ وہ کہنے لگا میں کس طرح چیخ و پکار نہ کروں جب کہ میں رسولؐ خدا کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ کبھی آسمان کی طرف دیکھتے ہیں اور کبھی تمہاری لشکر گاہ کی طرف دیکھتے ہیں مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ خدا سے بددعا اور نفرین نہ کریں کہ جس سے تمام اہل زمین ہلاک ہو جائیں اور میں بھی ان کے درمیان ہلاک ہو جاؤں بعض اہل لشکر کہنے لگے یہ شخص دیوانہ ہے اور بے وقوفوں کی طرح بات کرتا ہے۔ اور ایک گروہ کہ جنہیں توابین کہتے ہیں وہ اس کلام سے متنبہ ہوئے اور کہنے لگے خدا کی قسم ہم نے اپنے اوپر بہت بڑا ظلم کیا ہے اور سمیہ کے بیٹے کو خوش کرنے کے لیے جوانانِ جنت کے سردار کو شہید کر دیا ہے۔ انہوں نے توبہ کی اور ابن زیاد کے

خلاف خروج کیا اور ان سے وہ کچھ ہوا جو واقع ہوا۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان جاؤں وہ چیخ و پکار کرنے والا کون شخص تھا آپ نے فرمایا ہم اسے جبرئیلؑ کے علاوہ اور کوئی نہیں سمجھتے۔ [1]

شیخ مفید کتاب ارشاد میں فرماتے ہیں کہ حضرت سید الشہداءؑ ہفتہ کے دن دسویں محرم الحرام ۶۱ھ اسی دن نماز ظہر کے بعد مظلوم اور پیاسے مصائب پر صبر کر کے شہید ہوئے جس طرح کہ تفصیل سے بیان ہو چکا ہے اور اس وقت آپ کا سن مبارک اٹھاون ۵۸ سال تھا۔ سات سال تک اپنے نانا رسول خداؐ کے ساتھ اور سینتیس ۳۷ سال تک اپنے والد امیر المومنینؑ کے ساتھ اور سینتالیس ۴۷ سال تک اپنے بھائی امام حسنؑ کے ساتھ گزارے اور اپنے بھائی کے بعد آپ کی مدت امامت گیارہ سال تھی آپ جب شہید ہوئے تو خضاب آپ کے عارض سے ظاہر تھا بہت سی روایات آپ کی زیارت کی فضیلت میں بلکہ اس کے وجوب میں وارد ہوئی ہیں جیسا کہ حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا امام حسینؑ کی زیارت ہر اس شخص پر واجب ہے۔ جو آپ کی امامت کا اعتقاد و اقرار رکھتا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ آپ کی زیارت سو حج مقبول اور سو عمرۂ مقبولہ کے برابر ہے اور روایات آپ کی زیارت کی فضیلت میں بہت ہیں ہم نے ان میں سے کچھ روایات مناسک الزائرین میں نقل کی ہیں۔ انتہی

[1] (مترجم کہتا ہے کہ اس روایت کا آخری حصہ صحیح معلوم نہیں ہوتا کیونکہ واضح ہے کہ توابین کی وہ جماعت ہے جو کوفہ میں رہ گئے تھے اور امام مظلوم کی مدد کے لیے نہ آئے اور نہ وہ لشکر یزید میں شریک ہوئے وہ ملاعین جو لشکر یزید شریک تھے ان سب کو مختار نے فی النار و السقر کیا تھا)

چوتھی فصل

اُن واقعات کے بیان میں جو امام حسینؑ کی شہادت کے بعد زمین کربلا میں واقع ہوئے

جب امام حسینؑ درجہ رفیعہ شہادت پر فائز ہو چکے تو آپ کا گھوڑا آپ کے خون میں غلطان اور سرو پیشانی کو اس خون سے رنگین کر کے بلند آواز سے ہنہناتا اور فریاد کرتا ہوا خیام کی طرف آیا جب حضرت کے خیمے کے پاس پہنچا تو اس نے اتنی چیخ و پکار کی اور اپنا سر زمین پر پٹخا کہ جان دیدی امامؑ کی شہزادیوں نے جب اس حیوان کی آواز سنی تو خیمہ سے باہر دوڑیں دیکھا کہ حضرت کا گھوڑا سوار کے بغیر خون میں نہایا ہوا آ رہا ہے تو انہیں معلوم ہو گیا کہ آنجناب شہید ہو گئے ہیں۔ اس وقت خیام اہل بیت سے شور وغل کی آواز واحسیناہ وااماماہ کی فریاد بلند ہوئی عرب شاعر کہتا ہے۔

دماح جواد السبط نحو نسائه
ینوح وینعی الظامی المسترملا
خرجن بنات الرسول حواسرا
فعاین مهر السبط والسرج قد خلا
فادمین باللطم الخدود لفقده
واسکبن دمعاً حره لیس یصطلی

شاعر عجم کہتا ہے:

بناگہ رف رف معراج آنشاہ
کہ بازیں نگوں شد سوئے خرگاہ
پرو بالش پر از خون دیدہ گریاں
تن عاشق کشش آماج پیکاں
بروئش صیحہ زد ورخت پیمبر
کہ چوں شد شہسوار روز محشر

کجا افگند نیش جونست حالش
چہ باأو کرو خصم بدسگالس
مرآن آدم وش پیکر بہیمہ
ہمی گفت ، انظلیم انظلیم !!
سوئے میدان شد آنجا تو محشر
کہ جویا گردد از حال برادر!
ندانم چون بدی خالش درآن کال
نداند کس بجز دانائے احوال

راوی کہتا ہے ام کلثوم نے اپنا ہاتھ سر پر رکھا اور ندبہ و فریاد کرنے لگی **وامحمداہ واجداہ وانبیاہ واابا القاسماہ واعلیاہ واجعفراہ واحمزتاہ واحسناہ ھذا حسین بالعراء صریع بکربلا مجزوز الراس من القفا مسلوب العمامة والرداء**۔ حسینؑ کھلے میدان میں پڑے ہیں ان کا سر پس گردن سے جدا ہوا ہے ان کا عمامہ درِدا چھین لی گئی ہے اتنا ندبہ وگریہ کیا کہ وہ بیہوش ہوگئیں اور باقی اہلبیت کی حالت بھی ایسی تھی خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کے اہل بیت کی اس وقت کیا حالت تھی کسی میں اس کے تصور اور تحریر و تقریر کی طاقت نہیں زیارتِ ناحیہ مقدسہ مرویہ میں ہے تیزی سے تیرا گھوڑا خیام کی طرف ہنہناتا اور گریہ کرتا ہوا آیا جب مخدرت عصمت نے گھوڑے کو ذلت کی حالت میں دیکھا اور نگاہ کی کہ اس کی زین جھکی ہوئی ہے وہ پردوں سے باہر آگئیں بال بکھرے ہوئے تھے رخساروں پر طمانچے مار رہی تھیں اور ان کے چہرے کھلے ہوئے تھے اور واویلا کر رہی تھیں اور عزت کے بعد وہ حرمت سے محروم ہو چکی تھیں۔ اور تیری قتل گاہ کی طرف جلدی سے پہنچیں جب کہ شمر تیرے سینے پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اپنی تلوار آپ کے گلے پر رکھے ہوئے آپ کی ریش مبارک کو ہاتھ میں لیے ہوئے تھا۔ آپ کو اپنی ہندی تلوار سے ذبح کر رہا تھا آپ کے حواس ساکن اور سانس رُک گئے تھے پھر آپ کا سر مبارک نیزہ پر بلند کر دیا گیا راوی کہتا ہے کہ جب آپ کو شہید کر چکے تو آپ کا لباس مبارک لوٹنے کے طمع میں آپ کے بدن مبارک کے پاس جمع ہوئے آپ کا پراہن تو اسحاق بن حیوہ (حویہ) ملعون لے گیا۔ اس نے اسے پہنا تو برص کی بیماری اُسے ہوگئی اور اس کے سر و داڑھی کے بال گر گئے اور اس پراہن میں ایک سو دس سے زیادہ تیر اور نیزہ اور تلوار کے سوراخ تھے اور آپ کا عمامہ اخنس بن مرثد اور دوسری روایات کے مطابق جابر بن یزید ازدی لے گیا اس نے سر پر باندھا تو دیوانہ یا مجذوم ہوگیا اور آپ کے نعلین مبارک اسود بن خالد لعین نے اٹھائے اور آپ کی انگوٹھی بجدل بن سلیم لعین انگلی کے ساتھ کاٹ کر لے گیا مختار نے اس فعل بد کی سزا میں اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے تھے۔ اور اسے چھوڑ دیا۔ وہ اپنے خون میں لوٹتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ جہنم رسید ہوا اور آپ کا قطیفہ خز (ریشمی چادر) قیس بن اشعث خبیث نے لیا اور اسی لیے اسے قیس القطیفہ کہتے ہیں اور روایت ہے کہ وہ ملعون مجذوم (کوڑھ کا مریض) ہوگیا تھا اور اس کے گھر والوں نے اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی اور اسے مزبلہ پر پھینک

دیا تھا۔ اور ابھی زندہ تھا کہ کتوں نے اس کا گوشت نوچ لیا اور آپ کی زرہ عمر سعد لعین نے لی تھی۔ جب مختار نے اس ملعون کو قتل کیا تو وہ زرہ اس کے قاتل ابوعمرہ کو بخش دی اور اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے پاس دو زرہیں تھیں کیونکہ آپ کی دوسری زرہ مالک بن یسر (بشر) لے گیا اور دیوانہ ہو گیا اور آپ کی تلوار جمیع بن خلق اوری نے لی اور ایک قول ہے کہ اسود بن حنظلہ تمیمی ایک اور روایت کی بناء پر فلانس نہشل نے اٹھائی اور یہ تلوار ذوالفقار کے علاوہ تھی۔ کیونکہ ذوالفقار ذخائر نبوت وامامت میں سے تھی۔ مولف کہتا ہے کہ مقاتل میں باقی شہداء کے لباس اور اسلحہ کے لوٹنے کا ذکر نہیں ہے لیکن جو کچھ نظر آتا ہے وہ یہ کہ کوفہ کے کمینے لوگوں نے کوئی چیز کسی پر باقی نہیں چھوڑی اور جو کچھ ان کے اجسام پر تھا وہ لے گئے ابن نما کہتا ہے کہ حکیم بن طفیل نے حضرت عباسؑ کا لباس اور اسلحہ لوٹا تھا اور اس زیارت میں جو حضرت صادقؑ سے شہداء کے متعلق مروی ہے کہ تمہاری لباس ابن سمیہ کے لیے اور جگر کھانے والی کے بیٹے کے لیے انہوں نے اتار لیے اور عبداللہ بن مسلم کی شہادت کے بیان میں آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ ان کا قاتل اس تیر کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوا۔ جو اس مظلوم کی پیشانی پر لگا تھا۔ اور بڑی مشکل سے اس تیر کو نکالا تو کس طرح تصور ہو سکتا ہے کہ جو ایک تیر کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں وہ اپنے مقتول کے لباس وہتھیار کو کس طرح چھوڑ سکتا تھا۔ اور حدیث معتبرہ میں جو زید سے اور انہوں نے علی ابن الحسینؑ سے روایت کی ہے اس کی تصریح ہوئی ہے جہاں آپ فرماتے ہیں کہ میں کس طرح جزع فزع نہ کروں حالانکہ میں نے اپنے سید وآقا اپنے بھائیوں اور چچا کے بیٹوں اور خاندان کے افراد کو زمین پر پڑے ہوئے دیکھا جو گرم ریت پر وسیع میدان میں پڑے تھے جن کے لباس اتار لیے گئے اور نہ انہیں کفن دیا گیا اور نہ انہیں دفن کیا گیا۔

پانچویں فصل

خیام محترم کو لشکر کا تاراج کرنا اور لوٹنا

قال الراوی تسابق القوم علی نهب بیوت آل الرسول وقرة عین البتول جب لشکر امام حسینؑ کا کام تمام ہو چکا تو وہ خیام مطہر اور سرادق اہل بیتؑ کی عصمت کی طرف بڑھے اور ادھر جانے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت کرتے تھے جب خیام تک پہنچے تو ان کو تاراج کرنے اور لوٹنے میں مشغول ہو گئے جتنا اسباب وسامان تھا وہ سب لے گئے ان کے لباس چھینے اور زیور اور پارچات میں سے کوئی چیز باقی نہ رہنے دی گھوڑے اونٹ اور چوپائے جو انہیں نظر آئے سب لے گئے اور اس واقعہ کی تفصیل بیان کرنا مناسب نہیں بہرحال خواتین گریہ وزاری کرتی رہیں اور ان سنگدلوں میں سے کسی کا دل ان شکستہ دلوں کے لیے نہ پسیجا سوائے بکر بن وائل قبیلہ کی عورت کے جو اپنے شوہر کے ساتھ لشکر عمر سعد میں تھی جب اس نے دیکھا کہ وہ بے دین نبیؐ کی شہزادیوں سے تعرض کر رہے ہیں اور ان کے لباس تک لوٹ رہے ہیں۔ تو اس کا دل ان بیکسوں کے لیے جلا۔ اس نے تلوار لی اور خیموں کی طرف آئی اور کہنے لگی یا آل بکر بن وائل اتسلب بنات رسول اللہ۔ اے آل بکر بن وائل کیا یہ مردانگی اور غیرت ہے کہ تم دیکھ رہے ہو اور رسولؐ کی بیٹیاں لوٹی جا رہی ہیں اور تم ان کی مدد نہیں کرتے۔ پس اس نے حمایت اہل بیتؑ میں لشکر کا رخ کیا اور کہنے لگی لاحکم الا اللہ یا الثارات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکم صرف خدا کا ہے اور رسولؐ کے خون کا بدلہ لینے والوں جب اس کے شوہر نے یہ دیکھا اس نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے اس کی جگہ پر لے گیا۔

راوی کہتا ہے پھر بیبیوں کو خیموں سے باہر نکال کر ان خیموں میں آگ لگا دی پس وہ بیبیاں سر ننگے لٹی ہوئیں ننگے پاؤں روتی ہوئی قید ہو کر چل رہی تھیں۔ صاحب معراج المحبہ اسکنہ اللہ فی دار السلام نے کیا خوب کہا ہے۔

چو کار شاہ لشکر برسر آمد
سوئے خرگہ سپہ غارت گر آمد
بدست آں گروہ بے مروت
بیغمات رفت میراث نبوت
ہر آنچیزے کہ بدور خرگہ شاہ
فتاد اندر کف آن قوم گمراہ
زدند آتش ہمہ انخیمہ گہ را

سوزانید دودش مہر مہہ را
بخرگہ شد محید آن شعلہ نار
ہی شد تا بخیمہ شاہ بیمار
بتول دوبین شدور تلاطم
نمودے دست وپائے خویشتن گم
گہی درخیمہ دگاہی بزون ش
دل از آں غصہ اش دریائے خون شد
من ازتحریرایں غم ناتوانم
کہ تصویرش زدہ آتش بجانم
مگرآں عارف پاکیزہ نرو
دراںمعنی بگفت آں شعر نیکو
اگر وردم یکی بودے چہ بودے
دگر غم اند کی بودے چہ بودے

حمید بن مسلم کہتا ہے کہ ہم شمر بن ذی الجوشن لعین کے ساتھ خیموں کے اندر سے گزر رہے تھے یہاں تک کہ ہم علی بن الحسینؑ تک پہنچے ہم نے دیکھا کہ وہ شدت مرض میں غم وبیماری وناتوانائی کے بستر پر سویا ہوا ہے شمر کے ساتھ پیادہ فوج کا ایک دستہ تھا وہ کہنے لگا کیا اس بیمار کو بھی قتل کردیں۔ میں نے کہا سبحان اللہ کتنے بے رحم لوگ ہو کہ اس ناتوان بچے کو بھی قتل کرنا چاہتے ہو جس مرض میں وہ مبتلا ہے یہ تمہارے مقصد کے لیے کافی ہے اور یہ اسے قتل کردے گا۔اس طرح میں نے ان کے شر کو حضرت سے دور کیا پس ان بے رحموں نے وہ چمڑا جو آنحضرت کے نیچے تھا کھینچ لیا اور لے گئے۔اور انہیں زمین پر گرادیا اس وقت عمر سعد آپہنچا خواتین عصمت اس کے پاس جمع ہوگئیں اور اس کے سامنے چیخ وپکار کرنے لگیں۔اور بہت زیادہ روئیں اس شقی کو ان پر رحم آگیا اور اس نے حکم دیا کہ اب کوئی ان کے خیموں میں داخل نہ ہو اور نہ اس بیمار سے کوئی تعرض کرے جب بیبیوں نے اس کی رقت کو محسوس کیا تو اس سے استدعا کی کہ تم حکم کرو جو کچھ یہ لوگ ہم سے لوٹ کر لے گئے ہیں وہ واپس کردیں تا کہ ہم اپنا پردہ کرسکیں ابن سعد نے لشکر سے کہا کہ جس نے جو کچھ لوٹا ہے وہ انہیں واپس کردے خدا کی قسم کسی شخص نے اس کا کہا نہیں مانا۔اور کوئی چیز واپس نہیں کی پھر عمر سعد نے ایک گروہ کو مقرر کیا کہ وہ خیموں کی حفاظت کرے تا کہ کوئی بی بی خیمہ سے باہر نہ جائے اور لشکر بھی ان سے تعرض نہ کرے پھر وہ اپنے خیمہ کی طرف آیا اور کہنے لگا من ینتدب للحسینؑ کون ہے۔جو تیار ہو اور حسینؑ کے بدن پر گھوڑا دوڑائے اور اس بدن شریف پر گھوڑے دوڑائے اور آپ کے سینہ پشت اور پہلو کی ہڈیاں توڑ ڈالے۔یہ ملاعین جب کوفہ میں پہنچے تو ابن زیاد کے سامنے کھڑے ہوئے اُسید بن مالک نے جوان

حرامزدوں میں سے ایک تھا چاہا کہ خدمت کا اظہار کرے تاکہ زیادہ انعام حاصل کر سکے اس نے یہ شعر فخر کے طور پر پڑھا۔

نحن رضضنا الصدر بعد الظهر
بکل یعبوب شدید الاسر

ہم نے پشت کے بعد سینہ روندا ہر عمدہ تیز رفتار گھوڑے سے ابن زیادہ کہنے لگا یہ لوگ کون ہیں جنھوں نے امیر کی بڑی اچھی خدمت کی ہے ہم نے حسینؑ کے جسم پر گھوڑے دوڑائے ہیں یہاں تک کہ اس کے سینے کی ہڈیوں کو گھوڑوں کے ٹاپوں سے آٹے کی طرح پیس دیا ہے ابن زیادہ نے ان کو کوئی وقعت نہ دی اور تھوڑا سا انعام دیا ابوعمرو زاہد حدیث بیان کرنے والا کہتا ہے کہ ہم نے جب ان دس افراد کے حسب و نسب میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ سب حرامزادے تھے اور ان کو مختار نے گرفتار کیا اور حکم دیا کہ ان کے ہاتھ پاؤں میخوں سے زمین میں گاڑ دیئے جائیں۔ اور پھر فرمان جاری کیا کہ ان کے اوپر گھوڑے دوڑائے جائیں یہاں تک کہ یہ طاعین فی النار واسقر ہوئے اور گھوڑوں کے سموں کے نیچے پس گئے اور مٹ گئے **لعنهم الله واخزاهم**۔

تنبیہ و تیمم واضح ہو کر علما اخبار اور مورخین آثار نے شہداء کربلا کی تعداد میں اختلاف کیا ہے اور ہم اس سے پہلے سید الشہداءؑ کے لشکر کی تعداد کے سلسلہ میں اس کی طرف اشارہ کر چکے ہیں اور بنی ہاشم میں سے شہید ہونے والے افراد میں بھی مختلف روایات ہیں بعض نے ستائیس کہے ہیں ابوالفرج کہتا ہے کہ جن کی شہادت اولاد ابوطالبؑ میں سے معلوم ہو چکی ہے وہ بائیس افراد تھے اور شیخ ابن نما نے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ سترہ افراد فاطمہ بنت اسد کی اولاد میں سے صحراء کربلا میں شہید ہوئے اور ریان بن شبیب سے پہلے آپ جان چکے ہیں کہ سید الشہداءؑ کے ساتھ اہل بیت میں سے ایسے اٹھارہ افراد شہید ہوئے ہیں کہ روئے زمین میں جن کی نظیر نہیں اور جو زیارت سید ابن طاؤس کی روایت کی بناء پر ناحیہ مقدسہ سے خارج ہوئی ہے اس میں امام حسینؑ کی اولاد میں سے عبداللہ و جعفر مذکور ہیں اور امیر المومنینؑ کی اولاد میں سے عبداللہ عباس جعفر عثمان اور محمد ہیں۔ اور امام حسنؑ کے فرزند ابوبکر عبداللہ قاسم ہیں اور عبداللہ بن جعفر کے بیٹے عون و محمد ہیں اور عقیل کے فرزند جعفر عبدالرحمٰن محمد بن ابی سعد بن عقیل اور عبداللہ ابوعبداللہ دو مسلم کے بیٹے ہیں۔ اور یہ سید الشہداءؑ کے ساتھ مل کر اٹھارہ افراد اور چونسٹھ افراد باقی شہداء کربلا کے اس زیارت میں نام ہیں۔ اور شیخ طوسی نے مصباح میں عبداللہ بن سنان سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں روز عاشورا اپنے آقا حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ حضرت کا رنگ متغیر ہے اور آثار حزن واندوہ آپ کے چہرہ سے ظاہر ہیں اور مروارید کی طرح آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔

میں نے کہا اے فرزند رسولؐ خدا آپ کی آنکھوں کو نہ رلائے آپ کے رونے کا سبب کیا ہے فرمایا کیا تم اس سے غافل ہو کہ آج کون سا دن ہے کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آج ہی کے دن حسین علیہ السلام شہید ہوئے تھے میں نے عرض کیا آج کے روزے کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں فرمایا فاقہ کرو نیت روزہ کے بغیر اور دن کے وقت افطار کرو لیکن نہ خوشی کرو اور نہ تمام دن روزہ رکھو اور عصر سے ایک گھنٹہ بعد پانی سے افطار کرو کیونکہ اس وقت آل رسولؐ سے جنگ ختم ہوئی تھی اور تیس افراد ان میں سے اور ان کے آزاد کردہ غلاموں میں سے زمین پڑے تھے وہ جن کی شہادت رسولؐ خدا کے لیے گراں تھی اگر آپ اس دن زندہ ہوتے تو وہ صاحب تعزیت قرار

پاتے ہیں حضرت اتنا روئے کہ آپ کی ریش مبارک تر ہوگئی اور اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلبیت میں سے اٹھارہ افراد کربلا میں شہید ہوئے کیونکہ ابن شہر آشوب نے مناقب میں فرمایا ہے کہ دس افراد امام حسینؑ کے غلام اور دو جناب امیر المومنینؑ کے کربلا میں شہید ہوئے پس یہ حضرات اٹھارہ آل رسولؐ کے افراد کو ملا کر تیس بنتے ہیں۔ بہرحال شہداء طالبین کی تعداد میں اختلاف ہے۔ اور جو میری نظر میں زیادہ قوی معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ سید الشہداء کے ساتھ اٹھارہ افراد آل پیغمبرؐ میں سے شہید ہوئے جیسا کہ عیون اور امالی کی معتبر حدیث میں ہے کہ حضرت رضاؑ نے ریان سے فرمایا اور یہ زحر بن قیس کے قول کے بھی مطابق ہے جو اس معرکہ اور رزمگاہ میں موجود تھا اور اس کی گفتگو آگے بیان ہوگی اور یہ موافق ہے اس روایت کے بھی جو سید سجادؑ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے اپنے باپ بھائیوں اور اہل بیت کے سترہ افراد کو مقتول اور زمین پر پڑے ہوئے دیکھا اور صاحب کامل بہائی کے نزدیک بھی یہی قول صحیح ہے اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ جنہوں نے سترہ افراد بیان کیے ہیں۔ انہوں نے شیر خوار بچے کو شمار نہیں کیا ہوگا۔ لہٰذا وہ قول بھی اسی کی طرف راجع ہے اور معویہ بن وہب کی روایت جس کا ابتداء باب میں بیان آیا ہے اسی مطلب پر محمول کرتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ ھو العالم۔

چوتھا مقصد

شہادت امام حسینؑ کے بعد کے واقعات اہل بیت کے کربلا سے روانہ ہونے سے لے کر مدینہ منورہ میں وارد ہونے تک کا بیان بعض مرثیوں کا ذکر اور حضرت کی اولاد کی تعداد اس میں بارہ فصول ہیں۔

پہلی فصل

شہداء کے سروں کا کربلا سے کوفہ کی طرف جانے کا بیان

جب عمر و سعد لعین شہادت امام حسینؑ سے فارغ ہو چکا تو پہلے سر مبارک حضرت کا خولی بن یزید اور حمید بن مسلم کے سپرد کیا اور بروز عاشوراء ہی انہیں عبید اللہ ابن زیاد کے پاس بھیجا۔ خولی سر مبارک کو لے گیا۔ اور بڑی تیزی سے اپنے آپ کو رات کے وقت کوفہ پہنچا دیا۔ چونکہ رات ہوگئی تھی اور ابن زیاد کی ملاقات ممکن نہیں تھی۔ لہٰذا اپنے گھر گیا۔ طبری اور شیخ ابن نما نے خولی کی بیوی نوار سے روایت کی ہے وہ کہتی ہے کہ خولی ملعون حضرت کا سر مبارک لے آیا اور اسے تھال کے نیچے رکھ دیا۔ اور بستر پر آ کر لیٹ گیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا خبر لایا ہے کہنے لگا میں ایک زمانہ کے اخراجات لے کر آیا ہوں۔ میرے پاس سر حسینؑ ہے جو لایا ہوں۔ میں نے کہا وائے ہو تم پر لوگ سونا اور چاندی لے کر آتے ہیں اور تو حسینؑ فرزند رسول کا سر لے کر آیا ہے خدا کی قسم تیرا میرا سر ایک تکیہ پر جمع نہیں ہوگا یہ کہہ کر میں بستر سے اٹھ کھڑی ہوئی اور میں اس تھال کے پاس گئی کہ جس کے نیچے سر رکھا تھا بیٹھ گئی۔ پس خدا کی قسم میں مسلسل دیکھتی رہی کہ نور ایک عمود کی طرح وہاں سے لے کر آسمان تک کھچا ہوا تھا اور سفید

پرندے میں نے دیکھے جو اس سر کے اردگرد اڑ رہے تھے۔ یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور خولی سر ابن زیاد کے پاس لے گیا۔مولف کہتا ہے کہ صاحبان مقاتل معتبرہ نے عاشورا کی شام کے حالات اہل بیت کے متعلق کچھ بھی تحریر نہیں کئے کہ وہ کس حالت میں رہے اور ان پر کیا گزری۔ تا کہ ہم بھی یہاں کچھ بیان کرتے ہاں بعض شعراء نے اس مقام پر کچھ اشعار کہے ہیں کہ جن میں سے بعض کا ذکر مناسب ہے صاحب معراج الجمعہ نے کہا ہے۔شعر

چو از میدان گردوں چتر خورشید
نگوں چوں رایت عباس گردید
بتول دو مین ام المصائب
چو خودرا دیدبے سالار وصاحب
پر ایتام برادر مادری کرد!
بنات النعش راجمع آوری کرو
شفا بخش مریضاں شاہ بیمار
غم قتل پدر بودش پرستار
شدندی داغداران پیمبر
دریوں خیمہ سوزید زاخگر
بپاشد از جفا وجور اُمت
قیامت برشقیادست اُمت
شبی بگذشت بر آل پیمبر
کہ زہرا بود درجنت مکدر
شبی بگذشت برختم رسولاں
کہ از تصویر آن عقل است حیران
زجمال وحکا تھائے جمال!
زبان صدچہ من ہرید ولال!
زانگشت وزانگشتر کہ بودش
بود دو راز ادب گفت وشنیدش

(مولف نے نیر تبریزی کے جناب زینب کے زبانی اشعار اور محتشم کے اشعار بیان کیے ہیں ہم صرف محتشم کے اشعار ذکر کر رہے ہیں مترجم)

کائے بانوئے بہشت بیا حال ماہیں
مارا بصد ہزار بلا جتلا ہیں
بنگر بحال زار جو اناں ھاشمی
مروانش شہید وزنان درعزا ہیں

خلاصہ یہ کہ جب عمر سعد نے سر امام خولی کے سپرد کیا تو حکم دیا کہ باقی سروں کو جو کہ بہتر تھے خاک وخون سے صاف کیا جائے اور شمر بن ذی الجوشن۔ قیس بن اشعث اور عمرو بن حجاج کے ساتھ ابن زیاد ملعون کے پاس روانہ کئے اور ایک روایت ہے کہ سرہائے شہداء قبائل کندہ ہوازن بنی تمیم بنی اسد اور مذحج کے لوگوں اور باقی قبائل میں تقسیم کر دیئے تا کہ وہ ابن زیاد کے پاس لے جائیں اور اس کا قرب حاصل کریں اور خود وہ ملعون اُس دن وہیں رہا۔ رات بھی وہیں بسر کی اور گیارھویں کے دن زوال تک کربلا میں رہا اور اپنے مقتول سپاہیوں کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور سب کو دفن کیا جب دن ڈھل گیا تو عمر سعد لعین کے حکم سے رسول زادیوں کو کھلے ہوئے چہروں کے ساتھ بے مقنع و چادر بے پالان کے اونٹوں پر سوار کیا اور سید سجادؑ کی گردن میں طوق ڈالا اور انہیں ترک و روم کے قیدیوں کی طرح لے چلے جب انہیں مقتل گاہ سے گزارا گیا اور خواتین کی نگاہ امام حسینؑ کے جسم مبارک اور باقی شہداء پر پڑی تو انہوں نے اپنے منہ پیٹ لیے نالہ وفریاد سے آواز بلند کی اور ندبہ کیا.......... شیخ ابن قولویہ قمی نے سند معتبر کے ساتھ حضرت سجادؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے زائدہ سے فرمایا عاشوراء کے دن جو مصیبت ہمیں پہنچی سو پہنچی۔ مصائب عظیم میں سے اور میرے والد اور ان کے ساتھی اولاد بھائی اور اہل بیتؑ میں سے شہید ہو گئے تو حرم محترم اور مخدرات حضرت کو اونٹوں پر سوار کر کے کوفہ کی طرف لے چلے تو میں نے اپنے باپ اور باقی اہلبیتؑ کو دیکھا کہ خاک وخون میں غلطاں ان کے لاشے زمین پر پڑے ہیں اور کوئی شخص ان کے دفن کرنے کی طرف متوجہ نہیں ہوتا یہ بات مجھ پر گراں گزری اور میرا سینہ تنگ ہو گیا اور میری یہ حالت ہوئی کہ گویا میری روح جسم سے پرواز کر رہی ہے میری پھوپھی جناب زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا نے جب مجھے اس حالت میں پوچھا اے ماں باپ اور بھائیوں کی یادگار یہ کیسی حالت ہے جس میں تجھے دیکھ رہی ہوں تم چاہتے ہو کہ اپنی جان دے دو۔ میں نے کہا اے پھوپھی میں جزع واضطرب کیوں نہ کروں جب کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے سردار وآقا بھائی و چچا اور چچا زاد اہلی خاندان خون آلودہ اس بیابان میں پڑے ہیں اور ان کے بدن عریاں و بے کفن ہیں اور کوئی شخص ان کو دفن کرنے کے لیے تیار نہیں اور نہ کوئی ادھر متوجہ ہوتا ہے۔ گویا انہیں مسلمان نہیں سمجھتے میری پھوپھی نے کہا جو کچھ دیکھ رہے ہو اس سے دلگیر نہ ہو اور گھبراؤ نہیں خدا کی قسم یہ تو رسولؐ خدا کی طرف سے ایک عہد و پیمان تھا آپ کے دادا باپ اور چچا کی طرف۔ اور رسولؐ خدا نے ہر ایک کے مصائب سے انہیں خبردار کیا تھا اور خداوند عالم نے اس امت کے ایک گروہ سے پیمان لیا ہے کہ جنہیں فراعنہ زمین نہیں پہچانتے۔

لیکن اہل آسمان کے نزدیک وہ مشہور ومعروف ہیں کہ وہ آ کر ان اعضاء متفرقہ اور خون میں گرم شدہ جسموں کو دفن کریں گے جو میں طف میں تیرے باپ سید الشہداء کی قبر کی علامت نصب کریں گے کہ جس کا اثر کبھی نہیں مٹے گا اور ایام ولیالی سے محو نہیں ہوگا۔ یعنی لوگ اطراف واکناف سے ان کی قبر مطہر کی زیارت کے لیے آئیں گے اور ان کی زیارت کریں گے اور جتنا سلاطین کافر اور ان کے معاونین ظالم اس کے آثار کو مٹانے کی کوشش کریں گے وہ اور زیادہ ظاہر ہوگی اور اس کی رفعت وبلندی اور بڑھے گی اور اس حدیث کا بقیہ حصہ دوسری جگہ سے لیا جائے چونکہ بناء اختصار پر ہے۔ بعض مورخیں نے میدان بن طاؤس کی عبارت جو خیموں کو آگ لگنے اور اہل بیت کے عاشوراء کے دن مقتل گاہ میں آنے کے متعلق منقول ہے اسے گیارہویں کے دن نقل کیا ہے اس کا ذکر بھی مناسب ہے جب ابن سعد ملعون نے چاہا کہ خواتین عصمت کو کوفہ کی طرف لے جائیں تو حکم دیا کہ خیموں سے انہیں نکال کر خیام محترم کو آگ لگا دیں پس انہوں نے اہل بیتؑ کے خیموں میں آگ لگا دی اور ان سے شعلے نکلنے لگے اولاد رسولؐ دہشت کے عالم میں پابرہنہ خیموں سے باہر دوڑی اور لشکر کو قسم دی کہ ہمیں امام حسینؑ کی مقتل گاہ سے گزاریں پس مقتل گاہ کی طرف روانہ ہوئے جب ان کی نگاہ اجسام طاہرہ شہداء پر پڑی تو فریاد و نالہ کیا اور اپنے سر و چہرہ پر طمانچے مارنے لگے دیہاں کافی اشعار فارسی کے لکھے ہیں۔ راوی کہتا ہے خدا کی قسم میں زینب دختر علی علیہا السلام کو نہیں بھولوں گا جو اپنے بھائی پر ندبہ کر رہی تھیں اور محزون آواز اور مغموم دل سے پکار رہی تھیں۔

یا محمد صلی علیک ملیک السماء اے محمد مصطفیٰؐ آپ پر آسمان کے فرشتوں نے درود یا نماز پڑھی تھی اور یہ آپ کا حسینؑ ہے جس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا ہے اور وہ اپنے خون میں غلطاں ہے یہ آپ کی بیٹیاں ہیں کہ جنہیں قید کر لیا گیا ہے یا محمد یہ آپ کا حسینؑ ہے جسے زنازادے کی اولاد نے قتل کیا ہے اور اس کا جسم زمین پر پڑا ہے اور باد صبا اس پر خاک ڈال رہی ہے۔ **واحزناہ واکرباہ** آج کا دن اس دن کی مانند ہے جس دن میرے نانا رسولؐ نے وفات پائی تھی اے اصحاب محمدؐ یہ دیکھو ذریت رسولؐ کو قیدیوں کی طرح لیے جا رہے ہیں اور دوسری روایت کے مطابق فرماتی ہیں یہ آپ کا حسینؑ ہے جسے پس گردن سے شہید کیا گیا ہے اور اس کا عمامہ وردا چھین کر لے گئے ہیں میرا باپ فدا و قربان ہو اس پر جس کے خیموں کو اکھاڑ پھینکا ہے۔ میرا باپ قربان ہو اس پر کہ جس کے لشکر کو پیر کے دن لوٹا گیا۔ میرا باپ فدا و قربان ہو اس پر جس کے خیموں کو اکھاڑ پھینکا ہے۔ میرا باپ فدا ہو اس پر جو یہاں شہید ہوا۔ نیز باپ قربان اس پر جس کی ریش مبارک خون آلود اور اس سے خون ٹپک رہا میرا باپ اس پر فدا جس کا نانا محمد مصطفیٰؐ ہے میرا باپ قربان اس مسافر پر جو کسی ایسے سفر پر نہیں گیا کہ جس سے واپس آنے کی امید ہو اور وہ ایسا زخمی نہیں کہ جس کے زخموں کا علاج ہو سکے خلاصہ یہ کہ جناب زینبؑ نے اس قسم کے کلمات کے ساتھ اپنے بھائی کا ندبہ کیا کہ دوست و دشمن آپ کے گریہ و نالہ سے رونے لگے اور جناب سکینہ باپ کے ٹکڑے ٹکڑے جسم سے لپٹ گئیں اور نالہ و زاری سے سنگ خارہ کے دل کو بھی ٹکڑے ٹکڑے کر رہی تھیں وہ نالہ و گریہ کرتی تھیں صاحب معراج المحبۃ کے اشعار ہیں۔

همی گفت اے شہ باشوکت وفر
ترا سر رفت وما را افسر از سر

دے برخیزد حال کو دکان بین!

اسیر و دستگیر کو فیاں بین

روایت ہے کہ وہ مخدرہ اپنے باپ کے لاشے کو نہیں چھوڑتی تھیں۔ یہاں تک کہ عرب کے بدوؤں کا ایک گروہ جمع ہوا اور انہوں نے اسے باپ کے لاشے سے جدا کیا مصباح کفعمی میں ہے کہ جناب سکینہ فرماتی ہیں جب میرے بابا شہید ہو گئے تو میں نے ان کے بدن کو آغوش میں لیا مجھ پر اغماء و بے ہوشی کی حالت طاری ہوئی تو میں نے اس حالت میں اپنے باپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

شعیتی ما ان شربتم ماء عذب فاذکرونی

اوسمعتم بغریب اوشهید فاندبونی۔

میرے شیعو! جب میٹھا پانی پیو تو مجھے یاد کرنا یا کسی مسافر و شہید کی خبر سنو تو مجھ پر بلند آواز سے گریہ کرنا پس اہل بیت کو مقتل گاہ سے جدا کیا اور انہیں بے پالان اونٹوں پر سوار کیا جیسا کہ پہلے تفصیل سے بیان ہوا اور انہیں کوفہ کی طرف لے چلے۔

دوسری فصل

اجساد طاہرہ کا دفن ہونا

جب عمر سعد کربلا سے کوفہ کی طرف چلا گیا تو بنی اسد کا ایک گروہ جو غاضریہ کے علاقہ میں رہتا تھا جب انہیں معلوم ہوا کہ ابن سعد کا لشکر کربلا سے چلا گیا ہے۔ تو وہ حضرت اور آپ کے ساتھیوں کی قتل گاہ میں آئے اور انہوں نے شہداء کی لاشوں پر نماز جنازہ پڑھی اور انہیں دفن کر دیا اس طرح سے کہ امام حسینؑ کو اسی جگہ جو اب مشہور ہے دفن کیا اور علی بن الحسینؑ کو باپ کی پائنتی کی طرف سپرد خاک کیا اور باقی شہداء و اصحاب کے لیے جو آپ کے گرد شہید ہوئے پائنتی کی طرف ایک گڑھا کھودا اور انہیں اس میں دفن کیا۔ اور حضرت عباسؑ کو غاضریہ کے راستہ میں اسی جگہ جہاں آپ کا مرقد مطہر ہے دفن کیا اور ابن شہر آشوب کہتے ہیں کہ بہت سے شہداء کی قبریں تو بنی ہوئیں تھیں اور سفید پرندے ان کا طواف کر رہے تھے اور شیخ مفید نے بھی کتاب ارشاد میں ایک جگہ شہداء اہل بیت کے نام شمار کئے ہیں اس کے بعد فرمایا ہے۔ کہ وہ سب مشہد امام حسینؑ میں پائنتی کی طرف مدفون ہیں سوائے جناب عباسؑ کے جنہیں مسناۃ میں جو غاضریہ کے راستہ میں ہے ان کی قتل گاہ والی جگہ پر دفن کیا تھا اور ان کی قبر ظاہر بظاہر موجود ہے۔ لیکن باقی شہداء کی قبریں کہ جن کے نام ذکر کئے ہیں ان کا نشان معلوم نہیں بلکہ زائر امام حسینؑ کی پائنتی کی طرف اشارہ کر کے انہیں سلام کرتا ہے اور علی ابن الحسینؑ (علی اکبر) بھی انہیں کے ساتھ ہیں اور کہا گیا ہے کہ حضرت باقی شہداء کی نسبت اپنے باپ کے زیادہ قریب ہیں اور باقی رہے آپ کے اصحاب جو آپ کے

ساتھ شہید ہوئے تو وہ حضرت کے ارد گرد دفن ہیں ہم تحقیق و تفصیل کے ساتھ ان قبروں کو معین نہیں کر سکتے کہ ہر ایک کہاں دفن ہے مگر اس میں شک نہیں کہ حائر حسینی ان کے گرد اور ان پر محیط ہے۔ **رضی اللہ عنھم و ارضاھم و اسکنھم جنات النعیم۔**

مولف کہتا ہے کہ شیخ مفید کی فرمائش دفن شہداء کے متعلق بطور غلب ہے لہٰذا اس سے یہ منافات نہیں رکھتا کہ حبیب بن مظاہر اور حر بن یزید کی قبر علیحدہ علیحدہ اور مدفن جداگانہ ہو۔

صاحب کتاب کامل بھائی نے نقل کیا ہے کہ عمر سعد شہادت کے دن سے لے کر دوسرے دن کے زوال تک کربلا میں رہا اور کچھ بوڑھے اور قابل اعتماد لوگوں کو امام زین العابدینؑ اور امیر المومنینؑ کی بیٹیوں اور باقی مستورات پر متعین کیا اور وہ کل بیس عورتیں تھیں اور امام زین العابدینؑ اس وقت بائیس سال کے تھے اور امام محمدؑ باقر چار سال کے اور دونوں کربلا میں موجود تھے اور خداوند عالم نے ان کی حفاظت فرمائی جب عمر سعد کربلا سے چلا گیا تو بنی اسد کا ایک گروہ کوچ کر کے جارہا تھا جب وہ کربلا میں پہنچے اور یہ حالت دیکھی تو انہوں نے امام حسینؑ کو تنہا دفن کیا اور علی بن حسین کو ان کی پائنتی کی طرف اور حضرت عباسؑ کو فرات کے کنارے جہاں آپ شہید ہوئے تھے اور باقی شہداء کے لیے ایک بڑی قبر کھود کر اس میں دفن کیا اور حر بن یزید کو ان کے رشتہ داروں نے جہاں وہ شہید ہوئے تھے وہیں دفن کیا۔ اور باقی شہداء کی قبریں معین نہیں ہیں کہ ہر ایک کی قبر کون سی ہے مگر یہ کہ حائر تمام پر محیط ہے انتہی شیخ شہید نے امام حسینؑ کی زیارت کے فضائل بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ جب زائر امام حسینؑ کی زیارت کرے تو آپ کے بیٹے علی بن الحسین اور باقی شہداء کے زمانہ میں حر کی قبر اس جگہ مشہور تھی اور اس شیخ جلیل کی نگاہ میں قابل اعتبار تھی اور یہی مقدار اس مقام پر ہمارے لیے کافی ہے۔

وصل مخفی نہ رہے کہ احادیث صحیحہ کی بناء پر جو علماء امامیہ کے پاس موجود ہیں بلکہ اصول مذہب کے موافق امام کو امام کے علاوہ کوئی شخص غسل دفن اور کفن نہیں دیتا لہٰذا اگر چہ ظاہراً بنی اسد کے ایک گروہ نے حضرت سید الشہداءؑ کو دفن کیا تھا لیکن فی الواقع امام زین العابدینؑ تشریف لائے اور انہوں نے حضرت کو دفن کیا جیسا کہ امام رضاؑ نے واقفیہ کے احتجاج میں تصریح فرمائی تھی بلکہ بصائر الدرجات کی حدیث شریف سے جو حضرت جوادؑ سے مروی ہے مستفاد ہوتا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ اسی طرح امیر المومنینؑ امام حسنؑ اور حضرت سید العابدینؑ جبرئیلؑ اور وہ فرشتے بھی جو شب قدر زمین پر نازل ہوتے ہیں حضرت کے دفن میں موجود تھے اور مناقب میں ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے رسولؐ خدا کو عالم خواب میں امام حسینؑ سید الشہداءؑ کی شہادت کے بعد غبار آلود اور پابرہنہ اور گریہ کی حالت میں دیکھا اور آپؐ نے پیراہن کے کنارے اوپر کو اٹھائے اور اپنے دل کے ساتھ لگائے ہوئے تھے جیسے کوئی شخص کسی چیز کو اپنے دامن میں لیے ہوتا ہے اور آپ اس آیت کی تلاوت فرمارہے تھے۔ **ولا تحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظالمون**۔ خدا کو ان اعمال سے غافل نہ سمجھو جو ظالم بجالائے ہیں اور فرمایا میں کربلا گیا تھا اور میں نے حسینؑ کا خون اس زمین سے جمع کیا ہے۔ اور وہ خون میرے دامن میں موجود ہے اور اب میں جارہا ہوں تاکہ اس کو قتل کرنے والے لوگوں کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں مخاصمہ کروں اور سلمہ سے روایت ہے کہ میں نے اُم سلمہ کی خدمت میں حاضری دی۔ جب کہ وہ رو رہی تھیں میں نے پوچھا کہ آپ کس لیے رو رہی ہیں فرمایا کہ میں نے رسولؐ خدا کو خواب میں دیکھا ہے کہ آپ کے سر اور ریش مبارک پر آثار خاک تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ کس وجہ

سے غبار آلود ہیں فرمایا میں حسینؑ کے پاس تھا جب کہ وہ قتل ہو رہا تھا اور میں اس کے پاس سے آ رہا ہوں۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ صبح کے وقت ام سلمہ رو رہی تھیں ان سے رونے کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے امام حسینؑ کی شہادت کی خبر دی اور فرمایا میں نے رسول خداؐ کو کبھی خواب میں نہیں دیکھا۔

مگر گزشتہ رات کو آپ کو با صورت متغیر اور حالتِ اندوہ و غم میں دیکھا ہے میں نے اس حالت کا سبب آپ سے پوچھا تو فرمایا کہ میں آج رات حسینؑ اور اس کے ساتھیوں کی قبریں کھودتا رہا ہوں اور جامع ترمذی اور فضائل معانی سے منقول ہے کہ ام سلمہ نے رسولؐ خدا کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے سر پر خاک ڈالی ہوئی ہے تو عرض کیا کہ آپ کی یہ کیسی حالت ہے۔ فرمایا میں کربلا سے آ رہا ہوں اور دوسری جگہ پر ہے کہ آنحضرتؐ گرد آلود تھے۔ اور فرمایا میں حسینؑ کو دفن کرنے سے فارغ ہوا ہوں اور مشہور ہے کہ اجساد طاہرہ تین دن تک دفن کے بغیر زمین پر پڑے رہے۔ بعض کتب میں منقول ہے کہ عاشوراء کے ایک دن بعد دفن ہوئے لیکن یہ قول بعید ہے کیونکہ عمر سعد گیارہویں کو کربلا میں اپنے لشکر کے خبیث ابدان کو دفن کرنے کے لیے موجود رہا اور اہل غاضریہ عمر سعد کے خوف سے عاشورہ کی رات فرات کے کنارے سے کوچ کر گئے تھے اور حالات دیکھتے ہوئے وہ اتنی جلدی واپسی کی جرأت نہیں کر سکتے اور منقل محمد بن ابوطالب سے امام محمد باقرؑ سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار امام زین العابدینؑ سے روایت کی ہے کہ جو لوگ معرکہ کربلا میں حاضر ہوئے۔ کہ جنہوں نے شہداء کو دفن کیا انہیں جون کا لاشہ دس دن کے بعد ملا کہ جس سے بہترین خوشبو مشک و عنبر کی بلند ہو رہی تھی اور اس خبر کی وہ چیز موید ہے جو سبط کے تذکرہ میں ہے کہ زہیر حسینؑ کے ساتھ شہید ہوئے ان کی زوجہ نے زہیر کے غلام سے کہا کہ جاؤ اور اپنے آقا کو کفن پہناؤ وہ غلام کربلا میں گیا تو دیکھا کہ حسینؑ کا جسم برہنہ پڑا ہوا ہے تو اس نے دل میں کہا کہ اپنے آقا کو تو کفن پہناؤں اور حسینؑ کو کفن کے بغیر چھوڑ دوں۔ خدا کی قسم یہ نہیں ہو سکتا پس وہ کفن تو اس نے امام حسینؑ کو پہنایا اور اپنے آقا زہیر کو دوسرا کفن دیا۔ اور امالی شیخ طوسی دیزج کی خبر سے معلوم ہوتا ہے جو متوکل کے حکم سے امام حسینؑ کی قبر کو خراب کرنے کے لیے آیا تھا کہ بنی اسد بوریا کا ایک ٹکڑا لائے تھے اور انہوں نے قبر کے اندر وہ بوریا بچھا دیا تھا اور آپ کے جسم طاہر کو اس بوریا پر رکھ کر دفن کیا تھا۔

تیسری فصل

اہل بیت علیہم السلام کی کوفہ میں آمد

جب ابن زیاد کو خبر ملی کہ اہل بیتؑ کوفہ کے قریب آ پہنچے ہیں تو اس نے حکم دیا کہ شہداء کے سر جو ابن سعد نے پہلے بھیج دیئے تھے واپس لے جائیں اور اہل بیتؑ کے آگے آگے نیزوں پر نصب کر کے اہل بیتؑ کے ساتھ شہر میں لے آئیں اور کوچہ و بازار میں پھرائیں تا کہ قہر و غلبہ تسلط یزید لعین لوگوں کو معلوم ہو اور لوگوں کے ہول و ہیبت میں زیادتی ہو اور کوفہ کے لوگوں کو جب اہل بیت کے درود کی خبر معلوم ہوئی تو وہ کوفہ سے باہر نکل آئے مرحوم محتشم یہاں فرماتے ہیں شعر۔

چوں بیکساں آل نبیؐ دربدر شدند
درشہر کوفہ نالہ کناں نوحہ گر شدند
سرہائے سروراں ہمہ برنیزہ وستان
درپیش روئے اہل حرم جلوہ گر شدند
از نالہ ہائے پردگیاں ساکناں عرشے
جمع از پئے نظارہ بہرہ گذر شدند
بی شرم امتے کو نتر سید از خدا
برعشرت پیمبر خود پردہ در شدند
دست از جفا نداشتہ بر زخم اہلبیت
ہر دم نمک فشاں بجفائے دگر شدند

مسلم بنا سے روایت کرتے ہیں وہ کہتا ہے کہ عبیداللہ بن زیاد نے مجھے دارالامارہ کی تعمیر پر مقرر کیا تھا جب میں کام میں مشغول تھا۔ تو اچانک میں نے بہت شور و غل محلات کوفہ کی طرف سے سنا۔ پس میں نے اس خادم سے کہا جو میرے پاس تھا کہ کوفہ میں یہ شور و غل کیسا ہے وہ کہنے لگا ابھی اس خارجی کا سر لائیں گے جس نے یزید کے خلاف خروج کیا ہے اور یہ شور و غل اس کو دیکھنے کے لیے ہے میں نے اس سے پوچھا یہ خارجی کون تھا وہ کہنے لگا حسینؑ بن علیؑ جب میں نے یہ سنا تو اپنے آپ پر قابو پائے رکھا جب وہ خادم وہاں سے باہر چلا گیا تو میں نے اس زور سے اپنا منہ پیٹا کہ یہ ڈر ہوا کہ کہیں میری دونوں آنکھیں اندھی نہ ہو جائیں اس وقت میں نے اپنا

منہ دھویا جن پر گارا لگا ہوا تھا اور قصر الامارہ کی پشت سے باہر نکلا۔ جب میں کناسہ میں پہنچا تو میں وہاں کھڑا ہوا تھا اور دوسرے لوگ بھی قیدیوں اور کٹے ہوئے سروں کے آنے کے منتظر تھے کہ اچانک میں نے دیکھا چالیس محمل وہودج ظاہر ہوئے جو چالیس اونٹوں پر تھے کہ جن میں خواتین وحرم سید الشہداء اور اولاد فاطمہ تھیں اور اچانک میں نے دیکھا کہ علیؑ بن حسینؑ ایک برہنہ اونٹ پر سوار ہیں اور زنجیروں کی سختی کی وجہ سے آپ کی گردن کی رگوں سے خون جاری ہے۔ اور آپ از روئے اندوہ وحزن چند اشعار پڑھ رہے تھے کہ جن کا خلاصہ مضمون یہ تھا اے امت بدکار خدا تمہیں خیر وبرکت نہ دے اس لیے کہ تم نے ہمارے بارے میں ہمارے نانا کے حق کی رعایت نہ کی اور قیامت کے دن جب ہم اور تم ان کے پاس جائیں گے تو انہیں کیا جواب دو گے ہمیں ننگے اونٹوں کی پشت پر تم نے سوار کر رکھا ہے اور قیدیوں کی طرح لیے جارہے ہو۔ گویا ہم کبھی تمہارے دین کے کام نہیں آئے اور ہمیں برا بھلا کہتے ہو اور تالیاں بجاتے ہو اور ہمیں قتل کر کے خوشی مناتے ہو وائے ہو تم پر کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسولؐ خدا اور سید انبیاء میرے نانا ہیں اے واقعہ کربلا تو نے ہمارے دلوں میں ایسا غم واندوہ ڈال دیا ہے جس سے کبھی تسکین نہیں ہوگی مسلم کہتا ہے کہ میں نے کوفہ کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اہل بیتؑ کے بچوں پر رقت واظہار ہمدردی ومہربانی کرتے اور روٹیاں خرمے ان کے پاس لاتے اور بھوکے بچے لے لیتے تو جناب ام کلثوم وہ روٹیوں کے ٹکڑے اور کھجوریں ان بچوں کے ہاتھوں اور منہ سے چھین کر پھینکتیں پس آپ نے اہل کوفہ سے پکار کر کہا۔

یااھل الکوفة ان الصدقه علینا حرامٌ۔ اے اہل کوفہ یہ چیزیں دینے سے باز رہو کیونکہ صدقہ ہم سب اہل بیت کے لیے حرام ہے کوفہ کی عورتیں ان حالات کو دیکھ کر زاروقطار روتی تھیں۔ ام کلثوم نے اپنا سر محمل سے باہر نکالا فرمایا اے اہل کوفہ تمہارے مرد ہمیں قتل کرتے ہیں اور تمہاری عورتیں ہم پر روتی ہیں قیامت کے دن خدا تمہارے اور ہمارے درمیان فیصلہ کرے گا۔ ابھی آپ یہ گفتگو کر رہی تھیں کہ شوروغل کی آواز بلند ہوئی اور شہداء کے سروں کو نیزوں پر نصب کر کے لے آئے اور تمام سروں کے آگے امام حسینؑ کا سر لارہے تھے اور وہ سر تابندہ ودرخشندہ تھا جو رسولؐ خدا کے ساتھ سب سے زیادہ شباہت رکھتا تھا اور آپ کی ریش مبارک مشک کے مہرہ کی طرح سیاہ تھی اور آپ کے بالوں کی جڑیں سفید تھیں کیونکہ خضاب حضرت کے عارض سے الگ ہو چکا تھا۔ اور آپ کی پیشانی آفتاب کی مانند چمکتی تھی اور آپ کی ریش مبارک کو ہوا دائیں بائیں ہلاتی تھی جناب زینبؑ کی نگاہ جب اس سر مبارک پر پڑی تو اپنی پیشانی چوب محمل پر اس طرح ماری کہ خون آپ کے مقنع کے نیچے سے جاری ہوا اور سوز دل سے اس سر کو خطاب کر کے چند اشعار پڑھے جن کا پہلا شعر یہ تھا۔

یاھلالالما استتم کمالاً
غاله خسفه فابدیٰ غروباً

اے چاند ابھی تو کامل نہیں ہوا تھا کہ تجھے گہن لگ گیا پس تو غروب ہو گیا۔ مولف کہتا ہے کہ محمل وہودج کا تذکرہ مسلم جصاص کی روایت کے علاوہ کسی اور روایت میں نہیں ہے اور اس خبر کو اگرچہ علامہ مجلسی نے نقل کیا ہے لیکن اس کا ماخذ منتخب طریحی اور کتاب نور العین ہے اور دونوں کتابوں کی حالت اہل فن حدیث پر مخفی نہیں اور سر پھوڑنے کی نسبت جناب زینبؑ کی طرف دینا اور یہ معروف اشعار بھی بعید ہیں کہ

اس مخدرہ سے صادر ہوئے ہوں جو کہ عقیلہ ہاشمین عالمہ غیر معلمہ رفیعہ اور صاحب مقام رضا و تسلیم تھیں اور مقاتل معتبرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسے اونٹوں پر سوار تھیں جن پر پالان اور کجاوے نہیں تھے بلکہ جب وہ کوفہ میں داخل ہوئے تو موافق روایت خدلم بن ستیر کہ جسے شیخین نے نقل کیا ہے وہ اس حالت میں تھے کہ سپاہیوں کے درمیان محصور تھے چونکہ کوفہ کے لوگوں سے خوف فتنہ و شورش تھا کیوں کہ کوفہ میں بہت سے شیعہ تھے اور جو عورتیں شہر سے باہر گئی ہوئی تھیں انہوں نے گریباں چاک کئے ہوئے تھے اور بال پریشان تھے اور گریہ وزاری کر رہی تھیں۔ خدالم کی روایت بعد میں بیان ہوگی بہر حال جب اولاد احمد مختار جگر گوشہ ہائے حیدر کرار کو کفار قیدیوں کی طرح شہداء کے سروں کے ساتھ کوفہ میں لے کر آئے تو کوفہ کی عورتیں چھتوں پر چڑھ گئیں تا کہ ان کا نظارہ کریں جب ان کا گذر ہوا تو ایک عورت نے مکان کی چھت سے آواز دی کہ تم کون سے ملک وقبیلہ کے قیدی ہو جواب دیا کہ ہم آل محمد کے قیدی ہیں جب اس عورت نے یہ سنا تو وہ چھت سے اُتر آئی اور جتنی چادریں اور مقنع اس کے پاس تھیں وہ انہیں دیئے ان بیبیوں نے لے کر اوڑھ لیے مولف کہتا ہے کہ شیخ عالم جلیل القدر مرحوم الحاج ملا احمد نراقی عطر اللہ مرقدہٗ نے کتاب سیف الامتہ میں کتاب ارمیای پیغمبرؑ سے نقل کیا ہے کہ اس میں سید الشہداءؑ کے متعلق اخبار کی چوتھی فصل میں ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا ہوگیا اور کیسا حادثہ پیش آیا کہ جس سے بہترین سونے کا رنگ سیاہ ہوگیا اور عرشِ الٰہی کی بناء کے پتھر پراگندہ ہوگئے اور بیت المعمور کے فرزند کہ جنہیں پہلے سونے سے زینت دی گئی تھی اور جو تمام مخلوقات سے زیادہ نجیب تھے وہ کوزہ بنانے والوں کے کوئلے کی طرح ہو گئے تھے جب کہ جانور اپنے پستان ننگے کر کے اپنے بچوں کو دودھ پلا رہے تھے میرے پیارے بے رحم اور سخت دل امت کے درمیان خشک لکڑی کی طرح بیابان میں گرفتار ہو گئے تھے اور پیاس کی وجہ سے شیر خوار بچے کی زبان تالو سے لگ گئی تھی اور صبح کے وقت جب بچے کھانا مانگتے تھے چونکہ ان کے بڑوں کو قتل کر دیا گیا تھا لہٰذا کوئی نہیں تھا جو انہیں کھانا دیتا اور جو نعمت کے دسترخوان پر ہوتے تھے وہ راستہ میں ہلاک ہو گئے پس افسوس ہے ان کی غریبی و مسافرت پر میرے پیارے برطرف کر دیئے گئے اور ان کا برطرف ہونا قوم سدوم کے برطرف ہونے سے زیادہ عظیم تھا کیونکہ اگرچہ وہ برطرف ہوئے تھے لیکن کسی نے ان پر ہاتھ نہیں اٹھایا تھا۔ لیکن یہ باوجود اس کے کہ وہ پاکیزگی اور طہارت کی راہ سے مقدس اور برف سے زیادہ سفید تھی اور دودھ سے زیادہ خالص اور یاقوت سے زیادہ درخشاں پھر بھی ان کے چہرے زمانہ کی مصیبتوں کی تلخی کی وجہ سے متغیر ہو چکے تھے کہ کوچہ اور گلیوں میں پہچانے نہیں جاتے تھے کیونکہ ان کی کھال ان کی ہڈیوں سے چپک گئی تھی۔ فقیر کہتا ہے کہ کتاب آسمانی کے اس فقرے سے جو ظاہراً کوفہ کے اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے اس عورت کے سوال کرنے کا راز معلوم ہوا کہ تم کس جگہ کے قیدی ہو واللہ العالم۔

شیخ مفید اور شیخ طوسی نے حذلم بن ستیر سے روایت کی ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں (۶۱ھ) اکسٹھ ہجری کے ماہ محرم میں کوفہ میں وارد ہوا اور یہ وہ وقت تھا جب علی ابن الحسینؑ کو خواتین عصمت کے ساتھ کوفہ میں لا رہے تھے۔ اور ابن زیاد کے لشکر نے ان کا احاطہ کیا ہوا تھا اور کوفہ کے لوگ تماشہ کے لیے اپنے گھروں سے باہر آ گئے تھے۔ جب اہل بیت کو ان اونٹوں پر جن پر کجاوے نہیں تھے اور ان کے سر برہنہ تھے لے آئے تو کوفہ کی عورتوں پر ان کی حالت زار سے رقت طاری ہوئی اور وہ گریہ وزاری کرنے لگیں تو اس وقت میں نے علی ابن الحسینؑ کو دیکھا جو علالت و بیماری کی وجہ سے رنجور و کمزور ہو چکے تھے اور ان کی گردن میں طوق ڈالا ہوا تھا اور ان کے ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے تھے اور

آپ نحیف آواز میں فرماتے کہ یہ عورتیں تو ہم پر رو رہی ہیں پس ہمیں کس نے قتل کیا ہے۔اور اس وقت جناب زینب سلام اللہ علیہا نے خطبہ شروع کیا۔خدا کی قسم میں نے کوئی باحیاء خاتون جناب زینب دختر امیر المومنینؑ سے زیادہ فصیح و بلیغ نہیں دیکھی گویا وہ باپ کی زبان سے بول رہی تھیں اور امیر المومنینؑ کے کلمات ان کی زبان سے نکل رہے تھے اس اژدہام اور اجتماع میں کہ جہاں ہر طرف سے آواز بلند تھی جب لوگوں کی طرف اشارہ کیا کہ خاموش ہو جاؤ تو فوراً سانس سینوں میں رک گئے اور اونٹوں کی گھنٹیوں کی آواز بھی بند تھی اس وقت اس مخدومہ نے خطبہ شروع کیا اور خدائے پاک کی تعریف اور خواجہ لولاک پر درود کے بعد فرمایا اے اہل کوفہ اے اہل مکر و فریب اور وقت پر ساتھ نہ دینے والو کیا تم ہم پر گریہ و نالہ کرتے ہو کبھی تمہاری آنکھیں آنسو بہانے سے نہ رکیں اور تمہارے نالے ختم نہ ہوں تمہاری مثال تو بس اس عورت کی سی ہے جو اپنے سوت کو مضبوطی سے کاتنے کے بعد اس کے دھاگے کھول دے۔کیونکہ تم نے بھی ایمان کی رسی بٹی اور پھر اسے کھول دیا اور کفر کی طرف پلٹ گئے تم میں کوئی اچھی خصلت و عادت نہیں مگر یہ کہ تم لاف زنی کرتے اور خود پسند دشمنی کرنے والے اور دروغ گو اور لونڈوں کی طرح چاپلوسی کرنے والے اور دشمنوں کی طرح چشمک و غمازی کرنے والے ہو۔تمہاری مثال اس گھاس جیسی ہے جو مزبلہ پر اُگی ہوئی ہو یا وہ چونا جو قبر کے اوپر لگا ہو۔پس برا توشہ ہے جو تمہارے نفوس نے تمہاری آخرت کے لیے ذخیرہ کیا ہے اور جس نے غضب خدا تمہارے اوپر لازم قرار دیا ہے اور تمہیں ہمیشہ کے لیے جہنم میں جگہ دی ہے ہمیں قتل کرنے کے بعد ہم پر روتے ہو خدا کی قسم تم رونے کے مستحق ہو پس زیادہ گریہ کرو اور تھوڑے ہنسو کیونکہ تم نے اپنے صحن خانہ کو عیب و ننگ ابدی کے ساتھ ملوث کیا ہے کہ جس کی آلائش کسی پانی سے نہیں دھوئی جا سکتی اور کس طرح اس ننگ و عار کو دھو سکتے ہو۔

اور جگر گوشہ خاتم النبیینؐ اور جوانانِ جنت کے سردار کے قتل کرنے کی کس چیز سے تلافی کرو گے جو تمہارے جادوں کو روشن کرنے والا اور تمہاری نیک لوگوں کی پناہ گاہ تمہارے مصائب و بلیات کے لیے مفزع و ملاذ اور تمہارے راستوں کی علامت اور تمہاری صحبتوں اور دلیلوں کا زعیم اور متکلم تھا کہ ہر حادثہ میں تم اس سے پناہ لیتے اور شریعت کے احکام اس سے سیکھتے تھے یاد رکھو کہ بہت بڑا گناہ تم نے محشر کے لیے ذخیرہ کیا ہے پس تمہارے لیے ہلاکت ہو اور تم عذاب خدا میں منہ کے بل گرو اور اپنی سعی و کوشش میں نا اُمید ہو جاؤ اور تمہارے ہاتھ کٹ جائیں اور تمہارے عہد و پیمان خسارہ و زیاں کا سبب بنیں۔تم غضب خدا کی طرف لوٹے ہو اور ذلت اور رسوائی نے تمہیں گھیرا ہوا ہے تم پر وائے ہو کیا تمہیں معلوم ہے کہ کس جگر رسول کو تم نے پارہ پارہ کیا ہے اور ان کا کون سا خون تم نے بہایا ہے اور ان کی کون سی عصمت مآب بیبیوں کو تم نے بے پردہ کیا ہے تم سخت اور مصیبت عجیب لائے۔ہو قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائے اور زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں اور تمہارے اس قبیح اور نامناسب کام نے آسمان و زمین کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے کیا تمہیں تعجب ہوا ہے کہ ان برے کاموں کے آثار سے آسمان خون رویا ہے۔حالانکہ بعد میں اس کے جو آثار تم پر ظاہر ہوں گے وہ ان سے زیادہ عظیم اور زیادہ رسوا کرنے والے ہوں گے پس اس مہلت پر جو تمہیں مل گئی ہے۔خوش دل اور مغرور نہ رہو کیونکہ خدا بدلہ لینے میں جلدی نہیں کرتا اور اُسے یہ خوف نہیں ہے کہ انتقام کا وقت ہاتھ سے نکل جائے گا۔اور خدا گناہگاروں کی کمین میں ہے۔راوی کہتا ہے پس وہ مخدومہ خاموش ہو گئیں اور میں نے دیکھا کہ کوفہ کے لوگ یہ باتیں سن کر حیرت

زدہ ہو گئے اور وہ رو رہے تھے اور اپنے ہاتھوں کو کاٹتے تھے میں نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا کہ اس کے آنسو اس کے چہرہ اور بالوں پر دوڑ رہے تھے وہ کہہ رہا تھا۔

کھولھم خیر الکھولِ ونسلھم
اذا عد نسلٌ لا یخیب ولا یخزیٰ

ان کے بڑے بہترین ہیں اور ان کی نسل جب نسلیں شمار کی جائیں تو ناامید اور رسوا نہ ہوگی اور صاحب احتجاج کی روایت کے مطابق اس وقت علیؑ بن الحسینؑ نے فرمایا اے پھوپھی آپ خاموش ہو جائیں۔ حمد ہے خدا کی آپ عالمہ غیر معلمہ ہیں اور ایسی دانا ہیں کہ جس نے درس گاہ کی تکلیف نہیں اٹھائی اور آپ کو معلوم ہے کہ مصیبت کے بعد جزع وفزع کرنے سے کوئی فائدہ نہیں اور گریہ و نالہ کی وجہ سے دنیا سے گیا ہوا پلٹ کے نہیں آتا اور فاطمہ بنت الحسینؑ اور ام کلثوم کے دو خطبے میں منقول ہیں۔ لیکن اس مقام پر گنجائش نقل نہیں۔ سید ابن طاؤس نے یہ خطبہ نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے۔ کہ لوگوں کی آواز گریہ وزاری بلند ہوئی اور عورتوں نے اپنے بال پریشان کئے اور سر میں خاک ڈالی اور چہرے نوچ لیے اور منہ پر طمانچے مارے اور ویل وثبور کے الفاظ سے ندبہ و بین کئے اور مرد اپنی داڑھیوں کو نوچتے تھے۔ اور اتنا روئے کہ کسی جگہ نہیں دیکھا گیا کہ عورتیں اور مرد اس طرح روئے ہوں۔ پس سید سجادؑ نے لوگوں کی طرف اشارہ کیا کہ خاموش ہو جاؤ اور آپ نے خطبہ پڑھنا شروع کیا پس آپ نے تعریف کی خدائے یکتا کی اور درود بھیجا محمد مصطفیٰ پر اس کے بعد فرمایا۔ اے لوگو جو مجھے پہچانتا ہے سو پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا جان لے کہ میں علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہوں میں اس کا بیٹا ہوں جو فرات کے کنارے ذبح ہوا بغیر اس کے کہ اس سے کسی خون کا مطالبہ رکھتے ہوں میں اس کا بیٹا ہوں جس کی ہتک حرمت کی گئی ہے اور واس کا مال لوٹ لیا گیا ہے اور اس کے اہل وعیال قید کر لیے گئے ہیں میں اس کا بیٹا ہوں جسے ہر طرف سے گھیر کر قتل کیا گیا ہے۔ اور یہی بات میرے فخر کے لیے کافی ہے۔ اے لوگو! میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم بھول چکے ہو کہ تم نے میرے باپ کو خط لکھے تھے جب انہوں نے تمہاری دعوت کو قبول کیا تو تم مکر وفریب کے راستہ پر چلے گئے کیا تمہیں یہ یاد نہیں آتا کہ تم نے میرے باپ کے ساتھ عہد و پیمان کئے تھے اور ان کی طرف بیعت کے لیے ہاتھ بڑھائے تھے پھر انہیں قتل کیا اور وقت آنے پر ان کا ساتھ نہیں دیا۔ پس ہلاکت ہو تمہارے لیے ان اعمال کی وجہ سے جو آخرت کی طرف بھیج چکے ہو کتنی بری رائے ہے جو تم نے اپنے لیے پسند کی ہے۔ کس آنکھ سے تم رسولؐ خدا کی طرف دیکھو گے۔ جب وہ تم سے فرمائیں گے کہ تم نے میری عترت کو قتل کیا تھا اور میری ہتک حرمت کی تھی۔ تم میری امت میں سے نہیں ہو جب سید سجادؑ کی تقریر یہاں تک پہنچی تو ہر ناحیہ وجانب سے گریہ زاری کی آواز بلند ہوئی۔ آپ نے دوبارہ گفتگو شروع کی اور فرمایا خدا رحم کرے اس شخص پر جو میری نصیحت کو قبول اور میری وصیت کو راہ خدا اور رسولؐ و اہل بیتؑ میں یاد رکھے کیونکہ ہمارے لیے رسولؐ خدا میں متابعت شائستہ اور بہترین جائے اقتدار ہے سب لوگ کہنے لگے اے فرزند رسولؐ ہم سب آپ کے فرمان کو قبول کرتے اور آپ کے عہد و پیمان کی نگہبانی کرتے اور آپ کے حکم کی اطاعت کرتے ہیں اور آپ سے کبھی بھی روگردانی نہیں کریں گے اور جو حکم آپ صادر فرمائیں ہم خدمت کے لیے

تیار ہیں جس سے آپ چاہیں جنگ کریں گے اور صلح کریں گے ہر اس کے ساتھ جس سے آپ صلح کریں گے یہاں تک کہ ہم یزید کو پکڑ لائیں گے اور جنہوں نے آپ پر ظلم اور ہم پر ستم کیا ہے۔

اس سے قصاص لیں گے اور خون کا مطالبہ کریں گے آپ نے فرمایا ہیہات چھوڑ دو۔ ان باتوں کو اے حیلہ بازو کہ تم نے سوائے دغا فریب کے کوئی صفت نہیں اپنائی میں تمہارے دھوکہ میں نہیں آتا کیا پھر ارادہ کر لیا ہے کہ مجھ سے وہی سلوک کرو جو میرے باپ دادا سے کیا ہے۔ حاشا وکلا خدا کی قسم ابھی تک وہ زخم جو میرے باپ کی شہادت کی وجہ سے ہمارے قلب وجگر پر لگے ہیں اور درست نہیں ہوئے ابھی تو کل کی بات ہے کہ میرے باپ اپنے اہلبیتؑ کے ساتھ شہید ہوئے ابھی تو رسولؐ خدا اور میرے باپ اور بھائیوں کے مصائب مجھے فراموش نہیں ہوئے اور ان کا حزن وملال واندوہ مجھے دامن گیر ہے اور اس کی تلخی میرے منہ اور سینہ میں تکلیف دے رہی ہے اور اس کا غم وغصہ میرے سینہ میں جاری وساری ہے میں تم سے یہی چاہتا ہوں کہ نہ ہمارا ساتھ دو اور نہ ہمارے خلاف کچھ کرو اور فرمایا (شعر کا ترجمہ) کوئی حرج نہیں اگر حسینؑ شہید ہو گئے ان کے باپ تو حسینؑ سے بہتر و مکرم تر تھے پس اے اہل کوفہ اس مصیبت پر خوش نہ ہو جو حسینؑ شہید ہو گئے ان کے باپ تو حسینؑ سے بہتر و مکرم تر تھے پس اے اہل کوفہ اس مصیبت پر خوش نہ ہو جو حسینؑ پر بہت بڑی مصیبت آئی ہے جو فرات کے کنارے شہید ہوئے میری روح ان پر قربان اور جس نے انہیں قتل کیا اس کی جزا اور بدلہ جہنم کی آگ ہے اس کے بعد فرمایا ہم سراسر راضی ہیں کہ نہ کسی دن ہمارا ساتھ دو اور نہ ہمارے خلاف کچھ کرو۔

چوتھی فصل

اہلبیت علیہم السلام کا دربار ابنِ زیاد میں داخل ہونا

جب عبید اللہ بن زیاد کوفہ میں اہل بیتؑ کی آمد سے آگاہ ہوا تو کوفہ کے خاص وعام کے لیے اذنِ عام دیا لہٰذا اس کا دربار شہریوں اور دیہاتیوں سے پر ہو گیا اس وقت اس نے حکم دیا کہ سر سید الشہداؑ دربار میں حاضر کیا جائے پس وہ سر مقدس اس کے پاس رکھا گیا کہ جسے دیکھ کر وہ بہت خوش ہوا اور اس نے تبسم کیا اور اس کے ہاتھ میں ایک قضیب تھی کہ جسے بعض نے لکڑی کی چھڑی اور بعض نے پتلی تلوار سمجھا ہے اس قضیب کا سرا امام حسینؑ کے اگلے دانتوں پر لگاتا اور کہتا کہ حسینؑ کے دانت تو خوبصورت تھے زید بن ارقم جو صحابی رسول تھے اور بہت بوڑھے ہو چکے تھے اور وقت وہ اس منحوس دربار میں موجود تھے۔ جب یہ عالم دیکھا تو کہا اے پسر زیاد اپنی قضیب ان مبارک لبوں سے اٹھا لے مجھے اس خدا کی قسم جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں کہ میں نے بار بار رسولؐ خدا کو دیکھا کہ وہ ان لبوں کے بوسے لیتے تھے کہ جن پر تو نے قضیب رکھی ہوئی ہے یہ کہہ کر وہ بہت روئے۔ ابن زیاد نے کہا خدا تیری آنکھوں کو رلائے اے دشمنِ خدا کیا تجھے اس بات پر رونا آتا ہے کہ خدا نے ہمیں فتح ونصرت دی ہے اگر یہ نہ ہوتا کہ تو فرتوت تو ہو گیا ہے اور تیری عقل زائل ہو چکی

ہے تو میں حکم دیتا کہ تیرا سر اڑا دیں زید نے جب یہ کیفیت دیکھی تو اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے گھر کو چلے گئے اس وقت سید الشہداء کے اہل وعیال روم کے قیدیوں کی طرح اس مجلس شوم میں پیش کیے گئے راوی کہتا ہے کہ اس دربار میں جناب زینبؑ امام حسینؑ کی بہن اجنبی طور پر داخل ہوئیں اور آپ نے پست ترین لباس پہنا ہوا تھا قصر الامارہ کے ایک کونے میں جا کر بیٹھ گئیں اور کنیزوں نے آپ کے اطراف کا احاطہ کرلیا اور آپ کو اپنے گھیرے کے اندر چھپا لیا۔ابن زیاد نطفہ حرام کہنے لگا کہ یہ عورت کون تھی۔ جو ایک طرف جا کر بیٹھی ہے کسی نے اسے کوئی جواب نہ دیا دوبارہ اس نے یہ سوال دہرایا اور جواب نہ ملا تیسری دفعہ ایک کنیز نے کہا یہ جناب زینبؑ جناب فاطمہ الزہرا بنت رسولؐ خدا ہیں جب ابن زیاد لعین نے یہ بات سنی۔ تو اس مخدومہ کی طرف نحس رُخ کیا اور کہنے لگا حمد ہے اس خدا کے لیے کہ جس نے تمہیں رسوا کیا ہے اور تمہارے جھوٹ کو ظاہر کیا ہے۔ جناب زینبؑ نے فرمایا حمد ہے اس خدا کی جس نے اپنے نبیؐ کے ساتھ ہمیں عزت بخشی۔

اور ہمیں ہر رجس وآلائش سے پاک وپاکیزہ قرار دیا رسوا تو فاسق ہوتا ہے اور جھوٹ فاجر بولتا ہے اور وہ الحمد اللہ ہم نہیں ہیں بلکہ وہ دوسرے لوگ ہیں۔ ابن زیادہ کہنے لگا کیسا دیکھا تو نے خدا کا کام اپنے بھائی اور اس کے خاندان کے متعلق جناب زینبؑ نے فرمایا میں نے خدا سے نیکی اور اچھائی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا کیونکہ آل رسولؐ ایک گروہ تھا کہ خداوند عالم نے جن کے قرب محل اور رفعت مقام کی بناء پر اُن کی شہادت مقرر کی تھی لہٰذا جو کچھ خدا نے ان کے لیے پسند فرمایا تھا انہوں نے اس کی طرف اقدام کیا اور وہ اپنے ابدی آرام کے مقام کی طرف بڑھے لیکن وہ وقت بہت قریب ہے کہ جب خدا تجھے اور انہیں پوچھ گچھ کے لیے کھڑا کرے اور وہ تیرے ساتھ احتجاج اور مخاصمت کریں تو اس وقت دیکھنا کہ غالب کون ہے اور کامیابی کس کے لیے ہے تری ماں تیرے غم میں بیٹھ کررو دئے اسے مرجانہ کے بیٹے ابن زیاد یہ فقرے سن کر پیچ پا ہوگیا گویا قصد قتل اس مخدومہ کا کیا۔ عمرو بن حرث نے جو دربار میں حاضر تھا اس کا خیال معلوم کیا کہ وہ جناب زینبؑ کو قتل کرنا چاہتا ہے تو اس نے معذرت کرتے ہوئے کہا اے امیر وہ عورت ہے اور عورتوں کی بات پر مواخذہ نہیں کیا جاتا پس ابن زیاد خبیث کہنے لگا خدا نے تیرے سرکش بھائی اور متمرد اہل خانہ کے قتل سے میرے دل کو شفا دی ہے جناب زینبؑ کو رقت طاری ہوئی اور وہ رو پڑیں اور فرمایا تو نے ہمارے بڑے کو قتل کیا اور ہماری جڑ اور شاخ کو کاٹ دیا اور بنیاد کو اکھاڑا۔ اگر تیری شفا اسی میں تھی تو پھر تجھے شفا ملی ہے ابن زیاد کہنے لگا۔ یہ عورت سجاعہ ہے۔ یعنی گفتگو سجع اور قافیہ سے کرتی ہے اور مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ اس کا باپ بھی سجاع اور شاعر تھا۔ جناب زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا کہ میری حالت اور مجھے فرصت سجع نہیں ہے اور ابن نما کی روایت کے مطابق اپ نے فرمایا کہ مجھے اس شخص پر تعجب ہے کہ جسے اپنے ائمہ کو قتل کر کے شفا ملتی ہے جب کہ وہ جانتا ہے کہ وہ اُس جہاں میں انتقام لیں گے۔ اس وقت اس ملعون نے سید سجادؑ کی طرف دیکھا اور پوچھا کہ یہ نوجوان کون ہے بتایا گیا کہ علیؑ فرزند حسینؑ ہیں۔ ابن زیاد نے کہا کیا وہ علی نہیں ہے کہ جسے خدا نے قتل کیا ہے حضرت نے فرمایا میرا ایک بھائی کہ اس کا نام علیؑ ابن الحسینؑ تھا اسے تیرے لشکر نے قتل کیا ہے ابن زیاد نے کہا بلکہ اُسے قتل کیا ہے حضرت نے فرمایا اللہ یتوفی الانفس حین موتھا۔ خدا نفوس کو

اس وقت مارتا ہے جب اس کی موت کا وقت آتا ہے۔ابن زیاد آگ بگولہ ہو گیا اور کہنے لگا تجھ میں یہ جرات ہے کہ مجھے جواب دے اور میری بات کو رد کرے جاؤ سے لے جا کر قتل کردو جناب زینب سلام اللہ علیہا نے جب حضرت کے قتل کا حکم سنا تو مضطر بانہ آنجناب سے لپٹ گئیں اور فرمایا اسے پسر زیاد تیرے لیے یہ سب خون کافی ہیں جو تو ہمارے بہا چکا ہے۔اور آپ نے سید سجاد کے گلے میں بائیں ڈال دیں۔

اور فرمایا خدا کی قسم میں اس سے جدا نہیں ہوں گی اگر اسے قتل کرنا چاہتا ہے تو مجھے اس کے ساتھ قتل کردے۔ابن زیاد کچھ دیر تک جناب زینبؑ اور امام زین العابدینؑ کی طرف دیکھتا رہا اور کہنے لگا علاقہ رحم و پیوند رشتہ داری عجیب ہے خدا کی قسم میں یہ سمجھتا ہوں کہ زینبؑ واقعتاً وحقیقتاً کہہ رہی ہے اور وہ پسند کرتی ہے کہ اس کے ساتھ قتل ہو جائے۔علیؑ سے ہاتھ اٹھالو کیونکہ وہ جس بیماری میں مبتلا ہے وہی اس کے لیے کافی ہے سید ابن طاؤس کی روایت کے مطابق سید سجادؑ نے فرمایا اے پھوپھی جان آپ خاموش رہیں میں خود ہی اسے جواب دوں گا۔ابن زیاد سے فرمایا کیا تو مجھے قتل کی دھمکی دیتا ہے کیا تجھے معلوم نہیں کہ قتل ہونا ہماری عادت اور شہادت ہماری کرامت و بزرگی ہے اور منقول ہے کہ جناب رباب امراء القیس کی بیٹی نے جو کہ امام حسینؑ کی زوجہ محترمہ ہیں ابن زیاد کے دربار میں سر حسینؑ کو اٹھایا اسے سینہ سے لگایا اس کا بوسہ لیا اور ندبہ شروع کیا اور کہا اشعار کا خلاصہ یہ ہے۔

واحسیناہ میں حسینؑ کو فراموش نہیں کروں گی اور یہ بات بھی نہیں بھولوں گی کہ دشمنوں نے اپنے نیزے آپ کے بدن پر لگائے اور یہ بھی نہیں بھولوں گی کہ اسکی لاش کربلا میں چھوڑ دی ہے اور دفن نہیں کی اور اس جملہ میں کہ خدا کربلا کے دوا فرافکو سیراب نہ کرے حضرت کی پیاس کی طرف اشارہ کیا اور حق یہ ہے کہ جناب رباب نے حضرت کو فراموش نہیں کیا جیسا کہ آخری فصل میں معلوم ہوگا۔راوی کہتا ہے کہ ابن زیاد نے حکم دیا اور علی ابن الحسینؑ کو اہلبیتؑ کے ساتھ باہر لے گئے اور مسجد جامع کے ایک نزدیکی مکان میں ٹھہرا دیا۔جناب زینبؑ نے فرمایا کہ ہمیں کوئی عورت سوائے کنیزوں اور لونڈیوں کے دیکھنے نہ آئے کیونکہ کنیزیں قیدی رہی ہیں اور ہم بھی قیدی ہیں۔میں کہتا ہوں کہ مناسب ہے کہ یہاں ابوقیس بن اسلت اوسی کے اشعار ذکر کروں۔

ویکرمھا جاراتھا فیزرنھا

وتعتلُ عن اتیانھن فتعذرُ

ولیس لھا ان تستھین بجارۃ

ولکنھا منھن تحیی و تخفرُ

اور اس کی ہمسایہ عورتیں اس کی عزت کرتی تھیں اور اس کی زیارت کو آتی تھیں اور وہ ان کے آنے سے عذر پیش کرتی پس اسے معذور سمجھا جاتا اور یہ اس لیے نہیں تھا کہ وہ اپنی پڑوسی عورت کو ذلیل وحقیر سمجھتی تھی بلکہ اسے شرم وحیا آتی تھی پھر ابن زیاد ملعون نے حکم دیا کہ سر مطہر کوفہ کے گلی کوچوں میں پھرایا جائے۔

عبداللہ بن عفیف ازدی کی شہادت

شیخ مفید فرماتے ہیں کہ پس ابن زیاد اپنے دربار سے اٹھا اور مسجد میں جاکر منبر پر گیا اور کہنے لگا حمد ہے اس خدا کے لیے کہ جس نے حق اور اہل حق کو غلبہ دیا اور نصرت کی امیر المومنین یزید بن معاویہ اور اس کے گروہ کی اور قتل کیا۔ دروغ ابن دروغ گو اور اس کے گروہ کو اس وقت عبداللہ بن عفیف ازدی نے جو امیر المومنینؑ کے بزرگ شیعوں میں سے تھے اور زاہد و عابد تھے اور ان کی بائیں آنکھ جنگ جمل میں اور دائیں صفین میں نابینا ہو گئی تھی اور ہمیشہ مسجد اعظم میں رہا کرتے تھے۔ اور اپنے اوقات نماز روزہ میں صرف کرتے تھے جب کہ کلمات کفر آمیز ابن زیاد کے سنے تو اس کو ڈانٹا کہ اے دشمن خدا جھوٹا تو نیز باپ زیادہ بن امیہ تھا اور جھوٹا یزید ہے کہ جس نے تجھے حکومت دے رکھی ہے۔ اور جھوٹا اس کا باپ ہے اے مرجانہ کے بیٹے اولاد نبیؐ کو قتل کرتا ہے اور منبر پر بیٹھ کر یہ باتیں کرتا ہے ابن زیاد آگ بگولہ ہو گیا اور کہنے لگا اس شخص کو گرفتار کر لو اور میرے پاس لے آؤ ابن زیاد کے ملازمین اُٹھے اور انہیں گرفتار کرلیا۔ عبداللہ نے ازد قبیلہ کو پکارا کہ میری مدد کو آؤ سات آدمی قبیلہ ازد کے جمع ہو گئے اور انہوں نے عبداللہ کو ابن زیاد کے ملازمین سے چھیڑوا لیا چونکہ ابن زیاد میں ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں تھی لہٰذا اس نے رات تک صبر کیا اس وقت حکم دیا اور اس کے ملازم عبداللہ کو گھر سے نکال لائے اور ان کی گردن اڑا دی۔ اور اس نے حکم دیا کہ شور دار زمین میں انہیں سولی پر لٹکا دیں۔ جب ابن زیاد لعین یہ رات گذار چکا تو دوسرے دن اس نے حکم دیا کہ سر مبارک امام کوفہ کے تمام گلی کوچوں اور تمام قبائل میں پھرایا جائے۔

زید بن ارقم سے روایت ہے کہ جس وقت اس سر مبارک کو پھرا رہے تھے میں اپنے چوبارے میں بیٹھا ہوا تھا اور ان ملاعین نے اس سر کو نیزہ پر چڑھایا ہوا تھا جب میرے قریب پہنچا تو میں نے سنا کہ سر مبارک اس آیت کی تلاوت فرما رہا ہے۔ **ام حسبت ان اصحاب الکھف والرقیم کانو من ایاتنا عجبا**۔ خدا کی قسم میرے بال میرے بدن پر کھڑے ہو گئے اور میں نے پکار کر کہا اے فرزند رسولؐ آپ کے سر مقدس کا معاملہ خدا کی قسم واقعہ کہف و رقیم سے زیادہ عجیب ہے روایت ہے کہ قتل حسینؑ کے شکرانہ کے طور پر کوفہ میں چار مسجدیں بنائیں گئیں ایک کو مسجد اشعث دوسری جریر تیسری کو سماک اور چوتھی کو مسجد شیث بن ربعی **لعنہ اللہ** کہتے تھے اور وہ ان کے بنانے پر خوش تھے۔

پانچویں فصل

ابن زیاد کا شہادت امام حسینؑ کی تفصیلات کے متعلق یزید بن معاویہ اور عمرو بن

سعید والی مدینہ کو خط لکھنا

عبید اللہ بن زیادہ جب قتل اور لوٹ مار سے فارغ ہوا اور اہل بیتؑ کو قید خانہ میں بھیج چکا تو اس نے یزید کو خط لکھا اور اس میں صورت حالات لکھے اور اس سے اجازت چاہی کہ کٹے ہوئے سروں اور مصیبت زدہ قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے اور ایک دوسرا خط امیر مدینہ عمرو بن سعد بن العاص کو لکھا اور اس دل سوز واقعہ کو اس میں بھی تحریر کیا اور شیخ مفید یزید والے خط سے معترض نہیں ہوئے بلکہ فرمایا ہے کہ جب سر مقدس حضرت کو کوفہ کے گلی کوچوں میں پھرا چکے تو ابن زیاد نے اس کو باقی سروں کے ساتھ زجر بن قیس کے ہمراہ یزید کے پاس بھیج دیا۔

اس کے بعد اس نے عبدالملک سلمی کو مدینہ کی طرف بھیجا اور اس سے کہا کہ بہت جلدی مسافت طے کرو اور عمرو بن سعید کو قتل حسینؑ کی بشارت جا کر دو عبدالملک کہتا ہے کہ میں اپنی سواری پر سوار ہوا اور مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ اطراف مدینہ میں ایک قریشی نے مجھے دیکھا تو اس نے کہا کہ اتنی جلدی میں کدھر سے آ رہے ہو اور کیا خبر لائے ہو میں نے کہا خبر امیر کے پاس بیان ہوگی وہ شخص کہنے لگا انا للہ وانا الیہ راجعون خدا کی قسم حسینؑ شہید ہو چکے ہیں پس میں مدینہ میں داخل ہوا اور عمرو بن سعید کے پاس گیا عمرو نے پوچھا کیا خبر ہے میں نے کہا خوشی کی خبر ہے اے امیر حسینؑ شہید ہو گئے۔ وہ لعین کہنے لگا باہر جاؤ اور مدینہ میں منادی کرا دو کہ حسینؑ قتل ہوئے اور وہ کہتا ہے کہ میں باہر نکلا اور قتل حسینؑ کی منادی کی بنی ہاشم کی عورتوں نے جب یہ ندا سنی تو اس طرح نالہ و فریاد بلند کیا کہ میں نے آج تک اس قسم کا شور و غل و شیون و ماتم نہیں سنا تھا۔ جیسا شور بنی ہاشم کی عورتیں اپنے گھروں سے شہادت امام حسینؑ کے لیے کر رہی تھیں اس وقت میں عمرو بن سعید کے پاس گیا جب اس نے مجھے دیکھا تو وہ میرے سامنے متبسم ہوا اور عمر بن سعد یکرب کا یہ شعر پڑھا۔

عجت نساء بنی زیادٍ عجۃ

کعجیج لسوتنا غداۃ الارنب

بنی زیاد کی عورتوں نے چیخ و پکار بلند کی جیسے ہماری عورتوں نے ارنب کے دن چیخ و پکار کی تھی اس وقت عمرو لعین کہنے لگا یہ نالہ و شیون جو بنی ہاشم کے گھروں سے بلند ہے اس نالہ و شیعوں کے بدلے میں ہے جو قتل عثمان کے وقت بنی امیہ کے گھروں سے بلند ہوا تھا پھر وہ لعین مسجد میں گیا اور منبر پر جا کر لوگوں کو شہادت حسینؑ سے باخبر کیا اور بعض روایات کے مطابق عمر لعین نے چند ایسے کلمات کہے جن میں خون عثمان کی طرف تلویح و اشارہ اور اس کا تذکرہ تھا اور اس کا مقصد یہ بتانا تھا کہ بنی ہاشم قتل عثمان کا سبب ہوئے اور اسے قتل کیا لہٰذا حسینؑ بھی قصاص عثمان میں قتل ہوئے اس وقت مصلحت کی بنا پر کہا خدا کی قسم میں دوست رکھتا تھا کہ حسینؑ زندہ رہتے اور کبھی کبھی ہمیں برا بھلا کہتے اور گالیاں دیتے۔ اور ہم ان کا نام مدح و ثنا کے ساتھ لیتے اور وہ ہم سے قطع رحمی کرتے اور ہم ان سے صلہ رحمی کرتے جیسا کہ ان کی اور ہماری عادت بھی ہے لیکن کیا کیا جائے اس شخص کے ساتھ جو ہمارے سامنے تلوار کھینچے اور ہمارے قتل کا ارادہ کرے سوائے اس کے کہ ہم اس سے دفاع کریں اور اسے قتل کر دیں۔ پس عبداللہ بن سائب جو اس مجلس میں

موجود تھا کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اگر فاطمہؑ زندہ ہوتیں اور اپنے فرزند کا سر دیکھتیں تو ان کی آنکھیں گریہ کرتیں اور دل جلتا۔ عمرو کہنے لگا ہم تیری نسبت فاطمہ کے زیادہ قریبی ہیں اگر وہ زندہ ہوتی وہ اسی طرح کرتیں جیسا تو کہہ رہا ہے لیکن اس کے قتل کرنے والے کو جو اپنے نفس کا بچاؤ کرے ملامت نہ کرتیں اس وقت جناب عبداللہ بن جعفر کا ایک غلام ان کے بچوں کی شہادت کی خبر عبداللہ کے پاس لے گیا۔ عبداللہ نے کہا انا للہ و انا الیہ راجعون پس کچھ ان کے غلام اور دوسرے لوگ ان کے پاس گئے اور ان سے تعزیت کرنے لگے تو ان کا ایک غلام ابوالسلاس کہنے لگا۔ ھذا ما لقینا من الحسین بن علی یعنی یہ مصیبت ہمیں حسینؑ بن علیؑ کے سبب سے پہنچی ہے۔ جب عبداللہ نے یہ فقرہ سنا تو انہیں غصہ آیا اور اس کی جوتے سے مرمت کی اور کہا اے بدبودار کنیز کے بیٹے کیا حسینؑ کے متعلق یہ بات کرتا ہے خدا کی قسم میں پسند کرتا تھا کہ میں ان کے ساتھ ہوتا اور ان سے جدا نہ ہوتا یہاں تک کہ ان کے ہم رکاب ہو کر قتل ہو جاتا خدا کی قسم جو چیز میرے بیٹوں کی موت کو آسان بنا رہی ہے وہ یہی ہے کہ انہوں نے میرے بھائی اور چچازاد کے ساتھ مواسات کی ہے اور وہ ان کے راستہ میں شہید ہوئے ہیں یہ کہہ کر آپ نے اہل مجلس کی طرف رخ کیا اور فرمایا کہ سخت اور دشوار ہے میرے لیے امام حسینؑ کی شہادت لیکن الحمدللہ اگر میں خود حاضر نہیں تھا کہ ان کے ساتھ مواسات کرتا تو میری نیابت میں میرے بیٹے ان کے ہم رکاب رہ کر سعادت شہادت حاصل کر چکے ہیں راوی کہتا ہے جب ام لقمان دختر عقیل نے واقعہ کربلا اور شہادت حسینؑ کی خبر سنی تو اپنی بہنوں ام ہانی اسماء رملہ اور زینب کے سر برہنہ دوڑیں اور اپنے مقتولین پر گریہ کرنے لگیں اور یہ اشعار پڑھے۔

ماذا تقولون اذ قال النبی لکم
ماذا فعلتم وانتم آخر الامم
بعترتی وباھلی بعد مفتقدی
منھم اساریٰ وقتلیٰ ضرجوا بدم
ما کان ھذا اجزائی اذ نصحت لکم
ان تخلفونی بسوء فی ذوی رحم

تم کیا جواب دو گے جب نبی اکرم تم سے پوچھیں گے تم نے میری عترت واہل بیتؑ کے ساتھ میرے جانے کے بعد کیا سلوک کیا حالانکہ تم آخری امت ہو۔ ان میں سے بعض قید ہو گئے اور بعض خون میں غلطاں ہیں میں نے جو نصیحت تمہیں کی تھی اس کا یہ بدلہ نہ تھا کہ تم میرے وزیروں میں میری بُری نیابت کرو۔

شیخ طوسی نے روایت کی ہے کہ جب امام حسینؑ کی شہادت کی خبر مدینہ میں پہنچی تو اسماء بنت عقیل اہلبیتؑ کی خواتین کی ایک جماعت کے ساتھ باہر نکلیں یہاں تک کہ روضہ رسول تک پہنچیں پس اپنے آپ کو قبر رسولؐ پر گرا دیا اور چیخ ماری اور مہاجر و انصار کی طرف رُخ کر کے کہا کیا جواب دو گے جب نبی اکرمؐ نے تم سے قیامت کے دن پوچھا اور یہی بات ہی قابل سماعت ہے کہ تم نے میری عترت کا ساتھ نہیں دیا تم غائب تھے اور حق صاحب امر کے پاس جمع ہوتا ہے تم نے انہیں ظالموں کے ساتھ چھوڑ دیا۔ پس آج کے

دن بارگاہ خدا میں تم میں سے کسی کی شفاعت نہیں کی جائے گی راوی کہتا ہے میں نے کوئی دن نہیں دیکھا کہ جس دن عورتیں اور مرد اس دن سے زیادہ روئے ہوں جب وہ دن ختم ہوا تو آدھی رات کے وقت اہل مدینہ نے کسی ہاتف کی آواز سنی لیکن اس کی شکل نہیں دیکھی جو اشعار پڑھ رہا تھا۔

اے حسینؑ کو جہالت کی بناء پر قتل کرنے والو تمہیں سخت عذاب وسزا کی بشارت ہو تمام اہل آسمان تمہیں بددعا دیتے ہیں نبیؑ ومرسل وشہداء اور تم پر ابن داؤدؑ وموسیٰؑ اور صاحب انجیل کی زبانی لعنت کی گئی ہے۔

چھٹی فصل

ابن زیاد کے خط کا جواب یزید کی طرف سے آنا اور اس کا قیدیوں اور شہداء کے سر کو منگوانا

جب ابن زیاد کا خط یزید کے پاس پہنچا اور وہ اس کے مضمون پر مطلع ہوا تو جواب میں لکھا کہ سروں کو ان کے اموال واثقال سمیت شام کی طرف بھیج دو۔ ابو جعفر طبری اپنی تاریخ میں روایت کرتا ہے کہ جب سید الشہداءؑ شہید ہو گئے اور آپ کے اہل بیتؑ کو قید کیا گیا اور کوفہ میں انہیں ابن زیاد کے پاس لے آئے تو اس نے انہیں قید کر دیا۔ جن دنوں وہ قید خانے میں تھے ایک دن انہوں نے دیکھا کہ قید خانے میں ایک پتھر آ کر گرا کہ جس کے ساتھ ایک کاغذ بندھا ہوا تھا جس میں تحریر تھا کہ فلاں دن یزید بن معاویہ کے پاس تمہارے متعلق قاصد بھیجا گیا ہے۔ اور فلاں دن وہاں پہنچے گا۔ اور فلاں دن واپس آئے گا پس اگر تکبیر کی آواز بلند ہو تو سمجھ لینا کہ تمہارے قتل کا حکم آیا ہے۔ اور یقیناً تم قتل کر دیئے جاؤ گے اور اگر تکبیر کی آواز نہ سنو تو پھر انشاء اللہ تمہارے لیے امان نامہ آیا ہے پس قاصد کے آنے سے دو یا تین دن پہلے دوبارہ پتھر زندان میں آ کر گرا کہ جس کے ساتھ ایک خط اور ایک تلوار بندھی ہوئی تھی جس خط میں تحریر تھا۔ کہ وصیت کر لو اور اگر عہد سفارش یا کوئی حاجت کسی سے رکھتے ہو اس کو عمل میں لے آؤ جب تک کہ تمہیں فرصت ہے کیونکہ فلاں دن قاصد آ جائے گا۔ پس قاصد آیا تو تکبیر کی آواز سنی گئی۔ یزید کی طرف سے خط آیا کہ قیدیوں کو اس کے پاس بھیج دیا جائے جب یہ خط ابن زیاد کے پاس پہنچا تو اس ملعون نے مخفر بن ثعلبہ عائذی کو شمر کے ساتھ بلایا جو کہ سروں کا اٹھانے والا تھا اور شیخ مفید کی روایت ہے کہ حضرت کا سر باقی سروں کے ساتھ زجر بن قیس کے سپرد کیا اور ابو بردہ ازدی اور طارق بن ابوظبیان کو لشکر کوفہ کے ایک گروہ کے ساتھ زجر کے ہمراہ کیا بہر حال سروں کو روانہ کرنے کے بعد اہل بیتؑ کے سفر کی تیاری کی اور اس کے حکم سے سید سجاد کو زنجیروں میں جکڑا گیا اور مخدرات عصمت کو قیدیوں کی طرح اونٹوں پر سوار کیا اور مخفر بن ثعلبی کو شمر کے ساتھ ان پر معین کیا اور کہنے لگا جلدی کرو اور زحر بن قیس کے ساتھ جا ملو پس انہوں نے سفر کرنے میں جلدی کی اور زجر بن قیس سے جا ملے۔

مقریزی نے کتاب خطط وآثار میں کہا ہے کہ عورتوں اور بچوں کو روانہ کیا اور علیؑ ابن الحسینؑ کی گردن اور ہاتھوں میں زنجیریں پہنائیں اور انہیں اونٹوں پر سوار کیا اور کامل بہائی میں امامؑ اور مخدرات اہل بیتؑ اپنی ہی سواریوں پر شام کی طرف گئے کیونکہ باقی اموال تو لوٹ لیے تھے لیکن جانوران کے پاس رہنے دیئے تھے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ شمر بن ذی الجوشن نے مخضر بن ثعلبہ کو ان پر مسلط کیا تھا اور بھاری طوق امام زین العابدینؑ کی گردن میں ڈال دیا تھا۔ جیسا کہ آپ کے ہاتھ بھی گردن کے ساتھ باندھ دیئے تھے اور امامؑ سارے راستے میں حمد وثنائے الٰہی تلاوت قرآن اور استغفار میں مشغول رہے اور کبھی کسی کے ساتھ کوئی بات نہیں کی سوائے اہل بیت علیہم السلام کی خواتین کے انتھی۔

خلاصہ یہ کہ ان منافقین نے شہداء کے سر نیزوں پر نصب کئے اور انہیں اہل بیت رسولؐ خدا کے آگے آگے لے چلے اور انہیں شہر بشہر اور منزل منزل شماتت وذلت کے ساتھ لے گئے اور ہر بستی وقبیلہ میں انہیں لے جاتے تھے۔ تاکہ شیعان علیؑ کو عبرت ہو۔ اور وہ آل علیؑ کی خلافت سے مایوس ہو جائیں اور یزید کی اطاعت کے لیے دل سے تیار ہو جائیں اور اگر کوئی خاتون یا بچہ شہیدوں پر گریہ کرتا تو وہ نیزہ بردار جوان کے گرد احاطہ کیے ہوئے تھے۔ چوب نیزہ ان کے سروں پر مارتے اور ان بے کس وستم دیدہ بی بیوں کو تکلیف پہنچاتے یہاں تک کہ دمشق لے گئے۔ جیسا کہ سید ابن طاؤس نے کتاب اقبال میں مصابیح الانوار کتاب سے نقل کرتے ہوئے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ میرے باپ حضرت باقرؑ نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد علیؑ بن الحسینؑ سے پوچھا کہ آپ کو کس طرح یزید کے پاس لے گئے تھے تو فرمایا کہ مجھے ایسے اونٹ پر سوار کیا جو لنگڑا تھا جس پر پالان نہیں تھا اور سید الشہداءؑ کا سر ایک بلند نیزہ پر تھا اور ہماری خواتین میرے پیچھے پیچھے تھیں پلان والی سواریوں پر **والفارطہ خلفنا وحولنا**۔ اور فارطہ ہمارے پیچھے اور ہمارے گرداگرد تھے فارطہ اس گروہ کو کہتے ہیں جو قسم سے آگے آگے جاتا ہے تاکہ وہ پانی وغیرہ کا انتظام کرے۔ یا مراد وہ جماعت ہے جو ظلم وستم میں حد سے گزری ہوئی تھی جو بھی معنی ہو مراد یہ ہے کہ اس قسم کے لوگ ہمارے پیچھے اور گرداگرد نیزے لیے ہوئے تھے۔ جب ہم میں سے کوئی گریہ کرتا تو وہ اس کے سر پر نیزہ چبھوتے تھے یہاں تک کہ ہم دمشق میں داخل ہوئے جب ہم اس شہر میں داخل ہوئے تو ایک منادی نے ندا کی **یا اهل الشام هولاء سبایا اهل البیت الملعون** (نعوذ باللہ) یہ اہل بیتؑ کے قیدی ہیں (جنہیں بنی امیہ برا کہتے تھے) تبر نداب وغیرہ سے منقول ہے کہ ان کفار کی عادت تھی جو کہ سروں اور قیدیوں کے ساتھ تھے کہ وہ تمام منازل میں ہر مقدس کو صندوق سے باہر نکالتے اور اسے نیزوں پر نصب کرتے اور کوچ کرتے وقت دوبارہ صندوق میں رکھ لیتے۔ اور اٹھاتے اور زیادہ تر منازل میں شراب پینے میں مشغول رہتے اور ان میں مخضر بن ثعلبہ زحر بن قیس شمر وخولی اور دیگر ملاعین داخل تھے۔ لعنھم اللہ جمیعا۔

مولف کہتا ہے کہ ارباب مقاتل معروفہ معتبرہ نے منازل ومسافرت اہل بیتؑ کی ترتیب کوفہ سے شام تک مرتبا نقل نہیں کی صرف بعض منازل کے واقعات لکھے ہیں۔ البتہ علیحدہ علیحدہ واقعات کتب معتبرہ میں منضبط ہیں البتہ وہ کتاب جو ابو مخنف کی طرف منسوب ہے اس میں منازل کے نام درج ہیں اور وہ کہتا ہے کہ سرہائے شہداء اور اہلبیتؑ کو حصاصہ کی مشرقی جانب

سے لے چلے اور انہیں تکریت سے گزار کر پھر بری راستے سے لے جا کر انہیں وادی سے اس سے دیر اعوذ سے اس کے بعد صلیبا سے اور اس کے بعد وادی نخلہ سے گزارا پھر وادی نخلہ میں جنات کی عورتوں کی آوازیں سنی جو نوحہ کر رہی تھیں اور امام حسینؑ کا مرثیہ پڑھ رہی تھیں وادی نخلہ کے بعد ار مینا کے راستہ پر ہو گئے اور چلتے چلتے لیا میں پہنچے اور اس کے لوگ شہر سے باہر نکل آئے اور انہوں نے گریہ وزاری کی اور امام حسینؑ ان کے والد گرامی اور جد نامدار صلوٰت اللہ علیہم پر صلوٰت بھیجی اور آپ کے قاتلین پر تبرا کیا اور لشکر کو وہاں سے نکال دیا پس کحیل سے عبور کر کے جہینہ اور جہینہ سے عامل موصل کو لکھا کہ ہمارا استقبال کرو کیونکہ سر حسینؑ ہمارے ساتھ ہے عامل موصل کے حکم سے شہر کو آراستہ کیا گیا اور وہ عامل بہت سے لوگوں کے ساتھ چھ میل تک ان کے استقبال کے لیے گیا بعض لوگوں نے پوچھا کہ کیا خبر ہے کہنے لگے کہ ایک خارجی کا سر یزید کے پاس لیے جا رہے ہیں ایک شخص نے کہا اے قوم یہ کسی خارجی کا سر نہیں بلکہ حسینؑ بن علیؑ کا سر ہے جب لوگوں کو یہ معلوم ہوا تو چار ہزار افراد قبیلہ اوس وخزرج کے تیار ہوئے تا کہ لشکر کے ساتھ جنگ کریں اور سر مبارک لے کر دفن کر دیں لشکر یزید نے جب یہ کیفیت دیکھی تو وہ موصل میں داخل نہ ہوا اور تل اعفر سے عبور کیا پھر جبل سنجار میں گئے اور وہاں سے نصیبین میں وارد ہوئے وہاں سے عین الورد اور اس سے گذر کیا دعوات کی طرف گئے اور اس میں داخل ہونے سے پہلے دعات کے عامل کو خط لکھا کہ وہ ان کا استقبال کرے وہاں کے عامل نے ان کا استقبال کیا اور انہیں بڑی عزت کے ساتھ شہر میں لے گیا اور سر مبارک کو ظہر سے لے کر عصر تک رحبہ میں نصب کئے رکھا اور وہاں کے لوگ دو گروہوں میں بٹ گئے ایک گروہ خوشی مناتا اور دوسرا گریہ زاری کرتا تھا پس وہ رات لشکر یزید نے شراب نوشی میں گذار دی اور دوسرے دن وہاں سے روانہ ہوئے اور قنسرین کی طرف گئے وہاں کے لوگوں نے انہیں راستہ نہ دیا اور ان سے بیزاری اختیار کی اور انہیں لعن طعن کیا اور پتھروں کا نشانہ بنایا۔لہٰذا وہاں سے چل کر معرۃ النعمان میں جا پہنچے اور وہاں کے لوگوں نے ان کی آؤ بھگت کی اور ان کے لیے کھانا پینا حاضر کیا ایک دن یہ وہاں رہے اور وہاں سے شیرز کی طرف گئے وہاں کے لوگوں نے انہیں گھسنے نہ دیا پس وہاں سے کفر طاب کی طرف گئے وہاں کے باسیوں نے بھی نہیں شہر میں داخل نہ ہونے دیا اور لشکر یزید پر پیاس کا غلبہ تھا چنانچہ خولی نے ان سے التماس کیا کہ ہمیں پانی دو وہ کہنے لگے ہم تمہیں پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں دیں گے جس طرح تم نے حسینؑ اور ان کے اصحاب کو تشنہ لب شہید کیا ہے تو وہاں سے سیبور میں گئے وہاں سے ایک گروہ نے اہلبیتؑ کی حمایت میں لشکر سے جنگ کی جناب ام کلثوم نے اس شہر کے لوگوں کے حق میں دعا کی کہ ان کا پانی خوشگوار اور اجناس کے نرخ ارزاں ہوں اور ظالموں کی دسترس سے محفوظ رہیں پھر وہاں سے حماۃ کی طرف گئے اور وہاں کے لوگوں نے دروازے بند کر لئے کر لیے اور انہیں آنے نہ دیا لہٰذا وہاں سے حمص سے بعلبک گئے اہل بعلبک خوشحال ہوئے اور انہوں نے دف وساز بجائے جناب ام کلثوم نے ان پر سیبور کے برعکس بددعا و نفرین کی پھر وہاں سے صومعہ راہب سے عبور کیا اور وہاں سے شام کی طرف گئے۔

یہ مختصر واقعات تھے جو اس کتاب میں ہیں جو ابو مخنف کی طرف منسوب ہے اس کتاب میں کامل بہائی روضۃ الاحباب اور

روضۃ الشہداء وغیرہ میں بہت سے قضایا متعدد واقعات اور بہت سے کرامات اہلبیتؑ اور سر مقدس کے ان میں سے غالب منازل کے متعلق نقل ہوئے ہیں چونکہ تفصیل سے درج کرنا اس مختصر کتاب کے منافی ہے لہٰذا ہم یہاں چند واقعات پر قناعت کرتے ہیں اگرچہ ابن شہر آشوب نے مناقب میں فرمایا ہے کہ آپ کے مناقب میں سے وہ ہیں جو ان مشاہد سے ظاہر ہوئے جنہیں مشہد الراس کہتے ہیں اور وہ کربلا سے لے کر عسقلان تک ان کے درمیان اور موصل نصیبین حماۃ حمص اور دمشق وغیرہ میں ہیں اور اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے ہر منزل میں مشہد الراس تھا اور وہاں اس سر مقدس سے کرامت ظاہر ہوئی ہے بہرحال ان واقعات وکرامات میں سے وہ کرامت ہے جو فاضل اشفی کی روضۃ الشہداء میں مسطور ہے کہ جب لشکر یزید موصل کے پاس پہنچا اور وہاں اطلاع دی گئی تو اہل موصل راضی نہ ہوئے کہ سرہائے شہداء اور اہل بیتؑ شہر میں وارد ہوں۔ شہر سے ایک فرسخ دور ان کے لیے سامان خورد ونوش بھیجا گیا اور انہوں نے وہاں قیام کیا اور سر مقدس کو ایک پتھر پر رکھ دیا خون کا ایک قطرہ حلقوم مبارک سے اس پتھر پر گرا اس کے بعد ہر سال عاشوراء کے دن تازہ خون اس پتھر سے نکلتا تھا اور اطراف وجوانب کے لوگ وہاں جمع ہو کر عزاداری قائم کرتے تھے اور یہ کیفیت عبدالملک بن مروان کے زمانہ تک رہی یہاں تک کہ اس لعین نے حکم دیا تو اس پتھر کو اکھاڑ دیا گیا لوگوں نے اس پتھر والی جگہ پر ایک گنبد بنایا اور اس کا نام مشہد النقطہ رکھا اور دوسرا حران کا واقعہ ہے جو کہ کئی ایک کتابوں میں ہے اور کتاب سابق میں بھی تحریر ہے کہ جب شہداء کے سروں کو قیدیوں سمیت شہر حران میں لے گئے لوگ دیکھنے کے لیے باہر آئے اس شہر کے ایک یہودی یحییٰ نامی نے دیکھا کہ سر مقدس کے لب حرکت کر رہے ہیں وہ قریب آیا تو اس نے سنا کہ آپ اس آیت کو تلاوت فرما رہے ہیں۔ وسیعلمو الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ عنقریب ظالموں کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس بازگشت کی طرف لوٹتے ہیں اسے اس بات سے تعجب ہوا۔ اس نے داستان پوچھی جب اسے بتایا گیا تو اس پر رقت وترحم کی کیفیت طاری ہوئی اس نے اپنا عمامہ ٹکڑے ٹکڑے کر کے خواتین علویات میں تقسیم کیا اور اس کے پاس ریشم کا ایک ٹکڑا تھا ہزار دینار سمیت وہ سید سجادؑ کی خدمت میں ہدیہ کیا قیدیوں کے موکلین نے اسے روکا تو اس نے تلوار سونت لی اور ان میں سے پانچ افراد کو قتل کر کے اسلام قبول کرنے کے بعد شہید ہوا اور اس نے مذہب اسلام کی حقانیت کی تصدیق کی اس کی قبر حرآن کے دروازہ کے پاس ہے اور یحییٰ شہید کی قبر مشہور ہے اس کے پاس دعا ہوتی ہے اور یحییٰ کے واقعہ کی طرف زریر کا وقعہ ہے جو عسقلان میں ہوا اس نے دیکھا کہ شہر آراستہ ہو گیا ہے جب اس نے حالات معلوم کئے اور مطلع ہوا تو وہ امام علیؑ بن الحسینؑ اور خواتین عصمت کے لیے لباس لیکر آیا اور موکلین نے اسے زخمی کر دیا اور یہ بھی بعض کتب میں منقول ہے کہ جب شہر حماۃ میں پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے اہلبیتؑ کی حمایت کی جب جناب ام کلثوم کو ان کی حمایت کا علم ہوا تو فرمایا اس شہر کا کیا نام ہے بتایا گیا کہ حماۃ فرمایا خدا اس کی ہر ظالم کے شر سے حمایت کرے اور ایک واقعہ سقط جشنین کا ہے جو حلب کے نزدیک ہوا حموی نے معجم البلدان میں کہا ہے کہ جوشن حلب شہر کی مغربی طرف ایک پہاڑ ہے کہ جہاں سے سرخ تانبا نکلا ہے اور وہاں اس کی کان ہے لیکن وہ کان اس وقت سے بیکار ہو چکی ہے جب سے اہل بیت حسینؑ بن علی علیہم السلام کو وہاں سے گذارا گیا کیونکہ ان کے درمیان امام حسینؑ کی ایک زوجہ حاملہ تھیں ان کا بچہ وہاں سقط ہو گیا پس انہوں نے انہیں برا بھلا کہا اور کھانا پانی دینے سے انکار کر دیا۔ پس اس مخدومہ نے انہیں بددعا دی۔ اب تک جو شخص اس کان

میں کام کرتا ہے اسے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور اس پہاڑ کے قبلہ کی جانب اس سقط کا مشہد مشہد السقط اور مشہد الدکۃ کے نام سے مشہور ہے اور اس سقط شدہ بچے کا نام محسنؑ بن حسینؑ ہے۔ مولف کہتا ہے کہ میں اس مشہد کی زیارت سے مشرف ہو چکا ہوں اور وہ حلب کے قریب ہے اور وہاں کے لوگ اسے محسن تعبیر کرتے تھے بڑی اونچی عمارت ہے اور وہ مشہد بڑے بڑے پتھروں سے بنا ہوا ہے۔

لیکن اس وقت حلب کی جنگ کی وجہ سے وہ خراب پڑا ہوا ہے اور صاحب نسمۃ السحر نے ابن طی سے نقل کیا ہے کہ اس نے تاریخ حلب میں کہا ہے وسیف الدولہ نے حلب سے باہر والے مشہد کی تعمیر کرائی چونکہ اس نے حلب میں اپنے مناظر سے ایک رات دیکھا کہ اس جگہ سے نور تاباں ہے۔ جب صبح ہوئی تو وہ سوار ہوا اور وہاں جا کر حکم دیا کہ اس جگہ کو کھودا جائے تو وہاں سے ایک پتھر ملا جس پر لکھا تھا کہ یہ محسنؑ بن حسینؑ بن علیؑ ابن ابی طالب ہے پس اس نے علویین و سادات کو جمع کیا اور ان سے اس کے متعلق سوال کیا تو ان میں سے بعض نے بتایا کہ جب اہلبیت کو قید کر کے یزید کے زمانہ میں حلب سے گزارا گیا تو امام حسینؑ کی ایک زوجہ نے یہاں بچہ سقط کر دیا پس سیف الدولہ نے اسے تعمیر کرایا۔ فقیر کہتا ہے کہ اس مقام شریف میں شیعہ حضرات کی قبور ہیں۔ ابن شہر آشوب ابن منیر اور سید عالم فاضل ثقہ جلیل ابو المکارم بن زہرہ کا مقبرہ وہیں ہے بلکہ بنی زہرہ جو حلب میں ایک شریف خاندان تھا ان کی تربت وہاں مشہور ہے ایک وہ واقعہ ہے جو دیر راہب میں واقع ہوا اکثر مورخین شیعہ و سنی نے اپنی کتب میں تھوڑے اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے اور ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ابن زیاد ملعون کے لشکر نے دیر راہب کے قریب قیام کیا سر امام حسینؑ کو صندوق میں رکھا اور قطب راوندی کی روایت کے مطابق اسے نیزہ پر نصب کیا اور اس کے گرد اگرد بیٹھ کر اس کی نگرانی کرنے لگے رات کا کچھ حصہ انہوں نے شراب خوری میں گزارا اور خوشی مناتے رہے پھر دسترخوان بچھا کر کھانا کھانے لگے تو اچانک انہوں نے دیکھا کہ ایک ہاتھ دیر کی دیوار سے نکلا۔ اور اس نے لوہے کے قلم سے یہ شعر دیر کی دیوار پر خون سے لکھا۔

اترجوا امةً قتلت حسینا
شفاعة جدہ یوم الحساب

کیا وہ امت جس نے حسینؑ کو قتل کیا ہے قیامت کے دن اس کے نانا کی شفاعت کی امید رکھتی ہے وہ لوگ بہت ڈرے ان میں سے بعض اٹھے تاکہ اس ہاتھ اور قلم کو پکڑ لیں تو وہ غائب ہو گیا۔ جب واپس آ کر اپنے کام میں مشغول ہوئے۔

تو دوبارہ وہ ہاتھ قلم سمیت ظاہر ہوا اور اس نے یہ شعر لکھا۔

فلا واللہ لیس لھم شفیع
وھم یوم القیامۃ فی العذاب

نہیں خدا کی قسم ان کا کوئی شفاعت کرنے والا نہیں اور وہ قیامت کے دن عذاب میں ہوں گے دوبارہ انہوں نے چاہا کہ اس ہاتھ کو پکڑیں پھر وہ گم ہو گیا جب وہ اپنے کام میں پھر مشغول ہوئے تو وہ ہاتھ باہر آیا اور اس نے یہ شعر لکھا۔

وقد قتلوا الحسین بحکم جورٍ

وخالف حکمهم حکم الکتاب

انہوں نے غالم کے حکم سے حسینؑ کو قتل کیا اور ان کا یہ حکم کتاب خدا کے حکم کے مخالف ہے وہ کھانا حضرت کے سر کے نگہبانوں کے لیے ناخوشگوار رہا اور وہ خوف وبیم میں سو گئے آدھی رات کے وقت راہب کے کان میں آواز گونجی جب اس نے کان لگا کر سنا تو ذکر تسبیح وتقدیس الٰہی اسے سنائی دیا وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے اپنا سر دیر کے دریچہ سے باہر نکالا تو اس نے دیکھا کہ جو صندوق دیر کے پاس رکھا ہوا ہے اس سے بہت زیادہ نور آسمان کی طرف ساطع ہے اور فرشتے فوج در فوج آسمان سے نیچے اتر رہے ہیں اور وہ کہتے ہیں۔ السلام علیك یابن رسول الله السلام علیك یااباعبدالله صلوٰة الله وسلام علیك۔ راہب کو یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا اور اسے جزع شدید اور فزع ہولناک عارض ہوا۔ وہ اسی طرح رہا یہاں تک کہ تاریکی شب زائل ہوئی اور سفیدی صبح نمودار ہوئی پس وہ اپنے گرجے سے باہر نکلا اور لشکر کے درمیان آیا پوچھا کہ رئیس لشکر کون ہے لوگوں نے بتایا کہ خولی ازگی علیہ اللعنۃ وخولی کے پاس آیا اور کہنے لگا اس صندوق میں کیا ہے۔ اس نے کہا ایک خارجی کا سر ہے جس نے عراق کے علاقہ میں خروج کیا تھا اور عبیداللہ بن زیاد نے اسے قتل کر دیا اس نے کہا کہ اس کا نام کیا ہے خولی نے کہا حسینؑ بن ابی طالبؑ اس نے پوچھا اسؑ کی ماں کا کیا نام تھا تو انہوں نے کہا فاطمہ زہرا دختر محمد مصطفیٰ راہب نے کہا تمہارے لیے اس کام کی وجہ سے ہلاکت ہو جو تم نے کیا ہے بے شک ہمارے اخبار وعلماء نے سچ کہا تھا وہ کہتے تھے جب یہ شخص قتل ہوگا تو آسمان سے خون برسے گا اور یہ چیز پیغمبر یا وصی پیغمبر کے بغیر نہیں ہوتی اب میں تمہیں سے خواہش کرتا ہوں کہ ایک گھنٹے کے لیے مجھے یہ سر دے دو پھر واپس لے لینا وہ کہنے لگا ہم اس سر کو باہر نہیں نکالیں گے مگر یزید بن معاویہ کے پاس تا کہ اس سے انعام حاصل کریں۔ راہب نے کہا تیرا انعام کتنا ہے وہ کہنے لگا دس ہزار درہم کی تھیلی وہ راہب کہنے لگا یہ تو میں بھی دے سکتا ہوں خولی نے کہا لے آؤ راہب تھیلی لے آیا کہ جس میں دس ہزار درہم تھے پس خولی ملعون نے وہ مبلغات وصول کئے اور ان کی صرافی کرنے کے بعد انہیں دو تھیلیوں میں رکھ کر دونوں کو سر بمہر کیا اور اپنے خزانچی کے سپرد کر دیں اور وہ سر مطہر ایک گھنٹے کے لے اس راہب کے سپرد کر دیا۔

پس راہب وہ سر مبارک اپنے گرجے کے اندر لے گیا اور اسے گلاب کے ساتھ دھویا اور مشک وکافور سے معطر کیا اور اپنے سجادے پر رکھ دیا اور نالہ وگریہ کرنے لگا اور سر انور سے عرض کیا خدا کی قسم اے اباعبداللہؑ میرے لیے گراں ہے کہ میں کربلا میں موجود نہیں تھا تا کہ اپنی جان آپ پر قربان کرتا اے اباعبداللہؑ جب اپنے جد بزرگوار سے ملاقات کریں تو گواہی دینا کہ میں نے کلمہ شہادت پڑھا ہے۔ اور آپ کے سامنے اسلام لایا ہوں پھر اس نے کہا۔ اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریك له واشهد ان محمد رسول الله واشهد ان علیا ولی الله۔ پس راہب نے سر مقدس واپس کر دیا اور اس واقعہ کے بعد گرجا سے نکلا اور پہاڑوں میں رہنے لگا اور عبادت میں زندگی گزار کر اس نے وفات پائی پس لشکر نے کوچ کیا۔ جب دمشق کے قریب پہنچے تو اس خوف سے کہ کہیں یزید ان سے وہ درہم چھین نہ لے لہٰذا اکٹھے ہوئے تا کہ انہیں آپس میں تقسیم کریں۔ خولی نے کہا کہ وہ دونوں تھیلیاں لائی جائیں جب ان کی مہریں توڑ کر دیکھا تو وہ درہم کوئلے ہو چکے تھے اور ہر طرف لا تحسبن الله غافلا عما

یعمل الظالمون۔ اور دوسری طرف وسیعلم الذی ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ لکھا ہوا تھا خولی کہنے لگا اس راز کو پوشیدہ رکھنا اور خود کہنے لگا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خسر الدنیا والاخرۃ۔ یعنی دنیا وآخرت میں خسارہ کیا اور کہا کہ وہ کوئلے بردی نہر میں ڈال دیئے جائیں جو کہ دمشق کی ایک نہر تھی۔

ساتویں فصل

اہل بیت رسولؐ خدا کا سروں کے ساتھ شام میں داخل ہونا

شیخ کفعمی شیخ بہائی اور دوسرے علما نے نقل کیا ہے کہ ماہ صفر کی پہلی تاریخ کو سر مقدس امام حسینؑ دمشق لے آئے اور وہ بنی اُمیہ کی عید کا دن تھا کہ جس میں اہل ایمان کے حزن وملال تازہ ہوئے میں نے کہا ہے اور یہ حق ہے کہ کہا جائے۔

کانت ماتم بالعراقِ تعدھا
أمویۃ بالشام من اعیادھا

عراق میں تو ماتم برپا تھا اور شام میں بنی اُمیہ اسے اپنی عید سمجھتے تھے سید ابن طاؤس نے روایت کی ہے کہ اہلبیت رسالتؐ کو سر مطہر سید الشہداؑ کے ساتھ کوفہ سے لے کر شام تک پھرایا گیا۔ جب دمشق کے قریب پہنچے تو جناب ام کلثوم شمر کے پاس گئیں اور اس سے فرمایا مجھے تجھ سے ایک حاجت ہے۔ وہ لعین کہنے لگا کہ تمہاری کیا حاجت ہے فرمایا یہ شام کا شہر ہے جب ہمیں شہر میں داخل کرو تو ایسے دروازے سے لے جانا جہاں دیکھنے والے تماشائی کم مقدار میں ہوں تا کہ ہم پر کم نظریں پڑیں اور شہداء کے سر محلوں کے درمیان سے نکال کر آگے کر دیئے جائیں تا کہ لوگ ان کی طرف دیکھیں اور ہماری طرف ان کی نگاہیں تھوڑی پڑیں کیونکہ ہم لوگوں کے زیادہ دیکھنے کی وجہ سے رسوا ہو گئے ہیں شمر لعین چونکہ ہر شقاوت کا مجموعہ تھا جب اس نے بی بی کی یہ خواہش معلوم کر لی۔ تو ان کی مراد کے خلاف اس نے کمر باندھ لی اس نے حکم دیا کہ شہداء کے سروں کو نیزوں پر سوار کر کے محملوں اور بیبیوں کے اونٹوں کے درمیان رکھا جائے اور انہیں اسی دروازہ ساعت سے لائے جہاں رعیت وراعی جمع تھے تا کہ دیکھنے والے زیادہ ہوں اور ان کی طرف زیادہ نگاہیں اٹھیں۔

علامہ مجلسی جلاء العیون میں فرماتے ہیں کہ بعض کتب معتبرہ میں روایت ہوئی ہے کہ سہل بن سعد کہتے ہیں کہ میں ایک سفر میں شام گیا۔ میں نے دیکھا کہ بہت آباد شہر ہے جس میں اشجار وانہار زیادہ ہیں اونچے محل اور بے شمار مکانات ہیں میں نے دیکھا کہ بازاروں کی آئینہ بندی ہو چکی ہے۔ اور پردے لٹکے ہوئے ہیں اور لوگوں نے بہت زینت کی ہوئی ہے اور دف ونقارہ اور قسم قسم کے ساز بج رہے ہیں میں نے اپنے دل میں کہا کیا آج کوئی ان کی عید کا دن ہے۔ میں نے کچھ لوگوں سے پوچھا کیا شام میں کوئی عید کا دن

ہے جو ہمارے ہاں مشہور نہ ہو۔ وہ کہنے لگے اے شیخ کیا تو اس شہر میں مسافر ہے میں نے کہا کہ میں سہل بن سعد ہوں میں رسول خدا کی خدمت سے مشرف ہوا ہوں وہ کہنے لگے اے سعد ہمیں تو تعجب ہے آسمان سے خون کیوں نہیں برستا اور زمین کیوں نہیں الٹ جاتی میں نے کہا کیوں وہ کہنے لگے کہ یہ خوشی اس لیے ہے کہ سر مبارک حسینؑ بن علیؑ عراق سے یزید کے پاس ہدیہ کے طور پر لا رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ سبحان اللہ سر امام حسینؑ لا رہے ہیں اور اس سے لوگ خوشی منا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کس دروازے سے داخل کریں گے اُنہوں نے بتایا کہ دروازہ ساعت سے میں اس دروازے کی طرف فوراً گیا جب دروازے کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ کفر وضلالت کے جھنڈے یکے بعد دیگرے لا رہے ہیں۔ اچانک میں نے دیکھا کہ ایک سوار آ رہا ہے۔ کہ جس کے ہاتھ میں ایک نیزہ ہے اور اس نیزہ پر ایک سر نصب ہے۔ جو سب سے زیادہ رسول خدا سے شباہت رکھتا ہے پھر میں نے بہت سی عورتیں اور بچے دیکھے جو ننگے اونٹوں کی پشت پر سوار تھے پس میں ان میں سے ایک کے پاس گیا۔ اور اس سے پوچھا کہ تم کون ہو کہا میں سکینہ بنت الحسینؑ ہوں۔ میں نے کہا کہ میں آپ کے نانا کا صحابی ہوں۔ اگر کوئی خدمت ہو تو مجھے بتایئے۔ جناب سکینہ نے فرمایا کہ اس بد بخت سے کہو کہ جس کے پاس میرے پدر بزرگوار کا سر ہے کہ وہ اسے ہمارے درمیان سے نکال کر آگے لے جائے تا کہ وہ لوگ اس کے دیکھنے میں مشغول ہوں۔ اور ہم سے نگاہیں ہٹالیں اور حرم رسول خدا کی اتنی بے حرمتی نہ کریں سہل کہتے ہیں کہ میں اس ملعون کے پاس گیا کہ جس کے پاس سر سرورؑ تھا اور میں نے کہا آیا ممکن ہے کہ میری حاجت پوری کرو اور چار سو سرخ دینار مجھ سے لے لو وہ کہنے لگا تیری کیا حاجت ہے میں نے کہا کہ میری حاجت یہ ہے کہ یہ سر مبارک اُن کے درمیان سے نکال لے جاؤ اور ان کے آگے لے چلو۔ اس نے وہ زر و مال مجھ سے لے لیا اور میری یہ حاجت پوری کی۔ ابن شہر آشوب کی روایت کی بناء پر جب اس زر کو وہ صرف کرنے لگے تو وہ سب پتھر سیاہ ہو چکا تھا اور ہر ایک کے ایک طرف **ولا تحسبن الله غافلاً عما یعمل الظالمون** اور دوسری طرف **وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون**۔ لکھا تھا اور قطب راوندی نے منہال بن عمرو سے روایت کی ہے کہ وہ کہتا ہے کہ خدا کی قسم میں نے دمشق میں دیکھا کہ سر مبارک امام حسینؑ کی نیزہ پر نصب کئے ہوئے تھے۔ اور آپ کے آگے آگے ایک شخص سورہ کہف کی تلاوت کر رہا تھا۔ جب وہ اس آیت تک پہنچا کہ **ام حسبت ان اصحاب الکهف والرقیم کانو من ایاتنا عجباً**۔ تو قدرت خدا سر مقدس امام حسینؑ نے گفتگو کی اور زبان فصیح میں کہا کہ میرا معاملہ اصحاب کہف کے واقعہ سے زیادہ عجیب ہے اور یہ اشارہ ہے حضرت کے اپنے خون کا مطالبہ کرنے کے لیے رجعت کرنے کے متعلق ان کافروں نے اہل حرم و اولاد سید انبیا کو مسجد جامع دمشق کی اس جگہ کھڑا کر دیا جہاں قیدیوں کو کھڑا کرتے تھے پس اہل شام میں سے ایک بوڑھا آدمی ان کے قریب آیا اور کہنے لگا حمد ہے اس خدا کی جس نے تمہیں قتل کیا اور شہروں کو تمہارے مردوں سے راحت و آرام دیا اور یزید کو تم پر تسلط اور غلبہ دیا جب وہ اپنی بات کو پورا کر چکا تو امام زین العابدینؑ نے فرمایا اے شیخ تو نے قرآن پڑھا ہے اس نے کہا کہ ہاں فرمایا یہ آیت پڑھی ہے **قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربیٰ**۔ اس نے کہا کہ ہاں فرمایا وہ ہم ہیں کہ جن کی مودت کو خدا نے رسالت کی مزدوری اور اجر قرار دیا ہے پھر فرمایا کیا یہ آیت پڑھی ہے کہ **وات ذالقربیٰ حقه** کہنے لگا ہاں فرمایا وہ ہمارا حق ہمیں عطا فرمائیں کیا یہ آیت پڑھی ہے۔ **واعلموا انما**

غنمتم من شیء فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربی کہنے لگا کہ ہاں فرمایا وہ ذوی القربیٰ ہم ہیں جو آنحضرتؐ کے اقرب قربا ہیں کیا یہ آیت پڑھی ہے۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا کہنے لگا ہاں فرمایا وہ ہم اہل بیت رسالتؐ ہیں کہ جن کی طہارت کی گواہی خدا نے دی ہے وہ بوڑھا مرد رونے لگا اور اپنی باتوں پر پشیمان ہوا اور اس نے اپنے سر سے عمامہ پھینک دیا اور کہا خدایا میں تیری بارگاہ میں آل محمدؐ کے جن وانس میں سے دشمنوں سے بیزاری چاہتا ہوں۔ پھر حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر میں توبہ کرلوں تو میری توبہ قابل قبول ہے۔ فرمایا اس شخص نے توبہ کی جب اس کی خبر یزید کو پہنچی تو اس نے اسے قتل کرادیا۔

حضرت امام محمد باقرؑ سے مروی ہے کہ جب سید الشہداء کی اولاد بہنوں اور عزیزوں کو یزید کے پاس لے گئے تو انہیں ایسے اُونٹوں پر سوار کیا گیا تھا کہ جن پر عماری اور محمل نہیں تھے اہل شام میں سے ایک شقی کہنے لگا ہم نے ان سے زیادہ خوبصورت قیدی نہیں دیکھے تھے تو جناب سکینہ نے فرمایا اے اشقیاء ہم آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ انتہی۔

شیخ جلیل و عالم خبیر حسن بن علی طبری جو علامہ محقق کے ہم عصر تھے کتاب کامل بہائی میں جو چھ سو ساٹھ سال سے بھی پہلے کی تصنیف ہے۔ اہل بیت امام حسینؑ کے شام میں وارد ہونے کے سلسلہ میں کہتے ہیں کہ اہلبیت کو کوفہ سے لے کر شام تک ہر بستی میں لے گئے یہاں تک کہ شام سے چار فرسخ دور رہ گئے۔ ہر بستی سے لے کر شہر تک کے لوگ ان پر چیزیں پھینکتے تھے اور دمشق میں شہر کے دروازے پر انہیں تین دن تک روکے رکھا تا کہ شہر کو آراستہ کیا جائے اس کی اس طرح آئینہ بندی کی گئی کہ آج تک کسی نے ایسی آرائش نہیں دیکھی تھی۔ پانچ لاکھ کے قریب مرد عورتیں دفوں کے ساتھ اور ان کے امیر و رئیس طبل وکوس بوق و دہل کے ساتھ باہر نکلے اور کئی ہزار مرد اور عورتیں رقص کرتے دف و چنگ و رباب بجاتے ان کے استقبال کے لیے آئے تمام علاقہ کے لوگ اپنے ہاتھ اور پاؤں مہندی سے رنگے ہوئے اور آنکھوں میں سرمے لگائے ہوئے سولہ ربیع الاوّل بدھ کے دن شہر میں گئے لوگوں کی کثرت سے ایسے معلوم ہوتا گویا قیامت برپا ہے۔

جب آفتاب نکلا تو ملاعین نے شہر کا رُخ کیا قیدی لوگوں کی بھیڑ کی وجہ سے زوال کے وقت یزید کے گھر کے دروازے تک پہنچے۔ یزید نے تخت مرصع بچھایا ہوا تھا گھر اور ایوان آراستہ تھا۔ سونے اور چاندی کی کرسیاں دائیں بائیں رکھی تھیں۔ حاجب باہر آئے اور اکابر ملاعین کو جو سروں کے ساتھ آئے تھے یزید کے پاس لے گئے اور اس نے ان سے حالات پوچھے تو وہ کہنے لگے دولت امیر سے ہم نے ابوتراب کے خاندان سے بدلہ لیا ہے اور سب حالات بیان کئے اور اولاد رسولؐ کے سر وہاں رکھے گئے اور یہ چیاسٹھ دن جن میں یہ حضرات ان کفار کے ہاتھوں میں گرفتار تھے کوئی ان پر سلام نہیں کر سکا اور سہل بن سعد ساعدی سے بھی نقل کیا ہے کہ میں نے حج کیا اور پھر بیت المقدس کی زیارت کے لیے گیا۔ جب دمشق میں پہنچا تو میں نے ایک ایسا شہر دیکھا جو فرح و شادمانی سے پر تھا اور کچھ لوگوں کو میں نے دیکھا کہ ایک مسجد میں چھپ کر نوحہ وزاری کر رہے ہیں اور تعزیت میں تھے میں نے ان سے پوچھا تم لوگ کون ہو وہ کہنے لگے ہم اہل بیتؑ کے محب و موالی ہیں اور آج امام حسینؑ کے سر اور اہل بیتؑ کو شہر میں لے آئیں گے سہل کہتا ہے

کہ میں صحرا کی طرف گیا تو لوگوں کی کثرت گھوڑوں کی جہنہناہٹ بوق وطبق کے کوس دو خوف سے محشر برپا تھا میں نے دیکھا کہ سواد اعظم (بڑا لشکر) آ پہنچا۔ میں نے دیکھا کہ سروں کو نیزوں پر اٹھائے ہوئے لا رہے ہیں سب سے پہلے جناب عباسؑ کے سر کو لائے اور سروں کے پیچھے اہل حرم حسینؑ تھے امام حسینؑ کے سر کو دیکھا کہ جس سے شکوہ تمام اور نور عظیم پھوٹ رہا تھا۔ ریش مبارک مدور تھی جس میں سفید بال سیاہ بالوں سے ملے ہوئے تھے اور وسمہ سے خضاب کیا ہوا تھا اور آپ کی آنکھوں میں سیاہی زیادہ تھی اور آپ کے ابر متصل تھے اور کشیدہ ناک اور تبسم کناں آسمان کی طرف نگاہ تھی اور آپ کی آنکھیں اوپر کی طرف کھلی ہوئی تھیں اور ہوا آپ کی ریش مبارک کو دائیں بائیں حرکت دیتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ امیر المومنین علیؑ ہیں۔ عمرو بن منذر ہمدانی کہتا ہے کہ میں نے جناب ام کلثوم کو دیکھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فاطمہ الزہراؑ ہیں۔ پرانی چادر ان کے سر پر تھی اور اپنے چہرے پر روئے بند باندھے ہوئے تھیں۔ میں قریب گیا۔ امام زین العابدینؑ اور مخدرات عصمتؑ کو سلام کیا تو مجھ سے فرمایا کہ اے مومن اگر ہو سکے تو اس شخص کو کوئی چیز دو کہ جس کے پاس سر حسینؑ ہے تاکہ وہ اسے آگے لے جائے کیونکہ دیکھنے والوں کی وجہ سے ہم مشقت وزحمت میں مبتلا ہیں میں نے اس لعین کو سو درہم دیئے تاکہ وہ سر حسینؑ کو آگے لے جائے اور مستورات سے دور رہے وہ اسی طرح چلتے رہے یہاں تک وہ سر یزید کے سامنے رکھا گیا۔ انتہی۔

آٹھویں فصل

اہل بیت علیہم السلام کا یزید لعین بن معاویہ کے دربار میں ورود

یزید ملعون جب شام میں اہل بیتؑ کے ورود سے آگاہ ہوا تو اس نے اپنا دربار سجایا اور ہر قسم کی زینت سے مزین ہو کر اپنے تخت پر بیٹھا اور ملاعین اہل شام کو جمع کیا اور ادھر اہل بیت رسولؐ کو سرہائے شہداء کے ساتھ دار الامارہ کے دروازے پر حاضر کیا اور اجازت لینے کے لیے روک دیا سب سے پہلے زجر ابن قیس جو سر امام مظلومؑ کے اٹھانے پر مامور تھا اجازت لے کر دربار یزید پلید میں حاضر ہوا یزید نے اس سے پوچھا وائے ہو تجھ پر کیا خبر لایا ہے اس نے کہا اے امیر المومنین تجھے بشارت ہو کہ خدا نے تجھے فتح ونصرت دی ہے حسینؑ بن علیؑ اپنے اٹھارہ افراد اور ساٹھ شیعوں کے ساتھ ہم پر وارد ہوا ہم نے اس کے سامنے یہ چیز پیش کی کہ وہ صلح وصلاح کا دامن نہ چھوڑے اور عبید اللہ بن زیاد کے حکم کے زیر فرمان ہو جائے ورنہ جنگ کے لیے تیار ہو جائے انہوں نے عبید اللہ کی اطاعت قبول نہ کی اور قتال وجنگ کو ترجیح دی پس صبح کے وقت سورج نکلتے ہی ہم ان کے مقابلہ میں نکلے اور ناحیہ وسمت سے ہم نے ان کا احاطہ کیا اور گھیر لیا ہم نے ان پر سخت حملہ کیا اور تیر تلواروں سے ان پر جا پڑے اور ان کے سر ہم نے تلواروں کی جگہیں قرار دیئے۔

اس جماعت کو ہول وخوف نے پراگندہ کر دیا پس وہ ہر پستی وبلندی میں پناہ لے رہے تھے جس طرح کبوتر باز سے ڈرتا ہے

پس خدا کی قسم اے امیر المومنین تھوڑے سے وقت میں کہ جتنی دیر میں ناقہ کو نحر کرتے ہیں یا سونے والے کی آنکھ سونے سے آگاہ ہوتی ہے ان سب کو ہم نے تہ تیغ کر دیا اور ان سب کو اول سے لے کر آخر تک مقتول و مذبوح کیا۔ اب ان کے لاشے بیابان میں عریاں پڑے ہیں ان کے بدن خون آلود اور چہرے خاک پر رکھے ہوئے ہیں اور سورج کی دھوپ ان پر پڑ رہی ہے اور ہوا خاک و غبار ان پر ڈال رہی ہے اور ان ابدان کی ایک دور دراز بیابان میں عقاب اور فضا کے پرندے زیارت کرتے ہیں۔ جب اس ملعون نے گفتگو ختم کی تو یزید نے تھوڑی دیر سر نیچے کی طرف جھکائے رکھا اور خاموش رہا پھر سر اٹھا کر کہنے لگا اگر تم حسینؑ کو قتل نہ کرتے تو میں تم پر زیادہ خوش ہوتا اور اگر میں حاضر ہوتا تو حسینؑ کو معاف کر دیتا اور انہیں ہلاکت وفنا کے پیش نہ کرتا۔ بعض کہتے ہیں کہ جب اس نے یزید کے سامنے یہ واقعہ پیش کیا تو وہ ملعون بہت وحشت زدہ ہو گیا اور کہنے لگا کہ ابن زیاد نے میری عداوت کا بیج لوگوں کے دلوں میں بو یا ہے۔ اور اس نے زحر کو کوئی انعام نہ دیا اور اسے اپنے دربار سے نکال دیا اور یہ سید الشہداءؑ کا معجزہ تھا۔ کیونکہ حضرت نے راستہ میں زہیر بن قین سے فرمایا تھا کہ زحر بن قیس میرا سر انعام لینے کے لیے یزید کے پاس اٹھا کر عطا و بخشش کی امید سے لے جائے گا لیکن اسے کچھ نہیں ملے گا جیسا کہ محمد بن جریر طبری نے نقل کیا ہے پھر مخفر بن ثعلبہ جو اہل بیتؑ پر متعین تھا۔ وہ دار الاماہ کے دروازے سے داخل ہوا اور کہنے لگا کہ یہ مخفر بن ثعلبہ ہے جو امیر المومنین یزید کے پاس (معاذ اللہ) لئام فجرہ کو لے کر آیا ہے حضرت سید سجادؑ نے فرمایا مخفر کی ماں نے جو جنا ہے وہ زیادہ شریر اور کمینہ ہے۔ اور شیخ بن نما کی روایت کی بنا پر یزید نے مخفر سے یہ فقرہ کہا اور شاید یہی اولیٰ ہو کیونکہ زین العابدینؑ ان کفار کے ساتھ جو راہ عناد رکھتے تھے، بہت کم بات کرتے تھے۔ [1]

شیخ مفید فرماتے ہیں کہ سید سجادؑ نے شام کے راستہ میں ان کافروں میں سے کسی سے کبھی کوئی بات نہیں کی اور یزید کا یہ فقرہ کہنا شاید اس لحاظ ہوتا کہ لوگوں کو یہ باور کرائے اور سمجھائے کہ میں نے قتل حسینؑ کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ میں اس پر راضی تھا کئی ایک مورخین نے لکھا ہے کہ جس وقت اہل بیتؑ کے ورود کی خبر یزید کو دی گئی ہے تو وہ قصر جیرون میں اس کے نظارے کی جگہ میں تھا جب اس کی نظر سرہائے مبارک پر پڑی تو اس نے طرب و نشاط میں یہ دو اشعار پڑھے۔

لما بدت تلك الحمول واشرقت
تلك الشمس علی رُبی جیرونِ
نعب الغراب فقلت صح اولاتصح
فلقد قضیت من العزیم دیونی

[1] (مترجم عرض کرتا ہے کہ اس فصل میں یہ بات جو لکھی گئی ہے کہ یزید نے کہا میں حسینؑ کے قتل کرنے کے بغیر بھی راضی ہو جاتا۔ اور اگر میں خود موجود ہوتا تو حسینؑ کو معاف کر دیتا۔ یہ بعد کے واقعات اور دیگر حقائق تاریخیہ کے منافی ہے البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ جب حالات بہت ناساز گار ہو گئے ہوں تو اس نے عوام کو دھوکہ دینے کے لیے بھی یہ جملہ کہا ہو ورنہ یہ حرام زادہ جس نے پہلے خط میں یہ لکھا تھا کہ اگر میری بیعت نہ کریں تو سر قلم کر لو۔ وہ دل سے کیسے یہ فقرہ کہے گا حالانکہ یہ شجرہ خبیثہ کا خبیث ترین پھل ہے)

جب یہ اونٹ اور آفتاب جیسے چہرے جیرون کے ٹیلوں پر ظاہر ہوئے تو کوا بولنے لگا میں نے اس سے کہا کہ تم چیخو یا نہ چیخو میں نے تو اپنے غریم سے قرضے چکا لیے ہیں اس ملحد کی مراد کفر و زندقہ کا اظہار تھا اور رسول خدا سے بدلہ لینا تھا یعنی رسول خدا نے میرے آباؤ اجداد اور قبیلہ کو جنگ بدر میں قتل کیا تھا میں نے ان کے خون کا بدلہ آپ کی اولاد سے لے لیا ہے جیسا کہ صراحت کے ساتھ اس مطلب کفر آمیز کو ان اشعار میں جو ابن زبعری کے اشعار میں تضمین کئے تھے جب اہل بیتؑ اس کے دربار میں آئے بیان کرتا ہے۔

قد قتلنا القوم من ساداتہم
وعدلنا قتل بدر فاعتدل

ہم نے ان کے سرداروں کو قتل کیا ہے اور قتل بدر کے ساتھ اس کا موازنہ کیا ہے تو وہ برابر بیٹھا ہے بہرحال جب سر ہائے مقدسہ کو اس دربار شوم میں داخل کیا گیا تو امام حسینؑ کا سر مبارک سونے کے ایک طشت میں رکھ کر یزید کے پاس رکھا گیا اور یزید جو ہر وقت شراب پیتا تھا اس وقت بھی شراب میں مخمور تھا اور وہ اپنے دشمن کے سر کو دیکھ کر بہت شاد و فرحناک ہوا۔ اور اس نے یہ اشعار کہے۔

اے وہ کہ جس کا حسن اس کے ہاتھوں سے چمکتا ہے جو چاندی کے طشت میں چمک رہا ہے گویا وہ گلاب کے دو پھولوں میں گھرا ہوا ہے ہماری تلوار کی ضرب کیسی تھی۔ اے حسینؑ میں نے اپنے دل کے کینے کو خون حسینؑ سے شفا بخشی ہے کاش وہ ہوتے جو جنگ حنین میں موجود تھے۔ وہ میری حسینؑ کے ساتھ کارکردگی کو دیکھتے۔

شیخ مفید فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت کا سر مطہر باقی سروں کے ساتھ اس کے پاس رکھا گیا تو یزید ملعون نے یہ شعر پڑھا۔ (ترجمہ) ہم ایسے لوگوں کے سروں کو پھاڑتے ہیں جو ہمیں عزیز تھے اور وہ زیادہ نافرمان اور ظالم تھے۔ یحییٰ بن حکم مروان کا بھائی یزید کے ساتھ دربار میں بیٹھا ہوا تھا اس نے یہ دو اشعار پڑھے۔ (ترجمہ) وہ جسم جو مقام طف کے قریب پڑا ہے۔ وہ زیادہ قرابت قریبہ رکھتا تھا زیاد غلام کے بیٹے سے کہ جس کا نسب جھوٹا ہے سمیہ کی نسل تو کنکریوں کے برابر ہے اور رسولؐ کی بیٹی کی نسل نہیں رہی یزید نے اس کے سینہ پر ہاتھ مارا اور کہنے لگا کہ خاموش رہو۔ یعنی اس محفل میں آل زیاد کی شفاعت وقباحت کو بیان کرتا ہے اور آل محمدؐ کی قلت وکمی پر اظہار افسوس کرتا ہے معصوم سے روایت ہوئی ہے جب امام حسینؑ کا سر مطہر دربار یزید میں لے آئے تو اس نے مجلس شراب آراستہ کی اور اپنے ندیموں کے ساتھ شراب زہر مار کرنے لگا اور شطرنج کھیلتا اور اپنے ساتھیوں کو پلاتا اور اور کہتا کہ شراب پیو کیونکہ یہ شراب بڑی مبارک ہے۔ اس لیے کہ ہمارے دشمن کا سر ہمارے پاس رکھا ہے اور ہم خرم و دلشاد ہیں امام حسینؑ آپ کے پدر بزرگوار اور جد نامدار کو برا بھلا کہتا تھا اور جب قمار بازی میں اپنے حریف پر غالب آتا تو تین پیالے شراب کے زہر مار کرتا۔ شراب کے بچے ہوئے شوم قطرے اس طشت کے پہلو میں پھینکتا کہ جس میں اس سردار کا سر مقدس رکھا ہوا تھا پس جو شخص ہمارے شیعوں میں سے ہے اسے شراب پینے اور قماری بازی سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اور جو شخص شراب یا شطرنج کو دیکھ کر امام حسینؑ پر صلوٰت بھیجے اور یزید و آل زیاد لعنہم اللہ پر لعنت کرے تو خداوند عالم اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے چاہے وہ ستاروں جتنے کیوں نہ ہوں۔ اور کامل بہائی میں

حاویہ سے نقل کیا ہے کہ یزید نے شراب پی اور امام حسینؑ کے سر اقدس پر پھینکی تو یزید کی بیوی نے پانی اور گلاب لے کر امام حسینؑ کے سر کو پاک کر کے دھویا۔ اس رات عالم خواب میں جناب فاطمہ علیہا السلام کو دیکھا کہ وہ اس کا شکریہ ادا کر رہی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ جب مبارک سروں کو یزید کے پاس لے آئے تو اسی وقت اہل بیتؑ کو بھی لے آئے۔ جب کہ انہیں ایک ہی رسی میں باندھا ہوا تھا اور حضرت علیؑ بن حسینؑ طوق میں تھے جب یزید نے انہیں اس حالت میں دیکھا تو کہنے لگا خدا قبیح و زشت قرار دے۔ پسر مرجانہ کو اگر تمہارے اور اس کے درمیان قرابت اور رشتہ داری ہوتی تو تمہارا خیال رکھتا اور اس طرح کی بدرفتاری تم سے نہ کرتا اور تمہیں اس حالت و ہیئت میں میرے پاس روانہ نہ کرتا اور ابن نما نے امام زین العابدینؑ سے روایت کی ہے کہ بارہ افراد ایسے تھے جو زنجیر و طوق میں جکڑے ہوئے تھے۔ جب یزید کے پاس کھڑے کئے گئے تو سید سجادؑ نے یزید کی طرف دیکھ کر فرمایا مجھے اجازت دیتا ہے کہ میں کوئی بات کروں کہنے لگا کہو لیکن فضول بات نہ کرنا (ہذیان) حضرت نے فرمایا کہ میں ایسی حالت میں ہوں کہ جس میں مجھ جیسے شخص سے ہذیان و بیہودہ بات نہیں ہو سکتی۔ اس وقت آپ نے فرمایا اے یزید میں تجھے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں تیرا رسولؐ خدا کے متعلق کیا خیال ہے اگر آنجناب ہمیں اس حال میں دیکھیں پس جناب فاطمہ دختر سید الشہداء نے یزید سے فرمایا اے یزید کیا رسولؐ کی بیٹیوں کو بھی کوئی قید کرتا ہے۔ اہل دربار اور یزید کے گھر والے ان کلمات کو سن کر رونے لگے۔ یہاں تک کہ گریہ و نالہ کی آواز بلند ہوئی پس یزید نے حکم دیا اور رسیاں کاٹ دی گئیں اور طوق اتار لیے گئے۔

شیخ جلیل علی ابن ابراہیم قمی حضرت صادقؑ سے روایت کرتے ہیں کہ جب سید الشہداء کے سر مبارک کو علی ابن الحسینؑ اور اسیران اہل بیتؑ کے ساتھ یزید کے پاس لے گئے تو علی ابن الحسینؑ کے گلے میں طوق تھا یزید ان سے کہنے لگا اے علی بن الحسینؑ حمد ہے اس خدا کی جس نے تیرے باپ کو قتل کیا آپ نے فرمایا خدا کی لعنت ہو اس پر جس نے میرے باپ کو قتل کیا۔ یزید نے جب یہ فقرہ سنا تو سیخ پا ہو گیا اور آنجناب کے قتل کا حکم دیا تو آپ نے فرمایا جب مجھے قتل کر دو گے تو رسولؐ خدا کی بیٹیوں کو ان کے گھروں کی طرف واپس کون لے جائے گا۔ جب کہ میرے علاوہ ان کا کوئی محرم نہیں ہے۔ یزید کہنے لگا تم ہی انہیں ان کے گھروں میں واپس لے جاؤ گے پس یزید نے سوہان منگوایا اور اس سے آپ کے گلے سے طوق اتارنے لگا اس کے بعد کہنے لگا اے علی ابن الحسینؑ تمہیں معلوم ہے کہ میرا اس سے کیا مقصد تھا۔ فرمایا ہاں تو نے چاہا کسی شخص کا مجھ پر احسان اور منت نہ ہو۔ یزید کہنے لگا یہی مقصد تھا کہ خدا کی قسم پھر یزید نے یہ آیت پڑھی۔ **ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ولعفوا عن کثیر**۔ جس کے ترجمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جو مصیبتیں لوگوں پر وارد ہوتی ہیں انکے اپنے کرتوت کی بناء پر ہوتی ہیں اور بہت سے گناہوں سے تو خدا درگذر کرتا ہے آپ نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے جیسا تو نے گمان کیا ہے یہ آیت ہمارے حق میں نازل ہوئی بلکہ ہمارے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ **ما اصابکم من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبراھا**۔ الخ۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی مصیبت زمین میں تمہارے نفسوں پر وارد نہیں ہوتی مگر یہ کہ وہ اس کی خلقت سے پہلے کا لکھا ہوا ہے تا کہ تم افسوس نہ کرو اس چیز پر جو تمہارے ہاتھ سے گئی ہے اور اس چیز پر خوشی نہ کرو جو تمہیں مل گئی ہے پھر فرمایا کہ وہ لوگ ہم ہیں بہر حال یزید نے حکم دیا۔ تو وہ سر مبارک طشت میں رکھ کر اس

کے سامنے رکھ دیا گیا اور اہل بیت علیہم السلام کو اس کے پیچھے کھڑا کیا گیا تا کہ سر حسینؑ کو دیکھ نہ سکیں سید سجادؑ کی نگاہ جب اس سر مبارک پر پڑی تو اس کے بعد آپ نے کبھی بھی بکرے کے سر کا گوشت نہیں کھایا اور جناب زینبؑ کی نگاہ اس سر مطہر پر پڑی تو وہ برداشت نہ کر سکیں اور ہاتھ بڑھا کر اپنا گریبان چاک کر دیا اور صدائے محزون سے جو دلوں کو زخمی کرتی تھی ندبہ شروع کیا اور فرماتی تھیں یا حسیناہ اے حبیب رسول خدا اے فرزند مکہ ومنی اے فاطمہ زہرہ سیدۃ نساء اور رسولؐ کی شہزادی کے فرزند دلبند اس لعین کے اہل مجلس تمام رونے لگے اور یزید پلید خاموش تھا۔

وما یزیل القلب عن مستقرها

ویترك زند الغیظ فی الصدر واریا

وقوف بنات الوحی عند طلیقها

بحال بها تشجین حتی الاعادیا

اور وہ چیز جو دل کو اس کی جگہ سے ہٹا دیتی ہے اور غیظ و غضب کے چقماق کو سینہ میں آگ لگا دیتی ہے وہی ہے شہزادیوں کا ان کے آزاد کردہ غلام کے سامنے کھڑا ہونا ایسی حالت میں جو دشمنوں تک کو اندوہناک کر دیتی ہے پس کسی ہاشمیہ خاتون کی آواز نوحہ وندبہ سے بلند ہوئی جو یزید کے گھر میں موجود تھی۔ یاحبیباہ یا سید اھل بیتاہ یا ابن محمداہ۔ اے بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں کے فریادرس اے زنا زادوں کی تلوار سے قتل ہونے والے جب حاضرین دربار نے یہ ندبہ ونوحہ سنا تو وہ دوبارہ رونے لگے لیکن یزید بے حیاو بے شرم ان کلمات سے بھی متاثر نہ ہوا اس نے خیزران کی چھڑی منگوائی اور ہاتھ میں لے کر آپ کے دندان مبارک پر لگا تا تھا اور وہ اشعار پڑھتا تھا کہ جن میں سے بعض کا خلاصہ یہ ہے اے کاش بنی اُمیہ کے بڑے بوڑھے جو جنگ بدر میں مارے گئے۔ آج موجود ہوتے تو دیکھتے کہ میں نے ان کے قاتلوں کی اولاد سے کس طرح انتقام لیا ہے اور وہ خوش ہوتے اور کہتے اے یزید تیرا ہاتھ شل نہ ہو کیونکہ تو نے اچھا انتقام لیا ہے جب ابو برزہ اسلمی نے جو دربار میں موجود تھے اور رسول خدا کے ایک صحابی تھے یہ منظر دیکھا کہ یزید اپنی چھڑی حضرت امام حسینؑ کے لب ہائے مبارک پر لگا تا ہے تو وہ کہنے لگے۔ اے یزید وائے ہو تجھ پر کیا حسینؑ کے دانتوں پر خیزران کی چھڑی مارتا ہے حالانکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اور رسولؐ خدا کو دیکھا کہ آپ ان کے اور ان کے بھائی حسن کے دانتوں کے بوسے لیتے اور انہیں چوستے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ تم دونوں جوانان جنت کے سردار ہو خدا تمہارے قتل کرنے والے کو قتل کرے اور اس پر لعنت کرے اور اس کے لیے جہنم تیار کرے یزید ان کلمات سے آگ بگولہ ہو گیا اور اس لعین نے حکم دیا کہ انہیں گھسیٹ کر دربار سے باہر لے جائیں۔ اس وقت جناب زینب امیر المومنینؑ کی صاحبزادی کھڑی ہو گئیں اور انہوں نے خطبہ پڑھا جس کا اردو ترجمہ اس طرح ہے حمد وثنا اللہ کے لیے مخصوص ہے جو عالمین کا پالنے والا ہے اور درود وسلام خواجہ لولاک اس کے رسول محمدؐ اور ان کی آل صلوۃ اللہ علیہم اجمعین کے لیے ہے۔ بے شک خدا نے سچ فرمایا ہے۔ ثم کان عاقبۃ الذین اساوالسوء ان کذبو بایات اللہ و کانو ابھا یستھزءون پھر ان لوگوں کا انجام جنہوں نے برے کام کیے ہوں یہ ہوا کہ انہوں نے آیات خدا کی تکذیب کی اور ان کا مذاق اڑانے لگے حضرت زینبؑ نے اس آیت

سے اشارہ کیا کہ یزید اور اس کے پیروکار جو خدا کے نافرمان ہو گئے ہیں اور جنھوں نے آیات خدا کا انکار کیا ہے ان کی بازگشت جہنم کی آگ کی طرف ہے پھر آپ نے یزید کی طرف رخ کیا اور فرمایا ہاں اے یزید کیا تو گمان کرتا ہے کہ چونکہ تو نے زمین و آسمان ہمارے لیے تنگ کر دیے ہیں اور اپنی قدر و منزلت بڑھالی ہے اور تجھے خدا کے ہاں زیادہ قرب حاصل ہو گیا ہے اس لیے تکبر و تمسخر شروع کر دیا ہے اور ناک بھوں چڑھاتا ہے اور شاد و فرحان ہے کہ تجھے سلطنت دنیاوی مل گئی ہے اور ہماری حکومت تیرا خالص مال ہو گئی ہے اے یزید ایسا نہیں ہے اپنی باگ روک لے اور اپنے گریبان میں منہ ڈال کیا تو نے خدا کا یہ فرمان بھلا دیا جس میں وہ فرماتا ہے کہ وہ لوگ جو کافر ہو گئے۔ یہ گمان نہ کرلیں کہ ہم نے تو انہیں اس لیے مہلت دے دی ہے تاکہ وہ زیادہ گناہ کرلیں اور ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے اے آزاد کردہ کے بیٹے کیا یہ انصاف ہے کہ تو نے اپنی عورتوں اور کنیزوں کو پس پردہ بٹھا رکھا ہے اور رسولؐ خدا کی بیٹیوں کو قیدیوں کی طرح شہر شہر پھرایا ہے بے شک تو نے ان کی حشمت و حرمت کی پردہ دری کی ہے اور انہیں بے پردہ کر دیا ہے اور مختلف منازل و مناہل سے دشمنوں کے ساتھ انہیں پھرایا ہے اور انہیں ہر نزدیک و دور اور کمینہ و شریف کا مطمع نظر قرار دیا ہے جب کہ ان کے مردوں اور پرستاروں میں سے کوئی بھی ان کے ساتھ نہیں تھا اور ہماری نگہبانی اور حفاظت کی امید اس شخص سے کس طرح ہو سکتی ہے کہ جس نے آزاد لوگوں کے جگر چبائے اور منہ سے پھینک دیے اور اس کا گوشت شہیدوں کے خون سے اُگا اور نشوونما پائی ہے کنایہ تھا اس طرف کہ ہند جگر خوار کے بیٹے سے کیا توقع ہو سکتی ہے اور اس سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے اور وہ ہم اہل بیتؑ کی دشمنی میں دریغ نہیں کرے گا۔ جو کہ ہمارا بغض و کینہ بدر و احد سے دل میں رکھتا ہے اور جس نے ہمیشہ دشمنی کی نگاہ سے ہماری طرف دیکھا ہے پس بغیر اس کے کہ تو اپنے جرم و گناہ کو سمجھے اور بغیر اس کے کہ اپنے فعل کو امر عظیم قرار دے اس ڈھٹائی و شناعت کے ساتھ شعر پڑھتا ہے۔

لاھلو واستھلوا فرحاً

ثم قالو یایزید الاتشل

تو وہ خوش ہوئے اور خوشی کا اظہار کرتے اور کہتے کہ اے یزید تیرے ہاتھ شل نہ ہوں اور اس چھڑی کے ساتھ جو تیرے ہاتھ میں ہے۔ ابوعبداللہؑ جو اہل جنت کے سردار کے دندان مبارک پر مارتا ہے اور یہ شعر کیوں نہ پڑھے جب کہ تو نے ہمارے دلوں کو مجروح اور زخمی کیا ہے اور ہماری اصل اور جڑ کو کاٹ دیا کیونکہ تو نے ذریت رسول کا خون بہایا ہے اور آل عبدالمطلبؑ کے سلسلہ کو جو روئے زمین کے ستارے ہیں تو نے توڑ دیا ہے اور اپنے بڑوں کو پکارتا ہے اور تیرا گمان ہے کہ وہ تیری پکار سنتے ہیں۔ ہاں البتہ بہت جلدی تو ان سے جا کر ملحق ہوگا۔ اور آرزو کرے گا کہ تیرے ہاتھ شل ہوتے اور تیری زبان گنگ ہوتی اور تو نے جو کچھ کیا ہے وہ نہ کیا ہوتا لیکن یہ آرزو فائدہ مند نہ ہوگی اس وقت اس مخدومہ نے بارگاہ الٰہی میں خطاب کرتے ہوئے عرض کیا خدایا ہمارا حق تو وصول کر اور ہمارا انتقام ہر اس شخص سے لے کہ جس نے ہم پر ظلم و ستم کیا ہے اور اپنا غضب ہر اس شخص پر نازل فرما جس نے ہمارا خون بہایا اور ہمارے حامیوں اور مددگاروں کو قتل کیا ہے پھر فرمایا ہاں اے یزید تو نے تو اپنا ہی چمڑا چاک کیا ہے اور اپنا ہی گوشت کاٹا ہے اور وہ وقت قریب ہے جب تو رسولؐ خدا کے پاس جائے گا جب کہ تو ان کی ذریت کے خون بہانے کا اور ان کے ہتک حرمت کا بوجھ اپنے سر پر

لیے ہوگا اس وقت جب خدا ان کی پراگندگی اور افتراق کو مجتمع کرے گا اور انکا حق لے گا اور جو راہ خدا میں قتل ہو گئے ہیں ان کے متعلق یہ گمان نہ کر کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے ہاں رزق پاتے ہیں۔ اور خدا تیرا فیصلہ کرنے کے لیے اور محمد مصطفیٰ تجھ سے مخاصمت کے لیے اور جبرئیلؑ ان کی مدد و اعانت کے لیے کافی ہے اور وقت قریب ہے کہ وہ شخص جس نے تیرا ہاتھ پکڑا اور تجھے مسلمانوں کی گردن پر سوار کیا اور خلافت باطل تیرے لیے مستقر و برقرار رکھی۔ یہ جان لے گا کہ ظالموں کے بلئے کتنا برا بدلہ ہے اور تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تم میں سے کس کے رہنے کی جگہ بدتر ہے اور کس کے مددگار زیادہ کمزور ہیں اگر گردن زمانہ اور مصائب روزگار نے مجھے مجبور کر دیا ہے کہ میں تجھ سے خطاب وکلام کروں تو میں تیری قدر منزلت کو کم تیری سرزنش کو عظیم اور تجھے توبیخ کرنے کو زیادہ سمجھتی ہوں کیونکہ یہ باتیں تجھ پر، اثر نہیں کرتیں اور تیرے لیے فائدہ مند نہیں ہیں لیکن آنکھیں رو رہی ہیں اور سینے جل اٹھے ہیں کتنا عجیب و عظیم امر ہے کہ وہ نجیب و شریف جو خدا کا لشکر ہیں طلقاء (آزاد کردہ لوگوں) کے ہاتھ سے قتل ہوں اور ہمارا خون ان کے ہاتھوں بہے اور ان کے منہ سے ہمارا خون نکلے اور اسے وہ نوش کریں اور ان پاک و پاکیزہ جسموں کی بیابان کے بھیڑیئے لحہ بہ لحہ زیارت کریں۔ ان مبارک بدنوں کو بجوؤں کے بچوں کی مائیں زمین پر رگڑیں اے یزید اگر آج تو ہمیں اپنے لیے مال غنیمت سمجھتا ہے۔ تو وہ وقت قریب ہے کہ یہ غنیمت تیرے لیے غرامت و تاوان کا سبب بنے جس وقت تجھے سوائے ان کرتوتوں کے کچھ نہیں نظر آئے گا جو تو آگے بھیج چکا ہے اور خدا اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا اور ہماری شکایت اس کی بارگاہ میں ہے اور ہمیں اسی پر بھروسہ ہے جو مکر و فریب تو کر سکتا ہے وہ کر لے اور جو کوشش تجھ سے ہو سکتی ہے اسے عمل میں لے آ اور ہماری عدوات و دشمنی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھ ان سب کے باوجود خدا کی قسم تو ہمارے ذکر کو نہیں مٹا سکتا اور ہمدردی وحی کو ختم نہیں سکتا اور تو ہمارے انجام کی غایت اور انتہا کو نہیں پا سکتا اور تو اپنے کردار کے ننگ و عار کو دور نہیں کر سکتا تیری رائے جھوٹ اور کمزور تیری سلطنت کے دن تھوڑے تیری جماعت پراگندہ ہونے والی اور تیرا دن گزرنے والا ہے جس دن کہ منادی حق ندا کرے شہادت کو ختم کیا اور میں خدا سے سوال کرتی ہوں کہ وہ ہمارے شہداء کے ثواب کی تکمیل کرے اور ہر دن ان کے اجر کو زیادہ کرے اور ہمارے درمیان ان کا خلیفہ و جانشین ہو اور ہم پر اپنے احسان کو دائم رکھے وہی ہے خداوند رحیم اور پروردگار مددگار اور وہ ہر امر میں کافی اور بہترین وکیل ہے۔ یزید نے یہ مصلحت نہ سمجھی کہ جناب زینبؑ کو اس قسم کے سخت الفاظ اور شتم آمیز کلمات کے ساتھ مورد غضب و سخط قرار دے لہٰذا اس نے چاہا کہ کوئی عذر تراشے کہ عورتیں بیہوشی میں نوحہ دزاری کی باتیں کرتی ہیں اور اس قسم کی باتیں جگر جلے ہوئے لوگوں سے درست ہیں لہٰذا اس نے یہ شعر پڑھا۔ ترجما۔ سے چیخ پکار کرنے والی تو قابل تعریف چیخ و پکار کرنے والوں میں سے ہے اور نوحہ کرنیوالوں کے لیے موت کتنی آسان ہے اس وقت یزید نے دربار میں حاضر اہل شام سے مشورہ کیا کہ ان کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہیے ان خبیثوں نے ایسی گفتگو کی کہ جس کا بیان کرنا مناسب نہیں اور ان کا مقصد یہ تھا کہ تمام کو قتل کر دیا جائے۔ نعمان بشیر دربار میں حاضر تھا وہ کہنے لگا اسے یزید رسولؐ خدا ان کے ساتھ جو سلوک کرتے تو وہ سلوک کر مسعودی نے نقل کیا ہے جب یزید کے اہل دربار نے یہ بات کہی تو حضرت باقرؑ نے بات کرنی شروع کی اور اس وقت آپ دو سال چند مہینے کے تھے پس آپ نے خدا کی حمد و ثناء کی پھر یزید کی طرف رُخ کیا اور فرمایا تیرے درباریوں نے جو رائے دی ہے وہ

اس کے خلاف ہے جو فرعون کے درباریوں نے موسیٰ و ہارونؑ کے متعلق فرعون کے مشورہ کرنے کے وقت دی تھی جب کہ انہوں نے کہا تھا۔ ارجہ داخاہ اسے اور اس کے بھائی کو مہلت دو اور اس گروہ نے رائے دی ہے کہ تو ہمیں قتل کر دے اس کا بھی ایک سبب ہے یزید نے پوچھا اس کا سبب کیا ہے۔ فرمایا فرعون کے درباری حلال زادے تھے اور یہ گروہ حلال زادے نہیں اور انبیاء اور اولاد انبیاء کو حرامزادے ہی قتل کرتے ہیں پس یزید بات کرنے سے رُکا اور خاموش ہو گیا۔

اس وقت بروایت سید و مفید اہل شام میں سے سُرخ رنگ کے ایک شخص نے جناب فاطمہ دختر امام حسینؑ کی طرف دیکھ کر یزید کا رُخ کیا اور کہنے لگا اے امیر المومنینؑ هب لی هذه والجاریہ یہ لڑکی مجھے بخش دے۔ جناب فاطمہ کہتی ہیں کہ یہ بات سن کر میں کانپنے لگی۔ اور میں نے خیال کیا کہ شاید یہ بات ان کے لیے جائز ہو پس میں اپنی پھوپھی جناب زینبؑ کے دامن سے لپٹ گئی اور کہا کہ پھوپھی اماں میں یتیم بھی ہوئی اب لوگوں کی کنیزی بھی کرنی ہوگی۔ جناب زینبؑ نے اس شامی کی طرف دیکھ کر فرمایا تو نے جھوٹ بکا ہے اور خدا کی قسم تو قابل ملامت ہے۔ بخدا یہ کام تیرے لیے اور یزید کے لیے ہو نہیں سکتا اور تم میں سے کوئی بھی اس چیز کا اختیار نہیں رکھتا یزید کو غصہ آ گیا اور کہنے لگا خدا کی قسم تم جھوٹ کہتی ہو۔ بات میرے لیے روا ہے اگر میں چاہوں تو ایسا کر سکتا ہوں جناب زینبؑ نے فرمایا ایسا نہیں ہے خدا کی قسم اللہ نے یہ بات تیرے لیے جائز نہیں قرار دی اور نہ تو ایسا کر سکتا ہے مگر یہ کہ ہماری ملت سے نکل جائے اور کوئی اور دین اختیار کر لے یزید کا غصہ اس بات سے اور بڑھ گیا اور کہنے لگا۔ میرے سامنے یہ بات کرتی ہو تمہارا باپ اور بھائی دین سے خارج ہو گئے تھے زینبؑ نے فرمایا میرے باپ اور بھائی کے دین سے ہی تو نے تیرے باپ دادا نے ہدایت حاصل کی اگر تو مسلمان ہے یزید لعین کہنے لگا تم جھوٹ کہتی ہو اے دشمن خدا جناب زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا اے یزید اس وقت تو امیر اور بادشاہ ہے جتنا چاہے ظلم و ستم کرتے ہوئے فحش گالیاں دے اور ہمیں مغلوب و مقہور کر یزید کو گویا شرم آ گئی اور وہ خاموش ہو گیا اس شامی مرد نے اپنی بات کو دوبارہ دہرایا یزید نے کہا دور ہو جاؤ۔ خدا تجھے ہلاکت دے اس مرد شامی نے یزید سے پوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں یزید کہنے لگا وہ لڑکی فاطمہ حسینؑ کی بیٹی ہے اور یہ خاتون علی کی بیٹی ہے شامی نے کہا وہ حسینؑ فاطمہؑ زہرا کا بیٹا اور علیؑ ابوطالب کے فرزند ہیں یزید نے کہا کہ ہاں وہ مرد شامی کہنے لگا اے یزید خدا تجھ پر لعنت کرے تو نے عترت نبیؐ کو قتل کیا ہے اور اسکی ذریت کو قید کیا ہے خدا کی قسم میں تو انہیں روم کے قیدی سمجھتا تھا یزید لعین نے کہا کہ میں تجھے ان کے ساتھ ملحق کرتا ہوں اور حکم دیا کہ اس کی گردن اڑا دی جائے۔ شیخ مفید نے فرمایا ہے کہ پھر یزید نے حکم دیا تو اہل بیتؑ کو سید سجاد کے ساتھ ایک علیحدہ مکان میں جو یزید کے محل کے قریب تھا ٹھہرایا گیا اور ایک قول ہے کہ انہیں ایک خرابہ میں جگہ دی گئی کہ جو نہ گرمی سے بچا سکتا تھا اور نہ سردی سے حفاظت کرتا تھا چنانچہ ان کے چہروں کے رنگ اڑ گئے۔ اور جتنی مدت شام میں رہے امام حسینؑ پر نوحہ وزاری کرتے رہے۔ روایت ہے کہ اس زمانہ میں بیت المقدس کے علاقہ میں جو پتھر زمین سے اٹھایا جاتا اس کے نیچے سے تازہ خون جوش مارتا اور ایک گروہ نے نقل کیا ہے کہ یزید کے حکم سے مطہر امامؑ کو اس کے گھر کے دروازے پر نصب کیا گیا اور اہل بیتؑ کے متعلق حکم دیا کہ انہیں اس کے ہی مکان میں ٹھہرایا جائے جب مخدرات اہل بیت عصمت و جلالت علیہم السلام یزید لعین کے گھر میں پہنچیں تو آل

ابوسفیان کی عورتوں نے اپنے زیورات اُتار دیئے۔ انہوں نے لباس ماتم پہن لیا اور ان کے گریہ و نوحہ کی صدا بلند ہوئی۔ تین دن تک ماتم ہوتا رہا۔ ہند عبداللہ بن عامر کی بیٹی جو اس وقت یزید کی بیوی تھی اور اس سے پہلے امام حسینؑ کے حبالہ نکاح میں تھی اس نے پردہ ترک کیا اور گھر سے باہر دوڑی اور اس لعین کے دربار میں چلی گئی جس میں مجمع عام تھا اور کہنے لگی اے یزید تو نے فرزند فاطمہؑ دختر رسولؐ خدا کا سر میرے گھر کے دروازے پر نصب کیا ہے یزید فوراً اٹھا اور اس نے ہند کے سر پر کپڑا دیا اور اسے واپس گھر لے گیا اور کہنے لگا اے ہند فرزند رسولؐ خدا اور بزرگ قریشی پر نوحہ زاری کو روز یاد لعین کے بیٹے نے اس کے معاملہ میں جلد بازی سے کام لیا ہے میں تو اس کے قتل پر راضی نہیں تھا۔ علامہ مجلسیؒ نے جلاء العیون میں سرخ رنگ مرد شامی کی حکایت بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ پھر یزید نے حکم دیا اور اہل بیت رسالتؐ کو زندان میں لے گئے یزید حضرت زین العابدینؑ کو اپنے ساتھ مسجد میں لے گیا خطیب کو بلایا اور اسے منبر پر بٹھایا اس لعین نے بہت کچھ نامناسب باتیں امیر المومنینؑ اور امام حسینؑ کے متعلق کہیں اور یزید و معاویہ کی زیادہ مدح و ثنا کی امام زین العابدینؑ نے اسے پکار کر کہا۔

ویلك ایها الخاطب اشتریت مرضاة المخلوق بسخط الخالق فتبوء مقعدك من النار ۔ وائے ہو تجھ پر اسے خطیب کہ تو نے مخلوق کو راضی کرنے کے لیے خدا کو ناراض کیا ہے اور اپنی جگہ جہنم میں بنائی ہے پس حضرت علیؑ بن الحسینؑ نے فرمایا اے یزید مجھے اجازت دے کہ میں منبر پر جا کر چند ایسی باتیں کہوں جو خداوند عالم کی خوشنودی اور حاضرین کے لئے اجر و ثواب کا باعث ہوں یزید نے قبول نہ کیا اہل مجلس نے خواہش کی کہ ان کو اجازت دی جائے کیونکہ ہم اس کی باتیں سننے کی خواہش رکھتے ہیں یزید کہنے لگا اگر یہ منبر پر گیا تو مجھے اور آل ابوسفیان کو رسوا کرے گا۔ اہل مجلس کہنے لگے اس بچے سے کیا ہو سکتا ہے۔ یزید کہنے لگا اگر یہ اس خاندان کا فرد ہے جو شیر خوارگی کے زمانہ سے علم و کمال سے آراستہ ہوتے ہیں جب اہل شام نے زیادہ اصرار کیا تو یزید نے اجازت دی۔ اور حضرت منبر پر تشریف لے گئے اور حمد و ثنائے الٰہی بجالائے۔ رسالتمآبؐ اور ان کے اہل بیتؑ پر درود بھیجا اور آپ نے انتہائی فصاحت و بلاغت کے ساتھ خطبہ پڑھا۔ جس نے حاضرین کو بہت رلایا۔ اور دلوں کو تڑپایا۔

میں چاہتا ہوں کہ ان اشعار کو نقل کروں کہ جن سے صرف اسی امام عالی مقام ہی کی مدح ہو سکتی ہے۔

حتیٰ الرت بضوء وجهك فانجلیٰ
ذاك الدجی وانجاب ذاك العثیر

فافتن فيك الناظرون فاصبع
یومی الیك بها وعین تنظر

یجهلون رویتك التی فازوابها
من انعم الله التی لاتکفر

ممشیت مشیة خاضع متواضع

لله	لایزهی	ولا	یتکبرُ
فلوان	مشتاقا	تکلف	فوقما
فی	وسعه	لشئ	الیک المنبر
ابدیت	من	فصل	الخطاب بحکمة
تنبی	وعن	الحق	المبین وتخبر

تو نے اپنے چہرے کے نور سے روشنی دی یہاں تک کہ یہ تاریکی چھٹ گئی اور غبار پھٹ گیا پس دیکھنے والے تیرے فریفتہ ہو گئے اور انگلیوں سے تیری طرف اشارے ہونے لگے اور آنکھیں دیکھنے لگیں وہ تیرے دیدار کو ان نعمات میں سے شمار کرتے ہیں کہ جن کا کفران نہیں ہو سکتا۔ پس تو چلا خضوع وخشوع کے ساتھ اور اللہ کے لیے تواضع کرنے والے شخص کی طرح جو غرور وتکبر نہیں کرتا پس اگر کوئی مشتاق اپنی وسعت سے زیادہ تکلیف برداشت کر سکتا تو منبر تیری طرف چل کر آتا تو نے حکمت سے اس خطاب فیصل کو ظاہر کیا جو حق مبین کی خبر دیتا ہے پھر فرمایا اے لوگو خدا نے ہمیں چھ خصال اور سات فضیلتیں عطا فرمائی ہیں جن میں سے ہمیں تمام مخلوق سے زیادہ عطا کیا ہے اور ہمیں علم۔ بردباری۔ جوانمردی۔ فصاحت وشجاعت اور مومنین کے دلوں میں ہماری محبت قرار دی ہے اور ہمیں یہ فضیلت دی ہے کہ ہم میں سے نبی مختار محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ہم میں سے صدیق اعظم علی مرتضیٰ ہیں اور ہم میں سے جعفر طیار ہیں جو دو پروں کے ساتھ جنت میں ملائکہ کی ہمراہی میں پرواز کرتے ہیں اور ہم میں سے جناب حمزہ خدا اور رسول خدا کے شیر ہیں اور ہم میں سے اس امت کے دو سبط حسنؑ وحسینؑ ہیں۔ جوانان جنت کے سردار ہیں جو مجھے پہچانتا ہے سو پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا میں اسے اپنے حسب ونسب کی خبر دیتا ہوں اے لوگوں میں مکہ ومنیٰ کا بیٹا ہوں اور صفا ومروہ کا بیٹا ہوں اور پے در پے اپنے مفاخر آباء واجداد کی مدحتیں بیان کرتے رہے۔ یہاں تک کہ فرمایا میں فاطمہ زہرا کا بیٹا ہوں اور پے در پے اپنے مفاخر آباء واجداد کی مدحتیں بیان کرتے رہے میں صحراء کربلا میں لب تشنہ کا بیٹا ہوں میں اہل جور وعناد کے غارت شدہ کا بیٹا ہوں میں اس کا بیٹا ہوں کہ زمین کے جنات اور مرغان ہوا نے جس پر نوحہ کیا ہے میں اس کا بیٹا ہوں جس کا سر نیزہ پر سوار کر کے شہر بشہر پھرایا گیا میں اس کا بیٹا ہوں میں خدیجہ الکبریٰ کا بیٹا ہوں۔ میں اہل جفا کی تیغ سے مقتول ہونے والے امام کا بیٹا ہوں میں صحراء کربلا میں لب تشنہ کا بیٹا ہوں۔ میں اہل جور وعناد کے غارت شدہ کا بیٹا ہوں میں اس کا بیٹا ہوں جس کے اہل حرم کو حرام زادوں نے قید کیا ہم اہل بیت محنت وبلا ہیں ہم محل نزول ملائکہ سماء ہیں اور اللہ تعالیٰ کے علوم کے اترنے کی جگہ ہیں پس آپ نے اپنے اجداد کرام کی اتنی مدحتیں اور اپنے آباء عظام کے اتنے مفاخر بیان کئے کہ لوگوں کو چیخیں نکل گئیں یزید کو ڈر ہوا کہ کہیں لوگ اس سے پھر نہ جائیں لہٰذا اس نے موذن کو اشارہ کیا کہ اذان کہے جب موذن نے اللہ اکبر کہا تو حضرت نے فرمایا کوئی چیز خدا سے بزرگ وبرتر نہیں جب موذن نے اشھد ان لا الہ الا اللہ۔ کہا تو آپ نے فرمایا میرا گوشت پوست اور خون اس کلمہ کی گواہی دیتے ہیں جب موذن نے اشھد ان محمد رسول اللہ" صلی علیہ وآلہ کہا۔ تو آنجناب نے فرمایا اے یزید بتا کہ محمدؐ جن کا نام رفعت

وبزرگی کے ساتھ لیا جاتا ہے یہ میرے جد تھے یا تیرے اگر کہے کہ تیرے جد تھے تو جھوٹ ہوگا اور کافر ہو جائے گا۔اور اگر یہ کہے وہ میرے جد ہیں تو پھر ان کی عترت کو کیوں قتل کیا اور ان کی اولاد کو کیوں قید کیا ہے اس ملعون نے کوئی جواب نہ دیا اور نماز میں مشغول ہو گیا۔مولف کہتا ہے کہ جو کچھ مقاتل اور واقعات سے یزید کا اہل بیتؑ سے برتاؤ ظاہر ہوتا ہے وہ اس لیے ہے وہ فتنہ کے برپا ہونے سے ڈر گیا تھا۔لہذا اس نے شماتت وشناعت اہل بیتؑ سے نرمی اختیار کر لی تھی۔لہذا کچھ نہ کچھ اہل بیتؑ سے رفق ومدارات سے پیش آنے لگا اور محافظ ونگہبان بھی اہل بیتؑ سے ہٹا لیے اور ان انہیں حرکت وسکون میں خود مختار قرار دیا اور کبھی کبھی سید سجادؑ کو اپنے دربار میں بلاتا اور قتل امام حسینؑ کی نسبت ابن زیاد کی طرف دیتا اور اسے اس کام پر لعنت اور اظہار ندامت وپشیمانی کرتا اور یہ سب کچھ عوام کے دلوں کو مائل کرنے اور اپنے ملک وسلطنت کے تحفظ کی بناء پر کرتا تھا نہ یہ کہ فی الواقع وہ پشیمان اور نادم ہوا تھا کیونکہ مورخین نقل کرتے ہیں کہ یزید کئی دفعہ شہادت سید الشہداء علیہ الاف التحیۃ والسلام والثناء کے بعد مقاتل کے مطابق آنحضرت کے سر مقدس کی ہر صبح وشام کے کھانے کے وقت اپنے دسترخوان پر منگواتا اور کہتے ہیں کہ یزید بارہا فراش شراب خوری پر بیٹھتا اور گانے بجانے والی عورتوں کو بلاتا اور ابن زیاد کو اپنے دائیں پہلو میں بٹھاتا اور ساقی کی طرف منہ کر کے یہ منحوس اشعار پڑھتا۔(ترجمہ) مجھے ایسی شراب پلا کر جو میری طبیعت کو سیر کر دے پھر پیانہ پر کر کے ویسا ہی ابن زیاد کو دے جو میرے نزدیک صاحب راز وامانت ہے اور جو میرے ملنے مال غنیمت اور جہاد کو درست کرتا ہے جو خارجی (معاذ اللہ) کا قاتل ہے یعنی حسینؑ کا اور دشمنوں اور حاسدوں کو ہلاک کرنے والا ہے تابع ومتبوع دونوں ملاعین پر عدد مخلوق الٰہی کے برابر لعنت وعذاب ہو مترجم) سید ابن طاؤس نے سید سجادؑ سے روایت کی ہے کہ جس وقت سے سر مطہر امام حسینؑ یزید کے لیے لایا گیا تو یزید لعین مجالسِ شراب آراستہ کرتا اور آپ کا سر مبارک منگوا کر سامنے رکھ کر شراب پیتا (احتمال ہے کہ روایت سید سجاد یہاں ختم ہو اور آگے روایت کے الفاظ نہ ہوں ایک دن سلطان روم کا سفر جو اشراف وبزرگان فرنگ سے تھا مجلس شنیعہ میں حاضر ہوا اور یزید سے پوچھا اے بادشاہ عرب یہ سر کس کا ہے یزید نے کہا تجھے کیا وہ کہنے لگا جب میں اپنے بادشاد کے پاس جاتا ہوں تو وہ ہر چھوٹی بڑی چیز کے متعلق مجھ سے سوال کرتا ہے میں چاہتا ہوں کہاس سر کا واقعہ مجھے معلوم ہو جائے اور میں اسے اپنے بادشاہ کی خدمت میں پیش کروں تا کہ وہ خوش ہو ہے اور تیری خوشی میں شریک ہو یزید نے کہا کہ یہ سر حسینؑ بن علی بن ابی طالب کا ہے۔ اس نے پوچھا اس کی والدہ کا نام کیا ہے۔یزید نے کہا فاطمہ رسول خدا کی بیٹی۔وہ عیسائی کہنے لگا تف ہے تجھ پر اور تیرے دین پر میرا دین میں سے بہتر ہے کیونکہ میرا باپ حضرت داؤد نبی کی اولاد میں سے ہے اور میرے اور حضرت کے درمیان بہت سے آباؤ اجداد میں لیکن عیسائی لوگ اس نسبت سے میری تعظیم کرتے ہیں اور میرے قدموں کی مٹی تبرک کے طور پر لے جاتے ہیں اور تم لوگ اپنے رسولؐ کی بیٹی کے فرزند کو کہ جس میں صرف ایک ماں واسطہ ہے قتل کرتے ہو۔پس یہ کیسا دین ہے جس کے تم پیرو ہو پھر اس یزید کیلئے کنیسہ حافر کا واقعہ بیان کیا یزید نے حکم دیا کہ اس عیسائی کو قتل کرا دیا جائے تا کہ اپنے ملک میں جا کر مجھے رسوا نہ کرے عیسائی نے جب یہ معاملہ دیکھا تو کہنے لگا اے یزید کیا تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے اس نے کہا کہ ہاں تو عیسائی کہنے لگا میں نے

گذشتہ رات پیغمبر اسلام کو عالم خواب میں دیکھا ہے انہوں نے مجھے جنت کی بشارت دی میں حیران و متعجب تھا اب اس کے راز سے آگاہ ہوا ہوں پھر اس نے کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گیا اور دوڑ کر اس نے سر مبارک کو اٹھایا اور سینہ سے لگایا۔ اس کے بوسے لیے اور وہ روتا جاتا تھا یہاں تک کہ اُسے شہید کر دیا گیا اور کامل بہائی میں ہے کہ دربار یزید میں روم کا ملک التجار کہ جس کا نام عبدالشمس تھا حاضر ہوا اس نے کہا اے امیر ساٹھ سال کا عرصہ گزر گیا ہے کہ میں تجارت کرتا تھا اور میں قسطنطنیہ سے مدینہ گیا۔ دس یمنی چادریں اور دس نافہ مشک اور دو من (ایرانی من تقریباً ایک چھٹانک کے برابر ہوتا ہے) عنبر حضرت حضرت رسول اکرمؐ کی خدمت میں لے گیا۔ اس وقت آپ جناب ام سلمہؓ کے گھر تھے۔ انس بن مالک نے اجازت طلب کی پس میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ ہدیے جو میں یہاں بیان کر چکا ہوں میں نے پیش کئے تو آپ نے قبول فرمائے میں مسلمان ہو گیا۔ آپ نے میرا نام عبدالوہاب رکھا۔ لیکن میں اپنے اسلام کو بادشاہ روم کے خوف سے چھپائے رکھتا ہوں۔ میں رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر تھا کہ حسنؑ و حسینؑ آئے تو حضرت نے ان کے بوسے لیے اور حضرت نے انہیں اپنے زانو پر بٹھایا۔ آج تو ان کا سرتن سے جدا کر کے چھڑی حسینؑ کے دانتوں پر لگاتا ہے جو کہ رسولؐ خدا کی بوسہ گاہ ہیں ہمارے علاقہ میں ایک دریا ہے اور اس دریا میں ایک جزیرہ ہے اور اس جزیرے میں ایک گرجا ہے اور اس گرجے میں گدھے کے چار سم ہیں کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ ایک دن اس پر سوار ہوئے تھے ان پر سونا چڑھا کر انہیں ایک صندوق میں رکھا ہوا ہے سلاطین و امراء روم اور عام لوگ ہر سال وہاں (حج کے طور پر) جاتے ہیں اس گرجے کا طواف کرتے اور ان سموں پر تازہ ریشم کا پارچہ چڑھاتے ہیں اور پرانے غلاف کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے تحفہ کے طور پر لے جاتے ہیں اور تم لوگ اپنے رسولؐ کے بیٹے کے ساتھ یہ سلوک کرتے ہو۔ یزید کہنے لگا۔ یہ تیری تباہی کا سبب ہے اور اس کے حکم سے عبدالوہاب کو قتل کر دیا گیا عبدالوہاب نے کلمہ شہادت اور حضرت رسولؐ کی رسالت اور امام حسینؑ کی اطاعت کا اقرار کیا اور یزید اور اس کے آباؤ اجداد پر لعنت کی پھر اس کو شہید کر دیا گیا۔[1]

سید نے روایت کی ہے کہ ایک دن امام زین العابدین دمشق کے بازار سے گزر رہے تھے کہ اچانک منہال بن عمرو نے حضرت کو دیکھ لیا اور عرض کیا اے فرزند رسولؐ دن کیسے گزر رہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا جس طرح بنی اسرائیل آل فرعون کے درمیان تھے کہ وہ ان کے بیٹوں کو قتل کرتے اور بیٹیوں کو زندہ رکھتے۔ اور انہیں اپنا قیدی اور خدمت گار بناتے تھے اور اے منہال عرب عجم پر فخر کرتے ہیں کہ محمد عرب تھے اور قریش تمام عرب پر فخر کرتے ہیں کہ محمد قریشی تھے اور ہم جو ان کے اہل بیت ہیں۔ مغصوب مقتول اور پراگندہ کر دیئے گئے ہیں پس ہم قضائے الٰہی پر راضی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہیں۔ شیخ اجل علی بن ابراہیم قمی اپنی تفسیر میں امامؑ کا یہ مکالمہ بازار شام میں منہال کے ساتھ تھوڑے سے تفاوت کے ساتھ نقل کرتے ہیں کہ حضرت نے اپنے آپ کو بنی اسرائیل کے ساتھ تشبیہ دینے کے بعد فرمایا کہ پیغمبرؐ کے بعد خیر البریہ (بہترین خلائق) کا معاملہ یہاں تک پہنچا کر انہیں منبر پر برا بھلا کہا جاتا تھا اور دشمن یہاں تک پہنچے کہ مال و شرف انہیں عطا ہوا۔ ہمارے محب دوست ذلیل و بے بہرہ ہوئے اور

---

[1] (حقیر کہتا ہے کہ حدیث کنیسہ حافر اور وہ حکایت جو کامل بہائی سے ہوئی ہے دونوں میری نظر میں محل اعتماد نہیں ہیں واللہ العالم)

ہمیشہ مومنین کا معاملہ یونہی رہا یعنی یہ کہ وہ باطل حکومتوں کے ساتھ ذلیل و مقہور ہوں پھر فرمایا عجم مسلمان ہو گئے اور وہ عرب کے حق کو تسلیم کرتے تھے اس لیے چونکہ پیغمبر اکرم عرب تھے اور عرب قریش کے حق کے معترف تھے چونکہ پیغمبر ان سے تھے اور قریش اسی وجہ سے عرب پر فخر کرتے تھے عرب بھی اسی سبب سے عجم پر فخر کرتے تھے اور ہم جو اہل بیت پیغمبر ہیں ہمارے حق کو کسی نے نہیں پہچانا اس طرح ہمارے دن گزر رہے ہیں اور سید محمد جلیل سید نعمۃ اللہ جزائری نے کتاب انوار نعمانیہ میں یہ روایت ابسط طور پر نقل کی ہے اور وہ اس طرح کہ منہال نے حضرت کو دیکھا کہ آپ نے عصا کی ٹیک لگائی ہوئی تھی اور آپ کی پنڈلیاں دوسرے کندوں کی طرح تھیں اور ان سے خون بہہ رہا تھا اور آپ کا رنگ مبارک زردہ ہو چکا تھا جب منہال نے آپ کا حال پوچھا تو فرمایا اس شخص کا حال کیسا ہو سکتا ہے جو یزید بن معاویہ کا قیدی ہے اور ہماری خواتین کے شکم آج تک کھانے سے سیر نہیں ہوئے اور ان کے سر ڈھانپے نہیں گئے اور دن رات نوحہ وزاری اور گریہ و بکا میں گزرتے ہیں اور پھر کچھ وہ چیزیں نقل کر کے جو تفسیر قمی کی روایت میں ہیں فرمایا یزید ہمیں جس وقت بلاتا ہے تو ہمیں یہ گمان ہوا ہے کہ وہ ہمیں قتل کر دے گا اور ہمیں وہ قتل کرنے کے لیے بلا رہا ہے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ منہال نے عرض کیا کہ اب آپ کہاں جا رہے ہیں فرمایا جہاں ہمیں ٹھہرایا گیا ہے وہاں چھت نہیں ہے اور آفتاب کی تمازت نے ہمیں پگھلا دیا ہے اور وہاں اچھی ہوا نہیں آتی۔ اب بدن کی کمزوری کی وجہ سے باہر آیا ہوں تا کہ کچھ دیر استراحت کروں اور جلدی واپس جاؤں چونکہ مجھے خواتین کا ڈر ہے پس جس وقت میں حضرت سے بات کر رہا تھا ایک خاتون کی آواز بلند ہوئی اور اس نے آنجناب کو آواز دی کہ اے نور چشم کہاں جا رہے ہو اور وہ خاتون جناب زینب علی مرتضیٰ سلام اللہ علیہ تھیں۔ مثیر الاحزان میں ہے کہ یزید نے اہل بیت کو ایسے مکانوں میں ٹھہرایا ہوا تھا جو سردی و گرمی سے ان کی حفاظت نہیں کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کے بدنوں کی کھال اُترنے لگی تھی اور ان سے زرد پانی اور پیپ جاری ہو گئی تھی اور اس عبارت کے یہ الفاظ تھے۔ واسکن فی مساکن لایقین من حر والابرد حتیٰ تقشرت الجلود وسال الصدید بعد کن الخدور وظل الستور بعض مقاتل میں ہے کہ مسکن و مجلس اہل بیتؑ ایک خراب شدہ مکان تھا اور یزید کا مقصد یہ تھا کہ وہ مکان ان پر گر پڑے اور وہ ختم ہو جائیں اور کامل بہائی میں حادیہ سے منقول ہے کہ خاندان نبوت کی خواتین قید کی حالت میں ان مردوں کے حالات جو کربلا میں شہید ہوئے تھے اپنے بچوں اور بچیوں سے پوشیدہ رکھتی تھیں اور ہر بچہ سے وعدہ کرتی تھیں کہ تیرا باپ فلاں سفر پر گیا ہے اور وہ واپس آ جائے گا یہاں تک کہ وہ یزید کے گھر پہنچے ایک چار سال کی بچی تھی۔ وہ ایک رات نیند سے بیدار ہوئی اور کہنے لگی میرے بابا حسینؑ کہاں ہیں۔ میں نے ابھی خواب میں دیکھا ہے وہ بچی بہت پریشان ہوئی جس سے تمام خواتین اور بچے رونے لگے اور ان کی آہ و فغاں بلند ہوئی۔ یزید سویا ہوا تھا وہ بیدار ہوا اور حالات معلوم کیے اسے بتایا گیا کہ واقعہ اس طرح ہے وہ لعین کہنے لگا کہ اس کے باپ کا سر لے جا کر اس کے پاس رکھ دیا جائے پس وہ سر لایا گیا اور اس چار سال کی بچی کے پاس رکھ دیا گیا اس نے پوچھا کہ یہ کیا چیز ہے بتایا گیا کہ یہ تیرے باپ کا سر ہے وہ بچی ڈر گئی اور فریاد کرنے لگی۔ اور بیمار ہو گئی اور چند ہی دنوں کے اندر فوت ہو گئی اور بعض نے اس خبر کو مزید بسط کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس کے مضمون کو ایک بزرگوار نے نظم کیا ہے اور میں اس مقام پر انہیں اشعار پر اکتفاء کرتا ہوں وہ کہتے

ہیں خدا ان پر رحم کرے۔

یکے نو غنچہ اے از باغ زہرا
بجست ازخواب نوشین بلبل آسا
بافغان ازمژہ خواب میر بخت
نہ خونابہ کہ خون ناب میریخت
بگفت اے عمہ بابا یم کجارفت
بد یندم دربرم دیگر چہ رفت
مرا بگرفتہ بود اندم درآغوش
ہمی مالید دستم برسروگوش
بنا گہ گشت غائب ازبرمن
ببیں سوزدل وچشم ترمن
حجازی بانواں دل شکستہ
بگرداگرد آں کودک نشستہ
خرابہ جایشاں ب آں ستمہا!
بہانہ طفلشان سر بار غمہا
زآہ ونالہ واز بانگ وافغان
یزید از خواب برپاشد ہراساں
بگفتا کاین فغاں ونالہ ازکیست
خروش وگریہ و فریاد ازچیست
بگفتش از نہاں کای ستمگر
بود ایں نالہ از آل پیمبرؐ
یکے کودک زشاہ سر بریدہ
دریں ساعت پدر درخواب دیدہ
کنوں خواہد پدر از عمہ خویش

وزایں خواہش جگر ہارا کند ریش
چوں ایں بشنید آں مرد ویزدان
بگفتا چارہ کاراست آسان
سر بابش برید ایں دم بسویش
چہ بیند سر برآید آرزویش
ہمان طشت وہمان سر قوم گمراہ
بیادر وند نزد لشکر آہ
یکے سر پوش بدبروئے آنسر
نقاب آسا بروے مہرانور
بہ پیش روئے کو دک سر نہادند
زنو بر دل غم دیگر نہادند
بناموس خد آں کودک زار
بگفت اے عمہ دل ریش افکار
چہ باشد زیر ایں مندیل مستور
کہ جز بابا ندارم ہیچ منظور!
بگفتش دختر سلطان والا
کہ آنکس راکہ خواہی ہست اینجا
چوں ایں بشنید خود برداشت سرپوش
چہ جان بگرفت آنسر رادر آغوش
بگفت اے سرور وسالار اسلام
زقتلت مرمراروز راست چوں شام
پدر بعد از تو محنتہا کشیدم!
بیابانہا صحرا ہاو دیدم!
ہمی گفتند مان در کوفہ وشام

کہ ایناں خار جند ازدین اسلام
مرابعد از تو اے شاہ یگانہ
پرستاری نہ بذجز تازیانہ!
زکعب نیزہ از ضرب سیلی
ضم چوں آسماں گشتہ است نیلی
بدانسر جملہ آں جوروستمہا
بیابان گردی و درد الم ہا!
بیان کردوبگفت اے شاہ محشر
تو بر گوی بریدت سر ز پیکر
مراد خرد سالی دربدرکرد
اسیرو دستگیر دبے پدر کرد
ہمی گفت وسرشاہش درآغوش
بناگہ گشت ازگفتار خاموش
پرید ازایں جہاں دورجناں شد
درآغوش حبوش آشیاں شد
خدیوبانواں دریافت آنحال
کہ پریدہ است مرغ بے پروبال
بابلینش نشت آن غم رسیدہ
بگرواد زنان داغ دیدہ!
فغاں برداشتندے از دل تنگ
ب آہ نالہ گشتندے ہم آہنگ
ازیں غم شدب آل اللہ اطہار!
دوبارہ کہ بلا از نو نمودار!

شیخ ابن نما نے روایت کی ہے کہ حضرت سکینہ سلام اللہ علیہا جن دنوں شام میں تھیں اور سید کی روایت کے مطابق شام میں

وارد ہونے کے چوتھے دن خواب میں دیکھا کہ پانچ نورانی ناقے ظاہر ہوئے کہ جن میں سے ہر ناقے پر ایک بزرگ سوار تھے اور بہت سے ملائکہ نے ان کا احاطہ کیا ہوا تھا اور ان کے ساتھ ایک خادم تھا پس وہ خادم میرے پاس آیا اور کہا کہ اے سکینہ تیرے جد بزرگوار تجھے سلام کہتے ہیں میں نے کہا میرے جد بزرگوار رسولؐ خدا پر سلام ہو۔ رسولؐ خدا کے قاصد تم کون ہو وہ کہنے لگا میں جنت کے خدمت گاروں میں سے ایک ہوں۔ میں نے کہا سفید ریش مبارک جو ناقوں پر سوار ہیں وہ لوگ کون ہیں۔ اس نے کہا پہلے آدم صفی اللہ دوسرے ابراہیم خلیل اللہ تیسرے موسیٰ کلیم اللہ اور چوتھے عیسیٰ روح اللہ میں نے پوچھا وہ شخص جو اپنی ریش مبارک ہاتھ سے پکڑے ہوئے تھے اور کمزوری کی وجہ سے کبھی گر جاتے اور کبھی کھڑے ہوتے تھے وہ کون ہیں۔ اس نے کہا وہ آپ کے جد بزرگوار رسولؐ خدا ہیں۔ میں نے کہا یہ کہاں جا رہے ہیں اس نے کہا آپ کے باپ امام حسینؑ کی زیارت کے لیے جاتے ہیں جب میں نے اپنے نانا کا نام سنا تو دوڑ پڑی تا کہ آپ تک پہنچ کر آپ سے امت کی شکایت کروں۔ اچانک میں نے دیکھا کہ نور کی پانچ عماریاں نمودار ہوئیں کہ جن میں سے ہر ہودج و عماری میں ایک خاتون بیٹھی تھی۔ اس خادم سے میں نے پوچھا کہ یہ خواتین کون ہیں۔ میں نے کہا وہ پانچویں کون ہیں۔ جنہوں نے غم و اندوہ سے ہاتھ سر پر رکھا ہوا ہے کبھی گر جاتی اور کبھی کھڑی ہو جاتی ہیں۔ اس نے کہا پہلی خاتون جناب حوا ام البشر ہیں دوسری آسیہ زوجہ فرعون تیسری مریم بنت عمران اور چوتھی خدیجہ دختر خویلد ہیں۔ اس نے کہا یہ آپ کی جدہ ماجدہ فاطمہ زہرہ سلام اللہ علیہا ہیں جب میں نے اپنی دادی کا نام سنا تو میں دوڑ کر ان کے ہودج کے قریب پہنچی اور ان کے سامنے کھڑے ہو کر رونے لگی اور فریاد کی کہ اے مادر گرامی خدا کی قسم انہوں نے میرے باپ حسینؑ کو شہید کر دیا۔ حضرت فاطمہؑ نے فرمایا سکینہ بس کرو تم نے میرے جگر میں آگ بھڑکا دی اور میرے دل کی رگ کو کاٹ دیا یہ تیرے باپ حسینؑ کا پراہن ہے جو میرے پاس ہے۔ اور یہ مجھ سے اس وقت تک جدا نہیں ہوگا جب تک میں بارگاہ خداوندی میں حاضر نہ ہوں پس میں خواب سے بیدار ہو گئی۔ جناب سکینہ کا ایک اور خواب بھی شام میں نقل کیا ہے۔ جو آپ نے یزید سے بیان کیا تھا اور علامہ مجلسی نے اسے جلاء العیون میں نقل کیا ہے اس کے بعد فرماتے ہیں کہ قطب راوندی نے اعمش سے روایت کی ہے کہ میں خانہ کعبہ کے گرد طواف کر رہا تھا کہ اچانک میں نے ایک شخص کو دیکھا جو دعا کر رہا تھا اور کہتا تھا خدایا مجھے بخش دے اور میں جانتا ہوں کہ تو مجھے نہیں بخشے گا جب میں نے اس کی ناامیدی کے سبب کے متعلق سوال کیا تو وہ مجھے حرم سے باہر لے گیا اور کہنے لگا میں ان اشخاص میں سے ہوں جو سر امام حسینؑ شام کی طرف لے گئے تھے اور ہم نے بہت سے معجزات اس سر مقدس سے دیکھے اور جب ہم دمشق میں داخل ہوئے تو جس دن ہم اس سر کو یزید کے دربار میں لے گئے تو حضرت کے قاتل نے وہ سر اٹھا رکھا تھا اور وہ رجز پڑھ رہا تھا کہ میری رکاب کو سونے اور چاندی سے بھر دے کیونکہ میں نے بہت بڑے بادشاہ کو قتل کیا ہے اور اس شخص کو قتل کیا ہے جو ماں و باپ کے لحاظ سے سب سے بہتر ہے۔ یزید کہنے لگا۔ جب تجھے معلوم تھا کہ وہ ایسا ہی ہے تو پھر کیوں تو نے اسے قتل کیا ہے اور حکم دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ پس اس نے سر انور کو اپنے سامنے رکھا اور بہت خوش ہوا اور اہل مجلس نے اس کے سامنے دلیلیں اور حجتیں پیش کیں اور ان کا کوئی فائدہ نہ ہوا جیسا کہ گزر چکا ہے پھر حکم دیا اور اس سر منور کو اس کمرے میں نصب کیا گیا کہ جو اس کی مجلس عیش و عشرت کے مدمقابل تھا اور ہمیں اس پر مقرر کیا اور مجھے اس سر مقدس سے معجزات دیکھ

دیکھ کر بہت دہشت ہونے لگی اور مجھے نیند نہیں آتی تھی جب رات کا کچھ حصہ گذر گیا اور میرے ساتھی سو گئے اچانک آسمان کی طرف سے بہت سی آوازیں میرے کان میں پہنچیں۔ پس میں نے سنا کہ منادی کہہ رہا ہے اے آدم اتر آؤ۔ پس حضرت آدمؑ بہت سے ملائکہ کے ساتھ نیچے اترے پھر اور آواز آئی کہ موسیٰؑ نیچے اترو۔ حضرت موسیٰؑ بھی بہت سے ملائکہ کے ساتھ نیچے آئے اسی طرح حضرت عیسیٰؑ بے شمار ملائکہ کے ساتھ تشریف لائے پھر میں نے فضا میں بہت سا شور و غل سنا اور یہ ندا سنی کہ اے محمدؐ نیچے تشریف لائیے۔ اچانک میں نے دیکھا کہ حضرت رسالت مآبؐ بہت سی افواج ملائکہ کے ساتھ نازل ہوئے اور ملائکہ نے اس قبہ کے گرد احاطہ کر لیا کہ جس کے اندر امام حسینؑ کا سر مبارک تھا جناب رسالت مآبؐ اس قبہ کے اندر تشریف لے گئے جب آپ کی نگاہ اس سر مبارک پر پڑی تو آپ ناتواں ہو کر بیٹھ گئے اچانک میں نے دیکھا کہ وہ نیزہ جس پر سر امام حسینؑ تھا خم ہوا اور وہ سر مطہر حضرت کی گود میں آ گرا حضرت نے اس سر کو اپنی سینے سے لگا لیا۔ اور حضرت آدمؑ کے پاس لے آئے۔ اور فرمایا اے میرے بابا آدم دیکھئے کہ میری اُمت نے میرے دلبند کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے اس وقت میں کانپنے لگا اچانک جبریلؑ رسولؐ خدا کے پاس آئے اور عرض کیا میں زمین پر زلزلہ لانے پر موکل ہوں آپ اجازت دیجئے کہ میں زمین میں زلزلہ پیدا کروں اور ایک چیخ ماروں تا کہ یہ سب ہلاک ہو جائیں۔ حضرت نے اجازت نہ دی عرض کیا کہ پھر اجازت دیجئے کہ ان چالیس افراد کو ہلاک کر دوں آپ نے فرمایا تم مختار ہو پس جبریلؑ جس کے پاس جاتے اور اسے پھونک مارتے تو اس کو آگ لگ جاتی اور وہ جل جاتا جب میری باری آئی تو میں نے حضرت سے استغاثہ کیا تو اسے فرمایا اسے رہنے دو خدا سے نہ بخشے پس مجھے چھوڑ کر سر اٹھا کر لے گئے اور اس رات کے بعد کسی نے اس سر مقدس کو نہ دیکھا اور عمر سعد لعین جب امارت رے کی طرف متوجہ ہوا تو راستہ میں واصل جہنم ہوا اور اپنے مقصود کو نہ پاسکا۔

مترجم کہتا ہے (یعنی علامہ مجلسی) واضح ہو کہ سید الشہداء امام حسینؑ کے سر کے مدفن میں علماء عامہ کے درمیان بہت زیادہ اختلاف ہے اور ان کے اقوال کو بیان کرنے میں کوئی فائدہ نہیں اور علماء شیعہ کے درمیان مشہور یہ ہے کہ سید سجاد امام زین العابدینؑ سر مبارک کو باقی شہداء کے سروں کے ساتھ کربلا میں لے آئے اور اربعین کے دن انہیں ابدان کے ملحق کیا لیکن یہ قول بہت بعید ہے بہت سی روایات دلالت کرتی ہیں کہ ایک شیعہ نے اس سر مبارک کو چرایا اور اس نے لا کر حضرت امیر المومنینؑ کے سرہانے اسے دفن کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں امام حسینؑ کی زیارت پڑھنا سنت ہے اور یہ روایت بتاتی ہے کہ سرکار رسالتؐ اس سر کو اپنے ساتھ لے گئے اور اس میں شک نہیں کہ وہ سر و بدن اشراف اماکن کی طرف منتقل ہوئے اور عالم قدس میں ایک دوسرے سے ملحق ہو گئے اگرچہ اس کی کیفیت معلوم نہیں ہے (تمام شد علامہ مجلسی)

فقیر کہتا ہے کہ جو کچھ اعمش کی روایت کے آخر میں ہے کہ عمر سعد رے کے راستہ میں ہلاک ہوا یہ درست نہیں۔

کیونکہ اس ملعون کو مختار نے اس کے گھر ہی میں کوفہ میں قتل کرا دیا تھا۔ اور ہمارے مولا امام حسینؑ کی دعا اس کے متعلق قبول ہوئی۔ وسلط علیك من یذبحك بعدی علی فرشك اور خدا تجھ پر ایسا شخص مسلط کرے گا جو تجھے تیرے بستر پر ذبح کرے گا۔ ابو حنیفہ دینوری نے حمید بن مسلم سے روایت کی ہے کہ عمر بن سعد میرا رفیق دوست تھا اس کے کربلا سے واپس آنے اور

امام حسینؑ کی شہادت سے فارغ ہونے کے بعد میں اس کو دیکھنے کے لیے گیا تو میں نے اس سے اس کے حالات پوچھے تو وہ لعین کہنے لگا میرے حالات نہ پوچھو کیونکہ کوئی مسافر مجھ سے زیادہ بری حالت میں اپنے گھر کی طرف نہیں لوٹا۔ میں نے قرابت قریبہ کو قطع کیا اور امر عظیم کا مرتکب ہوا۔ تذکرہ سبط میں ہے کہ لوگوں نے اس سے روگردانی اختیار کرلی۔ اور کوئی بھی اس کی پرواہ نہیں کرتا تھا اور جب وہ کسی گروہ کے نزدیک سے گزرتا تو اس سے منہ پھیر لیتے اور جب وہ مسجد میں جاتا تو لوگ مسجد سے باہر چلے جاتے اور جو اسے دیکھتا برا بھلا کہتا اور گالیاں دیتا لہٰذا وہ اپنے گھر میں ہی رہنے لگا یہاں تک کہ وہ قتل ہوا۔ الا لعنۃ اللہ علیہ۔

نویں فصل

یزید بن معاویہ کا اہل بیت اطہارؑ کو مدینہ طیبہ کی طرف روانہ کرنا

جب شام کے لوگ سید الشہداء کی شہادت آپ کے اہل بیتؑ کی مظلومیت اور یزید کے ظلم پر مطلع ہوئے اور اہل بیتؑ کے مصائب کا انہیں علم ہوا تو آثار کراہت وناپسندیدگی ان کے دیکھنے سے ظاہر ہوتے تھے یزید ملعون اس بات کو بھانپ گیا۔ لہٰذا ہمیشہ وہ چاہتا تھا کہ اپنے آپ کو شہادت امامؑ سے بری الذمہ قرار دے اور یہ کام ابن مرجانہ کی گردن پر ڈالے اور اس نے اہل بیتؑ کے ساتھ بھی رفق ومدارات کی بنا رکھی۔ لہٰذا ہمیشہ ان کے زخموں کے مندمل کرنے کی تدبیر میں کوشاں رہتا۔ اس لیے ایک دن سید سجاد کی طرف رُخ کیا اور کہنے لگا۔ اپنی حاجات بیان کیجئے۔ آپ کی تین حاجتیں روا کی جائیں گی۔ حضرت نے فرمایا میری پہلی حاجت یہ ہے کہ میرے سردار مولا اور آقا اور میرے باپ امام حسینؑ کا سر مجھے دکھا تاکہ میں اس کی زیارت کروں۔

اس سے توشہ حاصل کروں اور اس سے آخری ملاقات کرلوں۔ دوسری حاجت یہ ہے کہ حکم کر کہ لوگوں نے جو کچھ ہمارا مال لوٹا ہوا ہے وہ ہمیں واپس کردے۔ تیسری حاجت یہ ہے کہ اگر تو میرے قتل کا ارادہ رکھتا ہے تو کسی امین شخص کو اہل بیت رسولؐ کے ساتھ روانہ کر جو کہ انہیں ان کے نانا کے حرم تک پہنچادے۔ یزید لعین کہنے لگا باپ کے سر کا دیکھنا تو آپ کے لیے کبھی ممکن نہ ہوگا رہا آپ کا قتل کرنا تو میں آپ کو معاف کرتا ہوں اور درگزر کرتا ہوں اور خواتین کو آپ کے بغیر کوئی مدینہ نہیں لے جائے گا۔ باقی رہا آپ کا لوٹا ہوا مال تو میں اپنے مال میں سے کئی گنی قیمت ادا کردیتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا ہم تیرے مال سے کچھ فائدہ نہیں اٹھانا چاہتے تیرا مال تیرے ہی پاس رہے۔ ہم تو اپنا ہی مال چاہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ جناب فاطمہؑ دختر رسولؐ کے ہاتھ کا بنا ہوا پارچہ ان کا مقنعہ گلوبند اور پیراہن اس میں موجود تھا۔ یزید نے حکم دیا اور لوٹا ہوا مال برآمد کیا گیا اور اسے واپس کیا ساتھ دوسو دینار اپنی طرف سے بھی دیئے حضرت نے وہ زر ومال لے کر فقراء مساکین میں تقسیم کردیا۔

علامہ مجلسی اور دوسرے اعلام نے نقل کیا ہے کہ یزید نے اہل بیت رسالت کو بلایا اور انہیں شام میں عزت احترام کے ساتھ

رہنے اور مدینہ کی طرف صحت و سلامتی کے ساتھ واپس جانے کا اختیار دیا وہ کہنے لگے پہلے تو ہمیں اجازت ملے کہ ہم ماتم و عزاداری امام مظلوم قائم کریں۔ کہنے لگا جو چاہو کرو ایک مکان ان کے لیے مقرر ہوا اور انہوں نے سیاہ لباس پہنے اور جو کوئی شام میں قریش بنی ہاشم میں سے تھا اس نے ماتم و زاری تعزیت و سوگواری میں ان کا ساتھ دیا اور ایک ہفتہ برابر آنجناب پر ندبہ و نوحہ و زاری کرتے رہے اور آٹھویں دن انہیں بلایا اور ان پر نوازش کی اور معذرت چاہی اور ان سے شام میں رہنے کے لیے اصرار کیا جب وہ نہ مانے تو محملات ہے مزین ان کے لیے ترتیب دیے اور ان کے سفر خرچ کے لیے مال حاضر کیا اور کہنے لگا یہ اس کا معاوضہ ہے جو تم پر مصائب وارد ہوئے ہیں۔ جناب اُم کلثوم نے فرمایا اے یزید تو کتنا زیادہ بے حیا و بے شرم ہے تو نے ہمارے بھائیوں اور اہل بیتؑ کو قتل کیا ہے کہ پوری دنیا جن کے ایک بال کی قیمت نہیں اور اب کہتا ہے کہ یہ اس کا معاوضہ ہے جو تو نے ہمارے اوپر مصائب وارد کیے ہیں پھر اس نے نعمان بن بشیر کو جو اصحاب رسولؐ خدا میں سے تھا۔ بلایا اور اس سے کہا کہ سفر کی تیاری کرو اور جو اسباب سفر ضروری ہیں وہ ان خواتین کے لیے مہیا کرلو اور اہل شام میں سے جو شخص امانت و دیانت و صلاح و سداد سے موسوم ہے اسے کچھ لشکر کے ساتھ اہل بیت کی حفظ و حراست اور ان کی خدمت کے لیے مقرر کرو اور انہیں مدینہ کی طرف روانہ کرو۔ پس بروایت شیخ مفید یزید لعین نے حضرت سید سجاد کو علیحدگی میں بلایا اور کہنے لگا خدا لعنت کرے ابن مرجانہ پر خدا کی قسم اگر میں آپ کے باپ کے پاس ہوتا تو وہ جو کچھ مجھ سے مانگتے میں انہیں عطا کرتا اور جس چیز سے ممکن ہوتا میں ان سے موت کو روکتا اور میں انہیں قتل نہ ہونے دیتا لیکن خدا کی قضا جاری ہو کر رہتی ہے آپ کی حاجت روائی کے لیے میں حاضر ہوں جو چاہیں مدینہ سے میری طرف خط لکھیں تا کہ میں آپ کی ضرورت پوری کروں پس اس نے حکم دیا تو حضرت کو اور اہل بیتؑ کو لباس دیے گئے اور نعمان بن بشیر کے ساتھ ایک قاصد روانہ کیا اور وصیت کی کہ رات کے وقت انہیں سفر کرایا جائے اور تمام مقامات پر اہل بیتؑ کے آگے آگے ہوں اور لشکر ان کے عقب میں اتنا دور ہو کہ اور ان کے اردگرد نگہبان اہل بیتؑ لشکر کی نگاہ سے اوجھل نہ ہوں اور جہاں قیام کریں وہاں ان سے دور ہو اور ان کے اردگرد نگہبانوں کی طرح منقسم رہو اور اگر اثنا راہ میں کسی کو وضو یا قضائے حاجت کی ضرورت ہو تو اسے رفع حاجت کے لیے اتارا جائے اور سب قافلہ رکا رہے یہاں تک کہ وہ اپنی ضرورت پوری کرے اور اپنی نشست پر بیٹھ جائے اور اُن سے خدمت گاروں اور نگہبانوں والا سلوک کیا جائے یہاں تک کہ مدینہ میں وارد ہوں پس اس شخص نے یزید کی نصیحت پر عمل کیا اور اہل بیت عصمتؑ کو راحت و آرام و مدارات کے ساتھ چلاتا اور ہر لحاظ سے ان کی مراعات کرتا یہاں تک کہ وارد مدینہ ہوئے اور قرمانی نے اخبار الدول میں نقل کیا ہے کہ نعمان بن بشیر تیس افراد کے ساتھ اہل بیتؑ کو اسی طریقہ پر لے چلا جیسے اسے یزید نے حکم دیا تھا یہاں تک کہ وہ مدینہ میں جا پہنچے۔ پس فاطمہ بنت امیر المومنینؑ نے اپنی بہن جناب زینب سلام اللہ علیہا سے عرض کیا کہ اس شخص نے ہمارے ساتھ احسان و نیکی کی ہے کیا آپ مناسب سمجھتی ہیں کہ ہم اسے اس کے احسان کے بدلے کوئی چیز دیں۔ جناب زینبؑ نے فرمایا کہ سوائے اپنے زیورات کے ہمارے پاس کچھ نہیں ہے جو ہم اسے دے سکیں۔ پس انہوں نے اپنے کنگن اور دو بازو بند جو ان کے پاس تھے۔ نعمان کے پاس بھیجے اور ان کی کمی کی وجہ سے معذرت چاہی نعمان نے وہ سب چیزیں واپس کر دیں اور کہنے لگا اگر میں نے یہ کام دنیا کے لیے کیا ہوتا تو یہی چیزیں میرے لیے کافی تھیں اور میں

ان پر خوش ہو جاتا لیکن خدا کی قسم میں نے آپ کے ساتھ جو نیکی کی ہے وہ صرف خدا کے لیے اور آپ کی رسولؐ خدا سے قرابت کی وجہ سے کی ہے۔

سید ابن طاؤس نقل فرماتے ہیں کہ جس وقت سید الشہداء کے اہل وعیال شام سے مدینہ کی طرف واپس جارہے تھے اور جب عراق میں پہنچے تو راہ شناس سے فرمایا کہ ہمیں کربلا لے چلو پس وہ انہیں کربلا کے راستہ سے لے آئے۔ جب تربت سید الشہداء علیہ الاف التحیہ والثنا پر پہنچے تو انہوں نے جابر بن عبداللہ کو بنی ہاشم کے ایک گروہ اور آل رسولؐ کے کچھ مردوں کے ساتھ وہاں پایا اور ایک دوسرے سے ملاقات کی اور نوحہ وزاری اور ماتم وعزاداری کی بنا رکھی اور ان اطراف میں جو قبائل عرب کی عورتیں تھیں وہ بھی جمع ہو گئیں اور کئی دن عزاداری قائم رہی۔

مولف کہتا ہے کہ واضح ہو ثقات محدثین اور مورخین متفق ہیں بلکہ خود سید جلیل علی ابن طاؤس نے بھی روایت کی ہے کہ حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے بعد عمر سعد نے سب سے پہلے شہداء کے سر ابن زیاد کے پاس بھیجے اور اس کے بعد دوسرے دن اہل بیت کو کوفہ کی طرف لے گیا اور ابن زیاد نے شناعت وشماتت اہل بیت کے بعد انہیں قید کر دیا اور یزید بن معاویہ کی طرف خط لکھا کہ اہل بیتؑ اور سروں کے سلسلہ میں کیا کیا جائے یزید لعین نے لکھا کہ انہیں شام کی طرف بھیج دو۔ لہٰذا ابن زیادہ نے ان کے سفر کی تیاری کر کے انہیں شام کی طرف بھیج دیا اور جو کچھ واقعات حدیدہ واحکامات متفرقہ کے شام کی طرف جاتے ہوئے کتب معتبرہ سے منقول ہیں ان سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ انہیں شاہراہوں بستیوں اور آباد شہروں سے گزارا گیا جو کہ تقریباً چالیس منزلیں ہیں اور اگر ان منازل کے ذکر سے قطع نظر کی جائے اور کہیں کہ انہیں بیابان کے راستہ فرات کے مغرب کی جانب سے لے جایا گیا وہ بھی کم ازکم بیس دن بنتے ہیں کیونکہ کوفہ وشام کے درمیان کا فاصلہ خطِ مستقیم کے لحاظ سے ایک سو پچھتر فرسخ (چھ سو ساڑھے بارہ میل) کہے گئے ہیں اور شام میں بھی تقریباً ایک ماہ توقف کیا ہے جیسا کہ سید کتاب اقبال میں فرماتے ہیں۔ روایت ہے کہ سادات نے ایک ماہ تک شام میں توقف کیا ایسی جگہ جو انہیں سردی وگرمی سے نہیں بچا سکتی تھی پس ان مطالب کو دیکھ کر بہت بعید معلوم ہوتا ہے کہ اہل بیتؑ ان تمام واقعات کے باوجود شام سے واپس آجائیں اور بیس صفر کو جو کہ اربعین کا دن ہے کہ جس دن جابر کربلا میں آئے ہوئے تھے کربلا میں وارد ہوئے ہوں اور خود سید اجل نے اس بات کو اقبال میں بعید قرار دیا ہے۔ علاوہ اس کے کسی ایک اجلاء فن حدیث ومتعمدین اہل سیر وتواریخ نے مقاتل وغیرہ میں اس مطلب کی طرف اشارہ نہیں کیا حالانکہ کئی جہات سے مناسب تھا بلکہ ان کے سیاق کلام سے اس کا انکار معلوم ہوتا ہے جیسا کہ عبارت شیخ مفید اہل بیتؑ کے مدینہ کی طرف واپسی کے سلسلہ میں آپ کو معلوم ہو چکی ہے اور اس عبارت سے ملتی جلتی ابن اثیر طبری قرمانی اور دوسرے علما کی ذکر شدہ عبارتیں ہیں کسی میں بھی سفر عراق کا ذکر نہیں ہے بلکہ شیخ مفید شیخ طوسی اور کفعمی نے کہا ہے کہ بیس صفر کو حرم مطہر حضرت ابی عبداللہ الحسینؑ نے شام سے مدینہ کو رجوع کیا اور اسی دن جابر بن عبداللہ امام حسینؑ کی زیارت کے لیے کربلا میں آئے اور وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے امام حسینؑ کی زیارت کی اور ہمارے شیخ علامہ نوری طاب ثراہ نے کتاب لولو والمرجان میں اس نقل کی تردید میں بہت کچھ لکھا ہے اور سید ابن طاؤس کا اپنی کتاب میں اس کو ذکر

کرنے کا عذر پیش کیا ہے لیکن اس مقام میں گنجائش بسط نہیں اور بعض نے احتمال کیا ہے کہ اہل بیتؑ جب کوفہ سے شام کی طرف جارہے تھے تو اس وقت کربلا میں آئے اور یہ احتمال بھی کئی جہات سے بعید ہے اور یہ بھی احتمال کیا گیا ہے کہ شام سے کربلا میں تو واپسی پر آئے لیکن وہ اربعین کا دن نہیں تھا کیونکہ سید و شیخ ابن نمانے جوان کا کربلا میں وارد ہونا بیان کیا ہے۔ اسے اربعین کے دن کے ساتھ مقید نہیں کیا لیکن یہ احتمال بھی کمزور ہے کیونکہ دوسرے علماء نے مثلاً صاحب روضۃ الشہداء و حبیب السیر وغیرہ نے جو نقل کیا ہے اسے اربعین کے ساتھ مقید کیا ہے اور سید کی عبارت سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جابر کے ساتھ ایک ہی وقت اور ایک ہی دن میں وارد کربلا ہوئے جیسا کہ وہ فرماتے ہیں فوافوا فی وقت واحد۔ (ایک ہی وقت میں وہاں آپہنچے) اور مسلم ہے کہ جابر کا ورود کربلا میں اربعین ہی کے دن تھا۔ علاوہ اس کے جو تفصیل کربلا میں جابر کے ورود کی کتاب مصباح الزائر سید ابن طاؤس اور بشارۃ المصطفیٰ میں جو کہ دونوں معتبر کتابیں ہیں موجود ہے اس میں اس وقت اہل بیتؑ کے ورود کا بالکل ذکر نہیں ہے حالانکہ بحسب مقام اسے بیان ہونا چاہیے تھا اور مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم جابر کے ورود کربلا کی روایت کو یہاں بیان کریں جو بہت سے فوائد پر مشتمل ہے شیخ جلیل القدر عماد الدین ابو القاسم طبری آملی جو کہ اجلاء فن حدیث میں سے اور ابو علی بن شیخ طوسیؒ کے شاگرد ہیں کتاب بشارۃ المصطفیٰ جو کہ بہت نفیس کتب میں سے ہے۔ مسنداً عطیہ بن سعد بن جنادہ عوفی سے جو کہ امامیہ راویوں میں سے ہے اور اہل سنت نے اپنے رجال میں حدیث کے متعلق اس کی صداقت کی تصریح کی ہے۔ روایت کرتے ہیں وہ کہتا ہے کہ ہم جابر بن عبد اللہ انصاری کے ساتھ امام حسینؑ کی قبر کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے جب ہم کربلا میں وارد ہوئے تو جابر دریائے فرات کے قریب گئے اور غسل کیا اور ایک کپڑا بطور لنگ باندھا اور دوسرا کندھے پر ڈالا (یعنی احرام کی طرح پھر ایک گٹھڑی کھولی کہ جس میں سعد خوشبو تھی اور اسے اپنے بدن پر چھڑکا پھر قبر کی طرف روانہ ہوا اور کوئی قدم نہیں اٹھایا مگر ذکر خدا کے ساتھ یہاں تک کہ قبر کے قریب پہنچے اور مجھے کہا کہ میرا ہاتھ قبر کے اوپر رکھ دو۔ میں نے ان کا ہاتھ قبر کے اوپر رکھا جب ان کا ہاتھ قبر کے اوپر پہنچا تو بے ہوش ہو کر قبر پر گر پڑے میں نے ان پر پانی چھڑکا تو وہ ہوش میں آئے اور تین مرتبہ کہا یا حسین پھر کہنے لگے۔ حبیب لا یجیب حبیبہ۔ آیا دوست اپنے دوست کو جواب نہیں دیتا پھر کہنے لگے آپ کیسے جواب دے سکتے حالانکہ آپ کی گردن کی رگیں اپنی جگہ پر باقی نہیں رہیں اور وہ آپ کی پشت اور کندھے سے جالگی ہیں اور آپ کے سر و بدن میں جدائی ہو چکی ہے۔ پس میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خیر النبیینؐ کے بیٹے اور سید المومنین کے فرزند ہیں اور تقویٰ کے حلیف و ہم قسم اور سبیل ہدیٰ کے فرزند ہیں اور اصحاب کساء میں سے پانچویں ہیں اور سید النقبا کے بیٹے اور فاطمہ سیدۃ النساء کے لخت جگر ہیں اور ایسا کیوں نہ ہو۔ جب کہ سید المرسلین کے ہاتھ سے آپ کی پرورش ہوئی۔ اور متقین کے پہلو میں تربیت حاصل کی اور آپ نے ایمان کے پستان سے دودھ پیا۔ اور آپ کی دودھ بڑھائی اسلام کے ساتھ ہوئی اور آپ حیات و ممات میں پاک و پاکیزہ تھے۔ بے شک آپ کے فراق پر مومنین کے دل خوش نہیں ہیں حالانکہ آپ کی نیکی اور اچھائی میں کسی کو شک نہیں پس آپ پر خدا کا سلام اور خوشنودی نازل ہو اور بے شک میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اس راستہ پر چلے ہیں جس پر آپ کے بھائی یحییٰ بن زکریا چلے جابر نے اپنی آنکھیں قبر کے گرداگرد پھرائیں۔ اور شہداء کربلا کو اس طرح سلام کیا۔

السلام علیکم ایھا الارواح التی حلت بفناء قبر الحسین علیه السلام وانا خت برحله اشهد انکم اقمتم الصلوٰة واتیتم الزکوٰة وامرتم بالمعروف ونهیتم عن المنکر وجاهدتم الملحدین و عبدتم الله حتیٰ اتٰکم الیقین۔

پھر کہا قسم ہے اس خدا کی جس نے محمدؐ کو نبوت حقہ کے ساتھ مبعوث کیا کہ ہم تمہارے شریک ہیں جس چیز میں تم داخل ہوئے عطیہ کہتا ہے کہ میں نے جابر سے کہا ہم کس طرح ان کے شریک ہو گئے حالانکہ ہم کسی وادی میں نہیں اُترے اور کسی پہاڑ پر نہیں گئے۔ ہم نے تلوار نہیں چلائی باقی رہا یہ گروہ تو ان کے سر و بدن میں جدائی ہوئی ان کی اولاد یتیم اور عورتیں بیوہ ہوئیں جابر نے کہا اے عطیہ میں نے اپنے حبیب رسولؐ خدا کو یہ فرماتے سنا کہ جو شخص کسی گروہ سے محبت دوستی کرے وہ ان کے ساتھ محشور ہوگا اور جو شخص کسی قوم کے عمل کو دوست رکھے وہ ان کے عمل میں شریک ہے پس اس خدا کی قسم جس نے محمدؐ کو صداقت کے ساتھ مبعوث کیا ہے کہ میری اور میرے ساتھیوں کی نیت اس چیز پر ہے جس پر حسینؑ اور ان کے یار و مددگار گزر گئے ہیں پھر جابر کہنے لگے کہ مجھے کوفہ کے گھروں کی طرف لے چلو کچھ راستہ جب ہم نے طے کیا۔ تو مجھ سے کہا عطیہ تجھے وصیت کروں اور میرا گمان نہیں کہ اس سفر کے بعد تم سے میری ملاقات ہو اور وہ وصیت یہ ہے کہ آلِ محمدؐ کے دوست سے دوستی رکھنا۔ جب تک وہ ان سے دوستی و محبت رکھتا ہے اور آلِ محمدؐ کے دشمن سے دشمنی رکھ جب تک وہ ان کا دشمن ہے اگرچہ وہ روزہ دار، نماز گذار ہو اور دوست آلِ محمدؐ کے ساتھ نرمی اور مدارات کر اگرچہ اس کے ایک قدم میں بہت سے گناہوں کی وجہ سے لغزش ہو اور دوسرا پاؤں ثابت و استوار ہو۔ بے شک ان کے دوست کی بازگشت جنت اور ان کے دشمن کی دوزخ کی طرف ہے۔

تذییل

جابر کے امام حسینؑ کو خامس اصحاب کساء کہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لقب آپ کے مشہور القاب میں سے تھا اور خمسہ نجباء کے کساء کے نیچے جمع ہونے والی حدیث متواترہ میں سے ہے کہ جسے علماء شیعہ و سنی نے روایت کیا ہے اور احادیث میں ہے کہ آیت تطہیر ان کے اجتماع کے بعد نازل ہوئی اور احادیث مباہلہ میں بھی کثرت سے وارد ہے اور شاید انوار طیبہ کو رسولؐ اکرم کا چادر کے نیچے جمع کرنے کا راز اس شبہ کو دور کرنا ہو کہ کوئی شخص یہ دعویٰ نہ کرے کہ چادر کے نیچے جمع ہونے والوں کے علاوہ پر بھی یہ آیت حاوی ہے اگرچہ عامہ میں سے معاندین کے ایک گروہ نے اس کو تعمیم دی ہے لیکن ان کے اغراض فاسدہ انہیں کے بیانات ارادی سے واضح اور ظاہر ہیں باقی رہی وہ حدیث جو حدیث کساء کے نام سے ہمارے زمانے میں مشہور ہے تو وہ اس کیفیت کے ساتھ کتب معتبرہ معروفہ و اصول حدیث اور مجامع متفقہ محدثین کی نظر سے نہیں گزری اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب منتخب کے خصائص میں سے ہے اور جابر نے اپنے کلام

میں جو کہا ہے کہ آپ یحیٰی بن زکریا کے طریقہ پر گزر رہے ہیں یہ اشارہ ہے پوری مشابہت کی طرف جو سید الشہد اء اور یحیٰی بن ز کریا میں تھی جیسا کہ اس کی تصریح حضرت صادقؑ نے ایک خبر میں فرمائی ہے کہ امام حسینؑ کی زیارت کرو اور ان پر جفا نہ کرو کہ وہ جوانان جنت کے سردار اور شبیہ یحیٰی بن زکریا ہیں اور کئی ایک محدثین نے سید سجادؑ سے

روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہم اپنے والد امام حسینؑ کے ساتھ گھر سے نکلے پس آپ جس منزل میں تھے اور جس سے کوچ فرمایا تو وہاں یحیٰی بن زکریا ہی کا تذکرہ کیا اور ایک دن فرمایا کہ اس دنیا کی پستی وذلت میں سے یہ امر ہے کہ جناب یحیٰی کا سر بطور ہدیہ بنی اسرائیل کی ایک زنا کار عورت کی طرف بھیجا گیا اور بعید نہیں کہ امام حسینؑ کا بار بار جناب یحیٰی کے ذکر کرنے اسی چیز کی طرف اشارہ ہو، باقی رہی وجہ شباہت، ان دو مظلوموں کے درمیان تو وہ کئی ایک وجوہ ہیں کہ جن میں سے ہم صرف آٹھ پر اکتفاء کرتے ہیں۔

پہلی یہ کہ ان دو معصوم ہستیوں کو کوئی ہمنام ان کا نام رکھنے سے پہلے نہیں تھا جیسا کہ کئی ایک روایات میں ہے کہ نام یحیٰی و حسینؑ ان دو مظلوم ہستیوں سے پہلے کسی کا نہ تھا، دوسری یہ کہ دونوں کی حمل کی مدت چھ ماہ تھی جیسا کہ کئی روایات میں موجود ہے۔ تیسری یہ کہ دونوں کی ولادت سے پہلے اخبار ووحی آسمانی کے ذریعہ ان کی ولادت اور زندگی کے حالات کی تشریح کی گئی جیسا کہ تفصیل کے ساتھ سید الشہداؑ کی ولادت کے باب میں اور آیت **حملته امه کرها ووضعته کرها** کی تفسیر میں محدثین ومفسرین نے نقل کیا ہے۔ چوتھی وجہ دونوں پر آسمان کا گریہ کرنا ہے جیسا کہ فریقین کی روایات اس آیت کریمہ کی تفسیر میں وارد ہیں **فما بکت علیهم السماء والارض** اور قطب راوندی نے روایت کی ہے کہ ان دو بزرگواروں کے لئے آسمان چالیس دن تک رویا ہے۔

پانچویں وجہ دونوں کے قاتل حرامزادے تھے اور اس سلسلہ میں کئی روایات وارد ہیں بلکہ حضرت باقرؑ سے روایت ہے کہ انبیاء اور اولاد انبیاء کو حرامزادے ہی قتل کرتے ہیں۔ چھٹی وجہ یہ ہے کہ دونوں کے سر سونے کے طشت میں رکھ کر زنا کاروں اور زنا زادوں کے پاس بطور ہدیہ لے جائے گئے جیسا کہ کئی روایات میں وارد ہے لیکن اتنا فرق ہے کہ یحیٰی کا سر طشت میں کاٹا گیا تا کہ ان کا خون زمین پر نہ گرے اور غضب الٰہی کا سبب نہ ہو لیکن کفار کوفہ اور متبعین بنی امیہ لعنہم اللہ نے سید الشہداؑ سے یہ رعایت نہیں کی اور کیا خوب کہا گیا ہے۔

حیف است خون خلق تو ریزد بروے خاک
یحیائے من اجازہ کی طشتی بیاورم

ساتویں وجہ جناب یحیٰیؑ اور سید الشہداء کا انتقام الٰہی ستر ہزار افراد کے قتل سے لیا گیا، جیسا کہ مناقب میں ہے اور سید الشہداؑ کے حالات کا جناب یحیٰیؑ کے حالات پر منطبق ہونا ان احادیث کے راز کو بتاتا ہے کہ جو کچھ گزشتہ امتوں میں وہ اس امت میں ہوگا" **حذو النعل بالنعل والقذة بالقذة والله العالم**" اور باقی رہا جابر کا عطیہ کو یہ وصیت کرنا کہ آل محمدؐ کے دوست کو دوست رکھ۔ الخ، تو یہ اس تحریر سے مشابہ ہے جو امام رضاؑ نے اپنے جمال کے لئے اس عبارت میں لکھی تھی" **کن محبا لال محمد وان کنت فاسقا ومحبا لمحبیهم وان کانو افاسقین**" آل محمد کا محب رہ اگرچہ تو فاسق ہو اور ان کے محبوں سے محبت کر اگرچہ وہ فاسق ہوں۔ قطب راوندی نے کتاب عوات میں فرمایا ہے کہ یہ مکتوب شریف اب بھی اہل کرمند کے پاس موجود ہے، کرمند ایک

بستی ہے جو ہمارے اصفہان کے اطراف میں ہے اور اس کا واقعہ یوں ہے کہ جب وہ سلطان ملک ایمان خراسان کی طرف جا رہے تھے، تو اس بستی کا ایک شخص ہمارے مولیٰ کی شتر بانی کرتا تھا جب اس نے چاہا کہ حضرت کی خدمت سے مرخص ہو تو اس نے کہا اے فرزند رسولؐ مجھے اپنے خط مبارک سے مشرف کیجئے، جو میرے لئے تبرک ہو اور وہ شخص عامہ میں سے تھا پس حضرت نے یہ تحریر اسے عنایت فرمائی۔

دسویں فصل

مدینہ طیبہ میں اہل بیت علیہم السلام کا ورود

جب اہل بیت شام سے چلے تو منازل و مراحل طے کرتے ہوئے مدینہ کے نزدیک پہنچے بشیر بن جذلم جو ملازم رکاب تھا کہتا ہے کہ جب ہم مدینہ کے قریب پہنچے تو جناب علیؑ نے جس جگہ کو مناسب سمجھا وہاں اترے اور خیمے نصب کئے اور فرمایا اے بشیر خدا تیرے باپ پر رحم کرے وہ شاعر تھا، کیا تجھے بھی اپنے باپ کے فن سے کچھ لگاؤ ہے میں نے عرض کیا جی ہاں اے فرزند رسولؐ میں بھی شاعر ہوں، آپؑ نے فرمایا پھر مدینہ چلے جاؤ اور مرثیہ ابوعبداللہؑ میں اشعار پڑھو اور مدینہ کے لوگوں کو ان کی شہادت اور ہمارے آنے کی اطلاع دے دو (کچھ عربی اشعار مولف نے بیان کئے ہیں ہم انہیں چھوڑ رہے ہیں۔ مترجم) بشیر کہتا ہے کہ حضرت کے حسب ارشاد میں گھوڑے پر سوار ہوا اور مدینہ کی طرف روانہ ہوا، یہاں تک کہ میں مدینہ میں داخل ہوا جب میں مسجد نبوی کے قریب پہنچا تو میں گریہ وزاری سے آواز بلند کی اور یہ اشعار کہے۔

یا اهل یثرب لا مقام لکم بها
قتل الحسین فادمعی مدرار
الجسم منه بکربلا مضرج
والراس منه علی القناة یدار

اے یثرب کے رہنے والے اب یہ تمہارے رہنے کے قابل نہیں رہا، حسینؑ شہید کر دیئے گئے پس میری آنکھیں موسلا دھار بارش کی طرح برس رہی ہیں، ان کا جسم کربلا میں خون آلودہ پڑا ہوا ہے، اور ان کا سر نوک نیزہ پر پھرایا جا رہا ہے اس وقت میں نے پکار کر کہا اے لوگو بے شک علی بن الحسین علیہم السلام اپنی پھوپھیوں اور بہنوں سمیت تمہارے قریب آ چکے ہیں اور شہر کے باہر اترے ہوئے ہیں اور میں حضرت کا تمہاری طرف قاصد ہوں اور تمہیں ان کی نشاندہی کرانے آیا ہوں یوں سمجھو لو کہ بشیر کی چیخ ایسی صور تھی کہ جس

نے عرصہ مدینہ کو صبح نشور بنا دیا پردوں میں رہنے والی عورتیں گھروں سے منہ کھلے ہوئے بال بکھرے ہوئے نکل پڑیں اور ننگے پاؤں دوڑیں اور اپنے چہرے نوچ لیے صدائے نالہ وزاری بلند ہوئی اور واویلا اور واثبورا کی آوازیں اٹھنے لگیں اور کبھی بھی مدینہ اس حالت میں نہیں دیکھا گیا تھا اور اس سے زیادہ تلخ دن اور اس ماتم سے زیادہ عظیم ماتم کبھی نظر نہیں آیا تھا، بشیر کہتا ہے کہ میں نے ایک لڑکی کو دیکھا جو سید الشہداءؑ کے مرثیہ میں اشعار پڑھ رہی تھی اس وقت وہ کہنے لگی اے سانی سنانے والے تو نے ہمارے حزن وملال کو تازہ کر دیا اور ہمارے زخمی دلوں کو درست و مندمل ہونے سے پہلے چھیل دیا ہے اب بتا کہ تو کون ہے اور کہاں سے آ رہا ہے، میں نے کہا کہ میں بشیر بن جذلم ہوں کہ مجھے میرے آقا و مولا علی بن الحسینؑ نے تمہاری طرف بھیجا ہے اور خود حضرت ابا عبداللہ کے اہل وعیال کے ساتھ فلاں جگہ مدینہ کے قریب اترے ہوئے ہیں، بشیر کہتا ہے کہ لوگ مجھے چھوڑ کر اہل بیتؑ کی طرف دوڑ پڑے۔

میں نے بھی جلدی سے کام لیا اور گھوڑے کو دوڑایا جب میں سید سجادؑ کے خیمہ کے نزدیک پہنچا تو اس قدر جمعیت تھی کہ جانے کا راستہ نہیں تھا میں گھوڑے سے اتر آیا پھر بھی مجھے راستہ نہ ملا مجبوراً لوگوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر میں سید سجادؑ کے خیمہ کے پاس گیا میں نے دیکھا کہ حضرت خیمہ سے باہر تشریف لائے ہوئے تھے اس حالت میں کہ رومال آپ کے ہاتھ میں ہے کہ جس سے آپ اپنی آنکھوں کے آنسو پونچھ رہے ہیں اور خادم کرسی بھی لے آیا ہے اور حضرت اس کے اوپر بیٹھ گئے لیکن آپ پر گریہ اتنا طاری تھا کہ آپ اپنے اوپر قابو نہیں پا رہے تھے اور لوگوں کی چیخ وپکار اور گریہ وزاری کی آواز بلند تھی اور وہ ہر طرف سے حضرت سے تعزیت کر رہے تھے اور وہ مقام لوگوں کی آوازوں سے مجسم فریاد بنا ہوا تھا، پس حضرت نے انہیں اپنے دست مبارک سے اشارہ کیا کہ کچھ دیر کے لئے خاموش ہو جاؤ جب وہ خاموش ہو گئے تو آپؑ نے خطبہ شروع کیا اس کا خلاصہ اُردو زبان میں اس طرح ہے۔

حمد وثنا ہے اس خدا کے لئے جو عالمین کا پالنے والا ہے رحمن ورحیم فرمانروائے روز جزاء اور تمام مخلوق کا خالق ہے وہ خدا جو عقول کے ادراک سے دور ہے اور جس کے سامنے چھپے ہوئے راز آشکار و واضح ہیں میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں، عظیم شدائد بڑے مصائب غم اندوز تکالیف صبر سوز دردوں اور سخت گراں مصیبت پر اے لوگو حمد وتعریف ہے اس خدا کے لئے کہ جس نے ہمارا امتحان لیا اور ہمیں مبتلا کیا بڑے مصائب کے ساتھ اور ایک بڑے رخنے کے ساتھ جو اسلام میں واقع ہوا۔

"**قتل ابو عبداللہ الحسین علیہ السلام وعترتہ وسبی نسائہ وصبیتہ ودار وبراسہ فی البلدان من فوق عامل انسان**" امام حسینؑ اور ان کی عترت شہید کر دیئے گئے ان کی خواتین اور بچے قید کر لئے گئے تھے اور ان کے سر مبارک کو نیزہ پر نصب کر کے شہروں میں پھرایا گیا، یہ وہ مصیبت ہے کہ جس کی مثل وشبیہ نہیں ہے، اے لوگو تم میں سے کون سے ایسے اشخاص ہیں جو اس مصیبت کے بعد دلشاد اور خوش ہوں گے اور کون سی آنکھ ہے جو اس واقعہ کو دیکھنے کے بعد اشکبار نہ ہوگی اور وہ اپنے آنسو روکے رکھے گی، بے شک حسینؑ کی شہادت پر ساتوں آسمان روئے ہیں، اور دریاؤں نے اپنی موجوں سمیت ان پر آنسو بہائے ہیں اور ارکان آسمان چیخنے لگے اور اطراف زمین نے نالہ وآہ زاری کی درختوں کی شاخوں میں آگ لگ گئی، دریا کی مچھلیاں، سمندروں

کی لہریں، ملائکہ مقربین اور تمام اہل آسمان اس مصیبت میں ایک دوسرے کے ہم دست وہم داستان ہو گئے، اے لوگو کون سا دل ہے جو شہادت حسینؑ سے پھٹ نہ جائے اور کون سا دل ہے جو ان کی طرف مائل نہ ہو اور کون سا کان ہے جو اس مصیبت کو سن سکے جو اسلام پر وارد ہوئی ہے۔ اے لوگو! ہمیں دھکیلا گیا اور پراگندہ کیا گیا اور اپنے گھروں سے دور کر دیا اور ہمارے ساتھ وہ سلوک کیا گیا جو ترک و دیلم کے قیدیوں سے نہیں کیا جاتا بغیر اس کے کہ ہم کسی جرم وخطا کے مرتکب ہوئے ہیں خدا کی قسم اگر بجائے ان سفارشات کے جو رسول خداؐ نے ہمارے حق حرمت وحمایت میں فرمائی تھیں ہمارے قتل وغارت وظلم کا حکم دے دیا جائے تو جو کچھ یہ کر چکے ہیں، اس سے زیادہ نہ کرتے "انا للہ وانا الیہ راجعون" ہماری یہ مصیبت کس قدر دردناک جلانے والی، سخت تلخ اور دشوار تھی ہم اللہ تعالیٰ سے چاہتے ہیں کہ وہ ان مصائب کے بدلے ہم پر رحمت کرے اور ہمیں اس کا ثواب واجر عطا فرمائے اور ہمارے دشمنوں سے انتقام لے اور ہم مظلوموں کا ان ستمگروں سے بدلہ لے جب آپ کی گفتگو آخر کو پہنچی تو صوحان بن صعصعہ بن صوحان کھڑے ہو گئے اور معذرت چاہی کے اے فرزند رسولؐ میں زمین گیر ہو چکا تھا اور اس وجہ سے آپ کی نصرت ومدد نہیں کر سکا حضرت نے اس کا عذر قبول کیا اور اس کے باپ صعصعہ کے لیے رحمت کی دعا کی پھر آپ اہل بیتؑ کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے جب ان کی نگاہ مرقد منور اور ضریح مطہر رسالت مآب پر پڑی تو فریاد کرنے لگے "واجداہ وا محمداہ" آپ کے حسینؑ کو پیاسا ذبح کر دیا گیا ہے۔ اور اہل بیت محترم کو قید کیا گیا، بغیر اس کے کہ کسی چھوٹے یا بڑے پر رحم کیا ہو پھر دوبارہ اہل مدینہ کی چیخیں نکل گئیں اور صدائے گریہ وزاری در و دیوار سے بلند ہوئی اور منقول ہے کہ جناب زینب سلام اللہ علیہا جب مسجد رسولؐ کے دروازے پر پہنچیں تو دروازے کے دونوں کواڑ ہاتھ میں پکڑ کر آواز دی "یا جداہ انی ناعیہ الیک اخی الحسین علیہ السلام" اے جد بزرگوار میرے بھائی حسینؑ کو شہید کر دیا گیا ہے اور میں ان کی خبر شہادت آپ کے پاس لے کر آئی ہوں۔

بر خیز زینب خونیں - جگر بپرس
از دختر ستمزدہ حال پسر بپرس
با کشتگاں بدشت بلا گر نبودہ ای
من بودم حکا یتشان سر بسر بپرس
از ما جرای کوفہ واز سر گزشت شام
یکقعہ ناشنیدہ حدیث دگر بپرس
از کود کانت از سفر کوفہ و دمشق
پیمودن منازل و رنج سفر بپرس
دارد سکینہ از تن صد پارہ اش خبر
حال گل شگفتہ زمرغ سحر بپرس

از چشم اشکبار و دل بے قرار ما
کردیم چوں بسوئے شہید ان گز پرس
بال و پرم زسنگ حوادث بہم شکست
برخیز حال طائر بشکستہ پر پرس

اور وہ مخدرہ مسلسل مشغول گریہ تھیں اور ان کی آنکھوں کے آنسو خشک نہیں ہوتے تھے اور جب ان کی نگاہ علیؑ بن الحسینؑ پر پڑی تو حزن وملال تازہ وغم وغصہ زیادہ ہو جاتا طبری نے حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جب یہ قافلہ مدینہ میں داخل ہوا تو بنی عبدالمطلبؑ میں سے ایک خاتون ان کے استقبال کے لئے باہر نکلی جب کہ اس کے بال پریشان اور آستین چڑھی ہوئی تھیں وہ روتی جاتی تھی اور کہتی تھی۔ ترجمہ اشعار تم لوگ کیا جواب دو گے جب رسولؐ نے تم سے سوال کیا کہ تم آخری امت ہو تم نے میری عترت واہل بیتؑ سے میرے چلے جانے کے بعد کیا سلوک کیا، ان میں سے کچھ قید ہیں اور کچھ خون میں غلطاں ہیں، میں نے جو تمہیں وعظ ونصیحت وتبلیغ کی اس کی یہ جزا تو نہ تھی کہ تم میرے ذوی القربیٰ کے ساتھ میری عدم موجودگی میں برا سلوک کرو، حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ حضرت زین العابدینؑ چالیس سال تک اپنے پدر بزرگوار پر روئے اور اس مدت میں دن کو روزے رکھتے اور راتوں کو کھڑے ہو کر عبادت کرتے، آپ کا غلام افطار کے وقت کھانا پانی لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ کے سامنے آکر رکھتا اور عرض کرتا کہ اے میرے مولا اسے تناول فرمایئے تو حضرت فرماتے "قتل بن رسول الله جائعا قتل ابن رسول الله عطشانا" یعنی میں کس طرح آب وطعام استعمال کروں حالانکہ فرزند رسول تو بھوکے اور پیاسے شہید ہو گئے اور یہ کلمات آپ بار بار دہراتے اور گریہ کرتے یہاں تک کہ کھانا اور پانی کو اپنے آنسو سے مخلوط دممزوج کر دیتے اور ہمیشہ یہی کیفیت رہی یہاں تک کہ خدا سے جا ملے اور آپ کے غلام سے یہ بھی روایت ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن سید سجاد صحرا کی طرف تشریف لے گئے میں بھی حضرت کے پیچھے پیچھے باہر نکلا، جب میں آپ کے پاس پہنچا تو آپ کو دیکھا کہ آپ ایک ناہموار پتھر پر سجدہ ریز ہیں، میں آپ کے گریہ کی آواز سن رہا تھا، میں نے سنا کہ آپ یہ تہلیلات سجدہ میں پڑھ رہے ہیں "لا اله الا الله حقا حقا الا اله الا الله تعبدا ورقا لا اله الا الله ايمانا وتصديقا" جب آپ نے سر سجدہ سے بلند کیا تو میں نے دیکھا کہ آپ کا چہرہ اور ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہیں۔ میں نے عرض کیا اے میرے مولا وآقا کیا وہ وقت نہیں آیا کہ آپ کا غم دانددہ ختم ہو اور آپ کا گریہ کم ہو آپ نے فرمایا تم پر وائے ہو یعقوب بن اسحاق ابن ابراہیم علیہما السلام پیغمبر اور پیغمبر زادہ تھے ان کے بارہ بیٹے تھے اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایک کو ان کی نظروں سے غائب کر دیا اس بیٹے کے حزن وملال وجدائی میں آپ کے بال سفید ہو گئے اور کمر خم ہو گئی اور زیادہ رونے کی وجہ سے ان کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی، حالانکہ ان کا بیٹا دنیا میں زندہ موجود تھا، لیکن میں نے تو اپنے باپ اور بھائی کو ان کے سترہ افراد اہل بیتؑ کے ساتھ اپنی آنکھوں کے سامنے شہید ہوتے اور ان کے سر قلم ہوتے دیکھے ہیں پس کس طرح میرا غم وحزن انتہا کو پہنچے اور میرا گریہ کم ہو۔

روایت ہے کہ حضرت اپنے والد بزرگوار کی شہادت کے بعد لوگوں سے کنارہ کش ہو گئے اور دیہاتوں میں بالوں کے

بنے ہوئے خیمہ میں کہ جسے سیاہ چادر کہتے ہیں کئی سال تک رہے اور کبھی کبھی اپنے جد بزرگوار امیر المومنینؑ اور اپنے والد گرامی امام حسینؑ کی زیارت کے لئے جاتے اور کسی کو خبر نہ ہوتی اور کئی ایک کتب معتبرہ میں منقول ہے، کہ جناب رباب امراء القیس کی بیٹی جناب سکینہ کی والدہ جو واقعہ کربلا میں حاضر تھیں، مدینہ میں آنے کے بعد کبھی چھت کے نیچے نہیں بیٹھیں اور گرمی و سردی سے احتراز نہیں کرتی تھیں، اشراف قریش نے ان سے شادی کی خواہش کی تو انہوں نے جواب میں فرمایا ''لا یکون لی حمو بعد رسول الله'' یعنی میں رسول اکرمؐ کے بعد اپنے شوہر کا باپ نہیں چاہتی اور ہمیشہ شب و روز روتی رہتیں یہاں تک کہ غم و حزن میں دنیا سے رخصت ہوئیں، اور ابوالفرج سے منقول ہے کہ یہ اشعار جناب رباب نے سید الشہداء کی شہادت کے بعد ان کے مرثیہ میں کہے۔

ان الذی کان نورا یستضآء به
بکربلاء قتیل غیر مدفون
سبط النبی جزاك الله صالحة
عنا وجنبت خسران الموازین
قد کنت لی جبلا صعبا الوذ به
وکنت تصحبنا بالرحم والدین
من للیتامی ومن للسائلین ومن
یعز ویاوی الیه کل مسکین
والله لا ابغی صهرا بصهرکم
حتی اغیب بین الرمل والطین

وہ شخص جو ایسا نور تھا جس سے روشنی حاصل کی جاتی تھی کربلا میں مقتول و بے دفن پڑا ہے تو نواسہ رسولؐ ہے، خدا ہماری طرف سے تجھے جزائے خیر دے اور تجھے اعمال کے ترازو کے خسارے سے خدا بچائے آپ میرے لئے ایسا سخت پہاڑ تھے کہ جس کی پناہ میں رہتی تھی اور آپؑ ہمارے ساتھ رحم دلی اور دین و دیانت کے ساتھ بسر اوقات کرتے تھے، یتیموں اور سوال کرنے والوں کا کون ہے اور کون رہ گیا ہے جو مسکین کا مقصد و ماویٰ ہو، خدا کی قسم میں تمہاری دامادی کے بدلے رشتہ نہیں چاہتی، یہاں تک کہ میں ریت و مٹی میں غائب ہو جاؤں۔

روایت ہے کہ نہ کسی ہاشمی عورت نے سرمہ لگایا اور نہ خضاب لگایا اور نہ پانچ سال تک کسی ہاشمی کے گھر سے دھواں بلند ہوا جب تک کہ عبید اللہ بن زیاد لعنۃ اللہ قتل نہیں ہوا۔

مولف کہتا ہے کہ جب ابن زیاد ملعون فی النار والسقر ہوا تو مختار نے اس کا منحوس سر امام علیؑ بن الحسینؑ کی خدمت میں بھیجا جب اس ملعون کا سر آپ کی خدمت میں حاضر کیا گیا تو آپ کھانا تناول فرما رہے تھے آپ نے سجدہ شکر ادا کیا اور فرمایا جب ہمیں اس

کافر کے پاس لے گئے تو وہ کھانا کھا رہا تھا میں نے اپنے خدا سے دعا کی تھی کہ میں اس وقت تک دنیا سے نہ جاؤں جب تک اس کا سر کھانا کھاتے وقت اپنے پاس نہ دیکھ لوں جیسا کہ میرے والد گرامی کا سر اس وقت اس کے سامنے تھا جب وہ کھانا کھا رہا تھا اور خدا مختار کو جزائے خیر دے کہ جس نے ہمارے خون کا بدلہ لیا ہے اور اس سے مختار کی حالت معلوم ہوتی ہے کہ اس نے دلجوئی کی اور خوش کیا، شکستہ دلوں مظلوموں اور آل نبی کی بیوہ اور یتیم بچوں کے دلوں کو جو مصیبت زدہ تھے کہ پانچ سال سے سوگواری میں پگھل رہے تھے اور جنہوں نے مراسم عزا برپا کر رکھے تھے، علاوہ اس کے کہ مختار نے انہیں عزاداری سے فارغ کیا ان کے گھروں کو بھی آباد کیا اور ان کی اعانت و مدد بھی کی اور کتب معتبرہ میں ایک حدیث روایت ہوئی ہے کہ ایک کافر کا ایک مسلمان ہمسایہ تھا کہ جس کے ساتھ وہ نیکی کرتا تھا، جب وہ کافر مر گیا اور وعدہ الٰہی کے مطابق جہنم میں گیا تو خداوند عالم نے مٹی کا ایک مکان جہنم میں بنا دیا تا کہ آگ کی حرارت سے اسے تکلیف نہ ہو، اور اس کی روزی جہنم کے باہر سے اسے ملتی تھی اور اس سے کہا گیا کہ یہ اس نیکی کی جزا ہے جو تو مسلمان کے ساتھ کرتا تھا جب مسلمان سے نیکی کرنے کی وجہ سے کافر کی یہ حالت ہے تو پھر مختار کی کیا حالت ہوگی کہ جس کی سیرت پسندیدہ اس طرح کی تھی اور روایات معتبرہ مومن کے دل میں سرور و خوشی داخل کرنے کے متعلق شمار سے زیادہ ہیں پس خوشحال مختار کا کہ جس نے کتنے مخزون دل اہل بیتؑ رسالت کے ماتم زادوں کے خوش کئے اور سید سجاد کی دو دعائیں مختار کے ہاتھوں مستجاب ہوئیں ایک ابن زیاد کا قتل ہونا جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے اور دوسری حرملہ بن کاہل ملعون کا قتل ہونا اور جلایا جانا جیسا کہ منہال بن عمرو کی روایت میں ہے منہال کہتا ہے کہ میں کوفہ سے سفر حج کے لئے گیا اور علیؑ بن الحسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے حرملہ بن کاہل کا حال پوچھا میں نے عرض کیا کوفہ میں زندہ ہے حضرت نے ہاتھ بلند کئے اور اس کو نفرین کرتے ہوئے خداوند عالم سے دعا کی کہ آسے دنیا ہی میں لوہے اور آگ کی حرارت کا مزہ چکھا، منہال کہتا ہے میں کوفے واپس کیا گیا، ایک دن میں مختار کو ملنے گیا۔ مختار نے گھوڑا منگوایا اور اس پر سوار ہوا اور مجھے بھی سوار کیا اور ہم اکٹھے ہی کناسہ کوفہ میں پہنچے تھوڑی دیر اس نے وہاں توقف کیا جس طرح کوئی کسی چیز کا منتظر ہوتا ہے اچانک میں نے دیکھا کہ حرملہ کو گرفتار کر کے مختار کے پاس لے آئے، مختار نے خدا کی حمد ادا کی اور حکم دیا تو اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے اور اس کے بعد اس کو آگ میں جلا دیا گیا، جب میں نے یہ دیکھا تو سبحان اللہ، سبحان اللہ کہا، مختار نے پوچھا کہ تو نے کس لئے تسبیح کہی ہے میں نے امام زین العابدین کے بد دعا کرنے اور ان کی دعا قبول ہونے کا واقعہ بیان کیا، تو مختار گھوڑے سے اترا اور اس نے دو رکعت نماز پڑھی اور سجدہ شکر کیا اور اسے طول دیا، پس ہم اکٹھے واپس آ گئے جب میرے گھر کے قریب پہنچے تو میں نے اسے دعوت دی کہ گھر چل کر کھانا کھاؤ مختار نے کہا کہ اے منہال تو نے مجھے بتایا ہے کہ علیؑ ابن الحسینؑ نے چند دعائیں کی ہیں، جو میرے ہاتھ سے پوری ہوئی ہیں، پس اس کے بعد مجھے کھانے کی دعوت دیتا ہے آج تو روزہ کا دن ہے کہ اس مقصد کے شکرانے کے طور پر روزہ رکھنا چاہیے۔

خاتمہ

واضح ہو کہ بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں کہ فرشتے انبیاء اوران کے اوصیاء علیہم السلام آسمان زمین جن وانس اور وحوش و طیور نے سید الشہداءؑ پر گریہ کیا ہے اور بہت سی روایات ان حالات کے سلسلہ میں منقول ہیں جو کہ اشجار ونباتات بحار وجبال سے شہادت حضرت میں رونما ہوئے ہیں اور حضرت کے متعلق جو اشعار ومرثیے ونوحے جنات نے کہے ہیں، اور اس بیان میں کہ حضرت کی مصیبت عظیم ترین مصیبت ہے اور اس مظلوم کی زیارت کا ثواب، زمین کربلا کی شرافت وعظمت کا بیان اور آپ کی تربت مقدس کے فوائد اور اس ظلم وجور کا بیان جو آپ کی قبر اطہر پر وارد ہوئے ہیں وہ معجزات جو اس قبر شریف پر ظاہر ہوئے ہیں اور آپ کے قاتلوں پر لعنت کرنے کا ثواب اور ان کا کافر ہونا اور ان کے عذاب کا زیادہ سخت ہونا اور یہ کہ وہ دنیا میں زیادہ فائدہ اٹھا سکے اور انہوں نے عذاب الٰہی کی چاشنی دنیا میں ہی چکھی ہے اور اگر اختصار پر بنا نہ ہوتی تو ہم ان چیزوں سے مختصر طور پر تبرک حاصل کرتے لیکن یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اس قسم کے وقائع وآثار مظلوموں کے سردار کی شہادت کی وجہ سے دوسرے ارباب غل وادیان اور قائلین مبدء ومعاد ومعجزات وکرامات کی نظر میں بھی عجیب وغریب بعید اور تعجب خیز نہیں ہیں اور متتبع خبیر جب تواریخ وسیر کی طرف رجوع کرے تو وہ تصدیق کرے گا کہ ۶۱ھ ہجری جو کہ آپ کی شہادت کا سال ہے اس کے واقعات خارق عادت ومعجزہ ہیں اور ان میں سے کچھ واقعات تو ان لوگوں نے بھی تحریر کئے ہیں جو شیعہ نہیں تھے ابن اثیر جزری صاحب کامل التواریخ جو کہ اہل تاریخ کے نزدیک قابل اعتماد اور پختگی واتقان کے ساتھ مشہور ہے اس نے اس کتاب میں قطعی طور پر سنہ ۶۱ھ ہجری کے واقعات میں لکھا ہے کہ لوگ سید الشہداء "علیہ الالف التحیۃ والثناء" کی شہادت کے دو تین ماہ تک دیکھتے رہے کہ سورج کے طلوع ہونے سے لے کر اس کے بلند ہونے تک گویا دیواروں سے خون ملا ہوا ہے اور اس قسم کی روایات کتب معتبر میں کافی زیادہ ہیں، فاضل ادیب اریب جناب اعتماد السلطنۃ نے کتاب "حجۃ السعادۃ فی حجۃ الشہادۃ" میں بیان کیا ہے کہ سید مظلومؑ کی شہادت کا سال جو کہ ۶۱ھ ہجری تھا اس میں تمام روئے زمین عادی حرکت وسکون سے خارج اور انقلاب واضطراب میں تھا اور ممالک یورپ وایشیا کا چہرہ یا تو خونریزی سے گلگوں تھا اور یا اس کے تمام اعضاء وجوارح حالت بیقراری وبے سکونی میں تھے اور رشتہ صلح وسلم وآشتی لوگوں کے درمیان ٹوٹ چکا تھا اور ان کے درمیان غبار فتنہ و شورش برپا تھا، اور اس کتاب کی بنا تواریخ عشقیہ (پرانی) دنیا پر ہے جو کہ مختلف زبانوں میں لکھی گئی ہے اور اس کا فارسی ترجمہ بھی ہو چکا ہے اور اس کتاب میں اس قسم کی کئی چیزیں جمع کی ہیں جو چاہے اس کی طرف رجوع کرے اور اس مقام پر کافی ہیں۔

وہ بقایا آثار تعزیہ داری اس مظلوم کے جو مشاہدہ میں آتے ہیں جو قیامت کے دن تک ہر سال وقوع ہوتے ہیں اور اس کے آثار مٹنے والے نہیں اور نہ دلوں سے محو ہوتے ہیں، جیسا کہ اخبار اہل بیت میں اس کی طرف اشارہ ہوا ہے، عقیلہ خاندان رسالت اور رضیعہ ثدی نبوت زینب کبریٰ علیہا السلام نے اس خطبہ میں فرمایا تھا جو دربار یزید میں ارشاد فرمایا: "فکد کیدک واسع سعیک

وناصب جهدك فوالله لا تمحو ذكرنا ولا تميت وحينا" یزید سے فرمایا کہ جتنا مکر وحیلہ تجھ سے ہوسکتا ہے کرلے اور جتنی کوشش عمل میں لاسکتا ہے وہ بروئے کار لے آ اور ہماری عداوت میں اپنی جدوجہد وسعی اٹھا نہ رکھ اس کے باوجود خدا کی قسم تو ہمارے ذکر کو نہیں مٹا سکتا اور نہ ہماری وحی کو ختم کرسکتا ہے۔ بعض علماء اس چیز کو حضرت کے معجزات باہرات میں شمار کرتے ہیں اور سلطنت دیالمہ سے لے کر آج تک ہر سال آپ کی عزاداری کا علم مشرق ومغرب دنیا میں بلند ہے اور مشاہدہ میں داخل ہے کہ شیعان اہل بیتؑ ایام عاشوراء میں کس قدر بیتاب اور بیقرار ہوتے ہیں اور تمام علاقوں میں نوحہ خوانی مجالس عزا کے قیام سینہ کوبی سیاہ لباس پہننے اور باقی لوازم تعزیہ داری میں مشغول رہتے ہیں کئی ایک مورخین نے نقل کیا ہے کہ سنہ ۳۵۲ ہجری معزالدولہ دیلمی نے اہل بغداد کو دسویں کے دن حکم دیا کہ وہ نوحہ وسینہ زنی اور ماتم حسین کریں اور یہ کہ عورتیں اپنے بال کھول کر اپنے چہروں کو سیاہ کریں اور دکان پر ٹاٹ لگادیں اور کھانا پکانے والے کھانا نہ پکائیں (ہوٹل بند کردیں) تو شیعہ عورتیں باہر نکلیں جب کہ انہوں نے اپنے چہروں پر دیگ وغیرہ کی سیاہی ملی ہوئی تھی، اور وہ سینہ زنی اور نوحہ پڑھ رہی تھیں، اور کئی سالوں تک ایسا ہوتا رہا اور سنی حضرات روکتے روکتے تنگ آگئے "ویکون السلطان مع الشیعه" کیونکہ بادشاہ شیعوں کے ساتھ تھا اور عجیب وغریب بات یہ ہے کہ یہ چیز عام لوگوں کے دلوں میں اثر کرتی ہے، یہاں تک کہ وہ اشخاص جو یہ مذہب نہیں رکھتے یا جو مراسم شرعی کی پرواہ نہیں کرتے جیسا کہ یہ بات واضح ہے مجھے یاد پڑتا ہے کہ جب میں کتاب تحفۃ العالم تالیف فاضل بارع سید عبداللطیف شوشتری کا مطالعہ کررہا تھا تو میں نے دیکھا کہ اس میں اہل ہند کے آتش پرستوں کی عزاداری عجیب تفصیل سے بیان کی ہے جو ان کے ہاں عاشوراء کے دن موسوم ہے اور شیخ جلیل ومحدث فاضل جناب الحاج مرزا محمد تقی رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب اربعین میں فرماتے ہیں کہ احقر ۱۲۲۲ ہجری میں عاشوراء کے دنوں کربلا کے راستہ میں تھا تو میں نے پہلی محرم کو یعقوبیہ میں کہ جس کے اکثر لوگ اہل سنت متعصب ہیں، رات کے وقت نوحہ خوانی اور بچوں کی آوازیں سنیں میں نے وہاں کے ایک بچے سے پوچھا کہ یہ کیا ہورہا ہے تو اس نے مجھے عربی زبان میں جواب دیا "ینوحون علی السید المظلوم" یہ سید مظلوم کا نوحہ کررہے ہیں میں نے کہا سید مظلوم کون ہے اس نے کہا سیدنا الحسینؑ ہمارے آقا حسینؑ باقی ایام عاشورہ میں میں کردستان میں تھا تو میں نے دیکھا بیابانوں میں رہنے والے لوگ جو مراسم شرعی سے واقف نہیں ہیں، وہ سب جمع ہوکے صدائے یا حسینؑ آسمان تک پہنچاتے ہیں اور کتنا اچھا شعر کہا ہے:

سرتا سر دشت خاوران سنگ نیست
کز خون دل و دیدہ براور نگے نیست
در، ہیچ زمین وہیچ فرسنگے نیست
کز دست غمت نشستہ دلتنگے نیست

ان سب سے زیادہ عجیب چیز آپ کی مصیبت کا جمادات نباتات اور حیوانات میں تاثیر کرنا ہے جیسا کہ بہت سی روایات دلالت کرتی ہیں کہ تمام موجودات سید مظلومینؑ کی جاں گداز مصیبت سے متاثر ہوئے اور ہر ایک نے جس طریقہ سے اس سے توقع ہوسکتی ہے آپ پر گریہ کیا اور انقلابات اجزاء عالم امکان میں رونما ہوئے، جن پر پردہ نہیں ڈالا جاسکتا اور اس کی دوست ودشمن مومن و

برہمن سب نے گواہی دی اور مشاہدہ کیا ہے چونکہ ان روایات کو پورے طور پر لکھنا ایک مستقل کتاب چاہتا ہے اور اس کتاب میں ان میں سے بعض کا تفصیلی تذکرہ بھی چونکہ مناسب نہیں، لہٰذا ان میں سے بعض اخبار و آثار کے خلاصہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

حضرت باقرؑ سے روایت کرتے ہیں کہ حسینؑ بن علیؑ پر انسان جنات پرند چرند نے گریہ کیا ہے یہاں تک کہ ان کے آنسو جاری ہوئے اور حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ جب ابو عبداللہ شہید ہوئے تو آپ پر ساتوں آسمان روئے اور جو کچھ ان میں ہے اور جو کچھ آسمان و زمین کے درمیان ہے اور جو چیزیں جنت و جہنم میں حرکت کرتی ہیں اور جو کچھ دیکھا جا سکتا ہے اور جن چیزوں کو نہیں دیکھا جا سکتا اور تین چیزوں کے علاوہ ہر چیز آپؑ پر روئی ہے۔ الخ

ایک روایت کے ذیل میں ہے کہ امام حسنؑ نے امام حسینؑ سے فرمایا کہ آپ کی شہادت کے بعد بنی امیہ پر خدا کی لعنت اترے گی، اور آسمان خون برسائے گا اور آپ پر تمام چیزیں گریہ کریں گی، یہاں تک کہ وحشی جانور فضا میں مچھلیاں دریا میں۔

حضرت صادقؑ کا زرارہ کو خبر دینا کہ آسمان و زمین اور آفتاب حضرت پر چالیس دن تک روئے پہلے گزر چکا ہے، اور شیخ صدوق نے بیت المقدس کے رہنے والوں میں سے ایک شخص سے روایت کی ہے اس نے کہا کہ خدا کی قسم ہمیں امام حسینؑ کی شہادت کی رات کا علم ہو گیا تھا اور کوئی پتھر یا ڈھیلا ہم نے زمین سے نہیں اٹھایا، مگر یہ کہ اس کے نیچے ہم نے خون دیکھا ہے کہ وہ جوش مار رہا ہے اور دیواریں حلقۂ زنجیر کی طرح سرخ تھیں اور تین دن تک تازہ خون آسمان سے برسا، ہم نے سنا کہ منادی رات کی تاریکی میں ندا کر رہا ہے کہ "اترجو امة قتلت حسينا" کیا وہ امت جس نے حسینؑ کو قتل کیا وہ اس کے نانا کی شفاعت کی امید رکھتی ہے، سید سجادؑ کے اس خطبہ کے دوران جو آپ نے مدینہ کے ورود کے وقت ارشاد فرمایا اور امام حسینؑ کی کئی ایک زیارات اور دوسری روایات میں موجودات کے گریہ کرنے اور مخلوقات کے انقلاب کی طرف اشارہ ہوا ہے روایات عامہ اور اخبار اہل سنت جنہوں نے یہ گواہی دی ہے کہ آثار غریبہ اس مصیبت عظمیٰ پر آسمان و زمین سے وقوع پذیر ہوئے بہت زیادہ ہیں، ان سب چیزوں کو دیکھنے کے بعد قطعی دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ یہ مصیبت تمام مخلوق کے لئے عمومی تھی انہیں روایات میں سے ایک روایت اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ہے "فما بكت عليهم السماء والارض" کہ جب حسینؑ شہید ہوئے تو آسمان رویا اور اس کا رونا اس کی سرخی ہے۔

ابن عبد ربہ اندلسی محمد شہاب زہری کے عبدالملک مروان کے پاس جانے کے واقعہ کے ذیل میں نقل کرتا ہے کہ عبدالملک نے زہری سے سوال کیا کہ جس دن امام حسینؑ شہید ہوئے اس دن بیت المقدس میں کیا کچھ وقوع پذیر ہوا زہری نے کہا مجھے فلاں شخص نے خبر دی کہ شہادت حضرت علیؑ و امام حسینؑ کے دوسرے روز جو پتھر بھی بیت المقدس سے اٹھایا گیا اس کے نیچے تازہ خون پایا گیا، اور کامل الزیادۃ میں ایسی ہی حدیث امام محمد باقرؑ سے نقل کی ہے کہ آپ نے ہشام بن عبدالملک سے فرمایا اور ابن عبد ربہ نے یہ بھی روایت کی ہے کہ جب امام حسینؑ کے خیمے لوٹے گئے تو اس میں سے کچھ خوشبو ملی کہ اس کو جس عورت نے بھی استعمال کیا وہ برص کے مرض میں مبتلا ہو گئی، اور فولادی قلم کا دیوار کے اوپر مشہور اشعار اترجو امة لکھنا اور راہب کے دیئے ہوئے زر و مال کا حذف (ٹھیکریاں) اور

کو کلے بن جانا جو اس نے امام حسینؑ کا سر مطہر لینے کے لئے سرمہ دیے تھے کہ جسے علماء عامہ نے نقل کیا ہے پہلے آپ سن چکے ہیں اور جنات کے مرثیے اور نوحے پڑھنا یہ واقعات اس سے زیادہ ہیں کہ شمار میں آسکیں اور ام سلمہ کا حسینؑ کی شہادت کی رات جن سے یہ مرثیہ سننا کہ "الا یا عین فاحتفلی بجھد" ۔الخ

اور زہری کا جنات کی عورتوں سے ان اشعار کے ساتھ نوحہ گری سننا:

نسآء الجن یبکین نسآء الھا شمیات

ویلطمن خدودا کالدنا نیر نقیات

ویلبسن ثیاب السود بعد القصبیات

جنات کی عورتیں ہاشمی عورتوں پر روتی ہیں اور ان چہروں پر طمانچے مارتی ہیں جو دیناروں کی طرح صاف وشفاف ہیں اور السی کے باریک اور عمدہ کپڑوں کے بعد وہ سیاہ کپڑے پہنتی ہیں اور نیز ان کا مرثیہ ان کلمات کے ساتھ۔

مسح النبی جبینه وله بریق فی الخدود

ابواه من علیا قریش جده خیر الجدود

اس کی پیشانی کے نبیؐ بوسے لیا کرتے تھے اور اس کے رخسار چمکتے تھے اس کے والدین قریش کے بلندترین افراد ہیں اور ان کے جد بزرگوار بہترین اجداد میں سے ہیں، سبط نے تذکرہ وغیرہ میں ذکر کیا ہے اور یہ بھی سبط کے تذکرہ میں ہے کہ محمد بن سعید نے طبقات میں کہا ہے کہ امام حسینؑ کی شہادت سے پہلے یہ سرخی آسمان پر نظر نہیں آتی تھی، اور کتاب تبصرہ میں اپنے نانا ابوالفرج سے نقل کیا ہے کہ جب کوئی غضب وغصہ کی حالت میں ہو تو اس کا چہرہ سرخ ہو جاتا ہے اور یہ سرخی غضب کی دلیل اور ناراضگی کی علامت ہے اور خداوند عالم تو جسم وجسمانیات سے منزہ ہے لہذا اس نے شہادت امام حسینؑ پر اپنے غضب کے اثر کو افق کی سرخی پر ظاہر کیا ہے اور یہ آنجناب کی بزرگی کی دلیل ہے، اور عامہ کی کئی روایات میں ہے کہ سید مظلومؑ کی شہادت کے بعد دو ماہ بلکہ تین ماہ تک دیواریں اس طرح تھیں کہ جیسے خون میں ڈوبی ہوئی ہیں اور آسمان کی طرف سے ایسی بارش ہوئی جس کا اثر مدتوں کپڑوں میں رہا، اور ابراہیم بن محمد بیہقی کتاب محاسن ومساوی میں جو کہ ایک ہزار سال قبل کی لکھی ہوئی ہے کہتا ہے کہ محمد بن سیرین کہتا ہے کہ یہ سرخی آسمان پر شہادت امام حسینؑ کے بعد ہی سے دیکھی گئی ہے اور چار ماہ کے درمیان روم کے اندر جس کسی عورت کو حیض آیا اس کو برص کی بیماری ہوگئی، پس بادشاہ روم نے عرب کے بادشاہ کو لکھا کہ تم لوگوں نے نبی یا نبی کے بیٹے کو قتل کیا ہے۔ انتھی۔

یہ بھی ابن سیرین ہی سے منقول ہے کہ ایک پتھر بعثت نبویؐ سے چار پانچ سو سال قبل ملا جس پر سریانی زبان میں کچھ لکھا ہوا تھا، جس کا ترجمہ عربی میں یہی تھا "اترجوا امة قتلت حسینا شفاعة جده یوم الحساب" اور سلیمان بن یسار کہتا ہے کہ

ایک پتھر ملا جس پر یہ لکھا تھا۔

ترجمہ: ضرور جناب فاطمہؑ قیامت میں تشریف لائیں گی، اور ان کی قمیص خون حسینؑ سے خون آلودہ ہوگی، ہلاکت ہے اس شخص کے لئے کہ جس کے سفارش کرنے والے اس کے دشمن ہو جائیں اور قیامت کے دن صور پھونکا جائے گا۔

مجموعہ شیخ شہید و کشکول اور زہرالربیع وغیرہ میں ہے کہ ایک سرخ عقیق ملا، جس پر لکھا ہوا تھا ترجمہ! میں آسمانی موتی ہوں کہ مجھے والد سبطین (حسنینؑ) کی شادی کے دن نچھاور کیا گیا تھا، میں چاندی سے بھی زیادہ شفاف سفیدی رکھتا تھا، مجھے حسینؑ کی گردن کے خون نے رنگ دیا ہے۔

سید جزائری نے زہرالربیع میں فرمایا ہے کہ میں نے شہر شوشتر میں ایک چھوٹا سا زرد پتھر دیکھا کہ جسے زمین کھودنے والوں نے زمین سے نکالا تھا اور اس پتھر پر لکھا تھا: بسم الله الرحمن الرحیم لا اله الا الله محمد رسول الله علی ولی الله" جب حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب شہید ہوئے تو ان کے خون کے ساتھ سنگریزوں والی زمین پر لکھا گیا" وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون" اور اس قسم کے مطالب عجیب نہیں ہیں کیونکہ ان کی نظیر و شبیہ واقعات خود ہمارے زمانہ میں واقع ہوئے ہیں، جیسا کہ شیخ محدث جلیل مرحوم ثقۃ الاسلام نوری نے اپنے استاد مرحوم شیخ عبدالحسین طہرانی سے خبر دی ہے کہ وہ ایک دفعہ حلہ گئے تو ایسا اتفاق ہوا کہ انہوں نے ایک درخت کو قطع کیا اور طول میں اسے آرے کے ساتھ دو نصف کیا کہ اس کے اندر والے حصے میں دونوں حصوں کے درمیان یہ نقش تھا" لا اله الا الله محمد رسول الله علی ولی الله" اور عالم فاضل ادیب ماہر الحاج مرزا ابوالفضل طہرانی اپنے والد محقق کے توسط سے اسی واقعہ کو شیخ العراقین جناب شیخ عبدالحسین سے نقل کرتے ہیں اور اس کے بعد فرمایا کہ میں نے خود طہران میں ایک چھوٹا سا الماس کا ٹکڑا دیکھا جو نصف عدس کے دانہ کے برابر تھا، اور اس کے اندر اس طرح کہ ہر دیکھنے والا یقین کر سکتا تھا کہ کسی کی کاریگری سے نہیں اس میں یائے معکوس کے ساتھ کلمہ مبارک علی لکھا تھا ایک چھوٹے سے لفظ کے ساتھ جو ظاہرا لفظ یا تھا کہ جس کا مجموعہ یاعلی بنتا تھا، اور اس قسم کے واقعات سیر و تواریخ میں بہت ہیں اور بعض کتب عامہ میں ہے کہ امام حسینؑ کی شہادت کی رات کسی کہنے والے کی آواز سنی گئی جو کہہ رہا تھا" ایھا القاتلون جھلا حسینا" (اے حسینؑ کو جہالت سے قتل کرنے والو) اور چند احادیث میں ہے کہ جب امام حسینؑ شہید ہوئے تو آسمان نے خون برسایا اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ آسمان اتنا تاریک ہو گیا کہ دن کے وقت ستارے نظر آنے لگے اور جو پتھر بھی اٹھایا جاتا تو اس کے نیچے تازہ خون نظر آتا تھا اور ابن حجر کی روایت میں ہے کہ آسمان سات دن تک رویا اور سرخ ہو گیا، اور ابن جوزی نے ابن سیرین سے نقل کیا ہے کہ دنیا تین دن تک تاریک رہی اور اس کے بعد سرخی پیدا ہوگئی اور ینابیع المودۃ میں سمہودی کی جواہر العقدین سے روایت کی ہے کہ ایک گروہ رومیوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے گیا تو انہوں نے ایک گرجے میں لکھا ہوا دیکھا" اترجوا امة قتلت حسینا" تو انہوں نے پوچھا کہ یہ کس نے لکھا ہے، انہوں نے بتایا کہ ہمیں علم نہیں اور اس کتاب میں ہی متصل ابومخنف سے ایسے مختلف واقعات کی روایت ہے کہ جن میں اہل بیتؑ کے راستہ میں جنات کے نوحے اور مرثیہ کا ذکر ہے جو کہ کوفہ سے شام تک کا راستہ ہے اور نقل کیا ہے کہ دیر راہب میں پہنچے اور لشکر نے سر

مبارک نیزے پر نصب کیا تو ایک ہاتف کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا۔

ترجمہ اشعار: خدا کی قسم میں تمہارے پاس نہیں آیا جب تک آنکھوں سے اسے دیکھ نہیں لیا، میدان طف میں کہ اس کے رخسار خاک آلود ہیں اور نحر کیا ہوا ہے اور اس کے گرد ایسے نوجوان ہیں کہ جن کی گردنوں سے خون جاری ہے جو چراغوں کی مانند ہیں جو اپنے نور سے تاریکیوں کو ڈھانپ دیتے ہیں، حسینؑ ایسا چراغ تھے کہ جس سے روشنی حاصل کی جاتی تھی خدا جانتا ہے کہ میں جھوٹ نہیں کہہ رہا۔

ابن حجر کی شرح ہمزیہ سے منقول ہے کہ وہ کہتا ہے کہ ان آیات وعلامات میں سے جو شہادت حسینؑ کی دن ظاہر ہوئیں ایک یہ ہے کہ آسمان نے خون برسایا اور برتن خون سے پر ہو گئے اور فضا اتنی تاریک ہو گئی کہ دن کو ستارے نظر آنے لگے اور رات اتنی تاریک ہو گئی کہ لوگ یہ گمان کرنے لگے کہ قیامت آگئی ہے اور ستارے ایک دوسرے سے ٹکرانے اور جلنے لگے اور کوئی پتھر نہ اٹھایا گیا، مگر یہ کہ اس کے نیچے سے تازہ خون ابلتا تھا، اور دنیا تین دن تک تاریک رہی اور اس وقت سے اس میں یہ سرخی نمودار ہوئی اور یہ کہا گیا ہے کہ اس سلسلہ نے چھ ماہ تک طول پکڑا، اور اس کے بعد ہمیشہ دیکھا گیا انہیں مضامین سے ملتے جلتے سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں بیان کئے ہیں اس کے بعد کہا ہے اور وہ ورس (رنگ کرنے والی بوٹی) جو اہل بیتؑ کے لشکر میں تھی وہ خاکستر ہو گئی اور ان کے لشکر کا ایک ناقہ نحر کیا گیا تو اس کے گوشت میں آگ نظر آنے لگی اور جب اس کو پکایا گیا تو وہ صبر کی طرح تلخ تھا، خلاصہ یہ کہ اس قسم کے کلمات اہل سنت کی کتب کے ضمن میں حد وحصر سے زیادہ ہیں اور ہم یہ گفتگو ایک عجیب وغریب واقعہ پر ختم کرتے ہیں۔

شیخ مرحوم محدث نوری طاب ثراہ نے سند صحیح کے ساتھ عالم جلیل صاحب کرامت باہرہ ومقامات عالیہ آخوند ملا زین العابدین سلماسی سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب امام رضاؑ کی زیارت کر کے واپس آرہے تھے تو ہمارا گزر رلوند پہاڑ سے ہوا جو اصفہان کے قریب ہے پس وہاں، ہم اترے اور وہ ربیع کا موسم تھا اور ہمارے ساتھ خیمہ لگانے میں مشغول ہوئے اور میں اس پہاڑ کے دامن میں نگاہ کر رہا تھا، اچانک میری نظر ایک سفید چیز پر پڑی جب میں نے غور کیا تو مجھے ایک سفید ریش بوڑھا نظر آیا، جس کے سر پر سفید عمامہ تھا جو ایک لکڑی کے اوپر بیٹھا اور تقریباً چار ہاتھ زمین سے اونچا تھا، اس کے گرد بڑے بڑے پتھر رکھے ہوئے تھے کہ سوائے اس کے سر کے کوئی چیز نظر نہ آتی تھی، میں اس کے نزدیک گیا اس کو سلام کیا اور اس سے عزت سے پیش آیا تو وہ مجھ سے مانوس ہو گیا اور اپنی جگہ سے نیچے اتر آیا اور اس نے اپنے حالات بتائے کہ وہ طریقہ متشرعہ سے خارج نہیں اور اس کے اہل وعیال واولاد تھی، اس نے ان کی رفتار امور سے علیحدگی اختیار کر کے صرف عبادت کے لئے فراغت حاصل کی ہے اس کے پاس اس زمانہ کے علماء کے رسائل عملیہ (فتوی کی کتب) تھے اس نے بتایا کہ وہ اٹھارہ سال سے یہاں رہتا ہے اور جو عجائبات اس نے دیکھے تھے اس سے استفسار کے بعد اس نے کہا جب پہلی مرتبہ میں یہاں آیا تو وہ رجب کا مہینہ تھا جب پانچ مہینے اور کچھ دن گزر گئے تو ایک رات میں نماز مغرب میں مشغول تھا کہ اچانک خروش عظیم کی صدا آئی اور مختلف قسم کی آوازیں آنے لگیں پس میں ڈر گیا، اور نماز جلدی جلدی ختم کی اور میں نے اس دشت پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ وہ جانوروں سے پر ہو گیا ہے، اور وہ سب میری طرف آرہے ہیں، یہ جانور مختلف اصناف کے تھے جو

ایک دوسرے کی ضد ہیں، مثلاً شیر ہرن، پہاڑی گائے، چیتا، بھیڑیا، اور سب ایک دوسرے سے گھلے ملے تھے اور وہ مختلف قسم کی آوازیں نکال رہے تھے پس میرا اضطراب اور خوف بڑھ گیا، اور مجھے اس اجتماع سے تعجب ہوا اور یہ کہ وہ مختلف آوازوں میں چیخ و پکار کر رہے ہیں، جو عجیب و غریب ہیں وہ اس جگہ میرے گرد جمع ہو گئے اور انہوں نے اپنے سر میری طرف بلند کئے ہوئے تھے، اور میرے رد برو فریاد کرتے تھے میں نے دل میں کہا کہ یہ بعید ہے کہ یہ مختلف جانور جو کہ ایک دوسرے کے دشمن ہیں مجھے چیرنے پھاڑنے کے لئے جمع ہوئے ہیں جب کہ وہ ایک دوسرے کو نہیں چیرتے پھاڑتے، یہ کسی اور بزرگ اور عظیم حادثہ کی وجہ سے جمع ہوئے ہیں، جب میں نے اس سلسلہ میں غور و فکر کیا تو میرے دل میں آیا کہ آج تو دسویں محرم کی رات ہے اور یہ فریاد و فغان اجتماع و نوحہ گری حضرت ابا عبداللہ علیہ السلام کی مصیبت کے لئے ہے، جب میں مطمئن ہو گیا تو میں نے اپنا عمامہ اتار دیا اور سر پیٹنے لگا اور میں نے اپنے آپ کو اس مکان سے نیچے گرا دیا اور میں کہتا تھا، حسین حسین شہید حسینؑ ان جانوروں نے میرے لئے اپنے درمیان جگہ خالی کر دی اور میرے گرد حلقہ بنا لیا پس ان میں سے کچھ اپنا سر زمین پر مارتے تھے، اور بعض زمین پر لوٹتے تھے، اور یہی کیفیت رہی یہاں تک کہ صبح ہوئی، پس وہ جانور جو زیادہ وحشی تھے، وہ تو پہلے ہی چلے گئے اور اسی ترتیب سے جانے لگے یہاں تک کہ سب منتشر ہو گئے، اور یہ ان کی عادت ہے اور اس سال سے لے کر اب تک اٹھارہ سال گزر گئے ہیں، یہاں تک کہ بعض اوقات روز عاشوراء مجھ پر مشتبہ ہو جاتا ہے پس ان کے یہاں جمع ہونے سے معلوم ہوتا ہے۔

اسے آخر الحکایہ جو اس مقام سے مناسبت نہیں رکھتی اور کتاب سیرہ حسینیہ میں ایک زاہد سے منقول ہے کہ وہ ہر دن چیونٹیوں کے لئے روٹی کے ٹکڑے ڈالتا تھا، اور جب دسویں محرم کا دن ہوتا تو وہ چیونٹیاں روٹی کے ٹکڑے نہیں کھاتی تھیں، اور اس قسم کے واقعات کثرت سے ہیں اور جتنی مقدار بیان ہوئی ہے یہ ہمارے لئے کافی ہے، اور ہم اس واقعہ کی تصدیق کے لئے جو شیخ مرحوم نے نقل کیا ہے یہ حدیث شریف یہاں بیان کرتے ہیں، شیخ اجل اقدم ابوالقاسم جعفر بن قولویہ قمی نے حارث اعور سے روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا میرے ماں باپ کوفہ کی پشت پر شہید ہونے والے حسینؑ پر قربان جائیں، خدا کی قسم گویا میں وحشی جانوروں کو دیکھ رہا ہوں کہ ان کی مختلف اقسام اپنی گردنیں انکی قبر کی طرف بلند کئے ہوئے اس پر شام سے لے کر صبح تک گریہ کر رہی ہیں، جب ایسا ہو تو تم جفا کرنے سے بچو۔

گیارہویں فصل

حضرت ابا عبداللہ الحسینؑ کے چند مرثیوں کا بیان

پانچویں باب کی ابتدائی فصلوں میں تفصیل سے بیان ہو چکا ہے، کہ سید الشہداؑ کا مرثیہ پڑھنے اور اس مظلوم پر گریہ کرنے میں بہت ثواب ہے اور یہ چیز آئمہ طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین کے لئے محبوب و مرغوب ہے اور ان کا دستور یہ تھا کہ شعراء کو مرثیہ پڑھنے کا حکم دیتے اور گریہ کرتے تھے اور چونکہ میں نے چاہا کہ اس مختصر رسالہ کا فائدہ عام ہو لہذا ان میں سے بعض مراثی سے تبرک حاصل کرتا ہوں اگرچہ یہ مرثیے عربی ہیں اور یہ کتاب مستطاب فارسی میں ہے لیکن وہ افراد جو عربی زبان سے واقف نہیں وہ بھی ان سے بہرہ ور ہوں گے، شیخ جلیل محمد بن شہر آشوب نے اہالی شیخ مفید نیشاپوری سے نقل فرمایا ہے کہ ذرہ نامی نوحہ خوان نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو عالم خواب میں دیکھا کہ وہ مخدومہ عالم حسینؑ کی قبر پر تشریف فرما ہیں، اور اسے حکم دیا کہ وہ حسینؑ کا مرثیہ ان کے اشعار کے ساتھ پڑھے۔

ایھا العینا ن فیضا
واستھلا لا تغیضا
وابکیا بالطف میتاً
ترك الصدر رضیضا
لم امرضه قتیلا !
لا ولا کان مریضا

سید اجل عالم کامل سید نصر اللہ حائری کے دیوان میں ہے کہ ان سے کسی ثقہ و قابل اعتماد شخص نے اہل بحرین میں سے بیان کیا کہ ایک نیک بزرگ نے جناب فاطمہ زہراؑ کو عالم خواب میں دیکھا کہ وہ کچھ عورتوں کے ساتھ امام حسینؑ کا نوحہ پڑھ رہی ہیں، اس بیت کے ساتھ:

واحسیناه ذبیحا من قفاه
واحسیناه غسیلا بالدماء

پس سید نے اس کی تضمین کچھ ابیات کے ساتھ کی جو اصل کتاب میں درج ہیں (مترجم) ہمارے شیخ و استاد نے کتاب دار السلام میں بعض دواوین سے نقل کیا ہے کہ ایک بزرگ نے جناب فاطمہ الزہراؑ کو عالم خواب میں دیکھا آپ نے ان

سے فرمایا کہ ہمارے بعض محب موالی شعراء سے کہو کہ وہ مرثیہ سید الشہداء کہے کہ جس کا پہلا شعر یہ ہو۔

من ای جرم الحسین یقتل

پس سید نصر اللہ حائری نے اس حکم کا امتثال کیا اور یہ قصیدہ کہا:

من ای جرم الحسین یقتل
وبأی ماء جسمه یغسل
ینسج الا کفان من عفر الثری
له جنوب وصبا وشمال
وقطنه شیبته و نعشه
رمح له الرجس سنان یحمل
ویوطؤون صدره بخیلهم
والعلم فیه والکتاب المنزل

فقیر کہتا ہے کہ بعض نے آپ کے بالوں کی سفیدی کو روئی سے تشبیہ دینے کو پسند نہیں کیا جو کہ سید کے اشعار اور بعض زیارات میں ہے، حالانکہ یہ تشبیہ بلیغ ہے، یہاں تک کہ شعراء عجم نے بھی اسے اپنے اشعار میں تحریر کیا ہے، حکیم نظامی کہتا ہے:

چو در موئے سیہ آمد سپیدی
پدید آمد نشان ناامیدی ز پنبہ شد بنا گوشت کفن پوش منوز این پنبہ
بیرون نارے از گوش

اور ابن شہر آشوب شیخ مفید اور دوسرے علماء نے فرمایا ہے کہ سب سے پہلا شعر جو امام حسینؑ کے مرثیہ میں کہا گیا ہے وہ عقبہ سہمی کا یہ شعر ہے:

اذا لعین قرت فی الحیوة وانتم
تخافون فی الدنیا فاظلم نورها
مررت علی قبر الحسین بکربلا
ففاض علیه من دموعی عزیزها
وما ذلت ارشیه وابکی لشجوه

ویسعد عینی دمعها و زفیرها
وبکیت من بعد الحسین عصابة
اطافت به من جانبیها قبورها
سلام علی اهل القبور بکربلا
وقل لها منی سلام یزورها
سلام بآصال العشی وبا الضحیٰ
تودیه نکباء الریاح ومورها
ولا برح الوفاد زوار قبره
یفوح علیهم مسکها وعبیرها

اور شیخ ابن نما نے مثیر الاحزان میں روایت کی ہے کہ سلیمان بن قتہ عدوی امام حسینؑ کی شہادت کے تین دن بعد کربلا سے گزرا اور اس نے شہداء کی لاشوں کو دیکھا تو اپنے گھوڑے پر ٹیک لگا کر یہ مرثیہ انشا کیا:

مررت علی ابیات آل محمد
فلم ارها امثالهم یوم حلت
الم تران الشمس اضحت مریضة
لفقد الحسین والبلاد اقشعرت
وکانو ارجاء ثم اضحوا رزیة
لقد عظمت تلك الرزایا جلت

یہاں تک کہ کہتا ہے:

وان قتیل الطف من آل هاشم
اذل رقاب المسلمین فذلت
وقد اعولت تبکی النساء لفقده
وانجمنا ناحت علیه وصلت

واضح ہو کہ پہلے گزر چکا ہے کہ جب امام حسینؑ مدینہ سے مکہ جانے کے لئے تیار ہوئے تو آپ کی ایک پھوپھی نے فرمایا کہ اے فرزند رسولؐ میں نے جنات کو سنا ہے کہ وہ آپ کا مرثیہ کہہ رہے ہیں اور وہ کہتے ہیں:

ان قتیل الطف من آل هاشم

پس اس شعر کو سلیمان نے بھی جن سے سنا ہے اور اپنے مرثیے میں داخل کرلیا ہے یا توارد کی وجہ سے ایسا ہوا ہے جیسا کہ اکثر ہو جاتا ہے، اور منقول ہے کہ ابورمح خزاعی جناب فاطمہ دختر سید الشہداءؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ کے پدر بزرگوار کے مرثیہ میں چند اشعار پڑھے کہ جن میں سے آخر شعر یہ تھا:

وان قتیل الطف من آل هاشم
اذل رقابا من قریش فذلت

حضرت فاطمہؑ نے فرمایا اے ابورمح آخری مصرع اس طرح نہ پڑھو، بلکہ اس طرح پڑھو:

اذل رقاب المسلمین فذلت

عرض کیا کہ ایسا ہی پڑھوں گا۔

ابوالفرج نے کتاب اغانی میں علی بن اسماعیل تمیمی سے نقل کیا ہے اور اس نے اپنے باپ سے وہ کہتا ہے کہ میں امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں تھا کہ آپ کے دربان نے سید حمیری کے لئے اجازت حضوری طلب کی حضرت نے فرمایا اسے آنے دو، اور اپنے حرم محترم کو پس پردہ بٹھایا یعنی پردہ لگایا گیا، اور اہل حرم کو حکم دیا کہ وہ پس پردہ بیٹھیں تا کہ امام حسینؑ کا مرثیہ سنیں۔

امور علی جدث الحسین فقل لا عظمه الزکیه اعظما لا زلت من وطفا
سا کبه ردیة واذا مررت بقبره فاطل به وقف المطیة
وابك المطهر للمطهر والمطهرة النقیة کبکاء
معولة اتت یوما لواحدها المنیة

راوی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضرت جعفرؑ بن محمد کے آنسو آپ کے چہرہ پر جاری ہوئے اور گریہ زاری کی آواز آپ کے اہل خانہ سے بلند ہوئی یہاں تک کہ حضرت نے سید کو پڑھنے سے روک دیا۔

مولف کہتا ہے کہ پہلے تفصیل سے گزر چکا ہے کہ ابو ہارون مکفوف نے صرف اس مرثیہ کا پہلا مصرع حضرت صادقؑ کے سامنے پڑھا تھا، حضرت اشارہ دئے کہ ہارون خاموش ہو گیا، حضرت نے اس سے فرمایا کہ پڑھو اور اپنے اشعار کو مکمل کرو[1]

---

[1] (اس کے بعد مولف نے کئی ایک مرثیے عربی زبان کے نقل کئے ہیں کہ جنہیں طوالت کے خوف اور اردو دان حضرات کے لئے قابل فہم نہ ہونے کی بناء پر ہم ترک کر رہے ہیں۔ مترجم)

بارہویں فصل

امام حسینؑ کی اولاد اور آپ کی بعض ازواج کا تذکرہ

شیخ مفید فرماتے ہیں کہ حضرتؑ کی چھ اولادیں تھیں ان میں سے چار بیٹے تھے۔

(۱) علیؑ بن الحسینؑ الاکبر (زین العابدین) ان کی کنیت ابو محمد ہے، اور ان کی والدہ شاہ زنان کسریٰ یزدجرد کی صاحبزادی تھیں۔(۲) علی بن الحسینؑ اصغر مشہور علی اکبر جو میدان کربلا میں اپنے والد کے ساتھ شہید ہوئے اس تفصیل کے ساتھ جو ذکر ہو چکی ہے، ان کی والدہ ام لیلیٰ ثقفیہ ابومرۃ بن عروہ بن مسعود کی بیٹی تھیں۔(۳) جعفر بن حسینؑ ان کی والدہ قبیلہ قضاعہ کی ایک خاتون ہیں اور جعفر کی باپ کی زندگی میں وفات ہوئی اور صاحب اولاد نہیں تھے۔(۴) عبداللہ وہ بھی کربلا میں باپ کی گود میں زخم تیر سے شہید ہوئے۔باقی رہی بیٹیاں تو ایک سکینہ ہیں کہ جن کی والدہ جناب رباب دختر امراء القیس ہیں اور یہی رباب عبداللہ بن الحسینؑ کی والدہ ہیں اور دوسری بیٹی فاطمہ تھیں کہ جن کی والدہ ام اسحاق دختر طلحہ بن عبداللہ تیمیہ ہیں۔انتھی،

شیخ مفید کے قول کو علماء کے ایک گروہ نے اختیار کیا ہے لیکن انہوں نے سید سجادؑ کو علی اوسط سے تعبیر کیا ہے اور علی بن الحسینؑ شہید کو اکبر کہا ہے اور ابن خشاب وابن شہر آشوب نے حضرت کے بیٹے چھ شمار کئے ہیں، محمد و علی اصغر کے ساتھ اور آپ کی دو بیٹیوں کے ساتھ زینب کا بھی اضافہ کیا ہے کہ مجموعی طور پر نو افراد ہو گئے اور شیخ علی بن عیسیٰ اربلی نے کشف الغمہ میں کمال الدین بن طلحہ سے آنجناب کی اولاد کو دس شمار کیا ہے ان میں سے نو کے نام تو لئے ہیں۔جیسے ابن شہر آشوب نے کہا ہے اور چوتھی بیٹی کا نام نہیں لیا بہر حال آپ کے دو بیٹوں کی شہادت میدان طف میں پہلے تفصیل سے بیان ہو چکی ہے اور سید سجاد کے حالات انشاء اللہ بعد میں آئیں گے، اور یہ بحث کہ حضرت سجادؑ شہزادہ علی اکبرؑ سے بڑے تھے جیسا کہ شیخ مفید نے فرمایا ہے یا چھوٹے تھے، جیسا کہ ابن ادریس اور اہل تاریخ کی ایک جماعت کا اعتقاد ہے ہم اسے کتاب نفس المہموم میں بیان کر چکے ہیں، دوبارہ تکرار نہیں کرتے اور امام حسنؑ کی اولاد کے حالات میں باب چہارم میں ذکر ہو چکا ہے کہ امام حسینؑ نے اپنی بیٹی فاطمہ کا عقد اپنے بھتیجے حسن مثنیٰ سے کر دیا تھا اور فاطمہ کے ہاں حسن مثنیٰ سے عبداللہ محض ابراہیم غمر اور حسن مثلث پیدا ہوئے اور ان کے حالات کی تفصیل بھی بیان ہو چکی ہے اور جناب فاطمہ تقویٰ و کمال و فضائل و جمال میں بے نظیر و بے عدیل تھیں اور انہیں حور العین کہتے تھے، اور ۱۱۷ھ میں ان کی وفات ہوئی اور ان کی بہن جناب سکینہ بھی اسی سال مدینہ ہی میں رحمت الٰہی سے جا ملیں، اور جناب سکینہ کا نام آمنہ یا امیمہ تھا ان کی والدہ رباب نے انہیں سکینہ کے لقب سے ملقب کیا اور جناب سکینہ عورتوں کی سردار اور عقیلہ قریش تھیں عمدگی عقل اور اصابت رائے کے علاوہ کہتے ہیں کہ وہ زبان عرب و علم و شعر و فضل ادب میں زیادہ فصیح اور صاحب علم تھیں۔اور ان کے لئے بہت سے واقعات ہیں اور منقول ہے کہ جب اس مخدرہ کی وفات ہوئی تو ان

کے جنازہ کے اٹھنے میں تاخیر ہوگئی کیونکہ خالد بن عبدالملک حاکم مدینہ نے کہا تھا کہ جب تک میں نہ آجاؤں جنازہ نہ اٹھانا، جب اسے دیر ہوگئی تو تیس دینار کافور کی قیمت ادا کی گئی اور وہ کافور آپ کے جسم اقدس پر نثار کیا گیا اور ابوالفرج کہتا ہے کہ ان کے جنازہ اٹھانے میں شام سے لے کر صبح تک تاخیر ہوگئی اور محمد بن عبداللہ نفس زکیہ نے چار سو دینار ایک عطار کو دیئے اور عطر خرید کر کے جناب سکینہ کے تابوت پر انگیٹھیوں میں رکھ کر جلایا گیا، جناب سکینہ کے یہ حالات مخدوش ہیں اسی طرح اگرچہ ان روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی وفات مدینہ میں ہوئی لیکن آپ کا مزار مقدس شام میں ہے، علاوہ ازیں ان روایات کے مضامین بھی خاندان رسالت کی سیرت خصوصاً ان کی خواتین کی سیرت سے شباہت نہیں رکھتے، واللہ العالم (مترجم) اور ابوالفرج نے یہ بھی جناب سکینہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا میرے والد نے چچا امام حسنؑ سے میرے اور میری والدہ کے حق میں یہ کہا:

لعمرك انني لا حب دارا

تكون بها سكينه والرباب

احبهما وابذل جل مالي

وليس لعاقب عندي عتاب

تیری جان کی قسم میں اس گھر کو دوست رکھتا ہوں جس میں سکینہ اور رباب ہوں، میں ان سے محبت کرتا ہوں اور زیادہ تر مال میں ان پر خرچ کرتا ہوں اور کسی عتاب و سرزنش کرنے والے کو سرزنش کا حق نہیں۔

سبط ابن جوزی نے سفیان ثوری سے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ علی بن الحسین علیہ السلام حج یا عمرہ کے قصد سے مدینہ سے روانہ ہوئے تو جناب سکینہ نے ان کے سفر کے لئے دسترخوان تیار کیا جس پر ہزار درہم خرچ کئے اور وہ حضرت کی خدمت میں بھیجا جب آنحضرت حرہ مدینہ سے (جو مشہور پتھروں کی جگہ ہے) باہر آئے تو وہ دسترخوان فقراء و مساکین پر تقسیم کر دیا۔

ازواج مطہرات امام حسینؑ:

ان میں سے ایک تو جناب شہر بانو یا شاہ زنان ہیں جو امام زین العابدینؑ کی والدہ ماجدہ ہیں کہ جن کی طرف بعد میں اشارہ ہوگا اور دوسری جناب رباب امراء القیس کی صاحبزادی ہیں جو کہ جناب سکینہ کی والدہ ہیں اور سید الشہداؑ کو ان سے محبت تھی اور ان کا پورا خیال رکھتے تھے اور ینابیع المودۃ میں ہے کہ امراء القیس کی تین بیٹیاں تھیں ایک کے ساتھ امیر المومنینؑ نے دوسری سے امام حسنؑ نے اور تیسری سے امام حسینؑ نے شادی کی اور یہ وہی خاتون ہیں کہ جن کے حق میں سید الشہدا نے مشہور اشعار فرمائے تھے اور حضرت کی شہادت کے بعد اشراف قریش نے ان کی خواستگاری کی لیکن انہوں نے قبول نہ کیا اور جواب میں فرمایا رسول خداؐ کے قرب کے بعد میں کسی سے مواصلت نہیں کرنا چاہتی اور امام حسینؑ کے بعد میں کسی کو اپنا شوہر نہیں بناؤں گی، اور ابن زیاد لعین کے دربار میں اس بی بی کی

نگاہ امام حسینؑ کے سر مقدس پر پڑی تو بے تاب ہو کر سر کو اٹھایا اور اس کا بوسہ لیا، اور اپنی گود میں رکھا اور نوحہ خوانی کرتے ہوئے کہا:

ترجمہ اشعار: واحسیناہ میں حسینؑ کو نہیں بھولوں گی، دشمنوں کے نیزے ان کی طرف بڑھے اور انہیں کربلا میں پچھاڑ دیا، خدا کربلا کے دونوں اطراف کو سیراب نہ کرے اور تواریخ میں مسطور ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد ایک سال سے زیادہ زندہ نہیں رہیں۔

اور یہ مدت ہمیشہ گریہ وسوگواری میں گزاردی اور دھوپ سے سایہ میں نہیں بیٹھتی تھیں گویا بعد اس کے کہ انہوں نے بدن مطہر سید الشہداؑ کو دھوپ میں پڑے ہوئے دیکھا تھا دل سے معاہدہ کیا کہ پھر کبھی سایہ میں نہ بیٹھوں گی، اور ابن اثیر نے کامل میں کہا ہے کہا جاتا ہے کہ جناب رباب ایک سال تک امام حسینؑ کی قبر پر بیٹھی رہیں، اس کے بعد مدینہ کی طرف واپس گئیں اور حزن وملال میں وفات پائی۔

فقیر کہتا ہے کہ حسن مثنیٰ کے حالات میں آپ جان چکے ہیں کہ ان کی زوجہ جناب فاطمہ بنت الحسینؑ بھی ایک سال تک ان کی قبر پر بیٹھی رہیں اور وہاں سوگواری اور عبادت میں مشغول رہیں اور اس مدت کے بعد گھر کی طرف منتقل ہوئیں۔

تیسری آپ کی زوجہ لیلیٰ بنت ابومرۃ بن عروہ بن مسعود ثقفیہ تھیں کہ جن کی ماں میمونہ بنت ابوسفیان تھی اور لیلیٰ جناب علی اکبر کی والدہ ماجدہ تھیں، اور جناب علی اکبر باپ کی طرف سے ہاشمی اور ماں کی طرف سے قبیلہ ثقیف اور امیہ سے قرابت رکھتے ہیں اور اسی لئے معاویہ نے کہا تھا کہ علی اکبر خلافت کے زیادہ لائق ہیں کیونکہ ان کے نانا رسول خداؐ ہیں اور بنی ہاشم کی شجاعت بنی امیہ کی سخاوت اور بنی ثقیف کے حسن منظر وفخر ومباہات کے جامع ہیں، مقاتل اور کتب معتبرہ میں جناب لیلیٰ کا کربلا، کوفہ یا شام میں ہونے کا تذکرہ نہیں ہے، اور اگر وہ ہوتیں تو آل ابوسفیان کا گروہ اور اہل شام اپنے امام کی قرابت کی رورعایت اور لحاظ کرتے لہذا بعض اہل منبر کی عبارات جناب لیلیٰ کے حق میں کربلا کے حالات میں وقعت نہیں رکھتیں اور ایک آپ کی زوجہ وہ خاتون ہیں جن کا نام معلوم نہیں جو کربلا میں موجود تھیں، اور شہادت کے بعد قید ہوئیں اور حاملہ تھیں، اور جس وقت اہل بیتؑ کو کوفہ سے شام کی طرف لئے جارہے تھے تو حلب کے پاس جوشن پہاڑ میں ان کا بچہ سقط ہوا جیسا کہ چھٹی فصل میں تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔

خاتمہ

مخفی نہ رہے کہ الحمد للہ جو کچھ شیعہ علاقوں اور شہروں میں متعارف ومرسوم ہے، عزاداری وماتم سید الشہداء علیہ الاف التحیہ والثناء کا قائم رکھنا اور مجالس میں جمع ہونا اور علم نکالنا اور خیمے نصب کرنا اور بازار بند کرنا، عاشوراء کے دن اور دستہ جات کا راستوں کی گردش کرنا اور نوحے و مرثیے پڑھنا اور رونا اور رولانا اور ان کے علاوہ دوسرے ایسے افعال بجالانا کہ جن سے شریعت مطہرہ نے منع نہیں کیا اور جن میں کوئی عذر شرعی نہیں یہ چیزیں عبادات شرعیہ وراجحہ میں سے ہیں اور ان کے ثواب ہائے جلیلہ اور اجر ہائے جمیلہ ہیں اور مطلب انتہائی واضح وروشن ہونے کی بنا پر محتاج دلیل نہیں اور متتبع خبیر اور ناقد بصیر پر واضح ہے کہ اخبار متواترہ وارد ہوئی ہیں، حضرت پر رونے وگریہ

کرنے اور آپ کے مصائب کو یاد کرنے لوگوں کو رلانے اور رونے کی شکل بنانے میں یعنی ہیئت وصورت ایسی ہو جو گریہ کرنے والے کی ہو نہ یہ کہ رونے میں ریاکاری ہو کیونکہ حضرت سید الشہداءؑ پر رونا عبادت ہے، اور ریاء عبادات میں جائز نہیں جیسا کہ ادلہ شرعیہ میں قیاس اور معاملات میں سود جائز نہیں ہے اور اسی طرح بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں کہ آئمہ معصومینؑ کے ذکر وفکر وامر کو زندہ رکھا جائے اور یہ کہ وہ مجالس صاحب فضیلت ہیں جن میں ان کے امر کو زندہ رکھا جاتا ہے اور یہ کہ آئمہ معصومینؑ ان مجالس کو دوست رکھتے ہیں اور ملائکہ ان مجالس میں حاضر ہوتے ہیں، اور اسی طرح بہت سی روایات میں وارد ہے کہ ہر چیز میں جزع وفزع کرنا مکروہ ہے مگر امام حسین حضرت سید الشہداءؑ پر جزع فزع کرنا اور بہت سی روایات میں وارد ہے کہ ایام عاشوراء حزن وملال ومصیبت اہل بیت کے دن تھے اور یہ بھی روایت ہوئی کہ ہمارے حزن کے ساتھ محزون ہوں اور ہمارے سرور سے مسرور ہوں، بے شمار روایات وارد ہوئی ہیں کہ آئمہ علیہم السلام شعراء کو مرثیہ پڑھنے کا حکم دیتے اور خود سنتے گریہ کرتے اور انہیں انعام واکرام دیتے، اور اس کام کی فضیلت بیان فرماتے اور ہم اس سلسلہ کی کئی احادیث پانچویں باب میں نقل کر آئے ہیں اور کافی وتہذیب میں حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا میرے والد بزرگوار نے فرمایا تھا کہ فلاں فلاں مال میرے لئے وقف کر دو، ان عورتوں کے واسطے جو میدان منیٰ میں منیٰ کے دنوں میں مجھ پر ندبہ (گریہ وزاری) کریں اور تہذیب میں یہ بھی روایت ہے کہ خالد بن سدیر نے حضرت صادقؑ سے سوال کیا کہ کیا حکم ہے اگر انسان اپنے باپ، ماں بھائی یا کسی دوسرے عزیز ورشتہ دار کے لئے گریبان چاک کرے، آپ نے فرمایا کہ گریبان چاک کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ جناب موسیٰ بن عمران نے اپنے بھائی کی وفات پر گریبان چاک کیا تھا، اور اس حدیث کے آخر میں ہے:

"ولقد شققن الجیوب ولطمن الخدود الفاطمیات علی الحسین بن علی علیھما السلام وعلی مثلہ تلطم الخدود وتشق الجیوب"

امام حسینؑ پر فاطمہ زہراؑ کی شہزادیوں نے گریبان چاک کئے اور رخساروں پر طمانچے مارے اور آپ جیسے شخص پر رخساروں پر طمانچے مارے جائیں اور گریبان چاک کئے جائیں اور کئی ایک روایات میں ہے کہ شہادت امام حسینؑ کے بعد بنی ہاشم کی کسی عورت نے نہ خضاب لگایا نہ آنکھوں میں سرمہ لگایا اور نہ کنگھی کی اور نہ ان کے گھروں میں باورچی خانے سے پانچ سال تک دھواں بلند ہوا، جب تک کہ عبید اللہ بن زیاد قتل نہیں ہوا اور اس کا منحوس سر مختار نے ان کے لئے نہیں بھیجا، ابن اثیر اور بہت سے اہل سنت علماء اور اہل سیر نے نقل کیا ہے کہ جناب رسول خداؐ جنگ احد سے مدینہ کی طرف واپس آئے تو آپ نے انصار کی عورتوں کی اپنے مقتولین پر نوحہ وزاری سنی تو فرمایا لکن حمزۃ لا بواکی لہ یعنی انصار میں سے قتل ہونے والوں پر تو رونے والی عورتیں موجود ہیں لیکن حمزہ پر کوئی رونے والا نہیں جب انصار نے یہ سنا تو یہ سمجھا کہ رسولؐ خدا پسند فرماتے ہیں کہ ان کے چچا بزرگوار پر گریہ کیا جائے تو انہوں نے اپنی عورتوں کو حکم دیا کہ وہ جناب حمزہ پر اپنے مقتولین سے پہلے گریہ کریں، واقدی کہتا ہے کہ اہل مدینہ میں یہ رسم ہوگئی کہ وہ اب تک ہر مصیبت کے وقت حمزہ پر رونے سے ابتداء کرتے ہیں اور یہ معلوم ہے کہ جناب رسالت مآبؐ کو جناب حمزہ سے اتنی محبت نہیں تھی جتنی کہ

سید الشہداؑ سے تھی اب اگر حمزہ پر گریہ کرنا جائز ہو تو امام حسینؑ پر گریہ کرنا بدرجہ اولٰی جائز ہے، اور جب اہل مدینہ کی سیرت اس پر قائم ہے کہ ہر مصیبت میں پہلے جناب حمزہ پر گریہ کرتے ہیں، جناب رسول خداؐ سے مواسات کرتے ہوئے اور آپ کے اس جملہ لکن حمزۃ لا بواکی لہ کے حق کو ادا کرتے ہوئے، حالانکہ سالہا سال جناب حمزہ کی شہادت ہوئے گزر چکے ہیں اور کسی نے اہل مدینہ پر ان کی اس عادت و سیرت پر اعتراض نہیں کیا تو بدرجہ اولٰی مخالفین کو چاہیے کہ نہ صرف یہ کہ وہ شیعوں کو سید الشہداؑ کی عزاداری اور سوگواری پر ملامت کریں بلکہ وہ بھی ماتم و عزاداری کو قائم کریں کہ اہل بیتؑ پر حزن و ملال میں ان کے ساتھ مواسات و شرکت کریں۔

پس اے خدا کتنا افسوس ہے اس دل پر جو ان امور کو یاد کر کے نہیں پھٹتا اور تعجب ہے اہل زمانہ کی غفلت پر اور کیا عذر ہے اہل اسلام و ایمان کے لئے ان اقسام حزن و ملال کے ضائع کرنے میں کیا انہیں معلوم نہیں کہ رسول خداؐ اپنے نواسے کا بدلہ نہ لے سکنے کی وجہ سے تکلیف و اذیت میں ہیں اور ان کا حبیب مقہور و مغلوب و زمین پر پڑا رہا اور آپ کے بدن کے ٹکڑے بے گور و کفن پڑے تھے اور آپ کا خون معظم گمراہوں کی تلواروں سے بہہ رہا تھا کاش کہ جناب فاطمہؑ اور ان کے باپ آ کر اپنی بیٹیوں اور بیٹوں کو دیکھتے کہ کسی کا لباس چھن چکا تھا کوئی زخمی پڑا تھا کوئی قید میں اور کوئی ذبح ہو چکا تھا، اور بخاری و مسلم میں جو روایتیں ہیں کہ میت کو اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ کسی زندہ کے رونے سے اور ایک میں ہے کہ جو نوحہ اس پر ہوتا ہے اس سے اسے قبر میں عذاب ہوتا ہے تو یہ بات عقل و نقل کے حکم سے راوی کی غلط بیانی ہے پس فاضل نووی سے منقول ہے کہ اس نے کہا کہ یہ سب روایات عمر بن خطاب اور اس کے بیٹے عبداللہ سے ہیں نووی کہتا ہے کہ عائشہ نے ان کا انکار کیا ہے اور ان دونوں کی طرف نسیان و اشتباہ کی نسبت دی ہے، اور خدا کے اس ارشاد سے بی بی عائشہ نے استدلال کیا ہے کہ لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ کسی کا بوجھ کسی پر نہیں ڈالا جا سکتا، انتھی۔ صاحب المجالس الفاخرہ نے کہا ہے کہ ان روایات کا عبداللہ بن عباس نے بھی انکار کیا ہے اور ان کے راوی کو خطا کار کہا ہے اور اس کی تفصیل صحیحین اور ان کی شروح میں موجود ہے اور ہمیشہ بی بی عائشہ اور عمر اس مسئلہ میں ایک دوسرے کے متناقض رہے یہاں تک کہ طبری نے ۱۳ ہجری کے حوادثات میں اپنی تاریخ میں اسناد کے ساتھ سعید بن مسیب سے روایت کی ہے کہ وہ کہتا ہے کہ جب ابوبکر کی وفات ہوئی تو بی بی عائشہ نے اس کے جنازہ پر نوحہ کرنے والی عورتیں کھڑی کر دیں، پس عمر بن الخطاب آگے بڑھے یہاں تک کہ دروازے پر کھڑے ہو کر ابوبکر پر رونے سے انہیں منع کیا تو ان عورتوں نے رکنے سے انکار کیا پس عمر نے ہشام بن ولید سے کہا کہ تم اندر جاؤ اور میرے پاس ابو قحافہ کی بیٹی کو بلاؤ جب عمر کی یہ بات عائشہ نے سنی تو ہشام سے کہا میں تجھے اپنے گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتی عمر نے ہشام سے کہا کہ تم اندر جاؤ میں تمہیں اجازت دے رہا ہوں، پس ہشام اندر گیا اور وہ ام فروہ ابوبکر کی بہن کو عمر کے پاس لے آیا، پس عمر نے اس کے اوپر کوڑا اٹھا کر کئی کوڑے لگائے تو نوحہ کرنے والی عورتیں کوڑے کی آواز سن کر منتشر ہو گئیں، میں کہتا ہوں گویا عمر کو رسولؐ خدا کی تقریر (نبیؐ کے سامنے کوئی فعل ہو اور وہ اسے منع نہ کرے) کا علم نہیں تھا کہ جب انصار کی عورتیں اپنے مقتولین پر گریہ کر رہی تھیں اور اس کو حضور کا یہ ارشاد نہیں پہنچا تھا "لیکن حمزہ پر رونے والا کوئی نہیں" اور حضور کا یہ ارشاد کہ جعفر جیسے شخص پر رونے والے کو رونا چاہیے۔

شاہد وہ بھول گیا تھا کہ رسول خداؐ نے اسے رقیہ کی موت کے دن رونے والی عورتوں کو مارنے پیٹنے سے منع کیا تھا، اور دو اور مقامات پر کہ جنہیں ہم آپ کے سامنے بیان کرتے ہیں امام احمد نے اپنی مسند میں اس حدیث کے ضمن میں بیان کیا ہے، جس میں رقیہ بنت رسول اللہؐ کی موت اور عورتوں کے رونے کا ذکر ہے امام احمد کہتے ہیں پس عمر انہیں اپنے کوڑے مارنے لگا تو سرکار رسالتؐ نے فرمایا کہ چھوڑو انہیں رونے دو، پھر فرمایا جو چیز دل اور آنکھ سے ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور رحمت ہے اور حضور قبر کے کنارے بیٹھ گئے اور جناب فاطمہؑ آپ کے پاس بیٹھ کر رو رہی تھیں۔

راوی کہتا ہے پس حضور اکرمؐ جناب سیدہؑ کے آنسو اپنے کپڑے سے ان پر رحم کرتے ہوئے پونچھ رہے تھے، اور یہ حدیث بھی مسند میں بیان کی ہے کہ رسول خداؐ کے قریب سے ایک جنازہ گزرا کہ جس کے ساتھ رونے والی عورتیں تھیں تو عمر نے انہیں جھڑک دیا، رسول خداؐ نے اس سے فرمایا چھوڑ ان کے نفس کو تکلیف ہوتی ہے، اور آنکھ سے آنسو نکلتے ہیں۔ الی غیر ذالک

خلاصہ یہ کہ اس سلسلہ میں احادیث کافی ہیں اور اس مختصر مقام پر اس سے زیادہ گنجائش نہیں ہے، لہذا مناسب ہے کہ شیعہ و مومنین عموماً اور ذاکرین خصوصاً ملتفت رہیں کہ اس سوگواری و عزاداری میں ایسا طریقہ اختیار کریں، کہ جس پر نواصب و دشمنان اہل بیتؑ کی زبان دراز نہ ہو سکے، اور واجبات و مستحبات پر اقتصار و اکتفاء کریں، اور محرمات کے استعمال سے مثلاً غنا و راگ کہ عموماً ماتمی نوحے اس سے خالی نہیں ہوتے اور خود گھڑے ہوئے جھوٹ اور جھوٹی کہانیاں جو مظنون الکذب ہیں اور غیر معتبر کتب سے منقول ہیں بلکہ ایسی کتب سے نقل کرنا کہ جن کے مصنف متدین اہل علم و حدیث نہیں ہیں ان سے اجتناب کریں اور شیطان کو اس عبادت بزرگ میں جو کہ عظیم ترین شعائر اللہ میں سے ہے داخل نہ ہونے دیں اور ان بہت سے گناہوں سے جو روح عبادت کو لے جاتے ہیں، پرہیز کریں، خصوصاً ریاکاری جھوٹ اور غنا و راگ سے جو کہ اس عمل میں جاری و ساری ہیں اور بہت کم لوگ اس سے محفوظ ہیں اور بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ان میں سے ہر ایک کے زیادہ عقاب کی چند ایک روایات بیان کی جائیں تاکہ اگر کوئی شخص خدانخواستہ اس میں مبتلا ہے تو اپنے آپ کو بچائے۔ (۱) ریاکاری پس اس کے متعلق کتاب و سنت آیات و روایات زیادہ مقدار میں اس کی مذمت اور وعید (جہنم کی دھمکی) میں وارد ہوئی ہیں، حدیث نبویؐ میں ہے کہ تھوڑی سی ریاکاری بھی شرک ہے اور یہ بھی آنحضرتؐ سے مروی ہے کہ جہنم کی آگ اور جہنمی لوگ ریاکاری کی وجہ سے چیخ اٹھیں گے عرض کیا گیا اے رسول خداؐ جہنم کی آگ بھی چیخے گی، فرمایا ہاں اس آگ کی حرارت کہ جس میں ریاکار معذب ہوں گے اور یہ بھی آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ریاکار کو چار ناموں سے پکارا جائے گا، کہیں گے اے کافر، اے فاجر، اے غادر (دھوکہ باز) اے خاسر (خسارہ والا) تیری کوشش گمراہ ہوگئی اور تیرا اجر باطل ہو گیا اور تیرا کوئی حصہ اور نصیب نہیں ہے، اس سے جا کر مزدوری مانگ کہ جس کے لئے تو یہ کام کرتا تھا اے دھوکہ باز، اور یہ بھی فرمایا کہ جنت نے کلام کیا اور اس نے کہا کہ بے شک میں حرام ہوں ہر بخیل اور ریاکار پر نیز فرمایا میں سب سے زیادہ تم پر چھوٹے شرک سے ڈرتا ہوں، عرض کیا گیا اے رسول خداؐ شرک اصغر کیا ہے، فرمایا ریاکاری اور اس سلسلہ میں احادیث بہت ہیں، اور اس کے خباثت کے لئے یہی کافی ہیں کہ تمام فقہاء کا فتویٰ ہے کہ جس عمل میں ریاکاری آجائے وہ عمل باطل اور درجہ قبولیت سے گرا ہوا ہے اور ریاء کی کئی قسمیں ہیں کہ جنہیں

علماء اسلام نے اپنے مقام پر ذکر کیا ہے، اور ہم خاتمہ کی ابتداء میں بتا کی (رونے کی شکل بنانا) کے معنی میں اشارہ کر چکے ہیں، ان اشخاص کی تردید کی طرف کہ جو بے سمجھی کی بناء پر سید الشہداء کی عزاداری میں ریاء کو جائز سمجھتے ہیں اور خلوص کی شرط اس سے اڑا دیتے ہیں اور اس کو آپ کے مخصوص فضائل میں شمار کرتے ہیں، سبحان اللہ حالانکہ حضرت کا ان تمام مصائب کو برداشت کرنا تو اساس توحید ذات مقدس باری تعالیٰ کے مستحکم کرنے اور اعلاء کلمہ حق اور دین مبین کے مبانی کو پختہ کرنے اور انہیں ملحدین کی بدعتوں سے محفوظ رکھنے کے لئے تھا اب کوئی ذی عقل کس طرح احتمال کر سکتا ہے کہ حضرت سب سے بڑے گناہ اور ہلاکت کے بڑے سبب کے جواز کا سبب بنیں جو کہ ریا کاری اور شرک اصغر ہے، یہ تو بے تکی سی بات ہے اور جھوٹ بولنا تو آیات و اخبار اس کی مذمت اور اس کے دین و آخرت کے مفاسد کے متعلق حد و شمار سے باہر ہیں، اور خداوند عالم نے اپنی لعنت قرار دی ہے، جھوٹ بولنے والوں پر اور یہ کہ فرمایا "انما یفتری الکذب الذین لا یومنون" جھوٹا افتری تو وہ باندھتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے اور یہ کہ ایمان نہ لانے والوں کے علاوہ کوئی جھوٹ نہیں باندھتا، اگر جھوٹ کی مذمت میں اس آیت کے علاوہ اور کچھ نہ ہوتا تو بھی یہی کافی تھی چہ جائیکہ بہت سی آیات موجود ہیں کتاب کافی میں امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ دروغ گو کی تکذیب سب سے پہلے خدا کرتا ہے اس کے بعد وہ دو فرشتے جو اس کے ساتھ ہیں اور اس کے بعد وہ خود کیونکہ اسے اس میں کوئی اشتباہ نہیں ہے بلکہ وہ جانتا ہے کہ میں نے جھوٹ بولا ہے اور کافی کی اسی جگہ پر اور عقاب الاعمال میں بھی آنجناب ہی سے مروی ہے کہ خداوند عالم نے شر اور بدی کے لئے قفل اور تالے قرار دیئے ہیں اور ان تالوں کی چابی شراب کو قرار دیا ہے اور جھوٹ بولنا شراب سے بھی بدتر ہے۔

نیز کافی میں امیر المومنینؑ سے روایت ہوئی ہے کہ آپ نے فرمایا خدا کی قسم اس وقت تک تم ایمان کا مزہ اور ذائقہ نہیں چکھ سکتے جب تک جھوٹ بولنا ترک نہ کر دو چاہیے وہ جدی و سچ ہو یا مزاح اور خوش طبعی کے طور پر ہو اور جامع الاخبار میں معصوم سے روایت ہے کہ جب کوئی مومن بغیر کسی عذر کے جھوٹ بولے تو اس پر ستر ہزار فرشتے لعنت کرتے ہیں اور اس کے دل سے ایک بدبو نکل کر عرش تک جاتی ہے، پس اس پر حاملین عرش لعنت کرتے ہیں اور خدا اس ایک جھوٹ کی وجہ سے ستر گنا اس کے لئے لکھتا ہے کہ جن میں سے آسان ترین زنا ہے جو کوئی شخص اپنی ماں سے کرے، اور امام حسن عسکریؑ سے روایت ہے کہ تمام خبائث اور برائیاں ایک مکان میں رکھ دی گئی ہیں اور اس کی چابی جھوٹ ہے، اور جناب صادقؑ سے مروی ہے کہ کسی شخص کے طویل رکوع و سجود کو نہ دیکھو کیونکہ یہ ایسی چیزیں ہیں جس کی اس کو عادت ہو گئی ہے اگر اب اس کو چھوڑتا ہے تو اسے وحشت محسوس ہوتی ہے لیکن اس کی سچائی اور امانت کے واپس کرنے کی طرف دیکھو اور دعوات راوندی سے منقول ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا گزشتہ رات میں نے عالم خواب میں دیکھا ہے کہ دو شخص مجھے ارض مقدس کی طرف لے گئے ہیں (ظاہراً شام کا علاقہ مراد ہے) اور انہوں نے وہاں کے کئی عجائبات کا ذکر کیا ہے اور ان میں سے ایک یہ چیز تھی کہ انہوں نے ایک شخص کو چت لیٹے ہوئے دیکھا اور دوسرا اس کے سر پر کھڑا ہے اور اس کے ہاتھ میں لوہے کے عصا کی طرح کوئی چیز ہے کہ جس کا سرا مڑا ہوا ہے پس وہ اس کے چہرہ کے ایک طرف آتا ہے اور اس چیز سے جو اس کے ہاتھ میں ہے وہ اس کے منہ کی طرف سے اس کی گدی تک مارتا اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے، اسی طرح ناک کو اس طرح اس کی آنکھیں گدی

تک چیرتا ہے پھر اس کی دوسری طرف آتا ہے اور اس کے ساتھ وہی عمل کرتا ہے جو پہلی طرف کیا تھا اور اس طرف سے ابھی وہ فارغ نہیں ہوتا کہ اس کی پہلی طرف صحیح وسالم اور پہلی حالت میں ہو جاتی ہے، پھر اس سے وہی کچھ کرتا ہے جو پہلی مرتبہ کیا تھا تو میں نے کہا سبحان اللہ یہ کیا ہے روایت طویل ہے، اس کے آخر میں ہے کہ ان دو اشخاص نے ان چیزوں کی تفصیلات بتائیں جو انہوں نے اس رات عجائبات میں سے دیکھی تھیں اور ان اشخاص کے متعلق کہ جنہیں عذاب ہو رہا تھا۔

یہاں تک کہ انہوں نے بتایا کہ وہ شخص کہ جس کے پاس وہ پہنچے کہ جسے ٹکڑے ٹکڑے کیا جا رہا تھا، اس کے منہ سے گدی تک اور ناک سے گدی تک اور آنکھ سے گدی تک تو یہ وہ شخص ہے جو صبح کے وقت گھر سے نکلتا ہے اور ایک جھوٹ بولتا ہے جو اطراف میں پھیل جاتا ہے تو وہ اس سے یہ سلوک قیامت تک کرتے رہیں گے، اور بعض معتبر کتب میں یہ حدیث اس طرح ہے کہ میرے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا چلئے میں اس کے ساتھ اٹھا پس میں نے دو افراد کو دیکھا کہ ایک کھڑا ہوا ہے اور دوسرا بیٹھا ہے اور کھڑے ہوئے شخص کے ہاتھ میں لوہے کے عصا کی طرح کوئی چیز ہے جو بیٹھے ہوئے شخص کے منہ کے ایک طرف داخل کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اس کے دونوں شانوں کے درمیان تک پہنچتا ہے تو اسے باہر نکال لیتا ہے اور دوسری طرف داخل کرتا ہے پس جب اس طرف سے نکالتا ہے تو پہلی جانب اپنی حالت اولی کی طرف پلٹ آتی ہے پس جو مجھے اٹھا کر لے گیا تھا اس سے میں نے پوچھا کہ یہ کون ہے، تو اس نے کہا کہ یہ جھوٹا شخص ہے کہ جسے قیامت تک قبر میں عذاب کرتے رہیں گے خلاصہ یہ کہ جھوٹے انسان کے لئے مفاسد اور بری حالت بہت زیادہ ہے اور شیخ استاد محدث معتبر ثقہ جلیل القدر آقائے الحاج مرزا حسین نوری طاب ثراہ نے لولو مرجان میں جھوٹ کے مفاسد و آثار کا خلاصہ جو انہوں نے آیات و احادیث سے استفادہ کیا ہے اس سہولت اور زیر نظر رکھنے کے لئے مختصر طور پر لکھا ہے اور ان مفاسد و آثار کو چالیس عدد میں شمار کیا ہے۔

(۱) جھوٹ فسق ہے "لا رفث ولا فسوق" گندی گفتگو اور فسق نہیں ہونا چاہیے اور جھوٹا فاسق ہے "ان جاء کم فاسق بنبا" اگر فاسق خبر لے کر آئے تو جستجو کرو۔

(۲) جھوٹ قول زور ہے جو بت پرستی کے ساتھ مذکور ہے "فاجتنبو الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور" اجتناب کرو نجس سے جو کہ بت ہیں اور اجتناب کرو (جھوٹ) سے۔

(۳) جھوٹا مومن نہیں ہے "انما یفتری الکذب الذین لا یومنون" جھوٹ وہ باندھتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے۔

(۴) جھوٹ شراب و قمار کی طرح گناہ ہے۔

(۵) جھوٹا خدا کا دشمن ہے۔

(۶) جھوٹے کا منہ کالا ہے۔

(۷) جھوٹ شراب سے بدتر ہے۔

(۸) جھوٹے کے منہ سے متعفن اور غلیظ بو نکلتی ہے۔

(۹) جھوٹے سے فرشتہ ایک میل دور رہتا ہے۔

(۱۰) خدا اس پر لعنت کرتا ہے" ان لعنه الله علیه ان کان من الکاذبین فنجعل لعنه الله علی الکاذبین" خدا کی اس پر لعنت ہے اگر وہ جھوٹا ہے، پس ہم لعنت اللہ کی قرار دیں جھوٹوں پر۔

(۱۱) جھوٹے کے منہ کی بدبو عرش تک جاتی ہے۔

(۱۲) حاملین عرش جھوٹے پر لعنت کرتے ہیں۔

(۱۳) جھوٹ ایمان کو خراب کر دیتا ہے۔

(۱۴) جھوٹ ایمان کا ذائقہ چکھنے سے مانع ہے۔

(۱۵) جھوٹا شخص سینوں میں عداوت و کینہ کا بیج بوتا ہے۔

(۱۶) جھوٹے شخص کی مروت ہر شخص سے کم ہے۔

(۱۷) ایک جھوٹ کی وجہ سے ستر ہزار فرشتے جھوٹے پر لعنت کرتے ہیں۔

(۱۸) جھوٹ نفاق کی علامت ہے

(۱۹) جھوٹ اس گھر کی چابی ہے جس میں سب خبائث اور بری چیزیں جمع ہیں۔

(۲۰) جھوٹ فجور اور جھوٹا فاجر ہے۔

(۲۱) جھوٹے کی رائے مشورہ کے وقت ناپسندیدہ ہے۔

(۲۲) نفسی بیماریوں میں سے جھوٹ سب سے زیادہ قبیح و بری بیماری ہے۔

(۲۳) جھوٹ شیطان کا مکا ہے۔

(۲۴) جھوٹ بدترین ریاکاری ہے۔

(۲۵) جھوٹ فقر و فاقہ کا سبب ہے۔

(۲۶) جھوٹ کا شمار خبائث میں ہے۔

(۲۷) جھوٹ نسیان کا سبب ہے۔

(۲۸) جھوٹ نفاق کا ایک دروازہ ہے۔

(۲۹) جھوٹے شخص پر ایک مخصوص عذاب کیا جاتا ہے۔

(۳۰) جھوٹ جھوٹے شخص کو نماز تہجد سے محروم کر دیتا ہے لہذا وہ روزی سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔

(۳۱) جھوٹ خذلان الٰہی کا سبب ہے۔

(۳۲) جھوٹ کی وجہ سے صورت انسانی جھوٹے شخص سے چھین لی جاتی ہے۔
(۳۳) جھوٹ سب سے بڑی خبیث شے ہے۔
(۳۴) جھوٹ گناہان کبیرہ میں سے ہے۔
(۳۵) جھوٹ ایمان سے دور اور اس سے ایک طرف ہے۔
(۳۶) جھوٹا شخص سب سے بڑا گنہگار ہے۔
(۳۷) جھوٹ جھوٹے شخص کو ہلاک کر دیتا ہے۔
(۳۸) جھوٹ حسن وتر و تازگی اور بہار و رونق چہرہ کو زائل کر دیتا ہے۔
(۳۹) جھوٹا شخص اس قابل نہیں کہ کوئی اس سے بھائی چارہ کرے اور اسے بھائی اور ساتھی بنانے سے نہی وارد ہوئی ہے۔
(۴۰) خدا جھوٹے شخص کو ہدایت نہیں کرتا اور حق کا راستہ نہیں دکھاتا "ان اللہ الا یھدی من ھو کاذب کفار" خدا جھوٹے کافر کو ہدایت نہیں کرتا۔ انتہی

جب آپ جھوٹ کے مفاسد کو پہچان چکے تو جاننا چاہیے کہ بقول فقہاء مطلق جھوٹ کو گناہان کبیرہ میں شمار کرتے ہیں، چاہے اس پر کوئی مفسدہ مترتب ہو یا نہ ہو یہ تو بے مفسدہ جھوٹ کی حالت ہے اور اگر اس جھوٹ پر کوئی مفسدہ مترتب ہو اور خصوصاً اگر وہ مفسدہ دینی ہو جو کسی مسلمان کے عقیدہ کی کمزوری کا باعث ہو یا کسی امام پر افترئی باندھے، یا شان اہل بیتؑ کی توہین کا باعث ہو تو البتہ وہ سو مرتبہ بدتر اور اس کا گناہ بیشتر ہے، اور اگر جھوٹ خدا اور رسولؐ اور آئمہ پر باندھے تو اس کا حال معلوم ہے، وہ مبطل روزہ اور موجب کفارہ ہے اور عقاب الاعمال میں رسول خداؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا اگر کوئی شخص میرے متعلق وہ بات کہے جو میں نے نہیں کہی تو وہ اپنی جگہ جہنم میں سمجھے اور اس روایت کا اطلاق اس بات کا مقتضی ہے کہ اگر ایک لفظ بھی ہو اور کسی مطلب کو نہ بتاتا ہو اور اس پر کوئی مفسدہ بھی مترتب نہ ہوتا ہو تو وہ بھی جہنم میں داخل ہونے کا سبب ہے اسی لئے مرحوم فقیہہ زاہد و ورع جناب الحاج ملا محمد ابراہیم کلباسی طاب ثراہ سے منقول ہے جیسا کہ کتاب شفاء الصدور میں ہے کہ ایک دفعہ ایک اہل منبر نے جو فاضل و دیانت دار تھا مرحوم کی موجودگی میں اس واقعہ کے ذیل میں کہ سید الشہداءؑ نے فرمایا یا زینب یا زینبؑ کہا تو اس فقیہہ باورع نے پرواہ کئے بغیر بر بلا بلند آواز سے کہا خدا تیرے منہ کو توڑے امام نے دو مرتبہ یا زینب نہیں کہا بلکہ ایک مرتبہ کہا ہے، اب سلسلہ جلیلہ اہل منبر اپنے حالات پر غور فرمائیں، اور جھوٹ کے فی الجملہ مفاسد سے آگاہ ہوں اور جھوٹے مطالب اور گھڑی ہوئی روایات کو ترک کر دیں بلکہ جو کچھ دیکھیں سنیں اس کو نقل نہ کریں اور صرف ان مطالب پر اقتصار کریں کہ جن کا ناقل قابل وثوق ہو سید ابن طاؤس نے کشف المحجہ میں رسائل کلینی سے نقل کیا ہے کہ اس بزرگوار نے اپنی سند کے ساتھ حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جس کے کچھ فقرے یہ ہیں "ولا تحدث الا عن ثقة فتکون کذابا والکذب ذل" یعنی بات نہ کرو مگر قابل وثوق شخص سے ورنہ جھوٹے قرار پاؤ گے اور جھوٹ ذلت ہے یعنی ذلت و خواری کا سبب ہے اور نہج البلاغۃ میں ہے کہ امیر المومنینؑ نے حارث ہمدانی کو جو خط لکھا اس کے ضمن میں فرمایا، نقل نہ کرو

لوگوں کے سامنے جو کچھ سن لیا ہے کیونکہ یہی نقل میں بے پرواہی کرنا جھوٹ بولنے کے لئے کافی ہے نیز حضرت صادقؑ سے مروی ہے کہ آپ نے ایک حدیث کے ذیل میں ارشاد فرمایا کیا تو نے نہیں سنا کہ کسی شخص کے جھوٹے ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ جو کچھ سنتا ہے اسے نقل کرتا ہے، علامہ مجلسی نے اس حدیث کی تشریح و بیان میں فرمایا ہے کہ یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ جس شخص کی نقل سے اطمینان نہیں اس کا کلام نقل کرنا درست نہیں اور اس مضمون کی بہت سی روایات ہیں اور یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ جس طرح جھوٹ بولنا مذموم وممنوع ہے اسی طرح جھوٹی خبریں حکایتیں اور قصے سننا بھی مذموم ہے خداوند عالم یہودیوں کی مذمت اور ان کی صفات خبیثہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے "سماعون للکذب سماعون لقوم" آخران جھوٹی باتیں سنتے ہیں اور دوسروں کو سناتے ہیں اور ایک آیت کے بعد پھر فرماتا ہے "سماعون للکذب الکالون للسحت" جھوٹی باتیں سنتے ہیں اور حرام کھاتے ہیں ان دونوں آیتوں میں مطلق جھوٹ سننے کے متعلق واضح تہدید موجود ہے اور یہ بھی فرماتا ہے "واجتنبوا قول الزور" "قول زور سے اجتناب کرو قول زور کی ایک تفسیر جھوٹ بھی ہے اور اجتناب نہیں ہوتا، جب تک جھوٹ سے ہر لحاظ سے دوری نہ حاصل کی جائے چاہے کہنے کے لحاظ سے ہو یا لکھنے کے یا سننے وغیرہ کے اس قول کی بناء پر جس میں زور کا معنی جھوٹ ہے اس آیت سے استشہاد کیا جا سکتا ہے "والذین لا یشھدون الزور" "وہ لوگ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے یا جھوٹ والی جگہ پر حاضر نہیں ہوتے اور خداوند عالم نے جنت کی نعمتوں میں لغو وفضول باتوں کا نہ سننا اور جھوٹی گفتگو کے کانوں تک نہ آنے کو بھی نعمت قرار دیا ہے پس با قاعدہ مقابلہ معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹی گفتگو سننا عذاب ہے اور وہ دوزخیوں کا خاصا ہے، شیخ صدوق نے کتاب عقائد میں روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ سے قصہ خوانوں کے متعلق پوچھا گیا کہ آیا ان کی باتوں کو سننا حلال ہے تو آپ نے فرمایا کہ حلال نہیں اور فرمایا جو شخص کسی گفتگو کرنے والے کی بات پر کان دھرے تو اس نے اس کی پرستش وعبادت کی ہے اب اگر وہ خدا کی طرف سے بول رہا ہے یعنی سچی اور حق کی بات کہہ رہا ہے تو اس سننے والے نے خدا کی عبادت کی ہے اور اگر وہ ابلیس کی طرف سے بات کرے یعنی جھوٹی اور باطل باتیں کہتا ہے تو سننے والے نے شیطان کی عبادت کی ہے اور اس کتاب میں یہ بھی مروی ہے کہ آنحضرت سے اس آیت کے متعلق پوچھا گیا "یتبعھم الغاوون" "ان کا اتباع گمراہ کرتے ہیں فرمایا اس سے مراد قصہ گو ہیں، اور اس آیت کی تفسیر میں "واذا رائت الذین یخوضون فی ایاتنا فاعرض عنھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ" "جب دیکھے تو ان لوگوں کو جو ہماری آیات میں گھستے ہیں تو ان سے اعراض وروگردانی کرو یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں گھسیں اور حضرت باقرؑ سے مروی ہے قصہ گو ان میں سے ہیں، یعنی یہ بھی ان لوگوں میں سے ہیں کہ جن کی ہم نشینی سے اعراض کیا جائے اور ان کی باتیں نہ سنی جائیں اور یہاں گفتگو طویل الذیل ہے اور اس مختصر میں بسیط کی گنجائش نہیں۔

باقی رہا غنا اور راگ تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کا سننا مطلقاً حرام اور مذموم ہے چاہے مصائب ومرثیہ خوانی سید الشہداءؑ میں ہو یا کسی اور چیز میں اور بہتر یہ ہے کہ یہاں ہم اس کلام پر اکتفاء کریں جو صاحب شفاء الصدور نے زیارت عاشور کی شرح میں نقل کی ہے، فرماتے ہیں کہ علماء امامیہ کا اجماع واتفاق ہے کہ غنا حرام ہے فی الجملہ، کتاب کافی میں ہے اور سند محمد بن مسلم تک پہنچتی ہے کہ

حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ غنا پر خدا نے جہنم کا وعدہ کیا ہے اور آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔

"ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل بہ عن سبیل اللہ بغیر علم و یتخذھا ھزوا اولئك لھم عذاب مھین"

خلاصہ معنی یہ ہے کہ بعض لوگ لہو حدیث کو خرید کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ لوگوں کو علم کے بغیر راہ حق سے گمراہ کریں اور خدا کے راستہ کا استہزا کرتے ہیں، ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں ذلیل و خوار کرنے والا عذاب ہے اور اس مقام پر لہو الحدیث کی تفسیر غنا کے ساتھ ہوئی ہے اور اس معنی کا روایات اہل بیتؑ میں ممکن ہے فی الجملہ تواتر کا دعویٰ کیا جائے اور بعض اخبار میں قول زور کی تفسیر غنا ہے اور غنا کی حقیقت اور معنی لہو و لعب والی آواز ہے چاہے اس میں آواز کو پھیرا جائے، یا آواز کی تقطیع ہو اور اس کو موزوں کرنے سے حاصل ہو جیسا کہ لحن جو تصنیف سے مشہور ہے اور نوحے اس کے موازین پر مشہور ہیں اور اس حکم کی عمومیت کی تصریح کی ہے، شیخ فقہا اکبر شیخ جعفر نے شرح قواعد میں اور بناء پر مشہور اس کی حرمت میں مراثی سید الشہداءؑ اور دوسری چیزوں میں کوئی فرق نہیں اور غنا میں آواز کا اچھا اور عمدہ ہونا شرط نہیں، بلکہ معیار وہ آواز ہے کہ جس کے ساتھ اہل فسوق حال طرب و خوشی میں لہو و لعب کرتے ہیں اور عرف میں اسے گانا کہتے ہیں جو کچھ پڑھا جائے سب حرام اور جہنم میں داخل ہونے کا سبب ہے، اور اگر فضائل اہل بیتؑ کا نشر کرنا مستحب ہے تو جھوٹ اور غنا حرام اور باطل ہیں اور مناسب ہے کہ یہاں شیخ اجل اعظم اسعاد من تاخر و تقدم حجۃ الفرقۃ العاجیہ علامۃ الملۃ الزاکیہ شیخنا الاستاذ الاکبر نور اللہ ضریحہ المطہر کا کلام مکاسب سے نقل کیا جائے اس شخص کے رد میں جو گمان کرتا ہے کہ غنا مرثیوں میں زیادہ رونے اور درد انگیزی کا سبب ہے، فرماتے ہیں کہ غنا کا معین اور مددگار بکاء و رونا ممنوع ہے کیونکہ آپ معلوم کر چکے کہ غنا لہو و لعب کی آواز ہے اور لہو و لعب کو رونے اور دردناک ہونے سے کوئی تناسب نہیں، بلکہ بناء برظاہر تعریف و مشہور کو جو غنا کو ترجیع مطرب (ایسا آواز کو پھیرنا جو خوش کرے) سمجھتے ہیں، ایسا ہی ہے کیونکہ طرب مطلق اختلاف حالت کا نام ہے اب جو طرب غنا سے حاصل ہو اگر وہ سرور ہے تو وہ تفجع اور اظہار غم سے منافات رکھتا ہے نہ کہ اس پر معین و مددگار ہے اور اگر وہ حزن ہے تو وہ حزن اس لحاظ سے ہے جو نفوس حیوانیہ میں شہوات نفسانیہ کے مفقود ہونے سے مرکوز ہے نہ اس وجہ سے کہ جو سادات زمان اور عترت خاتم پیغمبرانؐ پر مصائب وارد ہوئے ہیں اور اگر فرض کرلیں کہ یہ معاون ہے تب بھی کسی مستحب یا مباح کا کسی چیز پر موقوف ہونا اس کی اباحت کی دلیل نہیں ہے بلکہ وہاں دلیل حرمت کا خیال رکھنا پڑے گا، اگر حرمت پر دلیل ہوئی تو فبہا ورنہ بحکم اصل محکوم باباحۃ ہوگا، بہتر صورت غنا کے مباح ہونے پر اس سے تمسک جائز نہیں، کہ وہ مقدمہ ہے ایک فعل غیر حرام کا اور جو کچھ اس قائل کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ فرما رہے ہیں کہ مراثی میں طرب نہیں ہوتا تو ان کی نگاہ ان مراثی پر ہوگی جو اہل دیانت میں متعارف ہیں کہ جن کا مقصد مراثی سے اظہار درد و الم کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا، گویا ان کے زمانے میں اس قسم کے مرثیے پیدا نہیں ہوئے تھے کہ جن پر اہل لہو و لعب اور خوشی وقتی کرنے والے مرد و عورتیں اکتفاء کرتے ہیں جو کہ

مجالس لہو وطرب اعواد و اوتار میں تغنی بقصب و مزمار حاضر ہوتے ہیں جس طرح کہ ہمارے زمانے میں رائج ہے، جیسا کہ جناب رسول خداؐ نے ان جیسی چیزوں کی خبر دی تھی جہاں فرماتے ہیں "یتخذون القرآن" ۔

جیسا کہ زیارت سید الشہداؑ کا سفر بہت سے خوش حال لوگوں کے لئے لہو ولعب و سیر و تفریح کو سفر ہو گیا ہے اور پیغمبر اکرمؐ نے اسی قسم کی خبر دی تھی سفر حج کے متعلق اور فرمایا کہ میری امت کے دولت مند لوگ سیر و تفریح کے لئے حج کریں گے اور درمیانہ طبقہ تجارت کے لئے اور فقراء و مساکین شہرت کے لئے اور گویا حضورؐ کا ارشاد گرامی کتاب عزیز کی طرح ہے جو وارد ہوا ہے ایک مورد میں اور جاری ہے اپنے نظیر و مثیل میں یہاں تک مکاسب شیخ قدس اللہ نفسہ و روح رمسہ کی عبارت کا ترجمہ ہے اور چونکہ عموماً اس ملت و مذہب والے عالم ہوں کہ غیر عالم اس پیشوائے مقدم اور قدوہ معظم کے کلام کو بمنزلہ نصوص سمجھتے ہیں لہذا بہتر ہے کہ وہ تامل کریں اور اسے دستور العمل اور سرمشق رفتار خود قرار دیں اور اس دستور و قرارداد سے قدم آگے نہ بڑھائیں اور اسلام کے عظیم ترین مصائب میں سے یہ مصیبت ہے کہ اگر کوئی غیرت مند مومن اس مصیبت کی شدت کی وجہ سے جان دیدے تو قابل ملامت نہیں کہ لہو ولعب کے خواہشمند اور ہوا پرست لوگ اہل بیت طہارت کے نام (کہ جن کی خداوند عالم نے قرآن عظیم میں کرامت و بزرگی کے ساتھ تعریف کی ہے مثل جناب زینبؑ و جناب سکینہ) آلات لہو ولعب میں لیں اور جس طرح آلات لہو ولعب میں کچھ لوگوں کے نام دو تین مرتبہ لئے جانے میں مثل لیلیٰ و سلمیٰ کے ان کے اسماء گرامی کی تکرار کریں اور آل رسولؐ کے مصائب بنی امیہ اور آل مروان کی سیرت پر عیش و عشرت اور غناو ترنم کے طور پر بیان کریں اور اگر کوئی شخص اس میں تامل کرے تو اس کام کو حد فسق سے گزر کر گریبان کفر و الحاد سے اس کا سر نکالے" نعوذ باللہ من الخذلان وعلیہ الھویٰ مکیدۃ الشیطین انتھی " کتاب اربعین الحسینیہ کے مقدمہ میں نصیحت بالغہ اور موعظہ جامعہ ذکر ہوا ہے کہ جس کا یہاں وارد کرنا مناسب اور ضروری ہے کہ مذہب حقہ کے متدین لوگ اس سے آگاہ ہوں کیونکہ ہمارے زمانہ میں مذہب شیعہ اثنا عشریہ کا کوئی شعار مراسم عزاداری اور مصائب سید الشہداؑ مظلوموں کے سردار سے زیادہ شائع نہیں ہے بلکہ اکثر سنن و آداب شرعی مجہور و متروک ہو چکے ہیں سوائے سید الشہداؑ کے متوسل ہونے کے جو کہ شیعوں کی امید کا سہارا ہے اور دن بدن ترقی و کمال کی طرف بڑھ رہا ہے، لہذا مناسب ہے کہ اس عمل کی حدود اس طرح مضبوط و معین ہوں کہ یہ قواعد شریعت مقدسہ کے مطابق ہو اور اس میں مذاہب خارجہ طعن و اعتراض کی گنجائش باقی نہ رہے اور چونکہ اس زمانہ میں معاشرت اور مکمل میل جول ہو چکا ہے، اس مذہب والوں کا دوسرے مذہب کے لوگوں سے اور واقعہ کربلا اور ابتلائے سید الشہداؑ اکثر تواریخ ملل میں مذکور و منضبط ہے مناسب ہے کہ عزاداری کے مجامع امور مبتدعہ اور منہیات شرعیہ سے مکمل طور پر محترز اور محفوظ رہیں مثلاً ساز بجانے اور طرب آمیز گانے اور بسا اوقات مجالس لہو ولعب بعض مجامع عزاداری میں درست کئے جاتے ہیں اور ایک حدیث میں ایسے لوگوں کی حالت بیان کی گئی ہے کہ" یطلبون الدنیا باعمال الاخرۃ " کہ اعمال آخرت کے ذریعہ دنیا چاہتے ہیں، حالانکہ یہ حرکتیں ثوابہائے عظیمہ سے محرومی کا سبب بنتی ہیں اور شیطان کو بھرپور دشمنی ہے، نوع انسانی کے ساتھ پس جس عمل میں نفع زیادہ ہوتا ہے شیطان کی توجہ اس عمل کے فاسد کرنے کی طرف زیادہ ہوتی ہے، مثلاً امام حسینؑ سید الشہداؑ سے توسل کرنا جو کہ بداہت دینی اور اخبار آئمہ طاہرین علیہم السلام کی بناء

پر فلاح ونجات دنیا وآخرت کا سبب ہے اور جو عمل فوائد دنیویہ کا سبب ہو نا اہل لوگ اس پر پوری توجہ اور ہجوم عام کرتے ہیں، مثلاً ذکر مصائب جو کہ وسائل معاش کا معتبر ذریعہ ہے اور اس میں جہت عبادت پر کم نظر ہوتی ہے اب رفتہ رفتہ معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ علماء مذہب کے مجمعوں میں صریح جھوٹ بولتے ہیں لیکن ان کے لئے اس منکر کی نہی اور اس سے روکنا میسر اور آسان نہیں، اور کئی ایک ذاکرین مصائب رونے والے واقعات کے گھڑنے کی پرواہ نہیں کرتے اور بعض اوقات ایک بات گھڑی اور اپنے آپ کو اس حدیث کا مصداق فرض کرتا ہے کہ "من ابکی فلہ الجنۃ" جو رلائے اس پر جنت واجب ہے، اور استبداد زمانہ کی وجہ سے یہ جھوٹی باتیں نئی تالیفات میں شائع ہو جائیں گی اور جب کوئی محدث مطلع امین ان جھوٹی باتوں سے منع کرے گا تو پڑھنے والا کسی چھپی ہوئی کتاب یا سنی ہوئی بات کی طرف نسبت دے گا یا قاعدہ تسامح اور ادلہ سنن سے تمسک پکڑے گا اور ان کمزور منقولات کی اسے دستاویز قرار دے گا اور ملل خارجہ کی ملامت اور سرزنش کا سبب بنے گا، مثل ان چند باتوں کے جو کتب جدیدہ میں چھپ چکی ہیں، حالانکہ اہل علم وحدیث کے ہاں ان کا نام ونشان ہی نہیں ہے، مثلاً جناب قاسم کی شادی کربلا میں ہونا جو کہ کتاب روضۃ الشہداء فاضل کاشفی میں نقل ہوئی ہے اور شیخ طریحی نے (جو کہ اجلاء علماء اور معتمدین میں سے ہیں) اس سے نقل کیا ہے لیکن کتاب منتخب میں بہت سے تسامحات کئے گئے ہیں جو اہل بصیرت واطلاع سے مخفی و پوشیدہ نہیں۔ انتہی

نصح وتحذیر (نصیحت اور ڈرانا)

کس قدر شائستہ اور لازم ہے سلسلہ جلیلہ اہل منبر اور ذاکرین مصائب سید مظلومؑ کے لئے جنہوں نے کمر ہمت باندھ لی ہے اور علم تعظیم شعائر اللہ اپنے کندھے پر اٹھایا ہوا ہے اور مشعر عظیم کی تنظیم کے لئے اپنی جانیں قربان کر رکھی ہیں، کہ وہ ملتفت رہیں کہ یہ عبادت بھی باقی عبادات کی طرح ہے اور یہ عمل اس وقت عبادت ہے کہ جب اس کے بجالانے کے وقت سوائے رضائے خدا اور خوشنودی رسول خدا وآئمہ ہدیٰ صلوات اللہ علیہم اجمعین کے اور کوئی غرض ومقصد نظر میں نہ ہو اور جو مفاسد اس بزرگ کام پر طاری اور اس میں جاری وساری ہیں ان سے بچیں تا کہ کہیں العیاذ باللہ اس عبادت عظیم پر تحصیل مال وجاہ کے لئے اقدام کریں اور جھوٹ بولنے میں مبتلا ہوں اور خدا پر حجج طاہرہ اور علماء اعلام پر افترٰی باندھنے غنا کرے اور نوخیز لڑکوں اہل فسق کے الحان میں اپنے سے پہلے پڑھانے اور اجازت کے بغیر بلکہ صراحتہ منع کرنے کے باوجود لوگوں کے گھر جا کر منبر پر جانے اور گریہ نہ کرنے کی صورت میں حاضرین کو کلمات بلیغہ سے آزردہ خاطر اور دعا کرتے وقت باطل کی ترویج اور آنے سے پہلے اور ایسے اشخاص کی مدح کرنا اور ظالموں کی اعانت کرنا اور مجرم لوگوں کو مغرور کرنا اور فاسقین کو جرات دلانا اور لوگوں کی نگاہ میں گناہوں کو چھوٹا ظاہر کرنا جو لائق تعریف نہیں اور بزرگان دین کی توہین کرنا اور اسرار آل محمد کو افشاء کرنا اور فتنہ وفساد برپا کرنا اور ایک حدیث کو تدلیس کر کے دوسری سے ملانا اور غلط آراء کی بناء پر آیات شریفہ کی تفسیر کرنا اور معانی باطلہ و فاسدہ کے ساتھ روایات نقل کرنا اور اہل فتویٰ نہ ہونے کے باوجود فتویٰ دینا چاہے حق ہو یا خلاف حق اور انبیاء عظام و اولیاء کرام علیہم السلام کی

تنقیص کرنا آئمہ معصومین علیہم السلام کے مقامات کو بزرگ و بلند کر کے اور کلام کو زینت دینے اور مجلس کی رونق بڑھانے کے لئے اہل کفر کی باتوں اور ہنسانے والی حکایات اور فاسق و فاجر لوگوں کے اشعار (جو دہرے مطالب رکھتے ہیں) سے متوسل ہونا اور مراثی کے جھوٹے اشعار کو زبان حال کے عنوان سے صحیح بنانا اور مسائل اصول دین میں شبہات کا ذکر کرنا بغیر ان کے تردیدی بیان کے یا اس کی قوت نہ رکھتے ہوئے اور ضعفاء مسلمین کے عقائد کے ستون خراب کرنے اور ایسی چیزوں کو بیان کرنا جو عصمت و طہارت اہل بیت نبوت سے منافات رکھتی ہیں اور اپنی گفتگو کو بہت سے اغراض فاسدہ کی بناء پر طول دینا اور حاضرین کو اوقات فضیلت نماز سے محروم رکھنا اور اس قسم کے مفاسد جو بے حد و حصر ہیں اور اس سے بچے کہ مبادا العیاذ باللہ اس زمرہ میں داخل ہو، جنہوں نے مقدسات وعظ کو آگے رکھا ہوا ہے اور جو کبھی کبھی امیر المومنینؑ کے خطب بلیغہ اور مواعظ شافیہ اور آپ کی رفتار و کردار کو بیان کرتے ہیں اور لوگوں کو زحمت دینا اور اس کے آفات و مہلکات سے ڈراتے ہیں اور بعض و زہد دنیا کی لوگوں کو ترغیب و تحریص کرتے ہیں اور دین کے پیشوا خواص اصحاب اور علماء راشدین کی حالت سے استشہاد کرتے ہیں اور کبھی احوال نفس اور اس کی صفات خوف و رجاء و توکل و رضا اور رذائل خبیثہ اور صفات قبیحہ وغیرہ سے گفتگو کرتے اور اپنی یادداشت کتاب غزالی وغیرہ سے نہایت فصاحت و بلاغت اور بے توقف و لکنت بیان کرتے ہیں اور ان مراتب سے مناسب آیات و روایات کو مرتب و منظم کیا ہوا ہے اور ایسے کلمات جن میں سجع و قافیہ کو درست کیا ہوا ہے ذکر کرتے ہیں، اور بے چارہ یہ سمجھ بیٹھتا ہے کہ ان باتوں کے بیان کرنے سے وہ خود بھی ان صفات سے متصف ہے، حالانکہ ان صفات میں ایک پست ترین عام آدمی سے بھی اس نے ترقی نہیں کی ہوتی اور وہ مردار دنیا پر اتنا فریفتہ ہے اور اس کے خبائث و رذائل سے اتنا آلودہ ہے کہ اگر صاحب مجلس اس کے آنے یا جانے کے وقت اس سے غفلت برتے اور جن لوازم تکریم و توقیر کی اس سے توقع رکھتا ہے ان پر وہ عمل نہ کرے یا اس کو مجلس کا آخری ذاکر نہ قرار دے کہ جس پر مجلس ختم ہو تو درہم و برہم (پیچ پا) ہو جاتا ہے اور گلہ و شکوہ کرتا ہے اور اس رسوا کرتا ہے اور اس کے باوجود بھی اپنے آپ کو اہل اللہ اہل آخرت اور سید الشہداء علیہ السلام روحی فداہ کے نوکروں اور غلاموں کے زمرہ میں شمار کرتا ہے اور یہ گمان کرتا ہے کہ چند منبری باتیں یاد کر لینے سے وہ تمام خصائل خباثات سے عاری و بری ہے اور اخلاق رذیلہ تو صرف عوام اور مجلس سننے والے لوگوں میں ہیں حالانکہ دانائے بصیر اور عیوب نفس کی جستجو کرنے والے شخص کے لئے منکشف اور واضح ہے کہ ایسے شخص کی حالت اس چراغ جیسی ہے جو خود کو جلاتا ہے اور دوسروں کو روشنی دیتا ہے اور وہ غاوین کے زمرہ میں داخل ہے جو اس آیت میں ہیں "فکبکبو فیھا ھم والغاوون" "پس جہنم میں ڈال دو ان کو اور گمراہوں کو اور اس آیت میں شامل ہے "ان تقول نفس یاحسرتی علی ما فرطت فی جنب اللہ" "یہ کہ نفس کہے گا ہائے افسوس کہ میں نے خدا کے معاملہ میں کوتاہی کی ہے اور یہ آیت "اتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم" "کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے نفسوں کو بھلا دیتے ہو اور یہ آیت "لم تقولون ما لا تفعلون" "ایسی باتیں کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے اور دیگر آیات میں کیا خوب کہا ہے حافظ شیرازی نے۔

واعظاں کایں جلوہ درمحراب و منبر مے کنند
چوں بخلوت میروند آنکار دیگر مے کنند

مشکلے دارم ز دانشمند مجلس باز پرس
توبہ فرمایان چرا خود توبہ کمتر مے کنند
گوئیا باور نمے دارند روز داورے
کایں ہمہ قلب و دغل درکار داورے کنند

خداوند عالم فرماتا ہے کہ اے رسول! کیا میں تمہیں خبر نہ دوں ان لوگوں کی جن کے اعمال زیادہ خسارہ میں ہیں کہ جن کی کوشش زندگی دنیا میں گمراہ ہوگئی ہے اور یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم اچھے کام کررہے اب تک جو بیان ہوا یہ اہل منبر اور اس قسم کے لوگوں کے فرائض ووظائف ہیں، باقی رہے وہ لوگ جو اہل منبر سے بہرہ ور ہیں اور ان سے بے شمار فیوض وبرکات حاصل کرتے ہیں وہ صاحب مجلس ہوں یا اس کے علاوہ دوسرے حاضرین وسامعین تو انہیں چاہیے کہ ذاکر کی اعانت ورعایت توقیر واکرام اور اس پر انعام واحسان کریں، مال و زبان وباقی اعضاء وجوارح سے جتنا ان سے ہوسکے اور جتنے سے وہ عہدہ برآ ہوسکیں، اور جتنا کچھ وہ اس سے سلوک کریں گے وہ ہرگز اس حق کو پورا نہیں کرسکتے جو اس نے اس عمل سے ان پر پیدا کرلیا ہے کیونکہ جو اس سے کریں گے اور اسے مال دنیا میں سے دیں گے وہ جنت کے لباس کے ایک تار کے برابر بھی نہیں کہ جو لباس ہزاروں کی تعداد میں اس مجلس پڑھنے والے کے واسطہ سے انہیں ملیں گے۔ پس جو کچھ وہ دیں یا کریں کم ہے جیسا کہ سیرت مرضیہ آئمہ طاہرین اس گروہ اور ان جیسے لوگوں کے ساتھ ایسی ہی تھی کچھ دیر کے لئے ان احادیث و آثار کی طرف رجوع کریں اور دیکھیں کہ امام زین العابدینؑ فرزدق شاعر کو کس قسم کے عطیے دیتے تھے بعد اس کے کہ اس نے وہ مشہور قصیدہ پڑھا تھا اور غور کریں حضرت صادقؑ کے عطیہ کی طرف جو آپ نے اشجع سلمی کو دیا بعد اس کے کہ وہ حضرت کی عیادت کے لئے آیا تھا اور دو شعر اس نے پڑھے۔

الیسك اللہ عافیہ آپ کے پاس چار سو درہم تھے آپ نے وہ اسے عطا فرمائے، اشجع نے شکریہ کے ساتھ لئے اور چلا گیا، حضرت نے اسے واپس بلایا اور اس کو انگوٹھی دی جس کی قیمت دس ہزار درہم تھی اور امام رضاؑ کا دعبل خزاعی کو زیادہ رقم اور جبہ دینا، اور ایک روایت کے مطابق عقیق کی انگوٹھی اور سبز خز کا پیراہن دینا کہ جس میں ہزار رات گزاری اور ہر رات میں ہزار رکعت نماز پڑھی تھی اور ہزار ختم قرآن کیا تھا، یہ واقعہ مشہور ہے اور سید کی کتاب غرر ودرر میں منقول ہے کہ دعبل بن علی اور ابراہیم بن عباس جو ایک دوسرے کے دوست تھے حضرت ثامن الائمہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے جب کہ آپ ولی عہد ہو چکے تھے، تو دعبل نے قصیدہ پڑھا۔

مدارس ایات خلت من تلاوۃ
ومنزل وحی مقفر العرصات

آیات کی درسگاہ ہیں تلاوت سے اور منزل وحی کے آنے جانے والوں سے صحن خالی پڑے ہیں اور

ابراہیم نے قصیدہ پڑھا کہ جس کا پہلا شعر یہ تھا:

ازالت عزآء القلب بعد التجلد
مصارع اولاد النبی محمد

پس حضرت نے ان دونوں کو ان درہموں میں سے بیس ہزار درہم دیئے کہ جن پر مامون کے ساتھ آپ کے اسم مبارک کا سکہ لگا ہوا تھا پس دعبل اپنا آدھا حصہ درہموں کا لے کر قم میں آیا، اہل قم نے ان میں سے ہر ایک درہم دس درہموں کے بدلے خرید کیا، لہذا دعبل کا حصہ دراہم ایک لاکھ درہم ہو گیا، البتہ ابراہیم نے وہ اپنے پاس رکھے یہاں تک کہ اس کی وفات ہوئی۔

حضرت سید الشہداءؑ نے اس شخص کو کہ جس نے آپ کے ایک بیٹے کو سورہ الحمد کی تعلیم دی تھی ہزار اشرفی اور ہزار لباس عطا کیے تھے اور اس کا منہ مروارید سے بھر دیا اور یہ بھی فرمایا کہ میرا عطیہ اس کے عطیہ سے کیا مقابلہ کر سکتا ہے، اور آپ کے مکارم اخلاق کی فصل میں گزر چکا ہے کہ آپ نے چار ہزار درہم اس عرب کو عطا فرمائے جس نے آپ کی مدح میں یہ شعر پڑھا:

لن یخب الآن من رجاك ومن
حرك من دون بابك الحلقة

اب وہ ہرگز ناامید نہیں ہو سکتا جو آپ سے آرزو رکھے اور آپ کے دروازے کی کنڈی ہلائے اور اس بخشش کے باوجود آپ کو اس سے شرم محسوس ہو رہی تھی اور اس سے معذرت چاہتے ہوئے فرمایا اس کو لو اور میں تم سے معذرت چاہتا ہوں، اور امام کاظمؑ کے حالات میں آئے گا انشاءاللہ کہ عید نوروز کے دن منصور کے حکم سے آپ اس کی مسند پر بیٹھے اور لوگ آپ کی زیارت کے لئے آنے لگے اور ہر شخص اپنی وسعت وطاقت کے مطابق تحفہ ہدیہ لایا اور سب سے آخر میں ایک بوڑھا شخص حاضر ہوا اور عرض کیا میرے پاس کوئی ہدیہ نہیں سوائے تین اشعار کے جو میرے دادا نے آپ کے جد بزرگوار امام حسینؑ کے مرثیے میں کہے ہیں پس اس نے وہ تین اشعار پڑھے، حضرت نے فرمایا کہ میں نے تیرا ہدیہ قبول کیا اب بیٹھ جا، وہ بوڑھا بیٹھ گیا حضرت نے منصور کے پاس پیغام بھیجا کہ یہ اموال جو تحفہ وہدیہ کے عنوان سے جمع ہوئے ہیں انہیں کیا کرنا ہے منصور نے وہ تمام آپ کو دیئے اور حضرت نے وہ سب کے سب اس بوڑھے کو بخش دیے کہ جس نے مرثیہ پڑھا تھا، مورخ امین مسعودی رحمہ اللہ نے نزار یہ دیمانیہ کے تعصب کا سبب (جو کہ عباسیوں کی حکومت اور مروانیوں کی ہلاکت کا مقدمہ بنا تھا) مروج الذہب میں بیان کرتے ہوئے نقل کیا ہے کہ جب کمیت نے قصیدہ ہاشمیات کہا تو وہ بصرہ میں آیا اور فرزدق کے پاس گیا، اور وہ اشعار کہ جن کا پہلا شعر یہ ہے:

طربت وما شوق الی البیض اطرب
ولا لعبا منی و ذوالشیب یلعب

میں خوش ہوں لیکن سفید رنگ کی عورتوں کی ملاقات کے شوق سے نہیں اور نہ لہو ولعب سے خوش ہوں اور نہ بوڑھا آدمی لہو

ولعب کرتا ہے۔

فرزدق کے سامنے پڑھے اور فرزدق نے اس کی تصدیق اور تعریف کی اور اسے حکم دیا کہ انہیں مشہور کرو، پس کمیت مدینہ میں گیا اور ایک رات حضرت باقرؑ کی خدمت میں شرف یاب ہوا اور اپنے اشعار حضرت کو سنائے اور جب قصیدہ میمیہ شروع کیا اور اس شعر تک پہنچا۔

وقتيل بالطف غود رمنهم
بين غوغآ امعه وطغام

اور میدان کربلا وطف کا مقتول جو بدقماش اور کمینے لوگوں کے درمیان گھرا ہوا تھا، حضرت بہت روئے اور فرمایا اے کمیت اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں تجھے صلہ دیتا، لیکن اب میں تیرے لئے وہی الفاظ کہتا ہوں جو رسول خداؐ نے حسان بن ثابت کے لئے فرمائے تھے "لا زلت مويدا بروح القدس ما ذبيت عنا اهل البيت" جب تک تو ہم اہل بیتؑ کی عزت وحرمت سے دشمنوں کے حملوں کو روکتا رہے گا، اس وقت تک روح الامین تیری تائید کرے گا، پس کمیت حضرت کی خدمت سے اٹھ کر عبداللہ بن حسن کے پاس گیا اور اپنے اشعار انہیں بھی سنائے تو عبداللہ نے کہا میں نے ایک جاگیر زمین وچشمہ آپ ہے چار ہزار درہم پر خرید کی ہے اور یہ اس کی رجسٹری ہے پس وہ قبالہ اس کو دیا اور وہ زمین اسے بخش دی، کمیت کہنے لگا میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں میں اگر کسی اور کے لئے اشعار کہوں تو وہ دنیا اور مال دنیا کے لئے ہوتے ہیں لیکن خدا کی قسم آپ اہل بیت کی مدح میں سوائے خوشنودی خدا کے اور کوئی چیز نظر میں نہیں ہوتی۔

میں اس چیز کے مقابلہ میں جو کہ میں نے خدا کے لئے کی ہے مال وقیمت نہیں لیتا، عبداللہ نے زیادہ اصرار کیا تو قبول کر لیا اور کمیت اس ملک کا قبالہ لے کر چلا گیا، اور چند دنوں کے بعد عبداللہ کے پاس آیا اور کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں مجھے آپ سے ایک حاجت ہے عبداللہ نے کہا جو تمہاری حاجت ہوگی وہ پوری کی جائے گی، بتاؤ تمہاری کیا حاجت ہے، کہنے لگا کہ یہ قبالہ حاضر ہے آپ اپنی جاگیر واپس لے لیں اور وہ نوشتہ عبداللہ کے پاس رکھ دیا اور عبداللہ نے بھی قبول کر لیا اس وقت عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر نے چمڑے کا بنا ہوا جامہ اٹھایا اور اس کے چاروں کونے اپنے چار بچوں کے ہاتھ میں دیئے اور بنی ہاشم کے گھروں میں گردش کی اور کہا کہ اے بنی ہاشم یہ کمیت شاعر ہے جس نے تمہارے حق میں اشعار کہے ہیں جب کہ لوگ تمہارے فضائل بیان کرنے سے خاموش ہیں اور اس نے اپنا خون بنی امیہ کے سامنے بہہ جانے کے لئے پیش کیا ہے لہذا جتنا تم سے ممکن ہو اسے اس کا صلہ دو پس ہر ایک کے لئے جتنا ممکن ہوا درہم ودینار اس چمڑے میں ڈالتے گئے پھر ہاشمی خواتین کو بھی باخبر کیا تا کہ وہ بھی جتنا ممکن ہو سکے عطا کریں پس عورتوں نے بھی مقدور کے مطابق مال دیا یہاں تک کہ وہ اپنے زیور اتار کر کمیت کو دینے لگیں یہاں تک کہ کمیت کے لئے ایک لاکھ درہم جمع ہو گیا اور عبداللہ وہ سب چیزیں کمیت کے پاس لے آیا اور کہا:

يا ابا المستهل اتيناك بجهد المقل

اے ابو المستہل ہم تیرے پاس فقیر و بے مال لوگوں کی کوشش لے کر آئے ہیں ہم تجھ سے معذرت خواہ ہیں کیونکہ دشمنوں کی حکومت کے زمانے میں ہم زندگی بسر کر رہے ہیں اور اتنی ہی مقدار ہم جمع کر سکے ہیں اور اس میں عورتوں کے زیور بھی شامل ہیں جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو، پس ان چیزوں کے ساتھ اپنی معاش میں مدد حاصل کرو، کمیت نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ حضرات نے بہت زیادہ مال عطا کیا ہے لیکن میں آپ کی مدح کے سلسلے میں خدا اور اس کے رسولؐ کے علاوہ کوئی غرض نہیں رکھتا میں آپ سے کوئی چیز لینے کے لئے تیار نہیں ہوں، یہ جن جن حضرات کا مال ہے انہیں واپس کر دیجئے، پس عبداللہ نے کتنی ہی کوشش کی لیکن کمیت نے قبول نہ کیا۔الخ

اہل سنت کی روایات میں ہے کہ صاعد کمیت کا غلام کہتا ہے کہ میں کمیت کے ساتھ حضرت باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کمیت نے آپ کی خدمت میں وہ قصیدہ پڑھا جس کا پہلا شعر یہ ہے "من لقلب متیم مشتاق" کون ہے، اس دل کے لئے جو ذلیل و سرگردان کر دیا گیا ہے، الخ۔ حضرت نے فرمایا "الھم اغفر للمیت" خدایا کمیت کو بخش دے، خدایا کمیت کو معاف کردے اور صاعد کہتا ہے کہ ایک روز کمیت حضرت کی خدمت میں گیا تو آپ نے ایک ہزار دینار اور ایک جوڑا لباس کمیت کو عطا کیا، کمیت نے دینار تو واپس کر دیئے البتہ لباس تبرک و تیمن کے لئے قبول کر لیا وہ کہتا ہے کہ ایک دن ہم جناب فاطمہؑ بنت الحسینؑ کے در دولت پر گئے تو جناب فاطمہؑ نے فرمایا یہ ہم اہل بیتؑ کا شاعر ہے اور اس کے سامنے ستو کا ایک پیالہ پیش کیا کمیت نے وہ ستو پیا اس وقت بی بی نے حکم دیا کہ تیس دینار اور ایک سواری کمیت کو دی جائے کمیت رونے لگا اور کہنے لگا خدا کی قسم میں یہ قبول نہیں کروں گا، میں نے آپ اہل بیتؑ سے مال دنیا کے لئے دوستی اختیار نہیں کی۔

اور اس قسم کے واقعات بہت ہیں اور اس قدر طوالت بعض نفوس ناقصہ کی تنبیہ کے لئے کی ہے جو کہ سید الشہداءؑ کی عزاداری کی مجالس کراتے ہیں، اور وہ مجالس کے دنوں میں کتنی توہین اور تخفیف کرتے ہیں سلسلہ جلیلہ اہل ذکر و اہل مرثیہ کی اور وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ تھوڑی بہت مدد جو مدت مدیہ کے بعد روضہ خوان کی وہ کرتے ہیں، اس سے انہوں نے ذاکر کو خرید کر لیا ہے، اور طوق بندگی اس کے گلے میں ڈال دیا ہے اور کس قدر ان کو امر و نہی کرتے ہیں، اور کتنی بے جا توقعات ان سے رکھتے ہیں علاوہ ازیں اور خرابیاں اور مفاسد جو ان لوگوں میں ہیں۔ وہ بہت زیادہ ہیں اور ان باتوں سے ان کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔

"وهل يصلح العطار ما افسد الدهر لكن للعالم ان يظهر علمه نبهنا الله

واياكم من رقدة الغفلة والسلام على من اتبع الهدى"

کیا عطار اسے درست کر سکتا ہے جسے زمانہ نے فاسد کر دیا ہو، لیکن عالم کو چاہیے کہ علم کو ظاہر کرے۔

خدا ہمیں اور تمہیں غفلت کی نیند سے بیدار کرے اور سلام اس کے لئے ہے جو ہدایت کا اتباع کرے کتاب منتھی الامال فی ذکر تواریخ النبی والآل کی جلد اول اس کے مولف عباس بن محمد رضا قمی کے ہاتھ سے ختم ہوئی اور اس کے بعد

دوسری جلد انشاء اللہ تعالیٰ امام زین العابدین علیہ السلام کے حالات سے شروع ہوگی۔

بروز پیر بوقت دس بج کر پچیس منٹ رات بتاریخ ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۹۳ ہجری بمطابق ۱۴ مئی ۱۹۷۳ء کتاب احسن المقال ترجمہ منتہی الآمال حقیر پر تقصیر سید صفدر حسین نجفی ولد سید غلام سرور نقوی مرحوم کے ہاتھ سے اس کے اپنے مکان واقع مسلم کالونی، گلی نمبر ۶ نزد وسن آباد لاہور، پر اختتام پذیر ہوئی۔

والحمد للہ اولا وآخرا وصلی اللہ علی محمد وآلہ الطاہرین اجمعین۔

احقر سید صفدر حسین نجفی

کتاب منتہی الآمال فی تاریخ النبی والآل جلد دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی محمد والہ خیر الوریٰ

امابعد یہ دوسری جلد ہے کتاب منتہی الآمال فی تواریخ النبی والآل علیہم السلام کی جو تالیف ہے، اس فقیر بے بضاعت متمسک باحادیث اہل بیت رسالت عباس بن محمد رضا قمی عفی اللہ عن جرائمہا کی اور یہ کتاب شریف چھٹے باب اور چودھویں تک کے باقی ابواب پر مشتمل ہے میں اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ مجھے اس کے پورا کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ اور اس کے خاتمہ تک پہنچنے کی سعادت حاصل کرنے پر کامیابی دے بے شک وہ قریب اور دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔

چھٹا باب

حضرت سید الساجدین امام الزاہدین جناب علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام کی تاریخ و حالات کی اس میں چند فصول ہیں۔

پہلی فصل

آنجناب کی ولادت نام لقب اور کنیت کا بیان:

واضح ہو کہ آپ کی تاریخ ولادت میں بہت زیادہ اختلاف ہے اور شاید سب سے زیادہ صحیح قول پندرہ جمادی الاولی ۳۶ھ چھتیس ہجری یا پانچ جمادی الاول ۳۸ ہجری ہو، آپ کی والدہ محترمہ مخدرہ علیا شہر بانو بنت یزدجرد بن شہر یار بن پرویز بن ہرمز بن نوشیروان بادشاہ ایران تھیں، اور بعض علماء نے شہر بانو کی بجائے شاہ زنان کہا ہے، جیسا کہ ہمارے شیخ حر عاملی نے اپنے ارجوزہ میں فرمایا ہے "وامه ذات العلى والمجد شاه زناں بنت يزد جر دوهو ابن شهر يار ابن كسرى ذوسوهد ليس يخاف كسرى"۔

علامہ مجلسی جلاء العیون میں فرماتے ہیں کہ ابن بابویہ نے سند معتبر کے ساتھ امام رضاؑ سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن عامر نے جب خراسان کو فتح کیا، تو اس نے یزدجرد ایران کے بادشاہ کی دو بیٹیاں گرفتار کر کے عثمان کے لئے بھیجیں تو ان میں سے ایک امام حسنؑ کو اور دوسری امام حسینؑ کو دی گئی اور جو شہزادی امام حسینؑ کے حصہ میں آئی اس سے امام زین العابدینؑ پیدا ہوئے، اور جب حضرت اس مخدرہ سے پیدا ہوئے تو وہ خاتون رحمت خداوندی سے جاملیں، اور دوسری خاتون کی وفات بھی پہلے فرزند کی ولادت کے بعد ہوگئی، پس امام زین العابدینؑ کی تربیت امام حسینؑ کی ایک کنیز نے کی کہ جسے حضرت ماں کہتے تھے اور جب امام حسینؑ شہید ہو گئے تو امام زین العابدینؑ نے اس کنیز کی شادی ایک شیعہ مومن کے ساتھ کر دی اور لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا کہ امام زین العابدینؑ نے اپنی والدہ کی شادی ایک شیعہ سے کر دی۔

مولف کہتا ہے کہ یہ حدیث اس واقعہ کے ساتھ مخالفت رکھتی ہے جو اولاد امام حسینؑ کی فصل میں گزر چکا ہے کہ جناب شہر بانو عمر کے زمانہ میں لائی گئی تھیں، شاید کسی ایک راوی نے اشتباہ کیا ہے اور جو روایت وہاں ذکر ہوئی ہے وہ زیادہ مشہور و قوی ہے، جیسا کہ قطب راوندی نے سند معتبر کے ساتھ امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جب ایران کے آخری بادشاہ یزدجرد بن شہر یار کی بیٹی عمر کے پاس لے آئے اور وہ مدینہ میں داخل ہوئیں، تو مدینہ کی تمام لڑکیاں اس کا حسن و جمال دیکھنے کے لئے گھروں سے باہر آگئیں اور مسجد مدینہ ان کے

چہرہ کی تابانی سے روشن ہوگئی، جب عمر نے چاہا کہ اس مخدرہ کا چہرہ دیکھے تو وہ مانع ہوئی اور کہنے لگی کہ سیاہ ہو جائے، ہرمز کا زمانہ کہ تو اس کی بیٹی کی طرف دست درازی کر رہا ہے عمر نے کہا کہ یہ مجوسی کی لڑکی مجھے گالیاں دے رہی ہے، اور چاہا کہ اسے اذیت و تکلیف پہنچائے حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا جس گفتگو کو تو سمجھ نہیں سکتا اس سے تجھے کیسے معلوم ہوا کہ وہ گالی ہے، پس عمر نے حکم دیا کہ لوگوں میں منادی کی جائے، اور اس لڑکی کو بیچ دیا جائے، حضرت نے فرمایا بادشاہوں کی لڑکیوں کو بیچنا جائز نہیں چاہے وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں، البتہ اس کو مختار قرار دو کہ وہ کسی ایک مسلمان کا انتخاب کرے اور اس سے تو اس کی شادی کر دے اور اس کا حق مہر بیت المال میں سے اس شخص کو عطیہ میں حساب کرے، عمر نے آپ کا یہ ارشاد قبول کر لیا اور کہنے لگا اہل مجلس میں سے کسی کو انتخاب کرلو، وہ سعادت مند آگے بڑھی اور اپنا ہاتھ امام حسینؑ کے کندھے پر رکھ دیا، پس حضرت امیر المومنینؑ نے فارسی زبان میں اس سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے، اے کنیز عرض کیا کہ جہاں شاہ، حضرت نے فرمایا بلکہ تیرا نام تو شہربانو رکھا گیا تھا، عرض کیا کہ یہ تو میری بہن کا نام ہے، حضرت نے فارسی زبان میں فرمایا تو سچ کہتی ہے، پھر آپ نے امام حسینؑ کی طرف رخ کیا اور فرمایا کہ اس نیک بخت کی نگہبانی کرنا اور اس سے نیک سلوک کرنا کیونکہ اس سے ایسا بچہ پیدا ہوگا، جو تمہارے بعد تمام اہل زمین سے بہتر ہوگا، اور یہ میری ذریت طیبہ میں سے اوصیاء کی ماں ہے۔

پس حضرت امام زین العابدینؑ اس سے پیدا ہوئے، اور روایت کی ہے کہ اس سے پہلے کہ لشکر اسلام ان تک پہنچے شہربانو نے عالم خواب میں دیکھا کہ جناب رسول خداؐ ان کے گھر میں امام حسینؑ کے ساتھ داخل ہوئے اور حضرت کے لئے اس کی خواستگاری کی اور ان سے اس کی شادی کر دی شہربانو کہتی ہیں کہ جب صبح ہوئی تو اس خورشید فلک امامت کی محبت میرے دل میں جاگزین ہوگئی، اور میں ہمیشہ آپ کے خیال میں ڈوبی رہتی، جب دوسری رات آئی تو میں نے عالم خواب میں جناب فاطمہؑ کو دیکھا کہ وہ میرے پاس تشریف لائیں اور میرے سامنے اسلام کو پیش کیا اور میں اس مخدرہ کے دست حق پر مسلمان ہوگئی، تو آپ نے فرمایا کہ عنقریب مسلمانوں کا لشکر تیرے باپ پر فتح پائے گا اور تجھے قید کرلیں گے، اور بہت جلدی تو میرے بیٹے حسینؑ تک جا پہنچے گی، اور خدا کسی کو تجھ پر دست درازی نہیں کرنے دے گا، یہاں تک کہ میرے بیٹے تک پہنچ جائے اور اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت کی کہ کسی کا ہاتھ مجھے نہ لگا، یہاں تک کہ مجھے مدینہ میں لے آئے اور جب میں نے امام حسینؑ کو دیکھا تو میں پہچان گئی کہ یہ وہی بزرگوار ہیں جو عالم خواب میں رسول اللہؐ کے ساتھ میرے پاس تشریف لائے تھے اور رسول خداؐ نے میرا ان سے نکاح کیا تھا، اس لئے میں نے آپ کو ہی منتخب کیا تھا۔

اور شیخ مفید نے روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ نے حریث بن جابر کو بلاد مشرق میں سے ایک شہر کا حاکم بنایا اور اس نے یزدجرد کی دو بیٹیاں حضرت کی خدمت میں بھیجیں جن میں سے ایک کا نام شاہ زنان تھا جو آپ نے امام حسینؑ کو دی اور اس سے امام زین العابدینؑ پیدا ہوئے، اور دوسری محمد بن ابوبکر کو عطا فرمائی اور اس سے قاسم جناب صادقؑ کے نانا پیدا ہوئے، لہذا قاسم امام زین العابدینؑ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ انتہیٰ [1]

[1] مترجم کہتا ہے کہ یہی آخری روایت صحیح ہے جیسا کہ بعض علماء اہلسنت نے بھی اسے تسلیم کیا ہے اور اپنے مقام پر تفصیل سے مذکور ہے ورنہ عمر اور عثمان کا امام حسینؑ کو ایران کی شہزادی دے دینا بعید معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ ان کی سیرت سے معلوم ہے۔)

باقی رہی آپ کی کنیت اور القاب تو واضح ہو کہ آپ کی زیادہ مشہور کنیت ابوالحسن اور ابو محمد ہے، اور آپ کے مشہور القاب زین العابدین سید الساجدین والعابدین زکی امین سجاد ذوالثفنات ہیں، آپ کے نگینہ پر نقش حضرت صادقؑ کی روایت کے مطابق "الحمد للہ العلی" تھا اور امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ العزۃ للہ اور حضرت ابوالحسن موسیٰ کاظمؑ کی روایت ہے کہ خزی و شقی قاتل الحسین بن علی علیہ السلام تھا، ابن بابویہ نے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ میرے والد علی بن الحسینؑ جب بھی کسی نعمت کو یاد کرتے تو اس کے شکرانہ میں سجدہ کرتے اور قرآن کی آیت سجدہ کی جب تلاوت کرتے تو سجدہ کرتے اور جب خداوند عالم کسی برائی کو ان سے دور کرتا کہ جس کا انہیں ڈر ہوتا، یا کسی مکر کرنے والے کے مکر کو ان سے پھیر دیتا تو سجدہ کرتے اور جب واجب نماز سے فارغ ہوتے تو سجدہ کرتے اور جب آپ دو اشخاص کے درمیان مصالحت کراتے تو اس کے تشکر میں سجدہ کرتے اور سجدہ کا اثر و نشان آپ کے تمام مواضع سجود میں تھا، اسی لئے آپ کو سجاد کہتے تھے، امام محمد باقرؑ سے یہ بھی روایت ہے کہ میرے والد کے سجدہ کی جگہوں میں نشان واضح اور ابھرے ہوئے تھے کہ جن کے بڑھاؤ کو آپ سال میں دو مرتبہ کٹواتے تھے، اور ہر مرتبہ پانچ جگہوں کے گٹے کٹواتے تھے، اس لئے آپ کو ذوالثفنات (گٹوں والے) کہتے ہیں۔

مولف کہتا ہے کہ ثفنہ واحد ہے ثفنات البعیر کا یعنی اونٹ کے وہ حصے جو اس کے بیٹھنے کے وقت زمین پر لگتے ہیں اور سخت جان ہو جاتے اور گٹے بن جاتے ہیں، مثلاً گٹے وغیرہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی پیشانی دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں اور گھٹنوں پر کثرت سجدہ کی وجہ سے گٹے بن جاتے۔ اور اونٹ کے گٹوں کی طرح ابھر آتے ہر سال دو مرتبہ کٹاتے اور وہ پھر ظاہر و آشکار ہو جاتے، نیز روایت ہے کہ جب زہری حضرت علیؑ بن الحسینؑ سے روایت کرتے کہ مجھے زین العابدین علیؑ بن الحسین نے خبر دی ہے۔ سفیان بن عینیہ نے پوچھا کہ حضرت زین العابدین کیوں کہتے ہو، کہنے لگا اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے سعید بن مسیب سے سنا ہے اس نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا، جب قیامت کا دن ہوگا تو منادی ندا کرے گا کہ زین العابدین کہاں ہے، پس گویا میں دیکھ رہا ہوں میرا بیٹا علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب علیہم السلام اس وقت پورے وقار و سکون کے ساتھ اہل محشر کی صفوں کو چیرتے ہوئے آئے گا اور کشف الغمہ میں ہے کہ آپ کے زین العابدین کے لقب سے ملقب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ایک رات آپ محراب میں عبادت تہجد کے لئے کھڑے ہوئے تھے، پس شیطان ایک بہت بڑے اژدھا کی صورت میں ظاہر ہوا تا کہ حضرت کو عبادت سے اپنی طرف مشغول کرے، آپ اس کی طرف ملتفت نہ ہوئے پس وہ لعین آگے بڑھا اور اس نے آپ کے پاؤں کا انگوٹھا منہ میں لے کر چبانا شروع کیا، کہ جس سے آپ کو تکلیف ہوئی لیکن پھر بھی آپ اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے، پس جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو معلوم ہوا کہ یہ شیطان ہے آپ نے اس پر لعنت کی اور اس کے منہ پر طمانچہ لگایا اور فرمایا دفع ہو جا ملعون اور دوبارہ عبادت میں مصروف ہو گئے، پس ہاتف کی ندا سنی گئی کہ جس نے آپ کو پکار کر تین مرتبہ کہا کہ انت زین العابدین تو عبادت کرنے والوں کی زینت ہے۔

پس یہ لقب لوگوں میں بھی ظاہر اور مشہور ہو گیا۔

دوسری فصل امام زین العابدین کے مکارم اخلاق

اس میں چند روایات ہیں:

پہلی روایت:

آپ کا غصہ کو پی جانا، شیخ مفید وغیرہ نے روایت کی ہے کہ امام زین العابدینؑ کے رشتہ داروں میں سے ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے حضرت کو نا سزا کہا اور گالیاں دیں آپ نے اس کے جواب میں کچھ نہ فرمایا جب وہ شخص چلا گیا تو آپ نے اپنے اہل مجلس سے فرمایا تم لوگوں نے سنا جو کچھ اس شخص نے کہا ہے، اب میں چاہتا ہوں کہ میرے ساتھ چلو تا کہ اس کے پاس جا کر میرا جواب اس کی گالیوں کا بھی سنو، وہ کہنے لگے ہم چلتے ہیں اور ہم چاہتے تھے کہ آپ اسی وقت اس کو جواب دیتے، پس آپ نے جوتا پہنا اور روانہ ہوئے جب کہ آپ یہ آیت تلاوت کر رہے تھے "والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس والله یحب المحسنین" اور وہ لوگ جو غصے کو پی جاتے ہیں لوگوں کو معاف کرتے ہیں اور خدا ان کی نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے، راوی کہتا ہے کہ ہم آپ کے اس آیت کو تلاوت کرنے سے سمجھے کہ آپ اسے برا بھلا نہیں کہیں گے کہ پس آپ اس شخص کے گھر تک پہنچے اور آواز دے کر کہا کہ اسے کہو کہ علی بن الحسینؑ آیا ہے جب اس شخص نے سنا کہ حضرت آئے ہیں تو وہ برائی کے لئے تیار ہو کر آیا اور اسے اس میں شک نہیں تھا کہ آپ اس کی کچھ جسارتوں کا بدلہ دینے کے لئے آئے ہیں، جب آپ نے اس کو دیکھا تو فرمایا اے بھائی تو میرے پاس آیا تھا اور تو نے یہ باتیں مجھے کہیں، پس وہ بری باتیں جو تو نے ذکر کی ہیں اگر مجھ میں پائی جاتی ہیں تو میں خدا سے ان کی بخشش کی دعا مانگتا ہوں، اور اگر وہ باتیں جو تو نے کہی ہیں مجھ میں نہیں تو خدا تجھے معاف فرمائے، راوی کہتا ہے کہ جب اس شخص نے یہ سنا تو آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہنے لگا کہ جو کچھ میں نے کہا ہے اور میں ان برائیوں کا زیادہ سزاوار ہوں، راوی حدیث کہتا ہے کہ یہ شخص حسن بن حسن تھا۔

دوسری روایت:

صاحب کشف الغمہ نے نقل کیا ہے کہ ایک دن آپ مسجد سے نکلے تو ایک شخص کی آپ سے ملاقات ہوگئی اس نے بہت نامناسب باتیں آپ سے کیں، آپ کے غلاموں نے چاہا کہ وہ اس کو ماریں پیٹیں آپ نے فرمایا اسے اس کے حال پر چھوڑ دو، پھر آپ نے اس کی طرف رخ انور کیا اور فرمایا "ما ستر عنك من امرنا اکثر" یعنی ہمارے جو افعال تجھ سے پوشیدہ ہیں وہ اس سے کہیں زیادہ ہیں جو تو جانتا اور کہتا ہے فرمایا کیا تجھے کوئی حاجت وضرورت لاحق ہے کہ جس میں ہم تیری مدد کریں، تو وہ شخص شرمندہ ہوا اور آپ نے سیاہ مربع عباس جو پہن رکھی تھی وہ اس کی طرف پھینک دی اور حکم دیا کہ اسے ایک ہزار درہم دیا جائے اور اس واقعہ کے بعد

جب بھی وہ شخص آپ کو دیکھتا تو کہتا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ رسول خداؐ کی اولاد میں سے ہیں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

تیسری روایت:

کہ ایک دفعہ کچھ لوگ آپ کے ہاں مہمان تھے، آپ کا ایک خادم جلدی میں تنور سے کباب سیخ کے ساتھ آپ کے پاس لے کر آیا، سیخ کباب اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئے اور آپ کے ایک چھوٹے بچے کے سر پر گرے جو سیڑھی سے نیچے بیٹھا تھا اور وہ بچہ مر گیا، وہ غلام انتہائی مضطرب اور متحیر ہوا تو حضرت نے فرمایا تو راہ خدا میں آزاد ہے تو نے یہ کام جان بوجھ کر تھوڑا کیا ہے، پس آپ کے حکم سے اس بچہ کی تجہیز کر کے اسے دفن کیا گیا۔

چوتھی روایت:

کتب معتبرہ میں منقول ہے کہ ایک دفعہ آپ نے اپنے ایک غلام کو دو مرتبہ آواز دی تو اس نے جواب نہ دیا جب تیسری دفعہ اس نے جواب دیا، حضرت نے اس سے فرمایا اے لڑکے کیا تو نے میری آواز نہیں سنی تھی، عرض کیا کہ سنی تھی، فرمایا پھر جواب کیوں نہیں دیا عرض کیا چونکہ آپ سے مامون تھا، آپ نے فرمایا حمد ہے اس خدا کی جس نے میرے غلام کو مجھ سے مامون قرار دیا۔

پانچویں روایت:

مروی ہے کہ آپ ہر مہینہ اپنی کنیزوں کو بلاتے اور فرماتے کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور عورتوں کی خواہش پورا کرنے کی مجھ میں طاقت نہیں رہی، تم میں سے جو چاہے میں اس کی شادی کرنے کے لئے تیار ہوں۔

اور جو چاہے اسے بیچ دوں اور اگر چاہے تو اسے آزاد کر دوں جب ان میں سے کوئی کہتی کہ میں نہیں چاہتی تو آپ تین مرتبہ عرض کرتے کہ خدایا گواہ رہنا اور اگر ان میں سے کوئی خاموش رہتی تو حضرت اپنی بیویوں سے فرماتے کہ اس سے پوچھو وہ کیا چاہتی ہے، پس جو کچھ اس کی خواہش ہوتی اس کے مطابق عمل کرتے۔

چھٹی روایت:

شیخ صدوق نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ امام زین العابدینؑ ایسے لوگوں کے ساتھ سفر کرتے جو آپ کو نہ پہچانتے اور ان سے شرط کرتے کہ جس خدمت کی ضرورت ساتھیوں کو ہو گی وہ آپ بجا لائیں گے، ایک دفعہ ایسا ہوا کہ ایک گروہ کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ ایک شخص نے آپ کو پہچان لیا تو اس نے لوگوں سے کہا، تمہیں معلوم ہے کہ یہ شخص جو تمہارا ہمسفر ہے، یہ کون ہے وہ کہنے لگے ہمیں معلوم نہیں ہے، اس نے کہا یہ بزرگوار علیؑ بن الحسینؑ ہیں، ساتھیوں نے جب یہ سنا تو وہ اٹھے اور حضرت کے ہاتھ پاؤں کے بوسے لینے لگے، اور عرض کیا اے فرزند رسولؐ کیا آپ چاہتے ہیں کہ ہمیں جہنم کی آگ جلائے، جب نہ جانتے ہوئے

ہمارے ہاتھ یا زبان سے کوئی جسارت سرزد ہوتی تو کیا ہم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہلاک نہ ہو جاتے آپ نے یہ کام کیوں کیا ہے آپ نے فرمایا جب میں نے کسی ایسے گروہ کے ساتھ سفر کیا ہے جو مجھے پہچانتے ہیں تو وہ رسول خدا کی خوشنودی کے لئے زیادہ شفقت نوازش اور احترام میرا کرتے ہیں کہ جس کا میں مستحق نہیں ہوتا۔ اس لئے مجھے خوف تھا کہ کہیں تم لوگ بھی مجھ سے وہی سلوک کرو لہذا اپنے معاملہ کو پوشیدہ رکھنا مجھے زیادہ پسند آیا ہے۔

ساتویں روایت:

حضرت سے روایت ہے کہ مدینہ میں ایک مسخرہ تھا جو اپنی بیہودہ باتوں اور مزاح سے مدینہ کے لوگوں کو ہنساتا تھا ایک دفعہ کہنے لگا اس شخص یعنی علی بن الحسینؑ نے مجھے عاجز و ناتواں کر رکھا ہے، اور میں کبھی بھی اسے نہیں ہنسا سکا ایک دفعہ حضرت گزر رہے تھے، آپ کے دو غلام بھی آپ کے پیچھے چل رہے تھے، تو مسخرہ آیا اور وہ بیہودگی اور مزاح کے طور پر آپ کے دوش مبارک سے عبا لے کر چلا گیا، حضرت اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے پس کوئی اس مسخرہ کے پیچھے گیا اور اس سے رداء لے کر آیا اور آپ کے دوش مبارک پر ڈال دی گئی حضرت نے فرمایا کہ یہ شخص کون تھا، عرض کیا گیا کہ یہ شخص مسخرہ ہے، جو اہل مدینہ کو اپنے افعال و کردار سے ہنساتا ہے آپ نے فرمایا اس سے کہو: ان للہ یوما یخسر فیہ المبطلون ''یعنی ایک معین دن ہے کہ جس میں وہ لوگ خسارے میں رہیں گے جنہوں نے اپنی زندگی باطل فضول کاموں میں گزار دی ہے۔

آٹھویں روایت:

شیخ صدوق نے کتاب خصال میں امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا میرے والد علی بن الحسینؑ ہر شب و روز میں ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے جیسا کہ امیر المومنینؑ بھی ایسے ہی تھے اور میرے والد کے پانچ سو خرمے کے درخت تھے ہر درخت کے پاس آپ دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو آپ کا رنگ مبارک متغیر ہو جاتا اور آپ کی حالت بارگاہ خداوندی میں ایک ذلیل بندے جیسی ہوتی اور آپ کے اعضاء و جوارح خوف خدا سے لرزتے تھے اور آپ کی نماز رخصت ہونے والے شخص جیسی ہوتی، یعنی اس شخص کی طرح جو یہ سمجھے کہ میری یہ آخری نماز ہے اور اس کے بعد میرے لئے نماز ممکن نہیں ہوگی، ایک دن آپ نماز پڑھ رہے تھے کہ آپ کی ردا آپ کے ایک کندھے سے گر گئی، آپ نے اس کی پرواہ نہ کی اور اسے درست نہ کیا یہاں تک کہ نماز ختم کی آپ کے کسی صحابی نے عبا کی پروا نہ کرنے کا سبب پوچھا تو فرمایا وائے ہو تجھ پر، آیا تجھے معلوم ہے کہ میں کس کے سامنے کھڑا تھا، اور کس سے مصروف گفتگو تھا، یاد رکھو کہ کسی کی نماز قبول نہیں ہوتی جب تک اس کا دل اس کے ساتھ نہ ہو، اور وہ دوسری طرف متوجہ ہو اس شخص نے عرض کیا پھر ہم تو ہلاک ہوئے یعنی ان نمازوں کی وجہ سے جو حضور قلب کے بغیر بجالاتے ہیں، حضرت نے فرمایا ایسا نہیں ہے البتہ خدا ان کی تلافی کر دے گا، نماز نافلہ کی وجہ سے اور آپ کا دستور یہ تھا کہ تاریک راتوں میں آپ

تھیلے اپنے کندھے پر اٹھاتے کہ جن میں دینار و درہم کی تھیلیاں ہوتیں اور انہیں فقراء و مساکین کے گھروں میں لے جاتے اور بسا اوقات گندم اور لکڑیاں اپنے کندھے پر اٹھاتے اور محتاجوں کے گھروں میں لے جا کر انہیں دیتے جب کہ اپنے چہرے کو چھپائے ہوئے ہوتے تاکہ وہ آپ کو پہچان نہ سکیں، اور انہیں یہ معلوم نہ ہو کہ ان کا پرستار کون ہے جب آپ کی دنیا سے رحلت ہوئی اور وہ عطایا اور احسانات ان سے مفقود ہوئے تو انہیں معلوم ہوا کہ یہ علیؑ بن الحسینؑ تھے، اور جب غسل کے لئے آپ کے جسم مبارک کو برہنہ کیا گیا اور مغسل میں رکھا گیا تو آپ کی پشت پر گندم کی ان بوریوں کے نشانات تھے جو آپ فقراء بیوہ عورتوں اور یتیموں کے لئے اٹھا کر لے جاتے وہ نشانات اونٹ کے گٹوں کی طرح تھے ایک دن آپ گھر سے نکلے تو ایک سائل آپ کی ریشمی ردا لے اڑا، تو آپ اس کی پروا کئے بغیر چلے گئے اور آپ کا یہ دستور تھا کہ سردی کے لئے خز کا گرم لباس خرید کرتے جب گرمی کا زمانہ آتا تو اسے بیچ کر اس کی قیمت صدقہ کرتے عرفہ کے دن آپ نے کچھ اشخاص کو دیکھا کہ وہ لوگوں سے سوال کرتے پھرتے ہیں، آپ نے ان سے فرمایا وائے ہو تم پر اس دن میں تم غیر خدا سے سوال کرتے ہو کہ جس میں خدا کی رحمت واسعہ اس درجہ تک لوگوں پر نازل ہوتی ہے کہ اگر لوگ ان بچوں کی سعادت کے متعلق سوال کریں کہ جو شکم مادر میں ہیں تو یقیناً امید ہے کہ ان کی دعا قبول ہو اور آپ کے اخلاق کریمہ میں سے ہے کہ آپ اپنی مادر گرامی کے ساتھ کھانا نہیں کھاتے تھے، حضرت سے عرض کیا گیا کہ آپ ماں باپ سے نیکی کرنے اور صلہ رحمی میں سب لوگوں سے سبقت رکھتے تھے باوجود اس کے کیا وجہ ہے کہ آپ اپنی ماں کے ساتھ کھانا نہیں کھاتے اور آپ نے فرمایا مجھے اچھا نہیں لگتا کہ میرا ہاتھ اس لقمے کی طرف اٹھے کہ جس کی طرف میری ماں کی توجہ ہو اور وہ اسے اٹھانا چاہتی ہو ایک دن ایک شخص نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ میں آپ سے خدا کے لئے محبت رکھتا ہوں تو حضرت نے عرض کیا خداوند میں پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ لوگ تو تیری وجہ سے مجھے دوست رکھیں، اور تو مجھے دشمن سمجھے، آپ کا ایک ناقہ تھا کہ جس پر سوار ہو کر آپ نے بیس حج کئے لیکن ایک تازیانہ بھی آپ نے اسے کبھی نہ لگایا جب وہ ناقہ مر گیا تو آپ کے حکم سے اسے دفن کر دیا گیا تاکہ درندے اس کو نہ کھائیں ایک دن لوگوں نے آپ کی ایک کنیز سے پوچھا اپنے آقا و مولا کے حالات ہم سے بیان کرو وہ کہنے لگی، اختصار سے بیان کروں یا تفصیل سے، انہوں نے کہا کہ اختصار سے بتاؤ اس نے کہا کہ کبھی دن کے وقت میں آپ کے لئے کھانا نہیں لے کر گئی، کیونکہ آپ روزہ سے ہوتے اور کبھی رات کو آپ کے لئے بستر نہیں بچھایا کیونکہ آپ خدا کے لئے شب زندہ دار تھے، ایک دن آپ ایک ایسے گروہ کے قریب سے گزرے جو آپ کی غیبت کر رہے تھے، آپ ان کے قریب کھڑے ہو گئے اور فرمایا جو عیوب تم میرے بیان کر رہے تھے اگر ان میں سچے ہو تو میں خدا سے اپنے لئے طلب بخشش کرتا ہوں اور اگر جھوٹ بول رہے تھے، تو خدا تمہیں معاف کرے جب کوئی طالب علم آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ فرماتے مرحبا بوصیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی مرحبا خوش آمدی اے وہ شخص کہ جس کی رسول خداؐ نے وصیت کی ہے اس وقت فرماتے کہ جب طالب علم اپنے گھر سے نکلتا ہے تو زمین کے خشک و تر جس حصہ پر قدم رکھتا ہے تو زمین کے ساتوں طبق اس کے لئے تسبیح کرتے ہیں، اور حضرت فقراء مدینہ میں سے سو گھروں کی کفالت فرماتے اور آپ پسند فرماتے اور دوست رکھتے کہ یتیم نابینا عاجز زمین گیر اور وہ مساکین جو اپنی روزی نہیں کما سکتے آپ کے دستر خوان پر حاضر ہوں اور انہیں آپ اپنے دست

مبارک سے کھانا کھلاتے اور ان میں سے جو صاحب اہل وعیال ہوتے ان کے لئے بھی کھانا بھیجتے اور جو کھانا کھاتے اتنی مقدار صدقہ کرتے اور ہر سال سات ثفنہ یعنی ابھرے ہوئے گٹے جو کثرت نماز وسجدہ کی وجہ سے آپ کے سات سجدہ کی جگہوں سے گرتے تھے آپ انہیں جمع کرتے رہتے جب آپ کی وفات ہوئی تو وہ آپ کے ساتھ دفن کئے گئے اور آپ اپنے پدر بزرگوار پر چالیس سال تک روتے رہے اور جب آپ کے سامنے پانی لاتے تو آپ رونے لگتے یہاں تک کہ آپ کے ایک غلام نے ایک دفعہ عرض کیا اے میرے آقا کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ آپ کا غم واندوہ برطرف ہو آپ نے فرمایا وائے ہو تجھ پر یعقوبؑ پیغمبر کے بارہ بیٹے تھے خداوند عالم نے ان میں سے ایک کو اس سے چھپا لیا تھا یعقوبؑ اس پر اتنا روئے کہ زیادہ گریہ کی وجہ سے ان کی آنکھیں سفید ہوگئیں اور اپنے بیٹے پر زیادہ حزن وملال کرنے کی بناء پر ان کے بال سفید ہوگئے اور کمر جھک گئی حالانکہ ان کا بیٹا دنیا میں زندہ وسلامت تھا اور میں نے اپنی آنکھوں سے اپنے باپ بھائی چچا اور اپنے خاندان کے سترہ افراد کو شہید ہوتے اور ان کے نازک بدن زمین پر پڑے ہوئے دیکھے ہیں پس میرا غم واندوہ کس طرح دور ہو۔

نویں روایت:

روایت ہے کہ جب رات کی تاریکی چھا جاتی اور لوگ سو جاتے تو امام زین العابدینؑ اپنے گھر میں کھڑے ہو جاتے اور جو کچھ اہل خانہ کے کھانے سے بچتا تو آپ اسے تھیلے میں ڈال کر فقراء مدینہ کے گھروں کا رخ کرتے جب کہ اپنے چہرے کو چھپائے ہوتے اور ان میں تقسیم فرماتے اور بسا اوقات فقراء اور اپنے گھروں کے دروازوں پر آپ کا انتظار کرتے اور جب آپ کو آتے ہوئے دیکھتے تو ایک دوسرے کو بشارت دیتے کہ تھیلیوں والا آ گیا۔

دسویں روایت:

دعوات راوندی سے منقول ہے حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ میرے والد علیؑ بن الحسینؑ نے فرمایا ایک دفعہ میں سخت بیمار ہوا تو میرے والد نے مجھ سے فرمایا کہ تمہارا دل کیا چاہتا ہے میں نے عرض کیا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ ایسا ہو جاؤں کہ میں کسی کو پسند نہ کروں اس چیز کے مقابلہ میں جو خدا نے مقرر فرمائی اور انتخاب کی ہے" فقال لی احسنت ضاهيت ابراهيم الخليل عليه السلام حيث قال جبرئيل عليه السلام هل من حاجة فقال لا اقترح على ربي بل حسبي الله و نعم الوكيل" تو میرے والد نے فرمایا بہت اچھا کہا تم تو ابراہیم خلیلؑ کے شبیہ ہو گئے ہو کہ جب ان سے جبرئیل نے کہا کہ کیا کوئی حاجت ہے تو فرمایا کہ میں اپنے رب پر تحکم وجرات نہیں کرتا بلکہ خدا میرے لئے کافی اور وہ بہترین وکیل ہے۔

گیارہویں روایت:

ابن اثیر نے کامل التواریخ میں نقل کیا ہے کہ جب اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ دی اور یزید کے گورنر کو مدینہ سے نکال

دیا تو مروان عبداللہ بن عمر کے پاس آیا اور اس سے درخواست کی کہ مروان اپنے اہل و عیال اس کے پاس رکھے تا کہ وہ اہل مدینہ کی اذیت و تکلیف سے محفوظ رہیں تو ابن عمر نے قبول نہ کیا مروان امام زین العابدینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور استدعا کی کہ اس کے اہل و عیال اپنے حرم میں داخل کر لیں تا کہ وہ آپ کے سایہ عاطفت میں محفوظ و مصئون رہیں، آپ نے قبول فرمایا مروان نے اپنی بیوی عائشہ عثمان بن عفان کی بیٹی کو اپنے بال بچوں کے ساتھ علیؑ بن الحسینؑ کی خدمت میں بھیجا، آنجنابؑ ان کے حفاظت کی بناء پر انہیں اپنے اہل حرم کے ساتھ مدینہ سے باہر مقام ینبع پر لے گئے اور ایک قول ہے کہ مروان کے اہل و عیال کو طائف کی طرف اپنے فرزند عبداللہ کے ساتھ روانہ کیا۔

بارہویں روایت:

زمخشری کی ربیع الابرار سے منقول ہے کہ جب یزید نے اہل مدینہ کے قتل و غارت کے لئے مسلم بن عقبہ کو مدینہ کی طرف بھیجا تو امام زین العابدینؑ نے چار سو (بیوہ) عورتوں کی جو کثیر الاولاد تھیں ان کے بال بچوں سمیت کفالت کی اور انہیں اپنے اہل و عیال میں داخل کر لیا انہیں سالن کھانے کی چیزیں اور ان کے اخراجات دیتے یہاں تک کہ ابن عقبہ کا لشکر مدینہ سے چلا گیا ان میں سے ایک عورت کہتی ہے کہ خدا کی قسم میں نے اپنے ماں باپ کے ہاں اس خوشی اور آرام میں زندگی نہیں گزاری کہ جتنی اس سید شریف کے سایہ عاطفت میں بسر کی ہے۔

تیسری فصل امام زین العابدینؑ کی عبادت

واضح ہو کہ سید العابدینؑ کی عبادت کا تذکرہ اس سے زیادہ مشہور ہے کہ ذکر ہو آپ اہل زمانہ میں سب سے زیادہ عبادت گزار تھے، اس مقام پر کافی ہے یہ بات کہ آپ کے علاوہ کسی میں یہ طاقت نہیں تھی کہ وہ حضرت امیر المومنینؑ کی طرح رفتار کرے کیونکہ آپ رات دن میں ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے اور جب نماز کا وقت ہوتا تو آپ کے بدن میں لرزہ پیدا ہو جاتا اور رنگ زرد ہو جاتا اور جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو درخت کے تنے کی طرح حرکت نہ کرتے مگر یہ کہ ہوا انہیں حرکت دیتی اور جب الحمد کی قرات کرتے وقت مالك يوم الدين تک پہنچتے تو اس جملہ کا اتنا تکرار کرتے کہ قریب ہوتا آپ کی روح پرواز کر جائے، اور جب سجدہ کرتے تو اس وقت تک سر سجدہ سے نہ اٹھاتے جب تک آپ کا پسینہ جاری نہ ہو جاتا راتیں عبادت سے دن ہو جاتیں اور دن کو روزے رکھتے اور راتوں میں اتنی عبادت کرتے کہ تھکن کے مارے اٹھ کر چل نہیں سکتے تھے کہ بستر تک پہنچ جائیں، لہذا چھوٹے بچوں کی طرح گھٹنوں کے بل چل کر اپنے بستر تک جاتے جب ماہ مبارک رمضان ہوتا تو سوائے دعا تسبیح اور استغفار کے کلام نہ کرتے اور حضرت کے لئے ایک چھوٹی سی تھیلی تھی، کہ جس میں تربت امام حسینؑ رکھی تھی جب سجدہ کرنے لگتے تو اس پر سجدہ کرتے۔

کتاب عین الحیوۃ میں صاحب علیہ الاولیاء نے روایت کی ہے کہ جب امام زین العابدینؑ وضو سے فارغ ہوتے اور نماز کا ارادہ کرتے تو آپ کے بدن میں کپکپی اور اعضاء وجوارح میں لرزہ پیدا ہو جاتا جب آپ سے اس کے متعلق سوال کرتے تو فرماتے وائے ہو تم پر کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں کس پروردگار کی بارگاہ میں کھڑا ہو رہا ہوں اور کس عظیم الشان ذات سے مناجات کرنے لگا ہوں اور وضو کے وقت بھی یہ حالت آپ کی نقل کرتے ہیں اور روایت ہوئی ہے کہ جناب فاطمہؑ امیر المومنینؑ کی دختر نیک اختر نے ایک دن جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ اصحاب کبار رسول خداؐ میں سے ہیں اور ہم اہلبیت کا بہت کچھ حق آپ کے اوپر ہے اور اہل بیتؑ کے باقی افراد میں سے یہی علیؑ بن الحسینؑ باقی رہ گئے ہیں اور وہ عبادت خدا میں اپنے اوپر زیادتی کرتے ہیں، ان کی پیشانی گھٹنے اور ہتھیلیوں پر کثرت عبادت کی وجہ سے گٹے پڑ گئے اور وہ زخمی ہوگئی ہیں اور ان کا بدن نحیف وکمزور ہو گیا ہے ان سے التماس کرو تاکہ شاید وہ اپنی عبادت میں کچھ تخفیف کردیں جب جابر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ محراب عبادت میں بیٹھے ہیں اور ان کا بدن شریف نحیف وکمزور ہو چکا ہے، حضرت نے جابر کی عزت وتکریم کی اور انہیں اپنے پہلو میں بٹھایا اور بہت کمزور آواز میں ان کی احوال پرسی کی تو جابر نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ خداوند عالم نے جنت آپ کے لئے اور آپ کے محبوں کے لئے خلق فرمائی ہے، اور جہنم آپ کے دشمنوں اور مخالفین کے لئے بنائی ہے پس آپ کیوں اپنے آپ کو اتنا تھکاتے ہیں آپ نے فرمایا اے صحابی رسول خداؐ سرکار رسالتؐ نے باوجود اس کرامت کے (کہ خداوند عالم نے ان کے گزشتہ اور آئندہ ترک اولیٰ کو معاف فرمایا) زیادتی اور مشقت عبادت کو ترک نہ کیا آپ پر میرے ماں باپ قربان جائیں یہاں تک کہ آپ کی پنڈلیاں سوج گئیں، اور آپ کے قدموں پر ورم آ گیا صحابہ نے عرض کیا کہ آپ کیوں اتنی زحمت وتکلیف برداشت کرتے ہیں، حالانکہ خداوند عالم آپ کی کوئی تقصیر وکوتاہی تحریر میں نہیں لاتا تو آپ نے فرمایا کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں اور اس کی نعمتوں کا شکر یہ ترک کردوں، جابر نے عرض کیا اے فرزند رسول مسلمانوں پر رحم کیجئے کیونکہ خداوند عالم آپ کی برکت سے لوگوں کی مصیبتیں اور تکالیف دور کرتا ہے، اور آسمانوں کو روکے ہوئے ہے، اور لوگوں پر عذاب نہیں کرتا تو آپ نے فرمایا کہ اے جابر میں اپنے آباؤ اجداد کے راستہ پر گامزن رہوں گا یہاں تک کہ ان سے ملاقات کروں۔

حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ میرے والد نے فرمایا میں ایک دن اپنے والد گرامی علیؑ بن الحسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ عبادت نے آپ میں بہت تاثیر کر رکھی ہے اور بیداری شب کی وجہ سے آپ کا رنگ مبارک زرد ہو چکا ہے اور زیادہ گریہ کرنے کی وجہ سے آپ کی آنکھیں زخمی ہو چکی ہیں، اور زیادہ سجدہ کرنے کی بناء پر آپ کی پیشانی نورانی پر گٹا بن چکا ہے اور نماز میں زیادہ کھڑے رہنے کی وجہ سے آپ کے قدموں پر ورم آ گیا ہے، جب میں نے انہیں اس حالت میں دیکھا تو میں اپنا گریہ نہ روک سکا اور میں بہت رویا، آپ تفکر الٰہی کی طرف متوجہ تھے کچھ دیر کے بعد آپ نے میری طرف دیکھا تو فرمایا امیر المومنینؑ کی عبادت کی کچھ کتابیں لے آؤ کہ جن میں آپ کی عبادت لکھی ہوئی ہے، جب میں لے آیا ان میں سے کچھ چیزوں کا مطالعہ فرمانے کے بعد انہیں زمین پر رکھ دیا اور فرمایا کس شخص میں یہ طاقت وقوت ہے کہ علیؑ بن ابی طالبؑ کی طرح عبادت کر

سکے۔

کلینی نے حضرت جعفر بن محمد سے روایت کی ہے کہ سید الساجدینؑ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو ان کا رنگ متغیر ہو جاتا اور جب سجدہ میں جاتے تو اس وقت تک سر نہ اٹھاتے جب تک آپ سے پسینہ نہ بہنے لگتا، اور حضرت امام باقرؑ سے منقول ہے کہ حضرت علی بن الحسینؑ ہر شبانہ روز میں ہزار رکعت نماز پڑھتے اور جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو ایک رنگ آتا اور ایک جاتا اور آپ نماز میں اس بندہ ذلیل کی طرح کھڑے ہوتے جو بادشاہ جلیل کے دربار میں ہو، اور آپ کے اعضاء و جوارح خوف خدا سے لرزتے اس طرح نماز پڑھتے گویا الوداعی نماز ہے اور اس کے بعد نماز نہیں پڑھیں گے اور جب اس تغیر حال کے متعلق سوال کرتے تو آپ اس طرح فرماتے کہ جو شخص خداوند عظیم کی بارگاہ میں کھڑا ہو اس سے مناسب ہے کہ خوف زدہ ہو۔

منقول ہے کہ ایک رات آپ کا ایک بیٹا بلندی سے گرا اور اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا، گھر والوں کی فریاد بلند ہوئی تو ہمسائے جمع ہو گئے اور شکستہ بند کو لے آئے اور اس کا ہاتھ باندھ دیا گیا اور وہ بچہ تکلیف کے مارے فریاد کر رہا تھا لیکن آپ عبادت میں مشغول ہونے کی وجہ سے نہیں سن رہے تھے، جب صبح ہوئی اور حضرت عبادت سے فارغ ہوئے اور دیکھا کہ بچے کا ہاتھ گردن سے آویزاں ہے تو آپ نے اس کی کیفیات پوچھیں کسی اور وقت آپ کے اس مکان میں کہ جس میں آپ سجدہ میں تھے، آگ لگ گئی اور گھر والے چیخ و پکار کر رہے تھے کہ اے فرزند رسول آگ ہے، حضرت متوجہ نہ ہوئے، آگ بجھ گئی، کچھ وقت کے بعد آپ نے سر اٹھا کر دیکھا تو سوال کیا گیا کہ آپ کو کس چیز نے اس آگ سے غافل کیا ہوا تھا، فرمایا قیامت کی بڑی آگ نے مجھے دنیا کی اس چھوٹی آگ سے غافل کیا ہوا تھا (ختم ہوئی عبارت جو ہم نے عین الحیٰوۃ سے نقل کی ہے۔)

ابوحمزہ ثمالی سے روایت ہے جو کہ اہل کوفہ کے زاہدین اور وہاں کے مشائخ میں سے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام زین العابدینؑ کو مسجد کوفہ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا آپ ساتویں ستون کے قریب آئے جوتا اتارا اور نماز پڑھنے لگے، پس آپ نے کانوں تک ہاتھ بلند کئے اور تکبیر کہی کہ جس کی دہشت سے میرے بدن کے سب بال کھڑے ہو گئے اور کہتے ہیں کہ جب آپ نماز پڑھ رہے تھے تو میں نے کان لگا کر سنا آپ کے لہجے سے زیادہ پاکیزہ اور دلربا لہجہ کبھی نہیں سنا تھا۔

نیز روایت ہے کہ حضرت تمام لوگوں سے زیادہ عمدہ آواز میں قرآن پڑھتے تھے اتنی آپ کی قرات عمدہ اور دلکش تھی کہ ماشکی آپ کے گھر کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے اور آپ کی قرات سنتے رہتے، غزالی نے کتاب اسرار الحج میں سفیان بن عیینہ سے نقل کیا ہے کہ علی بن الحسینؑ نے حج کیا جب احرام باندھنے گئے تو آپ کی سواری رکی اور آپ کا رنگ متغیر ہو گیا اور آپ پر لرزہ طاری ہوا اور آپ لرزتے رہے اور لبیک نہ کہہ سکے سفیان نے کہا، آپ کیوں نہیں تلبیہ کہتے آپ نے فرمایا مجھ ڈر ہے کہیں یہ نہ جواب میں کہا جائے کہ لا لبیک ولا سعدیک جب آپ نے تلبیہ کہی تو غش کر گئے اور سواری سے زمین پر گر پڑے اور آپ کی یہی حالت رہی یہاں تک کہ آپ حج سے فارغ ہوئے۔

کتاب حدیقۃ الشیعہ میں ہے طاؤس یمانی کہتا ہے کہ میں آدھی رات کے وقت مقام حجر اسماعیل میں داخل ہوا میں نے

دیکھا کہ امام زین العابدینؑ سجدہ میں ہیں، اور کسی کلام کی تکرار کر رہے ہیں جب میں نے کان لگا کر سنا تو یہ دعا تھی "الٰھی عبیدك بفنائك مسكينك بفنائك فقيرك بفنائك" اس واقعہ کے بعد جو مصیبت درد اور بیماری مجھے پیش آئی میں نماز پڑھتا اور سر سجدہ میں رکھ کر یہ دعا پڑھتا تو خلاصی اور کشائش حاصل ہو جاتی فناء کا معنی لغت میں صحن خانہ ہے یعنی تیرا بندہ تیرا مسکین تیرا محتاج تیری درگاہ میں تیری رحمت کا منتظر کھڑا ہے، اور نگاہ عفو و احسان تجھ پر رکھتا ہے، جو شخص یہ کلمات از روئے اخلاص کہے تو البتہ یہ اثر کرتے ہیں اور جو حاجت رکھتا ہو وہ پوری ہو جاتی ہے۔ (انتھی) خلاصہ یہ کہ جو کچھ حضرت کی عبادات کے سلسلہ میں منقول ہے علاوہ اس کے جو یہاں نقل ہوا ہے اس سے زیادہ ہے کہ اس مختصر مقام پر نقل ہو میں ان میں سے ایک روایت پر اکتفاء کرتا ہوں۔

قطب راوندی اور دوسرے علمائے نے حماد بن حبیب کوفی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک سال میں حج کے ارادہ سے چلا گیا جب میں نے مقام زبالہ سے کوچ کیا تو سیاہ و تاریک آندھی ایسی چلنے لگی کہ قافلے والے ایک دوسرے سے متفرق اور منتشر ہو گئے اور میں اس بیابان میں حیران و سرگردان رہ گیا، پس میں نے اپنے آپ کو ایک ایسی وادی میں پہنچایا جو آب و گیاہ سے خالی تھی اور رات کی تاریکی مجھ پر چھا گئی، میں ایک درخت پر چڑھ گیا جب تاریکی نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، میں نے ایک جوان کو آتے ہوئے دیکھا جس نے سفید لباس پہن رکھا تھا، اور اس سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ شخص اولیاء خدا میں سے ایک ہے، مجھے یہ ڈر ہوا کہیں مجھے دیکھ کر کسی اور جگہ نہ چلا جائے، جتنا ہو سکے میں نے اپنے آپ کو چھپایا پس وہ جوان نماز کے لئے تیار کھڑا ہوا اور کہنے لگا "یا من حلا كل شئى ملكوتا و قهر كل شئى جبروتا صل على محمد وآل محمد واولج قلبى فرح الاقبال عليك والحقنى عبدان المطيعين لك" پھر نماز شروع کی، جب میں نے دیکھا کہ اس کے اعضاء و ارکان نماز کے لئے آمادہ ہو چکے اور اس کی حرکات میں سکون آ گیا میں اٹھا اور اس جگہ گیا جہاں وہ نماز پڑھ رہے تھے، میں نے وہاں دیکھا پانی کا چشمہ اُبل رہا ہے میں نے بھی نماز کی تیاری کی اور ان کے پیچھے کھڑا ہو گیا، میں نے دیکھا گویا میرے سامنے محراب بن گئی ہے اور میں نے دیکھا کہ وہ جب کسی آیت وعدہ وعید سے گزرتا تو نالہ و حنین سے اس کی تکرار کرتا، جب رات کی تاریکی ختم ہونے لگی وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور یہ دعا پڑھی "یامن قصده الضالون فاصابوه مرشدا وامه الخائفون فوجدوه معقلا ولجا اليه العابدون(العائذون) فوجدوه موئلا متى راحة من نصب لغيرك بدنه و متى فرح من قصد سواك بهمته بينته الهى قد تقشع الظلام ولم اقض من خدمتك وطرا ولا من حياض مناجاتك صدرا صل على محمد وآل محمد وافعل بى اولى الامرين بك يا ارحم الراحمين" حماد بن حبیب کہتا ہے اس وقت مجھے یہ خوف لاحق ہوا کہ کہیں یہ جوان مجھ سے پوشیدہ نہ ہو جائے اور اس کا معاملہ مجھ پر چھپا رہے پس میں اس کے ساتھ لپٹ گیا، اور عرض کیا میں آپ کو اس کی قسم دیتا ہوں جس نے ملال و خستگی اور رنج و تعب و تکان آپ سے لے لئے ہیں اور اپنے خوف کی لذت آپ کو دی ہے مجھ پر رحم کریں اور مجھے اپنی مرحمت اور عنایت کے سائے میں جگہ دیں میں گمراہ اور گمشدہ ہوں اور یہ آرزو رکھتا ہوں کہ آپ کے کردار و گفتار پر چلوں، فرمایا

اگر تیرا توکل سچا ہے تو تو گمراہ نہیں ہوگا، البتہ میری اتباع کرو اور میرے نقش قدم پر چلو پس وہ اس درخت کے پاس گئے اور میرا ہاتھ پکڑ لیا مجھے یوں گمان ہوا کہ زمین میرے قدموں کے نیچے سے حرکت کر رہی ہے، جب طلوع صبح ہوئی تو مجھ سے کہا تجھے خوشخبری ہو کہ یہ جگہ مکہ معظمہ ہے، پس میں نے حاجیوں کی چیخ و پکار کی آواز سنی میں نے عرض کیا کہ آپ کو میں اس ذات کی قسم دیتا ہوں کہ جس سے روز آزفہ اور یوم فاقہ (قیامت کے دن) آرزو رکھتے ہیں، آپ کون ہیں فرمایا اب جب کہ تو نے قسم دی ہے تو میں بتاتا ہوں کہ میں علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام ہوں۔

چوتھی فصل امام زین العابدینؑ کے کچھ کلمات شریفہ اور مواعظ بلیغہ کا ذکر

چند روایات پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

پہلی روایت:

آپ نے ایک دن فرمایا "اصحابی اخوانی علیکم بدار الاخرۃ ولا اوصیکم بدار الدنیا فانکم علیہا وبہا متمسکون اما بلغکم ما قال عیسی بن مریم للحواریین قال لہم الدنیا قنطرۃ فاعبروھا ولا تعمروھا وقال ایکم یبنی علی موج البحر دارا تلکم الدار الدنیا ولا تتخذوھا قرارا" اے میرے صحابیو اے میرے بھائیو میں تمہیں وصیت کرتا ہوں آخرت کے گھر کے تدارک اور اس کے لئے تیاری کی اور دار دنیا کی وصیت میں تمہیں نہیں کرتا کیونکہ تم لوگ دنیا پر حریص اور اس سے تمسک رکھتے ہو کیا تم تک وہ بات نہیں پہنچی جو حضرت عیسیٰؑ نے اپنے حواریوں سے کہی تھی آپ نے ان سے فرمایا تھا کہ دنیا ایک پل ہے اس سے عبور کرو، اس پر تعمیر کرنے کی کوشش نہ کرو یعنی پل سے گزر جانا چاہیے نہ یہ کہ وہاں اقامت کی نیت سے بیٹھنا چاہیے اور یہ بھی آپ نے فرمایا تم میں سے کون ہے جو موج دریا پر عمارت بناتا ہے اس پر تعمیر کرنا چونکہ موج دریا پر تعمیر کرنے کے مانند ہے لہذا اس کمزور بنیاد والے مکان کے لئے قرار و آرام نہیں ہوتا۔

در رہ عقبیٰ است دنیا چوں پلے
بے بقا جائے و ویراں منزلے
فوج مخلو قند ہمچوں موج بحر
ہالک اندر قعر یا در اوج بحر

دوسری روایت:

جامع الاخبار میں علیؑ بن الحسینؑ سے مروی ہے کہ خداوند عالم مومنین کے سب گناہ معاف کر دے گا اور آخرت میں انہیں ان سے پاک کر دے گا، سوائے دو گناہوں کے تقیہ کو چھوڑ دینا اور دینی بھائیوں کے حقوق کو ضائع کرنا، مخفی نہ رہے یہ جو امام نے ترک تقیہ کو اس روایت میں بڑا گناہ قرار دیا ہے، جو بخشا نہیں جائے گا یہ اس لئے ہے کہ بسا اوقات تقیہ نہ کرنا مفاسد عظیمہ کا سبب بن جاتا ہے کہ جس سے بہت زیادہ صدمہ دین ومذہب پر وارد ہوتا ہے، کئی خون بہائے جاتے ہیں اور بہت بڑے فتنے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں، جو مخالفین کے دلوں کو لجاج وعناد پر قائم اور انہیں دوام وشہات جہالت وغوایت کی طرف پھیر دیتے ہیں اور یہ فرمائش عین حکمت ہے جیسا کہ بھائیوں کے حقوق کو ضائع کرنا جو کہ مدارج عدل سے خارج ہونے اور ظلمات ظلم میں داخل ہونے کی دلیل ہے وہ بھی یہی نتیجہ دیتا ہے اور اسی کی موید ہے، وہ جو روایت ہوئی ہے کہ ایک مرد مومن فقیر حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے حضرت سے درخواست کی کہ اسے کچھ مال عنایت فرمائیں کہ جس سے وہ اپنے فقر وفاقہ کو روک سکے، حضرت اس کے رو برو ہنسے اور فرمایا میں تجھ سے ایک مسئلہ پوچھتا ہوں اگر تو نے اس کا صحیح جواب دیا تو میں اس کا دس گنا تجھے عطا کروں گا، جس کی تو خواہش رکھتا ہے، اس شخص نے آپ سے سو درہم کی خواہش کی تھی کہ جسے وہ اپنا سرمایہ قرار دے اور اس سے اپنی معاش درست کرے، پس اس شخص نے عرض کیا آپ سوال کریں، حضرت نے فرمایا اگر تجھے اختیار دیا جائے کہ تو اپنے لئے کس چیز کی خواہش وتمنا کرے گا، اس نے جواب دیا کہ میں تمنا کروں گا کہ خداوند عالم مجھے دین میں تقیہ کرنے اور مومنین بھائیوں کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عنایت فرمائے آپ نے فرمایا تجھے کیا ہوگیا ہے کہ تو ہم اہل بیتؑ کی ولایت ومحبت کی خواہش نہیں کرتا اس نے عرض کیا کہ یہ اس لئے کہ یہ چیز تو خداوند عالم نے مجھے عطا فرمائی ہوئی ہے، لہذا میں اس نعمت کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو اس نے مجھے دے رکھی ہے اور اس سے اس چیز کا سوال کرتا ہوں جو مجھے نہیں دی، حضرت نے اس سے فرمایا بہت اچھا اور حکم دیا کہ اسے دو ہزار درہم دیئے جائیں اور فرمایا کہ اسے ماجو میں صرف کرو یعنی ماجو خرید کر کے اسے سرمایہ قرار دے کر اس سے تجارت کرو۔

تیسری روایت:

آپ سے مروی ہے کہ مجھے تعجب ہے کہ اس شخص پر جو کھانے سے پرہیز کرتا ہے اس وجہ سے کہ شاید وہ اس کے لئے مضر ہو وہ گناہ سے کیوں پرہیز نہیں کرتا کہ کہیں اس سے برائی یا بری جزاء اس کی اسے ملے، مولف کہتا ہے کہ آپ کا یہ جملہ امام حسنؑ کی فرمائش سے شباہت رکھتا ہے، تعجب ہے مجھے اس سے جو اپنے کھانے میں تو غور وفکر کرتا ہے لیکن وہ فکر نہیں کرتا ان چیزوں میں جو اس کی عقل میں جاتی ہیں اور آپ کی یہ فرمائش ان کے والد بزرگوار حضرت امیر المومنینؑ کی فرمائش کی بنا پر ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ میں لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ جب رات کے وقت کھانا ان کے پاس لایا جاتا ہے، تو وہ مشقت وزحمت کر کے چراغ

جلاتے ہیں تا کہ وہ دیکھ سکیں کہ اپنے شکم میں کیا چیز داخل کر رہے ہیں لیکن وہ غذائے نفس میں فکر نہیں کرتے یعنی جن مطالب کو وہ اپنے سینہ میں جگہ دیتے اور ان پر اعتقاد رکھتے ہیں تا کہ جب عقول کے چراغ بجھ جائیں تو ان کو علم سے روشن کریں، یہاں تک کہ وہ اعتقادات و اعمال میں جہالت و گناہ کے ضرر سے بچ جائیں۔

چوتھی روایت:

عین الحیٰوۃ میں امام علی بن الحسینؑ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا دنیا نے اپنا اسباب اپنی پشت پر لاد کر پشت پھیر لی ہے اور وہ جا رہی ہے، اور آخرت نے اپنا سامان اٹھایا ہوا ہے اور وہ آگے بڑھ رہی ہے اور آ رہی ہے اور دنیا و آخرت میں سے ہر ایک کے بیٹے اور ساتھی ہیں پس تم آخرت کے بیٹے بنو نہ کہ دنیا کے بیٹے اور کنارہ کرنے والے لوگو دنیا سے پرہیز کرو اور آخرت میں رغبت کرو یاد رکھو کہ دنیا سے پرہیز کرو اور آخرت میں رغبت کرو یاد رکھو کہ دنیا سے پرہیز کرنے والوں نے زمین کو اپنی بساط اور اس کی خاک کو اپنا فرش و بستر بنایا ہوا ہے اور پانی کو اپنی خوشبو سمجھتے ہیں اور اس سے اپنے آپ کو پاک صاف کرتے اور اسے اپنی خوشبو قرار دیتے ہیں، اور انہوں نے اپنے آپ کو دنیا سے الگ کر لیا ہے اور اس سے مکمل طور پر جدا ہو گئے ہیں اور جو شخص بھی جنت کا مشتاق ہے، وہ شہوات دنیا کو چھوڑ دیتا ہے اس کے لئے مصائب دنیا آسان ہو جاتے ہیں، یقین جانو کہ خدا کے کچھ ایسے بندے ہیں جو مرتبہ یقین میں یہاں تک ہیں کہ گویا انہوں نے اہل جنت کو جنت میں ہمیشہ رہتے ہوئے دیکھا ہے اور اہل جہنم کو گویا جہنم میں عذاب ہوتے ہوئے دیکھ رہے ہیں، لوگ ان کے شر اور بدی سے محفوظ ہیں اور ان کے دل ہمیشہ آخرت کے غم سے محزون ہیں، ان کے نفس محرمات و شبہات سے عفیف و پاک ہیں اور ان کے کام آسان ہیں جنہیں انہوں نے اپنے اوپر دشوار و سخت نہیں بنایا ہوا تھوڑے سے دنوں کے لئے انہوں نے صبر کر لیا، لہٰذا آخرت میں لمبی چوڑی راحتیں جو ختم ہونے والی نہیں اپنے لئے مہیا کر لیں جب رات ہوتی ہے تو وہ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں کھڑے ہو جاتے ہیں جب کہ ان کے آنسو ان کے چہروں پر جاری ہوتے ہیں، اور وہ تضرع و زاری و استغاثہ اپنے مالک کی بارگاہ میں کرتے ہیں اور ان کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو عذاب الٰہی سے آزاد کرا لیں، جب دن ہوتا ہے تو وہ بردبار صاحب حکمت و دانائی نیکوکار اور پرہیزگار ہیں، عبادت کی وجہ سے تیر کی طرح باریک ہو چکے ہیں اور خوف خدا نے انہیں اس طرح چھیل دیا اور نحیف و کمزور کر دیا ہے کہ جب اہل دنیا انہیں دیکھتے ہیں تو انہیں یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ بیمار ہیں، حالانکہ ان کے بدن بیمار نہیں بلکہ خوف خدا، عشق و محبت الٰہی کے مریض ہیں، اور بعض لوگ گمان کرتے ہیں کہ ان کے عقول دیوانگی سے مخلوط ہیں حالانکہ ایسا نہیں بلکہ جہنم کی آگ کے خوف نے ان کے دل میں گھر کر لیا ہے۔

پانچویں روایت:

کشف الغمہ میں ہے کہ امام محمد باقرؑ نے فرمایا مجھے میرے والد نے ان کلمات کے ساتھ وصیت فرمائی اے بیٹا پانچ قسم

کے افراد سے مصاحبت اور دوستی نہ کرنا ان سے بات نہ کرنا اور سفر میں ان کی رفاقت اختیار نہ کرنا، میں نے عرض کیا آپ پر قربان جاؤں وہ جماعت کون سی ہے فرمایا فاسق کی دوستی اختیار نہ کرنا کیونکہ وہ تمہیں ایک کھانے یا ایک لقمہ کے بدلے بیچ دے گا، بلکہ اس سے بھی کم قیمت پر میں نے عرض کیا کہ اے بابا اس سے کمتر کیا چیز ہے، فرمایا ایک لقمہ کی آرزو میں تمہیں بیچ دے گا اور وہ اسے حاصل نہیں کر سکے گا میں نے کہا بابا دوسرا کون شخص ہے فرمایا بخیل کے ساتھ دوستی نہ کرنا کیونکہ وہ تمہیں اس وقت اپنے مال سے محروم کرے گا جب تمہیں اس کی سخت ضرورت ہوگی، میں نے عرض کیا تیسرا کون ہے فرمایا جھوٹے شخص سے دوستی نہ کرنا کیونکہ وہ بمنزلہ سراب ہے وہ نزدیک کو تم سے دور اور دور کو تمہارے نزدیک بتائے گا، سراب کا معنی یہ ہے کہ دوپہر کے وقت ہموار زمین پر سورج کی شعاع پڑے تو اس کے ذرات چمکتے ہیں اور وہ موج دریا کی طرح نظر آتے ہیں تو یہ گمان ہوتا ہے کہ پانی زمین پر بہہ رہا ہے حالانکہ وہ پانی کی شکل وصورت ہوتی ہے لیکن حقیقت میں کچھ نہیں ہوتا میں نے عرض کیا بابا جان چوتھا شخص کون ہے، فرمایا احمق و بیوقوف کیونکہ وہ چاہتا ہے کہ تمہیں فائدہ پہنچائے اور اپنی حماقت و بیوقوفی کی بناء پر تجھے ضرر پہنچاتا ہے میں نے عرض کیا بابا جان پانچواں کون ہے، فرمایا قطع رحم کرنے والے سے دوستی نہ کرنا کیونکہ میں نے کتاب خدا میں اسے تین مقام پر ملعون پایا ہے۔

چھٹی روایت:

بحار وغیرہ میں منجملہ ان وصیتوں کے جو آپ نے اپنے فرزند کو کیں وہ یہ ہے فرمایا اے بیٹا زمانہ کے نوائب و مصائب پر صبر کر اور خود کو حقوق کے سامنے پیش نہ کرا اور اپنے بھائی کی بات اس چیز میں قبول نہ کر جس کا ضرر تیرے لئے اس بھائی کے نفع کی نسبت زیادہ ہو۔

ساتویں روایت:

کشف الغمہ میں ہے کہ امام زین العابدینؑ نے فرمایا ''هلك من ليس له حكيم يرشده و ذل من ليس له سفيه يعضده'' یعنی اس شخص کے لئے ہلاکت ہے جس کے ارشاد و ہدایت کے لئے کوئی حکیم و دانا نہ ہو اور وہ شخص ذلیل و خوار ہے جس کا مددگار کوئی بے وقوف نہ ہو کیونکہ بسا اوقات نادانوں سے ایسے کام سرانجام ہوتے ہیں، جو عقلمندوں اور داناؤں سے نہیں ہو سکتے۔

آٹھویں روایت:

آپ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا آگاہ ہو کہ ہر بندہ کی چار آنکھیں ہیں، دو آنکھوں سے جو کہ ظاہری آنکھیں ہیں وہ اپنے دین و دنیا کے امور کو دیکھتا ہے اور باقی دو آنکھوں سے جو کہ اس کی باطنی آنکھیں ہیں اپنی آخرت کے امور کو دیکھتا ہے جب خدا کسی بندہ کی خیر خواہی چاہتا ہے تو اس کے لئے اس کے دل کی دونوں آنکھیں کھول دیتا ہے، تا کہ وہ ان آنکھوں کے ذریعہ غیب اور امر آخرت کو دیکھ سکے اور اگر اس کے متعلق خدا کا کوئی اور ارادہ ہو تو اس کے دل کو اسی حالت پر رہنے دیتا ہے کہ جس میں وہ ہے۔

نویں روایت:

فرمایا بہترین چابیاں مطالب وامور کی صدق وسچائی ہیں اور بہترین خاتمہ امور وفا ہے، فقیر کہتا ہے کہ یہ فرمائش امیر المومنینؑ کے ارشاد کے قریب قریب ہے کہ وفا سچائی کی بہن ہے اور اس سے زیادہ بچانے والی ڈھال مجھے معلوم نہیں۔

دسویں روایت:

امام زین العابدینؑ نے فرمایا بے چارے فرزند آدم کے لئے ہر روز تین مصائب ہیں کہ جن میں سے کسی سے وہ عبرت حاصل نہیں کرتا اگر ان سے عبرت حاصل کرے تو اس کے لئے دنیا کا معاملہ سہل وآسان ہو جائے، پہلی مصیبت ہر روز اس کی زندگی کا ایک دن کم ہو جاتی ہے اگر اس کے مال میں کمی آجائے تو وہ مغموم ومحزون ہوتا ہے، حالانکہ گئے ہوئے درہم کی جگہ دوسرا درہم آجاتا ہے لیکن زندگی کو کوئی چیز نہیں پلٹا سکتی، دوسری مصیبت اس کی روزی کا پورا ہونا ہے پس اگر وہ حلال سے ہوئی تو اس کا حساب لیں گے اور حرام سے ہوئی تو اس کو عتاب کریں گے، تیسری مصیبت اس سے بڑی ہے پوچھا گیا وہ کون سی فرمایا کسی دن کی شام نہیں کرتا مگر یہ کہ وہ آخرت کی ایک منزل کے قریب ہو جاتا ہے، حالانکہ اسے یہ معلوم نہیں کہ وہ جنت میں وارد ہوگا یا جہنم میں، مولف کہتا ہے کہ آپ کے کلام سے ابوبکر بن عیاش نے اپنی یہ بات اخذ کی ہے کہ بیچارے محب دنیا کا ایک درہم گر پڑتا ہے تو وہ سارا دن "انا للہ وانا الیہ راجعون" اسی میں گزار دیتا ہے اور اس کی عمر اور دین میں کمی واقع ہوتی ہے تو وہ محزون ومغموم نہیں ہوتا پس مناسب ہے کہ انسان اپنی عمر کے معاملے میں بخیل ہو اور اپنی تلف شدہ عمر پر افسوس کرے اور حضرت امیر المومنینؑ کی فرمائش ہے کہ مرد کی شرافت وکرم میں سے یہ بات ہے کہ وہ اپنے گزرے ہوئے زمانہ پر گریہ کرے اور اپنے وطن اور رہائش گاہوں کا مشتاق ہو اور قدیمی بھائیوں کی نگہبانی کرے اور روئے نیاز خدائے بے نیاز کی طرف کرے اور گزشتہ چیزوں کا تدارک کرے اور اپنی کوتاہیوں سے طلب عفو کرے۔

گیارہویں روایت:

آپ نے فرمایا انسان کی سعادت میں سے ہے کہ اس کی تجارت گاہ اس کے اپنے شہر میں ہو اور اس سے میل جول رکھنے والے نیک لوگ ہوں اور اس کی اولاد وفرزند ہوں کہ جن سے وہ اعانت حاصل کرے، مولف کہتا ہے کہ بہت سے کلمات امام زین العابدینؑ سے پند ونصیحت زہد وموعظہ کے سلسلہ میں نقل ہوئے ہیں اور واضح ہے کہ آپ کے کلمات شریفہ میں بہت عظیم آثار ہیں خصوصاً وہ مدیے جو آپ سے نقل ہوئے ہیں، ابوحمزہ ثمالی سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے علی بن الحسینؑ سے زیادہ پرہیز گار کوئی شخص نہیں سنا مگر یہ کہ مجھے امیر المومنینؑ کے متعلق بتایا گیا ہے اور علی بن الحسینؑ اس طرح تھے کہ جب آپ زہد ووعظ کے متعلق گفتگو کرتے تو اس شخص کو رلا دیتے جو آپ کے دربار میں حاضر ہوتا چونکہ یہ کتاب شریف ان کلمات عالیہ اور جواہر عالیہ کے ذکر کی گنجائش نہیں رکھتی، میں ان مدیوں کے چند جملوں سے برکت حاصل کرتے ہوئے ان پر اکتفا کرتا ہوں۔

آپ نے اس ندبہ میں فرمایا

جو زہری سے مروی ہے

یانفس حتام الی الحیوۃ سکونك والی الدنیا وعما رتھا رکونك اما اعتبرت بمن مضیٰ من اسلافك ومن وارته الارض من الأنك ومن فجعت به من اخوانك ونقلت الی دار البلیٰ من اقرانك فھم فی بطون الارض بعد ظھورھا محاسنھا فیھا بوال دوائر خلت دورھم منھم واقوت عراصھم وساقتھم نحو المنایا المقادر وخلوا عن الدنیا وما جمعوا لھا وضمتھم تحت التراب الحفائر۔

آپ کے ارشادات کا ماحصل یہ ہے اے نفس کب تک تو زندگانی دنیا سے اپنا دل باندھے رکھے گا، اس جہان اور اس کی تعمیر کرنے کی طرف مائل رہے گا، گویا تو اپنے گزرے ہوئے آباؤ اجداد سے عبرت حاصل نہیں کرتا اور جن تیرے دوستوں کو زمین نے چھپا دیا ہے اور جن کی مصیبت تجھے معلوم ہے تیرے بھائیوں میں سے اور جن ہمسنوں کو تو نے قبر میں داخل کیا ہے وہ شکم زمین میں چلے گئے ہیں، اس سے قبل وہ زمین کے اوپر تھے ان کے محاسن ان میں بوسیدہ اور پرانے ہوگئے ہیں ان سے ان کے گھر اور صحن خالی ہوگئے ہیں، اور تقدیرات الٰہی انہیں موت کی طرف لے گئی ہیں، وہ دنیا سے چلے گئے اور وہ چیزیں یہیں چھوڑ گئے جو انہوں نے جمع کی تھیں، اور وہ قبر کی مٹی کے نیچے چھپ گئے ہیں۔

کم اخترمت ایدی المنون من قرون بعد قرون کم غیرت الارض ببلاھا وغیبت فی ثراھا ممن عاشرت من صنوف الناس وشیعتھم الی الارماس وانت علی الدنیا مکب منافسھم لخطابھا فیھا حریص مکاثر علی خطر تمسی وتصبح لاھیاء اتدری بما ذا لو عقلت مخاطروان امرا یسعیٰ

للدنیاہ جاھدا ویذھل عن الآخرۃ لاشك خاسر۔

یعنی کتنے ہی موت کے دست و پنجہ نے گذشتہ زمانہ کے قرناً بعد قرن اشخاص کو چیر پھاڑ کر ہلاک کر دیا ہے اور کتنے ہی اشخاص کو زمین نے پرانا کر کے متغیر کر دیا ہے اور انہیں مٹی میں چھپالیا ہے کہ جن کے ساتھ مختلف اصناف کے لوگوں میں سے تو معاشرت رکھتا ہے اور ان کی تو نے قبر تک تشیع کی ہے باوجودیکہ تو نے انہیں مصیبت کے پنجہ اور قبر کی مٹی میں جاتے ہوئے دیکھا ہے پھر بھی تو نے دنیا سے نصیحت حاصل نہیں کی، اور تو نے عبرت کی آنکھوں سے نہیں دیکھا اسی طرح تو دنیا اور کار دنیا کی طرف راغب اور مائل ہے اور اس قبیح منظر دلہن کا حریص ہے کہ جس نے ہزار ہا شوہر کئے ہیں جنہیں ہر گوشہ و کنار میں خاک و خون میں ناشاد کر رکھا ہے، اور کثرت مال پر فخر کرتا ہے حالانکہ ہزار ہا مصیبتوں کا نشانہ اور مقام خطر میں ہے، لہو و لعب غفلت و غرور میں رات دن گزارتا ہے، تجھے پتہ بھی ہے اگر تو فکر کرے کہ کن خطروں سے تو دو چار ہے اور یاد رکھو جو شخص دنیا کے پیچھے سعی و کوشش کرے اور جد و جہد میں مشغول رہے اور ہمیشگی کے گھر کی تلافی و تدراک سے غافل ہو بلا شک و شبہ وہ بہت زیان و خسارہ میں ہے۔

انظری الی الامم الماضیۃ والقرون الفانیہ والملوك العاتیۃ کیف انتقنتھم الایام فافناھم الحمام فامتحت من الدنیا اثارھم و بقیت فیھا اثارھم واضوار میانی التراب واقفرت مجالس منھم عطلت ومقاصر و حلوابدار لا تزاور بینھم والی لسکان القبر اشر اور فما ان تری الاجثی قد ثروابھا مسنمۃ تسفی علیھا الاعاصر۔

پورے فکر و عقل سے گزشتہ امتوں فنا ہونے والے قرنوں، اور سرکش سلاطین کی طرف نظر کرو کس طرح حوادث زمانہ نے ان کے وجود کی بیخ کنی کی ہے اور موت نے انہیں فنا کر دیا، پس دنیا سے ان کے آثار محو و نابود ہو چکے ہیں، اور سوائے ان کی خبر کے کوئی چیز ان کی باقی نہیں رہی، اور وہ سب کے سب زیر زمین بوسیدہ ہڈیاں ہو گئے ہیں، مجلسیں ان سے خالی پڑی ہیں اور ان کے قصور و محلات ویران پڑے ہیں وہ سب سامان سفر باندھ کر ایسے گھر میں وارد ہوئے ہیں کہ جہاں کسی طرح بھی ایک دوسرے کی زیارت نہیں کر

سکتے ،اور قبروں میں رہنے والے ایک دوسرے کی زیارت وملاقات کس طرح کر سکتے ہیں کیا تم دیکھتے نہیں کہ ان کی قبروں کے اوپر پتھر کہاں کی طرح پڑے ہوئے ہیں، جن میں وہ سکونت پذیر ہیں کہ جن پر آندھیاں خاک وغبار ڈالتی ہیں۔

من ذی عزوسلطان و جنود و اعوان تمکن من دنیاہ ونال منها مناہ بنی الحصون والدساکر و جمع الاعلاق والذخائر. ما صرفت کف المنية اذا تت مبادرة تهوی اليه الذخائر ولا دفعت عنه الحصون التی بنی وحف بها انهار والدساکر ولا قارعيت عنه المنية خيله ولا طمعت فی الذب عنه العساکر.

کتنے صاحبان عزت وسلطنت وصاحبان لشکر واعوان کوتو نے دیکھا ہے، جنہوں نے حسن حصین قصر ہائے استوار اور سرائیں پائدار بنائیں اور نفیس اموال اور زیادہ ذخائر واموال اور قصور عالیہ آثار موت کے لشکر کا مقابلہ نہ کرسکے ان محلات ولشکروں سے موت کو نہ روک سکے بے شمار لشکر اور غیر محدود ذخائر سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا، کینہ ور مردان اور سرکش گروہان شاطر اجل اور قاصد موت کو جواب نہ دے سکے۔

فالبدار البدار والحذار الحذار من الدنيا و مکائدها وما نصبت لك من مصائدها . تجلی لك من زينتها واستشرف لك من فتنتها فی دون ما عافيت فجعا تها الی رفضها داع وبالزهد آمر فجد ولا تغفل فعيشك زائل وانت الی دار المنية صائر فلا تطلب الدنيا فان طلا بها وان نلت منها عنها لك ضاء.

پس جلدی کر دنیا اور اس کی نیرنگیوں سے بچ جا اور وہ جال جو تجھے دھوکہ دینے کے لئے اس نے بچھائے ہیں اور وہ آرائش جو اپنے آپ کو زینت دینے کے لئے اور وہ نمائش جو مفتون کرنے کے لئے اس نے کی ہے لیکن ان فجائع اور مصائب دنیا میں سے تھوڑے سے بھی تیرے لئے کافی ہیں جو تو نے ترک دنیا کی طرف بلانے اور زہد و دنیا کا حکم دینے کے لئے کئے ہیں، پس کوشش کر اور غافل نہ رہ کیونکہ تیری

زندگی زائل ہونے والی اور تو موت کے گھر میں جانے والا ہے، اور دنیا کی تلاش میں نہ رہ اور یہ رنج و تکلیف اپنے اوپر نہ رکھ اگر تھوڑا سا مقصود تو حاصل کر بھی لے تو بھی آخر میں اس کو ضرور دیکھے گا۔

کم غرت من مخلد الیها وصرعت من مکب علیها فلم تنعشه من صرعته ولم تقله من عثرته ولم تداوه من سقمه ولم تشفه من المد بل اوردته بعد عزومنعة موارد سوء مالهن مصادر فلمارای ان لا نجاة وانه هوالموت لا ينجيه منه المواز تندم لو يغنيه طول ندامة عليه وابكته الذنوب الکبائر۔

کتنے اشخاص ہیں جو اس سرائے سراسر آفت سے میل و رغبت کی وجہ سے مغرور و فریفتہ ہو گئے ہیں اور کتنے لوگ جو اس پر منہ کے بل گرے ہوئے تھے جنہیں اس نے بچھاڑ دیا ہے، اور پھر وہ اٹھ نہیں سکے اور اس پھسلنے سے سیدھے کھڑے نہیں ہو سکے، جنہیں اس بیماری کی دوا میسر نہیں ہوئی اور وہ اس درد و تکلیف سے شفایاب نہیں ہوئے بلکہ یہ دنیا غدار درد پہنچانے والی مکر و خدیعہ کے راستہ سے آئی اور انہیں عزیز ہونے کے بعد اور زیادہ قوم و قبیلہ جو کہ طاقت ور تھے ان کے ہوتے ہوئے بری جگہوں اور ناخوش گوار گھاٹ پر لے آئی جب کہ واپس لوٹنے کا کوئی راستہ ان کے لئے باقی نہ رہا اور جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے لئے نجات کا کوئی راستہ نہیں اور موت ان پر وارد ہوئی اور کسی معاون و مددگار کے ذریعہ نجات حاصل نہ ہو سکی، وہ غم و اندوہ و حسرت کی گہرائی میں جا گرے، لیکن کیا فائدہ جب کہ اس طویل حسرت و ندامت سے فائدہ انہیں نہ مل سکا علاوہ اس سے کہ بڑے گناہوں کی وجہ سے وہ گریہ و زاری کرنے لگے کہ جس سے کچھ حاصل نہیں ہوا۔

بکی علی ما سلف من خطایاه وتحسر علی ما خلف من دنیاه حیث لا ینفعه الاستعبار ولا ینجیه الاعتذار من هول المنیة ونزول البلية احاطت به اناته وهمومه وانبس الماء اعجزته المعاذر فليس له من كربة الموت فارج وليس له مما يحاذر ناصر وقد جشات خوف المنية نفسه تزدوها دون اللهات الحناجر۔

پس وہ روتا ہے ان گناہوں پر جو اس سے سرزد ہوئے اور حسرت واندوہ کا اظہار کرتا ہے اس چیز پر جو وہ دنیا میں چھوڑے جاتا ہے، جب کہ گریہ کرنا اور رونا اس کے لئے سودمند نہیں اور موت کی ہولناکی اور مصیبت کے نزول سے معذرت کرنا اسے نجات نہیں دے سکتا، آفات وہموم وغموم نے اس کا احاطہ کیا ہوا ہے اور وہ اس وقت حیران و پریشان ہو گیا جب کہ کوئی معذرت اس کے کام نہ آسکی اور اس کے لئے موت کی مصیبت واندوہ سے کوئی چیز چھٹکارا دینے والی نہیں اور جس چیز کا اسے ڈر ہے اس میں کوئی اس کا مددگار نہیں اور موت کے خوف اور اس کی وحشت وہیبت سے اس کا نفس مضطرب اور اس کی جان خوف وفزع کی وجہ سے حلق سے تالو اور تالو سے حلقوم تک آجاتی ہے۔

هنالك خف عنه عوادة واسلمه اهله واولاده وارتفعت الرفة والعويل ويئسوا من برء العليل غضوا بأيديهم عينيه ومدوا عند خروج نفسه رجليه فكم مرجع يبكى عليه تفجعا ومستنجد صبرا وما هو صابر و مسترجع داع له الله مخلص يعد جمعه خير ما هواذا كر و كم شامت مستبشر بوفاته وعما قليل كالذى صار صائر.

اس وقت یعنی جب آثار موت نمودار ہوئے اور موت کا پیغام رساں ظاہر ہوا تو جو لوگ مہر ومحبت و شفقت کی وجہ سے اس کی عیادت کو آتے تھے وہ اسے تنہا چھوڑ کر چلے جاتے ہیں، اور اس کے اہل و عیال واولاد جو ہمیشہ اس کے ہمسر وہمراز اور اس کے مصاحب تھے کہ اگر اس کے پاؤں میں کانٹا چبھ جاتا تو گویا ان کے جگر میں کانٹا لگا ہے اور اگر اس کے سر میں درد ہو جاتا تو ان کے دل میں سوئیاں چبھیں، جب انہوں نے اس کی سکرات الموت دیکھی تو اسے موت کے سپرد کر دیا، پس ان کے نالہ و گریہ زاری کی آواز بلند ہوئی اور بیمار کے اچھے ہونے سے مایوس ہو گئے اور اس کی آنکھیں کہ جس کے دیکھنے سے وہ خوش ہوتے تھے اپنے ہاتھ سے بند کیں، اور اس کے دونوں پاؤں کہ جنہیں عزیز سمجھتے تھے انہیں قبلہ کی طرف دراز کر دیا پس کتنے اشخاص ہیں جو اس کے درد وداغ سے روتے ہیں اور بہت سے صبر کا مطالبہ کرنے والے جو خود صبر نہیں کر سکیں گے، اور ان کے صبر کا کاسہ لبریز ہو جاتا ہے اور کتنے اشخاص ایسے ہیں جو کلمہ انا اللہ کہتے ہیں اور خلوص نیت ومہر ومحبت کی بناء پر خدا سے رحم کی

دعا مانگتے ہیں اور اس کی نیکیوں کو یاد کرتے ہیں اس کے لئے دعائے خیر اور طلب مغفرت کرتے ہیں،
اور کتنے لوگ ہیں جو اس کی موت پر خوش ہیں حالانکہ وہ بھی اس کے پیچھے جانے والے ہیں۔

شق جیو بہا نسائه ولطم خدودها اماوه واعول لفقده جیرانه و توجع لرزئه اخوانه ثم اقبلو علی جهازه وتشمرو الابرازه تظل احب القوم کان لقربه یحث علی تجهیزه دیبادرو شحر من قد احضروه لغسله و وجه لما فاظ للقبر حافر و کفن فی ثوبین فاجتمعت له معیشة اخوانه والشعائر۔

اس کی عورتیں اس کی مصیبت میں گریبان چاک کرتی ہیں اور اس کی کنیزیں اپنے رخساروں پر طمانچے لگاتی ہیں اس کے ہمسائے اس کے ناپید ہونے پر نالہ وفریاد کی آواز بلند کرتے ہیں اور اس کے بھائی اس کی مصیبت کی وجہ سے درد ودالم واندوہ وغم میں ہیں، پس اس وقت وہ اس کی تجہیز وتکفین کے لئے مہیا اور اسے باہر لانے غسل دینے اور لے جانے کے لئے تیار ہیں پس جو شخص اس کا زیادہ نزدیکی تھا وہ اس کی تجہیز میں جلدی کرتا ہے اور عجلت کرتا ہے، اسے قبر میں پہنچانے کی طرف اور تیار ہو گئے وہ لوگ جو اس کے پاس موجود ہیں اس کو غسل دینے کے لئے اور قبر کھودنے والا اس کی قبر کھودنے کے لئے بھیجا گیا، اور دو کپڑوں میں اسے کفن دیا گیا پس اس کے قبیلہ والے اور بھائی جمع ہو گئے اس کے تشییع جنازہ کے لئے:

فلو رایت الاصغر من اولاده و قد غلب الحزن علی فواده فغشی من الجزع علیه وقد خضبت الدموع خدیه ثم افاق وهو یندب اباه ویقول بشجو واویلاه لابصوت من قبح المنیة منظرا یهال لمراه ویرفاع ناظرا کابر اولاد یهیج اکتیابهم اذا ما تنا ساه البنون الا صاغر وانه نسوان علیه جوازع مدامعها فوق الخدود غزائر۔

پس اگر تو اس کے سب سے چھوٹے بیٹے کو دیکھے کہ حزن وملال اس کے دل پر چھایا ہوا ہے اور اپنے باپ پر زیادہ جزع وفزع نالہ وزاری کی وجہ سے اس پر غشی طاری ہو گئی ہے اور اشک خونین وخراش چہرہ کی وجہ سے اس کے رخسار رنگین ہو گئے ہیں، البتہ تو موت کے برے منظر کی وجہ سے دیکھے گا کہ جس

کے دیکھنے سے دیکھنے والا ہولناکی اور مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے اس کے بڑے بیٹے کو بعد اس کے کہ اس کے چھوٹے بیٹے اسے فراموش کر چکے ہوتے ہیں کہ وہ اس پر ندبہ وزاری سے دن گزارتے ہیں اور اس کی عورتیں اس پر گریہ زاری کرتی ہیں اور بہت زیادہ آنسوان کے چہرہ ورخسار پر جاری ہوتے ہیں۔

ثم اخرج من سعة قصره ضیق قبره فحشوا بایدیهم التراب و اکثر والتلدد والانتحاب ووقفوا ساعة علیه وقد یئسوا من النظر الیه فولوا علیه معولین وکلهم لمثل الذی لاقی اخوه محاذر کشاء و تاع امنات بعد الها بمدیة باد للذرا عین حاسر نراغت ولم ترتع قلیلا واجفلت فلما انحتی معها الذی هوحاذر۔

جب اس کو غسل وکفن دے لیتے ہیں تو اس کو اس وسیع قصر ومحل سے کہ جس کے بنانے میں اس نے بڑی مشقت وتکلیف برداشت کی تھی نکال کر تنگ قبر کی طرف لے جاتے ہیں اور جس رخسار پر غبار نہیں بیٹھ سکتا تھا اس پر خاک ڈالتے ہیں اور حسرت وحیرت سے اس پر سر وسینہ پیٹتے اور گریہ زاری کرتے ہیں اور ایک لحظہ اس پر کھڑے ہو کر اس کی طرف مایوسانہ نظر ڈالتے ہیں، پس سب اس پر نالہ وگریہ کرتے واپس پلٹ جاتے ہیں جب کہ سب اس چیز سے ڈر رہے ہوتے ہیں، جو ان کے بھائی پر وارد ہوئی ہے حالانکہ وہ اس سے متنبہ وبیدار نہیں ہوتے اور دوبارہ اپنے آسائش وآرام کی طرف غفلت وجہالت سے واپس لوٹ گئے ہیں اور گزشتہ بات کو فراموش کر دیتے ہیں، مثل ان گوسفندوں کے جو آسودگی اور مامونیت کے ساتھ اپنے چراگاہ کی طرف جاتے ہیں کہ اچانک تیز چھرا قصاب کے ہاتھ میں دیکھتے ہیں جس نے کہنی تک اپنی آستین الٹی ہوئی ہے پس گوسفند ڈر جاتے ہیں اور تھوڑی دیر کے لئے چرنے سے رک جاتے اور بھاگتے ہیں لیکن جب وہ چلا جاتا ہے کہ جس سے وہ ڈرتے ہیں۔

دها ها افبافعال البهائم اقتدینا وعلی عادتها جرینا عد الی ذکر المنقول الی الثری والمدفوع الی هول ماتری هو مصرعا فی لحده و توزعت مرا ریثه ارحامه والادا صر وانحو علی امواله بخصومة فما حامد منهم علیها ماتری هو مصرعا فی لحده وتو زعت مراریثه ارحامه والاواصر وانحو علی امواله بخصومته فما حامد منهم علیها وشا کر فیا عامر الدنیا ویاساعیا لها ویا امنا من ان تدور الدوائر کیف امنت هذه الحالة وانت صائر الیها لا

مخالۃ۔

تو وہ اپنی چراگاہ کو پلٹ جاتے ہیں اور جو کچھ ان کی ہمجنس پر وارد ہوا ہے یعنی وہ گوسفند جو قصاب کے ہاتھ میں دیکھتے ہیں اسے بھول جاتے ہیں کیا ہم افعال بہائم اور چوپاؤں کی رفتار کی اقتدا کریں اور ان کی عادات کو اپنالیں، پلٹ آؤ اس مردہ کے ذکر کی طرف کہ جس کو قبر میں داخل کرتے ہیں اور اس ہول وخوف کے سپرد کرتے ہیں کہ جسے تم دیکھ رہے ہو، پس وہ اپنی لحد میں داخل ہوا اور مٹی کے نیچے جاگزیں ہو گیا اور اس کی میراث اس کے عزیزوں اور رشتہ داروں نے تقسیم کرلی اور وہ اس کے ترکہ کی تقسیم میں جلدی کرتے اور جھگڑتے ہیں اور یہ مال جو اس بے چارہ مردہ کی طرف سے انہیں ملا ہے کوئی اس کی تعریف اور اس کا شکر بیادا نہیں کرتا، پس اے دنیا کو آباد کرنے والے اور اس کی تحصیل میں کوشش کرنے والے اور اس سے امن میں رہنے والے کہ کس طرح تو مامون ہے اس حالت سے جب کہ یقیناً تو اس کی طرف جانے والا ہے، ایک دوسرے مذہب میں فرماتے ہیں۔

این السلف الما ضون والا هلون والا قربون والا ولون والاخرون والا بنیاء والمرسلون طحنتهم والله المنون وتوالت علیهم السنون وفقد تضهم العیون وانا الیهم صائرون فانا لله وانا الیه راجعون اذا کان هذا نهج من کان قبلنا فا نا علی اثارهم نتلاحق نحن عالما ان سوف تدرك مامضی ولو عصمتك الراسیات الشواهق فما هذه دارا لا تامة ناعلمن ولو عمر الانسان ماذر شارق۔

کہاں ہیں پہلے گذرے ہوئے لوگ رشتہ دار پہلے اور بعد کے انبیاء و مرسلین خدا کی قسم موت کی چکی ان پر گردش کر چکی ہے اور انہیں پیس چکی ہے ان پر دنیا کے کئی سال گزر چکے ہیں، اور وہ آنکھوں سے پوشیدہ ہو چکے ہیں اور ہم بھی ان کی طرف جانے والے ہیں اور ان کے ساتھ ملحق ہونے والے ہیں، ہم خدا کی بندگی کے کمند میں بند ہیں اور ہم اس کی پاداشت اور جزا کی طرف جانے والے ہیں، جب کہ گزرے ہوئے لوگوں کا راستہ یہی تھا ہم بھی ان کے آثار پر چلیں گے اور یہ بات جان لو کہ اگر بلند و بالا سخت پہاڑوں کی چوٹی میں جا کر پناہ لو تب بھی گزرے ہوئے لوگوں کے ساتھ جا کر ملحق ہو گے، یہ جان

لو کہ یہ گھر قیام گاہ نہیں ہے اگر چہ انسان اس دنیا میں اتنی زندگی بسر کرے جب تک سورج چمکتا ہے کہ
رادانی از خسروان عجم کے عہد فریدون و محا کے دو جم، کہ برتخت و ملکش نیامد زوال، نماند مگر ایزد
تعال، کرا جاودان ماندن امید ہست، کہ کس راندانی کہ جاوید ہست۔

این من شق الانهار وغرس الاشجار وعمر الديار الم تمح منهم الاثار و تحل بهم دار البور فاخش الجوار فلك اليوم بالقوم اعتبار فانما الدنيا متاع الاخرة دار القرار تخرمهم ريب المنون فلم تكن لتنفعهم جناتهم والحدائق ولا حملتهم حين ولوا جمعهم نجائبهم والصافنات السوابق و راحوا عن الاموال صفرا و خلفوا ذخائر هم بالرغم منهم وفارقوا۔

کہاں ہیں وہ جنہوں نے نہریں کھودیں پانی جاری کئے اور درخت لگائے اور گھر آباد کئے کیا ان کے آثار مٹ نہیں گئے یعنی وہ گھر حزار وہ یار مار وہ اقارب عقارب (بچھو) وہ مناظر مخاطر (خطرہ کی جگہیں) وہ قصور قبور وہ بوستان گورستان نہیں ہو گئے، اور زمانہ نے انہیں ہلاکت کے گھر کے سپرد کر دیا ہے، پس اس ہمسائیگی سے ڈرو اور تمہیں ان لوگوں سے عبرت حاصل کرنے چاہیے کیونکہ دنیا کے لئے قرار و بقا نہیں اور باقی و برقرار رہنے والا گھر آخرت ہی ہے، حوادث زمانہ نے ان لوگوں کو وادی ہلاکت میں ڈال دیا، انہیں ان کے باغ و بوستان نفع نہ دے سکے اور جب وہ دوسرے گھر کی طرف پلٹے عمدہ ناقے اور بہترین تیز رفتار گھوڑے ان کے کام نہ آئے اور وہ اپنے مال و دولت چھوڑ کر خالی ہاتھ چلے گئے اور وہ ذخائر جنہیں جمع کر رکھا تھا نہ چاہنے کے باوجود انہیں چھوڑ کر چلے گئے اور ان سے الگ ہو گئے۔

اين من بنى القصور الدسا كر وهزم الجيوش والعساكر وجمع الاموال والذخائرا وحاز الاثام والجرائر اين الملوك والفراعنه والا كاسرة والسياسنة اين العمال والدها قنة اين دوو النوا حى والرساتيق والاعلام والمنا جيق والعهود والمواثيق كأن لم يكونوا اهل عز ومنعة

ولا رفعت اعلامهم والمعاجق ولا سكنوا تلك القصور التي بنوا ولا اخذت منهم بعهد مواثق وصاروا قبورا دراسات واصبحت منازلهم تسفى عليها الخوافق۔

کہاں ہیں وہ جنھوں نے قصور و محلات بنائے اور جیوش و لشکروں کو شکست دی اور مال ذخیرے جمع کئے اور گناہ و جرائم کے مرتکب ہوئے کہاں ہیں دنیا کے بادشاہ دنیا کے مالک اور صاحبان اعلام و منافیق و عہود و مواثیق گویا کبھی وہ صاحب عزت و سلطنت نہیں تھے اور کسی میدان جنگ میں ان کے علم کے پھریرے نہیں لہرائے تھے اور منجنیق سے پتھر نہیں پھینکے تھے اور ان محلات میں گویا کبھی نہیں رہے تھے، کہ جن میں غرور و سرور سے رہتے تھے اور عہد و پیمان پر انہیں اطمینان حاصل نہیں ہے، وہ سب پرانی قبروں میں جا کر ٹھہرے ہیں اور قبر کی خاک بن چکے ہیں اور ان کے گھروں میں آندھیاں خاک اڑا رہی ہیں (مولف نے اس کے بعد کچھ فارسی عربی کے اشعار لکھے ہیں ہم انہیں چھوڑ رہے ہیں) ایک اور ندبہ ذکر کر کے پھر کچھ فارسی کے اشعار لکھے ہیں طوالت کے خوف سے انہیں بھی چھوڑ رہے ہیں۔(مترجم)

پانچویں فصل امام زین العابدینؑ کے بعض معجزات

مخفی نہ رہے کہ کوئی معجزہ اور کرامت حضرت کے آداب اخلاق کریمہ کلمات و مواعظ بلیغہ صحائف اور ادعیہ شریفہ سے بالاتر نہیں اور مناسب ہے کہ اس مقام پر فصول گذشتہ میں جو کچھ مختصراً ذکر کر چکے ہیں، اسی پر اکتفاء کریں لیکن ضروری ہے کہ تبرک و تیمن کے طور پر یہاں بھی چند روایات بیان کریں۔

پہلی روایت: حجر اسود کا آپ کی امامت کی گواہی دینا۔

شیخ کلینی اور دوسرے علماء نے امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ جب امام حسینؑ درجہ رفیعہ شہادت پر فائز ہوئے تو محمد بن حنفیہ نے امام زین العابدین کی خدمت میں پیغام بھیجا اور حضرت سے خلوت میں باتیں کیں اور کہا اے میرے بھتیجے آپ کو معلوم ہے کہ رسول خداؐ نے اپنے بعد وصایت و امامت امیر المومنینؑ کے اور ان کے بعد امام حسنؑ کے اور ان کے بعد امام حسینؑ کے سپرد کی، اب جب کہ آپ کے والد (خدا کی رضوان و رحمت ان پر ہو) شہید ہوئے تو وصیت نہیں چھوڑ گئے، اب میں آپ کا چچا آپ کے والد کا بھائی اور

علیؑ کا بیٹا ہوں اور سن میں آپ سے بڑا ہوں، ان سن و سال کی وجہ سے جو مجھ میں ہے اور اس جوانی اور خورد سالی کی بناء پر جو آپ میں ہے میں اس امر امامت کا زیادہ لائق اور مستحق ہوں، مقصد یہ ہے کہ آپ مجھ سے وصایت و امامت میں جھگڑا نہ کریں، آپ نے فرمایا چچا خدا سے ڈرو اور جس چیز کے لائق نہیں ہو اس کے درپے نہ ہو میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ کہیں آپ کا شمار جاہلوں میں نہ ہو جائے، اے چچا میرے والد صلوات اللہ علیہ نے عراق جانے سے پہلے مجھے وصی قرار دیا اور اپنی شہادت سے ایک گھنٹہ پہلے امر امامت و وصایت میں مجھ سے عہد و پیمان استوار کیا اور یہ رسول خدا کا اسلحہ (سامان جنگ) میرے پاس ہے پس اس معاملہ کے گرد چکر نہ لگاؤ، کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ آپ کی زندگی کم نہ ہو جائے اور آپ کے حالات میں آشوب و اختلال و نقص واقع نہ ہو، خداوند عالم اس سے انکار و امتناع رکھتا ہے کہ امامت و وصایت نسل حسینؑ کے علاوہ کہیں مقرر فرمائے اور اگر آپ چاہتے ہیں کہ اس سلسلہ میں آپ کو پورا یقین پیدا ہو تو حجر اسود کے پاس چلتے ہیں اور اس کا فیصلہ اس سے چاہتے ہیں اور اس معاملہ کی حقیقت کا اس سے سوال کرتے ہیں، حضرت امام باقرؑ فرماتے ہیں کہ یہ گفتگو ان کے درمیان اس وقت ہوئی جب کہ دونوں حضرات مکہ میں تھے پس حجر اسود کی طرف روانہ ہو گئے حضرت علی بن الحسینؑ نے محمد کی طرف رخ کیا اور فرمایا آپ ابتدا کیجئے اور بارگاہ خداوندی میں تضرع و زاری کریں تا کہ وہ آپ کے لئے حجر اسود میں قوت گویائی پیدا کرے اور پھر آپ اس سے سوال کریں، پس محمد نے روئے سوال درگاہ خالق متعال کی طرف کیا اور خدا سے دعا کی پھر حجر اسود کو پکارا لیکن حجر اسود نے انہیں کوئی جواب نہ دیا، حضرت نے فرمایا اے چچا اگر آپ وصی و امام ہوتے تو حجر اسود آپ کو جواب دیتا، محمد نے کہا اے بھتیجے اب آپ حجر اسود کو بلائیں اور اس سے سوال کریں، پس امام زین العابدینؑ نے جس طرح چاہا دعا کی پھر فرمایا میں تجھے اس خدا کی حق کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ جس نے تمام انبیاء و اوصیاء اور سب لوگوں سے لیا ہوا عہد و پیمان تجھ میں قرار دیا ہمیں بتا کہ حسینؑ بن علیؑ کے بعد وصی و امام کون ہے، حجر اسود میں اتنی جنبش و حرکت پیدا ہوئی کہ گمان ہوا کہ وہ اپنی جگہ سے اکھڑ جائے پھر اسے واضح عربی زبان میں قوت گویائی عطا کی اور اس نے علی بن الحسینؑ سے عرض کیا کہ وصایت و امامت حسینؑ بن علی فرزندان فاطمہ بنت رسول خداؐ کے بعد آپ کے ساتھ مخصوص ہے، پس بعض روایات کے مطابق محمد نے حضرت کے پاؤں کا بوسہ لیا اور عرض کیا کہ امامت آپ کے ساتھ ہی مخصوص ہے، مولف کہتا ہے حدیقۃ الشیعہ میں ہے کہ یہ واقعہ اس وجہ سے ہوا تا کہ کمزور اعتقاد لوگوں کے شکوک و اوہام کا ازالہ ہو جائے اور محمد بن حنفیہ قدس سرہ یہ چاہتے تھے کہ جو لوگ انہیں امام سمجھتے ہیں ان کے سامنے امام زین العابدینؑ کی حقیقت و منزلت ظاہر ہو جائے نہ یہ کہ انہوں نے امامت میں نزاع کیا تھا اور انہوں نے اپنے باپ اور بھائی سے نہیں سنا تھا یا جاننے کے باوجود چشم پوشی کی تھی، کیونکہ ان کا مقام و مرتبہ اس سے بالاتر ہے کہ ان کے متعلق یہ گمان کیا جائے کیونکہ رسول خداؐ نے اپنے وصی کو یہ خبر دی ہے کہ میرے بعد بنی حنیفہ قبیلہ کی ایک لڑکی سے آپ کا ایک بیٹا ہو گا، اور میں اپنا نام اور کنیت اسے بخشتا ہوں اور اس کے علاوہ میرا نام و کنیت کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ میری کنیت و نام کو جمع کرے سوائے میری آل کے قائم علیہ السلام کے جو کہ میرا بارھواں خلیفہ ہے، جو دنیا کو عدل و انصاف سے پر کرے گا، بعد اس کے کہ وہ ظلم و جور سے پر ہو گی، لہذا حضرت امیر المومنینؑ نے ان کا نام محمد اور کنیت ابو القاسم رکھی اور محمد مذکور کا علم و ورع و زہد و تقویٰ میں نظیر و عدیل کوئی نہ تھا پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے امام زمانہ

سے غافل ہوتے، اور ایسی چیز کا مطالبہ کرتے کہ جس کا وہ حق نہیں رکھتے تھے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حجر الاسود کے گواہی دینے کے باوجود بہت سے لوگ ان کی امامت کا اعتقاد رکھتے تھے اور ان کے روکنے کے باوجود وہ لوگ اس اعتقاد سے باز نہ آئے اور اس فاسد عقیدہ پر برقرار رہے بلکہ مدتوں تک بے شمار لوگ دنیا میں تھے جو انہیں زندہ سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ اب بھی ایک ایسا گروہ موجود ہے جو کہتے ہیں کہ محمد رضوئے پہاڑ کے غار میں (جو پہاڑ مدینہ کے نزدیک ہے) مشغول عبادت ہیں اور کہتے ہیں کہ وہی مہدی موعود ہیں، اور اس غار میں خداوند عالم نے پانی اور شہد ان کے لئے پیدا کر دیا ہے تاکہ وہ بھوکے پیاسے نہ رہیں اور ان کے پیروکاروں میں سے ایک کا یہ شعر ہے "وسبط لا یذوق الموت حتی یقود الخیل یقدمه اللواء یغیب فلا یری فیهم زمانا برضوی عنده عسل وماء" یعنی رسول اکرمؐ کے نواسوں میں سے ایک وہ ہے کہ جس پر موت نہیں آئے گی اور وہ موت کا مزہ نہیں چکھے گا، جب تک وہ لشکر کشی نہ کرے اور اس کے آگے علم ہوں گے اور بعد اس کے کہ وہ ایک مدت تک لوگوں کی نظروں سے رضوی پہاڑ میں غائب رہے گا، کہ جہاں شہد اور پانی اس کے لئے خلق ہوا ہے اور وہ عبادت میں مشغول ہے اور اس شاعر نے نہ صرف یہ کہ ان کی امامت ومہدویت کے سلسلہ میں غلط بات کہی ہے بلکہ انہیں رسولؐ کے نواسوں میں شمار کر کے بھی غلطی کی ہے، مولف کہتا ہے کہ شیخ مفید نے یہ اشعار کثیر عزہ سے نقل کئے ہیں اور اس کے پہلے اشعار میں "الا ان الائمة من قریش ولاة الحق اربعة سواء علی والثلاثة من بنیه هم الاسباط لیس بهم خفاء فسبط سبط ایمان وبر وسبط غیبته کربلا وسبط لا یذوق الموت۔ الخ"

دوسری روایت:

زہری کی روایت ہے اور جو کچھ اس نے آپ کے دلائل اپنی آنکھوں سے دیکھے کتاب حدیقة الشیعہ میں ہے کہ علیؑ بن الحسینؑ کے معجزات میں سے ایک وہ ہے جو کشف الغمہ میں شہاب زہری سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ عبدالملک بن مروان نے شام سے کچھ لوگ بھیجے کہ وہ حضرت کو مدینہ سے شام لے جائیں، اور وہ آپ کو طوق وزنجیر میں مقید کر کے مدینہ سے لے چلے اور آپ پر نگران مقرر کئے، میں نے نگرانوں سے التماس کیا کہ وہ مجھے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت دیں، جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو طوق زنجیر میں دیکھا تو میں رونے لگا اور میں نے کہا کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ یہ طوق وزنجیر میرے اوپر ہوتی اور آپ اس تکلیف میں نہ ہوتے آپ نے تبسم کیا، اور فرمایا اے زہری کیا تمہارا خیال ہے کہ مجھے ان زنجیروں سے کوئی تکلیف ہے ایسا نہیں ہے اور آپ نے اپنے ہاتھ پاؤں ان سے باہر نکال لئے اور فرمایا کہ جب تمہیں کوئی ایسی چیز درپیش ہو، عذاب خدا کو دل میں لے آؤ اور اس سے ڈرو اور تم مطمئن رہو میں دو منزلوں سے زیادہ اس گروہ کے ساتھ نہیں رہوں گا، پس میں نے تیسرے دن دیکھا کہ موکل سراسیمگی کی حالت میں مدینہ واپس آئے اور آپ کو تلاش کر رہے تھے، لیکن انہیں آپ کا پتہ نشان نہیں مل رہا تھا اور کہنے لگے کہ ہم ان کے گرد بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک وہاں طوق وزنجیر پڑے ہوئے دیکھے اور وہ موجود نہیں

تھے پس میں شام گیا اور عبدالملک بن مروان سے ملاقات کی اس نے مجھ سے حالات پوچھے میں نے جو کچھ دیکھا تھا اس کے سامنے نقل کیا، کہنے لگا خدا کی قسم جس دن نگران انہیں تلاش کر رہے تھے وہ میرے گھر میں آئے اور مجھ سے مخاطب ہوئے کہ ماانا والنت یعنی مجھے تجھ سے تجھے مجھ سے کیا سروکار ہے، میں نے کہا کہ میں پسند کرتا ہوں کہ آپ میرے پاس رہیں فرمایا میں پسند نہیں کرتا کہ تیرے پاس رہوں اور پھر میرے پاس سے چلے گئے، خدا کی قسم اتنی ہیبت ان کی مجھ پر طاری ہوئی کہ جب میں خلوت میں گیا تو دیکھا کہ میرے کپڑے پاخانہ سے نجس ہو چکے تھے، زہری کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ علی بن الحسین علیہ السلام اپنے خدا کے ساتھ مشغول رہتے ہیں ان کے متعلق کوئی برا گمان نہ کرو کہنے لگا خوشا حال اس کا جو اس کے شغل میں مشغول ہو۔

تیسری روایت: فقیر آدمی کا مروارید کے دو موتی آپ کی برکت سے مچھلی کے پیٹ سے حاصل کرنا۔

کتاب مذکور میں یہ بھی ستور ہے کہ زہری سے منقول ہے وہ کہتا ہے میں حضرت امام زین العابدینؑ کی خدمت میں حاضر تھا، ایک شخص آپ کے شیعوں میں سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے اپنی عیالداری پریشانی اور چار سو درہم کا مقروض ہونا بیان کیا، امام نے گریہ کیا جب رونے کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اس سے عظیم تر کون سی مصیبت ہے کہ انسان اپنے مومن بھائی کو پریشان اور مقروض دیکھے اور اس کا علاج نہ کر سکے، جب لوگ اس مجلس سے باہر نکلے تو منافقین میں سے ایک شخص کہنے لگا تعجب ہے کہ یہ حضرات ایک طرف تو کہتے ہیں کہ آسمان وزمین ہمارے مطیع وفرمانبردار ہیں، اور کبھی کہتے ہیں کہ ہم برادر مومن کے حالات کی اصلاح سے عاجز ہیں وہ مرد فقیر یہ باتیں سن کر آزردہ خاطر ہو کر حضرت کی خدمت میں گیا اور عرض کیا فرزند رسول کسی شخص نے یہ کچھ کہا ہے اور یہ بات مجھ پر اتنی گراں ہے کہ جس سے میں اپنی سختیوں اور پریشانیوں کو بھول گیا ہوں، پس حضرت نے فرمایا کہ خداوند عالم نے اب تمہیں فرج وکشائش بخشی ہے آپ نے اپنی کنیز کو آواز دی کہ جو کچھ تو نے میرے افطار کے لئے مہیا کیا ہے وہ لے آ، کنیز جو کی دو خشک روٹیاں لے آئی، حضرت نے فرمایا یہ روٹیاں لے لو کیونکہ ہمارے گھر میں ان کے علاوہ کچھ نہیں ہے، البتہ خداوند عالم ان کی برکت سے تمہیں بہت سامان عطا فرمائے گا، پس وہ شخص دونوں روٹیاں لے کر بازار کی طرف روانہ ہوا، لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کرے، اس کا نفس اور شیطان اسے وسوسہ میں ڈالتے تھے کہ نہ بچوں کے دانت ان روٹیوں پر اثر کر سکتے ہیں اور نہ میرے اہل خانہ کا پیٹ ان سے سیر ہو سکتا ہے اور نہ کوئی قرض خواہ مجھ سے قیمتاً یہ لے گا پس وہ بازار میں پھر رہا تھا کہ اس کا گزر ایک مچھلی بیچنے والے کے قریب سے ہوا، کہ جس کے ہاتھ میں ایک مچھلی باقی رہ گئی تھی کہ جسے کوئی شخص کسی قیمت پر خریدنے کے لئے تیار نہیں تھا، اس مرد فقیر نے کہا ادھر آؤ، میرے پاس جو کی روٹی ہے جس کا میں اس مچھلی کے بدلے تمسے سودا کرتا ہوں، مچھلی فروش نے قبول کر لیا، مچھلی دے کر وہ روٹی اس سے لے لی، مرد فقیر چند قدم چلا تھا کہ اس نے ایک سبزی فروش کو دیکھا کہ جس کے

پاس تھوڑا سا خاک آلود نمک تھا کہ جسے کسی قیمت پر خریدنے کے لئے کوئی تیار نہ تھا، فقیر نے کہا کہ آؤ یہ نمک مجھے دے دو اور یہ روٹی لے لو، شاید میں اس نمک سے یہ مچھلی درست کروں، اس بقال نے وہ نمک دے کر روٹی لے لی، پس یہ شخص گھر میں آیا اور ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ مچھلی کو صاف کرے اس نے سنا کہ کوئی اس کا دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے، آ کے دیکھا تو اس کے دونوں مشتری تھے جو روٹیاں واپس لے آئے تھے کہ ان پر ہمارے بچوں کے دانت اثر نہیں کر سکتے اور ہمیں نہیں معلوم تھا کہ تو پریشانی و بدحالی کی وجہ سے یہ روٹیاں بازار میں لایا تھا، یہ اپنی روٹیاں واپس لے لے ہم تجھ پر حلال قرار دیتے ہیں، اور وہ مچھلی اور نمک تجھے بخشتے ہیں وہ شخص انہیں دعا دے کر واپس گیا اور چونکہ اس کے بچے بھی ان روٹیوں کو نہیں چبا سکتے تھے، لہذا وہ مچھلی کی طرف آئے اور اس کے پکانے کی فکر کرنے لگے جب اس مچھلی کا پیٹ چاک کیا تو اس میں سے مروارید کے دو موتی نکلے کہ جن سے بہتر کسی صدف و دریا میں نہیں تھے پس وہ خدا کی اس نعمت پر شکر کرنے لگے، اور وہ شخص اس فکر میں تھا کہ یہ کس کے پاس بیچے اور کیا کرے کہ امام زین العابدینؑ کا قاصد آیا اور اس نے پیغام دیا کہ حضرت فرما رہے ہیں خداوند عالم نے تجھے کشائش دی ہے اور تو نے پریشانی سے چھٹکارا پایا ہے، اب ہمارا کھانا ہمیں واپس کر دے کہ جسے ہمارے علاوہ کوئی نہیں کھا سکتا، وہ دونوں روٹیاں خادم واپس لے گیا، اور سید سجادؑ نے ان سے افطار کیا اور اس فقیر نے مروارید بیچ کر ان کی قیمت وصول کی اور اس کی حالت اچھی ہوگئی، اور وہ تونگر ہو گیا۔

جب منافقین اس چیز پر مطلع ہوئے تو کہنے لگے کتنا عظیم ہے ان کے حالات کا اختلاف پہلے تو اس فقیر کے حالات کی اصلاح کی قدرت نہیں رکھتے تھے، اور اب اسے تونگری عظیم دے دی ہے جب امامؑ نے ان کی باتیں سنیں تو فرمایا، کہ رسول اکرمؐ کے متعلق بھی اس قسم کی باتیں کرتے تھے کیا تم نے سنا نہیں کہ آنحضرت کی تکذیب کرتے تھے، جب آپ نے بیت المقدس کے حالات بیان کئے تھے کہ جو شخص مکہ سے مدینہ بارہ دن میں پہنچا وہ کس طرح ایک ہی رات بیت المقدس میں جا کر واپس آ گیا وہ خدا اور اولیاء خدا کے کارناموں کو نہیں جانتے۔

چوتھی روایت: حبابہ والبیہ کا آپ کے معجزہ سے جوان ہونا۔

شیخ صدوق اور دوسرے علماء نے حبابہ والبیہ سے روایت کی ہے وہ کہتی ہے کہ میں نے حضرت امیر المومنینؑ کو شرطۃ الخمیس میں دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں تازیانہ تھا، کہ جس سے آپ جِرّی مارماہی زمیر دالجرانی (جو کہ حرام مچھلیاں ہیں) کے بیچنے والوں کو مارتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے بنی اسرائیل کے مسخ شدہ کو بیچنے والے اور اے بنی مروان کے لشکریوں اس وقت فرات بن احنف کھڑا ہو گیا اور اس نے عرض کیا کہ اے امیر المومنینؑ بنی مروان کا لشکر کون لوگ ہیں فرمایا کہ وہ ایسا گروہ ہے جو داڑھی منڈواتے اور مونچھیں بڑھاتے ہیں، حبابہ کہتی ہے کہ میں نے آپ سے بہتر گفتگو کرنے والا نہیں دیکھا، پس میں آپ کے پیچھے پیچھے چلی یہاں تک کہ آپ کھلی جگہ میں جا کر بیٹھ گئے تو اس وقت میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا اے امیر المومنینؑ امامت کی کیا دلیل و نشانی ہے، خدا آپ پر رحمت نازل فرمائے یہ سنگریزہ میرے پاس لے آؤ آپ نے دست مبارک سے ایک

سنگریزہ کی طرف اشارہ کیا میں وہ آپ کے پاس لے گئی آپ نے اپنی انگوٹھی سے اُس پر نقش کیا اور اس وقت مجھ سے فرمایا اے حبابہ جو شخص مدعی امامت ہو اور اس میں یہ طاقت ہو کہ وہ سنگریزہ پر جس طرح تو نے دیکھا ہے نقش کر دے تو سمجھ لے کہ وہ امام واجب الطاعۃ ہے اور امامؑ جس چیز کا ارادہ کرتا ہے وہ اس سے پوشیدہ نہیں رہتی، پس میں چلی گئی اور یہ دور گزر گیا، یہاں تک کہ حضرت امیر المومنینؑ کی دنیا سے رحلت ہوئی تو میں امام حسنؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی آنجنابؑ امیر المومنینؑ کی جگہ پر تشریف لائے اور لوگ آپ سے سوالات کر رہے تھے، پس آپ نے مجھ سے فرمایا اے حبابہ والبیہ۔ میں نے کہا جی ہاں اے میرے مولا و آقا آپ نے فرمایا لے آؤ جو کچھ تمہارے پاس ہے میں نے وہ سنگریزہ حضرت کو دیا تو آن جناب نے بھی اس پر نقش کا جس طرح امیر المومنینؑ نے اس پر نقش کیا تھا اور امام حسنؑ کے بعد میں امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور حضرت مسجد رسولؐ میں تشریف فرما تھے آپ نے مجھے اپنے قریب بلایا اور مجھے مرحبا کہا اور فرمایا "ان فی الدلالۃ دلیلا علی ما تریدین" یعنی جو دلالت تو نے میرے بھائی اور باپ سے دیکھی ہے اس میں دلیل ہے میری امامت کے پہچاننے کی بھی کیا پھر بھی امامت کی دلیل چاہتی ہے میں نے عرض کیا جی ہاں اے میرے سردار، فرمایا وہ سنگریزہ لے آ جو تیرے پاس ہے میں نے وہ سنگریزہ حضرت کو دیا حضرت نے اس پر مہر لگائی، چنانچہ اس پر نقش ثبت ہو گیا، حبابہ کہتی ہے کہ امام حسینؑ کے بعد میں حضرت علی بن الحسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی جب کہ بڑھاپے نے مجھ پر اثر کر رکھا تھا اور مجھے بڑھاپے نے تھکا دیا تھا اور بے چارہ کر دیا تھا اور میری عمر ایک سو تیرہ سال کو پہنچ گئی تھی، پس میں نے حضرت کو دیکھا کہ وہ پے در پے رکوع و سجود عبادت میں مشغول ہیں اور وہ ان سے فارغ نہیں ہوتے اس بناء پر میں دلالت و نشانی سے مایوس ہو گئی پس آپ نے میری طرف انگشت شہادت سے اشارہ کیا آپ کے معجزہ سے میری جوانی پلٹ آئی، پس میں نے عرض کیا کتنی مقدار مدت دنیا گزر چکی ہے اور کتنی باقی ہے فرمایا "اما ما مضی فنعم و اما ما بقی فلا" جو گزر چکی ہے وہ تو کہتا ہوں اور جو باقی رہتی ہے وہ نہیں اس وقت فرمایا جو کچھ تیرے پاس ہے وہ لے آ پس میں نے وہ سنگریزہ آپ کی خدمت میں پیش کیا اور آپ نے اس پر نقش کیا ان کے بعد میں نے امام محمد باقرؑ سے ملاقات کی آپ نے اس پر نقش کیا ان کے بعد حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ نے بھی اس پر مہر لگائی پھر امام موسیٰ کاظمؑ کی خدمت سے مشرف ہوئی آپ نے اس پر نقش فرمایا اور آپ کے بعد امام رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ نے اس پر نقش فرمایا، عبداللہ بن ہمام کی روایت کے مطابق اس کے بعد حبابہ نو ماہ زندہ رہ کر دنیا سے وفات پا گئی۔

مولف کہتا ہے کہ حبابہ والبیہ جس نے یہ روایت کی ہے وہ ایک شیعہ خاتون تھیں عاقلہ کاملہ جلیلہ مسائل حلال و حرام جانتی تھیں اور بہت زیادہ عبادت گزار تھیں اور انہوں نے عبادت میں اتنی جدوجہد کی تھی کہ ان کی کھال ان کے شکم پر خشک ہو چکی تھی اور اس کا چہرہ زیادہ سجدہ کرنے اور مقام سجدہ پر رگڑنے کی وجہ سے جل چکا تھا اور وہ ہمیشہ امام حسینؑ کی زیارت سے مشرف ہوتی تھیں اور یہ کیفیت تھی کہ جب لوگ معاویہ کے پاس جاتے تھے تو وہ امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں اور آپ کی زیارت سے مشرف ہوتیں، ایک دفعہ ان کے چہرہ پر برص کے داغ آ گئے تھے تو حضرت کے لعاب دہن کی برکت سے وہ بیماری برطرف ہوئی اور یہ دہی

خاتون ہے جو اسے بیان کرتی ہے کہ میں نے امام محمد باقرؑ کو مسجد الحرام میں عصر کے وقت دیکھا کہ لوگ آپ کے گرد جمع ہیں اور مسائل حلال وحرام اور اپنی مشکلات کا آپ سے سوال کرتے ہیں حضرت نے اپنے مقام سے حرکت وجنبش نہ فرمائی یہاں تک کہ ان کے ہزار مسائل پر فتویٰ جاری فرمایا صدرروایت دلالت کرتا ہے کہ ڈاڑھی منڈوانا جائز نہیں ہے اور یہ کہ ریش تراشی بنی مروان اور بنی امیہ کی بدعت ہے اور چونکہ ہمارے زمانہ میں ڈاڑھی منڈوانا عام ہو چکا ہے اور اس کی قباحت برطرف ہوگئی ہے اور یہ منکر اس حد تک معروف ہو چکا ہے کہ اس سے نہی کرنا منکر و برا معلوم ہوتا ہے لہذا مناسب ہے کہ ہم یہاں ڈاڑھی منڈوانے کے ناجائز ہونے کی دلیلوں کی طرف اشارہ کریں، شہید اول کتاب قواعد میں فرماتے ہیں کہ خنثیٰ کے لئے ڈاڑھی منڈوانا جائز نہیں کیونکہ یہ احتمال ہے کہ شاید وہ مرد ہو اس عبارت کا ظہور یہ ہے کہ مرد کے لئے ڈاڑھی منڈوانے کی حرمت مسلم ہے، اور میر داماد نے شارع النجاۃ میں حرمت کا حکم دیا ہے گویا کہ اجماع کی نسبت دی ہے اور علامہ مجلسی نے کتاب حلیہ میں مشہور کی طرف نسبت دی ہے اور کتاب جعفریات میں سند صحیح کے ساتھ رسول خداؐ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ڈاڑھی منڈوانا مثلہ (ناک کان وغیرہ کاٹنا) ہے اور جو مثلہ کرے اس پر خدا کی لعنت ہو اور عوالی اللئالی میں مروی ہے آنجناب نے فرمایا "لیس منا من سلق ولا خرق ولا حلق" یعنی ہم میں سے نہیں وہ شخص جو بے حیائی اور برائی کی زیادہ باتیں کرے اور اپنے مال میں اسراف کرے اور ڈاڑھی منڈوائے جیسا کہ اس کے مولف ابن ابی جمہور نے حاشیہ پر اس حدیث کی یہی تفسیر بیان کی ہے اور کتاب فقیہ میں مروی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ مونچھوں کو جڑ سے کاٹو اور ڈاڑھی کو بڑھاؤ، یہودیوں اور مجوسیوں کی اپنے آپ کو شبیہ نہ بناؤ، نیز فرمایا کہ مجوسی داڑھیاں منڈواتے اور مونچھیں بڑھاتے ہیں اور ہم مونچھیں کتواتے اور ڈاڑھی رکھواتے ہیں، اور بعض کہتے ہیں کہ احتمال ہے کہ یہودیوں کی شباہت کی نفی اس لحاظ سے ہو کہ داڑھی کی اصلاح کرائی جائے چونکہ یہودی بالکل ڈاڑھی کے بال نہیں مونڈتے جب حضرت رسول خداؐ کا دعوت نامہ اسلام ملوک کسریٰ کو ملا تو بادشاہ کسریٰ نے باذان کو (جو یمن کا گورنر تھا) لکھا کہ وہ آنحضرتؐ کو گرفتار کر کے اس کے پاس بھیج دے تو اس نے اپنے کاتب بانویہ اور ایک دوسرے شخص کو جسے فرخسک کہتے تھے مدینہ بھیجا ان دونوں نے داڑھیاں منڈوائی اور مونچھیں بڑھائی ہوئی تھیں، پس آپ کو یہ اچھا نہ لگا کہ ان پر نگاہ کریں اور فرمایا وائے ہو تم پر تمہیں اس چیز کا کس نے حکم دیا ہے وہ کہنے لگے ہمارے رب یعنی کسریٰ نے حضرت نے فرمایا لیکن میرے رب نے تو مجھے ڈاڑھی رکھنے اور مونچھیں کتوانے کا حکم دیا ہے، اور سیوطی نے جامع صغیر میں امام حسینؑ سے روایت کی ہے کہ آنجنابؑ نے فرمایا کہ قوم لوط میں دس عادتیں تھیں اور ان کی وجہ سے وہ ہلاک ہوئے اور میری امت ایک اور عادت کا اضافہ کرے گی اور اس دس عادات میں مقراض سے ڈاڑھی منڈانا بھی شمار کیا۔

شیخ علی نے درمنثور میں دو طریقوں سے استدلال کیا ہے ایک تو کتاب فقیہ کی مذکور بالا روایت سے اور ایک جزء کا مستحب ہونا (مونچھیں کتوانا) دلیل خارجی کی وجہ سے دوسرے کے وجوب کے ساتھ منافات نہیں رکھتا، بسبب ظاہر امر کے جو کہ وجوب ہے، خصوصا جب کہ یہود و مجوس سے شباہت سے بھی نفی کی ہے، دوسرا یہ کہ کسی کی ڈاڑھی کے بال زائل کرنے سے شریعت میں مکمل دیت مقرر ہوئی ہے لہذا جو چیز اس طرح کی ہو اس کا فعل دوسرے شخص کے لیے بلکہ خود اس شخص کے لئے بھی حرام ہے اور بعض افراد نادرہ کا

اس سے خارج ہوجانا مثلاً سر کے بال وہ اس قاعدہ کلیہ کے ساتھ منافات نہیں رکھتا، فقیر کہتا ہے کہ میں نے گذشتہ گفتگو کلمہ طیبہ سے نقل کی ہے اور حدیث میں آیت شریفہ "واذا بتلی ابراهیم ربه بکلمات فاتمهن" کے ذیل میں کے مونچھیں کٹوانا اور داڑھی منڈوانا ان دس خفیہ احکام میں سے ہے جو حضرت ابراہیمؑ پر نازل ہوئے، اور دس چیزیں جو ہیں جو نسخ نہیں ہوئیں اور نہ قیامت تک نسخ ہوں گی اور ڈاڑھی بڑھانے کا مستحبات میں شمار کرنا اس کے مستحب ہونے کی دلیل نہیں ہے کیونکہ ان میں سے بعض مذکور چیزیں واجب بھی ہیں مثلاً غسل جنابت اور ختنہ کرنا اور ممکن ہے کہ ان روایات کے ساتھ بھی استدلال کیا جائے جو دلالت کرتی ہیں کہ مرد عورتوں کی مشابہت اختیار نہ کریں چونکہ ڈاڑھی منڈوانے سے مرد عورت کے مشابہ ہوجاتا ہے، حضرت صادقؑ نے توحید مفضل میں ارشاد فرمایا کہ مرد کے چہرہ پر بالوں کا اگنا اس کی عزت کا باعث ہے کیونکہ اس کی وجہ سے بچپنے کی حد اور عورت سے مشابہت سے خارج ہوجاتا ہے، اور حضرت امام رضاؑ نے فرمایا، کہ خداوند عالم نے مردوں کو ڈاڑھی کے ساتھ زینت بخشی ہے اور داڑھی مردوں کی فضیلت قرار دی ہے کہ جس کی وجہ سے وہ عورتوں سے امتیاز رکھتے ہیں اور جو روایت حضرت صادقؑ سے مروی ہے جس کے ایک حصہ میں ہے کہ قوم عاد کے ایک شخص نے حضرت یعقوبؑ کی تکذیب کی تو حضرت نے اس پر نفرین کی کہ اس کی ڈاڑھی گر جائے، پس اس پیغمبرؑ کی بددعا سے اس کی ڈاڑھی اس کے سینے پر گر پڑی، اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بوڑھے شخص کے چہرہ کا بالوں کے بغیر ہونا کس قدر قبیح و شنیع و برا ہے، کہ حضرت یعقوبؑ نے اس کی تکذیب کے مقابلہ میں اس کے لئے یہ سزا پسند فرمائی اور ممکن ہے کہ اس روایت سے بھی تمسک کیا جائے جو دلالت کرتی ہے کہ دشمنان دین کے ہمشکل ہونا حرام ہے، اور وہ روایت یہ ہے کہ شیخ صدوق نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا خداوند عالم نے اپنے انبیاء میں سے ایک نبی کی طرف وحی نازل کی کہ مومنین سے کہہ دو کہ وہ میرے دشمنوں والا لباس نہ پہنیں اور میرے دشمنوں والے کھانے نہ کھائیں اور ان کے راستوں اور مسالک پر نہ چلیں وگرنہ یہ میرے دشمن ہوجائیں گے جس طرح کہ وہ میرے دشمن ہیں۔

مخفی نہ رہے کہ ڈاڑھی منڈا شخص بہت سے فوائد و برکات سے محروم ہے ان میں سے ایک خضاب ہے وارد ہوا ہے، خضاب میں ایک درہم خرچ کرنا راہ خدا میں ہزار درہم خرچ کرنے سے افضل ہے اور خضاب میں چودہ خصلتیں ہیں کہ وہ کانوں سے ہوا کو دور کرتا ہے، اور آنکھوں کو روشنی دیتا ہے (الخ) اور اکنگھی کرنے اور اس کے فوائد سے محروم ہے اور وہ فوائد فقر و فاقہ کا برطرف ہونا اور وباء کو لے جانا ہے اور جو شخص ستر مرتبہ کنگھی کرنے اور اس کے فوائد سے محروم ہے اور جو شخص ستر مرتبہ کنگھی کرے اور ایک ایک دفعہ کو شمار کرے تو چالیس دن شیطان اس کے قریب نہیں آتا، اور حضرت صادقؑ سے آیہ شریفہ "خذوا زینتکم عند کل" مسجد کے ذیل میں روایت ہے فرمایا کہ اس سے مراد ہر واجب و مستحب نماز کے وقت کنگھی کرنا ہے، مؤید ذلک فقیر کہتا ہے کہ میں نہیں سمجھتا کہ ڈاڑھی منڈا شخص ماہ رجب کی دعا یامن ارجوہ لکل خیر اپنی ڈاڑھی کے مٹھی میں لینے کے مقابلہ میں اور حرم شیبتی علی النار (میری ڈاڑھی جہنم کے لئے حرام قرار دے) کے عوض کیا کہے گا، اور کس طرح وہ اپنے آپ کو خداوند عالم کی خاص اور اس کے رحم سے محروم قرار دیتا ہے یا اس نے یہ نہیں سنا کہ جو شخص چاہتا ہو کہ خداوند عالم اس پر رحم کرے اور اسے جہنم کی آگ سے آزاد کرے تو

وہ نمازوں کے بعد اپنی ڈاڑھی دائیں ہاتھ میں لے اور بائیں ہاتھ کی ہتھیلی آسمان کی طرف کھول کر سات مرتبہ کہے "یارب محمد وآل محمد صل علی محمد وآل محمد وعجل فرج آل محمد" پھر تین مرتبہ اسی حالت میں کہے یاذوالجلال والاکرام صل علی محمد وآل محمد وارحمنی واجرنی من النار۔

پانچویں روایت:

مدینۃ المعاجز میں ابوجعفر طبری سے مروی ہے کہ ابونمیر علی بن یزید کہتا ہے کہ میں حضرت علیؑ بن الحسینؑ کی خدمت میں رہا جب کہ آپ شام سے مدینہ طیبہ کی طرف واپس جارہے تھے، اور آپ کی خواتین کے ساتھ رعایت احترام ان کی حشمت وعزت میں کوئی دقیقہ اٹھانہیں رکھتا تھا اور ہمیشہ ان کے احترام کا لحاظ رکھتے ہوئے ان سے دور اترتا تھا جب وہ مدینہ میں داخل ہوئے تو کچھ زیوارت انہوں نے میرے بھیجے جو میں نے قبول نہ کئے اور میں نے کہا اس مقام پر جو کچھ حسن سلوک مجھ سے ظاہر ہوا ہے وہ صرف خوشنودی خدا کے لئے ہے اس وقت حضرت نے ایک سیاہ اور سخت پتھر اٹھایا اور اپنی انگوٹھی سے اس پر مہر لگائی اور فرمایا کہ اس کو لے لو اور جو ضرورت وحاجت تمہیں درپیش ہو اس سے طلب کرو، وہ کہتا ہے مجھے قسم ہے اس کی جس نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے کہ میں تاریک مکان میں اس پتھر سے روشنی طلب کرتا تو وہ روشنی دیتا اور اسے تالوں پر رکھ دیتا تو وہ کھل جاتے اور اس کو ہاتھ میں لے کر بادشاہوں کے دربار میں جاتا تو ان سے کوئی بدی نہ دیکھتا۔

چھٹی روایت: چور کو شیروں کا چیر پھاڑنا جو حضرت سے متعرض ہوا۔

اس کتاب میں ہے کہ حضرت امام باقرؑ نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت علی بن الحسینؑ سفر حج کے لئے تشریف لے گئے چلتے چلتے آپ مکہ ومدینہ کے درمیان ایک وادی میں پہنچے تو اچانک ایک ڈاکو (راہزن) سے آپ کا سامنا ہوا اور اس نے آپ سے کہا کہ نیچے اتر آؤ، تو آپ نے فرمایا تیرا مقصد کیا ہے کہنے لگا میں چاہتا ہوں کہ تجھے قتل کر کے تیرا مال لے لوں آپ نے فرمایا جو کچھ میرے پاس ہے میں وہ تجھ سے تقسیم کر لیتا ہوں اور تیرے لئے حلال قرار دیتا ہوں کہنے لگا کہ نہیں، فرمایا اچھا اتنا مال میرے پاس رہنے دو جو مجھے میرے مقصد تک پہنچا دے اس نے قبول نہ کیا، حضرت نے فرمایا "فاین ربك قال نائم" تمہارا خدا کہاں ہے کہنے لگا سویا ہوا ہے اس وقت دو شیر نمودار ہوئے ایک نے اس کا سر اور دوسرے نے اس کا پاؤں پکڑ لیا اور وہ اسے کھینچنے لگے، آپ نے فرمایا تیرا گمان تو یہ تھا کہ تیرا رب سویا ہوا ہے یعنی تیری سزا یہ ہے اپنے عذاب کا مزہ چکھ۔

ساتویں روایت:

مناقب مدینۃ المعاجز وغیرہ کتب میں ہے کہ ابراہیم بن ادہم اور فتح موصلی نے الگ الگ روایت کی ہے کہ ہم قافلہ کے ساتھ بیابان میں راستہ طے کر رہے تھے پس مجھے ضرورت محسوس ہوئی تو میں قافلہ سے دور ہو گیا، اچانک میں نے ایک بچے کو دیکھا جو بیابان

میں چل رہا تھا، میں نے کہا سبحان اللہ ایک بچہ اس وسیع بیابان میں جا رہا ہے میں اس کے قریب گیا اور اس کو سلام کیا اور جواب سلام سنا تو میں نے اس سے پوچھا کہ کہاں کا ارادہ رکھتے ہو کہنے لگا اپنے پروردگار کے گھر کی طرف میں نے کہا اے میرے حبیب دوست تم بچے ہو تم پر واجب و مستحب کا ادا کرنا لازم نہیں، فرمایا اے شیخ کیا تو نے دیکھا نہیں کہ مجھ سے چھوٹی عمر کے بچے مر جاتے ہیں، میں نے کہا تمہارا زاد راحلہ کیا ہے فرمایا "زادی تقوی وراحلتی رجلای وقصدی مولائی" میرا توشہ میری پرہیزگاری میری سواری میرے دونوں پاؤں اور میرا مقصود میرا مولا ہے میں نے کہا تمہارے پاس کھانا مجھے نظر نہیں آتا، فرمایا اے شیخ کیا یہ مناسب ہے کہ کوئی تمہیں اپنے گھر بلائے اور تم اپنے ساتھ کھانا لے جاؤ میں نے کہا کہ نہیں، فرمایا تو جس نے مجھے دعوت دی ہے وہ کھانے پینے کا انتظام بھی فرماتا ہے میں نے کہا پھر جلدی کرو تا کہ قافلہ کے ساتھ مل جاؤ، فرمایا "علی الجهاد وعلیه الابلاغ" مجھ سے کوشش کرنا اور اس پر منزل مقصود تک پہنچانا لازم ہے کیا تو نے خدا کا ارشاد نہیں سنا "والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا وان الله لمع المحسنین" وہ جو ہم میں کوشش کرتے ہیں ہم انہیں اپنے راستوں کی ہدایت کرتے ہیں اور خدا نیک لوگوں کے ساتھ ہے، راوی کہتا ہے ہم اسی حالت میں تھے کہ اچانک ایک خوش رو نوجوان سفید لباس پہنے ہوئے ہماری طرف آیا اور اس نے اس بچے کے ساتھ معانقہ کیا اور اس کو سلام کیا میں نے اس جوان کی طرف رخ کیا اور اس سے کہا کہ میں تجھے اس کی قسم دیتا ہوں کہ جس نے تجھے خوبرو خلق کیا ہے یہ بتا کہ یہ بچہ کون ہے، اس نے کہا کیا اسے نہیں پہچانتے ہو یہ علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام ہے، پس میں نے اس جوان کو چھوڑ کر اس بچے کا رخ کیا اور ان سے کہا کہ آپ کو آپ کے آباؤ اجداد کے حق کی قسم دیتا ہوں، کہ یہ جوان کون ہے فرمایا کیا اسے نہیں پہچانتے ہو یہ میرا بھائی خضر ہے جو روزانہ ہمارے پاس آتا اور ہم کو سلام کرتا ہے میں نے عرض کیا کہ میں آپ کو آپ کے آباؤ اجداد کے حق کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ مجھے بتایئے آپ ان بیابانوں کو جو بے آب ہیں کس طرح زاد و توشہ کے بغیر طے کرتے ہیں فرمایا میں ان بیابانوں کو زادِ راہ کے ساتھ طے کرتا ہوں اور میرا زادِ راہ چار چیزیں ہیں، میں نے عرض کیا وہ کون سی ہیں، فرمایا تمام دنیا کو بغیر استثناء کے خدا کی ملکیت و مملکت سمجھتا ہوں اور خدا کے فیصلے اور فرمان کو خدا کی ساری زمین میں نافذ و جاری سمجھتا ہوں میں نے عرض کیا بہت اچھا توشہ اور زادِ راہ ہے آپ کا اے زین العابدینؑ آپ اس زادِ راہ سے آخرت کے بیابانوں کو عبور کر سکتے ہیں چہ جائیکہ دنیا کے بیابان۔

آٹھویں روایت:

حضرت کی جلالت و عظمت میں کئی ایک کتب معتبرہ میں روایت ہوئی ہے کہ عبد الملک بن مروان کی خلافت کے زمانہ میں ایک سال اس کا بیٹا ہشام حج کے لئے گیا اور حالت طواف میں جب وہ حجر اسود کے پاس پہنچا تو اس نے استلام (حجر اسود کو مس کرنا یا بوسہ دینا) کرنا چاہا لیکن لوگوں کے اژدہام کی وجہ سے وہ حجر کو نہ چھو سکا اور کسی نے اس کی پرواہ نہ کی تب اس کے لئے مسجد حرام میں ایک منبر نصب کیا گیا اور وہ اس پر جا بیٹھا اور اہل شام نے اس کے گرد احاطہ کر لیا، اسی اثناء میں حضرت سید الساجدین ابن الخیرتین امام زین العابدینؑ نمودار ہوئے، درانحالیکہ ازار (لنگ) اور ردا اوپر لئے ہوئے تھے اور آپ کا چہرہ اتنا خوبصورت تھا کہ وہ تمام لوگوں سے زیادہ

حسین تھے اور آپ کی خوشبو تمام سے زیادہ پاکیزہ اور ان کی پیشانی پر کثرت سجدہ کی وجہ سے گٹا پڑا ہوا تھا، پس آپ خانہ کعبہ کے گرد طواف کرنے لگے اور جب حجر الاسود کے قریب پہنچے تو لوگ آپ کی ہیبت وجلالت کا لحاظ کرتے ہوئے حجر الاسود سے دور ہو گئے، یہاں تک کہ حضرت نے اس کا بوسہ لیا، ہشام یہ معاملہ دیکھ کر جل گیا، اہل شام میں سے ایک شخص نے جب یہ عظمت وجلالت دیکھی تو اس نے ہشام سے پوچھا کہ یہ کون ہے کہ لوگ جس کی ہیبت وجلالت کو اتنا ملحوظ رکھتے ہیں، ہشام اس وجہ سے کہ اہل شام آپ کو نہ پہچانیں کہنے لگا میں نہیں جانتا فرزدق شاعر وہاں موجود تھا کہنے لگا لیکن میں جانتا ہوں (گفت من میشناسمش نیکو، زوچہ پرسی بسوئے من کن رو) اگر ہشام اس کو نہیں پہچانتا تو میں اس کو خوب پہچانتا ہوں، وہ شامی کہنے لگا اے ابوفراس یہ کون ہے، فرزدق نے کہا "**هذا الذی تعرف البطحاء وطاته والبیت یعرفه والحل و الحرم هذا ابن خیر عباد الله کلهم هذا التقی النقی الطاهر العلم اذا راته قریش قال قائل الی مکارم هذا ینتهی الکرم یکاد یمسکها عرفان راحته رکن الحطیم اذا ماجاء یستلم ولیس قولك من هذا بضائره العرب تعرف من الکرت والعجم هذا ابن فاطمة ان کنت جاهله بجده انبیاء الله قد ختمو مقدم بعد ذکر الله ذکرهم فی کل بر ومختوم به الکلم یستدفع الضر والبلوی بحبهم ویسترب به الاحسان والنعم ان عدا اهل التقی کانوا ائمتهم اوقیل من خیر اهل الارض قیل هم ماقال لا قط الا فی تشهده لو لا التشهد کانت لائه نعم**" ترجمہ یہ ہے کہ بطحاء کی وادیاں اس کے پاؤں کی چاپ کو جانتی لیتی ہیں، بیت الحرم حل وحرم اسے پہچانتے ہیں یہ خدا کے تمام بندوں میں سے بہترین شخص کا بیٹا ہے، یہ تقی نقی طاہر و پاک انسان ہے جب اسے قریش دیکھتے ہیں تو ان میں سے کہنے والا کہتا ہے کہ اس کے مکارم اخلاق پر کرم کی انتہا ہے قریب ہے کہ رکن حطیم ان کی ہتھیلی کو خود سنبھال لے جب یہ استیلام کرنے کے لئے آئے، نیز یہ کہنا کہ کون ہے اس کے لئے مضر نہیں جس کا تو انکار کر رہا ہے اسے عرب وعجم جانتے ہیں یہ فاطمہ کا بیٹا ہے اگر تو اس کی شان سے جاہل ہے اس کے جد امجد پر انبیاء کا خاتمہ ہے اللہ کے ذکر کے بعد ان کا ذکر مقدم ہے ہر نیکی میں انہیں کے ذکر پر گفتگو یں ختم ہوتی ہیں، تکلیف انہیں کی محبت کے صدقے میں دفع ہوتی ہیں اور احسان ونعمتیں اسی کی بناء پر زیادہ ہوتی ہیں، اگر تقویٰ کو شمار کیا جائے تو یہ ان کے امام ہیں یا یہ پوچھا جائے کہ اہل زمین میں سے بہترین کون ہیں تو جواب ملے گا کہ یہی حضرات اس نے تشہد کے علاوہ کبھی لا نہیں کہا اگر تشہد نہ ہوتا تو اس کی نہیں ہاں ہوتی ہشام آگ بگولہ ہو گیا اور فرزدق کا وظیفہ بند کر دیا اور اس کے حکم سے عسفان کے مقام پر جو مکہ و مدینہ کے درمیان ہے، فرزدق کو قید کر دیا گیا، یہ خبر جب حضرت علی بن الحسینؑ کو ملی تو آپ نے بارہ ہزار درہم فرزدق کے لئے بھیجے اور اس سے معذرت چاہی کہ اگر اس سے زیادہ رقم میرے پاس ہوتی تو اس سے زیادہ صلہ تجھے دیتا فرزدق نے وہ مال واپس کر دیا اور پیغام بھیجا کہ میں نے یہ اشعار صلہ کے لئے نہیں کہے بلکہ خدا ورسولؐ کے لئے کہے ہیں، حضرت نے وہ مال دوبارہ بھیجا اور فرمایا کہ تجھے میرے حق کی قسم ہے اسے قبول کر لے تو فرزدق نے قبول کر لیا اور بعض روایات میں ہے کہ اس کی قید طویل ہوگئی اور ہشام نے اسے قتل کی دھمکی بھی دی تو فرزدق نے امام سے شکایت کی حضرت نے دعا فرمائی تو خداوند عالم نے اسے قید سے رہائی دلائی، فرزدق آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ہشام نے میرا نام عطیہ

کے رجسٹر سے کاٹ دیا ہے، حضرت نے فرمایا تجھے کتنا عطیہ و وظیفہ ملتا تھا، عرض کیا اتنا اتنا پس حضرت نے اتنا مال اس کو دیا جو چالیس سال کے لئے اسے کافی تھا اور فرمایا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تجھے اس سے زیادہ کی ضرورت ہے تو میں عطا کرتا، جب چالیس سال ختم ہوئے تو فرزدق فوت ہو گیا، مولف کہتا ہے کہ فرزدق کا نام ہمام بن غالب بن صعصعہ تمیمی مجاشعی اور کنیت ابوالفراس اور لقب فرزدق ہے اور وہ امیر المومنینؑ کے اعیان شیعہ میں سے اور خاندان طیبین و طاہرین کا مداح تھا اور وہ ایک بزرگ خاندان کا فرد ہے اور اس کے آباؤ اجداد کے آثار ظاہر اور مفاخر واضح ہیں، کتاب اصابہ سے منقول ہے غالب فرزدق کا باپ اپنے زمانہ کے کریم و سخی لوگوں میں سے تھا اور اس کے پاس کافی اونٹ تھے جب غالب بصرہ میں حضرت امیرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرزدق کو اپنے ساتھ لایا اور اسے حضرتؑ کی قدم بوسی سے مشرف کیا، اور اظہار کیا کہ یہ عمدہ شعر کہتا ہے اور وادی سخن میں چابک دست ہے، آپ نے فرمایا اس کے لئے قرآن کی تعلیم شعر و سخن سے بہتر ہے پس فرزدق نے اپنے سے عہد کیا کہ میں آج کے بعد کوئی کام نہیں کروں گا، جب تک قرآن یاد نہ کر لوں، خلاصہ یہ کہ گزشتہ قصیدہ کے چالیس سے زیادہ بیت ہیں اور اس قصیدہ کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ فرزدق ادب میں کیا مقام رکھتا تھا، کہ جس نے مرتجلا اور فی البدیہہ یہ سارا قصیدہ یا اس کا کچھ حصہ انشاء کیا ہے، محقق بہبہانی نے اپنے جد امجد تقی مجلسی رضوان اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ عبدالرحمن جامی سنی نے کتاب سلسلۃ الذہب میں اس قصیدہ کو فارسی میں نظم کیا ہے اور کہا ہے کہ اہل کوفہ میں سے ایک خاتون نے فرزدق کو عالم خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا کہ خدا نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا ہے تو اس نے کہا کہ خداوند عالم نے مجھے اسی قصیدہ کی برکت سے جو میں نے علی بن الحسینؑ کی مدح میں کہا تھا بخش دیا، جامی کہتا ہے کہ سزاوار حق ہے کہ خدا تمام دنیا کو اس قصیدہ شریفہ کی برکت سے بخش دے، نیز اس سلسلہ میں کہتا ہے:

صادقے از مشائخ حرمین
چون شنید این نشید دور از شین
گفت نیل مراضی حق را
بس بود این عمل فرزدق را
مستعد شد رضائے رحمن را
مستحق شد ریاض رضوان را
زانکہ نزدیک حاکم جابر
کرد حق را برائے حق ظاہر

نویں روایت: ہرن کا آپ سے گفتگو کرنا۔

کشف الغمہ اور دوسری کتب معتبرہ میں ہے کہ ایک دفعہ امام زین العابدینؑ اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ

اچانک ایک ہرنی بیابان سے نمودار ہوئی اور وہ حضور مبارک امامؑ میں پہنچی وہ اپنی دم اور اگلے پاؤں زمین پر مارنے اور ھمھمہ کرنے لگی اور آواز نکالی اس گروہ میں سے بعض نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ یہ ہرنی کیا کہتی ہے آپ نے فرمایا یہ کہتی ہے کہ فلاں فلاں قریشی گزشتہ روز فلاں وقت اس کا بچہ پکڑ لایا ہے اور کل سے لے کر اب تک اس نے دودھ نہیں پیا، اس گفتگو سے اس جماعت میں سے ایک شخص کے دل میں ایک چیز نے خطور کیا یعنی حالت انکار پیدا ہوئی اور امام علم امامت جان گئے پس آپ نے حکم دیا اور اس قریشی کو حاضر کیا گیا، آپ نے اس سے فرمایا کیا بات ہے کہ یہ ہرنی تیری شکایت کرتی ہے اس نے عرض کیا کیا کہتی ہے کہ تو نے کل فلاں وقت اس کا بچہ پکڑ لیا ہے اور جب سے تو نے اسے پکڑا ہے اس نے اسے دودھ نہیں پلایا اب مجھ سے یہ خواہش کرتی ہے کہ میں تجھ سے کہوں وہ بچہ لے آ تا کہ یہ اسے دودھ پلالے اور دوبارہ تیرے سپرد کر دے، وہ شخص کہنے لگا قسم ہے اس کی جس نے محمدؐ کو رسالت کے ساتھ مبعوث کیا ہے آپ نے سچ فرمایا آپ نے فرمایا وہ ہرنی کا بچہ میرے پاس بھیج دو، جب ہرنی نے اپنے بچہ کو دیکھا تو اس نے ہمہمہ کیا اور اگلے پاؤں زمین پر مارتی تھی اور اس نے اپنے بچہ کو دودھ پلایا امامؑ نے اس شخص سے فرمایا تجھے میرے حق کی قسم ہے یہ ہرنی کا بچہ مجھے بخش دے اس نے وہ بچہ آپ کو دے دیا، آپ نے وہ ہرنی کے سپرد کر دیا اور اس سے اس کی زبان میں بات کی، ہرنی نے ہمہمہ کیا اور اپنی دم زمین پر ماری اور بچہ کو لے کر چلی گئی لوگوں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ یہ کیا کہتی تھی، آپ نے فرمایا اس نے تمہارے لئے دعا کی اور جزائے خیر کہی۔

دسویں روایت:

آپ کے دلائل واقعہ حرہ میں مناقب میں ہے کہ لیث خزاعی نے سعید بن مسیب سے مدینہ کی لوٹ مار کے متعلق سوال کیا وہ کہنے لگا ہاں انہوں نے مسجد رسول خداؐ کے ستونوں کے ساتھ گھوڑے باندھے اور میں نے قبر مطہر کے گرداگرد بے شمار گھوڑے دیکھے اور تین دن مدینہ کو لوٹا گیا، اور اس طرح ہوتا کہ میں اور علی بن الحسینؑ علیہ السلام قبر پیغمبرؐ پر آتے اور امام زین العابدینؑ کچھ کلام کرتے کہ جسے میں نہیں سمجھ سکتا تھا، پس ہمارے اور لوگوں کے درمیان ایک پردہ حائل ہو جاتا اور ہم لوگوں کو دیکھتے لیکن وہ ہمیں نہیں دیکھتے تھے اور ایک شخص کھڑا ہوا تھا جس نے سبز لباس پہنا تھا وہ چھوٹے دم والے اشہب یعنی سفید و سیاہ رنگ کہ جس کی سفیدی غالب ہو، گھوڑے پر سوار تھا اس کے ہاتھ میں ایک ہتھیار تھا اور وہ علی بن الحسینؑ کے ساتھ رہتا تھا، پس جب کوئی حرم رسول کا ارادہ کرتا تو وہ سوار اپنے ہتھیار سے اس کی طرف اشارہ کرتا بغیر اس کے کہ ہتھیار اسے لگتا وہ ہلاک ہو جاتا پس جب وہ ملاعین لوٹ مار سے فارغ ہوئے تو امام زین العابدینؑ مستورات کے پاس گئے اور ہر بچہ کا گوشوارا اور ہر عورت کا زیور اور لباس لے کر اس سوار کے پاس آئے تو اس نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ میں تو ایک فرشتہ ہوں آپ کے اور آپ کے والد گرامی کے شیعوں میں سے جب یہ اہل مدینہ کے لوٹ مار کرنے اور انہیں تکلیف پہنچانے کے درپے ہوئے تو میں نے اپنے پروردگار سے درخواست کی کہ وہ مجھے آپ آل محمد علیہم السلام کی مدد و نصرت کی اجازت دے خداوند عالم نے مجھے اجازت مرحمت فرمائی ہے تا کہ میرا یہ عمل خدا اور رسول خداؐ آپ اہل بیت کی بارگاہ میں ذخیرہ

رہے، یہاں تک کہ قیامت کا دن آجائے۔

مولف کہتا ہے کہ اس نہب و غارت (لوٹ مار) سے مراد وہ لوٹ مار ہے کہ جو واقعہ حرہ میں ہوئی اور اس کی کیفیت بطور اختصار اس طرح ہے کہ جب یزید اور اس کے گورزوں کی سرکشی وظلم طغیان نے دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور اس کا فسق و فجور لوگوں پر ظاہر ہو گیا، نیز شہادت امام حسینؑ ۶۱ ہجری کے بعد اہل مدینہ کا ایک گروہ شام گیا اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ یزید ہمیشہ شراب خوری، کتا بازی، قمار بازی، طنبوروں اور آلات لہو ولعب میں مشغول رہتا ہے، وہ واپس آئے تو انہوں نے اہل مدینہ کو یزید لعین کے قبیح و برے اعمال کی خبر دی مدینہ کے لوگوں نے یزید کے عامل عثمان بن محمد بن ابوسفیان کو مروان بن حکم اور باقی بنی امیہ سمیت مدینہ سے نکال دیا، اور علی الاعلان یزید پر سب وشتم کیا اور کہنے لگے کہ جو شخص اولاد رسول خدا کا قاتل ہو، محرمات سے ہمبستری کرتا ہو، نماز نہ پڑھتا ہو اور شراب پیتا ہو، وہ خلافت کے لائق نہیں، پس انہوں نے عبداللہ بن حنظلہ غسیل ملائکہ کی بیعت کر لی جب یہ خبر یزید کے کانوں میں پہنچی تو اس نے مسلم بن عقبہ کو کہ جسے مجرم و مسرف سے تعبیر کرتے ہیں، بہت زیادہ لشکر دے کر شام سے مدینہ کی طرف روانہ کیا، مسلم بن عقبہ اپنے لشکر کے ساتھ جب مدینہ کے قریب آیا اور سنگستان مدینہ میں جو حرہ واقعہ کے نام سے مشہور ہے اور مسجد نبوی سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے پہنچا، تو اہل مدینہ اس کے دفاع کے لئے باہر نکلے لشکر یزید نے ان کے اوپر تلواریں سونت لیں اور بڑی گھمسان کی جنگ ہوئی اور بہت سے لوگ اہل مدینہ میں سے قتل ہو گئے اور مروان بن حکم مسلسل مسرف کو اہل مدینہ کے قتل پر اکساتا رہا، یہاں تک کہ ان میں مقابلہ کرنے کی طاقت نہ رہی مجبوراً مدینہ کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے اور روضہ مقدس رسول خداؐ کی پناہ لی اور آپ کی قبر مطہر کو پناہ گاہ قرار دیا، مسرف کا لشکر بھی مدینہ میں گھس آیا اور ان بے حیاؤں نے قبر مطہر کا کوئی احترام نہ کیا اور اپنے گھوڑوں کے ساتھ روضہ مقدسہ میں داخل ہو گئے اور مسجد نبوی میں اپنے گھوڑوں کو جولان دینے لگے اور پے در پے لوگوں کو قتل کرتے رہے یہاں تک وہ روضہ انور اور مسجد کو خون سے پر کر دیا اور قبر اطہر تک خون پہنچا اور ان کے گھوڑوں نے روضہ میں (جو کہ قبر ومنبر کے درمیان اور ریاض جنت میں سے ایک باغ ہے) بول و براز کیا اور اہل مدینہ میں سے اتنے آدمی قتل کیے کہ مدائنی نے زہری سے روایت کی ہے کہ سات سو آدمی بڑے بڑے لوگوں میں سے (جو کہ قریش انصار و مہاجر و موالی تھے) قتل ہو گئے اور غیر معروف لوگوں میں عورتیں مرد آزاد و غلام دس ہزار کی تعداد میں مارے گئے، ابوالفرج کہتا ہے کہ اولاد ابوطالب میں سے دو افراد واقعہ حرہ میں شہید ہوئے ایک ابوبکر بن عبداللہ بن جعفر بن ابوطالب تھا دوسرا عون اصغر جو کہ عبداللہ بن جعفر کا بیٹا جو عون اکبر تھا جو کربلا میں شہید ہوا جس کی والدہ جمانہ مسیب بن نجبہ کی بیٹی تھی جس نے امام حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے ابن زیاد کے خلاف خروج کیا اور عین وردہ میں مارا گیا اور مسعودی کہتا ہے کہ بنی ہاشم میں سے اولاد ابوطالب کے علاوہ بھی ایک گروہ مارا گیا، مثلاً فضل بن عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب اور حمزہ بن نوفل بن حارث اور عباس بن عتبہ بن ابولہب اور ان کے علاوہ باقی قریش و انصار اور دوسرے مشہور لوگوں میں سے کہ جن کی تعداد چار ہزار تھی علاوہ ان لوگوں کے جو مشہور نہیں تھے مارے گئے، اس کے بعد مسرف بن عقبہ نے دست تجاوز لوگوں کی عزت و ناموس و اموال پر دراز کیا اور اہل مدینہ کا مال اور عورتیں اپنے لشکر کے لئے تین دن تک مباح کر دیئے ابن قتیبہ نے کتاب

الامامہ والسیاسہ میں نقل کیا ہے واقعہ حرہ میں سب سے پہلے بنی عبدالاشہل کے گھر لوٹے گئے اور ان کے گھروں کے اثاث البیت زیورات فرش تک نہ چھوڑے یہاں تک کہ کبوتر اور مرغیاں تک پکڑ کر ذبح کر لیں پھر محمد بن سلمہ کے گھر میں جا گھسے عورتیں چیخیں چلائیں زید بن محمد بن سلمہ نے جب عورتوں کی آواز سنی تو وہ ان آوازوں کی طرف دوڑا اس نے دیکھا کہ اہل شام کے لشکر میں سے دس آدمی لوٹ مار کر رہے ہیں، زید نے اپنے رشتہ داروں میں سے دس افراد کے ساتھ مل کر ان سے جنگ کی یہاں تک کہ انہیں قتل کر دیا اور جو کچھ انہوں نے لوٹا تھا، وہ واپس لے لیا اور انہیں ایک کنوئیں میں ڈال کر اوپر مٹی ڈال دی پھر اہل شام کا ایک اور گروہ آیا ان سے بھی جنگ کی یہاں تک کہ ان میں سے چودہ ملاعین کو قتل کیا لیکن اس کا چہرہ چار افراد کے تلوار مارنے سے مضروب و مجروح ہو گیا، ابو سعید خدری اس واقعہ میں اپنے گھر میں ہی رہا اہل شام میں سے چند افراد اس کے گھر میں آ بھٹکے انہوں نے کہا اے شیخ تم کون ہو کہا کہ میں ابو سعید خدری صحابی رسول ہوں، وہ کہنے لگے ہم ہمیشہ تمہارا نام سنتے تھے تو نے اچھا کیا ہے اپنا حصہ لے لیا ہے ہم سے جنگ نہیں کی اور اپنے گھر میں بیٹھے رہے ہو اب جو کچھ تمہارے پاس ہے ہمیں لا کر دے دو، کہنے لگا خدا کی قسم میرے پاس کوئی مال نہیں ہے، شامیوں کو غصہ آ گیا، ابو سعید کی داڑھی نوچنے لگے اور اسے بہت مارا پیٹا، اور جو کچھ گھر میں تھا لوٹ لیا یہاں تک کہ سیر (چھری) اور کبوتروں کا ایک جوڑا جو گھر میں تھا وہ لے گئے، پس ابن قتیبہ نے نقل کیا ہے کہ اشراف میں سے ایک گروہ کو سختی سے قتل کیا اور کہا ہے کہ واقعہ حرم میں قریش وانصار و مہاجرین میں سے مشہور لوگ جو قتل ہوئے ان کی تعداد ایک ہزار سات سو ہے اور باقی لوگ دس ہزار تھے، علاوہ عورتوں اور بچوں کے۔

ابو معشر کہتا ہے کہ ایک شامی ایک انصاری عورت کے پاس گیا جس نے تازہ بچہ جنا ہوا تھا اور اس نے وہ بچہ اپنے بغل میں لیا ہوا تھا پس وہ ملعون اس عورت سے کہنے لگا جو مال ہے وہ میرے پاس لے آ، اس نے کہا خدا کی قسم کوئی چیز میرے لئے باقی نہیں رہی جو تجھے دوں، وہ شخص کہنے لگا کوئی نہ کوئی چیز میرے لئے لے آ ورنہ تجھے اور تیرے بچے کو قتل کر دوں گا، وہ کہنے لگی وائے ہو تجھ پر یہ بچہ ابن ابی کبشہ انصاری صحابی رسول کا ہے، خدا سے ڈر اور ہم سے تعرض نہ کر اور اس عورت نے بچے کی طرف رخ کیا اور کہا اے میرے بچے خدا کی قسم اگر میرے پاس کچھ ہوتا تو میں تجھ پر قربان کر دیتی اور تجھ پر کوئی صدمہ وارد نہ ہونے دیتی، پس اس شامی بے رحم نے اس بچہ کو پاؤں سے پکڑا جب کہ ماں کا پستان اس کے منہ میں تھا اور اس ماں کے پہلو سے کھینچ کر دیوار سے اس طرح مارا کہ اس کے سر کا مغز زمین پر بکھر گیا، راوی کہتا ہے کہ ابھی وہ ملعون اس گھر سے نہیں نکلا تھا کہ اس کا آدھا منہ کالا ہو گیا اور وہ ضرب المثل ہو گیا، خلاصہ یہ کہ جب مسرف لعین قتل و غارت اور اہل مدینہ کی ہتک حرمت سے فارغ ہوا تو اس نے لوگوں کو یزید کی بیعت اور اس کے غلام ہونے کے اقرار کی طرف بلایا اور جو انکار کرتا اسے قتل کر دیتا تمام اہل مدینہ نے سوائے علی بن الحسینؑ زین العابدینؑ اور علی بن عبداللہ بن عباس کے جان کے خوف سے اقرار کیا اور بیعت کر لی، باقی رہا مسرف کا سید الساجدینؑ اور علی بن عبداللہ کے مادری رشتہ دار مسرف کے لشکر میں موجود تھے جو مسرف کو اس سے معترض ہونے سے مانع تھے، باقی رہے سید سجادؑ تو آپ نے قبر مطہر رسول اکرمؐ میں پناہ لی اور اپنے آپ کو اس سے لپٹائے رکھا اور دعا پڑھتے رہے "اللھم رب السموات السبع وما اظللن والارضین السبع وما

اقللن رب العرش العظیم رب محمد واله الطاهرین اعوذبك من شرہ وادرء بك فی نحرہ اسئلك ان تو تینی خیرہ و تکفینی شرہ۔ پس آپ مسلم بن عقبہ کی طرف روانہ ہوئے اور اس امام معصوم کے اس کے ہاں جانے سے پہلے وہ پلید شوم بہت غیظ وغضب میں اور آنجناب کو اور آپ کے آباؤ اجداد کو برا بھلا کہہ رہا تھا، جب آنجناب وارد ہوئے اور مسرف کی نگاہ حضرت پر پڑی تو انتہائی خوف و رعب حضرت کا اس کے دل پر پڑا کہ وہ لرزنے لگا اور آپ کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو گیا اور آپ کو اپنے پہلو میں بٹھایا اور بڑی انکساری سے کہنے لگا کہ آپ اپنی حاجات بیان کریں جو کچھ آپ خواہش کریں وہ قابل قبول ہے، پس جس جس کی آپ نے شفارش کی مسرف نے آپ کی وجہ سے اس سے ردگذر کیا اور آپ عزت وتکریم کے ساتھ اس کے ہاں سے باہر تشریف لائے خلاصہ یہ کہ واقعہ حرہ کو شیعہ و سنی نے اپنی کتب میں ذکر کیا ہے یہ واقعہ اٹھائیس ماہ ذی الحجہ ۶۳ھ ہجری یزید کی موت سے اڑھائی مہینہ پہلے کا ہے جب مسرف بن عقبہ مدینہ سے فارغ ہوا تو عبداللہ بن زبیر اور اہل مکہ کے مقابلہ کے لئے مدینہ نکلا لیکن ابھی مکہ میں نہیں پہنچا تھا کہ راستہ میں ثنیہ مشلل میں جو کہ ایک پہاڑ کا نام ہے کہ جہاں سے قدید میں جا اترتے ہیں درکات جہنم میں جا پہنچا جب اس کا لشکر وہاں سے چلا گیا تو یزید بن عبداللہ بن ربیعہ کی کنیز جو مسرف کی موت کی انتظار میں تھی اور لشکر کے پیچھے پیچھے آرہی تھی وہ مسرف کے قبر پر پہنچی اور اس نے قبر کو کھودا جب لحد کھولی تو دیکھا کہ ایک بہت بڑے سانپ نے منہ کھولا ہوا ہے، اور وہ مسرف کی گردن سے لپٹا ہوا ہے وہ ڈری کہ اس کے پاس جائے اس نے انتظار کیا یہاں تک کہ سانپ اس سے الگ ہوا تو اس کنیز نے مسرف کا مردہ قبر سے باہر نکالا اور ثنیہ پر لٹکا دیا اور ایک قول ہے کہ اسے آگ لگا دی، اور اس کا کفن پھاڑ دیا اور وہاں کے ایک درخت سے اسے لٹکا دیا، پس جو شخص وہاں سے گزرتا تو اس کو پتھر مارتا اور جو کچھ مسرف بن عقبہ نے اہل مدینہ کے ساتھ کیا تھا یہی کام بسر بن ارطاۃ نے معاویہ کے لئے حجاز و یمن میں کئے کامل بن اثیر میں ہے کہ یزید نے چاہا عمرو بن سعید کو اہل مدینہ سے جنگ کرنے کے لئے بھیجے اس نے قبول نہ کیا پھر چاہا کہ ابن زیاد کو روانہ کرے اس نے اقدام نہ کیا، اور کہنے لگا "والله لا جمعتها للفاسق قتل بن رسول الله وغزوالكعبة" خدا کی قسم اس فاسق کے لئے دو کام جمع نہیں کروں گا، فرزند رسول کا قتل اور کعبہ سے جنگ کرنا پھر مسلم بن عقبہ لعنہ اللہ کو اس کام کے لئے انتخاب کیا اور وہ ملعون اگرچہ بوڑھا فرتوت اور بیمار تھا تب بھی اس نے قبول کیا اور اس کام پر اقدام کیا۔

گیارہویں روایت: حضرت کی دعا سے بارش کا آنا

شیخ طبرسی نے احتجاج میں اور اس کے علاوہ دوسرے علماء نے ثابت بنانی سے روایت کی ہے کہ ایک سال بصرہ کے عابد و زاہد لوگوں کے ایک گروہ کے ساتھ (مثلاً ایوب سجستانی صالح مری عتبہ الغلام حبیب فارسی مالک بن دینار) ہم حج کے ارادہ سے نکلے جب مکہ معظمہ میں پہنچے تو وہاں پانی کمیاب تھا اور بارش کی کمی کی وجہ سے سب کے جگر تشنہ اور جل رہے تھے اور اس حالت سے لوگ گھبرا کے ہماری طرف آئے کہ ہم بارش کی دعا کریں پس ہم کعبہ کے پاس آئے طواف کیا اور مکمل خضوع وخشوع سے نزول رحمت کا درگاہ احدیت سے سوال کیا لیکن اجابت کے آثار نظر نہ آئے ہم اسی حالت میں تھے کہ ایک جوان ہماری طرف بڑھا اور

فرمایا اے مالک بن دینار اے ثابت البنانی اے ایوب سجستانی اے صالح مری اے عتبہ الغلام اے حبیب فارسی اے سعد اے عمرو اے صالح اعمی اے رابعہ اے سعدانہ اے جعفر بن سلیمان ہم نے کہا لبیک وسعدیک اے جوان، فرمایا اما فیکم احد یحبہ الرحمن تم میں سے ایک آدمی بھی ایسا نہیں کہ جس سے خدا محبت کرے اور اسے دوست رکھے ہم نے عرض کیا اے جوان ہماری طرف سے ہے دعا کرنا اور اس کی طرف سے ہے قبول کرنا، فرمایا کعبہ سے دور ہو جاؤ اگر تم میں سے ایک شخص بھی ایسا ہوتا کہ جس کو خدا دوست رکھتا تو اس کی دعا کو قبول فرماتا، اس وقت وہ کعبہ میں گیا اور سجدہ کے لئے زمین پر جھکا ہم نے سنا کہ وہ سجدہ میں کہہ رہا تھا سیدی بحبك لی سقیتهم الغیث اے میرے آقا و سردار تجھے میں قسم دیتا ہوں اس دوستی و محبت کی جو تجھے مجھ سے ہے کہ ان لوگوں کو بارش سے سیراب کردے ابھی اس جوان کی دعا کے الفاظ پورے نہیں ہوئے تھے کہ بادل اٹھا اور اس قسم کی بارش شروع ہوئی کہ مشکوں کے دہانوں سے پانی بہنے لگا پس میں نے عرض کیا اے جوان تجھے کیسے معلوم ہوا کہ خدا تجھے دوست رکھتا ہے فرمایا اگر وہ مجھے دوست نہ رکھتا تو اپنی زیارت (خانہ کعبہ کی زیارت) کے لئے مجھے نہ بلاتا جب اس نے مجھے اپنی زیارت کے لئے بلایا ہے تو میں نے سمجھا ہے کہ وہ مجھے دوست رکھتا ہے پس میں نے اس سے اس محبت کا واسطہ دے کر سوال کیا ہے جو اسے مجھ سے ہے، تو اس نے میری دعا کو قبول کر لیا ہے شاید اس کلام سے آپ اشارہ کرنا چاہتے ہوں اس طرف کہ جو شخص اس آستان مبارک پر آئے تو اس کا یہ معنی نہیں کہ وہ دوستان خدا کے زمرہ میں داخل ہے، راوی کہتا ہے کہ ان کلمات کے بعد آپ نے ہم سے منہ پھیر لیا اور فرمایا "من عرف الرب فلم تغنه معرفة الرب فذاك الشقی ماضر فی الطاعة ماناله فی طاعة الله ماذالقی ما یصنع الغبد بغیر التقی والعز کل العز للمتقی" جو رب کو پہچان لے پس معرفت رب اسے بے پرواہ نہ کرے تو وہ شقی ہے اس نے اطاعت کو کوئی ضرر نہیں پہنچایا جو کچھ کہ اس نے اطاعت خدا میں حاصل کیا ہے اور جو تکلیف بھی اٹھائی ہے بندہ تقویٰ کے بغیر اطاعت کو کیا کرے گا پوری عزت تو صرف متقی کے لئے ہے ثابت بنانی کہتا ہے میں نے اہل مکہ سے پوچھا کہ یہ جوان کون ہے انہوں نے بتایا کہ یہ علی بن الحسینؑ بن علی بن ابی طالبؑ ہے، مولف کہتا ہے کہ امام زین العابدینؑ کی دعا سے بارش کا آنا کوئی تعجب کا باعث نہیں بلکہ آپ کے پست ترین غلام بھی جب بارش کی خواہش کرتے ہیں تو خداوند عالم ان کی دعا سے رحمت فرما دیتا ہے، کیا تو نے نہیں سنا کہ مسعودی نے اثبات الوصیۃ میں سعید بن مسیب سے نقل کیا ہے کہ ایک سال قحط پڑا تو لوگ بارش کی خواہش میں دائیں بائیں دوڑے میں نے دیکھا کہ ایک سیاہ غلام ایک ٹیلہ پر چڑھا اور لوگوں سے الگ ہوا، پس میں اس کے ارادہ سے اس کے پاس گیا میں نے دیکھا کہ وہ اپنے لبوں کو حرکت دے رہا ہے ابھی اس کی دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ ایک بادل آسمان سے نمودار ہوا جب اس غلام کی نگاہ بادل پر پڑی تو وہ حمد خدا بجا لایا، اور اس جگہ سے چل پڑا اور بارش نے ہمیں آگھیرا اس حد تک کہ ہمیں غرق ہونے کا گمان ہوا، پس میں اس شخص کے پیچھے چلا میں نے دیکھا کہ وہ علی بن الحسینؑ کے گھر میں داخل ہوا، میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے میرے آقا آپ کے گھر میں ایک غلام ہے مجھ پر احسان کرتے ہوئے وہ میرے پاس بھیج دیں، آپ نے فرمایا کہ کیوں نہ وہ تجھے بخش دوں پس آپ نے آپ کے غلاموں میں سے جو بزرگ تھا اسے حکم دیا کہ جتنے غلام گھر میں ہیں وہ

سب میرے سامنے پیش کیے جائیں، پس اس نے ان سب کو اکٹھا کیا میں نے ان میں اس غلام کو نہ پایا تو عرض کیا جس کو میں چاہتا ہوں وہ ان میں نہیں ہے، فرمایا اور کوئی باقی نہیں مگر فلاں اصطبل کا داروغہ پس آپ نے حکم دیا تو اسے حاضر کیا گیا، جب وہ آیا تو میں نے دیکھا کہ وہی میرا مقصود ہے میں نے عرض کیا یہی میرا مطلوب ہے حضرت نے اس سے فرمایا اے غلام سعید تیرا مالک ہو گیا ہے اب تم اس کے ساتھ جاؤ، اس سیاہ غلام نے میری طرف رخ کیا اور کہنے لگا "ما حملك على ان فرقت بيني وبين مولاي" "کس چیز نے تجھے آمادہ کیا ہے کہ تو نے مجھے میرے مولا سے جدا کر دیا ہے، میں نے کہا اس چیز کی وجہ سے ہے جو میں نے تجھ سے ٹیلہ پر دیکھی ہے غلام نے جب یہ سنا تو دست ابتہال وتضرع وزاری بارگاہ ذوالجلال میں بلند کئے اور آسمان کی طرف دیکھ کر عرض کیا اے میرے پروردگار تیرے اور میرے درمیان ایک راز تھا اب تو نے اسے فاش کر دیا ہے لہذا مجھے موت دے کر اپنے پاس لے جا، پس حضرت علی بن الحسین علیہ السلام اور جو حاضرین وہاں آپ کے پاس تھے اس غلام کی حالت پر رونے لگے اور میں روتے ہوئے وہاں سے چل پڑا جب میں اپنے گھر میں پہنچا تو حضرت کا قاصد آیا کہ اگر اپنے ساتھی کے جنازہ میں شریک ہونا چاہتے ہو تو آجاؤ پس میں اس قاصد کے ساتھ واپس گیا تو میں نے دیکھا کہ حضرت کے سامنے وہ غلام وفات پا چکا تھا۔

چھٹی فصل

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا اس دار فانی سے فرادیس جنان اور سرائے جاودانی کی طرف انتقال کرنا

معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت کی شہادت کے سلسلہ میں علمائے نے بہت اختلاف کیا ہے اور مشہور یہ ہے کہ تین دنوں میں سے کسی ایک دن آپ کی وفات ہوئی، بارہ محرم، اٹھارہ محرم، یا پچیس محرم ۹۵ پچانوے یا ۹۴ ہجری (چورانوے ہجری) اور آپ کی وفات والے سال کو سنۃ الفقہا کہتے تھے کیونکہ اس سال بہت سے فقہا اور علماء نے وفات پائی تھی آپ کی مدت عمر میں بھی اختلاف ہے اکثر ۵۷ (ستاون) سال کہتے ہیں، شیخ کلینی نے سند معتبر کے ساتھ حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی بن الحسینؑ کی عمر وفات کی وقت ستاون سال تھی اور آپ کی وفات پچانوے ۹۵ ہجری میں ہوئی ہے، اور امام حسینؑ کے بعد پینتیس سال زندہ رہے ہیں، اور اخبار معتبرہ سے جو کہ بروجہ عموم وارد ہوئی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کو زہر سے شہید کیا گیا، ابن بابویہ اور کچھ دوسرے علماء کا نظریہ یہ ہے کہ ولید بن عبدالملک نے حضرت کو زہر دیا تھا اور بعض نے ہشام بن عبدالملک کہا ہے اور ممکن ہے کہ ہشام بن عبدالملک نے اس عداوت و بغض کی وجہ سے جو اس کے دل میں حضرت کے متعلق اس دن سے پیدا ہوا تھا کہ جس دن حضرت نے طواف خانہ کعبہ میں حجرالاسود کو مس کیا اور چوما تھا اور ہشام ایسا نہ کر سکا اور فرزدق نے آنجناب کی مدح میں وہ مشہور اشعار کہے جن کی طرف حضرت کے معجزات کی فصل میں اشارہ ہو چکا ہے، اور دیگر اسباب کی بناء پر اپنے بھائی ولید بن عبدالملک کو جو اس وقت خلیفہ تھا آمادہ کیا تھا کہ وہ حضرت کو زہر دے لہذا دونوں نے حضرت کو زہر دیا ہے اور دونوں کی طرف آپ کے شہید کرنے کی نسبت صحیح ہے، شیخ ثقہ جلیل علی بن محمد خزاز قمی نے کتاب کفایۃ الاثر میں عثمان بن خالد سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت علی بن الحسینؑ بیمار ہوئے اس بیماری میں کہ جس میں آپ نے اپنی اولاد محمد، حسن، عمر، زید اور حسین کو جمع کیا اور تمام بیٹوں میں محمد بن علی کو اپنا وصی قرار دیا اور ان کا نام باقر قرار اور تمام بیٹوں کے معاملات آنجناب کے سپرد کئے اور جو مواعظ آپ نے حضرت سے فرمائے ان میں سے یہ بھی تھا" یا بنی ان العقل رائد الروح والعلم رائد العقل (الی ان قال) واعلم ان الساعات تذهب عمرك وانك لا تنال نعمة الا بفراق اخرىٰ فاياك والامل الطويل فكم من مومل املا لا يبلغه وجامع مال لا ياكله" (الخ) اے بیٹا عقل روح کی بھیجی ہوئی ہے اور علم عقل کی بھیجی ہوئی چیز ہے (یہاں تک کہ فرمایا) جان لے کہ گھڑیاں تیری عمر کو لئے جارہی ہیں اور تو کسی نعمت تک دوسری کے جدا ہونے کے بغیر

نہیں پہنچ سکتا پس طویل امید سے پرہیز کرو کیونکہ کتنے آرزوئیں اور امیدیں رکھنے والے تھے جو اپنی امید و آرزو کو نہیں پہنچے اور کتنے لوگ ہیں کہ جنھوں نے ایسا مال جمع کیا جسے کھا نہیں سکے اور کتنی چیزوں کو لوگوں سے روک رکھا ہے، اور انہیں خود بھی چھوڑ کر چل دیئے ہیں اور شاید وہ مال باطل سے فراہم کیا ہے اور کسی حق سے منع کر کے اسے حرام طریقہ سے حاصل کیا ہے اور اسے ورثہ کے طور پر چھوڑ گیا ہے اور اس کا وزر وبال اور بوجھ اپنے دوش پر اٹھا کر لے گیا ہے اور یہ زیاں روشن اور خسارہ واضح ہے۔

نیز زہری سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ جس بیماری میں علی بن الحسینؑ نے وفات پائی ہے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت ایک طبق آپ کی خدمت میں لے آئے جس میں روٹی اور کاسنی تھی مجھ سے فرمایا اس سے کھاؤ، میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ میں نے کھالیا ہے فرمایا یہ کاسنی ہے میں نے عرض کیا کاسنی میں کیا فضیلت ہے، فرمایا اس کے ہر پتے پر جنت کے پانی کا ایک قطرہ ہوتا ہے اور وہ ہر درد کی دوا ہے، زہری کہتا ہے پس وہ کھانا اٹھا کر لے گئے اور روغن لے آئے آپ نے فرمایا اس کو بدن پر ملو، میں نے عرض کیا میں نے روغن ملا ہے فرمایا یہ روغن بنفشہ ہے میں نے عرض کیا بنفشہ کو دوسرے تیلوں پر کیا فضیلت ہے فرمایا کفضل الا سلام علی سائر الادیان جس طرح اسلام کو باقی ادیان پر فضیلت ہے اس کے بعد آپ کے فرزند محمد باقر علیہ السلام حضرت کے ہاں تشریف لائے آپ کافی دیر تک ان سے راز کی باتیں کرتے رہے میں نے سنا کہ آپ نے دوران گفتگو ان سے فرمایا علیک بحسن الخلق تجھ پر حسن خلق لازم ہے میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ امر وقضا خدا جو ہم سب پر آنے والی ہے اگر آ جائے تو آپ کے بعد کس شخص کے پاس جائیں اور میرے دل میں یہ بات آئی تھی کہ حضرت اپنی وفات کی خبر دے رہے ہیں، فرمایا ابو عبداللہ میرے اس بیٹے کے پاس جاؤ اور آپ نے اپنے فرزند محمد علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا فرمایا یہی ہے میرا وصی میرا وارث میرے علم کا ظرف معدن علم (حلم) اور باقر علم میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ باقر العلم کا کیا معنی ہے، فرمایا وہ وقت قریب ہے کہ میرے خالص شیعہ اس کے پاس آئیں جائیں اور یہ ان کے سامنے علم کو واضح کرے اور کھول کھول کر بیان کرے جو اس کے واضح کرنے کا حق ہے زہری کہتا ہے کہ پھر آپ نے جناب محمد باقرؑ کو کسی ضرورت کے لئے بازار بھیجا جب واپس آئے تو میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ آپ نے اپنی اولاد میں سے بڑے بیٹے کو کیوں اپنا وصی نہیں بنایا، فرمایا امامت کا معیار چھوٹا بڑا ہونا نہیں، رسول خداؐ نے ہم سے اسی طرح عہد کیا ہے لوح اور صحیفہ میں ہم نے اسی طرح لکھا ہوا دیکھا ہے کہ وہ بارہ افراد ہوں گے کہ جن کی امامت تحریر ہے اور ان کے باپ اور ماؤں کے نام لکھے ہیں، اس وقت فرمایا کہ میرے بیٹے محمد کے صلب میں سے سات افراد اوصیاء ہوں گے کہ جن سے مہدی علیہ السلام بھی ہیں۔

شیخ کلینی نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا جب میرے والد کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے مجھے سینے سے لپٹا لیا اور فرمایا اے بیٹا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں جو میرے والد گرامی نے وقت شہادت مجھے کی تھی اور انہوں نے فرمایا تھا کہ مجھے میرے والد نے اپنی وفات کی وقت وصیت کی تھی کہ دیکھنا کسی ایسے شخص پر ہرگز ستم و زیادتی نہ کرنا کہ جس کا خدا کے علاوہ تمہارے مقابلہ میں کوئی مددگار و یاور نہ ہو، اور بحار میں بصائر الدرجات سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت کا وقت احتضار آیا تو آپ نے اپنی اولاد کی طرف رخ کیا جو آپ کے گرد جمع تھی اور ان میں سے اپنے بیٹے امام محمد باقرؑ کی طرف توجہ کی اور فرمایا اے محمدؐ یہ صندوق د

بکس اپنے گھر لے جاؤ، پھر فرمایا یہ معلوم رہے کہ اس صندوق میں دینار و درہم نہیں ہیں بلکہ یہ تو علم سے بھرا ہوا ہے اور ایک دوسری روایت ہے کہ اس صندوق کو چار افراد اٹھا کر لے گئے جو کتب اور اسلحہ رسول اللہؐ سے پر تھا، اور جلا العیون اور بصائر الدرجات میں سند معتبر کے ساتھ حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ میرے والد امام باقرؑ فرمایا کرتے تھے کہ جب میرے والد امام زین العابدینؑ کی وفات کا وقت آیا تو فرمایا میرے لئے وضو کا پانی لے آؤ جب میں لے آیا تو فرمایا پانی میں تو مردار پڑا ہے، میں اسے باہر لے گیا اور چراغ کے پاس اسے جا کر دیکھا تو اس میں چوہا مرا ہوا تھا اس کو انڈیل کر دوسرا پانی لے آیا کہ جس سے آپ نے وضو کیا، اور فرمایا یہ وہ رات ہے کہ جس میں میری وفات کا مجھ سے وعدہ ہوا ہے میرے ناقہ کو چھپر کے نیچے باندھ دو اور اس کے لئے گھاس مہیا کرو، پس حضرت صادقؑ فرماتے ہیں کہ جب حضرت کو دفن کیا تو وہ ناقہ اپنے آپ کو چھڑا کر چھپر سے باہر نکلا اور آپ کی قبر کے پاس گیا بغیر اس کے کہ قبر کو دیکھا ہوا اور اپنا سینہ قبر کے اوپر رکھ دیا اور نالہ و فریاد کرنے لگا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے جب یہ اطلاع امام محمد باقرؑ کو ہوئی تو آپ اس ناقہ کے قریب گئے اور فرمایا اب چپ ہو جاؤ، اور واپس چلو خدا تمہیں برکت دے، پس ناقہ اٹھا اور اپنی جگہ پر واپس آ گیا اور تھوڑی دیر کے بعد دوبارہ قبر کے پاس چلا گیا اور نالہ و اضطراب کرنے اور رونے لگا اس وقت جب آپ کو اس کی خبر دی گئی تو فرمایا رہنے دو وہ بیتاب ہے اور وہ اسی طرح نالہ و اضطراب کرتا رہا اور تین دن کے بعد فوت ہو گیا اور حضرت نے اس ناقہ پر بائیس حج کئے تھے، لیکن ایک تازیانہ بھی اسے نہیں لگایا اور علی بن ابراہیم نے سند حسن کے ساتھ امام رضاؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ بن الحسینؑ اپنی وفات و شہادت کی رات بے ہوش ہو گئے اور جب طبیعت سنبھلی تو فرمایا "الحمد لله الذی صدقنا وعده واورثنا الارض نتبوء من الجنة حیث نشاء فنعم اجر العاملین" یعنی حمد ہے اس اللہ کے لئے جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور ہمیں زمین کا وارث قرار دیا، جنت میں جہاں چاہیں گے ہم رہیں گے اور عمل کرنے والوں کے لئے بہترین اجر ہے یہ کہہ کر ریاض جنت کی طرف کوچ کر گئے۔

کلینی نے سند حسن کے ساتھ امام رضاؑ سے یہی روایت اس اضافہ کے ساتھ کی ہے کہ آپ نے سورہ اذا وقعت اور سورہ انا فتحنا کی تلاوت فرمائی اور اس کے اس آیت کی تلاوت کر کے عالم بقا کی طرف رحلت فرمائی، اور مدینۃ المعاجز میں محمد بن جریر طبری سے نقل کیا ہے کہ جب امام زین العابدینؑ کی وفات کا وقت آیا تو امام محمد باقرؑ سے فرمایا آج کون سی رات ہے عرض کیا کہ فلاں فلاں فرمایا مہینہ کی کتنی تاریخیں گزر گئی ہیں، عرض کیا اتنی فرمایا اس مہینہ کے کتنے دن رہ گئے ہیں، عرض کیا اتنے تو فرمایا یہ وہی رات ہے کہ جس میں مجھے وعدہ وفات دیا گیا ہے پس آپ نے فرمایا میرے لئے وضو کا پانی لے آؤ جب پانی حاضر کیا گیا تو فرمایا اس پانی میں چوہا ہے، بعض لوگوں نے کہا کہ یہ بات آپ نے بیماری کے بوجھ سے کہی ہے جب چراغ لایا گیا اور اس پانی میں دیکھا گیا تو اس میں چوہا تھا پس وہ پانی بہا دیا، اور دوسرا پانی لے آئے کہ جس سے حضرت نے وضو کیا اور نماز پڑھی اور جب رات ختم ہونے کے قریب پہنچی تو حضرت اس سرائے پر ملال سے دوسرے جہاں کی طرف ارتحال فرما گئے، صلوات اللہ وسلامہ علیہ

دعوات راوندی سے نقل ہوا ہے کہ حضرت یہ کلمات اپنی وفات کے وقت بار بار کہتے تھے یہاں تک کہ آپ کی وفات

ہوئی "اللھم ارحمنی فانک کریم اللھم ارحمنی فانک رحیم" خدایا مجھ پر رحم فرما تو کریم ہے خدایا مجھ پر رحم کر تو رحیم ہے اور جب امام زین العابدینؑ کی وفات ہوگئی تو پورا مدینہ آپ کے ماتم میں یک آواز تھا، مرد و عورت سیاہ و سفید چھوٹے اور بڑے آپ کی مصیبت پر نالاں اور زمین و آسمان سے آثار حزن و ملال نمایاں تھے اور علی بن زید سے روایت ہوئی ہے اور اسی طرح زہری سے وہ کہتا ہے کہ میں نے سعید بن مسیب سے کہا کہ تم کہتے ہو کہ علیؑ بن الحسین نفس زکیہ تھے اور ان کی کوئی نظیر نہیں، سعید کہنے لگا آپ ایسے ہی تھے اور کسی نے آپ کی قدر و منزلت کو نہیں پہچانا، علی بن زید نے کہا خدا کی قسم کہ یہ تمہارے خلاف حجت محکم وارد ہے کہ تم نے ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی، سعید کہتا ہے کہ اس طرح ہوتا تھا کہ قاری حضرات سفر مکہ کے لئے اس وقت تک نہ جاتے جب تک علیؑ بن الحسینؑ تشریف نہ لے جاتے ایک سال حضرت تشریف لے چلے اور ہم بھی حضرت کے ساتھ روانہ ہوئے جب کہ ایک ہزار افراد تھے اور مقام سقیا پر ہم نے قیام کیا حضرت اترے اور آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور نماز کے بعد سجدہ میں گئے، آپ نے سجدہ میں تسبیح پڑھی پس کوئی درخت اور ڈھیلا آپ کے گرد نہیں تھا مگر یہ کہ وہ بھی حضرت کے ساتھ تسبیح پڑھتے تھے اور ہم اس حالت سے گھبرا گئے آپ نے سر مبارک سجدہ سے اٹھایا اور فرمایا اے سعید تم گھبرا گئے ہو، میں نے عرض کیا جی ہاں اے فرزند رسولؐ آپ نے فرمایا جب خداوند عالم نے جبرئیلؑ کو پیدا کیا تو اسے یہ تسبیح الہام فرمائی اور جب جبرئیلؑ نے یہ تسبیح پڑھی تو تمام آسمانوں نے اور جو کچھ ان میں تھا سب نے اس تسبیح میں اس کی موافقت کی اور یہ خدائے بزرگ کا اسم اعظم ہے اے سعید مجھے میرے والد نے اپنے والد سے رسول خداؐ سے جبرئیل سے اور اس نے خداوند عالم سے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو بندہ میرے بندوں میں سے مجھ پر ایمان رکھتا ہے اور تیری (رسول خداؐ کی) تصدیق کرتا ہو اور تیری مسجد میں دو رکعت نماز لوگوں سے تنہائی میں پڑھے تو میں اس کے گزشتہ اور آئندہ گناہ معاف کر دوں گا، سعید کہتا ہے کہ میں نے کوئی گواہ علیؑ بن الحسینؑ سے افضل نہیں دیکھا جب کہ آپ یہ حدیث بیان کر رہے تھے پس جب آپ کی وفات ہوئی تو تمام نیک و بد آپ کے جنازہ کے لئے حاضر ہوئے اور تمام حضرت کو خیر و خوبی سے یاد کرتے تھے، اور تمام لوگ آپ کے جنازہ کے ساتھ گئے یہاں تک کہ اسے اس کی جگہ پر اتارا میں نے دل میں کہا کہ اگر مجھے ساری زندگی میں کوئی ایسا دن مل سکتا ہے کہ جس میں میں تنہائی میں دو رکعت نماز مسجد نبویؐ میں پڑھ سکوں تو وہ یہی دن ہے۔

اور ایک مرد اور عورت کے علاوہ کوئی اپنی جگہ پر موجود نہیں تھا اور وہ بھی آپ کی تشیع جنازہ کے لئے چلے گئے، اور میں اپنی جگہ پر رکا رہا تا کہ میں وہ نماز ادا کروں، اس وقت تکبیر کی آواز آسمان سے بلند ہوئی اور زمین سے اس کے جواب میں صدائے تکبیر بلند ہوئی پھر آسمان سے تکبیر کی آواز آئی اور زمین سے بھی اس کے جواب میں تکبیر بلند ہوئی میں ڈر کے مارے منہ کے بل گر پڑا، پس جو آسمان میں تھے انہوں نے سات تکبیریں کہیں اور جو زمین پر تھے انہوں نے بھی سات تکبیریں کہیں، اور حضرت علیؑ بن الحسینؑ کی نماز جنازہ پڑھی جا چکی اور لوگ مسجد میں داخل ہوئے اور میں نہ دو رکعت نماز پڑھ سکا اور نہ آپ کی نماز جنازہ میں شریک ہوا، راوی کہتا ہے میں نے کہا اے سعید اگر تیری جگہ پر میں ہوتا تو میں سوائے علیؑ بن الحسینؑ کی نماز جنازہ پڑھنے کے کسی چیز کو اختیار نہ کرتا لہذا تمہارا یہ کردار واضح خسارہ تھا، پس سعید رونے لگا اور کہنے لگا میں اس کام میں اپنی بھلائی چاہتا تھا کاش میں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی ہوتی کیونکہ میں نے ان جیسا کوئی شخص نہیں

دیکھا، اور کتاب جناب الخلود میں امام زین العابدینؑ کے دفن کے متعلق فرمایا ہے کہ حضرت نے مدینہ طیبہ میں اپنے ہی گھر میں وفات پائی اور جنت البقیع میں اپنے چچا بزرگوار کے پاس دفن ہوئے اور اس جگہ کی شرافت و عظمت بہت زیادہ ہے اور ان مکرم جگہوں میں سے ہے کہ جو شخص وہاں دفن ہو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوگا، باشرائط ایمان صحیح جیسا کہ حدیث معتبرہ میں وارد ہے کہ "الحجون والبقیع یوخذان باطرافهما وینشران فی الجنة" (حجون مکہ میں ایک قبرستان ہے) یعنی حجون و بقیع کو ان کے کناروں سے اٹھا کر جنبش دے کر جنت میں پھینک دیا جائے گا، اور آنجناب کے خصائص میں کہا گیا ہے آپ کے خصائص میں نمبر ۱ تالیف صحیفہ کاملہ ہے جو کہ مصحف اہل بیتؑ اور شیعوں کا عروۃ الوثقیٰ ہے، نمبر ۲ نجابت عرب و عجم کا آپ میں جمع ہونا، ماں باپ کے اعتبار سے بقول رسول اکرمؐ کے ان الله من عباده خیرتین فخیرته من العرب قریش والعجم فارس خداوند عالم کے اپنے بندوں میں سے دو قبیلے پسندیدہ ہیں عرب میں سے قریش اور عجم میں سے فارس لہذا آپ کا لقب ابن الخیرتین (دو پسندیدہ افراد کا بیٹا) نمبر ۳ حضرت سے اولاد رسول کا منتشر ہونا اور پھیلنا اسی لئے آپ کو آدم بنی الحسین کہتے ہیں اور آپ پہلے بزرگوار ہیں جنہوں نے عزلت و گوشہ نشینی کو اختیار کیا اور وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سجدہ گاہ اور تسبیح خاک امام حسینؑ پر سجدہ و عبادت کی ہے، اور تمام مخلوق سے زیادہ گریہ کیا اور روئے ہیں، وارد ہوا ہے کہ رئیس البکائین (رونے والوں کے سردار) چار ہیں، آدمؑ، یعقوبؑ، یوسفؑ اور امام زین العابدینؑ۔ مولف کہتا ہے کہ صحیفہ کاملہ و ہی ادعیہ مبارکہ سجادیہ ہیں کہ جو اخت القرآن انجیل اہل بیتؑ اور زبور آل محمد سے ملقب ہیں، ابن شہر آشوب نے مناقب میں نقل کیا ہے کہ اہل بصرہ میں سے ایک فصیح و بلیغ شخص کے پاس صحیفہ کاملہ کی بات چھڑی تو وہ کہنے لگا خذو اعنی حتی املی علیکم مجھ سے لو میں تمہیں لکھواتا ہوں یہ کنایہ تھا اس سے کہ اپنی فصاحت کی وجہ سے میں تمہارے لئے اپنی طرف سے اس کا آغاز کرتا ہوں اور قلم ہاتھ میں لے کر سر نیچے کیا تا کہ لکھوائے اس کا سر نہ اٹھ سکا اور اس حالت میں جان دے دی۔

ساتویں فصل

سید الساجدین امام زین العابدینؑ

کی اولاد کا تذکرہ

شیخ مفید اور صاحب فصول المہمہ فرماتے ہیں کہ آپ کی اولاد ذکور وانات پندرہ افراد ہیں، امام محمد باقر علیہ السلام جن کی کنیت ابوجعفر ہے آپ کی والدہ ام عبداللہ امام حسنؑ کی صاحبزادی ہیں اور عبداللہ، حسن، حسین ان کی ماں کنیز تھی زید وعمر ایک دوسری کنیز سے تھے حسین اصغر عبدالرحمن سلیمان ایک اور کنیز سے اور علی یہ علی بن الحسینؑ کی اولاد میں سب سے چھوٹے تھے اور خدیجہ ان دونوں کی ماں بھی کنیز تھی محمد اصغر اس کی ماں کنیز تھی فاطمہ علیہ ام کلثوم ان کی والدہ کنیز تھی، مولف کہتا ہے کہ علیہ وہی خاتون ہیں کہ جنہیں علماء رجال نے کتب رجال میں ذکر کیا ہے اور کہتے ہیں کہ اس مخدرہ نے ایک کتاب جمع کی تھی کہ جس سے زرارہ نقل کرتے ہیں اور خدیجہ محمد بن عمر بن علی بن ابی طالبؑ کی زوجہ تھی اب ہم تفصیل سے امام زین العابدینؑ کی اولاد کے حالات شروع کرتے ہیں۔

شیخ مفید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن علی رسول خداؐ اور امیر المومنینؑ کے صدقات کا متولی اور شخص فاضل وفقیہ تھا اس نے اپنے پدر بزرگوار کے واسطہ سے رسول خداؐ سے بہت سی احادیث کی روایت کی ہے، اور لوگوں نے ان سے بہت سے آثار نقل کئے ہیں، اس سے نقل شدہ روایات میں سے ایک روایت یہ ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا بہت زیادہ بخیل وہ شخص ہے کہ جس کے سامنے میرا تذکرہ ہو اور مجھ پر صلوات نہ پڑھے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور یہ بھی اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے جد بزرگوار امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت چور کا دایاں ہاتھ اس کی پہلی چوری میں کاٹتے تھے اور اگر وہ دوبارہ چوری کرتا تو اس کا بایاں پاؤں کاٹتے اور اگر تیسری دفعہ کرتا تو اس کو دائمی قید میں رکھتے۔

مولف کہتا ہے کہ عبداللہ کو عبداللہ الباہر اس کے حسن وجمال و درخشندگی رخسار کی وجہ سے کہتے تھے نقل ہے کہ جس محفل و مجلس میں بیٹھتے تو حاضرین کو اپنے فروغ حسن اور روشنی جمال سے نور عطا کرتے اور کچھ علماء کے نزدیک اس کی والدہ ام عبداللہ امام محمد باقرؑ کی والدہ ہے اور اس کی اولاد اس کے بیٹے محمد ارقط سے سمجھتے ہیں اور اس کی نسل میں سے عباس بن محمد بن عبداللہ بن علی بن الحسین علیہم السلام ہیں کہ جسے ہارون الرشید نے قتل کیا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ ایک دفعہ ہارون کے پاس گیا اس کے اور ہارون کے درمیان چند باتوں کا ردوبدل ہوا اور آخر میں ہارون الرشید نے عباس سے کہا ''یا ابن الفاعلہ'' عباس نے کہا زنا کار تو تیری ماں تھی جو کہ اصل

میں کنیز تھی اور غلام بیچنے والے اس کے بستر پر آمد ورفت رکھتے تھے، ہارون کو اس بات سے بہت زیادہ غصہ آیا عباس کو اپنے پاس بلایا اور آہنی گرز اس پر مارا اور اسے قتل کر دیا، نیز اس کی نسل میں سے عبداللہ بن احمد الدرخ بن محمد بن اسماعیل بن محمد بن عبداللہ الباہر ہے، صاحب عمدۃ المطالب کہتا ہے کہ اس نے مستعین کے زمانہ میں خروج کیا اور اسے گرفتار کر لیا گیا، اور سر من رای (سامرہ) میں لے گئے، اس کے اہل وعیال میں اس کی بیٹی زینب بھی تھی ایک مدت تک سامرہ میں رہے اور اس کے اہل وعیال امام حسن عسکری کے ساتھ ملحق ہوئے، حضرت نے انہیں جناح رحمت وسایہ عاطفت میں جگہ دی اور اپنا دست مبارک زینب کے سر پر رکھا اور اپنی انگوٹھی اسے عنائت فرمائی اور وہ انگوٹھی چاندی کی تھی زینب نے اس کا حلقہ بنا کر اپنے کان میں ڈالا جب زینب کی وفات ہوئی تو وہ حلقہ اس کے کان میں تھا اور وہ سو سال زندہ رہی لیکن اس کے بال سیاہ تھے اور اس کا بھائی حمزہ بن احمد الرخ جو قمی کے لقب سے مشہور تھا کیونکہ وہ طبرستان سے قم میں آیا، جب کہ حسن بن زید کے بھائی حسین بن احمد کو کسی نے قتل کر دیا اور حمزہ کے ساتھ اس کے دو بیٹے ابو جعفر محمد اور ابوالحسن علی جو طبری زبان میں گفتگو کرتے تھے بھی تھے جب حمزہ نے قم میں سکونت اختیار کی اور اس کو اپنا وطن بنالیا اور وجہ معاش کا اکتساب کیا اور وہیں رہا یہاں تک کہ اس کی وفات ہوئی، اور مقبرہ بابلان میں کہ جس میں معصومہ قم مدفون ہیں، دفن ہوا پس اس کا بیٹا ابو جعفر باپ کی وفات کے بعد رئیس و پیشوا ہوا اور چند صنعتیں قم میں ایجاد کیں اور روادی واشجان کا پل بنوایا، اور وہاں چونے اور مٹی کی ایک سرائے بنوائی اور وہ بھی مقبرہ بابلان میں دفن ہوا اور اس کا بیٹا ابوالقاسم علی جوان کامل وفاضل تھا اور قوت وشجاعت سے موصوف تھا، اور کئی جاگیریں علاوہ ان کے جو باپ سے اسے ترکہ میں ملی تھی اس نے حاصل کیں، اور پیشوا ومقدم سادات ہوا علویہ قم کی نقابت اس کے چچا علی بن حمزہ نقیب کے بعد اس کے سپرد ہوئی اور ۳۴۳ ہجری میں ایک ترکیہ کنیز سے ابوالفضل محمد اس کے ہاں پیدا ہوا، اور ماہ شوال ۳۴۵ھ میں حج پر گیا اور معز الدولہ اور سادات عراق وحجاز نے اس کی عزت وتوقیر کی اور ۳۴۶ھ میں قم واپس آیا اور ہمیشہ مقدم و پیشوا رہا، یہاں تک کہ وفات پائی اور اس کی وفات آخر شعبان ۳۷۸ھ میں ہوئی اور اسے اس کے باپ کے مشہد کے قریب والے قبہ میں دفن کیا گیا اور اس کا جد امجد محمد بن اسماعیل وہ شخص ہے کہ جس رجاء بن ابی ضحاک ۲۰۰ھ میں امام علی بن موسیٰ رضا کے ساتھ مامون کے پاس لے گیا، خلاصہ یہ کہ معلوم ہوا کہ حمزہ قمی کی اولاد واعقاب نقباء اشراف تھے، نیز ان میں سے ابوالحسن علی الزکی نقیب رہے ہے اور وہ ابوالفضل محمد شریف کا بیٹا ہے کہ عنقریب اس کی طرف اشارہ ہوگا۔

ذکر امام زادہ جلیل سلطان محمد شریف کا کہ جس کی قبر قم میں ہے

معلوم ہونا چاہیے کہ یہ بزرگوار سید جلیل القدر رفیع المنزلہ اور فاضل تھے، بکنی بابوالفضل بن سید جلیل ابوالقاسم علی نقیب قم بن ابو جعفر محمد بن حمزہ القمی بن احمد بن محمد بن اسماعیل بن محمد بن عبداللہ الباہر بن امام زین العابدینؑ اور اس سید شریف کا قم میں بقعہ ومزار مشہور ہے، محلہ سلطان محمد شریف میں جو کہ اس کے نام سے مشہور ہے کہ اس کا باپ اور دو جد امجد اس کے علی ومحمد اور حمزہ بھی قبرستان بابلان میں کہ جہاں معصومہ علیہا السلام مدفون ہیں دفن ہوئے ہیں، اور اس سید جلیل کے اعقاب میں سے کچھ حضرات نقباء اور ملوک ری

ہیں ان میں سے سید اجل عز الدین ابوالقاسم یحییٰ بن شرف الدین ابوالفضل محمد بن ابوالقاسم علی بن عز الاسلام والمسلمین محمد بن السید الاجل نقیب النقباء اعلم ازھد ابوالحسن المطہر بن ذی الحسنین علی الزکی ابن السلطان محمد شریف مذکور ہے جو کہ ری قم اور دوسرے مقامات کا نقیب تھا اور اسے خوارزم شاہ نے قتل کیا تھا اور اس کی اولاد بغداد کی طرف منتقل ہوگئی اور یہ سید شریف بہت جلیل الشان اور بزرگ مرتبہ تھا اور اس سلسلہ میں کافی ہے کہ عالم جلیل محدث نبیل فقیہ نبیہ ثقہ ثبت معتمد حافظ صدوق شیخ منتخب الدین (جو کہ شیخ و استاد اصحاب اور یگانہ عصر تھا) جس کی وفات ۵۸۵ھ میں واقع ہوئی) نے اپنی کتاب فہرست مع کتاب الاربعین عن الاربعین من الاربعین فی فضائل امیر المومنینؑ اس جناب کے لئے تصنیف فرمائی اور فہرست کے باب یار میں فرمایا ہے کہ سید اجل مرتضی عز الدین یحییٰ بن محمد بن علی بن المطہر ابوالقاسم طالبین کا نقیب تھا اور عراق میں عالم و فاضل کبیر ہے تشیع کی چکی اس کے گرد چکر لگاتی ہے "مع الله المسلمين والاسلام بطول بقايه" اپنے والد سعید اشرف الدین محمد اور اپنے اساتذہ قدس اللہ ارواحہم سے روایت احادیث کرتا ہے اور فہرست کی ابتداء میں اس کی بہت مدح و ثنا کی ہے، منجملہ اس کے حق میں فرمایا ہے، سلطان عترت طاہرہ رئیس روساشیعہ صدر علماء عراق قدوۃ الاکابر "حجة الله على الخلق ذي الشرفين كريم الطرفين سيد امراء السادات شرقا و غربا ملك السارة مسبع لاسادة كهف الامة سراج الملة عضو من اعضاء الرسول صلى الله عليه وآله وجزء من اجزاء الوصي والبتول الى غير ذلك" اور احمد الرخ کے فرزندوں میں سے ابوجعفر محمد بن احمد معروف بہ کوبکی ہے اور اس کی نسل چلی ہے اور ان میں سے ابوالحسن احمد بن علی بن محمد کوکبی ہے اور وہ معز الدولہ بویہی کے زمانہ میں بغداد میں نقیب الفقہا تھا اور ان میں سے ابوعبداللہ جعفر بن احمد الرخ تھا اور اس کی نسل چلی کہ جن میں سے الشریف النسابہ ابوالقاسم حسین بن جعفر الاحول بن حسین بن جعفر مذکور ہے جو ابن خداع کے نام سے مشہور تھا اور خداع ایک عورت تھی کہ جس نے اس کے دادا حسین کی تربیت کی تھی اور یہ سید مصر میں رہتا تھا اور کتاب المعقبین اس کی تصنیف ہے اور اس کی بھی نسل چلی۔

عمر الاشرف بن علی بن الحسینؑ اور اس کے بعض احفاد و اولاد کا ذکر۔

شیخ مفید نے فرمایا ہے کہ عمر بن علی بن الحسین علیہ السلام فاضل و جلیل اور رسول خداؐ و امیر المومنینؑ کے صدقات کا متولی تھا اور صاحب ورع و سخاوت تھا، داؤد بن القاسم نے حسین بن زید سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے چچا عمر بن علی بن الحسینؑ کو دیکھا کہ جو اس سے صدقات امیر المومنینؑ کے باغات خرید کرتا اس پہ شرط کرتے ہیں (یعنی جو لوگ میوہ جات بساتین و باغات و زراعات صدقات کو خریدتے) کہ وہ ان کی دیواروں میں شگاف رکھیں کہ اگر کوئی شخص ان میں داخل ہونا چاہے تو وہ اندر جاسکے اور کسی کو منع نہ کریں جو کہ اس میں جا کر کچھ کھانا چاہے، مولف کہتا ہے کہ عمر بن علی مذکور اشرف کے لقب سے ملقب تھا اور اسے عمر اطرف کے مقابلہ میں اشرف کہتے تھے جو کہ امیر المومنینؑ کا بیٹا تھا، کیونکہ یہ عمر اس لحاظ سے کہ وہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا فرزند ہے اور اس شرف و شرافت کا مالک ہے اس سے اشرف ہے اور اس کو عمر اطرف کہتے ہیں کیونکہ اس کی فضیلت و جلالت ایک طرف سے ہے کہ وہ پدری نسبت امیر المومنینؑ

سے رکھتا ہے اور ماں کی طرف سے شرافت نہیں رکھتا اور عمر اشرف ماں باپ دونوں کی طرف سے شرافت رکھتا ہے اور رجال کبیر میں ہے کہ عمر بن علی بن الحسین علیہ السلام مدنی اور تابعین میں سے ہے اور ابو امامہ سہل بن حنیف سے روایت کرتا ہے اور اس کی وفات پینسٹھ (۶۵) یا ستر (۷۰) کی عمر میں ہوئی، (انتھی) واضح ہو کہ اشرف نے ام سلمہ دختر امام حسن علیہ السلام سے شادی کی، اور کتب انساب میں ہے کہ عمر اشرف کی ایک بیٹے سے اولاد چلی ہے اور وہ علی اصغر محدث ہے اور وہ امام جعفر صادقؑ سے روایت کرتا ہے اور اس کی اولاد تین بیٹوں سے چلی ہے ابو علی قاسم الشجری اور ابو محمد حسن، اور معلوم رہے کہ عمر اشرف جد مادری ہے علم الہدیٰ سید المرتضیٰ اور اس کے بھائی سید رضی کا اور سید مرتضیٰ نے کتاب رسائل ناصریات کی ابتداء میں اپنا نسب شریف بیان کیا ہے اور اپنے مادری اجداد کے فضائل ذکر کئے ہیں یہاں تک فرمایا ہے، باقی رہے عمر بن علی ملقب باشرف تو وہ عظیم السادۃ جلیل القدر والمنزلت تھے، بنی امیہ اور بنی عباس دونوں کی سلطنت کے زمانہ میں اور صاحب علم تھے اور ان سے روایت حدیث ہوئی ہے ابو الجارود بن المنذر نے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت ابو جعفرؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کے بھائیوں میں سے کون سا شخص افضل و محبوب تر ہے آپ کے نزدیک تو آپ نے فرمایا کہ عبداللہ تو میرا دست و بازو ہے کہ جس کے ساتھ میں حملہ کرتا ہوں اور یہ عبداللہ آپ کے پدری و مادری بھائی تھے اور عمر میری آنکھ ہے کہ جس سے میں دیکھتا ہوں اور زید میری زبان ہے کہ جس سے میں بولتا ہوں اور حسین حلیم و بردبار ہے "**یمشی علی الارض هونا واذا خاطبهم الجاهلون قالو سلاما**" فقیر کہتا ہے کہ دونوں سیدوں (مرتضیٰ و رضی) کا نسب ماں کی طرف سے عمر اشرف کی طرف اس طریق پر ہے فاطمہ دختر حسین (حسن) بن احمد بن ابی محمد حسن بن علی بن عمر اشرف بن علی بن الحسین علیہ السلام اور ابو محمد حسن وہی ہے جو اطروش کے لقب سے ملقب ناصر کبیر مالک بلاد دیلم و ظہور و العلم (پہاڑ) العلام (بہت علم رکھنے والا) صاحب مولفات کثیرہ کہ جن میں سے ایک کتاب صد مسئلہ (مسئلہ) ہے کہ سید مرتضیٰ نے جس کی تصحیح کی ہے اور اس کا نام ناصریات رکھا ہے اور ایک کتاب انساب الائمہ و موالید ہم ہے اور دو کتابیں امامت میں ہیں وغیرہ وغیرہ ان ۳۰۱ ہجری میں طبرستان میں آیا اور تین سال و تین ماہ طبرستان کا مالک رہا الناصر للحق کا لقب پایا اور لوگ اس کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور ان کا معاملہ بہت عظیم ہوا اور ۳۰۴ھ میں مقام آمل میں وفات پائی ۹۹ (ننانوے) سال اور ایک قول ہے پچانوے سال عمر پائی ہے، اور اس کے بیٹے احمد کے علاوہ بھی اس کا ایک بیٹا تھا بنام ابو الحسن علی جو مذہب امامیہ پر تھا اور زیدیہ کی ہجو کرتا تھا اور عبداللہ معتز کے قصائد پر نقض و اعتراض کرتا ہے جو اس نے علویین کی مذمت میں کہے تھے، مسعودی نے مروج الذہب میں کہا ہے کہ ۳۰۱ھ میں علی اطروش نے بلاد طبرستان و دیلم میں ظہور و خروج کیا اور مسودہ کو وہاں سے نکال دیا اور اطروش مذکور شخص عالم و بافہم اور آراء و نظریات و مذاہب سے عارف تھا اور ایک مدت تک دیلم میں رہا اور دیلم کے لوگ کافر مجوسی تھے اطروش نے انہیں خدا کی طرف دعوت دی وہ لوگ ان کے ہاتھوں مسلمان ہو گئے اور دیلم کے علاقہ میں اس نے کئی مسجدیں بنائیں، انتھی

خلاصہ یہ کہ فاطمہ والدہ مرتضیٰ و رضی سیدین ظاہراً وہی خاتون ہیں کہ شیخ مفید نے جس کے لئے کتاب احکام النساء تالیف کی تھی اور اس مخدرہ کو سیدہ جلیلہ فاضلہ ادام اللہ اعزازہا سے تعبیر کیا ہے، نیز کتب معتبرہ میں منقول ہے کہ شیخ مفید نے ایک رات عالم خواب میں دیکھا کہ حضرت فاطمہ صلوات اللہ علیہا شیخ کی مسجد میں اپنے دونوں نور چشم حسنؑ و حسینؑ کے ساتھ وارد ہوئیں، جب کہ وہ چھوٹے

بچے ہیں اور انہیں شیخ کے سپرد کیا اور فرمایا علمهما الفقه ان دونوں کو فقہ کی تعلیم دو، شیخ حالِ تعجب میں بیدار ہوئے جب دن چڑھا تو فاطمہ والدہ سید ین اپنی کنیزوں اور دونوں بیٹوں مرتضیٰ ورضی کے ساتھ تشریف لائیں جب کہ وہ چھوٹے بچے تھے جب شیخ کی نگاہ اس مخدرہ پر پڑی تو ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے اور انہیں سلام کیا اس مخدرہ نے فرمایا اے شیخ یہ دونوں بچے میرے بیٹے ہیں انہیں اس لئے لائی ہوں کہ انہیں فقہ کی تعلیم دو، جب شیخ نے یہ سنا تو رونے لگے اور اپنا خواب اس بی بی کے سامنے ذکر کیا اور انہیں تعلیم دینے میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ وہ شہزادے اس مرتبہ رفیعہ اور مقام معلوم فضائل و کمالات وجمع علوم پر فائز ہوئے اور جب اس سیدہ جلیلہ کی وفات ہوئی تو سید رضی نے ان کا مرثیہ کہا۔

کہ جس کے چند اشعار یہ ہیں:

ابكيك لو نقع الغليل بكائى
وارد لو ذهب المقال بدائى
والوذ بالصبر الجليل تعزياً
لو كان فى الصبر الجميل عزائى
لو كان مثلك كل ام برة
غنى البنون بها عن الاباء

نیز عمر اشرف کی نسل سے ہے محمد بن قاسم العلوی جو کہ معتصم کے زمانہ میں قید و گرفتار ہو گیا تھا اور مناسب ہے کہ ہم یہاں اس کے حالات کی طرف اشارہ کریں۔

ابوجعفر محمد بن قاسم بن علی بن علی بن عمر بن امام زین العابدین علیہ السلام کی قید کا ذکر۔

اس کی والدہ صفیہ دختر موسیٰ بن عمر بن علی بن الحسین تھی وہ شخص صاحب عبادت و زہد و ورع و علم وفقیہ و دین تھا پشمینہ کا لباس پہنتا تھا، اور معتصم کے زمانہ میں اس نے کوفہ میں خروج کیا اور معتصم اس کے دفاع کے لئے تیار ہوا، محمد کو اپنی جان کا خطرہ ہوا تو وہ خراسان کی طرف چلا گیا، اور خراسان کے شہروں سے پے در پے نقل و انتقال کرتا رہا کبھی مرو میں سرخس کبھی طالقان اور کبھی فسار میں منتقل ہوتا اور اسے کئی جنگیں اور معرکے درپیش آئے اور بہت سے لوگوں نے اس کی بیعت کر لی اور اس کی اطاعت و انقیاد وامر کا رشتہ اپنی گردن میں ڈالا، ابوالفرج نے نقل کیا ہے کہ تھوڑے سے وقت میں چالیس ہزار افراد نے اس کی بیعت کر لی، ایک رات اس نے وعدہ کیا کہ اس کا لشکر جمع ہو رات کو اس نے رونے کی آواز سنی تو اس کی تحقیق کرنے لگا اسے معلوم ہوا کہ اس کے ایک لشکری (سپاہی)

نے ایک جولاہے کا نمدہ (جو زین کے نیچے موٹا کپڑا ڈالا جاتا ہے) زبردستی چھین لیا ہے اور یہ گریہ اس جولاہے کا ہے محمد نے اس شخص ظالم و غاصب کو بلایا اور اس قبیح فعل کا سبب اس سے پوچھا، وہ کہنے لگا ہم آپ کی بیعت میں اس لئے داخل ہوئے ہیں تا کہ لوگوں کا مال کھائیں، اور جو کچھ چاہیں کرتے پھریں محمد نے حکم دیا کہ اس شخص کا نمدہ لے کر اسے واپس کر دیں، اس وقت فرمایا ایسے لوگوں کے ساتھ مل کر خدا کے دین کی مدد نہیں کی جا سکتی حکم دیا کہ لشکر کو منتشر کر دیا جائے جب لوگ پراگندہ ہو گئے تو محمد اپنے خواص اصحاب کے ساتھ جو کہ اہل کوفہ وغیرہ تھے اسی وقت طالقان کی طرف چلا گیا، اور مرو و طالقان کے درمیان چالیس فرسخ کی مسافت ہے جب طالقان پہنچا تو بہت سے لوگوں نے ان کی بیعت کر لی، عبداللہ بن طاہر نے (جو کہ معتصم کی طرف سے نیشاپور کا والی و گورنر تھا) حسین بن نوح کو اس کے مقابلہ کے لئے بھیجا جب حسین کے لشکر سے آمنا سامنا ہوا اور جنگ ہوئی تو اس لشکر میں محمد کے لشکر سے مقابلہ کی طاقت نہ رہی اور وہ شکست کھا گیا، دوبارہ عبداللہ بن طاہر نے بہت سا لشکر حسین کی مدد کے لئے بھیجا، حسین چند کمین گاہیں ترتیب دے کر محمد سے لڑنے کے لئے آیا، اس دفعہ غلبہ و فتح حسین کو حاصل ہوا اور محمد کے ساتھی شکست کھا گئے محمد بھی چھپ کر نسا شہر کی طرف چلا گیا، عبداللہ بن طاہر نے ایک جاسوس روانہ کیا جس نے نساء میں محمد کے مکان کا پتہ لگایا اس وقت ابراہیم بن غسان کو بارہ ہزار سوار کے ساتھ منتخب کر کے حکم دیا کہ وہ ایک راہ شناس کی رہبری سے نساء کی طرف جائے اور اس گھر کا اچانک احاطہ کرے جس میں محمد ہے اور اس کو گرفتار کر کے لے آئے، پس ابراہیم بن غسان نے راہ شناس کی رہبری میں ان سواروں کے ساتھ نساء کی طرف کوچ کیا، اور تیسرے دن نساء میں پہنچے اور جا کر اس گھر کو گھیر لیا، جس میں محمد تھا پس ابراہیم اس گھر میں داخل ہوا اور اس نے محمد بن قاسم کو ابو تراب سمیت جو کہ محمد کے خواص میں سے تھا گرفتار کر لیا اور قید و بند میں جکڑ کر نیشاپور لوٹ آیا اور چھ دن میں نیشاپور پہنچ گیا اور محمد کو عبداللہ بن طاہر کے سامنے پیش کیا، عبداللہ کی جب نگاہ قید و بند بوجھ و ثقالت پر پڑی تو کہنے لگا اے ابراہیم تو خدا سے نہیں ڈرا کہ اس خدا کے صالح بندے کو تو نے اس طرح قید و زنجیر میں بند کیا ہوا ہے، ابراہیم نے کہا اے امیر تیرے خوف نے مجھے خوف خدا سے روک رکھا تھا، پس عبداللہ نے حکم دیا کہ اس کی قید میں تخفیف کی جائے اور تین ماہ تک اسے نیشاپور میں رکھا اور اس خیال سے کہ اس کا معاملہ لوگوں سے پوشیدہ رکھے حکم دیا کہ کچھ محمل تیار کر کے خچروں پر کسے جائیں اور انہیں بغداد بھیجا جائے، اور انہیں وہاں سے واپس لایا جائے تا کہ لوگ یہ گمان کریں کہ محمد کو بغداد بھیج دیا گیا ہے، جب تین ہفتے گزر گئے تو ابراہیم بن غسان کو حکم دیا کہ تاریک رات میں محمد کو بغداد لے جائے، جب جانے لگے تو عبداللہ نے کئی نفیس چیزیں محمد کے سامنے پیش کیں کہ ان میں سے وہ جو چاہے اپنے ساتھ لے جائے محمد نے کوئی چیز قبول نہ کی سوائے ایک قرآن کے جو عبداللہ بن طاہر کا تھا اسے اپنے ساتھ لے لیا، خلاصہ یہ کہ جب بغداد کے قریب پہنچے تو محمد کے آنے کی خبر معتصم کو دی گئی، معتصم نے کہا کہ سرپوش محمد کے محمل سے پردہ اٹھا دیا جائے اور عمامہ اس کے سر سے اتار لیا جائے تا کہ سر ننگے محمد شہر میں داخل ہو، پس محمد کو اس طرح سے نوروز کے دن 219ھ ہجری بغداد میں وارد کیا گیا اور معتصم کے لشکر کے ذلیل و اوباش لوگ محمد کے آگے آگے لہو و لعب اور رقص و طرب میں مشغول تھے اور معتصم ایک اونچی جگہ سے یہ منظر دیکھ کر ہنس رہا تھا، اور محمد کو اس دن بہت زیادہ غم و دکھ ہوا حالانکہ کبھی بھی حالت گھبراہٹ و انکساری شدائد و سختیوں میں اس سے نہیں دیکھی گئی تھی، پس محمد رو پڑے اور عرض کیا خدایا تو جانتا ہے کہ

میرا مقصد سوائے اس منکر کے اٹھ جانے اوران اوضاع وکیفیات کے بدلنے کے اور کچھ نہ تھااوران کی زبان تسبیح واستغفار میں مصروف تھی،اوران لوگوں پر نفرین کرر ہے تھے معتصم نے مسرور کبیر کوحکم دیا کہ انہیں قید میں رکھے پس محمد کوایک سرداب میں جو کنوئیں کی مانند تھا کہ جس کی بدحالی سے قریب تھا کہ وہ ہلاک ہو جائیں قید کیا گیااوراس جگہ کے سخت ہونے کی خبر معتصم کودی گئی تواس نے حکم دیا کہ وہاں سے انہیں نکال لیا جائے اورایک باغ میں ایک گنبد میں قید کیا گیا،اورایک گروہ کوان کی نگہبانی کے لئے مقرر کردیااس کے بعد مورخین میں اختلاف ہے،بعض کہتے ہیں کہ انہیں زہر دیا گیااور بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے کسی تدبیر سے اپنے آپ کوقید سے نکالااور واسط میں پہنچ گئے اور وہاں ان کی وفات ہوئی اورایک قول ہے کہ وہ معتصم اورواثق کے زمانہ میں زندہ تھےاور چھپ کرزندگی بسر کرتے رہے یہاں تک کہ متوکل کے زمانہ میں انہیں گرفتار کر کے قید خانہ میں بند کردیا گیا،یہاں تک کہ زندان ہی میں وفات پائی۔

عمراشرف کی نسل میں سے ہےامام زادہ جعفری جودامغان میں مشہوراورصاحب بقعہ وبارگاہ ہیں اوران کانسب نامہ جس طرح کہ اس بقعہ پرلکھا ہوا ہےاس طرح ہے کہ ہذا قبرالامام الہمام المقتول قرۃ عین الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ جعفر بن علی بن حسن بن علی بن ابی طالب سلام اللہ علیہ اور یہ اس امام زادہ جعفر کے علاوہ ہیں جو کہ ری میں قتل ہوئے تھے،کیونکہ وہ توجعفر بن محمد بن جعفر بن حسن بن علی بن عمر بن علی بن الحسین علیہ السلام ہیں،جیسا کہ مقاتل الطالبین میں ہےاور جاننا چاہیے کہ یاقوت حموی نے معجم البلدان میں کہا ہے کہ قبرالنذ ورایک مشہور قبر ہے بغداد کے باہر سورالبلد سے آدھے میل کے فاصلہ پراوراس قبر کی لوگ زیارت کرتے ہیں اوراس کے لئے نذر کرتے ہیں اور قاضی تنوخی بغدادی سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ میں عضدالدولہ کے ساتھ جب وہ بغداد سے ہمدان کے ارادہ سے روانہ ہوا تھا،اس کی نگاہ قبرالنذ ور کی بناء پر پڑی تو مجھ سے پوچھا اے قاضی یہ عمارت کیسی ہے میں نے کہا اطال اللہ بقاء مولانا ہمارے آقا کوخدا طویل مدت تک باقی رکھے یہ مشہدالنذ ور ہےاور میں نے قبرالنذ ور نہ کہا،کیونکہ میں جانتا تھا کہ وہ لفظ قبر یااس سے چھوٹے لفظ سے براشگون لیتا ہے،عضدالدولہ کومیری یہ بات پسند آئی،وہ کہنے لگا میں جانتا تھا کہ یہ قبرالنذ ور ہے مراداس سوال سے اس کے حالات کی تفصیل تھی،میں نے کہا یہ قبرعبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام کی ہے،بعض خلفاء چاہتے تھے کہ اسے مخفیانہ قتل کریں توحکم دیا کہ اس جگہ زمین کھودی جائے زبیہ کی طرح (اوروہ ایک گہرا گڑھا ہوتا ہے جوشیر کوشکار کرنے کے لئے بناتے ہیں)اوراس کواوپر سے ڈھانک دیا،عبداللہ وہاں سے گزراتو اسے معلوم نہیں تھا پس وہ اس میں گر گیااوراوپر مٹی ڈال دی گئی،اوروہ زندہ زمین میں دفن ہو گئےاور یہ قبرنذور کے نام سے مشہور ہوگئی کیونکہ جوشخص کسی مقصد کے لئے وہاں کی نذر کرتا ہے تووہ اپنے مقصد کو پالیتا ہے،عضدالدولہ نے یہ بات قبول نہ کی اور کہنے لگا کہ یہ نذریں اتفاقاً پوری ہوگئی ہوں گی اوران چیزوں کا منشاءعوام لوگ ہیں جو دوکانیں بنانا چاہتے ہیں اور باطل قسم کی چیزیں نقل کرتے ہیں،قاضی کہتا ہے میں خاموش ہوگیا،چند دنوں کے بعد عضدالدولہ نے مجھے بلایااور قبرالنذ ور کے سلسلہ میں میری تصدیق کی اور کہنے لگا،اس کی نذرمجرب ہے میں نے ایک بہت بڑے کام کے لئے نذر کی تھی اور میرا مطلب پورا ہو گیا۔

زید بن علی بن الحسین علیہ السلام کا تذکرہ اوران کی شہادت

شیخ مفید نے فرمایا ہے کہ زید بن علی بن الحسین علیہ السلام امام محمد باقرؑ کے علاوہ اپنے باقی بھائیوں سے بہتر اور سب سے افضل تھے، عابد وزاہد فقیہ وسخی اور شجاع تھے اور تلوار لے کر ظہور کیا، امر بمعروف ونہی عن المنکر اور خون امام حسینؑ کا مطالبہ کیا، پھر ابوالجارود اور زیاد بن المنذر سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے میں مدینہ میں گیا اور جس کسی سے زید کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا کہ وہ حلیف القرآن ہے یعنی ہمیشہ قرآن کی تلاوت میں مشغول رہتا ہے اور خالد بن صفوان سے منقول ہے اس نے کہا کہ زید خوف خدا سے اتنا روتے تھے کہ ان کے آنکھوں کے آنسو ناک کے پانی سے مل جاتے تھے، اور بہت سے شیعہ ان کی امامت کا اعتقاد رکھتے ہیں اور اس عقیدہ کا سبب زید کا تلوار لے کر خروج کرنا اور لوگوں کو رضائے آل محمدؐ کی طرف دعوت دینا تھا، لوگوں نے گمان کیا کہ ان کی مراد اس لفظ سے اپنی ذات تھی حالانکہ ان کا مقصد یہ نہیں تھا کیونکہ زید جانتے اور پہچانتے تھے کہ ان کے بھائی امام محمد باقر علیہ السلام مستحق امامت ہیں اور بوقت وفات ان کی وصیت سے حضرت صادق علیہ السلام ہیں۔

مولف کہتا ہے کہ کمالات نفسانی کے ظہور کے ساتھ زید بن علی کے مجاہدات ان کی توصیف سے بے پرواہ کر دیتے ہیں، ان کے فضل وشجاعت کا آوازہ مشہور اوران کی تلوار ونیزہ کا اثر زبانوں سے مذکور ہے اور یہ چند اشعار ان کے فضل وشجاعت کی تعریف کی کتاب مجالس المومنینؒ میں سطور ہیں۔

فلما تردی بالحمائل . وانتهی
یصول بأطراف القنی لذوابل
تبینت الاعداء ان سنانه
یطیل حنین الامهات الثواكل
تبدین فیه منهم العزوالتقی
ولیدا یفدی بین ایدی القوابل

سید اجل سید علی خاں نے شرح صحیفہ میں فرمایا ہے کہ زید بن علی بن الحسینؑ کی کنیت ابوالحسن تھی انکی والدہ کنیز تھی اوران کے مناقب عدد وشمار سے زیادہ ہیں اور وہ سید والانسب حلیف القرآن کے لقب سے موصوف تھے کیونکہ کسی وقت بھی تلاوت قرآن سے کنارہ کش نہ رہتے، ابونصر بخاری ابن جارود سے روایت کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں مدینہ میں گیا، اور جس کسی سے زید کے متعلق پوچھا تو اس نے مجھ سے کہا کہ اس حلیف القرآن کو چاہتے ہو اس مسجد کے ستون کے متعلق پوچھتے ہو کیونکہ کثرت نماز کی وجہ سے انہیں اس نام سے پکارتے تھے پھر سید نے مفید کی وہ گفتگو نقل کی ہے جو ہم پہلے نقل کر چکے ہیں اس کے بعد کہا کہ اہل تاریخ نے کہا ہے کہ زید کے خروج کا اوران کی بنی مروان کی اطاعت سے سرتابی کا سبب یہ تھا کہ زید خالد بن عبدالملک بن حرث بن حکم امیر مدینہ کی شکایت کے

لئے مدینہ سے ہشام بن عبدالملک کی طرف روانہ ہوئے، ہشام انہیں دربار میں حاضر ہونے کی اجازت نہیں دیتا تھا، زید اپنے مطالب لکھتے تو ہشام خط کے نیچے لکھ دیتا کہ اپنے علاقہ میں واپس چلے جاؤ اور زید فرماتے کہ خدا کی قسم میں کبھی بھی ابن حرث کے پاس لوٹ کے نہیں جاؤں گا، خلاصہ یہ کہ ایک مدت تک زید وہاں رہے اس کے بعد ہشام نے اجازت دی کہ وہ اس کے دربار میں حاضر ہوں جب زید اس کے سامنے بیٹھ گیا تو ہشام نے کہا مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم خلافت کی تلاش اور اس مرتبہ کی آرزو رکھتے ہو، حالانکہ تمہارا یہ مقام و مرتبہ نہیں ہے کیونکہ تم ایک کنیز کے بیٹے کے علاوہ کچھ نہیں ہو، زید نے کہا تمہاری اس بات کا جواب ہو سکتا ہے ہشام نے کہا کہو، فرمایا کوئی شخص خدا کے ہاں اس شخص سے اولیت نہیں رکھتا کہ جسے اس نے پیغمبر بنا کے بھیجا اور وہ اسماعیل بن ابراہیم علیہ السلام ہے جو کہ کنیز کا بیٹا تھا اور خداوند عالم نے اس برگزیدہ قرار دیا، اور حضرت خیر البشر کو اس کے صلب سے پیدا کیا، پس کچھ باتیں زید و ہشام کے درمیان ردوبدل ہوئیں بالآخر ہشام نے کہا کہ اس احمق نادان کا ہاتھ پکڑ کر اسے باہر لے جاؤ، پس زید کو باہر لے گئے اور چند افراد کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ کر دیا، یہاں تک کہ انہیں حدود شام سے نکال دیا جب وہ لوگ زید سے الگ ہو گئے تو زید عراق کی طرف پلٹے اور کوفہ میں پہنچے کوفہ کے لوگ ان کی بیعت کے لئے تیار ہو گئے، مسعودی نے مروج الذہب میں کہا ہے کہ زید کے خروج کا سبب یہ تھا کہ وہ رصافہ میں (جو کہ قنسرین کے علاقہ میں ہے) ہشام کے پاس گئے جب وہ مجلس میں داخل ہوئے تو انہیں کوئی جگہ بیٹھنے کے لئے نہ ملی اور نہ لوگوں نے ان کو بیٹھنے کے لئے جگہ دی، مجبوراً وہ آخر میں بیٹھ گئے اور ہشام کی طرف رخ کیا اور فرمایا کوئی شخص اس سے بڑا نہیں کہ وہ خدا سے ڈرے اور کوئی شخص حقیر نہیں تقویٰ خدا کے بغیر میں تجھے وصیت کرتا ہوں خدا سے ڈرنے کی، پس اس سے ڈرو ہشام کہنے لگا خاموش رہو لا ام لک (تمہاری ماں مرے) تم وہ شخص ہو کہ خلافت کا تصور و خیال لئے پھرتے ہو حالانکہ تم کنیز کے بیٹے ہو، زید کہنے لگا تیری بات کا جواب ہو سکتا ہے اگر چاہو تو جواب دوں ورنہ خاموش رہوں کہنے لگا کہو، فرمایا "**ان الامهات لا يقعدن بالرجال عن الغايات**" ماؤں کے رتبہ کی پستی بیٹوں کی قدر و منزلت کی پستی کا سبب نہیں بنتی اور یہ بات انہیں ترقی اور غایتوں اور مقاصد تک پہنچنے سے مانع نہیں ہوتی اس وقت کہا کہ جناب اسماعیلؑ کی والدہ اسحاق کی والدہ کی کنیز تھی، باوجودیکہ ان کی والدہ کنیز تھی خداوند عالم نے انہیں مبعوث برسالت کیا اور انہیں عربوں کا باپ قرار دیا، اور ان کے صلب سے پیغمبر خاتمؐ کو نکالا اب تم مجھے ماں کا طعنہ دیتے ہو حالانکہ میں علیؑ و فاطمہؑ کا بیٹا ہوں، صلوات اللہ علیہما پس کھڑے ہو گئے اور یہ اشعار پڑھے:

شردة الخوف وازدى به
كذاك من يكره حر الجلاد
قد كان فى الموت له راحة
والموت حتم فى رقاب العباد
ان يحدث الله له دولة
يترك اثار العدى كا الرماد

ہشام کے دربار سے باہر نکلے اور کوفہ کی طرف چلے گئے، قراء واشراف کوفہ نے ان کی بیعت کر لی، پس زید نے خروج کیا اور یوسف بن عمر ثقفی جو ہشام کی طرف سے عراق کا گورنر تھا وہ ان سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہوا، جب جنگ کا تنور گرم ہوا تو اصحاب زید نے دھوکہ دینا شروع کیا، بیعت توڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور زید تھوڑے سے لوگوں کے ساتھ باقی رہ گئے اور پے در پے گھمسان کی لڑائی کرتے رہے، یہاں تک کہ رات ہوگئی اور فوج نے جنگ سے ہاتھ کھینچ لیا اور زید کو بہت زخم لگ چکے تھے اور ایک تیر ان کی پیشانی پر لگا ہوا تھا، پس قراء کوفہ میں سے ایک کے ذریعہ حجام کو بلایا گیا تا کہ وہ آپ کی پیشانی سے تیر نکالے جب اس حجام نے تیر نکالا تو زید کی روح جسم سے پرواز کر گئی، اسی وقت ان کا جنازہ اٹھایا گیا اور انہیں پانی کی نہر میں دفن کر دیا اور ان کی قبر مٹی اور گھاس پھوس سے بھر دی گئی اور اس پر پانی جاری کر دیا گیا، اور اس حجام سے عہد و پیمان لیا گیا کہ وہ یہ بات ظاہر نہیں کرے گا جب صبح ہوئی تو حجام یوسف کے پاس گیا اور زید کے دفن کی جگہ کا نشان بتادیا، یوسف نے زید کی قبر کھدوا کر ان کی میت باہر نکالی اور سر جدا کر کے ہشام کے لئے بھیج دیا، اور ہشام نے اسے خط لکھا کہ زید کا لاشہ برہنہ کر کے اسے سولی پر لٹکا دیا جائے، یوسف ملعون نے کناسہ کوفہ میں انہیں برہنہ سولی پر لٹکایا اور اس واقعہ کی طرف بنی امیہ کے ایک شاعر نے آل ابوطالبؑ اور ان کے شیعوں کو خطاب کرتے ہوئے اشارہ کیا اور کہا ہے۔

صلبنا لکم زیدا علی جذع نخلة
ولم ارمهدیا علی الجذع یصلب

ہم نے تمہارے زید کو کھجور کے تنے کے ساتھ سولی پر لٹکایا اور میں نے کوئی مہدی نہیں دیکھا کہ وہ کسی تنے کے ساتھ لٹکایا جائے اور ایک مدت کے بعد ہشام نے یوسفؒ کو لکھا کہ زید کی لاش کو آگ میں جلایا جائے اور ان کی خاک فضا میں بکھیر دی جائے، ابوبکر بن عیاش اور ایک گروہ علما نے ذکر کیا ہے کہ زید پچاس ماہ تک برہنہ سولی پر کناسہ کوفہ میں لٹکے رہے، لیکن کوئی شخص ان کی شرمگاہ نہ دیکھ سکا کیونکہ خداوند عالم نے اسے مستور قرار دیا تھا، اور جب ولید بن یزید بن عبدالملک کی سلطنت کا زمانہ آیا اور یحییٰ بن زید نے خراسان میں خروج کیا تو ولید نے اپنے کوفہ کے گورنر کو لکھا کہ زید کو ان کی سولی کے ساتھ جلا دو، پس زید کو جلا کر ان کی خاک میں فرات کے کنارہ فضا میں بکھیر دی گئی، نیز مسعودی نے کہا ہے کہ ہیثم بن عدی طائی نے عمرو بن ہانی سے حکایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ہم سفاح کے زمانہ میں علی بن عبداللہ عباسی کے ساتھ بنی امیہ کی قبریں کھودنے کے لئے گئے تو ہم ہشام کی قبر کے پاس پہنچے اس کی لاش قبر سے باہر نکالی تو اس کے سب اعضاء ابھی تک صحیح سالم تھے سوائے اس کی ناک کے عبداللہ نے ستر تازیانے اس کے بدن پر لگائے پھر اسے جلا دیا، اس کے بعد ہم علاقہ وابق کی طرف گئے اور سلیمان کو اس کی قبر سے نکالا اس کے جسم کا کوئی حصہ باقی نہیں تھا سوائے اس کی پشت پسلیوں اور سر کے، اس کو بھی جلا دیا اور اسی طرح کیا ہم نے بنی امیہ کے باقی مردوں کے ساتھ جن کی قبریں قنسرین میں تھیں پھر ہم دمشق کی طرف گئے اور ولید بن عبدالملک کی قبر اکھاڑی اس میں سے کوئی چیز بھی باقی نہیں تھی، پھر عبدالملک کی قبر کھودی تو اس میں سے بھی کوئی چیز نہیں تھی سوائے اس کے سر کے اس حصہ کے جس سے آنسو آنکھوں کی طرف آتے ہیں، پھر یزید بن معاویہ کی قبر کھودی سوائے ایک ہڈی کے اس میں کچھ نہیں تھا، البتہ اس کی لحد میں سیاہ طویل خط ہم نے دیکھا اس طرح معلوم ہوا، جیسا کہ طول لحد میں راکھ ڈال دی گئی ہے پھر ہم نے ان کی قبروں کو

دوسرے شہروں میں تلاش کیا اور جو قبریں ملیں سب کو جلایا، مسعودی کہتا ہے کہ یہ خبر ہم نے یہاں اس نامناسب کردار کی وجہ سے ذکر کی ہے جو ہشام نے زید بن علی کے ساتھ برتا اور جو کچھ اس نے دیکھا یہ اس کے کردار کا بدلہ تھا۔انتہی

خود لحد ہ گوید بظالم کیستی
ظالما در بیت مظلم چیستی
ظالمان راکاش جان درتن مبار
کہ حر بقش آتش اندر سن فتاد
نیکو ان را خو فہا از من بود
اے عجب ظالم زمن ایمن بود
خانہ ظالم بد نیا شد خراب
من براد پائندہ تا یوم الحساب

اس گردوں گردان نے ہزار ہا عبدالملک اور مروان کو ملک و جان سے بے نصیب کر دیا ہے، اور اس روزگار خون آشام نے ہزار ہا ولید و ہشام کو دوا ہی حسام کے ہاتھ لگائے ہیں اور اس فلک سبز فام نے بہت سے جبابرہ اور تبابعہ کو نا کام کر دیا اور بہت سے بادشاہوں کو خزانہ وکلا کے باوجود فراز کاخ سے نشیب خاک سیاہ میں اتارا ہے اور بہت سے شہر یاران فیروز بخت کو فراز تخت سے تختہ تابوت پر پھینک دیا ہے۔

تعجب ہے کہ کتنی دفعہ دیکھا اور سنا ہے کہ گزشتہ زمانہ کے ستمگروں نے کتنے ظلم وستم کیے ہیں، اور کتنے خون ناحق بہائے ہیں اور کتنے مال جمع کیے اور حریر و دیباج کے کیسے کیسے لباس پہنے ہیں اور کیسے تخت وتاج آراستہ کیے ہیں، اور کیسی بناء مشید اور بنیاد و سدد بنائیں اور بالآخر کیسے وبال جان کے ساتھ واپس گئے اور کون سے خیالات لے کر قبر میں گئے اور سوائے برے اعمال کے کوئی نشان نہیں چھوڑ گئے۔

شیخ صدوق نے حمزہ بن حمران سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت نے فرمایا اے حمزہ کہاں سے آرہے ہو، میں نے عرض کیا کہ میں کوفہ سے آرہا ہوں، حضرت یہ بات سن کر رونے لگے اتنے روئے کہ آپ کے محاسن شریف آنکھوں کے آنسو سے تر ہو گئے، میں نے عرض کیا اے فرزند رسول آپ کو کیا ہو گیا ہے کہ آپ اتنا گریہ فرما رہے ہیں، فرمایا میں اس لئے رو رہا ہوں کیونکہ مجھے میرے چچا زید اور وہ مصائب یاد آئے ہیں جو انہیں پہنچے میں نے عرض کیا کون سی بات آپ کے دل میں آئی ہے فرمایا مجھے ان کی شہادت یاد آئی ہے جب کہ تیر ان کی پیشانی پر لگا ہوا تھا اور وہ گر پڑے تو ان کا بیٹا یحییٰ ان کے پاس آیا اور اس نے اپنے آپ کو ان پر گرا دیا اور کہا اے بابا آپ کو بشارت ہو کہ آپ ابھی رسول خدا، علی وفاطمہ وحسنؑ وحسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوں گے، زید نے کہا ایسا ہی ہے اے بیٹا پس ایک لوہار کو بلایا گیا تا کہ وہ تیر کو نکالے جب تیر ان کی پیشانی سے نکالا گیا تو ان کی روح بدن سے نکل گئی، پس زید کی لاش پانی کی نہر کی طرف لے گئے جو زائدہ کے باغ کے قریب بہتی تھی، پس اس نہر کے درمیان

قبر کھودی گئی اور زید کو اس میں دفن کر کے پانی ان کی قبر پر جاری کر دیا تا کہ ان کی قبر معلوم نہ ہو سکے، اور دشمن انہیں قبر سے باہر نہ نکالیں لیکن جب وہ انہیں دفن کر چکے تو ان کا غلام جو کہ اہل سند میں سے تھا اسے یہ بات معلوم ہو گئی، دوسرے دن جا کر اس نے یوسف بن عمر کو اس کی اطلاع دی اور قبر کی جگہ معین کی پس یوسف بن عمر نے زید کا جسم قبر سے نکالا اور کناسہ کوفہ میں انہیں سولی پر لٹکا دیا، اور چار سال تک وہ سولی پر لٹکے رہے پس اس کے بعد حکم دیا اور انہیں سولی سے اتارا گیا اور آگ جلا کر اس کی راکھ فضا میں بکھیر دی، پس حضرت نے فرمایا کہ خداوند عالم زید کے قاتل اور ان کا ساتھ چھوڑنے والوں پر لعنت کرے اور میں خداوند عالم کی بارگاہ میں شکایت کرتا ہوں ان مصیبتوں کی جو رسول خداؐ کے بعد ان لوگوں سے ہم اہل بیتؑ پر وارد ہوئی ہیں اور خدا سے مدد طلب کرتا ہوں اپنے دشمنوں کے خلاف **وھو خیر مستعان** اور وہ بہترین مددگار ہے۔

نیز شیخ صدوقؒ نے عبداللہ بن سیابہ سے روایت کی ہے کہ ہم سات افراد کوفہ سے نکلے اور مدینہ گئے جب ہم حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا تمہیں میرے چچا زید کی کوئی خبر ہے ہم نے عرض کیا وہ خروج کی تیاری کر رہے تھے، اب وہ خروج کر چکے ہوں گے یا کر رہے ہوں گے، حضرت نے فرمایا اگر تمہیں کوئی کوفہ کی خبر پہنچے تو مجھے بتانا، پس وہ کہتے ہیں کہ چند ہی دنوں کے بعد کوفہ سے خط آیا کہ زید نے بدھ کے دن ابتدائے ماہ صفر میں خروج کیا اور جمعہ کے دن درجہ رفیعہ شہادت پر فائز ہوئے اور ان کے ساتھ فلاں فلاں اشخاص قتل ہوئے، پس ہم حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں خط دیا، جب آپ نے وہ خط پڑھا تو رونے لگے اور فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون، میں خدا سے اپنے چچا زید کی مصیبت کا اجر مانگتا ہوں، بے شک زید بہترین چچا تھے اور ہماری دنیا و آخرت کے لئے نفع مند تھے اور خدا کی قسم میرے چچا دنیا سے شہید ہو کر گئے ہیں، مثل ان شہداء کے جو رسول اکرمؐ علیؑ و حسنؑ و حسینؑ صلوات اللہ وسلامہ علیہم کی خدمت میں شہید ہوئے، شیخ مفید فرماتے ہیں کہ جب زید کی شہادت کی خبر حضرت صادقؑ کو ملی تو وہ بہت غمگین و محزون ہوئے یہاں تک کہ آثار حزن آپ سے ظاہر ہوئے اور آپ نے اپنی طرف سے ہزار دینار دیئے تا کہ ان افراد کے اہل و عیال میں تقسیم کئے جائیں جو زید کی مدد و نصرت میں شہید ہوئے تھے، کہ جن میں عبداللہ بن زبیر فضیل بن زبیر رسانی کے بھائی کے اہل و عیال بھی تھے، کہ جنہیں چار دینار ملے اور آپ کی شہادت ۲ صفر ۱۲۰ ہجری کو واقع ہوئی اور ان کی مدت عمر بیالیس (۴۲) سال تھی۔

زید بن علی بن الحسین علیہ السلام کی اولاد کا تذکرہ اور یحییٰ بن زید کا مقتل:

صاحب عمدۃ المطالب کے قول کے مطابق زید کے صرف چار بیٹے تھے اور ان کی بیٹی کوئی نہیں تھی اور ان کے بیٹے یحییٰ حسین عیسیٰ اور محمد ہیں، یحییٰ نے ولید بن یزید بن عبدالملک کی ابتدائے سلطنت کے زمانہ میں خروج کیا، نہی عن المنکر اور بنی امیہ کے ظلم عام کو دفع کرنے کے لئے اور آخر کار مارے گئے اور ان کی شہادت کی کیفیت اختصار کے ساتھ اس طرح ہے، ابوالفرج وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ جب زید بن علی بن الحسین ۱۲۱ھ میں کوفہ میں شہید ہو گئے اور یحییٰ اپنے باپ کے دفن کرنے سے فارغ ہوئے تو اصحاب و اعوان

زید کے منتشر ہو گئے اور یحییٰ کے ساتھ صرف دس افراد باقی رہ گئے مجبوراً یحییٰ رات کے وقت کوفہ سے نکلے اور وہاں سے مدائن کی طرف روانہ ہوئے اور مدائن اس زمانہ میں خراسان کے راستہ میں پڑتا تھا، یوسف بن عمر ثقفی والی عراقین نے یحییٰ کو گرفتار کرنے کے لئے حریث کلبی کو مدائن کی طرف بھیجا، یحییٰ مدائن سے ری کی طرف چل دیئے اور ری سے سرخس گئے اور سرخس میں یزید بن عمرو تیمی کے ہاں جا کر اترے اور چھ ماہ تک اس کے ہاں رہے **محکمہ** (یعنی خوارج کہ جنہوں نے **لا حکم الا اللہ** کے جملہ کو اپنا شعار بنایا ہوا تھا) کے ایک گروہ نے چاہا کہ وہ ان سے متحد ہو جائیں۔

بنی امیہ کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے یزید بن عمرو نے یحییٰ کو ان کے ساتھ ملنے سے منع کیا اور کہا کہ کس طرح ان لوگوں سے مدد لیتے ہو، دشمنان دین سے جنگ کرنے پر جو کہ علیؑ اور ان کے اہل بیتؑ سے بیزاری چاہتے ہیں پس یحییٰ نے ان لوگوں کو اپنے سے دور کیا اور سرخس سے بلخ کی طرف چلے گئے اور حریش بن عبدالرحمن شیبانی کے ہاں مہمان ہوئے اور وہیں رہے یہاں تک کہ ہشام مر گیا اور ولید خلیفہ ہوا تو اس وقت یوسف بن عمر نے نصر بن سیار عامل خراسان کو لکھا کہ حریش کے ہاں کسی کو بھیجو تا کہ وہ یحییٰ کو گرفتار کرے نصر نے عقیل عامل بلخ کو لکھا کہ حریش کو گرفتار کرو اور اس وقت تک اسے رہا نہ کرو جب تک یحییٰ کو سپرد نہ کرے، عقیل نے نصر بن سیار کے حکم کے مطابق حریش کو گرفتار کر کے اسے چھ سو تازیانے لگائے اور کہا خدا کی قسم اگر تو نے یحییٰ کو میرے سپرد نہ کیا تو میں تجھے قتل کر دوں گا، قریش حریش کے بیٹے نے عقیل سے کہا میرے باپ کو چھوڑ دو میں اس کا ذمہ لیتا ہوں کہ یحییٰ کو تمہارے سپرد کروں، پس وہ ایک گروہ کو اپنے ساتھ لے کر گیا اور یحییٰ کو تلاش کرنے لگے اور یحییٰ کو انہوں نے ایک مکان کے اندر دوسرے مکان میں پایا، پس اسے مزید ابن عمرو کے ساتھ جو اس کے اصحاب اہل کوفہ میں سے تھا گرفتار کر کے نصر کے پاس بھیج دیا، نصر نے انہیں قید و بند میں رکھا اور ان کے حالات یوسف بن عمر کو لکھے، یوسف نے بھی ان کا واقعہ ولید کے لئے لکھا ولید نے اس کے جواب میں لکھا کہ یحییٰ کو اس کے ساتھیوں کے ساتھ قید و بند سے رہا کر دو، یوسف نے ولید کے خط کا مضمون نصر کو لکھا نصر بن سیار نے یحییٰ کو بلایا اور انہیں فتنہ و خروج سے ڈرایا دھمکایا اور دس ہزار درہم اور دو خچر انہیں دیئے اور حکم دیا کہ وہ ولید کے پاس چلے جائیں، ابوالفرج روایت کرتا ہے کہ جب یحییٰ کو قید سے رہا کیا گیا تو شیعوں میں سے ایک مالدار گروہ اس لوہار کے پاس گیا جس نے ان کے پاؤں سے بیڑیاں اتاری تھیں اور اس سے کہنے لگے یہ لوہے کی بیڑیاں ہمارے پاس بیچ دو، لوہار نے انہیں بیچنے کے لئے پیش کیا جو خریدنا چاہتا دوسرا اس کی قیمت بڑھا دیتا یہاں تک کہ اس کی قیمت بیس ہزار درہم تک پہنچ گئی، بالآخر سب نے مل کر وہ مبلغ ادا کئے اور شراکت سے خرید کیا پھر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے انہیں تقسیم کیا اور ہر ایک نے اپنے حصہ کو تبرکا اپنی انگوٹھی کا نگینہ بنایا، خلاصہ یہ کہ جب یحییٰ رہا ہوئے تو سرخس کی طرف گئے اور وہاں سے عمرو بن زرارہ والی ابوشہر کے پاس گئے عمرو نے یحییٰ کو ہزار درہم خرچہ کے لئے دیا اور انہیں بیہق کی طرف بھیج دیا، یحییٰ نے بیہق میں ستر افراد اپنے ساتھ ملا لئے اور ان کے لئے گھوڑے خریدے اور عمرو بن زرارہ عامل ابوشہر کے مقابلہ کے لئے نکلے عمرو جب یحییٰ کے خروج سے مطلع ہوا تو اس نے نصر بن سیار کو لکھا، نصر نے عبداللہ بن قیس عامل سرخس اور حسن بن زید عامل طوس کو لکھا کہ وہ ابرشہر کی طرف جائیں اور وہاں کے عامل عمرو بن زرارہ کے زیر فرمان ہو کر یحییٰ سے جنگ کریں پس عبداللہ اور حسن اپنے لشکروں کے ساتھ عمرو کے پاس گئے اور دس ہزار کی فوج

جمع کی اور یحییٰ سے جنگ کرنے کے لئے آمادہ ہوئے اور یحییٰ ستر سواروں کے ساتھ ان سے جنگ کرنے آئے، اور ان سے سخت جنگ کی بالآخر عمرو بن زرارہ کو قتل کر دیا اور اس کے لشکر پر فتح پائی اور انہیں شکست دے کر منتشر کر دیا اور عمرو کی لشکر گاہ سے مال غنیمت لیا پھر وہاں سے ہرات کی طرف چلے گئے اور ہرات سے جوزجان گئے جو کہ مرو و بلخ کے درمیان اور خراسان کے علاقہ میں ہے نصر بن سیار نے سلم (سالم) بن احوز کو آٹھ ہزار شامی اور غیر شامی لشکر کے ساتھ یحییٰ سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا، پس ارغوی بستی میں دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا اور جنگ کا تنور گرم ہوا، یحییٰ نے تین دن اور تین راتیں ان سے جنگ کی یہاں تک کہ ان کی فوج قتل ہو گئی بالآخر دوران جنگ ایک تیر یحییٰ کی پیشانی پر آ کر لگا اور وہ بے بس ہو کر شہید ہو گئے، جب سلم کا لشکر کامیاب ہو گیا اور یحییٰ شہید ہو گئے تو ان کی قتل گاہ میں آیا اور ان کا جسم برہنہ کر دیا اور ان کا سر قلم کر کے نصر کے پاس بھیج دیا، نصر نے ولید کے پاس بھیجا پھر یحییٰ کا بدن شہر جوزجان کے دروازے پر لٹکایا گیا مدت تک ان کا سر وہاں لٹکا رہا، یہاں تک کہ بنی امیہ کی حکومت کے ارکان متزلزل ہو گئے اور بنی عباس کی سلطنت قوت پکڑنے لگی، اور ابو مسلم مروزی بنی عباس کی حکومت کی داعی نے سلم قاتل یحییٰ کو قتل کیا اور یحییٰ کا جسم سولی سے اتار کر اسے غسل و کفن دے کر اس پر نماز پڑھی اور اسی جگہ انہیں دفن کر دیا، پس جن لوگوں نے یحییٰ کا خون بہانے میں شرکت کی تھی ان سب کو قتل کر دیا خراسان اور اس کے باقی علاقوں میں ایک ہفتہ تک یحییٰ کی عزاداری کی گئی اور اس سال جو بچہ خراسان میں پیدا ہوا اس کا نام یحییٰ رکھا گیا اور یحییٰ ایک سو پچیس ہجری میں قتل ہوئے اور ان کی والدہ ریطہ دختر ابو ہاشم عبداللہ بن محمد حنفیہ تھی اور دعبل خزاعی نے اس مصرع میں یحییٰ کی قبر کی طرف اشارہ کیا ہے۔ واخری بارض الجوزجان محلها۔

صحیفہ کاملہ کی سند میں ہے کہ عمیر بن متوکل ثقفی بلخی اپنے باپ متوکل بن ہارون سے روایت کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے یحییٰ بن زید علی علیہ السلام سے اس وقت ملاقات کی جب وہ خراسان کی طرف جا رہے تھے، پس میں نے ان کو سلام کیا تو پوچھا کہ کہاں سے آ رہے ہو، انہوں نے کہا کہ حج سے آ رہا ہوں پس انہوں نے اپنے اہل بیتؑ اور چچازاد بھائیوں کے حالات پوچھے اور حضرت جعفر بن محمد علیہ السلام کے حالات زیادہ پوچھے پس میں نے حضرت کے حالات اور باقی حضرات کے حالات اور ان کا حزن واندوہ ان کے باپ زید پر بتایا، یحییٰ نے کہا میرے چچا محمد بن علی علیہ السلام نے میرے باپ کو اشارہ کیا تھا کہ خروج نہ کریں اور انہیں بتایا کہ اگر خروج کیا اور مدینہ سے الگ ہوئے تو ان کا انجام کار کیا ہو گا، پس کیا تو نے میرے چچازاد بھائی جعفر بن محمد علیہما السلام سے ملاقات کی ہے، میں نے کہا کہ جی ہاں فرمایا مجھے کس طرح انہوں نے یاد کیا تھا بتایا میں نے کہا آپ پر قربان جاؤں مجھے پسند نہیں کہ میں آپ کے روبرو کہوں وہ چیز جو حضرت سے آپ کے متعلق سنی تھی کہنے لگا کیا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے، بتاؤ جو کچھ سنا ہے میں نے عرض کیا میں نے انہیں فرماتے ہوئے سنا کہ آپ قتل کئے جائیں گے اور سولی پر لٹکائے جائیں گے اپنے باپ کی طرح پس یحییٰ کا چہرہ متغیرہ ہو گیا اور اس آیت کی تلاوت کی "یمحوا اللہ ما یشاء و یثبت وعندہ ام الکتاب" پھر چند باتوں کے بعد مجھ سے کہا کہ کیا تو نے کوئی چیز میرے چچازاد بھائی سے لکھی ہے یعنی حضرت صادقؑ نے کوئی چیز املاء کرائی تھی جسے تو نے لکھا ہو میں نے کہا جی ہاں، فرمایا مجھے دکھاؤ پس میں نے ان کے سامنے علوم کی چند انواع پیش کیں اور میں نے ان کے سامنے وہ دعا بھی نکالی جو حضرت صادقؑ نے مجھے

لکھوائی تھی اور فرمایا کہ انہیں کے والد محمد بن علی علیہا السلام نے لکھوائی تھی اور بتایا تھا کہ یہ دعا ان کے باپ علی بن الحسینؑ کی طرف سے ہے اور صحیفہ کاملہ کی دعاؤں میں سے ہے، پس یحییٰ نے وہ دعا آخر تک بغور دیکھی اور فرمایا اجازت دیتے ہو کہ میں یہ دعا لکھ لوں میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ کیا آپ اس چیز میں اجازت لے رہے ہیں، جو خود آپ کی طرف سے ہے پھر فرمایا آگاہ رہو کہ میں تمہارے سامنے باہر نکالوں گا صحیفہ دعائے کامل کا جو میرے باپ نے اپنے باپ سے یاد کیا ہے اور مجھے میرے باپ نے وصیت کی ہے کہ میں اس کی نگہداشت اور حفاظت کروں اور اس کو منع کروں سوائے اس کے جو اس کا اہل ہے، عمیر کہتا ہے کہ میرا باپ متوکل کہتا ہے کہ میں یحییٰ کی طرف اٹھا اور ان کے سر کا بوسہ لیا اور کہا خدا کی قسم اے فرزند رسولؐ میں خدا کی پرستش اور بندگی آپ کی دوستی اور اطاعت کے ساتھ کرتا ہوں اور میں امید رکھتا ہوں کہ خدا مجھے نیک بخت اور سعادت مند بنائے، آپ کی دوستی کے ساتھ زندگی اور موت میں پس یحییٰ نے وہ صحیفہ جو میں نے انہیں دیا تھا اس لڑکے کو دیا جو ان کے ساتھ تھا اور اسے کہا کہ اس دعا کو خط روشن وعمدہ کے ساتھ لکھو اور میرے پاس لے آؤ شاید میں اسے یاد کر سکوں کیونکہ میں یہ دعائے حضرت صادقؑ حفظہ اللہ سے مانگتا تھا اور وہ مجھے نہیں دیتے تھے متوکل کہتا ہے کہ جب میں نے یہ بات سنی تو اپنے کام سے پشیمان ہوا اور میں نہ سمجھ سکا کہ اب کیا کروں اور جناب ابوعبداللہ صادق علیہ السلام نے مجھے پہلے نہیں فرمایا تھا، کہ یہ دعا میں کسی کو نہ بتادوں پس یحییٰ نے ایک جامہ دانی (کپڑے رکھنے کی چیز) منگوائی اور اس سے صحیفہ نکالا جسے تالا اور مہر لگی ہوئی تھی، پس ان کی مہر کو دیکھ کر اس کا بوسہ لیا اور رونے لگے، پس وہ مہر توڑ دی اور تالا کھول کر صحیفہ نکالا اور اسے آنکھوں سے لگایا اور اپنے چہرہ پر ملا اور کہا کہ خدا کی قسم اے متوکل اگر نہ ہوتی وہ بات جو تو نے میرے چچازاد بھائی حضرت صادقؑ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ میں قتل ہوں گا اور سولی پر لٹکایا جاؤں گا، تو میں یہ صحیفہ تجھے نہ دیتا اور میں اس کے دینے میں بخیل تھا لیکن میں جانتا ہوں کہ ان کا قول حق ہے جو انہوں نے اپنے آباؤ اجداد علیہم السلام سے لیا ہے اور عنقریب ہو کر رہے گا، پس مجھے ڈر لگا کہ ایسا علم کہیں بنی امیہ کے ہاتھ میں نہ چلا جائے اور وہ اسے چھپا دیں اور اپنے خزانوں میں اسے اپنا حق ذخیرہ قرار دیں، پس یہ صحیفہ لے لو اور اس میں میری کفایت کرو اور منتظر رہو پس جس وقت واقع ہو وہ جو میرے اور اس قوم کے درمیان واقع ہونے والا ہے تو یہ صحیفہ میری امانت ہے تمہارے پاس یہاں تک کہ اسے میرے دو چچازاد بھائیوں محمد وابراہیم ابناء عبداللہ بن حسن بن حسین بن علی علیہ السلام تک پہنچاؤ کیونکہ وہ میرے بعد اس امر میں میرے قائم مقام ہیں۔

متوکل کہتا ہے کہ میں نے وہ صحیفہ لے لیا اور جب یحییٰ بن زید مارے گئے تو میں مدینہ گیا اور میں نے حضرت صادقؑ سے ملاقات کی اور میں نے یحییٰ کی گفتگو آپ سے نقل کی پس حضرت نے یحییٰ کی حالت پر گریہ کیا اور بہت غمناک واندوہ گین ہوئے اور فرمایا خداوند عالم میرے چچازاد بھائی پر رحم کرے اور اسے اس کے آباؤ اجداد کے ساتھ ملحق کرے، خدا کی قسم اے متوکل مجھے یحییٰ کو وہ دعا دینے سے کوئی چیز نہیں روکتی تھی سوائے اس چیز کے کہ جس کا خوف یحییٰ کو تھا، اس کے باپ کے صحیفہ کے متعلق اب وہ صحیفہ کہاں ہے میں نے کہا کہ یہ ہے پس آپ نے اسے کھولا اور فرمایا خدا کی قسم یہ میرے چچا زید کا خط ہے اور میرے جد امجد علی بن الحسینؑ کی دعا ہے پھر آپ نے اپنے بیٹے اسماعیل سے فرمایا کہ اٹھو اے اسماعیل اور وہ دعا لے آؤ کہ جس کے یاد کرنے اور محفوظ رکھنے کا میں نے تمہیں حکم

دیا تھا پس اسماعیل اٹھا اور وہ ایک صحیفہ باہر لایا گویا وہ وہی صحیفہ تھا جو یحییٰ نے مجھے دیا تھا، پس حضرت صادق نے اس کا بوسہ لیا اور اسے اپنی آنکھوں سے لگایا اور فرمایا یہ میرے باپ کا خط اور میرے جد بزرگوار کا میری موجودگی میں لکھوایا ہوا ہے، میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ اگر آپ اجازت دیں تو میں اس صحیفہ کا مقابلہ زید و یحییٰ کے صحیفہ کے ساتھ کر دیکھوں، پس آپ نے مجھے اجازت دی اور فرمایا میں تجھے اس کا اہل سمجھتا ہوں، پس میں نے اس میں نگاہ کی تو دیکھا کہ دونوں صحیفے ایک جیسے ہیں اور ان میں ایک لفظ کا اختلاف بھی میں نے نہ پایا، پس میں نے حضرت سے اجازت چاہی کہ وہ صحیفہ میں عبداللہ بن حسن کے بیٹوں کو دے دوں فرمایا ''ان اللہ یا مرکم ان تودوا الامانات الی اھلھا'' یعنی خداوند عالم تمہیں حکم دیتا ہے کہ پہنچاؤ امانتیں ان کے اہل تک ہاں یہ صحیفہ انہیں جا کر دو، جب میں ان کی ملاقات کے لئے کھڑا ہوا تو فرمایا کہ اپنی جگہ پر بیٹھے رہو، پھر آپ نے کسی کو محمد و ابراہیم کے بلانے کے لئے بھیجا جب وہ دونوں حضرات حاضر ہوئے تو فرمایا کہ یہ تمہارے چچازاد بھائی یحییٰ کی اس کے باپ کی طرف سے میراث ہے کہ جس سے اس نے تمہیں اپنے بھائیوں کو چھوڑ کر مخصوص قرار دیا ہے اور میں اس صحیفہ کے سلسلہ میں تم سے ایک شرط کرتا ہوں انہوں نے عرض کیا خدا آپ پر رحمت کرے، فرمایئے کیونکہ آپ کا ارشاد مقبول اور پذیرفتہ ہے، فرمایا یہ صحیفہ لے کر مدینہ سے باہر نہ جانا، انہوں نے کہا یہ کس لئے فرمایا کیونکہ تمہارا چچازاد بھائی اس صحیفہ کے متعلق ایک چیز سے ڈرتا تھا اور میں بھی تم پر اس سے خوف رکھتا ہوں وہ کہنے لگے کہ وہ اس وقت ڈرتا تھا کہ جب اسے معلوم تھا کہ وہ قتل ہو جائے گا، پس حضرت نے فرمایا تم بھی بے فکر و مامون نہ رہو، خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ تم عنقریب خروج کرو گے جس طرح اس نے خروج کیا اور مارے جاؤ گے، جس طرح وہ مارا گیا ہے پس وہ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ہر طاقت و قوت صرف خدائے علی و عظیم کے لئے ہے۔

زید شہید کے دوسرے بیٹے حسین ذوالدمعۃ کے حالات کا تذکرہ۔

اور اس کی اولاد و اعقاب حسین بن زید کی کنیت ابو عبداللہ اور ابو عاتقہ تھی اور ان کا لقب **ذوالدمعۃ اور ذوالعبرۃ** (آنسو والا) تھا جب اس کے والد شہید ہوئے تو اس کی عمر سات سال تھی، حضرت صادقؑ اسے اپنے گھر میں لے گئے اور بیٹا بنا کر اس کی تربیت کی اور بہت سا علم اسے سکھایا اور محمد ارقط بن عبداللہ الباہر کی بیٹی کی اس سے شادی کی اور وہ سید عابد و زاہد تھے اور نماز شب میں خوف خدا سے زیادہ رونے اور گریہ کرنے کی وجہ سے اسے ذوالدمعہ (آنسو والے) کہتے تھے اور چونکہ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے لہذا اسے مکفوف کہتے تھے، ابن ابی عمیر حضرت صادقؑ اور موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے روایت کرتا ہے، یونس بن عبدالرحمن وغیرہ اس سے روایت کرتے ہیں، تاج الدین ابن زہرہ زید شہید کے اہل خانہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان میں سے عظیم ترین افراد میں سے حسین ذوالعبرہ و ذوالدمعہ ہے اور وہ سید جلیل القدر اپنے خاندان کا رئیس اور اپنی قوم کا کریم و شریف تھا اور وہ بنی ہاشم کے مخصوص افراد میں سے تھا، زبان و بیان علم و زہد و فضل کے لحاظ سے اور وہ علم الانساب اور لوگوں کے حالات پر احاطہ رکھتا تھا اس نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے اور ۱۳۴ھ ہجری میں وفات پائی، انتہی۔ ابوالفرج نے نقل کیا ہے کہ حسین ذوالدمعہ محمد

وابراہیم عبداللہ بن حسن کی جنگ منصور سے ہوئی اس میں حاضر تھا اس کے بعد منصور کے خوف سے چھپ گیا اور اس کے بیٹے یحییٰ بن حسین سے روایت کی ہے کہ میری والدہ نے میرے باپ سے کہا کیا ہو گیا ہے کہ آپ زیادہ گریہ کرتے ہیں تو کہا ان دو تیروں اور جہنم کی آگ نے میرے لئے کوئی سرور وخوشی باقی رکھی ہے کہ جو مجھے رونے سے روکے اور اس کی مراد دو تیروں سے وہ دو تیر تھے کہ جن سے اس کے بھائی یحییٰ اور باپ زید شہید ہوئے تھے، خلاصہ یہ کہ ۱۳۵ھ یا ۱۴۰ھ میں حسین کی وفات ہوئی اور اس کی بیٹی سے مہدی عباسی نے شادی کی اور حسین کی اولاد و نسل بہت ہے ان میں سے ابوالمکارم محمد بن یحییٰ بن نقیب ابوطالب حمزہ بن محمد بن حسین بن محمد حسن الزاہد بن ابوالحسین یحییٰ بن الحسین بن زید شہید ہے، جو کہ حافظ قرآن تھا اور اسی طرح اس کے تمام آباؤ اجداد امیر المومنین علیہ السلام تک اور یحییٰ بن الحسین ذوالدمعہ وہی ہے جس نے ۲۰۷ھ یا ۲۰۹ھ میں بغداد میں وفات پائی اور مامون نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور حسین ذوالدمعہ کی نسل میں سے یحییٰ بن عمر ہے جو مستعین باللہ خلیفہ نمبر ۱۲ عباسی کے زمانہ میں قتل ہوا۔

یحییٰ بن عمر بن یحییٰ بن حسین بن زید شہید اور اس کے بعض اعقاب کا تذکرہ

یحییٰ بن عمر کی کنیت ابوالحسین ہے اور اس کی والدہ ام الحسن حسین بن عبداللہ بن اسماعیل بن عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھی، اس نے متوکل کے زمانہ میں خراسان میں خروج کیا اور اسے گرفتار کر کے متوکل کے پاس لے آئے متوکل کے حکم سے اسے چند تازیانے لگائے گئے اور فتح بن خاقان کی قید میں ڈالا گیا ایک مدت تک قید رہا اس کے بعد اسے چھوڑ دیا پھر وہ بغداد میں گیا اور ایک مدت تک بغداد میں رہا پھر وہاں سے کوفہ گیا اور مستعین کی خلافت کے زمانہ میں خروج کیا، جب خروج کیا تو پہلے امام حسین کی قبر کی زیارت کی اور گروہ زائرین سے اپنا ارادہ بیان کیا ان میں سے کچھ لوگ اس کے ہمراہ ہو گئے، اور شاہی بستی میں آئے اور وہاں رات تک قیام کیا پھر کوفہ گئے اور اس کے اصحاب نے کوفہ کے لوگوں کو اس کی بیعت کی دعوت دی اور پے در پے پکارتے رہے کہ ایھا الناس اجیبوا داعی اللہ اے لوگو خدا کی طرف بلانے والے کی دعوت کو قبول کرو، بہت سے لوگ اس کی بیعت میں داخل ہو گئے، جب دوسرا دن ہوا تو جتنا مال کوفہ کے بیت المال میں تھا یحییٰ نے وہ لے کر لوگوں میں تقسیم کر دیا اور ہمیشہ لوگوں کے ساتھ عدل وانصاف برتتا رہا اور کوفہ کے لوگ دل وجان سے اس سے محبت رکھتے تھے، عبداللہ بن محمود (جو کہ خلیفہ کی طرف سے کوفہ کا والی تھا) اپنا لشکر اکٹھا کرتا رہا اور وہ یحییٰ سے جنگ کرنے کے لئے باہر نکلا، یحییٰ نے تنہا اس پر حملہ کیا اور اس کے چہرہ پر ضرب لگائی اور اسے لشکر سمیت شکست دی اور یحییٰ مرد قوی شجاع اور دلیر تھا، ابوالفرج اس کی قوت کے متعلق نقل کرتا ہے کہ اس کے پاس ایک لوہے کا وزنی عمود تھا کہ جب وہ کسی غلام یا کنیز پر ناراض ہوتا تو وہ عمود اس کے گلے میں ڈال دیتا اور کوئی شخص اسے کھول نہ سکتا، جب تک کہ وہ خود نہ کھولتا، خلاصہ یہ کہ یحییٰ کا معاملہ مختلف شہروں میں مشہور ہو گیا جب اس کی اطلاع بغداد میں پہنچی تو محمد بن عبداللہ بن طاہر نے اپنے چچازاد بھائی حسین بن اسماعیل کو ایک لشکر کے ساتھ یحییٰ کے مقابلہ کے لئے بھیجا، اہل بغداد ناپسندیدگی اور بے رغبتی کے ساتھ یحییٰ سے جنگ کرنے کے لئے نکلے کیونکہ باطنی طور پر اہل بغداد یحییٰ کی طرف مائل تھے، خلاصہ یہ کہ کئی حملوں اور واقعات کے بعد یحییٰ اور حسین کے لشکر کا

آمنا سامنا شاہی بستی میں ہوا اور دونوں طرف سے جنگ ہونے لگی، ہیضم (جو کہ یحییٰ کے لشکر کا سردار تھا) عین گھمسان کی جنگ میں بھاگ کھڑا ہوا، یحییٰ کے لشکر کا دل ٹوٹ گیا اور دشمن کا لشکر قوت پکڑ گیا، اور یحییٰ نے جب ہیضم کی شکست کو دیکھا تو قدم مردانگی استوار کر کے پے در پے حملے کرنے لگا، یہاں تک کہ اسے بہت سے زخم آئے اور وہ بے طاقت ہو گیا، سعد ضبابی آگے بڑھا اور اس نے یحییٰ کا سر قلم کر لیا اور حسین بن اسماعیل کے پاس لے آیا اور چونکہ بہت سے زخم اس کے چہرے پر لگے تھے کوئی شخص پورے طور پر اسے نہ پہچان سکا، پس وہ سر محمد بن عبداللہ بن طاہر کے پاس بغداد لے گئے اس نے مستعین کے پاس سامرہ بھیج دیا، دوبارہ بغداد میں لا کر وہاں نصب کیا گیا، بغداد کے لوگ چیخے چلائے اور اس کے قتل کا برا منایا، کیونکہ باطنی طور پر وہ یحییٰ کی طرف مائل تھے اس کے حسن معاشرت اور کسی کے مال لینے سے پرہیز اور خون بہانے سے رکنے اور اس کے زیادہ عدل و احسان کی بناء پر، پس ایک گروہ محمد بن عبداللہ بن طاہر کے دربار میں گیا اور اسے فتح و ظفر کی مبارک باد دی، ابو ہاشم جعفری بھی محمد کے ہاں گیا اور کہا کہ اے امیر میں تجھے ایسی چیز کی تہنیت و مبارک باد دینے کے لئے آیا ہوں کہ اگر رسول خدا زندہ ہوتے تو انہیں تعزیت کہی جاتی محمد نے اسے کوئی جواب نہ دیا تو ابو ہاشم باہر نکلا اور اس نے یہ اشعار کہے:

یابنی طاهر کلوه مریئا
ان لحم النبی غیر مرئ
ان وتراً یکون طالبه الله
لو تر بالفوت غیر جرئ [1]

پس محمد نے حکم دیا کہ یحییٰ کے اہل بیت کے قیدیوں کو خراسان بھیجا جائے اور کہنے لگا اولاد پیغمبرؐ کے سر جس کے گھر میں ہوں اس گھر کی نعمت کے زوال کا باعث ہیں۔

ابو الفراج نے ابن عمار سے بیان کیا ہے کہ جس وقت اہل بیت یحییٰ اور اس کے اصحاب میں سے قیدی بغداد میں لائے گئے تو بڑی سختی کے ساتھ پاؤں ننگے انہیں دوڑاتے تھے اور ان میں سے جو کوئی خستگی اور تھکان کی وجہ سے پیچھے رہ جاتا تو اس کی گردن اڑا دیتے اور اس وقت یہ بات سننے میں نہیں آئی تھی کہ قیدی کے ساتھ یہ برا سلوک کیا جاتا ہو، خلاصہ یہ کہ جن دنوں وہ بغداد میں تھے تو مستعین باللہ کا خط آیا کہ قیدیوں کو قید و بند سے آزاد کر دیا جائے پس محمد بن طاہر نے باقیوں کو تو رہا کر دیا سوائے اسحاق بن جناح کے جو کہ یحییٰ کے لشکر کا کمانڈر تھا اس کو قید میں رکھا، یہاں تک کہ وہیں اس کی وفات ہوئی تو اس کی میت خرابہ میں پھینک دی گئی اور اس پر دیوار گرا دی، خلاصہ یہ کہ یحییٰ مرد شریف پرہیزگار دیندار بہترین اطوار زیادہ احسان کرنے والا رعیت پر شفقت و رافت سے پیش آنے والا اور طالبین میں سے اپنے اہل بیت کا حامی و مددگار اور ہمیشہ ان کے ساتھ نیکی و احسان کرتا تھا لہذا اس کی شہادت نے خاصہ و عامہ صغیر و کبیر قریب و بعید کے لوگوں کے دلوں میں بہت اثر کیا اور اس کی شہادت ۲۵۰ھ کے حدود میں واقع ہوئی اور بہت سے لوگوں نے اس کا مرثیہ کہا ہے ان میں سے اس زمانہ کا ایک شاعر کہتا ہے:

بکت الخیل شجوھا بعد یحییٰ
وبکاہ المھند المصقول (الخ)

(مولف نے کافی اشعار نقل کئے ہیں ہم چھوڑ رہے ہیں۔ مترجم)

حسین ذوالدمعۃ کی اولاد میں سے ہے

سید اجل نسابہ علامہ تحریر بہاؤ الدین علی بن غیاث الدین عبدالکریم نیلی نجفی بن عبدالحمید بن عبداللہ بن احمد بن حسن بن علی بن محمد بن علی بن غیاث الدین عالم تقی اور یہ وہی ہیں کہ بعض اعراب نے شط میں سوار ہو کر ان پر حملہ کیا اور ان کا لباس چھین لیا جب ان کی شلوار اتارنے لگے تو وہ مانع ہوئے پس انہیں قتل کر دیا گیا، ابن سید جلال الدین عبدالحمید کہ محمد بن جعفر مشہدی نے مزار کبیر میں اس کی روایت کی ہے ابن عالم فاضل محدث عبداللہ التقی النسابہ ابن نجم الدین اسامہ نقیب شمس الدین احمد بن نقیب ابوالحسن علی بن سید فاضل نسابہ ابو طالب محمد بن ابو علی عمر الشریف جو رئیس جلیل اور امیر حاج تھا، اور ۳۳۹ھ میں حجر اسود اس کے ہاتھ سے اپنی جگہ کی طرف واپس لوٹا، واقعہ قرامطہ میں جو مکہ میں گئے اور حجر الاسود کو وہاں سے اکھاڑ کر کوفہ لے آئے اور مسجد کے ساتویں ستون کے ساتھ اسے نصب کیا اور اسی واقعہ کی طرف امیر المومنینؑ نے اپنے اخبار غیبیہ میں اشارہ کیا تھا آپ نے ایک دن کوفہ میں فرمایا لا بد ان یصلب فی ھذہ الساریۃ اس سے چارہ نہیں کہ اس ستون کے ساتھ لٹکایا جائے تو آپ نے ساتویں ستون کی طرف اشارہ کیا اور یہ طویل واقعہ ہے اور یہ سید جلیل وہی ہے جس نے اپنے خالص مال سے اپنے جد امجد کا گنبد تعمیر کیا تھا، ابن یحییٰ نسلہ نقیب النقباء القائم بکوفہ ابن الحسین النسابہ النقیب الطاہر بن ابی عاتقا احمد محدث ابن ابی علی عمر بن یحییٰ بن الحسین ذوالدمعہ ابن زید الشہید ابن امام زین العابدین علیہ السلام خلاصہ یہ کہ بہاؤ الدین علی مذکور کی جلالت شان زیادہ اور اس کے مناقب بے شمار ہیں اور اس کے تالیفات شریفہ میں سے ہے کہ جس پر ناقدین اخبار اور سند آثار نے ان کی طرف میلان اور ان پر اعتماد کیا ہے مثلاً کتاب انوار المضیہ اور الدر المنضیہ اور کتاب سرور اہل ایمان فی علامات ظہور صاحب الزمان صلوات اللہ علیہ اور کتاب الغیبۃ اور انصاف فی الرد علی صاحب الکشاف اور شرح مصباح صغیر شیخ وغیر ذلک یہ شیخ حسن بن سلیمان حلی صاحب مختصر البصائر و ابن فہد حلی کے استاد اور شیخ شہید و فخر المحققین و سید عمید الدین کے شاگرد ہیں اور ان کے جد امجد محمد شریف جلیل ابن عمر یحییٰ بن الحسین نسابہ ابن ابی عاتقہ احمد محدث ہیں اور احمد محدث وہی ہیں کہ جن کے حق میں صاحب عمدۃ الطالب نے کہا ہے کہ وہ مرد وجیہہ اور متمول اور علویین میں سے کسی شخص کے پاس اتنا مال املاک و زراعت و خلافت نہ تھی، بعض کہتے ہیں کہ ایک سال میں وہ اٹھہتر ہزار جریب زمین کی زراعت کرتے تھے اور ان کے عجیب وغریب حکایات میں سے ہے کہ ایک دفعہ وہ دیوان خانہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور مطہر بن عبداللہ وزیر عضد الدولہ بن بویہ بھی دیوان میں موجود تھا اس وقت اس کو توقیع ملی (خط ملا) کہ قرامطہ کا قاصد کوفہ میں پہنچ رہا ہے اور مناسب یہ ہے کہ اس کے دفاع کے اسباب مہیا کرنے کے لئے کوفہ میں کوئی خط لکھا جائے، مطہر بن عبداللہ وزیر نے وہ توقیع سید شریف کو دکھائی اور انہیں اشارہ کیا کہ کسی شخص کو اس خدمت کے عنوان سے اس قاصد کے لئے روانہ کیا جائے جو اس کی

رہائش گاہ اور دوسرے اسباب مہیا کرے، پس وزیر بعض اہم امور دیوان میں مشغول ہوا اور ایک گھنٹہ تک اسی حالت میں رہا جب ملتفت ہوا تو شریف کو فارغ البال اور آسودہ خیال اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے دیکھا تو از روئے تعجب کہا اے شریف یہ کام ان امور میں سے نہیں ہے کہ جس میں تہاون وسستی برتی جائے، شریف نے کہا میں نے کوفہ کی طرف قاصد بھیجا تھا اور وہ جواب لے کر آیا ہے کہ وہ اسباب کی تیاری میں مشغول ہیں، وزیر کو اس بات سے تعجب ہوا اور اس نے اس کام کی کیفیت کے متعلق سوال کیا، شریف نے اسے خبر دی کہ اس کے پاس بغداد میں کوفہ کے کچھ پرندے ہیں اور کوفہ میں طیور بغدادی ہیں، جب آپ نے اپنی رائے کے مطابق مجھے اشارہ کیا تھا تو میں نے حکم دیا کہ پرندے کے توسط سے کوفہ خط لکھا جائے اور ابھی دوبارہ خبر ملی ہے کہ وہ خط کوفہ میں پہنچ گیا ہے اور وہاں اطاعت امر میں مشغول ہیں، نیز حسین ذوالدمعہ کی اولاد میں سے ہیں سید اجل بہار الشرف نجم الدین ابوالحسن محمد بن حسن بن احمد بن علی بن محمد بن عمر بن یحییٰ بن حسین نسابہ بن احمد محدث بن عمر بن یحییٰ بن حسین ذوالدمعہ ہے کہ جس کا نام صحیفہ کاملہ کی ابتداء میں ہے اور عمید الرؤسا نے اس سے روایت کی ہے اور عمید الرؤسا کے علاوہ بھی بہت سے لوگ اس سے روایت کرتے ہیں، مثلاً ابن سکون اور جعفر بن علی والد شیخ محمد بن المشہدی اور شیخ ہبۃ اللہ بن نما اور ان کے علاوہ دوسرے علماء علیہم الرضوان۔

عیسیٰ زید بن علی بن الحسین علیہ السلام کے تیسرے بیٹے کا تذکرہ

عیسیٰ بن زید کی کنیت ابو یحییٰ اور لقب موتم الاشبال ہے اور یہ لقب اسے اس طرح سے ملا کہ ایک دفعہ ایک شیر نے جس کے بچے تھے لوگوں کا راستہ روک رکھا تھا اس کو عیسیٰ نے قتل کر دیا، اس وقت سے اس کا لقب موتم الاشبال ہو گیا، یعنی شیر کے بچوں کو یتیم کرنے والا ابوالفرج نے اس کی بہت تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ یہ مرد جلیل القدر صاحب علم و ورع و تقویٰ و زہد تھا اور حضرت صادق ان کے بھائی عبداللہ بن محمد اور اپنے والد زید بن علی علیہ السلام اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں سے روایت کرتا ہے اور اس کے زمانہ کے اہل حق اس کے وجود اور آمد کو مبارک سمجھتے تھے اور سفیان ثوری کو اس سے بڑی عقیدت تھی اور وہ اس کی بڑی تعظیم و احترام کرتا تھا لیکن ایک روایت کے مطابق اس کی مدح محل نظر ہے کیونکہ اس نے اپنے امام زمانہ ارواح العالمین فداہ کی نسبت سوء ادبی اور جسارت ظاہر ہوئی ہے، خلاصہ یہ کہ عیسیٰ محمد و ابراہیم فرزندان عبداللہ بن حسن کے واقعہ میں حاضر تھا اور جب وہ دونوں مارے گئے تو عیسیٰ لوگوں سے الگ تھلگ رہنے لگا اور کوفہ میں علی بن صالح بن حیّ کے گھر میں چھپا رہا اور اپنا کسب لوگوں سے پوشیدہ رکھا، یہاں تک کہ وفات پائی جن دنوں عیسیٰ چھپا ہوا تھا یحییٰ بن حسین بن زید نے اور صاحب عمدۃ الطالب کے قول کے مطابق محمد بن محمد بن زید نے اپنے والد سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ مجھے میرے چچا کے متعلق بتاؤ کہ وہ کہاں ہے تاکہ میں اس سے ملاقات کروں، کیوں کہ یہ بری بات ہے کہ میرا اس قسم کا چچا ہو اور میں اسے دیکھ بھی نہ سکوں، باپ نے بیٹے سے کہا اے بیٹا یہ خیال اپنے دل سے نکال دو کیونکہ تیرے چچا عیسیٰ نے اپنے آپ کو چھپا رکھا ہے اور وہ پسند نہیں کرتا کہ پہچانا جائے اور مجھے ڈر ہے کہ اگر میں تجھے اس کا اتہ پتہ بتاؤں اور تو اس کے پاس جائے اور وہ سختی میں پڑے اور اسے اپنی جگہ بدلنی پڑے، یحییٰ نے اس سلسلہ میں اصرار کیا یہاں تک کہ اس نے باپ کو راضی کر لیا کہ وہ اسے عیسیٰ کا پتہ بتائے، حسین نے

کہا اے بیٹا اگر تو چاہتا ہے کہ اپنے چچا سے ملاقات کرے تو مدینہ سے کوفہ کا سفر کر جب کوفہ پہنچے تو محلہ کی پوچھ جب اس کا پتہ چل جائے تو فلاں گلی میں جانا اور اس گلی کی صفت بیان کی سفر کر جب کوفہ پہنچے تو اس قسم کا ایک گھر وہ تیرے چچا کا گھر ہے لیکن تو گھر کے دروازے پر نہ بیٹھنا بلکہ گلی کے اگلے حصہ میں مغرب تک بیٹھ جانا اس وقت تجھے ایک شخص بلند قامت ادھیڑ عمر جو خوبصورت ہوگا، اور سجدہ کے نشان اس کی پیشانی پر نمایاں ہوں گے اور اس نے پشم کا جبہ پہن رکھا ہوگا اور اونٹ کو آگے چلا رہا ہوگا اور وہ سقائی (ماشکی کا کام) سے واپس لوٹے گا اور قدم قدم پر ذکر خدا کرتا اور آنسو اس کی آنکھوں سے جاری ہوں گے تو وہی شخص تیرا چچا عیسیٰ ہے جب تو اس کو دیکھے تو اس کو سلام کرنا اور اس کے گلے میں باہیں ڈال دینا ابتداء میں تو تیرے چچا کو تجھ سے وحشت ہوگی تو اسے اپنی شناسائی کرانا تاکہ اس کا دل سکون اختیار کرے، پس تھوڑی دیر اس سے ملاقات کرنا اور زیادہ دیر تک اس کے پاس نہ بیٹھنا تاکہ کوئی تجھے دیکھ نہ لے اور اسے پہچان نہ لے، اس وقت اس کو الوداع کہنا اور دوبارہ اس کے پاس نہ جانا ورنہ وہ تجھ سے بھی چھپ جائے گا، اور مشقت و زحمت میں پڑے گا، یحییٰ نے کہا جو کچھ آپ نے فرمایا ہے میں اس کی اطاعت کروں گا، پس سفر کی تیاری کی اور باپ سے رخصت ہو کر کوفہ کی طرف روانہ ہوا، جب کوفہ پہنچا تو وہیں قیام کیا اور پھر اپنے چچا کے انتظار میں بیٹھا یہاں تک کہ غروب آفتاب ہوا اچانک اس نے ایک شخص کو دیکھا کہ جس کے آگے آگے اونٹ ہے اور وہی اوصاف ہیں جو اسے باپ نے بتائے تھے اور جو قدم اٹھاتا اور رکھتا ہے اس کے لب ذکر خدا سے حرکت کرتے ہیں اور آنسو اس کی آنکھوں سے بہہ رہے ہیں، یحییٰ اٹھا ان کو سلام کر کے اس سے معانقہ کیا، یحییٰ کہتا ہے کہ جب میں نے ایسا کیا تو جس طرح وحشی جانور کسی انسان سے وحشت کرتا ہے اس طرح اسے مجھ سے وحشت ہوئی میں نے کہا اے چچا میں یحییٰ بن حسین بن زید آپ کا بھتیجا ہوں جب انہوں نے مجھ سے یہ سنا تو مجھے سینہ سے لگا لیا اور اتنا روئے اور ان کی حالت منقلب ہوئی کہ میں نے سمجھا ابھی بے ہوش ہو جائیں گے جب کچھ طبیعت ان کی سنبھلی تو اونٹ بٹھایا اور میرے پاس بیٹھ گئے اور اپنے عزیزوں اور گھر والوں مردوں، عورتوں اور بچوں کے ایک ایک کر کے حالات پوچھے اور میں نے ان کے حالات تفصیل سے بیان کئے اور وہ روتے رہے جب ان کے حالات سے مطلع ہوا تو اپنے حالات میرے سامنے بیان کئے اور کہا کہ اے بیٹا اگر میرے حالات پوچھتے ہو تو میں نے اپنا نسب اور حالات لوگوں سے چھپا رکھے ہیں اور یہ اونٹ کرایہ پر لیا ہے اور اس پر روزانہ سقائی کرتا ہوں اور پانی بھر کر لوگوں کے گھروں میں لے جاتا ہوں اور جو کچھ ملتا ہے اس میں سے اونٹ کا کرایہ ادا کر کے باقی اپنے اخراجات میں صرف کرتا ہوں، اگر کسی دن کوئی مانع پیدا ہو جائے کہ جس کی وجہ سے میں پانی بھرنے کے لئے نہ جا سکوں تو اس دن میرے پاس کھانے کو کچھ نہیں ہوتا مجبوراً کوفہ سے نکل کر صحرا میں جاتا ہوں اور بے کار سبزیوں کو یعنی کاہو کے پتے کھیرے کے چھلکے اور اس قسم کی چیزیں جنہیں لوگ دور پھینکتے ہیں جمع کر کے اپنی خوراک قرار دیتا ہوں اور جب سے میں چھپا ہوا ہوں اسی مکان میں رہتا ہوں اور صاحب مکان مجھے نہیں پہچانتا اور جب میں کچھ مدت اس گھر میں گذار چکا تو اس نے اپنی بیٹی مجھ سے بیاہ دی، خداوند عالم نے اس سے ایک بیٹی عنایت فرمائی جو وہ حد بلوغ کو پہنچی تو اس کی ماں نے مجھ سے کہا کہ لڑکی کو فلاں ماشکی کے لڑکے سے بیاہ دو جو کہ ہمارا ہمسایہ ہے کیونکہ وہ اس کی خواستگاری کرتے ہیں میں نے کوئی جواب نہ دیا، میری بیوی نے بہت اصرار کیا اور میں اس کے جواب میں خاموش رہا اور مجھ میں یہ جرأت نہ ہوئی کہ اسے اپنا نسب بتاؤں اور اس کو خبر دوں کہ میری بیٹی

اولاد رسولؐ ہے اور اس کا کفو اور ہمسر فلاں ماشکی کا بیٹا نہیں میری بیوی نے میرے فقر و افلاس و گمنامی کی وجہ سے یہ خیال کیا کہ جو لقمہ اس کے تصور میں نہیں آسکتا تھا وہ اس کے ہاتھ میں آگیا ہے لہذا اس نے اس سلسلہ میں بہت مبالغہ کیا یہاں تک کہ میں تدبیر کار سے عاجز آگیا اور خدا سے اس معاملہ کی کفایت چاہی، خداوند عالم نے میری دعا قبول کی اور چند دن کے بعد میری بیٹی فوت ہوگئی اور میں نے اس کے غم سے نجات پائی، لیکن اے بیٹا ایک دکھ میرے دل میں ہے کہ میں گمان نہیں کرتا کہ کسی کے دل میں اتنا دکھ و درد ہو اور وہ یہ ہے کہ جب تک میری بیٹی زندہ رہی میں اسے اپنی معرفت نہ کرا سکا اور اس سے یہ نہ کہہ سکا کہ اے نور چشم تو اولاد پیغمبرؐ ہے اور سیدزادی ہے نہ یہ کہ تو ایک مزدور کی بیٹی ہے اور وہ اپنی شان و قدر پہچانے بغیر مرگئی پس میرے چچا نے مجھ سے الوداع کہا اور مجھے قسم دی کہ پھر کبھی میں اس کے پاس نہ جاؤں تا کہ کہیں اسے پہچان لیں اور گرفتار ہو جائے پس میں چند دن کے بعد گیا تا کہ اس کو دیکھوں تو میں اسے نہ مل سکا اور میری پس وہی ملاقات ہوسکی۔

ابوالفرج خضیب وابشی سے جو زید بن علی کے اصحاب اور عیسیٰ بن زید کے مخصوصین میں سے روایت کرتا ہے، وہ کہتا ہے کہ جس زمانہ میں عیسیٰ کوفہ میں چھپا ہوا تھا کبھی کبھار ہم ڈرتے ڈرتے اس سے ملنے کے لئے جاتے اور بسا اوقات وہ صحرا میں ہوتا اور وہ ماشکی کا کام کرتا تھا، پس وہ ہمارے پاس بیٹھتا اور ہم سے باتیں کرتا اور کہتا تھا کہ خدا کی قسم میں دوست رکھتا ہوں کہ میں ان سے یعنی مہدی عباسی اور اس کے اعوان و انصار سے تم پر مامون ہوتا تو طویل مدت تک تمہارے پاس بیٹھتا اور تم سے باتیں کر کے اور تمہارے چہروں کو دیکھ کر توشہ وزاد حاصل کرتا، خدا کی قسم میں تمہاری ملاقات کا شوق رکھتا ہوں اور ہمیشہ تمہیں یاد رکھتا ہوں، تنہائی میں اور بستر پر تمہیں خواب میں دیکھتا ہوں پس چلے جاؤ تا کہ تمہاری بیٹھک اور معاملہ مشہور نہ ہو جائے اور اس سے کوئی برائی یا ضرر پہنچے، خلاصہ یہ کہ عیسیٰ اس حالت میں رہا کہ اس کی وفات ہوئی اور اس کے چند مخصوص اشخاص تھے جو اس کے حالات پر مطلع تھے ایک ابن علاق صیرفی دوسرا حاضر تیسرا صباح زعفرانی اور چوتھا حسن بن صالح اور مہدی اس کے درپے تھا کہ اگر عیسیٰ اسے نہ ملے تو کم از کم ان چند افراد پر اسے کامیابی حاصل ہو، یہاں تک کہ اسے حاضر پر کامیابی حاصل ہوئی اور اسے قید کر دیا اور ہر حیلہ کے ساتھ چاہا کہ حاضر سے عیسیٰ اور اس کے ساتھیوں کی خبر معلوم کرے اس نے چھپایا اور ظاہر نہ کیا یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا اور جب عیسیٰ نے اس دنیا سے وفات پائی تو اس کے دو چھوٹے بچے تھے کہ صباح نے جن کی کفالت کی تھی، منقول ہے کہ صباح نے حسن سے کہا اب تو عیسیٰ فوت ہوگیا ہے اب کیا مانع ہے کہ ہم اپنے آپ کو ظاہر کریں اور عیسیٰ کی موت کی خبر مہدی تک پہنچا دیں تا کہ اسے راحت ہو اور ہم بھی خوف سے مامون رہیں، کیونکہ مہدی ہمیں عیسیٰ کی وجہ سے تلاش کرتا ہے اب جو اس کی وفات ہوگئی ہے مہدی کو ہم سے کوئی سروکار نہیں، حسن کہنے لگا نہیں خدا کی قسم میں دشمن خدا کی آنکھ ولی اللہ فرزند نبی اللہ کی موت سے روشن نہیں کروں گا، ایک رات جو حالت خوف میں بسر کروں تو وہ ایک سال کے جہاد و عبادت سے بہتر ہے، صباح کہتا ہے کہ جب عیسیٰ کی موت کو دو مہینے گذر گئے تو حسن بن صالح بھی دنیا سے چل بسا اس وقت میں احمد و زید نامی عیسیٰ کے یتیم بچوں کو لے کر بغداد کی طرف روانہ ہوا جب بغداد میں پہنچا تو بچوں کو گھر میں کسی کے سپرد کیا اور خود پرانے لباس میں مہدی کے دارالخلافہ میں گیا جب میں وہاں پہنچا تو میں نے کہا میں صباح زعفرانی ہوں اور باریابی کی اجازت چاہی،

خلیفہ نے مجھے بلایا جب میں اس کے ہاں پہنچا تو اس نے پوچھا کہ صباح زعفرانی تو ہے میں نے کہا ہاں، کہنے لگا لا حیاک اللہ ولا بیاک اللہ ولا قرب دارک اے دشمن خدا تو ہے وہ شخص جو لوگوں کو میرے دشمن کی بیعت کی طرف بلاتا تھا میں نے کہا کہ ہاں، کہنے لگا پس اپنے پاؤں سے موت کی طرف چل کر آیا ہے میں نے کہا اے خلیفہ میں آپ کے لئے بشارت اور تعزیت لے کر آیا ہوں، کہنے لگا تیری بشارت اور تعزیت کون سی ہے میں نے کہا کہ بشارت تو عیسیٰ بن زید کی موت ہے اور تعزیت بھی عیسیٰ کی موت کی، کیونکہ عیسیٰ آپ کا چچازاد اور عزیز و رشتہ دار تھا، جب مہدی نے یہ بات سنی تو سجدہ شکر بجالایا، اس کے بعد پوچھنے لگا کہ عیسیٰ کی وفات کب ہوئی میں نے کہا کہ دو مہینہ گذر گئے ہیں، کہنے لگا اب تک مجھے کیوں نہیں خبر دی، میں نے کہا کہ حسن بن صالح ایسا نہیں کرنے دیتا تھا، اب اس کی بھی وفات ہوئی تو میں تیرے پاس آیا ہوں، مہدی نے جب حسن کی موت کی خبر سنی تو ایک اور سجدہ شکر بجالایا، اور کہنے لگا الحمد اللہ کہ خدا نے اس کے شر کی مجھ سے کفایت کی ہے کیونکہ وہ میرے سخت ترین دشمنوں میں سے تھا اس وقت کہنے لگا اے مرد جو چاہے مانگ کیونکہ تیری ہر حاجت پوری ہوگی اور میں تجھے مال دنیا سے بے نیاز کردوں گا، میں نے کہا کہ خدا کی قسم اگر میرے پاس کوئی چیز ہوتی کہ جس سے ان کی کفالت کرسکتا تو یہ بھی آپ سے نہ مانگتا اور انہیں بغداد میں نہ لاتا، پھر میں نے تفصیل سے عیسیٰ اور اس کے بچوں کے حالات بیان کئے میں نے کہا کہ مناسب ہے کہ آپ ان یتیم بچوں کے لئے باپ کی جگہ ہوجائیں کہ جو بھوک سے مرنے کے قریب ہیں انہیں بھوک اور پریشانی سے نجات دو، جب مہدی نے عیسیٰ کے یتیموں کے حالات سنے تو بے اختیار رونے لگا اتنا رویا کہ اس کے آنسو گرنے لگے اور کہنے لگا اے بندہ خدا خدا تجھے جزائے خیر دے تو نے بڑا اچھا کیا ہے کہ ان کے حالات مجھ سے بیان کئے ہیں اور ان کا حق ادا کیا ہے، بے شک عیسیٰ کے بچے میرے بچوں کی مانند ہیں اب جا اور انہیں میرے پاس لے آ، میں نے کہا ان کے لئے امان ہے کہنے لگا ہاں وہ خدا کی اور میری امان میں ہیں، اور میرے ذمہ اور میرے آباؤ اجداد کے ذمہ ہیں اور میں اسے بار بار قسم دیتا اور اس سے امان طلب کرتا اس خوف سے کہ شاید میں انہیں اس کے پاس لے آؤں تو وہ انہیں تکلیف واذیت پہنچائے اور مہدی بھی انہیں امان دیتا، آخر گفتگو میں کہنے لگا اے میرے دوست چھوٹے بچوں کی کیا تقصیر ہے کہ میں انہیں تکلیف پہنچاؤں جو میری سلطنت سے معارض تھا وہ ان کا باپ تھا اور اگر وہ بھی میرے پاس آتا اور مجھ سے نہ جھگڑتا تو میں اس سے بھی سروکار نہ رکھتا چہ جائے کہ یہ یتیم بچے، اب جا اور انہیں میرے پاس لے آ، خدا تجھے جزائے خیر دے اور تجھ سے بھی میں استدعا کرتا ہوں کہ میری بخشش وعطا کو قبول کر، میں نے کہا میں کچھ نہیں چاہتا تب میں گیا اور عیسیٰ کے بچوں کو لے آیا، مہدی نے انہیں دیکھا تو ان کی حالت پر اسے رقت ہوئی اور انہیں سینہ سے لگایا اور ایک کنیز کو حکم دیا کہ وہ ان کی پرستاری کرے اور چند افراد ان کی خدمت کے لئے مقرر کئے اور میں بھی چند دنوں کے بعد ان کے حالات کی تحقیق کرجاتا اور وہ دار الخلافہ میں رہے یہاں تک کہ محمد امین مارا گیا تو اس وقت وہ دار الخلافہ سے باہر نکلے اور زید کسی بیماری میں فوت ہوگیا اور احمد روپوش ہوگیا۔

عیسیٰ بن زید شہید کی اولاد واعقاب کا ذکر:

عیسیٰ بن زید کی نسل چار بیٹوں سے یادگار رہی ہے احمد مختفی، زید محمد حسین غضارہ، حسین جد ہے اس علی بن زید بن حسین کا کہ جس نے مہتدی باللہ کے زمانہ میں کوفہ میں خروج کیا تھا کوفہ کے عوام واعراب میں سے ایک گروہ نے اس کی بیعت کی اور مہدی نے شاہ بن میکال کو لشکر عظیم کے ساتھ اس سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا، جب یہ خبر علی کے لشکر نے سنی تو وہ وحشت زدہ ہوئے، چونکہ ان کی تعداد دو سو سوار تھی علی نے جب لشکر کی پریشانی دیکھی تو کہنے لگا اے لوگو یہ لشکر مجھے تلاش کرنے آیا ہے اور میرے غیر سے انہیں کوئی سروکار نہیں میں اپنی بیعت تمہاری گردنوں سے اٹھالیتا ہوں، تم اپنے کام پر جاؤ اور مجھے ان کے ساتھ چھوڑ دو، وہ کہنے لگے خدا کی قسم ہم ایسا نہیں کریں گے، جب شاہ بن میکال کا لشکر آن پہنچا تو علی کے لشکر پر گھبراہٹ کا غلبہ ہوا علی نے کہا اے لوگو اپنی جگہ پر کھڑے رہو اور میری شجاعت کا نظارہ کرو، پس علی نے تلوار نیام سے نکالی اور اپنا گھوڑا اس انبوہ لشکر میں دوڑایا اور انہیں دائیں بائیں تلوار لگائی یہاں تک کہ اس لشکر سے باہر آ گیا، اور ٹیلے پر چڑھ گیا۔

دوبارہ اس لشکر کی پچھلی طرف سے آ کر ان پر حملہ کیا لشکر نے خوف کے مارے اسے راستہ دے دیا، یہاں تک کہ وہ اپنی جگہ پر لوٹ آیا دو تین مرتبہ اسی طرح اس نے حملہ کیا تو علی کے لشکری بھی قوی دل ہو گئے اور انہوں نے شاہ بن میکال کے لشکر پر حملہ کر دیا، شاہ کے لشکر کو بری طرح سے شکست ہوئی اور علی بن زید کو فتح نصیب ہوئی وہ اسی طرح رہا یہاں تک کہ معتمد کے زمانہ میں ناجم نے اسے طاہر بن محمد ابوالقاسم بن حمزہ بن حسن بن عبیداللہ بن عباس بن امیرالمومنین علیہ السلام اور طاہر بن احمد بن قاسم بن حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہ السلام کے ساتھ قتل کر دیا۔

احمد بن عیسیٰ بن زید اور ناجم صاحب زنج کا تذکرہ:

احمد بن عیسیٰ بن زید مخص عالم وفقیہ بزرگ وزاہد اور فقہ کی ایک کتاب کا مولف تھا اس کی والدہ عاتکہ بنت فضل بن عبدالرحمن بن عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب ہاشمیہ تھی، اس کی ولادت ۱۵۸ھ میں اور وفات ۲۴۰ھ میں ہوئی، آخر عمر میں احمد نابینا ہو گیا تھا جیسا کہ اس کے باپ عیسیٰ کی وفات کے ذیل میں اس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے جب سے اسے مہدی کے سپرد کیا گیا وہ دارالخلافہ میں رہا، رشید کے زمانہ تک تو صاحب عمدۃ الطالب کہتا ہے کہ وہ رشید کے پاس رہا یہاں تک کہ جوان ہو گیا، پس اس نے خروج کیا اور اسے گرفتار کر کے قید کر دیا گیا، پس قید سے چھوٹ کر روپوش ہو گیا اور وہ اسی طرح رہا یہاں تک کہ بصرہ میں وفات پائی اور اس وقت اس کی عمر اسی سال سے اوپر تھی اور اسی لئے اسے مختفی کہتے تھے۔ (انتھی) اس کی زوجہ خدیجہ بنت علی بن عمر بن علی بن الحسین علیہ السلام تھی اور وہ محمد کی ماں تھی کہ جو شخص وجیہ اور فضل تھا اور اس نے بغداد میں حالت قید میں وفات پائی، مولف کہتا ہے کہ جن افراد نے اپنے آپ کو احمد مختفی سے منسوب کیا ہے ان میں سے ایک صاحب زنج ہے جو دعویٰ کرتا تھا کہ میں علی بن محمد بن احمد بن عیسیٰ

بن زید بن علی بن الحسین علیہ السلام ہوں اور کچھ لوگ اسے دعیٔ (زبردستی کسی کی طرف منسوب ہونا) آل ابو طالبؑ کہتے تھے اور امام حسن عسکریؑ کی توقیع میں ہے کہ صاحب زنج اہل بیتؑ میں سے نہیں ہے اور اس کی اصل ری کی ایک بستی سے ہے اور وہ مذہب ازارقہ اور خوارج کی طرف میلان رکھتا تھا اور تمام گناہوں کو شرک سمجھتا تھا اور اس کے انصار و اصحاب زنجی (حبشی) تھے اس نے مہتدی باللہ کی خلافت کے زمانہ میں جب کہ ماہ رمضان کے تین دن باقی تھے 255ھ میں بصرہ کے علاقے میں خروج کیا پھر وہ بصرہ کی طرف آیا اور اس پر قابض و مالک ہو گیا اور اس نے گروہ زنج کو فتنہ و فساد پر ابھارا اور یہ لوگ اس وقت بصرہ اہواز اور اطراف اہواز میں بہت تعداد میں تھے یہاں کے لوگ ان زنجیوں کو خریدتے اور اپنی املاک جاگیروں اور باغوں میں خدمت پر مامور کرتے اور ان علاقوں کے کچھ دیہاتی بھی اس کے ساتھ ہو گئے اور اس سے کئی ایک ایسے کام سرزد ہوئے کہ ویسے کام اس سے پہلے کسی شخص نے نہیں کئے تھے (المعتمد علی اللہ ابوالعباس احمد بن متوکل کے زمانہ میں اس کا بھائی طلحہ بن متوکل جو موفق اور قائم بامر الخلافہ کے لقب پہ ملقب تھا) اس سے جنگ کے لئے نکلا اور پے در پے حیلہ و تدبیر اور جنگ سے گریز کرتا رہا یہاں تک کہ اسے قتل کیا اور لوگوں کو اس کے شر سے آسودہ خاطر کیا، اور صاحب زنج کے تسلط و غلبہ کی مدت چودہ سال اور چار مہینہ تھی، اور وہ شخص قسی القلب اور بدکردار تھا، مسلمانوں کے خون بہانے ان کی عورتوں کو قید کرنے عورتوں کے قتل کرنے اور انہیں لوٹنے مارنے کی پرواہ نہیں کرتا تھا، منقول ہے کہ ایک دفعہ اس نے بصرہ میں تین لاکھ افراد کو قتل کیا اور اس کا فتنہ لوگوں کے لئے بہت بڑی مصیبت تھا اور حضرت امیر المومنینؑ نے اپنے اخبار غیبیہ میں کئی دفعہ صاحب زنج اور اہل بصرہ کے مصائب میں گرفتار ہونے کی طرف اشارہ کیا ایک جگہ فرماتے ہیں" یا احنف کانی بہ وقد سار باولا جب الجیش الذی لا یکون لہ غبار ولا تعقعۃ لجم ولا حمحمۃ خیل ولا لجب یشعرون الارض باقدامھم کانھا اقدام النعام احنف" گویا میں اسے دیکھ رہا ہوں کہ وہ ایک ایسے لشکر کے ساتھ چل رہا ہے جن میں نہ غبار ہے نہ لجاموں کی جھنکار ہے نہ گھوڑوں کا ہنہنانا ہے اور نہ ہتھیاروں کی آواز ہے وہ اپنے قدموں سے خاک اڑاتے ہیں گویا کہ وہ شتر مرغ کے پاؤں ہیں۔

سید رضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امیر المومنینؑ کا اس خطبہ میں صاحب زنج کے ظہور کے ابتدائی زمانہ کے متعلق جب کہ زنگیوں نے اس کی پناہ لی اور اس کی طرف اشارہ کیا ہے مورخین لکھتے ہیں کہ جب وہ بصرہ کی طرف روانہ ہوا اس کی پوری فوج میں صرف تین تلواریں تھیں تو ایک بستی میں پہنچا جو کرخ کے نام سے مشہور تھی اس بستی کے بڑے لوگ اس کو دیکھنے کے لئے آئے اور پذیرائی کے لوازمات پورے کئے، وہ رات صاحب زنج نے ان میں بسر کی جب صبح ہوئی تو کمیت رنگ کا گھوڑا بطور ہدیہ اس بستی سے اس کے لئے لے آئے اور اس گھوڑے کی زین اور لجام نہیں تھی اور نہ کہیں سے مل سکی، پس رسیوں کی زین اس پر درست کی گئی اور لیف خرما کی رسی سے اس کا منہ باندھا گیا اور اس پر سوار ہوا ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ واقعہ حضرت امیر المومنینؑ کے قول کی تصدیق کرتا ہے کہ جہاں آپ فرماتے ہیں کہ "کانی بہ قد سار فی جیش الذی لیس لہ غبار ولا لجب (الخ)" اس کے بعد حضرت نے احنف سے فرمایا اے احنف وائے اور ہلاکت ہے تمہارے آباد گلی کوچوں اور آراستہ و مزین گھروں کے لئے کہ جن کے پرگدھوں کے پروں کی طرح

بنے ہوئے ہیں۔ سونڈیں ہاتھی کی سونڈوں کی طرح ہیں اس گروہ سے کہ جن کے مقتول پر کوئی رونے والا نہیں اور نہ ان میں سے کسی گمشدہ کو کوئی تلاش کرتا ہے کیونکہ زنگی غلام اور مسافر تھے اور ان کا کوئی نہیں تھا جو ان پر ندبہ کرے یا ان کے غائب ہونے کی صورت میں اسے ان کی جگہ خالی نظر آئے شاید آپ کی پروں سے مراد روشن دان یا لکڑیاں اور بوریئے ہوں جو مکانات کے باہر چھت سے آویزاں کر دیتے ہیں تا کہ وہ درودیوار کو بارش اور سورج کی تمازت سے بچائیں اور سونڈ سے مراد پرنالے ہیں جو دیوار سے زمین تک متصل ہوتے ہیں کہ جن پر تارکول مل دیتے ہیں اور وہ بہت زیادہ سونڈ کی شباہت اختیار کر لیتے ہیں، حضرت امیرؑ اسی فرمائش سے اشارہ فرماتے ہیں کہ بصرہ عمارتیں خراب ہو جائیں گی اور صاحب زنج کے فتنہ میں جل جائیں گی، مورخین نقل کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن سترہ شوال ۲۵۷ ہجری کو صاحب زنج بصرہ میں داخل ہوا اور بصرہ کے لوگوں کو قتل کرنے لگا، مسجد جامع اور لوگوں کے گھروں کو جلا دیا، جمع کے دن ہفتہ کی رات اور ہفتہ کے دن لگا تار لوگوں کو قتل کرتا اور ان کے گھروں کو جلاتا رہا، یہاں تک کہ نالے ندیاں خون سے بہنے لگے اور کوچہ و بازار خون سے رنگین ہو گئے اور محل و قصور و گلستان قبرستان بن گئے اور مکانات اور جہاں کہیں انسان یا جانوروں کی گزرگاہ تھی اور جس قسم کے اسباب و سامان وہاں تھے سب جلا دیئے "واقع الحریق من الجبل الی الجبل وعظم الخطب و عمها القتل والنهب والاحراق" اس کے بعد انہوں نے لوگوں کو قتل عام سے پناہ اور امان دے دی اور کہنے لگے جو شخص حاضر ہو جائے وہ امان میں ہے جب لوگ جمع ہو گئے تو عدر و دھوکہ کی بنیاد رکھی اور ان پر تلوار چلا دی، لوگوں کی آواز شہادت جاری اور ان کا خون زمین پر بہہ رہا تھا جس کسی کو انہوں نے دیکھا اسے قتل کر دیا، بصرہ میں جو شخص مالدار تھا پہلے اس کا مال لیتے یعنی شکنجہ دیتے تا کہ اپنا مال ظاہر کرے اور پھر اچانک اسے قتل کر دیتے اور جو فقیر تھے انہیں تو فرصت دیئے بغیر قتل کر دیتے، یہاں تک کہ منقول ہے کہ اہل بصرہ میں سے جو لوگ کسی حیلہ بہانہ سے جان بچا گئے تو وہ ان کنوؤں میں جا چھپے جو گھروں میں کھودے ہوئے تھے، جب شب کی تاریکی پھیل جاتی تو وہ کنوئیں کی تاریکی سے باہر نکلتے اور چونکہ کھانے کی کوئی چیز موجود نہ ہوتی مجبوراً کتے چوہے اور بلیوں کے گوشت سے کھانے کا سامان کرتے اور جب آفتاب طلوع ہوتا تو پھر کنوئیں میں چلے جاتے اس طرح وہ لوگ گزارہ کرتے رہے، یہاں تک کہ ان جانوروں میں سے بھی کوئی چیز باقی نہ رہی اور دوسری کوئی چیز بھی انہیں میسر نہ آتی تو اس وقت دیکھتے کہ ان کے ہم جنسوں میں سے جو بھوک سے مر جاتے اس کے گوشت سے گزارہ کرتے اور جس میں طاقت ہوتی وہ اپنے ساتھی کو قتل کر کے کھا لیتا اور معاملہ لوگوں پر اتنا سخت ہوا کہ ایک عورت کو لوگوں نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں ایک سر ہے اور وہ رو رہی ہے انہوں نے اس کا سبب پوچھا تو وہ کہنے لگی کہ لوگ میری بہن کے گرد جمع ہوئے تا کہ وہ مرے اور وہ اس کا گوشت تقسیم کریں ابھی میری بہن نہیں مری تھی کہ اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور اس کا گوشت تقسیم کیا اور اس کے گوشت میں سے سوائے سر کے مجھے کچھ نہیں دیا، اور اس تقسیم میں انہوں نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔

مولف کہتا ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ کی فرمائش اس خطبہ شریفہ میں معلوم ہوئی کہ جس میں فرمایا وائے ہو تجھ پر اے بصرہ اس لشکر سے جو کہ خدا کا عذاب اور شکنجہ ہے جس میں شور غبار اور حس و حرکت نہیں کیونکہ ان حبشیوں میں دوسرے لشکروں کی طرح شور و غل اور ہتھیار اور زیادہ گھوڑے نہیں تھے اور عنقریب اے بصرہ تیرے رہنے والے سرخ موت اور غبار آلود کرنے والی بھوک میں مبتلا

ہوں گے، یعنی قتل وقحط میں مبتلا ہوں گے اور یہ کلمات حضرت امیر المومنین کا ایک بہت بڑا معجزہ ہیں۔

محمد بن زید بن امام زین العابدین علیہ السلام اور اس کی اولاد کا تذکرہ:

محمد زید شہید کا سب سے چھوٹا بیٹا ہے اور اس کی اولاد عراق میں بہت زیادہ تھی اس کی کنیت ابو جعفر تھی، فضل اور شرافت میں بہت باکمال تھا اس کی جوانمردی کا واقعہ مشہور ہے کہ جسے داعی کبیر نے سادات وعلویین کے لیے نقل کیا تھا کہ اسے وہ اپنا دستور العمل بنائیں اور اسی طریقہ پر قائم رہیں اور ہم وہ واقعہ منتھی الآمال میں اولاد امام حسنؑ کے بیان میں ذکر کر چکے ہیں وہاں رجوع کیا جائے اور اس کا بیٹا محمد بن محمد بن زید وہی ہے کہ ابو السرایا کے زمانہ میں ۱۹۹ ہجری میں محمد بن ابراہیم طباطبا کی وفات کے بعد لوگوں نے جس کی بیعت کی تھی اور بالآخر اس کو گرفتار کر کے مامون کے پاس مقام مرو میں بھیجا گیا اس وقت اس کی عمر بیس سال تھی، مامون نے اس کی صغر سنی پر تعجب کیا اور اس سے کہا "کیف رایت صنع الله بابن عمك" یعنی خدا نے جو تیرے چچا زاد کے ساتھ کیا اسے تو نے کیسا دیکھا، محمد نے کہا "رائت امین الله فی العفو والحلم وکان یسیرا عنده اعظم الجرم" میں نے اللہ کا امین پایا عفو وحلم میں اور سب سے بڑا جرم اس کے نزدیک کم ہوتا تھا کہتے ہیں کہ وہ چالیس دن مرو میں رہا اس وقت مامون نے اسے زہر دے دیا، اور اس کا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر طشت میں گرنے لگا اور وہ ان ٹکڑوں کو دیکھتا اور اس کے ہاتھ میں ایک خلال تھا کہ جس سے وہ انہیں الٹا تا پلٹاتا اور اس کی ماں فاطمہ بنت علی بن جعفر بن اسحاق بن علی بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب تھی اور اس کا دوسرا بیٹا جعفر بن محمد بن زید تھا، وہ شخص عالم وفقیہ ادیب وشاعر معروف کا حکم دینے والا منکر سے روکنے والا تھا، اور وہ نیشاپور کے علاقہ کلا جرد میں دفن ہوا، بعض مشجرات میں ایسا ہے اور بظاہر یہ احمد سکین کا باپ ہے کہ جس کا ذکر بعد میں آئے گا۔

جاننا چاہیے کہ محمد بن زید کی نسل میں سے سید اجل وحید عصر فرید دہر صدر الدین علی بن نظام الدین احمد بن میر محمد معصوم مدنی مشہور بسید علی خاں شیرازی جامع جمیع کمالات وعلوم صاحب مولفات نفیسہ مثلا شرح صمدیہ وشرح صحیفہ وسلافہ وانوار الربیع وسلوۃ الغریب وغیرہ ہے اس کی وفات ۱۱۱۹ھ میں شیراز میں ہوئی اور اس کی قبر شاہ چراغ میں سید اجل سید ماجد کی قبر کے پاس ہے اور سید علی خان کے آباؤ اجداد تمام علماء وفضلا اور محدثین تھے، کتاب سلافة العصر من محاسن اعیان العصر میں اپنے والد نظام الدین احمد کے حالات میں فرماتے ہیں همام بن همام وهلم جرا الی ان اجاوز المجرة مجزا لا اقف علی حد حتی انتهی الی اشرف جدو کفی شاهدا علی هذا المرام قول احد اجداده الکرام لیس فی نسبنا الا ذوفضل وحلم حتی نقف علی باب مدینة العلم اور اس کے اجداد میں سے ہے، استاد البشر والعقل الحادی عشر غیاث الدین منصور دشتکی کہ قاضی نور اللہ نے مجالس میں اس کے حالات میں فرمایا ہے، خاتم الحکماء وغوث العلماء الامیر غیاث الدین منصور شیرازی وہ کہ اگر ارسطو وافلاطون بلکہ حکماء زمانہ وقرون اس قبلہ اہل ایمان کے زمان میں ہوتے تو فخر ومباہات کرتے کہ وہ اس سے استفادہ کرنے والوں کی لڑی میں پروئے ہوئے ہیں اور اس کی مجلس عالی درس کے ملازمین میں سے ہیں، انتھی۔ کہتے ہیں کہ بیس سال کی عمر میں علامہ دوانی

سے مناظرہ کرنے کی استعداد اپنے میں محسوس کی ۹۳۶ھ جب کہ عنان سلطنت کف باکفایت شاہ طہماسپ صفوی میں تھی آنجناب صدارت عظمیٰ پر فائز ہوئے اور صدر صدور ممالک کے لقب سے ملقب ہوئے اور ۹۳۸ھ میں جناب خاتم المجتہدین محقق کرکی عراق سے تبریز تشریف لائے اور بادشاہ کی طرف سے انتہائی احترام دیکھا امیر غیاث الدین مذکور سے طریقہ محبت والفت پر چلے کہتے ہیں کہ ان دونوں بزرگواروں نے ایک دوسرے سے قرارداد کی کہ ایک ہفتہ جناب محقق کتاب شرح تجرید میر کے پاس پڑھیں اور دوسرے ہفتہ جناب میر کتاب قواعد کا جناب محقق سے استفادہ کریں ایک مدت اسی طرح سے گزری یہاں تک کہ مفسدین نے سخن چینی کی اور دونوں بزرگواروں میں اختلاف ڈال دیا، پس جناب میر نے منصب صدارت سے استعفا دے دیا اور شیراز کی طرف واپس چلے گئے اور ۹۴۹ھ میں رحمت الٰہی سے جا ملے اور اپنے پدر بزرگوار کے مزار کے قریب دفن ہوئے اور ان جناب کی تصنیفات کافی زیادہ ہیں کہ جن کا ذکر یہاں مناسب نہیں ان کے والد ماجد سید الحکماء والمدققین ابوالمعالی صدر الدین محمد بن ابراہیم ہیں، جو صدر الدین کبیر کے نام سے مشہور ہیں کہ قاضی نور اللہ نے ان کے حالات میں کہا ہے کہ ان کے آباؤ اجداد امجاد حضرات آئمہ معصومین علیہم السلام تک سب کے سب حافظ احادیث اور حامل شریعہ تھے انتہی ان کے آثار میں سے مدرسہ شیراز میں منصوریہ ہے اور ۹۰۳ھ میں ان کی رحلت ہوئی۔

ان کے اجداد میں سے نصیر الدین ابوجعفر احمد سکین ہیں جو کہ مقرب خدمت امام رضا علیہ السلام تھے اور حضرت نے فقہ الرضاء اپنے خط مبارک سے ان کے لیے لکھی تھی، اور وہ کتاب شریف سید علی خان کی کتابوں میں بلا دمکہ معظمہ میں شامل تھی جیسا کہ صاحب ریاض فرماتے ہیں اور سید صدر الدین محمد مذکور فرماتے ہیں پھر میرے جد امجد احمد سکین امام رضا علیہ السلام کے ساتھ برابر دس سال رہے مدینہ سے لے کر یہاں تک کہ انہیں خراسان کی طرف لے جایا گیا، پس اس نے آپ سے علم حاصل کیا اور اس کا اجازہ حدیث میرے پاس ہے، پس احمد امام رضا علیہ السلام سے ان کے آباء علیہم السلام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتا ہے اور یہ اسناد بھی وہ ہیں کہ جس میں میں منفرد ہوں کہ اس میں میرا کوئی شریک نہیں اور اس سے خداوند عالم نے مجھے مخصوص قرار دیا ہے۔ والحمد للہ

حسین بن امام زین العابدین علیہ السلام اور اس کے بعض اعقاب و اولاد کا تذکرہ:

شیخ مفید فرماتے ہیں کہ حسین بن علی بن الحسین علیہ السلام سید فاضل اور صاحب ورع وتقویٰ تھا اس نے بہت سی احادیث اپنے والد گرامی سے اور اپنے پھوپھی جناب فاطمہ بنت الحسینؑ سے اور اپنے بھائی امام محمد باقر سے روایت کی ہیں، احمد بن عیسیٰ نے اپنے باپ سے حدیث بیان کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حسین بن علیؑ کو دیکھا کہ وہ دعا کر رہا تھا میں نے دل میں کہا کہ وہ اپنے ہاتھ دعا سے نیچے نہیں لائے گا جب تک اس کی دعا تمام مخلوق کے متعلق قبول نہ ہو اور سعید حسن بن صالح کے ساتھ سے روایت ہے کہ میں نے حسن بن صالح سے زیادہ خوف خدا رکھنے والا کسی کو نہیں دیکھا تھا یہاں تک کہ میں مدینہ طیبہ میں گیا اور میں نے حسین بن علی بن الحسین

علیہ السلام کو دیکھا اور اس سے زیادہ خوف خدا رکھنے والا اور اس درجہ کا خدا سے ڈرنے والا نہ دیکھا، وہ اس طرح خدا سے ڈرتا تھا کہ گویا اسے آتش جہنم میں لے گئے ہیں اور اسے دوبارہ وہاں سے نکالا گیا ہے، یحییٰ بن سلیمان بن حسین نے اپنے چچا ابراہیم بن الحسین سے اس نے اپنے باپ حسین بن علی بن الحسین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حسین نے کہا ابراہیم بن ہشام مخزومی مدینہ کا گورنر تھا اور وہ ہر جمعہ کو ہمیں مسجد رسول خدا میں منبر کے قریب جمع کرتا اور منبر پر جا کر امیر المومنین علیہ السلام کو برا بھلا کہتا، حسین کہتا ہے کہ ایک دن میں وہاں حاضر تھا جب کہ وہ جگہ لوگوں سے پر تھی اور میں نے اپنے آپ کو منبر کے ساتھ لگایا تو مجھے نیند آ گئی اس حالت میں میں نے دیکھا کہ پیغمبر اکرم کی قبر شریف شگافتہ ہوئی اور ایک شخص سفید لباس میں وہاں سے ظاہر ہوا اور مجھ سے کہنے لگا اے ابا عبداللہ کیا تجھے یہ چیز محزون و مغموم نہیں کرتی جو کچھ یہ کہتا ہے میں نے کہا ہاں خدا کی قسم تو اس نے کہا اپنی آنکھیں کھول کر دیکھو کہ خدا اس سے کیا کرتا ہے پس میں نے ابراہیم بن ہشام کو دیکھا کہ جب کہ وہ علی علیہ السلام کو برا بھلا کہہ رہا تھا اچانک وہ منبر سے گرا اور مر گیا۔ لعنۃ اللہ علیہ

مولف کہتا ہے کہ اس سے پہلے آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ امام زین العابدینؑ کے دو بیٹوں کا نام حسین ہے اور ان میں سے جو چھوٹا تھا اسے حسین اصغر کہتے تھے اور شیخ مفید کی فرمائش معلوم نہیں کس حسین کی توصیف میں ہے، البتہ ہمارے شیخ استاد نے مستدرک میں اور بعض دوسرے علماء نے ان کی فرمائش کو حسین اصغر کے متعلق قرار دیا ہے، بہرحال وہ حسین جو صاحب اولاد و اعقاب ہے وہ حسین اصغر ہے کہ جس کی کنیت ابو عبداللہ تھی وہ شخص پاکدامن محدث اور ایک جماعت نے اس سے روایت حدیث کی ہے ان میں سے عبداللہ بن مبارک اور محمد بن عمر واقدی شیخی ہے ۱۵۲ھ میں چونسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوا ہے اور اس کے چند ایک بیٹے تھے ایک عبداللہ قاسم کا باپ ہے جو کہ رئیس و جلیل تھا اور دوسرا حسن بن حسین ہے جو کہ شخص محدث اور مکہ میں رہتا تھا اور اس نے روم کے علاقہ میں وفات پائی اور ایک بیٹا ابوالحسن علی ابن الحسینؑ ہے کہ جسے بنی ہاشم کے جوانمردوں میں سے شمار کرتے تھے جو صاحب فضل ولسان و بیان و سخاوت تھا اور اس کے اخلاق میں نقل ہوا ہے کہ جب اس کے لئے کھانا حاضر کرتے اور وہ سائل کی آواز سن کے وہ کھانا سائل کو دیتا اور دوبارہ کھانا اس کے لئے لایا جاتا پھر وہ سائل کی آواز سن کے وہ کھانا سائل کو دے دیتا، مجبوراً اس کی بیوی اپنی کنیز کو بھیجتی کہ وہ دروازے پر کھڑی ہو جائے جب کوئی سائل آئے تو وہ اسے کوئی چیز دیدے، تاکہ سائل آواز نہ دے اور علی کھانا کھالے اور ایک عبداللہ اعرج ہے کہ جس کا ذکر آئے گا اور اولاد حضرت صادقؑ کے بیان میں آئے گا کہ فاطمہ حسینؑ کی بیٹی حضرت کی بیوی اور اسماعیل و عبداللہ حضرت کے بیٹوں کی والدہ ہے، خلاصہ یہ کہ حسین اصغر کی اولاد اور ان کے پیچھے رہ جانے والے حجاز و عراق بلاد عجم و مغرب میں بہت ہیں انہیں میں سے ان کا پوتا ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن حسین مذکور مدنی ہے جو کوفہ میں رہتا تھا کہ جس کا علماء رجال نے ذکر کیا ہے اس کی وفات ۱۸۱ھ میں واقع ہوئی اور اس کا بھائی قاسم بن عبداللہ بن حسین شخص رئیس و فاضل تھا، ابوالفرج نے مقاتل الطالبین میں اس کا ذکر کیا ہے اور ان میں سے عبداللہ بن حسن بن حسین اصغر ہے جو شوشتر میں دفن ہے قاضی نوراللہ نے مجالس میں اس کے متعلق کہا ہے کہ وہ ذریت سید المرسلین کے اکابرین میں سے ہے وہ فضل و پاکیزگی میں اپنے جد امام زین العابدینؑ سے مشابہت رکھتا تھا لہذا وہ دشمنان دین کے ہاتھ سے شہید ہوا اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ اس کا نام شریف عبداللہ اور

لقب حنیف زین العابدین ہے اس کی قبر کی اصل عمارت کا بانی مستنصر خلیفہ عباسی ہے کہ جس نے پہلی دفعہ امام موسیٰ کاظمؑ اور امام جوادؑ کے مشہد کی بنا ء رکھی، اس کے بعد سادات حسینی مرعشی شوشتر کے متاخرین نے اس میں اور اضافہ اور مساعی جمیلہ ترویج مزار فائض البرکات میں (جو کہ اشرف والطف بقاع شوشتر ہے) شکر اللہ مسعیہم (انتہی)، تحفۃ العالم میں بھی اسی کے قریب قریب منقول ہے اور اس کتاب میں ہے کہ جمعرات اور جمعہ کے دن عموماً اکیس ماہ مبارک رمضان کو خصوصاً جو کہ حضرت امیر المومنینؑ کی شہادت کا دن ہے لوگ اس جناب کی زیارت کے لئے کثرت سے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شوشتر میں ان کا سر دفن ہے، نیز انہیں میں سے احمد بن علی بن محمد بن جعفر بن عبداللہ بن الحسین الاصغر ہے جو کہ عقیقی کے لقب سے مشہور اور مکہ معظمہ میں مقیم تھا اور ہمارے اصحاب کوفیین سے بہت روایات سنی ہیں اور کتابیں تصنیف کی ہیں اور اس کا بیٹا علی بن احمد معروف بعقیقی صاحب کتب کثیرہ اور صاحب کتاب رجال ہے جو کہ شیخ صدوق کا ہمعصر ہے اور شیخ ابو علی منتہی المقال میں اس سے بہت کچھ نقل کرتا ہے اور اس کی علامت عق قرار دی ہے اور فرمایا ہے کہ وہ اجلہ علماء امامیہ اور اعاظم فقہا اثنا عشریہ میں سے صاحب مصنفات مشہور ہے اور آیۃ اللہ علامہ کتاب خلاصہ میں اس کی کتاب رجال سے بہت نقل کرتے ہیں اور شیخ صدوق نے کتاب اکمال الدین میں ایک حدیث نقل کی ہے جو کہ اس کی جلالت اور علو مرتبہ و منزلت میں واضح ہے اس کا چچا حسن بن محمد بن جعفر بن عبداللہ بن حسین اصغر داعی کبیر کی طرف سے شہر ساری کا حاکم تھا داعی کی عدم موجودگی میں اس نے سیاہ لباس پہنا جو عباسیوں کا شعار ہے اور سلاطین خراسان کے نام کا خطبہ پڑھا جب داعی نے قوت پکڑی اور واپس لوٹا تو اسے قتل کر دیا اور انہیں میں سے سید شریف نسابہ امام زادہ قاضی جابر ہے جو کہ دنک میں جو طہران کی ایک بستی ہے مدفون ہے اور اس کا نسب شریف جیسا کہ کتاب روح و ریحان میں درج ہے اس طرح ہے کہ ابوالقاسم علی بن محمد بن نصر بن مہدی بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عیسیٰ بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام اور نہایۃ الاعقاب میں نقل کیا ہے کہ اس امام زادہ کی ولادت اسی بستی میں ہوئی اور علم نسب میں بہت امتیاز رکھتا تھا اور گذشتہ زمانہ میں ہر شہر کا ایک نسابہ (علم جاننے والا) ہوتا اور یہ شہر ری کا نسابہ تھا اور نسابین اس کی خدمت میں آتے اور اس سے استفادہ کرتے تھے اور مجد الدین سے جو کہ نسابین ری میں سے تھا، نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے اسے شہر ری میں دیکھا اور اس کی مجلس میں حاضر ہوا ہوں اور وہ میرے پاس آتا تھا اور ہمارے درمیان ۵۲۶ھ کے مہینوں میں علم الانساب کے بارے میں مذاکرہ ہوتا رہا اور انہیں میں سے محمد سلیق اور علی مرعش جو کہ عبیداللہ (عبداللہ) بن محمد بن حسن بن حسین اصغر کے بیٹے ہیں، اور یہ کلمہ سلیق خدا کے اسی قول سے ماخوذ ہے "سلقوکم بالسنۃ حداد" وہ تم سے تیز زبانوں کے ساتھ بدکلامی کرتے ہیں اور باقی رہا علی مرعش تو قاضی نور اللہ شوشتری کہتے ہیں کہ اونچی پرواز والے کبوتر کو مرعش کہتے ہیں چونکہ علی مذکور علو شان و رفعت منزلت و مکان سے متصف تھا تو مرعش کے لفظ سے اس کی توصیف استعارہ اس کے علو منزلت کی طرف تھی اور فرمایا ہے کہ سادات مرعش اس کی طرف منسوب ہیں اور وہ چار گروہ ہیں۔

پہلا گروہ: سادات علی درجات مازندران ہیں جو تشیع میں مشہور ہیں اور انہیں میں سے ہے میر قوام الدین کہ جس کی طرف سلاطین قوامیہ مرعشیہ مازندران منسوب ہیں اور وہ میر بزرگ کے نام سے مشہور ہے اور اس کا نسب اس طرح ہے سید قوام

الدین صادق بن عبداللہ بن محمد بن ابی ہاشم بن علی بن حسن بن علی المرعش اور وہ ایک مدت تک خراسان میں سلوک میں مشغول رہا اس کے بعد مازندران اپنے اصل وطن کی طرف لوٹ گیا اور ۷۶۰ھ میں مازندران کا فرمانروا ہو گیا اور ۷۸۱ھ میں وفات پائی اور مقام آمل میں دفن ہوا اور اس کا مزار ساطع الانوار ہے، صفویہ کے زمانہ میں اس کی بارگاہ پورے اہتمام سے بنائی گئی اور اس کے اوپر بڑا گنبد تعمیر اور اس کے چند بیٹے والا گہر تھے ان میں سے سید رضی الدین والی آمل اور سید فخر الدین رستمدار کا سردار اور کمال الدین شہر ساری کا فرمانروا تھا۔

دوسرا گروہ سادات شوشتر ہیں: جو مازندران سے شوشتر آئے تھے اور انہوں نے مذہب آئمہ اطہار علیہم السلام کی ترویج کی اور ان کے اکابر متاخرین میں سے صدر عالی قدر امیر شمس الدین اسد اللہ جو شاہ میر کے لقب سے مشہور تھا اور شرح الصدر میر سید شریف کا باپ ہے۔

تیسرا گروہ مرعشیہ اصفہان ہیں یہ بھی مازندران سے اصفہان آئے۔ چوتھا گروہ مرعشیہ قزوین ہیں جو قدیم الایام سے وہاں وقت گزار رہے ہیں اور ان میں سے بعض آستانہ حضرت شہزادہ حسین کے، واضح ہو کہ علی مرعش کی اولاد میں سے سید فاضل فقیہ عارف زاہد ورع ادیب ابو محمد حسن بن حمزہ بن علی مرعش ہے جو کہ اجلہ فقہاء شیعہ اور چوتھی صدی کے علماء امامیہ میں سے ہے اور وہ طبرستان میں تھا، شیخ نجاشی، طوسی، علامہ اور باقی ارباب علم رجال رضوان اللہ علیہم نے انہیں ذکر کیا اور ان کی بہت تعریف کی ہے اور ان کی تصنیفات کے نام لئے ہیں اور ان سے تلعکبری روایت کرتا ہے، شیخ نجاشی فرماتے ہیں کہ وہ مرعشی مشہور ہیں اور وہ اس گروہ کے بزرگوں اور فقہا میں سے ہیں جو بغداد میں آئے اور ہمارے شیوخ اور اساتذہ نے ۳۵۶ ہجری میں ان سے ملاقات کی ہے، اور ۳۵۸ ہجری میں ان کی وفات ہوئی اور سید بحر العلوم نے ان کی توثیق کی ہے اور فرمایا ہے قد صح بما قلناہ ان حدیث الحسن صحیح جو بات ہم نے کہی ہے وہ درست ہے کہ حسن کی حدیث صحیح ہے اور ابن شہر آشوب نے کتاب معالم العلماء میں ذکر کیا ہے کہ ان تصنیفات میں سے کتاب غیبت ہے۔

مولف کہتا ہے کہ ان کی غیبت سے یہ حکایت منقول ہے فرمایا ہے کہ ہم سے ایک مرد صالح نے حدیث بیان کی جو ہمارے اصحاب امامیہ میں سے تھا وہ کہتا ہے کہ ایک سال میں حج کے ارادہ سے گھر سے چلا، اس سال گرمی بہت تھی اور باد سموم زیادہ زور پر تھی پس میں قافلہ سے الگ ہو گیا اور راستہ بھول گیا اور انتہائی پیاس کی وجہ سے بے حال ہو کر زمین پر گر گیا اور مرنے کے قریب ہو گیا، پس گھوڑے کی آواز میرے کان میں پہنچی میں نے آنکھ کھول کر ایک جوان خوش رو خوشبو کو ایک عمدہ گھوڑے پر سوار دیکھا، اس جوان نے مجھے پانی پلایا جو برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا اور مجھے ہلاک ہونے سے نجات دی، میں نے عرض کیا اے میرے سید و سردار آپ کون ہیں کہ آپ نے یہ مرحمت مجھ پر کی ہے، فرمایا میں ہوں حجت خدا بندگان خدا پر اور بقیۃ اللہ زمین، میں وہ شخص ہوں جو پر کرے گا زمین کو عدل و انصاف سے جس طرح کہ وہ ظلم و جور سے پر ہو گی، میں ہوں فرزند حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام، اس کے بعد فرمایا آنکھیں بند کرو میں نے آنکھیں بند کر لیں، اب کھول دو میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو قافلہ کے درمیان تھا، پس حضرت کو اپنی نگاہ سے غائب پایا۔ صلوات اللہ علیہ

مولف کہتا ہے حضرت امام جعفر صادقؑ کے حالات میں ایک روایت آئے گی، انشاء اللہ تعالیٰ جو اس حکایت سے مناسبت

رکھتی ہے، نیز واضح ہو کہ علی مرعش تک پہنچتا ہے، نسب شریف سید شہید عالم فاضل جلیل قاضی نور اللہ بن شریف الدین حسینی مرعشی صاحب مجالس المومنین واحقاق الحق والصوارم المہرقہ وغیرہ کا جو کہ ہمارے شیخ بہائی کے ہمعصر تھے اور اکبر آباد ہندوستان میں قاضی القضاۃ تھے باوجودیکہ وہ اہل سنت کے درمیان رہتے اور تقیہ کرتے تھے جو کچھ فیصلہ کرتے وہ مذہب امامیہ کے مطابق ہوتا لیکن اس کو آئمہ اہل سنت میں سے کسی ایک کا فتویٰ کے مطابق کرتے بسبب کثرت اطلاع ومہارت کے جو انہیں فقہ شیعہ وسنی میں تھی اور ان کی کتب پر احاطہ رکھتے تھے، اہل سنت نے انہیں کتاب احقاق الحق کی تالیف کی وجہ سے شہید کر دیا اور ان کا مرقد شریف اکبر آباد میں زیارت گاہ مشہور ومعروف ہے اور تقریباً نوے جلد کتاب مختلف علوم میں لکھی ہیں کہ جن میں سے مصائب النواصب مرزا مخدوم شریفی کی رد میں ہے جو کہ سترہ دن میں لکھی ہے اور ان کے والد بھی اہل علم وحدیث میں سے تھے، نیز سادات مرعشیہ میں سے ہیں، سید محقق علامہ حنفیہ سلطان حسین بن محمد بن محمود حسینی آملی اصفہانی ملقب بسلطان العلماء صاحب تصنیفات وحواشی دقیقہ مختصرہ مفیدہ شاہ عباس اول کے زمانہ میں پہلے منصب وزارت وصدارت انہیں تفویض ہوا اتنی قدرت ومنزلت پیدا کی بادشاہ کے نزدیک کہ بادشاہ کے داماد قرار پائے اور صاحب تاریخ عالم آراء نے ان کی وزارت کی تاریخ پر یہ مصرع کہا ہے، وزیر شاہ شد داماد سلطان ۱۰۶۴ھ میں اشرف مازندران میں وفات پائی، ان کا جنازہ شریف اشرف سے نجف اشرف کی طرف لے گئے اور وہاں دفن کیا، نیز سادات مرعشیہ میں سے ہیں سید سند ورکن معتمد عالم فاضل جلیل فقیہ محقق بے بدل محدث ماہر سحاب ماطر (برسنے والا بادل) و بحر زاخر (ٹھاٹھیں مارتا سمندر) جناب آقا میرزا محمد حسین شہرستانی حائری صاحب مولفات فائقہ وتصنیفات رائقہ ان کی ولادت حضرت حجہ صلوات اللہ وسلامہ علیہ کی ولادت باسعادت سے ایک ہزار سال دو ماہ بعد ہوئی، کریمہ قدوۃ العلماء والعظام آقا احمد بن آقا محمد علی کرمانشاہی ابن استاد اکبر محقق بہبہانی رضی اللہ عنہم کے صلب سے اور ان کی عمدہ تعلیم وتحصیل علامہ ثانی جو کہ ان کے ہمنام تھے مرحوم آقا فاضل اردکانی سے تھی اور خود وہ جناب کتاب موائد میں آقائے محمد ابراہیم بن آقا احمد کے حالات میں لکھتے ہیں وہ حقیر کے ماموں اور میری والدہ کے سگے بھائی ہیں اور وہ صاحب فصول کی ہمشیرہ ہیں جب حقیر کرمانشان میں پیدا ہوا تو والد سفر میں تھے ماموں مذکور نے انہیں خط لکھا کہ خداوند عالم نے آپ کو ایک بیٹا عنایت کیا ہے جو آپ سے فخر ومباہات کرتا ہے کہتا ہے کہ میں حسین ہوں میرا باپ علی ہے اور میری والدہ فاطمہ ہے اور میرا نانا احمد ہے اور میرا ماموں ابراہیم ہے، حقیر [illegible] ہاں اور میرا بھائی حسن ہے اور میرے بیٹے علی وزین العابدین ہیں اور میری بیٹیاں سکینہ وفاطمہ ہیں۔ انتہی

عبید اللہ اعرج بن حسین اصغر بن امام زین العابدین علیہ السلام اور اس کی بعض اولاد واعقاب کا تذکرہ

عبید اللہ اصغر کی کنیت ابو علی ہے اس کی ماں ام خالد یا خالدہ بنت حمزہ بن مصعب بن زبیر بن عوام ہے، چونکہ ان کے ایک

پاؤں میں نقص تھا لہذا اسے اعرج (لنگڑا) کہتے تھے، ایک دفعہ وہ ابو العباس سفاح کے پاس گیا تو سفاح نے مدائن کی جاگیروں میں سے ایک جاگیر اسے دی جس کی ہر سال کی آمدنی اسی (۸۰،۰۰۰) ہزار دینار تھی، عبیداللہ نے محمد بن عبداللہ کی بیعت سے تخلف کیا جو کہ نفس زکیہ کے نام سے مشہور تھا اس لیے محمد نے قسم کھائی تھی کہ اگر اس کو دیکھ لیا تو قتل کر دوں گا، جب اسے محمد کے پاس لے کر گئے تو محمد نے اپنی دونوں آنکھیں بند کر لیں تا کہ اپنی قسم کی مخالفت نہ کرے کیونکہ اگر اس کی نگاہ اس پر پڑی تو قسم کے مطابق اسے قتل کرنا چاہیے، عبیداللہ خراسان میں ابو مسلم کے پاس گیا تو ابو مسلم نے اس کا بہت احترام کیا اور اس کے لئے رزق واسع اور روزی فراوان مقرر کی اور خراسان کے لوگ اسے بزرگ و محترم سمجھتے تھے، اور عبیداللہ نے اس جاگیر میں جو ذی امران یا ذی امان میں تھی وفات پائی اور اس کی نسل چار افراد سے چلی، علی الصالح جعفر الحجۃ محمد الجوانی اور حمزۃ الحکس علی صالح بن عبیداللہ اعرج کی کنیت ابوالحسن تھی وہ شخص کریم صاحب ورع و فاضل و پرہیزگار اور آل ابو طالبؑ میں سے سب سے زیادہ زاہد تھا سے اور اس کی بیوی ام سلمہ کو جو عبداللہ بن حسین اصغر کی بیٹی اور اس کی چچازاد تھی، الزوج الصالح (نیک جوڑا) کہتے تھے، قاضی نور اللہ نے مجالس المومنین میں کہا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابوالحسن علی بن عبیداللہ اعرج بہت بزرگ اور عظیم القدر تھا، عراق کی ریاست اس سے متعلق تھی، مستجاب الدعا اور اپنے زمانہ میں اولاد ابو طالبؑ میں سب سے زیادہ عابد تھا اور امام موسیٰ کاظم و علی رضا علیہ السلام کی مخصوص اصحاب میں سے تھا، اور امام علی رضاؑ نے اسے الزوج الصالح کا لقب دیا اور آخر میں وہ حضرت کی خدمت میں ہی خراسان گیا اور جب محمد بن ابراہیم طباطبا نے چاہا کہ اسے ابو السرایا کی ولایت پر بیعت لے تو اس نے انکار کر دیا اور رجال کشی میں سلیمان بن جعفر سے مروی ہے کہ علی بن عبیداللہ نے ابتداء امر میں مجھ سے کہا میں چاہتا ہوں کہ امام رضاؑ کی بارگاہ میں فائز ہوں میں نے کہا کہ پھر کون سی چیز مانع اور اس سے روکتی ہے کہنے لگا حضرت کی عظمت و ہیبت چند دنوں کے بعد امام رنجور و بیمار ہوئے اور لوگ آپ کی عیادت کے لئے سبقت کرنے لگے، میں نے اس سے کہا یہ وقت ہے کہ ان کی خدمت میں حاضری دو، اور آپ کے حضور سے مشرف ہو جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت نے اس کی تعظیم و تکریم کی علی بن عبیداللہ بہت خوش ہوا اس کے بعد وہ خود بیمار ہوا تو حضرت امام رضاؑ اس کی عیادت کے لئے آئے میں بھی آپ کی خدمت میں حاضر تھا، حضرت اس گھر میں اتنا بیٹھے کہ جتنے لوگ وہاں آئے تھے، سب چلے گئے جب باہر نکلے تو میں بھی حضرت کے ساتھ باہر آیا، میری کنیز علی بن عبیداللہ کے گھر موجود تھی اس نے مجھ سے کہا کہ ام سلمہ علی کی بیوی پردہ کے پیچھے سے حضرت امام رضاؑ کو دیکھ رہی تھی اور جب حضرت گھر سے باہر نکلے تو وہ پردہ سے باہر آئی اور اس نے اپنا منہ اس جگہ پر رکھ دیا جہاں حضرت بیٹھے تھے اور اس کے بوسے لیتی رہی اور وہاں ہاتھ پھیر کر اپنے چہرہ پر ملا جب یہ داستان میں نے اس امام انس و جان کے سامنے بیان کی تو فرمایا اے سلیمان تمہیں معلوم رہے کہ علی بن عبیداللہ اس کی بیوی اور اس کی اولاد اہل بہشت میں سے ہیں، اے سلیمان جان لو کہ اولاد علیؑ و فاطمہ کو جب خداوند عالم یہ امر (یعنی معرفت امامت ائمہ اہل بیتؑ) عطا فرمائے تو وہ دوسرے لوگوں کی طرح نہیں ہوتے اور علی صالح کی اولاد دو اعقاب تھے اور اس کی اولاد میں عراق کی ریاست تھی اور اس کی نسل میں سے ہے شیخ شرف النسابہ ابوالحسن محمد بن محمد بن علی بن الحسین بن ابراہیم بن علی صالح جو کہ سید ین رضی و مرتضیٰ کا استاد و

شیخ تھا، حکایت ہے کہ اس کی عمر نناوے سال ہوگئی تھی باوجود اس کے اعضاء وجوارح صحیح وسالم تھے۔

جعفر الحجۃ بن عبید اللہ الاعرج سید شریف عفیف عظیم الشان جلیل القدر عالی ہمت رفیع مرتبت اور فصیح اللسان تھا کہتے ہیں کہ وہ فصاحت میں زید بن علی علیہ السلام سے مشابہ تھا اور زید یا سے حجۃ اللہ کہتے تھے اور کچھ لوگ اس کی امامت کے قائل تھے، ابوالبختری وہب بن وہب نے (جو ہارون کی طرف سے مدینہ کا والی تھا) اسے قید کر دیا اور اٹھارہ مہینہ وہ قید رہا، یہاں تک کہ اس کی وفات ہوگئی اور ہمیشہ قائم اللیل اور صائم النہار تھا اور وہ سوائے عیدین کے افطار نہیں کرتا تھا اور مسلسل امارت و ریاست اس کی اولاد میں ۵۸۸ھ ہجری بلکہ اس سے بھی زیادہ مدت تک رہی، اس کے چند ایک بیٹے تھے ایک ابوعبداللہ الحسین ہے اور اس نے بلخ کا سفر کیا اور وہاں ان کی اولاد ہوئی اور اس کی اولاد میں سے ہے ابوالقاسم علی بودلہ بن محمد الزاہد جو کہ سید جلیل القدر عظیم الشان عالم فاضل کامل صالح عابد اور رفیع المنزلہ تھا کہ سید ضامن نے تحفہ میں اس کے اور اس کی اولاد کے حالات لکھے ہیں اور دوسرا ابومحمد حسن ہے اور اس کی اولاد میں سے ہے نجم الملۃ والحق والدین سید مہنا قاضی مدینہ۔

مہنا بن سنان کا ذکر اور اس کے جد امجد طاہر کا نسب نامہ:

مہنا بن سنان بن عبدالوہاب بن نمیلۃ بن محمد بن ابراہیم بن عبدالوہاب اور یہ سب لوگ اپنے اپنے زمانہ میں مدینہ مشرفہ کے قاضی تھے ابن ابی عمارۃ مہنا اکبر بن ابی ہاشم داؤد بن امیر شمس الدین ابی احمد قاسم بن امیر علی عبیداللہ جو کہ امارت و ریاست رکھتا تھا عقیق مدینہ میں ابن ابوالحسن طاہر کہ جس کے حق میں کہا گیا ہے عالم فاضل کامل جامع ورع زاہد صالح عابد تقی نقی میمون جلیل القدر عظیم الشان رفیع المنزلہ اور عالی ہمت اس قدر تھا کہ اس کے بھائی کے بیٹوں کو طاہر کے بھائی بیٹے کہتے تھے اور انہیں میں سے ہے شریف ابو محمد حسن بن محمد یحییٰ نسابہ کہ جس سے شیخ تلعکبری روایت کرتا ہے جس کی وفات ۳۵۸ھ میں ہوئی، اور اپنے مکان میں بغداد کے محلہ سوق العطش میں دفن ہوا اور شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ نے ابتداء جوانی میں اسے دیکھا اور اس سے استفادہ بھی کیا اور امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی اولاد کے تذکرہ میں احمد بن موسیٰ علیہ السلام کے حالات میں شیخ مفید، شریف مذکور اور سید ضامن بن شدقم سے روایت نقل ہوگی کہ سید ابوالحسن طاہر اور ایک اہل خراسان کے شخص کے درمیان محبت ومودت تھی وہ خراسانی ہر سال حج پر مشرف ہوتا جب مدینہ میں حاضر ہوتا تو رسول خداؐ اور ائمہ ہدیٰ علیہم الصلوۃ والسلام کی زیارت کے بعد اس سید کی زیارت سے مشرف ہوتا اور دوسو دینار ان کی خدمت میں پیش کرتا اور یہ وظیفہ مقرر ہو چکا تھا، اس سید معظم کے لئے یہاں تک کہ بعض معاندین نے اس خراسانی سے کہا کہ تو اپنے مال کو ضائع اور غیر محل میں صرف کرتا ہے کیونکہ یہ سید غیر اطاعت خدا اور رسولؐ میں اسے خرچ کرتا ہے اس خراسانی نے تین سال برابر اس وظیفہ کو منقطع کر دیا سید بزرگوار دل شکستہ ہوا تو اپنے جد بزرگوار کو خواب میں دیکھا کہ اسے فرما رہے ہیں، غمگین نہ ہو میں نے اس مرد خراسانی کو حکم دیا ہے کہ وہ ہر سال تجھے وہ رقم دے اور جتنے سال کا وظیفہ فوت ہوا ہے وہ بھی دے اور اس خراسانی نے بھی رسول خداؐ کو عالم خواب میں دیکھا کہ آپ نے اس سے فرمایا اے شخص تو نے دشمنوں کی بات میرے بیٹے طاہر کے حق میں قبول کر لی ہے اس کے

صلہ کو قطع نہ کر اور اس کا عوض بھی اسے دے جو گزشتہ سالوں میں فوت ہوا ہے وہ شخص بیدار ہوا اور بڑی خوشی و مسرت میں وہ مکہ آیا اور مدینہ میں سید کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے ہاتھ کے بوسے لئے اور چھ ہزار دینار اور کچھ ہدایا اس سید کی خدمت میں پیش کئے، سید نے فرمایا کہ تو نے میرے جدامجد رسول خدا کو خواب میں دیکھا ہے اور آپ نے تجھے اس کا حکم دیا ہے اس نے کہا کہ جی ہاں، پھر سید نے اپنا خواب نقل کیا اس خراسانی نے دوبارہ اس کے ہاتھ پاؤں کے بوسے لئے اور اس سے معذرت چاہی اور وہ سید عالم فاضل عارف ورع زاہد ابوالحسن یحییٰ نسابہ کے فرزند ہیں جو کہ پہلا شخص ہے جس نے نسب آل ابوطالب میں کتاب تالیف کی اور خدا ان پر رحم کرے وہ اصول عرب اور اس کے فروع کو جانتا ان کے انساب اور حرمین شریفین کے واقعات اور اخبار کا حافظ تھا، ۲۱۴ھ میں عقیق مدینہ میں پیدا ہوا اور ۲۷۷ ہجری میں مکہ میں وفات پائی اور خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کی قبر کے پاس دفن ہوا، ابن ابو محمد حسن بن ابوالحسن جعفر الحجۃ بن عبیداللہ بن حسین اصغر بن امام زین العابدین علیہ السلام خلاصہ یہ کہ سید منہائے مذکور علامہ فقیہ نبیہ محقق مدقق جامع فضائل و کمالات انتہائی جلالت قدر و عظمت شان کے مالک اور صاحب مسائل مدنیات ہے اور وہ مسائل آیۃ اللہ علامہ حلی رحمہ اللہ سے پوچھے تھے، علامہ نے جواب دیئے اور ان کی بڑی تجلیل کی ان میں سے بعض مسائل کے جواب میں فرمایا "**السید الکبیر النقیب الحسیب النسیب المرتضیٰ مفخر السادۃ وزین السیادۃ معدن المجد والفخار والحکم والاثار الجامع للقسط الا وفی من فضائل الاخلاق والسھم المعلیٰ من طیب الاعراق مزین دیوان القضاء باظھار الحق علی المحجۃ البیضاء عند ترافع الخصماء نجم الملۃ والحق والدین مھنا بن سنان الحسینی القاطن بمدینہ جدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ الساکن مھبط وحی اللہ سید القضاۃ والحکام بین الخاص والعام شرف اصغر خدمہ واقل خدامہ رسائل فی ضمنھا مسائل الی غیر ذلک** روایت کرتا ہے سید منہائے مذکور علامہ اور فخر المحققین سے اور شیخ شہید رحمہ اللہ نے انہیں اجازہ دیا اور سید علی سمہودی نے جواہر العقدین میں ان کی جلالت کی حکایت نقل کی ہے، مثل ان کے جدامجد سید ابوالحسن طاہر کی حکایت کے کہ جسے ہمارے شیخ نے مستدرک کے خاتمہ میں نقل کیا ہے اور سید ضامن شدقم مدنی نے تحفہ میں سید مہنا بن سنان کے ذکر میں کہا ہے کہ میرے والد علی بن الحسین نے شجرہ انساب میں نسب سادات بدلاء کو (جو کہ کاشان کے قریب بلاد عجم میں ہیں) سنان قاضی کے ساتھ متصل کیا ہے اور وہاں وہ سادات وحادہ کے لقب سے مشہور ہیں، اور حموی نے معجم میں کہا ہے عقیق مدینہ کی طرف منسوب ہے، محمد بن جعفر بن عبداللہ بن حسین اصغر معروف بعقیقی اور اس کی نسل ہوئی ہے اور اس کی اولاد میں ریاست تھی، اور اس کی اولاد میں سے احمد بن حسین بن احمد بن علی بن محمد عقیقی ابوالقاسم ہے جو کہ وجوہ اشراف میں سے تھا اور دمشق میں اس کی وفات الحا میں ۴ جمادی الاولیٰ ۳۷۸ھ کو ہوئی اور باب صغیر میں دفن ہوا۔

نیز اولاد ابو محمد حسن بن جعفر الحجہ میں سے سید مجد الدین ابوالفوارس محمد بن ابوالحسن فخر الدین علی عالم فاضل ادیب شاعر نسابہ ابن محمد بن احمد بن علی اعرج بن سالم بن برکات بن ابوالغر محمد بن ابو منصور حسن نقیب الحائر بن ابوالحسن علی بن محمد المعمر بن احمد الزائر بن

علی بن یحییٰ نسابہ بن حسن بن جعفر الحجہ ہے بالجملہ سید مجد الدین ابوالفوارس عالم جلیل القدر تھا اور صاحب تحفۃ الازہار نے بہت زیادہ اس کی تعریف کی ہے اور فرمایا ہے کہ اس کا نام حائر امام حسین علیہ السلام اور مساجد حلہ میں مرقوم ہے اور اس کی اولاد کو بنو الفوارس کہتے ہیں، اور وہ باپ ہے سید عالم محقق مدقق عمید الدین عبدالمطلب بن محمد کا جو کہ بہت جلیل القدر اور رفیع المنزلہ ہے اور وہ شیخ شہید کے مشائخ میں سے ہے اور اس کی والدہ شیخ سدید الدین والد علامہ کی بیٹی ہے، شیخ شہید نے ابن نجدہ کے اجازہ میں اس کے حق میں فرمایا ہے عن عدۃ من اصحابنا منهم المولی السید الامام المرتضیٰ علم الهدیٰ شیخ اهل بیت علیهم السلام فی زمانه عمید الحق والدین ابو عبدالله عبدالمطلب بن الاعرج الحسینی طاب الله ثراه وجعل الجنة مثواه آنجناب کی تصنیفات مشہور ہیں اور ان میں سے اکثر تعلیقات و شروح ہیں ان کے ماموں جناب علامہ کی کچھ کتب پر مثلاً منیۃ اللبیب شرح تہذیب الاحکام اور کنز الفوائد فی حل مشکلات القواعد اور تبصرۃ الطالبین فی شرح نہج المسترشدین اور مبادی الاصول وغیرہ ان کی ولادت نیمہ شعبان ۶۸۱ ہجری شہر حلہ میں ہوئی اور ان کی وفات ۱۰ شعبان ۵۶ھ ہجری میں ہوئی اور مجموعہ شیخ شہید سے منقول ہے کہ شہید نے فرمایا ان کی وفات بغداد میں ہوئی اور ان کا جنازہ مشہد مقدس امیر المومنینؑ میں لایا گیا، جب کہ ان کی نماز جنازہ حلہ میں منگل کے دن مقام امیر المومنینؑ میں پڑھی گئی اور وہ اپنے باپ و دادا اور دو ماموں علامہ اور رضی الدین علی بن یوسف علامہ کے بھائی وغیرہ سے روایت کرتے ہیں اور ان کا بیٹا سید جمال الدین محمد بن عبدالمطلب عالم جلیل عالی ہمت رفیع القدر والمنزلہ مشہد غروی (نجف اشرف) میں ظلم و ستم سے شہید ہوا اور تحفۃ الازہار میں ہے کہ آنجناب کو نجف اشرف میں ظلم وعدوان سے آگ میں جلایا گیا اور ان کے بھائی عمید الدین فاضل علامہ نظام الدین عبدالحمید اور فاضل علامہ ضیاء الدین عبداللہ تھے اور ان کی اولاد بھی فقہاء و علماء میں سے تھی اور عمدۃ الطالب میں ان کی طرف اشارہ ہوا ہے۔

محمد الجوانی بن عبید اللہ الاعرج جوانیہ بستی کی طرف منسوب ہے جو مدینہ کے قریب ہے کہ جس کی طرف علویین بنی جوانی منسوب ہیں کہ جن میں سے ابوالحسن علی بن ابراہیم بن محمد بن حسن بن محمد جوانی بن عبید اللہ الاعرج ہے کہ جسے علماء رجال نے ذکر کیا اور اس کی توثیق کی ہے اور کہا ہے کہ وہ ثقہ اور صحیح الحدیث تھا اور امام رضاؑ کے ساتھ خراسان گیا تھا لیکن احقر کو اس کے امام رضاؑ کے ساتھ خراسان جانے میں تامل ہے کیونکہ وہ امام رضاؑ کے بعد سو سال سے زیادہ زندہ رہا اس کی دلیل یہ ہے کہ ابوالفرج اصفہانی کہ جس کی تاریخ وفات ۳۵۶ ہجری ہے نے اس سے حدیث سنی ہے اور اس کی کتابیں خود اس سے نقل کی ہیں اور شیخ تلعکبری نے (جس کی وفات ۳۸۵ ہجری میں ہوئی ہے) اس کے بیٹے ابوالعباس احمد بن علی بن ابراہیم بن جوانی سے اجازہ لیا ہے اور اس سے روایت کرتا ہے اور دعائے حریق اس سے سنی ہے لہذا بہت بعید ہے کہ علی بن ابراہیم مذکور ۲۰۰ھ میں امام رضاؑ کے ساتھ خراسان کی طرف گیا ہو اور جو کچھ احقیر کی نظر میں ہے وہ یہ کہ محمد جوانی جو کہ علی کا پردادا ہے وہ حضرت امام رضاؑ کے ساتھ خراسان گیا تھا کیونکہ روایت میں جوانی کا نام نہیں لیا گیا، بلکہ روایت اس طرح ہے 'عن ابی جعفر محمد بن عیسیٰ قال کان الجوانی خرج مع ابی الحسن علیه السلام الی خراسان و کان من قرابته' اور جوانی سے مراد محمد بن عبید اللہ اعرج ہے اور یہ کہ اس سے مراد علی بن ابراہیم ہو، ظاہراً اشتباہ ہے کیونکہ علی مذکور کی ولادت مدینہ میں ہوئی ہے اور اس کی نشو و نما کوفہ میں ہوئی اور کوفہ میں ہی

وفات ہوئی اور اگر جوانی بھی اسے کہیں تو اس کے دادا کے اتباع میں ہے واللہ العالم اور احتمال ہے کہ اس کا بیٹا علی نام ہوا اور وہ حضرت کے ساتھ گیا ہو، جیسا کہ فاضل نسابہ جناب سید ضامن بن شدقم نے تحفۃ الازہار میں ابوالحسن علی بن محمد جوانی بن عبداللہ اعرج کے حالات میں کہا ہے کہ وہ سید جلیل القدر و عظیم الشان رفیع المنزلہ حسن الشمائل عالم عامل فاضل تقی نقی مبارک امام رضاؑ کے ہمراہ خراسان کے راستہ میں ساتھ تھا اور حضرت سے روایت حدیث کی ہے اور بہت عبادت گزار تھا دن کو روزہ رکھتا اور رات کو کھڑے ہو کر عبادت کرتا تھا اور روزانہ ہزار دفعہ قل ھو اللہ کی تلاوت کرتا تھا اس کی موت کے بعد اس کی اولاد میں سے کسی نے اسے عالم خواب میں دیکھا اور اس کے حالات پوچھے تو بتایا کہ میری جگہ جنت میں ہے سورۃ اخلاص کی تلاوت کی وجہ سے اور اس کی کئی ایک تصنیفات جلیلہ بہت سے علوم میں ہیں، انتھی۔ نیز محمد جوانی کی اولاد میں سے ابوعبیداللہ محمد بن حسن بن عبداللہ بن حسن بن محمد بن حسن بن محمد جوانی بن عبداللہ اعرج ہے، نجاشی نے کہا ہے وہ طبرستان میں ساکن اور فقیہ تھا اور سماع حدیث کیا اور اس کی ایک تصنیف کتاب ثواب الاعمال ہے۔

باقی رہا حمزہ مختلس بن عبیداللہ اعرج، اس کی نسل کم ہے اور اس کی اولاد میں سے حسین بن محمد بن حمزہ مختلس ہے جو حرون کے لقب سے مشہور تھا، کہ جس نے یحییٰ بن عمر بن یحییٰ بن حسین بن زید بن امام زین العابدینؑ (کہ جس کا ذکر ہو چکا ہے) کے زمانہ کے بعد ۲۵۱ھ ہجری میں کوفہ خروج کیا، مستعین نے مزاحم بن خاقان کو لشکر عظیم کے ساتھ اس سے جنگ کے لئے بھیجا، جب عباسی کوفہ کے قریب پہنچے تو حسین دوسرے راستہ سے کوفہ سے نکل گیا، اور سامرہ میں جا کر معتز باللہ کی بیعت کر لی یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جب مستعین باللہ بغداد میں تھا اور سامرہ کے لوگوں نے معتز باللہ کی بیعت کر لی تھی، ایک زمانہ حسین پر یونہی گزرا دوبارہ اس نے خروج کا ارادہ کیا اسے گرفتار کر کے قید کر دیا گیا، اور وہ ۲۶۸ھ تک قید میں رہا، معتمد نے اسے رہا کر دیا، پھر اس نے کوفہ میں خروج کیا ۲۶۹ھ میں اسے گرفتار کر کے موفق کے پاس لے آئے اس نے حکم دیا کہ اسے واسط میں قید کر دیں، کچھ مدت وہ قید میں رہا یہاں تک کہ اس کی وفات ہوئی۔

علی اصغر بن امام زین العابدینؑ اس کے بیٹے حسن افطس اور اس کی اولاد و اعقاب کا تذکرہ:

علی بن علی بن الحسین علیہ السلام حضرت سجادؑ کے سب سے چھوٹے بیٹے فرزند اور صاحب شرف و قدر منزلت تھے، کہا گیا ہے کہ فضائل و مناقب میں ان کے آثار موجود تھے اور حضرت امام زین العابدینؑ نے اپنے بھائی کے نام پر ان کا نام علی رکھا اور ان کی کافی اولاد ہوئی، صاحب عمدۃ الطالب کہتے ہیں علی اصغر کی کنیت ابوالحسین تھی اور ان کے بیٹے حسن افطس سے ان کی نسل چلی ابونصر بخاری کہتا ہے کہ افطس نے محمد بن عبداللہ بن حسن نفس زکیہ کے ساتھ خروج کیا اور اس کے ساتھ میں سفید علم تھا اور وہ آزمودہ کار تھا اور

کسی شخص نے اس کی شجاعت وصبر کے ساتھ نفس زکیہ کی معیت میں خروج نہیں کیا، افطس کو طویل القامہ ہونے کی بناء پر رمح (نیزہ) آل ابوطالب کہتے ہیں، ابوالحسن عمری کہتا ہے کہ افطس زرد رنگ کا علم ہاتھ میں لئے نفس زکیہ کے ساتھ تھا، جب نفس زکیہ کی شہادت ہوگئی تو حسن افطس روپوش ہوگیا، جب امام جعفر صادق عراق تشریف لائے اور ابوجعفر منصور نے کہا جی ہاں اے اباعبداللہ فرمایا اپنے چچازاد حسن بن علی بن علی یعنی افطس سے درگذر کرو تو منصور نے اسے معاف کردیا۔

سالمہ کنیز حضرت جعفر صادق سے روایت ہے وہ کہتی ہے کہ حضرت صادق بیمار ہوئے اور انہیں اپنے اوپر خوف محسوس ہوا تو اپنے بیٹے موسیٰ کو بلایا اور فرمایا اے موسیٰ افطس کو ستر اشرفیاں اور فلاں فلاں چیز بھی دو، سالمہ کہتی ہے کہ میں حضرت کے قریب ہوئی اور عرض کیا آیا آپ افطس کو دے رہے ہیں حالانکہ وہ آپ کی کمین گاہ میں بیٹھا اور آپ کو قتل کرنا چاہتا تھا، فرمایا اے سالمہ تو چاہتی ہے کہ میں ان اشخاص میں سے ہو جاؤں کہ جن کے متعلق خداوند عالم فرماتا ہے "ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل" یعنی قطع کرتے ہیں اس چیز کو جس کے وصل کا خدا حکم دیتا ہے، یعنی رحم اور حسن افطس کی بہت سی اولاد ہے اور اس کی نسل پانچ افراد سے چلی ہے، علی الحوری، عمر، حسین، حسن، مکفوف اور عبیداللہ مقتول برامکہ علی الحوری بن افطس بن علی اصغر بن امام زین العابدین علیہ السلام اس کی والدہ ایک کنیز ہے جس کا نام عبادہ تھا، علی شاعر فصیح اور وہی شخص ہے کہ جس نے عمر عثمانیہ کی بیٹی سے نکاح کیا بعد اس کے کہ وہ مہدی عباسی کے نکاح میں تھی، موسیٰ ہادی پر یہ چیز گراں گزری اور حکم دیا کہ اسے طلاق دے دو، علی نے انکار کردیا اور کہا کہ مہدی کوئی رسول خدا نہیں تھا کہ اس کی بیویاں اس کے بعد دوسرے لوگوں پر حرام ہوں اور وہ مجھ سے اشرف نہیں تھا، موسیٰ ہادی اس بات سے آگ بگولہ ہوگیا اور حکم دیا تو علی کو اتنا مارا گیا کہ وہ بے ہوش ہوگیا اور اس علی کو ہارون الرشید نے قتل کیا۔ (حوری حورہ بستی کی طرف منسوب ہے)

سید رضی الدین محمد آدی کا تذکرہ جو کہ علی حوری کی اولاد میں سے ہے علی حوری کی اولاد میں سے سید جلیل عابد نبیل رضی الدین محمد آدی نقیب بن فخر الدین محمد بن رضی الدین محمد بن زید بن داعی بن زید بن علی بن الحسین بن حسن بن ابوالحسن علی بن ابومحمد حسن نقیب رئیس بن علی بن محمد علی حوری بن حسن بن علی اصغر بن امام زین العابدین علیہ السلام یہ سید جلیل صاحب مقامات عالیہ وکرامات ظاہرہ ہے، سید رضی الدین بن طاؤس کا عدیل وصدیق ہے بسا اوقات سید ابن طاؤس اسے برادر صالح سے تعبیر کرتا ہے جیسا کہ رسالہ مواسعہ ومضایقہ میں فرماتے ہیں کہ میں متوجہ ہوا اپنے برادر صالح محمد بن محمد بن قاضی آدی ضاعف اللہ سعادتہ وشرف خاتمتہ کے ساتھ حلہ سے اسے اپنے مولا امیر المومنین صلوات اللہ علیہ کے مشہد کی طرف پھر بیان کرتے ہیں کہ اس سفر میں مکاشفات جمیلہ اور بشارات جلیلہ میرے لئے رونما ہوئیں، مولف کہتا ہے کہ اس سید بزرگوار کے لئے ایک واقعہ دعائے عبرات سے متعلق ہے کہ جس کی طرف سید ابن طاؤس نے مہج الدعوات اور علامہ نے منہاج الصلاح میں اشارہ کیا ہے اور وہ واقعہ اس طرح ہے کہ فخر المحققین نے اپنے والد علامہ سے اپنے جد بزرگوار سدید الدین سے سید مذکور سے روایت کی ہے کہ وہ جناب سلطاب جرماغون کے ایک امیر کے پاس طویل مدت تک انتہائی سختی وتنگی میں قید تھے، پس عالم خواب میں خلف صالح منتظر صلوات اللہ علیہ کو دیکھا تو رو کر عرض کیا اے مولا میری شفاعت کیجئے اس ظالم گروہ سے میرے چھٹکارا پانے کے لئے حضرت نے فرمایا کہ دعا عبرات پڑھو، سید نے عرض کیا دعا عبرات کون سی ہے فرمایا وہ

دعا تمہاری کتاب مصباح میں موجود ہے، سید نے عرض کیا اے میرے آقا و مولی یہ دعا میری مصباح میں نہیں ہے، فرمایا مصباح میں دیکھو تو وہ تمہیں مل جائے گی، پس سید خواب سے بیدار ہوا، نماز صبح پڑھنے کے بعد مصباح کھولی تو اس کے اوراق کے درمیان ایک کاغذ دیکھا کہ جس میں یہ دعا لکھی ہوئی تھی، پس سید نے چالیس مرتبہ یہ دعا پڑھی، اور اس امیر کی دو بیویاں تھیں ان میں سے ایک عقلمند اور باتدبیر تھی اور وہ امیر اس پر اعتماد رکھتا تھا جب وہ امیر اس کے پاس اس کی نوبت کے وقت پر آیا تو وہ امیر سے کہنے لگی تو نے امیر المومنینؑ کی اولا میں سے ایک شخص کو گرفتار کر رکھا ہے وہ کہنے لگا تو نے کیوں یہ سوال کیا ہے اس نے کہا میں نے عالم خواب میں ایک شخص کو دیکھا ہے گویا نور آفتاب اس کے رخسار سے چمک رہا ہے پس اس نے میرا حلق اپنی دو انگلیوں کے درمیان لے کر فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تیرے شوہر نے میرے ایک بیٹے کو قید کیا ہوا ہے اور کھانے پینے میں اس پر تنگی کرتا ہے، میں نے ان سے پوچھا آپ کون ہیں فرمایا میں علی بن ابی طالبؑ ہوں اس سے کہہ دو اگر اس نے اسے رہا نہ کیا تو میں اس کا گھر تباہ کر دوں گا، پس یہ خواب منتشر ہوا اور بادشاہ تک جا پہنچا، بادشاہ کہنے لگا مجھے اس چیز کا علم نہیں اور اپنے دربان سے اس نے جستجو کی اور کہا کہ تمہارے ہاں کوئی قیدی ہے اس نے کہا ہاں ایک بوڑھا علوی ہے جس کے قید کرنے کا تو نے حکم دیا تھا کہنے لگا اسے چھوڑ دو، اور اسے ایک گھوڑا دو کہ جس پر وہ سوار ہو اور اسے راستہ بتاؤ تا کہ وہ اپنے گھر کی طرف چلا جائے، انتھی۔ یہ سید جلیل وہی ہے کہ جس تک استخارہ تسبیح کی ایک قسم کی سند پہنچتی ہے اور وہ حضرت صاحب الامر صلوات اللہ علیہ سے اسے روایت کرتا ہے جیسا کہ شیخ شہید نے کتاب ذکریٰ میں ذکر کیا ہے اور ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سید نے یہ استخارہ حضرت سے براہ راست بغیر کسی واسطہ کے حاصل کیا ہے اور غیبت کبریٰ میں یہ منقبت عظیمہ ہے کہ جس کے گرد کوئی فضیلت گردش نہیں کر سکتی، اور میں نے اس استخارہ کی کیفیت کتاب باقیات صالحات میں مفاتیح کے حاشیہ پر نقل کر دی ہے وہاں رجوع کیا جائے اور یہ سید بزرگوار اپنے برادر روحانی سید ابن طاؤس سے اور اپنے باپ سے اس کا باپ اپنے باپ سے وہ اپنے باپ سے وہ اپنے باپ داعی بن زید سے جو کہ اس کا چوتھے درجہ پر باپ ہے، سید مرتضیٰ سے اور شیخ طوسی اور سلار وغیرہ سے روایت کرتا ہے اور اس کی وفات چار صفر ۶۵۴ھ چھ سو چون ہجری میں واقع ہوئی اور آوی نسبت ہے آوہ بروزن سادہ کی طرف جو کہ اطراف قم میں ہے اور اس کی بہت زیادہ فضیلت منقول ہے کہ جن میں سے بعض کو قاضی نور اللہ نے مجالس المومنین میں تحریر کیا ہے، اور جان لو کہ سید رضی مذکور کے چچا زاد بھائیوں میں سے ہے، سید جلیل شہید تاج الدین ابو الفضل محمد بن مجد الدین حسین بن علی بن زید بن داعی اور مناسب ہے کہ ہم اختصار کے ساتھ اس کی شہادت کی طرف اشارہ کریں۔

شہادت ابو الفضل تاج الدین محمد الحسینی صاحب عمدۃ الطالب کہتے ہیں کہ سید جلیل ابتداء امر میں واعظ تھے، اور اپنا وقت مواعظ و نصائح میں بسر کرتے تھے، سلطان اولجا تیو محمد نے انہیں بلایا اور اپنے خواص دربار میں داخل کر لیا، اور نقابت نقباء ممالک عراق و ملک ری بلاد خراسان و فارس و باقی ممالک تمام ان کے عہدہ کفایت کے حوالہ کر دی لیکن رشید الدین طبیب جو کہ دربار سلطان میں وزیر تھا اسے تاج الدین سے عداوت و کینہ تھا اور اس کا سبب یہ تھا کہ مشہد ذی الکفل نبی علیہ السلام (جو کہ حلہ و کوفہ کے درمیان کی ایک بستی ہے) کی زیارت کو کچھ یہودیوں کو اس بستی میں آنے سے روک دیا گیا، اور جس رات سے روکا تھا اس کی صبح کے وقت وہاں منبر

نصب کیا گیا، نماز جمعہ وجماعت وہاں ہونے لگی، رشید الدین چونکہ سید والامرتبت کے علو مقام ومنزلت سے جوکہ اسے دربار سلطان میں حاصل تھی، کینہ ولی اور خاطر اندوہ گین رکھتا تھا، اس واقعہ سے اس کا حسد وعداوت اور بڑھا، پس اس نے سید کے قتل کے اسباب اس طرح مہیا کئے کہ جن کے ذکر کا یہ مقام نہیں، پس اس سید جلیل کو ان کے دو بیٹوں شمس الدین حسین اور شرف الدین علی کے ساتھ رشید خبیث کے میل قلبی کے مطابق دریائے دجلہ کے کنارے لے آئے، پہلے ان کے دو بیٹوں کو اور پھر اس سید جلیل کو قتل کر دیا، اور یہ واقعہ ۱۱ے۶ھ کو ہوا اور ان کی شہادت کے بعد عوام بغداد اور حنابلہ کی ایک جماعت شقاوت نہاد نے اپنی خباثت فطری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس سید جلیل کا بدن پارہ پارہ کر کے کھایا اور ان کے بال اکھاڑے اور ان کے مبارک بالوں کا ایک ایک دستہ ایک ایک دینار پر بیچا، جب بادشاہ نے یہ واقعہ سنا تو بہت خشمناک ہوا، سید اور ان کے دونوں بیٹوں کی شہادت کا اسے بہت افسوس ہوا اور حکم دیا کہ حنابلہ کے قاضی کو پھانسی پر لٹکایا جائے، کچھ لوگوں نے اس کی شفاعت کی تو فرمان جاری کیا کہ اسے الٹا کر کے اندھے گدھے پر بٹھا کر بغداد کے بازار میں پھرایا جائے اور یہ بھی حکم دیا کہ اس کے بعد حنابلہ میں سے کسی شخص کو قاضی مقرر نہ کیا جائے۔

عمر بن حسن افطس بن علی اصغر بن امام زین العابدین علیہ السلام کے بعض اعقاب واولاد کا ذکر کہ جن میں سے ایک سید عبداللہ شبتر ہے، جان لو کہ اس کے اعقاب میں سے سید جلیل الشان سید عبداللہ مشہور بنام شبر ہے، ابن سید جلیل عالی ہمت رفیع مرتبت سید محمد رضا ابن محمد بن حسن بن احمد بن علی بن احمد بن ناصر الدین بن شمس الدین محمد بن نجم الدین بن حسن شبر بن محمد بن حمزہ بن احمد بن علی بن طلحہ بن حسن بن علی بن عمر بن حسن افطس بن علی بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام فاضل محدث جلیل وفقیہ خبیر متبحر نبیل عالم ربانی اپنے زمانہ کا مجلسی فقہاء اعلام کی ایک جماعت سے تلمذ کیا، مثلاً شیخ جعفر کبیر وصاحب ریاض وآقا میرزا محمد مہدی شہرستانی ومحقق قمی وشیخ احسائی وغیرہ اور اس نے بہت سی کتابیں تفسیر وفقہ واصول وعبادات وغیرہ میں تصنیف کیں اور علامہ مجلسی کی کئی ایک کتب فارسی کا عربی میں ترجمہ کیا، اور ہمارے شیخ مرحوم ثقۃ الاسلام نوری نے دار السلام میں اس کی تصنیفات کے نام کا ان کے ابیات (سطور) کی تعداد کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اور شیخ اجل محقق شیخ اسداللہ صاحب مقابس الانوار سے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ شیخ سید مذکور کے پاس گئے اور سید کی تصنیفات کی کثرت اور اپنی تصنیفات کی قلت پر تعجب کیا باوجود اس فہم واستقامت واطلاع ووقت کے جو خداوند عالم نے انہیں مرحمت فرمائی تھی اور اس کا راز سید سے پوچھا تو سید نے جواب دیا کہ میری تصانیف کی کثرت کی وجہ توجہ امام ہمام موسیٰ کاظم علیہ السلام ہے، کیونکہ میں نے آنجناب کو عالم خواب میں دیکھا کہ آپ نے مجھے قلم دیا اور فرمایا لکھو میں اس وقت سے تالیف پر موفق ہوا ہوں پس جو کچھ میرے قلم سے نکلا ہے وہ اسی قلم شریف کی برکات میں سے ہے سید کی وفات ماہ رجب ۱۲۴۲ھ چون سال کی عمر میں ہوئی، اور ان کی قبر شریف حضرت موسیٰ بن جعفر کے جوار میں ان کے والد مرحوم کے ساتھ رواق شریف کے اس حجرہ میں ہے جو باب القبلہ کے قریب ہے، اس شخص کی دائیں جانب جو حرم مطہر میں داخل ہو، نیز عمر بن حسن افطس کی نسل میں سے ہے امیر عماد الدین محمد بن نقیب النقباء امیر حسین بن جلال الدین مرتضیٰ بن حسن بن حسین بن شرف الدین بن مجد الدین محمد بن تاج الدین حسن بن شرف الدین حسین بن امیر کبیر عماد الشرف بن عباد بن محمد بن حسین بن محمد بن امیر حسین قمی بن

امیر علی بن عمر اکبر بن حسن افطس بن علی اصغر بن امام زین العابدین علیہ السلام اور امیر عماد الدین مذکور پہلا شخص ہے جو اصفہان میں وارد ہوا اور کوہ جورت اصفہان میں بستی خاتون آباد کے پہلو میں دفن ہوا اور اس کے دو بیٹے مشہور و معروف تھے، میر سید علی جو اس کے ساتھ دفن ہے اور دوسرا میر اسماعیل وہ بھی بقعہ جورت میں دفن ہے اور شاہ مراد کے نام سے مشہور ہے، محل نذر اور صاحب کرامات جلیلہ اور اس کی اولاد احفاد علماء مدرس اور رئیس تھے اور مناسب ہے کہ میں ان کے ذکر کو زندہ رکھنے کے لئے ان میں سے مشہور لوگوں کی طرف اشارہ کروں جیسا کہ بعض مشجرات سے میں نے استفادہ کیا ہے۔

اولاد واعقاب میر اسماعیل بن میر عماد الدین محمد معروف بخاتون آبادی کا تذکرہ:

میر اسماعیل بن میر عماد کے دو بیٹے مشہور تھے، میر محمد باقر اور میر محمد صالح، میر محمد باقر شخص عالم متورع زاہد صاحب مقامات علیہ اور کرامات جلیہ تھا، اس نے تقی مجلسی سے علم حدیث اخذ کیا ہے اور حافظ قرآن تھا اور سات مرتبہ حج پر مشرف ہوا کہ جن میں سے زیادہ تر پیادہ تھے اس کی ولادت خاتون آباد میں ہوئی اس کا جورت میں مشہور مزار ہے اور اس کا بیٹا میر عبد الحسین فاضل کامل عالم متورع محدث فقیہ ثقہ مجمع اخلاق فاضلہ عبادت و زہد و تقویٰ میں بہت کوشاں اور محقق سبز داری اور تقی مجلسی کا شاگرد ہے، ماہ شعبان ۱۰۳۷ ہجری خاتون آباد میں پیدا ہوا اور اصفہان میں وفات پائی اور تخت فولاد مقبرہ بابا رکن الدین میں دفن ہوا اور اس کا بیٹا میر معصوم ہے کہ جس کی وفات ۱۱۵۶ھ میں ہوئی اور تخت فولاد میں محقق خوانساری کے تکیہ کے قریب مرحوم خلد مقام آقا محمد بید آبادی کی قبر کے سامنے دفن ہوا کرامات اور لوگوں کے نذر کے محل و مقام کے ساتھ مشہور ہے، کہتے ہیں کہ آقا محمد نے وصیت کی تھی کہ اسے ان کے قریب دفن کیا جائے اور میر محمد باقر کا ایک بیٹا میر محمد اسماعیل ہے جو کہ عالم فاضل کامل زاہد و تارک دنیا تھا، علم فقیہ و حدیث و تفسیر و کلام و حکمت وغیرہ میں ماہر تھا اور جامع عباسی جدید اصفہان میں مدرس تھا، پچاس سال تدریس کی ہے اور اس نے مولا محمد تقی مجلسی میرزا رفیع الدین نائینی اور سید مرزا جزائری سے تعلیم حاصل کی ہے اور پچاس سال زندگی گذاری ہے پیر کے دن اٹھارہ ربیع الثانی ۱۰۳۱ھ کو پیدا ہوئے اور ۱۱۱۸ھ کو وفات ہوئی، رسالہ اجازات سید نور الدین بن سید نعمت اللہ جزاروی علیہ الرحمۃ سے نقل ہوا ہے کہ اس سید جلیل نے ستر سال کی عمر میں لوگوں سے گوشہ نشینی اختیار کرلی، اور مدرسہ تخت فولاد میں جو کہ انہیں کا اپنا تعمیر شدہ تھا رہنے لگے اور اس مدرسہ کے ایک کمرے میں اپنی قبر کھود رکھی تھی اور راتوں کو مغرب و عشاء کی نماز کے بعد اسی قبر میں چلے جاتے اور نماز تہجد اسی میں پڑھتے اور اس کے بعد قبر سے باہر آتے اور اصول کافی کی شرح اور تفسیر قرآن لکھتے اور کچھ ذی استعداد طالب علم کہ جن میں میرے والد سید نعمت اللہ جزائری بھی تھے دن کے وقت ان کی خدمت میں رہتے، بالآخر وہیں ان کی وفات ہوئی اور اس قبر میں دفن ہوئے اور ان کی وفات کے بعد شاہ سلطان حسین نے اس کمرہ کو وسعت دی اور اس پر ایک گنبد تعمیر کیا جو اب تک تخت فولاد میں موجود ہے، اور میر محمد اسماعیل مذکور کے چند فرزند تھے جن میں سے ایک میر محمد باقر ملا باشی ہے جو کہ فاضل کامل کئی فنون علم میں متبحر اور صاحب تالیفات ہے جن میں سے ایک مکارم الاخلاق کا ترجمہ ہے اپنے والد ماجد اور محقق خوانساری سے تعلیم حاصل کی، مدرسہ چہار

باغ اصفہان میں تدریس کرتا تھا اور ۱۱۷۲ھ میں اسے زہر سے شہید کیا گیا اس کی تاریخ وفات میں کہا گیا، آمد جگر از ۲۲۳ شہید ثالث بیرون ۱۳۵۰ تخت فولاد میں اپنے والد کے جوار میں ایک حجرہ میں دفن ہوا، اور اس کے قریب ہی اس کے فرزند جلیل سید محمد اسماعیل بن سید محمد باقر ملا باشی کی قبر ہے جو کہ عالم عابد متورع تقی محدث زاہد اور فنون علم میں ماہر تھا، خصوصا فقہ وحدیث وتفسیر میں اپنے والد ماجد اور فاضل خوانساری سے تعلیم حاصل کی اور جامع عباسی میں پیش نمازی اور مدرسہ جدیدہ سلطانیہ میں تدریس کرتا تھا اور چونکہ افغانیوں کے زمانہ سلطنت میں تھا لہذا مجہول القدر رہا اور اس کا فرزند جلیل استاد الکل فی الکل میرزا ابوالقاسم مدرس عالم فاضل کامل تقی نقی زیادہ تر علوم کا جامع تھا، مثلاً فقہ وحدیث تفسیر واخلاق وکلام، اپنے زمانہ کے فضلاء کا استاد اور اپنے والد ماجد سید محمد اسماعیل کی طرح جامع عباسی میں پیش نماز اور تیس سال کے قریب مدرسہ سلطانیہ میں تدریس کرتا رہا، علم فلسفہ وکلام میں عالم جلیل مولا اسماعیل خواجوئی کی شاگردی کی اور فقہ واصول وحدیث کا علم علامہ طباطبائی بحر العلوم سے حاصل کیا اور جناب بحر العلوم فلسفہ و کلام چار سال تک ان سے پڑھتے رہے اور ۱۲۰۲ھ میں ۵۷ ستاون سال کی عمر میں اصفہان میں وفات پائی اس کا جنازہ نجف اشرف کی طرف بھیجا گیا، اور مرقد شریف کے پاس سرداب میں اسے دفن کیا گیا اور اس کا فرزند جلیل میر محمد رضا عالم فاضل تقی نقی فقہ و حدیث میں ماہر تھا، لذات دنیا کا تارک اور لوگوں سے الگ تھلگ رہتا تھا، باپ کے بعد تیس سال مدرسہ سلطانیہ میں تدریس اور جامع عباسی میں پیش نمازی کرتا رہا، ۱۲۳۸ھ میں اصفہان میں وفات پائی اور جنازہ نجف اشرف میں لایا گیا، اس کا فرزند جلیل میر محمد صادق عالم فاضل کامل متورع تقی نقی جامع معقول ومنقول اغلب علوم میں مدرس تھا اکثر شہروں کے علماء اس کے شاگرد تھے تیس سال جامع عباسی میں پیش نمازی کی اپنے اہل زمانہ میں سب سے زیادہ زاہد تھا چالیس سال برابر روزے رکھے اور تھوڑی سی غذا پر اکتفاء کیا اور اپنی پوری زندگی میں کبھی حکام وسلاطین کے دربار میں نہیں گیا، سوائے ایک رات کے جس میں میرزا علی محمد باب سے مناظرہ کیا علم فقہ محقق قمی اور شیخ محمد تقی (صاحب حاشیہ بر معالم) سے اور علم فلسفہ وکلام مولیٰ علی نوری ملا محراب اور ملا اسماعیل خواجائی سے حاصل کیا، ۱۲۰۷ھ میں ولادت ہوئی اور چودہ رجب ۱۲۷۲ھ تحویل سے چھ گھنٹے بعد وفات پائی اور عجیب بات یہ ہے کہ ان والد ماجد میر محمد رضا اور جد امجد میرزا ابوالقاس نے بھی تحویل شمس سے چھ گھنٹے بعد وفات پائی تھی، رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کا پوتا عالم فاضل کامل الحاج میر محمد صادق بن الحاج محمد حسین بن میر محمد صادق مذکور ہے ان کا مقام علم اپنے آباؤ اجداد کی طرح بلند ہے، اصفہان میں تدریس ونشر علوم میں مشغول رہے اور پچھلے سال جو کہ ۱۳۴۸ھ ہے رحمت خداوندی سے جا ملحق ہوئے۔

میر محمد صالح میر اسماعیل بن میر عماد الدین محمد کے دوسرے فرزند اور ان کی اولاد واعقاب کا تذکرہ:

میر محمد صالح کے اپنی بیوی سیدۃ النساء بنت سید حسین حسینی (جو کہ منسوب ہے گلستانہ کے ساتھ) سے دو بیٹے تھے سید

عبدالواسع اور سید محمد رفیع، سید محمد رفیع عبادت میں مشغول رہے اور اٹھاسی سال عبادت کی، اصفہان میں وفات پائی اور بابا رکن الدین کے مقبرہ میں دفن ہوئے اور ان کے والد سید میر محمد صالح کی وفات ابتدائے جوانی میں ہوگئی تھی اور خاتون آباد میں اپنی بیوی کے والد سید حسین کے ساتھ اس جعہ کے قریب جو ابن محمد صنفیہ کے نام سے منسوب ہے دفن ہوئے۔

باقی رہے الواسع بن میر محمد صالح تو ان کے نواسے میر محمد حسین نے ان کے حالات میں لکھا ہے کہ میرے جد بزرگوار سید عبدالواسع عالم عامل متورع و عبادت گذار فنون علم انحاء نحو اور باقی علوم و فنون عربیت میں ماہر تھے اور انہوں نے فاضل علامہ ابوالقاسم جرفادقانی سے تعلیم حاصل کی اور علم حدیث اپنے زمانہ کے افاضل سے خصوصاً میرے جد علامہ ملا محمد تقی مجلسی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ کیا ان کی ولادت خاتون آباد میں ہوئی، لیکن وہ اصفہان کی طرف منتقل ہو کر وہیں سکونت پذیر ہوئے اور ننانوے سال کی عمر میں ماہ مبارک رمضان ۱۱۰۹ھ میں وفات پائی اور مقبرہ بابا رکن الدین میں دفن ہوئے اور چند سالوں کے بعد ان کی میت نجف اشرف لے گئے اور قبر مطہر جناب امیرؑ کے قریب دفن ہوئے میں نے ان کی زیارت کی ہے قرآن مجید اور کچھ صرف و نحو منطق ان سے پڑھی ہے اور انہوں نے اپنی گود میں مجھے پالا اور ان کے میرے ذمہ کافی حقوق ہیں، جزاہ اللہ عنی احسن الجزا و حشر مع موالیہ ان کا فرزند جلیل میر محمد صالح بن میر عبدالواسع عالم جلیل القدر علامہ مجلسی رحمہ اللہ کا داماد تھا اور اصفہان میں شیخ الاسلام تھا اور اس کی کئی تصنیفات ہیں کہ جن میں سے حدائق المقربین، ذریعہ، شرح فقیہ اور استبصار ہے، علامہ مجلسی رحمہ اللہ سے روایت کرتا ہے۔

اس کا فرزند جلیل میر محمد حسین خاتون آبادی علامہ مجلسی کا نواسہ امام جمعہ و جماعت اصفہان عالم کامل فاضل فقہ و حدیث و تفسیر اور خطاطی کا ماہر تھا، اپنے والد سے اور میر محمد اسماعیل سے اور ان کے فرزند میر محمد باقر مدرس سے تعلیم حاصل کی اور اس کی ایک کتاب سال کے اعمال میں ہے اور کچھ فقہ کے رسائل ہیں اور وہ بزرگوار افغانیوں کے زمانہ میں تھے، لہٰذا ان کے خوف سے بھاگ کر جورت میں جا چھپے اور پیر کی رات تیئسویں شوال ۱۱۵۱ھ میں وفات پائی۔

میر محمد حسین کے دو بیٹے مشہور ہیں میر محمد مہدی جو کہ باپ کے بعد امام جمعہ اصفہان تھے اور وہ میر سید مرتضیٰ کے باپ ہیں اور وہ میر محمد صالح کے باپ ہیں جو مدرسہ کاسہ گراں کے مدرس تھے اور میر محمد مہدی کے باپ بھی ہیں، جو طہران میں امام جمعہ تھے اور یہ دونوں بھائی بے اولاد تھے اور ان کا تیسرا بھائی میر محسن ہے جو کہ میر سید مرتضیٰ صدر العلماء طہرانی اور میرزا ابوالقاسم امام جمعہ طہران کا والد ہے اور میرزا ابوالقاسم عالم عامل تقی نقی ماہر فقہ و حدیث وغیرہ صاحب اخلاق حسنہ اور دارائے جود و سخا اس حد تک تھے کہ دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے اور مسلمین کی حاجت روائی میں بڑی جدوجہد کرتے اور وہ جناب شیخ اکبر مرحوم شیخ جعفر اور صاحب جواہر کے شاگرد تھے ۱۲۷۱ھ میں وفات پائی اور تہران میں دفن ہوئے اور ان کی قبر تہران میں مشہور ہے اس پر بہت بڑا گنبد ہے اور وہ بزرگوار مرحوم آقا میر زین العابدین امام جمع کے والد اور موجودہ امام جمعہ کے دادا تھے۔

دوسرا بیٹا میر محمد حسین خاتون آبادی کا میر عبدالباقی ہے جو کہ اپنے بھائی میر محمد مہدی کی وفات کے بعد اصفہان کے امام جمعہ قرار پائے اور آنجناب کا علم و عمل اور زہد و تقویٰ میں مقام معلوم ہے اور وہ علامہ طباطبائی بحر العلوم کے استاد ہیں اپنے باپ سے دادا سے

اور علامہ مجلسی سے روایت کرتے ہیں ان کی وفات ۱۲۱۱ھ میں ہوئی ان کے فرزند جلیل الحاج میر محمد حسین سلطان العلماء اور امام جمعہ اصفہان تھے ان کی وفات ۱۲۳۳ھ میں ہوئی، ان کے فرزند جلیل الحاج میر احسن امام جمعہ ہیں اور سلطان العلماء کے تین بیٹے تھے، میر محمد مہدی امام جمعہ اصفہان جن کی وفات ۱۲۵۴ھ میں ہوئی، (۲) میر سید محمد امام جمعہ وفات ۱۲۹۱ھ (۳) میر محمد حسین امام جمعہ بہت سے علم وفنون میں فاضل اور بالخصوص کلام وتفسیر میں ماہر تھے، ۱۲۹۷ھ میں وفات ہوئی ان کے بعد میرزا محمد علی بن میرزا جعفر بن میر سید محمد بن میر عبدالباقی بن میر محمد حسین خاتون آبادی امام جمعہ اصفہان ہوئے اور یہ سید جلیل عالم جامع فقیہ محدث میر محمد رضا اور الحاج ملا حسین علی تویسرکانی کے شاگرد ہیں اور کئی تصنیفات کے مصنف ہیں ان میں سے ہے رسالہ منجزات مریض رسالہ تقلید میت وغیرہ، سن ۱۳۱۰ھ میں وفات ہوئی ان کی قبر مجلسیین (دونوں مجلسی) کی قبروں کے پہلو میں ہے اور میر سید محمد بن الحاج میرزا حسن، الحاج میرزا ہاشم امام جمعہ اصفہان کے والد ہیں انکی وفات ۱۳۲۱ھ میں ہوئی رحمۃ اللہ رضوانہ علیہم اجمعین۔

عبداللہ بن حسن بن علی اصغر بن امام زین العابدینؑ اور ان کے بعض اولا دو اعقاب کا تذکرہ کہ جن میں سے ایک ابیض ہے جوری میں دفن ہے، صاحب عمدۃ الطالب کہتا ہے کہ عبداللہ شہید بن افطس واقعہ فخ میں موجود تھا، اور اس نے دو تلواریں حمائل کی ہوئی تھیں اور بڑی بے جگری سے جنگ کی اور بعض کہتے ہیں کہ حسین صاحب فخ نے اسے اپنا وصی قرار دیا اور یہ کہا تھا کہ اگر میں مارا جاؤں تو یہ امر (حکومت) میرے بعد تیرے سپرد ہے۔

فقیر کہتا ہے کہ میں اولا د امام حسنؑ کے حالات میں واقعہ فخ نقل کر چکا ہوں کہ صاحب فخ نے خروج کی ابتداء میں جن کہ علویین میں اجتماع کیا اور جب نماز صبح کے وقت موذن منارہ پر گیا تا کہ اذان کہے تو عبداللہ افطس تلوار سونتے منارہ پر گیا اور موذن سے کہا کہ اذان میں حی علی خیر العمل کہو، تو موذن نے اذان میں حیَّ علیٰ خیر العمل کہا، عبدالعزیز عمری نے (جو نائب الا یالہ مدینہ معظمہ تھا) یہ جملہ سن کر احساس فتنہ کیا اور دہشت زدہ ہو کر فریاد کرنے لگا، میرا خچر گھر میں لے آؤ، اور مجھے دو دانے کھلاؤ یہ کہہ کر بھاگا اور خوف کے مارے گوز (پادتا) لگا تا جا رہا تھا، یہاں تک کہ علویین کے خوف سے نجات پائی بہر حال عبداللہ وہی ہے جسے ہارون رشید نے گرفتار کیا اور یحیٰی بن عفر کے پاس قید رکھا، عبداللہ نے قید خانے کی سختی سے تنگ آ کر ہارون کو ایک رقعہ لکھا اور اس میں ہارون کو برا بھلا کہا، ہارون نے رقعہ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حکم دیا کہ اسے وسعت کشائش دی جائے اور ایک دن جعفر کی موجودگی میں کہا کہ خدایا اس کے معاملہ کی میرے اور اپنے کسی دوست کے ہاتھوں کفایت کر، جعفر نے یہ بات سننے کے بعد نوروز کی رات حکم دیا تو عبداللہ کو قتل کر کے اس کا سرتن سے جدا کر دیا گیا، پس وہ نوروز کے ہدایا میں اس نے رشید کے پاس بھیجا جب سر سے سرپوش ہٹایا گیا اور رشید کی نگاہ عبداللہ کے سر پر پڑی اور جعفر کی یہ شقاوت دیکھی تو یہ بات اس پر عظیم اور گراں گذری، جعفر کہنے لگا میں نے جتنی فکر کی تو کوئی چیز مجھے آپ کی بارگاہ میں جشن نوروز دلفروز کے ہدیہ کے لئے اس سے بہتر نظر نہ آئی کہ آپ کے اور آپ کے آباؤ اجداد کے دشمن کا سر آپ کے حضور پیش کروں یہی وجہ تھی کہ جب ہارون رشید نے جعفر کے قتل کا ارادہ کیا تو جعفر نے مسرور کبیر سے کہا کہ امیر المومنین کون سے جرم کی پاداش میں میرا خون روا سمجھتے ہیں، مسرور نے کہا ان کے چچازاد عبداللہ بن حسن بن علی علیہ السلام کو ان کی اجازت کے بغیر قتل کرنے کی

بناء پر، عمری نسابہ کہتا ہے کہ عبداللہ کی قبر بغداد کے سوق الطعام میں با مشہد ہے اور اس کی نسل و اعقاب مدائن میں بہت ہے اور اس کی اولاد دو بیٹوں سے چلی ہے (۱) عباس اور (۲) محمد امیر جلیل شہید کہ جسے معتصم خلیفہ نے زہر دے کر قتل کیا، باقی رہا عباس بن عبداللہ شہید تو اس کی نسل تھوڑی ہے اور تاریخ قم میں ہے کہ اس کا بیٹا عبداللہ بن عباس علی بن محمد علوی صاحب زنج کے ساتھ بصرہ میں تھا اور جب علی بن محمد کو قتل کر دیا گیا تو عبداللہ اور اس کا بھائی حسن بن عباس بھاگ کھڑے ہوئے اور قم میں پہنچے اور قم ہی میں متوطن ہو گئے اور عبداللہ بن عباس کے ہاں قم میں ابوالفضل العباس اور ابوعبداللہ الحسین ملقب بہ ابیض اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں، اور عباس سے ابوعلی احمد پیدا ہوا، ابوعبداللہ ابیض ری کو چلا گیا اور اس کی اولاد ری میں ہے، انتی عباس ابیض نے 19ء ہ ری میں وفات پائی اور اس کی قبر حضرت عبدالعظیم علیہ السلام کے مزار کے قریب واضح اور زیارت گاہ ہے اور اس کی نسل ختم ہو گئی اور محمد بن عبداللہ کی نسل باقی رہ گئی۔ مولف کہتا ہے کہ محمد بن عبداللہ کی نسل میں سے ہے ابومحمد یحییٰ بن محمد بن احمد بن محمد بن عبداللہ بن حسن بن علی بن علی بن حسینؑ بن علی بن ابی طالب علیہم السلام جو کہ خدا کے صالح بندوں فقہا و علماء و متکلمین میں سے تھے نیشاپور میں سکونت اختیار کی، اور کئی ایک کتابیں امامت و فرائض وغیرہ میں تصنیف کیں، شیخ نجاشی، علامہ اور دیگر علماء نے اپنی کتب میں ان کا ذکر کیا ہے۔

ساتواں باب

حضرت ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین باقر علوم الاولین والآخرین کی تاریخ وسوانح

اور اس میں چند فصول ہیں

پہلی فصل

آپ کی ولادت اسم مبارک کنیت اور لقب کا بیان:

آپ کی ولادت باسعادت پیر کے دن تین صفر یا ابتدائے رجب ۵۷ھ مدینہ منورہ میں ہوئی آپ واقعہ کربلا میں موجود تھے اور اس وقت آپ کی عمر مبارک چار سال تھی آپ کی والدہ ماجدہ جناب فاطمہ بن امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام تھیں کہ جنہیں ام عبداللہ کہتے تھے، اور آپ ابن الخیر تین وعلوی بین علویین ہیں یعنی وہ بہترین ماں باپ کے بیٹے اور علوی جو دو علویوں سے پیدا ہوئے، دعوات راوندی سے منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے آپ نے فرمایا ایک دن میری والدہ ایک دیوار کے نیچے بیٹھی تھیں، کہ اچانک دیوار سے آواز پیدا ہوئی اور دیوار اپنی جگہ سے کندہ ہوئی اور قریب تھا کہ زمین پر گر پڑے میری والدہ نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور دیوار سے فرمایا کہ حق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قسم گرنا نہیں، خدا نے تجھے گرنے کی اجازت نہیں دی ہے پس وہ دیوار زمین وفضا کے درمیان معلق رہی، یہاں تک کہ میری والدہ وہاں سے چلی گئیں پس میرے والد امام زین العابدینؑ نے سو اشرفیاں ان کے لئے صدقہ دیں، نیز راوی حضرت صادقؑ سے روایت کرتا ہے کہ ایک دن آپ نے اپنی جد ماجدہ امام محمد باقرؑ کی والدہ کو یاد کیا اور فرمایا کہ میری دادی صدیقہ تھیں اور اولاد امام حسنؑ میں ان کے درجہ اور مرتبہ کو کوئی نہیں پہنچا، اور اسانید معتبرہ کے ساتھ حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ جب آئمہ طاہرین میں سے کسی کی والدہ کسی امام سے حاملہ ہوتی ہیں تو وہ تمام دن اس میں سستی اور غشی محسوس کرتی ہیں، پس وہ عالم خواب میں ایک شخص کو دیکھتی ہیں جو اسے عقلمند و دانا اور بردبار فرزند کی بشارت دیتا ہے جب وہ خواب سے بیدار ہوتی ہیں تو اپنی دائیں جانب مکان کے گوشہ سے آواز سنتی ہیں کہ جس کے کہنے والے کو وہ نہیں دیکھ سکتیں جو کہتا ہے کہ آپ حاملہ ہوئی ہیں، بہترین

اہل زمین کے ساتھ آپ کی بازگشت خیر وسعادت کی طرف ہے اور تجھے بشارت ہو دانا اور بردبار بیٹے کی، اس کے بعد وہ اپنے میں بوجھ اور گرانی محسوس نہیں کرتی یہاں تک کہ آپ کے حمل کے نو مہینے گزر جاتے ہیں، پس وہ بہت سے ملائکہ کی آواز اپنے گھر سے سنتی ہیں اور جب ولادت کی رات ہوتی ہے تو وہ اپنے گھر میں ایسا نور دیکھتی ہیں کہ جسے امام کے آباؤ اجداد کے علاوہ کوئی نہیں دیکھ سکتا، پس امام مربع شکل میں بیٹھے ہوئے شکم مادر سے باہر آتا ہے اور اس کا سر (عام بچوں کی طرح) نیچے کی طرف نہیں آتا، جب امام زمین پر آتا ہے تو وہ اپنا رخ قبلہ کی طرف پھیر کر تین مرتبہ چھینکتا ہے اور چھینکنے کے بعد الحمد للہ کہتا ہے اور امام ختنہ شدہ ناف بریدہ پیدا ہوتا ہے اور خون و کثافت سے آلودہ نہیں ہوتا، اور اس کے اگلے دانت اگے ہوئے ہوتے ہیں اور تمام رات دن اس کے چہرہ اور ہاتھوں سے سونے کی طرح زرد نور ساطع ہوتا رہتا ہے۔

حضرت کا نام نامی محمد کنیت ابوجعفر اور القاب شریفہ باقر شاکر اور ہادی ہیں، اور آپ کا زیادہ مشہور لقب باقر ہے اور یہ لقب ہے کہ جس کے ساتھ آپ کو سرکار رسالتؐ نے ملقب کیا تھا، جیسا کہ روایت سفینہ جابر بن عبداللہ سے منقول ہے کہ حضرت رسول کرامؐ نے مجھ سے فرمایا اے جابر امید ہے کہ تو دنیا میں زندہ رہے، یہاں تک کہ تو اولاد حسینؑ میں سے میرے ایک فرزند سے ملاقات کرے گا کہ جس کا نام محمد ہوگا، ''یبقر علم الدین بقرا'' جو علم دین کو شگافتہ کریگا، شگافتہ کرنا یعنی کھول کھول کر اور واضح کر کے بیان کرے گا، پس جب اس سے ملاقات کرنا تو میرا سلام اس کو پہنچانا، شیخ صدوق نے عمر بن شمر سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے جابر بن یزید جعفی سے سوال کیا کہ امام محمد باقرؑ کو باقر کیوں کہتے ہیں، کہنے لگا اس کی وجہ یہ ہے کہ بقر العالم بقرا ای شقه واظهره ظهر اعلم کو شگاف کیا، شگاف کرنا، آشکار و ظاہر کیا، ظاہر کرنا، بتحقیق مجھ سے حدیث بیان کی جابر بن عبداللہ انصاری نے کہ اس نے جناب رسالت مآب کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے جابر تو زندہ رہے گا، یہاں تک کہ ملاقات کرے گا، میرے بیٹے محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام سے جو کہ تورات میں باقر کے نام سے مشہور ہے پس جب تیری اس سے ملاقات ہو تو میری طرف سے اسے سلام پہنچانا، تو جابر بن عبداللہ نے حضرت کو مدینہ کے ایک کوچہ میں دیکھا کہنے لگا اے صاحبزادے آپ کون ہیں فرمایا میں محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالبؑ ہوں، جابر نے کہا اے صاحبزادے میری طرف رخ کیجئے، شہزادے نے ان کی طرف رخ پھیرا کہا کہ کہ ذرا پشت پھیریئے، آپ نے ایسا ہی کیا تو عرض کیا رب کعبہ کی قسم یہی شمائل و خصائل ہیں رسول خداؐ کے اے صاحبزادے رسول خداؐ نے آپ کو سلام کہا ہے فرمایا جب تک آسمان و زمین باقی ہیں رسول خدا پر سلام ہوتا رہے اور تجھ پر بھی سلام ہو اے جابر کہ تو نے حضرت کا سلام پہنچایا ہے اس وقت جابر نے حضرت سے عرض کیا یا باقر ''انت الباقر حقا انت الذی تبقر العلم بقرا'' اے باقر حق یہ ہے کہ آپ باقر ہیں اور وہی ہیں جو علم کو واضح کریں گے، واضح و ظاہر کرنا علماء کہتے ہیں کہ حضرت کو باقر اس لئے کہتے ہیں چونکہ آپ علوم اولین و آخرین کو شگافتہ کریں گے اور آپ کا دل وسیع سمندر اور جاری چشمہ ہے، علم و دانش کا اور سبط ابن جوزی کے تذکرہ میں مسطور ہے کہ حضرت کو کثرت سجود کی وجہ سے باقر کہتے ہیں ''بقر السجود جبهه ای فتحها و شقها'' یعنی سجدہ نے آپ کی جبین مبارک کو شق اور کشادہ کر دیا اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کو غزوات و کثرت علم کی وجہ سے باقر کہتے ہیں، اور ابن حجر، ہیتمی

نے باوجود زیادہ عناد کے صواعق محرقہ میں کہا ہے کہ ابوجعفر محمد الباقر علیہ السلام کو باقر جو کہتے ہیں یہ زمین کو شگاف کرنے اور اس میں پوشیدہ چیزوں کو ظاہر کرنے سے ہے، اور یہی وجہ ہے کہ آپ نے معارف کے خزانے احکام کے حقائق و لطائف جو چھپے ہوئے تھے ظاہر کیا جو مخفی نہیں مگر بجھی ہوئی بصیرت اور خراب و فاسد باطن والے پر اور اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ باقر علم جامع علم اور اپنے علم کو واضح و بلند کرنے والے ہیں اور آپ کے نگینہ کا نقش ''العزۃ للہ یاالعزۃ للہ جمیعا'' تھا اور دوسری روایت ہے کہ آپ اپنے جد امجد امام حسینؑ کی انگوٹھی ہاتھ میں رکھتے تھے کہ جس کا نقش ''ان اللہ بالغ امرہ'' تھا اور اس کے علاوہ بھی روایت ہے لیکن ان روایات کے درمیان کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ آپ کے پاس کئی انگوٹھیاں ہوں کہ جن میں سے ہر ایک پر ایک نقش معین ہو۔

دوسری فصل

امام محمد باقرؑ کے مکارم اخلاق اور مختصر فضائل و مناقب

کسی غور و فکر کرنے والے باانصاف پر مخفی اور پوشیدہ نہیں کہ جو اخبار و آثار علوم دین تفسیر قرآن فنون آداب و احکام حضرت سے روایت ہوئے ہیں وہ اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ کسی کی عقل و فکر میں سما سکیں، باقی ماندہ صحابہ و جوہ و اعیان تابعین اور روساء و فقہاء مسلمین ہمیشہ حضرت کے علم سے روشنی حاصل کرتے اور آنحضرت کے علم و فضل کی کثرت کو بطور ضرب المثل بیان کرتے تھے ''یاباقر العلم لاھل التقیٰ وخیرٌ من لبی علی الاجبل'' اے باقر علم اہل تقویٰ کے لئے اور اے بہترین ان لوگوں میں سے کہ جنہوں نے مکہ کے راستہ کے پہاڑوں پر لبیک کہا، شیخ مفید سند کے ساتھ عبداللہ بن عطا مکی سے روایت کرتے ہیں وہ کہتا تھا کہ میں نے علماء کو کسی کے سامنے اتنا حقیر اور چھوٹا نہیں دیکھا جتنا کہ امام محمد باقرؑ کے سامنے دیکھا ہے میں نے حکم بن عتیبہ کو دیکھا کہ باوجود اس کی کثرت علم و جلالت شان کے جو اسے لوگوں میں حاصل تھی جب وہ آنجناب کے پاس آتا تو اس طرح معلوم ہوتا جیسے طفل مکتب اپنے استاد کے سامنے ہوتا ہے جابر بن یزید جعفی جب آپ سے روایت کرتا تو کہتا کہ مجھ سے حدیث بیان کی وصی اوصیاء وارث علوم انبیاء محمد بن علی بن الحسین صلوات اللہ علیہم اجمعین نے شیخ کسی نے محمد بن مسلم سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ جو امر مشکل میرا رخ کرتا تو میں امام محمد باقرؑ سے سوال کرتا یہاں تک کہ میں نے تیس ہزار حدیثیں آپ سے پوچھیں اور حضرت صادقؑ سے اٹھارہ ہزار حدیثیں اخذ کیں، حبابہ والبیہ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے عصر کے وقت مکہ میں ملتزم یا باب کعبہ اور حجر اسود کے درمیان ایک شخص کو دیکھا کہ لوگ اس کے گرد جمع تھے اور مشکل ترین مسائل کے متعلق اس سے سوال کرتے اور مشکلات کو حل کراتے تھے اور حضرت اس تھوڑے سے زمانہ میں اپنی جگہ سے نہیں اٹھے، جب تک آپ ایک ہزار مسئلہ کا جواب نہیں دے چکے اس وقت آپ اٹھ کر اپنی قیام گاہ کی طرف روانہ ہوئے تو ایک منادی نے بلند آواز سے ندا دی ''الا

پھر آپ نے خانہ کعبہ کے گرد طواف کیا، اس کے بعد آپ مقام ابراہیم کے پاس نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور رکوع و سجود کیا اور جب آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا تو سجدہ کی جگہ آپ کے آنسوؤں سے تر تھی اور آپ کی کیفیت یہ تھی کہ جب آپ ہنستے تو کہتے خدایا مجھے دشمن نہ بنانا اور روایت ہے کہ آپ رات کی تاریکی میں اپنے پروردگار سے تضرع زاری میں کہتے تو نے مجھے حکم دیا میں نے وہ حکم ادا نہیں کیا تو نے مجھے روکا، میں نہیں رکا، پس یہ لے میں تیرا بندہ تیرے سامنے ہوں اور میں کوئی عذر پیش نہیں کرتا اور روایت ہے کہ آپ ہر جمعہ کو ایک دینار صدقہ دیتے اور فرماتے کہ جمعہ کے دن کا صدقہ کئی گنا ہو جاتا ہے۔

شیخ کلینی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے آپ فرماتے تھے کہ جب میرے باپ کو کوئی چیز محزون و مغموم کر دیتی تو آپ عورتوں اور بچوں کو جمع کر کے دعا مانگتے اور وہ آمین کہتے اور یہ بھی حضرت سے روایت ہے کہ میرے والد بہت ذکر خدا کرتے یہاں تک کہ بعض اوقات ہم ان کے ساتھ چل رہے ہوتے تو دیکھتے کہ وہ ذکر خدا کر رہے ہیں، اور ہم ان کے ساتھ کھانا کھاتے تو وہ ذکر خدا کرتے اور لوگوں سے باتیں کرتے ہوئے ذکر کرتے اور ہمیشہ ہم دیکھتے کہ ان کی زبان تالو سے لگی ہوئی ہے اور کہہ رہے ہیں "لا الہ الا اللہ" اور ہمیں اپنے پاس جمع کر کے فرماتے کہ سورج نکلنے تک ذکر کرو اور ہمیشہ اہل خانہ میں سے ان لوگوں سے کہتے کہ جو قرآن پڑھ سکتے تھے کہ قرآن پڑھیں اور جو قرآن نہیں پڑھ سکتے تھے تو انہیں ذکر کرنے کا حکم دیتے اور روایت ہے کہ حضرت خاصہ و عامہ کے نزدیک ظاہر الجود اور فضل و کرم و احسان کے ساتھ مشہور تھے حالانکہ آپ کثیر العیال تھے اور آپ کے اہل خانہ کی نسبت سے آپ کے پاس مال کم تھا اور آپ کی کنیز سلمٰی کہتی ہے کہ آپ کے بھائی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو وہ آپ کے ہاں سے کھانا کھائے بغیر واپس نہ جاتے اور آپ بہت سے درہم بھی انہیں دیتے۔ حکایت ہے کہ ایک دن کمیت شاعر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے دیکھا کہ حضرت یہ شعر پڑھ رہے ہیں:

ذھب الذین یعاش فی اکنافھم
لم یبق الا شامت اوحاسد

چلے گئے وہ لوگ جن کے پہلو میں زندگی بسر کی جا سکتی تھی اب تو مصیبت پر خوش ہونے والے اور آسائش میں حسد کرنے والے ہی رہ گئے ہیں۔

پس کمیت نے فی البدیہہ یہ شعر کہا:

وبقی علیٰ ظھر البسیطۃ واحد
فھو المراد وانت ذاک الواحد

پشت زمین پر ایک شخص ایسا ہے جو مراد و مقصود ہے اور وہ آپ ہی ہیں اور روایت ہے کہ آپ کا جائزہ اور عطیہ پانچ سو درہم سے لے کر چھ لاکھ درہم تک تھا، اور آپ اپنے بھائیوں سے صلہ رحمی کرنے اور ان لوگوں سے احسان کرنے سے طول و رنجیدہ خاطر نہیں ہوتے تھے، جو کہ رجاء و امید سے آپ کی بارگاہ کا قصد کرتے تھے اور منقول ہے کہ کبھی بھی آپ کے گھر سے یہ آواز نہیں سنی گئی کہ سائل

ان هذا لنور الابلج المسرج والنسیم الارج والحق المرج'' خبردار یاد رکھو کہ یہ ہے نور روشن جو بندگان خدا کو حق کی طرف رہبری کرتا ہے اور یہ ہے نسیم خوشبو جو جان جہانیاں کو معرفت و دانش سے معطر کرتی ہے اور یہ ہے وہ حق کہ جس کی قدر و منزلت لوگوں کے درمیان ضائع ہوگئی ہے یا جو دشمنوں کے خوف سے مضطرب ہے میں نے ایک گروہ کو دیکھا جو کہہ رہا تھا کہ کون ہے تو ان کے جواب میں کچھ لوگوں نے کہا کہ محمدؐ بن علی باقرؑ غوامض و عمیق علوم کو ظاہر و شگافتہ کرنے والے اور فہم و ذکا سے بولنے والے محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام۔

ابن شہر آشوب کہتے ہیں کہ علماء کا کہنا ہے اولاد امام حسنؑ و امام حسینؑ میں سے کسی شخص سے تفسیر و کلام فتاویٰ اور احکام حلال و حرام میں اتنا علم ظاہر نہیں ہوا جتنا حضرت سے ظاہر ہوا ہے اور جابر کی حدیث تو آپ کی متعلق مشہور و معروف ہے، فقہاء مدینہ و عراق سب نے اسے ذکر کیا ہے اور مجھے خبر دی ہے میرے دادا شہر آشوب اور منتہی بن کیا بکی حسینی نے بہت سے طرق کے ساتھ سعید بن مسیب سلیمان بن اعمش ابان بن تغلب محمد بن مسلم زرارہ بن اعین اور ابو خالد کابلی سے کہ جابر بن عبداللہ انصاری مسجد رسول خداؐ میں بیٹھ جاتا اور مسلسل یہ کہتا رہتا یاباقر یاباقر العلم اے باقر علم مدینہ کے لوگ کہتے کہ جابر بے تکی اور فضول بات کہتا ہے تو جابر کہتے خدا کی قسم میں فضول اور بے ہودہ بات نہیں کہتا بلکہ میں نے تو رسول خداؐ کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ اے جابر تو میرے اہل بیتؑ میں سے ایک شخص کو پائے گا کہ جس کا نام میرا نام اور جس کے شمائل (عادات و اخلاق) مجھ جیسے ہوں گے جو علم کو شگافتہ اور روا ضح کرے گا جو اس کا حق ہے، پس آپ کی یہ فرمائش مجھے آمادہ کرتی ہے اس چیز پر جو میں کہتا ہوں اور یہ بھی کہا ہے کہ ابوالسعادات نے کتاب فضائل الصحابہ میں لکھا ہے کہ جابر رونے لگے اور عرض کیا اے میرے آقا آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کیونکہ تم اپنے پروردگار کی طرف جانے والے ہو، جابر رونے لگے اور عرض کیا اے میرے آقا آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کیونکہ یہ تو مجھ سے رسول خدا کا معاہدہ ہے فرمایا ''الله یا جابر لقد اعطانی الله علم ما کان وما هو کائن الی یوم القیامة'، خدا کی قسم اے جابر بیشک خداوند عالم نے مجھے علم عطا کیا ہے ان چیزوں کا جو گذر چکی ہیں اور ان کا جو قیامت تک ہونے والی ہیں، پس جابر نے اپنی وصیت کی اور ان کی وفات ہوگئی۔

اور رسول خداؐ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جب حسین علیہ السلام دنیا سے گئے تو قائم بامر (امامت) ان کا بیٹا علی ہے اور وہ حجت اور امام اور خداوند عالم علیؑ کے صلب سے ایک فرزند روئے زمین پر لائے جو میرا ہمنام اور مجھ سے زیادہ مشابہت رکھنے والا ہوگا، اس کا علم میرا علم ہے اور اس کا حکم میرا حکم ہے اور وہ ہے امام اور حجت اپنے باپ کے بعد۔

صاحب کشف الغمہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے ایک غلام سے روایت کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دفعہ میں حضرت کے ساتھ مکہ گیا تو جب حضرت مسجد میں داخل ہوئے اور آپ کی نگاہ خانہ کعبہ پر پڑی تو آپ رونے لگے اور آپ کے رونے کی آواز اتنی بلند ہوئی کہ مسجد میں پھیل گئی، میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں، چونکہ لوگ آپ کو اس حالت میں دیکھ رہے ہیں بہتر ہے کہ آپ اپنی گریہ کی آواز کو آہستہ کریں آپ نے فرمایا وائے ہو تجھ پر میں کیوں نہ گریہ کروں، حلانکہ مجھے امید ہے کہ خداوند عالم میرے رونے کی وجہ سے مجھ پر نظر رحمت کرے اور اس کی وجہ سے میں کل اس کے پاس فلاح و نجات حاصل کرلوں

کے مقابلہ میں اسے سائل کہا گیا ہو، یعنی خفت وحقارت کے طور پر سائل کا نام نہیں لیتے تھے اور حضرت نے فرمار کھا تھا کہ سوال کرنے والوں کو ان کے بہترین ناموں کے ساتھ پکارو اور جنات الخلود میں آپ کے اخلاق حمیدہ کے ذکر میں کہا ہے کہ آپ اکثر اوقات خوف خدا سے گریہ کرتے اور آواز گریہ آپ کی بلند ہوتی اور آپ مخلوق خدا میں سب سے زیادہ تواضع کرنے والے تھے اور آپ کے کھیت املاک چوپائے چرواہے اور غلام زیادہ تھے اور آپ خود اپنی زمین پر جا کر کام کرتے اور گرمی کے دنوں میں آپ کے غلام آپ کے زیر بغل ہاتھ رکھ کر آپ کو لے جاتے اور جو کچھ آپ حاصل کرتے اسے راہ خدا میں صرف کرتے اور آپ سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے، اور جو شخص بھی آپ کے پاس آتا اس کا علم آپ کے علم کے مقابلہ میں مثل قطرہ کے ہوتا دریا کے سامنے اور ان کے جد امجد امیر المومنینؑ کی طرح ان کے پہلوؤں سے علم کے سیلاب بہتے تھے اور آپ کی عظمت وجلالت کے سامنے ہر جلیل حقیر وصغیر تھا اور ابن حجر سنی متعصب صواعق میں کہتا ہے "هو باقر العلم وجامعه وشاهر علمه ورافعه صفا قلبه وزكى علمه وعمله وطهرت نفسه وشرف خلقه وعمرت اوقاته بطاعة الله وله من الرسوخ في مقامات العارفين ما يكل عنه السنة الواصفين وله كلمات كثيرة في السلوك والمعارف ولا تحتملها هذه العجالة۔ آپ باقر علم جامع علم اس کو پھیلانے اور بلند کرنے والے دل صاف، پاک نفس طاہر اخلاق باشرف تھے، آپ کے اوقات اطاعت خدا سے معمور تھے کہ جس کے بیان کرنے سے زبانیں عاجز ہیں، سلوک ومعارف میں آپ کے بہت سے ارشادات ہیں یہ جلدی میں لکھی جانے والی کتاب اس کی متحمل نہیں، مولف کہتا ہے کہ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس مقام پر امام محمد باقر علیہ السلام کے چند اخبار مناقب ومفاخر سے اپنی کتاب کو مزین کروں۔

پہلی خبر آپ کا تحصیل معاش میں زحمت وتکلیف برداشت کرنا

شیخ مفید اور دوسرے علماء نے حضرت ابوعبداللہ الصادقؑ سے روایت کی ہے محمد بن منکدر کہتا ہے کہ میں یہ گمان نہیں رکھتا تھا، علی بن الحسینؑ جیسا بزرگوار کوئی اپنا جانشین اپنے جیسا چھوڑے گا، یہاں تک کہ میں نے محمدؑ بن علیؑ سے ملاقات کی میں نے چاہا کہ انہیں وعظ ونصیحت کروں تو انہوں نے مجھے وعظ ونصیحت کیا اس کے ساتھ کہنے لگے کہ انہوں نے تجھے کیا وعظ کیا تھا، کہنے لگا انتہائی گرمی کے وقت میں مدینہ کی ایک طرف کو گیا اور میری ملاقات محمدؑ بن علیؑ سے ہوئی جو بھاری جسم کے تھے اس نے اپنے دو سیاہ غلاموں کے کندھوں پر ہاتھ رکھا ہوا تھا میں نے اپنے دل میں کہا کہ قریش کا ایک سردار اس وقت اس حالت میں طلب دنیا کے لئے باہر نکلا ہوا ہے گواہ رہو کہ میں اسے وعظ ونصیحت کروں گا، پس میں نے اسے سلام کیا آپ نے پھولے ہوئے سانس اور پسینہ سے شرابور ہونے کی حالت میں جواب سلام دیا میں نے کہا اصلحک اللہ کیا یہ اچھا ہے کہ قریش کا ایک بزرگ اس حالت میں طلب دنیا کے لئے گھر سے نکلے اور اگر اس حالت میں آپ کو موت آجائے تو آپ کی کیا حالت ہوگی، آپ نے غلاموں کے کندھوں سے ہاتھ ہٹا کر کسی چیز کا سہارا لیا اور فرمایا خدا کی قسم اگر اس حالت میں مجھے موت آجائے تو ایسی حالت میں آئے گی کہ میں خدا کی ایک اطاعت میں مشغول ہوں گا

کیونکہ میں نے اپنے آپ کو تجھ اور دوسرے لوگوں کی احتیاج سے روکا ہے میں تو اس وقت موت کے آنے سے ڈرتا ہوں جب وہ اس حالت میں آئے جب میں کسی گناہ میں مبتلا ہوں، محمد بن منکدر کہتا ہے میں نے کہا یرحمک اللہ میں نے چاہا کہ آپ کو نصیحت کروں آپ نے مجھے نصیحت کی ہے۔

مؤلف کہتا ہے کہ جو کچھ مجھ پر ظاہر ہوا ہے وہ یہ کہ محمد بن منکدر رعامہ میں سے ایک صوفی ہے مثل طاؤس ابن ادہم وغیرہ کے کہ جو عبادات ظاہریہ میں اپنے اوقات صرف کرتا اور کسب معاش سے دستبردار تھا اور اس نے اپنا بوجھ لوگوں پر ڈال رکھا تھا صاحب مستطرف نے نقل کیا ہے کہ محمد بن منکدر نے اپنی راتیں اپنی ماں اور بہن پر تقسیم کر رکھی تھیں کہ ان میں سے ہر ایک تیسرا حصہ رات کا عبادت میں گزارتا تھا جب اس کی ماں بھی فوت ہو گئی تو پھر وہ خود ساری رات عبادت میں بسر کرتا۔

فقیر کہتا ہے کہ ظاہرا محمد بن منکدر نے یہ طریقہ آل داؤد سے لیا تھا کیونکہ روایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے رات و دن کے اوقات اپنے اہل خانہ پر تقسیم کر دیئے تھے، پس کوئی گھڑی نہیں گذرتی تھی کہ جس میں آپ کی اولاد میں سے کوئی نہ کوئی نماز میں معروف نہ ہوتا قال اللہ تعالیٰ اعملوا آل داود شکرا فرمایا اے آل داؤد شکر کو کام میں لاؤ بہر حال امام باقر کا یہ ارشاد کہ اگر اس وقت موت آ جائے تو میں خدا کی ایک اطاعت میں ہوں گا، الخ۔ یہ اس پر تعریض وطنز ہے اور اس کی تائید کرتی ہے وہ چیز جو صاحب کشف الغمہ نے شقیق بلخی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں ۱۴۹ھ میں حج کے لئے چلا جب میں نادسیہ میں پہنچا تو میں نے لوگوں سے ان کی زینت اور کثرت و زیادتی کو دیکھا میری نگاہ ایک خوش صورت گندم گون نحیف بدن پر پڑی جس نے اپنے لباس کے اوپر پشمینہ کے کپڑے پہن رکھے تھے اور اپنے اوپر ایک چادر لے رکھی تھی اور اس کے پاؤں میں نعلین تھے اور لوگوں سے الگ تھلگ اکیلا بیٹھا ہوا تھا میں نے دل میں کہا یہ شخص صوفی ہے اور چاہتا ہے کہ راستہ میں اپنا بوجھ دوسرے لوگوں پر ڈالے، میں اس کے پاس جا کر اسے سرزنش کرتا ہوں (باقی روایت انشاء اللہ امام موسیٰ بن جعفرؑ کے حالات میں آئے گی) اس روایت سے مقصد صرف اتنا تھا کہ معلوم ہو جائے اس زمانہ کے صوفی لوگوں پر بوجھ بنے ہوئے تھے اسی لئے صادقین علیہم السلام سے کثرت سے روایات وارد ہوئی ہیں کہ جن میں کسب معاش کا حکم اور لوگوں پر بوجھ بننے سے منع فرمایا ہے اور یہ کہ جو شخص عبادت میں مشغول رہے اور دوسرے اس کا خرچہ برداشت کرے تو خرچہ دینے والے کی عبادت اس سے زیادہ محکم ہے بلکہ حضرت صادقؑ نے حضرت رسولؐ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ملعون من القی کلہ علی الناس ملعون ہے وہ شخص جو لوگوں پر اپنا بوجھ ڈالے۔

دوسری خبر حضرت امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے فرمایا کہ میرے والد کا خچر گم ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر خداوند عالم میرا خچر واپس پلٹا دے تو میں خدا کی ایسی حمد کروں گا کہ جس سے وہ خوش ہوگا، تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ آپ کا خچر زین ولگام کے ساتھ واپس لے آئے جب آپ سوار ہوئے اور درست ہو کر بیٹھے اور اپنے کپڑے ٹھیک کر لئے تو اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا الحمد للہ حمد و تعریف مخصوص ہے خدا کے ساتھ اور اس سے زیادہ آپ نے کچھ نہ فرمایا اس وقت کہنے لگے کہ میں نے کوئی چیز اہم حمد اور مراتب

تحریف میں سے باقی نہیں چھوڑی اور تمام محامد و تعریفوں کو خدا کے ساتھ مخصوص کیا ہے کوئی حمد و سپاس ایسی نہیں جو اس حمد میں داخل نہ ہو، جو میں بجالایا ہوں ایسا ہی ہے جیسا حضرت نے فرمایا کیونکہ الحمد للہ میں الف لام استغراق کا ہے، یعنی تمام جنس کے لئے ہوئے ہے اور صرف خداوند عالم کو حمد و سپاس کے ساتھ منفرد قرار دے رہا ہے۔

تیسری خبر جاحظ کی کتاب بیان و تبیان سے نقل ہے وہ کہتا ہے کہ سب دنیا کو محمد بن علی بن الحسین علیہ السلام نے دو کلمات میں جمع کر دیا ہے "صلاح جميع المعائش والتعاشر ملاء مكيال ثلثان فطنة و ثلث تغافل "تمام معاش و معاشرت کی اصلاح ایک مکیال کے برابر ہے جس کی دو تہائی زیرکی اور ایک حصہ تغافل و چشم پوشی ہے کہتا ہے کہ ایک دفعہ ایک نصرانی نے جسارت کرتے ہوئے آپ سے کہا کہ انت بقر (تو گائے ہے) فرمایا ایسا نہیں بلکہ میں تو باقر ہوں، عرض کیا آپ طباخہ کے بیٹے ہیں فرمایا یہ تو اس کی حرفت تھی، عرض کیا آپ سیاہ گندی بدزبان کنیز کے بیٹے ہیں فرمایا اگر تو سچ کہتا ہے تو خداوند عالم اس کو بخشے اور اگر جھوٹ کہتا ہے تو تجھے بخشے، بہر حال راوی کہتا ہے کہ جب اس نصرانی شخص نے آپ کا یہ حلم و بردباری بزرگی و بزرگواری دیکھی جو طاقت بشری سے خارج ہے تو وہ مسلمان ہو گیا، مولف کہتا ہے کہ حضرت کی اقتداء کی ہے اس خلق شریف میں سلطان العلماء و المحققین افضل الحکماء والمتکلمین ذوالفیض القدسی جناب نصیر الدین طوسی قدس سرہ سے منقول ہے کہ ایک دن ایک خط آپ کے ہاتھ میں ایک شخص کی طرف سے پہنچا کہ جس میں آپ کی نسبت کلمات زشت و بیہودہ اور گالیاں لکھی تھیں ان کلمات میں یہ کلمہ قبیحہ بھی تھا یا کلب بن کلب محقق مذکور نے جب یہ خط پڑھا تو اس کا جواب متانت اور اچھی عبارات سے لکھا بجائے اس کے کہ کوئی برے لفظ لکھتے ان میں یہ تحریر فرمایا تیرا مجھے یہ خطاب کرنا کہ اے کتے یہ صحیح نہیں کیونکہ کتا تو چار پاؤں پر چلتا ہے اس کے ناخن لمبے ہوتے ہیں حالانکہ میں منتصب القامہ بادی البشرہ یعنی سیدھا قد اور کھال پر بال نہیں رکھتا، کتے کی طرح میرے جسم پر پشم نہیں ہے میرے ناخن عریض ہیں اور میں ناطق و ضاحک ہوں، پس یہ فصول و خواص کتے کے فصول و خواص سے برخلاف ہیں اور اس طرح اس کے مکمل خط کا جواب دیا اور اسے ذلت و خواری کے کنوئیں میں پھینک دیا۔

چوتھی خبر زرارہ سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ امام محمد باقرؑ کسی قریشی کے جنازہ میں حاضر ہوئے اور میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا اور ان لوگوں میں عطا قاضی مکہ بھی موجود تھا، اس اثنا میں ایک عورت کی فریاد و نالہ زاری بلند ہوئی، عطا کہنے لگا خاموش ہو جاؤ ورنہ ہم واپس چلے جائیں گے، وہ عورت خاموش نہ ہوئی تو عطا واپس چلا گیا، میں نے حضرت ابوجعفرؑ سے عرض کیا عطا واپس چلا گیا ہے، فرمایا کس لئے میں نے عرض کیا یہ عورت جو چیخ و پکار کر رہی ہے، عطا نے اس سے کہا ہے کہ تم یا تو نالہ و زاری و فریاد و بیقراری نہ کریا ہم واپس چلے جاتے ہیں، چونکہ اس عورت نے کی چیخ و پکار ترک نہیں کی لہذا عطا واپس چلا گیا، آپ نے فرمایا ہمارے ساتھ رہو ہم جنازہ کے ساتھ جائیں گے، پس اگر ہم کسی وقت کوئی باطل چیز حق کے ساتھ دیکھیں اور حق کو اس باطل کی وجہ سے چھوڑ دیں تو ہم نے مسلمان شخص کا حق ادا نہیں کیا، یعنی تشییع جنازہ اس مرد مسلمان کا حق ہے وہ اس چیخ و پکار کرنے والی کی چیخ و پکار سے چھوڑا نہیں جاسکتا، زرارہ کہتا ہے کہ جب اس میت کی نماز جنازہ سے ہم فارغ ہوئے تو اس کے ولی نے ابوجعفر سے عرض کیا ماجوراً واپس تشریف لے

چاہیئے خداوند عالم آپ پر رحمت نازل فرمائے کیونکہ آپ پیدل نہیں چل سکتے، حضرت نے اس کی یہ خواہش قبول نہ فرمائی، میں نے عرض کیا اس شخص نے اجازت دے دی ہے لہذا واپس چلئے اور ہماری کچھ ضروریات ہیں جن کے متعلق ہم آپ سے سوال کرنا چاہتے ہیں فرمایا اپنی نیت کے ساتھ چلو ہم نہ اس شخص کے اذن کے ساتھ آئے ہیں، اور نہ اس کی اجازت کے ساتھ جائیں گے، بلکہ یہ کام تو اس فضل واجر کے لئے ہے کہ جس کو ہم طلب کرتے ہیں کیونکہ جتنی مقدار انسان تشیع جنازہ کرتا ہے اتنا ہی اسے اجر ملتا ہے، مولف کہتا ہے اس حدیث سے تشیع جنازہ کی بہت فضیلت معلوم ہوتی ہے اور روایت ہے کہ سب سے پہلا تحفہ جو مومن کو دیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اس شخص کو جس کی تشیع جنازہ کی ہے اسے بخش دیا جاتا ہے۔

امیر المومنینؑ سے منقول ہے کہ جو شخص تشیع جنازہ کرے اس کے لئے اجر کے چار قیراط لکھے جاتے ہیں ایک قیراط تشیع کا ایک نماز جنازہ کا ایک اس کے دفن کے انتظار کا اور ایک تعزیت کہنے کا اور ایک روایت میں ہے کہ قیراط احد پہاڑ کے برابر ہے اور امام رضاؑ کے مکارم اخلاق کی فصل میں آئمہ علیہم السلام کے دوستوں کی تشیع جنازہ کی فضیلت کے سلسلہ میں روایت آئے گی۔ [1]

پانچویں خبر شیخ کلینی نے روایت کی ہے کہ ایک گروہ امام ابو جعفر باقرؑ کی خدمت میں مشرف ہوا، اور یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب آپ کا ایک بچہ بیمار تھا پس اس گروہ نے آپ کے چہرہ مبارک سے غم کے آثار مشاہدہ کئے اتنے کہ جس سے راحت و آرام نہیں تھا، یہ حالت دیکھ کر وہ لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ خدا کی قسم اگر اس بچہ کو کچھ ہو گیا تو ہمیں ڈر ہے کہ ہم آپ میں وہ کچھ دیکھیں جو ہمیں پسند نہ ہو، راوی کہتا ہے کہ تھوڑی ہی دیر میں وہ بچہ فوت ہو گیا اور گریہ و نالہ کی آواز بلند ہوئی اور حضرت کشادہ روئی کے ساتھ برخلاف اس حالت کے جو ہم نے پہلے آپ میں دیکھی تھی باہر تشریف لائے وہ لوگ کہنے لگے ہم آپ پر قربان جائیں ہمیں تو اس حالت سے جو آپ میں دیکھی تھی یہ خوف تھا کہ اگر کوئی واقعہ رونما ہوا تو آپ میں وہ کچھ دیکھیں گے کہ جس سے ہم اندوہ ناک ہوں گے، فرمایا کہ بے شک ہم دوست رکھتے ہیں کہ خدا ہمیں عافیت عطا فرمائے اس چیز میں کہ جس سے ہم محبت کرتے اور دوست رکھتے ہیں لیکن جب حکم خدا آ جاتا ہے تو ہم سر تسلیم خم کر لیتے ہیں اس میں کہ جسے وہ پسند کرتا اور دوست رکھتا ہے۔

چھٹی خبر حضرت صادقؑ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ رسول خداؐ کی کتاب میں ہے کہ جب اپنے غلاموں کو کسی کام پر مامور کرو جو ان کے لئے دشوار ہو تو تم خود بھی ان کے ساتھ کام کرو، امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد اپنے غلاموں کو کسی کام کا حکم دیتے تو خود تشریف لا کر اس کام کو دیکھتے اگر وہ کام سخت اور دشوار ہوتا تو بسم اللہ کہہ کر خود بھی اس میں مشغول ہو جاتے اور اگر وہ آسان ہوتا تو ان سے الگ ہو جاتے۔

ساتویں خبر آپ کی عطا و بخشش کے متعلق ہے شیخ مفید نے حسن بن کثیر سے روایت کی ہے کہ میں نے امام محمد باقرؑ سے اپنی حاجت اور بھائیوں کی جفا کی شکایت کی تو فرمایا "بئس الاخ اخ یرعاک غنیا ویقطعک فقیرا" یعنی تیرا برا بھائی وہ ہے جو تیری تونگری اور غنی کے زمانہ میں تجھ سے دوستی و معاشرت کرے اور تیری رعایت کرے اور حالت فقر و فاقہ میں رشتہ محبت و آشنائی کو توڑ دے، اس وقت آپ

[1] مولف نے علامہ طباطبائی بحر العلوم کے کچھ اشعار لکھے ہیں جنہیں ہم چھوڑ رہے ہیں۔ مترجم

نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ تھیلی لے آؤ کہ جس میں سات سو درہم تھے پس فرمایا اس کو خرچ کرو، اور جب ختم ہو جائے تو مجھے بتانا اور ایک روایت ہے کہ اس سے اپنے اخراجات میں مدد لو اور جب اس سے فارغ ہو جاؤ تو مجھے بتا دینا۔

آٹھویں خبر آپ کے حلم اور حسن خلق میں: شیخ طوسی نے محمد بن سلیمان سے اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک شخص شام کا رہنے والا امام محمد باقرؑ کی خدمت میں آیا جایا کرتا تھا، اور اس کا مرکز مدینہ تھا اور وہ آپ کی محفل میں بہت آتا تھا، اور وہ کہتا کہ آپ کی محبت و دوستی مجھے آپ کے ہاں نہیں لے آئی، اور میں نہیں کہتا کہ روئے زمین میں کوئی شخص آپ اہل بیتؑ سے میرے نزدیک زیادہ مبغوض و زیادہ دشمن ہے اور میں جانتا ہوں کہ اطاعت خدا اور اطاعت رسول خداؐ اور اطاعت امیر المومنینؑ آپ سے دشمنی رکھنا ہے، لیکن چونکہ میں آپ کو شخص فصیح اللسان صاحب فنون و فضائل و آداب و بہترین گفتگو کرنے والا دیکھتا ہوں لہذا آپ کے ہاں آ بیٹھتا ہوں اور امام ابو جعفر محمد باقرؑ اس سے اچھائی اور خیر کی باتیں کرتے اور فرماتے کہ خدا پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے، بہر حال چند ہی دن گزرے کہ وہ شامی بیمار ہو گیا اور اس کی تکلیف شدت پکڑ گئی جب اس کی طبیعت زیادہ بوجھل ہو گئی تو اس نے اپنے ولی کو بلایا اور کہنے لگا، جب میں مر جاؤں اور مجھ پر کپڑا ڈال دو تو فوراً محمد بن علی علیہ السلام کی خدمت میں جانا اور حضرت سے خواہش کرنا کہ وہ میری نماز جنازہ پڑھائیں، اور آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا کہ یہ بات میں نے خود تجھ سے کہی ہے، خلاصہ یہ کہ جب آدھی رات ہوئی تو لوگوں نے گمان کیا کہ وہ شخص مر گیا ہے پس اسے کپڑے سے ڈھانپ دیا، صبح کے وقت اس کا ولی مسجد میں آیا اور وہ انتظار میں بیٹھا یہاں تک کہ حضرت نماز سے فارغ ہوئے اور متورک یعنی دائیں پاؤں کی پشت بائیں پاؤں کے باطن پر رکھ کر بیٹھے تعقیبات میں مشغول ہوئے اس شخص نے عرض کیا فلاں شامی مر گیا ہے، اور آپ سے خواہش کی ہے کہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں، فرمایا ایسا نہیں ہے جو تم نے گمان کیا ہے کہ وہ مر گیا ہے بلکہ شام کا علاقہ ٹھنڈا ہے اور حجاز کا ملک گرم اس کی گرمی کی تمازت سخت ہے واپس جاؤ اور اپنے ساتھی کے معاملہ میں جلدی نہ کرو، جب تک میں وہاں نہ آؤں، پس حضرت کھڑے ہوئے اور وضو کیا اور دوبارہ دو رکعت نماز پڑھی اور اپنے دست ہائے مبارک جب تک خدا نے چاہا اپنے چہرہ کے سامنے دعا کے لئے بلند رکھے پھر سجدہ میں رہے یہاں تک کہ سورج نے منہ نکالا پس آپ اٹھ کر اس شامی کے مکان کی طرف روانہ ہوئے جب اس مکان میں داخل ہوئے تو اس شامی کو آواز دی، اس نے کہا لبیک اے فرزند رسولؐ حضرت نے اسے بٹھایا اور اس کے پیچھے تکیہ دیا اور ستوؤں کا شربت منگوا کر اسے پلایا اور اس کے گھر والوں سے فرمایا کہ اس کے شکم اور سینہ کو ٹھنڈے کھانے سے ٹھنڈا کرو اور آپ واپس چلے گئے، تھوڑی دیر میں شامی صحت مند و شفایاب ہو گیا اور حضرت ابو جعفرؑ کی خدمت میں دوڑ کر گیا اور عرض کیا کہ مجھ سے علیحدگی میں بات کیجئے آپ نے ایسا ہی کیا شامی نے عرض کیا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ہی مخلوق خدا اور خدا کی حجت ہیں اور آپ وہ دروازہ ہیں کہ جس میں سے آنا چاہیے اور جو شخص اس بارگاہ سے ہٹ کر کسی اور راستہ پر چلے اور کسی دوسرے شخص کو (امام) کہے وہ خائب و خاسر (ناامید و خسارہ میں) ہے اور طویل گمراہی سے دوچار ہے، امام نے فرمایا ما بدالک تجھے کیا پیش آیا اور کیا نمودار ہوا کہنے لگا کہ مجھے کوئی شک و شبہ نہیں کہ میری روح کو قبض کر لیا گیا تھا، اور میں نے موت کو آنکھوں سے دیکھا ہے کہ اچانک منادی کی آواز آئی کہ جسے میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ وہ پکار رہا ہے کہ اس کی روح اس کے بدن میں

واپس پلٹادو، کیونکہ محمدؑ بن علی علیہ السلام نے ہم سے سوال کیا ہے حضرت ابوجعفرؑ نے اس سے فرمایا کہ تجھے معلوم نہیں کہ خدا کسی بندے سے محبت کرتا ہے لیکن اس کے عمل سے اسے بغض ہے اور کبھی بندے سے بغض رکھتا ہے اور اس کے عمل کو پسند کرتا ہے یعنی کبھی ایسا ہوتا ہے جیسا کہ تو بارگاہ خداوندی میں مبغوض تھا لیکن میری محبت و دوستی دربار الٰہی میں مطلوب تھی، خلاصہ یہ کہ راوی کہتا ہے اس کے بعد شامی ابوجعفرؑ کے اصحاب میں شامل ہو گیا۔

تیسری فصل امام محمد باقر علیہ السلام کے معجزات

اس سلسلہ میں چند معجزات پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

پہلا معجزہ:

اس معجزہ کا بیان جیسے ابوبصیر نے نقل کیا ہے قطب راوندی نے ابوبصیر سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ امام محمد باقرؑ کے ساتھ ہم مسجد میں داخل ہوئے اور لوگ مسجد میں آجا رہے تھے حضرت نے مجھ سے فرمایا ذرا لوگوں سے پوچھو کہ وہ مجھے دیکھ رہے ہیں پس جس شخص کو میں دیکھتا تو اس سے پوچھتا کہ آیا تو نے ابوجعفرؑ کو دیکھا ہے تو وہ کہتا کہ نہیں حالانکہ حضرت وہیں کھڑے ہوئے تھے یہاں تک کہ ابوہارون مکفوف (نابینا) داخل مسجد ہوا، حضرت نے فرمایا اس سے پوچھو میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تو نے ابوجعفرؑ کو دیکھا ہے تو اس نے کہا کیا یہ حضرت نہیں کھڑے ہوئے، میں نے کہا تجھے کیسے معلوم ہوا تو اس نے کہا کیسے معلوم نہ ہو حالانکہ آپ تو نور درخشندہ ہیں۔

اور ابوبصیر کہتا ہے کہ میں نے حضرت باقرؑ سے سنا آپ اہل افریقہ میں سے ایک شخص سے کہہ رہے تھے کہ راشد کیسا ہے اس نے عرض کیا کہ جب میں اپنے وطن سے نکلا تو وہ زندہ سلامت تھا اور اس نے آپ کی خدمت میں سلام کہا ہے حضرت نے فرمایا خداوند عالم اس پر رحمت نازل کرے اس نے عرض کیا تو کیا راشد مر گیا ہے، فرمایا ہاں اس نے عرض کیا کس وقت فرمایا تیرے وہاں سے نکلنے کے دو دن بعد اس نے عرض کیا خدا کی قسم اسے کسی قسم کا مرض و تکلیف نہیں تھا، فرمایا تو جو کوئی مرتا ہے کسی بیماری و تکلیف کی وجہ سے مرتا ہے، راوی کہتا ہے میں نے پوچھا کہ راشد کون ہے فرمایا ہمارے موالیوں اور محبوں میں سے ایک شخص ہے پھر فرمایا جب تم یہ سمجھو کہ ہماری آنکھیں ایسی نہیں جو تمہیں دیکھ سکیں اور ہمارے کان ایسے نہیں جو تمہاری آوازوں کو سن سکیں تو تم نے برا خیال کیا ہے خدا کی قسم تمہارے اعمال میں سے کوئی چیز ہم سے پوشیدہ نہیں پس ہم سب کو حاضر سمجھو اور اپنے آپ کو اچھی چیزوں کا عادی بناؤ، اور اہل خیر میں سے ہو جاؤ، تاکہ اس سے تمہاری شہرت ہو، بے شک میں اپنی اولاد اور اپنے شیعوں کو اسی چیز کا حکم دیتا ہوں۔

دوسرا معجزہ: مردہ کا آپ کے معجزہ سے حاضر ہونا۔

قطب راوندی نے ابوعینیہ سے روایت کی ہے کہ میں امام محمد باقرؑ کی خدمت میں تھا کہ ایک شخص آپ کے دربار میں حاضر ہوا

اور کہنے لگا میں اہل شام میں سے ہوں آپ کو دوست رکھتا ہوں اور آپ کے دشمنوں سے بیزاری چاہتا ہوں اور میرا باپ بنی امیہ کو دوست رکھتا تھا اور صاحب قدرت و دولت و مال تھا اور میرے علاوہ اس کی کوئی اولاد نہ تھی اور وہ رملہ میں رہتا تھا اور اس کا ایک باغ تھا کہ جس میں وہ تنہا رہتا تھا جب وہ مر گیا تو جتنا میں نے اس مال کے تلاش کرنے میں کوشش کی ہے وہ مجھے نہیں مل سکا اور مجھے شک وشبہ نہیں کہ صرف عداوت کی بناء پر جو اسے مجھ سے تھی اس نے وہ مال چھپا دیا ہے، امام علیہ السلام نے فرمایا کیا تو پسند کرتا ہے کہ اپنے باپ کو دیکھے اور خود اس سے سوال کرے کہ وہ مال کس جگہ ہے، کہنے لگا جی ہاں خدا کی قسم کیونکہ میرے پاس کچھ نہیں اور میں فقیر و محتاج ہوں، پس آپ نے ایک خط لکھا اور اسے اپنی مہر شریف سے مزین کیا پھر اس شامی سے فرمایا کہ یہ خط لے کر جنت البقیع میں جاؤ جب اس کے وسط میں پہنچو تو پھر آواز دو اے درجان تو تمہارے پاس ایک شخص آئے گا جس کے سر پر عمامہ ہوگا یہ خط اسے دے دینا اور کہنا کہ میں محمد بن علی بن الحسین علیہم السلام کا قاصد ہوں، اور جو کچھ چاہو اس سے پوچھ لو وہ شامی خط لے کر چلا گیا ابو عیینہ کہتا ہے کہ جب دوسرا دن ہوا تو میں حضرت ابو جعفرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ اس شخص کی حالت دیکھوں اچانک میں نے اس شخص کو حضرت کے دروازہ پر اذن کے انتظار میں دیکھا پس اس شخص کو اجازت ملی اور ہم اکٹھے ہی اندر داخل ہوئے تو اس شامی نے کہا کہ خدا بہتر جانتا ہے کہ اپنا علم کہاں قرار دے میں گذشتہ رات جنت البقیع میں گیا اور آپ نے جو حکم دیا تھا میں نے اس پر عمل کیا ہے فوراً وہ شخص اس نام ونشان والا آیا اور کہنے لگا اس جگہ سے کہیں نہ جانا یہاں تک کہ میں تیرے باپ کو لے آؤں، پس وہ گیا اور ایک سیاہ رنگ شخص کو لے کر آیا اور کہنے لگا یہ تیرا باپ ہے جو چاہو اس سے پوچھ لو میں نے کہا یہ تو میرا باپ نہیں اس نے کہا کہ یہی تیرا باپ ہے، البتہ شرارہ آتش وجہنم کے دھویں اور دردناک عذاب نے اسے دگر گوں کر دیا ہے میں نے اس سے کہا میرا باپ تو ہے اس نے کہا کہ ہاں، میں نے کہا یہ کیسی حالت ہے تو وہ کہنے لگا اے بیٹا میں بنی امیہ کو دوست رکھتا تھا اور انہیں اہل بیت پیغمبرؐ پر جو کہ پیغمبرؐ کے بعد ہیں برتر سمجھتا تھا اسی لئے خداوند عالم نے مجھے اس ہیئت اور اس عذاب و عقوبت میں مبتلا کیا ہے اور چونکہ تو اہل بیت کا دوست تھا لہذا میں تیرا دشمن تھا اور اسی وجہ سے میں نے تجھے مال سے محروم کیا اور اسے تجھ سے مخفی رکھا اب میں اس اعتقاد پر سخت نادم و پریشان ہوں، اے بیٹا اس باغ میں جاؤ اور زیتون کے فلاں درخت کے نیچے کھودو اور وہ مال لے لو کہ جس کی مقدار ایک لاکھ درہم ہے اس میں سے پچاس ہزار درہم حضرت محمد بن علی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرو اور باقی خود لے لو اب میں وہ مال حاصل کرنے کے لئے جا رہا ہوں اور جو آپ کا حق ہے وہ آپ کے پاس لے آتا ہوں پس وہ اپنے وطن کی طرف چلا گیا، ابو عیینہ کہتا ہے کہ دوسرے سال میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سوال کیا کہ اس شامی صاحب مال کا کیا بنا، فرمایا وہ شخص میرے پچاس ہزار درہم لے کر آیا تھا اور میں نے اس سے وہ قرض ادا کیا جو میرے ذمہ تھا اور خیبر کے نزدیک اس سے زمین خریدی اور اس میں سے کچھ مال میں نے اپنے اہل بیتؑ میں سے صاحبان حاجت کی صلہ رحمی میں خرچ کیا ہے، مولف کہتا ہے کہ ابن شہر آشوب نے بھی اس روایت کو تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے اور اس کی روایت کے مطابق اس شامی نے اپنے باپ کو دیکھا کہ اس کا رنگ سیاہ ہے اور اس کی گردن میں سیاہ رسی ہے اور اس نے اپنی زبان کتے کی طرح پیاس سے باہر نکال رکھی ہے اور سیاہ لباس پہن رکھا ہے اور روایت کے آخر میں ہے کہ حضرت نے فرمایا عنقریب اس شخص کو وہ ندامت و پشیمانی نفع پہنچائے گی اس کوتاہی کے سلسلہ میں جو اس نے

ہماری محبت میں کمی کی اور ہمارے حق کو ضائع کیا بسبب اس رزق و سرور کے جو اس نے ہم پر وارد کیا۔

تیسرا معجزہ:

جابر بن یزید سے متعلق آپ کے دلائل بحار میں کافی نقل کیا ہے کہ نعمان بشیر سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ میں جابر بن یزید جعفی کا ہم محمل تھا، پس جس وقت ہم مدینہ میں تھے تو جابر امام محمد باقرؑ کی خدمت میں مشرف ہوا اور آپ سے رخصت ہو کر آپ کے دربار سے باہر نکلا در انحالیکہ وہ مسرور و شادماں تھا، پس ہم نے مدینہ سے حرکت کی یہاں تک کہ جمعہ کے دن مقام خرجہ میں پہنچے اور یہ پہلی منزل ہے فید کی مدینہ سے اور فید کوفہ و مکہ کے نصف راستہ میں ایک منزل ہے اور ہم نے نماز ظہر پڑھی جب ہمارا اونٹ اپنی جگہ سے حرکت کرنے لگا تو اچانک ایک شخص بلند قامت گندم گوں کو میں نے دیکھا اور اس کے پاس ایک خط تھا جو اس نے جابر کو دیا، جابر نے وہ خط اس سے لے کر اسے بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگایا اور جب ہم نے اسے دیکھا تو لکھا ہوا تھا کہ یہ خط ہے محمدؐ بن علی کا جابر بن یزید کی طرف اور سیاہ تر و تازہ مٹی اس خط پر لگی تھی جابر نے اس شخص سے پوچھا کہ تو کب میرے آقا و مولا کی خدمت سے فارغ ہوا ہے وہ کہنے لگا کہ ابھی ابھی اس نے پوچھا کہ نماز سے پہلے یا نماز کے بعد اس نے کہا کہ نماز کے بعد، پس جابر نے خط کی مہر توڑی اور اسے پڑھنے لگا اور اس کا رنگ اڑ رہا تھا یہاں تک کہ اس نے خط کو تمام پڑھ کر اپنے پاس رکھ لیا اس کے بعد میں نے اسے مسرور و خنداں نہیں دیکھا، یہاں تک کہ ہم کوفہ میں پہنچے جب رات کے وقت ہم کوفہ میں وارد ہوئے تو وہ رات ہم نے بسر کی صبح کو صرف جابر کی عزت و تکریم کا خیال کرتے ہوئے ان کی طرف جا رہا تھا کہ میں نے اسے اس حالت میں آتے ہوئے دیکھا کہ اس نے ہڈیوں کے چند مہرے اپنے گلے میں ڈال رکھے ہیں اور اپنے گھوڑے پر سوار ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ "اجد منصور بن جمہور امیرا غیر ماموز" میں نے منصور بن جمہور کو امیر غیر مامور پاتا ہوں اور اس قسم کے الفاظ اور کئی ایک اشعار وہ کہہ رہا تھا اس وقت اس نے میرے چہرہ کی طرف دیکھا اور میں نے بھی اسے دیکھا لیکن اس نے مجھ سے کچھ کہا اور نہ میں نے اسے کچھ کہا بلکہ اس کی حالت میں رونے لگا، کہ جس میں میں اسے دیکھ رہا تھا اور بچے ہر طرف سے اس کے اور میرے گرد جمع ہو گئے اور لوگ اکٹھے ہوئے اور جابر اسی طرح آیا یہاں تک کہ رحبہ کوفہ میں داخل ہوا اور بچوں کے ساتھ ہر طرف چکر لگاتا تھا اور لوگ یہی کہتے تھے کہ جابر دیوانہ ہو گیا ہے خدا کی قسم چند ہی دن گزرے کہ ہشام بن عبدالملک کی طرف سے والی کوفہ کو فرمان پہنچا کہ جس شخص کو جابر بن یزید جعفی کہتے ہیں اسے اپنے قبضے میں لے کر اس کا سر تن سے جدا کر کے میرے پاس بھیج دو، والی نے اپنے دربار میں موجود لوگوں سے پوچھا کہ جابر بن یزید جعفی کون ہے وہ کہنے لگا اصلحک اللہ (خدا آپ کی اصلاح کرے) وہ شخص عالم و فاضل و محدث ہے اور حج کر کے آیا ہے اور آج کل وہ مرض جنون میں مبتلا ہے اور سرکنڈے کے گھوڑے پر سوار ہو کر رحبہ (کھلی جگہ) کوفہ میں بچوں کے ساتھ کھیل کود میں گزارتا ہے، والی نے جب یہ باتیں سنیں تو خود اس کی طرف گیا اور اسے اس صورت و سیرت میں دیکھا کہنے لگا کہ حمد خدا کی جس نے مجھے اس کے خون میں مبتلا نہیں کیا، راوی کہتا ہے کہ چند ہی دن گذرے تھے کہ منصور بن جمہور کوفہ میں آیا اور جو کچھ جابر نے کہا تھا اس نے وہ کچھ کیا معلوم رہے کہ منصور بن جمہور

یزید بن ولید اموی کی طرف سے ۱۲۶ھ میں یوسف بن عمر کے معزول ہونے کے بعد اور حضرت باقرؑ کی وفات کے دو سال بعد کوفہ کا گورنر ہوا اور ممکن ہے کہ جابر رحمۃ اللہ علیہ نے آنے والے واقعات کے متعلق جو اس نے امام سے سنے تھے اپنی ان باتوں میں خبر دی ہو، مولف کہتا ہے کہ جابر بن یزید بزرگ تابعین اور حامل اسرار علوم اہل بیت طاہرین علیہم السلام میں سے تھا اور کبھی کبھی اس سے معجزات کا اظہار ہوتا کہ جنہیں سننے کی لوگوں کے عقلوں میں تاب و طاقت نہیں تھی، لہذا اسے اختلاط ذہن (مجنون) کی نسبت دیتے ورنہ روایات ان کی مدح میں بہت زیادہ ہیں بلکہ رجال کشی میں ہے کہ علم ائمہ علیہم السلام چار افراد کی طرف منتہی ہوا پہلا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور دوسرا جابر تیسرا سید (سید حمیری) چوتھا یونس بن عبدالرحمن اور جابر سے مراد یہی جابر بن یزید جعفی ہے نہ کہ جابر انصاری بتصریح علماء رجال اور ابن شہر آشوب اور کفعمی نے اسے امام محمد باقرؑ کا باب (دروازہ علوم) قرار دیا ہے اور ظاہرا باب علوم اور اسرار اہل بیت علیہم السلام مراد ہے اور حسین بن احمد منقری نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ جابر کو اس لئے جابر کہتے ہیں کہ وہ مومنین کو اپنے علم سے درست اور تونگر کر دیتا ہے، اور وہ ایسا دریا ہے کہ جتنا اس سے لیا جائے وہ کم نہیں ہوتا اور وہ اپنے زمانہ کا باب (علم) ہے اور حجت خدا ابو جعفر محمد بن علی علیہ السلام کی طرف سے مخلوق پر حجت ہے، قاضی نور اللہ نے مجالس المومنین میں کہا ہے کہ جابر بن یزید جعفی کوفی کے متعلق کتاب خلاصہ میں ہے کہ حضرت صادقؑ نے اس کے لئے رحمت کی دعا کی ہے اور فرمایا کہ جو کچھ وہ ہم سے نقل کرتا ہے وہ سچ اور صحیح ہے اور ابن غضائری نے کہا ہے کہ جابر فی نفسہ ثقہ ہے لیکن اکثر لوگ جو اس سے روایت کرتے ہیں وہ ضعیف ہیں اور کتاب شیخ ابو عمر کشی میں جابر مذکور سے نقل ہے کہ میں اپنی جوانی کے زمانہ میں امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا جب میں آپ کی مجلس میں حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا کہ تو کون ہے میں نے کہا کوفہ کا ایک شخص ہوں فرمایا کس قبیلہ سے ہے میں نے کہا جعفی ہوں فرمایا کس لئے آیا ہے میں نے کہا میں علم حاصل کرنے کے لئے، فرمایا کس سے علم طلب کرتے ہو، میں نے کہا آپ سے، فرمایا تو پھر اب کے بعد اگر کوئی تم سے پوچھے کہ کہاں کے رہنے والے ہو تو کہنا مدینہ کا پس میں نے حضرت سے عرض کیا کہ باقی مسائل پوچھنے سے پہلے اسی بات کے متعلق سوال کرتا ہوں جو آپ نے فرمایا ہے کہ آیا جھوٹ بولنا جائز ہے، آپ نے فرمایا جو کچھ میں نے تجھے بتایا ہے اس بات میں کوئی جھوٹ نہیں کیونکہ جو شخص جس شہر میں ہے وہ اس شہر کا رہنے والا ہے جب تک وہاں سے چلا نہ جائے اور اس کے بعد حضرت نے مجھے ایک کتاب دی اور فرمایا جب تک بنی امیہ کی حکومت باقی ہے اگر تو نے اس میں سے کوئی روایت بیان کی تو تجھ پر میری اور میرے آباؤ اجداد کی لعنت ہو، اس کے بعد آپ نے ایک دوسری کتاب مجھے دی اور فرمایا کہ اسے لے لو اور اس کے مندرجات کو جانو اور ہرگز کسی سے بیان نہ کرو اور اگر اس کے برخلاف کیا تو تجھ پر میری اور میرے آباؤ اجداد کی لعنت ہوگی اور یہ بھی روایت ہے کہ جب ولید پلید (جو کہ فراعنہ بنی امیہ میں سے تھا) مارا گیا تو جابر نے فرصت کو غنیمت سمجھا اور خز سرخ کا عمامہ سر پر رکھا اور مسجد میں گیا اور لوگ اس کے پاس جمع ہوئے اور اس نے حضرت امام محمد باقرؑ سے حدیث بیان کرنا شروع کی اور جو حدیث بھی نقل کرتا تو کہتا کہ حدثنی وصی الاوصیاء و وارث علم الانبیاء محمدؐ بن علیؑ علیہ السلام پس جو لوگ جمع تھے ان میں سے بعض نے جب جابر کی یہ جرات دیکھی تو ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ جابر دیوانہ ہو گیا ہے اور یہ بھی جابر سے منقول ہے کہ وہ کہتا تھا کہ ستر ہزار حدیثیں میں نے امام محمد باقرؑ سے سنی

ہیں کہ جن میں سے کبھی بھی میں نے کسی کو کچھ بیان نہیں کیا اور نہ کبھی بیان کروں گا، اور منقول ہے کہ ایک دن جابر نے حضرت سے عرض کیا کہ آپ نے بار عظیم اسرار اور احادیث کا مجھ پر رکھ دیا ہے اور فرمایا ہے کہ کسی سے کبھی بھی انہیں بیان نہ کرو اور کبھی کبھی میں انہیں دیکھتا ہوں کہ وہ اسرار میرے سینے میں جوش مارتے ہیں اور جنون کی سی کیفیت مجھ پر طاری ہو جاتی ہے، فرمایا جب تجھ پر یہ حالت طاری ہو تو صحرا میں چلے جاؤ اور ایک گڑھا کھود کر اور اپنا منہ اس میں رکھ کر کہو حدثنی محمد بن علی بکذا انتھی۔ فقیر کہتا ہے کہ حسین بن حمدان نے روایت کی ہے کہ جس زمانہ میں جابر نے اپنے آپ کو دیوانہ بنا رکھا تھا اور نے کے گھوڑے پر سوار ہو کر بچوں سے کھیلتا تھا ایک شخص نے رات کو اپنی بیوی کی طلاق کی قسم کھائی کہ صبح سب سے پہلے میں نے جس شخص سے ملاقات کی اس سے عورتوں کے حالات معلوم کروں گا، اتفاقاً سب سے پہلے اس کی ملاقات جابر سے ہوئی جو کہ سر کنڈے کے گھوڑے پر سوار تھا، اس شخص نے اس سے عورتوں کے متعلق سوال کیا تو جابر نے فرمایا عورتیں تین قسم کی ہیں اور وہاں سے چل پڑا، اس شخص نے اس کی نے پکڑلی تا کہ وہ چلا نہ جائے، جابر نے فرمایا میرے گھوڑے کو چھوڑ دو، پس وہ بچوں کے ساتھ بھاگنے لگا وہ شخص کچھ نہ سمجھا اور جابر سے مل کر کہنے لگا عورتوں کی تین اقسام بیان کرو، جو تو نے کہی ہیں فرمایا ایک تیرے لئے نفع مند ہے اور ایک تیرے لئے مضر ہے اور ایک نہ نفع مند اور نہ نقصان دہ یہ کہہ کر فرمایا میرے گھوڑے کو چھوڑ دو، اور چل پڑے پھر بھی وہ شخص نہ سمجھ سکا اور اس نے اپنے آپ کو ان تک پہنچایا اور کہنے لگا جو کچھ آپ نے کہا ہے وہ میں نہیں سمجھ سکا، فرمایا جو عورت تمہارے لئے نفع بخش ہے وہ باکرہ ہے جو تیرے لئے مضر ہے وہ عورت جس نے تجھ سے پہلے کوئی شوہر کیا اور اس سے صاحب اولاد ہے اور وہ عورت جو نہ مفید اور نہ مضر ہے تو وہ وہ بیوہ ہے جو پچھلے شوہر سے اولاد نہ رکھتی ہو۔

چوتھا معجزہ: جس کا تعلق سونے کی تھیلیوں کے ساتھ ہے۔

کتاب بحار میں کتاب اختصاص اور بصائر الدرجات سے منقول ہے کہ جابر بن یزید جعفی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں امام محمد باقر کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے اپنی حاجت مندی کی شکایت کی، فرمایا اے جابر ہمارے پاس درہم نہیں ہیں، تھوڑی ہی دیر گزری کہ کمیت شاعر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا قربان جاؤں اگر آپ کی رائے ہو تو میں قصیدہ پیش کروں، فرمایا پڑھو، کمیت نے قصیدہ پڑھا جب قصیدہ پڑھ چکا تو آپ نے فرمایا اے غلام اس کمرے سے ایک تھیلی لا کر کمیت کو دے دو، غلام تھیلی لے آیا اور کمیت کو دے دی، کمیت نے عرض کیا قربان جاؤں اگر آپ اجازت دیں تو ایک قصیدہ اور پیش کروں، فرمایا پڑھو کمیت نے دوسرا قصیدہ پڑھا اور حضرت نے غلام سے فرمایا تو وہ دوسری تھیلی لے آیا اور کمیت کو دے دی، کمیت نے کہا قربان جاؤں اگر اجازت ہو تو تیسرا قصیدہ پڑھوں فرمایا پڑھو، کمیت نے پڑھا اور حضرت نے غلام کو حکم دیا کہ ایک تھیلی اس کمرے سے لا کر کمیت کو دے، وہ غلام آپ کے فرمان کے مطابق تھیلی لے آیا اور کمیت کو دے دی، کمیت نے عرض کیا خدا کی قسم میں نے طلب مال اور فائدہ دنیوی کے لئے اپنی زبان آپ کی مدح میں نہیں کھولی رسول خدا کے صلہ اور جو خدا نے آپ کے حق کی ادائیگی مجھ پر واجب قرار دی ہے اس کے علاوہ میرا کوئی

مقصود نہیں ہے، حضرت ابوجعفرؑ نے کمیت کے حق میں دعا کی اور فرمایا اے غلام یہ تھیلیاں واپس ان کی جگہ پر رکھ آؤ، جابر کہتا ہے جب میں نے یہ حالت دیکھی تو میرے دل میں ایک چیز نے خطور کیا اور دل میں کہا کہ امامؑ نے مجھ سے فرمایا کہ میرے پاس کوئی درہم نہیں ہے اور کمیت کے بارے میں تیس ہزار درہم کا فرمان جاری کیا ہے، جب کمیت باہر چلا گیا تو میں نے عرض کیا قربان جاؤں مجھ سے تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس ایک درہم بھی نہیں ہے اور کمیت کے لئے تیس ہزار درہم کا حکم دیا ہے فرمایا اے جابر کھڑے ہو کر اس کمرے میں جاؤ کہ جس سے درہم لائے اور واپس کئے گئے ہیں، جابر کہتا ہے کہ میں اٹھ کھڑا ہوا اور اس کمرے میں گیا تو وہاں ان دراہم میں سے کوئی چیز نہ پائی اور باہر نکل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا اے جابر جو معجزات کرامات مآثر اور فضائل ہم نے تم سے چھپا رکھے ہیں وہ ان کی بہ نسبت زیادہ ہیں جو تمہارے سامنے ظاہر کرتے ہیں اس وقت آپ کھڑے ہو گئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر اس کمرے میں مجھے لے گئے اور زمین پر پاؤں سے ٹھوکر ماری اچانک اونٹ کی گردن کی طرح سرخ سونے جیسی چیز زمین سے باہر نکلی اور فرمایا اے جابر اس معجزہ باہرہ کو دیکھو اور سوائے برادران دینی کے کہ جن کے ایمان سے مطمئن ہو کسی پر بیان نہ کرنا بے شک خدا نے ہمیں قدرت دی ہے کہ ہم جو چاہیں ویسا کریں اور اگر ہم تمام اہل زمین کو اس کے باگ ڈور کے ساتھ کسی طرف پھیرنا چاہیں تو پھیر سکتے ہیں۔

پانچواں معجزہ: یہ کہ دیوار آپ کے لئے کسی چیز کو دیکھنے سے مانع اور حاجب نہیں۔

قطب راوندی ابوالصباح کنانی سے روایت کرتا ہے اس کا کہنا ہے کہ میں ایک دن امام محمد باقرؑ کے دروازے پر گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ کی خدمت گزار کنیز جس کے پستان ابھرے ہوئے تھے دروازے پر آئی پس میں نے اپنا ہاتھ اس کے پستان پر لگایا اور میں نے اس سے کہا کہ اپنے آقا و مولا سے کہو کہ میں دروازے پر کھڑا ہوں، اچانک آپ کی آواز مکان کے آخر سے بلند ہوئی کہ داخل ہو تیری ماں نہ ہو پس مکان کے اندر داخل ہوا اور عرض کیا کہ خدا کی قسم یہ حرکت بری نیت سے نہ تھی اور میں اس کام میں زیادتی یقین کے علاوہ کوئی مقصد نہیں رکھتا تھا، فرمایا سچ کہتے ہو اگر تم یہ خیال کرو کہ یہ دیواریں ہماری نگاہوں کے لئے بھی حائل اور مانع ہیں جس طرح کہ تمہاری نگاہوں کے لئے حائل ہیں تو پھر تم میں اور ہم میں فرق ہی کیا رہا، پس بچو اس سے کہ پھر اس قسم کا کام کرو ،مولف کہتا ہے کہ یہ بھی روایت ہوئی ہے کہ آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ کوفہ میں میں ایک عورت کو قرات قرآن کی تعلیم دیتا تھا میں نے ایک دفعہ اس سے تھوڑا سا مزاح کیا جب میں آپ کی خدمت میں مشرف ہوا مجھے آپ نے عتاب کیا اور فرمایا جو شخص خلوت میں مرتکب گناہ ہو تو خداوند عالم اس کی پرواہ نہیں کرتا اس عورت کو تو نے کیا کہا تھا وہ کہتا ہے کہ میں نے شرم کے مارے اپنا چہرہ چھپا لیا اور توبہ کی، حضرت نے فرمایا کہ دوبارہ یہ قبیح کام نہ کرنا۔

چھٹا معجزہ: حضرت کا کھانا اور دوسری چیزیں اینٹ سے نکالنا۔

مدینتہ المعاجز میں محمد بن جریر طبری سے نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے ابو سفیان محمد نے اپنے باپ سے اس نے اعمش سے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ مجھ سے قیس بن ربیع نے روایت کی ہے کہ میں امام باقرؑ کے ہاں مہمان تھا اور آپ کے مکان میں ایک اینٹ کے علاوہ کچھ نہیں تھا، جب نماز عشاء کا وقت آیا تو حضرت نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور میں نے آپ کی اقتداء کی اس کے بعد آپ نے اس اینٹ پر ہاتھ رکھا اور ایک موٹا سا روٹی اس سے نکالا اور ایک ایسا دستر خوان کہ جس پر ہر گرم و سرد قسم کا کھانا رکھا ہوا تھا بچھ گیا، اور آپ نے مجھ سے فرمایا کہ یہ وہ غذا ہے جو خدا نے اپنے اولیاء کے لئے تیار اور مہیا کر رکھی ہے پس حضرت اور میں نے اس کھانے سے کھایا اور وہ دستر خوان دوبارہ اس اینٹ میں چلا گیا اور مجھے شک محسوس ہوا جب حضرت کسی ضروریات سے باہر گئے تو میں نے اس اینٹ کو الٹ پلٹ کیا تو سوائے ایک چھوٹی اینٹ سے پیالے کوزے اور سبو جو پانی سے پر تھے نکالے تو میں نے پانی پیا اور وہ دوبارہ اپنی جگہ کی طرف پلٹ گئے اور فرمایا تیری مثال میرے ساتھ یہود جیسی ہے، جناب مسیح کے ساتھ جب کہ وہ آپ پر وثوق نہیں کرتے تھے اس وقت آپ نے اس اینٹ کو حکم دیا کہ آپ سے وہ بات کرے تو وہ اینٹ بولنے لگی۔

ساتواں معجزہ: آپ کا پتھر سے سیب نکالنا

نیز اسی کتاب میں جابر بن یزید سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں امام محمد باقرؑ کی خدمت میں باہر نکلا جب کہ آپ مقام حیرہ کا ارادہ رکھتے تھے، جب ہم کربلا میں مشرف ہوئے تو مجھ سے فرمایا یہ زمین ہمارے شیعوں کے لئے جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور ہمارے دشمنوں کے لئے دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے، پھر آپ وہاں پہنچے جہاں کا ارادہ رکھتے تھے اور اس وقت میری طرف رخ کر کے فرمایا اے جابر میں نے عرض کیا لبیک اے میرے سید و سردار فرمایا کچھ کھاؤ گے میں نے عرض کیا جی ہاں اے آقا، تو آپ نے اپنا ہاتھ پتھروں کے درمیان داخل کیا اور میرے لئے سیب باہر نکالا کہ ویسی خوشبو میں نے کبھی نہ سونگی تھی اور وہ کسی طرح بھی دنیا کے پھلوں سے شباہت نہ رکھتا تھا اور میں نے سمجھا کہ یہ جنت کے میووں میں سے ہے اور اس کی برکت و فضیلت سے چار دن تک مجھے کھانے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی اور نہ مجھے اجابت ہوئی۔

آٹھواں معجزہ: ان دلائل کا بیان جو عمر بن حنظلہ نے آپ سے دیکھے

صفار عمر بن حنظلہ سے روایت کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام محمد باقرؑ سے عرض کیا میں اس طرح گمان کرتا ہوں کہ میں آپ کی بارگاہ میں صاحب رتبہ و قدر و منزلت ہوں فرمایا ہاں تو عرض کیا مجھے اس بارگاہ میں ایک حاجت ہے، فرمایا کون سی عرض کیا مجھے اسم اعظم کی تعلیم دیجئے، فرمایا اس کی طاقت برداشت رکھتے ہو میں نے عرض کیا کہ جی ہاں فرمایا اس کمرے میں جاؤ جب میں اس کمرے کے اندر گیا تو حضرت ابو جعفرؑ نے اپنا دست مبارک زمین پر رکھا اور وہ کمرہ تاریک ہو گیا عمر کانپنے لگا فرمایا کیا کہتے ہو کیا تمہیں سکھاؤں میں نے عرض کیا کہ نہیں پس آپ نے دست مبارک زمین پر رکھا تو وہ مکان اپنی حالت کی طرف پلٹ آیا، مولف کہتا ہے کہ روایات میں وارد ہوا

ہے کہ اسم اعظم الٰہی کے تہتر (۷۳) حرف ہیں جن میں سے آصف کے پاس ایک حرف تھا کہ جس کے ذریعہ سے وہ چشم زدن میں بلقیس کا تخت سلیمان کے پاس لے آیا تھا اور سلیمان بن داؤد کے پاس اس میں سے ایک حرف تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دو حرف اس کے عطا ہوئے تھے اور ان کی وجہ سے وہ مردہ کو زندہ اور مادر زاد نابینا کو بینا اور کوڑھ کی بیماری والے کو اچھا کر دیتے تھے، اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو اسم اعظم کی تعلیم دی گئی تھی اور وہ جناب صاحب اسم اعظم تھے اور اس سے سلیمان کی عظمت شان کی زیادتی اور اس قدرۃ اہل ایمان کا علو مقام معلوم ہوتا ہے اور عمر بن حنظلہ فقہا کے نزدیک مشہور مقبولہ روایت کے راوی ہیں اور وہ روایت وہ ہے جو اس سے ہوئی ہے کہ اس نے حضرت صادق سے سوال کیا کہ ہمارے اصحاب میں سے دو افراد کے درمیان دین یا میراث میں تنازعہ یا جھگڑا ہوتا ہے فرمایا وہ تم میں سے کسی کو دیکھیں کہ جس نے ہماری احادیث کی روایت کی ہو اور حلال و حرام میں تامل کیا ہو اور ہمارے احکام کو پہچانتا ہو، پس اس کے حکومت و فیصلہ پر راضی ہوں، بے شک میں نے اس کو تم پر حاکم مقرر کیا ہے پس جب وہ حکم کرے اور اس کا حکم قبول نہ کریں تو انہوں نے حکم الٰہی کا استخفاف کیا ہے اور ہمارے قول کو رد کیا ہے اور ہم پر رد کرنے والا خدا کے حکم کو رد کرنے والا ہے اور وہ شرک کی حد میں داخل ہے۔

نواں معجزہ: آسمان سے حضرت کے لئے انگور اور لباس کا آنا

اور مدینۃ المعاجز میں ثاقب المناقب سے منقول ہے اور اس نے لیث بن سعد سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں کوہ ابو قبیس میں دعا میں مشغول تھا، میں نے دیکھا ایک شخص دعا کر رہا ہے اور وہ اپنی دعا میں کہتا ہے "**اللھم انی ارید العنب فارزقنیہ**" خدایا میں انگور چاہتا ہوں وہ مجھے عطا فرما پس ایک بادل آیا اور اس پر سایہ فگن ہوا، اور اس کے سر کے قریب ہوا اس شخص نے ہاتھ بلند کیا اور اس میں سے انگور کا ایک خوشہ اٹھایا اور اپنے آگے رکھ لیا، دوبارہ اس نے دست دعا بلند کئے اور عرض کیا خدایا میں برہنہ ہوں مجھے لباس دے، پس دوبارہ وہ بادل اس کے قریب آیا اور اس نے اس میں سے لپیٹی ہوئی کوئی چیز جو کہ دو کپڑے تھے اٹھائے پھر وہ بیٹھ کر انگور کھانے لگا، حالانکہ وہ انگور کا موسم نہیں تھا اور میں اس کے قریب تھا میں نے انگور کے خوشہ کی طرف ہاتھ بڑھایا اور چند دانے اس سے لئے تو انہوں نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کیا کر رہے ہو، میں نے کہا کہ میں ان انگوروں میں شریک ہوں فرمایا کہاں سے میں نے کہا آپ نے دعا کی اور میں نے آمین کہا اور دعا کرنے والا اور آمین کہنے والا دونوں شریک ہوتے ہیں، فرمایا بیٹھ جاؤ اور کھاؤ پس میں بیٹھ کر ان کے ساتھ کھانے لگا جب بقدر کفایت ہم کھا چکے تو وہ خوشہ یکسر بلند ہوا اور وہ شخص کھڑا ہو گیا اور فرمایا کہ یہ دونوں کپڑے بھی اٹھا لو میں نے کہا کہ مجھے کپڑوں کی ضرورت نہیں، فرمایا پھر رخ دوسری طرف کرو تا کہ میں پہن لوں پس ایک طرف ہو کر ان میں سے ایک کو تہ بند اور دوسرے کو ردا بنایا اور جو کپڑے اس کے بدن پر تھے وہ لپیٹ کر ہاتھ میں پکڑ لئے اور ابو قبیس سے نیچے آئے اور جب صفاء پہاڑی کے قریب پہنچے تو کچھ لوگ ان کے استقبال کو بڑھے اور وہ کپڑے جو ان کے ہاتھ میں تھے کسی کو دیدیئے، ایک شخص سے میں نے پوچھا کہ یہ کون ہے اس نے کہا کہ فرزند رسول خدا ابو جعفر محمد بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب

صلوات اللہ علیہم ہیں۔

دسواں معجزہ: حضرت کا ابو بصیر کو بینا کرنا اور پھر دوبارہ پہلی حالت کی طرف پلٹانا

قطب راوندی سے منقول ہے اس نے اپنی سند کے ساتھ ابو بصیر سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام محمد باقرؑ سے عرض کیا کہ میں آپ کا موالی اور شیعہ ہوں اور ناتواں و نابینا ہوں پس آپ میرے لئے جنت کی ضمانت دیجئے فرمایا کیا تو یہ نہیں چاہتا کہ تجھے آئمہ کی علامت بتاؤں میں نے عرض کیا، کیا ہی اچھا ہے کہ آپ علامت اور ضمانت دونوں کو میرے لئے جمع کر دیں فرمایا یہ بات کس لئے تم پسند کرتے ہو، میں نے عرض کیا کس لئے اسے میں پسند نہ کروں پس آپ نے اپنا دست مبارک میری آنکھوں پر پھیرا تو اسی وقت میں نے آئمہ علیہم السلام کو آپ کے پاس دیکھا پھر فرمایا آنکھیں کھول کر اپنی آنکھوں سے دیکھو تمہیں کیا نظر آتا ہے، ابو بصیر کہتا ہے خدا کی قسم کتا خنزیر اور بندر کے علاوہ کچھ نظر نہ آیا، میں نے عرض کیا یہ مسخ شدہ لوگ کون ہیں فرمایا جنہیں دیکھ رہے ہو یہ سواد اعظم ہیں اگر پردہ اٹھا دیا جائے اور لوگوں کی حقیقی صورت نظر آئے تو شیعہ حضرات اپنے مخالفین کو سوائے اس مسخ شدہ صورت کے نہ دیکھیں گے اس کے بعد فرمایا اے ابو محمد اگر چاہتے ہو تو تمہیں اس حالت میں رہنے دوں یعنی بینائی میں اور تیرا حساب خدا پر ہو اور اگر چاہتے ہو تو بارگاہ خداوندی سے تمہاری جنت کی ضمانت دوں تو تمہیں پہلی کیفیت پر پلٹا دوں، میں نے عرض کیا اس مخلوق منحوس کی طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں مجھے پہلی حالت کی طرف پلٹا دیں کیونکہ کوئی چیز جنت کا عوض نہیں ہو سکتی پس آپ نے دست مبارک میری آنکھوں پر پھیرے اور جس حالت میں پہلے تھا اس کی طرف دوبارہ پلٹ گیا۔

گیارہواں معجزہ: بیابان میں حضرت کا قبرہ (چنڈول) کے لئے پانی نکالنا

شیخ طبرسی نے محمد بن مسلم سے روایت کی ہے کہ ہم امام محمد باقرؑ کے ساتھ باہر نکلے، اچانک ہم خشک زمین میں پہنچے کہ جس سے آگ بھڑک رہی تھی یعنی زیادہ حرارت کی وجہ سے اور وہاں بہت سی چڑیاں تھیں جو آپ کے خچر کے گرد اڑ کر چکر لگانے لگیں، حضرت نے انہیں دور ہٹایا اور فرمایا تمہارے لئے کوئی اکرام و عزت نہیں، پس آپ اپنے مقصد تک تشریف لے گئے جب دوسرے دن واپس آئے اور ہم اس زمین میں پہنچے تو دوبارہ چڑیاں پرواز کرنے لگیں اور آپ کے خچر کے گرد چکر لگانے اور آپ کے سر کے اوپر پھڑ پھڑانے لگیں پس میں نے سنا کہ حضرت نے فرمایا پیو اور سیرابی حاصل کرو، جب میں نے دیکھا تو وہاں بہت سا پانی نظر آیا میں نے عرض کیا اے میرے آقا کل آپ نے انہیں منع کیا اور آج سیراب کیا فرمایا جان لو کہ آج ان کے ساتھ قبرہ (چنڈول) بھی ملی ہوئی ہیں اور اگر ان کے ساتھ قبرہ نہ ہوتے تو میں انہیں پانی نہ دیتا، میں نے عرض کیا مولیٰ قبرہ اور چڑیا میں کیا فرق ہے آپ نے فرمایا وائے ہو تم پر چڑیاں فلاں کے دوستوں میں سے ہیں کیونکہ یہ انہیں میں سے ہیں اور قبرہ ہمارے موالیوں میں سے ہے یہ اپنی آواز

میں کہتی ہیں بورکتم اهل البیت و بورکت شیعتکم لعن الله اعدائکم اے اہل بیتؑ تم میں برکت ہو اور تمہارے شیعوں میں برکت ہو اور خدا تمہارے دشمنوں پر لعنت کرے۔

بارہواں معجزہ: آپ کا غیب کی خبر دینا

قطب راوندی نے ابوبصیر سے روایت کی ہے کہ امام محمد باقرؑ نے خراسان کے ایک شخص سے فرمایا تیرے باپ کی کیا حالت تھی کہنے لگا اچھا تھا فرمایا جب تو اس طرف متوجہ ہوا اور جرجان کے علاقہ میں پہنچا تو تیرا باپ فوت ہو گیا، فرمایا تیرے بھائی کا کیا حال تھا عرض کیا میں اسے صحیح وسالم چھوڑ آیا ہوں فرمایا اس کا ایک ہمسایہ تھا جس کا نام صالح ہے اس نے فلاں دن اور فلاں وقت اسے قتل کر دیا ہے، پس وہ شخص رونے لگا اور اس نے کہا انا للہ و انا الیہ راجعون فرمایا خاموش رہو اور غم اندوہ نہ کرو کیونکہ ان کی جگہ بہشت میں ہے اور اس جہان فانی کے منازل سے وہ ان کے لئے بہتر اور خوشتر ہے، عرض کیا اے فرزند رسولؐ جب میں اس طرف آ رہا تھا تو میرا ایک بیٹا رنجور اور بیمار تھا جو شدید درد والم سے دوچار تھا اس کا حال آپ نے نہیں پوچھا فرمایا تیرا بیٹا صحت یاب ہو گیا ہے اور اس کے چچا نے اپنی لڑکی کی اس سے شادی کر دی ہے جب تو اس سے ملے گا تو اس کا بچہ پیدا ہو گا کہ جس کا نام علی ہے اور وہ ہمارے شیعوں میں سے ہو گا، البتہ تیرا بیٹا ہمارا شیعہ نہیں بلکہ وہ ہمارا دشمن ہے اور وہ دشمنی اس کے لئے کافی ہے، راوی کہتا ہے کہ پس وہ اٹھ کر چلا گیا تو میں نے عرض کیا یہ کون ہے فرمایا اہل خراسان میں سے ایک شخص ہے جو ہمارا شیعہ اور مومن ہے۔

چوتھی فصل

امام محمد باقرؑ کے بعض مواعظ اور حکمت آمیز کلمات جو تحف العقول سے منقول ہیں

پہلا ارشاد: قال علیه السلام ما شیب شیئی لشیئی احسن من حلم بعلم امام محمد باقرؑ نے فرمایا جو کوئی چیز بھی کسی دوسری چیز سے ملے وہ علم سے بہتر نہیں جو علم کے ساتھ ملا ہوا ہو۔ مولف کہتا ہے کہ علم کا معنی نفس کو ہیجان غضب سے اس طرح روکنا کہ قوت غضبیہ اسے آسانی سے حرکت میں نہ لے آئے اور سوچ وبچار کے بغیر کوئی چیز اس سے ظہور میں نہ آئے اور حوادث کی ناپسندیدہ واردات اسے مضطرب نہ کرے۔

باتو گویم کہ حیست غایت حلم
ہر کہ زہرت دہد شکر بخشش
کم مباش از درخت سایہ فگن
ہر کہ سنگش زند ثمر
بخشش ہر کہ نجر اشدت جگر بجفا
ہمچو کان کریم زر بخشش

دوسرا ارشاد: قال علیه السلام الکمال کل الکمال التفقه فی الدین والصبر علی النائبة وتقدیر المعیشة فرمایا کمال اور تمام کمال ہے دین کو سمجھنا اور اس میں صاحب بصیرت ہونا اور مصیبت وسخت کام میں صبر کرنا اور امر معاش کا اندازہ لگانا یعنی ہر مہینہ میں جتنی اس کی آمدنی ہے اس کا حساب لگائے اور اسی اندازہ سے خرچہ کرے پس اگر ہر مہینہ میں تین روپے اس کی آمدنی ہے تو روزانہ دس پیسے خرچ کرے اور اس سے زیادہ خرچ نہ کرے اور اگر اتفاقاً کسی دن زیادہ خرچ ہو جائے تو اتنا دوسرے دن کم خرچ کرے تاکہ ذلت قرض اور لوگوں سے سوال کرنے میں گرفتار نہ ہو، ہمارے شیخ ثقة الاسلام نوری نے مستدرک کے خاتمہ میں علامہ مجلسی مولانا محمد باقر بن محمد تقی بن مقصود علی المتخلص مجلسی رحمہ اللہ کے حالات میں نقل کیا ہے کہ ملا محمد تقی کی والدہ عارفہ مقدسہ اور صالحہ تھیں اور ان کے صلاح وتقویٰ کے سلسلہ میں منقول ہے کہ ایک دفعہ ان کے شوہر ملا مقصود علی نے کسی سفر کا ارادہ کیا تو اپنے دونوں

بیٹوں ملا محمد تقی اور ملا محمد صادق کو علامہ مقدس متورع ملا عبداللہ شوشتری کی خدمت میں تحصیل علوم شرعیہ کے لئے لے آئے اور اس بزرگوار سے استدعا کی کہ ان کی تعلیم کا پورا خیال رکھیں اس کے بعد سفر پر چلے گئے پس ان ہی دنوں میں عید آ گئی تو جناب ملا عبداللہ نے ملا محمد تقی کو تین تومان دیے اور فرمایا کہ انہیں اپنی ضروریات معاش میں صرف کرو عرض کیا کہ والدہ کی اطلاع واذن کے بغیر میں صرف نہیں کر سکتا جب اپنی والدہ کی خدمت میں گئے اور کیفیت بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ تمہارے خرچ کے برابر ہے کہ جس طرح میں نے تعیین و تقسیم کر رکھی ہے اور اس مدت میں یہ تمہاری عادت بن چکی ہے پس اگر یہ رقم لے لوں تو تمہاری حالت وسعت و فراخی معیشت میں داخل ہو جائے گی اور یہ رقم تو ختم ہو جائے گی اور تم پہلی عادت کو بھول چکے ہو گے تو اس وقت تھوڑے خرچ پر صبر نہیں کر سکو گے لہذا مجبوراً مجھے اکثر اوقات تمہاری تنگی حالات کی ملا عبداللہ وغیرہ سے شکایت کرنی پڑے گی، حالانکہ یہ میرے لئے مناسب نہیں جب مولانا کی خدمت میں یہ بات بیان کی گئی تو اس بزرگوار نے ان کے حق میں دعا کی اور خداوند عالم نے ان کی دعا قبول فرمائی اور اس سلسلہ جلیلہ کو حامیان دین و متین اور مرجین شریعت سید المرسلین حضرت خاتم النبیین صلوات اللہ علیہ وآلہ میں قرار دیا اور انہیں میں سے نکالا اس بحر مواج اور سراج وہاج (علامہ مجلسی) کو۔

تیسرا ارشاد: قال علیہ السلام صحبۃ عشرین سنۃ قرابۃ یعنی بیس سال کی دوستی ورفاقت قرابت ورشتہ داری کے حکم میں ہے۔

چوتھا ارشاد: قال علیہ السلام ثلاثۃ من مکارم الدنیا والاخرۃ ان تعفوا عمن ظلمك وتصل من قطعك وتحلم اذا جهل علیك فرمایا تین چیزیں مکارم دنیا وآخرت میں سے ہیں ایک یہ کہ معاف کرو اس شخص کو کہ جو تم پر ظلم کرے اور دوسرا یہ کہ صلہ رحمی کرو اس شخص کے ساتھ جو قطع رحمی کرے، تیسرا یہ کہ حلم و بردباری اختیار کرو جب تم سے جہل ونادانی کا برتاؤ کیا جائے۔

پانچواں ارشاد: فرمایا کوئی بندہ اپنے برادر مسلمان کی اعانت سے اور اس کی حاجت پورا کرنے کی کوشش سے امتناع وآباء نہیں کرے گا چاہے وہ حاجت پوری ہو یا نہ ہو مگر یہ کہ وہ مبتلا ہوگا ایسی ہی حاجت کے لئے سعی و کوشش کرنے میں کہ جو موجب گناہ ہوگی اور اس میں کوئی اجر اسے نہیں ملے گا اور کوئی شخص رضائے خدا کے راستہ میں خرچ کرنے سے بخل نہیں کرے گا مگر یہ کہ اس نے راہ خدا میں خرچ کرنے سے بخل کیا ہے اس سے کئی گناہ زیادہ ان مصارف میں خرچ کرنے میں مبتلا ہوگا کہ جو غضب خدا کو برانگیختہ کریں۔

چھٹا ارشاد: من لم یجعل اللہ لہ من نفسہ واعظا فان مواعظ الناس لن تغنی عنہ شیئا جس شخص کو خدا خود اپنے نفس کا موعظ نہ بنائے (جس کے نفس میں خدا کی کوئی واعظ پیدا نہ کرے) دوسروں کے وعظ ونصیحت اسے کوئی فائدہ نہیں دے سکتے۔

ساتواں ارشاد: فرمایا کتنے اشخاص ہیں کہ جو دوسرے سے ملتے وقت کہتے ہیں کہ خدا تیرے دشمن کو سرنگوں کرے حالانکہ اس کا دشمن خدا ہوتا ہے۔

آنحضرت کا ارشاد: آپ نے فرمایا وہ عالم کہ جس کے علم سے لوگ نفع اٹھائیں وہ ستر ہزار عابد سے بہتر ہے، مولف کہتا ہے کہ علم و علماء کی فضیلت کی روایات شمار و احصاء سے زیادہ ہیں ان میں سے بعض میں ہے کہ ایک عالم ہزار عابد اور ہزار زاہد سے بہتر ہے عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہے جیسے آفتاب کی باقی ستاروں پر، فقیہ کا ایک رکعت نماز ادا کرنا عابد کی ستر ہزار رکعت سے بہتر ہے، عالم کی نیند جاہل کی نماز سے بہتر ہے جب کوئی مومن مر جائے اور ایک ورق چھوڑ جائے کہ جس میں علم ہو تو قیامت کے دن وہ ورق اس کے اور جہنم کے درمیان پردہ بن جائے گا، اور خداوند عالم ہر حرف کے بدلے جو اس میں لکھا ہوا ہے ایک شہر اسے عطا فرمائے گا جو سات دنیاؤں سے زیادہ وسیع ہوگا اور جب فقیہ مر جاتا ہے تو اس پر فرشتے اور زمین کے وہ ٹکڑے گریہ کرتے ہیں جن پر وہ خدا کی عبادت کرتا تھا اور آسمان کے وہ دروازے بھی کہ جن سے گزر کر اس کے اعمال اوپر جاتے تھے اسلام میں ایسا رخنہ پیدا ہو جاتا ہے کہ جسے کوئی چیز بند نہیں کر سکتی کیونکہ فقہاء مومنین اسلام کے قلعے میں مثل ان قلعوں کے جو شہر کے گرد بناتے ہیں الی غیر ذلک، ہمارے شیخ ثقہ الاسلام نوری نے کلمہ طیبہ میں بہت سی روایات علماء کی فضیلت اور ان کے وجود کے فوائد میں بیان کی ہیں، مجملہ ان کے فرمایا ہے کہ علماء کے وجود کے فوائد میں سے ہے کہ وہ خداوند عالم کا بندوں کو دوست رکھنے اور بندوں کے خدا کو دوست رکھنے کا سبب ہیں اور یہ دونوں محبتیں انتہائے سیر سالکین اور آخری مرحلہ ہے خدا کی طرف رجوع کرنے والوں کا شیخ طبرسی کے نواسہ نے کتاب مشکوۃ الانوار میں روایت کی ہے کہ ایک شخص نے رسول خدا کی خدمت میں عرض کی کہ جب ایک جنازہ بھی موجود ہو اور عالم کی مجلس بھی تو ان میں سے کون زیادہ محبوب ہے آپ کے نزدیک کہ جس میں حاضر ہوں فرمایا کہ اگر کوئی شخص موجود ہے جنازہ کے لئے کہ جو جا کر اسے دفن کرے تو بے شک مجلس عالم میں حاضر ہونا ہزار جنازہ پر حاضر ہونے اور ہزار مریض کی عیادت کرنے اور ہزار رات عبادت میں کھڑے ہونے اور ہزاروں روزہ رکھنے اور مساکین کو ہزار درہم صدقہ دینے اور حج واجب کے علاوہ ہزار حج کرنے اور جہاد واجب کے علاوہ راہ خدا میں اپنے مال و جان سے جہاد کرنے سے بہتر ہے اور یہ مقامات مجلس عالم میں حاضر ہونے کا کہاں مقابلہ کر سکتے ہیں، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ خداوند عالم کی عبادت علم کی وجہ سے ہوتی ہے اور خیر دنیا و آخرت علم سے ہے اور شر دنیا و آخرت جہل کی بناء پر ہے کیا میں تمہیں اس جماعت کی خبر نہ دوں کہ جو نہ انبیاء ہیں اور نہ شہداء کہ جن کی قدر و منزلت پر جو خدا کے نزدیک ہے رشک کیا جائے گا جو نور کے منبر پر بیٹھے ہوں گے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ لوگ کون ہیں فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو بندوں کو خدا کا محبوب بناتے ہیں اور خدا کو بندوں کا محبوب بناتے ہیں ہم نے عرض کیا یہ تو ہمیں معلوم ہے کہ خدا کو بندوں کا محبوب بناتے ہیں پس وہ بندوں کو کس طرح خدا کے نزدیک محبوب بناتے ہیں فرمایا ان کو حکم دیتے ہیں ان چیزوں کا جسے خدا دوست رکھتا ہے اور روکتے ہیں انہیں ان چیزوں سے کہ جنہیں خدا پسند نہیں کرتا، پس جب وہ اطاعت کرتے ہیں تو خدا انہیں دوست رکھتا ہے علماء کے وجود کے فوائد میں سے ہے کہ ان کے ساتھ نماز پڑھنے کا ثواب کئی گنا ہو جاتا ہے جیسا کہ شیخ شہید نے روایت کی ہے کہ عالم کے ساتھ جامع مسجد کے علاوہ نماز پڑھنا ہزار رکعت کے برابر ہے اور جامع مسجد میں لاکھ رکعت کے برابر ہے اسی طرح ان پر صدقہ کرنا ثواب کے کئی گنا ہونے کا سبب ہے جیسا کہ علامہ حلی رحمہ اللہ نے رسالہ سعدیہ میں اور ابن ابی جمہور نے عوالی اللئالی میں رسول خدا سے روایت کی ہے کہ علماء پر صدقہ کرنا ایک کے مقابلہ میں ساٹھ ہزار

ہے اس طرح ان کے ساتھ ہم نشینی سے خیر و رحمت کا پہنچنا، چنانچہ امالی میں جناب صادقؑ سے مروی ہے کہ کوئی مومن کسی عالم کے پاس ایک لحظہ نہیں بیٹھتا مگر یہ کہ خداوند عالم اسے ندا دیتا ہے کہ تو میرے حبیب کے پاس بیٹھتا ہے مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم ہے بے شک میں تجھے بہشت میں اس کے ساتھ بٹھاؤں گا، اور مجھے کوئی پرواہ نہیں، عدۃ الداعی میں امیرالمومنینؑ سے روایت ہے کہ علماء کے پاس ایک لحظہ بیٹھنا خدا کے نزدیک ہزار سالہ عبادت سے بہتر ہے اور کافی وغیرہ میں رسول خداؐ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ علماء سادات ہیں اور ان کے پاس بیٹھنا عبادت ہے اور کچھ روایات میں قاضی عامہ کے پاس بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے اس لئے کہ شاید اس پر لعنت آئے اور وہ ہمنشین کو بھی گھیر لے اور اس سے معلوم ہوا کہ ان لوگوں کے پاس بیٹھنا جو محل رحمت ہیں، اس موہبت میں شریک ہونے کا سبب ہے۔

نیز مروی ہے کہ عالم کی مثال عطر فروش جیسی ہے کہ اس سے ملاقات کے وقت اگر اس کا عطر خرید نہ بھی کرے تب بھی اس کی خوشبو تجھے پہنچے گی اور اس طرح ان کی طرف دیکھنے والوں کو بھی فیض پہنچتا ہے کیونکہ عالم کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے اور جامع الاخبار میں رسول خداؐ سے روایت کی ہے کہ عالم کے چہرہ کی طرف ایک دفعہ دیکھنا ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے اور عدۃ الداعی میں حضرت امیرؑ سے روایت کی ہے کہ عالم کے چہرہ کی طرف نگاہ کرنا خدا کے نزدیک بیت اللہ الحرام میں ایک سال کے اعتکاف سے زیادہ محبوب ہے اسی طرح علماء کے گھر کے دروازے کی طرف دیکھنا جیسا کہ کتاب مذکور میں روایت ہے کہ خداوند عالم کے گھر کے دروازے کی طرف دیکھنے کو عبادت قرار دیا ہے اسی طرح ان کی زیارت کرنا، چنانچہ اسی کتاب میں آنجناب سے مروی ہے کہ علماء کی زیارت کرنا خدا کے نزدیک خانہ کعبہ کے گرد ستر طواف کرنے سے زیادہ محبوب ہے اور ستر حج و عمرہ پسندیدہ قبول شدہ سے بہتر ہے، خداوند عالم اس کے لئے ستر درجے بلند کرتا ہے اور اس پر رحمت نازل کرتا ہے اور اس کے لئے فرشتے گواہی دیتے ہیں کہ اس پر بہشت واجب ہے بلکہ ان کی زیارت کو آئمہ علیہم السلام کی زیارت کا بدل قرار دیا ہے باوجود اس اجر و خیر کے جو ان کی زیارت میں ہے جیسا کہ کافی میں جناب کاظمؑ سے روایت ہے کہ جو شخص ہماری قبور کی زیارت کی قدرت نہیں رکھتا تو وہ صلحاء اور ہمارے بھائیوں کی زیارت کرے اور اسی طرح علماء کے وجود سے عذاب دنیا و برزخ گنہگاروں سے اٹھا دیا جاتا ہے ان روایات کی بناء پر کہ جن کا ذکر کرنا باعث طوالت ہے۔ (مولف نے کچھ فارسی اشعار بیان کئے ہیں جنہیں ہم چھوڑ رہے ہیں۔ مترجم)

نواں ارشاد: فرمایا نئے صاحب مال سے حاجت مندی کی مثال اس درہم کے ہے جو سانپ کے منہ میں ہو کہ جس کی تجھے ضرورت ہو لیکن اس سانپ کی وجہ سے تو خطرے سے دوچار اور نزدیک ہلاکت ہو۔

دسواں ارشاد: چار چیزیں نیکی کا خزانہ ہیں، حاجت و ضرورت کو چھپانا اور صدقہ کا چھپانا اور تکلیف کو چھپانا اور مصیبت کو چھپانا۔ مولف کہتا ہے کہ مجموعہ ورام میں احنف سے ایک روایت منقول ہے کہ جس کا یہاں بیان کرنا مناسب ہے اور وہ اس طرح ہے کہ احنف کہتا ہے میں نے اپنے چچا صعصعہ سے درد و الم کی شکایت کی جو میرے دل میں تھا تو اس نے مجھے سرزنش کی اور فرمایا اے بھتیجے جب کوئی مصیبت تجھ پر وارد ہو تو اس کی شکایت کسی اپنے جیسے سے نہ کر کیونکہ جس شخص سے شکایت کر رہا ہے یا تو وہ تیرا دوست

ہے تو وہ بدحال اور پریشان ہوگا اور یا تیرا دشمن ہے تو وہ خوش ہوگا، اسی طرح وہ درد جو تجھ میں ہے اس کی شکایت اپنے جیسی مخلوق سے نہ کر اور وہ قدرت نہیں رکھتا کہ اس جیسی تکلیف اپنے سے دور کرے چہ جائیکہ کسی دوسرے سے دور کرے بلکہ اسے اس کے سامنے پیش کر کہ جس نے تجھے اس میں مبتلا کیا ہے اور وہ قدرت بھی رکھتا ہے کہ اسے تجھ سے برطرف کرے اور تجھے اس سے کشائش کرامت فرمائے اے میرے بھتیجے چالیس سال ہو گئے ہیں کہ میری ایک آنکھ کی بینائی جاتی رہی ہے اور اس سے میں کوئی چیز بیابان اور پہاڑ نہیں دیکھ سکتا اس طویل مدت میں میں نے اپنی بیوی اور اپنے اہل بیت میں سے کسی کو اس کی اطلاع نہیں دی، فقیر کہتا ہے کہ پہلا فقرہ اس شعر کا مضمون ہے کہ جس سے امیر المومنینؑ نے تمثل کیا ہے۔

فان تسئلینی کیف انت فاننی
صبور علی ریب الزمان صلیب
یعز علی ان یری بی کابۃ
فیشمت عاد و یسام حبیب

اگر تو میرے متعلق سوال کرتی ہے تو میں حوادث زمانہ پر بہت زیادہ صبر کرنے والا ہوں مجھے ناگوار ہے
کہ مجھے دکھی دیکھا جائے پس اس سے دشمن خوش ہو اور دوست کو تکلیف ہو۔

گیارھواں ارشاد: فرمایا کسالت وسستی اور ملال سے بچو کیونکہ یہ دونوں چیزیں ہر برائی کی چابی ہیں، جو سستی کرے وہ حق کو ادا نہیں کرتا اور جو طول و بے قرار ہو وہ کسی حق پر صبر نہیں کر سکتا، مولف کہتا ہے کہ اس مقام پر شیخ عارف زاہد ابو الحجاج اقصری کی حکایت میری نگاہ میں ہے مناسب ہے کہ یہاں اس کا ذکر ہو اور وہ اس طرح ہے کہ ایک دن ان سے سوال کیا گیا کہ آپ کا شیخ واستاد کون ہے انہوں نے کہا کہ میرا استاد ابو جعران (گبریلا) ہے اور وہ ایسا جانور ہے جو نجاست کو اپنے گرد جمع کر کے اس میں لوٹ پوٹ کے اسے اپنے بل کی طرف لے جاتا اور اس کا نام جعل ہے لوگوں نے گمان کیا کہ مزاح کر رہے ہیں فرمایا میں مزاح نہیں کر رہا وہ لوگ کہنے لگے کس طرح آپ کا استاد ابو جعران ہے، کہنے لگے کہ میں سردی کی ایک رات بیدار تھا میں نے دیکھا کہ ایک جانور چراغ کے پاس جانے کا قصد رکھتا ہے اور چراغ ایک پائے کے اوپر ہے جو منارہ کی طرح تھا لیکن وہ صاف وشفاف اتنا تھا کہ جانور کا پاؤں اس پر ٹھہر نہیں سکتا تھا یہ جانور چاہتا تھا کہ وہ چراغ کے منارہ کے اوپر جائے اس کا پاؤں پھسل جاتا اور وہ گر پڑتا تو وہ کھڑے ہو کر پھر منارہ پر چڑھنا شروع کرتا بڑی زحمت سے کچھ راستہ طے کرتا پھر گر پڑتا میں نے شمار کیا اور میں تعجب کر رہا تھا یہاں تک کہ میں صبح کی نماز کے لئے گھر سے نکلا جب نماز پڑھ کر واپس آیا تو میں نے دیکھا کہ وہ منارہ پر چڑھ کر چراغ کے پاس بیٹھا ہے پس میں نے اس سے سیکھا یعنی کام میں جدوجہد اور ثابت قدمی اور اسے انجام کو پہنچانا۔

بارھواں ارشاد: فرمایا تواضع اور فروتنی یہ ہے کہ انسان راضی ہو اس جگہ بیٹھنے پر جو اس کے مقتضائے شرف سے پست ہو اور یہ کہ سلام کرو ہر اس شخص کو جس سے ملاقات کرو اور یہ کہ مجادلہ کو چھوڑ دو، اگرچہ حق تمہارے ساتھ ہو۔

تیرھواں ارشاد: فرمایا حیا اور ایمان ایک رسی میں مقرون اور یہ دو گراں مایہ گوہر ایک لڑی میں پروئے ہوئے ہیں جب ان میں سے ایک چلا جاتا ہے تو اس کا ساتھی اس کی رفاقت و مصاحبت میں چلا جاتا ہے، مولف کہتا ہے کہ حیا و شرم کی فضیلت میں روایات بہت زیادہ ہیں اور اس کے متعلق اتنا کافی ہے کہ رسول اکرمؐ نے اسے اسلام کا لباس قرار دیا ہے اور فرمایا کہ **الا سلام عریان فلباسہ الحیا** برہنہ ہے، اور اس کا لباس حیا ہے پس جس طرح لباس شرمگاہوں اور ظاہری قبائح کو چھپاتا ہے اسی طرح حیا بھی قبائح باطنی اور برائیوں کو چھپاتی ہے اور روایت ہے کہ جس میں حیا نہیں اس کا ایمان نہیں اور یہ کہ خداوند عالم جس کی ہلاکت کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے شرم و حیا کو نکال دیتا ہے اور رسول خداؐ سے مروی ہے کہ اس وقت تک قیامت برپا نہیں ہوگی جب تک بچوں اور عورتوں سے حیا دور نہیں ہوگی، الی غیر ذلک اسی لئے یہ صفت رسول خداؐ اور ائمہ ہدیٰ میں زیادہ اور کامل تھی اس حد تک کہ روایت ہے رسالت مآب بات کرنے لگتے تو آپ کو شرم و حیا سے پسینہ آجاتا اور آپ حیا کی وجہ سے اپنی آنکھیں لوگوں سے بند کر لیتے، فرزدق شاعر نے امام زین العابدینؑ کی مدح اسی صفت سے کی ہے اس قول میں "**یغضی حیاء و یغضی من مہابتہ فلا یکلم الا حین یتبسم**" "وہ شرم و حیا سے آنکھیں نیچی کر لیتے ہیں اور ان کی ہیبت سے لوگوں کی آنکھیں بند ہو جاتی ہیں اور ان سے کوئی گفتگو نہیں کر سکتا جب تک وہ ہنسیں نہیں اور حضرت رضاء سے منقول ہے کہ ایک دفعہ ایک منافق نے آپ سے نقل کیا ہے کہ آپ کے بعض شیعہ شراب پیتے ہیں تو شرم و حیا کی وجہ سے آپ کے چہرہ اقدس پر پسینہ آگیا۔

چودھواں ارشاد: آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسا کام نہ بتاؤں کہ جب اسے بجالاؤ تو سلطان و شیطان تم سے دور ہو جائیں، ابوحمزہ نے عرض کیا ہمیں خبر دیجئے تا کہ ہم اسے بجالائیں فرمایا تم پر لازم ہے کہ صبح کے وقت صدقہ دیا کرو کیونکہ صدقہ دنیا شیطان کے منہ کو کالا اور بادشاہ کے قہر و غضب کو اس دن توڑ دیتا ہے اور تم پر لازم ہے کہ راہ خدا میں اور رضائے حق کے لئے لوگوں سے دوستی اور محبت و مودت کرو یعنی تمہاری دوستی اس طریق سے ہو اور نیک عمل پر ایک دوسرے کی مدد اور آپس میں تعاون کرو کیونکہ یہ کام بادشاہ کے ظلم اور وسوسہ شیطان کو جڑ سے اکھیڑ دیتا ہے اور جتنا ہو سکے استغفار اور طلب بخشش کے لئے بارگاہ خداوندی میں الحاح و اصرار کرو کیونکہ یہ چیز گناہوں کو محو اور نیست و نابود کر دیتی ہے۔

پندرھواں ارشاد: روایت ہے کہ حضرت جابر جعفی سے فرمایا کہ اے جابر کیا یہی کافی ہے کہ کوئی شخص شیعیت اپنے اوپر باندھ لے اور اہل بیتؑ کی محبت کا دعویٰ کرے خدا کی قسم ہمارا شیعہ نہیں مگر وہ شخص جو خدا کی اطاعت اور تقویٰ و پرہیزگاری رکھتا ہو اے جابر زیادہ تر شیعوں کو نہیں پہچانتے مگر تواضع و انکساری اور زیادہ ذکر اور نماز و روزہ اور ہمسایوں میں سے فقراء و مساکین قرضداروں اور یتیموں کو دیکھ بھال رکھنے اور سچ بولنے تلاوت قرآن کرنے اور لوگوں سے نیکی کرنے کے علاوہ چیزوں سے زبان بند رکھنے اور تمام امور میں اپنے رشتہ داروں کی امانتداری کرنے کے ساتھ جابر نے کہا اے فرزند رسولؐ میں نے کسی کو اس صفت سے متصف نہیں پایا، حضرت نے فرمایا اے جابر ان خیالوں کی وجہ سے راستہ سے نہ ہٹو کیا کسی شخص کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ کہے کہ میں علیؑ سے محبت و دوستی رکھتا ہوں اور ان کی ولایت کا دم بھرتا ہوں یا اگر یہ کہے کہ میں رسول خداؐ کو دوست رکھتا ہوں جب کہ آنحضرت جناب امیرالمومنینؑ سے افضل ہیں لیکن آپ کے اعمال کے مطابق عمل اور آپ کی

سنت کی پیروی نہ کرے تو وہ محبت اس کے کسی کام نہ آئے گی پس خدا سے ڈرو اور عمل کرو تا کہ خدا کے ثواب اور اجر الٰہی حاصل کر سکو، بے شک خدا اور مخلوق میں سے کسی کے درمیان کوئی رشتہ داری نہیں اور خدا کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اس کے بندوں میں سے وہ ہے جو محارم خدا سے زیادہ پرہیزگار ہو اور اطاعت الٰہی پر زیادہ عمل کرے خدا کی قسم خدا کا قرب حاصل نہیں ہو سکتا مگر اس کی اطاعت کے ساتھ اور ہم نے تمہارے لئے جہنم کی آگ سے برات نہیں لے رکھی اور کسی شخص کی خدا پر کوئی حجت نہیں جو شخص خدا کا مطیع اور فرمانبردار ہے وہ ہمارا ولی اور دوست ہے اور جو خدا کی نافرمانی کرے وہ ہمارا دشمن اور ہماری ولایت تک نہیں پہنچ سکتا مگر پرہیزگاری اور عمل صالح کے ساتھ مولف کہتا ہے ایک شخص سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ابو میسرہ عابد کو دیکھا کہ کثرت عبادت اور اطاعتوں میں زیادہ جدو جہد کی وجہ سے اس کے بدن کی ہڈیاں نکل آئی تھیں، میں نے کہا خدا تجھ پر رحم کرے خدا کی رحمت بڑی وسیع ہے ابو میسرہ کو غصہ آ گیا اور کہنے لگا کیا تو نے مجھ سے کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جو میری نا امیدی پر دلالت کرے، بے شک رحمت خدا نیکو کار لوگوں کے قریب ہے پس مجھے اس کی باتوں سے رونا آ گیا اور میں رونے لگا لہذا مناسب ہے کہ عقلا اور دانا نظر و فکر کریں رسولوں ابدال اور اولیاء کے حالات اور اطاعات الٰہی میں ان کی کوشش وجدو جہد پر اور اپنی عمر کو عبادات میں صرف کرنے پر اور یہ کہ انہیں رات دن آرام نہیں تھا اور کسی طرح بھی وہ سستی نہیں کرتے تھے تو کیا انہیں خدا سے حسن ظن نہیں تھا، ایسا نہیں ہے بلکہ خدا کی قسم وہ رحمت الٰہی کی وسعت کو زیادہ جانتے تھے اور خدا کے جود و سخا کے متعلق ان کا حسن ظن سب سے زیادہ تھا لیکن وہ جانتے تھے کہ یہ امید در جا اور حسن ظن جدو جہد کے بغیر روئے محض اور غرور صرف ہے لہذا انہوں نے اپنے آپ کو عبادت و طاعت و سختی و زحمت میں ڈالا تا کہ ان کے لئے رجا و حسن ظن محقق ہو اور کافی ہے اس مقام پر یہ چیز کہ حضرت رسول اکرمؐ کا آخری خطبہ جو اپنی بیماری کے دنوں میں دیا لوگوں کو وعظ کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ اے لوگو! کوئی دعوی کرنے والا یہ دعوی نہ کرے کہ میں بغیر عمل کے نجات حاصل کر لوں گا اور کوئی آرزو رکھنے والا یہ آرزو نہ رکھے کہ میں اطاعت خدا کے بغیر اس کی رضا تک پہنچ جاؤں گا اس خدا کے حق کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ عذاب خدا سے نجات نہیں دے سکتا مگر نیک عمل رحمت خدا کے ساتھ اس وقت فرمایا ولو عصیت لھویت اگر میں نافرمانی کروں تو ہلاک ہو جاؤں۔

سولہواں ارشاد: حضرت سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ایک فرشتہ مرغ جیسا ہے کہ جس کے پنجے زمین کی تہہ میں ہیں اور اس کے پر ہوا میں اور اس کی گردن عرش کے نیچے خم شدہ ہے پس جب آدھی رات گذر جاتی ہے تو وہ کہتا ہے ''سبوح قدوس رب الملئکۃ والروح ربنا الرحمن لا الہ غیرہ'' جب یہ ذکر کہہ لیتا ہے تو کہتا ہے ''لیقم المتھجدون'' نماز تہجد پڑھنے والے کھڑے ہو جائیں اس وقت باقی مرغ آواز بلند کرتے ہیں پس وہ فرشتہ جو مرغ کی شکل میں ہے جب تک خدا چاہتا ہے خاموش رہتا ہے پھر وہ کہتا ہے ''سبوح قدوس ربنا الرحمن لا الہ غیرہ لیقم الذاکرون'' یعنی ذکر کرنے والے کھڑے ہو جائیں اور جب صبح صادق طلوع کرتی ہے تو وہ کہتا ہے ''ربنا الرحمن الا الہ غیرہ لیقم الغافلون'' غافل خواب غفلت سے کھڑے ہو جائیں، مولف کہتا ہے کہ شاید اس ملک عرشی کے ہر نوبت میں ذکر کو کم کر دینے کی وجہ یہ ہو کہ وہ رحمتیں اور برکتیں اور الطاف وعنایات پہلے ذکر کے وقت لوٹتی ہیں، تہجد پڑھنے والوں کی طرف جو رات کے اس وقت اٹھ کھڑے ہوتے ہیں وہ ذاکرین کے لئے

نہیں ہوتیں جو کہ دوسرے ذکر کے وقت بیدار ہوتے ہیں لہذا وہ اپنے ذکر سے رب الملائکہ والروح کی لفظ کم دیتا ہے اور جب صبح طلوع کر لیتی ہے اور غافلین اٹھتے ہیں تو وہ الطاف وعنایات جو ذاکرین کے لئے تھیں وہ ان کے لئے نہیں ہوتیں اگرچہ وہ رحمت الٰہی سے کلیتہً بے بہرہ نہیں ہوتے لہذا وہ اپنے ذکر سے "سبوح قدوس" کو کم کر کے اکتفاء کرتا ہے اسی ذکر "ربنا الرحمن لا اله غیره" پر شاید جو شخص بین الطلوعین (صبح صادق اور سورج نکلنے کے درمیان) سویا ہوا ہے وہ بے نصیب اور بے بہرہ اور سعادت سے محروم اور روزی کے بغیر ہوتا ہے "فمن نام بينهما نام عن رزقه هذا ما خطر ببالي والله تعالى العالم" جو طلوعین کے درمیان سو جائے وہ اپنے رزق سے سویا ہوا ہے یہ کچھ میرے دل میں آیا ہے اور خدا ہی جاننے والا ہے (اس کے بعد مولف نے فارسی کے کچھ اشعار لکھے ہیں جنہیں ہم طوالت کے خوف سے چھوڑ رہے ہیں۔ مترجم)

پانچویں فصل

امام محمد باقرؑ کی وفات کے بارے میں اور وہ چیزیں جو آپ کے اور مخالفین کے درمیان واقع ہوئیں

مولف کہتا ہے کہ میں اس فصل میں اس پر اکتفاء کرتا ہوں جو کچھ علامہ مجلسی نے جلاء العیون میں لکھا ہے فرماتے ہیں کہ سید بن طاؤس نے سند معتبر کے ساتھ حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ایک سال ہشام بن عبدالملک حج کے لئے آیا اور میں بھی اس سال اپنے والد کے ساتھ حج پر گیا ہوا تھا، پس میں نے مکہ میں ایک دن لوگوں کے مجمع میں کہا کہ میں حمد کرتا ہوں اس خدا کی جس نے محمدؐ کو سچائی کے ساتھ بھیجا ہے اور ہمیں آنحضرتؐ کے بدولت گرامی و باعزت قرار دیا ہے پس ہم ہیں خدا کے برگزیدہ افراد اس کی مخلوق پر اور خدا کے پسندیدہ اس کے بندوں میں سے اور خدا کے خلیفہ اس کی زمین پر پس سعادت مند وہ ہے جو ہمارا اتباع کرے اور شقی و بدبخت وہ ہے جو ہماری مخالفت اور ہم سے دشمنی کرے پس ہشام کے بھائی نے یہ خبر ہشام کو پہنچائی لیکن اس نے مکہ میں یہ مصلحت نہ دیکھی کہ ہم سے تعرض کرے جب وہ دمشق پہنچا اور ہم مدینہ کی طرف واپس آ گئے تو اس نے عامل مدینہ کو قاصد بھیجا کہ میرے والد کو اور مجھے اس کے پاس دمشق بھیج دے، جب ہم دمشق پہنچے تو تین دن تک تو اس نے ہم سے ملاقات نہ کی چوتھے دن ہمیں اپنے دربار میں بلایا جب ہم دربار میں داخل ہوئے تو ہشام اپنے تخت شاہی پر بیٹھا ہوا تھا اور اس نے اپنے لشکر کو مسلح و مکمل برابر کی صفوں میں اپنے سامنے کھڑا کیا ہوا تھا اور ایسی جگہ جس میں تیر کا نشانہ نصب تھا اس نے اپنے سامنے ترتیب دے رکھا تھا اور اس کی قوم کے بڑے لوگ

مقابلہ میں تیراندازی کر رہے تھے جب ہم اس مکان کے صحن میں داخل ہوئے تو میرے والد آگے آگے تھے اور میں ان کے پیچھے چل رہا تھا جس وقت ہم قریب پہنچے تو ہشام نے میرے والد سے کہا کہ اپنی قوم کے بزرگوں کے ساتھ تیراندازی کیجئے میرے والد کہنے لگے میں اب بوڑھا ہو چکا ہوں اور اب مجھے تیراندازی نہیں آتی اگر مجھے معاف رکھو تو بہتر ہے، ہشام نے قسم کھائی کہ اس خدا کے حق کی قسم کہ جس نے مجھے اپنے دین اور اپنے پیغمبر کے ساتھ عزت بخشی ہے میں آپ کو معاف نہیں کروں گا پھر مشائخ بنی امیہ میں سے ایک کو اشارہ کیا کہ تیر کمان انہیں دو تا کہ یہ تیر پھینکیں پس میرے والد نے کمان اس شخص سے لی اور اس سے ایک تیر لے کر کمان کی زہ پر رکھا اور قوت امامت سے کھینچ کر وسط نشانہ پر لگایا پھر دوسرا تیر لے کر پہلے تیر کے فاق (پچھلے حصہ) پر مارا جو اسے پیکان تک دو نیم کر کے پہلے تیر کے درمیان جا کر رکا پھر تیسرا تیر لیا، اور اس دوسرے تیر کے فاق میں مارا جس نے اسے دو نیم کر دیا اور نشانہ کے درمیان پیوست ہو گیا، یہاں تک کہ آپ نے نو تیر پے در پے پھینکے کہ جن میں سے ہر تیر پہلے تیر کے فاق پر جا لگتا اور اس دو نیم کر دیتا اور جو تیر آپ چھوڑتے وہ ہشام کے جگر پر جا لگتا اور اس کا رنگ شوم متغیر ہو جاتا یہاں تک کہ نویں تیر پر وہ بے تاب ہو گیا اور کہنے لگا بہت عمدہ تیر چلائے ہیں آپ نے اے ابو جعفرؑ اور آپ عرب و عجم میں ماہر ترین تیرانداز ہیں۔ آپ کس لئے کہتے ہیں کہ میں اس پر قدرت نہیں رکھتا پس اس فعل سے وہ پشیمان ہوا اور میرے والد کے قتل کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور سر نیچے جھکا لیا اور سوچ و بچار میں پڑ گیا، میں اور میرے والد اس کے سامنے کھڑے تھے جب ہمارا کھڑا ہونا طول پکڑ گیا تو میرے والد کو غصہ آ گیا اور جب آپ کو غصہ آتا تو آپ آسمان کی طرف دیکھا کرتے تھے اور آثار غضب آپ کی جبین مبین سے ظاہر ہوتے تھے جب ہشام نے میرے والد کی یہ کیفیت دیکھی تو آپ کے غضب سے ڈر گیا، اور انہیں تخت کے اوپر بلایا اور میں آپ کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا جب آپ اس کے نزدیک پہنچے تو ہشام اٹھ کھڑا ہوا اور میرے والد سے معانقہ کیا اور انہیں اپنی دائیں جانب بٹھایا پھر میرے گلے میں باہیں ڈال دیں اور مجھے والد کی دائیں طرف بٹھا دیا پھر والد کی طرف رخ کر کے کہنے لگا ہمیشہ کے لئے قبیلہ قریش کو عرب و عجم پر فخر کرنا چاہیے کہ آپ جیسی ہستی ان میں موجود ہے مجھے بتایئے کہ یہ تیراندازی آپ کو کس نے سکھائی ہے اور کس زمانہ میں آپ نے سیکھی ہے والد نے فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ اہل مدینہ میں یہ شغل عام ہے اور میں نے بچپن میں چند دن یہ کام کیا ہے اور اس وقت سے لے کر آج تک میں نے اسے ترک کر رکھا ہے چونکہ تو نے اصرار کیا اور قسم دی تھی تو آج میں نے کمان ہاتھ میں لی، ہشام کہنے لگا میں نے اس قسم کی تیراندازی کبھی نہیں دیکھی آیا جعفرؑ بھی اس معاملہ میں آپ کی طرح ہیں حضرت نے فرمایا کہ ہم اہل بیتؑ رسالت علم و کمال اور تمام دین کہ جو آیت "الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا" دنیا میں خدا نے ہمیں عطا فرمایا ہے ایک دوسرے سے بطور میراث لیتے ہیں، اور ہرگز زمین خالی نہیں رہتی ہم میں سے کسی ایسے شخص سے کہ جس میں وہ چیزیں کامل ہوتی ہیں کہ جن سے دوسرے لوگ قاصر ہیں جب یہ بات اس نے میرے والد سے سنی تو وہ بہت آگ بگولہ ہو گیا اور اس کا نحس منہ سرخ ہو گیا اور اس کی سیدھی آنکھیں کج ہو گئیں اور یہ اس کے غضب کی علامتیں تھیں کچھ دیر وہ سر نیچے کئے ہوئے خاموش رہا اس نے سر اٹھایا اور میرے والد سے کہنے لگا کہ کیا ہمارا اور آپ کا نسب ایک نہیں کیونکہ ہم سب عبد مناف کی اولاد ہیں میرے والد نے فرمایا کہ ایسا ہی ہے لیکن خداوند عالم

نے ہمیں اپنے سربستہ اور خالص علم کے ساتھ مخصوص قرار دیا ہے کہ جس سے دوسرے کسی کو مخصوص نہیں کیا، ہشام کہنے لگا ایسا نہیں کہ خداوند عالم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شجرہ عبد مناف سے تمام مخلوق خواہ سفید خواہ سیاہ اور خواہ سرخ کی طرف مبعوث کیا ہے پھر یہ میراث آپ کے ساتھ کیسے مخصوص قرار دی گئی، حالانکہ جناب رسالت مآب تو تمام مخلوق کے لئے مبعوث ہوئے ہیں اور خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتے ہیں "وللہ میراث السموات والارض" پس کس لئے میراث علم آپ کے ساتھ مخصوص ہوگئی جب کہ جناب محمدؐ کے بعد کوئی پیغمبر مبعوث نہیں ہوا، اور آپ لوگ پیغمبر نہیں ہیں میرے والد نے کہا کہ ان چیزوں میں سے کہ جس کے ساتھ خدا نے ہمیں مخصوص کیا ہے یہ ہے کہ اس نے اپنے پیغمبر کو وحی بھیجی کہ لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ اس کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دے تا کہ تو اس میں جلدی کرے اور حکم دیا ہے اپنے پیغمبر کو کہ ہمیں وہ اپنے علم کے ساتھ مخصوص کر دیں اور اسی لئے حضرت رسالت مآبؐ نے اپنے بھائی علی بن ابی طالبؑ کو مخصوص کیا کچھ رازوں کے ساتھ جو کہ باقی اصحاب پر مخفی تھے اور جب یہ آیت نازل ہوئی کہ و تعیہا اذن واعیۃ اور یاد رکھتے ہیں انہیں یاد رکھنے والے کان تو رسول خداؐ نے فرمایا یا علیؑ میں نے خدا سے سوال کیا ہے وہ انہیں تیرے کان قرار دے اس لئے علی بن ابی طالبؑ فرمایا کرتے تھے کہ رسول خداؐ نے مجھے علم کے ہزار باب تعلیم کئے کہ جس کے ہر باب سے ہزار باب علم کے کھلتے ہیں جیسا کہ آپ لوگ اپنے مخصوص لوگوں کو راز بتاتے ہیں اور اس کو دوسرے لوگوں سے مخفی رکھتے ہیں اسی طرح رسول خداؐ اپنے راز علیؑ سے کہتے اور دوسرے لوگوں کو اس کا محرم نہیں سمجھتے تھے اسی طرح علی بن ابی طالب علیہ السلام نے اپنے اہل بیتؑ میں سے کسی شخص کو جو ان اسرار کا محرم راز تھا، ان رازوں کے ساتھ مخصوص کیا اور اس طرح سے وہ علوم بطور میراث ہم تک پہنچے ہیں، ہشام کہنے لگا کہ حضرت علیؑ دعوی کرتے تھے کہ وہ علم غیب جانتے ہیں حالانکہ خدا نے کسی کو علم غیب میں شریک اور اس پر کسی کو مطلع نہیں قرار دیا تو یہ دعویٰ وہ کہاں سے کرتے تھے میرے والد نے فرمایا کہ خداوند عالم نے رسول خداؐ پر ایک کتاب نازل کی اور اس کتاب میں بیان کیا ان چیزوں کو جو ہو چکی ہیں اور جو قیامت تک ہونے والی ہیں جیسا کہ وہ فرماتا ہے "ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء وھدی وموعظۃ للمتقین" "اور ہم نے تجھ پر کتاب نازل کی ہے جو ہر چیز کا واضح بیان اور ہدایت وموعظہ ہے متقیوں کے لئے اور پھر فرماتا ہے "وکل شیء احصیناہ فی امام مبین" "اور ہر شے کو احصا اور شمار کیا ہے امام مبین میں اور فرماتا ہے کہ "ما فرطنا فی الکتاب من شیء" "اور کتاب میں ہم نے کوئی چیز چھوڑ نہیں رکھی پس حق تعالیٰ نے وحی کی اپنے پیغمبرؐ کو کہ ہر وہ غیب اور راز جو آپ کی طرف نازل ہوا ہے علیؑ کو اس سے مطلع کریں، اور رسول اکرمؐ نے علیؑ کو حکم دیا کہ ان کے بعد وہ قرآن کو جمع کریں اور آپ کے غسل وکفن اور حنوط کی طرف متوجہ ہوں اور دوسرے لوگ اس کے ساتھ موجود نہ ہوں اور اپنے اصحاب سے فرمایا کہ حرام ہے میرے اصحاب اور اہل خانہ پر میری شرمگاہ کی طرف دیکھنا سوائے میرے بھائی علیؑ کے جو کہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور میرا مال اس کا ہے اور اس پر لازم ہے وہ کچھ کہ جو مجھ پر لازم ہے اور وہ ہے میرے قرض کو ادا کرنے والا اور میرے وعدوں کو پورا کرنے والا پھر آپ نے اصحاب سے کہا کہ علی بن ابی طالب علیہ السلام میرے بعد جہاد کریں، منافقین کے ساتھ تاویل قرآن پر جس طرح کہ میں نے کافروں سے جہاد کیا ہے تنزیل قرآن کے مطابق اور صحابہ میں سے کسی کے پاس تمام قرآن کی تاویل نہیں تھی،

سوائے علی علیہ السلام کے اور اس وجہ سے حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ علم قضاوت کو جاننے والا علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں یعنی ان سے تمہارا قاضی ہونا چاہیے اور عمر بن خطاب نے بارہا کہا کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا عمر حضرت کے علم کی گواہی دیتا تھا اور دوسرے لوگ بھی یہ کام کرتے تھے، پس ہشام نے کافی دیر تک سر نیچے رکھا پھر سر اٹھا کر کہا جو حاجت آپ رکھتے ہیں مجھ سے طلب کیجئے میرے والد نے فرمایا کہ میرے اہل و عیال میرے باہر آنے سے وحشت اور خوف میں ہیں، استدعا کرتا ہوں کہ مجھے واپسی کی اجازت دے دو، ہشام نے کہا میں آپ کو اجازت دیتا ہوں آپ آج ہی چلے جائیں پس میرے باپ نے اس کے گلے میں باہیں ڈال دیں اور اس سے رخصت ہوئے اور میں نے بھی اس کو رخصت کیا اور وہاں سے باہر نکلے جب ہم اس کے گھر کے باہر کے میدان میں پہنچے تو اس میدان کے آخر میں ہم نے بہت سے لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا میرے والد نے پوچھا یہ لوگ کون ہیں، ہشام کا دربان کہنے لگا یہ قسیسین اور رہبان نصاریٰ ہیں، اس پہاڑ میں ان کا ایک عالم رہتا ہے جو ان کے علماء میں سے سب سے زیادہ صاحب علم ہے اور ہر سال ایک مرتبہ یہ لوگ اس کے پاس آتے اور اس سے اپنے مسائل پوچھتے ہیں اور آج اسی لئے جمع ہوئے ہیں پس میرے والد ان کے پاس گئے اور میں بھی ان کے ساتھ گیا میرے والد نے اپنا سر ایک کپڑے سے چھپا لیا تاکہ وہ انہیں پہچان نہ سکیں اور اس گروہ نصاریٰ کے ساتھ اس پہاڑ پر تشریف لے گئے اور جب نصاریٰ بیٹھے تو میرے والد بھی ان کے درمیان بیٹھ گئے اور ان عیسائیوں نے اپنے عالم کے لئے مسندیں بچھا دیں اور اسے باہر لے آئے اور مسند پر بٹھایا اور وہ بہت عمر رسیدہ ہو گیا تھا اور حضرت عیسیٰ کے اصحاب کے بعض حواریوں کو اس نے دیکھا ہوا تھا اور بڑھاپے کی وجہ سے اس کے ابرو اس کی آنکھوں پر پڑے تھے پس اس نے اپنے ابرو زرد ریشم کے کپڑے سے سر سے باندھ لئے اور اپنی آنکھیں سانپ کی آنکھوں کی طرح پھیرنے لگا اور حاضرین کو دیکھنے لگا اور جب ہشام کو یہ خبر ملی کہ حضرت عیسائیوں کے گرجے کی طرف تشریف لے گئے ہیں تو اس نے اپنے خواص میں سے کسی کو بھیجا کہ جو کچھ ان کے اور آپ کے درمیان وقوع پذیر ہو وہ اسے اس سے باخبر کرے جب اس عالم کی نظر میرے والد پر پڑی تو کہنے لگا آپ ہم میں سے ہیں یا امت مرحومہ میں سے، حضرت نے فرمایا میں امت مرحومہ میں سے ہوں اس نے پوچھا آپ ان کے علماء میں سے ہیں یا جہال سے، فرمایا کہ میں ان کے جہال میں سے نہیں ہوں، پس وہ بہت مضطرب ہوا اور کہنے لگا کہ مجھ سے سوال کریں گے یا میں آپ سے سوال کروں، فرمایا تو مجھ سے سوال کر، کہنے لگا اے گروہ نصاریٰ عجیب بات ہے کہ امت محمدیہ میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ مجھ سے سوال کر وہ مناسب ہے کہ میں چند سوالات ان سے کروں پس وہ کہنے لگا کہ اے بندہ خدا یہ بتاؤ وہ کون سا وقت ہے کہ جو نہ رات میں سے ہے اور نہ دن میں سے، میرے والد نے فرمایا طلوع صبح اور طلوع سورج کے درمیان کا وقت وہ کہنے لگا تو یہ وقت کس میں سے ہے میرے والد نے کہا یہ جنت کے اوقات میں سے ہے اور اس وقت ہمارے بیمار ہوش میں آجاتے ہیں اور درد والم سکون میں آجاتے ہیں اور جس کو ساری رات نیند نہ آئی ہو اس وقت اسے نیند آجاتی ہے اور خداوند عالم نے اس وقت کو آخرت کی طرف رغبت کرنے والوں کے لئے باعث رغبت قرار دیا ہے، اور آخرت کے لئے عمل کرنے والوں کے لئے دلیل واضح بنایا ہے اور انکار کرنے والوں اور متکبرین کے لئے جو آخرت کے لئے عمل نہیں کرتے انکار کی حجت قرار دیا ہے، نصرانی کہنے لگا آپ نے سچ کہا ہے مجھے خبر دیجئے اس

چیز کے متعلق کہ جس کا آپ لوگ دعویٰ کرتے ہیں، کہ اہل جنت کھائیں پئیں گے تو سہی لیکن ان سے بول و براز خارج نہیں ہوگا، آیا دنیا میں کوئی اس کی نظیر ہے حضرت نے فرمایا کہ ہاں بچہ شکم مادر میں کھاتا ہے اس سے جو اس کی ماں کھاتی ہے حالانکہ اس سے کوئی چیز خارج نہیں ہوتی نصرانی کہنے لگا آپ نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں ان کے علماء میں سے نہیں ہوں، حضرت نے فرمایا کہ میں نے کہا تھا کہ میں ان کے جہال میں سے نہیں ہوں، نصرانی کہنے لگا مجھے بتایئے آپ لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جتنا جنت کے میوے کھائیں گے تو وہ برطرف نہیں ہوں گے بلکہ اپنی پہلی حالت میں پلٹ آئیں گے آیا دنیا میں اس کی کوئی نظیر ہے فرمایا ہاں اس کی نظیر دنیا میں وہ چراغ ہے کہ جس سے لاکھ چراغ جلائے جائیں تو اس کی روشنی کم نہیں ہوتی اور ہمیشہ باقی رہتی ہے، نصرانی کہنے لگا کہ آپ سے میں ایسا مسئلہ پوچھتا ہوں کہ جس کا آپ جواب نہیں دے سکیں گے حضرت نے فرمایا سوال کرو، نصرانی کہنے لگا مجھے اس شخص کے متعلق خبر دو کہ جس نے اپنی بیوی سے ہمبستری کی اور وہ عورت دو بچوں سے حاملہ ہوئی اور دونوں ایک ہی وقت میں پیدا ہوئے اور ایک ہی وقت میں مرے لیکن مرنے کے وقت ایک کی عمر پچاس سال تھی اور دوسرے کی ایک سو پچاس سال، حضرت نے فرمایا کہ وہ دو فرزند عزیر اور عزرہ ہیں کہ جن کی ماں ان سے ایک ہی رات اور ایک ہی وقت میں حاملہ ہوئی اور انہوں نے تیس سال مل کر زندگی گذاری، پس خداوند عالم نے عزیر کو مار دیا اور سو سال کے بعد اسے زندہ کیا اور اس نے مزید بیس سال اپنے بھائی کے ساتھ گذارے اور دونوں نے ایک ہی وقت میں وفات پائی، پس وہ نصرانی کھڑا ہو گیا، اور کہنے لگا کہ مجھ سے زیادہ عالم کو لے کر آئے ہو تا کہ وہ مجھے رسوا کرے خدا کی قسم جب تک یہ شخص شام میں موجود رہے میں تم سے کوئی بات نہیں کروں گا جو چاہو اس سے سوال کرو، دوسری روایت کے مطابق جب رات ہوئی تو وہ عالم حضرت کے پاس آیا اور معجزات دیکھ کر مسلمان ہو گیا جب یہ خبر ہشام تک پہنچی اور اس سے کہا گیا کہ حضرت امام محمد باقرؑ کے مباحثہ کی خبر نصرانی کے ساتھ شام میں منتشر ہو گئی ہے اور اہل شام پر آپ کا علم و کمال ظاہر ہو گیا ہے تو اس نے میرے والد کے لئے جائزہ و انعام بھیجا اور ہمیں فوراً مدینہ کی طرف روانہ کر دیا اور دوسری روایت ہے کہ حضرت کو قید کر دیا اس ملعون کو لوگوں نے بتایا کہ سب اہل زندان ان کے مرید و معتقد ہو گئے ہیں تو پھر فوراً آپ کو مدینہ کی طرف روانہ کیا اور ہم سے پہلے ایک تیز رفتار قاصد روانہ کیا تا کہ ان شہروں میں جو راستہ میں پڑتے ہیں لوگوں کے درمیان منادی کرائی جائے کہ ابو تراب جادوگر کے دو بیٹے محمد بن علیؑ اور جعفر بن محمدؑ کہ جنہیں میں نے شام میں بلایا تھا وہ عیسائیوں کی طرف مائل ہو گئے ہیں اور ان کا دین اختیار کر لیا ہے پس جو شخص ان سے کوئی چیز بیچے یا ان کو سلام کرے یا ان سے مصافحہ کرے تو اس کا خون ہدر یہ رائیگان ہے جب قاصد شہر مدین میں پہنچا اور اس کے بعد ہم اس شہر میں وارد ہوئے تو اس شہر کے لوگوں نے ہمارے سامنے شہر کے دروازے بند کر دیئے اور ہمیں گالیاں دینے لگے اور علی بن ابی طالب صلوات اللہ علیہ کو برا بھلا کہا اور جتنا ہمارے مولا نے اصرار کیا وہ دروازہ نہیں کھولتے تھے اور ہمیں کھانے پینے کی چیزیں نہیں دیتے تھے جب ہم دروازے کے قریب پہنچے تو میرے والد نے ان سے نرمی کے ساتھ گفتگو کی اور فرمایا خدا سے ڈرو ہم ویسے نہیں جیسے تمہیں بتایا گیا ہے اور اگر (بالفرض) ایسے ہوں بھی تو تم یہود و نصاریٰ کے ساتھ معاملہ کرتے ہو پھر ہم سے خرید و فروخت کیوں نہیں کرتے وہ بد بخت کہنے لگے کہ آپ لوگ یہود و نصاریٰ سے بدتر ہیں کیونکہ وہ تو جزیہ دیتے ہیں آپ جزیہ نہیں دیتے جتنا میرے والد نے انہیں وعظ و نصیحت کی

کوئی فائدہ نہ ہوا وہ کہنے لگے ہم آپ کے لئے دروازہ نہیں کھولیں گے یہاں تک کہ آپ اور آپ کے چوپائے ہلاک نہ ہو جائیں جب آپ نے ان اشرار کا اصرار دیکھا تو آپ سواری سے اترے اور فرمایا اے جعفرؑ اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا، وہاں قریب ایک پہاڑ تھا جو مدین پر سایہ فگن تھا آپ اس پہاڑ پر تشریف لے گئے اور شہر کی طرف رخ کر کے انگلیاں اپنے کانوں پر رکھ کر وہ آیات جو خداوند عالم نے واقعہ شعیب میں نازل فرمائی ہیں جو شعیبؑ کے اہل مدین پر مبعوث برسالت ہونے اور نافرمانی کی بناء پر ان کے معذب ہونے پر مشتمل ہیں ان کے لئے پڑھیں اس آیت تک کہ خدا فرماتا ہے "بقیة الله خیر لکم ان کنتم مومنین بقیة الله" تمہارے لئے بہتر ہے کہ اگر تم مومن ہو پھر فرمایا خدا کی قسم ہم ہیں بقیہ خدا زمین میں، پس خداوند عالم نے سیاہ آندھی چلائی کہ جس نے آپ کی آواز عورت مرد اور چھوٹے بڑے کے کان تک پہنچائی اور انہیں وحشت عظیم عارض ہوئی اور وہ لوگ چھتوں پر چڑھ آئے اور حضرت کی طرف دیکھنے لگے، پس اہل مدین میں سے ایک بوڑھے شخص نے میرے والد کو اس حالت میں دیکھا تو بلند آواز سے شہر میں منادی کی کہ اے اہل مدین خدا سے ڈرو کہ یہ شخص اس جگہ کھڑا ہے کہ جہاں جناب شعیبؑ اپنی قوم کو نفرین کرتے وقت کھڑے ہوئے تھے خدا کی قسم اگر اس کے لئے دروازہ نہ کھولا تو تم پر ان کی طرح عذاب نازل ہوگا پس وہ لوگ ڈر گئے اور دروازے کھول دیئے اور ہمیں اپنے گھروں میں لے گئے اور کھانا دیا اور ہم دوسرے دن وہاں سے روانہ ہوئے پس والی مدین نے یہ واقعہ ہشام کو لکھا اس ملعون نے اسے جواب میں لکھا تو اس بوڑھے شخص کو قتل کر دیا گیا اور دوسری روایت ہے کہ ہشام نے اسے اپنے پاس بلوا بھیجا لیکن اس حد تک پہنچنے سے پہلے وہ بزرگ رحمت الٰہی سے جا ملا، پس ہشام نے والی مدینہ کو خط لکھا کہ میرے والد کو وہ زہر سے شہید کر دے لیکن اس عمل کے انجام پانے سے پہلے ہشام جہنم کے درک اسفل میں جا پہنچا۔

کلینی نے سند صحیح کے ساتھ زرارہ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے ایک دن میں نے امام محمد باقرؑ سے سنا کہ آپ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں ایک پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہوں اور لوگ ہر طرف سے اس پہاڑ کے اوپر میری طرف آ رہے ہیں، جب اس پہاڑ کے گرد لوگ زیادہ جمع ہو گئے اچانک پہاڑ بلند ہوا لوگ ہر طرف سے گرنے لگے یہاں تک کہ تھوڑے سے لوگ باقی رہ گئے اور پانچ مرتبہ ایسا ہوا، حضرت نے اس خواب کی تعبیر اپنی وفات قرار دی تھی، اس خواب سے پانچ راتیں بعد حضرت رحمت رب الارباب سے جا ملے۔

کلینی نے سند معتبر کے ساتھ روایت کی ہے کہ ایک دن امام باقرؑ کا ایک دانت جدا ہوا وہ دانت آپ نے ہاتھ میں لیا اور فرمایا الحمد للہ پھر امام جعفر صادقؑ سے فرمایا کہ جب مجھے دفن کرنے لگو تو یہ دانت ساتھ ہی دفن کر دینا، چند سالوں کے بعد پھر آپ کا ایک دانت گر گیا تو اسے دائیں ہتھیلی میں لے کر کہا الحمد للہ اس کے بعد فرمایا اے جعفرؑ جب میری وفات ہو تو یہ دانت بھی میرے ساتھ دفن کرنا۔

کافی بصائر الدرجات اور باقی کتب معتبرہ میں روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے فرمایا میرے والد سخت بیمار ہوئے کہ جس سے اکثر لوگ آپ کے بارے میں خائف تھے اور آپ کے اہل خانہ رونے لگے حضرت نے فرمایا کہ اس بیماری میں میری وفات نہیں ہوگی، کیونکہ دو شخص میرے پاس آئے ہیں اور وہ مجھے بتا گئے ہیں پس آپ اس بیماری سے صحت یاب ہو گئے اور ایک مدت تک آپ صحیح و

سالم رہے پھر ایک دن آپ نے امام جعفر صادقؑ کو بلایا اور فرمایا کہ اہل مدینہ میں سے کچھ لوگوں کو بلاؤ تو جب میں نے ان لوگوں کو بلایا تو فرمایا اے جعفرؑ جب میں عالم بقاء کی طرف رحلت کر جاؤں تو مجھے غسل دینا اور تین پارچوں میں کفن دینا کہ جن میں سے ایک یمنی چادر تھی کہ جس میں نماز جمعہ ادا کرتے تھے، اور ایک قمیض تھی کہ جسے خود پہنتے تھے اور فرمایا میرے سر پر عمامہ باندھنا اور عمامہ کو کفن کے پارچوں میں شمار نہ کرنا اور لحد کے بجائے میرے لئے زمین کو کھودنا اور شق کرنا کیونکہ میرا جسم بھاری ہے اور مدینہ کی زمین میں میرے لئے لحد نہیں بنائی جا سکتی اور میری قبر زمین سے چار انگل اونچی رکھنا اور میری قبر پر پانی ڈالنا اور ان چیزوں پر اہل مدینہ کو گواہ بنایا، جب وہ لوگ چلے گئے تو میں نے عرض کیا اے بابا جان جو کچھ آپ فرماتے اس پر عمل ہوتا گواہ بنانے کی تو ضرورت نہ تھی، حضرت نے فرمایا اے بیٹا میں نے گواہ اس لئے بنائے ہیں تا کہ انہیں معلوم ہو جائے کہ تم میرے وصی ہو اور امامت کے سلسلہ میں تم سے جھگڑا نہ کریں، میں نے عرض کیا بابا جان میں آپ کو آج کے دن تمام دنوں کی نسبت زیادہ صحیح و سالم دیکھ رہا ہوں اور آپ میں کوئی آزار و تکلیف نہیں پاتا، حضرت نے فرمایا جن دو اشخاص نے مجھے اس بیماری میں خبر دی تھی کہ میں صحت یاب ہو جاؤں گا اس مرض میں میرے پاس آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس بیماری میں عالم بقاء کی طرف رحلت کروں گا۔ اور دوسری روایت کے مطابق فرمایا اے بیٹا کیا تم نے سنا نہیں کہ حضرت علی بن الحسین صلوات اللہ علیہ مجھے دیوار کے پیچھے سے پکار رہے ہیں کہ اے محمد جلدی کرو ہم تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔

بصائر الدرجات میں منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ والد بزرگوار کی وفات کی رات میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ ان سے باتیں کروں تو مجھے اشارہ کیا کہ ذرا دور رہو اور آپ کسی سے راز کی بات کر رہے تھے کہ میں جسے نہیں دیکھ رہا تھا یا یہ کہ آپ اپنے پروردگار سے مناجات کر رہے تھے پس ایک لحظہ کے بعد میں آپ کی خدمت میں گیا تو فرمایا بیٹا میں اس رات اس دار فناء سے رخصت اور ریاض قدس کی طرف رحلت کروں گا، اسی رات سرکار رسالت مآبؐ نے عالم بقاء کی طرف کوچ کیا تھا اور اسی وقت میرے والد حضرت علی بن الحسین صلوات اللہ علیہ میرے لئے شربت لے کر آئے ہیں کہ جسے میں نے پیا ہے اور مجھے لقاء پروردگار کی بشارت دی ہے اور قطب راوندی نے سند معتبر کے ساتھ حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جب والد بزرگوار کی وفات کی رات آئی اور ان کی حالت متغیر ہوئی چونکہ وضو کا پانی ہر رات ان کے بستر کے قریب رکھتے تھے دو مرتبہ آپ نے فرمایا کہ اس پانی کو انڈیل دو لوگ یہ گمان کرتے تھے کہ حضرت بخار کی بیہوشی سے یہ بات فرما رہے ہیں، میں گیا اور میں نے وہ پانی انڈیل دیا، میں نے دیکھا کہ اس پانی میں چوہا پڑا تھا اور حضرت کو نور امامت سے یہ معلوم تھا کلینی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت سے روایت کی ہے کہ ایک شخص مدینہ سے چند میل دور تھا اس نے عالم خواب میں دیکھا کہ جاؤ امام محمد باقرؑ کی نماز پڑھو ملائکہ انہیں جنت البقیع میں غسل دے رہے ہیں، نیز سند حسن کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت باقرؑ نے آٹھ سو درہم کی اپنی تعزیت اور ماتم کے لئے وصیت کی اور سند موثق کے ساتھ حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ میرے والد نے کہا اے جعفرؑ میرے مال میں سے کچھ ندبہ (گریہ وزاری و ماتم) کرنے والوں کے لئے وقف کر دینا، تا کہ دس سال تک وہ میدان منیٰ میں حج کے موقع پر مجھ پر ندبہ و گریہ کریں اور رسم ماتم کی تجدید کریں اور میری مظلومیت پر گریہ وزاری کریں۔

مولف کہتا ہے کہ حضرت کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے اور مختار اقرب یہ ہے کہ آپ کی وفات پیر کے دن سات ذی الحجہ ۱۱۴ھ کو ستاون سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں ہوئی اور یہ ہشام بن عبدالملک کی حکومت کا زمانہ تھا اور کہا گیا ہے کہ حضرت کو ابراہیم بن ولید بن عبدالملک بن مروان نے زہر سے شہید کیا تھا اور شاید ہشام کے حکم سے تھا اور آپ کی قبر مبارک بالاتفاق جنت البقیع میں آپ کے والد امجد امام حسنؑ کے پہلو میں ہے، کلینی نے سند معتبر کے ساتھ روایت کی ہے کہ جب امام محمد باقرؑ نے عالم بقاء کی طرف رحلت کی تو حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ میں ہر رات اس حجرہ میں چراغ روشن کرتا ہوں کہ جس میں حضرت نے وفات پائی تھی۔

چھٹی فصل

امام محمد باقر علیہ السلام کی اولاد کا تذکرہ

معلوم رہے کہ حضرت کی اولاد شیخ مفید طبرسی اور دوسرے علماء کے بیان کے مطابق بیٹے اور بیٹیاں سات افراد تھے، ابو عبداللہ جعفر بن محمد علیہ السلام اور عبداللہ مخدرہ محجبہ جناب ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر سے پیدا ہوئے اور ابراہیم وعبداللہ ام حکیم سے تھے اور یہ دونوں والد بزرگوار کی زندگی میں فوت ہو گئے تھے اور علی وزینب وام سلمہ ایک کنیز سے ہوئے اور بعض کہتے ہیں کہ ام سلمہ دوسری والدہ سے تھیں، شیخ مفید نے فرمایا ہے کہ عبداللہ فضل وصلاح میں مشار الیہ تھے اور روایت ہے کہ عبداللہ بنی امیہ کے ایک شخص کے پاس گئے اس اموی نے چاہا کہ انہیں قتل کر دے عبداللہ نے کہا کہ مجھے قتل نہ کر دتا کہ میں خدا کے ہاں تمہاری سفارش کروں، اموی کہنے لگا تیرا یہ مقام ومرتبہ نہیں ہے پس انہیں زہر دے کر شہید کر دیا اور عبداللہ کا ایک بیٹا، اسماعیل نامی ہے کہ جسے علماء رجال نے حضرت صادقؑ کے اصحاب میں شمار کیا ہے اور ملا خلیل کی شرح کافی میں ہے کہ امام محمد باقرؑ کے بیٹے عبداللہ کی ایک بیٹی تھی جس کی کنیت ام الخیر ہے، مدینہ میں ایک کنواں ام الخیر کے نام سے منسوب ہے اور تاج الدین بن زہرہ حسینی نے نہایۃ الاختصار فی اخبار البیوتات العلویہ میں کہا ہے کہ امام محمد باقرؑ کے بیٹے علی کی ایک بیٹی تھی فاطمہ نامی کہ جس سے امام موسیٰ کاظمؑ نے شادی کی تھی اور علی کی قبر بغداد کے محلہ جعفریہ میں سور بغداد کی پشت پر واقع ہے، محب الدین نجار مورخ اپنی تاریخ میں کہتا ہے کہ طاہر کا مشہد جعفریہ میں ہے اور کہا ہے کہ وہ بستی اعمال خالص میں سے بغداد کے قریب ہے اس میں ایک پرانی قبر ظاہر ہوئی اور اس پر ایک پتھر تھا کہ جس پر لکھا تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم ھذا ضریح الطاھر علی بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام اور باقی پتھر اس سے جدا ہو چکا تھا، پس اس پر اینٹوں سے گنبد بنایا گیا پھر اس کے بعد اس کی تعمیر علی بن نعیم شیخی نے کی جو مستوفیان میں سے تھا کہ دیوان خالص کی کتابت اس سے متعلق تھی اور اس نے اس کو آراستہ اور مزین کیا اور پیتل کی قندیلیں اس میں آویزاں کیں اور اس کا کھلا صحن بنایا پس ان تعمیرات کے بعد وہ مشاہد اور مزارات میں سے ایک ہو گیا۔

پس ان کے استبعاد کو دور کرنے کے لئے کہتا ہے کہ آئینہ نجم جو کہ اسطرلاب ہے باوجود اس کے چھوٹے ہونے کے نجم کو آسمان و زمین اور آباد و غیر آباد جگہیں دکھاتا ہے اور روایت ہوئی ہے کہ آپ کی ایک مجلس درس عامہ و خاصہ کے لئے تھی اور لوگ اطراف عالم سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آپ سے حلال و حرام تاویل قرآن اور فصل الخطاب کے متعلق سوال کرتے تھے اور کوئی شخص آپ کی بارگاہ سے نہ نکلتا، مگر ایسے جواب کے ساتھ جو اس کے ہاں پسندیدہ ہوتا، فقیر کہتا ہے کہ یہ مجلس ظاہرا آپ کے لئے ایام حج میں ہوتی تھی، خلاصہ یہ کہ کسی سے اتنے علوم و حقائق نقل نہیں ہوئے جتنے آپ سے نقل ہوئے ہیں اور باوجودیکہ چار ہزار افراد نے حضرت سے روایت کی ہے اور بطون کتب آپ کے احادیث و علوم سے پر ہیں، پھر بھی ابھی تک آپ کے علوم کا عشر عشیر بھی ظاہر نہیں ہوا، بلکہ وہ قطرہ ہے کہ جو دریا سے لیا جائے اور کہا گیا ہے کہ بعض علماء عامہ آپ کے شاگردوں خادموں اور پیروکاروں میں سے تھے اور آپ سے علوم حاصل کئے ہیں، مثلا ابوحنیفہ، محمد بن حسن اور ابو یزید طیفور سقا نے حضرت کی خدمت اور سقایت کی ہے اور ابراہیم بن ادہم اور مالک بن دینار آپ کے غلاموں میں سے تھے۔

مولف کہتا ہے کہ مناسب ہے کہ یہاں چند احادیث سے برکت حاصل کی جائے۔

پہلی حدیث:

ابن شہر آشوب نے مسند ابوحنیفہ سے نقل کیا ہے حسن بن زیادہ کہتا ہے کہ میں نے ابوحنیفہ سے یہ سوال ہوتے سنا کہ کس شخص کو تو نے دیکھا ہے کہ اس کی فقاہت تمام لوگوں سے زیادہ ہے کہنے لگا جعفر بن محمدؑ جب منصور نے انہیں مدینہ سے بلوایا تو میرے پاس کسی کو بھیجا اور کہا کہ اے ابوحنیفہ لوگ جعفرؑ بن محمدؑ کے فریفتہ اور مفتون ہو رہے ہیں اس سے سوال کرنے کے لئے مشکل اور سخت مسئلے تیار کرو، پس میں نے ان کے لئے چالیس مسئلے تیار کئے تو منصور نے مجھے اپنے پاس بلایا اور وہ وقت حیرہ میں تھا میں اس کے پاس گیا جب میں اس کے پاس پہنچا تو میں نے دیکھا کہ امام جعفر صادقؑ اس کی دائیں طرف بیٹھے ہیں جب میری نگاہ آپ پر پڑی تو ایسی ہیبت آنجناب کی مجھ پر طاری ہوئی کہ منصور قاک کی بھی مجھ پر اتنی ہیبت نہ تھی، پس میں نے اس کو سلام کیا اس نے مجھے اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ میں بیٹھ گیا تو منصور نے جناب صادقؑ سے کہا اے ابا عبداللہ یہ ابوحنیفہ ہے آپ نے فرمایا ہاں میں اسے پہچانتا ہوں پھر منصور نے میرا رخ کیا اور کہنے لگا ابوعبداللہؑ سے اپنے سوالات کرو، پس میں سوال کرتا گیا اور آپ جواب دیتے رہے، اور فرماتے کہ تم لوگ اس مسئلہ میں یہ کہتے ہو اور مدینہ یہ کہتے ہیں اور آپ کا اپنا فتویٰ کبھی ہمارے موافق ہوتا اور کبھی اہل مدینہ کے اور کبھی سب کے مخالف اور آپ نے ایک ایک مسئلہ کا جواب دیا یہاں تک کہ چالیس مسئلے ختم ہو گئے اور ان میں سے کسی ایک کو بھی جواب کے بغیر نہ چھوڑا اس وقت ابوحنیفہ نے کہا کہ جو شخص اختلاف اقوال کا زیادہ عالم ہو تو اس کا علم سب سے زیادہ اور اس کی فقاہت سب سے بیشتر ہے۔

دوسری حدیث:

شیخ صدوق نے مالک بن انس فقیہ اہل مدینہ اور امام اہل سنت سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوتا پس آپ میرے لئے تکیہ لے آتے تا کہ میں اس پر تکیہ کروں اور وہ میری عزت افزائی فرماتے اور فرماتے کہ اے مالک میں تجھے دوست رکھتا ہوں، پس میں اس سے خوش ہوتا اور اس پر خدا کی حمد وثنا کرتا، اور یہ حالت تھی کہ آپ تین حالات میں سے کسی ایک سے فارغ نہ ہوتے یا روزہ دار ہوتے یا عبادت میں قیام رکھتے اور یا ذکر الٰہی میں مشغول ہوتے اور آپ بندگان عباد اور اکابر زہاد میں سے تھے اور آپ ان لوگوں میں سے تھے جو خوف وخشیت خدا رکھتے ہیں، اور آپ کثیر الحدیث خوش مجالست اور کثیر الفوائد تھے اور جب چاہتے کہ کہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ رسول اللہ نے فرمایا ہے تو آپ کا رنگ متغیر ہو جاتا کبھی سبز اور کبھی زرد ہو جاتا اتنا بدلتا کہ آپ کو پہچاننے والا شخص نہ پہچان سکتا ایک سال آپ کے ساتھ ہم حج کے لئے گئے جب محل احرام میں آپ کا اونٹ رکا اور آپ نے چاہا کہ تلبیہ کہیں تو اس طرح آپ کی حالت منقلب اور دگرگوں ہوئی کہ جتنا آپ نے کوشش کی کہ تلبیہ کہیں آپ کی آواز حلق میں اٹک جاتی اور باہر نہ نکلتی اور قریب تھا کہ آپ اونٹ سے گر جائیں میں نے عرض کیا اے فرزند رسول تلبیہ کہیے، اس کے بغیر چارہ کار ہی نہیں فرمایا اے ابو عامر کس طرح **لبیك اللهم لبيك** کہنے کی جرات کروں، مجھے ڈر ہے کہ حق تعالیٰ فرمائے **لا لبيك ولا سعديك**، مولف کہتا ہے کہ خوب تامل وغور کرو حضرت صادق علیہ السلام کی حالت میں اور آپ کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کرنے میں کہ حضرت سے نقل حدیث کرنے اور آپ کا اسم شریف زبان پر لانے سے کس طرح آپ کی حالت متغیر ہوتی تھی، حالانکہ وہ فرزند رسول اور ان کے جسم کا ٹکڑا تھے، پس یاد رکھو اس چیز کو اور انتہائی تعظیم واحترام کے ساتھ اسم مبارک حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کرو اور آپ کے نام کے بعد آپ پر صلوات بھیجو اور اگر کسی جگہ آپ کا نام لکھو تو آپ کے نام کے بعد رمز واشارہ کے بغیر صلوات لکھو اور بعض سعادت سے محروم لوگوں کی طرح رحیا صلعم وغیرہ پر اکتفاء نہ کرو بلکہ وضو وطہارت کے بغیر آپ کا نام نہ لو اور نہ لکھو اور ان تمام چیزوں کے باوجود پھر بھی حضرت سے معذرت چاہو کہ میں نے حضرت کی نسبت اپنے وظیفہ میں کوتاہی کی ہے اور زبان عجز ونیاز سے کہو ہزار بار بشویم دہان زمشک وگلاب، ہنوز نام تو بیرون کمال بے ادبی است، ابو ہرون مولیٰ آل جعدہ سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں مدینہ میں حضرت صادقؑ کا ہمنشین تھا پس میں چند دن آپ کی مجلس میں حاضر نہ ہوا اس کے بعد جو آپ کی خدمت میں گیا تو فرمایا اے ابو ہرون میں تجھے چند دن سے نہیں دیکھ رہا میں نے عرض کیا محمد، حضرت نے جب نام محمد سنا تو اپنا چہرہ زمین کے قریب لے گئے اور کہتے جاتے محمد محمد محمد یہاں تک کہ قریب تھا آپ کا چہرہ انور زمین سے جا لگے اس کے بعد فرمایا میری جان میرے ماں باپ اور تمام اہل زمین رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان جائیں پھر فرمایا اس بچے کو گالی نہ دینا اور نہ مارنا پیٹنا اور اس سے کوئی برائی نہ کرنا اور جان لو کہ کوئی ایسا گھر نہیں کہ جس میں نام محمد ہو مگر یہ کہ روزانہ وہ گھر پاکیزہ اور تقدیس کیا جاتا ہے۔

تیسری حدیث:

کتاب توحید مفضل میں ہے مفضل بن عمر مسجد رسولؐ میں تھا اس نے سنا کہ ابن ابی العوجا اپنے کسی ساتھی کے ساتھ کفر آمیز کلمات کہنے میں مشغول ہے مفضل برداشت نہ کر سکے اور اس سے چلا کر کہا اے دشمن خدا تو نے دین خدا میں الحاد کیا ہے اور باری تعالیٰ کا منکر ہوا ہے اور دیگر اس قسم کے کلمات کہے ابن ابی العوجا نے کہا اے شخص اگر تو اصحاب کلام میں سے ہے تو آ ہم سے گفتگو اور مناظرہ کر اگر تو نے اثبات حجت کیا تو ہم تیری اتباع کریں گے اور اگر علم کلام سے بہرور نہیں ہے تو ہمیں تجھ سے کوئی سروکار نہیں اور اگر تو جعفرؑ بن محمد کے اصحاب میں سے ہے تو حضرت ہم سے اس طرح خطاب نہیں کرتے اور تیری طرح ہم سے مجادلہ نہیں کرتے، بتحقیق انہوں نے اس سے زیادہ باتیں سنی ہیں کہ جو تو نے سنی ہیں لیکن کبھی بھی انہوں نے ہمیں گالی نہیں دی اور ہمارے جواب میں کبھی تعدی نہیں کی، بے شک وہ شخص حلیم باوقار عاقل محکم اور ثابت قدم ہے جو آپے سے باہر نہیں جاتا اور رفق و مدارات سے پاؤں نہیں نکالتا اور غضب اسے سبک و خفیف نہیں ہونے دیتا ہماری بات کو سنتا ہے اور ہماری پوری حجت و دلیل پر کان دھرتا ہے یہاں تک کہ ہم جو کچھ جانتے ہیں کہہ لیتے ہیں اور جو حجت ہمارے پاس ہوتی ہے وہ لے آتے ہیں اس طرح کہ ہمیں گمان ہوتا ہے کہ ہم آپ پر غالب آگئے ہیں اور ان کی حجت کو توڑ دیا ہے اس وقت وہ گفتگو شروع کرتے ہیں، پس ہماری حجت و دلیل کو مختصر کلام سے باطل کر دیتے ہیں اور ہمارے عذر کو منقطع اور ہمیں اپنے جواب سے عاجز کر دیتے ہیں پس اگر تو ان کے اصحاب میں سے ہے تو ان کے خطاب کی طرح ہم سے خطاب کر۔

چوتھی حدیث: حضرت کا شقرانی کی حاجت برآری کرنا اور اسے موعظہ فرمانا

تذکرہ سبط بن جوزی میں ہے کہ حضرت صادقؑ کے مکارم اخلاق میں سے ہے وہ چیز کہ جسے زمخشری نے ربیع الابرار میں رسول خداؐ کے ایک آزاد کردہ غلام کی اولاد سے نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ جن دنوں منصور نے لوگوں کو عطیے و جائزے دینے شروع کئے تو میرا کوئی نہیں تھا جو منصور کے پاس میری شناخت کراتا اور میرے لئے جائزہ وصول کرتا، لہذا میں اس کے دروازے پر حیرت سے جا کر کھڑا ہوا، اچانک میں نے دیکھا کہ جعفرؑ بن محمد نمودار ہوئے اور میں نے اپنی حاجت آپ سے بیان کی حضرت منصور کے ہاں گئے اور جب باہر آئے تو میرا عطیہ آپ کے ساتھ تھا، جسے اپنی آستین میں لئے ہوئے تھے پس آپ نے وہ عطیہ مجھے دیا اور فرمایا اچھائی جس شخص سے بھی ہو اچھی ہے لیکن وہ تجھ سے ہو تو زیادہ اچھی ہے، بسبب تیرے مقام و منزلت کے جو تجھے ہم سے ہے یعنی تیرا ہماری طرف منسوب ہونا کہ لوگ تجھے آزاد کردہ سمجھتے ہیں اور برائی اور بدی ہر شخص سے بری ہے لیکن تجھ سے زیادہ بری ہے، بسبب تیرے مقام کے جو ہماری وجہ سے ہے اور حضرت صادقؑ کی یہ فرمائش اس وجہ سے تھی کہ شقرانی شراب پیتا تھا اور یہ آپ کے مکارم اخلاق میں سے تھا کہ آپ نے اس کی تربیت کی اور اس کی احتیاج کو پورا کیا، اس کی حالت کو جاننے کے باوجود اور اس بطور تعریض و کنایہ وعظ و نصیحت فرمائی، بغیر اس کے کہ اس کے عمل قبیح کی تصریح فرماتے وھذا من اخلاق الانبیاء یہ انبیاء کے اخلاق میں سے ہے۔

پانچویں حدیث: اپنے لباس زینت کی پیوند لگے ہوئے لباس سے حفاظت کرنا

روایت ہے کہ ایک دن آپ کا ایک صحابی آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اس نے دیکھا کہ آپ نے ایک قمیض پہنی ہوئی ہے کہ جس کے گریبان میں پیوند لگا ہے اور اس شخص کی نظر مسلسل اس پیوند پر تھی، گویا حضرت کے اس لباس پہننے پر اسے تعجب ہو رہا تھا، حضرت نے فرمایا تجھے کیا ہوا ہے کہ تو نے میرے اوپر نگاہ گاڑ دی ہے، کہنے لگا میری نگاہ اس پیوند پر ہے جو آپ کے کرتے کے گریبان میں ہے فرمایا یہ کتاب اٹھا کر پڑھو کہ اس میں کیا لکھا ہے، راوی کہتا ہے کہ آپ کے سامنے یا آپ کے نزدیک ایک کتاب تھی پس اس شخص نے اس میں دیکھا تو لکھا تھا کہ اس شخص میں ایمان نہیں جس میں شرم و حیا نہیں اور اس کا مال نہیں جس کی معاش میں تقدیر و اندازہ نہیں اور اس کے لئے نیا لباس نہیں جس کے پاس پرانا نہ ہو، مولف کہتا ہے کہ امام محمد باقرؑ کے مواعظ اور کلمات حکمت آمیز کے ذیل میں حیا و تقدیر معاش کے سلسلہ میں گفتگو گزر چکی ہے، وہاں رجوع کیا جائے۔

چھٹی حدیث: لڑکیوں کے باپ کو ان کی روزی کے غم و اندوہ کے متعلق تسلی دینا

شیخ صدوق نے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت صادق نے ایک اہل مجلس کے متعلق سوال کیا کہ وہ کہاں ہے لوگوں نے بتایا کہ وہ بیمار ہے پس حضرت اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور اس کے سرہانے جا بیٹھے، آپ نے دیکھا کہ وہ شخص قریب المرگ ہے اس سے فرمایا خدا کے متعلق حسن ظن رکھو وہ شخص کہنے لگا میرا گمان خدا کے متعلق اچھا ہے لیکن مجھے بیٹیوں کا غم و اندوہ ہے اور انہیں کے غم نے مجھے بیمار کیا ہے آپ نے فرمایا "الذی ترجوه لتضعیف حسناتك و محو سیأتك فارجه لا صلاح بناتك" یعنی وہ خدا کہ جس سے تو نیکیوں کے کئی گنا ہونے اور گناہوں کے محو و نابود کرنے کی امید رکھتا ہے اس سے اپنی بیٹیوں کے اصلاح حال کی بھی امید رکھ کیا تجھے معلوم نہیں کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ جب میں معراج کی رات سدرۃ المنتہیٰ سے گزر کر اس کی شاخوں تک پہنچا تو ان شاخوں کے بعض میووں کو دیکھا کہ ان کے پستان لٹک رہے ہیں ان میں سے بعض سے دودھ اور بعض سے شہد اور بعض سے روغن اور بعض میں سے بہت سفید قسم کا آٹا اور بعض سے کپڑے اور بعض سے سدرہ کی (بیری کی) طرح کی کوئی چیز نکل رہی ہے اور یہ چیزیں نیچے زمین کی طرف جا رہی ہیں تو میں نے اپنے دل میں کہا یہ چیزیں کہاں جا رہی ہیں اور میرے ساتھ جبرائیلؑ تھا کیونکہ میں اس کے مقام و مرتبہ سے آگے بڑھ چکا تھا اور وہ میرے مقام سے ادھر رک گیا تھا پس مجھے میرے پروردگار نے ندا کی میرے سر و باطن میں اے محمدؐ میں نے ان چیزوں کو اس جگہ سے اگایا جو کہ بلند ترین جگہ ہے تیری امت کے مومنین کی بیٹیوں اور بیٹوں کے لیے پس لڑکیوں کے باپوں سے کہہ دو کہ ان کا سینہ تنگی نہ کرے ان کے پاس کچھ نہ ہونے کی وجہ سے کیونکہ جس طرح میں نے انہیں پیدا کیا ہے انہیں روزی بھی دوں گا۔ (مولف نے یہاں چند فارسی اشعار لکھے ہیں جنہیں ہم چھوڑ رہے ہیں، مترجم)

ساتویں حدیث:

حضرت کے عفو و کرم کے متعلق مشکوۃ الانوار سے منقول ہے کہ ایک شخص حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ آپ کے فلاں چچازاد بھائی نے آپ کا نام لے کر بدگوئی اور آپ کو ناسزا کہنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، آپ نے اپنی کنیز سے فرمایا کہ آپ کے لئے وضو کا پانی لے آئے، پس حضرت نے وضو کیا اور نماز پڑھنے لگے، راوی کہتا ہے کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ حضرت اس کے لئے بددعا کریں گے، پس آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور کہا اے میرے پروردگار یہ میرا حق تھا جو میں اسے بخشتا ہوں اور تیرا جود و کرم مجھ سے کہیں زیادہ ہے پس اسے بخش دے اور اس کی اس کے کردار کی وجہ سے گرفت نہ کر اور اس کے برے عمل کا بدلہ اسے نہ دے پھر آپ نے رقت کی اور مسلسل اس کے لئے دعا کرتے رہے اور میں آپ کی حالت پر تعجب کر رہا تھا۔

آٹھویں حدیث: بنی ساعدہ کے چھپر کے نیچے رہنے والے فقراء کے لئے رات کے وقت کھانا روٹیاں لے جانا

شیخ صدوق نے معلی بن خنیس سے روایت کی ہے کہ وہ کہتا ہے کہ ایک رات حضرت صادقؑ رات کے وقت گھر سے نکلے بنی ساعدہ کا سائبان کہ گرمی کے دنوں میں جس میں وہ جمع ہوتے تھے اور رات کو فقراء و غرباء وہاں آ کر سوتے تھے اور اس رات سے بارش ہو رہی تھی، میں بھی آپ کے پیچھے نکلا اور جا رہا تھا کہ اچانک حضرت کے ہاتھ سے کوئی چیز زمین پر گر پڑی، آنجناب نے فرمایا بسم اللہ اللھم ردہ علینا خداوند جو کچھ گرا ہے اسے میری طرف پلٹا دے، پس میں آپ کے قریب گیا اور سلام کیا فرمایا معلی ہو میں نے عرض کیا لبیک آپ پر قربان جاؤں فرمایا زمین پر ہاتھ مارو اور جو کچھ ملے اسے جمع کر کے میرے سپرد کر دو وہ کہتا ہے کہ میں نے زمین پر ہاتھ مارا میں نے دیکھا کہ روٹیاں زمین پر پڑی ہیں پس میں جمع کر کے حضرت کو دیتا تھا، اچانک میں نے روٹیوں کی ایک بوری دیکھی پس میں نے عرض کیا آپ پر قربان جاؤں آپ رہنے دیجئے میں انہیں اٹھا کر لے چلتا ہوں، فرمایا نہیں بلکہ میں ان کے اٹھانے کا زیادہ حق رکھتا ہوں لیکن میں تجھے اجازت دیتا ہوں کہ میرے ساتھ چل وہ کہتا ہے پس میں حضرت کے ساتھ بنی ساعدہ کے چھپر تک گیا تو میں نے وہاں فقراء و مساکین کا ایک گروہ دیکھا جو سوئے ہوئے تھے، حضرت ایک روٹی یا دو روٹیاں ان کے لباس کے نیچے رکھتے گئے، یہاں تک کہ ان میں سے آخری تک پہنچے اور اس کے بستر کے نیچے بھی روٹی رکھ دی اور ہم واپس آ گئے میں نے عرض کیا آپ پر قربان جاؤں یہ لوگ حق کو پہچانتے ہیں یعنی شیعہ ہیں، آپ نے فرمایا اگر حق کو پہچانتے تو ہم سالن میں بھی ان سے مساوات کرتے اور ان کی روٹی پر نمک کا اضافہ کرتے، فقیر کہتا ہے کہ کلمہ طیبہ میں اس عبارت کا یوں معنی کیا ہے، فرمایا اگر حق کو پہچانتے تو ان سے نمک میں بھی مواسات کرتے یعنی جو کچھ ہمارے پاس ہے نمک تک انہیں شریک کرتے۔

نویں حدیث: حضرت کا مخفیانہ عطیہ

ابن شہر آشوب نے ابوجعفر خثعمی سے نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ امام صادق نے مجھے زر کی ایک ہمیانی دی اور فرمایا کہ یہ فلاں ہاشمی کو دینا اور یہ نہ بتانا کہ کس نے دی ہے، راوی کہتا ہے کہ جب وہ مال میں نے اس شخص کو دیا تو کہنے لگا خدا جزائے خیر دے اس شخص کو جس نے یہ مال میرے لئے بھیجا ہے اور ہمیشہ مجھے بھیجتا ہے اور میں اس سے زندگی بسر کرتا ہوں لیکن جعفر صادق ایک درہم بھی مجھے نہیں دیتے حالانکہ ان کے پاس بہت سا مال ہے۔

دسویں حدیث: آپ کی عطوفت و رحم و مہربانی

سفیان ثوری سے روایت ہے کہ ایک دن وہ آپکی خدمت میں پہنچا تو آپ کو متغیر دیکھا اس نے رنگ کے تبدیل ہونے کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا میں نے گھر میں منع کر رکھا ہے کہ کوئی چھت کے اوپر نہ جائے اس وقت میں گھر میں گیا تو میں نے اپنی کنیز کو دیکھا جو میرے ایک بچے کی تربیت کرتی ہے کہ وہ بچے کو لے کر سیڑھیوں میں تھی، جب اس کی نظر مجھ پر پڑی تو وہ متحیر ہو کر کانپنے لگی اور بچہ اس کے ہاتھ سے زمین پر گر کر مر گیا اب میری حالت کا تغیر بچے کے مرنے کی وجہ سے نہیں بلکہ اس خوف کی وجہ سے ہے جو اس کنیز کو مجھ سے پیدا ہوا، باوجود اس کے آپ نے اس کنیز سے فرمایا تھا کہ میں نے تجھے خدا کی راہ میں آزاد کیا ہے تیرے لئے کوئی حرج نہیں اور نہ کوئی مضائقہ۔

گیارہویں حدیث: آپ کو رکوع کو طول دینا

ثقۃ الاسلام نے کافی میں مسنداً ابان بن تغلب سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں حضرت صادق کی خدمت میں اس وقت گیا جب آپ نماز میں مشغول تھے پس میں نے آپ کے رکوع و سجود کی تسبیحات کو ساٹھ تسبیح تک شمار کیا۔

بارہویں حدیث: آپ کا روزہ کی حالت میں خوشبو لگانا

نیز اسی کتاب میں روایت ہے کہ جب حضرت صادق روزہ رکھتے تو خوشبو استعمال کرتے اور فرماتے **الطیب تحفۃ الصائم** خوشبو روزہ دار کا تحفہ ہے۔

تیرہویں حدیث: آپ کا اپنے باغ میں کام کرنا

نیز اسی کتاب میں ابوعمرو شیبانی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت صادق کو دیکھا کہ بیلچہ آپ کے ہاتھ میں ہے اور موٹا سا کرتا آپ نے پہن رکھا ہے اور اپنے باغ میں کام کر رہے ہیں اور پسینہ آپ کی پشت مبارک سے گر رہا ہے میں نے عرض کیا

آپ پر قربان جاؤں بیلچہ مجھے دیجئے تا کہ میں آپ کی اعانت کروں، فرمایا میں پسند کرتا ہوں کہ انسان طلب معاش میں سورج کی گرمی کی تکلیف برداشت کرے۔

چودھویں حدیث: حضرت کا مزدوروں کو کام سے فارغ ہوتے ہی مزدوری دینا

نیز شعیب سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ کچھ لوگوں کو ہم نے اجیر کیا کہ وہ حضرت صادقؑ کے باغ میں کام کریں اور ان کے عمل کا وقت عصر تک تھا جب وہ کام سے فارغ ہوئے تو آپ نے اپنے غلام معتب سے فرمایا کہ اس گروہ کے پسینہ خشک ہونے سے پہلے انہیں مزدوری دو۔

پندرہویں حدیث: آپ کا اپنے جبلی دوست کے لئے جنت میں گھر خرید کرنا

قطب راوندی اور ابن شہر آشوب نے ہشام بن الحکم سے روایت کی ہے کہ ایک شخص جبل کے رئیسوں میں سے حضرت صادقؑ کا دوست تھا اور ہر سال وہ حضرت کی ملاقات کے لئے حج پر جاتا، جب مدینہ آتا تو حضرت اسے اپنے مکان پر ٹھہراتے اور زیادہ محبت وارادت کی وجہ سے جو کہ اسے حضرت پر تھی وہ آپ کے ہاں زیادہ مدت تک ٹھہرتا یہاں تک کہ ایک دفعہ وہ مدینہ میں آیا اور جب آپ سے رخصت ہو کر حج کے لیے جانے لگا تو اس نے دس ہزار درہم حضرت کو دیئے کہ آپ اس کے لئے ایک مکان خرید یں تا کہ وہ مدینہ میں آئے تو آپ کے لئے باعث زحمت وتکلیف نہ ہو وہ شخص رقم حضرت کے سپرد کر کے حج کے لئے چلا گیا، جب حج سے واپس آیا اور آپ کی خدمت سے شرف یاب ہوا تو عرض کیا کہ میرے لئے آپ نے مکان خریدا ہے فرمایا ہاں اور ایک کاغذ اسے دیا اور فرمایا اس مکان کا قبالہ (رجسٹری) ہے اس شخص نے جب اس قبالہ کو پڑھا تو اس میں لکھا تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ قبالہ ہے اس مکان کا جو خرید ا ہے جعفرؑ بن محمدؐ نے فلاں بن فلان جبلی کے لئے اور وہ مکان فردوس بریں میں واقع ہے اور چار حدود سے محدود ہے پہلی حد رسول خداؐ کے گھر سے دوسری امیر المومنینؑ تیسری امام حسنؑ اور چوتھی امام حسینؑ کے مکان سے جاملتی ہے، جب اس شخص نے اس نوشتہ کو پڑھا تو عرض کیا میں آپ پر قربان جاؤں میں اس مکان پر راضی ہوں، فرمایا میں نے مکان کی رقم امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی اولاد میں تقسیم کر دی ہے اور مجھے امید ہے کہ خداوند عالم تجھ سے یہ قبول کرے گا اور اس کا عوض جنت میں عطا فرمائے گا پس اس شخص نے وہ قبالہ لیا اور اپنے پاس رکھ لیا جب اس شخص کی زندگی کے دن ختم ہوئے اور موت کی علامات اس پر ظاہر ہوئیں تو اس نے اپنے تمام اہل وعیال کو وقت وفات جمع کیا اور انہیں قسم دی اور وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو یہ نوشتہ میری قبر میں رکھ دینا انہوں نے بھی ایسا ہی کیا، دوسرے دن جب اس کی قبر پر گئے تو اس نوشتہ کو اس کی قبر کے اوپر رکھے ہوئے دیکھا اور اس پر لکھا تھا کہ خدا کی قسم جعفرؑ بن محمدؐ نے وفا کی اس چیز میں جو میرے لئے کہی اور لکھی تھی۔

سولہویں حدیث: حضرت کا ابوبصیر کے ہمسایہ کے لئے جنت کا ضامن ہونا

ابن شہر آشوب نے ابوبصیر سے روایت کی ہے کہ میرا ایک ہمسایہ ظالم بادشاہ کے معاونین میں سے تھا اور بہت سا مال اس کے ہاتھ لگا تھا اور اس نے گانے والی کنیزیں رکھی ہوئی تھیں، اور ہمیشہ مجلس لہو و لعب اور عیش و طرب آراستہ کئے ہوئے شراب پیتا تھا اور گانے والیاں اس کے لئے گاتی تھیں اور اس کے پڑوس میں رہنے کی وجہ سے میں ہمیشہ ان منکرات اور قبیح چیزوں کے سننے کی بناء پر اذیت و تکلیف میں تھا لہذا میں نے کئی دفعہ اس سے شکایت کی لیکن وہ نہ رکا بالآخر اس سلسلہ میں میں نے اس سے بہت اصرار کیا تو اس نے جواب میں کہا کہ اے شخص میں ایک مبتلا اور شیطان و ہوس کا قیدی ہوں اور تو اس ابتلاء سے صحیح و سالم ہے پس اگر میرا حال تو اپنے صاحب کی خدمت میں پیش کرے یعنی صادقؑ کی تو امید ہے کہ خدا مجھے نفس و خواہش کی قید سے نجات دے دے، ابوبصیر کہتا ہے کہ اس کی بات نے مجھ پر اثر کیا اور میں خاموش رہا یہاں تک کہ کوفہ سے مدینہ گیا جب خدمت امام علیہ السلام سے مشرف ہوا تو اپنے ہمسایہ کی حالت ان سے بیان کی آپ نے فرمایا جب تو کوفہ واپس جائے گا تو وہ شخص تجھے دیکھنے کے لئے آئے گا اس سے کہنا کہ جعفرؑ بن محمدؑ کہتے ہیں کہ تو ان منکرات الٰہی کو ترک کر دے کہ جنہیں بجالاتا ہے تا کہ میں خدا کی طرف سے تیری جنت کا ضامن بنوں، پس جب میں کوفہ واپس گیا تو لوگ مجھے دیکھنے کے لئے آئے، اور وہ شخص بھی آیا جب وہ جانے لگا تو میں نے اسے روک لیا یہاں تک کہ جب آنے والوں سے میرا مکان خالی ہو گیا تو میں نے اس سے کہا اے شخص میں نے تیری کیفیت جناب صادقؑ کی خدمت میں عرض کی تھی اور آپ نے فرمایا تھا کہ اس کو میرا سلام کہنا اور یہ بتانا کہ وہ اپنی موجودہ حالت کو ترک کر دے اور میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں وہ شخص یہ کلمات سن کر رونے لگا، اور کہنے لگا تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کیا جعفرؑ بن محمدؑ نے یہ فرمایا ہے میں نے قسم کھائی کہ حضرت نے یہ فرمایا ہے وہ کہنے لگا میرے لئے بس یہی کافی ہے یہ کہہ کر وہ چلا گیا پھر چند دنوں کے بعد اس نے مجھے بلایا جب میں اس کے گھر کے دروازے پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ دروازے کے پیچھے برہنہ ہے اور یہ کہہ رہا ہے اے ابو بصیر میرے گھر میں جو مال و اسباب تھا وہ میں نے نکال دیا ہے اب میں برہنہ اور عریاں ہوں جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو جب میں نے اس کی حالت یہ دیکھی تو اپنے برادران دینی کے پاس گیا اور اس کے لئے لباس اکٹھا کر کے اسے پہنایا چند دن نہیں گزرے تھے کہ اس نے پھر مجھے بلوا بھیجا کہ میں بیمار ہوں اور مجھے مل جاؤ چنانچہ میں روزانہ اس کے پاس آتا جاتا اور اس کا علاج معالجہ کرتا رہا، یہاں تک کہ اس کی وفات کا وقت آ گیا، میں اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور وہ جان کنی میں مبتلا تھا اچانک اسے غشی طاری ہوئی جب وہ ہوش میں آیا تو کہنے لگا اے ابوبصیر تیرے صاحب جعفر بن محمد علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا تھا اسے پورا کر دیا ہے یہ کہہ کر اس نے دنیا کو الوداع کہا اس کے مرنے کے بعد جب میں سفر حج کے لئے گیا اور مدینہ پہنچا تو میں نے چاہا کہ امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوں، دروازے پر اجازت چاہی اور میں اندر داخل ہوا، جب مکان کے اندر داخل ہونے لگا تو ایک پاؤں میرا دالان میں اور دوسرا مکان کے صحن میں تھا کہ حضرت نے کمرے کے اندر سے مجھے آواز دی اے ابوبصیر ہم نے تیرے ساتھی کے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا ہے کہ جس کا میں ضامن ہوا تھا۔

سترہویں حدیث: حضرت کے علم کے بارے میں ہے

شیخ کلینی نے حفص بن ابی عائشہ سے روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے اپنے ایک غلام کو کسی ضرورت کے لئے بھیجا جب اس کے آنے میں کافی دیر ہو گئی تو حضرت اس کے پیچھے گئے تا کہ اسے دیکھیں کہ وہ کیا کر رہا ہے، حضرت نے اسے سویا ہوا پایا، آپ اس کے سرہانے بیٹھ گئے اور اسے پنکھے کی ہوا دینے لگے جب وہ بیدار ہوا تو حضرت نے اس سے فرمایا اے فلاں خدا کی قسم تیرے لئے یہ مناسب نہیں کہ تو رات اور دن کو سوئے تیرے لئے رات ہے اور ہمارے لئے تیرا دن ہے۔

تیسری فصل

امام جعفر صادقؑ کے کچھ حکمت آمیز کلمات مواعظ اور نصائح

پہلا ارشاد: آپ نے حمران بن اعین سے فرمایا اے حمران تم اس شخص کی طرف دیکھو جو تم سے تونگری اور توانائی میں پست تر ہو اور اس کی طرف نہ دیکھو جو تم سے بالاتر ہو پس اگر میرے اس قول کے مطابق عمل کرو گے تو زیادہ قناعت کرنے والے ہو جاؤ گے اس چیز پر جو تمہاری قسمت و روزی میں ہے اور یہ زیادہ سزاوار ہے اس کے مقابلے میں کہ اپنے پروردگار کی طرف سے زیادتی کے مستحق ہو جاؤ اور جان لو کہ تھوڑا سا دائمی عمل جو یقین کے ساتھ ہو خدا کے نزدیک اس زیادہ عمل سے بہتر ہے جو بغیر یقین کے ہو اور جان لو کوئی ورع و پرہیزگاری زیادہ نفع بخش نہیں ہے محرمات الٰہی سے اجتناب کرنے مومنین کو اذیت نہ دینے اور ان کی غیبت چھوڑ دینے سے اور کوئی زندگی حسن خلق سے زیادہ خوشگوار نہیں اور تھوڑی اور قدر کفایت چیز پر قناعت کرنے سے زیادہ نفع بخش کوئی مال نہیں اور کوئی جہالت عجب اور خود پسندی سے زیادہ مضر نہیں۔

دوسرا ارشاد: حضرت نے فرمایا اگر تم سے ہو سکے کہ اپنے مکان سے باہر نہ نکلو تو باہر نہ جاؤ کیونکہ باہر جانے کی صورت میں اپنی حفاظت کرنی تم پر لازم ہے اور یہ کہ غیبت نہ کرو اور جھوٹ نہ بولو اور حسد نہ کرو اور ریا و تصنع اور منافقت نہ کرو اور لوگوں کے درمیان رہ کر ان گناہوں سے بچنا مشکل ہے لیکن اگر انسان اپنے گھر میں رہے اور باہر نہ نکلے، تو ان چیزوں کے شر سے محفوظ ہے پس فرمایا بہترین صومعہ (عبادت خانہ) مرد مسلمان کے لئے اس کا گھر ہے کہ جس میں وہ اپنی آنکھ زبان نفس اور شرمگاہ کو محفوظ رکھتا ہے۔

مولف کہتا ہے کہ حضرت نے اس فرمائش میں اعتزال اور لوگوں سے کنارہ کشی اور خدا سے انس کی طرف ترغیب دی ہے اور اعتزال کے سلسلہ میں روایات مختلف ہیں، کچھ اس کی مدح میں ہیں اور کچھ اس سے کراہت کے متعلق ہیں اور شاید اوقات واشخاص کے لحاظ سے اختلاف ہو اور ہم یہاں دونوں قسم کی روایات کی طرف اشارہ کرتے ہیں، وہ جو اعتزال کی مدح میں وارد ہوئی ہیں، علاوہ اس روایت کے جو ذکر ہو چکی ہے وہ روایات ہیں کہ جنہیں شیخ احمد بن فہد نے کتاب تحصین میں عزلت وخمول اور گوشہ نشینی کے متعلق بیان کیا ہے ان میں سے ایک روایت ابن مسعود سے کی ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ جس میں کسی صاحب دین کا دین صحیح وسالم نہیں رہے گا مگر وہ جو ایک پہاڑ کی چوٹی کی طرف اور ایک بل سے دوسرے بل کی طرف بھاگے مثل لومڑی کے اپنے بچوں کے ساتھ یعنی جس طرح لومڑی اس خوف سے کہ کہیں بھیڑیا اس کے بچوں کو نہ کھا جائے اپنے بچوں کو دانتوں سے پکڑے ایک بل سے دوسرے بل کی طرف بھاگتی ہے تا کہ اس کے بچے محفوظ رہ جائیں اسی طرح صاحب دین بھی لوگوں سے گوشہ نشینی اختیار کر کے اپنے دین کی حفاظت کرے لوگوں نے عرض کیا اے خدا کے رسولؐ وہ کیسا زمانہ ہوگا، فرمایا جب روزی ومعیشت خدا کی نافرمانیوں کے بغیر نہ ملے تو اس وقت بغیر شادی کے رہنا حلال ہوگا لوگوں نے عرض کیا اے خدا کے رسولؐ آپ نے تو ہمیں شادی کرنے کا حکم دیا ہے فرمایا ہاں لیکن اس زمانہ میں انسان کی ہلاکت ماں باپ کے ہاتھوں ہوگی اور اگر ماں باپ نہ ہوئے تو پھر اس کی ہلاکت بیوی اور بچوں کے ہاتھوں ہوگی اور اگر بیوی اولاد بھی نہ ہوئی تو عزیز ورشتہ داروں اور ہمسایوں کے ہاتھوں ہوگی، لوگوں نے عرض کیا ان کے ہاتھوں کس طرح ہلاکت ہوگی فرمایا وہ تنگی معاش پر سرزنش کریں گے اور وہ اسے آمادہ کریں گے ان چیزوں پر کہ جن کی وہ طاقت نہ رکھتا ہوگا، یہاں تک کہ اسے موارد ہلاکت میں وارد کریں گے، شیخ بہائی کی اربعین میں ہے روایت ہوئی ہے کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اے روح اللہ ہم کس کی ہمنشینی اختیار کریں فرمایا اس شخص کے پاس بیٹھو کہ جس کا دیکھنا تمہیں خدا یاد دلائے اور اس کا کلام تمہارے علم کو زیادہ کرے اور جس کا عمل تمہیں آخرت کی طرف رغبت دلائے، شیخ بہائی نے اس حدیث کی تشریح میں فرمایا ہے کہ مخفی نہ رہے کہ اس حدیث میں مجالست سے مراد وہ چیز ہے جو الفت میل جول اور مصاحبت پر مشتمل ہے اور اس حدیث میں اس چیز کی طرف اشارہ ہے کہ جو شخص ان صفات کا مالک نہ ہو اس کے پاس بیٹھنا اور اس سے میل جول رکھنا مناسب نہیں ہے، چہ جائیکہ جو ان کی اضداد کا حامل ہو جیسا کہ ہمارے زمانہ کے اکثر لوگ ہیں پس خوشحال ہے وہ شخص کہ خدا جسے ان لوگوں سے دوری اور کنارہ کشی کی توفیق عنائت فرمائے اور جو ان سے وحشت کرے اور خداوند عالم سے انس رکھے بے شک ان سے میل جول رکھنا دل کو مار دیتا اور دین کو خراب کر دیتا ہے اور اس کی وجہ سے ایسی کیفیات نفس میں پیدا ہو جاتی ہیں جو مہلک ہیں اور انسان کو خسران تک پہنچا دیتی ہیں، اور حدیث میں وارد ہے کہ لوگوں سے اس طرح بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو معروف کرخی نے حضرت صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے فرزند رسولؐ مجھے وصیت کیجئے فرمایا اپنی جان پہچان والے اور شناسائی کرنے والے کم کر دے، عرض کیا مزید کچھ فرمائے۔[1]

[1] (یہاں مولف نے کچھ فارسی کے اشعار لکھے ہیں جو طوالت کے خوف سے ہم نے چھوڑ دیے ہیں۔ مترجم)

حکایت ہوئی ہے کہ کسی راہب سے یوں کہا گیا اے راہب وہ کہنے لگا میں راہب نہیں ہوں، راہب تو وہ ہے جو خدا سے ڈرے اور خدا کی نعمتوں پر اس کی حمد وثنا کرے اور اس کی بلاؤں اور مصیبتوں پر صبر کرے اور ہمیشہ خدا کی طرف جائے اور اپنے گناہوں سے استغفار کرے اور باقی رہا میں تو میں ایک کاٹنے والا کتا ہوں اپنے آپ کو اس عبادت خانہ میں قید کر رکھا ہے تا کہ لوگوں کو اذیت نہ پہنچا سکوں اور وہ میرے شر سے محفوظ رہیں اور زاہد سے منقول ہے کہ میں نے بیت المقدس کے دروازہ پر ایک راہب کو دیکھا مثل والہ کے یعنی اس شخص کی طرح جو غم واندوہ سے بیخود ہو جائے یا جو عشق سے سرگشتہ ہو میں نے اس سے کہا کہ مجھے وصیت کرو وہ کہنے لگا دنیا میں اس شخص کی طرح رہو کہ جسے درندوں نے گھیر رکھا ہو، پس وہ خائف اور ترساں ہے اسے ڈر ہے کہ غافل ہوا تو وہ مجھے چیر پھاڑ کھائیں گے یا اگر وہ کھیل کود میں پڑا تو دانتوں سے اسے کاٹیں گے پس اس کی رات خوف وخطر میں گزرتی ہے درآنحالیکہ مغرور شدہ لوگ مامون ہیں اور اس کا دن حزن واندوہ میں بسر ہوتا ہے حالانکہ اس میں ناچیز اور بے کار لوگ فرحناک اور خوشحال ہیں یہ کہہ کے چل دیا میں نے کہا کچھ مزید کہو کہنے لگا پیاسا انسان تھوڑے پانی پر قناعت کرتا ہے ایک راہب سے کہا گیا کہ گوشہ نشینی پر تجھے کس چیز نے آمادہ کیا ہے کہنے لگا مجھے ڈر محسوس ہوا کہ میرا دین چھین لیا جائے اور میں ملتفت نہ ہوں۔[1]

سفیان ثوری نے جعفر بن محمد علیہ السلام سے عرض کیا اے فرزند رسول آپ نے لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے آپ نے فرمایا ''یا سفیان فسد الزمان وتغیر الاخوان'' اے سفیان زمانہ خراب ہو گیا اور بھائی بدل گئے ہیں پس میں نے گوشہ نشینی کو دل کے لئے زیادہ باعث سکون سمجھا ہے پھر آپ نے فرمایا کہ وفا گزرے ہوئے دن کی طرح جا چکی ہے اور لوگ دھوکے باز اور زیرک وچالاک ہیں آپس میں مودت وصفا کا اظہار کرتے ہیں حالانکہ ان کے دل بچھوؤں سے بھرے ہیں باقی رہیں وہ روایات جو گوشہ نشینی کے ناپسند ہونے کے متعلق وارد ہیں تو وہ بہت زیادہ ہیں اور ہم یہاں اکتفاء کرتے ہیں ان پر جو علامہ مجلسی نے عین الحیوٰۃ میں بیان کی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ عام مخلوق سے اس امت میں گوشہ نشینی اختیار کرنا ممدوح نہیں جیسا کہ بہت سے احادیث مومن بھائیوں کی زیارت اور ان کی ملاقات کرنے اور ان کے بیماروں کی عیادت کرنے اور محتاجوں کی اعانت کرنے اور ان میں سے مر جانے والوں کی تشییع جنازہ کرنے اور ان کی حاجات پوری کرنے کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں اور ان میں سے کوئی بھی گوشہ نشینی کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی، نیز اجماع اور احادیث متواترہ کی بناء پر جاہل کے لئے مسائل ضروریہ کی تحصیل واجب اور عالم پر ہدایت مخلوق اور امر بمعروف اور نہی عن منکر بھی واجب ہے اور یہ امور بھی گوشہ نشینی کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے، چنانچہ کلینی نے سند معتبر کے ساتھ روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت صادق کی خدمت میں عرض کیا کہ ایک شخص ہے جس نے مذہب شیعہ کو سمجھ لیا ہے اور اپنا اعتقاد بھی درست کر لیا ہے اور اپنے گھر میں بیٹھ گیا ہے اور گھر سے باہر نہیں نکلتا اور نہ اپنے بھائیوں کے ساتھ آشنائی پیدا کرتا ہے حضرت نے فرمایا یہ شخص اپنے مسائل کیسے سیکھے گا اور سند معتبر کے ساتھ حضرت سے روایت ہوئی ہے کہ ہم پر لازم ہے مساجد میں نماز پڑھنا اور لوگوں کے ساتھ اچھی مجاورت اور ہمسائگی کرنا اور ان کے جنازہ میں شریک ہونا ہے

[1] (مولف نے یہاں اشعار فارسی لکھے ہیں جنہیں ہم چھوڑ رہے ہیں۔ مترجم)

شک لوگوں سے معاشرت کے بغیر چارہ کار نہیں، انسان جب تک زندہ ہے لوگوں سے بے پرواہ نہیں اور سب لوگ ایک دوسرے کے محتاج ہیں اور حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ جو شخص صبح کرے اور مسلمانوں کے امور میں اہتمام نہ کرے تو وہ مسلمان نہیں اور جو شخص سنے کہ کوئی استغاثہ کر رہا ہے اور مسلمانوں سے تعاون واعانت طلب کر رہا ہے اور وہ اس کی مدد نہ کرے تو وہ مسلمان نہیں ہے اور آنحضرت سے پوچھا گیا کہ خدا کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون ہے فرمایا وہ شخص کہ جس کا نفع مسلمانوں کو زیادہ پہنچے اور حضرت صادق سے منقول ہے کہ جو شخص اپنے برادر مومن کی زیارت فی سبیل اللہ کرے تو خداوند عالم ستر ہزار فرشتے متوکل کرتا ہے جو اسے ندا کرتے ہیں خوشا حال تیرے اور گوارا ہو جنت تیرے لئے اور سند معتبر کے ساتھ خیثمہ سے روایت ہے کہ میں امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ حضرت سے رخصت ہوں آپ نے فرمایا: اے خیثمہ ہمارے شیعوں اور دوستوں میں سے جسے دیکھو اسے میرا اسلام کہنا اور انہیں میری طرف سے وصیت کرنا تقویٰ اور پرہیزگاری کی اور یہ کہ اغنیا شیعہ فقراء کو نفع پہنچائیں اور صاحبان قوت ضعفاء کی اعانت کریں اور زندہ مردوں کے جنازہ میں حاضر ہوں اور ایک دوسرے سے ان کے گھروں میں جا کر ملاقات کریں، بے شک ان کا ملاقات کرنا اور آپس میں گفتگو کرنا امر تشیع کے احیاء وزندگی کا باعث ہے، خدا رحم کرے اس بندہ پر جو ہمارے مذہب کو زندہ رکھے اور حضرت صادقؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ ایک دوسرے کے ساتھ بھائیوں کی طرح رہو اور ایک دوسرے کے ساتھ خدا کے لئے دوستی اور مہربانی کرو اور ایک دوسرے پر رحم کرو اور ایک دوسرے سے ملاقات کرو اور امر دین میں مذاکرہ کرو اور مذہب حق کا احیاء کرو اور دوسری حدیث میں فرمایا کہ برادر مومن کی حاجت میں کوشش کرنا میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ میں ہزار غلام آزاد کروں اور ہزار افراد کو زین ولگام چڑھے گھوڑوں پر سوار کر کے جہاد فی سبیل اللہ پر بھیجوں۔

جان لو کہ ان امور میں سے ہر ایک کے متعلق احادیث متواترہ وارد ہوئی ہیں اور ظاہر ہے کہ گوشہ نشینی ان فضائل سے محرومی کا سبب ہے اور بعض روایات جو گوشہ نشینی کے متعلق ہیں اس سے مراد برے لوگوں سے کنارہ کشی ہے جب کہ ان سے معاشرت ان کی ہدایت کا سبب نہ ہو اور وہ اس شخص کو دینی ضرر پہنچائیں ورنہ اچھے لوگوں سے معاشرت اور گمراہوں کی ہدایت انبیاء کا شیوہ اور افضل عبادات میں سے ہے بلکہ وہ گوشہ نشینی جو ممدوح ہے وہ لوگوں کے درمیان رہ کر بھی میسر ہے اور وہ معاشرت جو مذموم ہے وہ خلوت بھی ہے کیونکہ مخلوق سے معاشرت کی خرابی تو دنیا کی طرف مائل ہونا اور اہل دنیا کے اخلاق کو اپنانا اور اہل باطل کی معاشرت میں زندگی تباہ کرنا اور ان کی مصاحبت میں رہنا ہے اور اکثر اوقات جو شخص مخلوق سے الگ رہتا ہے تو شیطان اس کے تمام حواس کو عزت وجاہ دنیا کی تحصیل کی طرف متوجہ رکھتا ہے وہ کتنا ہی اہل دنیا سے دور ہو لیکن دلی طور پر ان کے ساتھ ہوتا ہے اور ان کے اخلاق کو اپنے نفس میں تقویت دیتا ہے اور کتنے زیادہ ایسے اشخاص ہیں جو اہل دنیا کی مجالس میں موجود رہتے ہیں لیکن وہ ان کے اطوار وکردار سے بہت مکدر اور تکلیف میں ہوتے ہیں اور وہ معاشرت ان کے لئے زیادہ آگاہی اور دنیا سے نفرت کا سبب بنتی ہے اور ان کی معاشرت کے ضمن میں چونکہ اس کا مقصد خدا ہوتا ہے ان کی ہدایت کرنے یا دوسرے اغراض صحیحہ کی وجہ سے تو وہ ثواب پائے

عظیم حاصل کرتا ہے جیسا کہ سند صحیح کے ساتھ حضرت صادق سے منقول ہے کہ کیا کہنے اس خاموش و گمنام بندہ کے جو اپنے زمانہ کے لوگوں کو پہچانتا ہو، اور ظاہری طور پر ان کے ساتھ ہو لیکن اعمال میں دلی طور پر ان کے ساتھ نہ ہو پس وہ اسے ظاہر کی بناء پر پہچانیں اور وہ انہیں باطنی طور پر پہچانتا ہو لہذا اعزلت اور گوشہ نشینی سے مطلوب یہ ہے کہ گوشہ نشین کا دل مخلوق کے ناشائستہ اطوار سے الگ ہو اور ان پر تمام امور میں اعتماد نہ رکھتا ہو اور ہمیشہ خدا پر توکل رکھے ان کے فوائد سے نفع اٹھائے اور ان کے مفاسد سے بچے ورنہ لوگوں سے چھپ کے رہنا، انسان کے لئے بیکار ہے بلکہ بہت سی صفات مذمومہ کو زیادہ قوی کرتا ہے مثلاً عجب وریاء وغیرہ۔

تیسرا ارشاد: آپ نے فرمایا جب بلاء پر بلاء وارد ہو تو اس بلا سے عافیت حاصل ہو گی فقیر کہتا ہے کہ آپ کا یہ فرمان آپ کے جد امجد حضرت امیر المومنینؑ کے کلام سے مشابہ ہے آپ نے فرمایا سختی و شدت کے ختم ہونے کے وقت کشائش ہے اور بلاد مصیبت کے حلقوں کے تنگ ہونے کے وقت آسائش ہے خداوند عالم فرماتا ہے دشواری کے ساتھ آسانی ہے (پھر فرماتا ہے) بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے حضرت امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ شدائد و نکبات زمانہ کے لئے انتہا ہے اور اس سے چارہ نہیں کہ وہ اپنی انتہا کو پہنچیں پس جب کوئی مصیبت کسی پر تم میں سے محکم ہو جائے تو وہ اس کے سامنے اپنا سر جھکالے اور صبر کرے تاکہ وہ مصیبت گزر جائے اور اس مصیبت کے نازل ہوتے وقت حیلہ و تدبیر کرنا اس کے مکروہ و ناپسند ہونے کو زیادہ کرتا ہے۔

اے دل صبور باش و مکور غم کہ عاقبت
ایں شام صبح گردود ایں شب سحر شود

چوتھا ارشاد: فرمایا جب دنیا کسی قوم کا رخ کرتی ہے تو انہیں دوسرے لوگوں کی خوبیوں کے لباس پہنا دیتی ہے اور جب کسی قوم سے پشت پھیرتی ہے تو ان کی اپنی خوبیاں بھی ان سے چھین لیتی ہے، مولف کہتا ہے کہ یہ کلام آپ کا آپ کے جد امجد امیر المومنینؑ کے کلام کے مشابہ ہے آپ نے فرمایا جب دنیا کسی کی طرف رخ کرتی ہے تو اسے عاریۃً اس کے غیر کی نیکیاں دے دیتی ہے، اور جب اس سے منہ پھیرتی ہے تو اس کی ذاتی خوبیاں بھی اس سے چھین لیتی ہے کہتے ہیں کہ جب آل برامکہ کا بخت و طالع ان کے مساعد تھا تو رشید جعفر بن یحییٰ برمکی کے لئے قسم کھاتا تھا کہ وہ قس بن ساعدہ سے زیادہ فصیح اور عامر بن طفیل سے زیادہ شجاع اور عبدالحمید سے زیادہ خوشنویس اور عمر بن خطاب سے زیادہ سیاستدان ہے اور مصعب بن عمیر سے زیادہ خوبصورت ہے (حالانکہ جعفر خوبصورت نہیں تھا) اور حجاج سے بہ نسبت عبدالملک کے زیادہ خیر خواہ ہے اور عبداللہ بن جعفرؑ سے زیادہ سخی ہے اور یوسف بن یعقوبؑ سے زیادہ پاکدامن ہے اور جب ان کا طالع سرنگوں ہوا تو ان تمام چیزوں کا انکار کر دیا یہاں تک کہ ان اوصاف کا جو واقعاً جعفر میں تھے اور کوئی ان کا منکر نہیں تھا، مثلاً عقلمندی و ہوشیاری اور سخاوت خلاصہ یہ کہ لوگ ابناء دنیا ہیں اور مال و متاع دنیا کے طلب گار ہیں، پس جس کے پاس وہ ہوتی ہے اسے دوست رکھتے ہیں اور اس کے کمالات و محاسن کو بیان کرتے ہیں اور اس کے عیوب سے چشم پوشی کرتے ہیں بلکہ ان کے عیوب انہیں نظر ہی نہیں آتے کیونکہ عین الرضا کل عیب کلیلۃ رضا و رغبت کی آنکھ ہر عیب سے تھکی ماندی ہے پس دنیا پرست لوگوں کی حالت ایسی ہے جیسے شاعر کہتا ہے۔

دوستند آنکہ راز مانہ نواخت

دشمنند آنکہ راز مانہ فگند

امیر المومنینؑ فرماتے ہیں لوگ دنیا کے بیٹے ہیں اور کوئی شخص اپنی ذات کی محبت میں قابل ملامت نہیں۔

پانچواں ارشاد: آپ نے اس شخص سے فرمایا جس نے آپ سے وصیت کی خواہش کی کہ مہیا اور تیار کرو سفر آخرت کا سامان اور اپنا توشہ آگے بھیج دے اور اپنا وصی خود بن جا اور اپنے علاوہ کسی سے نہ کہہ کہ وہ تیرے لئے کوئی چیز بھیجے جو تجھے درکار ہے۔ [1]

شیخ ابوالفتوح رازی رحمہ اللہ نے روایت کی ہے کہ جب امیر المومنینؑ صدیقہ طاہرہ کے دفن سے فارغ ہوئے تو قبرستان میں گئے اور فرمایا تم پر سلام ہو اے قبروں کے رہنے والو! تمہارے مال تقسیم ہو گئے ہیں تمہارے مکانوں میں دوسرے لوگ سکونت پذیر ہو چکے ہیں تمہاری عورتوں نے دوسرے شوہر کر لئے ہیں یہ خبر تو ہمارے پاس ہے تمہارے ہاں کی خبر کیا ہے؟ ہاتف نے آواز دی جو کچھ ہم نے کھالیا وہ نفع میں ہے اور جو کچھ آگے بھیجا تھا وہ پالیا ہے اور جو کچھ پیچھے چھوڑ آئے وہ خسارہ کیا ہے۔ [2]

چھٹا ارشاد: عبداللہ بن جندب کو وصیت کرتے ہوئے آپ نے فرمایا اے جندب کے بیٹے رات کو تھوڑا سویا کرو اور دن کو باتیں کم کرو جسم میں آنکھ اور زبان سے زیادہ ناشکرا کوئی عضو نہیں ہے جناب سلیمان کی والدہ نے جناب سلیمان سے کہا تھا اے بیٹا سونے سے بچو یعنی زیادہ نہ سویا کرو کیونکہ یہ تمہیں محتاج بنادے گا، اس دن جس دن لوگ اپنے اعمال کے محتاج ہوں گے اور حضرت نے فرمایا کہ اس پر قناعت کرو جو خدا نے تمہاری قسمت میں لکھا ہے اور اس چیز کی طرف نہ دیکھو جو تمہارے پاس نہیں اور اس چیز کی خواہش نہ کرو کہ جس تک نہیں پہنچ سکتے ہو کیونکہ جس نے قناعت کی وہ سیر ہوا اور جو قناعت نہیں کرتا وہ سیر نہیں ہوتا اور آخرت میں سے اپنا حصہ لے لو اور غنی اور تونگری کے وقت تکبر اور ناشکری نہ کرو اور فقر و فاقہ کے وقت جزع و فزع و اضطراب و بے تابی نہ کرو اور تند مزاج اور بدخو نہ بنو کہ لوگ تمہارے نزدیک جانے کو ناپسند کریں اور سستی نہ کرو کہ تمہیں حقیر و ذلیل سمجھیں وہ شخص جو تمہیں پہچانتا ہے اور اس سے مخاصمہ اور جھگڑا نہ کرو جو تم سے اونچا ہے اور استہزاء اور تمسخر نہ اڑاؤ جو تم سے پست ہے اور اس کے امر و فرمان میں نزاع نہ کرو جو اس کا اہل ہے اور بے وقوف اور بے عقلوں کی اطاعت نہ کرو اور خوار و ذلیل نہ ہو کہ ہر شخص تمہیں اپنے ماتحت سمجھے اور کسی کی کفایت پر اعتماد نہ کرو اور ہر کام کے وقت رک جاؤ جب تک اس میں داخل ہونے اور اس سے نکلنے کا راستہ تمہیں معلوم نہ ہو اس سے پہلے کہ تم اس کام میں داخل ہو اور پھر پشیمان ہو، مولف کہتا ہے کہ آخری فقرے کے مضمون کو شیخ نظامی نے نظم کیا ہے۔

در سرکارے کہ در آئی نخست

رخنہ بیرون شد نش کن درست

---

[1] (کچھ اشعار ہیں جنہیں ہم ترک کر رہے ہیں۔مترجم)

[2] (یہاں بھی کچھ اشعار ہیں۔مترجم)

تانگہی جائے قدم استوار

پائے منہ در طلب ہیچ کار

روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت رسول خداؐ سے روایت کی کہ آپ اسے وصیت فرمائیں آپ نے فرمایا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ جب کسی کام کے اقدام کا ارادہ رکھتے ہو تو اس کے انجام میں غور و تامل کرو پس اگر وہ باعث رشد و صلاح ہے تو اقدام کرو اور اگر اس میں گمراہی و ضلالت ہے تو اس پر اقدام نہ کرو، نیز روایت ہے کہ ایک یہودی نے آپ سے ایک مسئلہ پوچھا حضرت نے کچھ توقف کیا پھر اسے جواب دیا یہودی نے پوچھا آپ نے توقف کیوں کیا تھا اس چیز میں جسے آپ جانتے تھے فرمایا حکمت کی توقیر و بزرگی کی وجہ سے۔

ساتواں ارشاد: آپ نے فرمایا تامل میں سلامتی ہے اور جلد بازی میں ذلت و خواری اور جو کسی کام کو اس کے وقت پر شروع نہ کرے تو وہ اپنے آخر کو غیر وقت میں پہنچے گا۔

آٹھواں ارشاد: فرمایا ہم دوست رکھتے ہیں اس شخص کو جو عقل مند، بافہم، فقیہ، حلیم، مدارات کرنے والا، صبر کرنے والا، زیادہ سچ بولنے والا اور وعدہ وفا کرنے والا ہو، بے شک خداوند عالم نے انبیاءؑ کو مکارم اخلاق کے ساتھ مخصوص کیا ہے پس جو ان کا حامل ہو وہ خدا کی حمد و ثنا کرے اور جو ان کا مالک نہیں وہ بارگاہ خدا میں تضرع و زاری کرے اور ان کا سوال کرے، لوگوں نے عرض کیا وہ کون سے ہیں فرمایا ورع قناعت، صبر و شکر، حلم و حیا، سخاوت و شجاعت و غیرت، سچ بولنا، نیکی و احسان کرنا، ادائے امانت، یقین، خوش خلقی اور مروت۔

مولف کہتا ہے کہ حضرت سے سوال کیا گیا کہ مروت کیا چیز ہے فرمایا یہ ہے کہ خدا تجھے اس جگہ نہ دیکھے کہ جہاں سے اس نے روکا ہے اور وہاں سے مفقود نہ پائے کہ جہاں کا تجھے حکم دیا ہے جان لو کہ ان اخلاق شریفہ میں ورع سب سے پہلے بیان ہوئی ہے شاید یہ کہا جاسکے کہ اس کا مرتبہ سب سے بلند ہے کیونکہ ورع کہ جس کا معنی محرمات و منہیات بلکہ بعض مباحات کو چھوڑنا ہے، وہ بہت بلند مرتبہ اور بہت عالی درجہ ہے کہ آسانی سے ہر شخص وہاں تک نہیں پہنچ سکتا لہذا اکثر مقامات پر حضرت صادقؑ نے اپنے شیعوں کو ورع کی وصیت فرمائی ہے، روایت ہوئی ہے کہ عمرو بن سعید ثقفی نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ میں ہمیشہ آپ سے ملاقات کیا کرتا ہوں، پس آپ مجھ سے کچھ فرمایئے کہ جس پر میں عمل کروں فرمایا کہ میں تقویٰ ورع اور اجتہاد (یعنی عبادت میں کوشش کرنا) کی تجھے وصیت کرتا ہوں اور جان لے کہ اس اجتہاد میں کوئی فائدہ نہیں جس میں ورع نہ ہو، روایت ہے کہ آپ ابو الصباح سے کہا کرتے تھے کہ تم میں کتنے کم افراد ہیں جو جعفر صادقؑ کا اتباع کرتے ہیں یاد رکھو میرے اصحاب میں سے نہیں مگر وہ شخص کہ جس کا ورع سخت اور عظیم ہو اور وہ اپنے خالق اور پیدا کرنے والے کے لئے عبادت کرے اور اس سے ثواب اور اجر کی امید رکھتا ہو، ایسے لوگ ہی میرے اصحاب ہیں، ایک روایت ہے کہ حضرت سے پوچھا گیا لوگوں میں صاحب ورع کون ہے فرمایا جو شخص ان چیزوں سے پرہیز کرے کہ جنہیں خدا نے حرام قرار دیا ہے، نیز حضرت سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا زیادہ باورع وہ شخص ہے جو شبہ والی چیز کے پاس رک جائے، نیز حضرت سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا تم پر لازم ہے باورع ہونا اور محرمات و شبہات کو ترک کرنا اور

بے شک ورع ایسا دین ہے کہ ہم ہمیشہ اس کے پابند رہیں گے اور خدا کی ان کے ساتھ عبادت کرتے رہیں گے اور اپنے موالیوں اور شیعوں سے اسی کا ارادہ رکھتے ہیں پس ہمیں اپنی شفاعت کے سلسلے میں سختی میں نہ ڈالنا یہ کہ تم محرمات کے مرتکب ہو جاؤ اور ہمارے لئے تمہاری شفاعت کرنا دشوار ہو جائے اور دوسری روایت میں فرماتے ہیں کہ جعفر کا شیعہ نہیں مگر جو شخص اپنے پیٹ اور شرمگاہ کو حرام سے پاک رکھے اور عبادت میں سخت کوشش کرے اور اپنے پیدا کرنے والے کے لئے کام کرے اور اس کے ثواب کی امید اور عذاب کا خوف رکھتا ہو پس اگر ایسے گروہ کو دیکھو تو وہ میرے شیعہ ہیں۔

نیز روایت ہوئی ہے کہ آپ نے فرمایا ورع کے زیادہ سزاوار اور لائق آل محمد علیہم السلام اور ان کے شیعہ ہیں اس لحاظ سے کہ رعیت ان کی اقتداء کرے، صفوان بن یحییٰ جو کہ امام موسیٰ کاظم اور امام رضا کے اصحاب میں سے تھے ان کی زیادہ ورع کے سلسلہ میں منقول ہے کہ مکہ میں ان کے ہمسایہ نے انہیں دو دینار دیئے تا کہ وہ کوفہ لے جائیں کہنے لگے میں نے سواری کا اونٹ کرایہ پر لیا ہے اور کرایہ طے کرتے وقت یہ دو دینار میرے اسباب کے جزو نہ تھے پس اس سے مہلت چاہی اور جا کر اونٹ والے سے اس کی اجازت لی اور اسی واقعہ کے قریب مولانا مقدس اردبیلی سے بھی منقول ہے کہ جس کا تذکرہ صفوان بن یحییٰ صحابی حضرت رضا کے حالات کے ضمن میں آئے گا، اور دمیری نے حیوۃ الحیوان میں نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن مبارک نے شام میں ایک قلم کسی سے عاریۃً لیا پس اتفاقاً سفر پر جانا پڑا جب انطاکیہ میں پہنچا تو اسے یاد آیا کہ عاریۃً لیا ہوا قلم اس کے پاس رہ گیا ہے، پس وہ پیدل شام کی طرف واپس گیا اور صاحب قلم کو قلم دے کر واپس آیا، شیخ بہائی نے اپنے کشکول میں ذکر کیا ہے کہ لوٹ مار کے گوسفند کوفہ کے گوسفندوں میں مل جل گئے تو ایک صاحب ورع نے جو کوفہ کے عابدوں میں سے تھا، سات سال تک گوسفند کا گوشت کھانے سے اجتناب کیا چونکہ اس نے (اہل خبرہ سے) پوچھا تھا کہ گوسفند کتنی مدت تک زندہ رہتا ہے، انہوں نے بتایا کہ سات سال اور ہمارے شیخ نے کلمہ طیبہ نقل کیا ہے کہ سید ابن طاؤس ہر اس طعام کے کھانے میں احتیاط کرتے تھے جو غیر خدا کے لئے ترتیب دیا جائے، بسبب آیت نہی کے اس جانور کے کھانے سے جو نام خدا کے علاوہ ذبح کیا جائے، شیخ صدوق سے روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ سے سوال ہوا کہ ثبات ایمان کا باعث کون سی چیز ہے تو فرمایا کہ ورع عرض کیا گیا کہ زوال ایمان کا سبب کیا ہے تو فرمایا طمع۔

نواں ارشاد: کہ انسان جزع وفزع کرتا ہے تھوڑی سی ذلت کی وجہ سے پس یہ جزع وفزع اور بے صبری اسے بڑی ذلت میں داخل کرتی ہے، مولف کہتا ہے کہ یہ فرمائش آپ نے مرازم سے اس رات فرمائی جب منصور نے آپ کو اجازت دی کہ آپ حیرہ سے مدینہ چلے جائیں اور آپ وہاں سے اپنے غلام مصارف اور مرازم کے ساتھ (جو آپ کا صحابی تھا) روانہ ہوئے جب آپ نگہبانوں کے پاس پہنچے تو ان میں ایک باج گیر تھا وہ حضرت سے معترض ہوا اور کہنے لگا میں آپ کو نہیں جانے دوں گا، آپ نے اچھی گفتگو اور اصرار کے ساتھ اس سے خواہش کی کہ ہمیں جانے دو لیکن اس شخص نے انکار کیا اور وہ جانے نہیں دیتا تھا، مصارف نے عرض کیا آپ پر قربان جاؤں یہ کتا آپ کو تکلیف دے رہا ہے مجھے ڈر ہے کہ یہ آپ کو پلٹا دے اور آپ منصور کی بلا میں پھر مبتلا ہوں، آپ اجازت

دیں تاکہ میں اور مرازم اس کو قتل کر کے اسے نہر میں پھینک کر چلے جائیں۔ آپ نے فرمایا اس خیال کو اپنے دل سے نکال دو، پس آپ مسلسل اس شخص سے چلے جانے کی اجازت کے سلسلہ میں بات کرتے رہے یہاں تک کہ رات کا اکثر حصہ گزر گیا، اس وقت اس شخص نے اجازت دی اور حضرت تشریف لے گئے اس کے بعد آپ نے فرمایا اے مرازم وہ چیز جو تم کہتے تھے کہ اس شخص کو قتل کر دیں وہ بہتر تھی یا یہ پھر آپ نے وہ کلام کیا جو گزر چکا ہے، اس کا ماحصل یہ ہے کہ نرمی اور مدارات کرنی اس شخص کے ساتھ اور اس کا ہمیں روکے رکھنا تھوڑی سی ذلت تھی لیکن اس کو قتل کرنا سبب بنتا کہ ہم اس کے تدارک کے لئے بڑی قسم کی ذلتوں سے دوچار ہوتے، انتھی۔ یہیں سے کہا گیا ہے کہ عزت غضب عذر خواہی کی ذلت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

دسواں ارشاد: فرمایا ابلیس لعین کا لشکر عورتوں اور غضب سے زیادہ سخت نہیں ہے، مولف کہتا ہے کہ جناب یحییٰ نبی علیہ السلام اور ابلیس کی گفتگو میں ہے کہ حضرت نے اس ملعون سے پوچھا کہ کون سی چیز تیرے سرور اور آنکھوں کی روشنی کا زیادہ سبب بنتی ہے، کہنے لگا عورتیں چونکہ یہ میرے جال اور فریب ہیں جب نیک لوگوں کی نفرین اور لعنتیں مجھ پر جمع ہو جاتی ہیں تو میں عورتوں کے پاس جاتا ہوں اور ان سے اپنا دل بہلاتا ہوں اور اہل سنت کی روایت میں ہے کہ ابلیس نے جناب یحییٰ سے کہا کہ کوئی چیز عورتوں کی طرح میری کمر کو مضبوط نہیں کرتی اور میری آنکھوں کو روشن نہیں کرتی یہ میرے جال ہیں اور ایسا تیر کہ جو خطا نہیں کرتا میرا باپ ان پر قربان جائے اگر وہ نہ ہوتیں تو میں پست ترین آدمی کو بھی گمراہ نہ کر سکتا، میری آنکھ ان سے روشن ہے ان کی وجہ سے میں اپنے مقصد کو پہنچتا ہوں اور ان کے سبب سے میں لوگوں کو ہلاکتوں میں ڈالتا ہوں اور اس قسم کے کلمات عورتوں کے متعلق کہتا ہے یہاں تک کہ عرض کرتا ہے وہ میری سردار ہیں اور ان کی جگہ میری گردن کے اوپر ہے اور مجھ پر لازم ہے کہ میں ان کی آرزوؤں کو پورا کروں، پس جس وقت وہ عورت کسی چیز کی خواہش کرے جو میرا جال ہے تو میں اس کی خواہش اور حاجت کے پیچھے جاتا ہوں کیونکہ وہ میری امید میری قوت اور میری سند میرا اصل اعتماد اور میری فریاد رس ہیں۔

چوتھی فصل

امام جعفر صادقؑ کے چند معجزات کا ذکر

پہلا معجزہ: حضرت کا علم غیب پر مطلع ہونا۔

شیخ طوسی نے داؤد بن کثیر رقی سے روایت کی ہے کہ میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ اچانک آپ نے ابتدا اپنی طرف سے فرمایا اے داؤد تحقیق جمعرات کے دن تیرے اعمال میرے سامنے پیش ہوئے پس تیرے اعمال میں سے تیرا صلہ رحمی اور احسان کرنا اپنے فلاں چچا زاد بھائی کے ساتھ میں نے دیکھا تو چیز اس نے مجھے خوش کیا اور تیرا صلہ رحمی کرنا سبب ہوا کہ اس کی عمر ختم ہوگئی، داؤد کہتا ہے کہ میرا چچا زاد بھائی معاند اور دشمن اہل بیتؑ اور مرد خبیث تھا، مجھے یہ معلوم ہوا کہ وہ اور اس کے اہل و عیال بری حالت میں ہیں پس میں نے اس کے نفقہ اور اخراجات کے لئے ایک برات لکھی اور اس کے پاس بھیج دی مکہ کی طرف متوجہ ہونے سے پہلے اور میں جب مدینہ میں پہنچا تو امام جعفرؑ صادق نے مجھے اس واقعہ کی خبر دی۔

دوسرا معجزہ: حضرت کا ابو بصیر کو علامت امام کی نشاندہی کرنا

کشف الغمہ میں دلائل حمیری سے منقول ہے ابو بصیر کہتا ہے کہ میں ایک دن اپنے مولا حضرت صادقؑ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا، تو حضرت نے فرمایا اے ابو محمد آیا اپنے امام کو پہچانتے ہو میں نے عرض کیا جی ہاں قسم ہے اس کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں آپ ہی میرے امام ہیں اور میں نے اپنا ہاتھ حضرت کے زانو یا ران پر رکھا فرمایا سچ کہتے ہو اپنے امام کو تم پہچانتے ہو، پس اس کے دامن کو تھامے رہو اور اس سے مستمسک رہو، میں نے عرض کیا آپ مجھے امام کی علامت عطا فرمائیں آپ نے فرمایا کہ معرفت کے بعد علامت کس لئے چاہتے ہو میں نے عرض کیا تا کہ میرا ایمان اور یقین زیادہ ہو فرمایا اے ابو محمد جب تم کوفہ میں واپس جاؤ گے تو تم دیکھو گے کہ تمہارا ایک بیٹا عیسیٰ نامی پیدا ہو چکا ہے اس کے بعد تمہارا ایک بیٹا محمد نامی پیدا ہوگا اور ان دو بیٹوں کے بعد تمہاری دو بیٹیاں پیدا ہوں گی، اور جان لو کہ تمہارے ان دونوں بیٹوں کے نام ہمارے پاس صحیفہ جامعہ میں کہ جس میں ہمارے شیعوں کے نام اور ان کے ماں باپ واجداد و انساب کے نام اور جو کوئی قیامت تک پیدا ہوگا کے نام لکھے ہیں پس آپ نے ایک صحیفہ نکالا کہ جس کا رنگ زرد تھا اور وہ لپٹا ہوا تھا۔

تیسرا معجزہ: آپ کا ایک عورت کے متعلق خبر دینا کہ تین دن کے بعد مر جائے گی

ابن شہر آشوب اور قطب راوندی نے حسین بن ابی العلاء سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں حضرت صادق کے پاس تھا کہ ایک شخص آپ کے ایک غلام کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے اپنی بیوی کی بد خلقی کی شکایت کی حضرت نے فرمایا اس عورت کو میرے پاس لے آؤ، جب وہ عورت آئی تو حضرت نے اس سے فرمایا کہ تیرے شوہر میں کون سا عیب ہے اس عورت نے اپنے شوہر کو نفرین کرنی اور برا بھلا کہنا شروع کر دیا، آپ نے فرمایا اگر تو اسی حالت پر رہی تو تین دن سے زیادہ زندہ نہیں رہے گی، وہ کہنے لگی مجھے اس کی پرواہ نہیں کیونکہ میں نہیں چاہتی کہ کبھی بھی اسے دیکھوں، حضرت نے اس شخص سے کہا کہ اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑ تیرے اور اس کے درمیان صرف تین دن ہیں، جب تیسرا دن ہوا تو وہ شخص حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا تیری بیوی کا کیا ہوا وہ کہنے لگا خدا کی قسم ابھی اسے دفن کر کے آ رہا ہوں، میں نے پوچھا اس عورت کی کیا حالت تھی فرمایا وہ عورت تعدی اور تجاوز کرنے والی تھی، خداوند عالم نے اس کی عمر ختم کر دی اور اس کے شوہر کو اس سے راحت و آرام دیا۔

چوتھا معجزہ: حضرت کا داؤد کے بھائی کو پیاسہ مرنے سے نجات دینا

ابن شہر آشوب نے داؤد رقی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میرے دو بھائی کوفہ سے زیارت کے ارادہ سے نکلے راستہ میں ان میں سے ایک کو سخت پیاس لگی یہاں تک کہ وہ برداشت نہ کر سکا اور گدھے سے گر گیا دوسرا بھائی اس کی حالت دیکھ کر متحیر و سرگرداں ہوا، پس وہ نماز کے لئے کھڑا ہوا اور نماز پڑھ کر اس نے خدا اور محمد مصطفیٰؐ اور امیر المومنینؑ اور آئمہ علیہم السلام میں سے ایک ایک کو پکارا یہاں تک کہ اپنے امام زمانہ امام جعفر صادقؑ تک پہنچا، پس مسلسل پکارتا رہا اور حضرت سے التجاء کی اچانک دیکھا کہ ایک شخص اس کے سرہانے کھڑا ہے اور کہتا ہے اے شخص تیرا کیا معاملہ ہے پس اس نے اپنی حالت بیان کی اس شخص نے لکڑی کا ایک ٹکڑا دے دیا اور کہا کہ اسے اپنے بھائی کے دونوں لبوں کے درمیان رکھ دو، جب وہ لکڑی اس نے اپنے بھائی کے لبوں کے درمیان رکھی تو اس کا بھائی ہوش میں آ گیا، اور اس نے آنکھیں کھول دیں اور اٹھ بیٹھا اور اس کی پیاس جاتی رہی، پس قبر کی زیارت کے لئے گئے اور جب کوفہ واپس گئے تو جس بھائی نے دعا کی تھی مدینہ پہنچا اور حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت نے اس سے فرمایا بیٹھ جاؤ تمہارے بھائی کا کیا حال ہے اور وہ لکڑی کہاں ہے عرض کیا میرے آقا جب میں نے اپنے بھائی کو اس حالت میں دیکھا تو میرا غم و الم اس کے لئے بہت سخت ہوا جب خدا نے اس کی روح پلٹا دی تو زیادہ خوشی کی وجہ سے مجھے لکڑی کا خیال نہیں رہا، اور اس سے غفلت کی اور اسے بھول گیا، حضرت نے فرمایا جب تو اپنے بھائی کے غم میں تھا تو میرے بھائی حضرت خضرؑ میرے پاس آئے تو میں نے ان کے ہاتھ پر درخت طوبیٰ کی ایک لکڑی تیری طرف بھیجی پھر آپ نے اپنے خادم کی طرف رخ کیا اور فرمایا وہ گٹھڑی لے آؤ، جب وہ ایک گٹھڑی لے آیا تو آپ نے وہ کھولی اور اس سے ایک لکڑی نکالی جو بعینہ وہی تھی اور وہ اسے دکھائی اس نے پہچان لی پھر حضرت نے اسے دوبارہ اس کی جگہ پر رکھ دیا۔

پانچواں معجزہ شیر کا آپ کے لئے ذلیل و مطیع ہونا

نیز ابن شہر آشوب نے ابو حازم عبد الغفار بن حسن سے روایت کی ہے کہ ابراہیم بن ادھم کوفہ میں آیا اور میں اس کے ساتھ تھا اور یہ منصور کا زمانہ تھا اتفاقاً انہیں دنوں جناب جعفرؑ بن محمدؑ علوی کوفہ میں وارد ہوئے اور جب کوفہ سے باہر مدینہ کی طرف جانے کے لئے نکلے تو علماء اور اہل فضل کوفہ نے آپ کی مشایعت کی اور آپ کی مشایعت کرنے والوں میں سفیان ثوری اور ابراہیم ادھم بھی تھا اور جو لوگ مشایعت کے لئے آئے تھے وہ حضرت کے آگے جا رہے تھے کہ اچانک انہیں سر راہ شیر نظر آیا، ابراہیم بن ادہم نے اس گروہ سے کہا جعفرؑ بن محمد علیہما السلام کے آنے تک رک جاؤ تا کہ دیکھیں کہ وہ حضرت اس شیر سے کیا کرتے ہیں، جب حضرتؑ آئے تو شیر کا معاملہ آپ کی خدمت میں پیش کیا حضرت شیر کی طرف بڑھے اور اس کے قریب جا کر اس کا کان پکڑ کر راستہ سے دور کر دیا اس وقت اس گروہ کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ اگر لوگ خدا کی اطاعت کرتے جو کہ حق اطاعت ہے تو اپنے سامان شیر پر بار کرتے، فقیر کہتا ہے کہ ظاہرا آپ کی اس فرمائش میں تعریض ہے ابراہیم ادہم اور سفیان ثوری کی طرف۔

چھٹا معجزہ۔ حضرت کی وجہ سے آگ کا ہارون مکی کو نہ جلانا

نیز روایت کی ہے مامون رقی سے وہ کہتا ہے کہ میں اپنے آقا حضرت صادق کی خدمت میں تھا کہ سہل بن حسن خراسانی وارد ہوا اور حضرت کو سلام کر کے بیٹھ گیا، اور عرض کیا اے فرزند رسول آپ کے لئے ہے، رافت و رحمت اور آپ اہل بیتؑ امامت ہیں کیا مانع اور رکاوٹ ہے آپ کے لئے کہ آپ اپنا حق چھوڑ کر بیٹھ گئے ہیں، حالانکہ آپ کے پاس ایک لاکھ شیعہ موجود ہیں جو آپ کے سامنے تلوار چلائیں گے آپ نے فرمایا اے خراسانی بیٹھ جاؤ رعی اللہ حقک خدا تیرے حق کی حفاظت کرے پھر فرمایا: اے حنیفہ تنور گرم کرو، پس اس کنیز نے تنور گرم کیا جو آگ کی طرح سرخ ہو گیا اور اس کے اوپر والا حصہ سفید ہو گیا، اس وقت آپ نے فرمایا اٹھو کھڑا ہو اے خراسانی اور تنور میں جا کر بیٹھ جا، مرد خراسانی کہنے کہنے لگا اے میرے آقا اے فرزند رسول مجھے آگ کا عذاب نہ دیں اور مجھ سے درگزر کیجئے، خدا آپ سے درگزر کرے فرمایا تجھے معاف کیا پس اسی حالت میں ہارون مکی وارد ہوئے، انہوں نے اپنا جوتا انگشت شہادت میں پکڑا ہوا تھا عرض کیا السلام علیک یا ابن رسول اللہ حضرت نے فرمایا کہ جوتا ہاتھ سے پھینک کر اس تنور میں جا بیٹھو، راوی کہتا ہے کہ ہارون نے جوتا پھینک دیا اور تنور میں جا بیٹھا اور حضرت نے اس مرد خراسانی کی طرف رخ کیا اور اس سے خراسان کی باتیں کرنے لگے اس شخص کی طرح کہ جس نے وہ علاقہ دیکھا ہوا ہو پھر فرمایا اٹھو اے خراسانی اور تنور کے اندر دیکھو وہ کہتا ہے میں کھڑا ہوا اور تنور میں دیکھا کہ ہارون چوکڑی مار کر بیٹھا ہوا ہے اس وقت وہ تنور سے نکلا اور آ کر ہم کو سلام کیا، حضرت نے فرمایا خراسان میں اسے جیسے کتنے افراد ہیں وہ کہنے لگا خدا کی قسم ایک بھی نہیں ہے فرمایا ہم ایسے زمانہ میں خروج نہیں کریں گے کہ جس میں پانچ افراد بھی ہمارے مددگار تجھے نظر نہ آئیں، ہم خروج کے وقت کو بہتر جانتے ہیں۔

ساتواں معجزہ: آپ کا امور عظیمہ کے متعلق خبر دینا

بحار میں مجالس مفید سے سند اسد بر صیرفی سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ میں ابا عبداللہ صادقؑ کے پاس تھا اور آپ کی خدمت میں اہل کوفہ کا ایک گروہ موجود تھا تو آپ نے فرمایا حج کرلو اس سے پہلے کہ حج نہ کر سکو اس سے پہلے کہ برجانیہ مانع ہو، علامہ مجلسی نے اس کا معنی کیا ہے کہ حج کرو اس سے پہلے کہ راستے خطرناک ہو جائیں اور راستوں میں سفر کرنا ممکن نہ ہو گویا علامہ کے نزدیک یہ دو لفظ ہیں البر جانبہ یعنی بیابان اور اس کے اطراف لیکن بعض اہل تحقیق نے نقل کیا ہے، برجانیہ برطانیہ کا مغرب ہے یعنی حج کرو اس سے پہلے کہ عراق کی وہ مسجد خراب ہو جو درخت خرمہ اور نہروں کے درمیان ہے اور حج کرو اس سے پہلے کہ زورا میں بیری کا درخت کاٹ دیا جائے جو اس کھجور کے درخت کی جڑوں کے اوپر ہے کہ جس سے حضرت مریم نے تازہ کھجوریں توڑی تھیں، پس جب یہ امور واقع ہوں گے تو تم حج کرنے سے روک دیئے جاؤ گے اور پھل کم ہو جائیں گے اور تمام شہروں میں قحط سالی پیدا ہو گی اور مبتلا ہو گے، نرخوں کی گرانی اور بادشاہ کے ظلم و ستم کے ساتھ اور تمہارے درمیان ظلم و ستم یا بلاء و وباء اور بھوک عام ہو گی اور تمام دنیا سے فتنے تمہارا رخ کریں گے پس وائے اور ہلاکت ہے تمہارے لئے اے اہل عراق جب تمہاری طرف جھنڈے اور علم خراسان کی طرف سے آئیں گے اور وائے ہے اہل رے کے لئے ترک کی طرف سے اور وائے ہے اہل عراق کے لئے اہل رے کی طرف سے اور وائے ہے ان پر ثط کی طرف سے، سدید کہتا ہے میں نے عرض کیا اے مولا ثط کون ہے فرمایا ایک قوم ہے کہ جس کے کان چوہوں کی طرح چھوٹے ہونے کی وجہ سے ان کے لباس لوہے کے ہیں ان کی گفتگو شیاطین جیسی ہے ان کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی ہیں وہ کھوئے اور بالوں کے بغیر ہیں، خدا سے پناہ مانگو ان کے شر سے یہ لوگ ہیں کہ جن کے ہاتھوں دین کی کشائش ہو گی اور یہ ہمارے امر امامت کا بنیں گے اس لحاظ سے کہ یہ ہمارے ظہور کا پیش خیمہ ہوں گے۔

آٹھواں معجزہ: حضرت کے لئے بیابان میں پانی کا ظاہر ہونا

بحار میں نوادر علی بن اسباط سے نقل کیا ہے کہ اس نے ابن طیال سے محمد بن معروف ہلالی سے روایت کی ہے جو کافی معمر لوگوں میں سے تھا اور اس کی عمر ایک سو اٹھائیس سال ہوئی ہے وہ کہتا ہے میں سفاح کے زمانہ میں مقام حیرہ میں امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے دیکھا کہ لوگ آپ کے گرد اتنے جمع ہیں کہ آپ تک پہنچنا ممکن نہیں میں تین دن برابر گیا لیکن کسی طرح بھی اپنے آپ کو آپ تک نہ پہنچا سکا، لوگوں کی کثرت اور اژدہام کی وجہ سے جب چوتھا دن ہوا اور لوگوں کی کچھ بھیڑ کم ہوئی تو حضرت نے مجھے دیکھ کر قریب بلایا، پس آپ حضرت امیر المومنینؑ کی قبر کی زیارت کے لئے چل پڑے میں بھی آنجناب کے ساتھ چلا جب کچھ راستہ چلے تو آپ کو پیشاب کرنے کی سخت ضرورت محسوس ہوئی پس آپ سڑک سے ایک طرف ہٹ گئے اور اپنے ہاتھ سے ریت ہٹائی تو آپ کے لئے پانی ظاہر ہوا کہ جس سے آپ نے نماز کے لئے وضو کیا پس آپ نے کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھی اور دعا مانگی اور

آپ کی دعا یہ تھی" اللهم لا تجعلنی ممن تقدم فمرق ولا ممن تخلف فمحق واجعلنی من النمط الاوسط" پس آپ چلنے لگے اور میں بھی آپ کے ساتھ تھا فرمایا اے لڑکے دریا کوئی ہمسایہ نہیں ہے اور بادشاہ کا کوئی دوست نہیں اور عافیت کی کوئی قیمت نہیں، کتنے اشخاص آسودہ اور راحت میں ہیں اور وہ جانتے نہیں پھر فرمایا پانچ چیزوں سے تمسک رکھو مقدم کرو استخارہ اور طلب خیر کو اور سہولت سے تبرک حاصل کرو اور اپنے آپ کو حلم و بردباری کے ساتھ زینت دو اور جھوٹ بولنے سے دور رہو اور پیمانہ اور ترازو پورا دو، پھر فرمایا بھاگ جاؤ جب عرب اپنے سر سے رسی نکال دے اور بے مہار ہو جائے اور باز طینہ روک دے اور حج کا راستہ منقطع ہو جائے اس وقت فرمایا کہ حج کرو اس سے پہلے کہ نہ کر سکو، اور اشارہ کیا آپ نے قبلہ کی طرف اپنے انگوٹھے کے ساتھ فرمایا اس طرف ستر ہزار یا اس سے زیادہ افراد قتل کیے جائیں گے، الخ۔ مولف کہتا ہے کہ جن پانچ چیزوں سے تمسک کا حکم دیا ہے حضرت نے فرمایا یہ آداب تجارت وکسب میں سے ہیں اور امیر المومنینؑ روزانہ اہل کوفہ کو ان کے ساتھ اور چند دیگر امور کا حکم دیتے تھے جیسا کہ شیخ کلینی نے کافی میں روایت کی ہے جابر سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ حضرت امیر المومنین تمہارے پاس کوفہ میں رہتے تھے اور آپ روزانہ دن کے ابتدائی وقت میں دارالامارہ سے نکلتے اور کوفہ کے ایک ایک بازار میں گردش کرتے اور تازیانہ آپ کے کندھے پر ہوتا کہ جس کے دوسرے تھے اور اسے سبیہ کہتے تھے پس ہر بازار کے سرے پر کھڑے ہو کر پکارتے تھے کہ اے گروہ تجار ڈرو عذاب خدا سے جب لوگ آپ کی آواز سنتے تو جو کچھ ان کے ہاتھ میں ہوتا اسے پھینک دیتے اور اپنے دل کو آپ کی طرف متوجہ کرتے اور کان لگاتے کہ حضرت کیا فرماتے ہیں آپ فرماتے کہ طلب خیر کو مقدم رکھو اور خوش معاملگی کے ساتھ برکت حاصل کرو اور خریداروں کے قریب ہو جاؤ یعنی جنس کی زیادہ قیمت نہ بتاؤ جو مشتری کی کہی ہوئی قیمت سے دور ہو اور اپنے آپ کو بردباری سے مزین کرو اور قسم کھانے سے بچو یعنی اگرچہ سچی قسم ہو اور جھوٹ بولنے سے اجتناب کرو اور ظلم وستم سے دور رہو اور مظلوموں کے ساتھ انصاف کرو اس معنی میں کہ اگر کسی کو خسارہ ہو اور وہ سودا لوٹانا چاہے تو واپس لو اور معاملہ ختم کر دو اور سود کے قریب نہ جاؤ اس معنی میں کہ ہر اس معاملہ سے بچو کہ جس میں سود کا احتمال ہو اور پورا دو پیمانہ اور ترازو اور لوگوں کا حق کم نہ دو، اور زمین میں فساد نہ کرو پس آپ کوفہ کے سب بازاروں میں گردش کرتے اور اس کے بعد واپس آ کر لوگوں کے فیصلوں کے لئے آ بیٹھتے۔

نواں معجزہ: آپ کا بہت سا سونا زمین سے نکالنا۔

شیخ کلینی نے حضرت صادقؑ کے اصحاب میں سے ایک جماعت سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت کے پاس تھے کہ آپ نے فرمایا ہمارے پاس ہیں زمین کے خزانے اور ان کی چابیاں اور اگر میں چاہوں تو اپنے دو پاؤں میں سے کسی کی طرف اشارہ کروں کہ اے زمین نکال دے، وہ سونا جو تجھ میں ہے تو وہ نکال پھینکے پھر اس کے بعد آپ نے اپنے ایک پاؤں سے اشارہ کیا اس طرح کہ آپ نے زمین پر پاؤں کھینچا جس طرح کہ کھینچا جاتا ہے تو زمین پھٹ گئی اور آپ نے اس میں اپنا ہاتھ داخل کر کے اس میں سے عمدہ قسم کا سونا نکالا جو ایک بالشت کے برابر تھا اس کے بعد فرمایا غور سے زمین کے شگاف میں دیکھو ہم نے دیکھا تو عمدہ قسم کا بہت سونا تھا اور

اس کے ٹکڑے ایک دوسرے پر تھے اور وہ چمک رہے تھے پس آپ سے اس جماعت میں سے کسی نے عرض کیا کہ آپ پر قربان جاؤں یہ سب کچھ خدا نے آپ کو عطا فرمایا ہے اور باوجود اس کے شیعہ محتاج و نادار ہیں، فرمایا بے شک خداوند عالم ہمارے اور ہمارے شیعوں کے لئے دنیا و آخرت کو جمع کر دے گا، اور انہیں جنات نعیم میں داخل کرے گا، اور ہمارے دشمن کو نار جحیم میں داخل کرے گا۔

دسواں معجزہ: آپ کا پوشیدہ چیزوں سے باخبر ہونا

نیز صفوان بن یحییٰ سے روایت کی ہے اور اس نے جعفر بن محمد بن اشعث سے اس نے مجھ سے کہا کیا تمہیں معلوم ہے کہ ہم اس امر میں کس وجہ سے داخل ہوئے، یعنی تشیع و ولایت اہل بیتؑ میں اور امامؑ کی معرفت پیدا کی حالانکہ ہمارے سلسلہ میں تشیع کا کوئی ذکر ہی نہ تھا اور نہ معرفت کی کوئی چیز جو کہ فضائل اہل بیت علیہم السلام میں سے دوسرے لوگوں کے پاس ہے میں نے پوچھا کہ اس کا کیا سبب ہے جعفر نے کہا کہ ابوجعفر دوانقی نے میرے باپ محمد بن اشعث سے کہا کہ اے محمد میرے لئے کوئی ایسا شخص تلاش کرو جو صاحب عقل ہو اور میرا ایک کام بجالائے میرے باپ نے کہا کہ میں نے اس کام کے لئے ایک شخص فلاں بن مہاجر اپنے ماموں کو مناسب سمجھا ہے، دوانقی کہنے لگا اسے لے آؤ وہ کہتا ہے کہ میں اپنے ماموں کو اس کے پاس لے آیا، ابوجعفر نے اس سے کہا اے مہاجر کے بیٹے یہ مال لے کر مدینہ جاؤ اور اسے عبداللہ بن حسن اور اس کے خاندان والوں کے پاس لے جاؤ کہ جن میں جعفرؑ بن محمدؑ بھی ہیں پس ان سے کہو کہ میں ایک مسافر ہوں، اہل خراسان میں سے ایک جماعت ہے جنہوں نے یہ مال آپ کے پاس بھیجا ہے اور ہر ایک کو ان ان شروط کے ساتھ مال دے دو، یعنی بشرطیکہ خلوت میں ہو اور خروج کا ارادہ نہ رکھتا ہو تا کہ معلوم ہو کہ ان میں سے کون شخص ارادہ خروج رکھتا ہے پس جب مال لے لیں تو ان سے کہو کہ میں تو قاصد ہوں میں چاہتا ہوں کہ میرے پاس آپ کے مخطوط ہونے چاہئیں کہ یہ مال آپ نے مجھ سے وصول کیا ہے پس میرے ماموں نے وہ مال لیا اور مدینہ چلا گیا جب وہ مدینہ سے پھر کر ابوجعفر دوانقی کے پاس آیا اور محمد بن اشعث بھی ان کے پاس تھا ابوجعفر دوانقی نے کہا کیا خبر لے کر آئے ہو، وہ کہنے لگا میں ان لوگوں کے پاس گیا اور یہ خطوط ہیں ان کی وصولی مال کے متعلق سوائے جعفرؑ بن محمدؑ کے کیونکہ میں ان کے پاس گیا تو وہ مسجد نبویؐ میں نماز پڑھ رہے تھے میں ان کے پیچھے بیٹھ گیا میں نے دل میں کہا کہ مجھے انتظار کرنا چاہیے، جب وہ نماز سے فارغ ہوں گے تو ان سے وہ کچھ کہوں گا جو ان کے ساتھیوں سے کہا تھا، پس آپ نے جلدی سے نماز ختم کی اور میری طرف رخ کیا اور فرمایا اے فلاں خدا سے ڈرو اور اہل بیت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کو دھوکہ نہ دو کیونکہ ابھی تھوڑا وقت گذرا ہے کہ ان لوگوں نے بنی مروان کی حکومت کے ظلم سے چھٹکارا حاصل کیا ہے اور وہ سب محتاج ہیں مراد یہ تھی کہ مال لینے میں مضطر اور معذور ہیں اور یہ خروج کا ارادہ نہیں رکھتے میں نے کہا اصلحک اللہ یہ دھوکہ دینا اور فریب دینا کون سا ہے، پس آپ نے اپنا سر میرے قریب کیا تا کہ کوئی سننے نہ پائے اور مجھے وہ سب کچھ بتایا جو میرے اور آپ کے درمیان واقعہ گزرا تھا گویا وہ ہماری اس نشست میں موجود تھے کہ جس میں آپ نے مجھے ہدایات دیں اور وہ ہم میں سے تیسرے شخص تھے، ابوجعفر دوانقی کہنے لگا اے مہاجر کے بیٹے اہل بیت نبوتؐ میں کوئی نہ کوئی شخص محدث ہے یعنی جس سے ملائکہ باتیں کرتے ہیں اور ہمارے اس زمانہ کا

محدث جعفر بن محمد یعنی راوی خبر جعفر بن محمد بن اشعث کہتا ہے کہ یہ دلیل اور معجزہ سبب بنا کہ ہم تشیع کے قائل ہوئے۔

گیارہواں معجزہ: حضرت کا مردہ گائے کو زندہ کرنا

خدا کے اذن سے کتاب خرائج میں ہے کہ مفضل بن عمر سے روایت ہے وہ کہتا ہے ہم حضرت صادق کے ساتھ مکہ میں جارہے تھے یا منیٰ میں کہا کہ ہم ایک عورت کے قریب سے گزرے کہ جس کے سامنے ایک گائے مری پڑی تھی اور درانحالیکہ وہ عورت اور اس کے بچے رو رہے تھے، حضرت نے فرمایا تمہارا معاملہ کیا ہے وہ عورت کہنے لگی کہ میں اور میرے بچے اس گائے سے روزی کھاتے تھے اور وہ مرگئی ہے اور میں حیران ہوں کہ اب کیا کروں آپ نے فرمایا تو پسند کرتی ہے کہ خداوند عالم اس کو زندہ کردے وہ کہنے لگی تم ہم سے مذاق اور تمسخر کرتے ہو فرمایا ایسا نہیں میں مزاح نہیں کررہا پھر آپ نے دعا پڑھی اور اپنے پاؤں سے گائے کو ٹھوکر لگائی اور اسکو آواز دی وہ گائے زندہ ہوکر جلدی سے کھڑی ہوگئی، وہ عورت کہنے لگی رب کعبہ کی قسم یہ عیسیٰ ہے حضرت نے اپنے آپ کو اژدہام مردم میں داخل کیا تاکہ پہچانے نہ جائیں۔

بارہواں معجزہ: آپ کا جانوروں کی زبان جاننا

نیز اسی کتاب میں ہے صفوان بن یحییٰ نے جابر سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے میں حضرت صادق کے پاس تھا اور ہم آپ کے ساتھ باہر نکلے اچانک ہم نے دیکھا کہ ایک شخص بکری کے بچے کو اٹھا کر ذبح کرنا چاہتا ہے جب اس بکری کے بچے کی نگاہ آپ پر پڑی تو وہ چلایا، حضرت نے اس شخص سے فرمایا اس بکری کے بچے کی کتنی قیمت ہے اس نے کہا کہ چار درہم حضرت نے اپنی تھیلی سے چار درہم نکال کر اسے دیئے اور فرمایا اس بکری کے بچے کو اپنے لئے چھوڑ دو پس وہاں سے آگے گئے تو اچانک دیکھا کہ ایک شاہین تیتر کے پیچھے لگا ہوا ہے کہ وہ اسے شکار کرے وہ تیتر چلایا، حضرت صادق نے شاہین کو اشارہ کیا اپنی آستین کے ساتھ پس وہ شاہین تیتر کا شکار چھوڑ کر چل دیا میں نے کہا ہم نے آپ سے عجیب چیز دیکھی ہے فرمایا ہاں اس بکری کے بچے کو وہ شخص ذبح کرنے کے لئے لٹا چکا تھا جب اس کی نظر مجھ پر پڑی تو اس نے کہا میں اللہ سے اور آپ سے اے اہل بیت پناہ چاہتا ہوں اس چیز سے جو میرے متعلق ارادہ کیا گیا ہے اور تیتر نے بھی یہی کہا اور اگر شیعوں میں استقامت ہوتی تو میں تمہیں پرندوں کی بولی زبان سنواتا۔

تیرہواں معجزہ: حضرت کا خبر دینا نہر بلخ کی رات والے شخص کی

نیز کتاب خرائج میں ہارون بن رئاب سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میرا ایک بھائی جارودی مذہب کا تھا، ایک دفعہ میں حضرت صادق کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت نے فرمایا تیرا بھائی کیسا ہے جو جارودی ہے میں نے کہا کہ وہ اچھا اور پسندیدہ ہے، قاضی اور اپنے ہمسایوں کے نزدیک اور تمام حالات میں اس میں کوئی عیب نہیں لیکن وہ آپ کی ولایت کا اقرار نہیں کرتا، فرمایا اسے کون سی چیز اس سے مانع ہے میں نے کہا اس کا گمان یہ ہے کہ یہ اس کی ورع اور خدا پرستی ہے فرمایا اس کی ورع نہر بلخ کی رات کہاں تھی، راوی کہتا

ہے کہ میں اپنے بھائی کے پاس گیا اور اس سے کہا تیری ہاں تیرے ماتم و تعزیت میں بیٹھے، نہر کی رات کا کیا قصہ ہے اور میں نے حضرت صادقؑ سے اس کے متعلق جو گفتگو ہوئی تھی وہ بیان کردی میرا بھائی کہنے لگا کیا حضرت صادقؑ نے تجھے خبر دی ہے میں نے کہا کہ ہاں وہ کہنے لگا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ رب العالمین کی حجت ہیں میں نے کہا کہ اپنا واقعہ مجھ سے بیان کرو، وہ کہنے لگا کہ میں نہر بلخ کے پیچھے آ رہا تھا اور میرا ساتھی ہو گیا ایک شخص کہ جس کے ساتھ ایک گانے والی کنیز تھی پس وہ شخص مجھ سے کہنے لگا کہ یا تم ہمارے لئے آگ تلاش کر کے لے آؤ اور میں تمہارے اسباب کی حفاظت کرتا ہوں یا میں آگ تلاش کرنے جاتا ہوں اور تم میرے سامان کی حفاظت کرو، میں نے اس سے کہا کہ تم آگ تلاش کرنے جاؤ اور میں تمہارے مال کی حفاظت کرتا ہوں، پس جب وہ شخص آگ کی تلاش میں چلا گیا تو میں اس کنیز کے پاس گیا اور میرے اور اس کے درمیان ہوا جو کچھ ہوا خدا کی قسم نہ اس کنیز نے یہ چیز فاش کی اور نہ میں نے کسی سے بیان کیا اور اسے سوائے خداوند عالم کے کوئی نہیں جانتا تھا پس میرے بھائی کو خوف خدا عارض ہوا اور دوسرے سال ہم اس کے ساتھ نکلے اور حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے، پس آپ کی بارگاہ سے باہر نہ نکلا جب تک آپ کی امامت کا قائل نہیں ہوا۔

چودھواں معجزہ: جو کچھ داؤد رقی نے سفر سندھ میں حضرت کے دلائل و معجزات دیکھے

نیز اس کتاب میں ہے کہ داؤد رقی کہتا ہے کہ میں حضرت کے ساتھ تھا کہ حضرت نے مجھ سے فرمایا کیا وجہ ہے کہ تیرا رنگ مجھے متغیر نظر آتا ہے میں نے کہا کہ میرے رنگ کو بہت زیادہ رسوا کرنے والے قرض نے متغیر کر رکھا ہے اور میں نے ارادہ کیا ہے کہ قرض کے لئے میں کشتی پر سوار ہو کر سندھ میں اپنے فلاں بھائی کے پاس جاؤں آپ نے فرمایا جب چاہو چلے جاؤ، میں نے کہا کہ مجھے اس سفر سے دریا کی ہولناکیوں اور اس کے زلزلوں نے روک رکھا ہے فرمایا جو خدا خشکی میں تیری حفاظت کرتا ہے وہ دریا میں بھی تیری حفاظت کرے گا، اے داؤد اگر ہم نہ ہوتے تو نہریں جاری نہ ہوتیں اور پھل نہ پکتے اور درخت سرسبز نہ ہوتے، داؤد کہتا ہے کہ میں کشتی میں سوار ہوا اور سیر کرتے کرتے جہاں تک خدا نے چاہا کہ جائے ساحل پر پہنچے، پس میں کشتی سے باہر نکلا بعد اس کے کہ ایک سو بیس دن میں کشتی میں رہا تھا پس اچانک ایک چمکنے والا نور آسمان کے کنارے سے ظاہر ہو کر زمین تک پہنچا، پھر آہستہ سے میرے کان میں آواز پہنچی کہ اے داؤد یہ تیرے قرض کے ادا ہونے کا وقت ہے سر بلند کرو کہ صحیح و سالم رہے وہ وہ کہتا ہے میں نے سر بلند کیا تو مجھے ندا آئی کہ اس سرخ ٹیلے کے پیچھے جاؤ جب میں وہاں پہنچا تو سرخ سونے کے سکے دیکھے جس کی ایک طرف صاف تھی اور دوسری طرف یہ آیت شریف لکھی تھی "هذا عطاء نا فامنن او امسك بغير حساب" یعنی یہ ہماری تم پر بخشش ہے پس جسے چاہو اس میں سے عطا کرو یا جس سے چاہو روک لو کہ تم سے کوئی حساب نہیں، راوی کہتا ہے میں نے وہ سونے کے ٹکڑے اٹھا لئے اور ان کی قیمت بے شمار تھی میں نے کہا کہ ان سے کوئی سروکار نہیں رکھوں گا، جب تک مدینہ نہ جاؤں پس میں مدینہ آیا اور حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا اے داؤد ہماری عطا تمہارے لئے وہ نور تھا جو چمکا نہ وہ سونا کہ جس کے پاس تم گئے تھے لیکن وہ بھی تمہارے لئے گوارا ہو وہ پروردگار کی طرف سے عطا و بخشش ہے پس خدا کی حمد و ثنا بجا لاؤ، داؤد کہتا ہے کہ میں نے حضرت کے غلام معتب سے سوال کیا کہ

جب میں کشتی سے باہر نکلا تو حضرت کیا کر رہے تھے وہ کہنے لگا جو وقت تم بتاتے ہو اس وقت حضرت اپنے اصحاب سے مشغول گفتگو تھے کہ جن میں خیثمہ حمدان اور عبدالاعلیٰ تھا آپ کا رخ ان کی طرف تھا اور آپ وہ باتیں کر رہے تھے جو تم نے بیان کی ہیں اور جب نماز کا وقت ہوا تو حضرت نے اٹھ کر انہیں نماز پڑھائی داؤد کہتا ہے کہ اس گروہ سے یہی سوال کیا تو انہوں نے بھی یہی بات ذکر کی۔

پندرھواں معجزہ: محمد حنفیہ کو اذن خدا سے آپ کا سید حمیری کے لئے زندہ کرنا

مدینۃ المعاجز میں ثاقب المناقب سے نقل کیا ہے کہ ابو ہاشم اسماعیل بن محمد حمیری کہتے ہیں کہ میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور میں نے عرض کیا فرزند رسولؐ میں نے سنا ہے کہ آپ میرے حق میں فرماتے ہیں کہ میں کسی چیز پر نہیں (یعنی میرا اعتقاد صحیح نہیں) حالانکہ میں نے اپنی زندگی آپ کی محبت میں گذاری ہے اور لوگوں کی ہجو وقدح آپ کی وجہ سے کی ہے فرمایا تو نے محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ کے حق میں یہ نہیں کہا "حتی متی والیٰ و کم المدیٰ یا ابن الوصی وانت حیی ترزق تثوی بِرَضویٰ لا تزال ولا تری وبنا الیک من الصبابۃ اولق" یعنی کب تک اور کتنی مدت اے وصی رسولؐ کے بیٹے تو زندہ رہے گا اور رزق کھائے گا اور رضوی پہاڑ میں طویل مدت تک قیام کرے گا اور ہمیشہ وہاں رہے گا اور تیرا دیدار نہیں ہوگا، حالانکہ ہم تیرے شوق وعشق میں دیوانہ ہو گئے ہیں، آیا تو اس کا قائل اور معتقد نہیں کہ محمد بن حنفیہ قائم ہیں رضوی پہاڑ میں اور ایک شیر ان کی دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف ہے اور صبح وشام انہیں روزی ملتی ہے، وائے ہو تجھ پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علی وحسنؑ وحسینؑ علیہم السلام محمد بن حنفیہ سے بہتر ہیں اور محمد بن حنفیہ نے موت کا مزا چکھا ہے اسماعیل حمیری نے عرض کیا تو کیا اس کی کوئی دلیل ہے فرمایا ہاں بے شک میرے والد نے مجھے بتایا کہ انہوں نے محمد حنفیہ کی نماز جنازہ پڑھی ہے اور ان کے دفن کے وقت وہ موجود تھے اور میں تمہیں اس کی آیت اور علامت ونشانی دکھاتا ہوں پس آپ نے سید کا ہاتھ پکڑا اور انہیں ایک قبر کے پاس لے گئے اور اس پر اپنا ہاتھ مارا اور دعا پڑھی فوراً قبر پھٹ گئی اور ایک شخص کہ جس کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے قبر سے باہر نکلا اور وہ اپنے سر وصورت سے خاک جھاڑ رہا تھا اور کہتا تھا کہ ابو ہاشم مجھے پہچانتے ہو، سید حمیری نے کہا کہ نہیں اس نے کہا میں محمد حنفیہ ہوں بے شک حسین علیہ السلام کے بعد امام علی بن الحسینؑ اور ان کے بعد محمد بن علی اور ان کے بعد یہ ہیں علیہم السلام پھر انہوں نے اپنا سر قبر میں داخل کر لیا اور قبر بند ہو گئی، اس وقت اسماعیل بن محمد نے یہ شعر کہے!

تجعفرت باسم اللہ اکبر
وایقنت ان اللہ یعفو و یغفر
ودنت بدین غیر ما کنت دائناً
بہ و نہانی سید الناس جعفر
فقلت فہبنی قد تہودت برھۃ
والا فدینی دین من یتنصر

فانی الی الرحمن من ذاک تائب
وانی قد اسلمت واللہ اکبر

میں نام خدا پر جعفری ہو گیا اور اللہ بزرگ و برتر ہے اور مجھے یقین ہے کہ خدا معاف کرتا اور بخش دیتا ہے اور اب میں نے اس دین کو اپنا لیا ہے کہ جس کے غیر کو میں دین سمجھتا تھا اور مجھے لوگوں کے سردار و آقا جناب جعفر صادق نے منع کیا ہے پس میں نے کہا کہ فرض کیجئے کہ میں ایک زمانہ تک یہودی تھا اور نہ مرا دین نصاریٰ والا تھا، اب میں خدائے رحمن کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور اسلام لاتا ہوں اور خدا ہی بزرگ و برتر ہے۔

سولہواں معجزہ: آپ کا ابو بصیر کے مجنب ہونے کی خبر دینا

شیخ مفید نے کتاب ارشاد میں ابو بصیر سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے میں مدینہ میں گیا اور میرے ساتھ میری ایک کنیز تھی پس میں نے اس سے ہمبستری کی اور میں گھر سے باہر نکلا تا کہ حمام میں جاؤں، میں نے اپنے شیعہ دوستوں کو دیکھا کہ وہ امام جعفر صادق کی خدمت میں جا رہے ہیں، مجھے یہ خوف محسوس ہوا کہ یہ شرف یاب زیارت ہو لیں اور میں کہیں زیارت سے محروم نہ رہ جاؤں تو میں بھی ان کے ساتھ چل دیا یہاں تک کہ میں ان کے ساتھ حضرت کے دولت سرا میں داخل ہوا جب میں حضرت کے سامنے کھڑا ہوا تو آپ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا، ابو بصیر کیا تجھے معلوم نہیں کہ انبیاء اور اولاد انبیاء کے گھروں میں مجنب داخل نہیں ہو سکتے مجھے خجالت محسوس ہوئی اور شرم آئی اور میں نے عرض کیا فرزند رسولؐ چونکہ میں نے اپنے ساتھیوں کو دیکھا کہ وہ شرف یاب ہو رہے ہیں تو مجھے خوف ہوا کہ مجھ سے ان کے ساتھ مل کر آپ کی زیارت فوت نہ ہو جائے دوبارہ میں ایسا کام نہیں کروں گا یہ کہہ کر میں باہر نکل آیا۔

سترہواں معجزہ: ایک شخص کے ضمیر اور دل کی بات بتانا

شیخ کلینی نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا اے فرزند رسول میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں شہر کوفہ سے نکل کر ایسی جگہ پہنچا ہوں کہ جسے میں پہچانتا ہوں وہاں میں نے دیکھا ہے گویا اینٹ کا آدمی یا لکڑی سے بنا ہوا مرد جو ایک لکڑی کے گھوڑے پر سوار ہے اور وہ اپنی تلوار کو چمکاتا ہے اور میں اسے دیکھ رہا ہوں، درانحالیکہ میں خوف زدہ اور مرعوب ہوں، حضرت نے فرمایا تو ایسا شخص ہے کہ ایک آدمی کو مصیبت میں ہلاک کرنا چاہتا ہے یعنی تو چاہتا ہے کہ جو کچھ اسباب زندگی اور مادہ حیات ہیں وہ اس سے لے لے پس ڈر اس خدا سے کہ جس نے تجھے پیدا کیا ہے اور تجھے مارے گا وہ شخص کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کو علم عطا ہوا ہے اور اسے اس کے معدن سے آپ نے لیا ہے، میں آپ کو خبر دیتا ہوں اے فرزند رسولؐ اس چیز کی جو آپ نے میرے لئے بیان کی ہے، بے شک میرا ایک ہمسایہ میرے پاس آیا اور میرے سامنے یہ پیش کیا کہ میں اس کی زمین خرید

لوں، پس میں چاہتا تھا کہ اس کا مالک بن جاؤں تھوڑی سی قیمت پر چونکہ مجھے معلوم ہے کہ اس کا اور کوئی خریدار نہیں ہے آپ نے فرمایا کیا وہ شخص ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہمارے دشمنوں سے بیزاری چاہتا ہے میں نے عرض کیا جی ہاں اے فرزند رسولؐ وہ ایسا شخص ہے جس کی بصیرت عمدہ اور دین مستحکم ہے اور میں توبہ کرتا ہوں، بارگاہ الٰہی میں اور آپ کی خدمت میں اس چیز سے کہ جس کا میں نے قصد کیا اور نیت کی تھی، اس وقت اس شخص نے کہا اے فرزند رسولؐ مجھے یہ بتایئے کہ اگر یہ شخص ناصبی ہوتا تو میرے لئے اس سے یہ کام کرنا حلال تھا؟ حضرت نے فرمایا کہ امانت ادا کرو ہر اس شخص کو جو تمہیں امین سمجھے اور تم سے نصیحت چاہے اگرچہ وہ امام علیہ السلام کا قاتل ہی کیوں نہ ہو۔

اٹھارہواں معجزہ: خداوند عالم کا آپ کے قتل ہونے سے حفاظت کرنا

سید ابن طاؤس نے ربیع حاجب منصور سے روایت کی ہے کہ ایک دن منصور نے مجھے بلایا اور کہنے لگا تم دیکھ رہے ہو کہ کیسی کیسی باتیں لوگ جعفرؑ بن محمدؑ کے متعلق نقل کرتے ہیں، خدا کی قسم میں اس کی نسل کو ختم کر دوں گا، پھر اپنے ایک امیر کو بلایا اور اس سے کہا ہزار آدمی کا دستہ لے کر مدینہ جاؤ بے خبر (اچانک) امام جعفرؑ کے گھر گھس جاؤ ان کا اور ان کے بیٹے موسیٰ کا سر قلم کر کے میرے پاس لے آؤ، جب وہ امیر مدینہ میں داخل ہوا، حضرت نے فرمایا دو ناقے لا کر آپ کے دروازے پر کھڑے کر دیے جائیں اور اپنی اولاد کو جمع کر کے محراب عبادت میں مشغول دعا ہو گئے، حضرت موسیٰ فرماتے ہیں کہ میں کھڑا ہوا تھا کہ وہ امیر اپنے لشکر کے ساتھ ہمارے گھر کے دروازے پر آیا اور اس نے اپنے لشکر کو حکم دیا اور انہوں نے ان دو ناقوں کے سر اتار لئے اور واپس چلا گیا، جب منصور کے پاس گیا تو کہنے لگا جو حکم آپ نے دیا تھا وہ بجا لایا ہوں اور ایک تھیلا منصور کے پاس رکھ دیا، جب تھیلے کا منہ کھولا گیا تو ناقوں کے سر نظر آئے تو اس نے پوچھا یہ کیا ہے کہنے لگا اے امیر جب میں امام جعفرؑ کے گھر میں داخل ہوا تو میرا سر چکرا گیا اور وہ مکان میری نظر میں تاریک ہو گیا اور مجھے دو شخص نظر آئے اور مجھے یوں دکھائی دیا کہ امام جعفر اور ان کے بیٹے ہیں لہذا میں نے حکم دیا کہ ان کا سر اڑا دو اور آپ کے پاس لے آیا، منصور کہنے لگا اب جو کچھ تو نے دیکھا ہے یہ کسی سے بیان نہ کرنا اور کسی کو اس معجزہ کی اطلاع نہ دینا، جب تک منصور زندہ رہا میں نے یہ واقعہ کسی سے بیان نہ کیا، مولف کہتا ہے کہ بعد والی فصل میں باقی دلائل و معجزات اس معجزہ سے مشابہت رکھنے والے تحریر ہوں گے۔

پانچویں فصل

بعض ظلم وستم جو منصور دوانقی سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو پہنچے

مولف کہتا ہے کہ ہم اس فصل میں ان واقعات پر اکتفاء کرتے ہیں جو علامہ مجلسی نے جلاء العیون میں ذکر کئے ہیں، فرماتے ہیں روایات معتبر میں مذکور ہے کہ ابو العباس سفاح نے جو کہ بنی عباس کا پہلا خلیفہ تھا، آپ کو مدینہ سے عراق بلوایا اور وہ بہت سے معجزات بے شمار علوم اور اس امام عالی قدر کے مکارم اخلاق واطوار دیکھ کو آپ کو کوئی تکلیف واذیت نہ دے سکا اور رخصت دے دی اور حضرت مدینہ کی طرف واپس چلے گئے، جب منصور دوانقی سفاح کا بھائی خلافت تک پہنچا اور حضرت کے شیعوں اور پیروکاروں کی کثرت پر مطلع ہوا تو دوبارہ اس نے حضرت کو عراق بلایا اور پانچ دفعہ یا اس سے زیادہ اس مظلوم امامؑ کے قتل کا ارادہ کیا اور ہر دفعہ معجزہ عظیم دیکھ کر اس ارادہ سے باز رہا جیسا کہ ابن بابویہ اور ابن شہر آشوب اور دوسرے اعلام نے روایت کی ہے کہ ایک دن ابو جعفر منصور نے حضرت صادقؑ کو بلوایا تا کہ حضرت کو قتل کرے اور اس کے کہنے سے تلوار حاضر کی گئی اور ایک چمڑا بچھا دیا گیا اپنے حاجب ربیع سے کہا کہ جب وہ آئیں اور میں ان سے باتوں میں مشغول ہوں گا اور ہاتھ پر ہاتھ ماروں گا تو انہیں قتل کر دینا، ربیع کہتا ہے کہ جب میں حضرت کو لے آیا اور منصور کی نظر آپ پر پڑی تو کہنے لگا مرحبا خوش آمدی اے ابا عبداللہ آپ کو میں نے اس لئے بلایا ہے کہ آپ کے قرض ادا کروں اور آپ کی حاجات پوری کروں اور بہت معذرت چاہی اور حضرت کو روانہ کیا اور مجھ سے کہا کہ تین دن کے بعد حضرت کو مدینہ روانہ کر دینا، جب ربیع باہر آیا تو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا اے فرزند رسولؐ وہ تلوار اور چمڑا جو آپ نے دیکھا تھا وہ آپ ہی کے لئے تھا کون سی دعا آپ نے پڑھی کہ اس کے شر سے محفوظ رہے، فرمایا یہ دعا پڑھی اور وہ دعا آپ نے اسے تعلیم کی اور دوسری روایت کے مطابق ربیع واپس آیا اور منصور سے کہنے لگا اے خلیفہ تیرے عظیم غصہ کو کس چیز نے خوشی کے ساتھ بدل دیا، منصور نے کہا اے ربیع جب وہ میرے گھر میں داخل ہوئے تو میں نے ایک بہت بڑا اژدھا دیکھا جو میرے قریب آیا اور وہ اپنے دانت پیستا تھا اور بزبان فصیح یہ کہتا کہ اگر تھوڑی سے تکلیف بھی امام زمانہ کو پہنچائی تو میں تیرا گوشت تیری ہڈیوں سے جدا کر دوں گا، تو میں نے اس کے ڈر سے یہ کیا تھا اور سید ابن طاؤس رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ جب منصور ایک سال حج کے لئے آیا تو ربذہ پہنچا ایک دن حضرت صادقؑ پر غضب ناک ہوا اور ابراہیم بن جبلہ سے کہا کہ جاؤ اور جعفرؑ بن محمدؐ کے گلے میں اس کا کپڑا ڈال کر اور کھینچ کر میرے

پاس لے آؤ، ابراہیم کہتا ہے کہ میں جب منصور کے ہاں سے باہر نکلا تو حضرت کو مسجد ابوذر میں پایا اور مجھے شرم و حیا مانع ہوئے کہ حضرت سے وہ سلوک کروں جو اس نے کہا تھا میں آپ کے دامن سے لپٹا اور عرض کیا چلئے خلیفہ آپ کو بلا رہا ہے، حضرت نے فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون مجھے چھوڑو کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں، پس آپ نے دو رکعت نماز نفل پڑھی اور نماز کے بعد دعا پڑھی اور بہت روئے اس کے بعد میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا جس طرح اس نے تجھ سے کہا ہے اسی طرح مجھے لے چل میں نے کہا کہ خدا کی قسم اگر چہ میں قتل ہو جاؤں اس طرح میں آپ کو لے کر نہیں جاؤں گا اور میں نے حضرت کا ہاتھ تھاما اور انہیں لے چلا اور مجھے یقین تھا کہ وہ لعین آپ کے قتل کا حکم دے گا، جب منصور کے خیمے کے قریب پہنچے تو آپ نے ایک دوسری دعا پڑھی اور اندر داخل ہوئے جب منصور کی نگاہ آپ پر پڑی تو آپ کو عتاب و سرزنش کرنے لگا اور اس نے کہا خدا کی قسم میں آپ کو قتل کر دوں گا، حضرت نے فرمایا مجھ سے دستبردار ہو جاؤ کیونکہ میرے اور تمہارے ساتھ رہنے کا زمانہ تھوڑا رہ گیا ہے اور جلدی جدائی ہو جائے گی، منصور نے جب یہ خبر سنی تو آپ کو رخصت کر دیا اور عیسیٰ بن علی کو آپ کے پیچھے بھیجا کہ حضرت سے پوچھو کہ جدائی میرے فوت ہونے سے ہوگی یا آپ کی وفات سے ہوگی، وہ واپس آیا اور منصور کو بتایا تو وہ اس خبر سے خوش ہوا۔

نیز روایت ہے کہ ایک دن منصور اپنے قصر حمراء میں بیٹھا تھا اور جس دن اس محل شوم میں بیٹھتا تو اس دن کو لوگ یوم ذبح کہتے تھے کیونکہ وہ اس قصر میں صرف قتل و سیاست (سزا دینا) کے لئے بیٹھتا تھا اور انہیں دنوں اس نے حضرت صادقؑ کو مدینہ سے یہاں بلوایا ہوا تھا، اور حضرت کو یہاں آئے ہوئے تھے جب رات ہوئی اور رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو اس نے ربیع حاجب کو بلایا اور کہنے لگا کہ تم اپنے قرب و منزلت کو میرے نزدیک سمجھتے ہو میں نے ایسا محرم راز بنایا ہے کہ بہت سے ایسے رازوں سے تمہیں مطلع کیا ہے جنہیں میں اپنے اہل حرم سے پنہاں رکھتا ہوں، ربیع کہنے لگا یہ بات خلیفہ کی زیادہ شفقت کی بنا پر اور میں بھی آپ کی حکومت کی خیر خواہی میں کسی کو اپنی طرح نہیں سمجھتا، منصور نے کہا ایسا ہی ہے میں چاہتا ہوں کہ اسی وقت جاؤ اور جعفرؑ بن محمدؑ کو جس حالت میں وہ ہوں لے کر آؤ اور انہیں ان کی ہیئت و حالت تغیر نہ کرنے دینا، ربیع کہتا ہے کہ میں باہر نکلا اور کہا کہ انا للہ و انا الیہ راجعون میں ہلاک ہوا کیونکہ اگر حضرت کو منصور کے پاس لے آتا ہوں تو اس شدت و غضب کی وجہ سے جو وہ رکھتا ہے آپ کو ہلاک کر دے گا اور میری نسل کو تباہ اور میرا مال و دولت لے لیگا پس میں دنیا و آخرت کے درمیان مستر دہوا اور میرا نفس دنیا کی طرف مائل ہوا اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دی، محمد بن ربیع کا بیٹا کہتا ہے کہ جب میرا باپ گھر میں آیا تو مجھے بلایا اور میں اس کے بیٹوں میں سے زیادہ جری اور سنگدل تھا پس کہنے لگا کہ جعفرؑ بن محمدؑ کے پاس جاؤ اور گھر کی دیوار سے اوپر چڑھ جاؤ اور اچانک اُن کے مکان میں چلے جاؤ اور جس حالت میں انہیں دیکھو لے آؤ میں رات کے آخری حصہ میں حضرت کے گھر گیا اور سیڑھی لگائی اور خبر کیے بغیر ان کے گھر میں داخل ہوا میں نے دیکھا کہ ایک کرتا پہنے ہوئے اور ایک رومال باندھے آپ نماز میں مشغول ہیں جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے کہا کہ چلئے خلیفہ آپ کو بلا رہا ہے فرمایا اتنی مہلت دو کہ دعا پڑھ لوں اور کپڑے پہن لوں، میں نے کہا یہ نہیں ہو سکتا فرمایا پھر اتنی مہلت دو کہ جا کر غسل کر لوں اور مرنے کی تیاری کر لوں میں نے کہا کہ مجھے اتنی اجازت نہیں لہذا میں ایسا نہیں کرنے دوں گا پس اس بوڑھے اور کمزور شخص کو کہ جس کی عمر ستر سال

سے زیادہ تھی ایک ہی پیراہن میں سر اور پاؤں ننگے گھر سے باہر لے آیا جب کچھ راستہ طے کیا تو ان پر کمزوری کا غلبہ ہوا تو مجھے رحم آ گیا اور انہیں اپنے خچر پر سوار کر لیا اور جب خلیفہ کے قصر کے دروازے پر پہنچا تو میں نے سنا کہ وہ میرے باپ سے کہہ رہا ہے کہ وائے ہو تجھ پر اے ربیع دیر ہو گئی اور وہ نہیں آیا پس ربیع باہر آیا اور جب اس کی نگاہ امامؑ پر پڑی اور انہیں اس حالت میں دیکھا تو رونے لگا، کیونکہ ربیع کو حضرت سے بہت خلوص تھا اور اس بزرگوار کو امام زمانہ سمجھتا تھا، حضرت نے فرمایا اے ربیع میں جانتا ہوں کہ تو ہماری طرف میلان رکھتا ہے اتنی مہلت دے کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں اور اپنے پروردگار سے مناجات کر لوں، ربیع کہنے لگا جو آپ کا دل چاہے کیجئے اور منصور کے پاس پلٹ گیا اور وہ طیش و غضب کی حالت میں اصرار کر رہا تھا، کہ جعفر کو جلدی حاضر کرو، پس آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور دانائے راز سے عرض نیاز کی، جب آپ فارغ ہوئے تو ربیع نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور ایوان قصر میں داخل ہوا، پس آپ نے ایوان کے اندر بھی دعا پڑھی اور جب امام عصر کو قصر کے اندر لے گیا اور منصور لعین کی نگاہ آپ پر پڑی تو غصے میں کہنے لگا اے جعفر تم اولاد عباس پر اپنا حسد و بغاوت کم نہیں کرو گے اور ان کے ملک کو خراب و تباہ کرنے کی جتنی کوشش کرتے ہو تو کوئی فائدہ نہیں ہوتا، حضرت نے فرمایا خدا کی قسم جو باتیں تم کہہ رہے ہو ان میں سے کوئی بھی میں نے نہیں کی، تمہیں معلوم ہے کہ میں نے بنی امیہ کے زمانہ میں (جو کہ دشمن ترین خلق تھے ہمارے اور تمہارے لئے باوجود ان تکالیف اور آزار کے جو ان کی طرف سے ہم کو اور ہمارے اہل بیتؑ کو پہنچے) یہ ارادہ نہیں کیا تھا اور میری طرف سے کوئی برائی انہیں نہیں پہنچی، اب تم سے اس قسم کا ارادہ میں کس لئے کروں گا باوجود نسبی قرب اور اس اشفاق والطاف کے جو تمہاری طرف سے ہم پر اور ہمارے رشتہ داروں پر ہیں پس منصور نے کچھ دیر سر نیچے کیا اور اس وقت گدے پر بیٹھا ہوا تھا تکیہ کا سہارا لیا اور وہ ہمیشہ مسند کے نیچے تلوار رکھتا تھا پس کہنے لگا تم جھوٹ بولتے ہو اور اس نے ہاتھ مسند کے نیچے کیا اور اس میں سے بہت سے خطوط نکالے اور آپ کے پاس پھینک دیئے اور کہنے لگا یہ تمہارے خطوط ہیں جو اہل خراسان کو تم نے لکھے ہیں کہ وہ میری بیعت توڑ کر تمہاری بیعت کر لیں آپ نے فرمایا خدا کی قسم یہ مجھ پر افتراء ہے اور میں نے یہ خطوط نہیں لکھے اور نہ ایسا ارادہ کیا ہے اور میں نے تو عالم جوانی میں یہ عزم وارادے نہیں کئے اب جب کہ بڑھاپے کی کمزوری مجھ پر غالب ہے کس طرح یہ ارادہ کر سکتا ہوں اگر چاہتے ہو تو مجھے اپنے لشکر کے اندر قرار دو یہاں تک کہ مجھ کو موت آ جائے، اور میری موت قریب بھی آ چکی ہے اور جتنا حضرت اس قسم کے کلمات معذرت آمیز فرماتے منصور لعین کا غصہ بڑھتا جاتا اور اس نے ایک بالشت برابر تلوار نیام سے نکالی، ربیع کہتا ہے کہ جب میں نے دیکھا کہ منصور نے تلوار کی طرف ہاتھ بڑھایا ہے میں کانپ گیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ وہ حضرت کو قتل کر دے گا، پس اس نے تلوار نیام میں داخل کر لی اور وہ حرام زادہ کہنے لگا تمہیں شرم نہیں آتی کہ اس عمر میں فتنہ بپا کرنا چاہتے ہو تا کہ خون بہائے جائیں حضرت نے فرمایا خدا کی قسم میں نے یہ خطوط نہیں لکھے اور میری تحریر اور مہر ان میں نہیں ہے اور مجھ پر یہ افتراء ہے، پس منصور نے ہاتھ برابر تلوار نیام سے باہر نکالی، ربیع کہتا ہے کہ اس وقت میں نے عزم کیا کہ اگر اس نے مجھے حضرت کے قتل کا حکم دیا تو میں تلوار ہاتھ میں لے کر خود منصور پر لگاؤں گا اگر چہ یہ چیز میرے اور میری اولاد کی ہلاکت کا سبب بنے اور میں نے توبہ کی اس چیز سے جو پہلے میں حضرت کے متعلق ارادہ کر چکا تھا، پس پھر منصور کی غضب کی آگ بھڑکی اور ساری تلوار نیام سے نکال لی اور حضرت اس کے پاس

کھڑے اور شہادت کے منتظر تھے اور معذرت کر رہے تھے اور منصور قبول نہیں کرتا تھا پس اس نے ایک لحظہ سر نیچے کیا اور کہنے لگا آپ نے سچ کہا ہے اور مجھ سے کہا اے ربیع عطر کی ڈبیہ لے آؤ جو میرے لئے مخصوص ہے جب میں لے آیا تو حضرت کو اس نے اپنے قریب بلایا اور اپنی مسند پر بٹھایا اور اس خوشبو سے آپ کی ریش مقدس کو معطر کیا اور کہنے لگا میرا اسب سے عمدہ گھوڑا لے آؤ اور جعفرؑ کو اس پر سوار کرو اور انہیں دس ہزار درہم دو اور ان کے گھر تک ساتھ جا کر انہیں چھوڑ آؤ اور انہیں مختار قرار دو کہ وہ ہمارے پاس انتہائی حرمت و کرامت کے ساتھ رہیں یا اپنے جد بزرگوار کے مدینہ کی طرف واپس جائیں، ربیع کہتا ہے کہ میں خوشی کے ساتھ باہر نکلا اور مجھے تعجب تھا اس سے کہ منصور کا پہلے آپ کے متعلق کیا ارادہ تھا اور آخر میں اس نے کیا عمل کیا جب میں قصر کے صحن میں پہنچا تو عرض کیا اے فرزند رسول آپ کے حق میں سلوک کیا اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ دعا کا اثر ہے کہ جو آپ نے نماز کے بعد پڑھی تھی اور وہ دوسری دعا جو ایوان کے اندر پڑھی تھی، حضرت نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہے پہلی دعا تو دعائے کرب و شدائد ہے اور دوسری وہ دعا ہے جو رسول خداؐ نے جنگ احزاب کے دن پڑھی تھی، پس فرمایا کہ اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ منصور آزردہ ہوگا تو میں یہ مال تجھے دے دیتا لیکن مدینہ میں جو میرا کھیت ہے کہ اب سے پہلے تو اس کے دس ہزار درہم مجھے دیتا تھا اور میں نے تجھے نہیں دیا تھا وہ تجھے بخشتا ہوں میں نے عرض کیا فرزند رسولؐ مجھے وہ دعائیں تعلیم کیجئے، میری خواہش صرف یہی ہے اور دوسری کوئی چیز میں نہیں چاہتا، حضرت نے فرمایا ہم اہل بیتؑ رسالتؐ جو عطا و بخشش کسی پر کرتے ہیں وہ دوبارہ نہیں لیتے اور وہ دعائیں بھی تجھے تعلیم کروں گا جب میں حضرت کے ساتھ آپ کے دولت کدہ پر پہنچا تو آپ نے وہ دعائیں پڑھیں اور میں نے لکھ لیں اور اس مزرعہ کا تمسک وقبالہ بھی لکھ کر مجھے دیا میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ جب آپ کو منصور کے پاس لے آئے اور آپ نماز اور دعا میں مشغول ہوئے اور منصور اظہار طیش وغضب کرتا اور آپ کے حاضر کرنے میں تاکید کرتا تھا تو مجھے آپ میں کسی قسم کا خوف واضطراب نظر نہیں آتا تھا، حضرت نے فرمایا کہ جس کے دل میں جلالت وعظمت الٰہی جلوہ گر ہو، مخلوق کی شان وشوکت ودبدبہ اس کی نظر میں نہیں جو خدا سے ڈرتا ہے وہ بندوں سے نہیں ڈرتا، ربیع کہتا ہے کہ میں جب منصور کے پاس پلٹ گیا اور خلوت ہوئی تو میں نے کہا اے امیر گزشتہ رات میں نے عجیب وغریب چیزیں آپ سے دیکھی ہیں، ابتداء میں سخت غضب کی حالت میں جعفرؑ بن محمدؑ کو آپ نے بلایا اور اتنے غضب وغصہ میں آپ کو دیکھا کہ کبھی ایسا غضب میں نے آپ میں نہیں دیکھا تھا یہاں تک کہ آپ نے ایک بالشت تلوار نکالی پھر ہاتھ کے برابر اور اس کے بعد پوری تلوار ننگی کر لی اور اس کے بعد آپ پلٹے ہیں اور ان کا اکرام عظیم وعزت وتکریم کی ہے اور اپنی مخصوص ڈبیہ سے انہیں عطر لگایا ہے اور دوسرے اکرام واحترام کئے ہیں اور مجھے ان کی مشایعت کے لئے مامور کیا اس کا سبب کیا ہے، کہنے لگا اے ربیع میں کوئی راز تم سے نہیں چھپاتا لیکن اس راز کو مخفی رکھنا تا کہ یہ اولاد فاطمہؑ اور ان کے شیعوں تک نہ پہنچے کہ ان کے مزید فخر ومباہات کا سبب بنے ہمارے لئے کافی ہیں وہی مفاخر جو ان کے لوگوں میں مشہور اور مخلوق کی زبان پر مذکور ہیں پھر کہنے لگا جو کوئی گھر میں موجود ہے اسے باہر نکال دو، جب مکان خالی ہو گیا اور میں اس کے پاس واپس آیا تو کہنے لگا کہ تیرے اور میرے اور خدا کے علاوہ کوئی اس مکان میں نہیں ہے اب اگر ایک کلمہ بھی اس میں سے جو میں تجھے بتا رہا ہوں میں نے کسی سے سن لیا تو تجھے اور تیری اولاد کو قتل کر دوں گا، اور تیرے اموال لے لوں گا، پھر کہنے لگا اے ربیع جب میں نے انہیں بلوایا

تو میں ان کے قتل پر مصر تھا اور یہ کہ ان کا کوئی عذر قبول نہیں کروں گا اور ان کا زندہ رہنا اگر چہ وہ تلوار سے خروج نہ کرے، عبداللہ بن حسن اور دوسرے خروج کرنے والوں سے زیادہ گراں اور سخت ہے، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ انہیں اور ان کے آباؤ اجداد کو لوگ امام سمجھتے ہیں اور انہیں واجب الاطاعت جانتے ہیں اور تمام دنیا سے زیادہ عالم زیادہ زاہد پرہیز گار اور زیادہ با اخلاق مانتے ہیں اور بنی امیہ کے زمانہ میں میں ان کے حالات سے باخبر تھا جب میں نے پہلی مرتبہ ان کے قتل کا ارادہ کیا اور بالشت برابر تلوار نیام سے نکالی تو میں نے رسول خدا کو متمثل دیکھا کہ وہ میرے اور ان کے درمیان حائل ہو گئے، آپ کے ہاتھ کھلے ہوئے اور آستینیں چڑھی ہوئی تھیں اور آپ ترش روئی کے ساتھ میری طرف دیکھ رہے تھے، میں نے اس بناء پر تلوار نیام میں ڈال دی اور جب میں نے دوسری مرتبہ ارادہ کیا اور زیادہ تلوار نیام سے نکالی تو میں نے دیکھا کہ دوبارہ حضورؐ پہلی دفعہ سے زیادہ میرے قریب کھڑے ہیں اور زیادہ غصے میں ہیں اور اس طرح آپ نے مجھ پر حملہ کیا کہ اگر میں جعفرؑ کے قتل کا ارادہ کرتا تو آپ مجھے قتل کر دیتے اس لئے میں نے دوبارہ تلوار نیام میں داخل کر لی اور تیسری دفعہ میں نے جرات کی اور میں نے کہا کہ جنات کے افعال ہوں گے اور ان کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے اور ساری تلوار میں نے نیام سے نکال لی تو اس دفعہ میں نے دیکھا کہ آنحضرت میرے سامنے ہیں دامن سمیٹے ہوئے آستینیں الٹے ہوئے اور برہمی کی حالت میں اور میرے اتنے قریب تھے کہ نزدیک تھا آپ کا ہاتھ مجھے لگ جائے لہذا میں اس ارادہ سے پلٹا اور ان کی عزت و تکریم کی اور یہ فاطمہؑ کی اولاد ہیں ان کے حق سے جاہل نہیں ہوگا، مگر وہ شخص جو شریعت اسلام سے بہرہ ور نہیں البتہ خیال رکھنا کہ کوئی بھی یہ باتیں سننے نہ پائے، محمد بن ربیع کہتا ہے کہ یہ واقعہ میرے باپ نے مجھ سے بھی منصور کے مرنے کے بعد نقل کیا اور میں نے یہ نقل نہیں کیا مگر مہدی موسیٰ و ہارون اور محمد امین کے قتل ہونے کے بعد۔

نیز روایت کی ہے سند معتبر کے ساتھ صفوان جمالی سے کہ محمد و ابراہیم عبداللہ بن حسن کے بیٹوں کے قتل ہو جانے کے بعد اہل مدینہ میں سے ایک شخص منصور کے پاس گیا اور اس سے کہا جعفرؑ بن محمدؑ نے اپنے غلام معلی بن خنیس کو بھیجا ہے کہ وہ شیعوں سے مال اور ہتھیار جمع کرنے اور وہ خروج کا ارادہ رکھتے ہیں اور عبداللہ کے بیٹے محمد نے بھی یہ کام انہیں کی اعانت سے کئے ہیں، منصور بہت آگ بگولا ہوا حکم دیا اور اپنے چچا کو جو مدینہ کا گورنر تھا لکھا کہ فوراً امامؑ کو اس کے پاس بھیج دے اور اس نے منصور کا خط حضرت کی خدمت میں بھیجا اور کہا کہ آپ کل چلے جائیں، صفوان کہتا ہے کہ حضرت نے مجھ کو بلوایا اور فرمایا کہ ہمارے لئے اونٹ حاضر کرو تا کہ کل عراق کی طرف چلیں اور کھڑے ہو کر مسجد نبویؐ میں گئے اور چند رکعت نماز پڑھی اور دست دعا بلند کئے اور دعا پڑھی دوسرے دن میں آپ کے لئے کچھ اونٹ لے آیا اور آپ عراق کی طرف متوجہ ہوئے جب منصور کے شہر میں گئے تو اس کے دروازے پر جا کر اجازت چاہی اور اندر تشریف لے گئے، منصور نے پہلے تو آپ کی عزت و تکریم کی اس کے بعد عتاب و سرزنش کرنے لگا میں نے سنا ہے کہ معلی آپ کے لئے اموال و ہتھیار جمع کر رہا ہے، حضرت نے فرمایا معاذ اللہ یہ مجھ پر افتراء ہے، منصور کہنے لگا قسم کھاؤ حضرت نے خدا کی قسم کھائی منصور کہنے لگا طلاق عتاق کی قسم کھائیں آپ نے فرمایا میں نے خدا کی قسم کھائی ہے وہ مجھ سے قبول نہیں کرتا اور مجھے کہتا ہے کہ بدعت کی قسمیں کھاؤں، منصور کہنے لگا میرے سامنے اظہار دانائی و عقلمندی کرتے ہیں آپ نے فرمایا کس طرح ایسا نہ کروں جب کہ ہم معدن

کہ آپ میں غشی کی سی کیفیت طاری ہوئی جب اپنی حالت میں آئے تو فرمایا کہ حسن بن علی بن علی بن الحسین بن ابی طالب علیہم السلام افطس کو ستر اشرفیاں دے دو اور فلاں وفلاں کو اتنی مقدار میں نے عرض کیا آپ ایسے شخص کو عطا فرمارہے ہیں کہ جس نے چھری کے ساتھ آپ پر حملہ کیا اور وہ چاہتا تھا کہ آپ کو قتل کردے فرمایا تو چاہتی ہے کہ میں ان اشخاص میں سے نہ قرار پاؤں کہ جن کی خدا نے صلہ رحمی کرنے کے ساتھ مدح کی ہے اور ان کی توصیف میں فرمایا ہے "والذین یصلون ما امر الله به ان یوصل و یخشون ربهم و یخافون سوء الحساب" جو لوگ وصل کرتے ہیں ان چیزوں میں جن کے وصل کا خدا نے حکم دیا ہے اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور برے حساب کا خوف رکھتے ہیں پھر فرمایا اے سالمہ خداوند عالم نے بہشت کو پیدا کیا اور اسے خوشبودار بنایا اور اس کی خوشبو دو ہزار سال کے راستہ تک پہنچی ہے لیکن اس کی خوشبو ماں باپ کا نافرمان اور قطع رحمی کرنے والا نہیں سونگھ سکے گا۔

شیخ کلینی نے امام موسیٰ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ میں نے اپنے پدر بزرگوار کو دو مصری پارچوں میں کفن دیا کہ جن میں آپ احرام باندھتے تھے، اور اس پیراہن میں جسے آپ پہنتے ہیں اور اس عمامہ میں جو امام زین العابدینؑ سے آپ کو ملا تھا اور ایک یمنی چادر میں کہ جو چالیس دینار طلائی سے آپ نے خریدی تھی اور اگر آج ہوتی تو چار سو دینار کی تھی، نیز روایت کی ہے شیخ صدوق نے ابو بصیر سے وہ کہتا ہے کہ میں ام حمیدہ حضرت صادقؑ کی ام ولد (وہ کنیز جس سے آقا کا بچہ پیدا ہوا) کی خدمت میں حضرت صادق صلوات اللہ علیہ کی تعزیت کے لئے گیا تو وہ مخدرہ رونے لگیں اور میں بھی ان کے رونے سے رونے لگا، اس کے بعد فرمایا اے ابو محمد اگر تو حضرت صادق علیہ السلام کو موت کے وقت دیکھتا تو تجھے ایک امر عجیب نظر آتا آپ نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا جمع کرو میرے پاس ہر اس شخص کو کہ میرے اور اس کے درمیان قرابت ورشتہ داری ہے، پس ہم ان کے سب عزیزوں اور رشتہ داروں کو ان کے پاس لے آئے تو آپ نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا "ان شفاعتنا لا تنال مستخفا بالصلوۃ" بے شک ہماری شفاعت اس شخص کو نہیں پہنچے گی جو نماز کا استخفاف کرے یعنی نماز کو بے وقعت اور آسان سمجھے اور نماز ادا کرنے میں اہتمام نہ کرے۔

عیسیٰ بن داب سے روایت ہے کہ جب حضرت صادقؑ کے جسم نازنین کو چارپائی پر رکھا گیا اور انہیں بقیع کی طرف دفن کرنے کے لئے لے چلے تو ابو ہریرہ عجلی نے جو علی الاعلان اہل بیتؑ کے شعراء میں شمار ہوتا تھا یہ اشعار کہے:

اقول وقد را حوا به یحملونه
علیٰ کاهل من حاملیه وعاتق
اتدرون ماذا تحملون الی الثریٰ
ثبیرا ثویٰ من راس علیا شاهق
غداة حثیٰ الحاثون فوق ضریحه
و اولیٰ کان فوق المفارق

میں نے کہا جب وہ اسے کندھوں پر اٹھا کر لے چلے تھے تم جانتے بھی ہو کہ کسے قبر کی طرف لے جارہے ہو، وہ ثبیر پہاڑ

تو میں ان کے قتل پر مصر تھا اور یہ کہ ان کا کوئی عذر قبول نہیں کروں گا اور ان کا زندہ رہنا اگر چہ وہ تلوار سے خروج نہ کرے، عبداللہ بن حسن اور دوسرے خروج کرنے والوں سے زیادہ گراں اور سخت ہے، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ انہیں اور ان کے آباؤ اجداد کو لوگ امام سمجھتے ہیں اور انہیں واجب الاطاعت جانتے ہیں اور تمام دنیا سے زیادہ عالم زیادہ زاہد پرہیزگار اور زیادہ با اخلاق مانتے ہیں اور بنی امیہ کے زمانہ میں میں ان کے حالات سے باخبر تھا جب میں نے پہلی مرتبہ ان کے قتل کا ارادہ کیا اور بالشت برابر تلوار نیام سے نکالی تو میں نے رسول خدا کو متمثل دیکھا کہ وہ میرے اور ان کے درمیان حائل ہو گئے، آپ کے ہاتھ کھلے ہوئے اور آستینیں چڑھی ہوئی تھیں اور آپ ترش روئی کے ساتھ میری طرف دیکھ رہے تھے، میں نے اس بناء پر تلوار نیام میں ڈال دی اور جب میں نے دوسری مرتبہ ارادہ کیا اور زیادہ تلوار نیام سے نکالی تو میں نے دیکھا کہ دوبارہ حضور پہلی دفعہ سے زیادہ میرے قریب کھڑے ہیں اور زیادہ غصے میں ہیں اور اس طرح آپ نے مجھ پر حملہ کیا کہ اگر میں جعفرؑ کے قتل کا ارادہ کرتا تو آپ مجھے قتل کر دیتے اس لئے میں نے دوبارہ تلوار نیام میں داخل کر لی اور تیسری دفعہ میں نے جرات کی اور میں نے کہا کہ جنات کے افعال ہوں گے اور ان کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے اور ساری تلوار میں نے نیام سے نکال لی تو اس دفعہ میں نے دیکھا کہ آنحضرت میرے سامنے ہیں دامن سمیٹے ہوئے آستینیں الٹے ہوئے اور برہمی کی حالت میں اور میرے اتنے قریب تھے کہ نزدیک تھا آپ کا ہاتھ مجھے لگ جائے لہذا میں اس ارادہ سے پلٹا اور ان کی عزت و تکریم کی اور یہ فاطمہؑ کی اولاد ہیں ان کے حق سے جاہل نہیں ہوگا، مگر وہ شخص جو شریعت اسلام سے بہرہ ور نہیں البتہ خیال رکھنا کہ کوئی بھی یہ باتیں سننے نہ پائے، محمد بن ربیع کہتا ہے کہ یہ واقعہ میرے باپ نے مجھ سے بھی منصور کے مرنے کے بعد نقل کیا اور میں نے یہ نقل نہیں کیا مگر مہدی موسیٰ و ہارون اور محمد امین کے قتل ہونے کے بعد۔

نیز روایت کی ہے سند معتبر کے ساتھ صفوان جمالی سے کہ محمد و ابراہیم عبداللہ بن حسن کے بیٹوں کے قتل ہو جانے کے بعد اہل مدینہ میں سے ایک شخص منصور کے پاس گیا اور اس سے کہا جعفرؑ بن محمدؑ نے اپنے غلام معلی بن خنیس کو بھیجا ہے کہ وہ شیعوں سے مال اور ہتھیار جمع کرے اور وہ خروج کا ارادہ رکھتے ہیں اور عبداللہ کے بیٹے محمد نے بھی یہ کام انہیں کی اعانت سے کئے ہیں، منصور بہت آگ بگولا ہوا حکم دیا اور اپنے چچا کو جو مدینہ کا گورنر تھا لکھا کہ فوراً امامؑ کو اس کے پاس بھیج دے اور اس نے منصور کا خط حضرت کی خدمت میں بھیجا اور کہا کہ آپ کل چلے جائیں، صفوان کہتا ہے کہ حضرت نے مجھ کو بلوایا اور فرمایا کہ ہمارے لئے اونٹ حاضر کرو تا کہ کل عراق کی طرف چلیں اور کھڑے ہو کر مسجد نبویؐ میں گئے اور چند رکعت نماز پڑھی اور دست دعا بلند کئے اور دعا پڑھی دوسرے دن میں آپ کے لئے کچھ اونٹ لے آیا اور آپ عراق کی طرف متوجہ ہوئے جب منصور کے شہر میں گئے تو اس کے دروازے پر جا کر اجازت چاہی اور اندر تشریف لے گئے، منصور نے پہلے تو آپ کی عزت و تکریم کی اس کے بعد عتاب و سرزنش کرنے لگا میں نے سنا ہے کہ معلی آپ کے لئے اموال و ہتھیار جمع کر رہا ہے، حضرت نے فرمایا معاذ اللہ یہ مجھ پر افتراء ہے، منصور کہنے لگا قسم کھاؤ حضرت نے خدا کی قسم کھائی منصور کہنے لگا طلاق عتاق کی قسم کھائیں آپ نے فرمایا میں نے خدا کی قسم کھائی ہے وہ مجھ سے قبول نہیں کرتا اور مجھے کہتا ہے کہ بدعت کی قسمیں کھاؤں، منصور کہنے لگا میرے سامنے اظہار دانائی و عقلمندی کرتے ہیں آپ نے فرمایا کس طرح ایسا نہ کروں جب کہ ہم معدن

علم وحکمت ہیں، منصور کہنے لگا ابھی میں آپ کو اور اس شخص کو جس نے یہ باتیں کہی ہیں ایک جگہ اکٹھا کرتا ہوں تا کہ وہ آپ کے سامنے کہے اور کسی کو بھیج کر اس بد بخت کو بلایا اور حضرت کے سامنے اس سے پوچھا وہ کہنے لگا ہاں ایسا ہی ہے اور جو کچھ میں نے کہا ہے وہ صحیح ہے ،حضرت نے اس سے فرمایا قسم کھاؤ گے وہ کہنے لگا ہاں اور وہ قسم کھانے لگا اور اس نے کہا **واللہ الذی لا الہ الا ھو الطالب الغالب الحی القیوم** حضرت نے فرمایا کہ قسم کھانے میں جلدی نہ کرو جس طرح میں کہوں اس طرح قسم کھاؤ منصور نے کہا جو قسم اس نے کھائی ہے اس میں کیا نقص ہے آپ نے فرمایا خداوند عالم صاحب حیا اور کریم ہے اور جو شخص اس کی مدح کرے صفات کمال ورحم وکرم کے ساتھ اسے جلدی وہ عذاب نہیں کرتا، پس آپ نے فرمایا کہو کہ میں خدا کے حول وقوت سے بیزار اور اپنی حول وقوت میں داخل ہو جاؤں اگر ایسا نہ ہو، جب اس نے یہ قسم کھائی تو فوراً گر کر مر گیا اور عذاب الٰہی میں جا پہنچا، منصور یہ حال دیکھ کر ڈر گیا اور کہنے لگا اس کے بعد میں کسی کی بات آپ کے حق میں قبول نہیں کروں گا۔

نیز روایت کی ہے کہ محمد بن عبداللہ اسکندری سے وہ کہتا ہے کہ میں ابوجعفر دوانقی کا ندیم اور محرم راز تھا ایک دن میں اس کے پاس گیا تو اسے بہت مغموم پایا وہ آہیں بھرتا اور اندوہناک تھا میں نے کہا اے امیر آپ کے تفکر واندوہ کا سبب کیا ہے کہنے لگا کہ میں نے اولاد فاطمہؑ میں سے سو آدمی قتل کیے ہیں لیکن ابھی ان کا سردار بزرگ موجود ہے، اس کے متعلق کوئی چارہ وسبب نہیں لگتا، میں نے کہا وہ کون ہے کہنے لگا جعفر بن محمد صادق (علیہ السلام) میں نے کہا کہ اے امیر وہ ایسا شخص ہے کہ جسے کثرت عبادت نے کمزور کر دیا ہے اور اس کے قرب ومحبت خدا کے شغل نے اسے ملک وخلافت کی طلب سے غافل کر دیا ہے، کہنے لگا میں جانتا ہوں کہ تو اس کی امامت کا اعتقاد رکھتا ہے اور اس کی بزرگی کو مانتا ہے لیکن ملک وسلطنت عقیم (بانجھ) ہے اور میں نے قسم کھائی ہے کہ آج کے دن کی شام آنے سے پہلے اس اندوہ سے اپنے آپ کو فارغ کروں۔

راوی کہتا ہے کہ جب میں نے اس سے یہ بات سنی تو زمین میرے لئے تنگ ہو گئی اور میں بہت غمگین ہوا پس اس نے جلاد کو بلایا اور کہا کہ جب میں ابا عبداللہ (جعفر صادق بن محمد) کو بلاؤں اور اسے باتوں میں مشغول رکھوں اور اپنے سر سے ٹوپی اتار کر زمین پر رکھ دوں تو ان کی گردن اڑا دینا اور یہ میرے اور تمہارے درمیان علامت ہے اور اسی وقت کسی کو بھیجا اور حضرت کو بلایا، جب حضرت قصر میں داخل ہوئے تو میں نے دیکھا کہ قصر کشتی کی طرح جو ٹھاٹھیں مارتے ہوئے دریا میں مضطرب ہو حرکت میں ہے اور میں نے دیکھا کہ منصور جلدی سے اٹھا اور سر وپا برہنہ ہو گیا، حضرت کے استقبال کو دوڑا اور اس کے بدن کے جوڑ ہل رہے تھے اور دانت ٹکرا رہے تھے اور کبھی سرخ اور کبھی زرد ہو رہا تھا، اور حضرت کو بہت اعزاز واکرام کے ساتھ لے آیا اور انہیں تخت پر بٹھایا اور دو زانو ہو کر آپ کی خدمت میں بیٹھ گیا، جس طرح غلام آقا کے سامنے بیٹھتا ہے اور کہنے لگا اے فرزند رسول آپ اس وقت کیوں تشریف لائے تو آپ نے فرمایا خدا اور رسولؐ کی اطاعت اور تیرے حکم کی وجہ سے آیا ہوں، کہنے لگا میں نے تو آپ کو نہیں بلایا، قاصد نے اشتباہ کیا ہے اب جو تشریف لائے ہیں تو جو حاجت ہو طلب کیجئے ،حضرت نے فرمایا میری حاجت یہ ہے کہ ضرورت کے بغیر مجھے نہ بلایا کرو، وہ کہنے لگا ایسا ہی ہوگا اور حضرت اٹھ کر باہر تشریف لائے اور میں نے خدا کی بہت حمد وثنا کی کہ

آپ کو منصور سے کوئی اذیت نہیں پہنچی بعد اس کے کہ حضرت چلے گئے، منصور نے لحاف منگوایا اور سو گیا اور آدھی رات تک بیدار نہیں ہوا اور جب بیدار ہوا تو دیکھا کہ میں اس کے پاس بیٹھا ہوں کہنے لگا باہر نہ جانا جب تک میں اپنی نمازیں ادا نہ کرلوں، اور تجھ سے واقعہ بیان کروں، جب نماز سے فارغ ہوا تو کہنے لگا جب میں نے حضرت صادقؑ کو قتل کرنے کے لئے بلایا اور وہ قصر میں داخل ہوئے تو میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا اژدہا پیدا ہوا اور اس نے اپنا منہ کھول دیا اور اس نے اپنا اوپر والا جبڑا قصر کے اوپر والے حصہ پر اور نیچے والا جبڑا قصر کے نیچے رکھا اور اپنی دم قصر کے گرداگرد ڈال لی، اور فصیح زبان میں مجھ سے کہا کہ اگر حضرت کی نسبت کسی برائی کا ارادہ کیا تو تجھے اور تیرے مکان وقصر کو نگل جاؤں گا، اس وجہ سے میری عقل پریشان ہوگئی اور میرا بدن کانپنے لگا اس حد تک کہ میرے دانت بجنے لگے، راوی کہتا ہے میں نے کہا حضرت سے یہ چیزیں عجیب نہیں کیونکہ آپ کے پاس وہ اسم اور دعائیں ہیں کہ اگر وہ رات پر پڑھیں تو دن ہو جائے اور دن پر پڑھیں تو وہ رات ہو جائے اور اگر دریا کی موج پر پڑھیں تو وہ رک جائے، پس چند دن کے بعد میں نے منصور سے اجازت چاہی کہ حضرت کی زیارت کے لئے جاؤں مجھے اجازت دی اور انکار نہ کیا، جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس دعا کی استدعا کی جو آپ نے مجلس منصور میں داخل ہوتے وقت پڑھی تھی کہ مجھے تعلیم دیں اور حضرت نے میرے التماس کو قبول فرمایا۔

چھٹی فصل

امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت

امام جعفر صادقؑ نے ماہ شوال ۱۴۸ھ میں ان زہر آلود انگوروں کی وجہ سے شہادت پائی جو منصور نے حضرت کو کھلائے تھے اور شہادت کے وقت آپ کا سن مبارک پینسٹھ سال تھا اور کتب معتبرہ میں یہ تعین نہیں کہ ماہ شوال کی کون سی تاریخ تھی، البتہ صاحب جنات الخلود نے جو متتبع ماہر ہیں اس ماہ کی پچیس تاریخ لکھی ہے اور ایک قول ہے کہ پیر کے دن پندرہ رجب کو وفات ہوئی اور مشکوۃ الانوار میں ہے کہ آپ کی خدمت میں آپ کا ایک اصحابی آپ کے لئے مرض الموت میں حاضر ہوا اس نے دیکھا کہ حضرت اتنے لاغر ہو گئے ہیں گویا سوائے آپ کے سرنازنین کے کچھ باقی ہی نہیں رہا تو وہ شخص رونے لگا، حضرت نے فرمایا کیوں رو رہے ہو اس نے کہا کہ میں یہ گریہ نہ کروں جب کہ آپ کو اس حالت میں دیکھ رہا ہوں، آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو کیونکہ مومن کو جو چیز بھی عارض ہو وہ اس کے لئے خیر و بھلائی ہے اور اگر اس کے اعضاء و جوارح کاٹ دیئے جائیں تب بھی اس کے لئے بہتر ہے اور اگر وہ مشرق و مغرب کا مالک ہو جائے تو بھی اس کے لئے بہتر ہے۔

شیخ طوسی نے حضرت صادقؑ کی کنیز سالمہ سے روایت کی ہے وہ کہتی ہے کہ میں آپ کے احتضار کے وقت حضور کے پاس تھی

کہ آپ میں غشی کی سی کیفیت طاری ہوئی جب اپنی حالت میں آئے تو فرمایا کہ حسن بن علی بن علی بن الحسین بن ابی طالب علیہم السلام افطس کو ستر اشرفیاں دے دو اور فلاں وفلاں کو اتنی مقدار میں نے عرض کیا آپ ایسے شخص کو عطا فرمار ہے ہیں کہ جس نے چھری کے ساتھ آپ پر حملہ کیا اور وہ چاہتا تھا کہ آپ کو قتل کردے فرمایا تو چاہتی ہے کہ میں ان اشخاص میں سے نہ قرار پاؤں کہ جن کی خدا نے صلہ رحمی کرنے کے ساتھ مدح کی ہے اور ان کی توصیف میں فرمایا ہے" **والذین یصلون ما امر الله به ان یوصل و یخشون ربھم ویخافون سوء الحساب**" جولوگ وصل کرتے ہیں ان چیزوں میں جن کے وصل کا خدا نے حکم دیا ہے اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور برے حساب کا خوف رکھتے ہیں پھر فرمایا اے سالمہ خداوند عالم نے بہشت کو پیدا کیا اور اسے خوشبودار بنایا اور اس کی خوشبو دو ہزار سال کے راستہ تک پہنچی ہے لیکن اس کی خوشبو ماں باپ کا نافرمان اور قطع رحمی کرنے والا نہیں سونگھ سکے گا۔

شیخ کلینی نے امام موسیٰ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ میں نے اپنے پدر بزرگوار کو دو مصری پارچوں میں کفن دیا کہ جن میں آپ احرام باندھتے تھے، اور اس پیراہن میں جسے آپ پہنتے ہیں اور اس عمامہ میں جو امام زین العابدینؑ سے آپ کو ملا تھا اور ایک یمنی چادر میں کہ جو چالیس دینار طلائی سے آپ نے خریدی تھی اور اگر آج ہوتی تو چار سو دینار کی تھی، نیز روایت کی ہے شیخ صدوق نے ابو بصیر سے وہ کہتا ہے کہ میں ام حمیدہ حضرت صادقؑ کی ام ولد (وہ کنیز جس سے آقا کا بچہ پیدا ہوا) کی خدمت میں حضرت صادق صلوات اللہ علیہ کی تعزیت کے لئے گیا تو وہ مخدرہ رونے لگیں اور میں بھی ان کے رونے سے رونے لگا، اس کے بعد فرمایا اے ابو محمد اگر تو حضرت صادق علیہ السلام کو موت کے وقت دیکھتا تو تجھے ایک امر عجیب نظر آتا آپ نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا جمع کرو میرے پاس ہر اس شخص کو کہ میرے اور اس کے درمیان قرابت ورشتہ داری ہے، پس ہم ان کے سب عزیزوں اور رشتہ داروں کو ان کے پاس لے آئے تو آپ نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا" **ان شفاعتنا لا تنال مستخفا بالصلوۃ**" بے شک ہماری شفاعت اس شخص کو نہیں پہنچے گی جو نماز کا استخفاف کرے یعنی نماز کو بے وقعت اور آسان سمجھے اور نماز ادا کرنے میں اہتمام نہ کرے۔

عیسیٰ بن داب سے روایت ہے کہ جب حضرت صادقؑ کے جسم نازنین کو چار پائی پر رکھا گیا اور انہیں بقیع کی طرف دفن کرنے کے لئے لے چلے تو ابو ہریرہ عجلی نے جو علی الاعلان اہل بیتؑ کے شعراء میں شمار ہوتا تھا یہ اشعار کہے:

اقول وقدرا جوابه یحملونه
علی کاهل من حاملیه وعاتق
اتدرون ماذا تحملون الی الثری
ثبیرا ثوی من راس علیا شاهق
غداة حثی الحاثون فوق ضریحه
و اولی کان فوق المفارق

میں نے کہا جب وہ اسے کندھوں پر اٹھا کر لے چلے تھے تم جانتے بھی ہو کہ کسے قبر کی طرف لے جارہے ہو، وہ ثبیر پہاڑ

ہے جو بلندی سے گرا ہے کہ جس صبح اس کی قبر پر مٹی ڈال رہے تھے حالانکہ وہ سروں پر ڈالنے کے زیادہ لائق تھی، مسعودی کہتا ہے کہ حضرت کو جنت البقیع میں ان کے والد اور دادا کے پاس دفن کیا گیا اور آپ کا سن مبارک پینسٹھ سال تھا اور کہا گیا ہے کہ آپ کو زہر دیا گیا تھا اور ان کی قبور پر جنت البقیع کی اس جگہ پر سنگ مرمر کا ایک پتھر ہے کہ جس پر لکھا ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم الحمد الله مبيد الامم ومحي الرمم هذا قبر فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم سيدة نسآء العالمين وقبر الحسن بن علي عليه السلام بن ابي طالب عليه السلام وعلي عليه السلام بن الحسين عليه السلام بن علي بن ابي طالب عليه السلام ومحمد بن علي عليه السلام وجعفر بن محمد رضي الله عنهم انتهى۔ واقول صلوات الله عليهم اجمعين۔

روایت ہوئی ہے کہ ایک شخص ابوجعفر نامی جو کہ اہل خراسان کا قاصد تھا اہل خراسان میں سے کچھ لوگ اس کے پاس جمع ہوئے اور اس سے خواہش کی کہ کچھ مال و متاع ہے کہ جسے حضرت صادقؑ کی خدمت میں لے جانا ہے اسے لے کر وہ حضرت کے پاس چند مسائل کے ساتھ لے جائے کہ جن کا فتویٰ پوچھنا ہے اور کچھ مشورے ہیں، ابوجعفر وہ مال اور سوالات لے کر چلا جب کوفہ میں داخل ہوا تو وہاں ٹھہرا اور حضرت امیر المومنینؑ کی قبر کی زیارت کے لئے گیا، اس نے دیکھا کہ قبر کے ایک طرف ایک بزرگ بیٹھے ہیں اور ایک گروہ نے انہیں حلقے میں لیا ہوا ہے جب وہ زیارت سے فارغ ہوا تو ان سے ملنے کے ارادہ سے گیا تو اس نے دیکھا کہ وہ فقہائے شیعہ ہیں اور اس بزرگ سے فقہ کے مسائل سن رہے ہیں ان لوگوں سے اس نے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں وہ کہنے لگے کہ یہ ابوحمزہ ثمالی ہیں وہ کہتا ہے کہ میں ان کے پاس بیٹھ گیا، مولف کہتا ہے کہ امیر المومنینؑ کی قبر مبارک آپ کی وفات سے لے کر زمانہ حضرت صادقؑ تک مخفی اور پنہاں تھی اور کسی کو اس کی خبر نہ تھی، سوائے آپ کی اولاد و اہل بیتؑ کے اور حضرت امام زین العابدین اور امام محمد باقر علیہم السلام بارہا اس کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے اور اکثر اوقات سوائے اونٹ کے ان کے ساتھ کوئی ذی روح نہ ہوتا، لیکن حضرت صادقؑ کے زمانہ میں شیعوں نے آپ کی قبر پہچان لی تھی اور اس کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت صادقؑ جس زمانہ میں مقام حیرہ میں تھے تو آپ بار بار اس قبر شریف کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے اور غالباً اپنے بعض مخصوص صحابہ کو بھی ساتھ لے جاتے تھے اور انہیں مدفن جناب امیر المومنین دکھاتے تھے یہی کیفیت رہی ہارون الرشید کے زمانہ تک پھر اچانک آپ کی قبر ظاہر ہوئی اور دور و نزدیک کے لوگوں کی زیارت گاہ ہوئی، باقی رہے ابوحمزہ تو وہ حضرت امام زین العابدینؑ کی خدمت میں حضرت کی قبر کی زیارت سے مشرف ہو چکے تھے جیسا کہ آٹھویں فصل میں اس کا ذکر آئے گا، بہر حال وہ مرد خراسانی کہتا ہے اس اثناء میں کہ ہم بیٹھے تھے ایک اعرابی وارد ہوا اور کہنے لگا میں مدینہ سے آ رہا ہوں اور جعفر بن محمد علیہ السلام وفات پا گئے ہیں، ابوحمزہ ثمالی کی اس خبر کے سننے سے چیخ نکل گئی اور اس نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اس وقت اس اعرابی سے پوچھا کہ کیا تو نے سنا ہے کہ آپ نے کس کو اپنا وصی مقرر

کیا ہے وہ کہنے لگا آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ اور دوسرے بیٹے موسیٰ علیہ السلام اور منصور خلیفہ کو وصی قرار دیا ہے، ابوحمزہ کہنے لگے حمد ہے خدا کی کہ آپ نے ہمیں ہدایت کی اور گمراہ نہیں رہنے دیا، **دل علی الصغیر وبین علی الکبیر وستر الامر العظیم** پس ابو حمزہ امیر المومنینؑ کی قبر کے پاس جا کر نماز میں مشغول ہو گئے اور ہم بھی نماز پڑھنے لگے پھر میں ان کے پاس گیا اور کہا کہ یہ چند فقرے جو آپ نے کہے ہیں میرے لئے ان کی تشریح کیجئے، ابوحمزہ نے اس کی تشریح کی جس کا ماحصل یہ ہے کہ منصور کو وصی قرار دینا ظاہر ہے کہ تقیہ کے طور پر ہے تا کہ آپ کے وصی کو قتل نہ کرے اور چھوٹے بیٹے کا ذکر جو کہ امام موسیٰ ہیں بڑے کے ساتھ جو کہ عبداللہ ہے اس لئے ہے تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ عبداللہ امامت کے قابل نہیں کیونکہ بڑا بیٹا اگر بدن اور دین میں ناقص نہ ہو تو اس کو امام ہونا چاہیے لیکن عبداللہ بدن کے لحاظ سے فیل پا (ہاتھی جیسے پاؤں) ہے اور اس کا دین ناقص ہے اور وہ احکام شریعت سے جاہل ہے ورنہ اگر اس میں کوئی نقص نہ ہو تو اسی پر اکتفا کرتے پس یہاں سے میں سمجھا ہوں کہ امام موسیٰ ہیں اور باقیوں کا تذکرہ مصلحتہً ہے۔

شیخ کلینی و شیخ طوسی اور ابن شہر آشوب نے ابوایوب جوزی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک رات ابوجعفر دوانقی نے مجھے بلایا میں نے دیکھا کہ وہ کرسی پر بیٹھا ہے اور اس کے سامنے شمع رکھی ہوئی ہے اور اس کے ہاتھ میں ایک خط ہے اور وہ اسے پڑھ رہا ہے جب میں نے سلام کیا تو اس نے وہ خط میری طرف پھینکا اور رونے لگا اور کہنے لگا یہ محمد بن سلیمان کا خط ہے اور اس نے جعفرؑ بن محمد علیہ السلام کی وفات کی خبر لکھی ہے پس اس نے تین مرتبہ کہا انا للہ وانا الیہ راجعون اور کہنے لگا جعفر جیسا شخص کہاں مل سکتا ہے پھر کہنے لگا اس کو لکھو کہ اگر انہوں نے کسی ایک شخص کو خصوصی طور پر وصی قرار دیا ہے تو اسے بلا کر قتل کر دو، چند دنوں کے بعد خط کا جواب آیا کہ انہوں نے پانچ افراد کو اپنا وصی قرار دیا ہے۔(۱) خلیفہ (۲) محمد بن سلیمان (۳) والی مدینہ (۴) اپنے دو بیٹوں عبداللہ و موسیٰؑ اور موسیٰ کی والدہ حمیدہ کو جب منصور نے خط پڑھا تو کہنے لگا ان کو قتل نہیں کیا جا سکتا، علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ حضرت کو علم امامت سے معلوم تھا کہ منصور ایسا ارادہ کرے گا، لہٰذا آپ نے اس جماعت کو وصیت میں شریک قرار دیا اور پہلے منصور ہی کا نام لکھا اور باطنی طور پر امام موسیٰ علیہ السلام کو وصیت کے ساتھ مخصوص کیا اور اسی وصیت سے اہل علم جانتے تھے کہ وصایت و امامت حضرت کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ ابوحمزہ کی روایت سے جو گذر گئی ہے معلوم ہو چکا ہے۔

ساتویں فصل

امام جعفر صادق علیہ السلام کی اولاد کا تذکرہ

شیخ مفید نے فرمایا ہے کہ حضرت صادقؑ کی اولاد کی تعداد دس تھی، اسماعیل، عبداللہ اور ام فروہ ان تینوں کی والدہ فاطمہ بنت حسین بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام تھیں اور موسیٰ علیہ السلام اسحاق اور محمد کی والدہ کنیز تھیں، عباس و علی و اسماء و

فاطمہ یہ ہر ایک کنیز سے تھے اور اسماعیل تمام بھائیوں سے بڑا تھا اور حضرت صادقؑ اس سے بہت محبت کرتے تھے اور شفقت و مہربانی اس سے زیادہ فرماتے تھے، شیعوں کے ایک گروہ کا خیال تھا کہ حضرت صادقؑ کے بعد اسماعیل ہی امر خلافت و امامت کا قائم ہے چونکہ حضرت کا بڑا لڑکا ہے اور آپ کی محبت و تکریم بھی اس سے زیادہ ہے لیکن حضرت صادقؑ کی زندگی ہی میں عریض بستی میں اس کا انتقال ہو گیا اور لوگ کندھوں پر اٹھا کر اس کا جنازہ مدینہ میں لے آئے اور وہ بقیع میں دفن ہوئے اور روایت ہے کہ حضرت صادقؑ نے اسماعیل کی موت پر سخت جزع فزع کی اور عظیم حزن و اندوہ کیا اور بغیر جوتے اور ردا کے اس کے جنازہ کے آگے آگے جا رہے تھے اور چند دفعہ حکم دیا کہ اس کی چار پائی زمین پر رکھ دو اور میت کے قریب آ کر اس کا چہرہ کھول کر اس کی طرف دیکھتے تھے اور آپ کا مقصد اس کام سے یہ تھا کہ اسماعیل کی وفات کا معاملہ سب لوگوں پر واضح ہو جائے اور ان لوگوں کا شبہ دور ہو جائے جو اسماعیل کی حیات اور باپ کے بعد اس کی خلافت کے قائل ہیں، مولف کہتا ہے کہ اس مضمون کی احادیث بہت ہیں اور شیخ صدوق نے روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے سعید بن عبیداللہ اعرج سے فرمایا، جب اسماعیل کی وفات ہوئی تو میں نے کہا کہ اس کے چہرہ پر پڑا ہوا کپڑا ہٹا دیں جب اس کے چہرہ کو کھول دیا گیا تو میں نے اس کی پیشانی ٹھوڑی اور گلے پر بوسہ دیا پھر کہا کہ اس کا منہ چھپا دو دوبارہ میں نے اس کے چہرہ سے کپڑا ہٹوایا اور اس کی پیشانی ٹھوڑی اور گلے کو بوسہ دیا پھر میرے کہنے سے اسے ڈھانپ دیا اور غسل دیا، جب غسل دینے سے فارغ ہوئے تو میں اس کے قریب گیا میں نے دیکھا کہ اسے کفن میں لپیٹ دیا گیا ہے میں نے کہا تو اس کا چہرہ کفن سے باہر نکالا گیا پھر میں نے اس کی پیشانی ٹھوڑی اور گلے کو بوسہ دیا اور اسے تعویذ کیا پھر میں نے کہا کہ اسے کفن میں چھپا دو، راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا کس چیز سے اسے تعویذ کیا ہے فرمایا قرآن سے اور روایت ہے کہ کفن پر لکھا اسماعیل یشهد ان لا اله الا الله اور آپ نے اپنے ایک شیعہ کو بلایا اور اسے چند درہم دیئے اور اسے حکم دیا کہ میرے بیٹے اسماعیل کی طرف سے حج کرنا اور فرمایا جب تم اس کی طرف سے حج کرو گے تو نو حصے ثواب تمہارا ہے اور ایک حصہ اسماعیل کا اور سید ضامن بن شدقم نے تحفۃ الازہار میں کہا ہے کہ اسماعیل نے ۱۴۳ھ میں وفات پائی اور ۳۴۶ھ حسین بن ابوالہیجا عبیدلی کا وزیر مدینہ میں آیا پس اس نے اسماعیل کے مشہد پر گنبد بنایا اور ابن شیبہ نے ذکر کیا ہے کہ اس جگہ زید شہید امام زین العابدینؑ کے فرزند کا مکان تھا بالجملہ شیخ مفید نے فرمایا ہے کہ جب اسماعیل کی وفات ہوئی تو جن لوگوں کا اعتقاد یہ تھا کہ باپ کی وفات کے بعد یہ امام ہے وہ اس اعتقاد سے منحرف ہو گئے سوائے شاذ و نادر لوگوں کے جو دور دور رہتے تھے اور خواص و رواۃ احادیث میں سے نہیں تھے وہ اس عقیدہ پر باقی رہے، اور اسماعیل کی حیات کے قائل ہوئے اور جب حضرت صادقؑ نے وفات پائی تو کچھ لوگ حضرت موسیٰ بن جعفر کی امامت کے قائل ہوئے اور باقی دو فرقوں میں بٹ گئے ایک فرقہ کہنے لگا کہ اسماعیل امام تھا اور اس کے بعد امامت اس کے بیٹے محمد بن اسماعیل کی طرف منتقل ہوئی ہے اور دوسرا گروہ کہنے لگا کہ اسماعیل زندہ ہے اور وہ تھوڑے لوگ ہیں جن کا گمان یہ ہے کہ امامت اسماعیل کے بعد اولاد و احفاد اسمٰعیل میں ہے آخر زمانہ تک مولف کہتا ہے کہ سلاطین فاطمیہ جن کی مغرب کے شہروں میں حکومت تھی وہ اسماعیل کی اولاد میں سے ہیں ان کا پہلا عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن احمد بن محمد بن اسماعیل بن امام جعفر صادقؑ ہے جو مہدی باللہ کے ساتھ ملقب تھا، یہ پہلا شخص ہے کہ جو بنی عباس کی حکومت کے زمانہ میں ہی آل اسماعیل میں سے

مغرب و مصر کے علاقہ میں خلیفہ ہوا ہے اور دو سو چھہتر سال تک ان کی حکومت رہی ہے اور ان کی حکومت کی ابتدا معتمد اور معتضد کے زمانہ میں ہوئی ہے جو کہ غیبت صغریٰ کا اوائل زمانہ ہے اور ان کی مقدار چودہ تھی اور انہیں اسماعیلیہ اور عبیدہ کہتے تھے قاضی نور اللہ نے کہا ہے کہ قرامطہ اسماعیلیہ کے علاوہ ایک گروہ ہے اور عباسیوں اور ان کے ہواخواہوں نے کمال بغض و عداوت کی وجہ سے قرامطہ کو اسماعیلیہ میں داخل کر دیا ہے فقیر کہتا ہے کہ امیر المومنینؑ نے اپنے اخبار غیبیہ میں عبداللہ مذکور کی طرف اشارہ کیا ہے جہاں فرماتے ہیں ''لم یظھر صاحب القیر وان الغض البض ذوالنسب المحض المنتجب من سلالته ذی البدآء المسجی بالرواء'' قیروان علاقہ مغرب کا ایک شہر ہے اور وہی جگہ ہے کہ جس کے حدود میں عبیداللہ مہدی نے قلعہ بنوایا، اور اس کا نام مہدیہ رکھا اور ذی البداء اور مجسی بالرواء سے مراد اسماعیل بن جعفر علیہ السلام ہے۔

ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ عبیداللہ مہدی سفید رنگ نازوں میں پلا ہوا سرخی مائل نرم بدن کمزور اطراف تھا، اور ذوالبداء اسماعیل بن جعفر بن محمد علیہ السلام ہے اور مسجی بالرواتھا چونکہ اس کے باپ ابو عبداللہ جعفر علیہ السلام نے جب وہ مرا تو اسے اپنی ردا میں لپیٹا تھا اور وجوہ شیعہ کو وہاں سے لے گئے تا کہ وہ اسے دیکھ کر اس کی موت کا یقین و علم پیدا کریں اور اس کے معاملہ میں جو انہیں شبہ ہے وہ ان سے زائل ہو جائے، انتہیٰ

عبداللہ بن جعفر پس وہ اسماعیل کے بعد اپنے سب بھائیوں سے بڑا ہے اور اس کی باپ کے ہاں کوئی قدر و منزلت نہ تھی اور اعتقاد میں باپ کی مخالفت کے ساتھ متہم تھا اور کہا گیا ہے کہ حشویہ مذہب کے لوگوں سے میل جول رکھتا تھا اور مرجیۂ مذہب کی طرف مائل تھا اور باپ کی وفات کے بعد اس نے ادعاء امامت کیا اور امامت پر اس کی دلیل سن میں بڑا ہونا تھا اسی لئے حضرت صادقؑ کے اصحاب کی ایک جماعت نے پہلے اس کا اتباع کیا اور جب اس کا امتحان لیا تو اس سے دستبردار ہو گئے اور اس کے بھائی امام موسیٰ کاظمؑ کی امامت کی طرف رجوع کیا چونکہ بہت سے براہین و دلائل واضحہ آپ سے دیکھے تھے البتہ کچھ تھوڑے سے لوگ اس اعتقاد پر باقی رہے اور امامت عبداللہ کو اختیار کیا اور انہیں فطحیہ کہتے ہیں اور یہ لقب انہیں اس لئے ملا چونکہ وہ عبداللہ کی امامت کے قائل تھے اور عبداللہ کا پاؤں ہاتھی کی طرح تھا بعض کہتے ہیں کہ انہیں فطحیہ اس لئے کہتے ہیں چونکہ انہیں عبداللہ کو امامت کی طرف بلانے والے شخص کا نام عبداللہ بن فطیح تھا۔

قطب راوندی نے مفضل بن عمر سے روایت کی ہے کہ جب حضرت صادقؑ کی وفات ہوئی تو عبداللہ افطح آپ کے بیٹے نے امامت کا دعویٰ کیا حضرت موسیٰ کاظمؑ نے حکم دیا کہ گھر میں بہت سی لکڑیاں لا کر گھر کے وسط میں رکھی جائیں اس وقت آپ نے کسی کو عبداللہ کے پاس بھیجا اور اسے بلایا جب عبداللہ آپ کے مکان پر آیا اور اس وقت آپ کے پاس وجوہ امامیہ میں سے ایک جماعت موجود تھی، جب عبداللہ آ کر بیٹھ گیا تو حضرت نے حکم دیا کہ ان لکڑیوں میں آگ لگا دی جائے، لکڑیاں جلنے لگیں اور لوگوں کو اس کا سبب معلوم نہیں تھا یہاں تک کہ تمام لکڑیاں آگ ہو گئیں پس حضرت موسیٰ بن جعفرؑ اٹھے اور لباس سمیت جا کر اس آگ کے درمیان بیٹھ گئے اور لوگوں کی طرف رخ کر کے ایک گھنٹے تک باتیں کرتے رہے اور پھر کھڑے ہو گئے اور اپنے کپڑے جھاڑ کر اپنی مجلس میں آ گئے اس

وقت آپ نے اپنے بھائی عبداللہ سے کہا کہ اگر تم اپنے والد کے بعد امام ہو تو جا کر آگ میں بیٹھو وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ عبداللہ کا رنگ اڑ گیا اور کھڑا ہو گیا، درانحالیکہ اس کی رداء زمین پر کھنچتی جارہی تھی اور وہ حضرت کے گھر سے باہر چلا گیا، اور عبداللہ پدر بزرگوار کی وفات کے بعد ستر دن زندہ رہ کر وفات پا گیا، روایت ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے فرمایا تھا اے میرے عزیز بیٹے بے شک تمہارا بھائی میری جگہ پر اور میرے بعد امامت کا دعویٰ کرے گا اس سے ایک لفظ کا بھی جھگڑا نہ کرنا کیونکہ میرے اہل خانہ میں سے وہ پہلا شخص ہے جو مجھ سے آملحق ہوگا، مولف کہتا ہے کہ سید ضامن بن شدقم مدنی نے تحفۃ الازہار میں کہا ہے کہ عبداللہ امام جعفر صادقؑ کے بیٹے کی وفات شہر بسطام میں ہوئی ہے اور اس کی قبر وہاں علی بن عیسیٰ بن آدم بسطامی کی قبر کے سامنے مشہور ہے فقیر کہتا ہے کہ جو کچھ مجھ سے نقل ہوا ہے وہ یہ کہ بسطام میں جو قبر ابویزید بسطامی کی قبر کے مدمقابل ہے وہ محمد عبداللہ کے مذکور بیٹے کی ہے نہ کہ باپ کی، واللہ اعلم

اسحاق بن جعفرؑ اہل فضل وصلاح وورع واجتہاد میں سے تھا اور لوگوں نے اس سے احادیث وآثار کی روایت کی ہے اور ابن کاسب جب اس سے حدیث کرتا تو کہتا کہ مجھ سے حدیث بیان کی ثقہ رضی (پسندیدہ) اسحاق بن جعفرؑ نے اور اسحاق اپنے بھائی امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی امامت کا قائل تھا اور اپنے والد سے اپنے بھائی موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی امامت پر نص کی روایت کی ہے اور صاحب عمدۃ الطالب نے کہا کہ وہ رسول خداؐ سے زیادہ شباہت رکھتا اور اس کی والدہ اور امام موسیٰ کاظمؑ کی والدہ ایک ہی تھیں اور اسحاق محدث جلیل ہے اور ایک گروہ نے اس کی امامت کا دعویٰ کیا ہے اور اس کی نسل محمد حسین اور حسن سے ہے، مولف کہتا ہے کہ اسحاق بن جعفر پر منتہی ہوتا ہے بنی زہرہ کا نسب جو کہ حلب میں ایک جلیل خاندان تھا اور انہیں میں سے ہیں ابوالمکارم حمزہ بن علی بن زہرہ حلبی علم فاضل جلیل صاحب تصانیف زیاد، علم کلام وامامت فقہ ونحو میں کہ جن میں سے ایک کتاب ہے غنیۃ النزوع الی علم الاصول والفروع اور وہ جناب ان کے والد جد اور ان کے بھائی عبداللہ بن علی اور بھتیجے محمد بن عبداللہ اکابر فقہا امامیہ میں سے تھے اور بنو زہرہ کہ جن کے لئے آیۃ اللہ علامہ حلی نے اجازہ کبیرہ معروفہ لکھا ہے وہ سید جلیل حسب صاحب نفس قدسیہ وریاست انسب اپنے عصر کے لوگوں سے افضل علاء الدین ابوالحسن علی بن ابراہیم بن محمد بن ابو علی حسن بن ابی المحاسن زہرہ اور ان کے فرزند معظم شرف الدین ابو عبداللہ حسین بن علی اور ان کے بھائی سید معظم ومجید بدرالدین ابو عبداللہ محمد بن ابراہیم اور ان کے دو فرزند ابو طالب احمد بن محمد اور عزالدین حسن بن محمد ہیں کہ علامہ نے ان کی بڑھ تجلیل کی ہے اور سب کو اجازہ دیا ہے اور وہ اجازہ بحار کی آخری جلد میں مذکور ہے اور سید شریف تاج الدین بن محمد بن حمزہ بن زہرہ نے کتاب غایۃ الاختصار فی اخبار البیوتات العلویہ المحفوظۃ من الغبار میں خاندان اسحاقین کے ذکر میں کہا ہے کہ حمد ہے خدا کی کہ جس نے ہمیں زہرہ کے خانوادہ میں قرار دیا ہے جو حلب کے نقباء تھے اور ان کا دادا زہرہ بن ابوالمواہب علی نقیب حلب بن محمد نقیب حلب بن ابی سالم محمد مرتضی مدنی جو مدینہ سے حلب منتقل ہوا بن احمد مدنی جو حران میں مقیم تھا ابن امیر شمس الدین محمد مدنی بن امیر الموقر حسین بن اسحاق موتمن بن امام جعفر صادق علیہ السلام ہے اور کہا ہے زہرہ کا خانوادہ حلب اور اطراف حلب کے شہروں میں ہر مشہور سے زیادہ شہرت رکھتا ہے اور انہیں میں سے ہے ابوالمکارم حمزہ بن علی بن زہرہ سید جلیل کبیر القدر عظیم الشان عالم کامل فاضل

مدرس مصنف و مجتہد عین اعیان سادات و نقباء حلب صاحب تصنیفات عمدہ و اقوال مشہورہ اور اس کی کئی کتابیں ہیں قدس اللہ روحہ و نور ضریحہ ان کی قبر شہر حلب میں جوشن پہاڑ کے نیچے مشہد سقط حسین علیہ السلام کے قریب ہے اور مشہور ہے اور اس پر ان کا نام و نسب امام صادق تک اور تاریخ وفات بھی لکھی ہے۔ انتہی

مولف کہتا ہے کہ ان کی تاریخ وفات ۵۸۵ھ اور تاریخ ولادت ماہ رمضان ۵۱۱ھ ہے اور مشہد سقط کا واقعہ جبل جوش میں کوفہ سے شام کی طرف اہل بیت کے جانے کے واقعات میں گذر چکا ہے اور واضح ہو کہ اسحاق بن جعفر کی زوجہ علیا مخدرہ نفیسہ بنت حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہم السلام ہے جو جلالت شان کے ساتھ مشہور ہیں، ان خاتون کی وفات ۲۰۸ھ مصر میں ہوئی اور وہیں دفن ہوئیں اور اہل مصر کو ان سے بڑی عقیدت ہے اور مشہور ہے کہ اس مخدرہ کی قبر کے پاس دعا قبول ہوتی ہے اور امام شافعی نے ان سے حدیث لی ہے۔

سید مومن شبلنجی نے نور الابصار میں اور شیخ محمد صبان نے اسعاف لاراغبین میں نقل کیا ہے کہ سیدہ نفیسہ ۱۴۵ھ مکہ میں پیدا ہوئیں اور مدینہ میں عبادت و زہد کے ساتھ نشو نما پائی دن کو روزہ رکھتیں اور راتیں عبادت میں بسر کرتیں، اور صاحب مال و منال تھیں، اپاہجوں، بیماروں اور عام لوگوں پر احسان و انعام کرتی تھیں، اور تیس حج کئے کہ جن میں سے اکثر پا پیادہ تھے اور زینب یحییٰ کی بیٹی سے جو نفیسہ کے بھائی تھے نقل ہے کہ میں نے اپنی پھوپھی نفیسہ کی چالیس سال خدمت کی ہے میں نے نہیں دیکھا کہ رات کو وہ سوئی ہوں اور دن کو افطار کیا ہو اور ہمیشہ قائم اللیل اور صائم النہار تھیں اور میں نے ان سے کہا کہ آپ اپنے ساتھ نرمی و مدارات نہیں کرتیں تو کہنے لگیں کہ میں اپنے نفس سے کس طرح مدارات کروں، حالانکہ میرے آگے عقبات ہیں کہ جنہیں سوائے فائزین کے کوئی عبور نہیں کر سکتا اور جناب نفیسہ کی اپنے شوہر سے دو اولادیں تھیں، قاسم اور کلثوم اور ان کی آگے نسل نہیں چلی وہ اپنے شوہر کے ساتھ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئیں اور واپسی پر مصر تشریف لائیں اور ایک مکان میں قیام کیا کہ جس کے پڑوس میں ایک یہودی لڑکی نابینا تھی، جب اس نے نفیسہ کے وضو کے پانی سے برکت حاصل کیا تو فوراً اس کی آنکھیں بینا اور روشن ہو گئیں تو بہت سے یہودی مسلمان ہو گئے، اور اہل مصر کی اس مخدرہ سے زیادہ عقیدت ہو گئی اور ان سے وہیں رہنے کی خواہش کی اور ان کی زیارت کے لئے آتے تھے اور ان سے برکتیں دیکھتے تھے اور وہ مصر میں رہیں یہاں تک کہ وہیں وفات پائی اور منقول ہے کہ اس مخدرہ نے اپنی قبر اپنے ہاتھ سے کھودی تھی اور ہمیشہ اس میں جا کر نماز پڑھتیں اور قرآن مجید کی تلاوت کرتی تھی یہاں تک کہ چھ ہزار ختم قرآن اس قبر میں کئے، اور ماہ مبارک رمضان ۲۰۸ھ میں وفات پائی اور احتضار کے وقت وہ روزہ سے تھیں ان سے افطار کرنے کو کہا گیا تو کہنے لگیں واعجب اب تک تیس سال گذرے ہیں کہ میں خدا سے سوال کرتی ہوں کہ روزہ کی حالت میں دنیا سے رحلت کروں اب جو روزہ سے ہوں تو افطار کر لوں پس سورہ انعام کی تلاوت شروع کی جب اس آیت پر پہنچیں کہ لھم دار السلام عند ربھم تو وفات پائی، اور جب ان کی وفات ہوئی تو لوگ بستیوں اور شہروں سے جمع ہوئے اور اس رات بہت سی شمعیں روشن کیں اور مصر کے ہر گھر سے رونے کی آواز بلند تھی اور اہل مصر پر بہت حزن و ملال تھا، اور اس مخدرہ پر اتنی جمعیت نے نماز پڑھی کہ جیسی کبھی دیکھی نہیں گئی تھی کہ جس سے جنگل و میدان پر ہو گئے اور وہ مزاغہ کے

ورب السباع میں اپنے ہی مکان میں اس قبر میں دفن ہوئیں کہ جسے انہوں نے اپنے ہی ہاتھ سے کھودا تھا اور منقول ہے کہ ان کی وفات کے بعد ان کے شوہر اسحاق موتمن نے چاہا کہ ان کی میت مدینہ معظمہ کی طرف منتقل کریں اور بقیع میں جا کر دفن کریں اہل مصر نے استدعا کی کہ تبرک و یمن کے لئے اس مخدرہ کو مصر میں رہنے دیں اور بہت سا مال بھی خرچ کیا لیکن اسحاق راضی نہ ہوئے یہاں تک کہ رسول خداؐ کو عالم خواب میں دیکھا اور آپ نے فرمایا اہل مصر کے ساتھ نفیسہ کے سلسلہ میں معارضہ نہ کرو بے شک اس کی برکت سے ان پر رحمت نازل ہوگی اور اس مخدرہ کی کرامات نقل ہوئی ہیں بلکہ ان کے مآثر و کرامات میں ایک کتاب لکھی گئی ہے جس کا نام مآثر نفیسہ ہے۔

محمد بن جعفر کو اس کے حسن و جمال اور بہاؤ کمال کی وجہ سے دیباج کہتے تھے اور وہ مرد سخی اور شجاع تھا اور تلوار لے کر خروج کرنے میں زیدیہ کے ساتھ موافق تھا اور مامون کے زمانہ میں ۱۹۹ھ مدینہ میں خروج کیا اور اس نے لوگوں کو اپنی بیعت کے لئے دعوت دی، اہل مدینہ نے امارت مومنین کے ساتھ اس کی بیعت کی اور یہ مرد قوی القلب اور عابد تھا اور ہمیشہ ایک دن روزہ رکھتا اور ایک ان دن افطار کرتا تھا اور وہ جب گھر سے نکلتا تو واپس نہ لوٹتا مگر اپنا لباس اتار کر کسی برہنہ کو پہنا آتا تھا اور ہر روز ایک گوسفند مہمانوں کے لئے ذبح کرتا پھر وہ مکہ کی طرف گیا اور طالبین کے ساتھ مل کر کہ جن میں حسین بن حسن افطس، محمد بن سلیمان بن داؤد بن حسن مثنیٰ، محمد بن حسن معروف بالسلیق، علی بن حسین بن زید اور علی بن جعفر بن محمد تھے، ہارون بن مسیب سے جنگ عظیم کی اور بہت سے آدمی ہارون کے لشکر میں سے قتل ہوئے تو وہ لشکر جنگ سے دستبردار ہوا اور ہارون بن مسیب نے حضرت علی بن موسیٰ الرضا کو پیغام رساں کے طور پر محمد بن جعفر کے پاس بھیجا اور اسے بطریق سلم و صلح بلایا محمد بن جعفرؑ نے صلح سے انکار کر دیا اور جنگ کے لئے آمادہ ہوا تو ہارون نے لشکر بھیجا یہاں تک کہ اس نے محمد کا طالبین کے ساتھ اس پہاڑ میں کہ جس میں انہوں نے پڑاؤ ڈالا ہوا تھا محاصرہ کر لیا اور تین دن تک محاصرہ رہا تو ان کا پانی اور کھانا ختم ہو گیا، اصحاب محمد اس سے دستبردار ہر کو متفرق ہو گئے، مجبوراً محمد ردا اور نعلین پہن کر ہارون بن مسیب کے خیمہ میں چلا گیا، اور اس سے اپنے اصحاب کے لئے امان چاہی اس نے انہیں امان دے دی اور دوسری روایت میں ہارون کی جگہ عیسیٰ جلودی کا ذکر ہے خلاصہ یہ کہ طالبین کو قید کر کے ایسے محملوں میں کہ جن کے نیچے کوئی گدیلا نہیں تھا سوار کر کے خراسان بھیج دیا، جب خراسان میں وارد ہوئے تو مامون نے محمد بن جعفر کی عزت و احترام کیا اور جائزہ دیا، اور وہ مامون کے پاس رہا، یہاں تک کہ خراسان میں وفات پائی اور مامون اس کی تشییع جنازہ کے لئے باہر آیا اور اس کا جنازہ اٹھا کر قبر تک لے گیا اور خود اس پر نماز جنازہ پڑھی اور لحد میں لٹایا پس قبر سے باہر آیا اور توقف کیا یہاں تک کہ اسے دفن کیا گیا بعض لوگوں نے کہا اے امیر آج آپ نے اپنے آپ کو تعب و تھکان میں ڈالا ہے بہتر ہے کہ آپ سوار ہو کر گھر تشریف لے جائیں کہنے لگا یہ میرا رحم ہے کہ اب دو سو سال ہو گئے ہیں اسے قطع ہوئے پھر محمد کے قرض ادا کئے جو کہ تیس ہزار دینار کے قریب تھے اور تاریخ قم میں منقول ہے کہ محمد دیباج نے جرجان میں اس وقت وفات پائی، جب ۲۰۳ھ میں عراق کی طرف جا رہا تھا اور مامون نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور جرجان میں اسے دفن کیا اور عبداللہ بن حسن بن عبداللہ بن عباس بن علی بن ابی طالبؑ اور باقی علویین نے مامون کا اس وجہ سے شکریہ ادا کیا اور مجھے یہ خبر ملی ہے الصاحب الجلیل کافی الکفاۃ ابوالقاسم اسمٰعیل بن عباد نے ۳۷۶ھ میں اس کی قبر پر عمارت بنوائی ہے، انتہی۔

شیخ صدوق نے حضرت عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی سے انہوں نے اپنے جد امجد علی بن حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی

طالب علیہم السلام سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے عبداللہ بن محمد بن جعفر نے اپنے باپ سے اپنے جد بزرگوار امام جعفر صادقؑ سے حدیث بیان کی کہ امام محمد باقرؑ نے اپنی اولاد کو جمع کیا اور ان میں ان کا چچا زید بن علی علیہ السلام بھی شریک تھا اس وقت آپ نے ان کے سامنے ایک کتاب نکالی کہ جو امیر المومنین علیہ السلام کے ہاتھ سے لکھی ہوئی اور رسول خدا کی لکھوائی ہوئی تھی کہ جس میں حدیث لوح آسمانی لکھی ہوئی تھی ھذا کتاب من اللہ العزیز العلیم آخر تک کہ جس میں اوصیاء پیغمبر کی تصریح موجود تھی آخر روایت میں ہے کہ حضرت عبدالعظیم نے فرمایا تعجب اور بہت تعجب ہے محمد بن جعفر کے خروج کرنے پر باوجودیکہ اس نے حدیث لوح اپنے باپ سے سنی تھی اور خود اسے بیان بھی کیا ہے۔

جان لو کہ محمد بن جعفر کی اولاد میں سے ہے، سید شریف اسماعیل بن حسین بن محمد بن حسین بن احمد بن محمد بن عزیز بن حسین بن محمد اطروش بن علی بن حسین بن علی بن محمد دیباج بن امام جعفر صادق علیہ السلام ابوطالب مروزی علوی نسابہ اس کے اجداد میں سے پہلا شخص ہے جو مرد سے قم کی طرف منتقل ہوا، وہ احمد بن محمد بن عزیز ہے اور اس کی تصانیف میں سے ہے کتاب خطیرۃ القدس جو ساٹھ جلد کے قریب ہے اور اس کے علاوہ تصنیفات ہیں کہ جو سب انساب میں ہیں، یاقوت حموی نے ۶۱۴ھ میں مقام مرد میں اس سے ملاقات کی ہے اور معجم الادباء سے نقل ہوا ہے کہ اس نے اس کے مفصل حالات بیان کئے ہیں۔

عباس بن جعفرؑ مرد جلیل اور فاضل نبیل تھے

علی بن جعفر ابوالحسن اور احمد بن قاسم (جو کہ ان کی اولاد میں سے ہیں اور قم میں دفن ہیں، ان کا تذکرہ معلوم ہے کہ علی بن جعفر علیہ السلام سید جلیل القدر عظیم الشان شدید الورع عالم کبیر راوی حدیث کثیر الفضل تھے اور حضرت جواد تقی بلکہ صاحب عمدۃ الطالب کے قول کے مطابق حضرت ہادی نقیؑ کے زمانہ تک زندہ رہے اور حضرت کے زمانہ میں وفات پائی اور ہمیشہ اپنے بھائی امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ساتھ وابستہ رہے اور ان کا ساتھ اختیار کیا اور آنجناب سے معالم دین اخذ کئے اور انہیں کی برکات میں سے ہیں، مسائل علی بن جعفر جو دسترس میں ہیں جنہیں علامہ مجلسی نے بحار کی چوتھی جلد میں نقل کیا ہے، خلاصہ یہ کہ آنجناب کی جلالت شان اس سے زیادہ ہے کہ یہاں بیان ہو سکے اور تمام علماء رجال نے ان کی تعریف بلیغ کی ہے اور شیخ کشی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک طبیب چاہتا تھا کہ حضرت محمد جواد تقیؑ کا فصد کھولے جب اس نے نشتر آپ کے قریب کیا تا کہ رگ کاٹے تو علی بن جعفر نزدیک آئے اور کہا اے آقا پہلے میری فصد کھولئے، جب نشتر کی تیزی وحدت مجھ پر اثر کرے گی تو آپ کو تکلیف نہیں دے گا، جب حضرت جانے کے لئے کھڑے ہوئے تو علی بن جعفر اٹھے اور حضرت کے جوتے جوڑ کر آپ کے سامنے رکھے حالانکہ علی بن جعفر اس وقت سن رسیدہ بزرگ تھے اور حضرت جوادؑ کی ابتداء جوانی تھی۔

شیخ کلینی نے محمد بن حسن بن عمار سے روایت کی ہے کہ میں دس سال تک مدینہ میں علی بن جعفر کی خدمت میں رہا اور ان سے وہ احادیث اخذ کرتا تھا جو انہوں نے اپنے بھائی حضرت ابوالحسن موسیٰؑ سے سنی تھیں اور میں انہیں لکھتا تھا، ایک دفعہ میں ان کی خدمت میں تھا کہ حضرت جواد علیہ السلام مسجد نبویؐ میں داخل ہوئے، علی بن جعفر کی نگاہ جب حضرت پر پڑی تو بے اختیار اپنی جگہ

سے کھڑے ہو گئے اور جوتا پہنے اور ردا ڈالے بغیر حضرت کی طرف دوڑے اور ان کے ہاتھوں کے بوسے لئے اور ان کی تعظیم وتکریم کی، حضرت جوادؑ نے فرمایا اے چچا بیٹھ جایئے خدا آپ پر رحم کرے، عرض کیا اے میرے سید وآقا میں کس طرح بیٹھ جاؤں جب کہ آپ ابھی کھڑے ہیں پس جب علی بن جعفرؓ حضرت کی خدمت سے مرخص ہوئے اور اپنی مجلس میں آکر بیٹھے تو ان کے ساتھیوں نے انہیں سرزنش کی اور کہنے لگے کہ آپ اس طرح ان کے ساتھ سلوک کرتے ہیں جب کہ آپ ان کے باپ کے بھی چچا ہیں، فرمایا خاموش رہو اور اپنی ریش مبارک کو پکڑا اور کہا کہ جب خداوند عالم نے مجھے اس ڈاڑھی کے باوجود امامت کا اہل نہیں بنایا اور اس نوجوان کو امامت کا اہل قرار دیا ہے اور وہ اس کے سپرد کی ہے تو کیا میں اس کے فضل کا انکار کروں میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں اس چیز سے جو تم کہتے ہو کہ میں اس کا احترام نہ کروں بلکہ میں اس کا غلام ہوں، مولف کہتا ہے ان دو احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بزرگوار کس قدر اپنے امام زمانہ کی معرفت رکھتے تھے **و کفاہ ذلك فضلا و کرما** یہ ان کے فضل وکرم کے لئے کافی ہے اس بزرگوار کی قبر مشتبہ ہے آیا قم میں ہے یا مقام عریض میں جو کہ مدینہ سے ایک فرسخ پر ہے جو کہ ان کی ملک اور ان کی اولاد کے جائے رہائش ہے اس میں اختلاف ہے اور ہم نے ہدیۃ الزائرین میں جو کچھ اس مقام سے متعلق ہے اسے بیان کیا ہے وہاں رجوع کیا جائے۔

صاحب روضۃ الشہداء نے کہا ہے، باقی رہے علی عریضی ان کی کنیت ابوالحسن ہے یہ عالم بزرگ تھے، بچپن میں باپ سے چھوٹ گئے اور اپنے بھائی امام موسیٰ علیہ السلام سے علم سیکھا اور ان کی نسبت عریض کی طرف ہے اور وہ ایک دیہات ہے مدینہ سے چار میل کے فاصلہ پر اور ان کی اولاد کافی ہے اور انہیں عریضیون کہتے ہیں اور ان کی نسل چار بیٹوں سے ہے محمد احمد شعرانی اور حسن وجعفر اصغر تو اس کی اولاد اس کے بیٹے علی سے ہے اور اس کی اولاد کے حالات مخفی ہیں، (انتھی) احتمال ہے کہ جو قبر قم میں ہے وہ اسی علی کی قبر ہو اور باقی رہا اس کا یہ قول کہ علی کی نسل چار بیٹوں سے ہے یہ مخالف ہے اس کے جو نقل ہوا ہے کیونکہ عالم فاضل جلیل سید مجد الدین عریضی استاد شیخ ابوالقاسم محقق حلی کا نسب عیسیٰ بن علی بن جعفر تک منتہی ہوتا ہے اسطرح سے السید مجد الدین علی بن حسن بن ابراہیم بن علی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسن بن عیسیٰ بن محمد بن عیسیٰ بن علی عریضی صاحب المسائل عن اخیہ الکاظم علیہ السلام بن امام جعفر صادقؑ اور حسن بن علی بن جعفرؓ باپ ہے عبداللہ بن حسن علوی کا جو کہ شیخ جلیل عبداللہ بن جعفر حمیری کے مشائخ میں سے ہے اور انہوں نے اس پر اعتماد کیا ہے اپنے طریق میں علی بن جعفر کے مسائل پر وہ روایت کرتا ہے اپنے جد علی بن جعفر سے اور معلوم رہے کہ بعض کتب انساب میں ہے کہ فاطمہ کبریٰ بنت محمد بن عبداللہ الباہر بن امام زین العابدین علیہ السلام علی کی زوجہ ہیں اور یہ بھی معلوم رہے کہ قم میں علی بن جعفرؓ کی اولاد میں سے ایک شخص (جو شرافت وجلالت کے ساتھ معروف ہے) مدفون ہے اور اس کا اسم شریف احمد بن قاسم بن احمد بن علی بن جعفر صادق علیہ السلام ہے اور اس کی قبر عام لوگوں کی زیارت گاہ ہے جو اس قبرستان میں واقع ہے جو دروازہ قلعہ کے نزدیک ہے ایک قدیم بقعہ وبارگاہ میں کہ جس کی تاریخ بناء کو اب تک سات سو سال ہو گئے ہیں اور اس کی بہن فاطمہ بھی ظاہراً وہیں دفن ہے اور یہ احمد بن قاسم جلیل القدر ہے اور تاریخ قم میں ہے کہ اس طرح خبر پہنچی ہے کہ احمد بن قاسم اپاہج تھا اور اس کی آنکھوں میں چیچک کی بیماری ہو گئی، جس کی وجہ سے اس کی دونوں آنکھیں جاتی رہیں اور جب وفات پائی تو مقبرہ قدیم مالون میں دفن ہوا اور اس

کی قبر کی لوگ زیارت کرتے ہیں اور اس کی قبر پر سائبان تھا اور جب خاقان مفلحی کے اصحاب ۲۹۵ھ میں قم میں پہنچے تو وہ سائبان اس کی قبر سے ہٹالیا اور ایک مدت تک اس کی زیارت نہیں کرتے تھے، یہاں تک کہ بعض صلحاء قم نے خواب میں ا۷۱ھ میں دیکھا کہ اس قبر میں رہنے والا بہت صاحب فضیلت ہے اور اس کی زیارت کا ثواب واجر بہت ہے پس دوبارہ اس کی قبر کی عمارت نئی لکڑی سے کی گئی اور از سر نو لوگ اس کی قبر کی زیارت کرنے لگے اور ثقات کے ایک گروہ نے کہا ہے کہ کچھ لوگ کہ جنہیں پرانی بیماری ہوتی یا ان کے کسی عضو میں کوئی نقص یا تکلیف ہوتی تو وہ اس کی قبر پر جاتے اور طلب شفاء (بدرگاہ خدا) کرتے تو اس کی روح شریف کی برکت سے شفا پاتے۔

آٹھویں فصل

حضرت صادقؑ کے چند بزرگ اصحاب کا تذکرہ

پہلا: ابان بن تغلب ہے آل بکر بن وائل سے اہل کوفہ اور ثقہ وجلیل القدر ہے، مجالس المومنین میں ہے کہ ابان قاری اور علم قرات اور اس کے دلائل کے وجوہ کا عالم تھا اور اس کی الگ ایک قرات ہے جو قراء کے ہاں مشہور ہے اور علم تفسیر حدیث فقہ لغت اور نحو میں اپنے زمانہ کا امام تھا اور کتاب ابن داؤد میں مذکور ہے کہ اس نے تین ہزار احادیث امام جعفر صادقؑ سے حفظ کی ہیں اور اس کی بہت سے تصانیف ہیں مثل تفسیر غریب القرآن اور کتاب فضائل اور کتاب احوال صفین اور دیگر اس قسم کی اور کتاب خلاصہ میں مسطور ہے کہ ابان ہمارے اصحاب کے درمیان ثقہ جلیل القدر اور عظیم المرتبت ہے امام زین العابدینؑ امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں پہنچا اور ان کی خاطر عاطر کے التفات سے مشرف ہوا ہے، اور حضرت امام باقرؑ نے اس سے فرمایا کہ مسجد مدینہ میں بیٹھ جاؤ اور لوگوں کو فتویٰ دو میں دوست رکھتا ہوں کہ لوگ ہمارے شیعوں کے درمیان تم جیسے شخص کو دیکھیں اور دوسری روایت یہ ہے کہ اہل مدینہ کے ساتھ مناظرہ کرو میں دوست رکھتا ہوں کہ تم جیسا شخص میرے راویوں اور رجال میں ہو ابان نے امام جعفر صادقؑ کے زمانہ میں وفات پائی جب آپ کو ابان کی وفات کی خبر ملی تو آپ نے اس کے لئے دعا رحمت کی اور قسم کھا کر فرمایا کہ ابان کی موت سے میرے دل کو تکلیف ہوئی ہے اور ابان کی وفات ۱۴۱ھ میں ہوئی اور امام جعفر صادقؑ نے اسے اس کی وفات کی خبر دی تھی، شیخ نجاشی نے روایت کی ہے کہ جب ابان مدینہ میں جاتا تو لوگ اس سے حدیث سننے اور اس سے مسائل کا استفادہ کرنے کے لئے ہجوم کرتے چنانچہ سوائے مسجد کے ستون کے کہ جسے ابان کے لئے خالی چھوڑ دیتے تھے دوسری کوئی جگہ خالی نہیں رہتی تھی اور اسی طرح عبدالرحمن بن حجاج سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن میں ابان کی مجلس میں تھا کہ اچانک ایک شخص دروازے سے آیا اور اس سے پوچھا کہ اے ابوسعید مجھے بتاؤ صحابہ رسولؐ میں سے کتنے افراد نے حضرت امیر المومنینؑ کا اتباع کیا تھا، ابان کہنے لگا گویا تو علیؑ کا فضل و بزرگی انہیں اشخاص کی وجہ سے پہچاننا چاہتا ہے جنہوں نے امیر المومنینؑ کا اتباع کیا اصحاب پیغمبرؐ میں سے، وہ شخص کہنے لگا میرا مقصد تو یہی ہے تو ابان نے کہا خدا کی قسم

ہم صحابہ کی فضیلت نہیں سمجھتے مگر امیر المومنینؑ کی متابعت کرنے سے۔

دوسرا: اسحاق بن عمار صیرفی کوفی جو حضرت صادقؑ اور موسیٰ بن جعفرؑ کے اصحاب میں سے تھا، علماء رجال نے اس کے حق میں کہا ہے کہ وہ ہمارے اصحاب کا شیخ اور ثقہ ہے وہ اور اس کے بھائی یونس، یوسف، قیس اور اسماعیل شیعوں کا ایک بزرگ خانوادہ ہیں اور اس کے بھتیجے علی و بشیر اسماعیل کے بیٹے وجوہ اہل حدیث میں سے تھے اور روایت ہے کہ حضرت صادقؑ جب اسحاق اور اسمٰعیل عمار کے بیٹوں کو دیکھتے تو فرماتے وقد یجمعھما الا قوام یعنی خداوند عالم کبھی کچھ لوگوں کے لئے دنیا و آخرت کو جمع کر دیتا ہے اور عمار بن حیان سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ جب میں نے حضرت صادقؑ کو بتایا اپنے بیٹے اسماعیل کا میرے ساتھ نیکی و احسان کرنا تو فرمایا میں اسے دوست رکھتا تھا اور اب مجھے اس سے زیادہ محبت ہوگئی ہے، بالجملہ علماء اسحاق کو فطحی مذہب سمجھتے تھے، شیخ کے فہرست میں تصریح کرنے کی وجہ سے اور اس وجہ سے اس کی حدیث کو موثق شمار کرتے تھے یہاں تک کہ نوبت شیخ بہائی تک پہنچی تو انہوں نے اسحاق بن عمار دو افراد قرار دیئے ہیں ایک امامی ثقہ جو رجال نجاشی میں ہے اور دوسرا فطحی ثقہ جو رجال شیخ میں ہے اور ان کا امتیاز ان کے جد کے نام سے قرار دیا ہے، اسحاق بن عمار بن حیان کو امامی کہتے ہیں اور اسحاق بن عمار بن موسیٰ کو فطحی کہتے ہیں، لہذا سند میں امتیاز کی طرف رجوع کیا جائے تا کہ معلوم ہو کہ ان میں سے کون ہے اور علماء کا عمل اسی پر رہا، علامہ طباطبائی بحر العلوم کے زمانہ تک ان بزرگوار نے ایسے قرائن تلاش کیے جن سے اسحاق بن عمار ایک ہی شخص ثابت ہوتا ہے اور وہ بھی ثقہ اور امامی مذہب ہے اور ہمارے شیخ علامہ نوری نور اللہ مرقدہ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے، خاتمہ مستدرک الوسائل واللہ العالم۔

تیسرا: برید ابن معاویہ عجلی جس کی کنیت ابو القاسم وجوہ فقہا اصحاب میں سے ثقہ وجلیل القدر حضرت باقرؑ اور صادق علیہم السلام کے حواریوں میں سے ہے اور اس کا ائمہ معصومین علیہم السلام کے نزدیک مقام و محل عظیم ہے اور وہ اصحاب اجماع میں سے ہے حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ زمین کے اوتار (میخیں) اور اعلام دین چار افراد ہیں ا۔محمد بن مسلم، ۲۔برید بن معاویہ، ۳۔لیث بن بختری مرادی اور ۴۔زرارہ بن یمین، نیز ایک حدیث میں ان کے حق میں فرمایا ہے "**ھولاء القوامون بالقسط ھولاء القوالون بالصدق وھولاء السابقون السابقون اولئك المقربون**" یہ قائم بالقسط وعدل یہ سچ کہنے والے سابقون اولون اور یہی مقرب ہیں اور نیز فرمایا مخبتین (چھپ کر دین کی خدمت کرنے والے) کو بہشت کی بشارت دو اور ان چار افراد کا نام لیا پھر فرمایا یہ چار آدمی تو نجباء ہیں حلال وحرام خدا میں امین ہیں اگر یہ نہ ہوتے تو آثار نبوت منقطع اور مندرس ہو جاتے، اس کی وفات ۱۵۰ھ میں واقع ہوئی، رحمہ اللہ اور اس کا بیٹا قاسم بن برید بھی ثقہ اور حضرت صادقؑ کے رواۃ اصحاب میں سے ہے۔

چوتھا: ابو حمزہ ثمالی ان کا نام شریف ثابت بن دینار ہے، ثقہ وجلیل القدر زہاد و مشائخ اہل کوفہ میں سے ہیں، فضل بن شاذان سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ایک ثقہ سے سنا وہ کہتا ہے کہ میں نے امام رضاؑ کو یہ فرماتے سنا کہ ابو حمزہ ثمالی اپنے زمانہ میں اسی طرح تھے جیسے سلمان فارسی اپنے زمانہ میں اور یہ اس وجہ سے ہے کہ ابو حمزہ نے ہم میں سے چار افراد کی خدمت کی ہے، علی بن الحسینؑ، محمد بن علیؑ جعفر بن محمدؑ اور کچھ زمانہ موسیٰ بن جعفرؑ کی اور روایت ہے کہ ایک دفعہ امام جعفر صادقؑ نے ابو حمزہؒ کو بلایا جب حاضر

ہوئے تو ان سے فرمایا انی لا ستریح اذا رائیتک مجھے راحت وآرام محسوس ہوتا ہے جب میں تجھے دیکھوں، روایت ہے کہ ابوحمزہ کی ایک بیٹی تھی زمین پر گرگئی تو اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا، شکستہ اعضاء جوڑنے والے کو دکھایا تو اس نے کہا کہ اس کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے، اسے جبیرہ (ہڈی جوڑ کر باندھنا) کرنا پڑے گا، ابوحمزہ کو اس لڑکی کی حالت پر رقت طاری ہوئی اور رو دیئے اور دعا کی، شکستہ بند (جوڑے والے نے نے چاہا کہ ہڈی جوڑ کر اس کا ہاتھ باندھے اس نے دیکھا کہ ٹوٹنے کے آثار موجود نہیں، دوسرا ہاتھ دیکھا تو اس میں بھی عیب نظر نہ آیا، کہنے لگا اس لڑکی میں تو کوئی عیب نہیں ہے ان کی وفات ۱۵۰ھ میں واقع ہوئی ان کی بیماری کے دنوں ابوبصیر صادقؑ کی خدمت میں آئے تو حضرت صادقؑ نے ابوحمزہ کے حالات پوچھے، ابوبصیر نے کہا وہ بیمار ہیں فرمایا جب واپس جاؤ تو اس کے پاس جانا اور میری طرف سے اسے سلام پہنچانا اور یہ بھی کہنا کہ فلاں ماہ فلاں دن تمہاری وفات ہوگی، میں نے عرض کیا قربان جاؤں خدا جانتا ہے کہ ہم ابو حمزہ سے انس رکھتے ہیں اور وہ آپ کے شیعوں میں سے ہے، فرمایا سچ کہتے ہو ما عندنا خیر لکم جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ تمہارے لئے بہتر ہے میں نے عرض کیا آپ کے شیعہ آپ کے ساتھ ہوں گے فرمایا جب خدا سے ڈریں اور اپنے پیغمبر کا لحاظ رکھیں اور خود کو گناہوں سے بچائیں تو پھر ہمارے درجات میں ہمارے ساتھ ہوں گے، الخ۔ سید عبدالکریم بن طاؤس نے فرحۃ الغری میں روایت کی ہے کہ حضرت زین العابدینؑ وارد کوفہ ہوئے تو مسجد کوفہ میں تشریف لے گئے اور مسجد میں ابوحمزہ موجود تھے جو کہ زہاد ومشائخ کوفہ میں سے تھے پس حضرت نے دو رکعت نماز پڑھی، ابوحمزہ نے کہا کہ میں نے اس سے زیادہ عمدہ لہجہ نہیں سنا تھا میں قریب گیا تاکہ سنوں کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں، میں نے سنا کہ کہہ رہے ہیں ان کان قد عصیتک فانی قد اطعتک فی احب الاشیاء الیک اور یہ دعا مشہور ہے اس وقت آپ اٹھ کر چلے گئے، ابوحمزہ کہتا ہے کہ میں مناخ کوفہ تک ان کے پیچھے گیا اور وہ ایسی جگہ تھی کہ جہاں لوگ اونٹ بٹھاتے تھے وہاں ایک سیاہ غلام تھا جس کے پاس ایک اونٹ اور اونٹنی تھی میں نے اس سے کہا اے کالے یہ شخص کون ہے تو اس نے کہا او یخفی علیک شمائله کیا اس کے سیماو شمائل ونقش ونگار تجھ پر مخفی ہیں اور ان سے تو نے انہیں نہیں پہچانا وہ علی بن الحسین علیہ السلام ہیں، ابوحمزہ کہتے ہیں کہ میں نے خود کو ان کے قدموں پہ گرا دیا اور ان کے بوسہ لئے تو آپ نے ایسا نہ کرنے دیا اور اپنے ہاتھ سے میرا سر بلند کیا اور فرمایا ایسا نہ کرو کیونکہ سجدہ خدا کے علاوہ کسی کے لئے نہیں بچتا، میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ کیسے آپ کا یہاں آنا ہوا فرمایا اس چیز کے لئے جو تو نے دیکھی ہے یعنی مسجد کوفہ میں نماز پڑھنا اور اگر لوگوں کو اس کی فضیلت معلوم ہو جائے تو وہ اس کی طرف آئیں، اگرچہ وہ بچوں کی طرح اپنے آپ کو زمین پر گھسیٹیں یعنی وہ آئیں اگرچہ ان کے لئے چلنا انتہائی سخت ہو ان بچوں کی طرح جو ابھی کھڑے ہو کر چل نہیں سکتے اور بیٹھے بیٹھے چلتے ہیں پھر فرمایا کیا میل ورغبت رکھتے ہو کہ میرے ساتھ چل کر میرے جد بزرگوار علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی زیارت کرو میں نے عرض کیا جی ہاں پس آپ چلے اور میں آپ کے ناقہ کے سایہ میں جا رہا تھا اور آپ مجھ سے باتیں کرتے جاتے تھے، یہاں تک کہ ہم غریین میں پہنچے اور وہ سفید جگہ تھی کہ جس کی روشنی چمکتی تھی، پس آپ اپنے ناقہ سے اترے، اور اپنے دونوں طرف کے رخساروں کو اس زمین پر رکھا اور فرمایا اے ابوحمزہ یہ میرے جد علی بن ابی طالب علیہ السلام کی قبر ہے اور حضرت نے وہ زیارت پڑھی جس کی ابتدا یہ ہے کہ السلام علی اسم الله الرضی ونور وجهه المضی پھر اس قبر مطہر

سے رخصت ہوئے اور آپ مدینہ کی طرف چلے گئے اور میں کوفہ کی طرف لوٹ آیا، مولف کہتا ہے کہ حضرت صادقؑ کی وفات کے بیان میں ذکر ہو چکا ہے کہ ابوحمزہ امیر المومنین علیہ السلام کی قبر کی زیارت سے مشرف ہوئے اور اس تربت مقدس کے پاس بیٹھے اور فقہاء شیعہ ان کی خدمت میں جمع ہوئے اور ان سے حدیث اور علم اخذ کرتے تھے۔

پانچواں: حریز بن عبداللہ سجستانی حضرت صادقؑ کے مشہور اصحاب میں سے ہیں اور عبادات میں کتابیں لکھی ہیں ان میں سے ایک کتاب صلوٰۃ ہے جو کہ مرجع اصحاب معتمد علیہ اور مشہور تھی اور حماد کی معروف روایت میں ہے کہ میں نے حضرت صادقؑ سے عرض کیا انا احفظ کتاب حریز فی الصلوۃ نماز کے معاملہ میں میں حریز کی کتاب صلوٰۃ کو یاد رکھتا ہوں، بہر حال وہ ہے تو اہل کوفہ میں سے لیکن چونکہ تجارت کے لئے وہ سجستان کی طرف سفر کرتا تھا لہذا سجستانی مشہور ہو گیا، اور حضرت صادقؑ کے زمانہ میں اس نے خوارج سجستانی کے مقابلہ میں تلوار کھینچی، اور روایت ہے کہ حضرت نے اسے اپنے آپ سے جدا اور محجوب کر دیا اور یہ وہی ہے کہ یونس بن عبدالرحمن نے بہت سی فقہ اس سے نقل کی ہے۔

چھٹا: حمران بن اعین شیبانی زرارہ کا بھائی جو کہ امام محمد باقر اور جعفر صادق علیہما السلام کے حواریوں میں شمار ہوتا ہے کہ جسے حضرت باقرؑ نے فرمایا تو دنیا و آخرت میں ہمارے شیعوں میں سے ہے اور حضرت صادقؑ نے اس کی موت کے بعد فرمایا مات واللہ مومنا خدا کی قسم وہ حالت ایمان میں مرا ہے، اور جب اس نے حضرت صادقؑ سے عرض کیا کہ ہم شیعہ کس قدر قلیل مقدار میں ہیں لو اجتمعنا علی شاۃ ما افنیناھا اگر ہم ایک بکری پر جمع ہوں تو اسے ختم نہیں کر سکتے، فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں اس سے زیادہ عجیب و غریب بات بتاؤں میں نے عرض کیا جی ہاں فرمایا مہاجر و انصار چل دیئے (اور ہاتھ سے اشارہ کیا) سوائے تین افراد کے آنحضرت کی مراد تین افراد سے سلمان ابوذر اور مقداد ہیں جیسا کہ باقر کی روایت میں ہے کہ ارتد الناس الا ثلاثۃ افراد سلمان ابو ذر والمقداد قال الراوی فقلت عما وقال علیہ السلام کان حاص حیصۃ ثم رجع ثم قال علیہ السلام ان اردت الذی لم یشك ولم یدخلہ شئی فالمقداد سب لوگ پھر آگئے سوائے تین کے سلمان ابوذر اور مقداد راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا اور عمار فرمایا کچھ پلٹا پھر لوٹ آیا اس کے بعد آپ نے فرمایا اگر وہ شخص چاہتے ہو کہ جسے شک نہیں ہوا اور نہ اس کے دل میں کچھ آیا ہے تو وہ مقداد ہے اور وارد ہوا ہے کہ جس وقت زرارہ جوانی کے عالم میں جب کہ ابھی اس کے منہ پر داڑھی بھی نہیں آئی تھی حجاز کی طرف گیا اور میدان منیٰ میں حضرت باقرؑ کا خیمہ دیکھا تو اس خیمہ کے اطراف میں کچھ لوگ بیٹھے ہیں اور صدر مجلس خالی چھوڑ رکھی ہے اور اس میں کوئی شخص نہیں ہے اور ایک شخص اس کے ایک کونہ میں بیٹھا حجامت کر رہا ہے میں نے دل میں کہا کہ حضرت باقرؑ یہی شخص ہوں گے میں ان کی طرف گیا اور سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا، میں انکے سامنے بیٹھ گیا اور حجام بھی ان کے سر کے پیچھے تھا فرمایا اعین کی اولاد میں سے ہے، میں نے عرض کیا جی ہاں میں زرارہ اعین کا بیٹا ہوں فرمایا تجھے شباہت کی وجہ سے میں نے پہچانا ہے پھر فرمایا کیا حمران حج کے لئے آیا ہے میں نے عرض کیا کہ نہیں البتہ آپ کو سلام بھیجا ہے، فرمایا وہ حقیقی مومنین میں سے ہے، جو کبھی نہیں لوٹے گا جب اس سے ملاقات کرو تو میرا سلام اسے پہنچانا اور اس سے کہنا کہ کیوں تو نے حکم بن عتبہ سے میری

طرف سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ ان الاوصیاء محدثون (کہ اوصیاء سے ملائکہ کی باتیں کرتے ہیں) حکم اور اس جیسے لوگوں کو ایسی احادیث نہ بتاؤ زرارہ کہتا ہے کہ میں نے خدا کی حمد وثناء کی، الخ۔

دوسری روایت ہے کہ حضرت صادقؑ نے بکسر بن اعین سے حمران کے حالات پوچھے بکسر نے عرض کیا کہ حمران اس سال حج کے لئے نہیں آیا، اگرچہ اسے بہت شوق تھا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو لیکن اس نے آپ کی خدمت میں سلام کہا ہے حضرت نے فرمایا تجھ پر اور اس پر سلام ہو حمران مومن ہے اہل جنت میں سے جو کبھی شک میں نہیں پڑے گا نہیں بخدا نہیں لیکن اس کو یہ نہ بتانا اور ایک روایت ہے کہ حضرت صادقؑ کے موالی آپ کے پاس مناظر کر رہے تھے اور حمران ساکت تھا حضرت نے اس سے فرمایا اے حمران تو کیوں خاموش ہے اور بات نہیں کرتا کہنے لگا اے میرے آقا میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ اس مجلس میں بات نہیں کروں گا کہ جس میں آپ تشریف فرما ہوں، حضرت نے فرمایا میں تجھے کلام کرنے کی اجازت دیتا ہوں تو تکلم ومناظرہ کرو، یونس بن یعقوب کہتا ہے کہ حمران علم کلام خوب جانتا تھا اور حضرت صادقؑ نے اس مرد شامی کو جو مناظر کے لئے آیا تھا حمران کے حوالہ کیا وہ مرد شامی کہنے لگا میں آپ سے مناظرہ کرنے آیا ہوں نہ کہ حمران سے، فرمایا اگر حمران پر تو غالب آ گیا تو گویا مجھ پر غالب آیا ہے پس اس شخص نے جواب دیئے یہاں تک کہ وہ شخص تھک گیا اور ملول ہوا، حضرت نے اس سے فرمایا اے شامی تو نے حمران کو کیسا پایا، کہنے لگا ماہر وحاذق ہے میں نے جس چیز کے متعلق اس سے سوال کیا ہے اس کا اس نے جواب دیا ہے خلاصہ یہ کہ اس کی مدح میں بہت سی روایات ہیں، اور حسن بن علی بن یقطین نے اپنے مشائخ سے روایت کی ہے کہ حمران زرارہ، عبدالملک، بکسر اور عبدالرحمن، اعین کے بیٹے تمام مستقیم رہے اور ان میں سے چار افراد نے حضرت صادقؑ کے زمانہ میں وفات پائی اور حضرت صادقؑ کے اصحاب میں سے تھے اور زرارہ حضرت کاظمؑ کے زمانہ تک رہا اور ملاقات کی اور کہا گیا ہے کہ حمران کا شمار تابعین میں ہوتا ہے اس وجہ سے کہ وہ ابوالطفیل عامر بن واصلہ سے روایت کرتا ہے اور وہ اصحاب رسولؐ میں سے آخری شخص ہے کہ جس نے آخر میں وفات پائی۔

روایت ہے کہ حمران جب اصحاب کے ساتھ بیٹھتا تو مسلسل ان سے آل محمدؐ سے روایت بیان کرتا پس جب وہ آل محمدؐ کے علاوہ کسی سے کوئی چیز بیان کرتے تو ان کی رد کرتا اسی حدیث سے اہل بیت علیہم السلام کی طرف سے تین مرتبہ ایسا کرتا اگر وہ اس حال پر باقی رہتے تو وہاں سے اٹھ کھڑا ہوتا اور چلا جاتا، مولف کہتا ہے کہ اسی کے قریب قریب سید حمیری کے متعلق بعض اہل فضل سے نقل ہوا ہے وہ کہتا ہے کہ ابوعمرو علاء کے پاس بیٹھا تھا اور ہم مشغول مذاکرہ تھے کہ سید حمیری وارد ہوا اور بیٹھ گیا ہم زراعت اور کھجوروں کے ذکر میں مشغول ہوئے تو اچانک سید کھڑا ہو گیا ہم نے کہا کہ اے ابوہاشم کیوں کھڑے ہو گئے ہو تو کہنے لگا۔ شعر

انی لا کرہ ان اطیل بمجلس
لا ذکر فیہ لآل محمد
لاذکر فیہ لاحمد و وصیہ

وبنيه ذلك مجلس قصف رد
ان الذى ينساهم فى مجلس
حتى يفارقه لغير مسدد

میں ناپسند کرتا ہوں زیادہ دیر بیٹھنا اس مجلس میں کہ جس میں آل محمدؐ کا تذکرہ نہ ہو جس میں احمد مجتبیٰ ان کے وصی اور ان کی اولاد کا ذکر نہ ہو وہ مجلس کہنہ اور فاسد ہے جو شخص ان کو کسی مجلس میں بھول جائے، یہاں تک کہ اس سے جدا ہو وہ درست آدمی نہیں، حمران کے بیٹے حمزہ محمد اور عقبہ سب کے سب اہل حدیث میں سے ہیں۔

ساتواں: زرارہ بن اعین شیبانی ہے کہ جس کی جلالت شان اور عظمت قدر اس سے زیادہ ہے کہ بیان ہو سکے کہ جس میں تمام خصال خیر جمع تھے، علم وفضل و دیانت و وثاقت صادقین علیہما السلام کے حواریوں میں سے ہیں اور یہ وہی ہیں کہ یونس بن عمار نے جس سے باب ارث میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں حدیث نقل کی ہے کہ جو اس نے حضرت باقرؑ سے نقل کی تھی تو حضرت صادقؑ نے فرمایا جو کچھ زرارہ نے حضرت ابوجعفرؑ سے روایت کی ہے جائز نہیں کہ ہم اسے رد کریں اور روایت ہے کہ حضرت نے فیض بن مختار سے فرمایا جب ہماری حدیث حاصل کرنا چاہو تو اس بیٹھے ہوئے شخص سے اخذ کرو اور آپ نے زرارہ کی طرف اشارہ فرمایا اور حضرت سے مروی ہے زرارہ کے متعلق کہ **لو لا زرارة لقلت ان احاديث ابى ستذهب** اگر زرارہ نہ ہوتا تو میں کہتا کہ میرے والد کی احادیث ضائع ہو گئیں اور برید کے حالات میں گزر چکا ہے کہ زرارہ اوتاد (میخیں) زمین اور اعلام دین میں سے ایک ہے نیز روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت صادقؑ نے فرمایا اے زرارہ تمہارا نام اہل بہشت میں الف کے بغیر ہے، کہنے لگا جی ہاں آپ پر قربان جاؤں میرا نام عبد ربہ ہے لیکن زرارہ کے ساتھ ملقب ہوا ہوں، اور انہیں سے نقل ہوا ہے کہ جو حرف حضرت صادقؑ سے سنتا ہوں میرا ایمان زیادہ ہوتا ہے اور ابن ابی عمیر سے جو کہ فضلاء شیعہ میں سے ہے منقول ہے کہ ایک دفعہ اس نے جمیل بن دراج سے کہا جو کہ اعاظم فقہاء و محدثین شیعہ میں سے ہے کہ کس قدر اچھا ہے تیرا محضر اور کتنی زینت رکھتی ہے تیری مجلس استفادہ تو اس نے کہا کہ ہاں لیکن خدا کی قسم کہ ہم زرارہ کے پاس اس طرح تھے کہ جیسے اطفال مکتب معلم کے پاس ہوتے ہیں، ابو غالب زراری نے جب اپنے پوتے محمد بن عبداللہ کے لئے ایک رسالہ لکھا تو فرمایا کہ روایت ہوئی ہے کہ زرارہ شخص وسیم و جسیم اور زیادہ سفید رنگ تھا اور جب نماز جمعہ کے لئے جاتا تو اس کے سر پر ٹوپی اور پیشانی پر سجدہ کا نشان ہوتا اور ہاتھ میں عصا رکھتا تھا اور لوگ اس کی حشمت وعظمت کا لحاظ رکھتے تھے اور لوگ صف بستہ ہو کر اس کے حسن ہیبت اور جمال کو دیکھتے اور جدل و مخاصمت علم کلام میں مکمل امتیاز رکھتا تھا اور کسی شخص میں یہ قدرت نہیں تھی کہ اسے مناظرہ میں مغلوب کرے مگر یہ کہ کثرت عبادت نے اسے مناظرہ کرنے سے روک دیا تھا اور متکلمین شیعہ اس کی شاگردی کی لڑی میں تھے، ستر یا نوے سال زندہ رہا اور آل اعین کے بہت فضائل ہیں اور جو کچھ ان کے حق

میں روایت ہوا ہے وہ اس سے زیادہ ہے کہ تمہارے لئے لکھوں، انتہی مولف کہتا ہے کہ زرارہ کی وفات حضرت صادقؑ کی وفات کے دو مہینہ یا اس سے کم عرصہ میں ہوئی اور زرارہ حضرت کی وفات کے وقت بیمار تھے اور اسی بیماری میں رحلت کی۔ رحمہ اللہ۔

معلوم رہے کہ اعین کا گھرانہ شریف خانوادہ ہے اور ان میں سے اکثر افراد اہل حدیث وفقہ وکلام تھے، اصول تصانیف اور روایات ان سے بہت نقل ہوئی ہیں اور زرارہ کی کئی ایک اولادیں تھیں کہ جن میں سے رومی اور عبداللہ ہے کہ دونوں ثقات رواۃ میں سے ہیں اور حسن وحسینؑ ہیں کہ جن کے حق میں حضرت صادقؑ نے یہ دعا کی اور فرمایا "**احاطهما الله وكلا هما ورعاهما وحفظهما بصلاح ابيهما كما حفظ الغلامين**" خدا دونوں کا احاطہ کرے اور نگہبانی ولحاظ وحفاظت کرے ان کے باپ کی اچھائی کی وجہ سے جس طرح کہ ان دو بچوں کی حفاظت کی تھی اور زرارہ کے بھائی حمران بکسیر عبدالرحمن اور عبدالملک سب جلیل الشان تھے، حمران کے حالات تو گزر چکے ہیں اور بکسر وہی ہے کہ جسے صادقؑ نے یاد کیا اور فرمایا خدا بکسیر پر رحم کرے، نیز روایت ہے کہ بکسر کی وفات کے بعد حضرت نے فرمایا خدا کی قسم خداوند عالم نے اسے اس منزل میں اتارا ہے جو اس کے رسول اور امیر المومنین صلوات اللہ وسلامہ علیہما کے درمیان ہے اور اس کی اولاد ذراولاد اہل حدیث ہیں اور آنجناب کے لئے شہر وامغان کے باہر بقعہ اور مزار مشہور ہے اور عبدالرحمن بن اعین وہی ہے کہ مشائخ نے اس کی استقامت کی گواہی دی ہے اور عبدالملک بن اعین وہی ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے اس کے لئے دعائے رحمت کی اور مدینہ میں اپنے اصحاب کے ساتھ جا کر اس کی قبر کی زیارت کی ہے اور عبدالملک علم نجوم جانتا تھا اور اس کا بیٹا ضریس بن عبدلملک ثقات روایوں میں سے ہے۔

آٹھواں: صفوان بن مہران جمال اسدی کوفی جس کی کنیت ابومحمد ہے وہ بہت ثقہ اور جلیل القدر ہے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے اور اپنا ایمان واعتقاد ائمہ علیہم السلام کے بارے میں آپ کے سامنے پیش کیا اور حضرت نے اس سے فرمایا رحمک اللہ اور یہ وہی ہے کہ جس نے اپنے اونٹ ہارون الرشید کو سفر حج کے لئے کرایہ پر دیئے تھے، جب حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آنجناب نے فرمایا کہ تیری ہر چیز اچھی اور جمیل ہے سوائے تیری ایک چیز کے اور وہ کرایہ پر اس شخص کو اونٹ دینا ہے یعنی ہارون کو عرض کیا میں نے سفر معصیت ولہو ولعب کے لئے کرایہ پر نہیں دیئے بلکہ مکہ کے راستہ کے لئے کرایہ پر دیئے ہیں اور میں خود بھی ساتھ نہیں تھا بلکہ معاویہ میرے غلاموں کے ہاتھ میں تھا فرمایا کیا تیرا کرایہ ان کے ذمہ نہیں عرض کیا کیوں نہیں فرمایا کیا تو ان کی زندگی اس وقت نہیں چاہتا جب تک تیرا کرایہ ادا نہ کرلیں کہنے لگا جی ہاں پس فرمایا جو ان کی زندگی کو چاہے وہ ان میں سے ہے اور جو ان میں سے ہو وہ ان کے ساتھ جہنم کی آگ میں داخل ہوگا، صفوان گیا اور اپنے سب اونٹ بیچ دیئے، ہارون کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو اس سے کہنے لگا اگر تیرا حسن صحبت نہ ہوتا تو میں تجھے قتل کر دیتا اور اسی صفوان نے زیارت اربعین امام حسینؑ حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے اور زیارت وارث اور دعائے علقمہ معروفہ جو زیارت عاشورہ کے بعد پڑھتے ہیں وہ بھی اسی نے حضرت سے نقل کی ہے اور یہ صفوان کئی دفعہ حضرت صادقؑ کو مدینہ سے کوفہ لے کر آیا ہے اور آنجناب کے ساتھ زیارت امیر المومنینؑ سے مشرف ہوا ہے اور حضرت کی قبر سے اچھی طرح سے مطلع تھا اور کامل الزیارۃ میں ہے کہ بیس سال برابر اس تربت مطہر کی زیارت کے لئے جاتا

رہا اور حضرت کے قریب اپنی نماز ادا کرتا اور جدا مجد ہے ثقہ جلیل فقیہ نبیل شیخ طائفہ امامیہ ابو عبداللہ صفوانی کا کہ جس نے سیف الدولہ حمدانی کے سامنے قاضی موصل کے ساتھ امامت کے بارے میں مباہلہ کیا تھا، جب قاضی اس مجلس سے اٹھا تو اسے بخار ہو گیا اور مباہلہ میں جو ہاتھ اس نے بلند کیا تھا وہ سیاہ ہو گیا اور اس پر ورم آ گیا اور دوسرے دن مر گیا۔

نواں: عبداللہ بن ابی یعفور ہے جو کہ ثقہ اور بہت جلیل القدر اصحاب ائمہ اور صادقین علیہما السلام کے حواریوں میں شمار ہوتا ہے اور حضرت صادقؑ کو بہت محبوب تھا اور حضرت اس سے راضی تھے کیونکہ حضرت کے مقام واطاعت اور امتثال امر اور حضرت کے قول کو قبول کرنے میں بہت ثابت قدم تھا جیسا کہ روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت سے عرض کیا خدا کی قسم اگر آپ ایک انار کے دو ٹکڑے کر دیں اور فرمائیں کہ یہ آدھا حلال ہے اور یہ حرام تو میں گواہی دوں گا کہ جسے آپ نے حلال کیا ہے وہ حلال ہے اور جسے حرام کیا ہے وہ حرام ہے، حضرت نے دو دفعہ فرمایا خدا تجھ پر رحمت نازل کرے اور روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ میں نے کوئی ایسا شخص نہیں پایا جو میری وصیت کو قبول اور میرے امر اور حکم کی اطاعت کرے مگر عبداللہ بن ابی یعفور اور یہ وہی شخص ہے کہ جس نے اپنا دین حضرت صادقؑ کے سامنے پیش کیا اور یہ وہی ہے کہ جس کو آپ نے سلام بھیجا اور اسے سچ بولنے اور امانت ادا کرنے کی وصیت کی ہے بہر حال حضرت صادقؑ کے زمانہ میں طاعون کے سال وفات پائی اور اس کی وفات کے بعد حضرت صادقؑ نے مفضل بن عمر کو خط لکھا کہ جو سارا کا سارا تعریف اور عبداللہ بن ابی یعفور کے پسندیدہ ہونے میں ہے ایسے کلمات کے ساتھ جو اس کے اتنا جلیل الشان ہونے پر دلالت کرتے ہیں کہ جس میں عقل حیران ہے ان کلمات میں سے کچھ یہ ہیں۔

وقبض صلوات الله على روحه محمود الاثر مشكور السعي مغفورا له مرحوما برضى الله ورسوله وامامه عنه فبولادتي من رسول الله صلى الله عليه وآله ما كان في عصرنا اطوع الله ولرسوله ولامامه منه فما زال كذلك حتى قبضه الله اليه برحمته وصيرة الى جنة۔ الخ

اور رحلت کی ہے اس نے روح پر خدا کی رحمت نازل ہو اس کے آثار قابل تعریف ہیں اس کی کوشش شکریہ کی مستحق ہے اسے بخش دیا گیا اور اس پر رحم کیا گیا ہے، اللہ اس کے رسول اور اس کے امام کی رضا کے ساتھ گیا ہے مجھے اپنے رسول کی اولاد ہونے کی قسم ہمارے زمانہ میں اس سے زیادہ خدا اس کے رسول اور امام کی اس سے زیادہ اطاعت کرنے والا کوئی نہیں تھا، پس وہ اس طرح رہا یہاں تک کہ خداوند عالم نے اپنی رحمت سے اس کی روح اپنی طرف قبض کی اور اپنی جنت کی طرف اسے لے گیا۔

دسواں اور گیارہواں: عمران بن عبداللہ بن سعد اشعری قمی اور اس کا بھائی عیسیٰ بن عبداللہ ہے، کہ دونوں اہل قم کے اجلاء اور حضرت صادقؑ کے دوستوں اور محبوب لوگوں میں سے تھے اور انہیں بہت دوست رکھتے تھے اور جب یہ لوگ مدینہ میں وارد ہوتے تو حضرت ان کی دیکھ بھال کرتے تھے اور ان کے گھر والوں رشتہ داروں عزیزوں اور تعلق رکھنے والوں کے حالات پوچھتے ایک دفعہ

عمران حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت نے اس سے حالات پوچھے اور اس سے حسن سلوک اور کشادہ روئی سے پیش آئے جب عمران اٹھ کر جانے لگا تو حماد ناب نے حضرت سے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے کہ جس سے آپ نے اس طرح اچھا برتاؤ کیا ہے فرمایا یہ نجیب خانوادہ میں سے ہے، یعنی اہل قم میں سے ہے کہ کوئی جبار ان کا ارادہ نہیں کرے گا مگر یہ کہ خدا اسے تباہ کر دے گا اور روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت عیسیٰ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا تو تو ہم اہل بیت میں سے ہے، اور یہ عمران وہی ہے کہ جس سے حضرت صادقؑ نے خواہش کی تھی کہ آپ کے لئے چند خیمے بنوائے وہ بنا کر لے آیا اور میدان منیٰ میں آپ کے لئے نصب کئے ایک خیمہ زنانہ اور ایک مردانہ تھا اور ایک قضائے حاجت کے لئے جب صادقؑ اپنے اہل خانہ کے ساتھ وہاں تشریف لائے تو فرمایا کہ یہ خیمے کیسے ہیں لوگوں نے بتایا کہ عمران بن عبداللہ قمی نے آپ کے لئے لگائے ہیں، حضرت وہاں اتر گئے اور عمران کو بلا کر پوچھا یہ خیمے کتنی قیمت کے ہیں عرض کیا آپ پر قربان جاؤں کہ اس کے تاگے میرے اپنے بنائے ہوئے ہیں اور خیمے میں نے اپنے ہاتھ سے بنے ہیں اور بطور ہدیہ آپ کی خدمت میں لے کر آیا ہوں اور قربان جاؤں دوست رکھتا ہوں کہ آپ قبول فرمالیں اور جو مال آپ نے اس کام کے لئے بھیجا تھا وہ میں نے واپس کر دیا ہے، پس حضرت نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا کہ میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ محمدؐ و آل محمدؐ پر صلوات بھیجے اور یہ کہ تجھے اور تیری عزت و اولاد کو اپنے سایہ رحمت میں داخل کرے اس دن جس دن اس کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا اور عمران کا بیٹا مرزبان ابوالحسن رضاؑ کے اصحاب روایت میں ہے اور صاحب کتاب ہے ایک دفعہ آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں آپ سے اپنے نزدیک اہم چیز کے متعلق سوال کرتا ہوں اور وہ یہ کہ کیا میں آپ کے شیعوں میں سے ہوں فرمایا ہاں کہنے لگا کیا میرا نام آپ کے پاس لکھا ہوا ہے، فرمایا ہاں۔

بارھواں: فضیل بن یسار بصری ابوالقاسم ثقہ جلیل القدر رواۃ اور فقہا اصحاب صادقین علیہما السلام اور اصحاب اجماع میں سے ہے، یعنی ان اشخاص میں سے ہے کہ جن کی تصدیق پر ہمارے اصحاب کا اجماع ہے اور انہوں نے اس کی فقہ کا اقرار کیا ہے اور روایت ہے کہ حضرت صادقؑ جب اس کو دیکھتے کہ آ رہا ہے تو فرماتے کہ بشر المخبتین خشوع کرنے والوں کو بشارت دو جو شخص اہل بہشت میں سے کسی شخص کو دیکھنا چاہیے تو اس شخص کی طرف دیکھے اور فرماتے کہ فضیل میرے والد کے اصحاب میں سے ہے اور میں پسند کرتا ہوں کہ انسان اپنے باپ کے اصحاب کو دوست رکھے اور حضرت صادقؑ کے زمانہ میں وفات پائی اور جس شخص نے اس کو غسل دیا تھا اس نے حضرت صادقؑ سے بیان کیا کہ فضیل کو غسل دیتے وقت اس کا ہاتھ سبقت کرتا تھا اس کی شرمگاہ کی طرف، حضرت نے فرمایا خدا رحمت کرے فضیل پر وہ ہم اہل بیت میں سے تھا، فضیل سے روایت ہے کہ میں نے ابی عبداللہ سے عرض کیا کہ مجھے آپ کی ملاقات سے کوئی چیز مانع نہیں مگر یہ کہ مجھے معلوم نہیں کہ کون سی چیز اس میں آپ کی طبیعت کے موافق ہے، کہتا ہے کہ حضرت نے فرمایا یہ بات تیرے لئے بہتر ہے اور فضیل کے بیٹے قاسم اور علاء اور اس کا پوتا محمد بن قاسم سب اجلاء اور ثقات اصحاب میں سے ہیں۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین

تیرھواں: فیض بن مختار کوفی جو کہ ثقہ اور حضرت باقرؑ و صادقؑ و کاظمؑ کے رواۃ میں سے ہے ایک دفعہ فیض نے حضرت صادقؑ کی خدمت میں اصرار بلیغ اور بہت تاکید سے سوال کیا کہ آپ اسے اپنے بعد والے امام کی خبر دیں حضرت نے کمرے کے کنارہ

پر جو پردہ تھا اسے اوپر کر دیا اور اس پردہ کے پیچھے تشریف لے گئے اور فیض کو بھی وہاں بلایا فیض جب اس جگہ پر گیا تو دیکھا کہ وہاں حضرت کے نماز پڑھنے کی جگہ ہے حضرت نے وہاں نماز پڑھی اس وقت قبلہ سے منہ موڑ کر بیٹھ گئے، فیض بھی آپ کے سامنے رہا کہ اچانک امام موسیٰ تشریف لائے اور اس وقت آپ کی عمر پانچ سال تھی اور آن کے ہاتھ میں تازیانہ تھا، حضرت صادق نے انہیں اپنے زانو پر بٹھایا اور فرمایا میرے ماں باپ تم پر قربان جائیں یہ تازیانہ کیسا ہے جو تمہارے ہاتھ میں ہے عرض کیا میں اپنے بھائی علی کے قریب سے گزرا میں نے دیکھا یہ اس کے ہاتھ میں تھا اور اس سے ایک چوپائے کو مار رہا تھا، میں نے اس کے ہاتھ سے لے لیا ہے اس وقت حضرت نے فرمایا اے فیض صحف ابراہیم وموسیٰ رسول خداؐ کے پاس پہنچے اور آنحضرت نے وہ حضرت علیؑ کو سپرد کئے اور انہیں ان پر امین سمجھا پھر آپ نے ایک امام کا ذکر فرمایا یہاں تک کہ فرمایا وہ صحف میرے پاس ہیں اور میں نے ان پر اپنے اس بیٹے کو امین سمجھا ہے باوجود چھوٹے سن ہونے کے اور اب کے پاس ہیں، فیض کہتا ہے کہ میں حضرت کی مراد کو تو سمجھ گیا لیکن میں نے عرض کیا آپ پر قربان جاؤں اس سے زیادہ بیان چاہتا ہوں فرمایا اے فیض جب میرے والد چاہتے کہ ان کی دعا قبول ہو، تو مجھے اپنی دائیں طرف بٹھا لیتے اور دعا کرتے اور میں آمین کہتا پس آپ کی دعا قبول ہو جاتی اور میں بھی اس فرزند کے ساتھ ایسا ہوں اور کل ہم نے تجھے موقف میں یاد کیا تھا فذکر ناک بالخیر پس ہم نے تیرا ذکر خیر کیا میں نے عرض کیا اے میرے سید وسردار کچھ زیادہ بیان کیجئے، فرمایا جب میرے والد سفر پر جاتے تو میں ان کے ساتھ ہوتا پس جب آپ اپنی سواری کے اوپر سونا چاہتے تو میں اپنی سواری ان کی سواری کے قریب لے جاتا اور میں اپنا بازو ان کے لئے ایک دو میل تک تکیہ بناتا یہاں تک کہ آپ نیند سے بیدار ہوتے اور یہ فرزند گی میرے ساتھ ایسا کرتا ہے پھر مزید سوال کیا تو فرمایا میں اپنے اس بیٹے میں وہ کچھ پاتا ہوں جو یعقوب کو یوسفؑ میں نظر آتا تھا، میں نے عرض کیا اے میرے آقا اس سے زیادہ کچھ فرمایئے فرمایا یہ وہی امام ہے کہ جس کے متعلق تو سوال کرتا ہے لہذا اس کے حق کا اقرار کر، پس میں کھڑا ہو گیا اور حضرت کے سر کا بوسہ لیا اور آپ کے لئے دعا کی پس فیض نے اجازت چاہی کہ وہ بعض لوگوں سے اظہار کرے فرمایا اپنے اہل وعیال اولاد اور ساتھیوں سے بیان کر، فیض اس سفر میں اہل خانہ اور اولاد کے ساتھ تھا اس نے انہیں خبر دی تو انہوں نے خدا کی بہت حمد وثنا کی اور اس کے ساتھیوں میں یونس بن ظبیان تھا جب اس نے یونس کو بتایا تو وہ کہنے لگا مجھے حضرت سے بلاواسطہ سننا چاہیے اور اس میں جلد بازی تھی پس وہ حضرت کے گھر کی طرف روانہ ہوا فیض کہتا ہے کہ میں اس کے پیچھے چلا جب حضرت کے دروازے پر پہنچا تو آپ کی آواز بلند ہوئی اور فرمایا معاملہ اسی طرح ہے کہ جس طرح تجھے فیض نے بتایا ہے یونس نے کہا میں نے سنا اور اس کی اطاعت کی۔

چودھواں: لیث بن بختری مشہور بابوبصیر مرادی قاضی نور اللہ نے مجالس میں اس کے حالات میں کہا ہے کہ کتاب خلاصہ میں مذکور ہے کہ اس کی کنیت ابوبصیر اور ابو محمد تھی اور دو امام ہمام محمدؐ بن علی باقر اور جعفر بن محمد صادق علیہما السلام کے راویوں میں سے تھا اور امام محمد باقرؑ نے اس کی شان میں فرمایا بشر المخبتین بالجنۃ یعنی خدا کے لئے خشوع کرنے والوں کو جنت کی بشارت دو اور انہیں میں سے لیث بھی ہوگا اور کتاب خلاصہ میں مختار کش کے واسطہ سے جمیل بن دراج سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ کے لئے خشوع کرنے والوں برید بن معاویہ عجلی ابوبصیر لیث بن بختری مرادی محمد

بن مسلم اور زرارہ کو جنت کی بشارت دو یہ چاروں نجیب اور خدا کے حلال وحرام پر اس کے امین ہیں اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو آثار نبوت منقطع ہو جاتے، نیز کتاب کشی میں مسطور ہے کہ ابوبصیر ان میں سے ایک ہے کہ امامیہ نے جن کی تصدیق پر اجماع اور اس کی فقہ کا اقرار کیا ہے اور ابوبصیر سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں ایک دن امام جعفر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے پوچھا کہ تم علباء بن دراع اسدی کی موت کی وقت حاضر تھے میں نے عرض کیا جی ہاں اور اس نے مجھے اس وقت خبر دی کہ آپ اس کے جنت میں داخل ہونے کے ضامن ہوئے تھے اور مجھ سے استدعاء کی تھی کہ اس بات کی میں آپ کو یاد دہانی کراؤں آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے، پس میں رونے لگا اور میں نے عرض کیا میری جان آپ پر فدا ہو میری تقصیر کیا ہے کہ میں اس عنایت کے قابل نہیں ہوا، کیا میں بوڑھا سالخوردہ نابینا آپ کی درگاہ دین پناہ کی طرف منقطع نہیں ہوں (یعنی صرف آپ کا ہو کے نہیں رہ گیا) حضرت نے عنایت کرتے ہوئے فرمایا میں تیرے لئے بھی بہشت کا ضامن ہوں میں نے عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ اپنے آباؤ اجداد کو بھی میرا ضامن قرار دیجئے اور ایک کے بعد دوسرے کا میں نے نام لیا حضرت نے فرمایا میں نے انہیں ضامن بنایا ہے دوبار میں نے عرض کیا کہ اپنے جد بزرگوار کو بھی میرا ضامن قرار دیں آپ نے فرمایا میں نے ایسا کیا ہے دوبارہ میں نے درخواست کی کہ حق تعالیٰ جل وعلا کو بھی ضامن بنائیں آپ نے کچھ دیر تک سر کو حرکت دی پھر اس کے بعد فرمایا کہ یہ بھی کیا ہے، مولف کہتا ہے کہ شیخ کشی نے شعیب عقرقوفی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ بسا اوقات ہم بعض مسائل کے متعلق سوال کرنے کے محتاج ہوتے ہیں تو کس سے پوچھیں فرمایا تجھ پر لازم ہے کہ اسدی یعنی ابوبصیر سے سوال کرو، ہمارے شیخ نے خاتمہ مستدرک میں فرمایا ہے کہ ابوبصیر سے سوال کرو ہمارے شیخ نے خاتمہ مستدرک میں فرمایا ہے کہ ابوبصیر سے مراد ابو محمد یحییٰ بن قاسم اسدی ہے قائد کے قرینہ سے یعنی اس کا عصا کھینچنے والا جو علی بن ابی حمزہ تھا کہ علماء نے تصریح کی ہے کہ وہ اس کی کتاب کا راوی ہے اور یہ ابوبصیر ثقہ ہے جیسا کہ رجال شیخ اور خلاصہ میں ہے اور عقرقوفی ابوبصیر مذکور کا بھانجا ہے۔

پندرھواں: محمد بن علی بن نعمان کوفی ابوجعفر معروف با مومن طاق و احول اور مخالفین انہیں شیطان الطاق کہتے تھے ان کی دکان کوفہ میں اس جگہ تھی جو طاق المحامل کے نام سے مشہور تھی اور ان کے زمانہ میں سکہ قلبی پیدا ہوا تھا کہ جسے کوئی پہچان نہیں سکتا تھا چونکہ اس سکہ کا باطن الٹا تھا نہ کہ اس کا ظاہر لیکن جب ان کے ہاتھ میں دیئے تو یہ سمجھ لیتے اور یہ ان کا الٹا پن نکال دیتے تھے اسی لئے انہیں مخالفین شیطان الطاق کہتے تھے اور وہ متکلمین میں سے تھے اور انہوں نے چند کتب تصنیف کیں ان میں سے ایک کتاب ہے افعل لاتفعل اور ان کا احتجاج زید بن علی کے ساتھ اور نیز ان کا مناظرہ و محاجہ خوارج کے ساتھ معروف اور ان کے مکالے ابوحنیفہ کے ساتھ مشہور ہیں ایک دن ابوحنیفہ نے مومن طاق سے کہا کہ تم شیعہ لوگ رجعت کا عقیدہ رکھتے ہو ، انہوں نے کہا کہ ہاں کہنے لگا پھر پانچ سو اشرفی مجھے قرض دے دو، جب دنیا کی طرف پلٹ کے آئیں گے تو واپس لے لینا ابوجعفر فرمانے لگے کہ میرے لئے کوئی ضامن لے آؤ کہ جب دنیا میں پلٹ کے آؤ گے تو انسان کی شکل میں ہو گے تا کہ میں تمہیں اشرفیاں دے دوں کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ تم بندر کی شکل میں واپس آؤ اور میں اپنا قرض تم سے

وصول نہ کرسکوں اور یہ بھی روایت ہے کہ جب حضرت صادقؑ نے رحلت فرمائی تو ابوحنیفہ نے مومن طاق سے کہا کہ اے ابا جعفر تمہارے امام تو وفات پا گئے، مومن کہنے لگے لیکن تمہارا امام تو یوم وقت معلوم تک منتظرین میں سے ہے یعنی اگر میرے امام کی وفات ہوگئی تو تیرا امام وقت معلوم سے پہلے نہیں مرے گا اور مجالس المومنین میں ہے کہ ایک دن ابوحنیفہ اپنے اصحاب کے ساتھ ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ابوجعفر دور سے نمودار ہوئے اور ان کی مجلس کی طرف متوجہ ہوئے جب ابوحنیفہ کی نگاہ ان پر پڑی تو تعصب وعناد کی بناء پر اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا تمہاری طرف شیطان آ رہا ہے، جب ابوجعفر نے یہ بات سنی اور قریب آئے تو یہ آیت ابوحنیفہ اور اس کے ساتھیوں کے لئے پڑھی ''انا ارسلنا الشیاطین علی الکافرین تؤزھم ازا'' ہم نے بھیجا ہے شیاطین کو کافرین پر جو انہیں مضطرب کر دیتے ہیں مضطرب کرنا۔

نیز مروی ہے کہ جب ضحاک نے جو خارجیوں میں سے ایک تھا کوفہ میں خروج کیا اور اپنا نام امیر المومنین رکھا اور لوگوں کو اپنے مذہب کی دعوت دی تو مومن الطاق اس کے پاس گئے جب ضحاک کے ساتھیوں نے انہیں دیکھا تو ان پر ٹوٹ پڑے اور انہیں پکڑ کر اپنے ساتھی ضحاک کے پاس لے گئے تو مومن طاق نے کہا کہ میں ایسا شخص ہوں جو اپنے دین میں بابصیرت ہے اور میں نے سنا ہے کہ تو صفت عدل وانصاف سے متصف ہے اس بناء پر میں چاہتا تھا کہ تیرے ساتھیوں میں داخل ہو جاؤں، پس ضحاک نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اگر یہ شخص ہمارا یار و مددگار ہو جائے تو ہمارا معاملہ رواج اور ترقی حاصل کرے گا، اس وقت مومن طاق نے ضحاک سے کہا کہ تو علیؑ سے کیوں بیزاری کرتا ہے اور اس سے جنگ وجدال کو حلال سمجھتا ہے ضحاک کہنے لگا چونکہ علیؑ نے دین خدا میں حکم مقرر کیا تھا اور جو شخص دین خدا میں کسی کو حکم مقرر کرے اس سے جنگ وجدال اور بیزاری اختیار کرنا حلال ہے مومن طاق نے کہا کہ مجھے اپنے اصول دین بتا تا کہ میں تم سے مناظرہ کروں اور جب تیری حجت ودلیل میری حجت پر غالب آگئی تو میں تیرے اصحاب کی لڑی میں پرو دیا جاؤں گا اور مناسب یہ ہے کہ میرے اور تیرے مناظرے میں درستی وغلطی صواب وخطا کے امتیاز کے لئے کسی شخص کو معین کر دو تا کہ وہ خطا کار کو خطا میں ادب سکھائے اور درست کہنے والے کی درستی کو حکم لگائے پس ضحاک نے اپنے اصحاب میں سے ایک کی طرف اشارہ کیا اور کہنے لگا کہ یہ شخص میرے اور تیرے درمیان حکم ہوگا کیونکہ یہ عالم وفاضل ہے مومن طاق نے کہا تو البتہ اس شخص کو حکم قرار دے رہا ہے اس دین میں کہ میں تیرے پاس جس کے لئے مناظرہ کرنے کے لئے آیا ہوں، ضحاک کہنے لگا کہ ہاں پس مومن طاق نے ضحاک کے ساتھیوں کی طرف رخ کیا اور کہنے لگے یہ لو، تمہارے صاحب نے دین خدا میں حکم قرار دیا ہے اب تم جانو اور تمہارا معاملہ، جب ضحاک کے ساتھیوں نے یہ بات سنی تو اتنی چھریاں اور تلواریں ضحاک کو لگائیں کہ وہ ہلاک ہو گیا۔

سولھواں: محمد بن مسلم بن ریاح ابوجعفر طحان ثقفی کوفی جناب باقرؑ وصادقؑ کے بزرگ صحابی ان کے حواری اور خاشع و خاضع اور روافقہ اور روہ اصحاب کوفہ میں سے تھے اور یہ وہ بزرگوار ہیں کہ امامیہ کا اس چیز کی صحت پر جو ان سے صحیح طرح وارد ہو اور ان کی تصدیق اور ان کی فقاہت کے تسلیم کرنے پر اجماع ہے اور روایت ہے کہ یہ بزرگوار چار سال مدینہ میں مقیم رہے اور امام محمد باقرؑ کی خدمت میں احکام دینی اور معارف یقینی کا استفادہ کیا اور ان کے بعد امام جعفر صادقؑ سے استفادہ حقائق کرتے رہے اور ان سے

روایت ہوئی ہے کہ تیس ہزار حدیثیں امام محمد باقرؑ سے اور سولہ ہزار حدیثیں امام جعفر صادقؑ سے اخذ کی ہیں اور روایت ہوئی ہے کہ ثقہ جلیل القدر عبداللہ بن ابی یعفور نے صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے لئے ممکن نہیں کہ ہر وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اور بسا اوقات ہمارے اصحاب میں سے کوئی شخص میرے پاس آجاتا ہے اور مجھ سے مسئلہ پوچھتا ہے اور میرے پاس ہر سوال کا جواب نہیں ہوتا اور وہ مجھ سے پوچھتے ہیں تو میں کیا کروں تو آپ نے فرمایا کہ کیا مانع ہے تجھے محمد بن مسلم سے پس بے شک اس نے علم اخذ کیا ہے میرے والد سے اور وہ ان کے نزدیک وجیہ و قابل عزت تھے اور محمد بن مسلم سے روایت ہوئی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ایک رات اپنے مکان کی چھت پر سویا ہوا تھا میں نے سنا کہ کوئی میرے گھر کا دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے پس میں نے آواز دی کہ کون ہے اس نے کہا کہ میں آپ کی کنیز ہوں خدا آپ پر رحمت نازل کرے میں چھت کے کنارے کے پاس آیا اور سر نکالا تو دیکھا کہ ایک عورت کھڑی ہے جب اس نے مجھے دیکھا تو کہنے لگی کہ میری بیٹی تازہ شادی شدہ حاملہ تھی اور اسے درد زہ شروع ہوا اور بچہ جنے بغیر اس تکلیف میں مرگئی اور بچہ اس کے شکم میں حرکت کرتا ہے اب کیا کرنا چاہیے اور صاحب شریعت کا اس بارے میں کیا حکم ہے تو میں نے اس سے کہا اے کنیز خدا اسی قسم کا مسئلہ ایک دن امام محمد باقرؑ سے پوچھا گیا تو حضرت نے فرمایا کہ اس مردہ عورت کا پیٹ چاک کر کے بچے کو باہر نکال لیں تم بھی ایسا ہی کرو اس کے بعد میں نے اس سے کہا کہ اے کنیز خدا میں ایک شخص ہوں گوشہ نشینی اور گمنامی میں مخفیانہ زندگی بسر کر رہا ہوں تجھے میری طرف کسی نے راہنمائی کی ہے اس نے کہا کہ میں ابوحنیفہ کے پاس اس مسئلہ کے سلسلہ میں گئی تھی جو کہ صاحب رائے اور قیاس ہے وہ کہنے لگا اس مسئلہ کے متعلق کچھ معلوم نہیں تم محمد بن مسلم ثقفی کے پاس جاؤ وہ تمہیں اس مسئلہ کے متعلق فتویٰ دے گا اور جب وہ تجھے اس مسئلہ میں فتویٰ دے تو میرے پاس آکر مجھے بھی بتانا، میں نے اس سے کہا کہ سلامتی کے ساتھ جاؤ اور جب صبح ہوئی تو میں مسجد میں گیا اور دیکھا کہ ابوحنیفہ بیٹھا ہے اور اسی مسئلہ میں اپنے اصحاب سے بحث کر رہا ہے اور ان سے پوچھ رہا ہے اور چاہتا ہے کہ جو کچھ اس مسئلہ کا جواب اسے میری طرف سے ملا ہے اس کا اپنے نام سے اظہار کرے پس میں نے مسجد کے گوشہ سے کھنکارا تو ابوحنیفہ نے کہا خدا تجھے بخشے ہمیں چھوڑ دو کہ ہم بھی ایک لحظہ زندگی گزاریں، زرارہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ابوکریبہ ازدی اور محمد بن مسلم ثقفی شہادت دینے کے لئے شریک قاضی کے پاس گئے شریک کچھ دیر تک غور و تامل سے ان کے چہروں کی طرف دیکھتا رہا، آثار صلاح و تقوی و عبادت ان کی پیشانی پر دیکھے تو کہنے لگا جعفریان فاطمیان یعنی یہ دونوں افراد حضرت جعفر اور فاطمہؑ کے شیعہ ہیں اور اس خانوادہ سے منسوب ہیں تو یہ بزرگوار رونے لگے، شریک نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمانے لگے ہم اس لئے روتے ہیں کہ تو نے ہمیں شیعوں میں شمار کیا ہے اور ایسے لوگوں میں سے قرار دیا ہے جو ہماری سخافت اور کم ورع و پرہیزگاری کی بناء پر ہمیں اپنا بھائی بنانے پر راضی نہیں ہیں، نیز تو نے ہمیں نسبت دی ہے ایسے بزرگوار کی طرف جو ہم جیسوں کو اپنا شیعہ بنانے کے لئے راضی نہیں، پس اگر اس نے فضل و کرم کیا اور ہمیں قبول فرمایا تو ہم پر منت و احسان اور اس کا تفضل ہوگا شریک نے تبسم کیا اور کہنے لگا جب دنیا میں کوئی مرد پیدا ہو تو اسے تم جیسا ہونا چاہیے وارد ہوا ہے کہ محمد بن مسلم مالدار اور شخص جلیل تھا، حضرت صادقؑ نے اس سے فرمایا اے محمد تواضع اختیار کرو پس کوفہ میں خرما کی ایک زنبیل اٹھائی اور ترازو ہاتھ میں لی اور مسجد کے دروازے پر بیٹھ کر خرمے بیچنے لگا اس کی قوم اس کے

پاس جمع ہوئی اور کہنے لگے تیرا یہ کام ہماری رسوائی کا باعث ہے فرمایا کہ میرے مولا نے مجھے حکم دیا ہے ایسی چیز کا کہ جس سے میں دستبردار نہیں ہوں گا وہ کہنے لگے کہ اگر مجبور ہو کہ کوئی کسب کرو تو آٹا بیچنے کی دکان پر بیٹھ جاؤ پس اس کے لئے چکی اور اونٹ تیار کیا تاکہ گندم اور جو پیسے اور انہیں بیچے محمد نے یہ قبول کر لیا اسی وجہ سے انہیں طحان کہتے ہیں ۱۵۰ھ میں وفات ہوئی۔

سترھواں: معاذ بن کثیر کسائی کوفی حضرت صادقؑ کے شیوخ اصحاب اور ان کے ثقات میں سے ہے اور ان افراد میں سے ہے جنہوں نے امام موسیٰ کاظمؑ کی امامت کی نص ان کے والد سے روایت کی ہے صلوات اللہ علیہما اور تہذیب کی روایت میں ہے کہ وہ کرباس (موٹے تاگے کا سوت) بیچتا تھا ایک دفعہ اس نے یہ کسب ترک کر دیا، حضرت صادقؑ نے اس کے حالات پوچھے لوگوں نے بتایا کہ اس نے اپنی تجارت چھوڑ دی ہے فرمایا ترک عمل! شیطان کا کام ہے، جو شخص تجارت و کسب چھوڑ دے اس کی دو ثلث عقل جاتی رہتی ہے، نیز روایت ہے کہ معاذ نے موقف عرفات میں اہل موقف پر نظر دوڑائی دیکھا کہ بہت سے لوگ حج پر آئے ہیں حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا و رعرض کیا اہل موقف بہت سے ہیں حضرت نے ان پر نگاہ کی اور فرمایا اے ابا عبداللہ میرے پاس آؤ اس وقت فرمایا یاتی "به الموج من کل مکان" ہر طرف سے اس کی طرف لہر آتی ہے نہیں خدا کی قسم نہیں ہیں حاجی مگر تم لوگ اور خدا قبول نہیں کرتا حج مگر تم لوگوں سے۔

اٹھارھواں: معلی بن خنیس بزاز کوفی ابو عبداللہ صادقؑ کا غلام خاص: روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اولیاء خدا اور اہل بہشت میں سے ہے اور حضرت صادقؑ اسے دوست رکھتے تھے اور وہ وکیل اور قیم تھا حضرت کے اہل و عیال کے نفقات و اخراجات کا اور اسی لئے داؤد بن علی نے اسے قتل کر دیا اور وہ حضرت صادقؑ کے نزدیک پسندیدہ تھا، اور آپ کے طریق و راستہ پر اس دنیا سے گیا۔

ابو بصیر سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ جب داؤد بن علی نے معلی کو قتل کیا اور اسے سولی پر لٹکایا تو یہ چیز حضرت صادقؑ پر عظیم و دشوار گزری آپ نے داؤد سے فرمایا تو نے میرے غلام اور میرے اہل و عیال کے وکیل کو کیوں قتل کیا ہے خدا کی قسم وہ خدا کے نزدیک تجھ سے زیادہ وجیہ و باوقار تھا اور آخر روایت میں ہے کہ آپؑ نے داؤد سے فرمایا آگاہ رہو خدا کی قسم کہ وہ بہشت میں داخل ہوا ہے، مولف کہتا ہے کہ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ معلی کے قتل کے وقت آپ مکہ میں تھے جب مکہ سے واپس تشریف لائے تو داؤد کے پاس گئے اور اس سے فرمایا کہ تو نے اہل جنت میں سے ایک شخص کو قتل کیا ہے وہ کہنے لگا میں نے اسے قتل نہیں کیا فرمایا کس نے اسے قتل کیا ہے وہ کہنے لگا سیرانی نے اور سیرانی داؤد پولیس آفیسر تھا، حضرت نے اس سے قصاص لیا اور اسے معلی کے بدلے قتل کیا اور معتب سے روایت ہے کہ اس رات حضرت سجدہ اور قیام میں تھے اور رات کے آخری حصہ میں داؤد بن علی پر نفرین کی خدا کی قسم ابھی آپ نے سر سجدہ سے نہیں اٹھایا تھا کہ میں نے چیخ و پکار کی آواز سنی اور لوگ کہہ رہے تھے کہ داؤد بن علی مر گیا، حضرت نے فرمایا کہ میں نے خدا کو ایک دعا کے ساتھ پکارا یہاں تک کہ خداوند عالم نے اس کی طرف فرشتہ بھیجا جس نے اس کے سر پر ایک عمود (گرز) مارا کہ جس سے اس کا مثانہ پھٹ گیا، شیخ کلینی اور طوسی نے سند حسن کالصحیح کے ساتھ ولید بن صبیح سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے معلی بن خنیس پر قرض کا دعویٰ کیا اور کہنے لگا کہ معلی میرا حق لے گیا ہے حضرت نے فرمایا کہ تیرا حق وہ شخص لے گیا ہے کہ جس نے معلی کو قتل کیا ہے پھر آپ نے ولید سے کہا کہ کھڑا ہو جا اور اس شخص کا حق دے دے میں چاہتا ہوں کہ معلی کے بدن کے

صادق ہے کہ آپ اس آخری عمر میں میری نگاہداری فرمائیں گے، اور اپنے اس دروازے سے مجھے دور نہیں فرمائیں گے اور میں زبان ذلت وانکسار کے ساتھ ہمیشہ عرض گزار ہوں۔

شاہا چہ شود تو را سگے بباید
گر من بوم آں سگ تو شاید
ہستم سگ کی زجس جستہ
بر شاخ گل ہوات بستہ
از مدح تو با قلادہ زر !
زنجیر وفا بحلقم اندر !!
خود را بخودی بکشیدہ از جل
پیش تو کشیدہ از سر دل
خود را بقبول رائگانت
بستم بطویلہ سگانت
افگن نظرے بریں سگ خویش
سنگم حزن و مرانم از پیش

نیز کہتا ہے:

عن حما کم کیف انصرف
وھواکم لی بہ شرف
سیدی لا عشت یوم اری
فی سوی ابوابکم اقف

امام موسیٰ کاظمؑ سے مروی احادیث اور واقعات جلد دوم میں ملاحظہ کریں

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

پاس جمع ہوئی اور کہنے لگے تیرا یہ کام ہماری رسوائی کا باعث ہے فرمایا کہ میرے مولا نے مجھے حکم دیا ہے ایسی چیز کا کہ جس سے میں دستبردار نہیں ہوں گا وہ کہنے لگے کہ اگر مجبور ہو کہ کوئی کسب کرو تو آٹا بیچنے کی دکان پر بیٹھ جاؤ پس اس کے لئے چکی اور اونٹ تیار کیا تا کہ گندم اور جو پیسے اور انہیں بیچے محمد نے یہ قبول کر لیا اسی وجہ سے انہیں طحان کہتے ہیں ۱۵۰ھ میں وفات ہوئی۔

سترھواں: معاذ بن کثیر کسائی کوفی حضرت صادقؑ کے شیوخ اصحاب اور ان کے ثقات میں سے ہے اور ان افراد میں سے ہے جنہوں نے امام موسیٰ کاظمؑ کی امامت کی نص ان کے والد سے روایت کی ہے صلوات اللہ علیہما اور تہذیب کی روایت میں ہے کہ وہ کرباس (موٹے تاگے کا سوت) بیچتا تھا ایک دفعہ اس نے یہ کسب ترک کر دیا، حضرت صادقؑ نے اس کے حالات پوچھے لوگوں نے بتایا کہ اس نے اپنی تجارت چھوڑ دی ہے فرمایا ترک عمل اشیطان کا کام ہے، جو شخص تجارت وکسب چھوڑ دے اس کی دو ثلث عقل جاتی رہتی ہے، نیز روایت ہے کہ معاذ نے موقف عرفات میں اہل موقف پر نظر دوڑائی دیکھا کہ بہت سے لوگ حج پر آئے ہیں حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اہل موقف بہت سے ہیں حضرت نے ان پر نگاہ کی اور فرمایا اے ابا عبداللہ میرے پاس آؤ اس وقت فرمایا یاتی "بہ الموج من کل مکان" ہر طرف سے اس کی طرف لہر آتی ہے نہیں خدا کی قسم نہیں ہیں حاجی مگر تم لوگ اور خدا قبول نہیں کرتا حج مگر تم لوگوں سے۔

اٹھارھواں: معلّٰی بن خنیس بزاز کوفی ابو عبداللہ صادقؑ کا غلام خاص: روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اولیاء خدا اور اہل بہشت میں سے ہے اور حضرت صادقؑ اسے دوست رکھتے تھے اور وہ وکیل اور قیم تھا حضرت کے اہل وعیال کے نفقات واخراجات کا اور اسی لئے داؤد بن علی نے اسے قتل کر دیا اور وہ حضرت صادقؑ کے نزدیک پسندیدہ تھا، اور آپ کے طریق وراستہ پر اس دنیا سے گیا۔

ابو بصیر سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ جب داؤد بن علی نے معلّٰی کو قتل کیا اور اسے سولی پر لٹکایا تو یہ چیز حضرت صادقؑ پر عظیم و دشوار گزری آپ نے داؤد سے فرمایا تو نے میرے غلام اور میرے اہل وعیال کے وکیل کو کیوں قتل کیا ہے خدا کی قسم وہ خدا کے نزدیک تجھ سے زیادہ وجیہ وباوقار تھا اور آخر روایت میں ہے کہ آپؑ نے داؤد سے فرمایا آگاہ رہو خدا کی قسم کہ وہ بہشت میں داخل ہوا ہے، مولف کہتا ہے کہ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ معلّٰی کے قتل کے وقت آپ مکہ میں تھے جب مکہ سے واپس تشریف لائے تو داؤد کے پاس گئے اور اس سے فرمایا کہ تو نے اہل جنت میں سے ایک شخص کو قتل کیا ہے وہ کہنے لگا میں نے اسے قتل نہیں کیا فرمایا کس نے اسے قتل کیا ہے وہ کہنے لگا سیرانی نے اور سیرانی داؤد پولیس آفیسر تھا، حضرت نے اس سے قصاص لیا اور اسے معلّٰی کے بدلے قتل کیا اور معتبر سے روایت ہے کہ اس رات حضرت سجدہ اور قیام میں تھے اور رات کے آخری حصہ میں داؤد بن علی پر نفرین کی خدا کی قسم ابھی آپ نے سر سجدہ سے نہیں اٹھایا تھا کہ میں نے چیخ وپکار کی آواز سنی اور لوگ کہہ رہے تھے کہ داؤد بن علی مر گیا، حضرت نے فرمایا کہ میں نے خدا کو ایک دعا کے ساتھ پکارا یہاں تک کہ خداوند عالم نے اس کی طرف فرشتہ بھیجا جس نے اس کے سر پر ایک عمود (گرز) مارا کہ جس سے اس کا مثانہ پھٹ گیا، شیخ کلینی اور طوسی نے سند حسن کالصحیح کے ساتھ ولید بن صبیح سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے معلّٰی بن خنیس پر قرض کا دعویٰ کیا اور کہنے لگا کہ معلّٰی میرا حق لے گیا ہے حضرت نے فرمایا کہ تیرا حق وہ شخص لے گیا ہے کہ جس نے معلّٰی کو قتل کیا ہے پھر آپ نے ولید سے کہا کہ کھڑا ہو جا اور اس شخص کا حق دے دے میں چاہتا ہوں کہ معلّٰی کے بدن کے

چمڑے کو ٹھنڈا کروں اگر چہ وہ ٹھنڈا ہی ہے یعنی جہنم کی حرارت اسے نہیں پہنچی، نیز کلینی نے ولید بن صبیح سے روایت کی ہے کہتا ہے کہ ایک دن میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں مشرف ہوا آپ نے میرے سامنے کچھ کپڑے پھینکے اور فرمایا اے ولید ان کپڑوں کو تہہ کر دو، ولید کہتا ہے میں آپ کے سامنے کھڑا ہوا تو آپ نے فرمایا خدا رحمت کرے، معلی بن خنیس پر میں نے گمان کیا کہ حضرت نے میرے کھڑے ہونے کو اپنے مشابہ قرار دیا ہے آپ کے سامنے آپ کی خدمت میں معلی کے کھڑے ہونے کے ساتھ پھر آپ نے فرمایا اف ہے دنیا کے لئے کیونکہ یہ بلاء و مصیبت کا گھر ہے خداوند عالم نے دنیا میں اپنے دشمن کو اپنے ولی پر مسلط کیا ہے۔

نیز کلینی نے روایت کی ہے عقبہ بن خالد سے وہ کہتا ہے کہ میں اور معلی اور عثمان بن عمران حضرت صادقؑ کی خدمت میں مشرف ہوئے حضرت نے ہمیں دیکھا تو فرمایا مرحبا مرحبا تمہارے لئے یہ صورتیں مجھے دوست رکھتی ہیں اور میں انہیں دوست رکھتا ہوں خدا تمہیں دنیا و آخرت میں ہمارے ساتھ قرار دے، شیخ کشی نے روایت کی ہے کہ جب عید کا دن ہوتا تو معلی صحراء کی طرف نکلتا بال پریشان غبار آلود ستم رسیدہ اور حسرت خوردہ شخص کی طرح جب خطیب منبر پر جاتا تو معلی اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے کہتا خدایا یہ تیرے خلفاء اور اصفیاء کا مقام ہے اور تیرے امناء کی یہ جگہیں ہیں کہ جنہیں تو نے مخصوص کیا ہے اور لوگوں نے ان سے چھین لی ہیں۔الخ۔

انیسواں: ہشام بن محمد بن سائب کلبی ابوالمنذر عالم فضل و علم کے ساتھ مشہور ایام گذشتہ اور انساب کا جاننے والا ہمارے مذہب کے علماء میں سے ہے اور کہنے لگا مجھ میں ایک بڑا نقص پیدا ہوا کہ میں اپنا علم بھول گیا، امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، پس آپ نے مجھے علم کا ایک پیالہ پلایا، اس پیالے کو پیتے ہی میرا علم عود کر آیا، حضرت صادقؑ اس پر عنایت و نوازش کرتے اور اسے اپنے پاس بٹھاتے اور اس سے کشادہ روئی اور انبساط سے پیش آتے اور اس نے انساب فتوحات مثالب اور مقاتل وغیرہ میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں اور یہ وہی نسابہ کلبی مشہور ہے اور اس کا باپ محمد بن سائب کلبی کوفی حضرت باقرؑ کے اصحاب میں سے ہے اور عالم و بصیرت تفسیر ہے سمعانی سے نقل ہوا ہے کہ اس نے اس کے حالات میں کہا ہے "انه صاحب التفسير كان من اهل الكوفة وقائلا بالرجعة وابنه هشام ذانسب عال وفي التشيع غال" یہ صاحب تفسیر اور کوفہ کا رہنے والا اور رجعت کا قائل تھا اور اس کا بیٹا ہشام بلند نسب اور شیعیت میں غالی تھا۔

بیسواں: یونس بن ظبیان کوفی جو کہ حضرت صادقؑ کے اصحاب رواۃ میں سے ہے اور اگر چہ فضل بن شاذان نے اسے کذابین میں شمار کیا ہے اور نجاشی نے فرمایا کہ وہ بہت ضعیف ہے اور اس کی روایات کی طرف التفات نہیں کیا جا سکتا اور ابن غضائری نے کہا ہے کہ وہ غالی کذاب اور وضاع حدیث ہے لیکن ہمارے شیخ عطر اللہ مرقدہ نے مستدرک کے خاتمہ میں فرمایا ہے کہ اس کے حسن حال و استقامت علو مقام اور عدم غلو پر بہت سی روایات دلالت کرتی ہیں پھر ان اخبار کا ذکر کیا ہے کہ جن میں سے حضرت صادقؑ کا ارشاد ہے اس کے حق میں جو کہ جامع بزنطی میں ہے کہ آپ نے فرمایا خدا اس پر رحم کرے اور جنت میں اس کا گھر بنائے وہ خدا کی قسم حدیث میں مامون تھا، نیز حضرت صادقؑ کا اسے زیارت سید الشہداءؑ تعلیم کرنا جیسا کہ شیخ نے تہذیب میں اور ابن قولویہ نے کامل میں روایت کی ہے نیز آنحضرت کا اسے وہ مشہور دعا تعلیم کرنا کہ جو نجف اشرف میں پڑھنی چاہیے کہ جس کی ابتدا ہے "اللهم لا بد من

امرك "جو تمام کتب مزاریہ میں مذکور ہے، نیز آپؑ نے اسے وہ عوذہ تعلیم فرمایا جو آنکھ کے درد کے لئے نفع مند ہے۔ الی غیر ذالک، اور ہمارے شیخ نے ان روایات کا بھی جواب دیا، تفصیل کے ساتھ جو اس کی مذمت میں وارد ہیں کہ یہ مقام اس کے ذکر کی گنجائش نہیں رکھتا اور شائقین اس کتاب شریف کی طرف رجوع کریں اور فیض بن مختار کے حالات میں وہ چیز گذر چکی ہے جو اس سے متعلق تھی۔

تذییل

مولف کہتا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب حضرت صادقؑ کے حالات کے ذیل میں یہ روایت نقل کروں اور اس باب کو اس پر ختم کروں منقول ہے کہ حضرت صادقؑ کا ایک غلام تھا جب حضرت سوار ہو کر مسجد کی طرف جاتے تو وہ غلام آپ کے ہمراہ ہوتا اور جب آپ خچر سے پیادہ ہو کر مسجد میں داخل ہوتے تو وہ غلام اس خچر کی نگہبانی کرتا یہاں تک کہ حضرت واپس لوٹتے اتفاقاً ایک دن وہ غلام مسجد کے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا اور خچر کی نگہبانی کر رہا تھا کہ چند اشخاص مسافر اہل خراسان میں سے آئے ان میں سے ایک نے اس کی طرف رخ کیا اور اس سے کہنے لگا کہ اے غلام کیا تو چاہتا ہے اور میلان رکھتا ہے کہ اپنے آقا حضرت صادقؑ سے خواہش کرے کہ وہ مجھے تیری جگہ پر قرار دیں اور میں ان کا غلام ہو کر تیری جگہ پر رہوں اور میں اپنا مال تجھے دے دوں، اور میرے پاس ہر قسم کا بہت سا مال ہے تو جا اور وہ مال اپنے لئے قبض کر اور میں تیری جگہ پر یہاں رہ جاؤں غلام نے کہا کہ میں اپنے آقا سے یہ خواہش جا کر کرتا ہوں پس وہ حضرت صادقؑ کی خدمت میں گیا اور عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں آپؑ میری خدمت جو آپ کی نسبت میں نے کی ہے اور طول خدمت سو جانتے ہیں تو اگر خدا کوئی خیر مجھ تک پہنچائے تو آپ اسے منع کریں گے، فرمایا وہ چیزیں تجھے اپنی طرف سے دوں گا، اور اپنے غیر سے منع کروں گا، پس غلام نے اس مرد خراسانی کا واقعہ جو اس سے ہوا تھا حضرت سے بیان کیا حضرت نے فرمایا اگر تو ہماری خدمت سے بے رغبت ہو گیا اور وہ شخص ہماری خدمت کی طرف راغب ہے تو ہم اسے قبول کرتے ہیں اور تجھے اس کی جگہ بھیج دیتے ہیں پس جب غلام نے پشت پھیری تو حضرت نے اسے بلایا اور فرمایا کہ تیری طویل خدمت کی وجہ سے جو تو نے ہماری کی ہے تجھے میں ایک نصیحت کرتا ہوں پھر تو اپنے کام میں مختار ہے اور وہ نصیحت یہ ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو رسول خداؐ چمٹے ہوئے ہوں گے نور خداؐ کے ساتھ اور امیر المومنینؑ وابستہ ہوں گے رسول خداؐ کے ساتھ اور آئمہ علیہم السلام وابستہ ہوں گے امیر المومنین صلوات اللہ علیہ سے اور ہمارے شیعہ ہمارے ساتھ چمٹے ہوئے ہوں گے پس وہ داخل ہوں گے اس جگہ کہ جس میں ہم داخل ہوں گے اور وارد ہوں گے، غلام نے جب یہ سنا تو عرض کیا کہ میں آپؑ کی خدمت میں رہوں گا اور میں آخرت کی دنیا پر ترجیح دیتا ہوں اور اس مرد کے پاس گیا اس مرد خراسانی نے کہا اے غلام تو حضرت صادقؑ کی خدمت سے اس رخ کے بغیر آیا ہے کہ جس کے ساتھ تو آپ کی خدمت میں گیا تھا، غلام نے حضرت کا کلام اس کے سامنے نقل کیا اور اسے حضرتؑ کی خدمت میں لے گیا، آپؑ نے اس کی ولاء کو قبول فرمایا اور حکم دیا کہ غلام کو ہزار اشرفی دیں یہ فقیر عباس قمی حضرتؑ کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ اے میرے آقا و مولا جب سے میں نے اپنے آپ کو پہچانا ہے خود کو آپ کے دروازے پر دیکھا ہے اور اپنے گوشت و پوست کی پرورش آپؑ کے نعمت کدہ سے کی ہے، رجاء واثق اور امید

صادق ہے کہ آپ اس آخری عمر میں میری نگاہداری فرمائیں گے، اور اپنے اس دروازے سے مجھے دور نہیں فرمائیں گے اور میں زبان ذلت وافتقار کے ساتھ ہمیشہ عرض گزار ہوں۔

شاہا چہ تو را سگے بباید
گر من بوم آں سگ تو شاید
ہستم سگ کی زجس جستہ
بر شاخ گل ہوات بستہ
از مدح تو باقلادہ زر !
زنجیر وفا بحلقم اندر !!
خود را بخودی بکشیدہ ازجل
پیش تو کشیدہ از سر ذل
خود را بقبول رائگانت
بستم بطویلہ سگانت
افگن نظرے بریں سگ خویش
سنگم مزن و مرانم از پیش

نیز کہتا ہے:

عن حما کم کیف انصرف
وھوا کم لی بہ شرف
سیدی لا عشت یوم اری
فی سوی ابو ابکم اقف

امام موسیٰ کاظمؑ سے مروی احادیث اور واقعات جلد دوم میں ملاحظہ کریں

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

سیرتِ معصومین علیہم السلام
احسن المقال
ترجمہ
منتہی الآمال
مؤلف
ثقۃ المحدثین آقائی شیخ عباس قمی
ترجمہ
مولانا سید صفدر حسین نجفی رحمۃ اللہ علیہ
مصباح القرآن ٹرسٹ
لاہور پاکستان

سیرتِ معصومین علیہم السلام

احسن المقال جلد دوم

ترجمہ

منتہی الآمال

مؤلف

ثقۃ المحدثین آقائی شیخ عباس قمیؒ

ترجمہ

مولانا سید صفدر حسین نجفی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور پاکستان

24 الفضل مارکیٹ اُردو بازار لاہور۔ 0321-4481214,042-37314311

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

قارئین کرام!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! مصباح القرآن ٹرسٹ۔۔۔۔عرصہ دراز سے دورِ حاضر کی بعض عظیم ترین تفاسیر وتالیفات کی نشرواشاعت کے سلسلہ میں ایک عظیم اور پُروقار مرکز کی حیثیت سے اُمت مسلمہ کیلئے اپنی عاجزانہ خدمات انجام دے رہا ہے۔

زیرِ نظر کتاب ''سیرت معصومین علیہم السلام'' ثقۃ المحدثین علامہ شیخ عباس قمیؒ کی عظیم تصنیف ''منتہی الآمال'' ۔احسن المقال کا اُردو ترجمہ ہے۔کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے جس میں چہاردہ معصومین علیہم السلام کے حالات زندگی اور انکے کمالات وفضائل کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔جبکہ دوسری جلد میں خلفائے راشدین اور بادشاہانِ بنو اُمیہ اور بنی عباس کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

اس کتاب کا ترجمہ حجۃ الاسلام علامہ سیّد صفدر حسین نجفی نے کیا ہے، جو پہلے بھی بہت سی علمی کتب کے ترجمے کر چکے ہیں۔یہ کتاب قارئین کرام کے لئے عموماً جبکہ خطیب حضرات کیلئے خصوصاً بے بہا علمی خزانہ ہے۔
ہمیں اُمید ہے کہ صاحبانِ علم وتحقیق حسبِ سابق ''مصباح القرآن ٹرسٹ'' کی اس کوشش کو بھی پسندیدگی کی نظر سے دیکھیں گے اور اس گوہرِ نایاب سے بھرپور علمی وعملی استفادہ فرمائیں گے۔اور ادارہ کو اپنی قیمتی تجاویز وآراء سے ضرور مستفید فرمائیں گے۔۔۔۔۔۔والسلام

اراکین

مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور پاکستان

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

۞۞۞۞۞۞

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

باب الحوائج الی اللہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی تاریخ وسوانح اور اس کی چند فصول ہیں۔

پہلی فصل: آنجناب کی ولادت اسم مبارک کنیت اور لقب

آپؑ کی ولادت باسعادت اتوار کے دن ماہ صفر کی سات تاریخ ۱۲۸ھ ایک سو اٹھائیس ہجری مقام ابوا میں جو کہ ایک منزل کا نام ہے مکہ و مدینہ کے درمیان واقعہ ہوئی۔ آپ کا اسم مبارک موسیٰ اور مشہور کنیت ابوالحسن اور ابوابراہیم ہے اور آپؑ کے القاب کاظم، صابر، صالح اور امین ہیں۔ آپؑ کا مشہور لقب وہی کاظم ہے یعنی خاموش اور غصہ کو پی جانے والا۔ کیونکہ آپؑ نے دشمنوں کے ہاتھ سے بہت مصیبتیں اٹھائیں لیکن ان کے لیے بددعا اور نفرین نہیں کی یہاں تک کہ آپؑ کی قید کے زمانہ میں کئی دفعہ کمین گاہ میں آبیٹھے، لیکن انہوں نے ایک لفظ بھی خشم آمیز نہ سنا اور ابن اثیر جو کہ ایک متعصب سُنی ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت کو کاظم کا لقب دیا گیا، کیونکہ آپ ہر اس شخص سے نیکی کرتے جو آپؑ سے برائی کرتا اور آپؑ کی ہمیشہ کی عادت تھی لیکن آپؑ کے اصحاب تقیہ کی وجہ سے کبھی عبد صالح کبھی فقیہ یا علم وغیرہ سے تعبیر کرتے اور آپ لوگوں کے درمیان باب الحوائج کے نام سے مشہور ہیں اور حضرت کی طرف شفاء امراض اور ظاہری و باطنی بیماریوں اور اعضاء و جوارح کے دردوں کے کے لیے خصوصاً آنکھ کے درد کے لیے متوسل ہونا مجرب ہے اور آپؑ کا نقش خاتم حسبی اللہ اور دوسری روایت ہے الملک للہ وحدہ تھا اور آپؑ کی والدہ علیا مخدرہ حمیدہ مصفاۃ ہیں جو کہ اشراف اعاظم میں سے تھیں۔ حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حمیدہ خاتون ہر قسم کی ناپاکی سے عمدہ سونے کی طرح صاف و شفاف ہے ہمیشہ ملائکہ اس کی حفاظت کرتے رہے یہاں تک کہ وہ مجھ تک پہنچی بسبب اس کرامت کے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے لیے اور میرے بعد کی حجت کے لیے ہے۔

شیخ کلینی قطب راوندی اور دوسرے اعلام نے روایت کی ہے کہ ابن عکاشہ اسدی امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ان کی خدمت میں کھڑے تھے۔ حضرت نے ابن عکاشہ کی عزت و تکریم کی اور اس کے لیے انگور منگوائے۔ گفتگو کے دوران ابن عکاشہ نے عرض کیا اے فرزند رسول آپ کیوں جناب جعفر علیہ السلام کی شادی نہیں کرتے ،حالانکہ وہ شادی کے سن کو پہنچ چکے ہیں۔ آپؑ کے پاس سونے کی تھیلی رکھی ہوئی تھی آپؑ نے فرمایا بہت جلدی ایک بردہ فروش اہل بربر میں سے آئے گا اور میمون کے مقام پر قیام کرے گا اور اس زر سے ان کے لیے ایک کنیز خریدوں گا۔

راوی کہتا ہے کہ چند دنوں کے بعد میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ اس بردہ فروش کی بات تمہیں بتاؤں کہ جس کے متعلق میں نے کہا تھا کہ میں اس سے جعفرؑ کے لیے ایک کنیز خرید کرونگا۔ اب وہ آچکا ہے، جاؤ اور اس تھیلی

کے ساتھ اس سے ایک کنیز خرید کر لے آؤ۔ جب ہم اس بردہ فروش کے پاس گئے تو وہ کہنے لگا جو کنیزیں میرے پاس تھیں میں وہ سب بیچ چکا ہوں، اب میرے پاس صرف دو کنیزیں رہ گئی ہیں کہ جن میں سے ایک دوسری سے بہتر ہے۔ ہم نے کہا کہ انہیں لے آؤ تا کہ ہم دیکھیں جب وہ انہیں لے آیا تو ہم نے کہا کہ یہ کنیز جو زیادہ خوبصورت ہے کتنے میں بیچو گے، کہنے لگا اس کی آخری قیمت ستر دینار ہے۔ اس نے کہا کہ احسان کرو ہم اس قیمت سے کچھ کم کرو، کہنے لگا بالکل کم نہیں کروں گا، ہم نے کہا کہ جو کچھ اس تھیلی میں ہے اس سے ہم خرید کرتے ہیں، ایک سفید پوش بزرگ اس کے ساتھ تھا، وہ کہنے لگا اس کی مہر توڑ کر اس کو شمار کرو، بردہ فروش کہنے لگا فضول ہے اس کو کھولنا اگر ستر دینار سے ایک دانہ بھی کم ہوا تو میں نہیں بیچوں گا۔ وہ بوڑھا کہنے لگا مہر توڑ کر شمار کرو۔ جب ہم نے شمار کیا تو ستر دینار تھے نہ کم نہ زیادہ، پس وہ کنیز لے کر ہم حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام آپؑ کے پاس کھڑے تھے اور جو کچھ واقعہ گزرا تھا وہ ہم نے آپؑ کی خدمت میں عرض کیا، حضرت نے ہماری تعریف کی اور کنیز سے پوچھا تیرا کیا نام ہے۔ اس نے کہا میرا نام حمیدہ ہے، فرمایا تو دنیا میں پسندیدہ اور آخرت میں تیری حمد و تعریف کی جائے گی۔ مولف کہتا ہے کہ جو کچھ میرے لیے بعض روایات سے ظاہر ہوا ہے وہ یہ ہے کہ وہ مخدرہ اتنی فقیہ اور احکام و مسائل کو جاننے والی تھیں کہ حضرت صادق علیہ السلام عورتوں کو حکم دیتے کہ اخذ مسائل اور احکام دین میں جناب حمیدہ کی طرف رجوع کرو۔

شیخ کلینی و صفار اور دوسرے علماء ابو بصیر سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جس سال حضرت موسیٰ پیدا ہوئے تو میں حضرت صادق علیہ السلام کی معیت میں سفر حج پر جا رہا تھا، جب ہم منزل ابواء میں پہنچے تو حضرت نے ہمارے لیے صبح کا کھانا منگوایا تو زیادہ اور عمدہ کھانا لے آئے، کھانے کے دوران حمیدہ کی طرف سے قاصد حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ جناب حمیدہ کہہ رہی ہیں کہ مجھ میں وضع حمل کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں اور آپؑ نے فرمایا تھا کہ جب اثر ظاہر ہو تو مجھے خبر دینا، کیونکہ یہ بچہ دوسرے بچوں کی طرح نہیں ہے، پس حضرت شاد و خوشحال اٹھے اور حرم کے خیمہ کی طرف متوجہ ہوئے اور تھوڑی دیر کے بعد شگفتہ اور ہنستے ہوئے آستین الٹی ہوئیں تشریف لائے، ہم نے عرض کیا خدا ہمیشہ آپ کے لبوں کو ہنستے ہوئے اور دل کو خوش رکھے، حمیدہ کی حالت کیسی ہے، حضرت نے فرمایا کہ خداوند عالم نے مجھے ایسا بیٹا عطا فرمایا ہے جو کہ بہترین خلق خدا ہے اور حمیدہ نے اس کے متعلق چند امور کی خبر دی کہ جن پر میں اس کی نسبت زیادہ مطلع تھا، ابو بصیر نے عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں حمیدہ نے آپ کو کیا بتایا ہے، آپ نے فرمایا حمیدہ نے کہا ہے کہ جب وہ مولود مبارک زمین پر آیا ہے تو اس نے اپنے ہاتھ زمین پر رکھ دیئے اور اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا ہے، میں نے اس سے کہا ہے کہ ایسے ہی ہے حضرت رسولؐ اور ہر اس امام کی ولادت کی علامت جو کہ آپؑ کے بعد ہیں۔

شیخ برقی نے منہال قصاب سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے میں مکہ سے نکلا مدینہ سے مشرف ہونے کے قصد سے جب میں ابواء سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ خداوند عالم نے حضرت صادق علیہ السلام کو مولود عطاء فرمایا ہے، پس میں حضرت سے پہلے مدینہ میں وارد ہوا اور حضرت مجھ سے ایک دن بعد تشریف لائے، پس آپؑ نے تین دن تک لوگوں کو کھانا کھلایا اور میں ان لوگوں میں سے ایک تھا جنہوں نے حضرت کا کھانا کھایا اور اتنا کھانا کھاتا کہ دوسرے دن تک کھانے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی کہ پھر آپؑ کے دسترخوان پر

آ کے کھاتا اور تین دن تک میں نے آپؑ کے کھانے سے اتنا کھایا کہ میرا پیٹ پر ہوجاتا اور کھانے کے بوجھ سے تکیہ کا سہارا لیتا اور پھر دوسرے دن کوئی چیز نہ کھاتا۔روایت ہے کہ میں حضرت صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپؑ کو اپنے بیٹے موسیٰ سے کتنی محبت ہے،فرمایا اتنی محبت ہے کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ میرا اس کے علاوہ کوئی دوسرا بیٹا نہ ہوتا تو میری پوری محبت اسی کے لیے ہوتی اور اس میں کوئی دوسرا شریک نہ ہوتا۔

شیخ مفید نے یعقوب سراج سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں حضرت صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں دیکھا کہ آپؑ اپنے بیٹے ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام کے سرہانے کھڑے ہیں اور وہ گہوارے میں ہیں۔پس آپ اس سے طویل وقت تک راز و نیاز کی باتیں کرتے رہے میں بیٹھ گیا،یہاں تک کہ آپ فارغ ہوئے،پس میں اٹھ کر آپؑ کے پاس گیا تو فرمایا جاؤ اور اپنے مولا کو سلام کرو۔میں ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام کے قریب گیا اور ان کو سلام کیا تو انہوں نے فصیح زبان میں مجھے سلام کا جواب دیا۔اس کے بعد فرمایا جا کر اپنی لڑکی کا نام تبدیل کرو جو تم نے کل رکھا تھا،کیونکہ وہ ایسا نام ہے جسے خدا مبغوض رکھتا ہے،یعقوب کہتا ہے کہ خداوند عالم نے مجھے ایک بیٹی کرامت فرمائی تھی اور میں نے اس کا نام حمیرا رکھا تھا،حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا اطاعت کرو اپنے مولا کے حکم کی تاکہ رشد یعنی راہ راست تمہیں نصیب ہو،پس میں اپنی لڑکی کا نام بدل دیا۔

دوسری فصل

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے مکارِم اخلاق

اور آپ کی عبادت، سخاوت

مناقب ومفاخر کے مختصر واقعات

کمال الدین بن طلحہ شافعی آپؑ کے حق میں کہتا ہے وہ امام ہیں بڑی قدر ومنزلت والے عظیم الشان کثیر التہجد اطاعت خدا میں زیادہ جدوجہد کرنے والے عبادت کے ساتھ مشہور اور اطاعت پر دوام پابندی اور مواظبت رکھنے والے کرامات کے ساتھ مشہور ساری رات سجدہ وقیام میں گزار دینے والے اور دن کو صدقہ اور روزے میں بسر کرنے والے اور بہت زیادہ علم والے اور تقصیر کرنے والوں کے جرم سے درگزر کرنے کے سبب ان کے حق میں کاظم کہا گیا ہے اور جو آپؑ سے برائی کرتا ہے اسے اچھائی اور نیکی کی جزا دیتے اور جو آپؑ سے زیادتی اور جنایت کرتا اسے عفو کرتے اور زیادہ عبادات کی وجہ سے ان کا نام عبد صالح ہو گیا اور عراق میں باب الحوائج الی اللہ کے لقب سے مشہور ہیں کیونکہ جو شخص آپؑ سے متوسل ہوا اس نے اپنی حاجت پائی، ان کی کرامات پر عقلیں حیران اور فیصلہ کرتی ہیں کہ انہیں خدا کے ہاں قدم صدق کا مقام حاصل ہو گیا ہے جو نہ ٹل سکتا ہے اور نہ اپنی جگہ سے ہٹتا ہے۔ انتھی

خلاصہ یہ کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اپنے اہل زمانہ سے زیادہ عابد سب سے سخی اور تمام لوگوں سے گرامی قدر تھے اور روایت ہے کہ آپؑ رات کے وقت نوافل کے لیے کھڑے ہوتے اور مسلسل نماز پڑھتے رہتے، نماز صبح تک اور جب صبح کی واجب نماز پڑھ لیتے تو سورج نکلنے تک تسبیحات پڑھتے رہتے پھر سجدہ الٰہی میں جاتے اور مسلسل سجدہ اور خدا کی حمد میں رہتے اور سر نہ اٹھاتے، قریب زوال تک اور یہ دعا بہت پڑھتے اللھم انی اسئلك الراحته عند الموت والعفو عند الحساب اور بار بار یہ کہتے اور نیز یہ بھی آپ کی دعا تھی عظم الذنب من عبدك فليحسن العفو من عندك اور خوف خدا سے اتنا گریہ کرتے کہ آنسوؤں سے آپؑ کی ریش مبارک تر ہو جاتی اور تمام لوگوں کی نسبت آپ کا صلہ رحم اور احسان اپنے اہل وعیال اور ارحام کے لیے زیادہ تھا اور فقراء مدینہ کی پرستاری فرماتے جب رات ہوتی تو اپنی پشت پر زنبیل اٹھا لیتے جن میں سونا چاندی کے درہم و

دینار، آتا خرے ہوتے اور وہ ان کے لیے لے جاتے اور فقراء کو یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ چیزیں کس کی طرف سے ہیں اور وہ بزرگوار کریم تھے اور ہزار غلام آزاد کئے تھے اور ابوالفرج کہتا ہے کہ جب حضرت کو یہ خبر ملتی کہ فلاں شخص پریشان اور بدحال ہے تو آپؑ اس کے لیے دیناروں کی تھیلی بھیجتے اور آپؑ کی تھیلیاں تین سو اور دو سو دینار کے درمیان تھیں اور آپؑ کی وہ تھیلیاں زیادتی مال کے لحاظ سے مشہور تھیں اور لوگوں نے حضرت سے روایت وہ اپنے زمانہ کے زیادہ فقیہ اور سب سے زیادہ حافظ قرآن تھے جو آپؑ کی تلاوت سنتا تو گریہ کرنے لگتا اور مدینہ کے لوگ آپؑ کو زین المجتہدین کہتے اور غصہ پی جانے اور جو ظالمین کی طرف سے آپؑ پر ظلم ہوتا اس پر صبر کرنے کی وجہ سے آپ کا نام کاظم ہو گیا یہاں تک کہ وہ قید و بند میں شہید ہو کر رخصت ہوئے اور فرماتے تھے کہ میں ہر روز پانچ ہزار دفعہ استغفار کرتا ہوں اور خطیب بغدادی (جو کہ اعاظم اہل سنت اور ان کے موثق اور قدیم مورخین میں سے ہے) کہتا ہے کہ موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو شدت عبادت اور کوشش و اجتہاد کی وجہ سے عبد صالح کہتے تھے اور کہتا ہے کہ روایت ہوئی ہے کہ حضرت مسجد نبوی میں داخل ہوئے اور اول شب سر سجدہ میں رکھا میں لوگوں نے سنا کہ مسلسل کہہ رہے تھے۔ **عظم الذنب من عبدك فليحسن العفو من عندك** اور یہ بار بار کہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور اس روایت میں ہے کہ جو مامون نے موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے ہارون الرشید کے پاس جانے کے سلسلے میں نقل کی ہے، مامون کہتا ہے کہ اچانک میرے باپ کے ہاں ایک سن رسیدہ بزرگ آئے کہ جن کا چہرہ شب بیداری اور عبادت سے زرد اور متورم رنجور اور لاغر کر دیا تھا یہاں تک کہ وہ خشک مشک کی طرح ہو گئے تھے اور سجدوں کی کثرت نے ان کے چہرہ اور ناک کو زخمی کر دیا تھا اور آپ پر جو صلوات بھیجی جاتی ہے اس میں آپ کی توصیف میں کہا گیا ہے اے طویل سجدوں اور زیادہ آنسوؤں والے۔

مولف کہتا ہے کہ مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں چند روایات حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے مناقب و مفاخر کی بیان کروں۔

پہلی روایت: رات دن آپؑ کے سجدے اور عبادت کا بیان

شیخ صدوق نے عبداللہ قزوینی سے روایت کی ہے کہ ایک دن میں فضل بن ربیع کے پاس گیا وہ اپنے مکان کی چھت پر بیٹھا تھا جب اس کی نگاہ مجھ پر پڑی تو اس نے مجھے بلایا جب میں اس کے قریب گیا تو کہنے لگا! اس روشن دان سے اس مکان میں دیکھو تمہیں کیا نظر آتا ہے میں کہا زمین پر پڑا ہوا ایک کپڑا مجھے نظر آتا ہے۔ اس نے کہا اچھی طرح دیکھو جب میں نے غور کیا تو کہا کہ کوئی شخص سجدہ میں پڑا ہے، کہنے لگا کہ کیا اسے پہچانتے ہو میں نے کہا کہ نہیں، اس نے کہا کہ یہ تیرا آقا و مولا ہے میں نے کہا میرا مولا کون ہے، وہ کہنے لگا کہ تو میرے سامنے تجاہل کرتا ہے، میں نے کہا کہ میں کسی کو اپنا مولا گمان نہیں کرتا، اس نے کہا یہ موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام ہیں، میں رات دن ان کے حالات کی دیکھ بھال کرتا ہوں لیکن انہیں نہیں دیکھتا، مگر اسی حالت میں جو تم دیکھ رہے ہو جب صبح کی نماز پڑھ لیتے ہیں تو سورج نکلنے تک تعقیبات میں مشغول ہیں پھر سجدہ میں چلے جاتے ہیں اور مسلسل زوال شمس تک سجدہ میں رہتے ہیں اور کسی کو

موکل کیا ہے کہ جب سورج زوال کرے تو وہ انہیں خبر دے، جب سورج زوال کرتا ہے تو کھڑے ہوجاتے ہیں اور تجدید وضو کیے بغیر نماز میں مشغول ہوجاتے ہیں تو ہم جانتے ہیں کہ وہ سجدہ میں سوئے نہیں تھے، جب ظہر وعصر کی نماز نوافل کے ساتھ پڑھ لیتے ہیں تو پھر غروب آفتاب تک سجدہ میں چلے جاتے ہیں اور جب شام ہوجاتی ہے تو نماز کے لیے کھڑے ہوجاتے ہیں اور حدث کیے اور تجدید وضو کیے بغیر نماز میں مشغول ہوجاتے ہیں اور مسلسل نماز وتعقیبات میں رہتے ہیں یہاں تک کہ نماز عشاء کا وقت ہوجاتا ہے اور وہ نماز عشاء ادا کرتے ہیں اور جب نماز عشاء کے تعقیبات سے فارغ ہوتے ہیں تو بریانی سے افطار کرتے ہیں، جوان کے لیے لے آتے ہیں پھر تجدید وضو کرتے ہیں اور اس کے بعد سجدہ بجالاتے ہیں اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے ہیں تو تھوڑی دیر کے لیے بستر خواب پر استراحت کرتے ہیں پھر کھڑے ہوکر تجدید وضو کرتے ہیں اور مسلسل عبادت نماز دعا اور تضرع وزاری میں صبح تک رہتے ہیں اور صبح طلوع کرتی ہے تو نماز صبح میں مشغول ہوجاتے ہیں اور جب سے انہیں میرے پاس لے آئے ہیں ان کی یہی عادت ہے اور اس حالت کے علاوہ میں نے ان سے کوئی چیز نہیں دیکھی، جب میں نے اس سے یہ باتیں سنیں تو میں نے کہا کہ خدا سے ڈرو اور کوئی بُرا ارادہ ان کے متعلق نہ کرنا ورنہ وہ تمہاری نعمت کے زوال کا سبب ہوگا، کیوں کے جس شخص نے بھی ان سے برائی کی ہے وہ بہت جلدی دنیا میں اپنی جزا کو پہنچا ہے، فضل کہنے لگا بارہا میرے پاس پیغام بھیجا ہے کہ میں انہیں شہید کروں لیکن میں نے یہ پیش کش قبول نہیں کی اور انہیں بتادیا ہے کہ یہ کام مجھ سے نہیں ہوگا، اور اگر مجھے قتل بھی کردیں تو بھی جس چیز کی توقع مجھ سے رکھتے ہیں میں وہ نہیں کروں گا۔

دوسری روایت:

حضرت کی اس دعا میں ہے جو قید سے چھٹکارا کے متعلق ہے اور نیز روایت کی ہے ماجیلویہ سے علی بن ابراہیم سے اس کے باپ سے وہ کہتا ہے میں نے بعض اصحاب سے سنا وہ کہتا تھا کہ جس وقت ہارون الرشید نے موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو قید کیا تو رشید کی طرف سے آپ کو یہ خبر پہنچی تھی کہ وہ انہیں قتل کردے گا جب رات ہوئی تو آپؑ نے تجدید وضو کی اور قبلہ رخ ہوکر چار رکعت نماز پڑھی پس یہ دعا زبان پر جاری کی "یا سیدی نجنی من حبس هارون رشید و خلصنی من یدہ یا مخلص الشجر من بین رمل وطین وما ءویا مخلص اللبن من بین فرث ودم و یا مخلص الولد من بین مشیمة و رحم ویا مخلص النار من بین الحدید والحجر ویا مخلص الروح من بین الاحشاء والامعاء خلصنی من یدی هارون"

وہ کہتا ہے کہ جب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے یہ دعا پڑھی تو سیاہ رنگ کا مرد ہارون کو عالم خواب میں نظر آیا اس کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی اور اس کے سرہانے کھڑا اور کہہ رہا تھا اے ہارون موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو رہا کردے ورنہ تیری گردن اس تلوار سے اڑادوں گا۔ ہارون ڈرا اور حاجب کو بلایا اور کہا کہ زندان میں جاؤ اور موسیٰؑ کو رہا کردو، حاجب باہر آیا اور زندان کا دروازہ کھٹکھٹایا، زندانبان کہنے لگا کون ہے، کہنے لگا خلیفہ موسیٰؑ کو بلا رہا ہے، زندانبان نے کہا اے موسیٰ خلیفہ آپؑ کو بلا رہا ہے ہیں، حضرت ڈرتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا مجھے رات کے وقت کسی برائی کے علاوہ نہیں بلایا، پس آپ غمناک ہارون کے پاس آئے اور

سلام کیا، ہارون نے سلام کا جواب دیا اور کہا آپؑ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کیا اس رات کوئی دعا آپؑ نے مانگی ہے فرمایا، ہاں۔ کہنے لگا کیا دعا مانگی ہے فرمایا تجدید وضو کر کے چار رکعت نماز پڑھی ہے اور آنکھیں آسمان کی طرف بلند کی ہیں اور میں نے کہا ہے کہ اے میرے سید و سردار مجھے ہارون کے ہاتھ اور شر سے نجات دے۔

ہارون نے کہا کہ خداوند عالم نے آپؑ کی دعا قبول کی ہے پس آپؑ کو تین خلعتیں دیں اور اپنا گھوڑا سواری کے لیے دیا اور آپؑ کی عزت و تکریم کی اور اپنا ندیم بنایا۔ پھر کہنے لگا وہ دعا کے کلمات مجھے تعلیم کیجیے پھر انہیں حاجب کے سپرد کیا کہ انہیں ان کے گھر پہنچا دو اور موسیٰ علیہ السلام اس کے پاس شریف و کریم ہوئے اور ہر جمعرات کو اس کے پاس آتے تھے یہاں تک کہ دوبارہ آپؑ کو قید کر دیا اور پھر رہا نہیں کیا یہاں تک کہ آپؑ کو سندی بن شاہک کے سپرد کیا اور اس ملعون نے آپؑ کو زہر سے شہید کر دیا۔

تیسری روایت: ہارون کی کنیز کا آپؑ کی برکت سے عبادت گزار ہو جانا

روایت ہے کہ ہارون رشید نے حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے پاس ایک عقلمند اور صاحب جمال کنیز کو زندان میں بھیجا، جب کہ آپؑ قید میں تھے اور ظاہراً اس کے بھیجنے کا مقصد یہ تھا کہ شاید حضرت اس کنیز کی طرف میل و رغبت کریں تو آپؑ کی قدر و منزلت لوگوں کی نظر میں کم ہو جائے یا حضرت کو ختم کرنے کا کوئی بہانہ مل سکے اور ایک خادم بھیجا جو حالات کی جستجو کرے اس خادم نے دیکھا کہ وہ کنیز مسلسل سجدہ الٰہی میں ہے اور سر نہیں اٹھاتی اور وہ کہتی ہے قدوس قدوس، سبحانک سبحانک سبحانک، پس اس کنیز کو ہارون کے پاس لے گئے تو دیکھا کہ وہ خوفِ خدا کے مارے کانپ رہی ہے اور اس کی نگاہیں آسمان کی طرف ہیں اور وہ نماز میں مشغول ہو گئی۔ اس سے کہا گیا کہ یہ کیسی حالت ہے جو تجھ میں پیدا ہو گئی ہے وہ کہنے لگی کہ میں عبد الصالح کو اسی طرح دیکھا ہے اور ہمیشہ وہ کنیز اسی حالت میں رہی یہاں تک کہ اس کی وفات ہوئی اور ابن شہر آشوب نے اس روایت کو زیادہ تفصیل سے ذکر کیا ہے اور علامہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے جلاء العیون میں لکھا ہے۔

چوتھی روایت: حضرت کا عمری بدکردار کے ساتھ حسن خلق

شیخ مفید اور دوسرے علماء نے روایت کی ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایک شخص خلیفہ دوم کی اولاد میں سے رہتا تھا جو ہمیشہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو تکلیف دیتا اور آپؑ کو برا بھلا کہتا اور جب حضرت کو دیکھتا تو امیر المومنین کو گالیاں دیتا تھا یہاں تک کہ آپؑ کے متعلقین میں سے کچھ لوگ کہنے لگے کہ ہمیں اجازت دیجیے کہ ہم اس فاجر کو قتل کر دیں۔ آپؑ نے انہیں سختی کیساتھ اس کام سے منع کیا اور انہیں جھڑک دیا اور پوچھا کہ وہ شخص کہاں ہے عرض کیا گیا مدینہ کی فلاں طرف زراعت میں مشغول ہے حضرتؑ سوار ہوئے اور مدینہ سے اسے دیکھنے کے لیے تشریف لے گئے، جب پہنچے تو وہ اپنے کھیت میں کھڑا تھا۔ حضرت اسی طرح گدھے پر سواری کی حالت میں اس کے کھیت میں داخل ہو گئے وہ شخص چلانے لگا کہ ہماری زراعت کو خراب نہ کرو اور اسی راستہ سے نہ آؤ، حضرت جس طرح جا رہے تھے

چلتے رہے یہاں تک کہ اس کے قریب جا کر بیٹھ گئے اور اس سے کشادہ روئی کے ساتھ ہنستے ہوئے باتیں کرنے لگے اور اس سے سوال کیا کہ تو نے اس کھیت پر کتنا خرچ کیا ہے کہنے لگا کہ سو اشرفی، آپ نے فرمایا کتنی امید ہے کہ اس سے حاصل کرے، کہنے لگا میں غیب نہیں جانتا، آپؑ نے فرمایا میں نے کہا کتنی آمدنی کی تجھے امید ہے کہنے لگا امید ہے کہ دو سو اشرفی آمدنی ہوگی۔

پس آپ نے کیسہ زر نکالا کہ جس میں تین سو اشرفیاں تھیں اور اس کو دے دیا اور فرمایا اسے لے لو اور تیری زراعت بھی تیرے لیے ہے اور خدا تجھے اس سے روزی دے گا کہ جس کی تو امید رکھتا ہے، عمری کھڑا ہو گیا اور اس نے آپ کے سر کا بوسہ لیا اور حضرت سے درخواست کی کہ اس کی تقصیرات سے درگزر کرتے ہوئے اسے معاف کریں۔ حضرت نے تبسم کیا اور واپس تشریف لائے پھر اسی عمری کو مسجد میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے دیکھا کہ جب اس کی نگاہ حضرت پر پڑی تو کہنے لگا اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ خدا بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کہاں قرار دے رہا ہے اس کے ساتھیوں نے اس کہا کہ تجھے کیا ہو گیا ہے تو پہلے تو کچھ اور کہتا تھا، کہنے لگا تم نے سنا ہے جو میں نے کہا اب پھر سنو۔ پس اس نے آپؑ کو دعا دینا شروع کی اس کے ساتھیوں نے اس سے جھگڑا کیا وہ بھی اس سے جھگڑتا رہا، پس حضرت نے اپنے متعلقین سے کہا کہ کون سا طریقہ بہتر ہے وہ جو تم نے ارادہ کیا تھا یا وہ جو میں نے ارادہ کیا۔ میں نے تھوڑی سی رقم سے اس کے معاملہ کی اصلاح کر دی ہے اور اس سے اس کے شر کو روک دیا ہے۔

پانچویں روایت: آپؑ کا منصور کے حکم سے نوروز کے دن تہنیت کے لیے بیٹھنا

ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ نوروز کا دن تھا کہ منصور دوانقی نے امام موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ حضرت مجلس تہنیت میں بیٹھیں اور لوگ انہیں مبارک باد دینے کے لیے آئیں اور اپنے ہدیے اور تحفے ان کے پاس لے آئیں اور آنجناب وہ اموال قبض کریں۔ حضرت نے فرمایا میں نے ان اخبار میں تفتیش و نظر کی ہے جو میرے جد رسولؐ خدا سے وارد ہوئی ہیں اس عید کے لیے مجھے کوئی چیز نہیں ملی اور یہ عید اہل فارس کی سنت ہے اور اسلام نے اسے محو کر دیا ہے اور میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ ایسی چیز کا احیاء کروں جسے اسلام نے محو کر دیا ہو۔

منصور کہنے لگا کہ یہ لشکر کی سیاست کے لیے ہے اور آپؑ کو خدائے عظیم کی قسم دیتا ہوں کہ اس کو قبول کرتے ہوئے آپ مجلس میں بیٹھیں، پس حضرت نے قبول کیا اور مجلس تہنیت میں بیٹھ گئے امراء اور اعیان لشکر آپؑ کی خدمت میں شرفیاب ہوئے اور آپؑ کو تہنیت و مبارک باد دینے لگے اور اپنے ہدیے اور تحفے آپؑ کی خدمت میں پیش کرنے لگے، منصور نے ایک خادم کو موکل کیا ہوا تھا جو آپؑ کے پاس کھڑا تھا اور وہ ان اموال کو ایک رجسٹر میں ثبت کرتا جا رہا تھا جب سب لوگ آ چکے تو ان کے آخر میں ایک بوڑھا شخص وارد ہوا، اس نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ میں ایک فقیر آدمی ہوں میرے پاس مال تو نہیں تھا جو آپ کے پاس بطور تحفہ پیش کرتا البتہ آپ کے لیے تین بیت کا تحفہ لایا ہوں جو میرے جد نے آپ کے جد امام حسین علیہ السلام کے مرثیہ میں کہے ہیں اور وہ تین بیت یہ ہیں۔

عجبت لمصقول علاك فرنده
يوم الهياج وقد علاك غبار
ولاسهم نفذتك دون حرائر
يدعون جدك والدموع غزار
الا تقضقضت السهام دعا قها
عن جسمك الا جلال والا كبار

مجھے تعجب ہے صیقل شدہ تلوار سے جنگ کے دن جس کا جوہر تیرے اوپر تھا اور تیرے اوپر گرد وغبار تھا اور ان تیروں سے جو شریف زادیوں کے سامنے تیرے جسم کے آر پار تھے وہ اپنے جد بزرگوار کو پکارتی تھیں اور کثرت سے آنسو بہہ رہے تھے تیر کیوں نہیں ٹوٹ گئے اور تیرے جسم سے اجلال و بزرگی نے انہیں کیوں نہیں روکا، حضرت نے فرمایا میں تیرا ہدیہ قبول کیا بیٹھ جاؤ ''بارك الله فيك'' خدا تجھے برکت دے، پس آپ نے منصور کے خادم کی طرف سر بلند کیا اور فرمایا امیر کے پاس جاؤ اور اسے خبر کردو کہ اتنا مال جمع ہوا ہے اس مال کا کیا کرنا ہے، خادم گیا اور واپس آکر کہنے لگا منصور کہہ رہا ہے کہ میں نے یہ تمام مال آپؑ کو بخشا ہے جہاں چاہیں اسے خرچ کریں تو آپ نے اس بوڑھے شخص سے کہا کہ یہ تمام مال اٹھالو اور اپنے قبضہ میں کرلو یہ میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔

چھٹی روایت: آپ کا والی کو خط لکھنا ایک مومن کے حق میں وصیت کرتے ہوئے

علامہ مجلسی نے بحار میں امام موسیٰ بن جعفرؑ حالات میں کتاب قضاء حقوق المومنین سے نقل کیا ہے کہ اس نے اپنی سند کے ساتھ اہل رَے کے ایک شخص سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ یحییٰ بن خالد کے محتسبوں میں سے ایک شخص ہم پر والی بنا اور بادشاہ کی طرف سے میری گردن پر خراج کا اتنا بقایا تھا کہ اگر وہ مجھ سے لیتے تو میں فقیر ومحتاج ہو جاتا۔ جب وہ شخص والی ہوا تو مجھے خوف ہوا کہ کہیں وہ مجھے بلائے اور مال ادا کرنے پر مجبور کرے، بعض لوگوں نے کہا کہ یہ والی اس مذہب سے تعلق رکھتا ہے اور دعویٰ تشیع رکھتا ہے پھر بھی میں ڈرتا تھا کہ شاید وہ شیعہ نہ ہو اور جب میں اس کے پاس جاؤں تو وہ مجھے قید کرلے گا اور مال کا مطالبہ کرے اور مجھے کچھ آسیب وآزار پہنچائے مجبوراً میری یہ پختہ رائے ہوئی کہ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگوں اور اپنے امامؑ زمانہ کی خدمت میں مشرف ہو کر اپنا حال آپؑ سے عرض کروں تا کہ وہ میرے لیے کوئی چارہ کریں۔ پس میں نے حج کا سفر کیا اور اپنے مولا حضرت صابر یعنی موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے حالات کی شکایت کی اور اپنا چارہ کار آپؑ سے طلب کیا، حضرت نے اس والی کے لیے خط لکھا اور مجھے عطا فرمایا تا کہ اس تک پہنچاؤں اور خط میں آپ نے یہ کلمات تحریر فرمائے تھے۔

بسم الله الرحمن الرحيم۔ اعلم ان لله تحت عرشه ظلا يسكنه الأمن
اسدى الى اخيه معروفاً اونفس عنه كربةً أوادخل على قلبه سُروراً أوهذا

اخوك والسلام۔

یعنی جان لو کہ عرش کے نیچے خدا کا ایک سایہ رحمت ہے کہ جس میں جگہ نہیں ملے گی مگر اس شخص کو جو نیکی و احسان کرے اپنے بھائی کے ساتھ یا اس کے دکھ درد اور تکلیف کو دور کرے یا اس کے دل میں خوشی اور سرور داخل کرے اور یہ تیرا بھائی ہے، والسلام۔

پس جب میں حج سے واپس آیا تو رات کے وقت والی کے مکان پر گیا اور اجازت چاہی اور میں نے کہا کہ والی کی خدمت میں عرض کرو کہ ایک شخص حضرت صابر علیہ السلام سے آپ کے لیے پیغام لایا ہے، جب یہ خبر اس والی خدا پرست کو ملی تو وہ خود خوشی میں ننگے پاؤں دروازے تک آیا، دروازہ کھولا، مجھے بوسے دیئے اور مجھ سے بغل گیر ہوا اور بار بار میری آنکھوں درمیان کے بوسہ دیتا اور بار بار امام علیہ السلام کے حالات پوچھتا اور جب میں اسے آپؑ کی سلامتی کی خبر دیتا تو وہ خوش ہوتا اور شکر خدا بجالاتا۔ پس مجھے گھر کے اندر لے گیا صدر مجلس میں بیٹھایا اور میرے مدمقابل بیٹھ گیا، پس میں نے امام کا خط نکالا اور اسے دیا جب اس نے اس خط کو لیا تو کھڑا ہو گیا اور اسے چوما پڑھا اور جب اس کے مضمون پر مطلع ہوا تو اس نے اپنا مال ولباس منگوایا اور جو کچھ درہم و دینار اور لباس تھا وہ برابر برابر مجھ پر تقسیم کیا اور جس مال کی تقسیم ممکن نہیں تھی اس کی قیمت مجھے ادا کی اور جس چیز کو میرے ساتھ تقسیم کرتا اس کے بعد کہتا اے بھائی میں نے تجھے خوش کیا ہے؟ میں کہتا ہاں خدا کی قسم آپؑ نے مجھے خوش کیا ہے، پھر مطالبات کا دفتر اور رجسٹر منگوایا اور جو کچھ میرے نام تھا اسے مٹا دیا اور مجھے ایک تحریر برائت نامے کی دی اس مال سے جو بادشاہ مجھ سے چاہتا تھا، پس میں اس سے وداع ہوا اور اس کی خدمت سے باہر آیا اور اپنے دل میں کہا کہ اس شخص نے جو کچھ میرے ساتھ احسان و نیکی کی ہے میں اس کا بدلہ دینے کی قدرت تو نہیں رکھتا بہتر ہے کہ میں سفر حج پر جاؤں اور موسم حج میں اس کے لیے دعا کروں اور اپنے مولا کی خدمت میں بھی شرفیاب ہوں اور اس شخص کے احسان کو جو اس نے مجھ سے کیا ہے وہ حضرت کے سامنے نقل کروں تا کہ آنجناب بھی اس کے لیے دعا کریں۔ پس میں حج کے لیے گیا اور اپنے مولا کی خدمت میں پہنچا، میں نے اس شخص کا سارا واقعہ بیان کرنا شروع کیا میں بات کرتا تھا اور بار بار آپؑ کا چہرہ خوشحالی اور سرور سے چمک اٹھتا میں نے عرض کیا اے مولا کیا اس کے کاموں نے آپ کو مسرور کیا ہے۔ امیر المومنین کو مسرور کیا ہے خدا کی قسم میرے جد امجد رسول خداؐ کو مسرور کیا ہے اور بیشک خداوند عالم کو مسرور کیا ہے مولف کہتا ہے کہ حدیث شیخ احمد بن فہد نے کتاب عدۃ الداعی میں تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ یقطین حسن بن علی بن یقطین کے دادا سے روایت کی ہے اور فرمایا ہے کہ وہ اہواز میں تھا اور صابر کی جگہ صادق علیہ السلام مذکور ہے اور علامہ مجلسی نے بحار کی کتاب عشرت میں ابن فہد کی روایت کی طرف اشارہ کیا ہے اور فرمایا کہ یہ روایت جو حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے مروی ہے زیادہ ظاہر ہے۔

ساتویں روایت: حضرت کا بشر حافی کی توبہ کا سبب بننا

علامہ حلی نے منہاج الکرامتہ میں نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے ہاتھ پر بشر حافی نے توبہ کی اور اس کا

سبب یہ ہوا کہ ایک دن حضرت بغداد میں اس کے گھر کے دروازے کے پاس سے گزرے تو آپؑ نے سنا کہ ساز و غنا اور لے و رقص کی آواز اس کے گھر سے آرہی ہے، پس اس گھر سے ایک کنیز نکلی کہ جس کے ہاتھ میں کوڑا کرکٹ تھا وہ اس نے گھر کے دروازے پر پھینک دیا۔ حضرت نے اس سے فرمایا اے کنیز اس مکان کا مالک آزاد ہے یا غلام، اس نے کہا کہ آزاد ہے، فرمایا سچ کہتی ہو اگر غلام ہوتا تو اپنے آقا سے ڈرتا، کنیز جب لوٹ کر گئی تو بشر شراب نوشی پر تھا اس نے پوچھا کیا وجہ ہے تو نے دیر کی، کنیز نے بشر سے حکایت بیان کی، بشر ننگے پاؤں باہر کی طرف بھاگا اور حضرتؑ کی خدمت میں جا کر معذرت کی اور گریہ کیا اور اظہار شرمندگی کے ساتھ اپنی خوشی سے حضرت کے دست شریف پر توبہ کی۔ مولف کہتا ہے کہ بشر کی تین بہنیں تھیں جو اس کے طریق پر سالک تھیں اور اہل تصوف کو اس سے بڑی عقیدت ہے اور اسے حافی کہتے تھے اس لیے کہ وہ ہر وقت ننگے پاؤں رہتا تھا۔ اس کے ننگے پاؤں رہنے کی ظاہراً وجہ یہ تھی ، چونکہ وہ پا برہنہ دوڑ کر امام موسیٰؑ کی خدمت میں گیا اور سعادت عظمیٰ تک پہنچا تھا اور بعض نے نقل کیا ہے کہ خود اس سے ننگے پاؤں رہنے کا راز پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا، واللہ جعل لکم الارض بساطاً خدا نے زمین کو تمہارے لیے فرش بنایا ہے یہ ادب نہیں کہ بادشاہوں کے فرش پر انسان جوتے کے ساتھ رہے، اس کی وفات ۲۲۶ ہجری میں ہوئی۔

آٹھویں روایت: آپؑ کا بوڑھے آدمی کی اعانت میں اہتمام کرنا

زکریا اعور سے روایت ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں نے ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام کو نماز کے لیے کھڑے ہوئے دیکھا آپ نماز پڑھ رہے تھے اور آپؑ کے پہلو میں ایک بوڑھا تھا اس نے اپنی جگہ سے اٹھنے کا ارادہ کیا، وہ صاحب اعصا تھا اور چاہتا تھا کہ اپنا اعصا ہاتھ میں لے حضرت نے باوجودیکہ نماز میں تھے خم ہو کر اس بوڑھے کا اعصا اٹھا کر اسے دیا، پھر اپنی نماز کی جگہ کو پلٹے۔

مولف کہتا ہے کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ کتنا زیادہ اہتمام کرنا چاہیے بوڑھے شخص کے لیے اور اس کی اعانت و تجلیل و توقیر میں، اسی لیے روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص بوڑھے آدمی کی عزت کرے اس کے سفید بالوں کی وجہ سے تو خداوند عالم قیامت کے دن کے بڑے خوف سے اسے مامون قرار دے گا اور ایسے شخص کی تجلیل کرنا جس نے اسلام میں اپنے بال سفید کئے ہیں خدا کی تجلیل واحترام ہے اور حضرت رسول خدا سے مروی ہے، آپ نے فرمایا کہ بوڑھوں کی عزت کرو کیوں کہ بوڑھوں کی عزت کرنا خدا کی تجلیل و عزت ہے، نیز روایت ہے آپؐ نے فرمایا برکت تمہارے بوڑھوں کے ساتھ ہے اور بوڑھا آدمی اپنی قوم میں مثل پیغمبر کے ہے۔

نویں روایت: آپؑ کا ہارون کے دربار میں جانا اور اس کا آپ کی عزت وتوقیر کرنا

شیخ صدوق نے عیون میں سفیان بن نزار سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں مامون کے سرہانے کھڑا تھا کہنے لگا تم

جانتے ہو کہ مجھے تشیع اور شیعیت کس نے سکھائی ہے سب کہنے لگے خدا کی قسم ہم نہیں جانتے کہنے لگا رشید نے مجھے سکھایا ہے وہ کہنے لگے یہ کیسے ہو سکتا ہے، حالانکہ رشید تو اہل بیتؑ کو قتل کرتا تھا کہنے لگا وہ تو ملک و سلطنت کے لیے قتل کرتا تھا ملک عقیم ہے (عقیم اُسے کہتے ہیں جس کے ہاں اولاد نہ ہوتی ہو یعنی ملک و سلطنت میں نسب کوئی فائدہ نہیں دیتا، کیوں کہ انسان اس کی طلب میں بھائی ،باپ، چچا اور بیٹے کو قتل کر دیتا ہے) پھر مامون کہتا ہے کہ میں اپنے باپ رشید کے ساتھ ایک سال حج کے لیے گیا جب وہ مدینہ میں پہنچا تو اپنے دربان سے کہا کہ میرے ہاں اہل مکہ و مدینہ مہاجر و انصار کی اولاد بنی ہاشم اور باقی قریش میں سے کوئی شخص نہ آنے پائے جب تک کہ وہ اپنا حسب و نسب بیان نہ کرے پس جو شخص آتا وہ کہتا کہ میں فلاں بن فلاں ہوں اپنے آخری جد ہاشم یا قریش مہاجر یا انصار تک شمار کرتا تو رشید اسے پانچ ہزار زر سرخ یا اس سے کم دو سو سرخ تک اس کے آباؤ اجداد کے شرف و مہاجرت کے لحاظ سے عطا کرتا، پس میں ایک دن بیٹھا ہوا تھا کہ فضل بن ربیع آیا اور کہنے لگا اے امیر المومنین دروازے پر ایک شخص کھڑا ہے اور وہ یہ اظہار کرتا ہے کہ وہ موسیٰ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہے۔ میرے والد نے ہماری طرف رخ کیا (میں امین اور تم موتمن اور باقی سرداران لشکر جو کہ اس کے سرہانے کھڑے تھے) اور کہنے لگا اپنی حفاظت کرنا یعنی کوئی نامناسب حرکت نہ کرنا پھر کہنے لگا انہیں اجازت دو اور وہ نہ اتریں مگر میرے فرش پر ہم اسی حالت میں تھے کہ ایک بوڑھا آدمی داخل ہوا کہ زیادہ شب بیداری اور عبادت نے اس کا رنگ زرد اور جسم کو بوجھل اور چہرہ متورم کر دیا تھا اور عبادت نے اسے لاغر کر دیا تھا اور سجدہ نے اس کے چہرہ اور ناک کو زخمی کیا ہوا تھا جب رشید کو دیکھا تو اپنے گدھے سے اُترنے لگا رشید نے بلند آواز سے کہا لا واللہ میرے فرش پر ہی پیادہ ہونا پس دربان اسے پیادہ ہونے سے مانع ہوئے، ہم سب نظر اجلال و اعظام کے ساتھ اس کی طرف دیکھ رہے تھے اور وہ اسی طرح گدھے پر سوار آ رہا تھا سب افسر اس کے گرد اگرد آ گئے تھے، پس فرش تک آ کر وہ اترا اور رشید کھڑا ہو گیا اور آخر فرش تک اس کا استقبال کیا اور اس کے چہرے اور دونوں آنکھوں کا بوسہ لیا اور اس کے ہاتھ پکڑ کر اسے صدر مجلس میں لا کر اپنے پہلو میں بٹھایا، اس سے باتیں کرنے لگا اور رشید کا منہ اس کی طرف تھا اور اس سے حالات پوچھ رہا تھا پس اس نے کہا اے ابوالحسنؑ آپؑ کے اہل و عیال کتنے ہیں فرمایا پانچ سو سے زیادہ ہیں کہنے لگا یہ سب آپؑ کی اولاد ہیں فرمایا نہیں اکثر موالی اور خادم ہیں باقی رہی میری اولاد تو وہ تیس اور کچھ کم ہیں ان میں سے اتنے بیٹے اور اتنی بیٹیاں، کہنے لگا اپنی بیٹیوں کی شادی ان کے بنی اعمام اور ان کے اکفاء سے کیوں نہیں کرتے۔ فرمایا اتنی دسترس نہیں کہنے لگا آپ کی جائداد اور زراعت کا کیا حال ہے فرمایا کبھی کچھ ہو جاتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا کہنے لگا، کتنا۔ فرمایا اندازہ دس ہزار دینار ہے کہنے لگا اے ابن عم تو میں اس قدر آپ کو مال دوں گا کہ جس سے آپ اپنے بیٹوں کی شادی کر سکیں اور بیٹوں کو دلہن بنائیں اور آپ کے کھیت آباد ہو سکیں۔

حضرت نے اسے دعا دی اور اس کام میں ترغیب دلائی اس وقت فرمایا اے امیر! خداوند عالم نے اپنے اپنے زمانہ کے والیوں یعنی ملوک و سلاطین پر واجب کیا ہے کہ وہ امت کے فقیروں کو خاک سے اٹھائیں اور قرض خواہوں نے انہیں نجات دلائیں اور عیالداروں کی دستگیری کریں اور ننگوں کو لباس دیں، تنگدستی اور زحمت و محنت کے جکڑے ہوئے لوگوں سے محبت و نیکی کریں تو اُن سے

اُولیٰ ہے کہ یہ کام کرے۔

کہنے لگا اے ابوالحسنؑ میں یہ کام ضرور کروں گا اس کے بعد آپؑ کھڑے ہو گئے اور رشید بھی آپؑ کے ساتھ اُٹھ کھڑا ہوا اور دونوں آنکھوں اور چہرہ کا بوسہ لیا پھر میری (مین موتمن کی) طرف رخ کیا اور کہنے لگا اے عبداللہ، اے محمد، اے ابراہیم اپنے چچا اور سید و سردار کے ساتھ جاؤ اور ان کی رکاب پکڑ کر انہیں سوار کرو اور ان کے لباس کو درست کرو اور ان کی ان کے گھر تک مشایعت کرو، پس ہم نے ایسا ہی کیا جیسا ہمارے باپ نے کہا تھا راستہ میں جب کہ ہم ان کی مشایعت کر رہے تھے حضرت ابوالحسن نے چھپ کر میری طرف رخ کیا اور مجھے خلافت وحکومت کی بشارت دی اور فرمایا جب اس امر کا مالک ہو جائے تو میرے بیٹے کے ساتھ نیکی کرنا، پس ہم واپس آ گئے اور میں باقی بیٹوں کی نسبت باپ کے سامنے زیادہ جرات رکھتا تھا، جب مجلس خالی ہوئی تو باپ نے کہا۔

"اے امیر المومنین یہ شخص کون تھا کہ جس کی آپ نے تعظیم وتکریم کی اور اس کے لیے اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور اس کا استقبال کیا، اسے صدر مجلس میں بٹھایا اور خود اس سے نیچی جگہ بیٹھے اس کے بعد ہمیں حکم دیا تو ہم نے اس کی رکاب تھامی"

کہنے لگا یہ لوگوں کا امام مخلوق پر اس کی حجت اور اس کے بندوں کے درمیان اس کا خلیفہ ہے میں نے کہا اے امیر المومنین کیا ایسا نہیں کہ جو صفات آپؑ نے بیان کی ہیں وہ سب آپ کے لیے ہیں، کہنے لگے میں اس گروہ کا ظاہراً اور قہر غلبہ سے امام ہوں اور موسیٰ بن جعفر علیہ السلام امام حق ہے خدا کی قسم اے میرے بیٹے وہ مقام رسول کا مجھ سے اور تمام لوگوں سے زیادہ حق دار ہے اور خدا کی قسم اگر تو بھی اس امر میں یعنی حکومت وخلافت میں مجھ سے نزاع کرے تو تیرا سر کہ جس میں تیری دونوں آنکھیں ہیں قلم کر دوں، کیونکہ ملک عقیم ہے اور جب چاہا کہ مدینہ سے مکہ کی طرف کوچ کرے تو حکم دیا کہ سیاہ تھیلی میں دو سو دینار رکھو اور فضل کی طرف رخ کیا اور کہنے لگا یہ موسیٰ بن جعفرؑ کے پاس لے جاؤ اور کہو کہ امیر المومنین کہہ رہے ہیں کہ ہم اس وقت تنگ دست ہیں ہمارا عطیہ اس کے بعد آپ کے پاس آئے گا۔

میں اُٹھا اور آگے بڑھا اور کہا اے امیر المومنین آپ نے مہاجرین وانصار کی اولاد اور باقی قریش اور بنی ہاشم کو اور انہیں کہ جس کا حسب ونسب بھی تجھے معلوم نہیں پانچ ہزار دینار اور اس سے کم دیا ہے اور موسیٰ بن جعفر کو دو سو دینار دے رہے ہیں جو کہ کم ترین تیرا عطیہ ہے جو تو لوگوں پر کرتا ہے، حالانکہ ان کا اتنا اکرام واجلال واعظام کیا تھا، کہنے لگا اسکت لا ام لک خاموش رہو تمہاری ماں نہ ہو، اگر زیادہ مال اسے دوں تو اس سے مامون نہیں کہ کل ایک لاکھ اپنے شیعہ اور تابعین کی تلواریں میرے منہ پر لگائے اور اگر وہ اور اس کے اہل بیت تنگدست اور پریشان رہے تو یہ بہتر ہے میرے لیے اور تمہارے لیے اس سے کہ ان کا ہاتھ اور آنکھیں فراخ ہوں۔

دسویں روایت: حدیث ہندی اور راہب وراہبہ کا آپ کے ہاتھ پر اسلام لانا

شیخ کلینی نے یعقوب بن جعفر سے روایت کی ہے کہ میں ابوابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے پاس تھا کہ آپؑ کے پاس

نجران یمن میں سے عیسائیوں کا ایک راہب آیا کہ جس کے ساتھ ایک راہبہ عورت بھی تھی پس ان کے حاضر خدمت ہونے کی فضل بن سوار نے اجازت چاہی، امام علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا جب کل کا دن ہو تو انہیں اُم الخیر کے کنویں کے پاس لے آنا، راوی کہتا ہے کہ دوسرے دن ہم وہاں آگئے انہیں دیکھا کہ وہ آئے ہوئے ہیں، پس امام علیہ السلام نے حکم دیا تو خرمے کے پتوں سے بنا ہوا ایک بوریا لے آئے اور زمین پر اسے بچھا دیا، پس حضرت تشریف فرما ہوئے اور وہ بھی بیٹھ گئے اس عورت نے بہت سے سوال و مسائل پوچھے اور حضرتؑ نے ان سب کا جواب دیا اس کے بعد حضرت نے اس عورت سے کچھ سوال کئے تو اس کے پاس اُن کا کوئی جواب نہ تھا جو وہ دیتی پس وہ اسلام لے آئی، پھر اس راہب نے سوال کرنے شروع کئے اور حضرت نے ان سب سوالوں کا جواب دیا پس راہب نے کہا کہ میں اپنے دین میں محکم و پختہ تھا اور میں نے روئے زمین پر کوئی عیسائی نہیں چھوڑا کہ جس کا مجھے علم ہوا ہو کہ وہ عالم ہے اور میں اس کے پاس نہ پہنچا ہوں؛ تحقیق میں نے سنا کہ ہند میں ایک شخص ہے کہ جب وہ چاہتا ہے ایک ہی رات دن کے اندر بیت المقدس سے ہو کر واپس اپنے گھر ہندوستان میں چلا جاتا ہے پس میں نے پوچھا کہ یہ شخص ہندوستان میں کس جگہ رہتا ہے بتایا گیا کہ سندان میں، میں نے اس شخص سے پوچھا کہ جس نے اس کے حالات بتائے تھے کہ اس شخص نے یہ قدرت کہاں سے پائی ہے کہنے لگا کہ اس نے وہ اسم سیکھا ہے کہ جو اس آصف وزیر سلیمان کے پاس تھا جس کی وجہ سے وہ اس تخت کو لے آیا تھا جو شہر سبا میں تھا کہ جس کا ذکر خداوند عالم نے تمہاری کتاب میں اور ہمارے لیے کہ ہم صاحب دین ہیں ہماری کتابوں میں کیا ہے، پس حضرت امام موسیٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ خدا کے ایسے کتنے نام ہیں جو پلٹائے نہیں جاتے اس معنی میں کہ (ان سے) ضرور دعا قبول ہوتی ہے راہب کہنے لگا کہ خدا کے نام تو بہت ہیں لیکن ان میں سے محتوم وحتمی کہ جن کے ساتھ سوال کرنے والے کا سوال رد نہیں ہوتا اور وہ ناامید نہیں ہوتا وہ سات ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ان میں سے جو تجھے یاد ہیں وہ بتاؤ۔

راہب کہنے لگا قسم ہے اس خدا کی جس نے موسیٰؑ پر تورات نازل کی اور عیسیٰؑ کو عالمین کے لیے عبرت اور شکر گزار صاحبان عقل کے لیے امتحان بنایا اور محمدؐ کو برکت و رحمت بنایا اور علیؑ کو عبرت و بصیرت بنایا یعنی لوگوں کے لیے عبرت کا سبب اور دین میں ان کی بینائی و بصیرت کا ذریعہ اور اوصیاء علیہم السلام کو محمد و علیؑ کی نسل میں قرار دیا کہ میں ان سات اسماء کو نہیں جانتا اور اگر وہ مجھے معلوم ہوتے تو میں ان کی تلاش میں آپ کے کلام کا محتاج نہ ہوتا اور نہ میں آپؑ کے پاس آتا اور نہ آپؑ سے سوال کرتا۔

پس حضرت نے اس سے فرمایا کہ اس ہندوستانی کے ذکر کی طرف پلٹو، راہب کہنے لگا کہ میں نے وہ نام سُنے لیکن ان کے باطن و ظاہر کو نہیں جانتا ہوں کہ وہ کیا ہیں اور کیسے ہیں اور ان کے پڑھنے کا مجھے علم نہیں تھا، پس میں روانہ ہوا یہاں تک کہ میں ہندوستان کے سندان شہر میں پہنچا تو میں نے اس شخص کے حالات پوچھے لوگوں نے بتایا کہ اس نے پہاڑ میں ایک گرجا بنایا ہوا ہے اور وہ باہر نہیں آتا اور اسے دیکھا نہیں جا سکتا مگر سال میں دو مرتبہ اور اہل ہندوستان کا گمان یہ ہے کہ خداوند عالم نے اس کے گرجے میں پانی کا چشمہ جاری کیا ہے اور گمان رکھتے ہیں کہ اس کے لیے بیج ڈالے بغیر زراعت اُگتی ہے اور کام کیے بغیر اس کی کاشت ہوتی ہے۔

پس میں گیا یہاں تک کہ اس کے مکان کے دروازے پر پہنچ گیا اور میں وہاں تین دن تک رہا نہ میں نے اس کا دروازہ

کھٹکھٹایا اور نہ ہی دروازہ کھولنے کے لیے کوئی چارہ کیا جب چوتھا دن ہوا تو خداوند عالم نے دروازہ کھول دیا، ہوا یوں کہ ایک گائے آئی جس کے اوپر جلانے کی لکڑیاں تھیں اور وہ اپنے پستانوں کوان کے بڑے ہونے کی وجہ سے کھینچ رہی تھی قریب تھا کہ اس کے پستانوں سے دودھ باہر نکل آئے پس اس نے زور سے دروازے کو دھکیلا تو دروازہ کھل گیا میں بھی اس کے پیچھے جا کر اندر داخل ہو گیا تو میں نے اس شخص کو بیٹھے ہوئے دیکھا وہ آسمان کی طرف دیکھ کر گریہ کرتا اور زمین کی طرف دیکھ کر روتا اور پہاڑوں کو دیکھ کر رونے لگتا پس میں نے کہا سبحان اللہ تجھ جیسے افراد اس زمانہ میں کتنے تھوڑے ہیں۔

وہ کہنے لگا خدا کی قسم کہ میں تو اس شخص کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہوں کہ جسے تو اپنے پیچھے چھوڑ آیا ہے جب کہ تو اس طرف متوجہ ہوا (یعنی حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام) پس میں نے اس سے کہا کہ مجھے لوگوں نے بتایا ہے کہ اسماء خدا میں سے ایک اسم تیرے پاس ہے کہ جس کی مدد سے تو شب وروز میں بیت المقدس جا کر اپنے گھر واپس لوٹ آتا ہے وہ کہنے لگا کیا تو بیت المقدس کو پہچانتا ہے میں نے کہا کہ میں تو کسی بیت المقدس کو نہیں پہچانتا سوائے اس کے کہ جو شام میں ہے۔

وہ کہنے لگا وہ بیت المقدس نہیں ہے بلکہ وہ تو بیت ہے جو مقدس و پاکیزہ قرار دیا گیا ہے اور وہ آل محمد کا گھر ہے میں نے اس سے کہا جو کچھ آج تک میں نے سنا ہے بیت المقدس وہی ہے جو شام میں ہے وہ کہنے لگا وہ تو انبیاء کے محراب ہیں اور اس جگہ کو خطیرہ المحاریب کہتے ہیں یعنی وہ احاطہ کہ جس میں انبیاء کے محراب ہیں یہاں تک کہ فترت کا زمانہ آیا اور وہ زمانہ جو واسطہ ہے محمد اور عیسیٰ علیہما السلام کے درمیان اور اہل شرک سے بلا و مصیبت قریب ہوئی اور عذاب شیاطین کے گھروں میں وارد ہوئے اور بعض نے جلت الغخات ج و غ کے ساتھ پڑھا ہے یعنی بلند و واضح ہوئیں، باتیں شیاطین کے گھروں میں آہستہ ہوئی تھیں یعنی بدعتیں اور باطل شبہے مدارس و مجالس علماء اہل ضلالت میں پس انہوں نے منتقل کیا اور پھیر دیا ناموں کوان کی جگہ سے دوسری جگہوں کی طرف اور ناموں کو دوسرے ناموں سے تبدیل کر دیا اور یہی ہے خدا کے اس ارشاد کا مقصد **ان هی الا اسماء سمیتموها انتم واٰبائکم ما انزل الله بها من سلطان** نہیں ہیں یہ مگر نام جو تم نے اور تمہارے اباؤ اجداد نے رکھے ہیں، خدا نے تمہارے لیے کوئی برہان نازل نہیں فرمایا۔

آیت کا باطن آل محمدؐ کے لیے ہے اور اس کا ظاہر مثال ہے پس میں نے اس شخص ہندوستانی سے کہا کہ میں نے تیری طرف دور کے شہر سے سفر کیا ہے اور تیری طرف آتے ہوئے میں نے غم واندوہ اور خوف برداشت کئے ہیں اور رات دن مایوسی کی حالت میں گردش کرتا پھرتا ہوں تا کہ اپنی حاجت پر کامیابی حاصل کروں۔

وہ کہنے لگا کہ جب تیری والدہ تجھ سے حاملہ ہوئی تو میں دیکھتا ہوں کہ اس کے پاس ایک ملک کریم آیا اور میں دیکھتا ہوں کہ جب تیرا والد تیری والدہ کے ساتھ ہمبستری کرنے لگا تو اس نے غسل کیا اور تیری والدہ کے پاس پاکیزگی کی حالت میں گیا ہے اور میرا گمان صرف یہ ہے کہ تیرے باپ نے انجیل کا چوتھا سفر یا تورات کو پڑھا تھا اس رات بیداری کی حالت میں تا کہ اس کی اور تیری عاقبت بخیر ہو۔

پس چلا جا جہاں سے آیا ہے اور چلتا رہ یہاں تک کہ مدینہ محمد میں پہنچ جائے کہ جسے طیبہ کہتے ہیں اور زمانہ جاہلیت میں اس کا نام یثرب تھا پس اس جگہ کی طرف متوجہ ہو کر جسے بقیع کہتے ہیں اور سوال کر کہ دار مروان کسے کہتے ہیں وہاں رہائش اختیار کر اور وہاں تین دن تک ٹھہرے رہنا تا کہ جلد بازی سے کہیں وہ یہ نہ سمجھ لیں کہ تم کس لیے آئے ہو، پس سوال کر واس کالے رنگ کے بوڑھے سے جو اس مکان کے دروازے پر بیٹھ کر چٹائیاں بناتا ہے اور ان کے شہروں میں بوڑھے کا نام خصف ہے، پس اس بوڑھے کے ساتھ شفقت اور مہربانی سے پیش آؤ اور اس سے کہنا کہ مجھے تمہارے گھر اس شخص نے بھیجا ہے کہ جو تم سے مکان لیا کرتا تھا اور جو تمہارے مکان کے کنارے کے اس کمرے میں ٹھہرتا تھا جس میں چار لکڑیاں ہیں یعنی جس کا دروازہ نہیں ہے اور اس سے سوال کر و فلاں بن فلاں فلانی کے حالات کے متعلق یعنی موسیٰ بن جعفر علیہ السلام اور اس سے پوچھو کہ ان کی مجلس کہاں ہیں اور وہ اس مجلس میں کس وقت جاتے ہیں تو ضرور وہ بوڑھا یا تو وہ شخص تجھے دکھائے گا یا تجھے اس کی نشانیاں بتائے گا اور تو اسے ان نشانیوں کے ذریعہ پہچان لے گا اور میں تیرے لیے اس کی صفت بیان کرتا ہوں۔

میں نے اس سے کہا کہ جب میں اس کی ملاقات کروں تو پھر میں کیا کام کروں تو وہ کہنے لگا، اس سے سوال کر ان چیزوں کے متعلق جو ہو چکی ہیں اور ان کے متعلق جو ہونے والی ہیں اور معالم دین کے متعلق جو کہ ہو چکے ہیں یا جو باقی رہنے ہیں جب راہب کی گفتگو یہاں تک پہنچی تو حضرت ابوابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ بیشک تجھے نصیحت کی ہے تیرے دوست نے کہ جس کی تو نے ملاقات کی ہے، راہب کہنے لگا کہ اس کا نام کیا ہے، فرمایا متمم بن فیروز جو عجم کی اولاد ہے اور وہ ان اشخاص میں سے ہے جو خدائے یکتا پر ایمان لائے ہیں کہ جس کا کوئی شریک نہیں اور جو کہ اخلاص و یقین سے اس کی پرستش کرتے اور اپنی قوم سے ڈر کے مارے بھاگے ہوئے ہیں کہ وہ کہیں ان کے دین کو ضائع و برباد نہ کر دیں، پس اس کے پروردگار نے اسے حکمت عنایت کی اور سیدھے راستے کی ہدایت کی اور اسے متقیوں میں سے قرار دیا اور اس کے اور اپنے مخلص بندوں کے درمیان شناسائی اور پہچان کرائی اور وہ ہر سال مکہ کی زیارت اور حج کے لیے آتا ہے اور ہر مہینہ عمرہ بجالاتا ہے اور اپنی جگہ سے جو ہندوستان میں ہے خدا کے فضل و اعانت سے مکہ آتا ہے اور خدا شکر کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتا ہے، پس راہب نے حضرت سے بہت سے مسائل پوچھے اور حضرت نے ان کا جواب دیا اور کچھ چیزیں حضرت نے راہب سے پوچھیں کہ جن کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا تو حضرت نے ان کا بھی اسے جواب دیا، اس کے بعد راہب نے عرض کیا کہ مجھے ان آٹھ حروف کی خبر دیجئے جو آسمان سے نازل ہوئے ہیں، لیکن ان میں سے چار تو زمین پر ظاہر ہوئے اور چار فضا میں معلق ہیں راہب نے کہا کہ کس پر نازل ہوں گے وہ چار حروف جو فضا میں ہیں اور کون ان کی تفسیر کرے گا، آپ نے فرمایا ہمارا قائم علیہ السلام خداوند عالم وہ حروف ان پر نازل فرمائے گا اور وہ اس کی تفسیر کریں گے اور ایسی چیز بھی نازل فرمائے گا جو صدیقین مرسلین اور ہدایت شدہ لوگوں پر نازل نہیں ہوئی، پس راہب نے کہا کہ ان چار حروف میں سے دو کی مجھے خبر دیجئے جو زمین میں ہیں وہ کیا ہیں، فرمایا میں تجھے ان چار حروف کی ہی خبر دیتا ہوں، ان میں سے پہلا ہے **لا اله الا الله وحده لا شريك له باقياً** اور دوسرا ہے **محمد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم مخلصاً** یعنی پہلا حرف توحید ہے جو کہ ہر حالت میں

باقی ہےدوسرا رسالت پناہ کی رسالت ہے، تیسرا یہ کہ ہم اہل بیتؑ پیغمبر ہیں اور چوتھا یہ کہ ہمارے شیعہ ہم میں سے ہیں اور ہم رسول خدا سے اور رسول اللہ خدا سے ایک سبب کی وجہ سے یعنی یہ اتصال اور تعلق شیعوں کا ہم سے اور ہمارا پیغمبر سے اور پیغمبر کا خدا سے ایک رسی کی وجہ سے ہے کہ جس سے مراد دین ہے ولایت ومحبت کے ساتھ پس راہب نے کہا اشهد ان لا اله الا الله وحدہ لا شریك له وان محمدا رسول اللهؐ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ خدائے یکتا کے علاوہ کوئی مستحق عبادت نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو کچھ وہ خدا کی طرف سے لے کر آئے ہیں وہ حق ہے اور یہ کہ آپؐ خدا کے برگزیدہ ہیں مخلوقات میں سے اور یہ کہ آپؐ کے شیعہ پاکیزہ ہیں اور ان کے لیے عاقبت ہے جو خدا نے قرار دی ہے اور فرمایا ہے کہ "والعاقبة للمتقين" یعنی انجام اچھا ہو جو کہ ظفر ونصرت ہے دنیا میں اور نعمت سے پرشدہ بہشت آخرت میں اور حمد وستائش ہے اس خدا کے لیے جو عالمین کا پالنے والا ہے، پس حضرت نے خز کا جبہ کوہستانی پیراہن، طیلسان اور جوتا اور ٹوپی منگوا کر اس کو دی اور ظہر کی نماز پڑھی اور اس شخص سے فرمایا کہ اپنا ختنہ کرو وہ کہنے لگا میرا ساتویں دن ختنہ کیا گیا تھا۔

مولف کہتا ہے کہ فاضل نبیل جناب خلیل شرح کافی میں راہب کے کلام کی تشریح میں کہتے ہیں کہ خدا کے مخفی اسماء کہ جن کے واسطہ سے سوال کرنے والے کی دعا رد نہیں ہوتی سات ہیں ،فرمایا سات ناموں سے مراد سات امام علیؑ، حسنؑ، حسینؑ، علیؑ، محمد جعفرؑ موسیٰ علیہ السلام ہیں پس اس زمانہ میں بارہ اسم ہیں اور کتاب التوحید میں چھبیسویں باب کی چوتھی حدیث میں گزر چکا ہے کہ نحن ولله الاسماء الحسنى التي لا يقبل الله من العباد عملا الا بمعرفتنا فقیر کہتا ہے اچھا تھا کہ وہ جناب سات اسم سے مراد تمام معصومین لیتے ،کیونکہ ان کے نام سات ہیں اور اس سے تجاوز نہیں کرتے اور وہ اسماء مبارکہ یہ ہیں۔محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ، جعفرؑ، اور موسیٰ علیہم السلام اور یہی تاویل ہوئی ہے سبع مثانی کی خدا کے اس قول میں ولقد اتيناك سبعاً من المثانی والقرآن العظيم باقی رہا اس آیت کا معنی ان هي الا اسماء سميتموها انتم واباؤكم ما انزل الله بها من سلطان اس کا باطن وظاہر یہ ہے کہ یہ آیت مبارکہ سورہ النجم میں ہے اور اس سے پہلے یہ آیات ہیں۔

افرايتم اللات والعزى ومنات الثالثة الاخرى الكم الذكر وله الانثى تلك اذا قسمة ضيزى ان هي الا اسماء سميتموها الاية۔اس کا ماحصل یہ ہے کہ مشرکین کے تین بت تھے، ہر ایک کا انہوں نے ایک ایک نام رکھا ہوا تھا، ایک کا لات دوسرے کا عزیٰ اور تیسرے کا منات اور ان ناموں کا اطلاق ان پر اس اعتبار سے تھا کہ اس کے پاس کھڑے ہو کر عبادت کریں اور عزیٰ اس قابل ہے کہ اسے معزز ومکرم سمجھیں اور منات اس لائق ہے کہ اس کے پاس قربانی کا خون بہایا جائے۔خداوند عالم فرماتا ہے کہ یہ بت جنہیں تم نے اپنا خدا قرار دیا ہے یہ تو صرف اسماء ہیں بغیر مسمی کے کہ جن کے تم نے اور تمہارے اباؤ اجداد نے نام رکھے ہیں خدا نے تو ان کی سچائی کی کوئی برہان ودلیل نازل نہیں کی اور اس آیت کا تتمہ یہ ہے ان يتبعون الا الظن وما تهوى الانفس ولقد جاءهم من ربهم الهدى یعنی مشرکین صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں اور جن

چیزوں کی ان کے نفوس خواہش کرتے ہیں اور بیشک اُن کے پروردگار کی طرف سے وہ کچھ آیا ہے جو ان کی ہدایت کا سبب ہے ظاہر آیت تو معلوم ہوا ظاہری بتوں کے متعلق ہے اور باقی رہا اس کا باطن تو وہ خلفاء جور اور تین بڑے بتوں کے متعلق ہے کہ جن کے لیے انہوں نے اسماء بے مسمی اور بیوجہ نام رکھ دیئے ہیں مثلاً امیر المومنین جو کہ شاہ ولایت کا آسمانی لقب ہے اسے دوسری جگہ پھیر دیا ہے۔

تیسری فصل

حضرت موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام کے چند واضح معجزات جو آپؑ کی امامت کے دلائل ہیں

پہلا معجزہ: حضرت کا ہشام بن سالم کے دل کی بات بتانا

شیخ کشی نے ہشام بن سالم سے روایت کی ہے کہ میں اور مومن الطاق حضرت صادق علیہ السلام کی وفات کے بعد مدینہ میں تھے اور لوگوں کا اجتماع ہو رہا تھا کہ حضرت کا بیٹا عبداللہ باپ کے بعد امام ہے، میں اور ابو جعفر بھی اس کے پاس گئے ہم نے دیکھا کہ لوگ اس کے گرد جمع ہیں اس وجہ سے انہوں نے روایت کی ہے کہ امر امامت بڑے بیٹے میں ہوتا ہے جب تک وہ صاحب عاہت و آفت نہ ہو، ہم داخل ہوئے اور اس سے مسئلہ پوچھا جیسا کہ اس کے والد سے پوچھا کرتے تھے، پس ہم نے پوچھا کہ زکوۃ کتنی مقدار میں واجب ہے وہ کہنے لگا دو سو درہم میں پانچ درہم، ہم نے کہا سو درہم میں کیا کرے، وہ کہنے لگا اڑھائی درہم زکوۃ دے، ہم نے کہا خدا کی قسم مرجیہ بھی یہ بات نہیں کہتے جو تو کہہ رہا ہے۔ عبداللہ نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کئے اور کہنے لگا خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں کہ مرجیہ کیا کہتے ہیں، ہم اس کے ہاں سے ضلالت و گمراہی کی حالت میں باہر نکلے میں اور ابو جعفر مدینہ کے ایک کوچہ میں بیٹھے گریان و حیران تھے، نہیں جانتے تھے کہ کہاں جائیں اور کس کا قصد کریں، ہم کہتے تھے مرجیہ کی طرف جائیں یا قدریہ یا زیدیہ یا معتزلہ یا خوارج کی طرف، ہم اس حالت میں تھے کہ میں ایک بوڑھے شخص کو دیکھا کہ جسے میں نہیں پہچانتا تھا، اس نے مجھے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ ادھر آؤ مجھے خوف ہوا کہ کہیں وہ منصور کا جاسوس نہ ہو کیونکہ اس نے مدینہ میں اپنے جاسوس چھوڑے ہوئے تھے کہ وہ دیکھیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے شیعہ جس شخص پر اتفاق کرلیں اس کی گردن اڑا دیں، لہذا مجھے خوف ہوا کہ یہ ان میں سے نہ ہو میں نے ابو جعفر علیہ السلام سے کہا کہ تم دور ہو جاؤ کیوں کہ مجھے اپنے اور تمہارے بارے میں خوف ہے، اس شخص نے مجھے بلایا ہے نہ کہ تمہیں

لہذا دور ہو جاؤ تا کہ بلاوجہ قتل ہونے کے حوالہ نہ کرو، ابو جعفر کچھ دور ہو گیا اور میں اس شیخ کے ہمراہ چل پڑا، مجھے یہ خوف تھا کہ میں اس سے چھٹکارا حاصل کر سکوں گا، وہ مجھے موسیٰ بن جعفرؑ کے دروازے پر چھوڑ کر چلا گیا۔ پس میں نے دیکھا کہ ایک خادم دروازے پر موجود ہے اس نے مجھ سے کہا کہ اندر چلے جاؤ، خدا تم پر رحمت کرے۔

میں اندر گیا تو دیکھا کہ حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام موجود ہیں۔ آپ نے ابتدا فرمایا نہ مرجیہ کی طرف نہ قدریہ نہ زیدیہ معتزلہ اور نہ خوارج کی طرف جاؤ بلکہ میری طرف میری طرف آؤ۔

میں نے عرض کیا آپ پر فدا ہو جاؤں آپ کے والد اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں، فرمایا ہاں، عرض کیا کیا موت سے گئے ہیں، فرمایا ہاں، میں نے کہا کہ آپ پر قربان جاؤں ہمارے لیے ان کے بعد کون ہے، فرمایا اگر خدا نے تمہاری ہدایت چاہی تو وہ تمہیں ہدایت کرے گا، میں نے عرض کیا قربان جاؤں عبداللہ کا یہ گمان ہے کہ باپ کے بعد وہ ہے، فرمایا یرید عبداللہ "ان لا یعبد اللہ" عبداللہ چاہتا ہے کہ خدا کی عبادت نہ کی جائے، دوبارہ میں نے پوچھا کہ آپ کے باپ کے بعد کون ہے، حضرت نے وہی پہلا سا جواب دیا، میں نے کہا آپؑ امام ہیں فرمایا میں یہ نہیں کہتا، میں نے دل میں کہا کہ میں نے سوال ٹھیک نہیں کیا لہذا میں نے عرض کیا، قربان جاؤں آپؑ پر، کوئی امام ہے، فرمایا کہ نہیں پس اتنی ہیبت اور عظمت حضرت کی مجھ پر طاری ہوئی کہ جسے خدا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ اس سے بھی زیادہ جوان کے والد سے مجھ پر طاری ہوتی تھی جب ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے میں نے عرض کیا میں آپؑ سے وہ سوالات کروں جو آپؑ کے والد سے کرتا تھا۔ فرمایا سوال کرو اور جواب سنو لیکن اسے فاش نہ کرو، کیونکہ فاش کیا تو قتل ہونے کا اندیشہ ہے، ہشام کہتا ہے کہ میں نے حضرت سے سوالات کیے تو معلوم ہوا کہ علم کا دریا ہے میں نے عرض کیا قربان جاؤں آپؑ کے شیعہ گمراہی اور ضلالت میں مبتلا ہیں آیا آپؑ کی بات لوگوں پر القاء کروں اور انہیں آپؑ کی امامت کی طرف بلاؤں۔ فرمایا جس میں رشد و صلاح کے آثار تجھے نظر آئیں انہیں اطلاع دو اور ان سے عہد و پیمان لو کہ وہ پوشیدہ رکھیں اور اگر فاش کیا تو پھر ذبح ہے اور اشارہ کیا ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف، پس ہشام باہر نکلا اور اس نے مومن طاق مفضل بن عمر ابو بصیر اور باقی شیعوں کو اطلاع دی تو شیعہ آپ کی خدمت میں آتے اور آپؑ کی امامت کا یقین کر لیتے اور لوگوں نے عبداللہ کے پاس جانا چھوڑ دیا اور بہت تھوڑے ہی لوگ اب اس کے پاس جاتے تھے۔ عبداللہ نے اس کے سبب کی تحقیق کی تو لوگوں نے اسے کہا کہ ہشام بن سالم نے لوگوں کو تجھ سے متفرق کیا ہے، ہشام کہتا ہے کہ عبداللہ نے کچھ لوگوں کو معین کیا کہ جب مجھے دیکھیں تو مجھے ماریں۔

دوسرا معجزہ! شطیطہ نیشاپوریہ کی خبر کہ جس میں کئی ایک دلائل اور معجزات ہیں حضرتؑ کے

ابن شہر آشوب نے ابو علی بن راشد وغیرہ سے ایک طویل خبر میں روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ نیشاپور کے شیعہ جمع ہوئے

اور انہوں نے سب میں سے محمد بن علی نیشاپوری کا انتخاب کیا اور تیس ہزار دینار اور پچاس ہزار درہم اور دو ہزار پارچے کپڑا اسے دیا کہ وہ انہیں امام موسیٰ علیہ السلام کے لیے لے جائے اور شطیطہ نے جو کہ ایک مومنہ خاتون تھی ایک درہم صحیح اور کچھ کچے سوت کا کپڑا دیا جو اس نے اپنے ہاتھ سے کاتا تھا اور جس کی قیمت چار درہم تھی اور کہنے لگی ان اللہ لا یستحیی عن الحق، یعنی یہ جو میں بھیج رہی ہوں اگرچہ تھوڑا ہے لیکن حق امام کے بھیجنے سے حیاء نہیں کرنا چاہیے، وہ کہتا ہے کہ فثنیتُ درهمها میں نے اس کے درہم کو موڑ کر لپیٹ دیا، پس وہ لوگ ایک دستہ کاغذات لے آئے کہ جن پر سوالات تھے اور اس میں ستر ورقے تھے ہر ورق پر ایک سوال لکھا تھا اور باقی ورق سفید چھوڑا ہوا تھا تاکہ اس سوال کا جواب اس کے نیچے لکھا جائے اور دو دو ورقوں کو ایک دوسرے پر رکھا ہوا تھا۔

اور کمر بند کی طرح تین بند اس پر چسپاں کئے ہوئے تھے اور ہر بند پر مہر لگائی ہوئی تھی تاکہ کوئی انہیں کھولے نہیں اور کہنے لگے کہ یہ دستہ کاغذوں کا رات کو امام کو دینا اور اس رات کی صبح کو لے لینا، پس جب دیکھو کہ مہریں صحیح وسالم ہیں تو ان میں سے پانچ مہریں توڑ کر دیکھنا کہ اگر مہریں توڑے بغیر مسائل کا جواب دیا ہوا ہے تو وہ امام اور مال کے مستحق ہیں، لہذا یہ سب مال انہیں دے دینا ورنہ ہمارے پاس واپس لے آنا، وہ شخص مدینہ میں مشرف ہوا اور عبداللہ افطح کے پاس گیا، اس کا امتحان کیا تو سمجھا کہ یہ تو امام نہیں ہیں وہاں سے باہر آیا اور اس نے کہا رب اهدنی الی سوآء الصراط۔اے پروردگار مجھے سیدھے راستہ کی ہدایت کر وہ کہتا ہے میں اسی اثناء میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک ایک لڑکا میں نے دیکھا جو کہہ رہا تھا کہ چلو اس شخص کے پاس کہ جسے چاہتے ہو وہ تمہیں بلا رہا ہے، پس وہ مجھے امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے دروازے پر لے گیا اور جب حضرت نے مجھے دیکھا تو فرمایا اے ابوجعفر کیوں ناامید ہوتے ہو اور کیوں یہود ونصاریٰ کی طرف جانے کا ارادہ کرتے ہو میری طرف آؤ میں ہوں حجت خدا اور ولی خدا، کیا ابوحمزہ نے میرے جد بزرگوار کی مسجد کے دروازے پر پہنچایا نہیں پھر فرمایا کہ میں نے ان مسائل کا مکمل جواب دیا ہے جو کاغذوں کے پلندے میں ہیں تمام ان کا کہ جن کے تم محتاج ہو، پس انہیں لے آؤ اور شطیطہ کا درہم بھی لے آؤ کہ جس کا وزن ایک درہم اور دو دانق ہے اور وہ اس کیسہ میں ہیں کہ جس میں چار سو درہم واز داری ہیں، اور اس کا کپڑا بھی لے آؤ جو اہل بلخ کے دو بھائیوں کے کپڑے کے پشتوارہ میں ہے۔

راوی کہتا ہے کہ حضرت کی گفتگو سے میری عقل اڑ گئی اور وہ سب کچھ لے آیا جو آپؑ نے فرمایا تھا اور آپؑ کے سامنے رکھ دیا، پس آپؑ نے شطیطہ کا درہم اس کے پارچے کے ساتھ اٹھایا اور میری طرف رخ کر کے فرمایا ان اللہ لا یستحیی عن الحق بیشک خدا حق سے شرم وحیا نہیں کرتا، اے ابوجعفر شطیطہ کو میرا سلام پہنچانا اور اسے یہ ہمیانی دے دینا اور اس میں چالیس درہم تھے پس فرمایا کہ اس سے کہنا کہ ہم نے یہ ہدیہ بھیجا ہے تیرے لیے اپنے کفن کا ایک ٹکڑا کہ جس کا سوت ہماری اپنی زمین قریہ صیدا کا ہے جو جناب فاطمہ زہرا کی بستی ہے اور میری بہن حلیمہ حضرت صادقؑ کی بیٹی نے اسے کاتا ہے اور شطیطہ سے کہنا کہ ابوجعفر اور کپڑا اور درہم کے پہنچنے کے انیس دن بعد تک وہ زندہ رہے گی، پس اس تھیلی میں سے سولہ درہم اپنے اوپر خرچ کرنا اور اس میں سے چوبیس درہم اپنا صدقہ اور جو کچھ تیری طرف سے ضروری ہے قرار دینا اور میں خود تیری نماز

جنازہ آ کر پڑھاؤں گا، پھر آپؑ نے اس شخص سے فرمایا، اے ابوجعفر جب مجھے دیکھو تو مخفی رکھنا، کیوں کہ یہ تمہاری نگہبانی کے لیے بہتر ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ مال اس کے مالکوں کو واپس کر دینا اور ان مہروں کو توڑ دو جو کاغذوں کے پلندے پر ہیں اور دیکھو کہ آیا میں نے مسائل کا جواب دیا ہے کہ نہیں، اس سے پہلے کہ تم میرے پاس آتے وہ کہتا ہے کہ میں نے مہریں دیکھیں تو وہ صحیح و سالم تھیں اور کس کا ہاتھ انہیں لگا تھا، پس میں نے ان میں سے کہ وسط میں سے ایک کو دیکھا کہ جس میں تحریر تھا عالم کا کیا فرمان ہے اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے میں نے خدا کے لیے نذر کی ہے کہ ہر قدیم غلام کو آزاد کروں گا، حالانکہ اس کی ملکیت میں کئی ایک غلام ہیں یعنی اس میں سے کون سا غلام آزاد ہوگا، حضرت نے اپنے خط شریف میں لکھا تھا۔

جواب، ہر وہ غلام آزاد ہونا چاہیے کہ جو چھ ماہ سے پہلے اس کی ملک میں ہے اور اس کی صحت کی دلیل خدا کا یہ ارشاد ہے "والقمر قدرناہ منازل حتیٰ عاد کالعرجون القدیم" مقصد یہ ہے کہ خداوند عالم نے اس آیت میں چاند کو تشبیہ دی ہے بعد اس کے کہ وہ اپنی منازل میں سیر کرے خوشہ خرما کی پرانی لکڑی کے ساتھ اور اسے قدیم کے لفظ کے ساتھ تعبیر کیا ہے اور چونکہ خوشہ خرما کی لکڑی چھ ماہ کی مدت میں ہلالی شکل پیدا کرتی ہے، پس قدیم وہ ہے کہ جس پر چھ ماہ گزر جائیں اور تازہ جو قدیم کے خلاف ہے وہ ہے کہ جسے اس کے ملک میں چھ ماہ نہ گزرے ہوں۔

راوی کہتا ہے پھر میں نے دوسری مہر توڑی تو میں نے دیکھا اس میں لکھا تھا، عالم کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے خدا کی قسم میں مال کثیر صدقہ کروں گا تو وہ کتنی مقدار صدقہ دے۔

حضرت نے سوال کے نیچے اپنے خط مبارک سے لکھا تھا، جواب: جس شخص نے قسم کھائی ہے اگر اس کا مال گوسفند ہیں تو چوراسی گوسفند صدقہ کرے اور اگر اونٹ ہیں تو چوراسی اونٹ دے اور اگر درہم ہے تو چوراسی درہم دے اور اس کی دلیل خدا کا یہ ارشاد ہے "ولقد نصر کم اللہ فی مواطن کثیرۃ" یعنی بیشک خدا نے تمہاری بہت سے مقامات پر مدد کی، ہم نے رسول خداؐ کے مواطن اس آیت کے نزول سے پہلے کے شمار کیے تو وہ چوراسی تھے کہ جنہیں خداوند عالم نے لفظ کثیر سے موصوف کیا۔

راوی کہتا ہے پس میں تیسری مہر توڑی تو دیکھا اس میں لکھا تھا کہ جناب عالم کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اگر مردہ کی قبر اکھاڑی اور اس کا سر قلم کر لیا اور اس کا کفن چرایا، تو آپؑ نے اپنے خط سے لکھا، جواب اس شخص کا ہاتھ قلم کیا جائے گا چونکہ اس نے حرز سے چوری کی ہے اور دیت کی سو اشرفی اس کو دینی پڑے گی، سر کاٹنے کی بناء پر کیونکہ ہم نے مردہ کو اس بچہ کی طرح قرار دیا ہے جو کہ مادر شکم میں ہو، اس سے پہلے کہ اس میں رُوح پھونکی جائے۔ پس وہ شخص خراسان کی طرف لوٹ گیا، جب خراسان پہنچا تو دیکھا کہ جن لوگوں کے مال آپؑ نے قبول نہیں کیے تھے اور رد کر دیئے تھے وہ فطحی مذہب کے ہو چکے تھے، البتہ شطیطہ مذہب حق پر باقی تھی، پس حضرتؑ کا سلام، درہموں کی تھیلی اور کفن کا ٹکڑا جو حضرت نے اس کے لیے دیا تھا وہ اسے پہنچایا، پس وہ انیس دن زندہ رہی جیسا کہ حضرت نے فرمایا تھا، جب اس کی

وفات ہوئی تو حضرت اس کی تجہیز کے لیے تشریف لائے درآنحالیکہ آپؑ اونٹ پر سوار تھے اور جب اس کے معاملہ سے فارغ ہوئے تو اپنے اونٹ پر سوار ہو کر بیابان کی طرف لوٹے اور فرمایا کہ اپنے ساتھیوں کو خبر دینا اور انہیں میرا اسلام کہنا اور یہ بتانا کہ میں اور جو آئمہ علیہم السلام میں سے میری طرح ہیں ہم مجبور ہیں کہ تمہارے جنازے میں حاضر ہوں تم جس کسی شہر میں ہو پس اپنے معاملہ میں خدا سے ڈرو اور تقویٰ اختیار کرو۔

مولف کہتا ہے کہ میت کے سر قلم کرنے کے سوال کے جواب کو جو حضرت نے دیا پورے طور پر روایت میں نقل نہیں کیا گیا، اس سلسلہ میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہوئی ہے کہ جس کے ذکر کرنے سے کاظم علیہ السلام کا جواب بھی معلوم ہو جائیگا اور وہ روایت اس طرح ہے کہ

ابن شہر آشوب نے نقل کیا ہے کہ ربیع حاجب منصور کے پاس گیا جب کہ وہ خانہ کعبہ کے طواف میں مصروف تھا اور کہنے لگا، اے امیر المومنین کل رات آپ کا فلاں غلام فوت ہو گیا ہے اور مرنے کے بعد اس کا سر قلم کر لیا گیا ہے، منصور ربیع پا ہو گیا اور غضب ناک ہوا اور ابن ابی لیلیٰ اور دوسرے فقہا کی ایک جماعت سے پوچھا کہ یہ لوگ کیا کہتے ہیں اس مسئلہ میں سب کہنے لگے ہمارے پاس اس مسئلہ میں کچھ نہیں ہے اور منصور کہتا تھا کہ جس نے یہ کام کیا ہے میں اسے قتل کر دوں یا نہ کروں، اسی اثناء میں منصور سے کہا گیا کہ جعفر بن محمد علیہ السلام سعی میں داخل ہوئے ہیں، منصور نے ربیع سے کہا کہ جا کر ان سے یہ مسئلہ پوچھو، ربیع نے جب آپؑ سے پوچھا تو جواب میں فرمایا کہ جا کر کہو کہ اس شخص کو سو دینار دینا پڑے گا۔

جب ربیع نے منصور سے آ کر کہا تو فقہا کہنے لگے کہ یہ بھی اس سے پوچھئے کہ کیوں سو اشرفی دے، حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ نطفہ کی دیت بیس دینار ہے اور علقہ ہو جانے کی بیس دینار اور مضغہ میں بیس دینار اور ہڈیاں اُگنے میں بیس دینار اور گوشت آجانے کے بعد بیس دینار یعنی ہر مرتبہ کے لیے بیس دینار زیادہ ہوتے جائیں گے۔

یہاں تک کہ اس کی خلقت تمام ہو جائے اور ابھی روح داخل نہ ہو تو سو دینار ہو جاتے ہیں اور ان اطوار کے بعد حق تعالیٰ اس میں روح پھونک دیتا ہے اور دوسری خلق ہو جاتا ہے اور مردہ بچہ کی طرح ہے جو شکم میں ہو کہ جس نے ان مراتب کی سیر کی ہو، لیکن ابھی اس میں روح نہ پھونکی گئی ہو، ربیع واپس آیا اور حضرت کا جواب نقل کیا، سب اس جواب سے خوش ہوئے۔

اس وقت کہنے لگا، واپس جا کر پوچھو کہ اس میت کی دیت کس کو ملے گی، ورثا کا مال ہے یا نہیں۔ حضرت نے جواب میں فرمایا اس میں ورثا کا کوئی حق نہیں، کیونکہ یہ دیت اس چیز کے مقابلہ میں ہے جو اس کے بدن کو ملحق ہوئی ہے اس کے مرنے کے بعد اس مال سے میت کے لیے حج کرائی جائے یا اس کی طرف سے صدقہ دیا جائے یا اسے کسی اور کار خیر میں صرف کیا جائے۔

تیسرا معجزہ:

ابو خالد زبالی کی روایت ہے اور جو کچھ اس نے حضرت کے دلائل میں سے دیکھے، شیخ کلینی نے ابو خالد کی زبالی سے روایت

کی ہے وہ کہتا ہے کہ جب امام موسیٰ کو مہدی عباس کے پاس لے جا رہے تھے اور یہ پہلی دفعہ تھی جب حضرت کو مدینہ سے عراق لے گئے تو حضرت نے زبالہ میں قیام کیا، پس میں آپ سے گفتگو کر رہا تھا کہ حضرت نے مجھے غمناک دیکھا، حضرت نے فرمایا اے ابوخالد کیا ہو گیا ہے کہ میں تجھے غمناک دیکھ رہا ہوں میں نے عرض کیا کیسی طرح غمناک نہ ہوں، حالانکہ آپ کو اس ظالم بیباک کے پاس لیے جا رہے ہیں اور مجھے معلوم نہیں کہ آپ کے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔

فرمایا مجھے کوئی خطرہ نہیں جب فلاں مہینہ کا فلاں دن ہو تو پہلے میل پر میرا استقبال کرنا، ابوخالد کہتا ہے کہ مجھے کوئی ہم وغم نہیں تھا سوائے مہینوں اور دنوں کے گننے کے کہ یہاں تک کہ وہ موعود دن آ گیا، پس میں نے میل کے پاس گیا اور میں وہاں رہا یہاں تک کہ غروب آفتاب قریب آ گیا اور شیطان نے میرے سینہ میں وسوسہ ڈالا اور مجھے خوف ہوا کہ کہیں شک میں نہ پڑ جاؤں اس میں جو کہ حضرت نے فرمایا تھا کہ اچانک میری نگاہ قافلہ کی سیاہی پر پڑی جو عراق کی طرف سے آ رہا تھا، پس میں نے ان کا استقبال کیا تو دیکھا امامؑ اونٹوں کی قطار کے آگے خچر پر سوار آ رہے تھے، آپ نے فرمایا ایھا ابا خالدٌ اور بتاؤ اے ابوخالد۔

میں نے عرض کیا لبیک اے فرزند رسول، فرمایا شک نہ کرنا البتہ شیطان دوست رکھتا تھا کہ تجھے شک میں ڈالے میں نے حضرت سے عرض کیا حمد ہے خدا کی جس نے آپ کو ان ظالموں سے نجات دی، فرمایا میرے لیے ان کے پاس دوبارہ جانا ہے کہ پھر ان سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکوں گا۔

چوتھا معجزہ! حضرت کا خبر غیب دینا

نیز کلینی نے سیف بن عمیرہ سے اسحاق بن عمار سے روایت کی ہے وہ کہتا کہ میں نے عبد صالح یعنی حضرت امام موسیٰ علیہ السلام سے سنا، آپ نے ایک شخص کو مرنے کی خبر دی، میں نے استبعاد کے طور پر اپنے دل میں کہا کہ وہ جانتے ہیں کہ ان کے شیعوں میں سے وہ مرد فلاں دن مرے گا۔

جب یہ خیال میرے دل میں گزرا تو حضرت نے میری طرف غصہ والے شخص کی طرح دیکھا اور فرمایا اے اسحاق رشید ہجری کو موتوں اور ابتلا آت کا علم تھا، امام تو زیادہ حق رکھتا ہے کہ وہ یہ چیزیں جانتا ہو، اس کے بعد آپ نے فرمایا اے اسحاق جو کچھ کرنا چاہتے ہو کر لو، کیونکہ تمہاری زندگی ختم ہو رہی ہے اور دو سال اور تم زندہ رہ کر مر جاؤ گے اور تمہارے بھائی اور خاندان والے تمہارے بعد تھوڑے ہی دنوں میں آپس میں مختلف الکلم ہو جائیں گے اور بعض بعض سے خیانت کریں گے یہاں تک کہ ان پر ان کے دشمن شماتت کریں۔ فرمایا یہی تمہارے دل میں تھا نا، اسحاق نے کہا جو کچھ میرے سینے میں آیا ہے میں اس سے استغفار کرتا ہوں۔

راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد اسحاق تھوڑے ہی دنوں میں مر گیا اور اس کے بھائی چند دنوں میں فقیر ہو گئے اور ان کی زندگی دوسرے لوگوں کے اموال پر تھی یعنی بعنوان قرض و مضاربہ اور اس قسم سے زندگی بسر کرتے تھے بعد اس کا کہ پہلے ان کے پاس بہت سامال تھا۔

پانچواں معجزہ! حضرت کا طئی الارض کے ذریعہ مدینہ سے بطن الرمہ میں آنا

شیخ کشی نے اسماعیل بن سلام اور فلاں بن حمید سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ علی بن یقطین نے ہمیں پیغام بھیجا کہ دو اونٹ خرید کرو اور متعارف راستہ سے دور ہو کر غیر معروف راستہ سے مدینہ جاؤ اور ہمیں کچھ اموال اور خطوط دیئے اور کہنے لگا یہ ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو پہنچا دو، کوئی شخص تمہارے کام سے مطلع نہ ہو، پس ہم کوفہ میں آئے، دو اونٹ خرید کئے، زاد و توشہ سفر لیا، کوفہ سے نکلے اور راستہ سے ہٹ کر ہم جا رہے تھے یہاں تک ہم بطن الرمہ میں پہنچے، وہ ایک وادی ہے نجد کے اوپر والے حصہ میں کہتے ہیں کہ وہ مدینہ کی راہ میں ایک منزل ہے کہ اہل بصرہ اور کوفہ وہاں آ کر ملتے ہیں تو ہم اپنی سواریوں سے اتر پڑے اور انہیں باندھ کر ان کے سامنے گھاس ڈالی اور کھانا کھانے بیٹھے کہ اچانک ایک سوار آتا ہوا نظر آیا اور اس کے ساتھ ایک غلام تھا جب ہمارے قریب پہنچا اور ہم نے دیکھا کہ وہ امام موسیٰ علیہ السلام ہیں، پس ہم حضرت کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے اور سلام کیا اور خطوط و اموال جو ہمارے پاس تھے وہ حضرت کی خدمت میں پیش کئے پس آپ نے اپنی آستین سے خطوط نکالے اور ہمیں دیکھ کر فرمایا یہ تمہارے خطوں کے جواب ہیں، ہم نے عرض کیا کہ ہمارا زاد و توشہ تو ختم ہو گیا ہے، پس اگر آپؑ اجازت دیں تو مدینہ میں داخل ہو کر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کر لیں اور زاد راہ بھی لے لیں، فرمایا جو کچھ زاد راہ میں سے تمہارے پاس ہے وہ لے آؤ ہم نے اپنا توشہ باہر نکالا اور حضرت کی خدمت میں لے آئے، آپؑ نے اپنے ہاتھ میں لے کر اسے الٹ پھیر کیا اور فرمایا یہ تمہیں کوفہ تک پہنچا دے گا، باقی رہے رسولؐ خدا تو تم نے انہیں دیکھ لیا ہے، بیشک میں نے ان کے ساتھ صبح کی نماز ادا کی ہے اور نماز ظہر بھی انہیں کے ساتھ جا کر پڑھوں گا خدا کی حفظ و امان میں چلے جاؤ۔

مولف کہتا ہے حضرت کا یہ فرمان کہ تم نے رسول خداؐ کو دیکھ لیا ہے اس کے دو معنی ہیں، ایک تو یہ کہ مدینہ کے قریب پہنچ چکے ہو اور قرب زیارت حکم زیارت میں ہے اور دوسرا یہ کہ مجھے دیکھنا رسول اللہؐ کو دیکھنے کے برابر ہے جب تم نے مجھے دیکھ لیا تو رسول خداؐ کو دیکھ لیا اور یہ معنی صحیح ہے اگرچہ جگہ کہ جہاں وہ تھے مدینہ سے دور ہو۔

علامہ مجلسی نے فرمایا ہے کہ پہلا معنی اظہر ہے اور احقر کا یہ گمان ہے کہ دوسرا معنی اظہر ہے اور اسی معنی کی موید ہے، وہ روایت جو ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ ابوحنیفہ حضرت امامؑ صادق علیہ السلام کے دروازے پر آیا تا کہ حضرت سے حدیث سنے، حضرت گھر سے اس حالت میں نکلے کہ اعصا پر سہارا لیا ہوا تھا، ابوحنیفہ کہنے لگا اے فرزند رسولؐ آپ عمر کی اس حد تک نہیں پہنچے کہ آپ کو اعصا کی ضرورت ہو، حضرت نے فرمایا ایسا ہی ہے جیسا تم کہہ رہے ہو، لیکن یہ تو رسول خدا کا اعصا ہے میں نے چاہا کہ اس سے تبرک حاصل کروں پس ابوحنیفہ جھپٹا اس عصا کی طرف اور اجازت چاہی کہ اس کا بوسہ لے۔

حضرت نے اپنے بازو سے آستین الٹ دی اور اس سے فرمایا خدا کی قسم تجھے معلوم ہے کہ یہ رسولؐ کی کھال اور یہ رسولؐ کے بال ہیں، لیکن ان کا تو بوسہ نہیں لیتا اور اعصا کا بوسہ لے رہا ہے۔

چھٹا معجزہ! حضرت کا مغیبات کی خبر دینا

حمیری نے موسیٰ بن بکیر سے روایت کی ہے کہ حضرت امام موسیٰ علیہ السلام نے مجھے ایک رقعہ دیا کہ جس میں کچھ ضروریات لکھی تھیں اور آپؑ نے مجھ سے فرمایا کہ جو کچھ اس میں لکھا ہے اس پر عمل کرو، میں نے اسے مصلے کے نیچے رکھ دیا اور اس میں سستی کی پھر میں حضرت کے نزدیک سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ وہ رقعہ آپ کے دست مبارک میں ہے، آپؑ نے مجھ سے پوچھا کہ وہ کہاں ہیں میں نے عرض کیا گھر میں ہے، فرمایا اے موسیٰ جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو اس پر عمل کرو ورنہ میں تم پر غضب ناک ہوں گا، پس میں نے سمجھا کہ وہ رقعہ آپؑ کو جنات کے کسی بچے نے لا کر دیا ہے۔

ساتواں معجزہ! حضرت کا علی بن یقطین کو ہارون کے سر سے نجات دینا

حدیقۃ الشیعہ میں امام موسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں مذکور ہے کہ آپؑ کے معجزات میں سے دو چیزیں علی بن یقطین ہارون رشید کے وزیر سے متعلق واقع ہوئی ہیں جو کہ مخلص شیعوں میں سے تھا، ایک یہ کہ ایک دن رشید نے ایک قیمتی کپڑا جو بہت نفیس تھا علی مذکور کو دیا، چند دنوں کے بعد علی نے وہ کپڑا بہت سے مال کے ساتھ حضرتؑ کی خدمت میں بھیج دیا، امام نے باقی مال قبول کر لیا وہ کپڑا واپس کر دیا کہ اس کی حفاظت کرنا کیونکہ تمہیں اس کی ضرورت پڑے گی، علی کے دل میں آیا کہ اس کا کیا سبب ہوگا، لیکن چونکہ اسے حکم دیا گیا تھا، لہذا اس کی محافظت کی، کچھ مدت کے بعد ایک ایسے غلام کو جو ان کے حالات سے باخبر تھا کسی گناہ کی وجہ سے چند ڈنڈے لگائے، غلام ہارون رشید کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ علی بن یقطین ہر سال اپنے مال کا خمس تحفہ تحائف اور ہدیوں کے ساتھ موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پاس بھیجتا ہے اور ان چیزوں میں سے کہ جو اس سال بھیجی ہیں ایک وہ قیمتی کپڑا بھی ہے جو خلیفہ نے اسے عنایت کیا تھا رشید آگ بگولہ ہو گیا اور کہنے لگا، اگر یہ بات سچ نکلی تو اس کو سخت سزا دوں گا، فوراً علی کو بلایا اور کہنے لگا کہ فلاں کپڑا جو اس دن میں نے تجھے دیا تھا وہ کہاں ہے اُسے لے آؤ کہ اس سے ایک غرض متعلق ہے علی کہنے لگا کہ اسے خوشبو لگا کر ایک صندوق میں رکھ دیا ہے اسے اس قدر دوست رکھتا ہوں کہ میں اسے نہیں پہنتا، رشید کہنے لگا اسی وقت اسے حاضر کرو، علی نے اپنے ایک غلام کو بلایا اور کہنے لگا کہ فلاں صندوق جو فلاں کمرے میں رکھا ہے لے آؤ، جب وہ لے آیا تو رشید کے سامنے کھولا، رشید نے اسے اسی طرح دیکھا کہ جیسا علی نے کہا تھا، زینت اور خوشبو میں بسا ہوا دیکھا تو اس کا غصہ فرو ہوا اور کہنے لگا اسے اس کی جگہ پلٹا دو اور سلامتی کے ساتھ رہو کہ اس کے بعد کسی کی بات تمہارے حق میں قبول نہیں کروں گا۔ جب علی چلا گیا تو اس غلام کو بلا کر حکم دیا کہ اسے ایک ہزار تازیانے لگائے جائیں، جب تازیانے کی تعداد پانچ سو کو پہنچی تو وہ غلام مر گیا اور علی بن یقطین پر واضح ہو گیا کہ اس کپڑے کے واپس کرنے کا مقصد کیا تھا اس کے بعد خاطر جمعی سے اُسے حضرتؑ کی خدمت میں بھیج دیا۔

دوسری یہ کہ علی بن یقطین نے حضرت کو لکھا کہ روایات وضو کے متعلق مختلف ہیں، میں چاہتا ہوں کہ مجھے اپنے خط مبارک

سے لکھ کر عالم فرمائے کہ میں کس طرح وضو کیا کروں، امام علیہ السلام نے اسے لکھا کہ میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ تین مرتبہ منہ دھویا کرو اور ہاتھوں کو انگلیوں کے سروں سے لے کر کہنی تک تین مرتبہ دھولو اور پورے سر کا مسح کرو اور دونوں کانوں کے ظاہری حصہ کو مسح کرو اور پنڈلی تک پاؤں کو دھوؤ جس طرح حنفی کرتے ہیں۔

جب یہ نوشتہ علی کے پاس پہنچا تو اس نے تعجب کیا اور دل میں کہنے لگا یہ تو آپ کا مذہب نہیں ہے اور مجھے یقین ہے کہ ان اعمال میں سے کوئی بھی حق کے موافق نہیں، لیکن چونکہ امامؑ نے مجھے مامور کیا ہے، لہذا مخالفت نہیں کروں گا، جب تک کہ اس کا راز نہ کھل جائے اور اس کے بعد اسی طرح وضو کرتا تھا یہاں تک کہ مخالفین اور دشمنوں نے ہارون سے کہا کہ علی بن یقطین رافضی ہے اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے فتویٰ کے مطابق عمل پیرا ہے اور اس کے حکم سے تخلف نہیں کرتا، رشید نے خلوت میں اپنے خواص میں سے ایک شخص سے کہا کہ علی کی خدمت میں کوئی کمی نہیں، لیکن اس کے دشمن سختی سے کہتے ہیں وہ رافضی ہے اب میں نہیں جانتا کہ اس کا امتحان کس طرح کروں اور میرا دل مطمئن ہو جائے، وہ شخص کہنے لگا کہ شیعہ سُنی سے جتنا وضو کے مسئلہ میں مخالفت رکھتے ہیں ایسی مخالفت کسی مسئلہ میں نہیں ہے، اگر اس کا وضو ان سے موافق نہیں تو لوگوں کی بات سچ ہے ورنہ نہیں۔

رشید کو یہ بات معقول معلوم ہوئی ایک دن اسے بلایا اور اپنے مکان کے ایک کمرے میں کسی کام اور شغل میں لگایا تاکہ تمام شب و روز اپنے اوقات اس میں صرف کرے، حکم دیا کہ اس سے باہر نہ جاؤ اور ایک غلام کے علاوہ اس کے پاس کسی کو نہ رہنے دیا، علی کی یہ عادت تھی کہ وہ نماز علیحدگی میں ادا کرتے تھے جب غلام وضو کا پانی لے آیا تو اسے حکم دیا کہ کمرے کا دروازہ بند کر کے چلے جاؤ اور خود کھڑے ہو گئے اور جس طرح انہیں حکم دیا گیا تھا وضو کیا اور نماز پڑھنے لگا اور رشید خود اس سوراخ سے جو کمرے کی چھت میں تھا وہاں سے دیکھ رہا تھا، بعد اس کے کہ اسے معلوم ہوا کہ علی نماز سے فارغ ہو گیا ہے رشید آیا اور اس سے کہنے لگا، اے علی جو شخص تجھے رافضی سمجھتا ہے وہ جھوٹا ہے اور اب کے بعد میں تیرے متعلق کسی کی بات قبول نہیں کروں گا۔

اور اس واقعہ کے دو دن بعد امامؑ کی تحریر اسے پہنچی کہ جس میں صحیح وضو مذہب معصومین کے موافق مذکور تھا اور اسے حکم دیا تھا کہ اس کے بعد اس طریقہ پر وضو کیا کرو، کیونکہ جس چیز کا مجھے تمہارے بارے میں خوف تھا وہ گزر چکی ہے اطمینان رکھو اور اس طریقہ کی خلاف ورزی نہ کرو۔

آٹھواں معجزہ! حضرتؑ کا غیب کی خبر دینا

نیز حدیقہ، فصول المہمہ اور کشف الغمہ سے منقول ہے کہ جس وقت ہارون نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو قید رکھا تھا تو ابو یوسف اور محمد بن الحسن نے جو اس وقت مذہب اہل سنت کے مجتہد اور ابو حنیفہ کے شاگرد تھے، آپس میں مشورہ کیا کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پاس جائیں اور ان سے مسائل علمی پوچھیں اور اپنے اعتقاد کے مطابق آپؑ سے بحث و مناظرہ کریں اور حضرتؑ کو لاجواب کر دیں۔

جب آپ علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے، ابھی یہ پہنچے ہی تھے کہ وہ شخص جو سندی بن شاہک کی طرف سے آپؑ پر موکل تھا، آیا اور کہنے لگا میری نوبت اور باری ختم ہو گئی ہے اور میں اپنے گھر جا رہا ہوں، اگر آپؑ کو کوئی کام ہو تو مجھے فرمائیے تا کہ دوبارہ جب میری باری ہو تو میں وہ کام کر کے آؤں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا تم جاؤ کوئی خدمت اور کوئی کام میرا نہیں ہے، جب وہ شخص چلا گیا تو آپؑ نے ان کی طرف رخ کیا اور فرمایا کیا تم اس شخص پر تعجب نہیں کرتے کہ یہ آج رات مر جائے گا اور آیا اس لیے ہے کہ یہ کل میری ضرورت پوری کرے، پس دونوں کھڑے ہو کر باہر چلے گئے اور آپس میں کہنے لگے کہ ہم تو ان کے پاس اس لیے آئے تھے کہ ان سے مسائل فرض وسنت سنیں اور وہ خود بخود غیب کی خبر دینے لگے ہیں اور کسی کو انہوں نے بھیجا جو اس کے گھر کے دروازے پر خبر کا منتظر بیٹھے جب آدھی رات ہوئی تو اس گھر سے نالہ وفریاد کی آواز بلند ہوئی اور جب اس نے پوچھا کہ کیا ہوا تو انہیں نے بتایا کہ وہ شخص اچانک بغیر کسی بیماری کے مر گیا ہے، پس وہ ان کا بھیجا ہوا شخص ان دونوں کے پاس گیا اور انہیں خبر دی تو وہ دونوں دوبارہ امام علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور پوچھنے لگے ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہو کہ آپ نے یہ علم کہاں سے حاصل کیا ہے، آپؑ نے فرمایا وہ علم ہے جو رسول خداؐ نے علی مرتضیٰؑ کو تعلیم کیا تھا اور یہ ان علوم سے نہیں کہ جس میں دوسرے لوگوں کے لیے کوئی راستہ ہو، دونو متحیر اور مبہوت ہو گئے، انہوں نے چاہا کہ کوئی اور بات کریں لیکن نہ کر سکے اور دونوں اٹھ کر شرمندہ ہو کر واپس چلے گئے اور چھپانے کی برداشت بھی ان میں نہ تھی اور خود روایت کی اور نقل کیا ہے تا کہ قیامت کے دن ان پر حجت ہو۔

نواں معجزہ! پردہ پر بنی ہوئی شیر کی تصویر کو آپؑ کا حکم دینا کہ افسونگر کو چیر پھاڑ دو

ابن شہر آشوب نے علی بن یقطین سے روایت کی ہے ایک دفعہ ہارون الرشید نے ایک شخص کو بلایا تا کہ اس کے ذریعہ سے ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے امر کو باطل کرے اور مجلس عام میں آپؑ کو شرمسار کرے، پس اس کام کے لیے ایک جادوگر نے حامی بھر لی، جب دسترخوان بچھایا گیا تو اس جادوگر نے روٹی میں کوئی حیلہ کیا، پس اس طرح ہوا کہ جب حضرت کا خادم ارادہ کرتا کہ روٹی اٹھا کر حضرت کے پاس رکھے تو روٹی اس سے اڑ جاتی تھی، ہارون اس کام سے اتنا خوش ہوا اور اسے ہنسی آئی کہ وہ اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکا اور وہ آپے سے باہر ہو گیا، پس اسی اثناء میں امام موسیٰ علیہ السلام نے سر بلند کیا اس شیر کی تصویر کی طرف جو کہ یک پردہ پر بنی ہوئی تھی فرمایا اے اللہ کے شیر پکڑ لو اس دشمن خدا کو۔

پس وہ تصویر بہت بڑے شیر کی طرح اچھلی اور اس جادوگر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے، ہارون اور اس کے ندیم یہ امر عظیم دیکھ کر غش کھا گئے اور منہ کے بل گر پڑے اور جو کچھ انہوں نے دیکھا اس کے ہول سے ان کے ہوش اڑ گئے، جب ہوش میں آئے تو کافی دیر کے بعد ہارون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں اپنے حق کی آپؑ کو قسم دیتا ہوں جو آپؑ پر ہے اس تصویر سے خواہش کریں کہ وہ اس شخص کو واپس نگل دے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصانے جادوگروں کی رسیاں اور لاٹھیاں اُگل دی ہوتیں جو وہ نگل گیا تھا تو یہ تصویر بھی اس شخص کو اگل دیتی کہ جیسے نگل گئی ہے۔ مولف کہتا ہے بعض فضلاء نے شاید کہ وہ سید اجل آقائے سید حسین مفتی ہیں جنہوں نے شیخ بھائی سے یہ حدیث روایت کی ہے اس طرح سے فرمایا ہے کہ حدیث بیان کی مجھ سے شیخ نے جمعہ کی رات سات جمادی الاخری ۱۰۳۰ھ ہجری میں دو اماموں امام موسیٰؑ بن جعفرؑ اور ابوجعفرؑ جواد کی ڈیوڑھی کے سامنے اپنے والد شیخ حسین سے اپنے مشائخ واساتذہ سے پھر ان کے نام لیے شیخ صدوق تک ابن ولید سے صفار اور سعد بن عبداللہ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے حسن بن علی بن یقطین سے ان کے بھائی حسین سے اپنے باپ علی بن یقطین سے اور اس روایت کے سب راوی ثقات اور شیوخ طائفہ میں سے ہیں، پھر گذشتہ حدیث کو بیان کیا ہے جس طرح کہ ذکر ہو چکی ہے اور اس حدیث سے کوئی مخالفت نہیں رکھی سوائے اس کے اس میں خادم کا ذکر نہیں بلکہ اس میں ہے کہ حضرت خود روٹی اٹھانا چاہتے تھے اور دوسرا یہ کہ تصویر اس مکان کے ایک صحن میں تھی نہ کہ پردہ کے اوپر اور باقی حدیث دونو جگہ ایک جیسی ہے اور اس روایت کے بعد کہا کہ شیخ بھائی ادام اللہ ایامہ نے میرے سامنے امام موسیٰ علیہ السلام اور امام جواد کی مدح میں تین شعر کہے اور وہ تین شعر یہ ہیں جو ان بزرگوروں کی شان میں کہے گئے ہیں۔

الایا قاصد الزوراء عرج علی لغربی من تلک المغانی و نعلیک اخلعن واسجد خضوعاً اذا لاحت لدیك القبتان فتحتهما لعمرک نار موسیٰ ونور محمد متقارنان اے زوراء کا قصد رکھنے والے توقف اور رغبت کر وان منازل میں سے مغربی حصہ کے گھروں پر اور اپنے جوتے اتار لو اور خضوع وخشوع سے سجدہ کرو جب دو گنبد تجھے نظر آئیں تیری جان کی قسم ان کے نیچے موسیٰ کی آگ اور محمد کا نور ملے ہوئے ہیں۔

دسواں معجزہ! آپؑ کا شیر سے گفتگو کرنا

نیز ابن شہر آشوب نے علی بن ابی حمزہ بطائنی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں امام موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایک راستہ پر جا رہا تھا کہ ایک شیر نے ہمارا رخ کیا اور اس نے اپنا اگلا پاؤں حضرت کے خچر کے زین یا سرین پر رکھ دیا کہ جس پر حضرت سوار تھے، پس حضرت اس کے لیے رک گئے اس شخص کی طرح جو غور سے اس کی آواز سن رہا ہو پس شیر چلا گیا اور راستہ کے کنارے کھڑا ہو گیا اور حضرت ابوالحسنؑ نے اپنا رخ قبلہ کی طرف کیا اور دعا پڑھی کہ جسے میں نہ سمجھ سکا، اس کے بعد آپؑ نے شیر کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ جاؤ تو شیر نے طویل ہمہمہ کیا اور حضرت فرماتے تھے آمین، آمین۔ اس وقت شیر چلا گیا میں نے حضرت سے عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں مجھے آپؑ کے اس شیر کے واقعہ سے تعجب ہوا۔

آپؑ نے فرمایا یہ شیر میرے پاس آیا تھا اور اس نے اپنی شیرنی کی وردزہ کی سختی سے شکایت کی اور مجھ سے درخواست کی کہ میں خدا سے دعا کروں کہ وہ اسے کشائش عطا فرمائے تو میں نے اس کے لیے دعا کی اور میرے دل میں القاء ہوا کہ ہونے والا بچہ نر ہے پس میں نے اسے یہ خبر دی تو شیر نے مجھ سے کہا کہ خدا کی حفظ وامان میں جایئے، خدا آپ پر آپؑ کی ذریت واولاد اور شیعوں پر کسی

درندے کو مسلط نہ کرے، میں نے کہا آمین۔

اور اس معجزہ کو بعض شعراء نے شعر میں اپنے اس قول میں ضبط کیا ہے۔

واذکر اللیث حین القی یدیه فسعی نحوہ وزار وزمجر۔ ثم لما رای الامام اتاہ۔ وتجافی عنه وھاب واکبر۔ وھو لحادثلاثا ھذا ھو الحق ومالم اقله اوفی واکثر۔

گیارہواں معجزہ۔ شفیق بلخی کی خبر اور جو کچھ اس نے آپؑ کے دلائل و معجزات دیکھے

شیخ اردبیلی نے شفیق بلخی سے روایت کی ہے کہ میں ۱۴۹ھ ہجری میں حج پر گیا، جب قادسیہ پہنچا تو میں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ حج کے لیے آرہے ہیں اور تمام صاحب زینت و مال تھے، پس میری نگاہ ایک خوشرو نوجوان پر پڑی جو کمزور اور گندم گوں تھا اور پشمینہ کا کپڑا اس کے لباس کے اوپر تھا اور اوپر ردا اوڑھے ہوئے اور جوتے پاؤں میں پہنے ہوئے تھا اور لوگوں سے کنارہ کش ہو کر اکیلا بیٹھا تھا، میں دل میں کہا کہ یہ نوجوان صوفی ہے اور چاہتا ہے کہ لوگوں بوجھ بنے اور اس راستہ میں اپنا بوجھ لوگوں پر ڈالے۔ خدا کی قسم میں اس کے پاس جا کر اس کی سرزنش کرتا ہوں جب میں اس کے قریب گیا اور اس جوان نے مجھے دیکھا تو فرمایا "**شفیق اجتنبوا کثیرا من الظن**" اے شفیق بہت سے گمانوں سے اجتناب کرو کیوں کہ بعض گمان گناہ ہیں۔ یہ کہہ کر آگے بڑھ گیا، میں نے اپنے آپ سے کہا کہ یہ امر عظیم ہے کہ اس جوان نے وہ کچھ بتایا جو میرے دل میں گزر رہا تھا اور میرا نام بھی لیا ہے یہ جوان خدا کا کوئی صالح بندہ ہی ہے، پس اس کے پاس جا کر اس سے سوال کروں کہ مجھے معاف کر دے میں اس کے پیچھے چلا جتنی تیزی میں نے کی میں اسے نہ پا سکا، یہ موقعہ گزرا یہاں تک کہ ہم منزل واقصہ میں پہنچے، وہاں میں اس بزرگوار کو دیکھا کہ نماز پڑھ رہا ہے اور اس کے اعضاء وجوارح مضطرب ہیں اور آنسو جاری ہیں میں نے کہا کہ یہ وہی میرا ساتھی ہے کہ یں جس کی تلاش میں تھا جا کر اس سے معافی مانگوں، میں نے صبر کیا یہاں تک کہ وہ نماز سے فارغ ہوا میں اس کی طرف گیا جب مجھے دیکھا تو فرمایا۔

یا شفیق وانی لغفار لمن تاب وامن وعمل صالحا ثم اھتدی، اے شفیق بیشک میں بخشنے والا ہوں اس کو جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے اور پھر راہ ہدایت پر چلے، یہ کہہ کر وہ چل دیا، میں نے کہا کہ یہ نوجوان ابدال میں سے ہے کیونکہ دو مرتبہ اس نے میرے دل کی بات بتائی، پھر دوبارہ میں نے اسے دیکھا یہاں تک کہ ہم منزل زبالہ میں پہنچے میں نے دیکھا کہ لوٹا اس نوجوان کے ہاتھ میں ہے اور کنویں کے پاس کھڑا ہے اور پانی نکالنا چاہتا ہے اچانک وہ لوٹا اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر کنوئیں میں گر پڑا، میں نے دیکھا کہ اس نے اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا اور عرض کیا "**انت ربی اذا ظمئت الی الماء وقوتی اذا اردت الطعام**" تو مجھے سیراب کرنے والا ہے جب میں پیاسا ہوتا ہوں اور تو میری روزی ہے جب میں کھانے کا ارادہ کرتا ہوں۔

پھر عرض کیا اے میرے معبود و آقا میرے پاس اس لوٹے کے علاوہ کچھ نہیں ہے مجھ سے یہ نہ لے، شفیق کہتا ہے خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ کنوئیں کے پانی میں جوش آیا اور وہ اوپر کو آیا اس جوان نے اپنا ہاتھ پانی کی طرف دراز کیا اور کوزہ اٹھا کر پانی سے پر کر کے وضو کیا اور چار رکعت نماز پڑھ کر ریت کے ایک ٹیلے کی طرف گیا اور اس میں سے کچھ ریت لے کر اس لوٹے میں ڈال دی اور اسے ہلا کر پیا، جب میں نے یہ دیکھا تو اس کے قریب گیا اور سلام کیا تو اس نے سلام کا جواب دیا، پس میں نے کہا مجھے اس میں سے کچھ دیجئے جو خدا نے آپؑ پر احسان نعمت کیا ہے۔

فرمایا اے شفیق ہمیشہ خدا کی نعمت ظاہر اور باطن میں ہمارے ساتھ ہے، پس اپنے پروردگار کے متعلق اچھا گمان رکھو، پھر وہ کوزہ آپؑ نے مجھے عنایت فرمایا جب میں نے پی کر دیکھا تو ستو اور شکر تھی، خدا کی قسم میں نے اس سے زیادہ لذیذ و خوشبودار نہیں پیا تھا، پس میں اتنا سیر و سیراب ہوا کہ کئی دن تک مجھے کھانے پینے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی پھر میں نے اس بزرگوار کو نہیں دیکھا یہاں تک کہ ہم مکہ میں وارد ہوئے۔ آدھی رات کے وقت میں نے اسے دیکھا کہ وہ قبۃ المسراب کے پاس مشغول نماز ہے اور مسلسل گریہ و نالہ میں مشغول رہا اور پورے خشوع و خضوع سے نماز پڑھتا رہا، یہاں تک کہ طلوع فجر ہوا تو اس نے اپنے مصلیٰ پر بیٹھ کر تسبیح پڑھی، پھر اٹھ کر صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد سات چکر کا طواف خانہ کعبہ کے گرد کیا اور باہر آیا میں اس کے پیچھے گیا تو میں نے دیکھا کہ اس کے حاشیہ نشین اور غلام ہیں، اس کیفیت کے برخلاف جو میں نے راستہ میں دیکھی تھی یعنی وہ بہت صاحب جلالت و عظمت ہیں اور لوگ ان کے گرد جمع ہیں اور ان کو سلام کر رہے ہیں، پس میں نے ایک شخص سے پوچھا کہ یہ جوان کون ہے تو لوگوں نے بتایا کہ موسیٰ بن جعفرؑ بن محمد بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں۔ میں نے کہا جو عجائب و غرائب میں نے ان سے دیکھے ہیں، اگر کسی اور سے ہوتے تو تعجب تھا لیکن چونکہ ان بزرگوار سے ہیں، لہٰذا کوئی تعجب نہیں۔

مولف کہتا ہے کہ شفیق بلخی مشائخ طریقت میں سے ایک ہے ابراہیم ابن ادہم سے اس کی مصاحبت تھی اور اس نے اس سے طریقت کو اخذ کیا ہے اور یہ حاتم اصم کا استاد ہے اور ۱۹۴ ہجری میں غزوہ کولان میں ترک کے علاقہ میں قتل ہوا اور کشکول بہائی وغیرہ سے منقول ہے کہ شفیق بلخی ابتداء میں صاحب ثروت و قدرت تھا اور بہت سے سفر تجارت کے سلسلہ میں اس نے کئے تھے، پس ایک سال ترک ملک کا سفر کیا اس شہر میں گیا کہ جس کے رہنے والے بت پرست تھے ان بت پرستوں میں سے ایک بڑے بوڑھے سے کہا یہ عبادت جو تم بتوں کے لیے کرتے ہو یہ باطل ہے یہ خدا نہیں ہیں اور اس مخلوق کا ایک خالق ہے کہ جس کی مثل و مانند کوئی چیز نہیں ہے اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے اور وہ ہر چیز کو روزی دیتا ہے وہ بت پرست کہنے لگا، تیرا قول تیرے فعل کے مخالف ہے شفیق نے کہا کہ وہ کس طرح وہ کہنے لگا تو کہتا ہے کہ تیرا ایک خالق و رازق ہے جو مخلوق کو روزی دیتا ہے اس اعتقاد کے باوجود تو اپنے آپ کو مسافرت کی مشقت میں ڈالے ہوئے ہے کہ تو سفر کر کے یہاں تک روزی کی تلاش میں آیا ہے۔

شفیق اس کی اس بات سے بیدار ہوا اور اپنے شہر کی طرف پلٹ گیا اور جو مال اس کی ملکیت میں تھا وہ صدقہ میں دے دیا اور جب تک زندہ رہا علماء و زہاد کی ملازمت و خدمت میں رہا اور معلوم رہے کہ یہ حکایت جو شفیق نے موسیٰ بن جعفرؑ نے نقل کی ہے کئی ایک

علماء شیعہ وسنی نے اسے نقل کیا ہے اور اشعار میں بھی نظم کیا ہے۔ (اس کے بعد مولف نے گذشتہ واقعہ کے متعلق اشعار لکھے ہیں جنہیں ہم ذکر نہیں کر رہے۔ مترجم)

بارہواں معجزہ! حضرتؑ کا غیب کی خبر دینا

شیخ عطر قوفی نے شعیب سے روایت کی ہے کہ میں ایک دن حضرت موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام کی خدمت میں تھا کہ اچانک آپ نے ابتداً اپنی طرف سے فرمایا۔ اے شعیب کل اہل مغرب میں سے ایک شخص تم سے ملاقات کرے گا اور میرے متعلق تم سے سوال کرے گا اور تم اسے جواب میں کہنا اور تم اُسے کہنا کہ خدا کی قسم وہ وہی امام ہے کہ حضرت صادقؑ نے جس کی ہمیں خبر دی ہے اور وہ حلال وحرام کے متعلق جو بھی سوال کرے تم میری طرف سے اسے جواب دیتے رہنا میں نے عرض کیا قربان جاؤں اس مغربی کی کیا نشانی ہے، فرمایا وہ شخص طویل القامت وجسم اور اس کا نام یعقوب ہے، جب تمہاری اس سے ملاقات ہو تو بے پرواہ ہو کر اسے جواب دینا جو کچھ بھی وہ تم سے پوچھے، کیونکہ وہ اپنی قوم کا یگانہ وبے نظیر شخص ہے اور اگر وہ میرے پاس آنا چاہے تو اسے لے آنا، شعیب کہتا ہے کہ دوسرے دن میں طواف میں تھا کہ ایک شخص طویل وجسیم میری طرف رخ کر کے کہنے لگا میں چاہتا ہوں کہ تجھ سے تیرے صاحب کے متعلق سوال کروں میں نے کہا کہ کس صاحب کے متعلق، وہ کہنے لگا فلاں بن فلاں یعنی حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام، میں نے کہا تمہارا کیا نام ہے کہنے لگا یعقوب، میں نے کہا کہاں کے رہنے والے ہو کہنے لگا اہل مغرب میں سے ہوں، میں نے کہا کہ تو نے مجھے کیسے پہچانا تو اس نے کہا، میں نے عالم خواب میں دیکھا ہے کہ کس نے مجھ سے کہا کہ شعیب سے ملاقات کرو اور جو چاہو اس سے پوچھو، جب میں بیدار ہوا تو میں نے تیرے متعلق پوچھا تو لوگوں نے مجھے تیری نشانی دی ہے۔

پس میں نے کہا کہ ذرا یہیں بیٹھ جاؤ، یہاں تک کہ میں طواف سے فارغ ہو کر تمہارے پاس آؤں، پس میں نے طواف کیا اور اس کے پاس گیا اور اس سے گفتگو کی اور اسے میں نے عقلمند پایا اور اس نے مجھ سے خواہش کی کہ میں اسے موسیٰؑ بن جعفرؑ کی خدمت میں لے چلوں، میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے حضرتؑ کی خدمت میں لے گیا اور اجازت چاہی، جب اجازت ملی تو ہم حضرتؑ کے مکان کے اندر داخل ہوئے، جب امام علیہ السلام کی نگاہ اس مرد پر پڑی تو فرمایا اے یعقوب تم کل یہاں آئے ہو اور تمہارے بھائی کے درمیان فلاں مقام پر جھگڑا ہوا اور معاملہ یہاں تک پہنچا کہ تم نے ایک دوسرے کو گالیاں دیں حالانکہ یہ ہمارا طریقہ اور ہمارے آباؤ اجداد کا دین نہیں ہے اور کسی کو ان چیزوں کی اجازت اور حکم نہیں دیتے، پس خدا یگانہ اور بے شریک سے ڈرو اور عنقریب تمہارے اور تمہارے بھائی کے درمیان جدائی ڈالی جائے گی اور تمہارا بھائی اسی سفر میں مر جائے گا اس سے پہلے کہ وہ اپنے ہم وطنوں میں پہنچے اور تم بھی اپنے کئے پر پشیمان ہو گے اور یہ اس سبب سے ہوا کہ تم نے قطع رحمی کی خدا نے تمہاری عمر قطع کر دی۔

اس شخص نے پوچھا قربان جاؤں میری اجل کب آئے گی، فرمایا تمہاری اجل بھی نزدیک آ گئی تھی، لیکن چونکہ فلاں منزل میں تم نے اپنی پھوپھی سے صلہ رحمی کی اور اپنے رحم کو وصل کیا تو بیس سال تمہاری عمر بڑھ گئی ہے۔ شعیب کہتا ہے کہ اس واقعہ

کے ایک سال بعد میں نے حج کے راستہ میں اس شخص کو دیکھا اور اس سے حالات پوچھے تو اس نے بتایا کہ اس کا بھائی وطن میں پہنچنے سے پہلے وفات پا گیا اور راستہ میں دفن ہوا، اور قطب راوندی سے بھی حدیث علی بن ابی حمزہ سے اسی طرح روایت کی ہے۔

تیرہواں معجزہ! علی بن مسیب ہمدانی کی خبر اور جو کچھ دلائل اس نے دیکھے

محقق بہبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے رجال کبیر کے تعلیقہ میں کہا ہے علی بن مسیب ہمدانی کے حالات میں فرمایا ہے کہ بعض کتب معتمدہ میں ہے کہ اسے حضرت موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام کے ساتھ گرفتار کیا گیا اور بغداد کے اسی قید خانے میں قید کیا کہ جس میں امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام قید تھے، جب اس کی قید کی مدت طویل ہوئی اور اس میں اہل وعیال کی ملاقات کا شوق شدت پکڑ گیا تو حضرت نے فرمایا کہ غسل کرو، جب اس نے غسل کیا تو آپؑ نے فرمایا آنکھیں بند کرلو، پھر فرمایا آنکھیں کھول دو جب اس نے آنکھیں کھول دیں تو خود کو امام حسین علیہ السلام کی قبر کے پاس دیکھا پس وہاں نماز پڑھی اور آپؑ کی زیارت کی، پھر فرمایا آنکھیں بند کرو اور اس کے بعد فرمایا کھول دو، جب آنکھیں کھولیں تو آپ کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مدینہ میں دیکھا فرمایا یہ قبر پیغمبر ہے، پس جاؤ اپنے اہل وعیال سے تجدید عہد کرو اور میرے پاس واپس آجاؤ وہ گیا اور واپس آگیا۔ فرمایا آنکھیں بند کرو پھر فرمایا کہ کھولو، جب آنکھیں کھولیں تو خود کو حضرت کے ساتھ کوہ قاف کے اوپر دیکھا اور وہاں اولیاء اللہ میں سے چالیس افراد دیکھے کہ سب نے امام علیہ السلام کی اقتداء میں نماز پڑھی، اس کے بعد فرمایا آنکھیں بند کرلو اور کھولو تو اپنے آپ کو حضرتؑ کے ساتھ قید خانے میں دیکھا۔ مولف کہتا ہے کہ اصحاب امام رضا کے حالات میں زکریا ابن آدم کے احوال میں علی بن مسیب مذکور کا تذکرہ بھی ہوگا۔

چوتھی فصل

حضرت موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام کے کچھ کلمات شریفہ اور مواعظ بلیغہ کا ذکر

پہلا ارشاد: آپ قبر کے پاس جب کھڑے تھے تو فرمایا بیشک وہ چیز کہ جس کا آخر یہ ہو وہ اس لائق ہے کہ اس کے اوّل میں رغبت ومیلان نہ کیا جائے اور بیشک وہ چیز کہ جس کی ابتداء یہ ہو (یعنی آخرت کہ جس کی پہلی منزل قبر ہو) وہ اس لائق ہے کہ اس کے آخر سے خوف کیا جائے۔

مولف کہتا ہے کہ قبر کی وحشت اور ہولناکی عظیم ہے۔کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں ہے کہ میت کو جب قبر کے قریب لے جائیں تو اچانک اسے قبر میں داخل نہ کریں، کیونکہ قبر کی ہولناکیاں بڑی ہیں اور میت کو اٹھانے والا مطلع کے ہول سے خدا سے پناہ مانگے اور میت کا سر قبر کے نزدیک رکھے اور تھوڑی دیر کے لیے صبر کرے تا کہ وہ قبر میں جانے کے لیے تیار ہو جائے پھر اسے تھوڑا سا اور آگے لے جائے اور تھوڑی دیر صبر کرے، اس وقت اسے قبر کے کنارے رکھے۔

مجلسی اوّل نے اس کی تشریح میں فرمایا ہے اگر چہ روح بدن سے جدا ہو جاتا ہے اور روح جوانی مر جاتا ہے، لیکن نفس ناطقہ زندہ ہے اور اس کا تعلق بدن سے بالکلیہ زائل نہیں ہوتا اور فشار قبر کا خوف اور سوال منکر ونکیر ہے اور رومان فتان قبور اور عذاب برزخ ہے، حالانکہ وہ دوسروں کے لیے عبرت ہیں کہ وہ فکر کریں کہ اس قسم کا واقعہ انھیں درپیش ہے۔

اور حدیث حسن میں یونس سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ایک حدیث سنی ہے کہ جو گھر میرے دل میں آتا ہے کہ یہ وسیع اور کھلا ہے وہ میرے لیے تنگ ہو جاتا ہے اور یہ اس طرح ہے کہ آپ نے فرمایا جب میت کو قبر کے پاس لے جاؤ تو اسے کچھ دیر مہلت دو تا کہ وہ سوال منکر ونکیر کے لیے تیار ہو جائے۔

برائین عازب سے روایت ہے جو کہ مشہور صحابہ میں سے ہے کہ ہم رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر تھے، آپ نے دیکھا کہ کچھ لوگ ایک جگہ پر جمع ہیں تو پوچھا کہ یہ لوگ کیوں جمع ہیں تو بتایا گیا کہ یہ قبر کھودنے کے لیے جمع ہیں، براء کہتا ہے کہ جب حضرتؐ نے قبر کا نام سنا تو آپ جلدی سے اس طرف گئے یہاں تک کہ قبر تک پہنچ گئے، پس زانو ٹیک کر قبر پر بیٹھ گئے، میں دوسری طرف حضرت کے چہرہ کے سامنے گیا تا کہ دیکھوں کہ حضرت کیا کر رہے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت گریہ کر رہے ہیں یہاں تک کہ آپ کے آنسوؤں نے زمین کو تر کر دیا، اس کے بعد آپ نے ہماری طرف رخ کیا اور فرمایا "اخوانی المثل ھذا فاعدوا" یعنی میرے بھائیو اس جیسی جگہ کے لیے تیاری کرو اور آمادہ رہو۔

شیخ بھائی نے نقل کیا ہے، لوگوں نے ایک حکیم کو دیکھا کہ وہ اپنی موت کے وقت دریغ وحسرت کھا رہا تھا، اس سے کہا گیا کہ یہ کیسی حالت ہے کہ جو ہم تجھ سے دیکھ رہے ہیں وہ کہنے لگا کہ اس شخص کے متعلق تمہارا کیا گمان ہے جو طویل سفر پر توشہ وزاد کے بغیر جا رہا ہے اور وحشت ناک قبر میں بغیر مونس کے رہے گا اور حاکم عادل کے دربار میں بغیر حجت ودلیل کے جائے گا۔

قطب راوندی نے روایت کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ جناب مریمؑ کو ان کے مرنے کے بعد پکارا اور کہا کہ اے مادر گرامی مجھ سے بات کرو آیا تم چاہتی ہو کہ دنیا کی طرف واپس آ جاؤ، وہ کہنے لگیں کہ ہاں تا کہ خدا کی بہت سرد رات میں نماز پڑھوں اور گرم ترین دن کو روزہ رکھوں، اے میرے بیٹے یہ راستہ خوفناک ہے۔

اور روایت ہے کہ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے امیر المومنین کو وصیت میں کہا جب میری وفات ہو جائے تو آپ خود مجھے غسل دیں، تجہیز کریں اور نماز جنازہ پڑھیں، قبر میں اتاریں، لحد میں رکھیں اور میرے اوپر خاک ڈالیں اور میرے سرہانے چہرہ کے سامنے بیٹھ کر میرے لیے قرآن اور دعا زیادہ پڑھیں، کیونکہ یہ وقت ہے کہ جب مردہ زندہ سے انس حاصل کرنے کا محتاج ہے۔

اور سید ابن طاؤس نے حضرت رسول اکرمؐ سے روایت کی ہے کہ میت کے لیے کوئی وقت قبر کی پہلی رات سے زیادہ سخت نہیں ہوتا، پس رحم کرو اپنے مردوں پر صدقہ دے کر اور اگر تمہارے پاس کوئی چیز صدقہ دینے کے لیے نہ ہو تو پھر تم میں سے کوئی شخص دو رکعت نماز نفل پڑھے اور پہلی رکعت میں ایک دفعہ سورہ فاتحۃ الکتاب اور تین مرتبہ قل ھو اللہ احد اور دوسری رکعت میں ایک دفعہ سورہ فاتحہ اور دس مرتبہ الھکم التکاثر پڑھے اور سلام دینے کے بعد کہے اللھم صل علی محمد وآل محمد وابعث ثوابھا الی قبر ذلك المیت فلاں بن فلاں پس خداوند عالم اس وقت اس میت کی قبر کی طرف ہزار فرشتہ بھیجتا ہے کہ ہر فرشتہ کے پاس ایک جام اور ایک حلہ بہشتی ہوتا ہے اور اس کی قبر کی تنگی کو وسعت دیتا ہے صور پھونکنے کے دن تک اور عطا فرماتا ہے نماز پڑھنے والے کو جتنی چیزوں پر سورج چمکتا ہے ان کی تعداد کے برابر حسنات اور نیکیاں اور اس کے چالیس درجہ بلند کیے جاتے ہیں اور کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں ہے کہ جب ذر ابن ابوذر کے بیٹے کی وفات ہوئی تو ابوذر رضی اللہ عنہ اس کی قبر پر کھڑے ہو گئے اور قبر پر ہاتھ پھیر کر کہا، اے ذر خدا تجھ پر رحم کرے خدا کی قسم تو میری نسبت نیکوکار تھا اور فرزندی کے فرائض تو نے ادا کیے اب جس وقت تم کو مجھ سے لے لیا گیا تو میں تیرے اوپر خوش ہوں خدا کی قسم تیرے چلے جانے کی مجھے کوئی پرواہ نہیں اور کوئی نقصان مجھے نہیں پہنچا و مالی الی احد سوی اللہ من حاجۃ اور مجھے خدا کے علاوہ کسی کی ضرورت نہیں اور اگر اس عالم کی خوفناک جگہیں جو موت کے بعد دیکھا جاتا ہے کا خوف نہ ہوتا تو بیشک میں خوش ہوتا کہ تیری جگہ میں چلا جاتا لیکن میں چاہتا ہوں کہ چند دن جو کچھ مجھ سے فوت ہوا ہے اس کی تلافی کر لوں اور اس عالم کے لیے تیاری کر لوں اور بیشک وہ اندوہ جو تیرے لیے ہے اس نے مجھے مشغول کر دیا ہے تجھ پر غم واندوہ کرنے سے، یعنی میں ہمیشہ اس فکر میں ہوں کہ ایسی عبادات اور اطاعتیں کروں جو تیرے لیے نفع مند ہوں اور اس چیز نے مجھے روک دیا ہے کہ اس وقت تیرے مرنے اور جدائی کا غم کروں، خدا کی قسم میں نے تجھ پر گریہ کیا ہے کہ تیری حالت کیسی ہوگی اور تجھ پر کیا گزرے گی، فلیت شعری ما قلت وما قیل لك کاش مجھے معلوم ہوتا کہ تو نے کیا کہا ہے اور تجھے کیا کہا گیا ہے۔ خدایا میں نے اسے وہ حقوق بخش دیئے ہیں جو تو نے میرے لیے اس پر واجب کیے تھے اب تو بھی اسے بخش دے وہ حقوق جو اپنے تو نے اس پر واجب کیے تھے، کیونکہ تو جود و کرم کا مجھ سے زیادہ لائق و سزاوار ہے۔

دوسرا ارشاد: آپ نے علی بن یقطین سے فرمایا بادشاہ کی ملازمت کا کفارہ اپنے دینی بھائیوں سے نیکی کرنا ہے۔

تیسرا ارشاد: فرمایا جب لوگ ایسے گناہ کرنے لگیں جو انہیں یاد ہی نہیں تھے تو خداوند عالم ایسی مصیبتوں میں انہیں مبتلا کر دے گا کہ جنہیں یہ مصیبت اور بلا نہیں سمجھتے تھے، مولف کہتا ہے کہ ہمارے زمانہ میں اس کلام کی سچائی اچھی طرح معلوم ہوگئی ہے، کیونکہ نئے گناہ اور نافرمانیاں لوگوں میں ظاہر ہوئی ہیں اور تازہ بدعتیں پیدا ہوئی ہیں اور لوگوں نے جادہ شریعت و اطاعت الٰہی سے پاؤں باہر رکھے ہیں اور اپنا کمال بعض گناہوں اور معاصی کے ارتکاب میں سمجھتے ہیں اور امر بالمعروف اور نہی از منکر درمیان سے اٹھ گئے ہیں اور خداوند عالم نے بھی لوگوں کو قسم قسم کی بلاؤں اور مصیبتوں میں مبتلا کر رکھا ہے جو کسی وقت بھی ان کے دل میں نہ آتیں تھیں اور جن کا وہ گمان ہی نہ کرتے تھے اور وہ اس آیت کا مصداق ہو گئے ہیں۔

وضرب الله مثلاً قرية كانت آمنة مطمئنة يأتيها رزقها رغداً من كل مكان فكفرت بأنعم الله فأذاقها الله لباس الجوع والخوف بما كانو يصنعون۔

خدا نے کفران نعمت کرنے والوں کو مثال دی ہے اس بستی والوں کے ساتھ جو امن و آسائش میں تھے اور انہیں فراخ روزی پہنچتی تھی، اطراف و جوانب سے پس انہوں نے خدا کی نعمتوں کا کفران کیا اور شکر نہ بجالائے پس چکھایا انہیں خداوند عالم نے بھوک اور خوف کا لباس، کیونکہ وہ ناشائستہ اعمال کرتے تھے۔

چوتھا ارشاد: فرمایا صبر کرنے والے کے لیے ایک مصیبت ہے اور جزع و فزع اور آپے سے باہر آجانے والے کے لیے دو ہیں، فقیر کہتا ہے کہ حضرت ہادی (علی نقی) کے کلمات میں یہ جملہ آئے گا اور اس کی مراد بھی۔

پانچواں ارشاد: فرمایا جور و ظلم کی شدت اور سختی کو وہی جانتا ہے کہ جس کے حق میں حکم جور ہوا ہے، مولف کہتا ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ بادشاہ زمین میں خدا کا سایہ ہے کہ جس کی پناہ میں مظلوم جگہ لیتے ہیں، پس جو بادشاہ عدالت کرے تو اس کے لیے اجر ہے اور رعیت کے لیے شکر کرنا اور جو بادشاہ ظلم کرتا ہے تو اس کے لیے ہے وزر اور گناہ رعیت پر ہے صبر کرنا یہاں تک کہ ان کی کشائش ہو (مولف نے سعدی کے کچھ اشعار لکھے ہیں جنہیں ہم ترک کر رہے ہیں۔مترجم)

چھٹا ارشاد: فرمایا خدا کی قسم معونہ بقدر مئونہ نازل ہوتی ہے (یعنی اعانت الٰہی انسان کے اخراجات کے مطابق ہوتی ہے) اور صبر بقدر مصیبت نازل ہوتی ہے اور جو شخص قناعت کرے اس پر نعمت باقی رہتی ہے اور جو شخص اسراف اور فضول خرچی کرے نعمت اس سے زائل ہو جاتی ہے امانت کو ادا کرنا اور سچ بولنا روزی کو لے آتا ہے اور خیانت کرنا اور جھوٹ بولنا فقر او نفاق کو لاتے ہیں اور جب خدا چیونٹی پر مصیبت بھیجنا چاہتا ہے تو اس کے دو پر اُگ آتے ہیں وہ چیونٹی اڑتی ہے اور فضا کے پرندے اس کو کھا جاتے ہیں۔

مولف کہتا ہے کہ یہ آخری جملہ شاید اشارہ ہو اس طرف کہ شکستہ پروں والا کمزور حالت والا انسان سلامتی میں ہے، اور جب مال و اعوان پیدا کر لیتا ہے تو سرکش ہو جاتا ہے اور پھر جو اس پر بالادستی رکھتے ہیں وہ اس کا سر رگڑتے اور اُسے ہلاک کر دیتے ہیں، ابوالعتاہیہ نے اسی چیز کو نظم کیا ہے وہ کہتا ہے واذا استوت للنمل اجنحة حتى تطير فقد دنا عتبه جب چیونٹی کے پر مکمل ہو جاتے ہیں اور وہ اڑنے لگتی ہے تو اس کی ہلاکت و تباہی آجاتی ہے، کہتے ہیں کہ ہارون الرشید برامکہ کی تباہی کے زمانہ میں یہ شعر بار بار پڑھتا تھا۔

ساتواں ارشاد: فرمایا اس سے بچو کہ اپنے مال کو اطاعت خدا میں خرچ کرنے سے روکو ورنہ ویسا ہی مال خدا کی نافرمانی میں خرچ کرو گے۔

آٹھواں ارشاد: جس شخص کے دو دن یعنی گزشتہ دن اور وہ دن کہ جس میں وہ ہے مساوی ہوں تو وہ خسارہ میں ہے اور جس کا

دوسرا دن اس کے پہلے دن سے یعنی گزشتہ دن سے بدتر ہوتو وہ ملعون ہے اور جو شخص اپنے نفس میں زیادتی نہیں محسوس کرتا وہ نقصان میں ہے اور جو نقصان کی طرف بڑھ رہا ہوتو اس کی موت اس کی زندگی سے بہتر ہے۔

نواں ارشاد: کتاب درہ باہرہ سے کاظم علیہ السلام سے روایت ہے کہ احسان و نیکی ایک طوق ہے اس شخص کی گردن میں کہ جس کے ساتھ احسان کیا گیا ہے کہ جسے اس کی گردن سے نہیں نکال سکتی مگر مکافات یعنی جس نے احسان کیا ہے اس سے احسان کرنا یا اس کا شکر ادا کرنا۔

۲۔ اگر اجلیں ظاہر ہو جائیں تو امیدیں رسوا ہو جائیں۔

۳۔ جو شخص فقر و فاقہ میں پیدا ہوا ہے اسے تونگری سرکش بنا دے گی۔

۴۔ جس سے برائی کی جائے اور وہ اس سے نہ جلے اور نہ غمگین ہو تو اس سے نیکی کرنے کا بھی کوئی موقع ومحل نہیں۔

۵۔ جب دو انسان ایک دوسرے کو گالیاں دیں تو جو بلند مرتبہ ہے وہ پست کے رتبہ میں آ جائے گا۔

دسواں ارشاد: آپؑ نے اپنے ایک فرزند سے فرمایا اے بیٹا اس سے بچ کر رہو کہ خدا تمہیں اس گناہ پر دیکھے کہ جس سے اس نے تمہیں منع کیا ہے اور اس سے بچو کہ خدا تمہیں اس نیکی کے پاس نہ دیکھے کہ جس کا اس نے تجھے حکم دیا ہے اور تجھ پر لازم ہے کوشش و جدو جہد کرنا اور ایسا نہ سمجھنا کہ تو عبادت و اطاعت خدا میں کوتاہی کرنے سے نکل چکا ہے، کیونکہ خدا کی ویسی عبادت نہیں کی گئی کہ جیسے اس کے شایان شان ہے۔

فقیر کہتا ہے کہ یہی معنی مراد ہے حضرتؑ کی اس دعا سے جو آپؑ نے فضل بن یونس کی تعلیم فرمائی ہے۔

اللهم لا تجعلني من المعارين ولا تخرجني من التقصير، خدایا مجھے ان لوگوں میں سے نہ قرار دے کہ جنہیں دین و ایمان عاریتہ دیا گیا ہے اور مجھے تقصیر و کوتاہی سے نکال۔ فرمایا اور بچو مزاح کرنے سے کیونکہ مزاح و تمسخر نور ایمان کو لیجاتا ہے اور تیری مروت کو سبک اور ہلکا کر دیتا ہے اور سستی سے بچ، کیونکہ یہ تجھے تیرے دنیا و آخرت کے حصہ اور نصیب سے روک دیں گے۔

مولف کہتا ہے کہ آپ کا مزاح سے نہی کرنا ظاہراً اس سے مراد مزاح و شوخی میں حد سے بڑھ جانا ہے جو سبکی و بے وقار ہونے کا سبب ہے اور سقوط ہیبت و حصول ذلت کا ذریعہ ہے اور جو دل کو مردہ کر دیتی ہے اور آخرت سے غافل بنا دیتی ہے اور بسا اوقات عداوت و دشمنی کا باعث ہو جاتی ہے یا مومن کے آزردہ خاطر ہونے اور اس کی خجالت و شرمندگی کا سبب بن جاتی ہے لہذا کہا گیا ہے کہ ہر چیز کا بیج ہوتا ہے اور عداوت و دشمنی کا بیج مزاح و شوخی ہے اور اس کے مفاسد میں سے یہ ہے کہ انسان اپنے منہ کو فضول ہنسنے میں کھولتا ہے اور زیادہ ہنسنا دل کو تاریک اور آبرو و وقار کو ختم کر دیتا ہے لیکن مخفی نہ رہے کہ اگر مزاح میں افراط و زیادتی نہ ہو اور مفاسد مذکورہ اس سے پیدا نہ ہوں تو پھر مذموم نہیں بلکہ ممدوح ہے اور بارہا حضرت رسول اکرمؐ اور امیر المومنینؑ سے مزاح صادر ہوا ہے اس حد تک کہ منافقین نے تو مزاح کو حضرت امیر المومنینؑ کا عیب شمار کیا ہے اس طرح ہنسنا جو مذموم ہے وہ قہقہہ ہے جو آواز کے ساتھ ہو نہ کہ تبسم جو کہ قابل تعریف ہے اور اس کا ذکر سرکار رسالت کے اوصاف میں مشہور و عام ہے۔

گیارہواں ارشاد! فرمایا مومن ترازو کے پلڑے کی طرح ہے جتنا اس کا ایمان زیادہ ہوتا ہے اتنی اس کی مصیبت بڑھ جاتی ہے۔

بارہواں ارشاد! روایت ہے کہ ایک دن آپؑ نے اپنی اولاد کو جمع کیا اور ان سے فرمایا اے میرے بیٹوں میں تمہیں ایک وصیت کرتا ہوں کہ جو اس وصیت کو یاد رکھے وہ کبھی بھی خوفزدہ اور بے آرام نہیں ہوگا، اس وصیت کی وجہ سے (یا وہ تباہ ہلاک نہیں ہوگا) اور وہ وصیت یہ ہے کہ جب کوئی شخص آئے اور تمہارے دائیں کان میں سر رکھ کر تم سے ایسی باتیں کرے جو ناخوش اور ناپسندیدہ ہوں، پھر بائیں کان پر سر رکھ کر عذر خواہی کرے اور کہے کہ میں نے نہیں کہا تو اس کا عذر قبول کرو یعنی اس سے بدخلقی نہ کرو اور نہ کہو مثلاً کہ تو جھوٹ کہتا ہے کس قدر بے شرم ہے ابھی تو تو نے میرے کان میں برا بھلا اور ناپسند باتیں کہی ہیں۔

مولف کہتا ہے کہ حضرت جواد علیہ السلام کے مواعظ کی فصل میں آئے گی وہ چیز جو اس مطلب کے مناسب ہے قریب قریب اسی مضمون کو سید رضی نے اپنے شعر میں (حکم) وارد کیا جہاں وہ فرماتے ہیں۔

کُن فی الا نام بلا عین ولا أذن
اولا فعش ابد الایام مصدوراً
والناس اسدٌ تحاصی عن فرآئسها
اما عقرت واما کنت مخقوراً

لوگوں میں بغیر آنکھ اور کان کے رہو ورنہ پس ہمیشہ اس طرح زندگی بسر کرو کہ تمہارے منہ پر مارا جائے گا اور لوگ مثل شیر کے ہیں جو اپنے شکاروں سے دوسروں کو روکتے ہیں یا تو کاٹنے گا کسی کو اور یا کاٹا جائے گا، معلوم رہے کہ سید ابن طاؤس نے نقل کیا ہے کہ کچھ لوگ خواص اہل بیت اور امام موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام کے شیعوں میں سے تھے جو آپؑ کی مجلس میں حاضر ہوتے اور ان کے پاس آبنوس کی تختیاں اور لوہے کی قلمیں ہوتیں، پس جس وقت حضرت کوئی کلمہ کہتے یا کسی مسئلہ میں فتویٰ دیتے تو وہ ان تختیوں پر لکھ لیتے جو کچھ کہ وہ حضرت سے سنتے اور حضرت کے کلمات میں سے وہ طویل وصیت ہے جو آپؑ نے ہشام کو فرمائی اور اس میں جمع ہیں قلیل حکمتیں اور عظیم فوائد جو اس کا طالب ہے وہ تحت العقول اور اصول کافی وغیرہ کی طرف رجوع کرے۔

پانچویں فصل

حضرت موسیٰؑ بن جعفرؑ کی شہادت اور ان بعض مظالم کا بیان جو اس امامؑ مظلوم پر ہوئے

زیادہ مشہور آپؑ کی تاریخ شہادت میں یہ ہے کہ آنحضرتؑ کی شہادت پچیس رجب ۱۸۳ ہجری میں بغداد میں سندی بن شاہک کی قید میں واقع ہوئی اور بعض نے ماہ مذکور کی پانچ تاریخ کہی ہے اور آپؑ کی عمر شریف اس وقت پچپن (۵۵) سال اور کافی کی روایت کے مطابق چون (۵۴) سال تھی آپ کی عمر بیس سال تھی جب امامت آپ کی طرف منتقل ہوئی اور آپ کی امامت کی مدت پینتیس (۳۵) سال تھی کہ جس میں سے کچھ کو تو منصور کی حکومت کے بقیہ دنوں میں اور بظاہر وہ آپؑ سے معترض نہیں ہوا اور اس کے بعد دس سال اور کچھ دن مہدی کی خلافت کے زمانہ کے تھے اس نے حضرت کو عراق بلایا اور قید میں رکھا لیکن بہت سے معجزات دیکھنے کی بناء پر وہ آپؑ کو اذیت و تکلیف دینے کی جرات نہ کر سکا اور حضرتؑ کو مدینہ واپس بھیج دیا اور اس کے بعد ایک سال اور کچھ دن ہادی کی خلافت و حکومت کے تھے وہ بھی حضرت کو کوئی تکلیف نہیں دے سکا۔

صاحب عمدۃ الطالب کہتا ہے کہ ہادی نے حضرتؑ کو گرفتار کر کے قید میں رکھا تو امیر المومنین کو عالم خواب میں دیکھا کہ آپؑ نے اس سے فرمایا فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدو فی الارض وتقطعوا ارحامکم پس کیا یہ امر قریب ہے کہ اگر تم والی ہو گئے تو زمین پر فساد کرو گے اور قطع رحمی کرو گے۔

جب بیدار ہوا تو حضرتؑ کا مقصد سمجھ لیا تو حکم دیا اور امام موسیٰؑ کو قید سے رہا کر دیا گیا، کچھ مدت کے بعد دوبارہ اس نے چاہا کہ حضرتؑ کو قید کرے لیکن اجل نے اسے مہلت نہ دی اور وہ ہلاک ہو گیا اور جب ہارون الرشید کو حکومت ملی تو وہ آپ کو بغداد لے آیا اور ایک مدت تک آپؑ کو قید رکھا اور اپنی حکومت کے چودہویں سال حضرت کو زہر سے شہید کیا اور باقی رہا ہارون کا آپؑ کو گرفتار کرنے اور عراق کی طرف بھیجنے کا سبب تو جیسا کہ شیخ طوسیؒ ابن بابویہ اور دوسرے علماء نے روایت کی ہے وہ یہ تھا کہ جب ہارون نے چاہا کہ امر خلافت اور اولاد کے لئے محکم کرے تو اس نے اپنے چودہ بیٹوں میں تین کا انتخاب کیا پہلے اس نے محمد امین کو جو زبیدہ کا بیٹا تھا اپنا ولی عہد بنایا اور اس کے بعد عبداللہ مامون کے لیے اور اس کے بعد قاسم موتمن کے لیے خلافت قرار دی، اور چونکہ اس نے جعفر بن محمد بن اشعث کو زبیدہ کے بیٹے کا مربی مقرر کیا تھا تو یحییٰ برمکی جو کہ ہارون کا وزیر اعظم تھا، اس نے سوچا کہ اگر ہارون کے بعد خلافت محمد امین

کی طرف منتقل ہوگئی تو ابن اشعث اس کے اختیارات کا مالک ہو جائے گا اور حکومت میری نسل سے خارج ہو جائے گی، لہذا وہ ابن اشعث کی تباہی کے درپے ہوا اور بار بار وہ ہارون کے سامنے اس کی برائی کرتا، یہاں تک کہ اسے تشیع اور امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی امامت کے اعتقاد کی نسبت دی اور کہا کہ وہ محب و موالی ہے موسیٰ بن جعفرؑ کا اور اسے خلیفہ عصر سمجھتا ہے اور جو کچھ اس کے پاس آتا اور اس کا خمس حضرت کے ہاں بھیجتا ہے اور ان شرانگیز باتوں سے ہارون کو حضرت کی فکر میں ڈالا یہاں تک کہ ہارون نے ایک دن یحییٰ اور دوسرے لوگوں سے پوچھا کہ کیا تم آل ابو طالب میں سے کسی ایسے شخص کو جانتے ہو کہ جسے میں بلاؤں اور موسیٰ بن جعفرؑ کے کچھ حالات اس سے پوچھوں تو انہوں نے علی (محمد) بن اسماعیل بن جعفرؑ کو (جو آپ کا بھتیجا تھا اور آپؑ اس پر بہت احسان فرماتے تھے اور وہ آپؑ کے مخفی حالات سے واقف تھا) معین کیا، پس خلیفہ کے حکم سے انہوں نے اسماعیل کے بیٹے کی طرف خط لکھا اور اسے بلایا، جب آنجناب اس چیز سے باخبر ہوئے تو آپؑ نے اسے بلایا اور فرمایا کہ میں تیرا قرض ادا کروں گا اور تیرے اخراجات کا کفیل ہونگا، اس نے قبول نہ کیا اور کہنے لگا مجھے کوئی وصیت کیجئے۔

آپؑ نے فرمایا میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ میرے خون میں شریک نہ ہونا اور میری اولاد کو یتیم نہ کرنا، دوبارہ اس نے کہا کہ وصیت کریں۔

حضرتؑ نے دوبارہ یہی وصیت فرمائی تین مرتبہ تک، پس تین سو دینار طلائی اور چار ہزار درہم اسے عطا فرمائے، جب وہ چلا گیا تو حضرتؑ نے حاضرین سے فرمایا کہ خدا کی قسم یہ میرا خون بہانے میں کوشش کرے گا اور میرے بچوں کو یتیمی میں مبتلا کرے گا۔

لوگوں نے عرض کیا فرزند رسولؐ اگر ایسا ہے تو پھر کیوں اس کے ساتھ آپؑ احسان کرتے ہیں اور اتنا زیادہ مال اسے دیتے ہیں، تو فرمایا: **حدثني ابي عن ابائه عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ان الرحم اذا قطعت فوصلت قطعها الله**

روایت کا ماحصل یہ ہے کہ میرے آباؤ اجداد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جب انسان اپنے کسی رحم کے ساتھ احسان کرے اور وہ اس کے مقابلہ میں بدی کرے اور یہ شخص اس سے اپنے احسان کو قطع نہ کرے تو خداوند عالم اس سے اپنی رحمت کو منقطع کر دیتا ہے اور اسے اپنے عقاب و عقوبت میں گرفتار کر دیتا ہے۔ بہر حال جب علی بن اسماعیل بغداد میں پہنچا تو یحییٰ بن خالد برمکی اسے اپنے گھر لے گیا اور اس سے طے کیا کہ وہ جب ہارون کے دربار میں جائے تو حضرتؑ کی طرف چند ایسی چیزوں کی نسبت دے کہ جس سے ہارون کو غصہ آجائے، پس اسے ہارون کے پاس لے گئے جب وہ اس کے دربار میں حاضر ہوا تو سلام کیا اور کہنے لگا کہ میں نے ہرگز نہیں دیکھا کہ ایک وقت میں دو خلیفہ ہوں آپ اس شہر میں خلیفہ ہیں تو موسیٰ بن جعفر علیہ السلام مدینہ میں خلیفہ ہیں، لوگ اطراف عالم سے اس کے لیے خراج لے آتے ہیں اس نے خزانے جمع کر لیے ہیں اور ایک جائیداد اس نے تیس ہزار درہم کی خرید کی ہے اور اس کا نام یسیرہ رکھا ہے۔

پس ہارون نے دو لاکھ درہم کا حوالہ دیا کہ وہ اسے دیئے جائیں جب وہ بدبخت اپنے گھر لوٹا تو اس کے حلق میں درد پیدا ہوا

اور وہ ہلاک ہو گیا اور اس زر و مال سے نفع نہ اٹھا سکا۔

اور دوسری روایت ہے کہ چند دن کے بعد اسے پیچس عارض ہوئے اور اس کی تمام آنتیں باہر نکل آئیں اور جس وقت اس کے لیے زر و مال لے آئے تو وہ حالت نزع میں تھا اور اس رقم سے حسرت و یاس کے علاوہ اس کو کچھ نہ ملا اور وہ رقم دوبارہ خلیفہ کے خزانہ میں چلی گئی، بہر حال اسی سال جو کہ ۱۷۹ ہجری تھا ہارون اپنی اولاد کی خلافت مستحکم کرنے لیے امام موسیٰ علیہ السلام کی گرفتاری کے ارادہ سے حج کے لیے آیا اور اطراف ملک میں فرمان جاری کئے کہ علماء و سادات اعیان و اشراف سب مکہ میں حاضر ہوں تا کہ وہ ان سے بیعت لے اور اس کی اولاد کی ولی عہدی اس کی قلمرو کے تمام شہروں میں پھیل جائے، پہلے وہ مدینہ طیبہ میں آیا۔

یعقوب بن داؤد روایت کرتا ہے کہ جب ہارون مدینہ میں آیا تو میں ایک رات یحییٰ برمکی کے گھر گیا اور اس نے نقل کیا کہ آج میں نے سنا کہ ہارون رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کے پاس گیا اور ان سے خطاب کر کے کہنے لگا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان جائیں اے اللہ کے رسولؐ میں معذرت چاہتا ہوں اس امر میں کہ جس کا میں نے موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام کے معاملہ میں ارادہ کیا ہے، میں چاہتا ہوں کہ اُسے قید کردوں، چونکہ مجھے خوف ہے کہ وہ فتنہ و فساد برپا کرے گا کہ جس سے آپؐ کی امت کا خون بہے گا۔

یحییٰ کہنے لگا مجھے یہی خیال ہے کہ کل انہیں گرفتار کرے گا، جب دن ہوا تو ہارون لعین نے فضل بن ربیع کو بھیجا جب کہ حضرت اپنے جد بزرگوار رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نماز پڑھ رہے تھے، اثنائے نماز آپؑ کو گرفتار کر کے کھینچتے ہوئے مسجد سے باہر لے گئے اور حضرتؑ اپنے جد بزرگوار کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے اے خدا کے رسولؐ میں آپ سے شکایت کرتا ہوں اس چیز کی جو آپؐ کی امت بدکردار سے آپؐ کے اہلبیت باوقار کو پہنچ رہی ہے، لوگوں نے ہر طرف سے آواز گریہ و نالہ و فغان بلند کی جب اس امام مظلوم کو ہارون کے پاس لے گئے تو اس نے آنجناب کو بہت برا بھلا کہا (نعوذ باللہ) اور حکم دیا کہ حضرتؑ کو قید کیا جائے اور دو محمل ترتیب دیئے تا کہ یہ معلوم نہ ہو کہ آنجناب کو کس طرف لے جا رہے ہیں ایک محمل کو بصرہ کی طرف اور دوسرا بغداد کی جانب روانہ کیا اور حضرت اس محمل میں تھے کہ جو بصرہ کی طرف بھیجا تھا اور حسان سروی کو آپؑ کے ہمراہ بھیجا تھا تا کہ وہ آپؑ کو بصرہ میں عیسیٰ بن جعفر بن ابو جعفر منصور (جو کہ بصرہ کا امیر اور ہارون کا چچازاد بھائی تھا) کے سپرد کرے ذی الحج کی سات تاریخ کو ترویہ سے ایک دن پہلے آپؑ کو بصرہ میں داخل کیا گیا اور دن کے وقت علی الاعلان عیسیٰ دے سپرد ہوئے، عیسیٰ نے حضرت کو اپنے مکان کے ایک کمرے میں جو کہ اس کے دیوان خانہ کے قریب تھا قید کر دیا اور عید کی فرح و سرور و خوشی میں مشغول ہوا۔ دن میں دو مرتبہ اس کمرے کا دروازہ کھولتے تھے ایک دفعہ اس لئے کہ آپ باہر آ کر وضو کرلیں اور دوسری دفعہ جب کہ آپؑ کے لیے کھانا لاتے تھے۔

محمد بن سلیمان نوفلی کہتا ہے کہ عیسیٰ کا ایک منشی جو کہ عیسائی تھا اور بعد میں اس نے اظہار اسلام کر لیا تھا میرا دوست تھا ایک دفعہ کہنے لگا کہ یہ عبد صالح اور خدا کے شائستہ بندے یعنی موسیٰ بن جعفر علیہ السلام جن دنوں اس مکان میں قید تھے تو آپؑ نے لہو و لعب ساز و سوز اور قسم قسم کے خواہش و منکرات سنے کہ میں گمان نہیں کرتا کہ ان چیزوں نے کبھی بھی آپؑ کے دل میں خطور کیا ہو۔

بہر حال ایک سال تک آپ عیسیٰ کی قید میں رہے بار ہا ہارون نے اسے لکھا کہ وہ آنجناب کو زہر دے دے، اس نے جرات نہ کی کہ اس امر قبیح پر اقدام کرے اور اس کے کچھ دوستوں نے بھی اسے اس چیز سے منع کیا جب آپؑ کی قید کی مدت اس کے ہاں طویل ہوگئی تو عیسیٰ نے ہارون کو خط لکھا کہ موسیٰؑ کی قید کی مدت میرے ہاں طویل ہوگئی ہے اور میں اس کے قتل کا اقدام نہیں کروں گا، میں جتنا بھی اس کے حالات کا تفحص وجستجو کرتا ہوں تو سوائے عبادت تفرع وزاری اور ذکر ومناجات با قاضی الحاجات کے کچھ نہیں سنا اور میں نے ہرگز نہیں سنا کہ آپ پر یا مجھ پر یا کسی اور شخص پر اس نے نفرین کی ہو یا ہماری کسی برائی کو یاد کیا ہو، بلکہ وہ تو ہمیشہ اپنے کام کی طرف متوجہ ہے وہ دوسرے کی طرف التفات نہیں کرتا، کسی کو بھیج دو تا کہ میں آنجنابؑ کو اس کے سپرد کردوں ورنہ میں انہیں رہا کردوں گا۔ اب مزید انہیں قید میں رکھنا تکلیف دینا میں اپنے لیے پسند نہیں کرتا۔

عیسیٰ کا ایک جاسوس جو حضرتؑ کے حالات کی نگرانی پر موکل تھا بیان کرتا ہے کہ دنوں کو زیادہ تر آپؑ سے سنا کہ مناجات قاضی الحاجات میں عرض کرتے خدایا میں ہمیشہ تجھ سے سوال کرتا تھا کہ زاویہ خلوت اور گوشہ تنہائی اور فراغ خاطر اپنی عبادت و بندگی کے لیے مجھے عطا فرما، اب میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں کہ تو نے میری دعا کو شرف قبولیت بخشا ہے، جو کچھ میں چاہتا تھا تو عطا فرمایا ہے۔

جب عیسیٰ کا خط ہارون کو ملا تو اس نے کسی کو بھیجا جو آپ کو بصرہ سے بغداد لے گیا اور فضل ربیع کے پاس قید کر دیا اور اس مدت قید میں ہمیشہ آپؑ عبادت میں مشغول رہتے اور زیادہ تر آپ سجدہ میں رہتے۔

شیخ صدوق نے ثوبانی سے روایت کی ہے کہ جناب امام موسیٰ علیہ السلام دس سال سے زیادہ عرصہ تک ہر روز سورج نکلنے کے بعد سر سجدہ میں رکھتے اور سورج کے زوال تک دعا و تضرع میں مشغول رہتے اور جس دنوں آپؑ قید تھے بعض اوقات ہارون اس مکان کی چھت پر جاتا اور اس کمرے میں نگاہ کرتا کہ جس میں حضرت قید تھے تو ایک کپڑا دیکھتا کہ زمین پر پڑا ہے اور کوئی شخص اسے نظر نہ آتا، ایک دن ربیع سے کہنے لگا کہ یہ کپڑا کیسا ہے جو کہ میں اس کمرے میں دیکھتا ہوں، ربیع نے کہا یہ کپڑا نہیں بلکہ موسیٰؑ بن جعفرؑ ہے جو سورج نکلنے کے بعد سجدہ میں چلا جاتا ہے اور زوال تک سجدہ میں رہتا ہے۔

ہارون کہنے لگا بیشک یہ شخص راہب و عابد بنی ہاشم ہے ربیع نے کہا کہ جب آپ جانتے ہیں کہ وہ ایسا ہے تو پھر کیوں اسے تنگ قید خانے میں رکھا ہوا ہے۔

کتاب درالنظیم میں ہے فضل بن ربیع اپنے باپ سے نقل کرتا ہے کہ اس نے کہا مجھے ہارون رشید نے موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام کے پاس ایک پیغام دے کر بھیجا جب کہ آپ سندی بن شاہک کی قید میں تھے میں قید خانے میں گیا تو دیکھا کہ آپ نماز میں مشغول ہیں آپؑ کی ہیبت نے مجھے بیٹھنے نہ دیا مجبوراً میں تلوار کی ٹیک لگا کر کھڑا رہا میں نے دیکھا کہ آپ مستقل نماز میں مشغول ہیں اور میری کوئی پرواہ نہیں کر رہے، ہر دو رکعت نماز کا جب سلام پھیرتے تو بلا فاصلہ دوسری نماز کے لیے تکبیر کہتے اور نماز میں داخل ہو جاتے۔

جب میرے توقف نے طول کھینچا اور مجھے ڈر ہوا کہ ہارون مجھ سے مواخذہ کرے گا تو جب آپؑ سلام پھیرنے لگے تو

میں نے گفتگو شروع کر دی اس وقت حضرت نماز میں مشغول نہ ہوئے اور کان لگا کر میری بات سننے لگے اور میں نے ہارون کا پیغام آپؑ کو پہنچایا اور وہ پیغام یہ تھا کہ ہارون نے مجھ سے کہا تھا کہ حضرتؑ سے یہ نہ کہنا کہ مجھے امیر المومنین نے بھیجا ہے، بلکہ یہ کہنا کہ مجھے آپؑ کے بھائی نے آپؑ کی طرف بھیجا ہے اور اس نے آپؑ کو سلام کہا ہے اور وہ کہتا ہے کہ مجھے آپؑ کی طرف سے کچھ چیزیں پہنچیں تھیں کہ جنہوں نے مجھے مضطرب اور پریشان کر دیا تھا، لہذا میں آپؑ کو مدینہ سے لے آیا اور آپؑ مجھ سے کہا گیا تھا وہ سب جھوٹ تھا پس میں نے غور و فکر کی ہے کہ آپؑ کو آپؑ کے گھر کی طرف واپس بھیج دوں یا آپؑ میرے پاس رہیں۔ میں نے دیکھا کہ آپؑ کا میرے پاس رہنا میرے سینہ کو آپؑ کی عداوت سے بہتر طور پر خالی رکھ سکتا ہے اور آپکے بدگوئی کرنے والوں کے جھوٹ کو زیادہ ظاہر کر سکتا ہے لہذا میں آپ کا یہیں رہنا مناسب سمجھا لیکن ہر شخص کے لیئے کوئی خاص وجہ موافق ہوتی ہے، اور اس کے ساتھ اس کی طبیعت کو اُلفت ہوتی ہے اور شاید آپؑ مدینہ میں کچھ غذاؤں کی طرف میل فرماتے ہوں اور ان کی عادی ہوں اور یہاں کوئی ایسا شخص آپؑ کو نہ ملا ہو جو آپؑ کے لیے وہ درست کرے، میں نے فضل کو حکم دیا ہے کہ وہ آپ کے لیے تیار کرے جو کچھ آپ کی رغبت ہو، پس اسے حکم دیجئے جو کچھ آپؑ پسند کریں اور منبسط اور کشادہ رو رہیں۔

راوی کہتا ہے کہ حضرتؑ نے میری طرف التفات و توجہ کیے بغیر دو فقروں میں جواب دیا۔

لا حاضر لی مالی فینفعنی ولم اخلق سولا اللہ اکبر ،یعنی میرا مال میرے پاس موجود نہیں جو مجھے نفع دے یعنی جو چاہوں حکم دوں اور میرے لیے درست کرے اور خدا نے مجھے سوال کرنے والا پیدا نہیں کیا، یہ فرما کر آپ نے اللہ اکبر کہا اور نماز میں مشغول ہو گئے۔

راوی کہتا ہے کہ میں ہارون کے پاس لوٹ کر گیا اور اس سے کیفیت بیان کی، کہنے لگا اس کے بارے میں تمہیں کیا مصلحت نظر آتی ہے۔

میں نے کہا اے میرے آقا اگر زمین پر خط کھینچ دو اور موسیٰؑ بن جعفرؑ اس کے درمیان بیٹھ جائیں اور کہیں کہ میں اس سے خارج نہیں ہوگا تو وہ سچ کہتے ہیں اور اس سے وہ باہر نہیں جائیں گے، وہ کہنے لگا کہ ایسا ہی ہے جیسا تو کہتا ہے لیکن اس کا میرے پاس رہنا مجھے زیادہ محبوب ہے اور روایت ہے کہ ہارون نے اس سے کہا کہ یہ واقعہ کسی سے نہ کرنا۔

وہ کہتا ہے کہ جب تک ہارون زندہ رہا میں نے کسی سے نہیں کہا۔

شیخ طوسی نے محمد بن غیاث سے روایت کی ہے کہ ہارون رشید نے یحییٰ بن خالد سے کہا کہ موسیٰؑ بن جعفرؑ کے پاس جاؤ اور اس سے لوہا (طوق و زنجیر) اتار دو اور میرا اسلام اسے کہو کہ تیرا چچا زاد بھائی کہہ رہا ہے کہ مجھ سے پہلے ایک قسم کھائی جا چکی ہے کہ میں آپؑ کو نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ آپؑ میرے سامنے یہ اقرار نہ کریں کہ آپؑ نے برائی کی ہے اور مجھ سے معافی چاہیں اس سے جو کچھ آپؑ سے ہوا ہے اور اس برائی کے اقرار میں آپؑ کے لیے کوئی عار نہیں ہے اور نہ ہی اس خواہش و سوال میں کوئی نقصان ہے اور یہ یحییٰ بن خالد ثقہ و میرا محل اعتماد اور میرا وزیر و صاحب امر ہے۔ اس سے سوال اور خواہش کر وا تنی مقدار میں کہ جس سے میری قسم اور پوری

ہو جائے اور مجھ سے خلاف قسم نہ ہو، پھر جہاں چاہو صحت و سلامتی کے ساتھ چلے جاؤ۔

محمد بن غیاث راوی کہتا ہے کہ مجھے موسیٰ بن یحییٰ بن خالد نے خبر دی ہے کہ موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے یحییٰ کے جواب میں فرمایا اے ابو علی میری وفات قریب ہے اور میری اجل میں سے ایک ہی ہفتہ باقی رہ گیا ہے اور روایت ہوئی ہے کہ جب آپؑ فضل بن ربیع کی قید میں تھے، فضل کہتا ہے کہ بارہا میرے پاس پیغام پہنچا کہ میں انہیں شہید کر دوں میں نے قبول نہیں کیا اور میں نے انہیں واضح کر دیا کہ یہ کام مجھ سے نہیں ہوگا اور جب ہارون سمجھ گیا کہ فضل بن ربیع حضرتؑ کے قتل پر اقدام نہیں کرتا تو انہیں فضل بن یحییٰ برمکی کے ہاں قید کیا اور فضل ہر رات ایک کھانے کا طشت آنجناب کے لیے بھیجتا، اور کسی جگہ سے آپؑ کے لیے کھانا نہیں آنے دیتا تھا۔ چوتھی رات جب طشت طعام لے آئے تو اس امام مظلومؑ نے سر آسمان کی طرف بلند کیا اور عرض کیا خداوند عالم تو جانتا ہے کہ اگر آج سے پہلے ایسا کھانا کھاتا تو البتہ اپنی ہلاکت پر اعانت کرنے والا ہوتا اور آج رات یہ کھانا کھانے میں مجبور و معذور ہوں۔

جب آپ نے وہ کھانا کھایا تو زہر کا اثر آپؑ کے بدن شریف میں ظاہر ہوا اور آپؑ رنجور و بیمار ہو گئے، جب دن ہوا تو آپؑ کے لیے ایک طبیب لے آئے، جب طبیب نے آپؑ سے حالات پوچھے تو آپؑ نے کوئی جواب نہ دیا، جب اس نے زیادہ مبالغہ و اصرار کیا تو آپؑ نے اپنا ہاتھ نکال کر اسے دکھایا اور فرمایا میری بیماری یہ ہے، طبیب نے نگاہ کی تو دیکھا کہ آپؑ کی ہتھیلی سبز ہو چکی ہے اور جو زہر حضرت کو دیا گیا ہے وہ وہاں جمع ہے پس وہ طبیب کھڑا ہو گیا اور ان بد بخت و شقی القلب خبیثوں کے پاس گیا اور کہنے لگا، خدا کی قسم وہ تم سے بہتر جانتا ہے اس چیز کو جو تم نے اس سے کی ہے اور اسی بیماری سے آپؑ جوار رحمت الٰہی کی طرف انتقال کر گئے اور دوسری روایت ہے کہ جتنا بھی فضل بن ربیع کو حضرتؑ کے قتل کرنے پر مجبور کیا گیا، اس نے اقدام نہ کیا بلکہ آپؑ کی تکریم و تعظیم کرتا تھا اور جب ہارون مقام رقہ میں گیا تو اس کو خبر دی گئی کہ آنجناب فضل بن یحییٰ کے پاس مکرم و معظم ہیں۔ وہ آپ کی نسبت اعانت و آسیب کو جائز نہیں سمجھتا تو مسرور خادم کو دو خط دے کر فوراً بغداد کی طرف بھیجا کہ خبر کیے بغیر اچانک فضل کے گھر جا کر آنجناب کے حالات کا مشاہدہ کرے اور اگر ایسا ہی ہو جیسا کہ لوگ کہتے ہیں تو ایک خط عباس بن محمد اور دوسرا سندی بن شاہک کو دو کہ جو کچھ اس میں لکھا ہے اس پر عمل کریں۔

پس مسرور اچانک خبر کیے بغیر بغداد میں داخل ہوا اور فضل کے گھر گیا اور کسی کو معلوم نہیں تھا کہ وہ کس کام سے آیا ہے جب اس نے دیکھا کہ حضرت اس کے گھر میں معظم و مکرم ہیں اسی وقت باہر نکلا اور عباس بن محمد کے گھر گیا اس کو ہارون کا خط دیا، جب خط کھولا تو فضل بن یحییٰ کو بلایا اور اسے عقابین میں سو تازیانے لگائے اور جو کچھ واقع ہوا مسرور خادم نے ہارون کو لکھ بھیجا، جب خط کے مضمون پر مطلع ہوا تو خط لکھا کہ حضرت کو سندی بن شاہک کے سپرد کر دیں اور اپنے دیوان خانہ کی مجلس میں بلند آواز سے کہنے لگا کہ فضل بن یحییٰ نے میرے حکم کی مخالفت کی ہے میں اس پر لعنت کرتا ہوں تم بھی اس پر لعنت کرو تو تمام اہل مجلس نے بلند آواز سے اس پر لعنت کی۔

جب یہ خبر یحییٰ برمکی کو پہنچی تو وہ بہت مضطرب ہوا اور ہارون کے گھر آیا اور دوسرے غیر متعارف راستے سے داخل ہو کر

ہارون کے پیچھے سے آکر اس کے کان میں کہنے لگا، اگر میرے بیٹے فضل نے تیری مخالفت کی ہے تو میں تیری اطاعت کرتا ہوں اور جو چاہو عمل مین لاتا ہوں، پس ہارون یحییٰ اور اس کے بیٹے سے راضی ہو گیا اور اہل مجلس کی طرف دیکھ کر کہنے لگا فضل نے میری مخالفت کی تھی میں نے اس پر لعنت کی، اب اس نے توبہ وانابہ کر لیا میں نے اس کی تقصیر و کوتاہی سے درگزر کیا ہے تم اس پر راضی ہو جاؤ۔ سب (جی حضوری) کہنے لگے ہم اس کے دوست ہیں جس کے آپ دوست ہیں اور ہر اس شخص کے دشمن ہیں جس کے آپ دشمن ہیں۔

پس یحییٰ فوراً بغداد کی طرف آیا اس کے آنے سے لوگ مضطرب ہو گئے اور ہر ایک کوئی نہ کوئی بات کہتا، لیکن اس نے یہ ظاہر کیا کہ وہ قلعہ کی تعمیر اور کام کرنے والوں کی دیکھ بھال کے لیے اس طرف آیا ہے، چند روز ان چیزوں میں مشغول رہا، پس سندی بن شاہک کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ اس امام معصومؑ کو مسموم اور زہر سے شہید کرے اور چند کھجور کے دانے زہر آلود کر کے ابن شاہک کو دیئے کہ وہ حضرتؑ کے پاس انہیں لے جائے اور ان کے کھانے میں مبالغہ و اصرار کرے اور جب تک وہ حضرتؑ کھا نہ لیں ان سے دست بردار نہ ہو، ابن شاہک وہ کھجور کے دانے حضرتؑ کے پاس لے آیا آپ نے مجبوراً وہ کھا لیے۔

اور ایک روایت کے مطابق سندی لعین نے زہر آلود خرمے آپؑ کے پاس بھیجے اور خود آیا تا کہ دیکھے کہ آپؑ نے کھا لیے ہیں کہ نہیں وہ اس وقت پہنچا جب حضرت ان میں سے دس دانے کھا چکے تھے کہنے لگا اور تناول کیجئے، آپؑ نے فرمایا جتنے میں نے کھائے ان میں تیرا مقصد پورا ہو گیا ہے اب مزید کھانے کی ضرورت نہیں۔

پس آپ کی وفات سے چند دن پہلے قاضیوں اور عادلوں کو حاضر کیا اور حضرتؑ کو ان کے سامنے پیش کیا گیا اور کہنے لگا یہ کہتے ہیں کہ موسیٰؑ بن جعفرؑ تنگی اور سختی میں ہے تم لوگ اس کے حالات کو دیکھو اور گواہ رہو کہ اسے کوئی تکلیف اور اذیت نہیں دی گئی اور ہم نے اس پر تنگی نہیں کی ہوئی۔

حضرتؑ نے فرمایا کہ اے لوگو! گواہ رہنا کہ تین دن ہو گئے کہ انہوں نے مجھے زہر دیا ہے اور بظاہر میں صحیح معلوم ہوتا ہوں لیکن زہر نے میرے اندر اثر کر رکھا ہے اور آج کے دن کے آخر میں میرا رنگ سرخ ہو جائے گا، سخت قسم کی سرخی اور کل انتہائی زرد ہو گا اور تیسرے دن میرا رنگ سفیدی مائل ہو گا اور میں رحمت الٰہی سے جا ملوں گا، تیسرے دن کے آخر میں آپؑ کی روح مقدس ملاء اعلیٰ میں انبیاء و صدیقین و شہدا کے ساتھ جا ملحق ہوئی اور بمقتضائے آیت واما الذین ابیضت وجوھھم ففی رحمۃ اللہ روسفید ہو کر رحمت الٰہی کی طرف منتقل ہوئے۔ صلوات اللہ علیہ

شیخ صدوق وغیرہ نے حسن بن محمد بن بشار سے روایت کی ہے کہ ایک سن رسیدہ بزرگ جو قطیعۃ الربیع کا رہنے والا اور مشاہیر عامہ میں سے بہت موثق تھا کہ جس کے قول پر ہمیں اعتماد تھا اس نے مجھے بتایا کہ ایک دن سندی بن شاہک نے مجھے مشاہیر علماء کی ایک جماعت کے ساتھ جمع کیا کہ مجموعہ ہم اسی (۸۰) افراد تھے اور اس مکان میں لے گیا جس میں امام موسیٰ بن جعفرؑ تھے جب ہم بیٹھ گئے تو سندی بن شاھک کہنے لگا ذرا اس شخص کی طرف دیکھو (یعنی موسیٰؑ بن جعفرؑ) کیا اسے کوئی تکلیف پہنچائی گئی ہے کیونکہ لوگ یہ

کہتے ہیں کہ ہم نے اسے بہت اذیتیں دی ہیں اور انہیں شدت و سختی میں رکھا ہوا ہے اور اس سلسلہ میں لوگ بہت باتیں کرتے ہیں، ہم نے تو اسے اس قسم کے کشادہ مکان میں فرش زیبا پہ بٹھایا ہوا ہے اور خلیفہ اس کی نسبت کوئی بُرا ارادہ نہیں رکھتا اس لیے اس نے اسے یہاں رکھا ہوا ہے تا کہ اس کے ساتھ گفتگو اور مناظرہ کرے، یہ دیکھو وہ صحیح و سالم بیٹھا ہے اور کسی معاملہ میں ہم نے اس پر کوئی تنگی نہیں کی ہوئی آپؑ کے سامنے موجود ہے اس سے پوچھ لو اور گواہ رہو وہ سچ کہتا ہے کہ تمام مجلس میں ہماری ہمت تو اس امام بزرگوار کی طرف دیکھنے اور آثار فضل و عبادت و انوار سیادت و نجابت اور سیمائے نیکی و زہادت جو آپؑ کی جبیں مبین سے ساطع و لامع کے ملاحظہ کرنے میں تھی۔

پس حضرت نے فرمایا، اے گروہ مردم یہ جو اس نے بیان کیا ہے وسعت مکان و منزل اور رعایت ظاہری کے سلسلہ میں وہ تو ویسا ہی ہے جیسا اس نے بیان کیا ہے، لیکن جان لو اور گواہ رہو اس نے مجھے خرے کے نو دانوں میں زہر کھلایا ہے اور کل میرا رنگ زرد ہو جائے گا اور پرسوں رنج و تکلیف کے گھر سے دار بقاء اور رفیق اعلیٰ سے جاملحق ہونگا جب حضرتؑ نے یہ بات کی تو سندی بن شاہک لعین سے سوال کیا کہ میرے غلام کو میرے پاس بلاؤ تا کہ میرے مرنے کے بعد میرے حالات کا کفیل بنے۔ وہ ملعون کہنے لگا مجھے رخصت دیجئے کہ اپنے مال میں سے آپ کو کفن دوں، حضرتؑ نے قبول نہ کیا اور فرمایا ہماری عورتوں کا حق مہر اور حج کی رقم اور ہمارے مرنے والوں کے کفن ہمارے پاک و پاکیزہ مال سے ہوتے ہیں اور میرا کفن میرے پاس موجود ہے۔

جب حضرت کی دنیا سے رحلت ہو چکی تو سندی بن شاہک نے فقہاء و اعیان بغداد کو بلایا تا کہ وہ دیکھیں کہ حضرت کے بدن پر زخم کا کوئی نشان نہیں ہے اور لوگوں کو گمراہ کریں کہ حضرتؑ کے فوت ہونے میں ہارون کی کوئی تقصیر نہیں۔ پس حضرتؑ کو پل بغداد پر رکھ دیا اور آپؑ کے چہرے سے کپڑا ہٹا دیا اور لوگوں میں منادی کی کہ یہ موسیٰؑ بن جعفرؑ ہے کہ رافضی جس کے متعلق یہ گمان رکھتے ہیں کہ وہ نہیں مرے گا، اس نے دنیا سے رحلت کی ہے آؤ اسے دیکھ لو لوگ آئے اور آپؑ کے رخ انور کو دیکھتے تھے۔

شیخ نے عمر بن واقد سے روایت کی ہے کہ ایک رات سندی بن شاہک نے کسی کو بھیج کر مجھے بلایا اور میں بغداد میں تھا تو میں ڈرا کہ کوئی بُرا ارادہ میرے متعلق نہ رکھتا ہو کہ مجھے رات کے اس وقت میں بلا رہا ہے پس میں نے اپنے اہل و عیال کو وصیت کی ان چیزوں میں کہ جن کی مجھے ضرورت تھی اور میں نے کہا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون اور سوار ہو کر سندی بن شاہک کے ہاں گیا، جس وقت میں اس کے سامنے پہنچا تو کہنے لگا۔

"اے ابوحفص شاید ہم نے تمہیں خوف و پریشانی میں مبتلا کیا ہے میں نے کہا ہوں۔ وہ کہنے لگے یہ بلانا اچھائی اور خیر کے لیے ہے میں نے کہا کہ پھر کسی کو میرے مکان پر بھیجو جو میرے اہل خانہ کو میری اطلاع کرے، کہنے لگا ہاں، پھر اس نے کہا سے ابوحفص کیا تجھے معلوم ہے کہ میں نے تجھے کیوں بلایا ہے میں نے کہا کہ نہیں، کہنے لگا کیا موسیٰ بن جعفرؑ کو پہچانتے ہو، میں نے کہا ہاں خدا کی قسم میں انہیں جانتا ہوں اور کچھ مدت سے میرے اور ان کے درمیان دوستی اور رفاقت ہے۔

کہنے لگا، بغداد میں کون سے ایسے اشخاص ہیں جو انہیں پہچانتے ہوں ان لوگوں میں سے جس کا قول ان کے بارے میں

قابل قبول ہو۔

میں نے کچھ لوگوں کے نام لیے اور میرے دل میں آیا کہ موسیٰ بن جعفرؑ فوت ہو گئے ہیں، پس اس نے کسی کو بھیجا اور ان لوگوں کو لے آیا۔ جب صبح ہوئی تو پچاس اور کچھ افراد سندی کے گھر میں جمع ہو چکے تھے ان اشخاص میں سے جو جناب موسیٰ بن جعفرؑ کو پہچانتے تھے اور کی مصاحبت سے مشرف ہو چکے تھے۔

پس سندی کھڑا ہوا اور مکان کے اندر چلا گیا اور ہم لوگوں نے نماز ادا کی اس وقت اس کا منشی کچھ کاغذات لے کر باہر آیا اور اس نے ہمارے نام پتے علامات اور مشاغل و کردار لکھے۔ اس کے بعد وہ سندی کے پاس گیا اور سندی باہر آیا اور مجھ پر ہاتھ مار کر کہنے لگا اے ابو حفص اٹھو، میں اور دوسرے لوگ جو موجود تھے اٹھ کھڑے ہوئے اور ہم مکان کے اندر گئے اور کہنے لگا، اے ابو حفص موسیٰ بن جعفرؑ کے چہرہ سے کپڑا ہٹاؤ، میں نے کپڑا ہٹایا تو دیکھا کہ وہ حضرت فوت ہو چکے ہیں، میں رویا اناللہ کہا، اس کے بعد باقی لوگوں سے اس نے کہا کہ تم بھی دیکھ لو ایک ایک آیا اور اس نے دیکھا۔

پس کہنے لگا کہ تم گواہ ہو یہ موسیٰ بن جعفرؑ ہیں، ہم نے کہا کہ ہاں، کہنے لگا اس کی شرمگاہ پر کپڑا ڈال کر باقی جسم کو برہنہ کر دو اس نے ایسا کیا، کہنے لگا آیا اس کے جسم پر کوئی ایسا نشان تمہیں نظر آتا ہے کہ جو تمہیں معلوم نہ ہو، تم نے کہا کہ ہم کچھ نہیں دیکھ رہے سوائے اس کے کہ وہ فوت ہو گئے ہیں۔

کہنے لگا اس جگہ رہو تا کہ اسے غسل دو، کفن پہناؤ اور دفن کرو، ہم وہیں رہے یہاں تک کہ آپؑ کو غسل دیا گیا اور کفن پہنایا گیا اور آپؑ کا جنازہ اٹھا، سندی بن شاہک نے آپؑ کی نماز جنازہ پڑھی اور آپؑ کو دفن کر کے ہم واپس لوٹ آئے۔

اور صاحب عمدۃ الطالب کہتا ہے کہ آپؑ کی شہادت کے دنوں ہارون شام چلا گیا اور یحییٰ بن خالد نے سندی بن شاہک لعین کو آپؑ کے قتل کا حکم دیا، پس کہا گیا ہے کہ آپؑ کو زہر دیا گیا اور ایک قول یہ ہے کہ آپ کو ایک بساط اور فرش پر بٹھا کر اسے اتنا لپیٹا گیا کہ آپ شہید ہو گئے، پس آپ کا جنازہ لوگوں کے سامنے لے آئے تا کہ وہ دیکھیں کہ آپؑ کے جسم پر کوئی زخم کا نشان نہیں ہے اور محضر مکمل کیا (یعنی لوگوں سے گواہیاں لیں) کہ حضرتؑ نے طبعی موت سے وفات پائی ہے اور تین دن تک حضرتؑ کو لوگوں کے راستہ میں رکھا گیا تا کہ جو بھی وہاں سے گزرے وہ آپ کو دیکھے اور محضر نامے میں اپنی گواہی لکھے، پس مقابر قریش میں آپؑ کو دفن کیا گیا۔ انتہیٰ۔

اور ایک روایت ہوئی ہے کہ جب سندی بن شاہک نے آپ کا جنازہ اٹھایا کہ مقابر قریش کی طرف منتقل کریں تو کسی کو معین کیا جو جنازہ کے آگے ندا کرتا جائے کہ ھذا امام الرافضۃ فاعرفوہ یعنی یہ رافضیوں کے امام ہیں انہیں پہچان لو، پس اس جنازہ شریفہ کو لا کر بازار میں رکھ دیا اور منادی نے ندا کی کہ یہ موسیٰ بن جعفرؑ ہیں جو اپنی طبعی موت سے مرے ہیں، آگاہ رہو اور انہیں دیکھ لو لوگ آپؑ کے گرد جمع ہو گئے اور انہوں نے دیکھا کہ زخم اور گلا گھونٹنے کا ان میں کوئی اثر نہیں ہے اور آپ کے پاؤں میں حنا کا اثر نظر آیا ہے پس علماء و فقہاء کو حکم کیا گیا کہ وہ اس سلسلہ میں اپنی شہادت لکھیں، سب نے لکھ دی سوائے احمد بن حنبل کے کہ جتنا بھی اسے ڈرایا دھمکایا گیا اس نے کچھ نہ لکھا۔

اور روایت ہے کہ جس بازار میں آپ کا جنازہ رکھا گیا تھا اس کا نام سوق الریاحین ہو گیا اور وہاں ایک عمارت کی تعمیر کی گئی اور اس کا ایک دروازہ بنایا گیا تا کہ لوگ وہاں پاؤں نہ رکھیں بلکہ اس سے تبرک حاصل کریں اور اس جگہ کی زیارت کریں مولی اولیاء اللہ صاحب تاریخ مازندران سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ میں کئی دفعہ اس جگہ کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں اور اس مقام کا بوسہ لیا ہے۔

شیخ مفیدؒ نے فرمایا ہے کہ آپ کا جنازہ باہر لائے اور پل بغداد پر رکھ دیا اور منادی کی کہ یہ موسیٰ بن جعفرؑ ہیں جو وفات پا گئے ہیں آ کر انہیں دیکھو، لوگ آتے آپؑ کے چہرہ مبارک پر نگاہ کرتے اور دیکھتے کہ آپ فوت ہو گئے ہیں اور ابن شہر آشوب نے کہا ہے کہ سندی بن شاہک آپ کا جنازہ باہر لایا اور پل بغداد پر رکھ کر منادی کرائی کہ یہ موسیٰ بن جعفرؑ ہیں کہ جن کے متعلق رافضیوں کا یہ گمان تھا کہ وہ مریں گے نہیں پس آ کر انہیں دیکھو اور یہ چیز اس لیے کہتے تھے کہ طبقہ نے یہ اعتقاد کر لیا تھا کہ حضرت ہی امام قائم ہیں اور آپؑ کی قید کو غیبت فرض کرتے تھے، پس اسی حالت میں کہ سندی اور لوگ پل پر جمع تھے سندی بن شاھک کا گھوڑا بدکا اور اسے دریا میں پھینک دیا، پس سندی پانی میں غرق ہو گیا اور خداوند عالم نے یحییٰ بن خالد کے اجتماع کو پراگندہ کر دیا، اور شیخ صدوق کی روایت میں ہے کہ جنازہ وہاں لائے جہاں مجلس شرطہ تھی یعنی رات کو پہرہ دینے والوں اور شہر کے حاکم کے نوکروں کی جگہ تھی اور چار افراد کو مقرر کیا کہ وہ منادی کریں کہ اے لوگو جو موسیٰؑ بن جعفر کو دیکھنا چاہتا ہے وہ باہر آئے پس شہر میں شور و غلغلہ مچ گیا۔ سلیمان بن جعفر ہارون کے چچا کا محل دریا کے کنارہ پر واقع تھا جب اس نے لوگوں کے شور و غل کرنے والوں دور ہٹایا، سلیمان نے اپنا عمامہ سر سے پھینک دیا، گریبان چاک کیا اور برہنہ پا آپ کے جنازہ کے ساتھ روانہ ہوا اور حکم دیا کہ جنازہ کے آگے آگے یہ منادی کی جائے کہ جو شخص طیب بن طیب (پاک اور پاک کے بیٹے) کی طرف دیکھنا چاہیے تو وہ موسیٰؑ بن جعفرؑ کے جنازہ کو آ کر دیکھے۔ پس بغداد کے سب لوگ جمع ہو گئے اور شیون و فغان کی آواز زمین سے آسمان تک جانے لگی، جب آپ کا جنازہ مقابر قریش میں لے آئے تو حسب ظاہر سلیمان خود حضرتؑ کے غسل حنوط کفن کی طرف متوجہ ہوا اور جو کفن اس نے اپنے لیے بنا رکھا تھا اور جس پر دو ہزار پانچ سو دینار صرف ہوئے تھے اور پورا قرآن اس پر لکھا گیا تھا آنجناب کو پہنایا اور پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ آپؑ کو مقابر قریش میں دفن کر دیا۔

جب یہ خبر ہارون کو ملی تو بحسب ظاہر لوگوں کے طعن و تشنیع کو دور کرنے کے لیے سلیمان کو تحسین کا خط لکھا اور تحریر کیا کہ سندی بن شاہک نے جو کچھ کام کیے ہیں وہ میری رضامندی کے بغیر ہوئے ہیں اور تم سے میں خوش ہوا ہوں کہ اس کے کام تکمیل کو نہیں پہنچنے دیئے۔

شیخ کلینی نے امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے ایک خادم سے روایت کی ہے کہ جب حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کو مدینہ سے عراق کی طرف لے جا رہے تھے تو آنجناب نے امام رضاؑ کو حکم دیا کہ ہر رات آپ کا بستر گھر کی دہلیز میں ہم بچھاتے تھے اور نماز عشاء کے بعد آپ آتے اور گھر کی دہلیز میں صبح تک رات بسر کرتے جب صبح ہوتی تو گھر میں تشریف لے جاتے اور چار سال تک آپ کا یہی دستور رہا، یہاں تک کہ ایک رات ہم نے آپ کا بستر بچھایا لیکن آپ تشریف نہ لائے اس سے اہل و عیال کے دل وحشت زدہ ہوئے اور ہم بھی حضرت کے نہ آنے سے صبح تک خوف زدہ اور دہشت ناک رہے جب صبح ہوئی تو خورشید رفعت و جلالت طلوع ہوا اور گھر میں

تشریف لے گئے اور احمد ام خاتون خانہ کے پاس گئے اور فرمایا وہ امانت لے آؤ جو میرے پدر بزرگوار نے سپرد کی ہے۔

اُم احمد نے جب یہ بات سنی تو نوحہ وزاری شروع کر دی اور سینہ پر درد سے آہ سرد کھینچی کہ خدا کی قسم وہ مونس دل دردمندان اور انیس جان مستمندان اس دار فانی سے الوداع کر گیا، پس حضرت نے اسے تسلی دی اور نوحہ وزاری و بیقراری سے منع فرمایا اس راز کو فاش نہ کرو، اس حسرت کی آگ کو سینہ میں پنہاں رکھو، جب تک کہ حضرتؑ کی شہادت کی خبر والی مدینہ کو نہ پہنچے۔

اُم احمد نے وہ ودائع اور امانتیں جو اس کے پاس تھیں حضرتؑ کے سپرد کیں اور عرض کیا کہ جب اس گل بوستان نبوت وامامت نے مجھ سے وداع فرمایا تو یہ امانتیں میرے سپرد کی تھیں اور مجھے فرمایا تھا کہ اس راز سے کسی کو باخبر نہ کرنا اور جب میں فوت ہو جاؤں تو میرے بیٹوں میں سے جو کوئی تمہارے پاس آئے اور ان کا مطالبہ کرے تو اس کے سپرد کر دینا اور جان لینا کہ اسوقت میں دنیا سے وداع کر چکا ہوں گا۔ پس حضرت نے وہ امانتیں لے لیں اور حکم دیا کہ ان کے پدر بزرگوار کی شہادت سے زبان بند رکھیں یہاں تک کہ خبر آ پہنچے۔

پھر آپؑ گھر کی دہلیز میں بھی نہ سوئے، روای کہتا ہے کہ چند دن کے بعد آپؑ کی شہادت کی خبر مدینہ میں پہنچی، جب ہم نے معلوم کیا تو اسی رات آپؑ کی شہادت واقع ہوئی تھی کہ جس میں امام رضاؑ تائید الٰہی سے مدینہ سے بغداد پہنچے اور اپنے والد ماجد کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے تھے اس وقت امام رضاؑ اور اہل بیت عصمت نے امام موسیٰ بن جعفرؑ کے مراسم ماتم وعزا کا قیام کیا۔

مولف کہتا ہے کہ سید ابن طاؤس نے مصباح الزائر میں امام موسیٰ علیہ السلام کی ایک زیارت کے سلسلہ میں یہ صلوات آپؑ کے لیے نقل کی ہے جو حاوی ہے آپ کے کچھ فضائل و مناقب عبادات و مصائب پر اور مناسب ہے کہ میں اسے یہاں نقل کروں۔

اللھم صل علیٰ محمد واھل بیته الطاھرین وصل علیٰ موسیٰ بن جعفرؑ وصی الابرار وامام الاخیار و عیبة الانوار ووارث السکینة والوقار والحکم والآثار الذی کان یحیی اللیل بالسھر الی السحر بمواصلة الاستغفار حلیف السجدة الطویلة والدموع الغزیرة والمناجات الکثیرة والضراعات المتصلة ومقر النھیٰ والعدل والخیر والفضل والندی والبذل ومالف البلوی والصبر والمضطھد بالظلم والمقبور بالجور المعذب فی قعر السجون وظلم المطامیر ذی الساق المرضوض بحلق القیود والجنازة المنادی علیھا بذل الا ستخفاف والوارد علیٰ جدہ

المصطفیٰ وابیه المرتضیٰ وامة سیدة النساء بأرث مغصوب وولاء مسلوب وامر مغلوب ودم مطلوب وسم مشروب اللهم و کما صبر علی غلیظ المحن و تجرع غصص الکرب واستسلم لرضاك واخلص الطاعة لك و محض لاخشوع واستشعر الخضوع وعادی البدعة واهلها ولم یلحقه فی شئی من اوامرك ونواهیك لومة لائم صل علی صلوة نامیة منفیة ذاکیة توجب له بها شفاعة امم من خلقك و قرون من برایاك وبلغه عنا تحیة وسلا ماو اتنا من لدنك فی موالاته فضلاً و احساناً ومغفرة و رضواناً انك ذوالفضل العمیم والتجاوز العظیم برحمتك یاارحم الراحمین۔

اور بہت سی روایات میں وارد ہوا ہے کہ حضرت کی زیارت رسول اکرمؐ کی زیارت کی طرح ہے اور ایک روایت میں ہے اس طرح ہے کہ جیسے رسول وامیرالمومنین صلوات اللہ علیہما کی زیارت ہو اور دوسری روایت ہے کہ ایسے ہے کہ جیسے امام حسینؑ کی زیارت ہو اور ایک اور روایت میں ہے کہ جو شخص حضرت کی زیارت کرے تو اس کے لیے بہشت ہے۔ خطیب نے تاریخ بغداد میں علی بن خلال سے نقل کیا ہے کہ کوئی امر دشوار مجھے پیش نہیں آیا کہ جس کے بعد میں موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام کی قبر کے پاس جا کر متوسل ہوا ہوں، مگر یہ کہ خداوند عالم نے وہ میرے لیے آسان کر دیا۔

چھٹی فصل

حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کی اولاد واعقاب کا بیان

معلوم ہوا ہے کہ موسیٰ بن جعفرؑ کی اولاد کی تعداد میں اختلاف ہے اور ابن شہر آشوب نے کہا ہے کہ آپؑ کی صرف تیس (۳۰) اولادیں ہیں اور صاحب عمدۃ الطالب کہتا ہے کہ آپؑ کی ساٹھ اولادیں ہیں سینتیس (۳۷) بیٹیاں اور تیئس (۲۳) بیٹے اور شیخ مفید فرماتے ہیں کہ وہ کل سینتیس (۳۷) ہیں اٹھارہ (۱۸) بیٹے اور انیس (۱۹) بیٹیاں اور ان کے نام اس طرح ہیں۔ حضرت علیؑ بن موسیٰؑ الرضا علیہ السلام و ابراہیم و عباس و قاسم و اسمٰعیل و جعفر و ہرون و حسن و احمد و محمد و حمزہ و عبداللہ و اسحاق و عبیداللہ و زید و حسین و فضل و سلیمان و فاطمہ کبریٰ و فاطمہ صغریٰ و رقیہ و حکمیہ و اُم ابیہا و رقیہ صغریٰ و کلثوم و اُم جعفر و لبانہ و زینب و خدیجہ و علیہ و آمنہ و حسنہ و بریہہ و عائشہ (عباسہ نسخہ) و اُم سلمہ و میمونہ و اُم کلثوم۔

اور عمدۃ الطالب میں شیخ ابونصر بخاری سے نقل کیا ہے کہ شیخ تاج الدین نے کہا ہے کہ حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کی نسل آپؑ کی تیرہ اولادوں سے چلی ہے کہ جن میں سے چار کی اولاد تو بہت ہے اور وہ حضرت رضا و ابراہیم مرتضیٰ و محمد عابد و جعفر ہیں، اور دوسرے آپؑ کے چار بیٹے ایسے ہیں کہ جس کی اولاد نہ بہت زیادہ اور نہ بہت کم اور وہ زید النار و عبداللہ و عبیداللہ و حمزہ ہیں اور پانچ اور حضرات کی اولاد تھوڑی ہے اور وہ ہیں عباس و ہارون و اسحاق و حسین و حسن۔

شیخ مفید نے فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہر ایک کے لیے فضل و منقبت مشہور ہے۔

ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام اور اس کی اولاد کے بارے میں شیخ مفید فرماتے ہیں کہ ابراہیم شخص سخی و کریم تھا اور مامون کے زمانہ میں محمد بن محمد بن زید علی بن الحسینؑ بن علی بن ابی طالب علیہم السلام کی طرف سے کہ جس کی ابوالسرایا نے بیعت کر لی تھی یمن کا امیر ہوا اور جس وقت ابوالسرایا مارا گیا اور طالبین پراگندہ اور چھپ گئے تو مامون نے ابراہیم کو امان دیدی۔

مولف کہتا ہے کہ تاج الدین ابن زہرہ حسینی کتاب غایۃ الاختصار میں سید مرتضیٰ و رضی کے اجداد کا ذکر کرتے ہوئے ابراہیم ابن امام موسیٰ کاظم کے حالات میں کہتا ہے کہ امیر ابراہیم المرتضیٰ سید جلیل و امیر نبیل اور عالم فاضل تھا اپنے اباؤ اجداد سے روایت حدیث کرتا ہے اور یمن کی طرف گیا اور ابوالسرایا کے زمانہ میں وہاں اس کا غلبہ ہو گیا اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ لوگوں کو اپنے بھائی امام رضا علیہ السلام کی امامت کی طرف دعوت دیتا تھا، یہ خبر مامون کو پہنچی تو لوگوں نے اس کی شفاعت کی، مامون نے شفاعت قبول کر لی اور اسے امان دیدی اس سے معترض نہ ہوا، اس کی وفات بغداد میں ہوئی اور اس کی قبر مقابر قریش میں باپ کے قریب ہے۔

علیحدہ تربت میں جو کہ مشہور ہے اور اس کے بیٹے ابوسبحہ موسیٰؑ بن ابراہیم کے متعلق کہا ہے کہ وہ اہل اصلاح و عبادت و ورع

میں سے فاضل شخص تھا وہ روایت حدیث کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے اس کے پاس سلسلۃ الذہب میں کتاب میں دیکھی ہے اس سے موالف ومخالفت کرتا ہے روایت کرتا ہے، وہ کہتا ہے مجھے میرے باپ ابراہیم نے خبر دی، وہ کہتا ہے مجھ سے حدیث بیان کی میرے باپ موسیٰ کاظمؑ نے، وہ کہتے ہیں مجھ سے میرے والد صادق جعفرؑ بن محمد نے، وہ کہتے ہیں مجھ سے میرے باپ امام محمد باقرؑ نے، وہ کہتے ہیں ہیں مجھ سے میرے باپ زین العابدینؑ نے، وہ کہتے ہیں مجھے میرے باپ حسینؑ شہید کربلا نے، وہ کہتے ہیں مجھ سے میرے والد امیر المومنین علی بن طالب علیہ السلام نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حدیث بیان کی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، وہ کہتے ہیں مجھ سے جبریل نے خداوند جلیل سے حدیث بیان کی کہ اس کا ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ میرا حصار اور قلعہ ہے پس جو یہ کہہ دے وہ میرے حصار میں داخل ہو گیا، جو میرے حصار میں داخل ہو جائے وہ میرے عذاب سے مامون ہے۔

ابو سُبحہ نے بغداد میں وفات پائی اور اس کی قبر مقابر قریش باپ اور دادا کے جوار میں ہے میں نے اس کی قبر کا تفحص کیا تو مجھے لوگوں نے اس جگہ کی رہبری کی اور وہ چھوٹے حجرے کی دہلیز میں ہے جو کہ ملک ومنازل ہے ہندی جوہری کا انتہی فقیر کہتا ہے کہ صاحب عمدۃ الطالب نے نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دو ابراہیم نامی بیٹے تھے۔ ابراہیم اکبر جس کے صاحب اولاد ہونے میں اختلاف ہے اور ابونصر بخاری نے کہا ہے کہ یہ وہی ہے کہ جس نے ابوالسرایا کے زمانہ میں یمن میں خروج کیا تھا اور اس کی اولاد نہیں ہے اور دوسرا ہے ابراہیم اصغر کہ جس کا لقب مرتضیٰ تھا۔ اور اس کی والدہ کنیز تھی اہل نوبہ وزنگبار سے اور انہی کا نام نجیّہ تھا اور اس کی نسل دو بیٹوں سے ہے موسیٰ ابوسبحہ اور جعفر لیکن ابو عبداللہ بن طباطبا نے کہا ہے کہ اس کی نسل تین بیٹوں سے تھی، موسیٰ و جعفر واسماعیل اور اسماعیل کی اولاد اس کے بیٹے محمد سے ہے اور محمد بن اسماعیل کی اولاد واعقاب دینور نامی علاقہ میں ہیں کہ جن میں سے ایک ہے، ابوالقاسم حمزہ بن علی بن حسین بن احمد بن محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور میں نے اسے دیکھا ہے اور وہ اچھا انسان تھا، اس کی وفات قزوین میں ہوئی ہے اور اس کے بھائی اور چچا تھے۔

یہ تھا ابن طباطبا کا کلام، لیکن شیخ تاج الدین کہتے ہیں کہ ابراہیم کی نسل صرف موسیٰ اور جعفر سے ہے اور موسیٰ سُبحہ کی تو بہت ہی اولاد ہے اور اس کے آٹھ بیٹوں سے نسل چلی ہے کہ جن میں سے چار کی اولاد تو تھوڑی تھی اور وہ عبیداللہ، عیسیٰ، علی اور جعفر اور دوسرے چار کثیر الاولاد ہیں اور وہ ہیں، محمد اعرج واحمد اکبر وابراہیم عسکری، اور حسین قطعی اور کہا ہے کہ محمد اعرج کی اولاد صرف موسیٰ اصغر سے ہے جو معروف ہے ابرش کے نام سے اور موسیٰ کی اولاد تین بیٹوں سے ہے، ابوطالب محسن اور ابواحمد حسین اور ابوعبداللہ احمد اور ابو طالب محسن صاحب اولاد ہیں اور انہیں میں سے ہیں، احمد جو بصرہ میں پیدا ہوا اور باقی رہا ابواحمد حسین بن موسیٰ ابرش تو وہ طاہر ذوالمناقب والد سیدین (مرتضیٰ رضی) نقیب تھے۔

نقل ہوا ہے کہ ابوالقاسم علی بن محمد کی معاش اس کے اہل وعیال کے اخراجات کی کفایت نہیں کرتی تھی، لہٰذا اس نے تجارت کے لیے سفر کیا اور ابواحمد مذکور کی ملاقات کی، ابواحمد نے پوچھا گھر سے باہر کس لیے آئے ہو وہ کہنے لگا تجارت کے لیے نکلا ہوں، ابواحمد نے کہا "یکفیك من المتجب لقائی" یعنی کافی ہے تجھے تجارت سے میری ملاقات کرنا اور ابواحمد آخر عمر میں نابینا ہو گیا ہے اور

۴۰۰ ہجری میں بغداد میں وفات پائی اور ان کا سن نوے سال سے اوپر تھا اور اپنے گھر ہی میں انہیں دفن کیا گیا، اس کے بعد ان کا جنازہ کربلا معلی لے گئے اور مشہد حسینی میں حضرت کی قبر کے قریب دفن کیا، ان کی قبر مشہور اور ظاہر ہے اور شعراء نے ان کے بہت سے مرثیے کہے ہیں منجملہ ان کے جنھوں نے اس کا مرثیہ کہا ہے، اس کے دونوں فرزند رضی و مرتضیٰ ہیں اور مہیار کاتب اور ابوالعلا معری ہیں۔

مولف کہتا ہے کہ میں نے ابواحمد کے دوفرزند سیدین کے حالات تو کتاب فوائد الرضویہ فی احوال علماء المذہب الجعفر یہ میں تحریر کئے ہیں۔ اور اس مقام میں ان کے تذکرہ کی گنجائش نہیں، لیکن اس خیال سے کہ یہ کتاب ان کے ذکر سے خالی نہ رہے، کتاب مجالس المومنین میں سے چند سطروں پر اکتفا کرتا ہوں اور اولاد امام زین العابدین کے تذکرہ میں عمر اشرف کے حالات کے ذیل میں ان کی والدہ جلیلہ کی جلالت شان کی طرف مختصر اشارہ کر چکا ہوں وہاں رجوع کیا جائے۔

ذکر سید مرتضیٰ اور رضی رضوان اللہ علیہما، سید مرتضیٰ فہو السید الاجل النحریر الثمانینی ذوالمجدین ابوالقاسم الشریف المرتضیٰ علم الہدیٰ علی بن الحسین الموسوی شریف عراق مجتہد علی الاطلاق اور مرجع فضلاء آفاق تھے۔ وہ رہنما کہ جس کے معارج ہدایت اور مدارج ولایت میں علامت قدر اور انشراح صدر اتنا ظاہر ہوا ہے کہ اپنے جدامجد ولایت پناہ سے علم الہدیٰ جیسا شریف لقب انہیں ملا اور صاحب دولت اتنا کہ مجاورین مدارس وصوامع روزی کا نوالہ ان کے خوان احسان سے کھاتے اور مسافرین مراحل مسائل توشہ تحقیق اور ارمغان تدقیق ان کے خرمن فضل سے خوشہ چینی کر کے لے جاتے طالبین راہ ایمان اور سالکین مسالک ایقان مدرسہ شرع اور محکمہ عقل میں ان کی روشن رائے سے استغناء کرتے اور اپنی مشکلات کے زنگ کو ان کے صیقل ہدایت سے دور کرتے، مدت مدید تک امارت حج (جو کہ اعظم امور اسلام اور مرتبہ خلیفہ و امام ہے) لوائے ریاست دین و دنیا لہراتے رہے اور حجر یمانی کی گود میں جو کہ مقام رکن ایمانی ہے مراسم اسلام بجالاتے اور عرفات عرفان میں قدم صدق رکھے اور صفہ صفا اور مروہ مروت کا رخ کیا، اٰیۃ اللہ علامہ حلی نے کتاب خلاصہ میں کہا ہے کہ میر کی تصانیف بہت ہیں کہ جنہیں ہم نے کتاب کبیر میں ذکر کیا ہے اور علماء امامیہ ان کے زمانہ سے لے کر ہمارے زمانہ تک جو کہ ۱۹۳ ہجری ہے، ان کتابوں سے استفادہ کرتے رہے ہیں اور وہ بزرگوار ان کے ستون اور معلم ہیں، قدس اللہ روحہ د جزاہ عن اجدادہ خیر الجزا، اور ان کے علم الہدیٰ کے لقب سے ملقب ہونے کی وجہ جس طرح کہ شیخ اجل شہید نے رسالہ چہل حدیث وغیرہ میں بیان کی ہے، یہ ہے کہ علم الہدیٰ کے لقب سے ملقب ہونے کی وجہ جس طرح کہ شیخ اجل شہید نے رسالہ چہل حدیث وغیرہ میں بیان کی ہے، یہ ہے کہ محمد بن الحسین بن عبدالرحیم (جو کہ وزیر تھا قادر عباس کا) ۴۲۰ ہجری میں بیمار ہوا، اس کی بیماری طول پکڑ گئی یہاں تک کہ اس نے حضرت امیر المومنین کو عالم خواب میں دیکھا، آپ اس سے فرمارہے ہیں کہ علم الہدیٰ سے کہو کہ تمہارے لیے دعا کرے تاکہ تمہیں شفا حاصل ہو۔

محمد مذکور کہتا ہے میں نے حضرتؑ سے پوچھا کہ علم الہدیٰ کون ہے تو فرمایا کہ علی بن الحسین الموسوی، تو اس نے ایک رقعہ جو مشتمل تھا التماس دعا اجابت الموسوی میر کی خدمت میں لکھ بھیجا اور اس میں وہی لقب جو خواب میں دیکھا تھا درج کیا، جب وہ تحریر سید کے زیر نظر آئی تو کسر نفسی کرتے ہوئے خود کو اس لقب کے لائق نہ سمجھا اور وزیر کے جواب میں لکھا اللہ اللہ فی امری فان قبولی،

لھذا اللقب شناعة علی، میرے معاملہ میں خوف خدا کرو، میرا اس لقب کو قبول کرنا میرے لیے باعث قبح وعیب ہے۔

وزیر نے عرض کیا کہ خدا کی قسم میں نے آپ کی خدمت میں نہیں لکھا مگر وہ جو حضرت امیر المومنین نے مجھے حکم دیا ہے، بعد اس کے کہ وزیر میر مرتضیٰ کی دعا کی برکت سے شفایاب ہوا تو اس نے صورت واقعہ قادر خلیفہ عباسی کے سامنے پیش کی اور مرتضیٰ کا اس لقب سے انکار کرنا بیان کیا۔

قادر نے میر مرتضیٰ سے کہا کہ اے امیر مرتضیٰ قبول کرو اس لقب کو جس کے ساتھ تمہارے جد امجد نے تم کو ملقب کیا ہے اور حکم ہوا کہ منشیان بلاغت نشان اسے میر کے القاب میں داخل کریں اور اس زمانہ سے اس لقب کے ساتھ مشہور ہوئے اور آنجناب کی توصیف ثمانینی کے لفظ کے ساتھ اس وجہ سے ہے کہ وفات کے بعد آپ اسی ہزار کتابیں مقروات (پڑھی ہوئیں) مصنفات اور محفوظات میں سے چھوڑ گئے اور آپ نے ایک کتاب تصنیف کی کہ جس کا نام ثمانین تھا، اور آپ نے دنیا میں اکیاسی سال زندگی گزاری اور عمدۃ الطالب میں ہے کہ میں نے بعض تواریخ میں دیکھا ہے کہ سید کی کتابوں کا خزانہ مشتمل تھا اسی ہزار جلد کتاب پر اور میں نے اس کی مثل نہیں سنا، مگر یہ حکایت ہوئی ہے صاحب بن عباد کے متعلق کہ جسے فخر الدولۃ بن بویہ نے وزارت کے لیے بلایا تھا تو اس نے جواب میں لکھا کہ میں طویل الذیل شخص ہوں اور میری کتابیں اٹھانے کے لیے سات سو اونٹ کی ضرورت ہے، اور شیخ یافعی نے کہا ہے کہ اس کی کتابیں ایک لاکھ چودہ ہزار تھیں اور قاضی عبدالرحمن شیبانی فاضل کا کتب خانہ سب سے بڑھ گیا اور وہ ایک لاکھ چالیس ہزار کتب پر مشتمل تھا اور نقل ہوا ہے کہ مستنصر نے کتب خانہ مستنصریہ میں اسی ہزار کتاب سپرد کی تھی اور ظاہراً اس میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہی واللہ الباقی۔

بہرحال سید مرتضیٰ کی طرف ان کے بھائی سید رضی کی وفات کے بعد نقابت شرفاء امارت حاج اور قضا قضات منتقل ہوئی اور تین سال کی مدت تک اسی حالت میں رہے یہاں تک کہ ۴۳۶ھ ہجری میں وفات پائی اور آنجناب کی ایک بیٹی تھی نقیہ جلیلہ جو اپنے چچا سید رضی سے روایت کرتی ہے اور اس سے شیخ عبدالرحیم بغدادی (جو کہ ابن اخوہ کے نام سے مشہور اور قطب راوندی کے مشائخ اجازہ میں سے ایک ہے) روایت کرتا ہے۔

اور سید رضی فہو الشریف الاجل محمد بن الحسین الموسوی، ان کی کنیت شریف ابوالحسن لقب مرضی رضی اور ذوالحسبین ہے بھائی ہیں میر مرتضیٰ علم الہدی نقیب علویہ واشراف بغداد کے بلکہ قطب فلک ارشاد اور مرکز دائرہ ارشاد تھے، بزرگی و جلالت ان کی گوش ملک نے سنی ہے اور آوازہ ان کے فضل و بلاغت کا ایوان فلک تک پہنچا اور ان کے اشعار دلپذیر کا دست تصرف دامن فصاحت آرائی تک پہنچا ہے اور پائے ترقی حضیض بلاغت گستری سے ذروہ شاہق معجزہ پروری پر رکھا ہے، پایہ ان کے فضل و کمال و معالی و افضال کا اس سے گزر ہوا ہے، کہ زبان ثنا و بیان مدحت ان کے کنہ رفعت کو عبارت میں لے آئے، کیوں کہ ظاہر ہے کہ جب حسن و جمال زیادہ ہو تو مشاطہ کا ہاتھ بیکار ہو جاتا ہے اور جب بزرگی کمال کو پہنچ جائے تو تعریف کرنے والوں کا بازار گر جاتا ہے۔

زروے خوب تو مشاطہ دست بازکشید
کہ شرم داشت کہ خورشید را بیارایید

ابن کثیر شامی نے کہا ہے کہ میر رضی الدین اپنے والد کے بعد بغداد میں نقیب علویہ تھے اور وہ شخص فاضل وہ دین دار تھے اور فنون علم میں ماہر تھے، سخی جواد و پرہیز گار تھے اور شاعر بے نظیر تھے یہاں تک کہ کہا گیا ہے کہ وہ قریش میں سب سے بڑے شاعر تھے، پانچ محرم ۴۰۶ ہجری میں ان کی وفات ہوئی اور فخر الملک سلطان بہاء الادلہ ویلمی کے وزیر اور قضاۃ واعیان آپ کی نماز جنازہ پر حاضر تھے اور وزیر مذکور نے نماز جنازہ پڑھائی اور ان کی وفات کے بعد منصب نقابت دوسرے مناصب علیہ شرعیہ کے ساتھ مثلاً امارت حج وغیرہ ان کے بڑے بھائی میر مرتضیٰ کے سپرد ہوئے اور میر مرتضیٰ وابو العلا معری اور بہت سے افاضل شعراء نے ان کے مرثیہ میں جو ب اچھے اشعار کہے ہیں، معری کے مرثیہ کا ایک شعر یہ ہے۔

تکبیر تان حیال قبرک للفتی
محسوبتاں بعمرۃ و طواف

انسان تیری قبر کے گرد جو دو تکبیریں کہہ لے وہ عمرہ اور طواف کا ثواب رکھتی ہیں۔

آنجناب کی تصانیف انتہائی عمدہ اور ممتاز ہیں، ان میں سے حقائق التنزیل مجازات القرآن ومجازات النبویہ وخصائص الائمہ اور کتاب نہج البلاغہ ہے کہ جس کے اجازت میں اسے اخ القرآن کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں جیسا کہ صحیفہ سجادیہ کو اخت القرآن کہتے ہیں اور اس کی بہت سی شرحیں ہوئی ہیں۔ الی غیر ذلک

ثعالبی نے سید رضی کی توصیف میں کہا ہے کہ تیس سال کی عمر کے بعد تھوڑی سی مدت میں قرآن یاد کرلیا اور فقہ وفرائض کے عارف تھے، عرجان قوی اور لغت وعربیت میں تو امام وپیشوا تھے۔

ابوالحسن عمری کہتا ہے کہ میں نے ان کی تفسیر قرآن دیکھی ہے اور اسے سب تفسیروں سے بہتر واحسن پایا ہے اور وہ ابوجعفر طوسی کی تفسیر کے حجم میں تھی یا اس سے بڑی، اور آنجناب صاحب ہیبت وجلاست وورع وعفت تھے اور تنگی میں زندگی گزارتے تھے اور اپنے اہل وقبیلہ کا لحاظ وخیال رکھے تھے اور وہ پہلے طالبی ہیں کہ جنھوں نے سیاہ لباس پہنا وہ جناب عالی ہمت اور شریف النفس تھے، کسی کا صلہ یا جائزہ قبول نہیں کرتے تھے اور بنی بویہ کے بادشاہوں نے جتنی کوشش کی کہ ان کی عطیہ یا جائزہ قبول کریں، قبول نہ فرمایا اور وہ خوش ہوجاتے تھے اپنے اصحاب کے اعزاز سے۔ انتھی

معلوم ہو کہ لفظ نقیب لغت میں کفیل ضامن اور کسی قوم کو پہچاننے والے کے معنی میں ہیں اور نقیب سے مراد جو کہ سید ین اور ان کے والد کے حالات میں ذکر ہوا ہے وہ شخص ہے جو امور سادات وشرفاء طالبیین کی کفالت کرتا اور ان کے انساب کو اس سے محفوظ رکھتا ہو کہ کوئی ان کے سلسلہ سے خارج نہ ہوجائے، یا کوئی خارج ان میں داخل نہ ہو۔

اور یہ بھی معلوم رہے کہ سید کا ایک فرزند ہے، بہت جلیل وعظیم الشان جس کا نام عدنان ہے قاضی نور اللہ نے اس کی توصیف

میں کہا ہے کہ السید الشریف المرضی ابواحمد، عدنان بن الشریف الرضی الموسوی شریف بطحائے فضل وکرم اور نقیب مشہد دانش تھا اور لوائے علوشان وسمو مکان اس کا سماء رفعت اور سماک علو نسبت احمدی کو پہنچا۔

تفاخر نمودہ باد آل ہاشم
تظاہر فزودہ باد آل حیدر
باجداد او عز بطحا و یثرب
باسلاف اور فخر محراب و منبر

اپنے چچا میر مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد نقابت علویہ کے متولی ہوئے، سلاطین آل بویہ ان کی بہت تعظیم کرتے تھے، ابن حجاج شاعر بغدادی کے ان کی مدح میں بہت سے قصائد ہیں۔

اور عبداللہ احمد بن موسیٰ ابرش برادر ابواحمد نقیب والد سیدین کی اولاد میں سے ہے سید جلیل ابوالمظفر ہبۃ اللہ ابن ابومحمد حسن بن ابوالبرکات سعد اللہ بن حسین بن ابومحمد حسن بن ابوعبداللہ احمد بن موسیٰ ابرش بن محمد بن ابوسُبحہ موسیٰ بن ابراہیم بن امام موسیٰ کاظمؑ جو کہ عالم فاضل صالح عابد اور محدث کامل صاحب کتاب مجموع الرائق من ازھار الحدائق تھا۔ اور علامہ حلی کے ہمعصر ہیں۔

صاحب عمدۃ الطالب نے کہا ہے کہ ابوالمظفر ہبۃ اللہ سادات موسوی بغداد کے جد ہیں اور یہ جلیل القدر گھرانہ ہے، لیکن انہوں نے اپنا نسب خراب کرلیا ایسے لوگوں سے ایک عورت لے کر جو ان کے مناسب نہیں تھے اور اولاد احمد اکبر بن موسیٰ ابوسُبحہ بن ابراہیم بن امام موسیٰ کاظمؑ میں سے شمار ہوتا ہے۔

سید احمد رفاعی جو کہ مشائخ طریقہ شافعیہ میں سے اصحاب کرامات میں سے شمار ہے اور اس کی وفات ۲۲ جمادی الاوّل ۵۷۸ ہجری میں اُم عبیدہ میں ہوئی جو کہ واسطہ کے قریب ایک گاؤں ہے اور وہ اپنے نانا شیخ یحییٰ کبیر بخاری انصاری کے گنبد کے نیچے دفن ہوا، اور ابراہیم عسکری بن موسیٰ ابوسُبحہ کی اولاد میں سے ہے، ابواسحاق ابراہیم بن حسن بن علی بن محسن بن ابراہیم عسکر کے جسے شرف الدولہ بن عضدالدولہ نے ولایت نقابت طالبین دی تھی اور اسے نقیب النقباء کہتے ہیں اور اس کی اولاد و اعقاب ہیں اور انہیں سے ہے احمد بن اسحاق کہ جس کی اولاد قم اور آبہ میں ہے اور احتمال ہے کہ جو قبر قم میں مسجد امام کے شمالی دروازے کے مدمقابل بازار میں ہے اور معروف ہے احمد بن اسحاق کی قبر، اس سے مراد یہی احمد بن اسحاق موسوی ہو نہ کہ احمد بن اسحاق اشعری جس کی قبر حلوان میں ہے جو کہ مشہور ہے پل ذہاب کے نام سے اور جس کا ذکر اصحاب حضرت عسکری علیہ السلام میں آئے گا اور حسین قطعی کی نسل میں سے ہے، آقا سید صدرالدین عاملی اور مناسب ہے کہ ہم اس جگہ ان کے مختصر حالات کی طرف اشارہ کریں۔

ذکر سید جلیل و عالم نبیل آقا سید صدرالدین عاملی اصفہانی وھوالسید الشریف محمد بن سید صالح بن محمد ابراہیم شرف الدین بن

زین العابدین بن نورالدین ن علی نورالدین بن حسین بن محمد حسین علی بن محمد بن ابوالحسن تاج الدین عباس بن محمد بن عبداللہ بن احمد حمزہ الصغیر بن سید اللہ بن حمزہ کبیر بن محمد ابوالسعادات بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن ابوالحسن علی بن عبداللہ بن ابوالحسن محمد محدث بن ابوالطیب طاہر بن حسین قطعی بن موسیٰ ابوسبحہ بن ابراہیم مرتضیٰ بن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سید الفقہاء الکاملین وسند العلماء الراسخین افضل المتاخرین واکمل المتجرین نادرۃ الخلف وبقیہ السلف ذوالبیت العالی العماد والحسب الرفیع الاباء والاجداد ان کی والدہ شیخ علی بن شیخ محی الدین شیخ علی سبط شہید ثانی کی بیٹی ہیں اور ان کے والد سید سند ورکن معتمد آقا سید صالح سبط شیخنا الاجل شیخ عاملی ہیں، کیونکہ ان کے والد ماجد آقا سید محمد نے شیخ عاملی کی شاگردی اور ان کی صاحبزادی سے شادی کی تھی اور انہیں خداوند عالم نے اس مخدرہ جلیلہ سے سید صالح عطا فرمایا جو کہ اپنے زمانہ کے علماء اعلام اور شام کے شہروں کے مراجع ریاست امامیہ میں سے تھے اور ان کی ولادت ۱۱۲۲ ہجری میں ہوئی اور جبل عامل سے ان کی ہجرت احمد جزار کے ظلم وتعدیات سے ۱۱۹۷ ہجری میں ہوئی اور نجف اشرف میں سکونت اختیار کر لی اور ۱۲۱۷ ہجری میں وفات پائی، نیز شیخ حر عاملی کی صاحبزادی سے پیدا ہوئے۔ سید صالح کے بھائی سید محمد شرف الدین ابولستادہ الاشراف آل شرف الدین جبل عامل کے شہروں میں رہتے ہیں اور انہیں میں سے ہے سید جلیل عامل کے شہروں میں رہتے ہیں اور انہیں میں سے ہے سید جلیل عالم فاضل محدث کامل آقا سید عبدالحسین بن شریف یوسف بن جواد بن اسماعیل بن محمد شرف الدین جو کہ صاحب مصنفات فائقہ اور مولفات نافعہ جلیلہ ہے کہ جن میں سے ہے فصول المہمہ فی تالیف الامتہ اور الکلمۃ الغراء فی تفصیل الزہرا علیہا السلام جو صیدا میں چھپی ہے۔ وغیر ذلک

اور میں نے اس سید شریف کی بیروت میں زیارت کی ہے ادام الباری برکات وجودہ الشریف واعانہ لنصرۃ الدین الحنیف اور سید صدرالدین کے بھائی سید جلیل وعالم نبیل آقا سید محمد علی والد سید علامہ آقا سید ہادی ہے جو کہ والد ہے، سید سند محدث جلیل وعالم فاضل کامل نبیل بحر زاخر سحاب ماطر بارع خبیر ماہر کنز الفضائل وبہر ہاالجاری شیخنا الاجل السید ابو محمد حسن بن ہادی کا کہ جس کے حالات میں نے فوائد الرضویہ میں تحریر کئے ہیں۔

بہرحال سید صدرالدین نے اپنے والد کی گود میں تربیت پائی اور ۱۱۹۷ ہجری جبل عامل سے اپنے والد کے ساتھ عراق میں اور اور نجف اشرف میں ساکن ہو گئے اور ۱۲۰۵ ہجری میں جب کہ ان کی عمر بارہ سال تھی زیارت کربلا سے مشرف ہوئے اور استاد اکبر آقائے بہبہانی اور علامہ طباطبائی بحر العلوم کے درس میں حاضر ہوئے، کہتے ہیں کہ سید بحر العلوم اس وقت کتاب درہ کے نظم کرنے میں مشغول تھے جو کچھ نظم کرتے تو ان کے سامنے پیش کرتے۔ ان کے فن شعر وادب میں ماہر ہونے کی وجہ سے اور ۱۲۱۰ ہجری میں صاحب ریاض سے اجازہ طلب کیا اور سید ریاض نے انہیں اجازہ دیا اور احکام میں ان کے اجتہاد کی تصریح کی اور شیخ اکبر صاحب کاشف الغطاء نے اپنی بیٹی کی اس سے شادی کر دی اور خداوند عالم نے آقا سید محمد علی جو آقا مجتہد کے نام سے مشہور رنادر عصر اور یگانہ دہر تھے، اس مخدرہ سے انہیں مرحمت فرمائے کچھ وقت کے بعد جبکہ نجف اشرف میں مقیم تھے تو امام رضاؑ کی زیارت کے قصد سے خراسان کا سفر کیا اور واپسی کا راستہ یزد اور اصفہان کو قرار دیا اور جب اصفہان پہنچے تو وہیں قیام کر لیا اور مرجع تدریس وقضا ہو گئے، علماء کی ایک جماعت

نے ان کا تلمذ و شاگردی کی جن میں سے شیخ الطائفہ علامہ انصاری اور سید صاحب روضات اور ان کے بھائی اور آقا سید محمد شفیع صاحب روضہ ہیں اور یہ سید جلیل بہت گریہ کن اور کثیر المناجات تھے۔

مشہور ہے کہ ماہ رمضان کی ایک رات حرم امیر المومنین میں داخل ہوئے اور زیارت کے بعد سر مقدس کی پشت والی طرف بیٹھ کر دعائے ابوحمزہ پڑھنی شروع کی، جب یہ جملہ پڑھنا شروع کیا "الٰھی لا تو دبنی بعقوبتك" تو ان پر گریہ طاری ہوا اور مسلسل بار بار یہی جملہ کہتے تھے اور روتے تھے یہاں تک کہ انہیں غشی طاری ہوگئی اور لوگ انہیں حرم مطہر سے باہر لے آئے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں بہت کوشاں تھے، اصفہان میں حدود جاری کرتے تھے اور معصیت و گناہ ان کی نظر میں اتنا عظیم تھا کہ کہتے ہیں یوں اتفاق ہوا کہ یہ ایک مجلس میں حاضر ہوئے جو سید الشہداء امام حسین علیہ السلام ارواحنا فداہ عزاداری میں منعقد ہوئی تھی اور اس مجلس میں اعیان واشراف کی ایک جماعت موجود تھی اچانک اس مجلس میں ایک شہزادہ بھی آ گیا کہ جس کی داڑھی منڈی تھی جب ان کی نظر اس پر پڑی تو فرمایا۔

حلق اللحیة من شعار المجوس و صار من عمل اھل الخلاف داڑھی منڈوانا مجوسیوں کا شعار ہے اور اہل سنت کا عمل بھی ہو گیا ہے اب یہ شخص داڑھی منڈوا کر اس مجلس میں آیا جو امام حسینؑ سید الشہداء کی عزاداری میں منعقد ہوئی ہے مجھے ڈر ہے کہ جب مجلس پڑھنے والا منبر پر جائے اور یہ شخص یہاں موجود ہو تو اس مکان کی چھت گر پڑے، پس وہ اس مجلس میں نہ بیٹھے اور باہر چلے گئے۔

اور یہ بزرگوار زاہد قانع اور کثیر العیال تھے جس طرح نجف میں زندگی بسر کرتے تھے اسی طرح اصفہان میں بھی زندگانی گزارتے اور آخری عمر میں کمزوری اور اعضاء میں ڈھیلا پن جالج کی مانند انہیں عارض ہوا اور عالم خواب میں حضرت امیر المومنین کو دیکھا کہ انہیں فرما رہے ہیں، تم نجف میں ہمارے مہمان ہو، وہ سمجھے کہ میری وفات کا وقت قریب آ گیا، اصفہان سے نجف اشرف کی طرف چل پڑے اور ۱۲۶۲ ہجری میں وہاں وفات پائی اور اس حجرہ میں جو مغربی کونے میں ہے صحن مطہر کے باب سلطانی کے پاس دفن ہوئے اور اسی حجرہ میں اکابر علماء اعلام وفقہاعالی مقام مدفون ہیں۔

مثل مرحوم خلد مقام عالم ربانی وزندہ جاودانی جناب الحاج ملا فتح علی سلطان آبادی اور مرحوم ومغفور الحاج مرزا مسیح تہرانی تھی کہ جن کی وفات سید کی وفات والے سال میں ہوئی ہے اور جناب شیخ اجل اکمل عالم زاہد جامع فنون عقلیہ ونقلیہ حاوی فضائل علمیہ وعلیہ صاحب نفس قدسیہ وسمات ملکوتیہ ومقامات عالم ربانی ابوذر ثانی آقا شیخ محمد حسین اصفہانی والد شیخنا الاجل طور الفضل والادب وارث العلم عن اب فاب جناب آقا شیخ محمد رضا اصفہانی دام ظلہ اور آقائے صدر الدین کی تصانیف بہت ہیں جو کہ روضات الجنات اور فوائد رضویہ میں مذکور ہیں اور صاحب روضات نے ان کے حالات تحریر کئے ہیں اور کہا ہے کہ مجھ پر بہت شفقت رکھتے تھے اور روضات کی تصنیف میں میری مدد کی تھی۔

بہر حال اپنے والد ماجد اپنے جد سید مجھ سے شیخ حر عاملی سے روایت کرتے ہیں اور میں روایت کرتا ہوں اپنے شیخ ثقہ

الاسلام نوری سے علامہ انصاری سے اس بزرگوار سے، پس میری روایت صاحب وسائل سے ان کے طریق پانچ واسطہ سے ہے اور ان کی اولاد واخفاد علماء وفقہاء وافاضل تھے اور چونکہ ان سب کے تذکرہ کی مقام میں گنجائش نہیں لہذا میں ان کے فرزند جلیل مرحوم حجۃ الاسلام آقائے صدر کے ذکر پر اکتفاء کرتا ہوں اوران کے تذکرہ میں بھی اس پر اختصار کرتا ہوں کہ جسے سیدنا الاجل ابومحمد آقا سید حسن نے تکملہ امل الامل میں تحریر کیا ہے، فرماتے ہیں السید اسماعیل بن سید صدرالدین اس کتاب کے مولف کے والد چچازاد حجۃ الاسلام معروف بآقا سید اسماعیل حکام دینیہ میں مراجع امامیہ میں سے ایک ہیں، فاضل فقیہ اصولی محقق فکور (زیادہ مفکر) ہیں ۱۲۸۵ ہجری میں پیدا ہوئے (ظاہراً ۱۲۵۸ ہجری ہونا چاہیے) ان کے والد کی ۱۲۶۴ ہجری میں وفات ہوئی، انہوں نے اپنے بڑے بھائی آقا مجتہد کی گود میں تربیت حاصل کی اور پاکی طینت حسن استعداد اور علوفہم کو دیکھتے ہوئے تھوڑے ہی زمانہ میں حجۃ الاسلام آقائے شیخ محمد باقر بن شیخ محمد تقی کے درس میں حاضر ہوئے اور شیخ نے پوری ہمت ان کی تربیت میں صرف کی یہاں تک کہ اپنے ہم عصر لوگوں پر فوقیت حاصل کرلی، پس ۱۲۸۱ ہجری مین نجف اشرف کی طرف ہجرت کی اور جناب حجۃ الاسلام مرزا شیرازی و شیخ رازی اور شیخ مہدی آل کاشف الغطا کی شاگردی اختیار کی اور شیخ رازی کی وفات کے بعد تمام مشغلہ ان کا مرزا مرحوم کے درس میں حاضر ہونا تھا یہاں تک کہ اپنے اقران وامثال سے علم میں بڑھ گئے اور جس وقت مرزا مرحوم نے سامرہ کی طرف ہجرت کی، انہوں نے بھی ان کے ساتھ ہجرت کی اور یہ اسی طرح رہے یہاں تک کہ ۱۳۱۲ ہجری میں کربلا کی طرف ہجرت کی اوراس جگہ کو اب تک کے لیے اپنا وطن بنایا اوران کی اولاد مذکور میں سے ہے آقائے سید مہدی عالم فاضل جلیل ادیب اور سید فاضل ومہذب کامل آقا سید صدرالدین نزیل مشہد رضوی اور ان کے علاوہ زاد اللہ فی توفیقہم۔انتھی

اور عباس بن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام تو اس کے والد موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے وصیت نامہ کے نسخہ کو دیکھتے ہوئے جو کہ عیون اخبار الرضا میں ہے اس کی قدح اور اپنے امام زمانہ امام رضاؑ کی قلت معرفت معلوم ہوتی ہے، اگر مقام میں گنجائش ہوتی تو اس وصیت نامہ کو میں ذکر کرتا، لیکن اس مختصر مقام پر اس کے ذکر کی گنجائش نہیں ہے۔ واللہ العالم

اور جناب سید العلماء والفقہاء آقائے سید مہدی قزوینی نے فلک النجاۃ میں فرمایا ہے کہ اولاد آئمہ میں سے دو قبریں مشہور ہیں، مشہد امام موسیٰؑ میں جو آپ کی اولاد ہیں، لیکن وہ معروف نہیں ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ ان دو قبروں میں سے ایک عباس ابن امام موسیٰؑ کی ہے کہ جس کے حق میں قدح وارد ہوئی ہے۔انتھی

اور عباس کی نسل صرف اس کے بیٹے قاسم بن عباس سے ہے، صاحب عمدۃ الطالب نے نقل کیا ہے کہ قاسم بن عباس بن موسیٰؑ کی قبر مقام شوش سواد کوفہ میں ہے اور وہ فضل کے ساتھ مذکور ہے۔

اور قاسم بن موسیٰ بن جعفر پس وہ سید جلیل القدر تھے اور کافی ہے ان کی جلالت شان میں وہ خبر جو ثقۃ الاسلام کلینی نے کافی میں درباب اشارہ ونص پر حضرت رضاؑ سے نقل کی ہے۔

یزید بن سلیط اور حضرت امام کاظم علیہ السلام سے مکہ کے راستہ میں اوراس خبر میں مذکور ہے کہ کہ حضرت نے اس سے فرمایا

میں تمہیں خبر دوں اے ابا عمارہ، میں اپنے گھر سے نکلا تو میں نے اپنا وصی قرار دیا اپنے فلاں بیٹے کو یعنی امام رضاؑ کو اور میں نے اپنے باقی بیٹوں کو ظاہر وصیت میں اس کے ساتھ شریک قرار دیا اور باطن میں اس کو وصیت کی اور صرف اس کا ارادہ کیا اور اگر معاملہ میرے ہاتھ میں ہوتا تو میں امامت اپنے بیٹے قاسم کے لیے قرار دیتا بسبب اس محبت کے جو مجھے اس سے ہے اور جو مہربانی و نوازش میں اس سے رکھتا ہوں لیکن یہ امر خدا کی طرف راجع ہے وہ جہاں چاہتا ہے قرار دیتا ہے، الخ (ظاہراً یہ روایت اصول مذہب کے خلاف ہے، مترجم)

اور شیخ کلینی نے روایت کی ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ایک بیٹے کی موت کی حالت رونما ہوئی تو حضرت نے قاسم سے فرمایا کہ بیٹے اٹھو اور اپنے بھائی کے پاس بیٹھ کر سورہ والصافات پڑھو، قاسم نے وہ سورہ پڑھنا شروع کیا جب اس آیت پر پہنچا انتم اشد خلقاً ام من خلقنا تو اس کے بعد بھائی کو سکرات موت سے راحت ہوئی اور اس نے جان دے دی، ان دو خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام موسیٰؑ قاسم پر بہت عنایت فرماتے تھے، قاسم کی قبر حلہ سے آٹھ فرسخ کے فاصلہ پر ہے اس کا مزار شریف عامہ خلق کی زیارت گاہ ہے اور علماء و اخیار اس کی زیارت کو اہمیت دیتے ہیں، سید ابن طاؤس نے اس کے زیارت کی ترغیب دی ہے اور عمدۃ الطالب نے کہا ہے کہ قاسم کی اولاد نہیں ہے۔

اسماعیل بن موسیٰ کاظمؑ پس وہ جلیل القدر ہے اگرچہ علماء رجال نے ان کی جلالت کی طرف اشارہ نہیں کیا، لیکن کافی ہے اس کی مدح میں وہ روایت جو شیخ کشی نے ثقہ جلیل القدر صفوان بن یحییٰ کے حالات میں نقل کی ہے کہ جب صفوان نے ۲۱۰ھ ہجری میں مدینہ میں رحلت کی ہے تو امام محمد تقیؑ نے کفن اور حنوط اس کے لیے بھیجا اور اسماعیل بن موسیٰؑ کو حکم دیا کہ اس کی نماز جنازہ پڑھائے۔

اور استاد اکبر آقائے بہبہانی نے تعلیقہ میں فرمایا ہے کہ اسماعیل کی تصانیف کی کثرت اس کی مدح کی طرف اشارہ کرتی ہے اور شاید مرحوم کی مراد کثرت تصانیف سے کتاب جعفریات ہو جو کہ جملہ کتب فقہ اور اس کی جمیع احادیث پر سوائے قلیل کے مشتمل ہے اور اس کی ایک ہی سند ہے تمام کی تمام اپنے آباؤ اجداد سے اور رسول خداؐ سے روایت کی ہے۔ شیخ مرحوم محدث نوری طاب ثراہ نے خاتمہ مستدرک میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور وہ کتاب نہایت معتبر ہے اور تکمیل مستدرک وسائل میں درج ہے۔

یہ اسماعیل مصر میں رہتے تھے ان کی اولاد وہیں تھی، ان کا بیٹا ابوالحسن موسیٰ علماء مولفین میں سے ہے اور محمد بن محمد بن اشعث کوفی مصر میں کتاب جعفریات اس کے باپ اسماعیل سے روایت کرتا ہے اور موسیٰ کا بیٹا علی بن موسیٰ وہی ہے کہ جسے مہتدی کے زمانہ میں عبداللہ بن عزیز عامل طاہر نے محمد بن حسین بن محمد بن عبدالرحمن بن قاسم بن حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہم السلام کے ساتھ سامرہ کی طرف روانہ کیا اور وہاں انہیں قید کر دیا گیا یہاں تک کہ دونوں قید خانہ میں وفات پا گئے۔

اور اسماعیل بن موسیٰ کا ایک اور بیٹا ہے محمد نامی کہ جو طویل عمر رکھتا تھا اتنی حد تک کہ کتاب غیبت شیخ طوسی میں اس کی تعریف میں ہے "وکان اسن شیخ من ولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کہ اولاد رسولؐ میں سب سے زیادہ سن

رسیدہ ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اس نے امام زمانہ سے مسجدین کے درمیان (ظاہراً مسجد کوفہ و سہلہ مراد ہیں۔ مترجم) ملاقات کی ہے۔

احمد بن موسیٰ کاظم معروف بشاہ چراغ و شیراز میں دفن ہے اور ان کے بھائی محمد بن موسیٰ کا تذکرہ

شیخ مفید نے فرمایا ہے کہ احمد بن موسیٰ سید کریم و جلیل اور صاحب ورع تھے اور حضرت ابوالحسن موسیٰ ان سے محبت رکھتے تھے اور انہیں مقدم رکھتے تھے اور ایک ٹکڑا زمین کا اس کے پانی کے ساتھ جو یُسیرہ کے نام سے مشہور تھا اُسے بخشا ہوا تھا۔

نقل ہوا ہے کہ احمد نے ہزار غلام اپنے مال سے آزاد کئے، خبر دی مجھے شریف ابو محمد حسن بن محمد بن یحییٰ نے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے بیان کیا میرے دادا نے، وہ کہتا ہے کہ میں اسماعیل بن موسیٰ سے سنا، وہ کہتا ہے کہ میرے والد اپنی تمام اولاد کے ساتھ مدینہ میں اپنے ایک ملک کی طرف گئے اور اسماعیل نے اس ملک کا نام لیا لیکن یحییٰ بھول گیا، اسماعیل کہتا ہے کہ ہم اس جگہ تھے اور احمد بن موسیٰ کے ساتھ میرے والد کے خدم و حشم میں سے بیس افراد تھے کہ اگر احمد کھڑا ہو جاتا تو وہ کھڑے ہو جاتے اور اگر وہ بیٹھ جاتا تو وہ بھی بیٹھ جاتے اور اس کے علاوہ ہمیشہ میرے والد کی نظر اس پر رہتی اور اس کا پاس و لحاظ رکھتے اور اس سے غافل نہ رہتے اور ہم وہاں سے نہ لوٹے جب تک احمد واپس نہ آیا۔

فقیر کہتا ہے کہ یہ احمد شاہ چراغ کے نام سے مشہور ہیں اور شہر شیراز کے اندر مدفون ہیں اور ظاہری طور پر بھی گنبد و صحن و ضریح و خدام وغیرہ کے لحاظ سے احترام و تعظیم رکھتے ہیں اور اس احقر نے ۱۳۱۹ ہجری بیت اللہ الحرام سے واپسی پر شیراز سے گزر کیا اور اس شہر میں ان کی تربت پاک کی زیارت کی ہے اور اس بزرگوار کے باطن سے مدد طلب کی اور ان کی قبر کے پاس ایک اور مزار ہے جو معروف ہے کہ میر سید محمد حضرت کا بھائی ہے۔

صاحب روضات الجنات نے کہا ہے کہ بعض کتب رجالیہ میں ہے کہ احمد شیراز میں دفن اور سید السادات سے موسوم ہیں اور اس زمانہ میں شاہ چراغ کے نام سے مشہور ہیں اور بیشک تواتر تک پہنچے ہوئے ہیں وہ کرامات جو ان کے مرقد طاہر سے ظاہر ہوئے پھر نقل کئے ہیں ان علماء کے کلمات جنہوں نے تصریح کی ہے کہ احمد بن موسیٰ شیراز میں مدفون ہیں۔

اور محمد بن موسیٰ احمد کے سگے بھائی بھی مرد جلیل القدر صاحب فضل و صلاح ہیں اور ہمیشہ باوضو طہارت و نماز میں مشغول رہتے اور راتوں کو وضو و نماز میں رہتے اور جب نماز سے فارغ ہوتے تو کچھ دیر ستاتے اور دوبارہ نیند سے بیدار ہوتے تو طہارت و نماز میں مشغول ہو جاتے اور پھر کچھ دیر سو جاتے اور پھر کھڑے ہو جاتے، وضو کرتے اور نماز میں مشغول ہو جاتے اور طلوع صبح تک ان کی یہی عادت رہتی، چنانچہ ہاشمیہ کنیز رقیہ بنت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نقل کرتی اور کہتی ہے کہ میں نے جب کبھی محمد کو دیکھا تو وہ کتاب خدا کی اس آیت کا ذکر کرتے کانوا قلیلاً من اللیل ما یھجعون وہ لوگ رات کو کم سوتے تھے۔

صاحب روضات الجنات نے احمد کے باب میں سید جزائری کی کتاب انوار سے نقل کیا ہے سید کہتے ہیں کہ احمد بن موسیٰ کریم تھا اور امام موسیٰ علیہ السلام اس سے محبت کرتے تھے اور محمد بن موسیٰ صالح تھا، اور دونوں شیراز میں دفن ہیں اور شیعہ حضرات ان کی قبور سے تبرک حاصل کرتے ہیں اور ان کی بہت زیارت کرتے ہیں میں نے بھی بہت دفعہ ان کی زیارت کی ہے۔

مولف کہتا ہے کہ محمد بن موسیٰ علیہ السلام کو کثرت عبادت کی وجہ سے محمد عابد کہتے تھے اور ان کی نسل ان کے بیٹے ابراہیم سے ہے کہ جسے ابراہیم مجاب کہتے ہیں اور اس کا مجاب نام ہونے کا سبب جیسا کہ سید تاج الدین بن زہرہ نے کہا ہے کہ وہ حرم سید الشہدا میں داخل ہوا اور عرض کیا السلام علیک یا ابا، اس کے جواب میں یہ آواز سنی گئی وعلیک السلام یا ولدی، اس کی قبر شریف حائر مقدس حسینی میں ہے۔

اور ابراہیم کی نسل اس کے تین بیٹوں سے ہے، محمد حائری اور احمد قصر ابن ہبیرۃ میں اور علی سیرجان میں ہے اور محمد حائری کی اولاد میں سے ہے سید سند نسابہ، علامہ امام الادباء شمس الدین، شیخ اشرف، ابوعلی فخار بن احمد بن محمد بن ابوالغنائم محمد بن حسین بن محمد الحائری بن ابراہیم المجاب بن محمد العابد بن امام موسیٰ الکاظم علیہ السلام جو کہ اکابر مشائخ واعظام واعاظم فقہاء کرام صاحب کتاب "الحجۃ علی الذھب الی تکفیر ابی طالب" ہے۔

ابن ابی الحدید جو سید فخار کا ہم عصر ہے اور علماء اہل سنت میں سے ہے شرح نہج البلاغہ کی چودھویں جلد میں کہتا ہے اس زمانہ کے بعض طالبین نے یعنی سید فخار نے اسلام ابوطالب میں کتاب تصنیف کی ہے اور میرے پاس بھیجی ہے اور مجھ سے خواہش کی ہے کہ میں اپنے خط میں اس کی صحت و ثاقت میں شعر یا نثر میں کچھ لکھوں اور میں چونکہ اسلام ابوطالب میں توقف رکھتا تھا میں نے جائز نہ سمجھا کہ ان کے اسلام کا قطعی حکم کروں اور یہ بھی جرات نہیں رکھتا تھا کہ ان کی مدح اور تعظیم میں سکوت اختیار کروں، کیونکہ میں جانتا تھا کہ اگر ابوطالب نہ ہوتے تو اسلام قائم نہ ہوسکتا اور میں جانتا ہوں کہ ابوطالب کا حق مسلمان پر لازم ہے جو کہ قیامت تک دنیا میں کام آئے گا، پس میں نے اس کتاب کی پشت پر یہ لکھا۔

ولو لا ابوطالب وابنه لما
مثل الدین شخصاً فقاما
فذاك بمکة اوی وحامی
وذاك بیثرب جس الحماما

یعنی اگر ابوطالب اور ان کے بیٹے امیر المومنین نہ ہوتے تو دین شکل وصورت پیدا کرکے قائم نہ ہوتا، پس ابوطالب نے مکہ میں پناہ دی اور حمایت کی پیغمبر اکرمؐ کی اور امیر المومنین نے یثرب میں موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں یعنی نصرت پیغمبر اور اسلام کی مدد میں تلوار چلائی اور جہاد کیا،

یہاں تک کہ دین اسلام ابو طالب اور علی بن ابی طالب کی وجہ سے قائم ہوا۔

بہر حال سید فخار سے علامہ کے والد و سید احمد بن طاؤس اور محقق علی روایت کرتے ہیں اور وہ خود شیخ جلیل فقیہ شاذان بن جبریل قمی سے عماد الدین طبری سے مفید ثانی سے شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایت کرتے ہیں اور ان کے والد سید شریف ابو جعفر نقیب طاہر صاحب جاہ عریض و بسط عظیم و تمکن تام تھے اور یہ وہی ہیں جنہوں نے شط کوفہ پر بند باندھا تھا۔ ابو جعفر نقیب بصرہ نے اپنے اشعار میں ان کی مدح کی ہے اور جب ان کی وفات ہوئی تو نظامیہ میں ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور حائر میں دفن ہوئے اور سید فخاران کے بیٹے نے ان کا مرثیہ کہا ان الفاظ میں۔ ابا جعفر

ابا جعفر اما ثویت فقد ثوی
بمثواك علم الدين والحزم والفهم
سيبكيك حل المشكل الصعب حله
بشجود سيبكيك البلاغة والعلم

جب تو قبر میں دفن ہوا ہے تو تیری قبر میں علم دین، ہوشمندی اور فہم و فراست دفن ہوئے ہیں، عنقریب اکثر مشکلات کہ جس کا حل کرنا سخت ہے دکھ سے روئیں گی اور بلاغت و علم تجھ پر گریہ کریں گے اور ان کا بیٹا نسابہ و زینت مسند نقابہ، جلال الدین، عبدالحمید بن فخار والد عالم جلیل علم الدین المرتضی علی بن عبدالحمید استاد ابن استاد شیخ شہید ہے اور نیز محمد حائری کی اولاد میں سے ہے سید شمس الدین، محمد بن جمال الدین احمد استاد قدس سرہ، جیسا کہ سید محمد بن حسن بن ابو الرضا علوی شاگرد شیخ نجیب الدین یحیٰی بن سعید حلی کے اجازہ میں مذکور ہے اور وہ اجازہ یہ ہے۔

استخرت الله تعالىٰ و اجزت للسيد الكبير المعظم الفاضل الفقيه الحامل لكتاب الله شرف العترة الطاهرة مفخر الاسرة النبوية شمس الدين محمد بن السيد الكريم المعظم الحسيب النسيب جمال الدين احمد بن ابى المعالى جعفر بن على ابى القاسم بن على ابى الحسن بن على ابى القاسم بن محمد ابى الحمر بن على ابى القاسم بن على ابى الحسن الحائرى بن محمد ابى جعفر بن ابراهيم المجاب الضرير العمرى ابن محمد العابد ابن الامام موسىٰ الكاظم صلوات الله عليه۔

ذکر حمزہ بن موسیٰ الکاظم علیہ السلام اور ان کی بعض اولاد کا ذکر

حمزہ بن موسیٰ سید جلیل الشان تھے اور شاہزادہ عبدالعظیم کے پاس ایک قبر ہے عظیم گنبد کے ساتھ جو ان کی طرف منسوب اور عامۃ الناس کی زیارت گاہ ہے، نجاشی کی روایت میں ہے کہ جس زمانہ میں حضرت عبدالعظیم ری میں چھپ کر رہتے تھے تو وہ دن کو روزہ رکھتے اور راتوں کو نمازیں پڑھتے اور چھپ کر باہر نکلتے اور اس کی قبر کی زیارت کرتے جو ان کی قبر کے سامنے ہے اور دونوں کا راستہ مشترک ہے اور کہتے تھے کہ یہ قبر امام موسیٰ علیہ السلام کے ایک بیٹے کی ہے۔

علامہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ نے تحفۃ الزائر میں فرمایا ہے کہ قبر شریف امام زادہ فرزند امام موسیٰ حضرت عبدالعظیم کی قبر کے پاس ہے اور ظاہراً یہ وہی امام زادہ ہے کہ حضرت عبدالعظیم جس کی زیارت کرتے تھے، لہذا اس مرقد منور کی بھی زیارت کرنی چاہیے۔انتہی

اور صاحب مجدی سے نقل ہوا ہے اس نے کہا کہ حمزہ بن امام موسیٰ کی کنیت ابوالقاسم ہے اور اس کی قبر اصطخر شیراز میں معروف و مشہور اور زیارت گاہ نزدیک و دور ہے اور تاریخ عالم آراء سے منقول ہے اس نے کہا ہے کہ نسب سلسلہ جلیلہ صفویہ حضرت حمزہ بن موسیٰ علیہ السلام تک منتہی ہوتا ہے اور ان کا مدفن شیراز کی ایک بستی میں ہے اور سلاطین صفویہ نے ان کے لیے بقعہ عالیہ بنوایا ہے اور موقوفات زیادہ قرار دیئے ہیں اور ترشیر کے متعلق بھی ایک گروہ کا اعتقاد ہے کہ وہاں امام زادہ حمزہ کا مقبرہ ہے۔

فقیر کہتا ہے کہ بلدۂ طیبہ قم میں ایک مزار ہے مشہور بشاہزادہ حمزہ اور جلالت قدر کے ساتھ معروف ہے اور اہل شہر کو اس سے بڑی عقیدت ہے اس کے احترام و اکرام میں بڑی کوشش کرتے ہیں اور اس کا صحن و گنبد بارگاہ ہے اور صاحب تاریخ قم کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بزرگوار وہی حمزہ بن موسیٰ ہیں، جیسا کہ سادات رضائیہ کی تاریخ کے دوران (جو کہ قم میں تھے اور وہیں دفن ہوئے) کہتا ہے کہ یحیٰی صوفی نے قم میں قیام کیا اور میدان ذکریہ بن آدم علیہ الرحمۃ میں مشہد حمزہ بن موسیٰ بن جعفرؑ کے قریب اقامت کی تھی۔

اور واضح ہو کہ حمزہ بن موسیٰ کی کنیت ابوالقاسم ہے اور ان کی اولاد بلاد عجم میں ان کے دو بیٹوں قاسم اور حمزہ سے بہت زیادہ ہے، باقی رہا علی بن حمزہ تو صاحب عمدۃ الطالب نے کہا ہے کہ اس کی اولاد نہیں ہوئی اور بغیر اولاد کے دنیا سے گیا۔وہ شیراز میں باب اصطخر سے باہر دفن ہے اور اس کا مشہد ہے کہ جس کی زیارت کی جاتی ہے وہ خراسان میں مقدم اور بڑے مرتبہ والے تھے اور قاسم بن حمزہ کی نسل محمد و علی و احمد سے ہے اور محمد کی اولاد میں سے سلاطین صفویہ ہیں اور مناسب ہے کہ ہم ان کے اسماء شریفہ اور ان کی تاریخ جلوس (تخت نشینی) وفات کی طرف ان کے بعض حقوق کی ادائیگی کرتے ہوئے اشارہ کریں۔

سلاطین صفویہ موسویہ کا تذکرہ

سلاطین صفویہ نے تقریباً دو سو تیس سال حکومت اور ترویج دین و مذہب جعفری کی ہے۔ان میں سے پہلا بادشاہ شاہ اسماعیل اوّل ہے، وہو ابن السلطان حیدر بن سلطان، شیخ جنید مقتول بن سلطان شیخ ابراہیم جب خواجہ علی مشہور باسیاہ پوش کہ جس نے

۸۳۴ہجری میں بیت المقدس میں وفات پائی ہے اور کا مزار شیخ صفی الدین ابوالفتح اسحاق اردبیلی سلاطین صفویہ کو برہان الاصفیاء کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے صفویہ کہتے ہیں، اس نے ۷۳۵ہجری اردبیل میں وفات پائی اور وہی دفن ہوا اور اس کے قریب اس کی اولاد و اعقاب و احفاد کی ایک جماعت کو دفن کیا گیا، مثلاً شیخ صدرالدین و شیخ زین العابدین اور اس کے بیٹے شیخ جنید و سلطان حیدر و شاہ اسماعیل و شاہ محمد خدابندہ و شاہ اسماعیل اول و اسماعیل میرزا و حمزہ میرزا اور ان کے علاوہ اور اشخاص وھو ابن سید امین الدین جرائیل ابن سید محمد صالح ابن سید قطب الدین ابن صلاح الدین رشید بن سید محمد حافظ بن سید عوض شاہ الخواص بن سید فیروز شاہ زرین کلاہ بن سید نورالدین محمد بن سید شرف شاہ بن تاج الدین حسین بن صدر الدین محمد بن سید محمد الدین ابراہیم بن جعفر بن محمد بن اسماعیل بن ناصر الدین محمد بن شاہ فخر الدین احمد بن سید ناعرابی ابن ابو محمد قاسم بن حمزہ بن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام۔

شاہ اسماعیل نے ابتداء امر میں اپنے مریدوں اور اپنے اباؤ عرفاء راشدین کے مریدوں کے ساتھ جیلان کے شہروں سے خروج کیا اور ۹۰۶ہجری میں جب کہ چودہ سال کے قریب ان کی عمر تھی جنگ کی، یہاں تک کہ آذربائیجان کے علاقے فتح کر لیے اور حکومت بنالی اور حکم دیا کہ مذہب امامیہ کو ظاہر کیا جائے اور جب ان کا سن انتالیس سال تھا تو وفات پائی اور ان کا بیٹا شاہ طہماسپ تحت سلطنت پر بیٹھا اور یہ پیر کے دن انیس رجب ۹۳۰ہجری کا واقعہ ہے جو حکم ظل کے مطابق ہے جیسا کہ کہا گیا ہے شاہ انجم سپاہ اسماعیل۔

آنکہ چوں مہر درنقاب شدہ
ازجہاں رفت و ظل شدش تاریخ

سایہ تاریخ آفتاب شدہ آنجناب کی قبر اردبیل میں اپنے آباؤ اجداد کے جوار میں ہے، شاہ طہماسپ جوان کی جگہ تحت پر بیٹھا تو اس نے چون (۵۴) سال حکومت کی اور شہر قزوین اس کا دارالسلطنت تھا اور وہ ہمعصر تھا محقق کرکی و شیخ حسین بن عبدالصمد اور ان کے فرزند شیخ بہائی رحمہم اللہ کا، اور محقق کرکی کہ جن کا نام شیخ علی بن العالی اور لقب نورالدین اور مروج مذہب و دین محقق ثانی بلغه الله فى الجنان الى اقصى الاعالى ومنتهى الامانى تھا۔شاہ طہماسپ کے زمانہ میں ایران میں آئے اور شاہ نے ان کی تشریف آوری کو عظیم سمجھا اور کہا کہ آپ زیادہ حق رکھتے ہیں ملک و سلطنت کا کیونکہ آپ نائب امام علیہ السلام رہے ہیں اور میں آپ کے کارندوں میں سے ہوں اور آنجناب نے بادشاہ کے ہاں مرتبہ عظیم پایا اور نقل ہوا ہے کہ شاہ نے اپنے ہاتھ سے اس بزرگوار کے حق میں لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم!چوں ازمودائے حقیقت انتمائے کلام امام صادق علیہ السلام۔

انظر وا الى من كان منكم قد روى حديثنا و نظر فى حلالنا وحرامنا وعرف احكامنا فارضوبه حكما فانى قد جعلته حاكما فاذا حكم بحكم فمن لم يقبل منه فانما بحكم الله استخف وعلينا ردو هو رآدعلى حد

الشرک لائح

واضح است کہ مخالفت حکم مجتہدین کہ حافظان شریعت سید المرسلین اند باشرک در یک درجہ است، پس ہر کہ مخالفت حکم خاتم المجتہدین ووارث علوم سید المرسلین ونائب الائمہ المعصومین علیہم السلام لایزال کاسمہ العلی علیا عالیا۔

کند و در مقام متابعت نہ باشد بے شائبہ ملعون ومردود ودرایں آستان ملائک آشان مطرود است وبسیاسیات عظیمہ وتادیبات بلیغہ مواخذہ خواہد شد کتبہ طہماسپ بن شاہ اسماعیل الصفوی الموسوی۔

ترجمہ! ہمارا اللہ کے نام کا جو رحمن ورحیم ہے چونکہ بمطابق کلام حقیقت نظام امام صادق علیہ السلام، کہ دیکھو اس شخص کی طرف کہ جس نے ہماری حدیث کی روایت کی ہو اور ہمارے حلال وحرام میں غور وفکر کیا ہو اور ہمارے احکام کو پہچانا ہو تو اس کو اپنا حکم اور فیصلہ کرنے والا قرار دو، کیونکہ میں اسے حاکم بنایا ہے، پس جب وہ کوئی حکم کرے تو جو بھی اس سے اسے قبول نہ کرے تو سوائے اس کے نہیں کہ اس نے حکم خدا کو خفیف جانا اور ہمارے ارشاد کو رد کر دیا اور وہ خدا کے حکم کا رد کرنے والا ہے اور وہ حد شرک میں ہے۔ بظاہر واضح ہے کہ حکم مجتہدین کی مخالفت جو کہ سید المرسلین کی شریعت کے محافظ ہیں شرک کے ساتھ ایک درجہ میں ہے پس جو شخص خاتم المجتہدین وارث علوم سید المرسلین نائب آئمہ معصومین علیہم السلام جو ہمیشہ اپنے نام علی کی طرح بلند وبالا ہے ان کے حکم کی مخالفت کرے اور مقام متابعت میں نہ ہو تو بیشک وشائبہ وملعون ومردود ہے اور اس آستان ملائک آشیان میں مطرود ہے اور بڑی بڑی سزاؤں اور حد درجہ کے تادیبات سے اس کا مواخذہ کیا جائے گا۔ اس کو طہماسپ فرزند شاہ اسماعیل صفوی موسوی نے لکھا ہے۔

روایت ہے کہ ان کے زمانہ میں سلطان روم کا سفیر شاہ طہماسپ کے پاس آیا اور ایک دن اتفاقاً جناب محقق مذکور مجلس سلطان میں تشریف فرماتھے کہ سفیر نے انہیں پہچان لیا اور چاہا کہ اپنے اور شیخ کے درمیان جدل ومناظرہ کا در باز کرے۔

کہنے لگا اے شیخ! تمہارے مذہب کی تاریخ اور تمہارے طریقہ کا اختراع نو سو چھ کو ہوا ہے جو کہ شاہ اسماعیل کی سلطنت کی ابتداء ہے اور یہ مطابق ہے کلمہ ''مذہب ناحق'' کے ساتھ اور اس میں آپ کے مذہب کے بطلان کی طرف اشارہ ہے۔

محقق نے فورا فی البدیہہ اس کے جواب میں فرمایا ہم اور آپ عرب ہیں لہذا ہمیں عربی زبان میں گفتگو کرنی ہے، یہ کیوں کہتے ہو کہو کہ مذھبنا حق فبھت الذی کفر و بقی کانما القم الحجر، یعنی ہمارا مذہب حق ہے پس کافر مبہوت ہو گیا اور گویا اس کے منہ میں تھوک اٹک گیا۔

بہر حال شاہ طہماسب نے پندرہ ماہ صفر ۹۸۴ ہجری قزوین میں وفات پائی اور اتفاقات میں سے ہے کہ جملہ پانزدہم شہر صفر ان کا مادہ تاریخ ہے اور ان کے آثار حسنہ اور سیرت مستحسنہ کے ذکر کی گنجائش نہیں ہے۔

اور ان کے بعد ان کا بیٹا شاہ اسماعیل ثانی بادشاہ ہوا اور اہل سنت کے طریقہ پر تھا، پس اس نے اہل ایمان وعلماء وسادات کے ساتھ بدرفتاری کی، لہذا اس کی سلطنت زیادہ دیر نہ چل سکی اور تقریباً ڈیڑھ سال حکومت کی اور تیرہ رمضان مبارک کی رات مجلس

طرب میں اچانک اس کی حرکت دل بند ہوگئی اور وہ مر گیا۔اس وقت اس کا بھائی سلطان محمد مکفوف معروف شاہ خدا بندہ ثانی بادشاہ ہوا اور اس نے دس سال حکومت کی۔ پھر ۹۹۶ ہجری میں حکومت اپنے بیٹے شاہ عباس اوّل کے سپرد کر دی جو کہ مطابق ہے ظل اللہ کے، پس شاہ عباس نے چالیس سے کچھ سال زیدہ کمال شان وشوکت وجلالت کے ساتھ حکومت کی اور ۱۰۰۹ ہجری پا پیادہ اصفہان سے مشہد مقدس مشرف ہوا اور اٹھائیس دن میں یہ مسافت بعیدہ جو کہ دوسو فرسخ کے قریب ہے پیدل طے کی۔

صاحب تاریخ عالم آراء نے ذیل کے اشعار اسی سلسلہ میں کہے ہیں۔غلام شاہ مرداں شاہ عباس شہ والا گہر خاقان، امجد بلطوف، مرقد شاہ خراسان، پیادہ رفت با اخلاص بے حد آخر تک اور آخر میں کہا۔

پیادہ رفت و شد تاریخ رفتن

زاصفاہان پیادہ تا بمشہد

مولف کہتا ہے کہ شاہ عباس سے خیرات وآثار بسیار یادگار کے طور پر باقی رہے ہیں، جو شخص طالب علم ہو وہ کتاب عالم آراء وغیرہ کی طرف رجوع کرے، میر داماد نے کتاب اربعہ ایام میں فرمایا ہے کہ بادشاہ جہاہ مغفرت بارگاہ شاہ عباس ہے۔ان تمام اوقات میں پاکیزگی اور عبادت کے ساتھ وقت گزارتا اور غسل کرتا، روزہ رکھتا اور زیارت ماثورہ فقیر کے ساتھ بجالاتا اور بہت صدقات کرتا یہاں تک کہ فرمایا ہے رات کے وقت مخصوص اہل علم کی ایک جماعت کے ساتھ افطار کرتا اور افطار کے بعد آدھی رات تک صحبت عملی اور علماء کے ایک دوسرے سے مباحثات میں مجلس کا وقت گزارتا۔انتہیٰ"

۲۴ جمادی الاوّل ۱۰۳۸ ہجری مرض اسہال سے مازندران میں وفات پائی اور اس کے بعد اس کا نبیرہ (پوتا) شاہ صفی اوّل اس کے بیٹے کے بیٹے صفی میرزا شہید نے لباس سلطنت پہنا اور چودہ سال حکومت کی اور ۱۲ ماہ صفر ۱۰۵۲ ہجری وفات کی اور بلدۃ طیبہ قم میں دفن ہوا۔اس کی قبر روضہ حضرت معصوم علیہا السلام کی جہت قبلہ میں واقع ہے اور اب وہ روضہ میں داخل ہوگئی ہے کہ عورتیں صحن زنانہ سے اس جگہ میں داخل ہوئی ہیں اور زیارت کرتی ہیں۔حضرت معصومہ علیہا السلام کی سقف ودیوار مزین ہے کاشی معرق کے ساتھ جو بہت ممتاز اور شاہ عباس ثانی کی تعمیرات میں سے ہے (اس بقعہ کے کتبہ پر سورہ مبارکہ یسبح للہ محمد رضا امامی کے خط کے ساتھ کمال حسن وخوبی سے لکھی ہوئی ہے) اس کے بعد اس کا بیٹا شاہ عباس ثانی نو سال کی عمر میں تخت حکومت پر بیٹھا اور چھبیس سال حکومت کی اور ۱۰۷۸ ہجری میں مازندان سے اصبہان کی طرف واپس اتے ہوئے دامغان میں وفات پائی۔اس کا جنازہ قم میں لے آئے اور جوار معصومہ میں ایک بڑے بقعہ میں اس کے باپ کے بقعہ کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا اور اس کے بعد اس کا بیٹا شاہ صفی دوم چھ شعبان ۱۰۷۸ ہجری تخت سلطنت پر متمکن ہوا۔محقق خوانساری نے جامع مسجد شاہی میں خطبہ پڑھا اور اس پر مال وزر نچھاور کیا گیا۔اسے شاہ سلیمان کہا گیا۔اس نے عدالت کے ساتھ حکومت کی اور ۱۰۸۶ ہجری میں قبہ مطہرہ حضرت امام رضاؑ کو تعمیر کیا اور اس پر مزید سونا چڑھایا۔۱۱۰۵ ہجری میں وفات پائی اور قم میں شاہ عباس کے قریب کے بقعہ میں دفن ہوا۔حکومت اس کے بیٹے شاہ سلطان حسین کی طرف منتقل ہوئی وہ آخری صفوی تاجدار تھا۔اس کی حکومت فتنہ افاغنہ (افغانی) شہر میں داخل ہوئے اور انہوں نے اعیان و

علماء حکومت صفویہ کے کچھ لوگوں کا خون بہایا اور شاہ سلطان حسین کو ان کے بھائیوں اور بیٹوں کے ساتھ قید کیا۔یہ واقعہ ۱۱۳۵ ہجری میں ہوا اور مسلسل سلطان حسین قید میں رہا یہاں تک کہ سلطان محمود افغانی فرد ودمر گیا اور سلطان اشرف منحوس اس کی جگہ پر بیٹھا، پس اس کے حکم سے تقریباً پانچ سوحمام مدرسے اور مسجدیں خراب کی گئیں اور جب اس نے اپنی حکومت میں فتور دیکھا تو اصفہان سے چل پڑا اور حکم دیا کہ شاہ سلطان حسین کو قید میں ہی ہلاک کر دیں اور انہیں بے غسل و کفن چھوڑ دیا اور ان کے اہل وعیال کو قید کر لیا اور مال لوٹ لیے اور یہ واقعہ ۱۱۴۰ ہجری کا ہے، پس لوگ کچھ وقت کے بعد سلطان حسین کی میت قم میں لے گئے اور ان کی پھوپھی حضرت فاطمہؑ کے جوار میں باپ کے قریب دفن کر دیا۔واضح ہو کہ محمد بن قاسم بن حمزہ بن امام موسیٰ کی نسل میں سے سید اجل خاتم الفقہاء والمجتہدین ووارث علوم اجدادہ لاطاہرین مقتدائے انام مرجع خاص وعام مولانا سید محمد باقر بن محمد تقی موسوی شفتی معروف بحجۃ الاسلام شاگرد جناب بحرالعلوم ومحقق قمی وآقا سید محسن وآقا سید علی رضوان اللہ علیہم السلام اجمعین بھی ہیں کہ جن کی جلالت شان عبادات و مناجات ونواجل واولاد وفوائد پہنچانا طلاب وفقراء وسادات کو اس سے زیادہ ہیں کہ بیان ہوسکیں، اور بہت سی باتیں آنجناب سے نقل ہوئی ہیں اور میں نے کتاب فوائد الرضویہ میں جو کہ احوال علماء امامیہ میں اس قسم کی ہے۔کچھ چیزوں اور ان بزرگوار کی تصنیف کی طرف اشارہ کیا ہے اور مقام میں نقل کرنے کی گنجائش نہیں ہے اور آنجناب کی وفات ۱۲۶۰ ہجری (غرس) میں ہوئی اور قبر شریف اصفہان میں مشہور اور زیارت گاہ نزدیک ودور ہے اور ان کا بیٹا سید سند رکن معتمد جناب حاج سید اللہ تمام کمالات وفضل وفخار میں وارث اس پدر کا اور ثانی اس بحر زخار کا ہے اور صاحب جواہر کے عظیم شاگردوں میں سے ہے۔ولنعم ماقیل

ان السری اذا سری فبنفسہ

وابن السری اذا سری اسراھما

بیشک جب شریف چلتا ہے تو اپنی ذات کو لے کر جاتا ہے اور جب شریف زادہ چلے تو دونو کو لے کر چلتا ہے، اس کی وفات ۱۲۹۰ ہجری (غرس) میں واقع ہوئی۔اس کی قبر شریف نجف اشرف میں باب قبلہ کے قریب صحن مطہر میں ہے۔

باقی رہے عبداللہ اور عبیداللہ حضرت امام موسیٰ کے بیٹے تو یہ دونوں صاحب اولاد ہیں اور جیسا کہ بعض کتب انساب سے نقل ہوا ہے کہ عبداللہ کی اولاد میں سے ایک جماعت ری میں تھی کہ جن میں سے مجدالدولۃ والدین ذوالطرفین ابوالفتح محمد بن حسین بن محمد بن علی بن قاسم بن عبداللہ بن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام تھے کہ جن کی بہن ستی (سیدتی) سکینہ بنت حسین بن محمد سید اجل مرتضیٰ ذوالفخرین ابوالحسن مطہر بن ابوالقاسم علی بن ابوالفضل محمد کی والدہ ہے کہ شیخ منتجب الدین نے اس کی توصیف میں فرمایا ہے، وہ عراق کے بزرگ سادات اور صدر واشراف میں سے ہے اور منتہی ہوا ہے منصب خطابت وریاست اس کے زمانہ میں اس کی طرف اور وہ فنون علم میں نشانہ تھا، اور اس کے خطب ورسائل ہیں جو اس نے شیخ ابوجعفر طوسی کے سامنے سرخج میں پڑھے ہیں ہمیں روایت کی ہے، اس سے سید نجیب ابو محمد حسن موسوی نے۔انتھی

اور بعض کتب انساب میں نقل ہے کہ اس کے حق میں کہا گیا، سید مطہر فضل وبزرگی کرامت نفس کثیر المحاسن وحسن اخلاق میں

یگانہ روزگار تھا اور اس کا دسترخوان ہمیشہ بچھا رہتا تھا، متکلم اہل نظر مترسل اور شاعر تھا اور رے میں فقاہت طالبین اس سے متعلق تھی اور اس کا باپ ابوالحسن علی الزکی نقیب ری سلطان محمد شریف کا بیٹا ہے جو قم میں مدفون اور بہت جلیل القدر ہے اور عبداللہ باہر فرزند امام زین العابدینؑ کے حالات میں اس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے۔ خلاصہ یہ کہ سید مطہر کے دو بیٹے تھے محمد اور علی بن مطہر کا ایک بیٹا فخر الدین علی نقیب قم تھا، اور علی بن مطہر جو کہ عز الدولتہ والدین اور شرف الاسلام والمسلمین تھا۔ اس کا بیٹا محمد نامی اہل علم وفضل وشرف جلالت و نریاست میں سے ہے اور وہ عزالدین یحییٰ کا باپ ہے کہ شیخ منتجب الدین اس کی بڑی تعریف کی ہے اور ہم امام زین العابدین علیہ السلام کی اولاد کے حالات میں اس کی طرف اشارہ کر چکے ہیں، اور اس کو خوارزم شاہ نے شہید کیا اور اس کی قبر طہران میں ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کے والد شرف الدین کی چند بیٹیاں تھیں اور بیٹا کوئی نہیں تھا جب اس کی زوجہ یحییٰ کے ساتھ حاملہ ہوئی تو شرف الدین نے رسولؐ خدا کو عالم خواب میں دیکھا۔

عرض کیا! اے رسولؐ خدا یہ بچہ جو میری بیوی کے شکم میں ہے اس کا میں کیا نام رکھوں۔ فرمایا یحییٰ، جب یہ بیٹا پیدا ہوا تو اس کا نام یحییٰ رکھا، جب وہ شہید ہوا تو اس کو یہ راز معلوم ہوا کہ رسولؐ خدا نے اس کا یہ نام کیوں رکھا تھا۔ اور واضح ہو کہ نیز عبداللہ بن امام موسیٰؑ کے اعقاب میں سے ہے محدث جلیل سید سند سلالتہ الاطہار والا الاماجد الاعاظم الاخیار المنتشرین نسلا بعد نسل فی الاقطار آقا سید نعمت اللہ جزائری ابن سید عبداللہ بن محمد بن حسین بن احمد بن محمود بن غیاث الدین بن مجدالدین بن نورالدین بن سعدالدین بن سعدالدین بن عیسیٰ بن موسیٰ بن عبداللہ بن امام موسیٰ کاظمؑ جو کہ علامہ مجلسی و آقا سید ہاشم احسائی ومحقق سبزواری ومحقق خوانساری ومحدث کاشانی وغیرہ کے شاگرد ہیں۔ اور انہوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں، خود آنجناب نے اپنی بعض تصانیف میں اپنے حالات درج کئے ہیں اور ایک جماعت نے بھی ان کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔ مثلاً ان کے پوتے سید عبداللہ اور سید فاضل سید عبداللطیف شوشتری نے تحفتہ العلوم میں اور ان کے علاوہ دوسرے علماء نے ان کی وفات جایدر بستی میں شب جمعہ ۲۳ شوال ۱۱۱۲ ہجری میں واقع ہوئی اور ان کے فرزند جلیل سید نورالدین جو کہ اہل علم میں سے کئی رسائل کے مصنف ہیں اور ان کی وفات ماہ ذوالحجہ ۱۱۵۸ ہجری میں ہوئی۔ روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے اور شیخ حر عاملی سے اور ان کے فرزند سید اجل عالم متجر نقاد آقا سید عبداللہ بن نورالدین بن نعمت اللہ الموسوی اس گروہ کے اجلاء میں سے ہیں۔ ان میں جودت فہم وحسن سلیقہ کثرت اطلاع اور استقامت طریقہ جمع ہوگئی تھی جیسا کہ ان کی تالیفات شریفہ کی طرف رجوع کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ جن میں سے ہیں شرح نخبہ وشرح مفاتیح الاحکام وذخیرہ وغیرہ اور ایک اجازہ نامہ لکھا کہ جس میں اپنے اپنے والد و دادا اور کچھ اساتذہ کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔

اور روایت کرتے ہیں اپنے والد اور میر محمد حسین خاتون آبادی اور آقا سید صدرالدین رضوی قمی اور آقا نے سید نصر اللہ حائری شہید سے اور آقا سید نصر اللہ ان سے روایت کرتے ہیں اور اس کو (یعنی دو بزرگوں کا ایک دوسرے سے روایت کرنا) علم درایہ میں مدبج کہتے ہیں اور اس کی نظیر ہے، علامہ مجلسی کا سید علی خان شارح صحیفہ سے روایت کرنا اور سید کا مجلسی سے روایت کرنا اور علامہ مجلسی کا شیخ حر کا علامہ مجلسی سے روایت کرنا رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سید اجل شہید سعید ادیب اریب آقا سید نصر اللہ موسوی مذکور

آیت ومعجزہ تھے، فہم وذکا، حُسن تقریر اور فصاحت تعبیر میں روضہ منورہ حسینیہ میں مدرس تھے اور کتب ورسائل تصنیف کئے ہیں ان میں سے ہے۔

الروضات الزهرات في المعجزات بعد الوفات اور سلاسل الذهب و غير ذلك سلطان روم نے انہیں قسطنطنیہ میں شہید کیا تھا۔

اور روایت کرتے ہیں علامہ بحرالعلوم صاحب کرامات آقا سید حسین قزوینی سے آقا سید نصر اللہ مذکورہ سے اور ابوالحسن جد صاحب جواہر سے علامہ مجلسی سے اور عبیداللہ بن موسیٰ کی اولاد میں سے ہے شریف صالح ابوالقاسم جعفر بن محمد بن ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن امام موسیٰ کاظمؑ علوی موسوی مصری کہ جن سے روایت کرتا ہے شیخ تلعکبری اور اس سے سماع حدیث کیا ہے سن ۳۴۰ ہجری میں ان سے اجازہ بھی لیا ہے۔

اور اسحاق بن موسیٰ کاظمؑ کا لقب امین ہے اور سن ۲۴۰ ہجری میں مدینہ میں وفات پائی ہے اور اس کی بیٹی رقیہ کی عمر طویل ہے، یہاں تک کہ ۳۱۶ ہجری میں اس کی وفات ہوئی اور بغداد میں دفن ہوئی اور اس کی اولاد ونسل اس کے بیٹوں عباس، محمد حسین، علی سے ہے اور اس کی نسل میں سے ہے شیخ زاہد ورع ابو طالب بدلملهوس بن علی بن اسحاق بن عباس بن موسیٰ الکاظمؑ ہوئی جو کہ بغداد میں صاحب قدر وجلالت وجاہ وحشمت تھا۔ اور احفاد واولاد حسین بن اسحاق میں سے ہے، ابو جعفر محمد صورانی جو شیراز میں قتل ہوا اور اس کی قبر شیراز کے باب اصطخر میں زیارت گاہ ہے، ابوالفرج نے مقاتل الطالبین میں کہا ہے کہ مہتدی کے زمانہ میں سعید حاجب نے بصرہ میں (ابو) جعفر میں اسحاق بن موسیٰ الکاظمؑ کو شہید کیا۔ **في المجدي انه كان يعمل الحديد زاهداً**

مولف کہتا ہے کہ انساب مجدی میں ہے کہ اسحاق بن الکاظمؑ کی والدہ کنیز تھی، لیکن حب الائمہ میں جو روایت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسحاق کی والدہ بھی اُم احمد ہے اور وہ روایت اس طرح ہے کہ اسحاق بن الکاظمؑ اپنی والدہ سے روایت کرتا ہے، اپنی والدہ اُم احمد سے وہ کہتی ہیں کہ مجھ سے میرے سید وآقا یعنی بن جعفرؑ نے فرمایا کہ جو شخص حجامت کی شاخ اول میں اپنے خون کی طرف نظر کرے تو وہ دوسری حجامت (فصد کھلانا) تک داہنہ سے مامون رہے گا، میں اپنے آقا سے پوچھا کہ داہنہ کیا ہے تو فرمایا کہ درد گردن۔

اور زید بن موسیٰ کاظمؑ کو زید النار کہتے تھے اس وجہ سے کہ ابوالسرایا کے زمانہ میں جب طالبین نے خروج کیا تو زید بصرہ میں گیا اور بصرہ میں بنی عباس کے گھر جلا دیے، جیسا کہ تتمۃ المنتھی میں لکھا گیا ہے اور جب ابوالسرایا قتل ہوا تو طالبین کے ارکان متزلزل ہو گئے۔ زید کو گرفتار کر کے مرو میں مامون کے بھیجا گیا۔ مامون نے اُسے حضرت امام رضا علیہ السلام کو بخش دیا اور زید متوکل کے آخری زمانہ تک زندہ رہا، بلکہ منتصر کے زمانہ کو درک کیا ہے اور اس کا ندیم رہا ہے اور سر من رای (سامرہ) میں وفات پائی اور صاحب عمدۃ الطالب کے قول کے مطابق مامون نے اسے زہر دے کر ہلاک کر دیا اور زید کے افعال امام رضاؑ کے لئے گراں تھے اور آپ نے اسے

بہت توبیخ وسرزنش کی، ایک روایت ہے کہ حضرتؑ نے قسم کھائی کہ جب تک وہ زندہ ہیں زید سے کلام نہیں کریں گے اور آپؑ کے ارشادات میں سے جو آپؑ نے زید سے فرمائے یہ ہیں۔ کہ اے زید تجھے کوفہ کے بہت لوگوں کے اس کلام نے مغرور کر دیا ہے جو وہ کہتے ہیں کہ جناب فاطمہؑ کی عفت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی ذریت واولاد پر جہنم کی آگ حرام کی دی ہے یہ بات اس مخدرہ کی بطنی اولاد حسنؑ وحسینؑ سے مخصوص ہے۔ اے زید اگر تیرا اعتقاد یہ ہے کہ تو خدا کی نافرمانی کرے تب بھی جنت میں داخل ہو جائے گا اور تیرے باپ موسیٰ بن جعفرؑ اطاعت خدا کرے، راتوں کو قیام اور دنوں کو روزے رکھے اور وہ بھی جنت میں داخل ہوں تو پھر تو تم اپنے آپ سے خدا کے ہاں زیادہ عزت دار ہوئے۔ ایسا نہیں ہے جیسا تو نے اعتقاد رکھ لیا ہے خدا کی قسم کوئی شخص ان کرامتوں تک نہیں پہنچ سکتا جو خدا کے پاس ہیں مگر اطاعت خدا اور اس کی فرمانبرداری سے اور تو جو یہ گمان کرتا ہے کہ ان مراتب کو خدا کی نافرمانی سے حاصل کرے گا، پس تو نے برا گمان کیا ہے۔

زید کہنے لگا میں آپؑ کا بھائی اور آپؑ کے باپ کا بیٹا ہوں، فرمایا تو میرا بھائی ہے جب تک کہ خدا کی اطاعت کرے، پھر آپ نے وہ آیت مبارک جو جناب نوحؑ اور ان کے بیٹے کے متعلق نازل ہوئی ہے تلاوت فرمائی، پھر آپؑ نے فرمایا کہ خداوند عالم نے نوحؑ کے بیٹے کو ان کے اہل ہونے سے معصیت ونافرمانی کی وجہ سے خارج کر دیا اور دوسری روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا جو شخص ہمارے اقرباء اور عزیزوں میں سے خدا کی اطاعت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں اور حسن وشا رادی حدیث سے فرمایا! اور اگر تم اطاعت کرو تو ہم اہل بیت میں سے ہو گے۔

حضرت معصومہؑ مدفونہ قم کے حالات اور ان کی زیارت کے ثواب کا تذکرہ

باقی رہیں حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی بیٹیاں تو جو کچھ ہم تک پہنچا اس کی بنا پر ان میں سے افضل سیدہ جلیلہ معظمہ فاطمہ بنت امام موسیٰ علیہ السلام ہیں جو حضرت معصومہ علیہا السلام کے لقب سے مشہور ہیں کہ جن کا مزار شریف بلدہ طیبہ قم میں ہے جو درائے قبہ عالیہ وضریح ومعتدد صحن اور بہت سے خدام وموقوفات ہیں اور اہل قم کے آنکھوں کا نور اور ملاذ ومعاذ تمام مخلوق ہیں اور ہر سال بہت سے گروہ دور کے شہروں سے شدرحال کر کے اور تعب سفر جھیل کر اس معظمہ کی زیارت سے درک فیوضات کرنے آتے ہیں اور ان کے قم آنے کا سبب (جیسا کہ علامہ مجلسی نے تاریخ قم سے اور اس نے مشائخ اہل قلم سے روایت کی ہے) یہ ہے کہ جب مامون نے حضرت رضا علیہ السلام کو ۲۰۰ ہجری میں مدینہ سے مرو بلایا تو اس کے ایک سال بعد آپ کی ہمشیرہ حضرت فاطمہ علیہا السلام نے بھائی کی ملاقات کے شوق میں مدینہ سے مرو کی طرف سفر کیا، پس جب آپ بمقام سادہ میں پہنچیں تو بیمار ہو گئیں، پوچھا کہ یہاں سے قم کتنا فاصلہ پر ہے لوگوں نے عرض کیا دس فرسخ، آپ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ مجھے قم لے چلو، پس وہ آپ کو قم لے آیا اور موسیٰ بن خزرج بن سعد کے گھر اتارا اور زیادہ ترصحیح قول یہ ہے کہ جب اس مخدرہ کی اطلاع آل سعد کو ملی تو تمام نے اتفاق کیا کہ اس بی بی کے ارادہ سے گھر چلیں اور ان سے یہ خواہش کریں کہ وہ قم میں تشریف لائیں، پس سب میں سے

موسیٰ بن خزرج نے اس امر میں سبقت کی۔ جب وہ اس مکرمہ کی خدمت میں پہنچا تو حضرت کے ناقہ کی مہار پکڑ لی اور مہار کھینچتے ہوئے قم میں وارد ہوئے اور اپنے ہی گھر میں اس سیدہ جلیلہ کو ٹھہرایا، پس وہ بی بی سترہ دن دنیا میں زندہ رہیں اور رحمت ایزدی اور رضوان الٰہی سے جا ملیں، پس انہیں غسل وکفن دیا گیا اور زمین بابلان میں جہاں آج آپ کا روضہ اقدس ہے جو کہ موسیٰ کی ملکیت تھی آپ کو دفن کیا گیا۔

اور صاحب تاریخ قم کہتا ہے کہ مجھ سے حسین بن علی بن بابویہ نے محمد بن حسن بن ولید سے حدیث بیان کی کہ جب جناب فاطمہ علیہا السلام نے وفات پائی تو انہیں غسل وکفن دیا گیا اور ان کا جنازہ اٹھا کر بابلان کیطرف لے گئے اور وہاں جا کر اس تہہ خانہ کے پاس رکھ دیا جو اُن کے لیے کھودا گیا تھا۔ پس آل سعد نے ایک دوسرے سے گفتگو اور مشورہ کیا کہ کون شخص سرداب میں جائے اور بی بی کے جنازہ کو دفن کرے، کافی گفتگو کے بعد ان کے رائے اس پر قرار پائی کہ ان کا خادم جو بہت زیادہ بوڑھا تھا کہ جس کا نام قادر اور وہ مرد صالح نیک تھا وہ انہیں دفن کرے۔ جب اس بوڑھے کو بلانے لیے کسی کو بھیجا تو دیکھا کہ دو سوار جنہوں نے اپنے چہرہ پر کپڑا لپیٹا ہوا ہے ریگزار کی طرف بڑی تیزی کے ساتھ آرہے ہیں جب جنازہ کے قریب آئے تو وہ پیادہ ہو گئے اور اس مخدرہ کی نماز جنازہ پڑھی اور سرداب میں اتر گئے اور اس معصومہ کو دفن کیا اور باہر آ گئے اور سوار ہو کر چلے گئے کوئی نہ سمجھ سکا کہ یہ کون تھے۔

پہلی روایت میں ہے کہ موسیٰ نے اس مخدرہ کی قبر پر بوریا کی ایک چھت بنائی یہاں تک کہ جناب زینب حضرت جواد علیہ السلام کی بیٹی نے قبر کے اوپر گنبد بنوایا اور جناب فاطمہؑ کی نماز کی محراب ابھی تک موسیٰ بن خزرج کے مکان میں موجود ہیں۔

فقیر کہتا ہے کہ ہمارے زمانہ میں بھی وہ محراب مبارک موجود ہے اور وہ محلہ میدان میر میں واقع ہے اور معروف ہے ستیہ کے نام سے، یعنی معروف بستی اور ستی کا معنی ہے خاتون وبی بی اور واضح ہو کہ حضرت فاطمہؑ کے بقعہ میں ایک جماعت بنات فاطمیہ اور سادات رضائیہ میں مدفون ہیں۔ مثلاً زینب وأم محمد ومیمونہ حضرت امام محمد جواد کی صاحبزادیاں اور نساب مجدی کے نسخہ میں میں نے دیکھا ہے کہ میمونہ امام موسیٰ علیہ السلام کی بیٹی معصومہ فاطمہ کے ساتھ ہے اور بریہ موسیٰ مبرقع کی بیٹی اور اُم اسحاق محمد بن موسیٰ کی کنیز اور اُم حبیب محمد بن احمد موسیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی کنیز اور یہ کنیز اُم کلثوم محمد کی بیٹی کی والدہ ہے اور حضرت فاطمہ بنت موسیٰ کی زیارت کی فضیلت میں بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں۔ ان میں تاریخ قم میں مروی ہے کہ ری کے لوگوں میں سے ایک گروہ حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا ہم رے کے رہنے والے ہیں حضرت نے فرمایا مرحبا ہمارے بھائی اہل قم کے لیے، انہوں نے عرض کیا کہ ہم رے کے رہنے والے ہیں۔ دوسری مرتبہ انہوں نے وہی جواب فرمایا اس جماعت نے کئی دفعہ یہ بات کہی اور وہی جواب سنا، اس وقت حضرت نے فرمایا خدا کا ایک حرم ہے اور وہ مکہ ہے اور رسول خدا کا حرم مدینہ ہے اور امیر المومنینؑ کا حرم کوفہ ہے اور ہم اہل بیت کا حرم شہر قم ہے، اب کے بعد وہاں میری اولاد میں سے ایک خاتون دفن ہو گی کہ جس کا نام فاطمہؑ ہوگا۔ جو شخص اس کی زیارت کرے گا جنت اس پر واجب ہو گی۔

راوی کہتا ہے کہ جب حضرت یہ ارشاد فرما رہے تھے ابھی تک امام موسیٰ علیہ السلام پیدا نہیں ہوئے تھے اور روایت ہوئی ہے کہ حضرت امام رضاؑ نے سید اشعری قمی سے فرمایا

"اے سعد تمہارے پاس ہماری ایک قبر ہے"

سعد نے عرض کیا! قربان جاؤں آپ فاطمہ دختر امام موسیٰؑ کے بارے میں کہہ رہے ہیں۔ فرمایا ہاں جو شخص اس کی زیارت کرے اور اس کے حق کو پہچانے اس کے لیے جنت ہے اور اس مضمون کی روایات بہت سی قاضی نور اللہ نے مجالس المومنین میں درج کی ہیں۔

کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے، آپ نے فرمایا آگاہ رہو کہ خدا کا حرم مکہ ہے اور رسولؐ خدا کا حرم مدینہ ہے امیر المومنین کا حرم کوفہ ہے۔ آگاہ رہو کہ میرا حرم اور میری اولاد کا حرم میرے بعد قم میں ہے۔ آگاہ رہو کہ قم کوفہ صغیرہ (چھوٹا) ہے۔ اور بہشت کے آٹھ دروازے ہیں ان میں تین دروازے قم کی طرف ہیں۔ اور قم میں میری اولاد میں سے ایک خاتون وفات پائے گی اور اس کا نام فاطمہ دختر موسیٰ علیہ السلام ہے کہ جس کی شفاعت سے میرے تمام شیعہ بہشت میں داخل ہوں گے۔

واضح ہو کہ کافی میں یونس بن یعقوب سے روایت ہوئی ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ بغداد سے واپس لوٹے اور مدینہ کی طرف جارہے تھے تو مقام فید میں جو کہ ایک منزل کا نام ہے۔ آپؑ کی بیٹی فوت ہوگئی۔ وہیں اس کو دفن کیا گیا، حضرت نے اپنے بعض موالی سے فرمایا کہ قبر کو چونا سے پختہ کریں اور ایک تختی پر اس کا نام لکھ کر قبر کے اوپر رکھ دیں اور تاریخ قم میں ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے، اس طرح خبر پہنچی ہے کہ رضائیہ سادات اپنی بیٹیوں کی شادی نہیں کرتے تھے کیوں کے انکیں اپنا ہمسر و کفو نہیں ملتا تھا اور حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی اکیس بیٹیاں تھیں اور کسی نے شادی نہیں کی اور یہ چیز ان کی بیٹیوں کی عادت ہوگئی ہے اور محمد بن علی الرضا علیہ السلام نے شہر مدینہ میں دس دیہات اپنی بیٹیوں اور بہنوں پر وقف کئے تھے کہ جن کی شادی نہیں ہوئی تھی اور اس کی آمدنی میں سے رضائیہ سادات جو قم میں ساکن تھے ان کا حصہ مدینہ سے آیا کرتا تھا۔

ساتویں فصل

حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے چند اعاظم اصحاب کا تذکرہ

پہلا حماد بن عیسیٰ کوفی بصری جو اصحاب اجماع میں سے ہے اور اس نے چار اماموں کا زمانہ دیکھا ہے، اور حضرت جواد علیہ السلام کے زمانہ میں ۲۰۹ ہجری میں رحلت کی اور حدیث کے معاملہ میں متحرز اور محتاط تھا اور کہتا تھا کہ میں نے ستر حدیثیں حضرت صادق علیہ السلام سے سنی ہیں اور ہمیشہ ان احادیث میں سے بعض کی عبارات کی کمی وزیادتی میں مجھ پر شک وارد ہوتا رہتا تھا، یہاں تک کہ میں نے صرف بیس احادیث پر اقتصار کیا، اور حماد مذکور وہی ہے کہ جس نے حضرت کاظم علیہ السلام سے درخواست کی کہ دعا فرما دیں کہ خداوند عالم اس کو مکان، بیوی، اولاد، نوکر اور ہر سال حج عنایت فرمائے۔ حضرت نے عرض کیا اللھم صل علی محمد و آل محمد وارزقہ دارا وزوجۃ وولدا والحج خمسین سنتہ

دعا کی کہ اے خدایا اسے مکان، بیوی، اولاد، خادم اور پچاس سال حج عطا فرما۔ یہ تمام چیزیں اُسے عطا ہوئیں اور پچاس دفعہ حج کیا اور جب چاہا اکاون مرتبہ حج کے لیے گیا اور وادی قناۃ میں پہنچ کر غسل احرام کرنے لگا تو سیلاب کے پانی میں غرق ہو گیا اور وہ غریق جحفہ ہے اور اس کی قبر مقام سیالہ میں ہے۔ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

دوسرا ابو عبداللہ عبدالرحمن بن حجاج بجلی کوفی کھوریں بیچنے والا مزنی جلیل القدر استاد صفوان بن یحییٰ اور اصحاب صادق و کاظم علیہما السلام میں سے ہے حق کی طرف واپس آ گیا اور حضرت رضاؑ کی ملاقات کی ہے اور حضرت صادقؑ کا وکیل رہا ہے اور حضرت رضاؑ کے زمانہ میں ولایت اہل بیتؑ پر برقرار رہتے ہوئے وفات پائی ہے اور روایت ہوئی ہے کہ حضرت ابوالحسنؑ نے اس کے لیے بہشت کی گواہی دی ہے اور حضرت صادقؑ نے اس سے فرمایا تھا کہ اہل مدینہ کے ساتھ تکلم و مباحثہ کیا کرو۔ میں دوست رکھتا ہوں کہ رجال شیعہ میں تم جیسا شخص دیکھوں اور نیز آنجناب سے مروی ہے کہ جو شخص مدینہ میں مر جائے خدا اسے قیامت کے دن آمنین کے زمرہ میں مبعوث فرمائے گا (یہ واضح ہے کہ اس قسم کی روایات مشروط بالایمان ہیں، ورنہ جو غیر مسلم یا منافق مدینہ میں مرے تو ظاہر ہے کہ وہ تو آمنین میں سے نہیں ہے۔ مترجم) اور انہیں میں سے ہے۔ یحییٰ بن حبیب ابو عبیدہ خدا اور عبدالرحمن بن حجاج باقی رہی، وہ روایت جو ابوالحسنؑ سے مروی ہے کہ آپؑ نے عبدالرحمن بن حجاج کا ذکر فرمایا تو ارشاد کیا انہ لثقیل علی

الفوائد کہ وہ دل پر بوجھل ہے تو شاید اس نے مراد یہ ہو کہ وہ مخالفین کے دل پر ثقیل ہے، یا یہ مراد ہے کہ دل میں اس کا وزن ہے یا بوجھ اس کے نام کی وجہ سے ہو کیونکہ عبدالرحمن بن ملجم کا نام ہے اور حجاج بن یوسف ثقفی کا ہے اور مسلم ہے کہ امیر المومنینؑ سے بغض رکھنے والوں کے نام اہل بیت کے نزدیک، بلکہ حضرت کے شیعوں اور دوستوں کے نزدیک ثقیل و مکروہ ہیں۔

سبط ابن جوزی نے عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کی اولاد کے ذکر میں کہا ہے کہ بنی ہاشم میں سے کسی شخص نے اپنے بیٹے کا نام معاویہ نہیں رکھا اس کا سوائے عبداللہ بن جعفر کے اور جب اس نے اپنی اولاد کا یہ نام رکھا تو بنی ہاشم نے اسے چھوڑ دیا اور اس سے کلام نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ اس کی وفات ہوئی مخفی نہ رہے، جیسا کہ کہا جا چکا ہے کہ عبدالرحمن نام امیر المومنینؑ کے شیعوں کے نزدیک ثقیل ہے، لیکن آپؑ کے دشمنوں کو یہ نام اچھا لگتا ہے۔

۔ مسروق سے روایت ہے کہ میں ایک دفعہ حمیرا کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور وہ مجھ سے حدیث بیان کر رہی تھی اچانک اس نے ایک سیاہ رنگ غلام کو پکارا اور وہ اسے عبدالرحمن کہتی تھی جب وہ غلام حاضر ہوا تو اس نے میری طرف رخ کر کے کہا کہ تجھے معلوم ہے کہ میں نے اس غلام کا نام عبدالرحمن کیوں رکھا ہے، میں نے کہا کہ نہیں کہنے لگی چونکہ میں عبدالرحمن بن ملجم سے محبت اور دوستی رکھتی ہوں (یہ روایت بعید نہیں معلوم ہوتی، چونکہ جناب امیر المومنینؑ سے اس کی دشمنی اظہر ہے۔ مترجم

تیسرا عبداللہ بن جندب بجلی کوفی جلیل القدر عابد حضرت کاظمؑ و رضاؑ کے اصحاب میں سے ان کا وکیل تھا، شیخ کشی نے حضرت ابوالحسن سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے قسم کھائی آپؑ اس سے راضی ہیں اور اسی طرح پیغمبرؐ اور خدا بھی اور نیز فرمایا کہ عبداللہ بن جندب مخبتین میں سے ہے۔ یعنی ان اشخاص میں سے ہیں کہ جن کے متعلق خدا فرماتا ہے کہ بشارت دو فروتنی اور تواضع کرنے والوں کو جو ہماری درگاہ میں آرام و اطمینان سے ہیں کہ جب ان کے سامنے ذکر خدا کیا جائے تو ہیبت و جلال ربانی و طلوع انوار عظمت سبحانی سے ان کے دل ڈرنے اور دھڑکنے لگتے ہیں یا جس وقت انہیں عذاب و عقاب الٰہی سے تخویف کی جائے تو ان کے دل ڈرتے اور ہراساں ہوتے ہیں اور ابراہیم بن ہاشم سے روایت ہوئی ہے کہ میں نے عبداللہ بن جندب کو موقف عرفات میں دیکھا اور میں نے کسی کی حالت اس سے بہتر نہ دیکھی مسلسل اس کے ہاتھ آسمان کی طرف بلند تھے اور آنسو اس کے چہرہ پر جاری تھے یہاں تک کہ زمین تک پہنچ رہے تھے۔ جب لوگ فارغ ہوئے تو میں کہا کسی شخص کا وقوف تیرے وقوف سے بہتر نہیں ہے، کہنے لگا میں نے صرف اپنے مومن بھائیوں کے لیے دعا کی ہے، کیوں کہ میں نے موسیٰ کاظمؑ سے سنا ہے کہ جو شخص اپنے مومن بھائی کی عدم موجودگی میں اس کے لیے دعا کرے تو عرش سے ندا آتی ہے کہ تیرے لیے اس کے ایک لاکھ برابر ہیں۔

پس میں نے چاہا کہ ایک لاکھ برابر ملک کی دعا سے دست بردار ہو جاؤں جو کہ ضرور قبول ہوگی، اس ایک دعا کے لیے کہ جس کے متعلق یہ بھی معلوم نہیں کہ قبول ہوگی بھی یا نہیں اس کی قرارداد صفوان بن یحییٰ کے ساتھ اصحاب امام رضاؑ کے تذکرہ میں صفوان کے ذکر میں آئے گی اور یہ وہی ہے کہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے جس کے لیے دعائے سجدہ شکر تحریر کی تھی جو کہ مشہور ہے "**اللھم انی اشھدك**" جو کہ مصباح شیخ طوسی وغیرہ میں ہے اور روایت ہوئی ہے کہ ایک دفعہ عبداللہ بن جندب نے حضرت ابوالحسنؑ کی

خدمت میں عریضہ لکھا اور اس میں عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں، میں بوڑھا اور کمزور و عاجز ہو گیا ہوں ان چیزوں سے جن پر قوت رکھتا تھا اور دوست رکھتا ہوں آپؑ پر قربان جاؤں کہ مجھے ایسا کلام سکھائیے کہ جو مجھے خدا کے نزدیک کر دے اور میرے فہم و علم کو زیادہ کرے۔ حضرت نے اس کے جواب میں اُسے حکم دیا کہ یہ ذکر شریف زیادہ پڑھا کرو "**بسم اللہ الرحمن الرحیم لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**" اور تحف العقول میں ایک طویل وصیت حضرت صادق علیہ السلام سے نقل کی ہے جو آپ نے عبداللہ بن جندب کو فرمائی تھی جو کہ وصایا جلیلہ نافعہ پر مشتمل ہے اور ہم مواعظ و نصائح حضرت صادق میں اس میں سے چند سطور نقل کر آئے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ عبداللہ بن جندب کی جلالت شان اس سے زیادہ ہے کہ بیان ہو سکے اور روایت ہوئی ہے کہ اس کی وفات کے بعد علی بن مہزیار رحمۃ اللہ علیہ اس کی جگہ قرار پائے۔

چوتھا ابو محمد عبداللہ بن مغیرہ بجلی کوفہ ثقہ اور فقہائے اصحاب میں سے ہے اور جلالت و دین و ورع کے لحاظ سے کوئی اس کا عدیل و مثیل نہیں اور اس نے ابوالحسن موسیٰؑ سے روایت کی ہے شیخ کشی نے کہا ہے کہ وہ واقفی مذہب کا تھا پھر حق کی طرف رجوع کیا اور خود اس نے روایت کی ہے ہمیں واقفی مذہب کا تھا اور اسی حالت میں میں نے حج کیا جب میں مکہ میں گیا تو میرے سینہ میں ایک چیز نے خلجان کیا، پس میں ملتزم کے ساتھ چمٹ گیا اور دعا کی اور عرض کیا خدایا تو جانتا ہے میرے ارادہ کو پس مجھے بہترین دین کی طرف اشارہ و ہدایت کر تو میرے دل میں آیا کہ میں حضرت رضاؑ کے پاس جاؤں میں مدینہ گیا اور حضرتؑ کے گھر کے دروازے پر کھڑا ہو گیا میں حضرتؑ کے غلام سے کہا کہ اپنے مولا سے جا کر کہو کہ ایک شخص اہل عراق میں سے دولت سرا پر کھڑا ہے۔ پس میں نے حضرتؑ کی آواز سنی آپؑ نے فرمایا کہ اندر آ جاؤ اے عبداللہ بن مغیرہ، پس میں اندر چلا گیا جب آپؑ کی نگاہ مجھ پر پڑی تو فرمایا کہ خداوند عالم نے تیری دعا قبول کر لی ہے اور اس نے تجھے اپنے دین کی طرف ہدایت کی ہے تو میں نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ حجت خدا اور مخلوق پر خدا کے امین ہیں۔ اور عبداللہ بن مغیرہ اصحاب اجماع میں سے ہے اور کہا گیا ہے کہ اس نے تیس کتابیں تصنیف کی ہیں ان میں سے کتاب وضو اور کتاب صلوۃ نہایت اہم ہے۔

اور کتاب اختصاص سے منقول ہے کہ روایت ہوئی ہے جب اس نے اپنی کتاب تصنیف کی تو اپنے اصحابؑ سے وعدہ کیا۔ کہ وہ کتاب ان کے سامنے مسجد کوفہ کے ایک کونے میں پڑھے گا اور اس کا ایک بھائی مخالف مذہب کا تھا، پس جب اصحاب اس کتاب کے سننے کے لئے جمع ہوئے تو اس کا بھائی بھی آ کر وہیں بیٹھ گیا عبداللہ نے اس مخالف بھائی کی وجہ سے اصحاب سے کہا کہ آج آپ چلے جائیں۔

اس کا بھائی کہنے لگا کہاں چلے جائیں، بیشک میں بھی اسی وجہ سے آیا ہوں کہ جس کے لئے یہ آئے ہیں۔

عبداللہ کہنے لگا تو یہ لوگ کس لئے آئے ہیں۔

میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ملائکہ آسمان سے اتر رہے ہیں تو میں نے کہا یہ ملائکہ کس لئے آ رہے ہیں، میں نے سنا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ یہ اس لئے آ رہے ہیں تا کہ وہ کتاب سنیں جو عبداللہ بن مغیرہ نے تصنیف کی ہے، لہذا میں بھی اسی لیے آیا

ہوں اور میں خدا کی بارگاہ میں اپنی مخالفت سے توبہ کرتا ہوں، پس عبداللہ سے خوش ہوا۔

پانچواں عبداللہ بن یحییٰ کاہلی کوفی اسحاق کا بھائی دونوں بھائی حضرت صادق و کاظم علیہما السلام کے راویوں میں سے ہیں عبداللہ حضرت کاظم علیہ السلام کے پاس وجاہت و منزلت رکھتا تھا اور حضرت نے علی بن یقطین سے اس کی سفارش کی تھی اور اس سے فرمایا تھا کہ تو کاہلی اور اس کے اہل و عیال کی کفالت کی ضمانت دے تاکہ میں تجھے جنت کی ضمانت دوں، علی نے قبول کیا اور ہمیشہ ان کے ماہانہ اخراجات انہیں دیتا تھا اور اتنا احسان و نعمت فراواں کاہلی کو عطا کرتا جو اس کے اہل و عیال اور رشتہ داروں کو گھیر لیتی اور مستغنی رہے، یہاں تک کہ کاہلی کی وفات ہوئی اور کاہلی اپنی وفات سے پہلے حج کے لیے گیا اور حضرت امام موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت نے اس سے فرمایا کہ اس سال عمل خیر بجالاؤ، یعنی تیرا اہتمام عمل خیر میں زیادہ ہو، کیوں کہ تیری اجل نزدیک آپہنچی ہے تو کاہلی رونے لگا۔

حضرت نے فرمایا کیوں روتا ہے، کہنے لگا چونکہ آپؑ نے مجھے موت کی خبر دی ہے۔ فرمایا تجھے بشارت ہو کہ تو ہمارے شیعوں میں سے ہے اور تیرا معاملہ اچھا ہے راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد عبداللہ چند ہی دن زندہ رہا پھر اس کی وفات ہوگئی۔

چھٹا علی بن یقطین کوفی الاصل بغدادی المسکن ثقہ جلیل القدر اجلاء اصحاب میں سے محل توجہ حضرت موسیٰ بن جعفرؑ ہے اور اس کا باپ یقطین بنی عباس کے بڑے داعیوں میں سے تھا اور مروان حمار کے زمانہ میں سختی اور تنگی میں تھا کیوں کے مروان اس کی تلاش میں تھا اور وہ اپنے وطن سے بھاگ کر چھپ گیا تھا اور ۱۲۴ ہجری میں اس کا بیٹا علی پیدا ہوا، یقطین کی زوجہ بھی اپنے دونوں بیٹوں علی و عبید جو فرزندان یقطین کے ساتھ مروان کے ڈر سے مدینہ کی طرف فرار کر گئیں اور ہمیشہ یہ لوگ چھپے رہے یہاں تک مروان قتل ہو گیا اور بنی عباس کی حکومت کا ظہور ہوا۔ اس وقت یقطین نے اپنے آپ کو ظاہر کیا اور اس کی بیوی بھی اپنے بیٹوں کے ساتھ وطن کوفہ میں لوٹ آئی اور یقطین سفاح و منصور کی خدمت میں رہا باوجود اس کے کہ وہ شیعہ مذہب و امامت کا قائل تھا اور اس طرح اس کے بیٹے بھی اور کبھی کبھی خود حضرت صادقؑ کی خدمت میں مال بھیجا کرتا تھا اور منصور و مہدی کے پاس یقطین کی شکایت کی گئی، خداوند عالم نے اسے ان کے مکر و شر سے محفوظ رکھا اور یقطین علی کے بعد نو سال زندہ رہا اور ۱۵۸ ہجری میں وفات پائی، باقی رہا اس کا بیٹا علی تو اس کی بارگاہ امام موسیٰ بن جعفرؑ میں منزلت عظیم اور مرتبت رفیع تھی اور حضرت اس کی جنت کے ضامن ہوئے تھے اور چند روایات میں ہے کہ حضرت نے فرمایا ضمنت لعلی بن یقطین ان لا تمسہ النار ابداً

ترجمہ: کہ میں علی بن یقطین کے لیے ضامن ہوا ہوں کہ اُسے جہنم کی آگ کبھی نہ چھوئے گی۔

اور داود رقی سے روایت ہوئی ہے کہ میں نحر کے دن یعنی عید قربان کے دن حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کی خدمت میں شرفیاب ہوا تو آپؑ نے ابتداء فرمایا کہ جب میں موقف عرفات میں تھا تو میرے دل میں کسی کا گزر نہیں ہوا سوائے علی بن یقطین کے وہ میرے ساتھ تھا یعنی میرے نگاہ و دل میں تھا اور مجھ سے جدا نہیں ہوا یہاں تک کہ میں نے عرفات سے افاضہ کیا یعنی مشعر کی طرف روانہ ہوا نیز روایت ہے کہ ایک سال موقف عرفات میں شمار کیا گیا کہ ایک سو پچاس آدمی علی بن یقطین کے لیے تلبیہ کہہ رہے تھے اور یہ وہ لوگ

تھے کہ جنہیں علی نے پیسے دے کر مکہ کی طرف روانہ کیا تھا۔

اور روایت ہوئی ہے کہ علی اپنے بچپنے کے زمانہ میں اپنے بھائی عبید کے ساتھ حضرت صادقؑ کی خدمت میں آیا اور اس وقت علی کے سر پر گیسو تھے، حضرت نے فرمایا کہ گیسو والے کو میرے پاس لاؤ، پس علی آپؑ قریب آیا تو آپؑ اس سے بغلگیر ہوئے اور اس کے لیے خیر و خوبی کی دعا کی۔ اور علی بن یقطین کی فضیلت میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں ایک دفعہ علی نے امام موسیٰ علیہ السلام سے شکایت کی اپنی حالت کی بسبب مجالست و مصاحبت وزارت ہارون کے تو حضرتؑ نے فرمایا اے علی خدا کے کچھ اولیاء ظالموں کے اولیاء کے ساتھ ہوتے ہیں تاکہ خدا ان کے ذریعہ سے اپنے اولیاء سے ظالموں کے ظلم کو دفع کرے اور اے علی تو ان میں سے ہے۔

اور بحار میں کتاب حقوق المومنین ابی علی بن طاہر کی تالیف سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ علی بن یقطین نے میرے مولا موسیٰؑ بن جعفرؑ سے اجازت چاہی کہ وہ بادشاہ کی ملازمت و وزارت چھوڑ دے تو حضرت نے اسے اجازت نہ دی اور آپؑ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو کیوں کہ ہمیں تمہاری وجہ سے انس ہے اور تیرے بھائیوں کے لیے تیری وجہ سے عزت ہے اور قریب ہے کہ خداوند عالم تیری وجہ سے کسی ٹوٹی ہوئی چیز کی تلافی کرے یا تیری وجہ سے مخالفین کے جوش و غضب کو اپنے اولیاء سے توڑ دے، اے علی تمہارے اعمال کا کفارا تمہارا اپنے بھائیوں کے ساتھ احسان کرنا ہے تم میرے لیے ایک چیز کے ضامن ہو جاؤ میں تمہارے لیے تین چیزوں کی ضمانت دیتا ہوں تم میرے لیے ضمانت دو کہ تم ہمارے اولیاء میں سے جس سے ملاقات کر اس کی حاجت کو پورا کرو گے اور اس کی عزت و تکریم کرو گے۔

اور میں تمہارے لیے ضمانت دیتا ہوں کہ تم کبھی قید کی چھت کے سایہ میں نہ جاؤ گے اور تمہیں تلوار کی دھار کبھی مس نہ کرے گی اور تمہارے گھر میں کبھی فقر و فاقہ نہیں آئے گا۔ اے علی جو کسی مومن کو خوش کرے اس نے پہلے خدا کی دوسری جگہ پر پیغمبر کو اور تیسری جگہ پر ہمیں خوش کیا ہے۔

ابراہیم بن ابی محمود سے روایت ہے وہ کہتا ہے علی بن یقطین نے کہا کہ میں نے حضرت ابوالحسنؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپؑ ان لوگوں کی ملازمت اور کام کرنے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں، فرمایا اگر تو نے ضرور ہی یہ کرنا ہے تو شیعوں کے مال سے بچو، پس مجھے علی نے خبر دی کہ وہ علی الاعلان تو ان سے مال لے لیتا لیکن چھپا کے انہیں واپس کر دیتا تھا۔

علامہ مجلسی نے بحار میں کتاب عیون المعجزات سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ ابراہیم جمال نے جو شیعہ تھا چاہا کہ وہ علی بن یقطین کے پاس جائے کیوں کے ابراہیم ساربان اور علی وزیر تھا اور حسب ظاہر ابراہیم کی یہ شان نہ تھی کہ وہ علی کے پاس جائے، لہذا علی نے اسے نہ آنے دیا اور اتفاقاً اسی سال علی بن یقطین حج سے مشرف ہوا۔ مدینہ میں جا کر اس نے چاہا کہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہو حضرت نے اسے ملاقات کے لیے وقت نہ دیا، دوسرے دن گھر سے باہر علی نے حضرت کی ملاقات کی اور عرض کیا اے میرے آقا میری تقصیر کیا ہے کہ آپؑ نے مجھے ملاقات کا شرف نہیں بخشا۔

آپ نے فرمایا اس لیے کہ تو نے اپنے بھائی ابراہیم جمال سے ملاقات نہیں کی اور اسے اپنے پاس نہیں آنے دیا اور خدا

اس سے ابا ء و انکار کرتا ہے کہ وہ تیری سعی و کوشش کو قبول کرے مگر یہ کہ ابراہیم تجھے معاف کر دے علی کہتا ہے کہ میں نے کہا اے میرے آقا اس وقت میں ابراہیم سے کس طرح ملاقات کر سکتا ہوں میں مدینہ میں ہوں وہ کوفہ میں ہے، فرمایا جب رات ہو جائے تو تنہا جنت البقیع میں جانا بغیر اس کے کہ تیرے ساتھیوں اور غلاموں میں سے کسی کو معلوم ہو وہاں تجھے ساز و سامان کے ساتھ ایک اونٹ نظر آئے گا اس اونٹ پر سوار ہو جانا اور کوفہ چلے جانا۔

علی رات کے وقت بقیع میں گیا اور اس وقت اونٹ پر سوار ہو کر تھوڑے سے وقت میں ابراہیم جمال کے دروازے پر پہنچ گیا اور اونٹ بیٹھا کر دروازہ کھٹکھٹایا، ابراہیم نے پوچھا

''کون ہے''

اس نے کہا علی بن یقطین

ابراہیم کہنے لگا علی بن یقطین میرے دروازے پر کیسے آ گیا۔

فرمایا باہر آؤ کہ میرا معاملہ بہت عظیم و سنگین ہے اور اسے قسم دی کہ مجھے اندر آنے کی اجازت دو، جب مکان کے اندر گیا تو کہنے لگا اے ابراہیم میرے مولا و آقا اس سے انکار کرتے ہیں کہ میرے عمل کو قبول فرمائیں جب تک تم مجھے معاف نہ کر دو۔

اس نے کہا ''غفر اللہ ذلك'' خدا آپ کو معاف کرے، پس علی نے اپنا چہرہ زمین پر رکھ دیا اور ابراہیم کو قسم دی کہ اپنا پاؤں میرے چہرہ پر رکھو اور میرے چہرہ کو اپنے پاؤں سے روندو، ابراہیم نے ایسا کرنے سے انکار کیا تو علی نے اسے قسم دی کہ ایسا کرو، پس ابراہیم نے پاؤں علی کے چہرہ پر رکھا اور اس کے چہرہ کو اپنے پاؤں کے نیچے روندا، علی کہتے ہیں ''اللھم اشھد'' خدایا گواہ رہنا پس مکان سے باہر آیا سوار ہو کر اسی رات مدینہ واپس پہنچا اور اونٹ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے دروازے پر بٹھایا، اس وقت حضرت نے اسے اجازت دی اور وہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور حضرت نے اس کی سعی و کوشش کو قبول فرمایا۔

اس حدیث کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن بھائیوں کے حقوق کتنے ہیں اور عبداللہ بن یحییٰ کاہلی سے روایت ہے کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا اور علی بن یقطین ہماری طرف آ رہا تھا، پس حضرت اصحاب کی طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا کہ جو شخص اصحاب پیغمبر میں سے کسی کو دیکھ کر خوش ہوتا ہو وہ اس آنے والے شخص کی طرف دیکھے، پس اس جماعت میں سے ایک شخص کہنے لگا، پس علی بن یقطین اس حالت میں ہو تو اہل بہشت میں سے ہوا، حضرت نے فرمایا کہ میں تو یہی گواہی دیتا ہوں کہ وہ اہل بہشت میں سے ہے۔

اور عبداللہ بن یحییٰ کے حالات میں گزر چکا ہے کہ علی بن یقطین حضرت کاظم علیہ السلام کے حکم سے اس کے اہل و عیال کا کفیل ہوا تھا اور علی بن یقطین نے حضرت امام موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ۱۸۰ھ ہجری میں وفات پائی جب کہ حضرت قید میں تھے اور بعض کہتے ہیں کہ علی کی وفات ۱۸۲ھ ہجری میں ہوئی اور یعقوب بن یقطین سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ابوالحسن

خراسانی (رضا) علیہ السلام سے سنا کہ علی بن یقطین جب دنیا سے اٹھا تو اس کے صاحب یعنی امام موسیٰ علیہ السلام اس سے راضی تھے۔

ساتواں مفضل بن عمر کوفی جعفی شیخ نجاشی اور علامہ نے اسے فاسد المذہب اور مضطرب لاروایۃ لکھا ہے اور شیخ کشی نے اس کی مدح و قدح میں احادیث ذکر کی ہیں اور ارشاد مفید میں ایک عبارت ہے جو اس کی توثیق پر دلالت کرتی ہے اور کتاب غیبت شیخ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ''قوام آئمہ'' اور ان کے نزدیک پسندیدہ تھا اور ان کے راستہ پر چل کر دنیا سے گیا ہے اور نیز اس جلالت و وثاقت پر دلالت کرتا ہے۔ اس کا حضرت صادقؑ و کاظمؑ کے وکلاء میں سے ہوتا اور کفعمی نے اسے آئمہ کے بوابین (دربان خاص) میں سے شمار کیا ہے اور کافی میں ہے ابوحنیفہ سائق الحاج اور اس کے داماد کے درمیان کسی میراث کے سلسلہ میں جھگڑا تھا، مفضل ان کے پاس سے گزرا جب ان کے جھگڑے کو دیکھا تو انہیں اپنے گھر میں لے گیا اور ان کے درمیان اپنی طرف سے چار سو درہم دے کر مصالحت کرا دی اور کہا کہ یہ مال میرا نہیں، بلکہ حضرت صادق علیہ السلام نے میرے پاس کچھ مال رکھا ہوا ہے کہ جب شیعوں میں سے دو آدمیوں کے درمیان کوئی جھگڑا ہو تو میں اصلاح کروں اور مصالحت کی رقم حضرت کے مال سے دوں۔

اور محمد بن سنان سے مروی ہے کہ حضرت موسیٰ بن جعفرؑ نے مجھ سے فرمایا: اے محمد مفضل میرے لیے محل انس واستراحت ہے وانت انسهما و استراحتهما اور تو حضرت رضا و حضرت جواد علیہما السلام کا محل انس و استراحت ہوگا اور موسیٰ بن بکر سے روایت ہے کہ جب مفضل کی وفات کی خبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہنچی تو فرمایا کہ خدا اس پر رحمت نازل فرمائے وہ باپ کے باپ تھا بیشک وہ راحت و آرام میں پہنچ گیا ہے۔

بحار میں کتاب اختصاص سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن فضل ہاشمی سے روایت کی ہے، وہ کہتا ہے کہ میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں تھا کہ مفضل بن عمر وارد ہوا، حضرت نے جب اسے دیکھا تو اس کے چہرہ پر نگاہ کر کے ہنسے اور فرمایا میرے قریب آ: اے مفضل مجھے اپنے پروردگار کی قسم کہ میں تجھے دوست رکھتا ہوں اور اس شخص کو بھی دوست رکھتا ہوں جو تجھے دوست رکھے، اگر میرے تمام اصحاب اس چیز کو پہچانتے کہ جس کو تم پہچانتے ہو تو ان میں سے دو آدمی بھی اختلاف نہ کرتے۔

مفضل کہنے لگا: اے فرزند رسولؐ میں گمان نہیں رکھتا کہ مجھے میری قدر و منزلت سے آپؑ اونچا کریں۔

فرمایا، بلکہ میں نے تجھے وہ منزلت دی ہے جہاں تجھے خدا نے اتارا ہے پس کہنے لگا اے فرزند رسولؐ جابر بن یزید آپؑ کے ہاں کیا قدر و منزلت رکھتا ہے۔

فرمایا جو قدر و منزلت تھی، سلمان کی رسولؐ خدا کے ہاں میں کہا کہ داؤد بن کثیر رقی کی کیا قدر و منزلت ہے آپؑ کے نزدیک، فرمایا جو مقداد کی تھی رسولؐ کے نزدیک۔

راوی کہتا ہے کہ پس حضرتؑ نے میری طرف رخ کیا اور فرمایا اے عبداللہ بن فضل بیشک خداوند عالم نے ہمیں اپنی عظمت کے نور سے پیدا کیا ہے اور ہمیں اپنی رحمت میں غوطہ دیا اور تمہارے ارواح ہم سے خلق کئے پس ہم آرزومند اور مائل ہیں تمہاری

طرف اور تم آرزومند اور مائل ہو ہماری طرف، خدا کی قسم اگر اہل مشرق و مغرب کوشش کریں کہ وہ ہمارے شیعوں میں سے ایک شخص زیادہ یا کم کر دیں تو وہ نہیں کر سکتے، بیشک وہ ہمارے ہاں لکھے ہوئے ہیں ان کے نام اور ان کے آباء و اجداد قبائل اور نسب کے، اے عبداللہ بن فضل اگر چاہو تو میں تمہیں تمہارا نام صحیفہ میں دکھاؤں پس آپ نے صحیفہ منگوایا اور اسے کھولا تو میں نے دیکھا کہ وہ سفید ہے اور اس میں تحریر کا نام و نشان نہیں۔ میں نے عرض کیا اے فرزند رسول میں تو اس صحیفہ میں تحریر کا اثر نہیں دیکھتا، حضرت نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا تو میں نے اس کے نوشہ جات کو دیکھا اور اس کے آخر میں اپنا نام دیکھا، پس میں خدا کے لیے سجدہ شکر بجالایا۔

مولف کہتا ہے کہ چونکہ حدیث نفیس و عمدہ تھی، لہذا میں نے مکمل لکھ دی ہے، اگر چہ یہ روایت موہم جبر ہے لیکن اس قسم کی باقی آیات و روایات کی طرح اس کی تاویل و توجیہ کرنی پڑے گی۔ مترجم

باقی رہیں وہ روایات جو مفضل کی قدح میں ہے مثلا روایت ہوئی ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے اسماعیل بن جابر سے فرمایا کہ مفضل کے پاس جاؤ اور اس سے کہو اے کافر، اے مشرک میرے بیٹے سے کیا چاہتا ہے تو چاہتا ہے کہ اسے قتل کر دے یا یہ کہ امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے سفر میں جب کوفہ سے چار فرسخ دور چلے گئے تو نماز صبح کا وقت ہوا، اس کے ساتھی سواریوں سے اترے اور نماز پڑھی، پس اس سے کہنے لگے تم کیوں اتر کر نماز نہیں پڑھتے تو کہنے لگا کہ گھر سے نکلنے سے پہلے میں نماز پڑھ چکا ہوں۔

اور دیگر اس قسم کی روایات تو یہ اخبار مدح سے تعارض نہیں رکھتیں اور ہمارے شیخ نے مستدرک کے خاتمہ میں اس کے حالات میں کلام کو بسط دیا ہے اور وہاں روایات قدح کا جواب دیا ہے۔ اور جو شخص توحید مفضل کی طرف رجوع کرے جو حضرت صادق علیہ السلام نے اس کے لیے فرمائی تھی تو وہ جان لے گا کہ مفضل حضرت کے نزدیک عظیم مرتبہ و منزلت رکھتا تھا اور ان کے علوم کے تحمل کی قابلیت رکھتا تھا اور توحید مفضل بہت باشرف رسالہ ہے۔ سید بن طاؤس نے فرمایا ہے کہ وہ شخص سفر پر جائے تو اسے اپنے ساتھ رکھے اور کشف المحجہ میں اپنے بیٹے سے وصیت کی ہے کہ اس میں غور و خوض کرو اور علامہ مجلسی نے اس رسالہ کا فارسی میں ترجمہ کیا ہے، عوام اس سے نفع حاصل کریں اور تحف العقول میں آئمہ علیہم السلام کے مواعظ کے ابواب کے اور مفضل بن عمر کے مواعظ کا باب ذکر کیا ہے، اور اس میں مواعظ نقل کیے ہیں کہ جن میں سے اکثر اس نے حضرت صادق سے روایت کیے ہیں۔

آٹھواں: ابو ہشام بن الحکم مولی کندہ جو کہ اعاظم آئمہ علم کلام اور اذکیائے اعلام میں سے ہے اور وہ ہمیشہ افکار صادقہ و انظار صائبہ سے تہذیب مطالب کلامیہ اور ترویج مذہب امامیہ کرتا تھا۔ اس کی جائے ولادت کوفہ نشو و نما واسط اور تجارت گاہ بغداد تھا اور آخری عمر میں بغداد کی طرف ہی منتقل ہو گیا تھا اور حضرت صادق اور موسیٰ سے روایت کی ہے اور ثقہ ہے اور عظیم مدحتیں ان دونوں اماموں سے اس کے حق میں روایت ہوئی ہیں اور وہ شخص حاضر جواب اور علم الکلام کا بڑا ماہر تھا۔ **وکان ممن فتق الکلام فی امامته وهذب المذهب بالنظر**

ان لوگوں میں سے تھا کہ جنہوں نے امامت کے سلسلہ میں کلام و گفتگو کے دروازے کھولے اور اسے واضح کیا ہے اور غور و فکر و نظر سے مذہب کی چھان بین کی ہے اور ۱۷۹ ہجری میں کوفہ میں وفات پائی ہے اور یہ ہارون رشید کا زمانہ تھا اور حضرت رضاؑ نے اس

کے لیے رحمت کی دعا کی ہے۔ابوہاشم جعفری نے حضرت جوادؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپؑ ہشام بن حکم کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔

فرمایا خدا اس پر رحمت نازل کرے وہ کس قدر اہتمام کرتا تھا مخالفین کے شبہات کو اس ناجیہ یعنی فرقہ ناجیہ سے دور کرنے میں شیخ طوسی فرماتے ہیں کہ ہشام بن حکم ہمارے آقا و مولا امام موسیٰ علیہ السلام کے خواص میں سے ہے اور اصول دین وغیرہ میں مخالفین کے ساتھ بہت سے مباحثے اور مناظرے کیے ہیں،علامہ فرماتے ہیں کہ کچھ روایات اس کی مدح میں ہیں اور اس کے خلاف بھی احادیث وارد ہوئی ہیں کہ جنہیں ہم نے اپنی کتاب کبیر میں ذکر کیا ہے اور ان کا جواب بھی دیا ہے اور یہ شخص میرے نزدیک عظیم الشان اور بلند و منزلت ہے۔انتھی

اور ہشام نے توحید و امامت رد زنادقہ رد طبیعین رد معتزلہ میں کتابیں تصنیف کی ہیں کتب میں سے کتاب شیخ و غلام اور کتاب ثمانیہ ابواب و کتاب الرد علے ارسطالیس ہے۔

شیخ کشی نے عمیر بن یزید سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میرا بھتیجا ہشام پہلے جہمیہ مذہب پر تھا اور خبیث تھا اور مجھ سے اس نے خواہش کی کہ میں اسے حضرت صادق علیہ السلام کی خدمت میں لے جاؤں تا کہ وہ حضرت سے مباحثہ کرے، میں نے کہا کہ میں یہ کام اس وقت تک نہ کروں گا جب تک اجازت نہ لے لوں۔میں حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہشام کے لیے اذن حاصل کیا، حضرتؑ نے اجازت دے دی، جب میں چند قدم باہر آیا تو مجھے ہشام کی پستی اور خباثت یاد آئی میں حضرتؑ کی خدمت میں واپس آیا اور عرض کیا کہ وہ خباثت رکھتا ہے،فرمایا تو میرے لیے ڈرتا ہے مجھے اپنی بات پر خجالت و شرمندگی ہوئی اور سمجھا کہ میں نے غلطی کی ہے۔

پس میں خجالت و شرمندگی کی حالت میں باہر نکلا اور ہشام کو بتایا تو وہ حضرتؑ کی خدمت سے شرفیاب ہوا، جب وہ آپؑ کی خدمت میں آ کر بیٹھا تو حضرتؑ نے اس سے چند سوالات پوچھے کہ جن سے میں حیران رہ گیا اور مہلت مانگی حضرت نے اسے مہلت دی، ہشام چند دن عالم اضطراب میں رہا اور جواب تلاش کرتا رہا بالآخر اس سے کوئی جواب نہ ہو سکا دوبارہ آپؑ کی خدمت میں آیا تو آپؑ نے اس کو بتایا۔

دوسری مرتبہ آنجناب نے چند اور مسائل اس سے پوچھے کہ جن میں ہشام کے مذہب کا فساد تھا ہشام مغموم اور حیرت زدہ ہو کر باہر آیا اور چند دن مبہوت و حیران رہا، یہاں تک کہ مجھ سے کہنے لگا کہ تیسری دفعہ میرے لیے اجازت لو تا کہ میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوں، حضرت نے اجازت دے دی اور مقام حیرہ میں ایک جگہ ملاقات کے لیے متعین فرمائی، ہشام اس جگہ گیا اور جب حضرت صادق علیہ السلام تشریف لائے تو اس طرح حضرت کی ہیبت و حشمت اس پر چھائی کہ وہ گفتگو نہ کر سکا اور بالکل اس کی زبان میں قوت گویائی نہ رہی۔حضرت جتنی دیر بھی کھڑے رہے ہشام نے کچھ نہ کہا مجبوراً حضرت تشریف لے گئے۔ہشام کہنے لگا کہ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ جو ہیبت حضرت کی طرف سے مجھ پر تھی وہ صرف خدا کی طرف سے اور اس عظمت و منزلت کی وجہ سے ہے جو آپؑ کو خدا کے ہاں حاصل ہے،لہٰذا اس نے اپنا مذہب چھوڑ دیا اور دین حق کا متدین ہوا اور ہمیشہ آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا، یہاں

تک کہ آپؑ کے تمام اصحاب پر فوقیت حاصل کرلی۔

شیخ مفید فرماتے ہیں کہ ہشام بن حکم حضرت صادق علیہ السلام کے بڑے اصحاب میں سے تھا اور فقیہ تھا اور اس نے بہت سی احادیث کی روایت کی ہے اور اس نے حضرت صادق علیہ السلام اور اس کے بعد امام موسیٰ علیہ السلام کی صحبت کو حاصل کیا ہے، اور اس کی کنیت ابو محمد اور ابوالحکم تھی اور موالی بنی شیبان تھا اور کوفہ میں رہتا تھا اور اس کا مرتبہ و مقام حضرت صادقؑ کے ہاں اس حد کو پہنچا کہ میدان منیٰ میں حضرت کی خدمت میں پہنچا اور اس وقت وہ جوان نوخیز تھا اور آپؑ کی خدمت میں شیوخ شیعہ موجود تھے مثلاً حمران بن اعین و قیس و یونس بن یعقوب و ابوجعفر مومن طاق وغیرہ، پس حضرتؑ نے اسے عزت دی اور ان سب سے اونچی جگہ پر بٹھایا، حالانکہ جتنے لوگ اس مجلس میں موجود تھے ان کا سن ہشام سے زیادہ تھا، پس جب حضرت نے دیکھا کہ یہ کام یعنی ہشام کو سب سے مقدم کرنا سب کو گراں گزرا ہے تو ان سے فرمایا "**هذا ناصرنا بقلبه ولسانه ويده**" یہ اپنے دل زبان اور ہاتھ سے ہمارا ناصر مدد گار ہے، پس ہشام نے حضرت سے خدا کے ناموں اور ان کے اشتقاق کے متعلق سوال کیا اور حضرت نے جواب دیا اور فرمایا، آیا مجھ تو نے اے ہشام ایسا سمجھا کہ جس سے ہمارے ملحد دشمنوں کی رد کر سکے، ہشام نے کہا جی ہاں۔ حضرت نے فرمایا "**نفعك الله عزوجل و ثبتك**" کہ خدا تجھے اس سے نفع دے اور ثابت قدم رکھے۔

ہشام سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ خدا کی قسم کسی شخص نے مجھے مباحث توحید میں مقہور و مغلوب نہیں کیا آج کے دن تک کہ میں اس جگہ بیٹھا ہوں اور ہشام کے مباحثہ و مناظرے مشہور ہیں۔ اس کا مناظرہ کرنا اس مرد شامی کے ساتھ حضرت صادقؑ کی خدمت اور عمر بن عبید معتزلی سے اس کا محاجہ اور بریہہ کے ساتھ اور یحییٰ بن خالد برمکی کی مجلس میں متکلمین سے مناظرہ کرنا ہر ایک اپنی جگہ پر تفصیل سے درج ہے اور یحییٰ کی مجلس میں ان کا مناظرہ کرنا تو سبب بنا کہ ہارون الرشید ہشام کے قتل کے درپے ہوا، مجبوراً اس کے خوف سے ہشام کوفہ کی طرف بھاگ گیا اور حکیم بشیر بنال کے ہاں جا رہا اور بہت زیادہ بیمار ہو گیا لیکن اطباء کی طرف رجوع نہ کیا، بشیر کہنے لگا میں تیرے لیے حکیم لے آؤں کہنے لگا نہیں میں مرنے والا ہوں۔

۔ اور ایک روایت ہے کہ طبیب بلائے گئے ہشام نے ان سے پوچھا کہ تم نے میرے مرض کی تشخیص کر لی ہے، بعض کہنے لگے کہ نہیں ہمیں معلوم نہیں ہوا اور بعض کہنے لگے کہ ہاں ہمیں معلوم ہو گیا ہے، جنہوں نے جان لینے کا دعویٰ کیا تھا ان سے پوچھا ہاں بتاؤ کہ مجھے کیا بیماری ہے انہوں نے بتائی جو ان کی سمجھ میں آئی تھی کہنے لگا، جھوٹ ہے میری بیماری تو فزع قلب ہے اس خوف کی وجہ سے جو مجھے عارض ہوا ہے اور اسی حالت میں وفات پائی، خلاصہ یہ کہ جب اس کے احتضار کا وقت آیا تو بشیر سے کہا کہ جب میں مر جاؤں اور مجھے غسل و کفن دے لو اور میری تجہیز کے کام سے فارغ ہو جاؤ تو رات کی تاریکی میں مجھے باہر لے جا کر مقام کناسہ میں رکھ دینا اور ایک رقعہ لکھنا کہ یہ ہشام بن حکم کا امیر جس کی تلاش میں تھا مر چکا ہے اور یہ اس لیے تھا کہ رشید نے اس کے بھائیوں اور ساتھیوں کو گرفتار کر لیا تھا تا کہ وہ اس کا اتہ پتہ بتائیں تو ہشام نے چاہا کہ وہ چھوٹ جائیں، بشیر نے اسی دستور کے مطابق عمل کیا جب صبح ہوئی تو اہل کوفہ حاضر ہوئے قاضی اور صاحب معونہ و معدلین سب نے اسے دیکھا اور اپنی گواہی لکھی اور رشید کے پاس بھیج دی۔ اور رشید نے کہا کہ الحمد للہ

کہ خدا نے اس کی کفایت کی اور اس سے نسبت رکھنے والے لوگوں کو رہا کر دیا جو کہ قید میں تھے۔

تو یونس سے روایت ہے کہ ہشام کہا کرتا تھا خدایا میں جو عمل کر چکا ہوں یا کروں گا اچھے اعمال میں سے چاہے وہ فرض و واجب ہوں یا ان کے علاوہ پس وہ سب رسول اللہؐ اور آپ کے سچی اہل بیت صلوات اللہ علیہ وعلیہم کی طرف سے ہے، جتنی جتنی ان کی قدر و منزلتیں ہیں تیرے نزدیک، پس یہ سب کچھ میری طرف سے اور ان کی طرف سے قبول فرما اور مجھے اپنے جزیل جزا میں سے اتنا دے جتنے کا تو اہل ہے۔

نواں: یونس بن عبدالرحمن مولیٰ آل یقطین عبد صالح جلیل القدر عظیم المنزلتہ وہ اصحاب اجماع میں سے ہے، روایت ہے کہ یونس ہشام بن عبدالملک کے زمانہ میں پیدا ہوا ہے اور حضرت باقر علیہ السلام سے صفا و مروہ کے درمیان ملاقات کی لیکن حضرتؑ سے روایت نہیں کی اور یہ بھی کہا ہے کہ میں نے حضرت صدق کی زیارت کی ہے روضہ پیغمبر میں کہ آپؑ قبر و منبر کے درمیان نماز پڑھ رہے تھے لیکن میرے لیے یہ ممکن نہ ہوا کہ میں آپؑ سے کوئی سوال کرتا، البتہ امام کاظمؑ و رضاؑ سے روایت کی ہے اور حضرت رضاؑ اس کی طرف علم و فتویٰ کا اشارہ فرماتے تھے اور یہ وہی شخص ہے کہ واقفہ نے بہت سا مال اسے دیا تا کہ وہ ان کی طرف مائل ہو جائے اس نے وہ مال قبول کرنے سے انکار کر دیا اور حق پر ثابت قدم رہا۔

شیخ مفید نے سند صحیح کے ساتھ ابو ہاشم جعفری سے روایت کی ہے کہ میں نے امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں یونس کی کتاب یوم ولیلہ پیش کی، آپ نے فرمایا یہ کتاب کس کی تصنیف ہے میں نے کہا کہ یونس مولیٰ آل یقطین کی تصنیف ہے، فرمایا خدا اسے ہر حرف کے بدلے قیامت کے دن ایک نور عطا فرمائے اور دوسری روایت میں ہے کہ اول سے لے کر آخر تک اس کو دیکھا بھالا پھر فرمایا یہ میرا دین اور میرے سب آباؤ اجداد کا دین ہے اور یہ سب حق ہے۔

خلاصہ یہ کہ ۲۰۸ ہجری میں رحمت خدا سے پیوست ہوا اور روایت میں ہے کہ حضرت رضا علیہ السلام تین دفعہ اس کے لیے بہشت کے ضامن ہوئے، فضل بن شاذان سے روایت ہے کہ مجھ سے حدیث بیان کی عبدالعزیز بن مہتدی نے اور وہ ان فقہا میں سے ہے کہ جنہیں میں نے دیکھا ہے بہترین شخص تھا، حضرت رضاؑ کا وکیل اور آپؑ کے خواص میں سے تھا وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت رضاؑ سے سوال کیا کہ میں ہر وقت آپ کی ملاقات نہیں کر سکتا یعنی میرا راستہ دور ہے اور میرا ہاتھ ہمیشہ آپؑ تک نہیں پہنچ سکتا، پس میں اپنے معالم دین کس سے حاصل کروں، فرمایا یونس بن عبدالرحمن سے۔

نیز حضرتؑ سے مروی ہے کہ یونس اپنے زمانہ میں سلمان فارسی کی طرح ہے، یونس نے فقہ و تفسیر و مثالب وغیرہ میں کئی کتب تصنیف کی ہیں مثل حسین بن سعید کی کتابوں کے، بلکہ اس سے زیادہ۔

اور روایت ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام کی وفات ہوئی تو حضرتؑ کے قوام اور وکلاء کے پاس بہت سا مال تھا جب انہیں اس مال کی طمع دامن گیر ہوئی تو ان لوگوں نے آپؑ کی وفات کا انکار کیا اور واقفی ہو گئے اور زیاد قندی کے پاس ستر ہزار اشرفی تھی اور علی بن ابی حمزہ کے پاس تیس ہزار تھیں اور اس وقت یونس بن عبدالرحمن لوگوں کو امام رضا علیہ السلام کی امامت

کی طرف بلاتا اور واقفہ کا انکار کرتا تھا، زیادہ قندی اور علی بن ابی حمزہ نے ضمانت لی کہ وہ اسے دس ہزار اشرفی دیتے ہیں تا کہ وہ خاموش ہو کر بیٹھ جائے۔

یونس نے کہا کہ ہمیں روایت کی گئی ہے صادقین علیہم السلام سے، انہوں نے فرمایا ہے کہ جس وقت لوگوں میں بدعت ظاہر ہو تو لوگوں کے پیشوا پر لازم ہے کہ وہ اپنے علم کو ظاہر کرے، پس اگر اس نے ظاہر نہ کیا تو اس سے نور ایمان سلب ہو جائے گا اور میں کسی حالت میں دین اور امر خدا میں جہاد کو ترک نہیں کروں گا، پس یہ دو شخص اس کے دشمن ہو گئے اور انہوں نے اپنی عداوت کو ظاہر کیا۔

مولف کہتا ہے یہ روایت جو یونس نے نقل فرمائی ہے دوسری طرح بھی وارد ہوئی ہے اور وہ اس طرح ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ جب امت میں بدعت ظاہر ہو تو عالم کو چاہیے کہ وہ اپنے علم کو ظاہر کرے ورنہ خدا ملائکہ اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔

واضح ہو کہ روایات بدعت کے سلسلہ میں بہت ہیں اور وارد ہوا ہے کہ جو شخص بدعت کی بناء رکھنے والے کے چہرہ کو دیکھ کر تبسم کرے تو بیشک اس نے اپنے دین کو خراب کرنے میں اعانت و مدد کی، نیز روایت ہے کہ جو شخص کسی صاحب بدعت کے پاس جائے اور اس کی عزت و توقیر کرے تو وہ اسلام کو تباہ و خراب کرنے کے لیے کیا گیا ہے۔

اور راوندی نے رسول خدا سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا جو شخص بدعت میں رہ کر عمل کرے تو شیطان اسے عبادت کے لیے فارغ چھوڑ دیتا ہے یعنی شیطان اسے اس کی حالت پر چھوڑ دیتا ہے اور اس سے تعرض نہیں کرتا تا کہ وہ حضور قلب اور اچھے طریقہ سے عبادت کرے اور خشوع و گریہ کی حالت اس پر طاری کر دیتا ہے۔ غیر ذلک، ہم یونس کے حالات کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

روایت ہوئی ہے کہ یونس کے چالیس بھائی تھے کہ ہر روز جن کی ملاقات کے لیے جاتا اور ان کو سلام کرتا تھا پھر اپنے گھر واپس آ جاتا اور کھانا کھاتا اور نماز کے لیے تیار ہوتا، پھر تصنیف و تالیف کتاب کے لیے بیٹھ جاتا مولف کہتا ہے کہ ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ چالیس افراد اس کے دینی بھائی تھے اور اس کام سے وہ چاہتا کہ اربعین کی زیارت کرے۔

نیز یونس سے روایت ہوئی ہے وہ کہتا ہے صمت عشرین سنة وسكت عشرين سنته ثم اجبت یعنی بیس سال میں خاموش رہا، یعنی جو کچھ مجھ سے پوچھتے میں جواب نہ دیتا اور بیس سال برابر مجھ سے سوال ہوتا رہا ہے اور میں جواب دیتا رہا ہوں، یہ معنی اس صورت میں ہے اگر لفظ سکت کو مجہول پڑھا جائے اور اگر صیغہ معلوم پڑھا جائے تو پھر معنی ہوگا کہ بیس سال تک میں نے سوال کیا ہے اور اس کے بعد میں نے مسائل کے جوابات دیئے ہیں۔

اور یونس کے مدائح و تعاریف بہت ہیں اور جو کچھ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ساتھی اس کی برائی کرتے تھے اور بعض اقوال فاسدہ کی نسبت اس کی طرف دیتے تھے، روایت میں ہے کہ جب اس سے کہا گیا کہ تیرے بہت سے ساتھی تیری بدگوئی کرتے ہیں اور تجھے اچھائی کے علاوہ یاد کرتے ہیں تو کہنے لگا میں تمہیں گواہ بناتا ہوں اس پر کہ جس شخص میں حضرت امیر المومنین کا کچھ حصہ ہے یعنی آپؑ کے شیعوں میں سے ہے تو میں اس کے لیے حلال کرتا ہوں جو کچھ اس نے کہا ہے۔

اور روایت ہوئی ہے کہ یونس بن عبدالرحمن نے چون (۵۴) حج اور چون (۵۴) عمرے کیے ہیں اور ہزار جلد مخالفین کی رد میں تالیف کی ہے اور کہا گیا ہے کہ آئمہ معصومین علیہم السلام کا علم چار افراد کو پہنچا ہے، پہلا سلمان فارسی، دوسرا جابر، تیسرا اسید، اور چوتھا یونس بن عبدالرحمن۔

اور فضل بن شاذان سے روایت ہے، اس نے کہا کہ باقی لوگوں میں سے اسلام میں کوئی شخص ایسا پیدا نہیں ہوا جو سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے زیادہ فقیہ ہو۔ اور اس کے بعد یونس بن عبدالرحمن سے زیادہ فقیہ نہیں ہوا اور شہید ثانی سے منقول ہے کہ کشی نے یونس کی مذمت میں دس کے قریب احادیث روایت کی ہیں اور ان کے جواب کے ماحصل کی برگشت بعض کی سند کی کمزوری اور بعض کے راویوں کی مجہولیت کی طرف ہے۔ واللہ اعلم بحالہ

دسواں یونس بن یعقوب بجلی الدھنی معویہ بن عمار کا بھانجا علماء کے کلمات اس کے حق میں مختلف ہیں شیخ طوسی نے فرمایا ہے کہ وہ شیعہ ہے اور چند مقامات پر اس کی تعدیل کی ہے اور شیخ مفید نے اسے فقہا اصحاب میں شمار کیا ہے اور شیخ نجاشی نے فرمایا ہے کہ وہ حضرت صادقؑ و کاظمؑ کے خاص اصحاب میں سے تھا اور حضرت موسیٰؑ کی طرف سے وکیل تھا اور مدینہ منورہ میں حضرت رضاؑ کے زمانہ میں وفات پائی ہے، اور حضرتؑ اس کے امور کے متولی ہوئے، اور ان کے نزدیک یونس صاحب منزلت اور موثق تھا پہلے عبداللہ افطح کی امامت کا قائل ہوا پھر حق کی طرف رجوع کر آیا، اور ابو جعفر بن بابویہ فرماتے ہیں کہ وہ افطحی مذہب کا تھا اور شیخ کشی نے بھی بعض سے روایت کی ہے، اس کے افطحی ہونے کی لیکن ظاہر اوہ حق کی طرف رجوع کر آیا تھا، جیسا کہ شیخ نجاشی نے فرمایا ہے۔ خلاصہ یہ کہ روایات اس کی مدح میں وارد ہوئی ہیں اور حضرت رضاؑ کے زمانہ میں اس نے وفات پائی اور حضرت رضاؑ نے اس کے حنوط کفن اور تمام ضروریات کا حکم دیا اور اپنے اور اپنے باپ اور دادا کے موالیوں اور غلاموں کو اس کے جنازہ میں حاضر ہونے کا امر فرمایا اور ارشاد کیا کہ یہ حضرت صادقؑ کے غلام کا جنازہ ہے جو کہ عراق میں رہتا تھا اس کے لیے بقیع میں قبر کھودو اور اگر اہل مدینہ کہیں کہ یہ عراقی شخص ہے ہم بقیع میں اسے دفن نہیں ہونے دیتے تو کہنا کہ یہ حضرت صادق علیہ السلام کا غلام اور عراق میں سکونت پذیر ہو گیا تھا، تو اگر تم اسے بقیع میں دفن نہیں ہونے دیتے تو ہم بھی تمہارے غلاموں کو بقیع میں دفن نہیں ہونے دیں گے، پس اسے بقیع میں ہی دفن کیا گیا۔

اور محمد بن ولید سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں ایک دن یونس کی قبر پر گیا ہوا تھا کہ صاحب مقبرہ یعنی قبرستان میں رہنے والا اور اس کی دیکھ بھال کرنے والا شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ یہ شخص کون ہے کہ حضرت امام رضاؑ نے مجھے حکم دیا ہے کہ چالیس ماہ یا چالیس روز تک (راوی کی طرف سے ہے) میں ہر روز اس کی قبر پر پانی چھڑکوں اور نیز صاحب مقبرہ کہنے لگا کہ رسول کا سریر (چارپائی) میرے پاس ہے، پس جب بنی ہاشم میں سے کوئی مرجاتا تو وہ چارپائی اس کی موت کی رات آواز دیتی ہے تو میں سمجھ جاتا ہوں کہ ان میں سے کوئی وفات پا گیا ہے اور اپنے دل میں کہتا ہوں کہ ان میں سے کون مرا ہو گا جب صبح ہوتی ہے تو اس وقت میں معلوم کر لیتا ہوں اور اس شخص کی وفات کی رات بھی اس چارپائی سے آواز نکلی تو میں دل میں کہا کہ ان میں سے کون مرا ہو گا کوئی ان میں سے بیمار تو نہیں تھا، جب دن ہوا تو میرے پاس آئے اور وہ چارپائی لے گئے اور کہنے لگے ابی عبداللہ صادقؑ کا غلام جو عراق میں رہتا

تھا وفات پا گیا۔

محمد بن ولید نے صفوان بن یحییٰ سے نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام رضاؑ سے کہا قربان جاؤں مجھے اس لطف و محبت نے خوشحال اور مسرور کیا ہے جو آپؑ نے یونس کے حق میں ظاہر کی ہے، فرمایا کیا یہ خدا کا لطف و احسان نہیں کہ اسے عراق سے جوار پیغمبر اکرمؐ میں لے آیا ہے۔

اور ایک حدیث میں روایت کی گئی ہے کہ دیکھو اور غور و فکر کرو اس بات میں جو خداوند عالم نے یونس کے خاتمہ بالخیر میں کی ہے کہ خداوند عالم نے اس کی روح اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوار میں قبض کی ہے، تمام احوال حضرت امام موسیٰ بن جعفر صلوات اللہ علیہ اور اس کے بعد حضرت ثامن الآئمہ المعصومین علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام کے حالات آئیں گے۔

باب دہم

امام ثامن ضامن زبدہ اصفیاء و پناہ غرباء مولانا ابوالحسن علی بن موسیٰ رضا علیہ آلاف التحیۃ والثنا کی تاریخ وسوانح

اور اس میں چند فصول ہیں۔

فصل اول

حضرت کی ولادت نام کنیت لقب اورنسب کا بیان

واضح ہو کہ آپؑ کی تاریخ ولادت میں اختلاف ہے اور زیادہ مشہور یہ ہے کہ گیارہ ذی القعد ۱۴۸ ہجری مدینہ مشرفہ میں آپؑ متولد ہوئے اور بعض نے گیارہ ذی الحجہ ۱۵۳ ہجری کہا ہے، حضرت صادق کی وفات پانچ سال بعد اور پہلی روایت کے مطابق جو کہ زیادہ مشہور ہے آپؑ کی ولادت حضرت صادق علیہ السلام کی وفات کے چند دن بعد ہوئی۔ حضرت صادقؑ کی آرزو تھی کہ آنجنابؑ کو دیکھتے، کیوں کہ حضرت موسیٰؑ بن جعفرؑ سے روایت ہوئی ہے آپؑ فرماتے تھے کہ میں نے اپنے والد جعفرؑ بن محمد سے بارہا سنا، آپ مجھ سے فرماتے تھے کہ عالم آل محمد میرے صلب میں ہے کاش میں اس کو دیکھتا، پس بیشک وہ امیر المومنینؑ کا ہمنام علی ہے۔

اور شیخ صدوق نے یزید بن سلیط سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت صادقؑ سے مکہ کے راستہ میں ملاقات کی ہم ایک گروہ تھے میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپؑ پر قربان ہوں آپ امامؑ تو پاک ہیں لیکن موت ایسی چیز ہے کہ جس سے گریز نہیں، پس مجھے کوئی ایسی چیز بتایئے جو میں اپنے پس ماندگان کو جا پہنچاؤں، فرمایا ہاں دیکھو یہ میرے فرزند ہیں اور یہ ان کا بزرگ ہے آپؑ نے اپنے بیٹے موسیٰ کی طرف اشارہ کیا اور اس میں ہے علم و حلم و فہم و جود اور معرفت اس چیز کی کہ جس کے لوگ محتاج ہیں کہ جس میں وہ اپنے امر دین میں اختلاف کرتے ہیں اور اس میں ہے خلق اور حسن جوار (جواب) اور وہ خدا کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اور اس میں اس سے بھی بہتر ایک صفت ہے۔

پس میں نے عرض کیا میرے ماں باپ قربان جائیں وہ کون سی صفت ہے، فرمایا خداوند عالم اس کی پشت سے اس

امت کا دادرس اور فریادرس اور نور وفہم وحکم اس امت کا بہترین پیدا ہونے والا اور بہترین نور اور اس کے ذریعہ خداوند عالم خون محفوظ کرے گا اور اس کی وجہ سے اصلاح کرے گا لوگوں کے درمیان کے جھگڑوں کو اور اس کی وجہ سے بچھڑے ہوئے کو ملا دے گا اور ٹوٹے ہوئے کو جوڑ دے گا اور برہنہ کو لباس پہنائے گا اور اس کے سبب سے بھوکے کو سیر کرے گا اور مامون قرار دے گا خوف زدہ کو اور بارش برسائے اور بندگان خدا اس کے مطیع وفرمانبردار ہوں گے۔ وہ ہر حالت میں لوگوں سے بہتر ہوگا چاہے بڑھاپا چاہے ادھیڑ اور چاہے بچپن چاہے جوانی اور اس کے بلوغ تک پہنچنے سے پہلے اس کا قبیلہ سیادت وسرداری پیدا کرے گا اس کی وجہ سے اس کی بات حکمت اور اس کی خاموشی علم ہے۔ وہ لوگوں کے درمیان بیان کرے گا وہ چیز کہ جس میں اختلاف ہے۔ الخ

علامہ مجلسی نے جلاءالعیون میں امام رضا علیہ السلام کے حالات میں فرمایا ہے، آپ کا اسم شریف علی اور حضرت کی کنیت ابوالحسنؑ ہے اور آپ کا زیادہ مشہور لقب رضا ہے اور آپ کو صابر فاضل رضی وفی قرۃ اعین المومنین اور غیظ الملحدین بھی کہتے ہیں۔

ابن بابویہ نے سند حسن کے ساتھ بزنطی سے روایت کی ہے کہ میں نے امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ آپؑ کے مخالفین میں سے ایک گروہ کا یہ گمان ہے کہ آپؑ کے والد بزرگوار کو مامون نے رضا کے لقب سے ملقب کیا ہے جب کہ آپؑ کو ولایت عہد کے لئے منتخب کیا۔

آپؑ نے فرمایا خدا کی قسم وہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں بلکہ خداوند عالم نے انہیں رضا کا نام دیا ہے، کیوں کہ وہ پسندیدہ خدا تھے آسمان میں اور رسولؐ خدا و آئمہ ہدیٰ علیہم السلام ان سے زمین میں خوش تھے اور انہوں نے انہیں امامت کے لیے پسند کیا ہے۔

میں نے عرض کیا آپ کے تمام آباؤ اجداد پسندیدہ خدا نہیں، فرمایا ہاں، میں نے کہا پھر کیوں اور کس سبب سے ان میں سے آپ ہی کو لقب گرامی سے مخصوص کیا ہے، فرمایا اس لیے کہ انہیں دشمنوں اور مخالفوں نے بھی پسند کیا اور ان سے راضی تھے، جیسا کہ موافقین اور دوست ان سے خوش تھے اور دوست ودشمن کا اتفاق ان کی خوشنودی پر یہ انہیں سے مخصوص تھا، پس اسی لئے انہیں اس نام کے ساتھ مخصوص قرار دیا ہے۔

۔ اور سند معتبر کے ساتھ سلیمان بن حفص سے بھی روایت کی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمیشہ اپنے پسندیدہ بیٹے کو رضا کا نام دیتے تھے فرماتے کہ بلاؤ میرے بیٹے رضا کو اور میں نے اپنے بیٹے رضا سے یہ کہا اور جب حضرتؑ کو مخاطب کرتے تو ابوالحسنؑ کے نام سے یاد کرتے۔

آپ کے والد گرامی موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام اور مادر گرامی آپؑ کی کنیز تھیں کہ جنہیں تکتم نجمہ اردی سکن سمانہ اور ام البنین کے نام سے پکارتے تھے اور بعض نے خیزران وصقر وشقر بھی کہا ہے۔

ابن بابویہ نے سند معتبر کے ساتھ علی بن میثم سے روایت کی ہے کہ امام موسیٰ علیہ السلام کی والدہ حمیدہ خاتون نے (جو کہ اشراف وبزرگان عجم میں سے تھیں) ایک کنیز خریدی اور اس کا تکتم رکھا، اور وہ کنیز سعادت مند عقل ودین وشرم وحیا میں بہترین زنان

تھیں اور اپنی خاتون جناب حمیدہ کی بڑی تعظیم و تکریم کرتی تھیں اور جس دن سے اسے خریدا کبھی بھی ان کے پاس ان کی تعظیم و اجلال کی وجہ سے نہ بیٹھی۔ پس حمیدہ خاتون نے ایک دن امام موسیٰ سے کہا اے فرزند گرامی تکتم ایک ایسی لڑکی ہے کہ میں نے زیرکی و محاسن اخلاق میں اس سے بہتر کسی کو نہیں پایا اور میں جانتی ہوں جو نسل اس سے وجود میں آئے گی۔ وہ پاک و پاکیزہ ہوگی، میں وہ آپ کو بخش دیتی ہوں اور آپ سے التماس کرتی ہوں کہ اس کی حرمت کا خیال رکھنا۔

جب حضرت امام رضاؑ اس سے پیدا ہوئے تو اسے طاہرہ کا نام دیا گیا اور امام رضا زیادہ دودھ پیتے تھے، ایک دن طاہرہ نے کہا کہ ایک دودھ پلانے والی میری مدد کے لیے مہیا کی جائے کہا گیا کیا تمہارا دودھ کم ہے، کہنے لگی میں جھوٹ نہیں بول سکتی خدا کی قسم دودھ تو میرا کم نہیں لیکن وہ نوافل و اوراد جو پہلے سے میرے تھے اور جن کی میں عبادت کر چکی ہوں دودھ پلانے کی وجہ سے کم ہو گئے، اس وجہ سے میں معاون چاہتی ہوں تا کہ اپنے اوراد ترک نہ کروں اور دوسری سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ جب حمیدہ نے نجمہ والدہ حضرت رضاؑ کو خریدا تو ایک رات رسول خدا کو عالم خواب میں دیکھا اور حضرتؐ نے اس سے فرمایا کہ اے حمیدہ نجمہ اپنے بیٹے موسیٰؑ کی تملیک کر دو، کیوں کہ اس سے ایک ایسا فرزند پیدا ہوگا جو بہترین اہل زمین ہوگا۔ اس بنا پر حمیدہ نے نجمہ حضرت کو بخش دی اور وہ باکرہ تھی۔

اور سند معتبر کے ساتھ ہشام سے بھی روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن امام موسیٰ علیہ السلام نے مجھ سے پوچھا کیا تم کو معلوم ہے کہ مغرب کے بردہ فروشوں میں سے کوئی آیا ہو میں نے کہا کہ نہیں، آپؑ نے فرمایا بلکہ آیا ہوا ہے چلو اس کے پاس چلیں، پس حضرت سوار ہوئے اور میں بھی حضرتؑ کی خدمت میں سوار ہوا جب ہم مقام متعین پر پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ ایک شخص مغرب کے تاجروں میں سے آیا ہوا ہے اور بہت سی کنیزیں اور غلام لے کر آیا ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ اپنی کنیزیں ہمارے سامنے پیش کرو وہ نو کنیزیں لے کر آیا اور ہر ایک کے متعلق آپؑ فرماتے کہ یہ مجھے نہیں چاہیے، پس آپؑ نے فرمایا اور لے آؤ، وہ کہنے لگا اور میرے پاس نہیں ہے حضرت نے فرمایا کہ تمہارے پاس موجود ہے اور اسے ضرور لے آؤ، کہنے لگا خدا کی قسم سوائے ایک بیمار کنیز کے اور میرے پاس نہیں ہے حضرت نے فرمایا وہی لے آؤ، اس نے عذر کیا اور حضرت واپس آ گئے۔ دوسرے دن مجھے اس کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ جو قیمت وہ کہے اس سے وہ بیمار کنیز میرے لئے خرید کر لے آؤ، جب میں گیا اور وہی کنیز میں نے اس سے طلب کی تو اس نے اس کی بہت قیمت بتائی میں نے کہا کہ میں نے اس قیمت پر خرید کی اور وہ کہنے لگا میں نے اسے بیچا لیکن یہ بتاؤ کہ وہ شخص کون ہے، جو کل تمہارے ساتھ آیا تھا میں نے کہا کہ بنی ہاشم میں سے ایک شخص ہے وہ کہنے لگا بنی ہاشم کی کس شاخ سے ہے، میں نے کہا کہ اس سے زیادہ میں نہیں جانتا، وہ کہنے لگا واضح ہو کہ میں نے یہ کنیز مغرب کے آخری شہروں سے خریدی ہے، ایک دن اہل کتاب میں ایک عورت نے جب میرے پاس یہ کنیز دیکھی تو کہنے لگی اسے کہاں سے لائے ہو میں نے کہا کہ اسے میں نے اپنے لئے خریدا ہے، کہنے لگی کہ مناسب نہیں کہ یہ کنیز تجھ جیسے شخص کے پاس رہے اس کنیز کو بہترین اہل زمین کے پاس ہونا چاہیے جب اس کے تصرف میں آئے گی تو تھوڑے زمانہ کے بعد اس سے ایک بیٹا پیدا ہوگا کہ جس کی اہل مشرق و مغرب اطاعت کریں گے، پس کچھ عرصہ بعد امام رضاؑ اس کے بطن سے پیدا ہوئے۔

اور کتاب درالنظم اور اثبات الوصیۃ میں ہے کہ امام موسیٰ علیہ السلام نے اپنے اصحاب کی ایک جماعت سے فرمایا جب کہ تکتم کو خریدا کہ خدا کی قسم میں نے اسے نہیں خریدا، مگر خدا اور وصی خدا نے۔

حضرت سے اس کے متعلق سوال ہوا فرمایا میں عالم خواب میں تھا تو میرے پاس جد بزرگوار اور پدر نامدار علیہما السلام تشریف لائے اور ان کے ساتھ ریشم کے کپڑے کا ایک ٹکڑا تھا پس اس ریشم کے ٹکڑے کو کھولا تو وہ ایک پیراہن تھا کہ جس میں اس کنیز کی تصویر تھی، پس میرے جد و پدر نے مجھ سے فرمایا کہ اے موسیٰ تیرے لئے اس کنیز سے تیرے بعد کا بہترین اہل زمین پیدا ہوگا اور مجھے حکم دیا کہ جب وہ مولود مسعود پیدا ہو تو اس کا نام علی رکھنا اور فرمایا کہ وہ وقت قریب ہے کہ خداوند عالم اس کی وجہ سے عدل و رافت و رحمت کو ظاہر کرے، پس کیا کہنے اس کے جو اس کی تصدیق کرے اور بربادی و ہلاکت ہے اس کے لئے جو اس سے دشمنی رکھے اور اس کا انکار کرے۔

شیخ صدوق نے سند معتبر کے ساتھ جناب نجمہ حضرت کی والدہ سے روایت کی ہے وہ کہتی ہے کہ جب مجھے اپنے فرزند عظیم کا حمل ہوا تو کسی قسم کا ثقل و حمل میں اپنے جسم میں محسوس نہیں کرتی تھی اور جب میں عالم خواب میں ہوتی تو آواز تسبیح و تہلیل و تمجید حق تعالیٰ میں اپنے شکم سے سنتی اور خائف و ترساں ہو جاتی اور جب بیدار ہوتی تو پھر وہ آواز سنائی نہ دیتی اور جب وہ فرزند ارجمند میرے بطن سے پیدا ہوا تو اس نے اپنے ہاتھ زمین پر ٹیک دیئے اور اپنا سر مطہر آسمان کی طرف بلند کیا اور اپنے لب ہائے مبارک کو حرکت دیتا اور کچھ کہتا کہ جسے میں نہ سمجھ سکی، اسی وقت میرے پاس امام موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا گوارا ہو تیرے لیے اے نجمہ تیرے پروردگار کی کرامت پس میں نے اس فرزند سعادت مند کو سفید کپڑے میں لپیٹ کر حضرت کو دیا، آپ نے اس بچے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور فرات کا پانی منگوایا اور اس کے تالو کو اونچا کیا پھر اس بچے کو مجھے ہاتھ میں دے دیا اور فرمایا اسے لے لو کہ یہ بقیہ خدا ہے زمین میں اور میرے بعد خدا کی حجت ہے۔

اور ابن بابویہ نے سند معتبر کے ساتھ محمد بن زیادہ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام موسیٰ سے سنا جس دن کہ امام رضاؑ پیدا ہوئے تھے آپؑ فرما رہے تھے کہ میرا بیٹا ختنہ شدہ اور پاک و پاکیزہ پیدا ہوا اور تمام آئمہ علیہم السلام اسی طرح پیدا ہوتے ہیں، لیکن ہم ختنہ کی جگہ پر متابعت سنت میں استرا پھیر لیتے ہیں اور آپ کا نقش خاتم **ماشاالله لاحول ولاقوة الا بالله** اور دوسری روایت کے مطابق "**حسبی الله**" تھا۔ فقیر کہتا ہے کہ یہ دونوں روایات ایک دوسرے سے منافات نہیں رکھتیں کیونکہ حضرتؑ کے پاس دو انگوٹھیاں تھیں ایک آپؑ کی اپنی تھی اور دوسری انہیں والد بزرگوار کی طرف سے ملی تھی جیسا کہ شیخ کلینی نے موسیٰ بن عبدالرحمن سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن الرضاؑ سے سوال کیا آپ کی اپنی انگوٹھی اور آپؑ کے والد کی انگوٹھی کے نقش کے متعلق تو فرمایا! میری انگوٹھی کا نقش ماشاالله لاقوة الا بالله اور میرے والد کی انگوٹھی کا نقش حسبی الله ہے اور یہ وہی انگوٹھی ہے جو میری انگلی میں ہے۔

دوسری فصل

ثامن الآئمۃ علی بن موسیٰؑ الرضاؑ کے مختصر مناقب

مفاخر اور مکارم اخلاق

واضح ہو کہ فضائل اور مناقب حضرت ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضاؑ کے اتنے نہیں کہ معرض بیان میں آسکیں یا کوئی شخص انہیں شمار کر سکے اور حقیقت یہ ہے کہ آپؑ کے فضائل کو شمار کرنا آسمان کے ستاروں کا گننا ہے اور بیشک عمدہ کہا ہے ابو نواس نے اپنے قول میں جب کہ وہ ہارون الرشید کے پاس موجود تھا جیسا کہ مناقب میں ہے یا مامون کے پاس تھا جیسا کہ باقی کتب میں ہے۔ شعر

قیل لی انت اوحد الناس طراً
فی علوم الور ی و شعر البدیه
لك من جوهر لكلام نظام
شمر الله فی یدی مجتنیه
فعلی ما ترکت مدح ابن موسی
والخصال التی تجمعن فیه
قلت لا استطیع مدح امام
کان جبریل خادما لابیه

مجھ سے کہا گیا کہ تو سارے لوگوں میں سے یگانہ روزگار ہے لوگوں کے حالات و کمالات جاننے اور فی البدیہہ شعر کہنے میں تو جو ہر کلام کو اس طرح پرو دیتا ہے کہ چننے والے کے ہاتھ میں موتی ہو جاتے ہیں، باوجود اس کے تو نے موسیٰ کاظم کے بیٹے کی مدح کیوں چھوڑ دی ہے اور ان خصال و کمالات کو بیان کیوں نہیں کرتا ہے جو آپ میں موجود ہیں تو میں نے کہا کہ میں ایسے امام کی مدح کی طاقت نہیں رکھتا کہ

جبریل جیسا سید الملائکہ جس کے باپ کا خادم ہے اور ہم تبرکاً وتیمناً اس بزرگوار کے فضائل کی چند خبروں پر اکتفا کرتے ہیں جو کہ آپؑ کے فضائل کے مقابلہ میں ایک قطرہ کے برابر ہیں بہ نسبت کئی دریاؤں کے۔

پہلی خبر: حضرت کے علم کی کثرت کا بیان شیخ طبرسی نے ابوصلت ہروی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے علی موسیٰ رضاؑ سے زیادہ عالم نہیں دیکھا اور جس کسی عالم نے بھی آپؑ کو دیکھا ہے اس نے بھی میری طرح شہادت دی ہے اور یہ مسلم ہے کہ مامون نے متعدد مجالس میں علماء ادیان فقہاء اور متکلمین کو جمع کیا تا کہ وہ حضرتؑ سے مناظرہ اور گفتگو کریں اور حضرت ان سب پر غالب آئے، سب نے ان کی فضیلت اور اپنی کوتاہ نظری کا اقرار کیا۔

میں نے حضرتؑ سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے کہ میں روضہ منورہ میں بیٹھ جاتا تھا اور مدینہ میں بہت علماء تھے جب وہ کسی مسئلہ میں عاجز آجاتے تو میری طرف رجوع کرتے اور اپنے مشکل مسائل میرے پاس بھیجتے میں ان کے جوابات دیتا۔

ابوالصلت کہتا ہے کہ مجھ سے حدیث بیان کی محمد بن اسحاق بن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے اپنے والد سے وہ کہتا تھا کہ میرے والد موسیٰ بن جعفر علیہ السلام اپنے بیٹوں سے فرماتے کہ اے میرے بیٹے تمہارا بھائی علی بن موسیٰ عالم آل محمدؐ ہے اس سے اپنے معالم دین کے بارے میں سوال کرو اور اس کی باتوں کو یاد رکھو، کیونکہ میں نے اپنے باپ جعفرؑ سے سنا ہے کہ آپؑ بار بار مجھ سے کہتے کہ عالم آل محمد علیہم السلام تمہارے صلب میں ہے، کاش میں اسے دیکھتا کہ وہ امیر المومنین کا ہم نام علی ہے۔

دوسری خبر: شیخ صدوق نے ابراہیم بن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ حضرت ابوالحسن رضاؑ نے کسی سے گفتگو میں جفا کی ہو اور نہ کبھی دیکھا کہ آپؑ نے کسی کے کلام کو قطع کیا ہو، یعنی اس کی بات کے دوران بات شروع کر دی ہو اور جس کی ضرورت کا پورا کرنا آپؑ کی قدرت میں ہوتا اس کو رد نہ کرتے اور کسی وقت آپؑ نے کسی ایسے شخص کے حضور میں جو آپؑ کے پاس بیٹھا ہو پاؤں دراز نہیں کئے اور مجلس میں اپنے ہم نشین کی جگہ تکیہ لگا کر سہارا نہیں لیا اور کسی وقت میں نے نہیں دیکھا کہ آپؑ نے اپنے موالی اور غلاموں کو برا بھلا کہا اور گالی دی ہو (اور کسی وقت میں نے آپؑ کو تھوکتے ہوئے نہیں دیکھا) اور کبھی نہیں دیکھا کہ آپؑ نے ہنستے ہوئے قہقہہ لگایا ہو، بلکہ آپؑ کا قہقہہ تبسم ہی تھا اور جب آپؑ خلوت میں جاتے اور آپ کے لیے دستر خوان بچھتا تو اپنے تمام غلاموں کو دستر خوان پر بلاتے یہاں تک کہ دربان اور اپنے اصطبل کے نوکروں کے سردار کو بھی اور ان کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے اور آپؑ کی عادت یہ تھی کہ رات کو تھوڑا سوتے تھے اور اکثر اول شب سے لے کر صبح تک بیدار رہتے اور روزہ زیادہ رکھتے اور ہر مہینے کے تین روزے ہفتے کی پہلی جمعرات اور آخری جمعرات اور ہفتہ کے درمیان بدھوار کا روزہ آپؑ سے فوت نہ ہوتا اور فرماتے تھے کہ ان تین دنوں کے روزے پورے دور زمانہ کے روزوں کے برابر ہیں اور حضرت احسان کرتے اور صدقہ چھپ کر دیتے اور زیادہ آپؑ کے صدقات تاریک رات میں ہوتے، پس جو شخص یہ گمان کرے کہ اس نے فضل میں کوئی آپ کے برابر دیکھا ہے تو اس کی تصدیق نہ کرو۔

اور محمد بن ابی عباد سے منقول ہے کہ حضرت امام رضاؑ گرمیوں میں چٹائی پر بیٹھتے اور سردیوں میں بھی اسی طرح کے ایک کپڑے پر اور آپ سخت اور کھردرا لباس پہنتے اور جب لوگوں کی ملاقات کے لیے آتے تو مزین لباس پہنتے تھے۔

تیسری خبر شیخ اجل احمد بن محمد برقی نے اپنے باپ سے: اس نے معمر بن خلاد سے روایت کی ہے کہ جس وقت امام رضا علیہ السلام کھانا تناول فرماتے تو ایک بڑا کاسہ دسترخوان کے پاس رکھ لیتے اور ہر کھانا جو دسترخوان پر ہوتا اس کی بہترین جگہوں میں سے ایک مقدار لے لیتے اور کاسہ میں ڈالتے جاتے، پھر حکم دیتے کہ وہ مساکین میں تقسیم کر دیں۔ اس وقت اس آیت کا تلاوت کرتے "فلا اقتحم العقبه" اس آیت اور مابعد کی آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اصحاب میمنہ اور اہل بہشت عقبہ میں یعنی سخت امر اور مخالفت نفس میں داخل ہو جاتے ہیں اور وہ عقبہ غلام کو آزاد کرنا ہے، غلامی سے یا طعام کھلانا ہے بھوک کے دن اس یتیم کو جو صاحب قرابت و عزیز داری ہو یا مسکین کہ جو بیچارگی اور فقر کی وجہ سے خاک نشین ہو، پس حضرت امام رضاؑ فرماتے کہ خداوند عزوجل جانتا تھا کہ ہر شخص غلام آزاد کرنے کی قدرت نہیں رکھتا پس اس نے ان کے لیے جنت میں جانے کا ایک راستہ قرار دیا ہے یعنی غلام آزاد کرنے کے مقابلہ میں کھانا کھلانا مقرر کیا ہے تاکہ ہر شخص اس کی وجہ سے جنت کا راستہ پالے اور بہشت میں چلا جائے۔

چوتھی خبر شیخ صدوق نے عیون میں روایت کی ہے حاکم ابوعلی بیہقی سے محمد بن یحییٰ صولی سے۔ وہ کہتا ہے کہ مجھ سے میری دادی نے کہ جس کا نام غدر تھا بیان کیا کہ مجھے چند کنیزوں کے ساتھ کوفہ سے خریدا گیا اور میں کوفہ کی خانہ زاد تھی، پس مجھے مامون کے پاس لے گئے گویا میں اس کے گھر میں بہشت میں رہتی تھی کھانا پینا، خوشبو اور بہت سے زر و مال کے لحاظ سے، پس مجھے اس نے امام رضاؑ کو بخش دیا، جب میں ان کے گھر گئی تو وہ چیزیں مجھے نہ ملیں اور ایک عورت ہماری نگہبان تھی جو ہمیں رات کو بیدار کرتی اور نماز پڑھاتی اور یہ چیز ہم پر زیادہ سخت تھی، پس میں یہ آرزو رکھتی تھی کہ اس گھر سے باہر چلی جاؤں یہاں تک کہ آپؑ نے مجھے تمہارے دادا عبداللہ کو بخش دیا اور جب میں اس کے گھر آئی تو گویا یوں کہوں کہ میں بہشت میں داخل ہوگئی۔

صولی کہتا ہے کہ میں نے کوئی عورت اپنی اس دادی سے زیادہ عقلمند اور زیادہ سخی نہیں دیکھی اور وہ ۲۷۰ ہجری میں فوت ہوئی اور تقریباً سو سال اس کی عمر تھی۔ اس سے امام رضاؑ کے حالات پوچھتے تو وہ کہتی کہ مجھے آپؑ کے حالات میں سے کچھ یاد نہیں سوائے اس کے کہ میں دیکھتی کہ آپ عود ہندی سے مجور (دھونی) کرتے اور اس کے بعد گلاب و مشک کو کام میں لاتے اور نماز صبح اوّل وقت میں ادا کرتے پھر سر سجدہ میں رکھتے اور اس وقت تک نہ اٹھاتے جب تک کہ سورج طلوع کر کے بلند نہ ہوتا، پھر آپؑ کھڑے ہو جاتے اور لوگوں کے کاموں کے لیے بیٹھتے یا سوار ہوتے اور کوئی شخص آپؑ کے گھر میں آواز بلند نہ کرتا، ہر شخص لوگوں سے تھوڑی بات کرتا اور میرا دادا عبداللہ میری اس دادی سے برکت حاصل کرتا اور جس دن امام رضاؑ نے وہ اسے بخشی تو عبداللہ نے اسے "مدبرۃ" یعنی کہ اسے اپنی موت کے بعد آزاد قرار دیا۔ ایک دفعہ اس کا ماموں عباس بن احنف شاعر میرے دادا کے پاس آیا تو یہ کنیز اسے اچھی لگی میرے دادا سے کہنے لگا کہ یہ مجھے بخش دو، اس نے کہا یہ تو مدبرہ ہے، عباس نے یہ شعر پڑھا۔

یا غدر زین باسمك الغدر
واساء ولم یحسن بك الدهر

اے غدر غدر کو تیرے نام نے زینت بخشی اور برا کیا اور تیرے ساتھ زمانہ نے اچھا نہیں کیا کہ تیرا نام بیوفائی رکھا غالباً اس کنیز کا نام غدر تھا یعنی بیوفائی، عرب اس قسم کا نام رکھا کرتے ہیں مثلاً غادہ (دھوکہ باز) کنیزوں کے ناموں میں سے ہے۔

پانچواں خبر: نیز گزشتہ سند کے ساتھ ابوذکوان سے ابراہیم بن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام رضاؑ کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپؑ سے کوئی چیز پوچھی گئی ہو اور آپؑ اسے نہ جانتے ہوں اور میں نے نہیں دیکھا کہ آپؑ سے گزشتہ زمانہ سے لے کر آپؑ کے زمانہ تک کے حالات جاننے میں کوئی آپؑ سے زیادہ عالم ہو اور مامون ہر قسم کا سوال کر کے آپ کا امتحان لیتا اور آپؑ جواب دیتے آپ کی تمام باتیں، جوابات اور مثالیں سب قرآن سے ماخوذ تھیں اور آپؑ ہر تیسرے دن قرآن ختم کرتے اور فرماتے کہ اگر چاہوں تو تین دن سے کم وقت میں قرآن ختم کر سکتا ہوں لیکن میں جب بھی کسی آیت سے گزرتا ہوں تو اس میں غور وفکر کرتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ یہ کس چیز کے متعلق نازل ہوئی ہے اور کس وقت نازل ہوئی ہے، اس لیے تین دنوں میں ایک ختم کرتا ہوں۔

چھٹی خبر: نیز کتاب مذکور میں ابراہیم حسنی سے روایت کی ہے کہ مامون نے حضرت رضاؑ کے لیے ایک کنیز بھیجی جب اس کو حضرتؑ کے پاس لے آئے تو اس نے حضرتؑ میں بڑھاپے کے آثار اور سفید بال دیکھے تو وہ گھبرائی، حضرت نے جب اس کی اس حالت کو دیکھا تو اسے مامون کے پاس واپس بھیج دیا اور یہ اشعار بھی لکھ بھیجے۔

نعی نفسی الی نفس المشیب
وعند الشیب یتعظ اللبیب
فقد ولی الشباب الی مداہ
فلست ارلی مواضعه یتوب
سابکیه واندبه طویلا
وادعوہ الیّ عسی یجیب
وهیهات الذی قدفات منه
تمنینی به النفس الکذوب
وراع الغانیات بیاض راسی
ومن مد البقاء له یشیب

ارى البيض الحسان يعدن عنى
وفى هجرانهن لنا نصيب
فان يكن الشباب مضى حبيباً
فان الشيب ايضاً لى حبيب
ساصحبه بتقوى الله حتى
يفرق بيننا الاجل القريب

یعنی بڑھاپا اور بالوں کی سفیدی نے مجھے موت کی خبر دی ہے اور بڑھاپے سے عقلمند نصیحت حاصل کرتا ہے بیشک جوانی نے اپنے انتہا کی طرف پشت پھیری ہے پس میں نہیں سمجھتا کہ اپنی جگہ کی طرف وہ پلٹ کے آئے گی قریب ہے کہ میں اپنی جوانی پہ گریہ کروں اور طویل زمانہ تک اس پر نوحہ وزاری کروں اور اسے اپنی طرف بلاؤں شاید کہ وہ مجھے جواب دے یہ کہہ کر کہ ہیہات جو جوانی ہاتھ سے نکل گئی وہ پلٹ کر نہیں آئے گی، جھوٹی امید دلانے والا نفس مجھے اس کی آرزو وتمنا میں ڈالتا ہے اور ڈرایا بہکایا ہے حسین وجمیل عورتوں کو میرے سر کی سفیدی نے اور جو شخص دیر تک رہے اور اس کی بقاء میں طول ہو جائے وہ بوڑھا ہو جاتا ہے میں دیکھتا ہوں کہ سفید رنگ کی عمدہ عورتیں مجھ سے کنارہ کشی کرتی ہیں اور ان کی جدائی میں میرا حصہ ہے، پس اگر جوانی چلی گئی باوجود وہ مجھے محبوب وپسند تھی تو بڑھاپا بھی مجھے محبوب ہے۔قریب ہے کہ میں اس کا ساتھ دوں تقویٰ الٰہی کے ساتھ یہاں تک کہ اجل قریب ہم میں جدائی ڈال دے، مولف کہتا ہے کہ شیخ نظامی نے بھی چند شعر اس مضمون کے کہے ہیں کہ جن کا ذکر یہاں نامناسب نہیں۔ کہتے ہیں

جوانے گفت پیر پراچہ تدبیر
کہ یار از من گریزد چوں شوم پیر
جوابش داد پیر نغز گفتار
کہ در پیری تو ہم بگریزی از یار
برآں سر کاسمان سیماب ریزد
چو سیماب از ہمہ شادی گریزد

ساتویں خبر: شیخ کلینی نے الیسع بن حمزہ قمی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں امام رضا علیہ السلام کی مجلس میں تھا آپؑ سے باتیں کر رہا تھا اور آپؑ کے پاس بہت سے لوگ جمع تھے اور حلال وحرام کے متعلق آپؑ سے سوال کر رہے تھے کہ اچانک ایک شخص بلند قامت گندم گوں اس مجلس میں داخل ہوا، پس اس نے کہا السلام علیک یا بن رسول اللہ فرزند رسول سلام عرض ہے۔ میں آپؑ کے اور آپؑ کے آباؤ اجداد کے دوستوں میں سے ہوں حج سے واپس آ رہا ہوں اور میرا ساز وسامان گم ہو گیا ہے اب میرے پاس اتنا بھی نہیں کہ ایک منزل تک اپنے آپ کو پہنچا سکوں، پس اگر آپ کوئی تدبیر کرتے تو مجھے اپنے شہر کے راستہ پر ڈال دیتے اور خداوند عالم نے مجھ پر بہت احسان کر رکھا ہے اور نعمت دی ہے یعنی میں اپنے گاؤں میں تونگر و مالدار ہوں، پس جب میں اپنے شہر میں پہنچ جاؤں گا تو آپ کی طرف سے صدقہ کردوں گا جو کچھ کہ آپ مجھے دیں گے، کیوں کہ میں فقیر اور مستحق صدقہ نہیں ہوں۔

حضرت نے اس سے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ خدا تم پر رحمت کرے، پھر لوگوں کی طرف رخ کیا اور ان سے باتیں کرتے رہے یہاں تک کہ لوگ منتشر ہو گئے، اور جو باقی رہ گئے وہ مرد خراسانی وسلیمان جعفری وخیثمہ تھے پھر آپؑ نے فرمایا لوگو اجازت دیتے ہو کہ میں اپنے گھر کے اندر چلا جاؤں، پس سلیمان نے کہا کہ خداوند عالم آپؑ کے معاملہ کو درست کرے، پس آپؑ اٹھ کر حجرہ کے اندر گئے اور کچھ دیر وہیں رہے پھر باہر آئے اور دروازہ بند کر دیا، دروازے کے اوپر سے ہاتھ نکالا اور فرمایا کہ خراسانی کہاں ہے اس نے عرض کیا کہ میں یہاں حاضر ہوں، فرمایا یہ دوسو اشرفیاں لے لو اور ان سے اپنے اخراجات پورے کرو اور برکت حاصل کرو اور میری طرف سے صدقہ بھی دینا اور باہر چلے جاؤ تا کہ میں تمہیں نہ دیکھوں اور تم مجھے نہ دیکھو اسکے چلے جانے کے بعد آپؑ باہر آئے تو سلیمان نے کہا آپؑ پر قربان جاؤں آپ نے عطائے وافر سے اسے نوازا ہے اور رحم وکرم فرمایا ہے پھر آپؑ نے اپنا چہرہ کو اس سے کیوں چھپایا ہے۔

فرمایا اس خوف سے کہ میں سوال کی ذلت اس کے چہرے پر نہ دیکھوں اس وجہ سے کہ اس کی حاجت پوری کی ہے کیا تو نے رسولؐ خدا کی یہ حدیث نہیں سنی کہ نیکی کو چھپا کر کرنے والا ستر حج کے برابر ہے، یعنی اس کا عمل اور بدی کو ظاہر کرنے والا مخذول ہے اور کی امداد نہیں ہوتی اور اس کو چھپانے والا بخش دیا جاتا ہے کیا تم نے پہلے شاعر کا کلام نہیں سنا متی آته یوماً اُطالب حاجة رجعتُ الی اهلی ووجهی بمائه اس کا ماحصل یہ ہے کہ میرا ممدوح وہ شخص ہے کہ اگر کسی دن میں کوئی حاجت لے کر اس کے پاس جاؤں تو میں اپنے اہل وعیال کی طرف اس حالت میں واپس آتا ہوں کہ میری آبرو اپنی جگہ پر باقی ہوتی ہے اس طرح مجھ سے برتاؤ کرتا ہے کہ میں ذلت سوال میں گرفتار نہیں ہوتا۔

مولف کہتا ہے کہ ابن آشوب مناقب میں اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ حضرت نے خراسان میں عرفہ ایک دن اپنا تمام مال بخش دیا، فضل بن سہل نے کہا کہ یہ غرامت (چٹی) ہے، فرمایا بلکہ غنیمت ہے، پھر فرمایا غرامت شمار نہ کرو اس چیز کو کہ جس سے اجر وکرامت کے طلب گار ہو۔ انتہی

واضح ہو کہ حضرت امام رضاء علیہ السلام سے متوسل ہونا سفر بری یا بحری میں سلامتی کے لیے اور اپنے وطن پہنچنے اور غم واندوہ غربت سے چھٹکارا پانے کے لئے نفع مند ہے اور حضرت صادقؑ کے کلام میں گزر چکا ہے کہ آپؑ نے حضرتؑ کو دادرس وفریادرس امت

کے ساتھ تعبیر کیا ہے اور حضرت کی زیارت میں ہے السلام علی غوث اللهفان ومن صارت به ارض و فراسان خراسان بیچارہ لوگوں کے فریادرس اور وہ شخص کہ جس کی وجہ سے خراسان کی زمین محل خورشید ہوئی آپؑ پر سلام یہ معنی حموی نے معجم میں خراسان کا کیا ہے۔

آٹھویں خبر: ابن شہر آشوب نے موسیٰ بن سیار سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں امام رضاؑ کے ساتھ تھا اور آپؑ طوس شہر کی دیواروں کے قریب پہنچ چکے تھے اچانک میں نے شیون وفغان وگریہ ونالہ کی آواز سنی، پس میں اس آواز کے پیچھے گیا اچانک ہم نے ایک جنازہ دیکھا جب میری نگاہ جنازہ پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ میرے سید وسردار نے پاؤں رکاب سے نکال لیے اور پیادہ ہو گئے اور جنازہ کے قریب گئے اور اسے اٹھایا اور خود کو جنازہ کے ساتھ ملا دیا جس طرح بکری کے نوزائیدہ بچے کو اس کی ماں کے ساتھ چسپاں کرتے ہیں، پھر آپؑ نے میری طرف رخ کیا اور فرمایا اے موسیٰ بن سیار جو ہمارے دوستوں میں سے کسی دوست کی تشیع جنازہ کرے تو وہ گناہوں سے اس دن کی طرح باہر آجاتا ہے کہ جس دن وہ ماں کے شکم سے پیدا ہوا تھا کہ اس کے ذمہ کوئی گناہ نہیں تھا اور جب اس جنازہ کو قبر کے پاس زمین پر رکھا گیا تو میں نے اپنے آقا امام رضاؑ کو دیکھا کہ وہ میت کے طرف گئے اور لوگوں کو ہٹایا اور خود کو جنازہ کے قریب پہنچایا اور اس کے سینہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اے فلاں بن فلاں تجھے بشارت ہو جنت کی۔اس وقت کے بعد پھر تمہارے لیے کوئی وحشت وخوف نہیں ہے۔

میں نے عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں کیا آپؑ اس شخص میت کو پہچانتے ہیں حالانکہ خدا کی قسم آپؑ نے زمین کی اس جگہ کو نہ دیکھا ہے اور آپؑ یہاں آئے ہیں۔

فرمایا اے موسیٰ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم گروہ آئمہ کے سامنے ہر صبح وشام ہمارے شیعوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں پس اگر کوئی کوتاہی وتقصیر ان کے کے اعمال میں دیکھتے ہیں تو خداوند عالم سے خواہش کرتے ہیں کہ اسے معاف کر دے اور اگر کوئی اچھا کام ان سے دیکھتے ہیں تو خدا سے شکر یعنی اس کی جزا کا سوال کرتے ہیں، بجالاتے ہیں۔

نویں خبر: شیخ کلینی نے سلیمان جعفری سے روایت کی ہے کہ میں ایک کام کے سلسلہ میں حضرت امام رضاؑ کے ساتھ تھا جب میں نے چاہا کہ اپنے گھر کی طرف واپس جاؤں تو فرمایا میرے ساتھ واپس چلو اور آج رات میرے پاس رہو تو میں حضرتؑ کے ساتھ گیا پس حضرتؑ غروب آفتاب کے وقت گھر میں داخل ہوئے اور آپؑ نے اپنے غلاموں کو دیکھا کہ وہ گارا بنانے میں مشغول ہیں گھوڑوں کی جگہ بنانے کے لیے یا کسی اور مقصد کے لیے، اچانک آپؑ نے دیکھا کہ ایک سیاہ رنگ شخص بھی ان کے ساتھ ہے جو کہ ان میں سے نہیں تھا۔

آپؑ نے فرمایا اس کا تمہارے ساتھ کیا کام ہے وہ کہنے لگے یہ ہماری مدد کرے گا اور ساتھ دے گا اور ہم اس کی کچھ مدد کریں گے، فرمایا اس کی مزدوری کی بات کر لی تھی کہنے لگے کہ نہیں یہ شخص راضی ہو جائے گا جو کچھ کہ ہم نے اسے دے دیا، پس

حضرتؑ ان کی طرف مڑے اور انہیں تازیانے سے مارا اور اس کام پر بہت سخت غضب ناک ہوئے۔

میں نے عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں آپؑ خود کو کیوں اذیت و تکلیف میں ڈال رہے ہیں، فرمایا میں نے بارہا انہیں اس کام سے منع کیا ہے اور یہ کہ کوئی ان کے ساتھ کام نہ کرے گا، مگر یہ کہ پہلے اس سے مزدوری طے کرلیں، جان لو کہ کوئی ایسا نہیں کہ جو تیرا کام طے کیے بغیر کرے اور تو اسے اس کی مزدوری سے تین گنا دے، مگر وہ گمان کرے گا کہ تو نے اسے کم مزدوری دی ہے اور اگر اس کے ساتھ طے کرلو اور اسے پوری مزدوری دے دو تو وہ تمہاری تعریف کرے گا کہ تم نے وعدہ وفائی کی ہے اور اگر اس کی مزدوری سے ایک دانہ بھی زیادہ دیا تو اسے احسان سمجھے گا اور اس اضافے کو مدنظر رکھے گا۔

نیز یاسر خادم نے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ جب امام رضا علیہ السلام خلوت میں بیٹھتے تو اپنے سب خدم و حشم چھوٹے بڑے کو اکٹھا کرتے اور ان سے بیٹھ کر باتیں کرتے اور ان سے محبت سے پیش آتے اور حضرت اس طرح تھے کہ جب دستر خوان پر بیٹھتے تو کسی چھوٹے بڑے کو نہ رہنے دیتے یہاں تک کے اصطبل کا سائیس اور حجام کو، مگر یہ کہ اسے اپنے ساتھ دستر خوان پر بٹھاتے اور یاسر کہتا ہے کہ ہم سے حضرتؑ نے فرمایا ہوا تھا کہ اگر میں تمہارے سر پر آ کھڑا ہوں جب کہ تم کھانا کھا رہے ہو تو فارغ ہونے سے پہلے کھڑے نہ ہو اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ہم میں سے کسی کو آپؑ بلاتے اور کہا جاتا کہ وہ کھانا کھا رہا ہے تو فرماتے فارغ ہونے تک اسے رہنے دو۔

دسویں خبر: شیخ کلینی نے اہل میں سے ایک شخص سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں خراسان کے سفر میں آپؑ کے ساتھ تھا پس ایک دن آپؑ نے اپنا دستر خوان منگوایا اور اس پر اپنے تمام غلاموں کو اکٹھا کیا، حبشیوں اور دوسروں کو، میں نے عرض کیا قربان جاؤں کاش آپؑ نے ان کا دستر خوان الگ کر دیا ہوتا، فرمایا خاموش رہو ہم سب کا پروردگار ایک ہے اور ہمارے ماں باپ ایک ہیں اور جزا کا دارومدار اعمال پر ہے۔

مولف کہتا ہے کہ اس طرح تھی آپؑ کی حالت فقراء و رعایا کے ساتھ، لیکن جب فضل بن سہل ذوالریاستین حضرتؑ کی خدمت میں آیا تو ایک گھنٹہ تک کھڑا رہا یہاں تک کہ حضرتؑ نے اس کی طرف سر بلند کر کے فرمایا کیا کام ہے، عرض کیا اے میرے آقا یہ نوشتہ ہے جو امیر المومنین یعنی مامون نے میرے بیٹے کے لیے لکھا ہے اور اس نے کتاب حبوہ کی طرف اشارہ کیا جو مامون نے اسے عطاء کی تھی اور اس میں وہ کچھ تھا جو اس نے مامون سے خواہش کی تھی مال و املاک و سلطنت میں سے اور عرض کیا آپؑ زیادہ حق رکھتے ہیں مامون سے اس طرح کی عطا کے جو مامون نے کی ہے، کیونکہ آپؑ ولی عہد مسلمین ہیں، حضرت نے فرمایا کہ اسے پڑھو اور وہ کتاب بڑی جلد میں تھی، پس وہ مسلسل کھڑا رہا اور پڑھتا رہا جب وہ پڑھنے سے فارغ ہوا تو حضرت نے فرمایا فضل ولك علينا هذا اما اتقيت الله عزوجلّ یعنی اے فضل تیرے لیے ہے تم پر یہ نوشتہ جب تک تو مخالفت خداوند عزوجل سے پرہیز کرے۔ غرض یہ کہ آپؑ نے فضل کو بیٹھنے کی اجازت نہ دی یہاں تک کہ وہ باہر چلا گیا۔

گیارہویں خبر: شیخ صدوق نے جابر بن ابی ضحاک سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ مامون نے ہمیں بھیجا تا کہ ہم امام رضا

علیہ السلام کو مدینہ سے مرو لے آئیں اور مجھے حکم دیا کہ آپ کو بصرہ واہواز وفارس کے راستہ سے لے کر آؤں اور قم کے رستہ نہ لے آؤں اور یہ بھی حکم دیا کہ حضرتؑ کی رات دن حفاظت کروں یہاں تک کہ اس کے پاس پہنچا دوں، پس میں حضرتؑ کی خدمت میں تھا مدینہ سے مرو تک خدا کی قسم میں نے کوئی شخص حضرتؑ کی طرح تمام اوقات میں کثرت ذکر خدا اور شدت خوف الٰہی میں نہیں دیکھا اور حضرت کی عادت اس طرح تھی کہ جب صبح ہوتی تو صبح کی نماز ادا کرتے اور نماز کے سلام کے بعد اپنے مصلیٰ پر بیٹھ جاتے اور مسلسل تسبیح و تحمید و تکبیر و تہلیل خدا پڑھتے اور صلوات رسولؐ وآلؑ پر بھیجتے رہتے، یہاں تک کہ سورج نکل آتا اس کے بعد سجدہ میں جاتے اور سجدہ میں اتنا طول دیتے کہ دن چڑھ آتا پھر آپؑ پھر آپؑ سر سجدہ سے اٹھاتے اور لوگوں سے گفتگو کرتے اور انہیں موعظ فرماتے سورج کے ڈھلنے کے قریب تک، اس کے بعد تجدید وضو کرتے اور اپنے مصلیٰ کی طرف پلٹ جاتے اور جب زوال ہو جاتا تو کھڑے ہو کر چھ رکعت نماز نافلہ پڑھتے اور پہلی رکعت میں الحمد کے بعد سورہ ''قُل یا ایھا الکافرون'' اور دوسری رکعت میں باقی چار رکعتوں میں حمد کے بعد ''قل ھو اللہ ھو احد'' پڑھتے اور ہر دو رکعت کے بعد سلام پھرتے اور دوسری رکعت کے رکوع سے پہلے قرائت کے بعد قنوت پڑھتے اور جب ان چھ رکعتوں سے فارغ ہو جاتے تو کھڑے ہو کر نماز کی اذان کہتے اور اذان کے بعد باقی دو رکعت نافلہ بجالاتے اس کے بعد اقامت نماز کہتے اور نماز ظہر شروع کرتے، جب سلام نماز کہتے تو تسبیح و تحمید و تکبیر و تہلیل خدا کہتے جتنا خدا چاہتا۔ پھر سجدہ شکر بجا لاتے اور سجدہ میں سو مرتبہ کہتے ''شکو اللہ'' پھر سر اٹھاتے اور نافلہ عصر کے لیے کھڑے ہوتے، پس چھ رکعت نافلہ عصر بجالاتے اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد سورہ ''قُل ھُو اللہ احد'' پڑھتے اور ہر دوسری رکعت میں قنوت پڑھتے اور سلام کہتے اور جب ان چھ رکعتوں سے فارغ ہوتے تو نماز عصر کی اذان کہتے پھر باقی دو رکعت نافلہ قنوت کے ساتھ پڑھتے، پھر اقامت کہہ کر نماز عصر شروع کرتے اور جب سلام پھیرتے تو تسبیح و تحمید و تہلیل خدا کو جتنا چاہتے سجدہ میں جا کر سو دفعہ کہتے ''الحمد للہ'' اور جب دن آخر کو پہنچتا اور سورج غروب ہوتا تو سورج غروب ہوتا تو آپؑ وضو کرتے اور اذان و اقامت کہہ کر تین رکعت نماز مغرب بجالاتے اور دوسری رکعت میں رکوع سے پہلے اور قرائت کے بعد قنوت پڑھتے اور جب سلام نماز دیتے تو اپنے مصلیٰ سے حرکت نہ کرتے اور تسبیح و تحمید و تکبیر و تہلیل کہتے جتنا خدا چاہتا، پھر سجدہ شکر بجالاتے پس سر سجدہ سے اٹھاتے اور کسی سے بات نہ کرتے یہاں تک کہ کھڑے ہو کر چار رکعت نافلہ دو سلام اور قنوت کے ساتھ بجالاتے اور ان چار رکعتوں میں پہلی رکعت میں ''الحمد و قُل یا ایھا الکافرون'' اور دوسری میں الحمد اور توحید پڑھتے اور جب ان چار رکعتوں سے فارغ ہو جاتے تو بیٹھ کر تعقیبات پڑھتے جتنا خدا چاہتا، پس افطار کرتے اس کے بعد تقریباً ثلث رات تک رُکے رہتے پھر کھڑے ہو کر چار رکعت نماز عشاء دوسری رکعت میں قنوت کے ساتھ پڑھتے اور سلام کے بعد اپنے مُصلے پر بیٹھ جاتے اور ذکر خدا بجالاتے جتنا خدا چاہتا، تسبیح و تحمید و تکبیر و تہلیل کہتے اور تعقیب کے بعد سجدہ شکر بجالاتے، پھر اپنے بستر پر چلے جاتے اور جب رات کا آخری ثلث باقی رہ جاتا تو بستر سے اٹھتے درآنحالیکہ تسبیح و تحمید و تکبیر و تہلیل اور استغفار میں مشغول ہوتے، پس مسواک کرتے اور وضو کر کے آٹھ نماز تہجد میں مشغول ہوتے اس طریقہ پر ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرنے اور پہلی رکعت میں الحمد اور تیس مرتبہ ''قل ھو اللہ احد'' پڑھتے اور ان دو رکعتوں کے بعد چار رکعت نماز جعفر طیار بجالاتے اور اسے نماز شب میں حساب

کرتے جب ان چھ رکعتوں سے فارغ ہوتے تو دو رکعت اور پڑھتے، پہلی رکعت میں الحمد اور سورہ تبارک الملک اور دوسری میں الحمد کے بعد سورہ "ھل اتی علی الانسان" پڑھتے اور جب سلام پھیرتے تو دو رکعت نماز شفع بجالاتے ہر رکعت میں الحمد کے بعد تین مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھتے اور دوسری رکعت میں قنوت پڑھتے اور جب نماز شفع سے فارغ ہوتے تو کھڑے ہو جاتے اور ایک رکعت وتر بجالاتے اور اس رکعت میں حمد کے بعد تین مرتبہ "قل ھو اللہ احد" پڑھتے اور ایک دفعہ "قل اعوذ برب الفلق" اور ایک دفعہ "قل اعوذ برب الناس" پڑھتے پھر قنوت پڑھنا شروع کرتے اور قنوت میں پڑھتے۔ اللھم صل علی محمد وآل محمد اللھم اھدنا فیمن ھدیت وعافنا فیمن عافیت وتولنا فیمن تولیت وبارك لنا فیمن اعطیت وقنا شر ما قضیت فانك تقضی علیك انه لا یذل من والیت ولا یعز من عادیت تبارکت ربنا وتعالیت، پھر ستر دفعہ کہتے "استغفر اللہ واسئلهُ التوبة" جب سلام پھرتے تو تعقیبات پڑھنے کے لیے بیٹھ جاتے اور جب صبح صادق نزدیک ہوتی تو دو رکعت میں حمد و توحید پڑھتے اور جب طلوع فجر ہوتا تو اذان و اقامت کہتے اور دو رکعت نماز فریضہ واجب صبح بجالاتے، جب سلام کہتے تو سورج نکلنے تک تعقیبات پڑھتے رہتے پھر سجدۂ شکر بجالاتے اور انہیں اتنا طول دیتے کہ دن چڑھ آتا۔

اور آنجناب کی عادت یہ تھی کہ تمام واجب یومیہ نمازوں میں پہلی رکعت میں "الحمد اور انا انزلنا" اور دوسری رکعت میں الحمد قل ھو اللہ احد پڑھتے مگر جمعہ کے دن صبح ظہر وعصر کی پہلی رکعت میں الحمد اور سورہ جمعہ اور دوسری رکعت میں الحمد اور "ھل اتی علی الانسان" اور دوسری رکعت میں الحمد اور "ھل اتیك حدیث الغاشیته" بلند آواز کے ساتھ پڑھتے نماز مغرب وعشاء و نماز تہجد وشفع ووتر اور نماز صبح کی قرآئت کو اور آہستہ قرآئت کرتے، نماز ظہر وعصر میں اور چار رکعتیں نمازوں کی آخری دو رکعتوں میں تین مرتبہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھتے اور تمام نمازوں کے قنوت میں رب اغفر وارحم و تجاوز عما تعلم انك انت الاعز الاجل والا کرم پڑھتے اور جس شہر میں دس دن رہنے کا قصد کرتے تو دن کو روزہ رکھتے اور جب رات ہوتی تو نماز کی ابتدا کرتے افطار کرنے سے پہلے اور درمیان راہ جہاں مقیم نہ ہوتے تو واجبی نمازیں دو دو رکعت پڑھتے سوائے مغرب کے کہ وہی تین رکعتیں بجالاتے اور نافلہ مغرب و نماز تہجد وشفع ووتر اور دو رکعت نافلہ صبح کو ترک نہ کرتے نہ سفر میں اور نہ ہی حضر میں، البتہ دن کے نوافل سفر میں ترک کر دیتے اور ہر قصر نماز کے بعد جو کہ ظہر وعصر وعشاء ہیں تین مرتبہ "سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر" کہتے اور فرماتے کہ نماز کی تکمیل و تمامیت کے لیے ہے اور میں نے آپ کو نماز عید الضحیٰ سفر و حضر میں پڑھتے نہیں دیکھا اور سفر میں کوئی روزہ نہیں رکھتے تھے اور آپ کی عادت یہ تھی کہ دعا کرنے سے پہلے صلوات رسول اور آل رسول علیہم السلام پر بھیجتے اور یہ عمل نماز اور غیر نماز میں بہت کرتے اور رات کو جب بستر پر لیٹتے تو تلاوت قرآن زیادہ کرتے اور جب گزرتے کسی ایسی آیت سے کہ جس میں بہشت یا جہنم کا تذکرہ ہوتا تو گریہ کرتے اور خدا سے جنت کا سوال کرتے اور جہنم سے پناہ مانگتے اور اپنی تمام شب وروز کی تمام نمازوں میں بسم اللہ بلند آواز سے کہتے، اور جب قل ھو اللہ احد کی تلاوت کرتے تو اس آیت کے بعد اللہ احد کہتے اور جب اس سورہ سے فارغ ہوتے تو تین مرتبہ کذلك اللہ ربنا کہتے اور جب قل یا ایھا الکافرون پڑھتے تو آہستہ سے یا ایھا

لاکافرون کہتے اور جب اس سورہ سے فارغ ہوتے تو تین مرتبہ ربی اللہ و دینی الاسلام کہتے اور جب سورہ والتین والزیتون کی تلاوت کرتے تو اس سے فراغت کے بعد کہتے "سبحانك اللھم بلی" اور سورہ جمعہ کی قرائت کرتے تو قل ما عند اللہ خیر من اللھو و من التجارۃ کے بعد یہ کہے للذین اتقو پھر کہتے واللہ خیر الرازقین اور جب سورہ فاتحہ سے فارغ ہوتے تو کہتے الحمد اللہ رب العلمین اور جب سبح اسم ربك الاعلی پڑھتے تو آہستہ سے کہتے سبحان ربی الاعلی اور جب قرآن میں یاایھا الذین امنو کی تلاوت کرتے تو آہستہ سے کہتے لبیك اللھم لبیك اور آپؑ کسی شہر میں وارد نہیں ہوتے تھے مگر یہ کہ لوگ آپ کا قصد کرتے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور جب آپؑ کی خدمت میں شرفیاب ہوتے تو اپنے معالم دین کے متعلق سوال کرے اور حضرت انہیں جواب دیتے اور ان سے بہت سی احادیث بیان کرتے جو کہ مروی ہوتیں آپؑ کے والد واجداد سے امیرالمومنین سے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور جب میں حضرت کو مامون کے پاس لے گیا اور اس نے آپ کے راستہ کے حالات مجھ سے پوچھے تو میں نے اسے خبر دی ان چیزوں کے متعلق جو میں نے آپؑ میں دیکھی تھیں رات و دن اور سفر و حضر کے اوقات میں۔

پس مامون کہنے لگا ہاں بیشک اے ابوضحاک علیؑ بن موسیٰؑ بہترین اہل زمین اور ان سے زیادہ عالم اور زیادہ عابد ہے لیکن جو کچھ تو ان سے دیکھا ہے لوگوں کو اس کی خبر نہ کرنا اس وجہ سے کہ میں چاہتا ہوں کہ انہیں بلند کروں اور ان کی قدر و منزلتِ کو اونچا کروں تمام حدیث شد حدیث شریف۔

علامہ مجلسی نے بحار میں نقل فرمایا ہے کہ یہ دعا امام رضا علیہ السلام کی اس وقت کی ہے کہ جب مامون آپؑ پر غضب ناک ہوا اور اس دعا کے پڑھنے کے بعد اسکا غصہ ساکن ہو گیا۔

باللہ استفتح وباللہ استنجح وبمحمد صل اللہ علیہ وآلہ توجه اللھم سھل لی حزونة امری کله ویسر لی صعوبته انك تمحو ماتشاء و تثبت وعندك ام لکتاب

اور نقل فرمایا ہے حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام سے کہ کبھی میں مہموم و مغموم نہیں ہوا کسی امر کے لیے اور مجھ پر میری معاش تنگ نہیں ہوئی اور کسی شجاع حریف کے مدمقابل نہیں ہوا، لیکن یہ دعا پڑھی اور خداوند عالم نے میرے ہم و غم کو دور کیا اور مجھے دشمن پر نصرت دی اور جان لو کہ حضرتؑ کی تسبیح ہر ماہ کی دس اور گیارہ کے دن کی ہے اور وہ تسبیح یہ ہے۔

سبحان خالق النور سبحان خالق الظلمة سبحان خالق المیاہ سبحان خالق السمٰوٰت سبحان خالق الارضین سبحان خالق الریاح والنسمات سبحان خالق الحیٰوۃ والموت سبحان خالق الثری والفلوات سبحان اللہ وبحمدہ

فقیر کہتا ہے کہ بعد کی فصل میں بہت سے مناقب و مکارم اخلاق حضرت امام رضا علیہ آلاف التحیہ والثناء والتسلیم بھی ذکر ہوں گے۔ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

تیسری فصل

حضرت امام رضا علیہ السلام کے دلائل و معجزات

اور ہم چند معجزات پر اکتفاء کرتے ہیں کہ جن میں سے پہلے دس معجزہ عیون اخبار سے ہیں۔

پہلا معجزہ! محمد بن داود سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں اور میرا بھائی حضرت رضاؑ کے پاس تھے کہ کوئی شخص آیا اور اس نے خبر دی کہ محمد بن جعفر کی ٹھوڑی باندھ دی گئی ہے یعنی وہ مر گیا ہے۔

پس حضرتؑ گئے اور ہم بھی آپؑ کے ساتھ گئے ہم نے دیکھا کہ اس کے جبڑے باندھ دیئے گئے ہیں اور اسحاق بن جعفرؑ اور اس کے بیٹے گروہ اور آل ابو طالب گریہ کر رہے ہیں، حضرت ابو الحسنؑ اس کے سرہانے جا بیٹھے اور اس کے چہرہ پر نگاہ کر کے تبسم فرمایا، اہل مجلس کو برا لگا بعض اہل مجلس کہنے لگے کہ یہ تبسم اپنے چچا کی موت کی خوشی میں کیا ہے۔

راوی کہتا ہے پس حضرت کھڑے ہو گئے اور باہر چلے آئے اور مسجد میں آ کر نماز ادا کی ہم نے کہا آپؑ پر قربان جائیں آپؑ کے بارے میں ہم نے جو کچھ سنا وہ برا معلوم ہوا جب کہ آپؑ نے تبسم کیا۔

فرمایا مجھے اسحاق کے رونے پر تعجب ہوا، حالانکہ بخدا وہ محمد سے پہلے مرے گا اور محمد اس پر گریہ کرے گا، راوی کہتا ہے پس محمد اس بیماری سے اٹھ کھڑا ہوا اور اسحاق مر گیا۔

نیز یحییٰ بن محمد بن جعفر علیہ السلام سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ میرے والد سخت بیمار ہوئے اور امام رضا علیہ السلام ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے اور میرا چچا اسحاق بیٹھ کر رونے لگا اور سخت جزع و فزع کر رہا تھا یحییٰ کہتا ہے کہ امام رضا میری طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا تیرا چچا کیوں رو رہا ہے میں نے عرض کیا وہ اس حالت سے ڈر رہا ہے کہ جسے آپ دیکھ رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا غم نہ کرو اسحاق عنقریب تیرے باپ سے پہلے فوت ہوگا، یحییٰ کہتا ہے کہ میرا باپ تندرست ہو گیا اور اسحاق فوت ہو گیا۔

دوسرا معجزہ! علی بن احمد بن عبداللہ بن احمد بن عبداللہ برقی روایت کرتا ہے اپنے باپ سے احمد بن عبداللہ سے اس کے باپ سے حسین بن موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام سے وہ کہتا ہے کہ ہم ابو الحسن رضا علیہ السلام کے زمانہ میں تھے اور ہم بنی ہاشم میں سے چند نوجوان تھے کہ جعفر بن عمر علوی ہمارے قریب سے گزرا اور وہ پرانی ہیئت میں تھا یعنی اس کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے اور خراب

حالت میں تھا ہم نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور اس کی ہیت پر ہنسے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ عنقریب اسے دیکھو گے مال اور اس کے بہت سے تابعین ہوں گے پس ایک ماہ یا اس کے قریب ہی گزرا تھا کہ وہ مدینہ کا والی ہو گیا اور اس کی حالت اچھی ہو گئی، وہ ہمارے قریب سے گزرتا اور اس کے ساتھ خواجہ سرا اور خدم وحشم ہوتے تھے اور یہ جعفر بن محمد بن عمر بن حسن بن علی بن عمر بن علی بن الحسین علیہم السلام تھا۔

تیسرا معجزہ! ابو حبیب بناجی سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے عالم خواب میں دیکھا کہ رسولؐ خدا بناج میں تشریف لائے ہیں اور اس مسجد میں کہ حاجی ہر سال جس میں آ کر ٹھہرتے تھے نزول اجلال فرمایا ہے، گویا میں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور آپؐ کو سلام کیا ہے اور میں آپؐ کے سامنے کھڑا ہو گیا ہوں اور میں نے دیکھا کہ آپؐ کے سامنے ایک طبق ہے مدینہ کے کھجوروں کے پتوں کا بنا ہوا اور اس میں صیحانی خرمے ہیں آپؐ نے اس میں سے ایک مٹھی بھر کر مجھے دیئے، میں نے شمار کیا تو اٹھارہ دانے تھے پس میں نے اس طرح تاویل کی کہ میں خرموں کی تعداد کے برابر یعنی اٹھارہ سال زندہ رہوں گا اور جب اس خواب کو بیس دن گزر گئے تو میں اپنی زمین میں تھا کہ جس کو زراعت کے لئے درست کر رہا تھا کسی نے آ کر امام رضا علیہ السلام کے آنے کی اطلاع دی کہ آپؑ اس مسجد میں تشریف فرما ہیں اور مدینہ سے آئے ہیں اور لوگ ان کی زیارت کے لیے جا رہے ہیں پس میں آیا تو دیکھا کہ آپؑ اسی جگہ بیٹھے ہیں کہ جہاں میرا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیٹھے ہوئے دیکھا تھا اور آپؑ کے نیچے ایک چٹائی تھی کہ جس طرح حضورؐ کے نیچے تھی اور آپؑ کے سامنے کھجوروں کے پتوں سے بنا ہوا ایک طبق تھا اور اس میں صیحانی خرمے تھے میں نے سلام کیا اور آپؑ نے سلام کا جواب دیا اور مجھے قریب بلایا اور خرمے مٹھی بھر کر مجھے دیئے، میں نے شمار کیے تو اسی تعداد میں تھے کہ جتنے رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ سلم نے دیئے تھے میں نے عرض کیا فرزند رسول کچھ زیادہ دیجئے فرمایا اگر رسول خداؐ اس زیادہ دیتے تو ہم بھی دیتے۔

چوتھا معجزہ! روایت کی ہے احمد بن علی بن حسین ثالثی نے ابو عبداللہ بن عبدالرحمن معروف بصفوانی سے وہ کہتا ہے کہ ایک قافلہ خراسان سے کرمان کی طرف روانہ ہوا اور ڈاکوؤں نے ان پر حملہ کر دیا اور ان میں سے ایک شخص کو انہوں نے پکڑ لیا کہ جیسے وہ مالدار سمجھتے تھے، وہ ایک مدت تک ان کے قبضہ میں رہا اسے وہ عذاب اور تکلیف پہنچاتے رہے تا کہ وہ اپنا فدیہ دے کر چھٹکارا حاصل کرے، ایک تکلیف ان میں سے اسے یہ دی کہ برف پر اسے کھڑا کیا اور اس کا منہ برف سے بھر دیا، پس ان کی ایک عورت کو اس پر رحم آیا، اس نے اسے رہا کر دیا اور وہ وہاں سے بھاگ آیا، پس اس کے منہ اور زبان خراب ہو گئے اور وہ بات نہیں کر سکتا تھا وہ خراسان میں آیا اور اس نے امام رضا علیہ السلام کی خبر سنی اور یہ کہ وہ جناب نیشاپور میں ہیں۔ پس اس نے عالم خواب میں دیکھا کہ گویا کوئی اس سے کہہ رہا ہے کہ فرزند رسول خراسان میں تشریف فرما ہیں اپنی بیماری کا علاج ان سے پوچھ لے ہو سکتا ہے کہ وہ تجھے ایسی دعا بتائیں جو تیرے لیے نفع ہو وہ کہتا ہے کہ میں نے عالم خواب میں ہی دیکھا کہ میں حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور جو مصیبت مجھ پر آئی تھی میں نے اس کی شکایت کی اور اپنی بیماری بتائی تو مجھ سے فرمایا زیرہ اور نمک لے کر اسے کوٹ لو اور اسے منہ میں رکھو، دو تین مرتبہ

ایسا کرو تو صحت و عافیت پاؤ گے۔

پس وہ شخص خواب سے بیدار ہوا، لیکن اس نے اس خواب پر غور نہ کیا جو اس نے دیکھا تھا اور نہ اس میں اہتمام کیا یہاں تک کہ وہ نیشاپور کے دروازے پر پہنچا تو لوگوں نے اسے بتایا کہ امام رضا علیہ السلام نے نیشاپور سے کوچ کیا ہے اور رباط سعد میں ہیں۔اس شخص کے دل میں آیا کہ حضرت کی خدمت میں جائے اور اپنا واقعہ ان سے بیان کرے شاید آپ کوئی ایسی دوا بتا دیں جو فائدہ مند ہو۔

پس وہ رباط سعد میں آیا اور حضرتؑ کی بارگاہ میں گیا اور کہنے لگا "اے فرزند رسولؐ میرا واقعہ اس طرح ہے اور میرا منہ اور زبان خراب ہو گئے ہیں اور میں بڑی مشکل سے بات کر سکتا ہوں، پس مجھے کوئی ایسی دوا بتایئے کہ جس سے مجھے فائدہ ہو"

فرمایا کیا میں نے تمہیں عالم خواب میں دوا بتائی نہیں؟ جاؤ اور جو کچھ میں نے تمہیں خواب میں بتایا اس پر عمل کرو۔اس شخص نے عرض کیا فرزند رسولؐ اگر آپ توجہ فرمائیں ایک دفعہ دوبارہ ارشاد ہو جائے فرمایا تھوڑا سا زیرہ سعتر اور نمک لے لو اور انہیں کوٹ کر منہ میں رکھو دو دفعہ یا تین دفعہ عنقریب صحت و عافیت پاؤ گے۔اس شخص نے اس پر عمل کیا اور صحت یاب ہو گیا۔

پانچواں معجزہ اریان بن الصلت سے روایت ہے کہ جس وقت میں نے عراق کا قصد کیا اور ارادہ کیا کہ امام رضا علیہ السلام سے رخصت ہوں تو میرے دل میں تھا کہ جب آپؑ سے رخصت ہوں گا تو اس سے ان کے بدن کے کپڑوں میں سے ایک پیراہن مانگوں گا تا کہ مجھے اس میں دفن کریں اور ان کے مال میں سے چند درہم کی خواہش کروں گا اور بیٹیوں کے لیے ان سے انگوٹھیاں بنواؤں گا جب میں آپ سے رخصت ہوا تو آپ فراق میں گریہ واندوہ نے مجھ پر غلبہ کیا اور میں بھول گیا کہ وہ چیزیں آپؑ سے مانگتا۔جب میں باہر آیا تو آپؑ نے مجھے آواز دی "اے ریان واپس آؤ" میں واپس گیا تو فرمایا کیا تو یہ نہیں چاہتا کہ تجھے چند درہم دوں کہ جس سے تو اپنی بیٹیوں کو انگوٹھیاں درست کرے اور کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ میں اپنے تن کے کپڑوں میں سے ایک پیراہن تجھے دوں کہ جس میں تجھے کفن دیں، کیونکہ تیری زندگی آخر کو پہنچ گئی ہے؟"

میں نے عرض کیا اے میرے آقا میرے دل میں تو تھا کہ میں آپ سے مانگوں لیکن آپؑ کے فراق کے غم واندوہ نے مجھے اس سے محروم رکھا، پس آپ نے تکیہ اٹھایا اور ایک پیراہن نکالا اور مجھے دے دیا اور مصلے کے نیچے سے چند درہم اٹھائے اور مجھے دیئے میں نے شمار کئے تو تیس درہم تھے۔

چھٹا معجزہ ہرثمہ ابن عین سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں اپنے آقا و مولا یعنی امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں ان کے گھر گیا اور وہاں مامون کے گھر یہ ذکر ہو رہا تھا کہ حضرتؑ وفات پا گئے ہیں، لیکن یہ بات حد صحت کو نہ پہنچی تھی میں اندر گیا اور چاہتا تھا کہ آپؑ کے حضور میں جانے کی مجھے اجازت مل جائے، مامون کے خادموں اور معتمدین میں سے ایک خادم تھا کہ جسے صبیح دیلمی کہتے تھے اور میرے آقا کے دوستوں میں سے تھا، اس وقت صبیح باہر آیا جب اس نے مجھے دیکھا تو کہنے لگا اے ہرثمہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں مامون کا خاص معتمد ہوں میں نے کہا کیوں نہیں، کہنے لگا تیس غلاموں کے ساتھ مامون نے رات کے پہلے تہائی حصے میں بلایا ہم

اس کے پاس گئے اور شمعوں کی کثرت کی وجہ سے اس کی رات دن کی طرح تھی اور کے پاس ننگی تلواریں زہر میں بجھی ہوئی رکھی تھیں، ہم میں سے ایک ایک کا نام لے کر اسے بلایا اور زبانی طور پر ہم سے عہد و میثاق لیا اور ہمارے علاوہ وہاں کوئی آدمی نہیں تھا وہاں، ہم سے کہنے لگا یہ عہد تم پر لازم ہے کہ جو کچھ میں تم سے کہوں وہ کرو گے اور اس کی خلاف ورزی نہیں کرو گے۔

ہم سب نے قسمیں کھائیں، کہنے لگا تم میں سے ہر ایک تلوار اٹھائے اور علیؑ بن موسیٰ الرضا کے حجرے کے اندر چلا جائے، اگر اسے کھڑا ہوا بیٹھا ہوا یا سویا ہوا پاؤ تو کوئی بات نہ کرے اور تلواریں اس پر رکھ دے اور گوشت خون بال ہڈی اور اس کے مغز کو ایک دوسرے میں ملا دے اس کے اوپر اس کا فرش لپیٹ دے اور اپنی تلواریں اس سے صاف کرلے اور میرے پاس آجائے اور تم میں سے ہر ایک رات کے لیے اس کام کو انجام دینے اور اس کو پوشیدہ رکھنے کے لیے دس تھیلیاں درہم کی ہیں اور دو دو ضیعہ منتخب یعنی مستقل وعمدہ جاگیریں میں نے معین کی ہیں، اور یہ تھیلیاں تمہارے لیے ہیں جب تک کہ میں زندہ ہوں و باقی ہوں۔

وہ کہتا ہے کہ پس ہم نے تلواریں ہاتھ میں لے لیں اور آپؑ کے حجرہ میں چلے گئے ہم نے دیکھا کہ آپؑ پہلو کے بل سوئے ہوئے ہیں اور وہ اپنے ہاتھ کو گردش دیتے اور کچھ گفتگو کر رہے تھے کہ جسے ہم نہ سمجھ سکتے تھے، پس ان غلاموں نے تلواریں نکال لیں اور میں نے اپنی تلوار اسی طرح رہنے دی اور کھڑا دیکھ رہا تھا اور گویا آپؑ ہمارے مقصد کو سمجھتے تھے، پس کوئی چیز بدن میں پوشیدہ تھی کہ جس پر تلوار کا اثر نہیں ہوتا تھا، وہ فرش ان پر لپیٹ کر مامون کے پاس آئے اور کہنے لگا تم نے کیا کیا ہے، کہنے لگے اے امیر جو حکم آپؑ نے دیا ہم بجالائے کہنے لگا، اس میں سے کوئی بات کسی سے نہ کہنا جب صبح ہوئی تو مامون باہر نکلا اور اپنی نشست پر سر برہنہ آیا تاکہ انہیں دیکھے اور میں اس کے آگے آگے جا رہا تھا، جب آپؑ کے حجرہ میں داخل ہونے لگا تو ہمہمہ سنا، لرزنے لگا اور مجھ سے کہنے لگا اس کے پاس کون ہے، میں نے کہا اے امیر المومنین مجھے معلوم نہیں، کہنے لگا جلدی جا کر دیکھو۔

صبیح کہتا ہے کہ ہم حجرہ کے اندر گئے ہم نے دیکھا کہ میرے سید و سردار اپنے محراب میں بیٹھے نماز میں مشغول اور تسبیح پڑھ رہے ہیں میں نے کہا اے امیر یہ تو ایک شخص محراب میں نماز اور تسبیح پڑھ رہا ہے۔

مامون کانپنے لگا اور مجھ سے کہا کہ تم لوگوں نے مجھ سے مذاق کیا ہے۔ خدا تم پر لعنت کرے، پس میری طرف اس جماعت میں سے رخ کیا اور کہنے لگا اے صبیح تو اسے پہچانتا ہے جا کر دیکھ کون نماز پڑھ رہا ہے، پس میں اندر گیا اور مامون واپس آ گیا اور جب میں آستانہ در پر پہنچا تو امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا۔ اے صبیح، میں نے عرض کیا لبیک اے میرے مولا اور میں منہ کے بل گر پڑا، فرمایا اٹھ کھڑا ہو خدا تجھ پر رحمت کرے وہ چاہتے ہیں کہ نور الٰہی کو اپنے پھونکوں سے خاموش کریں اور خدا اپنے نور کو تمام و مکمل کر کے رہے گا، چاہے کافر اسے برا سمجھیں، پس میں مامون کے پاس پلٹ کر واپس آیا میں نے دیکھا کہ اس کا منہ تاریک رات کی طرح کالا ہو گیا ہے۔

کہنے لگا اے صبیح کیا خبر لائے ہو میں نے کہا کہ اے امیر المومنین وہ جناب خود حجرے میں موجود ہیں، مجھے انہوں نے بلا کر یہ باتیں فرمائی ہیں، صبیح کہتا ہے پس مامون نے اپنے لباس کے بند نہ باندھے اور حکم دیا کہ اس کے کپڑے واپس کیے جائیں، یعنی

عزاداری کے کپڑے اتار دیئے اور اپنا لباس طلب کیا اور اسے پہن لیا اور کہنے لگا لوگوں سے کہو کہ آپ کو غش طاری ہو گیا تھا اور اب وہ ہوش میں آ گئے ہیں۔ ہرثمہ کہتا ہے کہ میں خدا کا بہت حمد شکر بجالایا اور اپنے آقا رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوا جب آپؑ نے مجھے دیکھا تو فرمایا اے ہرثمہ جو کچھ صبیح نے تجھے بتایا ہے وہ کسی سے بیان نہ کرنا، مگر وہ شخص کہ جس کے دل کو خداوند عالم نے ہماری محبت وولایت پر ایمان رکھنے کے لیے امتحان نہ لے لیا ہو۔

ساتواں معجزہ! محمد بن حفص سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے ایک آزاد کردہ غلام نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ میں اور کچھ لوگ امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے کسی بیابان میں پس ہمیں اور ہمارے چوپاؤں کو سخت پیاس لگی، اس حد تک کہ ہمیں اپنی جانوں کے لالے پڑ گئے کہ کہیں پیاس سے مر ہی نہ جائیں، پس حضرتؑ نے ہمیں ایک جگہ بتائی کہ وہاں چلو پانی مل جائے گا، وہ کہتا ہے کہ ہم اسی جگہ پہنچے تو وہاں ہمیں پانی مل گیا اور ہم نے اپنے چوپاؤں کو پانی دیا، یہاں تک کہ ہم اور جو قافلہ میں تھا سب سیراب ہو گئے، پس ہم نے وہاں سے کوچ کیا تو پھر حضرتؑ نے ہم سے فرمایا کہ ذرا چشمہ والی جگہ کو تلاش کرو ہم نے تلاش کیا تو ہمیں اونٹوں کی لید کے علاوہ وہاں کچھ نہ ملا اور چشمہ کا تو وہاں نام ونشان ہی نہ تھا، راوی کہتا ہے کہ یہ حکایت اولاد قنبر میں سے ایک شخص کے سامنے بیان کی، جس کے اعتقاد کے مطابق اس کی عمر ایک سو بیس سال ہو چکی تھی، اس قنبری شخص نے بھی یہی واقعہ اسی طرح بیان کیا۔ وہ کہنے لگا میں بھی آپؑ کی خدمت میں موجود تھا اور قنبری نے کہا کہ اس وقت حضرت خراسان کی طرف جا رہے تھے، مولف کہتا ہے کہ یہ واضح آیت ومعجزہ مشابہ ہے اس کے جو آپؑ کے جد بزرگوار سے ظاہر ہوا تھا، راہب کربلا وصخرہ کی حدیث میں اور اس معجزہ کو عامہ وخاصہ نے نقل کیا ہے اور شعراء نے اشعار میں نظم کیا اور اس کی کیفیت اس طرح ہے کہ حضرت امیرالمومنین کا صفین کی طرف جاتے ہوئے کربلا سے گزر ہوا تو آپؑ نے اصحاب سے فرمایا کہ جانتے ہو یہ کون سی جگہ ہے، خدا کی قسم یہ مصرع ومقتل ہے حسینؑ واصحاب حسین کا، پس تھوڑا سا راستہ طے کیا اور ایک راہب کے گرجے کے قریب پہنچے جو بیابان میں تھا، درانحالیکہ سخت پیاس آپؑ کے اصحاب کو لگی ہوئی تھی اور ان کا پانی ختم ہو چکا تھا، انہوں نے دائیں بائیں تلاش کیا پانی نہ مل سکا۔ حضرت نے فرمایا اس گرجا میں رہنے والے کو آواز دو کہ وہ تمہاری طرف دیکھے جب اس نے اس کی طرف دیکھا تو اس سے پانی کی جگہ پوچھی وہ کہنے لگا کہ میرے اور پانی کے درمیان لوگ دو فرسخ سے زیادہ فاصلہ ہے اور یہاں تو کوئی پانی نہیں اور لوگ میرے لیے ایک مہینہ کا پانی لے آتے ہیں کہ جس سے تنگی کے ساتھ میں زندگی بسر کرتا ہوں اور اگر ایسا نہ ہوتا تو میں بھی پیاس سے ہلاک ہو جاتا۔ حضرت نے اصحاب سے فرمایا تم نے راہب کی گفتگو سن لی ہے کہنے لگے جی ہاں تو کیا آپ ہمیں حکم دیتے ہیں کہ جب تک ہم میں قوت وطاقت ہے اسی جگہ کی طرف جائیں کہ جس کی طرف راہب نے اشارہ کیا ہے اور وہاں سے پانی لے آئیں، فرمایا اس کی ضرورت نہیں پس آپؑ نے اپنے خچر کی گردن قبلہ کی طرف موڑی اور گرجا کے قریب ایک جگہ اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہاں سے زمین کھودو۔

پس ایک گروہ نے بیلچہ کے ساتھ وہاں سے مٹی ہٹائی، اچانک ایک بہت بڑا پتھر ظاہر ہوا جو کہ چمک رہا تھا، وہ لوگ کہنے

لگے اے امیر المومنین یہاں تو پتھر ہے کہ جس پر بیلچہ کام نہیں کرتا فرمایا بیشک یہ پتھر پانی کے اوپر ہے، اگر یہ پتھر اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو پانی حاصل کر سکو گے، پس انہوں نے کوشش کی پتھر ہٹانے کی اور ایک گروہ جمع ہوا اور انہوں نے اس پتھر کو حرکت دی، لیکن وہ اسے نہ ہلا سکے اور ان کے لیے یہ کام سخت ہو گیا۔

حضرت نے جب یہ کیفیت دیکھی تو خچر سے اترے اور آستین الٹ دیں اور اپنی انگلیاں پتھر کے نیچے رکھ کر اسے حرکت دی، پس اسے اکھاڑ کر گئی ہاتھ دور پھینک دیا، پس پتھر ہٹا تو پانی ظاہر ہوا۔ ان لوگوں نے اس کی طرف سبقت کی اور اس سے پانی پیا اور وہ پانی تمام ان پانیوں سے کہ سفر میں انہوں نے پیے تھے زیادہ خوشگوار تھا، زیادہ ٹھنڈا اور صاف و شفاف تھا، پس آپؑ نے فرمایا اس پانی میں سے اپنا زادراہ لے لو اور سیراب ہو جاؤ، جتنا انہوں نے چاہا پانی پیا اور ساتھ بھی لے لیا، پس امیر المومنین اس پتھر کے پاس آئے اور اسے ہاتھ میں لے کر اس کی جگہ پر رکھ دیا اور حکم دیا کہ اس کے اوپر مٹی ڈال دو اور اس کا اثر و نشان پنہاں ہو گیا، لیکن آپؑ کے اصحاب میں سے ہر شخص پانی کی جگہ کو جانتا تھا، پس تھوڑا راستہ چلے تھے تو حضرت نے فرمایا کہ میرے حق کی قسم واپس چلو چشمہ والی جگہ پر اور دیکھو آیا اسے معلوم کر سکتے ہو؟ لوگ واپس آئے اور چشمہ کی جگہ کو ڈھونڈنے لگے اور جتنی کوشش کی اور ریت کو آگے پیچھے کیا پانی کا چشمہ تلاش نہ کر سکے، راہب نے جب اس پانی کی جگہ کو دیکھا تو پکار کر کہا، اے لوگو مجھے نیچے اتارو، پس کسی نہ کسی طریقہ سے اسے گرجا سے نیچے اتارا گیا اور وہ امیر المومنین کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اے بزرگوار آپؑ پیغمبر مرسل ہیں فرمایا کہ نہیں، کہنے لگا ملک مقرب ہیں فرمایا نہیں، اس نے کہا پس آپؑ کون ہیں فرمایا میں رسول خدا محمد بن عبداللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصی ہوں، پس راہب نے کلمہ شہادت پڑھا اور اسلام لے آیا اور کہنے لگا یہ گرجا اس جگہ اس شخص کی تلاش میں بنایا گیا ہے جو اس پتھر کو ہٹائے اور اس کے نیچے سے پانی نکالے اور مجھ سے پہلے کئی عالم گزر چکے ہیں اور وہ اس سعادت تک نہیں پہنچ سکے اور خداوند عالم نے مجھے یہ توفیق عنایت فرمائی ہے اور ہم اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پاتے ہیں اور اپنے علماء سے سنا ہے کہ زمین کے اس گوشہ میں ایک چشمہ ہے کہ جس کے اوپر ایک پتھر ہے کہ جس کی جگہ کو سوائے پیغمبر اور وصی پیغمبر کے کوئی نہیں جانتا، پس راہب حضرت امیر المومنینؑ کی فوج میں داخل ہو گیا اور حضرت کی ہمرکابی میں شہید ہوا۔ پس حضرتؑ اس کے دفن کے متولی ہوئے اور اس کے لیے بہت سا استغفار کیا اور سید حمیری نے اس واقعہ کو قصیدہ مذہبہ میں نظم کیا ہے اور فرمایا اس کے بعد سیدؒ کے قصیدہ کے اشعار ہیں کہ جنہیں ہم ترک کر رہے ہیں۔ مترجم

آٹھواں معجزہ! ہیثم بن ابو مسروق نہدی سے روایت ہے محمد بن فضیل کہتا ہے کہ میں بطن مر میں اترا تو مجھے پہلو اور پاؤں میں عرق مدنی نکل آئی اور اس کو علت رشتہ کہتے ہیں جو اس کی طرح کوئی جن پر ظاہر ہوتی ہے اور غالباً پاؤں پر نکلتی ہے، پس مدینہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، فرمایا تجھے میں کیوں تکلیف میں دیکھ رہا ہوں، میں نے عرض کیا جب بطن مر میں پہنچا ہوں تو عرق مدنی میرے پہلو اور پاؤں سے نکل آئی ہے۔ پس آپؑ نے اس کی طرف اشارہ کیا جو پہلو میں بغل کے نیچے تھی اور کچھ پڑھا اور اپنا لعاب دہن اس کے بعد فرمایا تیرے لیے اس سے کوئی وجہ نہیں اور اس کی طرف دیکھا کہ جو پاؤں میں تھی، پس فرمانے لگے، ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہمارے شیعوں میں سے جو کسی بلا و مصیبت میں ہو اور صبر کرے تو خداوند عالم اس کے

لیے ہزار شہید کا اجر لکھ دیتا ہے، میں نے دل میں کہا کہ خدا کی قسم میں اس بیماری سے نجات نہیں پاؤں گا، ہرثمہ کہتا ہے کہ ہمیشہ وہ رشتہ اس کے پاؤں سے نکلتا تھا، یہاں تک کہ وہ مر گیا۔

نواں معجزہ! عبداللہ بن محمد ہاشمی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن میں مامون کے پاس گیا اس نے مجھے بٹھایا اور جتنے لوگ اس کے پاس تھے انہیں باہر کر دیا، پس اس نے کھانا منگوایا وہ ہم نے کھایا اور خوشبو لگائی پھر حکم دیا کہ پردہ لگا دیا جائے، پھر ان میں سے جو پردہ کے پیچھے تھے (یعنی گانے والی کنیزیں) ایک کو خطاب کر کے کہا خدا کے واسطے ہماری خاطر اس قصیدہ کو پڑھو جو طوس میں ہے یعنی حضرت رضا علیہ السلام کا جو کہ طوس میں دفن ہیں، اس کنیز نے پڑھنا شروع کیا۔ اس نے کہا کہ **سقاً بطوس ومن اضحی بها قطناً من عترة المصطفیٰ بقیٰ لنا حزناً**

یعنی اس باران رحمت سیراب کرے طوس کو اور جو شخص وہاں ساکن ہو گیا ہے عترت مصطفیٰ میں سے وہ خود تو چلا گیا اور ہمارے لیے حزن و ملال چھوڑ گیا، ہاشمی کہتا ہے کہ پس مامون رویا اور مجھ سے کہا اے عبداللہ کیا میرے خاندان والے اور تیرے خاندان والے مجھے ملامت کرتے ہیں، خدا کی قسم میں تمہیں ان کی ایک بات سناتا ہوں کہ جس سے تم تعجب کرو گے، ایک دن میں ان کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میں آپؑ پر قربان جاؤں آپ کے آباؤ اجداد موسیٰؑ جعفرؑ و محمدؑ و علی بن الحسین علیہ السلام کے پاس ان چیزوں کا علم تھا کہ جو ہو چکی ہیں اور قیامت تک ہونے والی ہیں اور ان کے وصی اور ان کے علم کے وارث ہیں اور ان کا علم آپ کے پاس ہے اور مجھے آپؑ سے ایک حاجت ہے۔

فرمایا کہو، میں نے کہا یہ زاہر یہ میرا بخت و حصہ ہے، یعنی عورتوں میں مجھے اس سے زیادہ محبت اور پیار ہے اور میں اپنی کنیزوں میں سے کسی کو اس پر تقدیم و ترجیح نہیں دیتا اور اس نے چند دفعہ حاملہ ہو کر اسقاط کر دیا ہے اور اب وہ حاملہ ہے، مجھے ایسی کوئی چیز بتایئے کہ جس سے وہ اپنا علاج کرے اور صحیح و سالم رہ جائے۔ حضرت نے فرمایا کہ ڈرو نہیں اور سقط ہونے سے مطمئن رہو، وہ سالم رہے گی اور ایک بچہ پیدا ہو گا جو ماں کے ساتھ زیادہ شباہت رکھتا ہو گا باقی لوگوں سے اور اس کے دائیں ہاتھ میں ایک زائد انگلی ہو گی جو چپکی ہوئی نہیں ہو گی اور اسی طرح بائیں پاؤں میں زائد چھوٹی انگلی ہو گی جو چپکی ہوئی نہیں ہو گی، پس میں نے دل میں کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خداوند عالم ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، پس زاہر یہ نے ایک بچہ جنا جو تمام لوگوں کی نسبت اپنی ماں سے زیادہ شباہت رکھتا تھا اور اس کے دائیں ہاتھ اور بائیں پاؤں میں ایک چھوٹی انگلی زائد تھی جو چپکی ہوئی نہ تھی۔ جس طرح کہ امام رضاؑ نے فرمایا تھا، پس کون ہے جو مجھے ملامت کرے اس چیز پر کہ میں نے انہیں عالمین کے درمیان علم و نشان کے طور پر نصب کیا ہے۔

شیخ صدوق فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس سے زیادہ تھی ہم نے اس کو ترک کر دیا ہے، الخ۔ شاعر کہتا ہے کہ جو کچھ اس حدیث سے حذف ہوا ہے اس میں سے مرثیہ کا دوسرا شعر بھی ہے اور وہ یہ ہے

اعنی اباالحسن المامول ان له حقاً
علی کل من اضحی بها شجنا

میری مراد ابوالحسن ہیں کہ جن سے امید کی جاتی ہے اوران کا ہر اس شخص پر حق ہے کہ جسے ان کی وفات کا دکھ ہے۔

دسواں معجزہ! محمد بن فضیل سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ جس سال ہارون برامکہ پر غضب ناک ہوا، پہلے اس نے جعفر بن یحییٰ کو قتل کیا اور یحییٰ کو قید کر دیا اور ان کے سر پر جو بلا آئی سو آئی، ابوالحسن علیہ السلام عرفات میں کھڑے دعا کر رہے تھے اور اس کے بعد آپؑ نے سر نیچے کیا، آپؑ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا میں برمکیوں کے متعلق خدا سے بددعا کر رہا تھا بسبب اس کے جو انہوں نے میرے باپ کے ساتھ کیا، آج خداوند عالم نے ان کے متعلق میری دعا قبول فرمائی ہے، پس جب آپؑ حج سے پلٹ کر آئے تو تھوڑے ہی دنوں میں جعفر و یحییٰ ہارون کے مغضوب قرار پائے اور ان کے حالات پلٹ گئے۔

مسافر کہتا ہے کہ میں ابوالحسن الرضاء کے ساتھ منیٰ میں تھا کہ یحییٰ بن خالد آل برمک کے گروہ کے ساتھ گزرا تو حضرتؑ نے فرمایا کہ بیچارے ہیں انہیں یہ نہیں معلوم کہ اس سال ان کے سر پر کون سی مصیبت آنے والی ہے اس کے بعد فرمایا ہاں اور زیادہ تعجب اس پر ہے کہ میں اور ہارون ان دو کی طرح ہیں اور آپؑ نے اپنی دو انگلیاں ملا دیں، مسافر کہتا ہے کہ خدا کی قسم میں آپؑ کے کلام کا معنی نہ سمجھ سکا جب تک کہ آپؑ کو ہم نے ہارون کے ساتھ دفن نہیں کیا۔

گیارہوں معجزہ! شیخ مفید نے ارشاد میں اپنی سند کے ساتھ غفاری سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ رسول خداؐ کے آزاد کردہ ابورافع کی آل اولاد میں سے ایک شخص نے مجھ سے کچھ لینا تھا، اس نے مجھ سے بڑے مبالغہ و اصرار کے ساتھ اپنی چیز کے متعلق مطالبہ کیا، جب میں نے یہ کیفیت دیکھی تو نماز صبح مسجد نبوی میں ادا کی اور حضرت رضاؑ کی طرف چلا اور اس زمانہ میں حضرتؑ مقام عریض میں رہتے تھے، پس جس وقت آپؑ کے گھر کے دروازے کے قریب پہنچا تو میں نے دیکھا کہ حضرتؑ گھر سے باہر نکل چکے ہیں۔ اور آپ گدھے پر سوار ہیں اور آپؑ کے بدن شریف پر قمیض اور رداء ہے، جب میری نگاہ حضرت پر پڑی تو مجھے شرم آئی، کہ حضرتؑ سے کچھ کہوں جب حضرتؑ میرے قریب آئے تو کھڑے ہو گئے اور مجھ پر نگاہ کی، میں نے آپؑ کو سلام کیا اور وہ ماہ رمضان کا زمانہ تھا، پس میں نے حضرت سے عرض کیا کہ آپؑ پر قربان جاؤں آپؑ کے فلاں غلام نے مجھ سے کچھ لینا ہے اور خدا کی قسم اس نے مجھے رسوا کر دیا ہے۔

میں نے دل میں کہا کہ حضرتؑ اس سے فرمائیں گے کہ وہ مجھ سے مطالبہ نہ کرے، خدا کی قسم میں نے حضرت سے یہ نہیں بتایا تھا کہ اس کو مجھ سے کتنا لینا ہے اور میں نے اس کے قرض یا کسی چیز کا نام نہیں لیا، پس مجھے حکم دیا کہ میرے واپس آنے تک بیٹھے رہو، میں وہاں شام تک بیٹھا رہا، نماز مغرب وہیں پڑھی، حضرت نہ آئے اور میں روزہ سے تھا، میرا سینہ تنگ ہوا اور میں نے چاہا کہ واپس چلا جاؤں کہ اچانک میں نے دیکھا کہ حضرت آ رہے ہیں اور آپؑ کے گرد لوگوں کی ایک جماعت تھی اور سائل و فقراء حضرتؑ کے راستے پر بیٹھے ہوئے تھے، آپؑ نے انہیں صدقہ دیا اور گزر کر گھر چلے گئے، پھر باہر آئے اور مجھے بلایا، میں کھڑا ہو گیا اور حضرتؑ کے ساتھ مکان کے اندر چلا گیا اور آپ بیٹھ گئے اور میں ابن مسیب امیر مدینہ کی باتیں کرنے لگا اور اکثر حضرتؑ کے ساتھ ابن مسیب کے ساتھ متعلق گفتگو کرتا رہتا تھا، جب میں باتوں سے فارغ ہوا تو حضرتؑ نے فرمایا کہ میں گمان نہیں کرتا کہ تو نے افطار کیا ہو، میں نے عرض کیا کہ نہیں، پس حکم دیا۔ میرے لیے کھانا لایا گیا اور میرے سامنے رکھا گیا، اور آپ نے ایک غلام کو حکم دیا کہ میرے ساتھ کھانا

کھائے پس میں نے اور اس غلام نے مل کر کھانا کھایا، جب ہم فارغ ہوئے تو فرمایا کہ اس تکیہ کو اٹھاؤ اور جو کچھ اس کے نیچے ہے وہ لے لو، میں نے تکیہ اوپر کیا تو اس کے نیچے چند دینار تھے، میں نے وہ دینار اٹھا کر تھیلی میں رکھ لیے اور آپؑ نے اپنے غلاموں میں سے چار افراد سے کہا کہ مجھے میرے گھر تک چھوڑ آئیں۔

میں نے عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں ایک پہرہ دار رات کو ابن مسیب کی طرف سے گردش کرتا ہے، میں پسند نہیں کرتا کہ وہ مجھے آپ کے غلاموں کے ساتھ دیکھے، فرمایا ٹھیک کہتے ہو اصاب الله بك الرشاد: خدا تجھے رشد و ہدایت تک پہنچائے تو آپؑ نے ان سے فرمایا کہ اس جگہ تک وہ میرا ساتھ دیں جب تک میں نہ کہوں کہ وہ واپس چلے جائیں۔ پس وہ میرے ساتھ آئے یہاں تک کہ میں اپنے مکان کے قریب پہنچ گیا اور مانوس ہوا تو میں نے انہیں واپس کر دیا، اور میں نے چراغ منگوایا اور اس رقم کو دیکھنے لگا تو اڑتالیس دینار زر سرخ تھے اور اس شخص نے مجھ سے اٹھائیس دینار لینے تھے اور دیناروں کے درمیان ایک دینار تھا جسے میں نے دیکھا کہ وہ چمک رہا تھا، اس کا حسن مجھے بھلا معلوم ہوا اور اسے لے کر میں نے چراغ کے قریب کیا تو میں نے دیکھا کہ واضح خط میں اس شخص کا حق تیرے ذمہ اٹھائیس دینار ہے اور باقی تیرے لیے لئے ہیں اور خدا کی قسم میں نے اس شخص کی طلب کو جو میرے ذمہ تھی معین نہیں کیا تھا۔

بارھواں معجزہ! قطب راوندی نے ریان بن صلت سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں خراسان میں امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میرے دل میں تھا کہ میں آپؑ سے کچھ دینار طلب کروں گا کہ جن پر آپ کا نام کا سکہ ہے پس جب میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ ابو محمد ان دیناروں میں سے چاہتا ہے کہ جن پر میرا نام ہے، ان میں سے تیس دینار لے آؤ، وہ غلام لے آیا اور وہ اس سے میں نے لے لیے اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ کاش اپنے بدن کے کپڑوں میں سے مجھے پہناتے، جب یہ خیال آیا تو حضرتؑ نے اپنے غلام کی طرف رخ کیا اور فرمایا کہ میرے کپڑے دھو کر اس طرح میرے پاس لے آؤ (ظاہراً یوں ہونا چاہیے کہ میرے کپڑے نہ دھو اور جس طرح وہ ہیں انہیں لے آؤ، مترجم) پس حضرتؑ کا ایک پیراہن، چادر اور جوتا لا کر مجھے دے دیا۔

تیرھواں معجزہ! ابن شہر آشوب نے حسن بن علی وشا سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ مجھے میرے سید و سردار امام رضاؑ نے مرو میں بلایا اور فرمایا اے حسن آج ہی علی بن ابی حمزہ بطائنی مرا ہے اور اسی وقت وہ اپنی قبر میں داخل ہوا ہے اور دو قبر کے فرشتے اس کی قبر میں گئے ہیں اور انہوں نے اس سے سوال کیا ہے کہ تیرا پروردگار کون ہے تو اس نے کہا اللہ تعالیٰ، انہوں نے پوچھا ہے کہ تیرا پیغمبر کون ہے تو اس نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، انہوں نے پوچھا کہ تیرا ولی کون ہے، کہا کہ علی بن ابی طالب علیہ السلام، انہوں نے کہا کہ اس کے بعد کون ہے، وہ کہنے لگا حسن علیہ السلام، پس ایک ایک امام کے بارے میں کہا یہاں تک کہ موسیٰ بن جعفرؑ تک پہنچا تو انہوں نے پوچھا کہ موسیٰؑ کے بعد کون، اس کے منہ میں بات نے تو گردش کی لیکن جواب نہ دے سکا تو انہوں نے اسے ڈانٹا اور کہنے لگے بتاؤ کون ہے۔

وہ خاموش رہا تو کہنے لگے کیا موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے تجھے اس چیز کا حکم دیا تھا، پس اسے آگ کے ایک گرز سے مارا اور اس کی قبر میں قیامت تک کے لیے آگ لگا دی۔

راوی کہتا ہے کہ میں اپنے سید و آقا کی بارگاہ سے باہر آیا اور اس دن کی تاریخ معین کر دی، پس تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ اہل کوفہ کے خطوط آئے، اسی دن بطائنی کی موت کے متعلق اور یہ کہ وہ قبر میں اسی وقت داخل ہوا جو حضرتؑ نے فرمایا تھا۔

چودھواں معجزہ! قطب راوندی نے ابراہیم بن موسیٰ قزاز (ریشم بیچنے والا) سے روایت کی ہے اور وہ ایک دن خراسان میں امام رضاء علیہ السلام کی مسجد میں تھا پس وہ کہتا ہے کہ میں نے مبالغہ کیا امام رضاء علیہ السلام سے سوال کرنے اور آپؑ سے کچھ لینے میں، پس حضرتؑ آل ابوطالب میں سے ایک شخص کے استقبال کے لیے باہر نکلے اور وقت نماز آ گیا اور آپؑ اس قصر کی طرف مڑے جو وہاں تھا، پس آپؑ ایک بہت بڑے پتھر کے نیچے اتر پڑے جو اس قصر کے نزدیک تھا اور میں آپؑ کے ساتھ تھا اور ہمارے ساتھ کوئی تیسرا آدمی نہیں تھا، پس آپؑ نے فرمایا کہ اذان کہو، میں نے عرض کیا انتظار کیجئے یہاں تک کہ ہمارے ساتھی آ جائیں، فرمایا خدا تجھے بخشے نماز کو اس کے اول وقت سے تاخیر میں نہ ڈالو جب تک تجھ میں کوئی علت و بیماری نہ ہو اول وقت میں ابتداء ادا کر دیا کرو اور آپؑ نے فرمایا کہ تجھ پر لازم ہے ہمیشہ اول وقت میں نماز پڑھو۔

پس میں نے اذان کہی اور ہم نے نماز پڑھی، اس کے بعد میں نے عرض کیا اے فرزند رسول جو وعدہ آپؑ نے مجھ سے کیا تھا اس میں طول ہو گیا ہے اور میں محتاج و فقیر ہوں اور آپؑ کے مشاغل زیادہ ہیں اور ہر وقت میرے لیے ممکن نہیں کہ آپؑ سے سوال کروں، راوی کہتا ہے آپؑ نے بڑی سختی سے اپنے تازیانہ سے زمین کو کھودا پھر آپؑ نے اس جگہ کے اندر ہاتھ داخل کیا جو کھودی گئی تھی، پس آپؑ نے عمدہ سونا نکالا اور فرمایا اسے لے، خداوند عالم نے تجھے اس میں برکت دی یہاں تک کہ میں نے خراسان میں ایک چیز خریدی کہ جس کی قیمت ستر ہزار اشرفی تھی اور میں ان لوگوں میں سب سے زیادہ غنی تھا جو میرے جیسے وہاں رہتے تھے۔

پندرھواں معجزہ! نیز احمد بن عمرو سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں گھر سے امام رضاؑ کی خدمت میں جانے کے لیے نکلا اور میری بیوی حاملہ تھی، جب میں آپؑ کی خدمت میں پہنچا تو عرض کیا کہ جب شہر سے نکلا تھا تو میری بیوی حاملہ تھی دعا کیجئے کہ خداوند عالم اس کے بچہ کو لڑکا قرار دے۔

فرمایا وہ لڑکا ہے اس کا نام عمر رکھنا، عرض کیا کہ میں نے نیت کی ہوئی تھی کہ اس کا نام علی رکھوں گا اور اپنے گھر والوں کو بھی حکم دے آیا ہوں کہ اس کا نام علی رکھنا، آپؑ نے فرمایا کہ اس کا نام عمر ہی رکھنا۔

پس میں کوفہ میں وارد ہوا میں نے دیکھا کہ میرا بیٹا پیدا ہو چکا تھا اور انہوں نے اس کا نام علی رکھا تھا تو میں نے اس کا نام عمر رکھا، میرے ہمسائے جب اس بات پر مطلع ہوئے تو کہنے لگے کہ اب کے بعد ہم کسی چیز کی تصدیق نہیں کریں گے جو تم سے لوگ نقل کریں گے یعنی اس کے ہمسائے سنی تھے وہ کہنے لگے کہ ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ تو سنی ہے اور شیعیت کی نسبت جو تیری طرف دیتے ہیں وہ خلاف واقع ہیں، اور ہم اس کے اس چیز کی تصدیق نہیں کریں گے جو اس قسم کی باتیں تیری طرف لوگ منسوب کریں گے، راوی کہتا

ہے کہ میں اس وقت سمجھا کہ حضرت کی نظر التفات مجھ پر میری اپنی ذات سے بھی زیادہ ہے۔

سولہواں معجزہ! بصائر الدرجات سے منقول ہے احمد بن عمر حلال کہتا ہے کہ میں مکہ میں اخرس سے سنا کہ وہ امام رضا علیہ السلام کا نام لے کر آپ کو گالیاں دے رہا تھا، کہتا ہے کہ میں مکہ گیا اور ایک چھری خرید کی، پس میں نے اسے دیکھا اور دل میں کہا خدا کی قسم جب یہ مسجد سے نکلا تو میں اسے قتل کر دوں گا اور میں اس کے راستہ پر کھڑا ہو گیا، اچانک امام رضا علیہ السلام کی طرف سے مجھ کو رقعہ پہنچا جس میں لکھا ہوا تھا، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میرے حق کی قسم جو تجھ پر ہے اخرس سے معترض نہ ہونا، کیونکہ وہ میرا ثقہ و قابل اعتماد ہے اور وہ میرے لیے کافی ہے۔

سترہواں معجزہ! شیخ مفید نے سند معتبر کے ساتھ روایت کی ہے کہ جس سال ہارون حج کے لیے گیا تو اتفاماً امام رضا علیہ السلام بھی حج کے ارادہ سے مدینہ روانہ ہوئے جب آپؑ اس پہاڑ کے قریب پہنچے جو راستہ کی بائیں طرف ہے اور اس کا نام فارغ ہے، حضرت نے اس کی طرف نگاہ کی اور فرمایا کہ فارغ کا بنانے والا اور اس کا خراب کرنے والا دونوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔

راوی کہتا ہے کہ ہم آپؑ کے کلام کا مفہوم نہ سمجھ سکے یہاں تک کہ ہارون اسی جگہ پہنچا تو وہاں اترا اور جعفر بن یحییٰ برمکی اس پہاڑ کے اوپر گیا اور حکم دیا کہ اس پر ہارون کے لیے ایک بیٹھنے کی جگہ درست کریں، پس جب مکہ سے واپس آیا تو اس پہاڑ کے اوپر چڑھا اور حکم دیا کہ اس بنی ہوئی جگہ کو خراب کر دیں، پھر جب ہارون عراق میں پہنچا تو جعفر بن یحییٰ قتل ہوا اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔

اٹھارہواں معجزہ! ابن شہر آشوب نے مسافر سے روایت کی، مسافر کہتا ہے کہ میں امام رضا علیہ السلام کے ساتھ منیٰ میں تھا، پس یحییٰ بن خالد وہاں سے گزرا جب کہ اس نے اپنی ناک غبار کی وجہ سے پکڑی ہوئی تھی، حضرت نے فرمایا بیچاروں کو یہ معلوم نہیں کہ اس سال ان پر کیا وارد ہونے والا ہے، فرمایا اور اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ میں اور ہارون ان دو انگلیوں کی طرح ہیں اور اپنی دو انگلیوں کو ملا دیا اور یہ خبر شیخ صدوق کی روایت سے پہلے گزر چکی ہے۔

انیسواں معجزہ! نیز ابن شہر آشوب نے سلیمان جعفری سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں امام رضاؑ کی خدمت میں آپؑ کے باغ میں بیٹھا تھا، اچانک ایک چڑیا آپؑ کے سامنے زمین پر آ کر چیخنے اور مضطرب ہونے لگی، حضرت نے مجھ سے فرمایا اے فلاں جانتے ہو یہ چڑیا کیا کہتی ہے۔

میں نے کہا کہ نہیں فرمایا یہ کہتی ہے کہ سانپ میرے بچوں کو کھانا چاہتا ہے، یہ لاٹھی لے کر مکان کے اندر جاؤ اور سانپ کو مار ڈالو، سلیمان کہتا ہے کہ میں نے لاٹھی ہاتھ میں لی اور کمرے کے اندر گیا میں نے دیکھا کہ ایک سانپ چکر لگا رہا ہے، پس میں نے اسے مار ڈالا۔

بیسواں معجزہ! نیز ابن شہر آشوب نے حسین بن یشار سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ عبداللہ محمد

کو قتل کرے گا، میں نے عرض کیا عبداللہ بن ہارون کو قتل کرے گا فرمایا ہاں عبداللہ جو خراسان میں ہے وہ محمد بن زبیدہ کے بیٹے کو جو بغداد میں ہے قتل کرے گا، پس ایسا ہی ہوا جس طرح حضرتؑ نے فرمایا یعنی عبداللہ مامون نے محمد امین کو قتل کر دیا اور حضرتؑ اس شعر سے مثال دیتے تھے۔

وان الضغن بعد الضغن یفشو
علیك و یخرج الداء الدفینا

کینہ کے بعد کینہ تجھ پر چھا جاتا ہے اور چھپی ہوئی بیماری کو باہر نکالتا ہے اور شاید اس شعر سے تمثل کے ساتھ آپؑ کا اس طرف بھی اشارہ ہو کہ مامون حضرت کو بھی قتل کرے گا، مولف کہتا ہے کہ حضرت امام موسیٰؑ کے اصحاب کے حالات میں عبداللہ بن مغیرہ کے تذکرہ میں ایک روایت گزر چکی ہے جو اس بزرگوار کی آیت باہرہ پر مشتمل تھی اور پانچویں فصل میں بھی آپؑ کے چند واضح معجزوں کا ذکر ہوگا۔ سلام اللہ علیہ

چوتھی فصل

امام رضا علیہ السلام سے نقل شدہ مختصر کلمات واشعار حکمت آمیز کا بیان

پہلا ارشاد: آپؑ نے فرمایا ہر شخص کا دوست اس کی عقل اور اس کا دشمن اس کی نادانی وجہل ہے۔

دوسرا ارشاد: آپؑ نے فرمایا خداوند عالم قیل وقال کرنے مال ضائع کرنے اور کثرت سوال کو دشمن رکھتا ہے، مولف کہتا ہے کہ ظاہراً قیل وقال سے مراد مراء وجدال مذموم ہے کہ روایات میں جس سے نہی وارد ہوئی ہے بلکہ حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ پہلی چیز کہ جس سے خدا نے مجھے روکا ہے تو نہی کی ہے بت پرستی کرنے، شراب پینے اور لوگوں سے ملاحات کرنا اور ملاحات وہی مجادلہ ومراء ہے اور نیز آنحضرتؐ سے مروی ہے، آپؐ نے فرمایا کہ چار چیزیں دل کو مار دیتی ہیں، گناہ پر گناہ کرنا اور عورتوں کے ساتھ زیادہ باتیں اور ہم صحبتی کرنا اور احمق سے محارات کرنا کچھ تو کہے کچھ وہ کہے اور بالآخر خیر واچھائی کی طرف نہ پلٹے اور مردوں کے ساتھ مجالست و بیٹھ اٹھ رکھنا۔

عرض ہوا اے اللہ کے رسولؐ مردے کون ہیں، فرمایا کل غنی مترف یعنی ہر تونگر جسے اس کی حالت پر چھوڑ دیا گیا ہے جو

چاہے کرے یا ہر تونگر جو ناز و نعمت میں پلا ہے۔

نیز شیخ صدوق نے روایت کی ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا یہ مخلوق جو آپ دیکھ رہے ہیں یہ تمام عامۃ الناس اور لوگ ہیں فرمایا اس شخص کو لوگوں کے زمرہ میں ہونے سے خارج کردو جو مسواک کرنا چھوڑ دے اور جو تنگ جگہ میں چارزانو ہو کر بیٹھے اور وہ شخص جو ایسی چیز میں داخل ہو جو اس کے لیے مہم نہیں اور جو شخص جدال کرے اس چیز میں جس کا اسے علم نہیں اور جو شخص سستی کرے اور اپنے سے بیماری کو باندھ دے بغیر کسی وجہ سے اور جس کے بال پریشان ہوں مصیبت کے بغیر اور جو شخص حق میں اپنے دوستوں کی مخالفت کرے جب کہ وہ سب اس پر متفق ہوں اور جو شخص اپنے اباؤاجداد پر فخر کرے، حالانکہ وہ خود ان کے اچھے کارناموں سے خالی ہے، وہ بمنزلہ خدنگ کے یعنی پوست کے ہے، حدنگ ایک مضبوط لکڑی ہے جس سے عمدہ تیر بنتے ہیں اس کی کھال اور چھلکے اتار کر پھینک دیتے ہیں یہاں تک کہ اس کا جوہر واصل مل جاتا ہے تو جس طرح خدنگ کے چھلکے اتار کر پھینک دیتے ہیں باوجود ان کی مجاورات اور اصل کے ساتھ نزدیک ہونے کے اسی طرح جو شخص اپنے اباؤاجداد کے کمالات سے خالی ہے اسے دور پھینک دیتے اور اس کی پروا نہیں کرتے اور بہت اچھا کہا ہے کسی نے۔ العاقل یفتخر باالھمم العالیة لاباالرمم البالیة

عقلمند عالی ہمتوں کے ساتھ فخر کرتا ہے نہ بوسیدہ ہڈیوں کے ساتھ۔

کُن ابن من شئت واکتسب ادباً
یغنیك محمودہ عن النسب
ان الفتیٰ من یقول ھا انا ذا
لیس الفتیٰ من یقول کان ابی

جس شخص کا چاہے بیٹا بن جا اور وہ ادب حاصل کرے جو قابل تعریف ہے وہ تجھے نسبت سے بے پرواہ کر دے گا، جواں مرد وہ ہے جو کہے کہ میں ایسا ہوں وہ جواں مرد نہیں جو کہے کہ میرا باپ ایسا تھا۔

دانش طلب و بزرگی آموز
تا بہ نگرند روزت از روز
جائے کہ بزرگ بایدت بود
فرزندی کس ندارت سود
چوں شیر بخود سپہ شکن باش
فرزند خصال خویشتن باش

تیسرا ارشاد: فرمایا ہم ایسا خانوادہ ہیں کہ جس سے ہم وعدہ کرلیں اسے اپنا دین وقرض جانتے ہیں، یعنی ہم ملتزم ہیں کہ اسے قرض کی طرح ادا کریں، جیسا کہ پیغمبر اکرم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

چوتھا ارشاد: فرمایا لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس زمانہ میں عافیت کے دس اجزا جن میں سے نو جز تو لوگوں سے اعتزال وکنارہ کش کرنے میں ہوں گے اور باقی ایک جز خاموش رہنے میں ہوگا۔

مولف کہتا ہے کہ ہم نے حضرت صادق کے کلمات کی فصل میں جو چیزیں اعتزال وکنارہ کشی سے مناسبت رکھتی ہیں ان کا ذکر کردیا ہے وہاں رجوع کیا جائے (اس کے بعد مولف نے اس سلسلہ میں فارسی کے کچھ اشعار کا ذکر کیا ہے جنہیں ہم ترک کررہے ہیں۔ مترجم

پانچواں ارشاد: روایت ہے کہ حضرتؑ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ کس طرح آپؑ نے صبح کی ہے، فرمایا میں نے صبح کی ہے اجل منقوص کے ساتھ یعنی میری مدت عمر مسلسل کم ہورہی ہے اور عمل محفوظ کے ساتھ یعنی جو کچھ میں عمل کرتا ہوں وہ ثبت وضبط ہورہا ہے اور موت ہماری گردن میں پڑی ہے اور آتش جہنم ہمارے پیچھے لگی ہے اور ہمیں معلوم نہیں کہ ہمارا کیا حشر ہوگا۔

چھٹا ارشاد: فرمایا بنی اسرائیل میں کوئی شخص اس وقت تک عابد نہیں ہوتا تھا جب تک کہ دس سال خاموشی اختیار نہ کرتا، جب دس سال خاموش رہ لیتا تو عابد ہوجاتا، مولف کہتا ہے کہ خاموش کی مدح میں روایات بہت ہیں اور اس مقام پر نقل کی گنجائش نہیں (مولف نے اس کے بعد امیر خسرو کے کچھ اشعار فارسی نقل کئے ہیں جنہیں ہم ترک کررہے ہیں۔ مترجم

ساتواں ارشاد: جو شخص خدا کی طرف سے دی ہوئی تھوڑی روزی پر راضی ہے خداوند عالم بھی اس کے تھوڑے عمل پر راضی ہوجاتا ہے اور روایت ہوئی ہے احمد بن عمر بن ابی شعبہ حلبی اور حسین یزید معروف بنوفلی سے کہ ہم امام رضاء علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے پس ہم نے ان سے عرض کیا کہ ہم وسعت رزق اور فراخی معاش میں زندگی بسر کررہے تھے، ہمارے حالات بدل گئے ہیں یعنی ہم فقیر ہوگئے ہیں، اب آپؑ دعا کیجئے کہ خداوند عالم ان حالات کو ہماری طرف پلٹادے۔

فرمایا کیا بننا چاہتے ہو، کیا یہ چاہتے ہو کہ بادشاہ ہوجاؤ یا تمہیں پسند ہے کہ طاہر وہرثمہ کی طرح ہوجاؤ (یہ دونوں مامون کے سرکردہ تھے) لیکن ہوگے اس عقیدہ اور دستور کے خلاف کہ جس میں تم ہو، میں نے کہا نہیں خدا کی قسم مجھے یہ بات خوشحال وخوشنود نہیں کرتی کہ میرے لیے دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سونا چاندی میں سے ہو اور میں اس حال کے برخلاف ہوجاؤں جس میں میں ہوں۔

حضرت نے فرمایا خداوند عالم کا ارشاد ہے اعملوا آل داود شکراً و قلیل من عبادی الشکور اے آل داؤد شکر کا عمل کرو اور میرے بندوں میں سے شکر گزار کم ہیں، اس وقت آپؑ نے فرمایا خدا کے متعلق اچھا گمان رکھو، کیونکہ جس کا خدا کے متعلق اچھا گمان ہو خدا اس کے گمان کیساتھ ہوگا اور جو شخص تھوڑے سے رزق پر راضی ہوجائے خدا اس کے تھوڑے عمل کو قبول کرے گا اور جو تھوڑے سے حلال پر راضی ہوگیا تو اس کے اخراجات آسان ہوجائیں گے اور اس کے اہل وعیال خوشحال ہوں گے اور خداوند عالم اسے دنیا کے درد اور اس کی دوا سے بینا اور بصیرت کردے گا اور اسے سلامتی کے ساتھ دنیا سے دارالسلام کی طرف لے جائے گا۔

آٹھواں ارشاد: شیخ صدوق نے سند معتبر کے ساتھ ریان بن صلت سے روایت کی ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے میرے لیے یہ اشعار پڑھے جو کہ جناب عبدالمطلب کے ہیں۔

يعيب الناس كلهم ز ماناً
وما لزماننا عيب سوانا
نعيب زماننا والعيب فينا
ولو نطق الزمان بنا هجانا
وان الذئب يترك لحم ذئب
وياكل بعضنا بعضا عيانا

یعنی تمام لوگ زمانہ کی عیب جوئی کرتے ہیں، حالانکہ ہمارے علاوہ زمانہ میں کوئی عیب نہیں، ہم زمانہ پر عیب لگاتے ہیں، حالانکہ عیب تو ہم میں ہیں اور اگر زمانہ بولتا تو ہماری مذمت کرتا۔اور بھیڑیا دوسرے بھیڑیئے کا گوشت نہیں کھاتا اور ہم میں سے بعض، بعض کا گوشت علی الاعلان کھاتے ہیں اور بعض مقامات پر اس شعر کا بھی اضافہ ہوا ہے۔

لبسنا للخداع مسوك ظبي
فويل للغريب اذا اتانا

ہم نے دھوکا دینے کے لیے ہرن کی کھال پہن رکھی ہے پس ہلاکت ہے اس مسافر کے لیے جو ہمارے پاس آئے۔

نواں ارشاد: روایت ہوئی ہے کہ مامون نے حضرت کو لکھا کہ مجھے موعظہ کیجیے تو حضرتؑ نے اس کے جواب میں لکھا

انك في دنيا لها مدة
يقبل فيها عمل العامل
اما ترى الموت محيطا بها
يسلب منها امل الامل
تعجل الذنب بما تشتهى
وتامل التوبة من قابل
والموت ياتي اهله بغتة

ماذاك • فعل الحازم العاقل

یعنی تو ایک ایسی دنیا میں ہے کہ جس کے لیے ایک مدت ہے، زمانہ معین ہے کہ جس میں عمل کرنے والے کا عمل قبول ہو جاتا ہے، کیا دیکھتے نہیں ہو کہ موت نے اس کا احاطہ کیا ہوا ہے اور اس سے چھین لیا ہے اپنے ہر آرزو کرنے والے کی آرزو کو تم جلدی کرتے ہو گناہ کی طرف جو تمہارے دل میں آتا ہے اور توبہ کی آرزو اگلے سال کے لیے ہے، حالانکہ موت ناگاہ اپنے اہل پر وارد ہوتی ہے، یہ کام ہوشیار اور عقلمند آدمی کا نہیں۔

اور شیخ صدوق نے ابراہیم بن عباس سے نقل کیا ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام اکثر اوقات یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

اذا کنت فی خیر فلا تغترربه
ولکن قل اللهم سلم و تمم

یعنی جب تم خیر و راحت میں ہو تو اپنے رب سے مغرور نہ ہو جاؤ بلکہ کہو کہ خدایا اس نعمت کو تغییر سے صحیح و سالم رکھ اور اسے مجھ پر تمام کردے۔

دسواں ارشاد: محمد بن یحیٰی بن ابی عباد نے اپنے چچا سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے سنا کہ آپؑ ایک دن یہ اشعار پڑھ رہے تھے حالانکہ حضرت بہت کم شعر پڑھتے تھے، فرمایا

کلنا نامل مد أ فی الاجل
والمنا یاهن آفات لامل
لاتغرنك اباطیل المنی والزم
والزم الصمت ودع عنك العلل
انما الدنیا کظل زائل
حل فیها راکب ثم رحل

یعنی ہم سب یہ آرزو رکھتے ہیں کہ ہماری مدت عمر زیادہ لمبی ہو جائے حالانکہ موتیں آرزو کی آفتیں ہیں، تجھے باطل آرزوئیں دھوکہ نہ دیں اور قصد و ارادہ کو لازم پکڑ اور حیلے و بہانے چھوڑ دے سوائے اس کے نہیں کہ دنیا نے یہ اشعار کہے ہیں میں نے کہا کہ ابو العتاہیہ نے میرے سامنے یہ اشعار اپنی طرف سے پڑھے تھے حضرتؑ نے فرمایا کہ اس کا نام لو اور اسے چھوڑو یعنی ابو العتاہیہ نہ کہو کیونکہ خداوند عالم فرماتا

ہے و لاتنابزو بالالقاب ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد نہ کرو شاید یہ شخص اس
لقب سے کراہت رکھتا تھا۔

مولف کہتا ہے کہ ابوالعتاہیہ ابواسحاق اسماعیل بن قاسم شاعر اپنے زمانہ کا وحید زمان اور فرید آوان تھا طاقت طبع اور شافت نظم میں خصوصاً زہد وتقویٰ کے اشعار اور مذمت دنیا میں اور وہ بشار اور ابونواس کے طبقہ میں تھا اور ۱۳۰ھ ہجری کے حدود میں عین التمر میں مدینہ کے قریب وہ پیدا ہوا اور بغداد میں سکونت اختیار کی کہتے ہیں کہ اس کے لیے شعر کہنا اس حد تک آسان تھا کہ وہ کہا کرتا تھا اگر چاہوں تو اپنی تمام گفتگو کو شعر قرار دے دوں تو ایسا کر سکتا ہوں اس کے اشعار میں سے ہیں۔

الا اننا کلنا بائد
وای بنی آدم خالد
وبدو هم کان من ربهم
وکل الی ربه عائد
فیا عجباً کیف یعصی الاله
ام کیف یجحده الجاحد
وفی کل شیء له آیة
تدل علی انه واحد

اور یہ اشعار بھی اسی کے ہیں

اذا المرء لم یعتق من المال نفسه
تملکه المال الذی هو مالکه
الا انما مالی الذی انا منفق
ولیس لی المال الذی انا تارکه
اذا کنت ذا مال فبادربه الذی
یحق والا استهلکته مها لکه

یعنی ہم سب ہلاک ہونے والے اور اولاد آدم میں سے کون یہاں ہمیشہ رہنے والا ہے ان کی ابتدا ان کے رب کی طرف سے ہے اور سب اس رب کی طرف پلٹ جائیں گے تعجب ہے کہ کس طرح خدا کی نافرمانی کرتا ہے یا کس طرح اس کا منکر انکار کرتا ہے حالانکہ ہر چیز میں اس کی نشانی موجود ہے جو

دلالت کرتی ہے کہ وہ ایک ہے۔

جب انسان اپنے نفس کو مال سے آزاد نہ کرے تو وہ مال اس کا مالک ہو جاتا ہے کہ جس کا یہ مالک تھا یاد رکھو کہ میرا مال تو صرف وہی ہے جس کو میں خود خرچ کرلوں اور وہ میرا مال نہیں کہ جسے میں چھوڑ جاؤں جب تیرے پاس مال ہو تو جلدی سے حق کے راستے میں اسے خرچ کر دو ورنہ مہالک اسے ہلاک و ختم کر دیں گے۔

اس نے ۱۱۲ھ میں بغداد میں وفات پائی اور وصیت کی کہ اس کی قبر پر یہ شعر لکھیں۔

انّ عیشاً یکون اخرہ الموت
لعیش معجل التنغیض

جس کی زندگی کا آخر موت ہو تو وہ جلد گندی ہونے والی زندگی و عیش ہے۔

عتاہیہ کراہیہ کے وزن پر ہے یعنی کم عقلی و گمراہی اور گمراہ و بے عقل لوگ اور ظاہراً اس معنی کو دیکھتے ہوئے حضرت نے اس شخص سے کہا کہ اس کا نام لو اور اس لقب کو چھوڑ و شاید وہ اسے برا سمجھتا ہو اور واضح ہو کہ اہل سنت کے ایک ادیب نے اپنی کتاب میں حضرت امام رضاؑ سے ایک قصیدہ نقل کیا ہے جو کہ مواعظ اور بہت سی حکمتوں پر مشتمل ہے اور میں نے وہ قصیدہ کتاب نفثۃ المصدور میں نقل کیا ہے اور یہاں تبرکاً تیمناً اس کے چند اشعار بغیر ترجمہ کے بیان کرتا ہوں، آپ نے فرمایا۔

أرغب المولاك وكن راشداً
واعلم بأن العز في خدمته
واتل كتاب الله تهدى به
واتبع الشرع على سنته
لا تحتص ص ناطر ص يلدى الفتى
ويذهب الرونق من بهجته
لسانك احفظه وهمن نطقه
واحذر على نفسك من عشرقه
فاالصمت زين و وقار و قد
يوتى على الانسان من لفظه
من جعل الخمر شفاء له
فلاً شفاه الله من علته

لا تعصب العذل فترديٰ به
لا خير في العذل ولا صحبته
لا تطلب الاحسان من غادر
يروغ جگا الثعلب في روغته
وان تزوجت فكن حاذقاً
واسئل عن الضصن وعن منبته
يا حافر الحفرة اقصر نكم من
حافر يصرع في حفرته
يا ظالما قد غره ظلمه
اى عزيز رام في عزته
الموت محتوم لكل الورى
لا بدا ان تجرع من غصته

فائدہ: محقق کاشانی نے وافی میں کافی اور تہذیب سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت امام رضاؑ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث بیان کی ہے آنحضرت نے فرمایا کہ جسے مساجد میں شعر پڑھتے ہوئے سنو تو اس سے کہو خدا تیرے جبڑوں کو توڑے بیشک مسجد قرآن پڑھنے کے لیے بنائی گئی ہے۔

اس کے بعد محدث فیض فرماتے ہیں کہ آپؑ کا مقصد شعر سے وہ اشعار ہیں کہ جو تخیلات تمویہ، تغزل وعشق بازی پر مشتمل ہوں نہ کہ کلام موزون کیونکہ کلام موزون میں سے بعض تو حکمت ودانائی وعظ ونصیحت اور خدا کی مناجات پر مشتمل ہیں روایت ہے کہ حضرت صادقؑ سے طواف میں شعر پڑھنے کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ جس شعر میں کوئی حرج نہیں تو اس کے پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ انتھی

فقیر کہتا ہے کہ وہ اشعار جو حکمت وموعظ پر مشتمل ہوں وہ انہیں اشعار کی طرح ہیں کہ جو بیان ہو چکے ہیں باقی رہے مناجات کے اشعار تو وہ بہت ہیں ان میں سے ایک مناجات امام زین العابدینؑ سے مروی ہے طاؤس یمانی کہتا ہے کہ میں نے رات کی تاریکی میں دیکھا کہ ایک شخص غلاف کعبہ سے چمٹا ہوا ہے اور کہہ رہا ہے۔

الا ايها المامول في كل حاجتي
شكوت اليك الضرنا سمع شكايتي

الا یا رجائی انت کاشف کربتی
فھب لی ذنوبی کلھا وا قض حاجتی
فزادی قلیل ما اراہ مبلغاً
اللزاد ابکی ام لبعد مسافتی
اتیتک باعمال قباح ردیۃ
فمافی الوری خلق جنا کجنا یتی
اتحرقنی بالنار یا غایۃ المنی
فاین رجائی منک این مخافتی

یعنی اے وہ ذات کہ میں اپنی ہر حاجت میں جس کی امید رکھتا ہوں میں اپنی تکلیف کی تیرے سامنے شکایت کرتا ہوں پس میری شکایت کو سن لے اے میری امید تو میری مصیبت کو دور کرنے والا ہے پس مجھے میرے سب گناہ بخش دے اور میری حاجت روائی کر میرا زادراہ تھوڑا سا ہے میں نہیں سمجھتا کہ یہ مجھے جنت تک پہنچائے میں زادرہ پر گریہ کروں یا مسافت کی دوری کے لیے میں قبیح امدادی اعمال لے کر آیا ہوں اور مخلوقات میں کوئی ایسا نہیں جس نے مجھ جیسے جنایات کا ارتکاب کیا ہو کیا تو مجھے آگ سے جلائے گا اے امیدوں کی انتہا و غایت تو پھر میری امید اور میرا خوف کہاں گئے۔

پانچویں فصل

امام رضا علیہ السلام کا مدینہ سے مرو جانا اور مامون کا عہد ولایت آپؑ کے سپرد کرنا اور علماء ادیان کے ساتھ آپؑ کی مجلس مناظرہ کا تذکرہ

مخفی نہ رہے کہ جو کچھ روایات سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ مامون جب تخت خلافت پہ متمکن ہوا اور اس کا فرمان اطراف ملک میں نافذ ہوا تو عراق کی گورنری اس نے حسن بن سہل کے سپرد کی اور خود شہر مرو میں مقیم ہوا اس وقت ممالک حجاز و یمن میں غبار فتنہ و فساد و آشوب اٹھا اور بعض سادات نے خلافت کی طمع میں مخالفت کا جھنڈا لہرایا جب مرو میں یہ خبر مامون کے کانوں تک پہنچی تو اس نے فضل بن سہل ذوالریاستین سے جو کہ اس کا وزیر و مشیر تھا مشورہ کیا بہت غور و خوض کے بعد مامون کے رائے یہ ہوئی کہ وہ حضرت رضاؑ کو مدینہ سے بلائے اور انہیں اپنا ولی عہد مقرر کرے تا کہ باقی سادات اطاعت کریں اور وہ دندان طمع خلافت سے ہٹا لیں، پس رجاء ابن ابی ضحاک کو اپنے بعض مخصوص لوگوں کے ساتھ حضرتؑ کی خدمت میں مدینہ بھیجا تا کہ وہ آپؑ کو خراسان کے سفر کی ترغیب دلائیں جب یہ لوگ آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرتؑ نے پہلے تو بہت انکار کیا جب ان کا مبالغہ حد اعتدال سے بڑھ گیا تو مجبوراً آپؑ نے وہ سفر محنت اثر اختیار کیا اور شیخ صدوق نے محول سجستانی سے روایت کی ہے کہ جب مامون نے امام رضاؑ کو مدینہ سے مرو بلایا تو حضرت قبر رسولؐ سے رخصت ہونے کے لیے مسجد میں گئے اور بار بار آپ قبر رسولؐ سے رخصت ہوتے اور باہر آتے پھر واپس قبر پر جاتے ہر دفعہ آپؑ کو اس سفر کی مہار کہا دی فرمایا میری زیارت کر لو کہ میں اپنے جد بزرگوار کے جوار سے جا رہا ہوں اور عالم غربت و مسافرت میں میری موت ہوگی اور ہارون کے پہلو میں دفن ہوں گا۔

شیخ یوسف بن حاتم شامی محقق حلی کے شاگرد درالنظیم میں کہتے ہیں کہ امام رضاؑ کے اصحاب میں سے ایک جماعت نے روایت کی ہے کہ حضرتؑ نے فرمایا کہ جب میں نے چاہا کہ مدینہ سے خراسان کی طرف جاؤں تو میں نے اپنے اہل و عیال کو جمع کیا اور انہیں حکم دیا کہ مجھ پر گریہ کریں تا کہ میں ان کی گریہ وزاری سن لوں پس میں نے ان کے درمیان بارہ ہزار دینار تقسیم کیے اور ان سے کہا

کہ میں اپنے اہل وعیال کی طرف کبھی بھی پلٹ کر نہیں آؤں پس میں نے ابوجعفر جوادؑ کو اٹھایا اور انہیں مسجد میں لے گیا اور ان کا ہاتھ قبر رسولؐ کے کنارہ پر رکھا اور انہیں قبر شریف سے چمٹایا اور ان کی حفاظت رسول خداؐ کے سبب سے چاہی اور میں نے اپنے تمام وکلاء وخدام حشم کو ان کی بات سننے اور اطاعت کرنے کا حکم دیا اور یہ کہ وہ ان کی مخالفت نہ کریں اور میں نے انہیں سمجھایا کہ حضرت جوادؑ میرے قائم مقام ہیں۔

علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ کشف الغمہ وغیرہ میں آمیہ بن علی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ جس سال امام رضاؑ حج کے لیے گئے اور خراسان کی طرف متوجہ ہوئے تو امام محمد تقی علیہ السلام کو بھی حج پر لے گئے اور جب امام رضاؑ طواف وداع کر رہے تھے تو امام محمد تقیؑ حضرت کے غلام موفق کے کندھے پر سوار تھے اور آپؑ انہیں بھی طواف کرا رہے تھے جب حجر اسماعیل کے پاس پہنچے تو کندھے سے اتر کر بیٹھ گئے اور آثار غم واندوہ آپ کے چہرہ انور سے ظاہر ہوئے اور دعا میں مشغول ہوئے اور دعا کو بہت طول دیا موفق نے عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں اٹھیے فرمایا میں اس جگہ سے جدا نہیں ہوں گا جب تک میرا اٹھنا خدا کو منظور نہ ہو موفق امام رضاؑ کی خدمت میں آیا اور ان کے فرزند سعادتمند کے حالات عرض کیے حضرت اپنے آنکھوں کے نور کے پاس آئے اور فرمایا اے حبیب اٹھو اس نہال حدیقہ امامت نے کہا اے پدر بزرگوار کس طرح میں کھڑا ہو جاؤں حالانکہ میں جانتا ہوں کہ آپؑ خانہ خدا سے ایسے رخصت ہوئے ہیں کہ پھر اس کی طرف پلٹ کے نہیں آئیں گے پھر اپنے باپ کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے اٹھ کر روانہ ہوئے اور آپؑ خراسان کی طرف ۲۰۰ ہجری میں متوجہ ہوئے اور قول مشہور کے مطابق اس وقت امام محمد تقی علیہ السلام کی عمر مبارک سات سال تھی جب آپؑ اس سفر کی طرف متوجہ ہوئے تو ہر منزل میں بہت سے معجزات وکرامات اس مخزن اسرار سے ظاہر ہوئے اور ان میں سے اکثر کے آثار تو اب بھی موجود ہیں۔

جناب سید عبدالکریم بن طاؤس کہ جس کی وفات ۶۹۳ ہجری میں ہوئی ہے فرحتہ الغریٰ میں روایت کرتے ہیں کہ جس زمانہ میں مامون نے امام رضاؑ کو مدینہ منورہ سے خراسان بلایا تھا تو حضرتؑ مدینہ سے بصرہ کی طرف روانہ ہوئے اور کوفہ نہ گئے اور بصرہ سے کوفہ کے راستہ بغداد کی طرف متوجہ ہوئے وہاں سے قم گئے اہل قم آپ کے استقبال کے لیے آئے اور ایک دوسرے سے آپؑ کی ضیافت ومہمانی کے سلسلہ میں جھگڑتے تھے اور ہر ایک کی دلی خواہش تھی کہ حضرتؑ اس کے گھر قیام فرمائیں حضرتؑ نے فرمایا کہ میرا اونٹ مامور ہے یعنی جہاں وہ بیٹھ گیا میں وہیں اتروں گا پس وہ اونٹ چلتا رہا یہاں تک کہ ایک گھر کے دروازے پر آ کر بیٹھ گیا اور اس مکان کے مالک نے رات کو عالم خواب میں دیکھا تھا کہ امام رضاؑ کل اس کے مہمان ہوں گے پس تھوڑے ہی وقت میں وہ مقام محل رفیع ہو گیا اور ہمارے زمانہ میں یہاں مدرسہ معمورہ ہے۔

صاحب کشف الغمہ اور دوسرے علماء نے نقل کیا ہے کہ جب امام رضاؑ نیشاپور میں وارد ہوئے اس سفر میں کہ جس میں فضیلت شہادت سے اختصاص حاصل کیا تو آپؑ استر شہباء پر ایک گہوارہ میں سوار تھے کہ جس کا محل رکوب خالص چاندی کا تھا پس بازار میں دو پیشوا ظاہر ہوئے جو کہ حافظ احادیث نبویہ تھے ابوزرعہ اور محمد بن اسلم طوسی پس انھوں نے عرض کیا ایہا

السید بن السادة اے سید سادات کے فرزند اے امام اور آئمہ کے بیٹے اے سلالہ طاہرہ رضیہ زاکیہ نبویہ آپ کو اپنے آبا طاہرین اور اسلاف مکرمین کا واسطہ کہ اپنے چہرہ مبارک کی ہمیں زیارت کرائیں اور ہمیں اپنے اباؤ اجداد سے اپنے نانا سے حدیث بیان کیجئے کہ جس حدیث کی وجہ سے ہم آپ کو یاد رکھیں جب ابوزرعہ اور ابن اسلم نے یہ خواہش کی تو حضرتؑ نے اپنا خچر روک لیا اور اس پالکی کے اوپر جو سائبان تھا اسے اٹھوا دیا اور مسلمانوں کی آنکھوں کو اپنی طلعت مبارکہ اور چہرہ کی زیارت سے روشنی بخشی اور لوگ کھڑے تھے بعض چیخیں مارتے، بعض گریہ کرتے، بعض گریبان چاک کرتے اور بعض زمین پر لوٹتے تھے اور جو قریب تھے وہ آپؑ کے خچر کے تنگ کے بوسے لیتے تھے اور بعض گردنیں اونچی کر کے پالکی کے سائبان کو دیکھ رہے تھے کسی نے کس قدر عمدہ کہا ہے۔

گرش بہ بینی و دست از ترنج بشناسی

روا بود کہ ملامت کنی زلیخا را

یہاں تک کہ دوپہر ہوگئی اور آنسو نہروں کی طرح جاری تھے اور آوازیں خاموش ہو گئیں اور آئمہ و قاضی چیخ چلائے کہ اے لوگو سنو اور یاد رکھو اور رسول اللہ کو ان کی عشرت کی وجہ سے اذیت نہ پہنچاؤ کان دھر کے سنو یعنی تمہارا رونا اور چیخیں مارنا اس امر میں حائل ہے کہ حضرت امام رضا حدیث بیان کر سکیں اور یہ حضرتؑ کے لیے باعث اذیت و تکلیف ہے اور آپ کو اذیت پہنچانا رسول اللہ کو اذیت دینا ہے۔

مولف کہتا ہے کہ جب اس مقام پر پہنچا تو میرے دل میں روز عاشورا کا حضرت الشہداء کا تصور آ گیا جب کہ آپ لشکر کوفہ کے سامنے آئے آپؑ نے چاہا کہ انھیں وعظ و نصیحت فرمائیں ان محرومین سعادت اور سرگشتان وادی ضلالت نے آوازیں بلند کیں اور حضرتؑ کی گفتگو کی طرف کان نہ دھرے آپؑ نے انہیں حکم دیا کہ خاموش ہو جاؤ تو انہوں نے اس سے انکار کر دیا فرمایا ہلاک ہو جاؤ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم میرے لیے خاموش نہیں ہوتے میری بات کو سنو میں تمہیں ہدایت کے راستہ کی طرف بلا رہا ہوں وہاں ایسا کوئی خدا پرست نہیں تھا جو فریاد کرتا اور پکارتا کہ یہ فرزند پیغمبرؐ ہے اسے کیوں اذیت دیتے ہو کیوں خاموش نہیں ہوتے تا کہ وہ اپنا موعظ کرلیں اور اپنی گفتگو آخر تک پہنچالیں اس سید مظلومؑ کے مصائب میں سے ایک یہ مصیبت بھی تھی کہ کمیت شاعر نے اپنے شعر میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے حضرت باقرؑ کے سامنے پڑھا اور حضرتؑ کو رلایا ہے، کمیت رحمہ اللہ نے کہا ہے۔

وقتیل با لطف غودر فیہم

بین غوغاء امة وطغام

اور شہید کربلا پھنس گئے امت کے شور و غل اور کمینے لوگوں کے درمیان روایت ہے کہ جب کمیت نے اپنا میمیہ قصیدہ حضرتؑ کے سامنے پڑھا اور اس شعر پر پہنچا تو حضرتؑ نے گریہ کیا اور فرمایا اے کمیت اگر ہمارے پاس مال ہوتا تو تجھے اس کا صلہ دیتے لیکن تیرے لیے وہ کلام ہے جو رسول اللہؐ نے حسان بن ثابت سے فرمایا تھا لا زلت مویداً بروح القدس ما

فنحن عنا اهل البیت تو روح القدس سے مؤید رہے گا جب تک ہم اہل بیتؑ سے دشمنوں کے حملوں کو دور کرتا رہے۔

ہم حدیث سابق کی طرف رجوع کرتے ہیں نیشاپور کے لوگوں نے کان دھرے تاکہ امام رضا حدیث بیان فرمائیں اور حضرتؑ نے یہ حدیث لکھوائی یعنی آپؑ ایک ایک لفظ فرماتے اور ابو زرعہ اور محمد بن اسلم حجرت کے کلمات لوگوں تک پہنچاتے اس حدیث کو لکھنے کے لیے چوبیس ہزار قلمدان استعمال ہوئے علاوہ دواتوں کے فرمایا حدیث بیان کی میرے باپ موسیٰ بن جعفرؑ نے فرمایا کہ مجھ سے حدیث بیان کی میرے باپ جعفرؑ بن صادق نے فرمایا حدیث کی میرے باپ محمدؑ بن علیؑ باقرؑ نے فرمایا حدیث بیان کی میرے والد علیؑ بن الحسینؑ زین العابدینؑ نے فرمایا حدیث بیان کی میرے والد حسینؑ بن علی شہید زمین کربلا نے فرمایا مجھ سے حدیث بیان فرمائی میرے باپ امیر المومنین علیؑ بن ابی طالب نے سرزمین کوفہ میں فرمایا مجھ سے حدیث بیان کی میرے چچازاد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا محمدؐ سے جبریلؑ نے حدیث بیان کی کہتا ہے کہ میں نے سنا کہ رب العزت سبحانہ وتعالیٰ فرما رہا ہے **کلمة لا اله الا الله حصنی فمن قالها دخل حصنی ومن دخل حصنی امن من عذابی** یعنی کلمہ لا الہ الا اللہ میرا حصار وقلعہ ہے پس جو شخص یہ کلمہ کہے تو میرے حصار وقلعہ میں داخل ہوا اور جو میرے حصار میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے مامون ہو جائے گا۔ **صدق الله سبحانه وصدق جبريل وصدق رسول الله والائمة عليهم السلام** اللہ تعالیٰ، جبریل امین، رسول کریمؐ اور آئمہ علیہم السلام نے سچ فرمایا۔

اور شیخ صدوق نے ابو واسع محمد بن احمد نیشاپوری سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنی جدہ خدیجہ دختر حمدان بن پسندہ سے سنا وہ کہتی ہے کہ جب امام رضا نیشاپور میں داخل ہوئے تو آپؑ محلہ خوزا میں اس طرف اترے کہ جو لاشاباد کے نام سے مشہور تھی میری جدہ پسندہ کے گھر میں اسے پسندہ اس لیے کہتے تھے چونکہ امام رضا نے تمام لوگوں کے درمیان سے اسے پسند کیا جب ہمارے مکان میں تشریف فرما ہو گئے تو گھر کے ایک کونے میں آپؑ نے بادام کا درخت بویا اور بادام کا درخت بڑھا اور ایک بڑا درخت بن گیا اور اس پر پھل لگا اور ایک ہی سال کے اندر لوگوں کو یہ معلوم ہو گیا پس لوگ اس درخت کے بادام شفا کے لیے لے جاتے جسے کوئی تکلیف ہوتی تو تبرکاً اس بادام کو کھاتا اور صحت وعافیت پاتا اور جس کی آنکھ میں درد ہوتا وہ اس بادام کو آنکھ پر رکھتا اور شفا پاتا اور حاملہ عورت پر اگر وضع حمل سخت ہوتا تو وہ بادام کھاتی تو اس کا درد کم ہو جاتا اور اسی وقت بچہ جن دیتی اگر کسی چوپائے کو قولنج ہو جاتا تو اس بادام کی ٹہنی لے کر اس کے پیٹ پر کھینچتے تو وہ ٹھیک ہو جاتا اور باد قولنج اس سے برطرف ہو جاتی پس کچھ زمانہ گزرنے کے بعد وہ درخت خشک ہو گیا میرا دادا احدان آیا اور اس نے اس کی شاخیں کاٹ دیں تو وہ اندھا ہو گیا اس کا بیٹا کہ جسے عمرو کہتے تھے آیا اور اس نے اسے زمین سے کاٹ دیا اس کا تمام مال باب فارس میں ضائع اور تباہ ہو گیا جس کی قیمت ستر ہزار سے لے کر اسی ہزار تک تھی اور اس میں سے اس کے لیے کچھ بھی نہ رہا اور ابو عمرو کے دو بیٹے تھے اور وہ دونو ابو الحسن محمد بن ابراہیم محمور کے منشی تھے ایک کو ابو القاسم اور دوسرے کو ابو الصادق کہتے تھے انہوں نے چاہا کہ اس گھر کی تعمیر کریں بیس ہزار درہم اس کی تعمیر پر خرچ کئے اور اس درخت کی جڑ جو باقی رہ گئی تھی اس کو اکھاڑ دیا اور انہیں معلوم نہیں تھا کہ اس کا کیا اثر ان کے لیے پیدا

ہوگا ان میں سے ایک امیر خراسان کے املاک و جائداد کی دیکھ بھال کے لیے گیا تو اسے نیشاپور واپس لے آئے، ایک محمل میں ڈال کر جب کہ اس کا دایاں پاؤں سیاہ ہو چکا تھا پس اس کے پاؤں سے گوشت گر گیا پس اسی بیماری میں ایک ماہ کے بعد مر گیا باقی رہا دوسرا بھائی جو بڑا تھا نیشاپور میں بادشاہ کے دفتر کا مستوفی (منشی) تھا ایک دن منشیوں کی ایک جماعت اس کے پاس کھڑی تھی اور وہ خط لکھ رہا تھا ان میں سے ایک کہنے لگا کہ اس خط کے لکھنے والے سے خدا چشم بد کو دور رکھے اسی وقت اس کا ہاتھ کانپا اور قلم ہاتھ سے گر گیا اور اس کے ہاتھ پر ایک دانہ نکل آیا وہ اپنے گھر واپس آ گیا ابوالعباس کاتب ایک جماعت کے ساتھ اس کے پاس آئے اور کہنے لگے یہ گرمی کی وجہ سے ہے ضروری ہے کہ آج فصد کھلواؤ اسی دن اس نے فصد کھلوائی کل تک وہ وہیں رہے اور کہنے لگے آج بھی فصد کھلواؤ فصد کھلوائی تو اس کا ہاتھ سیاہ ہو گیا اور اس سے گوشت گرنے لگا اور اسی بیماری سے مر گیا اور دونوں بھائیوں کی موت کو ایک سال بھی نہ لگا۔

نیز شیخ صدوق نے روایت کی ہے کہ جب امام رضا نیشاپور میں داخل ہوئے تو آپ اس محلہ میں آ کر رہے کہ جسے قزوینی کہتے تھے اور وہاں حمام کی بنا رکھی اور حمام آج تک گرمابہ امام رضا کے نام سے مشہور ہے وہاں ایک چشمہ تھا کہ جس میں پانی کم ہو گیا تھا آپ نے کسی کو مامور کیا کہ وہ اس کا پانی نکالے تاکہ زیادہ پانی نکلے اور دروازے کے باہر ایک حوض بنوایا جو چند سیڑھیاں نیچے چشمہ تک جاتا تھا پس آپ اس میں تشریف لے گئے اور غسل کیا اور باہر آئے اور اس پر نماز پڑھی لوگ آتے اور اس حوض سے غسل کرتے اور طلب برکت کے لیے اس کا پانی پیتے اس کے اوپر نماز پڑھتے اور دعا کرتے اور اپنی حاجتیں خدا سے طلب کرتے اور وہ پوری ہوتیں، اور اس چشمہ کو آج کل عین کہلان کہتے ہیں اور آج تک لوگ اس چشمہ پر آتے ہیں۔

مولف کہتا ہے کہ ابن شہر آشوب نے بھی مناقب میں یہ روایت کی ہے اور اس چشمہ کی وجہ تسمیہ عین کہلان کے ساتھ بیان کی ہے اس کے بعد کہا ہے کہ ایک ہرن حضرتؑ کے پاس آیا اور وہاں حضرتؑ سے پناہ لی اور ابن حماد شاعر نے اپنے شعر میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

الذی لاذبہ الظبیۃ والقوم جلوس

من ابوہ المرتضیٰ یغرکو ویعلو و یروس

یعنی وہ کہ ہرن نے جس کی پناہ لی جب کہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے وہ کہ جس کا باپ علی مرتضیٰ ہے پاک و پاکیزہ وہ بلند مرتبہ اور ناز سے چلنے والا ہے۔

شیخ صدوق اور ابن شہر آشوب نے ابوالصلت سے روایت کی ہے کہ جب امام رضا سرخ بستی پہنچے جب کہ امام مامون کے پاس جا رہے تھے تو لوگوں نے عرض کیا فرزند رسولؐ زوال کا وقت ہو گیا ہے کیا آپ نماز نہیں پڑھیں گے پس آپ سواری سے اتر آئے اور پانی منگوایا تو انہوں نے عرض کیا ہمارے ساتھ تو پانی نہیں ہے تو آپ نے اپنے دست مبارک سے زمین کو کریدا اتنا پانی جوش مار کے نکلا کہ حضرتؑ نے اور جو آپ کے ساتھ تھے سب نے وضو کیا اس کا اثر و نشان اب تک باقی ہے۔

جب آپؑ سناباد میں پہنچے تو آپ نے اپنی پشت مبارک اس پہاڑ کے ساتھ لگادی کہ جس سے ہنڈیا بنائی جاتی ہیں آپؑ نے عرض کیا خدایا نفع دے اس پہاڑ کو اور برکت دے ہر اس چیز میں جو اس برتن میں رکھی جائے جو اس پہاڑ سے بنایا جائے آپؑ کے فرمان سے آپؑ کے لیے اس پہاڑ سے دیگچیاں بنائی گئیں آپؑ نے فرمایا کہ آپؑ کے لیے کھانا صرف انہیں دیگچیوں میں پکایا جائے اور حضرت غذا کم کھاتے تھے پس اس دن کے بعد لوگوں نے دیگچیاں اور برتن اس کے پتھروں سے گھڑ کر بنائے اور برکت حاصل کی پس حضرت حمید بن قحطبہ رطائی کے گھر میں داخل ہوئے اور اس گنبد کے نیچے گئے کہ جس میں ہارون کی قبر تھی اور آپؑ نے اپنے دست مبارک سے اس کے قریب ہی خط کھینچا اور فرمایا یہ میری تربت ہے اور میں یہاں دفن ہوں گا اس کے بعد خداوند عالم اس مکان کو میرے شیعوں اور دوستوں کا محل ورود قرار دے گا خدا کی قسم جو شخص ان میں سے میری اس مکان میں زیارت کرے گا یا مجھ پر سلام بھیجے گا بیشک خداوند عالم اپنی مغفرت و رحمت مع ہم اہل بیتؑ کی شفاعت کے اس پر واجب قرار دے گا پھر آپؑ نے قبلہ کی طرف رخ کیا اور چند رکعت نماز بجالائے اور بہت دعا کی جب دعا سے فارغ ہوئے تو سجدہ میں گئے اور سجدہ کو طول دیا میں نے شمار کیا تو پانچسو تسبیحیں آپ نے سجدہ میں کہیں پھر سر اٹھا کر باہر تشریف لائے سید ابن طاؤس نے یاسر خادم مامون سے روایت کی ہے کہ جس وقت ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضا حمید بن قحطبہ کے قصر میں وارد ہوئے تو آپ نے اپنے بدن کا لباس اتار کر حمید کو دیا اور حمید نے اپنی کنیز کو دیا تا کہ وہ اسے دھوئے پس کچھ وقت نہیں گذرا تھا کہ وہ کنیز آئی اور اس کے ساتھ ایک رقعہ تھا وہ حمید کو دیا اور کہنے لگی کہ یہ رقعہ مجھے ابوالحسنؑ کے لباس کے گریبان سے ملا ہے پس حمید نے حضرتؑ سے عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں اس کنیز نے آپ کے پیراہن کے گریبان میں ایک رقعہ پایا ہے وہ کیا ہے فرمایا وہ ایک تعویز ہے کہ جسے میں اپنے سے دور نہیں کرتا حمید نے عرض کیا آیا ممکن ہے کہ ہمیں بھی عطا فرمادیں پس فرمایا یہ تعویذ ہے کہ جو شخص اسے اپنے گریبان میں رکھے تو اس سے بلا دور ہوتی ہے اور وہ اس کے لیے شیطان رجیم سے حرز و پناہ ہے پس آپ نے وہ تعویذ حمید کے لیے پڑھا اور وہ یہ ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم بسم الله انی اعوذ بالرحمن منك ان كنت تقياً اوغير تقی اخذت بالله السميع البصير علی سمعك و بصرك لا سلطان لك علی ولا علی سمعی ولا علی بصری ولا علی مالی ولا علی ما رزقنی ربی سترت بينی و بينك و بستر النبوة الذی استتر انبياء الله به من سطوات الجبابرة والفراعنة جبرائيل عن يمينی و ميكائيل عن يساری واسرافيل عن ورآئی و محمد صلی الله عليه وآله امامی والله مطلع علی يمنعك منی و يمنع الشيطان منی اللهم لا يغلب جهلك اناتك ان يستفزنی و يستخفنی

اللھم الیك التجات

اور اس حرز کے لیے عجیب و غریب حکایت ہے کہ جسے ابوالصلت ہروی نے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن میرے مولا علی بن موسیٰ الرضاؑ اپنے مکان میں بیٹھے ہوئے تھے کہ مامون کا قاصد آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ امیر آپؑ کو بلا رہا ہے ہیں پس امام علیہ السلام کھڑے ہو گئے اور مجھ سے فرمایا کہ اس وقت مامون مجھے کسی سخت کام کے لیے بلا رہا ہے اور خدا کی قسم مجھ سے بسبب ان کلمات کے جو مجھ تک میرے جد امجد رسول خداؐ سے پہنچے ہیں کوئی بدی وہ نہیں کر سکے گا۔

ابوالصلت کہتا ہے کہ میں بھی مامون کے پاس جانے کے لیے حضرتؑ کے ساتھ باہر نکلا جب آپؑ کی نگاہ مامون پر پڑی تو یہ حرز آخر تک پڑھا پس جس وقت حضرتؑ مامون کے سامنے پہنچے تو مامون نے آپؑ کی طرف نگاہ کی اور کہنے لگا اے ابوالحسنؑ میں نے حکم دیا ہے کہ آپؑ کو ایک لاکھ درہم دیا جائے اور جو حاجت آپؑ کی ہو وہ تحریر فرمائیں پس جب امام نے پشت پھیری تو مامون نے آپکی طرف پیچھے سے نظر کی اور کہنے لگا میں نے ارادہ کیا اور خدا نے ارادہ کیا اور جو خدا نے ارادہ کیا وہ بہتر ہے۔

حضرت امام رضاؑ کا مرو میں داخل ہونا اور لوگوں کا عہد ولایت کے ساتھ آپؑ کی بیعت کرنا

جب امام رضاؑ مرو میں تشریف لائے تو مامون نے آپ کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور اپنے خواص اولیاء اور اصحاب کو اکٹھا کیا اور کہنے لگا اے لوگو میں نے آل عباس اور آل علی علیہ السلام میں غور و تامل کیا ہے کسی شخص کو افضل اور امر خلافت کا حقدار علیؑ بن موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ نہیں دیکھا پھر اس نے حضرت امام رضاؑ کی طرف رخ کیا اور کہنے لگا میں نے ارادہ کیا ہے کہ اپنے آپ کو خلافت سے معزول کر کے آپؑ کے سپرد کر دوں حضرتؑ نے فرمایا کہ خداوند عالم نے اگر خلافت تیرے لیے قرار دی ہے تو پھر تمہیں اختیار نہیں کہ تم کسی دوسرے کو بخش دو اور خود کو اس سے معزول کرو اور اگر خلافت تمہاری نہیں تو پھر یہ اختیار بھی نہیں کہ کسی کو تفویض کرو مامون کہنے لگا کہ البتہ لازم و ضروری ہے کہ اسے قبول کرو حضرتؑ نے فرمایا کہ میں اپنی رضا و رغبت سے اسے کبھی بھی قبول نہیں کروں گا اور دو ماہ تک یہ گفتگو ہوتی رہی جتنا اس نے زور دیا چونکہ حضرتؑ اس کی غرض کو سمجھتے تھے آپؑ انکار کرتے رہے۔

جب مامون آپؑ کے خلافت قبول کرنے سے مایوس ہو گیا تو کہنے لگا اگر آپؑ خلافت کو قبول نہیں کرتے تو پھر میری ولی عہدی (ولایت عہد) کو قبول کریں تا کہ میرے بعد آپؑ کی خلافت ہو حضرت نے فرمایا کہ میرے آباؤ اجداد نے مجھے رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے خبر دی ہے کہ میں تجھ سے پہلے دنیا سے جاؤں گا اور مجھے زہر ستم سے شہید کریں گے اور مجھ پر آسمان وزمین کے ملائکہ گریہ کریں گے اور میں غربت ومسافرت میں ہارون الرشید کے پہلو میں دفن ہوں گا مامون یہ باتیں سن کر رونے لگا اور کہنے لگا جب تک میں زندہ ہوں کون آپ کو قتل کرسکتا ہے آپ سے بدی کرنے کا خیال دل میں لاسکتا ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا کہ اگر چاہوں تو بتاسکتا ہوں کہ مجھے کون شہید کرے گا مامون کہنے لگا ان باتوں سے آپؑ کی غرض یہ ہے کہ میری ولی عہدی قبول نہ کریں تاکہ لوگ یہ کہیں کہ آپؑ نے دنیا کو چھوڑ دیا (لات ماردی) حضرتؑ نے فرمایا خدا کی قسم جس دن سے میرے پروردگار نے مجھے پیدا کیا ہے اب تک میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور دنیا کے لیے دنیا کو ترک نہیں کیا اور تیری غرض کو بھی میں جانتا ہوں کہنے لگا میری غرض کیا ہے فرمایا تیری غرض یہ ہے کہ لوگ کہیں کہ علیؑ بن موسیٰؑ رضا نے دنیا کو ترک نہیں کیا تھا بلکہ دنیا نے اسے چھوڑ رکھا تھا اب جس وقت دنیا اسے میسر آئی تو خلافت کے طمع میں ولی عہدی کو قبول کرلیا مامون آگ بگولہ ہو گیا اور کہنے لگا کہ ہمیشہ نامناسب باتیں میرے سامنے کرتے ہیں اور میری سطوت سے مامون ہو گئے ہو خدا کی قسم اگر ولی عہدی قبول نہ کی تو میں آپؑ کی گردن اڑادوں گا حضرتؑ نے فرمایا خداوند عالم نے یہ نہیں فرمایا کہ میں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالوں اگر مجبور کرتے ہو تو میں قبول کرلیتا ہوں بشرطیکہ کسی کو نصب وعزل نہیں کروں گا اور کسی رسم کو توڑوں گا نہیں اور کوئی امر احداث نہیں کروں گا اور دور سے خلافت کو دیکھتا رہوں گا مامون ان شرائط پر راضی ہو گیا۔

پس حضرتؑ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر عرض کیا خدایا تو جانتا ہے کہ مجھے مجبور کردیا گیا ہے اور ضرورت واکراہ سے میں نے اس امر کو اختیار کیا ہے پس مجھ سے مواخذہ نہ کرنا جیسا کہ تو نے اپنے دو بندوں اور دو پیغمبروں یوسفؑ ودانیالؑ کا مواخذہ نہیں کیا جب کہ انہوں نے اپنے زمانہ کے بادشاہ کی طرف سے ولایت کو قبول کرلیا خدایا کوئی عہد تیرے عہد کے علاوہ نہیں اور کوئی ولایت نہیں مگر جو تیری طرف سے ہو پس مجھے توفیق دے کہ تیرے دین کو قائم رکھوں اور تیرے پیغمبر کی سنت کو زندہ کروں بے شک تو بہترین مولا اور مددگار ہے پس محزون وگریان آپؑ نے مامون کی ولی عہدی قبول کی دوسرے دن جو کہ چھ ماہ مبارک رمضان کا دن تھا جیسا کہ شیخ مفید کی تاریخ شرعیہ سے ظاہر ہوتا ہے مامون نے ایک جلسہ عظیم ترتیب دیا اور حضرتؑ کے لیے اپنی کرسی کے ساتھ ایک کرسی رکھی اور آپؑ کے لیے تکیہ لگوادیا اور تمام اکابر واشراف وسادات وعلماء کو جمع کیا پہلے اپنے بیٹے عباس کو حکم دیا کہ حضرتؑ کی بیعت کرے اس کے بعد لوگوں نے بیعت کی پھر زرنقد کی تھیلیاں لے آئے اور بہت سے جائزے اور انعامات لوگوں کو بخشے خطباء اور شعراء کھڑے ہوئے اور خطبے اور قصائد غرا حضرتؑ کی شان میں پڑھے اور انعام لیے اور حکم دیا کہ منبروں پر آپؑ کا نام بلند ہو اور دنانیر ودراہم کے چہروں کو آپؑ کے نام نامی اور لقب گرامی کے ساتھ مزین کیا جائے اور اس سال مدینہ میں منبر رسول خداؐ پر خطبہ پڑھا گیا اور حضرت امام رضاؑ کے لیے دعا کرتے ہوئے کہا گیا، ولی عہد المسلمین علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علی بن ابی طالب علیہم السلام ستة آباء هم ما هم افضل من يشرب صوب الغمام چھ اباؤ اجداد ہیں وہ وہ ہیں جو بادل کا پانی پینے والوں سے افضل ہیں، نیز مامون نے حکم دیا کہ سیاہ لباس جو بنی امیہ کی بدعت تھی اسے ترک کیا جائے اور سبز لباس پہنا جائے اور اپنی ایک بیٹی ام حبیب کی حضرتؑ سے

شادی کی اور اپنی دوسری بیٹی ام الفضل کو امام محمد تقیؑ سے منسوب کیا اور اسحاق بن موسیٰؑ سے اس کے چچا اسحاق بن جعفرؑ کی لڑکی کی شادی کی اور اسی سال ابراہیم بن موسیٰؑ امام رضاؑ کے بھائی نے مامون کے حکم سے لوگوں کو حج کرایا اور جب عید کا دن قریب آیا تو مامون نے حضرتؑ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ آپؑ سوار ہو کر عید گاہ میں جائیں اور نماز عید پڑھائیں اور خطبہ دیں حضرتؑ نے جوابی پیغام بھیجا کہ تجھے معلوم ہے کہ میں نے ولی عہدی اس شرط پر قبول کی تھی کہ ان کاموں میں مداخلت نہیں کروں گا مجھے لوگوں کے ساتھ نماز عید پڑھنے سے معاف کرو مامون نے کہلا بھیجا کہ میں چاہتا ہوں کہ ان کاموں سے لوگوں کو یہ اطمینان ہو جائے کہ آپؑ میرے ولی عہد ہیں اور آپؑ کے فضل کو پہچانیں حضرتؑ نے قبول نہ کیا مسلسل قاصد حضرتؑ اور مامون کے درمیان آتا جاتا رہا اور لوگوں کا اصرار بھی زیادہ ہوا تو مجبوراً آپؑ نے پیغام بھیجا کہ اگر مجھے معاف کر دو تو یہ میرے نزدیک بہتر ہے اور اگر معاف نہیں کرتے ہو تو میں نماز کے لیے اسی طرح جاؤں گا جس طرح کہ رسول خداؐ اور امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام جایا کرتے تھے مامون کہنے لگا آپؑ نماز کے لیے جائیں جس طرح آپؑ چاہیں پس اس نے افسروں اور دربانوں اور تمام لوگوں کو حکم دیا کہ وہ صبح سویرے حضرت امام رضاؑ کے در دولت پر حاضر ہوں راوی کہتا ہے کہ جب عید کا دن آیا تو لوگ حضرتؑ کے دیدار کے لیے راستوں پر اور چھتوں پر جمع ہوئے اور عورتوں اور بچوں نے اجتماع کیا اور آنجنابؑ کے باہر آنے کے انتظار میں آبیٹھے اور تمام افسر وفوجی آپؑ کے در دولت پر آحاضر ہوئے جب کہ وہ گھوڑوں پر سوار تھے وہ کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ سورج نکل آیا پس حضرتؑ نے غسل کیا اور اپنا لباس پہنا اور سفید عمامہ جو کپاس سے بنا ہوا تھا سر پر رکھا اور اس کا یک شملہ اپنے سینہ کے درمیان اور دوسرا دونوں کندھوں کے درمیان ڈالا اور کچھ مقدار خوشبو لگائی اور عصا ہاتھ میں لیا اور اپنے غلاموں سے فرمایا کہ تم بھی ایسا کرو جیسا کہ میں نے کیا ہے پس وہ حضرتؑ کے آگے آگے گھر سے باہر نکلے اور حضرت ننگے پاؤں روانہ ہوئے اور آدھی پنڈلی تک کپڑا اوپر کیا ہوا تھا" و علیہ ثیاب مشمرۃ" اور آپ کا لباس سمٹا ہوا تھا پس تھوڑا راستہ طے کر کے آپؑ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر تکبیر عید کہی اور آپؑ کے غلاموں نے آپؑ کے ساتھ تکبیر کہی پس جب وہ مکان کے دروازے تک پہنچے تو افسروں فوجیوں نے جو آپؑ کو اس ہیئت سے دیکھا تو وہ سب اپنی سواریوں سے کود پڑے اور انتہائی خفت کے ساتھ اپنے جوتے پاؤں سے اتار دیئے اور بہتر حالت میں وہ تھا کہ جس کے پاس کوئی چھری تھی کہ جس نے اپنے جوتے کے تسمے اس سے کاٹ دیئے اور پاؤں اس سے نکال کر پیادہ ہو گئے راوی کہتا ہے حضرت امام رضاؑ نے گھر کے دروازے پر تکبیر کہی اور سب لوگوں نے آپؑ کے ساتھ تکبیر کہی ہمیں خیال وتصور ہوتا تھا کہ آسمان اور دیواریں بھی آپؑ کے ساتھ تکبیر کہہ رہے ہیں اور لوگ حضرتؑ کی سن کر دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے اس حد تک کہ مرو کا شہر لوگوں کے گریہ وشیون کی آواز سے لرزنے لگا یہ خبر مامون تک پہنچی تو وہ ڈر گیا کہ اگر حضرتؑ اس کیفیت میں عید گاہ تک پہنچ گئے تو لوگ آپؑ کے مفتون وفریفتہ ہو جائیں گے تو اس نے حضرتؑ کو نہ جانے دیا اور کسی کو آپؑ کی خدمت میں بھیجا کہ ہم نے آپ کو زحمت وتکلیف دی ہے آپؑ واپس ہو جائیں اور اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈالیں جو شخص ہر سال عید کی نماز پڑھاتا ہے وہی نماز پڑھا دے، حضرتؑ نے اپنا جوتا منگوایا اور سوار ہو کر واپس چلے گئے اور اس دن لوگوں کا معاملہ اختلاف میں پڑ گیا اور نماز کا انتظام اس سبب سے درہم برہم ہو گیا۔

مولف کہتا ہے کہ اگر چہ مامون ظاہراً حضرت امام رضاؑ کی توقیر و تعظیم میں کوشاں رہتا اور آپؑ کے احترام میں فروگزاشت نہ کرتا لیکن باطن میں بطور شیطنت بدی بطریق نفاق حضرتؑ سے دشمنی کرتا اور بحکم هم عدونا حلد هم وہ دشمن ہیں ان سے بچو وہ دشمن واقعی بلکہ آپؑ کا سخت ترین دشمن تھا جو کہ بظاہر تو محبت و دوستی اور خوش زبانی کے طریق پر حضرتؑ کے ساتھ پیش آتا لیکن باطن میں سانپ کی طرح آپؑ کو ڈستا اور ہمیشہ آپؑ کو زہر کے گھونٹ پلاتا رہتا لہذا جس وقت سے آپؑ ولی عہد ہوئے آپؑ کی مصیبت اذیت اور صدمات کی ابتداء ہوگئی اور آپؑ کی بیعت کرنے کے دن ہی حضرتؑ کے خواص میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ میں حضرتؑ کی خدمت میں تھا اور حضرتؑ کے فضل کے ظہور کی وجہ سے میں خوش حال تھا کہ حضرتؑ نے مجھے اپنے قریب بلایا اور آہستہ سے مجھ سے فرمایا اس معاملہ سے خوش نہ ہو کیونکہ یہ کام تکمیل کو نہیں پہنچے گا اور میں اس حال میں باقی نہیں رہوں گا اور علی بن محمد بن جہم کی حدیث میں ہے کہ جب مامون نے علماء امصار اور فقہا و اقطار کو جمع کیا تا کہ امام رضاؑ کے ساتھ مباحثہ اور مناظرہ کریں آپؑ ان سب پر غالب آئے اور سب نے حضرتؑ کی فضیلت کا اقرار کیا اور حضرتؑ مامون کی مجلس سے اٹھ کر اپنے مکان پر واپس تشریف لے گئے تو میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا خدا کا شکر ہے کہ اس نے مامون کو آپ کا مطیع قرار دیا ہے اور وہ آپ کی بہت عزت کرتا ہے اور اس میں بہت کوشش کرتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ اے ابن جہم میرے ساتھ مامون کی یہ مجبتیں تجھے دھوکہ نہ دیں کیونکہ عنقریب ظلم و ستم سے زہر کے ساتھ وہ مجھے شہید کرے گا اور یہ وہ بات ہے جو میرے آباؤ اجداد کی طرف سے مجھے ملی ہے اور اس بات کو پوشیدہ رکھنا اور جب تک میں زندہ ہوں کسی سے بیان مت کرنا۔

خلاصہ یہ کہ ہمیشہ مامون کی بری معاشرت سے آپؑ کے دل کو دکھ درد پہنچتا اور آپؑ کسی سے اس کا اظہار نہیں کر سکتے تھے اور آخر میں آپؑ اتنا تنگ آگئے تھے کہ خدا سے موت کی درخواست کی جیسا کہ یاسر خادم کہتا ہے کہ ہر جمعہ کے دن جب آپ مسجد جامع سے واپس آتے تو پسینہ میں شرابور اور غبار آلودگی کی حالت میں اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرتے اور عرض کرتے خدایا اگر فرج و کشائش میری موت پر منحصر ہے تو اسی وقت میری موت میں تعجیل فرما اور ہمیشہ غم و غصہ میں رہے یہاں تک کہ دنیا سے کوچ فرمایا اور اگر کوئی جستجو کرنے والا غور و فکر کرے مامون کی معاشرت و سلوک کی وضع و کیفیت میں جو آنحضرتؑ سے تھی تو وہ اس مطلب کی تائید کرے گا۔

کہ آیا کوئی شخص عاقل تصور کر سکتا ہے کہ مامون دنیا پرست کہ جو خلافت و ریاست کے طمع میں حکم دے کہ اس کے بھائی محمد امین کو انتہائی بے دردی سے قتل کر دیں اور اس کا سر اس کے پاس لے آئیں اور وہ اسے اپنے گھر کے صحن میں ایک لکڑی پر نصب کر دے اور اپنے جنود و عساکر کو حکم دے کہ ہر شخص کھڑے ہو کر اس پر لعنت کرے اور اپنا جائزہ وصول کرے تو وہ شخص اس قدر طالب خلافت و ملک ہو امام رضاؑ کو مدینہ سے مرو بلاتا ہے اور دو ماہ تک اصرار کرتا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ خلافت سے معزول ہو جاؤں اور خلافت کا لباس آپؑ کو پہنادوں سوائے شیطنت اور بدی کے کوئی اور نکتہ اس کے ملحوظ نظر ہو سکتا ہے۔

حالانکہ خلافت قرۃ العین مامون تھی اور سلطنت کے حق میں کہا گیا ہے الملك عقيم کہ ملک بانجھ عورت کی طرح ہے اس کے بھائی امین نے اسے خوب پہچانا ہوا ہے جیسا کہ اس نے احمد بن سلام سے کہا جب کہ اس کو گرفتار کر لیا گیا تھا کہ آیا مامون مجھے قتل کر دیگا احمد کہنے لگا نہیں وہ تجھے قتل نہیں کریگا کیونکہ جذبہ رحم اس کے دل کو تجھ پر مہربان کر دیگا، امین کہنے لگا ھیھات الملك عقیم لا رحم یہ دور کی باتیں ہیں ملک بانجھ ہے اور مامون میں رحم نہیں ہے علاوہ اس کے مامون نہیں چاہتا تھا کہ حضرت رضاؑ کی فضیلت ظاہر ہو جیسا کہ نماز عید اور دوسری روایات کے دیکھنے سے یہ واضح و روشن ہے۔

اور رجاء بن ابی ضحاک کی روایت کے آخر میں ہے کہ جب رجاء نے امام رضاؑ کے فضائل اور عبادات مامون کے سامنے نقل کئے تو مامون نے کہا کہ جو کچھ تو نے مجھے بتایا ہے لوگوں کو اس کی خبر نہ دینا اور مصلحت و شیطنت کی بنا پر کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپؑ کے فضائل صرف میری زبان سے ظاہر ہوں اور آخر میں جب اس نے دیکھا کہ ہر روز انوار علم و کمال اور آثار رفعت و جلال حضرت کے لوگوں پر ظاہر ہو رہے ہیں اور آپؑ کی محبت ان کے دلوں میں گھر کرتی جا رہی ہے تو نائرہ حسد اس کے سینہ کے اندر مشتعل ہوا اور حضرتؑ کو ٹھکانہ لگانے کی تدبیر کرنے لگا لہذا حضرتؑ کو زہر دے دیا جیسا کہ شیخ صدوق نے احمد بن علی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ابوالصلت ہروی سے پوچھا کہ اس اکرام و محبت کے باوجود جو حضرتؑ کی نسبت ظاہر کرتا تھا اور انہیں اپنا ولی عہد بنایا تھا کس طرح مامون امام رضاؑ کے قتل پر راضی ہو گیا حالانکہ وہ آپ کی فضیلت و بزرگی کو جانتا تھا اور ولایت عہد آپ کو اس لیے سپرد کی تا کہ لوگ یہ سمجھیں کہ حضرتؑ دنیا کی طرف راغب و مائل ہیں اور ان کے دلوں سے آپؑ کی محبت کم ہو جائے، جب اس نے دیکھا کہ یہ چیز تو لوگوں کی زیادہ محبت و اخلاص کا باعث ہوگئی ہے تو تمام فرقوں کے علماء کو یہود و نصاریٰ و مجوس صائبین و براہمہ و ملحدین و دھریین اور تمام ملل و ادیان کے علماء کو جمع کیا تا کہ وہ حضرتؑ سے مباحثہ و مناظرہ کریں شاید وہ آپؑ پر غالب آجائیں اور آنجنابؑ میں کوئی عجز و نقص ظاہر ہو اور اس وجہ سے لوگوں کے اعتقاد میں جو انہیں حضرتؑ سے ہے کچھ کمزوری آجائے اس تدبیر نے بھی اس کے مقصود کے خلاف نتیجہ دیا اور وہ سب حضرتؑ سے مغلوب ہو گئے اور انہوں نے آپؑ کی فضیلت و جلالت کا اقرار کیا۔

مولف کہتا ہے کہ مجھے مناسب معلوم ہوا کہ آپؑ کی مجالس مناظرہ میں سے صرف ایک مجلس کی طرف یہاں اشارہ کروں اور اپنی کتاب کو اس سے زینت دوں۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کی علماء ملل وادیان کے ساتھ ایک مجلس مناظرہ کا تذکرہ

شیخ صدوق نے حسن بن محمد نوفلی ہاشمی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ جب امام رضا مامون کے پاس تشریف لے گئے تو مامون نے فضل بن سہل کو حکم دیا کہ وہ اصحاب مقالات و گفتگو کو جمع کرے مثل جاثلیق کے جو نصاریٰ کا رئیس ہے اور اس الجالوت کو جو یہودیوں کا بڑا عالم ہے اور روؤ ساصائبین کو اور یہ وہ لوگ ہیں جو گمان کرتے ہیں کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کے دین پر ہیں اور ہربذ اکبر کو جو کہ آتش پرستوں کا بزرگ ہے اور اصحاب زرشت ونسطاس رومی اور متکلمین کو تا کہ وہ آنحضرتؑ اور ان لوگوں کی گفتگو سنیں پس فضل بن سہل نے ان سب کو جمع کیا اور مامون کو ان کے اجتماع کی خبر دی مامون کہنے لگا کہ انہیں میرے پاس لے آؤ اور جب وہ مامون کے ہاں اکٹھے ہوئے تو اس نے انہیں مرحبا کہا اور ان پر نوازش وعنایت کی اور کہنے لگا کہ میں نے تمہیں خیر کے لئے جمع کیا ہے اور میں دوست رکھتا ہوں کہ تم میرے چچازاد بھائی کے ساتھ جو کہ مدینہ سے میرے پاس آیا ہوا ہے مناظرہ کرو، پس جب صبح ہو تو تم میرے پاس آنا اور تم میں سے کوئی خلاف ورزی نہ کرے وہ کہنے لگے سمعاً و طاعۃ یا امیر المومنین ہم کل صبح انشاء اللہ حاضر ہوں گے۔ راوی بن نوفل کہتا ہے کہ ہم امام ابوالحسن الرضاؑ کے پاس بیٹھے کسی حدیث کا ذکر ہو رہا تھا کہ اچانک یاسر جو کہ حضرت رضاؑ کے معاملات کا متولی تھا اندر آیا اور کہنے لگا اے میرے سید و آقا امیر المومنین آپؑ کی خدمت میں سلام کہہ رہا ہے اور کہتا ہے کہ آپؑ کا بھائی آپؑ پر قربان جائے اصحاب مقالات اور اہل ادیان و متکلمین تمام ملتوں کے میرے پاس جمع ہوئے ہیں اگر آپؑ ان سے گفتگو کرنے کی رغبت رکھتے ہوں تو کل صبح میرے پاس تشریف لے آئیں اور اگر ناپسند کرتے ہیں تو اپنے آپؑ کو زحمت نہ دیں اور اگر آپؑ کی خواہش ہو ہم آپؑ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں تو یہ بھی ہمارے لیے آسان ہے۔

حضرت نے اس سے فرمایا کہ مامون سے کہنا کہ میں تمہارے ارادہ کو جانتا ہوں میں کل انشاء اللہ تمہاری مجلس میں آؤں گا راوی کہتا ہے کہ جب یاسر چلا گیا تو حضرتؑ نے میری طرف رخ کیا اور فرمایا اے نوفلی تو عراق کا رہنے والا ہے اور رقت عراقی غلیظ اور سخت نہیں ہے تیری نظر میں کیا ہے تیرے چچازاد کا ہمارے لیے اہل شرک واصحاب مقالات کو جمع کرنا یعنی جو مجالس و محافل پر علمی گفتگو کریں میں نے عرض کیا آپؑ پر فدا ہوں وہ آپ کا امتحان کرنا چاہتا ہے اور وہ دوست رکھتا ہے کہ وہ آپؑ کے علم کے اندازہ و مقدار کو سمجھے لیکن اس نے غیر محکم اساس پر بنیاد رکھی ہے اور خدا کی قسم اس نے بری بنیاد رکھی ہے حضرتؑ نے فرمایا اس سلسلہ میں اس کی بنیاد کیا ہے۔؟

میں نے کہا کہ اصحاب کلام و بدع علماء کے برعکس ہوتے ہیں کیونکہ عالم غیر منکر کا انکار نہیں کرتا اور اصحاب مقالات و

متکلمین واہل شرک اصحاب انکار اور ایک دوسرے کو مبہوت وحیران کرنے والے ہوتے ہیں اگر آپؑ ان سے احتجاج کریں کہ اللہ ایک ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اس کی وحدانیت کو ثابت کریں اور اگر کہیں کہ محمد رسول خدا ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ان کی رسالت کو ثابت کریں پس وہ انسان کو حیران کردیتے ہیں اور جب انسان صحت و دلیل سے ان کی بات کو باطل کردے تو وہ مغالطہ میں ڈالتے ہیں تاکہ انسان اپنی کہی ہوئی بات کو چھوڑ دے اور اپنے قول سے دستبردار ہو جائے پس آپؑ ان سے بچئے میں آپؑ پر فدا ہو جاؤں۔

حضرت نے تبسم کیا اور فرمایا اے نوفلی کیا تمہیں ڈر ہے کہ وہ میری دلیل توڑ دیں گے میں نے عرض کیا خدا کی قسم میں ہرگز یہ گمان آپؑ کے متعلق نہیں رکھتا اور میں امید رکھتا ہوں کہ خداوند عالم آپ کو ان پر انشاء اللہ کامیابی عنایت فرمائے گا۔

آپ نے فرمایا اے نوفلی کیا تم چاہتے ہو کہ تمہیں معلوم ہو کہ مامون کس وقت اپنے عمل پشیمان ہوگا میں نے عرض کیا جی ہاں فرمایا اس وقت سنے گا میرا دلیل لانا اہل تورات کی رد میں تورات سے اور اہل انجیل سے اور اہل زبور کی تردید زبور سے اور صائبین کے خلاف عبرانی زبان سے اور آتش پرستوں کے خلاف ان کی فارسی زبان سے اور رومیوں کے خلاف ان کی رومی زبان سے اور اہل مقالات کے خلاف ان کی اصطلاحات میں پس جب میں نے ہر صنف کا منہ بند کردوں گا اور اس کی دلیل کو باطل کردوں گا اور ہر ایک اپنا قول چھوڑ کر میری بات کا قائل ہو جائے گا تو اس وقت مامون کو پتہ چلے گا کہ وہ مقام کہ جس کا راستہ سامنے ہے وہ اس کا مستحق نہیں تو وہ اس وقت پشیمان ہوگا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پس جب صبح ہوئی تو فضل بن سہل آیا اور آنجنابؑ سے عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں آپ کا پسر عم آپؑ کا منتظر ہے اور وہ لوگ سب جمع ہو گئے ہیں پس تشریف لانے کے متعلق آپؑ کی کیا رائے ہے۔

آپؑ نے فرمایا تم چلو میں انشاء اللہ تمہارے پیچھے آرہا ہوں اس کے بعد آپؑ نے نماز کے وضو کی طرح وضو کیا اور ستوؤں کا ایک گلاس پیا اور ہمیں بھی ستو پلائے اس کے بعد باہر نکلے اور ہم بھی آپؑ کے ساتھ چلے یہاں تک کہ مامون کے دربار میں داخل ہوئے دیکھا کہ مجلس لوگوں سے پُر ہے۔

اور محمد بن جعفر طالبین اور بنی ہاشم کے درمیان بیٹھا اور افسران لشکر حاضر ہیں پس جب امام رضاؑ داخل ہوئے تو مامون اور محمد بن جعفر کھڑے ہو گئے اور تمام بنی ہاشم بھی آپؑ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے اور حضرت رضاؑ مامون کے ساتھ بیٹھ گئے اور باقی تمام لوگ کھڑے رہے یہاں تک کہ آپؑ نے حکم دیا تو تمام بیٹھ گئے اور مامون کا رخ مسلسل حضرتؑ کی طرف رہا اور وہ آپؑ سے ایک گھنٹہ تک گفتگو کرتا رہا اس کے بعد مامون نے جاثلیق کی طرف رخ کیا جو عالم نصاریٰ تھا اور کہا کہ اے جاثلیق یہ میرے چچازاد بھائی علیؑ بن موسیؑ بن جعفرؑ اولاد جناب فاطمہؑ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے ہیں اور علیؑ بن ابی طالب کے فرزند ہیں میں دوست رکھتا ہوں کہ ان سے گفتگو ومحاجہ کرو اور انصاف کے ساتھ ان سے پیش آؤ جاثلیق کہنے لگا اے امیر المومنین میں کس طرح اس شخص سے مباحثہ اور محاجہ کروں جو میرے سامنے ایسی کتاب کی دلیل پیش کرے کہ جس کا میں منکر ہوں اور ایسے پیغمبر کے قول کو پیش کرے کہ جس پیغمبر پر میں ایمان نہیں رکھتا حضرت رضاؑ نے فرمایا اے جاثلیق اگر میں دلیل تیری انجیل سے پیش کروں تو اس کا اقرار واعتراف کرے

گا جاثلیق کہنے لگا تو کیا میں قدرت رکھتا ہوں کہ اس چیز کو رد کروں جو کہ انجیل میں تحریر ہے۔

ہاں خدا کی قسم میں اپنے علی الرغم اس کا اقرار کروں گا حضرتؑ نے جاثلیق سے فرمایا پھر سوال کرو اور اس کا جواب لو جاثلیق کہنے لگا آپؑ جناب عیسیٰؑ کی نبوت و کتاب کے متعلق کیا فرماتے ہیں ان دونوں میں سے کسی چیز کا انکار کرتے ہیں حضرت رضاؑ نے فرمایا کہ میں اقرار کرتا ہوں عیسیٰؑ کی نبوت اور اس کی کتاب کا اور اس چیز کا جس کی اس نے اپنی امت کو بشارت اور حواریین نے اس کا اقرار کیا لیکن میں اس عیسیٰؑ کی نبوت و رسالت کا اقرار نہیں کرتا کہ جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت و نبوت اور ان کی کتاب کا اقرار نہیں کیا اور اپنی امت کو اس کی خوشخبری نہیں دی۔

جاثلیق کہنے لگا ایسا نہیں کہ احکام کا فیصلہ دو شاہد عادل سے ہوتا ہے فرمایا ہاں ایسا ہی ہے عرض کرنے لگا پھر اپنے اہل ملت و مذہب کے علاوہ دو گواہ پیش کیجئے نبوت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ان اشخاص میں سے جو ملت نصرانیت میں مقبول ہوں الشہادت ہوں اور اس قسم کا سوال کیجئے ہمارے اہل ملت کے علاوہ لوگوں سے بھی حضرتؑ نے فرمایا اے نصرانی اب تو راہ انصاف پر آیا ہے۔

کیا قبول نہیں کرو گے اس عادل کو جو مسیح عیسیٰ بن مریمؑ کے نزدیک مقدم و بزرگ تھا، جاثلیق کہنے لگا یہ عادل کون ہے مجھے اس کا نام بتایئے، فرمایا تمہارا کیا خیال ہے یوحنائے دیلمی کے حق میں عرض کرنے لگا کیا کہنا آپؑ نے ایسے شخص کا ذکر کیا ہے جو لوگوں میں سب سے زیادہ جناب مسیحؑ کا دوست اور محبوب تھا۔ حضرت نے فرمایا میں تجھے قسم دیتا ہوں کیا یہ انجیل میں ہے؟

یوحنا نے کہا کہ مسیحؑ نے مجھے دین محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر دی اور مجھے یہ خوشخبری سنائی کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بعد ہیں اور میں نے اس کی خوشخبری حواریین کو دی ہے اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئے اور انھوں نے اسے قبول کر لیا جاثلیق کہنے لگا کہ یوحنا نے یہ بات مسیحؑ سے نقل کی ہے اور بشارت دی ہے ایک شخص کی نبوت اس کے اہل بیتؑ اور اس کے وصیؑ کی لیکن یہ تشخیص نہیں کی کہ کس زمانہ میں ہوگا اور ان کے نام بھی بیان نہیں کیے تاکہ میں انہیں پہچان سکوں۔ حضرتؑ نے فرمایا اگر ہم کوئی ایسا شخص لے آئیں جو انجیل کی قرآت کرتا ہو اور تیرے سامنے تلاوت کرے محمدؐ ان کے اہل بیتؑ اور ان کی امت کے ذکر کو تو کیا ایمان لے آئے گا، عرض کیا جی ہاں یہ بات پختہ اور محکم ہے حضرتؑ نے نسطاس رومی کی طرف رخ کیا اور فرمایا کہ تجھے سفر سوم انجیل کس طرح حفظ و یاد ہے، عرض کیا بڑی اچھی طرح مجھے حفظ اور یاد ہے۔

پھر حضرتؑ نے راس الجالوت کی طرف رخ کیا اور فرمایا کیا تم انجیل پڑھا کرتے ہو عرض کیا مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ میں اسے پڑھا کرتا ہوں فرمایا پس کان لگا کر مجھ سے اس کا سفر سوم سنو اب اگر اس میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے اہل بیتؑ اور ان کی امت کا ذکر ہو تو میرے حق میں گواہی دینا اور اگر نہ ہو تو پھر میرے حق میں گواہی نہ دینا۔ پس آنحضرتؑ نے سفر سوم کی قرئت کی یہاں تک کہ اس جگہ تک پہنچے کہ جہاں پیغمبرؐ کا تذکرہ تھا تو آپؑ نے توقف کیا اور رک گئے فرمایا اے نصرانی تجھے مسیحؑ اور اس کی والدہؑ کے حق کی قسم دے کر پوچھتا ہوں آیا تجھے معلوم ہوا ہے کہ میں انجیل کا علم رکھتا ہوں عرض کیا کہ ہاں پس آپؑ نے اس پر ذکر محمدؐ اور ان کے

اہل بیتؑ اور امت کی تلاوت فرمائی اس کے بعد فرمایا اے نصرانی کیا کہتے ہو یہ عیسیٰ بن مریم کا قول ہے (کہ نہیں) اگر تکذیب کرو اس چیز کی کہ جس سے انجیل نے نطق کیا ہے تو موسیٰ وعیسیٰ کی تکذیب کرو گے اور جب اس ذکر کا انکار کرو گے تو تمہارا قتل واجب ہو جائے گا کیونکہ تم اپنے پروردگار اور اپنے پیغمبر اور کتاب کے کافر ومنکر ہو جاؤ گے جاثلیق کہنے لگا میں اس چیز کا انکار نہیں کرتا جو میرے سامنے ظاہر ہو جائے کہ انجیل میں ہے بلکہ اس کا اقرار کرتا ہوں حضرتؑ نے فرمایا کہ اس کے اقرار پر گواہ رہنا پھر آپؑ نے فرمایا اے جاثلیق جس چیز کے متعلق چاہو سوال کرو جاثلیق کہنے لگا مجھے یہ بتایئے کہ علماء انجیل کی تعداد کتنی ہے۔

حضرت نے فرمایا علی الخبیر سقطت یعنی دانائے حقیقت کار کے دروازے پر گرا ہے یاد رکھو کہ حوارئین بارہ افراد تھے اور ان میں سے افضل واعلم الوتا تھا اور علماء نصاریٰ تین اشخاص ہیں یوحنا اکبر جو کہ اج میں رہتا تھا اور یوحنا ضرقیصا اور یوحنا دیلمی زجار کے ساتھ اور پیغمبر ان کے اہل بیتؑ اور امت کا ذکر اس کے پاس تھا اور یہ وہی شخص ہے کہ جس نے امت عیسیٰ اور بنی اسرائیل کو حضرتؐ کی بشارت دی تھی پھر فرمایا اے نصرانی خدا کی قسم میں مومن اور تصدیق کرنے والا ہوں اس عیسیٰ کی کہ جو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاتا تھا اور تمہارے عیسیٰ کی کوئی چیز مجھے ناپسند نہیں سوائے اس کے ضعف وقلت وکمی نماز وروزہ کے جاثلیق کہنے لگا خدا کی قسم آپؑ نے اپنے علم کو خراب اور فاسد کیا ہے اور اپنے معاملہ کو کمزور کر دیا اور میں گمان نہیں کرتا تھا آپؑ کے متعلق مگر یہ کہ آپؑ اہل علم اسلام ہیں حضرتؑ نے فرمایا کہ کیا ہو گیا ہے، جاثلیق کہنے لگا آپ کا یہ قول کہ عیسیٰؑ ضعیف وکم نماز وروزہ تھے حالانکہ جناب عیسیٰؑ نے کبھی دن کو افطار نہیں کیا اور کبھی رات کو سوئے نہیں اور ہمیشہ دن کو روزے رات کو عبادت میں قائم رہتے حضرتؑ نے فرمایا عیسیٰؑ کس کے لیے نماز اور روزہ بجالاتے تھے جاثلیق آپؑ کے جواب سے گنگ رہ گیا اور اس کی گفتگو ختم ہو گئی۔

حضرتؑ نے فرمایا اے نصرانی میں تم سے ایک مسئلہ پوچھتا ہوں عرض کیا پوچھئے اگر جانتا ہوا تو جواب ضرور دوں گا حضرتؑ نے فرمایا تم کیوں انکار کرتے ہو کہ جناب عیسیٰؑ حکم خدا سے مردوں کو زندہ کرتے تھے جاثلیق کہنے لگا کہ میرا انکار اس وجہ سے ہے کہ جو شخص مردہ کو زندہ کرے مادر زاد اندھے کو بینا اور جذام کے بیمار کو درست کرے وہ خدا ہے اور مستحق عبادت ہے۔

حضرت نے فرمایا الیسع پیغمبرؑ نے بھی وہ کیا جو عیسیٰؑ کرتے تھے وہ پانی پر چلتے تھے مردہ کو زندہ، مادر زاد نابینا کو بینا اور جذام کی بیماری والے کو ٹھیک کر دیتے تھے اس کی امت نے تو اسے خدا نہیں بنا لیا اور کسی نے اس کی عبادت نہیں کی ہے اور حزقیل پیغمبرؑ سے بھی وہ چیزیں صادر ہوئی جو عیسیٰؑ سے صادر ہوئیں انہوں نے پینتیس ہزار افراد کو مرنے کے بعد زندہ کیا جب کہ انہیں مرے ہوئے ساٹھ سال گذر گئے تھے۔

پس آپؑ نے راس الجالوت کی طرف رخ کیا اور فرمایا اے راس الجالوت کیا تورات میں تجھے ملتا ہے کہ یہ پینتیس ہزار افراد بنی اسرائیل کے جوانوں میں سے تھے بخت نصر نے انہیں بنی اسرائیل کے باقی قیدیوں سے الگ کر لیا جب کہ اس نے بیت المقدس میں جنگ کی تھی اور انہیں شہر بابل میں لے گیا پس اللہ تعالیٰ نے حزقیل کو ان کی طرف بھیجا پس انہوں نے انہیں زندہ کیا اور یہ چیز تورات میں موجود ہے اور اس کا انکار نہیں کر سکتا مگر وہ جو تم میں سے کافر ہو جائے۔

راس الجالوت کہنے لگا ہم نے یہ سنا ہے اور جانا ہے فرمایا تو صحیح کہتا ہے پس آپؑ نے فرمایا اے یہودی تورات سے اس سفر کو مجھ سے لو یہاں تک کہ میں اسے پڑھ لوں پس آپ نے تورات کی چند آیات پڑھیں اور وہ یہودی آپؑ کی طرف متوجہ تھا اور چاہتا تھا کہ حضرتؑ پڑھیں اور اسے تعجب ہوتا تھا کہ حضرتؑ کس طرح یہ پڑھ رہے ہیں پھر حضرتؑ نے اس نصرانی یعنی جاثلیق کی طرف رخ کیا اور فرمایا اے نصرانی آیا یہ پینتیس ہزار افراد عیسیٰؑ کے زمانہ سے پہلے تھے یا عیسیٰؑ ان کے زمانہ سے پہلے تھے عرض کیا بلکہ وہ حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ پہلے تھے حضرتؑ نے فرمایا کہ قریش کے ایک گروہ نے رسول خداؐ کی خدمت میں جا کر عرض کیا آپ ان کے مردوں کو زندہ کر دیں آنحضرتؐ نے علیؑ کی طرف رخ کیا اور فرمایا قبرستان میں جاؤ اور بلند آواز سے اس گروہ کے نام پکارو کہ جنہیں یہ لوگ چاہتے ہیں زبان پر جاری کرو اے فلاں و اے فلاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم سے کہہ رہے ہیں کہ باذن خدا عز وجل کھڑے ہو جاؤ۔

امیر المومنین نے ایسا ہی کیا کہ جیسا آنحضرتؐ نے فرمایا تھا پس ان کے مردے کھڑے ہو گئے درانحالیکہ وہ اپنے سروں سے خاک جھاڑ رہے تھے پس طائفہ قریش نے ان مردوں کا رخ کیا اور ان سے ان کے امور و حالات پوچھنے لگے اور انہوں نے انہیں بتایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث بر رسالت ہوئے ہیں وہ کہنے لگے کہ ہم دوست رکھتے تھے کہ ہم ان کا زمانہ پاتے اور ان پر ایمان لے آتے پس حضرت رضاؑ نے فرمایا کہ ہمارے نبی نے مادر زاد اندھوں اور جذام والوں اور دیوانوں کو درست کیا ہے اور حیوانات، پرندوں اور جن و شیاطین نے ان سے گفتگو کی ہے باوجود اس کے ہم نے انہیں خدا نہیں مانا اور ہم کسی نبی کی فضیلت کا انکار نہیں کرتے لیکن نہ اس حد تک کہ ہم انہیں خدا سمجھنے لگیں۔ تم جناب عیسیٰؑ کو جو خدا کہتے ہو پھر الیسع اور حزقیل کو کیوں خدا نہیں کہتے حالانکہ یہ دونوں بزرگوار بھی مردہ کو زندہ کرنے اور دوسرے امور میں عیسیٰؑ کی طرح تھے ہوا یوں کہ بنی اسرائیل کے ایک گروہ نے اپنے شہروں سے طاعون کے خوف اور مرنے کے ڈر سے فرار اختیار کیا پس خداوند کریم نے ان سب کو ایک ہی وقت میں مار دیا اس بستی والوں نے کہ جہاں یہ لوگ مرے تھے ان کے گرداگرد ایک دیوار کھڑی کر دی وہ اسی طرح رہے یہاں تک کہ ان کی ہڈیاں بوسیدہ ہو کر ریزہ ریزہ ہو گئیں پس وہاں سے بنی اسرائیل میں سے ایک نبی گزرا اور اس نے ان سے اور بہت سی بوسیدہ ہڈیوں پر تعجب کیا پس پروردگار عالم کی طرف سے اس نبی کو وحی ہوئی کیا تم چاہتے ہو کہ میں انہیں زندہ کروں تا کہ تم انہیں دیکھو عرض کیا ہاں اے میرے پروردگار وحی آئی کہ انہیں پکارو اور ندا دو تو اس پیغمبر نے کہا اے بوسیدہ ہڈیو اذن خدا سے اٹھ کھڑے ہو پس ایک ہی دفعہ وہ سب زندہ ہو گئے درانحالیکہ وہ خاک اپنے سروں سے جھاڑ رہے تھے۔

اسی طرح حضرت ابراہیم خلیل الرحمان نے چار پرندے لیے اور ریزہ ریزہ کیا اور ہر جزو کو ایک پہاڑ پر رکھا پس ان پرندوں کو پکارا ایک ہی دفعہ وہ سب آپ کی طرف آئے۔

حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام اپنے اصحاب میں سے ستر افراد کے ساتھ کہ جنہیں اپنی قوم میں سے منتخب کیا تھا پہاڑ کی طرف گئے پس انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ نے خدا کو دیکھا ہے ہمیں بھی دکھائیں جس طرح خود دیکھا ہے حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ میں نے اسے نہیں دیکھا وہ کہنے لگے ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک واضح طور پر ہمیں خدا کا

دیدار نہیں کرائیں گے پس ان سب پر بجلی گری اور وہ جل گئے حضرت موسیٰ علیہ السلام تنہا رہ گئے تو عرض کیا اے پروردگار میں نے بنی اسرائیل میں سے ستر افراد چنے تھے اور ان سب کے ساتھ آیا تھا اب اگر میں تنہا واپس جاؤں اور انہیں بتاؤں تو میری قوم میری تصدیق نہیں کرے گی اور اگر تو چاہتا ہے کہ اس سے پہلے انہیں اور مجھے ہلاک کر سکتا تھا تو کیا تو اس کام کی وجہ سے جو ہم میں سے بے وقوف لوگوں نے کیا ہے ہمیں ہلاک کرتا ہے پس خداوند عالم نے ان سب کو ان کے مرجانے کے بعد زندہ کر دیا۔

اے جاثلیق یہ جتنے واقعات میں نے بیان کئے ہیں ان میں سے کسی ایک کو رد کرنے کی تجھ میں قدرت نہیں ہے کیونکہ یہ تورات، انجیل، زبور اور قرآن پاک میں موجود ہیں پس اگر جو شخص بھی مردے کو زندہ کرے اور مادر زاد اندھے، جذام کی بیماری والے اور دیوانے کو درست کرے تو وہ عبادت کے لائق ہے کہ خدا تو پھر ان سب کو خدا مان لو اب کیا کہتے ہو۔ جاثلیق نے عرض کیا کہ بیشک بات آپؑ ہی کی صحیح ہے یعنی جو آپ کہہ رہے ہیں و لا الہ الا اللہ۔

پھر اس کے بعد آپؑ نے راس الجالوت کا رخ کیا اور فرمایا اے یہودی میری طرف دیکھو ان دس معجزوں کے حق کا تجھے واسطہ ہے جو حضرت موسیٰ بن عمرانؑ پر نازل ہوئے کیا تورات میں محمد صلی اللہ وسلم اور ان کی امت کی خبر ملی ہے کہ جس میں لکھا ہے کہ جس وقت آخری امت آئے گی جو اونٹ کے سوار کی پیرو ہوگی جو جدت کے ساتھ نئی تسبیح نئے عبادت خانوں میں کریں گے یعنی ان کی تسبیح اس تسبیح کے علاوہ ہوگی جو سابق امتوں کی تھی پس بنی اسرائیل اس امت کی طرف اور ان کے ملک میں جا کر پناہ لیں تا کہ ان کے دل مطمئن ہو جائیں ان کے ہاتھ میں وہ تلواریں ہوں گی کہ جس کے ساتھ گمراہ امتوں سے اطراف زمین میں انتقام لیں گے اے یہودی کیا یہ تورات میں لکھا ہے راس الجالوت کہنے لگا ہاں ہم نے ایسا ہی وہاں پایا ہے۔

اس کے بعد آپؑ نے جاثلیق سے فرمایا اے نصرانی تیرا کتاب شعیا کے متعلق علم کیسا ہے وہ کہنے لگا اسے میں حرف بحرف جانتا ہوں آپؑ نے جاثلیق اور راس الجالوت سے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ اس کا کلام ہے اے قوم میں نے گدھے کے سوار کی صورت دیکھی ہے جب کہ اس نے نور کا لباس پہنا ہوا ہے اور میں نے اونٹ کے سوار کو دیکھا ہے کہ جس کی روشنی چاند کی روشنی کی طرح ہے کہنے لگے یہ سچ ہے شعیا نے ایسا ہی کیا ہے۔

حضرت رضاؑ نے فرمایا اے نصرانی کیا تمہیں حضرت عیسیٰؑ کا یہ ارشاد انجیل میں معلوم ہے کہ میں تمہارے پروردگار اور اپنے پروردگار کی طرف جاؤں گا اور بار قلیطا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئیں گے اور وہ ایسی شخصیت ہے جو میرے متعلق حق کی گواہی دیں گے جس طرح کہ میں نے ان کے لیے گواہی دی ہے اور وہ ایسے بزرگوار ہیں جو تمہارے لیے ہر چیز کی تفسیر کریں گے اور وہ وہی ہیں جو امتوں کی فضیحتوں اور رسوائیوں کو ظاہر کریں گے اور وہی بزرگ ہیں جو کفر کے ستون توڑیں گے۔

پس جاثلیق نے کہا کہ جس جس چیز کا آپؑ نے انجیل میں سے ذکر کیا ہے ہم اس کا اقرار کرتے ہیں آنجنابؑ نے فرمایا کہ یہ انجیل میں ہے؟ اس نے عرض کیا کہ ہاں حضرتؑ نے فرمایا اے جاثلیق کیا مجھے پہلی انجیل کے متعلق نہیں بتاتے جب کہ وہ مفقود اور گم ہو گئی تھی اس کو کس کے ہاں تم نے پایا اور کس نے تمہارے لیے موجودہ انجیل وضع کی اور جاثلیق نے کہا کہ ہم نے صرف ایک دن انجیل

کو مفقود و گم کیا تھا پھر ہم نے اسے تر و تازہ پایا اسے یوحنا اور متی باہر نکال لائے حضرت رضا نے فرمایا تیرے معلومات انجیل اور علماء انجیل کے متعلق کتنے کم ہیں پس اگر اسی طرح ہو جیسے تو کہتا ہے تو تم نے انجیل میں کیوں اختلاف کیا ہے اور یہ اختلاف اس انجیل میں ہے جو آج تمہارے ہاتھ میں ہے پس اگر یہ عہد اول پر باقی ہوتی اور یہ پہلی انجیل ہوتی تو پھر اس میں اختلاف نہ ہوتا لیکن میں اس کا علم تجھے یاد کراتا ہوں واضح ہو کہ جب پہلی انجیل مفقود ہو گئی تو نصاریٰ اپنے علماء کے پاس جمع ہوئے اور کہنے لگے کہ عیسیٰ بن مریم تو قتل ہو گئے ہیں اور ہم انجیل کو بھی مفقود اور کھو بیٹھے ہیں آپ ہمارے علماء ہیں پس تمہارے پاس کیا ہے۔

الوقا اور مرقابوس نے کہا کہ انجیل ہمارے سینہ میں موجود ہے ہم اسے سفر بسفر سینہ سے باہر نکالیں گے جس کسی کے حق میں ہے لہٰذا تم اس پر محزون نہ ہو اور گرجوں وکنیسوں کو اس سے خالی نہ رکھو پس ہم انجیل کی تلاوت تمہارے سامنے کریں گے جس کسی کے حق میں نازل ہوئی ہے سفر بسفر یہاں تک تمام کو جمع کر لیں گے پس الوقا و مرقابوس یوحنا اور متی نے تمہارے لیے یہ انجیل بنائی ہے بعد اس کے کہ تم پہلی انجیل کو مفقود کر بیٹھے ہو اور یہ چاروں آدمی پہلے علماء کے شاگرد تھے کیا یہ تمہیں معلوم ہوا جاثلیق کہنے لگا پہلے مجھے اس کا علم نہیں تھا اب میں جان گیا ہوں اور مجھ پر واضح ہو گیا ہے کہ آپ کا عالم انجیل ہونا اور میں نے کچھ ایسی چیزیں بھی سنی ہیں کہ جنہیں آپ جانتے ہیں کہ میرا دل ان کی حقیقت کی گواہی دیتا ہے اور میں انہیں کچھ زیادہ سمجھنا چاہتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا ان لوگوں کی شہادت تیرے نزدیک کیسی ہے کہنے لگا جائز اور مسموع ہے کیونکہ یہ لوگ انجیل کے عالم ہیں اور جو کچھ یہ شہادت دیں وہ حق ہے پس امام رضا نے مامون اور دوسرے لوگوں میں سے حاضرین سے فرمایا کہ گواہ اور شاہد رہنا وہ کہنے لگے ہم گواہ ہیں پس آپ نے جاثلیق سے فرمایا فرزند اور اس کی ماں کے حق کی قسم یعنی عیسیٰ و مریم کیا تمہیں معلوم ہے کہ متی نے کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ داؤد بن ابراہیم بن اسحاق بن یعقوب بن یہود بن ہارون کے بیٹے ہیں اور مرقابوس نے عیسیٰ بن مریم کے نسب میں کہا ہے کہ عیسیٰ کلمہ خدا ہے جس نے حلول کیا ہے آدمی کے جسم میں پس انسان ہو گیا ہے۔

اور الوقا نے کہا ہے کہ عیسیٰ بن مریم اور ان کی والدہ دو انسان تھے گوشت و خون سے پس روح القدس ان میں داخل ہوا اے جاثلیق کیا تو اس کا قائل ہے کہ خود جناب عیسیٰ کی شہادت اپنے حق میں ہے کہ جس نے کہا ہے کہ میں تم سے کہتا ہوں اے حواریین کا گروہ کہ آسمان کی طرف صعود نہیں کرتا مگر وہ جو آسمان سے نازل ہوا ہے سوائے اونٹ سوار خاتم انبیاء کے پس بیشک وہ آسمان کی طرف جا کر پلٹ آئے گا اس قول کے متعلق کیا کہتے ہو۔؟

جاثلیق کہنے لگا یہ عیسیٰ کا ارشاد ہے ہم اس کا انکار نہیں کرتے حضرتؑ نے فرمایا کہ کیا کہتے ہو اس شہادت کے متعلق جو الوقا، مرقابوس اور متی نے عیسیٰ پر دی ہے اور جس چیز کی نسبت ان سے دی ہے جاثلیق کہنے لگا انہوں نے عیسیٰ پر جھوٹ باندھا ہے۔

حضرت رضا علیہ السلام نے فرمایا اے قوم کیا جاثلیق نے ان علماء کا تزکیہ نہیں کیا تھا اور یہ شہادت نہیں دی تھی کہ یہ علماء انجیل ہیں اور ان کا قول حق ہے۔

جاثلیق کہنے لگا اے مسلمانوں کے عالم مجھے ان علماء کے معاملہ میں معاف کیجئے حضرتؑ نے فرمایا میں نے معاف کیا اے نصرانی جو چاہو سوال کرو جاثلیق کہنے لگا اب میرے علاوہ کوئی شخص آپؑ سے سوال کرے حضرت مسیح کے حق کی قسم میں گمان نہیں کرتا کہ مسلمانوں کے علماء میں آپؑ جیسا کوئی ہو پس آپؑ نے راس الجالوت کی طرف رخ کیا اور فرمایا تو مجھ سے سوال کرے گا یا میں تجھ سے سوال کروں عرض کیا بلکہ میں ہی سوال کروں گا اور میں آپؑ کی کوئی دلیل قبول نہیں کروں گا مگر جو تورات، انجیل اور زبور داؤد سے ہو یا ایسی ہو جو صحف ابراہیم و موسیٰ میں ہے حضرتؑ نے فرمایا مجھ سے قبول نہ کرو مگر وہ چیز کہ جس سے تورات نے زبان موسیٰ بن عمران پر اور انجیل نے زبان عیسیٰ بن مریم پر اور زبور نے زبان داؤدؑ پر نطق کیا ہے۔

پس راس الجالوت کہنے لگا کہ آپ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کہاں سے ثابت کرتے ہیں، حضرت نے فرمایا کہ آپؐ کی نبوت کی گواہی حضرت موسیٰؑ بن عمران، حضرت عیسیٰؑ بن مریم اور حضرت داؤد علیہ السلام زمین میں خدا کے خلیفہ نے دی ہے۔ عرض کیا کہ آپؑ موسیٰ بن عمران کا قول ثابت کریں حضرتؑ نے فرمایا اے یہودی تجھے کیا معلوم ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو وصیت کی کہ عنقریب تمہارے پاس تمہارے بھائیوں میں سے ایک نبی آئے گا تم اس کے کلام کی تصدیق کرنا اور اس کی بات کو سننا پس کیا تمہیں بنی اسرائیل کے بھائی علاوہ اولاد اسماعیل کے معلوم ہیں اگر تم جانتے اور پہچانتے ہو یعقوب کے اسماعیل سے رشتہ وقرابت سبب اور عزیزداری کو جو کہ ان کے درمیان ابراہیم کی طرف سے تھی راس الجالوت کہنے لگا ہاں یہ موسیٰ علیہ السلام کا قول ہے اور ہم اسے رد نہیں کرتے حضرتؑ نے فرمایا آیا بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سوائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی نبی ہے کہنے لگا کہ نہیں، حضرت نے فرمایا کیا یہ تمہارے ہاں صحیح نہیں ہے عرض کیا ہاں صحیح ہے لیکن میں پسند کرتا ہوں کہ آپ محمدؐ کی نبوت کو تورات سے صحیح ثابت کریں حضرتؑ نے فرمایا کہ تم انکار کرتے ہو کہ تورات میں ہے **جاء النور من جبل طور سیناء واضاء لنا من جبل ساعیر واستعلن علینا من جبل فاران** یعنی نور طور سینا پہاڑ آیا اور اس نے ہمیں روشنی دی ساعیر پہاڑ سے اور ہم پر آشکار ہوا فاران پہاڑ سے۔

راس کہنے لگا کہ ان الفاظ کو تو پہچانتا ہوں لیکن ان کی تفسیر کو نہیں جانتا حضرتؑ نے فرمایا میں تجھے بتاتا ہوں یہ جو نور سیناء پر آیا اس سے مراد وہ وحی ہے جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی طور سینا پہاڑ پر اور یہ کہ اس نے لوگوں کو روشنی دی ساعیر پہاڑ سے تو یہ وہ پہاڑ ہے کہ خدا نے حضرت عیسیٰؑ بن مریم پر وحی نازل کی جب کہ آپؑ پہاڑ کے اوپر تھے اور یہ کہ ہم پر آشکار ہوا فاران پہاڑ سے تو وہ مکہ کے پہاڑوں میں سے ایک ہے کہ اس کے اور مکہ کے درمیان ایک دن کا راستہ ہے اور شعیا نبی نے کہا تورات میں تیرے اور اصحاب کے قول کی بناء پر **رایت راکبین اضاء لهما الارض احدهما علی حمار والآخر علی الجمل** یعنی میں نے دو سوار دیکھے کہ جن کے لیے زمین روشن ہوگئی ان میں سے ایک گدھے پر سوار ہے اور دوسرا اونٹ پر پس وہ گدھے کا سوار اور اونٹ کا سوار کون ہے؟

راس الجالوت کہنے لگا کہ میں تو ان کو نہیں پہچانتا آپؑ مجھے بتائیں کہ یہ دونوں افراد کون ہیں حضرتؑ نے فرمایا کہ گدھے کے

سوار عیسٰی علیہ السلام اور اونٹ کے سوار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں کیا ان کا تورات میں ہونے کا انکار کرتے ہو اس کے بعد آپؑ نے فرمایا کیا حیقوق پیغمبرؑ کو پہچانتے ہو عرض کیا ہاں میں انہیں پہچانتا ہوں آپؑ نے فرمایا اور تمہاری کتاب میں لکھا ہے کہ خداوند عالم فاران پہاڑ سے بیان لایا اور آسمان احمد اور اس کی امت کی تسبیح سے پر ہو گئے وہ اپنے گھوڑے سمندر میں اسی طرح لے جائے گا جس طرح کہ خشکی پر لے جائے گا وہ ہمارے پاس تازہ کتاب لے کر آئے گا بیت المقدس کے خراب ہونے کے بعد اور تازہ کتاب سے مراد قرآن ہے آیا اسے پہچانتے ہو اور اس کی تصدیق کرتے ہو۔؟

راس الجالوت نے کہا کہ حیقوق پیغمبرؑ نے یہ کہا ہے اور ہم اس کے قول کا انکار نہیں کرتے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ داؤدؑ نے اپنی زبور میں کہا ہے اور تم اسے پڑھتے ہو کہ پروردگار مبعوث فرما اس شخص کو جو زمان فترت کے بعد سنت کو برپا کرے یعنی آثار نبوت کے ختم ہونے اور دین کے مٹ جانے کے بعد پس کیا کسی پیغمبر کو جانتے ہو کہ جس نے سنت کو زمان فترت کے بعد قائم کیا ہو سوائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے، راس الجالوت کہنے لگا یہ داؤد کا قول ہے اور اسے جانتے ہیں اور اس کا انکار نہیں کرتے لیکن ان کا مقصود اس کلام سے عیسٰیؑ ہے اور اس کا زمانہ فترت ہے۔

حضرت نے فرمایا تو جاہل ہے اور یہ نہیں جانتا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے سنت (پہلے دستور) کی مخالفت نہیں کی اور وہ تورات کی سنت کے موافق تھے یہاں تک کہ خداوند عالم اسے آسمان پر لے گیا اور یہ بات انجیل میں لکھی ہوئی ہے کہ ابن برہ (نیک عورت کا بیٹا) جانے والا ہے اور بارقلیطا اس کے بعد آنے والا ہے اور وہ بوجھ ہلکے کر دے گا اور وہ تمہارے لیے ہر چیز کی تفسیر کرے گا اور میرے لیے اسی طرح گواہی دے گا جس طرح میں نے اس کی گواہی دی ہے میں تمہارے لیے امثال ضرب المثلین لایا ہوں اور وہ تمہارے لیے تاویل لے کر آئے گا آیا ان باتوں کی انجیل میں ہونے کی تصدیق کرتے ہو کہنے لگا کہ ہاں اور میں ان کا انکار نہیں کرتا پس حضرت رضاؑ نے فرمایا اے راس الجالوت میں تجھ سے تیرے پیغمبر موسیٰ بن عمرانؑ کے متعلق سوال کرتا ہوں عرض کیا کہ سوال کیجئے فرمایا کہ موسیٰؑ کی نبوت کے اثبات کے لیے تمہارے پاس کونسی دلیل ہے وہ کہنے لگا کہ میری دلیل یہ ہے کہ جناب موسیٰ وہ معجزہ لائے جو پہلے آپؑ سے انبیاء میں سے کوئی نہ لایا فرمایا کون سا معجزہ لایا تھا عرض کیا دریا کا چیرنا اور عصا کا آپ کے ہاتھ پر اژدہا ہونا اور عصا کو پتھر مارنا اور اس سے چشموں کا جاری ہونا اور ید بیضا دیکھنے والوں کے لیے باہر نکالنا اور دیگر اس قسم کی علامات کہ جن پر مخلوق قادر نہیں ہے۔

حضرت نے فرمایا سچ کہتے ہو کہ ان کی نبوت کی صحت اور دلیل یہ تھی کہ وہ ایسی چیزیں لائے کہ جس قسم کی چیزوں کی مخلوق قدرت نہیں رکھتی تھی تو کیا ایسا نہیں کہ جو شخص دعویٰ نبوت کرے اور اس کے بعد ایسی چیزیں لائے کہ جیسی چیزوں پر مخلوق قدرت نہ رکھتی ہو تو تم پر اس کی تصدیق واجب ہے؟ کہنے لگا کہ نہیں کیونکہ موسیٰؑ کی نظیر نہ تھی بسبب اس مقام و مرتبہ کے جو انہیں بارگاہ ایزدی میں حاصل تھا اور ہم پر واجب نہیں کہ ہم اقرار و اعتراف کریں ہر اس شخص کی نبوت کا جو نبی ہونے کا دعویٰ کرے جب تک کہ وہ حضرت موسیٰؑ جیسا معجزہ نہ لے آئے حضرتؑ نے فرمایا پھر تم نے کس طرح اقرار کر لیا ہے ان انبیاء کی نبوت کا جو موسیٰ علیہ السلام سے پہلے تھے حالانکہ نہ

انہوں نے دریا میں شگاف کیے نہ پتھر سے بارہ چشمے جاری کیے اور نہ ہی ان کے ہاتھوں سے موسیٰ علیہ السلام کی طرح ید بیضاء نکلا اور نہ عصا کو اژدہا کیا۔

اس یہودی نے عرض کیا کہ میں آپؑ سے کہہ چکا ہوں جب وہ اپنی نبوت پر ایسی علامات ومعجزہ لے آئیں کہ مخلوق اس جیسے کام کرنے کی قدرت نہ رکھتی ہے اگر چہ وہ ایسا معجزہ لے آئیں جو موسیٰ علیہ السلام نہ لائے ہوں یا اس طریقہ پر لے آئیں جس طریقہ پر موسیٰ علیہ السلام نہیں لائے تھے تو بھی ان کی تصدیق ضروری اور واجب ہے، حضرت نے فرمایا اے راس الجالوت پس کیا مانع اور رکاوٹ ہے حضرت عیسیٰؑ بن مریم کی نبوت کے اقرار واعتراف کرنے میں حالانکہ اس نے مردہ کو زندہ کیا، مادرزاد اندھے کو بینا کیا، برص کی بیماری والے کو درست کیا اور مٹی سے پرندہ کی شکل بنا کر اس میں پھونکتے تو خدا کے حکم سے وہ پرواز کرنے لگتا۔

راس الجالوت کہنے لگا یہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ ایسا کرتے تھے لیکن ہم نے اسے نہیں دیکھا حضرتؑ نے فرمایا کیا تو گمان رکھتا ہے کہ جو معجزے جناب موسیٰ لے آئے وہ تو نے آنکھوں سے دیکھے تھے کیا ایسا نہیں کہ جناب موسیٰ علیہ السلام کے معتمد اصحاب سے تجھے خبر ملی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایسا کرتے تھے عرض کیا جی ہاں، آپ نے فرمایا پھر عیسیٰ بن مریم کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے اخبار متواتر آئے ہیں کہ وہ ایسا ایسا کرتے تھے تو پھر کس بناء پر تم موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق تو کرتے ہو اور عیسیٰ علیہ السلام کی نہیں کرتے راس الجالوت جواب نہ دے سکا حضرتؑ نے فرمایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معاملہ اور جو معجزات آپؐ لے کر آئے وہ بھی اس طرح ہے بلکہ ہر نبی کہ جس کو خدا نے مبعوث بر رسالت کیا ہے اس کا معاملہ اسی طریقہ پر ہے، جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات وآیات میں سے یہ ہے کہ آنحضرتؐ یتیم فقیر چرواہے اور اجیر تھے کسی کتاب کی تعلیم حاصل نہیں کی تھی اور نہ کسی استاد سے سیکھا ہے پس ایسی کتاب لائے کہ جس میں انبیاء کے واقعات اور ان کی خبریں حرف بحرف ہیں اور گزرے ہوئے لوگوں کی اور قیامت تک آنے والے لوگوں کی خبریں ہیں اور آنحضرتؐ نے لوگوں کو ان کے اسرار پنہانی اور ہر اس عمل کی جو اپنے گھروں میں کرتے تھے خبر دی بلکہ آپؐ بہت سے آیات ومعجزات لے کر آئے کہ جنہیں شمار نہیں کیا جا سکتا۔

راس الجالوت کہنے لگا عیسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر ہمارے ہاں صحت کو نہیں پہنچی اور ہمارے لیے صحیح نہیں کہ ہم ان دو افراد کے لیے اقرار کریں اس چیز کی وجہ سے جو ہمارے نزدیک درجہ صحت کو نہیں پہنچ سکی۔

حضرتؑ نے فرمایا پس جھوٹ بولا ہے ان گواہوں نے جنہوں نے گواہی دی ہے عیسیٰ ومحمدؐ کے لیے یعنی وہ انبیاء کہ جن کے کلام کو بیان کیا ہے کہ جنہوں نے ان کا اقرار کیا ہے وہ یہودی جواب سے عاجز آ گیا اور اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

پھر آپؑ نے ہربز اکبر کو اپنے پاس بلایا جو کہ آتش پرستوں کا بڑا تھا اور اس سے فرمایا کہ مجھے زرتشت کے متعلق بتا کہ جس کے متعلق تیرا گمان ہے کہ وہ پیغمبر تھا تیرے پاس اس کی نبوت کیا دلیل ہے؟

عرض کیا کہ وہ ایسا معجزہ لے کر آیا جو دوسرے اس کے پیشرو نہیں لائے اور ہم نے دیکھا تو نہیں لیکن گزشتہ لوگوں سے ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ اس نے ہمارے لیے اس چیز کو حلال کیا ہے کہ جسے اس کے علاوہ کسی نے حلال نہیں کیا، پس ہم نے اس کی پیروی کی ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ اس طرح ہے کہ چونکہ تمہارے پاس اخبار آئے ہیں اور تم تک پہنچے ہیں تو تم نے اپنے پیغمبر کی پیروی کر لی ہے اس نے کہا کہ جی ہاں آپؑ نے فرمایا کہ باقی گزشتہ امتوں کے پاس بھی اخبار پہنچے ہیں ان چیزوں کے متعلق جو کہ دیگر پیغمبر اور موسیٰؑ وعیسیٰؑ ومحمدؐ لے آئے ہیں پس تمہارے پاس ان کے اقرار نہ کرنے میں کیا عذر ہے کیونکہ تمہارا زرتشت کے لیے اقرار کرنا اخبار متواتر کی وجہ سے تھا کہ وہ ایسی چیزیں لایا جو دوسرے نہیں لائے ہر بزلا جواب ہو گیا اور دوسری کوئی بات نہ کر سکا۔

پھر حضرتؑ نے فرمایا اے قوم اگر تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو اسلام کے مخالف ہو اور کوئی سوال کرنا چاہے تو بغیر شرم وخجالت کے سوال کرے پس عمران صابی کھڑا ہو گیا جو کہ متکلمین میں سے ایک تھا اور کہنے لگا اے عالم اور لوگوں میں سے دانا اگر یہ نہ ہوتا کہ آپؑ نے خود ہمیں سوال کرنے کے لیے پکارا اور کچھ پوچھنے کی دعوت دی ہے تو میں آپؑ سے سوال کرنے کا اقدام نہ کرتا میں اس میں شک نہیں کہ میں کوفہ و بصرہ شام اور جزیرہ میں گیا ہوں اور میں متکلمین سے گفتگو کی ہے اب تک مجھے کوئی ایسا نہیں مل سکا جو کسی ایک کو ثابت کر سکے کہ جس کا غیر کوئی نہیں اور جو اپنی وحدانیت پر قائم ہو گیا مجھے اجازت ہے کہ آپؑ سے سوال کروں۔؟

حضرتؑ نے فرمایا کہ اگر اس مجمع میں کوئی عمران صابی ہے تو وہ تو ہی ہے عرض کیا جی ہاں میں عمران صابی ہوں، حضرت نے فرمایا سوال کر و اے عمران لیکن انصاف کو اپنا پیشہ بناؤ اور کلام فاسد و جور سے پرہیز کرو۔

کہنے لگا اے میرے سید وآقا خدا کی قسم میں ارادہ نہیں رکھتا مگر اس چیز کا کہ آپؑ میرے لیے ثابت کریں ایسی چیز کو کہ جس سے میں چمٹ جاؤں اور اس سے تجاوز نہ کروں، حضرتؑ نے فرمایا سوال کرو اس چیز سے جو تمہارے لیے واضح وآشکار ہے پس لوگوں نے اژدہام کیا اور اکٹھے ہو گئے اور بعض بعض سے جا ملے عمران کہنے لگا کہ مجھے کائن اول اور جو کچھ اس نے خلق کیا ہے اس کی خبر دیں۔

آپؑ نے فرمایا تو نے سوال کیا ہے تو اس کا جواب سن۔ مولف کہتا ہے کہ حضرتؑ نے اس کا جواب مفصل دیا اس نے دوبارہ سوال کیا اور حضرتؑ نے جواب دیا اور اسی طرح کلام طولانی میں گفتگو ہوئی کہ جس کا نقل کرنا وضع کتاب کے منافی ہے یہاں تک کہ نماز کا وقت آ گیا، حضرتؑ نے مامون کی طرف رخ کیا اور فرمایا کہ نماز کا وقت آ گیا ہے عمران نے عرض کیا اے میرے مولا میرے مسئلے کو قطع نہ کیجئے کیونکہ میرا دل نرم ورقیق ہو چکا ہے اس معنی میں کہ قریب ہے کہ مطلب مجھے معلوم ہو جائے اور اسلام لے آؤں حضرتؑ نے فرمایا ہم نماز پڑھ کر واپس آئیں گے، پس آنجناب اور مامون اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے اور حضرتؑ نے مکان کے اندر نماز پڑھی اور لوگوں نے باہر محمد بن جعفر کے ساتھ نماز ادا کی پس حضرتؑ اور مامون باہر نکلے اور آپؑ نے اپنی مجلس کی طرف رخ کیا اور واپس آئے اور عمران کو بلایا اور فرمایا سوال کرو اے عمران اس نے سوال کیا اور حضرت نے جواب دیا اور وہ مسلسل سوال کرتا رہا اور حضرتؑ جواب دیتے گئے یہاں تک کہ آپؑ نے فرمایا اے عمران کیا سمجھ گئے ہو عرض کیا ہاں اے میرے سید وسردار میں سمجھ گیا اشهد ان الله تعالیٰ علی ما وصفته و وحدته وان محمد عبده المبعوث بالهدی و دین الحق یعنی عمران نے کلمہ شہادتین زبان پر جاری کیا اور قبلہ رخ سجدہ میں گر پڑا اور اسلام لے آیا۔

حسن بن محمد نوفلی راوی کہتا ہے کہ جب متکلمین نے عمران صابی کی گفتگو کو سنا، حالانکہ وہ ایسا جدلی ومناظرہ تھا کہ ہرگز کسی نے اس کی دلیل کو نہیں توڑا تھا پھر کوئی دوسرا اعلماء ادیان وارباب مقالات میں سے حضرتؑ کے قریب آیا اور کسی چیز کے متعلق کسی نے سوال نہ کیا اور شام ہوگئی۔

پس مامون اور حضرت امام رضاؑ اُٹھ کر مکان کے اندر چلے گئے اور لوگ منتشر ہوگئے اور میں اصحاب کی اس جماعت میں سے تھا کہ جنہیں محمد بن جعفر نے بھیجا تھا میں اس کے پاس حاضر ہوا تو کہنے لگا اے نوفلی تو نے اپنے رفیق اور ساتھی کی گفتگو دیکھی خدا کی قسم میں گمان نہیں کرتا کہ علیؑ بن موسیٰ علیہ السلام ان مطالب میں سے کبھی کسی میں داخل ہوئے ہوں جو آج بیان کئے ہیں اور مدینہ میں ہمارے درمیان یہ مشہور نہیں کہ حضرتؑ نے کبھی تکلم کیا ہو یا اصحاب کلام آپؑ کے پاس جمع ہوئے ہوں میں نے کہا حاجی لوگ آپؑ کے پاس آتے تھے اور اپنے حلال وحرام کے مسائل ان سے پوچھتے تھے اور آپؑ انہیں جواب دیتے تھے اور بعض اوقات آپؑ کے پاس کوئی آتا کہ جس سے آپؑ مجادلہ ومحاسبہ کرتے تھے، محمد بن جعفر کہنے لگا اے ابومحمد میں ڈرتا ہوں کہ یہ شخص یعنی مامون اس پر حسد کرے اور اس کو زہر دے یا کسی مصیبت میں مبتلاء کردے تم اشارہ کرنا کہ وہ اس قسم کی باتوں سے اپنی نگاہداری کریں اور اس قسم کی مطالب بیان نہ فرمائیں، میں نے کہا کہ وہ میری بات قبول نہیں فرمائیں گے۔

اس شخص یعنی مامون کی مراد ومقصد ان کا امتحان کرنا تھا کہ اسے معلوم ہو کہ آیا ان کے پاس ان کے آباؤ اجداد کے علوم میں سے کچھ ہے کہ نہیں محمد بن جعفر کہنے لگا کہ ان سے کہنا کہ آپ کا چچا ناپسند کرتا ہے کہ آپ اس باب میں داخل ہوں اور وہ دوست رکھتا ہے کہ وہ ان چیزوں سے کئی جہات سے نگاہداری کریں راوی کہتا ہے کہ جب میں امامؑ رضاؑ کے دولت سرا گیا تو میں نے آپؑ کو وہ باتیں بتائیں جو ان کے چچا محمد بن جعفر نے کہی تھی حضرتؑ نے تبسم کیا اور فرمایا خداوند عالم میرے چچا کی حفاظت کرے میں خوب جانتا ہوں کہ وہ میری ان باتوں کو کیوں پسند نہیں کرتے، پھر فرمایا اے لڑکے عمران صابی کے پاس جاؤ اور اسے میرے پاس لے آؤ میں نے کہا آپؑ پر قربان جاؤں میں اس کی جگہ کو جانتا ہوں وہ ہمارے بعض شیعہ بھائیوں کے پاس ٹھہرا ہوا ہے حضرت نے فرمایا کوئی حرج نہیں کوئی سواری لے جاؤ اور اسے لے آؤ، میں گیا اور اسے لے آیا حضرتؑ نے اسے مرحبا کہا اور لباس منگوا کر اسے خلعت دی اور سواری اسے مرحمت فرمائی اور دس ہزار درہم منگوا کر اسے دیئے میں نے کہا آپ پر قربان جاؤں آپؑ نے اپنے جد امیر المومنین والا فعل انجام دیا ہے فرمایا ہم اسی طرح پسند کرتے ہیں پھر حکم دیا اور شام کا کھانا لایا گیا مجھے آپؑ نے اپنی دائیں طرف اور عمران کو اپنی بائیں طرف بٹھایا جب ہم کھانا کھانے سے فارغ ہوئے تو عمران سے فرمایا جاؤ خدا تمہارا مددگار ہو اور صبح ہمارے پاس آنا تا کہ ہم تمہیں مدینہ کا کھانا کھلائیں، اس کے بعد عمران کا یہ دستور تھا کہ اصحاب متکلمین اس کے پاس جمع ہوجاتے اور اس سے بحث وتکلم کرتے اور وہ ان باتوں کو باطل کردیتا یہاں تک کہ ان لوگوں نے اس سے دوری اختیار کرلی اور مامون نے بھی دس ہزار درہم عمران کو عطا کئے اور فضل نے کچھ مال اور سواری کا گھوڑا دیا اور حضرت رضاؑ نے اسے بلخ کے موقوفات کا متولی بنادیا پس بہت سا عطیہ اس کو مل گیا۔

چھٹی فصل

امام رضاؑ کی شہادت کے اخبار اور اس جگر گوشہ رسول خداؐ کی شہادت کی کیفیت

مولف کہتا ہے کہ ہم اس فصل میں اس پر اکتفاء کرتے ہیں جو علامہ مجلسیؒ نے جلاء العیون میں تحریر فرمایا ہے ابن بابویہ نے سند معتبر کے ساتھ روایت کی ہے کہ اہل خراسان میں سے ایک شخص امام رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے جناب رسالتمآبؐ کو خواب میں دیکھا ہے اور آپؐ نے مجھ سے فرمایا ہے تم اہل خراسان کی کیا حالت ہوگی جس وقت کہ تمہاری زمین میں میرے بدن کے ٹکڑے کو دفن کریں گے اور میری امانت تمہارے سپرد کریں گے اور تمہاری زمین میں میرا ستارہ ڈوب جائے گا حضرتؑ نے فرمایا وہ میں ہوں جو تمہاری زمین میں دفن ہونگا اور میں تمہارے پیغمبرؐ کے بدن کا ٹکڑا ہوں اور میں نجم فلک امانت وہدایت ہوں جو شخص میری زیارت کرے اور میرا حق پہچانے اور میری اطاعت اپنے اوپر لازم قرار دے تو میں میرے آباؤ اجداد قیامت کے دن اس کے شفیع ہونگے وہ ضرور نجات پائے گا چاہے اس کے ذمہ جن وانس کے گناہ ہوں بیشک مجھے خبر دی گئی ہے میرے باپ نے اپنے آباؤ اجداد سے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مجھے خواب میں دیکھے اس نے مجھے ہی دیکھا ہے کیونکہ شیطان میری شکل میں متشکل نہیں ہوسکتا اور نہ میرے کسی وصی کی شکل میں اور نہ ہی ہمارے کسی خالص شیعہ کی شکل میں کیونکہ سچا خواب نبوت کے ستر اجزاء میں سے ایک جز ہے۔

دوسری معتبر سند کے ساتھ آنجنابؑ سے منقول ہے آپؑ نے فرمایا خدا کی قسم ہم اہل بیتؑ میں سے کوئی ایسا شخص نہیں مگر یہ کہ وہ قتل ہوگا اور شہید کر دیا جائے گا عرض کیا گیا اے فرزند رسولؐ آپؑ کو کون شہید کرے گا آپؑ نے فرمایا میرے زمانہ میں بدترین مخلوق خدا مجھے زہر سے شہید کریگا اور یار و دیار سے دور مجھے زمین غریب ومسافرت میں دفن کرے گا پس جو شخص اس غربت میں میری زیارت کرے گا تو خداوند عالم ایک لاکھ شہید، ایک لاکھ صدیق اور ایک لاکھ حج وعمرہ کرنے والے اور ایک لاکھ جہاد کرنے والے کا اجر اس کے لیے تحریر کرے گا اور وہ ہمارے زمرے میں محسوب ہوگا اور درجات عالیہ بہشت میں ہمارا رفیق وساتھی ہوگا۔

نیز سند معتبر کے ساتھ حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ میرے بدن کا ایک ٹکڑا خراسان کی زمین میں دفن ہوگا جو مومن اس کی زیارت کرے گا تو بیشک جنت اس کے لیے واجب اور جہنم کی آگ اس کے بدن پر حرام ہے۔

نیز سند معتبر سے حضرت صادق سے روایت ہے آپؑ نے فرمایا میرے بیٹے موسیٰ سے ایک بیٹا پیدا ہوگا کہ جس کا نام امیر المومنین کے نام کے مطابق ہوگا اور اسے خراسان میں لے جا کر زہر سے شہید کریں گے اور غربت و مسافرت میں اسے دفن کریں گے جو کوئی اس کی زیارت کرے گا اور اس کے حق کو پہچانتا ہوگا تو خداوند عالم اسے ان اشخاص جیسا اجر دے گا کہ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے راہ خدا میں اپنی جان و مال خرچ کیا ہے۔

نیز سند معتبر کے ساتھ امیر المومنین سے منقول ہے آنجنابؑ نے فرمایا کہ میری اولاد میں سے ایک شخص خراسان میں زہر ظلم وعدوان سے شہید ہوگا کہ جس کا نام میرے نام کے مطابق ہے اور اس کے باپ کا نام موسیٰ بن عمران کے موافق ہے جو شخص اس کی اس غربت میں زیارت کرے تو خداوند عالم اس کے گزشتہ اور آئندہ گناہ معاف کر دے گا اگر چہ وہ آسمان کے ستاروں اور بارش کے قطروں اور درختوں کے پتوں کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔

نیز علامہ مجلسی نے اپنی دوسری کتاب میں سند معتبر کے ساتھ امام رضاؑ سے نقل کیا آپ نے فرمایا کہ عنقریب میں ظلم و ستم کے ساتھ زہر سے شہید ہوں گا اور ہارون الرشید کے پہلو میں دفن ہوں گا اور خداوند عالم میری قبر کو شیعوں اور میرے دوستوں کے آنے جانے کی جگہ قرار دے گا پس جو شخص اس عالم غربت میں میری زیارت کرے گا تو اس کی طرف سے واجب و ضروری ہو جائے گا کہ میں قیامت کے دن اس کی زیارت کروں اور میں قسم کھاتا ہوں اس خدا کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت کے ساتھ عزت بخشی ہے انہیں تمام مخلوق میں سے منتخب قرار دیا ہے کہ جو شخص تم شیعوں میں سے دو رکعت نماز میری قبر کے پاس ادا کرے گا تو بیشک وہ خدا کے ہاں قیامت کے دن کے بخشے جانے کا مستحق ہوگا اور اس خدا کے حق کی میں قسم کھاتا ہوں کہ جس نے ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امامت کے ساتھ عزت دی ہے اور ہمیں آنحضرتؐ کی وصیت کے ساتھ مخصوص قرار دیا ہے کہ میری زیارت کرنے والے قیامت کے دن ہر گروہ سے زیادہ گرامی و باعزت ہوں گے اور جو شخص میری زیارت کرے اور اس کے چہرہ پر بارش کا ایک قطرہ گرے تو بیشک خدا اس کے جسم پر جہنم کی آگ کو حرام قرار دے گا۔

باقی رہی اس جگر گوشہ رسول خداؐ کی شہادت کی کیفیت ابو الصلت کی روایت ہے مطابق تو وہ اس طرح ہے ابو الصلت کہتا ہے کہ میں ایک دن امام رضاؑ کی خدمت میں کھڑا ہوا تھا تو آپؑ نے فرمایا کہ ہارون الرشید کے گنبد میں داخل ہو جا اور اس کی قبر کے چاروں طرف سے ایک مٹھی بھر مٹی اٹھا لا تو جب میں وہ مٹی لے آیا جو اس کے آگے پیچھے سے میں نے اٹھائی تھی تو آپؑ نے اسے سونگھ کر پھینک دیا اور فرمایا کہ مامون یہ چاہے گا کہ اپنے باپ کی قبر کو میری قبر کا قبلہ قرار دے اور مجھے اس جگہ دفن کرے تو ایک سخت قسم کا بڑا پتھر ظاہر ہوگا کہ اگر خراسان کے سب ہتھوڑے اس کے اکھاڑنے کے لیے جمع ہو جائیں تو وہ اسے نہیں اکھیڑ سکیں گے پھر آپؑ نے سر کی طرف اور پائنتی کی طرف کی مٹی کو سونگھا تو بھی اسی طرح فرمایا جب قبلہ کی طرف کی مٹی کو سونگھا تو فرمایا عنقریب میری قبر اس جگہ کھودیں گے پس ان سے کہنا کہ سات سیڑھی کے برابر زمین کے نیچے تک کھودیں اور اس کے لحد دو ہاتھ اور ایک بالشت بنائیں کہ خداوند عالم جتنا چاہیں گے اسے کشادہ کر دے گا اور جنت کے باغوں میں سے اسے ایک باغ بنائے گا

اس وقت سر کی طرف سے کچھ رطوبت ظاہر ہوگی پس جو دعا میں تجھے تعلیم دیتا ہوں وہ پڑھنا، یہاں تک کہ قدرت خدا سے وہاں پانی جاری ہوجائے گا اور لحد اس پانی سے پر ہوجائے گی اور چند چھوٹی مچھلیاں اس پانی میں ظاہر ہوں گی تو یہ روٹی جو تمہارے سپرد کررہا ہوں ٹکڑے کر کے اس پانی میں ڈال دینا کہ جسے وہ مچھلیاں کھالیں گی اس وقت ایک بڑی مچھلی ظاہر ہوگی جو ان چھوٹی مچھلیوں کو کھانے کے بعد غائب ہوجائے گی اس وقت اپنا ہاتھ پانی پر رکھ کر یہ دعا پڑھنا جو میں تجھے تعلیم کرنے لگا ہوں تا کہ وہ پانی زمین میں جذب اور قبر خشک ہوجائے اور یہ سب کام مامون کی موجودگی میں کرنا اور فرمایا کہ میں کل اس فاجر کی مجلس میں جاؤں گا اگر میں سر ڈھانکے بغیر باہر آؤں تو مجھ سے بات کرنا اور اگر میں نے کسی چیز سے سر کو ڈھانپا ہوا ہو تو پھر مجھ سے بات نہ کرنا۔

ابوالصلت کہتا ہے کہ جب دوسرے دن امام رضا صبح کی نماز پڑھ چکے تو اپنا لباس پہنا اور محراب میں بیٹھ گئے اور آپؑ منتظر رہے یہاں تک کہ مامون کے غلام آپؑ کو بلانے کے لیے آئے اس وقت آپؑ نے جوتا پہنا اور اپنی ردائے مبارک دوش اقدس پر ڈالی اور مامون کی مجلس میں تشریف لے گئے اور میں حضرتؑ کے ساتھ تھا اس وقت کئی طبق مختلف میوہ جات کہ اس کے پاس رکھے تھے اور وہ انگوروں کا ایک خوشہ اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے تھا کہ جس کے کچھ دانوں میں سوئی کے تاگے کے ساتھ زہر کو گزارا گیا تھا اور ان میں سے کچھ دانے جو زہر آلود نہ تھے تہمت دور کرنے کے لیے ان میں سے خود کھا رہا تھا جب اس لعین کی نگاہ حضرتؑ پر پڑی تو مشتاقانہ اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور آپ کی گردن مبارک میں باہیں ڈال دیں اور اس قرۃ العین مصطفیٰؐ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور جو کچھ ظاہری اکرام و احترام کے لوازمات تھے ان میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا آپؑ کو اپنی مسند پر بٹھایا اور وہ انگور کا خوشہ آپؑ کے ہاتھ میں دیا اور کہنے لگا اے فرزند رسولؐ میں نے ان سے بہتر انگور نہیں دیکھے، حضرتؑ نے ارشاد فرمایا شاید جنت کے انگور اس سے بہتر ہیں مامون نے کہا کہ ان انگوروں میں سے تناول فرمائیں آپؑ نے فرمایا مجھے ان انگوروں کے کھانے سے معافی دو، مامون نے بہت اصرار کیا اور کہنے لگا کہ ضرور ان میں کھایئے کیا آپ مجھے متہم سمجھتے ہیں باوجود اس اخلاص کے جو آپؑ مشاہدہ فرماتے ہیں یہ کیسے گمان ہیں جو آپؑ میرے متعلق رکھتے ہیں اور وہ انگوروں کا گچھا لے کر اس میں سے چند دانے کھائے اور دوبارہ آپؑ کے ہاتھ میں دے دیا اور کھانے پر زور دیا، جب اس امام مظلوم نے اس خوشہ انگوری میں سے تین دانے کھائے آپؑ کی حالت دگرگوں ہوگئی اور آپؑ نے باقی خوشہ زمین پر پھینک دیا اور متغیر الاحوال اس مجلس سے کھڑے ہوگئے مامون کہنے لگا اے پسر عم آپؑ کہاں جاتے ہیں فرمایا جدھر تو نے بھیجا ہے اور حضرتؑ حزین و غمگین و نالاں سر مبارک کو ڈھانپے ہوئے مامون کے گھر سے نکلے ابوالصلت کہتا ہے کہ میں نے آپؑ کے ارشاد کے مطابق آپؑ سے کوئی بات نہ کی یہاں تک کہ آپؑ اپنے مکان میں داخل ہوئے اور فرمایا مکان کا دروازہ بند کر دو اور رنجور نالاں آپؑ نے اپنے بستر پر تکیہ لیا جب وہ امام معصوم بستر پر قرار لے چکے تو میں نے مکان کا دروازہ بند کر دیا اور مکان کے درمیان محزون و مغموم کھڑا ہو گیا اچانک میں نے جوان خوشبو مشکیں کو مکان کے اندر دیکھا کہ ہیماتے ولایت و امامت اس کی جبین فائز الانوار سے ظاہر تھیں اور وہ سب سے زیادہ شباہت رکھتا تھا۔

امام رضا کے ساتھ پس میں اس کے پاس گیا اور اس سے سوال کیا کہ آپ کس راستہ سے مکان میں داخل ہوئے ہیں حالانکہ

میں نے تو دروازہ پختہ طریقہ سے بند کیے تھے فرمایا وہ قادر جو مجھے مدینہ سے ایک لحظہ میں طوس لے آیا اس نے بند دروازوں سے مجھے داخل مکان کیا ہے، میں نے پوچھا آپ کون ہیں فرمایا اے ابوالصلت میں تم پر حجت خدا ہوں میں محمد بن علی ہوں مدینہ سے آیا ہوں تا کہ اپنے غریب و مظلوم باپ اور معصوم مسموم کو دیکھوں اور اس کو وداع کروں اس وقت اس حجرہ کے اندر چلے گئے کہ جس میں حضرت رضا تھے جب اس امام مسموم کی نگاہ اپنے فرزند معصوم پر پڑی تو اپنی جگہ سے اٹھے اور یعقوب کی طرح اپنے یوسف گمگشتہ کو اپنی آغوش میں لیا اور اس کی گردن میں باہیں ڈال دیں اور اسے اپنے سینے سے بھینچا اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا اور فرزند معصوم کو اپنے بستر میں داخل کر لیا اور اس کے چہرہ کے بوسے لیتے تھے اور اس سے اسرار ملک و ملکوت اور خزائن علوم حی لا یموت سے کئی راز کی باتیں کرتے رہے کہ جنہیں میں نہیں سمجھ سکتا تھا اور ابواب علوم اولین و آخرین اور ودائع سید المرسلین اس کے سپرد کیے اس وقت میں نے امام رضاؑ کے لبوں پر جھاگ سا دیکھا جو برف سے زیادہ سفید تھا امام محمد تقی علیہ السلام نے اسے چاٹ لیا اور اپنا ہاتھ اپنے باپ کے سینہ کے درمیان لے گئے اور کوئی چڑیا کی طرح کی چیز باہر نکالی اور اسے نگل لیا اور پھر اس طائر قدس نے بہال ارتحال تعلقات جسمانی اپنے دامان مطہر سے جھاڑ دیئے اور رضوان قدس کے ریاض کی طرف پرواز کر گیا۔

پھر امام محمد تقیؑ نے فرمایا اے ابو الصلت اس کمرے کے اندر جاؤ اور پانی و تختہ لے آؤ میں نے عرض کیا فرزند رسولؐ اس کمرے میں نہ تو پانی ہے اور نہ تختہ آپؑ نے فرمایا جس طرح میں کہہ رہا ہوں ویسے کرو اور تجھے اس سے سروکار نہیں ہونا چاہیے جب میں اس کمرے میں گیا تو پانی اور تختہ موجود پائے آپؑ کی خدمت میں لے گیا اور میں دامن سمیٹ کر تیار ہوا کہ آنجنابؑ کو غسل دینے میں مدد کروں فرمایا دوسرا کوئی مدد کرنے والا موجود ہے ملائکہ مقربین میری امداد کریں گے تمہاری ضرورت نہیں ہے جب غسل سے فارغ ہوئے تو فرمایا کمرے میں جاؤ اور کفن و حنوط لے کر آؤ جب میں اندر گیا تو دیکھا کہ کمرے میں کفن اور حنوط ایک ٹوکری کے اوپر رکھے ہوئے ہیں حالانکہ میں نے کبھی ان چیزوں کو اس کمرے کے اندر نہیں دیکھا تھا میں انہیں اٹھا کر حضرتؑ کی خدمت میں لے آیا پس آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار کو کفن پہنایا اور ان کے مقامات سجدہ پر کافور چھڑکا اور ملائکہ کروبین اور ارواح انبیاء و مرسلین کے ساتھ اس فرزند خیر البشر پر نماز پڑھی اس وقت فرمایا تابوت میرے پاس لے آؤ میں نے عرض کیا کیا فرزند رسولؐ بڑھئی کے پاس جا کر تابوت لے آؤں فرمایا کمرے میں ہے لے آؤ جب میں مکان کے اندر گیا تو تابوت دیکھا جو میں نے وہاں کبھی نہیں دیکھا تھا کہ جیسے دست قدرت حق تعالیٰ سے سدرۃ المنتہیٰ کی لکڑی سے ترتیب دیا تھا پس حضرتؑ کو اس تابوت میں رکھا گیا اور دو رکعت نماز بجا لائے ابھی آپؑ نماز سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ تابوت قدرت حق تعالیٰ سے زمین سے الگ ہوا اور مکان کی چھت پھٹ گئی اور آسمان کی طرف اٹھ گیا اور نظر سے غائب ہو گیا جب آپؑ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ اگر مامون آیا اور مجھ سے حضرتؑ کا مطالبہ کیا تو اس کے جواب میں کیا کہوں فرمایا کہ خاموش رہو بہت جلد واپس آ جائے گا اے ابو الصلت اگر پیغمبر مشرق میں رحلت کرے اور اس کے وصی کی مغرب میں وفات ہو تو بھی خدا ان کے اجساد مطہرہ اور ارواح منورہ کو اعلیٰ علیین میں ایک دوسرے کے ساتھ جمع کرے گا حضرتؑ ابھی یہی بات کر رہے تھے کہ دوبارہ چھت پھٹی اور وہ تابوت محفوف برحمت حی لا یموت اتر آیا اور حضرت نے

اپنے پدر رفیع قدر کو تابوت سے اٹھایا اور بستر پر اس طرح سلا دیا کہ گویا انہیں غسل و کفن نہیں دیا گیا پھر فرمایا کہ جاؤ مکان کا دروازہ کھولو تاکہ مامون اندر آ جائے میں نے مکان کا دروازہ کھولا تو میں نے دیکھا کہ مامون اپنے غلاموں کے ساتھ دروازے پر کھڑا ہے پس مامون مکان کے اندر آیا اور نوحہ وزاری اور گریہ وبیقراری شروع کردی اپنا گریبان چاک کیا اور سر پر ہاتھ مارنے اور فریاد کرنے لگا کہ اے سید و سردار آپؑ نے اپنی مصیبت میں میرے دل کو درد و تکلیف پہنچائی ہے اور اس حجرہ میں گیا اور آپؑ کے سرہانے بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ حضرتؑ کی تجہیز شروع کرو اور حکم دیا کہ آپ کی قبر کھودی جائے جب قبر کھودنے لگے تو جو کچھ اس سرور اوصیاء نے فرمایا تھا وہ ظاہر ہوا پس جب ہارون کے سر کے پیچھے کی طرف حضرتؑ کی قبر کھودنے لگے تو زمین نے اطاعت وانقیاد نہ کیا اہل مجلس میں سے ایک شخص کہنے لگا کہ تو اس کی امامت کا اقرار کرتا ہے کہنے لگا کہ ہاں اس نے کہا تو پھر امام کو حیات و ممات میں مقدم ہونا چاہیے۔

پس اس نے حکم دیا کہ قبر قبلہ کی طرف کھودی جائے جب پانی اور مچھلیاں ظاہر ہوئیں تو مامون کہنے لگا کہ ہمیشہ امام رضاؑ اپنی زندگی میں عجائب وغرائب اور معجزات ہمیں دکھایا کرتے تھے مرنے کے بعد بھی اپنے غرائب و کرامات ہمارے سامنے ظاہر کئے جب بڑی مچھلی نے چھوٹی مچھلیوں کو کھالیا تو مامون کے ایک وزیر نے کہا آپ کو معلوم ہے کہ حضرتؑ نے اپنے کرامات کے ضمن میں آپ کو کس چیز کی خبر دی ہے مامون نے کہا مجھے معلوم نہیں ہوا وہ کہنے لگا کہ حضرتؑ نے اشارہ کیا ہے کہ تم بنی عباس کے ملک و بادشاہی کی مثال ان مچھلیوں کی طرح ہے کثرت و دولت جو تمہارے پاس ہے عنقریب تمہارا ملک ختم ہو جائیگا اور تمہاری دولت وسلطنت آخر کو پہنچ جائے گی اور خداوند عالم ایک شخص کو تم پر مسلط کردے گا اور جس طرح اس بڑی مچھلی نے چھوٹی مچھلیوں کو چن کر کھالیا ہے وہ بھی تمہیں روئے زمین سے پھینک دے گا اور اہل بیت رسالتؐ کا انتقام تم سے لے گا مامون نے کہا کہ تم سچ کہہ رہے ہو آنجنابؑ کو دفن کر کے مامون واپس چلا گیا۔

ابو الصلت کہتا ہے کہ اس کے بعد مامون نے مجھے بلایا اور کہنے لگا کہ مجھے وہ دعا سکھاؤ کہ جسے تو نے پڑھا تو پانی جذب ہو گیا میں نے کہا کہ خدا کی قسم وہ مجھے یاد نہیں رہی اس نے باور نہ کیا حالانکہ میں سچ کہہ رہا تھا، پس اس نے حکم دیا اور مجھے قید خانے میں لے گئے اور ایک سال میں اس کی قید میں رہا جب میں دل تنگ ہوا تو ایک رات میں بیدار اور دعا اور عبادت میں مشغول رہا اور انوار مقدسہ محمد و آل محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین کو میں نے شفیع قرار دیا اور ان کے حق کا واسطہ دے کر خداوند منان سے سوال کیا کہ وہ مجھے نجات بخشے ابھی میری دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ میں نے دیکھا حضرت امام محمد تقیؑ زندان میں میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے ابو الصلت تیرا سینہ تنگ ہو گیا ہے میں نے کہا ہاں خدا کی قسم، فرمایا کھڑے ہو جاؤ پس زنجیریں میرے پاؤں سے جدا ہو گئیں آپؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور زندان سے باہر لے آئے حالانکہ نگہبان اور غلام مجھے دیکھ رہے تھے اور حضرتؑ کے اعجاز سے ان میں گفتگو کرنے کی طاقت باقی نہیں رہی تھی جب مجھے اس مکان سے باہر لے گئے تو فرمایا کہ تو خدا کی امان میں ہے اب تو بھی مامون کو نہ دیکھے گا اور نہ وہ تجھے دیکھے گا ایسا ہی ہوا جس طرح حضرتؑ نے فرمایا تھا، نیز ابن بابویہ اور شیخ مفید نے علی بن الحسین کاتب سے مختلف اسانید سے روایت کی ہے کہ امام رضاؑ کو بخار آیا آپؑ نے فصد کھلوانے کا ارادہ کیا مامون نے پہلے سے اپنے ایک غلام کو کہہ رکھا تھا کہ وہ اپنے ناخن

بڑھ جائے اور شیخ مفید کی روایت کے مطابق عبداللہ بشیر سے ایسا کہا تھا اور کسی کو اس امر کی خبر نہیں تھی جب اس نے سنا کہ حضرت فصد کھلوانے کا ارادہ رکھتے ہیں تو اس نے املی کی طرح زہر نکالا اور اس غلام نے کہا کہ اسے ریزہ ریزہ کر اور اسے اپنے ہاتھوں پر مل لے اپنے ناخنوں کی اندرونی جگہ کو اس سے پر کر لے اور اپنے ہاتھ نہ دھونا اور میرے پاس آ جانا پس مامون سوار ہوا اور حضرتؑ کی عیادت کے لیے آیا اور بیٹھا رہا یہاں تک کہ آپ کی فصد کھولی گئی دوسری روایت کے مطابق فصد نہ کھلوانے دی۔

جس مکان میں حضرتؑ رہتے تھے اس میں ایک باغ تھا جس میں انار کے درخت تھے تو اسی غلام نے کہا کہ انار کے چند دانے باغ سے توڑ لا جب وہ لے آیا تو کہنے لگا حضرت کے لیے ایک جام میں اس کے دانے نکالو اور وہ جام اپنے ہاتھ میں لئے رہا اس امام مظلومؑ کے قریب رکھ دیا اور کہنے لگا کہ ان اناروں میں سے آپ کھائیے آپؑ کی کمزوری کے لیے بہت اچھے ہیں فرمایا رہنے دو کچھ دیر بعد مامون نے کہا نہیں خدا کی قسم آپ میرے سامنے ہی تناول فرمائیں اور اگر میرے معدہ میں رطوبت نہ ہوتی تو میں بھی اس کے کھانے میں آپ کا ساتھ دیتا پس مامون کے مجبور کرنے سے حضرتؑ نے کچھ دانے اس انار کے تناول فرمائے۔

مامون باہر چلا گیا اور حضرت اسی وقت قضائے حاجت کے لیے گئے اور ابھی ہم نے عصر کی نماز نہ پڑھی تھی کہ حضرتؑ کو پچاس مرتبہ جانا پڑا اور اس زہر قاتل سے آپؑ نے انتڑیاں نیچے آ گئیں جب مامون کو خبر ملی تو اس نے پیغام بھیجا کہ یہ مادہ فصد کی وجہ سے متحرک ہوا ہے اور اس کو نکالنا آپؑ کے لیے نفع بخش ہے جب رات ہوئی تو حضرتؑ کی حالت دگرگوں ہو گئی اور صبح کو آپؑ نے ریاض رضوان کی طرف انتقال فرمایا اور انبیاء و شہداء سے آخری بات جو آپؑ نے کی وہ یہ تھی **قل لو کنتم فی بیو تکم لبرز الذین کتب علیھم القتل الی مضا جعھم**

وہ گروہ کہ جن پر قتل ہونا لکھا جا چکا ہے اپنے محل وفات کی طرف یا اپنی قبروں کی طرف اور امر خدا مقدر ہے اور ہونے والا ہے۔

جب مامون کو خبر ہوئی تو اس نے آپؑ کے غسل و کفن کا حکم دیا اور آنجناب کے جنازہ میں سر و پا برہنہ اور بٹن کھولے ہوئے صاحبان مصیبت کی طرح جا رہا تھا اور لوگوں کے طنز و تشنیع کو دور کرنے کے لیے بظاہر گریہ و زاری کرتا اور کہتا تھا کہ اے بھائی آپؑ کی موت سے اسلام کے گھر میں رخنہ اور شگاف پڑ گیا ہے جو کچھ میں آپؑ کے متعلق چاہتا تھا وہ نہ ہو سکا تقدیر خدا میری تدبیر پر غالب آ گئی۔

ابو الصلت ہروی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ جب مامون آپؑ کی خدمت سے باہر نکلا تو میں داخل ہوا جب آپ کی نگاہ مجھ پر پڑی تو فرمایا اے ابو الصلت جو کچھ وہ چاہتے تھے کر گزرے اور آپؑ ذکر خدا اور اس کی حمد و بزرگی میں مشغول ہو گئے اس کے بعد کوئی بات نہ کہی اور بصائر الدرجات میں سند صحیح کے ساتھ روایت ہے کہ اس دن حضرتؑ نے فرمایا کہ گزشتہ شب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپؐ فرما رہے ہیں اے علیؑ ہمارے پاس آ جاؤ کیونکہ جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ اس سے بہتر ہے کہ جس میں تم ہو۔

ابن بابویہ نے سند حسن کے ساتھ یاسر خادم سے روایت کی ہے کہ امام رضا کے طوس پہنچنے سے سات منزل پہلے آپ کو بیماری لاحق ہوئی جب ہم شہر طوس میں داخل ہوئے تو آپؑ کی بیماری شدت اختیار کر گئی اس لیے مامون کے طوس میں چند دن توقف کیا اور ہر دن دو مرتبہ آپؑ کی عیادت کے لیے آتا تھا اور آخری دن آپؑ پر کمزوری غالب آگئی جب ظہر کی نماز ادا کی تو فرمایا کیا لوگوں نے کچھ کھایا ہے تو میں نے عرض کیا کہ آپؑ کی ایسی حالت میں کیسے کھانے پینے کی رغبت ہو سکتی ہے پس وہ باوجود انتہائی ضعف و ناتوانی کے خدمتگاروں کا خیال کرتے ہوئے ٹیک سے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ دسترخوان لے آؤ جب دسترخوان بچھا دیا گیا تو تمام اہل خانہ اور حشم و خدم کو بلایا اور اپنے خوان احسان پر بٹھایا اور ایک ایک کے متعلق پوچھا اور نوازش اور مہربانی کی جب یہ لوگ کھانا کھا چکے تو کمزوری آپؑ پر غالب آگئی اور مدہوش ہو گئے صدائے گریہ وزاری آپؑ کے گھر سے بلند ہوئی مامون کی بیوی اور کنیزیں سر و پا برہنہ اس مظلوم کے گھر کی طرف دوڑیں اور تمام لوگ رونے لگے اور طوس سے گریہ وزاری کے آواز فلک آبنوس تک پہنچی۔

پس مامون نالاں و گریاں اپنے گھر سے باہر نکلا اور دست تاسیف اپنے سر پر مارتا تھا اور اپنی داڑھی کے بال کھینچتا اور نوچتا تھا اور قطرات اشک حسرت آنکھوں سے برساتا اور اپنے جرم و روسیاہی پر زار و قطار روتا تھا جب اس امام ذوی الاحترامؑ کے پاس آیا تو آپؑ نے آنکھیں کھول دیں مامون کہنے لگا اے میرے سید و سردار خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ کونسی مصیبت مجھ پر زیادہ عظیم ہے آپؑ جیسے پیشوا کی جدائی اور آپؑ جیسے رہنما کی مفارقت یا وہ تہمت جو لوگ مجھ پر لگاتے ہیں کہ میں نے آپؑ کو قتل کیا ہے حضرتؑ اس کی فضول باتوں کے جواب کی طرف متوجہ ہوئے اور آنکھیں کھول کر فرمایا کہ دیکھو میرے بیٹے تقیؑ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور اس کی اور تیری وفات قریب ہوگی۔

جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو آنجنابؑ نے عالم قدس کی طرف رحلت فرمائی جب صبح ہوئی تو لوگ جمع ہو گئے اور چیخ و پکار کرنے لگے کہ مامون نے فرزند رسول کو ناحق شہید کیا ہے اور شورش عظیم لوگوں کے درمیان برپا ہوئی، مامون کو خوف ہوا کہ اگر حضرت کا جنازہ اسی دن باہر گیا تو اس کے لیے فتنہ وفساد کھڑا ہو جائے گا پس محمد بن جعفر باہر گیا اور اس نے لوگوں سے کچھ باتیں کیں اور وہ منتشر ہو گئے رات کے وقت آپؑ کو غسل دے کر دفن کر دیا شیخ مفید نے روایت کی ہے جب اس تیز فلک امامت نے سرائے باقی کی طرف کوچ کیا تو مامون نے ایک دن اور ایک رات آپؑ کی وفات کو چھپائے رکھا اور محمد بن جعفر کو آل ابوطالبؑ کے ایک گروہ کے ساتھ بلایا اور حضرتؑ کی وفات کی خبر ان کے سامنے ظاہر کی اور رویا اور بہت غم واندوہ کیا اور انہیں حضرتؑ کے پاس لے آیا اور آپؑ کے جسم سے لباس ہٹا کر انہیں دکھایا اور کہنے لگا کہ میری طرف سے کوئی تکلیف انہیں نہیں پہنچی پس آنجنابؑ سے خطاب کیا اے میرے بھائی میرے لیے گراں ہے کہ آپؑ کو اس حالت میں دیکھوں اور میں تو چاہتا تھا کہ آپؑ سے پہلے مر جاؤں اور آپؑ میرے خلیفہ و جانشین ہوں لیکن خدا کی تقدیر۔

ابن بابویہ نے سند معتبر کے ساتھ ہرثمہ بن اعین سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں ایک رات مامون کے پاس تھا یہاں تک کہ رات کے چار گھنٹے گزر گئے جب میں مرخص ہوا اور گھر پہنچا تو آدھی رات کے بعد مامون نے گھر کے دروازے پر آواز سنی

میرے ایک غلام نے جواب میں کہا کہ تم کون ہو وہ کہنے لگا ہرثمہ سے کہو کہ تیرے سید و مولا تجھے بلا رہے ہیں پس میں تیزی سے اٹھا اور اپنے کپڑے پہنے اور جلدی سے چل پڑا جب آنحضورؑ کے گھر میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ میرے مولا صحن خانہ میں بیٹھے ہیں اور فرمایا ہرثمہ میں نے عرض کیا لبیک اے میرے مولا و آقا فرمایا بیٹھ جاؤ جب میں بیٹھ گیا تو فرمایا اے ہرثمہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے سنو اور یاد رکھو جان لو کہ وہ وقت آ گیا ہے کہ میں خدا کی بارگاہ میں منتقل ہو جاؤں اور اپنے جد بزرگوار اور آباؤ اجداد ابرار کے ساتھ جا ملوں میری زندگی کا خط آخر کو پہنچ گیا ہے اور مامون یہ پختہ ارادہ کر چکا ہے کہ مجھے انگور و انار میں زہر کھلائے گا پس زہر دھاگے پر کھینچ کا اور سوئی کے ساتھ انگور کے دانوں میں پھیلائے گا اور باقی رہے انار تو اپنے ایک غلام کے ناخن زہر آلود کرے گا اور اس کے ہاتھ سے میرے لیے انار کے دانے نکلوائے گا اور کل مجھے بلائے گا اور وہ انار اور انگور زہر آلود مجھے کھلائے گا اس کے بعد خدا کی قضا و قدر مجھ پر جاری ہوگی جب میں دار البقا کی طرف رحلت کروں تو مامون چاہے گا کہ مجھے اپنے ہاتھ سے غسل دے جب وہ یہ ارادہ کرے تو اسے تنہائی میں میرا یہ پیغام پہنچانا اور کہنا کہ وہ کہہ گئے ہیں اگر تو میرا غسل و کفن و دفن سے معترض ہوا تو خداوند عالم تجھے مہلت نہیں دے گا اور وہ عذاب جو آخرت میں تیرے لیے مہیا کیا ہے وہ جلد ہی دنیا میں تجھ پر نازل کرے گا جب تو اس سے یہ کہے گا تو وہ میرے غسل سے دستبردار ہو جائے گا اور تجھ پر چھوڑ دے گا اور اپنے مکان کی چھت سے جھانک کر دیکھے گا کہ تو مجھے غسل کس طرح دیتا ہے اے ہرثمہ خبردار میرے غسل سے معترض نہ ہونا جب تک یہ نہ دیکھ لے کہ مکان کے گوشہ میں سفید خیمہ نصب ہو گیا ہے جب خیمہ دیکھے تو مجھے خیمہ کے اندر اٹھا کر رکھ دینا اور خود خیمہ کے باہر کھڑے ہو جانا خیمہ کا دامن نہ اٹھانا اور دیکھنا نہیں ورنہ ہلاک ہو جائے گا اور جان لے کہ اس وقت مامون اپنے مکان کی چھت سے تجھے کہے گا اے ہرثمہ تم شیعہ تو یہ کہتے ہو کہ امام کو امام کے علاوہ کوئی غسل نہیں دیتا پس اس وقت امام رضاؑ کو کون غسل دے رہا ہے حالانکہ اس کا بیٹا مدینہ میں ہے اور ہم طوس میں ہیں جب یہ کہے تو اس کے جواب میں کہنا کہ ہم شیعہ یہ کہتے ہیں واجب ہے کہ امام کو امام ہی غسل دے اگر کوئی ظالم منع نہ کرے اور اگر کوئی تعدی کرے امام اور اس کے بیٹے کے درمیان جدائی ڈال دے تو پھر امامؑ کی امامت باطل نہیں ہو جائے گی اگر امام رضاؑ کو مدینہ میں رہنے دیتا تو ان کا بیٹا جو امام زمانہ ہے علانیہ اسے غسل دیتا اور اس وقت بھی امین انکا بیٹا ہی غسل دے رہا ہے اس طرح کہ دوسرے نہیں جانتے ہیں پس ایک گھنٹہ کے بعد دیکھو گے کہ وہ خیمہ اٹھا دیا گیا ہے اور مجھے غسل و کفن دے کر نعش کو چارپائی پر رکھ دیا گیا ہے۔

پھر میرا جنازہ اٹھا کر میرے دفن کی جگہ کی طرف لے جائیں گے اور جب مجھے ہارون کے گنبد میں لے جائیں گے تو مامون چاہے گا کہ وہ اپنے باپ ہارون کی قبر کو قبلہ قرار دے اور ایسا نہیں ہوگا بلکہ جتنے ہتھوڑے زمین پر ماریں گے ایک ناخن کے ٹکڑے کے برابر بھی نہیں کھود سکیں گے جب یہ حالت دیکھو تو اس کے پاس جا کر اسے میری طرف سے کہنا کہ جو ارادہ تو نے کیا ہے یہ صورت پذیر نہیں ہوگا اور امام کی قبر مقدم ہوتی ہے۔

اور اگر ہارون کے منہ والی طرف ایک بیلچہ لگائیں کھدی ہوئی قبر اور بنی ہوئی ضریح ظاہر ہوگی جب قبر ظاہر ہوگی تو ضریح سے سفید پانی نکلے گا اور قبر اس پانی سے پر ہو جائے گی ایک بڑی مچھلی اس پانی میں ظاہر ہوگی جو قبر کے برابر ہوگی کچھ دیر کے بعد وہ مچھلی

ناپید ہو جائے گی اور پانی جذب ہو جائے گا اس وقت قبر میں رکھ دینا لیکن قبر پر مٹی کسی کو نہ ڈالنے دینا کیونکہ قبر خود بخود بھر جائے گی۔

پس حضرتؑ نے کہا کہ جو کچھ میں نے کہا ہے اس کو یاد رکھنا اور اس کے مطابق عمل کرنا اور اس میں سے کسی بات کی مخالفت نہ کرنا میں نے کہا اے میرے سید و سردار میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ آپؑ کے امور میں سے کسی امر کی مخالفت کروں۔

ہرثمہ کہتا ہے کہ میں حضرتؑ کی خدمت سے محزون و مغموم گریان و نالاں باہر آیا اور سوائے خدا کے میرے ضمیر پر کوئی مطلع نہیں تھا جب دن ہوا تو مامون نے مجھے بلایا اور چاشت کے وقت تک میں اس کے پاس کھڑا رہا پھر کہنے لگا اے ہرثمہ جاؤ اور میرا اسلام رضا کو پہنچاؤ اور کہو کہ اگر آپؑ کے لیے آسان ہو تو میرے پاس تشریف لے آئیں اور اگر اجازت دیں تو میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں اگر تشریف لانے کو قبول کر لیں تو پھر اصرار کرنا کہ بہت جلدی آجائیں جب میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میرے بات کرنے سے پہلے فرمایا کہ تجھے میری وصیتیں یاد ہیں میں نے عرض کیا جی ہاں پس آپؑ نے جوتا منگوایا اور فرمایا مجھے معلوم ہے کہ تجھے اس نے کس کام کے لیے بھیجا ہے اور جوتا پہن کر ردائے مبارک دوش پر ڈالی اور متوجہ ہوئے۔

جب آپ مامون کی مجلس میں داخل ہوئے تو وہ کھڑا ہو گیا اور آپ کا استقبال کیا اور اپنی باہیں آپؑ کی گردن میں ڈال دیں آپؑ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور حضرتؑ کو اپنے تخت پر بیٹھایا اور اس امام مختار کے ساتھ گفتگوئے بسیار کی پس اپنے ایک غلام سے کہنے لگا کہ انگور و انار لے آؤ۔

ہرثمہ کہتا ہے کہ جب میں نے انگور و انار کا نام سنا تو اس سید ابرار کی باتیں مجھے یاد آگئیں اور میں صبر نہ کر سکا اور لرزہ براندام ہوا اور میں نے نہ چاہا کہ میری حالت مامون پر ظاہر ہو میں اس کی مجلس سے باہر نکل آیا اور خود ایک گوشہ میں بیٹھ گیا جب زوال شمس کا وقت قریب آیا تو میں نے دیکھا کہ حضرتؑ مامون کے دربار سے باہر نکلے اور گھر تشریف لے گئے۔

ایک گھنٹہ بعد مامون نے حضرتؑ کے گھر اطباء کے بھیجنے کا حکم دیا میں نے اس کا سبب پوچھا تو کہنے لگا کہ آپؑ کو کوئی بیماری عارض ہو گئی ہے اور لوگ حضرتؑ کے معاملہ میں قسم قسم کے گمان کرتے تھے جب رات کا تیسرا حصہ گزرا تو صدائے گریہ و شیون آپؑ کے گھر سے بلند ہوئی لوگ آپؑ کے گھر کے دروازے کی طرف دوڑے میں تیزی سے گیا تو دیکھا کہ مامون کھڑا ہے وہ سر برہنہ اور اپنے بٹن وغیرہ کھول رکھے ہیں بلند آواز سے گریہ و نوحہ کر رہا ہے جب میں نے یہ حالت دیکھی تو بیتاب ہو گیا اور رونے لگا جب صبح ہوئی تو مامون آپؑ کی تعزیت کے لیے بیٹھا اور ایک گھنٹہ کے بعد آپؑ کے مکان میں داخل ہوا اور کہنے لگا غسل کا سامان حاضر کرو میں چاہتا ہوں کہ میں خود انہیں غسل دوں جب میں نے یہ بات سنی تو آپؑ کے فرمان کے مطابق اس کے پاس جا کر آپ کا پیغام دیا جب وہ تہدید اس نے سنی تو ڈر گیا اور غسل دینے سے دستبردار ہو گیا اور غسل میرے اوپر چھوڑ دیا۔

جب وہ باہر گیا تو ایک لحظہ کے بعد جو خیمہ آپؑ نے فرمایا تھا برپا ہوا میں ایک گروہ کے ساتھ خیمہ کے باہر کھڑا تھا اور تسبیح و تکبیر و تہلیل کی آواز سن رہا تھا اور پانی ڈالنے اور برتنوں کی حرکت کی آواز ہمارے کانوں میں آ رہی تھی اور ایسی خوشبو پردہ کے پیچھے سے

ہمارے پاس آرہی تھی کہ ویسی خوشبو ہم نے کبھی نہیں سونگھی تھی۔

اچانک میں نے دیکھا کہ مامون مکان کی چھت سے جھانک رہا ہے اور مجھے پکار کر کہا جو کچھ میرے مولا نے خبر دی تھی اور میں نے وہ جواب دیا جو آپؑ نے فرمایا تھا پس میں نے دیکھا کہ خیمہ اٹھ چکا ہے اور میرے مولاؑ کو کفن پہنا کر اور خوشبو لگا کر چارپائی پر رکھ دیا گیا ہے پس آپ کا جنازہ میں باہر لے آیا مامون اور تمام حاضرین نے آپؑ کی نماز جنازہ پڑھی جب ہارون کے گنبد میں گئے تو ہم نے دیکھا کہ بیلچہ دار ہارون کی پشت والی طرف حضرتؑ کی قبر کھودنا چاہتا ہے جتنے بیلچے اس نے زمین پر مارے ایک ذرہ بھی اس مٹی سے جدا نہیں ہوتا تھا مامون کہنے لگا تو نے دیکھا کہ زمین کس طرح ان کی قبر کھودنے سے امتناع کر رہی ہے۔

میں نے کہا کہ مجھ سے آپؑ نے فرمایا ہے کہ ہارون کی قبر کے آگے والی طرف ایک بیلچہ لگاؤں اور یہ بتایا تھا کہ بنی ہوئی قبر ملے گی مامون کہنے لگا سبحان اللہ بڑی عجیب چیز ہے لیکن امام رضاؑ سے کوئی چیز بھی عجیب و غریب نہیں ہے اے ہرثمہ جو کچھ آپؑ نے کہا ہے اس پر عمل کرو ہرثمہ کہتا ہے کہ میں نے بیلچہ اٹھایا اور ہارون کی قبلہ کی طرف ایک بیلچہ میں نے زمین پر لگایا تو کھدی ہوئی قبر اور بنی ہوئی ضریح ظاہر ہوئی مامون کہنے لگا اے ہرثمہ انہیں قبر میں رکھ دو میں نے کہا کہ مجھے آپ نے حکم دیا ہے کہ انہیں قبر میں نہ رکھوں جب تک چند امور ظاہر نہ ہو لیں اور مجھے بتایا ہے کہ قبر سے سفید پانی جوش مارے گا اور قبر اس پانی سے پر ہو جائے گی اور پانی کے درمیان ایک مچھلی ظاہر ہوگی کہ جس کا طول قبر کے طول کے برابر ہوگا اور فرمایا کہ جب مچھلی غائب ہو جائے اور پانی قبر سے برطرف ہو جائے تو میں آپؑ کے جسد مبارک کو قبر کے کنارہ رکھ دوں اور وہ شخص کہ جس کے لیے خدا نے چاہا ہے کہ وہ انہیں قبر میں رکھے وہ آکر رکھے گا۔

مامون نے کہا اے ہرثمہ جو کچھ آپؑ نے فرمایا ہے اس پر عمل کرو جب پانی اور مچھلی ظاہر ہو چکے تو میں نے آپکی نعش مطہر قبر کے کنارے رکھ دی اچانک میں نے دیکھا کہ سفید پردہ قبر کے اوپر تن گیا ہے اور میں قبر کو نہیں دیکھ رہا تھا، آنجنابؑ کو قبر میں لے گئے بغیر اس کے ہاتھ لگائے پس مامون نے حاضرین سے کہا کہ قبر پر مٹی ڈالو میں نے کہا کہ حضرتؑ نے فرمایا تھا کہ قبر پر مٹی نہ ڈالیں کہنے لگا پھر قبر پر کون مٹی ڈالے گا میں نے کہا کہ آپؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ قبر خود بخود پر ہو جائے گی، پس لوگوں نے مٹی اپنے ہاتھوں سے پھینک دی اور اس قبر کی طرف دیکھنے لگے اور جو عجائب و غرائب ظاہر ہوئے ان پر تعجب کرتے تھے اچانک قبر پر ہو گئی اور سطح زمین سے اونچی ہوئی۔

جب مامون واپس گھر گیا تو مجھے خلوت میں بلایا اور کہا کہ تجھے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جو کچھ تو نے آپؑ سے سنا ہے وہ مجھے بتائیں میں نے کہا جو کچھ آپؑ نے فرمایا تھا میں نے عرض کر دیا تھا کہنے لگا خدا کی قسم ہے اس کے علاوہ بھی جو کچھ آپؑ نے بتایا ہے وہ مجھے بتا جب میں نے انگور و انار کی بات اُسے بتائی تو اس کا رنگ متغیر ہو گیا اور اس کا ایک رنگ آتا اور ایک جاتا تھا اور وہ سرخ زرد اور سیاہ ہو رہا تھا پس زمین پر گر کر بیہوش ہو گیا اور بیہوشی میں کہہ رہا تھا وائے ہے مامون پر خدا کی طرف سے وائے ہے مامون کے لیے رسول خدا کی طرف سے وائے ہے مامون پر علی مرتضیٰ کی طرف سے وائے ہے مامون پر فاطمہ زہراؑ کی طرف سے وائے ہے مامون پر حسنؑ کی طرف سے وائے ہے مامون پر حسینؑ شہید کربلا کی طرف سے وائے ہے مامون پر زین

العابدینؑ کی طرف سے وائے ہے مامون پر امام محمد باقرؑ کی طرف سے وائے ہے مامون پر امام جعفرؑ صادق کی طرف سے وائے ہے مامون پر امام موسیٰ کاظمؑ کی طرف سے وائے ہے مامون پر امام حق علیؑ بن موسیٰؑ کی طرف سے وائے ہے، خدا کی قسم یہ واضح خسارہ ہے بار بار یہ باتیں کرتا اور روتا اور فریاد کرتا تھا میں اس کے یہ حالات دیکھ کر ڈر گیا اور مکان کے ایک گوشہ میں چلا گیا۔

جب وہ اصلی حالت میں آیا تو مجھے بلایا اور مستوں کی طرح مدہوش تھا پھر کہنے لگا خدا کی قسم تو اور تمام اہل آسمان و اہل زمین میرے نزدیک حضرتؑ سے زیادہ عزیز نہیں ہیں، اگر میں نے سن لیا کہ ان باتوں میں سے ایک بات بھی تو نے کہیں بیان کی ہے تو میں تجھے قتل کر دوں گا میں نے کہا کہ اگر ان میں ایک کلمہ بھی کہیں ظاہر کروں تو میرا خون آپ کے لیے مباح ہے پھر اس نے مجھ عہد و پیمان لیے اور بڑی بڑی قسمیں مجھے دیں کہ میں ان اسرار کو ظاہر نہ کروں جب میں نے پشت پھیری تو ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہنے لگا یستخفون من الناس ولا یستخفون من اللہ وھو معھم اذ یبیتون مالا یرضی من القول وکان اللہ بما تعملون محیطاً یعنی لوگوں سے چھپاتے ہیں اور خدا سے نہیں چھپاتے حالانکہ خدا ان کے ساتھ ہے راتوں میں کہ جب ایسی باتیں کرتے ہیں کہ جنہیں خدا پسند نہیں کرتا اور خدا نے تمہاری تمام گزاریوں پر احاطہ کیا ہوا ہے اور وہ ان سب سے باخبر ہے۔

قطب راوندی نے حسن بن عباد امام رضاؑ کے کاتب سے روایت کی ہے کہ جب مامون نے بغداد کے سفر کا ارادہ کیا تو میں امام رضاؑ کی خدمت میں گیا جب میں بیٹھ گیا تو فرمایا اے عباد کے بیٹے ہم عراق میں داخل نہیں ہوں گے جب میں نے یہ بات سنی تو رونے لگا اور میں نے کہا کہ اے فرزند رسولؐ ہمیں آپؑ کے اہل و عیال اور اولاد سے ناامید کر دیا ہے فرمایا تم تو عراق میں داخل ہو گے میں نہیں ہوں گا جب حضرتؑ شہر طوس کے قریب پہنچے اور آپؑ کو بیماری لاحق ہوئی تو آپ نے وصیت فرمائی کہ آپؑ کی قبر قبلہ کی طرف کی دیوار کے قریب بنائیں اور آپؑ کی اور ہارون کی قبر کے درمیان تین ہاتھ کا فاصلہ رکھیں پہلے ہارون کے لیے چاہتے تھے وہاں قبر کھودیں بہت سے بیلچے اور ہتھوڑے ٹوٹ گئے لیکن اس جگہ کو نہیں کھود سکے تھے حضرتؑ نے فرمایا کہ قبر آسانی سے کھد جائے گی اور ایک مچھلی تانبے کی شکل و صورت میں ظاہر ہوگی اور اس پر عربی خط اور زبان میں کچھ لکھا ہوگا جب میری لحد کھودو تو زیادہ گہری کھودنا اور اس مچھلی کی شکل میری پائنتی کی طرف دفن کر دینا۔

جب حضرتؑ کی قبر مقدس کھودنے لگے تو بیلچہ زمین پر لگاتے وہ ریتلی جگہ کی طرح نیچے چلا جاتا یہاں تک کہ مچھلی کی شکل ظاہر ہوگئی اور اس مورتی کے اوپر لکھا تھا کہ یہ علی بن موسیٰؑ الرضا کا روضہ ہے اور وہ گڑھا ہارون جبار کا ہے۔

تمام شد جو کچھ کہ ہم نے کتاب جلاء العیون سے نقل کیا ہے (مترجم کہتا ہے جیسا کہ آپ نے دیکھا کہ آپؑ کی تجہیز و تکفین کی کیفیت کے سلسلہ میں روایات مختلف ہیں ان کے بعض مضامین کے لحاظ سے ان میں مشکل ہے ہوسکتا ہے کہ ان میں ابو الصلت ہرثمہ کی روایت صحیح ہو اور یہ بھی امکان ہے کہ دونوں سے آپؑ نے وصیت فرمائی ہو اور بعض چیزیں ان میں سے ایک کو اور دوسری دوسرے کو بتائی ہوں اور پھر جو ایک آدھ اختلاف ہے وہ راویوں کی بھول کا نتیجہ ہو (واللہ العالم مترجم) مناسب ہے کہ یہاں تین چیزوں کی طرف اشارہ کیا جائے۔

پہلی چیز

یہ کہ آپؑ کی تاریخ شہادت کے متعلق زیادہ مشہور یہ ہے کہ ماہ صفر ۲۰۳ ھ میں آپؑ کی وفات ہوئی لیکن اس کے دن میں اختلاف ہے ابن اثیر طبرسی اور کچھ دوسرے علماء نے اس ماہ کا آخری دن کہا ہے اور بعض نے چودہ تاریخ کہی ہے اور کفعمی نے اس ماہ کی سترہ بتائی ہے اور صاحب کتاب العدد اور صاحب مسار الشیعہ نے ذی القعدہ کی تیئس تاریخ کہی ہے اور اس دن دور و نزدیک سے آپؑ کی زیارت مستحب ہے جیسا کہ سید بن طاؤس نے کتاب اقبال میں فرمایا ہے اور حمیری نے ثقہ جلیل معمر بن خلاد سے نقل کیا ہے کہ ایک دن مدینہ میں امام محمد تقیؑ نے فرمایا اے معمر سوار ہو جائیں میں نے عرض کیا کہاں جائیں گے فرمایا سوار ہو اور اس سے سروکار نہ رکھو پس میں سوار ہوا اور حضرتؑ کے ساتھ گیا یہاں تک کہ ایک وادی یا پلپٹ زمین میں پہنچے فرمایا یہاں کھڑے ہو جاؤ میں وہیں کھڑا رہا یہاں تک کہ حضرتؑ واپس ہوئے میں نے عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں آپؑ کہاں پر تشریف لے گئے تھے فرمایا میں خراسان گیا تھا اور اس وقت میں نے اپنے باپ کو دفن کیا ہے۔

اور شیخ طبری نے اعلام الوریٰ میں امیہ بن علی سے روایت کی ہے کہ میں مدینہ میں تھا اور ہمیشہ امام محمد تقیؑ کی خدمت میں جایا کرتا اور سلام عرض کرتا تھا اس زمانہ میں جب کہ امام رضاؑ خراسان میں تھے اور امام محمد تقیؑ کے اہل بیتؑ اور ان کے والد کے چچا آنحضرتؑ کی خدمت میں آکر سلام کرتے اور ان کی تعظیم و تکریم کرتے تھے پس ایک دن آپؑ نے ان کی موجودگی میں اپنی کنیز کو بلایا اور فرمایا انہیں کہہ دو یعنی گھر والوں کو کہ وہ ماتم کے لیے تیار ہو جائیں پس جب وہ لوگ چلے گئے تو ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ہم نے یہ پوچھا کیوں نہیں کہ کس کے ماتم کے لیے۔

جب دوسرا دن ہوا تو پھر حضرتؑ نے اس کنیز سے وہی فرمائش کی تو اس گروہ نے عرض کیا کہ کس کے ماتم کے لیے تیار ہوں، فرمایا اہل زمین سے بہترین شخص کے ماتم کے لیے پس چند دنوں کے بعد خبر آئی کہ جس دن آپؑ کے فرزند ارجمند نے خبر دی تھی اس دن امام رضا علیہ السلام نے عالم بقاء کی طرف کوچ کیا تھا۔

دوسری چیز

یہ کہ علماء نے امام رضاؑ کا امام محمد تقیؑ کے علاوہ کوئی بیٹا ذکر نہیں کیا بلکہ بعض نے تو یہ کہا ہے کہ آپؑ کی اولاد حضرتؑ ہی پر منحصر تھی شیخ مفید نے فرمایا ہے کہ امام رضاؑ کی دنیا سے رحلت ہوئی تو ہم آپؑ کا سن شریف باپ کی وفات کے دن سات سال اور چند ماہ تھا ابن شہر آشوب نے تصریح کی ہے کہ آپؑ کے فرزند محمدؑ امام ہی ہیں لیکن علامہ مجلسی نے بحار میں قرب الاسناد سے نقل کیا ہے کہ بزنطی حضرت رضاؑ کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ چند سال تک میں آپؑ سے پوچھتا رہا آپؑ کی بعد والے خلیفہ کے متعلق اور آپؑ یہ فرماتے رہے کہ میرا بیٹا اور اس وقت آپؑ کا کوئی بیٹا نہیں تھا اب خدا نے آپؑ کو دو بیٹے عطا فرمائے ہیں تو آپؑ کے ان دو بیٹوں میں سے کون

ہے الخ۔

ابن شہر آشوب نے مناقب میں فرمایا ہے کہ مسجد زرد کی اصل جو کہ شہر میں ہے یہ ہے کہ امام رضاؑ نے اس میں نماز پڑھی ہے پس وہاں مسجد بنادی گئی پھر اس میں امام رضاؑ کے ایک بیٹے دفن ہوئے اور کئی کراتیں وہاں سے نقل ہوئی ہیں۔

نیز علامہ مجلسی نے بحار میں حسن خلق کے باب میں عیون اخبار الرضا سے ایک روایت نقل کی ہے کہ امام رضاؑ کی ایک بیٹی تھی فاطمہ نامی جس نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت حدیث کی ہے اور وہ حدیث یہ ہے

عن فاطمة بنت الرضا عن ابيها عن ابيه جعفر بن محمد عن ابيه وعمه عن علي بن ابي طالب عليهم السلام عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم۔ قال من كف غضبه كف الله عنه عذابه ومن حسن خلقة بلغه الله درجته الصائم القائم

یعنی فاطمہ دختر امام رضاؑ نے اپنے آباؤ اجداد سے رسول اللہؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا جو شخص اپنے غضب کو روک لے خداوند عالم اس سے اپنے عذاب کو روک دے گا اور جو شخص اپنا خلق اچھا کر لے تو خداوند عالم اسے روزہ دار اور عبادت میں قیام کرنے والے کے درجہ تک پہنچا دے گا۔

نیز شیخ صدوق نے روایت کی ہے:

مسنداً عن فاطمة بنت علي بن موسى الرضا عن ابيها الرضا عن ابائه عن علي عليهم السلام قال لا يحل لمسلم ان يروع مسلماً۔

جناب فاطمہ نے اپنے والد امام رضاؑ سے اپنے آباؤ اجداد کے واسطہ سے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو ڈرائے اور کتب انساب میں بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت کی ایک بیٹی فاطمہ نامی تھی جو کہ محمد بن جعفر بن قاسم بن اسحاق بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب ابو ہاشم جعفری کے بھتیجے کی بیوی تھی اور وہ حسن بن جعفر قاسم کی ماں ہے شبلنجی نے نور الابصار میں اس مخدرہ سے ایک کرامت بیان کی ہے خواہشمند اس کی طرف رجوع کریں۔

تیسری چیز

شعراء نے امام رضاؑ کے بہت سے مرثیے کہے ہیں اور علامہ مجلسی نے بحار میں ایک مستقل باب کا آپؑ کے مراثی میں ایراد کیا ہے لیکن چونکہ وہ اشعار عربی میں ہیں اور یہ کتاب فارسی ہے لہذا نقل کرنے کی گنجائش نہیں لیکن تبرکاً وتیمناً چند اشعار کے ذکر پر اکتفاء کرتے ہیں (ہم طوالت کے خوف سے انہیں بھی چھوڑ رہے ہیں مترجم) واضح ہو کہ آپؑ کی زیارت کا ثواب اس سے کہیں زیادہ ہے کہ

بیان ہو سکے اور ہم نے کتاب مفاتیح الجنان میں چند روایات پر اختصار کیا ہے اور اس فصل کی ابتدا میں ان میں سے مختصر کی طرف اشارہ کیا ہے اور اگر اس جگہ طوالت کی گنجائش ہوتی تو ہم ان دلائل و کرامات و برکات کی چند حکایات سے اپنی کتاب کو زینت دیتے جو کہ آپؑ کے مشہد مقدس سے ظاہر ہوئے ہیں۔

ساتویں فصل

امام رضاؑ کے چند اعاظم اصحاب اور حضرت کے مداح

دعبل بن علی خزاعی کا تذکرہ (درجہ اول کا شاعر)

پہلا: کہ جس کا مقام فضل و بلاغت اور شعر وادب میں اس سے بالاتر ہے کہ بیان ہو، قاضی نوراللہ مجالس المومنینؒ میں فرماتے ہیں اس کے احوال خجستہ مال تفصیل و اجمال کے ساتھ کتاب کشف الغمہ اور عیون اخبار الرضا اور باقی کتب امامیہ میں مذکور ہیں اور خود عسل و دعبل سے کشف الغمہ میں نقل کیا ہے کہ جب میں نے قصیدہ موسومہ بمدارس آیات کو نظم کیا تو ارادہ کیا کہ امام ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی خدمت میں خراسان جاؤں اور یہ قصیدہ ان کے حضور پیش کروں۔

جب میں خراسان گیا اور حضرتؑ کی خدمت سے مشرف ہوا اور میں نے ان کے سامنے یہ قصیدہ پڑھا تو آپ نے بہت تحسین کی اور داد دی اور فرمایا جب تک میں تمہیں حکم نہ دوں یہ قصیدہ کسی کے سامنے نہ پڑھنا، یہاں تک کہ میرے آنے کی خبر مامون کو ملی اور اس نے مجھے بلایا، احوال پرسی کی اس کی بعد کہنے لگا کہ قصیدہ مدارس آیات کو میرے سامنے پڑھو، میں نے ایسے قصیدہ کی لاعلمی ظاہر کی۔

مامون نے اپنے ایک خادم سے کہا کہ حضرت امام علیہ السلام کو بلاؤ تو ایک گھنٹہ بعد حضرتؑ تشریف لائے مامون نے حضرتؑ سے عرض کیا کہ میں نے دعبل سے کہا ہے کہ قصیدہ مدارس آیات میرے سامنے پڑھو تو اس نے اس سے لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔

حضرتؑ نے مجھے حکم دیا کہ اے دعبل وہ قصیدہ پڑھو پس میں نے پڑھا تو مامون نے بہت تحسین کی اور داد دی اور پچاس ہزار درہم مجھے عطا کیے اور امام رضاؑ نے بھی مجھے اتنا ہی انعام دیا۔ پس میں نے حضرتؑ سے عرض کیا کہ میں توقع رکھتا ہوں کہ اپنے لباس میں سے ایک کپڑا عنایت فرمائیں تاکہ مرتے وقت میں اسے اپنا کفن بناؤں، فرمایا ایسا کروں گا اور مجھے ایک کپڑا عنایت کیا کہ جسے آپؑ خود استعمال کر چکے تھے اور ایک عمدہ تولیہ بھی مجھے مرحمت فرمایا اور فرمایا کہ اس کی حفاظت کرنا کہ اس کی وجہ سے محفوظ رہو گے اور اس

کے بعد فضل بن سہل ذوالریاستین نے جو مامون کا وزیر تھا مجھے عمدہ صلہ دیا مثر کی راہوار گھوڑا زین وساز کے ساتھ دیا۔ جب کچھ وقت گزر گیا تو عراق کی طرف واپسی کا مجھے خیال آیا اثنائے راہ میں بعض ڈاکو ہم پر ٹوٹ پڑے انہوں نے مجھے اور میرے ساتھیوں کو لوٹ لیا، چنانچہ میرے بدن پر سوائے ایک پرانی قبا کے کچھ نہ رہنے دیا مجھے اپنے اسباب میں سے کسی چیز پر افسوس نہیں تھا سوائے اس کپڑے اور تولیے کے جو کہ حضرتؑ نے بطور انعام مجھے دیا تھا میں فکر کر رہا تھا آپؑ کے اس ارشاد میں کہ فرمایا تھا کہ اس کپڑے اور تولیہ کی حفاظت کرنا کہ تم اس کی برکت سے محفوظ رہو گے کہ اچانک ایک ڈاکو اس گھوڑے پر سوار ہو کر جو فضل بن سہل ذوالریاستین نے مجھے دیا تھا آیا اور میرے اشعار کا یہ مصرعہ پڑھا کہ مدارس آیات خلت من تلاوت اور رونے لگا۔

جب میں نے اس کی حالت کا مشاہدہ کیا تو مجھے تعجب ہوا کہ ان کے درمیان میں ایک شیعہ کو دیکھا تھا تو میں نے اس بناء پر کپڑا اور تولیہ واپس ملنے کے خیال سے اس شخص سے کہا کہ اے مخدوم یہ قصیدہ کس کا ہے وہ کہنے لگا تجھے اس سے کیا؟

میں نے کہا کہ میں دعبل ہوں اور یہ میرا قصیدہ ہے کہنے لگا یہ بات جو تو کہہ رہا ہے دور از کار اور بعید ہے میں نے کہا کہ اہل قافلہ سے تحقیق کر و، پس اس نے کسی کو بھیج کر اہل قافلہ میں سے کچھ افراد کو حاضر کیا اور میرے حالات پوچھے تو انہوں نے بتایا کہ یہ دعبل بن علی خزاعی ہے۔

جب اسے میرے متعلق یقین ہو گیا کہ میں دعبل ہوں تو کہنے لگا کہ میں تمام اہل قافلہ کا مال واسباب تیری وجہ سے بخشتا ہوں اس وقت ان کے منادی نے اپنے ساتھیوں کے درمیان ندا دی تو ہمارا مال ہمیں واپس کر دیا اور ہمیں حفاظت کے ساتھ جائے امن تک پہنچا دیا اور جو کچھ حضرتؑ نے فرمایا تھا اس کا راز ظاہر ہوا اور تمام اہل قافلہ حضرتؑ کے دیئے ہوئے کپڑے اور تولیے کی وجہ سے بچ گئے۔ اور کتاب عیون اخبار الرضاء میں مذکور ہے کہ دعبل جب اس مصیبت سے چھوٹا اور شہر قم میں پہنچا تو قم کے شیعہ اس کے پاس آئے اور اس سے قصیدہ مذکور کرے پڑھنے کی استدعا کی، دعبل انہیں جامع مسجد میں لے گیا اور منبر پر جا کر ان کے سامنے قصیدہ پڑھا اہل قم نے بہت سا مال اور خلعتیں اس پر نچھاور کیں، اس وقت جب انہیں حضرتؑ کے جبہ مبارک کی خبر ملی جو آپؑ نے دعبل کو دیا تھا تو انہوں نے التماس کیا کہ وہ جبہ ہزار دینار سے ہمارے ہاں بیچ دو، دعبل نے اس سے انکار کیا۔ دوبارہ انہوں نے خواہش کی کہ اس کا کچھ ٹکڑا ہزار دینار پر دے دو، وہ بھی درجہ قبولیت کو نہ پہنچا اور جب دعبل قم سے باہر نکلا تو بعض خود رائے اور خودسر جوان جو وہاں رہتے تھے دعبل کے پاس پہنچ گئے اور زبردستی وہ جبہ اس سے چھین لیا۔ دعبل واپس قم میں آیا اور وہاں کے لوگوں سے التماس کیا کہ وہ جبہ اسے واپس کر دیں ان نوجوانوں نے انکار کر دیا اور اپنے مشائخ واکابر کے حکم کی اطاعت نہ کی اور دعبل سے کہا کہ جبہ تمہارے ہاتھ میں نہیں آئے گا۔ وہی ہزار دینار لے لو، دعبل نے قبول نہ کیا بالآخر جب اس سے ناامید ہو گیا تو التماس کیا کہ مجھے اس میں سے ایک ٹکڑا دے دو، اس جماعت نے یہ بات قبول کر لی اور جبہ کا ایک ٹکڑا اسے دے دیا، دعبل اپنے وطن کی طرف لوٹ گیا جب گھر پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ چور اس کا سارا گھر لوٹ کر لے گئے ہیں اور چونکہ امام رضا علیہ السلام سے جدا ہوتے وقت حضرتؑ نے ایک تھیلی اسے دی تھی اور اس میں سو دینار تھے اور فرمایا تھا کہ اس کی حفاظت کرنا کیونکہ تجھے اس کی ضرورت پڑے گی، دعبل نے وہ عراق کے شیعوں کو بطور ہدیہ

دے دی اور انہوں نے اسے ہر دینار کے بدلے سو درہم دیئے، چنانچہ اس تھیلی سے دس ہزار درہم اس کے ہاتھ لگے اور انہیں حالات میں دعبل کی کنیز کو کہ جس سے اس کو بہت محبت تھی آنکھوں میں سخت قسم کی تکلیف ہوگئی طبیب اس کے پاس لے آئے جب انہوں نے آنکھ کا معائنہ کیا تو وہ کہنے لگے کہ اس کی دائیں آنکھ معیوب ہو چکی ہے ہم اس کا علاج نہیں کر سکتے، البتہ اس کی بائیں آنکھ کا علاج کریں گے اور امید ہے کہ وہ ٹھیک ہو جائے گی۔

دعبل یہ بات سن کر بہت غمگین ہوا اور اسے بہت تکلیف ہوئی یہاں تک کہ اسے حضرتؑ کے جبہ کا ٹکڑا یاد آیا، اس وقت اس نے اسے اس کنیز کی آنکھوں پر ملا اور شام سے پٹی اس پر باندھ دی، جب صبح ہوئی تو اس کی برکت سے اس کی آنکھیں پہلے سے بھی بہتر ہو گئیں۔

مولف کہتا ہے کہ وہ سو دینار والی تھیلی جو حضرتؑ نے دعبل کو دی تھی اس میں رضویہ نقدی تھی یعنی حضرتؑ کے نام پر وہ مسکوک تھے اس لیے شیعوں نے ہر دینار سو درہم پر خرید کیا تھا اور چونکہ قاضی نور اللہ نے ساری روایت عیون اخبار الرضاؑ سے نقل نہیں کی، بلکہ اس کا پہلا حصہ کشف الغمہ سے نقل کیا ہے، لہذا سو دینار اور جبہ والی بات مجمل ہوگئی ہے اور میں روایت کے پہلے حصے کی طرف عیون کے مطابق اشارہ کرتا ہوں۔

شیخ صدوق نے سند معتبر کے ساتھ روایت کی ہے کہ دعبل امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں مقام مرو میں حاضر ہوا اور عرض کیا فرزند رسولؐ میں نے آپؑ کے لیے ایک قصیدہ کہا ہے اور میں نے قسم کھائی ہے کہ آپؑ سے پہلے کسی کے سامنے نہیں پڑھوں گا فرمایا لے آؤ، پس اس قصیدہ مدارس آیات پڑھا یہاں تک کہ اس شعر تک پہنچا۔

ارٰی فیئھم فی غیر ھم متقسماً

وایدی یھم من فیئھم صفرات

میں دیکھتا ہوں کہ ان کا مال فیئ ان کے غیر میں تقسیم ہو رہا ہے اور ان کے ہاتھ اپنے مال فی سے خالی ہیں۔

اور حضرتؑ رونے لگے اور فرمایا اے خزاعی تو نے سچ کہا ہے پس جب اس شعر پر پہنچا۔

اذا اوتروا مدوالی واتریھم

اکفا عن الاوتار منقبضات

جب ان پر ظلم وستم ہوتا ہے تو وہ ظلم کرنے والوں کی طرف اپنی ہتھیلیاں بڑھاتے ہیں جو کہ بدلہ لینے سے منقبض اور بند ہیں۔

حضرتؑ نے اپنی ہتھیلی کو الٹ پھیر کیا اور فرمایا خدا کی قسم منقبضات (بند ہیں) اور جب اس شعر پر پہنچا کہ

لقد خفت فی الدنیا وایام سعیها
وانی لارجو الامن بعد وفاتی

میں دنیا اور اس میں سعی وکوشش میں تو خوفناک ہوں البتہ اپنی وفات کے بعد امن وچین کی امید رکھتا ہوں، حضرت نے فرمایا خدا تجھے مامون قرار دے فزع اکبر (بڑی مصیبت) کے دن۔

پس جب وہ اس شعر پر پہنچا

وقبر ببغداد لنفس ذکیة
تضمنها الرحمن فی الغرفات

اور بغداد میں پاکیزہ نفس کی قبر ہے خدائے رحمن نے جنت کے کمروں کے پہلو میں اسے قرار دیا ہے، آپؑ نے فرمایا کیا میں تیرے قصیدہ کے اس مقام کے ساتھ دو بیت ملحق نہ کر دوں کہ جن سے تیرا قصیدہ مکمل ہو جائے۔ عرض کیا ملحق فرمائے، فرزند رسولؐ نے فرمایا۔

وقبر بطوس یالها من مصیبة
الحت علی الاحشاء بالزفرات
الی الحشر حتی یبعث الله قائما
یفرج عنا الهم والکربات

اور ایک قبر طوس میں ہے اور کتنی بڑی ہے اس کی مصیبت کہ جس نے اپنے گرم سانسوں سے انتڑیوں کو جھیل دیا ہے حشر کے دن تک کے لیے، یہاں تک کہ خداوند عالم مبعوث فرمائے گا قائم کو جو ہمارے غم اور مصیبتوں کو دور کر دے گا۔

دعبل نے عرض کیا یہ قبر جس کے متعلق آپؑ نے فرمایا ہے کہ وہ طوس میں ہے یہ کس کی قبر ہے فرمایا وہ میری قبر ہے، زیادہ عرصہ نہیں گزرے گا کہ طوس شیعوں اور میرے زواروں کے آنے جانے کی جگہ بن جائے گا، آگاہ رہو کہ جو شخص طوس میں میری زیارت کرے میری غربت ومسافرت میں تو وہ قیامت کے دن بخشا جانے کے ساتھ ساتھ میرے درجہ میں بھی ہوگا، پس جب دعبل قصیدہ پڑھنے سے فارغ ہوا تو آپؑ نے اس سے فرمایا کہ کہیں جانا نہیں اور اٹھ کر دولت سرا کے اندر گئے اور کچھ دیر بعد خادم باہر آیا اور سو دینار رضوی دعبل کے لیے لے آیا اور کہا کہ میرے مولا فرما رہے ہیں کہ انہیں اپنے صرف میں لے لو، دعبل کہنے لگا خدا کی قسم میں اس کے لیے نہیں آیا اور میں نے یہ قصیدہ کسی چیز کے طمع میں نہیں کہا اور وہ دیناروں کی تھیلی واپس کر دی اور آپؑ کے لباس

میں سے ایک کپڑے کی خواہش کی تا کہ اس سے تبرک وشرف حاصل کروں، پس حضرتؑ نے جبہ خز (ریشمی جبہ) تھیلی سمیت اس کے لیے بھیجا اور خادم سے فرمایا کہ اسے کہو کہ یہ تھیلی لے لے کہ اس کی اسے ضرورت پڑے گی اور اسے واپس نہ کر، پس دعبل نے تھیلی اور جبہ رکھ لیا اور قافلہ کے ساتھ وہ مرو سے نکلا، جب قوہان کے درمیان پہنچا تو ڈاکوؤں نے ان پر حملہ کر دیا اور اہل قافلہ کو پکڑ کر ان کی مشکیں باندھ دیں کہ جن میں دعبل بھی تھا، پس وہ ڈاکو اہل قافلہ کے مال کے مالک بن بیٹھے اور آپس میں انہوں نے تقسیم کر لیا، ایک ڈاکو نے اس مقام کی مناسبت سے دعبل کا یہ شعر پڑھا

ارى فيئهم في غيرهم متقسما

وايديهم من فيئهم صفرات

دعبل نے سنا تو کہنے لگا کہ یہ شعر کس کا ہے اس نے کہا قبیلہ خزاعہ کے ایک شخص کا ہے کہ جس کا نام دعبل ہے، دعبل نے کہا وہ دعبل میں ہوں جس نے یہ قصیدہ کہا ہے، پس وہ شخص اپنے رئیس کے پاس گیا اور وہ ایک ٹیلے کے اوپر نماز پڑھ رہا تھا اور وہ شیعہ تھا اس نے دعبل کے واقعہ کی خبر دی، وہ ڈاکوؤں کا سردار دعبل کے پاس آ کر کہنے لگا کہ دعبل تو ہے۔

کہنے لگا ہاں اس نے کہا قصیدہ پڑھو، دعبل نے قصیدہ پڑھا پس اس نے حکم دیا کہ دعبل اور تمام اہل قافلہ کی مشکیں کھول دو اور ان کے اموال انہیں دعبل کی عزت واحترام میں واپس کر دو، دعبل کی ولادت حضرت صادقؑ کی وفات کے سال میں ہوئی ہے اور اس کی وفات مقام شوش ۲۴۶ ہجری میں ہوئی ہے۔

ابوالفرج نے اغانی میں کہا ہے کہ دعبل بن علی مشہور شیعہ ہے حضرت علیؑ کی طرف میلان رکھتا تھا اور اس کا قصیدہ مدارس آیات بہترین اشعار میں سے ہے اور فخر میں اس نے برابری کی ہے، تمام ان بیتوں کی جو اہل بیت کے لیے کہی گئی ہیں، پس ابوالفرج نے دعبل کے امام رضاؑ کی خدمت میں جانے اور آنجنابؑ کا اسے تیس ہزار درہم رضویہ صلہ دینے اور اپنے لباس میں سے اسے خلعت دینے کا واقعہ نقل کیا ہے اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ دعبل نے قصیدہ مدارس آیات ایک کپڑے پر لکھا اور اس کا احرام باندھا اور گھر والوں کو حکم دیا کہ اسے اس کا کفن قرار دیں اور دعبل ہمیشہ اپنے زمانہ کے خلفاء سے خوفزدہ ان سے فراری اور پنہاں رہتا بسبب ان ہجو کے جو ان کی تھی اور وہ اس کی زبان سے ڈرتے تھے اور دعبل سے حکایت ہوئی ہے وہ کہتا ہے کہ جس زمانہ میں خلیفہ سے فرار کیے ہوئے تھا میں نے ایک رات نیشاپور میں اکیلے کاٹی اور ارادہ کیا کہ اس رات عبداللہ بن طاہر کے متعلق قصیدہ کہوں جس وقت میں یہ سوچ رہا تھا، حالانکہ میں نے دروازہ بند کیا ہوا تھا تو میں نے سنا کہ آواز آئی السلام علیکم الج یرحمك الله اپنے مقصد میں داخل ہو جا، خدا تجھ پر رحمت کرے، میرا بدن کانپنے لگا اور مجھ پر سخت قسم کی حالت طاری ہوئی، پس اس آواز دینے والے نے کہا خدا تجھے عافیت دے ڈر نہیں، کیونکہ میں تیرے جن بھائیوں میں سے یمن کا رہنے والا ہوں ہمارے پاس عراق میں سے ایک آنے والا آیا اور اس نے تیرا قصیدہ مدارس آیات پڑھا، میں دوست رکھتا تھا کہ وہ قصیدہ خود تجھ سے سنوں، دعبل کہتا ہے کہ میں نے اس کے لیے یہ قصیدہ پڑھا تو وہ اتنا رویا کہ زمین پر گر پڑا، پس کہنے لگا خدا تجھ پر رحمت نازل کرے آیا تیرے لیے ایک حدیث بیان نہ کروں کہ جو تیری نیت کو

زیادہ کرنے اور اپنے مذہب سے متمسک رہنے میں تیری مدد کرنے میں نے کہا کہ ہاں بیان کرو، کہنے لگا میں مدت سے امام جعفر علیہ السلام کا ذکر سنتا تھا، پس میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے سنا کہ آپؑ نے فرمایا مجھ سے میرے باپؑ نے اپنے باپؑ سے اپنے جد بزرگوار سے حدیث بیان کی کہ رسول خدا نے فرمایا علی وشیعتہ ھم الفائزون۔ کہ علی اور اس کے شیعہ فائز وکامیاب ہیں، وہ مجھ سے رخصت ہوا اور جانے لگا تو میں نے کہا خدا تجھ پر رحمت کرے مجھے اپنا نام تو بتا، کہنے لگا کہ میں طلیان بن عامر ہوں۔ انتہی

دوسرا: حسن بن علی بن زیاد بجلی کوفی وجوہ طائفہ اور حضرت امام رضا کے اصحاب میں سے ہے اور الیاس صیرفی کا نواسہ ہے جو کہ حضرت صادق علیہ السلام کے شیوخ اصحاب میں سے تھا اس نے اپنے نانا الیاس سے روایت کی ہے کہ اس نے اپنے احتضار کے وقت کہا کہ گواہ رہو یہ گھڑی جھوٹ بولنے کی نہیں میں نے کہا حضرت صادق علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ خدا کی قسم وہ بندہ نہیں مرتا جو خدا اور رسولؐ وآئمہ علیہم السلام کو دوست رکھتا ہے کہ جہنم کی آگ اسے مس کرے اور اس کلام کا آپؑ نے تین مرتبہ اعادہ کیا بغیر اس کے کہ آپؑ سے سوال کیا گیا ہو اور شیخ طوسی نے احمد بن محمد بن عیسیٰ بن قمی سے روایت کی ہے کہ میں نے حدیث کی تلاش میں کوفہ کا سفر کیا اور وہاں حسن بن علی وشا سے ملاقات کی اور میں نے اس سے سوال کیا کہ علاء بن رزین اور ابان بن عثمان کی کتاب میرے پاس لے آؤ جب وہ لے آیا تو میں نے اس سے کہا کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ مجھے اجازت دو کہ ان دونوں کتابوں کی روایت کروں۔

کہنے لگا خدا تجھ پر رحمت کرے تجھے کیا جلدی ہے جا اور ان سے لکھ لے پھر سن۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ میں حوادث روزگار سے مامون نہیں ہوں، وہ کہنے لگا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ حدیث کے لیے تیرے جیسا طلب گار ہے تو میں بہت سی احادیث اخذ کرتا، کیونکہ میں نے اس مسجد میں نوسو مشائخ کو دیکھا ہے جن میں سے ہر ایک کہتا تھا کہ مجھ سے جعفرؑ بن محمدؐ نے حدیث بیان کی۔

مولف کہتا ہے کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سابق زمانہ میں اہل قم کس قدر حدیث کے متلاشی تھے کہ سامان سفر باندھ کر قم سے کوفہ تک طلب حدیث کے لیے جاتے تھے اور ان کا اعتماد بھی اصول پر ہوتا اور کوئی حدیث اجازہ اور سماع کے بغیر نہیں کرتے تھے خلاصہ یہ کہ وہ مشائخ اجازہ اور اجلاء اصحاب آئمہ اس سے روایت کرتے ہیں اور اگر اس سے وقف کی لغزش ہوگئی تھی کہ اس نے امام موسیٰ علیہ السلام پر توقف کیا تو اس کا تدارک اس نے امام رضاؑ کی طرف رجوع کر کے اور ان کی امامت اور آنحضرتؐ کے بعد کی صحبت کا قائل ہو کر کر لیا تھا، ابن شہر آشوب نے مناقب میں اس سے روایت کی ہے کہ میں نے چند کاغذات پر کچھ مسائل لکھے تا کہ ان سے علیؑ بن موسیٰ علیہ السلام کا امتحان کروں، پس صبح کے وقت میں آپؑ کے مکان کی طرف چلا آپؑ کے دروازے پر زیادہ جمعیت کی وجہ سے میں آپؑ کے دردولت تک نہ پہنچ سکا اس حالت میں میں نے ایک خادم کو دیکھا کہ وہ پوچھتا پھرتا تھا کہ حسن بن علی وشا الیاس بغدادی کی بیٹی کا لڑکا کون سا ہے، میں نے کہا اے غلام جس شخص کو تو تلاش کر رہا ہے وہ میں ہوں، پس اس نے ایک تحریر مجھے دی اور کہا کہ یہ جواب ہے ان مسائل کا کہ جو تیرے پاس ہیں، پس میں نے اس واضح معجزہ کے سبب سے آپؑ کی امامت کا یقین کر لیا اور واقفیہ کے مذاہب اور طریقوں کو چھوڑ دیا۔

تیسرا حسن بن علی بن فضال تیملی کوفی جس کی کنیت ابو محمد ہے، قاضی نور اللہ نے مجالس میں کہا ہے کہ حسن کہتا ہے کہ امام موسیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور وہ حضرت امام رضاؑ کے راویان حدیث میں سے ہے اور وہ حضرتؑ سے پورا اختصاص رکھتا تھا، جلیل القدر عظیم المنزلۃ زاہد صاحب ورع اور ثقہ تھا، روایات میں اور کتاب نجاشی میں فضل بن شاذان سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ میں ایک مسجد میں ایک قاری کے پاس درس پڑھتا تھا وہاں میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا جو آپس میں باتیں کر رہے تھے ان میں سے ایک مجھ سے کہنے لگا کہ پہاڑ میں ایک شخص رہتا ہے کہ جسے ابن فضال کہتے ہیں اور اس گروہ میں سب سے زیادہ عابد ہے کہ جنہیں ہم نے دیکھا ہے اور کہنے لگا کہ وہ صحرا میں چلا جاتا ہے اور سجدہ ریز ہوتا ہے تو صحرا کے پرندے اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں اور وہ اس طرح زمین پر محو پڑا رہتا ہے کہ دور سے اس طرح گمان ہوتا ہے کہ کوئی کپڑا یا ٹکڑا پڑا ہے اور صحرا کے وحشی جانور اس کے نزدیک چرتے رہتے ہیں اور اس سے بدکتے نہیں بسبب انتہائی موانست کے جو انہیں اس سے حاصل ہو گئی ہے۔

فضل بن شاذان کہتا ہے یہ بات سننے کے بعد میں نے گمان کیا کہ شاید یہ کسی ایسے شخص کے حالات ہیں جو گزشتہ زمانہ میں ہوگا اور یہ بات سننے کے تھوڑے وقت کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک شخص خوبصورت نیک شمائل جس نے روئی کا لباس اور ردا اوڑھ رکھی ہے اور سبز جوتا پاؤں میں پہنے ہوئے ہے دروازے سے داخل ہوا اور میرے باپ کو کہ جس کے ساتھ میں بیٹھا ہوا تھا سلام کیا میرا باپ اس کی تعظیم کے لیے کھڑا ہو گیا اور اس کو جگہ دی اور اس کی تعظیم و تکریم کی جب کچھ دیر کے بعد وہ اٹھ کر چلا گیا تو میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے اس نے کہا کہ یہ حسن بن علی بن فضال ہے، میں نے کہا وہی عابد و فاضل جو مشہور ہے، کہنے لگا ہاں وہی ہے میں نے کہا کہ یہ وہ نہیں ہوگا کہنے لگا کہ وہ تو ہمیشہ پہاڑ میں رہتا ہے، کہنے لگا تو کس قدر کم عقل ہے بیٹا، کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ اب وہیں سے آیا ہو، پس جو کچھ اس میں نے اہل مسجد سے سنا تھا وہ باپ کے سامنے بیان کیا میرا والد کہنے لگا جو کچھ تو نے سنا ہے وہ درست ہے اور یہ حسن وہی حسن ہے۔ حسن کبھی کبھی میرے باپ کے پاس آیا کرتا تھا پس میں اس کے پاس گیا اور کتاب ابن بکیر وغیرہ کتب احادیث اس سے سماع کیں اور اکثر ایسا ہوتا کہ وہ اپنی کتاب لے کر میرے حجرے میں آتا اور میرے سامنے اس کی قرائت کرتا اور جس سال طاہر بن حسین خزاعی نے جو مامون کا سپہ سالار تھا حج ادا کیا اور کوفہ لوٹ کے آیا جب اس نے حسن کے فضائل و کمالات کی تعریف سنی تو کسی کو حسن کے پاس بھیجا کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے سے معذور ہوں، میں التماس کرتا ہوں کہ آپ میرے پاس تشریف لے آئیں تو حسن نے طاہر کے پاس جانے سے انکار کر دیا اور اصحاب نے اسے طاہر کے پاس جانے کی جتنی ترغیب دی اس نے قبول نہ کی اور کہنے لگا کہ مجھے اس سے کوئی نسبت اور لگاؤ نہیں اور اس کے اس استغناء سے میں سمجھا کہ اس کا ہمارے گھر آنا دیانت داری کی بناء پر تھا اور اس کا مصلیٰ مسجد کوفہ کے اس ستون کے پاس تھا کہ جسے سابعہ اور اسطوانہ ابراہیم علیہ السلام کہتے تھے اور حسن اپنی پوری عمر میں عبداللہ بن افطح کی امامت کا قائل رہا اور مرض موت میں کوئی واقعہ دیکھا اور اس عقیدہ سے پلٹ آیا اور حق کی طرف رجوع کیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

حسن کی وفات ۲۲۴ ہجری میں ہوئی اور اس کی تصانیف میں سے کتاب زیارات و بشارات و کتاب نوادر و کتاب

ردّ علی الغلات و کتاب شواہد کتاب المستعہ اور کتاب تاریخ ناسخ و منسوخ و کتاب ملاحم و کتاب صلوۃ اور کتاب رجال ہے۔

چوتھا حسن بن محبوب سراد اور الزراد بھی کہا گیا ہے، ابو علی بجلی کوفی ثقہ و جلیل القدر راوی اور اپنے زمانہ کے ارکان اربعہ میں سے اور اصحاب اجماع میں سے ہے اور اس کی بہت سی کتب ہیں اور ان میں کتاب مشیخہ کتاب حدود و دیات و فرائض و نکاح و طلاق اور کتاب نوادر جو کہ ہزار ورق کے قریب ہے اور کتاب تفسیر وغیرہ حضرت رضا علیہ السلام سے اور حضرت صادق علیہ السلام کے ساٹھ اصحاب سے روایت کرتا ہے اور منقول ہے کہ اس کے باپ محبوب کا حسن کی تربیت میں اتنا اہتمام کیا تھا کہ اسے اخذ حدیث میں ترغیب دلانے کے لیے یہ قرارداد کی ہوئی تھی کہ جو حدیث وہ علی بن رباب سے سنے گا اور اسے لکھے گا ہر حدیث کے بدلے اسے ایک درہم دے گا اور یہ علی بن رباب ثقات اور اجلا علماء شیعہ کوفہ میں سے ہے، اس نے حضرت صادق اور حضرت موسیٰ بن جعفرؑ سے روایت کی ہے اور اس کا بھائی یمان بن رباب روسائے خوارج میں سے تھا اور ہر سال یہ دونوں بھائی تین دن کے لیے جمع ہوتے اور مناظرہ کرتے تھے پھر اس کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے اور پھر ایک دوسرے سے کلام یہاں تک کہ سلام بھی نہیں کرتے تھے۔

شیخ کشی نے علی بن محمد قتیبی سے جعفر بن محمد بن حسن بن محبوب سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میرے جد حسن بن محبوب کا نسب نامہ اس طرح ہے، حسن بن محبوب بن وہب بن جعفر بن وہب اور یہ وہب سندھی غلام تھا، جریر بن عبداللہ بجلی کا اور زراد کا معنی ہے زرہ درست کرنے والا، پس یہ امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؑ سے التماس کیا کہ آپؑ اُسے جریر سے خرید کر لیں اور جریر چونکہ ناپسند کرتا تھا کہ وہ اس کے ہاتھ سے باہر نکلے، لہذا کہنے لگا کہ یہ غلام آزاد ہے، میں نے اس کو آزاد کیا اور جب اس کی آزادی محقق ہو گئی تو اس نے حضرت امیر المومنین کی خدمت اختیار کر لی اور حسن بن محبوب نے ۲۲۴ھ کے آخر میں پینسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔

فقیر کہتا ہے اس لحاظ سے چونکہ وہب حسن زراد کا دادا تھا حسن کو زراد کہتے تھے، یہاں تک کہ امام رضاؑ نے بزنطی سے فرمایا کہ حسن بن محبوب زراد نہ کہو بلکہ سراد کہو، کیونکہ خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے، وقدر فی السرد، آپ کا زراد سے نہی کرنا اور سراد کا حکم دینا اس وجہ سے نہیں کہ زراد میں کوئی عیب ہے کیونکہ سراد و زراد کا ایک ہی معنی ہے، بلکہ یہ اہتمام تو قرآن مجید کی طرف ترغیب دینے کے لیے ہے، یہ کہ جب تک ممکن ہو انسان کو اس طرح ہونا چاہیے کہ اس کے کلمات اور شواہد قرآن کے مطابق ہوں اور کلام خدا سے ماخوذ ہوں، جیسا کہ حضرتؑ کے حالات میں روایت ہوئی ہے کہ آپؑ کی تمام باتیں اور آپؑ کے جوابات اور مثالیں سب قرآن مجید سے ماخوذ ہوتی ہیں۔

پانچواں زکریا بن آدم بن عبداللہ بن سعد اشعری قمی ثقہ جلیل القدر راوی اور امام رضا علیہ السلام کے نزدیک صاحب منزلت تھا شیخ کشی نے زکریا بن آدم سے روایت کی ہے، وہ کہتا ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں اپنے خانوادہ سے باہر چلا جاؤں، کیونکہ ان میں بیوقوف اور سفیہ زیادہ ہو گئے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا یہ کام نہ کرنا، کیونکہ تیری وجہ سے ان سے آفات دفع ہوتی ہیں جیسا کہ اہل بغداد سے حضرت ابوالحسنؑ کے

واسطہ سے دفع ہوتی ہیں اور روایت کی ہے علی بن مسیب ہمدانی سے جو حضرت رضاؑ کے ثقات اصحاب میں سے ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام رضاؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرا راستہ دور ہے اور میں ہر وقت آپؑ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتا تو اپنے احکام دینی کس سے اخذ کروں، حضرتؑ نے فرمایا "من زکریا بن آدم القمی المامون علی الدین والدنیا" یعنی معالم دین زکریا بن آدم قمی سے لو جو کہ دین و دنیا میں مامون ہے اور مجملہ زکریا بن آدم کی سعادتوں کے جس پر وہ فائز ہوا ہے یہ ہے کہ ایک سال حضرت امام رضا علیہ السلام کے ساتھ مدینہ سے مکہ تک حج کے لیے مشرف ہوا اور حضرتؑ کا زمیل تھا کہ ظاہراً جس سے مراد یہ ہے کہ حضرتؑ کے ساتھ ایک ہی محمل میں سوار تھا۔

اور علامہ مجلسی نے تاریخ قم میں نقل کیا ہے کہ اس نے اہل قم کی مدح میں کہا ہے کہ ان میں سے اکثر اشعریین ہیں اور پیغمبر اکرمؐ نے ان کے حق میں بخشش کی دعا کی ہے اور فرمایا اللھم اغفر الله اشعریین خدایا اشعریین کو بخش دے صغیر ھم و کبیر ھم ان کے چھوٹے بڑوں کو اور یہ بھی فرمایا کہ اشعریون مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں ان کے مفاخر میں سے یہ ہے کہ پہلا شخص کہ جس نے قم میں شیعیت کا اظہار کیا وہ موسیٰ بن عبداللہ بن سعد اشعری تھا اور ان کے مفاخر میں سے یہ بھی ہے امام رضا علیہ السلام نے زکریا بن آدم عبداللہ بن سعد اشعری سے فرمایا کہ تیری وجہ سے خداوند عالم اہل قم سے بلا و مصیبت کو دور رکھتا ہے جس طرح کہ اہل بغداد سے موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی وجہ سے بلا دور رکھتا ہے۔

اور یہ بھی ان کے مفاخر میں سے ہے کہ انہوں نے بہت سی زرعی زمینیں اور املاک آئمہ علیہم السلام پر وقف کیے ہیں اور یہ کہ پہلے اشخاص کہ جنہوں نے آئمہ علیہم السلام کی خدمت میں خمس بھیجا وہ یہی تھے اور یہ کہ آئمہ علیہم السلام نے ان میں سے ایک جماعت کو مکرم کیا اور عزت بخشی ہدایا تحائف اور کفنوں کے ساتھ کہ جن میں سے ہیں ابو جریر زکریا بن ادریس زکریا بن آدم عیسیٰ بن عبداللہ بن سعد وغیرہ۔

شیخ کشی نے سند معتبر کے ساتھ زکریا بن آدم سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں حضرت امام رضاؑ کی خدمت میں ابتدا شب میں وارد ہوا اور ابو جریر زکریا بن ادریس قمی کی وفات ہو چکی تھی، پس حضرتؑ نے اس کے متعلق مجھ سے سوال کیا اور اس پر ترحم کیا یعنی فرمایا رحمہ اللہ ولم یزل یحدثنی واحد حتی طلع الفجر فقام علیہ السلام فصلی الفجر خدا اس پر رحم کرے اور مسلسل آپؑ مجھ سے اور میں آپؑ سے باتیں کرتا رہا یہاں تک کہ صبح طلوع ہو گئی پھر حضرتؑ کھڑے ہو گئے اور آپؑ نے نماز صبح ادا کی۔

مولف کہتا ہے کہ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس رات حضرتؑ صبح صادق تک بیدار رہے زکریا بن آدم سے باتیں کرتے رہے، پس چاہیے کہ وہ مطالب بہت ہی اہم تھے کہ جن کے متعلق گفتگو کرتے رہے اور وہ نہیں ہو سکتے سوائے تذکرہ علوم و اسرار کے جیسا کہ رسول خداؐ کے حالات میں سلمان فارسی سے اسی کے قریب قریب منقول ہے۔

ابن ابی الحدید نے کتاب استیعاب سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ہمیں عائشہ سے روایت ہوئی ہے وہ کہتی ہے کہ

سلمان فارسیؓ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک رات کے وقت انفرادی مجلس ہوئی تھی یہاں تک کہ قریب تھا کہ وہ ہماری نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ قریب ہو جائے بلکہ ظاہر روایت سے تو یہ سمجھ آتا ہے کہ اس رات آپؐ نے نماز تہجد بھی نہیں پڑھی اور یہ نہیں ہو سکتا مگر یہ کہ آپؐ کسی ایسی چیز میں مشغول تھے کہ جو اس سے افضل تھی اور وہ مذاکرہ علم ہے۔

شیخ صدوق نے اس مجلس میں جو مشائخ مذہب امامیہ کو لکھوائی ہے فرمایا ہے کہ جو شخص اکیس اور تیئیس کی رات ماہ رمضان کی مذاکرہ علمی میں بیدار رہ کے گزار دے تو وہ افضل ہے، بالجملہ اس کی قبر قم کے اس قبرستان کے وسط میں مشہور ہے جو کہ لحوطہ (احاطہ) میں ہے جو شیخان بکبیر کے نام سے معروف ہے اور اس کے قریب میں اس کے چچا زاد بھائی زکریا بن ادریس بن عبداللہ بن سعد قمی معروف بابو جریر کی قبر ہے جو کہ حضرت صادقؑ و حضرت کاظمؑ و حضرت رضا علیہ السلام کے اصحاب میں سے صاحب قدر و منزلت تھا، امام رضاؑ کے نزدیک ان کے قریب دفن ہے، آدم بن اسحاق بن آدم بن عبداللہ بن سعد اشعری جو کہ زکریا بن آدم کا بھتیجا ہے اور ثقہ و جلیل ہے اور حضرت جوادؑ کے اصحاب میں شمار ہوتا ہے اور زکریا بن آدم حضرت رضاؑ اور حضرت جوادؑ کے اصحاب میں شمار ہوتا ہے۔

چھٹا صفوان بن یحییٰ ابو محمد بجلی کوفی عمدہ کھجوریں بیچنے والا ثقہ جلیل عابد و زاہد نبیل فقیہ مسلم اور صاحب منزلت حضرت رضا صلوات اللہ وسلامہ علیہ کے ہاں اس کی جلالت شان اس سے زیادہ ہے کہ بیان ہو صاحب مجالس المومنین فرماتے ہیں کہ کتاب خلاصہ اور ابن داؤد میں لکھا ہے کہ اصحاب حدیث اور دوسرے لوگوں کے نزدیک اپنے زمانہ میں وہ زیادہ قابل وثوق تھا اور امام رضاؑ اور حضرت جواد علیہ السلام کے راویوں اور ان کے وکلا میں سے تھا اور اس کا باپ امام جعفر صادق علیہ السلام کے راویوں میں سے تھا اور حضرتؑ کے نزدیک اس کی بڑی قدر و منزلت تھی اور کتاب فہرست نجاشی میں صفوان روایت کرے اور علم فقہ میں اسے مسلم سمجھتے ہیں اور صفوان مال تجارت میں عبداللہ بن جندب اور علی بن نعمان کے ساتھ شریک تھا جو کہ مومنین میں سے تھے اور ان میں سے ہر شخص روزانہ اکاون رکعت نماز پڑھتا تھا، پس بیت الحرام میں انہوں نے ایک دوسرے سے عہد کیا کہ جو کوئی ان میں سے دوسرے کے بعد رہ جائے وہ مرنے والے کی نمازیں ادا کرے اور اس کے روزے بھی رکھے اور چونکہ صفوان ان دونوں کے بعد رہ گیا لہٰذا اس عہد کی بنا پر روزانہ ایک سو ترپن ۱۵۳ رکعت نماز پڑھتا تھا اور اس کا ثواب ان اپنے مومن بھائیوں کی ارواح کو ہدیہ کرتا تھا اور اس کی پرہیزگاری کا یہ عالم تھا کہ اس نے ایک سفر پر کسی کا اونٹ کرایہ پر لیا اس کے ایک دوست نے اسے دو دینار امانت کے طور پر دیئے کہ انہیں اہل کوفہ کے ہاں پہنچا دے صفوان نے جب تک کرایہ پر اونٹ دینے والے سے اجازت نہ لے لی انہیں اپنے سامان میں نہیں رکھا۔

مولف کہتا ہے کہ اس عمل میں اس بزرگوار کی اقتدا کی تھی شیخ اجل عالم ربانی محقق صمدانی مرحوم اخوند ملا احمد اردبیلی نجفی نے جو کہ ورع و تقویٰ و زہد و قدسی و فضل میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے اس حد تک کہ علامہ مجلسی نے فرمایا ہے کہ ہم نے ایسا بزرگوار متقدمین و متاخرین میں نہیں سنا روایت ہے کہ ایک سفر پر کاظمین سے نجف کے لیے انہوں نے سواری کرایہ پر لی تھی اور اس کا مالک ساتھ نہیں تھا جب آپؒ نے چاہا کہ روانہ ہوں تو اہل بغداد میں سے ایک شخص نے آپؒ کو ایک خط دیا کہ یہ نجف میں پہنچا دینا اس بزرگوار نے وہ خط تو لے لیا، لیکن پیادہ نجف تک گئے اور سواری پر سوار نہیں ہوئے اور فرمایا کہ میں نے سواری والے سے اس خط کی اجازت نہیں لی

تھی، فقیر کہتا ہے کہ یہ حکایت جس طرح محقق مذکور کی شدت احتیاط اور کثرت ورع پر دلالت کرتی ہے اس طرح برادر دینی کی قضاء حاجت میں اس مرحوم کے زیادہ اہتمام پر بھی دلالت کرتی ہے کیونکہ آنجناب کے لیے ممکن تھا کہ عذر پیش کرتے اور اس خط کو قبول ہی نہ کرتے، لیکن یہ نہیں چاہا کہ یہ فضیلت آپؒ سے فوت ہو جائے جیسا کہ حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ مرد مومن کی حاجت روائی کرنا افضل ہے تین حج سے یہاں تک کہ آپؑ نے دس حجوں تک شمار کیا ہے اور روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں جب کوئی عابد انتہائے درجہ عبادت کو پہنچ جاتا تو تمام عبادات میں سے لوگوں کی حاجات پورا کرنے کی کوشش کرتا بہرحال معمر بن خلاد سے منقول ہے کہ حضرت ابوالحسنؑ نے فرمایا کہ دو درحریص بھیڑیوں کا گوسفندوں کو قتل کرنے کے لیے ایسے گوسفندوں میں جا پڑنا کہ جن کا چرواہا ان کے ساتھ موجود نہ ہو ان کا ضرر مرد مسلمان کے دین میں جب ریاست سے زیادہ نہیں ہے پھر اس کے بعد فرمایا صفوان ریاست کو دوست نہیں رکھتا اور شیخ طوسی نے فرمایا ہے کہ صفوان نے حضرت صادقؑ کے چالیس اصحاب سے روایت کی ہے اور بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں مثل حسین بن سعید کی کتابوں کے اور اس کے کچھ مسائل ہیں جو اس نے ابوالحسن موسیٰ سے لیے ہیں اور شیخ کشی نے نقل کیا ہے کہ صفوان بن یحییٰ نے ۲۱۰ھ میں وفات پائی ہے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے اس کے لیے حنوط اور کفن بھیجا اور اسماعیل بن موسیٰ کو حکم دیا کہ وہ اس کی نماز جنازہ پڑھائے۔

ساتواں محمد بن اسماعیل بن بزیع ابو جعفر منصور عباس کا غلام ثقہ صحیح گروہ امامیہ کے صلحاء میں سے اور ان کے ثقات میں سے ہے بہت جلیل القدر ہے اور اصحاب حضرت موسیٰؑ و رضاؑ میں سے ہے اس نے حضرت جواد علیہ السلام کو بھی دیکھا ہے اور ایک روایت ہے کہ یہ اور احمد بن حمزہ بن بزیع وزراء میں سے تھے اور ثقہ جلیل القدر علی بن نعمان نے (جو کہ امام رضاؑ کے اصحاب میں سے ہیں) وصیت کی ہے کہ اس کی کتابیں محمد بن اسماعیل بن بزیع کو دی جائیں اور کشی نے روایت کی ہے کہ امام رضاؑ نے فرمایا کہ بیشک ظالموں کے دروازوں پر اللہ تبارک و تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں کہ جن کے ذریعہ وہ برہان کو روشن کرتا ہے اور انہیں شہروں میں تمکین و قدرت دیتا ہے کہ ان کے ذریعہ سے اپنے اولیا سے مصائب و بلیات کو دور کرے اور اللہ ان کے ذریعہ سے امور مسلمین کی اصلاح کرتا ہے کیونکہ وہ مومنین کے لیے ضد سے بچنے کے لیے جائے ماویٰ ہیں اور انہیں کے پاس گھبرا کر ہمارے شیعوں میں سے صاحبان حاجت جاتے ہیں انہیں کی وجہ سے خداوند عالم مومن کے دل کے خوف کو ظالمین کے گھر میں امن سے بدل دیتا ہے۔

راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا کس چیز سے یہ مرتبہ ملتا ہے فرمایا وہ ہمیں ہمارے شیعوں میں سے مومنین کے دلوں میں سرور و خوشی داخل کرے خوش کرے۔

پس اے محمد ایسے لوگوں میں سے ہو جا اور یہ وہی محمد ہے کہ جس نے حضرت جوادؑ سے پیراہن مانگا تھا تاکہ اسے اپنا کفن بنائے اور حضرتؑ نے اس کے لیے بھیجا اور حکم دیا کہ اس کے بٹن کاٹ دیے جائیں اور محمد کے مقام فید میں جو مکہ کے راستہ میں ایک منزل ہے وفات پائی ہے شیخ ثقہ جلیل ابن قولویہ نے سند صحیح کے ساتھ محمد بن یحییٰ اشعری سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ مقام فید میں علی بن بلال کے ساتھ میں محمد بن اسماعیل بن بزیع کی قبر پر جانے کے لیے روانہ ہوا تو علی بن بلال نے مجھ سے کہا کہ اس قبر والے نے مجھے

امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا جو شخص مومن بھائی کی قبر کے پاس جائے اور قبر پر ہاتھ رکھ کر سات مرتبہ سورۂ انا انزلنا پڑھے تو وہ فزع اکبر سے مامون رہے گا یعنی قیامت کے دن کے بڑے و عظیم خوف سے اور دوسری روایت میں ہے ہے راوی کہتا ہے کہ میں محمد بن علی بن بلال کے ساتھ ابن بزیع کی قبر پر گیا محمد قبر کے سرہانے قبلہ رخ ہو کر بیٹھ گیا اور قبر کو اپنے سامنے رکھ کر کہنے لگا کہ مجھے اس قبر والے نے خبر دی ہے کہ اس نے حضرت جوادؑ سے سنا کہ جو شخص اپنے برادر مومن کی قبر کی زیارت کرے اور اس کی قبر کے پاس قبلہ رو ہو کر بیٹھے اور اپنا ہاتھ قبر پر رکھ کر سات مرتبہ سورۂ انا انزلنا پڑھے تو وہ فزع اکبر (بڑا خوف) سے مامون رہے گا۔

مولف کہتا ہے کہ فزع اکبر سے مامون ہونا ممکن ہے کہ پڑھنے والے کے لیے ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ میت کے لیے ہو جیسا کہ کچھ روایات سے معلوم ہوتا ہے اور میں نے ایک مجموعہ میں دیکھا ہے کہ شیخ شہید اپنے استاد فخر المحققین فرزند آیۃ اللہ علامہ کی قبر پر گئے اور فرمایا کہ میں اس قبر والے سے نقل کرتا ہوں اور انہوں نے اپنے والد ماجد سے نقل کیا ہے ان کی سند سے امام رضا علیہ السلام سے کہ جو برادر مومن کی قبر کی زیارت کرے اور اس کے پاس سورہ قدر کو پڑھے اور کہے کہ اللھم جاف الارض عن جنوبھم وصاعد الیك ارواحھم وزدھم منك رضواناً واسکن الیھم من رحمتك ماتصل بہ وحدتھم وتونس وحشتھم انك علی کل شیء قدیر تو مامون ہو جائے گا فزع اکبر سے پڑھنے والا اور میت اور منجملہ ان چیزوں کے جو محمد بن اسماعیل کی جلالت اور امام رضا علیہ السلام کے ساتھ اختصاص پر دلالت کرتی ہیں ایک چیز وہ ہے جو جناب سید مرتضیٰ والد علامہ طباطبائی بحر العلوم سے نقل ہوئی ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے علامہ مذکور کی ولادت کی رات دیکھا کہ حضرت امام رضا صلوات اللہ علیہ نے محمد بن اسماعیل بن بزیع کو ایک شمع دے کر بھیجا اور اس نے وہ شمع والد بحر العلوم کے گھر کی چھت پر روشن کر دی، پس اس شمع کی روشنی اتنی بلند ہوئی کہ جس کی انتہا نہیں دیکھی جا سکتی تھی فقیر کہتا ہے کہ اس میں شک نہیں کہ وہ شمع بحر العلوم تھے کہ جنہوں نے دنیا کو اپنے نور سے روشن کیا اور ان کی جلالت کے لیے کافی ہے کہ شیخ اکبر جناب الحاج شیخ جعفر کاشف الغطاء رضوان اللہ علیہ باوجود اس فقاہت و ریاست و جلالت کے سید کے جوتے کی مٹی کو اپنے عمامہ کے حنک کے ساتھ صاف کرتے اور تواتر کو پہنچا ہوا ہے کہ آپ ملاقات امام عصر عجل اللہ فرجہ سے مشرف ہوئے اور ان کی کرامات باہرات اس حد تک نقل ہوئی ہیں کہ شیخ اعظم صاحب جواہر نے ان کے حق میں فرمایا ہے صاحب الکرامات الباہرہ والمعجزات القاہرہ آپ کی ولادت شریف کربلائے معلیٰ میں ۱۱۵۵ھ میں ہوئی تقریباً اٹھاون سال ان کا نور جلوہ گر رہا اور ۱۲۱۲ھ غریب، میں عزی میں غروب کیا اور آپ کی تاریخ وفات مطابق ہوئی اس مصرعہ کے

قد غاب مھدیھا جدا وھا دیھا

آٹھواں نصر بن قابوس حضرت صادقؑ و موسیٰ بن جعفرؑ و حضرت رضا علیہم السلام سے روایت کرتا اور ان کے نزدیک صاحب منزلت ہے اور شیخ طوسی فرماتے ہیں کہ میں بیس سال تک حضرت صادق علیہ السلام کا وکیل رہا لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ آپ کا وکیل ہے وہ بہترین اور فاضل شخص ہے اور شیخ مفید نے کتاب ارشاد میں اسے خواص اور ثقات امام موسیٰ علیہ السلام میں سے شمار کیا ہے اور آپؑ کے شیعوں میں سے اسے صاحب علم وورع وفقہ کہا ہے اور اس سے حضرت رضا علیہ السلام کی امامت کی نص کی روایت کی ہے اور

شیخ کشی نے اس سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام کے مکان پر تھا، پس حضرتؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے مکان کے ایک کمرے کے دروازے پر لے آئے، پس دروازہ کھولا میں نے ان کے فرزند علی علیہ السلام کو دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں ایک کتاب ہے کہ جس پر وہ نظر کر رہے ہیں، پس مجھ سے فرمایا اے نصر اسے پہچانتے ہو میں نے عرض کیا جی ہاں یہ آپؑ کے فرزند ہیں۔ فرمایا اے نصر جانتے ہو یہ کتاب کیا ہے کہ جس میں وہ نظر کر رہا ہے؟

میں نے عرض کیا کہ نہیں،

فرمایا یہ جفر ہے کہ جس میں پیغمبر یا وصی پیغمبر کے علاوہ کوئی نظر نہیں کرتا۔ راوی کہتا ہے کہ نصر کے لیے امامت کے سلسلہ میں شک و شبہ پیدا نہ ہوا یہاں تک کہ اسے حضرت ابوالحسن کی وفات کی خبر ملی اور نیز نصر مذکور سے روایت ہے کہ ایک دفعہ اس نے امام موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے آپ کے والد سے ان کے بعد کے امامؑ کے متعلق پوچھا تھا اور آنجناب نے آپؑ کا تعین فرمایا تھا، لہذا جب ان کی وفات ہوئی تو باقی لوگ تو دائیں بائیں طرف گئے لیکن میں اور میرے ساتھی آپؑ کی امامت کے قائل رہے، پس مجھے خبر دیجئے کہ آپؑ کے بعد امام کون ہیں۔ فرمایا میرا بیٹا علی علیہ السلام

گیارھواں باب

امام کل عاکف وحجتہ اللہ علیٰ جمیع العباد حضرت ابوجعفر امام محمد تقی جواد صلوات اللہ علیہ وعلی اباء واولادہ الامجاد کی تاریخ سوانح

اور اس کی چند فصول ہیں۔

پہلی فصل

آپؑ کی ولادت اسم مبارک کنیت اور نسب کے بیان میں

واضح ہو کہ آنحضرتؑ کی ولادت میں اختلاف ہے اور علماء و مشائخ کے نزدیک زیادہ مشہور یہ ہے کہ آپؑ انیس رمضان یا پندرہ رمضان کو ۱۹۵ ہجری مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور ابن عیاش نے آپؑ کی ولادت دس رجب بیان کی ہے اور دعائے ناحیہ مقدسہ کے یہ کلمات اللهم انی اسئلك بالمولودین فی رجب محمد بن علی الثانی وابنه علی بن محمد المنتجب اس قول کے مؤید ہیں۔آپ کا اسم گرامی محمدؑ اور مشہور کنیت ابوجعفر القاب شریفہ تقیؑ اور جواد ہیں اور مختار و منتجب و مرتضیٰ و قانع و عالم وغیرہ بھی کہے گئے ہیں۔

شیخ صدوق فرماتے ہیں کہ آپ کو تقی اس لیے کہتے ہیں کہ چونکہ آپؑ خدا سے ڈرتے تھے، لہذا خداوند عالم نے انہیں شر مامون سے محفوظ رکھا جب کہ مستی کی حالت میں مامون آپ کے مکان میں داخل ہوا اور اس نے آپؑ پر تلوار کے وار کیے یہاں تک کہ اسے یہ گمان ہوا کہ اس نے حضرتؑ کو قتل کر دیا ہے، لیکن خداوند عالم نے ان کی اس کے شر سے نگہبانی کی، مولف کہتا ہے اس واقعہ کی تفصیل آپ کے معجزات کی فصل میں انشاء اللہ ضرور آئے گی۔

آپ کی والدہ گرامی کنیز تھیں کہ جنہیں سبیکہ کہتے تھے اور امام رضا علیہ السلام نے ان کا نام خیزران رکھا اور وہ معظمہ اہل نوبہ میں سے ماریہ قبطیہ والدہ ابراہیم فرزند رسول خداؐ کے خاندان سے تھیں اور وہ مخدرہ اپنے زمانہ کی عورتوں سے افضل تھیں اور ان کی

طرف رسول اکرمؐ نے اپنے ارشاد میں اشارہ فرمایا ہے بابی ابن خیرۃ الاماالنوبیۃ الطیبۃ میرا باپ قربان ہو بہترین کنیز کے فرزند پر جو کہ اہلنوبہ اور پاکیزہ ہے، اور یزید بن سلیط کی خبر میں ہے جب کہ رکن نے امام موسیٰ علیہ السلام سے مکہ کے راستہ میں ملاقات کی تو اس سے فرمایا کہ مجھے اس سال گرفتار کرلیں گے اور معاملہ میرے بیٹے علیؑ کے سپرد ہے جو ہمنام ہے علیؑ اور علیؑ کا، پہلا علی تو علیؑ بن ابی طالب ہے اور دوسرا علی علیؑ بن الحسینؑ ہے۔ خداوند عالم میرے بیٹے علیؑ کو پہلے علیؑ کا فہم و حکمت و بینائی محبت اور اس کا دین اور دوسرے علیؑ کی محنت و سختی اور اس کا صبر اس چیز پر جو اسے ناپسند ہے عطاء فرمائے گا اور اس کے لیے بولنا جائز نہیں، مگر ہارون کی موت کے چار سال بعد پھر فرمایا کہ جب تیرا گزر اس جگہ سے اور اس سے ملاقات کرے تو اسے بشارت دینا کہ اس کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوگا جو امانت دار اور مبارک ہوگا اور وہ تجھے بتائے گا کہ تو نے مجھ سے ملاقات کی تھی تو اس کو اس وقت خبر دینا کہ وہ کنیز کہ جس سے بیٹا پیدا ہوگا کنیز رسولؐ ماریہ قبطیہ کے اہل بیت میں سے ہوگی اور اگر میرا سلام اس کنیز تک پہنچا سکو تو ضرور پہنچانا۔

مولف کہتا ہے کہ اس معظمہ جلیلہ کی جلالت کے لیے کافی ہے کہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام یزید بن سلیط کو حکم دیں کہ آپ کا سلام اس مخدرہ کو پہنچائے جیسا کہ رسول خداؐ نے جابر بن عبداللہ انصاری کو حکم دیا تھا کہ وہ آپ کا سلام حضرت باقرؑ کو پہنچائے۔

باقی رہی آپؑ کی ولادت کی کیفیت تو وہ اس طرح ہے جیسا کی علامہ مجلسی نے جلاالعیون میں ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں کہ ابن شہرآشوب نے سند معتبر کے ساتھ جناب حکیمہ خاتون دختر نیک اختر امام موسیٰ کاظمؑ سے روایت کی ہے کہ ایک دن میرے بھائی حضرت امام رضاؑ نے مجھے بلوایا اور فرمایا کہ اے حکیمہ آج رات فرزند مبارک خیزران سے پیدا ہوگا، ضروری ہے کہ تم اس کی ولادت کے وقت موجود رہو تو میں آپؑ کی خدمت میں رہی، جب رات ہوئی تو مجھے خیزران اور دائیوں کے ساتھ حجرہ میں چھوڑ کر آپ علیہ السلام باہر چلے گئے اور چراغ ہمارے پاس روشن کر دیا۔

جب خیزران کو دردزہ شروع ہوئی اور اسے ہم نے طشت کے اوپر بٹھایا تو ہمارا چراغ گل ہوگیا اور چراغ کے گل ہونے سے ہم مغموم ہوئے، اچانک ہم نے دیکھا کہ وہ خورشید امامت افق رحم سے طالع ہوا اور طشت کے درمیان نزول کیا اور نازک سے پردہ نے آپؑ پر احاطہ کیا ہوا تھا اور حضرتؑ سے نور ساطع تھا کہ جس سے وہ تمام حجرہ منور ہوگیا اور ہم چراغ سے بے نیاز ہو گئے، پس اس نور مبین کو میں نے اٹھالیا اور اپنے دامن میں رکھا اور وہ پردہ میں نے ان کے خورشید جمال سے دور کیا، اچانک امام رضا علیہ السلام حجرہ میں تشریف لائے بعد اس کے کہ ہم انہیں ایک پاکیزہ کپڑے میں لپیٹ چکے تھے تو آپؑ نے اس گوشوارہ عرش امامت کو ہم سے لیا اور گہوارہ عزت و کرامت میں رکھا اور وہ مہد عزت و شرف میرے سپرد کرتے ہوئے فرمایا کہ اس گہوارے سے جدا نہ ہونا، جب آپؑ کی ولادت کا تیسرا دن ہوا تو انہوں نے اپنی حقیقت نگاہیں کھول کر آسمان کی طرف اور دائیں بائیں نگاہ دوڑائی اور زبان فصیح میں ندا دی اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً رسول اللہ جب میں نے یہ عجیب حالت اس نور دیدہ کی مشاہدہ کی تو جلدی سے حضرتؑ کی خدمت میں گئی اور جو کچھ میں نے دیکھا اور سنا تھا حضرتؑ کی خدمت میں عرض کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ اس کے بعد جو عجائبات اس سے مشاہدہ کروگی وہ اس سے زیادہ ہیں جواب دیکھ چکی ہو اور کتاب عیون المعجزات میں سند معتبر کے ساتھ حکیم بن عمران سے

روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا دعا کیجئے کہ خداوند عالم آپؑ کو فرزند عنایت فرمائے حضرتؑ نے فرمایا کہ خداوند عالم مجھے ایک فرزند عنایت فرمائے گا جو کہ میری امامت کا وارث ہوگا، جب امام محمد تقی علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضرتؑ نے فرمایا کہ خداوند عالم نے مجھے فرزند عطا کیا ہے جو کہ موسیٰ بن عمران کے مشابہ ہے جو دریا میں شگاف کرتا تھا اور عیسیٰ بن مریم کی نظیر ہے کہ جس کی والدہ کو پاک و پاکیزہ قرار دیا گیا تھا، وہ طاہر مطہر ہوا تھا پھر آپؑ نے فرمایا میرا یہ بیٹا ظلم و ستم سے شہید کر دیا جائیگا اور اس پر آسمانوں کے رہنے والے گریہ کریں گے خداوند عالم اس کے دشمن اس کے قتل کرنے والے اور اس پر ظلم و ستم ڈھانے والا ہوگا اور وہ اس کو شہید کرنے کے بعد اپنی زندگی سے بہرہ ور نہیں ہوگا، بہت جلدی عذاب خدا سے دو چار ہوگا۔

اور حضرت کی ولادت کی رات صبح تک آپؑ ان سے باتیں کرتے رہے اور اسرار الٰہی ان کے گوش الہام نیوش تک پہنچاتے رہے، مشہور یہ ہے کہ آپؑ کا رنگ مبارک گندم گوں تھا اور بعض نے سفید کہا ہے، آپؑ بالا قد تھے، روایت ہے کہ آپؑ کا نقش خاتم نعم القادر اللہ تھا۔

آپؑ کی تسبیح مہینہ کی بارہ اور تیرہ تاریخ میں ہے اور وہ تسبیح یہ ہے سبحان من لا یعتدی علی اهل مملکته سبحان من لا یواخذ اهل الارض بالوان العذاب سبحان الله وبحمده اور درالنظم میں حکیمہ خاتون سے نقل کیا ہے کہ حضرت جوادؑ کی ولادت کے تیسرے دن چھینک آئی تو کہا کہ الحمد لله وصل علی سیدنا محمد وعلی الائمة الراشدین۔

دوسری فصل

حضرت جوادؑ کے فضائل مناقب اور علوم کا بیان نمبر ا حضرت کے دلائل واضح اور آنجنابؑ کے امتحان کے لیے مجلس مامون کا ذکر

علامہ مجلسی اور دوسرے علمائی نے فرمایا ہے کہ حجرت جوادؑ کا سن مبارک اپنے پدر بزرگوار کی وفات کے وقت نو سال تھا اور بعض نے سات سال کہا ہے، اور امام رضاؑ کی شہادت کے وقت آپؑ مدینہ میں تھے اور بعض شیعہ حضرات آپؑ کی صغیر سنی وجہ سے تامل میں تھے، یہاں تک کہ علماء و افاضل و اشراف و اماثل شیعہ اطراف عالم سے حج کے لیے آئے اور مناسک حج سے فارغ ہونے کے بعد حضرتؑ کی خدمت میں پہنچے تو مشاہدہ معجزات و کرامات و علوم و کمالات سے اس منبع سادات کی امامت کا اقرار کیا اور شک و شبہ کا زنگ اپنے دلوں کے آئینوں سے دور کیا یہاں تک کہ شیخ کلینی اور دوسرے علماء نے روایت کی ہے کہ ایک مجلس میں یا چند دن پے در پے غوامض مسائل میں سے تین ہزار مسئلے اس معدن فضائل و علوم سے پوچھے گئے اور سب کے وافی و شافی جواب سنے اور چونکہ امام رضا علیہ السلام کی شہادت کے بعد مامون کا نام زبان زد خلائق ہو گیا اور اسے لوگوں نے طعن و ملامت کا نشانہ بنالیا تھا وہ چاہتا تھا کہ وہ بظاہر اس جرم سے بری ہو جائے تو جب وہ خراسان سے بغداد پہنچا تو اس نے امام محمد تقی کی خدمت میں خط لکھا اور آپ کو بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ بلا بھیجا۔ جب آپؑ بغداد میں تشریف لائے اس سے پہلے کہ مامون آپؑ سے ملاقات کرتا ایک دن وہ شکار کے ارادہ سے سوار ہوا اثناء راہ کچھ بچوں کے پاس پہنچا جو راستے میں کھڑے تھے اور حضرت جواد بھی وہاں موجود تھے، جب بچوں نے مامون کی سواری کو آتے دیکھا تو وہ منتشر ہو گئے لیکن حضرت جوادؑ نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی اور نہایت تمکین و وقار کے ساتھ اپنی جگہ پر کھڑے رہے، یہاں تک کہ مامون آپؑ کے قریب پہنچ گیا اور انوار امامت و جلالت کے مشاہدہ اور آثار متانت و ہیبت کے ملاحظہ سے اسے تعجب ہوا۔ عنان فرس روک کر اس نے پوچھا کہ صاحبزادے آپؑ کیوں دوسرے بچوں کی طرح راستہ سے نہیں ہٹے اور اپنی جگہ سے حرکت نہیں کی۔

حضرتؑ نے فرمایا اے خلیفہ راستہ تنگ نہیں تھا کہ میں اسے تیرے لیے کشادہ کرتا اور کوئی خطا میں نے نہیں کی کہ تجھ سے بھاگتا اور مجھے یہ گمان نہیں کہ کسی جرم وخطاء کے بغیر تو کسی کو معرض عقاب میں لائے گا۔

یہ باتیں سن کر مامون کا تعجب اور بڑھا اور آپ کے حسن و جمال کو دیکھ کر فریفتہ ہو گیا، پس اس نے پوچھا صاحبزادے آپؑ کا کیا نام ہے فرمایا میرا نام محمدؑ ہے کہنے لگا کس کے بیٹے ہو، فرمایا علیؑ بن موسیؑ الرضا علیہ السلام کا بیٹا ہوں۔

مامون نے جب آپؑ کا نسب شریف سنا تو اس کا تعجب زائل ہوا اور اس امام مظلوم کا نام سن کر کہ جنہیں شہید کر چکا تھا منفعل ہوا اور صلوات ورحمت آپؑ پر بھیجی اور روانہ ہوا۔ جب صحرا میں پہنچا تو اس کی نگاہ ایک تیتر پر پڑی اس کے پیچھے باز کو چھوڑا وہ باز کچھ دیر تک غائب رہا جب وہ فضا سے واپس آیا تو اس کی چونچ میں ایک چھوٹی سی مچھلی تھی کہ جس میں ابھی زندگی کی رمق باقی تھی، مامون یہ دیکھ کر حیران ہوا اور وہ مچھلی اپنی مٹھی میں لے لی اور واپس لوٹا، جب اسی جگہ پر پہنچا کہ جہاں جاتے ہوئے اس کی حضرت جوادؑ سے ملاقات ہوئی تھی دوبارہ اس نے دیکھا کہ باقی بچے منتشر ہو گئے اور حضرتؑ نے اپنی جگہ سے حرکت نہیں کی۔

مامون کہنے لگا اے محمدؑ یہ کیا چیز ہے جو میرے ہاتھ میں ہے حضرتؑ نے ملک علام کے الہام سے فرمایا کہ خداوند عالم نے کئی ایک دریا پیدا کئے ہیں کہ جن سے بادل اٹھتے ہیں اور چھوٹی چھوٹی مچھلیاں ان بادلوں کے ساتھ اوپر کو جاتی ہیں اور بادشاہوں کے باز ان کا شکار کرتے ہیں اور بادشاہ انہیں مٹھی میں بند کر کے سلالہ نبوت کا امتحان لیتے ہیں، مامون کو اس معجزہ کے دیکھنے سے زیادہ تعجب ہوا اور کہنے لگا یہ حق ہے کہ آپؑ امام رضا علیہ السلام کے فرزند ہیں اور اس بزرگوار کے بیٹے سے یہ عجائب واسرار بعید نہیں ہیں، پس آپ کو بلایا اور آپؑ کی بہت ہی عزت وتکریم کی اور ارادہ کیا کہ اپنی بیٹی ام الفضل کی حضرتؑ سے ترویج وشادی کرے۔ یہ معاملہ سن کر بنی عباس چیخ اٹھے اور وہ جمع ہو کر مامون کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یہ خلعت خلافت جو قامت بنی عباس پر فٹ بیٹھی ہے اور یہ شرف و کرامت جس نے ان میں قرار پایا ہے باوجود اس عداوت قدیمی کے جو اس سلسلہ اور ہمارے درمیان چلی آرہی ہے کیوں ان سے نکال کر اولاد علیؑ میں قرار دیتے ہیں، اور جو کچھ آپؑ نے امام رضا علیہ السلام کے ساتھ کیا ہماری نگاہیں ہمیشہ اس پر لگی تھیں یہاں تک یہ مہم سر ہوئی۔

مامون کہنے لگا اس عداوت کا سبب تمہارے آباؤ اجداد تھے، اگر وہ انکی خلافت کو غصب نہ کرتے تو ہمارے اور انکے درمیان کوئی عداوت ودشمنی نہ ہوتی اور وہ ہماری نسبت خلافت وامامت کے زیادہ مستحق ہیں وہ کہنے لگے یہ چھوٹا سا بچہ ہے کہ جس نے ابھی تک علم وکمال کسب نہیں کیا اگر صبر کرو کہ وہ کامل ہو جائے اور اس کے بعد اس کے ساتھ شادی کرو تو زیادہ مناسب ہوگا۔

مامون کہنے لگا تم لوگ انہیں نہیں پہچانتے، ان کا علم خدا کی طرف سے ہے اور کسب وتحصیل کا محتاج نہیں اور ان کے چھوٹے بڑے دوسروں سے افضل ہیں اور اگر چاہتے ہو کہ یہ بات تمہیں معلوم ہو تو اس وقت کے علماء کو جمع کر لو تا کہ وہ اس سے مباحثہ کرلیں۔

انہوں نے یحیٰی بن اکثم کو جو ان کے علماء میں سے عالم تھا اور اس وقت بغداد کا قاضی بھی تھا کا انتخاب کیا اور مامون

نے ایک بہت بڑا جلسہ ترتیب دیا اور باقی علماء و اشراف اور یحییٰ بن اکثم کو جمع کیا، پس مامون نے حکم دیا کہ جلسہ کے صدر مقام پر حضرتؑ کے لیے فرش بچھایا جائے اور گاؤ تکیے آپؑ کے لیے لگائے جائیں، شیخ مفید فرماتے ہیں کہ حضرت جواد علیہ السلام تشریف لائے جب کہ آپؑ کی عمر سات سال اور کچھ مہینے تھی اور آپؑ اپنی جگہ پر دو تکیوں کے درمیان بیٹھ گئے یحییٰ بن اکثم آپؑ کے سامنے آ کر بیٹھ گیا، باقی لوگوں میں سے ہر کوئی اپنے مرتبہ و مقام پر بیٹھا اور مامون کے لیے حضرتؑ کے پہلو میں جگہ قرار پائی۔

پس یحییٰ نے چاہا کہ حضرتؑ کا امتحان لینے کے لیے مسئلہ پوچھے، پہلے اس نے مامون کی طرف رخ کیا اور کہنے لگا اے امیر المومنین آپؑ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں ابوجعفرؑ سے ایک مسئلہ پوچھوں، مامون نے کہا خود آنجناب سے اجازت حاصل کرو۔

یحییٰ نے آپؑ سے اذن چاہا حضرتؑ نے فرمایا کہ تمہیں اجازت ہے پوچھو جو چاہتے ہو، یحییٰ نے کہا آپؑ پر قربان جاؤں کیا فرماتے ہیں اس شخص کے حق میں جو محرم تھا اور اس نے شکار کیا۔

حضرتؑ نے فرمایا حل میں شکار کیا ہے یا حرم میں عالم تھا یا جاہل، عمداً قتل کیا یا سہواً، وہ آزاد تھا یا غلام، بچہ تھا یا بڑا، یہ اس کا پہلا شکار تھا یا پہلے بھی کر چکا تھا، وہ شکار پرندوں میں سے تھا یا ان کے علاوہ چھوٹے جانور کا شکار کیا یا بڑے کا، یہ اصرار کرتا ہے یا پشیمان ہوا ہے، رات کو شکار کیا ہے یا دن کو، عمرہ کا احرام باندھے تھا یا حج کا۔

یحییٰ یہ فروعات سن کر متحیر ہو گیا اور اس کے ہوش اڑ گئے اور عجز اس کے چہرہ سے ظاہر ہوا اور اس کی زبان لڑکھڑا گئی اس وقت حاضرین جلسہ پر معاملہ واضح ہو گیا۔

پس مامون حمد خدا بجا لایا اور کہنے لگا اب تمہیں حقیقت معلوم ہوئی، اس نے حضرتؑ کی طرف رخ کیا اور کہا کہ آپؑ خطبہ اور خواستگاری کریں گے۔ آپؑ نے فرمایا ہاں، عرض کیا پھر میری بیٹی ام الفضل کا اپنے ساتھ شادی کرنے کا خطبہ ارشاد فرمائیں، کیونکہ میں آپؑ کو اپنی دامادی کے لیے پسند کر چکا ہوں اگرچہ کچھ لوگ اس ازدواج کو ناپسند اور مکروہ سمجھتے ہیں اور ان کے ناک زمین پر لگا دیں گے پس حضرتؑ نے خطبہ نکاح پڑھنا شروع کیا اور فرمایا

الحمد الله اقراراً ابنعمته ولا اله الله اخلاصا لوحدا نيته وصلى الله محمد سيد برمته والا صفياء من عترته اما بعد فقد كان من فضل الله على الانام ان اغناهم الحلال عن الحرام فقال سبحانه وانكحو الايامى منكم والصالحين من عباد كم وامائكم ان يكونو افقراء يغنهم الله من فضله والله واسع عليم۔

پس حضرتؑ نے مامون کے ساتھ صیغہ نکاح پڑھا اور ام الفضل سے تزویج کی اور پانچ سو عمدہ درہم حق مہر قرار دیا جو آپؑ کی جدہ ماجدہ جناب فاطمہ سلام علیہا کے حق مہر کے برابر تھا، جب صیغہ نکاح جاری ہوا تو مامون کے خدم و حشم بہت سی خوشبو لے کر آئے اور

خواص کی داڑھیوں کو اس مرکب خوشبو سے معطر کیا، پھر باقی لوگوں کے پاس لے کر گئے انہوں نے بھی اپنے آپ کو خوشبو لگائی، پھر خوانہائے نعمت لائے اور لوگوں نے کھانا کھایا اس کے بعد مامون نے ہر گروہ کو اس کی شان کے مطابق جائزہ اور انعام دیا اور مجلس برخواست ہوئی، خواص بیٹھے رہے اور باقی لوگ چلے گئے۔

اس وقت سے عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں اگر میل خاطر ہو تو مسائل محرم کے جوابات فرمایئے تا کہ ہم مستفید ہوں، پس حضرتؑ نے جواب دینے شروع کئے اور مسئلہ کی ہر ایک شق کو بیان کیا مامون نے صدائے احسنت (بہت اچھے) بلند ہوئی اس وقت آپ کی خدمت میں عرض کیا آپؑ بھی یحییٰ سے کوئی مسئلہ پوچھئے حضرتؑ نے یحییٰ سے فرمایا میں پوچھوں عرض کیا جس طرح آپ کی مرضی ہو اور اگر پوچھیں گے تو معلوم ہوا تو بتا دوں گا ورنہ آپ سے استفادہ کروں گا فرمایا اس مسئلہ کا جواب بیان کرو ایک شخص نے دن کے ابتدائی وقت میں ایک عورت کی طرف نظر کی اور اس کا یہ دیکھنا حرام تھا جب دن چڑھ آیا تو حلال ہو گیا جب ظہر کا وقت ہوا تو حرام ہو گیا، جب عصر کا وقت آیا تو حلال ہو گیا جب سورج غروب ہوا تو حرام ہو گیا جب عشاء کا وقت آیا تو حلال ہو گیا جب آدھی رات ہوئی تو حرام ہو گیا اور جب طلوع ہوا تو اس کے لیے دیکھنا حلال ہو گیا، بتاؤ یہ کیسے ہوا کہ یہ عورت کبھی اس کے لیے حرام تھی اور کبھی حلال۔

یحییٰ کہنے لگا خدا کی قسم میں اس مسئلہ کا جواب نہیں جانتا آپؑ ہی بیان فرما دیں تا کہ میں بھی یاد کر لوں۔

فرمایا یہ عورت کنیز تھی اور یہ مرد اجنبی تھا صبح کے وقت اس نے ان کی طرف دیکھا تو یہ دیکھنا اس کے لیے حرام تھا جب دن چڑھا اس نے اسے خرید لیا تو وہ حلال ہو گیا، ظہر کے وقت اس کو آزاد کر دیا تو حرام ہو گئی، عصر کے وقت اس سے نکاح کر لیا تو حلال ہو گئی مغرب کے وقت اس سے اظہار کیا کہ تیری پشت میری ماں یا بہن کی طرح ہے تو حرام ہو گئی، عشاء کے وقت کفارہ اظہار دے دیا تو حلال ہو گئی، آدھی رات کے وقت کو اس کو طلاق رجعی دے دی تو حرام ہو گئی اور صبح صادق کے وقت رجوع کیا تو حلال ہو گئی۔

اس وقت مامون نے بنی عباس میں سے حاضرین کی طرف رخ کیا اور کہنے لگا آیا تمہارے درمیان کوئی ایسا شخص ہے کہ جو اس مسئلہ کا اس طرح جواب دے سکے یا سابقہ مسئلہ کو اس تفصیل سے جان لے۔

وہ کہنے لگے نہیں خدا کی قسم آپؑ ابو جعفرؑ کے حالات کو ہم سے زیادہ جانتے تھے، مامون کہنے لگا تم پروائے ہو اہلبیت رسولؐ فضل و کمال کی وجہ سے مخلوق میں امتیاز رکھتے ہیں اور ان کا سن کا کم ہونا ان کے کمالات کے لیے مانع نہیں ہے پھر کچھ فضائل ابو جعفرؑ کے بیان کئے، مجلس برخاست ہوئی اور لوگ چلے گئے دوسرے دن بھی مامون نے بہت سے جوائز عطیات لوگوں مین تقسیم کئے اور حضرت جوادؑ کا بہت اکرام و احترام کیا اور حضرت کو جب تک زندہ رہا اپنی اولاد و اقرباء پر فضیلت دیتا رہا۔

مولف کہتا ہے کہ علماء نے دن کو بارہ گھنٹوں میں تقسیم کیا ہے اور ہر گھنٹے کو یک امامؑ کے ساتھ نسبت دی ہے اور دن کا نواں گھنٹہ حضرت جوادؑ کے متعلق ہے اور اس گھنٹے کو دعا میں حضرتؑ سے مامون کے سوال کرنے کی طرف بھی اشارہ ہے جو اس چیز کے متعلق کیا تھا جو اس کے ہاتھ میں تھی اور اسی طرح یحییٰ بن اکثم کا آپؑ سے سوال کرنا اور آپ کا دونوں کو جواب دینا جہاں کہ فرمایا ہے،

وبالامام الفاضل محمد بن علی علیه السلام الذی سُئل فوفقته للجواب

واستحن فحضدته بالتوفیق والصواب صلی الله علیه وعلی اهل بیته الاطهار.

اور اس گھنٹے میں حضرت سے متوسل ہونا وسعت رزق کے لیے مفید ہے اور مناسب ہے و حضرت کے توسل کے لیے یہ دعا پڑھی جائے، اللهم انی اسئلك بحق علیك محمد بن علی علیه السلام الاجدت به علی من فضلك و تفضلت به علی من وسعك ووسعت به علی من رزقك واغنیتی عمن سواك وجعلت حاجتی الیك وقضا علیك انك لما تشاء قدیر.

بعض کہتے ہیں کہ یہ دعا ہر نماز کے بعد قرض ادا کرنے کے لیے مجرب ہے۔

۲۔حضرت کا آئمہ علیہم السلام کی طرف سے طواف کرنے کا حکم

شیخ کلینی نے موسیٰ بن القاسم سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت جوادؑ سے عرض کیا کہ میں ارادہ رکھتا ہوں آپ کی طرف سے اور آپؑ کے والد بزرگوار کی طرف سے طواف کروں، بعض کہتے ہیں کہ اوصیا کے لیے طواف کرنا جائز نہیں ہے حضرت نے فرمایا بلکہ جتنا تجھ سے ممکن ہو طواف کرو بیشک یہ مطلب جائز ہے۔راوی کہتا ہے کہ میں نے تین سال بعد حضرتؑ کی خدمت میں عرض کیا چند سال قبل میں نے آپؑ سے اجازت لی تھی آپؑ کی طرف سے اور آپؑ کے والد کی طرف سے طواف کرنے کی اور آپؑ نے مجھے اجازت دی تھی، پس میں نے آپؑ کی طرف سے اور آپؑ کے والد بزرگوار کی طرف سے جتنے خدا نے چاہے طواف کیے، پھر میرے دل میں ایک چیز آئی اور میں نے اس پر عمل کیا، فرمایا وہ کیا تھی۔

میں نے عرض کیا کہ ایک دن میں نے رسول خداؐ کی طرف سے طواف کیا، جب آپؑ نے پیغمبر اکرمؐ کا نام سنا تو تین مرتبہ فرمایا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

پھر میں نے کہا کہ دوسرے دن میں نے امیر المومنین کی طرف سے طواف کیا، تیسرے دن امام حسنؑ، چوتھے دن امام حسینؑ کی طرف سے، اسی طرح بابعد کے ہر دن ایک امامؑ کی طرف سے طواف کیا یہاں تک کہ دسویں دن پھر آپؑ کی طرف سے طواف کیا اے میرے آقا یہ بزرگوار وہ گروہ ہیں کہ جن کی ولایت کو میں نے اپنا دین قرار دیا ہے، فرمایا اس وقت تو اس دین سے متدین ہوا ہے کہ جس کے علاوہ خداوند عالم اپنے بندوں سے کچھ بھی قبول نہیں کرے گا، میں نے کہا کہ بعض اوقات میں آپؑ کی والدہ جناب فاطمہ

صلوات اللہ علیہا کی طرف سے طواف کرتا ہوں اور بعض اوقات نہیں کرتا۔فرمایا اس کام کو زیادہ کیا کرو، کیونکہ یہ کام ان سب کاموں سے افضل ہے جن پر تم عمل کرتے ہو انشاء اللہ۔

۳۔حضرتؑ کا ان صدمات سے متفکر ہونا جو آپؑ کی والدہ گرامی حضرت فاطمہ علیہا السلام پر وارد ہوئے

دلائل طبری سے منقول ہے کہ اس نے محمد بن ہارون بن موسیٰ سے اس نے اپنے باپ سے اس نے ابن الولید سے اس نے زکریا بن آدم سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ میں امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں تھا کہ حضرت جوادؑ کو آپؑ کی خدمت میں لے کر آئے جب کہ آپ کا سن مبارک چار سال سے کم تھا، پس آپ نے اپنے ہاتھ زمین پر رکھ لیے اور سر آسمان کی طرف اٹھا کر آپ کافی دیر تک فکر کرتے رہے۔

حضرتؑ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا میری جان تم پر فدا ہو، کس لیے اس قدر فکر کر رہے ہو عرض کیا میرا تفکر اس چیز میں ہے جو میری والدہ جناب فاطمہ علیہا السلام کے ساتھ سلوک کیا گیا، یاد رہے خدا کی قسم میں ان دونوں کو باہر نکالوں گا، پھر انہیں ہوا میں اڑا دوں گا، پھر انہیں سمندر میں پھینک دوں گا، پس حضرت امام رضاؑ نے انہیں اپنے قریب بلایا اور دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں تو ہی امامت کے لائق ہے۔

۴۔ابو سائل الے المسائل کی روایت

سید بن طاؤس نے محمد بن حارث نوفلی امام محمد تقی علیہ السلام کے خادم سے روایت کی ہے کہ جب مامون نے اپنی بیٹی کی شادی امام محمد تقیؑ سے کر دی تو آپؑ نے اس کے لیے لکھا کہ ہر عورت کے لیے اس کے شوہر کے مال سے حق مہر ہوتا ہے اور خداوند عالم نے ہمارے اموال آخرت میں ذخیرہ کر رکھے ہیں جیسا کہ اس نے تمہارے مال دنیا میں تمہیں دے دیئے ہیں اور تمہاری بیٹی کے نکاح کے بدلے الوسائل الے المسائل دیتا ہوں اور وہ وہ مناجات ہے کہ جو میرے والد نے مجھے دی ہے اور انہیں ان کے والد موسیٰ بن جعفرؑ سے پہنچی ہے اور انہیں ان کے والد جعفرؑ سے اور انہیں ان کے والد محمدؑ سے اور انہیں ان کے والد علی بن الحسینؑ سے اور انہیں ان کے والد حسینؑ سے اور انہیں ان کے بھائی حسنؑ سے اور انہیں ان کے والد امیر المومنین علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام سے اور انہیں حضرت رسول اکرمؐ سے اور آنحضرتؐ کو جبریل نے لا کر دی اور عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت رب العزت آپؐ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ دنیا و آخرت کے خزانوں کی چابی ہے اسے اپنے مطالب تک پہنچنے کے لیے اپنا وسیلہ بنائیں تا کہ اپنی مراد کو پالیں اور آپؐ کا مطلب حصول مراد ہے اور اسے حاجات دنیا کے لیے ترجیح نہ دیں کیونکہ یہ چیز آپؐ کی آخرت کے حصہ کو کم کر دے گی اور وہ دس وسیلے ہیں کہ جن کے واسطہ سے مرغوب چیزوں کے دروازے کھل جاتے ہیں اور ان کے ذریعہ حاجات طلب کی جاتی ہیں اور

وہ انجام کو پہنچتی ہیں اور وہ نسخہ اس مناجات استخارہ کا یہ ہے اللھم ان خیر تك فیما استخرتك فیه تنیل الرغائب۔
مولف کہتا ہے کہ میں نے ان دس مناجات کو باقیات صالحات میں تحریر کیا ہے جو طالب ہے وہاں رجوع کرے۔

۵۔ حضرتؑ کا غیب کی خبر دینا

طبری نے شلمغانی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ اسحاق بن اسماعیل نے اس سال حج کیا جس سال لوگوں کی ایک جماعت ابوجعفر جوادؑ کی طرف ان سے سوال کرنے اور ان کا امتحان کرنے کے لیے گئے تھے اسحاق کہتا ہے کہ میں نے ایک رقعہ میں دس مسئلے تیار کیے تا کہ ان کے متعلق حضرتؑ سے سوال کروں میری بیوی حاملہ تھی میں نے اپنے آپ سے کہا کہ حضرتؑ نے مسائل کے صحیح جواب دیئے تو آپؑ سے گزارش کروں گا کہ وہ خدا سے دعا کریں کہ وہ اسے لڑکا قرار دے، پس جب باقی لوگ اپنے سوالات حضرت سے کر چکے تو میں کھڑا ہوا جب کہ وہ رقعہ میرے پاس تھا اور میں چاہتا تھا کہ اپنے مسائل کے متعلق سوال کروں کہ حضرتؑ نے مجھ پر نظر فرمائی اور ارشاد فرمایا اے ابو یعقوب اس کا نام احمد رکھنا پس میرے ہاں بیٹا پیدا ہوا میں نے اس کا نام رکھا وہ کچھ دن زندہ رہا پھر مر گیا۔

مشہور تھا وہ کہتا تھا کہ میں نے ایک بچوں کا کھلونا اپنے ساتھ لیا جس کا کچھ حصہ چاندی کا تھا اور میں نے کہا کہ میں اپنے مولا ابوجعفرؑ کے لیے تحفہ لے جاتا ہوں، پس جب لوگ اپنے مسائل کے جواب سن چکے اور آپؑ کے پاس سے منتشر ہو گئے تو حضرتؑ اُٹھ کھڑے ہوئے اور آپؑ صریا (پانی کا خود وغیرہ) کی طرف تشریف لے گئے میں بھی آپؑ کے پیچھے چلا میری ملاقات آپؑ کے خادم موفق سے ہوئی اور میں نے اس سے کہا کہ میرے لیے حضرتؑ سے اجازت طلب کرو پس میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا آپؑ نے سلام کا جواب دیا درآنحالیکہ آپؑ کے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار تھے اور مجھے آپؑ نے بیٹھنے کا حکم نہ دیا میں آپؑ کے قریب گیا اور جو کچھ میرے تھیلے میں تھا وہ آپؑ کے سامنے خالی کر دیا، آپؑ نے غضب ناک شخص کی طرح میری طرف دیکھا اور ان آلات کو دائیں بائیں پھینک دیا اور فرمایا خدا نے مجھے ان چیزوں کے لیے پیدا نہیں کیا مجھے کھیلنے سے کیا سروکار ہے، پس میں نے آپؑ سے درخواست کی کہ مجھے معاف کر دیں آپؑ نے معاف کر دیا۔

۶۔ حضرت کا قدرت الٰہی کی طرف اشارہ کرنا

مدینۃ المعاجز میں عیون المعجزات سے نقل کیا ہے کہ عمر بن فرج رخجی کہتا ہے کہ میں نے امام محمد تقیؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپؑ کے شیعہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپؑ جتنا پانی دجلہ میں ہے اس کو اور اس کی مقدار کو جانتے ہیں اور اس وقت ہم دجلہ کے کنارے پر تھے۔

حضرتؑ نے فرمایا کہ آیا خداوند عالم قدرت رکھتا ہے کہ یہ علم اپنی مخلوق میں سے ایک مچھر کو دے دے، یا یہ قدرت نہیں رکھتا

میں نے کہا کہ یہ قدرت رکھتا ہے فرمایا میں تو خدا کے نزدیک محمد اور اس کی بہت سی مخلوق سے زیادہ عزت رکھتا ہوں۔

۷۔ حضرتؑ کا تین ہزار مسئلہ کا جواب دینا

شیخ کلینی اور دوسرے علماء نے علی بن ابراہیم سے اور ان کے باپ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ گردونواح کے ایک گروہ نے حضرت جوادعلیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی آنجناب نے اجازت دے دی پس وہ لوگ حاضر خدمت ہوئے اور حضرتؑ سے ایک ہی مجلس میں تین ہزار مسائل پوچھے اور آپؑ نے ان کے جواب دیئے۔

مولف کہتا ہے ممکن ہے کہ سوال کرتے وقت ہر ایک شخص اس جماعت کا سوال کرتا ہو اور وہ یہ نہ دیکھتا ہو کہ دوسرا بھی سوال کر رہا ہے اور حضرتؑ نے ان میں سے اکثر کا جواب ہاں یا ناں میں دیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے چونکہ حضرتؑ لوگوں کے دلوں کے حالات سے باخبر تھے جب تک سائل اپنا سوال کرتا حضرتؑ اس کا جواب دے دیتے اور اسے مہلت نہ دیتے کہ وہ اپنے سوال کو بیان کرے، چنانچہ روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرتؑ کی خدمت میں عرض کیا میں قربان جاؤں حضرتؑ نے فرمایا قصر نہ کرے، لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے جو آپؑ نے فرمائی ہے فرمایا یہ شخص سوال کرنا چاہتا تھا کہ ملاح کشتی میں قصر نماز پڑھے یا پوری میں نے کہا کہ نماز قصر نہ کرے اور علامہ مجلسی نے چند اور وجوہ بھی اس حدیث کے استبعاد کو دور کرنے لیے بیان فرمائی ہیں یہ ان کے نقل کرنے کا مقام نہیں، واللہ العالم

تیسری فصل

حضرت امام تقی علیہ السلام کے دلائل و معجزات

ہم چند معجزات کے ذکر پر اکتفاء کرتے ہیں۔

پہلا معجزہ! شیخ مفید و ابن شہر آشوب اور دوسرے اعلام نے روایت کی ہے کہ جس وقت حضرت جوادؑ اپنی بیوی ام الفضل کے ساتھ بغداد سے مدینہ کی طرف واپس جا رہے تھے جب آپؑ شارع کوفہ پر دار مسیب میں پہنچے تو وہیں اتر گئے، اس وقت سورج غروب ہو رہا تھا پس آپ مسجد میں تشریف لے گئے جہاں ایک بیری کا درخت تھا جس پر بیر نہیں لگتے تھے تو آپؑ نے پانی کا کوزہ منگوایا اور اس درخت کے نیچے وضو کیا اور نماز مغرب کے لیے کھڑے ہوئے، آپؑ نے جماعت کرائی اور پہلی رکعت میں الحمد کے بعد سورہ عصر اور دوسری رکعت میں حمد و توحید پڑھی، رکوع سے پہلے قنوت پڑھا، تیسری رکعت اور تشہد کے بعد سلام پھیرا پس ایک لحظہ بیٹھ کر ذکر خدا بجالائے اور کھڑے ہو کر چار رکعت نافلہ مغرب پڑھے پھر تعقیبات نماز پڑھے اور دو سجدے شکر کے بجالائے اور مسجد

سے باہر آگئے۔

پس لوگ اس درخت کے قریب گئے تو دیکھا کہ وہ بار آور ہو چکا ہے اور عمدہ میوے اس پر لگے ہیں انہیں تعجب ہوا انہوں نے اس بیری کے بیر کھائے تو انہیں شیریں اور میٹھا پایا اور یہ کہ ان میں گٹھلیاں نہیں تھیں، پس لوگوں نے حضرت کو وداع کیا، آپ مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے اور معتصم کے زمانہ تک مدینہ میں رہے کہ اس نے آپ کو بغداد میں ۲۲۵ھ میں بلایا اور آپؑ نے اس سال کے ماہ ذیقعدہ کے آخر تک توقف کیا اور آپؑ کی وفات ہوگئی اور اپنے جد مبارک امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی پشت کی طرف دفن ہوئے اور شیخ مفید سے منقول ہے کہ میں نے اس بیری کے بیر کھائے ہیں اور وہ گٹھلی کے بغیر تھے۔

دوسرا معجزہ! قطب راوندی نے محمد بن میمون سے روایت کی ہے کہ جس وقت امام جوادؑ بچے تھے اور جناب امام رضا علیہ السلام ابھی تک خراسان نہیں گئے تھے آپؑ نے مکہ کا سفر کیا میں بھی آپؑ کی خدمت میں تھا جب میں نے واپسی کا ارادہ کیا تو حضرتؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں مدینہ جانا چاہتا ہوں آپؑ ابوجعفر محمد تقیؑ کے لیے خط لکھ دیں تا کہ میں اسے لے جاؤں حضرتؑ نے تبسم فرمایا اور خط لکھ دیا میں وہ خط مدینہ لے آیا اور اس وقت میں نابینا ہو چکا تھا پس موفق خادم حضرت محمد تقیؑ کو لے آیا جب کہ آپؑ ابھی گہوارے میں تھے پس میں نے خط دیا تو حضرت نے موفق سے فرمایا کہ خط کی مہر توڑ کر کاغذ کھولو موفق نے خط کی مہر توڑی اور اسے کھول کر حضرت کے سامنے کیا، پس حضرتؑ نے اس کو پڑھا تو کہنے لگے اے محمد تمہاری آنکھوں کا کیا حال ہے میں نے عرض کیا فرزند رسولؐ میری آنکھیں علیل ہو گئی ہیں اور ان کی بینائی جاتی رہی ہے جیسا کہ آپؑ مشاہدہ کر رہے ہیں۔

پس حضرتؑ نے اپنا دست مبارک میری آنکھوں پر پھیرا، حضرتؑ کے ہاتھ کی برکت سے میری آنکھیں شفایاب ہو گئیں، پس میں نے آپؑ کے ہاتھ پاؤں کے بوسے لیے اور آپؑ کی خدمت سے باہر نکلا در آنحالیکہ میں بینا تھا۔

تیسرا معجزہ! نیز حسین مکاری (کرایہ پر چلنے والا یا سواری دینے والا) سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں بغداد میں تھا اور آپ خلیفہؒ کے ہاں نہایت عظمت وجلالت سے تھے میں نے دل میں کہا کہ اب حضرت جواد علیہ السلام مدینہ واپس نہیں جائیں گے اس قدر ومنزلت کی وجہ سے جو آپؑ کو حاصل ہے جب یہ خیال میرے دل میں آیا میں نے دیکھا کہ حضرتؑ نے سر جھکایا، پھر بلند کیا در آنحالیکہ آپؑ کا رنگ زرد ہو گیا تھا اور فرمایا اے حسین جو کی روٹی نمک کے ساتھ حرم رسولؐ میں میرے نزدیک ان چیزوں سے بہتر ہے کہ جنہیں تو یہاں دیکھ رہا ہے۔

چوتھا معجزہ! کشف الغمہ میں قاسم بن عبدالرحمن نے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں زیدیہ مذہب کا تھا ایک دن میں بغداد میں تھا، میں نے دیکھا کہ لوگ حرکت واضطراب میں ہیں، بعض دوڑ رہے ہیں اور بعض اونچی جگہ پر جا رہے ہیں اور کچھ کھڑے ہوئے ہیں۔

میں نے پوچھا کہ کیا بات ہے وہ کہنے لگے ابن الرضاؑ ابن الرضاؑ یعنی حضرت جوادؑ فرزند امام رضا علیہ السلام آ رہے ہیں میں نے کہا خدا کی قسم میں بھی کھڑا ہو جاتا ہوں اور انہیں دیکھوں گا اچانک میں نے دیکھا کہ حضرتؑ ظاہر ہوئے اور آپؑ

خچر پر سوار تھے، میں نے دل میں کہالعن اللہ اصحاب الاما میۃ یعنی امامیہ رحمت خدا سے دور ہے جب کہ وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ خداوند عالم نے اس نوجوان کی اطاعت واجب قرار دی ہے، یہ خیال میرے دل میں آیا ہی تھا کہ حضرتؑ نے میری طرف رخ کیا اور فرمایا!

اے قاسم بن عبدالرحمن البشرًا منا واحدا نتبعہ انا اذا لفی ضلال وسعر کیا ہم جیسے ایک بشر کی اتباع کریں پھر تو ہم گمراہی اور بھڑکتی ہوئی آگ میں ہیں۔

دوبارہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ جادوگر ہے، آپؑ نے میری طرف رخ کر کے فرمایا القی الذکر علیہ من بیننا بل ھو کذاب اشر کیا ہم میں سے اسی پر ذکر نازل کیا گیا ہے، بلکہ وہ بہت جھوٹا اور متکبر ہے، جب حضرتؑ نے میرے خیالات کی خبر دی تو میرا اعتقاد کامل ہو گیا اور میں نے آپؑ کی امامت کا اقرار کر لیا اور یہ یقین پیدا کر لیا کہ وہ مخلوق خدا پر اللہ کی حجت ہیں، مولف کہتا ہے کہ یہ دونوں آیتیں سورہ قمر میں ہیں، پہلی آیت کا معنی جیسا کہ تفسیر میں ہے کہ قوم ثمود نے صالح پیغمبرؑ کی تکذیب کی اور کہنے لگے کہ کیا وہ انسان نہیں جو ہماری جنس سے ہے اور اکیلا ہے کہ جس کے کوئی پیچھے چلنے والا اور خدم وحشم نہیں ہم اس کی پیروی کریں مراد اس معنی کا انکار ہے یعنی ہم ایسے شخص کے تابع نہیں ہوتے جو ہم پر فضیلت نہیں رکھتا اور بے کس وبے یار ومددگار اور اعزاء واقرباء کے بغیر ہے بیشک جب ہم نے اس کا اتباع کر لیا تو گمراہی اور جلانے والی آگ میں ہوں گے اور دوسری آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم میں سے اس پر وحی القاء کی گئی ہے، حالانکہ اس سے بہتر اور زیادہ حقدار موجود ہیں ایسا نہیں ہے کہ وحی اس کے ساتھ مخصوص ہو، بلکہ وہ جھوٹا خود پسند اور متکبر ہے۔

پانچواں معجزہ! شیخ مفید طبرسی اور دوسرے بزرگوں نے علی بن خالد سے روایت کی ہے کہ ایک زمانہ تھا جب کہ میں عسکر تھا یعنی سامرہ میں میں نے سنا کہ ایک شخص کو شام سے قید وبند میں لے آئے ہیں اور یہاں اسے زندان میں رکھا گیا ہے کہتے ہیں کہ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں اس مکان میں گیا کہ جہاں اسے انہوں نے قید کر رکھا تھا اور پاسبان کے ساتھ میں نے مدارت ومحبت کی یہاں تک وہ مجھے اس کے پاس لے گئے جب میں نے اس سے گفتگو کی تو اسے صاحب علم، عقل وفہم پایا، پس میں نے اس سے پوچھا کہ اے شخص بتا تیرا واقعہ کیا ہے کہنے لگا تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میں ایک شخص ہوں شام میں اس جگہ جو راس الحسینؑ کے نام سے معروف ہے، یعنی وہ جگہ کہ جہاں امام حسینؑ کا سر رکھا گیا تھا یا نصب کیا گیا تھا خدا کی عبادت کرتا تھا، ایک رات میں محراب عبادت میں ذکر خدا میں مشغول تھا کہ اچانک میں نے ایک شخص کو دیکھا جو میرے پاس آیا اور مجھ سے کہنے لگا کھڑے ہو جاؤ تو میں کھڑا ہو گیا اور وہ تھوڑا سا راستہ مجھے لے گیا اچانک میں نے دیکھا کہ میں مسجد کوفہ میں ہوں۔

فرمایا کہ اس جگہ کو پہچانتے ہو میں نے کہا ہاں یہ مسجد کوفہ ہے، پس اس نے نماز پڑھی میں نے بھی اس کے ساتھ نماز ادا کی، پس ہم اکٹھے باہر نکلے تھوڑا سا راستہ مجھے لے کر گیا تو میں نے دیکھا کہ مسجد نبوی میں ہوں پس اس نے رسول خداؐ کو سلام کیا اور نماز پڑھی اور میں نے بھی نماز پڑھی پھر ٹل کر ہم باہر نکلے اور تھوڑا سا راستہ طے کیا تو میں نے دیکھا کہ میں مکہ میں ہوں، پس

اس نے طواف کیا میں نے بھی اس کے ساتھ طواف کیا اور ہم باہر نکلے تھوڑا سا دور آئے تھے کہ میں نے دیکھا کہ میں اسی اپنے محراب عبادت میں شام میں تھا اور وہ شخص میری نظر سے غائب ہو گیا۔

پس میں ایک سال تک تعجب میں رہا جب دوسرا سال شروع ہوا تو دوبارہ میں نے اس شخص کو دیکھا کہ ہو میرے پاس آیا اور میں اس کے دیکھنے سے خوش ہوا، پس اس نے مجھے بلایا اور انہیں مقامات پر لے گیا جہاں گزشتہ سال لے گیا تھا جب اس نے مجھے شام پلٹا دیا اور مجھ سے جدا ہونے لگا تو میں نے اس سے کہا کہ تجھے قسم ہے اس خدا کے حق کی کہ جس نے تجھے یہ قدرت و توانائی بخشی ہے مجھے بتا کہ تو کون ہے، فرمایا میں محمدؑ بن علی بن موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام ہوں، پس میں نے یہ حکایت ایک شخص کے سامنے بیان کی اور آہستہ آہستہ یہ خبر معتصم کے وزیر محمد بن عبدالملک زیات کے کانوں تک پہنچی اس نے اپنے ملازمین کو بھیجا کہ جو مجھے گرفتار کر کے عراق لے آئے اور یہاں قید کر دیا جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو اور مجھ پر یہ بہتان باندھ دیا ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ دار ہوں۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے اس سے کہا کہ کیا تو چاہتا ہے کہ میں تیرا واقعہ محمد بن عبدالملک کو لکھ بھیجوں تا کہ وہ تیری حقیقت حال سے مطلع ہو اور تجھے رہا کر دیا جائے، وہ کہنے لگا لکھ دو پس میں نے محمد بن عبدالملک کو خط لکھا اور اس قیدی کے حالات کی تفصیل اس میں درج کی، جب اس کا جواب آیا تو میں نے دیکھا کہ وہی میرے والا خط ہے کہ جس کی پشت پر لکھا ہے اس شخص سے کہو کہ وہ اس سے کہے جو اسے ایک ہی رات میں شام سے کوفہ مدینہ اور مکہ لے گیا اور مکہ سے پھر شام پہنچا دیا کہ وہ آ کر اسے قید سے چھڑا کر لے جائے۔

راوی کہتا ہے کہ میں خط کا جواب دیکھنے سے بہت مغموم ہوا اور اس شخص کی حالت پر میرا دل جلا، دوسرے دن صبح میں نے کہا کہ جلدی جاؤں اور اسے خط کے جواب کی اطلاع دوں اور اسے صبر اور حوصلہ کی تلقین کروں جب میں زندان کے دروازے پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ زندان کے پاسبان سپاہی اور بہت سے لوگ بڑی تیزی سے گردش کر رہے ہیں اور کسی کو تلاش کر رہے ہیں۔

میں نے کہا کیا ہوا، کہنے لگے وہ شخص جو نبوت کا دعویٰ کرتا تھا اور زندان میں قید تھا گزشتہ رات سے مفقود ولا پتہ ہے اور اس کا کوئی نام و نشان نہیں ملتا نا معلوم وہ زمین میں چلا گیا یا فضا کے پرندے اسے اٹھا کر لے گئے ہیں علی بن خالد کہتا ہے کہ میں سمجھا کہ محمد بن علیؑ اعجاز سے اسے باہر نکال لے گئے ہیں اور میں اس وقت زیدیہ مذہب کا تھا جب یہ معجزہ دیکھا تو امامیہ مذہب کا ہو گیا اور میرا اعتقاد اچھا ہو گیا۔

مولف کہتا ہے کہ محمد بن عبدالملک اپنی سزا کو پہنچا، مسعود کہتا ہے کہ جب خلافت متوکل عباسی کی طرف منتقل ہوئی اور اس کی خلافت کے چند مہینے گزرے تو وہ محمد بن عبدالملک زیات پر غضب ناک ہوا اور اس کا تمام مال چھین لیا اور اسے وزارت سے معزول کر دیا اور محمد بن عبدالملک نے اپنی وزارت کے زمانہ میں لوہے کا ایک تنور بنایا ہوا تھا اور اس میں میخیں لگائی ہوئی تھیں کہ ان میخوں کی نوکیں تنور کے اندر کی طرف تھیں جس کو وہ سزا دینا چاہتا تھا حکم دیتا کہ اسے اس تنور میں ڈال دیا جائے تو وہ ان میخوں کے صدمے اور جگہ کی تنگی سے سخت ترین عذاب میں ہوتا اور ہلاک ہو جاتا اور جب متوکل اس پر غضب ناک ہوا تو حکم دیا کہ اسے اسی تنور میں پھینکا جائے، محمد چالیس دن تک اسی تنور میں معذب رہا یہاں تک کہ ہلاک ہو گیا اور اپنی زندگی کے آخری دن اس نے کاغذات اور دوات منگوائی

اور یہ شعر لکھ کر متوکل کے پاس بھیجے۔

هی السبیل فمن الی یوم
کانه ماتریك العین فی قوم
لا تجز عن رویدا انها دول
دنیا تنقل من قوم الی قوم

رستہ یہی ہے ایک دن سے دوسرے دن تک گویا آنکھ تجھے کبھی نیند میں دیکھا گھبراؤ نہیں اور تھوڑا سا صبر کرو، یہ تو منتقل ہونے والی دنیا ہے جو ایک قوم سے دوسری قوم کی طرف منتقل ہوتی ہے، متوکل کو فرصت نہیں تھی کہ یہ رقعہ اس تک پہنچاتے دوسرے دن جب رقعہ اسے دیا گیا تو حکم دیا کہ اس کو تنور سے باہر نکالیں جب تنور کے پاس گئے تو اسے مردہ پایا گیا، اور واضح ہو ہم امام رضا علیہ السلام کی شہادت کے سلسلہ میں نقل کر چکے ہیں کہ ابو الصلت کو ماموں نے زندان میں قید کر دیا، ایک سال قید میں رہا تو انوار مقدسہ محمدؐ و آل محمدؐ سے متوسل ہوا ابھی اس کی دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ حضرت جوادؑ اس کے پاس آئے اور اسے قید سے چھڑا لے گئے۔

چھٹا معجزہ! شیخ کشی نے محمد بن سنان سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام رضاء علیہ السلام کی خدمت میں آنکھوں کے درد کی شکایت کی، پس حضرتؑ نے ایک کاغذ لیا اور ابو جعفر حضرت جوادؑ کے لیے خط لکھا اور حضرت تین سالہ بچے سے بھی چھوٹے تھے، پس حضرت رضاؑ نے وہ خط ایک خادم کو دیا کہ میں اس کے ساتھ جاؤں اور مجھ سے فرمایا کہ اسے پوشیدہ رکھنا، یعنی اگر حضرت جوادؑ سے معجزہ دیکھوں تو اس کو میں ظاہر نہ کروں۔

پس میں حضرتؑ کے پاس گیا اور ایک خادم نے آپ علیہ السلام کو اپنی دوش پر اٹھا رکھا تھا، محمد کہتا ہے کہ پس خادم نے حضرتؑ کے سامنے وہ خط کھول کر آگے کیا حضرتؑ نے اس خط میں نگاہ کرتے اور سر آسمان کی طرف بلند کرتے اور فرماتے ناج (نجات پائے گا) پس آپؑ نے یہ کام چند دفعہ کیا، پس ہر قسم کی آنکھ کی تکلیف جاتی رہی اور میری آنکھیں اتنی روشن اور بینا ہوئیں کہ جس طرح کسی کی آنکھیں نہ تھیں، پس میں نے حضرت جواد علیہ السلام سے کہا کہ خداوند عالم آپؑ کو جس طرح کہ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کا شیخ قرار دیا ہے اس امت کا شیخ (بزرگ) قرار دے۔

پھر میں نے حضرت سے عرض کیا اے صاحب فطرس کی شبیہ، پھر میں واپس لوٹ آیا اور حضرت امام رضا علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ اسے چھپائے رکھنا اور مسلسل میری آنکھیں صحیح و سالم ہیں یہاں تک کہ میں نے حضرت جوادؑ کا یہ معجزہ اپنی آنکھ کے بارے میں فاش کر دیا تو میری آنکھوں میں درد عود کر آیا۔

راوی کہتا ہے کہ محمد بن سنان سے کہا تیرا کیا مقصد تھا اس سے جو تو نے حضرتؑ سے کہا اے شبیہ صاحب فطرس تو اس نے جواب میں کہا کہ خداوند عالم نے ملائکہ میں سے ایک ملک پر غضب کیا کہ جسے فطرس کہتے تھے، پس اس کے پر و بال توڑ دیئے اور دریا کے ایک جزیرہ میں اسے پھینک دیا یہاں تک کہ جب امام حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو خداوند عالم نے جبریل حضرت پیغمبر اکرم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تا کہ حضرت کو امام حسین علیہ السلام کی ولادت کی تہنیت و مبارک باد کہے اور جبریل کی فطرس سے دوستی تھی پس جبریل اس کے پاس سے گزرا جب کہ وہ جزیرہ میں پڑا تھا، پس اسے بتایا کہ امام حسینؑ پیدا ہوئے ہیں اور خداوند عالم نے اسے حکم دیا ہے کہ جا کر پیغمبر اکرمؐ کو مبارک باد دوں، پھر فطرس سے کہا کیا تیری یہ خواہش ہے کہ تجھے اپنے ایک پر پر اٹھالوں اور تجھے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے چلوں تا کہ وہ تیری شفاعت کریں۔

فطرس کہنے لگا کہ ہاں پس جبرئیل اسے اپنے ایک پر کے اوپر اٹھا کر پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں لے آیا پس خداوند عالم کی طرف سے مبارک باد پیش کی اس وقت فطرس کا واقعہ آنحضرتؐ سے بیان کیا، حضرتؐ نے فطرس سے فرمایا کہ اپنے پر حسینؑ کے گہوارے سے ملو اور اس سے تبرک و تحسین حاصل کرو ان کی عظمت و بزرگی کی وجہ سے خداوند عالم نے دوبارہ اسے پر و بال عنایت فرمائے اور اسے اس کی جگہ اور مقام کی طرف جو کہ وہ ملائکہ کے ساتھ رکھتا تھا پلٹا دیا۔

ساتواں معجزہ! شیخ کلینی اور دوسرے علماء نے روایت کی ہے محمد بن ابی العلاء سے وہ کہتا ہے کہ میں نے یحییٰ بن اکثم سے سنا جو کہ سامرہ کا قاضی تھا کہ جب میں آزما چکا اور مناظرہ کر لیا اور اس سے محاورہ و مراسلہ کر چکا اور اس سے علوم آل محمدؐ کے متعلق سوال کر چکا تو ایک دن میں مسجد نبوی میں گیا اور قبر مبارک کا طواف کرنے لگا میں نے محمد بن علی الرضاؑ کو بھی طواف قبر کرتے ہوئے دیکھا پس میں نے آپؑ سے ان مسائل کے متعلق مناظرہ کیا جنہیں میں اچھی طرح جانتا تھا تو آپؑ نے ان کا جواب دیا اس وقت میں نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ ایک مسئلہ آپؑ سے پوچھوں لیکن مجھے اس کے متعلق سوال کرنے سے شرم آتی ہے۔

حضرت نے فرمایا میں تجھے اس کی خبر دیتا ہوں اس سے پہلے کہ تو مجھ سے سوال کرے اور وہ یہ ہے کہ تو امام کے متعلق سوال کرنا چاہتا ہے۔

وہ کہنے لگا خدا کی قسم یہی ہے میرا سوال، فرمایا میں ہوں امامؑ، میں نے کہا میں اس کی علامت چاہتا ہوں حضرت کے ہاتھ میں ایک عصا تھا وہ بول اٹھا کہ بیشک میرے مولا اس زمانہ کے امام اور حجت ہیں۔

آٹھواں معجزہ! سید بن طاؤس نے کتاب مہج الدعوات میں ابونصر ہمدانی سے امام محمد تقی علیہ السلام کی بیٹی حکیمہ خاتون سے روایت کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میں امام محمد تقی علیہ السلام کی وفات کے بعد ام عیسیٰ مامون کی بیٹی کے پاس تعزیت کے لیے گئی جو کہ حضرتؑ کی بیوی تھی میں نے دیکھا کہ وہ بہت ہی جزع و فزع اور گریہ وزاری امامؑ کے لیے کر رہی ہے اس حد تک کہ وہ چاہتی ہے کہ اپنے آپ کو گریہ کرتے کرتے فنا کر دے مجھے خوف ہوا کہ کہیں اس کا پتہ زیادہ غم و غصہ کی وجہ سے پھٹ نہ جائے اور اس اثناء میں جب کہ ہم باتیں کر رہے تھے حضرتؑ کے کرم و حسن خلق و شرف کی اور جو کچھ خداوند عالم نے آپؑ کو عزت و کرامت مرحمت فرمائی تھی، ام عیسیٰ کہنے لگی کہ میں تجھے ایک عجیب و غریب چیز بتاتی ہوں کہ جو کہ سب سے بڑی ہے میں نے کہا کہ وہ کون سی چیز ہے ام عیسیٰ کہنے لگی کہ میں ہمیشہ امام کی دیکھ بھال کرتی تھی اور کبھی کبھی میں سخت باتیں سنتی تو اپنے باپ سے کہتی اور میرا باپ مجھ سے کہتا کہ صبر کرو کہ وہ فرزند رسولؐ ہے اور رسولؐ کا تعلق دار ہے اچانک میں ایک دن بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک لڑکی مکان کے دروازے سے داخل ہوئی اور اس

نے مجھے سلام کیا میں نے کہا کہ تو کون ہے۔

وہ کہنے لگی کہ میں عمار یاسر کی اولاد میں سے ہوں اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی بیوی ہوں جو کہ تیرے شوہر ہیں۔

پس مجھے اتنی غیرت آئی کہ نزدیک تھا کہ سر اٹھائے بیابان کی طرف چلی جاؤں اور جلاوطنی اختیار کرلوں اور شیطان قریب تھا کہ مجھے اس بات پر آمادہ کرے کہ میں اس لڑکی کو کوئی تکلیف و آزار پہنچاؤں، لیکن میں نے اپنا غصہ کو پی لیا اور اس کے ساتھ نیکی و احسان کیا اور اسے خلعت دی، جب وہ عورت میرے سامنے سے چلی گئی میں اپنے باپ کے پاس گئی اور میں نے جو کچھ دیکھا تھا وہ اس کو کہہ سنایا۔

میرے باپ نے جو اس وقت مستی کی حالت میں تھا ایک غلام کی طرف اشارہ کیا جو اس کے سامنے کھڑا تھا کہ تلوار لے آؤ اور تلوار لے کر سوار ہوا اور کہنے لگا خدا کی قسم میں جا کر اسے قتل کرتا ہوں۔

جب میں نے اپنے باپ سے اس صورت حال کا مشاہدہ کیا تو میں پشیمان ہوئی اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور میں نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کے ساتھ کیا کیا اور اپنے شوہر کو قتل کرا دیا، میں اپنے منہ پر طمانچے مارتی تھی، میں بھی باپ کے پیچھے پیچھے جا رہی تھی یہاں تک کہ وہ اس کمرے میں داخل ہوا کہ جس میں امامؑ موجود تھے اور مسلسل وہ ان پر تلوار چلاتا رہا یہاں تک کہ انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، پھر وہاں سے باہر آگیا میں وہاں سے بھاگ گئی اور صبح تک مجھے نیند نہ آئی۔

جب چاشت کا وقت ہوا تو میں باپ کے پاس گئی اور کہا آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے گزشتہ رات کیا کیا کہنے لگا کہ نہیں میں نے کہا آپ نے امام رضا علیہ السلام کے بیٹے کو قتل کر دیا، اس بات سے وہ متحیر ہو گیا اور بے قابو ہو کر بے ہوش ہو گیا، ایک گھنٹہ کے بعد ہوش میں آیا کہنے لگا وائے ہو تجھ پر تو کیا کہتی ہے۔

میں نے کہا کہ آپ ان کے پاس گئے اور انہیں تلواریں مار مار کر قتل کر دیا، مامون اس بات سے بہت گھبرایا کہنے لگا کہ یاسر غلام کو بلا کر لاؤ یاسر لایا گیا تو یاسر سے کہا وائے ہو تجھ پر یہ کیا بات ہے جو میری بیٹی کہتی ہے، یاسر کہنے لگا کہ یہ سچ کہتی ہے۔

مامون اپنا چہرہ اور سینہ پیٹنے لگا اور کہا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون ہم قیامت تک کے لیے لوگوں کے درمیان رسوا ہوئے اور ہلاک ہوئے، یاسر جاؤ اور حضرتؑ کے حالات کی تحقیق کرو اور ہمارے لیے خبر لے کر آؤ، کیونکہ قریب ہے کہ میری روح بدن سے نکل جائے۔

یاسر مکان کی طرف گیا اور میں اپنے رخسار پر طمانچے مارتی تھی، پس وہ جلدی واپس آگیا اور کہنے لگا بشارت اور مژدہ ہو اے امیر، کہنے لگا کیا بات ہے اس نے بتایا میں گیا تو دیکھا کہ حضرتؑ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ علیہ السلام کے بدن پر پیراہن ہے اور لحاف اوڑھے ہوئے تھے اور مسواک کر رہے تھے، میں نے آپ علیہ السلام کو سلام کیا اور عرض کیا کہ یہ پیراہن جو آپؑ نے پہن رکھا

ہے میں چاہتا ہوں کہ تبرک کے طور پر مجھے دے دیجئے تا کہ میں اس پر نماز پڑھوں اور میرا مقصد یہ تھا کہ امامؑ کے جسم مبارک پر نگاہ کروں کہ آیا اس پر تلوار کے زخم ہیں کہ نہیں، خدا کی قسم آپ علیہ السلام کا جسم ہاتھی کے دانت کی طرح سفید تھا کہ جسے زردی نے مس کیا ہو اور آپؑ کے بدن پر تلوار وغیرہ کا کوئی زخم نہیں تھا، پس مامون دیر تک روتا رہا اور کہنے لگا کہ اس معجزہ کا کوئی چیز مقابلہ نہیں کر سکتی اور یہ اولین و آخرین کے لیے عبرت ہے۔

اس کے بعد یاسر کہنے لگا کہ سوار ہونا اور تلوار ہاتھ میں لینا اور ان کے مکان میں داخل ہونا تو مجھے یاد آتا ہے لیکن واپس آنا مجھے یاد نہیں ہے، پس میرا معاملہ اور ان کے پاس جانا کس طرح تھا خدا اس لڑکی پر سخت لعنت کرے اس لڑکی کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ تیرا باپ کہہ رہا ہے خدا کی قسم اگر اس کے بعد تو نے حضرتؑ کی شکایت کی یا ان کی اجازت کے بغیر ان کے گھر سے باہر آئی تو میں تجھے سزا دوں گا، پھر فرزند رضا علیہ السلام کے پاس جاؤ اور ان کو میرا اسلام کہو اور بیس ہزار دینار ان کے لیے لے جاؤ اور وہ گھوڑا کہ جس پر میں گذشتہ رات سوار تھا کہ جسے شہری کہتے ہیں وہ آپؑ کے پاس لے جاؤ اور ہاشمین سے کہو کہ وہ آپؑ پر سلام کرنے کے لیے حاضر ہوں اور آپؑ کو جا کر سلام کریں۔

یاسر کہتا ہے کہ میں نے ایسا ہی کیا جس طرح مامون نے کہا تھا اور مامون کا سلام آپؑ کی خدمت میں پہنچایا اور جو مال مامون نے بھیجا تھا وہ آپؑ کی خدمت میں پیش کیا اور گھوڑا بھی جا کر دیا۔

حضرتؑ نے اس مال وزر پر نگاہ کی اور تبسم فرمایا اور فرمایا جو عہد ہمارے اور مامون کے درمیان تھا وہ اسی طرح تھا کہ وہ تلوار لے کر مجھ پر گھس آئے، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میرے اور تمہارے درمیان ایک مانع ہے کہ جو میری مدد کرتا ہے۔

پس میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ اس عتاب و سرزنش کو چھوڑ دیجئے، خدا اور آپؑ کے جد رسولؐ کی قسم ہے کہ مامون اس طرح مست تھا کہ وہ ان چیزوں میں سے کسی کو نہیں جان رہا تھا اور اس نے سچی نذر کی قسم کھائی ہے کہ وہ اب مست نہیں ہوگا اور مستی والی کوئی چیز استعمال نہیں کرے گا، کیونکہ یہ شیطان کے دام اور جال میں سے ہے، پس جس وقت آپؑ مامون کے پاس جائیں تو یہ بات اس کے سامنے نہ کریں اور نہ اسے سرزنش فرمائیں۔ فرمایا میرا ارادہ بھی یہی تھا، اس کے بعد آپؑ نے اپنا لباس منگوایا اور پہن کر کھڑے ہو گئے اور تمام لوگ بھی آپؑ کے ساتھ مامون کے پاس گئے مامون کھڑا ہو گیا اور آپؑ سے بغلگیر ہوا اور آپؑ کو سینہ سے لگایا اور ترحیب کی اور کسی کو اجازت نہ دی کہ اس کے دربار میں آئے اور مسلسل آپؑ سے باتیں کرتا رہا، جب نشست برخواست ہونے لگی، حضرتؑ نے فرمایا اے مامون میں تجھے وصیت کرتا ہوں اسے قبول کر، مامون کہنے لگا ہاں فرمائیے وہ کون سی ہے، فرمایا میں چاہتا ہوں کہ رات کے وقت باہر نہ جایا کرو، کیونکہ اس پست مخلوق سے تو مامون نہیں ہے اور میرے پاس ایک دعا ہے تو اپنے آپ کو اس کے ذریعہ محصور کر لے اور اسے برائیوں بلاؤں اور مکروہات سے اپنا حرز قرار دے جیسا کہ اس نے مجھے گزشتہ شب تیرے شر سے محفوظ رکھا ہے اور اگر تو روم و ترک کے لشکروں کا سامنا بھی کرے اور وہ سب تیرے خلاف ہو جائیں تمام اہل زمین کے ساتھ تب بھی تجھے ان سے کوئی برائی نہیں پہنچے گی اور اگر چاہیے تو میں اس کو تیرے ساتھ بھیج دوں۔

اس نے قبول کیا جب صبح ہوئی تو حضرت جوادؑ نے یاسر کو بلایا اور اپنے ہاتھ سے وہ حرز تحریر کیا اور یاسر سے فرمایا کہ یہ مامون کے پاس لے جاؤ اور اس سے کہو کہ اس کے لیے صاف و شفاف چاندی کی ایک نلکی بناؤ اور اس کے بعد جو میں کہوں گا وہ اس پر او پر لکھ دینا اور جب اسے بازو پر باندھنے لگے تو مکمل وضو کرے اور چار رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورہ حمد اور آیۃ الکرسی وشھد اللہ والشمس وضحٰھا واللیل اور توحید کو سات سات دفعہ پڑھے اور جب نماز سے فارغ ہو تو اسے دائیں بازو پر باندھ لے تا کہ سختیوں اور تنگیوں کے وقت خدا کی قوت سے ہر اس چیز سے سالم رہے جس سے خوف وحذر رکھتا ہے اور جس وقت بازو پر باندھنے لگے تو قمر در عقرب نہیں ہونا چاہیے۔

روایت ہے کہ جب مامون نے یہ حرز آپ سے لیا اور اہل روم سے جنگ کی تو اسے فتح ہوئی اور تمام جنگوں اور غزوات میں اپنے ساتھ رکھتا تھا اور حرز مبارک کی وجہ سے مظفر ومنصور رہا اور حرز یہ ہے۔

وجاز فی الفضۃ ماکان رعآء لمثل تعویذ وحرز ودعآء فقد اتی فیہ صحیح من خبر عاضدۃ حرزُ الجواد۔ المشتھر

نواں معجزہ! ابو جعفر طبری نے ابراہیم بن سعیدؒ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام محمد تقیؑ کو دیکھا کہ آپؑ زیتون کے پتوں پر ہاتھ لگاتے تو وہ چاندی کے ہو جاتے، پس میں نے ان میں سے بہت سے حضرتؑ سے لیے اور انہیں بازار میں فروخت کیا اور کبھی ان میں تغیر نہیں آیا، یعنی وہ خالص چاندی کے ہو گئے تھے۔

دسواں معجزہ! حضرت کے بعض دلائل اور نیز عمارہ بن زید نے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام محمد تقی کو دیکھا تو میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ امامؑ کی علامت کیا ہے فرمایا امام وہ ہے جو یہ کام کر سکے پھر آپؑ نے اپنا دست مبارک ایک پتھر پر رکھا تو آپؑ کی انگلیوں کے نشان اس پر ابھر آئے، راوی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ آپؑ لوہے کو کھینچتے تھے بغیر اس کے کہ اسے آگ میں پگھلاتے اور پتھر پر اپنی انگوٹھی سے مہر لگاتے۔

گیارہواں معجزہ! ابن شہر آشوب اور دوسرے علماء نے محمد بن ریان سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ مامون نے ہر حربہ آزمایا کہ کسی طرح امام محمد تقی علیہ السلام کو اپنی طرح اہل دنیا بنالے اور لہو ولعب وفسق وفجور کی طرف مائل کرے، لیکن یہ اس کے لیے ممکن نہ ہو سکا اور اس کا حیلہ وتدبیر حضرتؑ پر اثر انداز نہ ہوا یہاں تک کہ جس وقت اس نے چاہا کہ وہ اپنی لڑکی کو حضرتؑ کے گھر روانہ کرے (رخصتی ہو) اور زفاف واقع ہو تو اس نے سو کنیزوں کو حکم دیا جو کہ سب کنیزوں سے زیادہ خوبصورت تھیں کہ ان میں سے ہر ایک اپنے ہاتھ میں جواہرات سے پر جام لے لے اور حضرتؑ کا استقبال کریں جب کہ آپؑ وارد ہوں اور حضرتؑ حجلہ عروس میں بیٹھیں۔

ان کنیزوں نے اسی دستور العمل کے مطابق عمل کیا، لیکن حضرت جواد علیہ السلام نے ان کی طرف التفات نہ فرمایا، مامون نے مخارق نامی گویے کو بلایا اور وہ ایک خوش آواز شخص تھا جو رباب بجاتا تھا اور اس کی داڑھی لمبی تھی مخارق نے مامون سے کہا کہ اے

امیر المومنین اگر مقصد ابو جعفرؑ کو دنیا کی طرف مائل کرنا ہے تو یہ کام میرے ذمہ رہا اور میں اس کے لیے کافی ہوں، پس وہ حضرت علیہ السلام کے پاس بیٹھ گیا اور اس نے اپنی آواز کو بلند کیا کہ جس سے تمام اہل خانہ اس کے پاس جمع ہو گئے، پس اس نے رباب بجانا اور گانا شروع کیا ایک گھنٹہ تک وہ یہی کچھ کرتا رہا، اس نے دیکھا کہ حضرت جواد علیہ السلام نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی اور نہ اپنے دائیں بائیں دیکھا اس کے بعد آپؑ نے سر اونچا کیا اور فرمایا خدا سے ڈر وائے بڑی داڑھی والے شخص۔

جب آپؑ نے یہ ارشاد فرمایا تو رباب و مضراب مخارق کے ہاتھ سے گر پڑا اور پھر مرتے دم تک اس کا یہ ہاتھ بیکار رہا، مامون نے اس سے پوچھا تجھے کیا ہو گیا تھا کہنے لگا جب ابو جعفرؑ نے مجھے پکارا تو میں ایسا گھبرایا کہ جس سے کبھی بھی صحت یاب نہ ہوں گا۔

بارہواں معجزہ! قطب راوندی نے روایت کی ہے کہ معتصم نے اپنے وزراء کی ایک جماعت کو طلب کیا اور کہنے لگا تم محمد تقی علیہ السلام کے حق میں جھوٹی گواہی دو اور اسے تحریر کرو کہ وہ خروج کا ارادہ رکھتا ہے پس معتصم نے حضرت کو بلایا اور کہنے لگا تم نے میرے خلاف خروج کا ارادہ کیا ہے۔

فرمایا خدا کی قسم میں نے اس سلسلہ میں کوئی کام بھی نہیں کیا، کہنے لگا کہ فلاں فلاں اشخاص تمہارے اس کام پر گواہی دیتے ہیں پس ان لوگوں کو حاضر کیا گیا تو وہ کہنے لگے کہ یہ آپؑ کے خطوط ہیں جو آپؑ نے اس سلسلہ میں تحریر کئے ہیں ہم نے یہ آپؑ کے غلاموں سے حاصل کئے ہیں۔

راوی کہتا ہے کہ حضرتؑ ایوان کے ایک کنارہ پر بیٹھے تھے، پس آپؑ نے آسمان کی طرف سر بلند کیا اور کہا خداوندا اگر یہ لوگ میرے خلاف جھوٹ بولتے ہیں تو ان کا مواخذہ فرما، راوی کہتا ہے کہ میں نے ایوان کے اس صفحہ اور جانب کو دیکھا کہ سخت جنبش واضطراب میں ہے اور جو شخص اپنی جگہ سے کھڑا ہوتا ہے وہ گر جاتا ہے معتصم نے کہا اے فرزند رسولؐ میں توبہ کرتا ہوں اس چیز سے جو میں نے کہی ہے، دعا کیجئے کہ خدا اس جنبش کو ختم کر دے، آپؑ نے عرض کیا خداوند عالم اس جنبش کو ختم کر دے، حالانکہ تو جانتا ہے کہ یہ لوگ تیرے اور میرے دشمن ہیں پس اس میں سکون آ گیا۔

تیرھواں معجزہ! نیز اسماعیل بن عباس ہاشمی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں عید کے دن حضرت جوادؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آنجناب سے تنگی معاش کی شکایت کی، حضرتؑ نے اپنے مصلیٰ کو اٹھا کر مٹی سے سونے کی ڈھیلی اٹھائی یعنی مٹی آپؑ کے ہاتھ کی برکت سے سونے کا ٹکڑا ہو گئی، پھر وہ مجھے عطاء فرمایا میں اسے بازار لے گیا تو وہ سونا مشقال تھا۔

چودھواں معجزہ! شیخ کشی نے احمد بن علی بن کلثوم سرخسی سے نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امامیہ (شیعہ اثنا عشریہ) میں سے ایک شخص کو دیکھا جو ابوزینبہ کے نام سے مشہور تھا، پس اس نے مجھ سے اکثم بن بشار مروزی کے متعلق سوال کیا اور اس اثر کے متعلق جو اس کے حلق میں ہے اور میں نے دیکھا تھا کہ اس کی گردن پر خط کی طرح ذبح کا نشان ہے چند مرتبہ میں نے اس سے نشان کے متعلق پوچھا، لیکن اس نے مجھے نہیں بتایا۔ ابوزینبہ نے کہا کہ ہم بغداد میں سات آدمی ایک ہی حجرہ میں

رہتے تھے امام محمد تقی علیہ السلام کے زمانہ میں ایک دن احکم عصر کے وقت سے ناپید ہوگیا اور رات کے وقت بھی نہ آیا، جب رات کا اول وقت شروع ہوا تو حضرت جواد علیہ السلام کی طرف سے توقیع وخط آیا کہ تمہارا ساتھی وہ مرد خراسانی یعنی احکم ذبح ہو چکا ہے اور اس کو ایک نمدے میں لپیٹ کر فلاں مزبلہ پر ڈال گئے ہیں جا کر اس کو اٹھا لاؤ اور فلاں فلاں چیز سے اس کا علاج کرو تو وہ شفا پائے گا اور ٹھیک ہو جائے گا۔

پس ہم اس جگہ گئے اور اسے مذبوحی حالت میں پڑا ہوا پایا جس طرح حضرتؑ نے خبر دی تھی پس اسے ہم لے آئے اور اس کا علاج کیا جیسے حضرتؑ نے فرمایا تھا تو وہ درست ہوگیا، احمد بن علی راوی کہتا ہے کہ اس کا واقعہ یوں تھا کہ احکم نے بغداد کے ایک گھر میں متعہ کیا تھا اس گروہ کو پتہ چل گیا تو انہوں نے اسے ذبح کر کے نمدے میں لپیٹ کر مزبلہ پر ڈال گئے۔

مولف کہتا ہے کہ استحباب شیعوں کے نزدیک ثابت ہے، بلکہ حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہوئی ہے آپؑ نے فرمایا ہے کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں جو رجعت پر ایمان نہ رکھتا ہو اور متعہ کو حلال نہ سمجھتا ہو اور حضرتؑ سے منقول ہے کہ خداوند علم نے ہمارے شیعوں پر ہر قسم کی نشہ آور شراب حرام کی ہے اور اس کے عوض میں انہیں متعہ دیا ہے اور متعہ کرنے کی فضیلت میں روایات بہت ہیں ان میں سے شیخ مفید نے کتاب متعہ میں صالح بن عقبہ سے اس کے باپ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ جو شخص متعہ کرے اس کے لیے کوئی ثواب ہے، فرمایا اگر اس متعہ میں اس کا مقصد خدا اور حکم شریعت کا امتثال وفرمانبرداری ہو اور اس شخص کی مخالفت ہو کہ جس سے اس نے منع کیا تھا وہ اس عورت سے جو بات بھی کرے خداوند عالم اس کے لیے ایک حسنہ لکھے گا اور جب اس کی ساتھ ہمبستری کرے تو خداوند عالم اس کی وجہ سے اس کے گناہ معاف کر دے گا اور جب وہ غسل کرے گا تو اس کے ہر بال کے بدلے کہ جس پر سے پانی گزرے اللہ تعالیٰ اسے مغفرت عطاء فرمائے گا۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے از روئے تعجب حضرتؑ سے عرض کیا کہ جتنے بال اس کے بدن پر ہیں حضرتؑ نے فرمایا کہ جتنے بال اس کے بدن پر ہیں اور حضرت صادق علیہ السلام سے یہ بھی روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ جو شخص بھی متعہ کرے اور اس کے بعد غسل کرے تو جو قطرہ بھی اس کے بدن سے گرے گا اس سے خداوند عالم ستر فرشتے پیدا کرے گا جو قیامت تک اس کے لیے استغفار کریں گے اور قیامت آنے تک اس سے اجتناب کرنے والے پر لعنت کریں گے اور روایت ہے کہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے اپنے بعض موالیوں کو لکھا کہ متعہ کرنے میں اصرار اور مبالغہ نہ کرنا جو کچھ تم پر لازم ہے وہ سنت کو قائم کرنا ہے، یعنی متعہ اتنی مقدار میں کرو کہ جس سے سنت قائم ہو، لیکن اپنے آپ کو متعہ کرنے میں مشغول نہ رکھو یہاں تک کہ اپنی بیویوں کو ترک کر دو اور انہیں معطل چھوڑ دو، پس وہ کافر ہو جائیں اور نفرین کریں ان لوگوں پر کہ جنہوں نے تمہیں اس بات کا حکم دیا ہے اور وہ ہم پر لعنت بھیجیں۔

چوتھی فصل

حضرت امام محمد تقیؑ کے کچھ کلمات شریفہ اور مواعظ بلیغہ کا ذکر

پہلا ارشاد: آپؑ نے فرمایا اللہ پر بھروسہ کرنا ہر مہنگی چیز کی قیمت اور ہر بلند چیز کی طرف سیڑھی ہے۔
دوسرا ارشاد: آپؑ نے فرمایا مومن کی عزت لوگوں سے بے نیاز ہونے میں ہے اور کیا ہی عمدہ شعر ہے۔

دو قرص نان اگر از گندم است یا از جو
دوتائی جامہ گراز کہنہ است یا از نو
چہار گوشہ دیوار خود بخاطر جمع
کہ کس نگوید ازایں جا خیز وآنجا رو
ہزار بار نکو تر بنزد دانایان
زفر مملکت کیقباد وکیخسرو

تیسرا ارشاد: فرمایا لوگوں کے سامنے ولی خدا اور تنہائی میں دشمن خدا نہ بن، فقیر کہتا ہے کہ یہ کلمہ شریفہ مشابہ ہے آپؑ کے جدامجد امیرالمومنینؑ کی فرمائش کے جو آپؑ نے فرمائی کہ لوگوں کے سامنے شیطان کو گالیاں نہ دو جب کہ تنہائی میں اس کے دوست ہو۔

چوتھا ارشاد: استفادہ کا معنی ہے فائدہ اٹھانا، فائدہ چاہنا اور فائدہ دینا یعنی جو خدا کے لیے کسی بھائی کو فائدہ پہنچائے اس نے بہشت میں ایک گھر حاصل کیا ہے۔

پانچواں ارشاد: فرمایا کس طرح تلف اور ضائع ہوسکتا ہے وہ شخص کہ جس کا خدا کفیل ہے اور کس طرح نجات پا سکتا ہے وہ شخص کہ جو اپنا رشتہ خدا سے توڑ لے اور الگ ہو جائے اور دوسرے سے جا چمٹے تو خدا اسے کسی دوسرے کے سپرد کر دیتا ہے اور جو شخص علم کے بغیر عمل کرے تو وہ فاسد عمل زیادہ کرتا ہے اس سے کہ جس کی اصلاح اور درستی کرتا ہے یعنی درست عمل کی بجائے فاسد زیادہ کرتا ہے۔

چھٹا ارشاد: فرمایا بُرے آدمی کی صحبت اور ساتھ دینے سے بچو، کیونکہ اس کی مثال بے نیام تلوار کی سی ہے جس کا منظر تو اچھا

ہے لیکن اس کے آثار برے ہیں۔

ساتواں ارشاد: فرمایا کہ انسان کی خیانت کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ خیانت کرنے والوں کا امین ہو۔

آٹھواں ارشاد: روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرتؑ سے عرض کیا کہ مجھے وصیت کیجئے فرمایا اسے قبول کرو گے عرض کیا جی ہاں، فرمایا فقر کو اپنا تکیہ بناؤ اور فقر کی گردن میں بائیں ڈال دو اور شہوت کو ترک کرو اور ہوس و خواہش نفس کی مخالفت کرو اور یہ جان لو کہ تم ہر وقت خدا کے سامنے ہو، پس اپنے آپ کو دیکھو کہ کس طرح ہو۔

نواں ارشاد: فرمایا مومن تین خصلتوں کا محتاج ہے خدا کی توفیق اور اپنے نفس میں سے واعظ جو ہمیشہ اُسے وعظ کرتا ہے اور جو کچھ اسے کوئی وصیت کرے وہ اسے قبول کرے۔

دسواں ارشاد: فرمایا دلوں کے ساتھ خدا کی طرف جانے کا قصد کرنا اعضاء و جوارح کو اعمال میں تھکانے سے زیادہ منزل مقصود تک پہنچانے والا ہے۔

مولف کہتا ہے کہ روایات دل اور اس کی مراعات کے متعلق بہت ہیں، حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ انسان میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے کہ جب تک وہ صحیح سالم ہے باقی بدن بھی صحیح ہے اور جب وہ بیمار اور فاسد ہو جائے تو باقی بدن بھی بیمار اور فاسد ہو جاتا ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ جب دل پاکیزہ ہو تو باقی جسم بھی پاکیزہ رہتا ہے اور جب دل خبیث ہے تو باقی جسم بھی خبیث ہے۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے امام حسن علیہ السلام سے وصیت فرمائی کہ مصیبتوں میں سب سے زیادہ مصیبت فقر و فاقہ ہے اور اس سے بدتر بدن کا بیمار ہونا ہے اور اس سے بدتر دل کی بیماری ہے، اور نعمتوں میں سے ایک نعمت مال کی وسعت ہے اور اس سے بہتر بدن کی صحت ہے اور اس سے بہتر دل کی پرہیز گاری ہے اور حضرت امام باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ دل تین قسم کے ہیں ایک دل سرنگوں اور الٹا ہے کہ جس میں کوئی چیز ٹھہر نہیں سکتی اور وہ کافر کا دل ہے اور ایک دل وہ ہے کہ جس میں اچھائی اور برائی دونوں داخل ہو جاتی ہیں اور ان میں سے جو زیادہ قوی ہوتی ہے وہ غالب آجاتی ہیں اور ایک وہ دل ہے جو کشادہ ہے اور اس میں انوار الٰہی کا چراغ ہے جو ہمیشہ روشنی دیتا رہتا ہے اور اس کا نور قیامت تک بے طرف نہیں ہوگا اور وہ مومن کا دل ہے اور حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا کہ دل کی قدر و منزلت بدن میں امام جیسی ہے، لوگوں میں روایت ہے کہ ایک دفعہ جناب موسیٰ بن عمران اپنے اصحاب کو موعظہ فرما رہے تھے آپؑ کے وعظ کے دوران ایک شخص کھڑا ہو گیا اور اس نے اپنا پیراہن چاک کر دیا، خداوند عالم کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ کو وحی آئی کہ اس سے کہو کہ وہ اپنا پیراہن چاک نہ کرے، بلکہ اپنے دل کو میرے لیے چاک کرے، مولف نے فارسی کے کچھ اشعار لکھے ہیں (ہم انہیں چھوڑ رہے ہیں۔ مترجم)

گیارہواں ارشاد: فرمایا جو شخص اپنی خواہش نفس کی اطاعت کرے اس نے اپنے دشمن کی آرزو پوری کر دی۔

بارہواں ارشاد: شیخ صدوق نے عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد تقی علیہ السلام سے عرض کیا کہ اے فرزند رسولؐ مجھ سے کوئی ایسی حدیث بیان کیجئے جو آپؑ کے آباؤ اجداد سے نقل ہوئی ہے، آپ علیہ السلام نے فرمایا

میرے والد نے میرے دادا سے اور اپنے آباؤ اجداد سے حدیث بیان کی کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہمیشہ لوگ خیر وخوبی میں رہیں گے جب تک ان میں تفاوت رہے گا، پس جب برابر اور مساوی ہو گئے تو ہلاک ہو جائیں گے۔

میں نے عرض کیا کچھ مزید ارشاد فرمائے اے فرزند رسولؐ، دوبارہ آپؑ نے اپنے آباؤ اجداد کی وساطت سے امیر المومنین علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ اگر تم میں سے ہر ایک کے عیوب دوسرے پر آشکار ہو جائیں تو تم ایک دوسرے کو دفن نہ کرو میں نے عرض کیا مزید کچھ فرمائیں اے فرزند رسولؐ، پھر آپؑ نے امیر المومنین علیہ السلام سے نقل کیا کہ آپؑ نے فرمایا تمہارے نال لوگوں کے لیے گنجائش نہیں رکھتے، پس لوگوں کو کشادہ روی اور اچھی ملاقات کے ساتھ گنجائش دو، کیونکہ میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے آپؐ نے فرمایا تم لوگوں کے لیے اپنے اموال کے ذریعہ کبھی بھی وسعت پیدا نہیں کر سکتے، پس اپنے اخلاق کے ساتھ انہیں وسعت دو۔

جناب عبدالعظیم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جواد علیہ السلام سے عرض کیا کہ اے فرزند رسولؐ اس سے زیادہ کچھ فرمایئے، فرمایا امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے جو شخص زمانہ پر غضب ناک ہو اس کا غضب طویل ہو گا، یعنی زمانہ کی نامناسب وغیر ملائم چیزیں ایک دو نہیں تا کہ انسان کا غم وغصہ جلدی ختم ہو جائے، بلکہ وہ زیادہ اور حد سے متجاوز ہیں، لہذا اس کا غصہ طویل ہو گا فقیر کہتا ہے کہ اس معنی میں ہے آپؑ کا یہ فرمان یعنی آنکھ کے خار کے باوجود آنکھ بند کرلو یہ کنایہ ہے اس سے کہ مکارہ اور رنج وبلائے دنیا اور بیوفا دوستوں کے غیر مناسب رویہ سے چشم پوشی کرو اور اسے برداشت کرو، ورنہ کبھی خوش اور راضی نہیں ہو گے اور ہمیشہ غصہ اور تلخی کی حالت میں زندگی بسر کرو گے، کیونکہ دنیا کی طبیعت میں ناپسند چیزیں رچی بسی ہوئی ہیں جناب عبدالعظیم نے عرض کیا مزید فرمایئے ارشاد ہوا کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ برے لوگوں کے پاس بیٹھنا اچھے لوگوں سے بدظن کر دیتا ہے عرض کیا اور فرمایئے، فرمایا امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا سفر قیامت کا برا زادراہ بندگان خدا پر ستم کرنا ہے فقیر کہتا ہے کہ یہ بھی آپ کا ارشاد ہے ظلم کرنا بادشاہوں کی زندگی کی انتہا ہے، مناسب ہے کہ میں یہ چند اشعار اس کلمہ شریفہ کے ذیل میں حکیم فردوسی کے نقل کروں۔

برستم چنین گفت دستان کہ کم
کن اے پور برزیردستان ستم
اگرچہ تراز یردستا بس است
فلک راوراین زیرستان بسی است
مکن ناتوانی دل خلق ریش
دگر میکنی میکنی بیخ خویش!
مکن ناتوانی ستم بر کسے!
ستمگر نیکی نماند بسے!

عبدالعظیم کہتے ہیں میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ کچھ زیادہ فرمایئے، فرمایا حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا فرمان ہے

کہ ہر مرد کی قیمت وہی چیز ہے جو اس کو حسین بنائے، علم و ہنر و عرفان سے مقصد کمالات نفسانیہ و کسب و تحصیل کی طرف تحریص و ترغیب دینا ہے خلیل بن احمد کہتا ہے کہ بہترین جملہ جو انسان کو طلب علم و معرفت کی طرف ترغیب دلاتا ہے، حضرت امیرؑ کا قول ہے کہ ہر شخص کی قیمت وہ چیز ہے جو اس کو حسین بنائے۔

جناب عبدالعظیم کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کچھ مزید فرمائے اے فرزند رسولؐ فرمایا! امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ انسان اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے۔

مرد پنہاں است درزیر زبان خویشتن
قیمت و قدرش نادانی تانیا دی درسخن

یہی وجہ ہے کہ فرمایا بات کرو تاکہ پہچانے جاؤ، چوں در بستہ باشد چہ داند کسے۔ کہ گوہر فروش است یا پیلہ ور۔ میں نے عرض کیا اور کچھ ارشاد فرمائے فرزند رسولؐ فرمایا امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ وہ شخص ہلاک نہیں ہوگا جو اپنی قدر و منزلت کو پہچانتا ہے۔

میں نے کہا کچھ اور اے فرزند رسولؐ، فرمایا امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے عمل سے پہلے تدبیر کرنا تجھے پشیمانی سے بچا لے گا۔

ندانستہ درکار تندی مکن
بندیش بنگرز سرتابہ بن

فقیر کہتا ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام کے مواعظ میں اس مطلب کے قریب قریب نقل ہو چکا ہے اور ہم نظامی کے ان دو اشعار کو اس کلمہ سریفہ کی مناسبت سے نقل کرتے ہیں۔

درسرکار کہ درآئی نخست
رخنہ بیرون شد نش کن درست
تانگی جائے قدم استوار
پائے منہ در طلب، ہیچ کار

عرض کیا مزید ارشاد ہو اے فرزند رسولؐ، فرمایا امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جو شخص زمانہ پر اعتماد کر لے وہ زمین پر آ گرے گا۔

میں نے عرض کیا اور کچھ ارشاد ہو، فرمایا امیر المومنین علیہ کا ارشاد ہے اس شخص نے اپنے نفس کو خطرہ میں ڈال دیا جو اپنی رائے سے مستغنی ہے یعنی جو مہم امور میں اپنی رائے اور دانش پر بھروسہ کریں اور عقلمندوں سے مشورہ کرنا چھوڑ دے۔

عرض کیا مزید ارشاد ہو اے فرزند رسولؐ، فرمایا امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے اہل و عیال کی کمی اور تھوڑا ہونا مال کی دوتو

نگریوں میں سے ایک ہے کیونکہ جس کے اہل وعیال کم ہوئے اس کی زندگی آسانی سے گزرے گی اور اس کی معیشت زیادہ وسیع ہوگی جیسا کہ مال کی کثرت کی صورت میں بھی حال اسی نوال پر ہے۔

عرض کیا مزید ارشاد ہوا اے فرزند رسولؐ، فرمایا امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے جس میں عجب وخود پسندی آجائے وہ ہلاک ہوا۔

عرض کیا مزید ارشاد ہوا اے فرزند رسولؐ، فرمایا امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جس کو یقین ہے کہ جو کچھ دے رہا ہے اس کا عوض اس کی جگہ آجائے گا تو وہ عطاء وبخشش کرنے میں جوانمردی دکھائے گا، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس عطاء وبخشش کا عوض اسے مل جائے گا۔

فقیر کہتا ہے کہ ایک شاعر نے امیر المومنین علیہ السلام کی مدح میں اسی مطالب کی طرف اشارہ کیا ہے،

جاد بالقرص والطوی ملا حبنیہ وعاف الطّعام وهو سعوب

فاعا والقرص المنیر علیه القرص والمقرض الکرام کسوب

منقول ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے ایک نخلستان کو پانی دیا کچھ مقدار جو کے بدلے، پس وہ جو آپؑ گھر لے گئے اور ان کی روٹیاں پکائی گئیں، جب چاہا کہ افطار کریں تو ایک سائل آپؑ کے گھر کے دروازے تک آیا، حضرتؑ نے اپنی روٹی سائل کو دے دی اور خود رات کو بھوکے سو رہے۔ شاعر کہتا ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اپنی روٹی بخش دی جب کہ بھوک سے آپؑ کے پہلو پر تھے اور وہ روٹی کھانا پسند نہیں کر رہے تھے سائل کی وجہ سے، حالانکہ وہ بھوکے تھے، پس جب آپؑ نے روٹی سائل کو دی تو سورج کی ٹکیہ آپؑ کے لیے آسمان پر پلٹ آئی اور کریم روٹی دینے والا نفع حاصل کرنے والا ہے۔

عبدالعظیم کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا مزید ارشاد ہوا اے فرزند رسولؐ، فرمایا امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے جو شخص عافیت وسلامت پر راضی ہو جائے تو اس کو ان لوگوں سے سلامتی مل جائے گی جو اس سے اوپر ہیں، اس وقت جناب عبدالعظیم نے کہا کہ میں نے حضرت جواد علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ جو کچھ اب تک آپؑ نے فرمایا ہے وہ میرے لیے کافی ہے۔

مولف کہتا ہے کہ یہ روایت سولہ فقرات پر مشتمل ہے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے ارشادات میں سے کہ جن میں سے ہر ایک کو حضرت جواد علیہ السلام نے اپنے آباؤ اجداد کے اسناد سے امیر المومنین علیہ السلام سے بیان فرمایا ہے اب میں بھی جواد علیہ السلام کی اقتداء میں حضرتؑ کے ارشادات میں سے بارہ فقرے نہج البلاغۃ سے نقل کرتا ہوں کہ جن کہ مجموعی تعداد حضرت جواد علیہ السلام کے اپنے بارہ فقرات کو ملا کر چالیس جملہ بن جائے گی کہ جو شخص انہیں یاد کرلے تو یہ حدیث شریف شامل حال ہو جائے گی۔

من حفظ من شیعتنا اربعین حدیثاً بعثه الله عزوجل یوم القیامة عالماً فقیهاً ولم یعذبه۔

جو ہمارے شیعوں میں سے چالیس حدیثیں یاد کر لے خداوند عالم قیامت کے دن اسے عالم وفقیہ کر کے اٹھائے گا اور اس پر عذاب نہیں کرے گا۔

ا۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا جب انسان کی عقل کم ہو جاتی ہے تو اس کی گفتگو کم ہو جاتی ہے۔

۲۔ آپؑ نے فرمایا کہ سب سے بڑا عیب یہ ہے تو لوگوں کی ان عیوب میں عیب جوئی کرے جو خود تجھ میں موجود ہے، پس احمق وہ شخص ہے کہ خود ہزار عیب سے آلودہ ہے اور سر سے لے کر پاؤں تک وہ معصیت میں ڈوبا ہوا ہے، پھر اپنے عیوب سے آنکھیں بند کر کے لوگوں کے عیوب کے بارے میں زبان کھولتا ہے، ہمہ جمال خویشتند طعنہ بر عیب دیگراں چہ زنند، اور آنجنابؑ نے ایسے اشخاص کو جو لوگوں کے عیوب کی جستجو کرتے ہیں اور انہیں بیان کرتے ہیں، لیکن ان کی خوبیوں کو بیان نہیں کرتے اپنے بعض کلمات میں اس مکھی کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو انسانی بدن کے فاسد اور کثیف جگہوں کی تلاش میں رہتی ہے اور ان کے اوپر بیٹھتی ہے اور بدن کی صحیح جگہوں سے اسے سروکار نہیں ہوتا۔

۳۔ آپؑ نے فرمایا کہ بوڑھے آدمی کی رائے اور اندیشہ میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے نوجوان کی جلاوت و مردانگی سے شاید اس میں نکتہ یہ ہو کہ پیر صاحب تدبیر کی رائے عقل و تجربہ سے صادر ہوتی ہے اور وہ فتنہ کی اصلاح ہی نہیں بلکہ بہت سے فتنوں کی آگ کے بجھانے کا سبب ہوتی ہے۔ بخلاف نوجوان کی مردانگی کے جو کہ زیادہ تر تہوار اور نفس کی ہلاکتوں میں ڈالنے اور نا آزمودہ کاموں پر مبنی ہوتی ہے جو کہ غالباً جنگ کی آگ کی بھڑکنے اور ایک گروہ کی ہلاکت کا سبب بنتی ہے اسی لیے ابو الطیب کہتا ہے۔

الرای قبل شجاعة الشجعان
هو اول وهي المحل الثاني
فاذا هما اجتمعا لنفس حرة
بلغت من العليا كل مكان

رائے بہادروں کی شجاعت سے پہلے ہونی چاہیے یہ پہلی چیز ہے اور وہ دوسری جگہ پر ہے، پس جب یہ دونوں کسی آزاد نفس کے لیے جمع ہو جائیں تو وہ بلندی کے ہر مقام تک پہنچ سکتا ہے۔

۴۔ فرمایا حاجت کا فوت ہو جانا زیادہ آسان ہے اس سے کہ انسان اس سے حاجت طلب کرے جو اس کا اہل نہیں
(مولف نے اس کے بعد عربی و فارسی کے اشعار نقل کیے ہیں جنہیں ہم نے ترک کر دیا ہے) مترجم

۵۔ فرمایا قناعت (جو کہ اسباب معاش میں مسابلہ کرنا ہے یعنی جتنا مل جائے اس پر اکتفا کرنا) ایسا مال ہے جو فنا نہیں ہوتا اور ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔

فقیر کہتا ہے کہ حضرت ہادی علیہ السلام کے معجزات کی فصل میں قناعت کے سلسلہ میں گفتگو ہوگی۔

۶۔ اپنے نفس کو آداب سکھانے کے لیے کافی ہے تیرا ان چیزوں سے اجتناب اختیار کرنا کہ جنہیں تو اپنے غیر سے برا سمجھے، پس جو شخص کہ سعادت نفس اور تہذیب اخلاق کا طالب ہے اسے چاہیے کہ دوسرے لوگوں کو اپنے عیوب کا آئینہ قرار دے اور جو کچھ ان سے سرزد ہوا تو قبیح ہوگا، اور جسے حسن اور اچھا جانے تو جان لے کہ یہ عمل اس سے بھی حسن ہی ہوگا، پس اپنے قبائح کے زائل کرنے کی کوشش کرے اور اچھے اخلاق کی تحصیل میں سعی بلیغ کرے۔

۷۔ فرمایا بعض اوقات ایک وقت کا کھانا یا ایک لقمہ کا کھانا بہت سے کھانوں سے روک دیتا ہے اور اسی مفہوم میں ہے آپ کا یہ ارشاد بھی بسا اوقات ایک لحظہ کی خواہش طویل احزان وغموم کا سبب بنتی ہے اور حریری نے مقامات میں اپنا یہ کلام حضرتؑ کے ارشاد سے اخذ کیا ہے، کئی ایک لقمہ ایسے ہوتے ہیں جو کھانے والے کے لیے ہیضہ پیدا کردیتے ہیں اور اسے بہت سے کھانوں سے محروم کردیتے ہیں۔

۸۔ فرمایا فتنہ کے زمانہ میں اونٹ کے اس بچہ کی طرح ہو جاؤ جو تیسرے سال میں داخل ہو کہ نہ اس کی پشت ہے کہ اس پر سواری کی جاسکے اور نہ پستان ہیں کہ دودھ دوہا جائے، خلاصہ یہ کہ فتنہ میں داخل نہ ہو اور اپنے قوت بازو اور مال کے ساتھ اس کا ساتھ نہ دو اور اس طرح ہو جاؤ کہ لوگ تجھ سے فائدہ نہ حاصل کرسکیں، کیونکہ اکثر اوقات خون بہائے جاتے ہیں اور مال لوٹے جاتے ہیں اور عزتیں تباہ و برباد ہوتی ہیں، اب اگر تو اس میں شریک ہوا تو دنیا و آخرت کا خسارہ اٹھائے گا۔

۹۔ آپؑ نے فرمایا جو شخص اپنے اخراجات میں میانہ روی اختیار کرے وہ فقیر و محتاج نہیں ہوتا۔

۱۰۔ آپؑ نے فرمایا جس چیز کے لیے لوگ کہیں کہ اس کا کیا کہنا زمانہ غدار اس کے لیے ایک برا دن چھپائے ہوئے ہے۔

خویشتن آرائے مشور بہار
تا نکند در تو طمع روزگار

۱۱۔ جو شخص اپنے سفر کی دوری کو یاد رکھے تو وہ اپنے اس دور کے سفر کے لیے تیاری اور اس کے اسباب کرتا ہے، لہذا وہ اشخاص جو آخرت کے زاد راہ اور توشہ کی تیاری میں مصروف نہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس منزل سے غافل ہیں پس اپنے سفر کے لیے آمادہ ہو اور غفلت میں وقت نہ گزارے (مولف نے عربی فارسی کے کچھ اشعار لکھے ہیں جو ترک کر رہا ہوں) مترجم

۱۲۔ فرمایا عبرتیں اور نصیحتیں کتنی زیادہ ہیں، لیکن ان میں بہت کم عبرت حاصل کی جاتی ہے۔

کاخ جہاں پراست زذکر گذشتگان
لکن کیسکہ گوش دہد این ندا کم است

تاریخ میں ہے کہ جب عبدالملک بن مروان نے مصعب بن زبیر کو قتل کیا اور عراق کو تسخیر کرلیا تو کوفہ میں گیا اور دار الامارہ

میں داخل ہوا اور تخت سلطنت پر تکیہ لگایا اور مصعب کے سر کو اپنے سامنے رکھا اور وہ انتہائی وفرح وانبساط میں تھا کہ اچانک حاضرین میں سے ایک شخص (کہ جسے عبدالملک بن عمر کہتے تھے) کا بدن لرزا اور اس نے کہا امیر سلامت رہے اس دارالامارہ کے متعلق میرے دل میں ایک عجیب قصہ وواقعہ ہے اور اس طرح ہے کہ میں عبیداللہ بن زیاد لعین کے ساتھ اسی مجلس میں تھا کہ امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک اس کے پاس لے آئے اور اس کے پاس رکھا گیا، پس کچھ مدت کے بعد مختار نے کوفہ کو تسخیر اور مطیع کر لیا اور اسی مجلس میں اس کے پاس بیٹھا تھا اور میں نے عبیداللہ بن زیاد کا سر اس کے پاس دیکھا، مختار کے بعد میں اس سروالے مصعب کے ساتھ موجود تھا کہ مختار کا سر اس کے پاس رکھا گیا اب میں امیر کے ساتھ اس مجلس میں بیٹھا ہوں اور مصعب کا سر میں اس کے پاس دیکھ رہا ہوں اور میں امیر کو اس مجلس کے شر اور برائی سے خدا کی پناہ میں قرار دیتا ہوں۔

عبدالملک بن مروان نے جب یہ واقعہ سنا تو وہ لرزنے لگا اور اس نے حکم دیا کہ اس دارالامارہ کو مسمار کر دو۔ (اس قصہ کو بعض شعراء فارسی نے اشعار میں نظم کیا ہے جو اصل کتاب میں موجود ہیں، مترجم)

مولف کہتا ہے کہ کشف الغمہ میں حضرت جواد علیہ السلام کے حالات میں بہت سے کلمات حضرت امیر المومنین کے نقل کیے ہیں کہ جنہیں حضرت جواد علیہ السلام نے جناب امیر المومنین علیہ السلام سے نقل فرمایا ہے، چونکہ مقام میں گنجائش طویل نہیں ہم بیان نہیں کر رہے، جو شخص طالب ہو وہاں رجوع کرے۔

پانچویں فصل

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی شہادت کا بیان

واضح ہو کہ جب مامون نے حضرت جواد علیہ السلام کو ان کے والد بزرگوار کی وفات کے بعد بغداد بلایا اور اپنی بیٹی کی شادی ان سے کر دی تو آنجناب مامون کی بری معاشرت سے اتنے تنگ ہوئے کہ اس سے اجازت لی اور حج بیت اللہ الحرام کو روانہ ہوئے اور وہاں سے اپنے جد بزرگوار کے مدینہ لوٹ آئے اور مدینہ میں قیام فرمایا اور آپ مدینہ میں رہے کہ مامون کی وفات ہوئی اور اس کے بھائی معتصم نے خلافت غصب کر لی اور یہ سترہ رجب ۲۱۸ھ کا واقعہ ہے اور جس وقت معتصم خلیفہ ہوا اور اس نے اس معدن سعادت و خیرات کے زیادہ فضائل وکمالات دیکھے تو حسد کا شعلہ اس کے سینہ کے اندر منتقل ہوا اور حضرت کو راستہ سے دور کرنے کے درپے ہوا اور آنجناب کو بغداد بلایا، جب آپ نے بغداد جانے کا ارادہ کیا تو حضرت امام علی تقی علیہ السلام کو اپنا خلیفہ وجانشین مقرر کیا اور اکابر شیعہ اور اپنے ثقات اصحاب کی موجودگی میں حضرت کی امامت پر نص صریح بیان کی اور کتب علوم الہی اور اسلحہ وآثار رسالت پناہ اور باقی انبیاء اپنے فرزند کے سپرد کیے اور دل شہادت پر آمادہ رکھا۔ اپنے فرزند گرامی سے رخصت ہوئے اور دل خونین کے ساتھ اپنے جد امجد کی

تربت سے جدائی اختیار کی اور بغداد کی طرف روانہ ہوئے اور معتصم لعین نے اس سال کے آخر میں آپ کو زہر سے شہید کیا۔

اس مظلوم امامؑ کی شہادت کی کیفیت اختلاف کے ساتھ بیان ہوئی ہے زیادہ مشہور یہ ہے کہ آپؑ کی بیوی ام الفضل مامون کی بیٹی نے اپنے چچا معتصم کی تحریک سے آپ کو زہر دیا کیونکہ ام الفضل حضرت سے منحرف تھی کیونکہ آپؑ کنیزوں اور دوسری عورتوں کی طرف بھی میل و رغبت رکھتے تھے اور امام علی نقی علیہ السلام کی والدہ کو اس پر ترجیح دیتے تھے، اس وجہ سے ام الفضل ہمیشہ حضرتؑ سے شاکی تھی اور اس نے اپنے باپ کے زمانہ میں بارہا اپنے باپ سے شکایت کی، لیکن مامون اس کی شکایت پر کان نہیں دھرتا تھا اور جو کچھ وہ امام رضا علیہ السلام کے ساتھ کر چکا تھا اس کے بعد پھر تعرض کرنا اور اہل بیت رسالت کو اذیت دینا اپنی حکومت کے لیے مناسب نہیں سمجھتا تھا سوائے ایک رات کے جب کہ ام الفضل اپنے باپ کے پاس گئی اور شکایت کی کہ حضرت جواد علیہ السلام نے عمار یاسر کی اولاد میں سے ایک عورت لے لی ہے اور حضرتؑ کی بدگوئی کی۔

مامون چونکہ شراب میں مست تھا، لہذا غضب میں آ کر تلوار اٹھالی اور حضرتؑ کے سرہانے پہنچا اور اتنے تلوار کے وار آپؑ کے بدن پر کئے کہ حاضرین نے یہ گمان کیا کہ آنجنابؑ کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے، جب صبح ہوئی تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت صحیح و سالم ہیں اور آپؑ کے بدن پر زخم کا کوئی نشان نہیں ہے جیسا کہ تیسری فصل میں یہ خبر لکھی جا چکی ہے خلاصہ یہ کہ کتاب عیون المعجزات سے نقل ہوا ہے کہ جب حضرت جواد علیہ السلام بغداد میں داخل ہوئے اور معتصم کو ام الفضل کا آپؑ سے انحراف معلوم ہوا تو اسے بلایا اور حضرتؑ کے قتل پر راضی کر لیا اور اس کے پاس زہر بھیجا کہ وہ اسے حضرتؑ کے کھانے میں ملا دے۔

ام الفضل رزاقی انگور زہر آلود کر کے اس امام مظلومؑ کے پاس لے آئی اور جب حضرتؑ نے وہ انگور کھائے اور زہر کا اثر آپؑ کے بدن میں ظاہر ہوا تو ام الفضل اپنے کئے پر پشیمان ہوئی، لیکن اب کوئی چارہ نہیں کر سکتی تھی تو گریہ وزاری کرنے لگی، حضرتؑ نے فرمایا اب مجھے قتل کرنے کے بعد گریہ کرتی ہے خدا کی قسم ایسی بیماری میں مبتلا ہو گی کہ جس پر مرہم پٹی نہیں کی جا سکے گی، جب وہ نونہال جویبار امامتؑ ابتدائے جوانی میں دشمنوں کے زہر کی وجہ سے گر پڑے تو معتصم نے ام الفضل کو اپنے حرم میں بلایا اس کی شرمگاہ میں ایک ناسور پیدا ہو گیا اور اطباء نے جتنا علاج کیا فائدہ نہ ہوا یہاں تک کہ وہ معتصم کے گھر آ گئی اور جتنا مال اس کے پاس تھا وہ سب اس بیماری کے علاج میں صرف کیا اور اتنی پریشان ہوئی کہ لوگوں سے گدائی کرتی پھرتی اور بدترین حالات میں ہلاک ہوئی اور دنیا و آخرت گنوا بیٹھی۔

مسعودی نے اثبات الوصیہ میں بھی تقریباً اسی طرح لکھا ہے سوائے اس کے کہ اس نے کہا ہے معتصم اور جعفر بن مامون دونوں نے مل کر ام الفضل کو حضرتؑ کے قتل کرنے پر آمادہ کیا اور جعفر بن مامون اس امر کی سزا میں مستی کی حالت میں کنویں سے گرا اسے مردہ حالت میں کنویں سے نکالا گیا اور علامہ مجلسی نے جلاء العیون میں نقل کیا ہے کہ جب لوگوں نے معتصم کی بیعت کر لی تو وہ حضرت امام تقی علیہ السلام کے حالات کی ٹوہ میں لگا اور عبدالملک زیات کو جو مدینہ کا والی تھا خط لکھا کہ وہ حضرتؑ کو ام الفضل کے ساتھ

بغداد بھیج دے، جب آپ بغداد تشریف لائے تو بظاہر آپؑ کی عزت و تکریم کی اور حضرتؑ و ام الفضل کے لیے تحفے تحائف بھیجے پھر شربت لیموں تمکین حضرتؑ کے لیے اشناس نامی غلام کے ہاتھ بھیجا اور وہ ظرف شربت سے بھرا تھا، جب وہ غلام حضرتؑ کی خدمت میں شربت لے کر آیا تو کہنے لگا کہ یہ وہ شربت ہے جو خلیفہ نے خود اپنے لیے بنایا ہے اور خود خواص کی جماعت کے ساتھ استعمال کیا ہے اور یہ حصہ آپؑ کے لیے بھیجا ہے کہ اسے برف کے ساتھ ٹھنڈا کر کے تناول فرمائیں اور جتنا اس امام مظلومؑ نے اس کے پینے سے انکار کیا اس ملعون نے زیادہ اصرار کیا یہاں تک کہ آپؑ جاننے کے باوجود وہ شربت زہر آلود نوش فرمایا اور حیات کثیر البرکات سے دستبردار ہوئے۔

شیخ عیاشی نے زرقان ابن ابی داؤد قاضی کے دوست اور ہمیشہ اس کے ساتھ رہنے والے سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن ابن ابی داؤد معتصم دربار سے غمناک حالت میں گھر واپس آیا اس کے غم واندوہ کے متعلق میں نے سوال کیا تو کہنے لگا کہ آج کا دن ابوجعفر محمد بن علیؑ کی وجہ سے اتنا سخت گزرا ہے کہ میں نے آرزو کی کہ کاش میں آج سے بیس سال پہلے مر گیا ہوتا، میں نے پوچھا کہ کیا ہوا۔

کہنے لگا ہم خلیفہ کے دربار میں حاضر تھے کہ ایک چور کو لے آئے کہ جس نے خود چوری کا اقرار کیا تھا اور خلیفہ نے چاہا کہ اس پر حد جاری کرے، پس اس نے علماء اور فقہا کو اپنی مجلس میں اکٹھا کیا اور محمد بن علیؑ کو بھی بلایا پھر ہم سے پوچھا کہ ہاتھ کہاں سے کاٹنا چاہیے میں نے کہا کہ کلائی سے کاٹنا چاہیے، وہ کہنے لگا کہ کس دلیل سے میں نے کہا کہ آیت تیمم کی وجہ سے **فامسحوا بوجوھکم وایدیکم** مسح کرو اپنے چہروں اور ہاتھوں کا، کیونکہ خداوند علام نے اس آیت میں ہاتھ کا ہتھیلی پر اطلاق کیا ہے اور اہل مجلس کی ایک جماعت نے بھی میری موافقت کی اور بعض دوسرے فقہا نے کہا کہ کہنی سے کاٹنا چاہیے اور انہوں نے آیت وضو سے استدلال کیا اور کہنے لگے خداوند عالم فرماتا ہے **وایدیکم الی المرافق** لہذا ہاتھ کہنی تک ہے، پس معتصم حضرت امام محمد تقیؑ کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا آپ کیا فرماتے ہیں انہوں نے کہا کہ حاضرین نے کہا ہے اور تو نے سنا ہے، معتصم نے کہا کہ مجھے ان کے کہے ہوئے سے سروکار نہیں جو آپؑ جانتے ہیں وہ بتایئے حضرتؑ نے فرمایا کہ مجھے اس سوال سے معاف کرو، خلیفہ نے انہیں قسم دی کہ ضرور بتائیں۔ حضرتؑ نے فرمایا اب چونکہ تو نے قسم دی ہے تو میں کہتا ہوں کہ تمام حاضرین نے اس مسئلہ میں خطا کی ہے، بلکہ چور کی یہ حد ہے کہ اس کی چار انگلیاں کاٹی جائیں اور اس کی ہتھیلی رہنے دی جائے۔

معتصم نے کہا کہ کس دلیل سے، آپؑ نے فرمایا اس لیے کہ رسول خداؐ نے سجود کے سلسلے میں فرمایا کہ سات جگہیں زمین پر لگنی چاہیں کہ جن میں سے دو ہاتھ کی ہتھیلیاں بھی ہیں، پس اگر چور کا ہاتھ کلائی یا کہنی سے کاٹا گیا تو اس کی ہتھیلیاں باقی نہیں رہتیں۔ تاکہ وہ عبادت خدا میں ان پر سجدہ کرے، حالانکہ مواضع سجود حقوق اللہ ہیں اور کسی کو اس پر حق نہیں کہ اسے کاٹے جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے "**وان المساجد للہ**" کہ مساجد مخصوص ہیں اللہ کے لیے، معتصم نے آپؑ کے کلام کو پسند کیا اور حکم دیا کہ چور کا ہاتھ وہیں سے کاٹا جائے جہاں سے حضرتؑ نے فرمایا تھا، اس وقت مجھ پر قیامت گزر گئی اور میں نے تمنا کی کہ کاش میں مر گیا ہوتا اور ایسا روز بد نہ دیکھا ہوتا۔

زرقان کہتا ہے کہ تین دن کے بعد ابن ابی داؤد خلیفہ کے پاس گیا اور تنہائی میں اسے سے کہا کہ خلیفہ کی خیر خواہی مجھ پر لازم و ضروری ہے اور وہ معاملہ جو آج سے چند دن پہلے واقع ہوا ہے وہ آپ کی سلطنت اور حکومت کے لیے مناسب نہیں تھا، کیونکہ خلیفہ نے اس مسئلہ کے لیے جو اس کے لیے مشکل ہو گیا تھا علماء امصار کو بلایا اور وزراء و افسران و امراء اور پولیس اور باقی اکابر و اشراف کے سامنے ان سے سوال کیا اور انہوں نے ایک طریقہ پر جواب دیا اور پھر اس قسم کی مجلس میں اس شخص سے سوال کیا کہ جسے اہل عالم میں سے آدھے لوگ امامؑ اور خلیفہ سمجھتے ہیں اور اس خلیفہ کو اس کے حق کا غاصب شمار کرتے ہیں اور اس نے تمام علماء کے خلاف فتویٰ دیا اور خلیفہ نے تمام علماء کا قول چھوڑ کر اس کے فتویٰ کے مطابق عمل کیا یہ خبر لوگوں کے درمیان منتشر ہو گئی اور یہ حجت و دلیل ہو گئی اس کے شیعوں اور موالیوں کے لیے۔

معتصم نے جب یہ باتیں سنی تو اس کا رنگ متغیر ہو گیا اور وہ متنبہ ہوا اور کہنے لگا خدا تجھے جزائے خیر دے کہ تو نے مجھے ایسے امر سے آگاہ کیا کہ جس سے میں غافل تھا، چند روز کے بعد اُس نے ایک منشی کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ وہ حضرتؑ کو دعوت دے اور ان کے کھانے میں زہر ملا دے، اس بدبخت نے حضرتؑ کو مہمانی پر بلایا حضرتؑ نے معذرت کی کہ تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہاری مجلس میں حاضر نہیں ہوتا، اس ملعون نے بہت اصرار کیا کہ مقصد آپؑ کے کھانا کھلانے اور آپؑ کی تشریف آوری سے ہمارے گھر کا متبرک ہونا ہے اور خلیفہ کا ایک وزیر بھی آپؑ کی ملاقات کی خواہش رکھتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ آپؑ کی صحبت سے شرفیاب ہو، پس اس نے اتنا اصرار کیا کہ امام مظلومؑ اس کے گھر تشریف لے گئے جب کھانا لے کر آئے اور آپؑ نے تناول فرمایا تو آپؑ نے زہر کا اثر اپنے گلے میں محسوس کیا تو کھڑے ہو گئے اور اپنا گھوڑا منگوایا۔

صاحب مکان آپؑ کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا اور ٹھہرنے پر اصرار کیا حضرتؑ نے فرمایا جو کچھ تو نے میرے ساتھ کیا ہے اگر اب میں تیرے مکان پر نہ رہوں تو تیرے لیے بہتر ہوگا اور جلدی سے سوار ہو کر اپنے مکان کی طرف پلٹ گئے جب اپنے مکان میں پہنچے تو اس زہر قاتل کا اثر آپؑ کے بدن شریف میں ظاہر ہوا اور تمام دن آپؑ رنجور و نالاں رہے یہاں تک کہ طائر روح نے درجات بہشت کی طرف پرواز کی صلوات اللہ علیہ۔ انتہی

پس آپؑ کا جنازہ غسل و کفن کے بعد مقابر قریش میں لے آئے اور ان کے جد بزرگوار امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی پشت سر کی طرف دفن کیا اور بحسب ظاہر واثق باللہ نے آپؑ کی نماز جنازہ پڑھائی، لیکن در حقیقت حضرت امام علی نقی علیہ السلام طی الارض کے ذریعہ مدینہ سے آئے اور اپنے والد بزرگوار کے غسل و کفن و نماز دفن کا اہتمام کیا اور کتاب بصائر الدرجات میں ایک ایسے شخص سے روایت ہے کہ جو ہمیشہ امام علی نقی علیہ السلام کے ساتھ رہتا تھا وہ کہتا ہے کہ جس وقت حضرتؑ بغداد میں تھے میں ایک دن حضرت امام نقی علیہ السلام کے ساتھ مدینہ میں بیٹھا تھا اور حضرت ابھی بچے تھے اور آپؑ کے سامنے ایک تختی تھی کہ جسے آپؑ پڑھ رہے تھے، اچانک آپؑ کی حالت متغیر ہو گئی اور آپؑ اٹھ کر گھر کے اندر چلے گئے اچانک میں نے گریہ و زاری کی آواز سنی جو حضرتؑ کے گھر سے بلند تھی، کچھ دیر بعد حضرتؑ باہر آئے تو میں نے ان حالات کا سبب پوچھا۔

فرمایا اسی وقت میرے والد بزرگوار نے وفات پائی ہے میں نے کہا کہ آپؑ کو کیسے معلوم ہوا، فرمایا کہ خداوند عالم کے اجلال و

تعظیم کی ایک حالت مجھ پر طاری ہوئی کہ اس سے پہلے میں اپنی ذات میں ایسی حالت محسوس نہیں کرتا تھا، اس حالت سے میں سمجھا ہوں کہ میرے والد وفات پا گئے ہیں اور امامت میری طرف منتقل ہوگئی ہے، کچھ مدت کے بعد خبر آئی کہ حضرتؑ اسی وقت رحمت الٰہی سے واصل ہوئے تھے حضرت جواد علیہ السلام کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے زیادہ مشہور یہ ہے کہ آخر ماہ ذیقعد کے ۲۲۰ ہجری میں آپؑ شہید ہوئے اور بعض نے ذوالحجہ کی چھ تاریخ کہی ہے، یہ واقعہ مامون کی وفات کے ڈھائی سال بعد کا ہے جیسا کہ خود حضرتؑ نے فرمایا تھا کہ الفرج بعد مامون بثلاثين شهراً مامون کے تیس ماہ بعد کشائش اور چھٹکارا ہے اور مسعودی نے آپ کی وفات ذی الحجہ ۲۱۹ھ میں بیان کی ہے اور وفات کے وقت آپ کا سن مبارک پچیس سال اور چند ماہ ہے۔

چھٹی فصل

حضرت جوادؑ کی اولاد کا ذکر!

واضح ہو کہ سید فاضل نسابہ سید ضامن بن سدقم حسینی مدنی نے کتاب تحفۃ الازہار فی نسب ابناء الائمۃ الاطہار علیہم السلام میں فرمایا ہے کہ حضرت جواد علیہ السلام کے بیٹے تھے ابوالحسن امام علی نقی علیہ السلام وابواحمد بن موسیٰ مبرقع وابواحمد حسین وابوموسیٰ عمران اور حضرتؑ کی بیٹیاں فاطمہ وخدیجہ وام کلثوم وحکیمہ تھیں اور ان سب کی والدہ ایک کنیز تھی جسے سمانہ مغربیہ کہتے تھے اور ام الفضل مامون کی بیٹی سے حضرت جواد علیہ السلام کی کوئی اولاد نہ تھی اور آپؑ کی نسل منحصر ہے دو بیٹوں میں امام علی نقی علیہ السلام اور ابواحمد بن موسیٰ۔

مولف کہتا ہے کہ تاریخ قم سے ظاہر ہوتا ہے کہ زینب وام محمد ومیمونہ بھی حضرت جواد علیہ السلام کی بیٹیاں تھیں اور شیخ مفید نے آپؑ کی بیٹیوں میں امامہ نامی ایک بیٹی کا ذکر کیا ہے۔ بہرحال موسیٰ مبرقع سادات رضویہ کے جد اعلیٰ ہیں اور الحمدللہ ان کی اولاد کا رشتہ ابھی تک منقطع نہیں ہوا اور بہت سے سادات کا سلسلہ نسب ان تک پہنچتا ہے اور سادات رضویہ میں وہ پہلے شخص ہیں جو قم میں ۲۵۶ھ ہجری میں وارد ہوئے اور ہمیشہ وہ اپنے چہرہ پر برقعہ ڈالے رہتے تھے، اسی لیے انہیں موسیٰ مبرقع کہتے ہیں جب وہ قم میں وارد ہوئے تو عرب کے بڑے لوگوں نے انہیں قم سے نکال دیا اور وہ کاشان میں چلے گئے۔

جب کاشان میں پہنچے تو احمد بن عبدالعزیز بن دلف عجلی نے ان کی عزت وتکریم کی اور بہت سی خلعتیں اور سواریاں انہیں بخشیں اور یہ طے کیا کہ ہر سال ایک ہزار مثقال سونا اور ساز وسامان کے ساتھ ایک گھوڑا انہیں دے گا، لیکن روسائے عرب اہل قم اس کے بعد پشیمان ہوئے اور ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معذرت چاہی اور عزت واحترام کے ساتھ قم لے گئے اور ان کی تعظیم وتکریم کی اور قم میں موسیٰ کی حالت اچھی ہوگئی، یہاں تک کہ انہوں نے اپنے مال سے بستیاں اور زرعی زمینیں خرید کیں، اس کے بعد ان کی ہمشیرگان زینب وام محمد ومیمونہ حضرت جواد علیہ السلام کی بیٹیاں ان کے پاس آگئیں اور ان کے بعد بریہہ موسیٰؑ کی

بیٹی آئی اور ان سب کی وفات قم میں ہی ہوئی اور جناب فاطمہ علیہا السلام کے پاس دفن ہوئیں اور زینب وہی ہیں جنہوں نے جناب فاطمہ کی قبر پر گنبد بنوایا بعد اس کے کہ ان کی قبر پر بوریے کی چھت تھی اور موسیٰ نے بدھ کی رات اور یاردہ یہ شت مہینہ کے آخری دن جب کہ ماہ ربیع الثانی کے دو دن باقی تھے ۲۹۶ ہجری میں دنیا سے رحلت کی اور امیر قم عباس بن عمرو غنوی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور وہاں دفن ہوئے جہاں اب ان کی قبر مشہور ہے جیسا کہ تاریخ قم میں مذکور ہے اور سید ضامن بن شدقم فرماتے ہیں کہ موسیٰ مبرقع قم میں محمد بن حسن ابو خالد اشعری کہ جس کا لقب شنبولہ تھا ان کے مکان میں دفن ہوئے ،فقیر کہتا ہے کہ یہ محمد بن حسن قم کے راویوں اور امام رضاء علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھا اور سعد بن سعد احوص اشعری قمی کا وصی تھا اور اس وقت وہ جگہ محلہ مولویاں کے نام سے مشہور ہے اور وہاں دو مقامات ہیں ایک چھوٹی جگہ ہے کہ جس میں دو قبریں بنی ہیں ایک موسیٰ مبرقع کی قبر کہلاتی ہے اور دوسری احمد بن محمد بن احمد بن موسیٰ کی قبر ہے جو بڑی بارگاہ بنی ہے، جو چہل اختران کے نام سے اور اس کے کتبہ پر شاہ طہماسپ کا نام لکھا ہے بتاریخ ۹۵۳ھ پہلا شخص جو وہاں دفن ہوا محمد بن موسیٰ مبرقع تھا، اس کے بعد اس کی بیوی بریہہ جعفر بن امام علی نقی علیہ السلام کی بیٹی اپنے شوہر کے پہلو میں دفن ہوئی، بریہہ کے بھائی یحییٰ صوفی قم میں رہ گیا، اور میدان زکریا بن آدم میں حمزہ بن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے مقبرہ کے پاس رہائش اختیار کی اور محمد بن موسیٰ کے پہلو میں اور اس کے نزدیک کچھ علوین و سادات کی قبریں ہیں، منجملہ ان کے زینب موسیٰ کی بیٹی اور ابو علی محمد بن احمد بن موسیٰ مع اس کی بیٹیوں فاطمہ، بریہہ وام سلمہ وام کلثوم کے اور ان کے علاوہ علویات و فاطمیات ہیں جو کہ تمام موسیٰ مبرقع کی نسل سے ہیں اور وہاں دفن ہیں اور محمد بن احمد بن موسیٰ کہ جسے ابو علی اور ابو جعفر بھی کہتے ہیں، شخص فاضل، انتہائی پرہیزگار اچھی گفتگو کرنے والا نیکو منظر فصیح ودانا دعاقل تھا اور تحفہ الازہار میں ہے کہ اس کا لقب اعرج تھا اور وہ قم میں رئیس ونقیب تھا اور امارت حاج اس سے متعلق تھی، خلاصہ یہ کہ والی قم نے اسے فضل میں آئمہؑ سے تشبیہ دی ہے اور اسے امامت کے قابل سمجھا ہے اور اس کی وفات تین ربیع الاول ۳۱۵ ہجری میں ہوئی ہے اور محمد بن موسیٰ کے مقبرہ میں دفن ہوا ہے اور تحفۃ الازہار میں ہے کہ موسیٰ مبرقع کے پانچ بیٹے تھے ابو القاسم حسین وعلی واحمد ومحمد وجعفر اور احمد بن موسیٰ مبرقع کی اولاد اس کے بیٹے احمد بن موسیٰ سے ہے اور احمد کی اولاد اس کے بیٹے محمد اعراج سے ہے۔ والبقیۃ فی ولدہ لانہ ابی عبداللہ احمد نقیب قم اور نسل کی بقاء محمد کے بیٹے احمد ابی عبداللہ کی اولاد ہے جو کہ نقیب قم تھا۔

مولف کہتا ہے کہ ابو عبداللہ احمد بن محمد اعرج مذکور سید جلیل القدر عظیم الشان رفیع المنزلۃ رئیس اور نقیب قم تھا، عابد وزاہد لوگوں کے دلوں کے نزدیک سخی وکریم اور بڑی جاہ منزلت کا مالک تھا، اس کی ولادت قم میں ۳۱۱ھ میں اور وفات ماہ صفر ۳۵۸ھ میں واقع ہوئی اور اس کی وفات سے اہل قم کو بہت صدمہ ہوا اور وہ وہی ہے جو کہ موسیٰ کے ساتھ دفن ہوا نہ کہ احمد بن موسیٰ مبرقع، کیونکہ احمد کا قم میں آنا معلوم نہیں ہے اور اس کے چار بیٹے تھے، ابو علی محمد وابو الحسن موسیٰ وابو القاسم علی وابو محمد الحسن اور چار ہی بیٹیاں تھیں۔ اس کے بیٹے باپ کی وفات کے بعد رکن الدولہ کے پاس جانے کے قصد سے شہر ری میں چلے گئے، رکن الدولہ نے انہیں تسلی دی اور حکم دیا کہ ان سے رعایت برتی جائے اور ان کے املاک سے خراج نہ لیا جائے۔ وہ پھر دوبارہ قم آگئے اس کے بعد ابو علی محمد خراسان چلا گیا، اہل

خراسان نے اس کی عزت وتکریم کی اور وہ خراسان میں رہا یہاں تک کہ وہیں قتل ہو گیا یا وفات پائی اور ابوالقاسم علی بھی خراسان گیا اور طوس میں رہائش اختیار کر لی اور ابوالحسن موسیٰ قم میں رہا اور اپنے بھائی ابو محمد اور بہنوں کے کاروبار میں شریک ہو گیا اور اس کے باپ کے جو املاک باقی رہ گئے تھے انہیں قبضہ میں لیا اور جو رہن تھے انہیں رہن سے چھڑوایا، اس کی سیرت اچھی تھی اور قم کے لوگوں سے بہت اچھے پیرائے میں زندگی گزاری اور ان کے حقوق کا خیال رکھا، پس اہل قم اس کی صحبت اور میل جول کی طرف راغب ہوئے اور وہ ان کا رئیس وسردار ہو گیا اور ۳۷۱ھ میں وہ حج کے لیے گیا اور اپنے چچازاد بھائیوں پر شفقت ومہربانی کی اور انہیں خلعتیں اور عطیات دیئے پس انہوں نے اس کا بہت شکریہ ادا کیا، پھر وہ قم کی طرف لوٹ آیا تو اہل قم نے اس کے آنے کی بڑی خوشی منائی اور محلہ جات اور کوچہ وبازار کی آئینہ بندی کی اور صاحب بن عباد کو خط لکھا اور اسے تہنیت ومبارک بادوی، خلاصہ یہ کہ ابوالحسن موسیٰ مذکور سید فاضل متواصل سہل الجانب تھا اور سادات قم اور اس کے اطراف کی نقابت اس کے سپرد تھی اور تقسیمات وظائف رسوم ومرسومات اور مشاہرات سادات آبہ وقم وکاشان وخور وزن سب اس کے اختیار میں تھے اور ان سادات کی تعداد اس زمانہ میں مرد اور بچے تین سو کتیس تھی اور ہر ایک کا وظیفہ مہینہ تیس من (فارسی) کھانا اور دس درہم چاندی تھی اور ان میں سے جو شخص فوت ہو جاتا اس کا نام وظیفہ کے رجسٹر سے کاٹ دیتے اور جو ان میں سے نیا پیدا ہوتا اس کا نام اس جگہ پر لکھا جاتا۔

ابوالحسن موسیٰ کے چند بیٹے تھے کہ جن میں سے ایک ابوجعفر ہے جو کہ ذوالکفاتین ابوالفتح علی بن محمد حسین بن عمید کا داماد ہے جو کہ رکن الدولہ دیلمی کا وزیر تھا اور میں نے اپنی کتاب میں اس کے اور اس کے والد ابوالفضل بن عمید کے حالات تحریر کئے ہیں۔

ابوالحسن موسیٰ کی اولاد میں سے ایک عالم جلیل السید ابوالفتح عبیداللہ بن موسیٰ مذکور ہیں کہ جس کا نام شیخ منتجب الدین نے فہرست میں لیا ہے اور فرمایا ہے کہ وہ ثقہ وپرہیز گار وفاضل اور اخبار آئمہ اطہار علیہم السلام کا راوی ہے اور اس کی تصانیف میں سے کتاب انساب سادات ہے، ایک اور کتاب حلال وحرام میں اور ایک کتاب ہے مذاہب مختلفہ میں اور مجھے خبر دی ہے ان کتب کی ثقات کی ایک جماعت نے شیخ مفید نیشاپوری سے اور انہوں نے خود اس سے اور واضح ہو کہ مفید نیشاپوری کے علاوہ ان کے بھائی جلیل ابو سعید محمد بن احمد نیشاپوری جد شیخ ابوالفتوح رازی نے بھی سید عبیداللہ مذکور سے روایت کی ہے اور معلوم رہے کہ اولاد اور ذریت موسیٰ مبرقع کی زیادہ تر ری اور قم میں تھی اور وہاں سے قزوین، ہمدان، خراسان، کشمیر وہندوستان میں منتشر ہوئے ہیں اور اس وقت شیعوں کے شہروں میں اعظم سادات واشراف ہیں۔

قاضی نوراللہ نے مجالس میں فرمایا ہے رضویہ نسب شریف سادات عظام رضویہ مشہد مقدس منور اور سادات رضویہ قم کا سب ابی عبیداللہ احمد نقیب قم بن محمد اعرج ابن احمد بن موسیٰ مبرقع بن امام محمد تقی علیہ السلام تک انتہا ہوتی ہے سید مقیب امیر شمس الدین محمد جو کہ تیراں واسطوں کے ساتھ ابوعبداللہ احمد نقیب قم تک پہنچتا ہے اور وہ میرزا شاہ رخ کی سلطنت وحکومت کے زمانہ میں شہر قم سے مشہد مقدس آیا تھا اور میرزا ابوطالب مشہور بھی اس کی اولاد امجد میں سے ہے جو کہ ایک مدت تک بادشاہ مغفور کی تفویض سے ولایت تبریز کی حکومت میں اشتغال رکھتا تھا اور اس وقت اس کے فرزند اور بھتیجے مشہد مقدس رضوی میں انتہائی حشمت وشوکت کے ساتھ

سکونت پذیر ہیں۔

معلوم رہے کہ ابو عبداللہ احمد نقیب قم مذکور تک منتہی ہوتا ہے، سید اجل السید محسن بن سید رضی الدین محمد سید مجد الدین علی بن سید رضی الدین محمد بن بادشاہ بن القاسم بن میسرہ بن ابوالفضل بن خدار بن میر عیسٰی بن ابی محمد جعفر بن علی بن ابی محمد بن احمد بن محمد اعرج بن احمد بن موسیٰ مبرقع بن امام جواد علیہ السلام کہ جس کے حق میں قاضی نوراللہ فرماتے ہیں کہ وہ سید فاضل عالی مقدار تھا اور اس کے والد بزرگوار سلطان حسین میرزا کے زمانہ میں قم سے مشہد مقدس رضوی کی طرف منتقل ہوگئے اور وہ یہاں افادہ علوم دین اور ترویج مذہب آباء طاہرین علیہم السلام میں مشغول رہے اور شیخ محمد بن ابی جمہور اس سید کی خدمت میں پہنچی اور اس کے ساتھ طریق معاشرت رکھا اور اپنی بعض تصانیف شریفہ کو اس سید بزرگوار کے نام سے مزین کیا اور مشہد مقدس کی مجاورت کے زمانہ میں ان کی حمایت کی برکت و میمنت سے علماء مخالفین کے ساتھ عمدہ مناظرے کئے اور اس وقت ان کی اولاد میں سے ہے، سید متقی عالم یعنی انسان کامل صاحب طہارت ملکی ثمرۃ امیر محمد جعفر جو کہ شرافت ذات اور نفاست گوہر کی انتہا کی وجہ سے اس ذرہ احقر کی مدح سے مستغنی ہے۔

فتی لا یحب الزاد الامن التقیٰ
ولا یمتنی الخلان الا ذوی الفضل
نکرده بہر رضائے حق و جمع علم
نہ چشم سوئے غزال ونہ گوش سوئے غزل
من اللہ علینا بطول بقائہ
ورزقنی مرۃ اخری شرف القائہ

اور بعض متتبعین نے کہا ہے کہ میر جعفر مذکور کا ایک بیٹا تھا میر محمد زمان نامی اور وہ بھی علماء میں سے تھا اور اس نے قواعد کی شرح لکھی ہے اور اس کی وفات ۱۰۴۱ ہجری میں ہوئی ہے اور میر محمد زمان کا بیٹا میر محمد حسن تھا اور وہ بھی علماء میں سے تھا اور سید محسن کا ایک اور بیٹا میر محمد مہدی تھا اور وہ بھی علماء میں سے تھا اور اسے شیخ علی کرکی نے کاشان کی طرف جاتے ہوئے قم میں ۹۳۶ھ میں اجازہ دیا تھا اور اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ اس سید جلیل کی قبر شریف قم میں اس تکیہ میں ہے جو حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کے صحن کے قریب ہے اور آج کل وہ تکیہ محمد یہ کے نام سے مشہور ہے اور وہاں ایک بقعہ ہے اور وہ بزرگوار اس بقعہ میں دفن ہیں، فقیر کہتا ہے کہ وہ بقعہ محمد یہ کے نام سے مشہور ہے اور وہ تکیہ حسینیہ کے نام سے شہرت رکھتا ہے اور کوچہ حرم میں صحن جدید کے قریب ہے کہ اس سید بزرگوار کی طرف منسوب ہے، سید اجل سید صدر الدین من میرزا محمد باقر رضی قمی شاہ رخ دافیہ اور اس کا بھائی میرزا محمد ابراہیم بن محمد باقر رضوی جو کہ علماء میں سے تھا اور ہمدان میں ساکن تھا، الیٰ غیر ذلک۔ انتہی

یہ بھی واضح ہو کہ موسیٰ مبرقع تک منتہی ہوتا ہے، سید جلیل میر محمد بدیع خادم رضوی کا نسب جیسا کہ سید ضامن مدنی نے تحفہ میں کہا ہے، محمد بدیع بن ابی طالب بن القاسم بن محمد بن غیاث الدین عزیز شمس الدین محمد بن محمود بن محمد بن میر ہادی حسن بن علی بن ابی

الفتوح بن عیسیٰ بن محمد بن ابی محمد جعفر بن ابی جعفر علی بن ابی علی محمد بن ابی احمد موسیٰ الابرش بن ابی علی محمد اعرج بن احمد بن موسیٰ مبرقع سید یہ بزرگوار صاحب مروت وشہامت ورفعت وریاست وعظمت وجلالت اور بہت سے محاسن کے مالک تھے اور ہمارے ساتھ مودت وصداقت ودوستی رکھتے تھے اور میں نے ان کی خدمت میں کتاب حقوق ومواریث تالیف عزالدین محمد بن تاج الدین محمد فقیہ حسینی ہدیہ کی اور یہ محمد بدیع والی امر مشہد مقدس میں تھے اور ان کی طرف رجوع کرتے تھے اعیان امجاد وزہاد وقصاد اور وہ اہل بلاد کے مرجع تھے، پھر ان کا منصب ان کے بیٹے غیاث الدین کو دیا اور روالی اوقاف امام رضا علیہ السلام ہوا شاہ عباس بن شاہ صفی کے حکم سے پس وہ مشغول ہوا بنفس خراب جگہوں کی تعمیر میں اور انہیں مکمل کیا اور غلات وغیرہ کے لیے عمارتیں بنائیں اور اس کا والد ابو طالب سید جلیل القدر وجیہ ورئیس اور کثیر المحاسن لوگوں کے لیے صاحب مروت عالیہ وخیرات جاریہ اور ملجاء وماویٰ ومقصد تھا حرم امام رضا علیہ السلام میں شاہ عباس بن شاہ خدابندہ کی طرف سے خدمت گار تھا، شاہ عباس نے چاہا کہ اس کی بیٹی سے شادی کر لے تو اس نے معذرت چاہی اور اسے اس کے چچازاد بھائی میر حسن سے بیاہ دیا۔

پھر سید ضامن فرماتا ہے کہ میر حسن بن ولی اللہ بن ہدایت اللہ بن مراد بن نعمت اللہ میر حسن قائنی کے نام سے مشہور تھا، میں نے اسے ۱۰۵۶ھ میں مشہد مقدس رضوی میں ماہ ذوالحجہ میں دیکھا ہے وہ شخص عالم وفاضل کامل مدرس ومحقق تھا اور اس کا چچازاد بھائی محمد ابراہیم بن حسین بن نعمت اللہ بن ہدایت اللہ سید جلیل القدر عظیم الشان رفیع المنزلہ عالم وکامل فاضل اور قارین شیخ الاسلام تھا، پھر وہ ہندوستان کی طرف گیا اور ایک مدت تک وہاں رہا، ۱۰۶۱ھ میں مکہ معظمہ گیا اور وہاں وفات پائی۔

حضرت جوادؑ کی بیٹی جناب حکمیہ کا ذکر

واضح ہو کہ حکمیہ کاف کے ساتھ نہ کہ حلیمہ لام کے ساتھ جیسا کہ عوام کی زبان مشہور ہے، حضرت جواد علیہ السلام کی بیٹیوں سے فضائل ومناقب میں ممتاز ہیں اور انہوں نے چار اماموں کو دیکھا ہے اور حضرت ہادیؑ نے مکرمہ کو جس خاتون والدہ امام عصرؑ کو ان کے سپرد کیا تھا کہ انہیں علوم دین واحکام شریعت سکھائیں اور آداب الٰہیہ کے ساتھ ان کی تربیت کریں اور امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کے بعد یہ امام عصر صلوات اللہ علیہ کی طرف سے منصب سفارت پر فائز تھیں اور لوگوں کے عرائض آنحضرت کی خدمت میں توقیعات شریفہ (امام کے خطوط) جو اس ناحیہ مقدسہ سے صادر ہوتے لوگوں تک پہنچاتی تھیں، اور یہی حضرت صاحب الامرؑ کی دایہ گیری اور امور ولادت سپردگی سے متکفل ہوئیں جیسا کہ ان کی پھوپھی مکرمہ حکیمہ خاتون دختر امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام اپنے بھتیجے امام محمد تقی کی دایہ بننے کے منصب پر فائز ہوئیں جیسا کہ تصریح کی ہے ہماری اس بات کی علامہ بحر العلوم طالب ثراہ نے کتاب رجال میں اور یہ مخدرہ پہلی فرد ہیں کہ جنہوں نے آنجناب کو بوسہ دیا اور گود میں لیا اور انہیں ان کے والد ماجد کی خدمت میں لے کر گئیں اور دوبارہ نرجس خاتون کی طرف واپس لے آئیں۔ خلاصہ یہ کہ معظمہ سادات علویہ اور بنات ہاشمیہ میں سے فضائل ومناقب عبادت وتقویٰ وعلم کے لحاظ

سے ممتاز اور وقوف اسرار امامت سے سرفراز تھیں اور علماء نے ان کی زیارت کے استحباب کی تصریح کی ہے اور ان کی قبر شریف سامرہ میں قبہ عسکرین میں پائنتی کی طرف ضریح عسکر مین میں متصل ہے اور ان کی علیحدہ ضریح ہے اور کتب مزار میں ان کے لیے مخصوص زیارت بیان نہیں ہوئی۔

علامہ مجلسی فرماتے ہیں معلوم نہیں کہ علماء کس بناء پر ان کی زیارت کے معتقد نہیں ہوئے باوجود اس مرتبہ فضیلت و جلالت کے کہ جو انہیں حاصل تھا اور علامہ بحر العلوم فرماتے ہیں کہ اس معظمہ کی زیارت کو بیان کرنا باوجود اس عظمت و جلالت کے جیسا کہ میرے خال مفضال (ماموں) یعنی مجلسی نے فرمایا ہے عجیب ہے اور اس سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ بہت سے علماء مثل شیخ مفید کے ارشاد میں دیگر کتب و تواریخ و سیر و نسب میں اولاد حضرت جواد علیہ السلام میں ان کا ذکر نہیں کیا، بلکہ مفید کتاب ارشاد میں فرماتے ہیں کہ حضرت جواد علیہ السلام کی اولاد میں سے باقی رہے ان کے فرزند علیؑ امام اور ان کے بعد موسیٰ اور فاطمہ و امامہ اور آپؑ نے اولاد ذکور نہیں چھوڑی سوائے ان کے کہ جن کے نام ہم نے لیے ہیں۔ انتھی

ساتویں فصل

حضرت جوادؑ کے اصحاب میں سے چند بزرگوں کا تذکرہ

پہلا ابو جعفر احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی کوفی ثقہ جلیل القدر مجالس المومنین میں ہے کہ کتاب خلاصہ میں مذکور ہے کہ یہ بزرگوار امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا اور حضرتؑ کے نزدیک اس کی بہت قدر و منزلت تھی اور اسے امام محمد جواد علیہ السلام کے ساتھ بہت اختصاص تھا، اصحاب نے اس روایت کی تصحیح پر اجماع کیا ہے جسے اس نے روایت کیا ہے اور علماء نے اس کے فقہ و اجتہاد کا اقرار کیا ہے اس نے ۲۱ ۲ ھ میں حسن بن علی فضال کی وفات کے آٹھ ماہ بعد وفات پائی، اور مختار کشی میں احمد سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن صفوان بن یحییٰ و محمد بن سنان و عبداللہ بن مغیرہ یا عبداللہ بن جندب کی معیت میں ہم امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے جب کچھ دیر بیٹھ چکے تو ہم کھڑے ہو گئے، پس حضرتؑ نے ان میں سے مجھ سے فرمایا کہ اے احمد تم بیٹھے رہو میں بیٹھ گیا اور حضرتؑ مجھ سے باتیں کرنے لگے اور میں بھی حضرتؑ سے سوال کرتا رہا اور جواب سنتا رہا یہاں تک کہ رات کا زیادہ تر حصہ گزر گیا اور جب میں نے چاہا اپنے گھر کی طرف واپس جاؤں تو مجھ سے فرمایا جاؤ گے یا یہیں سو رہو گے۔

میں نے عرض کیا میری جان آپؑ پر قربان جائے، اگر آپؑ فرمائیں کہ میں چلا جاؤں تو چلا جاؤں گا اور اگر فرمائیں کہ یہاں رہوں تو آپؑ کی خدمت میں رہوں گا پس آپؑ نے فرمایا کہ یہیں سو جاؤ کیونکہ اب وقت زیادہ ہو گیا ہے لوگوں نے گھروں کے دروازے بند کر لیے ہیں اور وہ سو گئے ہیں۔

حضرتؑ کھڑے ہوئے اور اپنے حرم شریف میں تشریف لے گئے اور جب مجھے گمان ہوا کہ آپؑ حرم کے اندر چلے گئے ہیں تو میں سجدہ میں گر پڑا اور میں نے اس سجدہ میں کہا کہ حمد وثنا مخصوص ہے خدا کے لیے جس نے اپنی حجت اور وارث علوم انبیاء کو میرے تمام بھائیوں اور اصحاب میں سے میرے ساتھ مقام انس وعنایت میں داخل کر دیا ہے اور میں ابھی سجدہ میں ہی تھا کہ حضرت تشریف لے آئے اور پائے مبارک کے ساتھ مجھے متنبہ کیا، پس میں کھڑا ہو گیا تو حضرتؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور اس پر اپنا ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ اے احمد حضرت امیرالمومنین صلوات اللہ علیہ صعصعہ بن صوحان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور جب اس کے پاس سے اٹھ کھڑے ہوئے تو اس سے فرمایا اے صعصعہ خبردار اس عیادت کی وجہ سے جو میں نے تیری کی ہے اپنے اصحاب پر فخر نہ کرنا اور خدا سے ڈرتے رہنا، امام رضا علیہ السلام یہ بات مجھ سے فرما کر دوبارہ حرم سرا میں تشریف لے گئے۔

نیز اسی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ جب امام علیؑ بن موسیٰ علیہ السلام کو مامون کے کہنے پر مدینہ سے لا رہے تھے تو انہیں بصرہ کی طرف سے لے چلے اور کوفہ نہ لائے، میں اس وقت قادسیہ میں تھا، پس آپؑ نے ایک مصحف میرے پاس بھیجا جب میں نے اس مصحف کو کھولا تو دیکھا کہ سورہ لم یکن اس سے زیادہ وطویل ہے جو کچھ لوگوں کے پاس موجود ہے اور میں نے وہاں سے چند آیتیں یاد کر لیں یہاں تک کہ آپؑ کا غلام مسافر آیا اور وہ مصحف مجھ سے لے کر ایک رومال میں رکھا اور اسے سربمہر کر دیا، پس جو کچھ میں نے اس مصحف سے یاد کیا تھا وہ میں بھول گیا اور جتنی میں نے کوشش کی کہ مجھے اس کا ایک ہی کلمہ یاد آئے نہ آسکا، ظاہراً اس روایت کے آخری جملہ اصول مذہب کے خلاف ہیں، کیونکہ قرآن مجید کی ترتیب سورہ آیات کے اختلاف کو تو کسی حد تک تو مانا جاسکتا ہے لیکن یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ اس کی آیات خرد برد ہو گئی ہوں۔ (مترجم)

دوسرا ابو محمد فضل بن شاذان بن خلیل ازدی نیشاپوری ثقہ جلیل القدر فقہاء ومتکلمین شیعہ میں سے شیخ طائفہ جو بہت عظیم الشان اور توصیف و بیان سے زیادہ جلیل ہے حضرت جواد علیہ السلام سے روایت حدیث کی ہے اور کہتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے بھی روایت کی ہے اور اس کا باپ یونس کے اصحاب میں سے ہے اور فضل نے ایک سو اسی کتابیں تصنیف کی ہیں اور حضرت ابو محمد عسکری علیہ السلام نے دو مرتبہ اور ایک روایت ہے کہ تین مرتبہ اس پر ترحم فرمایا ہے اور شیخ کشی نے کئی ایک روایات اس کی مدح میں بیان کی ہیں، اور ایک ایسی خبر بھی نقل کی ہے جو ان روایات کے منافی ہے، علامہ اور دوسرے علماء نے مدح سے منافات رکھنے والی روایات کا جواب دیا ہے۔ وهو رضی الله عنه اجل من ان يغمز عليه وهو رئيس طائفتنا رضی الله عنهم اجمعين

اور وہ خدا اس سے راضی رہے اس سے اجل ہے کہ اس پر طنز کیا جائے اور وہ ہمارے طائفہ وگروہ کا رئیس ہے اور مجالس المومنین میں کتاب مختار سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن طاہر نے فضل بن شاذان کو نیشاپور سے نکال دیا بعد اس کے کہ اس کو اپنے پاس بلایا اور اس کی کتب کی جانچ پڑتال کی، حکم دیا کہ یہ کتابیں اس کے لیے لکھی جائیں، پس فضل نے رؤس مسائل اعتقادیہ توحید وعدل اور اس قسم کے دوسرے مسائل اس کے لیے تحریر کیے جب وہ عبداللہ کے سامنے پیش ہوئے تو کہنے لگا اتنا کافی نہیں، میں چاہتا ہوں کہ تیرا

اعتقاد سلف کے بارے میں معلوم کروں تو فضل نے کہا کہ میں ابوبکر کو دوست رکھتا ہوں اور عمر سے بیزار ہوں۔

عبداللہ نے کہا کہ کس لیے بیزار ہے کہنے لگا اس وجہ سے کہ اس نے عباس کو شوریٰ سے خارج کر دیا تھا اس جواب کے القاء کرنے کی وجہ سے جو کہ عباسیوں کے لیے خوش کرنے والا تھا اس قط غلیظ سے چھٹکارا پایا ہے اور سحر بن بحر فارسی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے فضل بن شاذان کے ساتھ اپنی آخری مصاحبت کے زمانہ میں سنا کہ میں اکابر کی ایک جماعت کا جانشین ہوں جو کہ پہلے گزر چکے ہیں، مثلاً محمد بن ابی عمیر صفوان بن یحییٰ وغیرہ اور میں پچاس سال ان کی خدمت میں رہا ہوں اور ان سے استفادہ کیا ہے اور ہشام بن حکم جب فوت ہوا تو یونس بن عبدالرحمن مخالفین کی رد کے سلسلہ میں اس کا جانشین تھا اور جب یونس کی وفات ہوئی تو مخالفین کی رد میں سکاک اس کا قائم مقام تھا اور وہ بھی درمیان سے چلا گیا اب میں ان سب کا خلیفہ و جانشین ہوں۔ انتھی

مولف کہتا ہے کہ سکاک ابوجعفر محمد بن خلیل بغدادی ہے جو کہ متکلمین اور اصحاب ہشام اور اس کے شاگردوں میں سے ہے امامت میں ایک کتاب تحریر کی ہے خلاصہ یہ کہ فضل بن شاذان کی جلالت شان اس سے زیادہ ہے کہ جو بیان میں آ سکے۔ اس کی وفات امام حسن عسکری علیہ السلام کے زمانہ میں ہوئی اور اس کی قبر پرانے نیشاپور میں ہے جو کہ موجودہ نیشاپور سے باہر تقریباً ایک فرسخ کے فاصلہ پر بقعہ و بارگاہ و صحن کے ساتھ زیارت گاہ اور مشہور ہے اور اس کی قبر کے پتھر پر لکھا ہے **هذا ضريح النحرير المتعال الى ان قال الراوى من الامين ابى الحسن على بن موسى وابى جعفر الثانى عليهما السلام زبدة الرواة نخبة الهداة وقدوة الاجلاء المتكلمين واسوة الفقهاء المتقدمين اليشع العليم الجليل الفضل ابن شاذان بن الخليل طاب الله ثراه وقد وصل بلقاء ربه فى "٢٦٠ھ"** ہجری اور قبر کے گرداگرد والے پتھر پر لکھا ہے **قد ترحم عليه ابو محمد حسن العسكرى فقال رحم الله الفضل ثلاثة ولاء وقال عليه السلام ايضا اغبط اهل خراسان بمكان الفضل وقال محمد بن ابراهيم الوراق خرجت الى الحج فدخلت الى مولاى ابى محمد الحسن واريته كتاب الفضل ابن شاذان فنظر فيه وتصفحه ورقه ورقه قال عليه السلام هذا صحيح ينبغى ان يعمل به رحم الله الفضل كتبه.**

یعنی امام حسن عسکری نے اس پر ترحم کیا، پس تین مرتبہ فرمایا خدا فضل پر رحم کرے اور نیز حضرت نے فرمایا میں فضل کی وجہ سے اہل خراسان پر رشک کرتا ہوں، محمد وراق کہتا ہے کہ میں امام حسن عسکری کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو فضل کی کتاب دکھائی تو حضرتؑ نے اس کا ایک ایک ورق دیکھا اور فرمایا یہ صحیح ہے اس پر عمل کرنا چاہیے خدا فضل پر رحم کرے، پوشیدہ نہ رہے کہ امام رضاؑ کے اصحاب کے تذکرہ میں حسن بن علی بن فضال کے حالات میں کچھ حالات فضل بن شاذان کے بیان ہو چکے ہیں۔

تیسرا ابوتمام حبیب ابن اوس طائی امامی نجاشی نے اور علامہ نے کتاب خلاصہ میں فرمایا ہے کہ ابوتمام امامی مذہب کا تھا اور

اس نے اہل بیتؑ کے متعلق بہت سے اشعار کہے ہیں اور احمد بن حسین نے نقل کیا ہے کہ میں نے ایک پرانا نسخہ دیکھا ہے جو شاید ابوتمام کے زمانہ میں یا اس کے قریب کے زمانہ میں لکھا گیا تھا کہ جس میں ابوتمام کا قصیدہ تھا کہ جس میں اس نے آئمہ علیہم السلام کا ذکر حضرت ابوجعفر جواد علیہ السلام تک کیا ہے اور ان سے آگے تجاوز نہیں کیا، کیونکہ اس نے حضرتؑ ہی کے زمانہ میں وفات پائی ہے اور جاحظ نے کتاب حیوان میں کہا ہے کہ مجھ سے حدیث بیان کی، ابوتمام نے اور وہ روسائے رافضہ میں سے تھا۔انتھی

خلاصہ یہ کہ ابوتمام صاحب حماسہ اپنے وقت میں فصاحت و بلاغت میں یکتائے زمانہ تھا کہتے ہیں کہ چودہ ہزار جوزہ عرب کے اسے یاد تھے علاوہ قصائد اور قطعوں کے اور اس کا فن شعر میں محل منیع اور مرتبہ رفیع تھا اور ابراہیم بن مدبر باوجود کے اہل علم و معرفت و ادب میں سے تھا۔ وہ ابوتمام کے اشعار میں سے کوئی حفظ نہیں کرتا تھا، کیونکہ اس سے دشمنی رکھتا تھا اور بعض اوقات اسے سب و شتم و لعن بھی کرتا تھا ایک دن ایک شخص نے ابوتمام کے چند اشعار اس کی طرف نسبت دیئے بغیر پڑھے ابراہیم کو پسند آئے اور اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ یہ اشعار کتاب کی پشت پر لکھوا دو، جب اشعار لکھے جاچکے، کسی نے کہا اے امیر یہ ابوتمام کے اشعار ہیں جب ابراہیم نے یہ سنا تو بیٹے سے کہا کہ وہ صفحہ پھاڑ دو۔ مسعودی نے ابن مدبر کا یہ عمل پسند نہیں کیا اور کہا ہے کہ یہ عمل اس کا قبیح ہے کیونکہ عاقل کو چاہیے کہ وہ فائدہ حاصل کرے چاہے دشمن سے ہو یا دوست سے، پست سے ہو یا شریف سے، حضرت امیرالمومنینؑ سے روایت ہے آپؑ نے فرمایا الحکمة ضالة المومن فخذ ضالتك ولو من اهل الشرك یعنی حکمت و دانائی مومن کی گمشدہ چیز ہے، لہذا اپنی گمشدہ کو لے لے چاہے اہل مشرک سے کیوں نہ ہو۔

بزرجمہر حکیم سے منقول ہے کہ اس نے فرمایا میں نے ہر چیز سے اس کی اچھی صفت اخذ کی ہے، یہاں تک کہ کتے بلی اور خنزیر اور کوئے سے، لوگوں نے پوچھا کتے سے کیا اخذ کیا ہے کہنے لگے اپنے مالک سے اس کی الفت اور اس سے وفاداری۔

کہنے لگے کوئے سے کیا اخذ کیا ہے کہنے لگا کہ اس کا احتراز اور حذر و خوف یعنی محتاط ہونا، کہا گیا کہ خنزیر سے کیا سیکھا ہے، کہنے لگے صبح سویرے اپنی حاجات کے لیے جانا، کہنے لگے کہ بلی سے کیا سیکھا ہے کہنے لگا حسن نغمہ اور سوال کرنے میں زیادہ تملق و چاپلوسی اور ابوتمام نے واثق کی حکومت کے زمانہ میں ۲۱۶ ہجری میں وفات پائی اور ابونہشل بن حمید طوس نے اس کی قبر پر گنبد بنوایا۔

چوتھا ابوالحسن علی بن مہزیار اہوازہ دورتی الاصل کہ جس کی جلالت شان اور عظمت قدر اس سے زیادہ ہے کہ بیان ہو اور جو توقیعات شریفہ حضرت جواد علیہ السلام نے اسے لکھی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص معظم کس قدر جلیل الشان تھا، ان میں سے ایک توقیع میں ہے کہ تو نے مجھے خوش کیا ہے اس چیز سے جو تو نے بیان کی ہے اور تو ہمیشہ مجھے خوش رکھتا ہے خداوند عالم تجھے بہشت سے خوش کرے اور میری رضا کی وجہ سے وہ تجھ سے راضی ہو اور دوسری توقیع میں ہے **واسئل الله ان یحفظك من بین یدیك ومن خلفك وفی كل حالاتك فابشر فانی ارجوان یدفع الله عنك والله اسئل ان یجعل لك الخیر الخ وفی توقیع آخر واما ما سئلت من الدعا فانك بعد لست قدری كیف جعلك الله عندی وربما سمیتك باسمك ونسبك مع كثرة عنایتی بك ومحبتی لك ومعرفتی بما انت علیه فأدام الله لك الفضل وفی توقیع**

آخر یا علی قد بلوتك وخبرتك فی النصیحة والطاعة والخدمة والتوقیر والقیام بما یجب علیك فلو قلت انی لم ارمثلك لرجوت ان اکون صادقاً اقول فتامل فی تلك التوقیعات الشریفة فان فیها غنی عن التعرض لمدحه فان مدح الامام امام کل مدح ومن تصدی للقول بعدہ فقد تعرض للقدح۔

یعنی میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ وہ تیری سامنے اور پیچھے سے حفاظت کرے، بلکہ تیرے سب حالات میں پس تجھے خوشخبری ہو، میں امید رکھتا ہوں کہ خدا تجھ سے دشمنوں کو دفع کرے اور اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ تیرے لیے بھلائی قرار دے۔

دوسرے خط میں فرمایا، باقی رہا وہ جو تم نے دعا کے متعلق سوال کیا ہے تو بیشک تجھے معلوم نہیں کہ خداوند عالم نے تجھے میرے نزدیک کیسا قرار دیا ہے اور بعض اوقات میں تیرے نسب کے ساتھ تیرا نام لیتا ہوں، علاوہ میری زیادہ عنایت کے اور میری تجھ سے محبت کے اور میرا یہ جاننا کہ جس حالت میں تو ہو پس خدا تیرے فضل کو دائمی قرار دے۔ اور دوسرے خط میں ہے اے علی میں نے تیرا امتحان کیا ہے اور نصیحت وخلوص، اطاعت وخدمت وتوقیر میں اور تیرا قیام ان چیزوں کے ساتھ جو تجھ پر واجب ہیں، پس اگر میں کہوں کہ میں نے تیرے جیسا شخص نہیں دیکھا تو مجھے امید ہے کہ میں سچا ہوں گا، میں کہتا ہوں کہ ذرا ان توقیعات وخطوط میں غور وفکر کر، پس یہ اس کی مدح سے متعرض ہونے سے پہلے بے پرواہ کر دیتی ہیں کیونکہ امامؑ کی مدح ہر مدح کی امام ہے اور جو آپؑ کے کلام کے بعد اس کے درپے ہو تو وہ اپنے آپ کو قدح کے لیے پیش کر رہا ہے یا وہ قدح کے لیے اقدام کر رہا ہے۔

بہر حال خبر میں ہے کہ علی بن مہز یار کا باپ نصرانی تھا اور مسلمان ہو گیا اور کہا گیا ہے کہ خود علی بھی ایسا ہی تھا خداوند عالم نے اس کی ہدایت کی اور اس نے دین کو سمجھا اور حضرت رضا وجواد علیہا السلام سے روایت کی اور حضرت جوادؑ کے خواص میں سے ہو گیا یہاں تک کہ آپؑ کی طرف سے وکالت حاصل کی، جیسا کہ حضرت ہادیؑ کی طرف سے بھی بعض اطراف کی طرف وکالت رکھتا تھا اور شیعوں کے لیے جو توقیعات اس کے متعلق صادر ہوئیں ان میں سوائے اس کی خیر وخوبی کے کچھ نہیں تھا اور اس نے تینتیس (۳۳) کتابیں تصنیف کیں اور آنجناب کی عادت یہ تھی کہ جب سورج طلوع کر لیتا تو سجدہ میں سر رکھ دیتے اور اس وقت تک سر نہ اٹھاتے جب تک کہ ایک ہزار برادر مومن کے لیے دعا نہ کرتے نہ کہ اپنی ذات کے لیے اور زیادہ سجدہ کرنے کی وجہ سے آپ کی پیشانی پر اونٹ کے گھٹنے کی طرح گدہ پڑ گیا تھا اور یہ علی وہی ہے جو قرعاء مقام پر پچھلی رات اپنے بستر سے اٹھے اور باہر گئے تاکہ وضو کریں اور مسواک ان کے ہاتھ میں تھی وہ مسواک کر رہے تھے کہ اچانک دیکھا کہ آگ کی طرح کسی چیز کا شعلہ نکل رہا ہے اور اس کی شعاع سورج کی طرح ہے۔ اس پر ہاتھ رکھا تو دیکھا کہ اس میں کوئی حرارت نہیں ہے آیہ شریفہ **الذی جعل لکم من الشجر الاخضر نارا** (وہ خدا کہ جس نے تمہارے لیے سبز درخت سے آگ قرار دی) کی تلاوت کی اور سوچ میں ڈوب گیا اور جب اپنی جگہ واپس آیا تو اس کے ساتھیوں کو آگ کی ضرورت تھی جب اس نور کو دیکھا تو خیال کیا کہ علی ان کے لیے آگ لے آیا ہے جب اس کے قریب گئے تو دیکھا کہ اس کی آگ میں تو حرارت نہیں ہے اور اس کی روشنی کبھی بجھ جاتی ہے اور کبھی شعلہ ور ہوتی ہے تین مرتبہ ایسا ہو کر بالکل بجھ گئی، اب

مسواک کے سرے کو دیکھا تو کوئی اثر آگ کا یا جلنے اور سیاہی کا اس میں نہیں ہے جب علی ہادیؑ کی خدمت میں پہنچا اور اپنی کیفیت بیان کی تو حضرتؑ نے اس مسواک کو بغور دیکھا اور فرمایا کہ وہ نور تھا اور یہ تیرے ہم اہلبیت کی طرف مائل ہونے اور میرے اور میرے آباؤ اجداد کی اطاعت کرنے کی وجہ سے تھا اور علی کا بھائی ابراہیم بھی اجلاء میں سے تھا اور روایت ہے کہ وہ امام زمانہ علیہ السلام کے سفراء میں سے تھا اور علی بن مہزیار کا بیٹا محمد بھی ثقہ اور حضرت ہادی علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھا۔

پانچواں ثقۃ الاسلام محمد بن عمیر کا نام زیاد بن عیسیٰ اور محمد کی کنیت ابواحمد ہے اور وہ مہلب بن ابی صفرہ کے موالی میں سے ہیں اور ان کی اصل بغدادی ہے اور سکونت بھی بغداد میں تھی، ہمارے نزدیک اور مخالفین کے نزدیک عظیم المنزلہ اور جلیل القدر تھے اور وہ اصحاب اجماع میں سے ہے اور عامہ و خاصہ نے ان کی وثاقت وجلالت کی تصدیق کی ہے اور وہ لوگوں میں زیادہ عابد اور باورع تھا، اور انہیں یونس سے زیادہ صاحب فضل و فقہ کہا گیا ہے، حالانکہ یونس کی فقہ کے متعلق فضل بن شاذان سے روایت ہوئی ہے وہ کہتا تھا کہ اسلام میں کوئی ایسا شخص باقی لوگوں میں سے پیدا نہیں ہوا جو سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے زیادہ فقیہ ہو اور سلمان کے بعد یونس بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے زیادہ فقیہ پیدا نہیں ہوا اور ابن ابی عمیر نے حضرت کاظم و رضا و جواد علیہم السلام کی خدمت میں حضوری کا شرف حاصل کیا ہے اور چار کتابیں لکھی ہیں، اور ہارون اور مامون الرشید کے زمانہ میں وہ بڑی سختی اور شدت میں تھے، کیونکہ کئی سال تک انہیں قید رکھا اور بہت سے تازیانے لگائے تا کہ وہ قاضی بنیں اور اس لیے بھی کہ خلیفہ کو شیعوں کے نام بتائیں، کیونکہ وہ بزرگوار کوفہ کے شیعوں کو پہچانتے تھے جس وقت انہیں سو تازیانے مارے گئے ان کی طاقت جواب دے گئی اور قریب تھا کہ شیعوں کے نام بتادے کہ محمد بن یونس بن عبدالرحمن کی آواز سنی کہ جو کہہ رہا تھا یا محمد بن ابی عمیر اذکر موقفک بین یدی اللہ اے محمد اللہ کے سامنے اپنے کھڑے ہونے کو یاد کرو، لہذا انہوں نے نام نہ بتائے انہیں ایک لاکھ درہم سے زیادہ کا مالی ضرر ہوا اور چار سال برابر قید میں رہے اور ان کی بہن نے ان کی کتابیں جمع کر کے اوپر کے کمرے میں رکھ دی تھیں بارش آئی تو وہ کتابیں ضائع ہو گئیں، لہذا ابن ابی عمیر اپنے حافظہ سے نقل کرتے تھے یا ان نسخوں سے جو لوگوں نے ان کی کتابوں سے تلف ہونے سے پہلے نقل کئے تھے، یہی وجہ ہے کہ ہمارے علماء ان کی تحریروں پر اعتماد رکھتے ہیں اور ان کی مراسیل کو مسانید کے حکم میں لیتے ہیں اور ان کی بہنیں سعیدہ اور آمنہ بھی روایت حدیث میں شمار ہوتی ہیں اور کشی سے روایت ہے کہ محمد بن ابی عمیر گرفتار ہوئے اور قید کر دیئے گئے اور انہیں مشقت و تنگی اور بہت بڑی مصیبت کا سامنا ہوا جو کچھ ان کے پاس تھا وہ بھی لے لیا گیا، اس سب کا کرنے والا مامون لعین تھا اور یہ امام رضا علیہ السلام کی شہادت کے بعد کا واقعہ ہے، ابن ابی عمیر کی کتابیں ضائع ہو گئیں، پس اس کی کتب احادیث نہ مل سکیں، حالانکہ اس نے چالیس جلدیں اپنے پاس محفوظ رکھی ہوئی تھیں اور ان کا نام نوادر رکھا تھا اسی لیے ان کی وہ احادیث لے لی جاتی ہیں کہ جس کی سند منقطع ہے اور نیز روایت ہے کہ ہارون کے زمانہ میں سندی بن شاہک ملعون نے شیعہ ہونے کی وجہ سے اسے سو کوڑے لگائے پھر انہیں قید کر لیا گیا، ابن ابی عمیر نے ایک لاکھ اکیس ہزار درہم دیئے تب جا کر چھوٹے۔

منقول ہے کہ ابن ابی عمیر مالدار تھے اور ان کے پاس پانچ لاکھ درہم تھے اور شیخ صدوق ابن ولید سے روایت کرتے ہیں

اور وہ علی بن ابراہیم سے، وہ اپنے باپ سے، وہ کہتا ہے کہ ابن ابی عمیر بزازی کا کام کرتے تھے، ایک شخص سے انہیں دس ہزار درہم لینے تھے پس ان کا مال ختم ہو گیا اور وہ مفلس ہو گئے تو اس شخص نے جس سے قرض لینا تھا اپنا گھر دس ہزار درہم پر فروخت کر دیا اور اس کی قیمت ابن ابی عمیر کے پاس لے آیا۔ جب ان کے دروازے پر آیا اور دروازہ کھٹکھٹایا ابن ابی عمیر باہر نکلے تو اس شخص نے وہ رقم ان کے سپرد کی اور کہنے لگا یہ آپ کا قرض لے کر آیا ہوں ابن ابی عمیر نے پوچھا کہ یہ مال تو نے کہاں سے لیا ہے کیا تجھے میراث میں ملا ہے یا تجھے کسی نے بخشا ہے وہ کہنے لگا ان میں سے کوئی بات نہیں ہوئی بلکہ میں نے اپنا قرض ادا کرنے کے لیے اپنا گھر بیچا ہے۔

ابن ابی عمیر نے فرمایا مجھ سے ذریح محاربی نے حضرت صادق علیہ السلام سے حدیث بیان کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا لا یخرج الرجل عن مسقط راسه بالدین یعنی انسان اپنے قرض کی بناء پر اپنا مکان ترک نہیں کرتا، پھر فرمایا یہ رقم لے جاؤ مجھے ایسی رقم کی ضرورت نہیں، حالانکہ خدا کی قسم ہے کہ میں اس وقت ایک ایک درہم کا محتاج ہوں، لیکن ان میں سے ایک درہم بھی قبول نہیں کروں گا۔

فضل بن شاذان سے روایت ہوئی ہے کہ جب میں عراق میں گیا تو ایک شخص کو دیکھا جو اپنے ساتھی کو سرزنش کر رہا تھا کہ تو صاحب عیال شخص ہے اور تجھے کسب کی ضرورت ہے، ان حالات میں تو طویل سجدہ کرتا ہے اور مجھے خوف ہے کہ طویل سجدہ کی وجہ سے تیری آنکھیں نابینا ہو جائیں اور تو کام کرنے سے رہ جائے اور اس قسم کے کلمات اس کی نصیحت کے لیے بہت کہے، بالآخر اس کا ساتھی اس سے کہنے لگا تجھ پر وائے ہو کس قدر تو نے مجھے سرزنش و عتاب کیا ہے اگر سجدہ کا طول انسان کو نابینا کر دیتا ہے تو پھر ابن ابی عمیر رضی اللہ عنہ نابینا ہو چکا ہوتا، کیونکہ وہ تو نماز صبح کے بعد سر سجدہ میں رکھتا اور زوال کے وقت اٹھاتا تھا۔

اور شیخ کشی نے روایت کی ہے کہ فضل بن شاذان ابن ابی عمیر کے پاس آیا اور وہ سجدہ میں تھے اور انہوں نے سجدہ کو بہت طول دیا، جب سر سجدہ سے اٹھایا اور اس کے سجدہ کے طول کا ذکر کرنے لگے تو انہوں نے کہا کہ اگر تم نے جمیل بن دراج کا سجدہ دیکھا ہوتا تو میرے سجدے کو طویل شمار نہ کرتے اور کہنے لگے میں ایک دن جمیل کے پاس گیا اس نے سجدہ کو بہت طول دیا ہے جب سر سجدہ سے اٹھایا تو میں نے کہا کہ آپ نے سجدہ کو طول دیا ہے تو وہ کہنے لگا کہ اگر معروف بن خربوز کے طول سجدہ کو تم دیکھتے تو میرے سجدہ کو سہل شمار کرتے، ان دو خبروں کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے ابن ابی عمیر سجدہ کی طوالت میں (جو کہ انتہائے خضوع اور کمال عبادت اور بندے کے حالات میں سے پروردگار کے نزدیک زیادہ قرب کی حالت ہے اور ابلیس کے لیے سخت ترین عمل ہے) معروف اور محل توجہ تھے اور ابن ابی عمیر نے اس عمل میں اپنے امام زمانہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی اقتدا کی، کیونکہ آنجناب سجدہ طویل اور زیادہ آنسو اور مناجات کثیرہ اور پے در پے تضرع و زاری کے حلیف و ساتھی تھے، ان کی فقہ و حدیث اور علم و اخلاق بھی اسی خانوادہ کے برکات میں سے تھے۔

ہر بوئے کہ از مشک و قرنفل شنوی
از دولت آں زلف چو سنبل شنوی

چھٹا محمد بن سنان ابوجعفر زاہری علماء کے کلمات اس کے بارے میں انتہائی مختلف ہیں یہاں تک کہ ایک ہی شخص، شیخ مفید نے اس کو کتاب ارشاد میں حضرت کاظم علیہ السلام کے خواص و ثقات اور حضرتؑ کے شیعوں میں سے صاحب ورع و فقہ و علم تحریر کیا ہے اور اپنے دوسروں رسالہ میں اسے مطعون شمار کیا ہے اور شیخ الطائفہ نے فہرست ورجال میں اسے ضعیف شمار کیا ہے اور کتاب غیبت میں خواص آئمہ علیہ السلام میں ممدوحین کی فہرست میں گنوایا ہے، جیسا کہ فرماتے ہیں کہ ممدوحین میں سے ہو۔

حمران بن اعین یہاں تک فرماتے ہیں اور انہیں میں سے ہے، ابوطالب قمی کی روایت کی بناء پر جو اس نے نقل کی ہے کہ میں حضرت جواد علیہ السلام کی خدمت میں آپؑ کی زندگی کے آخری ایام میں حاضر ہوا تو میں نے سنا کہ آپ فرما رہے تھے خداوند عالم صفوان بن یحییٰ و محمد بن سنان وزکریا ابن آدم اور سعد بن سعد کو میری طرف سے جزائے خیر دے، اس میں شک نہیں کہ انہوں نے میرے ساتھ وفا کی ہے۔

نیز شیخ فرماتے ہیں کہ باقی رہا محمد بن سنان تو بے شک علی بن حسین بن داؤد سے روایت ہوئی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت جواد علیہ السلام کو محمد بن سنان کا ذکر خیر کرتے ہوئے سنا اور فرمایا خدا اس سے راضی رہے بسبب اس سے میری رضا کے، پس اس نے نہ کبھی میری مخالفت کی اور میرے والد کی اور آیۃ اللہ علامہ رفع اللہ مقامہ نے خلاصہ میں اس کے متعلق توقف کیا ہے اور کتاب مختلف میں فرمایا ہے کہ ہم بیان کر چکے ہیں محمد بن سنان کی روایت پر عمل کرنے کے رجحان کو اور سید ابن طاؤس نے فلاح السائل میں فرمایا ہے کہ میں نے ایسے شخص کی گفتگو سنی جو محمد بن سنان پر طعن و تشنیع کر رہا تھا اور شاید وہ صرف اس کے طعن پر مطلع ہوا ہے اور اس کے تزکیہ اور تعریف سے واقف نہیں ہوا اور یہی احتمال ہے، بہت سے مطاعن سے متعلق پھر اس کے مدائح کا ذکر کیا ہے اور یہ کہ حضرت جواد علیہ السلام کا معجزہ اس میں ظاہر ہوا، کیونکہ وہ نابینا تھا اور حضرتؑ نے اس کی آنکھوں کو مسح کیا تو اس کی بینائی پلٹ آئی جیسا کہ حضرت جواد علیہ السلام کے معجزات کی فصل میں اس واقعہ کا ذکر ہو چکا ہے، اور یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ وہ پھٹے پرانے کپڑے پہنتا اور عبادت گزار تھا۔

خلاصہ یہ کہ محمد بن سنان کے متعلق علماء نے کلام کو بسط دیا ہے جو شخص طالب ہے وہ رجوع کرے رجال کبیر و تعلیقہ ورجال سید اجل علامہ بحر العلوم اور خاتمہ مستدرک شیخ مرحوم کی طرف، کیونکہ اس مختصر تحریر میں اس کی گنجائش نہیں۔

کہتے ہیں کہ بعض عارفین نے محمد بن سنان کے حالات معلوم کرنے کے لیے قرآن سے فال نکالی تو یہ آیت نکلی انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء (کہ بس اللہ کے بندوں میں سے علماء ہی ڈرتے ہیں)

اور محمد بن سنان کا نسب زاہر مولیٰ عمرو ابن حمق (جو کربلا میں شہید ہوا) تک جا پہنچتا ہے، اس طرح سے محمد بن سنان بن عبد اللہ بن زاہر اور پہلی جلد میں زاہر کے حالات میں اس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے اور محمد کی اولاد و احفاد میں کچھ لوگ راویان حدیث ہیں کہ جن میں سے ابوعیسیٰ محمد بن احمد بن محمد بن سنان ہے۔ جو کہ شیخ صدوق کے مشائخ و اساتذہ میں سے ہے۔

بارہواں باب

امام عاشر بدر باہر ابوالحسن الثالث مولانا الہادی امام علی نقی صلوات اللہ علیہ کی تاریخ وسوانح

اس میں چند فصول ہیں۔

پہلی فصل

حضرتؑ کی ولادت اسم مبارک اور کنیت

آپؑ کی ولادت کے سلسلہ میں زیادہ مشہور یہ ہے کہ آپؑ نے پندرہ ذی الحجہ ۲۱۲ھ ہجری مدینہ کے اطراف میں کہ جس جگہ کو صریا کہتے ہیں دنیا کو اپنے نور سے روشن کیا لیکن ابن عباس کی روایت ہے کہ آپؑ کی ولادت دو رجب یا پانچ میں واقع ہوئی، آپؑ کی والدہ معظمہ جلیلہ سمانہ مغربیہ ہیں جو سیدہ کے نام سے مشہور ہیں اور جنات الخلود میں ہے کہ وہ مخدرہ ہمیشہ مستحب روزہ سے رہتیں اور زہد وتقویٰ میں ان کی مثل ونظیر نہ تھی اور دارالنظیم میں ہے کہ اس بی بی کی کنیت ام الفضل تھی اور محمد بن فرج اور علی بن مہزیار نے حضرت ہادیؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا میری والدہ میرے حق کو پہچانتی ہیں اور وہ اہل جنت میں سے ہیں اور شیطان سرکش ان کے قریب نہیں پھٹکتا اور کسی جبار عنید کا مکر ان تک نہیں پہنچے گا اور خدا ان کا حافظ ونگہبان ہے اور وہ صدیقین اور صالحین کی ماؤں سے پیچھے نہیں رہیں۔

آپؑ کا اسم گرامی علیؑ اور کنیت ابوالحسن ہے اور چونکہ امام موسیٰؑ وامام رضاؑ کی کنیت بھی ابوالحسنؑ ہے، لہذا تعین کے لیے آپؑ کو ابوالحسن الثالث کہتے ہیں، جیسا کہ امام رضاؑ کو ابوالحسنؑ ثانی کہتے ہیں اور کبھی ثالث کی جگہ ماضیؑ یا ہادیؑ یا عسکریؑ کا ذکر کرتے ہیں، جیسا کہ علم حدیث کے ماہرین جانتے ہیں اور آپؑ کے زیادہ مشہور القاب نقیؑ اور ہادیؑ ہیں اور کبھی حضرتؑ کو نجیب ومرتضیٰؑ وعالم وفقیہ وناصح وامین ومؤتمن وطیب ومتوکل بھی کہتے ہیں، لیکن آپؑ آخری لقب کو پوشیدہ رکھتے تھے اور اپنے صاحب اصحاب سے فرماتے تھے کہ اس لقب سے اعراض کریں، اس وجہ سے چونکہ اس زمانہ میں یہ متوکل علی اللہ خلیفہ کا لقب تھا اور چونکہ حضرتؑ اور آپؑ کے بیٹے امام حسن علیہ السلام نے سامرہ میں سکونت اختیار کر لی تھی اس محلہ میں کہ جسے عسکر کہتے تھے، لہذا ان دونوں بزرگوں کو اس جگہ کی نسبت سے عسکری کہتے تھے اور حضرتؑ کے شمائل میں ہے کہ آپؑ متوسط قد تھے اور چہرہ سرخ وسفید اور رخسار تھوڑے سے ابھرے ہوئے تھے اور آنکھیں بڑی ابرو کشادہ اور آپؑ کا چہرہ دلکش تھا اور آپؑ کا نقش نگین اللہ ربی وھو عصمتی من خلق تھا اور آپؑ کی ایک اور انگوٹھی تھی کہ جس کا یہ نقش تھا حفظ العھود من اخلاق المعبود اور سید بن طاؤس نے جناب عبدالعظیم حسنی سے روایت کی ہے کہ امام محمد

تقی علیہ السلام نے یہ حرز اپنے بیٹے امام علی نقی علیہ السلام کے لیے لکھا جب کہ وہ ابھی بچے تھے اور انہیں اس کا تعویز دیتے اور اپنے اصحاب کو بھی اس کا حکم دیتے تھے اور وہ حرز یہ ہے۔

بسم الله الرحمن الرحیم لاحول ولا قوة الا بالله العلی العظیم۔اللهم رب الملائکة والروح الخ اور یہ مکمل مہج الدعوات میں موجود ہے اور آپؑ کی تسبیح ہے۔سبحان من هو دائم لا یسهو سبحان الله من هو قائم لا یلهو سبحان من هو غنی لا یفتقر سبحان الله وبحمده۔

دوسری فصل

امام علی نقیؑ کے مختصر فضائل و مناقب و مکارم اخلاق

اس سلسلہ میں چند اخبار پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

پہلی خبر! شیخ طوسی نے کافور خادم سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ فلاں جگہ ایک تھال رکھ دو تا کہ میں اس سے نماز کے لیے وضو کروں اور پھر مجھے کسی حاجت کے لیے بھیج دیا اور فرمایا کہ جب واپس آؤ تو تھال رکھ دینا تا کہ وہ اس وقت کے لیے مہیا ہو جب میں نماز پڑھنا چاہوں۔پھر آپؑ چت لیٹ گئے تا کہ سو جائیں اور میں بھول گیا کہ حضرتؑ کی فرمائش پر عمل کر تا وہ سرد رات تھی پس اچانک میں ملتفت ہوا کہ حضرتؑ نماز کے لیے آئے ہیں اور مجھے یاد آیا کہ میں نے پانی کا برتن وہاں نہیں رکھا تھا کہ جہاں حضرتؑ نے فرمایا تھا، پس میں اپنی جگہ سے اٹھا حضرتؑ کی ملاقات کے خوف سے اور مجھے یہ دکھ ہوا کہ حضرتؑ اس پانی کے برتن کے حاصل کرنے میں سختی و مشقت برداشت کریں گے۔

اچانک آپ نے مجھے غصے کی حالت میں پکارا میں نے کہا انا للہ اب کیا عذر پیش کروں گا، کیا یہ کہوں کہ اس قسم کے کام کو بھول گیا تھا بہر حال سوائے آپؑ کے بلاوے پر جانے کے کوئی چارہ نہ دیکھا، پس میں آپؑ کی خدمت میں خوف و اضطراب کی حالت میں گیا تو فرمایا وائے ہو تجھ پر کیا تجھے معلوم نہیں کہ میں صرف ٹھنڈے پانی سے وضو کرتا ہوں اور تو نے میرے لیے پانی گرم کر کے اس برتن میں رکھ دیا ہے۔

میں نے عرض کیا خدا کی قسم نہ تو میں نے وہ برتن وہاں رکھا ہے اور نہ اس میں پانی ڈالا ہے فرمایا الحمد للہ خدا کی قسم ہم خدا کی نعمت کو ترک نہیں کریں گے اور اس کے عطیہ کو رد کریں گے اور حمد ہے خدا کی جس نے ہمیں اطاعت گزاروں میں قرار دیا ہے اور ہمیں توفیق دی ہے اپنی عبادت پر اعانت و مدد کر کے بیشک رسول اللہؐ نے فرمایا کہ خداوند عالم غضب ناک ہوتا ہے اس شخص پر جو اس کی

عطاء کو قبول نہ کرے۔

دوسری خبر! نیز شیخ نے روایت کی ہے لوگوں نے متوکل سے کہا کہ اس طرح کوئی شخص نہیں کرتا جس طرح تو علی بن محمد تقی علیہ السلام کے ساتھ سلوک کرتا ہے، کیونکہ جس وقت وہ تیرے دربار میں آتا ہے تو جو شخص اس مکان میں ہوتا ہے وہ اس کی خدمت کرتا ہے اس حد تک کہ وہ دروازے پر لٹکے ہوئے پردہ کو نہیں رہنے دیتے کہ وہ خود بلند کرے اور دروازہ کھولے اور جب لوگوں کو یہ معلوم ہوگا تو کہیں گے کہ اگر خلیفہ کو معلوم نہ ہوتا کہ یہ شخص اس امر خلافت کا مستحق ہے تو وہ اس طرح اس کے ساتھ سلوک نہ کرتا، لہذا جب وہ آئے تو اس کو بھی پردہ اٹھانے دے اور جانے دے جس طرح کہ باقی لوگ جاتے ہیں اور اسے بھی وہ زحمت برداشت کرنی پڑے جو دوسرے لوگوں کو کرنی پڑتی ہے۔

متوکل نے فرمان جاری کیا کہ کوئی شخص حضرت علی نقیؑ کی خدمت نہ کرے اور نہ ہی ان کے آگے پردہ اٹھائے اور متوکل بہت اہتمام کرتا ہے کہ جو خبریں اور مطالب اس کے گھر رونما ہوں ان سے وہ مطلع رہے، لہذا اس نے ایک شخص کو مقرر کیا ہوا تھا کہ جو واقعات کو اس کے لیے لکھتا تھا، پس اس شخص نے متوکل کے لیے لکھ بھیجا کہ جب علی بن محمد علیہ السلام مکان میں داخل ہوئے تو کسی نے ان کے سامنے سے پردہ بلند نہیں کیا، لیکن ایسی ہوا آئی کہ جس نے پردہ اٹھا دیا اور حضرتؑ بغیر کسی تکلیف کے اندر داخل ہو گئے۔

متوکل نے کہا کہ آپؑ کے باہر جانے کے وقت پورا خیال رکھنا، دوبارہ متوکل کے معین شدہ اخبار نویس نے لکھا کہ اس مرتبہ مخالف سمت سے ہوا آئی اور اس نے پردہ کو اٹھایا اور حضرتؑ بغیر کسی زحمت کے باہر چلے گئے، متوکل نے دیکھا کہ اس کام میں تو حضرتؑ کی فضیلت ظاہر ہو گئی، لہذا فرمان جاری کیا کہ دستور سابق پر عمل کرو اور آپؑ کے سامنے سے پردہ اٹھایا جائے۔

تیسری خبر! امین الدین طبری نے محمد بن حسن اشتر علوی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں اور میرا باپ متوکل کے گھر کے دروازے پر کھڑے تھے، میں اس وقت بچہ تھا اور اولاد ابو طالب و بنی عباس و آل جعفر کی ایک جماعت وہاں موجود تھی، ہم کھڑے ہوئے تھے کہ حضرت ابوالحسن علی ہادی علیہ السلام تشریف لائے اور تمام لوگ آپؑ کی تعظیم کے لیے سواریوں سے اتر پڑے یہاں تک کہ حضرتؑ مکان کے اندر چلے گئے تو اس گروہ میں سے کچھ لوگ کہنے لگے کہ ہم اس لڑکے کے لیے کیوں پیادہ ہوں، حالانکہ نہ تو وہ شرافت نسبی میں ہم سے بڑھا ہوا ہے اور نہ ہی اس کا سن زیادہ ہے خدا کی قسم ہم اس کی تعظیم کے لیے پیادہ نہیں ہوں گے۔

ابو ہاشم جعفری کہنے لگا خدا کی قسم جب اس کو دیکھو گے تو اس کے لیے ضرور پیادہ ہو گے، پس تھوڑی دیر گزری کہ حضرتؑ تشریف لائے، جب ان لوگوں کی نظر آپؑ پر پڑی تو سب کے سب پیادہ ہو گئے، ابو ہاشم نے ان سے فرمایا کیا تم نہیں کہتے تھے کہ ہم اس کے لیے پیادہ نہیں ہوں گے، کیا ہوا کہ تم اتر پڑے، کہنے لگے خدا کی قسم ہم خود پر قابو نہ پا سکے اور بے اختیار اتر آئے۔

چوتھی خبر! شیخ یوسف بن حاتم شامی نے درالنظیم میں اور سیوطی نے درالمنثور میں تاریخ الخطیب سے محمد بن یحییٰ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن یحییٰ بن اکثم نے واثق باللہ خلیفہ عباسی کی مجلس میں سوال کیا، جب کہ فقہا حاضر تھے کہ حج کے موقعہ پر حضرت آدم کا سر کس نے مونڈا تھا تمام لوگ جواب دینے سے عاجز رہے، واثق نے کہا کہ میں ایسے شخص کو بلاتا ہوں جو اس کا جواب

دے گا، پس اس نے کسی کو حضرت ہادیؑ کے پاس بھیجا اور حضرتؑ کو لایا گیا، پس واثق نے پوچھا کہ اے ابوالحسنؑ ہمیں یہ بتایئے کہ حج کے موقعہ پر حضرت آدمؑ کا سر کس نے مونڈا تھا۔

فرمایا اے امیر میں تم سے خواہش کرتا ہوں کہ تو مجھے اس سوال کے جواب سے معاف کر دے، وہ کہنے لگا میں آپؑ کو قسم دیتا ہوں کہ جواب عنایت فرمائیں۔

فرمایا اب اگر تو میرا عذر قبول نہیں کرتا تو سن، مجھے میرے والد نے میرے جد سے، انہوں نے اپنے والد سے اور اپنے جد رسول خداؐ سے خبر دی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ آدمؑ کا سر تراشنے کے لیے جبریل مامور ہوئے اور وہ جنت سے ایک یاقوت لے آئے، وہ آدمؑ کے سر پر پھیرا تو ان کے سر کے بال گر پڑے اور جہاں جہاں تک اس یاقوت کی روشنی گئی وہ جگہ حرم میں داخل ہوگئی۔

پانچویں خبر! شیخ اربلی نے روایت کی ہے کہ حضرت ہادیؑ ایک دن سامرہ سے کسی مہم کے سلسلہ میں جو آپؑ کو درپیش تھی، کسی بستی کی طرف گئے اور ایک شخص عرب آپؑ کی تلاش میں سامرہ آیا تو لوگوں نے اسے بتایا کہ حضرتؑ فلاں بستی میں گئے ہیں، وہ عرب حضرتؑ کے ملنے کے ارادہ سے اس بستی میں گیا، جب آپؑ کی خدمت میں پہنچا تو حضرتؑ نے اس سے پوچھا کہ تمہاری کیا حاجت ہے۔

وہ کہنے لگا کہ میں کوفہ کے عربوں میں سے آپؑ کے جد امیرالمومنین علیہ السلام کی ولایت کے مستمسکین میں سے ایک شخص ہوں، مجھ پر قرض کا بہت بوجھ ہو گیا ہے کہ جس نے مجھے پریشان کر دیا ہے آپؑ کے علاوہ مجھے کوئی نظر نہیں آیا جو اسے ادا کرے، حضرتؑ نے فرمایا کہ خوش اور شادر ہو، پس آپؑ نے اس شخص کو اپنے ساتھ ٹھہرالیا، جب صبح ہوئی تو حضرتؑ نے اس سے کہا کہ میں تجھ سے ایک حاجت رکھتا ہوں اور تجھے خدا کی قسم اس کی خلاف ورزی نہ کرنا۔ اعرابی نے کہا کہ میں مخالفت نہیں کروں گا تو آپؑ نے اپنے ہاتھ سے ایک کاغذ لکھا اس میں اعتراف کیا کہ حضرتؑ کے ذمہ ہے کہ وہ اس اعرابی کو مال دیں اور اس مال کا آپؑ نے اس کاغذ میں تعین فرمایا تھا اور اس کا اندازہ اس کے قرض کی تعداد سے کہیں زیادہ تھا۔

فرمایا کہ یہ خط لے لو اور جب میں سامرہ میں پہنچ جاؤں تو میرے پاس اس وقت آنا جب کہ لوگوں کی ایک جماعت میرے ہاں موجود ہو تو اس چیز کا مجھ سے مطالبہ کرنا اور اس پر زور دینا، تجھے خدا کی قسم اس کے خلاف نہ کرنا۔

وہ عرب کہنے لگا کہ ایسا ہی کروں گا اور وہ خط لے لیا، پس جب آپؑ سامرہ میں پہنچ گئے اور آپؑ کی خدمت میں اصحاب خلیفہ اور دوسرے لوگوں کا ایک گروہ حاضر ہوا تو وہ شخص آیا اور وہ خط نکالا اور اسی طرح مطالبہ کیا کہ جس طرح حضرتؑ نے اسے نصیحت کی تھی حضرتؑ نے نرمی اور ملائمت کے ساتھ اس سے گفتگو کی اور معذرت چاہی اور وعدہ کیا کہ میں اس کو پورا کروں گا اور تجھے خوش کروں گا۔

متوکل تک یہ خبر پہنچی تو اس نے تیس (۳۰) ہزار درہم حضرتؑ کی طرف بھیجے اور وہ رقم آپؑ نے اپنے پاس رکھ لی، جب وہ شخص آیا تو فرمایا کہ یہ مال لے لو اور اس سے اپنا قرض ادا کرو اور باقی اپنے اہل و عیال پر خرچ کرو اور ہمیں معذور سمجھو، اعرابی کہنے لگا اے فرزند رسولؐ خدا کی قسم میرا مقصد تو اس مال کے تیسرے حصہ سے بھی کم تھا لیکن اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ، خدا بہتر

جانتا ہے کہ اپنی رسالت کہاں قرار دے اور وہ مال لے کر چلا گیا۔

مولف کہتا ہے کہ حضرتؑ کی یہ منقبت مشابہ ہے اس کے جو حضرتؑ کے متعلق روایت ہوئی ہے اور وہ روایت ابوامامہ سے دیلمی نے اعلام الدین میں اس طرح نقل کی ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے کہا کیا میں تمہیں حضرت خضرؑ کی خبر نہ بتاؤں۔

وہ کہنے لگے ہاں اللہ کے رسولؐ فرمایا! ایک دفعہ بنی اسرائیل کے ایک بازار میں جا رہے تھے کہ اچانک ایک مسکین کی نگاہ آپؑ پر پڑی تو وہ کہنے لگا مجھے صدقہ دیجئے خدا آپؑ کو برکت دے، خضر نے کہا کہ میں خدا پر ایمان لایا ہوں جو کچھ خدا نے مقدر کیا ہے وہ ہوگا، لیکن میرے پاس کچھ نہیں جو میں تجھے دے دوں۔

وہ مسکین کہنے لگا میں آپؑ کو وجہ اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجھ پر صدقہ کیجئے کیونکہ میں خیر کے آثار آپؑ کے چہرے پر دیکھ رہا ہوں اور آپؑ سے خیر کی امید رکھتا ہوں۔

حضرت خضرؑ کہنے لگے میں خدا پر ایمان لایا ہوں، بیشک تو نے مجھ سے امر بزرگ کے وسیلہ سے سوال کیا ہے میرے پاس کوئی چیز نہیں جو میں تجھے دے دوں، مگر یہ کہ میرا ہاتھ پکڑ لے اور مجھے فروخت کر دے۔

مسکین کہنے لگا یہ بات کیسے ٹھیک ہو سکتی ہے خضرؑ کہنے لگے میں تجھ سے سچی بات کہہ رہا ہوں کیونکہ تو نے ایک بڑی چیز کا واسطہ دے کر مجھ سے سوال کیا ہے اور تو نے سوال کیا ہے میرے پروردگار کی وجہ سے، لہٰذا مجھے فروخت کر دے، پس وہ آپؑ کو بازار میں لے گیا اور چار سو درہم کے بدلے بیچ دیا تو آپؑ ایک مدت تک خریدار کے پاس رہے لیکن اس نے آپؑ کو کسی کام پر نہ لگایا۔

پس جناب خضرؑ نے فرمایا کہ تو نے مجھے خدمت کرنے کے لیے خریدا ہے تو مجھے کسی کام کا حکم دے وہ کہنے لگا میں پسند نہیں کرتا کہ تمہیں زحمت و تکلیف میں ڈالوں، کیونکہ تم بوڑھے ہو آپؑ نے فرمایا نہیں زحمت میں نہیں ڈالو گے، یعنی جو کچھ کہو میں اس پر قدرت رکھتا ہوں وہ کہنے لگا پھر اٹھ کے یہ پتھر منتقل کرو (یعنی اس جگہ سے انہیں اس جگہ پر لے جاؤ) اور ایک دن میں انہیں چھ آدمی منتقل نہیں کر سکتے تھے، پس آپؑ کھڑے ہوئے اور اسی وقت ان سب کو منتقل کر دیا، وہ شخص کہنے لگا احسنت و اجملت یعنی تو نے اچھا کام کیا اور ایسی قوت تجھ میں ہے جو کسی میں نہیں ہے۔

پس اس شخص کو سفر پر جانا پڑا تو وہ حضرت خضرؑ سے کہنے لگا میرا خیال ہے کہ تم امین شخص ہو، پس تم میری جانشینی کرو اور اچھی طرح سے قائم مقامی کے فرائض انجام دینا، لیکن مجھے یہ پسند نہیں کہ تمہیں مشقت و تکلیف میں ڈالوں، فرمایا نہیں مجھے مشقت میں نہیں ڈال رہے ہو۔

وہ شخص کہنے لگا میرے واپس آنے تک تم کچھ اینٹیں میرے لیے بناؤ پس وہ شخص سفر پر چلا گیا اور جب واپس آیا تو جناب خضرؑ اس کے لیے ایک پختہ مکان بنا چکے تھے، پس وہ شخص کہنے لگا وجہ خدا کا واسطہ دے کر تم سے ایک سوال کرتا ہوں کہ تمہارا حسب اور

تمہارا معاملہ کیا ہے۔

جناب خضرؑ نے فرمایا کہ تو نے امر عظیم کے ذریعہ مجھ سے سوال کیا اور وہ ہے وجہ خداوند اور وجہ خدا نے ہی مجھے غلامی میں ڈالا ہے اب میں تجھے بتاتا ہوں میں وہی خضرؑ ہوں کہ جس کا نام لے کر ایک مسکین نے مجھ سے سوال کیا تھا اور میرے پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی جو میں اس کو دیتا، اور اس نے وجہ خدا سے سوال کیا تھا، پس میں نے خود کو اس کی غلامی میں دے دیا اور اس نے مجھے فروخت کر دیا، اور تجھے میں خبر دوں کہ جس شخص سے بوجہ خدا سوال کریں اور وہ سائل کو رد کر دے باوجودیکہ اس پر قدرت رکھتا ہو تو وہ قیامت کے دن اس حاجت پر کھڑا ہوگا کہ اس کے چہرے پر کھال گوشت اور خون نہیں ہوگا سوائے ہلتی ہڈیوں کے اور وہ شخص حرکت نہیں کر سکے گا۔

وہ شخص کہنے لگا کہ میں نے آپ کو نہ پہچاننے کی وجہ سے مشقت و زحمت میں ڈالا ہے حضرتؑ نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں، تو نے مجھے اپنے پاس رکھا اور مجھ سے نیکی کی، وہ کہنے لگا میرے ماں باپ آپؑ پر قربان جائیں آپ میرے اہل و عیال و مال میں حکم کیجئے، جو کچھ خداوند عالم آپؑ کے لیے روشن کرے، یعنی یہاں رہ جایئے اور جو چاہیں کریں میں آپؑ کو اختیار دیتا ہوں، آپؑ جہاں چاہیں چلے جایئے، آپؑ نے فرمایا کہ مجھے آزاد کر دو تا کہ میں خدا کی عبادت کر سکوں، تو اس شخص نے ایسا ہی کیا، پس حضرت خضرؑ نے فرمایا حمد ہے اس خدا کی جس نے مجھے غلامی میں ڈالا اور پھر اس سے نجات دی۔

چھٹی خبر! قطب راوندی نے روایت کی ہے کہ متوکل، واثق یا کسی اور خلیفہ نے اپنے لشکر کو حکم دیا جو کہ نوے ہزار ترکوں پر مشتمل تھا اور وہ سامرہ میں رہتا تھا کہ ہر شخص اپنے گھوڑے کا توبرہ سرخ مٹی سے پر کرے اور ایک وسیع بیابان میں ایک جگہ تھی، اس میں ایک دوسرے کی مٹی پر ڈالتے جائیں، انہوں نے ایسا ہی کیا تو ایک بڑے پہاڑ کے برابر جگہ ہوگئی اور اس کا نام تل مخالی (توبرے) رکھ دیا، اس وقت وہ خلیفہ اس ٹیلہ کے اوپر چڑھ گیا اور حضرت امام نقی علیہ السلام کو بھی وہاں بلایا اور کہنے لگا میں نے آپؑ کو یہاں اس لیے بلایا ہے تا کہ آپؑ میرے لشکر کو دیکھیں اور اس نے اپنے لشکر کو حکم دے رکھا تھا کہ پوری زیب و زینت اور تمام ہتھیاروں کے ساتھ حاضر ہوں اور اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ اپنی شان و شوکت اور دبدبہ واقتدار دکھائے تا کہ حضرتؑ یا آپؑ کے اہل بیتؑ میں سے کوئی شخص کہیں خروج کا ارادہ نہ کرے۔

حضرتؑ نے فرمایا آیا چاہتے ہوں کہ میں بھی تمہیں اپنا لشکر دکھاؤں، وہ کہنے لگا جی ہاں، پس حضرتؑ نے دعا کی اور فرمایا دیکھو۔

جب اس نے نگاہ کی تو دیکھا کہ آسمان اور زمین کی درمیانی فضا مشرق سے لے کر مغرب تک ملائکہ سے پر ہے اور سب ہتھیاروں سے لیس ہیں، جب خلیفہ نے یہ حالت دیکھی تو اسے غش آ گیا، جب ہوش آیا تو حضرتؑ نے فرمایا کہ ہمیں تمہاری دنیا سے کوئی سروکار نہیں ہے امر آخرت میں مشغول ہیں اور تمہیں کوئی خدشہ اس چیز کا نہ رہے جو تم نے گمان کیا ہے یعنی اگر تمہیں یہ گمان ہے کہ ہم تمہارے خلاف خروج کریں گے تو اس خیال سے راحت و آرام میں رہو ہم ایسا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔

ساتویں خبر! شیخ طوسی اور دوسرے اعلام نے اسحاق بن عبداللہ علوی عریضی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میرے والد اور

چچاؤں کے درمیان اختلاف ہوا ان چار دنوں کے متعلق کہ سال میں جن کا روزہ رکھنا مستحب ہے، پس وہ حضرت سوار ہوئے اور امام نقی علیہ السلام کی خدمت میں گئے اور آپؑ اس وقت مقام صریا میں مقیم تھے، اس سے پہلے کہ آپؑ سامرہ جاتے یہ لوگ آپؑ کی خدمت میں پہنچ گئے تو آپؑ نے فرمایا کہ تم اس لیے آئے ہو کہ ان چار دنوں کے متعلق سوال کرو کہ سال میں جن کا روزہ رکھنا مستحب ہے۔

کہنے لگے جی ہاں ہم صرف اسی چیز کے تعین کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔

فرمایا وہ چار دن یہ ہیں ایک سترہ ربیع الاول کہ جس دن رسول خداؐ پیدا ہوئے تھے، دوسرا ستائیس رجب کہ جس دن آپؐ مبعوث برسالت ہوئے اور تیسرا دن پچیس ذیقعدہ کا ہے کہ جس دن زمین بچھائی گئی اور چوتھا اٹھارہ ذی الحجہ کا ہے اور وہ غدیر کا دن ہے۔

آٹھویں خبر! قطب راوندی نے کہا ہے کہ حضرت علی بن محمد ہادی علیہ السلام میں خصال امامت جمع تھیں اور آپؑ میں فضل و علم و خصال خیر بدرجہ کمال تھے او[ر آ]پؑ کے تمام اخلاق مثل آپؑ کے آباؤ اجداد کے اخلاق کے فارق عادت تھے، جب رات ہوتی تو آپؑ قبلہ رخ ہو کر عبادت میں مشغول ہو جاتے اور ایک لحظہ عبادت سے غافل نہ رہتے، اور آپؑ کا جسم مبارک پر ریشم کا جبہ ہوتا اور آپؑ کا سجادہ ایک حصیر کا تھا، اگر ہم آپؑ کے محاسن شمائل کو بیان کریں تو کتاب طویل ہو جائے گی۔

تیسری فصل

امام علی نقی علیہ السلام کے دلائل اور معجزات

ہم اس سلسلہ میں چند اخبار پر اکتفاء کرتے ہیں۔

پہلی خبر! امالی ابن الشیخ میں منصوری اور کافور خادم سے مروی ہے کہ سامرہ میں آپؑ کا ایک ہمسایہ تھا کہ جسے یونس نقاش کہتے تھے وہ زیادہ اوقات حضرتؑ کی خدمت میں گزارتا تھا اور آپؑ کی خدمت کرتا تھا ایک دن وہ آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آنحالیکہ وہ کانپ رہا تھا، عرض کرنے لگا اے میرے سید و سردار میں وصیت کرتا ہوں کہ میرے اہل خانہ کے ساتھ آپؑ اچھا برتاؤ کرنا۔

حضرتؑ نے فرمایا کہ کیا بات ہے اور تبسم فرماتے رہے عرض کیا کہ موسیٰ بن بغا نے ایک نگین مجھے دیا تھا تا کہ میں اس پر نقش کروں اور وہ نگینہ خوبی و پرگی کی وجہ سے ایسا ہے کہ اس کی کوئی قیمت نہیں کر سکتا جب میں نے چاہا کہ اس پر نقش کروں تو وہ ٹوٹ کر دو حصے ہو گیا اور کل اس کے وعدہ کا دن ہے، اور موسیٰ بن بغا یا تو مجھے ہزار تازیانہ لگائے گا یا قتل کر دے گا۔

حضرتؑ نے فرمایا کہ تم اپنے گھر کل تک جا کر رہو اور تم سوائے بھلائی کے کچھ نہیں دیکھو گے، دوسرے دن اول صبح حضرتؑ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ موسیٰ بن بغا کا قاصد نگینہ کے لیے آیا ہے۔

فرمایا اس کے پاس جاؤ اور تمہیں سوائے خیر وخوبی کے کچھ نہیں نظر آئے گا، وہ شخص کہنے لگا جب اس کے پاس جاؤں تو کیا کہوں حضرتؑ نے فرمایا تم اس کے پاس جاؤ اور سنو کہ وہ تم سے کیا کہتا ہے اور سوائے خیر کے کچھ نہیں ہوگا، وہ نقاش چلا گیا اور کچھ دیر بعد ہنستا ہوا واپس آیا اور عرض کیا کہ میں جب موسیٰ کے پاس گیا تو اس نے کہا کہ میری کنیزیں اس نگینہ کے لیے جھگڑ رہی ہیں آیا ممکن ہے کہ آپ اس کے دو کر دیں تا کہ دو نگینے ہو جائیں اور ان کا جھگڑا ختم ہو جائے، جب آپؑ نے سنا تو حمد خدا بجالائے اور فرمایا پھر تو نے اس کے جواب میں کیا کہا ہے کہنے لگا میں نے کہا ہے کہ مجھے مہلت دو تا کہ میں اس معاملہ میں غور وفکر کروں، حضرتؑ نے فرمایا اچھا جواب دیا ہے۔

دوسری خبر! شیخ صدوق نے امالی میں ابو ہاشم جعفری سے روایت کی ہے کہتے ہیں کہ ایک دفعہ فقر وفاقہ کی مجھ پر شدت ہوئی تو میں امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوا آپؑ نے مجھے اجازت بخشی اور فرمایا اے ابو ہاشم تو خدا کی عطاء کردہ نعمتوں میں سے کس شکر ادا کر سکتا ہے، ابو ہاشم کہتا ہے کہ میں نہ سمجھا کہ آپؑ کو کیا جواب دوں، حضرتؑ نے ابتدا کی اور فرمایا خدا نے ایمان تجھے عطاء فرمایا پس اس کی وجہ سے تیرا بدن آتش جہنم پر حرام کیا اور تجھے عافیت وسلامتی عطا کی تا کہ اطاعت کرنے کی وجہ سے تجھ پر عنایت کرے اور خدا نے تجھے قناعت دی ہے تا کہ آبرو ریزی سے تجھے محفوظ رکھے،

اے ابو ہاشم میں نے ابتدا تجھے یہ کلمات اس لیے کہے ہیں کہ چونکہ میرا گمان ہے کہ تو نے ارادہ کیا ہے کہ میرے پاس اس کی شکایت کرے کہ جس نے یہ تمام انعام تجھ پر کئے ہیں اور میں نے حکم دیا ہے کہ سو دینار زرسرخ کے تجھے دیں پس لے لے۔

مولف کہتا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان سب نعمات الٰہیہ میں سے افضل ہے، کیونکہ تمام اعمال کی قبولیت کا دارومدار اسی پر ہے۔

اور بحار کی پندرہویں جلد میں ہے، باب الرضا بموہبۃ الایمان یعنی یہ باب ایمان کی بخشش پر راضی رہنے کے لیے ہے اور یہ کہ ایمان سب نعمتوں سے زیادہ عظیم ہے، پس ہم اللہ سبحانہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ایمان کو ہمارے دلوں میں ثابت رکھے اور ہمارے نامہ اعمال کو گناہوں سے پاک رکھے اور ایمان کے بعد نعمت عافیت وسلامتی ہے، پس اللہ تعالیٰ سے عافیت دنیا وآخرت کا سوال کرتے ہیں۔

روایت ہے کہ رسول خداؐ کی خدمت میں عرض ہوا کہ اگر میں لیلۃ القدر کو پالوں تو اپنے خدا سے کیا چاہوں، فرمایا عافیت چاہو اور عافیت کے بعد نعمت قناعت ہے آیہ شریفہ من عمل صالحاً من ذکر او انثیٰ وھو مومن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ۔

(اس کا ظاہر معنی یہ ہے کہ جو شخص نیک عمل کرے یعنی کردار شائستہ، وہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو، کیونکہ عمل بغیر ایمان مستحق جزا نہیں ہے، پس البتہ ہم اسے دنیا میں پاک خوش زندگی دیں گے) کے ذیل میں معصوم سے سوال ہوا کہ یہ حیاۃ طیبہ جو کہ خوش زندگی ہے یہ کیا ہے، فرمایا قناعت۔

اور حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ کوئی مال موجود چیز پر قناعت کرنے سے زیادہ نفع بخش نہیں، فقیر کہتا ہے کہ روایات قناعت کی فضیلت میں بہت ہیں، لیکن اس جگہ نقل کرنے کی گنجائش نہیں، منقول ہے کہ ایک حکیم سے کہا گیا کہ سونے سے بہتر کوئی چیز آپ نے دیکھی ہے، کہنے لگا ہاں وہ قناعت ہے۔

اس لیے بعض حکماء کے کلام میں ہے کہ اس نے کہا استغناؤك عن الشي خير من استغنائك به کسی چیز سے مستغنی ہو جانا اس سے بہتر ہے کہ اس کے ذریعہ سے غنی حاصل کرو، کہا گیا ہے کہ دیو جانس کلبی جو کہ اساطین حکماء یونان میں سے ایک ہے، وہ شخص متقشف وزاہد تھا اور اس نے کسی چیز کا ذخیرہ نہیں کیا تھا، اور اس نے اپنے لیے رہنے کی کوئی جگہ بھی نہیں بنائی تھی، جب اسکندر نے اسے اپنے دربار میں بلایا، وہ حکیم اسکندر کے قاصد سے کہنے لگا، اسکندر سے کہو کہ جو چیز تجھے میرے پاس آنے سے روک رہی ہے اسی چیز نے مجھے تیرے پاس آنے سے باز رکھا ہے، جس نے تجھے منع کیا وہ تیری سلطنت ہے اور جس نے مجھے روکا وہ میری قناعت ہے کسی نے بہت اچھا کہا ہے وجدت القناعة اصل الغناء وصرت باذيالها ممتسك فلا ذا يراني على بابه ولا ذا يراني به منهمك وعشت غنياً بلا درهم امر على الناس شبه الملك.

یعنی میں نے قناعت کو غنی وتونگری کی اصل وجڑ پایا ہے اور میں اس کے دامن سے وابستہ ہو گیا ہوں، پس نہ یہ شخص مجھے اپنے دروازے پر دیکھتا ہے اور نہ یہ مجھے تونگری حاصل کرنے میں گھسا ہوا دیکھتا ہے، اور میں تونگر ہوں بغیر درہم و دینار کے اور میں لوگوں کے سامنے بادشاہ کی طرح گزرتا ہوں۔

کیمائے کنم ترا تعلیم
کہ دراکسیر و ضامت نیست
رو قناعت گزیں کہ درعالم
کیمیائے بہ از قناعت نیست

اور مولانا الرضا کی طرف یہ شعر منسوب ہیں۔

لبست بالعفة ثوب الغنى
وصرت امسي شامخ الراس
لست الى الناس قتسانسا
لكنني انس بالناس!
اذا رايت التيه من ذي الغنى
تهت على التايه باليأس

ماان	تفاخرت	علی	معدم
ولا	تضعضعت	لا	فلاس

پاکدامنی کی وجہ سے میں نے تونگری کا لباس پہن لیا اور میں سر اونچا کر کے چلتا ہوں، میں جانوروں کے ساتھ مانوس نہیں ہوتا، بلکہ لوگوں کے ساتھ انس پکڑتا ہوں، جب میں تونگر میں تکبر دیکھتا ہوں تو متکبر سے ناامیدی اور اس کی وجہ سے تکبر کرتا ہوں، میں نے کبھی فقیر پر فخر نہیں کیا اور نہ کبھی فقر و فاقہ سے گھبرایا ہوں۔

تیسری خبر! ابن شہر آشوب اور قطب راوندی نے ابو ہاشم جعفری سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوا تو آپؑ نے مجھ سے ہندی زبان میں گفتگو کی، میں صحیح طور پر جواب نہ دے سکا آپؑ کے پاس ایک کوزہ پڑا تھا جو سنگریزوں سے پر تھا، پس آپؑ نے سنگریزہ اٹھایا اور اُسے چوس کر میری طرف پھینکا، میں نے اسے منہ میں رکھ لیا، خدا کی قسم میں آپؑ کی خدمت سے نہیں اٹھا تھا، مگر یہ کہ تہتر زبانوں میں گفتگو کر سکتا تھا کہ جن میں سے پہلی ہندی زبان تھی۔

چوتھی خبر! نیز ابو ہاشم جعفری سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے مولا حضرت امام علی نقی ہادی علیہ السلام سے شکایت کی کہ جب میں آپؑ کی خدمت سے سامرہ سے رخصت ہوتا ہوں اور بغداد جاتا ہوں تو آپ کی ملاقات کا شوق مجھ میں پیدا ہو جاتا ہے اور میرے پاس کوئی سواری سوائے اس ٹٹو کے کہ جو کمزور ہے نہیں ہوتی اور حضرتؑ سے خواہش کی کہ آپؑ اپنی زیارت پر قادر ہونے کی میرے لیے دعا فرمائیں، حضرتؑ نے فرمایا اے ابو ہاشم خدا تجھے قوت دے اور تیرے ٹٹو کو بھی، حضرت کی دعا کے بعد یہ عالم تھا کہ ابو ہاشم صبح کی نماز بغداد میں پڑھتے اور اپنے ٹٹو پر سوار ہو جاتے اور وہ بغداد و سامرہ کی درمیانی مسافت کو طے کرتے اور اسی دن زوال کے وقت سامرہ میں پہنچ جاتے اور اگر چاہتے تو اسی دن بغداد کی طرف واپس چلے جاتے اور یہ عجیب دلائل میں سے تھا جو مشاہدہ میں آتا تھا۔

پانچویں خبر! امالی شیخ طوسی میں حضرت امام علی نقی علیہ السلام سے روایت ہوئی ہے کہ میں سامرہ میں کراہت و ناپسندی کی حالت میں آیا، اب اگر یہاں سے جاؤں تو کراہت و ناپسندیدگی میں جاؤں گا۔

راوی نے کہا اے میرے آقا و سردار یہ کس لیے فرمایا، اس کی آب و ہوا کی اچھائی اور یہاں درد و تکلیف نہ ہونے کی وجہ سے، پھر آپؑ نے فرمایا کہ سامرہ خراب ہوگا، یہاں تک کہ اس میں صرف ایک سرائے اور گزرنے والوں کے لیے سبزی ہوگی۔

چھٹی خبر! قطب راوندی نے روایت کی ہے کہ اہل اصفہان کی ایک جماعت روایت کرتی ہے کہ اصفہان میں ایک شخص تھا کہ جسے عبدالرحمن کہتے تھے اور وہ شیعہ مذہب کا تھا، لوگوں نے اس سے کہا کہ تو نے کس طرح شیعہ مذہب اختیار کیا ہے اور امام علی نقی

علیہ السلام کی امامت کا قائل ہوا۔

وہ کہنے لگا ایک معجزہ کی وجہ سے جو میں نے دیکھا تھا اور اس کا واقعہ اس طرح ہے کہ میں فقیر و محتاج تھا باوجود اس کے میں صاحب جرات تھا، ایک سال مجھے اہل صفان نے ایک گروہ کے ساتھ ظلم کی فریاد کے لیے متوکل کے پاس بھیجا، جب ہم متوکل کے پاس پہنچے تو ایک دن ہم اس کے مکان کے دروازے پر حاضر تھے کہ امام علی نقی علیہ السلام کو طلب کرنے کا حکم ہوا، میں نے ایک شخص سے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے کہ جس کے حاضر کرنے کا متوکل نے حکم دیا ہے، اس نے کہا کہ یہ علویین میں سے ایک شخص ہے کہ رافضی جسے امام سمجھتے ہیں، پھر وہ کہنے لگا کہ ممکن ہے کہ متوکل نے اسے قتل کرنے کے لیے بلایا ہو، میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں اس وقت تک یہاں سے نہیں جاؤں گا جب تک کہ وہ علوی نہ آجائے، اور میں اسے دیکھ نہ لوں، پس اچانک ایک شخص گھوڑے پر سوار آیا اور لوگ اس کے احترام میں دائیں بائیں صف کشیدہ ہو گئے اور اسے دیکھنے لگے، پس جب میری نظر آپؑ پر پڑی تو ان کی محبت میرے دل میں گھر کر گئی اور میں دل ہی دل میں ان کے لیے دعا کرنے لگا کہ خداوند عالم متوکل کے شر سے ان کو محفوظ رکھ۔

آنجنابؑ لوگوں کے درمیان سے گزر رہے تھے کہ درآنحالیکہ آپؑ کی نگاہ اپنے گھوڑے کی گردن کے بالوں پر تھی اور دوسری طرف نہیں دیکھتے تھے، یہاں تک کہ میرے قریب پہنچے اور میں آپؑ کے حق میں دعا کرنے میں مشغول تھا جب میرے مدمقابل پہنچے تو فرمایا کہ خدا تیری دعا قبول کرے اور تیری عمر کو طویل اور تیرے مال و اولاد کو زیادہ کرے، جب میں نے یہ سنا تو مجھے لرزہ طاری ہوا اور ساتھیوں کے درمیان گر پڑا۔

تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تجھے کیا ہو گیا ہے میں نے کہا کہ خیر ہے اور میں نے اپنی حالت کسی سے بیان نہ کی جب میں اصفہان کی طرف واپس آیا تو خداوند عالم نے مجھے بہت سا مال دیا اب جو مال میرے پاس گھر میں موجود ہے اس کی قیمت دس لاکھ درہم ہے علاوہ اس کے جو گھر سے باہر ہے، اور میری اولادیں دس ہیں اور میری عمر بھی ستر سال سے اوپر ہو چکی ہے اور میں اس شخص کی امامت کا قائل ہوں جس نے مجھے میرے دل کی بات بتائی اور اس کی دعا میرے حق میں قبول ہوئی۔

ساتویں خبر! نیز قطب راوندی نے ایک روایت کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ متوکل کے زمانہ میں ایک عورت نے دعویٰ کیا کہ میں زینب بنت فاطمہ زہرا علیہا السلام ہوں۔

متوکل کہنے لگا کہ جناب زینبؑ کے زمانہ سے لے کر اب تک، بہت زیادہ سال گزر گئے ہیں اور تو تو ابھی جوان ہے۔

وہ کہنے لگی کہ رسول خداؐ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا تھا اور دعا کی تھی کہ ہر چالیس سال کے بعد میری جوانی عود کر آئے گی، متوکل نے مشائخ بزرگان آل ابو طالب و اولاد عباس اور قریش کو جمع کیا، سب کہنے لگے کہ وہ جھوٹ بولتی ہے، جناب زینب نے تو فلاں سال میں وفات پائی ہے۔

وہ عورت کہنے لگی کہ یہ سب جھوٹ بولتے ہیں میں لوگوں سے پوشیدہ رہتی تھی، اور کوئی شخص میرے حالات سے باخبر نہیں تھا، اب میں ظاہر ہوئی ہوں۔

متوکل نے قسم کھائی کہ حجت ودلیل کے ساتھ اس کے دعویٰ کو باطل کرنا چاہیے، وہ کہنے لگے پھر کسی کو بھیجو تا کہ فرزند رضاؑ کو بلا لائیں، شاید وہ کسی حجت سے اس عورت کی بات کو باطل کریں۔

متوکل نے آپؑ کو بلایا اور اس عورت کا قصہ آپؑ سے بیان کیا، آپ نے فرمایا یہ جھوٹ بولتی ہے جناب زینب علیہا السلام نے تو فلاں سال میں وفات پائی ہے۔

وہ کہنے لگا یہ بات تو یہ حضرات بھی کر چکے ہیں، اس کے قول کے بطلان پر کوئی حجت ودلیل بیان کیجئے، فرمایا اس کے قول کے بطلان کی دلیل یہ ہے کہ اولاد جناب فاطمہ علیہا السلام کا گوشت درندوں پر حرام ہے اس کو شیروں کے پاس بھیج دو، اگر یہ سچ کہتی ہے تو اسے شیر نہیں کھائیں گے۔

متوکل نے اس عورت سے کہا کہ اب کیا کہتی ہے، وہ کہنے لگی یہ شخص چاہتا ہے کہ مجھے اس سبب سے قتل کرے۔

حضرتؑ نے فرمایا یہ لوگ اولاد فاطمہؑ سے ہیں جس کو چاہو بھیج دو تا کہ یہ مطلب واضح ہو جائے۔

راوی کہتا ہے اس وقت سب کے ہوش اڑ گئے، بعض کہنے لگے کیوں دوسروں کا حوالہ دیتا ہے، خود کیوں نہیں جاتا۔

متوکل کہنے لگا اے ابوالحسنؑ آپؑ خود ان کے پاس کیوں نہیں جاتے، آپؑ نے فرمایا یہ تیری خواہش پر ہے، اگر چاہو تو میں ان کے پاس چلا جاتا ہوں، متوکل نے اس چیز کو غنیمت سمجھا، کہنے لگا کہ آپؑ خود درندوں کے پاس تشریف لے جائیں، پس سیڑھی رکھ دی گئی اور حضرتؑ درندوں کی جگہ چلے گئے اور وہاں جا کر بیٹھ گئے شیر آپؑ کی خدمت میں آئے اور خضوع وخشوع سے اپنے سر آپؑ کے سامنے زمین پر رکھ دیئے، اور حضرتؑ اپنا ہاتھ ان کے سروں پر پھیرتے رہے، پھر انہیں حکم دیا کہ ایک طرف لوٹ جاؤ، سب ایک طرف ہو گئے اور حضرتؑ کے حکم کی اطاعت کی، وزیر متوکل نے کہا یہ کام درست نہیں ہے، آنجنابؑ کو جلدی سے بلاؤ تا کہ لوگ یہ چیز نہ دیکھنے پائیں، ابھی آپؑ نے پاؤں سیڑھی پر رکھا ہی تھا کہ شیر آپؑ کے گرد جمع ہو گئے اور وہ اپنا جسم حضرتؑ کے لباس سے مس کرتے تھے، حضرت نے اشارہ کیا کہ واپس چلے جاؤ تو وہ واپس چلے گئے۔

پس حضرتؑ اوپر آ گئے اور فرمایا جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں اولاد فاطمہؑ سے ہوں وہ اس جگہ جا بیٹھے، اس وقت وہ عورت کہنے لگی کہ میں نے باطل دعویٰ کیا تھا، میں فلاں شخص کی بیٹی ہوں اور فقر وفاقہ نے مجھے مجبور کیا کہ یہ دعویٰ کروں۔

متوکل نے کہا کہ اسے شیروں کے پاس پھینک دو تا کہ وہ اسے چیر پھاڑ کھائیں، متوکل کی ماں نے اس کی سفارش کی تو متوکل نے اسے معاف کر دیا۔

آٹھویں خبر! شیخ مفید اور دوسرے علماء نے خیران اسباطی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں مدینہ میں گیا اور حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت سے مشرف ہوا، حضرتؑ نے مجھ سے پوچھا کہ واثق کا کیا حال ہے میں نے کہا کہ وہ خیر وعافیت سے ہے، دس دن ہوئے کہ میں اس کے پاس آیا ہوں فرمایا اہل مدینہ کہتے ہیں کہ وہ مر گیا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ میری ملاقات تمام لوگوں کی نسبت اس سے زیادہ ہے اور میں اس کے حالات سے زیادہ باخبر ہوں،

فرمایا لوگ کہتے ہیں کہ وہ مر گیا ہے۔

جب میں نے یہ کلام سنا تو میں سمجھا کہ لوگوں کے لفظ سے آپؑ کی مراد اپنی ذات ہے، پھر فرمایا جعفر نے کیا کیا ہے، میں نے عرض کیا بدترین حالت میں قید خانے میں بند تھا، فرمایا وہ خلیفہ ہو جائے گا، پھر فرمایا ابن زیات کیا کرتا تھا، میں نے کہا کہ لوگوں کے معاملات اس کے ہاتھ میں تھے اور اسی کا حکم چلتا تھا۔

فرمایا اس کی ریاست اس کے لیے شوم و بدبختی کا سبب بن جائے گی، پھر کچھ دیر خاموش رہ کر آپؑ نے فرمایا تقدیرات الٰہی اور احکام خداوندی کے جاری ہونے سے کوئی چارہ کار نہیں، اے خیران جان لو کہ واثق مر گیا ہے، اور جعفر متوکل اس کی جگہ بیٹھا ہے اور ابن زیات قتل ہو گیا ہے۔

میں نے عرض کیا قربان جاؤں یہ واقعات کب رونما ہوئے، فرمایا تیرے وہاں سے آنے سے چھ دن بعد، مولف کہتا ہے کہ واثق ہارون بن معتصم بن عباس کا نواں خلیفہ ہے اور جعفر متوکل اس کا بھائی ہے جو اس کے بعد خلیفہ ہوا اور ابن زیات بن عبدالملک کاتب صاحب تنور معروف ہے جو کہ معتصم اور واثق کے زمانہ میں امر وزارت میں مشغول تھا، جب متوکل خلیفہ ہوا تو اسے قتل کر دیا، جیسا کہ امام جواد علیہ السلام کے معجزات میں اس کی طرف اشارہ کر چکے ہیں۔

نویں خبر! شیخ طوسی نے فحام سے محمد بن احمد ہاشمی منصوری سے اس کے باپ کے چچا ابو موسیٰ عیسیٰ بن احمد بن عیسیٰ بن منصور سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن میں نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام سے عرض کیا کہ متوکل نے مجھے اپنے سے دور کر دیا ہے، میری روزی قطع کر دی ہے اور وہ مجھ سے ناراض ہو گیا ہے اور اس میں کوئی وجہ نہیں سمجھتا، سوائے اس کے کہ اسے یہ معلوم ہو گیا ہے کہ میں اس سے عقیدت رکھتا ہوں، پس جس وقت کوئی اس سے آپؑ خواہش کریں کہ جس کا قبول کرنا اس پر لازم ہو تو مناسب ہے کہ مجھ پر فضل و کرم کرتے ہوئے وہ خواہش میرے لیے قرار دیجئے۔

حضرتؑ نے فرمایا انشاء اللہ تیرا کام ٹھیک ہو جائے گا، جب رات ہوئی تو چند افراد متوکل کی طرف سے پے در پے میری تلاش میں آئے اور مجھے اس کے پاس لے گئے جب میں متوکل کے مکان کے قریب گیا تو میں نے فتح بن خاقان کو مکان کے دروازے پر کھڑے ہوئے دیکھا، کہنے لگا رات کو بھی تم اپنے مکان پر نہیں رہتے اور ہمیں تکلیف میں ڈال دیتے ہو کہ متوکل نے ہمیں تمہاری تلاش کی وجہ سے مصیبت و رنج و سختی میں ڈال رکھا ہے، پس میں متوکل کے پاس گیا اور اسے میں نے اپنے بستر پر دیکھا۔

کہنے لگا اے ابو موسیٰ ہم تجھ سے غافل ہو جاتے ہیں اور تو ہمیں فراموش کر دیتا ہے اور ہمیں اپنے حقوق یاد نہیں دلاتا، اب بتا کہ کیا کچھ تیرے ذمہ ہے میں نے کہا کہ فلاں صلہ و عطا اور فلاں رزق، پس میں نے چند چیزوں کا نام لیا تو اس نے حکم دیا کہ وہ چیزیں دگنی کر کے مجھے دیں، پر میں فتح بن خاقان سے کہا کہ امام علی نقی علیہ السلام یہاں تشریف لائے تھے، اس نے کہا کہ نہیں میں نے کہا پھر آپؑ نے کوئی خط متوکل کو بھیجا ہے کہنے لگا کہ نہیں، پس میں باہر نکلا تو فتح میرے پیچھے آیا اور کہنے لگا کہ مجھے اس میں شک نہیں کہ تو نے امام علی نقی علیہ السلام سے دعا کی خواہش کی ہے پس میرے لیے بھی حضرتؑ سے دعا

کی خواہش کر۔

جب میں حضرتؑ کی خدمت میں پہنچا تو فرمایا اے ابوموسیٰ یہ خوشی کا چہرہ، میں نے کہا جی ہاں آپؑ کی برکت سے اے میرے سید و سردار لیکن مجھے لوگوں نے بتایا ہے کہ آپ اس کے پاس نہیں گئے اور نہ ہی آپؑ نے اس سے خواہش کی ہے۔

فرمایا خداوند عالم جانتا ہے کہ ہم مہمات میں صرف اسی سے پناہ لیتے ہیں اور سختیوں اور مصیبتوں میں اسی پر توکل کرتے ہیں اور ہمیں اس نے عادی بنایا ہے کہ جب ہم سوال کریں تو وہ پورا کرتا ہے اور ہمیں ڈر ہے کہ اگر ہم اس سے عدول کریں تو وہ بھی ہم سے روگردانی کرے۔

میں نے کہا کہ فتح نے مجھے اس طرح کہا ہے فرمایا وہ ظاہر میں ہمیں دوست رکھتا ہے اور اپنے باطن میں ہم سے دور رہتا ہے، اور کسی دعا کرنے والے کے لیے دعا فائدہ مند نہیں جب تک کہ ان شرائط کے ساتھ دعا نہ کرے جب تو اطاعت خدا میں خلوص برتے اور رسولؐ خدا کی رسالت اور ہم اہل بیت کے حق کا اعتراف کرے اور پھر خدا سے کسی چیز کا سوال کرے تو وہ تجھے محروم نہیں کرے گا۔

میں نے عرض کیا اے میرے سید و سردار مجھے کوئی ایسی دعا تعلیم کیجئے کہ باقی دعاؤں میں سے مجھے اس کے ساتھ مخصوص قرار دیجئے، فرمایا یہ دعا ایسی ہے کہ جس کے ساتھ میں خدا کو بہت پکارتا ہوں اور میں نے خدا سے طلب کیا ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کو محروم نہ کرے جو میرے مشہد میں اسے پڑھے اور وہ دعا یہ ہے۔

یا عدتی عند العدد و یا رجائی و المعتمد و یا کهفی و السند و یا واحد یا احد یا قل هو الله احد اسئلك اللهم بحق من خلقته من خلقك ولم تجعل فی خلقك مثلهم احداً ان تصلی علیهم و تفعل بی کیت و کیت۔

دسویں خبر! قطب راوندی نے ہبۃ اللہ بن ابومنصور موصلی سے روایت کی ہے، وہ کہتا ہے دیار ربیعہ (جہاں ربیعہ قبیلہ رہتا تھا) میں ایک عیسائی کاتب تھا جو تواتا کے اہل کفر میں سے تھا اور اس کا نام یوسف بن یعقوب تھا اور میرے والد اور اس کے درمیان دوستی تھی، پس وہ ایک دفعہ میرے والد کے ہاں آیا تو اس نے پوچھا کہ اس وقت کس لیے آئے ہو، کہنے لگا کہ مجھے متوکل نے بلایا ہے، لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ اس نے مجھے کیوں بلایا ہے مگر یہ کہ میں نے اپنی وصیت وسلامتی خداوند عالم سے سو اشرفی پر خریدی ہے اور وہ رقم اپنے ساتھ اٹھا کر لایا ہوں تاکہ وہ حضرت علی بن محمد رضا علیہ السلام کو دوں، میرا والد کہنے لگا کہ تو اس ارادہ میں موفق ہوا ہے جو تو نے کیا ہے پس وہ عیسائی متوکل کے پاس جانے کے لیے باہر گیا اور تھوڑے دنوں کے بعد واپس ہمارے پاس خوشحال و شاداں آیا، میرے والد نے اس سے کہا کہ اپنے حالات ہم سے بیان کرو، کہنے لگا میں سامرہ گیا اور اس سے پہلے کبھی سامرہ نہیں گیا تھا میں ایک مکان میں اترا اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ بہتر یہ ہے کہ متوکل کے پاس جانے سے پہلے یہ سو اشرفی اس سے پہلے کہ مجھے کوئی پہچانے اور میری آمد کو سمجھے فرزند رضا علیہ السلام کو پہنچا دوں اور مجھے معلوم ہوا کہ متوکل نے فرزند رضا علیہ السلام کو سوار ہونے سے منع کر

رکھا ہے اور وہ اپنے مکان پر ہی رہتے ہیں۔

میں نے دل میں کہا کہ کیا کروں، میں عیسائی شخص ہوں، اگر فرزند رضا علیہ السلام کے گھر کا اتہ پتہ کسی سے پوچھوں تو اس سے مامون نہیں ہوں کہ یہ خبر بڑی جلدی متوکل تک پہنچ جائے گی اور یہ اس چیز کی زیادتی کا سبب بنے کہ جس کی وجہ سے میں اس سے ڈر رہا ہوں، پس میں نے ایک گھنٹہ تک اس پر غور وفکر کی تو میرے دل میں آیا کہ میں اپنے گدھے پر سوار ہو جاؤں اور شہر میں پھرتا رہوں اور اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دوں، جہاں چاہیے جائے شاید اس دوران حضرتؑ کے مکان کی اطلاع مل جائے بغیر اس کے کہ کسی سے پوچھوں۔

پس میں نے وہ رقم ایک کاغذ میں لپیٹ کر اپنے کیسہ میں رکھ لی، اور اپنے گدھے پر سوار ہو گیا، پس وہ جانور اپنی خواہش پر جا رہا تھا یہاں تک کہ وہ کوچہ و بازار سے گزر کر ایک مکان کے دروازے پر جا کر رک گیا، پس میں نے کوشش کی کہ آگے چلے لیکن اس نے حرکت نہ کی، میں نے اپنے غلام سے کہا کہ ذرا پوچھو یہ کس کا مکان ہے، لوگوں نے بتایا کہ یہ فرزند رضا علیہ السلام کا مکان ہے۔

میں نے کہا اللہ اکبر خدا کی قسم یہ دلیل کافی ہے اچانک ایک سیاہ فام غلام گھر سے باہر نکلا اور کہنے لگا کہ یوسف بن یعقوب تو ہے، میں نے کہا ہاں، وہ کہنے لگا کہ اپنی سواری سے اترو، میں اترا تو اس نے مجھے دہلیز میں بٹھا دیا اور خود مکان کے اندر چلا گیا، میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ بھی دوسری دلیل ہے اس غلام کو میرے نام کا علم کہاں سے ہوا، حالانکہ اس شہر میں کوئی بھی ایسا نہیں جو مجھے پہچانتا ہو اور میں اس شہر میں کبھی بھی نہیں آتا، پس وہ خادم باہر آیا اور کہنے لگا جو سو اشرفی تو نے کاغذ میں لپیٹ کر کیسہ میں رکھی ہوئی ہیں وہ لے آ۔ میں نے وہ رقم نکال کر اس کو دے دی اور کہا کہ یہ تیسری دلیل ہے۔

پھر وہ خادم واپس آیا اور کہنے لگا کہ اندر آ جاؤ، پس میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ آپ تنہا اپنی جگہ پر بیٹھے تھے، فرمایا اے یوسف آیا تیری ہدایت کا زمانہ نہیں آیا۔

میں نے عرض کیا سے میرے مولا میرے لیے اس قدر برہان و دلیل ظاہر ہوئی ہے کہ جو کافی ہے فرمایا ہیہات (دور کی بات) تو اسلام نہیں لائے گا، البتہ تیرا فلاں بیٹا اسلام لائے گا اور وہ ہمارا شیعہ ہے، اے یوسف کچھ لوگوں کو یہ گمان ہے کہ ہماری ولایت و دوستی تمہارے جیسے اشخاص کو فائدہ نہیں دیتی خدا کی قسم وہ جھوٹ بولتے ہیں وہ تمہارے جیسے اشخاص کو بھی نفع دیتی ہے پس جاؤ اس چیز کی طرف کہ جس کے لیے آئے ہو بیشک تم وہ کچھ دیکھو گے جو دوست رکھتے ہو۔

یوسف کہتا ہے پس میں متوکل کے پاس گیا اور اس مقصد تک پہنچا کہ جس کا میں ارادہ رکھتا تھا، پھر میں واپس آ گیا ہبۃ اللہ راوی کہتا ہے کہ میں نے اس کے بیٹے سے اس کے باپ کے مرنے کے بعد ملاقات کی خدا کی قسم وہ مسلمان اور اچھا شیعہ تھا، پس اس نے مجھے خبر دی کہ اس کا باپ حالت عیسائیت ہی میں مرا اور وہ اسلام لے آیا، اور اپنے باپ کی موت کے بعد وہ کہا کرتا تھا کہ میں اپنے مولا کی بشارت ہوں۔

گیارہویں خبر! شیخ طبرسی نے ابوالحسین سعید بن سہل بصری سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ جعفر بن قاسم ہاشمی بصری وقف

کا قائل تھا (یعنی امام موسیٰ تک رک جانا اور کہنا کہ ان کے بعد کوئی امام نہیں) اور میں اس کے ساتھ سامرہ میں تھا کہ اچانک امام ابوالحسن علی نقی علیہ السلام نے اسے ایک راستہ پر دیکھا، اس سے فرمایا کہ تم کب تک سوتے رہو گے، کیا وہ وقت نہیں آیا کہ تم اپنے خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ۔

جعفر نے کہا تو نے سنا جو کچھ علی بن محمد علیہ السلام نے مجھے کہا ہے۔ قد واللہ قدح فی قلبی شیئا، خدا کی قسم اس نے میرے دل کی ایک چیز پر اثر کیا ہے، پس چند دنوں کے بعد خلیفہ کی اولاد میں سے کسی کا ولیمہ تھا اور ہمیں اس کی دعوت تھی اور امام علی نقی علیہ السلام بھی ہمارے ساتھ مدعو تھے،

جب آپؑ وہاں تشریف لائے تو آپؑ کے احترام میں سب لوگ خاموش ہو گئے ایک جوان اس مجلس میں تھا اس نے آپؑ کا احترام نہ کیا اور باتیں کرنے اور ہنسنے لگا۔

حضرتؑ نے اس کی طرف رخ کیا، اور فرمایا اے فلاں تو ہنسی سے اپنا دہن پر کرتا ہے اور ذکر خدا سے غافل ہے حالانکہ تو تین دن بعد اہل قبور میں سے ہوگا۔

راوی کہتا ہے کہ ہم نے کہا یہ چیز ہماری دلیل ہو جائے گی، دیکھیں کہ کیا ہوتا ہے اس جوان نے آپ کا کلام سننے کے بعد سکوت کیا اور ہنسنے اور باتیں کرنے سے منہ بند کیا، ہم کھانا کھا کر باہر آگئے دوسرے دن وہ جوان بیمار ہو گیا اور تیسرے دن اول صبح وہ فوت ہو گیا اور دن کے آخری حصہ میں اسے دفن کر دیا گیا۔

نیز سعید نے بیان کیا ہے کہ اہل سامرہ میں سے ایک شخص کے ولیمہ میں ہم جمع ہوئے اور حضرت ابوالحسن علیؑ بن محمد علیہ السلام بھی وہاں تشریف رکھتے تھے، پس ایک شخص کھیل تماشہ اور مزاح کرنے لگا اور اس نے حضرتؑ کی جلالت و احترام کا خیال نہ کیا، پس حضرتؑ نے جعفر سے فرمایا کہ یہ شخص اس کھانے میں سے کھانا نہیں کھا سکے گا اور بہت جلدی اسے ایسی خبر ملے گی جو اس کے عیش و عشرت کو ناخوش اور ناگوار بنا دے گی، پس خوان طعام لے آئے جعفر کہنے لگا اس کے بعد کوئی بات نہیں ہوگی اور علیؑ بن محمد علیہ السلام کا قول باطل ہو گیا، خدا کی قسم اس شخص نے اپنے ہاتھ کھانا کھانے کے لیے دھوئے اور کھانے کے لیے گیا، اس حالت میں اچانک اس کا غلام روتا ہوا دروازے سے آیا اور کہنے لگا اپنی ماں کی خبر لو جو مکان کی چھت سے گر پڑی ہے اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہے۔

جعفر نے جب یہ دیکھا تو کہنے لگا خدا کی قسم اب میں وقف کا قائل نہیں رہوں گا اور اپنے آپ کو واقفہ سے الگ کر لیا اور حضرتؑ کی امامت کا اعتقاد اختیار کر لیا۔

بارھویں خبر! ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ ایک شخص حضرت ہادی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا درآنحالیکہ وہ خوفزدہ تھا اور کانپ رہا تھا اور عرض کیا کہ میرے بیٹے کو آپؑ کی محبت کی وجہ سے گرفتار کر لیا گیا ہے اور آج رات اسے قتل کر پھینکیں گے اور اسی جگہ اسے دفن کر دیں گے، حضرتؑ نے فرمایا کہ کیا چاہتے ہو۔

عرض کیا جو کچھ ماں باپ چاہتے ہیں یعنی اپنے بیٹے کی سلامتی چاہتے ہیں، فرمایا اس کے لیے کوئی خطرہ نہیں اور بیشک کل

تمہارا بیٹا تمہارے پاس آئے گا۔ جب صبح ہوئی تو اس کا بیٹا اس کے پاس آیا، وہ کہنے لگا اے میرے بیٹے تیرا واقعہ کس طرح ہے کہنے لگا جب انہوں نے میری قبر کھودی اور میرے ہاتھ باندھ دیئے تو دس افراد پاک و پاکیزہ وخوشبودار میرے پاس آئے اور مجھ سے رونے کا سبب پوچھا میں نے اپنے رونے کا سبب بتایا، وہ کہنے لگے اگر طالب مطلوب ہو جائے یعنی جو شخص تجھے پھینکنا چاہتا ہے اور ہلاک کرنا چاہتا ہے وہ پھینکا جائے تو تو تجرد وتنہائی کی زندگی اختیار کرے گا اور شہر سے چلا جائے گا، اور تربت رسولؐ کی ملازمت اور وہاں رہائش اختیار کرے گا، میں نے کہا ہاں۔

پس انہوں نے حاجب کو پکڑ لیا اور اسے پہاڑ کی بلندی سے گرایا اور کسی نے اس کی چیخ و پکار نہیں سنی اور نہ لوگوں نے ان دس افراد کو دیکھا اور وہ دس اشخاص مجھے آپؑ کے پاس لے آئے ہیں اور اب وہ میرے باہر آنے کے منتظر کھڑے ہیں کہ میں ان کے پاس جاؤں۔

پس اس نے اپنے باپ کو رخصت کیا اور چلا گیا، پس اس کا باپ امام علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور اس نے اپنے بیٹے کے حالات آپؑ سے بیان کئے اور بہت قسم کے لوگ آپس میں کہتے جاتے تھے کہ فلاں جوان کو انہوں نے پھینکا ہے اور اس طرح کیا ہے، اور اس طرح کیا ہے، اور امام علیہ السلام تبسم کرتے اور فرماتے کہ یہ لوگ نہیں جانتے جو کچھ کہ ہم جانتے ہیں۔

تیرہویں خبر! قطب راوندی نے ابو ہاشم جعفری سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ متوکل نے ایک مجلس (نشست گاہ) شبکہ دار بنائی تھی اس طرح کہ سورج اس کی دیوار پر گردش کرے، اور اس میں خوش الحان پرندے ٹھہرے ہوئے تھے، پس جب اس کی سلامی کا دن ہوتا تو وہ اس مجلس میں بیٹھتا تو بسبب ان پرندوں کی چیخ و پکار کے نہ وہ سن سکتا تھا کہ اسے کیا کہا جا رہا ہے اور نہ یہ سنا جاتا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

پس جب امام علی نقی علیہ السلام اس مجلس میں تشریف لاتے تو وہ پرندے خاموش ہو جاتے اس طرح کہ ان میں سے ایک پرندہ کی آواز بھی سنائی نہ دیتی اور جب حضرت اس مجلس سے اٹھ جاتے تو پرندے چیخنا چلانا شروع کر دیتے، اور متوکل کے پاس چند کبوتر تھے جس وقت آپ تشریف لاتے تو وہ حرکت بھی نہ کرتے اور جب آپؑ چلے جاتے تو وہ ایک دوسرے کے ساتھ لڑنا اور جنگ کرنا شروع کر دیتے۔

چوتھی فصل

حضرت ہادی علیہ السلام کے چند منقولہ کلمات

پہلا ارشاد! آپؑ نے فرمایا جو اپنے نفس سے راضی اور خوش رہے اور خود پسند ہو تو اس پر ناراض اور ناخوش ہونے والے

زیادہ ہو جائیں گے،فقیر کہتا ہے مناسب ہے سعدی کے یہ تین ارشاد یہاں نقل کئے جائیں۔

بچشم کسان در نیاید کسے
کہ از خود بزرگی نماید بسے
مگو تا بگوید شکرت ہزار
چو خود گفتی از کس توقع مدار
بزرگان نہ کروند در خود نگاہ
خدا بینی از خویشتن بین مخواہ

دوسرا ارشاد فرمایا صبر کرنے والے کے لیے ایک مصیبت ہے اور جزع فزع کرنے والے کے لیے دو ہیں،فقیر کہتا ہے ظاہراً جزع کرنے والی کی دو مصیبتیں (یوں ہیں) ایک تو وہ مصیبت جو اس پر وارد ہوئی ہے اور دوسری مصیبت اس مصیبت کا اجر ثواب نہ ملنا بسبب اس کی جزع و بیتابی کے جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ مصیبت زدہ تو وہ ہے جو ثواب سے محروم ہو اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاذ کے لیے ایک کاغذ پر اس کے فرزند کی موت پر اسے تعزیت دیتے ہوئے تحریر فرمایا،بیشک تیرا بیٹا خدا کی خوشگوار بخششوں میں سے تھا اور عاریۃً دی ہوئی چیزوں میں سے تھا جو بطور امانت سپرد کی جاتی ہیں،خدا نے تجھے اس سے رشک و خوشی کی حالت میں نفع پہنچایا اور اس نے اسے تجھ سے بہت سے اجر کے بدلے لے لیا ہے اور درود رحمت اور ہدایت ہے،اگر تو صبر کرے اور اس کے اجر کا خدا سے طالب ہو،پس تجھ پر دو مصیبتیں جمع نہ ہو جائیں کہ تیرا اجر حبط و ساقط ہو جائے اور تو پشیمان ہو اس چیز پر جو تجھ سے فوت ہوئی ہے۔

صبر کی مدح اور ثواب کے متعلق روایات بہت ہیں،یہاں ایک روایت اور ایک حکایت پر اکتفا کرتا ہوں۔حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب مومن کو قبر میں داخل کرتے ہیں تو نماز اس کی دائیں طرف ہوتی ہے اور زکوۃ اس کی بائیں طرف اور اس کا نیکی و احسان کرنا اس کو جہاں تک رہا ہوگا اور اس کا صبر اس کی ایک جانب ہوگا،پس جب دو سوال کرنے والے ملائکہ کے سوال کا وقت آئے گا تو صبر نماز و زکوۃ و نیکی سے کہے گا کہ اپنے ساتھی کی خبر گیری کرو،یعنی میت کی نگاہ داری کرو،پس جب اس سے عاجز آجاؤ تو پھر میں تو اس کے پاس ہی موجود ہوں،باقی رہی حکایت تو بعض تواریخ سے منقول ہے کہ کسریٰ ایران بزرجمہر حکیم پر غضب ناک ہوا اور حکم دیا کہ اسے ایک تاریک جگہ میں قید کر دیا جائے اور اسے لوہے کی زنجیروں میں قید کیا جائے پس چند دن اسی حالت میں گزر گئے تو ایک دن کسی کو بھیجا کہ وہ اس کی خبر لے اور اس کی حالت پوچھے۔

جب وہ پیغام رساں آیا تو اسے کشادہ سینے اور مطمئن سانس کے ساتھ دیکھا وہ کہنے لگا کہ تو اس تنگی و سختی میں ہے لیکن اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ تو آسائش اور فراخی میں زندگی گزار رہا ہے۔

حکیم کہنے لگا میں نے ایک معجون چھ چیزوں سے درست کی ہے اور اسے استعمال کیا ہے لہذا اس نے مجھے اس خوشحالی میں

رکھا ہوا ہے۔

وہ قاصد کہنے لگا وہ معجون ہمیں بھی دیکھا تا کہ ہم بلاؤں اور مصیبتوں میں اسے استعمال کریں، شاید ہم بھی اس سے فائدہ اٹھائیں، فرمایا وہ چھ چیزیں ہیں پہلی خدا پر اعتماد، دوسری یہ کہ جو کچھ مقدر میں ہو چکا ہے ہو کے رہے گا، تیسری یہ کہ صبر بہترین چیز ہے کہ جسے امتحان میں مبتلا شخص استعمال کرے، چوتھی یہ کہ اگر صبر نہ کروں تو کیا کروں گے، پانچویں یہ کہ شاید ایسی مصیبت وارد ہو جو اس مصیبت سے زیادہ سخت ہو، چھٹی یہ کہ ایک لحظہ سے دوسرے لحظہ تک کشائش ہے۔ جب اس مطلب کی کسریٰ کو اطلاع دی گئی تو اس نے حکم دیا اور اسے قید و بند سے رہا کر کے اس کی تعظیم کی جائے۔

تیسرا ارشاد فرمایا بیہودگی بیوقوفوں کی خوش طبعی اور جاہلوں کی کاریگری ہے، فقیر کہتا ہے کہ یہ معنی اس صورت میں ہے کہ اگر ہزل لام کے ساتھ ہو اور اگر لفظ ہزل ہمزہ کے ساتھ ہو جیسا کہ بعض نسخوں میں ہے تو پھر معنی ہے ریشخندی وفسون اور مسخرہ پن اور اس میں شک نہیں کہ یہ عمل رذیل واوباش اور پست فطرت لوگوں کا ہے اور اس عمل والے شخص کو دین ایمان کی کوئی خبر نہیں اور عقل و دانائی کا اس میں کوئی اثر و نشان نہیں اور کئی مرحلے وہ منزل انسانیت سے دور اور انسانیت کا نام اس سے متروک ہے۔

چوتھا ارشاد فرمایا بیدار رہنا نیند کو زیادہ لذیز بناتا ہے اور بھوک کھانے کو زیادہ عمدہ اور پاکیزہ کرنے والی ہے۔

پانچواں ارشاد فرمایا یاد کرو اس وقت کو جب اپنے اہل وعیال کے سامنے زمین پر پڑا ہو، پس کوئی طبیب نہیں جو تجھ سے موت کو روک سکے اور نہ کوئی دوست ہے جو تجھے اس وقت نفع پہنچائے، مولف کہتا ہے کہ حضرتؑ نے وقت احتضار کی طرف اشارہ کیا ہے، وہی حالت کہ جس کے متعلق خداوند عالم نے قرآن مجید میں ارشاد کیا ہے اذا بلغت التراقی وقیل من راق، یعنی جب روح حلق تک پہنچ جائے گی اور کہا جائے گا یعنی محتضر کے گھر والے کہیں گے کون ہے دعائیں پڑھ کر دم کرنے والا اور دوائیوں کے ساتھ علاج کرنے والا یا ملائکہ رحمت کہیں کہ کیا اسے رحمت کے آسمان کی طرف اٹھا کر لے جائیں یا ملایکہ عذاب اسے جہنم کی طرف لے چلیں، وظن انه الفراق اور مرنے والا یقین کرلے کہ جو کچھ اس پر نازل ہوا ہے یہ جدائی ہے اور یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ بندہ تو شواہد موت کا علاج کر رہا ہوتا ہے، حالانکہ اس کے جوڑ اور اعضاء ایک دوسرے کو سلام کر رہے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ تجھ پر سلام ہو تو مجھ سے اور میں تجھ سے قیامت تک کے لیے جدا ہو جاؤں گا، والتفت الساق بالساق اور ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے مل جائے گی، یعنی اس کی پنڈلیاں موت کے ہول سے اور جان کنی کی سختی اور شدت سے ایک دوسرے کے ساتھ جڑ جاتی ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ موت کی شدت کے ساتھ آخرت کی شدت جمع ہو جائے گی۔

فقیر کہتا ہے کہ میں نے مناسب سمجھا کہ اس مقام پر اس دعائے شریف کو نقل کروں تا کہ ناظرین اس کے پڑھنے سے فیض یاب ہوں۔

الٰهی کیف اصدر عن بابك بخیبة منك وقد قصدت علیٰ ثقة بك الٰهی کیف

تو یسنی من عطائك و قد امر تنی بد عائك صل علی محمد وآل محمد وارحمنی اذاشتد الا نین و حظر علی العمل وانقطع منی الامل واقضیت الی المنون وبکت علی العیون وودعنی الا ھل والا حباب وحثی علی التراب ونسی اسمی وبلی جسمی وانطمس ذکری وھجر قبری فلم یزرنی زائر ولم یذکرنی ذاکر وظھرت منی المائم واستولت علی المظالم وطالت شکایة الخصوم واتصلت دعوة المظلوم صل اللھم علی محمد وآل محمد وارض خصومی عنی بفضلك واحسانك وجد علی بعفوك ورضوانك الھی ذھبت ایام لذاتی وبقیت مآثمی وتبعاتی وقد اتیتك منیباً تائبا فلا تردنی محروماً ولا خائباً اللھم آمن روعتی واغفرزلتی وتب علی انك انت التواب الرحیم۔

الٰہی	تو کی	آگہ	از حال من
عیانست	پیش	تو	احوال من
تو کی	از	کرم	دلنواز ہمہ
بہ	بیچارگی	چارہ	شاز ہمہ
بجرم	گناہ	شرمسارم	مکن
اگر	طاعتم	روکن	درقبول
من	دوست	ودامان	آل رسول

چھٹا ارشاد فرمایا جو چیزیں مقدر ہو چکی ہیں وہ تجھے وہ چیزیں دکھاتی ہیں جنہوں نے تیرے دل میں خطور نہیں کیا۔

ساتواں ارشاد فرمایا حکمت ودانائی فاسد طبیعتوں پر اثر نہیں کرتی۔فقیر کہتا ہے کہ اسی چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خنزیروں کی گردنوں میں جواہرات نہ ڈالو، وارد ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ بنی اسرائیل میں خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا! اے بنی اسرائیل حکمت کی باتیں جاہلوں کے سامنے بیان نہ کرو ورنہ حکمت پر تم نے ظلم کیا ہے اور جو اس کے اہل ہیں ان سے منع نہ کرو ورنہ ان پر ظلم کیا ہے اور عمدہ کہا ہے کسی نے ان لکل تربة غرما ولکل بناء أسا و ما کل راس یستحق التیجان ولا کل طبیعة یستحق افادة البیان، ہر زمین کے لیے الگ درخت بوئے جاتے ہیں اور ہر منزل کی

الگ اساس ہوتی ہے اور ہر سر تاج کا مستحق نہیں ہوتا اور ہر طبیعت بیان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتی۔

قال العالم علیہ السلام آپؑ نے فرمایا ملا یکہ اس گھر میں داخل نہیں ہوتے کہ جس میں کتا ہو۔

کے در آید فرشتہ تانکی

سگ زدرودرو صورت ازدیوار

پس اگر بیان کرنا لازمی ہو تو اتنی مقدار پر اختصار کر کہ جہاں تک اس کی فہم پہنچ سکے اور جس کی اس کے ذہن میں گنجائش ہو، پس کہا گیا ہے کہ جس طرح پھلوں کا گودا لوگوں کے لیے تیار کیا گیا ہے تو ان کے چھلکے چوپاؤں کے لیے مقدر کئے گئے ہیں، پس حکمت کا گودا صاحبان عقل وفراست کے لیے ہے اور اس کے چھلکے بھیڑ بکریوں جیسے لوگوں کے لیے ہیں۔

آٹھواں ارشاد فرمایا جب زمانہ ایسا ہو کہ ظلم وجور غالب ہو تو حرام ہے کہ کسی کے متعلق تو برا گمان کرے جب تک کہ اس کی برائی کا تجھے علم نہ ہو جائے اور جب زمانہ ایسا ہو کہ ظلم وجور عدل پر غالب آجائیں تو پھر کسی کے لیے مناسب نہیں کہ کسی کے متعلق اچھا گمان رکھے جب تک اس میں اچھائی کو دیکھ نہ لے۔

مولف کہتا ہے کہ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ یہاں اس خبر کو نقل کروں، حمران سے روایت ہوئی ہے کہ اس نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ آپؑ کی برحق حکومت کب ظاہر ہوگی، فرمایا اے حمران تیرے دوست بھائی اور شناسا موجود ہیں، ان کے حالات سے تو اپنے زمانہ کے حالات جان سکتا ہے یہ وہ زمانہ نہیں کہ امام حق خروج کر سکے، تحقیق گزشتہ زمانہ میں ایک عالم تھا جس کا ایک بیٹا تھا جو اپنے باپ کے علم کی طرف میل ورغبت نہیں رکھتا اور نہ اس سے سوال کرتا تھا عالم اور اس کا ایک ہمسایہ تھا جو اس کے پاس آتا اور اس سے سوال کرتا اور اس کا علم تحصیل کرتا تھا، پس اس عالم کی موت کا وقت آ گیا تو اس نے اپنے بیٹے کو بلایا اور کہا اے بیٹا تو نے مجھ سے علم اخذ نہیں کیا اور تو اس میں رغبت کم رکھتا تھا اور تو نے مجھ سے کسی چیز کے متعلق سوال نہیں کیا اور میرا ایک ہمسایہ ہے جو مجھ سے سوال کرتا اور میرا علم حاصل کرتا اور اسے یاد رکھتا تھا، اگر تجھے میرے علم کی ضرورت ہو تو میرے ہمسائے کے پاس جانا اور اس کا پتہ نشان بتایا اور اس کی پہچان کرائی، پھر وہ عالم رحمت ایزدی سے واصل ہو گیا اور اس کا بیٹا باقی رہ گیا۔

پس اس وقت کے بادشاہ نے خواب دیکھا اور خواب کی تعبیر کے لیے اس عالم کے حالات پوچھے، لوگوں نے بتایا کہ وہ فوت ہو گیا ہے بادشاہ نے پوچھا کہ کوئی اس کا بیٹا موجود ہے لوگوں نے بتایا کہ ہاں اس کا بیٹا موجود ہے پس بادشاہ نے اس لڑکے کو بلایا۔

جب بادشاہ کا ملازم اس کو بلانے آیا تو وہ کہنے لگا، خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں کہ بادشاہ مجھے کیوں بلا رہا ہے اور میرے پاس علم نہیں ہے اگر اس نے مجھ سے کوئی سوال کیا تو میں رسوا ہو جاؤں گا، پس اسی حالت میں اسے باپ کی وصیت یاد آئی اور اس شخص کے گھر گیا کہ جس نے اس کے باپ سے علم سیکھا تھا، کہنے لگا بادشاہ نے بلایا ہے اور مجھے نہیں معلوم کہ اس نے مجھے کس لیے بلایا ہے، اور مجھے میرا باپ حکم دے گیا ہے کہ اگر مجھے علم کی ضرورت پڑے تو میں تیرے پاس آؤں۔

وہ شخص کہنے لگا مجھے معلوم ہے کہ بادشاہ نے تجھے کیوں بلایا ہے اگر تجھے بتادوں تو جو کچھ تجھے حاصل ہو وہ میرے اور اپنے درمیان ساری تقسیم کرنا۔

وہ کہنے لگا جی ہاں، پس اس نے اسے قسم دی اور اس سلسلہ میں اس سے ایک تحریر لے لی کہ وہ اس وعدہ کی شرط کی وفا کرے گا، پھر وہ کہنے لگا کہ بادشاہ نے ایک خواب دیکھا ہے اور تجھے بلایا ہے تا کہ تجھ سے پوچھے کہ یہ زمانہ کون سا زمانہ ہے تو جواب میں کہو کہ یہ بھیڑیئے کا زمانہ ہے۔

پس جب وہ لڑکا بادشاہ کے دربار میں گیا تو اس نے پوچھا کہ میں نے تجھے کس لے بلایا ہے، وہ کہنے لگا تو نے مجھے اس خواب کی وجہ سے بلایا ہے جو تو نے دیکھا ہے کہ یہ کون سا زمانہ ہے، بادشاہ نے کہا کہ تو سچ کہہ رہا ہے، پس بتا کہ یہ کیسا زمانہ ہے اس نے کہا کہ یہ بھیڑیئے کا زمانہ ہے۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے جائزہ وانعام دیا جائے اس نے انعام لیا اور اپنے گھر چلا گیا، لیکن اپنی شرط پوری نہ کی اور اس شخص کا حصہ اسے نہ دیا اور کہنے لگا شاید اس مال کے ختم ہونے سے پہلے میں مرجاؤں اور دوبارہ مجھے اس شخص سے دوبارہ سوال کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔

پس جب اسی طرح کچھ وقت گزر گیا تو بادشاہ نے دوسرا خواب دیکھا اور کسی کو بھیج کر اس لڑکے کو بلایا، اب لڑکا پشیمان ہوا کہ اس نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا اور اپنے آپ سے کہنے لگا کہ میرے پاس تو علم ہے نہیں کہ میں بادشاہ کے پاس جاؤں اب اس عالم کے پاس کیسے جاؤں اور اس سے کس طرح سوال کروں، حالانکہ اس سے مکروفریب کر چکا ہوں اور اس کے وعدہ کی وفا نہیں کی، پس کہنے لگا بہرحال میں دوبارہ اس کے پاس جاتا ہوں اور اس سے معذرت چاہتا ہوں اور دوبارہ قسم کھاتا ہوں کہ اس دفعہ وفا کروں گا شاید وہ مجھے تعلیم دے۔

پس وہ اس عالم کے پاس آیا اور کہنے لگا میں نے کیا جو کچھ کیا ہے اور اپنے عہد وپیمان پر وفا نہیں کی اور جو کچھ میرے پاس تھا وہ سب ختم ہو گیا ہے اور کوئی چیز میرے پاس باقی نہیں رہی، اب مجھے تیری ضرورت پڑی ہے تجھے قسم خدا دیتا ہوں کہ مجھے محروم نہ کر، اب میں تجھ سے عہد وپیمان باندھتا اور قسم کھاتا ہوں کہ اس دفعہ جو میرے پاس آیا وہ میں تیرے اور اپنے درمیان تقسیم کروں گا، اس وقت مجھے بادشاہ نے بلایا ہے اور مجھے معلوم نہیں کہ اس نے کیوں مجھے بلایا ہے اور کیا پوچھنا چاہتا ہے۔

وہ عالم کہنے لگا اس نے تجھے بلایا ہے تا کہ دوبارہ تجھ سے سوال کرے اس خواب کے متعلق جو دیکھا ہے کہ یہ کونسا زمانہ ہے تو کہو کہ یہ گوسفند کا زمانہ ہے۔

پس جب وہ بادشاہ کے دربار میں گیا تو اس سے پوچھا کہ تجھے کس مقصد کے لیے بلایا ہے کہنے لگا تو نے خواب دیکھا ہے اور تو چاہتا ہے کہ مجھ سے سوال کرے کہ یہ کونسا زمانہ ہے بادشاہ کہنے لگا کہ تو نے سچ بتایا ہے، اب بتا کہ یہ کونسا زمانہ ہے۔

اس نے کہا کہ گوسفند کا زمانہ ہے، پس بادشاہ نے حکم دیا تو اسے صلہ دیا گیا اور جب گھر واپس آیا تو متردد ہوا کہ آیا اس عالم

کے ساتھ وفا کرے یا مکروفریب کر کے اسے اس کا حصہ نہ دے، پس بہت غور وفکر کے بعد کہنے لگا شاید اب مجھے اس کی ضرورت پیش نہ آئے اور ارادہ کیا کہ اس کے ساتھ دھوکہ کرے اور اس کے ساتھ کئے ہوئے وعدہ کو پورا نہ کرے۔

پس ایک مدت کے بعد پھر اسے بادشاہ نے بلایا تو وہ اپنے دھوکہ سے پشیمان ہوا اور کہنے لگا دو مرتبہ دھوکہ کرنے کے باوجود پھر میں کس طرح اس عالم کے پاس جاؤں اور خود مجھ کو علم نہیں کہ بادشاہ کو جواب دے سکوں، دوبارہ اس کی رائے اس پر برقرار ہوئی کہ وہ اس عالم کے پاس جائے۔

پس اس کی خدمت میں گیا تو اسے خدا کی قسم دی اور اس سے التماس کیا کہ وہ دوبارہ اسے خواب کی تعلیم دے اور کہنے لگا کہ اس دفعہ میں وفا کروں گا اور اب کے مکروفریب نہیں کروں گا، اب مجھ پر رحم کرو اور مجھے اس حالت میں نہ چھوڑو، پس اس عالم نے پیمان اور تحریریں اس سے لیں اور کہنے لگا پھر بادشاہ نے تجھے بلایا ہے تا کہ اس خواب کے متعلق سوال کرے جو اس نے دیکھا ہے کہ یہ کیا زمانہ ہے تو اس سے کہو یہ ترازو کا زمانہ ہے، جب یہ بادشاہ کے دربار میں گیا تو اس نے اس سے پوچھا کہ تجھے کیوں بلایا ہے تو وہ جوان کہنے لگا کہ تو نے مجھے اس خواب کے لیے بلایا ہے جو دیکھا ہے اور تو مجھ سے پوچھنا چاہتا ہے کہ اب کونسا زمانہ ہے، بادشاہ نے کہا سچ کہتے ہو اب بتاؤ کہ کون سا زمانہ ہے، اس نے کہا ترازو کا زمانہ ہے، پس بادشاہ نے حکم دیا تو اس کو صلہ دیا گیا اور وہ صلہ اور انعاموں کو لے کر اس عالم کے پاس آیا اور اس کے سامنے رکھ دیا اور کہنے لگا یہ سارا وہ مال ہے کہ جو مجھے ملا ہے اور میں اسے لے آیا ہوں تا کہ اسے اپنے اور آپ کے درمیان تقسیم کروں، وہ عالم کہنے لگا چونکہ پہلا بھیڑیوں کا زمانہ تھا اور تو بھیڑیا تھا، لہذا پہلی مرتبہ تو نے پختہ ارادہ کیا کہ وفائے عہد نہ کرے، اور دوسرا زمانہ چونکہ گوسفند کا تھا اور گوسفند ارادہ کرتا ہے کہ ایک فلاں کام کرے، لیکن کرتا نہیں تو نے بھی ارادہ کیا کہ وفا کرے لیکن کی نہیں اور یہ زمانہ چونکہ ترازو کا زمانہ ہے اور ترازو کا کام ہے حق کی وفا اور اس کو پورا کرنا، لہذا تو نے بھی وفائے عہد کیا، اب اپنا مال اٹھا لے کیونکہ مجھے اس کی حاجت وضرورت نہیں ہے، علامہ مجلسی فرماتے ہیں گویا حضرتؑ کی غرض ومقصد اس واقعہ کے نقل کرنے سے یہ ہے کہ ہر زمانہ کے حالات ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے اور ملتے جلتے ہیں جب تو اپنے یار دوستوں کو دیکھتا ہے کہ وہ تجھ سے مقام عذر مکر ہیں تو امام علیہ السلام کس طرح ان کے عہد و پیمان پر اعتماد کرلیں اور مخالفین کے خلاف خروج کریں، اور جب ایسا زمانہ آیا کہ جس میں لوگ عہد و وعدوں کو پورا کریں گے اور خدا کو معلوم ہوگا کہ یہ لوگ امام علیہ السلام سے کئے ہوئے وعدہ کو پورا کریں گے تو امام علیہ السلام کو مامور بظہور وخروج قرار دے گا، خداوند عالم ہمارے اہل زمانہ کی اصلاح فرمائے اور یہ عطیہ عظمیٰ ان کو نصیب کرے۔ بمحمد وآلہ الطاہرین

پانچویں فصل

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کا مدینہ سے سامرہ کی طرف جانا اور مخالفین کی طرف سے آپؑ پر ہونے والے بعض ظلم و ستم اور حضرتؑ کی شہادت

واضح ہو کہ امام علی نقی علیہ السلام کی ولادت باسعادت اور نشوونما مدینہ طیبہ میں ہوئی اور آپؑ کی عمر کے آٹھ سال گزرے تھے جب کہ آپؑ کے والد بزرگوار شہید ہوئے اور امامت آپؑ کی طرف منتقل ہوئی، آپؑ ہمیشہ مدینہ میں رہے یہاں تک کہ متوکل کے زمانہ میں آپؑ کو اس نے سامرہ میں بلایا اس کا سبب یہ تھا کہ بریحہ عباس نے جو حرمین کا امام جماعت تھا متوکل کو لکھا کہ اگر تجھے مکہ و مدینہ کی ضرورت ہے تو علیؑ بن محمدؑ کو اس علاقہ سے نکال دے، کیونکہ اس علاقہ کے اکثر لوگوں کو انہوں نے اپنا مطیع و فرمانبردار بنالیا ہے اور کچھ اور لوگوں نے بھی متوکل کو اسی مضمون کے خطوط لکھے اور عبداللہ بن محمد والی مدینہ بھی آپ کو بہت اذیت و تکلیف پہنچاتا اور زیادہ اہانت کرتا تھا یہاں تک کہ اس نے بھی کئی خطوط آپؑ کے سلسلہ میں لکھے جو کہ متوکل کے غصہ اور غضب کا سبب ہوئے جب حضرتؑ کو یہ اطلاع ہوئی کہ والی مدینہ نے متوکل کو چند چیزیں لکھی ہیں جو آنجنابؑ کی نسبت اس کی اذیت و ضرر کا سبب نہیں بنیں گی تو آپؑ نے متوکل کو ایک خط لکھا اور اس میں درج کیا کہ والی مدینہ مجھے آزار و اذیت پہنچاتا ہے اور جو کچھ اس نے میرے متعلق لکھا ہے وہ کذب محض اور افتراء ہے، متوکل نے مصلحت کے طور پر آپؑ کو مشفقانہ خط لکھا اور اس میں امامؑ زمانہ کی تعظیم و تکریم کی اور لکھا کہ چونکہ میں مطلع ہوا ہوں کہ عبداللہ بن محمد نے آپؑ کی نسبت ناروا سلوک کیا ہے لہذا اس کا منصب بدل دیا ہے اور اس کی جگہ محمد بن فضل کو مقرر کیا ہے اور اسے آپؑ کے اعزاز و اکرام و تجلیل کا حکم دیا ہے۔

یہ بھی حضرتؑ کو لکھا کہ خلیفہ آپؑ کی ملاقات وافر البرکات کا مشتاق ہوا ہے اور اس چیز کا خواہش مند ہے کہ اگر آپؑ کے لیے دشوار نہ ہو تو اس طرف تشریف لائیں اور اپنے اہل بیتؑ عزیزوں اور خدم و حشم میں سے جسے چاہیں اپنے ساتھ لے آئیں اور سکون و اطمینان خاطر کے ساتھ جس کی رفاقت میں چاہیں اور جب آپؑ چاہیں روانہ ہوں اور جب چاہیں کہیں نزول اجلال فرمائیں اور یحییٰ

بن ہرثمہ کو آپؑ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں اگر آپؑ چاہیں تو یہ راستہ میں آپؑ کی خدمت میں رہے گا اور ہر معاملہ میں آپؑ کی اطاعت کریگا، اور آپؑ کو معلوم ہونا چاہیے کہ کوئی شخص اہل خانہ، رشتہ داروں، بیٹوں اور خلیفہ کے خواص میں سے اس کے نزدیک آپؑ سے زیادہ گرامی قدر اور عزت دار نہیں ہے اور خلیفہ انتہائی لطف و شفقت و مہربانی آپؑ کی نسبت رکھتا ہے اور اس خط کو ابراہیم بن عباس ماہ جمادی الآخر ۲۴۳ ہجری میں تحریر کیا ہے۔

باقی رہیں وہ اذیتیں اور آزار جو مخالفین کی طرف سے اس امام مبین کو پہنچیں تو وہ بہت ہیں، ہم یہاں چند روایات کے ذکر پر اکتفاء کرتے ہیں۔

پہلی روایت: مسعودی نے یحییٰ بن ہرثمہ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ مجھے متوکل نے مدینہ کی طرف امام علی نقی علیہ السلام کو وہاں سے سامرہ کی طرف لے جانے کے لیے بھیجا، بسبب بعض چیزوں کے جو متوکل کو حضرتؑ کے بارے میں پہنچی تھیں، پس جب میں مدینہ میں وارد ہوا تو اہل مدینہ کی فریاد اس قدر بلند ہوئی کہ میں نے ایسی فریاد و زاری کبھی نہیں سنی تھی پس میں نے انہیں خاموش کیا اور قسم کھائی کہ مجھے حضرتؑ کو مکروہ تکلیف و آزار پہنچانے کا حکم نہیں ملا اور میں نے حضرتؑ کے گھر کی تلاشی لی تو وہاں علاوہ قرآن و دعا اور اس قسم کی چیزوں کے کچھ نہ پایا اور تذکرہ سبط میں ہے کہ میں نے نہیں پایا، وہاں مگر قرآن دعائیں اور کتابیں، پس آپؑ مجھے عظیم نظر آنے لگے اور میں حضرتؑ کو مدینہ سے لے چلا اور میں خود حضرتؑ کی خدمتیں بجالاتا اور حضرتؑ سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آتا تھا، پس جن دنوں ہم راستہ میں تھے میں نے دیکھا کہ حضرتؑ گھوڑے پر سوار ہیں۔

دوسری روایت: شیخ کلینیؒ اور دوسرے اعلام نے صالح بن سعید سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں ایک دن سامرہ گیا اور آنجناب کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے کہا کہ ان ستمگروں نے تمام امور میں آپؑ کے نور کو بجھانے اور ذکر کو چھپانے کی کوشش کی ہے یہاں تک کہ آپؑ کو اس جیسی جگہ اتارا ہے جو کہ گداگروں اور بے نام و نشان غریب اور مسافروں کے ٹھہرنے کے لیے ہے، حضرتؑ نے فرمایا اے سعید کے بیٹے ابھی تک تم ہماری قدر و منزلت کے پہچاننے میں اس درجہ پر ہے اور تو سمجھتا ہے کہ یہ چیزیں ہماری شان کی بلندی کے منافی ہیں اور تو یہ نہیں جانتا کہ جسے خدا بلند کرے وہ ان چیزوں سے پست و حقیر نہیں ہوتا پھر آپؑ نے اپنے دست مبارک سے ایک طرف اشارہ کیا جب میں نے اس طرف دیکھا تو میں نے کئی باغات دیکھے جو مختلف پھولوں سے آراستہ تھے اور ایسے گلستان دیکھے جو قسم قسم کے میووں سے پیراستہ تھے اور ایسی نہریں دیکھی جو ان باغوں کے صحن میں جاری تھیں اور حور و قصور غلمان ان میں دیکھے کہ جن کی مثل میرے خواب و خیال میں بھی نہیں تھی اور ان حالات کو دیکھ کر میری نگاہ حیران اور عقل پریشان ہوگئی، پھر حضرتؑ نے فرمایا ہم جس جگہ بھی جائیں یہ چیزیں ہمارے لیے مہیا و تیار ہیں اور ہم گداگروں کے سرائے میں نہیں ہیں۔

تیسری روایت: مسعودی نے اثبات الوصیہ میں روایت کی ہے کہ جب امام علی نقی علیہ السلام متوکل کے گھر میں داخل ہوئے تو آپؑ کھڑے ہو کر نماز میں مشغول ہوئے تو مخالفین میں سے ایک شخص آکے آپؑ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کب تک ریاکاری کرو گے، حضرتؑ نے جب یہ جسارت سنی تو نماز میں تعجیل کی اور سلام پھیرا پھر اس کی طرف رخ کر کے فرمایا اگر تو نے جھوٹ

بولا ہے اس نسبت میں جو کہ میری طرف دی ہے تو خدا تیری بیخ کنی کرے، بس آپؑ نے یہ فقرہ کہا ہی تھا کہ وہ شخص گر کر مر گیا اور اس کا واقعہ متوکل کے گھر میں نئی چیز ہو گیا۔

چوتھی روایت: شیخ کلینی و شیخ مفید اور دوسرے علماء نے ابراہیم بن محمد طاہری سے روایت کی ہے کہ ایک پھوڑا متوکل کے بدن پر نکل آیا کہ جس سے وہ ہلاکت کے قریب پہنچ گیا اور کوئی شخص جرات نہیں کرتا تھا کہ نشتر اس کے قریب لے جائے، پس متوکل کی ماں نے نذر کی کہ اگر اس کو عافیت و صحت ہو گئی تو مال جلیل حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے لیے بھیجے گی، پس فتح خاقان نے متوکل سے کہا اگر چاہو تو امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں کسی کو بھیجیں، شاید اس بیماری کی کوئی دوا لتا ئیں۔

کہنے لگا بھیج دو، جب حضرتؑ کی خدمت میں گئے اور اس کی حالت بیان کی تو فرمایا گوسفند کی وہ مینگنیاں کہ جو اس کے پاؤں کے نیچے مسلی گئی ہوں گلاب میں بھگوئی جائیں اور اس پھوڑے پر باندھ دی جائیں انشاء اللہ تعالیٰ فائدہ ہوگا۔

جب یہ خبر لے کر آئے تو خلیفہ تابعین کی ایک جماعت جو حاضر تھی ہنسنے لگی اور مذاق اور استہزاء کیا، فتح بن خاقان کہنے لگا میں جانتا ہوں کہ حضرتؑ کی بات بے بنیاد نہیں اور آپؑ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ بجالاؤ، اس سے کوئی ضرر نہیں ہوگا جب دوا باندھی گئی تو فوراً پھوڑا پھٹ گیا اور متوکل کو درد والم سے راحت ہوئی اور اس کی ماں خوش ہو گئی پس اس نے دس ہزار دینار ایک تھیلی میں رکھے اور اسے سربمہر کر کے حضرتؑ کی خدمت میں بھیج دیے جب متوکل اس بیماری سے شفایاب ہو گیا تو ایک شخص جسے بطحائی کہتے تھے متوکل کے پاس تھا اس نے حضرتؑ کی بہت برائیاں بیان کی اور کہنے لگا کہ اس نے بہت سا اسلحہ اور زر و مال جمع کر رکھا ہے اور خروج کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، پس ایک رات متوکل نے سعید خادم کو بلایا اور کہنے لگا اطلاع کیے بغیر امام علی نقی علیہ السلام کے گھر میں گھس جاؤ اور اس میں جو ہتھیار اور مال ہو میرے پاس لے آؤ۔

سعید کہتا ہے کہ میں نے رات کے وقت سیڑھی اٹھائی اور حضرتؑ کے گھر کی طرف گیا اور سیڑھی آپؑ کے گھر کی دیوار کے ساتھ لگائی، جب میں نیچے اترنے لگا تو تاریکی کی وجہ سے راستہ گم ہو گیا اور میں حیران و پریشان ہو گیا اچانک حضرتؑ نے مکان کے اندر سے مجھے پکارا کہ اے سعید وہیں رہو یہاں تک کہ چراغ تمہارے لیے لے آئیں تو میں نیچے اترا تو دیکھا کہ حضرتؑ نے پشم کا ایک جبہ پہن رکھا ہے پشم کا عمامہ آپؑ کے سر پر ہے اور اپنا سجادہ ایک حصیر پر بچھایا ہوا ہے اور سجادہ پر رو بقبلہ بیٹھے ہیں، پھر فرمایا کہ جاؤ اور ان کمروں میں گردش کرو اور تلاشی لے لو، میں گیا اور تمام حجرے دیکھے ان میں کوئی چیز نہ ملی سوائے ایک تھیلی کے کہ جس پر متوکل کی ماں کی مہر لگی تھی اور ایک سربمہر تھیلی تھی۔

پھر فرمایا میرے مصلے کو اٹھاؤ جب میں نے اٹھایا تو مصلے کے نیچے ایک تلوار دیکھی جس کی نیام لکڑی کی تھی اور غلاف و نیام کے اوپر کچھ نہیں تھا، وہ تلوار ان دو تھیلیوں کے ساتھ اٹھا کر متوکل کے پاس لے گیا، جب اس نے اپنی ماں کی مہر اس پر دیکھی تو اسے بلایا اور حقیقت حال کے متعلق سوال کیا اس کی ماں کہنے لگی کہ یہ میں ان کے لیے بھیجی تھی اور انہوں نے ابھی تک اس کی مہر بھی نہیں توڑی جب دوسری تھیلی کی مہر توڑی گئی تو اس میں چار سو دینار تھے، پس متوکل نے ایک تھیلی اور اس کے ساتھ ملائی اور فرمایا اے سعید یہ

تھیلیاں اس تھیلی اور تلوار کے ساتھ ان کے پاس لے جاؤ اور ان سے معذرت طلب کرو۔

پس جب یہ چیزیں میں حضرتؑ کی خدمت میں لے کر گیا میں نے عرض کیا اے میرے سید و سردار میری تقصیر معاف کیجئے کہ میں نے بے ادبی کی اور اجازت لیے بغیر آپؑ کے گھر میں داخل ہوا، چونکہ خلیفہ کی طرف سے مامور تھا لہذا معذور ہوں، حضرتؑ نے فرمایا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون یعنی عنقریب جان لیں گے وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا ہے کہ ان کی بازگشت کہاں ہے۔

پانچویں روایت اعلاء کی ایک جماعت نے کہ جن میں سے مسعودی بھی ہے روایت کی ہے کہ متوکل کے پاس امام علی نقی علیہ السلام کی شکایت کی گئی اور کہا گیا کہ آنجنابؑ کے گھر میں بہت سا اسلحہ اور زیادہ خطوط ہیں جو اہل قم میں سے ان کے شیعوں نے ان کے پاس بھیجے ہیں اور آپؑ کا یہ ارادہ ہے کہ تیرے خلاف خروج کریں، متوکل نے ترکوں کی ایک جماعت حضرتؑ کے گھر بھیجی اور انہوں نے رات کے وقت آپؑ کے گھر کا محاصرہ کیا اور اندر گھسے اور جتنی انہوں نے تلاشی لی کوئی چیز انہیں نہ ملی انہوں نے دیکھا کہ حضرتؑ ایک حجرہ میں تشریف فرما ہیں اور اس کا دروازہ بند کیا ہوا ہے اور پشم کا لباس پہنے ریتلی زمین پر بیٹھے ہیں اور آپؑ کی توجہ حق تعالیٰ کی طرف ہے اور آیات قرآن کی تلاوت میں مشغول ہیں، پس آنجنابؑ کو اسی حالت میں گرفتار کر کے متوکل کے پاس لے گئے اور انہوں نے کہا کہ ہم آپؑ کے گھر میں گھس گئے لیکن وہاں کوئی چیز نہیں ملی اور آنجنابؑ کو دیکھا کہ قبلہ رخ ہو کر بیٹھے قرآن پڑھ رہے تھے، متوکل اس وقت مجلس شراب میں تھا، پس اس امام معصومؑ کو اس مجلس شوم میں لے گئے شراب کا جام متوکل کے ہاتھ میں تھا اس نے آنجنابؑ کی تعظیم کی اور آپؑ کو اپنے پہلو میں بٹھایا اور شراب کا جام آپؑ کے سامنے پیش کیا، آپؑ نے فرمایا خدا کی قسم شراب میرے گوشت اور خون میں کبھی داخل نہیں ہوئی مجھے معاف رکھو، آپؑ سے درگزر کیا تب کہنے لگا پھر میرے لئے کچھ اشعار پڑھیں فرمایا مجھ سے شعر کی روایت بہت کم کی گئی ہے یا میں شعر کم پڑھتا ہوں۔ کہنے لگا اس سے چارہ کار نہیں، پس حضرتؑ نے یہ اشعار پڑھے جو کہ دنیا کی بیوفائی بادشاہوں کی موت اور موت کے بعد ان کی ذلت و خواری پر مشتمل ہیں۔

باتوا علی قلل الا جبال تحرسهم
غلب الرجال فلم تنفعهم القلل
واستنزلوا بعد عزعن معاقلهم
واسکنوا حفراً یا بئسما نزلوا
فاذاهم صارخ من بعد دفنهم
واسخه این الا ساور والتیجان والحلل
این الوجوه التی کانت منعمة!

من دونہا تضرب الا ستار والکلل

فاصفح القبر عنہم حین سائلہم

تلک الوجوہ علیہا الدود تنتقل

قد طال ما اکلوا دھراً وما شربوا

واصبحو الیوم بعد الاکل قد اُکلوا

یعنی رات گزاری انھوں نے پہاڑی کی چوٹی پر جب کہ مضبوط قسم کے لوگ ان کی حفاظت وحراست کر رہے تھے پس وہ پہاڑ کی چوٹیاں انہیں نفع نہ دے سکیں، وہ عزت کے بعد اپنی پناہ گاہوں سے اتار لیے گئے اور انہیں زمین کے گڑھوں میں ساکن کیا گیا، کس برے مقام پر وہ اُترے، ایک چیخنے والے نے ان کے دفن ہونے کے بعد انہیں آواز دی کہ کہاں ہیں سونے کے کنگن تاج اور عمدہ لباس، کہاں گئے وہ چہرے جو ناز و نعمت میں پلے تھے، جن کے سامنے باریک پردے لٹکائے جاتے تھے، پس قبر نے فصیح زبان میں ان کے متعلق سوال کرنے والے سے کہا کہ ان چہروں پر کیڑے چل رہے ہیں، وہ طویل زمانہ تک کھاتے پیتے رہے اور آج کھانے کے بعد وہ خود کھائے جا رہے ہیں۔

متوکل یہ اشعار سن کر رونے لگا، یہاں تک کہ اس کے آنسوؤں سے اس کی داڑھی تر ہوگئی اور باقی حاضرین بھی روتے رہے اور کنز الفوائد کی روایت کی بناء پر متوکل نے شراب کا جام زمین پر مار کر توڑ دیا اور اس کا عیش ونشاط ناگوار ہو گیا اور پہلی روایت کی بنا پر حضرتؑ سے پوچھا کیا آپؑ مقروض ہیں، فرمایا ہاں چار ہزار دینار، پس اس نے چار ہزار دینار آپؑ کو دیئے اور عزت واحترام کے ساتھ آپؑ کو اپنے گھر کی طرف واپس کیا۔

چھٹی روایت! قطب راوندی نے فضل بن احمد کاتب سے۔ اس نے اپنے باپ معتز باللہ بن متوکل کے کاتب احمد بن اسرائیل سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں ایک دن معتز کے ساتھ متوکل کی مجلس میں گیا وہ کرسی پر بیٹھا تھا اور فتح بن خاقان اس کے پاس کھڑا تھا۔

پس معتز سلام کر کے کھڑا ہو گیا اور میں اس کے پیچھے تھا اور قاعدہ یہ تھا کہ جب معتز اس کے پاس جاتا تو متوکل اسے مرحبا کہتا اور بیٹھنے کے لیے کہتا لیکن اس دن وہ انتہائی غضب اور تغیر کی وجہ سے جو اس میں تھا معتز کی طرف متوجہ نہ ہوا اور فتح بن خاقان سے باتیں کرتا رہا اور ہر لحظہ اس کے چہرہ متغیر ہو رہا تھا اور اس کے غضب کا شعلہ اور بھڑکتا اور فتح بن خاقان سے کہتا کہ یہ اس پر افترا و بہتان ہے اور وہ ان چیزوں سے بری الذمہ ہے لیکن کوئی فائدہ نہ ہوتا اور اس کا غصہ بڑھتا جاتا اور کہتا کہ خدا کی قسم میں اس ریاکار کو قتل کروں گا جو جھوٹا دعویٰ کرتا ہے اور میری سلطنت میں رخنہ ڈالتا ہے۔

پھر کہنے لگا کہ چار آدمی پست قد اجڈ قسم کے لے آؤ جو کچھ نہ جانتے ہوں جب وہ حاضر ہوئے تو ہر ایک کے ہاتھ میں تلوار دے دی اور انہیں حکم دیا کہ جب امام علی نقی علیہ السلام حاضر ہوں تو انہیں قتل کر دو اور کہنے لگا کہ خدا کی قسم میں اس کے قتل کرنے کے بعد اس کا بدن بھی جلا دوں گا۔

کچھ دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ متوکل کے حاجب آئے اور کہنے لگے کہ وہ آ گیا ہے اچانک میں نے دیکھا کہ حضرتؑ داخل ہوئے اور آپؑ کے لبہائے مبارک حرکت کر رہے ہیں اور آپؑ دعا پڑھ رہے تھے اور اضطراب وخوف کا اثر بالکل آپؑ پر نہیں تھا، جب متوکل کی نگاہ آپؑ پر پڑی تو خود کو تخت سے گرا دیا اور آپؑ کے استقبال کو دوڑا اور انہیں بغل گیر کیا اور آپؑ کے ہاتھوں اور آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور تلوار اس کے ہاتھ میں تھی اور وہ کہہ رہا تھا اے میرے مولا سید وآقا اے فرزند رسول خدا اے بہترین خلق اے میرے چچازاد بھائی اور میرے مولا اے ابوالحسنؑ۔

اور حضرتؑ فرمانے لگے "اعیذک باللہ" میں تمہیں خدا کی پناہ میں دیتا ہوں اے امیر مجھے ان کلمات کے کہنے سے معاف کرو، متوکل کہنے لگا آپؑ نے کس لیے تکلیف کی ہے اور اس وقت تشریف لائے ہیں اس ولد الزناں نے جھوٹ بولا ہے اور کہنے لگا، اے میرے سید وسردار آپؑ واپس جائیں اس جگہ کہ جہاں سے تشریف لائے ہیں، حضرتؑ نے فرمایا کہ تیرا قاصد ابھی آیا تھا اور اس نے کہا کہ متوکل آپؑ کو بلا رہا ہے متوکل کہنے لگا اے فتح بن خاقان اے عبداللہ اے معتز اپنے اور میرے آقا کی مشایعت کرو پھر جب ان پست قد غلاموں کی نگاہ حضرتؑ پر پڑی تو وہ زمین پر گر پڑے اور حضرتؑ کی تعظیم کے لیے سجدہ کیا جب حضرتؑ واپس چلے گئے تو متوکل نے ان غلاموں کو بلایا اور ترجمان سے کہا کہ ذرا ان سے پوچھو کہ کس بناء پر تم اس کے متعلق میرا حکم بجا نہیں لائے تو وہ کہنے لگے کہ حضرتؑ کی ہیبت سے ہم بے اختیار ہو گئے، جب آپؑ تشریف لائے تو آپؑ کی گرد سونگی تلواریں ہم نے دیکھیں اور تلوار والوں کو ہم نہیں دیکھ رہے تھے لہٰذا اس حالت کا دیکھنا ہمارے لیے مانع ہوا کہ ہم تیرے حکم کو بجا لاتے اور ہمارے دل غم وخوف سے پر ہو گئے، اس متوکل نے فتح خاقان کی طرف رخ کیا اور کہنے لگا یہ ہے تیرا امام اور ہنسا اور فتح اس لیے خوش ہوا کہ وہ مصیبت حضرتؑ سے ٹل گئی اور حمد خدا بجا لایا۔

ساتویں روایت! ابن بابویہ اور دوسرے علماء نے صقر بن ابی دلف سے روایت کی ہے کہ جب امام علی نقی علیہ السلام کو سامرہ لے آئے تو میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ آپؑ کے حالات معلوم کرلوں اور حضرتؑ کو زراقی حاجب متوکل کے پاس قید کیا گیا تھا، جب میں اس کے پاس گیا تو کہنے لگا کہ کس لیے آئے ہو میں نے کہا کہ آپؑ کو دیکھنے کے لیے حاضر ہوا ہوں، کچھ دیر میں بیٹھا رہا اور جب مجلس خلوت ہوئی تو زراقی کہنے لگا تو گویا تم اپنے صاحب اور امامؑ کی خبر لینے آئے ہو، میں ڈر گیا اور کہا کہ میرا صاحب تو خلیفہ ہے وہ کہنے لگا چپ رہ کہ تیرا مولا ہی برحق ہے اور میں بھی تیرے جیسا عقیدہ رکھتا ہوں اور انہیں ہی امام سمجھتا ہوں، پھر کہنے لگا کیا چاہتے ہو کہ ان کی خدمت میں جاؤ، میں نے کہا ہاں، کہنے لگا کچھ دیر صبر کرو کہ ڈاکیہ باہر چلا جائے جب وہ چلا گیا تو اس نے ایک شخص کو میرے ساتھ کیا اور اس سے کہا کہ اسے اس علوی کے پاس لے جاؤ جو قید ہے اسے

اس کے پاس چھوڑ کر واپس آجاؤ۔

جب میں آپؑ کی خدمت میں گیا تو دیکھا کہ آپؑ ایک چٹائی پر بیٹھے ہیں اور آپؑ کے سامنے ایک قبر کھودی ہوئی موجود ہے پس میں سلام کر کے آپؑ کی خدمت میں بیٹھ گیا تو آپؑ نے فرمایا کیسے آئے ہو میں نے عرض کیا کہ آپؑ کے حالات معلوم کرنے کے لیے، جب میری نگاہ قبر پر پڑی تو میں رونے لگا۔

آپؑ نے فرمایا گریہ نہ کرو اس وقت مجھے ان سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا میں نے کہا الحمد للہ، پھر صقر نے آپؑ سے حدیث لا تعادو الایام فتعادیکم (دنوں سے دشمنی نہ رکھو ورنہ یہ تم سے دشمنی رکھیں گے) پوچھی تو حضرتؑ نے جواب دیا، پھر فرمانے لگے رخصت ہو کر چلے جاؤ چونکہ میں تمہارے بارے میں مطمئن نہیں، ایسا نہ ہو کہ کوئی اذیت و تکلیف تمہیں نہ پہنچے۔

آٹھویں روایت: سید ابن طاؤس اور دوسرے علماء نے روایت کی ہے کہ جب متوکل نے چاہا کہ اپنے وزیر فتح بن خاقان کا اعزاز و اکرام کرے اور جو اس کی قدر و منزلت اس کے ہاں ہے وہ دوسروں پر ظاہر کرے اور حقیقت میں اس کی غرض تنقیص شان اور استخفاف قدر امام علی نقی علیہ السلام تھی اور اس چیز کو صرف بہانہ بنایا تھا پس سخت گرمی کے دن فتح بن خاقان کے ساتھ سوار ہوا اور حکم دیا کہ تمام امراء علماء و سادات و اشراف و اعیان اس کی ہمرکابی میں پیدل چلیں اور انہیں میں امام علی نقی علیہ السلام بھی تھے، متوکل کا حاجب زرافہ کہتا ہے کہ میں نے اس دن حضرتؑ کو دیکھا کہ پیدل چل رہے تھے اور آپؑ کو سخت تعب و تکلیف ہو رہی تھی اور آپؑ کے بدنِ مبارک سے پسینہ بہہ رہا تھا میں آپؑ کے پاس گیا اور عرض کیا اے فرزند رسولؐ خدا آپؑ اپنے کو کیوں زحمت میں ڈال رہے ہیں۔

فرمایا ان کا مقصد میری ہی تخفیف و تذلیل ہے لیکن میرے بدن کی حرمت ناقہ صالح اور اس کے بچے سے کم نہیں ہے زرافہ کہتا ہے کہ جب میں اپنے گھر واپس آیا تو یہ واقعہ میں نے اپنے بچوں کے معلم کو بتایا کہ جس کے متعلق مجھے شیعہ ہونے کا گمان تھا اس نے مجھے قسم دی کہ کیا تو نے یہ بات حضرتؑ سے سنی ہے۔

میں نے کہا کہ تو نے یہ کہاں سے سمجھا ہے وہ کہنے لگا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرتؑ جھوٹ نہیں بولتے اور خداوند عالم وقوم صالح کے واقعہ میں فرماتا ہے **تمتعوا فی دارکم ثلثة ایام**، اپنے گھروں میں تین دن فائدہ اٹھالو اور وہ قوم ناقہ کی کونچیں کاٹنے کے تین دن بعد ہلاک ہو گئی تھی۔

جب میں نے اس کی یہ باتیں سنیں تو اسے گالیاں دے کر گھر سے نکال دیا، لیکن جب وہ چلا گیا تو میں نے غور و فکر کیا اور دل میں کہا ہو سکتا ہے کہ یہ بات سچ ہو، اب اگر میں اپنے معاملات اور امور میں احتیاط کر لوں تو کیا حرج ہے پس میں نے اپنے پراگندہ اموال کو جمع کیا اور تین دن کے ختم ہونے کا انتظار کرنے لگا جب تیسرا دن ہوا تو متوکل کا بیٹا منتصر ترکوں اور اپنے مخصوص غلاموں کے ایک گروہ کے ساتھ متوکل کے دربار میں گھس آیا اور انہوں نے اسے فتح بن خاقان کے ساتھ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

یہ حالات دیکھنے کے بعد میں نے آپؑ کی امامت کا اعتقاد کر لیا اور آپؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر وہ واقعہ بیان کیا جو میرے اور معلم کے درمیان گزرا تھا۔

فرمایا معلم نے سچ کہا ہے میں نے اس دن اس پر نفرین اور بددعا کی تھی اور خداوند عالم نے میری دعا قبول فرمائی تھی، مولف کہتا ہے کہ جو اذیتیں متوکل لعین کی طرف سے حضرتؑ کو پہنچی ہیں چاہے جو خود حضرتؑ کو پہنچیں یا آپؑ کے شیعہ دوستوں اولاد علیؑ و فاطمہ علیہا السلام کو یا قبر امام علیہ السلام اور آپؑ کے زائرین کو پہنچیں کہ جن سب کی بازگشت آپؑ ہی کی طرف ہے وہ اس سے زیادہ ہو سکیں کیونکہ متوکل اکفر (زیادہ کافر) بنی عباس ہے، جیسا کہ امیر المومنین علیہ السلام کی اخبار غیبیہ میں اسے اس صفت کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے یہ شخص خبیث باطن پست فطرت اور انتہائی کمینہ تھا اور آل ابو طالب کا سخت دشمن تھا اور تہمت لگا کر انہیں گرفتار کر لیتا اور ہمیشہ ان کے آزار و اذیت کے درپے رہتا تھا اور اس کا آثار قبر شریف امام حسین علیہ السلام کے محو کرنے کے سلسلہ میں اور حضرتؑ کے زواروں کو اذیت و تکلیف پہنچانے میں اصرار اظہر من الشمس و ابین من الامس ہے اور ہم نے تتمۃ المنتہی میں اختصار کے ساتھ ان واقعات کو تحریر کیا ہے ایک اور روایت فرمائی جو کہ علماء اہل سنت میں سے ہے، اخبار الاول میں کہتا ہے کہ ۲۳۶ ہجری میں متوکل نے حکم دیا کہ امام حسین علیہ السلام کی قبر کو گرا دیا جائے اور اس کے گرد جو مکانات ہیں انہیں مسمار کر دیں اور وہاں زراعت کریں اور حضرتؑ کی زیارت سے لوگوں کو منع کر دیا اور زمین کربلا کو کھود ڈالا، مسلمانوں کو اس کا بہت دکھ ہوا اور اہل بغداد نے دیواروں پر اس کے لیے گالیاں اور فحش و دشنام لکھ دیئے اور شعراء نے اس کی ہجو کی کہ ان میں سے اس کی ہجو میں کہا گیا ہے۔

تا الله ان کانت امیة قد اتت
قتل بن نبیها مظلوما!
فلقد اتاه بنوابه بمثلها
هذا العمرك قبره مهد وما
اسفوا علی ان لا یکونوا شارکوا
فی قتله فتتبعوه رمیماً

خدا کی قسم اگرچہ بنی امیہ نے اپنے نبیؐ کے نواسے کو مظلوم شہید کیا ہے تو نبیؐ کے چچا کے بیٹوں نے ویسا ہی کردار دکھایا ہے یہ لو تمہاری جان کی قسم اس کی قبر مسمار کر دی ہے، انہیں افسوس ہے کہ وہ اس کے قتل میں کیوں شریک نہیں ہوئے، پس انہوں نے اس کی بوسیدہ ہڈیوں کا پیچھا کیا۔

ابوالفراج اصفہانی نے روایت کی ہے کہ متوکل نے عمر بن فرج رخجی کو مکہ اور مدینہ کا گورنر مقرر کیا، اس لعین نے لوگوں کو آل ابو طالب سے نیکی و احسان کرنے سے روکا اور اس کام کا سختی سے تعاقب کیا، یہاں تک کہ لوگوں نے اپنی جان کے خوف سے اولاد علیؑ کی رعایت چھوڑ دی اور اولاد امیر المومنین پر معاملہ اتنا سخت ہو گیا کہ خواتین علویات کے تمام لباس پھٹ گئے اور ان کے پاس درست و

صحیح حالت میں ایک لباس بھی نہیں تھا کہ جس میں وہ نماز پڑھیں سوائے ایک پرانے کرتے کے جوان کے پاس باقی رہ گیا تھا، جب نماز پڑھنے لگتیں تو باری باری وہ قمیض پہن کرنماز ادا کرتیں، نماز پڑھنے کے بعد وہ بی بی اس کو اتار کر دوسری کو دیتی اور خود برہنہ چرخہ کاتنے بیٹھ جاتی مسلسل اس تنگی وعسرت میں رہے، یہاں تک کہ متوکل ملعون فی النار دالسقر ہوااور متوکل کی خباثت کی تفصیل طویل اور رشتہ کلام سے خارج ہے اسی مقدار کو دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ امام علی نقی علیہ السلام پر اس کا زمانہ کتنا سخت تھا۔واللہ المستعان

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی شہادت کا ذکر

واضح ہو کہ آپؑ کی شہادت کا سال باتفاق ۲۵۴ھ ہجری تھا، البتہ وفات کے دن میں اختلاف ہے کچھ علماء نے تین رجب کا دن تحریر کیا ہے اور اس قول کی بناء پر کہ آپؑ کی ولادت ۲۱۲ھ ہجری میں ہوئی تو وفات کے وقت آپؑ کا سن مبارک تقریباً بیالیس سال ہوگا اور آپؑ کے والد بزرگوار کی وفات کے وقت آپؑ کی عمر آٹھ سال اور پانچ ماہ گزر چکے تھے کہ آپؑ منصب امامت کبریٰ اور خلافت عظمیٰ سے سرفراز ہوئے اور آپؑ کی مدت امامت تینتیس (۳۳) سال تھی۔علامہ مجلسی فرماتے ہیں تقریباً تیرہ سال آپؑ نے مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا اور اس کے بعد متوکل نے آپؑ کو سامرہ بلایا اور بیس سال آپؑ نے سامرہ میں اس مکان میں رہائش رکھی کہ جہاں آپ کا مدفن ومشہد ہے۔

فقیر کہتا ہے اس روایت کی بنا پر کہ متوکل نے حضرتؑ کو ۲۴۳ھ ہجری میں سامرہ میں بلایا، آپؑ کی سامرہ میں اقامت تقریباً گیارہ سال بنتی ہے اور مسعودی کے قول کی بناء پر انیس سال ہے اور آپؑ نے اپنی زندگی میں مامون کی خلافت کا کچھ زمانہ اور معتصم، واثق ومتوکل ومستنصر مستعین ومعتز کی خلافت وحکومت کا زمانہ دیکھا ہے اور معتز کے زمانہ میں آپ کو زہر دے کر شہید کیا گیا۔

مسعودی نے مروج الذہب میں کہا ہے کہ مجھ سے محمد بن فرج نے سہر جرجان کے مشہور محلہ غسان میں حدیث بیان کی وہ کہتا ہے کہ مجھ سے ابودعامہ نے بیان کیا، وہ کہتا ہے کہ میں حضرت امام علی بن محمد بن علی بن موسیٰ علیہم السلام کی خدمت سے بسبب اس بیماری کی عیادت میں کہ جس میں آپؑ کی وفات ہوئی شرفیاب ہوا۔جب میں نے چاہا کہ آپ کی خدمت سے مراجعت کروں تو فرمایا اے ابو دعامہ تیرا حق مجھ پر واجب ہوگیا ہے کیا تو چاہتا ہے کہ تجھ سے ایسی حدیث بیان کروں کہ جس سے تو خوش ہو، میں نے عرض کیا کہ میں بہت شائق اور محتاج ہوں اس کا، فرمایا مجھ سے میرے والد محمدؑ نے اپنے والد علیؑ بن موسیٰؑ سے ان کے باپ موسیٰؑ بن جعفر سے ان کے باپ جعفرؑ بن محمد سے اُن کے باپ محمدؑ بن علیؑ سے ان کے باپ علیؑ بن الحسینؑ سے ان کے باپ حسینؑ بن علیؑ سے ان کے باپ علی بن ابی طالب سے رسول خدا صلوات اللہ علیہ اجمعین نے حدیث بیان کی، پس مجھ سے فرمایا کہ لکھو میں نے عرض کیا کہ کیا لکھوں، فرمایا لکھو کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔

بسم الله الرحمن الرحيم۔ الايمان ما وقرته (ماوقرنی) القلوب وصدقة الاعمال والاسلام ماجری به اللسان وحلت به المناكحة، ایمان وہ ہے جو دلوں میں اثر کرے اور نقش ہو اور اعمال اس کی تصدیق کریں اور اسلام وہ ہے جو زبان پر جاری ہو اور جس سے نکاح کرنا جانبین سے حلال ہو، ابو دعامہ کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ میں نہیں جانتا کہ ان دو میں سے کون بہتر ہے یہ حدیث یا اس کی اسناد، فرمایا یہ حدیث ایک صحیفہ میں ہے جو حضرت علی بن ابی طالبؑ کے خط اور رسولؐ اکرم کے املاء سے ہے جو کہ ہم میں سے ہر ایک امام کو وراثت میں پہنچا ہے۔ انتھی

شیخ طبرسی نے روایت کی ہے کہ ابو جعفر ہاشمی نے یہ اشعار امام علی نقی علیہ السلام کی علالت و کسالت کے سلسلہ میں کہے ہیں۔

مادت الارض بی وادت فواد
واعترتنی موارد العرواء
حین قیل الامام نضو علیل
قلت نفسی فدته کل الفداء
مرض الدین لاعتلا لك واعتل
وغارت له نجوم السماء
عجباً ان منیت بالداء والسقم
وانت الامام حسم الداء
انت اسی الادآء فی الدین
والدنیا والمحی الاموات والاحیاء

میرے ساتھ زمین ہلنے لگی میرا دل بوجھل ہو گیا اور مجھے بخار کی سی سردی لگنے لگی، جب کہا گیا کہ امامؑ کمزور اور بیمار ہیں، میں نے کہا کہ میرا نفس پورے طور پر ان پر قربان ہو جائے آپؑ کی بیماری سے تو دین و ایمان ہی بیمار اور علیل ہو گئے اور اس کی وجہ سے آسمان کے ستارے چھپ گئے، تعجب ہے کہ آپؑ بیماری میں مبتلا ہو گئے، حالانکہ آپؑ دین و دنیا کی بیماریوں کا علاج کرتے ہیں اور مردہ اور زندوں کے زندہ کرنے والے ہیں۔ بہر حال شیخ صدوق اور دوسرے اعلام کے قول کے مطابق معتمد عباسی معتز کے بھائی نے حضرتؑ کو زہر دیا اور اس امام غریب و مسافر کی شہادت کے وقت سوائے امام حسن عسکری علیہ السلام کے کوئی بھی آپؑ کے پاس نہیں تھا اور جب حضرتؑ نے دنیا سے رحلت کی تو تمام امراء و اشراف حاضر ہوئے اور امام حسن عسکریؑ نے اپنے والد شہید کے جنازہ پر گریبان چاک کیا اور خود اپنے والد

گرامی کے غسل وکفن کی طرف متوجہ ہوئے اور آنجناب کو اس حجرہ میں دفن کیا جو آپ کی عبادت کی جگہ تھا اور کچھ جاہل واحمق لوگوں نے حضرتؑ پر اعتراض کیا کہ مصیبت میں گریبان چاک کرنا مناسب اور درست نہیں ہے، حضرتؑ نے ان احمقوں سے فرمایا کہ تم احکام دین خدا کو کیا جانو، حضرت موسیٰ علیہ السلام پیغمبر تھے اور انہوں نے اپنے بھائی ہارون کے غم میں گریبان چاک کیا تھا۔

شیخ اجل علی بن الحسین مسعودی نے اثبات الوصیۃ میں فرمایا ہے کہ ہم سے ایک گروہ نے بیان کیا جن میں سے ہر ایک نے بتایا کہ ہم حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی وفات کے دن حضرتؑ کے مکان پر موجود تھے اور وہاں تمام بنی ہاشم آل ابوطالبؑ وآل عباس جمع تھے اور بہت سے شیعہ بھی جمع تھے اور ان کے نزدیک امر امامت وصیامت حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام پر ظاہر نہیں ہوا تھا اور آپؑ کے امر کی سوائے ثقات ومعتمدین کے (کہ جن کے سامنے امام علی نقی علیہ السلام نے حضرتؑ کی امامت پر نص کی تھی) کسی کو اطلاع نہ تھی، پس اس جماعت نے جو وہاں موجود تھی بیان کیا کہ ہم سب مصیبت وحیرت میں تھے کہ اچانک گھر کے اندر سے ایک خادم آیا اور اس نے دوسرے خادم کو آواز دی اور کہا اے ریاش یہ رقعہ لے لو اور امیر المومنین (معتز) کے پاس لے جاؤ اور یہ فلاں شخص کے سپرد کرو اور کہو کہ حسنؑ بن علیؑ نے دیا ہے، لوگوں نے جب اسم مبارک امام حسنؑ فرزند امام علی نقی علیہ السلام سنا تو سب نے نگاہیں بلند کیں تا کہ شاید حضرتؑ کو دیکھ سکیں، پس انہوں نے دیکھا کہ صدر رواق سے ایک دروازہ کھلا اور ایک سیاہ رنگ کا خادم آیا، پھر اس کے پیچھے امام حسن عسکری علیہ السلام تشریف لائے جب کہ آپؑ غمناک، افسوس خوردہ اور سر برہنہ اور گریبان چاک تھے، اور آپؑ کے جسم پر ملحم (ایک قسم کا لباس ہے) تھا کہ جس کو استر لگایا ہوا تھا، وہ سفید رنگ کا تھا اور آپؑ کا چہرہ مبارک آپؑ کے والد بزرگوار کے چہرہ کی طرح تھا، کسی قسم کا فرق نہیں تھا اور حضرت کے مکان پر متوکل کی اولاد تھی اور ان میں بعض ولی عہد تھے، پس جب ان لوگوں نے آپؑ کو دیکھا تو سب کے سب کھڑے ہو گئے اور ابو احمد موفق بن متوکل جو ولی عہد تھا حضرت کی طرف بڑھا اور حضرتؑ بھی اس کی طرف ہوئے، پس موفق نے آپؑ کی گردن میں باہیں ڈال دیں اور آپؑ سے معانقہ کیا اور کہا مرحبا اے میرے چچا زاد۔

پس حضرتؑ رواق کے دو دروازوں کے درمیان بیٹھ گئے اور تمام لوگ آپؑ کے سامنے بیٹھے تھے اور آپؑ کے آنے سے پہلے وہ مکان باتوں اور گفتگو کی وجہ سے بازار کی طرح تھا، لیکن جب امام حسنؑ آ کر بیٹھ گئے تو تمام لوگ خاموش ہو گئے پھر سوائے چھینک یا کھانسی کے کوئی آواز سنائی نہ دیتی تھی، اس اثنا میں ایک کنیز گھر سے باہر آئی در آنحالیکہ وہ امام علی نقی علیہ السلام پر ندبہ وگریہ کر رہی تھی، امام حسن عسکریؑ نے فرمایا کوئی ایسا نہیں جو اس جاہلہ (جاریہ) کو خاموش کرے، شیعوں نے اس کی طرف سبقت کی اور وہ اندر چلی گئی، پھر ایک خادم باہر آیا اور آپؑ کے سامنے کھڑا ہو گیا حضرتؑ اٹھے اور امام علی نقی علیہ السلام کا جنازہ باہر لے آئے حضرت جنازہ کے ساتھ چلے یہاں تک کہ اسے اس سڑک تک لے گئے کہ جو موسیٰ بن بغا کے مکان کے مدمقابل تھی، پس معتمد نے حضرتؑ کی نماز

جنازہ پڑھائی اور گھر سے باہر آنے سے پہلے حضرت امام حسن عسکریؑ نے نماز جنازہ پڑھائی تھی، پس آپ کو اپنے مکان کے ایک کمرے میں دفن کیا گیا۔

نیز مسعودی نے مروج الذہب میں کہا ہے کہ امام علی نقی علیہ السلام نے پیر کے دن جمادی الآخر کے ختم ہونے سے چار دن پہلے ۲۵۴ ہجری میں وفات پائی اور جب حضرتؑ کے جنازہ کو لیے جا رہے تھے تو لوگوں نے سنا کہ ایک کنیز کہہ رہی تھی **ماذا لقینا فی یوم الاثنین قدیماً و حدیثاً** یعنی ہم نے پیر کے دن کی نحوست سے کیسی مصیبت برداشت کی ہے۔ قدیم زمانہ سے لے کر اس زمانہ تک اور اس کے اس کلمہ سے رسول خداؐ کی وفات کے دن اور خلافت منافقین **طغام و البیعة التی علم شومها الاسلام** کی طرف اشارہ کیا اور بعید نہیں کہ یہ کنیز وہی ہو کہ جس کے ندبہ کو امام حسن عسکری علیہ السلام نے سنا تھا اور یہ کلمات چونکہ خلاف تقیہ تھے لہذا حضرتؑ نے پسند نہ فرمائے، اور نیز مسعودی نے اثبات الوصیہ میں نقل کیا ہے کہ امام حسن عسکریؑ پر اپنے والد بزرگوار کے جنازہ کے ساتھ شارع عام تک جانے اور وہاں نماز پڑھنے اور واپس آنے کی وجہ سے گرمی کی شدت ہوئی، علاوہ اس زحمت و تکلیف کے جو آپؑ کو لوگوں کے اژدہام اور آپؑ کے گرد زیادہ جمعیت کی وجہ سے پہنچی۔

پس جب آپؑ گھر کی طرف آ رہے تھے تو ایک سبزی فروش کی دکان کے قریب سے گزرے کہ جس نے وہاں پانی کا چھڑکاؤ کیا ہوا تھا اس طرح کہ وہ جگہ ٹھنڈی تھی، جب آپؑ نے وہاں پانی کی ٹھنڈک محسوس کی تو اس شخص کو سلام کیا اور اس سے اجازت چاہی کہ ایک لحظہ بیٹھ کر وہاں ستا لیں۔ اس شخص نے اجازت دی تو آپؑ وہیں بیٹھ گئے اور لوگ بھی آپؑ کے گرد کھڑے ہو گئے، اس وقت ایک نوجوان خوش رو صاف ستھرا لباس پہنے ہوئے جب کہ وہ عمدہ خچر پر سوار تھا، اور اس کی قبا کے نیچے کا لباس سفید تھا آیا اور وہ خچر سے اترا اور حضرتؑ سے خواہش کی کہ وہ اس پر سوار ہو جائیں، حضرتؑ اس پر سوار ہو کر اپنے مکان تک آئے اور پھر اس سے اتر آئے اور اسی دن کے عصر کے وقت سے توقیعات وغیرہ حضرتؑ کی جانب سے آنے لگیں جیسا کہ آپؑ کے والد بزرگوار کی طرف سے آیا کرتی تھیں، گویا لوگوں نے صرف امام علی نقی علیہ السلام کی شخصیت کو مفقود پایا اور کام اسی طرح جاری رہا۔

چھٹی فصل

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی اولاد کا تذکرہ

حضرتؑ کی اولاد ذکور و اناث پانچ افراد شمار ہوئی ہے، ابو محمد الحسن الامام علیہ السلام و حسین و محمد جعفر علیہ، امام حسن علیہ السلام کے حالات تو انشاء اللہ بعد میں بیان ہوں گے، باقی رہے حسین تو مجھے اس کے حالات کی اطلاع نہیں، مگر اتنی کہ جو میں نے مفاتیح میں بیان کر دی ہے اور یہ کہ حسین جلیل القدر و عظیم الشان تھے، کیونکہ میں نے بعض روایات سے استفادہ کیا ہے کہ ہمارے مولا امام حسن عسکریؑ

اوران کے بھائی حسین بن علی کو سبطین سے تعبیر کرتے تھے، اوران دو بھائیوں کوان کے دواجداد پیغمبر رحمتؐ کے نواسوں امام حسنؑ وامام حسینؑ سے تشبیہ دیتے تھے اور ابوالطیب کی روایت میں ہے کہ حضرت حجتؑ کی آواز امام حسینؑ کی آواز کے مشابہ تھی اور شجرہ الاولیاء میں ہے کہ حسینؑ فرزند امام علی نقیؑ زاہد وعابد تھے اور اپنے بھائی امام حسنؑ کی امامت کا اعتراف رکھتے تھے۔ بہر حال مشہور ہے کہ حسینؑ کی قبر اپنے والد بزرگوار اور برادر نامدار کے ساتھ سامرہ میں اسی گنبد عالی کے نیچے ہے، باقی رہے سید محمد کہ جن کی کنیت ابوجعفر ہے تو وہ جلالت قدر اور علوشان کے ساتھ مشہور ہیں اوران کی عظمت وشان کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ امامت کی قابلیت اور صلاحیت رکھتے تھے اوران کی وفات کے بعد حضرت ہادیؑ نے امام حسنؑ سے فرمایا۔

یا بنی احدث الله شکراً فقد احدث فیك امراً یعنی اے بیٹا خدا کا نئے سرے سے شکرادا کرو بتحقیق خداوند عالم نے تجھ میں ایک نیا امر ایجاد کیا ہے، یعنی حضرتؑ میں امر امامت کا ظہور، اوراحادیث بدائیہ ابوجعفر کے حالات میں کافی نقل ہوئی ہیں کہ جن میں سے بعض کو شیخ مفید وطوسی وطبرسی نے روایت کی ہے کہ بنی ہاشم کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ ہم سید محمد کی وفات کے دن امام علی نقی علیہ السلام کے مکان پر حاضر ہوئے تو ہم نے دیکھا کہ امام علی نقی علیہ السلام کے لیے صحن خانہ میں ایک مسند بچھی ہوئی ہے اور لوگ آپؑ کے گرد جمع ہیں اور ہم نے ان لوگوں کا اندازہ لگایا جو ابوطالبؑ و بنی عباس وقریش سے آپؑ کے گرد تھے تو وہ ڈیڑھ سو افراد نظر آتے تھے علاوہ غلاموں اور دوسرے لوگوں کے، پس اچانک امام حسنؑ وارد ہوئے جب کہ آپؑ نے اپنے بھائی کی موت میں گریبان چاک کیا ہوا تھا اور آپؑ اپنے والد کے دائیں طرف آ کر کھڑے ہو گئے اور ہم آپؑ کو نہیں پہچانتے تھے۔ کچھ دیر بعد امام علی نقی علیہ السلام نے ان کی طرف رخ کیا اور فرمایا اے بیٹا خدا کے لیے نئے سرے سے شکر کرو، پس تحقیق اس نے تیرے معاملہ میں نیا امر احداث کیا ہے۔ پس امام حسن علیہ السلام نے گریہ کیا اور انا للہ پڑھا اور فرمایا الحمد لله رب العالمین ہم صرف اسی کا شکریہ اس کی دی ہوئی نعمتوں پر ادا کرتے ہیں اور ہم اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف ہماری برگشت ہے۔

پس ہم نے پوچھا کہ یہ کون ہے تو لوگوں نے بتایا کہ یہ حسن عسکری امام علی نقی علیہ السلام کے فرزند ہیں اور اس وقت ہماری نظر میں ان کی عمر بیس سال ہو چکی تھی، ہم نے انہیں اسی دن سے پہچانا اوران کے والد بزرگوار کے کلام سے سمجھا کہ وہ امام اور اپنے والد کے قائم مقام ہیں، اور شیخ طوسی نے شاہویہ بن عبداللہ جلابی سے روایت کی ہے کہ مجھ سے امام علی نقیؑ کی طرف سے آپؑ کے بیٹے ابو جعفر کے حق میں روایات بیان کی گئی تھیں جو اُن کی امامت پر دلالت کرتی ہیں، پس جب ابوجعفر نے وفات پائی تو مجھے ان کی وفات سے قلق واضطراب ہوا اور میں تحیر و پریشانی میں رہا اور مجھے خوف لگا کہ اس سلسلہ میں حضرتؑ کی خدمت میں خط لکھوں، پس میں نے آپؑ کو ایک خط لکھا کہ جس میں حضرتؑ سے ان اسباب کے سلسلہ میں فرج وکشائش کے لیے دعا کی استدعا کی کہ جو مجھے بادشاہ کی طرف سے میرے غلاموں کے سلسلہ میں درپیش تھے، پس حضرتؑ کی طرف سے خط کا جواب آیا جس میں تھا کہ آپؑ نے میرے لیے دعا فرمائی ہے اور میرے غلام مجھے واپس مل جائیں گے اور خط کے آخر میں تحریر فرمایا تھا کہ تو چاہتا تھا کہ ابوجعفر کے بعد میرے جانشین کے متعلق سوال کرے اور تو اس سلسلہ میں مضطرب ہوا، غمگین نہ ہو کیونکہ خداوند عالم قوم کو ہدایت دینے کے بعد گمراہ نہیں کرتا جب انہیں

ہدایت کردے جب تک کہ ان کے لیے وہ چیز واضح نہ کردے کہ جس کی وجہ سے وہ متقی بن سکیں، تیرا امام میرے بعد میرا بیٹا ابو محمدؑ ہے اور اس کے پاس وہ سب کچھ ہے کہ جس کی ضرورت واحتیاج ہو سکتی ہے اور خدا جسے چاہتا ہے مقدم اور جسے چاہے موخر کرتا ہے جو آیت ہم نسخ کرتے یا فراموش کردیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی لے آتے ہیں۔ بیشک میں نے لکھ دیا ہے کہ جس میں بیان اور وضاحت ہے اور بیدار مغز صاحبان عقل کے لیے قناعت واکتفاء ہے، پہلے بھی ہم کسی مقام پر بتا آئے ہیں کہ اگر اس قسم کی روایات صحیح ہیں تو یقیناً یہ تادیل شدہ ہیں، کیونکہ اگر ان کے ظہور کو مان لیا جائے تو اس کا معنی یہ ہے کہ آئمہ اثناء عشر کا پہلے سے تعین وتقرر نہیں تھا، حالانکہ بات بدیہات شیعہ میں سے ہے کہ یہ ذوات مقدسہ پہلے سے ہی معین ومقرر تھیں، لہذا اگر اس قسم کی روایات آئمہ اہل بیتؑ سے صادر ہوئی ہیں تو شاید ان کا مفہوم یہ ہو، بعض لوگوں کو یہ اشتباہ باقی رہتا اور اہل بیتؑ کے ماننے والے دو حصوں میں بٹ جاتے، لیکن اس امام زادے کی وفات سے اشتباہ ختم ہو گیا اور اب معاملہ صاف ہو گیا ہے۔ (واللہ العالم، مترجم)

اور ہمارے شیخ نے کتاب نجم الثاقب میں فرمایا ہے کہ سید محمد مذکور کا مزار سامرہ سے آٹھ فرسخ کے فاصلہ پر بلد بستی کے قریب ہے اور وہ بزرگوار اجلاء سادات اور صاحب کرامات متواترہ میں سے ہیں، یہاں تک کہ اہل سنت وبادیہ نشین بھی آپ کا انتہائی احترام کرتے ہیں اور آپؑ سے ڈرتے ہیں اور کبھی بھی جھوٹی قسم ان کے نام کی نہیں کھاتے اور ہمیشہ اطراف وجوانب سے ان کے لیے نذریں لے جاتے ہیں، بلکہ اکثر جھگڑوں کا فیصلہ اطراف سامرہ میں ان کے نام کی قسم کھانے پر ہوتا ہے اور بارہا ہم نے دیکھا ہے کہ جب بھی بناء قسم کھانے پر ہوئی تو منکر مال اس کے مالکوں کو دے دیتا ہے، کیونکہ ان کے نام کی جھوٹی قسم سے انہیں تکالیف ومصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ان دنوں سامرہ میں رہائش کے زمانہ میں چند ایک کرامات ان سے دیکھی گئی ہیں اور ایک عالم ان کرامات کو جمع کر کے ان کے فضل میں رسالہ لکھنا چاہتا ہے۔ وفقه الله تعالٰی، انتہی۔ سید ضامن نے تحفہ میں فرمایا ہے کہ سید محمد کی اولاد میں سے ہے شمس الدین محمد بن علی بن حسین بن محمد بن علی بن محمد الامام الہادی علیہ السلام جو کہ میر سلطان بخاری کے نام سے مشہور ہیں، کیونکہ ان کی ولادت اور نشوونما بخارا میں ہوئی ہے اور ان کی اولاد کو بخاری کہتے ہیں اور یہ شمس الدین سید باورع عابد صالح اور زاہد دنیا تھے، بڑے بڑے علماء کے ساتھ رہے اور ان سے فضائل کا اکتساب کیا اور ان کی صدر مجلس میں بیٹھے پھر بخارا سے بلاد روم کی طرف متوجہ ہوئے اور وہاں شہر بروساہ میں قیام کیا اور ان سے بہت سی کرامات نقل ہوئی ہیں، اسی شہر میں ۸۳۲ ہجری یا ۸۳۳ ہجری میں وفات پائی۔ ان کی قبر اس جگہ مشہور ہے اور وہ زیارت گاہ ہے کہ لوگ اس کی زیارت کے لیے جاتے اور ان کے لیے نذریں لے جاتے ہیں، سید حسن براقی نے کہا ہے کہ امام زادہ سید محمد کی نسل اسی شمس الدین سے چلی ہے اور اس کی اولاد در اولاد اطراف عالم میں منتشر ہے، انہیں کی اولاد میں سے علاؤ الدین ابراہیم ہے اور اس کا بیٹا علی اور اس کا بیٹا یوسف اور اس کا بیٹا حمزہ اور اس کا بیٹا سید محمد یعاج۔ انتہی

اور باقی رہا جعفر تو اس کی مثال پسر نوحؑ پیغمبر جیسی ہے اور اس کا لقب کذاب ہے اور اس نے ناحق امامت کا دعویٰ کیا اور لوگوں کو گمراہ کیا اور اس نے ایک آزاد عورت آل جعفر میں سے فروخت کی اور اس کی مذمت میں بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں۔ لیکن میں ان کا نقل کرنا یہاں ضروری نہیں سمجھتا اور اسے ابو کرین کہتے تھے اس لیے کہ کہا گیا ہے کہ اس کی ایک سو بیس اولادیں تھیں، مجدی

میں ہے کہ اس کی قبر اپنے باپ کے گھر سامرہ میں ہے جب اس کی وفات ہوئی تو اس کی عمر چالیس سال تھی ۲۷۱ھ ہجری میں وفات ہوئی اور اس کی اولاد میں سے ابوالرضا محسن بن جعفر ہے جس نے مقتدر کے زمانہ حکومت میں ۳۰۰ھ میں دمشق کے علاقہ میں خروج کیا اور اس کو قتل کر دیا گیا اور اس کا سر قلم کر کے بغداد لے گئے اور پل بغداد پر سولی پر لٹکایا گیا، نیز اس کی اولاد میں سے ہے عیسیٰ بن جعفر جو ابن رضا کے نام سے مشہور ہے جو کہ عالم و فاضل کامل تھا، اس سے شیخ اجل ابو محمد، ہارون بن موسیٰ تلعکبری نے ۳۲۵ھ میں سماع حدیث کیا اور اس سے اجازہ حاصل کیا۔ تاریخ قم سے نقل ہوا ہے کہ بریعہ جعفر بن امام علی نقی علیہ السلام کی بیٹی محمد بن موسیٰ مبرقع کی بیوی تھی، وہ اپنے شوہر کے ساتھ قم میں آئی اور اپنے شوہر محمد کے بعد وفات پائی اور اپنے شوہر کے مشہد میں اس کے پہلو میں دفن ہوئی، ان کی قبر بقعہ مشہورہ چہل دختران یا اختران میں ہے، اور بریعہ کی وفات کے بعد اس کے بھائی ابراہیم قم سے چلا گیا اور یحییٰ صوفی قم میں رہ گیا۔ اور زکریا بن آدم کے میدان میں حمزہ بن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے مشہد کے پاس سکونت پذیر ہوا اور قم میں شہر بانویہ امین الدولہ ابوالقاسم بن مرزبان بن مقاتل کی بیٹی کو نکاح شرعی سے اپنے عقد میں لے آیا اور اس سے ابوجعفر و فخر العرق اور ستیہ پیدا ہوئے اور ان سے کافی اولاد ہوئی اور وہ سب صوفیہ کے لقب سے مشہور تھے اور کتاب مجدی میں ہے کہ جعفر کذاب کی اولاد میں سے ہے ابوالفتح احمد بن محمد بن محسن بن یحییٰ بن جعفر مذکور۔ اور اس نے مقام آمد میں وفات پائی، اس کا باپ ابو عبداللہ محمد صاحب جلالت تھا، اور اس کا بھائی ابوالقاسم علی فاضل و ادیب و حافظ قرآن تھا اور اس نے مصر کی طرف سفر کیا اور وہ ناصبیت کے ساتھ متہم ہے۔

ساتویں فصل

حضرت ہادی علیہ السلام کے چند اصحاب کا تذکرہ

پہلا حسین بن سعید بن حماد بن سعید بن مہران مولیٰ (غلام) علی بن الحسین علیہما السلام اہوازی ثقہ جلیل القدر حضرت رضاؑ و حضرت ہادی علیہم السلام کے راویان حدیث میں سے ہے، اس کی اصل کوفہ ہے، لیکن وہ اپنے بھائی حسنؒ کے ساتھ اہواز کی طرف منتقل ہو گیا اس کے بعد قم میں گیا اور حسن بن ابان کے پاس قیام کیا اور قم میں ہی وفات پائی۔ اس نے تیس کتابیں تالیف کیں اور اس کے بھائی حسن نے پچاس کتابیں تصنیف کیں وہ ان تیس کتب کی تصنیف میں بھی شریک رہا یہ تیس کتابیں اصحاب کے درمیان اس طرح معروف ہیں کہ باقیوں کی کتابوں کا ان پر قیاس کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں شخص کی کتابیں حسین بن سعید اہوازی کی تیس جلدوں کی طرح ہیں اور حسن بن سعید وہی ہے کہ جس نے علی بن مہزیار اور اسحاق بن ابراہیم حضینی کو امام رضاؑ کی خدمت میں پہنچایا اور اس کے بعد علی بن ریان کو حضرتؑ کی خدمت میں لے گیا، ان تین افراد کی ہدایت اور ان کی مذہب حق کی معرفت کا سبب اور باعث یہ ہوا انہوں نے اس سے حدیث سنی اور اس کے ساتھ معروف ہوئے اور اسی طرح عبداللہ بن محمد حضینی کو حضرتؑ کی طرف دلالت و ہدایت

کی، احمد حسین کا بیٹا غلو کے ساتھ متہم ہے اس نے قم میں وفات پائی۔

دوسرا خیران خادم مولا (غلام) امام رضا ثقہ وجلیل القدر اور حضرت ابوالحسنؑ الثالث کے اصحاب میں سے ہے، بلکہ منتہی المقال میں ہے کہ وہ حضرت رضا و جواد و ہادی علیہم السلام کے اصحاب اور ان کے اسرار کا امین ہے، یہ وہی شخص ہے کہ سفر حج میں مدینہ میں حضرت جواد علیہ السلام کی خدمت سے شرفیاب ہوا، جب کہ آنجنابؑ ایک چبوترے پر بیٹھے تھے، اس طرح اس پر حضرتؑ کی ہیبت و دہشت طاری ہوئی کہ وہ چبوترے کی سیڑھیوں کی طرف متوجہ ہوئے بغیر چاہتا تھا کہ سیڑھیوں کے بغیر ہی اوپر چلا جائے اور آنجنابؑ نے اشارہ کیا کہ سیڑھیوں سے آؤ۔ اوپر گیا اور سلام کر کے آپؑ کے ہاتھوں کا بوسہ لیا اور اپنے ہاتھ حضرتؑ کے چہرے پہ ملے اور بیٹھ گیا اور کافی دیر تک دہشت سے آپؑ کے ہاتھ کو پکڑے رہا، جب دہشت ختم ہوئی تو اس وقت آپ کا ہاتھ چھوڑ دیا، پھر عرض کیا کہ آپؑ کے غلام ریان بن شبیب نے آپؑ کی خدمت میں سلام عرض کیا ہے اور التماس کی ہے کہ اس کے بیٹے کے لیے دعا فرمائیں۔

حضرتؑ نے اس کے لیے تو دعا فرمائی، لیکن اس کے بیٹے کے لیے دعا نہ کی، اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خیران حضرتؑ کی طرف سے وکیل تھا اور ایک روایت کی ذیل میں ہے کہ آپؑ نے اس سے فرمایا اس میں اپنی رائے کو بروئے کار لاؤ، کیونکہ تیری رائے میری رائے ہے۔ اور جس نے تمہاری اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور خیران کے چند مسئلے ہیں جو اس نے حضرتؑ اور حضرت ہادیؑ سے روایت کیے ہیں اور یہ خیران وہی ہے جو حضرت جواد علیہ السلام کے زمانہ میں آنجنابؑ کی خدمت کے لیے ہر وقت دروازے سے لگا رہتا تھا، ایک دفعہ حضرت جوادؑ کی طرف سے اس کے پاس ایک قاصد آیا اور اس نے کہا کہ تیرا مولا یعنی حضرت جوادؑ تجھے سلام کہہ رہے ہیں اور فرمایا ہے کہ میں دنیا سے جا رہا ہوں اور امر امامت میرے بیٹے علی کی طرف پلٹ گیا ہے، اور تمہاری گردن پر اس کے لیے وہ چیز ہے جو میرے باپ کے مختصر حالات لکھ دیے ہیں اور یہاں ہم صرف اس حدیث پر اکتفاء کرتے ہیں کہ جن میں انہوں نے اپنا دین و مذہب اپنے امام زمانہ حضرت ہادی علیہ السلام کے سامنے پیش کیا ہے۔

شیخ صدوق اور دوسرے علماء نے حضرت عبدالعظیم سے روایت کی ہے، فرمایا میں اپنے آقا علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا جب آپؑ نے مجھے دیکھا تو فرمایا مرحبا اے ابوالقاسم تو حقیقتہً ہمارا ولی و دوست ہے، پس میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا اے فرزند رسولؐ میں چاہتا ہوں کہ اپنا دین آپؑ کے خدمت میں پیش کروں۔ پس وہ اگر رضائے الٰہی کے مطابق اور پسندیدہ ہے تو اس پر ثابت قدم رہوں یہاں تک کہ خداوند عز وجل سے ملاقات کروں، فرمایا اے ابوالقاسم لے آؤ یعنی اپنا دین پیش کرو۔

میں نے کہا میں کہتا ہوں کہ خداوند تبارک وتعالیٰ ایک ہے، اور کوئی اس کے مثل نہیں، اور وہ حد ابطال اور حد تشبیہ سے خارج ہے، وہ جسم وصورت عرض وجوہر نہیں ہے، بلکہ وہ اجسام وصور کا پیدا کرنے والا اور اعراض وجواہر کا خالق ہے، وہ ہر چیز کا پروردگار اور مالک ہے اور اسی نے ہر چیز کو بنایا ہے، میں کہتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کا بندہ اور رسولؐ اور خاتم انبیاء وپیغمبران ہے اور قیامت تک ان کے بعد کوئی پیغمبر نہیں آئے گا، آپؐ کی شریعت تمام شرائع کی آخری ہے، اور قیامت تک اس کے بعد کوئی شریعت نہیں

اور کہتا ہوں کہ امام وخلیفہ اور ولی امر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امیر المومنین علی بن ابی طالب ہیں اور ان کے بعد امام حسنؑ اور ان کے بعد امام حسینؑ اور اس کے بعد علی بن الحسینؑ اور بعد میں محمدؑ بن علیؑ ان کے بعد جعفرؑ بن محمد بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بعد علیؑ بن موسیٰؑ بعد محمد بن علی علیہم السلام اور ان بزرگوں کے بعد آپؑ ہیں اے میرے مولا۔

پس امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے بعد میرا بیٹا حسن ہے، پس لوگوں کا کیا حال ہوگا اس کے بعد خلف کے زمانہ میں، میں نے عرض کیا اے مولا یہ معاملہ کیا ہوگا، فرمایا یہ اس لیے کہ اس کے وجود کو دیکھا نہیں جاسکے گا، اور اس کا نام زبان پر لانا حلال نہیں ہوگا، جب تک کہ وہ خروج نہ کرے اور وہ زمین کو عدل وانصاف نہ کرے، جیسا کہ وہ ظلم وجور سے پُر ہوگی۔

میں نے عرض کیا کہ میں نے اقرار کیا یعنی امام حسن عسکریؑ اور ان کے خلفؑ کی امامت کا قائل ہوں، پھر میں نے کہا کہ میں کہتا ہوں کہ ان بزرگواروں کا دوست خدا کا دوست ہے اور ان کا دشمن خدا کا دشمن ہے، ان کی اطاعت خدا کی اطاعت اور ان کی نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ معراج حق ہے، قبر میں سوال ہونا حق ہے، بہشت حق ہے، دوزخ حق ہے، صراط حق ہے، میزان حق ہے، اور یہ کہ قیامت آکر رہے گی اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں اور خداوند عالم ان لوگوں کو جو قبروں میں ہیں زندہ کرے گا اور اٹھائے گا، اور میں کہتا ہوں کہ ولایت کے بعد واجب فرائض یعنی خدا اور رسولؐ وآئمہ علیہم السلام کی دوستی کے بعد کے واجبات نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج وجہاد امر بمعروف اور نہی از منکر ہیں۔

پس امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا اے ابوالقاسم یہی خدا کا دین کہ جسے اس نے اپنے بندوں کے لیے پسند کیا ہے، اسی اعتقاد پر ثابت قدم رہو، خداوند عالم تمہیں دنیا وآخرت میں قول ثابت پر برقرار رکھے۔

تیسرا علی بن جعفر ہمینادی (اطراف بغداد کی ایک بستی ہے) حضرت ہادیؑ کا وکیل اور ثقہ تھا، متوکل کے پاس اس کی سعایت وچغلی گئی، متوکل نے حکم دیا اور اسے قید کر دیا گیا اور اس کے قتل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا، یہ اطلاع علی بن جعفر کو مل گئی، تو اس نے قید خانے سے حضرت ہادیؑ کو خط لکھا کہ آپؑ کو خدا کا واسطہ ہے آپؑ میرے حال پر نظر رحمت کیجئے، خدا کی قسم مجھے خوف ہے کہ میں کہیں شک نہ کر بیٹھوں، حضرتؑ نے وعدہ فرمایا کہ جمعہ کی رات تمہارے لیے دعا کروں گا۔

پس حضرتؑ نے دعا کی، اس دن کی صبح کو متوکل کو بخار آ گیا، اس کے بخار میں پیر کے دن تک شدت رہی، یہاں تک کہ اس کے لیے چیخ وپکار بلند ہوئی، پس اس نے حکم دیا کہ ایک ایک قیدی کو رہا کرو، خصوصاً علی کا نام لیا اور حکم دیا کہ اس کو رہا کر دو، اس سے معذرت چاہو، پس رہا ہو کر حضرتؑ کے حکم سے مکہ گیا اور وہاں کی مجاورت اختیار کر لی اور متوکل کی بیماری ٹھیک ہوگئی اور وہ صحت یاب ہوا۔

چوتھا ابن السکیت بن یعقوب بن اسحاق اہوازی شیعہ آئمہ لغت میں سے ایک حامل لواء علم عربیت وادب وشعر صاحب اصلاح المنطق اور امام محمد تقی اور امام علی نقی علیہما السلام کے خواص میں سے ثقہ وجلیل ہے، اور ۲۴۴ ہجری میں متوکل نے اسے قتل کر دیا اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ وہ متوکل کی اولاد کا مودب ومعلم تھا، ایک دن متوکل نے اس سے پوچھا کہ میرے دو بیٹے معتز یا موید تیرے

نزدیک بہتر ہیں یا حسنؑ و حسینؑ؟

ابن سکیت نے حسنین علیہما السلام کے فضائل شروع کر دیئے، متوکل لعین نے اپنے ترک غلاموں کو حکم دیا کہ وہ اسے اپنے قدموں کے نیچے پھینک دیں اور اس کے پیٹ کو روندیں۔ پھر اسے اس کے مکان پر چھوڑ آئے، دوسرے دن اس کی وفات ہوگئی۔

ایک اور قول یہ ہے کہ اس نے متوکل کے جواب میں کہا کہ علیؑ کا غلام قنبر تجھ سے اور تیرے دونوں بیٹوں سے بہتر ہے، متوکل نے حکم دیا کہ اس مظلوم کی زبان گدی سے کھینچ لی جائے اور اسے ابن السکیت زیادہ خاموش و ساکت رہنے کی وجہ سے کہتے تھے اور بڑی عجیب و غریب بات ہے کہ وہ اس چیز میں پڑا کہ جس سے اس نے تھوڑے دن پہلے یہ کہہ کر ڈرایا تھا۔

یصاب الفتی من عثرة بلسانه
ولیس یصاب المومن عثرة الرجل
فعثر ته فی القول تذهب راسه
وعثرته فی الرجل تبر عن مهل

جوان اپنی زبان کے پھسلنے سے مصیبت میں جا پڑتا ہے، اور پاؤں کے پھسلنے سے مصیبت میں نہیں پڑتا، پس بات کا پھسلنا اس کا سر لے جاتا ہے اور پاؤں کے پھسلنے میں کچھ دیر میں ٹھیک ہو جاتا ہے۔

تیرھواں باب

گیارھویں امام سبط سید البشر والد امام منتظر علیہ السلام محبوب قلب ہر نبی ووصی حضرت ابو محمد حسن بن علی عسکری صلوات اللہ علیہ کی تاریخ وسوانح، اس میں چند فصول ہیں۔

پہلی فصل

آپؑ کی ولادت اسم ولقب وکنیت اور آپؑ کی والدہ کے حالات

واضح ہو کہ آپؑ کی ولادت باسعادت مدینہ طیبہ ۲۳۲ ہجری ماہ جمادی الثانی میں ہوئی، البتہ دن کے تعین میں اختلاف ہے ،علامہ مجلسی نے فرمایا کہ زیادہ مشہور یہ ہے کہ آپؑ کی ولادت کا دن جمعہ آٹھ ماہ ربیع الثانی تھا اور بعض نے ماہ مذکور کی دس تاریخ کہی ہے اور بعض نے چار کی رات کہی ہے اور ہمارے شیخ حر عاملی نے بھی اس اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا ہے، ارجوزہ میں آپؑ کی تاریخ ولادت کے سلسلہ میں اپنے قول میں

مولدہ شہر ربیع الآخر
وذاك فی یوم الشریف العاشر
فی یوم الا ثنین وقیل الرابع
وقیل فی الثامن وھو شایع

یعنی آپؑ کی ولادت ربیع الثانی کی دس تاریخ پیر کے دن ہوئی اور بعض نے چار کہا اور بعض نے آٹھ کہا ہے جو کہ مشہور ہے۔

آپؑ کا اسم مبارک حسنؑ اور کنیت ابو محمد ہے، اور آپؑ کے زیادہ مشہور القاب زکی اور عسکری ہیں، حضرتؑ کو اسی طرح ان کے والد اور دادا کو ابن الرضاء کہتے تھے اور آپؑ کا نقش خاتم مقالیه السموات والارض، اور ایک قول ہے کہ انا للہ شہید تھا اور آپؑ کی تسبیح مہینہ کی سولہ سترہ تاریخ میں ہے، اور وہ تسبیح یہ ہے۔

"سبحان من ھو فی علوہ ودان و فی دنوہ عال وفی اشراقه منیرٌ وفی سلطانه قوی سبحان اللہ و بحمدہ۔

آپؑ کی والدہ ماجدہ کا نام حدیث اور ایک قول ہے کہ سلیل تھا اور انہیں جدہ کہتے تھے، وہ نہایت صاحب ورع وصلاح وتقویٰ تھیں، جناب الخلود میں ہے کہ وہ اپنے علاقہ کی شہزادی تھیں ان کی فضیلت کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کے بعد شیعیان علیؑ کی پناہ اور دادرس تھیں اور مسعودی نے اثبات الوصیۃ میں فرمایا ہے کہ جس وقت سلیل والدہ امام حسن عسکریؑ امام علی نقی علیہ السلام کی بارگاہ میں داخل ہوئیں تو آپؑ نے فرمایا سلیل ہر آفت و پلیدگی ونجاسب سے باہر نکال دی گئی ہے، اس کے بعد آپؑ نے اس مخدرہ سے فرمایا کہ خداوند عالم تجھے اپنی مخلوق پر اپنی حجت عطاء فرمائے گا جو زمین کو عدل وانصاف سے پر کرے گا جس طرح کہ وہ ظلم وجور سے پر ہوگی۔

اس کے بعد مسعودی نے کہا ہے کہ ان مخدرہ کو امام حسن عسکریؑ کا حمل مدینہ طیبہ میں ہوا، اور حضرتؑ ۲۳۱ ہجری مدینہ میں پیدا ہوئے، امام علی نقی علیہ السلام کا سن مبارک اس وقت سولہ سال اور چند ماہ تھا اور حضرتؑ کے ساتھ ہی ۲۳۲ ہجری میں آپؑ عراق کی طرف گئے، جب کہ آپؑ کا سن مبارک چار سال اور کچھ ماہ تھا، فقیر کہتا ہے کہ حضرت ہادی علیہ السلام کے حالات کے ذیل میں سید محمد کے تذکرہ میں حضرت ہادی علیہ السلام کی طرف سے امام حسن عسکریؑ کی امامت کی نصوص بیان ہو چکی ہیں۔

دوسری فصل

حضرت امام حسن عسکریؑ کے مختصر مکارم اخلاق اور نو

اور حالات کا تذکرہ اور اس میں چند خبریں ہیں

پہلی خبر! شیخ مفید اور دوسرے اعلام نے روایت کی ہے کہ بنی عباس صالح بن وصیف کے ہاں گئے جبکہ اس نے امام حسن عسکری علیہ السلام کو قید کر رکھا تھا اور اس سے کہنے لگے کہ اس پر تنگی اور سختی کرو اور اسے وسعت نہ دو۔

صالح کہنے لگا کہ میں اس کے ساتھ کیا کروں، میں نے اسے ایسے دو افراد کے سپرد کیا جو مجھے بدترین اشخاص مل سکے، ایک کا نام علی بن یارمش ہے اور دوسرے کا اقامش اور یہ تو اب وہ دونوں صاحب نماز، روزہ ہو چکے ہیں اور وہ عبادت کے مقام عظیم پر پہنچ گئے ہیں، پس اس نے حکم دیا اور ان دو افراد کو لایا گیا تو اس نے انہیں سرزنش کی اور کہنے لگا وائے ہو تم پر تمہارا اس شخص کے ساتھ کیا معاملہ ہے۔

وہ کہنے لگے ہم کیا بتائیں اس شخص کے حق میں جو دنوں کو روزے رکھتا ہے اور راتوں کو صبح تک عبادت میں مشغول رہتا ہے جو کسی سے بات نہیں کرتا اور عبادت کے علاوہ کسی چیز میں مشغول نہیں ہوتا اور جس وقت ہم پر نظر کرتا ہے تو ہمارے بدن اس طرح کانپنے لگتے ہیں کہ گویا ہم اپنے نفس کے مالک نہیں اور اپنے آپ کو قابو میں نہیں رکھ سکتے۔

جب آل عباس نے یہ سنا تو انتہائی ذلت اور بدترین حالت میں اس کے پاس سے واپس چلے گئے، مولف کہتا ہے کہ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرتؑ کے بیشتر اوقات قید میں گزرے، اور آپؑ لوگوں کے ساتھ میل جول نہیں رکھ سکتے تھے، اور ہمیشہ عبادت میں مشغول رہتے جیسا کہ بعد کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے۔

مسعودی روایت کرتا ہے کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام تھوڑے سے اپنے خاص دوستوں کے علاوہ زیادہ تر شیعوں سے مخفی رہتے تھے اور جب امر امامت حسنؑ تک پہنچا تو آپؑ خواص اور غیر خواص سب کے ساتھ پس پردہ گفتگو کرتے سوائے ان اوقات کے جب سوار ہو کر بادشاہ کے مکان پر جاتے اور یہ عمل آنجنابؑ کا اور ان سے پہلے ان کے والد بزرگوار کا تھا۔ حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کی غیبت کا پیش خیمہ تھا تا کہ شیعہ اس چیز سے مانوس رہیں اور غیبت سے انہیں وحشت نہ ہو اور احتجاب اور اختفاء میں ان کی عادت جاری ہو جائے۔

دوسری خبر: روایت ہوئی ہے کہ جس وقت معتمد نے امام حسن عسکریؑ کو علی بن حزین کے پاس قید رکھا اور ان کے ساتھ ان کے بھائی جعفر کو بھی تو ہمیشہ معتمد علی بن حزین سے آپؑ کے حالات پوچھتا رہتا اور وہ کہتا کہ آپؑ دنوں کو روزہ رکھتے اور راتوں کو نماز میں مشغول رہتے ہیں، یہاں تک کہ ایک دن آنجنابؑ نے حالات پوچھے اور علی نے وہی جواب دیا، معتمد نے کہا کہ اسی وقت ان کے پاس جاؤ اور انہیں میرا اسلام پہنچاؤ اور ان سے کہو کہ آپؑ سلامتی کے ساتھ اپنے گھر آ جائیں۔

علی بن حزین کہتا ہے کہ میں زندان کی طرف گیا تو دیکھا کہ زندان کے دروازہ پر ایک گدھا زین کسے ہوئے تیار کھڑا ہے ، میں زندان کے اندر گیا تو دیکھا کہ حضرت بیٹھے ہوئے ہیں اور اپنے موزے سبز چادر اور شاش شہر کا مخصوص لباس جسے شاشہ کہتے ہیں پہنے ہوئے ہیں، یعنی زندان سے باہر نکلنے اور گھر جانے کے لیے اپنے آپؑ کو تیار کیا ہوا تھا، پس جب مجھے دیکھا تو کھڑے ہو گئے میں نے اپنا پیغام پہنچایا۔

پھر آپؑ گدھے پر سوار ہو کر کھڑے ہو گئے، میں نے آپؑ سے کہا اے میرے سید و سردار آپؑ کیوں کھڑے ہیں، فرمایا تا کہ جعفر بھی آ جائے، میں نے عرض کیا کہ معتمد نے مجھے صرف آپؑ کی رہائی کا حکم دیا ہے۔

فرمایا اس کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ ہم دونوں اکٹھے گھر سے باہر نکلے تھے، اب اگر میں واپس جاؤں اور وہ ساتھ نہ ہو تو تم سمجھتے ہو کہ کیا ہوگا۔

پس وہ شخص گیا اور واپس آ کر کہنے لگا کہ وہ کہتا ہے کہ میں جعفر کو آپؑ کی خاطر رہا کرتا ہوں اور میں نے اسے اس خیانت اور تقصیر کی وجہ سے قید کیا تھا جو اس نے اپنی ذات پر وارد کی تھی اور ان باتوں کی وجہ سے جو اس سے سرزد ہوئی تھیں، پس جعفر آپ کے ساتھ گھر واپس آ گیا۔

تیسری خبر: عیسیٰ بن صبیح سے روایت ہے، وہ کہتا ہے جب ہم قید میں تھے تو حضرت امام حسن عسکریؑ کو بھی قید کیا گیا، اور انہیں ہمارے ہی قید خانے میں لے آئے، میں آپؑ کو جانتا تھا اور آپؑ سے شناسائی رکھتا تھا، آپؑ نے فرمایا تیری عمر پینسٹھ برس چند ماہ اور کچھ دن ہے، اور میرے پاس ایک دعاؤں کی کتاب تھی کہ جس میں میری تاریخ ولادت لکھی ہوئی تھی، جب میں نے اس کی طرف رجوع کیا تو اسی طرح تھا جیسے آپؑ نے خبر دی تھی، پھر فرمایا خدا نے تجھے کوئی بیٹا دیا ہے میں نے عرض کیا نہیں، عرض کیا خدایا اسے ایک بیٹا عطاء فرما جو کہ اس کا بازو بنے اور بیٹا اچھا بازو و قوت ہے، پھر آپؑ نے اس شعر سے تمثل کیا۔

من کان ذا ولد یدرك ظلا متہ

ان الذلیل الذی لیست لہ عضد

یعنی جو شخص صاحب اولاد ہے وہ ظلم کا بدلہ لیتا ہے، بیشک ذلیل وہ ہے کہ جس کا بازو اور قوت نہ ہو، میں نے عرض کیا آپؑ کا کوئی بیٹا ہے، فرمایا ہاں خدا کی قسم مجھے خداوند عالم ایک فرزند عنایت فرمائے گا جو زمین کو عدل و داد سے پر کرے گا، لیکن اس وقت میرا کوئی بیٹا نہیں، اس وقت آپؑ ان دو اشعار سے متمثل ہوئے۔

لعلك يوما ان ترانى كانما
بنى حوالى الا سود اللوابد
فان تميما قبل ان يلد الحصى
اقام زمانا وهو فى الناس واحد

شاید تو مجھے ایک دن دیکھے کہ میرے بیٹے کے گرد ببر شیر ہیں اور تمیم حصی کے پیدا ہونے سے پہلے ایک زمانہ تک لوگوں میں اکیلا رہا ہے۔

چوتھی خبر! روایت ہے کہ حضرت امام حسن عسکریؑ کو نحریر کے سپرد کیا گیا اور نحریر نے آپؑ پر سختی کی، وہ آپؑ کو اذیت و تکلیف دیتا تھا اس کی بیوی اس سے کہنے لگی اے شخص خدا سے ڈر کیونکہ تجھے معلوم نہیں کہ تیرے گھر کون شخص ہے، پس اس خاتون نے حضرت عسکریؑ کے آپؑ کی صالحیت عبادت وجلالت میں سے اوصاف بیان کرنے شروع کئے اور کہنے لگی میں تیری اس بدسلوکی سے تیرے متعلق خوفزدہ ہوں۔

نحریر لعین کہنے لگا خدا کی قسم میں اسے درندہ خانے میں شیروں اور درندوں میں پھینکوں گا، پس اس نے خلیفہ سے اجازت لی تو اس نے اجازت دے دی، پھر اس نے آپؑ کو شیروں کی جگہ پر پھینک دیا، اور انہیں اس میں شک نہیں تھا کہ شیر آپؑ کو کھا جائیں گے، پس انہوں نے اس جگہ نگاہ کی کہ حضرتؑ کی حالت معلوم کریں تو انہوں نے دیکھا کہ جناب کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور درندے آپؑ کے گرد ہیں۔

پس اس نے حکم دیا تو آپؑ کو باہر لائے اور اس کے گھر لے گئے۔ مولف کہتا ہے کہ اسی معجزہ ودلیل کی طرف گیارہ تاریخ کے دن کی دعا میں اشارہ ہوا ہے، جو آپؑ سے توسل کے لیے ہے۔ وبالا امام الحسن بن علیؑ علیه السلام الذی طرح للسباع فخلصه من مرابضها وامتحن بالا واب الصعاب فذللت له مرا كبها

یعنی میں متوسل ہوتا ہوں امام حسن عسکریؑ کے ساتھ وہ آقا کہ جس کو درندوں کے درمیان پھینکا گیا، پس تو نے خلاصی کے ساتھ درندوں کی جگہ سے تو اسے باہر لے آیا اور آپؑ کا امتحان کیا گیا ایک سرکش گھوڑے اور دانہ کے ساتھ جس کو تو نے رام کیا ان کی سواری کے لیے اور اس فقرہ میں اشارہ ہے اس واقعہ کی طرف کہ مستعین باللہ خلیفہ کے پاس ایک خچر تھا، سرکش اس طرح کہ کسی میں یہ طاقت نہیں تھی کہ اسے لگام چڑھائے یا اس کی پشت پر زین کس دے یا اس پر سوار ہو سکے۔ اتفاقاً ایک دن حضرت خلیفہ سے ملنے گئے تو وہ آپؑ سے کہنے لگا کہ میں آپؑ سے خواہش کرتا ہوں کہ آپؑ اس خچر کے منہ میں لگام چڑھا دیں، اس کا مقصد یہ تھا کہ یا تو خچر رام ہو جائے گا یا وہ سرکشی کر کے حضرتؑ کو ہلاک کر دے گا۔

پس حضرت اٹھے اور اپنا دست مبارک خچر کی پشت پر مارا تو اس جانور کو پسینہ آ گیا، اتنا کہ وہ اس کے بدن پر جاری ہو گیا اور وہ انتہائی آرام وسکون میں ہو گیا، پس حضرتؑ نے اس پر زین کسی اور اس کے منہ میں لگام چڑھائی اور اس پر سوار ہو کر کچھ دیر اسے

مکان میں چلا یا، خلیفہ کو اس چیز سے تعجب ہوا اور وہ مجرا آپ کو دے دیا۔

پانچویں خبر! ابن شہر آشوب نے کتاب تبدیل ابوالقاسم کوفی سے نقل کیا ہے کہ اسحاق کندی جو کہ فیلسوف عراق تھا، اس نے اپنے زمانہ میں ایک کتاب کی تالیف تناقض قرآن میں شروع کی اور خود کو اس کام میں اتنا مشغول کیا کہ لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور اپنے گھر میں رہتا، اور ہمیشہ اسی کام میں مصروف رہتا، یہاں تک کہ اس کا ایک شاگرد امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

حضرتؑ نے اس سے فرمایا کیا تم میں کوئی شخص رشید نہیں کہ تمہارے استاد کندی کو اس شغل سے روکے کہ جو اس نے اپنے لیے قرار دیا ہے، وہ شاگرد کہنے لگا ہم کس طرح اس پر اس امر میں اعتراض کر سکتے ہیں، ہماری طرف سے یہ کام مناسب نہیں۔

حضرتؑ نے فرمایا اگر میں تمہیں کوئی القاء کروں تو تم وہ اس تک پہنچاؤ گے، اس نے عرض کیا جی ہاں، فرمایا اس کے پاس جاؤ اور اس سے انس حاصل کرو، اس کی موانست و اعانت لطف و مدارت کر کے کرو، جب تم دونوں میں انس پیدا ہو جائے تو اس سے کہو کہ ایک مسئلہ میری نظر میں آیا ہے میں چاہتا ہوں کہ وہ تجھ سے پوچھوں، پھر اس سے کہو کہ اگر تیرے پاس کوئی قرآن کے متعلق گفتگو و بحث کرنے والا آئے اور کہے کہ کیا یہ جائز و ممکن ہے کہ خداوند عالم نے اس کلام سے جو قرآن میں ہے اس معنی کے علاوہ کسی معنی کا جو تو نے گمان کیا ہے ارادہ فرمایا ہو،

وہ جواب میں کہے گا ہاں جائز ہے، کیونکہ وہ ایسا شخص ہے جو اس بات کو جو سنے سمجھ لیتا ہے پس اس سے کہو شاید خداوند عالم نے قرآن میں اس معنی کے سوا کوئی اور معنی مراد لیا ہو، جو معنی تو نے اس کا لیا ہے اور اسے خدا کی مراد و مقصد سمجھا ہے اور تو اس معنی کے علاوہ وہ معنی رکھ رہا ہے۔

پس وہ شاگرد اس کندی کے پاس گیا اور اس سے ملاطفت و موانست کی، یہاں تک کہ اس پر وہ مسئلہ القاء کیا جو حضرتؑ نے اسے تعلیم دیا تھا۔

کندی کہنے لگا اس مسئلہ کا مجھ پر اعادہ کرو، اس نے دوبارہ اسے بیان کیا اس نے اس میں غور و فکر کیا تو اس نے لغت و نظر کی بناء پر جائز اور محتمل پایا کہ کوئی دوسرا معنی مراد ہو اس نے کہا کہ میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ مجھے بتا یہ مسئلہ تجھے کس نے تعلیم دیا ہے وہ کہنے لگا کہ یہ بات میرے دل میں آئی ہے وہ کہنے لگا اس طرح نہیں ہے جو تو کہتا ہے، کیونکہ یہ ایسا کلام نہیں جو تجھ سے سرزد ہو، کیونکہ تو ابھی اس مرتبہ کو نہیں پہنچا کہ اس کا مطلب سمجھ سکے لہذا مجھے بتا کہ تو نے یہ کہاں سے لیا ہے۔

وہ کہنے لگا کہ امام حسن عسکری علیہ السلام نے مجھے اس کا حکم دیا ہے کندی کہنے لگا اب تو نے حقیقت حال کو بیان کیا ہے اس قسم کے مطالب صرف یہی خانوادہ بیان کر سکتا ہے پھر آگ منگوائی اور جو کچھ اس سلسلے میں تالیف کر رہا تھا سب جلا دیا۔

چھٹی خبر! علامہ مجلسی نے ہمارے اصحاب کے بعض تالیف سے علی بن عاصم کوفی سے ایک خبر روایت کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرتؑ نے اسے بساط و مسند پر بہت سے انبیاء و مرسلین اور ان کے قدموں کے نشانات دکھائے علی کہتا ہے کہ میں ان پر گر پڑا اور ان کے بوسے لئے اور حضرتؑ کے ہاتھوں کا بھی بوسہ لیا اور میں نے عرض کیا کہ میں

ہاتھ سے آپؑ کی نصرت و مدد کرنے سے عاجز ہوں اور میرے پاس کوئی عمل نہیں سوائے آپؑ کی موالات و دوستی کے اور سوائے بیزاری اور لعنت کرنے کے آپؑ کے دشمنوں پر علیحدگیوں میں، پس میری حالت کیا ہوگی۔

حضرتؑ نے فرمایا مجھے حدیث بیان کی میرے باپؑ نے میرے جد رسول خدا سے کہ آپؐ نے فرمایا جو ہم اہل بیتؑ کی مدد کرنے سے عاجز ہو اور تنہائیوں میں ہمارے دشمنوں پر لعنت کرے تو خداوند عالم اس کی آواز تمام ملائکہ تک پہنچاتا ہے، پس جس وقت تم میں سے کوئی لعنت کرے ہمارے دشمنوں پر تو ملائکہ اسے اوپر لے جاتے ہیں اور اس پر لعنت کرتے ہیں جو اس پر لعنت نہ کرے، پس جب اس کی آواز ملائکہ تک پہنچتی ہے تو وہ اس کے لیے استغفار کرتے ہیں اور اس کی تعریف وثناء کرتے ہیں اور کہتے ہیں خدایا رحمت نازل کر اپنے اس بندہ کی روح پر کہ جس نے اپنے اولیاء کی نصرت میں اپنی کوشش صرف کی ہے اور اگر اس سے زیادہ کی قدرت رکھتا ہوتا تو وہ بھی کرتا، پس خداوند عالم کی ندا آتی ہے کہ اے میرے ملائکہ میں نے تمہاری دعا اس بندے کے حق میں قبول کر لی ہے اور تمہاری پکار کو سن لیا ہے اور میں نے ابرار کی ارواح کے ساتھ اس کی روح پر صلوات و رحمت نازل کی ہے اور اسے چنے ہوئے اخیار اور اچھے افراد میں قرار پایا ہے۔

ساتویں خبر ابحار الانوار میں ہے کہ صاحب تاریخ قم نے مشائخ قسم سے روایت کی ہے کہ ابوالحسن حسین بن حسن (حسین نسخہ) بن جعفر بن محمد اسماعیل بن امام جعفر صادق علیہ السلام قم میں تھا اور وہ علانیہ شراب پیتا تھا، پس ایک دن کسی ضرورت کے ماتحت وہ احمد بن اسحاق اشعری کے مکان پر گیا جو قم میں وکیل اوقاف تھا اور اس نے اذن دخول چاہا، لیکن اس نے آنے کی اجازت نہ دی تو وہ سید غم و اندوہ کی حالت میں اپنے گھر واپس چلا گیا۔

اس کے بعد احمد بن اسحاق حج کے لیے روانہ ہوا جب وہ سامرہ میں پہنچا تو اجازت چاہی کہ ابو محمد حسن عسکریؑ کی خدمت میں مشرف ہو تو حضرتؑ نے اجازت نہ دی، احمد نے اس سلسلہ میں طویل گریہ وزاری کی یہاں تک کہ آپؑ نے اجازت دے دی۔

جب حضرتؑ کی خدمت میں پہنچا تو عرض کیا اے فرزند رسول کس وجہ سے آپؑ نے مجھے خدمت میں مشرف ہونے سے منع کیا، حالانکہ میں آپؑ کے شیعوں اور موالیوں میں سے ہوں آپؑ نے فرمایا اس وجہ سے کہ تو نے میرے چچازاد بھائی کو اپنے گھر سے واپس کر دیا تھا، پس احمد نے گریہ کیا اور قسم کھائی کہ میں نے اس کو صرف اس لیے اپنے مکان میں آنے سے منع کیا تھا کہ وہ شراب پینے سے توبہ کر لے۔

آپؑ نے فرمایا کہ یہ ٹھیک ہے لیکن ان کے احترام و اکرام سے کسی حالت مین چارہ نہیں اور یہ کہ ان کو حقیر نہ سمجھو اور ان کی اہانت نہ کرو، ورنہ خاسرین اور نقصان میں رہنے والوں میں سے ہو جاؤ گے، کیونکہ یہ ہماری طرف منسوب ہیں۔

پس جب احمد قم سے پلٹ کے گیا تو اشراف لوگ اس کو دیکھنے کے لیے آئے اور حسین بھی ان کے ساتھ تھا جب احمد نے حسین کو دیکھا تو اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور اس کا استقبال اور عزت و تکریم کی اور اسے اپنی صدر مجلس میں بٹھایا۔ حسین نے احمد کے اس فعل کو بعید اور نیا سمجھا اور اس سے اس کا سبب پوچھا تو احمد نے وہ کچھ کہا جو اس کے اور امام حسن عسکری علیہ السلام کے درمیان گزرا تھا

جب حسین نے یہ سنا تو وہ اپنے افعال قبیحہ پر پشیمان ہوا اور ان سے توبہ کی اور اپنے گھر واپس جا کر جو شراب اس کے پاس تھی وہ زمین پر پھینک دی اس کے برتن توڑ ڈالے اور وہ اتقیاء باورع صالحین اور عبادت گزاروں میں ہو گیا اور ہمیشہ مساجد میں رہتا اور مساجد میں معتکف رہا، یہاں تک کہ وفات پائی اور جناب فاطمہ بنت موسیٰ علیہا السلام کے پاس دفن ہوا۔

مولف کہتا ہے تاریخ قم میں ہے کہ سید ابوالحسین مذکور سادات حسینی میں سے پہلا شخص ہے جو قم میں آیا اور جب اس کی وفات ہوئی تو اس کو مقبرہ بابلان میں دفن کیا گیا اور اس کا گنبد جناب فاطمہ کے گنبد کے اس طرف سے ملا ہوا ہے کہ جس طرف سے شہر کی جانب سے اندر داخل ہوتے ہیں۔انتھی

واضح ہو کہ اسی واقعہ کے قریب وہ واقعہ ہے جو علی بن عیسیٰ وزیر سے منقول ہے اور وہ اس طرح ہے کہ علی بن عیسیٰ کہتا ہے کہ میں اولاد علیؑ کے ساتھ احسان کرتا تھا اور میں ہر ایک کو مدینہ طیبہ میں سال بھر کے لیے اتنی مقدار میں دیتا تھا جو اس کے طعام ولباس واہل وعیال کے لیے کفایت کرتا اور یہ کام ماہ رمضان سے لے کر اس کے اختتام تک کرتا تھا ان میں سے ایک بوڑھا شخص تھا، امام موسیٰ بن جعفرؑ کی اولاد میں سے اور میں نے اس کے سال بھر کے لیے پانچ ہزار درہم مقرر کیے ہوئے تھے۔

اس طرح کا اتفاق ہوا کہ سردیوں کے موسم میں میں ایک دن گزر رہا تھا، میں نے اسے دیکھا کہ وہ مست پڑا ہے اور اس نے قے کی ہوئی ہے اور خاک آلود بدترین حالت میں شارع عام میں پڑا ہے میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں اس جیسے فاسق شخص کو سال میں پانچ ہزار درہم دیتا ہوں کہ وہ اسے خداوند عالم کی نافرمانی میں صرف کرے اب اس سال کا اس کا مقرر وظیفہ بند کر دوں گا۔

جب ماہ مبارک رمضان داخل ہوا تو وہ بوڑھا میرے ہاں آیا اور میرے گھر کے دروازے پر کھڑا ہوا جب میں وہاں پہنچا تو اس نے سلام کیا اور اپنے وظیفہ کا مطالبہ کیا میں نے کہا کہ نہیں تیرے لیے کوئی عزت وتکریم نہیں ہے میں اپنا مال تجھے دوں گا کہ اسے تو خدا کی نافرمانی میں صرف کرے کیا میں نے سردیوں میں تجھے نہیں دیکھا تھا کہ تو مست تھا، اپنے گھر واپس چلا جا اور پھر میرے مکان پر نہ آنا جب رات ہوئی تو میں نے پیغمبر اکرمؐ کو عالم خواب میں دیکھا کہ لوگ آپؐ کے گرد جمع ہیں پس میں آگے بڑھا تو آپؐ نے مجھ سے منہ پھیر لیا پس مجھ پر یہ بات دشوار ہوئی اور میری حالت بری ہو گئی۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ میرے ساتھ یہ برتاؤ کر رہے ہیں، باوجود اس کے کہ میں آپؐ کی اولاد کے ساتھ احسان اور نیکی کرتا ہوں اور میری ان سے نیکی کرنے اور ان پر زیادہ انعام واکرام کرنے کا بدلہ آپؐ نے یہ دیا ہے کہ مجھ سے منہ پھیر لیا ہے۔

فرمایا ہاں، کیوں تو نے میرے فلاں بیٹے کو اپنے دروازے سے بدترین حالت میں واپس کیا ہے اسے ناامید کیا اور ہر سال کا اس کا وظیفہ بند کر دیا۔

میں نے عرض کیا، چونکہ میں نے اسے ایک قبیح معصیت میں مبتلا دیکھا ہے اور آپؐ کے سامنے وہ واقعہ نقل کیا، میں نے کہا کہ میں نے اپنا جائزہ اس لیے روک دیا ہے تاکہ معصیت خدا پر اعانت نہ کروں، تو آپؐ نے فرمایا تو اس کے لیے اسے دیتا تھا یا میری وجہ سے۔

میں نے عرض کیا آپ کی وجہ سے، آپؑ نے فرمایا پھر میری ہی وجہ سے اس کے اس فعل کو چھپا ہی لیتا جو اس سے سرزد ہوا تھا اور یہ کہ وہ میری اولاد میں سے ہے۔

میں نے عرض کیا ایسا ہی کروں گا، اس کے ساتھ اعزاز و اکرام کے ساتھ، پس میں خواب سے بیدار ہوا جب صبح ہوئی تو میں نے کسی کو بوڑھے سید کے پیچھے بھیجا جب میں دیوان (دفتر) سے واپس آیا تو میں نے حکم دیا کہ اسے میرے پاس لے آؤ میں نے غلام سے کہا کہ دس ہزار درہم دو تھیلیوں میں اسے دو اور اس سے کہا کہ اگر کسی وجہ سے کم ہو جائے تو مجھے بتانا اور خوش کر کے اُسے بھیجا جب وہ صحن خانہ میں پہنچا تو میرے پاس واپس آیا اور کہنے لگا اے وزیر کیا سبب ہے کہ کل تو نے مجھے دھتکار دیا اور آج مہربانی و نوازش کی اور دگنا عطا کیا۔

میں نے کہا سوائے اچھائی کے کوئی بات نہیں تم خوشی کے ساتھ جاؤ۔

وہ کہنے لگا خدا کی قسم میں واپس نہیں جاؤں گا جب تک اصل واقعہ مجھے معلوم نہ ہو۔

پس میں نے جو کچھ خواب میں دیکھا تھا اس کے لیے بیان کیا تو اس کی آنکھوں میں آنسو بہنے لگے اور کہنے لگا کہ میں نذر واجبی کرتا ہوں کہ دوبارہ میں اس کام کو نہیں کروں گا جو تو نے دیکھا ہے اور کبھی کسی معصیت کے پیچھے نہیں جاؤں گا اور اپنے جد بزرگوار کو یہ تکلیف نہیں دوں گا کہ آپ مجھ سے احتجاج کریں، پھر اس نے توبہ کر لی۔

مولف کہتا ہے کہ شراب پینا گناہ کبیرہ ہے بلکہ روایت ہے کہ خداوند عالم نے شر اور بدی کے کچھ قفل اور تالے قرار دیئے ہیں کہ جن کی چابی شراب ہے اور ایک روایت میں ہے حضرت جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ شراب ام الخبائث اور ہر بدی کا بھید ہے، شراب پینے والے پر ایک ایسا وقت آتا ہے کہ جن سے اس کی عقل چھین لی جاتی ہے اس وقت وہ خدا کو نہیں پہچانتا اور کوئی گناہ نہیں چھوڑتا کہ جس کا ارتکاب نہ کرے اور نہ ہی کسی حرمت کو چھوڑتا ہے کہ جس کی ہتک حرمت نہ کرے اور نہ ہی کسی رحم کو قطع کرنے سے باز آتا ہے اور نہ ہی کسی فاحشہ اور قبیح فعل کو ترک کرتا ہے اور مست انسان کی مہار شیطان کے ہاتھ میں ہوتی ہے اگر وہ اسے حکم دے تو وہ بت کو بھی سجدہ کرتا ہے اور وہ شیطان کے تابع فرمان ہوتا ہے جدھر چاہے وہ اُسے لے جاتا ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام کی ایک روایت میں ہے آپؑ نے فرمایا شراب پینا انسان کو زناکاری، چوری، قتل نفس محترم اور خدا کا شریک قرار دینے میں داخل کر دیتا ہے اور شراب کے کام ہر گناہ سے اونچے ہیں، جس طرح کہ اس کا درخت ہر درخت سے اونچا ہے اور بہت سی روایات میں ہے کہ شراب کا عادی بت پرست کی مانند ہے اور یہ شراب پینے والا دوستی کے قابل نہیں، اس کی ہم نشینی نہیں کرنی چاہیے اور اسے امین نہیں سمجھنا چاہیے جب وہ شادی کرنا چاہیے تو اپنی شریف لڑکی اسے نہ دو، جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت نہ کرو، جب وہ مر جائے تو اس کے جنازہ میں شرکت نہ کرو، اس کی بات کی تصدیق نہ کرو، اور جو شخص نشے والی چیز پیئے تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں ہوتی اور اسے پیغمبر اکرمؐ کی شفاعت نصیب نہیں ہوتی اور وہ حوض کوثر پر نہیں جا سکے گا اور طینت خبال سے (وہ چیز ہے جو زناکار عورتوں کی شرمگاہ سے نکلے گی) اسے سیراب کیا جائے گا۔

فقیر کہتا ہے کہ روایات اس سلسلہ میں اس سے زیادہ ہیں کہ ان کا احصار وشمار کیا جائے اور فاسد و شرور جو مسکرات کے پینے سے دیکھنے میں آتے ہیں وہ محتاج بیان نہیں، اسی لیے نقل ہوا ہے کہ بعض یورپ کے ممالک میں مسکرات کے پینے سے سختی سے ممانعت کے احکام جاری کئے گئے اور ان کے بعض جرائد اور روزناموں میں نقل کیا ہے کہ جس میں مسکرات کے معائب و مفاسد کو تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اس کے فقرات میں سے کچھ یہ ہیں کہ تمام مشروبات میں سے بہترین خالص وسادہ پانی ہے اور یہ جو بعض ممالک کے اطباء اچھے صاف وشفاف پانی کے فقدان کی وجہ سے یا ہوا کے تقاضوں کے ماتحت تھوڑی سی شراب کی تجویز کرتے ہیں کہ پانی کے ثقل کو دور کرنے کے لیے تھوڑی سی ملائی جائے اور پھر پیا جائے، ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ وہی پانی پیا جائے اور جب تک کوئی ایسی بیماری نہ ہو جو لازمی شراب پینے کی مقتضی ہو تو اس کے پینے میں کوئی بھی فائدہ نہیں، تمام نشہ آور چیزیں وجود انسانی کے لیے مضر ہیں اور دانشور لوگوں نے مسکرات کے مضرات کے باب میں جو کہنے کی باتیں ہیں تفصیل سے کہی ہیں۔ مسکرات سے فائدہ کا تصور بچھو کے ڈنگ سے استفادہ کرنے کی طرح ہے جب زہر میں تریاق کی خاصیت پیدا ہو جائے تو مسکرات کے پینے سے بھی فائدہ کی توقع کوئی رکھ سکتا ہے جب ذوق سلیم رکھنے والا شخص اس کی ماہیت سے آگاہ ہو جائے اگر اس کا ہر قطرہ تازہ روح بخشنے والا ہو تب بھی وہ اپنی طبیعت کی صفائی کی بناء پر اس کے پینے سے منع کرے گا، شراب خور آج کے کام کو کل پر ڈالتا ہے اور اپنے کل کا خرچہ بھی آج ہی صرف کرتا ہے علاوہ اس کے کہ اس کے پینے سے بہت سے مفاسد ظہور پذیر ہوتے ہیں جو کہ نیک خاندانوں کی بدنامی کا سبب بنتے ہیں، شراب بہت سے بڑے خاندانوں کو تباہ و برباد کر دیتی ہے اور جب ہم نگاہ انصاف سے دیکھیں تو ہمیں نظر آئے گا کہ کئی ایک علل وامراض مہلکہ مسکرات کے زیادہ استعمال کی وجہ سے ہیں، کیونکہ وہ ممالک کہ جن میں شراب اور دوسرے مسکرات نہیں ہیں یا دین و دیانت کے حکم سے ممنوع ہیں وہاں کے رہنے والوں کا بعض امراض سے مامون ہونا تو آسان ہے، علاوہ اس کے وہ قوی الجسہ اور تندرست بھی ہیں خلاصہ یہ کہ اس قسم کے کئی مقالے انہوں نے لکھے ہیں، لیکن اس مقام پر گنجائش اس سے زیادہ کی نہیں، لہذا اسی پر اکتفاء کیا جاتا ہے اور اوحدی مراغہ اصفہانی کے ان چند اشعار سے ہم گفتگو کو ختم کرتے ہیں۔

می سرخت نمد فروش کند!
بنگ سبزت گلیم پوش کند!
دل سیاہی دہند رخ زردے
خون بسوز آیدت چونافہ مشک
خوردن آب گرم و سبزہ خشک
خون بسوز آیدت چونافہ مشک
بت پرستی زمی پرستی بہ!
مردن عاقلاں زمستی بہ!

چند گوئی کہ بادہ غم ہبردا
دین و دنیا ببیں کہ ہم ہبردا

آٹھویں خبر! ابو سہل بلخی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ ایک شخص نے امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں خط لکھا اور حضرتؑ سے درخواست کی کہ اس کے والدین کے لے دعا فرمائیں جب کہ اس کی ماں غالی اور باپ مومن تھا تو توقیع شریف آئی کہ رحم اللہ والدک، خدا تیرے باپ پر رحم کرے، ایک دوسرے شخص نے لکھا کہ اس کے والدین کے لیے دعا کریں کہ جس کی ماں مومنہ اور باپ ثنوی مذہب تھا، یعنی دو خداؤں کا قائل تھا تو توقیع (تحریر) آئی کہ رحم اللہ والدتک والتا معنقوطة یعنی خدا تیری والدہ پر رحم کرے، اور لفظ والدہ کا ضبط فرمایا کہ آخر میں تا نقطہ دار ہے، نہ پڑھی جائے تا کہ والدیک ہو جائے یعنی تیرے ماں باپ۔

تیسری فصل

امام حسن عسکریؑ کے دلائل و معجزات باہرات

پہلا معجزہ! قطب راوندی نے جعفر بن شریف جرجانی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دفعہ میں حج پر گیا اس کے بعد میں سامرہ میں امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں پہنچا، اور میرے ساتھ کچھ مال تھا جو شیعوں نے مجھے دیا تھا کہ وہ امام علیہ السلام تک پہنچاؤں، میں نے ارادہ کیا کہ حضرتؑ سے پوچھوں کہ یہ مال میں کس کو دوں تو میرے بات کرنے سے پہلے فرمایا کہ میرے خادم مبارک کو دے دو۔

وہ کہتا ہے کہ میں نے ایسا ہی کیا اور باہر آگیا اور میں نے عرض کیا کہ آپؑ کے جرجان کے شیعوں نے آپ کو سلام کہا ہے فرمایا کیا تم حج کر کے واپس جرجان نہیں جاؤ گے، میں نے عرض کیا واپس جاؤں گا، فرمایا آج سے لے کر ایک سو ستر دن کے بعد تم واپس جرجان جاؤ گے، اور اس میں جمعہ کے دن تین ربیع الثانی دن کے پہلے وقت میں داخل ہو گے تو لوگوں کو بتانا کہ میں اسی دن کے آخر میں جرجان میں آؤں گا، رشد و ہدایت کے ساتھ جاؤ بیشک خدا تمہیں اور جو تیرے ساتھ ہے سب کو سلامتی کے ساتھ پہنچائے گا اور تم اپنے اہل عیال کے پاس پہنچو گے اور تمہارے بیٹے شریف کے ہاں بیٹا پیدا ہو گا تو اس کا نام صلت بن شریف بن جعفر بن شریف رکھنا وسیبلغ اللہ بہ عنقریب خداوند عالم اسے حد کمال تک پہنچائے گا اور ہمارے اولیاء میں سے ہو گا۔

میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ ابراہیم بن اسماعیل جرجانی آپؑ کے شیعوں میں سے ہے اور آپؑ کے اولیاء اور دوستوں پر بہت احسان کرتا ہے اور ہر سال ایک لاکھ سے زیادہ اپنے مال میں سے خرچ کرتا ہے اور وہ ان اشخاص میں سے ایک ہے جو جرجان

میں نعمات خداوندی میں گردش کر رہے ہیں۔

فرمایا ابو اسحاق ابراہیم بن اسماعیل کو خدا جزائے خیر دے ان احسانات کے بدلے جو وہ ہمارے شیعوں پر ہے اور اس کے گناہوں کو بخش دے اور اسے صحیح الاعضاء بیٹا عنایت کرے جو حق کا قائل ہو، ابراہیم سے کہنا کہ حسن بن علیؑ کہہ رہے ہیں کہ اپنے بیٹے کا نام احمد رکھنا۔

راوی کہتا ہے کہ پس میں حضرتؑ کی خدمت سے واپس ہوا اور حج کیا اور سلامتی کے ساتھ جرجان واپس آیا اور جمعہ کی صبح تین ربیع الثانی کو وہاں وارد ہوا جس طرح کہ حضرتؑ نے خبر دی تھی، جب میرے ساتھی دوست و احباب بھی مجھے مبارک باد دینے کے لیے آئے تو میں نے ان سے کہا کہ امامؑ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آج کے دن دن کے آخر میں یہاں تشریف لائیں گے، پس جمع ہو جاؤ اور حضرتؑ سے اپنے مسائل و حاجات کے سوال کے لیے آمادہ ہو جاؤ۔

پس شیعہ حضرات ظہر و عصر کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد میرے مکان پر جمع ہو گئے پس خدا کی قسم ہم ملتفت نہ ہوئے، مگر یہ کہ ہم نے حضرتؑ کو دیکھا کہ وہ اچانک ہم میں آموجود ہوئے، ہم تو جمع ہی تھے، آپ نے آتے ہی ہم کو سلام کیا، ہم نے آپ کا استقبال کیا اور آپؑ کے ہاتھ کے بوسے لیے پھر آپؑ نے فرمایا کہ میں نے جعفر بن شریف سے کہا تھا کہ میں اس دن کے آخر میں تمہارے پاس آؤں گا، لہذا میں نے ظہر و عصر کی نماز سامرہ میں پڑھی ہے اور تمہارے پاس آ گیا ہوں تا کہ تم سے تجدید عہد کروں، پس اپنے تمام سوالات اور حاجتیں جمع کرو، سب سے پہلے جس شخص نے سوال کی ابتدا کی وہ نضر بن جابر تھا۔

عرض کیا فرزند رسولؐ چند مہینے ہوئے ہیں کہ میرے بیٹے کی آنکھیں خراب ہو گئی ہیں آپؑ خدا سے دعا کیجئے کہ وہ اس کی آنکھیں دوبارہ ٹھیک کر دے۔

حضرتؑ نے فرمایا اسے لے آؤ پھر آپؑ نے اپنا دست مبارک اس کی آنکھوں پر رکھا تو وہ روشن و منور ہو گئیں، پھر ایک ایک آتا گیا اور اپنی حاجات طلب کرتا اور حضرتؑ اسے پورا کیے جاتے، یہاں تک کہ آپؑ نے سب کی حاجات پوری کر دیں اور سب کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور اسی دن واپس چلے گئے۔

دوسرا معجزہ ابو ہاشم جعفری سے روایت ہے کہ میں نے امام حسن عسکریؑ سے سنا آپؑ فرما رہے تھے کہ جو گناہ بخشے نہیں جاتے، ان میں سے ایک انسان کا یہ قول ہے کہ وہ کہے کاش مجھے صرف اس گناہ کا مواخذہ ہوتا، یعنی کاش میرا صرف یہی گناہ ہوتا تو میں نے دل میں کہا کہ یہ مطلب دقیق ہے اور انسان کے لیے مناسب ہے کہ اپنے نفس میں ہر چیز کی جستجو و تلاش رکھے، جب اس بات نے میرے دل میں خطور کیا تو حضرتؑ نے میری طرف رخ کیا اور فرمایا سچ کہا ہے تو نے اے ابو ہاشم، لازم پکڑو اس چیز کو جو تمہارے دل میں گزری ہے پس اس میں شک نہیں کہ لوگوں کے درمیان شرک چیونٹی کے صاف و شفاف پتھر پر چلنے اور سیاہ پلاس کے کپڑے پر حرکت کرنے سے بھی زیادہ مخفی ہے مولف کہتا ہے کہ اس قسم کے گناہوں کو محقرات سے تعبیر کیا جاتا ہے اور حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ گناہان محقرات سے بچو کہ وہ بخشے نہیں جاتے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابلیس تم سے محقرات پر راضی ہو گیا ہے، اور فرمایا اے ابن مسعود آپؐ نے اُسے وصیت کرتے ہوئے فرمایا کسی گناہ کو حقیر اور چھوٹا نہ سمجھو اور اجتناب کرو بڑے گناہوں سے، کیونکہ بندہ جب قیامت کے دن اپنے گناہوں پر نگاہ کرے گا تو اس کی آنکھیں پیپ اور خون روئیں گی، خداوند عالم فرماتا ہے۔

یوم تجد کل نفس ما عملت من سوء تو دلو ان بینہا و بینہ امد بعیدا۔ وہ دن کہ جس دن نفس موجود پائے گا جو کچھ برے عمل کر چکا ہے تو دوست رکھے گا کہ کاش ان کے اور اس کے درمیان مسافت بعیدہ ہوتی ہے اور آپؐ ابوذر سے فرمایا کہ تحقیق مومن اپنے گناہ کو اس طرح دیکھتا ہے جیسے وہ شخص ایک بہت بڑے سخت پتھر کے نیچے ہو کہ جس کا اسے ڈر ہو کہ وہ اس پر گر پڑے گا، اور کافر اپنے گناہ کو اس مکھی کی طرح سمجھتا ہے جو اس کے ناک سے گزر جاتی ہے۔

اور حضرت امیر المومنین کے کلام میں سے ہے سخت ترین وہ گناہ ہے کہ جس کو اس کا کرنے والا سبک و آسان سمجھے اور علی بن ابراہیم قمی نے حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ خداوند عالم نے ایک سانپ خلق کیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کا احاطہ اور اس نے اپنا سر اور دم عرش کے نیچے اکٹھا کیا ہوا ہے پس جب وہ بندوں کے گناہوں کو دیکھتا ہے تو وہ غصے ہو جاتا ہے اور وہ رخصت و اجازت طلب کرتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کو کھا جائے، اور روایات اس سلسلہ میں بہت زیادہ ہیں، اور حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہوئی ہے کہ ایک دفعہ رسول خدا ایک بے گیاہ زمین پر اترے تو آپؐ نے اصحاب سے فرمایا کہ جلانے کے لیے لکڑیاں لے آؤ۔

انہوں نے عرض کیا کہ ہم اس زمین میں ہیں کہ جس میں کوئی گھاس وغیرہ نہیں ہے اس میں لکڑیاں نہیں مل سکتیں، فرمایا ہر شخص لے آئے جو اس کے لیے ممکن ہو، پس وہ لکڑیاں لے کر آئے اور انہوں نے آپؐ کے سامنے ایک دوسرے پر رکھ دیں، جب لکڑیاں جمع ہو گئیں تو آپ نے فرمایا کہ گناہ اس طرح جمع ہو جاتے ہیں، معلوم ہوا کہ آپؐ کا مقصد یہ تھا کہ جس طرح گھاس سے خالی بیابان میں لکڑیاں نظر نہیں آتی تھیں، جب ان کی طلب و تلاش میں نکلے تو بہت سی جمع ہو گئیں اور ایک دوسرے کے اوپر ڈالی گئیں اسی طرح گناہ بھی نظر میں نہیں آتے لیکن جب جستجو اور حساب ہو تو بہت سے گناہ جمع ہو جائیں گے۔

تیسرا معجزہ نیز ابو ہاشم سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت امام حسن عسکریؑ سوار ہوئے اور صحرا کی طرف گئے میں بھی آپؐ کے ساتھ سوار ہوا، پس اس اثناء میں جب کہ حضرتؑ میرے آگے آگے جا رہے تھے اور میں ان کے پیچھے تھا تو مجھے میرے قرض کی فکر دامن گیر ہوئی کہ جس کا وقت آ گیا تھا، پس میں فکر کرتا تھا کہ اسے کہاں سے ادا کروں تو حضرتؑ نے میری طرف رخ کیا اور فرمایا خدا اسے ادا کرے گا، پس اسی حالت میں کہ زین سوار تھے زمین کی طرف جھکے اور اپنے تازیانے سے زمین پر خط کھینچا اور فرمایا اے ابو ہاشم پیادہ ہو کر لے لو اور اسے مخفی رکھو، ابو ہاشم کہتے ہیں میں پیادہ ہوا تو اچانک دیکھا کہ عمدہ خالص سونا ہے، میں نے اسے اٹھا کر اپنے موزے میں رکھ لیا۔

پس کچھ راستہ اور سیر کرتے رہے، پھر میں نے فکر کی اور دل میں کہا کہ اگر اس سے میرا قرض ادا ہو گیا تو فبہا ورنہ قرض خواہ کو

اسی پر راضی کر لوں گا اور دوست رکھتا تھا کہ سردیوں کے اخراجات کپڑوں وغیرہ کے متعلق کچھ سوچوں جب یہ خیال آیا تو آپؑ نے میری طرف دیکھا اور دوبارہ زمین کی طرف جھکے اور زمین پر اپنے تازیانے سے پہلے کی طرح خط کھینچا اور فرمایا پیادہ ہو کر لے لو اور مخفی رہو۔

ابو ہاشم کہتے ہیں کہ میں اترا تو دیکھا کہ عمدہ سونا ہے اس کو بھی اٹھا کر کے اپنے دوسرے موزے میں رکھ لیا، پس کچھ راستہ چل کر حضرتؑ اپنے گھر کی طرف اور میں اپنے گھر کی طرف چلا گیا، پس میں نے بیٹھ کر حساب کیا اپنے اس قرض کا اور اس کی مقدار معلوم کی، پھر میں نے پہلے سونے کو تولا تو میں نے دیکھا کہ اس کی مقدار بغیر کسی کمی و زیادتی کے میرے قرض کے برابر تھی پھر میں نے سوچا ان چیزوں کو کہ جن کی سردیوں میں مجھے ضرورت تھی ہر لحاظ سے اتنی مقدار کہ جس سے چارہ نہیں میانہ روی کے ساتھ بغیر تنگی اور فضول خرچی کے، پھر میں نے اس دوسرے سونے کو تولا تو وہ اس کے مطابق تھا کہ جس کا میں نے سردیوں کے لیے کمی و زیادتی کے بغیر اندازہ لگایا تھا۔

ابن شہر آشوب نے مناقب میں ابو ہاشم سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک وقت میں امر معاش کے لحاظ سے ضیق و تنگی میں تھا میں نے چاہا کہ حضرت امام حسن عسکریؑ سے اعانت طلب کروں مجھے شرم و حیا دامن گیر ہوئی، جب میں اپنے گھر واپس گیا تو حضرت نے میرے لیے سو اشرفی بھیجی اور لکھا تھا کہ جب تمہیں کوئی ضرورت پڑے تو شرم نہ کرو اور خجالت محسوس نہ کرو، بلکہ اس کا ہم سے مطالبہ کرو تو انشاء اللہ وہ کچھ دیکھو گے جو چاہتے ہو۔

چوتھا معجزہ! نیز ابو ہاشم سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں امام حسن عسکریؑ کی بارگاہ سے شرفیاب ہوا میں نے دیکھا کہ حضرتؑ خط لکھنے میں مشغول ہیں، پس نماز کا اول وقت آیا تو آپؑ نے وہ کاغذ زمین پر رکھ دیا اور نماز میں مشغول ہو گئے، پس میں نے دیکھا کہ قلم کاغذ کے اوپر چل رہا ہے اور لکھ رہا ہے یہاں تک کہ کاغذ کے آخر تک پہنچا، پس میں سجدہ میں گر گیا جب حضرتؑ نماز سے فارغ ہوئے تو قلم اپنے ہاتھ میں لے لیا اور لوگوں کو حاضر ہونے کی اجازت دے دی۔

مولف کہتا ہے کہ جو کچھ ابو ہاشم نے روایت کیا اور دیکھا ہے دلائل و معجزات حسن عسکری علیہ السلام اس سے زیادہ ہیں کہ یہاں ذکر ہو سکیں اور انہیں سے روایت ہے کہتے ہیں کہ جب بھی میں امام علی نقی علیہ السلام اور امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو کوئی نہ کوئی دلیل بر ہان ان سے دیکھی، حضرت ہادیؑ کے دلائل و معجزات میں بھی چند روایات اس سے نقل ہو چکی ہیں۔

پانچواں معجزہ! قطب راوندی نے فطرس (بطریق نسخہ) سے روایت کی ہے اور وہ ایک شخص تھا کہ جس نے علم طب پڑھا ہوا تھا اور اس کی عمر سو سال سے زیادہ تھی، وہ کہتا ہے کہ میں بختیشوع طبیب متوکل کا شاگرد تھا اور اس نے مجھے اپنے شاگردوں میں سے منتخب کیا ہوا تھا پس اس کی طرف حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے کسی کو بھیجا کہ وہ اپنے شاگردوں میں سے مخصوص ترین شاگرد کو بھیجے جو ان کی فصد کھولے پس بختیشوع نے مجھے اس کے لیے چنا اور کہنے لگا امام حسن عسکریؑ نے مجھ سے کسی شخص کو مانگا ہے جو ان کی فصد کھولے، پس ان کے پاس جاؤ اور یہ جان لو کہ وہ زیر آسمان رہنے والے سب لوگوں سے زیادہ عالم ہے لہذا اس سے پرہیز کرنا کہ کسی چیز میں تو تعرض کرے جس کا وہ تجھے حکم دیں۔

پس میں حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے مجھے حکم دیا کہ اس کمرہ میں رہو جب تک کہ میں تجھے بلاؤں نہیں، راوی کہتا ہے کہ جب میں حضرتؑ کی خدمت میں گیا تھا تو وہ وقت فصد کھولنے کے لیے عمدہ تھا لیکن آپؑ نے مجھے اس وقت بلایا جو فصد کے لیے اچھا نہیں تھا، پس آپؑ نے ایک بڑا طشت منگوایا تو میں نے آپؑ کی رگ اکحل کی فصد کھولی اور مسلسل خون آتا رہا یہاں تک کہ وہ طشت پر ہو گیا پھر فرمایا کہ اب خون کو بند کر دو، میں نے ایسا کیا پس آپؑ نے اپنے ہاتھ دھوئے اور اس کے اوپر کپڑا باندھ دیا اور مجھے اس کمرے کی طرف واپس کر دیا کہ جس میں مجھے ٹھہرایا ہوا تھا اور میرے لیے گرم کھانا لایا گیا جس میں بہت سی چیزیں تھیں اور میں عصر تک وہیں رہا، پھر مجھے بلایا اور فرمایا کہ رگ کھولو اور وہ طشت منگوایا پس میں نے رگ کھولی تو طشت پر ہو گیا، پس حکم دیا کہ خون کو روک لو اور رگ کو باندھ دیا اور مجھے کمرے کی طرف واپس کر دیا، میں نے وہاں رات گزاری جب صبح ہوئی اور سورج نکل آیا تو مجھے بلایا اور وہ طشت منگوایا اور فرمایا کہ رگ کھولو میں نے رگ کھولی تو خون آپؑ کے ہاتھ سے سفید دودھ کی مانند باہر آیا یہاں تک کہ طشت پر ہو گیا ، پس حکم دیا کہ خون بند کر دو اور رگ کو باندھ دیا اور حکم دیا کہ ایک جامہ لباس کا اور پچاس دینار مجھے دے دیں، فرمایا یہ لے لو اور مجھے معذور سمجھو اور چلے جاؤ۔

پس میں نے وہ چیزیں لے لیں جو آپؑ نے مجھے عطاء فرمائیں اور عرض کیا میرے مولا و آقا کسی خدمت کا مجھے حکم فرمائیں گے، فرمایا ہاں میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ اس کے ساتھ خوش رفتاری کرنا جو تمہاری رفاقت کرے اور تیرا ہمسفر ہو دیر عاقول سے پس میں بختیشوع کے پاس گیا اور اس سے واقعہ بیان کیا تو بختیشوع کہنے لگا کہ زیادہ تر خون مین جو بدن انسان میں ہوتا ہے اس کی مقدار سات من ہے (تقریباً آٹھ چھٹانک اور دس ماشے) اور یہ خون کی مقدار جو تو نقل کرتا ہے، اگر پانی کے کسی چشمے سے خارج ہوئی ہوتی تو بھی عجیب تھی اور اس سے زیادہ عجیب ہے دودھ جیسا خون کا آنا۔

پس اس نے کچھ دیر غور کیا اور پھر تین رات مسلسل کتابیں پڑھتا رہا کہ شاید اس واقعہ کا ذکر کہیں دنیا میں اسے مل جائے، لیکن اسے نہ مل سکا تو کہنے لگا کہ عیسائیوں کے درمیان اس وقت طب کا کوئی عالم دیر عاقول کے راہب سے زیادہ نہیں، پس اس نے اس کے لیے خط لکھا اور اس میں حضرتؑ کی فصد کا واقعہ بیان کیا اور میں وہ خط اس کے پاس لے گیا، جب میں اس کے گرجے کے پاس پہنچا تو اس نے گرجے کے اوپر سے مجھ پر نگاہ کی اور کہنے لگا تو کون ہے۔

میں نے کہا کہ میں بختیشوع کا شاگرد ہوں کہنے لگا اس کا خط لے کر آئے ہو، میں نے کہا کہ ہاں تو اس نے ایک زنبیل اوپر سے نیچے لٹکائی کہ جس میں میں نے خط رکھ دیا اور اس نے اسے اوپر کھینچا اور خط پڑھنے کے بعد اسی وقت گرجے سے نیچے اترا اور کہنے لگا وہ شخص تو ہے جس نے اس کی فصد کھولی ہے میں نے کہا کہ ہاں، وہ کہنے لگا طوبیٰ لامک خوش خبری ہے تیری ماں کے لیے۔

پس وہ خچر پر سوار ہوا اور چل پڑا، پس ہم سامرے میں اس وقت پہنچے جب کہ رات کی ایک تہائی باقی تھی میں نے کہا کہ کہاں جانا پسند کرتے ہو، ہمارے استاد کے گھر یا اس شخص کے گھر۔

وہ کہنے لگا اس شخص کے گھر اور ہم حضرتؑ کے دروازے پر اذان سے پہلے پہنچ گئے پس دروازہ کھلا اور ہمارے پاس ایک سیاہ رنگ کا خادم آیا اور کہنے لگا تم دونوں میں سے دیر عاقول کا رہنے والا کون ہے، راہب کہنے لگا تجھ پر قربان جاؤں میں ہوں، کہنے لگا اپنی سواری سے اترو اور مجھ سے کہنے لگا اس خچر اور اپنے خچر کی تم نگہبانی کرو، جب تک کہ راہب واپس آتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑا اور وہ دونوں مکان کے اندر چلے گئے اور میں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور دن چڑھ آیا تو اس وقت راہب اس حالت میں باہر آیا کہ اس نے اپنا رہبانیت والا لباس اتارا ہوا تھا اور سفید لباس پہنے ہوئے تھا اور اسلام لا چکا تھا۔

پھر کہنے لگا کہ اب مجھے اپنے استاد کے گھر لے چلو پس ہم بختیشوع کے گھر کے دروازے پر پہنچے جب اس کی نگاہ راہب پر پڑی تو اس نے جلدی کی اور دوڑ کر اس کی طرف آیا اور کہنے لگا کہ کس چیز نے تجھے دین نصرانیت وعیسائیت سے الگ کر دیا، اس نے کہا کہ میں نے مسیح کو پالیا ہے اور اسلام لے آیا ہوں، کہنے لگا مسیح کو پالیا ہے؟

اس نے کہا یا اس کی نظیر و مثیل کو، کیونکہ یہ فصد دنیا میں نہیں کھلوائی مگر مسیح نے اور یہ اس کا آیات و براہین میں نظیر ہے مگر وہ حضرتؑ کی خدمت میں واپس گیا اور وہیں رہا یہاں تک کہ وفات پائی۔ رحم اللہ علیہ

چھٹا معجزہ: شیخ کلینی نے ابن کردی سے محمد بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ہم پر امر معاش کی تنگی و سختی آگئی، میرا باپ کہنے لگا آؤ اس شخص کے پاس جائیں یعنی ابو محمد عسکریؑ کی طرف، کیونکہ نقل ہوا ہے کہ حضرتؑ صاحب سخاوت ہیں میں نے کہا کہ اسے پہچانتے ہو، کہنے لگا پہچانتا تو ہوں، لیکن کبھی اسے دیکھا نہیں پس ہم ان کے ارادہ سے چل پڑے میرے باپ نے راستہ میں کہا کہ ہم اس چیز کی طرف کس قدر حاجت مند ہیں کہ حضرتؑ ہمیں پانچ سو درہم دے دیں کہ جن میں سے دو سو درہم لباس وغیرہ میں خرچ کریں اور دو سو درہم اپنے قرض کی ادائیگی میں صرف کریں اور سو درہم اپنے اخراجات میں لے آئیں اور میں نے بھی دل میں کہا کہ کاش مجھے تین سو درہم مرحمت فرمائیں کہ جس میں سے سو درہم کا گدھا خریدوں اور سو درہم اپنے اخراجات میں اور سو درہم لباس پر خرچ کروں اور بلاد جبل کی طرف جاؤں۔

پس جب ہم آپؑ کے گھر کے دروازے پر پہنچے تو حضرتؑ کا غلام باہر آیا اور کہنے لگا کہ علی بن ابراہیم اور اس کا بیٹا محمد داخل ہوں، پس جب ہم اندر گئے تو ہم نے حضرتؑ کو سلام کیا تو آپؑ نے میرے والد سے کہا کہ اے علی اب تک تجھے ہمارے پاس آنے سے کس چیز نے روک رکھا تھا۔

میرے والد نے عرض کیا اے میرے آقا مجھے شرم آتی تھی کہ اس حالت میں میں آپؑ سے ملاقات کروں، پس جب آپؑ کی خدمت سے باہر نکلے تو حضرتؑ کا غلام آیا اور اس نے ایک تھیلی میرے باپ کو دی اور کہا کہ اس میں پانچ سو درہم ہیں دو سو درہم لباس کے لیے دو سو درہم قرض ادا کرنے کے اور ایک سو اخراجات ونفقہ کے لیے، اور مجھے بھی ایک تھیلی دی اور کہا کہ یہ تین سو درہم ہیں ان میں سے ایک سو درہم گدھے کی قیمت ہے سو درہم لباس کے لیے اور سو درہم اخراجات کے اور جبل کی طرف نہ جاؤ، بلکہ سوراء کی طرف جاؤ۔

اس نے ایسا ہی کیا کہ جس طرح حضرتؑ نے فرمایا تھا سوراء کی طرف گیا اور ایک عورت سے وہاں شادی کی اور وہ اتنا مالدار ہو گیا کہ آج اس کی آمدنی ہزار دینار ہے اور اس واضح و باہر معجزہ کے باوجود وہ وقف کا قائل ہے۔ ابن کردی کہتا ہے کہ میں نے اس سے کہا وائے ہو تجھ پر کیا کوئی ایسی چیز چاہیے جو اس سے زیادہ واضح اور روشن ہو کہنے لگا کہ **ھذا امر قد جرینا علیہ** یعنی اب تک مذہب وقف میں رہے ہیں اب بھی اسی پر باقی ہیں۔

ساتواں معجزہ! اسماعیل بن محمد بن علی بن اسماعیل بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں امام حسن عسکری علیہ السلام کے راستہ پر بیٹھ گیا، جب آپؑ میرے قریب سے گزرے تو میں نے حضرت سے فقر و فاقہ کی شکایت کی اور میں نے قسم کھائی کہ ایک درہم سے زیادہ میرے پاس نہیں ہے اور نہ صبح کا کھانا ہے نہ شام کا۔

فرمایا جھوٹی قسم کھا رہے ہو، حالانکہ تم نے دو سو اشرفیاں دفن کر رکھی ہیں اور میں یہ بات اس لیے نہیں کہہ رہا تھا کہ تمہیں کچھ نہ دوں یعنی یہ خیال نہ کرنا کہ میں تم سے یہ بات اس لیے نہیں کہہ رہا ہوں کہ تمہیں عطیہ و بخشش سے محروم کروں، پھر آپؑ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ جو کچھ مال تمہارے پاس ہے اسے دے دو، پس آپؑ کے غلام نے مجھے سو اشرفیاں دیں اس وقت حضرتؑ نے میری طرف رخ کیا اور فرمایا کہ تو اس دفن شدہ رقم سے اس وقت محروم ہو گا کہ جس وقت تو تمام اوقات کی نسبت اس کا زیادہ محتاج ہو گا۔

راوی کہتا ہے کہ حضرتؑ کا ارشاد سچ نکلا اور ویسا ہی ہوا جیسا کہ حضرتؑ نے فرمایا تھا، میں نے دو سو اشرفی چھپا رکھی تھی اور میں نے کہا کہ یہ میری سختی کے وقت پشت پناہ ہو گی، پس مجھے سخت ضرورت عارض ہوئی اور میں محتاج ہوا ایسی چیز کا جسے اپنے اخراجات میں خرچ کروں جب کہ روزی کے دروازے میرے اوپر بند ہو گئے تھے، پس میں اس دفینہ کے پاس گیا اور اس کو اوپر سے کھولتا کہ وہ رقم اٹھاؤں میں نے دیکھا کہ وہ رقم موجود نہیں ہے میرے بیٹے کو اس کا علم ہو گیا تھا وہ رقم کو لے کر بھاگ گیا تھا اور مجھے اس میں سے کچھ بھی نہ مل سکا اور اس سے محروم ہو گیا۔

آٹھواں معجزہ! صاحب تاریخ قم نے اس سادات کے تذکرہ میں جو کہ قم اور اس کے اطراف میں آئے تھے، کہا ہے کہ محمد خزری بن علی بن علی بن حسن الفطس بن علیؑ بن علیؑ بن الحسین علیہم السلام طبرستان میں حسن بن زید کے پاس گیا اور ایک مدت تک اس کے پاس رہا، پس حسن نے اسے زہر دے دیا اور وہ مر گیا، اس کے بیٹے آبہ کی طرف واپس آ گئے اور وہاں مقیم ہو گئے، اس وقت کہا ہے کہ ابوالقاسم بن ابراہیم بن علی بیان کرتا ہے کہ ابراہیم بن محمد خزری کہتا ہے کہ مجھ پر اور میرے بھائی علی کے لیے ہمارے باپ کی خبر پوشیدہ اور اس کی قرار گاہ و جائے رہائش مشتبہ ہو گئی، ہم مدینہ سے اس کی تلاش میں نکلے اور میں نے اپنے آپ سے کہا کہ میرے لیے اپنے باپ کی تلاش میں کوئی چارہ نہیں سوائے اس کے کہ میں اپنے مولا حسنؑ بن علی عسکری علیہ السلام کا قصد کروں اور ان سے اپنے والد کے حالات دریافت کروں تاکہ وہ مجھے بتائیں اور آگاہ کریں۔

پس میں نے سامرہ کا ارادہ کیا اور ابو محمد علیہ السلام در دولت پر حاضر ہوا، گرمی کا موسم تھا میں نے وہاں کسی کو نہ دیکھا پس میں وہیں بیٹھ کر انتظار کرنے لگا کہ کوئی گھر سے باہر نکلے اچانک دروازے کے کھلنے کی آواز میں نے سنی اور ایک کنیز گھر سے نکلی جو

کہہ رہی تھی ابراہیم بن محمد خزری، پس میں نے دیکھا اور کہا لبیک میں ہی ابراہیم بن محمد خزری ہوں، پس وہ کنیز کہنے لگی کہ میرے مولا تجھے سلام کہہ رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ تجھے باپ تک پہنچا دے گی اور مجھے ایک تھیلی دی کہ جس میں دس دینار تھے اور وہ لے کر میں واپس آ گیا پس راستے میں مجھے خیال آیا کہ میں اپنے مولاؑ سے والد کی خبر اور اس کی رہائش پوچھتا، پس میں نے چاہا کہ پلٹ جاؤں کہ مجھے اس کنیز کی بات یاد آئی جس نے کہا تھا کہ یہ تجھے تیرے باپ تک پہنچا دے گی، پس میں نے سمجھا کہ میں اپنے باپ کے پاس پہنچ جاؤں گا اور میں اس کی تلاش میں طبرستان پہنچا اور وہاں حسن بن زید کے پاس اس سے جا ملا، اور ان دس دیناروں میں سے ایک دینار میرے پاس رہ گیا تھا، پس میں نے یہ واقعہ اپنے باپ سے بیان کیا اور اس کے پاس رہا، یہاں تک کہ حسن بن زید نے اسے زہر دے دیا کہ جس سے اس کی وفات ہوئی اور میں آپ کی طرف منتقل ہو گیا۔

چوتھی فصل

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے بعض حکمت آمیز کلمات

پہلا ارشاد! فرمایا جدال و نزاع نہ کرو ورنہ تمہاری خوبی اور حسن جاتا رہے گا اور مزاح و مسخرہ نہ اڑاؤ ورنہ تم پر جرات کی جائے گی اور لوگ تم پر دلیر ہو جائیں گے۔

فقیر کہتا ہے کہ امام رضا علیہ کے کلمات میں نزاع و جدال کی مذمت میں اور امام موسیٰ بن جعفرؑ کے کلمات میں مزاح کی مذمت میں گفتگو ہو چکی ہے۔

دوسرا ارشاد! فرمایا زیادہ پارسا اور باورع وہ شخص ہے جو شبہ کے موقع پر توقف کرے اور سب لوگوں میں سے زیادہ عابد وہ ہے کہ جو فرائض و واجبات کو ادا کرے اور لوگوں میں زیادہ زاہد وہ ہے جو حرام کو چھوڑ دے اور تمام لوگوں کی نسبت کوشش اور مشقت اس کی زیادہ ہے جو گناہوں کو چھوڑ دے۔

تیسرا ارشاد! فرمایا تواضع میں سے ایک یہ ہے کہ جس شخص کے پاس سے گزرو اس کو سلام کرو اور یہ کہ مجلس کی شریف اور بلند جگہ سے نیچے بیٹھو، مولف کہتا ہے کہ اس کی نظیر امام محمد باقر علیہ السلام کے کلمات میں گزر چکی ہے۔

چوتھا ارشاد! فرمایا احمق کا دل اس کے منہ میں ہوتا ہے اور حکیم و دانا کا منہ دل میں ہوتا ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ بیوقوف

احمق پہلے بات کر لیتا ہے، اس کے بعد غور و تامل کرتا ہے کہ اس میں مصلحت تھی یا نہیں اس کے برعکس حکیم و دانا پہلے اس کلام میں غور و فکر کرتا ہے کہ جسے کہنا چاہتا ہے پس اگر اس میں مصلحت نظر آئی کہ اسے کہنا چاہیے تو پھر کہتا ہے۔

پانچواں ارشاد فرمایا وہ روزی کہ جس کی ضمانت خدا نے لی ہے وہ تجھے اس عمل سے محروم نہ کرے کہ جو تجھ پر واجب ہے۔

چھٹا ارشاد فرمایا ادب سے بعید اور دور ہے کہ خوشحالی کا اظہار کسی محزون و غمناک کے سامنے کیا جائے، فقیر کہتا ہے کہ شاید شیخ سعدی نے اس کلمہ مبارکہ سے اپنا قول اخذ کیا ہو

چو بینی یتیمی سر افگندہ پیش
مزن بوسہ بر روئے فرزند خویش

ساتواں ارشاد! فرمایا جاہل کو رام و مطیع کرنا اور صاحب عادت کو اس کی عادت سے پھیرنا معجزہ کی طرح ہے، فقیر کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے روایت ہوئی ہے آپؑ نے فرمایا میں نے بیماروں کا علاج کیا، پس بہ حکم خدا سے شفایاب ہوئے اور میں نے اذن خداوندی سے مردوں کو زندہ کیا اور میں نے احمق کا علاج کیا تو اس کی اصلاح پر قادر نہ ہو سکا۔

آٹھواں ارشاد! فرمایا کسی شخص کا اس چیز کے ساتھ اکرام نہ کرو جو اس پر دشوار ہو۔

نواں ارشاد! فرمایا جو شخص اپنے بھائی کو علیحدگی میں وعظ و نصیحت کرے اس نے اس کو زینت دی اور آراستہ کیا اور جس نے علانیہ اسے وعظ کیا اس نے اسے عیب دار کیا۔

دسواں ارشاد! فرمایا جس نے خدا سے انس حاصل کیا وہ لوگوں سے وحشت کھاتا ہے، فقیر کہتا ہے کہ اس کی فرمائش کو شیخ سعدی نے اشعار میں قلمبند کیا ہے۔

چنیں دارم از پیر دانندہ یاد
کہ شوریدہ ای سر بصحرا نہاد
پدر در فراقش نخورد و نخفت
پسر را ملامت نمودند و گفت
از آنگہ کہ یارم کس خویش خواند
دگر با کسم آشنائی نماند!
بحقش کہ تا حق جمالم نمود
دگر ہر چہ دیدم خیالم نمود!
بصد قش چناں نہادم قدم
کہ بینم جہاں با وجودش عدم

دگر باکسم بر نیاید نفس
کہ باد و نماندو گر جائے کس
گر از ہستی خود خبر داشتی
ہمہ خلق را نیست پندا شتی

ارشاد قدرت ہے قل الله ثمہ ذرھم کہو پھر ان سب کو چھوڑ دو، اور امیر المومنینؑ کا ارشاد ہے عظم الخالق عندك يصغر المخلوق فی عینك خالق کی عظمت تیرے نزدیک ہو تو وہ مخلوق کو تیری آنکھوں میں حقیر کر دے گی۔

گیارہواں ارشاد فرمایا حضرتؑ نے کہ اگر اہل دنیا دانا و عقلمند ہو جاتے اور دنیا کی حقیقت کو سمجھ لیتے تو دنیا خراب و برباد ہو جاتی۔

بارہواں ارشاد فرمایا جود و بخشش کا ایک اندازہ اور مقدار ہے پس جب اس مقدار سے زیادہ ہو جائے تو وہ اسراف و فضول خرچی ہے اور ہوشیاری اور احتیاط کی بھی ایک مقدار ہے جب اس مقدار سے زیادہ ہو جائے تو وہ بزدلی و خوف ہے اور اقتصاد و میانہ روی کی ایک مقدار و اندازہ ہے، پس جب وہ اس سے زیادہ ہو جائے تو وہ بخل ہے، اور شجاعت و بہادری کی ایک مقدار ہے جب اس سے زیادہ ہو جائے تو وہ تہور و بے باکی ہے اور تجھے اپنے نفس کو ادب سکھانے کے لیے تیرا ان چیزوں سے اجتناب کرنا کافی ہے جنہیں اپنے غیر سے مکروہ اور ناپسند سمجھتا ہے۔

پانچویں فصل

حضرت امام حسن عسکریؑ کی شہادت

علامہ مجلسی نے جلاء العیون میں فرمایا ہے کہ ابن بابویہ رحمہ اللہ اور دوسرے اعلام نے اہل قم کے ایک شخص سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں ایک دن احمد بن عبداللہ بن خاقان کی مجلس میں گیا جو کہ خلفاء کی طرف سے قم میں والی اوقاف وصدقات تھا اور وہ اہل بیت رسالتؐ کے ساتھ انتہائی عداوت ودشمنی رکھتا تھا، پس اس کی مجلس میں ان سادات علویہ کا جو سامرہ میں تھے اور ان کے مذاہب وصلاح وفساد اور ہر زمانہ کے خلیفہ کے نزدیک ان کی منزلت وقرب کا ذکر چھڑا تو احمد بن عبداللہ کہنے لگا کہ میں نے سامرہ میں سادات علوی میں سے کسی شخص کو علم وزہد وورع وزہادت ووقار وجاہت وعفت وحیاء وشرف اور خلفاء کے نزدیک قدر ومنزلت کے لحاظ سے حسنؑ بن علی عسکری جیسا نہیں دیکھا کہ امراء وسادات اور باقی بنی ہاشم ان کو اپنے بڑے بوڑھوں سے مقدم سمجھتے اور چھوٹے بڑے ان کا احترام اور تعظیم کرتے تھے اور اسی طرح وزراء وامراء اور تمام افسران لشکر اور مختلف اصناف کے لوگ ان کے اعزاز واکرام میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے تھے۔

میں ایک دن اپنے باپ کے سرہانے اس کے دیوان ودفتر کے اندر کھڑا تھا کہ اچانک دربان اور خدمت گار دوڑ کر آئے اور کہنے لگے کہ فرزند رضا علیہ السلام گھر کے دروازے پر آئے ہوئے ہیں میرے باپ نے بلند آواز سے کہا کہ انہیں آنے دو اور میرے ہاں مجلس میں لے آؤ۔

اچانک میں نے دیکھا کہ ایک شخص گندم گوں، کشادہ چشم، عمدہ قدوقامت، خوبصورت اور اچھے جسم (کہ جس میں مجھے ہیبت وجلالت نظر آئی) داخل ہوا، جب میرے والد کی نگاہ ان پر پڑی تو اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور ان کے استقبال کے لیے آگے بڑھا، حالانکہ میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا کہ میرا والد یہ کام بنی ہاشم یا امراء، خلیفہ یا اس کے شہزادوں کی نسبت کرتا ہو۔

جب میرا باپ ان کے قریب گیا تو ان کی گردن میں باہیں ڈال دیں اور ان کے ہاتھوں کے بوسے لیے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اپنی جگہ پر بٹھایا اور ادب کے ساتھ ان کی خدمت میں بیٹھا ان سے باتیں کرنے لگا۔ از روئے تعظیم انہیں کنیت کے ساتھ خطاب کرتا اور اپنی جان اور ماں باپ کو ان پر فدا کرتا میں یہ حالات دیکھ کر تعجب کر رہا تھا، اچانک دربانوں نے کہا کہ موفق (جو کہ اس وقت کا خلیفہ تھا) آرہا ہے، اور دستور یہ تھا کہ جب خلیفہ میرے باپ کے پاس آتا تو اس سے پہلے حاجب ونقیب وچوبدار اور خدمت گار خصوصی پہلے آتے اور وہ میرے باپ سے لے کر خلیفہ کی بارگاہ تک دوصف میں آکر کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ خلیفہ آتا اور واپس چلا جاتا اور باوجود خلیفہ کی آمد کے سن لینے کے بعد میرے باپ کا رخ انہیں کی طرف رہا اور ان سے باتیں کرتا رہا، یہاں تک کہ خلیفہ کے مخصوص

غلام ظاہر ہوئے تو میرے باپ نے عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں اگر آپؑ چاہیں تو کھڑے ہو جائیں اور اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ انہیں لوگوں کی صف کے پیچھے سے لے جائیں تاکہ نقیب و چوبداروں کی نگاہ آپؑ پر نہ پڑے، پھر میرا باپ کھڑا ہو گیا ان کی تعظیم کی اور ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور انہیں روانہ کیا، پھر خلیفہ کے استقبال کے لیے گیا۔

میں نے اپنے باپ کے دربانوں اور غلاموں سے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے کہ جس کے اعزاز و اکرام میں میرا باپ اتنا اہتمام کر رہا تھا؟

وہ کہنے لگے کہ یہ شخص اکابر عرب میں سے ہے اور اس کا نام حسنؑ بن علیؑ ہے اور ابن الرضا کے لقب سے مشہور ہے تو میرا تعجب اور بڑھا اور میں اس سارا دن فکر و حیرت میں رہا، جب میرا والد اپنی عادت کے مطابق مغرب و عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر بیٹھ گیا اور لوگوں کے خطوط و عرائض دیکھنے لگا تاکہ صبح انہیں خلیفہ کے دربار میں پیش کرے تو میں اس کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔

پوچھنے لگے کیا کوئی حاجت و ضرورت ہے میں نے کہا ہاں اگر آپؑ اجازت دیں تو میں ایک سوال کروں، جب اس نے اجازت دی تو میں نے کہا بابا جان یہ شخص کون تھا کہ آج صبح جس کی تعظیم و تکریم میں آپ نے حد سے زیادہ مبالغہ کیا ہے اور اپنی جان اور ماں باپ کو اس پر فدا کرتے تھے۔

کہنے لگا اے بیٹا یہ رافضیوں کا امام ہے پھر تھوڑی دیر خاموشی اختیار کر کے کہنے لگا اے بیٹا اگر خلافت بنی عباس سے نکل جائے تو بنی ہاشم میں سے کوئی شخص اس کے علاوہ اس کا مستحق نہیں ہے، کیونکہ یہی شخص اپنے زہد و عبادت، فضل و علم و کمال و عفت نفس و شرافت نسب و علو حسب اور باقی صفات کمال کے ساتھ متصف ہونے کے سبب سے خلافت کے لائق ہے اگر تو اس کے باپ کو دیکھتا تو وہ شخص انتہائی شرافت و جلالت و فضیلت و علم و فضل و کمال رکھتا تھا، پس ان باتوں سے جو میں نے اپنے باپ سے سنی میرا غصہ اور بڑھ گیا اور میرا تفکر و تحیر اور زیادہ ہوا۔ اس کے بعد ہمیشہ میں ان کے حالات کی جستجو کرتا رہا تو میں نے وزراء و کتاب و امراء و سادات علویین و باقی لوگوں سے سوائے ان کی تعریف و توصیف و فضل و جلالت و علم و بزرگواری کے کچھ نہیں سنا اور تمام لوگ اسے بنی ہاشم پر تفصیل و تقدیم دیتے تھے اور کہتے کہ یہ رافضیوں کا امام ہے، پس اس کی قدر و منزلت میری نظر میں بڑھ گئی اور میں نے اس کی رفعت و شان کو پہچانا کیونکہ دوست و دشمن سے سوائے ان کی نیکی و بزرگی کے کچھ نہیں سنا، پس ایک شخص اہل مجلس میں سے کہنے لگا کہ اس کے بھائی جعفر کی کیا حالت تھی، وہ کہنے لگا جعفر کون ہے کہ کوئی شخص اس کے حالات کے متعلق سوال کرے یا امام حسنؑ کے ساتھ ملا کر کوئی اس کا نام لے، جعفر تو ایک فاسق و فاجر و شراب خور اور بدکار شخص تھا، اس کی طرح رسوائی بے عقلی اور بدکاری میں کوئی شخص میں نے نہیں دیکھا۔ پس اس نے جعفر کی بہت مذمت کی اور دوبارہ حضرتؑ کے حالات کے ذکر کی طرف پلٹا اور کہنے لگا خدا کی قسم حسنؑ بن علیؑ کی وفات کے وقت خلیفہ اور دوسرے لوگوں پر ایسی حالت طاری تھی کہ مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ کسی کی بھی وفات پر یہ حالت ہوگی، یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ ایک دن میرے باپ کے پاس خبر لے آئے کہ فرزند رضا رنجور و علیل ہیں، میرا باپ فوراً خلیفہ کے پاس گیا اور خلیفہ کو یہ خبر دی، خلیفہ نے اپنے معتمدین خاص میں سے پانچ افراد میرے باپ کے ساتھ کیے کہ جن میں سے ایک نحریر خادم تھا جو کہ خلیفہ کا خاص محرم راز تھا

اور انہیں حکم دیا وہ مسلسل حضرتؑ کے مکان پر رہیں اور حضرتؑ کے حالات سے باخبر رہیں اور ایک طبیب کو مقرر کیا کہ ہر صبح وشام حضرتؑ کے پاس جائے اور ان کے حالات پر مطلع رہے۔ دو دن کے بعد میرے باپ کے پاس خبر لائے کہ آپؑ کی بیماری سخت ہو گئی ہے اور ان پر کمزوری کا زیادہ غلبہ ہو گیا ہے، پس میرا باپ صبح کو سوار ہو کر حضرتؑ کی خدمت میں گیا اور قاضی القضاۃ کو بلایا اور کہا کہ علماء میں سے دس افراد کو حاضر کرو جو ہمیشہ حضرتؑ کے ساتھ رہیں، یہ انتظام اس لیے کرتے تھے تا کہ وہ زہر جو انہوں نے حضرتؑ کو دیا تھا وہ لوگوں کو معلوم نہ ہو اور لوگوں کے سامنے یہ ظاہر کریں کہ حضرتؑ اپنی طبعی موت سے دنیا سے رخصت ہوئے ہیں اور یہ لوگ مستقل آپؑ کے مکان میں رہے، یہاں تک کہ ماہ ربیع الاول کے چند دن گزرنے کے بعد اس امام مظلومؑ نے اس دار فانی سے دار باقی کی طرف رحلت فرمائی۔ ستمگاروں اور مخالفین کے ظلم و جور سے رہائی حاصل کی۔

جب آپؑ کی وفات کی خبر شہر سامرہ میں منتشر ہوئی تو اس شہر میں قیامت بپا ہو گئی اور تمام لوگوں کے نالہ وفغان وشیون کی آواز بلند ہوئی اور خلیفہ آپؑ کے فرزند سعادت مند کی تلاش میں لگ گیا اور اس نے ایک گروہ کو معین کیا کہ وہ آپؑ کے گھر کو گھیرے میں لے لیں اور تمام کمروں کی تلاشی لیں کہ شاید حضرتؑ کو پالیں اور دائیوں کو بھیجا کہ وہ آپؑ کی کنیزوں کی دیکھ بھال کریں کہ شاید ان میں سے کوئی حاملہ ہو۔

پس ایک دائی کہنے لگی کہ آپؑ کی ایک کنیز میں حمل کا احتمال ہے خلیفہ نے نحریر کو متعین وموکل کیا کہ وہ اس کنیز کے حالات سے باخبر رہے، یہاں تک کہ اس بات کا صدق وکذب ظاہر ہو، پھر آنجنابؑ کی تجہیز کی طرف متوجہ ہوا، تمام اہل بازار کو معلوم ہوا تو چھوٹے بڑے حقیر وشریف لوگ اس برگزیدہ خالق کے جنازہ پر حاضر ہوئے۔

میرا باپ جو کہ خلیفہ کا وزیر تھا تمام وزراء نو پسندگان وخلیفہ بنی ہاشم اور اولاد علیؑ کے ساتھ مل کر اس امامؑ زمان کی تجہیز میں حاضر ہوئے اور اس دن سامرہ لوگوں کے زیادہ نالہ وشیون وگریہ کی وجہ سے صحرائے قیامت کی طرح تھا، جب آنجنابؑ کے غسل سے فارغ ہوئے تو خلیفہ نے ابو عیسیٰ کو بھیجا تا کہ وہ آپؑ کی نماز جنازہ پڑھائے۔ جب آپؑ کا جنازہ نماز کے لیے رکھا گیا تو ابو عیسیٰ حضرتؑ کے قریب آیا اور اس نے آپؑ کے چہرہ مبارک سے کفن ہٹایا اور خلیفہ سے تہمت دور کرنے کے لیے اولاد بنی ہاشم، امراء ووزراء وکتاب وقضاۃ وعلماء اور باقی اشراف واعیان کو قریب بلایا اور کہنے لگا آکے دیکھو کہ یہ حسنؑ بن علیؑ امام رضا علیہ السلام کے فرزند ہیں جو اپنے بستر پر اپنی موت سے فوت ہوئے ہیں اور کسی نے انہیں کوئی آزار نہیں پہنچایا اور ان کی بیماری کے زمانہ میں اطباء قضاۃ معتمدین و عدول حاضر تھے اور ان کے حالات سے مطلع تھے اور وہ اس چیز پر گواہ ہیں۔

پھر آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھائی اور نماز کے بعد حضرتؑ کو ان کے باپؑ کے پہلو میں دفن کر دیا اس کے بعد پھر خلیفہ آپؑ کے فرزند کی جستجو وتلاش میں لگ گیا، کیونکہ اس نے سن رکھا تھا کہ آپ کا فرزند پورے عالم پر غلبہ وفتح پائے گا اور اہل باطل کو ختم کر دے گا، چنانچہ جتنا تلاش کیا حضرتؑ کا اثر ونشان انہیں نہ ملا اور جس کنیز کے متعلق انہیں حمل کا احتمال تھا تو سال تک اس کے حالات کی دیکھ بھال کرتے رہے تو کوئی اثر ظاہر نہ ہوا، لہذا اہلسنت کے مذہب کے موافق آپؑ کی میراث آپؑ کی والدہ اور جعفر

کذاب کے درمیان تقسیم ہوئی جو کہ آپؑ کا بھائی تھا، آپؑ کی والدہ نے دعویٰ کیا کہ میں ان کی وصی ہوں اور قاضی کے سامنے یہ بات درجہ ثبوت تک پہنچائی۔

دوبارہ خلیفہ آنجنابؑ کے فرزند کی تلاش میں لگ گیا اور جستجو سے دستبردار نہیں ہوتا تھا، پس جعفر کذاب میرے باپ کے پاس آیا اور کہنے لگا میں چاہتا ہوں کہ میرے بھائی کا منصب میرے سپرد کر دیں، میں قبالہ لکھ کر دیتا ہوں کہ سالانہ دو ہزار دینار طلا دیا کروں گا۔

میرا والد یہ بات سن کر غضب ناک ہوا اور کہنے لگا اے احمق تیرے بھائی کا منصب کوئی ایسا نہیں جو مال وقبالہ سے لیا جا سکے سالہا سال گزر گئے ہیں کہ خلفاء نے تلواریں سونتی ہوئی ہیں اور لوگوں کو قتل کرتے ہیں اور انہیں ڈراتے دھمکاتے ہیں تاکہ وہ تمہارے باپ اور بھائی کی امامت کے اعتقاد کو ترک کر دیں، لیکن خلفاء ایسا نہیں کرا سکے۔ اگر تو شیعوں کے نزدیک امامت کا رتبہ رکھتا ہے تو سب تیری طرف آئیں گے اور تجھے خلیفہ یا دوسرے شخص کی ضرورت نہیں اور اگر ان کے نزدیک تو یہ مرتبہ نہیں رکھتا تو پھر خلیفہ یا کوئی دوسرا شخص تجھے یہ رتبہ لے کر نہیں دے سکتا اور میرے باپ نے اس کی ان باتوں سے اس کی عقل کی کمی بے وقوفی اور عدم دیانت کو سمجھ لیا تو حکم دیا کہ پھر کبھی اسے اس کی مجلس میں نہ آنے دیں۔ اس کے بعد اسے میرے باپ کی مجلس میں آنے نہیں دیا گیا یہاں تک کہ میرا باپ فوت ہو گیا اور اب تک خلیفہ ان کے بیٹے کی تلاش میں ہے، لیکن وہ اس کے آثار پر مطلع نہیں ہوتا اور نہ اس تک دسترس حاصل کر سکتا ہے۔

ابن بابویہ نے سند معتبر کے ساتھ ابوالادیان سے روایت کی ہے کہ میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت کیا کرتا تھا اور آپؑ کے خطوط مختلف شہروں میں لے جاتا تھا، پس اس بیماری میں کہ جس میں آپؑ نے عالم بقاء کی طرف رحلت فرمائی، ایک دن مجھے بلوایا اور چند خطوط مدائن کے لیے لکھے اور فرمایا کہ پندرہ دن کے بعد تو دوبارہ سامرہ میں آئے گا اور صدائے گریہ وزاری میرے گھر سے سنے گا اور مجھے اس وقت غسل دے رہے ہوں گے۔

ابوالادیان نے عرض کیا اے مولا جب یہ واقعہ ہائلہ رونما ہو تو امر امامت کس کے سپرد ہوگا، فرمایا جو شخص میرے خطوط کا جواب تجھ سے مانگے وہ میرے بعد امام ہے۔ میں نے عرض کیا کوئی اور علامت بیان فرمائیے، فرمایا جو شخص میری نماز جنازہ پڑھائے وہ میرا جانشین ہوگا۔

میں نے عرض کیا کچھ اور فرمائے، فرمایا جو شخص بتائے کہ تھیلی میں کیا ہے وہ تمہارا امام ہے۔

ابوالادیان کہتا ہے کہ آپؑ کی ہیبت مانع ہوئی کہ میں پوچھتا کہ کون سی تھیلیاں، پس میں باہر نکلا اور خطوط اہل مدائن تک پہنچائے اور جوابات لے کر واپس ہوا، جیسا کہ حضرتؑ نے فرمایا تھا پندرہویں دن سامرہ میں وارد ہوا تو گریہ وبکا ونالہ وفغان کی آواز اس امامؑ کے مکان منور سے بلند تھی جب میں گھر کے دروازے پر پہنچا تو میں نے جعفر کذاب کو گھر کے دروازے پر بیٹھے ہوئے دیکھا اور شیعہ حضرات اس کے گرد جمع تھے جو اسے اس کے بھائی کی وفات کی تعزیت اور اسے اس کی امامت کی مبارکباد دے رہے تھے۔

پس میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر یہ امام ہے تو پھر امامت کسی اور قسم کی ہو گئی ہے یہ فاسق کس طرح امامت کی اہلیت رکھتا ہے، کیونکہ میں پہلے سے اسے جانتا تھا کہ وہ شراب پیتا قمار بازی کرتا اور طنبورے بجاتا تھا، پس میں آگے بڑھا اور تہنیت کہی، لیکن اس نے مجھ سے کوئی سوال نہ کیا اس حالت میں عقید خادم باہر آیا اور جعفر سے خطاب کیا کہ آپ کے بھائی کو کفن پہنا چکے ہیں آؤ اور ان کی نماز جنازہ پڑھاؤ۔

جعفر کھڑا ہو گیا اور شیعہ بھی اس کے ہمراہ ہو گئے، جب ہم صحن خانہ میں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو کفن دے کر تابوت میں رکھ دیا گیا ہے، پس جعفر آگے بڑھا تا کہ اپنے بھائی کی نماز جنازہ پڑھائے جب اس نے چاہا کہ تکبیر کہے تو ایک بچہ گندم گوں گھنگریالے بالوں والا کھلے کھلے دانت چاند کے ٹکڑے کی مانند باہر آیا اور جعفر کی ردا کھینچ کر کہنے لگا۔

''اے نے چچا پیچھے ہٹو، کیونکہ میں زیادہ سزاوار ہوں اور اپنے باپ کی نماز جنازہ کا'' پس جعفر پیچھے ہٹ گیا اور اس کا رنگ متغیر ہو گیا، وہ بچہ آگے کھڑا ہوا، اور اس نے اپنے پدر بزرگوار کی نماز جنازہ پڑھی اور آنجناب کو امام علی نقیؑ کے پہلو میں دفن کیا اور میری طرف متوجہ ہوا اور فرمایا اے بصری ان خطوط کے جواب مجھے دے دو جو تمہارے پاس ہیں پس میں نے آپؑ کے سپرد کر دیئے اور دل میں کہا کہ جو نشانیاں حضرت امام حسن عسکریؑ نے بتائی تھیں ان میں سے دو تو ظاہر ہو گئی ہیں اور ایک باقی رہ گئی ہے۔

میں باہر گیا تو حاجز وشا نے جعفر سے کہا تا کہ اس پر حجت تمام ہو جائے کہ وہ امام نہیں ہے کہ یہ بچہ کون تھا، جعفر کہنے لگا خدا کی قسم میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا اور نہ اسے پہچانتا تھا، پس اس اثناء میں اہل قم میں سے ایک جماعت آئی اور انہوں نے حضرت امام حسن عسکریؑ کے حالات پوچھے جب انہیں معلوم ہوا کہ آپؑ کی وفات ہو چکی ہے تو پوچھا کہ اب امام کون ہے، لوگوں نے جعفر کی طرف اشارہ کیا۔

پس وہ اس کے قریب گئے تو تعزیت و تہنیت کہی اور کہنے لگے کہ ہمارے پاس کچھ خطوط اور مال ہے یہ بتاؤ کہ خطوط کن لوگوں کے ہیں اور مال کی مقدار کتنی ہے تا کہ ہم وہ تمہارے سپرد کر دیں۔

جعفر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ لوگ ہم سے علم غیب چاہتے ہیں، اسی وقت جناب صاحب الامرؑ کی طرف سے ایک خادم باہر آیا اور اس نے کہا کہ تمہارے پاس فلاں شخص اور فلاں فلاں کے خطوط ہیں اور ایک ہمیانی ہے کہ جس میں ہزار اشرفی ہے اور ان کے درمیان دس اشرفیاں ایسی ہیں کہ جن کا سونا گھسا ہوا ہے۔

اس گروہ نے وہ خطوط اور مال سپرد کئے اور کہنے لگے کہ جس نے تجھے بھیجا ہے کہ تو یہ خطوط اور مال وصول کرے وہ امام زمانہؑ ہے اور امام حسن عسکری علیہ السلام کی مراد یہی ہمیانی تھی۔

پس جعفر کذاب معتمد کے پاس گیا جو کہ اس زمانہ کا ناحق خلیفہ تھا اور یہ واقعہ بیان کیا، معتمد نے اپنے خدمتگار بھیجے کہ جنہوں نے امام حسن عسکری علیہ السلام کی کنیز صیقل کو اپنی حراست میں لے لیا کہ ہمیں اس بچہ کا نشان بتاؤ، اس نے انکار کیا اور ان کے رفع مظنہ کے لیے کہا کہ میں حضرتؑ کی حاملہ ہوں اس لیے اسے ابن ابی شوارب قاضی کے سپرد کیا گیا تا کہ جس وقت بچہ پیدا ہو تو اسے قتل

کریں، اچانک عبداللہ بن یحییٰ وزیر مر گیا اور صاحب زنج نے بصرہ میں خروج کیا اور میں اپنے حالات میں پریشان ہوئے وہ کنیز قاضی کے گھر سے اپنے گھر واپس آ گئی۔

نیز سند معتبر کے ساتھ محمد بن حسینؒ نے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسن عسکریؑ نے جمعہ کے دن آٹھ ربیع الاول ۲۶۰ ہجری کو نماز صبح کے وقت دار بقاء کی طرف رحلت کی اور اس رات آپ نے اپنے دست مبارک سے اہل مدینہ کی طرف بہت سے خطوط تحریر فرمائے اور اس وقت آپؑ کے پاس سوائے آنجنابؑ کی ایک کنیز کے جسے صیقل کہتے تھے اور آپؑ کا غلام کہ جس کا عقید نام تھا اور وہ شخص کہ جس سے لوگ باخبر نہیں تھے یعنی حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے اور کوئی نہیں تھا، عقید کہتا ہے کہ اس وقت امام حسن علیہ السلام نے پانی مانگا جس میں مصطگی کو جوش دیا گیا تھا چاہا کہ اسے نوش فرمائیں، جب ہم نے پیش کیا تو فرمایا کہ پہلے پانی لے آؤ تا کہ نماز پڑھ لوں، جب ہم پانی لے آئے تو آپؑ نے ایک رومال اپنی گود میں بچھایا اور وضو کیا اور صبح کی نماز ادا کی۔ مصطگی جوش شدہ پانی کا پیالہ ہاتھ میں لیا تا کہ پئیں، انتہائی کمزوری اور شدت مرض کی وجہ سے آپؑ کا ہاتھ کانپنے لگا اور پیالہ آپؑ کے دندان مبارک سے ٹکرانے لگا۔ جب آپؑ پی چکے تو صیقل نے پیالہ لے لیا تو آپؑ کی روح مقدس عالم قدس کی طرف پرواز کر گئی، اکثر محدثین کا اتفاق ہے کہ آپؑ کی شہادت آٹھ ربیع الاول ۲۶۰ھ ہجری کو ہوئی۔

شیخ طوسی نے مصباح میں ماہ مذکور کی پہلی تاریخ بھی کہی ہے اور اکثر کہتے ہیں کہ وہ جمعہ کا دن تھا اور بعض نے بدھ کا بعض نے اتوار کا بھی کہا ہے اور اس وقت آپؑ کی عمر کے انتیس سال گزر گئے تھے اور بعض نے اٹھائیس سال بھی کہے ہیں اور آپؑ کی مدت امامت تقریباً چھ سال ہے۔

ابن بابویہ اور دوسرے علماء نے کہا ہے کہ حضرتؑ کو زہر دے کر شہید کیا۔ اور کتاب عیون المعجزات میں احمد بن اسحاق سے روایت کی ہے کہ ایک دن میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں گیا، حضرتؑ نے فرمایا تمہارا حال کیسا ہے اور وہ لوگ جو میرے بعد کے امام کے سلسلہ میں شک وشبہ میں تھے۔

میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ جب ہمارے آقا کی ولادت کی خبر قم میں پہنچی ہے تو چھوٹے بڑے اور قم کے تمام شیعوں نے آنجنابؑ کی امامت کا اعتقاد کر لیا، حضرتؑ نے فرمایا کہ کیا تجھے معلوم نہیں کہ زمین کبھی امام سے خالی نہیں رہتی جو کہ مخلوق پر حجت خدا ہوتا ہے، پس ۲۵۹ھ ہجری میں حضرتؑ نے اپنی والدہ ماجدہ کو حج پر بھیجا اور انہیں دوسرے سال کے لیے اپنی وفات کی خبر دی اور ان فتنوں کی جو ان کی وفات کے بعد واقع ہوں گے، پس آپؑ نے اسم اعظم الٰہی اور مواریث انبیاء و اسلحہ وکتب رسالت مآب حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے سپرد کیں اور آپؑ کی مادر گرامی کی طرف روانہ ہوئیں اور آنجنابؑ نے ماہ ربیع الآخر ۲۶۰ھ ہجری میں دنیا سے رحلت فرمائی اور سامرہ میں اپنے والد بزرگوارؑ کے پہلو میں مدفون ہوئے اور آپؑ کی عمر شریف انتیس سال تھی (تمام ہوا وہ کلام جو جلاء العیون سے نقل ہوا تھا)۔

شیخ طوسی نے اپنی سند سے ابو سلیمان داؤد بن غسان بحرانی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ابو سہل اسماعیل بن علی

نوبختی کے پاس پڑھا جو کہ ہمارے اصحاب میں سے متکلمین بغداد میں استاد تھا اور دین و دنیا میں صاحب جلالت تھا اور اس نے کئی کتابیں تصنیف کی تھیں جس میں سے کتاب الانوار فی تواریخ آئمۃ الاطہار علیہم السلام بھی ہے تو فرمایا کہ ولادت باسعادت حضرت حجۃ بن الحسن صلوات اللہ علیہ وعلی آبائیہ سامرہ ۲۵۶ ہجری میں ہوئی۔ آپؑ کی والدہ کا نام صیقل اور آپؑ کی کنیت ابو القاسم تھی اور اس کنیت کی رسول خداؐ نے وصیت کی تھی اور فرمایا کہ اس کا نام میرا نام اور اس کی کنیت میری کنیت ہے اور اس کا لقب مہدی ہے اور وہ حجت ہے ۔اور امام منتظر اور صاحب الزمان صلوات اللہ علیہ۔

پس ابو سہل نے کہا کہ میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں گیا اس بیماری میں کہ جس میں آپؑ نے دنیا سے رحلت فرمائی اور آپؑ کے پاس تھا کہ آپؑ نے اپنے خادم عقید سے فرمایا اور یہ سیاہ رنگ کا خادم نوبہ کا رہنے والا تھا اور اس نے امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت کی تھی اور امام حسن علیہ السلام کو پالا پوسا اور بڑا کیا تھا، فرمایا اے عقید میرے لیے آب مصطگی کو جوش کرو، پس اس نے جوش دے دیا اور صیقل کنیز جو کہ حضرت حجۃ علیہ السلام کی والدہ ہیں وہ اس پانی کو امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں لے آئیں، جب انہوں نے پیالہ حضرتؑ کے ہاتھ میں دیا اور پینا چاہا تو آپؑ کا ہاتھ لرزنے لگا اور پیالہ حضرتؑ کے دانتوں سے ٹکرانے لگا تو آپؑ نے پیالہ ہاتھ سے رکھ دیا اور عقید سے فرمایا کہ اس کمرے میں جاؤ وہاں ایک بچہ کو سجدہ کی حالت میں دیکھو گے، اسے میرے پاس لے آؤ۔

ابو سہل کہتا ہے کہ عقید کا کہنا ہے کہ میں اس شہزادے کو لانے کے لیے اندر گیا تو اچانک میری نگاہ ایک بچہ پر پڑی جس نے اپنا سر سجدہ میں رکھا ہوا تھا انگشت شہادت آسمان کی طرف بلند کی ہوئی تھی، پس میں نے آنجنابؑ کو سلام کیا تو آپؑ نے نماز کو مختصر کیا اور جب نماز ختم کی تو میں نے عرض کیا کہ میرا آقا دسردار فرما رہے ہیں کہ آپؑ ان کے پاس تشریف لے چلیں۔

پس اسی اثناء میں ان کی والدہ صیقل آئیں اور ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کے والد امام حسنؑ کے پاس لے گئیں، ابو سہل کہتا ہے کہ جب وہ بچہ امام حسنؑ کی خدمت میں پہنچا تو اس نے سلام کیا تو میں نے اس کی طرف نگاہ کی **واذا هو درسی اللون وفی شعره اشه قطط مفلج الاسنان** یعنی میں نے دیکھا کہ ان کا رنگ مبارک روشن و چمکدار ہے اور سر کے بال گھنگریالے ہیں اور ان کے دانتوں کے درمیان فاصلہ ہے کہ ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے نہیں، جیسے ہی امام حسن علیہ السلام کی نگاہ اس پر پڑی تو آپؑ رونے لگے اور فرمایا **یاسید اهلبیته اسقنی الماء فانی ذاهب الی ربی** اے اپنے اہل بیتؑ کے سردار مجھے پانی پلاؤ کہ میں اپنے پروردگار کی طرف جا رہا ہوں، یعنی میری وفات قریب آچکی ہے۔

پس اس آقازادے نے وہ پانی کا پیالہ جس کو مصطگی کے ساتھ جوش دیا ہوا تھا اپنے ہاتھ میں لیا اور آنجنابؑ کے لبہائے مبارک کو کھولا اور انہیں پلایا جب امام حسن عسکری علیہ السلام پانی پی چکے تو فرمایا مجھے نماز کے لیے تیار کرو، پس آپؑ کے دامن پر رومال ڈالا گیا اور اس شہزادے نے اپنے والد گرامی کو وضو کرایا ایک ایک دفعہ یعنی اقل واجب اور ان کے سر و قدموں کا مسح کیا، پھر اس سے امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا، کہ تمہیں بشارت ہو اے میرے بیٹے کہ تم ہی صاحب الزمانؑ ہو اور تم مہدی ہو اور روئے زمین پر خدا کی

حجت اور تم ہی میرے بیٹے اور میرے بچے ہو اور میں تمہارا باپ ہوں۔ تم ہو م ح م د بن حسنؑ بن علیؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن موسیٰ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب علیہم السلام، اور تمہارے باپ رسول خداؐ ہیں اور تم خاتم آئمہ طاہرین ہو اور تمہاری بشارت رسولؐ خدا نے دی اور تمہیں اپنا نام کنیت دی اور یہ معاہدہ ہے میری طرف میرے باپ کی طرف سے تمہارے آبا طاہرین کی طرف سے، پس اسی وقت امام حسن علیہم السلام نے وفات پائی۔ صلوات اللہ علیہم اجمعین

شیخ طوسی نے امام حسن عسکری علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا سامرہ میں میری قبر دونوں طرف کے لوگوں کے لیے بلاؤں اور عذاب الٰہی سے آمان ہے۔

مجلسی اول رحمتہ اللہ علیہ نے دونوں طرف کے لوگوں کا معنی سنی و شیعہ کیا ہے اور فرمایا ہے کہ آپؑ کی برکت دوست و دشمن پر محیط ہے، جیسا کہ قبر کاظمین بغداد کی آمان کا سبب ہے، اور شیخ اجل علی بن عیسیٰ اربلی نے کتاب کشف الغمہ میں (جو کہ ۶۷۷ ہجری میں تالیف کی ہے) نقل کیا ہے کہ مجھ سے بعض اصحاب نے یہ واقعہ بیان کیا کہ مستنصر باللہ خلیفہ عباسی ایک سال سامرہ گیا اور عسکریین علیہم السلام کی زیارت کی، اور جب ان دونوں اماموں کے روضہ مقدسہ سے باہر نکلا تو اپنے آباؤ اجداد و خلفاء و آل عباس اور اپنے خاندان کی قبروں کو دیکھنے کے لیے گیا اور ان کی قبریں ایک گنبد میں تھیں کہ جس کی طرف خرابی اور ویرانی نے رخ کیا ہوا تھا اور ان پر بارش پڑی تھی اور ان کی قبروں پر پرندوں کی بیٹیں پڑی تھیں۔

علی بن عیسیٰ کہتا ہے کہ میں نے بھی ان قبروں کو اسی حالت میں دیکھا پس مستنصر کو لوگوں نے کہا کہ آپ حضرات روئے زمین کے خلیفہ اور پوری دنیا کے بادشاہ ہیں اور آپ کا حکم اور امر عالم میں جاری ہے اور آپ کے آباؤ اجداد کی قبریں اس حالت میں ہیں کہ نہ کوئی ان کی زیارت کرتا ہے اور نہ کسی کے دل میں ان کا خیال آتا ہے اور نہ ان کے پاس کوئی ہے جو فضلات و کثافات کو ان سے دور کرے، اور ان علویین کی قبریں اس خوبی و پاکیزگی کے ساتھ زیارت گاہ بنی ہوئی ہیں جیسا کہ آپ مشاہدہ کر رہے ہیں، پردے اور قندیلیں آویزاں اور فرش و فراش و خادم و شمع بخور وغیرہ کے ساتھ ہیں۔

مستنصر کہنے لگا یہ امر آسمانی ہے، یعنی خدا کی طرف سے ہے اور یہ ہماری کوشش و جد و جہد سے حاصل نہیں ہو سکتا اور اگر ہم لوگوں کو اس کام پر مجبور کریں بھی تو وہ قبول نہیں کریں گے اور زبردستی کی ہماری کوشش اس سلسلہ میں فائدہ مند ثابت نہیں ہوگی اور یہ اس نے سچ کہا تھا، کیونکہ اعتقادات قہر و غلبہ سے حاصل نہیں ہوتے اور اکراہ و جبر سے کسی میں اعتقاد پیدا نہیں کیا جا سکتا۔ انتہی

چھٹی فصل

حضرت امام حسن عسکریؑ کے چند اصحاب کا تذکرہ

پہلا شیخ اجل ابوعلی احمد بن اسحاق بن عبداللہ بن سعد بن مالک الاحوص الاشعری ثقہ رفیع القدر اور اجلاء اہل قم میں سے ہے اس کا خانوادہ اور رشتہ دار اصحاب آئمہ اور محدثین کبار میں سے ہیں اور اصحاب حضرت صادق اور اصحاب حضرت رضاؑ کی فصل میں ان میں سے چند افراد کا ذکر ہو چکا ہے، مثلاً عمران بن عبداللہ و عیسیٰ بن عبداللہ و زکریا بن آدم اور زکریا بن ادریس رضوان اللہ علیہم اجمعین اور احمد بن اسحاق نے حضرت جواد علیہ السلام اور حضرت ہادی علیہ السلام سے روایت کی ہے اور حضرت امام حسن عسکریؑ کے خاص اصحاب میں سے تھا اور حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کے شرف ملاقات سے مشرف ہوا جیسا کہ چودہویں باب میں انشاء اللہ آئے گا اور وہ قمیوں کا شیخ و بزرگ اور حکومت اور ان کے درمیان واسطہ تھا۔ اور سفراء ممدوحین میں سے ہے کہ جس کی مدح میں توقیع شریف (امام کا خط) آئی ہے، اور ربیع الشیعہ سے منقول ہے کہ وہ وکلاء و سفراء و ابواب معروفین میں سے ہے۔

شیخ صدوق نے کمال الدین میں ایک مبسوط حدیث نقل کی ہے کہ جس کے آخر میں مذکور ہے کہ احمد نے سامرہ میں حضرت امام حسن عسکریؑ سے ایک کپڑا اپنے کفن کے لیے مانگا، حضرتؑ نے تیرہ درہم اسے دیئے اور فرمایا کہ انہیں صرف اپنے ذاتی مصارف میں خرچ کرنا اور جو کچھ تو نے خواہش کی ہے وہ تجھ تک پہنچ جائے گا۔

شیخ جلیل سعد بن عبداللہ راوی خبر کہتا ہے کہ جب ہم نے حضرتؑ کی خدمت سے مراجعت کی اور حلوان سے تین فرسخ کے فاصلہ پر پہنچے کہ جو آج کل باب ذہاب کے نام سے معروف ہے تو احمد بن اسحاق کو بخار آیا اور وہ سخت بیمار ہو گیا یہاں تک کہ ہم اس سے مایوس ہو گئے، جب ہم حلوان میں وارد ہوئے تو ایک سرائے میں ہم نے قیام کیا، احمد نے فرمایا کہ مجھے رات تنہا رہنے دو اور تم اپنی رہائش گاہ میں چلے جاؤ، ہر شخص اپنی قیام گاہ کی طرف گیا، صبح کے قریب مجھے فکر ہوئی پس میں نے آنکھ کھولی تو اچانک اپنے مولا ابومحمد علیہ السلام کے خادم کافور کو دیکھا جو کہہ رہا تھا، احسن اللہ بالخیر عزا کم وجبر بالمحبوب رزیتکم، یعنی خدا تمہاری عزا کو بہتر قرار دے اور تمہاری مصیبت کی محبوب چیز سے تلافی کرے، پھر کہنے لگا ہم تمہارے ساتھی یعنی احمد کے غسل و کفن سے فارغ ہو چکے ہیں پس اٹھ کر اسے دفن کرو، بیشک وہ تم میں سے قرب خداوندی کی وجہ سے تمہارے آقا کے ہاں زیادہ عزیز ہے، پھر وہ ہماری آنکھوں سے غائب ہو گیا اور حلوان یہی ذہاب مشہور ہے جو کہ بغداد کی طرف جاتے ہوئے کرمان شاہ کے راستہ میں ہے اور اس بزرگ کی قبر اس بستی کے رود کے قریب ہے، جنوب کی طرف تقریباً ہزار قدم کے فاصلہ پر اور اس قبر پر حقیری خراب شدہ تعمیر موجود ہے اور وہاں کے

رہنے والے بلکہ اہل کرمان اور وہاں آنے جانے والے ثروت مندوں کی بے ہمتی اور عدم معترفت کی وجہ سے بے نام ونشان رہ گیا ہے، اور ہزاروں افراد وزائرین میں سے ایک شخص بھی اس بزرگوار کی زیارت کے لیے نہیں جاتا، حالانکہ اس شخص کے ساتھ کہ جس کے لیے امام علیہ السلام اپنے خادم کو طئی الارض کے ذریعے کفن دے کر تجہیز وتکفین کے لیے بھیجیں اور قم کی مشہور مسجد کو آنجناب کے حکم سے بنا رکھے اور جو کئی سال تک اس علاقہ میں آپ کی طرف سے وکیل رہا ہو زیادہ بہتر سلوک کرنا چاہیے اور اس کی قبر کو مزار قرار دینا چاہیے تا کہ صاحب قبر کی برکت اور اس کی وساطت سے فیوض الٰہیہ تک پہنچ سکیں۔

دوسرا احمد بن محمد بن مطہر ہے کہ جسے شیخ صدوق نے صاحب ابی محمد علیہ السلام کے لفظ سے تعبیر کیا ہے، ہمارے شیخ نے مستدرک کے خاتمہ میں فرمایا ہے کہ لفظ صاحب سے صرف یہ مراد نہیں کہ وہ حضرت عسکری علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھا، بلکہ جو کچھ ہمارے لیے ظاہر ہوا ہے وہ یہ ہے کہ حضرتؑ کے امور کے ساتھ قیام کرتا اور آپؑ کے کاموں کو انجام دیتا تھا اور یہ اس مرتبہ سے کاشف ہے جو کہ عدالت سے بلند ہے اور ثقہ ثبت علی بن الحسین مسعودی نے اثبات الوصیۃ میں حمیری سے اس نے احمد بن اسحاق سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں گیا تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا اے احمد تمہاری حالت کیسی تھی اس چیز میں کہ جس میں لوگوں نے شک وشبہ کیا ہے۔

میں نے عرض کیا اے میری آقا جب ہمیں وہ خط ملا کہ جس میں ہمارے آقا اور ان کی ولادت کی خبر تھی یعنی حضرت حجتؑ کی تو ہم میں سے کوئی مرد وعورت ایسا نہیں رہا جو حق کا قائل نہ ہوا ہو۔

حضرت حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ زمین حجت خدا سے خالی نہیں رہتی پس حضرتؑ نے اپنی وفات کی خبر دی اور اپنی والدہ کو حج پر جانے کا حکم دیا ۲۵۹ھ ہجری میں اور انہیں خبر دی اس چیز سے جو انہیں ۲۶۰ھ ہجری میں پہنچنے والی تھی، یعنی اپنی وفات کی خبر دی کہ ۲۶۰ھ ہجری میں ہوگی اور حضرت صاحب الامرؑ کو حاضر کیا اور انہیں وصیت کی اور اسم اعظم و مواریث وسلاح وہتھیار ان کے سپرد کئے اور حضرت عسکریؑ کی والدہ حضرت صاحب صلوات اللہ علیہ کے ساتھ مکہ کو روانہ ہوئیں۔

ابوعلی احمد بن محمد بن مطہر ان کے کام کا متولی اور منتظم تھا، پس جب ایک منزل پر پہنچے تو اعراب کے ایک قافلہ کے ساتھ ملاقات کی اور انہیں شدت خوف اور کمی آب کی خبر دی، پس اکثر لوگ واپس آ گئے مگر وہ جو ناحیہ (جس جگہ صاحب الامرؑ ہے) میں تھے وہ صحیح سالم رہے، اور ایک روایت ہے کہ انہیں حضرت عسکریؑ کا فرمان پہنچا کہ وہ چلے جائیں اور پلٹ کر واپس نہ آئیں، اور ظاہر ہے کہ شخص کو امام اپنے اہل خانہ کے امور پر قائم ومنتظم قرار دے کہ جن میں ان کی والدہ اور وہ شخص ہو کہ جو اس طولانی سفر میں ان کی مثل ہے تو وہ شخص وثاقت وامانت وفطانت کے لحاظ سے بلند مقام ہونا چاہیے اور اس روایت سے اجمال اس خبر کا واضح ہو جاتا ہے جو کافی میں ابو محمد علیہ السلام کے مولد کے باب میں ان کی اسناد سے ابوعلی مطہری سے ہے کہ اس نے قادسیہ سے حضرتؑ کی خدمت میں لکھا کہ جس میں لوگوں کا واپس پلٹ جانا بیان کیا تھا اور یہ کہ پیاس کا خوف ہے تو حضرت نے تحریر فرمایا تم جاؤ تمہارے لیے کوئی خوف وخطر نہیں ہے انشاء اللہ۔ پس وہ صحیح وسالم چلے گئے۔ والحمد للہ رب العالمین

تیسرا ابو سہل اسماعیل بن علی بن اسحاق بن ابو سہل بن نوبخت شیخ متکلمین امامیہ بغداد اور گروہ نوبختیہ کے بزرگ تھے اور اپنے زمانہ میں دین و دنیا میں بزرگی وجلالت رکھتے تھے اور جاری مجرائے وزراء تھے اور بہت سی کتب تصنیف کی ہیں، ان میں سے ایک کتاب الانوار فی تاریخ آئمہ اطہار علیہم السلام ہے۔ ابن ندیم نے فہرست میں کہا ہے کہ اس شیخ نے بہت سی کتابیں جمع کر رکھی تھیں اور بہت سے نسخے اپنے ہاتھ سے لکھے تھے اور اس کی تصنیفات و تالیفات علم کلام وفلسفہ وغیرہ میں بہت ہے، اور علم فلسفہ کے ناقلین کی ایک جماعت اس کے پاس جمع ہوتی تھیں، مثلاً ابو عثمان دمشقی و اسحاق و ثابت وغیرہ اس کے غلاموں میں سے ہے، ابوالحسن سوسنجری جو حمدونی کی لقب سے مشہور ہوا اور اس کا نام محمد بن بشیر تھا، صاحب کتاب انفاد جو بحث امامت میں ہے۔ انتہی

فقیر کہتا ہے کہ محمد بن بشر مذکور صلحاء عیون اصحاب اور ان کے متکلمیں میں سے تھا اور یہ وہی شخص ہے کہ جس نے پچاس حج پا پیادہ کئے تھے اور ابو سہل ابو محمد حسن بن موسیٰ نوبختی کا ماموں فلسیوف صاحب کتاب الفرق ہے۔ اور ابو سہل کی سعادت ہے وہ امام زمانہ صلوات اللہ علیہ کی ملاقات کے شرف سے مشرف ہوا جیسا کہ حضرت عسکریؑ کی وفات کے ذکر میں اس کی خبر گزر چکی ہے اور یہ شیخ جلیل حلاج کی رسوائی کا سبب بنے، کیونکہ حلاج نے سمجھا کہ وہ ابو سہل کو بھی دوسرے لوگوں کی طرح دھوکہ دے جائے گا اور حیلہ و بہانہ سے اسے بھی اپنے دام فریب میں پھنسالے گا اور اس نے اپنے دل میں خیال کیا کہ چونکہ ابو سہل لوگوں میں بلند مرتبہ ہے اور علم و ادب وعقل ودانش کے ساتھ لوگوں میں مشہور ہے اگر وہ اس دام میں پھنس گیا تو کمزور قسم کے لوگ اور عوام اس کے گروی ہو جائیں گے، لہذا ابو سہل کو خط لکھا اور اسے اپنی طرف دعوت دی اور اظہار کیا کہ میں صاحب الزمانؑ کا وکیل ہوں، اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تجھے دعوت دوں مبادا اس امر میں تجھے شک وشبہ ہو۔

ابو سہل جب اس کے خط کے مضمون سے مطلع ہوئے تو اسے پیغام بھیجا کہ اگر تو حضرت صاحب الزمانؑ کا وکیل ہے تو ضروری ہے کہ تیرے پاس دلائل و براہین ہوں میں اب تجھ پر ایمان لانے کے لیے ایک چھوٹی سی چیز کی خواہش کرتا ہوں تا کہ وہ تیری دعوت کی گواہ وشاہد ہو، اور وہ آسان چیز یہ ہے کہ میں کنیزوں کو دوست رکھتا ہوں اور اس وقت میرے پاس چند کنیزیں ہیں کہ جن کے وصال سے لطف اندوز ہوتا ہوں، لیکن چونکہ میرے سر اور چہرہ پر بڑھاپے نے اثر کیا ہے، لہذا میں مجبور ہوں کہ ہر ہفتہ خضاب لگاؤں تا کہ اپنے بالوں کی سفیدی ان سے چھپاؤں، کیونکہ اگر وہ میرے بالوں کی سفیدی کی طرف توجہ کریں تو مجھ سے کنارہ کشی اختیار کرلیں اور میرا وصال ہجر سے بدل جائے اور روز تاباں شب تار ہو جائے، لہذا میں ہر جمعہ کے دن خضاب کرنے کی زحمت و مشقت میں مبتلا ہوں، اگر تو اپنی دعوت میں سچا ہے تو ایسا کر کہ میری داڑھی سیاہ ہو جائے اور دوبارہ میں خضاب کا محتاج نہ رہوں، اس وقت میں تیرے مذہب میں داخل ہو جاؤں گا اور لوگوں کو بھی تیری طرف دعوت دوں گا۔

جب یہ پیغام حلاج کو ملا تو وہ سمجھا کہ اس کا تیر نشانہ پر نہیں بیٹھا اور اس اظہار میں رسوا ہو گیا ہے دوبارہ ابو سہل کو جواب نہ لکھا اور نہ کوئی قاصد اس کے پاس بھیجا، ابو سہل اس کے بعد اس چیز کو مجالس ومحافل میں بیان کرتا اور اس کو لوگوں میں بہت ذلیل کرتا اور اس

کی کارکردگی کا پردہ فاش کر دیا اور اسے رسوا کیا اور لوگوں کو اس کے دام فریب سے چھڑوایا۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا جب تم میرے بعد اہل بدعت وشک کو دیکھو تو ان سے اظہار برائت و بیزاری کرو، ان کو زیادہ سب و شتم کرنا ان کے متعلق کہو۔ ان کے عیوب کو ظاہر کرو اور اچانک ان کو اپنی گرفت میں لو یا انہیں حیران و سرگران کر دو اور انہیں لاجواب کر دو تاکہ اسلام میں فساد کرنے کی طمع و آرزو نہ رکھیں اور لوگ ان سے ڈریں اور ان کی بدعتیں نہ سیکھیں تو خداوند عالم اس کی وجہ سے تمہارے نامہ اعمال میں حسنات اور نیکیاں لکھے گا اور آخرت میں اس چیز کی وجہ سے تمہارے درجات بلند کرے گا۔

چوتھا محمد بن صالح بن محمد ہمدانی دہقان جو امام حسن عسکری علیہ السلام کے اصحاب اور ناحیہ مقدسہ کے وکلاء میں سے ہے، شیخ مفید نے اس سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ جب میرا باپ فوت ہو گیا اور معاملہ میری طرف پلٹا اور میرے باپ کے ذمہ مال غریم کی کچھ وصولی تھی۔

شیخ مفید فرماتے ہیں: [1] غریم اس زمانہ کے شیعوں کے درمیان ایک رمز تھی جسے آپس میں وہ پہچانتے تھے اور حضرتؑ کو اس لفظ سے تقیۃً خطاب کرتے تھے، پس میں نے والد کی وفات کے بعد حضرتؑ کی خدمت میں ان کے اموال کے بارے میں خط لکھا، تو حضرتؑ نے جواب میں لکھا کہ جن سے طلب گار ہو ان سے مطالبہ کرو اور میں نے ان لوگوں سے مطالبہ کیا تو سب نے مال ادا کر دیئے سوائے ایک شخص کے کہ جن کے اسنام پر لکھا تھا کہ اسے چار سو اشرفی دینی ہوں گی۔

میں اس کے پاس گیا اور اس مال کا اس سے مطالبہ کیا تو اس نے دینے میں تاخیر کی اور اس کے بیٹے نے میرا استخفاف کیا اور بیوقوفوں والا سلوک کیا، میں نے اس کی شکایت اس کے باپ سے کی وہ کہنے لگا کہ کیا ہوا، یعنی میرا استخفاف معمولی چیز ہے، میں نے اس کی داڑھی پکڑ لی اور اس کی ٹانگ پکڑ کر اسے مکان کے وسط میں کھینچا اس کا بیٹا اسی وقت گھر سے باہر نکلا اور اہل بغداد سے استغاثہ کیا اور کہتا تھا کہ رافضی قمی نے میرے باپ کو قتل کر دیا، پس بہت سے لوگ ان میں سے میرے گرد جمع ہو گئے، میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور میں نے کہا اے اہل بغداد بڑا اچھا مظاہرہ کیا تم نے کہ ظالم کی طرف داری کر رہے ہو اور اسے اس مسافر مظلوم پر مسلط کر رہے ہو کہ جس نے اس سے قرض لینا ہے، میں اہل ہمدان کے اہلسنت میں سے ہوں اور یہ شخص مجھے قم کی طرف نسبت دیتا ہے اور کہتا ہے کہ رافضی ہے اور چاہتا ہے کہ میرا حق ضائع کرے اور مجھے نہ دے۔

جب اہل بغداد نے یہ سنا تو انہوں نے اس پر ہجوم کیا اور چاہا کہ اس کی دوکان میں داخل ہو جائیں، میں نے انہیں روکا، پس اس شخص نے تمسک نامہ اور صورت منگوائی اور اس نے طلاق کی قسم کھائی کہ وہ یہ مال ادا کر دے گا، پس میں نے اس سے مال لے لیا ہے۔

چودھواں باب

بارہویں امام حجۃ اللہ علی عبادہ وبقیتہ فی بلادہ کاشف الاحزان وخلیفۃ الرحمن حضرت حجۃ ابن الحسن صاحب الزمان صلوات اللہ علیہ

وعلی آبائہ سادات السموات والارض و کرالجدیدین ان کی تاریخ سوانح اور اس میں چند فصول ہیں۔

پہلی فصل

حضرت صاحب الزماں علیہ السلام کی ولادت باسعادت اور آنحضرتؑ کی والدہ کے حالات اور آپؑ کے بعض اسماء والقاب شریفہ اور شمائل مبارکہ کا بیان

علامہ مجلسی نے جلاء العیون میں فرمایا ہے کہ آپؑ کی تاریخ ولادت میں زیادہ مشہور یہ ہے کہ آپؑ کی ولادت ۲۵۵ ہجری میں ہوئی، بعض نے ۵۶، اور بعض نے ۵۸ بھی کہی ہے، اور مشہور یہ ہے کہ ولادت کا دن جمعہ کی رات پندرہ ماہ شعبان تھی اور بعض نے آٹھ شعبان بھی کہی ہے اور اس میں اتفاق ہے کہ آپؑ کی ولادت سر من رای (سامرہ) میں ہوئی اور نام وکنیت میں رسول اکرمؐ کے ساتھ موافق ہیں، اور زمان غیبت میں آنجنابؑ کا نام لینا جائز نہیں ہے اور اس کی حکمت معلوم نہیں، اور آپؑ کے القاب شریفہ مہدی، خاتم، منتظر، حجۃ اور صاحب ہیں۔

ابن بابویہ اور شیخ طوسی نے سند ہائے معتبر کے ساتھ بشر بن سلیمان بردہ فروش (غلام بیچنے والا) سے روایت کی ہے جو کہ ایوب انصاری کی اولاد میں سے اور امام علی نقی اور امام حسن عسکری علیہم السلام کے خاص شیعوں میں سے ہے اور شہر سامرہ میں ان کے پڑوس میں رہتا تھا وہ کہتا ہے کہ ایک دن کافور امام علی نقی علیہ السلام کا خادم میرے پاس آیا اور مجھے بلا کر لے گیا، جب میں آپؑ کی خدمت میں گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ تم انصار کی اولاد میں سے ہو، ہم اہل بیتؑ کی ولایت ومحبت رسول خداؐ کے زمانہ سے لے کر اب تک تم میں موجود ہے، اور ہمیشہ تم ہمارے محل اعتماد رہے ہو اور میں اختیار کرتا اور مشرف کرتا ہوں ایسی فضیلت کے ساتھ کہ جس کی وجہ سے تو

ہمارے باقی شیعوں سے ہماری ولایت میں سبقت لے جائے، اور تجھے دوسرے رازوں سے مطلع کرنا چاہتا ہوں اور ایک کنیز کے خریدنے کے لیے بھیجتا ہوں، پس آپ نے ایک عمدہ خط رومی خط وزبان میں لکھا اور اس پر اپنی مہر شریف لگائی اور ایک تھیلی نقدی کی نکالی کہ جس میں دوسو بیس اشرفیاں تھیں، فرمایا یہ خط اور رقم لے لو اور بغداد چلے جاؤ اور فلاں چاشت کے وقت پل پر جاؤ، جب قیدیوں کی کشتیاں ساحل پر پہنچیں تو ان کشتیوں میں کچھ کنیزیں دیکھو گے اور کچھ خریدار امراء بنی عباس کے وکیل اور تھوڑے سے عرب نوجوان نظر آئیں گے جو قیدیوں کے گرد جمع ہوں گے، پس دور سے سارا دن اس بردہ فروش پر نگاہ رکھنا کہ جس کا نام عمر بن یزید ہے یہاں تک کہ جب وہ خریداروں کے لیے ایسی کنیز ظاہر کرے کہ جس کے فلاں فلاں صفات ہیں اور آپؑ نے اس کے تمام اوصاف بیان کیئے، اور اس نے گاڑھا ریشمی لباس پہنا ہوگا اور وہ اس سے انکار کرے گی کہ مشتری اس کی طرف دیکھیں اور اسے ہاتھ لگائیں اور تو سنے گا کہ پردہ کے پیچھے سے اس کی رومی آواز بلند ہوگی تو سمجھنا کہ وہ رومی زبان میں کہہ رہی ہے، ہائے افسوس کہ میری حرمت ضائع ہو رہی ہے پس ایک خریدار کہے گا کہ میں تین سو اشرفی اس کنیز کی قیمت دیتا ہوں، کیونکہ اس کی پاکدامنی اس کے خریدنے میں میری زیادہ رغبت کا باعث ہوئی ہے تو وہ کنیز اسے عربی زبان میں کہے گی، اے جوان اگر تو سلیمان بن داؤد کی شان وشوکت میں بھی ظاہر ہو اور اس کی حکومت حاصل کرے تب بھی میں تیری طرف راغب نہیں ہوں گی، اپنا مال ضائع نہ کر اور میری قیمت ادا نہ کر۔

پس وہ بردہ فروش کہے گا کہ تیرا کیا چارہ کروں کہ تو کسی خریدار پر راضی نہیں ہوتی بالآخر تیرے بیچنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے تو وہ کنیز کہے گی تجھے کیا جلدی ہے، البتہ ایک خریدار آئے گا کہ جس کی طرف میرا دل مائل ہوگا اور مجھے اس کی وفاداری اور دیانت پر اعتماد ہوگا، پس اس وقت تم اس کنیز کے مالک کے پاس جانا اور اس سے کہنا کہ میرے پاس اک شریف اور بزرگ شخص کا خط ہے کہ جسے اس نے بڑی ملاطفت وشفقت کے ساتھ لغت روم میں لکھا ہے کہ جس میں اس نے اپنے کرم وسخاوت اور بزرگی کا ذکر کیا ہے اور یہ خط اس کنیز کو دے دو تا کہ وہ اسے پڑھے اور اگر اس خط لکھنے والے پر راضی ہو جائے تو میں اس کی طرف سے وکیل ہوں کہ یہ کنیز میں اس کے لیے خریدوں۔

بشیر بن سلیمان کہتا ہے کہ جو کچھ حضرتؑ نے فرمایا تھا وہ سب واقع ہوا اور جو کچھ آپؑ نے مجھے سے فرمایا تھا میں نے اس پر عمل کیا اور جب اس کنیز نے خط پڑھا تو رونے لگی اور عمرو بن یزید سے کہنے لگی کہ مجھے اس خط لکھنے والے کے ہاتھ بیچ دو اور اس نے بڑی بڑی قسمیں کھائی کہ اگر مجھے اس کے پاس فروخت نہ کیا تو میں خود کو ہلاک کر دوں گی، پھر میں نے اس کے ساتھ اس کی قیمت کے سلسلہ میں بہت سے باتیں کیں، یہاں تک کہ وہ اس قیمت پر راضی ہو گیا جو امام علی نقی علیہ السلام نے مجھے دی تھی، پس میں نے وہ رقم اس کے سپرد کی اور کنیز کو لے لیا اور وہ کنیز بڑی خوش تھی، وہ میرے ساتھ اس حجرہ میں آئی جو میں نے بغداد میں لیا ہوا تھا، جس وقت وہ اس کمرے میں پہنچی تو اس نے حضرت کا خط نکالا اور اس کے بوسے لیتی اور اس کو آنکھوں پر ملتی اور چہرے پر رکھتی اور اپنے جسم پر ملتی تھی، پس میں نے از روئے تعجب کہا کہ تو اس خط کو بوسہ دیتی ہے کہ جس کے لکھنے والے کو تو نہیں پہچانتی۔

وہ کنیز کہنے لگی اے عاجز اور اولاد اوصیاء وانبیاء کی بزرگی کی کم معرفت رکھنے والے تو اپنے کان میرے حوالے کر دے اور

دل کومیری باتیں سننے کے لیے فارغ کرتا کہ میں تجھے اپنے حالات کی تفصیل بتاؤں۔

میں ملیکہ دختر یشوعائے فرزند قیصر بادشاہ روم ہوں اور میری والدہ شمعون بن حمون بن صفا وصی حضرت عیسیٰؑ کی اولاد میں سے ہے، میں تجھے اک عجیب چیز کی خبر دیتی ہوں، واضح ہو کہ میرے دادا قیصر نے چاہا کہ میرا عقد اپنے بھتیجے سے کر دے اور اس وقت میری عمر تیرہ سال تھی، پس اس نے اپنے قصر ومحل میں حوارئین عیسیٰؑ کی اولاد علماء ونصاریٰ اور ان کے عباد میں سے تین سو افراد جمع کئے اور صاحبان قدر ومنزلت میں سے سات سو اشخاص اور امراء لشکر اور افسران عسکر اور بزرگان فوج اور سرداران قبائل میں سے چار ہزار نفرا کٹھے کئے اور حکم دیا کہ اس تخت کو حاضر کیا جائے کہ جسے اس نے اپنی سلطنت کے زمانہ میں مختلف قسم کے جواہرات سے مرصع کیا تھا اور اس تخت کو چالیس پایہ پر درست اور کھڑا کیا گیا تھا اور اپنے بتوں اور صلیبوں کو اونچی جگہ پر رکھ دیا اور اپنے بھتیجے کو تخت پر بیٹھنے کے لیے بھیجا، جب قسیسین نے انجیلین اپنے ہاتھ میں اٹھائیں تا کہ انہیں پڑھیں تو بت اور صلیبیں سرنگوں ہوکر زمین پر گر پڑیں اور تخت کے پائے خراب ہوئے اور تخت زمین پر گر گیا اور بادشاہ کا بھتیجا تخت سے گر پڑا اور بیہوش ہوگیا تو قسیسین کے رنگ متغیر ہو گئے اور وہ کانپنے لگے، اور ان میں سے جو بزرگ تھا اس نے میرے دادا سے کہا کہ اے بادشاہ ہمیں معاف کر ایسے امر سے کہ جس سے کئی نحوستیں رونما ہوئیں اور جو دلالت کرتا ہے کہ دین مسیحی بہت جلدی زائل ہو جائے گا، پس میرے جد نے اس کام کو فال بد سمجھا اور علماء وقسیسین سے کہا کہ اس تخت کو دوبارہ اس کی جگہ پر رکھو اور صلیبیں اپنے مقام پر قرار دو اور اس برگشتہ روزگار بدبخت کے بھائی کو حاضر کرو تا کہ اس لڑکی کی اس سے شادی کروں تا کہ اس بھائی کی نحوست کو دور کرے۔

جب ایسا کیا گیا تو اس کے بھائی کو تخت کی طرف لے چلے اور قسیسین نے انجیل پڑھنی شروع کی تو دوبارہ پہلے والی کیفیت ظاہر ہوئی تو اس برادر کی نحوست اس برادر کے برابر ہوگئی، لیکن وہ اس کے راز کو نہ سمجھ سکے کہ یہ ایک سرور کی سعادت ہے نہ کہ ان دو بھائیوں کی نحوست ہے، پس لوگ منتشر ہو گئے اور میرے دادا غمناک حالت میں حرم سرا میں واپس آگئے اور خجالت کے پردے آویزاں کئے۔

جب رات ہوئی تو میں سوگئی اور عالم خواب میں دیکھا کہ حضرت مسیح اور شمعون اور کچھ حوارئین میرے دادا کے قصر میں جمع ہوئے اور نور کا ایک منبر نصب کیا جو رفعت وبلندی میں آسمان سے باتیں کرتا تھا اور وہاں اس کو رکھا کہ جہاں میرے دادا نے تخت رکھا تھا پس حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی وصی ودا ماد علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام اور کچھ افراد آئمہ اور اپنے فرزندوں کے ساتھ آئے اور اس قصر کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے منور کیا۔

پس حضرت مسیح بقدوم ادب از روئے تعظیم واجلال حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استقبال کے لیے آگے بڑھے اور اپنی باہیں آنجنابؐ کی گردن میں ڈال دیں تو حضرت رسالتؐ پناہ نے فرمایا اے روح اللہ ہم اس لیے آئے ہیں کہ ملیکہ آپؑ کے وصی شمعون کی بیٹی کی اپنے فرزند سعادتمند کے لیے خواستگاری کریں اور آپؐ نے اشارہ کیا ماہ برج امامت وخلافت حضرت امام حسن عسکریؑ کی طرف جو فرزند ہیں اس بزرگوار کے جن کا خط تو نے مجھے دیا ہے، پس حضرتؐ نے حضرت شمعون کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ

دونوں جہانوں کے شرف و بزرگی نے تیرا رخ کیا ہے، اپنے رحم کو رحم آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پیوند کر دے، پس شمعون نے عرض کیا کہ میں نے کر دیا۔

پس حضرت رسول اکرمؐ نے خطبہ انشاء کیا اور حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ مل کر میرا عقد حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے ساتھ کر دیا اور حضرت رسولؐ (فرزندان رسولؐ) حواریوں کے ساتھ گواہ ہوئے۔

جب میں اس خواب سعادت مآب سے بیدار ہوئی تو قتل کے خوف سے میں نے وہ خواب اپنے دادا سے بیان نہ کیا اور اس خزینہ کو اپنے سینہ میں پنہاں رکھا اور اس خورشید فلک امامت کی محبت کی آگ میرے سینہ میں روز بروز شعلہ زن ہوتی رہی اور سرمایہ صبر و اقرار میرا باد فنا کے حوالے ہو گیا، یہاں تک کہ کھانا پینا میرے لیے حرام ہو گیا اور ہر روز میرا چہرہ اور بدن زرد و لاغر ہوتا گیا اور چھپے عشق کے آثار باہر آشکار ہونے لگے، پس روم کے شہروں میں کوئی طبیب ایسا نہیں تھا کہ جسے میرے دادا نے میرے علاج کے لیے نہ بلایا ہو اور اس سے میرا علاج نہ پوچھا ہو، لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔

جب وہ میرے دکھ کے علاج سے مایوس ہوا تو ایک دن مجھ سے کہنے لگا اے میرے نور چشم آیا تیرے دل میں دنیا کی کوئی خواہش ہے جسے میں عمل میں لے آؤں۔

میں نے کہا دادا جان میں کشائش کے دروازے اپنے اوپر بند پاتی ہوں، اگر آزار و تکلیف ان مسلمان قیدیوں سے جو آپ کی قید میں ہیں دور کر دیں اور ان کی زنجیریں بیڑیاں کھول دیں اور انہیں آزاد کر دیں تو مجھے امید ہے کہ جناب مسیحؑ اور ان کی والدہ مجھے عافیت و صحت بخشیں گی۔

جب اس نے ایسا ہی کیا تو میں نے کچھ اپنے سے صحت کا اظہار کیا اور تھوڑا سا کھانا کھایا تو وہ خوشحال و شاد ہوا اور اب مسلمان قیدیوں کی عزت و احترام کرنے لگا پس چودہ راتوں کے بعد میں نے عالم خواب میں دیکھا کہ عالمین کی عورتوں میں سے بہترین عورت فاطمہ علیہا السلام مجھے دیکھنے کے لیے تشریف لائیں اور جناب مریمؑ ایک ہزار حوران جنت کے ساتھ ان کی خدمت میں تھیں پس جناب مریمؑ نے مجھے کہا کہ یہ خاتون بہترین خواتین اور تیرے شوہر امام حسن عسکریؑ کی جدہ ماجدہ ہیں پس میں ان کے دامن سے لپٹ گئی اور رونے لگی اور شکایت کی کہ امام حسنؑ نے مجھ پر جفا کی اور مجھے دیکھنے سے انکار کرتے ہیں۔

پس آپؑ نے فرمایا کہ کس طرح میرا بیٹا تجھے دیکھنے آئے، حالانکہ تو خدا کے ساتھ شرک کرتی ہے اور عیسائی مذہب کی پیروکار ہے اور یہ میری بہن مریم بنت عمران خدا کی بارگاہ میں بیزاری چاہتی ہیں تیرے دین و مذہب سے اگر تیرا دل چاہتا اور اس طرف ہے کہ خداوند مریم تجھ سے خوش ہو اور امام حسن عسکری علیہ السلام تجھے ملنے اور دیکھنے آئیں تو پھر کہہ **اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ**۔

جب میں نے یہ دو طیب و پاک کلمات کہے تو جناب سیدۃ النساءؑ نے مجھے اپنے سینہ سے لگایا اور میری دلداری فرمائی اور فرمایا کہ اب میرے بیٹے کے آنے کی منتظر رہ کہ میں اسے تیرے پاس بھیجوں گی، پس میں بیدار ہوئی تو کلمہ طیبہ شہادتین کو ورد زبان بنایا

اور حضرتؑ کی ملاقات کا انتظار کرنے لگی۔

جب آئندہ رات ہوئی تو آپ کا خورشید جمال طالع ہوا میں نے کہا کہ اے میرے محبوب میرے دل کو اپنی محبت میں قید کرنے کے بعد کیوں اپنے حسن و جمال کی جدائی میں مجھ پر اتنی جفا کرتے رہے۔

فرمایا میرے آنے میں تاخیر کا سبب سوائے اس کے اور کوئی نہ تھا کہ تو مشرک تھی اب جو مسلمان ہوگئی ہے میں ہر رات تیرے پاس رہوں گا، یہاں تک کہ خداوند عالم مجھے اور تجھے ظاہراً ایک جگہ اکٹھا کر دے اور اس ہجر و جدائی کو وصال میں تبدیل کرے، پس اس رات سے لے کر اب تک ایک رات بھی ایسی نہیں گزری کہ میرے درد ہجران اور جدائی کا شربت وصال سے دوا نہ فرماتے ہوں۔

بشر بن سلیمان نے کہا کہ تو قیدیوں میں کیسے آگئی، کہنے لگی ایک رات مجھے امام حسن عسکری علیہ السلام نے بتایا کہ فلاں روز تیرا دادا ایک لشکر مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے بھیجے گا، پھر اس کے پیچھے خود بھی جائے گا تو خود کو کنیزوں اور خدمتگاروں میں اس طرح داخل کر لینا کہ تجھ کو پہچان نہ سکیں اور اپنے دادا کے پیچھے چلی آنا اور فلاں راستہ سے جانا میں نے ایسا کیا تو مسلمانوں کے لشکر کا طلایہ (گشتی دستہ) ہمارے قریب سے گزرا اور وہ ہمیں قید کر کے لے گیا اور میرا آخری معاملہ وہ تھا جو تو نے دیکھا اور اب تک سوائے تیرے کسی کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ میں بادشاہ روم کی بیٹی ہوں اور اس بوڑھے شخص نے کہ میں جس کے مال غنیمت کے حصہ میں آئی تھی مجھ سے میرا نام پوچھا تو میں نے کہا کہ میرا نام نرجس ہے، وہ کہنے لگا کہ یہ کنیزوں والا نام ہے۔

بشر نے کہا کہ یہ تعجب ہے کہ تم اہل فرنگ (اہل یورپ) ہونے کے باوجود زبان عربی بہت اچھی جانتی ہو، وہ کہنے لگی چونکہ میرے دادا کو مجھ سے بہت محبت تھی، لہذا وہ چاہتا تھا کہ مجھے آداب حسنہ سکھائے، اس بناء پر اس نے ایک مترجم عورت جو انگریزی اور عربی زبانیں جانتی تھی مقرر کی جو ہر صبح و شام آتی اور مجھے عربی زبان سکھاتی تھی، یہاں تک کہ میری زبان پر یہ لغت روانی سے جاری ہوگئی۔

بشر کہتا ہے کہ میں اسے سامرہ لے گیا اور امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا دیا، حضرتؑ نے اس کنیز سے فرمایا کہ کس طرح خداوند عالم نے تجھے دین اسلام کی عزت اور دین نصاریٰ کی ذلت اور محمدؐ و آل محمدؐ کا شرف و بزرگی دکھائی ہے تو وہ کہنے لگی اے فرزند رسولؐ میں وہ چیز کس طرح آپؑ کی خدمت میں بیان کروں کہ جسے آپؑ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔

پس حضرتؑ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ تجھے عزت بخشوں اور تیرا احترام رکھوں، کون سی چیز تیرے نزدیک بہتر ہے آیا تجھے دس ہزار اشرفی دوں یا شرف ابدی کی بشارت دوں۔

اس نے کہا کہ میں شرف بشارت چاہتی ہوں اور مال کی مجھے ضرورت نہیں۔

حضرتؑ نے فرمایا تجھے بشارت ہو ایسے فرزند کی جو مشرق و مغرب عالم کا بادشاہ ہوگا، اور زمین کو عدل و داد سے پر کرے گا بعد اس کے کہ وہ ظلم و جور سے پر ہوگی۔

وہ کہنے لگی کہ یہ فرزند کس سے عالم وجود میں آئے گا، فرمایا اس شخص سے کہ جس کے لیے حضرت رسالت مآبؐ نے خواستگاری کی تھی، پھر آپؐ نے اور حضرت مسیحؑ اور ان کے جانشین نے کس کے ساتھ تیرا عقد کیا تھا، اس نے کہا کہ آپ کے فرزند حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے۔

آپؐ نے فرمایا کیا اسے پہچانتی ہو کہنے لگی کہ جس رات سے میں بہترین خواتین کے ہاتھ پر اسلام لائی ہوں کوئی ایسی رات نہیں گزری کہ آپؐ مجھے دیکھنے کے لیے نہ آئے ہوں۔

پس حضرت نے کافور خادم کو بلایا اور فرمایا جاؤ اور میری بہن حکیمہ خاتون کو بلا لاؤ، جب جناب حکیمہ خاتون آئیں تو حضرتؑ نے فرمایا یہ وہی کنیز ہے کہ جس کے متعلق میں کہتا تھا، حکیمہ خاتون نے اسے بغل گیر کیا اور بہت نوازش و شفقت فرمائی اور خوش ہوئیں۔

پس حضرتؑ نے فرمایا اے رسولؐ کی بیٹی اسے اپنے گھر لے جاؤ اور واجبات اور مستحبات اسے سکھاؤ کہ یہی حضرت حسن عسکری علیہ السلام کی بیوی اور صاحب الامرؑ کی ماں ہے۔

کلینی و ابن بابویہ و سید مرتضیٰ اور ان کے علاوہ باقی ذی قدر محدثین نے سند ہائے معتبر کے ساتھ حکیمہ خاتون سے روایت کی ہے کہ ایک دن امام حسن عسکری علیہ السلام میرے گھر تشریف لائے اور انہوں نے تیز نگاہ نرجس خاتون کی طرف کی، پس میں نے عرض کیا کہ اگر آپ کو اس کی خواہش ہو تو اسے آپ کی خدمت میں بھیج دوں، فرمایا اے پھوپھی جان میرا تیز نظر سے اس کی طرف دیکھنا تعجب کی بناء پر ہے، کیونکہ عنقریب خداوند عالم اس سے ایسا فرزند پیدا کرے گا جو عالم کو عدالت سے پر کرے گا، بعد اس کے کہ وہ ظلم و جور سے پر ہوگا۔

میں نے کہا کہ اسے آپؐ کے پاس بھیج دوں فرمایا اس سلسلہ میں میرے والد گرامی سے اجازت لے لیں، حکیمہ خاتون کہتی ہے کہ میں نے اپنے کپڑے پہنے اور اپنے بھائی امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں ان کے گھر گئی جب میں سلام کر کے بیٹھ گئی تو بغیر اس کے کہ میں کوئی بات کرتی حضرتؑ نے ابتدا فرمایا۔

اے حکیمہ نرجس کو میرے بیٹے کے پاس بھیج دو، میں نے عرض کیا اے میرے سید و سردار میں اسی لیے حاضر خدمت ہوئی ہوں کہ اس معاملہ میں آپؐ سے اجازت لوں۔

آپؐ نے فرمایا اے بزرگوار صاحب برکت خدا چاہتا ہے کہ تمہیں اس ثواب میں شریک کرے اور خیر و سعادت کا عظیم حصہ تمہیں کرامت ہوئے، تبھی تو تمہیں اس جیسے معاملہ میں واسطہ قرار دیا ہے، حکیمہ کہتی ہے کہ میں فوراً اپنے گھر واپس آگئی اور اس معدن فتوت و سعادت کے زفاف کا اہتمام اپنے گھر میں کیا اور چند دنوں کے بعد اس سعد اکبر کو اس زہرہ منظر کے ساتھ خورشید انور یعنی ان کے والد مطہر کے گھر لے گئی اور کچھ دنوں کے بعد اس آفتاب مطلع امامت نے مغرب عالم بقاء میں غروب کیا اور ماہ برج خلافت حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام امامت میں ان کے جانشین ہوئے اور میں ہمیشہ ان کے والد کے زمانہ کی مقررہ عادت کے ماتحت اس امام البشرؑ کی خدمت میں حاضری دیتی۔

پس ایک دن نرجس خاتون میرے پاس آئیں اور کہنے لگیں کہ اے خاتون معظم اپنے پاؤں آگے کیجئے تا کہ میں آپ کے پاؤں سے جوتا اتاروں۔

میں نے کہا کہ اب تم خاتون اور میری مالک ہو میں اب کبھی تمہیں اپنے پاؤں سے جوتا نہیں اتارنے دوں گی اور نہ کوئی خدمت کرنے دوں گی، بلکہ میں تمہاری خدمت کروں گی اور اس کو اپنے اوپر منت واحسان سمجھوں گی، جب امام حسن عسکری علیہ السلام نے میری بات سنی تو فرمایا کہ اے پھوپھی جان خدا تمہیں جزائے خیر دے، پس میں آپؑ کی خدمت میں غروب آفتاب تک رہی پھر میں نے اپنی کنیز کو آواز دی کہ میرے کپڑے لے آؤ تا کہ میں واپس جاؤں، حضرتؑ نے فرمایا کہ اے پھوپھی جان آج رات ہمارے پاس رہیں، کیونکہ آج رات اس فرزند گرامی قدر کو پیدا ہونا ہے کہ جس سے خداوند عالم زمین کو علم وایمان وہدایت کے ساتھ بعد اس کے کہ وہ کفر وضلالت کی اشاعت سے مردہ ہو چکی ہوگی زندہ کرے گا۔

میں نے عرض کیا اے میرے سید وسردار وہ بچہ کس سے پیدا ہوگا مجھے نرجس میں کوئی آثار حمل نظر نہیں آتے تھے، فرمایا نرجس ہی سے پیدا ہوگا نہ کہ کسی اور سے۔

پس میں نے نرجس کی پشت وشکم کو ٹٹولا اور دیکھا تو کوئی اثر مجھے نظر نہ آیا تو میں واپس گئی اور عرض کیا، حضرتؑ نے تبسم فرمایا اور ارشاد کیا کہ جب صبح ہوگی تو اس میں اثر حمل ظاہر ہوگا اور اس کی مثال والدہ موسیٰؑ جیسی ہے کہ ولادت کے وقت تک کوئی تغیر اس میں ظاہر نہ ہوا، اور کوئی شخص اس کے حالات سے مطلع نہ ہوا، کیونکہ فرعون حاملہ عورتوں کے شکم حضرت موسیٰؑ کی تلاش میں چاک کردیتا تھا، اور اس فرزند کی حالت بھی اس اُمر میں حضرت موسیٰؑ سے مشابہ ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرتؑ نے فرمایا کہ ہم اوصیاء انبیاء کا حمل شکم میں نہیں بلکہ پہلو میں ہوتا ہے اور رحم سے نہیں بلکہ اپنی ماؤں کی ران سے پیدا ہوتے ہیں، کیونکہ ہم نور الٰہی ہیں، اس نے گندگی اور نجاست کو ہم سے دور کر رکھا ہے۔

حکیمہ کہتی ہے کہ میں نرجس کے پاس گئی اور یہ حالت اس کو بتائی وہ کہنے لگی اے خاتون معظم میں اپنے میں کوئی اثر محسوس نہیں کرتی، پس میں رات وہیں رہی اور افطار کر کے نرجس کے قریب لیٹ گئی اور ہر گھڑی اس کی خبر گیری کرتی رہی اور وہ اپنی جگہ سوئی رہی اور ہر لحظہ میری حالت بڑھتی جاتی تھی، اور اس رات باقی راتوں کی نسبت زیادہ میں نماز اور تہجد کے لیے اٹھی اور نماز تہجد ادا کی، جب میں نماز وتر میں پہنچی تو نرجس بیدار ہوئی اور وضو کر کے نماز تہجد بجالائی، جب میں نے نگاہ کی تو صبح کاذب طلوع کر چکی تھی، پس قریب تھا کہ میرے دل میں اس وعدہ کے متعلق شک پیدا ہو جو حضرتؑ نے فرمایا کہ اچانک امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنے کمرے سے آواز دی کہ شک نہ کرو اب اس کا وقت قریب آگیا ہے۔

پس اس وقت میں نے نرجس میں کچھ اضطراب کا مشاہدہ کیا، پس میں نے اسے سینے سے لگایا اور اس پر اسماء خدا پڑھے، دوبارہ آپؑ نے آواز دی کہ اس پر سورہ انا انزلنا کی تلاوت کرو، پھر میں نے اس سے پوچھا کہ تیرا کیا حال ہے، وہ کہنے لگی کہ مجھ میں اس کا اثر ظاہر ہو چکا ہے جو میرے مولا نے فرمایا ہے۔

پس جب میں نے سورہ انا انزلنا فی لیلۃ القدر پڑھنا شروع کی تو میں نے سنا کہ وہ بچہ شکم مادر میں میرے ساتھ پڑھتا ہے، اور اس نے مجھ کو سلام کیا تو میں ڈر گئی، حضرتؑ نے آواز دی کہ قدرت خدا پر تعجب نہ کرو، کیونکہ وہ ہمارے بچوں کو حکمت سے گویا کرتا ہے اور ہمیں بڑے ہوتے ہی زمین میں اپنی حجت قرار دیتا ہے۔

پس جب حضرت امام حسنؑ کی گفتگو ختم ہوئی تو نرجس میری آنکھوں سے غائب ہوگئی، گویا میرے اور اس کے درمیان پردہ حائل ہوگیا، پس میں فریاد کرتی ہوئی دوڑ کر امام حسنؑ کے پاس گئی، حضرتؑ نے فرمایا اے پھوپھی واپس جاؤ اسے پانی جگہ پاؤ گی۔

جب میں واپس آئی تو وہ پردہ ہٹ چکا تھا اور نرجس میں میں نے ایسا نور دیکھا کہ جس نے میری نگاہوں کو خیرہ کردیا اور حضرت صاحب الامرؑ کو دیکھا کہ وہ قبلہ رخ سجدہ میں زانو کے بل پڑے ہیں، اور اپنی شہادت کی انگلیاں آسمان کی طرف بلند کی ہوئی ہیں اور کہہ رہے ہیں اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریك له ان جدی رسول الله وان ابی امیر المومنین وصی رسول الله پھر آپؑ نے ایک ایک امام کا نام لیا، یہاں تک کہ اپنے نام پر پہنچے تو فرمایا، اللهم انجزلی وعدی واتمم لی امری و ثبت وطاتی واملاء الارض بی عدلا و قسطاً، یعنی خداوند جو نصرت کا وعدہ تو نے مجھ سے کیا ہے اسے پورا فرما اور میرے امر خلافت و امامت کو تمام کر اور میرا استیلاء اور دشمنوں سے انتقام لینا ثابت کردے اور میرے ذریعہ سے زمین کو عدل و داد سے پر کردے۔ دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ جب صاحب الامرؑ پیدا ہوئے تو آپؑ سے ایسا نور ساطع ہوا جو آفاق آسمان پر پھیل گیا اور میں نے سفید پرندے دیکھے جو آسمان پر پھیل گیا اور میں نے سفید پرندے دیکھے جو آسمان سے نیچے آئے اور وہ اپنے پر و بال حضرتؑ کے سر و چہرہ و بدن سے ملتے اور پرواز کر جاتے۔

پس حضرت امام حسن عسکریؑ نے مجھے آواز دی کہ اے پھوپھی میرے فرزند کو میرے پاس لے آؤ، جب میں نے انہیں دیکھا تو انہیں ختنہ شدہ، ناف بریدہ اور پاک و پاکیزہ پایا، ان کے دائیں بازو پر لکھا تھا جاء الحق وزهق الباطل ان لا باطل کان زهوقاً، حق آیا اور باطل محو ہوگیا اور بیشک باطل محو ہونے والا ہے اور اس کے لیے بقاء و ثبات نہیں، پس حکیمہ کہتی ہیں کہ جب میں اس فرزند ارجمند کو حضرتؑ کے پاس لے گئی تو اس کی نگاہ اپنے باپ پر پڑی تو سلام کیا، پس حضرتؑ نے اس کو اٹھایا اور اپنی زبان مبارک اس کی دونوں آنکھوں اور اس کے منہ اور دونوں کانوں پر پھیری اور اسے اپنے ہاتھ کی بائیں ہتھیلی پر بٹھا کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا اے بیٹا قدرت الٰہی سے بات کرو، پس صاحب الامرؑ نے اعوذ باللہ کے بعد کہا۔

بسم الله الرحمن الرحیم ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلهم ائمة ونجعلهم الوارثین و نمکن لهم فی الارض ونری فرعون وهامان وجنودهما منهم ما کانوا یحذرون۔

یہ آیۃ شریفہ حدیث معتبرہ کی بناء پر حضرتؑ اور آپؑ کے آباء کرام کی شان میں نازل ہوئی ہے، اور اس

کا ظاہری ترجمہ یہ ہے۔ کہ ہم منت و احسان رکھنا چاہتے ہیں ان لوگوں پر کہ جنہیں ستمگروں نے زمین میں کمزور کر دیا ہے، اور ہم انہیں دین کا پیشوا قرار دیتے ہیں اور انہیں زمین کا وارث بناتے ہیں اور انہیں زمین میں تمکین و غلبہ بخشتے ہیں اور ہم فرعون و ہامان اور ان کے لشکروں کو ان آئمہ سے وہ چیز دکھائیں گے جس سے وہ ڈرتے تھے۔

پھر حضرت صاحب الامر صلوات اللہ علیہ نے حضرت رسالت مآبؐ امیر المومنینؑ اور اپنے والد گرامی تک تمام آئمہ پر صلوات بھیجی، پس اس وقت بہت سے پرندے آپؑ کے سرہانے جمع ہو گئے تو آپؑ نے ان میں سے ایک پرندہ کو آواز دی کہ اس بچہ کو اٹھا لو اور اس بچہ کی اچھی طرح حفاظت کرنا اور چالیس دن میں ایک مرتبہ ہمارے پاس لے آنا، وہ پرندہ حضرتؑ کو لے کر آسمان کی طرف پرواز کر گیا اور باقی پرندوں نے بھی اس کے پیچھے پرواز کی۔

پس حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تجھے اس کے سپرد کرتا ہوں کہ موسیٰ کی والدہ نے حضرت موسیٰ کو جس کے سپرد کیا تھا، پس نرجس خاتون رونے لگیں تو آپؑ نے فرمایا خاموش رہو اور گریہ نہ کرو، کیونکہ یہ تمہارے علاوہ کسی کے پستان سے دودھ نہیں پئے گا اور بہت جلدی اسے تیرے پاس لوٹا دیں گے کہ جس طرح کہ موسیٰ کو مادر موسیٰ کی طرف پلٹا دیا تھا جس طرح کہ خدا فرماتا ہے کہ پس میں نے موسیٰ کو اس کی ماں کی طرف پلٹا دیا تا کہ اس کی ماں کی آنکھیں روشن ہوں۔

پس حکیمہ نے پوچھا کہ یہ پرندہ کون تھا کہ صاحب الامرؑ کو آپؑ نے جس کے سپرد کیا ہے، فرمایا کہ وہ روح القدس ہے جو کہ آئمہ علیہم السلام کے ساتھ موکل ہے جو انہیں خدا کی طرف سے موفق کرتا ہے اور خطاء سے ان کی نگاہداری کرتا ہے اور انہیں علم کے ساتھ زینت دیتا ہے۔

حکیمہ کہتی ہیں کہ جب چالیس دن گزر گئے تو میں حضرتؑ کی خدمت میں گئی جب وہاں پہنچی تو دیکھا کہ ایک بچہ گھر کے اندر چل پھر رہا ہے تو میں نے عرض کیا اے میرے سید و سردار یہ دو سال کا بچہ کس کا ہے، حضرتؑ نے تبسم کیا اور فرمایا کہ اولاد انبیاء و اوصیاء جب امام ہوں تو وہ دوسرے بچوں سے مختلف نشوونما پاتے ہیں اور وہ ایک ماہ کا بچہ دوسرے ایک سالہ بچے کی طرح ہوتا ہے اور وہ شکم مادر میں بات کرتے ہیں، اور قرآن پڑھتے ہیں اور اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں اور ان کی شیر خوارگی کے زمانہ میں ملائکہ ان کی فرمانبرداری کرتے ہیں اور ہر صبح و شام ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔

پس حکیمہ فرماتی ہیں کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے زمانہ میں میں چالیس دن میں ایک مرتبہ ان کی خدمت میں حاضر ہوتی، یہاں تک کہ میں نے حضرتؑ کی وفات سے چند دن پہلے ان سے ملاقات کی تو انہیں مکمل مرد کی شکل و صورت میں دیکھ کر نہ پہچان سکی اور اپنے بھتیجے سے عرض کیا کہ یہ شخص کون ہے، کہ آپؑ مجھے فرماتے ہیں کہ میں اس کے پاس بیٹھوں، فرمایا یہ نرجس کا بیٹا ہے اور میرے بعد میرا خلیفہ ہے اور میں عنقریب تمہارے درمیان سے جانے والا ہوں تم اس کی بات کو قبول کرنا اور اس کے حکم کی

اطاعت کرنا۔

پس چند دنوں کے بعد حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے عالم قدس کی طرف کوچ کیا، اور اب میں ہر صبح و شام حضرت صاحب الامرؑ سے ملاقات کرتی ہوں اور جس چیز کا میں ان سے سوال کرتی ہوں وہ مجھے اس کی خبر دیتے ہیں اور کبھی میں سوال کرنے کا ارادہ کرتی ہوں اور وہ مجھے سوال کرنے سے پہلے جواب دے دیتے ہیں۔

اور دوسری روایت میں وارد ہوا ہے، حکیمہ خاتون کہتی ہیں کہ میں حضرت صاحب الامرؑ کی ولادت کے تین دن بعد ان کی ملاقات کی مشتاق ہوئی تو میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرے مولا کہاں ہیں، فرمایا میں نے اسے اس کے سپرد کیا ہے جو ہماری اور تمہاری نسبت اس کا حق دار و اولیٰ ہے، یعنی اس کا زیادہ حق دار ہے، جب ساتواں دن ہو تو پھر ہمارے پاس آنا، اور جب میں ساتواں دن گئی تو میں نے ایک گہوارہ دیکھا، میں دوڑ کر گہوارے کے پاس گئی تو اپنے مولا کو چودھویں کے چاند کی طرح دیکھا۔

آپؑ نے تبسم فرمایا، پس حضرتؑ نے آواز دی کہ میرے بیٹے کو میرے پاس لے آؤ، جب میں انہیں آپؑ کے پاس لے گئی تو آپؑ نے اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں پھیری اور فرمایا اے بیٹا بات کرو۔

حضرت صاحب الامرؑ نے شہادتین پڑھے اور رسالت پناہؐ اور باقی آئمہ صلوات اللہ علیہم پر صلوات پڑھی اور بسم اللہ پڑھ کر گزشتہ آیت کی تلاوت فرمائی، پس امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا کہ پڑھو اے بیٹا وہ کچھ خداوند عالم نے اپنے انبیاء پر نازل فرمایا۔

پس آپؑ نے صحف آدمؑ سے شروع کیا اور زبان سریانی میں اسے پڑھا اور کتاب ادریسؑ و کتاب نوحؑ و کتاب ہودؑ و کتاب صالحؑ و صحف ابراہیمؑ و تورات موسیٰؑ و زبور داؤدؑ و انجیل عیسیٰؑ اور میرے جد مصطفیٰؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرآن پڑھا، پھر انبیاء کے واقعات بیان کیے۔

پھر امام عسکری علیہ السلام نے فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس امت کا مہدی عطا فرمایا اور ایک فرشتہ بھیجا تا کہ اسے سراپردہ عرش رحمانی میں لے جائیں، تو خداوند عالم نے اسے خطاب کیا کہ مرحبا تجھے اے میرے بندے کہ تجھے میں نے اپنے دین کی مدد اور اپنے امر شریعت کے اظہار کے لیے خلق کیا ہے، تو ہے میرے بندوں میں سے ہدایت یافتہ، میں اپنی ذات کی قسم کھاتا ہوں، کہ تیری اطاعت پر لوگوں کو ثواب دوں گا اور تیری نافرمانی پر عقاب کروں گا، اور تیری شفاعت و ہدایت کی وجہ سے اپنے بندوں کو بخشوں گا اور تیری مخالفت کی بناء پر انہیں سزا دوں گا، اے دو فرشتو اسے اس کے باپ کے پاس واپس لے جاؤ اور میری طرف سے اسے سلام پہنچانا اور کہنا کہ یہ میری حفظ اور حمایت کی پناہ میں ہے میں دشمنوں کے شر سے اس کی حفاظت کروں گا، یہاں تک کہ اسے ظاہر کر کے حق کو اس کی وجہ سے برپا اور اس سے باطل کو سرنگوں کروں گا اور دین حق میرے ہی لیے خالص ہوگا۔ (تمام ہوا جو کچھ کہ ہم نے جلاء العیون سے نقل کیا ہے)

اور حق الیقین میں بھی حضرتؑ کی ولادت شریف اسی کیفیت سے چند اور روایات کے ساتھ نقل کی ہے، منجملہ ان کے فرماتے ہیں کہ محمد بن عثمان عمروی نے روایت کی ہے کہ جب ہمارے آقا صاحب الامرؑ پیدا ہوئے تو حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے میرے والد کو بلایا اور فرمایا کہ دس ہزار رطل جو کہ تقریباً ایک ہزار من ہوتا ہے (ایک من تقریباً چھ تولہ ہوتا ہے) کھانا اور دس ہزار رطل گوشت بنی ہاشم اور دوسرے لوگوں پر صدقہ کرو، اور بہت سے گوسفند عقیقہ کے لیے ذبح کریں۔

اور نسیم و ماریہ حضرت حسن علیہ السلام کی کنیزیں روایت کرتی ہیں جب حضرت قائم علیہ السلام پیدا ہوئے تو انہوں نے دو زانو بیٹھ کر انگشت شہادت آسمان کی طرف بلند کی اور چھینک لی اور فرمایا، الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی محمد وآلہ، پھر فرمایا ظالموں کا یہ گمان ہے کہ حجت خدا برطرف ہوجائے گی، اگر مجھے خدا بولنے کی اجازت دے دے تو شک باقی نہیں رہے گا۔

نیز نسیم روایت کرتی ہے کہ میں حضرتؑ کی ولادت سے ایک رات بعد آپؑ کی خدمت میں گئی تو مجھے چھینک آ گئی، آپؑ نے فرمایا یرحمک اللہ، میں بہت خوش ہوئی، پس آپؑ نے فرمایا کیا تجھے چھینک کے سلسلہ میں خوشخبری دوں، میں نے عرض کیا جی ہاں، فرمایا چھینک تین دن تک موت سے امان ہے۔

باقی رہے حضرتؑ کے اسماء اور القاب

واضح ہو کہ ہمارے شیخ ثقۃ الاسلام نوری نے کتاب نجم ثاقب میں حضرتؑ کے ایک سو بیاسی نام بیان کئے ہیں اور ہم یہاں ان میں سے چند اسماء کے ساتھ برکت حاصل کرتے ہیں۔

پہلا بقیۃ اللہ، روایت ہوئی ہے کہ جب حضرتؑ خروج کریں گے تو پشت مبارک خانہ کعبہ کے ساتھ لگالیں گے اور تین سو تیرہ مرد اکٹھے ہوجائیں گے، اور پہلی بات جو آپؑ کریں گے وہ یہ آیت ہوگی۔ **بقیة الله خیر لکم ان کنتم مومنین**۔ خدا کی باقی ماندہ حجت تمہارے لیے بہتر ہے، اگر تم مومن ہو۔

اس وقت فرمائیں گے کہ میں ہوں بقیۃ اللہ اس کی حجت اور تم پر اس کا خلیفہ، پس ہر سلام کرنے والا آپ کو اس طرح سلام کرے گا، **السلام و علیك یا بقیة الله فی ارضه**

دوسرا حجۃ اللہ ہے، یہ آپؑ کے مشہور القاب میں سے ہے کہ بہت سے ادعیہ اور اخبار میں آپؑ کا اسی نام سے تذکرہ کیا گیا ہے اور محدثین نے زیادہ تر اسے بیان کیا ہے اگرچہ اس لقب میں باقی آئمہ بھی شریک ہیں اور وہ تمام کے تمام خداوند عالم کی طرف سے مخلوق کے اوپر حجت ہیں، لیکن اس طرح آنجنابؑ کے ساتھ مخصوص ہوگیا کہ اخبار و روایات میں جہاں بغیر قرینہ اور شاہد کے ذکر ہو وہاں حضرتؑ ہی مراد ہوں گے اور حجۃ اللہ کا معنی ہے غلبہ یا سلطنت خدا کی مخلوق پر، کیونکہ غلبہ و سلطنت دونوں کے واسطہ سے ظہور پذیر ہوں گے اور آپؑ کا نقش خاتم انا حجۃ اللہ ہے۔

تیسرا خلف اور خلف صالح کے اس لقب کے ساتھ آئمہ علیہم السلام کی زبان پر بارہا آپؑ کا ذکر ہوا، اور خلف سے مراد جانشین ہے، اور حضرتؑ تمام گزشتہ انبیاء و اوصیاء کے جانشین اور ان کے تمام علوم وصفات وحالات وخصائص کے مالک تھے، مواریث الہیہ کہ جو ان میں سے ایک دوسرے تک پہنچتی رہیں وہ سب آپؑ میں اور آپؑ کے پاس جمع تھیں اور معروف حدیث لوح میں مذکور ہے جو کہ جابر نے صدیقہ طاہرہ علیہا السلام کے پاس دیکھی تھی حضرت امام حسن عسکریؑ کے ذکر کے بعد کہ اس وقت میں اس کو کامل کروں گا اس کے بیٹے خلف کے ساتھ جو کہ تمام عالمین کے لیے رحمت ہے، کمال صفوت آدمؑ ورفعت ادریسؑ وسکینہ نوحؑ وحلم، ابراہیمؑ وشدت موسیٰؑ وبہار عیسیٰؑ اور صبر ایوبؑ اس میں ہے۔

اور مفضل کی مشہور حدیث میں ہے کہ جب آنجنابؑ ظہور فرمائیں گے تو دیوار کعبہ سے ٹیک لگائیں گے اور فرمائیں گے اے گروہ خلائق آگاہ ہو جو چاہتا ہے کہ آدمؑ وشیثؑ کو دیکھے تو میں آدم وشیث ہوں، اور اسی طرح ذکر کریں گے نوحؑ وسام وابراہیمؑ واسماعیلؑ وموسیٰ ویوشعؑ وشمعونؑ ورسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور باقی آئمہ علیہم السلام کو۔

چوتھا شرید بار بار زبان ائمہ علیہم السلام میں خصوصاً جناب امیر المومنین اور جناب باقرؑ کی زبان پر اس لقب کے ساتھ آپؑ کا ذکر ہوا ہے اور شرید کا معنی ہے راندہ شدہ اس مخلوق منکوس سے کہ جس نے نہ آنجنابؑ کو پہچانا ہے اور نہ ان کے وجود کی نعمت کی قدر کی ہے اور نہ ہی شکر گزاری، اور آپؑ کے اداء حق کے مقام میں آئے ہیں، بلکہ ان کے پیشرو آنجنابؑ پر غلبہ وتسلط سے مایوس ہو جانے اور ان کے اخلاف کا ذریت طاہرہ کے قتل وقلع قمع کرنے کے بعد زبان وقلم کی مدد سے لوگوں کے دلوں سے ان کے نفی وطرد کے مقام پر اتر آئے اور آپؑ کے اصل وجود کی نفی اور پیدا نہ ہونے پر دلیلیں قائم کرنے لگے اور دلوں سے ان کی یاد کو محو کرنے لگے ہیں اور خود آنجنابؑ نے علی بن مہزیار سے فرمایا کہ میرے والد نے مجھے وصیت کی تھی کہ میں منزل وقیام نہ کروں، مگر زمین کی ایسی جگہ میں کہ جو تمام جگہوں کی نسبت زیادہ مخفی اور دور ہو اپنے امر کو پوشیدہ رکھنے اور اپنے محل ومقام کو اہل ضلالت کے مکروفریب سے محکم کرنے کے لیے، یہاں تک کہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے فرمایا اے بیٹا تم پر لازم ہے کہ زمین کی پوشیدہ جگہ میں ہمیشہ رہائش اختیار کرو، کیونکہ خدا کے اولیاء میں سے ہر ایک ولی کے لیے غلبہ کرنے والا دشمن اور نزاع کرنے والی ضد موجود ہے۔

پانچواں غریم جو کہ حضرتؑ کے القاب خاصہ میں سے ہے اور اخبار وروایات میں اس لفظ کا اطلاق آپؑ پر شائع ہے اور غریم کا معنی قرض خواہ بھی ہے اور وہ بھی ہے کہ جس کے ذمہ قرض ہو اور ظاہراً یہاں پہلا معنی مراد ہے اور یہ لفظ حضرتؑ سے تعبیر کرنے میں لفظ غلام (نوخیز) کی طرح ہے از روئے تقیہ، کیونکہ شیعہ حضرات جب چاہتے کہ کوئی مال آپؑ کی خدمت میں یا آپؑ کے وکلاء کے ہاں بھیجیں یا وصیت کریں یا آنجنابؑ کی طرف سے کسی سے مطالبہ کریں تو آپؑ کو اس لقب سے پکارتے تھے، اور آپؑ زیادہ ارباب زراعت وتجارت وحرفت وصنعت سے طلب گار رہتے تھے، جیسا کہ محمد بن صالح کے حالات میں امام حسن عسکری علیہ السلام کے اصحاب کے تذکرے میں گزر چکا ہے۔

علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ ممکن ہے غریم بمعنی مقروض ہو، اور اس لقب کے ساتھ آپؑ کا نام لینا شخص مدیون ومقروض کے

ساتھ مشابہت کی وجہ سے ہو جو کہ اپنے آپ کو اپنے قرضوں کی وجہ سے لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے یا چونکہ لوگ آپ کو تلاش کرتے ہیں تا کہ حضرتؑ سے علوم و شرائع اخذ کریں اور آپ تقیہ کی وجہ سے اس سے گریز کرتے ہیں، پس حضرت غریم مستتر ہیں صلوات اللہ علیہ۔

چھٹا قائم یعنی فرمان الٰہی میں اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے والا، کیونکہ آپؑ شب و روز فرمان الٰہی کے لیے مہیا ہیں کہ صرف اشارہ پر ظہور فرمائیں گے اور روایت ہے کہ آپؑ کو قائم کا نام اس لیے دیا گیا ہے، کیونکہ آپ حق کے ساتھ قیام کریں گے اور صقر بن ابی دلف کی روایت ہے کہ میں نے امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ آنجنابؑ کو قائم کیوں کہتے ہیں۔

فرمایا چونکہ وہ امامت کے ساتھ قیام کریں گے بعد اس کے کہ اس کا ذکر خاموش ہو جائے گا اور اکثر لوگ جو آپؑ کی امامت کے قائل تھے مرتد ہو جائیں گے۔

ابو حمزہ ثمالی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سوال کیا کہ اے فرزند رسول کیا آپ سب قائم بحق نہیں ہے، فرمایا ہاں ہم سب قائم بحق ہیں، میں نے عرض کیا پھر کیوں حضرت صاحب الامر کو قائم کہتے ہیں۔ فرمایا کہ جب میرے جد امجد حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو ملائکہ نے درگاہ الٰہی میں صدائے گریہ و نالہ بلند کیا اور کہنے لگے، خداوندا اور اے ہمارے سید و آقا کیا تو اپنے برگزیدہ اور اپنے پسندیدہ پیغمبر اور بہترین خلق کے قتل کی پروا نہیں کرے گا۔

پس حق تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ اے ملائکہ قرار پکڑو کہ مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم ہے کہ ضرور میں ان سے انتقام لوں گا، اگرچہ کئی ایک ازمنہ اور صدیوں کے بعد ہو، پس اللہ تعالیٰ نے ان سے حجاب اٹھا دیئے اور اولاد امام حسین علیہ السلام کے انوار انہیں دکھائے تو ملائکہ انہیں دیکھ کر خوش ہوئے، پس ان میں سے ایک نور کو انہوں نے دیکھا کہ جوان کے درمیان کھڑے ہو کر نماز میں مشغول تھا تو خداوند عالم نے فرمایا کہ میں اس قائم کے ذریعہ ان سے انتقام لوں گا۔

فقیر کہتا ہے کہ چھٹی فصل میں اس اسم مبارک کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونے کے سلسلہ میں گفتگو ہو گی۔

ساتواں م ح م د صلی اللہ علیہ و آلہ و اھل بیتہ جو کہ اسم اصلی ہے حضرتؑ کا جیسا کہ اخبار متواتر خاصہ و عامہ میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مہدی میرا ہم نام ہے۔

اور خبر لوح مستفیض میں حضرتؑ کا نام اسی طرح ضبط ہوا ہے۔ ابو القاسم محمد بن حسن ھو حجتہ اللہ القائم لیکن مخفی نہ رہے، بمقتضائے اخبار کثیرہ معتبرہ حضرتؑ کے ظہور موفور السرور تک مجالس و محافل میں اس اسم مبارک کا حرام ہے اور یہ حکم حضرتؑ کے خصائص میں سے ہے اور قدماء امامیہ فقہاء و متکلمین اور محدثین کے نزدیک مسلم ہے، یہاں تک کہ شیخ اقدم حسن بن موسیٰ نوبختی کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حکم خائص مذہب امامیہ میں سے ہے اور خواجہ نصیر الدین طوسی کے زمانہ تک کسی سے اس سلسلہ میں اختلاف نقل نہیں ہوا، لیکن یہ مرحوم جواز کے الغمہ کے زمانہ میں اور شیخ بہائی کے زمانہ میں یہ مسئلہ نظری ہو گیا اور فضلاء کے درمیان محل تشاجر و بحث قرار پایا۔ یہاں تک کہ اس میں علیحدہ رسائل لکھے گئے مثلاً شرعۃ التسمیہ محقق داماد کا اور رسالہ تحریم التسمیہ سلیمان ماخوری کا اور کشف التسمیہ ہمارے شیخ حر عاملی رضوان علیہم وغیر ذالک اور تفصیلی گفتگو نجم ثاقب میں موجود ہے۔

آٹھواں مہدی صلوات اللہ جو کہ تمام فرق اسلامیہ میں آپ کے اسماء والقاب سے زیادہ مشہور ہے۔

نواں ماء معین یعنی روئے زمین پر ظاہر و جاری ہونے والا پانی، کمال الدین اور غیبت طوسی میں حضرت باقر علیہ السلام سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا کہ آیۃ شریفہ قل ارئیتم ان اصبح ماء کم غورا فمن یاتیکم بماء معین، اور کہہ دو کیا تم نے دیکھا ہے کہ اگر تمہارا پانی زمین کے اندر چلا جائے تو تمہارے لیے جاری پانی کون لے کر آئے گا، پس آپؑ نے فرمایا کہ یہ آیت قائم علیہ السلام کے متعلق نازل ہوئی ہے، خداوند عالم فرماتا ہے کہ اگر تمہارا امام تم سے غائب ہو گیا ہے اور تمہیں معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کہاں ہے، پس کون ہے جو لے آئے گا، تمہارا امام ظاہر جو تمہارے لیے آسمان وزمین اور خداوند عالم کے حلال وحرام کی خبریں لے کر آئے گا، اس وقت آپؑ نے فرمایا کہ اس کی تاویل ابھی تک نہیں آئی اور ضروری ہے کہ اس کی تاویل آئے اور اس مضمون کے قریب قریب چند دوسری روایات غیبت نعمانی اور تاویل آلات میں موجود ہیں اور آپؑ کی وجہ شبہ پانی سے جو کہ ہر چیز کی حیات کا سبب ہے ظاہر ہے، بلکہ وہ حیات وزندگی جو اس وجود معظم کی برکت سے حاصل ہوتی ہے اور ہوگی وہ اس حیات سے جو پانی سے حاصل ہوتی ہے کئی رتبے اعلیٰ اتم واشد زیادہ دائمی ہے، بلکہ خود پانی کی حیات آنجنابؑ کی وجہ سے ہے، اور کمال الدین میں جناب باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ آیت شریفہ اعلمو ان اللہ یحیی الارض بعد موتھا۔ جان لو کہ خدا زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کرے گا، فرمایا یعنی خداوند عالم حضرت قائم علیہ السلام کی وجہ سے زمین کو اس کے اہل کفر کی بناء پر مردہ ہونے کے بعد زندہ کرے گا اور کافر مردہ ہے۔

اور شیخ طوسی کی روایت کی بناء پر آیت مذکورہ میں خداوند عالم قائم آل محمد علیہ السلام کی وجہ سے زمین کی اس کے مرنے کے بعد اصلاح کرے گا، یعنی اس کے اہل ملک کے ظلم وجور کے بعد۔

مخفی نہ رہے، چونکہ ایام ظہور میں لوگ اس چشمہ فیض الہٰی سے سہولت وآسانی کے ساتھ فیض حاصل کریں گے مثل اس پیاسے کے جو نہر جاری وخوش گوار کے کنارے پر ہو اور بہرہ در ہوں گے تو اس کے لیے سوائے چلو میں پانی لینے کے اور کوئی حالت منتظرہ نہیں ہے، لہٰذا آنجنابؑ کو ماء معین سے تعبیر کیا گیا ہے اور غیبت کے دنوں میں خدا کا لطف خاص مخلوق سے ان کے برے کردار کی بناء پر اٹھ گیا ہے، لہٰذا اب رنج وتعب وعجز ولابہ اور تفرع وانابہ کے ساتھ آنجنابؑ سے فیض حاصل ہو سکتا ہے اور کوئی چیز لی جا سکتی ہے اور کوئی علم سیکھا جا سکتا ہے، مثل اس پیاسے کے جو کہ گہرے کنوئیں سے پانی لینا چاہتا ہے وہ صرف آلات واسباب کے ذریعہ ہی زحمت کے ساتھ پانی حاصل کر سکتا اور پیاس کی آگ بجھا سکتا ہے، لہٰذا آپؑ کو بئر معطلہ سے (وہ کنواں کہ جس کو ترک کر دیا گیا ہو) تعبیر کیا گیا ہے، اور اس مقام پر اس سے زیادہ تفصیل کی گنجائش نہیں۔

باقی رہے آپؑ کے شمائل ونقش ونگار، تو روایت ہوئی ہے کہ آپؑ سب سے زیادہ حضرت رسول اکرمؐ سے شباہت رکھتے ہیں خلق وخُلق میں اور جو کچھ روایات سے آپؑ کے شمائل ونقش ونگار میں جمع ہوا ہے وہ یہ ہے کہ آپؑ سفید سرخی مائل اور گندم گوں ہیں کہ جس میں شب بیداری کی وجہ سے زردی پیدا ہو گئی ہے آپؑ کی پیشانی فراخ سفید اور تاباں ہے اور آپؑ کے ابرو ایک دوسرے

سے ملے ہوئے ہیں، بینی مبارک باریک ودراز ہے کہ جس کے وسط میں کچھ جھکاؤ ہے اور آپ کا چہرہ عمدہ ہے اور آپؑ کے رخساروں کا نور ریش مبارک اور سر کے بالوں کی سیاہی پر چھایا ہوا ہے، آپؑ کے چہرہ پر گوشت زیادہ نہیں اور آپؑ کے دائیں رخسار پر ایک تل ہے جو چمکتے ہوئے ستارے کی مانند نظر آتا ہے وعلی راسہ فرقین وفرتین کانہ الف بین واوین، آپ کے سر کی مانگ دو طرف کی زلفوں میں اس طرح ہے جیسے دو واؤں کے درمیان لفظ الف اور آپ کے دندان مبارک کے درمیان فاصلہ ہے آپؑ کی آنکھیں سیاہ سرگین ہیں، اور آپؑ کے سر میں ایک علامت ہے دونوں کندھوں کی درمیانی جگہ چوڑی ہے، اور شکم سے لے کر پنڈلی تک کا حصہ ان کے جد مبارک امیر المومنین کی طرح ہے، اور وارد ہوا ہے کہ مہدیؑ اہل جنت کے طاؤس ہیں، آپ کا چہرہ چودھویں کا چمکتا ہوا چاند ہے اور آپؑ کے بدن اطہر پر نور کا لباس پہنایا گیا ہے، آنجنابؑ پر جامہ ہائے قدسیہ وخلعتہائے نورانیہ ربانیہ ہیں جو کہ شعاع انوار فیض وفضل احدیت سے چمک رہے ہیں اور رنگ ولطافت میں گل بابونہ کی طرح اور ارغوانی ہیں کہ جن پر شبنم پڑی ہو اور اس کی زیادہ سرخی کو ہوے ماند کر دیا ہو، اور آپؑ کا قد مبارک بید مشک درخت کے شاخہ بان کی طرح یا ساقہ ریحان کی مانند ہے نہ حد سے زیادہ طویل اور نہ زمین سے ملا ہوا کوتاہ ہے، بلکہ آپ کا قد وقامت معتدل اور سر مبارک مدور ہے، آپؑ کے دائیں رخسار پر خال ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے مشک کا ٹکڑا عنبرین زمین پر ہو، آپؑ کی ہیئت کذائی اتنی اچھی اور عمدہ ہے کہ کسی آنکھ نے اتنی معتدل اور مناسب ہیت نہ دیکھی ہوگی۔صلی اللہ علیہ وعلی آباء الطاہرین۔

دوسری فصل

حضرت صاحب الزماں صلوات اللہ علیہ کے کچھ خصائص کا ذکر

پہلی خصوصیت آپؑ کے ظل وشبح کے عالم اظلہ میں انوار ائمہ علیہم السلام کے درمیان امتیاز حاصل کرنا۔ (یہ ذوات مقدسہ اس ظاہری وجود میں آنے سے پہلے عالم بالا کے مقامات عالیہ میں کسی خاص ہیت وشکل میں رہتے تھے کہ جسے لفظ شبح وظل کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے، مترجم) جیسا کہ کئی ایک اخبار معراجیہ وغیرہ میں ہے کہ آنجنابؑ کا نور انوار ائمہ کے درمیان باقی کواکب اور ستاروں کے درمیان ستارہ درخشندہ کی طرح چمکتا تھا۔

دوسری خصوصیت شرافت نسب، کیونکہ ایک تو آپؑ اپنے تمام آباؤ اجداد کے نسب کی شرافت کے حامل ہیں کہ جن کا نسب اشراف انساب ہے، اور دوسرا یہ کہ آپؑ کا نسب یہ خصوصیت رکھتا ہے کہ وہ ماں کی طرف سے قیصرہ روم اور جناب شمعون وصی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک پہنچتا ہے کہ جن کا نسب بہت سے انبیاء واوصیاء سے جاملتا ہے۔

تیسری دو فرشتوں کا آپؑ کو ولادت کے دن سراپردہ عرش میں لے جانا اور خداوند عالم کا ان سے خطاب کرنا کہ مرحباء ہے تیرے لیے اے میرے بندے جو نصرت دین کے لیے اور میرے امر کے اظہار کے لیے ہے اور میرے بندوں کا مہدی ہے میں قسم کھاتا ہوں کہ تیری وجہ سے لوں گا اور تیری وجہ سے دوں گا اور تیری وجہ سے بخشوں گا۔ الخ

چوتھی بیت الحمد، روایت ہے کہ صاحب الامر علیہ السلام کے لیے ایک مکان ہے کہ جسے بیت الحمد کہتے ہیں اور اس میں ایک چراغ ہے جو آپؑ کی ولادت کے دن سے لے کر تلوار کے ساتھ خروج کرنے کے دن تک روشن رہے گا اور وہ بجھتا نہیں ہے۔

پانچویں رسول خداؐ کی کنیت اور حضرتؑ کے نام کا جمع ہونا مناقب میں روایت ہے کہ میرا نام رکھو، لیکن کنیت نہ رکھو۔

چھٹی آنجنابؑ کے نام لینے کی حرمت وممانعت جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

ساتویں زمین پر وصایت وحجت کا حضرتؑ پر ختم ہونا۔ (نہ آپؑ کے بعد کوئی وصی نبی ہے اور نہ حجت خدا ہے)

آٹھویں روز ولادت سے پردہ غیبت میں رہنا اور روح القدس کے سپرد ہونا اور عالم نور وفضائے قدس میں آپؑ کی تربیت ہونا کہ آپؑ کے اجزاء میں سے کوئی جز قذارت وکثافت اور بنی آدم وشیاطین کے معاصی اور نافرمانیوں سے ملوث نہیں ہے، اور

موانست و مجالست ملاء اعلیٰ وارواح مقدسہ سے حاصل ہے۔

نویں کفار و منافقین صناق کے ساتھ معاشرت و مصاحبت کا نہ ہونا بسبب خوف و تقیہ اور ان سے مدارات کے روز ولادت سے لے کر آج تک کسی ظالم کا ہاتھ آپؑ کے دامن تک نہیں پہنچ سکا اور کسی کافر و منافق کے ساتھ آپؑ کی مصاحبت و ہمنشینی نہیں ہوئی اور آپؑ ان کے منازل اور رہائش گاہوں سے کنارہ کش ہیں۔

دسواں کسی جبار کی بیعت کا آپؑ کی گردن میں نہ ہونا۔ اعلام الوریٰ میں حضرت امام حسن علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ ہم میں سے کوئی ایسا نہیں کہ جس کی گردن میں اس کے زمانہ کے سرکش کی بیعت نہ ہو، مگر قائم کہ جس کے پیچھے روح اللہ عیسیٰؑ بن مریم نماز پڑھیں گے (معلوم ہے کہ اس سے مراد وہ اصلاحی بیعت نہیں، اس لیے کہ ویسی بات تو کوئی معصوم غیر معصوم کی نہیں کر سکتا چاہے وہ نیک و پارسا ہی کیوں نہ ہو چہ جائے کہ بنی امیہ اور بنی عباس کے بادشاہ کہ جن کا فسق اور ظلم و ستم اظھر من الشمس و ابین من الامس ہے تو مراد یہ ہے کہ ظاہراً کسی بادشاہ کا تسلط ان پر رہتا تھا جب وہ ظالم بادشاہ چاہتے، ان پر ظلم و ستم کرتے قید میں رکھتے اور بالآخر انہیں زہر سے شہید کر دیتے، اس قسم کا تسلط حضرت حجتؑ کے اوپر کسی کو کسی وقت بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ مترجم

گیارہویں آپؑ کی پشت مبارک پر اس قسم کی علامت کا ہونا کی جیسی جناب رسالت مآبؐ کی پشت مبارک پر تھی کہ جسے مہر نبوت کہتے ہیں اور شاید یہاں ارشاد مہر امامت و ختم وصایت کی طرف ہو۔

بارہواں حق تعالیٰ کا آنجنابؑ کو کتب سماویہ اور اخبار معراجیہ میں باقی اوصیاء میں سے ان کے لقب کے ساتھ بلکہ کئی القاب کے ساتھ مخصوص قرار دینا اور ان کا نام نہ لینا۔

تیرہویں آیات غریبہ اور علامات سماویہ و ارضیہ کا آپؑ کے ظہور موفور السرور کے وقت ظاہر ہونا جو کہ کسی حجت کے تولد و ظہور کے موقعہ پر ظاہر نہیں ہوئیں، بلکہ کتاب کافی میں جناب صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے آیۂ شریفہ سنریھم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق۔

یعنی عنقریب ہم انہیں آفاق و اطراف میں اور ان کے نفوس میں آیات و نشانیاں دکھائیں گے تا کہ ان کے لیے روشن ہو جائے کہ وہ حق ہے، کہ تفسیر تفسیر ان آیات و علامات کے ساتھ فرمائی جو حضرتؑ کے ظہور سے قبل ہوں گی اور میں حق کی تفسیر خروج قائم علیہ السلام سے فرمائی اور فرمایا کہ وہ خدا کی طرف سے حق ہے کہ جسے خلق دیکھے گی اور آنجنابؑ کا خروج ضروری ہے اور وہ آیات و علامات بہت سی ہیں، بلکہ بعض نے ذکر کیا ہے کہ وہ چار سو کے قریب ہیں۔

چودہویں ظہور کے ساتھ ندائے آسمانی کا آپؑ کے نام کے ساتھ آنا جیسا کہ بہت سی روایات میں وارد ہوا ہے اور علی بن ابراہیم قمی نے آیۂ شریفہ واستمع یوم ینادِ المناد من مکان قریب (کان دھر کے سنا جب منادی نزدیک کے مکان سے ندا کرے) کی تفسیر میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ منادی جناب قائم اور ان کے والد علیہما السلام کا نام لے کر ندا کرے گا اور غیبت نعمانی میں جناب باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپؑ نے ایک خبر میں فرمایا کہ پس منادی آسمان سے قائم علیہ السلام کے

ساتھ ندا کرے گا، پس وہ شخص سنے گا جو مشرق میں ہے اور وہ جو مغرب میں ہے، ہر سویا ہوا بیدار ہو جائے گا اور ہر کھڑا ہوا بیٹھ جائے گا اور ہر بیٹھا ہوا اس کی آواز کے خوف سے کھڑا ہو جائے گا، اور فرمایا کہ وہ آواز جبریل کی ہوگی جو کہ جمعہ کی رات ماہ مبارک رمضان کی تیئیس (۲۳) تاریخ کو دے گا اور اس سلسلہ میں بہت سی روایات ہیں جو کہ حد تواتر سے بڑھی ہوئی ہیں اور ان میں سے بعض میں اس کو حتمیات (جس کا ہو نا ٹل نہیں سکتا) میں شمار کیا گیا ہے۔

پندرہویں افلاک و آسمان کا تیز رفتار کو چھوڑ کر سست حرکت کو اپنا لینا، جیسا کہ شیخ مفید نے ابو بصیر سے حضرت باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے ایک طویل حدیث میں جو کہ حضرت قائمؑ کی سیر و سلوک کے متعلق ہے، یہاں تک فرمایا کہ پس سات سال تک یہ حکومت رہے گی کہ جس میں ان کا ہر سال تمہارے ان دس سالوں کی مقدار میں ہوگا، اس وقت خدا جسے چاہیے گا زندہ کرے گا۔

راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا قربان جاؤں وہ سال کس طرح طولانی ہو جائیں گے فرمایا کہ خداوند عالم فلک کو آہستگی اور کم رفتاری کا حکم دے گا، پس اس بناء پر دن اور سال طویل ہو جائیں گے۔

راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا یہ لوگ تو کہتے ہیں کہ اگر فلک میں تبدیلی اور تغیر پیدا ہو جائے تو فاسد ہو جائے، فرمایا یہ زندیقوں کا قول ہے، باقی رہے مسلمان تو ان کے لیے اس قول کے ماننے کا کوئی سبب نہیں جب کہ خداوند عالم نے چاند کو اپنے پیغمبرؐ کے لیے دو ٹکڑے کیا اور یوشع بن نون کے لیے سورج واپس پلٹایا اور قیامت کے دن کے طویل ہونے کی خبر دی ہے اور یہ کہ وہ ان سالوں میں سے کہ جنہیں تم شمار کرتے ہو ہزار سال کے برابر ہے۔

سولہویں مصحف امیر المومنینؑ کا ظاہر ہونا کہ جسے آپؑ نے رسول خداؐ کی وفات کے بعد جمع کیا تھا بغیر تغیر و تبدل کے جو کہ تمام ان چیزوں کا حامل ہے جو آپؐ پر اعجاز کے طور پر نازل ہوئی تھیں، پس آپؑ نے اسے صحابہ کے سامنے پیش کیا تھا تو انہوں نے اس پر اعتراض کیا، پس آپؑ نے اسے مخفی کر دیا اور وہ اپنی حالت پر باقی ہے یہاں تک کہ وہ حضرتؑ کے ہاتھ پر ظاہر ہوگا، اور مخلوق کو حکم دیا جائے گا کہ وہ اسے پڑھیں اور حفظ کریں۔ اور چونکہ موجودہ قرآن سے اس کی ترتیب مختلف ہے کہ جس سے وہ مانوس ہیں تو اس کا یاد کرنا مکلفین کی تکالیف مشکلہ میں سے ہوگا۔

سترہویں سفید بادل کا حضرتؑ کے سر پر سایہ کرنا اور اس میں منادی کا ندا کرنا اس طرح کہ ثقلین (جن وانس) لقین (یورب پچھم والے) اسے سنیں گے کہ یہ ہیں مہدی آل محمد علیہم السلام جو زمین کو عدل و انصاف سے پر کریں جس طرح کہ وہ ظلم و جور سے پر ہے، اور یہ ندا اس ندا کے علاوہ ہے جو چودہویں خصوصیت میں گزر چکی ہے۔

اٹھارویں ملائکہ اور جنات کا آپؑ کے لشکر میں ہونا اور آپؑ کے انصار کے سامنے ان کا ظاہر ہونا یعنی نظر آنا۔

انیسویں طول روزگار و گردش لیل و نہار و سیر فلک دوار کا آپؑ کے بدن، مزاج، اعضاء و جوارح قوی و صورت اور ہیئت پر تصرف نہ کرنا کہ باوجود اس طویل عمر کے جو اب تک ایک ہزار پچانوے سال گزر چکے ہیں اور خدا جانتا ہے کہ ظہور تک کس سن کو پہنچیں گے جب ظہور فرمائیں گے تو چالیس سال کے مرد کی شکل میں ہوں گے اور وہ گزشتہ طویل عمر انبیاء اور غیر انبیاء کی طرح نہیں ہوں گے کہ

جن میں سے ایک بڑھاپے کا تیر ہدف ہے کہ ان ھذا بعلی شیخا میرا یہ شوہر بوڑھا ہے۔اور دوسرا نوحہ گری کرتے ہوئے انی وھن العظم منی واشتعل الراس شیباً (یعنی میری ہڈی کمزور اور سر سفید ہو چکا ہے) اپنے بڑھاپے کی کمزوری پر نالہ وفغان کررہا ہے۔

شیخ صدوق نے ابو الصلت ہروی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام رضاؑ سے عرض کیا کہ آپؑ کے قائمؑ کی علامت خروج کے وقت کیا ہوگی۔

فرمایا اس کی علامت یہ ہے کہ بوڑھے کے سن میں اور جوان کی صورت میں ہوں گے یہاں تک کہ دیکھنے والا حضرتؑ کو گمان کرے گا کہ آپؑ چالیس سالہ یا چالیس سے کم عمر کے ہیں۔

<u>بیسویں جانوروں کے درمیان</u> جو ایک دوسرے سے اور ان کے اور انسانوں کے درمیان جو وحشت ونفرت ہے اس کا نہ رہنا اور ان کے درمیان سے عداوت کا اٹھ جانا جس طرح کہ ہابیل کے قتل ہونے سے پہلے یہی کیفیت تھی، حضرت امیر المومنینؑ سے روایت ہے آپؑ نے فرمایا کہ اگر ہمارا قائمؑ خروج کرے تو درندوں اور باقی جانوروں کے درمیان صلح ہو جائے، یہاں تک کہ ایک عورت عراق و شام کے درمیان سفر کرے گی تو اس کا پاؤں سبزہ پر ہی پڑے گا اور اس کے اوپر اس کی مکمل زینت کا سامان ہوگا، کوئی درندہ اسے ہیجان میں نہیں لائے گا اور نہ اسے وہ ڈرائے گا۔

اکیسویں وفات پا جانے والوں میں سے ایک جماعت کا آپؑ کے ہم رکاب ہونا۔شیخ مفید نے نقل کیا ہے کہ ستائیس افراد قوم موسیٰؑ میں سے اور سات اصحاب کہف اور یوشع بن نون وسلمان وابوذر وابودجانہ انصاری ومقداد ومالک اشتر آنجنابؑ کے انصار میں سے ہوں گے اور یہ لوگ مختلف شہروں میں حاکم ہوں گے اور روایت ہوئی ہے کہ جو شخص چالیس صبح کو دعائے عہد اللھم رب النور العظیم پڑھے تو وہ آپؑ کے انصار میں سے ہوگا۔اور اگر وہ شخص حضرتؑ کے ظہور سے پہلے مر گیا تو خداوند عالم اسے اس کی قبر سے نکالے گا تاکہ وہ حضرتؑ کی خدمت میں رہ سکے۔

<u>بائیسویں زمین کا ان خزانوں اور ذخیروں کو باہر نکالنا</u> جو اس میں چھپے ہوئے اور اس کے سپرد کئے گئے ہیں۔

<u>تیئسویں بارش گھاس درختوں میوہ جات</u> اور باقی نعمتوں کی زیادتی اور فراوانی اس حد تک کہ زمین کی حالت اس وقت دوسرے اوقات کی نسبت بدل جائے گی اور اس پر خدا کا یہ قول صادق آئے گا کہ یوم تبدل الارض غیر الارض۔جب کہ یہ زمین دوسری زمین سے بدل جائے گی۔

<u>چوبیسویں لوگوں کی عقول</u> کا آپؑ کے وجود مبارک سے مکمل ہو جانا اور آپؑ کا ان کے سروں پر ہاتھ پھیرنا اور کینہ و حسد کا ان کے دلوں سے چلے جانا جو کہ ہابیل کے قتل کے دن سے لے کر اب تک بنی آدم کی طبیعت ثانوی بن چکا ہے اور ان میں علم وحکمت کی زیادتی اور علم القاء ہوگا مومنین کے دلوں میں، پس کوئی مومن محتاج نہیں ہوگا اس علم کا جو اس کے بھائی کے پاس ہے اور اس وقت اس آیت کی تاویل ظاہر ہوگی۔لعن اللہ کلا من سعتہ خداوند عالم سب کو اپنی وسعت سے بے پرواہ

کر دے گا۔

پچیسویں حضرتؑ کے اصحاب کی آنکھوں اور کانوں میں فوق العادۃ قوت کا ہونا اس حد تک کہ وہ چار فرسخ کے فاصلہ پر حضرتؑ سے دور ہوں گے اور حضرتؑ ان سے گفتگو کریں گے تو وہ نہیں سنیں گے اور حضرتؑ کو دیکھیں گے۔

چھبیسویں حضرتؑ کے اصحاب و انصار کا طویل العمر ہونا روایت ہوئی ہے کہ آنجنابؑ کی سلطنت میں ایک شخص اتنی زندگی گزارے گا کہ اس کے ہاں ہزار فرزند پیدا ہوں گے۔

ستائیسویں حضرتؑ کے انصار کے بدن سے آفات اور بلاؤں اور کمزوری کا دور ہونا۔

اٹھائیسویں حضرتؑ کے اعوان و انصار میں سے ہر ایک کو چالیس مرد کی قوت دیئے جانا اور ان کے دلوں کا لوہے کے ٹکڑے کی طرح ہو جانا کہ اگر وہ اس قوت سے پہاڑ کو اکھاڑنا چاہیں تو اکھاڑ سکیں گے۔

انتیسویں لوگوں کا آپؑ کے نور جمال کی وجہ سے سورج اور چاند کی روشنی سے مستغنی ہو جانا، چنانچہ آیۃ شریفہ واشرقت الارض بنور ربھا (زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اٹھی) کی تفسیر میں روایت ہوئی ہے کہ مربی زمین امام زمانہ صلی اللہ علیہ وعلی آبائہ ہیں۔

تیسویں رسول خداؐ کے رائت وعلم کا آنجنابؑ کے پاس ہونا۔

اکتیسویں حضرت رسول اکرمؐ کی زرہ کا صرف آپؑ کے بدن پر فٹ ہونا اور آپؑ کے بدن پر اس طرح ہونا کہ جس طرح سرکار رسالتؐ کے بدن مبارک پر تھی۔

بتیسویں حضرتؑ کے لیے مخصوص بادل کا ہونا جو کہ خداوند عالم نے آپؑ ہی کے لیے ذخیرہ کر رکھا ہے کہ جس میں رعد و برق ہو گی اور آپؑ اس پر سوار ہوں گے تو وہ آپؑ کو سات آسمانوں اور سات زمینوں کے راستوں میں لے جائے گا۔

تینتیسویں کفار و مشرکین و منافقین کی طرف سے تقیہ اور خوف کا اٹھ جانا اور خدا کی بندگی و عبادت کا میسر ہونا اور امور دین و دنیا میں نواہی الہیہ اور فرامین سماویہ کے ماتحت چلنا اور مخالفین کے خوف سے ان میں سے بعض احکام سے دستبردار ہونے اور اعمال ناشائستہ ظالمین کی مطابقت میں ارتکاب کرنے کے بغیر جیسا کہ خداوند عالم نے اپنے کلام بلاغت نظام میں وعدہ فرمایا ہے۔

وعد اللہ الذین امنو وعملو الصالحات منکم یستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی ولا یشرکون بی شیئا۔

وعدہ دیا ہے خداوند عالم نے ان لوگوں کو جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک اعمال کئے ہیں کہ البتہ ضرور وہ

انہیں خلیفہ بنائے گا جس طرح کہ ان سے پہلے کے لوگوں کو خلیفہ بنا چکا ہے، البتہ ضرور ان کے لیے تمکین دے گا، ان کے اس دین کو جو اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور البتہ ان کے لیے خوف کو امن سے بدل دے گا، وہ صرف میری عبادت کریں گے اور کسی چیز کو میرا شریک قرار نہیں دے گا۔

چونتیسویں تمام زمین کو مشرق سے لے کر مغرب تک بر و بحر خشک و تر آباد و غیر آباد اور کوہ دشت کو آپ کی سلطنت کا گھیر لینا اور کوئی جگہ ایسی نہیں ہوگی کہ جس میں آپ کا حکم جاری اور فرمان نافذ نہ ہو اور اس سلسلہ میں روایات متواترہ ہیں ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعاو کرھا اور اس کے لیے سر تسلیم خم کر لیا، انہوں نے جو آسمانوں میں ہیں اور وہ جو زمین میں ہیں، چاہ و رغبت سے یا مجبوراً اور کراہت کرتے ہوئے۔

پینتیسویں تمام روئے زمین کا عدل و انصاف سے پر ہونا، چنانچہ کم ہی کوئی خبر الٰہی یا نبوی خاصہ یا عامہ سے ہوگی کہ جس میں حضرت مہدی علیہ السلام کا ذکر ہو، اور اس کے ساتھ یہ بشارت اور یہ منقبت آنجناب کی مذکور نہ ہو۔

چھتیسویں حضرت کا لوگوں کے درمیان علم امامت کے ذریعہ حکم کرنا اور مثل حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام کے حکم کرنے کے گواہ شاہد کسی سے نہ مانگنا۔

سینتیسویں وہ مخصوص احکام لانا جو حضرت کے زمانہ تک ظاہر اور جاری نہیں ہوئے، مثلاً زنا کار بوڑھے اور زکوٰۃ نہ دینے والے کو قتل کر دیں گے، اور عالم ذر کے ایک بھائی کی دوسرے بھائی کو میراث دیں گے۔ یعنی ہر دو اشخاص کہ جن کے درمیان عالم ذر میں عقد مواخات (بھائی چارہ) پڑھا گیا ہے، وہ یہاں ایک دوسرے کی میراث لیں گے۔

اور شیخ طبری نے روایت کی ہے کہ آپ اس بیس سالہ نوجوان کو قتل کر دیں گے کہ جس نے علم دین اور احکام مسائل نہ سیکھے ہوں گے۔

اڑتیسویں تمام مراتب علم کا خارج ہونا جیسا کہ قطب راوندی نے خرائج میں حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ علم کے ستائیس حروف ہیں، پس تمام وہ جو انبیاء لے کر آئے وہ دو حرف تھے اور اب تک لوگ ان دو حرف کے علاوہ کچھ نہیں جانتے، پس جب ہمارے قائم علیہ السلام خروج کریں گے تو وہ پچیس کو لائیں، یہاں تک کہ ان تمام ستائیس حروف کو منتشر فرمائیں گے۔

انتالیسویں حضرت کے اصحاب و انصار کے لیے آسمان سے تلواریں لانا۔

چالیسویں جانوروں کا حضرت کے انصار کی اطاعت کرنا۔

اکتالیسویں پانی اور دودھ کی دو نہروں کا ہمیشہ کے لیے کوفہ کی پشت سے جو کہ آپ کا دار السلطنت ہوگا سنگ موسیٰ سے نکلنا جو کہ آپ کے پاس ہوگا، چنانچہ کتاب خرائج میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جب قائم علیہ السلام خروج کریں گے اور مکہ کا ارادہ فرمائیں گے تو کوفہ کا رخ کریں گے، اور آپ کا منادی ندا دے گا کہ آگاہ رہو کوئی شخص کھانا پینا ساتھ نہ لے اور حجر موسیٰ

ساتھ لیں گے کہ جس سے پانی کے بارہ چشمے جاری ہوئے تھے، پس جس منزل میں اتریں گے تو اس پتھر کو نصب کریں گے تو اس سے چشمے جاری ہو جائیں گے پس جو بھوکا ہوگا وہ اس سے سیر ہوگا اور جو پیاسہ ہوگا وہ سیراب ہوگا اور وہ ان کا زادو توشہ ہوگا، یہاں تک کہ نجف میں وارد ہوں گے جو کوفہ کی پشت پر ہے، اور جس وقت پشت کوفہ میں اتریں گے تو ہمیشہ کے لیے اس پتھر سے پانی اور دودھ جاری ہو جائے گا، پس جو بھوکا ہوگا وہ سیر اور جو پیاسا ہوگا وہ سیراب ہوگا۔

بیالیسویں حضرت عیسیٰؑ بن مریم علیہ السلام کا آسمان سے حضرت مہدیؑ کی نصرت و مدد کے لیے اترنا اور حضرتؑ کے پیچھے نماز پڑھنا جیسا کہ بہت سی روایات میں وارد ہوا ہے، بلکہ خداوند عالم نے اسے آنجنابؑ کے مدائح اور مناقب میں شمار کیا ہے چنانچہ حسن بن سلیمان حلی کی کتاب مختصر میں ایک طویل خبر میں مروی ہے کہ خداوند عالم نے رسول اکرمؐ سے شب معراج فرمایا کہ میں نے تجھے یہ عطاء کیا ہے کہ اس کی صلب یعنی علی علیہ السلام سے گیارہ مہدی پیدا کروں گا جو سب تیری ذریت میں سے ہوں گے جو باکرہ بتول سے ہوں گے، اور ان میں سے آخری مرد وہ ہوگا کہ جس کی اقتداء میں عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نماز پڑھیں گے، وہ زمین کو عدل سے پر کردے گا، جس طرح کہ وہ ظلم و جور سے پر ہوگی اس کے ذریعہ سے ہلاکت سے نجات دوں گا اور گمراہی سے ہدایت کروں گا اور اندھے پن سے عافیت بخشوں گا اور اس سے مریض کو شفا دوں گا۔

تینتالیسویں دجال کو قتل کرنا جو کہ اہل قبیلہ کے لیے عذاب الٰہی ہوگا، جیسا کہ تفسیر علی بن ابراہیم میں باقرؑ سے مروی ہے کہ آپؑ نے آیہ شریفہ قل ھو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم (کہہ دو کہ وہ قادر ہے کہ عذاب تمہارے اوپر سے بھیجے) کے لفظ عذاب کی تفسیر دجال اور صیحہ (آسمانی پکار) سے کی ہے اور فرمایا جو نبی بھی آیا اس نے دجال کے فتنہ سے ڈرایا ہے۔

چوالیسواں سات تکبیروں کا کسی کی نماز جنازہ پر حضرت امیر المومنینؑ کے آپؑ کے علاوہ جائز نہ ہونا، جیسا کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت کی حدیث میں آپؑ کے امام حسن علیہ السلام کو وصیت کرنے میں ذکر ہو چکا ہے۔

پینتالیسواں آپؑ کی تسبیح مہینہ کی اٹھارہ تاریخ سے لے کر آخر ماہ تک ہونا، واضح ہو کہ حج طاہرہ کے لیے مہینہ کے دنوں میں تسبیح مقرر ہے، رسول اکرمؐ کی تسبیح مہینہ کی پہلی تاریخ میں، حضرت امیر المومنینؑ کی مہینہ کی دوسری میں اور جناب فاطمہؑ کی مہینہ کی تیسری تاریخ کو، اور اسی ترتیب کے ساتھ باقی آئمہ علیہم السلام کی تسبیح ہے امام رضاؑ تک، کیونکہ آپؑ کی تسبیح مہینہ کی دسویں اور گیارہوں کو ہے، اور حضرت جواد علیہ السلام کی بارہویں اور تیرہویں کو اور حضرت ہادیؑ کی چودہویں اور پندرہویں کو ہے، اور حضرت عسکریؑ کی تسبیح سولہویں اور سترہویں تاریخ کو ہے، اور حضرت حجۃ اللہؑ کی تسبیح اٹھارہویں سے لے کر مہینہ کی آخری تاریخ تک ہے اور وہ یہ ہے۔

سبحان الله عدد خلقه سبحان الله رضا نفسه سبحان الله مداد كلماته سبحان الله زنة عرشه والحمد لله مثل ذلك۔

چھیالیسویں جبابرہ کی سلطنت اور ظالموں کی حکومت کا دنیا میں آنجنابؑ کے وجود کے سبب سے منقطع ہونا کہ پھر دنیا میں کوئی

بادشاہ نہیں ہوگا، اور آنحضرتؐ کی حکومت وسلطنت قیامت یا باقی آئمہ علیہم السلام کی رجعت یا ان کی اولاد کی بادشاہی سے متصل ہوگی، اور منقول ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام بار ہا اس بیت شعر کے ساتھ مترنم ہوئے۔

لکل اناس دولته یرقبونها
ودولتنا فی آخر الدھر یظھر

تم لوگوں کے لیے ایک حکومت ہے کہ جس کا وہ انتظار کرتے رہتے ہیں اور ہماری حکومت زمانہ کے آخر میں ظاہر ہوگی۔

تیسری فصل

بارہویں امام حضرت حجت علیہ السلام کے وجود کے اثبات اور آپؑ کی غیبت کے بیان میں

اور ہم یہاں اس بیان پر اکتفا کرتے ہیں جو علامہ مجلسی نے کتاب حق الیقین میں ذکر کیا ہے اور جو تفصیل کا طالب ہے وہ نجم ثاقب اور دوسری کتب کی طرف رجوع کرے، فرماتے ہیں کہ معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت مہدیؑ کے خروج کی احادیث خاصہ اور عامہ نے بطریق متواترہ روایت کی ہیں، جیسا کہ جامع الاصول میں صحیح بخاری ومسلم وابوداؤد وترمذی میں ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس خدا کے حق کی قسم کہ میری جان جس کے قبضہ قدرت میں ہے وہ وقت قریب ہے کہ جب فرزند مریم نازل ہو جو کہ حاکم عادل ہے، پس وہ نصاریٰ کی صلیبوں کو توڑ دے گا اور خنزیر کو قتل کرے گا اور جزیہ کی برطرف کر دے گا، یعنی ان سے سوائے اسلام کے کوئی چیز قبول نہیں کرے گا، اور اتنا مال فراوان کر دے گا کہ مال دینے والے دیں گے اور کوئی اسے قبول نہیں کرے گا۔

پھر راوی کہتا ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ تمہاری اس وقت کیا حالت ہوگی جب کہ فرزند مریم تمہارے درمیان نازل ہوگا، اور تمہارا امام مہدیؑ تم میں سے ہوگا۔

اور صحیح مسلم میں جابر سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مسلسل میری امت کا ایک گروہ حق پر مقاتلہ وجہاد کرے گا اور قیامت تک غالب رہے گا، جب عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے تو ان کا امیر اس سے کہے گا آؤ (اے عیسیٰ)

تمہاری اقتدا میں نماز پڑھیں وہ کہیں گے کہ نہیں، بلکہ تم ایک دوسرے پر امیر ہو اس لیے کہ خداوند عالم نے اس امت کو محترم گرامی قدر قرار دیا ہے۔

ابو مسند ابوداؤد ترمذی میں ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا کہ اگر دنیا میں سے صرف ایک دن باقی ہوا تو بھی خداوند عالم اس دن کو اتنا طویل کر دے گا کہ اس دن ایک شخص کو میرے اہل بیتؑ میں سے مبعوث کرے گا کہ جس کا نام میرے نام کے مطابق ہوگا جو کہ زمین کو عدالت سے بھر دے گا جس طرح کہ وہ ظلم و جور سے پر ہو گئی ہو گی۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ دنیا ختم نہیں ہو گی جب تک کہ عرب کا بادشاہ میرے اہل بیتؑ میں سے نہ ہو جائے کہ جس کا نام میرے نام کے مطابق ہوگا۔

اور ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ اگر دنیا میں سے صرف ایک دن باقی رہ جائے تو خداوند عالم اس دن کو طولانی کر دے گا، یہاں تک کہ میرے اہل بیتؑ میں سے ایک شخص بادشاہ ہوگا کہ جس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا اور سنن ابوداؤد میں علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا کہ اگر زمانہ میں صرف ایک دن باقی رہ جائے تو پھر بھی میرے اہل بیتؑ میں سے خدا ایک شخص کو خدا مبعوث کرے گا جو کہ زمین کو عدل و داد سے پر کرے گا جس طرح کہ وہ ظلم و جوار سے پر ہو گی۔

نیز سنن ابوداؤد میں ام سلمہ سے روایت ہے حضرتؐ نے فرمایا کہ مہدیؑ میری عترت میں سے اولاد فاطمہؑ میں سے ہوگا۔

ابوداؤد و ترمذی نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے آپؐ نے فرمایا کہ مہدیؑ میری اولاد میں سے کشادہ جبیں اور کشیدہ بینی ہوگا اور زمین کو عدالت سے پر کرے گا جس طرح ظلم و جور سے پر ہو گی اور وہ سات سال تک حکومت کرے گا، اور پھر روایت کرتے ہیں کہ ابو سعید نے کہا ہمیں خوف ہوا تھا کہ کہیں پیغمبرؐ کے بعد بدعتیں پیدا ہو جائیں، پس ہم نے حضرتؐ کی خدمت میں سوال کیا،

فرمایا میری امت میں مہدیؑ ہوگا جو خروج کرے گا، اور پانچ سال یا سات سال یا نو سال حکومت کرے گا پس اس کے پاس ایک شخص آئے گا اور کہے گا کہ اے مہدی

سنن ترمذی میں ابو اسحاق سے روایت ہے کہ حضرت امیرؑ نے ایک دن اپنے بیٹے حسینؑ کی طرف دیکھا پھر فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سید و سردار قوم ہے، جیسا کہ رسول خداؐ نے اس کا نام سید رکھا ہے اور اس کے صلب سے ایک شخص نکلے گا جس کا نام تمہارے نبی والا ہوگا اور ان کے ساتھ خلقت و خلق میں مشابہ ہوگا، اور وہ زمین کو عدالت سے پر کر دے گا۔

حافظ ابو نعیم نے جو کہ عامہ کے مشہور محدثین میں سے ہے، چالیس احادیث ان کے صحاح سے روایت کی ہیں جو کہ حضرتؑ کے صفات، حالات، نام و نسب پر مشتمل ہیں۔ ان میں سے ایک روایت علی بن ہلال سے اس کے باپ نے کی ہے، وہ کہتا ہے کہ میں رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ آپؐ رحلت فرما رہے تھے اور حضرت فاطمہ علیہا السلام ان کے سرہانے بیٹھی گریہ کر رہی تھیں جب جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کے رونے کی آواز بلند ہوئی تو سرکار رسالتؐ نے ان کی طرف سر اٹھایا اور فرمایا اے میری حبیبہ فاطمہؑ تیرے رونے کا سبب کیا ہے، جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا نے عرض کیا مجھے خوف ہے کہ آپؐ کی امت کہیں میری حرمت کی رعایت نہ کرے تو حضرتؐ نے فرمایا اے میری حبیبہ کیا تجھے معلوم نہیں کہ خدا مطلع ہوا زمین پر (مطلع ہونا، جھانک کر دیکھنا) اور اس میں سے

تیرے باپ کو انتخاب کیا، پس اسے اپنی رسالت کے ساتھ مبعوث فرمایا مگر دوبارہ مطلع ہوا اور تیرے شوہر کو چنا اور مجھ پر وحی کی کہ میں تیری شادی اس سے کر دوں، اے فاطمہؑ خداوند عالم نے ہمیں سات ایسی خصلتیں عطا فرمائی ہیں جو کہ ہم سے پہلے نہ کسی کو دی ہیں اور نہ ہمارے بعد کسی کو دے گا۔

میں ہوں خاتم انبیاء اور خدا کے نزدیک زیادہ گرامی قدر اور خدا کی مخلوق میں سے اس کے ہاں زیادہ محبوب، اور میں تیرا باپ ہوں اور میرا وصی بہترین اوصیاء ہے اور وہ ان میں سے خدا کے نزدیک زیادہ محبوب ہے اور وہ تیرا شوہر ہے اور ہمارا شہید بہترین شہداء ہے اور خدا کے نزدیک زیادہ محبوب ہے اور وہ حمزہ تیرے باپ اور شوہر کا چچا ہے اور ہم میں سے وہ ہے کہ جسے خداوند عالم نے دو پر عنایت کئے ہیں کہ جن کے ذریعہ وہ جنت میں ملائکہ کے ساتھ پرواز کر کے جہاں چاہتا ہے جاتا ہے، اور وہ تیرے باپ کا چچا زاد اور تیرے شوہر کا بھائی ہے اور ہم میں سے اس امت کے دو سبط ہیں اور وہ دونوں تیرے بیٹے حسنین علیہم السلام ہیں اور وہ جوانان جنت کے سردار ہیں اور اس خدائے حق کی قسم جس نے مجھے بھیجا ہے ان کا باپ ان سے بہتر ہے۔ اے فاطمہؑ اس خدا کے حق کی قسم کہ جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ حسنؑ و حسینؑ سے اس امت کا مہدیؑ ہوگا۔ (یعنی حسنؑ کی شہزادی امام زین العابدینؑ کی زوجہ تھیں کہ جن سے نسل آئمہ چلی، للہذا بعد کے امام دونوں بھائیوں کی اولاد ہیں) اور وہ اس وقت ظاہر ہوگا جب دنیا حرج و مرج سے پر ہوگی۔ اور فتنے ظاہر ہو چکے ہوں گے اور راستے مسدود ہوں گے، اور لوگ ایک دوسرے کو لوٹ رہے ہوں گے نہ بڑا بوڑھا چھوٹے پر رحم کرے گا، اور نہ چھوٹا بڑے کی تعظیم کرے گا، پس خدا اس وقت ان کی اولاد میں سے ایسے شخص کو بھیجے گا، جو ضلالت و گمراہی کے قلعوں اور ان دلوں کو جو حق سے غافل ہوں گے فتح کرے گا اور جو آخری زمانہ میں دین خدا کے ساتھ قیام کرے گا، جس طرح کہ میں نے قیام کیا ہے، اور زمین کو عدل و داد سے پر کرے گا، جس طرح کہ وہ ظلم و جور سے پر ہوگی، اے فاطمہ غم نہ کرو اور گریہ نہ کرو، کیونکہ خداوند عالم میری نسبت تجھ پر زیادہ رحیم اور مہربان ہے، بسبب اس قدر و منزلت کے جو تجھے میرے ہاں حاصل ہے اور اس محبت کی بناء پر جو تیری میرے دل میں ہے، اور خدا نے تیری شادی کی ہے اس شخص کے ساتھ جس کا حسب و نسب سب سے بڑا ہے اور جس کا منصب سب سے گرامی تر ہے، اور جو رعیت پر سب لوگوں سے زیادہ رحیم و کریم ہے اور برابر تقسیم کرنے میں سب سے زیادہ عادل ہے اور جو احکام الٰہی کو سب لوگوں سے زیادہ جانتا ہے اور میں نے خدا سے سوال کیا ہے کہ تم میرے اہل بیتؑ میں سے سب سے پہلے آ کر مجھ سے ملحق ہو، اور علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ فاطمہؑ اپنے باپ کے بعد صرف پچہتر دن زندہ رہ کر اپنے باپؐ سے جا ملحق ہوئیں۔

مولف کہتا ہے کہ رسول خداؐ نے مہدی کو حسنین علیہما السلام دونوں کی طرف نسبت دی ہے، کیونکہ آپؑ ماں کی طرف سے امام حسن علیہ السلام کی نسل سے ہیں، کیونکہ امام محمد باقر علیہ السلام کی والدہ امام حسن علیہ السلام کی بیٹی تھیں۔

چند اور احادیث بھی روایت کی ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کی نسل سے ہے، اور دار قطنی نے جو کہ مشہور محدثین عامہ میں سے ہے، اس حدیث طولانی کو ابو سعید خدری سے روایت کیا ہے اور اس کے آخر میں کہا ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ ہم میں سے ہے اس امت کا مہدیؑ کہ جس کے پیچھے عیسیٰ نماز پڑھیں گے، پھر آپؐ نے امام حسینؑ کے کندھے پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ اس امت کا مہدیؑ اس سے

پیدا ہوگا اور نیز ابو نعیم نے حذیفہ اور ابو امامہ باہلی سے روایت کی ہے کہ مہدیؑ کا چہرہ چمکتے ہوئے ستارے کی مانند ہے اور ان کے چہرے کی دائیں طرف سیاہ خال ہے، اور عبدالرحمن کی روایت کے مطابق ان کے دندان مبارک کشادہ ہیں اور عبداللہ بن عمر کی روایت کے مطابق ان کے سر پر بادل سایہ کرے گا اور ان کے سر کے اوپر ایک فرشتہ ندا کرے گا کہ یہ مہدیؑ اور خدا کا خلیفہ ہے، پس اس کی اتباع کرو، اور جابر بن عبداللہ اور ابو سعید کی روایت کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام مہدی علیہ السلام کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے اور صاحب کفایۃ الطالب محمد بن یوسف شافعی نے جو کہ علماء عامہ میں سے ہیں، ظہور مہدیؑ اور ان کی صفات وعلامت کے سلسلہ میں ایک کتاب لکھی ہے جو کہ پچیس ابواب پر مشتمل ہے، اور اس نے کہا ہے کہ میں نے تمام روایات غیر شیعہ طریق سے روایت کی ہیں، اور کتاب شرح السنۃ حسین بن سعید بغوی (جو کہ کتب مشہورہ معتبرہ عامہ میں سے ہے) کا ایک قدیم نسخہ اس حقیر کے پاس موجود ہے کہ جس پر ان علماء کے اجازت لکھے ہیں اور اس میں پانچ احادیث ان کے صحاح میں سے روایت کی ہیں اور حسینؒ بن مسعود فراء نے کتاب مصابیح میں (جو کہ اس وقت عامہ میں متداول ہے) پانچ احادیث خروج مہدیؑ کے سلسلہ میں روایت کی ہیں اور بعض علماء شیعہ نے عامہ کے کتب معتبرہ سے ایک سو چھپن احادیث اس سلسلہ میں نقل کی ہیں اور کتب شیعہ میں ایک ہزار سے زیادہ احادیث ہیں، حضرت مہدیؑ کی ولادت اور ان کی غیبت اور یہ کہ وہ بارہویں امام ہیں اور وہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی نسل میں سے ہیں، اور ان میں سے بہت سی احادیث اعجاز کے ساتھ مقرون ہیں کہ جنہوں نے بارہویں امام تک آئمہ علیہم السلام کی ترتیب اور حضرتؑ کی ولادت کے مخفی امور اور یہ کہ آپؑ کے لیے دو غیبتیں ہیں جن میں سے دوسری پہلی کی نسبت زیادہ طویل ہوگی اور یہ کہ حضرت مخفیانہ طور پر پیدا ہوں گے باقی خصوصیات کے ساتھ خبر دی ہے اور یہ تمام مراتب ومراحل واقع ہو چکے ہیں اور جو کتابیں ان اخبار پر مشتمل ہیں، معلوم ہے کہ وہ سالہا سال ان مراتب کے ظہور سے پہلے تصنیف ہوئی ہیں۔ پس یہ روایات تواتر سے قطع نظر کرتے ہوئے چند در چند جہات سے مفید علم ویقین ہیں، نیز حضرت کی ولادت اور بہت سے لوگوں کا اس ولادت باسعادت سے مطلع ہونا اور بہت سے لوگوں کا اصحاب ثقات میں سے حضرتؑ کو ولادت سے لے کر غیبت تک اور اس کے بعد دیکھنا معلوم ہے، اور کتب معتبرہ خاصہ وعامہ میں مذکور ہے، جیسا کہ اس کے بعد انشاء اللہ ذکر کیا جائے گا، اور صاحب فصول المہمہ ومطالب السول وشواہد النبوۃ وابن خلکان اور بہت سے مخالفین نے اپنی کتب میں حضرت کی ولادت اور باقی خصوصیات کہ جنہیں شیعوں نے روایت کیا ہے نقل کی ہیں، پس جس طرح حضرتؑ کے اباء اطہارؑ کی ولادت معلوم ہے اس طرح آپؑ کی ولادت بھی معلوم ہے اور وہ استبعادات ومخالفین پیش کرتے ہیں آپؑ کی طویل غیبت خفاء ولادت اور آپؑ کے طول عمر شریف کے متعلق وہ کچھ مفید نہیں کیونکہ وہ امور جو براہین قاطعہ سے ثابت ہو چکے ہیں ان کی صرف استبعاد سے نفی نہیں کی جا سکتی جس طرح کہ کفار قریش معاد کا انکار صرف استبعاد کی بناء پر کرتے تھے کہ بوسیدہ ہڈیاں جو کہ خاک ہو چکی ہوں کس طرح زندہ ہوں گی، حالانکہ اس کی مثالیں اور نظریں گزشتہ امتوں میں بہت گزر چکی ہیں اور احادیث خاصہ وعامہ میں وارد ہوا ہے کہ جو کچھ امم سابقہ میں ہو چکا ہے وہ اس امت میں ہوگا، یہاں تک کہ فرماتے ہیں کہ بہت سے لوگ کہ جن کے نام مشہور ہیں وہ حضرتؑ کی ولادت باسعادت پر مطلع ہوئے۔

مثلاً حکیمہ خاتون اور وہ دائی جو سامرہ میں آپؑ کے ہمسایہ میں رہتی تھی اور ولادت کے بعد سے لے کر جناب امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات تک، بہت سے لوگ حضرتؑ کی خدمت میں پہنچے اور وہ معجزات جو آپؑ کی ولادت کے وقت نرجس خاتون میں ظاہر ہوئے۔ وہ حدوعددواحصاوشمار سے زیادہ ہیں، اور انہیں کتاب بحارالانوار و جلاء العیون اور دوسرے رسائل میں بیان کیا ہے، نیز حق الیقین میں فرماتے ہیں کہ شیخ صدوق محمد بن بابویہ نے سند صحیح کے ساتھ احمد بن اسحاق سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں چاہتا تھا کہ حضرت سے سوال کروں کہ آپؑ کے بعد امام کون ہوگا اس سے پہلے کہ میں سوال کرتا، حضرت نے فرمایا اے احمد خداوند عالم نے جس دن سے آدمؑ کو خلق فرمایا ہے اس سے لے کر اب تک زمین کو کبھی حجت سے خالی نہیں رکھا اور قیامت تک ایسے شخص سے خالی نہیں رکھے گا جو خلق خدا پر حجت ہوگا اور اس کی برکت سے اہل زمین سے بلا اور مصیبتوں کو دور کر دے گا اور آسمان سے بارش نازل کرے گا اور زمین کی برکتیں اگائے گا۔

میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ پس آپؑ کے بعد امام و خلیفہ کون ہوگا، حضرتؑ اٹھے اور گھر کے اندر گئے اور باہر آئے تو آپؑ کے دوش مبارک پر چودھویں کے چاند کی مانند تین سالہ بچہ تھا آپؑ نے فرمایا اے احمد یہ ہے امامؑ میرے بعد، اگر یہ نہ ہوتا کہ تو خدا اور حجج کے نزدیک گرامی قدر ہے تو میں تجھے وہ نہ دکھاتا، اس بچہ کا نام اور کنیت حضرت رسول اکرمؐ کے نام و کنیت کے مطابق ہے اور یہ زمین کو عدل و انصاف سے پُر کرے گا جس طرح کہ وہ ظلم و جور سے پر ہوگی، اے احمد اس کی مثال اس اُمت میں خضر و ذوالقرنین جیسی ہے، خدا کی قسم وہ غائب ہوگا، ایسا غائب ہونا کہ اس کی غیبت کی وجہ سے ہلاکت اور گمراہی سے نجات نہیں کرے گا مگر وہ شخص کہ جسے خداوند عالم اس کی امامت پر ثابت قدم رکھے گا اور خدا اسے توفیق دے گا کہ وہ اس کی تعجیل فرج کی دعا کرے۔

میں نے عرض کیا کہ کیا کوئی معجزہ اور علامت ظاہر ہوسکتی ہے کہ جس سے میرا دل مطمئن ہو جائے، پس اس بچے نے نطق کیا اور فصیح عربی زبان میں فرمایا کہ میں ہوں زمین میں بقیۃ اللہ اور دشمنان خدا سے انتقام لینے والا۔

احمد کہتا ہے کہ میں شادمان و خوشحال حضرتؑ کی بارگاہ سے باہر آیا، دوسرے دن میں حضرتؑ کی خدمت میں گیا اور عرض کیا کہ میرا سرور عظیم ہے اس احسان و انعام پر جو آپؑ نے مجھ پر فرمایا ہے، اب یہ بیان فرمائیں کہ جو خضر و ذوالقرنین کی سنت اس حجت خدا میں ہوگی وہ کیا ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا اے احمد وہ سنت طویل غیبت ہے۔

میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ اس کی غیبت طویل ہو جائے گی۔

فرمایا ہاں میرے پروردگار کے حق کی قسم وہ اتنی طویل ہوگی کہ بہت سے ان لوگوں کو جو اس کی امامت کے قائل ہوں گے دین سے روگردان کر دے گی اور دین حق پر باقی نہیں رہے گا، مگر وہ شخص کہ جس سے خداوند عالم نے میثاق کے دن عہد اور ہماری ولایت کا میثاق لے لیا ہے اور قلم صنعت کے ساتھ اس کے دل پر ایمان لکھ دیا ہے، اور اسے روح ایمان کے ساتھ موید قرار دیا ہے اے احمد یہ چیز خدا کے امور عجیبہ میں سے ہے اور اس کے مخفی رازوں میں سے ایک راز ہے اور اس کے غیوب میں سے ایک غیب ہے پس

لازم سمجھو اس کو جو میں نے تجھے عطا کیا ہے اور شکر گزار افراد میں سے ہو جا تا کہ قیامت کے دن علیین میں ہماری رفاقت تجھے حاصل ہو، نیز یعقوب بن منفوس (منقوش) سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، آپؑ ایک تخت پوش پر بیٹھے ہوئے تھے اور اس کی دائیں طرف ایک کمرہ تھا کہ جس کے دروازے پر ایک پردہ لٹکا ہوا تھا۔

میں نے عرض کیا اے میرے سید و آقا آپؑ کے بعد صاحب امر امامت کون ہے تو فرمایا کہ پردہ اٹھاؤ اور جب میں نے پردہ ہٹایا تو ایک بچہ باہر نکلا کہ جس کا قد پانچ بالشت تھا اور تقریباً آٹھ یا دس سالہ معلوم ہوتا تھا، جبیں کشادہ چہرہ سفید آنکھیں چمکدار ہاتھ قوی او مضبوط گھٹنے گندھے ہوئے اور اس کے دائیں رخسار پر خال (تل) اور سر پر زلفیں تھیں، وہ آکر باپ کے زانو پر بیٹھ گیا۔

حضرتؑ نے فرمایا یہ ہے تمہارا امام، پھر وہ بچہ کھڑا ہو گیا اور حضرتؑ نے فرمایا اے فرزند گرامی جاؤ وقت معلوم تک جو تمہارے ظہور کے لیے مقرر ہوا ہے۔ پس میں اس کی طرف دیکھتا رہا یہاں تک کہ وہ حجرہ میں داخل ہو گیا پس حضرتؑ نے فرمایا اے یعقوب دیکھو اس حجرہ میں کون ہے، میں اس میں گیا اور پھرا لیکن مجھے وہاں کوئی نظر نہ آیا۔

نیز سند صحیح کے ساتھ محمد بن معویہ و محمد بن ایوب اور محمد بن عثمان عمروی سے روایت ہے وہ سب کہتے ہیں کہ حضرت عسکری علیہ السلام نے اپنا بیٹا حضرت صاحب الامرؑ ہمیں دکھایا اور ہم آپؑ کے مکان پر حاضر چالیس افراد تھے اور آپؑ نے فرمایا کہ میرے بعد یہ تمہارا امام اور تم پر میرا خلیفہ ہے اس کی اطاعت کرنا اور میرے بعد منتشر نہ ہو جانا، ورنہ اپنے دین میں ہلاک ہو جاؤ گے اور آج کے بعد اسے نہیں دیکھ سکو گے پس ہم آپؑ کی خدمت سے باہر نکلے اور چند دنوں کے بعد حضرت عسکری علیہ السلام نے دنیا سے رحلت فرمائی۔

نیز حق الیقین میں فرمایا ہے کہ شیخ صدوق و شیخ طوسی و طبرسی اور دوسرے علماء نے اسناد صحیح کے ساتھ محمد بن ابراہیم بن مہز یار سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے بیس حج اس ارادہ سے کئے کہ شائد حضرت صاحب الامرؑ کی خدمت میں پہنچوں لیکن کامیابی نہ ہوئی ایک رات میں اپنے بستر پر سویا ہوا تھا کہ میں نے آواز سنی کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ اے مہز یار کے بیٹے اس سال حج پر آؤ تا کہ اپنے امام زمانہؑ کی خدمت میں پہنچو، پس میں خوشحال اور فرحناک بیدار ہوا اور مسلسل عبادت میں مشغول رہا یہاں تک کہ صبح طالع ہوئی ، نماز صبح ادا کی اور ساتھی کی تلاش میں باہر نکلا، مجھے چند ساتھی مل گئے اور راستہ پر ہو لیا۔

جب میں کوفہ میں پہنچا تو بہت جستجو کی، لیکن مجھے کوئی خبر نہ مل سکی، پھر مکہ معظمہ کی طرف متوجہ ہوا اور بہت کچھ جستجو کی اور ہمیشہ امید و ناامیدی میں متردد متفکر تھا یہاں تک کہ ایک رات میں مسجد الحرام میں اس انتظار میں تھا کہ کعبہ کے گرد خلوت ہو تو مشغول طواف ہوں اور تضرع و ابتہال سے بخشندۂ لازوال سے سوال کروں کہ مجھے میرے کعبہ مقصود تک راہنمائی کرے جب خلوت ہوئی اور میں طواف میں مشغول ہوا تو اچانک ایک جوان ملیح خوش رو و خوشبو کو طواف میں دیکھا کہ جس نے دو یمنی چادریں پہن رکھی تھیں، ایک کمر سے باندھی ہوئی تھی اور دوسری دوش پر ڈالے تھا اور اس رداء کا دامن دوسرے کندھے پر ڈالا ہوا تھا جب میں اس کے قریب پہنچا تو وہ میری طرف ملتفت ہوا اور فرمایا کہ کس شہر کے رہنے والے ہو، میں نے عرض کیا کہ اہواز کا، فرمایا ابن الخصیب کو پہچانتے ہو میں نے کہا

کہ وہ رحمت الٰہی میں پہنچ گیا ہے۔

فرمایا خدا اس پر رحمت کرے وہ دنوں کو روزے رکھتا تھا اور راتوں کو عبادت کرتا تھا اور قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتا تھا، اور قرآن مجید کی تلاوت زیادہ کرتا تھا اور ہمارے شیعوں اور موالیوں میں سے تھا فرمایا علی بن مہزیار کو پہچانتے ہو، میں نے کہا کہ وہ تو میں ہوں فرمایا خوش آمدی اے ابوالحسن، فرمایا اس علامت کا کیا ہوا جو تمہارے اور حضرت امام حسن عسکریؑ کے درمیان تھی میں نے کہا کہ وہ میرے پاس ہے فرمایا وہ میرے لیے باہر نکالو، پس میں نے اس بہترین انگوٹھی کو نکالا کہ جس پر محمد وعلی نقش کیا گیا تھا اور دوسری روایت ہے کہ یا اللہ ویا محمد ویا علی اس پر نقش تھا، جب اس پر اس کی نگاہ پڑی تو اتنا گریہ کیا کہ اس کے کپڑے تر ہو گئے کہنے لگا خدا آپ پر رحم کرے اے ابومحمد آپ امام ماو آئمہ علیہم السلام کے فرزند اور ایک امام کے باپ تھے، حق تعالیٰ نے آپؑ کو آپ کے آباؤ اجداد کے ساتھ فردوس اعلیٰ میں ساکن کیا ہے۔

پھر اس نے کہا کہ حج کے بعد تمہارا کیا مقصد و مطالب ہے میں نے کہا کہ فرزند امام حسن عسکریؑ کو تلاش کرتا پھرتا ہوں، کہنے لگے کہ تو اپنے مقصد کو پہنچ گیا اور انہوں نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے اپنی رہائش گاہ میں جاؤ اور سفر کی تیاری کرو اور اس کو مخفی رکھو اور جب رات ایک تہائی گزر جائے پس شعب بن عامر کی طرف آنا تو اپنے مقصد تک پہنچ جاؤ گے۔

ابن مہزیار کہتا ہے کہ میں اپنے مکان کی طرف واپس گیا اور اسی خیال میں رہا یہاں تک کہ رات ایک تہائی گزر گئی، پس میں سوار ہو کر شعب بنی عامر کی طرف گیا جب میں شعب میں پہنچا تو اس جوان کو وہاں پایا، جب اس نے مجھے دیکھا تو کہا کہ خوش آمدی اور خوشا حال تیرے کہ تجھے ملازمت وحضوری کی اجازت عطا فرمائی ہے۔ پس میں اس کے ساتھ روانہ ہوا یہاں تک کہ وہ منیٰ و عرفات سے آگے نکل گیا، رجب عقبہ طائف کے نیچے پہنچا تو کہنے لگا کہ اے ابوالحسن سواری سے اترو اور نماز کی تیاری کرو، پس میں نے اس کے ساتھ ہی نماز تہجد ادا کی اور صبح طالع ہوئی تو میں نے نماز صبح مختصر پڑھی، پس اس نے سلام پھیرا اور نماز کے بعد سر سجدہ میں رکھا اور اپنا چہرہ خاک پر ملا اور سوار ہو گیا، میں بھی سوار ہوا یہاں تک کہ ہم عقبہ کے اوپر پہنچ گئے تو اس نے کہا ذرا دیکھو کوئی چیز تمہیں نظر آتی ہے میں نے جگہ سبز وخرم (سبزہ زار عمدہ) دیکھا کہ جس میں بہت زیادہ گھاس تھی، کہنے لگا کہ ریت کے ٹیلے کے اوپر دیکھو کوئی چیز تمہیں نظر آتی ہے جب میں نے نگاہ کی تو بالوں سے بنا ہوا ایک خیمہ میں نے دیکھا کہ جس کے نور نے تمام آسمان اور اس وادی کو روشن کر رکھا تھا، تو کہنے لگا کہ آرزوؤں اور امیدوں کا منتہی وہاں ہے، تیری آنکھیں روشن ہوں جب عقبہ سے نکلے تو کہنے لگا کہ سواری سے اتر آؤ، کیونکہ یہاں ہر سخت ذلیل ہو جاتا ہے جب میں سواری سے نیچے اترا تو اس نے کہا کہ اونٹ کی مہار سے ہاتھ اٹھا لو اور اسے چھوڑ دو، میں نے کہا کہ ناقہ کو کس کے سپرد کروں، کہنے لگا کہ یہ وہ حرم ہے کہ جس میں داخل نہیں ہوتا مگر خدا کا ولی اور اس سے باہر نہیں جاتا مگر خدا کا ولی۔ پس میں اس کی خدمت میں روانہ ہوا، یہاں تک کہ خیمہ مطہرہ و منورہ کے قریب پہنچ گئے تو اس نے مجھ سے کہا کہ یہاں ٹھہر جاؤ جب تک کہ میں تمہارے لیے اجازت نہ لے لوں، تھوڑی دیر کے بعد باہر آیا اور کہنے لگا خوشا حال تیرا کہ تجھے اجازت دے دی گئی۔

جب میں خیمے میں داخل ہوا تو دیکھا کہ حضرتؑ ایک نمدے پر بیٹھے ہیں کہ جس کے اوپر چمڑے کا ایک فرش بچھا ہے اور پوست کے تکیے سے ٹیک لگائے ہوئے ہیں۔

میں نے سلام کیا تو میرے سلام سے بہتر جواب عنایت فرمایا، میں نے چہرہ دیکھا جو چودھویں کے چاند کی طرح تھا جو کہ طیش وسفاہت سے مبرا ومنزہ نہ بہت اونچے قد کے تھے اور نہ کوتاہ قد، البتہ قد مبارک تھوڑا سا طول کی طرف مائل تھا، کشادہ پیشانی باریک کشیدہ ابرو جو کہ ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے، آنکھیں سیاہ اور کشادہ تھیں اور بینی کھینچی ہوئی اور رخسار مبارک ہموار تھے ابھرے ہوئے نہیں تھے، انتہائی حسن وجمال میں اور آپؑ کے دائیں رخسار پر خال تھا مثل مشک کے ٹکڑے کے جو چاندی کے اوپر رکھا ہو، اور آپؑ کے موئے عنبر بوئے سر سیاہ اور کان کی لو کے قریب تک تھے اور آپؑ کی پیشانی نورانی سے درخشاں ستارے کی طرح نور انتہائی سکینہ ووقار وحیا وحسن لقاء میں ساطع تھا، پس آپؑ نے ایک ایک شیعہ کے حالات مجھ سے پوچھے۔

میں نے عرض کیا کہ یہ حضرات بنی عباس کی حکومت کے ماتحت انتہائی مشقت وذلت وخواری کی زندگی بسر کر رہے ہیں، فرمایا ایک دن آئے گا جب تم ان کے مالک ہو گے اور یہ لوگ تمہارے ہاتھوں ذلیل ہوں گے، پھر فرمایا کہ میرے والد نے مجھ سے عہد لیا کہ میں زمین کی کسی جگہ میں نہ رہوں مگر وہ جگہ جو زیادہ مخفی اور زیادہ دور ہو تا کہ اہل ضلالت اور متمردین جہاں کے مکائد اور فریب کاریوں سے ایک طرف رہوں جب تک کہ خداوند عالم ظہور کی رخصت واجازت دے، اور مجھ سے فرمایا تھا اے بیٹا خداوند عالم اہل بلاد وطبقات عباد کو کسی حجت وامام سے خالی نہیں رکھتا کہ جس کی لوگ پیروی کریں، اور خدا کی حجت اس کی وجہ سے تمام ہو، اے فرزند گرامی تو وہ ہے کہ جسے خداوند عالم نے حق کے پھیلانے اور باطل واعداء دین کے گرانے اور گمراہوں کی آگ کے شعلوں کو بجھانے کے لیے پیدا کیا ہے پس زمین کی پوشیدہ جگہوں میں رہائش اختیار کرو اور ظالموں کے شہروں سے دور رہو اور تمہیں تنہائی سے وحشت نہ ہو اور یہ جان لو کہ اہل اطاعت واخلاص کے دل تمہاری طرف مائل ہوں گے جس طرح کہ پرندے اپنے آشیانہ کی طرف پرواز کرتے ہیں، اور یہ لوگوں کے چند گروہ ہیں کہ جو بظاہر مخالفین کے ہاتھوں ذلیل ہیں، لیکن خدا کے نزدیک گرامی اور عزیز ہیں اور وہ اہل قناعت ہیں، اور انہوں نے اہل بیتؑ کے دامن سے تمسک کیا ہوا ہے اور ان کے آثار سے دین کا استنباط کرتے ہیں اور حجت ودلیل کے ذریعہ اعداء دین کے ساتھ جہاد کرتے ہیں اور خدا نے انہیں مخصوص قرار دیا ہے اس چیز کے ساتھ کہ مخالفین دین سے جو ذلتیں برداشت کرتے ہیں ان پر صبر کریں۔ تا کہ وہ دار قرار میں عزت ابدی کے ساتھ فائز ہوں، اے فرزند اپنے امور کے مصادر وموارد پر صبر کرو، یہاں تک کہ خداوند عالم تمہاری حکومت کے اسباب میسر فرمائے، اور زرد وسفید جھنڈے حطیم وزمزم کے درمیان تیرے سر پر لہرائیں اور فوج در فوج صاحب خلوص وصفا حجر اسود کے قریب تمہارے پاس آئیں اور تمہاری بیعت حجر اسود کے گرداگرد کریں، یہ ایسی جماعت ہوگی کہ جن کی طینت نفاق کی آلودگی سے اور جن کے دل نجاست وشقاق واختلاف سے پاک وپاکیزہ ہوں گے، اور ان کی طبائع دین کے قبول کرنے کے لیے نرم ہوں گی اور گمراہ لوگوں کے فتنوں کو دور کرنے کے لیے سخت پتھر ہوں گے، اس وقت ملت ودین کے گلستان آراستہ ہوں گے اور صبح حق درخشاں ہوگی اور خداوند عالم تمہارے ذریعے سے ظلم وطغیان کو زمین سے دور کرے گا، اور بہجت امن وامان

اطراف جہاں میں ظاہر ہوگی اور شرائع دین مبین کے طیور مرغ اپنے آشیانوں کی طرف پلٹ آئیں گے اور فتح وظفر کے بادل بساتین ملت کو سرسبز شاداب کریں گے۔

پھر حضرتؑ نے فرمایا جو کچھ اس مجلس ونشست میں گزرا ہے اسے پنہاں رکھنا اور کسی کے سامنے ظاہر نہ کرنا مگر وہ لوگ جو اہل صدق ووفا وامانت ہوں۔

ابن مہزیار کہتا ہے کہ میں چند دن حضرتؑ کی خدمت میں رہا اور مشکل مسائل حضرتؑ سے پوچھے اس وقت آپؑ نے مجھے اجازت مرحمت فرمائی کہ میں اپنے اہل وعیال کی طرف واپس جاؤں، الوداع کے دن پچاس ہزار درہم سے زیادہ جو میرے پاس تھے وہ بطور ہدیہ حضرتؑ کی خدمت میں لے گیا اور بہت اصرار اور التماس کیا کہ اسے قبول فرمالیں، آپؑ نے تبسم کیا اور فرمایا کہ اس مال سے اپنے وطن کو واپس جاتے ہوئے اعانت طلب کرنا، کیونکہ سفر دراز تجھے درپیش ہے اور بہت سی دعائیں میرے حق میں فرمائیں اور میں اپنے وطن واپس آ گیا۔

چوتھی فصل

صاحب الزمانؑ سے صادر ہونے والے معجزات باہرات وخوارق عادات

معلوم رہے کہ آپؑ کے وہ معجزات، جو زمانہ غیبت صغریٰ میں نقل ہوئے ہیں جب کہ خواص ونواب کا آپؑ کے ہاں جانا تھا تو وہ بہت ہیں، لیکن چونکہ اس کتاب میں بسط کی نجائش نہیں لہذا ان میں سے قلیل کے ذکر پر اکتفاء کی جاتی ہے۔

پہلا معجزہ! شیخ کلینی وقطب راوندی اور دوسرے اعلام نے بیان کیا ہے، اہل مدائن کے ایک شخص سے وہ کہتا ہے کہ میں اپنے ایک ساتھی کے ساتھ حج کے لیے گیا اور ہم موقف عرفات میں بیٹھے ہوئے تھے اور ہمارے قریب ایک جوان بیٹھا تھا کہ جس نے ایک لنگ اور ردا پہن رکھی تھی کہ جن کی ہم نے ایک سو پچاس دینار قیمت لگائی کہ اتنے میں پڑیں گے اور اس کے پاؤں میں زرد رنگ کا جوتا تھا اور اس پر سفر کا اثر ظاہر نہیں تھا پس ایک سائل نے ہم سے سوال کیا کہ جسے ہم نے رد کر دیا وہ اس جوان کے پاس گیا اور اس سے سوال کیا تو جوان نے زمین سے کوئی چیز اٹھا کر دے دی تو سائل نے اس کو بہت دعا دی، جوان اٹھ کر کھڑا ہوا اور ہماری نظروں سے غائب ہو گیا، ہم سائل کے پاس گئے اور اس سے پوچھا کہ اس جوان نے تجھے کیا دیا کہ تو

نے ڈھیر ساری دعائیں دیں تو اس نے ہمیں سونے کے ٹکڑے دکھائے جو ریت کی طرح دانہ دار تھے، جب اس کا وزن کیا تو وہ بیس مثقال تھا۔

میں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ ہمارے امامؑ اور مولا ہمارے پاس تھے اور ہم نہیں جانتے تھے، کیونکہ ان کے اعجاز سے ہی سنگریزے سونا ہوئے ہیں پھر ہم تمام میدان عرفات میں پھرے تو انہیں نہ پایا، اہل مکہ و مدینہ میں سے جو گروہ ان کے گرد تھا ان سے ہم نے پوچھا کہ یہ شخص کون تھا وہ کہنے لگا یہ علوی جوان ہے جو ہر سال پاپیادہ حج کے لیے آتا ہے۔

دوسرا معجزہ! قطب راوندی نے خرائج میں حسن مسترق سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں ایک دن حسن بن عبداللہ حمدان ناصر الدولہ کی مجلس میں بیٹھا تھا اور وہاں ناحیہ حضرت صاحب الامرؑ اور ان کی غیبت کے متعلق گفتگو ہونے لگی اور ان باتوں کا استہزا اور تمسخر اڑاتا تھا، اسی حالت میں میرا چچا حسین اس مجلس میں آیا اور میں پھر وہی باتیں کرنے لگا تو اس نے کہا اے بیٹا میں بھی اس سلسلہ میں تیرے جیسا اعتقاد رکھتا تھا، یہاں تک کہ حکومت قم مجھے دی گئی، جب کہ اہل قم خلیفہ کے نافرمان ہو چکے تھے اور جو حاکم بھی وہاں جاتا اسے قتل کر دیتے اور کسی کی اطاعت نہیں کرتے تھے، پس مجھے ایک لشکر دے کر قم کی طرف بھیج دیا گیا جب میں طرز کے علاقہ میں پہنچا تو شکار کے لیے گیا، شکار مجھ سے آگے نکلا میں اس کے پیچھے گیا اور بہت دور چلا گیا یہاں تک کہ میں نہر پر پہنچ گیا اور میں نہر کے درمیان چلنے لگا جتنا بھی جاتا اس کی وسعت بڑھتی جاتی اسی حالت میں ایک سوار نمودار ہوا جو سفید سیاہی مائل گھوڑے پر سوار تھا اس سبز خز کا عمامہ پہنے ہوئے تھا اور سوائے اس کی آنکھوں کے نیچے کا جسم نظر نہیں آتا تھا اس نے پاؤں میں دو موزے پہن رکھے تھے، مجھ سے کہا حسین اور مجھے امیر نہ کہا اور نہ کنیت کے ساتھ یاد کیا، بلکہ حقارت کے ساتھ میرا نام لیا اور فرمایا کہ کیوں ہماری ناحیہ کی عیب جوئی کرتا ہے اور اپنے مال کا خمس کیوں ہمارے اصحاب و نواب کو نہیں دیتا میں صاحب وقار اور شجاع و بہادر تھا اور کسی چیز سے نہیں ڈرتا تھا لیکن ان کی باتوں سے کانپ گیا اور میں نے عرض کیا کہ جو کچھ آپؑ نے فرمایا ہے میرے آقا و سید وہ بجالاؤں گا۔

فرمایا جب وہاں پہنچو تو جس طرح متوجہ ہو آسانی کے ساتھ بغیر مشقت قتال و جدال کے شہر میں داخل ہو جاؤ اور کسب کرو، جو کچھ کسب کرو تو اس کا خمس اس کے مستحق تک پہنچانا۔

میں نے عرض کیا میں نے سنا اور اطاعت کی، پھر فرمایا پس رشد و صلاح کے ساتھ جاؤ پھر اپنے گھوڑے کی باگ پھیری اور چلے گئے اور میری نظروں سے غایب ہو گئے میں نہ جان سکا کہ وہ کہاں گئے، میں نے اپنے دائیں بائیں انہیں تلاش کیا لیکن نہ پایا، مجھ پر خوف طاری ہوا اور اپنے لشکر کی طرف پلٹ آیا اور یہ واقعہ کسی سے بیان نہ کیا میں اسے بھول گیا جب میں قم پہنچا تو میرا خیال تھا کہ مجھے ان سے جنگ کرنی پڑے گی، لیکن اہل قم میرے استقبال کے لیے نکل آئے اور کہنے لگے جو شخص مذہب میں ہمارا مخالف ہوتا اور ہماری طرف آتا تو ہم اس سے جنگ کرتے تھے چونکہ تو ہم میں سے ہے اور ہماری طرف آیا ہے تو تیرے اور ہمارے درمیان کوئی اختلاف نہیں، شہر میں داخل ہو کر جس طرح چاہو شہر کا انتظام کرو میں ایک مدت تک قم رہا اور بہت سا مال جمع کیا، پس امراء خلیفہ نے مجھ پر اور میرے کثیر مال پر حسد کیا اور خلیفہ کے پاس میری مذمت کی یہاں تک کہ اس نے مجھے معزول کر دیا پھر میں بغداد کی طرف

واپس آ گیا میں سب سے پہلے خلیفہ کے مکان پر گیا اسے سلام کیا اور اپنے گھر پلٹ آیا اور لوگ میری ملاقات کو آ رہے تھے اس اثناء میں محمد بن عثمان عمروی آئے، وہ تمام لوگوں کے پاس سے گزر کر میری مسند پر آ بیٹھے اور میری پشتی پر تکیہ کیا، میں ان کی اس حرکت سے آگ بگولہ ہو گیا مسلسل لوگ آ جا رہے تھے اور وہ بیٹھے تھے کہ جانے کا نام ہی نہیں لیتے تھے لحظہ بہ لحظہ میرا غصہ بڑھتا جاتا تھا جب مجلس ختم ہوئی تو وہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ تیرے اور میرے درمیان ایک راز ہے اسے سن لے۔

میں نے کہا کہ بتاؤ، کہنے لگے سفید سیاہی مائل گھوڑے کے سوار اور نہر والے بزرگ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے اپنا وعدہ پورا کیا ہے۔

پس وہ واقعہ مجھے یاد آیا، میں لرزنے لگا میں نے کہا کہ میں نے سنا اور اطاعت کرنے کو تیار ہوں اور اپنے اوپر ان کا احسان سمجھوں گا، پس میں اٹھ کھڑا ہوا اور ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور انہیں اندر لے گیا اپنے خزینوں کے دروازے کھول دیئے اور سب کا خمس ان کے سپرد کیا اور بعض اموال جو میں بھول گیا تھا وہ انہوں نے مجھے یاد دلائے اور ان کا خمس لیا۔ اس کے بعد میں نے حضرت صاحب الامرؑ کے معاملہ میں کبھی شک نہیں کیا پس حسن ناصر الدولہ نے کہا کہ جب میں نے اپنے چچا سے یہ واقعہ سن لیا تو میرے بھی دل سے شک جاتا رہا اور حضرتؑ کے متعلق یقین کر لیا۔

تیسرا معجزہ! شیخ طوسی اور دوسرے اعلام نے علی بن بابویہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت صاحب الامرؑ کی خدمت میں عریضہ لکھا اور حسین بن روح رضی اللہ عنہ کو دیا۔ اس عریضہ میں سوال کیا تھا کہ حضرتؑ ان کے لیے دعا کریں کہ خداوند عالم انہیں فرزند عنایت کرے۔

حضرتؑ نے جواب میں لکھا کہ ہم نے دعا کی ہے خداوند عالم بہت جلد تمہیں دو نیکوکار بیٹے عطا فرمائے گا، پس بہت جلدی ایک کنیز سے دو فرزند عطا کئے ایک محمد اور دوسرے حسین، محمد نے بہت سی کتب تصنیف کیں کہ جن میں سے ایک کتاب ''من لایحضرہ الفقیہ'' ہے اور حسین سے بہت سی محدثین کی نسل پیدا ہوئی، اور محمد فخر کیا کرتے تھے کہ میں حضرت قائم علیہ السلام کی دعا سے پیدا ہوا ہوں اس کے اساتذہ اسے شاباش دیتے اور کہتے تھے کہ جو شخص حضرت صاحب الامر علیہ السلام کی دعا سے پیدا ہو وہ اس لائق ہے کہ ایسا ہو۔

چوتھا معجزہ! شیخ طوسی نے رشیق سے روایت کی ہے کہ معتمد خلیفہ نے مجھے دو افراد کے ساتھ کسی کو بھیج کر بلوایا اور حکم دیا کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے دو گھوڑے لے لے، ایک پر سوار ہو اور دوسرا اس کے پہلو میں چلائیں یعنی اس کی باگ ہاتھ میں لے لیں، اور سبکباری و آسانی کے ساتھ جلدی سامرہ میں جائیں اور حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کا اتہ پتہ بتایا اور کہنے لگا کہ جب مکان کے دروازے پر پہنچو گے تو وہاں دروازے پر ایک سیاہ رنگ کا غلام بیٹھا ہوگا، پس مکان کے اندر چلے جانا اور مکان کے اندر جو کوئی تمہیں ملے اس کا سر میرے پاس لے آنا۔ جب ہم حضرتؑ کے دروازے پر پہنچے تو گھر کی دلیز پر سیاہ رنگ کا غلام بیٹھا تھا اس کے ہاتھ میں آزار بند تھا کہ جسے وہ بن رہا تھا۔

ہم نے پوچھا اس مکان میں کون ہے کہنے لگا اس کا مالک، اس نے ہماری طرف کسی قسم کی توجہ نہ کی اور ہماری پروانہ کی، جب ہم مکان کے اندر داخل ہوئے تو اسے بڑا عمدہ اور صاف ستھرا پایا، سامنے ایک پردہ لٹکا ہوا دیکھا کہ جس سے بہتر کبھی نہیں دیکھا تھا گویا ابھی کاریگر کے ہاتھ سے نکلا ہوا اور مکان میں کوئی شخص موجود نہیں تھا جب ہم نے پردہ اٹھایا تو ایک بہت بڑا ہال ہمیں نظر آیا گویا کہ پانی کا دریا اس کمرے میں رکا ہوا ہے اور کمرے کے آخر میں ایک چٹائی پانی کے اوپر بچھی ہوئی ہے اور اس چٹائی کے اوپر ایک مرد کھڑا ہے جو ہیبت و شکل کے لحاظ سے بہترین جوان مرد ہے اور نماز میں مشغول ہے اور وہ کسی طرح بھی ہماری طرف ملتفت نہ ہوا، احمد بن عبداللہ نے کمرے میں پاؤں رکھا تا کہ پانی میں داخل ہو تو وہ ڈوب گیا اور وہ تڑپا یہاں تک کہ میں نے ہاتھ بڑھا کر اس کو باہر نکالا وہ بیہوش ہو گیا، کچھ دیر کے بعد وہ ہوش میں آیا تو میرے دوسرے ساتھی نے اندر جانے کا ارادہ کیا، اس کی حالت بھی وہی ہوئی۔ پس میں متحیر ہو گیا اور زبان معذرت کھولی اور میں نے کہا اے مقرب درگاہ خدا سے اور آپ سے عذر چاہتا ہوں خدا کی قسم میں نہیں جانتا تھا کہ کس کے پاس جا رہا ہوں اور حقیقت حال سے مطلع نہیں تھا، اور اب خدا کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں پس وہ بالکل میری گفتگو کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور نماز میں مشغول رہے، ہمارے دلوں میں عظیم ہیبت طاری ہوئی اور ہم واپس آ گئے معتمد ہمارا انتظار کر رہا تھا اس نے دربانوں سے کہہ رکھا تھا کہ ہم جس وقت آئیں ہمیں اس کے پاس لے جائیں پس رات کے وقت ہم پہنچے اس کے پاس گئے اور تمام واقعہ اسے کہہ سنایا۔

کہنے لگا مجھ سے پہلے تم نے کسی سے ملاقات کی ہے اور کسی سے کوئی بات کی ہے ہم نے کہا کہ نہیں، پس اس نے بڑی بڑی قسمیں کھائیں کہ اگر میں نے اس میں سے ایک لفظ بھی سنا کہ تم نے کسی کے سامنے بیان کیا ہے تو میں تم سب کی گردنیں اڑا دوں گا پس ہم یہ حکایت بیان نہ کر سکے مگر اس کے مرنے کے بعد۔

پانچواں معجزہ! جناب محمد بن یعقوب کلینی نے خلیفہ عباسی کے ایک سپاہی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں غلام خلیفہ نسیم کے ساتھ تھا جب وہ سامرہ میں آیا اور اس نے امام حسن عسکری علیہ السلام کے گھر کا دروازہ توڑ دیا حضرتؑ کی وفات کے بعد تو حضرت صاحب الامرؑ گھر سے نکلے اور تبرزینی (کلہاڑی) آپؑ کے ہاتھ میں تھی، آپؑ نے نسیم سے کہا کہ تم میرے مکان کے ساتھ کیا کر رہے ہو، نسیم کانپنے لگا اور کہا کہ جعفر کذاب کہتا تھا کہ آپؑ کے والد کا کوئی بیٹا نہیں ہے اب اگر یہ مکان آپ کا ہے تو ہم واپس چلے جاتے ہیں۔

علی بن قیس راوی حدیث کہتا ہے کہ حضرتؑ کے مکان کے خادموں میں سے ایک شخص باہر آیا تو میں نے اس سے وہ واقعہ پوچھا جو اس نے نقل کیا تھا، کیا یہ سچ ہے تو وہ کہنے لگا کہ تجھے کس نے بتایا ہے میں نے کہا کہ خلیفہ کے ایک سپاہی نے، وہ کہنے لگا کہ کوئی چیز دنیا میں چھپی نہیں رہتی۔

چھٹا معجزہ! شیخ ابن بابویہ اور دوسرے اعلام نے روایت کی ہے کہ احمد بن اسحاق جو کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے وکلا میں سے تھا، سعد بن عبداللہ کو جو کہ ثقات اصحاب میں سے ہے اپنے ساتھ حضرتؑ کی خدمت میں لے گیا، کیونکہ وہ حضرت

سے چند مسائل پوچھنا چاہتا تھا، وعد بن عبداللہ کہتا ہے کہ جب ہم حضرتؑ کی خدمت میں دولت سرا کے دروازے پر پہنچے تو احمد نے اپنے اور میرے لیے اندر جانے کی اجازت طلب کی اور ہم اندر چلے گئے احمد کے ساتھ ایک ہمیانی تھی کہ جسے اس نے عباء کے نیچے چھپا رکھا تھا کہ اس ہمیانی میں سونے اور چاندی کی ایک سو ساٹھ تھیلیاں تھیں ان میں سے ہر ایک پر ایک ایک شیعہ نے اپنی مہر لگا رکھی تھی اور حضرتؑ کی خدمت میں بھیجی تھی، جب ہم امام کی خدمت میں پہنچے تو آپؑ کی گود میں ایک بچہ تھا کہ کمال حسن وجمال کی وجہ سے مشتری کی طرح تھا اور اس کے سر پر دو زلفیں تھیں اور حضرتؑ کے قریب سونے کی ایک گیند انار کی شکل کی پڑی تھی جو نگینہ ہائے زیبا اور جواہر گرانبہا سے مرصع تھی اور اکابر بصرہ میں سے کسی نے حضرتؑ کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجی تھی اور حضرتؑ کے ہاتھ میں ایک خط تھا کہ جسے آپؑ لکھ رہے تھے جب وہ بچہ مانع ہوتا تو حضرتؑ وہ گیند پھینک دیتے اور بچہ اس کے پیچھے جاتا اور حضرتؑ لکھنے لگتے۔ جب احمد نے ہمیانی کھولی اور آپؑ کے پاس رکھ دی اور حضرتؑ نے اس بچہ سے فرمایا کہ یہ تمہارے شیعوں کے ہدیے اور تحفے ہیں انہیں کھول کر ان میں تصرف کرو، وہ بچہ (صاحب الامرؑ) کہنے لگا اے میرے مولا کیا یہ جائز ہے کہ میں اپنا طاہر و پاک ہاتھ حرام مال کی طرف دراز کروں، پس حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا اے اسحاق کے بیٹے جو کچھ ہمیانی میں ہے باہر نکالو تا کہ حضرت صاحب الامر علیہ السلام حلال و حرام کو ایک دوسرے سے الگ کر دیں۔

پس احمد نے ایک تھیلی نکالی تو حضرتؑ نے فرمایا کہ یہ فلاں شخص کا مال ہے جو قم کے فلاں محلہ میں رہتا ہے اور اس تھیلی میں باسٹھ اشرفیاں ہیں، پنتالیس اشرفیاں تو اس ملک کی قیمت میں سے ہیں جو اسے باپ کی طرف سے میراث میں ملا ہے اور اس نے اسے بیچا ہے اور چودہ اشرفیاں ان سات کپڑوں کی قیمت ہے جو اس نے بیچے ہیں اور تین دینار مکان کے کرایہ میں سے ہیں۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا بیٹا تم نے سچ کہا ہے یہ بتاؤ کہ ان میں حرام کیا چیز ہے تا کہ اس کو باہر نکال دوں۔

فرمایا کہ اس تھیلی میں ایک اشرفی پہری کا سکہ ہے جو فلاں سال کی تاریخ میں لگایا گیا ہے اور وہ تاریخ اس سکہ پر نقش تھی اب اس کا آدھا نقش مٹ چکا ہے اور ایک دینار مقراض شدہ ناقص ہے اور وہ ڈیڑھ دانگ ہے اس تھیلی میں یہی دونوں دینار حرام ہیں ان کی حرمت کی وجہ یہ ہے کہ ان کے مالک کی فلاں سال کے فلاں ماہ میں اس کے ہمسائے جولاہے کے پاس ڈیڑھ من (ایرانی) دھاگوں کی انٹیاں تھیں کچھ دیر ان کے پاس رہیں تو چور انہیں چوری کر کے لے گئے، جب جولاہے نے کہا کہ انہیں چور لے گئے ہیں تو اس نے اس کی تصدیق نہ کی اور اس سے جرمانہ وصول کیا ایسے دھاگے جو ان سے زیادہ باریک تھے جو چور لے گئے تھے اور اسی وزن پر ان کو بن کر بیچا ہے اور یہ دونوں دینار اس کپڑے کے ہیں اور حرام ہیں۔

جب احمد نے وہ تھیلی کھولی تو دو دینار انہیں علامتوں والے نکلے جو حضرت صاحب الامرؑ نے بیان کی تھیں وہ اس نے اٹھا لیے اور باقی حضرتؑ کے سپرد کر دیے۔

پس اس نے دوسری تھیلی نکالی تو صاحب الامر علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ فلاں شخص کا مال ہے جو قم کے فلاں محلے میں رہتا

ہے اور اس میں پچاس اشرفیاں ہیں ہم اس مال کی طرف ہاتھ نہیں بڑھائیں گے۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے پوچھا کیوں۔

فرمایا کہ یہ اشرفیاں اس گندم کی قیمت ہے جو اس کے اور زراعت کرنے والوں کے درمیان مشترک تھی اس نے اپنا حصہ زیادہ تول لیا ہے اور اس میں ان کا مال موجود ہے۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے سچ کہا ہے بیٹا، پس آپؑ نے احمد سے فرمایا کہ یہ تھیلیاں اٹھاؤ اور وصیت کرو کہ ان کے مالکوں کو واپس کر دیں، اور ہم نہیں چاہتے کیونکہ یہ حرام مال ہے یہاں تک کہ سب کو آپؑ نے اسی طرح جانچا، اور جب سعد بن عبداللہ نے چاہا کہ وہ اپنے مسائل پوچھے تو امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے نور نظر سے جو چاہتے ہو پوچھو اور آپؑ نے حضرت صاحب الامر علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا۔

پس اس نے اپنے تمام مشکل مسائل پوچھے اور ان کے شافی و وافی جوابات سنے، بعض سوالات جو اس کے دل سے محو ہو گئے تھے وہ آپؑ نے بطور اعجاز اسے یاد دلائے اور ان کے جوابات دیئے۔ (حدیث طویل ہے کہ جسے میں نے دیگر کتب میں بیان کیا ہے)

ساتواں معجزہ شیخ کلینی و ابن بابویہ اور دوسرے علماء رحمۃ اللہ علیہم نے معتبر اسناد کے ساتھ عالم ہندی سے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت کے ساتھ شہر کشمیر میں تھا جو کہ ہندوستان کا ایک شہر ہے (ہوسکتا ہے کہ کشمیر اس زمانہ میں کوئی شہر ہو، مترجم) ہم چالیس افراد تھے جو اس ملک کے بادشاہ کی دائیں طرف کرسیوں پر بیٹھے تھے ہم سب نے تورات، انجیل، زبور اور صحف ابراہیم پڑھے ہوئے تھے اور ہم لوگوں کے درمیان حکم کرتے تھے اور انہیں اپنے دین کی تعلیم دیتے تھے ان کے حلال و حرام میں فتویٰ دیا کرتے، تمام لوگ بادشاہ اور اس کے علاوہ ہماری طرف رجوع کیا کرتے تھے۔

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہم نے لیا اور ہم نے کہا کہ وہ پیغمبر کہ جس کا نام کتابوں میں مذکور ہے اس کا معاملہ ہم پر مخفی ہے اور ہم پر واجب ہے کہ ہم اس کے حالات کا تفحص کریں اس کے آثار کے پیچھے جائیں، پس سب کی رائے اس پر برقرار ہوئی کہ میں ملک سے باہر جاؤں اور ان کے لیے آنحضرتؐ کے حالات کی جستجو کروں، پس میں باہر نکلا اور بہت سا مال اپنے ساتھ لیا اور بارہ مہینے گردش کرنے کے بعد کابل پہنچا اور کچھ ترک لوگوں سے میری ملاقات ہوئی انہوں نے مجھے زخمی کر دیا اور میرا مال چھین لیا، کابل کا حاکم جب میرے حالات سے باخبر ہوا تو اس نے مجھے بلخ شہر میں بھیج دیا اور اس وقت داؤد بن عباس بلخ کا والی تھا، جب اس کو یہ خبر ہوئی کہ میں دین حق کی تلاش میں ہندوستان سے نکلا ہوں اور میں نے فارسی زبان سیکھی ہے اور فقہاء و متکلمین کے ساتھ مناظرے اور مباحثے کئے ہیں تو اس نے مجھے اپنے دربار میں بلایا اور فقہاء و علماء کو بلایا کہ وہ مجھ سے گفتگو کریں، میں نے ان سے کہا کہ میں اپنے شہر سے نکل کر آیا ہوں تا کہ تلاش کروں اس پیغمبر کو کہ جس کا نام میں نے اپنی کتب میں پڑھا ہے۔

وہ کہنے لگے کہ اس کا نام کیا ہے میں نے کہا کہ محمدؐ، وہ کہنے لگے کہ جسے تو تلاش کرتا پھرتا ہے وہ تو ہمارا پیغمبرؐ ہے میں نے

آنحضرتؐ کے شرائع اور دین ان سے پوچھے تو انہوں نے بیان کئے میں نے ان سے کہا کہ یہ تو میں جانتا ہوں کہ محمد پیغمبرؐ ہے، لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ جس کو تم کہتے ہو یہ وہی ہے کہ جسے میں تلاش کر رہا ہوں، اب بتاؤ کہ وہ کہاں رہتا ہے تاکہ میں اس کے پاس جاؤں اور اس سے ان علامات و دلائل کے متعلق سوال کروں، کہ جو میرے پاس ہیں اور جو میں نے کتب میں پڑھے ہیں اگر وہی ہوا کہ جس کو میں تلاش کر رہا ہوں تو میں اس پر ایمان لے آؤں گا وہ کہنے لگے کہ وہ تو دنیا سے چلے گئے ہیں، میں نے کہا تو اس کا وصی اور خلیفہ کون ہے کہنے لگے کہ ابوبکر میں نے کہا اس کا نام بتایئے یہ تو اس کی کنیت ہے کہنے لگے کہ اس کا نام عبداللہ بن عثمان ہے اور اس کا قریش میں جو نسب ہے وہ بیان کیا۔

میں نے کہا کہ اپنے پیغمبر کا نسب بیان کرو تو انہوں نے بتایا میں نے کہا یہ وہ پیغمبر نہیں کہ جسے میں تلاش کرتا ہوں، اس کا خلیفہ تو اس کا دینی بھائی اور نسب میں اس کا چچازاد ہے اور اس کی بیٹی کا شوہر ہے اور اس کی اولاد کا باپ ہے اور روئے زمین پر اس پیغمبرؐ کا کوئی بیٹا نہیں سوائے اس شخص کی اولاد کے جو کہ اس کا خلیفہ ہے جب فقہا نے یہ باتیں مجھ سے سنیں تو وہ اچھلے اور کہنے لگے اے امیر یہ شخص شرک سے نکل کر کفر میں داخل ہو گیا ہے اور اس کا خون حلال ہے۔

میں نے کہا اے قوم میرا ایک دین ہے کہ جس سے میں متمسک ہوں اور میں اس دین سے اس وقت تک جدا نہیں ہوں گا جب تک اس سے زیادہ قوی اور محکم دین نہ پاؤں کہ جو میں رکھتا ہوں، میں پیغمبرؐ کی صفات ان کتب میں پڑھی ہیں جو خدا نے ان انبیاء پر نازل کی ہیں اور میں ہندوستان کے علاقہ سے باہر نکلا ہوں اور میں اس عزت و احترام سے جو میرے لیے تھا دست بردار ہوا ہوں اس پیغمبرؐ کی تلاش میں جب میں نے تمہارے پیغمبرؐ کے معاملہ کا اس سے تقابل کیا کہ جو تم نے بیان کیا ہے تو وہ اس کے مطابق نہیں جو میں نے کتب میں پڑھا ہے تم مجھ سے دستبردار ہو جاؤ، پس والی بلخ نے کسی کو بھیجا اور حسین بن اسکیب کو بلایا جو امام حسن عسکری علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھا اور اس سے کہا کہ اس ہندوستانی شخص سے مباحثہ کرو۔

حسین نے کہا اصلحک اللہ تیرے پاس فقہا اور علماء موجود ہیں اور وہ اس کے ساتھ مناظرہ کرنے کا زیادہ شعور رکھتے ہیں۔ والی کہنے لگا کہ جس طرح میں کہتا ہوں اس کے ساتھ مناظرہ کرو اور اسے علیحدگی میں لے جاؤ اور اس کے ساتھ مدارت و نرمی سے پیش آؤ اور اچھی طرح اس کی تسلی کراؤ۔

پس حسین مجھے تنہائی میں لے گیا اور بعد اس کے کہ میں نے اسے اپنے حالات بتائے اور وہ میرے مقصد و مطلب پر مطلع ہوا تو کہنے لگا کہ وہ پیغمبر جس کو تم تلاش کر رہے ہو وہی ہے جو انہوں نے بیان کیا ہے، البتہ انہوں نے اس کا خلیفہ غلط بتایا ہے وہ پیغمبر محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں اور ان کا وصی علیؑ بن ابی طالب بن عبدالمطلب ہے اور وہ محمدؐ کی بیٹی فاطمہ کا شوہر اور حسن و حسین علیہما السلام کا باپ ہے جو کہ پیغمبر محمدؐ کے نواسے ہیں۔

عالم نے کہا کہ یہی ہے وہ کہ جسے میں چاہتا تھا اور تلاش کرتا پھرتا ہوں، پس میں والی بلخ کے مکان پر گیا اور اس نے کہا کہ میں نے اسے پا لیا ہے کہ جسے تلاش کر رہا تھا۔

وانا اشهد ان لا اله الا الله وان محمداً رسول الله

پس والی نے مجھ سے بہت نیکی اور احسان کیا اور حسین سے کہا کہ اس کی دیکھ بھال رکھنا اور اس سے باخبر رہنا، پس میں اس کے مکان پر گیا اور اس سے مانوس ہو گیا اور وہ مسائل کہ جن کا میں محتاج تھا مذہب شیعہ کے موافق نماز و روزہ اور باقی فرائض اس سے اخذ کئے اور میں نے حسین سے کہا کہ ہم نے اپنی کتب میں پڑھا ہے کہ محمدؐ خاتم انبیاء ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں اور اس کا امر امامت اس کے بعد اس کے وصی و وارث و خلیفہ سے متعلق ہے اور مسلسل امر خلافت خود ان کی اولاد و القاب میں جاری و ساری ہے یہاں تک کہ دنیا ختم ہوگی، پس وصی محمدؐ کا وصی کون ہے اس نے کہا کہ امام حسنؑ اور ان کے بعد امام حسینؑ جو دونوں فرزند ہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے، پس سب کو حضرت صاحب الامرؑ تک شمار کیا اور بیان کیا جو کچھ کہ حادث و واقع ہوا تھا آپؑ کے غائب ہونے کے متعلق، پس میری ہمت و ارادہ اس سے متعلق ہوا کہ میں حضرتؑ کی ناحیہ مقدسہ کو تلاش کروں شاید کہ ان کی خدمت بابرکت میں پہنچ سکوں۔

راوی کہتا ہے کہ پس عالم قم میں آیا اور ہمارے اصحاب کے ساتھ اس کی صحبت و گفتگو ہوئی تھی اور ۲۶۴ھ ہجری میں وہ ہمارے اصحاب کے ساتھ بغداد کی طرف گیا اور اس کا ایک سندھی ساتھی جو مذہب حق کی تحقیق میں اس کا رفیق کار تھا، عالم کہتا ہے کہ مجھے اپنے ساتھی کے کچھ اخلاق پسند نہ آئے، لہذا میں اس سے الگ ہو گیا اور میں بغداد سے نکل کر سامرہ پہنچا اور میں مسجد بنی عباس میں عباسیہ مسجد میں وارد ہوا اور وہاں نماز پڑھی اور میں متفکر اس امر میں تھا کہ جس کی تلاش میں میں نے کوشش کی تھی، اچانک ایک شخص میرے پاس آیا اور کہا کہ تو فلاں شخص ہے اور مجھے اس نام سے پکارا کہ جو ہندوستان میں میرا تھا اور اس کو کوئی باخبر نہ تھا۔

میں نے کہا کہ ہاں، کہنے لگا کہ قبول کر اپنے مولا کا پیغام وہ تجھے بلا رہے ہیں، میں اس کے ساتھ روانہ ہوا تو مجھے غیر مانوس راستوں سے لے چلا یہاں تک کہ ہم ایک مکان اور باغ میں داخل ہوئے میں نے دیکھا کہ میرے مولا بیٹھے ہوئے اور آپؑ نے مجھ سے ہندی زبان میں فرمایا خوش آمدی اے فلاں تیرا کیا حال ہے، اور فلاں وفلاں کو کن حالات میں چھوڑا ہے یہاں تک کہ آپؑ نے ان چالیس افراد کے نام لیے جو میرے ساتھی تھے اور ہر ایک کے حالات دریافت کئے اور جو کچھ مجھ پر بیتی تھی وہ سب کچھ بیان کیا اور یہ تمام گفتگو آپؑ مجھ سے ہندی زبان میں کرتے رہے اور فرمایا کیا چاہتے ہو کہ اہل قم کے ساتھ حج پر جاؤ۔

میں نے کہا جی ہاں اے میرے آقا۔

فرمایا اس سال ان کے ساتھ نہ جاؤ، اب واپس چلے جاؤ، اگلے سال جانا پس آپؑ نے ایک سونے کی اشرفی میری طرف پھینکی جو آپؑ کے پاس پڑی تھی، فرمایا اس کو اپنے اخراجات میں صرف کرو اور بغداد میں فلاں شخص کے مکان پر جانا اور اسے کسی چیز کی اطلاع نہ دینا۔

راوی کہتا کہ اس کے بعد عالم واپس آ گیا اور حج پر نہ گیا، اس کے بعد قاصد آئے اور خبر لائے کہ اس سال حاجی عقبہ سے واپس آ گئے اور حج پر نہ گئے اور معلوم ہو گیا کہ حضرت نے اسی وجہ سے اس سال حج پر جانے سے منع کیا تھا، پس وہ خراسان کی طرف

گیا دوسرے سال حج پر گیا اور خراسان کی طرف پلٹ گیا اور خراسان سے ہمارے لیے ہدیہ بھیجا اور ایک مدت تک خراسان میں رہا یہاں تک کہ رحمت الٰہی سے جا واصل ہوا۔

آٹھواں معجزہ! قطب راوندی نے جعفر بن قولویہ استاد شیخ مفید سے روایت کی ہے کہ جب قرامطہ یعنی اسماعیلیہ ملاحدہ نے کعبہ کو خراب کیا اور حجر اسود کوفہ میں لے آئے اور اسے مسجد کوفہ میں نصب کر دیا اور ۳۳۷ ہجری میں (جو کہ غیبت کبریٰ کا اوائل تھا) چاہا کہ اسے کعبہ کی طرف پلٹا دیں اور اسے اس کی جگہ پر نصب کریں تو میں نے حضرتؑ سے ملاقات کی امید پر اس سال حج کا ارادہ کیا، کیونکہ احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے کہ حجر اسود کو سوائے معصوم اور امام زمانہ کے کوئی شخص نسب نہیں کر سکتا، چنانچہ رسول خدا کی بعثت سے پہلے جو سیلاب آیا اور اس نے کعبہ کو خراب کیا تو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے نصب کیا تھا اور حجاج کے زمانہ میں جب اس نے عبداللہ بن زبیر پر حملہ کرنے کے سلسلے میں کعبہ کو خراب کیا تو جس وقت اسے بنانے لگے تو جو بھی حجر کو رکھتا تھا تو وہ لرزتا اور قرار نہ پکڑتا یہاں تک کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے اسے اس کی جگہ پر رکھا تو وہ برقرار ہو گیا۔

لہٰذا میں اس سال حج کی طرف متوجہ ہوا جب بغداد پہنچا تو سخت قسم کی بیماری نے مجھ پر حملہ کیا کہ جس سے مجھے اپنی جان کا خطرہ ہو گیا اور میں حج پر نہ جا سکا تو میں نے ایک شیعہ کو اپنا نائب بنایا کہ جسے ابن ہشام کہتے تھے، اور میں نے آپؑ کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا اور اسے سربمہر کیا اور اس عریضہ میں میں نے سوال کیا تھا کہ میری مدت عمر کتنے سال ہے اور میں اس بیماری سے شفایاب ہوں گا کہ نہیں، اور میں نے ابن ہشام سے کہا کہ میرا مقصد یہ ہے کہ یہ رقعہ اس شخص کے ہاتھ میں دینا کہ جو حجر اسود کو اس کی جگہ پر رکھے اور اس کا جواب لے آنا اور تجھے میں اسی کام کے لیے بھیج رہا ہوں۔

ابن ہشام کہتا ہے کہ جب میں مکہ معظمہ پہنچا تو میں نے کچھ رقم کعبہ کے خداموں کو دی تا کہ وہ حجر اسود کے رکھنے کے وقت میری حمایت کریں تا کہ میں صحیح طرح دیکھ سکوں کہ حجر اسود کو اس کی جگہ پر کون رکھتا ہے اور لوگوں کا اژدہام مجھے اس کے دیکھنے سے مانع نہ ہو۔

جب انہوں نے چاہا کہ حجر اسود کو اس کی جگہ پر رکھیں تو خدام نے مجھے اپنے درمیان میں لے لیا، اور وہ میری حمایت کرتے تھے اور میں دیکھ رہا تھا کہ جو بھی حجر اسود کو رکھتا تو وہ ہلنے لگتا اور لرزتا اور قرار نہ پکڑتا تھا یہاں تک کہ ایک جوان خوشرو خوشبو اور خوش مو گندم گوں نمودار ہوا اور اس نے حجر اسود کو ان کے ہاتھ سے لے کر اسے اس کی جگہ نصب کر دیا، اور وہ درست کھڑا ہو گیا اور اس میں حرکت نہ رہی، پس لوگوں نے آواز بلند کی اور وہ چل پڑے اور مسجد سے باہر جانے لگے، میں اس جوان کے پیچھے بڑی تیزی سے چلا اور لوگوں کی صفوں کو چیرتا اور اپنے دائیں بائیں سے دور ہٹاتا تھا اور دوڑ رہا تھا، لوگ یہ گمان کرتے تھے کہ میں دیوانہ ہو گیا ہوں اور اپنی آنکھ میں اس جوان سے نہیں ہٹاتا تھا تا کہ کہیں وہ میری نظر سے غائب نہ ہو جائے یہاں تک کہ ہجوم سے باہر نکل آیا، اور وہ شخص انتہائی آہستگی اور اطمینان کے ساتھ جا رہا تھا، میں جتنا بھی دوڑتا ان تک نہیں پہنچ سکتا تھا جب وہ ایسی جگہ پہنچا کہ جہاں میرے اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں تھا تو وہ کھڑا ہو گیا اور میری طرف ملتفت ہوا اور فرمایا جو تمہارے پاس ہے وہ مجھے دے دو۔

میں نے وہ رقعہ ان کے ہاتھ میں دے دیا، کھولے بغیر فرمایا اس سے کہنا کہ اس بیماری میں تمہارے لیے کوئی خوف و خطر نہیں اور صحت یاب ہو جاؤ گے اور تمہاری اجل تیس سال کے بعد ہے، جب میں نے اس حالت کا مشاہدہ کیا اور آپ کا کلام معجزہ نظام سنا تو خوف عظیم اس حد تک مجھ پر چھا گیا کہ میں حرکت نہیں کر سکتا تھا، جب یہ خبر ابن قولویہ کو ملی تو اس کا یقین زیادہ ہو گیا اور وہ ۳۶۳ ہجری تک زندہ رہے، اس سال انہیں تھوڑی سی تکلیف ہوئی تو وصیت کی اور کفن وحنوط مہیا کیا، ضروریات سفر آخرت ساتھ لیں اور ان امور میں بہت اہتمام کرنے لگے لوگ انہیں کہتے کہ آپ کو زیادہ تکلیف نہیں ہے، اس قدر تعجیل واضطراب کیوں کرتے ہیں کہنے لگے کہ میرے مولا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے، پس انہوں نے اسی بیماری سے منازل رفیعہ بہشت کی طرف انتقال کیا۔

الحقہ اللہ بمو الیہ الاطہار فی دار القرار

نواں معجزہ! شیخ ابن بابویہ نے احمد بن فارس ادیب سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں شہر ہمدان میں گیا، تو وہاں سب لوگوں کو سنی المذاہب پایا سوائے ایک محلہ کے جنہیں بن راشد کہتے تھے جو کہ سب شیعہ امامیہ مذہب رکھتے تھے، شیعہ ہونے کا سبب پوچھا تو ایک بوڑھا آدمی کہ جس سے صلاح و دیانت کے آثار ظاہر تھے کہنے لگا کہ ہمارے شیعہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ ہمارا جد اعلیٰ کہ جس کی طرف ہم منسوب ہیں، حج پر گیا اور اس نے بتایا کہ میں واپسی پر با پیادہ آ رہا تھا، چند منزل ہم آ چکے تو بادیہ روزی میں جب قافلے کا پہلا حصہ پہنچا تو میں سو گیا (اس خیال سے) کہ جب قافلہ کا آخری حصہ پہنچے گا تو بیدار ہو جاؤں گا، جب میں سو گیا تو پھر بیدار نہ ہوا یہاں تک کہ سورج کی گرمی نے مجھے بیدار کیا تو قافلہ گزر چکا تھا اور شاہراہ ظاہر و معلوم نہیں ہوتی تھی، میں توکل کر کے روانہ ہوا تھوڑا سا راستہ میں نے طے کیا تو میں سرسبز وشاداب وادی میں پہنچ گیا جو کہ گل ولالہ سے پر تھی کہ کبھی میں نے ایسی جگہ نہیں دیکھی تھی، جب میں اس باغ میں داخل ہوا تو ایک عالی شان قصر مجھے نظر آیا اور میں اس قصر کی طرف روانہ ہوا، جب میں قصر کے دروازے پر پہنچا تو میں نے دو سفید رنگ کے خادم دیکھے جو بیٹھے ہوئے تھے، میں نے سلام کیا تو بڑے اچھے طریقہ سے انہوں نے جواب دیا اور کہنے لگے کہ بیٹھ جاؤ۔ خدا نے تمہارے لیے خیر عظیم چاہی ہے جو وہ تمہیں یہاں لے آیا ہے، پس ان خادموں میں سے ایک اس قصر کے اندر گیا اور تھوڑی دیر کے بعد باہر آیا اور کہا کہ اٹھو اور اندر چلو۔

جب میں اندر گیا تو میں نے ایسا قصر ومحل دیکھا کہ اس جیسا قصر کبھی نہیں دیکھا تھا، خادم آگے بڑھا اور جو پردہ دروازے پر پڑا ہوا تھا اسے اٹھایا اور کہنے لگا کہ آ جاؤ، جب میں اندر گیا تو میں نے ایک جوان کو دیکھا جو گھر کے اندر بیٹھا تھا اور ایک لمبی تلوار اس کے سامنے چھت میں لٹکی ہوئی ہے قریب ہے کہ تلوار کا سرا اس کے سر کو چھوئے اور وہ جوان اس چاند کی طرح تھا جو تاریک رات میں چمک رہا ہو، پس میں نے سلام کیا تو بڑی ملاطفت اور خوش زبانی سے جواب دیا اور کہنے لگے تجھے معلوم ہے کہ میں کون ہوں۔

میں نے عرض کیا خدا کی قسم نہیں، فرمایا میں ہوں قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور میں ہوں وہ جو اس تلوار کے ساتھ آخری زمانہ میں خروج کروں گا، اور اس تلوار کی طرف اشارہ کیا کہ میں زمین کو عدل وسچائی سے پر کروں گا بعد اس کے وہ ظلم وجور سے پر ہو گی، پس میں دروازے پر گر پڑا اور اپنا چہرہ زمین پر ملنے لگا۔

فرمایا ایمانہ کرو اور سر بلند کرو تم جبل کے شہروں میں سے اس شہر میں رہتے ہو کہ جسے ہمدان کہتے ہیں، میں نے کہا جی ہاں اے میرے آقا و مولا، پس فرمایا کیا تو چاہتا ہے کہ اپنے اہل دعیال کے پاس واپس جائے۔

میں نے عرض کیا جی ہاں میرے سید و سردار میں چاہتا ہوں کہ اپنے اہل خانہ کی طرف واپس جاؤں اور انہیں اس سعادت کی خبر دوں جو مجھے عنایت ہوئی ہے، پھر آپؑ نے خادم کی طرف اشارہ کیا، اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور ایک زر نقد کی تھیلی مجھے دی اور مجھے باغ سے باہر لایا اور میرے ساتھ روانہ ہوا، تھوڑا سا راستہ ہم نے طے کیا تھا کہ عمارتیں درخت اور مسجد کا منارہ ظاہر ہوا۔

وہ کہنے لگا کیا تم اس شہر کو جانتے پہچانتے ہو، میں نے کہا کہ ہمارے شہر کے قریب ایک شہر ہے کہ جسے اسد آباد کہتے ہیں۔

کہنے لگا کہ ہاں وہی ہے رشد و نیکی کے ساتھ جاؤ، یہ کہہ کر وہ غائب ہو گیا اور میں اسد آباد میں داخل ہوا اور تھیلی میں چالیس یا پچاس اشرفیاں تھیں، پھر میں ہمدان میں وارد ہوا اور میں نے اپنے اہل خانہ اور رشتہ داروں کو اکٹھا کیا اور انہیں ان سعادتوں کی بشارت دی جو خداوند عالم نے میرے لیے مہیا کی تھیں اور ہم ہمیشہ خیر و نعمت میں رہے، جب تک ان اشرفیوں میں سے کوئی چیز ہمارے پاس باقی رہی۔

دسواں **معجزہ**! مسعودی و شیخ طوسی اور دوسرے اعلام نے ابو نعیم محمد بن احمد انصاری سے روایت کی ہے کہ مفوضہ و مقصرہ کے ایک گروہ نے کامل بن ابراہیم مدنی کو ابو محمد علیہ السلام کے پاس سامرہ بھیجا تا کہ وہ آنجنابؑ کے ساتھ ان کے امور و مسائل میں مناظرہ کرے۔

کامل کہتا ہے کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ آنجنابؑ سے سوال کروں گا کہ بہشت میں داخل نہیں ہوگا سوائے اس شخص کے کہ جس کی معرفت میری معرفت کی طرح ہو اور جو اس چیز کا قائل ہے کہ جو میں کہتا ہوں، جب میں اپنے سید و سردار ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے دیکھا کہ حضرتؑ نے سفید و نرم و نازک لباس پہن رکھا ہے تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ ولی خدا اور اس کی حجت نرم و نازک لباس پہنتا ہے اور ہمیں اپنے بھائیوں کے ساتھ مواسات کا حکم دیتا ہے اور اس قسم کے لباس پہننے سے منع کرتا ہے۔

پس آپؑ نے تبسم کرتے ہوئے فرمایا اے کامل اور اپنا بازو اوپر کیا تو میں نے پلاس سیاہ زبری (موٹا جولہ) آپؑ کے بدن کی کھال سے ملا ہوا دیکھا، پس آپؑ نے فرمایا کہ یہ خدا کے لیے ہے اور وہ تمہارے لیے ہے، پس میں شرمندہ ہو کر اس دروازے کے قریب بیٹھ گیا کہ جس پر پردہ لٹکا ہوا تھا، پس ہوا چلی اور اس پردے کو ایک طرف کو اوپر کر دیا تو میں نے ایک جوان کو دیکھا گویا چاند کا ٹکڑا ہے، چار سال سے زیادہ کا نہ ہوگا، تو اس نے مجھ سے فرمایا اے کامل بن ابراہیم تو میرا بدن کانپنے لگا اور مجھے القاء ہوا کہ کہوں لبیک اے میرے مولا و سردار، پس فرمایا تو ولی خدا اور اس کی حجت کے پاس آیا ہے اور یہ ارادہ کیا ہے کہ اس سے سوال کرے کہ جنت میں داخل نہیں ہوگا، مگر وہ جس کی معرفت تیری معرفت کی طرح ہو اور تیرے قول کا قائل ہو۔

میں نے عرض کیا جی ہاں، خدا کی قسم فرمایا پس اس حالت میں تو جنت میں بہت کم لوگ جائیں گے، حالانکہ خدا کی قسم جنت میں بہت سے لوگوں کے گروہ داخل ہوں گے کہ جنہیں حقیہ کہتے ہیں۔

میں نے عرض کیا اے میرے سید و سردار وہ لوگ کون ہیں۔

فرمایا وہ ایسی قوم ہیں کہ ان کی دوستی امیر المومنینؑ سے بس اتنی ہے کہ وہ ان کے حق کی قسم کھاتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ ان کی فضیلت کیا ہے، پھر آپؑ کچھ دیر خاموش رہے، پھر فرمایا تو مفوضہ کے قول کے متعلق آنجنابؑ سے سوال کرنے آیا وہ جھوٹ بکتے ہیں، بلکہ ہمارے دل مشیت خدا کا محل و ظرف ہیں، پس خدا جب چاہتا ہے تو ہم چاہتے ہیں اور خداوند عالم فرماتا ہے، وما تشاءون الا ان یشاء اللہ۔

اس وقت وہ پردہ اپنی حالت کی طرف پلٹ گیا، پس مجھ میں یہ قدرت نہ تھی کہ اسے اوپر کروں تو حضرت ابو محمدؑ نے میری طرف دیکھا اور تبسم کیا اور فرمایا اے کامل بن ابراہیم تیرے بیٹھے رہنے کا سبب کیا ہے جب کہ حضرت مہدیؑ اور میرے بعد کی حجت نے تجھے خبر دی ہے اس چیز کے متعلق جو تیرے دل میں تھی اور تو جس کے متعلق سوال کرنے آیا تھا۔

کامل کہتا ہے پس میں کھڑا ہو گیا اور اپنا جواب جو میں نے دل میں چھپا رکھا تھا، امام مہدی علیہ السلام حاصل کر لیا اور اس کے بعد میں آپؑ سے ملاقات نہ کر سکا، ابو نعیم کہتا ہے کہ پس میں نے کامل سے ملاقات کی اور اس سے اس واقعہ کے متعلق سوال کیا تو اس واقعہ کے متعلق سوال کیا تو اس نے مجھے آخر تک بغیر کمی و زیادتی کے اس کی خبر دی۔

گیارھواں معجزہ! شیخ محدث فقیہ عماد الدین ابو جعفر بن محمد بن علی بن محمد طوسی مشہدی معاصر ابن شہر آشوب نے کتاب ثاقب المناقب میں جعفر بن احمد سے روایت کی ہے کہ مجھے ابو جعفر محمد بن عثمان نے بلایا اور مجھے دو کپڑے جن پر نشان بنا ہوا تھا ایک تھیلی سمیت کہ جس میں کچھ درہم تھے دیئے، پھر مجھ سے فرمایا کہ ہمیں ضرورت ہے کہ تم اس وقت شہر واسط میں جاؤ اور جو کچھ میں نے تجھے دیا ہے وہ اس شخص کو دے دو کہ جس سے واسط شہر میں کشتی سے اترتے ہوئے سب سے پہلے ملاقات کرو۔

وہ کہتا ہے کہ مجھے اس سے بہت سخت غم و حزن ہوا اور میں نے دل میں کہا کہ وہ مجھے اس جیسے کام کے لیے بھیج رہے ہیں، اور یہ تھوڑی سی چیز مجھے دی ہے، پس میں واسط کی طرف گیا اور کشتی سے اترا، پس سب سے پہلے جس شخص سے ملاقات کی تو اس سے حسن بن قطاۃ صیدلانی کے متعلق سوال کیا جو کہ وسط میں وقف کا وکیل تھا، پس وہ کہنے لگا میں وہی ہوں تم کون ہو، پس میں نے اس سے کہا کہ ابو جعفر عمری نے تجھے سلام کہا ہے اور یہ کپڑے اور یہ تھیلی دی ہے کہ انہیں تیرے سپرد کروں تو وہ کہنے لگا الحمد للہ تحقیق محمد بن عبداللہ حائری کی وفات ہو گئی ہے اور میں اس کے کفن درست کرنے کے لیے باہر نکلا ہوں۔

پس اس نے کپڑے کو کھول کر دیکھا تو اس میں وہ کچھ تھا کہ جس کی ضرورت تھی حبرہ کافور میں سے اور اس تھیلی میں حمالوں اور قبر کھودنے والوں کا کرایہ اور اجرت تھی وہ کہتا ہے پس ہم نے اس کی تشیع جنازہ کی اور واپس آ گئے۔

بارھواں معجزہ! نیز حسین بن علی بن محمد قمی سے جو ابو علی بغدادی کے نام سے مشہور تھا روایت ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں بخارا میں

تھا، پس ایک شخص نے (جو ابن جاؤشیر کے نام سے مشہور تھا) سونے کے دس ٹکڑے مجھے دیئے کہ میں انہیں بغداد میں شیخ ابوالقاسم حسین بن روح قدس اللہ روحہ کے سپرد کروں، پس میں نے انہیں اپنے ساتھ لے لیا تو جب میں مخازہ امویہ میں پہنچا تو ان سے ایک ٹکڑا گم ہو گیا اور مجھے اس کا علم نہ ہوا، یہاں تک کہ میں بغداد میں داخل ہوا اور وہ سونے کے ٹکڑے باہر نکالے تا کہ آنجناب کے سپرد کردوں، پس میں نے دیکھا کہ ان میں سے ایک گم ہو گیا ہے تو میں نے اس کے ہم وزن ایک ٹکڑا خرید کیا اور اسے ان نو ٹکڑوں کے ساتھ ملا دیا، اس وقت میں شیخ ابوالقاسم کے پاس بغداد گیا اور وہ سونے کے ٹکڑے ان کے سامنے رکھ دیئے تو فرمایا کہ یہ ٹکڑا تم لے لو اور جو ٹکڑا گم ہوا تھا وہ ہم تک پہنچ گیا ہے اور وہ یہ ہے اور وہ ٹکڑا باہر نکالا جو مجھ سے امویہ میں گم ہوا تھا، جب میں نے اسے دیکھا تو اسے پہچان لیا۔

تیرھواں معجزہ! حسین بن علی مذکور سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک عورت نے مجھ سے سوال کیا کہ مولاؑ کا وکیل کون ہے تو بعض اہل قم نے اسے بتایا کہ وہ ابوالقاسم بن روح ہے، اور ان کی اس عورت کو رہبری کی، پس وہ عورت جناب شیخ کے پاس آئی اور میں بھی آنجناب کے پاس موجود تھا تو کہنے لگی اے شیخ میرے پاس کیا ہے۔

فرمایا جو کچھ بھی تیرے پاس ہے اسے دجلہ میں پھینک دے، پس اس نے جا کر پھینک دیا اور واپس ابوالقاسم روحی کے پاس آ گئی اور میں بھی ان کے پاس ہی تھا، پس ابوالقاسم نے اپنے غلام سے کہا کہ ڈبیہ ہمارے پاس لے آؤ، پس وہ غلام ایک ڈبیہ ان کے پاس لے آیا تو آپ نے اس عورت سے کہا کہ یہ وہ ڈبیہ ہے جو تو نے دجلہ میں پھینکی ہے۔

کہنے لگی جی ہاں، فرمایا اب میں تجھے اس چیز کے متعلق خبر دوں جو اس میں ہے، یا تو بتائے گی وہ کہنے لگی آپ ہی بتائیں، فرمایا اس ڈبیہ میں ایک دستبلہ طلائی اور ایک بڑا کڑا ہے کہ جس میں جوہر ہے اور دو چھوٹے کڑے ہیں کہ جن میں جوہر ہے اور دو انگوٹھیاں ہیں ایک فیروزہ اور دوسری عقیق کی، اور معاملہ اسی طرح تھا جیسا کہ شیخ نے فرمایا تھا، کوئی چیز اس میں سے نہیں چھوڑی تھی، پس وہ ڈبیہ کھولی اور جو کچھ اس میں تھا مجھے دکھایا اور عورت نے اس کی طرف دیکھا تو وہ کہنے لگی بعینہ وہی ہے جو میں لائی تھی اور اسے دجلہ میں پھینکا تھا پس میں اور وہ عورت اس معجزہ کے دیکھنے سے شوق کی وجہ سے بیخود ہو گئی۔

ابوعلی بغدادی مذکور نے اس حدیث اور سابقہ حدیث کے بیان کرنے کے بعد کہا کہ میں قیامت کے دن ان چیزوں کے متعلق خداوند عالم کے ہاں گواہی دوں گا کہ جو میں نے بتائی ہیں کہ یہ اسی طرح ہیں، ان میں میں نے نہ زیادتی کی ہے اور نہ کمی اور آئمہ اثنا عشریہ کی قسم کھائی کہ میں نے سچ کہا ہے اور اس میں کمی و زیادتی نہیں کی۔

چودھواں معجزہ! علی بن سنان موصلی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتا ہے کہ جب حضرت ابومحمد علیہ السلام کی وفات ہوئی تو اہل قم اور بلاد جبل میں سے کچھ لوگ آئے کہ جن کے پاس کچھ اموال تھے جو وہ لے کر آئے تھے جس طرح کہ ان کا دستور تھا اور انہیں آنحضرتؑ کی خبر نہیں تھی، پس جب وہ سامرہ پہنچے اور آنجنابؑ کے متعلق سوال کیا تو انہیں بتایا کہ آپؑ کی وفات ہو گئی ہے تو وہ کہنے لگے کہ ان کے بعد کون ہے، تو لوگوں نے بتایا کہ ان کا بھائی جعفر تو انہوں نے اس کے متعلق پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ وہ سیر و تفریح کے

لیے باہر گیا ہے اور کشتی میں بیٹھ کر دجلہ میں شراب پی رہا ہے اور اس کے ساتھ گانے بجانے کے اسباب ہیں تو اس قوم نے ایک دوسرے سے مشورہ کیا اور کہنے لگے کہ یہ تو امام کے صفات نہیں اور ان میں سے بعض نے کہا کہ چلو اور یہ اموال ان کے مالکوں کو واپس کر دیں تو ابوالعباس محمد بن جعفر حمیری قمی کہنے لگا ذرا صبر کرو، یہ شخص واپس آ جائے اور اس کے معاملہ کی چھان بین کر لو۔

راوی کہتا ہے جب وہ واپس آیا تو یہ لوگ اس کے پاس گئے اور سلام کیا اور کہنے لگے اے ہمارے سردار ہم اہل قم میں سے ہیں اور ہم کچھ لوگ شیعہ اور کچھ غیر شیعہ ہیں پس ہم اپنے آقا ابو محمد علیہ السلام کے لیے کچھ مال لے کر آئے ہیں تو وہ کہنے لگا وہ مال کہاں ہے ہم نے کہا کہ وہ ہمارے پاس ہے، کہنے لگا کہ وہ میرے پاس لے آؤ، وہ کہنے لگے کہ اس مال کے متعلق ایک دوسری بات ہے کہ جو ہم نے بیان نہیں کی۔

کہنے لگا وہ کیا ہے وہ کہنے لگے کہ یہ اموال عام شیعوں کی طرف سے جمع ہوتا ہے کہ جس میں ایک دینار اور دو دینار ہوتے ہیں اس وقت ان کو اکٹھا کر کے ایک تھیلی میں رکھ دیتے ہیں اور اس کو سر بمہر کر دیتے ہیں، اور ہم جب لے کر آتے تھے تو ہمارے آقا فرماتے کہ تمام مال کی مقدار یہ ہے اور فلاں شخص کا اس میں اتنا ہے اور فلاں کا اتنا ہے اور فلاں کی اتنی مقدار ہے، یہاں تک کہ آپ تمام لوگوں کے نام بتاتے تھے اور یہ بھی فرماتے تھے کہ مہر پر کیا لکھا ہے۔

جعفر کہنے لگا تم جھوٹ بولتے ہو اور میرے بھائی پر ایسی چیز کا افتراء باندھتے ہو کہ جسے وہ نہیں کرتا تھا، یہ تو علم غیب ہے جب ان لوگوں نے جعفر کی باتیں سنیں تو ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پس جعفر کہنے لگا کہ وہ مال میرے پاس لے آؤ۔

وہ کہنے لگے ہم تو اجیر و مزدور ہیں کہ جنہیں مالکوں نے اجارہ پر بھیجا ہے، چونکہ ہم نے یہ چیزیں اپنے سید و سردار ابو محمد علیہ السلام سے دیکھی تھیں، اب تم امام کی تفصیلات بتاؤ ورنہ ہم اسے مالکوں کے پاس واپس لے جائیں تا کہ وہ جس طرح چاہیں وہ اس مال کے متعلق کریں۔

راوی کہتا ہے کہ پس جعفر خلیفہ کے پاس گیا اور اس سے ان کی شکایت کی، جب وہ لوگ خلیفہ کے پاس گئے تو خلیفہ نے کہا کہ یہ مال جعفر کو دے دو، وہ کہنے لگے اصلح اللہ الخلیفۃ ہم مزدور ہیں اور مال کے مالکوں کے وکیل ہیں اور یہ مال ان لوگوں کا ہے کہ جنہوں نے ہمیں حکم دیا ہے کہ کسی کے سپرد نہ کریں مگر اس علامت و دلالت کے ساتھ جو ابو محمد علیہ السلام کے ساتھ جاری تھی۔

خلیفہ کہنے لگا وہ دلالت و علامت کیا تھی جو ابو محمد علیہ السلام کے ساتھ تھی۔

وہ کہنے لگے کہ وہ ہم سے اشرفیوں کی مقدار اور ان کے مالکوں کے نام اور ان اموال اور ان کی مقدار بیان کرتے تھے جب وہ ایسا کرتے تو ہم وہ مال ان کے سپرد کرتے تھے اور ہم کئی دفعہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ علامت تھی ہماری ان کے ساتھ، اب ان کی وفات ہو چکی ہے، پس اگر یہ شخص اس امر کا مالک ہے تو یہ بھی ہمارے لیے وہ کچھ بیان کرے جو اس کے بھائی بیان کیا کرتے تھے، ورنہ ہم اموال ان کے مالکوں کی طرف واپس لے جائیں گے جنہوں نے ہمارے توسط سے بھیجا ہے۔

جعفر کہنے لگا اے امیر المومنین یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں اور میرے بھائی پر افتراء باندھتے ہیں اور یہ تو علم غیب ہے، پس

خلیفہ نے کہا کہ یہ لوگ قاصد ہیں اور پیغام رساں ہیں وما علی الرسول الا البلاغ رسول کا کام صرف پیغام پہنچانا ہوتا ہے۔

پس جعفر مبہوت ہو گیا اور کوئی جواب اس سے نہ بن آیا تو وہ لوگ کہنے لگے اے امیر المومنین ہم پر احسان کیجئے اور کسی شخص کو حکم دیجئے کہ وہ ہماری نگہبانی کرے یہاں تک کہ ہم اس شہر سے باہر چلے جائیں۔

پس خلیفہ نے نقیب کو حکم دیا اور اس نے انہیں شہر سے باہر بحفاظت نکال دیا، جب وہ شہر سے باہر نکلے تو ایک لڑکا جو بہت خوبصورت تھا ان کے پاس آیا جو گویا غلام کی شکل و صورت میں تھا اور اس نے انہیں آواز دی کہ اے فلاں بن فلاں اور اے فلاں بن فلاں اپنے مولا کے بلاوے پر آؤ تو وہ اس سے کہنے لگے کہ تو ہمارا مولا ہے، اس نے کہا معاذ اللہ میں تو تمہارے مولا کا غلام ہوں تم آنجناب کی خدمت میں چلو۔

پس وہ کہتے ہیں کہ ہم اس کے ساتھ چلے یہاں تک کہ ہم اپنے مولا امام حسن علیہ السلام کے مکان میں داخل ہوئے پس ہم نے دیکھا کہ ان کے فرزند ارجمند قائم علیہ السلام ایک تخت پر تشریف فرما ہیں کہ گویا چاند کا ٹکڑا ہے اور آپ کے جسم مبارک پر سبز رنگ کا لباس ہے، پس ہم نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے سلام کا جواب دیا اور اس وقت فرمایا کہ تمام مال کی مقدار اتنی ہے اور فلاں کا مال اتنا ہے، اور مسلسل آپ مال کے اوصاف بیان کرتے رہے، یہاں تک کہ تمام مال کا وصف بیان کیا، پھر آپ نے ہمارے لباس اور سواریوں کی اور جو چوپائے ہمارے پاس تھے سب کی تفصیلات بتائیں پس ہم خدا کے سجدہ میں گر پڑے اور ہم نے آپ کے سامنے زمین کے بوسے لیے پھر ہم جو چاہتے تھے وہ سوالات کئے اور آپ نے جواب دیئے۔

ہم نے وہ مال آپ کی خدمت میں پیش کیا، آپ نے ہمیں حکم دیا کہ اب کوئی چیز سامرہ کی طرف لے کر نہ آئیں اور یہ کہ ہمارے لیے ایک شخص کو بغداد میں مقرر فرمائیں گے تو مال اس کے پاس لے آئیں اور اس سے آپ کی توقیعات جاری ہوں گی، وہ کہتے ہیں کہ پس ہم نے حضرت کے پاس سے مراجعت کی اور آپ نے ابو العباس محمد بن جعفر حمیری قمی کو کچھ مقدار حنوط اور کفن دیا اور اس سے فرمایا کہ خداوند عالم تیرے اجر کو تیرے نفس میں عظیم و بزرگ قرار دے۔

راوی کہتا ہے کہ جب ابو العباس عقبہ بغداد میں پہنچا تو اسے بخار آیا اور اس کی وفات ہو گئی، اس کے بعد یہ اموال بغداد میں لائے جاتے آپ کے مقرر کردہ افراد کی طرف اور ان کے توسط سے آپ کی توقیعات ظاہر ہوتی تھیں۔

پندرہواں معجزہ! ابو محمد حسن بن وجنا سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتا ہے کہ میں چون ویں حج میں نماز عشاء کے بعد پرنالے کے نیچے سجدے میں پڑا تھا یعنی کعبہ معظمہ کے پرنالے کے نیچے، اور دعا میں تضرع و زاری کر رہا تھا کہ میں نے دیکھا کسی نے مجھے بلایا اور پھر فرمایا کہ اے حسن بن وجنا۔

وہ کہتا ہے کہ میں کھڑا ہو گیا تو دیکھا کہ ایک زرد چہرے والی لاغر اندام کنیز ہے جو چالیس سال کی یا اس سے اوپر کی ہے، پس وہ میرے آگے چلنے لگی اور میں نے اس سے کچھ نہ پوچھا، یہاں تک کہ وہ خدیجہ کے مکان کے دروازے پر پہنچی اور وہاں ایک کمرہ تھا کہ جس کے درمیان ایک دیوار تھی، اس میں سیڑھیاں تھیں کہ جن سے اوپر جاتے تھے۔

پس وہ کنیز اوپر گئی اور آواز آئی کہ اے حسن اوپر آجا، میں اوپر جا کر دروازے پر رک گیا، پس صاحب الزمان علیہ السلام نے فرمایا اے حسن کیا تو نے خیال کیا ہے کہ تو ہم سے مخفی و پوشیدہ ہے، خدا کی قسم تو کسی وقت حج نہیں کر رہا تھا مگر یہ کہ میں تیرے ساتھ تھا۔

پس میں سخت بے ہوش ہو کر منہ کے بل گر پڑا، پھر میں کھڑا ہوا تو مجھ سے فرمایا کہ اے حسن ہمیشہ مدینہ میں جعفر بن محمد کے مکان سے ملحق رہو اور تمہیں تمہارا کھانا پینا اور وہ چیز کہ جس سے اپنا تنگ ڈھانپ سکو مغموم و مہموم نہ کرے۔ پھر آپؑ نے ایک کاپی عطا فرمائی کہ جس میں دعائے فرج اور آپؑ پر بھیجی جانے والی صلوات تھی، پس آپؑ نے فرمایا کہ اس دعا کے ساتھ دعا مانگا کرو اور اس طرح مجھ پر صلوات بھیجا کرو، اور یہ سوائے میرے اولیاء کے کسی کو نہ دینا پس بیشک خداوند عالم تمہیں توفیق عطاء فرمائے گا۔

میں نے عرض کیا اے میرے مولا کیا آپؑ کو اس کے بعد میں نہیں دیکھ سکوں گا۔

فرمایا اے حسن جب خدا تعالیٰ چاہے گا، حسن کہتا ہے کہ پس میں حج سے واپس آیا اور حضرت جعفر بن محمدؑ کے مکان میں رہنے لگا اور میں اس مکان سے باہر نکل کر واپس نہیں آتا تھا مگر تین حاجتوں کے لیے، تجدید وضو کے لیے سونے کے لیے یا افطار کرنے کے لیے۔

پس جس وقت میں اپنے افطار کے لیے جاتا تو اپنے کوزے کو پانی سے پر دیکھتا اور اس کے اوپر دو روٹیاں اور روٹیوں کے اوپر وہ کچھ ہوتا جو میرا دل چاہتا پس میں وہ کھا لیتا اور وہ میری کفایت کرتا اور سردی کا لباس سردی کے زمانہ اور گرمی کے زمانہ میں اور میں اپنے مکان میں دن کو پانی لے جاتا اور اس سے مکان میں چھڑکاؤ کرتا اور کوزہ خالی رکھ دیتا، لوگ میرے کھانا لے آتے اور مجھے اس کی ضرورت نہ ہوتی، پس میں لے کر صدقہ دیتا، یہ اس لیے کرتا کہ کہیں وہ اس راز کو نہ سمجھ لیں جو میرے ساتھ رہتا تھا۔

مولف کہتا ہے کہ ہمارے شیخ نے نجم ثاقب میں فرمایا ہے کہ حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کے القاب شریف میں سے ایک لقب مہدی الآیات ہے، یعنی آیات خداوندی کو ظاہر کرنے والا یا محل بروز و ظہور آیات الٰہیہ، کیونکہ جس دن سے مسند خلافت زمین پر بچھائی گئی ہے اور انبیاء و رسل علیہم السلام نے آیات بینات اور معجزات باہرات کے ساتھ ہدایت مخلوق کے لیے اس مسند پر پاؤں رکھا ہے اور مقام ارشاد و اعلام کلمہ حق اور باطل کے مٹانے کے لیے تشریف لائے ہوئے ہیں تو خداوند عالم نے کسی کی اس طرح تکریم نہیں کی اور ایسا اعزاز نہیں فرمایا اور اتنے آیات کسی کے لیے نہیں بھیجے جو اپنے مہدی صلوات اللہ علیہ کے لیے بھیجے ہیں اور اتنی طویل عمر گزار رہے ہیں کہ خدا جانتا ہے کہاں تک پہنچے گی، پھر بھی جب ظہور کریں گے تو ہیئت و صورت چالیس سالہ جوان کی ہوگی اور ہمیشہ سفید بادل ان کے سر پر سایہ فگن ہوگا، اور زبان فصیح میں اس سے ندا آئے گی کہ یہ ہیں مہدی آل محمد علیہم السلام آپؑ اپنے شیعوں کے سر پر ہاتھ رکھیں گے تو ان کی عقلیں پختہ و کامل ہو جائیں گی، اور آپؑ کی فوج ظفر موج میں ملائکہ ظاہر بہ ظاہر ہوں گے اور لوگ انہیں دیکھیں گے، جیسا کہ حضرت ادریس علیہ السلام کے زمانہ میں لوگ انہیں دیکھتے تھے، ایک لشکر جنات سے ہوگا، اور آپؑ کے لشکر میں کھانے پینے کا

سامان نہیں ہوگا، سوائے ایک پتھر کے جس سے ان کا کھانا پینا ہوگا اور آپؑ کے نور جمال سے زمین اس قدر نورانی و روشن ہوگی کہ مہر و ماہ کی ضرورت نہیں پڑے گی اور حشرات الارض اور درندوں سے شر و ضرر اٹھ جائے گا اور ان سے خوف و وحشت نہیں ہوگی، زمیں اپنے خزانے اگل دے گی اور فلک دوار کی تیز رفتاری کم ہوجائے گی اور آپؑ کا لشکر پانی کے اوپر چلے گا اور پہاڑ و پتھر اس کافر کی نشاندہی کریں گے کہ جو ان کے پیچھے چھپا ہوگا اور کافر کو اس کی پیشانی سے پہچان لیں گے، اور بہت سے مرجانے والے افراد (دوبارہ زندہ ہوکر) آپؑ کے لشکر میں ہوں گے جو زندوں کے سروں پر تلوار لگائیں گے اور ان کے علاوہ اور آیات مجید بھی ہیں اور اسی طرح وہ آیات ونشانیاں جو آپؑ کے ظہور و خروج سے پہلے ظاہر ہونگی کہ جن کا شمار نہیں ہوسکتا، جن میں سے اکثر غیبت کی کتب میں مندرج ہیں کہ جو سب حضرتؑ کے آنے کا مقدمہ اور پیش خیمہ ہیں اور کسی حجت کے آنے کے لیے ان کا عشر عشیر بھی نہیں ہوگا۔

پانچویں فصل

امام زمان صلوات اللہ علیہ کی خدمت میں غیبت کبریٰ کے زمانہ میں جانے والوں کے واقعات و قصص اور حکایات کا ذکر

چاہے وہ اشخاص کے جنہوں نے شرفیابی کے وقت آپؑ کو پہچان لیا یا جدا ہونے کے بعد قرائن قطعیہ سے انہیں معلوم ہوا ہے کہ آنجنابؑ تھے اور وہ لوگ جو کہ آنجنابؑ کے کسی معجزہ سے عالم بیداری میں واقف ہوئے یا عالم خواب میں یا جو کسی ایسے اثر سے باخبر ہوئے جو آپؑ کے وجود مقدس پر دلالت کرتا تھا۔

واضح ہو کہ ہمارے شیخ نے نجم ثاقب کے اس باب میں سو حکایات بیان کی ہیں اور ہم اس کتاب میں ان میں سے تیئس حکایات پر اکتفاء کرتے ہیں، اور دو حکایات ایک الحاج علی بغدادی کی اور دوسری سید احمد رشتی کی مفاتیح میں نقل کر چکے ہیں۔

پہلا واقعہ: اسماعیل ہرقلی کا واقعہ ہے۔

عالم فاضل علی بن عیسیٰ اربلی کشف الغمہ میں فرماتے ہیں کہ مجھے میرے قابل وثوق بھائیوں میں سے ایک گروہ نے خبر دی ہے کہ حلہ کے علاقہ میں ایک شخص تھا کہ جسے اسماعیل بن حسن ہرقلی کہتے تھے، وہ اس بستی کا رہنے والا تھا جسے ہرقلی کہتے ہیں، اس کی وفات میرے زمانہ میں ہوئی، لیکن میں اسے دیکھ نہیں سکا، مجھ سے اس کے بیٹے شمس الدین نے یہ واقعہ بیان کیا، وہ کہتا ہے کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا کہ اس کی جوانی کے زمانہ میں اس کی بائیں ران پر ایک چیز نکل آئی کہ جسے توثہ کہتے ہیں، اس کی مقدار انسان کی بند مٹھی کے برابر تھی اور ہر موسم بہار میں اس میں سے ریشہ نکلتا تھا اور یہ درد و تکلیف اسے ہر کام سے روک دیتی تھی، وہ حلہ میں آیا اور سید رضی الدین علی بن طاؤس کی خدمت میں پہنچا اور اپنی اس تکلیف کی شکایت کی۔

سید نے حلہ کے جراحوں کو بلایا، انہوں نے اسے دیکھ کر کہا یہ توثہ رگ اکحل کے اوپر ہے اور اس کا علاج کاٹنے کے علاوہ کچھ نہیں اور اگر اس کو کاٹنے لگیں تو ہو سکتا ہے اس سے رگ اکحل کٹ جائے، اور جب وہ رگ کٹ گئی تو اسماعیل زندہ نہیں رہ سکتا اور

چونکہ اس کے کاٹنے میں عظیم خطرہ ہے، لہٰذا ہم اس کا ارتکاب نہیں کرتے۔

سید نے اسماعیل سے کہا کہ چونکہ میں بغداد جانے والا ہوں تم یہیں رہو تا کہ میں تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں اور اطباء و جراحان بغداد کو دکھاؤں، شاید ان کی معلومات ان سے زیادہ ہوں اور وہ علاج کر سکیں، سید بغداد تشریف لائے اور اطباء کو بلایا تو انہوں نے بھی وہی تشخیص کی اور وہی عذر بیان کیا۔

اسماعیل دلگیر ہوا تو سید مذکور نے اس سے کہا کہ خداوند عالم باوجود اس نجاست کے کہ جس سے تو آلودہ ہے، تیری نماز قبول کرے گا اور اس درد والم پر صبر کرنا اجر سے خالی نہیں۔

اسماعیل کہتا ہے کہ جب معاملہ اس طرح ہے تو میں سامرہ جاتا ہوں اور آئمہ ہدی سے استغاثہ کرتا ہوں، وہ سامرہ کی طرف چلا گیا، صاحب کشف الغمہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کے بیٹے سے سنا وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے والد سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب میں اس مشہد منور میں پہنچا اور زیارت امامین ہمامین امام علی نقی علیہ السلام اور امام حسن عسکری علیہ السلام کر چکا تو سرداب میں گیا اور رات کو وہاں بارگاہ الٰہی میں میں نے بہت گریہ و نالہ کیا اور صاحب الامر علیہ السلام سے استغاثہ کیا، صبح کو دجلہ کی طرف گیا اور اپنا لباس دھویا، غسل زیارت کیا اور جو لوٹا میرے پاس تھا اسے پانی سے پر کیا اور مشہد کی طرف متوجہ ہوا تا کہ ایک مرتبہ پھر زیارت کروں، ابھی قلعہ تک نہیں پہنچا تھا کہ میں نے چار سواروں کو آتے ہوئے دیکھا اور چونکہ مشہد کے گرد کچھ اشراف رہتے تھے اور انہوں نے وہاں مکانات بنا لیے تھے، لہٰذا مجھے گمان ہوا کہ شاید یہ ان میں سے ہیں، جب وہ میرے قریب پہنچے تو میں نے دیکھا کہ ان میں سے دو جوانوں نے تلواریں باندھی ہوئی ہیں، ان میں سے ایک کے تازہ داڑھی آئی ہوئی تھی، اور ایک بوڑھا پاکیزہ وضع میں تھا، اور نیزہ اس کے ہاتھ میں تھا دوسرے نے تلوار حمائل کی ہوئی تھی، اور اس کے اوپر قبا پہنے ہوئے تھا اور تحت الحنک کئے ہوئے تھا اور نیزہ ہاتھ میں لئے ہوئے تھا، پس وہ بوڑھا دائیں طرف کھڑا ہو گیا اور اس نے نیزہ کی انی زمین پر ٹیک دی اور وہ دو جوان بائیں طرف کھڑے ہو گئے اور صاحب قبا راستہ کے درمیان رہا، انہوں نے مجھ کو سلام کیا تو میں نے سلام کا جواب دیا، قباپوش نے پوچھا کل جا رہے ہو، میں نے کہا جی ہاں۔

کہنے لگے آؤ تا کہ دیکھوں کہ کس چیز نے تمہیں تکلیف میں مبتلا کر رکھا ہے، میرے دل میں آیا کہ دیہاتی لوگ نجاست سے احتراز و پرہیز نہیں کرتے اور تو غسل کر چکا ہے اور کپڑے بھی دھو لیے ہیں اور تیرے کپڑے ابھی تر ہیں اگر اس کا ہاتھ نہ لگے تو بہتر ہے۔

میں ابھی اسی فکر میں تھا کہ وہ بزرگوار خم ہوئے اور مجھے اپنی طرف کھینچ لیا اور اس زخم پر ہاتھ رکھ کر اسے فشار دیا کہ جس سے مجھے درد ہوا اور وہ سیدھے ہو کر زمین پر بیٹھ گئے، اس حالت کے ساتھ ہی وہ بوڑھا شخص کہنے لگا "افلحت یا اسماعیل" تو نے اے اسماعیل فلاح و نجات پائی۔

میں نے کہا "افلحتم" تم فلاح و نجات پاؤ، اور میں تعجب میں پڑ گیا کہ اسے میرا نام کیسے معلوم ہو گیا، دوبارہ اسی بوڑھے

نے (کہ جس نے مجھ سے کہا تھا کہ تو نے چھٹکارا اور نجات پائی) کہا امام ہے۔

امامؑ، میں نے دوڑتے ہوئے آپؑ کی رکاب کو چوما، امام علیہ السلام چل پڑے، اور میں آپؑ کی رکاب کے ساتھ جا رہا تھا اور جزع وفزع کرتا تھا، مجھ سے فرمایا کہ پلٹ جاؤ، میں نے عرض کیا میں کبھی آپؑ سے جدا نہیں ہوں گا۔

آپؑ نے دوبارہ فرمایا کہ واپس جاؤ، کیونکہ تمہاری مصلحت واپس جانے میں ہے، میں نے اسی بات کا اعادہ کیا، پس اس شیخ نے کہا اے اسماعیل تمہیں شرم نہیں آتی کہ امام علیہ السلام نے دو دفعہ فرمایا ہے کہ واپس جاؤ تم تو ان ارشادات کی مخالفت کر رہے ہو، اس بات نے مجھ پر اثر کیا اور میں کھڑا ہو گیا۔

جب چند قدم دور گئے تو دوبارہ میری طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا جب بغداد میں جاؤ گے، تو مستنصر تمہیں بلائے گا، اور تمہیں عطاء اور بخشش دے گا اسے قبول نہ کرنا اور میرے بیٹے رضی سے کہا کہ وہ تیرے معاملہ میں علی بن عوض کو کچھ لکھ دیں، کیونکہ میں اسے سفارش کروں گا جو کچھ تو چاہے گا وہ تجھے دے گا، میں وہیں کھڑا ہوا تھا کہ وہ میری نظروں سے غائب ہو گئے اور میں نے بہت تاسف وافسوس کیا اور کچھ دیر وہاں بیٹھ گیا، اس کے بعد میں مشہد کی طرف پلٹ کر گیا تو اہل مشہد نے جب مجھے دیکھا تو وہ کہنے لگے کہ تیری حالت متغیر ہے، کیا تجھے کوئی تکلیف ہے، میں نے کہا نہیں، وہ کہنے لگے کہ کسی سے کوئی جھگڑا کیا ہے، میں نے کہا کہ نہیں، لیکن یہ بتاؤ کہ جو سوار یہاں سے گزرے تھے وہ تم نے دیکھے۔

کہنے لگے کہ وہ شرفاء وسادات میں سے ہوں گے میں نے کہا کہ وہ ان شرفاء میں سے نہیں تھے، بلکہ ان میں سے ایک امامؑ تھے، ان لوگوں نے پوچھا کہ وہ شیخ یا صاحب قباء میں نے کہا کہ صاحب قباء انہوں نے کہا کہ تو نے اپنا زخم انہیں دکھایا ہے، میں نے کہا کہ ہاں انہوں نے اسے فشار دیا تھا اور اس میں درد ہوا تھا، انہوں نے میری ران کپڑا ہٹا کر دیکھی تو زخم کا کوئی اثر اس پر نہیں تھا، اور میں خود بھی دہشت سے شک میں پڑ گیا، لہذا دوسری ران دیکھی تو کوئی اثر نہ پایا۔ اس حالت میں لوگوں نے مجھ پر ہجوم کیا اور میرا کرتہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور اگر اہل مشہد مجھے نجات نہ دلاتے تو میں لوگوں کے ہاتھ پاؤں کے نیچے کچلا جاتا، اور فریاد وفغان کی آواز اس شخص تک پہنچی جو دونوں نہروں کے درمیان ناظر ونگہبان تھا، وہ آیا اس نے واقعہ سنا اور چلا گیا تا کہ وہ اس واقعہ کو لکھ بھیجے اور میں نے رات وہیں گزاری۔

صبح کو کچھ لوگوں نے میری مشایعت کی اور دو آدمی میرے ساتھ گئے اور باقی لوگ واپس لوٹ گئے، دوسری صبح کو میں شہر بغداد کے دروازے پر پہنچا، میں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ پل پر جمع ہیں اور جو شخص وہاں پہنچتا ہے اس سے اس کا نام ونسب پوچھتے ہیں، جب میں وہاں پہنچا اور انہوں نے میرا نام سنا تو میرے اوپر ہجوم کیا اور جو لباس دوبارہ پہنا تھا وہ انہوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر لیا اور قریب تھا کہ میری روح میرے بدن سے نکل جائے کہ سید رضی الدین ایک گروہ کے ساتھ وہاں پہنچ گئے اور لوگوں کو میرے گرد سے دور ہٹایا اور ناظر بین النسہرین نے صورت حال لکھ کر بغداد بھیج دی تھی اور انہیں اطلاع دے دی تھی۔

سید فرمانے لگے وہ شخص تو ہے کہ جس کے بارے میں لوگ کہتے ہیں اس نے شفا پائی ہے، وہ تو ہے کہ جس نے اس شہر میں شوروغل برپا کر رکھا ہے میں نے کہا جی ہاں سید گھوڑے سے اترے اور میری ران کپڑا ہٹا کر دیکھی چونکہ سید نے میرا زخم دیکھا ہوا تھا اور اب اس کا کوئی اثر ونشان نہ دیکھا تو انہیں کچھ دیر کے لیے غش آ گیا، جب وہ ہوش میں آئے تو کہنے لگے کہ وزیر نے مجھے بلایا تھا اور کہا کہ مشہد سے اس طرح کا واقعہ تحریر ہو کر آیا ہے اور کہتے ہیں کہ وہ شخص آپؑ سے مربوط ہے فوراً اس کی خبر مجھے پہنچاؤ اور مجھے اپنے ساتھ اس وزیر کے ہاں لے گئے جو کہ قمی تھا اور کہا کہ یہ شخص میرا بھائی اور میرے اصحاب میں سے میرا زیادہ دوست ومحبوب ہے۔ وزیر کہنے لگا وہ واقعہ اول سے لے کر آخر تک میرے سامنے بیان کرو، میں نے جو کچھ مجھ پر گزرا تھا وہ بیان کیا وزیر نے اسی وقت کچھ لوگ اطباء وجراحوں کے پاس بھیجے، وہ حاضر ہوئے تو وزیر نے کہا تم لوگوں نے اس شخص کا زخم دیکھا ہے۔

کہنے لگے کہ ہاں اس نے پوچھا کہ اس کا کیا علاج ہے، سب نے کہا کہ اس کا علاج صرف یہ ہے کہ اسے کاٹ دیا جائے، اور اگر کاٹا جائے تو پھر اس کا زندہ رہنا مشکل ہے۔

اس نے پوچھا بالفرض اگر نہ مرے کب تک وہ زخم بھر سکتا ہے، وہ کہنے لگے کہ کم از کم دو ماہ تک وہ زخم باقی رہے گا، اور اس کے بعد شاید وہ مندمل ہو جائے، لیکن اس جگہ پر ایک سفید گڑھا پڑ جائے گا اور اس پر بال نہیں اُگیں گے۔

پھر وزیر نے پوچھا کہ کتنے دن ہوئے تم نے اس زخم کو دیکھا تھا، وہ کہنے گے آج دسواں دن ہے، پس وزیر نے انہیں آگے بلایا اور میری ران کو برہنہ کیا، انہوں نے دیکھا کہ اس کا دوسری ران سے بالکل کوئی فرق نہیں ہے اور اس تکلیف کا کوئی اثر ونشان باقی نہیں ہے، اس وقت طباء میں سے ایک شخص جو عیسائی تھا چیخ اٹھا اور کہنے لگا واللہ ھذا من عمل المسیح خدا کی قسم یہ عیسیٰ مسیح کا کام ہے۔

وزیر کہنے لگا چونکہ یہ کام تم میں سے کسی کا نہیں تو میں جانتا ہوں کہ یہ کس کا کام ہے، اور یہ خبر خلیفہ تک پہنچی اس نے وزیر کو بلایا، وزیر مجھے اپنے ساتھ خلیفہ کے پاس لے گیا اور مستنصر نے مجھ سے کہا کہ تو وہ واقعہ بیان کر، اور جب میں نقل کر کے آخر تک پہنچا تو اس نے ایک خادم کو کہا اور وہ ہزار دینار کی ایک تھیلی لے آیا، مستنصر مجھ سے کہنے لگا کہ اسے اپنے مصارف میں صرف کرو۔

میں نے کہا کہ میں اس سے ایک دمڑی بھی نہیں لے سکتا، وہ کہنے لگا کس سے ڈرتے ہو، میں نے کہا کہ اسی سے کہ جس نے یہ کام کیا ہے کیونکہ اس نے حکم دیا تھا کہ ابوجعفر سے کوئی چیز نہ لینا، پس خلیفہ پر اس کا برا اثر ہوا اور وہ رونے لگا۔

صاحب کشف الغمہ کہتے ہیں کہ بڑے اچھے اتفاقات میں سے یہ ہے کہ ایک دن میں یہ واقعہ لوگوں کے سامنے بیان کر رہا تھا جب واقعہ ختم ہوا تو مجھے معلوم ہوا کہ ان میں ایک شخص شمس الدین اسماعیل کا بیٹا ہے، اور میں اسے نہیں پہچانتا تھا، اس اتفاق سے تعجب کرتے ہوئے مین نے اس سے کہا کہ تو نے اسے اپنے باپ کی ران زخم کے وقت دیکھی تھی، وہ کہنے لگا کہ میں اس وقت بچہ تھا، البتہ میں نے صحت یابی کے وقت دیکھی تھی اس جگہ پر بال اُگ آئے تھے اور اس زخم کا نشان نہیں تھا، میرا باپ ہر سال ایک دفعہ بغداد آتا اور سامرہ جایا کرتا تھا اور مدت تک وہاں رہتا، گریہ کرتا اور افسوس کرتا تھا اور اس امید پر کہ شاید دوبارہ حضرتؑ کو وہاں دیکھے

اس جگہ پھرتا رہتا اور پھر ایک مرتبہ بھی یہ دولت اسے نصیب نہ ہوئی اور جیسا مجھے معلوم ہے کہ وہ چالیس مرتبہ سامرہ کی زیارت کے لیے گیا اور اس زیارت کا شرف تو حاصل کیا لیکن صاحب الامر علیہ السلام کے دیدار کی حسرت میں دنیا سے چل بسا۔

دوسرا واقعہ: کہ جس میں رقعہ استغاثہ کرنے کا ذکر ہے۔

عالم صالح تقی مرحوم سید محمد فرزند جناب سید عباس جو کہ اس وقت زندہ ہیں اور جبل عامل کی بستیوں میں سے جب شیت نامی بستی میں سکونت پذیر ہیں اور جناب سید نبیل عالم متجر جلیل سید صدر الدین عاملی اصفہانی داماد شیخ فقہاء عصرہ شیخ جعفر نجفی اعلی اللہ تعالیٰ مقامہا کے چچازاد بھائیوں میں سے ہیں۔ سید محمد مذکور حکام جور کی تعدی وظلم کی وجہ سے (کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ انہیں نظام عسکریہ میں داخل کریں)

اپنے وطن بے سروسامانی کے عالم میں اس طرح روپوش ہوئے کہ جس وقت وہ جبل عامل سے نکلے تو سوائے ایک قمری کے جو کہ قرائن کا دسواں حصہ ہوتا ہے، ان کے پاس اور کچھ نہیں تھا، انہوں نے کبھی کسی سے سوال نہیں کیا اور ایک مدت تک سیاحت کرتے رہے اور سیاحت کے دنوں بیداری اور نیند میں بہت سے عجائبات دیکھے تھے، آخر میں نجف اشرف میں مجاور ہو گئے اور صحن مقدس کے اوپر والے کمروں میں سے قبلہ کی جانب کے ایک کمرے میں رہنے لگے، اور انتہائی پریشانی کی حالت میں وقت گزار رہے تھے، سوائے دو تین افراد کے کوئی شخص ان کے حالات سے باخبر نہیں تھا یہاں تک کہ وفات پا گئے اور ان کے وطن سے نکلنے اور وفات پانے کے درمیان پانچ سال کا عرصہ گزرا اور حقیر کے ساتھ ان کی راہ ورسم تھی، انتہائی پاکدامن باحیا وقانع تھے عزاداری کے زمانہ میں حاضر ہوتے اور کبھی دعاؤں کی کتابیں عاریۃً لیتے اور چونکہ اکثر اوقات سوائے چند دانے کھجور اور صحن شریف کے کنوئیں کے پانی کے کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے تھے، لہٰذا وسعت رزق کے لیے ادعیہ ماثورہ پر مواظبت وپابندی تام رکھتے تھے گویا کوئی دعا کم ہی ہوگی جو ان سے چھوٹی ہو اور رات دن مشغول رہتے، ایک دفعہ حضرت حجتؑ کی خدمت میں عریضہ لکھنے میں مشغول ہوئے اور اس پر بنا رکھی کہ چالیس دن تک اسی طرح مواظبت وپابندی کریں کہ روزانہ سورج نکلنے سے پہلے جب کہ شہر کا چھوٹا دروازہ کھلے جو کہ دریا کی طرف تھا دائیں رخ پر گئی میدان قلعہ سے دور جائیں تاکہ انہیں کوئی نہ دیکھے اس وقت عریضہ گیلی مٹی میں بند کر کے حضرتؑ کے کسی ایک نائب کے سپرد کر کے پانی میں ڈال دیں۔

انہوں نے اڑتیس یا انتالیس دن ایسا کیا۔

فرمایا ایک دن میں سر نیچے کیے رقعہ ڈالنے والی جگہ سے واپس آ رہا تھا اور بہت کبیدہ خاطر تھا کہ میں ملتفت وہ گویا کوئی شخص میرے پیچھے عربی لباس میں رومال اور عقال سر پر رکھے مجھ سے آملا اور سلام کیا میں نے افسردگی کے عالم میں مختصر سا جواب دیا اور اس کی طرف متوجہ نہ ہوا، چونکہ میرا کسی سے بات کرنے کو دل نہیں چاہتا تھا، کچھ راستہ اس نے میرے ساتھ طے کیا اور میں اسی حالت میں تھا، پس اہل جبل کے لہجہ میں فرمایا سید محمد کیا مطلب اور غرض رکھتے ہو کہ آج اڑتیس یا انتالیس دن گزر گئے ہیں کہ تم سورج نکلنے سے

پہلے باہر آتے ہو اور دریا کی فلاں جگہ جا کر عریضہ دریا میں ڈالتے ہو، تمہارا گمان ہے کہ امام تمہاری حاجت پر مطلع نہیں۔

سید محمد کہتا ہے کہ مجھے تعجب ہوا، کیونکہ کوئی شخص میرے اس شغلہ سے باخبر نہیں تھا خصوصا رومال عقال کے ساتھ جو کہ جبل عامل میں مرسوم نہیں ہے، پس مجھے نعمت بزرگ ونیل مقصود اور تشریف بحضور غائب مستور امام عصر علیہ السلام کا احتمال ہوا، چونکہ میں نے جبل عامل میں سن رکھا تھا کہ حضرت کے دست مبارک اتنے نرم ہیں کہ جس طرح کوئی ہاتھ نرم نہیں۔ میں نے دل میں کہا کہ مصافحہ کرتا ہوں، اگر اس مرحلہ کا احساس کیا تو لازم تشرف بحضور مبارک بجالاؤں، پس اسی حالت میں میں نے اپنے دونوں ہاتھ آگے بڑھائے تو آنجنابؑ نے بھی ہاتھ آگے بڑھا دیئے، مصافحہ کیا تو بہت نرمی ولطافت پائی تو نعمت عظمیٰ اور موہبت کبریٰ کے حصول کا مجھے یقین ہوا، پس میں نے اپنا منہ پھیرا اور چاہا کہ آپ کے دست مبارک کا بوسہ لوں تو کسی کو نہ دیکھا۔

تیسرا واقعہ: سید محمد جبل عامل کا حضرات سلام اللہ علیہ کی ملاقات سے مشرف ہونا۔

نیز عالم صفی سید متقی مذکور نقل کرتے ہیں کہ جب میں مشہد مقدس رضوی میں مشرف ہوا تو باوجود نعمت کی فراوانی کے مجھ پر سخت وقت گزر رہا تھا جس دن صبح کو بنا تھی کہ زائرین وہاں سے واپس جائیں، چونکہ میرے پاس ایک روٹی بھی نہیں تھی کہ جس کی وجہ سے میں خود کو ان تک پہنچاتا، میں نے ان کی رفاقت نہ کی اور زائرین چلے گئے، ظہر کے وقت میں حرم مطہر میں مشرف ہوا، نماز فریضہ ادا کرنے کے بعد میں نے دیکھا کہ اگر خود کو زائرین کے ساتھ نہ ملاؤں تو دوسرا کوئی قافلہ نہیں اور اگر اس حالت میں رہ جاؤں تو جب سردی آئی تو میں تلف ہو جاؤں گا۔

میں اٹھا ضریح کے پاس گیا اور شکایت کی، افسردہ دلی کے ساتھ باہر نکلا اور دل میں کہا کہ اس بھوک کی حالت میں باہر جاؤں گا، اگر مر گیا تو راحت وآرام مل جائے گا ورنہ خود کو قافلہ تک پہنچا دوں گا، شہر کے دروازے سے باہر نکلا راستہ کا متلاشی ہوا مجھے طرفین کی نشاندہی کی گئی ہے، میں بھی غروب تک چلتا رہا، لیکن کہیں نہ پہنچ سکا، میں سمجھ گیا کہ راستہ بھول گیا ہوں اور میں بے پایان، بیابان میں پہنچا کہ جس میں حنظل (کوڑتماں) کے علاوہ کوئی چیز نہیں تھی، بھوک وپیاس کی شدت سے تقریباً پانچ سو حنظل میں نے توڑے کہ شاید ان میں سے کوئی تربوز ہو، کوئی بھی نہ تھا، جب تک فضا روشن تھی میں اس بیابان کے اطراف میں گھومتا رہا کہ شاید کوئی پانی یا گھاس مل جائے، جب میں بالکل مایوس ہو گیا تو موت کے لیے تیار ہو گیا، اچانک ایک اونچی جگہ مجھے نظر آئی، وہاں گیا تو مجھے پانی کا چشمہ نظر آیا تو تعجب ہوا کہ بلندی پر یہ پانی کا چشمہ کس طرح ہے، شکر خدا بجالایا اور اپنے آپ سے کہا کہ پانی پی کر وضو کر کے نماز پڑھ لوں تا کہ اگر مر جاؤں تو نماز تو ادا کر چکا ہوگا۔

نماز عشاء کے بعد فضا تاریک ہوگئی اور تمام صحرا جانوروں اور درندوں سے پر ہوگئی اور ہر طرف سے عجیب وغریب آوازیں

سنیں کہ جن میں سے بہت سی آوازیں میں پہچانتا تھا، مثلاً شیر، بھیڑیا، کچھ جانوروں کی آنکھیں دور سے چراغ کی طرح نظر آئیں، مجھے دہشت ہوئی چونکہ مرنے کے علاوہ کوئی چیز باقی نہیں رہی تھی اور بہت تکلیف جھیلی تھی، میں قضا وقدر پر راضی ہو کر سو گیا، جب بیدار ہوا تو چاند کے نکل آنے کی وجہ سے فضا روشن ہو چکی تھی اور آوازیں بند ہو چکی تھیں، اور میں انتہائی کمزوری اور ضعف کی حالت میں تھا کہ ایک سوار اچانک نمودار ہوا، میں نے دل میں کہا کہ یہ سوار مجھے قتل کر دے گا، کیونکہ وہ لوٹ مار کے درپے ہوگا اور میرے پاس کچھ بھی نہیں، پس وہ غصہ میں آ کر مجھے زخمی کرے گا۔

پس قریب پہنچ کر اس نے سلام کیا تو میں نے جواب دیا اور مطمئن ہو گیا، فرمایا کیا کر رہے ہو میں نے کمزوری کی حالت میں اپنی کیفیت کی طرف اشارہ کیا۔

فرمایا تیرے پہلو میں تین خربوزے پڑے ہیں کھاتا کیوں نہیں، میں چونکہ تلاش کر چکا تھا اور تربوز سے مایوس ہو گیا تھا، میں نے کہا مجھ سے مزاح و تمسخر کرتے ہو، مجھے اپنی حالت میں رہنے دو۔

فرمایا پیچھے کی طرف دیکھو، میں نے پیچھے کی طرف دیکھا تو ایک ٹوکری دیکھی جس میں تین خربوزے بڑے بڑے تھے، فرمایا ان میں سے ایک کے ساتھ بھوک مٹاؤ اور ایک میں سے آدھا صبح کو کھا لینا اور ڈیڑھ خربوزہ اپنے ساتھ لے لینا، اور اس راستہ سے سیدھے روانہ ہو جاؤ، کل ظہر کے قریب آدھا خربوزہ کھا لینا، البتہ تیسرے خربوزے کو نہ کھانا اور غروب کے قریب تمہارے کام آئے گا، تم سیاہ خیمے کے پاس پہنچو گے وہ تمہیں قافلہ تک پہنچا دیں گے، پھر وہ میری نظر سے غائب ہو گئے۔

میں نے ان میں سے ایک خربوزہ کو توڑ کر کھایا تھا تو بہت عمدہ اور میٹھا تھا کہ شاید ایسا اچھا خربوزہ میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا وہ میں نے کھا لیا باقی دونوں خربوزے لے کر میں روانہ ہوا اور مسافت طے کرنے لگا، جب دن چڑھے ایک گھنٹہ ہو گیا تو دوسرا خربوزہ توڑ کر اس میں سے آدھا کھا لیا اور باقی آدھا زوال کے وقت جب کہ ہوا بہت گرم ہو چکی تھی کھایا اور باقی ایک خربوزے کے ساتھ روانہ ہوا، غروب کے قریب دور سے مجھے خیمہ نظر آیا جب خیمہ والوں نے مجھے دیکھا تو وہ میری طرف دوڑے اور سختی سے مجھے پکڑ کر خیمے کی طرف لے گئے انہوں نے یہ گمان کیا تھا کہ میں جاسوس ہوں اور چونکہ میں عربی زبان کے علاوہ کچھ نہیں جانتا تھا اور وہ سوائے فارسی کے کسی زبان کو نہیں جانتے تھے، لہذا میں جتنا فریاد کرتا کوئی بھی میری بات پر کان نہ دھرتا یہاں تک کہ بزرگ خیمہ کے پاس گئے اس نے پورے غصے سے کہا کہاں سے آ رہے ہو سچ بتاؤ ورنہ میں تمہیں قتل کر دوں گا۔

میں نے فی الجملہ ہزار مشکل سے اپنے حالات کی کیفیت اور گزشتہ دن مشہد مقدس سے باہر نکلنے اور راستہ گم کرنے کو بیان کیا۔

وہ کہنے لگا اے جھوٹے سید یہ جگہیں جو تو بتاتا ہے یہاں سے کوئی متنفس عبور نہیں کر سکتا، مگر یہ کہ وہ مارا جاتا ہے اور اسے جانور چیر پھاڑ کھاتے ہیں، علاوہ ازیں اتنی مسافت جو تو بیان کرتا ہے کسی کی قدرت میں نہیں کہ وہ اتنے وقت میں طے کر سکے، کیونکہ

متعارف راستے کی مسافت یہاں سے مشہد تک تین منزل ہے اور جو تو بتاتا ہے یہ تو کوئی منزلیں ہو جاتا ہے سچ بتاؤ ورنہ میں تمھیں اس تلوار سے قتل کردوں گا اور اس نے اپنی تلوار میرے سامنے نکال لی، اس حالت میں خربوزہ میری عبا سے ظاہر ہوا۔

وہ کہنے لگا یہ کیا ہے میں نے تفصیل بتائی تو تمام حاضرین کہنے لگے کہ اس صحرا میں تو بالکل خربوزہ نہیں ہے خصوصاً اس قسم کا تو ہم نے کبھی نہیں دیکھا، پس انہوں نے ایک دوسرے کی طرف رجوع کیا اور اپنی زبان میں بہت باتیں کیں گویا وہ مطمئن ہو گئے کہ یہ چیز خارق عادت ہے پس وہ آگے بڑھے اور انہوں نے میرے ہاتھ چومے اور مجھے صدر مجلس میں بٹھایا اور میری عزت و احترام کیا اور میرے کپڑے بطور تبرک لے گئے اور میرے لیے عمدہ لباس لے آئے اور دو راتیں اور دو دن انہوں نے میری مہمانی نہایت عمدہ طریقہ سے کی، تیسرے دن مجھے دس تومان دیئے اور تین آدمی میرے ساتھ کئے اور مجھے قافلہ تک پہنچایا۔

چوتھا واقعہ: سید عطوہ حسنی کا آنجنابؑ کی ملاقات سے مشرف ہونا۔

عالم فاضل المعی بن عیسیٰ اربلی صاحب کشف الغمہ کہتے ہیں کہ مجھ سے سید باقی بن عطوہ علوی حسنی نے بیان کیا کہ میرا باپ عطوہ زیدی تھا اور اس کو ایک بیماری لگی تھی کہ طبیب اس کے علاج سے عاجز آ گئے تھے اور وہ ہم بیٹوں سے آزردہ تھا اور ہمارے مذہب امامیہ کی طرف میلان کو برا سمجھتا تھا اور بارہا کہتا کہ میں تمہاری تصدیق اور تمہارے مذہب کا قائل نہیں ہوں گا جب تک تمہارا صاحب مہدی علیہ السلام نہ آئے اور مجھے اس بیماری سے نجات نہ دے، اتفاقاً ہم سب ایک رات نماز عشاء کے بعد اکٹھے بیٹھے تھے کہ ہم نے باپ کی فریاد کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا جلدی کرو۔

جب ہم تیزی کے ساتھ اس کے پاس گئے تو وہ کہنے لگا کہ دوڑو اور اپنے صاحب سے جا لو، ابھی ابھی وہ میرے پاس سے گئے ہیں اور ہم جتنا دوڑے، کسی کو نہ دیکھا اور واپس آ کر پوچھا کہ کیا بات ہے، وہ کہنے لگا کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا اے عطوہ، میں نے کہا کہ تو کون ہے، فرمایا میں تیرے بیٹوں کا صاحب ہوں میں آیا ہوں تا کہ تجھے شفا دوں اور اس کے بعد ہاتھ بڑھایا اور میرے درد والی جگہ پر ہاتھ ملا اور میں نے اپنے آپ پر نگاہ کی تو مجھے اس بیماری کا کوئی اثر نظر نہیں آیا وہ کافی مدت تک زندہ رہا قوت و توانائی کے ساتھ، اور میں نے اس کے بیٹوں کے علاوہ دوسرے لوگوں سے یہ واقعہ پوچھا تو انہوں نے کمی و زیادتی کے بغیر بیان کیا۔

صاحب کتاب اس واقعہ اور اسماعیل ہرقلی کے واقعہ کے بعد جو کہ گزر چکا ہے کہتا ہے کہ لوگوں نے امام علیہ السلام کو حجاز وغیرہ کے راستوں میں بہت دیکھا ہے یا تو انہیں راستہ بھول جاتا تھا اور زیادہ بے بس ہوتے تھے اور حضرتؑ انہیں چھٹکارا دلاتے اور انہیں ان کے مقصد و مطلوب تک پہنچاتے۔

پانچواں واقعہ: دعائے عبرات کا تذکرہ۔

آیۃ اللہ علامہ حلی کتاب منہاج الصلاح میں دعائے عبرات کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ دعا جناب صادق جعفر بن محمد علیہ

السلام سے مروی ہے اور اس دعا کے سلسلہ میں سید سعید رضی الدین محمد بن محمد بن محمد آوی قدس اللہ سرہ کی طرف سے ایک مشہور حکایت ہے، اور بعض فضلاء کے خط سے اس جگہ کے منہاج الصلاح کے حاشیہ پر اس حکایت کو یوں نقل کرتے ہیں، مولی السعید فخر الدین محمد فرزند شیخ اجل جمال الدین یعنی علامہ کہ انہوں نے اپنے والد سے اپنے جد شیخ فقیہ سدید الدین یوسف سے سید رضی الدین مذکور سے روایت کی ہے کہ وہ طویل مدت تک انتہائی تنگی وسختی کے ساتھ سلطان جرماغون کے ایک امیر کے پاس قید تھے، پس عالم خواب میں خلف صالح منتظر صلوات اللہ علیہ کو دیکھا تو گریہ کیا اور عرض کیا اے میرے مولا ان ظالموں کے پنجہ سے چھٹکارا حاصل کرنے میں میری مدد کیجئے۔

پس حضرتؑ نے فرمایا کہ دعائے عبرات پڑھو، سید نے عرض کیا کہ دعائے عبرات کون سی ہے، فرمایا وہ دعا تمہاری مصباح میں موجود ہے سید نے عرض کیا اے میرے مولا مصباح میں یہ دعا نہیں ہے فرمایا مصباح میں دیکھو تو تمہیں مل جائے گی، پس خواب سے بیدار ہوئے صبح کی نماز پڑھی اور مصباح کھولی تو اس کے اوراق میں ایک ورقہ دیکھا کہ جس پر دعائے عبرات تحریر تھی، پس چالیس مرتبہ یہ دعا پڑھی۔

اس امیر کی دو بیویاں تھیں کہ جن میں سے ایک عقلمند اور مدبرہ تھی اور امیر اس پر اعتماد رکھتا تھا، پس امیر اس کی باری کے دن اس کے پاس گیا تو وہ اس سے کہنے لگی کہ تو نے امیر المومنین کی اولاد میں سے ایک شخص کو قید کر رکھا ہے۔

امیر کہنے لگا کہ اس چیز کے متعلق تو نے کیوں سوال کیا ہے وہ کہنے لگی کہ میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا ہے کہ گویا نور آفتاب اس کے رخسار سے چمک رہا ہے، پس اس نے میرا حلق اپنی دو انگلیوں کے درمیان لے لیا اور اس وقت فرمایا کہ میں تیرے شوہر کو دیکھ لوں گا، کہ جس نے میرے ایک بیٹے کو قید کر رکھا ہے اور کھانے پینے میں اسے تنگی دیتا ہے۔

پس میں نے عرض کیا اے میرے سید وسردار آپ کون ہیں، فرمایا میں علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام ہوں، اس سے کہنا کہ اگر اس نے اسے رہا نہ کیا تو میں اس کو تباہ کر دوں گا، پس یہ خواب منتشر ہوا اور بادشاہ تک پہنچا تو وہ کہنے لگا کہ مجھے اس بات کی خبر نہیں اور اپنے نواب سے جستجو کی اور کہنے لگا کہ تمہارے پاس کون شخص قید ہے، وہ کہنے لگے کہ ایک بزرگ علوی ہے کہ جس کی گرفتاری کا تو نے حکم دیا تھا، بادشاہ کہنے لگا کہ اسے رہا کر دو اور ایک گھوڑا بھی اسے دو تا کہ وہ اس پر سوار ہو اور اسے راستہ بھی بتا دو تا کہ وہ اپنے گھر چلا جائے، اور سید اجل علی بن طاؤس نے مہج الدعوات کے آخر میں فرمایا ہے کہ اسی قسم کی وہ دعا ہے کہ جو مجھے صدیق بھائی اور دوست محمد بن محمد قاضی آوی ضاعف اللہ جلالتہ اسعادتہ وشرف خاتمتہ نے خبر دی ہے اور اس کے لیے واقعہ عجیب اور سبب غریب نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کے لیے ایک حادثہ رونما ہوا، پس اسے یہ دعا ملی ان اوراق میں کہ جن میں اس دعا کو اس نے نہیں رکھا، اس کی اپنی ہی کتابوں میں پس اس نسخہ سے اسے نقل کر لیا، جب اس نے لکھ لیا تو وہ اصل ورقہ کہ جسے اپنی کتب میں پایا تھا مفقود ہو گیا۔

چھٹا واقعہ: امیر اسحاق استر آبادی کا ہے۔

اس واقعہ کو علامہ مجلسی علیہ رحمہ نے بحار میں اپنے والد سے نقل کیا ہے اور حقیر نے ان کے والا اخوند ملا محمد تقی رحمۃ اللہ کے ہاتھ سے لکھا ہوا واقعہ مشہور دعا حرز یمانی کی پشت پر زیادہ تفصیل سے دیکھا ہے بنسبت اس کے جو یہاں بحار میں ہے مع اجازہ کے جو بعض کے لیے ہے، اور ہم اس کی صورت کا ترجمہ نقل کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ علی اشرف المرسلین محمد وعترتہ الطاہرین وبعد۔

پس تحقیق مجھ سے التماس کیا ہے، سید نجیب ادیب حسیب زبدہ سادات عظام ونقبائے کرام امیر محمد ہاشم ادام اللہ تعالیٰ تائیدہ بجا محمد وآلہ الاقدسین کہ میں اسے حرز یمانی کا اجازہ دوں جو کہ منسوب ہے، امیر المومنین وامام المتقین وخیر الخلائق بعد سید النبیین صلوات اللہ وسلام علیہما مادامت الجنتہ مادی الصالحین۔ پس میں نے اجازہ دیا ہے اسے دام تائیدہ کو کہ وہ روایت کرے اس دعا کو مجھ سے میرے استاد کے ساتھ سید عابد زاہد امیر اسحاق استر آبادی سے جو کہ مدفون ہیں سید شباب اہل الجنتہ اجمعین کے قریب کربلا میں ہمارے مولا اور مولیٰ الثقلین خلیفۃ اللہ تعالیٰ صاحب العصر والزمان صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلی آباء الاقدسین سے۔ سید کہتا ہے کہ میں مکہ کے راستہ میں بے یار ومددگار گزر رہا تھا، پس میں قافلہ سے پیچھے رہ گیا اور اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا اور محتضر (جو مرنے لگا ہو) کی طرح چت لیٹ گیا اور کلمہ شہادت پڑھنا شروع کیا کہ اچانک اپنے سرہانے اپنے مولیٰ اور عالمین کے مولیٰ خلیفۃ اللہ علی الناس اجمعین کو دیکھا، پس آپؑ نے فرمایا کہ کھڑے ہو جاؤ اے اسحاق تو میں کھڑا ہو گیا اور میں پیاسا تھا، آپؑ نے مجھے سیراب کیا اور اپنے پیچھے سوار کر لیا، پس میں نے وہ حرز پڑھنا شروع کیا اور آنجنابؑ اس کی اصلاح کرتے رہے، یہاں تک کہ وہ ختم ہو گیا، اچانک میں نے اپنے آپ کو وادی الابطح میں دیکھا، پس میں سواری سے اتر آیا اور حضرتؑ غائب ہو گئے اور قافلہ نو دن بعد پہنچا اور اہل مکہ کے درمیان مشہور ہو گیا کہ میں طی الارض کے ذریعہ آیا ہوں۔

پس میں نے اپنے آپ کو ادائے فریضہ حج کے بعد پوشیدہ رکھا اور اس سید نے چالیس مرتبہ پیادہ پا حج کیا ہے، اور جب اصفہان میں ان کی خدمت سے مشرف ہوا، جب کہ کربلا سے بقصد زیارت مولیٰ الکونین امام علی بن موسیٰ الرضا صلوات اللہ علیہما آئے ہوئے تھے اور ان کے ذمہ ان کی بیوی کے حق مہر کے سات تومان تھے، اور اس کے پاس اتنی مقدار تھی کہ وہ مشہد مقدس رضوی کے کسی رہنے والے کے پاس رہتے تھے، پس انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ان کی اجل نزدیک آ گئی ہے، تو کہنے لگے کہ میں پچاس سال کربلا میں مجاور تھا، اس لیے کہ وہاں مروں، اب مجھے خوف ہے کہ میری موت کسی دوسرے مقام پر ہو، پس جب ان کے حالات پر ہمارا یک بھائی مطلع ہوا تو اس نے وہ مبلغ ادا کئے اور انہیں کربلا کی طرف ہمارے بعض اخوان فی اللہ (جو اللہ کے لیے بھائی ہیں) کے ساتھ روانہ کیا۔

پس وہ کہتا ہے کہ جب سید کربلا پہنچا اور اپنا قرض ادا کرلیا تو بیمار ہوگیا اور نویں دن فوت ہوگیا۔اور اپنے مکان میں دفن ہوا اور میں نے اس قسم کی کئی ایک کرامات ان سے اس زمانہ میں دیکھیں جب کہ وہ اصفہان میں رہے، میرے پاس اس دعا کے بہت اجازات ہیں اور میں نے اسی پر اختصار کیا ہے، اس سید دام تائیدہ سے امید ہے کہ وہ مجھے دعا کی قبولیت کے اوقات کے وقت فراموش نہیں کریں گے، اور اس سے التماس کرتا ہوں کہ وہ اس دعا کو نہ پڑھے، مگر خداوند عالم کے لیے اور اپنے دشمن کو ہلاک کرنے کے لیے نہ پڑھے جبکہ وہ شخص مومن ہو اگرچہ فاسق بھی ہو یا ظالم اور یہ کہ دنیا دنیا کے جمع کرنے کے لیے نہ پڑھے بلکہ سزاوار ہے کہ اسکا پڑھنا خداوند عالم کا قرب حاصل کرنے کے لیے ہو اور ضرر شیاطین انس وجن کے دفع کرنے کے لیے ہو اپنی ذات سے اور تمام مومنین سے اگر اس کے لیے اس میں قصد قربت ممکن ہے، تو فبہا ورنہ بہتر یہ ہے کہ قرب الٰہی کے علاوہ باقی مطالب کو ترک کرے۔

نمقه بيمناه الا اثره احوج المربوبين الى رحمة ربه الغنى محمد تقى بن المجلسى الا صيحانى حامدالله تعالىٰ مصليا على سيد الانبيآء واوصياء النجبآء الا صفيآء۔ انتهى

اور خاتم العلماء المحدثین شیخ ابوالحسن شاگرد علامہ مجلسی کتاب ضیاء العالمین کے آخر میں اس حکایت کو اپنے استاد سے ان کے والد سے نقل کرتا ہے، سید کے مکہ تک وارد ہونے تک اس وقت کہتا ہے کہ میرے استاد کے والد نے کہا ہے کہ میں نے دعا کا یہ نسخہ اس سے امام زمانہ کی تصحیح کے ساتھ لیا ہے، اور مجھے اس نے اجازت دی ہے کہ میں اسے امامؑ سے روایت کروں اور انہوں نے بھی اپنے بیٹے کو اجازت دی تھی جو کہ میرے استاد تھے طاب ثراہ اور یہ دعا کو پڑھتا ہوں اور میں نے اس سے خیر کثیر دیکھی ہے، اور اس وقت سید کے خواب کا واقعہ بیان کیا ہے کہ اس سے خواب میں کہا گیا کہ کربلا کی طرف جانے میں جلدی کرو، کیونکہ تمہاری موت نزدیک آ گئی ہے اور یہ دعا مذکور بحار الانوار کی انیسویں جلد میں موجود ہے۔

ساتواں واقعہ: جو دعائے فرج پر مشتمل ہے۔

سید رضی الدین علی بن طاؤس نے کتاب فرج المہموم میں اور علامہ مجلسی نے بحار میں کتاب دلائل شیخ ابوجعفر محمد بن جریر طبری سے نقل کیا ہے کہ مجھے خبر دی، ابوجعفر محمد بن ہارون بن موسیٰ تلعکبری نے، وہ کہتا ہے کہ مجھے ابوالحسن بن ابوالبغل کاتب نے خبر دی ہے، وہ کہتا کہ میں نے اپنے ذمہ ابومنصور بن ابوصالحان کا ایک کام لیا تھا، پھر ہمارے اور اس کے درمیان کوئی اس قسم کی چیز ہوگئی کہ جو میرے روپوش ہونے کا سبب ہوئی، پس وہ مجھے تلاش کرنے لگا، ایک مدت تک میں روپوش اور خوفزدہ رہا، اس وقت میں نے مقابر قریش کی طرف جانے کا ارادہ کیا، یعنی مرقد منور حضرت کاظم علیہ السلام جمعہ کو، اور میں نے ارادہ کیا کہ میں دعا وسوال کے لیے رات وہیں بسر کروں، اور اس رات بارش اور آندھی تھی، پس میں نے ابوجعفر منتظم وقیم سے خواہش کی کہ وہ حرم کے دروازے بند کر دے اور کوشش کرے کہ وہ مقام شریف لوگوں سے خالی ہو جائے تا کہ مجھے اس چیز کے لیے خلوت حاصل ہو کہ جسے میں چاہتا ہوں دعا و

سوال میں سے اور میں ایسے شخص کے آنے سے مامون رہوں جس کے آنے سے میں مامون نہیں تھا، اور اس کی ملاقات سے خائف تھا، پس اس نے ایسا کیا اور دروازے بند کر دیئے، آدھی رات ہوگئی اور بارش و آندھی اتنی آئی کہ جس نے لوگوں کی آمد و رفت کو بالکل بند کر دیا، اور میں وہاں رہ گیا تھا اور دعا کرتا تھا اور نماز پڑھتا تھا، میں اسی حالت میں تھا کہ اچانک میں نے کسی کے پاؤں کی آواز امام موسیٰ علیہ السلام کی سمت سے سنی، اور میں نے ایک شخص کو دیکھا جو زیارت پڑھ رہا تھا، پس اس نے آدم علیہ السلام پر سلام بھیجا، اور اولی العزم انبیاء کو، اور اس کے بعد ایک ایک امام پر سلام بھیجا یہاں تک کہ صاحب الزمان علیہ السلام تک پہنچا اور ان کا ذکر نہ کیا، پس میں نے اس عمل سے تعجب کیا اور میں نے کہا کہ شاید وہ آپؑ پر سلام کرنا بھول گیا ہو یا وہ انہیں نہ پہچانتا ہو، یا اس شخص کا یہ مذہب ہو۔

پس جب وہ اپنی زیارت سے فارغ ہوا تو دو رکعت نماز پڑھی اور ہمارے مولا ابو جعفر علیہ السلام کے مرقد مبارک کا رخ کیا، پس اس پہلی زیارت کی طرح زیارت کی اور وہ سلام بھیجا اور دو رکعت نماز پڑھی، میں اس سے ڈر رہا تھا چونکہ میں اسے نہیں پہچانتا تھا، میں نے دیکھا کہ وہ کامل و مکمل جوان ہے اور اس کے بدن پر سفید لباس ہے اور اس کے سر پر عمامہ ہے کہ جس کے لیے تحت الحنک اس کی ایک طرف رکھی ہوئی ہے، اور کندھے پر رداڈالے ہے۔

پس وہ کہنے لگے اے ابوالحسین بن ابو البغل دعائے فرج کیا ہے میں نے عرض کیا وہ کون سی دعا ہے، اے میرے سید و سردار و آقا۔ فرمایا دو رکعت نماز پڑھو اور کہو "یامن اظهر الجميل وستر القبيح يامن لم يواخذ بالجريرة ولم يهتك الستر يا عظيم المن يا كريم الصفح يا حسن التجاوز يا واسع المغفرة يا باسط اليدين بالرحمة يا منتهى كل نجوى ويا غاية كل شكوى يا عون كل مستعين يا مبتدئا بالنعم قبل استحقاقها" یا بارہ دس مرتبہ یا رب دس مرتبہ یا سیداہ دس مرتبہ یا مولاہ دس مرتبہ یا غایتاہ دس مرتبہ یا منتہی رغبتاہ دس مرتبہ اسئلك بحق هذه الاسماء و بحق محمد وآله الطاهرين عليهم السلام الا ما كشفت كربي ونفست همي وفرجت غمي واصلحت حالي" اور اس کے بعد جو چاہو دعا مانگو اور اپنی حاجت طلب کرو، اس وقت اپنا دایاں رخسار زمین پر رکھ کر سو مرتبہ سجدہ میں کہو "یا محمد یا علی یا علی یا محمد اکفیانی فانکما کافیانی وانصرانی فانکما ناصرانی" اور پھر بائیں رخسار کو زمین پر رکھ کر سو مرتبہ کہو ادرکنی۔ اور اسے بار بار کہو اور کہو الغوث الغوث، یہاں تک کہ تمہارا سانس رک جائے، اور اپنا سر اٹھا لو، پس بیشک خداوند عالم اپنے فضل و کرم سے انشاء اللہ تمہاری حاجت کو پورا کرے گا، پس جب میں نماز و دعا میں مشغول ہوا تو وہ باہر چلے گئے، جب میں فارغ ہوا تو ابو جعفر کے پاس باہر گیا تا کہ اس شخص سے اس کے حالات دریافت کروں کہ وہ کس طرح اندر آ گیا تھا، تو میں نے دیکھا کہ دروازے بدستور مقفل ہیں، پس مجھے اس سے تعجب ہوا، اور میں نے کہا کہ شاید یہاں کوئی دروازہ ہو کہ جسے میں نہیں جانتا، پس میں نے اپنے آپ کو ابو جعفر تک پہنچایا، اور وہ بھی تیل کے کمرے سے باہر آیا، یعنی جس کمرے میں روضہ انور میں چراغ جلانے کے لیے تیل کا ذخیرہ تھا، پس میں نے اس سے شخص مذکور کے حالات اور اندر آنے کی کیفیت پوچھی تو وہ کہنے لگا کہ دروازے تو بند ہیں جس طرح تم دیکھ رہے ہو، میں نے انہیں نہیں کھولا، پس میں نے اسے اس واقعہ کی خبر دی تو وہ کہنے لگا کہ یہ ہمارے مولا صاحب الزمان صلوات اللہ علیہ ہیں، اور تحقیق کہ میں

نے اس قسم کی راتوں میں جب کہ روضہ مقدس لوگوں سے خالی ہوآپ کو بارہا دیکھا ہے۔

پس مجھے افسوس ہوا اس چیز پر جو مجھ سے فوت ہوئی اور طلوع صبح صادق کے قریب میں باہر نکلا اور محلہ کرخ میں وہاں چلا گیا کہ جہاں چھپا ہوا تھا، پس چاشت کا وقت نہیں ہوا تھا کہ اصحاب ابن ابوالصالحان میری ملاقات کے متلاشی ہوئے اور میرے دوستوں سے میرے متعلق سوال کرتے تھے، اور ان کے پاس وزیر کی طرف سے اس کے ہاتھ کا لکھا امان نامہ تھا کہ جس میں ہر قسم کی نیکی اور اچھائی تھی، پس میں اس کے پاس اپنے دوستوں میں سے ایک امین کے ساتھ حاضر ہوا تو وزیر کھڑا ہوا اور مجھے سینہ سے لگایا اور آغوش میں لیا، اس طرح کہ جو اس سے پہلے اس سے معہود نہیں تھا، پس وہ کہنے لگا کہ حالات تجھے یہاں تک کھینچ کر لے گئے ہیں کہ تو نے صاحب الزمان صلوات اللہ علیہ سے میری شکایت کی ہے۔

میں نے کہا کہ میری طرف سے تو دعا تھی، آنجناب سے سوال کیا تھا وہ کہنے لگا وائے ہو تجھ پر میں نے گزشتہ رات خواب میں اپنے مولا صاحب الزمان صوات اللہ علیہ کو دیکھا ہے یعنی جمعہ کی رات کہ آپؑ نے مجھے کسی قسم کی نیکی کرنے کا حکم دیا ہے اور مجھ سے سختی کی ہے، اتنی کہ میں اس سے ڈر گیا، پس میں نے کہا لا الہ الا اللہ، میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ حق ہیں اور منتہائے حق۔ میں نے گزشتہ رات اپنے مولا کو بیداری میں دیکھا ہے، اور مجھ سے آپؑ نے اس طرح فرمایا ہے، اور میں نے تفصیل سے بیان کیا جو کچھ کہ میں نے اس مشہد شریف میں دیکھا تھا، پس اس نے تعجب کیا اور اس کی طرف سے میرے لیے اچھے امور اس سلسلہ میں صادر ہوئے اور میں اس کی طرف سے اپنے مولا صلوات اللہ علیہ کی برکت سے اس مقصد تک پہنچا کہ جس کی مجھے امید نہ تھی۔

مولف کہتا ہے کہ چند دعائیں ہیں، جو دعائے فرج کے نام سے موسوم ہیں پہلی یہ دعا جو اس واقعہ میں مذکور ہے، دوسری وہ دعا ہے جو کتاب شریف جعفریات میں امیر المومنینؑ سے ہے، کہ آنجنابؑ جناب رسول خداؐ کے پاس آئے۔ اور کسی حاجت کی شکایت کی تو آپؐ نے فرمایا کہ میں تجھے وہ کلمات نہ سکھاؤں کہ جو جبریلؑ بطور ہدیہ میرے پاس لایا ہے، اور وہ انیس حروف ہیں کہ جن میں سے چار جبریل کی پیشانی پر اور چار میکائیل کی اور چار اسرافیل کی پیشانی پر اور چار کرسی کے اردگرد ہیں اور تین حول عرش ہیں، پس جو مصیبت زدہ و بیچارہ و مہموم و مغموم یا جو بادشاہ سے یا شیطان سے ڈرتا ہے۔ دعا کرے تو خداوند عالم اس کی کفایت کرتا ہے اور وہ کلمات یہ ہیں۔

یا عماد من لا عماد له ریا مند عن لا سند له ویاذخر من ذخر له ویا حرز من
لا حرز له و
یا فخر من لا فخر له و یار کن من لا رکن له یا عظیم الرجاء یا عزا الضعفاء یا
منقذ الغرقی یا منجیا
للهکی یا محسن یا منعم یا مفضل اسئل الله الذی لا اله الا انت الذی

سجدلك مسوار رضوء

النهار و شعاع الشمس ونور القمر ودوی الماء و حفيف الشجر يا الله يا

رحمن ياذالجلال والاكرام

امیرالمومنینؑ اس دعا کو دعائے فرج کا نام دیتے تھے، تیسری شیخ ابراہیم کفعمی نے جنۃ الواقیہ میں روایت کی ہے کہ ایک شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا، اے اللہ کے رسول میں غنی و تونگر تھا اب فقیر ہو گیا ہوں، صحیح تھا اب مریض ہوں، لوگوں کی نگاہ میں مقبول تھا، پس مبغوض ہو گیا ہوں، ان کے دلوں پر خفیف تھا، اب سنگین و بوجھل ہو گیا ہوں، میں فرحناک اور خوش تھا، پس مجھ پر ہموم کا ہجوم ہو گیا اور زمین اپنی وسعت کے باوجود میرے لیے تنگ ہو گئی ہے ،اور وسیع و دراز دن کے اندر میں طلب رزق میں گردش کرتا رہتا ہوں، لیکن مجھے اتنا نہیں ملتا کہ میں اس سے اپنا پیٹ بھر سکوں، گویا میرا نام دفتر رزق سے مٹا دیا گیا ہے۔

پس نبی اکرمؐ نے اس سے فرمایا شاید تو میراث ہموم کو کیا کرتا ہے اس نے عرض کیا کہ میراث ہموم کیا ہے، فرمایا شاید عمامہ بیٹھ کر باندھتا ہے، اور پاجامہ کھڑے ہو کر پہنتا ہے یا اپنے ناخن کو دانتوں سے کاٹتا ہے یا اپنے رخسار کو اپنے دامن سے ملتا ہے یا کھڑے پانی میں پیشاب کرتا ہے یا منہ کے بل سوتا ہے؟

عرض کیا کہ ان میں سے بعض کام کرتا ہوں، حضرتؐ نے فرمایا کہ خدا سے ڈرو، اور ضمیر خالص کرو اور اس دعا کو پڑھو کہ یہ دعائے فرج ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم الهى طوح الآمال قد خابت لديك ومعا كف الهمم قد تقطعت الا عليك و مذاهب العقول قد سمت الا اليك فاليك الرجاء واليك الملتجى يا اكرم مقصود ويا اجود مسئول هربت اليك بنفسى يا ملجاء الهاربين باثقال الذنوب احملها على ظهرى وما اجدلى اليك شافعاً سوى معرفتى بانك اقرب من رجاه الطالبون ولجا اليه المضطرون واهل ما لديه الراغبون يامن فتق العقول بمعرفته واطلق الا لسن بحمده وجعل ما امتن به على عباده كفار لتادية حقه صل على محمد وآله ولا تجعل للهموم على عقلى سبيلا ولا للباطل على عملى دليلا وافتح لى بخير الدنيا ياولى الخير۔

چوتھی فاضل متجر سید علی خان مدنی کلم الطیب میں اپنے جد بزرگوار سے نقل کرتے ہیں کہ یہ دعائے فرج ہے۔

اللھم یا ودود یا ودود یا ذالعرش المجید یا فعالا لما یرید اسئلك بنور وجهك الذی ملا ارکان عرشك وبقدرتك التی قدرت بها علی جمیع خلقك وبرحمتك التی وسعت کل شیء لا اله الا انت یا مهدی یا معین لا اله الا انت یا اله البشر یا عظیم الخطر منك الطلب والیك الهرب وقع بالفرج یا مغیث اغثنی ۔ تین سو مرتبہ کہو

پانچویں دعائے فرج جو کہ محقق سبزواری کی کتب مفاتیح النجاۃ میں مروی ہے اور اس کی ابتداء ہے۔

اللھم انی اسئلك یا الله یا الله یا من علا فقهر ۔ الخ اور وہ طویل ہے۔

آٹھواں واقعہ: شریف عمر بن حمزہ کا حضرت علیہ السلام کی ملاقات سے مشرف ہونا۔

شیخ جلیل وامیر زاہد ورام بن ابو فراس نے کتاب منبہہ الخاطر کی دوسری جلد کے آخر میں فرمایا ہے کہ مجھے خبر دی سید جلیل شریف ابوالحسن علی بن ابراہیم عریضی، علوی، حسینی نے اس سے کہا کہ مجھے خبر دی علی بن نمانے، وہ کہتا ہے کہ مجھے خبر دی ابومحمد حسن بن علی بن حمزہ اقاسی نے شریف علی بن جعفر بن علی مدائنی علوی کے گھر میں، وہ کہتا ہے کہ کوفہ میں ایک بوڑھا دھوبی رہتا تھا جو زہد کے نام سے موسوم تھا اور وہ گوشہ نشینوں کی لڑی میں منسلک تھا اور وہ عبادت کے لیے منقطع تھا اور آثار صالحین کی پیروی کرتا تھا۔ پس ایسا اتفاق ہوا کہ ایک دن وہ میرے والد کی مجلس میں بیٹھا تھا اور یہ شیخ میرے والد کے لیے نقل حدیث کر رہا تھا، اور اس بوڑھے کی طرف متوجہ تھا پس وہ شیخ کہنے لگا میں ایک رات مسجد جعفی میں تھا اور وہ پشت کوفہ پر قدیم مسجد ہے آدھی رات ہو چکی تھی اور میں عبادت کے لیے علیحدہ جگہ تھا، اچانک میں نے دیکھا کہ تین افراد آرہے ہیں، پس وہ مسجد میں داخل ہوئے جب مسجد کے صحن کے درمیان پہنچے تو ان میں سے ایک بیٹھ گیا، پس اس نے زمین پر دائیں بائیں ہاتھ پھیرا تو پانی جوش مارنے لگا اس نے اس پانی سے کامل وضو کیا اس وقت ان دو اشخاص کی طرف اشارہ کیا کہ وہ بھی وضو کرلیں انہوں نے وضو کیا پھر وہ آگے کھڑا ہو گیا اور انہیں نماز باجماعت پڑھانے لگا تو میں نے بھی ان کے ساتھ نماز باجماعت پڑھی جب اس نے سلام پھیرا اور نماز سے فارغ ہوا تو مجھے اس کی حالت سے تعجب ہوا اور میں نے اس کام کو پانی کے زمین سے باہر آنے کی وجہ سے عظیم سمجھا تو میں نے جو کہ میری دائیں طرف تھا اس شخص کے حالات کے متعلق ان دو اشخاص میں سے ایک سے پوچھا اور کہا کہ یہ کون ہے وہ کہنے لگا یہ صاحب الزمان الامر حضرت امام حسن علیہ السلام کے فرزند ہیں۔

پس میں آنجناب کے قریب گیا اور ان کے مبارک ہاتھوں کا بوسہ لیا اور آنجناب سے عرض کیا، اے فرزند رسول شریف عمر بن حمزہ کے حق میں آپ کیا فرماتے ہیں کیا وہ حق پر ہے،

فرمایا نہیں ہوسکتا ہے کہ وہ ہدایت حاصل کرے مگر یہ کہ مجھے دیکھنے سے پہلے وہ مرے گا نہیں۔ اور ہم نے شیخ کی یہ بات نئی اور عجیب سمجھی، پس کافی زمانہ گزر گیا اور شریف کی وفات ہوگئی لیکن یہ بات معلوم نہ ہوئی کہ اس کی امام زمان علیہ السلام سے ملاقات ہوئی ہے، پس جب ہم شیخ زاہد کے ساتھ اکٹھے ہوئے تو میرے دل میں وہ واقعہ آیا جو اس نے بیان کیا تھا اور میں نے اس سے اعتراض کرنے والے شخص کی طرح کہا کہ کیا تم نے بیان نہیں کیا تھا کہ یہ شریف عمر اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ صاحب الامر علیہ السلام کو نہ دیکھ لے کہ جس کی طرف تو نے اشارہ کیا تھا، تو وہ مجھ سے کہنے لگا کہ تجھے کیسے معلوم ہوگیا ہے کہ اس نے آنجناب کو نہیں دیکھا۔

اس کے بعد ہم شریف ابو المناقب فرزند شریف بن حمزہ کے ساتھ ایک جگہ جمع ہوئے اور درمیان میں اس کے والد کا ذکر آگیا تو وہ کہنے لگے کہ ایک رات ہم اپنے والد کے پاس تھے اور وہ اس بیماری میں مبتلا تھا کہ جس میں وفات پائی ان کی طاقت ختم ہوگئی اور آواز پست ہوچکی تھی، ہمارے دروازے بند تھے تو اچانک ایک شخص کو دیکھا کہ ہمارے پاس اندر آیا ہم اس سے ڈر گئے اور ہم نے اس کے داخل ہونے کو عجیب سمجھا اور ہم اس سے غافل ہوگئے کہ اس سے کوئی سوال کریں، پس وہ ہمارے والد کے پہلو میں بیٹھ گیا اور اس سے آہستہ آہستہ باتیں کرتا رہا اور میرے والد گریہ کررہے تھے، اس وقت وہ کھڑا ہوگیا اور ہماری نگاہوں سے غائب ہوگیا، ہمارے والد نے اپنے آپ کو مشقت وزحمت میں ڈال کر کہا مجھے بٹھاؤ، پس ہم نے اسے بٹھایا اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور کہنے لگا اسے بلاؤ، ہم اس کے پیچھے گئے ہم نے دیکھا کہ دروازے بند ہیں اور اس کا نام ونشان نہ مل سکا، پس اس کی طرف لوٹ کر آئے اور اسے اس شخص کے حالات بتائے کہ وہ ہمیں نہیں ملا اور ہم نے اپنے باپ سے اس شخص کے متعلق پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ صاحب الامر علیہ السلام تھے اس وقت وہ بیماری کی سختی وسنگینی کی طرف پلٹ گیا اور بے ہوش ہوگیا۔

مولف کہتا ہے کہ ابو محمد حسن بن حمزہ اقساسی جو عزالدین اقساسی کے لقب سے مشہور تھا اجلاء سادات شرفاء وعلماء کوفہ میں سے شاعر ماہر تھا، ناصر باللہ عباسی نے اسے نقیب سادات مقرر کیا تھا یہ وہی ہے کہ جب مستنصر باللہ عباسی کے ساتھ جناب سلمان کی زیارت کے لیے گیا تو مستنصر نے اس سے کہا کہ غالی شیعہ جھوٹ بولتے ہیں اور باتوں میں کہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام ایک ہی رات میں مدینہ سے مدائن آئے اور سلمان کو غسل دیا اور اسی دن واپس پلٹ گئے۔

عزالدین نے اس کے جواب میں یہ اشعار کہے۔

انکرت لیلة اسار الوصی الیٰ
ارض المدائن لمانا لها طلبأ
وغسل الطو سلما نا وعاد الیٰ
عرائض یثرب والا صباح ما وجبا
وقلت ذلك من قول الغلاة وما

ذنب الغلاة اذالمر یوردوا کذباً
فاصف قبل ردالطرف من سبأ
بعرش بلقیس وانی بخرق الحبداً
فانت فی آصف لمر تغل فیه بلی
فی حیدر انا غال ان ذا عجبا
ان کان احمد خیر المرسلین فذا
خیر الوصیین اوکل الحدیث هبا

تو انکار کرتا ہے کہ جب وصی چلے مدائن کی زمین کو جب انہیں بلایا گیا انہوں مسلمان کے میت کو غسل دیا اور واپس آ گئے یثرب میں جب صبح نہ ہوئی تھی اور تو نے کہا کہ یہ غالیوں کی بات ہے اور یہ غالیوں کا جھوٹ ہے۔ اور آصف بن برخیا پک جھپکنے میں تخت بلقیس ملک سبا سے لایا ہے اب آصف کے بارے تجھے غلو نہیں لگتا اور حیدرؑ کے بارے تجھے غلو لگتا ہے یہ تعجب کی بات ہے۔ مگر یاد رکھ اگر احمد تمام مرسلین سے افضل ہیں تو حیدر کرار تمام اوصی سے افضل ہیں یا یہ سب باتیں من گھڑت ہیں۔

اور مسجد جعفی کوفہ کی مشہور و مبارک مساجد میں سے ہے، حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے اس میں چار رکعت نماز زہرا علیہا السلام پڑھی اور طویل مناجات جو کہ کتب مزار میں موجود ہے اور میں نے صحیفہ ثانویہ علویہ میں اسے ذکر کیا ہے اور اس وقت اس مسجد کا کوئی اثر و نشان باقی نہیں ہے۔

نواں واقعہ: ابوراجح حمامی کا ہے۔

علامہ مجلسی نے بحار میں کتاب السلطان المفرج عن اہل الایمان تالیف عالم کامل سید علی بن عبدالحمید نیلی نجفی نے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا ہے کہ مختلف علاقوں میں مشہور ہوا ہے اور اہل زمانہ کے درمیان ابوراجح حمامی کا واقعہ مشہور ہو گیا جو کہ حلہ میں تھا بتحقیق کہ اعیان اماثل اور اہل صدق افاضل کی ایک جماعت نے اس واقعہ کو بیان کرنے والوں میں سے ایک شیخ زاہد عابد محقق شمس الدین محمد بن قارون سلمہ اللہ تعالی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ حلہ میں ایک حاکم تھا کہ جسے مرجان صغیر کہتے تھے اور وہ ناصبیوں میں سے تھا اس نے لوگوں سے کہا کہ ابوراجح ہمیشہ صحابہ کو سب کرتا رہتا ہے، پس اس خبیث نے حکم دیا کہ اسے حاضر کیا جائے جب وہ حاضر ہوا تو حکم کیا کہ اسے ماریں پیٹیں، اتنا اس کو پیٹا گیا کہ وہ ہلاکت تک پہنچ گیا اور اس کے تمام بدن پر مارتے رہے یہاں تک کہ اس کے چہرہ پر اتنا مارا کہ اس کی شدت سے اس کے دانت گر گئے اور اس کی زبان باہر نکال کر آہنی زنجیر کے ساتھ باندھ دی اور اس کے ناک میں سوراخ

کیا اور بالوں کی بنی ہوئی رسی اس کے ناک کے سوراخ میں داخل کی، اور اس بالوں کی بنی ہوئی رسی کا سرا ایک دوسری رسی سے باندھا اور وہ رسی اپنے اعوان کی ایک جماعت کے ہاتھ میں دے دی اور ان کو حکم دیا کہ اسے ان زخموں کے باوجود اور اسی ہیئت میں حلہ کی گلیوں میں پھرائیں اور زدوکوب کریں، پس وہ اشقیاء اس کو لے گئے اور اتنا زدوکوب کیا کہ وہ زمین پر گر پڑا اور ہلاکت کے قریب پہنچ گیا۔ پس اس کی اس حالت کی اس لعین کو خبر دی گئی اور اس خبیث نے اس کے قتل کا حکم دے دیا، حاضرین نے کہا کہ وہ بوڑھا آدمی ہے اور اس کے اتنے زخم لگ چکے ہیں جو اسے قتل کردیں گے۔ اب اس کے قتل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، لہذا خود کو اس کے قتل کرنے میں شامل نہ کرو اور اتنا اصرار اس کی سفارش کے سلسلہ میں کیا کہ اس نے اس کی رہائی کا حکم دے دیا اس کی زبان کا گوشت پھٹ گیا اور اس پر ورم آ گیا تھا، بھلے مانس لوگ اسے اس کے گھر چھوڑ آئے اور انہیں کوئی شک وشبہ نہیں تھا کہ وہ اسی رات مرجائے گا، جب صبح ہوئی تو لوگ اس کے پاس گئے دیکھا کہ وہ کھڑا ہوا ہے اور نماز میں مشغول ہے اور وہ صحیح وسالم ہو چکا ہے اس کے گرے ہوئے دانت واپس آ گئے اس کے زخم مندمل ہو چکے ہیں اور اس کے زخموں کا کوئی نشان باقی نہیں رہا۔ اور اس کے چہرہ کی شکستگی زائل ہو چکی ہے پس لوگوں کو اس کی حالت پر تعجب ہوا اور اس کے متعلق اس سے سوال کیا تو وہ کہنے لگا کہ میں اس حالت کو پہنچ گیا تھا کہ میں نے موت کا معائنہ کرلیا اور میری زبان باقی نہیں تھی کہ خدا سے سوال کرتا، پس دل سے خداوند عالم کی بارگاہ میں سوال کیا اور استغاثہ اور دادرسی کی خواہش اپنے مولا حضرت صاحب الزمان صلوات اللہ علیہ سے کی جب رات تاریک ہوگئی تو میں نے دیکھا کہ میرا گھر پرنور ہوگیا ہے اچانک میں نے صاحب الامرؑ کو دیکھا کہ آپؑ نے اپنا دست مبارک میرے چہرہ پر پھرا اور فرمایا کہ باہر جاؤ اور اپنے اہل وعیال کے لیے کام کرو تحقیق کہ خداوند عالم نے تمہیں شفا بخشی ہے، پس میں نے اس حالت میں صبح کی ہے جو دیکھ رہے ہو اور شیخ شمس الدین محمد بن قارون مذکور راوی حدیث کہتا ہے کہ میں خداوند عالم کی قسم کھاتا ہوں کہ ابوراجح شخص کمزور جسم زرد رنگ بدصورت اور کمزور قسم کا تھا، اور میں ہمیشہ اس کے حمام میں جایا کرتا تھا تو وہ موجود ہوتا اور میں اسے اسی حالت وشکل میں دیکھتا کہ وہ مرد صاحب قوت اور درست قدوقامت ہوگیا ہے اور اس کی داڑھی لمبی اور چہرہ سرخ ہو چکا ہے اور اس جوان کی طرح ہوگیا ہے کہ جس کی عمر بیس سال ہو، وہ اسی ہیئت وجوانی میں رہا، یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہوا۔ اور جب اس کی خبر مشہور ہوئی تو حاکم نے اسے بلایا جب وہ حاضر ہوا، کل اسے اس حالت میں دیکھا تھا اور آج اسے اس حالت میں دیکھا کہ جیسے بیان ہو چکا ہے اور زخموں کے آثار اس میں نہیں تھے اور اس کے گر جانے والے دانت دوبارہ درست ہو چکے تھے، پس حاکم لعین پر اس حالت سے رعب عظیم طاری ہوا اور وہ اس سے پہلے جب اپنی مجلس میں بیٹھتا تو اپنی پشت حضرتؑ کی طرف کرتا کہ جو حلہ میں ہے، اور اس کی پشت پلید قبلہ اور آنجنابؑ کی طرف ہوتی، اور اس واقعہ کے بعد اپنا منہ آپؑ کے مقام کی طرف کر کے بیٹھا اور اہل محلہ کے ساتھ نیکی ومدارت کرنے لگا اور اس واقعہ کے چند دن بعد مرگیا، لیکن اس معجزہ باہرہ نے اس خبیث کو کوئی فائدہ نہ دیا۔

دسواں واقعہ: اس کاشی بیمار کا ہے کہ جس نے حضرت سلام اللہ علیہ کی برکت سے شفا پائی۔

اور نیز بحار میں ذکر فرمایا ہے کہ اہل نجف کے ایک گروہ نے مجھے خبر دی ہے کہ اہل کاشان میں سے ایک شخص نجف اشرف میں آیا تھا اور وہ عازم حج بیت اللہ تھا، پس وہ نجف میں سخت قسم کی بیماری میں مبتلا ہو کر علیل ہو گیا یہاں تک کہ اس کی ٹانگیں سوکھ گئیں اور اس میں چلنے پھرنے کی طاقت باقی نہ رہی۔ اس کے ساتھی اسے ایک نیک آدمی کے پاس چھوڑ گئے کہ جس کا حجرہ صحن مقدس میں تھا، اور وہ شخص ہر روز اسے اندر چھوڑ کر دروازہ بند کر کے صحرا کی طرف سیر و تفریح اور در نجف چننے کے لیے چلا جاتا، پس ایک دن وہ بیمار اس شخص سے کہنے لگا کہ میرا دل تنگ ہو گیا ہے اور اس جگہ سے مجھے وحشت ہوتی ہے مجھے آج اپنے ساتھ لے لو اور مجھے کسی جگہ ڈال دینا۔ اس وقت جہاں چاہو چلے جانا پس وہ بیمار کہتا ہے کہ وہ شخص راضی ہو گیا اور مجھے اپنے ساتھ باہر لے گیا، اور شہر سے باہر ایک مقام تھا اس نے اپنے کپڑے دھوئے اور وہاں ایک درخت پر ڈال کر صحرا کی طرف چلا گیا اور میں وہاں تنہا رہ گیا اور میں سوچ رہا تھا کہ آخر میرا معاملہ کہاں تک پہنچے گا اچانک میں نے ایک خوبصورت جوان گندم گوں کو دیکھا کہ وہ اس صحن میں داخل ہوا اور مجھ کو سلام کیا اور اس حجرہ میں چلا گیا جو اس مقام میں تھا اور محراب کے پاس چند رکعت نماز خضوع و خشوع کے ساتھ پڑھی کہ جیسی نماز میں نے اس عمر گی کے ساتھ کبھی نہ دیکھی تھی اور جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو میرے پاس آیا اور میرے حالات پوچھے، میں نے کہا کہ میں ایسی مصیبت میں مبتلا ہوں کہ جس سے میرا سینہ تنگ ہو گیا ہے نہ تو خدا مجھے اس سے عافیت دیتا ہے، تاکہ میں صحیح و سالم ہو جاؤں اور نہ مجھے دنیا سے لے جاتا ہے، تاکہ اس سے چھٹکارا پاؤں۔ اس نوجوان نے مجھ سے فرمایا کہ محزون نہ ہو عنقریب خدا تجھے دونوں چیزیں عطاء فرمائے گا پھر وہ اس جگہ سے چلا گیا اور باہر نکل گیا میں نے دیکھا کہ وہ کپڑا درخت سے زمین پر گر پڑا، میں اپنی جگہ سے اٹھا اور اسے دھو کر درخت پر ڈال دیا اس کے بعد میں نے غور کیا کہ میں تو اپنی جگہ سے نہیں اٹھ سکتا تھا اب یہ کیسے ہوا کہ میں اٹھ کر چلا اور جب میں نے اوپر نگاہ ڈالی تو کسی قسم کی تکلیف اپنے جسم میں نہ دیکھی تو میں نے جان لیا کہ وہ شخص حضرت قائم علیہ السلام تھے کہ خداوند عالم نے ان کی برکت اور اعجاز سے مجھے شفا بخشی ہے، پھر میں اس مقام کے صحن سے باہر نکلا اور صحرا میں نظر دوڑائی تو کسی کو نہ دیکھا تو میں بہت پشیمان اور نادم ہوا کہ کیوں میں حضرت کو نہیں پہچان سکا، پس صاحب حجرہ میرا ساتھی آیا اور اس نے میری حالت کے متعلق سوال کیا اور میں نے جو کچھ گزرا تھا اس کی خبر دی اور وہ بھی بہت متحیر ہوا کہ اسے اس بزرگوار کی ملاقات میسر نہ ہوئی پھر اس کے ساتھ میں حجرے کی طرف گیا اور صحیح و سالم تھا۔ یہاں تک کہ اس کے ساتھی اور رفیق حج سے واپس آئے اور چند دن ان کے ساتھ رہا اور پھر بیمار ہو گیا اور وفات پائی تو اسے صحن میں دفن کیا گیا اور ان دونوں چیزوں کی صحت ظاہر ہوئی کہ جن کی حضرت قائم صلوات اللہ علیہ نے اسے خبر دی تھی ایک عافیت اور دوسری موت، مولف کہتا ہے کہ مخفی نہ رہے کہ منجملہ امامؑ کے کچھ محل مخصوص ہیں جو آنجنابؑ کے مقام سے مشہور ہیں، مثلاً وادی السلام و مسجد

سہلہ وحلہ وخارج قم وغیرہ کے مقامات اور ظاہر یہ ہے کہ کوئی شخص ان مواضع میں شرف ملاقات سے مشرف ہوا یا یہ کہ آنجنابؑ سے کوئی معجزہ وہاں ظاہر ہوا ہے اور اس بناء پر وہ جگہ اماکن شریفہ ومتبرکہ میں داخل ہو گئی اور محل انس وتردد ملائکہ اور باعث قلت شیاطین ہو گئی اور یہ چیز بھی اجابت دعا اور قبولیت عبادات کے اسباب قریبہ میں سے ہے اور اخبار میں آیا ہے کہ خداوند عالم کے لیے کچھ جگہیں ہیں کہ وہ پسند کرتا ہے کہ وہاں اس کی عبادت کی جائے اور ان جیسے مقامات کا وجود مساجد مشاہد آئمہ علیہم السلام ومقابر امامزادگان وصلحاء وابرار کی طرح جو کہ اطراف وبلاد میں ہیں، الطاف خفیہ الٰہیہ میں سے ہے، بیچارے مضطر بیمار مقروض مظلوم خوفزدہ اور محتاج وغیرہ بندگان خدا کے لیے جو کہ صاحبان ہموم مفرق قلوب ومشقت خاطر اور محل حواس ہیں کہ وہ لوگ وہاں آ کر پناہ لیں اور تضرع وزاری کریں اور صاحب وسیلہ کے مقام ومنزلت کے واسطہ سے خداوند عالم سے سوال کریں اور اپنے درد کی دوا طلب کریں اور شفا مانگیں اور رفع شر اشرار کریں۔ اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ان کی دعا فوراً مقرون با اجابت ہوتی ہے، بیماری کے ساتھ جاتے ہیں اور عافیت لے کر پلٹتے ہیں اور مظلوم جاتے اور مغبوط (جس پر رشک کیا جائے) واپس آتے ہیں، اور پریشان حال جاتے ہیں اور آسودہ خاطر لوٹتے ہیں، البتہ جتنا اس جگہ کے آداب واحترام کی کوشش کریں گے وہاں زیادہ خیر وبرکت دیکھیں گے اور احتمال ہے کہ یہ تمام جگہیں ان گھروں کے حکم میں داخل ہوں کہ جن کے متعلق خداوند عالم نے حکم دیا ہے کہ ان کا مقام بلند ہونا چاہیے، اور ان میں خدا کا نام لیا جائے اور مدح فرمائی ہے کہ ان لوگوں کی جو صبح وشام وہاں خدا کی تسبیح کرتے ہیں۔ اور اس جگہ اس سے زیادہ تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔

گیارہواں واقعہ: انار اور بحرین کے ناصبی وزیر کا ہے۔

نیز اس کتاب میں فرمایا ہے کہ ثقات کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے کہ ایک مدت تک بحرین کا علاقہ عیسائیوں کے ماتحت تھا اور عیسائیوں نے ایک مسلمان کو وہاں کا حاکم مقرر کیا ہوا تھا اس خیال سے کہ شاید مسلمان حاکمیت کی وجہ سے وہ علاقہ زیادہ آباد رہے اور یہ چیز ان شہروں کے لیے زیادہ مصلحت کا باعث ہو اور وہ حاکم ناصبی تھا اور اس کا ایک وزیر تھا جو ناصبیت اور عداوت میں اس حاکم سے شدید تر تھا اور ہمیشہ اہل بحرین سے بسبب اس محبت ودوستی کے جو اہل بحرین کو اہل بیت رسالت سے تھی عداوت ودشمنی کا اظہار کیا کرتا تھا پس وہ وزیر لعین ہمیشہ اس علاقہ کے لوگوں کے قتل کرنے اور ضرر پہنچانے کے لیے بہانے تراشتا تھا، پس ایک دن وہ وزیر خبیث حاکم کے دربار میں آیا اور اس کے ہاتھ میں ایک انار تھا کہ جو اس نے حاکم کو دیا، حاکم نے جب دیکھا تو اس پر تحریر تھا لا الہ الا اللہ

محمد رسول اللہ وابوبکر وعمر وعثمان وعلی خلفاء رسول اللہ۔

جب حاکم نے نظر کی تو دیکھا کہ وہ تحریر اصل انار سے ہے، اور وہ مخلوق کی کاریگری نہیں، پس وہ اس چیز سے متعجب ہوا اور وزیر سے کہا کہ یہ علامت ظاہر ہے اور دلیل قوی ہے، رافضیوں کے مذہب کے باطل ہونے کی، اب اہل بحرین کے متعلق تیری کیا رائے ہے۔

وزیر کہنے لگا کہ یہ متعصب لوگ ہیں جو دلیل وبراہین سے انکار کرتے ہیں، لہذا آپ کے لیے مناسب یہ ہے کہ

انہیں بلائیں اور یہ انار دکھائیں، اگر وہ قبول کر لیں اور اپنے مذہب کو چھوڑ دیں تو آپ کے لیے بہت زیادہ ثواب ہے اور اگر وہ اپنا مذہب چھوڑنے سے انکار کریں اور اپنی گمراہی پر قائم رہیں تو انہیں تین چیزوں کے درمیان مختار قرار دو، یا تو وہ ذلت کے ساتھ جزیہ دیں (کفار کی طرح) یا اس دلیل کا جواب لے آئیں، حالانکہ ان کے لیے کوئی چارہ کار نہیں، یا یہ وہ ان کے مردوں کو قتل کرو اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالو اور ان کے مال و اسباب کو غنیمت میں لے لو۔ حاکم نے اس لعین کی رائے کو پسند کیا اور کسی کو ان کے علماء وافاضل واخیار لوگوں کے پاس بھیجا اور انہیں دربار میں حاضر کیا اور انہیں خبردار کیا کہ اگر شافی ووافی جواب نہ لائے تو تمہارے مردوں کو قتل اور عورتوں و بچوں کو قید اور تمہارے مال واسباب کو لوٹ لوں گا، یا یہ کہ ذلت کے ساتھ کفار کی طرح جزیہ ادا کرو۔

جب انہوں نے یہ باتیں سنیں تو حیران ہو گئے اور وہ جواب کی قدرت نہیں رکھتے تھے اور ان کے رنگ اڑ گئے اور جسم کانپنے لگے، پس ان کے بڑے اور بزرگ لوگ کہنے لگے اے امیر ہمیں تین دن کی مہلت دے دو شاید ہم کوئی ایسا جواب لے آئیں کہ جس پر تو راضی ہو اور اسے پسند کرے۔ اور اگر ہم کوئی جواب نہ لا سکے تو پھر جو تیرا دل چاہے ہمارے ساتھ سلوک کرنا، حاکم نے انہیں تین دن کی مہلت دے دی تو وہ خوف و حیرانگی کے عالم میں اس کے دربار سے باہر نکلے اور وہ ایک مجلس میں اکٹھے ہوئے اور اپنی سوچ و بچار کرنے لگے یہاں تک کہ ان کا اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ وہ بحرین کے صالحین وزاہدین میں سے دس افراد کو چنیں، جب وہ انتخاب کر چکے تو پھر ان دس افراد میں سے تین کو انتخاب کیا، پھر ان تین میں سے ایک سے کہا کہ تم آج رات صحرا کی طرف جاؤ اور خدا کی عبادت کرو، اور ہمارے زمانہ کے امام صاحب الامرؑ کی بارگاہ میں استغاثہ کرو، کیونکہ وہ ہمارے امام زمانہ اور ہم پر حجت خدا ہیں شاید وہ تمہیں اس عظیم مصیبت سے بچنے کا کوئی چارہ بتائیں، پس وہ شخص باہر نکلا اور ساری رات خضوع وخشوع سے خدا کی عبادت کرتا رہا اور اس نے گریہ وزاری کی اور خدا سے دعا اور امام صاحب الامر علیہ السلام سے استغاثہ کیا صبح تک دیکھا، لیکن کوئی چیز نہ دیکھی، اور ان کے پاس واپس آ گیا اور انہیں بتا دیا۔ دوسری رات ایک دوسرے شخص کو انہوں نے بھیجا اور اس نے بھی ساتھی کی طرح دعا وتضرع وزاری کی اور کوئی چیز نہ دیکھی۔

پس ان لوگوں کا قلق واضطراب بڑھ گیا اور تیسرے کو بلایا اور وہ شخص پرہیزگار تھا کہ جس کا نام محمد بن عیسیٰ تھا وہ بزرگوار تیسری رات سر و پا برہنہ صحرا کی طرف گئے، وہ رات بہت تاریک تھی وہ دعا و گریہ میں مشغول رہے اور خداوند تعالیٰ سے توسل کیا کہ وہ اس بلا ومصیبت کو مومنین سے دور کر دے، اور صاحب الامرؑ سے استغاثہ کیا۔

جب رات کا آخری وقت آیا تو اس نے سنا کہ کوئی شخص اس سے خطاب کر رہا ہے کہ اے محمد بن عیسیٰ کیوں میں تمہیں اس حالت میں دیکھ رہا ہوں اور تم اس بیابان کی طرف کس لیے آئے ہو، وہ کہنے لگا اے شخص مجھے میرے حال پر چھوڑ دے، کیونکہ میں ایک امر عظیم کے ماتحت باہر نکلا ہوں اور اسے بیان نہیں کروں گا، مگر اپنے امامؑ کے سامنے، اور اس کی شکایت نہیں کروں گا مگر اس سے جو کہ منکشف اور دور کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔

وہ شخص کہنے لگا اے محمد بن عیسیٰ میں صاحب الامرؑ ہوں، لہٰذا اپنی حاجت بیان کرو، محمد بن عیسیٰ نے کہا کہ اگر آپؑ صاحب

الامرؑ ہیں تو آپؑ کو میرا واقعہ اور معاملہ بھی معلوم ہے اور کہنے کی ضرورت نہیں۔

فرمایا ہاں سچ کہتے ہو تم اس مصیبت کی وجہ سے باہر نکلے ہو جو مخصوص اس انار کی وجہ سے تم پر وارد ہوئی ہے، اور اس دھمکی کی وجہ سے جو توعید و تخویف حاکم نے تم سے کی ہے۔

محمد بن عیسیٰ کہتا ہے کہ جب یہ کلام معجز نظام میں نے سنا تو اس کی طرف متوجہ ہوا کہ جدھر سے یہ آواز آرہی تھی اور عرض کیا ہاں اے میرے مولا آپؑ کو معلوم ہے کہ کیا مصیبت ہم پر آن پڑی ہے اور آپؑ ہی ہمارے امام و ملاذ و پناہ ہیں اور آپؑ قادر ہیں اس بلا و مصیبت کو دور کرنے پر۔

پس آنجنابؑ نے فرمایا اے محمد بن عیسیٰ وزیر لعنہ کے گھر میں ایک انار کا درخت ہے، جب اس درخت پر پھل لگا تو اس نے مٹی سے انار کی شکل کا ایک سانچہ بنایا اور اسے نصف کیا اور ہر ایک نصف میں اس کتابت میں سے کچھ لکھا اور انار ابھی چھوٹا اور ابھی درخت پر ہی تھا کہ اسے اس سانچہ کے درمیان قرار دیا اور اسے باندھ دیا، چونکہ وہ انار اس کے درمیان پڑا ہوا تھا تو اس تحریر کا اثر اس پر رہ گیا اور وہ اس طرح ہو گیا ہے، پس صبح کے وقت جب حاکم کے پاس جاؤ تو اس سے کہو کہ میں اس دلیل کا جواب لے آیا ہوں، لیکن اس وزیر کے گھر میں ظاہر کروں گا، پس جب وزیر کے گھر کے اندر جاؤ تو تم اندر جاتے ہوئے اپنی دائیں طرف ایک بالائی کمرہ دیکھو گے، پس اس حاکم سے کہو کہ میں اس اوپر والے کمرے میں ہی جا کر جواب دوں گا، بہت جلدی ہی وہ وزیر اس کمرہ میں داخل ہونے سے پس و پیش کرے گا، لیکن تم اصرار کرنا اور تاکید کرنا اس کمرہ میں جانے پر اور وزیر کو اکیلا اس کمرے میں اپنے سے پہلے نہ جانے دینا اور تم خود پہلے کمرے میں جانا اور اس کمرے میں ایک طاقچہ تمہیں نظر آئے گا کہ جس میں سفید رنگ کی ایک تھیلی ہو گی، اس تھیلی کو لے لینا، کیونکہ وہ مٹی کا سانچہ اسی میں ہے کہ جس میں اس ملعون نے حیلہ و بہانہ کیا ہے، پھر حاکم کی موجودگی میں وہ انار اس سانچے اور قالب کے اندر رکھو تا کہ اس کا مکر و حیلہ معلوم ہو جائے، اور اے محمد بن عیسیٰ ایک دوسری علامت یہ ہے کہ حاکم سے کہنا کہ ہمارا دوسرا معجزہ یہ ہے کہ جب اس انار کو توڑا جائے گا تو اس میں سوائے دھوئیں اور خاکستر کے دوسری کوئی چیز ظاہر نہیں ہو گی، اور کہنا کہ اگر اس بات کی سچائی دیکھنا چاہتے ہو تو وزیر کو حکم دیجئے کہ وہ اسے لوگوں کے سامنے توڑے، جب وہ اسے توڑے گا تو وہ خاکستر اور دھواں وزیر کے منہ اور داڑھی پر پڑے گا۔

خوشی کے ساتھ اپنے گھر واپس لوٹ آیا جب صبح ہوئی تو حاکم کے پاس گیا اور محمد بن عیسیٰ نے وہ سب کچھ کیا جو امام علیہ السلام نے اسے حکم دیا تھا۔ اور وہ سب معجزات ظاہر ہوئے جن کی امامؑ نے خبر دی تھی، پس حاکم محمد بن عیسیٰ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ یہ امور تجھے کس نے بتائے ہیں تو اس نے کہا کہ امام زمانہؑ نے اور وہ جو ہم پر خدا کی حجت ہیں۔ والی نے کہا تمہارا امام کون ہے؟

پس محمد نے یکے بعد دیگر تمام آئمہ علیہم السلام کا اسے تعارف کرایا یہاں تک کہ حضرت صاحب الامر صلوات اللہ علیہ تک پہنچا۔ حاکم کہنے لگا کہ ہاتھ بڑھاؤ تا کہ میں اس مذہب پر بیعت کروں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے کے

بندے اور رسول ہیں۔اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ان کے بعد بلا فصل خلیفہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام ہیں، پھر یکے بعد دیگرے ان کے آخری امام علیہ السلام تک کا اقرار کیا اور اس کا ایمان اچھا ہو گیا اور وزیر کے قتل کرنے کا حکم دیا اور اہل بحرین سے معذرت چاہی۔

یہ واقعہ اہل بحرین کے ہاں مشہور ہے اور محمد بن عیسیٰ کی قبر بھی ان کے نزدیک معروف ہے، اور لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں۔

بارہواں واقعہ: ایک شیعہ کا ایک سنی سے مناظرہ کرنا ہے۔

عالم فاضل خبیر مرزا عبداللہ اصفہانی شاگرد علامہ مجلسی کتاب ریاض العلماء کی قسم اول کی دوسری فصل میں فرماتے ہیں کہ شیخ ابوالقاسم بن محمد بن القاسم حاسی جو کہ فاضل و عالم کامل اور حاسی کے لقب سے مشہور ہیں اور ہمارے علماء کے بزرگ مشائخ میں سے ہیں، اور ظاہر یہ ہے کہ قدماوہ ہمارے اصحاب میں سے ہیں اور امیر سید حسین عاملی جو مجتہد کے لقب سے معروف اور سلطان شاہ عباس صفوی کے ہمعصر تھے، وہ اپنے رسالہ کے اواخر میں کہ جسے دنیا و آخرت کے اہل خلاف کے حالات میں تالیف کیا ہے، بعض مناظرات کے مقام ذکر میں جو کہ شیعہ اور اہل سنت کے درمیان ہوئے ہیں اس عبارت کے ساتھ فرماتے ہیں کہ ان میں سے وہ حکایت عجیب و غریب ہے جو شہر پاکیزہ ہمدان میں شیعہ اثناعشری اور ایک شخص سنی کے درمیان واقع ہوئی کہ جسے میں نے ایک پرانی کتاب میں دیکھا ہے کہ حسب عادت جس کے متعلق احتمال ہے کہ اس کی تاریخ کتابت اب سے تین سو سال پہلے کی ہے، اور اس کتاب میں اس طرح تحریر تھا کہ ایک عالم شیعہ اثناعشری کہ جس کا نام ابوالقاسم محمد بن ابوالقاسم حاسی اور اہلسنت کے ایک عالم کہ جس کا نام رفیع الدین حسین تھا دونوں کے درمیان دوستی اور مصاحبت قدیم اور اموال میں شرکت اور اکثر حالات میں اور سفروں میں میل جول واقع ہو گیا اور ان میں سے ہر ایک دوسرے سے اپنے مذہب کو نہیں چھپاتا تھا اور مزاح کے طور پر ابوالقاسم رفیع الدین کو ناصبی اور رفیع الدین ابوالقاسم کو رافضی کہا کرتا تھا، اور ان کے درمیان اس دوستی اور اکٹھے رہنے کے باوجود مذہب کے سلسلہ میں مباحثہ و مناظرہ نہیں ہوتا تھا، یہاں تک کہ اتفاقاً شہر ہمدان کی مسجد میں کہ جسے مسجد عتیق کہتے تھے، ان کے درمیان بحث چھڑ گئی۔ گفتگو کے دوران رفیع الدین نے فلاں وفلاں اشخاص کو امیر المومنین علی علیہ السلام پر فضیلت دی اور ابوالقاسم نے رفیع الدین کے قول کو رد کیا اور امیر المومنین علیہ السلام کو افضل قرار دیا اور اپنے مذہب پر بہت سی آیات و احادیث سے استدلال کیا اور وہ بہت سے مقامات و کرامات و معجزات بیان کئے جو آنجنابؑ سے صادر ہوئے تھے۔

رفیع الدین نے معاملہ کو برعکس قرار دیا اور ابوبکر کی افضلیت پر غار میں رسولؐ کی صحبت میں رہنے اور اس کے صدیق اکبر کے خطاب سے مہاجرین و انصار کے درمیان مخاطب ہونے سے استدلال کیا اور نیز کہا کہ ابوبکر مہاجرین و انصار کے درمیان رسولؐ کا خسر ہونے اور خلافت و امامت کے ساتھ مخصوص تھا اور نیز رفیع الدین نے کہا کہ ابوبکر کی شان میں نبی اکرمؐ سے دو حدیثیں صادر ہوئی ہیں۔ ایک یہ کہ تو میرے پیراہن کی طرح ہے۔ الخ۔ اور دوسری یہ کہ میرے بعد دو افراد کی

پیروی کرنا،ابوبکر اور عمر کی۔

ابوالقاسم شیعہ اس کی بات سننے کے بعد کہنے لگا کہ تو کس طرح اور کس سبب سے ابوبکر کو افضل قرار دیتا ہے۔سید اوصیاء سند اولیاء حامل لواء امام جن وانس قسیم جنت ونار پر،حالانکہ تجھے معلوم ہے کہ آنجنابؑ صدیق اکبر اور فاروق اظہر برادر رسول خدا اور زوج بتول زہرا ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ آنجنابؑ رسول خداؐ کے غار کے طرف ظالم و فاجر و کفار کے ڈر سے جانے کے وقت حضرتؐ کے بستر پر سوئے اور عسرت وفقر و فاقہ کی حالت میں آنحضرتؐ کے شریک کار رہے،اور رسول خداؐ نے اول اسلام میں مسجد کی طرف کے سب صحابہ کے دروازے بند کرادیے سوائے آنجنابؑ کے دروازے کے اور علیؑ کو اپنے دوش مبارک پر بتوں کو توڑنے کے لیے سوار کیا اور خداوند علی واعلیٰ نے جناب فاطمہؑ کی شادی علیؑ سے ملاءاعلیٰ میں کی۔اور آپ نے عمرو بن عبدود کے ساتھ جنگ کی اور خیبر فتح کیا اور چشم زدن جتنا بھی خدا سے شرک نہ کیا بخلاف ان تین اشخاص کے اور رسول خدا نے انہیں چار انبیاء کے مشابہ قرار دیا جہاں فرمایا کہ جو آدمؑ کے علم نوحؑ کے فہم موسیٰ کی شدت وہیبت اور عیسیٰؑ کے زہد کو دیکھنا چاہتا ہو تو وہ علی علیہ السلام کے چہرہ کی طرف دیکھے اور ان فضائل و کمالات ظاہرہ وہ باہرہ اور رسول خداؐ کی قرابت قریبہ اور ان کے لیے سورج کے پلٹ آنے کے باوجود کس طرح جائز اور معقول ہے کہ ابوبکرؓ کو علیؑ پر فضیلت دی جائے۔

جب رفیع الدین نے ابوالقاسم کی یہ بات سنی کہ وہ علی علیہ السلام کو ابوبکر پر فضیلت دے رہا ہے تو ان کا پایہ مصادقت ابوالقاسم کے ساتھ منہدم ہو گیا اور کچھ باتیں کرنے کے بعد رفیع الدین نے ابوالقاسم سے کہا کہ جو شخص مسجد میں پہلے آیا تو جو کچھ وہ حکم کرے گا میرے مذہب کے حق میں یا تیرے مذہب کے حق میں اس کی اطاعت کریں گے۔اور چونکہ ابوالقاسم کے سامنے اہل ہمدان کا عقیدہ واضح تھا یعنی یہ کہ وہ اہلسنت ہیں تو وہ اس شرط سے خوفزدہ تھا جو اس کے اور رفیع الدین کے درمیان واقع ہوئی تھی،لیکن زیادہ مجادلہ ومباحثہ کی وجہ سے اسے قبول کرنی پڑی۔ابوالقاسم مجبوراً اور ناپسند کرنے کے باوجود راضی ہو گیا اور شرط مذکور پر قرار ہونے کے فوراً بعد ایک نوجوان وارد ہوا کہ جس کے چہرہ سے جلالت ونجابت کے آثار ظاہر تھے،اور اس کی حالت سے ہویدا تھا کہ وہ سفر سے آرہا ہے ،وہ مسجد میں داخل ہوا اس نے مسجد کے اندر طواف کیا اور طواف وگردش کرنے کے بعد ان کے پاس آیا۔رفیع الدین انتہائی اضطراب و تیزی میں کھڑا ہوا اور سلام کے ساتھ اس جوان سے اس چیز کے متعلق عرض کیا جو اس کے اور ابوالقاسم کے درمیان مقرر تھی،اور زیادہ اصرار کیا،جوان سے اپنا عقیدہ ظاہر کرنے کے متعلق اور تاکیدی قسم کھائی اور اسے قسم دی کہ وہ اپنے عقیدہ کو اسی طرح ظاہر کرے کہ جس طرح وہ واقعہ میں ہے،تو اس جوان نے توقف کئے بغیر دو اشعار فرمائے۔

معی اقل مولای افضل منهما!
اکن للذی فضلته منتقصا!
الم تری ان السیف یزری بحدة
مقالك هذا السیف اهدی من العصا

میں نے کب کہا ہے کہ میرے مولا ان دونوں سے افضل ہیں (اگر ایسا کہوں) تو جس کو میں نے فضیلت دی ہے میں اس کی تنقیص کرنے والا ہوں گا کیا دیکھتا نہیں کہ تلوار کی تیزی اور دھار کے لیے عیب ہے، تیرا یہ کہنا کہ یہ تلوار عصا اور لاٹھی سے زیادہ تیز ہے۔

جب ان دو اشعار کے پڑھنے سے فارغ ہوا تو ابوالقاسم اور رفیع الدین اس کی فصاحت و بلاغت سے حیران ہو گئے اور انہوں نے چاہا کہ اس کے حالات کا تفحص کریں کہ وہ جوان ان کی نظروں سے غائب ہو گیا، اور کوئی اس کا اثر و نشان ظاہر نہ ہوا اور رفیع الدین نے جب اس امر عجیب و غریب کو دیکھا تو اپنا باطل مذہب ترک کر کے مذہب حقہ اثناء عشریہ کا اعتقاد رکھ لیا۔

صاحب ریاض نے یہ واقعہ کتاب مذکور سے نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ ظاہرا وہ جوان حضرت قائم علیہ السلام تھے اور اس کلام کی وہ ابیات موئد ہے کہ جس کو ہم نویں باب میں بیان کریں گے، باقی رہے یہ دو اشعار تو یہ کچھ تغیر و زیادتی کے ساتھ کتب علماء میں اس طرح موجود ہیں۔

یقولون لی فضل علیا علیهم
فلست اقول التبر اعلی من الحصا
اذا انا فضلت الا مام علیهم
اکن بالذی فضلته منتقصا
الم تری ان السیف یزری بحده
مقالة هذا السیف اعلی من العصا

ترجمہ: مجھ سے کہتے ہیں کہ علیؑ کو ان پر فضیلت دو تو میں نہیں کہتا کہ سونا کنکر سے بہتر ہے، اگر میں امام کو ان پر فضیلت دوں تو جس کو میں فضیلت دے رہا ہوں، میری طرف سے اس کی تنقیص ہو گی، کیا دیکھتے نہیں ہو کہ تلوار کی دھار کے لیے عیب ہے یہ کہنا کہ یہ تلوار لاٹھی سے بہتر ہے، اور ریاض میں فرمایا ہے کہ وہ پہلے اشعار ان ابیات کا مادہ ہیں، یعنی ان کے انشاء کرنے والے نے ان سے اخذ کیا ہے۔

تیرہواں واقعہ: شیخ حر عاملی کا آنجناب سلام اللہ علیہ کی برکت سے اپنی بیماری سے شفا پانا۔

محدث جلیل شیخ حر عاملی نے کتاب اثبات الھداۃ میں فرمایا ہے کہ میں بچپن کے زمانہ میں جب کہ دس سال کا تھا سخت قسم کی بیماری میں مبتلا ہو گیا۔ اس طرح کہ میرے عزیز و اقارب جمع ہو کر مجھ پر گریہ وزاری کرنے لگے اور میری عزاداری کے لیے تیار

ہو گئے، اور انہیں یقین ہو گیا کہ میں اس رات مر جاؤں گا پس میں نے پیغمبر اکرمؐ اور بارہ اماموں علیہم السلام کو دیکھا اور میں خواب و بیداری کے درمیان تھا، پس میں نے سب کو سلام کیا اور ایک ایک سے مصافحہ کیا اور میرے اور حضرت صادق علیہ السلام کے درمیان گفتگو ہوئی جو مجھے یاد نہیں رہی، سوائے اس کے کہ آپ نے میرے حق میں دعا فرمائی، پس میں نے حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کو سلام کیا اور آنجنابؑ سے مصافحہ کیا اور میں رونے لگا۔

میں نے عرض کیا کہ اے میرے مولا مجھے ڈر ہے کہ کہیں میں اس بیماری میں مر نہ جاؤں، اور اپنا مقصد علم و عمل کا ہاتھ میں نہ لے سکوں، آپؑ نے فرمایا کہ ڈرو نہیں، کیونکہ تم اس بیماری میں نہیں مرو گے، بلکہ خداوند تبارک و تعالیٰ تمہیں اس بیماری سے شفا دے گا اور تمہاری عمر طویل ہوگی، پھر آپؑ نے ایک پیالہ میرے ہاتھ میں دیا جو کہ آپؑ کے دست مبارک میں تھا میں نے اس میں سے کچھ پیا اور فوراً شفایاب ہو گیا بیماری بالکل مجھ سے دور ہو گئی اور میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میرے اہل و عیال کو تعجب ہوا میں نے انہیں یہ بات چند باتوں کے بعد بتائی۔

چودہواں واقعہ: حضرتؑ نے مقدس اردبیلی کی ملاقات کا واقعہ۔

سید محدث جزائری سید نعمت اللہ نے انوار النعمانیہ میں فرمایا ہے کہ میرے مشائخ میں سے علم و عمل میں زیادہ قابل وثوق بزرگ نے مجھے خبر دی ہے کہ ہمارے مولا اردبیلی کا اہل تفرش میں سے ایک شاگرد تھا کہ جس کا نام میر علام تھا، اور وہ انتہائی فضل و ورع میں تھا، وہ نقل کرتا ہے کہ میرا کمرہ اس مدرسہ میں تھا جو قبہ شریفہ پر محیط ہے، پس یوں اتفاق ہوا کہ میں اپنے مطالعہ سے فارغ ہوا۔ رات کافی گزر چکی تھی میں اپنے کمرے سے باہر نکلا اور حضرت شریفہ کے اطراف میں دیکھ رہا تھا اور وہ رات انتہائی تاریک تھی پس میں نے ایک شخص کو دیکھا وہ حضرت شریفہ (روضہ حضرت امیرؑ) کی طرف رخ کئے آ رہا تھا تو میں نے دل میں کہا کہ شاید یہ چور ہے اور وہ قندیلوں میں سے کسی چیز کی چوری کرنے کے لیے آیا ہے میں اپنی رہائش گاہ سے نیچے اترا اور اس کے قریب گیا، وہ مجھے نہیں دیکھ رہا تھا پس وہ حرم مطہر کے دروازے کے قریب پہنچا اور کھڑا ہو گیا میں نے دیکھا کہ قفل گر پڑا ہے اور اس کے لیے دروازہ کھل گیا اور اس طرح دوسرا اور تیسرا دروازہ، اور وہ قبر شریف سے مشرف ہوا اور اس نے سلام کیا قبر کی طرف سے اس کا جواب آیا پس میں نے اس کی آواز کو پہچانا کہ وہ امام علیہ السلام سے کسی مسئلہ علیہ میں بات کر رہا تھا، اس وقت وہ شہر سے باہر نکلا اور مسجد کوفہ کی طرف متوجہ ہوا۔

پس میں اس کے پیچھے ہو لیا اور وہ مجھے نہیں دیکھ رہا تھا، جب وہ اس محراب میں پہنچا کہ جس میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام شہید ہوئے تھے، میں نے سنا کہ وہ اسی مسئلہ میں کسی دوسرے شخص سے گفتگو کر رہا ہے پھر وہ واپس لوٹا اور میں بھی اس کے پیچھے لوٹا اور وہ مجھے نہ دیکھ سکا پس جب وہ ولایت کے دروازہ (نجف اشرف) پر پہنچا تو صبح روشن ہو چکی تھی اور میں نے اپنے آپ کو اس پر ظاہر کیا اور میں نے عرض کیا اے مولا میں اول سے لے کر آخر تک آپؑ کے ساتھ تھا، پس مجھے بتایئے کہ وہ پہلا شخص کون تھا کہ جس کے ساتھ کوفہ میں گفتگو کی ہے پس آپؑ نے مجھ سے عہد و پیمان لیے کہ جب تک ان کی وفات نہ ہو یہ راز کسی کو نہ بتاؤں اس کے بعد مجھ سے

فرمایا اے میرے بیٹے بعض مسائل مجھ پر مشتبہ ہو جاتے ہیں، تو بسا اوقات میں رات کے وقت حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی قبر کے پاس جاتا ہوں اور اس مسئلہ میں آنجناب سے گفتگو کرتا ہوں اور جواب سنتا ہوں اور اس رات مجھے صاحب الزمان علیہ السلام کا حوالہ دیا ہے اور فرمایا ہے کہ میرا بیٹا مہدیؑ آج رات مسجد کوفہ میں ہے، پس اس کے پاس جاؤ اور یہ مسئلہ ان سے جا کر پوچھو اور یہ بزرگوار حضرت مہدی علیہ السلام تھے۔

پندرہواں واقعہ: آخوند ملا محمد تقی مجلسی کا واقعہ۔

اور وہ اس طرح ہے کہ شرح من لا یحضرہ الفقیہ میں متوکل بن عمیر کے حالات کے ضمن میں جو کہ صحیفہ کاملہ سجادیہ کا راوی ہے ذکر کیا ہے کہ میں اوائل بلوغ کے وقت مرضات خداوندی کا طالب اور رضائے الٰہی کی طلب میں کوشاں تھا اور مجھے آنجناب کے ذکر سے قرار نہیں تھا، یہاں تک کہ میں نے خواب و بیداری کے درمیان دیکھا کہ صاحب الزمان صلوات اللہ علیہ اصفہان کی جامع مسجد کے طنابی دروازے کے قریب کھڑے ہیں جو کہ آج کل میری درسگاہ ہے، پس میں نے آنجناب کو سلام کیا اور ارادہ کیا کہ آپؑ کے پائے مبارک کا بوسہ لوں، پس آپؑ نے ایسا نہ کرنے دیا اور مجھے پکڑ لیا تو میں نے آپؑ کا دست مبارک کا بوسہ لیا اور آپؑ سے وہ مسائل پوچھے جو مجھ پر مشکل تھے، ان میں سے ایک یہ تھا کہ میں اپنی نماز میں وسوسہ کرتا تھا اور میں کہتا تھا کہ یہ نماز اس طرح نہیں کہ جس طرح مجھ سے مطلوب ہے اور میں قضا نمازیں پڑھنے میں مشغول تھا اور میرے لیے تہجد میسر نہیں تھی میں نے اپنے استاد شیخ بہائی رحمۃ اللہ سے اس کا حکم پوچھا تو انہوں نے کہا کہ نماز تہجد کے قصد سے ایک نماز ظہر و عصر و مغرب بجالاؤ اور اسی طرح میں کیا کرتا تھا تو میں نے حضرت حجۃ اللہ علیہ السلام سے سوال کیا کہ میں نماز تہجد پڑھا کروں، فرمایا ہاں اسے پڑھو اور وہ مصنوعی نماز نہ پڑھو جو پڑھا کرتے ہو، اور اس کے علاوہ بھی میں نے مسائل پوچھے جو کہ مجھے یاد نہیں رہے۔

اس وقت میں نے عرض کیا کہ میرے مولا میرے لیے یہ میسر نہیں ہے کہ میں ہر وقت آپؑ کی خدمت میں پہنچ سکوں، پس مجھے کوئی ایسی کتاب عطا فرمائیں کہ جس پر میں ہمیشہ عمل کروں تو آپ نے فرمایا کہ میں نے مولا محمد تاج کو تیرے لیے کتاب عطا کر دی ہے۔ اور میں خواب میں اسے پہچان رہا تھا، پس فرمایا کہ اس کے پاس جاؤ اور اس سے وہ کتاب لے لو، پس میں مسجد کے دروازے سے باہر نکلا جو آپ کے روبرو تھا دار بطیخ کی طرف گیا جو کہ اصفہان کا ایک محلہ ہے جب میں اس شخص کے پاس گیا اور اس نے مجھے دیکھا تو کہا کہ تجھے صاحب الامر علیہ السلام نے میرے پاس بھیجا ہے میں نے کہا کہ ہاں پس اس نے اپنی بغل سے ایک پرانی کتاب نکالی، جب میں نے کھول کر دیکھی تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ دعا کی کتاب ہے، پس میں نے اسے بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگایا اور اس کے ہاں سے واپس آ گیا، اور حضرت صاحب الامر علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا تو میں بیدار ہو گیا اور وہ کتاب میرے پاس نہیں تھی، پس میں نے اس کتاب کے فوت ہونے پر طلوع صبح تک تضرع و زاری و گریہ و نالہ کیا، پس جب میں نماز و تعقیبات سے فارغ ہوا تو میرے دل میں یوں آیا کہ مولا محمد وہی بہائی ہیں اور حضرت نے انہیں تاج کا لقب اس لیے دیا ہے، چونکہ وہ علماء کے نزدیک مشہور ہیں جب میں

ان کے مدرسہ گیا جو کہ مسجد جامع کے پہلو میں تھا تو میں نے دیکھا کہ وہ صحیفہ کاملہ کے تقابل کرنے میں مشغول ہیں (یعنی مختلف نسخوں کو سامنے رکھ کر دیکھنا) اور پڑھنے والے سید صالح میرزا ذوالفقار گلپا لگانی تھے، پس کچھ دیر میں وہاں بیٹھا رہا یہاں تک کہ وہ اس کام سے فارغ ہوئے اور ظاہراً ان کی گفتگو صحیفہ کی سند میں ہو رہی تھی، لیکن بسبب اس غم کے جو مجھ پر چھایا ہوا تھا میں شیخ اور سید کی گفتگو کو نہ سمجھ سکا اور میں گریہ کرتا رہا پھر میں شیخ کے پاس گیا اور ان سے اپنا خواب بیان کیا اور میں کتاب کے فوت ہونے پر گریہ کر رہا تھا۔

پس شیخ نے مجھ سے کہا کہ تجھے علوم الٰہیہ اور معارف یقینیہ کی بشارت ہو اور تمام ان چیزوں کی کہ جن کی تو ہمیشہ خواہش کیا کرتا تھا اور زیادہ تر میری جحت وگفتگو شیخ کے ساتھ تصوف میں ہوتی تھی اور وہ اس کی طرف مائل تھے، پس میرا دل سکون پذیر نہ ہوا اور میں گریہ وفکر کرتے ہوئے باہر آ گیا، یہاں تک کہ میرے دل میں آیا کہ میں اس طرف کیوں نہ جاؤں کہ جہاں عالم خواب میں گیا تھا، پس جب میں محلہ دار بطیخ میں پہنچا تو میں نے ایک مرد صالح کو دیکھا کہ جس کا نام حسن اور لقب تاج تھا جب میں اس کے پاس گیا تو سلام کیا وہ کہنے لگے اے فلاں میرے پاس وقف کی کتابیں ہیں جو طالب علم بھی ان میں سے کوئی کتاب لیتا ہے وہ شرائط وقف پر عمل نہیں کرتا اور تم اس پر عمل کرو گے، آؤ دیکھو ان کتابوں کو اور جس کتاب کی تمہیں ضرورت ہے وہ لے جاؤ، پس میں اس کے ساتھ اس کے کتب خانے میں گیا تو پہلی کتاب جو اس نے مجھے دی وہی کتاب تھی، پس میں نے گریہ و نالہ شروع کر دیا اور کہا کہ میرے لیے یہی کافی ہے۔اب مجھے یاد نہیں کہ اس نے بھی خواب بیان کیا تھا کہ نہیں، اور میں شیخ کے پاس آیا اور اس نسخے سے مقابلہ کرنا شروع کیا جو ان کے باپ کے دادا نے شہید کے نسخہ سے کیا تھا بغیر واسطہ کے یا ایک واسطہ کے ساتھ اور جو نسخہ مجھے حضرت صاحب الامر علیہ السلام نے دیا تھا وہ شہید کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا اور وہ زیادہ موافق تھا اس نسخہ کے ساتھ، حتیٰ کہ ان نسخوں سے بھی زیادہ جو اس کے حاشیہ پر لکھے تھے اور بعد اس کے کہ میں تقابل سے فارغ ہوا تو لوگ مجھ سے اپنے نسخوں کا تقابل کرنے لگے اور حضرت حجۃ اللہ علیہ السلام کی عطا و برکت سے صحیفہ کاملہ تمام شہروں کے ہر گھر میں خصوصاً اصفہان میں آفتاب کی طرح طالع ہوا، کیونکہ اکثر لوگوں کے پاس متعدد صحیفے ہیں، اور ان میں سے اکثر صلحاء اور صاحب دعا ہو گئے ہیں، ان میں سے بہت سے مستجاب الدعوۃ ہیں اور یہ حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے معجزہ کے آثار ہیں، جو کچھ خداوند عالم نے مجھے صحیفہ کے سبب عطاء فرمایا ہے اسے میں احصاء نہیں کر سکتا۔

مولف کہتا ہے کہ علامہ مجلسی نے کتاب بحار میں مختصر صورت اجازہ صحیفہ کاملہ کی اپنے والد سے ذکر فرمائی ہے اور وہاں صحیفہ کاملہ کو جو کہ زبور آل محمد انجیل اہل بیتؑ اور دعائے کامل کے لقب سے ملقب ہے، بہت سے اسانید اور مختلف طریق سے روایت کرتا ہوں کہ جن میں سے ایک وہ ہے کہ جسے میں مجھو مناولہ (براہ راست) اپنے مولا صاحب الزمان وخلیفۃ الرحمن صلوات اللہ علیہ سے ایک طویل خواب کے ذریعہ روایت کرتا ہوں۔الخ

سولہواں واقعہ: گل وخرابات کا واقعہ۔

علامہ مجلسی نے بحار میں فرمایا ہے کہ ایک جماعت نے مجھے خبر دی ہے سید سند فاضل میرزا محمد استرآبادی نور اللہ مرقدہ

سے وہ کہتا ہے کہ ایک رات میں بیت اللہ الحرام کے گرد طواف میں مشغول تھا، اچانک میں نے ایک خوبصورت جوان کو دیکھا کہ وہ بھی مشغول طواف ہے، جب میرے قریب پہنچا تو اس نے مجھے ایک سرخ پھول دیا، حالانکہ وہ پھولوں کا موسم نہ تھا میں نے وہ پھول لے کر سونگھا اور عرض کیا اے میرے سید و سردار یہ کہاں کا ہے، فرمایا یہ خرابات سے میرے لیے لائے ہیں، پھر وہ میری نگاہ سے غائب ہو گئے اور میں نے انہیں نہیں دیکھا۔

مولف کہتا ہے کہ شیخ اجل اکمل شیخ علی عالم نحریر شیخ محمد بن محقق مدقق شیخ حسن صاحب معالم ابن عالم ربانی شہید ثانی رحمہم اللہ نے کتاب درالمنثور میں اپنے والد شیخ محمد کے حالات میں جو کہ صاحب شرح استبصار وغیرہ تھے اور حیات و ممات میں مجاور مکہ معظمہ رہے، نقل کرتے ہیں کہ مجھے ان کی زوجہ سید محمد بن ابوالحسن کی بیٹی اور ان کی اولاد کی ماں نے خبر دی ہے کہ جب اس مرحوم کی وفات ہوئی تو میں ساری رات ان کے قریب تلاوت قرآن کی آواز سنتی رہی اور منجملہ ان چیزوں کے جو مشہور ہیں یہ ہے کہ طواف کر رہے تھے، پس ایک شخص آیا اور انہیں سردیوں کا ایک پھول دیا جو کہ نہ اس علاقہ میں ہوتا ہے اور نہ اس کا موسم تھا، پس انہوں نے اس جوان سے پوچھا کہ آپ یہ کہاں سے لائے ہیں تو اس نے کہا کہ ان خرابات (غیر آباد جگہیں) سے، پس اس نے ارادہ کیا کہ اسے دیکھے اور اس سے کچھ پوچھے تو اسے نہ دیکھا اور مخفی نہ رہے کہ سید جلیل میرزا محمد استر آبادی سابق الذکر صاحب کتب رجالیہ معروفہ اور آیات الاحکام مکہ معظمہ میں جا کر رہے اور شیخ محمد مذکور کے استاد تھے اور بارہا شرح استبصار میں ان کا نام عزت و توقیر سے لیتے ہیں اور دونوں جلیل القدر ہیں اور دارائے مقامات عالیہ ہیں اور ہوسکتا ہے کہ یہ واقعہ دونوں کے لیے رونما ہوا ہو یا راوی نے نام و شہر کی یگانگت کی وجہ سے اشتباہ کیا ہو، اگرچہ دوسری بات نظر کے زیادہ قریب ہے۔

سترہواں واقعہ: شیخ قاسم کا آنحضرتؑ کی ملاقات سے مشرف ہونا۔

سید فاضل متجر سید علی خان حویزی نے نقل کیا ہے کہ ہمارے علاقہ کے ایک صاحب ایمان شخص نے خبر دی ہے کہ جسے شیخ قاسم کہتے ہیں اور وہ حج پر زیادہ جایا کرتا تھا وہ کہتا ہے کہ میں ایک دن راستہ چلنے سے تھک گیا، پس میں سو گیا ایک درخت کے نیچے اور حاجی مجھ سے بہت دور آگے نکل گئے، جب میں بیدار ہوا تو وقت دیکھنے سے معلوم ہوا کہ میں زیادہ دیر سویا ہوں اور یہ کہ حاجی حضرات مجھ سے دور نکل گئے ہیں اور مجھے معلوم نہیں تھا کہ کدھر جاؤں، پس میں ایک طرف روانہ ہوا اور بلند آواز میں پکارتا تھا یا اباصالح، اور اس سے میری مراد صاحب الامر علیہ السلام تھی، جیسا کہ سید ابن طاؤس نے کتاب امان میں بیان کیا ہے کہ راستہ گم ہونے کے وقت یہ کہا جائے، پس اس حالت میں کہ میں آواز دے رہا تھا کہ ایک ناقہ سوار کو دیکھا جو کہ بدوی عربوں کے لباس میں تھا، جب اس نے مجھے دیکھا تو کہا کہ تو حاجیوں سے پیچھے رہ گیا ہے۔

میں نے عرض کیا جی ہاں، فرمایا میرے پیچھے سوار ہو جاؤ تاکہ تجھے ان لوگوں تک پہنچا دوں، پس میں ان کے پیچھے سوار ہو گیا، ایک لحظہ نہیں گزرا ہو گا میں قافلہ کے پاس پہنچ گیا جب ہم قریب پہنچے تو مجھے اتار دیا اور فرمایا اپنے کام پر جاؤ، پس میں نے ان

سے کہا کہ مجھے سخت پیاس لگی ہے، تو انہوں نے اپنے اونٹ کے پالان سے مشک نکالی کہ جس میں پانی تھا اور مجھے اس سے سیراب کیا خدا کی قسم وہ زیادہ لذیذ وخوشگوار پانی تھا جو میں نے پیا تھا اس وقت میں حاجیوں سے مل گیا، ان کی طرف ملتفت ہوا تو انہیں نہ دیکھا اور میں نے حاجیوں میں نہ انہیں اس سے پہلے دیکھا تھا اور نہ واپسی تک دوبارہ دیکھا۔

اٹھارہواں واقعہ: ایک سنی مذہب شخص کا آنحضرتؑ سے استغاثہ کرنا اور آپؑ کا اس کی فریاد کو پہنچنا۔

مجھے عالم جلیل ومجمع فضائل وفواضل شیخ علی رشتی نے خبر دی اور وہ عالم تقی وزاہد تھے جو کہ مختلف علوم پر حاوی بابصیرت اور باخبر اور خاتم المحققین شیخ مرتضیٰ اعلیٰ اللہ مقامہ اور سید سند استاد اعظم دام ظلہ کے شاگردوں میں سے تھے، چونکہ علاقہ لار اور اس کے اطراف نے شکایت کی کہ ہمارے پاس کوئی عالم جامع نافذ الحکم نہیں ہے تو اس مرحوم کو اس طرف بھیجا گیا اور سالہا سال ان کی مصاحبت میں سفر وحضر میں رہا، میں نے فضل وخلق وتقویٰ میں ان جیسے کم اشخاص دیکھے ہیں۔

انہوں نے نقل کیا کہ ایک دفعہ میں حضرت ابی عبداللہ علیہ السلام کی زیارت سے واپس لوٹا اور دریا فرات کے راستہ سے نجف اشرف کی طرف آرہا تھا تو میں چھوٹی کشتی میں بیٹھا جو کربلا اور طویرج کے درمیان تھی اور اس کشتی والے سب اہل حلہ تھے اور طویرج سے حلہ اور نجف کا راستہ الگ ہوتا تھا، پس میں نے ان لوگوں کو دیکھا کہ وہ سب لہو ولعب اور مزاح میں مشغول ہیں سوائے ایک شخص کے کہ وہ اگرچہ ان میں تھا، لیکن ان کے اس عمل میں شریک نہیں تھا، آثار سکینہ ووقار اس سے ظاہر تھے، نہ وہ ہنستا تھا اور نہ مزاح کرتا تھا اور وہ لوگ اس کے مذہب پر طنز وقدح وعیب جوئی کرتے تھے باوجود اس کے کھانے پینے میں وہ سب شریک تھے، مجھے بہت تعجب ہوا لیکن پوچھنے کا موقع نہ تھا، پس ایسا اتفاق ہوا کہ میرا اس شخص کے ساتھ ہو گیا تو میں نے اس کے ساتھیوں سے اس کے طریق کار سے اجتناب کیا اور ان کا اس کے مذہب پر رد وقدح کرنے کا سبب پوچھا تو وہ کہنے لگا کہ یہ لوگ میرے رشتہ دار ہیں، اہل سنت میں سے اور میرا باپ انہیں میں سے تھا، لیکن میری ماں اہل ایمان میں سے تھی اور میں بھی ان کی طرح تھا، اور حضرت حجۃ اللہ علیہ السلام کی برکت سے شیعہ ہو گیا ہوں میں نے اس کی کیفیت کے متعلق سوال کیا تو اس نے کہا کہ میرا نام یاقوت ہے اور میرا مشغلہ حلہ پل کے کنارے پر گھی بیچنا ہے، پس میں ایک سال گھی خریدنے کے لیے حلہ سے اطراف ونواح کی طرف بادیہ نشین اعراب کے ہاں گیا، پس میں چند منزل دور نکل گیا یہاں تک کہ جتنا میں نے چاہا خرید کیا، اور اہل حلہ کے کچھ لوگوں کے ساتھ واپس آرہا تھا جب ایک منزل میں اترے تو وہیں سو گئے، جب میں بیدار ہوا تو مجھے کوئی نظر نہ آیا سب جا چکے تھے اور ہمارا راستہ ایک صحرائے بے آب وگیاہ تھا کہ جس میں بہت درندے رہتے تھے اور اس کے قریب دور دور تک کوئی آبادی نہ تھی، پس میں کھڑا ہو گیا اور سامان لادا اور ان کے پیچھے روانہ ہوا تو میں راستہ بھول گیا اور حیران وپریشان ہوا۔ درندوں سے بھی خوفزدہ تھا، پس میں نے خلفاء ومشائخ سے استغاثہ کیا اور

انہیں بارگاہ خدا میں شفیع قرار دیا اور تضرع وزاری کی، لیکن فرج وکشائش نہ ہوئی تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں نے اپنی والدہ سے سنا تھا وہ کہتی تھی کہ ہمارا امام زندہ ہے کہ جس کی کنیت ابو صالح ہے، جو کہ راستہ گم کرنے والوں کو راستہ دکھاتا ہے اور بیکسوں کی فریادرسی اور ضعیف وکمزور لوگوں کی اعانت کرتا ہے، پس میں نے خدا سے عہد کیا کہ میں اس سے استغاثہ کرتا ہوں، اگر اس نے مجھے نجات دی تو میں اپنی ماں کے مذہب میں شامل ہو جاؤں گا، پس میں نے اس کو پکارا اور اس سے استغاثہ کیا تو اچانک ایک شخص کو دیکھا کہ وہ میرے ساتھ راستہ پر چل رہا ہے اور اس کے سر پر سبز عمامہ ہے جس کا رنگ ان کی طرح تھا اور اس نے سبزہ کی طرف اشارہ کیا جو کہ نہر کے کنارے اگا ہوا تھا اس وقت اس نے مجھے راستہ دکھایا اور حکم دیا کہ میں ماں کے مذہب میں شامل ہو جاؤں اور کچھ کلمات کہے جو کہ میں یعنی مولف کتاب بھول گیا، اور فرمایا کہ بہت جلدی ایسی بستی میں پہنچ جاؤ گے کہ جس کے رہنے والے شیعہ ہیں۔ میں نے عرض کیا اے میرے آقا اے میرے سید وسردار کیا آپؑ اس بستی تک میرے ساتھ نہیں چلیں گے۔

فرمایا نہیں کیونکہ ہزار افراد نے مجھ سے اطراف بلاد میں استغاثہ کیا ہے کہ جنہیں مجھے نجات دینی ہے یہ آنجنابؑ کے کلام کا خلاصہ ہے جو مجھے یاد رہا ہے پھر وہ میری نظر سے غائب ہو گئے، پس میں تھوڑا سا راستہ چلا تھا کہ اس بستی میں پہنچ گیا حالانکہ وہاں تک کافی مسافت تھی اور وہ لوگ دوسرے دن وہاں پہنچے، پس جب میں حلہ میں پہنچا تو فقہا کاملین کے پاس گیا اور سید مہدی قزوینی ساکن حلہ قدس اللہ روحہ سے یہ واقعہ بیان کیا اور ان سے معالم واحکام دین سیکھے اور ان سے کسی ایسے عمل کا سوال کیا کہ جو میرے لیے وسیلہ ہو کہ میں دوبارہ آنجنابؑ کی ملاقات کروں تو انہوں نے فرمایا کہ چالیس شب جمعہ ابا عبداللہ علیہ السلام کی زیارت کرو تو میں اس میں مشغول ہو گیا اور حلہ سے شب جمعہ وہاں کی زیارت کے لیے جایا کرتا تھا یہاں تک کہ ایک رات باقی رہ گئی جمعرات کا دن تھا کہ میں حلہ سے کربلا کی طرف گیا، جب میں شہر کے دروازے پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ایوان دیوان آنے والوں سے تذکرہ (پاسپورٹ) کا مطالبہ کرتے ہیں اور میرے پاس نہ تذکرہ تھا اور نہ اس کی قیمت تو میں حیران رہ گیا، اور لوگ دروازے کے پاس ایک دوسرے سے مزاحم تھے، پس چند مرتبہ میں نے چاہا کہ ان سے چھپ کر گزر جاؤں، لیکن ایسا نہ ہوا، اس اثنا میں اپنے صاحب حضرت صاحب الامر علیہ السلام کو دیکھا کہ طلاب عجم کی ہیئت میں سر پر سفید عمامہ باندھے ہوئے ہیں اور شہر کے اندر ہیں جب میں نے آپؑ کو دیکھا تو استغاثہ کیا اور آپؑ باہر آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر دروازے سے اندر لے گئے اور ہمیں کسی نے نہ دیکھا، جب اندر آ گیا تو پھر آنجنابؑ کو نہ دیکھا اور حسرت زدہ رہ گیا۔

انیسواں واقعہ: سید علامہ بحر العلوم کا مکہ میں حضرت سے ملاقات کرنا۔

عالم جلیل آخوند ملا زین العابدین سلماسی مکہ معظمہ کی مجاورت کے زمانہ میں علامہ بحر العلوم کے ناظر امور نے نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ آنجناب باوجودیکہ مسافرت میں اور اپنے اہل وعیال اور عزیزوں سے کٹے ہوئے تھے بذل وعطا میں قوی القلب تھے اور کثرت مخارج اور زیادتی مصارف کی پرواہ نہیں کرتے تھے، پس ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا تو میں نے

کیفیت حال سید سے عرض کی کہ اخراجات زیادہ ہیں اور ہاتھ میں کوئی چیز نہیں۔

پس آپؒ نے کچھ نہ فرمایا اور سید کی یہ عادت تھی کہ صبح کو خانہ کعبہ کے گرد طواف کرتے اور گھر واپس آجاتے اور اس کمرے میں چلے جاتے جو ان کے لیے مخصوص تھا اور ہم آپؒ کے لیے حقہ لے جاتے، اسے پینے کے بعد باہر تشریف لاتے اور دوسرے کمرے میں آکر بیٹھ جاتے، پس اس دن کہ جس سے گزشتہ دن میں نے تنگدستی کے متعلق شکایت کی تھی جب آپ طواف سے واپس آئے اور حسب عادت میں نے حقہ حاضر کیا، اچانک کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا تو سید انتہائی مضطرب ہوئے اور کہنے لگے حقہ یہاں سے باہر لے جاؤ، اور خود جلدی سے اٹھے اور دروازے کے قریب جا کر دروازہ کھولا، ایک شخص جلیل بہ ہیئت اعراب داخل ہوا۔ اور سید کے کمرے میں بیٹھ گئے اور سید انتہائی ذلت ومسکنت وادب کے ساتھ دروازے کے پاس بیٹھ گئے اور مجھ سے اشارہ کیا کہ حقہ قریب نہ لے آؤں۔

پس کچھ دیر تک بیٹھے رہے اور ایک دوسرے سے باتیں کرتے رہے اس وقت وہ بزرگ کھڑے ہوگئے تو سید جلدی سے اٹھے اور دروازہ کھولا اور ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور انہیں اس ناقہ پر جو دروازہ کے پاس بیٹھا تھا سوار کیا اور وہ چلے گئے اور سید کا رنگ متغیر تھا، جب وہ واپس آئے تو ایک برات (حوالہ) میرے ہاتھ میں دیا اور کہا کہ یہ حوالہ ہے اس صراف کے نام کا جو کوہ صفا میں رہتا ہے اس کے پاس جا کر لے آؤ جو کچھ حوالہ دیا گیا ہے، پس میں نے برات لے لی اور اس شخص کے پاس گیا جب اس نے برات لے کر دیکھی تو اس کو بوسہ دیا اور کہنے لگا کہ جا کر چند حمال (مزدور) لے آؤ، میں جا کر چار حمال لے آیا، پس جتنی مقدار وہ چار حمال اٹھا سکتے تھے، اتنے فرانسیسی ریال لے آیا اور انہوں نے اٹھا لیے، اور فرانسیسی ریال ایرانی پانچ قران اور کچھ زیادہ ہوتا ہے، پس وہ حمال ان ریالوں کو ہمارے گھر لے آئے پھر ایک دن میں اس صراف کی طرف گیا تا کہ اس کے حالات معلوم کروں اور یہ کہ یہ حوالہ کس کی طرف سے تھا، نہ صراف کو دیکھا اور نہ دکان تھی میں نے ایک شخص سے اس صراف کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا کہ یہاں تو ہم نے کبھی کوئی صراف نہیں دیکھا اور یہاں تو فلاں شخص بیٹھتا ہے پس میں نے سمجھا کہ یہ اسرار ملک علام میں سے تھا اور مجھے اس واقعہ کی خبر شیخ محمد حسین کاظمی ساکن نجف اشرف نے بعض ثقہ توسط سے شخص مذکور سے دی ہے۔

بیسواں واقعہ: سرداب مطہر میں سید بحرالعلوم کا واقعہ۔

مجھے سید سند وعالم محقق معتمد سید علی نے (جناب بحرالعلوم اعلی اللہ مقامہ کے نواسہ مصنف برہان قاطع در شرح نافع (چند جلدوں میں) نے خبر دی ہے صفی متقی وثقہ زکی سید مرتضیٰ سے جو کہ سید کی بھانجی کا شوہر اور سفر وحضر میں آنجناب کا مصاحب اور ان کی خدمات داخلی وخارجی پر تھا وہ کہتا ہے کہ میں زیارت سامرہ کے سفر میں آنجنابؒ کے ساتھ تھا آپ کا وہاں ایک کمرہ تھا کہ جس میں تنہا سویا کرتے تھے اور میرا کمرہ ان کے کمرے سے متصل تھا اور میں رات دن آپؒ کی خدمت میں رہتا تھا رات کے وقت لوگ ان کے پاس جمع ہوتے تھے یہاں تک کہ رات کا کچھ حصہ گزر جاتا، پس ایک رات ایسا اتفاق ہوا کہ آپ حسب عادت تشریف فرما تھے اور

لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے پس میں نے دیکھا گویا وہ اجتماع کو ناپسند کر رہے ہیں اور خلوت چاہتے ہیں اور ہر شخص سے اس قسم کی گفتگو کرتے ہیں جس میں اشارہ ہوتا ہے کہ وہ ان کے پاس سے جلدی سے چلا جائے، پس لوگ منتشر ہو گئے اور میرے علاوہ کوئی باقی نہ رہا، مجھے بھی حکم دیا کہ باہر چلا جاؤں، پس میں اپنے کمرے میں چلا گیا اور سید کی اس رات کی کیفیت و حالت پر غور و فکر کرنے لگا اور میری آنکھوں سے نیند اڑ گئی پس تھوڑی دیر میں نے صبر کیا، اس وقت چپکے سے باہر آیا تا کہ سید کے حالات کی جستجو کروں پس میں نے دیکھا کہ کمرے کا دروازہ بند ہے، میں نے سوراخ در سے دیکھا تو چراغ اپنی حالت کے مطابق روشن ہے لیکن وہاں کمرے میں کوئی بھی موجود نہیں ہے۔

پس میں حجرے کے اندر گیا اور اس کی وضع سے سمجھا کہ سید آج نہیں سوئے، پھر پابرہنہ اپنے آپ کو چھپاتے ہوئے سید کی تلاش میں نکلا، میں صحن شریف میں داخل ہوا تو دیکھا کہ قبہ عسکرین کے دروازے بند ہیں، اطراف خارج حرم میں ڈھونڈا تو ان کا اثر و نشان نہ پایا، میں سرداب کے صحن میں گیا تو دیکھا کہ دروازے کھلے ہوئے ہیں میں اس کی سیڑھیوں سے آہستہ آہستہ اس طرح نیچے اترا کہ میرے لیے کوئی حس و حرکت ظاہر نہیں تھی، میں نے صفہ سرداب سے ہمہمہ سنا گویا کوئی شخص دوسرے کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا، لیکن میں کلمات میں تمیز نہیں کر سکتا تھا یہاں تک کہ تین چار سیڑھیاں باقی رہ گئیں اور میں انتہائی آہستگی کے ساتھ جا رہا تھا کہ اچانک سید کی آواز اس مقام سے بلند ہوئی کہ اے سید مرتضیٰ کیا کر رہے ہو اور مکان سے باہر کیوں آئے ہو۔

پس میں اپنی جگہ متحیر و ساکن ہو کر رہ گیا مثل خشک لکڑی کے، پس جواب دینے سے پہلے ارادہ کیا کہ واپس چلا جاؤں، پھر میں نے دل میں کہا کہ کس طرح تیری حالت اس شخص سے پوشیدہ رہے گی جس نے حواس ظاہری کے بغیر تجھے پہچان لیا ہے، پس میں نے معذرت و پشیمانی کے ساتھ جواب دیا اور عذر خواہی کے دوران نیچے کی سیڑھیوں کی طرف گیا اس جگہ تک کہ جہاں سے میں صفہ کو دیکھ رہا تھا، میں نے سید کو دیکھا کہ وہ تنہا قبلہ رخ کھڑے ہیں اور کسی دوسرے شخص کا کوئی اثر و نشان نہیں، میں نے جانا کہ وہ اس ذات سے باتیں کر رہے ہیں کہ جو آنکھوں سے غائب ہے۔ صلوات اللہ علیہ

اکیسواں واقعہ: حضرت کا بوڑھے باپ کی خدمت کی تاکید کرنا۔

جناب عالم عامل و فاضل و کامل قدوۃ الصلحاء آقا سید محمد موسوی رضوی نجفی معروف بہ ہندی نے (جو کہ متقی علماء اور حرم امیر المومنین کے پیشنمازوں میں سے ہیں) نقل کیا ہے، جناب عالم ثقہ شیخ باقر بن شیخ ہادی کاظمی مجاور نجف اشرف سے ایک سچے شخص سے جو دلاک (حمام میں غسل کے لیے جانے والے اشخاص کے بدن سے میل کچیل صاف کرنے والا) تھا اور اس کا باپ بوڑھا تھا کہ جس کی خدمت میں یہ شخص کوتاہی نہیں کرتا تھا، یہاں تک کہ بیت الخلاء میں اس کے لیے پانی لے جاتا اور کھڑا ہوا اس کا انتظار کرتا رہتا تا کہ وہ آئے تو اسے اس کی جگہ پر پہنچائے اور ہمیشہ اس کی خدمت میں حاضر رہتا سوائے بدھ کی رات کے کہ جس میں وہ مسجد سہلہ جایا کرتا تھا، اس وقت اس نے مسجد سہلہ میں جانا چھوڑ دیا تو میں نے مسجد سہلہ کے جانے کو ترک کرنے کا سبب پوچھا تو اس نے بتایا کہ

بدھ کی چالیس راتیں وہاں جاتا رہا ہوں، جب آخری بدھ کی رات آئی تو میرے لیے جانا ممکن نہ ہوا، مگر مغرب کی نزدیک پس میں تنہا گیا اور رات ہو چکی تھی میں جا رہا تھا یہاں تک کہ تیسرا حصہ باقی رہ گیا اور وہ چاندنی رات تھی، پس میں نے ایک شخص اعرابی کو دیکھا کہ وہ گھوڑے پر سوار ہے اور میری طرف آرہا ہے تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ عنقریب یہ میرے کپڑے اتار لے گا، جب میرے قریب پہنچا تو عرب کی دیہاتی زبان میں مجھ سے باتیں کرنے لگا اور اس نے میرا مقصد پوچھا۔

میں نے کہا کہ مسجد سہلہ، مجھ سے فرمایا تیرے پاس کوئی کھانے کی چیز ہے میں نے کہا کہ نہیں، وہ فرمانے لگے اپنا ہاتھ جیب میں داخل کر، میں نے کہا کہ اس میں کچھ نہیں دوبارہ انہوں نے اس بات کا سختی سے اعادہ کیا، پس میں نے اپنا ہاتھ جیب میں داخل کیا اور اس میں کچھ کشمش کے دانے تھے جو میں نے اپنے بچے کے لیے خرید کئے تھے اور اسے دینا بھول گیا تھا، لہذا وہ میری جیب میں رہ گئے اس وقت مجھ سے فرمایا اوصیک بالعود تین مرتبہ یہ فرمایا اور دیہاتی زبان میں عود کا معنی بوڑھا آدمی ہے، یعنی میں تجھے تیرے بوڑھے باپ کے متعلق وصیت کرتا ہوں، اس وقت میری نظر سے غائب ہو گئے تو میں نے سمجھا کہ وہ حضرت مہدی علیہ السلام ہیں اور یہ کہ آنجناب بوڑھے باپ سے میرے جدا ہونے پر راضی نہیں ہیں، لہذا پھر میں کبھی مسجد سہلہ نہیں گیا اور یہ واقعہ مجھ سے علماء نجف اشرف میں سے ایک مشہور عالم نے بھی نقل کیا۔

مولف (عباس) کہتا ہے کہ آیات واخبار والدین کے متعلق وصیت کے سلسلہ میں اور ان سے نیکی واحسان کا حکم دینے والی بہت ہیں۔ میں نے مناسب سمجھا کہ یہ چند احادیث ذکر کرنے سے برکت حاصل کروں، شیخ کلینی نے منصور بن حازم سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ کون سا عمل تمام اعمال سے افضل ہے، فرمایا وقت پر نماز پڑھنا اور والدین سے نیکی کرنا اور راہ خدا میں جہاد کرنا، اگر قتل ہو جائے تو خدا کے ہاں زندہ رہ کر روزی کھائے اور اگر مر جائے تو تیرا اجر وثواب خدا کے ذمہ ہے، اور اگر جہاد سے واپس لوٹ آئے تو اپنے گناہوں سے اس دن کی طرح خارج ہو جائے کہ جس دن شکم مادر سے پیدا ہوا تھا، عرض کیا کہ میرے ماں باپ دونوں موجود ہیں اور بوڑھے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے اُنس رکھتے ہیں اور میرے جہاد پر جانے کو ناپسند کرتے ہیں۔

حضرتؑ نے فرمایا کہ پس ماں باپ کے پاس رہو، قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ ان کا تجھ سے ایک شب و روز مانوس رہنا ایک سال کے جہاد سے بہتر ہے، اور نیز شیخ کلینی نے روایت کی ہے کہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ زکریا بن ابراہیم عیسائی تھا وہ مسلمان ہو گیا اور حج کر کے حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے ماں باپ اور اہل خانہ عیسائی ہیں اور میری ماں نابینا ہے اور میں ان کے ساتھ رہتا ہوں اور ان کے ظروف میں کھانا کھاتا ہوں۔

حضرتؑ نے فرمایا خنزیر کا گوشت کھاتے ہیں، میں نے کہا کہ نہیں اس کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے فرمایا پھر کوئی حرج نہیں اس وقت حضرت نے اسے اس کی ماں سے نیکی کرنے کے متعلق تاکید کی۔

زکریا کہتا ہے کہ جب میں کوفہ میں واپس گیا تو میں نے اپنی والدہ کے ساتھ بنائے لطف و مہربانی رکھی، اسے کھانا کھلاتا اس

کے لباس اور سر سے جوئیں دیکھتا اور اس کی خدمت کرتا، میری ماں مجھ سے کہنے لگی اے بیٹا تو میرے دین پر تھا تو میرے ساتھ یہ سلوک نہیں کرتا تھا اور جب سے دین حنیف (اسلام) میں داخل ہوا ہے تو مجھ سے اس قسم کی نیکی و احسان کرتا ہے، میں نے کہا کہ ہمارے پیغمبرؐ کی اولاد میں سے ایک شخص نے مجھے حکم دیا ہے، میری ماں کہنے لگی کہ یہ شخص پیغمبر ہے، میں نے کہا کہ پیغمبر تو نہیں لیکن فرزند پیغمبرؐ ہے، کہنے لگی اے بیٹا یہ پیغمبر ہے کیونکہ یہ وصیت جو تجھے اس نے کی ہے یہ انبیاء کی وصیتوں میں سے ہے میں نے کہا اے مادر گرامی ہمارے پیغمبرؐ کے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہے وہ پیغمبرؐ کا بیٹا ہے۔

میری ماں کہنے لگی اے میرے بیٹے تیرا دین بہترین ادیان میں سے ہے، اسے میرے سامنے پیش کرو میں نے اسلام کے اصول اور فروع اس کے سامنے پیش کیے تو وہ اسلام میں داخل ہوگئی اور میں نے اسے نماز سکھائی، پس اس نے ظہر و عصر و مغرب و عشاء کی نماز پڑھی، پس اس رات کو تکلیف عارض ہوئی، دوبارہ کہنے لگی بیٹا اس کا اعادہ کر جو تو نے مجھے بتایا تھا، پس اس نے اس کا اقرار کیا اور وفات پا گئی، جب صبح ہوئی تو اسے مسلمانوں نے غسل دیا اور میں نے اس کی نماز جنازہ پڑھ کر خود اسے دفن کیا۔

روایت کی ہے عمار بن حیان نے وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت صادق علیہ السلام کو بتایا کہ میرا بیٹا اسماعیل مجھ سے نیکی و احسان کرتا ہے، حضرتؑ نے فرمایا کہ میں اسے پہلے بھی دوست رکھتا تھا، اب مجھے اس سے زیادہ محبت ہوگئی ہے، حضرت رسول خداؐ کی ایک رضاعی بہن تھی، ایک دفعہ وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی جب آپؐ کی نگاہ اس پر پڑی تو آپ خوش ہوئے اور اپنی ملحفہ (جس کا معنی چادر ہے) اس کے لیے بچھائی اور اسے اس پر بٹھا دیا، پھر اس کی طرف رخ کر کے اس باتیں فرماتے اور اس کے سامنے ہنستے رہے وہ چلی گئی تو اس کا بھائی آیا حضرتؐ نے اس کے ساتھ وہ سلوک نہ کیا جو کہ اس کی بہن سے کیا تھا۔

عرض کیا گیا اے اللہ کے رسولؐ آپ نے اس کے بہن کے ساتھ وہ سلوک کیا ہے جو خود اس کے ساتھ نہیں کیا حالانکہ وہ مرد ہے، مراد یہ ہے کہ وہ اپنی بہن کی نسبت اس قسم کی محبت و التفات کا زیادہ مستحق ہے، فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے ماں باپ سے زیادہ نیکی کرتی تھی۔

اور ابراہیم بن شعیب سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہمارا والد بوڑھا ہوگیا ہے اور اس میں کمزوری آگئی ہے جب اس کو حاجت بول و براز ہو تو ہم اسے اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ فرمایا اگر ہو سکے تو یہ کام تو کیا کر، یعنی اس کو حاجت کے وقت اٹھا کر لے جا، اور اپنے ہاتھ سے اسے لقمہ کھلا، کیونکہ یہ چیز تیرے لیے جہنم کی آگ سے ڈھال ہے۔

اور شیخ صدوق نے حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ جو چاہتا ہے کہ خداوند عالم اس کے لیے سکرات موت کو آسان کر دے اسے چاہیے کہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرے اور اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے، پس جب ایسا کرے گا تو خداوند عالم اس کے لیے سکرات موت کو آسان کر دے گا، اور وہ کبھی دنیا میں پریشان نہیں ہوگا۔

بائیسواں واقعہ: شیخ حسین آل رحیم کا آنحضرت کی ملاقات سے مشرف ہونا۔

شیخ عالم فاضل شیخ باقر نجفی فرزند عالم عابد شیخ ہادی کاظمی معروف بآل طالب نے نقل کیا ہے کہ نجف اشرف میں ایک مرد مومن تھا اس خانوادہ سے جو آل رحیم کے نام سے مشہور تھا کہ جسے شیخ حسین رحیم کہتے تھے، نیز ہمیں خبر دی ہے، عالم فاضل وعابد کامل مصباح الاتقیاء شیخ طہٰ نے جو کہ جناب عالم جلیل وزاہد وعابد بے عدیل شیخ حسین نجف کی آل میں سے ہیں اور اس وقت مسجد ہندی میں پیش نماز ہیں اور تقویٰ وصلاح اور فضل میں مقبول خاص وعام ہیں کہ شیخ حسین مذکور شخص پاک طینت وفطرت اور مقدسین مشتغلین میں سے تھا اور وہ سینہ کی بیماری وکھانسی میں مبتلا تھا کہ جس کی وجہ سے اس کے سینہ سے بلغم کے ساتھ خون آتا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ انتہائی فقر وفاقہ اور پریشانی میں مبتلا تھا اور مذیادہ تر وہ اعراب بادیہ نشین کے ساتھ تحصیل قوت کے لیے جانا چاہیے وہ جو ہی کیوں نہ ہوتے جو کہ نجف کے اطراف میں ساکن تھے اور اس بیماری اور فقر کے باوجود اس کا دل اہل نجف میں سے ایک عورت کی طرف مائل تھا اور جتنی اس نے اس کی خواستگاری کی اس کے رشتہ دار اس کے فقر کی وجہ سے اسے نہیں دیتے تھے اور اس وجہ سے بھی اس کا غم شدید تھا اور جب بیماری فقر وفاقہ اور اس عورت سے شادی کرنے کی مایوسی نے اس کا معاملہ سخت کر دیا تو اس نے ارادہ کیا اس عمل کو کرنے کا جو کہ اہل نجف کے ہاں مشہور ہے کہ جس کو کوئی سخت مشکل درپیش ہو تو وہ چالیس بدھ رات کو اس عمل کی پابندی کرے تو لامحالہ حضرت حجۃ عجل اللہ فرجہ سے اس طرح ملاقات کرے گا کہ انہیں نہیں پہچان سکے گا اور اس کا مقصد پورا ہوگا۔

مرحوم شیخ باقر نجفی نقل کرتے ہیں کہ شیخ حسین نے کہا کہ میں نے چالیس بدھ رات کو اس عمل پر مواظبت کی اور اسے لگاتار کرتا رہا، جب آخری بدھ رات آئی اور وہ سردیوں کی تاریک رات تھی اور تیز آندھی چل رہی تھی کہ جس کے ساتھ کچھ بوندا باندی بھی تھی اور میں اس چبوترے پر بیٹھا تھا جو مسجد کے دروازے کے اندر ہے اور وہ مشرقی چبوترہ ہے جو پہلے دروازے کے مدمقابل ہے جو اس شخص کی بائیں طرف کو پڑتا ہے جو مسجد میں داخل ہو، بسبب اس خون کے جو میرے سینہ سے نکلتا تھا مسجد میں داخل ہونے پر قادر نہیں تھا اور میرے پاس کوئی چیز نہیں تھی کہ جس میں سینہ کا بلغم جمع کرتا اور اس کو مسجد میں ڈالنا بھی درست نہیں تھا اور کوئی ایسی چیز بھی نہیں تھی کہ جو مجھ سے سردی کو روکتی، لہٰذا میرا دل تنگ اور غم واندوہ بڑھ گیا اور دنیا میری آنکھوں کے سامنے تیرہ وتاریک ہوگئی، اور میں سوچتا کہ راتیں پوری ہوگئیں اور یہ آخری رات ہے نہ میں نے کسی کو دیکھا اور نہ میرے لیے کوئی چیز ظاہر ہوئی اور یہ سب مشقت اور رنج عظیم میں نے جھیلا اور بار زحمت وخوف اپنے کندھے پر ڈالا کہ چالیس راتیں میں نجف سے کوفہ آتا رہا اور اس حالت میں سوائے یاس وحسرت کے میرے لیے کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا، میں اس معاملہ میں متفکر تھا اور مسجد میں کوئی بھی نہیں تھا میں نے کافی گرم کرنے کے لیے آگ جلائی جو کافی میں نجف سے لے کر آیا تھا اور مجھے اس کی عادت تھی، وہ بہت کم تھی، اچانک میں نے دیکھا کہ ایک شخص مسجد کے پہلے دروازے کی طرف سے میری طرف آرہا ہے جب میں نے اسے دور سے دیکھا تو میری طبیعت بگڑ گئی اور اپنے دل میں کہا کہ یہ عرب اطراف مسجد کے رہنے والوں میں سے ہے، میرے پاس اس لیے آرہا

ہے کہ وہ کافی پئے اور میں آج رات اس کے بغیر رہ جاؤں گا اور اس تاریک رات میں میرا ہم وغم زیادہ ہو جائے گا، میں اسی فکر میں تھا کہ وہ میرے قریب پہنچ گیا مجھے سلام کیا میرا نام لیا اور میرے سامنے بیٹھ گیا مجھے تعجب ہوا اس پر کہ وہ میرا نام جانتا ہے میں نے گمان کیا کہ شاید یہ ان لوگوں میں سے ہے جو نجف کے اطراف میں رہتے ہیں اور جن کے پاس میں کبھی کبھار جایا کرتا تھا، پس میں نے اس سے پوچھا کہ وہ عرب کے کس طائفہ اور گروہ میں سے ہے، اس نے کہا کہ میں ان میں سے بعض میں سے ہوں، پس میں نے ان طوائف میں سے ہر ایک کا نام لیا جو کہ اطراف نجف میں ہیں تو اس نے کہا کہ میں ان میں سے نہیں ہوں تو مجھے غصہ آ گیا اور مذاق کے طور پر کہا ہاں تو طریطرہ میں سے ہے، اور اس لفظ کا کوئی معنی نہیں، پس اس نے میری اس بات پر تبسم کیا اور کہا کہ تیرے لیے کوئی حرج نہیں میں جہاں بھی ہوں تجھے کون سی چیز محرک بنی ہے کہ تو یہاں آیا ہے، میں نے کہا کہ تیرے لیے بھی ان امور کے متعلق سوال کرنا نفع بخش نہیں ہے، فرمایا تو اس میں کون سا ضرر ہے کہ مجھے بتا دے، پس مجھے اس کے حسن و اخلاق اور شیرینی زبان سے تعجب ہوا اور میرا دل اس کی طرف مائل ہوا اور یہ حالت ہوگی کہ جتنی وہ باتیں کرتا میری محبت اس سے بڑھتی جاتی، پس میں نے پائپ میں تمبا کو رکھ کر اس کے لیے تیار کیا وہ کہنے لگا کہ تم پیو میں نہیں پیتا، میں نے اس کے لیے پیالی میں کافی ڈالی اور اسے دی وہ لے لی۔ اور اس میں سے تھوڑی سی پی کر باقی مجھے دے کر کہا تم پی لو، میں نے وہ پی لی اور اس طرف متوجہ نہ ہوا کہ اس نے ساری نہیں پی ہے اور مجھے رفتہ رفتہ اس سے زیادہ محبت ہوتی جا رہی تھی۔ پس میں نے کہا اے بھائی خداوند عالم نے تجھے آج رات میرے پاس بھیجا ہے تا کہ میرا مونس ہو، کیا میرے ساتھ چلتا نہیں کہ ہم جناب مسلم کے مقبرہ میں جا بیٹھیں، کہا کہ تمہارے ساتھ میں آؤں گا، اب اپنی بات بتاؤ۔

میں نے کہا کہ بھائی تجھے میں اپنی حقیقت واقعہ بتاتا ہوں کہ میں نے جب سے اپنے آپ کو پہچانا ہے میں انتہائی فقیر و محتاج ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ چند سال سے میرے سینہ سے خون آتا ہے اور اس کا علاج مجھے معلوم نہیں اور میری بیوی بھی نہیں ہے اور میرا دل نجف اشرف میں میرے محلہ کی ایک عورت کی طرف مائل ہے اور چونکہ میرے پاس کچھ نہیں لہذا اس کا حاصل کرنا بھی میرے بس میں نہیں، اور مجھے ان ملاؤں نے دھوکہ دیا ہے اور کہا ہے کہ اپنے حوائج کے لیے جناب صاحب الزمان علیہ السلام کی طرف متوجہ ہو اور چالیس بدھ کی راتیں مسجد کوفہ میں گزار آنحضرتؑ کو دیکھے گا اور وہ تیری حاجت کو پورا کریں گے اور یہ آخری بدھ رات ہے اور میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی اور یہ سب زحمت و تکلیف ان راتوں میں برداشت کی ہے، یہ سبب ہے میرے یہاں آنے کی زحمت کرنے کا اور یہ ہیں میرے حوائج، پس آپؑ نے فرمایا تیرا سینہ تو درست و عافیت پذیر ہو گیا ہے اور وہ عورت بھی تجھے مل جائے گی، باقی رہا تیرا فقر و فاقہ تو وہ مرتے دم تک تیرے ساتھ رہے گا، اور میں اس بیان و تفصیل کی طرف ملتفت نہ ہوا۔

پس میں نے کہا کہ جناب مسلم کی طرف نہیں جائیں گے، فرمایا اٹھ کھڑا ہو پس میں کھڑا ہو گیا اور وہ میرے آگے چلنے لگے جب مسجد میں وارد ہوئے تو کہنے لگے کیا دو رکعت نماز تحیۃ مسجد نہ پڑھ لیں میں نے کہا کہ پڑھ لیتے ہیں، پس آپؑ شاخص کے پاس کھڑے ہو گئے جو کہ مسجد کے درمیان میں ایک پتھر ہے اور میں کچھ فاصلہ پر ان کے پیچھے کھڑا ہوا، پس میں نے تکبیر الاحرام کہی اور

سورۃ فاتحہ پڑھنے میں مشغول ہوا کہ اچانک میں نے ان کی قرائت فاتحہ سنی، اور میں نے کبھی اس قسم کی قرائت کسی سے نہیں سنی تھی، پس میں نے ان کے حسن قرائت سے اپنے دل میں کہا کہ شاید وہ صاحب الزمان علیہ السلام ہی ہیں اور میں نے کچھ ان کلمات بھی سنے جو اس پر دلالت کرتے ہیں، اس وقت میں نے ان کی طرف نگاہ کی، اس احتمال کے میرے دل میں خطور کرنے کے بعد جب کہ آپؑ نماز میں تھے میں نے دیکھا کہ ایک نور عظیم نے آپ کا احاطہ کیا ہوا ہے اس طرح کہ وہ مانع ہو گیا آنحضرتؑ کے شخص شریف کی تشخیص سے اور وہ اس حالت میں مشغول نماز تھے اور میں آپؑ کی قرائت سن رہا تھا اور میرا بدن کانپ رہا تھا اور آنحضرتؑ کی وجہ سے نماز کو بھی نہیں توڑ سکتا تھا، پس جس طرح ہوا میں نے نماز کو ختم کیا اور وہ نور زمین سے اوپر کی طرف جا رہا تھا، پس میں گریہ وزاری میں اس بے ادبی سے جو کہ میں نے مسجد میں آنجنابؑ سے کی تھی عذر خواہی میں مشغول تھا، اور عرض کیا اے میرے آقا آپ کا وعدہ سچا ہے کہ آپؑ نے مجھ سے کہا تھا کہ جناب مسلم کی قبر کی طرف مل کر جائیں گے، میں یہ باتیں کر ہی رہا تھا کہ وہ نور قبر مسلم کی طرف متوجہ ہوا، پس میں نے بھی اس کی پیروی کی اور وہ نور جناب مسلم کے گنبد میں داخل ہو گیا اور گنبد کی فضا میں برقرار ہوا اور وہ اس طرح رہا اور میں گریہ وندبہ میں مشغول تھا یہاں تک کہ صبح ہوئی اور وہ نور آسمان کی طرف عروج کر گیا، جب صبح ہوئی تو میں آپؑ کے کلام کی طرف ملتفت ہوا کہ تیرا سینہ شفایاب ہو گیا ہے میں نے دیکھا کہ میرا سینہ صحیح ہے اور بالکل کھانسی نہیں آتی، اور ایک ہفتہ نہیں گزرا تھا کہ اس لڑکی کے ساتھ میری شادی کے اسباب مہیا ہو گئے، ایسے ذریعہ سے کہ جس کا مجھے وہم وگمان ہی نہ تھا اور فقر وفاقہ اپنی حالت پر باقی ہے جس طرح کہ آنحضرتؑ نے فرمایا تھا۔ والحمد للہ

تیئسواں واقعہ: آنحضرتؑ کا عنیزہ کے عربوں کو زائرین کے راستہ سے ہٹانا۔

مجھے مشافہۃً اور آمنے سامنے خبر دی ہے سید الفقہاء واستاد العلماء عالم ربانی جناب آقا سید مہدی قزوینی ساکن حلہ نے فرمایا کہ میں چودہ شعبان کے دن حلہ سے امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے قصد سے پندرہویں شعبان کی رات کے لیے روانہ ہوا، پس جب ہم شط ہندیہ کے پاس پہنچے اور اس کی مغربی جانب کو عبور کیا تو ہم نے دیکھا کہ وہ زوار جو حلہ اور اطراف حلہ ونجف اشرف سے آئے ہوئے تھے وہ سب محصور ہیں قبائل ہندیہ میں سے بنی طرف کے گھروں میں اور ان کے لیے کربلا جانے کا کوئی راستہ نہیں ہے، کیونکہ قبیلہ عنیزہ راستہ میں اترا ہوا تھا اور انہوں نے آنے جانے والوں کا راستہ بند کر دیا تھا اور وہ نہ کسی کو کربلا جانے دیتے اور نہ آنے دیتے تھے، مگر یہ کہ اسے لوٹ لیتے۔ فرماتے ہیں کہ میں ایک عرب کے ہاں اترا اور ظہر وعصر کی نماز ادا کی اور میں بیٹھ کر اس انتظار میں تھا کہ زائرین کا کیا بنے گا اور آسمان بھی ابر آلود تھا اور تھوڑی تھوڑی بارش ہو رہی تھی، پس اسی حالت میں کہ ہم بیٹھے تھے اچانک دیکھا کہ تمام زائرین گھروں سے نکل آئے ہیں اور کربلا کی طرف متوجہ ہوئے، پس ایک شخص سے میں نے کہا جو کہ میرے ساتھ تھا جا کر پتہ کرو، کیا بات ہے وہ باہر گیا اور واپس آ کر کہا کہ قبیلہ بنی طرف آتشیں اسلحہ لے کر باہر نکل آئے ہیں اور انہوں نے یہ کام اپنے ذمہ لے لیا ہے کہ وہ زائرین کو کربلا پہنچائیں چاہے معاملہ قبیلہ عنیزہ سے جنگ تک کیوں نہ پہنچ جائے پس جب میں نے یہ

گفتگو سنی تو ان لوگوں سے کہا جو میرے ساتھ تھے کہ یہ بات بے بنیاد ہے کیونکہ قبیلہ بنی طرف میں قبیلہ عنیزہ سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے، اور میں گمان کرتا ہوں کہ یہ ان کی طرف سے زائرین کو اپنے گھروں سے نکال دینے کا بہانہ ہے، چونکہ ان کے لیے زائرین کا ان کے پاس رہنا بوجھ ہے، کیونکہ انہیں مہمانداری کرنی پڑتی ہے، پس ہم اسی حالت میں تھے کہ زائرین ان کے گھروں کی طرف پلٹ آئے اور معلوم ہوا کہ حقیقت حال وہی تھی جو میں نے بیان کی تھی، پس زائرین ان کے گھروں میں نہ گئے بلکہ ان کے گھروں کے سائے میں بیٹھ گئے اور آسمان بھی ابر آلود تھا، پس مجھے ان کی حالت پر سخت رقت طاری ہوئی اور انکسار عظیم مجھ پر طاری ہوا، لہذا میں خداوند عالم کی طرف دعا اور توسل محمد وآل محمد صلوات اللہ علیہم کے ساتھ متوجہ ہوا اور میں نے خدا سے زائرین کے لیے اس مصیبت و بلا کے سلسلہ میں فریاد کی کہ جس میں وہ مبتلا تھے، پس ہم اس حالت میں تھے کہ ہم نے ایک گھڑسوار کو دیکھا کہ وہ ایک بہترین گھوڑے پر آرہا ہے جو کہ مثل ہرن کے ہے، اور اس کے ہاتھ میں طویل نیزہ ہے اور اس نے آستین الٹی ہوئی ہیں اور گھوڑا دوڑا رہا ہے، یہاں تک کہ وہ آکر اس گھر کے پاس کہ جس میں میں ٹھہرا ہوا تھا کھڑا ہو گیا۔ اور وہ گھر بالوں سے بنا ہوا تھا کہ جس کے اطراف اوپر کو کئے ہوئے تھے پس اس نے سلام کیا اور ہم نے سلام کا جواب دیا پھر میرا نام لے کر فرمایا:

مولانا مجھے اس نے بھیجا ہے جو کہ آپ کی طرف سلام بھیجتا ہے اور وہ ہے کنج محمد آغا اور صفر آغا اور وہ دونوں افواج عثمانیہ کے صاحب منصب افسر ہیں اور وہ کہہ رہے ہیں کہ زائرین آجائیں ہم نے عنیزہ قبیلہ کو راستہ سے ہٹا دیا ہے اور ہم سلیمانیہ کے بن پر سڑک کے اوپر لشکر سمیت زائرین کے منتظر ہیں، پس میں نے اس شخص سے کہا کہ آپ پشتہ سلیمانیہ تک ہمارے ساتھ رہیں گے۔

فرمایا کہ ہاں، پس میں نے گھڑی جیب سے نکالی دیکھا کہ تقریباً اڑھائی گھنٹے دن باقی ہے، پس میں نے کہا کہ میرا گھوڑا لایا جائے تو وہ عرب بدوی کہ جس کے مکان میں ہم ٹھہرے ہوئے تھے مجھ سے لپٹ گیا اور کہنے لگا اے میرے مولا و سردار اپنے آپ کو اور ان زائرین کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ آج رات ہمارے پاس رہو یہاں تک کہ معاملہ واضح ہو جائے میں نے ان سے کہا کہ سوار ہونے کے علاوہ زیارت مخصوصہ کے حاصل کرنے کے لیے کوئی چارہ کار نہیں، جب زائرین نے دیکھا کہ ہم سوار ہو گئے ہیں تو انہوں نے بھی پیادہ و سوار ہمارے پیچھے پیچھے چلنا شروع کر دیا، پس ہم چل پڑے اور وہ سوار مثل شیر بیشہ کے ہمارے آگے آگے تھا اور ہم اس کے پیچھے جا رہے تھے یہاں تک کہ ہم پشتہ سلیمانیہ تک پہنچے، وہ سوار اوپر چڑھا تو ہم بھی اس پر چڑھ گئے اس وقت وہ نیچے اترا اور ہم نے بھی پشتہ کے اوپر جانے تک اس کی متابعت کی، پھر ہم نے دیکھا تو سوار کا کوئی اثر و نشان نہیں گویا وہ آسمان کے اوپر چلا گیا یا زمین میں اتر گیا اور وہاں رئیس لشکر کو دیکھا اور نہ لشکر نظر آیا۔

پس میں نے ان اشخاص سے کہا کہ جو میرے ساتھ تھے کہ تمہیں شک ہے کہ وہ صاحب الامر علیہ السلام تھے، کہنے لگے نہیں خدا کی قسم اور میں نے اس وقت اس بزرگوار میں بہت تامل اور غور کیا، جب وہ ہمارے سامنے جا رہے تھے کہ گویا میں نے اس سے پہلے بھی آپ کو دیکھا ہوا ہے، لیکن میرے دل میں نہیں آتا تھا کہ انہیں کب دیکھا تھا، پس جب وہ ہم سے الگ ہو گئے تو مجھے یاد آیا کہ یہ وہی شخص ہیں کہ جو حلہ میں میرے مکان پر آئے تھے اور مجھے سلیمانیہ کا واقعہ بتایا تھا، اور باقی رہا عنیزہ تو ہمیں ان کے مکانوں میں

ان کا اثر و نشان نظر نہ آیا اور نہ کوئی آدمی نظر آیا کہ جس سے ہم ان کے حالات پوچھتے، سوائے اس کے کہ ہم نے بیابان کے وسط میں سخت قسم کا غبار اڑتے ہوئے دیکھا، پس ہم کربلا پہنچے اور ہمیں ہمارے گھوڑے بڑی تیزی سے لئے جا رہے تھے اور جب ہم شہر کے دروازے پر پہنچے تو دیکھا کہ لشکر قلعہ کے اوپر کھڑا ہے، پس وہ ہم سے کہنے لگے کہ تم کہاں سے آئے ہو اور کس طرح پہنچے ہو، اس وقت ان کی نگاہ زائرین پر پڑی وہ کہنے لگے سبحان اللہ یہ صحرا زائرین سے پُر ہو گیا ہے، عنیزہ قبیلے کہاں گئے تو میں نے ان سے کہا کہ تم شہر میں بیٹھے رہو اور اپنی خوراک اور تنخواہ لیتے رہو۔"ولمکۃ رب یرعاھا" اور مکہ و کعبہ کا رب اس کی حفاظت کرے گا اور یہ جناب عبدالمطلب کی گفتگو کا مضمون ہے کہ جب آپ حبشہ کے بادشاہ کے پاس اپنے اونٹ لینے کے لیے گئے جنہیں اس کا لشکر لے گیا تھا تو بادشاہ کہنے لگا تو نے کعبہ کی خلاصی کا سوال مجھ سے کیوں نہیں کیا کہ میں لشکر واپس لے جاؤں، فرمایا میں اپنے اونٹوں کا مالک ہوں اور مکہ کا مالک اس کی حفاظت کرے گا۔الخ

اس وقت ہم شہر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ آغا تخت پر دروازے کے قریب بیٹھا ہے، پس میں نے سلام کیا تو وہ میرے سامنے کھڑے ہو گیا، میں نے اس سے کہا کہ تیرے لیے یہی فخر کافی ہے کہ تو اس زبان مبارک پر مذکور ہوا ہے، وہ کہنے لگا واقعہ کیا ہے تو میں نے اس کے لیے پورا واقعہ بیان کیا۔

وہ کہنے لگا کہ اے میرے آقا مجھے کیسے معلوم تھا کہ آپ زیارت کے لیے آ رہے ہیں ورنہ آپ کے پاس قاصد بھیجتا کہ میں اور میرا لشکر پندرہ دن سے اس شہر میں محصور ہے اور عنیزہ قبیلہ کے خوف سے باہر نکلنے کی قدرت نہیں رکھتے، اس وقت کہنے لگا کہ قبیلہ عنیزہ کہاں گیا ہے۔

میں نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں سوائے اس کے کہ سخت قسم کا غبار ہم نے صحرا کے وسط میں دیکھا ہے کہ گویا ان کے کوچ کرنے کا غبار ہے، اس وقت میں نے گھڑی نکال کر دیکھی تو ڈیڑھ گھنٹہ دن رہتا تھا گو ہم نے سارا سفر ایک گھنٹہ میں طے کیا تھا، حالانکہ قبیلہ بنی طرف کے گھروں سے لے کر کربلا تک تین فرسخ تھے، پس ہم نے رات کربلا میں بسر کی۔ جب صبح ہوئی تو ہم نے قبیلہ عنیزہ کے متعلق پوچھ گچھ کی، ایک زمیندار نے خبر دی جو کہ کربلا کے باغوں میں رہتا تھا کہ اس اثناء میں کہ عنیزہ اپنے گھروں اور خیموں میں بیٹھے تھے کہ اچانک ایک سوار ان کے سامنے ظاہر ہوا جو موٹے تازہ عمدہ گھوڑے پر سوار تھا اور اس کے ہاتھ میں طویل نیزہ تھا، پس اس نے بلند آواز سے انہیں پکار کر کہا کہ تحقیق موت تمہارے سروں پر پہنچ گئی، حکومت عثمانیہ کی فوج پیادہ و سوار نے تمہاری طرف رخ کیا ہوا ہے اور وہ ابھی میرے پیچھے آ رہے ہیں، پس کوچ کر جاؤ اور مجھے امید نہیں کہ ان سے نجات حاصل کر سکو گے، پس خداوند عالم نے خوف و ذلت ان پر مسلط کر دی، یہاں تک کہ ایک شخص اپنا کچھ سامان چلنے میں جلدی کی وجہ سے چھوڑ دیتا تھا، پس ایک گھنٹہ نہیں گزرا ہوگا کہ وہ تمام کے تمام کوچ کر گئے اور وہ بیابان کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے ، پس میں نے اس سے کہا کہ اس سوار کے اوصاف میرے لیے نقل کرو، جب اس نے اوصاف بیان کئے تو میں نے دیکھا کہ بعینہ وہی سوار ہے جو کہ ہمارے ساتھ تھا۔ والحمد للہ رب العالمین والصلوۃ علی محمد وآلہ الطاہرین۔

مولف کہتا ہے یہ کرامات و مقامات اس سید مرحوم سے بعید نہ تھے، کیونکہ انہوں نے علم وعمل میراث میں پایا تھا اپنے عم اجل جناب سید باقر سابق الذکر سے جو کہ اپنے ماموں جناب بحر العلوم اعلی اللہ مقامہ کے راز دان اوران کے چچا محترم نے ان کی تربیت فرمائی اور مخفی امور اور اسرار پر مطلع کیا، یہاں تک کہ وہ اس مقام پر پہنچے کہ جس کے گرد انکار نہیں پہنچ سکتے تھے، اوران میں فضائل و مناقب کی اتنی مقدار جمع ہوگئی کہ جو ان کے علاوہ دوسرے علماء ابرار میں جمع نہیں ہوئی، پہلی فضیلت یہ ہے کہ وہ مرحوم بعد اس کے کہ نجف اشرف سے حلہ کی طرف ہجرت کر گئے اور وہاں رہائش پذیر ہوئے اور لوگوں کو ہدایت اور اظہار حق اور ازحاق باطل شروع کیا تو آپ کی دعوت کی برکت سے داخل وخارج حلہ سے ایک لاکھ سے زیادہ عرب شیعہ مخلص اثناعشری ہو گئے اور انہوں نے خود اس حقیر سے فرمایا کہ جب میں حلہ میں گیا تو وہاں کے شیعہ علائم امامیہ اور شعار شیعہ مخلص اثناءعشری ہو گئے اور انہوں نے خود اس حقیر سے فرمایا کہ جب میں حلہ میں گیا تو وہاں کے شیعہ علائم امامیہ اور شعار شیعہ میں سے سوائے اس کے کہ اپنے مردوں کو نجف اشرف لے جاتے تھے اور کچھ نہیں رکھتے تھے اور باقی احکام وآثار سے عاری وخالی تھے یہاں تک کہ اعداء خدا پر جراء کرنے سے ان کی ہدایت کی وجہ سے صلحاء وابرار ہو گئے اور یہ بہت بڑی فضیلت ہے جو کہ ان کے خصائص میں سے ہے۔

دوسری چیز کمالات نفسانیہ اور صفات انسانیہ جو کہ آنجنابؒ میں تھے صبر وتقویٰ ورضا وتحمل مشقت عبادت وسکون نفس اور ہمیشہ ذکر خدا میں مشغول رہتا اور کبھی بھی اپنے گھر میں اپنے اہل وعیال وخدمت گاروں سے حاجات میں سے کوئی چیز نہیں مانگتے تھے، مثلاً صبح وشام کا کھانا کافی اور چائے اور حقہ ان چیزوں کے اوقات میں باوجودیکہ انہیں اس کی عادت نہیں حالانکہ تمکن وثروت و سلطنت ظاہری وغلام اور کنیزیں سب ہی موجود تھیں، اگر وہ ان چیزوں کی مواظبت ومراقبت اور دیکھ بھال نہ کرتے اور ہر چیز وقت پر نہ پہنچاتے تو بسا اوقات دن ورات ان چیزوں کے استعمال کئے بغیر گزر جاتے دعوت قبول کرتے اور ولیموں اور مہمانوں میں حاضر ہوتے، لیکن کتابیں اپنے ساتھ لے جاتے اور مجلس کے ایک کونے میں اپنی تالیف میں مشغول رہتے اور مجلس کی باتوں کی انہیں کچھ خبر نہ ہوتی، مگر یہ کہ کوئی مسئلہ پوچھیں تو اس کا جواب دیتے اور اس مرحوم کا طریقہ ماہ رمضان میں یہ ہوتا تھا کہ نماز مغرب جماعت کے ساتھ مسجد میں پڑھاتے اور اس وقت نوافل مقررہ مغرب جو کہ ماہ رمضان کی ہزار رکعت میں سے پورے مہینہ پر تقسیم شدہ ہیں ان کی اس مقدار کو ادا کرتے جو اس کے حصہ میں آتی اور پھر گھر جا کر افطار کرتے اور مسجد میں واپس جاتے اور اسی طریقہ پر نماز عشاء پڑھتے اور گھر آجاتے اور لوگ جمع ہو جاتے تو پہلے قاری حسن صوت اور حسن قرأت کے ساتھ قرآن کی کچھ آیات (جو وعظ ونصیحت وزجر وتہدید وتخویف سے تعلق رکھتیں) اس طرح پڑھتے جو سخت دلوں کو نرم اور خشک آنکھوں کو تر کر دیتیں، پھر کوئی دوسرا اسی نہج پر نہج البلاغہ کا کوئی خطبہ پڑھتا، پھر تیسرا مصائب ابی عبداللہ الحسین علیہ السلام پڑھتا، اس وقت صالحین میں سے کوئی شخص ماہ مبارک رمضان کی دعائیں پڑھنے لگتا اور دوسرے اس کے ساتھ سحری کھانے کے وقت تک پڑھتے رہتے، پھر ہر ایک اپنے گھر چلا جاتا، خلاصہ یہ کہ مواظبت و مراقبت اوقات اور تمام نوافل وسنن وقرائت میں وہ اپنے زمانہ میں آیت اور حجت تھے، حالانکہ وہ بڑھاپے کے انتہائی سن کے پہنچے ہوئے تھے، اور میں سفر حج میں جاتے اور آتے وقت اس مرحوم کے ساتھ تھا اور مسجد غدیر وجحفہ میں ہم نے ان کی اقتداء میں نماز پڑھی

اورواپسی پرسماوہ سے تقریباپانچ فرسخ باقی تھے کہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۰۰ ہجری داعی حق کو لبیک کہااور نجف اشرف میں اپنے عم مکرم کے پہلو میں دفن ہوئے اوران کی قبر کے اوپر قبہ عالیہ بنایا گیااوران کی وفات کے وقت بہت سے موالف ومخالف لوگوں کی موجوگی میں ان کی قوت ایمانیہ وطمانینہ واقبال وصدق یقین کاوہ مقام ظاہر ہوا کہ جس سے سب کو تعجب ہوااور کرامت باہرہ جو سب پر ظاہر ہوئی۔

اور تیسری چیز ان کی بہت سی فقہ واصول وتوحید وامامت وکلام وغیرہ میں عمدہ تصانیف ہیں جن میں ایک کتاب ہے کہ جس میں ثابت کیا ہے کہ شیعہ ہی فرقہ ناجیہ ہے جو کہ کتب نفیسہ میں سے ہے۔

طوبی لہ وحسن مآب، طوبی ہے اس کے لیے اور بہترین برگشت

چھٹی فصل

چند وظائف وتکالیف کا تذکرہ کہ جو بندگان خدا امام عصر صلوات اللہ علیہ کی نسبت رکھتے ہیں

آداب بندگی اور رسوم فرمانبرداری کہ جنہوں نے زیر فرمان واطاعت آنجناب اپنا سر نیچا کیا ہے اور جو خود کو عبد اطاعت اور ان کے وجود مبارک کے خوان احسان کا ریزہ چیں سمجھتے ہیں اور اسی ذات والاصفات ومعظم کو اپنا امام اور فیضات الٰہیہ نعمات غیر متناہیہ دینوی واخروی کے پہنچنے کا واسطہ وذریعہ قرار دیتے ہیں اور ان میں سے چند چیزیں بیان ہوں گی۔

پہلی خبر! غیبت کے دنوں میں آنجنابؑ کے لیے مہموم ومغموم رہنا، اس کے متعدد اسباب ہیں ایک تو آپؑ کا محجوب وپوشیدہ ہونا اور ان کے دامان وصال تک دسترس کا نہ ہونا اور اس کے نور جمال سے آنکھوں کا روشن نہ ہونا، کتاب عیون میں امام رضاؑ سے روایت ہے کہ آپؑ نے آپؑ کے متعلق ایک خبر کے ضمن میں فرمایا، کتنی مومن عورتیں اور مومن مرد متاسف وحیران ومحزون ہوں گے ماءمعین (جاری پانی) کے مفقود ہونے کے وقت یعنی حضرت حجۃ علیہ السلام اور دعائے ندبہ میں ہے کہ مجھ پر گراں ہے کہ مخلوق کو دیکھتا ہوں اور آپؑ نظر نہیں آتے اور آپؑ کی آواز اور راز کو میں نہیں سن سکتا اور میرے لیے گراں ہے کہ مجھے چھوڑ کر بلا آپؑ کا احاطہ کرے اور میرا نالہ وشکایت آپ تک نہ پہنچے میری جان قربان ہو آپؑ پر اے وہ غائب جو ہم سے کنارہ کش نہیں ہے اور میری جان فدا ہو آپؑ پر اے دور کئے ہوئے جبکہ آپ نے ہم سے دوری اختیار نہیں کی میری جان قربان ہو آپؑ پر کہ جو ہر مشتاق وآرزومند مرد وعورت کی آرزو ہے جو آپؑ کو یاد کرتے اور آپ پر گریہ ونالہ کرتے ہیں اور میرے لیے گراں ہے کہ میں آپؑ پر گریہ کروں اور باقی لوگ آپ سے

دست بردار ہوں آخر دعا تک جو کہ نمونہ ہے اس شخص کے دردِ دل کا کہ جس نے آپ کا صہبائے محبت کا جام پیا ہے اور دوسرا اس سلطان عظیم الشان کا رتق وفتق (نظم ونسق) احکام جاری کرنے اور حقوق وحدود کے نفوذ سے ممنوع ہونا اور اپنا حق دوسروں کے ہاتھ میں دیکھنا۔ حضرت باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے عبداللہ بن ظبیان سے فرمایا کہ مسلمانوں کی کوئی عید نہیں نہ عید قربان اور نہ فطر، مگر یہ کہ خداوند عالم آل محمد علیہم السلام کے حزن کو تازہ کر دیتا ہے، راوی نے پوچھا کس لیے فرمایا چونکہ یہ حضرات اپنا حق دوسروں کے ہاتھ میں دیکھتے ہیں اور دوسرے دین مبین کے باطلی چوروں کا کمین گاہ سے باہر آجانا اور عوام کے دلوں میں شکوک وشبہات کا ڈالنا، بلکہ خواص کے تاکہ وہ گروہ در گروہ ہو کر دین خدا سے نکل جائیں اور سچے علماء کا اپنے علم کے اظہار سے عاجز ہونا اور صادقین علیہم السلام کا وعدہ سچا نکلا ہے کہ ایک ایسا وقت آئے گا کہ مومن کے لیے اپنے دین کی نگہداشت آگ کے انگارے کو ہاتھ میں رکھنے سے زیادہ مشکل ہوگی۔

شیخ نعمانی نے عمیرہ بن نفیل سے روایت کی ہے وہ کہتی ہے کہ میں نے حسین بن علی علیہ السلام کو یہ کہتے سنا کہ وہ امر نہیں ہوگا کہ جس کے تم منتظر ہو جب تک کہ تم میں سے بعض دوسرے بعض سے بیزاری اختیار نہ کریں اور ایک دوسرے کے منہ پر نہ تھوکے اور ایک دوسرے کے خلاف کفر کی گواہی نہ دیں اور بعض دوسرے بعض کو لعنت نہ کریں۔ پس میں نے آنجنابؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ اس زمانہ میں کوئی اچھائی نہیں، حسین علیہ السلام نے فرمایا تمام خیر وخوبی اسی زمانہ میں ہے ہمارا قائم خروج کرے گا اور ان تمام کو دفع کرے گا اور نیز جناب صادق علیہ السلام سے اسی مضمون کی روایت نقل کی ہے اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے مالک بن حمزہ سے فرمایا اے مالک تیرا کیا حال ہوگا اس وقت جب کہ شیعہ اختلاف کریں گے، اس طرح آپؑ نے اپنی انگلیاں ایک دوسرے میں داخل کر دیں۔ پس میں نے عرض کیا اے امیر المومنین علیہ السلام اس زمانہ میں خیر نہیں ہے، فرمایا ساری اچھائی اس وقت ہے ہمارا قائم خروج کریں گے، پس اس سے آگے ہو جائیں گے اور ستر افراد جو خدا اور رسولؐ پر جھوٹ بولیں گے، اس پر تقدم حاصل کریں گے، پس وہ سب کو قتل کر دے گا، پھر سب لوگوں کو ایک امر پر اکٹھا کر دے گا، اور نیز جناب باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا بے شک اے آل محمدؐ کے شیعہ تمہاری آزمائش ہوگی جس طرح سرمہ کی آزمائش ہوتی ہے آنکھ میں کہ صاحب سرمہ کو معلوم ہوتا ہے جب سرمہ اس کی آنکھ میں ڈالا جارہا ہوتا ہے، لیکن اس کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کس وقت اس کی آنکھ سے خارج ہوا ہے اور اس طرح ہے کہ ایک شخص صبح کرے گا تو ہمارے امر کی شاہراہ پر ہوگا اور شام کرے گا تو اس سے خارج ہو چکا ہوگا اور شام کرے گا ہمارے امر کی شاہراہ پر اور صبح کرے گا درآنحالیکہ اس سے نکلا ہوا ہوگا۔

حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا خدا کی قسم تم شیشہ کی طرح ٹوٹ جاؤ گے اور بے شک ٹوٹا ہوا شیشہ جب دے دیا جائے تو وہ لوٹ آتا ہے اور بے شک تمہیں کوزا کی طرح توڑا جائے گا، لیکن ٹوٹا ہوا کوزہ تو دوبارہ اس طرح ہوسکتا ہے کہ جیسے پہلے تھا اور خدا کی قسم تمہاری بیخ کنی ہوگی اور خدا کی قسم تم جدا وعلیحدہ ہو جاؤ گے۔ اور خدا کی قسم تمہارا امتحان لیا جائے گا یہاں تک کہ تم میں سے تھوڑے سے باقی رہ جائیں گے اور آپ نے اپنی ہتھیلی خالی کر دی اور اس مضمون کی بہت سی روایات روایت کی

ہیں۔ اور شیخ صدوق نے کمال الدین میں امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا گویا میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ اونٹ کی طرح چراگاہ کی تلاش میں گردش کر رہے ہو، پس اسے نہ پا سکو گے اے گروہ شیعہ۔ نیز آنجنابؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے عبد الرحمن بن سیابہ سے فرمایا تم کیسے ہو گے اس زمانے میں جب کہ بغیر امام و ہادی اور نشان کے ہو گے اور تم میں سے ایک دوسرے سے بیزاری اختیار کرے گا تو اس وقت تمہارا امتحان لیا جائے گا اور تم ایک دوسرے سے جدا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤ گے۔ اور نیز صدیر صیرفی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں اور مفضل بن عمر و ابو بصیر و ابان بن تغلب اپنے مولا امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آنحضرتؑ کو دیکھا کہ آپؑ زمین پر خیبری کرتا پہنے ہوئے بیٹھے ہوئے ہیں کہ جس کی آستین چھوٹی تھیں۔ اور شدت اندوہ و غم میں اس عورت کی طرح کہ جس کا فرزند عزیز مر جائے گریہ کر رہے تھے جگر سوختہ کی طرح آثار حزن و ملال و محنت و تکلیف آپ کے چہرہ حق جو سے ظاہر و ہویدا تھے اور آپؑ کی حق بین آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور فرما رہے تھے اے میرے سید تیری غیبت نے میری نیند غائب کر دی اور میری راحت و آرام کو زائل کر دیا ہے۔ اور میرے دل کا چین اور سرور چھین لیا ہے، اے میرے سید تیری غیبت نے میری مصیبت کو دائمی بنا دیا ہے اور تکالیف و مصائب کو مجھ پر پے در پے کر دیا ہے اور میرے آنسو نکلوائے اور نالہ و فغان اور حزن و ملال کو میرے سینہ سے باہر نکالا ہے اور بلائیں مجھ سے متصل کر دی ہیں، سدیر کہتا ہے کہ جب ہم نے حضرتؑ کو اس حالت میں دیکھا تو ہم حیران و پریشان ہو گئے، اور ہمارے دل آپؑ کی جزع و فزع سے قریب تھا کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں، ہم نے گمان کیا کہ آنحضرتؑ کو زہر دے دیا گیا ہے یا زمانہ کی مصیبتوں میں سے کوئی بڑی مصیبت آپؑ پر حادث ہوئی ہے، پس میں نے عرض کیا اے بہترین خلق خدا کبھی بھی آپؑ کی آنکھوں کو نہ رلائے کس حادثہ نے آپؑ کو رلایا ہے اور کون سی حالت رونما ہوئی ہے کہ اس طرح آپؑ ماتم نشین ہیں۔ پس آپؑ نے شدت غم و غصہ و گریہ سے آہ سوزناک دل غمناک سے نکالی اور فرمایا کہ میں نے آج صبح کتاب جفر کو دیکھا اور وہ کتاب علم منایا و بلایا (موتیں اور مصیبتیں) پر مشتمل ہے اور اس میں وہ مصیبتیں بھی مذکور ہیں جو ہمیں پہنچیں گی اور اس میں گزشتہ اور آئندہ قیامت تک کا علم ہے، اور خداوند عالم نے اس علم کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے بعد ائمہ علیہم السلام کے ساتھ مخصوص قرار دیا ہے میں نے اس میں حضرت صاحب الامر علیہ السلام کی ولادت و غیبت اور غیبت کی طوالت اور آپؑ کی عمر کے دراز ہونے اور زمانہ غیبت میں مومنین کا مبتلا ہونے اور لوگوں کے دلوں میں شک و شبہ کے زیادہ پیدا ہونے، آپؑ کی غیبت کے طول کی وجہ سے اور لوگوں کے اپنے دین میں مرتد ہو جانے اور اسلام کی رسی کو اپنی گردن سے نکال پھینکنے کو دیکھ رہا تھا، پس مجھ پر رقت طاری ہو گئی اور مجھ پر حزن و ملال کا غلبہ ہو گیا ہے۔ الخ

اس مقام کے لیے یہی خبر شریف کافی ہے، کیونکہ اگر تحیر و تفریق اور غیبت کے دنوں میں شیعوں کا مبتلا ہونا اور ان کے دلوں میں شکوک کا پیدا ہونا، حضرت صادق علیہ السلام کے گریہ کا سبب بنے۔ اس واقعہ کے وقوع سے سالہا سال پہلے اور وہ آپؑ کی آنکھوں سے نیند کو اڑا دے تو وہ مومن جو اس حادثہ عظیم میں مبتلا ہے اور جو اس بے پایاں گرداب تاریک و امواج میں غرق ہے وہ گریہ و زاری اور نالہ و بے قراری اور حزن و اندوہ دائمی اور بارگاہ باری جل و علا میں تضرع و زاری کا زیادہ مستحق ہے۔

دوسری چیز! جو غیبت کے دنوں میں بندوں کا وظیفہ اور تکلیف شرعی ہے وہ ہر وقت انتظار فرج آل محمدؑ اور ترقب بروز ظہور حکومت قاصرہ اور سلطنت ظاہرہ مہدی آل محمد علیہ السلام اور زمین کا عدل وانصاف سے پر ہونا اور دین مبین کا باقی ادیان پر غالب آنا کہ جس کی خداوند عالم نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی اور وعدہ فرمایا ہے، بلکہ اس کی بشارت تمام انبیاء اور ان کی امتوں کو دی ہے کہ ایک ایسا دن آئے گا کہ جب خدا کے علاوہ کسی کی پرستش وعبادت نہیں کریں گے اور دین کی کوئی ایسی چیز اور حکم نہیں ہوگا جو کسی کے خوف سے پردہ خفا اور ستر وحجاب میں رہ جائے اور مصیبت وشدت حق پرستوں سے دور ہو جائے گی، جیسا کہ مہدی آل محمد علیہم السلام کی زیارت میں ہے۔

السلام علی المهدی الذی وعد الله به الامم ان یجمع به الکلم ویلم به الشعث ویملا به الارض عدلا وقسطا وینجز به وعد المومنین

سلام اس مہدی پر کہ خداوند عالم نے جس کا وعدہ تمام امتوں سے کیا ہے، کہ اس کے وجہ سے وہ کلمات کو جمع کرے گا، یعنی اختلاف درمیان سے اٹھ جائے گا اور ایک دین ہو جائے گا اور وہ زمین کو عدل وداد سے پر کرے گا اور اس کی وجہ سے اس فرج کو نافذ فرمائے گا جس کا مومنین سے وعدہ کیا ہے اور اس فرج عظیم کا ۷۰ ہجری میں وعدہ کیا گیا تھا جس طرح کہ شیخ راوندی نے خرائج میں ابی اسحاق سبیعی سے روایت کی ہے اور اس نے عمرو بن حمق سے جو کہ امیر المومنین علیہ السلام کے صاحبان اسرار میں سے ایک تھے وہ کہتے ہیں کہ میں علی بن ابی طالبؑ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا کہ جب آپؑ کو کوفہ میں ضرب لگی تھی، پس میں نے عرض کیا آپؑ کو اس ضربت سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ فرمایا مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ میں تم سے جدا ہونے والا ہوں۔ اس وقت آپؑ نے فرمایا کہ ۷۰ ہجری تک بلا ومصیبت ہے اور یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔

پس میں نے عرض کیا کہ بلا کے بعد رخاء (آسائش) ہے تو آپؑ نے کوئی جواب نہ دیا اور بے ہوش ہو گئے یہاں تک کہ راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا اے امیر المومنین علیہ السلام آپؑ نے فرمایا ہے کہ ستر ہجری تک بلاء ہے تو کیا بلا کے بعد رخاء وآسائش ہے۔ فرمایا ہاں بے شک بلاء کے بعد رخا ہے اور خداوند عالم جسے چاہتا ہے محو کر دیتا ہے اور ثابت کر دیتا ہے اور اس کے پاس اُم الکتاب ہے (یہ روایت ظاہرا روایات متواترہ کے خلاف ہے ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد بنی امیہ کے مظالم سے فی الجملہ آسائش کا حصول ہو، کیونکہ معاویہ اور یزید کے زمانہ میں شیعوں پر سختی اور ان کا قتل وبربادی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ پھر مختار کے زمانہ میں خون امام حسین علیہ السلام کا بدلہ لیا گیا، پھر مصعب کا کوفہ پر تسلط ہوا، اس کے بعد عبدالملک نے اسے قتل کر دیا اور اس کے بعد اس کی سلطنت مستحکم ہو گئی، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ حضرات پر وہ مظالم بند ہو گئے جو کہ معاویہ ویزید کے زمانہ میں تھے۔ واللہ اعلم بالصواب مترجم)

شیخ طوسی نے غیبت میں، کلینی نے کافی میں ابی حمزہ ثمالی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ابوجعفر علیہ السلام سے عرض کیا کہ حضرت علی علیہ السلام فرماتے تھے کہ ۷۰ ہجری تک بلا ہے اور فرماتے تھے کہ بلا کے بعد رخاء ہے اور بتحقیق کہ ۷۰ ہجری

گزر گیا اور ہم نے آسائش وکشائش نہ دیکھی۔ پس ابوجعفر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ثابت خداوند عالم نے اس امر کا وقت ۷۰ ہجری قرار دیا تھا، پس چونکہ امام حسین علیہ السلام شہید کر دیے گئے تو غضب الٰہی اہل زمین پر سخت ہو گیا تو فرج وکشائش کو تاخیر میں ڈال دیا ۱۴۰ ہجری تک، پس ہم نے تمہیں خبر دی اور تم نے اس خبر کو منتشر کر دیا اور پردہ راز کو منکشف کیا تو پھر خداوند عالم نے اسے تاخیر میں ڈال دیا۔ پھر اس کا وقت ہمارے لیے مقرر نہیں ہوا" **ولمحو الله ما یشاء ویثبت وعنده ام الکتاب**"۔

خدا جسے چاہتا ہے محو کرتا اور ثابت کرتا ہے اور اس کے پاس ام الکتاب ہے۔ ابوحمزہ کہتا ہے کہ میں نے یہ خبر امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی تو آپ نے فرمایا بے شک ایسا ہی ہے۔ (یہ روایت بھی سابق کی طرح ہماری فکر ونظر سے بالا ہے۔ مترجم)

اور شیخ نعمانی نے کتاب غیبت میں علاء بن سیابہ سے، اس نے ابوعبداللہ جعفر بن محمد علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا جو شخص تم میں سے مرجائے اور اس امر کا منتظر ہو وہ اس شخص کی طرح ہے جو حضرت قائم علیہ السلام کے خیمہ میں ہو۔

ابوبصیر نے آنجنابؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے ایک دن فرمایا کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں کہ جس کے بغیر خداوند عالم بندوں کا کوئی عمل قبول نہیں کرتا، ہم نے فرمایا جی ہاں، پس فرمایا "**شهادة ان لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله**" اور اس چیز کا اقرار کرنا کہ جس کا خدا نے حکم دیا ہے وہ ہے ہماری دوستی اور ہمارے دشمنوں سے بیزاری، یعنی مخصوصاً ائمہ اور ان کا مطیع ومنقاد ہونا اور ورع واجتہاد وآرام وانتظار کرنا قائم علیہ السلام کے لیے۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ ہماری حکومت ہے کہ جسے خدا جب چاہے گا لے آئے گا، پھر فرمایا جو شخص پسند کرتا ہے کہ وہ اصحاب قائم علیہ السلام میں سے ہے تو اسے آپ کا انتظار کرنا چاہیے۔ اور ورع ومحاسن اخلاق کے ساتھ عمل کرے درانحالیکہ انتظار رکھتا ہو، پس اگر وہ مرجائے اور آپ کا خروج اس کے بعد ہو تو اس کے لیے اتنا اجر وثواب ہے کہ جتنا آپ کو حاصل کرنے والے کو ملے گا، پس کوشش کرو اور انتظار میں رہو "**هنيئا هنيئا**" (خوشگوار ہو خوشگوار)

اور شیخ صدوق نے کمال الدین میں آنجنابؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا دین آئمہ میں سے ہے ورع عفت وصلاح وفرج آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار کرنا۔ نیز حضرت رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول خداؐ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے اعمال میں سے افضل عمل خداوند عالم کی طرف سے انتظار فرج کرنا ہے۔ نیز امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا ہمارے امر حکومت کا منتظر مثل اس شخص کے ہے جو راہ خدا میں اپنے خون میں غلطان ہو۔ اور شیخ طبرسی نے احتجاج میں روایت کی ہے کہ حضرت صاحب الامر علیہ السلام کی طرف سے ایک توقیع محمد بن عثمان کو ملی جس کے آخر میں تھا کہ تعجیل فرج کے لیے زیادہ دعا کرو، کیونکہ تمہاری فرج وکشائش اسی میں ہے، اور طوسیؒ نے کتاب غیبت میں مفضل سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ہم نے حضرت قائم علیہ السلام کا تذکرہ کیا اور وہ شخص کہ جو ہمارے اصحاب میں سے انتظار کرتے وقت فوت ہو جائے کا بھی تذکرہ کیا تو حضرت صادق علیہ السلام نے ہم سے فرمایا کہ جب قائم علیہ السلام خروج کریں گے تو کوئی شخص مومن کی قبر پر جائے گا اور اس سے کہے گا اے فلاں بے شک تیرے صاحب کا ظہور ہو گیا ہے، پس اگر ان سے ملحق ہونا چاہتے ہو تو ملحق ہو جاؤ، اگر نعمت پروردگار میں قیام کرنا

چاہتے ہو تو پھر قیام کرو۔

شیخ برقی نے کتاب محاسن میں آنجنابؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے اپنے اصحاب میں سے ایک شخص سے فرمایا کہ جو شخص تم میں سے اہل بیت کی دوستی کے ساتھ مر جائے اور فرج آل محمدؐ کا انتظار کرتے ہوئے تو مثل اس شخص کے ہے جو قائم علیہ السلام کے خیمہ میں ہو اور دوسری روایت میں ہے، بلکہ وہ اس شخص اس کی مانند ہے کہ جو رسول خداؐ کے ساتھ ہو اور تیسری روایت میں ہے کہ اس شخص کی طرح ہے جو رسول اکرمؐ کے سامنے شہید ہو جائے اور نیز محمد بن فضیل سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے فرج و کشائش کے متعلق امام رضا علیہ السلام سے سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا کیا انتظار فرج فرج کی طرح نہیں۔ خداوند عالم فرماتا ہے "فانتظروا انی معکم من المنتظرین"۔ تم انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔ یعنی میری کشائش کی انتظار کرو اور میں انتظار کرتا ہوں اس وقت کا کہ جس میں میں اس کی مصلحت سمجھتا ہوں کہ اس وقت ہونی چاہیے۔

نیز آنجنابؑ سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا کتنی اچھی چیز ہے صبر وانتظار فرج۔ کیا تم نے خداوند عالم کا ارشاد نہیں سنا" فارتقبوا انی معکم رقیب وانتظروا انی معکم من المنتظرین"۔

یعنی تم پر صبر کرنا ضروری ہے، کیونکہ فرج وکشائش ناامیدی کے بعد آتی ہے، اور تحقیق تم سے پہلے کچھ ایسے لوگ تھے جو تم سے زیادہ صبر کرتے تھے۔

تیسری چیز! وظائف وتکالیف عباد میں سے شر ور شیاطین انس وجن سے وجود مبارک امام عصر علیہ السلام کے حفظ کی دعا کرنا۔ اور جلدی نصرت وظفر وغلبہ پر کفار وملحدین ومنافقین آنجنابؑ کے لیے طلب کرنا، کیونکہ یہ ایک اظہار بندگی اور اظہار شوق و زیادتی محبت ہے اور اس مقام میں بہت سی دعائیں وارد ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک وہ دعا ہے کہ جس کے ساتھ حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے لیے دعا کرنے کا حکم امام رضا علیہ السلام دیا کرتے تھے جو کہ یونس بن عبدالرحمن سے مروی ہے اور دعا یہ ہے۔ اللھم ادفع عن ولیك وخلیفتك رحمتك۔ الخ

اور میں نے اس دعا کو کتاب مفاتیح کے باب زیارت حضرت صاحب الامرؑ میں نقل کیا ہے اور دوسری وہ صلوات ہے جو ابو الحسن ضراب اصفہانی کی طرف منسوب ہے اور اسے بھی مفاتیح میں روز جمعہ کے اعمال کے آخر میں نقل کر چکے ہیں۔ اور ایک یہ دعا شریف ہے اللھم کن لولیك (فلاں بن فلاں) اور فلاں بن فلاں کی جگہ کہو حجۃ بن الحسن صلواتك علیه وعلی آبائه فی هذه الساعة وفی کل ساعة ولیا و حافظا وقائدا وناصرا و دلیلا وعینا حتی تسکنه ارضك طوعا وتمتعه فیها طویلا اور بار بار اس دعا کو پڑھیں تیئسویں ماہ مبارک رمضان کی رات کو کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور جس حالت میں بھی ہو اس پورے مہینے میں اور جس طرح بھی ممکن ہو خدا کی تمجید وبزرگی اور نبیؐ وآل نبیؐ پر صلوات بھیجنے کے بعد یہ دعا پڑھیں اور ان کے علاوہ دوسری دعائیں بھی وارد ہوئی ہیں کہ جن کے نقل کی یہاں گنجائش نہیں جو طالب ہو وہ نجم ثاقب کی طرف رجوع کرے۔

چوتھی چیز! حفظ وجود مبارک امام عصرؑ کے لیے صدقہ دینا جتنا ممکن ہو ہر وقت دیا جائے چونکہ کوئی نفس عزیز وگرامی تر نہیں ہے

اور نہ ہونا چاہیے وجود مقدس امام عصر روحنا لہ الفداء سے، بلکہ وہ اپنے نفس سے بھی زیادہ محبوب ہیں، اگر ایسا نہ مانا جائے تو ایمان میں ضعف ونقصان اور اعتقاد میں خلل وسستی ہے جیسا کہ اسانید معتبرہ کے ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ کوئی شخص تم میں سے صاحب ایمان نہیں جب تک کہ میں اور میرے اہل بیتؑ اس کے نزدیک اس کی جان اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں، اور کیونکر ایسا نہ ہو حالانکہ وجود وحیات و دین وعقل وصحت وعافیت اور باقی تمام ظاہری اور باطنی نعمتیں تمام موجودات کی اس وجود مقدس اور ان کے اوصیاء صلوات اللہ علیہم کا پرتو اور عکس ہیں اور چونکہ ناموس عصر ومدار دہر آفتاب و ماہ اور صاحب قصر و بارگاہ سبب سکون زمین اور سیر افلاک ورونق دنیا از سمک (مچھلی) تا سماک (فلک) حاضر در قلوب اخیار وغائب از مردمک اغیار ان اعصار میں حضرت حجۃ ابن الحسن صلوات اللہ علیہما ہیں اور جامہ صحت وعافیت اس نفس مقدس کے باندازہ قامت موزون ہے اور شائستہ قد معتدل اس ذات اقدس کے ہے، پس تمام خود پرستوں پر (کہ جن کا سب اہتمام) اپنے نفس کی حفظ وحراست وسلامتی ہے چہ جائیکہ وہ لوگ کہ جو سوائے اس وجود مقدس کے کسی کو لائق ہستی اور سزاوار عافیت وتندرستی نہیں سمجھتے) لازم وحتمی ہے کہ ان کا مقصود اولی اور غرض اصلی اور مطلوب اہم ہر وسیلہ وسبب کے دامن سے وابستہ ہونے سے جو کہ بقاء صحت وجلب عافیت وقضائے حاجت وبلیت کے لیے مقرر ہوا ہے مثل دعا وتضرع وتصدق وتوسل کے اس وجود مقدس کا حفظ وسلامتی ہو۔

پانچویں چیز! نیابت امام علیہ السلام میں حج کرنا اور حج کرانا، جیسا کہ قدیم شیعوں میں تھا۔ اور آنحضرتؑ نے اس کی تقریر فرمائی (تقریر کا معنی ہے کہ کوئی کام نبی یا امام کے سامنے ہو رہا ہو اور وہ اس سے منع نہ کریں تو وہ حجت ہے جس طرح کہ ان کا قول وفعل، جیسا کہ قطب راوندی نے کتاب خرائج میں روایت کی ہے کہ ابو محمد دعلجی کے دو بیٹے تھے، ان میں سے ایک نیک وصالح تھا کہ جسے ابوالحسن کہتے تھے اور وہ مردوں کو غسل دیا کرتا تھا اور اس کا دوسرا بیٹا محرمات کا ارتکاب کرتا تھا۔ شیعوں میں سے ایک شخص نے ابو محمد مذکور کو کچھ رقم دی کہ وہ آنحضرتؑ کی نیابت میں حج کرے جیسا کہ اس زمانہ کے شیعوں کی یہ عادت تھی اور ابو محمد نے اس رقم میں سے کچھ اپنے اس فاسق لڑکے کو دی اور اسے اپنے ساتھ لے گیا تاکہ وہ آنحضرتؑ کی طرف سے حج کرے۔ جب وہ حج سے واپس آیا تو اس نے نقل کیا کہ موقف عرفات میں میں نے ایک جوان گندم گوں اچھی ہیئت والے کو دیکھا جو تضرع وابتہال ودعا میں مشغول تھا اور جب میں اس کے قریب پہنچا تو میری طرف ملتفت ہو کر فرمایا کہ اے شیخ تجھے شرم وحیا نہیں آتی، میں نے عرض کیا اے میرے سید وسردار کس چیز سے حیا کروں، فرمایا تجھے (نیابتی) حج دیتے ہیں اس شخص کے لیے کہ جسے تم جانتے ہو اور جسے تم ایک فاسق کو دے دیتے ہو جو کہ شراب پیتا ہے، قریب ہے کہ تیری آنکھ اندھی ہو جائے۔

اس کے واپس آنے کے چالیس دن نہیں گزرے تھے کہ اسی آنکھ سے کہ جس کی طرف اشارہ ہوا تھا، ایک زخم پھوٹا اور اس زخم سے وہ آنکھ ضائع ہو گئی۔

چھٹی چیز! آنحضرتؑ کا اسم مبارک سن کر تعظیم کے لیے کھڑا ہونا خصوصاً اگر اسم قائم علیہ السلام ہو، جیسا کہ تمام افراد امامیہ کثیر ہم اللہ تعالیٰ کی سیرت تمام شہروں میں مثلاً عرب وعجم ترک ہند ودیلم میں یہی ہے اور یہ خود کاشف ہے اس عمل کے لیے ماخذ واصل کے

وجود پر اگرچہ اب تک نظر سے نہیں گزرا،لیکن چند نفر علماء اور اہل اطلاع سے سنا گیا ہے اور انہوں نے اس سلسلہ میں روایت دیکھی ہے،بعض علماء نے نقل کیا ہے کہ عالم متبحر جلیل سید عبداللہ سبط محدث جزائری سے سوال کیا گیا تو وہ مرحوم حضرت کی تعظیم واحترام میں کھڑے ہو گئے۔

فقیر کہتا ہے کہ یہ تو ہمارے شیخ کا نجم ثاقب میں کلام تھا،لیکن عالم محدث جلیل وفاضل ماہر متبحر نبیل سیدنا الاجل آقا سید حسن موسوی کاظمی ادام اللہ بقاءہ نے تکملہ امل الآمل میں فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ علماء امامیہ میں سے ایک شخص عبدالرضا بن محمد نے کہ جو متوکل کی اولاد میں سے ہے،ایک کتاب حضرت امام رضاء علیہ السلام کی وفات پر لکھی ہے جس کا نام ہے تاجیج نیران الاحزان فی وفات سلطان خراسان اور اس کتاب کے متفردات میں سے یہ ہے فرمایا ہے روایت ہے کہ دعبل خزاعی نے جب قصیدہ تائیہ اپنا امام رضاء علیہ السلام کے لیے پڑھا تو جب اس پر پہنچا کہ **خروج امام لا محالة قائمه يقوم على اسم الله بالبركات** اور خروج کرنا امام کا جو لامحالہ خروج کرے گا جو اللہ کے نام پر برکتوں کے ساتھ کھڑا ہوگا تو حضرت رضاء علیہ السلام کھڑے ہو گئے اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر اپنا سر زمین کی طرف جھکا لیا،بعد اس کے کہ آپ نے اپنے ہاتھ کی دائیں ہتھیلی اپنے سر پر رکھی ہوئی تھی اور فرمایا **اللهم عجل فرجه ومخرجه وانصر نابه نصرا عزيزا** خدایا اس کی فرج وخروج کو جلدی قرار دے اور اس کے ذریعہ ہماری باعزت طور پر مدد ونصرت فرما۔انتہی

ساتویں چیز! منجملہ وظائف وتکالیف عباد کے ظلمات غیبت میں تضرع وزاری کرنا اور خدا اسے سوال کرنا ہے۔ایمان ودین کے محفوظ رہنے کے لیے شیاطین اور زنادقہ مسلمین کے شبہات کے تطرق سے اور اس مقصد کے لیے دعاؤں کا پڑھنا کہ جن میں سے ایک وہ دعا ہے جسے شیخ نعمانی اور کلینی نے متعدد اسانید کے ساتھ زرارہ سے روایت کیا ہے،وہ کہتا ہے کہ میں نے سنا کہ ابا عبداللہ علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ بے شک قائم علیہ السلام کے لیے غیبت ہے،اس سے پہلے کہ وہ خروج کریں۔

میں نے عرض کیا کہ کس لیے،فرمایا اسے خوف ہوگا اور اپنے ہاتھ سے شکم مبارک کی طرف اشارہ کیا،اس وقت فرمایا اے زرارہ وہ ہے منتظر ہے اور وہ ہے وہ شخص کہ جس کی ولادت میں شک ہوگا،بعض کہیں گے کہ اس کا باپ فوت ہو گیا اور کوئی جانشین نہ چھوڑ گیا اور ان میں سے کچھ کہیں گے کہ وہ حمل تھا اور ان میں سے بعض کہیں گے کہ غائب ہے اور کچھ کہیں گے کہ باپ کی وفات کے دو سال بعد پیدا ہوا اور وہ ہے منتظر مگر یہ کہ خداوند عالم چاہتا ہے کہ شیعوں کے دلوں کا امتحان کرے،پس اس زمانہ میں باطل پرست شک میں پڑ جائیں گے۔

زرارہ کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا آپ پر قربان جاؤں،اگر اس زمانہ کو پالوں تو کونسا عمل کروں،فرمایا اے زرارہ اگر اس زمانہ کو پاؤ تو یہ دعا پڑھو۔

اللهم عرفني نفسك فانك ان لم تعرفني نفسك لم اعرف نبيك اللهم

عرفنی رسولك فانك ان لم تعرفنی رسولك لم اعرف حجتك اللهم عرفنی حجتك فانك ان لم تعرفنی حجتك ضللت عن دینی۔

اور ایک دوسری طولی دعا ہے کہ جس ابتدائی حصہ تو یہی ہے، پھر اس کے بعد ہے "اللهم لا تمتنی میتة جاهلية ولا تزغ قلبی بعد اذ هديتني" آخیر دعا اور ہم نے اس ملحقات کتاب مفاتیح میں بیان کیا ہے اور سید ابن طاؤس نے جمال الاسبوع میں اور جمعہ کی نماز کے بعد ادعیہ ماثورہ کے بعد نقل کیا ہے، اس کے بعد فرمایا کہ اگر تجھے کوئی عذر ہوان تمام سے جو کچھ ہم نے عصر روز جمعہ کے تعقیبات میں ذکر کیا ہے تو اس سے بچو کہ اسے مہمل چھوڑ دو، یعنی اس دعا کے پڑھنے کو کیونکہ ہم نے اسے خداوند عالم کے اس فضل میں سے پہچانا ہے کہ جس کے ساتھ اس نے ہمیں مخصوص فرمایا ہے، پس اس پر اعتماد کرو۔

فقیر کہتا ہے کہ اس کلام کے قریب سید ابن طاؤس اس صلوات کے ذیل میں کہتے ہیں جو کہ ابوالحسن ضراب اصفہانی کی طرف منسوب ہے اور اس کلام شریف سے اس طرح مستفاد ہوتا ہے کہ حضرت صاحب الامر علیہ السلام کی طرف سے کوئی چیز ان کے ہاتھ اس سلسلہ میں آئی ہے اور ان کے مقام و مرتبہ سے بعید بھی نہیں اور ایک وہ دعا ہے کہ جسے شیخ صدوق نے عبداللہ بن سنان سے روایت کیا ہے، وہ کہتا ہے کہ ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا قریب ہے کہ تمہیں شبہ عارض ہو اور بغیر نشانہ راہنما و پیشوائے ہدایت کنندہ کے رہ جاؤ اور اس شبہ میں نجات نہیں پائے گا سوائے اس شخص کے کہ جو دعائے غریق کو پڑھے، میں نے عرض کیا دعائے غریق کس طرح ہے، فرمایا کہو گے "یا الله یا رحمن یا رحیم یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینك" تو میں نے کہا "یامقلب القلوب والا ابصار ثبت قلبی علی دینك" فرمایا یہ درست ہے، خدا مقلب القلوب و ابصار ہے لیکن تم اسی طرح کہو جیسے میں کہہ رہا ہوں "یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینك"۔

آٹھویں چیز! استمداد و استعانت و استغاثہ کرنا آنجنابؑ سے شدائد و اہوال بلا و امراض اور شبہات و فتن کے اطراف و جوانب سے رونما ہونے اور چارہ کار نہ ہونے کے وقت اور آپ سے حل شبہ و رفع کربہ و دفع بلیہ کی خواہش کرنا، کیونکہ آنجناب بحسب قدرت الہیہ و علوم لدنیہ ربانیہ ہر شخص کے ہر جگہ کے حالات سے دانا اور اس کے مسئول کی اجابت پر توانا ہیں اور آپ کا فیض عام ہے اپنی رعایا کے امور کی دیکھ بھال سے نہ غفلت کی ہے اور نہ کریں گے اور خود آنجناب نے اس توقیع میں جو شیخ مفید کو بھیجی تھی تحریر فرمایا کہ ہمارا علم تمہارے اخبار و حالات پر محیط ہے، اور تمہاری خبروں میں سے کسی چیز کا علم اور تمہاری مصیبتوں اور ابتلاآت کی معرفت ہم سے غائب نہیں رہتی۔

شیخ طوسی نے کتاب غیبت میں سند معتبر کے ساتھ روایت کی ہے، جناب ابوالقاسم حسین بن روح تیسرے نائب رضی اللہ عنہ سے، وہ کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب نے تفویض وغیرہ میں اختلاف کیا تو میں اس کے استقامت کے زمانہ میں ابوطاہر بن بلال کے پاس گیا، یعنی اس سے پہلے کہ وہ بعض مذاہب باطلہ کو اختیار کرتا، پس میں نے وہ اختلاف اس کو بتایا تو وہ مجھ سے کہنے لگا کہ مجھے

کچھ مہلت دو، پس میں نے اسے چند دن کی مہلت دی، پھر میں دوبارہ اس کے پاس گیا تو اس نے ایک حدیث اپنی اسناد کے ساتھ حضرت صادق علیہ السلام سے نکالی تو آپؑ نے فرمایا کہ جس وقت خداوند عالم کسی امر کا ارادہ کرتا ہے تو اسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کرتا ہے اور اس کے بعد امیر المومنین علیہ السلام اور ایک ایک امام پر یہاں تک کہ یہ سلسلہ حضرت صاحب الزمان علیہ السلام تک پہنچتا ہے اور پھر وہ دنیا کی طرف آتا ہے، اور جب ملائکہ ارادہ کرتے ہیں کہ کسی عمل کو اوپر لے جائیں خداوند عالم کی بارگاہ میں تو وہ امام صاحب الزمانؑ کے سامنے پیش ہوتا ہے یہاں تک کہ رسول خدا کی خدمت میں پیش ہوتا ہے اس کے بعد بارگاہ الٰہی میں پیش ہوتا ہے پس جو کچھ خداوند عالم کی طرف سے اترتا ہے وہ ان کے ہاتھ پر آتا ہے اور جو کچھ خدا کی طرف جاتا ہے تو وہ اُن کی طرف سے ہے، اور یہ حضرات خداوند عالم سے چشم زدن کی مقدار بے نیاز نہیں ہیں اور سید حسین مفتی کرکی سبط محقق ثانی کتاب دفع المناوات میں کتاب براہین سے نقل کرتے ہیں کہ اس نے ابو حمزہ سے حضرت کاظم علیہ السلام سے روایت کی ہے، وہ کہتا ہے کہ میں نے سنا آنجناب فرما رہے تھے کہ کوئی ایسا فرشتہ نہیں کہ جسے خداوند عالم کسی کام کے لیے زمین پر بھیجے، مگر یہ کہ ابتدا امام سے کرتا ہے، پس اس چیز کو امام کی خدمت میں پیش کرتا ہے اور بے شک ملائکہ کے آنے جانے کا محل و مقام خداوند عالم کی طرف سے صاحب امر ہے۔ اور ابو الوفائے شیرازی کی روایت میں ہے کہ رسول خداؐ نے اس سے فرمایا جب تو درماندہ و بیچارہ و گرفتار مصیبت ہو جائے تو حضرت حجۃ علیہ السلام سے استغاثہ کر، کیونکہ وہ تیری مدد کو پہنچیں گے اور وہ جناب فریادرس ہیں اور پناہ ہیں ہر اس شخص کے لیے جو اُن سے استغاثہ کرے۔

اور شیخ کشی اور شیخ صفا نے بصائر میں رمیلہ سے روایت کی ہے، وہ کہتی ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے زمانہ میں مجھے سخت بخار ہوا، پس میں نے جمعہ کے دن اپنے نفس میں کچھ خفت پائی تو میں نے کہا کہ میں اس سے بہتر کچھ نہیں سمجھتی کہ اپنے اوپر پانی ڈال لوں یعنی غسل کروں اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی اقتدا میں نماز پڑھوں، پس میں نے ایسا ہی کیا، اس وقت مسجد میں آئی اور جب امیر المومنین علیہ السلام منبر پر تشریف لے گئے تو میرا بخار عود کر آیا، پس جب امیر المومنین علیہ السلام نے نماز سے مراجعت کی اور قصر میں داخل ہوئے تو میں آنجنابؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپؑ نے فرمایا اے رمیلہ میں نے دیکھا کہ تیرا بعض اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام میری طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا اے رمیلہ تجھے کیا ہو گیا تھا کہ میں نے تجھے دیکھا کہ تیرے بعض اعضاء دوسرے اعضاء میں پیچ و تاب کھا رہے تھے۔

پس میں نے آپؑ سے اپنی حالت بیان کی کہ جس میں میں مبتلا تھی اور وہ چیز بتائی کہ جس نے مجھے آنحضرتؑ کے پیچھے نماز پڑھنے پر وادار کیا، پس آپؑ نے فرمایا اے رمیلہ جو مومن بھی بیمار ہوتا ہے اس کے ساتھ ہم بھی بیمار ہوتے ہیں، اس کی بیماری کی وجہ سے اور جو مومن محزون ہوتا ہے، اس کے حزن کی وجہ سے ہم محزون ہوتے ہیں اور جو مومن دعا کرتا ہے تو ہم آمین کہتے ہیں اور جو خاموش رہتا ہے اس کے لیے ہم دعا کرتے ہیں۔

پس میں نے آنجنابؑ سے عرض کیا اے امیر المومنین علیہ السلام آپ پر فدا ہو جاؤں، یہ لطف مرحمت صرف ان کے لیے

ہے جوآپ کے ساتھ اس قصر میں ہیں تو پھر مجھے ان کی حالت بتایئے کہ جو اطراف زمین میں ہیں، آپؑ نے فرمایا اے رمیلہ غائب نہیں ہے یا نہیں ہوتا ہم سے وہ مومن جو زمین کے مشرق میں ہے اور نہ وہ جو مغرب میں ہے۔

اور نیز شیخ صدوق وصفار وشیخ مفید و دوسرے اعلام بہت سے اسناد کے ساتھ جناب باقر وصادق علیہما السلام سے روایت کرتے ہیں کہ دونوں بزرگواروں نے فرمایا بے شک خداوند عالم زمین کو کسی ایسے عالم کے بغیر نہیں چھوڑتا مگر یہ کہ اس میں ایک عالم ہوتا ہے جو کہ زمین کی زیادتی و کمی کو جانتا ہے، پس اگر مومنین کسی چیز کو زیادہ کریں تو ان کو پلٹا دیتا ہے اور ایک روایت ہے کہ اسے پھینک دیتا ہے اور اگر کم کردیں تو ان کے لیے مکمل کردیتا ہے، اور اگر ایسا نہ ہوتا تو مسلمانوں پر ان کے امور خلط ملط ہو جاتے اور ایک روایت ہے کہ حق و باطل سے پہچانا نہ جاتا، اور تحفۃ الزائر مجلسی اور مفاتیح النجاۃ سبزواری میں مروی ہے کہ جس کو کوئی حاجت ہو تو جو کچھ آگے ذکر ہوگا اسے ایک رقعہ پر لکھے اور آئمہ کی قبور میں سے کسی قبر میں ڈال دے یا اس کو بند کرکے اس کو سربمہر کرکے پاک مٹی کو گیلا کرکے اس کے اندر رکھ کر کسی نہر یا گہرے کنویں یا پانی کے گھڑے میں پھینک دے تو وہ امام زمان علیہ السلام تک پہنچ جائے گا اور وہ بنفس نفیس اس کی حاجت روائی کے متولی ہوں گے، رقعہ مذکور کا نسخہ یہ ہے۔

بسم الله الرحمن الرحیم یا مولای صلوات الله علیك مستغیثا و شکوت ما نزل بی مستجیرا بالله عزوجل ثم بك من امر قد دهمنی واشغل قلبی واطال فکری وسلبنی بعض لبی و غیر خطیر نعمة الله عندی اسلمنی عند تخیل درودہ الخلیل و تبر دمنی عند ترآئی اقباله الی الحمیم و عجزت عن دفاعه حیلتی وخاننی فی تحمله صبری وقوتی فلجات فیه الیك وتوکلت فی المسئلة لله جل ثنا ئه علیه وعلیك فی دفاعه عنی علما بمکانك من الله رب العالمین ولتد بیر دمال الامور والثقابك فی المسارعة فی الشفاعة الیه جل ثنائه فی امری متیقنا لاجابته تبارك و تعالیٰ ایاك باعطائی سولی وانت یا مولای جدیر بتحقیق ظنی و تصدیق املی فیك فی امر کذا و کذا ر اور کذا د کذا (کی جگہ اپنی حاجات کا نام لے) فیما لا طاقة لی بحمله ولا صبر لی علیه وان کنت مستحقاله ولا ضعافه بقبیح اعمالی و تفریطی فی الواجبات التی لله عزوجل فا غثنی یا مولای صلوات الله علیك عند اللهف وقدم المسئلة لله عزوجل فی امری قبل حلول التلف وشماتة الا

عدأء فیك بسطت النعمة علی واسئل الله جل جلاله لی نصرا عزیزا وفتحا قریبا فیه بلوغ الامال و خیر المبادی و خواتیم الا عمال والا من من المخارف کلها فی کل حال انه جل ثنائه لما یشاء فقال وهو حسبی ونعم الو کیل فی المبدء والمال۔

پھر اس نہر یا تالاب کے پاس جائے اور آپؑ کے کسی وکیل عثمان بن سعید عمروی یا ان کے فرزند محمد بن عثمان یا حسین بن روح یا علی بن محمد سمری پر اعتماد کرے اور ان میں سے کسی ایک کو پکارے اور کہے کہ یافلاں بن فلاں سلام علیك اشهد ان وفاتك فی سبیل الله وانك حی عند الله مرزوق وقد خاطبتك فی حیوتك التی لك عند الله عزوجل وهذه رقعتی وحاجتی الی مولانا علیه السلام سلمها الیه وانت الثقة الامین۔

پس اس تحریر کو نہر کنوئیں یا تالاب میں پھینک دے تو اس کی حاجت پوری ہوگی اور اس خبر شریف سے اس طرح مستفاد ہوتا ہے کہ یہ چاروں بزرگوار جس طرح غیبت صغریٰ میں رعایا اور آنحضرت کے درمیان حاجات وخطوط کے پیش کرنے اور ان کے غیبت کبریٰ میں بھی آنجنابؑ کے ہم رکاب ہیں اور اس منصب بزرگ سے مفتخر اور سرفراز ہیں، پس معلوم ہوا کہ خوان احسان وجود وکرم وفضل ونعم امام زمان علیہ السلام زمین کے ہر ٹکڑے پر ہر پریشان درماندہ اور گم گشتہ درماندہ اور متحیر ونادان وسرگشتہ وحیران کے لیے بچھا ہوا ہے اور اس کا دروازہ کھلا ہے اور اس کا راستہ شارع عام ہے، لیکن سچے اضطرار اور حاجت اور عزم کے ساتھ بشرط صفائے طویت و طبیعت واخلاص سریرت اگر کوئی جاہل ونادان ہے تو شربت علم اسے بخشتے ہیں، اور اگر بھولا بھٹکا ہے تو اس کو راستہ پر لگاتے ہیں، اگر وہ بیمار ہے تو لباس عافیت اسے پہناتے ہیں جیسا کہ سیر وحکایات وقصص وواقعات گزشتہ سے اس مقام پر مقصود ومدام کا نتیجہ ظاہر وہویدا ہو جاتا ہے اور یہ کہ حضرت الامر صلوات اللہ حاضر درمیان رعایا اور ناظر بر حال رعایا اور قادر بر کشف بلایا اور عالم با اسرار وخفایا ہیں غیبت اور لوگوں سے پوشیدہ رہنے کی وجہ سے اپنے منصب خلافت سے معزول اور اپنی ریاست الٰہیہ کے لوازم وآداب سے دستبردار نہیں ہوئے اور اپنی قدرت ربانیہ سے ان میں عجز نہیں آیا اور اگر چاہیں کہ اس مشکل کو حل کریں جو سائل کے دل میں ہے تو بغیر دیکھے ہوئے راستہ کے اور کسی کوشش کے وہاں اس کے حل کو پہنچا دیتے ہیں اور اگر چاہیں تو اس کے دل کو اس کتاب یا اس عالم کی طرف کہ جس کتاب میں یا جس عالم کے پاس اس کے درد کی دعا ہے مائل وشائق کر دیتے ہیں اور کبھی اسے دعا تعلیم کرتے اور کبھی عالم خواب میں اس بیماری کا علاج اسے سکھا دیتے ہیں اور یہ جو دیکھا اور سنا گیا ہے کہ باوجود صدق ولاء اور اقرار امامت کے اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ صاحبان حاجت واضطرار مقام عجز ونیاز وشکایت میں آتے ہیں لیکن اثر اجابت وکشف مصیبت نہیں دیکھتے تو علاوہ اس کے کہ اس مضطر میں دعا وقبولیت کے موانع پائے جاتے ہیں، غالباً یا تو اسے اضطرار میں اشتباہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو مضطر سمجھتا ہے، حالانکہ وہ مضطر نہیں ہوتا یا خود کو بھولا بھٹکا اور متحیر سمجھتا ہے، حالانکہ اسے راستہ دکھا چکے ہوتے ہیں، مثلاً جو شخص احکام فرعیہ علیہ سے

جاہل ہے، اس کو ان کے احکام کے عالم کی طرف رجوع کرنے کا حکم دے چکے ہیں، جیسا کہ توقیع مبارک میں ہے کہ اسحاق بن یعقوب کے مسائل کے جواب میں تحریر فرمایا اور باقی رہے وہ حوادث جو تمہارا رخ کرتے ہیں تو ان میں ہمارے راویان احادیث کی طرف رجوع کرو، بے شک وہ میری حجت ہیں تم پر اور میں ان پر حجت خدا ہوں، پس جاہل کا ہاتھ جب کہ عالم کے ہاتھ تک پہنچ سکتا ہے چاہے ہجرت و مسافرت کر کے اس کی کتاب فتویٰ تک تو وہ مضطر نہیں ہے، اسی طرح وہ عالم جو حل مشکل اور دفع شبہ ظواہر و نصوص کتاب و سنت اور اجماع سے کر سکتا ہے وہ عاجز اور مجبور نہیں ہے اور وہ اشخاص کہ جو اپنے اسباب زندگی و معاش حدود الٰہیہ اور موازین شرعیہ سے باہر نکال لے گئے ہیں، اور جتنی مقدار شریعت میں ممدوح ہے اس پر اقتصار اور قناعت نہیں کرتے تو بعض ایسی چیزیں کہ جن پر قوام و دار و مدار معیشت معلق نہ ہونے کی وجہ سے وہ مضطر نہیں ہیں اور اسی طرح کے اور موارد کہ انسان جن میں اپنے آپ کو عاجز اور مضطر سمجھتا ہے تو صحیح غور و تامل کے بعد اس کے خلاف ظاہر ہو جاتا ہے اور اگر واقعی مضطر بھی ہو تو شاید اس کی مصلحت یا نظام کل کے مصالح اس کے قبول کرنے کے متقاضی نہ ہوں، کیونکہ ہر مضطر کے لیے وعدہ قبولیت دعا نہیں کیا گیا، البتہ مضطر کی دعا قبول کرتے ہیں، اور ان کے حضور و ظہور کے زمانہ میں مکہ و مدینہ و کوفہ وغیرہ میں تمام اصناف مضطرین و عاجزین آپ کے محبوں اور موالیوں میں سے غالب اشخاص تھے اور بہت دفعہ سوال کرتے لیکن قبول نہ ہوتا، ایسا نہیں تھا کہ ہر عاجز ہر وقت جو چاہتا اسے دے دیتے اور ان کا اضطرار دور کر دیتے تھے، کیونکہ یہ چیز اختلال نظام اور اصحاب بلاء و مصائب کے اجروں اور عظیم و جزیل ثوابوں کے اٹھ جانے کا سبب ہے جو کہ ان اجور اور ثوابوں کو قیامت کے دن مشاہدہ کرنے کے بعد آرزو و تمنا کریں گے کہ کاش ان کے بدنوں کے گوشت دنیا میں مقراضوں کے ساتھ کاٹے جاتے اور خداوند عالم نے باوجود قدرت کاملہ اور غنائے مطلق اور ذرات و جزئیات پر علم محیط رکھنے کے اپنے بندوں کے ساتھ ایسا نہیں کیا۔

ساتویں فصل

حضرت صاحب الزمان صلوات اللہ علیہ و اعلیٰ آباء الطاہرین کے بعض علامات ظہور کا بیان

اور ہم ان میں سے مختصر پر اکتفا کرتے ہیں کہ جنہیں سید سند فقیہ محدث جلیل القدر مرحوم آقا سید اسماعیل عقیلی نوری نور اللہ مرقدہ نے کتاب کفایۃ الموحدین میں تحریر کیا ہے اور وہ علامات دو قسم کی ہیں، علامات حتمیہ و علامات غیر حتمیہ اور علامات

حتمیہ (جو ہر حالت میں ظاہر ہو کے رہیں گی) بطور اجمال یہ ہیں اور مقصود ترتیب ذکری ہے۔

پہلی علامت! خروج دجال اور وہ ملعون الوہیت کا دعویٰ کرے گا اور اس کے منحوس وجود سے عالم میں خونریزی اور فتنہ واقع ہوگا اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ایک آنکھ مالیدہ و ممسوح یعنی بیکار ہو چکی ہوگی، اور اس کی دوسری آنکھ پیشانی کے درمیان ہوگی اور ستارہ کی طرح چمکے گی اور اس کی آنکھ کے درمیان خون کا ایک لوتھڑہ ہے، وہ بہت بڑا ہے اس کی شکل عجیب و ہئیت غریب ہوگی اور وہ جادوگری میں ماہر ہوگا اور اس کے سامنے ایک سیاہ رنگ کا پہاڑ ہے، جو لوگوں کی نگاہوں میں روئی کا پہاڑ نظر آئے گا اور اس کے پیچھے ایک سفید رنگ کا پہاڑ ہوگا جسے لوگوں کی نگاہ میں سفید پانی دکھلائے گا اور وہ چیخ چلائے گا۔اولیائی انا ربکم الاعلیٰ

میرے اولیاء اور دوستوں میں تمہارا بلند ترین رب ہوں، شیاطین اور ان میں سے سرکش ظالمین و منافقین جادوگر اور کافر و اولاد زنا اس پر اتفاق کر لیں گے۔اور شیاطین اسے ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہوں گے، اور تمام نغموں کے آلات لہو و لعب اور گانا از قسم عود و مزمار و دف و قسم و قسم کے سازوں اور بربطوں سے مشغول ہوں گے کہ جن سے اس کی پیروی کرنے والوں کے دلوں کو نغمتوں اور الحان سے مشغول رکھیں گے اور کمزور عقل کے مرد و زن کی نظروں میں اس طرح آئے گا کہ گویا ان سے وہ رقص کر رہے ہیں اور تمام لوگ اس کے پیچھے جا رہے ہیں تا کہ ان نغموں اور دلربا آوازوں کو سنیں گویا تمام لوگ نشہ اور مستی میں ہوں گے۔اور ابوامام کی روایت میں ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ جو شخص دجال کو دیکھے وہ اس کے منہ پر تھوک دے اور اس ملعون کے جادو کو دور کرنے کے لیے سورہ فاتحہ پڑھے، تا کہ وہ اس میں اثر نہ کرے جب وہ ملعون ظاہر ہوگا تو وہ دنیا جہان کو فتنہ و فساد سے پر کر دے گا۔اس کے اور حضرت قائم علیہ السلام کے لشکر کے درمیان جنگ ہوگی اور بالآخر وہ ملعون حضرت حجت الٰہی یا عیسیٰ بن مریم کے ہاتھ سے مارا جائے گا۔

دوسری علامت! صیحہ (پکار) اور ندائے آسمانی ہے کہ بہت سے اخبار و روایات دلالت کرتے ہیں کہ وہ حتمیات میں سے ہے اور حدیث مفضل بن عمر میں حضرت صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آنحضرتؑ نے فرمایا کہ حضرت قائم مکہ میں داخل ہوں گے اور خانہ کعبہ کی ایک جانب سے ظہور کریں گے اور جب سورج بلند ہوگا تو سورج کے سامنے ایک منادی ندا کرے گا کہ جسے تمام اہل زمین و آسمان سنیں گے اور وہ کہے گا اے گروہ خلائق آگاہ رہو کہ یہ مہدی آل محمد علیہ السلام ہے اور ان کو ان کے جد رسول خداؐ کے نام اور کنیت سے یاد کرے گا اور ان کا نسب مبارک ان کے والد بزرگوار امام حسن عسکری علیہ السلام بن علیؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب سلام اللہ علیہم اجمعین تک پہنچائے گا اور اس طرح وہ اس بزرگوار کا نسب ان کے آباء طاہرین کے اسماء کے ساتھ بیان کرے گا کہ مشرق سے لے کر مغرب تک کے تمام افراد اسے سنیں گے، پھر کہے گا کہ ان کی بیعت کرو تا کہ ہدایت حاصل کرو اور ان کے حکم کی مخالفت نہ کرنا ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے، پس ملائکہ و نقبائے انس و نجبائے جن کہیں گے، لبیک اے خدا کی طرف بلانے والے ہم نے سنا اور اطاعت کی۔

پس وہ مخلوق جب اس ندا کو سن لے گی تو شہروں، بستیوں، صحراؤں اور دریاؤں سے مشرق سے لے کر مغرب تک کے لوگ

مکہ معظمہ کا رخ کریں گے اور آنحضرتؑ کی خدمت میں پہنچیں گے اور جب غروب آفتاب کا وقت قریب ہوگا تو مغرب کی طرف سے شیطان ندا و فریاد کرے گا اے گروہ مردم تمہارا خدا وادی یابس میں اترا ہوا ہے پس تم عثمان بن عنبہ جو کہ یزید بن معاویہ بن ابوسفیان کی اولاد میں سے ہے، اس کی بیعت کرو تو ہدایت پاؤ گے اور اس کی مخالفت نہ کرو ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے، پس ملائکہ نقبائے انس اور نجبائے جن اس کی تکذیب کریں گے اور منافق اہل شک و ضلال اور گمراہ لوگ اس ندا کی وجہ سے گمراہ ہو جائیں گے۔ نیز ایک اور ندا بھی آسمان سے ظاہر ہوگی اور وہ ندا ظہور حجۃ اللہ سے پہلے ہے کہ جس کا شمار حتمی علامات میں سے ہے جو کہ ضرور واقع ہوگی، جو ندا تیئیس ماہ مبارک رمضان کی رات کو آئے گی کہ جسے سب زمین کے رہنے والے مشرق عالم سے لے کر مغرب تک سنیں گے اور اس کا منادی جبرئیل ہوگا جو کہ بلند آواز سے ندا دے گا کہ الحق مع العلی و شیعتہ حق علیؑ اور اس کے شیعوں کے ساتھ ہے، اور شیطان بھی دن کے وسط میں زمین و آسمان کے درمیان ندا کرے گا کہ جسے سب لوگ سنیں گے کہ "الحق مع عثمان و شیعتہ" کہ حق عثمان اور اس کے شیعوں کے ساتھ ہے۔

تیسری علامت از وادی یابس سے سفیانی کا خروج یعنی بے آب و گیاہ بیابان جو کہ مکہ اور شام کے درمیان ہے اور وہ شخص بد صورت جس کے منہ پر چیچک کے داغ اور چار شانے زرد آنکھوں والا ہے کہ جس کا نام عثمان بن عنبہ ہے اور وہ یزید بن معاویہ کی اولاد میں سے ہے، اور اس ملعون کا پانچ بڑے شہروں پر تصرف ہوگا جو کہ دمشق، حمص، فلسطین، اُردن اور قنسرین ہیں۔ پھر وہ بہت سا لشکر اطراف و جوانب کی طرف بھیجے گا اور اس کا بہت سا لشکر بغداد و کوفہ کی طرف آئے گا، اور وہ بہت قتل و غارت اور بے حیائی ان میں کرے گا اور کوفہ و نجف اشرف میں بہت سے آدمی قتل ہوں گے اور اس کے بعد اپنے لشکر کے ایک حصہ کو شام کی طرف روانہ کرے گا، اور ایک حصہ کو مدینہ منورہ کی طرف بھیجے گا اور جب وہ لشکر مدینہ میں پہنچے گا تو تین دن تک قتل کرے گا اور بہت سی خرابیاں کرے گا اور اس کے بعد مکہ کی سمت روانہ ہوگا، لیکن وہ مکہ نہیں پہنچ سکے گا اور جو حصہ شام کی طرف جائے گا اور راستہ ہی میں حضرت حجۃ اللہ کا لشکر اس پر ظفر و کامیابی حاصل کرے گا اور ان تمام کو ہلاک کر دے گا اور ان کے اموال غنیمت میں مکمل تصرف کرے گا اور اس ملعون کا فتنہ اطراف بلاد میں بہت زیادہ ہوگا خصوصاً دوستان و شیعان علی بن ابی طالب علیہ السلام کی نسبت یہاں تک کہ اس کا منادی ندا کرے گا کہ جو شخص ایک محب علیؑ کا سر لائے وہ ہزار درہم لے جائے، پس لوگ مال دنیا کی طمع میں ایک دوسرے کے حالات بتائیں گے اور ایک ہمسایہ دوسرے کے متعلق بتائے گا کہ یہ علی بن ابی طالب کا دوست ہے۔

خلاصہ یہ کہ وہ لشکر کا حصہ جو مکہ کی طرف جائیگا جب زمین بیداء میں پہنچے گا جو کہ مکہ و مدینہ کے درمیان ہے تو اس زمین میں خداوند عالم ایک فرشتے کو بھیجے گا اور وہ چیخ کر کہے گا کہ اے زمین ان ملاعین کو اپنے اندر جذب کر لے، پس وہ سارا لشکر جو تین لاکھ کے قریب ہوگا وہ اپنے گھوڑوں اور ہتھیاروں سمیت زمین میں دھنس جائے گا سوائے دو آدمیوں کے جو ایک دوسرے کے بھائی اور گروہ جہینہ میں سے ہوں گے کہ ملائکہ جن کے منہ پشت کی طرف پھیر دیں گے اور ایک سے کہیں گے تم بشیر ہو مکہ کی طرف جاؤ اور حضرت صاحب الامر علیہ السلام کو لشکر سفیانی کے ہلاک ہونے کی خبر دو اور دوسرا جو نذیر ہے اسے کہیں گے کہ شام کی طرف جاؤ اور

سفیانی کو خبر دو اور ڈراؤ۔

پس وہ دونوں آدمی مکہ اور شام کی طرف چلے جائیں گے، جب سفیانی یہ خبر سنے گا تو شام سے کوفہ کی طرف چل کھڑا ہوگا اور وہاں بہت خرابیاں کرے گا، اور حضرت قائم علیہ السلام جب کوفہ پہنچیں گے تو وہ ملعون شام کی طرف واپس بھاگ جائے گا، پس حضرتؑ اس کے پیچھے لشکر بھیجیں گے جو اسے صحرہ بیت المقدس میں قتل کر دے گا اور اس کا نحس سر کاٹ کر اس کے روح پلید کو جہنم رسید کر دے گا۔

چوتھی علامت: سفیانی کے لشکر کا بیداء میں زمین میں دھنس جانا جو کہ ذکر ہو چکا ہے۔

پانچویں علامت: نفس ذکیہ کا قتل ہونا اور وہ آل محمد علیہم السلام کا ایک فرزند ہوگا جو کہ رکن و مقام کے درمیان قتل ہوگا۔

چھٹی علامت: سید حسنی کا خروج اور وہ خوبصورت نوجوان ہے جو دیلم و قزوین کی طرف خروج کرے گا اور وہ بلند آواز سے پکارے گا کہ آل محمد علیہم السلام کی فریاد رسی کرو جو تم سے مدد طلب کر رہے ہیں، اور یہ سید حسنی ظاہراً امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوں گے اور باطل کا دعویٰ نہیں کریں گے اور اپنے نفس کی طرف دعوت نہیں دیں گے، بلکہ آئمہ اثناء عشر کے مخلص شیعوں اور دین حق کی متابعت کرنے والوں میں سے ہوں گے اور وہ دعویٰ نبوت و مہدویت نہیں کریں گے۔ البتہ وہ مطاع و بزرگ و رئیس ہوں گے اور گفتار و رفتار میں حضرت خاتم النبیینؐ کی شریعت مطہرہ کے موافق ہوں گے اور اس کے زمانہ خروج میں کفر و ظلم نے عالم کو گھیرا ہوا ہوگا اور لوگ ظالموں اور فاسقوں کے ہاتھ سے اذیت میں ہوں گے اور مومنین کی ایک جماعت بھی ظالموں کے ظلم کو دفع کرنے کے لیے تیار ہوگی، اس وقت سید حسنی دین آل محمدؐ کی نصرت کے لیے استغاثہ کریں گے، پس لوگ ان کی اعانت کریں گے، خصوصاً طالقان کے خزانے جو کہ سونا چاندی کے نہیں ہوں گے، بلکہ شجاع قوی دل مسلح و مکمل مرد ہوں گے جو عمدہ گھوڑوں پر سوار ان کے گرد جمع ہو جائیں گے اور اس کی جمعیت کافی ہو جائے گی اور سید سلطان عادل کی طرح ان کے درمیان حکم در فتار کریں گے اور آہستہ آہستہ اہل ظلم و طغیان پر غلبہ حاصل کر لیں گے اور اپنے مقام سے لے کر کوفہ تک زمین کو ظالموں اور کافروں کے وجود کی پلیدگی سے پاک کر دیں گے، اور جب وہ اپنے اصحاب کے ساتھ کوفہ میں پہنچیں گے تو خبر دیں گے کہ حضرت حجتہ اللہ مہدی آل محمد علیہم السلام نے ظہور کیا ہے اور مدینہ سے کوفہ تشریف لا چکے ہیں۔

پس سید حسنی اپنے اصحاب کے ساتھ آنحضرتؑ کی خدمت میں مشرف ہوں گے اور آنحضرتؑ سے دلائل امامت اور مواریث انبیاء کا مطالبہ کریں گے۔

حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم وہ جوان آنحضرتؑ کو پہچانتا اور یہ جانتا ہوگا کہ آپ حق پر ہیں، لیکن اس کا مقصد یہ ہوگا کہ آپؑ کی حقانیت لوگوں اور اپنے اصحاب پر ظاہر کرے، پس آنحضرتؑ دلائل امامت اور مواریث انبیاء اس کے لیے ظاہر کریں گے، اس وقت سید حسنی اور اس کے اصحاب آپؑ کی بیعت کریں گے سوائے اس کے اصحاب میں سے تھوڑے لوگوں کے جو چار ہزار زیدی ہوں گے کہ جنہوں نے قرآن اپنے گلے میں حمائل کئے ہوں گے اور جو کچھ دلائل و معجزات دیکھیں گے انہیں وہ جادو پر حمل کریں گے اور کہیں گے یہ بہت بڑی باتیں ہیں اور یہ سب جادو ہے جو انہوں نے ہم کو دکھایا ہے۔

پس حضرت حجۃ اللہ علیہ السلام جتنا وعظ و نصیحت انہیں کریں گے اور جتنا اظہار اعجاز فرمائیں گے، ان میں وہ اثر نہیں کرے گا تو آپ تین دن تک انہیں مہلت دیں گے، اور جب آپ کا وعظ و نصیحت اور جو کچھ حق ہے اسے قبول نہیں کریں گے تو حکم دیں گے کہ ان کی گردنیں اڑا دو، اور ان کی حالت بہت مشابہ ہے خوارج نہروان کے ساتھ جو کہ جنگ صفین میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ موجود تھے۔

ساتویں علامت! ہاتھ کی ہتھیلی کا ظاہر ہونا جو کہ آسمان میں طلوع کرے گا اور دوسری روایت میں ہے کہ چہرہ وسینہ اور ہاتھ کی ہتھیلی چشمہ خورشید کے نزدیک ظاہر ہوگی۔

آٹھویں علامت! پندرہ رمضان کو سورج گرہن اور اس ماہ کے آخر میں چاند گرہن کا لگنا۔

نویں علامت! وہ آیات و علامات ہیں جو کہ ماہ رجب میں ظاہر ہوں گی، شیخ صدوق نے امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے، آنحضرتؑ نے فرمایا کہ شیعوں کے لیے فتنہ عظیم ہونا کا ہونا ناگزیر ہے اور وہ اس وقت ہوگا جب ان کا امام غائب ہوگا اور اہل آسمان وزمین اس پر گریہ کریں گے، اور جب اس کا ظہور قریب ہوگا تو آسمان کی طرف سے لوگوں کے کانوں میں تین ندائیں پہنچیں گی کہ جنہیں تمام مخلوق سنے گی۔

پہلی ندا: الا لعنة الله على الظالمين یاد رکھو کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔

دوسری ندا: ازفت الآزفة یعنی نزدیک ہوا وہ امر جو روز بروز اور وقت بوقت پہنچتا ہے۔

اور تیسری آواز یہ ہوگی کہ ایک بدن سورج کی ٹکیہ میں سامنے سے ظاہر ہوگا اور اس کے ساتھ یہ ندا آئے گی کہ یہ امیر المومنین علیہ السلام دنیا کی طرف پلٹ کر آگئے ہیں ستم گاروں کو ہلاک کرنے کے لیے پس اس وقت مومنین کو فرج و کشائش آپہنچے گی۔

دسویں علامت! بنی عباس کا اختلاف اور ان کی حکومت کا خاتمہ کہ جس کے متعلق اخبار میں اعلام کیا گیا۔

علامات غیر حتمی: (جن کا ہونا لازمی نہیں) تو وہ بہت سی ہیں جن میں سے کچھ تو ظاہر ہو چکی ہیں اور کچھ ابھی تک واقع نہیں ہوئیں، اور ہم ان میں سے بعض کی طرف اجمالی طور پر اشارہ کریں گے۔

پہلی علامت! مسجد کوفہ کی دیوار کا خراب ہونا۔

دوسری! شط فرات سے کوفہ کی گلیوں میں نہر کا جاری ہونا۔

تیسری! خراب ہونے کے بعد دوبارہ کوفہ کا آباد ہونا۔

چوتھی! دریائے نجف میں پانی کا آجانا۔

پانچویں! فرات سے غری جو کہ نجف اشرف ہے اس کی طرف نہر کا جاری ہونا۔

چھٹی! ستارہ جدی کے قریب دُمدار ستارہ کا نمودار ہونا۔

ساتویں! آنحضرتؑ کے ظہور سے پہلے قحط سالی کا مظاہر ہونا۔

آٹھویں! زلزلہ اور سخت طاعون کی بیماری کا اکثر شہروں میں واقع ہونا۔

نویں! قتل بیوح یعنی اتنا زیادہ قتل وخون کہ جو رکے گا نہیں۔

دسویں! تحلیہ مصاحف اور زخرف مساجد یعنی قرآن کو زیور پہنانا، اور مسجدوں کو سونے سے مزین کرنا اور ان کے میناروں کو طویل اور اونچا بنانا۔

گیارہویں! مسجد براثا کا خراب ہونا۔

بارہویں! زمین کی مشرق کی طرف آگ کا ظاہر ہونا جو تین یا سات دن زمین و آسمان کے درمیان بھڑکتی رہے گی جو کہ باعث تعجب وکل خوف ہوگی۔

تیرہویں! سخت قسم کی سرخی کا آسمان میں ظہور جو پھیل کر سارے آسمان کو گھیر لے گی۔

چودہویں! مختلف جھنڈوں کی وجہ سے کوفہ میں زیادہ قتل وخونریزی۔

پندرہویں! ایک گروہ کا بندر وخنزیر کی شکل میں مسخ ہو جانا۔

سولہویں! خراسان کی طرف سے سیاہ جھنڈوں اور علموں کا حرکت میں آنا۔

سترہویں! ماہ جمادی الثانی اور رجب میں ایسی سخت بارشیں ہونا کہ جیسی بارش کبھی دیکھنے میں نہیں آئی ہوگی۔

اٹھارہویں! عربوں کا مطلق العنان ہو جانا کہ جہاں چاہیں گے جائیں گے اور جو چاہیں گے کریں گے۔

انیسویں! سلاطین عجم کا شان ووقار سے خارج ہو جانا۔

بیسویں! مشرق کی طرف سے ایسے ستارے کا نمودار ہونا جو درخشندہ چاند کی طرح روشنی دے گا اور پہلی کے چاند کی طرح ہوگا اور اس کے دونوں طرفیں اس طرح ٹیڑھی ہوں گے کہ ٹیڑھے پن کی وجہ سے قریب ہے کہ وہ ایک دوسرے سے مل جائیں، اس قدر چمکدار ہوگا کہ آنکھوں کو خیرہ کر دے گا۔

اکیسویں! ظلمت کفر وفسق ومعاصی کا تمام عالم کو گھیر لینا اور شاید اس علامت کا مقصد غلبہ کفر وفسق وفجور ہو اور دنیا میں ان امور کا منتشر ہونا ہے تمام شہروں میں اور لوگوں کا زیادہ میلان ورجحان اطوار وحالات کفار ومشرکین کی طرف گفتار کردار، عیش عشرت اور اوضاع دینویہ میں اور ان سے مشابہت اختیار کرنی، حرکات وسکنات ومساکن ولباس میں اور کمزوری اور سستی کرنا امر دین اور آثار شریعت میں اور آداب شرعیہ کا پابند نہ رہنا خصوصاً اس زمانہ میں کہ لوگوں کے حالات دن بدن بڑھتے اور سخت ہوتے جارہے ہیں اہل کفر کے ساتھ تمام جہات دینوی میں مشابہت کے لحاظ سے بلکہ قواعد وقوانین کفر کے اخذ کرنے اور ان پر امور ظاہریہ میں عمل کرنے میں اور زیادہ تر اعتقاد اور اعتماد کامل ان کے اقوال واعمال پر رکھتے ہیں اور تمام امور میں انہیں پر وثوق واطمینان رکھتے ہیں اور بسا اوقات تو بہت سے عقائد میں یہ چیز سرایت کر جاتی ہے اور سرے سے اصل عقائد دینی سے دستبردار ہو جاتے ہیں، بلکہ اپنے چھوٹے بچوں کو ان کے آداب وقواعد کی تعلیم دیتے ہیں جیسا کہ آج کل مرسوم ہے کہ ابتدائے امر میں آداب وقواعد دین اسلام ان کے اذہان

میں راسخ نہیں ہونے دیتے اور ان میں سے بہت سوں کی حالت بلوغ کے بعد عقیدہ کے فاسد ہوتے اور دین اسلام سے متدین نہ رہنے تک پہنچ جائے گی اور اس طریقہ پر وہ زندگی گزاریں گے اور یہی حالت ہے ان لوگوں کی جو ان کے ساتھ میل جول رکھتے ہیں اور ان کے اہل وعیال جو کہ ان کے تابع ہیں، بلکہ اگر پورے طور پر غور و تامل کرو تو دیکھو گے کہ کفر پوری دنیا پر چھایا ہوا ہے، مگر بہت ہی کم لوگ اور تھوڑی مقدار اللہ کے بندوں کی اور ان میں سے بھی زیادہ تر ضعیف الایمان اور ان کا اسلام ناقص ہے، کیونکہ اکثر آباد علاقے کفار و مشرکین و منافقین کے تصرف میں ہیں اور ان میں زیادہ تر رہنے والے اہل کفر و شرک و نفاق ہیں، مگر شاذ و نادر اور اہل ایمان جو اثنا عشری ہیں، ان میں بھی بسبب اختلاف عقائد اصولیہ دینیہ و مذہبیہ کے جیسا کہ وہ متفرق و پراگندہ ہیں، ان میں سے اہل حق نادر اور تھوڑے سے ہیں اور اہل ایمان میں سے یہ تھوڑے سے بھی خواص و عوام میں سے زیادہ تر اعمال قبیحہ اور افعال شنیعہ محرکہ کے ارتکاب کی وجہ سے از قسم معاصی و محرمات و حرام کھانے اور ہر ایک دوسرے پر ظلم و تعدی کرنا امور دینیہ و دنیویہ میں اس قدر اپنے نفوس پر ظلم کرتے ہیں کہ ایمان و اسلام میں سے کوئی چیز بھی ان کے پاس نہیں رہ جاتی سوائے اسم کے جو کہ مسمی سے مطابقت نہیں رکھتا اور سوائے رسم کے جو کہ آثار شریعت کے مخالف ہے، پس روئے زمین پر اس وقت اسلام کا کوئی اثر باقی نہیں رہا، مگر بہت کم اور وہ بھی مغلوب اور منکوب ہے اور ان کے وجود سے ظاہر شریعت ترویج دین میں کوئی اثر مرتب نہیں ہوگا اور لوگوں کی نگاہ میں کلیۃً معروف منکر اور منکر معروف ہو چکا ہے۔ اور اسلام میں سے صرف نام اور ظاہری رسم باقی رہ گئی ہے اور گویا طریقہ امیر المومنینؑ و سیرہ و عادت آئمہ طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین ہاتھ سے بالکل نکل گئے ہیں اور قریب ہے کہ العیاذ باللہ طومار شریعت بالکل لپیٹ دیا جائے اور سب لوگ دیکھ اور سن رہے ہیں کہ دن بدن یہ چیز شدت اختیار کر رہی ہے اور وہ جو رسول خدا نے خبر دی تھی کہ اسلام ابتدائے ظہور میں غریب و بے وطن تھا اور اس کے بعد غربت کی طرف پلٹ جائے گا اور غریب ہو جائے گا وہ اس زمانے میں ظاہر اور ہویدا ہے اور قریب ہے کہ تمام دنیا ظلم و جور سے پر ہو جائے بلکہ حقیقت میں عین ظلم و جور ہے، پس ضروری ہے کہ یہ تھوڑے مومنین عباد خدا ہمیشہ رات دن تضرع و زاری و ابتہال کے ساتھ خداوند عالم سے سوال و دعا کریں کہ وہ فرج آل محمد علیہم السلام میں تعجیل کرے اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے بعض خطبوں میں نقل ہوا ہے کہ آپؑ نے فرمایا۔

اذا صاح الناقوس و كبس الكابوس وتكلم الجاموس فعند ذلك عجائب واى عجائب اذا انار النار بنصيبين و ظهرت رائة عثمانية بواد سود و اضطربت البصرة و غلب بعضهم بعضاً وصبا كل قوم الى قوم الى ان قال عليه السلام واذعن هرقل بقسطنطنيه بطارقته سفياني فعند ذلك توقعوا ظهور متكلم موسى من الشجرة على طور۔

جب ناقوس چلائے گا اور اچانک حملہ کرنے والا دبانے والا آئے گا اور بھینہ بولے گا تو اس وقت بڑے عجائبات کا ظہور ہوگا

اور کیسے ہی عجائبات ہوں گے نصیبین کے مقام پر آگ روشن ہوگی اور عثمانی جھنڈا سیاہ وادی میں ظاہر ہوگا اور بصرہ جلنے لگے گا اور بعض کا بعض پر غلبہ ہوگا اور ہر قوم دوسری قوم کا رخ کرے گی، یہاں تک کہ فرمایا اور ہرقل (بادشاہ روم) قسطنطنیہ میں سفیانی کے جرنیلوں کی اطاعت کریگا تو اس وقت کوہ طور پر درخت سے موسیٰ کے ساتھ کلام کرنے والے ظہور کی توقع رکھو، نیز آپؑ اپنے بعض کمالات دربار میں علامات ظہور حضرت قائم علیہ السلام کے متعلق فرماتے ہیں، جب لوگ نماز کو بالکل چھوڑ دیں گے اور امانت کو ضائع کر دیں گے اور جھوٹ کو حلال سمجھیں گے اور سود کھائیں گے اور رشوت لیں گے اور پختہ مکان وعمارتیں بنائیں گے اور دین کو دنیا کے ساتھ بیچیں گے اور بیوقوفوں کو عامل وحاکم بنائیں گے اور عورتوں سے مشورے کریں گے، قطع رحمی کریں گے، خواہشات کی پیروی کریں گے، خون بہانا آسان سمجھیں گے، حلم کمزوری ہوگا، ظلم فخر ہوگا، امیر فاجر وزیر ظالم لوگ اور بڑے لوگ خائن اور قاری قرآن فاسق ہوں گے اور جھوٹی شہادتیں ظاہر ہوں گی، فسق وفجور، بہتان تراشی اور گناہ وسرکشی علی الاعلان ہوں گے اور قرآن کو زیور پہنائے جائیں گے اور مسجدیں سونے سے تزئین کی جائیں گی اور منارے اونچے بنائے جائیں گے اور برے لوگوں کو مکرر ومعزز سمجھا جائے گا اور صفوف میں بھیڑ ہوگی اور خواہشات مختلف ہوں گی اور عقد ومعاہدے توڑ دیئے جائیں گے اور وعدہ میں ہوئی چیز قریب ہوجائے گی اور عورتیں اپنے شوہروں کے ساتھ تجارت میں شریک ہوں گی، دنیا پر حریص ہونے کی وجہ سے اور فاسقوں کی آوازیں بلند ہوں گی اور ان کی بات کان دھر کے سنی جائے گی اور قوم کا رئیس ان میں پست ترین ہوگا اور فاجر سے اس کے شر کے خوف سے بچا جائے گا اور جھوٹے کی تصدیق کی جائے گی، اور گانے بجانے اور عیش وعشرت کی محفلیں ہوں گی اور اس امت کے آخری پہلے لوگوں پر لعنت کریں گے اور عورتیں گھوڑوں پر سوار ہوں گی اور عورتیں مردوں کی مشابہت اختیار کریں گی اور گواہی دینے والا گواہ بنائے جانے کے بغیر گواہی دے گا اور علم دین وفقہ غیر دین کے لیے سیکھنے والا حاصل کرے گا اور دنیا کے عمل کو آخرت کے عمل پر ترجیح دیں گے اور بھیڑ کے چمڑے بھیڑیوں کو پہنائیں گے، ان کے دل مردار سے زیادہ بدبودار اور صبر سے زیادہ کڑوے ہوں گے تو اس وقت جلدی کرنا جلدی اور تعجیل ہی تعجیل۔ ان دنوں بہترین جگہ بیت المقدس ہوگی، البتہ لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ ہر ایک تمنا کرے گا کہ وہ اس کے رہنے والوں میں سے ہوتا۔

مولف کہتا ہے کہ مجھے مناسب معلوم ہوا ہے کہ یہاں اپنے شیخ واستاد مرحوم ثقۃ الاسلام نوری طاب ثراہ کے کلمہ طیبہ کے کلام کا خلاصہ نقل کر دوں بعد اس کے کہ انہوں نے یہ ثابت کیا کہ تہتر فرقوں میں فرقہ اثنا عشریہ ہی اہل نجات ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اس جماعت کی نجات اس زمانہ میں انتہائی کمزور پست تھوڑی اور سست ہے چند امور کی وجہ سے کہ جن میں سے عمدہ ایران کے مقدس شہروں میں کفار کی زیادہ آمد ورفت ہے اور زیادہ میل جول اور دوستی مسلمانوں کی ان کے ساتھ اور مال و اسباب وسامان وآلات واثاث البیت اہل کفر وشرک کا ہر شہر ودیہات کو ڈھانپ لیتا ہے، یہاں تک کہ ضروریات زندگی و اسباب راحت بدن وآسودگی میں سے کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جس میں ان کا نام ونشان یادگار ورسم نہ ہو، اس کام کے نتائج اور اس رفتار کے آثار ایسے مفاسد اور مضرات بے شمار ہیں جو کہ دین اسلام میں پیدا ہو گئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ دلی بعض کفار وملحدین کا جو کہ ارکان دین اور اجزاء ایمان میں سے ہے وہ دل سے نکال دیا ہے اور ان کی دوستی ومحبت جو کہ دوستی

خدا و اولیاء خدا کی ضد ہے جس طرح کہ آگ اور پانی ایک دوسرے کی ضد ہیں وہ لے آیا ہے، بلکہ ان سے میل جول اور آمیزش مایہ افتخار اور سبب فخر و مباہات ہو گیا ہے، حالانکہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ نہیں پائے گا تو ان لوگوں کو جو کہ خدا اور روز جزاء پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ دوست رکھیں ان اشخاص کو جو دشمن اور مخالف ہے خدا اور اس کے رسولؐ کے چاہے وہ ان کے باپ اولاد بھائی اور اہل قبیلہ ہی کیوں نہ ہوں۔ چہ جائیکہ بیگانے ہوں، پس جو ان کا دوست ہے، اس کا ایمان میں کوئی حصہ نہیں ہے، نیز فرماتا ہے اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو اپنا ولی و دوست نہ بناؤ۔ الایہ اور کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ خداوند عالم نے اپنے ایک نبی کی طرف وحی کی کہ مومنین سے کہو کہ وہ میرے دشمنوں کا لباس نہ پہنیں اور نہ میرے دشمن کا کھانا کھائیں ورنہ میرے دشمن ہو جاؤ گے جس طرح کہ وہ میرے دشمن ہیں اور کتاب جعفریات میں اسی مضمون کو حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے نقل کیا ہے، اور اس کے آخر میں فرمایا ہے میرے دشمنوں کی اشکال سے متشکل نہ ہو جاؤ۔

امالی صدوق میں مروی ہے کہ جناب صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص کسی کافر کو دوست رکھتا ہے تو وہ خدا کا دشمن ہے اور جو کسی کافر کو دشمن رکھتا ہے وہ خدا کا دوست ہے، پھر آپؑ نے فرمایا کہ دشمن خدا کا دوست خدا کا دشمن ہے اور کتاب صفات الشیعہ میں جناب امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ ان لوگوں میں سے کہ جو ہم اہلبیت کی دوستی کا دم بھرتے ہیں ایسے اشخاص بھی ہیں کہ جن کا فتنہ دجال کے فتنہ سے زیادہ ہے ہمارے شیعوں کے لیے۔ راوی نے عرض کیا کہ کس بناء پر، فرمایا ہمارے دشمنوں کو دوست رکھنے اور ہمارے دوستوں کو دشمن رکھنے کی وجہ سے، کیونکہ جب یہ صورت ہو جائے تو حق باطل سے خلط ملط ہو جاتا ہے اور مشتبہ ہو جاتا ہے، پس مومن منافق سے پہچانا اور الگ نہیں ہو سکتا، نیز آنجنابؑ نے اہل جبر و تشبیہ اور غلات کے بارے میں فرمایا جیسا کہ خصال میں مروی ہے کہ جو شخص ان کو دوست رکھے تو وہ ہمیں دشمن رکھتا ہے اور جو انہیں دشمن رکھے وہ ہمیں دوست رکھتا ہے اور جو ان سے مواخات رکھے، اس نے ہم سے رشتہ توڑ لیا اور جو ان سے اپنا رشتہ توڑ لے اس نے ہم سے مواصلت کی اور رشتہ جوڑا اور جو انہیں آزردہ کرے اس نے ہم سے نیکی کی ہے اور جو ان سے نیکی کرے اس نے ہمیں آزردہ کیا اور جو ان کی عزت کرے اس نے ہماری توہین کی ہے اور جو شخص ان کی بات کی تردید کردے اس نے ہماری بات کو مانا اور ہما[illegible] پذیرائی کی ہے، اور جو ان کی بات مان لے اس نے ہمارے قول کی تردید کی ہے اور جو ان سے احسان کرے اس نے ہم سے بدی کی، اور جو ان سے بدی کرے اس نے ہم سے نیکی کی اور جو ان کی تصدیق کرے اس نے ہماری تکذیب کی ہے اور جو ان کی تکذیب کرے اس نے ہماری تصدیق کی ہے، اور جو ان کو عطیہ دے اس نے ہمیں محروم کیا ہے اور جس نے انہیں محروم کیا اس نے ہمیں عطیہ دیا ہے۔

اے خالد کے بیٹے جو ہمارا شیعہ ہے وہ ان میں سے کسی کو دوست و مددگار نہ بنائے اور جب ایسے کافروں کا حال یہ ہے تو باقی کفار کا حال اگر ان سے بدتر نہیں تو کمتر بھی نہیں ہو سکتا۔ دوسرا امر یہ ہے کہ دل میں بغض دین و طریقہ مسلمین و عداوت

متدینین و صالحین (جو کہ متأدب ہیں آداب شریعت کے ساتھ اور دل و زبان سے منکر ہیں اس جماعت کی معاشرت و مشابہت سے) آہستہ آہستہ ثابت و برقرار ہو جاتا ہے، کیونکہ فطری طور پر ہر شخص اپنے طریقہ کے مخالف اور اس کی رسوم کے منکر سے نفرت کرتا ہے کہ جن کو اس نے از روئے محبت و خیال ولذت و منفعت کے اختیار کر رکھا ہے، خصوصاً اگر وہ مخالف بقدر امکان اس کو اس طریقہ کی پیروی سے منع کرے اور روکے اور اس مفسدہ کا شیوع و بروز وظہور اس مقام پر پہنچ گیا ہے کہ قریب ہے کہ لوگ ارباب علم و دیانت کے ساتھ وہ معاملہ کریں جو بے چارے یہودی کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ جن کے دیکھنے سے دل گھٹتا ہے اور ترش روائی پیدا ہو جاتی ہے اور جو شخص اس کو تکلیف و اذیت دینے کی قدرت رکھتا ہے تو وہ اس کے درپے ہو جاتا ہے، بلکہ صاحب عمامہ کو دیکھنے سے جو کہ عیش کو ناخوشگوار بنا دیتا ہے اور مانع لہو و طرب ہے۔ زیادہ نفرت گھن واستہزاء وتمسخر اور آنکھوں اور ہاتھ سے بطور استخفاف اشارہ کرنا دوسروں کی نسبت زیادہ ہے، بلکہ اہل علم کی حرکات وسکنات کی نقالی کرنا اوقات تحصیل و تدریس وعبادت میں مجالس لہو ولعب میں ہنسانے اور اپنے محافل طرب کی زینت کا سبب قرار دیتے ہیں، اور کبھی ان چیزوں کو شعر و نظم کے لباس میں پیش کرتے ہیں اور وہی کام جو کفار مومنین کو دیکھنے کے وقت کرتے تھے کہ زبان سے ستہزاء کرنا اور چشم و ابرو سے اشارہ کرنا اور جتنا ہو سکے استحقار و استخفاف کرنا اور خداوند عالم نے متعدد مقامات پر حکایت فرمائی ہے۔ اور انہیں عذاب دینا و آخرت کی اطلاع دی ہے اور اسی روش و طریقہ فساق و فجار کے مطابق جوان لوگوں کے ساتھ کرتے تھے، اس زمانہ میں بھی اس طرح کرتے ہیں اور یہ بغض و منافرت باوجود ان کے احترام وتعظیم کے انتہائی تناقض اور کمال مباینت رکھتا ہے اور بالکل ایک دوسرے سے جمع نہیں ہو سکتے اور بہت سے روایات میں ایمان صف حب الٰہی میں ہے اور وہ چیزیں کہ جنہیں وہ پسند کرتا اور انہیں دوست رکھتا ہے انہیں دوست رکھنے میں ہے، اور خدا کے دشمنوں سے بغض رکھنا اور ان چیزوں سے کہ جنہیں وہ دوست رکھتے ہیں۔

اور نہج البلاغہ میں مذکور ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا اگر ہم میں اور کچھ نہ ہو سوائے اس کے کہ ہم دوست رکھتے ہیں ان چیزوں کو کہ جن سے خدا دشمنی رکھتے ہیں اور ہم تعظیم کرتے ہیں ان چیزوں کی کہ جنہیں خدا حقیر سمجھتا ہے تو یہی ہمارے لیے خدا کی مخالفت ہے اور اس کے حکم سے روگردانی کرنے کے لیے کافی ہے۔ خلاصہ یہ کہ امت پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رشتہ کار اس حد کو پہنچ گیا ہے کہ اکثر عوام ضروری مسائل سے بے خبر ہیں، بلکہ نصاریٰ زنادقہ اور دہریوں سے میل جول رکھنے ان کے پاس بیٹھنے اور اس کی وجہ سے اتنے کلمات کفر اور منکر اور بری باتیں جو کہ سبب ارتداد ہیں لوگوں کے درمیان عام ہو چکی ہیں کہ دستہ دین سے خارج ہو جائیں گے اور انہیں خبر بھی نہیں ہوگی اور اگر معلوم ہو بھی جائے تو بھی اسے اپنے مقصد میں شمار نہ کریں گے۔ اور اکابر عیان بڑے گناہوں کو مثلاً لوگوں کے سامنے ماہ رمضان میں دن کے وقت کھانے اور روزہ چھوڑ دینے کو فخر سمجھتے ہیں اور دین کی پیروی کرنے والوں کا مذاق اڑاتے ہیں اور ان کا تمسخر واستہزاء کرتے ہیں اور انہیں بیشعور و بے باک سمجھتے ہیں اور بیجز اور بے ذوق لوگوں میں انہیں شمار کرتے ہیں اور کبھی انہیں خشک مقدس کا نام دیتے ہیں اور ہمیشہ افعال خداوندی پر اعتراض کرتے ہیں اور کیڑے نکالتے ہیں اور مدح و توصیف حکماء اہل صنعت فرنگ اور ان کی زیادہ عقلمندی و ہوشیاری کو ورد زبان اور زینت مجالس قرار دیتے ہیں اور ان کے صنعتی

کاموں کو جو کہ فی الجملہ علم طبعی اور ریاضی کی تکمیل کا نتیجہ ہیں، قوت بشری سے خارج اور معجزات وخوارق عادات انبیاء واوصیاء کے ہم پلہ سمجھتے ہیں، مجالس علماء سے گریز اور صحبت علم دین وذکر معاد وقیامت سے ملول ومنزجر ہوجاتے ہیں اور اگر کسی محفل میں پھنس جائیں تو یا سو جاتے ہیں اور یا دل کسی دوسری طرف بھیج دیتے ہیں، فقراء واہل دیانت کی رو رعایت کو بیفائدہ سمجھتے ہیں اور نجی اموال کی بناء پر کہ جو حرام کی راہ سے یتیم اور بیوہ عورتوں کے خون سے جمع کیے ہیں کہ جنہیں مصارف حرام ومعاصی عظام میں صرف کرتے ہیں، خود کو غنی و تونگر اور معظم ومکرم اور لازم الاحترام شمار کرتے ہیں اور علماء واتقیاء کو لوگوں کا مال کھانے والے حلوا خوار گداگر اور ذلیل سمجھتے ہیں، سونے اور چاندی کے برتن استعمال کرتے، مردوں کے لباس زری ودیباج کے ہیں، داڑھیاں منڈا کر بنی مروان وبنی امیہ کی ہیئت بنائے ہوئے سخن محبوب اور زبان مرغوب فرانسیسی وانگریزی بولتے اور کتاب خداوند عالم اور آثار آئمہ علیہم السلام کے بدلے کتب ضلالی تالیفات کفار ویہود کے انیس وجلیس بنے ہوئے ہیں، وہ یہودی جو کہ سالہا سال سے انگریزوں کے شہروں میں رہتے ہیں، انہوں نے اپنے مذہب کی رسوم نہیں چھوڑیں اور مسلمانوں نے وہاں کے چند سفر کرنے کے بعد مسلمانی سے دل کھینچ لیے ہیں، بہت کم ایسے گناہ ہیں کہ جو شائع وعام نہ ہوئے ہوں اور بہت کم ایسی اطاعتیں اور عبادتیں باقی ہیں کہ جن کی صورت ونام موجود ہو اور ان میں کئی راستوں سے خلل وفساد نے راستہ نہ پایا ہو، اہل حق معروف کے قائم رکھنے اور منکر سے روکنے سے عاجز ہیں اور اس کی تاثیر کی قدرت کے باوجود اس سے مایوس اور تنہائیوں میں ضعف ایمان وغربت اسلام ومنکر کے عام ہونے پر گریان ومغموم ہیں۔

الحمد للہ کہ اخبار حضرت ختمی مرتبتؐ کی سچائی ظاہر ہوگئی ان مفاسد اور ان کے علاوہ دیگر فسادات کے ان کی امت میں واقع ہونے کے متعلق جیسا کہ شیخ جلیل علی ابراہیم قمی نے اپنی تفسیر میں ابن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول خداؐ کے ساتھ حج ادا کیا، پس آپ نے کعبہ کے دروازے کا کنڈا پکڑ کر اپنا رخ انور ہماری طرف کر کے فرمایا، کیا تمہیں قیامت کی علامات نہ بتاؤں۔

اور اس دن سب سے زیادہ آپؐ کے نزدیک سلمان رضی اللہ عنہ تھے، تو انہوں نے عرض کیا ہاں اے اللہ کے رسولؐ تو آپؐ نے فرمایا کہ قیامت کے علامات میں سے ہے نماز کا ضائع کرنا اور شہوت کی پیروی کرنا اور آراء باطلہ کی طرف مائل ہونا اور صاحبان مال کی تعظیم کرنا اور دین کو دنیا کے عوض بیچ دینا، پس اس وقت مومن کا دل اس کے شکم میں پانی پانی ہوجائے گا جس طرح نمک پانی میں گر کر نمک ہوجاتا ہے، یہ ان منکرات کی وجہ سے ہوگا جو وہ دیکھیں گے، لیکن ان کے بدلے اور متغیر کرنے کی ان میں قدرت نہیں ہوگی۔

سلمان نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ کیا واقعاً یہ چیزیں ہوں گی، فرمایا ہاں اس کی قسم کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اے سلمان، پس اس وقت منکر معروف ہوجائے گا اور معروف منکر اور خائن امین ہوجائے گا اور خیانت کرے گا امین، اور جھوٹے کی تصدیق اور سچے کی تکذیب کی جائے گی۔

سلمانؓ نے عرض کیا یہ ہوگا اے اللہ کے رسولؐ، فرمایا ہاں قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اے سلمان میں عورتوں کی سرداری ہوگی اور کنیزیں شریک کار ہوں گی اور بچے منبروں پر بیٹھیں گے اور جھوٹ خوش طبعی ہوگا اور زکوۃ

غرامت (چٹی) ہوگی، یعنی زکوۃ دینے کو مالی ضرر سمجھیں گے، اور مال کفار جو غلبہ سے لیں گے انہیں اپنے لیے غنیمت قرار دیں گے، یعنی اسے مسلمانوں کے مصارف میں صرف نہیں کریں گے اور آدمی اپنے ماں باپ پر جفا کرے گا، اور اپنے دوست صدیق و دوست سے بیزاری چاہے گا اور دمدار ستارہ طلوع کرے گا۔

سلمان نے عرض کیا یہ چیزیں کب ہوں گی اے اللہ کے رسولؐ۔ فرمایا ہاں قسم ہے اس کی کہ جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، اے سلمان ان پر ایسے لوگ اس زمانہ میں حاکم و والی ہوں گے کہ اگر یہ بات کریں گے تو وہ انہیں قتل کر دیں گے اور اگر خاموش رہے تو انہیں جڑ سے نکال دیں گے، بیشک ان کے مال غنیمت کو وہ اپنے لیے انتخاب کریں گے اور ان کی حرمت کو پامال کر دیں گے اور ان کے خون بہائیں گے، بیشک ان کے دل فساد اور خوف سے پر ہوں گے، پس انہیں نہیں دیکھو گے، مگر ترسان و ہراساں سلمان نے عرض کیا یہ ہوگا اے اللہ کے رسولؐ فرمایا ہاں اس کی قسم کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے بیشک اس زمانے میں کچھ چیزیں مشرق سے اور کچھ مغرب سے لائی جائیں گی اور لوگ مختلف رنگوں اور رنگوں میں باہر نکلیں گے، پس وائے اور ہلاکت ہے میری امت کے کمزور لوگوں پر ایسے اشخاص سے اور ان پر خداوند عالم کی طرف سے وائے و ہلاکت ہے وہ چھوٹے پر رحم اور بڑے کی عزت و توقیر نہیں کریں گے اور وہ بدکاروں سے آگے نہیں بڑھیں گے، ان کے جسم آدمیوں جیسے اور ان کے دل شیاطین کے دلوں کی طرح ہوں گے۔

سلمانؓ نے عرض کیا یہ ہوگا اللہ کے رسولؐ۔ فرمایا ہاں اس کی قسم کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اے سلمان اس وقت مرد مردوں پر اور عورتیں عورتوں پر اکتفاء کریں گے اور مردوں پر اس طرح رشک کریں گے کہ جس طرح لڑکیوں پر رشک کرتے ہیں مرد عورتوں کے مشابہ اور عورتیں مردوں کے مشابہ ہوں گی اور عورتیں زین پر سوار ہوں گی پس میری امت کی ان عورتوں پر خدا کی لعنت ہو۔

سلمانؓ نے عرض کیا یہ باتیں ہوں گی اے اللہ کے رسولؐ۔ فرمایا ہاں خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، بیشک اس وقت مسجدوں کی نقش نگاری اور طلاکاری کریں گے جس طرح کہ یہود و نصاریٰ گرجے و عبادت خانوں کی نقش نگاری و طلاکاری کرتے تھے اور قرآنوں کو مزین کیا جائے گا، اور مینارے اونچے اونچے ہوں گے اور صفیں لمبی لمبی ہوں گی، لیکن ان کے دل ایک دوسرے سے کینہ اور عداوت رکھتے ہوں گے اور ان کی زبانیں مختلف ہوں گی۔

سلمانؓ نے عرض کیا یہ کچھ ہوگا اے اللہ کے رسولؐ۔ فرمایا ہاں قسم ہے اس کی کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اور اس وقت میری امت کے مرد سونے سے اپنی آرائش کریں گے اور حریر و دیباج کے لباس پہنیں گے اور چیتے کا چمڑا زرہ کے نیچے پہننے کے لیے حاصل کریں گے۔

سلمانؓ نے عرض کیا یہ ہوگا اے اللہ کے رسولؐ۔ فرمایا ہاں اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اے سلمان اس وقت سود ظاہر ہوگا اور معاملہ عینہ کریں گے، یعنی ایک مال کو قیمت معین پر وعدہ کے ساتھ بیچے گا، اس کے بعد بیچنے والا اس

مال کو خریدنے والے سے کمتر پر خرید لے، اور یہ ایک قسم ہے سود کے حیلہ سے حلال کرنے کی اور رشوت حق وانصاف ہوجائے گی اور دین پست اور دنیا بلند ہوگی۔

سلمانؓ نے عرض کیا ایسے ہوگا اے اللہ کے رسولؐ۔ فرمایا ہاں اس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اور اس وقت گانے والی کنیزیں ظاہر ہوں گی اور آلات لہو جو آواز کے مقامات کو بتائیں گے مثلاً عود و طنبورہ اور ان کے والی وحاکم میری امت کے بدترین لوگ ہوں گے۔

سلمانؓ نے عرض کیا ایسے ہوگا اے اللہ کے رسولؐ۔ فرمایا ہاں اس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اے سلمان اس وقت اغنیاء و تونگر سیر و تفریح کے لیے حج کریں گے اور درمیانہ طبقہ تجارت کے لیے اور فقراء ریا کاری اور شہرت کے لیے، پس اس وقت ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو غیر خدا کے لیے قرآن یاد کریں گے اور اسے اپنے لیے گانے کی چیز سمجھیں گے اور ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو علم دین غیر خدا کے لیے سیکھیں گے اور پڑھیں گے اور زنا کی اولاد زیادہ ہوگی اور قرآن کو گائیں گے اور ایک دوسرے پر دنیا کے لیے حملہ کریں گے۔

سلمانؓ نے عرض کیا ایسے ہوگا اے اللہ کے رسولؐ۔ فرمایا ہاں اس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اے سلمان یہ اس وقت ہوگا جب حرمتیں چاک کردی جائیں گی اور گناہوں کو کسب کیا جائے گا اور برے لوگ اچھے لوگوں پر مسلط ہوجائیں گے اور جھوٹ منتشر ہوگا اور لجاجت اور لیچڑ پن ظاہر ہوگا اور فقراء احتیاج عام ہوں گے اور لباس کی وجہ سے فخر کریں گے اور بارش اوقات بارش کے علاوہ برسے گی، اور نرد و شطرنج وطبل و آلات لہو ولعب کو پورے طور پر جانتے، اسے اچھا سمجھتے اور انہیں اپناتے ہوں گے اور امر بالمعروف اور نہی از منکر کو برا سمجھیں گے یہاں تک کہ اس وقت مومن ایک کنیز سے بھی زیادہ ہوگا قاریوں اور عبادت گذاروں میں ملامت عام ہوگی، پس انہیں ملکوت آسمان میں ارجاس وانجاس (پلید ونجس) کے نام سے پکارا جائے گا۔

سلمانؓ نے عرض کیا ایسے ہوگا اے اللہ کے رسولؐ۔ فرمایا ہاں اس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اے سلمان اس وقت غنی فقیر پر رحم نہیں کرے گا، یہاں تک کہ سائل ایک جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک سوال کرے گا تو اسے کوئی ایسا شخص نہیں ملے گا جو اس کی ہتھیلی پر کوئی چیز رکھ دے۔

سلمانؓ نے عرض کیا ایسے ہوگا اے اللہ کے رسولؐ۔ فرمایا ہاں اس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ انتھی الخبر۔

خلاصہ یہ کہ دینی غیرت اور مذہبی عصبیت اس طرح مخلوق سے اٹھ گئی ہے کہ اگر کافر یا مخالف سے ضرر کلی اس کے دین کو پہنچے تو وہ اتنی مقدار بھی اندوہناک اور غمگین نہ ہوجتنا اس کو تھوڑے سے مالی ضرر پر غم واندوہ ہوتا ہے جو اسے کسی مسلمان بھائی کی طرف سے پہنچے اور اگر دستہ دستہ لوگ دین سے برگشتہ ہوجائیں تو وہ بالکل غمگین واندوہناک نہ ہوں۔

آٹھویں فصل

حضرت صاحب الزمان صلوات اللہ علیہ کے چار نُواب کا ذکر

اور ہم یہاں اس پر اکتفاء کرتے ہیں جو کتاب کفایۃ الموحدین میں لکھا گیا ہے، فرماتے ہیں۔

پہلے بزرگواران میں سے جناب عثمان بن سعید عمروی ہیں کہ آنجناب کو مکمل وثوق و اطمینان تھا ان کی امانت داری پر اور وہ امام علی نقی و امام حسن عسکری علیہما السلام کے نزدیک معتمد علیہ تھے اور ان کی زندگی میں ان کے امور کے وکیل تھے، اور طائفہ اسدی میں سے جعفر عمروی ان کے جد کی طرف منسوب تھا اور انہیں سمان یعنی گھی بیچنے والا بھی کہتے تھے اور مشغلہ بعض مصالح کی بناء پر تھا، کیونکہ تقیہ اور دشمنان خدا سے امر سفارت و نیابت کو مخفی رکھنے کے لیے وہ گھی بیچا کرتے تھے اور شیعہ حضرات جو مال حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے لیے لے آتے تھے ان کے سپرد کرتے تھے اور وہ ان اموال کو اپنے مال تجارت میں رکھ دیتے اور پھر آنحضرتؑ کی خدمت میں بھیج دیتے۔

اور احمد بن اسحاق قمی جو کہ اجلاء علماء شیعہ میں سے ہیں کی روایت میں اس طرح مذکور ہے کہ میں ایک دن جناب امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں مشرف ہوا اور عرض کیا اے میرے سید و مولا میرے لیے ہمیشہ ممکن نہیں کہ میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوں تو پھر میں کس کی بات قبول کروں اور کس کے حکم کی اطاعت کروں۔

فرمایا یہ شخص ابوعمرو مرد ثقہ اور میرا امین ہے جو کچھ یہ تم سے کہے میری طرف سے کہتا ہے اور جو کچھ تمہیں پہنچائے وہ میری طرف سے پہنچاتا ہے اور جب امام علی نقی علیہ السلام دار بقاء کی طرف رحلت فرما گئے تو ایک دن میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آنحضرتؑ کی خدمت میں بھی اسی طرح عرض کیا کہ جس طرح ان کے والد بزرگوار سے عرض کیا تھا تو فرمایا کہ ابوعمرو مرد ثقہ و امین ہے، گزشتہ امامؑ کے نزدیک بھی ثقہ تھا اور میرے نزدیک بھی ثقہ ہے۔ میری زندگی میں بھی اور میری وفات کے بعد بھی، جو کچھ تم سے کہے میری طرف سے کہتا ہے اور جو کچھ تم تک پہنچائے میری طرف سے پہنچاتا ہے۔

اور علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے بحار میں نقل کیا ہے کہ اہل حدیث میں سے ثقات کی ایک جماعت نے روایت کی ہے کہ اہل یمن کا ایک گروہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت سے مشرف ہوا اور وہ امام العالمینؑ کے لیے کچھ مال لے کر آئے تھے تو آپؑ نے

فرمایا اے عثمان بیشک تم مال خدا کے وکیل وامین ہو، جاؤ اور اہل یمن جو مال لے کر آئے ہیں اسے اپنے قبضہ میں لے لو۔

اہل یمن نے عرض کیا اے ہمارے مولا خدا کی قسم اس میں شک نہیں کہ عثمان آپؑ کی منتخب شیعوں میں سے تھا اور ہمارے نزدیک اور ہمارے تصور میں جو آپؑ کے ہاں اس کی قدر ومنزلت تھی آپؑ نے اسے اور زیادہ کر دیا کیونکہ وہ آپؑ کے نزدیک خصوصی طور پر مال خدا میں قابل اعتماد ہے۔

فرمایا ہاں تم گواہ ہو کہ عثمان بن سعید عمروی میرا وکیل ہے اور اس کا بیٹا محمد بن عثمان میرے بیٹے مہدی کا وکیل ہے نیز بحار میں اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ امام حسن عسکریؑ کی وفات کے بعد بحسب ظاہر تو عثمان بن سعد آنجناب کے تجہیز میں مشغول ہوئے تھے اور حضرت صاحب الامر علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار کی وفات کے بعد انہیں منصب جلالت ووکالت ونیابت پر برقرار رکھا اور شیعوں کے مسائل کے جوابات ان کی وساطت سے ان تک پہنچتے تھے اور جو اموال سہم امام علیہ السلام ہوتے تھے وہ ان کے سپرد ہوتے اور حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے وجود مبارک کی برکت سے لوگ ان سے امور غریبہ اور اخبار مغیبات کا مشاہدہ کرتے، جو مال مومنین ان کے سپرد کرتے تو وہ لینے سے پہلے ان کی حلیت وحرمت ومقدار کی خبر دیتے اور یہ کہ کن لوگوں کے مال ہیں اور یہ سب چیزیں حضرت حجۃ اللہؑ کی طرف سے انہیں بتائی جاتیں اور اس طرح باقی وکلاء وسفراء آنحضرتؑ کا حال تھا جو کہ دلائل وکرامات کی بناء پر آنحضرتؑ کی طرف سے سفارت ونیابت کے عہدہ پر فائز تھے۔

دوسرے بزرگوار آنحضرتؑ کے وکلاء وسفراء میں سے عثمان کے بیٹے عثمان بن وسعید عمروی تھے کہ امام حسن عسکری علیہ السلام نے ان کی اور ان کے والد کی توثیق فرمائی تھی اور آپؑ نے اپنے شیعوں کو یہ بتایا تھا کہ یہ میرے مہدیؑ کے وکلاء میں سے ہے اور جب ان کے والد عثمان بن عمروی کی وفات کا وقت پہنچا تو حضرت حجۃ اللہؑ کی طرف سے توقیع خارج ہوئی کہ جو خصوصی طور پر ان کے والد کی وفات کی تعزیت پر مشتمل تھی، اور یہ کہ محمد امر سفارت میں نائب ومنصوب ہیں ولی خدا کی طرف سے اور وہ اپنے باپ کے مقام پر برقرار ہیں، اور توقیع کی عبارت صدوق اور دوسرے اعلام کی روایت کی بناء پر جو انہوں نے نقل کی ہے اس طرح ہے۔

انا لله وانا اليه راجعون تسليماً لامره ورضاً بقضائه وبفعله عاش ابوك سعيدا ومات حميدا فرحمه الله والحقه وباوليائه مواليه عليهم السلام فلم يزل في امرهم ساعيا فيما يقربه الى الله عزوجل واليهم نضر الله وجهه واقاله عثرته واجزل الله لك الثواب واحسن لك الغزا ورزيا واوحشك فراقه واوحشنا فسره الله في منقلبه وكان من كمال سعادته ان رزقه الله ولدا منك يخلفه وكان من كمال سعادته ان رزقه الله والدا مثلك يخلفه من بعده ويقوم مقامه بامره ويترحم عليه واقوال الحمد لله فان الانفس

طيبة بمكانك وما جعله الله عزوجل فيك وعندك اعانك وقواك و عضدك ووفقك وكان لك وليا وحافظا وراعياً

ترجمہ: بیشک ہم اللہ کے لیے ہیں اور ہماری اسی کی طرف بازگشت ہے،اس کے حکم وامر کو تسلیم کرتے ہوئے ،اس کی قضاء اور فعل پر راضی ہوتے ہوئے تیرے باپ نے سعادت مندانہ زندگی بسر کی ہے اور قابل تعریف مرا ہے، پس خدا اس پر رحم کرے اور اسے اس کے اولیاء اور موالی علیہم السلام سے ملحق کرے، پس وہ ہمیشہ ان کے معاملہ میں کوشاں رہا اس چیز میں جو کہ اسے اللہ تعالیٰ اور ان کے قریب کرتی تھی ،خداوند عالم اس کے چہرہ کو رونق بخشے اور اس کی لغزش کو معاف فرمائے اور خدا تجھے ثواب جزیل دے اور تجھے اچھا صبر عزا دے اور تجھے مصیبت پہنچی ہے اور ہمیں بھی مصیبت پہنچی ہے ،اور اس کے فراق نے تجھے اور ہمیں وحشت زدہ کیا ہے۔پس خدا اسے خوشی وسرور بخشے اس کی بازگشت کی جگہ میں۔

اس کی انتہائے سعادت یہ تھی کہ خداوند عالم نے اسے تجھ جیسا بیٹا عطا فرمایا ہے جو اس کے بعد اس کا جانشین ہوگا،اور اس کے کام میں اس کا قائم مقام ہوگا اور اس کے لیے رحمت کی دعا کرے گا۔اور میں کہتا ہوں الحمد للہ پس بیشک نفوس تیرے مقام سے پاکیزہ وخوش ہیں اور اس پر کہ جس کو خداوند عالم نے تجھ میں اور تیرے پاس قرار دیا ہے خدا تیری اعانت کرے، تجھے قوت دے اور تیرا کندھا مضبوط کرے اور تجھے توفیق دے اور وہ تیرا ولی وحافظ ونگہبان رہے،اور اس توقیع شریف کی دلالت ان دو بزرگواروں کی جلالت قدر و بزرگی مرتبہ پر انتہائی طور پر دلالت کرتی ہے۔

نیز علامہ مجلسی نے بحار میں شیخ طوسی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب غیبت سے اصحاب کی ایک جماعت سے روایت کی ہے کہ جب عثمان بن سعید کی وفات ہوئی تو حضرت حجۃ اللہ علیہ السلام کی جانب سے ان کے فرزند محمد بن عثمان بن سعید عمروی کی طرف ان الفاظ میں توقیع خارج ہوئی ،والابن وقاه الله لم يزل ثقتنا فی حيوة الاب رضى الله عنه وارضاه ونضر وجهه يجرى عندنا مجراه وليسد حسده عن امرنا يامر الابن وبه يعمل تو اليه الله۔

یعنی عثمان بن سعید کی وفات کے بعد خداوند عالم اس کے فرزند کی نگاہداری کرے جو ہمیشہ ہمارا ثقہ اور معتمد تھا اپنے باپ کی زندگی میں "رضی الله عنه وارضاه ونضر وجهه" خدا اس سے راضی ہو اور اسے راضی رکھے،اور اس کے چہرہ کو نور ورونق بخشے۔بیٹا ہمارے نزدیک باپ کی طرح ہے اور اس کا قائم مقام ہے اور جو کچھ کہتا ہے ہمارے حکم سے کہتا ہے اور ہمارے حکم وفرمان پر عمل کرتا ہے،خداوند عالم اس کا یار و مددگار ہو۔

نیز دوسری روایت میں کلینی سے نقل کرتے ہیں کہ ایک توقیع حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے خط سے خارج

ہوئی، آپؑ نے تحریر فرمایا تھا کہ محمد بن سعید (خدا اس سے اور اس کے باپ سے خوشنود ہو) میرا معتمد ہے اور اس کا لکھا ہوا خط میرا مکتوب ہے اور بہت سے دلائل و معجزات امام علیہ السلام کے شیعوں کے لیے اس کے ہاتھ پر جاری ہوئے تھے جو کہ نیابت و سفارت کے زمانہ میں تمام شیعوں کے لیے حجۃ اللہ علیہ السلام کی طرف سے مرجع تھے۔

اور ان کی بیٹی ام کلثوم سے روایت ہے کہ محمد بن عثمان بن سعید نے چند جلدیں کتب تصنیف کی تھیں جو کہ تمام کی تمام امام حسن عسکری و صاحب الامر علیہما السلام اور اپنے باپ سے اخذ کی تھیں اور وہ کتابیں اپنی وفات کے قریب حسین بن روح کے سپرد کی تھیں۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے اپنی سند کے ساتھ محمد بن عثمان بن سعید سے وہ مشہور روایت کی ہے کہ خدا کی قسم ضرور حضرت حجۃ اللہ علیہ السلام ہر سال موسم حج میں تشریف لاتے ہیں، اور مخلوقات کو دیکھتے اور پہچانتے ہیں اور وہ بھی آنجنابؑ کو دیکھتے ہیں لیکن پہچانتے نہیں۔

دوسری روایت میں ہے کہ ان سے سوال کیا گیا کہ آیا آپ نے حضرت صاحب الامر علیہ السلام کو دیکھا ہے تو کہنے لگے کہ ہاں اور میرا آخری دیدار بیت اللہ میں تھا جب کہ آپؑ کہہ رہے تھے کہ **اللھم انجزلی ما وعدتنی** خدایا جو وعدہ تو نے مجھ سے کیا ہے اسے پورا کرو۔

اور میں نے مستجار میں آنحضرتؑ کو دیکھا کہ کہہ رہے تھے **اللھم انتقم بی اعدائی** خدایا میرے ذریعہ سے میرے دشمنوں سے انتقام لے۔

تیسرے بزرگوار آنحضرتؑ کے وکلاء و سفراء میں سے جناب حسین بن روح تھے جو کہ محمد بن عثمان کے زمانہ سفارت میں ان کی طرف سے اور ان کے حکم سے ان کے بعض امور کو انجام دیتے تھے اور محمد بن عثمان کے ہاں چند افراد ثقات و مومنین معتمدین میں سے تھے کہ جن میں سے ایک حسین بن روح تھے، بلکہ لوگوں کی نگاہ میں باقیوں کی خصوصیت محمد بن عثمان کے ساتھ حسین بن روح کی نسبت زیادہ تھی، اور ایک گروہ کا گمان تھا کہ امر وکالت و سفارت محمد بن عثمان کے بعد جعفر بن احمد کی طرف منتقل ہوگا محمد بن عثمان سے اس کے زیادہ اختصاص کی وجہ سے، بلکہ محمد بن عثمان کی عمر کے آخری دنوں میں ان کا مکمل کھانے کا انتظام جعفر بن احمد کے گھر تھا۔

علامہ مجلسی نے بحار میں کتاب غیبت شیخ طوسی سے روایت کی ہے کہ محمد بن عثمان بن سعید کے احتضار کے وقت جعفر بن احمد اس کے سرہانے اور حسین بن روح پائنتی کی طرف بیٹھا تھا، اس وقت محمد نے جعفر بن احمد کی طرف رخ کیا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ابوالقاسم حسین بن روح کو وصی قرار دوں، اور معاملات اس کے سپرد کردوں۔

جب جعفر بن احمد نے سنا کہ امر وصیت کو حسین بن روح کی طرف ہی منتقل ہونا ہے تو وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور حسین بن روح کا ہاتھ پکڑ کر اسے محمد کے سرہانے بٹھا دیا اور خود جا کر پائنتی کی طرف بیٹھ گیا اور نیز روایت معتبر میں اس طرح ذکر کیا ہے کہ محمد بن عثمان نے بزرگان شیعہ اور مشائخ کو جمع کیا اور کہا کہ جب موت کا حادثہ میری طرف رخ کرے تو امر وکالت ابوالقاسم بن روح

کے متعلق ہوگا، کیونکہ میں بامور ہوا ہوں کہ میں اسے اپنی وفات کے بعد اپنی جگہ پر مقرر کروں، پس اس کی طرف رجوع کرنا اور اپنے معاملات میں اس پر اعتماد کرنا۔

اور ایک دوسری معتبر روایت میں ہے جیسا کہ بحار میں نقل کیا ہے کہ شیعوں کی ایک جماعت محمد بن عثمان کے پاس جمع ہوئی اور ان سے کہنے لگے کہ اگر حادثہ موت کا رخ کرے تو آپ کی جگہ پر کون ہوگا تو فرمایا کہ ابوالقاسم حسین بن روح میرا قائم مقام اور تمہارے اور حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے درمیان واسطہ اور آپ کا وکیل و امین و ثقہ ہے، پس اپنے کاموں میں اس سے رجوع کرنا اور اپنے مہمات میں اس پر اعتماد رکھنا میں مامور تھا کہ یہ بات تم لوگوں تک پہنچا دوں اور بعض نسخوں میں جو توقیع (خط) حضرت حجۃ اللہ کی طرف سے شیخ ابوالقاسم بن روح کی طرف خارج ہوئی جیسا کہ بحار میں حاملین اخبار و ثقات کی ایک جماعت سے نقل ہوئی ہے وہ ان الفاظ میں تھی۔

نعرفه عرفه الله الخير كله ورضوانه واسعده بالتوفيق وقفنا على كتابه ووثقنا بما هو عليه وانه عندنا بالمنزلة والمحل الذين يسر انه زاد الله فى احسانه اليه انه ولى قدير والحمد لله الذى لا شريك له وصلى الله على رسوله محمد وآله وسلم تسليما كثيراً۔

خلاصہ مضمون فقرات بلاغت آیات کا یہ ہے کہ ہم اسے پہچانتے ہیں یعنی حسین بن روح کو خداوند عالم اسے تمام خیر اور اپنی رضا کا رستہ پہنچائے اور اپنی توفیق سے اس کی مدد کرے، ہم اس کے خط پر مطلع ہوئے ہیں اور ہم اس کی امانت و دیانت داری سے باخبر ہوئے ہیں اور ہمیں اس پر وثوق و اعتماد ہے، اور بیشک وہ ہمارے نزدیک اس مقام و منزلت بلند پر ہے کہ جو مقام و منزلت اسے صدور کرتا ہے ،خداوند عالم اپنے احسان کو اس پر زیادہ کرے، بیشک وہ سب نعمتوں کا مالک ہے اور تمام چیزوں پر قادر ہے اور حمد و ثنا مخصوص ہے اس خدا کے لیے کہ جس کا کوئی شریک نہیں اور خدا کی صلوات و سلام ہو اس کے رسول محمدؐ اور ان کی آل پر اور اس بزرگوار کے حالت میں اس طرح ذکر کرتے ہیں کہ یہ بغداد میں اتنا تقیہ کرتے تھے، اور مخالفین کے ساتھ ایسا ان کا حسن سلوک تھا کہ چار مذاہب میں سے ہر ایک مدعی تھا کہ یہ ہم میں سے ہیں اور ان میں سے ہر گروہ فخر کرتا تھا کہ آنحضرتؑ ہم میں سے ہیں۔

چوتھے بزرگوار حضرت حجۃ عجل اللہ فرجہ کے وکلاء و سفراء میں سے شیخ ابوالحسن علی بن محمد سمری تھے اور جب شیخ ابوالقاسم حسین بن روح کی وفات آ پہنچی تو حضرت حجۃ امام عصر علیہ السلام کے حکم سے شیخ ابوالحسن علی بن محمد سمری کو اپنا قائم

مقام قرار دیا اور کرامات و معجزات اور شیعوں کے مسائل کے جواب حضرت حجۃ عجل اللہ فرجہ نے ان کے ہاتھ پر جاری فرمائے اور شیعہ حضرات آنحضرتؑ کے حکم سے اموال ان کے سپرد کرتے تھے اور وہ ان بزرگوار کی خدمت میں پہنچاتے تھے اور جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو شیعہ حضرات ان کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے یہ خواہش کی کہ کسی کو اپنی جگہ پر بٹھاتے جائیں اور امر نیابت اس کے سپرد کریں تو انہوں نے جواب دیا کہ خدا کا ایک امر ہے کہ جسے اس کو پورا کرنا ہے یعنی غیبت کبریٰ کو واقعہ ہونا ہے۔

اور ایک دوسری روایت میں شیخ صدوق علیہ الرحمہ سے ہے کہ جب شیخ ابوالحسن سمری کی وفات کا وقت آیا تو شیعہ ان کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے پوچھا کہ آپؒ کے بعد وکیل کون ہوگا اور آپؒ کی جگہ پر کون بیٹھے گا تو انہوں نے ان لوگوں کے جواب میں فرمایا کہ میں مامور نہیں ہوا کہ اس سلسلہ میں کسی سے وصیت کروں۔

اور شیخ طوسی نے کتاب غیبت میں اور شیخ صدوق سے کمال الدین میں روایت ہوئی ہے کہ جب شیخ ابوالحسن علی بن محمد سمری کی وفات کا وقت ہوا تو توقیع خارج ہوئی اور انہوں نے وہ لوگوں کو دکھائی کہ جس کے نسخہ کا یہ مضمون تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم یا علی بن محمد الشمری اعظم اللہ اجر اخوانك فیك فانك میت ما بینك وبین ستة ایام فاجمع امرك ولا توص الی احد فیقوم مقامك بعد وفا تك فقد وقعت الغیبة التامة فلا ظهور الا بعد اذن اللہ تعالیٰ ذکرہ و ذلك بعد طول الا مد وقسوة القلوب وامتلاء الارض جورا وسیأتی من شیعتی من یدعی المشاهدة الا فمن ادعی المشاهدة قبل خروج السفیانی والصیحه فهو کذاب مفتر ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی لا العظیم۔

آنجنابؑ کے فرمان کا خلاصہ اس توقیع شریف میں یہ ہے کہ اے علی بن محمد سمری خداوند عالم تیرے دینی بھائیوں کو تیری مصیبت میں اجر عظیم کرامت فرمائے، بیشک تم چھ دن کے اندر وفات پا جاؤ گے، پس اپنے امر کو جمع کرو اور اپنے معاملہ میں آمادہ رہو اور کسی کی نیابت کی وصیت نہ کرو جو تمہاری وفات کے بعد تمہارا نائب ہو، کیونکہ غیبت کبریٰ واقع ہو چکی ہے اور میرا ظہور نہیں ہوگا، مگر اذن خدا سے اور یہ ظہور اس کے بعد ہوگا کہ زمان غیبت طویل ہو جائے اور دل سخت ہو جائیں اور زمین ظلم و جور سے پر ہو جائے اور قریب ہے کہ میرے کچھ شیعہ میرے مشاہدہ کا دعویٰ کریں گے، آگاہ رہو کہ جو شخص سفیانی کے خروج اور

آسمانی صیحہ (پکار) کے آنے سے پہلے دعویٰ مشاہد کرے وہ بہت جھوٹا اور مفتری ہے، طاقت وقوت صرف خدائے علی وعظیم کی طرف سے ہے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے شیخ ابوالحسن علی بن محمد سمری کے نسخہ کو لکھ لیا اور اس کے ہاں سے باہر چلا آیا، جب چھٹا دن ہوا اور ہم ان کے پاس گئے تو ہم نے دیکھا کہ وہ حالت احتضار میں ہیں اس وقت ان سے کہا گیا کہ آپؑ کے بعد آپ کا وصی کون ہے تو انہوں نے کہا کہ خدا کا ایک امر ہے کہ جسے پورا ہونا ہے، یہ کہہ کر وفات پائی رحمۃ اللہ ورضوانہ علیہ۔

نیز شیخ صدوق سے کتاب کمال الدین میں نقل ہوا ہے کہ علی بن محمد سمری کی وفات ۳۲۹ ہجری میں ہوئی تو اس پر غیبت صغریٰ کی مدت (کہ جس میں سفراء و وکلاء و نواب مخصوص حضرت حجۃ اللہ علیہ السلام کے جو کہ آپؑ کے طرف سے سفارت و نیابت پر مامور تھے) تقریباً چہتر ۷۶ سال ہوگی کہ جن میں سے تقریباً اڑتالیس سال جناب عثمان بن سعید اور ان کے فرزند محمد بن عثمان کی سفارت کے ہیں اور تقریباً چھبیس سال شیخ ابوالقاسم حسین بن روح اور شیخ ابوالحسن علی بن محمد سمری کی سفارت و نیابت کے تھے اور اس مدت کے گزرنے کے بعد سفارت منقطع اور غیبت کبریٰ واقع ہوگی، پس جو شخص سفارت و نیابت خاصہ کا دعویٰ کرے یا اس کے مطابق مشاہدہ کا دعویٰ کرے اور کذاب و مفتری ہوگا۔

حضرت حجۃ عجل اللہ فرجہ پر، بلکہ مرجع دین واحکام شریعت آنجنابؑ کے حکم سے علماء و فقہاء و مجتہدین ہیں کہ جن کے لیے بطور عموم نیابت ثابت ہے، جیسا کہ وہ توقیع شریف جو اسحاق بن یعقوب کے مسائل کے جواب میں ہے، جو کہ اجلاء واخیار علماء شیعہ اور حاملین اخبار میں سے ہے کہ جس نے محمد بن عثمان بن سعید عمروی کے توسط سے ایک عریضہ حضرت صاحب الامر علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا تھا کہ جس میں چند مسائل کے متعلق سوال کیا تھا تو آنحضرتؑ نے اس توقیع میں اس کے مسائل کا جواب دیا تھا اس میں فرمایا۔

واما الحوادث الواقعه فار جعو ا فیھا الی رواۃ حدیثنا! فانھم حجتی علیکم وانا حجة الله علیھم.

اور باقی رہے ہونے والے حوادث و واقعات تو ان میں رجوع کرو ہماری حدیث کے راویوں کی طرف، پس بیشک وہ میری حجت ہیں تم پر اور میں اللہ کی حجت ہوں اُن پر۔

اور ایک دوسری روایت میں امام محمد باقر علیہ السلام کی طرف سے اس طرح امر ہوا۔

انظر وا الی من کان منکم قدروی حدیثنا ونظر فی حلالنا وحرامنا وعرف احکامنا فارضوابه حکماً فانی قد جعلته علیکم حاکما فاذا حکم بحکمنا فلم یقبل منه فانما بحکم الله استخف وعلینا رادوالراد علینا

راد علی اللہ وھو فی حد الشرك باللہ۔

ترجمہ: دیکھو اس شخص کی طرف جو تم میں سے ہماری حدیث کو روایت کرے اور ہمارے حلال و حرام میں فکر و نظر کرے اور ہمارے احکام کو پہچانے تو اس کو اپنا فیصلہ کرنے والا حکم مان لو۔ کیونکہ بے شبہ میں نے اسے تم پر حاکم قرار دیا ہے، پس جب وہ ہمارے حکم کے مطابق فیصلہ کرے اور اس سے وہ قبول نہ کیا جائے تو سوائے اس کے نہیں کہ حکم خدا کو خفیف سمجھا اور ہمارے حکم کو رد کیا اور جو ہمارے حکم کو رد کرے وہ اللہ کے حکم کی تردید کرنے والا ہوا۔

حصہ دوم

تاریخ الخلفاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ کلما وقب لیل و غسق و صلی اللہ علی محمد والہ مالاح بجم و خفق

وبعد اس کے کہتا ہے کہ یہ بندہ بے بضاعت اور متمسک بدامن احادیث اہل بیت رسالت عباس بن محمد رضا قمی (خداوند عالم دونوں کا خاتمہ نیکی اور سعادت کے ساتھ کرے) کہ جب توفیق الٰہی اس شکستہ احوال اور گرفتار دام امانی و مال کے شامل ہوئی اور کتاب منتہی الآمال فی مصائب النبی وآلاں لکھی تو جس وقت رشتہ کلام سبط اکبر پیغمبر خدا حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے حالات کے ذکر تک پہنچا تو میں نے چاہا کہ مختصر طور پر اولاد امام حسن علیہ السلام کا ذکر کروں اور ان کے قتل وشہادت کے حالت کی تشریح کروں جب کچھ مقدار لکھ چکا تو میں نے دیکھا کہ میں رسالہ کی وضع سے خارج ہو رہا ہوں تو میں نے دل میں سوچا کہ بہتر یہ ہوگا کہ مستقل کتاب مقاتل بنی حسن اور باقی آل ابوطالبؑ کے متعلق تحریر کروں اور اسے کتاب منتہی الآمال کا تتمہ اور تکملہ قرار دوں۔

پس میں نے خداوند عالم سے مدد چاہی اور یہ رسالہ لکھا اور اس کا نام تتمۃ المنتہیٰ وقائع ایام الخلفاء رکھا اور اس کا عنوان خلفاء کے زمانہ کے حالات کو قرار دیا اور طالبین کے مقاتل (اور ان پر جو مظالم ہوئے) انہیں ان کے زمانہ تاریخ میں اختصار کے ساتھ بیان کر دیا ہے، اس کے علاوہ خلفاء کے زمانہ کے حالات میں اصحاب آئمہؑ (جو مشہور و معروف ہیں) اور علماء فریقین کے مشاہیر اور زمانہ کے بڑے بڑے لوگوں کی تاریخ وفات اور ان کی خصوصیات اور نادر آثار کو دیگر واقعات و اتفاقات کے ساتھ خلفاء بنی اُمیہ اور بنی عباس کے زمانہ میں واقع ہوئے، پختگی اور اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے، کیونکہ گزرے ہوئے لوگوں کے حالات اور انکے زمانہ کے واقعات کی سیر کرنے میں بہت سے فوائد اور بیشمار منافع ہیں، اور اس سلسلہ میں امیر المومنین علیہ السلام کا وہ ارشاد کافی ہے جو آپؑ کی اس وصیت میں ہے جو اپنے بیٹے امام حسن علیہ السلام کو فرمائی ہے، بیشک میں نے اگر چہ ان لوگوں کے ساتھ زندگی بسر نہیں کی جو مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں، تاہم میں نے ان کی زندگیوں میں نظر کی ہے اور ان کی اخبار میں غور و فکر کی ہے اور ان کے آثار و نشانات میں چلا پھر اہوں، یہاں تک کہ میں ان میں ایک شمار ہوتا ہوں، بلکہ چونکہ ان کے معاملات مجھ تک پہنچے ہیں۔ اور وہ خدا کے ساتھ شرک کرنے کی حد میں داخل ہے۔

اور دوسری روایت میں ہے مجاری الامور بید العلماً باللہ الامناء علی حلالہ وحرامہ

یعنی امور و معاملات کا اجراء اور باگ ڈور اللہ والے علماء کے ہاتھ میں ہے جو کہ اس کے حلال وحرام کے امین ہیں، ان دو بج خداوندی کے فرمان سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ وہ علماء و محافظین ان کے علوم اور اخبار و آثار کے جو کہ صاحب نظر اور اہل استنباط ہوں (جو کہ معرفت و دانش کی وجہ سے ان کے احکام کو جانتے اور ان کے عارف ہوں جو کہ ان بزرگواروں سے صادر ہوئے ہیں) ان کی طرف مکلفین کو اخذ مسائل حلال وحرام اور جھگڑے ختم کرنے کے لیے رجوع کرنا چاہیے، کیونکہ جو کچھ یہ علماء فرمائیں گے یہ عام

مکلفین کے لیے حجت ہے بشرطیکہ شرائط فتوی (جو کہ قوت استنباط وعدالت وبلوغ وعقل اور باقی شرائط اجتہاد ہیں) موجود ہوں، اور ان کے لیے نیابت عامہ ہے کہ لوگ من باب الجاؤ اضطرار مکلف ہیں کہ ان کی طرف رجوع کریں، اس کے علاوہ کسی نائب خاص کو غیبت کبریٰ کے زمانہ میں انہوں نے مقرر نہیں فرمایا، بلکہ حکم دیا ہے کہ نیابت وسعادت خاصہ منقطع ہے۔ انتھی

گویا کہ میں نے ان کے پہلے شخص سے لے کر آخری فرد تک کے ساتھ زندگی بسر کی ہے، پس میں نے اس کے صاف کو گندے سے اور نفع مند کو مضر سے علیحدہ کر کے پہچانا ہے۔

اور اس میں شک وشبہ کہ گزشتہ لوگوں کے آثار کی سیر کرنا بعد والوں کے لیے باعث عبرت وآگاہی اور دنیا سے پرہیز کرنے اور آخرت کی طرف رغبت کرنے کا سبب ہے۔

اسی لیے خداوند عالم نے اپنی کتاب مقدس میں گزشتہ لوگوں کے حالات وآثار کی طرف اشارہ کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ ہم ان کے انجام کار میں غور کریں اور ان سے نصیحت وعبرت حاصل کریں اور امیر المومنین علیہ السلام کے خطبات اور ارشادات میں بھی اس مطلب کی طرف بہت اشارہ کیا گیا ہے۔

لیجئے ہم اس رسالہ کی ابتداء آپؑ کے دو خطبوں سے تیمن وتبرک حاصل کرتے ہیں، اور ان کے بعد اپنے مقصد کو شروع کریں گے۔

آپؑ نے فرمایا "بے شک خدا کی قسم یہ پکی بات ہے کوئی کھیل تماشہ نہیں اور یہ حق سچ ہے جھوٹ نہیں ہے اور نہیں ہے، وہ مگر موت اس کے پکارنے والے کی بات سنو اور اس کی حدی خوانی کرنے والے کی طرف جلدی کرو، پس تجھے لوگوں کی کثرت اپنے نفس کے متعلق دھوکہ نہ دے، پس میں نے دیکھا ہے اس کو جو تجھ سے پہلے تھا، ان میں سے کہ جنہوں نے مال کو جمع کیا اور جو فقر وفاقہ سے ڈرتا تھا اور وہ انجام سے طویل امید اور اجل کو دور سمجھتے ہوئے مامون تھا کس طرح اس پر موت نازل ہوگئی، پس وہ اسے زبردستی اس کے وطن سے نکال کر لے گئی اور اس نے اسے چاہے امن سے گرفتار کر لیا، اسے موت کے تختوں پر اٹھایا اسے کچھ مرد دوسروں سے لے کر کندھوں پر اٹھاتے اور انگلیوں کے پوروں پر روکتے تھے۔

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دور کی امیدیں رکھتے تھے اور پختہ مکانات بناتے تھے اور زیادہ مال جمع کرتے تھے، کس طرح ان کے گھر ان کی قبریں بن گئے اور جو انہوں نے جمع کیا تھا وہ تباہ ہوگیا اور ان کے مال وارثوں کے ہوگئے اور ان کی بیویاں دوسرے لوگوں کی ہوگئیں۔ اب نہ وہ نیکی میں زیادتی کر سکتے ہیں اور نہ برائی سے رضامندی طلب کر سکتے ہیں جس نے اپنے دل کو تقویٰ کا لباس پہنایا وہ اپنی مہلت کے وقت میں آگے نکل گیا اور اس کا عمل کامیابی سے ہمکنار ہوا۔

پس اس کے لیے کمائی کر لو اور جنت کے لیے عمل کرو، کیونکہ دنیا تمہارے لیے اقامت کا گھر نہیں بنایا گیا، بلکہ تمہارے لیے گزرگاہ بنائی گئی ہے تاکہ اس سے اعمال وکردار کا زادراہ ہمیشہ رہنے والے گھر کے لیے تیار کر لو اور اس سے تیار ہو اور اپنی پشتوں کو بوجھ اتارنے کے لیے قریب کرلو۔

اور نیز آپؑ نے فرمایا (یہ دنیا) ایسا گھر ہے جو بلاؤں سے گھرا ہوا اور فریب کاریوں میں شہرت یافتہ ہے اس کے حالات کبھی یکساں نہیں رہتے اور نہ اس میں فروکش ہونے والے صحیح و سالم رہ سکتے ہیں، اس کے حالات مختلف اور اطوار بدلنے والے ہیں، خوش گزارنی کی صورت اس میں قابل مذمت اور امن و سلامتی کا اس میں پتہ نہیں ہے، اس کے رہنے والے تیراندازی کے ایسے نشانے ہیں کہ جن پر دنیا اپنے تیر چلاتی رہتی ہے اور موت کے ذریعہ انہیں فنا کرتی رہتی ہے۔

اے خدا کے بندو اس بات کو جانے رہو کہ تمہیں اور دنیا کی ان چیزوں کو کہ جن میں تم ہو انہیں لوگوں کی راہ پر گزرنا ہے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں کہ جو تم سے زیادہ لمبی عمروں والے تم سے زیادہ آباد گھروں والے اور تم سے زیادہ پائیدار نشانوں والے تھے ان کی آوازیں خاموش ہو گئیں، بندھی ہوائیں اکھڑ گئیں، بدن گل سڑ گئے، گھر سنسان ہو گئے اور نام کے نام و نشان مٹ گئے، انہوں نے مضبوط محلوں اور بچھی ہوئی مسندوں کو پتھروں اور چنی ہوئی سلوں اور پیوند زمین ہونے والی داور لحد والی قبروں سے بدل لیا کہ جن کے صحنوں کی بنیاد تباہی و ویرانی پر ہے اور مٹی ہی سے ان کی عمارتیں مضبوط کی گئی ہیں، ان کی قبروں کی جگہیں آپس میں نزدیک ہیں اور ان میں بسنے والے دور افتادہ مسافر ہیں، ایسے مقام میں کہ جہاں وہ بوکھلائے ہوئے ہیں اور ایسی جگہ میں کہ جہاں (دنیا کے کاموں سے) فارغ ہو کر (آخرت کے فکروں میں) مشغول ہیں، وہ اپنے وطن سے انس نہیں رکھتے اور نزدیک کی ہمسائیگی اور گھروں کے قرب کے باوجود ہمسایوں کی طرح آپس میں میل ملاپ نہیں رکھتے اور کیونکر آپس میں ملنا جلنا ہو سکتا ہے، جب کہ بوسیدگی و تباہی نے اپنے سینہ سے انہیں پیس ڈالا ہے اور پتھروں اور مٹی نے تمہیں کھا لیا ہے تم بھی یہی سمجھو گے کہ (گویا) وہاں پہنچ گئے جہاں وہ پہنچ چکے ہیں اور اسی خواب گاہ (قبر نے تمہیں جکڑ لیا ہے اور اسی امانت گاہ (لحد) نے تمہیں بھی چمٹا لیا ہے اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی، جب تمہارے سارے مرحلے انتہا کو پہنچ جائیں گے اور قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے، وہاں ہر شخص اپنے اپنے اعمال کے (نفع و نقصان) کی جانچ کرے گا اور وہ اپنے سچے مالک خدا کی طرف پلٹائے جائیں گے اور جو کچھ افتراء پردازیاں کرتے تھے ان کے کام نہ آئیں گی۔

اب یہ مقصد میں شروع ہونے کا وقت ہے تو میں خدائے مہربان اور زیادہ محبت کرنے والے سے مدد چاہتے ہوئے کہتا ہوں۔

حضرت ابوبکرؓ بن ابوقحافہ کی خلافت کا ذکر

پہلا شخص کہ جس نے رسول خدا کے بعد خود سے لباس خلافت پہن لیا وہ عبداللہ بن عثمان بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی ہے جو کہ ابوبکر بن ابوقحافہ کے نام سے مشہور ہے اور اس کی خلافت کا زمانہ دو سال اور چند دن کم چار مہینہ رہا ہے، اور اس نے منگل کی رات مغرب وعشاء کی نماز کے درمیان جمادی الثانیہ کی آٹھ راتیں باقی تھیں، اور تیرہ (۱۳) ہجری تھا کہ دنیا سے کوچ کیا اور اس کی عمر تریسٹھ سال تھی، اور مورخ امین ومعتمد بین الفریقین علی بن الحسین مسعودی نے اس کی موت کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ یہودیوں نے کھانے میں زہر ملایا کہ جسے ابوبکر اور حارث بن کلیدہ نے کھایا، حارث تو زہر کے اثر سے نابینا ہو گیا اور ابوبکر میں یہ اثر ہوا کہ وہ بیمار ہو گیا اور اس نے پندرہ روز بیمار رہ کر وفات پائی اور اس نے حالت جانکنی میں کہا کہ میں نے دنیا میں تین کام ایسے کیے ہیں، کاش کہ میں انہیں نہ کرتا، یہاں تک کہتا ہے کہ ان تین میں سے ایک یہ ہے کہ کاش میں نے جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کے گھر کی تفتیش وتلاشی نہ لی ہوتی۔ الخ

خلاصہ یہ کہ کوئی شخص ابوبکر کے علاوہ اپنے باپ کی زندگی میں خلیفہ نہیں ہوا تھا، اس کا باپ اس کے زمانہ خلافت میں زندہ تھا اور عمر کی خلافت کے زمانے میں تیرہ (۱۳) ہجری یا چودہ (۱۴) ہجری میں فوت ہوا اور اس کی عمر ننانوے سال تھی، اور ابوبکر کے لڑکے عبداللہ وعبدالرحمن اور محمد تھے اور محمد کی والدہ اسماء بنت عمیس تھیں اور محمد کو اس کی عبادت زہد وتقویٰ کی وجہ سے عابد قریش کہتے تھے اور وہ امیر المومنین کا تربیت یافتہ تھا اور معاویہ بن ابی سفیان کے زمانہ میں معاویہ بن خدیج نے عمرو بن عاص کے حکم سے فتح مصر کے موقع پر اسے شہید کیا اور اس کا جسد مبارک گدھے کے چمڑے میں رکھ کر اسے جلا دیا، اور ابوبکر کی دو بیٹیاں تھیں ایک عائشہ اور دوسری اسماء ذات النطاقین جو عبداللہ بن زبیر کی ماں تھی، اور ۱۲ ہجری ابوبکر کی خلافت کے زمانہ میں زید برادر عمر وابوحذیفہ وسالم موتٰی حذیفہ وثابت بن قیس خطیب انصار وابودجانہ سماک بن خرشہ اور ابوالعاص بن ربیع قریشی زینب بنت (ربیبہ) رسول خداؐ کے شوہر نے وفات پائی اور ۱۳ ہجری میں ابان بن سعید بن عاص اموی نے وفات پائی۔

حضرت عمرؓ بن الخطاب کی خلافت کا ذکر

جب ابوبکر نے دنیا سے کوچ کیا تو اس کی وصیت کے مطابق عمر بن خطاب اس کا جانشین ہوا اور اس نے دس سال چھ ماہ اور چار دن حکومت وخلافت کی اور تواریخ کے مطابق اس کا قتل بدھ کے دن چھبیس (۲۶) ذی الحج ۲۳ ہجری فیروز نامی شخص کے ہاتھ سے ہوا جو مغیرہ بن شعبہ کا غلام اور ابولولو مشہور تھا اور عمر کو ابوبکر کے پہلو میں دفن کر دیا، اور اس کی عمر ابوبکر کے عمر کے مطابق تھی اور عمر وہ پہلا شخص تھا جس نے اپنا لقب امیر المومنین رکھا اور جس نے سب سے پہلے اسے اس لقب سے پکارا وہ ابوموسیٰ اشعری تھا۔

عمر کی اولاد عبداللہ وحفصہ و عاصم و فاطمہ وزید و عبدالرحمن اور کچھ لڑکیاں تھیں، اور عبدالرحمن سب سے چھوٹا تھا اور یہ عبدالرحمن وہی ہے کہ جس پر شراب پینے کی حد جاری ہوئی اور عاصم عمر بن عبدالعزیز مروانی کا نانا ہے اور عمر کی خلافت کے زمانہ میں ۱۴ ہجری مختار کے باپ ابوعبیدہ اور ابوبکر کے باپ ابوقحافہ نے وفات پائی اور اسی سال عمر نے نماز تراویح کا حکم دیا اور شام بھی اسی سال فتح ہوا، اور پندرہ ہجری میں عکرمہ بن ابوجہل وفضل بن عباس وخالد بن ولید وعمرو بن ام مکتوم (نابینا) وابوزید انصاری وسعد بن عبادہ نے وفات پائی، اور ۱۶ ہجری میں اہواز اور جلولا کا علاقہ فتح ہوا اور ۱۸ رہجری میں معاذ بن جبل و ابوعبیدہ جراح نے وفات پائی اور اسی سال بہت بڑا قحط پڑا، اور شام میں سخت طاعون کی بیماری پھیلی کہ جس سے پچیس ہزار افراد ہلاک ہوئے کہ جن میں سے بلال موذن رسول خدا بھی تھے۔

روایت ہے کہ بلال نے ابوبکر کی بیعت کرنے سے انکار کردیا، عمر نے اس کا گریبان پکڑ لیا اور بلال سے کہنے لگا کیا تیرے نزدیک ابوبکر کے اس احسان کا بدلہ کہ اس نے تجھے آزاد کیا یہی ہے کہ تو اس کی بیعت نہیں کرتا، تو بلال نے کہا اگر ابوبکر نے مجھے اللہ کے لیے آزاد کیا ہے تو مجھے اللہ کے لیے چھوڑ دے اور اگر مجھے اس کے علاوہ کسی مقصد کے لیے آزاد کیا ہے تو یہ لو میں حاضر ہوں۔ (مجھے دوبارہ غلام بنالے)

باقی رہا اس کی بیعت کا معاملہ تو میں اس شخص کی بیعت نہیں کرتا کہ جسے رسول اللہ نے خلیفہ نہیں بنایا اور جس کو آنحضرتؐ نے خلیفہ بنایا اس کی بیعت قیامت کے دن تک ہماری گردنوں پر موجود ہے تو عمر نے بلال سے کہا تیرا باپ نہ ہو تو ہمارے ساتھ نہیں رہ سکتا۔

پس بلال نے شام کی طرف کوچ کیا اور دمشق کے باب الصغیر میں وفات پائی، اور بلال کے اس مضمون پر اشعار بھی ہیں، اور ایک کتاب دیہ سے منقول ہے کہ ابوبصیر نے امام باقرؑ اور امام جعفر صادق علیہم السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ بیشک بلال عبد صالح تھا اور اس نے کہا کہ میں رسول اللہؐ کے بعد کسی کے لیے اذان نہیں کہوں گا، پس اسی دن سے حی علی خیر العمل متروک ہوگیا۔

اور انیس ہجری میں ابی بن کعب وزینب بنت جحش وابوالہیثم بن الیتھان واسید بن حضیر وابوسفیان بن الحرث بن عبدالمطلب نے وفات پائی، اور اسی سال مقام حرہ میں آگ بری اور عمر نے صدقہ کرنے کا حکم دیا اور اسی سال عمر حج پر گیا، اور ۲۰ رہجری میں عمرو بن عاص کے ہاتھ پر مصر فتح ہوا، اور اسکندریہ فتح ہوا اور ۲۱ رہجری میں نہاوند کا واقعہ پیش آیا اور وہ ابوموسیٰ کے ہاتھ پر فتح ہوا اور دینور وہمدان کے علاقے فتح ہوئے اور یزدجرد کی حکومت کے زمانہ سے ایران کے علاقوں کی فتح کا آغاز ہوا اور اصفہان بھی فتح ہوا اور حسن بصری اور شعبی اسی سال پیدا ہوئے اور ۲۲ رہجری میں آذربائیجان فتح ہوا اور بعض مورخین نے ۱۸ رہجری میں فتح ہمدان وری وجرجان کے بعد بیان کیا ہے اور قزوین وزنجان وقومس وخراسان وبلخ وغیرہ بھی اسی سال فتح ہوئے۔ واللہ العالم

حضرت عثمانؓ بن عفان کی خلافت اور اس کے قتل کا ذکر

جس وقت کہ عمر بن الخطاب سفر آخرت کے لیے تیار تھا تو اس نے امر خلافت کو چھ افراد شوریٰ پر ڈال دیا اور اس کے تین دن مدت مقرر کی اور وہ چھ افراد امیر المومنین علیؑ، عثمان، طلحہ، زبیر، سعد اور عبدالرحمن تھے۔

جب حضرت عمر کی وفات ہوگئی تو تین دن تک خلافت کا مسئلہ شوریٰ کی وجہ سے تاخیر میں پڑا رہا، چوتھے دن جو کہ ماہ محرم کی ابتدا اور چوبیس ہجری تھی عثمان نے قمیص خلافت زیب تن کیا اور کچھ دن کم بارہ سال تک اس کی خلافت کی مدت نے طول کھینچا اور پینتیس (۳۵) ہجری کے آخر میں وہ بدھ کے دن عصر کے بعد قتل ہوا۔

اور منقول ہے کہ جس دن اس کی وفات ہوئی تو اس کے خزانچی کے پاس اس کے مال میں سے ڈیڑھ لاکھ دینار اور دس لاکھ درہم تھے، اور اس کی جو اگیریں وادی القریٰ اور حنین میں تھیں ان کی قیمت ایک لاکھ دینار تھیں اور بہت سے گھوڑے اور بیشار اونٹ اس نے چھوڑے، اور اس کے زمانہ خلافت میں کئی ایک صحابی اس کے عطیات کی وجہ سے مالدار ہو گئے، مثلاً زبیر بن عوام کہ جس نے قیمتی مکانات تعمیر کرائے اور اس کی وفات کے بعد پانچ ہزار دینار ایک ہزار گھوڑے ایک ہزار غلام اور ایک ہزار کنیزیں اور کئی دوسری چیزیں اس نے ترکہ میں چھوڑیں۔

اور مثلاً طلحہ کہ جس کی دولت اس حد کو پہنچ گئی کہ اس کا سفری غلہ ہر روز ایک ہزار دینار کا ہوتا اور بعض نے اس سے بھی زیادہ بیان کیا ہے اور ان میں سے ایک عبدالرحمن بن عوف تھا کہ جس کے سو گھوڑے ہزار اونٹ اور دس ہزار گوسفند تھے اور اس کی وفات کے بعد اس کے مال کے آٹھویں حصہ کی چوتھائی چوراسی ہزار تھی اور اسی طرح سعد بن ابی وقاص و زید بن ثابت وغیرہ بھی تھے اور عثمان نے اپنے اعزاء و اقارب کو بھی بہت سے اموال بخشے، واقدی نے روایت کی ہے کہ ابوموسیٰ اشعری نے بصرہ سے بہت زیادہ مال عثمان کے پاس بھیجا تو عثمان نے وہ سارا مال اپنے اہل خانہ اور اولاد میں پیالہ کے ساتھ تقسیم کیا جسے دیکھ کر زیاد رونے لگا۔

اور یہ بھی منقول ہے کہ تین سو دینار حکم بن العاص کو اور ایک لاکھ درہم سعید بن العاص کو دیا، کہ جس پر لوگوں نے اسے ملامت کی اور اس پر طنز و تشنیع کی، اور زکوٰۃ کے اونٹ حارث بن الحکم کو بخش دیئے اور مروان بن الحکم اور اپنے دوسرے دامادوں اور باقی لوگوں کو جو عطیات اس نے دیئے ان کے واقعات مشہور ہیں، اور صاحب استیعاب سے منقول ہے کہ عثمان کے مارے جانے کے بعد تین یا چار بیویاں اس کی رہ گئی تھیں کہ ان میں سے ہر ایک کو اس کے ترکہ کے آٹھویں حصہ تراسی ہزار دینار ملے۔

اور عثمان کے گورنر مصر میں عبداللہ بن ابی سرح اور شام میں معاویہ اور بصرہ میں عبداللہ بن عامر اور کوفہ میں ولید بن عقبہ بن ابی معیط (عثمان کا مادری بھائی) تھے، اور یہ فسق و فجور میں زیادہ مشہور تھا، اور کوفہ میں اس کا فسق و فجور اور شراب خوری لوگوں پر ظاہر ہوگئی، یہاں تک کہ وہ نشے کی حالت میں صبح کی نماز کے لیے مسجد میں آیا اور اس نے صبح کی واجب نماز چار رکعت پڑھائی اور کہنے لگا کہ

اگر تم کہو تو اس سے زیادہ پڑھا دوں۔

اور ایک قول ہے کہ اس نے نماز میں سجدہ کو طول دیا اور اس میں وہ کہتا تھا" خود پی اور مجھے پلا" اور اس قسم کی اس کی دوسری حرکتیں لوگوں میں مشہور ہوئیں، پس کوفہ کے لوگ مدینہ گئے اور ولید کے شراب پینے اور اس کے فسق و فجور کی گواہی دی تو عثمان نے اسے بلا بھیجا، لیکن اس پر حد جاری نہ کی، اور سعید بن العاص کو اس کی جگہ پر بھیج دیا۔

جب سعید کوفہ میں وارد ہوا تو اس وقت تک منبر پر نہ گیا جب تک اس نے یہ حکم نہ دے دیا کہ اس منبر کو پاک کیا جائے اور سعید سے بھی کوفہ کی گورنری کے زمانہ میں کئی منکرات اور قبیح امور ظاہر ہوئے، یہاں تک کہ مالک اشتر نخعی اس کی معزولی کے لیے مدینہ گئے، اور اس کی داستان طویل ہے، بالآخر سعید کوفہ کی گورنری سے معزول ہوا اور ابو موسیٰ اشعری کوفہ کا حاکم بنا۔

اور عثمان سے اس کی خلافت کے زمانہ میں کئی ایک ایسی چیزیں ظہور میں آئیں کہ جو لوگوں پر گراں گزریں، ان میں سے عبداللہ بن مسعود اور عمار یاسر کے ساتھ اس کا کردار، اور ابوذر کو مدینہ سے باہر نکالنا اور ربذہ کی طرف بھیجنا تھا۔

منجملہ ان امور کے یہ تھا کہ مصر کے لوگ مدینہ میں آئے اور اس کے گورنر عبداللہ بن ابی شرح کی شکایت اور اس کے مظالم بیان کئے، عثمان نے محمد بن ابی بکر کو مصر کا گورنر مقرر کیا اور مصریوں کے ساتھ اسے مصر کی طرف روانہ کیا، انہوں نے راستہ میں عثمان کا قاصد دیکھا جو مصر جارہا تھا اس کی تلاشی لی تو اس کے پاس سے ایک خط نکلا جو عبداللہ (والی مصر) کو لکھا گیا تھا کہ محمد کو قتل کر دینا اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں ان کے سر اور داڑھیاں منڈوا کر انہیں قید کر دو اور ان میں سے بعض کو پھانسی پر لٹکا دو۔

دو مصری مدینہ کی طرف واپس آئے، اور بنو زہرہ و ہذیل و بنو مخزوم و غفار کے قبائل اور جو ان کے ہم قسم تھے اور ابن مسعود و عمار اور ابوذر کے ہمنوا تھے ان سے ہم دست ہو گئے اور عثمان کے گھر کے دروازے کا محاصرہ کر لیا اور پانی بند کر دیا۔

جب یہ خبر امیر المومنین علیہ السلام کو پہنچی تو آپ نے تین مشکیں پانی کی عثمان کے پاس بھجوادیں اور انچاس دن تک عثمان کا محاصرہ رہا اور بالآخر محمد بن ابوبکر دوسرے دو افراد کے ساتھ انصار کے گھروں کی چھتوں سے گزر کر عثمان کے گھر داخل ہو گئے اور محمد عثمان کی داڑھی ہاتھ سے پکڑ لی اور چاہا کہ اسے ضرب لگائے لیکن یہ اقدام نہ کیا اور واپس پلٹ گیا، البتہ وہ دونوں شخص عثمان پر پل پڑے اور اس کا خون بہا دیا۔

جب اس کی بیوی نے یہ ماجرہ دیکھا تو وہ مکان کی چھت پر چڑھ گئی اور فریاد کرنے لگی کہ امیر المومنین مارا گیا، لوگ گھر میں گھس آئے، جب وہ پہنچے تو عثمان دنیا کو الوداع کہہ چکا تھا یہ واقعہ اس وقت ہوا جب ۳۵ ہجری کے ماہ ذی الحج کے آخری تین ایام رہ گئے تھے، اور اس وقت جو اشخاص عثمان کے پاس تھے وہ مروان اور سترہ افراد دیگر تھے اور تین دن تک اس کی لاش پڑی رہی یہاں تک کہ ہفتہ کے دن ظہر سے پہلے مدینہ میں حش کوکب کے نام سے مشہور مقام پر اسے دفن کیا گیا۔

عثمان کی عمر میں بہت اختلاف ہے، باسٹھ سال سے لے کر نوے سال تک منقول ہے اور اس کی اولاد اس طرح شمار کی گئی ہے عبداللہ اکبر، عبداللہ اصغر، ابان، خالد، سعید، ولید، مغیرہ، عبدالملک، ام ابان، ام سعید، ام عمر، اور عائشہ، اور ابان بھینگا اور

مبردمیں تھا، ولید شرابخور اور بیباک تھا اور کہا گیا ہے کہ وہ باپ کے قتل ہونے کے وقت نشہ میں تھا۔

عثمان کی خلافت کے زمانہ میں ۲۵ ہجری میں اسکندریہ وافریقہ وغیرہ فتح ہوئے اور ۲۶ ہجری میں عثمان عمرہ کے ارادہ سے مکہ گیا اور مسجد الحرام کی توسیع کا حکم دیا، اور ۲۹ رہجری میں عثمان نے حج کیا اور دورکعت نماز کو چار رکعت قرار دیا اور بدعت کی، اسی سال مسجد نبوی کی توسیع کی گئی اور ۳۰ رہجری میں عثمان نے حکم دیا کہ مصاحف وقرآن جمع کریں اور چند مصحف لکھے گئے اور کوفہ وبصرہ وشام ومکہ ویمن وبحرین میں سے ہرایک کے لیے ایک نسخہ بھیجا گیا، اور ۳۱ رہجری میں ابوسفیان بن حرب اور حکم بن ابوالعاص فوت ہوئے اور اسی سال میں یزدجرد جوکہ ایران کا آخری بادشاہ تھا مارا گیا اور آل دارا کی حکومت اڑھائی سوسال یا چار سوسال بعد ختم ہوگئی، اور ماہ رمضان ۳۲ رہجری میں جناب عباس رسول خداؐ کی چچا نے وفات پائی اور ان کی قبر بقیع میں اسی گنبد میں ہے کہ جس میں آئمہ بقیع علیہم السلام دفن ہیں اور اسی سال جناب ابوذر غفاریؓ، عبدالرحمن بن عوف اور عبداللہ بن مسعود نے وفات پائی۔

اور ۳۳ رہجری میں مقداد بن اسود کندی رضوان اللہ علیہ نے مقام جرف میں جوکہ مدینہ سے ایک فرسخ دور ہے وفات پائی ان کا جنازہ وہاں سے اٹھا کر لے آئے اور انہیں بقیع میں دفن کیا اور جس قبر کی شہروان میں ان کی طرف نسبت دی جاتی ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں، ہاں البتہ احتمال ہے کہ وہ فاضل مقداد سیوری یا مشائخ عرب میں سے کسی کی قبر ہو اور مقداد ان چار ارکان میں سے ایک ہیں کہ جن کے متعلق رسول خداؐ نے فرمایا کہ خداوندعالم نے ان سے مجھے محبت کرنے کا حکم دیا ہے اور چار افراد میں سے ایک ہیں کہ جنت جن کی مشتاق ہے اور ضباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب ان کی زوجہ تھیں، اور تمام غزوات میں رسول خدا کی خدمت میں رہ کر جہاد کیا اور ان کی فضیلت میں بہت سی احادیث ہیں اور اس باب میں وہ حدیث کافی ہے کہ جسے کشی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ تمام لوگ پلٹ گئے مگر تین اشخاص سلمان، ابوذر ومقداد۔

راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا کہ عمار فرمایا وہ ادھر اُدھر ہوا پھر پلٹ آیا، اس کے بعد فرمایا کہ اگر تم ایسے شخص کو چاہتے ہو کہ جس نے شک نہیں کیا اور نہ ہی اس کے دل میں کوئی چیز داخل ہوئی ہے تو وہ مقداد ہے اور مقداد کی وفات سلمان کی وفات سے تین سال پہلے ہوئی ہے، کیونکہ جناب سلمان نے چھتیس (۳۶) ہجری میں مدائن میں وفات پائی ہے جیسا کہ قاضی نوراللہ نے مجالس المومنین میں فرمایا ہے۔

حضرت امیر المومنین علیؑ بن ابی طالب کی خلافت اور آپ کے ناکثین وقاسطین ومارقین سے جہاد کرنے کا ذکر

جس دن عثمان قتل ہوا لوگوں نے امیر المومنین علی علیہ السلام کی بیعت پر اتفاق کر لیا، پس آپ بعد کئی ناخوشگواریوں کے مسند خلافت پر رونق افروز ہوئے، اور آپ کی خلافت (ظاہری) کی مدت چار سال نو ماہ اور کچھ دن تھی اور اس مدت کا اکثر حصہ ناکثین (بیعت توڑنے والوں) وقاسطین (حق سے منحرف ہونے والوں) اور مارقین (حق سے نکل جانے والوں) سے جہاد کرنے میں گزرا۔ ان واقعات کی تشریح طولانی ہے، البتہ مناسب ہے کہ اس کتاب مستطاب میں ان واقعات میں سے ہر ایک کی طرف مختصر اشارہ ہو جائے۔

جنگ جمل کا اجمالی ذکر

۳۶ھ ہجری میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اصحاب جمل کے دفاع کے لیے بصرہ کی طرف کوچ فرمایا اور اسی سال دس جمادی الاول کو جنگ جمل کا واقعہ پیش آیا اور اس میں حضرت عائشہ کے لشکر سے تیرہ ہزار افراد مارے گئے، اور آنحضرتؐ کے اصحاب میں سے پانچ ہزار۔

اس جنگ کی ابتدا طلحہ وزبیر سے ہوئی کہ جنہوں نے بیعت توڑ دی اور عمرہ کے بہانے مدینہ سے نکلے اور مکہ کی طرف چل پڑے اور اس وقت حضرت عائشہ مکہ میں تھی اور عبداللہ بن عامر بھی جو کہ بصرہ میں عثمان کا گورنر تھا، عثمان کے قتل اور لوگوں کے امیر المومنین علیہ السلام کی بیعت کر لینے اور آنحضرت کے عثمان بن حنیف کو بصرہ کا گورنر بنانے کے بعد بصرہ سے بھاگ کھڑا ہوا۔ اور اس نے مکہ میں پہنچ کر طلحہ وزبیر اور عائشہ کی مدد کی، اور عسکر نامی اونٹ جو اس نے یمن سے دوسو دینار میں خریدا تھا عائشہ کے لیے لے آیا اور انہیں بصرہ کی طرف لے چلا، جب وہ مقام حواب پر پہنچے تو حواب کے کتے بھونکنے لگے اور انہوں نے عائشہ کے اونٹ پر حملہ کر دیا، عائشہ نے اس جگہ کا نام پوچھا تو اس کے اونٹ کو ہانکنے والے نے کہا یہ حواب ہے۔

عائشہ نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور اسے آنحضرتؐ کی فرمائش یاد آئی کہ آپؐ نے اسے اس واقعہ کی خبر دی تھی اور عائشہ کو اس سے ڈرایا تھا، اور کہنے لگی مجھے مدینہ کی طرف واپس لے چلو، ابن زبیر اور طلحہ نے پچاس افراد کے ساتھ جھوٹی گواہی دی کہ یہ جگہ حواب نہیں ہے اور اس شخص نے اس جگہ کا نام بتانے میں غلطی کی ہے اور وہاں سے چل کر بصرہ میں پہنچ گئے اور جاحظ نے کے حق میں کیا

خوب کہا ہے۔

جاءت مع الا شقين فی هووج
ترجی الی البصرة اجنادها
کانها فی فعلها هرة
ترید ان تاکل اولادها

بد بخت لوگوں کے ساتھ محمل میں سوار ہو کر آئی، اس کے لشکر بصرہ کی امید لگائے ہوئے تھے گویا کہ وہ اپنے اس کارنامے میں بلی ہے کہ جو اپنی اولاد کو کھا جانا چاہتی ہے۔

اور جب بصرہ میں پہنچے تو ایک رات عثمان بن حنیف گورنر حضرت امیر المومنین کے گھر پر حملہ کر دیا اور اسے قید کر کے بہت کچھ زدوکوب کیا اور اس کی داڑھی کے بال اکھاڑ لیے، پھر بیت المال کی طرف گئے تو خزانچی اور محافظین مانع ہوئے انہوں نے بعض کو تو زخمی اور بے بس اور ستر افراد کو شہید کر دیا کہ جن میں سے پچاس افراد بند کر کے قتل کیے گئے اور حکیم بن جبلہ عبدی کو بھی جو کہ قبیلہ عبدالقیس کا سردار تھا مظلومی کے عالم میں قتل کر دیا۔

جب طلحہ وزبیر کے خروج کو چار مہینے گزر گئے تو جناب امیر المومنین علیہ السلام سات سو شاہ سواروں کے ساتھ کہ جن میں اہل بدر و انصار بھی تھے ان کے دفاع کے لیے مدینہ سے چلے اور پے در پے مدینہ اور قبیلہ طے کا لشکر آ کر آپ کی کمک کے لیے ملحق ہوتا رہا، اور جب آپ ربذہ کے علاقہ میں پہنچے تو ابوموسیٰ اشعری کو خط لکھا جو کہ اس وقت کوفہ کا گورنر تھا کہ لوگوں کو جہاد کے لیے روانہ کرے لیکن ابوموسیٰ نے لوگوں کو جہاد سے منع کر دیا۔

جب یہ خبر حضرت علیؑ کو ملی تو آپ نے قرظہ بن کعب انصاری کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا اور ابوموسیٰ اشعری کو لکھا کہ میں نے تجھے کوفہ کی گورنری سے معزول کر دیا ہے اے جولاہے کے بیٹے یہ پہلی اذیت و تکلیف ہے جو تیری طرف سے مجھے ہوئی، بلکہ ہمیں تجھ سے کئی مصیبتیں جھیلنا ہوں گی، اور ظاہراً یہ اشارہ ہے اس چیز کی طرف جو ابوموسیٰ سے نصب حکمین (جو کہ ابوموسیٰ اور عمرو عاص تھے) کے زمانہ میں ظاہر ہوئی۔

اور جب آپ مقام ذیقار میں پہنچے تو امام حسن علیہ السلام اور عمار یاسر کو کوفہ کی طرف بھیجا تا کہ وہ کوفہ کے لوگوں کو اہل بصرہ کے ساتھ جہاد کرنے کے لیے روانہ کریں، پس وہ دونوں بزرگوار کوفہ میں پہنچے اور تقریباً سات ہزار افراد اہل کوفہ نے ان کی موافقت کی، اور وہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے اصحاب کے ساتھ جا ملے، پھر حضرت اپنے لشکر کے ساتھ بصرہ کی طرف تشریف لے گئے اور آپؑ کے ساتھ ابوایوب انصاری، خزیمہ بن ثابت ذوالشہادتین، ابوقتادہ، عمار یاسر، قیس بن سعد بن عبادہ، عبداللہ بن عباس، قثم بن عباس، حسنین، محمد بن حنفیہ، عبداللہ بن جعفر، اولاد عقیل اور کچھ بنی ہاشم کے نوجوان اور مہاجرین وانصار سے مشائخ بدر تھے۔

پس جب جنگ کی صفیں تیار ہو گئیں تو حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے مسلم مجاشعی کو قرآن مجید دے کر میدان کی طرف

بھیجا تا کہ لوگوں کو حکم قرآن کی طرف دعوت دے، بصریوں نے مسلم کو تیروں کا نشانہ بنایا اور اسے شہید کر دیا تو لوگ مسلم کا جنازہ اٹھا کر حضرت کی خدمت میں لے آئے، اس کی والدہ اس واقعہ کے وقت موجود تھی اور اس نے اپنے بیٹے کے مرثیے میں یہ اشعار کہے۔

یارب ان مسلماً اتا هم بمصحف ارسله مولا هم:
یتلو کتاب الله لا یخشا هم
وامه قائمة تراهم
فخضبو ابرمة ظباهم

اے پروردگار مسلم ان کے پاس قرآن لے کر آیا اُسے ان کی طرف ان کے مولا نے بھیجا تھا، اور وہ ان سے خوف کھائے بغیر کتاب خدا کی تلاوت کرتا تھا اور اس کی ماں کھڑے ہو کر انہیں دیکھ رہی تھی، پس انہوں نے اس کے خون سے اپنی تلواروں کی دھاروں سے رنگا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے حکم دیا کہ تم میں سے کوئی شخص جنگ کی ابتداء نہ کرے، اور تیر و نیزہ نہ چلائے، مجبوراً آپ کے اصحاب منتظر تھے کہ کیا ہوتا ہے، اچانک عبداللہ بن بدیل بن ورقا خزاعی میمنہ لشکر سے اپنے بھائی کا جنازہ لے کر آیا جسے بصریوں نے قتل کر دیا تھا اور میسرہ لشکر سے بھی ایک شخص کو اٹھا لائے کہ جو بصریوں کے تیر سے مارا گیا تھا اور عمار یاسر بھی دونوں صفوں کے درمیان تشریف لے گئے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کی تا کہ وہ شاید گمراہیوں سے منہ پھیر لیں تو ان پر بھی انہوں نے تیر برسائے۔

پس عمار واپس گئے اور کہنے لگے اے علیؑ آپ کس چیز کے منتظر ہیں، یہ لشکر جنگ و جدال کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں رکھتا، امیر المومنین علیہ السلام بغیر ہتھیار لگائے اپنی صف لشکر سے باہر نکلے اور اس وقت آپؑ سرکار رسالتؐ کے دلدل پر سوار تھے، آپؑ نے زبیر کو پکارا، زبیر ہتھیاروں میں غرق حضرت کے پاس آیا، عائشہ زبیر کے حضرت امیرؑ کے پاس جانے سے خوفزدہ ہوئی اور کہنے لگی میری بہن اسماء بیوہ ہوگئی، تو لوگوں نے اس کو بتایا کہ گھبراؤ نہیں امیر المومنین ہتھیار کے بغیر ہیں، تب عائشہ کو اطمینان ہوا۔

خلاصہ یہ کہ حضرتؑ نے زبیر سے فرمایا کہ تو کس لیے مجھ سے جنگ کرنے آیا ہے، کہنے لگا عثمان کے خون کا مطالبہ کرنے کے لیے، آپؑ نے فرمایا ہم میں سے خدا اس کو قتل کرے جو خون عثمان میں شریک تھا، ہاں اے زبیر تجھے وہ دن یاد ہے جب تو نے رسول خداؐ سے ملاقات کی اور آپؐ گدھے پر سوار تھے، جب آنحضرتؐ نے مجھے دیکھا تو تبسم فرمایا اور مجھ کو سلام کیا، اور تو بھی ہنسا، اور کہا اے رسول خداؐ علی اپنے تکبر سے دستبردار نہیں ہوتا۔

آپ نے فرمایا علی میں تکبر نہیں ہے، کیا تو اس سے محبت کرتا ہے، تو نے کہا خدا کی قسم میں اسے دوست رکھتا ہوں، تو آپؐ نے فرمایا خدا کی قسم تو از روئے ظلم اس سے جنگ کرے گا۔

زبیر نے جب یہ حدیث سنی تو کہنے لگا استغفر اللہ میں اس حدیث کو بھول چکا تھا، اگر مجھے یاد ہوتی تو آپؐ سے جنگ کرنے

کے لیے نہ آتا۔ اب میں کیا کروں، کام ہو چکا ہے دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابلہ میں صف بستہ ہیں اور اب میدان جنگ سے میرا نکل جانا میرے لیے ننگ وعار ہے، آپؑ نے فرمایا ننگ وعار جہنم کی آگ سے بہتر ہے پس زبیر واپس چلا گیا اور اپنے بیٹے عبداللہ سے کہنے لگا مجھے علی نے ایسی بات یاد دلائی ہے کہ جسے میں بھول چکا تھا، لہٰذا میں اس سے جنگ کرنے سے دست بردار ہو گیا ہوں، اس کا بیٹا کہنے لگا خدا کی قسم یہ بات نہیں، بلکہ تو اولاد عبدالمطلب کی تلواروں سے ڈر گیا ہے، اور اس میں تو حق بجانب ہے، چونکہ وہ بڑی بھی ہیں اور تیز بھی کہ جنہیں بہادر نوجوان نے اٹھا رکھا ہے۔

زبیر کہنے لگا خدا کی قسم یہ بات نہیں، مجھے کوئی خوف نہیں، بلکہ میں نے ننگ وعار کو جہنم کی آگ پر ترجیح دی ہے، تب کہنے لگا اے بیٹا کیا بزدل انسان یہ کام کر سکتا ہے جو میں نے کیا ہے، پس اس وقت وہ جنگ سے منہ پھیر کر وادی السباع کی طرف چل دیا، اور اس وادی میں احنف بن قیس بنی تمیم کے ایک گروہ کے ساتھ علیحدگی اختیار کیے ہوئے موجود تھا، اس کو ایک شخص نے بتایا کہ یہ زبیر ہے وہ کہنے لگا مجھے زبیر سے کیا سروکار، حالانکہ اس نے دو عظیم گروہوں کو آپس میں لڑا دیا اور خود سلامتی کا راستہ اختیار کر لیا۔

پس بنی تمیم کا ایک گروہ زبیر کی طرف گیا اور عمرو بن جرموز ان سے پہلے زبیر کے قریب پہنچ گیا، اس نے دیکھا کہ زبیر نماز پڑھنا چاہتا ہے جب زبیر نماز میں مشغول ہوا تو عمرو نے اس پر تلوار چلائی اور اسے قتل کر دیا اور ایک قول یہ ہے کہ اسے سوتے میں قتل کر دیا۔ اور پھر زبیر کی انگوٹھی اور تلوار لے کر اور ایک قول ہے کہ اس کا سر نیزہ پر سوار کر کے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے پاس لے آیا، آپ نے زبیر کی تلوار ہاتھ پر اٹھائی اور فرمایا "سیف طالما جلی الکرب عن وجہ رسول" اللہ یہ تلوار ہے کہ جس نے کئی ضربتیں رسول خداؐ کے چہرے سے دور کیں، زبیر کوئی کمزور شخص نہیں تھا لیکن یہ موت ہے اور برا پچھڑنا ہے، اور صفیہ کے بیٹے کا قاتل جہنم کی آگ میں جائے گا، عمرو بن جرموز نے جب جہنم کی آگ کی بشارت سنی تو اس نے یہ اشعار کہے۔

اتیت علیا براس الزبیر
وقد کنت ارجوبه الزلفة
بالنار قبل العیان
وبئس بشارة ذی التحفة لسیان
عندی قتل الزبیر
وضرطة بذی الجحفة

میں علیؑ کے پاس زبیر کا سر لے کر آیا اور اس کے لانے سے مجھے قرب کی امید تھی تو علیؑ نے دیکھنے سے پہلے آگ کی بشارت دی اور تحفہ لانے والے کے لیے بری بشارت ہے، میرے نزدیک یہ دونوں چیزیں برابر ہیں، زبیر کا قتل کرنا یا وادی ذی الجحفہ میں بکری کا پادنا۔ زبیر کی عمر قتل کے وقت پچھتر سال تھی، اور اس کی قبر وادی السباع میں ہے۔

اور طلحہ کو مروان بن الحکم نے اس کی رگ اکحل (بازو کی ایک رگ ہے) پر تیر مارا، اس سے اتنا خون نکلا کہ وہ مر گیا اور بصرہ

میں دفن ہوا۔

بہر حال امیر المومنین علیہ السلام کے لشکر کا علم جنگ جمل میں آپؑ کے فرزند محمد کے پاس تھا اور محمد کو آپؑ نے حکم دیا کہ لشکر پر حملہ کرو، چونکہ محمد کے مدمقابل بصری تیر برسا رہے تھے تو محمد نے تاخیر کی اور منتظر تھے کہ تیروں کی بارش کم ہو تو حملہ کریں، حضرتؑ نے محمد سے فرمایا کہ تیروں کی بارش کے درمیان ہی حملہ کرو، کیونکہ موت کی ڈھال تیرے اوپر ہے، پس جناب محمد نے حملہ کیا، لیکن تیروں کے درمیان جا کر رک گیا، حضرتؑ ان کے پاس گئے اور تلوار کا دستہ انہیں مارا اور فرمایا تیری ماں کی کمزوری تجھے لاحق ہوئی ہے، پس آپؑ نے محمد سے علم لے کر زبردست حملہ کیا اور آپؑ کے لشکر نے بھی سخت حملہ کر دیا اور جس طرح تیز آندھی خس و خاشاک کو اڑاتی ہے وہ لشکر بصرہ کو اسی طرح اپنے آگے ہانک رہے تھے، اور کعب بن سور قاضی اس دن قرآن کو حمائل کیے ہوئے بنوضبہ کے قبیلہ کے ساتھ عائشہ کے اونٹ کو گھیرے ہوئے تھا اور بنوضبہ یہ رجز پڑھتے تھے۔

ہم بنوضبہ ہیں اصحاب جمل، ہم موت کا مقابلہ کرتے ہیں، جب موت پڑاؤ ڈال دے اور موت ہمارے نزدیک شہد سے زیادہ میٹھی ہے، اور ستر ہاتھ بنوضبہ کے اس جنگ میں اونٹ کی مہار کی وجہ سے کٹے اور جس کا ہاتھ کٹ جاتا اور وہ مہار کو چھوڑ دیتا تو دوسرا شخص مہار کو تھام لیتا اور جتنا بھی اس اونٹ کے پاؤں کاٹتے پھر بھی وہ اپنی جگہ پر کھڑا رہتا، یہاں تک کہ اس کا بدن ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا، پھر کہیں وہ جا کر گرا، اس وقت بصریوں کو شکست ہوئی اور جنگ ختم ہوگئی۔

امیر المومنین علیہ السلام تشریف لائے اور حمیرا کے محمل پر سوٹی مار کر فرمایا، کیا تجھے پیغمبرؐ نے حکم دیا تھا کہ مجھ سے جنگ کرنے کے بعد باہر آ جانا، آیا تجھے یہ حکم نہیں دیا گیا تھا کہ گھر میں بیٹھنا اور باہر نہ نکلنا خدا کی قسم ان لوگوں نے انصاف نہیں کیا، اپنی عورتوں کو تو پردہ کے پیچھے چھپا رکھا ہے تجھے گھر سے باہر لے آئے ہیں۔

پس محمد عائشہ کے بھائی نے اپنی بہن کو محمل سے باہر نکالا، امیر المومنین علیہ السلام کے حکم سے عائشہ کو صفیہ بنت حارث بن ابوطلحہ کے گھر لے گئے اور یہ واقعہ جمعرات کے دن دس جمادی الثانی ۳۶ھ ہجری بصرہ میں حربیہ نامی مقام پر رونما ہوا، اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے لشکر میں سے پانچ ہزار اور اہل بصرہ و اصحاب جمل میں سے ۱۳ تیرہ ہزار افراد مارے گئے، اور زید بن صوحان بھی جو ابدال میں شمار ہوتے تھے جنگ جمل میں شہید ہوئے، جب زمین پر گرے تو امیر المومنین علیہ السلام ان کے سرہانے تشریف لائے اور فرمایا خدا تجھ پر رحمت نازل کرے، اے زید تیرا دنیاوی خرچ کم اور دینی مدد زیادہ تھی۔

اور کتاب رجال کبیر میں ہے کہ زید اور ان کے دونوں بھائی سیحان خطیب اور صعصعہ جنگ جمل میں موجود تھے اور حضرت امیرؑ کا علم سیحان کے ہاتھ میں تھا، جب وہ شہید ہوا تو علم زید نے اٹھا لیا اور جب زید شہید ہوئے تو صعصعہ نے علم اٹھایا، اور صعصعہ نے معاویہ کے زمانہ میں کوفہ میں وفات پائی۔

پس حضرتؑ بصرہ میں داخل ہوئے اور خطبہ پڑھا کہ جس کے بعض فقرے یہ تھے۔

''اے عورت کا لشکر، اے چوپائے پیروی کرنے والے وہ بلبلایا اور چیخا تو تم نے لبیک کہا، اس کے پاؤں کٹ گئے تو تم

بھاگ کھڑے ہوئے، تمہارے اخلاق پتلے ہیں اور تمہارے اعمال و کردار منافقانہ ہیں، اور تمہارا دین ٹیڑھا پن اور پھوٹ ڈالنا ہے اور تمہارا پانی بہت نمکین اور کھاری ہے"۔

امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے دوسرے خطبوں میں بھی کئی دفعہ اہل بصرہ کی مذمت کی ہے، خلاصہ یہ کہ آپ نے جنگ کے بعد عفو و صلح سے کام لیا اور حکم دیا کہ عائشہ کو راحت و آرام سے مدینہ کی طرف واپس کیا جائے اور عبداللہ بن زبیر و ولید بن عقبہ و اولاد عثمان اور دوسرے بنی امیہ کو معاف کر دیا اور ان سے درگزر فرمایا، اور حسنین علیہم السلام نے مروان بن الحکم کی سفارش کی تو آپ نے اس سے بھی درگزر فرمایا اور انہیں قتل ہونے سے محفوظ رکھا اور جنگ کا واقعہ طویل ہے یہ مختصر تو اس کا اجمالی خاکہ تھا۔ واللہ العالم

جنگ صفین اور شہادت عمار وغیرہ کا اجمالی ذکر

جمعرات کے دن ماہ شوال ۳۶ ہجری میں امیر المومنین علیہ السلام نے معاویہ کے دفاع کے لیے صفین میں جانے کا ارادہ فرمایا، اور ابو مسعود عقبہ بن عامر انصاری کو کوفہ میں اپنی جگہ پر چھوڑا اور مدائن و انبار کے راستہ سے کوچ کر کے مقام رقہ میں پہنچے حضرتؑ کے لیے ایک پل بنایا گیا کہ جسے آپؑ نے عبور فرمایا اور آپؑ کے لشکر کی تعداد نوے ہزار تھی، اور ادھر سے معاویہ پچاسی ہزار کو آپؑ سے لڑانے کے لیے لے کر صفین میں آیا اور اس سے پہلے کہ امیر المومنین علیہ السلام وہاں پہنچے معاویہ نے پیش دستی کی اور فرات کے گھاٹ پر قبضہ کر لیا اور ابوالاعور سلمی کو چالیس ہزار کے لشکر کے ساتھ گھاٹ پر موکل کر دیا۔

جب امیر المومنین علیہ السلام صفین میں پہنچے تو پانی آپؑ پر بند کر دیا گیا، آپؑ کے اصحاب پر پیاس کا غلبہ ہوا عمرو عاص نے معاویہ سے کہا چھوڑ و علی اور ان کے اصحاب کو پانی لینے دو، ورنہ اہل عراق اپنی تیز دھار تلواروں کے ساتھ ہمارا قصد کر دیں گے، وہ کہنے لگا نہیں خدا کی قسم انہیں پیاس میں مرنا ہو گا جس طرح عثمان پیاسا دنیا سے گیا ہے۔ اور جب آپؑ کے اصحاب پر پیاس کا زیادہ اثر ہوا تو اشعث چار ہزار کے ساتھ گھاٹ کی طرف چلا اور مالک اشتر بھی چار ہزار افراد کے ساتھ اس کے پیچھے چلے اور امیر المومنین علیہ السلام باقی لشکر کے ساتھ مالک اشتر کے پیچھے ہوئے، اشعث نے معاویہ کے لشکر پر حملہ کر دیا اور آخر کار اسے گھاٹ سے دور کر دیا اور ان میں سے بہت سے افراد کو ہلاک و غرق کر دیا۔

چونکہ امیر المومنین علیہ السلام کا پورا لشکر حرکت میں آ گیا تھا کہ جس کے مقابلہ کی ہمت معاویہ میں نہ تھی، لہذا وہ اپنی جگہ سے ہٹ گیا، اور امیر المومنین علیہ السلام کا لشکر معاویہ کے لشکر والی جگہ پر جا پہنچا اور پانی پر ان کا قبضہ ہو گیا، معاویہ کو پیاس کا ڈر لگا اور حضرت کی خدمت میں قاصد بھیجا اور پانی لینے کی اجازت چاہی، آپؑ نے ان کے لیے پانی کو مباح قرار دیا، اور حکم جاری کیا کہ کوئی شخص انہیں پانی لینے سے مانع نہ ہو۔

پہلا دن جب میدان صفین میں ورود کو دو دن گزر گئے تو محرم الحرام کا چاند نظر آیا تو امیر المومنین نے معاویہ کے پاس پیغام

بھیجا اور اسے اتحاد کلمہ اور مسلمانوں کی جماعت میں داخل ہونے کی دعوت دی اور بہت سے خطوط کا ردو بدل ہوا اور آخر کار معاملہ یہاں تک پہنچا کہ محرم الحرام کے ختم ہونے کے بعد جنگ ہوگی، جب محرم کے دن ختم ہوئے اور ۷ ۳۷ہجری صفر کی پہلی بدھوار کی صبح نمودار ہوئی تو لشکر عراق شام کے لشکر کے مدمقابل صف آراء ہوا اور امیر المومنین علیہ السلام کے لشکر سے مالک اشتر باہر نکلے اور معاویہ کی طرف سے حبیب بن مسلم (سلمہ،خ ل) فہری، اور اس دن بہت جنگ ہوئی اور طرفین سے کافی لوگ مارے گئے اور زخمی ہوئے۔

دوسرا دن! ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص مرقال سعد بن ابی وقاص کا بھتیجا لشکر عراق کی طرف سے مبارزت کے لیے نکلا اور لشکر شام کی طرف سے سفیان بن عوف معروف بہ ابوالاعور اسلمی اس سے جنگ کرنے کے لیے نکلا اور اس دن جنگ ان دو افراد اور ان کے ساتھیوں کے درمیان ہوئی یہاں تک کہ دن ختم ہوا اور طرفین سے بہت سے لوگ مارے گئے۔

تیسرا دن! ابوالیقظان عمار یاسر رحمۃ اللہ علیہ اہل بدر میں سے مہاجرین وانصار کی ایک جماعت کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے تیار ہوئے، اور معاویہ کے لشکر سے عمرو عاص اہل شام میں سے اپنے آدمیوں کے ساتھ ان سے جنگ کرنے کے لیے نکلا اور ظہر تک مسلسل جنگ ہوتی رہی، پھر جناب یاسر عمار نے سخت حملہ کیا اور عمرو کو اس کی جگہ سے ہٹا دیا اور معاویہ کے لشکر تک پہنچ گئے، اور اہل شام کے لشکر کے بہت سے آدمی مارے گئے۔

چوتھا دن! محمد حنفیہ قبیلہ ہمدان کے جوانمردوں کے ساتھ باہر نکلے اور شامیوں کی طرف سے عبید اللہ بن عمر حمیر ولخم وخدام کے گروہ کے ساتھ محمد کے مقابلہ میں آیا اور عبید اللہ بن عمر کے معاویہ سے مل جانے کا سبب یہ تھا کہ جس وقت ابولولو نے عمر کو قتل کر دیا اور ابو لولو ایران کے علاقہ میں ہرمزان کا غلام تھا، تو عبید اللہ نے بلاوجہ ہی ہرمزان کو قتل کر دیا، اور کہنے لگا کہ مدینہ اور مدینہ کے علاوہ کسی جگہ کوئی ایرانی قتل کیے بغیر نہیں چھوڑوں گا، جب خلافت (ظاہری) امیر المومنین علیہ السلام تک پہنچی تو عبید اللہ اس ڈر کے مارے کہ کہیں حضرت علی علیہ السلام اسے ہرمزان کی وجہ سے قتل نہ کر دیں بھاگ کھڑا ہوا اور شام میں معاویہ سے جاملا، یہاں تک کہ اس دن وہ محمد سے جنگ کرنے کے لیے نکلا اور اس کے اور محمد کے درمیان گھمسان کی جنگ ہوئی، عراقیوں کو فتح ہوئی اور عبید اللہ اس دن کے آخر میں بچ نکلا۔

پانچواں دن! عبد اللہ بن عباس عازم جنگ ہوئے، معاویہ نے ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو ان سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا اور سخت لڑائی ہوئی اور ولید نے اولاد عبد المطلب کو سب وشتم کیا، اور وہ سخت دن تھا تاہم ابن عباس غالب رہے۔

چھٹا دن! سعید بن قیس ہمدانی ہمدان کے سردار نکلے اور معاویہ نے ذوالکلاع کو ان سے جنگ کے لیے بھیجا اور طرفین میں سخت جنگ ہوئی۔

ساتواں دن! قرعہ جنگ مالک اشتر نخعی کے نام نکلا، اور معاویہ کے لشکر سے حبیب بن سلمہ فہری عازم جنگ ہوا اور اس دن بھی سخت جنگ ہوئی۔

آٹھواں دن! حضرت امیر المومنین علیہ السلام عازم جنگ ہوئے جب کہ سفید عمامہ سر پر باندھے رسول خدا کے دلدل پر

سوار تھے اور لوگوں کو جہاد پر اکسا رہے تھے اور انہیں آداب جنگ کی تعلیم فرما رہے تھے اور فرماتے تھے کہ بیشک تم اللہ کی نظر رحمت اور رسول خداؐ کے چچازاد بھائی کے ساتھ ہو، بار بار حملہ کرنے کے عادی بنو اور بھاگ جانے کو قبیح سمجھو، کیونکہ یہ صدیوں تک کے لیے (یا آئندہ نسلوں کے لیے) ننگ و عار اور قیامت کے دن کے لیے جہنم کی آگ ہے اور اس سواد اعظم (کثرت لشکر) اور تنے ہوئے خیمے کو نظر میں رکھو، اس کے وسط میں مارو، کیونکہ شیطان اپنے راستہ پر بیٹھا ہے اپنے بازو پھیلائے ہوئے ہے، اگلا پاؤں کود جانے کے لیے آگے کیے ہوئے اور پچھلا پاؤں پیچھے ہٹنے کے لیے پیچھے کئے ہوئے ہے۔

پس صبر جمیل اختیار کرو یہاں تک کہ حق کے چہرہ سے پردہ ہٹ جائے اور تم ہی بلند تر ہو اور اللہ تمہارا ساتھی ہے اور تمہارے کردار تمہیں گھبراہٹ میں نہ ڈالیں۔

نواں دن! دوبارہ امیر المومنین علیہ السلام مبارزہ کے لیے نکلے اور سخت جنگ ہوئی اور اس دن عمار یاسر داد شجاعت و مردانگی دیتے اور فرماتے تھے بیشک میں ایسی قوم کے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ وہ لگاتار جنگ کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ باطل کاروں کو شک ہونے لگے گا کہ خدا کی قسم اگر وہ ہمیں شکست دے دیں، یہاں تک کہ وہ ہمیں ہجر شہر کی کھجوروں کی شاخوں تک پہنچا دیں، تب بھی ہم حق پر اور وہ باطل پر ہوں گے، پس عمار یاسر نے حملہ کیا اور نمایاں جنگ کی اور اپنی جگہ کی طرف پلٹ آئے اور پانی مانگا، بنی شیبان کی ایک عورت آپؑ کے لیے دودھ کا ایک پیالہ لے آئی، جب عمار نے دودھ کا پیالہ دیکھا تو اللہ اکبر کہا اور کہا آج کا دن وہ ہے کہ جس میں میں شہید ہوں گا اور اپنے دوستوں سے اس (آخرت کے) گھر میں ملاقات کروں گا۔

پس رجز پڑھا اور جنگ کی یہاں تک کہ ابوالہادیہ (ابوالعادیہ خ ل) عاملی اور ابوحوا سکسکی نے انہیں آخر دن میں شہید کر دیا، اور اس وقت آپ کی عمر ۹۳ سال تھی، عمار کی شہادت نے جناب امیر المومنین علیہ السلام پر بڑا اثر کیا اور خود آپؑ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور وہ صفین ہی میں دفن ہوئے۔ رضوان اللہ علیہ

اور کتاب مجالس المومنین میں ہے کہ جب عمار نے شربت شہادت نوش فرمایا تو امیر المومنین علیہ السلام ان کے سرہانے بیٹھ گئے اور ان کا سر اپنے زانوے مبارک پر رکھا اور فرمایا،

ایها الموت الذی لست تارکی
ارحنی فقد افنیت کل خلیل
وراك بصیرا اجهم
کانك تنحو نحوهم بدلیل

اے موت جو مجھے چھوڑنے والی نہیں ہے، مجھے راحت پہنچا، تو نے تو میرے سارے دوست فنا و برباد کر دیئے ہیں، میں تجھے ان کے متعلق بابصیرت سمجھتا ہوں کہ جن سے مجھے محبت ہے گویا تو کسی رہبر کے ذریعہ انہیں کا قصد کرتی ہے، پھر آپ نے انا للہ و انا الیہ راجعون کے کلمہ کے ساتھ زبان مبارک کھولی اور فرمایا جو شخص عمار کی وفات پر دل تنگ نہ ہو، اس کا مسلمانی میں کوئی حصہ نہیں، خداوند

عالم اس وقت عمار پر رحمت کرے جس وقت نیک و بد کے متعلق سوال کرے، جب کبھی میں نے رسول خدا کی خدمت میں تین اشخاص دیکھے تو چوتھے عمار ہوتے تھے اور اگر چار دیکھے تو پانچویں عمار ہوتے، عمار پر ایک مرتبہ بہشت واجب نہیں ہوئی، بلکہ وہ کئی مرتبہ اس کے مستحق قرار پائے ہیں، جنت عدن ان کے لیے تیار، مہیا اور خوشگوار ہیں۔

جب انہوں نے عمار کو شہید کیا ہے تو حق عمار کے ساتھ تھا اور وہ حق کے مددگار تھے، جیسا کہ رسول خدا نے عمار کے متعلق فرمایا "کہ حق عمار کے ساتھ گردش کرتا ہے جدھر عمار گردش کرے"۔

اس کے بعد جناب علی علیہ السلام نے فرمایا عمار کو شہید کرنے والا، ان کو گالیاں دینے والا اور ان کے اسباب جنگ کو لوٹنے والا جہنم کی آگ میں معذب ہوگا، پھر آپ آگے بڑھے اور عمار کی نماز جنازہ پڑھائی اور انہیں اپنے دست مبارک سے دفن کیا۔ رحمۃ اللہ علیہ ورضوانہ

خلاصہ یہ کہ جب عمار کی شہادت ہوئی تو جناب امیر المومنینؑ کے لشکر میں شورش و اضطراب پیدا ہوا، پس سعید بن قیس ہمدانی قبیلہ ہمدان کے ساتھ اور قیس بن سعید بن عبادہ انصاری قبیلہ انصار کے ساتھ اور ربیعہ و عدی بن حاتم قبیلہ طے کے ساتھ آگے بڑھے اور ان سب نے لشکر شام پر حملہ کر دیا اور قبیلہ ہمدان ان میں سے زیادہ تھے اور انہوں نے لشکر شام کے قدم اکھاڑ دیئے، یہاں تک کہ اسے معاویہ کی قیام گاہ تک پہنچا دیا۔

اور ایک روایت ہے کہ جب عمار شہید ہو گئے تو خزیمہ بن ثابت نے (جو ذوالشہادتین کے لقب سے مشہور تھے) ہتھیار اپنے بدن سے اتار ڈالے اور خیمہ کے اندر جا کر غسل کیا، پھر تلوار نیام سے نکالی اور کہنے لگے کہ میں نے رسول خدا کو فرماتے سنا ہے کہ عمار کو باغی گروہ شہید کرے گا، پس وہ بزرگوار بھی جنگ کر کے شہید ہو گئے۔ رحمہ اللہ علیہ

اور جنگ صفین کے موقعہ پر امیر المومنین علیہ السلام نے مالک اشتر سے فرمایا کہ قاریان قرآن کے ساتھ مل کر اہل حمص و قنسرین سے جنگ کرنے کے لیے آگے بڑھو، مالک اشتر آگے بڑھے اور ان کے بہت سے لوگ قتل کئے اور مرقال نے بھی اس گیر و دار میں لشکر معاویہ کے ساتھ سخت جنگ کی اور ذوالکلاع اور طائفہ حمیر سے جنگ کے لیے تیار ہوئے اور ان کے علمبردار کو سترہ افراد سمیت قتل کیا اور اچانک ذوالکلاع کے لشکر پر حملہ کر دیا اور بہت سوں کو خاک ہلاکت میں پھینکا اور آخر کار شربت شہادت نوش فرمایا، اور ادھر سے ذوالکلاع بھی مارا گیا اور مرقال کا علم ان کے بیٹے نے ہاتھ میں لیا اور وہ جنگ میں مشغول ہو گیا اور عمار و مرقال کی شہادت کے بعد صفوان و سعد حذیفہ بن الیمان کے بیٹے شہید ہوئے۔

اور عبداللہ بن حارث مالک اشتر کے بھائی بھی عبداللہ و عبدالرحمن بدیل بن ورقاء خزاعی کے بیٹوں اور قبیلہ خزاعہ کی ایک جماعت کے ساتھ شہید ہوئے اور معاویہ کے لشکر کے بہادروں میں سے ذوالکلاع کے علاوہ بھی بہت سے لوگ مارے گئے کہ جن میں سے عبیداللہ بن عمر بھی تھا، وہ حریث بن جابر جعفی یا ایک قول کی بناء پر مالک اشتر نخعی کے ہاتھ سے مارا گیا اور اس کی لاش زمین پر پڑی ہوئی تھی اور ایک فوجی نے اپنے خیمہ کی طناب میخ کے بجائے اس کے پاؤں سے باندھ رکھی تھی، اور عبیداللہ کی بیوی جو ہانی بن قبیصہ

شیبانی کی بیٹی تھی، اس کی لاش کی خواہاں ہوئی تو وہ اسے دے دی گئی۔

اور منقول ہے کہ جب ہاشم مرقال زخمی ہو کر زمین پر گرے تو جانکنی کے عالم میں ان کی نگاہ عبیداللہ بن عمر پر پڑی کہ وہ زمین پر پڑا تھا تو مرقال اسی حالت میں بڑی مشکل سے عبیداللہ کی طرف اپنے آپ کو کھینچ لائے اور اپنے آپ کو اس پر گرا لیا اور اس کا پستان دانتوں سے پکڑ لیا، یہاں تک کہ اسے تکلیف و درد محسوس ہوا اور وہ دنیا سے چل بسا۔

خلاصہ یہ کہ جب عمار و مرقال اور دوسرے کچھ امراء لشکر امیرالمومنین علیہ السلام شہید ہو گئے تو آپ نے لوگوں کو جنگ کے لیے ابھارا اور قبیلہ ربیعہ سے فرمایا تم میری زرہ اور نیزہ ہو، پس جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ تو دس ہزار یا اس سے زیادہ بہادروں نے اپنے آپ کو شہادت کے لیے پیش کیا۔

امیرالمومنین علیہ السلام خچر پر سوار تھے اور ان سے آگے آگے جا رہے تھے اور فرماتے تھے کہ میں موت سے کس دن بھاگوں وہ دن جو مقدر نہیں کیا گیا یا وہ جو مقدر ہو چکا ہے، پس آپؑ نے حملہ کر دیا اور اس جماعت نے بھی ایک ہی دفعہ مل کر حملہ کیا اور معاویہ کے لشکر کی کوئی ہی صف ایسی ہو گی کہ جسے انہوں نے نہ الٹ دیا ہو، اور امیرالمومنین علیہ السلام جس کسی کے قریب سے گزرتے اس پر ضرب کاری لگاتے اور اسے ہلاک کر دیتے، اسی طرح جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ معاویہ کے خیمہ تک پہنچ گئے، امیرالمومنینؑ نے پکار کر کہا،

"اے معاویہ کیوں لوگوں کو مروا رہا ہے، میرے مقابلہ میں نکل آتا کہ ہم جنگ کر لیں اور ہم دونوں میں سے جو بھی مارا جائے حکومت دوسرے کے لیے مخصوص ہو جائے"۔

عمرو عاص نے معاویہ سے کہا کہ علیؑ نے تجھ سے انصاف کی بات کی ہے، معاویہ کہنے لگا، لیکن تو نے اس مشورہ میں انصاف نہیں کیا، کیونکہ تجھے معلوم ہے کہ علیؑ وہ شخص ہے کہ جو کوئی بھی ان کے مقابلہ میں آیا وہ پھر سلامتی کا منہ نہیں دیکھ سکا، اس قسم کی باتیں ان دونوں کے درمیان ہوئیں، بالآخر معاویہ نے عمرو عاص کو قسم دی کہ وہ علیؑ سے جنگ کرنے کے لیے جائے، مجبوراً عمرو عاص بڑی ناپسندیدگی کے ساتھ آپ کے مقابلہ میں آیا۔

جیسے ہی امیرالمومنین علیہ السلام نے اسے پہچانا تو تلوار بلند کی تا کہ اسے ضرب لگائیں، عمرو نے مکاری کی اور اپنی شرمگاہ کھول دی، آنحضرتؑ نے اس بے حیا سے منہ پھیر لیا، عمر نے اسے غنیمت سمجھا اور بڑی تیزی کے ساتھ اپنے لشکر میں جا پہنچا اور امیرالمومنین علیہ السلام کی تلوار سے بچ گیا۔

مورخین نے اس سے زیادہ شرح و بسط کے ساتھ عمرو کے آپؑ کے مقابلہ میں آنے اور بھاگ جانے کو نقل کیا ہے اور معاویہ و عمرو کے درمیان اس موقع پر کلمات لطیفہ رد و بدل ہوئے ہیں کہ جن کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں۔ خلاصہ یہ کہ جنگ صفین کی داستان طویل ہے اور اس جنگ میں لیلۃ الہریر میں حوشب ذوظلیم کا معاویہ کے لشکر سے مارا جانا وقوع پذیر ہوا، اور لیلۃ الہریر جمعہ کی رات تھی اور جنگ کے ہتھیار ختم ہو گئے، بالآخر دونوں لشکر ایک دوسرے سے بغل گیر ہو گئے اور ایک دوسرے کو مکے اور تھپڑ مارتے تھے اور

امیر المومنینؑ نے پانچ سو تیئس (۵۲۳) افراد کو بہادر لوگوں میں سے قتل کیا اور جس کو قتل کرتے نعرہ تکبیر بلند فرماتے اور اس رات آنے والے دن تک جنگ جاری رہی اور زیادہ گرد و غبار کی وجہ سے فضا تاریک ہو چکی تھی اور نماز کے اوقات کا بھی پتہ نہیں چلتا تھا اور مالک اشتر نے نمایاں جنگ کی اور اس دن جو کہ جمعہ کا دن تھا قریب تھا کہ لشکر امیر المومنین علیہ السلام فتح حاصل کرلے کہ اہل شام کے بڑے بوڑھے فریاد اور چیخ و پکار کرنے لگے۔

"تمہیں خدا کی قسم عورتوں اور لڑکیوں کا خیال کرو وہ سب بیوہ اور یتیم ہو جائیں گی"۔ اور معاویہ نے عمرو عاص سے کہا کہ اب جو حیلہ و بہانہ تجھ سے ہو سکتا ہے، اسے بروئے کار لا، کیونکہ ہم تو تباہ ہو گئے ہیں اور اسے مصر کی حکومت اور گورنری کی خوشخبری دی۔

عمرو عاص نے جو کہ مکر و فریب کے خمیر سے گندھا ہوا تھا لشکر کو پکار کر کہا کہ اے لوگو جس کے پاس قرآن ہو وہ اسے نیزہ پر بلند کر دے، پس تقریباً پانچ سو قرآن نیزوں پر آ گئے اور معاویہ کے لشکر سے فریاد بلند ہوئی کہ کتاب خدا ہمارے اور تمہارے درمیان ہے۔

نجاشی بن حارث نے اس واقعہ کے متعلق شعر کہے۔

فاصبح اهل الشام قد رفعوا القنا
علیها کتاب الله خیر قرآن
ونادوا علیاً یا بن عم محمد
اما تتقی ان تهلك الثقلان

پس اہل شام نے صبح کے وقت اللہ کی کتاب نیزوں پر بلند کی جو کہ بہترین قرآن ہے اور انہوں نے علیؑ کو پکار کر کہا اے محمدؐ کے چچازاد بھائی کیا آپ کو اس کا ڈر نہیں کہ دونوں گروہ ہلاک ہو جائیں گے۔

امیر المومنین علیہ السلام کے لشکر نے جب یہ مکاری دیکھی تو ان میں سے اکثر اس فریب میں آ گئے اور صلح پر آمادہ ہو گئے اور حضرت علی سے کہنے لگے، اے علیؑ معاویہ حق بات کہتا ہے، آپ کو اس نے کتاب خدا کی طرف بلایا ہے اس کی بات کو قبول کر لیجئے، اور اشعث بن قیس اس معاملہ میں زیادہ سخت تھا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ ان کا یہ عمل مکر و فریب ہے وہ کہنے لگے ہمارے لیے یہ ممکن نہیں کہ ہمیں قرآن کی طرف بلایا جائے اور ہم اسے قبول نہ کریں، حضرتؑ نے فرمایا تم پروائے اور ہلاکت ہو میں ان سے اسی لیے تو جنگ کر رہا ہوں کہ قرآن کے احکام کو اپنا لیں اور انہوں نے نافرمانی کی ہے اور کتاب خدا کو پھینک دیا ہے لہذا اپنے دشمنوں سے جنگ کرنے کے لیے آجاؤ اور ان کے مکر و فریب میں نہ آؤ، کیونکہ معاویہ اور عمرو عاص و ابن ابی معیط و حبیب بن سلمہ اور بنی نابغہ دیندار اور اہل قرآن نہیں ہیں، میں انہیں تم سے بہتر جانتا ہوں اور کئی اس قسم کی باتیں کہی گئیں۔ اور امیر المومنین علیہ السلام نے ان بدبختوں کو جتنی نصیحت کی انہوں نے قبول نہ کیا۔

اور آخر کار اشعث بن قیس (لعین) اور اس کے ساتھیوں نے آپ کو دھمکی دی کہ ہم آپؑ کے ساتھ وہی کچھ کریں گے جو لوگوں نے عثمان کے ساتھ کیا ہے، یعنی آپ کو ولت دعواری کے ساتھ قتل کر دیں گے اور مالک اشتر نخعی اور ان لوگوں کے درمیان بھی بہت سی باتیں ردوبدل ہوئیں، لیکن ان کا کوئی علاج نہ ہو سکا، مجبوراً امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ میں کل تک تو امیر تھا، لیکن آج مامور ہو گیا ہوں اور کوئی شخص میرے حکم کی اطاعت نہیں کرتا۔

پس اشعث معاویہ کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ تمہارا کیا ارادہ ہے، معاویہ نے کہا میں چاہتا ہوں کہ ہم تمہارے ساتھ مل کر قرآن کی پیروی کریں، ایک شخص کو تم انتخاب کرو اور ایک کا ہم انتخاب کریں گے اور ان دونوں سے ہم عہد و پیمان لیں گے کہ وہ قرآن کے مطابق عمل کریں اور ایک ایسے شخص کا انتخاب کریں کہ جو امت کا امیر و حاکم بن سکے، اشعث نے اس بات کو پسند کیا اور اشعث اور وہ لوگ جو خوارج کے رائے رکھتے تھے انہوں نے ابو موسیٰ اشعری کو منتخب کیا، امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا تم نے ابتدائے امر میں میری مخالفت کی ہے اب میری نافرمانی نہ کرو، میں ابو موسیٰ کو اس کام کے لیے پسند نہیں کرتا، اشعث اور اس کے ساتھی کہنے لگے تو ہم بھی اس کے علاوہ کسی کو نہیں چاہتے۔

حضرتؑ نے فرمایا کہ وہ قابل وثوق نہیں کہ وہ مجھ سے الگ ہو گیا ہے اور اس نے میرا ساتھ چھوڑ دیا ہے اور دوسرے بہت سے برے کام کیے ہیں لہذا عبداللہ بن عباس کو انتخاب کر لو، لیکن اشعث اور اس کے ساتھیوں نے قبول نہ کیا اور فرمایا اگر ابن عباس کو قبول نہیں کرتے تو مالک اشتر کو منتخب کر لو، وہ کہنے لگے ہم ابو موسیٰ کے علاوہ کسی کو پسند نہیں کرتے، مجبوراً امیر المومنین علیہ السلام نے چارہ کار نہ ہونے کی بناء پر فرمایا جو کچھ چاہتے ہو کرو، پس انہوں نے کسی کو ابو موسیٰ کے پاس بھیجا اور تحکیم کے لیے بلایا اور ۳۸ ہجری دومۃ الجندل میں حکمین نے ملاقات کی اور حکمین کی داستان اور عمرو عاص کا ابو موسیٰ کو دھوکہ دینا اور امیر المومنین علیہ السلام کی خلافت سے الگ قرار دینا اور معاویہ کا نصب کرنا مشہور ہے، اس مقام پر اس کے ذکر کی گنجائش نہیں۔

اہل تاریخ کے درمیان صفین میں قتل ہونے والوں کی تعداد میں اختلاف ہے، یحییٰ بن حصین کہتا ہے کہ جو لوگ ایک سو دس دن میں اندر صفین کے میدان میں جانبین سے مارے گئے ان کی تعداد ایک لاکھ دس ہزار ہے کہ جن میں سے بیس ہزار اہل عراق اور باقی اہل شام تھے، مسعودی کہتا ہے ایک لاکھ پچاس ہزار سوار خدام اور اتباع کے علاوہ مارے گئے، اور انکو ملا کر تین لاکھ اور اس کے علاوہ بھی کہا گیا ہے۔

اور آل ابو طالب میں سے جو اس جنگ میں شہید ہوئے ایک محمد بن جعفر بن ابی طالب تھے، جیسا کہ ابو الفرج نے کہا ہے کہ محمد اور عبیداللہ بن عمر ایک دوسرے کے مقابلہ میں آئے اور دست بگردن ہوئے اور طرفین سے ہر ایک کی مدد کے لیے لشکر آیا اور یہ دونوں ایک دوسرے کے گلے میں باہیں ڈالے مارے گئے اور مورخین کے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ محمد اپنے بھائی عون کے ساتھ شوشتر کے علاوہ میں رزقول کے مقام کے نزدیک شہید ہوئے۔ واللہ العالم

جنگ نہروان کا مختصر ذکر

جب اہل شام نے عمرو عاص کے مکر و فریب کی وجہ سے قرآن نیزوں پر بلند کئے اور اشعث اور دوسرے خوارج جو حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے لشکر میں تھے جنگ سے دستبردار ہو گئے اور نصب حکمین پر بنا رکھی اور واقعہ تحکیم کے بعد قوم کے اندر سخت قسم کی دشمنی اور بغض پیدا ہو گیا اس طرح کہ بھائی بھائی سے، بیٹا باپ پر تبراء کرتا تھا، اور امیر المومنین علیہ السلام نے دیکھا کہ اختلاف کلمہ اور تفاوت رائے حاصل ہو گیا ہے اور معاملات سلجھنے والے نہیں تو آپ نے کوچ کا حکم دیا، پس سارے کے سارے لوگ کوفہ میں واپس آگئے اور ادھر سے معاویہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ دمشق چلا گیا، امیر المومنین علیہ السلام کوفہ میں پہنچے ہی تھے کہ بارہ ہزار قاری وغیرہ حضرت علی علیہ السلام سے الگ ہو گئے، اور انہوں نے شبیب بن ربعی تمیمی کو اپنا امیر بنا لیا اور عبداللہ بن کواء یشکری کو اپنا پیش نماز مقرر کیا اور مقام حروراء کی طرف جو کہ ایک بستی ہے کوفہ چھوڑ کر چلے گئے، اسی بناء پر انہیں حروریہ کہتے ہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام ان کی طرف گئے اور ان کے ساتھ مناظرے اور مباحثے کئے تو یہ دوبارہ کوفہ واپس آگئے، لیکن آپؑ کی عداوت اور بغض کی راہ پر تھے، اور کبھی کبھی بعض جسارت آمیز باتیں بھی آں جنابؑ سے کرتے تھے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپؑ منبر پر تشریف فرما تھے کہ انہوں نے پکار کر کہا یا علی **جزعت من المنیة ورضیت بالقضیة و قبلت الدنیا لاحکم الا للہ**، اے علیؑ آپؑ مصیبت سے گھبرا گئے حکمین کے فیصلہ کو پسند کیا اور پستی و ذلت کو قبول کر لیا، نہیں ہے حکم و فیصلہ مگر اللہ کے لیے۔

حضرتؑ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ میں تمہارے بارے میں خدا کے حکم کا منتظر ہوں، وہ کہنے لگے آپؑ کی طرف اور ان لوگوں کی طرف جو آپ کے ساتھ ہیں یہ وحی کی گئی ہے کہ اگر تو نے شرک کیا تو خدا تیرے عمل کو حبط و ضائع کر دے گا اور البتہ تو خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہے۔

حضرت نے ان کے جواب میں یہ آیت تلاوت فرمائی کہ پس صبر کرو، بیشک خدا کا وعدہ حق ہے اور تجھے خفیف نہ بنا دیں وہ لوگ جو یقین نہیں رکھتے۔

خلاصہ یہ کہ خوارج میں سے چار ہزار افراد نے امیر المومنین علیہ السلام کے خلاف خروج کیا اور عبداللہ بن وہب راسبی کی بیعت کر لی اور مدائن کی طرف چلے گئے اور عبداللہ بن خباب کو جو مدائن پر آپؑ کی طرف سے حاکم تھا شہید کر دیا اور اس کی بیوی کا جو کہ حاملہ تھی شکم چاک کر دیا اور بھی کئی عورتوں کو قتل کر دیا، اور امیر المومنینؑ اس وقت پینتیس (۳۵) ہزار افراد کے ساتھ کوفہ سے نکلے اور بصرہ سے آپؑ کے گورنر عبداللہ بن عباس نے بھی دس ہزار افراد آپؑ کی مدد کے لیے روانہ کئے کہ جن میں احنف بن قیس و حارثہ بن قدامہ سعدی تھے، اور یہ ۳۷ ہجری کا واقعہ ہے، پس آنحضرتؑ نے انبار میں توقف فرمایا یہاں تک کہ آپ کا لشکر جمع ہو گیا، پھر آپؑ نے ان

کے سامنے خطبہ دیا اور انہیں معاویہ سے جنگ کرنے کی تحریص کی۔

آپؑ کے لشکر نے معاویہ سے جنگ کرنے سے پہلوتہی کی، اور کہنے لگے پہلے کو آپؑ کو خوارج سے جنگ کرنی چاہیے، مجبوراً حضرتؑ خوارج کے دفاع کے لیے نہروان کی طرف تشریف لے گئے اور پہلے اپنا قاصد ان کے پاس بھیجا، ان بدبختوں نے آپؑ کے قاصد کو شہید کر دیا اور پیغام بھیجا کہ اگر آپؑ اس تحکیم سے جو قرار دی ہے توبہ کر لیں تو ہم آپ کیا اطاعت و بیعت میں داخل ہو جائیں گے ورنہ ہم سے علیحدہ ہو جایئے تاکہ ہم اپنے لیے کوئی امام منتخب کر لیں۔

حضرتؑ نے پیغام بھیجا کہ ہمارے بھائیوں کے قاتلوں کو ہمارے پاس بھیج دو، تاکہ ہم ان سے قصاص لیں اور میں تم سے جنگ کرنے سے دستبردار نہیں ہوں گا تاوقت یہ کہ میں اہل مغرب کی جنگ سے فارغ ہولوں اور شاید ذات مقلب القلوب تمہیں گمراہی سے پھیر لے۔

انہوں نے آپؑ کے جواب میں پیغام بھیجا کہ ہم سب آپؑ کے اصحاب کے قاتل ہیں اور ان کے قتل میں شریک ہوئے ہیں، اس وقت امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا خوارج سے جنگ کرنے کے لیے کوچ کرو، خدا کی قسم ان میں سے دس آدمی بچ نہیں سکیں گے اور تم میں سے دس آدمی شہید نہیں ہوں گے، اور تواتر کے ساتھ حضرتؑ کے پاس یہ خبر پہنچی کہ خوارج نہر عبور کر چکے ہیں، لیکن حضرتؑ اس خبر کو قبول نہیں فرماتے تھے اور قسم کھا کر کہتے کہ انہوں نے نہر عبور نہیں کی اور نہ ہی کریں گے اور ان کی قتل گاہ رمیلہ میں نہر کے نچلے حصہ میں ہوگی۔

پس حضرتؑ اپنے لشکر کے ساتھ چل پڑے، یہاں تک کہ نہروان تک پہنچ گئے، جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ خوارج مقام رمیلہ میں نہر سے اس طرف پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں جس طرح کہ آپؑ فرماتے تھے، تب آپؑ نے فرمایا اللہ اکبر صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا بزرگ و برتر ہے، رسول اللہؐ نے سچ فرمایا تھا۔

پس دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل صف بستہ ہو گئے، حضرت آگے کھڑے ہوئے اور خوارج کو حکم دیا کہ وہ توبہ کر لیں اور آپ کی طرف پلٹ آئیں، انہوں نے انکار کیا اور آپؑ کے لشکر پر تیر برسانا شروع کر دیئے، تو اصحاب نے عرض کیا کہ خوارج ہم پر تیر برسا رہے ہیں۔

حضرتؑ نے فرمایا کہ تم جنگ سے باز رہو، یہاں تک کہ تین مرتبہ انہوں نے اس امر کو ظاہر کیا اور حضرتؑ ان سے فرماتے تھے کہ جنگ نہ کرو، بالآخر ایک شخص کو اٹھا لائے کہ جو خوارج کے تیروں سے مارا گیا تھا، حضرتؑ نے فرمایا اللہ اکبر اب ان سے جنگ کرنا حلال و جائز ہے، پس آپؑ نے جنگ کا فرمان جاری کر دیا، اور فرمایا ان پر حملہ کر دو اور خوارج میں سے چند آدمی حضرت امیرؑ سے جنگ کرنے کے لیے میدان میں آئے کہ شاید وہ آپ کو شہید کر لیں اور جو بھی ان میں سے میدان میں آتا اور رجز پڑھ کر حضرتؑ کو پکارتا تو حضرتؑ اس کے مقابلہ میں جا کر اسے فی النار والسقر کر دیتے، اور ابو ایوب انصاری نے زید بن حصین پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا اور عبداللہ بن وہب اور حرقوص بن زہیر سعدی جو خوارج کے مہرے تھے وہ بھی مارے گئے۔ خلاصہ یہ کہ حضرت علیؑ کے لشکر سے نو افراد

مارے گئے اور خوارج سے دس افراد سے زیادہ سلامت نہ رہے، جب جنگ ختم ہوئی تو حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ خوارج کے مقتولین میں جا کر دیکھو کہ مخدج بن ذوالثدیہ مارا گیا ہے یا نہیں، جتنا اسے لوگوں نے تلاش کیا وہ نہ ملا، آپؑ خود مقتولین کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ ان کی لاشوں کو ایک دوسرے سے الگ کرو، پھر آپ نے ان کے درمیان میں سے ذوالثدیہ کو تلاش کر لیا، اس وقت فرمایا اللہ اکبر میں نے محمد مصطفیٰؐ پر جھوٹ نہیں بولا۔

پس آپؑ نے پاؤں رکاب سے نکالا، نیچے اترے اور سجدہ شکر بجالائے۔ ذوالثدیہ یہ وہ شخص تھا کہ جس کا ہاتھ چھوٹا اور ہڈیوں کے بغیر تھا اور اس کے کندھے پر گوشت کا ایک لوتھڑا تھا جو عورتوں کے پستان کی مانند تھا، جب اسے ہلاتے تو وہ حرکت کرتا تھا اور اس پر سیاہ بال تھے، پھر آپ سوار ہو گئے اور خوارج کے کشتوں سے عبور فرما کر ارشاد فرمایا، بیشک تمہیں اس نے پچھاڑا ہے جس نے تمہیں دھوکہ دیا۔ عرض کیا گیا کس نے انہیں دھوکہ دیا ہے، فرمایا شیطان اور برے نفسوں نے، پس ہتھیار اور جانور جو خوارج کے لشکر میں تھے، انہیں جمع کر کے مسلمانوں پر تقسیم کر دیا، اور جو مال و متاع، غلام اور کنیزیں تھیں وہ ان کے مالکوں کو واپس کر دیں، پھر حضرتؑ نے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ خداوند عالم نے تمہاری مدد کی ہے، اب دشمن سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ یعنی معاویہ سے جنگ کرنے کے لیے آمادہ ہو جاؤ۔

اشعث اور اس کے ساتھی کہنے لگے اے علیؑ ہماری تلواریں کند ہو گئی ہیں اور ترکش تیروں سے خالی ہو گئے ہیں اور نیزوں کے پھل باقی نہیں رہے، ہمیں مہلت دیجئے کہ ہم تیاری کر لیں، پس حضرتؑ مقام نخیلہ میں تشریف لائے اور اسے لشکر گاہ قرار دیا، آپ کے اصحاب نے دھوکے پر بنا رکھی، دستہ دستہ ہو کر اپنے گھروں کو لوٹ گئے، یہاں تک کہ آپ کے ساتھ چند افراد کے علاوہ کوئی باقی نہ رہا، اور حرث بن راشد ناجی تین سو افراد کے ساتھ مرتد ہو گیا اور اس نے دین عیسائیت اختیار کر لیا۔ حضرت نے معقل بن قیس ریاحی کو ان سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا، معقل نے سیف البحرین میں ان سے جنگ کی اور انہیں قتل کر کے ان کی عورتیں اور بچے قید کر لیے اور انہیں لے کر علاقہ اہواز کے ایک شہر میں پہنچا اور وہاں مصقلہ بن ہبیرہ شیبانی امیر المومنین علیہ السلام کی طرف سے عامل و حاکم تھا، قیدی عورتیں جب وہاں پہنچیں تو انہوں نے مصقلہ کو پکار کر کہا کہ ہم پر احسان کرو اور ہمیں قید سے رہا کراؤ۔ مصقلہ نے انہیں تین لاکھ اور ایک روایت کے مطابق پانچ لاکھ درہم پر خرید کر کے آزاد کر دیا، اور اس رقم میں سے دو لاکھ سے زیادہ نہ دیئے اور پھر وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا، اور معاویہ سے جا ملا، جب یہ اطلاع جناب امیرؑ کو پہنچی تو فرمایا کہ خدا مصقلہ کا برا کرے، اس نے کام تو سردار والا کیا تھا، لیکن غلام کی طرح بھاگ کھڑا ہوا اور واقعہ نہروان ۳۸ ہجری میں ہوا اور اسی سال حضرت علی بن الحسین (امام زین العابدینؑ) کی ولادت باسعادت ہوئی۔

محمد بن ابوبکر و مالک اشتر اور امیر المومنینؑ کی شہادت کا ذکر

۳۸ ہجری میں معاویہ نے عمرو عاص کو مصر کا گورنر بنا کر مصر کی طرف بھیجا اور اس کے ساتھ معاویہ بن خدیج و ابوالاعور سلمی اور چار ہزار کا لشکر تھا اور ادھر سے امیر المومنین علیہ السلام نے محمد بن ابی بکر کو مصر کا گورنر مقرر کیا اور مصر کی طرف اشارہ بھیجا، ان دونوں گورنروں نے جب مصر کی طرف حرکت کی تو منشاۃ نامی جگہ میں ان کا آمنا سامنا ہوا اور جنگ شروع ہوگئی، محمد کا لشکر اس کی مدد سے دستبردار ہوگیا اور اس نے محمد کو تنہا چھوڑ دیا، مجبوراً محمد شکست کھا کر شہر مصر کی ایک جگہ میں جا چھپے۔

عمرو عاص کے لشکر نے ان کی جگہ تلاش کر لی اور اس مکان کو گھیر لیا، محمد اپنے بچے کچھے ساتھیوں کے ساتھ اس مکان سے باہر نکل آئے، معاویہ بن خدیج اور عمرو عاص نے محمد کو پکڑ لیا اور کوم شریک نامی جگہ میں انہیں گدھے کی کھال میں ڈال کر آگ لگا کر جلا دیا۔

جب محمدؑ اور ان کے ساتھیوں کی شہادت کی خبر معاویہ کو ملی تو اس نے اظہار مسرت کیا اور جب یہ اطلاع جناب امیر المومنین علیہ السلام تک پہنچی تو آپ بہت غمناک ہوئے اور فرمایا ہماری جزع فزع اور حزن وملال محمد بن ابوبکر کی شہادت پر معاویہ کی خوشی اور سرور کے برابر ہے، اور فرمایا جب سے میں نے اس جنگ میں قدم رکھا ہے یعنی معاویہ سے جنگ کرنے میں کسی شہید ہونے والے پر میں اس قدر محزون نہیں ہوا کہ جتنا محمد کے لیے محزون و مغموم ہوا ہوں، بیشک محمد میرا پروردہ تھا اور میں نے اسے بمنزلہ اولاد رکھا تھا اور وہ میرے ساتھ نیکی کرتا تھا۔

مولف کہتا ہے کہ مصر میں محمد کی جو قبر ہے جو کہ اس ولی صالح کے بدن کے بقیہ اجزاء کا مدفن یا ان کی قتل گاہ ہے آج کل متروک ہے اور اہل سنت کی عادت یہ ہے کہ جب اس کی قبر پر جاتے ہیں تو قبر کی طرف پشت کر کے فاتحہ اس کے باپ ابوبکر کے لیے پڑھتے ہیں (اور مشہور ضرب المثل کا یہ مورد ہے کہ خیر بخانہ صاحبش راہ مہر دیعنی نیکی اپنے مالک کا گھر ڈھونڈ لیتی ہے) اور محمد کی شہادت سے پہلے چونکہ مصر کی حکومت سے محمد کی کمزوری ظاہر ہو چکی تھی، امیر المومنین علیہ السلام نے مالک اشتر نخعی کو ایک گروہ لشکر کے ساتھ مصر کی طرف بھیج دیا، جب معاویہ کو یہ خبر معلوم ہوئی تو اس نے عریش کے دھقان کو پیغام بھیجا کہ مالک اشتر کو زہر دے دے تو میں بیس سال تک تجھ سے خراج وصول نہیں کروں گا، جب مالک اشتر مقام عریش میں پہنچے تو وہاں دھقان (چوہدری) نے پوچھا کہ مالک اشتر کھانے اور پینے کی چیزوں میں کس کو زیادہ پسند کرتے ہیں لوگوں نے بتایا کہ شہد کو بہت پسند کرتے ہیں۔

پس وہ مردود دھقان کچھ زہر آلود شہد مالک اشتر کے پاس بطور ہدیہ لے آیا اور کچھ اوصاف وفوائد اس شہد کے بیان کئے، مالک نے اس زہر آلود شہد کا شربت نوش فرمایا اور وہ اس دن روزہ سے تھے اور ابھی شہد (زہر آلود) ان کے شکم میں اترا بھی نہیں تھا کہ ان کی رحلت ہوگئی۔ رضوان اللہ علیہ

اور بعض کہتے ہیں کہ ان کی شہادت مقام قلزم میں ہوئی اور نافع عثمان کے غلام نے انہیں زہر کھلایا اور جب مالک اشتر کی خبر

شہادت معاویہ کو پہنچی تو وہ اتنا خوش ہوا کہ وہ پھولا نہ سماتا تھا اور وسیع دنیا اس پر خوشی کی وجہ سے تنگ ہوگئی تھی اور کہنے لگا بیشک خدا کا لشکر شہد میں سے بھی ہے۔

اور جب ان کی شہادت کی خبر جب امیر المومنین علیہ السلام کو ملی تو آپ کو بہت ہی افسوس ہوا اور آپ زیادہ اندوہناک ہوئے اور آپ کا دل ٹوٹ گیا اور کئی کلمات آپ نے مالک اشتر کی مدح میں فرمائے، انہیں میں سے یہ فرمایا "لقد کان لی کما کنت الرسول اللہ" یعنی مالک اشتر میرے لیے اس طرح تھا جس طرح میں رسول اللہ کے لیے تھا اور یہ بھی فرمایا خدا مالک پر رحم کرے وہ کس قدر عظیم تھا، مالک اگر اسے پتھر سے تشبیہ دی جائے تو وہ سخت تھا، اور اگر پہاڑ ہو تو بہت بڑا پہاڑ تھا، گویا اس نے مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

اور جب آپ کے لشکر کے بڑے بڑے لوگ شہید ہوگئے اور آپ کے ساتھی باقی نہ رہے، مگر ایسے لوگ کہ جن میں سے اکثر بے وفا تھے، اور ایک گروہ خوارج کے طور طریقوں کا اور کچھ نفاق کی چال چلنے والے تو اب آپ کے لیے معاویہ سے جنگ کرنا آسان نہیں تھا، جب کہ آپ نے انہیں جہاد کے لیے پکارا تو انہوں نے قبول نہ کیا اور کئی عذر پیش کئے تو آپ ان کی نافرمانی اور نفاق سے بہت دل تنگ ہوئے اور درد و تکلیف اور غم و غصہ آپ کے دل میں پیدا ہو گیا، جیسا کہ آپ کے بعض خطبے اس امر کی گواہی دیتے ہیں، مجبوراً آپ بارہا خدا سے موت کی آرزو کرتے اور کئی مرتبہ ابن ملجم کے ہاتھ سے اپنی شہادت کی خبر دیتے، یہاں تک کہ ۴۰ ہجری آپہنچا۔

تو خوارج کا ایک گروہ مکہ میں ایک دوسرے کے ساتھ اکٹھا ہوا اور جنگ نہروان کے متعلق مذاکرہ کیا اور نہروان میں مارے جانے والوں پر گریہ کیا اور ان میں سے تین افراد نے ایک دوسرے سے معاہدہ کیا کہ ایک ہی رات میں جناب امیر المومنین علیہ السلام و معاویہ اور عمرو عاص کو قتل کر دیں۔ عبدالرحمن بن ملجم نے امیر المومنین کو شہید کرنے کا ذمہ لیا اور برک نے معاویہ کو قتل کرنے کا اور زاذویہ نے عمرو عاص کو مارنے کا وعدہ ماہ رمضان کی انیسویں رات کے لیے کیا، پس ابن ملجم کوفہ کی طرف گیا اور باقی دونوں آدمی شام و مصر کی طرف روانہ ہوئے۔

جب ابن ملجم کوفہ میں پہنچا تو اس نے اپنا راز کسی کے سامنے ظاہر نہ کیا، ایک دن تیم الرباب کے ایک شخص کے گھر گیا تو اس کی ملاقات قطام بنت اخضر تیمیہ سے ہوگئی اور قطام وہ عورت تھی کہ جس کے باپ اور بھائی کو جناب امیر المومنین علیہ السلام نے جنگ نہروان میں قتل کیا تھا اور وہ انتہائی حسین و جمیل تھی، ابن ملجم نے اس کی خواستگاری کی تو وہ کہنے لگی میرا حق مہر تین ہزار درہم ایک غلام ایک کنیز اور علی بن ابی طالب کا قتل ہے۔

ابن ملجم نے کہا جو کچھ تو نے کہا وہ قبول ہے سوائے علی کے قتل کرنے کے، کیونکہ مجھے اس پر قدرت نہیں ہو سکے گی، وہ کہنے لگی جب علی کسی کام میں مشغول ہوں اور تجھ سے غافل ہوں تو اچانک اس پر تلوار چلا دے، اور دھوکہ سے اسے قتل کر دے، پس اگر تو نے اس کو قتل کر لیا تو میرے دل کو شفا دی اور اپنے لیے میرے ساتھ عیش و عشرت مہیا کر لیا، اور اگر تو مارا گیا تو آخرت میں جو کچھ ثواب تجھے ملیں گے وہ دنیا سے بہتر ہیں، ابن ملجم کہنے لگا خدا کی قسم میں تو اس شہر میں آیا ہی علی کو قتل کرنے کے لیے ہوں۔

پس قطام نے وردان بن مجالد کو جو اس کے قبیلہ میں سے تھا، ابن ملجم کی مدد کے لیے بلایا، اور ابن ملجم نے شبیب بن بجیرہ خارجی کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا اور انیسویں شب کا انتظار کرنے لگے، یہاں تک کہ وہ رات آ گئی اور وہ تینوں لعین اسی مقصد سے مسجد کوفہ میں آئے، اس ملعونہ نے چند ریشمی بنی ہوئی پٹیاں ان کے سینوں میں باندھیں اور زہر میں بجھی ہوئی تلواریں ان کے ہاتھوں میں دیں وہ انہیں حمایل کر کے اس دروازے کے قریب آ کر بیٹھ گئے کہ جس دروازے سے جناب امیر المومنین علیہ السلام مسجد میں داخل ہوتے تھے، اور اس سے پہلے وہ اپنا راز اشعث بن قیس خارجی سے بھی کہہ چکے تھے اور وہ لعین بھی اس امر میں ان سے متفق ہو چکا تھا، اور ان کی مدد کے لیے مسجد میں آیا ہوا تھا اور وہ رات حجر بن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد میں ہی گزاری تھی، اچانک انہوں نے سنا کہ اشعث کہہ رہا ہے اے ابن ملجم جلدی کر اور اپنی حاجت پوری کر، کیونکہ صبح نزدیک ہے ورنہ رسوا ہو جاؤ گے۔

جب حجر نے یہ بات سنی تو ان کا مقصد سمجھ گئے اور اشعث سے کہا اے کانے ملعون علیؑ کو شہید کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، یہ کہہ کر جلدی سے امیر المومنین علیہ السلام کے دولت کدہ کی طرف چل دیئے تا کہ آنحضرتؑ کو خبر دیں کہ وہ اپنا بچاؤ کر لیں، قضائے کار آنحضرتؑ دوسرے راستہ سے مسجد میں تشریف لائے تھے، جب حجر واپس آئے تو دیکھا کہ کام ہو چکا ہے اور لوگ کہہ رہے تھے "قتل امیر المومنین علیہ السلام" حضرت امیر شہید ہو گئے۔

اور ادھر سے جب امیر المومنین علیہ السلام مسجد میں داخل ہوئے اور آپ کی صدائے دلکش بلند ہوئی "اے لوگو نماز کے لیے تیار ہو جاؤ"۔

تو ابن ملجم اور اس کے ساتھیوں نے تلواریں کھینچ لیں اور آپؑ پر حملہ کر دیا اور کہنے لگے "الحکم اللہ لا لک یا علیؑ" حکم اللہ کا ہے نہ تیرا اے علیؑ، پس شبیب کی تلوار تو چوک گئی دروازے یا چھت پر لگی، لیکن ابن ملجم لعین کی تلوار آپؑ کے فرق مبارک پر جا لگی، آپ کا سر کھل گیا، اور آپؑ کی ریش مبارک سر کے خون سے خضاب ہو گئی، اور یہ واقعہ بدھ کی صبح انیس ماہ رمضان ۴۰ ہجری کو رونما ہوا اور آپؑ کی شہادت جمعہ کی رات اس ماہ کی اکیس تاریخ کو ہوئی۔ اور ہم نے کتاب منتہی الآمال میں آپؑ کے شہادت اور ابن ملجم لعین کا قتل ہونا اور امیر المومنین علیہ السلام کی اولاد اور دوسرے مطالب ذکر کئے ہیں، خواہشمند حضرات وہاں رجوع کریں۔ (مترجم کہتا ہے کہ چونکہ یہاں اختصار مقصود تھا، لہذا یہ ذکر نہیں ہوا کہ آپؑ کی شہادت حالت نماز میں ہوئی۔ ورنہ اکثر روایات میں یہی مذکور ہے)۔

امام حسن مجتبیٰؑ سبط اکبر پیغمبر خدا کی خلافت کا ذکر

امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت کے بعد لوگوں نے آپؑ کے فرزند ارجمند حضرت امام حسن علیہ السلام کی بیعت کر لی اور آپ تقریباً چھ ماہ تک تخت خلافت پر مستقر رہے، اس کے بعد آپؑ نے معاویہ بن ابو سفیان سے صلح کر لی اس شرح کے ساتھ جو کتاب منتہی الآمال میں مرقوم ہے اور ۴۱ ہجری ماہ ربیع الاول کے آخری پانچ دن باقی رہتے تھے کہ یہ واقعہ پیش آیا، اس کے بعد معاویہ کوفہ

میں داخل ہوا، امام حسن علیہ السلام مدینہ تشریف لے گئے اور ہمیشہ صبر کے گھونٹ پیتے رہے، اور اپنے گھر میں خانہ نشین اور امر پروردگار کے منتظر رہے، یہاں تک کہ جعدہ بنت اشعث نے آپ کو زہر سے شہید کر دیا، اور آپؑ چالیس دن تک بیمار رہے اور مسلسل زہر آپؑ کے وجود مبارک میں اثر کرتا رہا، یہاں تک کہ ماہ صفر ۵۰ ہجری میں آپؑ کی شہادت ہوئی اور جنت البقیع میں جناب عباس رسول خداؐ کے چچا کے گنبد میں دفن ہوئے اور آپ کی عمر مبارک مشہور قول کی بناء پر سینتالیس (۴۷) سال ہے اور شیخ مفید نے اڑتالیس سال کہی ہے اور مسعودی نے مروج الذہب میں پچپن (۵۵) سال کہی ہے اور منتہی الآمال میں حضرت کے اور آپ کی اولاد کے حالات شرح و بسط سے بیان ہو چکے ہیں۔

معاویہ بن ابوسفیان کی امارت اور اس کے ماں باپ کے مختصر حالات

جب امام حسن علیہ السلام نے معاویہ سے صلح کر لی تو معاویہ نے امت مسلمہ کی حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لی اور انیس سال اور آٹھ ماہ اس کی حکومت نے طول کھینچا اور تقریباً چالیس سال اس نے حکومت کی ہے اور پندرہ رجب ساٹھ ہجری میں اس (۸۰) سال کی عمر میں اس نے دنیا سے کوچ کیا اور اسے شہر دمشق کے باب الصغیر میں دفن کیا گیا، معاویہ کی حکومت کے زمانہ میں ۴۱ ہجری میں معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ کو حاکم کوفہ قرار دیا اور مغیرہ نے امیر المومنین علیہ السلام پر سب و شتم کا سلسلہ اسی سال شروع کیا اور عید الفطر ۴۳ ہجری میں عمرو عاص نے وفات پائی اور اس کی عمر نوے سال تھی، اس نے دس سال اور چار مہینے مصر میں حکومت کر کے وفات پائی اور ۴۵ ہجری میں حفصہ کی وفات ہوئی۔ اور کوفہ میں طاعون کی بیماری پھیلی، اور مغیرہ بن شعبہ والی کوفہ وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا اسے بھی طاعون کی بیماری لاحق ہوئی اور وہ مر گیا اور ۵۰ ہجری میں بقول مشہور امام حسن علیہ السلام کی شہادت ہوئی، اور ۵۱ ہجری میں حجر بن عدی کندی شہید ہوئے، اور ۵۲ ہجری میں ابوموسیٰ اشعری مرا اور ۵۳ ہجری میں زیاد بن ابیہ ہلاک ہوا۔ اور ۵۵ ہجری میں سعد بن ابی وقاص کی وفات ہوئی اور ۵۷ ہجری میں حضرت امام محمد باقرؑ متولد ہوئے اور اسی سال حضرت عائشہ اور ابو ہریرہ کی وفات ہوئی اور ایک قول کی بناء پر اس کے بعد والے سال میں عائشہ نے وفات پائی اور ۵۹ ہجری میں جناب اُم سلمہؓ اور سعید بن العاص امیر کوفہ اور جرول بن اوس نے وفات پائی، جرول حطیہ شاعر کے نام سے مشہور تھا، اور حطیہ اسم تصغیر مذمت کرنے والا چھوٹے قد کے مرد کو کہتے ہیں اور یہ لوگوں کی ہجو بہت زیادہ کرتا تھا، ایک روایت ہے کہ اس نے زبرقان بن بدر کی ہجو اس قول کے ساتھ کی **ادع المکارم لا تخصص لبغیتھا واقعد فانک انت الطاعم الکاسی** مکارم اخلاق کو چھوڑ دو، تم ان کے مقصد کو پورا نہیں کر سکتے، پس بیٹھ جاؤ تم تو بس کھانے اور لباس پہننے والے ہو۔

اس نے عمر بن خطاب کے پاس اس کی شکایت کی تو عمر نے کہا کہ میں نہیں سمجھتا کہ اس نے تیری ہجو و مذمت کی ہو، کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تو کھانا کھلانے اور لباس پہنانے والا ہو، پھر عمر نے حسان بن ثابت کو بلوا بھیجا اور اس سے اس بیت کے متعلق سوال کیا کہ کیا اس نے اس کی ہجو کی ہے۔

وہ کہنے لگا کہ ہجو تو نہیں کی، لیکن اس پر پاخانہ کر دیا ہے پس عمر نے جرول کو قید کر دیا اور اس سے کہا کہ اے خبیث میں تمہیں مسلمانوں کی عزت و ناموس سے مشغول رکھوں گا، وہ قید میں رہا یہاں تک کہ عمرو بن عاص نے اس کی سفارش کی تو وہ قید سے رہا ہوا۔ اور اس کے اس کی موت کے وقت کے لطیفہ ہیں، جن کی نقل کی گنجائش نہیں اور ماہ رجب ۶۰ ھجری میں معاویہ مر گیا اور وہ بنی امیہ کا پہلا خلیفہ (بادشاہ) تھا، اور مناسب ہے کہ ہم اس مختصر کتاب میں اختصار کے ساتھ معاویہ اور اس کے ماں باپ کا تذکرہ کریں۔

معاویہ کی ماں ہند عتبہ بن ربیعہ بن عبدالشمس کی بیٹی تھی اور رسول خداؐ کی عداوت و دشمنی میں ہمیشہ کوشاں رہی وہ جنگ اُحد میں بھی موجود تھی اور یہ رجز پڑھتی تھی۔

نحن	بنات	طارق
نمشی	علی	النمارق
ان	تقبلوا	نعانق
اوتدبروا	و	نفارق
فراق	غیر	وامق

ہم طارق کی بیٹیاں ہیں، گدوں پر چلتی ہیں، اگر تم آگے بڑھے تو تم سے گلے ملیں گی، اگر تم نے پشت پھیری تو تم سے الگ ہو جائیں گی، ایسے شخص کا الگ ہونا کہ جو آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے۔

اور کفار کو مسلمانوں سے جنگ کرنے پر ابھارتی اور تحریص کرتی تھی اور ابن ابی الحدید اور بن عبدربہ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ ہندہ زنا کے ساتھ متہم تھی، اور کتب تواریخ سے نقل ہوا ہے کہ وہ مشہور بدکار عورتوں میں سے تھی، اور ہشام بن سائب کلبی نسابہ سے منقول ہے کہ جب وحشی غلام جبر بن مطعم نے جناب حمزہ سید الشہداؑ کو جنگ احد میں شہید کیا تو ہندہ جناب حمزہ کی لاش پر آئی اور حضرت کا جگر نکالا اور اپنے منہ میں رکھ لیا، خدا کی قدرت سے وہ سخت ہو گیا اور اس کے دانت اس میں اثر نہ کر سکے، پس اس نے حضرت کے جسم اطہر کا مثلہ کیا اور ان کٹے ہوئے اعضاء کو تاگے میں پرو دیا اور ہار بنا کر گلے میں ڈالا، قریش کی عورت نے اس کی اقتدا کی اور باقی شہدا سے یہی سلوک کیا، اور یہ کام رسول خداؐ پر انتہائی گراں گزرا اور جگر خراش ثابت ہوا (لہذا) آپ نے ہندہ کا خون ہدر (رائیگاں) قرار دیا۔

یہی حالت رہی یہاں تک کہ فتح مکہ کے سال جب ابوسفیان نے اضطراری حالت میں اپنے منافقانہ اسلام کا اظہار کیا تو ہندہ نے بھی اظہار اسلام کیا اور رسول خداؐ نے عمومی رحمت کی بناء پر قبول کر لیا اور معاف کر دیا۔

جب ہند نے باقی عورتوں کی عادت کے مطابق رسول خداؐ کی بیعت کی تو حضرتؐ نے عورتوں کی بیعت کی ایک شرط زنانہ کرنے کو بیان فرمایا تو ہند نے کہا "وہل تزنی الحرۃ" کیا کوئی شریف عورت بھی زنا کرتی ہے، پیغمبرؐ نے عمر کی طرف رخ کیا اور تبسم فرمایا۔ شاید کہنا یہ تھا کہ اس پاکدامنی کے باوجود تعجب سے سوال کر رہی ہے کہ کیا آزاد و شریف عورتیں بھی زنا کرتی ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ہند اسلام کے بعد بھی نفاق کے طریقہ پر قائم رہی، یہاں تک کہ عمر کی خلافت کے زمانہ میں اسی دن کے جس میں ابو قحافہ ابوبکر کے باپ نے وفات پائی اس نے بھی دوزخ کی طرف سامان سفر باندھا، اور جس دن سے اس نے حضرت حمزہ سید الشہداء کا جگر چبایا تھا اس کا لقب آکلۃ الاکباد (جگر چبانے والی) ہو گیا۔ اور یہ ننگ و عار تا دامن قیامت اس کی اولاد کے لیے دامن گیر ہو گیا۔

چنانچہ عقیلہ خدا رسالت و ہدایت رضیعہ عدی نبوت وولایت علیہ مکرمہ زینبؑ بنت علی علیہما السلام نے اس خطبہ شریفہ میں یزید کے سامنے پڑھا، اس مطلب کی طرف اس فقرہ میں اشارہ فرمایا۔

وكيف يرتجى مراقبة من لفظ فواه اكباد الذكياء
وبنت لحمة من الدماء الشهداء

اور کس طرح نگہبانی کی امید اس شخص سے کی جا سکتی ہے کہ جس کے منہ نے پاکیزہ لوگوں کے جگر پھینکے
اور جس کا گوشت شہدا کے خون سے اُگا۔

اور جاحظ جو علی الاعلان امیر المومنین علیہ السلام کا دشمن ہے رسالہ مفاخرہ میں بنی ہاشم و بنی امیہ میں کہتا ہے، اور ہندہ نے حمزہ کا جگر کھایا، پس جگروں کو چبانے والی بنی اُمیہ میں سے ہے، اور انہیں میں سے نفاق کی غار ہے اور انہیں میں سے وہ ہے جس نے چھڑی امام حسینؑ کے دندان مبارک پر لگائی اور حکیم سنائی نے کیا خوب کہا ہے:

داستان پسر ہند مگر نہ شنیدی کہ ازو
وسہ کس اوبہ پیمبر چہ رسید!
پدر اودر دندان پیمبر بشکست
مادر اور جگر عم پیمبر بمکید
برچنین تولعنت نہ کنی شرمت باد
لعن اللہ یزید أ وآل زیاد
اوبنا حق داماد پیمبر بستاد
پسر او سر فرزند پیمبر ببرید

یہ تو حالات تھے ہند کے۔ باقی رہے ابوسفیان کے حالات تو اس کا نام صخر بن حرب بن اُمیہ ہے اور اس کی ماں صفیہ بنت حزن الہلالیہ ہے اور یہ عام الفیل سے دس سال پہلے ہوا اور جب تک زندہ رہا رسول خداؐ کی عداوت اور آنحضرت کے خلاف جنگوں کو کھینچ لانے اور لشکروں کو چلانے میں کوشاں رہا اور قبیلہ قریش میں کوئی فتنہ بپا نہیں ہوا، مگر یہ کہ اس کا اس میں قدم راسخ اور سعی بلیغ تھی یہاں تک کہ فتح مکہ کے سال مجبوراً وقہراً اسلام لایا، اور منافقت کی زندگی بسر کرتا رہا۔

اور منقول ہے کہ طائف میں ملازم رکاب رسالت مآب تھا کہ اس کی ایک آنکھ تیر کے زخم سے نابینا ہوگئی اور اس کی دوسری آنکھ یرموک میں جاتی رہی، پھر وہ مکمل اندھا ہوگیا اور جنگ ہوازن میں جب مولفتہ القلوب کو عطیات بخشے گئے اور سو اونٹ اور چالیس اوقیہ (ایک وزن ہے) چاندی اس کے حصہ میں آئی اور اس کے بیٹے یزید اور معاویہ کو بھی اسی قسم کی بخشش دی گئی اور اس کا ایک بیٹا حنظلہ کہ جس کے نام سے اس کی کنیت تھی جنگ بدر میں امیر المومنین علیہ السلام کے ہاتھ سے مارا گیا اور اپنے باپ بھائی اور دوسرے اقرباء کے لیے دوزخ کی طرف جانے کا مقدمہ بنا اور ابوسفیان کی اولاد معاویہ، عمر، عتبہ، صخرہ، ہندہ رملہ، آمنہ، اُم حبیبہ، جویریہ، ام الحکم، حنظلہ، زیاد (یہ معاویہ کے ملحق کرنے سے ہوا) یزید، رملۃ الصغریٰ اور میمونہ تھی۔

اور ابوسفیان ۳۰ ہجری میں مرا اور اس وقت اس کی عمر بیاسی (۸۲) سال تھی اور مسلمانوں اور کفار کے درمیان جس زمانہ میں ایک دوسرے کی ہجو ہوتی تھی تو حسان بن ثابت نے ابوسفیان کی ہجو میں بہت سے اشعار کہے تھے ان میں سے اس کی ہجو میں ایک شعر یہ ہے:

عضضت باير من ابيك و خاله
وعضت بنو النجار بالسكر الرطب

تو نے اپنے باپ اور اس کے ماموں کا عضو تناسل کاٹا (دانتوں سے) اور بنو نجار نے تر و تازہ گنے کھائے اور یہ اشعار بھی ہجو میں کہے:

ولست من الا معشر الا كرامين
ولا عبد شمس و نوفل
وليس ابوك بساقي الحجيج
فاقعد على الحسب الارذل
ولكن هجين منوط بهم
كما نوطت حلقه المحمل

تو شریف گروہ میں سے نہیں ہے اور نہ عبد شمس اور نوفل کی اولاد ہے، اور نہ ہی تیرا باپ حاجیوں کو پانی پلانے والا تھا، پس پست ترین حسب و نسب پر بیٹھ جا، لیکن تو تو کمینہ شخص ہے جسے ان لوگوں سے لٹکا دیا گیا ہے جس طرح محمل کا حلقہ لٹکایا جاتا ہے، اور یہ

اشعار اس کے خبث مولد اور فساد نسب میں صریح ہیں، کیونکہ اس کی عبدالشمس سے نفی کی ہے اور ان سے چمٹایا ہوا شمار کیا ہے اور ابو سفیان کا نفاق اور خاندان رسالتؐ سے دشمنی وعداوت اس سے زیادہ واضح ہے کہ اس کو تحریر میں لائے جائے اور اس سے زیادہ روشن ہے کہ اس کا انکار ہو سکے۔

اور قرآن مجید کی نص آیت رؤیا میں اس پر لعنت کرنے کی شاہد ہے، کیونکہ حقیقت میں شجرہ ملعونہ کی جز وہی ہے اسے مورخین عامہ نے اپنی کتب میں ثبت وضبط کیا ہے، اور معتضد عباسی کے فرمان میں اشارہ موجود ہے کہ جب عثمان کی خلافت کے معاملہ کے مستقر اور پختہ ہو جانے کے بعد عثمان اپنے گھر میں گیا تو گروہ بنی امیہ خوشی وشادمانی کے ساتھ اس کے گرد جمع ہو گیا، اور گھر کے دروازوں کو بیگانوں کے لیے بند کر دیا گیا تو اس وقت ابوسفیان کی آواز بلند ہوئی کہ بنی امیہ کے علاوہ تو کوئی شخص نہیں ہے، انہوں نے کہا نہیں، تو ابوسفیان کہنے لگا اے بنی امیہ اچک لو خلافت کو، جس طرح کھیل کے میدان میں گیند کو ایک دوسرے سے اچک لیتے ہیں، پس قسم ہے اس کی کہ جس کی قسم ابوسفیان کھایا کرتا ہے، نہ کوئی عذاب ہے نہ حساب، نہ کوئی جنت ہے نہ جہنم، نہ دوبارہ اٹھنا ہے اور نہ قیامت ہے۔

جب عثمان نے یہ کلمات سنے تو وہ ڈرا کہ کہیں مسلمان نہ سن لیں اور فتنہ وفساد کھڑا ہو جائے، لہذا کہنے لگا کہ اسے اس محفل سے باہر نکال دو۔

اور اخبار مشہورہ میں سے ہے کہ جسے بیہقی اور زمخشری نے روایت کیا ہے اور ابن ابی الحدید نے بھی نقل کیا ہے کہ معتضد عباسی کے حکم نامہ میں ثقات سے روایت ہے کہ ایک دن ابوسفیان گدھے پر سوار تھا اور معاویہ اس کی لگام پکڑے ہوئے تھا اور یزید (ابن سفیان) اسے پیچھے سے ہانک رہا تھا کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا "لعن اللہ الراکب والقائد والسائق" خدا لعنت کرے سوار پر آگے سے کھینچنے والے اور پیچھے سے ہانکنے والے پر۔

اور یہ بھی روایت ہے کہ معاویہ کے مکان پر ایک جلسہ ہوا کہ جس میں عمرو عاص وعتبہ بن ابوسفیان اور مغیرہ بن شعبہ جمع تھے اور امام حسن علیہ السلام کو بلایا گیا جب آپ تشریف لائے اور ہر ایک نے آپؑ کی شان میں جسارت کی پس اس سید جوانان جنت نے تکلم فرمایا اور معاویہ کو مخاطب قرار دیا اور اپنی گفتگو میں بیان فرمایا کہ رسول خداؐ نے سات مقامات پر ابوسفیان پر لعنت فرمائی اور ان سات مقامات کو بیان فرمایا۔ جو خواہاں ہو وہ شرح ابن ابی الحدید کی طرف رجوع کرے کہ جس میں کتاب مفاخرات زبیر بن بکار سے نقل کیا گیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ابوسفیان کے حالات منصف مزاج تتبع کرنے والے پر ظاہر ہیں اگرچہ اہل سنت کو اپنے اس قول کی وجہ سے تمام صحابہ عادل ہیں ملتزم ہونا پڑے گا کہ رسول خداؐ کی دشمنی اور ہمیشہ کا نفاق اور عباس سے کہنا کہ تیرے بھتیجے کا ملک بہت بڑا ہو گیا اور اُحد پہاڑ کے موڑ پر کھڑے ہو کر ابوسفیان کا عصا پکڑنے والے سے کہنا کہ یہاں ہم نے محمدؐ پر تیر برسائے اور اس کے اصحاب کو قتل کیا تھا، اور اس کا فتح مکہ کے موقع پر (جب کہ حضرت بلال نے پشت کعبہ پر اذان دی اور رسالت محمدیہؐ کی گواہی

دی) کہنا خدا نے عتبہ بن ربیعہ کو سعادت بخشی کہ اس نے یہ منظر نہیں دیکھا، اور باقی اس کے کفریات عدالت کے منافی نہیں اور عجیب اتفاق ہے کہ ابوسفیان رسول اکرمؐ کے اور معاویہ امیر المومنین علیہ السلام کے اور یزید لعین سید الشہداؑ کے مدمقابل رہا ہے اور ہر ایک کی دشمنی اپنے مدمقابل کے لیے اتنی تھی جو احاطہ بیان میں نہیں آسکتی، اور حکیم سنائی نے کیا خوب کہا ہے (داستان پسر ہند مگر نشیدی۔الخ)۔

اور باقی رہا معاویہ تو وہ ظاہراً تو ہند سے ابوسفیان کا بیٹا ہے، لیکن محققین نسب اسے ولدالزنا سمجھتے ہیں، راغب اصفہانی نے محاضرات میں کہا ہے اور ابن ابی الحدید نے زمخشری کی ربیع الابرار سے نقل کیا ہے کہ وہ معاویہ کی نسبت چار اشخاص کی طرف سمجھتے ہیں، مسافر بن ابی عمرو، عمارہ بن ولید بن مغیرہ، عباس اور صباح جو عمارہ بن ولید کا گویا تھا اور ابوسفیان انتہائی بدصورت اور کوتاہ قد تھا، اور صباح جو ابوسفیان کا مزدور تھا خوبصورت جوان تھا ہند اس پر فریفتہ ہوگئی اور اسے اپنی طرف بلایا اور اس سے مل گئی اور علماء نسب نے کہا ہے کہ عتبہ بن ابوسفیان بھی صباح کا نطفہ ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہند جب معاویہ کے ساتھ حاملہ تھی کہ اسے ناپسند کرتی تھی کہ اسے گھر میں جنے، وہ اجیاد پہاڑ کے پاس آئی اور وہاں اسے جنم دیا، یہی وجہ ہے کہ حسان مہاجات کے زمانہ میں معاویہ کی حالت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے "لمن الصبی بجانب البطحاء فی التراب ملقی غیر ذی مھدیہ۔ بطحاء کے پہلو میں مٹی میں پڑا ہوا بچہ کس کا ہے جس کے لیے گہوارہ نہیں ہے۔

آیۃ اللہ علامہ حلی نضر اللہ وجہہ نے کلبی نسابہ سے جز علماء اہل سنت کے نزدیک ثقات میں سے ہے اور ابن روز بہان نے بھی تقریر کی ہے کہ معاویہ چار افراد کا بیٹا تھا، عمارہ، مسافر، ابوسفیان اور ایک اور شخص کہ جس کا نام اس نے نہیں لیا اور ہندہ معاویہ کی ماں جھنڈے والی عورتوں میں سے تھی اور سیاہ رنگ کے غلاموں سے میل جول میں اس کی شہوت و خواہش ہوتی تھی، جب کوئی سیاہ بچہ جنتی تو اسے مار ڈالتی اور حمامہ جو معاویہ کی دادیوں میں سے تھی سوق الحجاز میں اس کا جھنڈا لگا ہوتا تھا اور زنا کاری میں انتہا کو پہنچی ہوئی تھی اور اس سے ابوسفیان کا نسب بھی معلوم ہو جاتا ہے اور اس مقام پر مبسوط تشریح سبط بن جوزی نے تذکرہ میں کتاب کلبی سے امام حسن علیہ السلام کے اس کلام کے ذیل میں کی ہے کہ جس میں آپؑ نے معاویہ لعین سے فرمایا کہ تجھے اس بستر کا پتہ ہے جس میں تو پیدا ہوا۔

اور کتاب نہج الحق میں بھی ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر جب رسولؐ نے معاویہ کا خون ہدر قرار دیا، اور اس کے بعد سرکار رسالتؐ کی وفات سے پانچ مہینہ پہلے اضطراراً آیا اور خود کو عباس کے اوپر گرایا اور اسے اپنا سفارشی بنایا اور اظہار اسلام کیا اور عباس کی سفارش سے ہی لکھنے کی اجازت چاہی اور کبھی کبھی حضرت کا کوئی خط لکھ لیتا تھا اور یہ جو اسے کاتبان وحی شمار کرتے ہیں یہ افتراء و بہتان ہے۔

خلاصہ یہ کہ جب ابوبکر نے لشکر تیار کیا اور اسے شام کی طرف بھیجا تو یزید بن ابوسفیان کو امیر لشکر قرار دیا اور معاویہ و ابوسفیان کو اس جھنڈے کے تحت مامور کیا، جب یزید لعین اپنے آباؤ اجداد سے جا ملحق ہوا تو معاویہ کو امیر بنایا اور اسے شام کی حکومت دے

دی، اور ابوبکر کی خلافت کے بقیہ زمانہ میں اور عمر کی پوری خلافت میں اور عثمان کی تمام خلافت کے زمانہ میں وہ منصوب اور مستقل والی رہا اور بدعتوں کے ایجاد کرنے اور کسریٰ وقیصر کے طور وطریقوں کے زندہ کرنے اور تجبر وتخبتر کے علامات کے اظہار میں اس نے اتنی کوشش کی کہ ایک دن عمر نے اس سے کہا کہ تو تو عرب کا کسریٰ ہے اور جب امیر المومنین تخت خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو معاویہ کو اس کے ظلم وطغیان اور فسق وعصیان کی بناء پر جو شہرہ آفاق تھا امارت پر برقرار نہ رکھا اور اس نے بھی خون عثمان کے مطالبہ کے بہانہ سے حجت خدا اور امام زمانہؑ سے طریق جنگ اختیار کیا اور تلواریں نکالیں اور امیر المومنین علیہ السلام سے بہت سی جنگیں لڑیں یہاں تک کہ حضرتؑ قلب محزون وسینہ پرخون معاویہ وعمرو عاص کے مفاسد ومقائد سے آسودہ خاطر ہوئے اور شربت شہادت نوش فرمایا۔

پس معاویہ نے امام حسن علیہ السلام سے جنگ شروع کر دی، یہاں تک کہ صلح ہوگئی مکمل بیس سال وہ امیر وگورنر اور مزید بیس سال وہ خلیفہ بادشاہ رہا، پس چالیس سال تک اس کی امارت نے طول کھینچا، جنگ صفین کے زمانہ میں معاویہ اور حضرت امیر کے درمیان قاصدوں اور خط وکتابت کا جو سلسلہ جاری رہا ہے حضرتؑ نے اپنے ایک خط میں بہت سی غیب کی خبریں بیان فرمائیں ان میں سے اس کے آخر میں معاویہ کو خطاب کیا کہ رسول اللہؐ نے مجھے خبر دی ہے کہ عنقریب میری داڑھی کے بال میرے سر کے خون سے خضاب ہوں گے اور میں شہید ہوں گا اور تو میرے بیٹے حسنؑ کو مکر وفریب سے زہر سے شہید کرے گا اور تیرے بعد تیرا بیٹا زنا کار عورت کے بیٹے کی مدد وکمک سے میرے بیٹے حسینؑ کو شہید کرے گا، اور بارہ (۱۲) افراد گمراہی وضلالت کے پیشوا ابو العاص اور مروان بن حکم کی اولاد میں سے تیرے بعد امت کے حاکم ووالی ہوں گے، جیسا کہ رسول خداؐ کو خواب میں معلوم ہوا اور آپ نے ان لوگوں کو بندروں کی شکل وصورت میں دیکھا کہ منبر پر کود رہے ہیں اور امت کو شریعت سے واپس پلٹا رہے ہیں۔

پس فرمایا اس وقت وہ گروہ کہ جن کی علامت سیاہ جھنڈے اور علم ہوں گے خلافت وسلطنت ان سے چھین لیں گے اور اس جماعت میں سے جو کوئی انہیں مل گیا، اسے پکڑ کر انتہائی ذلت وخواری کے ساتھ قتل کر دیں گے پھر آپ نے بہت سے مغیبات کی خبریں دجال کے متعلق اور کچھ قائم آل محمد علیہم السلام کے ظہور کی ارشاد فرمائیں اور اپنے خط کے ذیل میں تحریر فرمایا۔

"بے شک میں جانتا ہوں کہ یہ خط تجھے تو کوئی نفع وسود نہیں بخشے اور اس سے تو کوئی فائدہ نہیں اٹھائے گا، مگر یہ کہ تجھے خوشی ہوگی اس سے جو میں نے تیری اور تیرے بیٹے کی سلطنت کی خبر دی ہے، لیکن وہ چیز جو باعث ہوئی کہ میں نے تجھے یہ خط لکھا وہ یہ ہے کہ میں نے اپنے کاتب سے کہا ہے کہ وہ اس کا نسخہ کرلے یعنی ایک نقل اپنے پاس رکھ لے تا کہ میرے شیعہ اور اصحاب اس سے فائدہ اٹھالیں، یا کوئی شخص ان لوگوں میں سے جو میرے پاس ہیں اسے پڑھ لے اور وہ اپنی گمراہی سے سرتابی کرلے اور ہدایت کے راستہ پر چل پڑے اور یہ بھی مقصد ہے کہ یہ میری طرف سے تیرے اور او پر حجت ہو۔

خلاصہ یہ کہ ابوسفیان کے حالات میں رسول خداؐ کا معاویہ کو لعنت کرنے کی حدیث تم نے سنی ہے۔ اور علامہ کی نہج الحق میں ہے، اور ابن روزبہان نے بھی اعتراف کیا ہے کہ پیغمبر ہمیشہ اس پر لعنت کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے "اللعین بن اللعین الطلیق ابن الطلیق "ملعون کا بیٹا اور آزاد کردہ کا آزاد کردہ بیٹا۔

اور یہ رسول اللہؐ سے نقل ہوا ہے، جیسا کہ معتضد کے فرمان وحکمنامہ میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا ''اذا رأیتم معاویة علی منبری فاقتلوه'' جب معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو اسے قتل کردو، اور اہل سنت کی کتاب صحاح سے یہ بھی منقول ہے کہ میرے بعد خلافت کے تیس سال ہے، پھر کاٹنے والی ملوکیت لوٹ آئے گی، یعنی سخت قسم کی بادشاہی، اسی لیے تو ابن روزبہان نے اعتراف کیا ہے کہ معاویہ خلفاء میں سے نہیں، بلکہ وہ بادشاہوں میں سے ہے اور باقی گلو گیری کی وجہ سے تاویل میں پڑے ہیں اور انہوں نے کئی وجوہ گھڑلی ہیں کہ جن میں سے بعض کا خلاصہ یہ ہے کہ ملک خلافت کا نچلا درجہ ہے اور اس سے منافات نہیں رکھتا کہ اس پر خلافت بھی صادق آئے، حالانکہ یہ وجہ چند جہات سے باطل ہے کہ ان میں سے ایک تو وہ روایت ہے کہ جسے سیوطی نے کتاب تاریخ مصر میں روایت کیا ہے کہ عمر نے کہا:

''والله ما ادری خلیفة انا ام الملك فان كنت ملكا فهذا امر عظيم قال قائل يا اميرالمومنين ان بينهما فرقا قال ماهو قال الخليفة لا ياخذ الا حقا ولايضعه الا فی حق وانت بحمد كذلك والملك يعتسف الناس فياخذ من هذا و يعطی هذا'' خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ کیا میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ، پس اگر میں بادشاہ ہوں تو یہ امر عظیم ہے، کوئی کہنے والے کہنے لگا۔ اے مومنوں کے امیر بے شک ان دونوں میں فرق ہے عمر نے کہا وہ کونسا، وہ کہنے لگا خلیفہ نہیں لیتا مگر حق اور رکھی ہوئی چیز کو نہیں رکھتا مگر حق میں۔ اور تو الحمد للہ ایسا ہی ہے اور بادشاہ تو لوگوں پر ظلم کرتا ہے، پس وہ اس سے لیتا ہے اور اس کو دیتا ہے۔

اور یہ روایت کہ جو عمر کی تقریر (تقریر کا معنی ہے کسی کے سامنے کوئی کام ہو رہا ہو اور وہ خاموش رہے تو یہ اس کے راضی ہونے کی دلیل ہے) ہے۔ اس میں صریح ہے کہ خلافت وملوکیت میں فرق ہے، کیونکہ معلوم ہوا کہ بادشاہ سے مراد ظالم اور عاسف ہے اور یہ روایت معاویہ اور اس کے بعد والوں کو باطل کردیتی ہے۔

اور ابن اثیر اسد الغابہ میں عبدالرحمن زبیری سے نقل کرتا ہے کہ عمر نے کہا کہ بیشک یہ امر خلافت اہل بدر میں ہے لیکن ان میں سے کوئی ایک بھی باقی نہیں رہا، پھر اہل احد میں ہے، ان میں سے بھی کوئی باقی نہیں رہا پھر ایسے اور ایسے میں ہے، لیکن طلیق (آزاد کردہ) اور طلیق کے بیٹے اور وہ جو فتح مکہ میں مسلمان ہوئے ان کا اس میں کوئی حق نہیں ہے تو اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ خلیفہ ثانی نے معاویہ کی خلافت کی تین حیثیتوں سے نفی کی ہے، کیونکہ وہ طلیق اور طلیق کا بیٹا اور فتح مکہ میں مسلمان ہونے والوں میں سے بھی ہے۔

اور یہ بھی اسد الغابہ میں ہے اور باقی مورخین نے بھی ابن عباس سے سند کے ساتھ نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل کود میں مشغول تھا کہ اچانک رسول خداؐ تشریف لائے تو میں ایک دروازے کے پیچھے چھپ گیا، رسول خداؐ نے میری پشت پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ معاویہ کو میرے پاس بلالاؤ، میں آیا اور واپس جا کر عرض کیا کہ وہ کچھ کھانے میں مشغول ہے آپؐ نے فرمایا خدا اس کے شکم کو سیر نہ کرے۔

اور ابن خلکان نے نسائی صاحب خصائص کے حالات میں (کہ جس کی حفاظت اور اپنے زمانہ کے امام حدیث کے

لقب سے مدح کرتے ہیں) نقل کیا ہے کہ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ معاویہ کے فضائل میں تمہارے پاس کون سی روایت ہے اس نے کہا "لا اعرف له فضیلة الا لا اشبع الله بطنك" میں تو اس کی کوئی فضیلت نہیں جانتا سوائے اس کے کہ خدا تیرے شکم کو سیر نہ کرے۔

اور ابن حموی نے ثمرات الاوراق میں امام حسن علیہ السلام سے مجلس مفاخرت میں نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا میں اللہ اور اسلام کی قسم دے کر تم سے پوچھتا ہوں، کیا تمہیں معلوم ہے کہ معاویہ میرے نانا کے خطوط لکھا کرتا تھا، تو آپؐ نے ایک دن کسی کو اسے بلانے کے لیے بھیجا، قاصد واپس لوٹ آیا اور کہنے لگا وہ کھانا کھا رہا ہے، پس آپ نے قاصد کو تین مرتبہ بھیجا، ہر دفعہ وہ کہتا تھا کہ وہ کہتا تھا کہ وہ کھانا کھا رہا ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خدا اس کے شکم کو سیر نہ کرے۔

تو اے معاویہ کیا تجھے یہ بات اپنے شکم کے متعلق معلوم نہیں، اور سید شہید نے تاریخ یافعی سے نقل کیا ہے کہ معاویہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بددعا کی وجہ سے بھوک کے مرض میں مبتلا ہوا، اور یہ مسلمات و متواترات میں سے ہے کہ معاویہ اتنا کھاتا کہ تھک جاتا تھا اور سیر نہیں ہوتا تھا، کہتے ہیں کہ ایک پورا اونٹ کھا جاتا تھا۔

راغب اور ابن ابی الحدید وغیرہ نے کہا ہے کہ معاویہ کھاتا رہتا یہاں تک کہ چارزانو ہو کر بیٹھتا، پھر کہتا کہ اٹھا لو میں سیر تو نہیں ہوا لیکن کھاتے کھاتے تھک گیا ہوں۔ شاعر کہتا ہے

و صاحب لی بطنه کا لهاویه
کان فی امعائه المعاویه

اور میرا ایک ساتھی ہے کہ جس کا پیٹ ہاویہ (دوزخ) ہے، گویا اس کی انتڑیوں میں معاویہ ہے اور نہج الحق میں ابن عمر سے روایت کی ہے کہ میں رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا تو سنا کہ فرما رہے ہیں، ابھی ایسا شخص آئے گا جو میری سنت کے خلاف مرے گا، پس معاویہ آدھمکا۔

اور بہت سی متواتر احادیث امیر المومنین علیہ السلام سے بغض رکھنے والے کے کفر اور نفاق میں وارد ہوئی ہیں کہ جو اہل سنت کے طرق صحیحہ میں بھی منقول ہیں اور حدیث متواتر کے ذیل میں ہے کہ "اللهم وال من والاه وعاد من عاداه" خدایا دوست رکھے اسے جو علیؑ سے دوستی و محبت رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علیؑ سے دشمنی رکھے۔

اور معاویہ کا امیر المومنین علیہ السلام کو گالیاں دینا اس سے زیادہ ظاہر ہے کہ اس کی شرح کی جائے۔ اور ابو المویدخوارزمی و سبط جوزی نے نقل کیا ہے کہ ایک وقت اصبغ بن نباتہ معاویہ کے دربار میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ کمینے لوگوں کی ایک جماعت اس کے گرد و اطراف میں حلقہ بنائے ہوئے ہے۔ اور ابو ہریرہ و ابو درداء کچھ اور لوگوں کے ساتھ اس کے آمنے سامنے بیٹھے ہیں، اصبغ نے ابو ہریرہ سے کہا اے رسول اللہ کے صحابی میں تجھے اس خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو غیب و شہود کا عالم ہے اور اس کے محبوب حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق کی قسم مجھے بتاؤ کیا تم غدیر خم کے میدان میں موجود تھا اس نے کہا کہ ہاں میں

موجود تھا میں نے کہا پھر تو نے آنحضرت کو حضرت علیؑ کے متعلق کیا کہتے سنا۔

ابو ہریرہ نے کہا میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا کہ جس کا میں مولیٰ وحاکم ہوں، پس علیؑ اس کا مولا وحاکم ہے۔ خدایا دوست رکھ اسے جو اس سے دوستی رکھے، اور دشمن رکھ اس کو جو اس سے دشمنی رکھے اور مدد کر اس کی جو اس کی مدد کرے اور چھوڑ دے اس کو جو اس کو چھوڑ دے۔ تو میں نے ابو ہریرہ سے کہا تو تم نے اس وقت اس کے دشمن سے دوستی گانٹھ رکھی ہے اور اس کے دوست سے دشمنی رکھے ہوئے ہو۔

پس ابو ہریرہ نے ایک بلند سانس لیا اور کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ الخ

اور بہت سی روایات میں معتبر طریقوں سے وارد ہوا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب عمارؓ سے فرمایا تھا "تقتلك الفئة الباغية" تجھے باغی گروہ قتل کرے گا، اور معاویہ کے لشکر نے جناب عمارؓ کو قتل کیا تھا، اور جب شامیوں کی جماعت میں شور وغوغا اس حدیث شریف کی وجہ سے ہوا، چونکہ یہ ان کی بغاوت وطغیان کی خبر دیتی تھی تو معاویہ نے صرف دھوکہ دینے کے لیے کہا کہ عمار کو تو اس ۔۔ ن ہے جس نے اسے تلواروں اور نیزوں کا لقمہ بنایا ہے اور وہ علیؑ ہے۔

جب یہ بات حضرتؑ کے گوش گزار ہوئی تو آپؑ نے فرمایا کہ اگر ایسا ہے تو پھر جناب حمزہ کو بھی (نعوذ باللہ) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتل کیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ آثار واخبار مذمت معاویہ میں حد وشمار سے زیادہ ہیں، اور بعض تتبع کرنے والے فضلاء ہندوستان کے متعلق نقل ہوا ہے کہ انہوں نے دو سو روایات اہل سنت کے قابل اعتماد طرق سے معاویہ کی مذمت میں نقل کی ہیں، اور اس کے اور امیر المومنین علیہ السلام کے درمیان اختلاف جس طرح ابو جہل اور پیغمبرؐ کے درمیان اختلاف تھا بداہت وضرورت کے ساتھ ثابت ہے اور دو ضدوں کے درمیان جمع محال ہے، لہذا یا معاویہ سے محبت ہونی چاہیے اور علیؑ سے دشمنی یا اس کے برعکس۔

یہی وجہ تھی کہ لوگوں نے ابو ہریرہ پر طنز کیا اور بطور تعجب اس سے سوال کیا، اے ابو ہریرہ تو دو ضدوں کو جمع کئے ہوئے ہے کہ کھانا کھانے کے وقت معاویہ کے دسترخوان کے گرد چکر لگاتا ہے، اور نماز علیؑ کے پیچھے ادا کرتا ہے، تو ابو ہریرہ نے بلا جھجک اظہار خیال کیا کہ معاویہ کا کھانا زیادہ چرب اور عمدہ ہوتا ہے اور علیؑ کے پیچھے نماز پڑھنا زیادہ افضل ہے۔ اور ابو ہریرہ کو شیخ المضیرۃ کہا جاتا تھا (مضیرۃ ایک قسم کا کھانا ہے جو کھٹے دودھ سے تیار کیا جاتا ہے یعنی اسے کھانے والا بوڑھا)۔

اور اس مطلب کو زمخشری نے ربیع الابرار کے چوتھے باب میں وارد کیا ہے اور مورخین اور معتمد فریقین مسعودی نے مروج الذہب میں مامون کے حالات کے ذیل میں نقل کیا ہے اور ابن ابی الحدید نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ۲۱۲ ہجری میں مامون نے منادی کرائی کہ اس شخص کے لیے امان نہیں جو معاویہ کو اچھے الفاظ کے ساتھ یاد کرے یا اس کو کسی صحابی پر مقدم سمجھے۔ اس منادی کے اسباب میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہے اور اس سلسلہ میں مختلف باتیں کی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ مامون کو اس کے ایک ندیم وہم نشین نے اس حدیث کی خبر دی کہ جو مطرف بن مغیرہ بن شعبہ سے نقل ہوتی ہے اور اس واقعہ کو زبیر بن

بکار نے کتاب اخبار میں (جو موفقیات کے نام سے مشہور ہے کہ جسے موفق باللہ کے نام پر اس نے تحریر کیا تھا) بیان کیا ہے، اس نے لکھا ہے کہ میں نے مدائنی سے سنا وہ کہتا تھا کہ مطرف بن مغیرہ کا کہنا ہے کہ میں معاویہ کی ملاقات کے لیے اپنے باپ مغیرہ کے ساتھ گیا اور میرا باپ معاویہ کے پاس جایا کرتا اور واپس آ کر اس کی عقلمندی اور ملک کے نظام کی تعریف کرتا۔

ایک رات میرا باپ مغموم واندوہناک ہو کر آیا یہاں تک کہ کھانا بھی نہ کھایا، میں نے تھوڑا سا صبر کیا اور مجھے یہ گمان تھا کہ ہمارے اموال یا کاموں میں کوئی سانحہ ہو گیا ہے تو میں نے پوچھا کہ تجھے کیا ہوا ہے کہ آج رات میں تجھے غم زدہ دیکھ رہا ہوں۔

کہنے لگا میں پلید ترین شخص کے پاس سے آ رہا ہوں، میں نے پوچھا، مگر کیا ہوا ہے۔اس نے کہا کہ میں نے معاویہ سے کہا کہ تو اپنے مقصد کو پہنچ گیا ہے، کاش کہ اب شفقت و مہربانی کے علم پھیلاتا اور بساط عدل وانصاف کو کشادہ کرتا کیونکہ تیرا سن زیادہ ہو گیا ہے، کاش تو اپنے بھائیوں بنی ہاشم کے حال پر بھی نظر کرتا اور ان سے صلہ رحمی کرتا، کیونکہ خدا کی قسم اب تو ان کے پاس کچھ بھی نہیں رہا جس کا تجھے خوف ہو۔

جب اس نے میری یہ گفتگو سنی تو کہنے لگا ہیہات ہیہات (یہاں بہت دور کی بات ہے یا افسوس در افسوس) قبیلہ تیم کے بھائی یعنی ابو بکر نے بادشاہی کی اور عدالت کو پیشہ قرار دیا۔اور کیا اس نے جو کچھ کیا بخدا اس سے زیادہ نہیں ہوا کہ وہ مر گیا اور اس کے ساتھ اس کا نام بھی مر گیا سوائے اس کے کہ کوئی کہے ابو بکر۔

اور پھر برادر عدی (قبیلہ عدی کا بھائی) یعنی عمر کو حکومت ملی اور اس نے تکلیف اٹھائی اور دس سال تک اس کی حکومت نے طول کھینچا۔پس بخدا کہ وہ اس سے آگے نہ بڑھا کہ مر گیا اور اس کی یاد بھی ختم ہو گئی مگر یہ کہ کوئی کہے عمر۔

اس کے بعد ہمارے بھائی عثمان کو سلطنت نصیب ہوئی اور وہ بادشاہ بن گیا، یہ وہ تھا کہ کوئی شخص نسب میں اس کی برابری نہیں کر سکتا، پس اس نے کیا جو کچھ کیا اور لوگوں نے بھی اسے اس کا بدلہ دیا، یہاں تک کہ وہ ہلاک ہوا اور اس کا ذکر بھی دفن ہو گیا۔اور اس کی یاد بھی باقی نہیں رہی جو لوگوں نے اس کے ساتھ کیا۔

لیکن برادر ہاشم یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر روز پانچ مرتبہ اس کے نام کی صدا بلند ہوتی ہے اور کہتے ہیں اشھد ان محمدا رسول اللہ تو کون سا عمل باقی رہتا ہے اس کے ساتھ تیری ماں نہ ہو، خدا کی قسم مگر یہ کہ وہ بھی دفن ہی دفن ہو جائے، یعنی بعد اس کے کہ خلفاء ثلاثہ کا نام مٹ گیا ہے اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہر شب و روز پانچ مرتبہ بلند ہوتا ہے۔ان حالات میں کون سا عمل باقی رہ سکتا ہے، مگر یہ کہ محمد کا نام بھی دفن ہو جائے اور آپ کا نام ختم ہو جائے۔

جب مامون نے یہ روایت سنی تو فرمان جاری کیا کہ منادی اس چیز کی ندا کرے جو اس روایت کی ابتداء میں بیان ہوئی ہے اور خط لکھے گئے کہ اطراف ملک میں لے جائیں کہ منبروں پر معاویہ پر لعنت کی جائے، لوگوں نے اس کام کو عظیم اور بڑا سمجھا اور عوام میں اضطراب پیدا ہو گیا اور مصلحت اس میں دیکھی کہ یہ کام ترک کیا جائے، مامون بھی اس خیال سے اس سے دستبردار ہو گیا، یہ مروج الذہب مسعودی کی عبارت کا ترجمہ تھا۔اور وہ خود قابل وثوق اور اہلسنت کے نزدیک معتمد علیہ ہے۔

اور اس کی کتاب انتہائی معتبر ہے کہ جسے مطبعہ بولاق قاہرہ مصر میں چھاپا گیا ہے، علاوہ اس کے اس نے سند بھی تحریر کی ہے۔ اور کتاب موفقیات زبیر بن بکار بھی اس گروہ کے اصول معتمدہ اور مراجع معتمدہ میں سے ہے۔ بالجملہ معاویہ کی کئی اولیات ہیں کہ جو کتب تواریخ میں ملی ہیں۔

۱۔ وہ پہلا شخص ہے جس نے برید (ڈاک) کی بنیاد رکھی۔

۲۔ دیوان خاتم بنایا۔

۳۔ مسجد میں اپنے لیے مخصوص کمرہ بنایا۔

۴۔ بیٹھ کر خطبہ پڑھا۔

۵۔ منبر پر لوگوں سامنے پادا۔

۶۔ بغیر جھجک کے معاہدہ کے توڑنے کا اظہار کیا، چنانچہ امام حسن علیہ السلام سے صلح کرنے کے بعد کوفہ کے منبر پر بیٹھ کر کہا، بے شک ۔ ۔ ما نے حسنؑ سے کچھ شرطیں کی ہیں، لیکن وہ سب میرے پاؤں کے نیچے ہیں۔

۷۔ اور حدیث "الولد للفراش وللعاهر الحجر" (بچہ اس کا ہے جس کا فرش ہو، یعنی شوہر کا، اور زانی کے لیے پتھر ہے) کی مخالفت کی، چنانچہ زیاد بن ابیہ کو ابو مریم سلولی شراب خور کی گواہی سے اپنا بھائی بنالیا اور اپنی بہن کو زیاد کے پاس بھیجا اور اس نے اپنے بال اس کے سامنے ظاہر کیے اور کہنے لگی کہ تو میرا بھائی ہے، جیسا کہ ابو مریم نے بتایا ہے۔

۸۔ معاویہ پہلا شخص ہے کہ جس نے امیر المومنین علیہ السلام پر سب و شتم کو رواج دیا۔

۹۔ اور ذریت رسول خداؐ کے قتل کا اقدام کیا اور امام حسن علیہ السلام کو زہر دلوایا۔

۱۰۔ اور اپنے بیٹے یزید کی بیعت لی اور اسے خلیفہ بنایا، اور کیا اس کے اپنے گناہ اس کے لیے کافی نہیں تھے کہ اس نے یزید کے گناہوں کے بوجھ بھی اٹھا لیے۔

۱۱۔ اور خواجہ سرا اپنی مخصوص خدمت کے لیے مقرر کیے۔

۱۲۔ اور معروف خوشبو کا نام غالیہ رکھا۔

۱۳۔ اور اس نے اجازت دی کہ کعبہ کو غلاف سے بالکل ننگا کر دیا جائے، حالانکہ اس سے پہلے بتدریج غلاف کعبہ پہناتے تھے بغیر اس کے کہ اسے ننگا کیا جاتا۔

۱۴۔ اور کسریٰ کی رسم کو زندہ کیا اور مجلس میں تخت پر بیٹھا۔

۱۵۔ اور اسلام میں قتل صبر (بند کر کے قتل کرنے) کی بناء رکھی، چنانچہ جناب حجر بن عدی کے ساتھ ایسا کیا۔

۱۶۔ اور اسلام میں سر نیزہ پر چڑھایا۔ چنانچہ جناب عمرو بن حمق سے ایسا کیا اور وہ پہلا شخص ہے کہ جس نے انگوٹھی بائیں ہاتھ میں پہنی اور اہل سنت نے اس کی پیروی کر لی، اور اس کے علاوہ بھی اس کے کرتوت ہیں جو کتب تواریخ میں تحریر ہیں۔

یزید بن معاویہ لعنتہ اللہ کی حکومت وسلطنت اور اس کے قبیح اعمال کا مختصر ذکر

معاویہ بن ابوسفیان نے اپنی خلافت کے زمانہ میں اپنے بیٹے یزید کے لیے لوگوں سے بیعت لی اور اسے اپنا ولی عہد مقرر کیا، یہاں تک کہ جب اس نے دنیا سے رخت سفر باندھا تو یزید اس کی جگہ پر بیٹھا اور تین سال نو ماہ اس نے خلافت و بادشاہی کی، سیوطی نے اس کی ولادت ۲۵ یا ۲۶ ھ لکھی ہے اور اس کی تاریخ مرگ میں یہ مشہور ہے کہ ربیع الاول کی چودھویں رات ۶۴ ہجری میں درکات جحیم میں پہنچا اور مقام حوارین میں دفن ہوا اور کسی شاعر نے بہت عمدہ کہا ہے:

یا ایها القبر بحوارینا
ضممت شر الناس اجمعینا

اے وہ قبر جو مقام حوارین میں ہے تو اپنے اندر ایسے شخص کو لئے ہوئے ہے جو بدترین ہے اور اس کے تیرہ لڑکے اور چار لڑکیاں شمار کی گئی ہیں۔ اور حالات و مقابلیت اس کے باپ دادا اور دادی کے جتنا اس مختصر میں گنجائش تھی آپ سن چکے ہیں۔ اب کچھ اس کے حالات بھی سن لیں، یزید کی ماں میسون بجدل کلبی کی لڑکی ہے، کتاب بحار میں الزام النواصب وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ میسون نے اپنے باپ کے غلام کو اپنے اوپر تمکین دی اور اپنے تک پہنچنے کا رستہ دیا اور یزید کے ساتھ حاملہ ہوئی۔

اور نسابہ کلبی نے اس نسب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے، اگر زمانہ ہم پر ترک کے قتل کرنے اور فوراً آنے والی موت کی مصیبت لے آیا ہے، (درعی) تو حرام زادے اور قبیلہ کلب کے غلام نے طف کی سرزمین میں اولاد نبی کو قتل کیا ہے، درعی سے مراد اس کی ابن زیاد ہے اور عبد کلب سے یزید اور اس کی وہ روایات موکد ہیں جو اہل بیت رسالت سے منقول ہیں۔

انہوں نے فرمایا کہ قاتل حسین بن علی علیہما السلام ولد الزنا ہے۔ اور قاتل حسین ہونا ایک عنوان ہے جو کہ شمر ابن سعد ابن زیاد اور یزید علیہم لعائن اللہ سب کے شامل حال ہے اور یہ تمام کے تمام حرامزادے تھے، جیسا کہ اپنے مقام پر ثابت شدہ ہے اور یزید نے جو کچھ اپنے زمانہ میں کیا، بندروں اور چیتوں سے کھیلنے، سرخ رنگ کی شراب پینے، اور ہر قسم کی قمار بازی کرنے اور اسلام کی حرام شدہ چیزوں کی ہتک حرمت کرنے میں مثلاً ذریت طاہرہ کو قتل کرنا، مہاجر و انصار کی عورتوں کی پردہ دری کرنا۔ حرم شریف نبوی کی توہین اور اہل مدینہ کا خون بہانا اور بڑے بزرگ تابعین احرار کو غلام بنانا اور خانہ کعبہ کو گرانا اور غلاف کعبہ کو جلانا اور اس کے علاوہ جو کچھ اس نے کیا اس کے بسط و بیان کی یہاں گنجائش نہیں وہ ہر ایک واقعہ اپنی جگہ انتہائی مشہور اور معروف ہے۔

یزید پہلا شخص ہے جس نے فسق و فجور کے فنون کی تشہیر کی اور انہیں لوگوں میں پھیلایا علی الاعلان شراب پی، گانے

والوں کے گانے سنے۔ مسعودی کہتا ہے کہ یزید کا نام ہی سکران الخمیر (زیادہ مست رہنے ولا زیادہ شرابخور ہے) اور ابن جوزی رسالہ تجویز لعن یزید میں کہتا ہے کہ مدینہ کا ایک وفد شام گیا اور جب وہ لوگ پلٹ کر آئے تو اس کو ظاہر بظاہر گالیاں دیتے اور کہتے تھے ہم ایک ایسے شخص کی طرف سے آرہے ہیں جس کا کوئی دین و مذہب نہیں، وہ شراب پیتا ہے، طنبورے بجاتا اور کتوں سے کھیلتا ہے۔

اور عبداللہ بن حنظلہ سے منقول ہے اس نے یزید کے متعلق کہا کہ اس میں شک نہیں کہ یہ شخص (یزید) ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں سے نکاح کرتا ہے، شراب خور ہے اور نماز کو چھوڑ دیتا ہے۔ الخ

اس عبارت سے اور ایسی دیگر عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ یزید کا کام شراب پینا، نماز نہ پڑھنا اور کتوں سے کھیلنا اور طنبورہ بجانا اور ماؤں بہنوں اور بیٹیوں سے بدکاری کرنا تھا۔ اور کتاب مروج الذہب میں ہے کہ یزید سید الشہدا کی شہادت کے بعد بساط شراب پر بیٹھا اور گانے بجانے والوں کو بلایا، اور ابن زیاد لعین کو اپنی طرف بٹھایا اور ساقی کی طرف رخ کر کے یہ شعر کمینہ نے شعر پڑھا۔

اسقنی شربة تروی مشاشی!
ثم صل فاسق مثلها ابن زیاد
صاحب السر والامانة عندی
ولتسد ین مغنمی وجهادی!

مجھے ایسی شراب پلا جو میری طبیعت کو سیراب کر دے، پھر قریب ہو کر ویسی ہی ابن زیاد کو پلا جو میرے نزدیک رازدان اور امین ہے، اور جو میرے لیے مال غنیمت اور جنگ کی اصلاح و درستی کرتا ہے، پھر گانے والیوں کو حکم دیا کہ وہ گائیں، اور یہ بھی مروج الذہب میں ہے کہ یزید کا ایک خبیث بندر تھا کہ جس کا نام اس نے ابو قیس رکھا تھا، اسے اپنے ندیموں اور ہمنشینوں کی محفل میں لاتا اور اپنی مجلس میں اس کے لیے گاؤ تکیہ لگاتا۔ اور کبھی کبھی اسے گدھی پر سوار کرتا کہ جسے اس کے لیے رام کیا ہوا تھا، اور اس کو زین و لگام چڑھاتا اور گھوڑوں سے اس کا مقابلہ کراتا تھا، اور ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ ابو قیس بندر کی گدھی گھوڑوں پر سبقت لے گئی اور انعام حاصل کیا اور وہ بندر اسی طرح سواری کی حالت میں نیزہ ہاتھ میں لیے یزید کے حجرہ میں داخل ہوا۔ درحالیکہ سرخ و سبز دیباج کی قبا اس نے پہن رکھی تھی اور رنگ برنگی ریشمی ٹوپی اس کے سر پر تھی، اور اس کی گدھی کی زین سرخ ریشم کی تھی کہ جن میں رنگ برنگے نقش و نگار تھے، ایک شامی شاعر نے اس دن یہ دو اشعار کہے۔

تمسك ابا قیس بفضل عنانها!
فلیس علیها ان سقطت ضمان

الامن رای القرد والذی سبقت به
جیاد امیرالمومنین اتان!

اے ابوقیس اس کی بچی ہوئی مہار کو روک رکھو، کیونکہ اگر تم اس سے گر پڑے تو وہ ضامن نہیں، خبردار کس نے وہ بندر دیکھا ہے کہ جس کو گدھی امیر کے عمدہ گھوڑوں سے آگے لے گئی۔

اور اخبار و روایات یزید کی خدمت میں کثرت سے ہیں، سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں رسول خداؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت کا معاملہ عدل و انصاف پر قائم رہے گا، یہاں تک کہ سب سے پہلا شخص جو اس کو توڑ لے گا، وہ بنی امیہ کا ایک شخص ہے کہ جس کا نام یزید ہوگا۔

اور ابودرداء نے بھی نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں نے سرکار رسالتؐ کو یہ کہتے ہوئے سنا پہلا شخص جو میری سنت کو بدل دے گا وہ بنی امیہ میں سے ایک شخص ہوگا جسے یزید کے نام سے پکارا جائے گا۔(یہ لفظ پہلا بطور محاورہ ہے اس سے یہ مراد نہیں کہ اس سے پہلے کوئی نہیں یہ کام کرے گا، بلکہ مقصد یہ ہے کہ اس سے یہ کام زیادہ وسیع پیمانہ پر رونما ہوں گے۔مترجم)
خلاصہ یہ کہ تین سال اور نو ماہ اس نے حکومت و خلافت کی، پہلے سال جناب سید الشہدا کو آل ابوطالب اور دوسرے لوگوں کے ایک گروہ کے ساتھ شہید کیا، جیسا کہ منتہی الآمال میں تفصیل کے ساتھ لکھا جا چکا ہے۔

اس کی سلطنت کے تیسرے سال جو کہ ۶۳ ہجری تھا واقعہ حرہ وقوع میں آیا اور بہت سے لوگ اہل مدینہ میں سے جناب ابوطالب کی اولاد کے چند نفوس سمیت اس واقعہ میں مارے گئے۔اور یہ واقعہ مروج الذہب تذکرہ سبط اور دوسرے کتب سے اختصار کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔

واقعہ حرہ اور خانہ کعبہ کے جلانے کا

معلوم ہونا چاہیے کہ جب یزید اور اس کے کارندوں کے ظلم و طغیان نے دنیا کو گھیر لیا اور اس کا فسق و فجور لوگوں پر ظاہر ہوگیا اور شہادت امام علیہ السلام کے بعد ۶۲ ہجری میں مدینہ کے کچھ لوگ شام بھی گئے اور عین الیقین کے ساتھ انہوں نے مشاہدہ کیا کہ یزید مسلسل شراب خوری، کتے بازی، قمار بازی، طنبوروں اور آلات لہو و لعب میں مشغول رہتا ہے تو جب یہ لوگ پلٹ کر مدینہ آئے تو اہل مدینہ کو یزید کے برے اور قبیح اعمال و کردار کی خبر دی، مدینہ کے لوگوں نے یزید کے گورنر عثمان بن محمد ابو سفیان کو مروان بن حکم اور باقی بنی امیہ کے ساتھ مدینہ سے نکال دیا، اور علی الاعلان یزید پر سب و شتم کیا اور کہنے لگے جو اولاد رسول کا قاتل، محارم کے ساتھ بدکاری کرنے والا، نماز کو چھوڑنے والا اور شرابی ہے وہ خلافت کی لیاقت نہیں رکھتا، پس انہوں نے عبداللہ بن حنظلہ کی بیعت کر لی۔

یہ اطلاع جب یزید پلید کو ملی تو مسلم بن عقبہ مری کو (جسے مجرم اور مسرف کے نام سے پکارتے ہیں) بہت بڑے لشکر کے ساتھ شام سے مدینہ بھیجا، مسرف بن عقبہ جب اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ کے قریب پہنچا تو وہ سنگستان مدینہ میں جو حرہ راقم کے نام سے مشہور اور سرور انبیاء کی مسجد سے ایک میل کے فاصلے پر واقع ہے وہاں پہنچا تھا کہ اہل مدینہ ان کے دفاع کے لیے باہر نکلے، یزید کے لشکر نے تلواریں ان پر سونت لیں اور عظیم جنگ واقع ہوئی اور اہل مدینہ میں سے بہت سے لوگ مارے گئے اور پے در پے مروان بن حکم مسرف کو اہل مدینہ کے قتل کرنے پر ابھارتا تھا، یہاں تک کہ مقتل عظیم واقع ہوا اور اہل مدینہ میں مقابلہ کی تاب نہ رہی، ناچار وہ مدینہ کی طرف بھاگ آئے اور روضہ مطہر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پناہ لی۔ اور آپ کی قبر منور کو اپنی پناہ گاہ قرار دیا۔

مسرف کا لشکر بھی مدینہ میں آ گھسا اور ان بے حیاؤں نے روضہ رسول کا کوئی احترام نہ کیا اور اپنے گھوڑوں سمیت روضہ منور میں داخل ہو گئے اور اپنے گھوڑوں کو مسجد نبوی میں گردش دیتے تھے، اور اتنے لوگ اہل مدینہ میں سے قتل کئے کہ روضہ رسولؐ اور مسجد نبوی خون سے پر ہو گئے اور قبر رسولؐ تک خون پہنچا اور ان کے گھوڑوں نے روضہ میں جو قبر و منبر کے درمیان اور ریاض جنت میں سے ایک باغ ہے، بول و براز کیا۔ اتنے لوگ مدینہ کے انہوں نے قتل کئے کہ مدائنی نے زہری سے روایت کی ہے کہ سات سو افراد قریش و انصار و مہاجرین و موالی کے لوگوں سے مارے گئے اور دوسرے غیر معروف لوگوں میں سے عورتیں مرد آزاد اور غلاموں کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی۔

ابوالفرج کہتا ہے اولاد ابوطالب میں سے دو سو افراد شہید ہوئے ایک ابوبکر بن عبداللہ بن ابو جعفر بن ابوطالب اور دوسرے عون اصغر اور وہ بھی عبداللہ بن جعفر کے فرزند تھے، عون اکبر کے بھائی جو کربلا میں شہید ہوئے تھے اور ان کی والدہ جماز مسیب بن بخیہ کی بیٹی تھی، کہ جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کے خون پر مطالبہ پر ابن زیاد کے خلاف خروج کیا اور عین وردہ میں شہید ہوئے۔

اور مسعودی نے فرمایا ہے کہ جعفر بن محمد بن علیؑ بن ابی طالبؑ بھی واقعہ حرہ میں شہید ہوئے اور اولاد ابوطالب کے علاوہ دوسرے بنی ہاشم میں سے بھی ایک گروہ مارا گیا۔ مثلاً فضل بن عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب وحمزہ بن عبداللہ بن نوفل بن حارث وعباس بن عتبہ بن ابوسعید اور ان کے علاوہ باقی قریش و انصار اور دوسرے معروف لوگوں میں سے چار ہزار افراد مارے گئے۔ علاوہ ان کے جو مشہور معروف نہ تھے، اس کے بعد مسرف بن عقبہ نے لوگوں کی عزت و ناموس اور مال و دولت پر دست درازی کی اور اہل مدینہ کا مال اور عورتیں تین دن تک لشکر کے لیے مباح قرار دیں، تا کہ جتنا چاہیں ان کا مال بطور غنیمت لوٹ لیں اور ان کی عورتوں اور لڑکیوں سے بدکاری کریں، اور اہل شام (کہ جن میں دین و دیانت بالکل نہیں تھی اور اس قاعدے کے ماتحت کہ لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں) کوئی آئین و قانون سوائے یزید کے آئین کے نہیں جانتے تھے، انہوں نے دست ظلم مسلمانوں کے اموال و ناموس پر دراز کیا اور فسق و فجور اور فساد و زنا کو اس حد تک مباح سمجھا کہ منقول ہے کہ انہوں نے مسجد نبوی میں زنا کیا۔

اور مدائنی نے روایت کی ہے کہ واقعہ حرہ کے بعد ہزار عورت نے شوہر کے بغیر زنا سے بچے جنے اور ان بچوں کو اولاد حرہ کہتے تھے، اور ایک قول ہے کہ دس ہزار عورت نے۔ اور اخبار الدول میں ہے کہ ہزار باکرہ لڑکیوں کے ساتھ ان ملاعین نے زنا کیا۔

اور ہمارے شیخ محدث نوری طاب ثراہ نے کتاب کشف الاستار میں تاریخ عبدالملک عصامی سے نقل کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ اہل شام میں سے ایک شخص نے واقعہ حرہ میں مسجد نبوی میں ایک عورت سے بدکاری کی۔الخ لائق تسبیح ہے وہ ذات جس نے ان ملاعین کو مہلت دی اور آسمان سے بجلی گرا کر یا پتھر پھینک کر ہلاک نہیں کیا، اور جلدی تو وہ کرتا ہے جسے کسی کے قبضہ سے نکل جانے کا خوف ہو، میں کہتا ہوں۔

اور شیخ سلیمان نقشبندی نے ینابیع المودۃ میں ذکر کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں "اور اہل مدینہ پر کئی دنوں تک ظلم و جور کیا گیا کسی کے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ مسجد میں داخل ہوسکتا یہاں تک کہ مسجد میں کتے داخل ہوئے اور انہوں نے آپؐ کے منبر پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دی ہوئی خبر کی تصدیق میں پیشاب کیا۔(قدرضرورت عبارت ختم ہوئی)

اسی طرح ابن حجر نے بھی ذکر کیا ہے، لیکن کتوں کے بعد بھیڑیوں کی زیادتی کے ساتھ خلاصہ یہ کہ جب مسرف قتل و غارت اور زنا کاری سے فارغ ہوا تو لوگوں کو عبودیت وغلامی و بندگی کے معاہدہ کے ساتھ یزید کی بیعت کے لیے بلایا اور جو انکار کرتا اسے قتل کر دیتا۔اور تمام اہل مدینہ نے سوائے امام زین العابدین علیہ السلام اور علی بن عبداللہ بن عباس کے جان کے خوف سے یزید کی غلامی کا اقرار کرلیا اور اسی معاہدہ کے ماتحت بیعت کی۔اور باقی رہا یہ کہ مسرف نے کس وجہ سے علی بن الحسینؑ اور علی بن عبداللہ بن عباس کا قصد نہیں کیا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ علی بن عبداللہ کے مادری رشتہ دار مسرف کے لشکر میں موجود تھے وہ مسرف کو اس کے معاملہ میں مانع ہوئے اور امام زین العابدینؑ نے قبر پیغمبرؐ کی پناہ لی اور خود کو اس سے چمٹائے رہے اور یہ دعا پڑھی:

"اللهم رب السموات السبع وما اظللن والارضين السبع وما اقللن رب العرش العظيم رب محمد وآله محمد وآله الطاهرين اعوذبك من شروره وادرءبك في نحره اسئلك ان تؤتيني خيره وتكفيني شره"

پھر آپؑ ابن عقبہ کی طرف تشریف لے گئے اور حضرتؑ کے اس کے پاس جانے سے پہلے وہ ملعون بڑے غیظ و غضب میں آنجنابؑ اور آپؑ کے آباؤاجداد کی شان میں گستاخی کر رہا تھا، جب آپؑ اس کے پاس گئے اور اس کی نگاہ حضرتؑ پر پڑی تو اتنا خوف و رعب حضرتؑ کا اس کے دل میں پڑا کہ وہ ملعون کانپنے لگا اور آپؑ کی تعظیم کے لیے کھڑا ہوگیا اور آپؑ کو اپنے پہلو میں بیٹھایا اور بڑی انکساری سے کہنے لگا کہ اپنی حاجات طلب کیجئے۔آپؑ جو حکم دیں گے وہ قابل قبول ہوگا، پس جس کسی کی حضرتؑ نے سفارش کی مسرف نے حضرتؑ کی وجہ سے اس سے درگزر کیا اور آپؑ عزت و تکریم کے ساتھ اس کے ہاں سے باہر تشریف لائے۔

خلاصہ یہ کہ اس واقعہ کو شیعہ و سنی نے اپنی کتب میں وارد کیا ہے اور یہ واقعہ ماہ ذی الحجہ ۶۳ ہجری میں واقع ہوا جب کہ یزید کی موت کے تین مہینے باقی تھے۔

جب مسرف بن عقبہ مدینہ کے معاملہ سے فارغ ہوا تو یزید کے حکم سے عبداللہ بن زبیر اور اہل مکہ سے جنگ کے لیے مکہ

معظمہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور عبداللہ بن زبیر ان اشخاص میں سے ہے کہ جنہوں نے معاویہ کی موت کے بعد یزید کی بیعت نہیں کی اور خانہ کعبہ کی ملازمت و پناہ اختیار کی اور لوگوں کو اپنی بیعت کی طرف بلایا۔

جب مسرف مکہ کی طرف گیا تو قدید نامی مقام پر درکات دوزخ کی طرف چل بسا اور مسلم بن عقبہ نے یزید کے لیے جو کچھ مدینہ میں واقعہ حرہ میں کیا وہ اسی طرح تھا جس طرح بسر بن ارطاۃ نے معاویہ کے لیے حجاز و یمن میں کارکردگی دکھائی، جو اپنے باپ کے مشابہ ہو اور بے راہ نہیں ہوتا۔ "نبنی کما کانت آباؤنا تبنی و نفعل مثل ما فعلوا" ہم اسی طرح بنیادیں قائم کرتے ہیں جس طرح ہمارے پہلے بناء رکھتے تھے اور ہم انہیں جیسے کام کرتے ہیں۔

مسرف کے بعد حصین بن نمیر اس کی جگہ امیر لشکر ہوا اور اس گروہ کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور اس نے مکہ کے گرد محاصرہ کر لیا، عبداللہ بن زبیر نے مختار بن ابی عبیدہ اور کچھ دوسرے لوگوں کے ساتھ جنہوں نے اس کی بیعت کر رکھی تھی خانہ خدا میں پناہ لی تو اہل شام کے لشکر نے مکہ کے ان پہاڑوں پر جو وہاں کے گھروں اور مسجد الحرام کے قریب تھے ان پر اجتماع کر لیا اور وہاں منجنیقین (لڑائی کے آلات جن سے پتھر پھینکے جاتے ہیں) درست کر لیں اور مسلسل پتھر اور تیل شہر مکہ اور مسجد الحرام میں پھینکتے تھے اور کپاس اور ایلسی سے کپڑوں کے ٹکڑوں کو مٹی کا تیل لگا کر خانہ کعبہ پر پھینکتے تھے، یہاں تک کہ خانہ کعبہ جل گیا اور اس کی بنیادیں منہدم ہو گئیں اور دیواریں گر گئیں اور اس گوسفند کے سینگ جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ کے طور پر آیا تھا جو کہ کعبہ کی چھت میں آویزاں تھے جل گئے۔ ابوحرہ مدنی نے کہا ہے "ابن نمیر بئس ما تولی قد احرق المقام والمصلی" ابن نمیر برا حاکم بنا جس نے مقام و مصلی کو جلا دیا۔

اس واقعہ کی ابتداء ہفتہ کے دن تین ربیع الاول ۶۴ ہجری یزید کی موت گیارہ دن پہلے ہوئی، خلاصہ یہ کہ پتھر آگ تلوار اور لشکر شام کے باقی ظلم و تعدی کی وجہ سے اہل مکہ پر سخت مصیبت آ پڑی یہاں تک کہ خداوند عالم نے یزید کو مہلت نہ دی اور فی النار والسقر ہوا۔ اور اس کی موت کی خبر مکہ میں پہنچی اور حصین بن نمیر نے جنگ سے دستبردار ہو کر ابن زبیر سے صلح کر لی اور اپنے لشکر کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوا اور اہل مکہ نے ان کی مصیبت سے سکھ کا سانس لیا اور اخبار الدول میں ہے کہ ماہ ربیع الاول ۶۴ ہجری میں ذات الجنب کی بیماری سے مقام حوآن میں مرا اور اس کا جنازہ دمشق میں لے آئے اور باب الصغیر میں اسے دفن کیا گیا، اور اب اس کی قبر مزبلہ (گندگی ڈالنے کی جگہ) ہے اور اس کی عمر سینتیس (۳۷) سال تھی اور اس کی خلافت تین سال نو ماہ رہی۔ انتھی

تذییل و تسجیل

معلوم ہونا چاہیے کہ یزید پر لعنت کے جواز میں اہل سنت کے علماء کے درمیان اختلاف ہے، امام احمد بن حنبل اور ایک

بہت بڑی جماعت نے یزید پر لعنت کرنا جائز قرار دیا ہے، بلکہ ابن جوزی نے تو اس سلسلہ میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے "الرد علی المعصب الغنید المانع عن لعن یزید) یعنی یہ کتاب اس متعصب عناد و بغض رکھنے والے کے رد میں ہے جو یزید پر لعنت کرنے سے روکتا ہے، اگر چہ حق تو یہ تھا کہ امت میں اس معاملہ میں کوئی اختلاف نہ ہوتا کہ اگر کوئی شخص جگر گوشہ رسول کو شہید کردے اور ان کے اہل وعیال کو قید کر کے اطراف و نواح میں کفار کے قیدیوں کی طرح ان کے احترام کو مدنظر رکھے بغیر پھرائے اور جو سلوک کسی مسلمان کے ساتھ بھی مناسب نہیں، ان کے حق میں وہ یہ رویہ اختیار کرے تو ایسے شخص کو لعنت کا مستحق جانتے ،لیکن ان چیزوں کے باوجود امام غزالی جو شریعت کی متابعت کی لاف زنی کرتا ہے، بلکہ وصول وشہود کا دعویدار ہے اور خود کو سرچشمہ علم عمل جانتا ہے، اس نے بڑی سختی سے منع کیا ہے اور یزید کو لعنت کرنا شدید حرام قرار دیا ہے اور اس کے بعد کے ایک گروہ نے بھی اس کی پیروی کی ہے اور عترت طاہرہ کے دامن کو چھوڑ کر یزید پر لعنت کرنے کو حرام سمجھا ہے۔ اور غزالی کی اس مقام کی عبارت کتاب آفات اللسان احیاء العلوم کی تیسری جلد میں اور تاریخ ابن خلکان میں علی بن محمد طبری جو الکیاء کے نام سے مشہور ہے کے حالات میں دمیری کی حیوۃ الحیوان میں فہد کے لفظ کے بیان میں اور ان کے علاوہ دیگر کتب میں تحریر ہے۔ اس کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ یزید پر لعنت کرنے اور یزید کے ہاتھ پر سید الشہداء کے شہید ہونے کی صحت اور یزید کے لیے رحمت کی دعا کرنے کے متعلق سوال کرنے والے کے جواب میں لکھتا ہے کہ مسلمانوں پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے اور یزید مسلمان ہے اور امام حسین علیہ السلام کو شہید کرنے یا اس کا حکم دینے یا اس پر راضی ہونے کی نسبت یزید کی طرف دینا مسلمانوں کے متعلق برا گمان رکھنا ہے۔ اور یہ کتاب وسنت کے حکم سے حرام ہے اور جو شخص اس نسبت کی صحت کا گمان کرے وہ انتہائی حماقت میں ہے، کیونکہ اگر بادشاہ امیر یا وزیر اس زمانہ میں کسی کو قتل کردے تو اس حقیقت کو معلوم کرنا کہ اس کا قاتل یا حکم دینے والا یا اس پر راضی ہونے والا کون تھا۔ اگر بادشاہ اس کے قریب ہو اور یہ اس کو دیکھ رہا ہو، تب بھی مقدور نہیں تو پھر کس طرح حکم لگایا جاسکتا ہے جب کہ زمانہ دور کا ہو اور جگہ بھی بعید ہو اور تقریباً چار سو سال گزر چکے ہوں تو یہ ایسا معاملہ ہے کہ جس کی حقیقت معلوم نہیں ہوسکتی اور جب علم نہیں ہے تو اہل اسلام سے حسن ظن رکھنا چاہیے اور بالفرض اگر ایک مسلمان کے لیے ثابت ہو جائے کہ اس نے کسی مسلمان کو قتل کیا ہے تو بھی اشاعرہ کے نزدیک یہ کفر کا سبب نہیں اور ہوسکتا ہے کہ قاتل توبہ کر کے مرا ہو۔ اور توبہ کے بعد تو کافر کو لعنت کرنا جائز نہیں تو قاتل پر کس طرح جائز ہے، یہ کیسے معلوم ہوسکتا ہے کہ یزید نے توبہ نہیں کی، پس کسی مسلمان پر لعنت کرنا جائز نہیں اور جو اس پر لعنت کرے وہ فاسق اور گناہ گار ہے اور اگر اس کی لعنت جائز بھی ہو اور خاموشی اختیار کرے تو وہ جوابدہ نہیں ہوگا۔ اور اگر لعنت کرے تو اس سے سوال ہوگا کہ ملعون تو رحمت خدا سے دور ہوتا ہے، یہ کہاں سے معلوم ہوا ہے کہ وہ دور ہے اور اس کے متعلق خبر دینی غیب کے متعلق الکل پچو بات کرتا ہے، مگر وہ شخص جو کفر کی حالت میں مرا ہو، باقی رہا یزید کے لیے رحمت کی دعا کرنا تو وہ جائز، بلکہ مستحب ہے، بلکہ اللھم اغفر للمومنین والمومنات کے عموم میں داخل ہے کہ جسے ہر نماز میں ہم پڑھتے ہیں اور یزید مومن تھا۔ یہ ہے غزالی کی تحقیق کا خلاصہ حق یہ ہے کہ مرد مسلمان موالی اہلبیتؑ کے لیے بہت گراں ہے کہ کوئی شخص یزید کے ایمان کا دعویٰ کرے کہ جس نے اولاد رسول کو شہید کیا اور ان کی مستورات اور بیٹیوں کو برہنہ اونٹوں پر شہر بے شہر اور صحرا بصحرا و ترک و کابل کے

قیدیوں کی طرح انگشت نمائے حجاز و عراق کیا اور فرزند رسول کا سر مجمع عام میں کبھی گھر کے دروازے پر لٹکایا اور کبھی طشت میں رکھ کر شراب نوشی کی۔اور بچی ہوئی شراب سر کے پاس ڈالی اور مسرت کا اظہار کیا اور حضرتؑ کے لب و دندان پر استہزا اور تخفیف کے طور پر چوب خیزران سے ضرب لگائی جو کہ غیور انسان کے لیے بہت بڑی مصیبت ہے۔ہائے تعجب یہ شخص بھی مومن ہے اور اس کے لیے دعا کرنا مستحب ہے۔

غزالی سے بہت ہی تعجب ہے کہ جسے تمام علماء اہلسنت حجۃ الاسلام کہتے ہیں وہ یزید کو مسلمان اور مومن سمجھتا ہے اور اس پر لعنت کرنے کو حرام قرار دیتا ہے، حالانکہ یزید کا مسلمان ہونا بھی ثابت نہیں، کیونکہ اس کے اقوال وافعال میں سے ہر ایک اس کے کفر کی دلیل ہے، جب کہ اس کے اسلام کی طرف منتقل ہونے کا کوئی سبب بھی باقی نہیں رہا، اور جو شخص اس کے کلمات اور اشعار کی طرف رجوع کرے تو یہ امر اس پر واضح ہو جائے گا۔اس مختصر کتاب میں اس کے شرح و بسط کی گنجائش نہیں، لیکن نمونہ کے طور پر ان میں سے اس کے تھوڑے سے کلام کی طرف اشارہ ہوگا۔اور اس کے اشعار میں سے کہ جو اس کے کفر و زندیق ہونے پر دلالت کرتے ہیں، اس کا یہ مشہور شعر ہے کہ جس میں وہ شراب کی تعریف کرتا ہے:

شمسیة کرم برجها قعر دنها
ومشرقها ساقی و مغربها فمی
فان حرمت یوما علی دین احمد
فخذها علی دین المسیح بن مریم

شراب انگور کی بیل کا چھوٹا سا آفتاب ہے اس کا برج مٹکے کی گہرائی ہے، اس کی مشرق ساقی اور مغرب میرا منہ ہے پس اگر کسی دن وہ دین احمد میں حرام ہو جائے تو مسیح ابن مریم کے دین پر اسے لے لو۔

اور مورخین کی جماعت کا کہنا ہے کہ اہل بیت علیہم السلام کے اس منحوس دربار میں داخل ہونے کے بعد اس نے یہ اشعار بطور تمثیل کہے جو اس کے کفر پر مہر ہیں

لعبت هاشم بالملك فلا!
خبر جاء ولا وحی نزل!
لست من خندف ان لم انتقم
من بنی احمد ما کان فعل!
لیت اشیاخی ببدر شهدوا
جزع الخزرج من وقع الاسل

لاھا واستھلوا فرحا
ثم قالوا یایزید لاتشل

بنی ہاشم نے ملک کا کھیل کھیلا۔نہ کوئی خبر آئی تھی اور نہ ہی وحی نازل ہوئی، میں خندف قبیلہ سے نہیں ،اگر میں نے اولاد احمد سے اس کا انتقام نہ لیا جو اس نے کیا ہے، کاش میرے بدر والے بڑے بوڑھے حاضر ہوتے اور خزرج قبیلہ کی تلواروں کے پڑنے سے جزع وفزع کے وقت تو وہ خوش ہوتے اور خوشی کا اظہار کرتے اور پھر کہتے کہ اے یزید تیرے ہاتھ شل نہ ہوں، اور یہ اس کے دیوان سے بھی منقول ہے اور اس کی گواہی سبط بن جوزی نے بھی دی ہے۔

اور کتب مقاتل میں معروف ومشہور ہے کہ بعد اس کے کہ اہل بیت شام میں وارد ہوئے اور محلہ جیرون کے نزدیک پہنچے جو جامع اموی کے دروازے کی گزرگاہ میں پڑتا ہے تو اس ملعون نے یہ دو اشعار کہے جو اس کے دیرینہ کفر اور گزشتہ نفاق کی خبر دیتے ہیں۔

لما بدت تلك الحمول و اشرقت
تلك الشموس علی ربی جیرون
نعب الغراب فقلت نح اولاتنح
فلقد قضیت من النبی دیونی

جب یہ اونٹ ظاہر ہوئے اور یہ آفتاب جیرون کے ٹیلوں پر چمکے تو کوئے نے کائیں کائیں کیا۔پس میں نے اس سے کہا کہ تو نوحہ کرے یا نہ کرے میں نے تو نبی سے اپنے قرضے وصول کر لیے ہیں اور یہ اشعار بھی اسی کے لیے ہیں۔

معشر الله فان قوموا واسمعواصوت الاغانی
واشربو كاس مدام واتركوا ذكر المعالی
شغلتنی لغمة العیدان
جن صوت الاذان
وتعوضت عن الحور
عجوزاً فی الدنان

اے ندیمو کے گروہ اٹھو اور گانے والیوں کی آواز سنو، اور شراب کا پیالہ پیو، اور آخرت کے

حقائق کا ذکر چھوڑو، مجھے تو سارنگی اور طنبوروں کے نغمہ نے اذان کی آواز سے بے خبر کر رکھا ہے، اور حور کے عرض میں نے مٹکوں کی بڑھیا کو لے لیا ہے، اور ان کے علاوہ اس کے بہت سے اشعار واقوال ہیں۔

اور باقی رہا یزید کے افعال وکردار کا اس کے کفر پر دلالت کرنا تو اس سلسلہ میں سید الشہداؑ کو شہید کرنا کافی ہے جو کہ ریحانہ رسول و جوانان جنت کے سردار اور حبیب خدا کے محبوب ہیں، اس کے علاوہ وہ استخفاف اور توہین وعترت طاہرہ کے ساتھ رسول اکرمؐ کے جگر گوشوں کی شہادت کے بعد کی گئی، ان کے خیمے کو لوٹنا، انہیں قید کرنا اور دیار بدیار پھرانا جب کہ ان کی حمایت وحفاظت کرنے والا کوئی نہ تھا، اور نہ ہی ان کا کوئی سرپرست تھا، ان کے چہروں پر قریب وبعید اور شریف وکمینہ نظر کرتا تھا۔

ابن جوزی نے رسالہ رد بر متعصب عنید میں کہا ہے کہ عمر سعد اور ابن زیاد نے جو سلوک اہل بیتؑ سے کیا، اس پر کوئی تعجب نہیں، تعجب تو یزید پر ہے کہ جس نے اہل بیتؑ کی کوئی مدد نہ کی (بلکہ) اس نے امام حسین علیہ السلام کے دندان مبارک پر چھڑی ماری اور مدینہ کو لوٹا۔ کیا جائز ہے کہ یہ سلوک خارجیوں کے ساتھ کیا جائے، کیا شریعت میں یہ حکم نہیں کہ انہیں دفن کیا جائے۔

باقی رہا اس کا مجھے یہ کہنا کہ یزید نے انہیں قید سے رہا کر دیا تو یہ ایسا معاملہ ہے کہ جو ایسا کرنے والے اور اس پر لعنت کرنے والے کے اعتقاد کو قانع نہیں کرتا۔ اور اگر وہ سر مبارک کا احترام کرتا جب سر مظلوم اس کے پاس پہنچا تھا اور اس پر نماز پڑھتا اور اس کو طشت میں نہ رہنے دیتا اور اس چھڑی سے نہ مارتا تو اس میں کوئی اس پر نقصان نہیں تھا، کیونکہ آپؑ کے شہید کرنے سے اس کا مقصد تو پورا ہو گیا تھا۔

لیکن یہ تو جاہلیت کے زمانہ کے بغض وکینے تھے، اور اس کی دلیل وہ اشعار ہیں کہ جو گزر چکے ہیں، کاش میرے بدر والے بڑے موجود ہوتے اور اسی طرح اس کے کفر کی دلیل ہے۔ واقعہ حرہ اور اس کا ہتک حرمت رسولؐ اور پھر خانہ کعبہ کی بے حرمتی کرنا جیسا کہ اجمال کے ساتھ دونوں واقعات کی طرف اشارہ کر چکے ہیں۔

منقول ہے کہ حضرت سید الشہداءؑ کی شہادت کے بعد ابن عباس نے یزید کو خط لکھا کہ جس کا ایک فقرہ یہ تھا، اور سب سے عظیم مصیبت تو تیرا رسول زادیوں اور آپؑ کے چھوٹے چھوٹے بچوں اور اہل حرم کو عراق سے شام کی طرف قید کر کے زبردستی اور ان کا مال واسباب چھین کر لے جانا ہے، تا کہ لوگ تیری قدرت کو دیکھیں جو تجھے ہم پر حاصل ہوئی اور یہ کہ تو نے ہمیں مغلوب کیا اور آل رسولؐ پر تیرا تسلط ہو گیا اور اپنے گمان میں تو نے اپنے کافر بدر کے رشتہ داروں کا بدلہ لیا اور تو نے اس انتقام کو ظاہر کیا جسے چھپائے ہوئے تھا۔ الخ

مسعودی نے مروج الذہب میں بیان کیا ہے کہ فرعون اپنی رعیت کے معاملہ میں یزید سے زیادہ عادل تھا اور یزید کے حکومت تو اسلام کے لیے باعث ننگ وعار ہے۔ ابو العلاء معری کہتا ہے۔

اری الایام تفعل کل نکر!
وما انا فی العجائب مستزید
الیس قریشکم قتلت حسیناً
وکان علیٰ خلافتکم یزید!

میں دیکھتا ہوں کہ زمانہ ہر برے فعل کا ارتکاب کرتا ہے اور میں عجائبات کی زیادتی نہیں چاہتا، کیا تمہارے قریشوں نے حسینؑ کو شہید نہیں کیا جب کہ تمہاری خلافت پر یزید لعین متمکن تھا۔

خلاصہ یہ کہ یزید کے کفر و زندیقیت اور اس کے الحاد اور اس کے کفر آمیز اشعار اور ابوالفرج جوزی کا منبر بغداد پر اسے لعنت کرنے کی تشریح کتب میں مشہور ہے اور اہل سنت والجماعت کے ایک گروہ نے بھی یزید کے کفر کا اعتقاد رکھا ہے، جیسا کہ ابن حجر نے صواعق میں کہا ہے کہ اہل سنت نے اختلاف کیا ہے یزید کے کفر کے بارے میں۔ ایک گروہ اسے سبط بن جوزی اور دوسرے علماء کے کلام کی وجہ سے کافر سمجھتا ہے کہ جنہوں نے کہا ہے، مشہور یہ ہے کہ جب سر مبارک کو لے آئے تو اس نے اہل شام کو جمع کیا اور خیزران کی چھڑی سے سر مبارک پر مارتا تھا اور یہ اشعار پڑھتا تھا" کاش میرے بڑے موجود ہوتے"۔ الخ

پھر اس نے ابن جوزی کا کلام کتاب تذکرہ کے واسطہ سے نقل کیا ہے کہ جسے ہم نقل کر چکے ہیں، مذہب مجاہد امام احمد و ملا علی قاری بھی یزید کا کافر ہونا کہتے ہیں، اور تفتازانی کا کلام بھی ہم عنقریب انشاء اللہ تحریر کریں گے۔

خلاصہ یہ کہ یہ مذہب رافضیوں کی بدعات میں سے نہیں ہے، باقی رہا یہ کہ غزالی نے قتل کرنے یا امر دینے یا قتل حسینؑ پر راضی ہونے کی نسبت یزید کی طرف دینے کو سوء ظن سمجھا ہے تو اس نے بہت ہی عجیب بات کہی ہے اور ملا سعد تفتازانی نے کہ جس کے علم و فضل کی پکار نے اہل جہان کے کانوں کو پر کر رکھا ہے اس کے جواب کے بار کی کفایت کی ہے، اس نے شرح عقائد نفسیہ میں بیان کیا ہے۔

الحق ان رضا یزید بقتل الحسینؑ واستبشارہ بذلك واھانة اھل بیت رسول اللہ مما تواتر معناہ وان کان تفصیله احاداً فنحن لانتوقف فی شانه بل فی عدم ایمانه لعنة اللہ علیه وعلی انصارہ واعوانه۔

حق یہ ہے کہ یزید کا شہادت امام حسینؑ پر راضی ہونا اور اس پر اظہار مسرت کرنا اور رسول خداؐ کے اہل بیتؑ کی اہانت کرنا متواتر معنوی امور میں سے ہے، اگرچہ اس کی تفاصیل اخبار احاد سے ثابت ہیں پس ہم اس کے معاملہ میں بلکہ اس کے صاحب ایمان نہ ہونے میں توقف نہیں کرتے (یعنی اس کو کافر سمجھتے ہیں) اس پر اور اس کے اعوان و انصار پر خدا کی لعنت ہو۔ آمین

نیز شرح مقاصد میں کہتا ہے اور جو کچھ صحابہ کے درمیان جنگیں اور جھگڑے اور فساد ہوئے ہیں جس طرح کہ وہ کتب

تواریخ میں مسطور ہیں، اور قابل وثوق راویوں کی زبان سے مذکور ہیں وہ بظاہر اس عمل پر دلالت کرتے ہیں کہ صحابہ میں سے بعض افراد راہ حق سے پھرے ہوئے تھے اور وہ ظلم وفسق کی حد تک پہنچ ہوئے تھے، اور اس امر پر انہیں کینہ، بغض، عناد، فساد، حسد، اور جھگڑے، ملک وریاست کی خواہش اور لذت وشہوت کے میلان نے آمادہ کیا، کیونکہ ہر صحابی معصوم نہیں اور نہ ہی جس شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات کی ہے وہ خیر وخوبی سے موسوم ہے، لیکن علماء نے اصحاب رسول خداؐ سے حسن ظن رکھنے کی بناء پر ان کے ان جھگڑوں کی تاویلیں بیان کی ہیں جو اس کے مناسب ہیں اور وہ اس طرف گئے ہیں کہ وہ ان چیزوں سے محفوظ ہیں کہ جو گمراہی اور فسق وفجور کا سبب بنیں۔ (یہ تاویلیں) مسلمانوں کے عقائد کو کبار صحابہ کے معاملے میں ٹیڑھے پن اور گمراہی سے بچانے کے لیے ہیں خصوصاً ان میں سے وہ صحابہ جو مہاجر وانصار تھے اور جنہیں دار القرار کے ثواب کی بشارت دی گئی ہے، اور باقی رہے وہ مظالم جو ان کے بعد اہل بیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ڈھائے گئے تو وہ اتنے ظاہر ہیں کہ جن کے چھپانے اور مخفی رکھنے کی مجال نہیں اور وہ اتنے قبیح اور برے ہیں کہ جن کے متعلق آراء میں کوئی اشتباہ نہیں، کیونکہ قریب ہے کہ اس کی گواہی تو جمادات اور نہ بولنے والی چیزیں بھی دیں اور اس پر تو زمین وآسمان کی مخلوق گریہ کرتی ہے اور اس سے پہاڑ ہلنے اور پتھر پھٹنے لگتے ہیں، اور اس کا برا عمل تو مہینوں کے بار بار آنے اور صدیوں کے گزرنے تک رہے گا۔

پس خدا کی لعنت ہے اس پر جس نے یہ کام کیا یا اس پر راضی ہوا یا اس نے اس میں کوشش کی اور آخرت کا عذاب تو زیادہ سخت اور زیادہ پائیدار ہے، اگر یہ کہا جائے کہ مذہب کے بعض علماء تو ایسے ہیں جو یزید پر لعنت کرنے کو جائز نہیں جانتے، حالانکہ انہیں علم ہے کہ وہ اس سے بھی زیادہ مستحق ہے، ہم جواب میں کہتے ہیں کہ یہ اس حمایت میں ہے کہ کہیں بلند سے بلند تر کی تلاش نہ ہو، جیسا کہ رافضیوں کا شعار وطریقہ ہے، جیسا کہ ان کی دعاؤں میں مروی ہے اور ان کی محفلوں اور مجالس میں جاری ہوتا ہے، لہذا جو لوگ امر دین کی پرواہ اور اس کی اعتناء رکھتے ہیں، انہوں نے مناسب سمجھا کہ وہ اعتقاد میں میانہ روی کے راستہ پر چلتے ہوئے عوام کو کلیۃً لگام دیں تا کہ میانہ راستے سے قدم نہ پھسلیں اور خواہشات کی وجہ سے گمراہ نہ ہوں ورنہ (یزید وغیرہ) پر لعنت کا جواز اور ان کا استحقاق کس پر مخفی اور پوشیدہ ہے، اور اس پر سب کا اتفاق واجماع کیسے نہیں ہے، آخر کلام تک جو اس نے بیان کیا ہے۔

تو ان کلمات سے واضح ہو کہ یہ علامہ عظیم الشان اہل سنت اعتراف کرتے ہیں کہ جو فسق وفجور صحابہ سے ظاہر ہوا وہ کینہ وبغض وعناد کی پیداوار ہے اور اہل بیت پر ظلم وستم اتنا ہوا کہ جمادات وحیوانات اس کے گواہ ہیں اور آسمان وزمین کے رہنے والے اس سے گریہ کرنے لگے اور علماء اہل سنت یزید پر لعنت کرنے میں متفق ہیں اور منع اسی لیے کرتے ہیں کہ کہیں یزید سے باقیوں تک تجاوز وسرایت نہ کرے۔

باقی رہا یہ کہ غزالی کہتا ہے کہ یہ کہاں سے معلوم ہے کہ یزید نے توبہ نہیں کی تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا شہادت کے بعد توہین اہل بیتؑ میں اصرار کرنا اور اس پر اظہار مسرت کرنا اور مجلس شراب میں ابن زیاد کے ساتھ بیٹھنا اور ساقی کو یہ حکم دینا کہ اس کو شراب پلاؤ اور اس کی صاحب امانت وصاحب راز ہونے کے ساتھ مدح کرنا جو سابقہ اشعار میں ہے، مقصد کو ثابت کرنے کے لیے

کافی ہے۔

اور سبط بن جوزی نے اس واقعہ کی تشریح اس طرح نقل کی ہے کہ شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد یزید نے کسی کو ابن زیاد کے بلانے کے لیے بھیجا اور بہت سا مال اور بڑے بڑے تحفے تحائف اسے دیئے اور اس کے بیٹھنے کی جگہ اپنے قریب قرار دی اور اس کی قدر و منزلت کو بلند کیا اور اسے اپنی عورتوں کے سامنے لے گیا اور اس کا اپنا ندیم قرار دیا، اور ایک رات مستی کی حالت میں گویے سے کہنے لگا کہ گاؤ اور یزید نے بالبداہۃ یہ اشعار کہے۔

اسقنی شربة تروی مشاشی !
ثم صل فاسق مثلها ابن زیاد
صاحب السر والامانة عندی
ولتسدید مغنمی و جهادی
قاتل الخارجی اعنی حسینا !
و مبید الاعداء والحساد

مجھے ایسی شراب پلا جو میری طبیعت کو سیر و سیراب کر دے، پھر دوسرا پیالہ پر کر کے ابن زیاد کو پلا جو میرے نزدیک صاحب راز و امانت ہے اور میرے مال غنیمت اور جنگ و جہاد کو درست کرنے والا ہے جس نے (معاذ اللہ) خارجی کو قتل کیا، میری مراد حسینؑ ہے اور جو دشمنوں اور حاسدوں کو قتل کرنے والا ہے۔

اور فتاویٰ کبیر میں جو کہ اہل سنت کی قابل اعتماد کتب میں سے ہے روایت ہوئی ہے کہ یزید نے عاشورہ کے دن خون حسینؑ اور سرمہ ملا کر آنکھوں میں ڈالا تا کہ اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک ہو اور اس کا توبہ کرنا نقل نہیں ہوا اور اس کے کفر کا حکم ثابت ہے جب تک اس کے خلاف دلیل قائم نہ ہو اور ہر گناہگار کی توبہ کے قبول ہونے کی کوئی دلیل بھی ہمارے پاس نہیں ہے، کیونکہ وجوب قبول توبہ عقلی نہیں ہے، بلکہ اس کا وعدہ ہے۔ اور یہ وعدہ یزید کے حق میں نہیں ہے، اور ابن جوزی نے بہت عمدہ کہا ہے جہاں وہ کہتا ہے کہ عباس کا کراہنا جب کہ وہ جنگ میں قید تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے نیند سے مانع ہوا تو حسینؑ کے کراہنے کی کیا کیفیت ہوگی، اور جب وحشی جناب حمزہ کا قاتل مسلمان ہو گیا تو نبی اکرمؐ نے اس سے فرمایا اپنا چہرہ مجھ سے غائب رکھو، کیونکہ میں اس کو دیکھنا پسند نہیں کرتا جس نے محبوبوں کو قتل کیا ہو، حالانکہ یہ اسلام تو پہلے کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے، تو آپ کا قلب مبارک کس طرح دیکھ سکتا ہے جس نے حسینؑ کو شہید کیا اور ان کے قتل و شہید کرنے کا حکم دیا اور ان کے اہل و عیال کو اونٹوں کے پالانوں پر سوار کیا۔ انتہی

کون مسلمان راضی ہے کہ اگر بالفرض یزید توبہ بھی کر لے کہ خدا اسے بخش دے، حالانکہ اس واقعہ کربلا میں ہر مسلمان کا حق اس کے ذمہ ثابت ہے اور اگر فرض کر لیں کہ توبہ حق اللہ کے سقوط کا فائدہ دیتی ہے تو حق الناس کے لیے مسقط تو نہیں ہے، باقی رہا غزالی کا

یہ کہنا کہ کسی مسلمان کو لعنت کرنا جائز نہیں تو یہ بالکل باطل ہے، خداوند عالم نے قرآن مجید میں کئی قسم کے لوگوں پر لعنت کی ہے کہ جو کئی عنوانوں پر مشتمل ہیں، اور وہ سارے عناوین یزید پر منطبق ہوتے ہیں کہ جن سے یزید پر لعنت کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

علاوہ آیۃ شریفہ "الشجرة الملعونة فی القرآن" اور وہ شجرہ نسب کہ جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے کہ جو تمام بنی امیہ پر لعنت کو جائز قرار دیتی ہے، جیسا کہ اس کی تحقیق انشاء اللہ آگے آئے گی۔ اور ہم یہاں تین آیات کے ذکر پر کفایت کرتے ہیں۔

پہلی آیت کا ترجمہ یہ ہے:

"اور جو شخص عمداً کسی مومن کو قتل کرے تو اس کی جزاء جہنم ہے وہ ہمیشہ اس میں رہے گا اور خدا ان پر غضب ناک ہے اور وہ اس پر لعنت کرتا ہے اور اس کے لیے عذاب عظیم تیار کر رکھا ہے"۔

دوسری آیت کا ترجمہ یہ ہے:

"پس کیا تم قریب ہو کہ اگر تم والی و حاکم بن گئے تو زمین میں فساد کرو گے اور اپنے عزیزوں سے قطع رحمی کرو گے، یہ وہ لوگ ہیں کہ جن پر خدا لعنت کرتا ہے اور انہیں اس میں بہرہ کر دیا ہے اور ان کی آنکھیں اندھی کر دی ہیں"۔

ابن جوزی کا قول ہے کہ صالح بن احمد بن حنبل سے روایت ہے کہ وہ کہتا ہے میں نے اپنے باپ سے کہا کہ کچھ لوگ ہماری طرف یزید سے محبت کرنے کی نسبت دیتے ہیں، میرے باپ نے کہا اے میرے بیٹے تو کیا یزید کو کوئی مومن دوست رکھتا ہے میں نے کہا پھر کیوں آپ یزید پر لعنت نہیں کرتے تو میرے باپ نے کہا تو نے مجھے کب دیکھا ہے کہ میں کسی پر لعنت کرتا ہوں، کیا تو اس پر لعنت نہیں کرتا کہ جس پر خداوند عالم نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے، میں نے کہا قرآن میں کہاں یزید پر لعنت ہے تو میرے باپ نے یہ آیت مبارک تلاوت کی "فهل عسيتم الآية" پھر کہا کہ آیا قتل کرنے سے بھی کوئی بڑا فساد ہے۔

تیسری آیت کا ترجمہ یہ ہے:

"بے شک جو لوگ اللہ اور کے رسول کو اذیت دیتے ہیں تو ان پر اللہ نے دنیا و آخرت میں لعنت کی ہے اور ان کے لیے درد ناک عذاب تیار کر رکھا ہے اور ان عناوین کی یزید پر تطبیق کرنا جو ان آیات میں ہیں، محتاج بیان نہیں اور ان آیات شریفہ کے علاوہ رسول خداؐ کے کلام سے بھی یزید پر لعنت ثابت ہے، جیسا کہ ابن جوزی نے آنحضرتؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا جو اہل مدینہ کو ڈرائے تو خدا اس کو ڈرائے گا۔ اور اس پر اللہ ملائکہ اور سب لوگوں کی لعنت ہے، خداوند عالم قیامت کے دن اس کا کوئی مال خرچ کیا ہوا اور عدل و انصاف قبول نہیں فرمائے گا۔ اور یزید نے واقعہ حرہ میں اہل مدینہ کو ڈرایا ہے جیسا کہ علماء کی ایک جماعت نے تصریح کی ہے اور ابھی ابھی تمہارے گوش گزار ہو چکا ہے۔

معاویہ بن یزید بن معاویہ اور عبداللہ بن زبیر کی خلافت کا ذکر

جب یزید بن معاویہ کی عمر آخر کو پہنچی، اور بدھ کے دن چودہ ربیع الاول ۶۴ ہجری کو وہ اپنے برے اعمال کا شکار ہوا تو اس کا بیٹا معاویہ اس کی جگہ تخت نشین ہوا اور چالیس دن تک اس نے سلطنت کی، اس کے بعد وہ فراز منبر پر گیا اور اس نے خطبہ پڑھا اور اپنے باپ دادا کے اعمال و کردار کا ذکر کیا اور کامل بہائی کی روایات کے مطابق اس نے اپنے دادا اور باپ پر لعنت کی اور ان کے برے کردار سے تبرا و بیزاری کا اعلان کیا اور سخت گریہ کیا، اور اس کے بعد اپنے آپ کو خلافت سے خلع اور معزول کیا۔

مروان بن حکم منبر کے نیچے سے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اس وقت جب کہ آپ خلافت کے طلب گار نہیں تو امر خلافت کو شوریٰ کے سپرد کریں، جیسا کہ عمر بن الخطاب نے کہا تھا اے ابولیلیٰ (ابولیلیٰ ایک کنیت ہے کہ جس کے ساتھ عرب کمزور لوگوں کو پکارتے ہیں) معاویہ نے مروان کے جواب میں کہا کہ میں نے خلافت کی مٹھاس کو نہیں چکھا تو کس طرح اس کے گناہوں کی تلخی کو چکھنے پر راضی ہو جاؤں، اور ایک قول ہے کہ یہ گفتگو اس نے مرتے وقت کی جب کہ بنی امیہ نے اس سے خلیفہ معین کرنے کی خواہش کی، پس معاویہ منبر سے نیچے اترا اور گھر میں بیٹھ کر گریہ میں مشغول ہو گیا۔

اس کی ماں اس کے پاس آئی اور کہنے لگی اے بیٹا کاش میں حیض کے کپڑے کا ٹکڑا ہوتی اور یہ فقرے، جو تو نے منبر پر کہے ہیں میں انہیں نہ سنتی، اور ایک قول ہے کہ اس نے کہا کہ تو خون حیض بن جاتا اور پیدا نہ ہوتا تا کہ یہ دن تجھ سے نہ دیکھنا پڑتا۔ معاویہ نے اس کے جواب میں کہا اے ماں خدا کی قسم میں دوست رکھتا ہوں کہ میں ایسا ہوتا اور خلافت کا ہار اپنی گردن میں نہ ڈالتا، کیا میں وبال و عذاب اس کام کا اپنی پشت پر ڈال لوں، اور بنی امیہ اسکی مٹھاس سے بہرہ ور ہوں یہ نہ ہوگا۔

معاویہ کا خلافت سے اپنے آپ کو خلع کرنے کا سبب جیسا کہ شیخ احمد بن فہد حلی رحمہ اللہ نے کسی مناسبت سے کتاب عدہ میں تحریر فرمایا ہے یہ تھا کہ ایک دن معاویہ نے سنا کہ اس کی کنیزوں میں سے دو کنیزیں ایک دوسرے سے تنازع و تکرار کر رہی تھیں اور ان میں سے ایک انتہائی حسن و جمال رکھتی تھی، اس دوسری نے اس سے کہا کہ تیرے حسن و جمال نے تجھ میں بادشاہ کا تکبر پیدا کر دیا ہے وہ خوبصورت کنیز کہنے لگی کہ کون سی سلطنت بہتر ہے، سلطنت حسن و جمال سے حقیقت میں حسن کی حکومت ہے، کیونکہ تمام ملوک و سلاطین پر اس کی حکمرانی ہے، اور تمام کے تمام بادشاہ حسن و جمال کے مقہور و مغلوب ہیں، دوسری کنیز کہنے لگی لیکن سلطنت میں کون سی خیر و خوبی ہے حالانکہ یا تو بادشاہ حقوق سلطنت کو قائم کرتا ہے اور اس کا شکریہ ادا کرتا ہے اور رعیت کے معاملات پر توجہ رکھتا ہے، تو اس حالت میں کسی قسم کی لذت و راحت اس کے لیے نہیں ہے اور ہمیشہ اس کی زندگی ناگواری میں گزرتی ہے اور یا وہ شہوتوں کے اتباع اور

اپنی لذتوں کو اختیار کرتا ہے، اور حقوق سلطنت ورعیت کو ضائع کر دیتا ہے تو ایسے بادشاہ کی جگہ جہنم کی آگ ہے، پس بادشاہ کے لیے دنیا و آخرت کی راحت و آرام جمع نہیں ہو سکتے۔

کنیز کی بات نے معاویہ کے دل پر اثر کیا اور اس نے اسی سبب سے اپنے آپ کو خلافت سے علیحدہ و معزول کر دیا۔ خلاصہ یہ کہ جب معاویہ نے اپنے آپ کو خلافت سے علیحدہ کر لیا تو بنی امیہ کا ایک گروہ عمر بن مقصوص (قوصی ح ل) معاویہ کے استاد سے کہنے لگا کہ تو نے اسے محبت علیؑ اور بغض بنی امیہ سکھایا اور اس کے آداب کی تعلیم دی ہے، وہ کہنے لگا ایسا نہیں ہے، بلکہ یہ اس کا فطری و جبلی امر ہے انہوں نے اس کی یہ بات نہ سنی اور پکڑ کر زندہ درگور کر دیا، اور پچیس دن یا چالیس دن کے بعد معاویہ نے بھی دنیا کو الوادع کہا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اسے زہر آلود شربت سے مسموم کیا گیا، اور اس کی عمر اس وقت بائیس سال تھی۔

پس ولید بن عتبہ بن ابوسفیان خلافت کے لالچ میں کھڑا ہو گیا تا کہ اس کی نماز جنازہ پڑھائی جائے، جب اس نے دوسری تکبیر کہی اسے زخمی کر دیا گیا اور معاویہ کے ساتھ اسے بھی ملحق کر دیا، پس دوسرے شخص نے اس پر نماز جنازہ پڑھی اور معاویہ کو دمشق میں دفن کیا گیا اور اس کی موت سے آل ابوسفیان کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور خلافت مروان اور اس کی اولاد کی طرف منتقل ہو گئی۔

واضح ہو کہ جب یزید بن معاویہ تخت سلطنت پر بیٹھا تو کچھ لوگوں نے اس کی بیعت سے انکار کیا ان میں سے ایک عبداللہ زبیر تھا جس نے اس کی بیعت سے سرتابی کی اور مکہ کی طرف چلا گیا، یزید نے واقعہ کربلا اور واقعہ حرہ کے بعد لشکر کو حکم دیا کہ وہ عبداللہ کے مقابلہ کے لیے مکہ جائے، اور جن دنوں لشکر یزید ابن زبیر سے جنگ کر رہا تھا، یزید درکات جہنم کی طرف روانہ ہوا اور عبداللہ بن زبیر مکہ میں بلا مزاحم و مقابل رہ گیا اور خلافت کا دعویٰ کر دیا۔ کچھ لوگوں نے اس کی بیعت کر لی اور کچھ نہ کچھ اس کی خلافت کا معاملہ پکا ہو گیا تو اس نے بیت اللہ الحرام کی بنیاد کی تاسیس شروع کی۔ اس وقت ستر بوڑھے افراد نے گواہی دی کہ جب قریش نے خانہ کعبہ کی بناء و تعمیر کی تھی، چونکہ ان کے مال بقدر کفایت نہیں تھے تو سات ہاتھ خانہ کعبہ کی اصل اساس کی وسعت سے جو ابراہیم و اسماعیل نے بناء کی تھی کم کر دی، ابن زبیر نے اس کم شدہ مقدار کو زیادہ کیا اور خانہ کعبہ کے دو دروازے قرار دیئے، ایک اندر جانے اور دوسرا باہر نکلنے کے لیے یہاں تک کہ حجاج بن عبدالملک بن مروان کی طرف سے ابن زبیر سے لڑنے کے لیے مکہ میں آیا اور عبداللہ کو قتل کر دیا، اور جو تعمیر ابن زبیر نے کی تھی اس کو منہدم کر دیا، اور جس طرح قریش نے تعمیر کی تھی اور رسول خداؐ کے زمانہ میں تھی بناء کیا اور خانہ کعبہ کا ایک ہی دروازہ قرار دیا، اور یہ بھی واضح ہو کہ جس وقت یزید اور معاویہ بن یزید مر گئے، ابن زیاد اس وقت بصرہ کا حاکم تھا اس نے لوگوں کو جمع کیا اور خطبہ پڑھا اور انہیں یزید اور معاویہ بن یزید کی موت کی خبر سنائی اور کہنے لگا کسی شخص کو اپنا امیر بنا لو اور اس کی بیعت کر لو تا کہ وہ تمہارے دشمنوں سے جنگ کرے اور مظلوموں کے لیے انصاف کرے، اور تمہارے مال تمہارے درمیان تقسیم کرے۔

اشراف بصرہ کی ایک جماعت کہ جن میں احنف بن قیس و قیس بن ہشیم اور مسمع بن مالک عبدی تھے، کہنے لگے کہ ہم تیرے سوا کسی کو اس کام کا سزاوار نہیں سمجھتے، اس وقت تم امیر رہو جب تک کہ لوگ اپنے لیے خلیفہ انتخاب نہیں کرتے، عبداللہ نے جب یہ کیفیت دیکھی تو ایک خط کوفہ میں اپنے عامل عمرو بن حریث کے نام لکھا کہ وہ اہل کوفہ کو اس کی اطاعت کی طرف دعوت دے۔

عمرو بن حریث نے جب اہل کوفہ کو ابن زیاد کی بیعت کی دعوت دی تو یزید بن رذیم شیبانی کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ ہمیں بنی امیہ اور پسر مرجانہ کی حکومت کی ضرورت نہیں اور اس سے چارہ کار نہیں کہ بیعت کا حق اہل حجاج کو ہے اور بعض چاہتے تھے کہ عمر بن سعد کی بیعت کریں کہ قبیلہ ہمدان کی عورتیں قبیلہ کہلان وانصار وربیعہ ونخع کی عورتوں کے ساتھ چیخ وپکار وگریہ وزاری کرتی ہوئی جامع مسجد میں داخل ہوئیں اور امام حسین علیہ السلام کا ندبہ وماتم کرنے لگیں اور کہنے لگیں کہ کیا عمر بن سعد کے لیے سید الشہدا کا شہید کرنا کفایت نہیں کرتا کہ اب وہ ہمارا امیر بننا چاہتا ہے، لوگ بھی عورتوں کے رونے سے گریہ کرنے لگے، اس بناء پر عمرو سعد کی بیعت نہ کی۔

جب اہل کوفہ کی یہ خبر عبداللہ بن زبیر کو پہنچی تو اسے کوفہ کی تسخیر کا لالچ دامن گیر ہوا، عبداللہ بن مطیع عدوی کو کوفہ کا حاکم بنا کر کوفہ کی طرف بھیجا تو مختار نے ابن زبیر سے کہا کہ میں کوفہ میں رہنے والے ایک گروہ کو جانتا ہوں کہ اگر ان پر کوئی ایسا شخص حاکم ہو جائے جو صاحب رفق وعلم ہو تو یقیناً ان میں سے ایک عظیم لشکر تیار ہو سکتا ہے کہ جس سے تو اہل شام پر غلبہ حاصل کر سکتا ہے، ابن زبیر نے کہا وہ گروہ کن لوگوں کا ہے، مختار نے کہا کہ وہ بنی ہاشم کے شیعہ ہیں، ابن زبیر نے کہا تو میں تجھے اس کام کے لیے منتخب کرتا ہوں۔

پس مختار کوفہ میں آیا اور ایک گوشہ میں فروکش ہوا، اور مسلسل اولاد ابوطالب اور ان کے شیعوں پر گریہ کرتا اور جزع وفزع ونوحہ وزاری کا اظہار کرتا اور لوگوں کو اہل بیتؑ کے شہیدوں کے خون کا بدلہ لینے پر اکساتا رہا، شیعہ اس کے گرد جمع ہو گئے یہاں تک کہ اس کا کام قوت پکڑ گیا اور وہ قصر الامارۃ میں داخل ہوا اور عبداللہ بن مطیع ابن زبیر کے عامل کو وہاں سے نکال دیا اور اہل کوفہ پر غلبہ حاصل کر لیا اور اپنے لیے مکان اور باغ بنوایا اور بیت المال کے اموال لوگوں پر تقسیم کر دیئے اور ابن زبیر کی اطاعت کا جوا اپنی گردن سے اتار پھینکا اور آہستہ آہستہ اس کا معاملہ بلند ہوتا گیا اور لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے اور امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں کے درپے ہوئے اور ان میں سے بہت سوں کو قتل کر دیا کہ جن میں سے عبیداللہ بن زیاد، عمر بن سعد، شمر سنان وغیرہ ملاعین تھے، ان پر خدا کی لعنتیں ہوں اور آخر کار مختار مصعب بن زبیر عبداللہ کے بھائی کے ہاتھوں مارا گیا، جیسا کہ اس کے بعد عنقریب ہم انشاء اللہ اس کی طرف اشارہ کریں گے۔

خلاصہ یہ کہ عبداللہ بن زبیر مکہ میں اظہار عبادت وزہد وتقوی کرتا اور خلافت کا بہت حریص اور لالچی تھا اور اپنے آپ کو عائذ بیت اللہ یعنی خانہ خدا میں پناہ لینے والا کہتا تھا، اور بنی ہاشم کو بہت تکلیف واذیت پہنچاتا تھا اور اپنے بھائی عمرو بن زبیر کو مسجد الحرام کے دروازے پر ننگا کر کے اتنے تازیانے لگائے گئے کہ وہ مر گیا اور اس کا سبب یہ تھا کہ وہ اس سے منحرف تھا اور یزید بن معاویہ کی بادشاہی کے زمانہ میں وہ ایک لشکر کے ساتھ مدینہ سے ولید بن عتبہ کی تحریک پر اپنے بھائی عبداللہ سے جنگ کرنے چلا تھا، جب اس کا لشکر عبداللہ کے لشکر کے مدمقابل ہوا تو عبداللہ کو کامیابی ہوئی اور عمرو کا لشکر بھاگ کھڑا ہوا تو عبداللہ نے عمرو کو گرفتار کر لیا اور جس طرح بیان ہو چکا ہے اسے قتل کر دیا۔

نیز عبداللہ بن زبیر نے حسن بن محمد بن حنیفہ کو تاریک ووحشت ناک قید خانے میں قید کر دیا اور چاہتا تھا کہ اسے قتل کر دے،

حسن نے اپنے چھٹکارے کی تدبیر کی اور قید سے آزاد ہو کر بھاگ نکلا اور مقام منیٰ میں اپنے باپ سے جا ملا نیز عبداللہ نے بنی ہاشم میں سے جو لوگ مکہ میں تھے کہ جن میں محمد بن حنیفہ بھی تھے کہ شعب میں محصور کر لیا اور بہت سی لکڑیاں جمع کر دیں اور چاہا کہ انہیں جلا دے کہ اچانک کوفہ کی طرف سے ایک جماعت آئی کہ جنہیں مختار نے بھیجا تھا، اور انہوں نے بنی ہاشم کو آزاد کر دیا اور چاہتے تھے کہ عبداللہ بن زبیر کو قتل کر دیں تو عبداللہ مسجد الحرام میں پہنچ گیا اور خانہ کعبہ کے پردے پکڑ لیے اور کہنے لگا میں خدا کی پناہ میں ہوں۔

اور مسعودی نے مروج الذہب میں اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد نوفلی کی کتاب سے بیان کیا ہے کہ وہ ابن عائشہ سے اور وہ اپنے باپ سے وہ حماد بن سلمہ سے نقل کرتا ہے کہ عروہ بن زبیر اپنے بھائی کی طرف سے عذر پیش کرتا تھا، جب بنی ہاشم اور اس کے بھائی کا انہیں شعب مکہ میں محصور کرنے اور اس کا ان کو جلانے کے لیے لکڑیاں جمع کرنے کا ذکر ہوتا اور کہتا کہ معاملہ اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا کہ میرے بھائی کا مقصد صرف ان کو ڈرانا تھا تا کہ وہ اس کی اطاعت میں داخل ہو جائیں، جیسا کہ بنی ہاشم کو ڈرایا گیا اور ان کو جلانے کے لیے لکڑیاں جمع کی گئیں، جب کہ انہوں نے بیعت سے انکار کیا تھا، زمانہ سلف میں یعنی جب بنی ہاشم نے ابوبکر کی بیعت سے تخلف کیا تھا جب وہ خلیفہ ہوا۔

اس کے بعد مسعودی نے کہا کہ یہ ابوبکر کے زمانہ میں (اہل بیتؑ کے گھر کو جلانے کے لیے لکڑیاں جمع کرنا) ایسی خبر ہے کہ جس کا ذکر کرنا یہاں مناسب نہیں اور ہم نے کتاب حدائق الاذہان میں جو کہ مناقب اہل بیتؑ اور ان کے اخبار میں ہے، اس مطلب و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے اور عبداللہ بن زبیر امیر المومنین علیہ السلام اور آنحضرتؐ کے اہل بیتؑ کی عداوت و دشمنی کی راہ پر گامزن تھا اور چالیس دن خطبہ پڑھا اور ان خطبوں میں رسول اللہ پر صلوات کو جسے خطبہ میں ذکر کرنا ضروری ہے ترک کیا اور کبھی کبھی خطبوں میں امیر المومنین کو سب و شتم بھی کرتا تھا اور یہ شخص کمینہ طبیعت ہونے میں مشہور تھا۔

سعید بن جبیر نے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن عباس ابن زبیر کے پاس گئے تو ابن زبیر ان سے کہنے لگا تو ہے وہ شخص جو میری طرف لئیم و بخیل ہونے کی نسبت دیتا ہے، ابن عباس نے فرمایا کہ ہاں، کیونکہ میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ وہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے جو اپنے پیٹ کو پر کرے اور اس کا ہمسایہ بھوکا ہو، ابن زبیر کہنے لگا اے ابن عباس چالیس سال ہو گئے ہیں کہ میں تم اہل بیتؑ کے بغض کو اپنے دل میں لیے ہوئے ہوں، ان دونوں کے درمیان کئی باتیں ہوئیں، ابن عباس جان کے خوف سے طائف کی طرف چلے گئے اور وہیں ان کی وفات ہوئی اور ابن زبیر کے قتل ہونے کا واقعہ، عبدالملک کی خلافت کے زمانہ کے واقعات میں تحریر ہوگا، اب رجوع کرتے ہیں حکم بن ابو العاص کی اولاد کی حکومت کے ذکر کی طرف۔

مروان بن حکم بن ابوالعاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف کی سلطنت کا ذکر

جب خلافت وحکومت معاویہ بن یزید کے مرنے سے آل ابوسفیان سے برطرف ہوئی تو آل حکم کی طرف منتقل ہوگئی اور پہلا شخص جو ان میں سے تحت سلطنت پر بیٹھا وہ مروان بن حکم بن ابوالعاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف تھا اور مروان ابن طرید (دھتکارے ہوئے کا بیٹا، چونکہ اسے اور اس کے باپ کو رسول خداؐ نے مدینہ سے کئی فرسخ دور نکال دیا تھا) کے نام سے مشہور اور وزغ (چھپکلی) سے ملقب اور بلند قد اور مضطرب قامت ہونے کی وجہ سے خیط (تاگا) باطل کے نام سے مشہور تھا وہ خدا اور رسولؐ وآل رسولؐ کی عداوت ودشمنی میں سب لوگوں سے زیادہ شدید وسخت تھا، خصوصاً امیر المومنین علیہ السلام کی دشمنی میں لہذا وہ زمانہ عثمان سے لے کر آخر عمر تک ہمیشہ آپؑ کے فضائل ومناقب کو چھپانے اور آپؑ کے مثالب ومعائب کے افتراء کرنے میں کوشش کرتا رہا اور اس کا باپ عثمان بن عفان کا چچا تھا اور وہ رسول اکرم کا دشمن تھا اور ہمیشہ آپؑ سے عداوت کا علی الاعلان اظہار کرتا اور آپؑ سے صراحتہً بغض رکھتا تھا اور وہ باتفاق امت اپنے اہل خانہ کی ایک جماعت کے ساتھ رسول اکرم کا دھتکارا ہوا راندہ درگاہ تھا، اور اسے شہر بدر کرنے کا زیادہ مشہور سبب یہ ہے کہ یہ ملعون گلیوں اور کوچوں میں رسول اکرمؐ کے پیچھے چلتا اور ناشائستہ حرکتیں کرتا اور آنحضرتؐ کی بطور استہزا نقل اتارتا اور ادھر ادھر جھکتا، آنحضرتؐ نے اسے دیکھا تو فرمایا ''فلذ لک فلتکن'' ایسا ہی ہوجا۔ آپؐ کی نفرین کی وجہ سے وہ مرض اختلاج میں مبتلا ہوا اور جب تک زندہ رہا اسی درد میں گرفتار رہا اور اسی لیے آنجنابؐ نے اسے شہر سے نکال دیا اور طائف کی طرف بھیجا۔

اور ابوسعید عصفری کی کتاب سے منقول ہے کہ حذیفہ بن المسلیمان نے رسول خدا سے روایت کی ہے آپؐ نے فرمایا جب معاویہ بن ابوسفیان کو منبر پر دیکھو اسے قتل کر دو چاہے وہ کعبہ کے پردوں کے پیچھے چھپا ہو۔ اور حکم کی ماں زرقاء بنت موہب ہے اور تاریخ ابن اثیر سے منقول ہے کہ زرقا جھنڈا دار اور مشہور بدکار عورتوں میں سے تھی، خلاصہ یہ کہ حکم اپنے باپ کے ساتھ طائف میں رہا یہاں تک کہ رسول خداؐ کی وفات ہوئی، عثمان نے اپنی رشتہ داری کی بنا پر ابوبکر سے اس کی سفارش کی تو اس نے قبول نہ کیا اور جب عمر خلیفہ ہوا تو پھر عثمان نے سفارش کی تو قبول نہ ہوئی، لیکن جب خلافت کو نوبت عثمان تک پہنچی تو حکم و مروان اور ان کے گھر والوں کو مدینہ لے آیا اور ایک لاکھ درہم مسلمانوں کے مال فئی میں سے انہیں عطیہ دیا اور افریقہ کا خمس جو ایک جماعت علماء کی نقل کے مطابق ایک لاکھ دینار تھا ایک ہی نشست میں مروان کو دے دیا اور فدک بھی اُسی کو دے دیا اور بازار مدینہ کا خراج کہ جسے پیغمبر اکرمؐ نے مسلمانوں کے لیے صدقہ قرار دیا تھا حارث بن حکم کو دے دیا، اور مروان کو وزارت اور راز داری کی خط وکتابت کے لیے انتخاب کیا اور اس نے خلافت عثمان کے زمانہ میں وحشت ناک فتنے اور عجیب وغریب بدعتیں خواہشات باطلہ کے مطابق ظاہر کیں اور بالآخر قتل عثمان کا سبب بنا، اہل

سنت اپنے عقیدہ میں محمد بن ابی بکر کے قتل کا خط جو عثمان کی مہر کے ساتھ اس کے مخصوص غلام (جو اس کی خاص سواری پر سوار ہو کر جا رہا تھا) کے ذریعہ عبداللہ بن ابی سرح والی مصر کے نام تھا وہ اس کی نسبت مروان کی طرف دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عثمان اس امر باطل سے بری الذمہ تھا جیسا کہ اپنی جگہ پر تحریر ہے۔

اور مروان جنگ جمل میں عائشہ کے ساتھ تھا، اس جنگ میں مروان نے طلحہ کو تیر مارا کہ جس سے وہ مر گیا اور فتح جنگ کے بعد مروان قید ہو گیا اور حضرت حسنین علیہما السلام کو اس نے اپنا شفیع قرار دیا تو امیر المومنین علیہ السلام نے اسے رہا کر دیا، شہزادوں نے عرض کیا اس سے بیعت لیجئے، فرمایا کیا عثمان کے قتل کے بعد اس نے بیعت نہیں کی تھی مجھے اس کی بیعت کی ضرورت نہیں، اس کا ہاتھ یہودی کا ہاتھ ہے، کیونکہ یہودی دھوکہ بازی میں مشہور ہیں، اگر ہاتھ سے بیعت کرے تو اپنے سینہ کے ساتھ دھوکہ کرتا ہے اور اس کے لیے بھی ایک حقیر و بے قدر امارت و حکومت ہے جس طرح کتا اپنی ناک کو چاٹتا ہے، پھر فرمایا اور وہ چار مینڈھوں کا باپ ہے، اور عنقریب امت کو اس سے اور اس کی اولاد سے سرخ دن دیکھنا نصیب ہوگا۔

ابن ابی الحدید نے چار مینڈھوں سے مراد اس کے چار بیٹے لیے ہیں، جو اس کی اولاد میں سے چہرہ مہرہ رکھتے تھے ایک عبدالملک جو ساری دنیا کا خلیفہ ہوا، دوسرا عبدالعزیز جو مصر کا حاکم تھا، تیسرا محمد کہ جسے جزیرہ کی حکومت ملی، چوتھا بشر جو عراقین (کوفہ و بصرہ) کا حکمران بنا لیکن زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اشارہ عبدالملک بن مروان کے چار بیٹوں کی طرف ہے کہ جو سب کے سب خلیفہ ہوئے اور ان کے زمانہ میں امت کے دن سیاہ اور ان کی حالت تباہ ہوئی اور وہ ولید، سلیمان یزید اور ہشام تھے اور ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ ان کے علاوہ چار بھائیوں نے خلافت و حکومت کی ہو اور اسی کی تصدیق کرتی ہے وہ چیز جو اخبار الدول میں مذکور ہے کہ مروان نے خواب میں دیکھا کہ اس نے رسول اکرمؐ کے محراب میں چار مرتبہ پیشاب کیا۔

ابن سیرین نے تعبیر بیان کی کہ چار شخص تیری اولاد میں سے خلافت و حکومت کا لباس پہنیں گے اور وہ محراب رسولؐ میں کھڑے ہوں گے اور اسی طرح ہی ہوا، اور وہ ولید و سلیمان و ہشام و یزید تھے۔ انتہی

بہر حال مروان جنگ جمل کے بعد معاویہ سے جا ملا اور امیر المومنین علیہ السلام کی دشمنی میں خبث ولادت و سوئے عقیدت کی بناء پر کوشاں رہا اور آنحضرت کی شہادت کے بعد اسے دو مرتبہ مدینہ کی حکومت و گورنری ملی اور ابن اثیر کہتا ہے کہ وہ ہر جمعہ کے دن منبر رسولؐ پر جاتا اور مہاجرین و انصار کی موجودگی میں امیر المومنین صلوات اللہ علیہ پر سب و شتم میں مبالغہ کرتا تھا۔

اور جس زمانہ میں یزید بن معاویہ کو حکومت ملی مروان مدینہ میں تھا اور واقعہ حرہ میں بھی مسلم بن عقبہ کو اہل مدینہ کے قتل کرنے پر ابھارتا تھا اور معاویہ بن یزید کی خلافت کے زمانہ میں شام میں تھا، جب معاویہ کی وفات ہو گئی اور آل ابوسفیان کی حکومت ختم ہو گئی اور لوگ ابن زبیر کی بیعت میں داخل ہوئے تو مروان نے چاہا کہ ابن زبیر کی بیعت کر لے اور مکہ کی طرف چلا جائے، بعض لوگوں نے اسے منع کیا اور حکومت کا لالچ دلایا، مروان جابیہ کی طرف چلا گیا جو جگہ شام و اردن کے درمیان ہے تو عمرو بن سعید بن عاص نے (جو اشدق کے نام سے مشہور تھا) مروان سے کہا کہ میں لوگوں کو تیری بیعت میں داخل کر دیتا ہوں بشرطیکہ تیرے بعد مجھے حکومت و خلافت

ملے، مروان کہنے لگا کہ خالد بن یزید بن معاویہ کے بعد خلافت تیری ہوگی۔

اشدق نے قبول کرلیا اور لوگوں کو مروان کی بیعت کی دعوت دینے لگا۔ سب سے پہلے جن لوگوں نے مروان کے بیعت کی وہ اہل اردن تھے کہ جنہوں نے کراہت و ناپسندیدگی میں تلوار کے خوف سے بیعت کی پھر اہل شام اور دوسرے شہروں کے کچھ لوگوں نے بیعت کی۔

پس مروان نے اپنے کارندے مختلف شہروں کی طرف روانہ کئے اور خود مصر کی طرف چلا گیا اور اہل مصر کا محاصرہ کرلیا اور تھوڑی بہت ان سے جنگ کی یہاں تک کہ انہوں نے عبداللہ ابن زبیر کی بیعت توڑ دی اور مروان کی اطاعت میں داخل ہو گئے، پس مروان نے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو وہاں کا گورنر مقرر کیا اور خود شام کی طرف واپس چلا گیا، جب شام میں پہنچا تو حسان بن مالک کو جو کہ قبیلہ قحطان کا رئیس و سردار تھا شام میں بلایا اور اس جہت سے کہ شاید وہ ریاست و سرداری کی وجہ سے اس کے بعد سرکشی و طغیان نہ کرے اسے ترغیب و ترہیب کی کہ وہ اپنے کو اس خیال سے مایوس کرلے اور خلافت و ریاست کے طمع کو اپنے سے دور پھینک دے۔

حسان نے جب یہ کیفیت دیکھی تو وہ کھڑا ہو گیا اور اس نے خطبہ پڑھا اور لوگوں کو مروان کے بعد عبدالملک بن مروان کی اور عبدالملک کے بعد عبدالعزیز مروان کی بیعت کی دعوت دی اور لوگوں نے بھی بیعت کرلی، اور مخالفت نہ کی اور جب یہ خبر فاختہ خالد بن یزید کی ماں تک پہنچی جو مروان کی بیوی ہو چکی تھی تو وہ مروان کے قتل کے درپے ہوئی، چونکہ اس نے اپنے معاہدہ کی خلاف ورزی کی تھی، کیونکہ اس نے معاہدہ یہ کیا تھا کہ اس کے بعد خالد بن یزید کی خلافت ہوگی، پس فاختہ نے دودھ میں زہر ملایا اور مروان کو دیا، جب مروان نے وہ زہر آلودہ دودھ پیا تو اس کی زبان بند ہو گئی اور حالت احتضار اس پر طاری ہوئی، عبدالملک اور اس کے باقی بیٹے اس کے پاس حاضر ہوئے، مروان اپنی انگلی سے خالد کی ماں کی طرف اشارہ کرتا تھا یعنی اس نے مجھے مارا ہے اور خالد کی ماں اس وجہ سے کہ معاملہ پوشیدہ رہے کہتی تھی کہ میرا باپ تجھ پر قربان ہو تجھے کتنی زیادہ مجھ سے محبت تھی کہ مرنے کے وقت بھی تو میری یاد میں ہے اور اپنی اولاد کو میری سفارش کر رہا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ مروان سویا ہوا تھا کہ خالد کی ماں نے اس کے منہ پر تکیہ رکھ دیا، اور خود اپنی کنیزوں کے ساتھ بیٹھ گئی یہاں تک کہ مروان کی جان نکل گئی، اور یہ واقعہ ۶۵ رہجری کا ہے اور مروان کی عمر تریسٹھ سال تھی اور وہ نو ماہ اور کچھ دن خلیفہ رہا اور اس کے بیس بھائی آٹھ بہنیں گیارہ بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔

فریقین کی کتب میں اس پر لعنت کے متعلق روایات وارد ہوئی ہیں اور کئی ایک کتب اہل سنت میں اس مضمون کی روایت ہے کہ عائشہ نے مروان سے کہا کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ رسول خدا نے تیرے باپ پر لعنت کی ہے جب کہ تو اس کی صلب میں تھا۔

اور حیواۃ الحیوان و تاریخ خمیس اور اخبار الدول میں مستدرک حاکم سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ عبدالرحمن بن عوف نے کہا کہ جو کوئی بچہ پیدا ہوتا تو اسے رسول خدا کی خدمت میں لے آتے اور اس کے لیے حضور دعا فرماتے، اور جب مروان پیدا ہوا اور اس کو حضرتؐ کی خدمت میں لے آئے تو آپؐ نے اس کے متعلق فرمایا "ھوالوزغ بن الوزغ الملعون بن الملعون" وہ چھپکلی چھپکلی کا بیٹا ملعون ملعون کا بیٹا ہے، اس کے بعد حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

نیز حاکم نے عمرو بن مرہ جہنی سے روایت کی ہے اور اس کو صحبت رسول کا شرف حاصل تھا کہ حکم بن ابوالعاص نے نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے اجازت طلب کی تو آپؐ اس کی آواز پہچان گئے، فرمایا کہ اسے آنے کی اجازت دے دو، اس پر اور جو اس کے صلب سے خارج ہو اس پر اللہ کی لعنت ہے، مگر وہ جو ان میں مومن ہوں اور وہ کتنے کم ہیں اور وہ (اس کی اولاد) دنیا میں عیش وعشرت کی زندگی بسر کریں گے اور آخرت میں ذلیل و پست ہوں گے وہ صاحبان مکروفریب ہوں گے، دنیا میں ان کو مال دنیا عطاء ہوگا اور آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

اور پہلی حدیث سے مناسبت رکھتی ہے وہ حدیث جسے ثقۃ الاسلام نے کافی میں سند کے ساتھ جناب صادق آل محمدؑ سے وارد کیا ہے کہ عبیداللہ بن طلحہ کہتا ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے چھپکلی کے حکم کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ وہ رجس ونجس ہے، جب اس کو مارو تو غسل کرو۔

ایک دن میرے والد کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے پاس ایک شخص تھا کہ جس سے آپ احادیث بیان فرمارہے تھے، اچانک ایک چھپکلی اپنی زبان کو حرکت دینے لگی میرے والد نے اس شخص سے فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ یہ چھپکلی کیا کہتی ہے، اس نے عرض کیا کہ مجھے اس کی گفتگو کا علم نہیں، فرمایا یہ کہتی ہے کہ اگر آپ نے عثمان کو برا کہا تو میں علیؑ کو سب کرتی رہوں گی جب تک کہ آپ یہاں سے نہیں اٹھتے، اس وقت میرے والد نے فرمایا کہ بنی امیہ میں سے کوئی نہیں مرتا مگر یہ کہ وہ چھپکلی کے ساتھ مسخ ہو جاتا ہے۔

چونکہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ چھپکلی کو بنی امیہ سے محبت اور اتحاد ہے، کیونکہ عثمان کی محبت امیر المومنین علیہ السلام کی عداوت کی راہ میں چھپکلی ان سے موافق ہے اور ان کے مردے چھپکلی کی صورت میں مسخ ہو جاتے ہیں تو اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم اور مروان کو چھپکلی کا لقب دیا اور اس مناسبت کی تصریح اس حدیث میں بھی موجود ہے جو کافی میں عبدالرحمن بن ابو عبداللہ سے منقول ہے، وہ کہتا ہے کہ میں نے ابوعبداللہ صادق علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا کہ رسولؐ خدا اپنے حجرہ سے باہر تشریف لائے جب کہ مروان اور اس کا باپ چھپکے سے چوری چھپے آپؐ کی باتیں سن رہے تھے تو آپؐ نے فرمایا کہاے چھپکلی کے بیٹے۔

ابوعبداللہ نے فرمایا اسی دن سے تم دیکھتے ہو کہ چھپکلی کان دھر کے باتیں سنتی ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ چھپکلی اور مروان کی حقیقت و ماہیت ایک ہی ہے اور صرف شکل وصورت کا اختلاف ہے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (جو کہ حقائق اشیاء اور ماہیات موجودات پر مطلع تھے) اس کی خبر دی ہے اور سچا گواہ مروان اور چھپکلی کی موافقت کا یہ محسوس صفت ہے جو کہ باتیں چراتا ہے۔

ابوالفراج اصفہانی نے جو کہ خود مروانی ہے کتاب آغانی میں مروان کے معاویہ کے پاس مدینہ کی گورنری سے معزول ہونے کے بعد پہنچنے کے واقعہ کے ذیل میں جب کہ ان میں گفتگو کا ردوبدل ہو سکتا ہے کہ معاویہ کو غصہ آ گیا اور اس نے کہا اے چھپکلی کے بیٹے تو اس کا اہل نہیں ہے، مروان کہنے لگا معاملہ اسی طرح ہے جیسا کہ میں نے کہا ہے میں اس وقت دس افراد کا باپ دس افراد کا بھائی اور دس افراد کا چچا ہوں اور وہ وقت قریب ہے کہ تعداد مکمل ہو جائے یعنی چالیس افراد۔

ابوالفراج نے کہا ہے کہ یہ اشارہ ہے حدیث نبوی کی طرف کہ جب عاص کی اولاد چالیس مرد کو پہنچ جائے تو وہ اللہ کے مال کو اپنی دولت اور اللہ کے بندوں کو اپنا غلام بنالیں گے اور ابوالعاص کی اولاد اس وقت کی منتظر رہتی تھی، نیز اس واقعہ کے آخر میں معاویہ سے اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ احنف نے معاویہ سے پوچھا کہ کیوں تو نے مروان کی اتنی باتیں برداشت کیں اور مروان کی بات میں کس چیز کی طرف اشارہ تھا تو معاویہ نے یہ حدیث نقل کی اور کہا کہ خدا کی قسم مروان نے یہ بات صاف وشفاف چشم سے لی ہے۔

عبدالملک بن مروان کی سلطنت مختار اور زبیر کے دونوں بیٹے مصعب وعبداللہ کے ہونے کا ذکر

اتوار کی رات پہلی ماہ رمضان ۶۵ ہجری عبدالملک بن مروان اپنے باپ کی موت کے بعد تخت سلطنت پر بیٹھا اور تخت نشین ہونے سے پہلے وہ ہمیشہ مسجد میں رہتا اور تلاوت کیا کرتا تھا اور اس کو حمامۃ (کبوتری) المسجد کے نام سے پکارتے تھے اور جب خلافت کی خبر اسے ملی تو وہ اس وقت تلاوت قرآن مجید میں مشغول تھا، اس نے قرآن کو بند کرتے ہوئے کہا "سلام علیک ہذا الفراق بینی وبینک" تجھ پر سلام ہو یہ تیرے اور میرے فراق وجدائی کا وقت ہے۔

راغب کتاب محاضرات میں اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد کہتا ہے کہ عبدالملک نے کہا مجھے چیونٹی کے مارنے سے گھٹن محسوس ہوتی تھی اور اب حجاج مجھے لکھتا ہے کہ میں نے لوگوں کا ایک گروہ قتل کر دیا ہے اور مجھ میں اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا زہری ایک دن عبدالملک سے کہنے لگا میں نے سنا ہے کہ تو شراب پیتا ہے، عبدالملک کہتے لگا جی ہاں خدا کی قسم اور خون بھی پیتا ہوں۔

اور تاریخ سیوطی سے منقول ہے کہ ایک یہودی یوسف نامی مسلمان ہو گیا کہ جسے نازل شدہ کتابوں کا پورا علم تھا جب اس کا مروان کے گھر کے دروازے سے گزر ہوا تو کہنے لگا وائے اور ہلاکت ہے امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس گھر والوں سے۔ راوی نے کہا امت کب تک ان میں جکڑی رہے گی، وہ کہنے لگا اس وقت تک جب تک سیاہ رنگ کے جھنڈے خراسان کی طرف سے آئیں گے کہ جس سے مراد بنی عباس کی سلطنت ہے اور یہ یوسف یہودی عبدالملک کا دوست تھا ایک دن اس نے عبدالملک کے کندھے پر ہاتھ مار کر کہا کہ جب تو خلیفہ ہو جائے تو امت پیغمبر کے بارے میں خدا سے ڈرنا۔

عبدالملک کہنے لگا یہ کیا بات کرتے ہو، میری قسمت میں کہاں ہے، یوسف یہودی نے دوبارہ کہا ان کے معاملہ میں خدا سے ڈرنا اور کہنے لگا (وقت یاد ہے) کہ جس وقت یزید بن معاویہ نے مکہ کی طرف لشکر بھیجا عبداللہ بن زبیر سے جنگ کرنے کے لیے تو عبدالملک کہنے لگا میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں، کیا کوئی شخص حرم خدا کی طرف بھی لشکر روانہ کرتا ہے، یوسف نے اس کے کندھے پر ہاتھ مارا اور کہا کہ تیرا لشکر مکہ کی طرف جائے گا وہ زیادہ ہوگا، خلاصہ یہ کہ عبدالملک بخیل قاتل اور خون ریز شخص تھا اور اس کے کار ندے اور

ملازم بھی اس طرح بخل وتکبر ومکاری وخونریزی میں طاق تھے اور ان کے نام یوں شمار کیے جاتے ہیں، حجاج عراق میں اس کا گورنر تھا اور مہلب بن ابوصفیرہ خراسان میں ہشام بن اسماعیل مدینہ میں اور عبداللہ اس کا بیٹا مصر میں اور موسیٰ بن نصیر مغرب میں اور محمد بن یوسف حجاج کا بھائی یمن میں اور محمد بن مروان جزیرہ میں اور یہ تمام گورنر بہت بڑے ظالم اور جفا کار تھے اور حجاج سب سے زیادہ ظالم تھا جیسا کہ اس کے حالات کی طرف انشاء اللہ تعالیٰ اشارہ کریں گے۔

منقول ہے کہ عبدالملک کو ابوذباب کہتے تھے، کیونکہ اس کا منہ بدبودار تھا یہاں تک کہ جب مکھی اس کے منہ کے قریب سے گزرتی تو زیادہ بدبو سے مرجاتی تھی اور اسے زیادہ بخیل ہونے کی وجہ سے رشح الحجر (پتھر سے پانی ٹپکنا) بھی کہتے تھے اور عبدالملک اسلام میں وہ پہلا شخص ہے جو اس نام سے موسوم ہوا، اور وہ پہلا شخص تھا کہ جس نے دینار و درہم پر اسلامی سکہ نقش کیا بعد اس کے کہ رومی سکہ نقش ہوتا تھا اور اس کی تفصیل دمیری نے حیواۃ الحیوان میں نقل کی ہے اور وہ پہلا شخص ہے کہ جس نے امر بالمعروف سے منع کیا اور اس کی حکومت وسلطنت کے اوائل ۶۵ ہجری میں کوفہ کے شیعوں میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ ایک دوسرے سے ملے اور ایک دوسرے کو ملامت وسرزنش کرنے لگے کہ انہوں نے امام حسین علیہ السلام کی مدد کیوں نہیں کی اور ان کی آواز پر لبیک کیوں نہیں کہا اور کہنے لگے کہ آنجناب کا ساتھ چھوڑنا اور آپ کی مدد نہ کرنا ایسا ننگ وعار وعیب ہے جو کسی منہ سے دھویا نہیں جاسکتا سوائے اس کے کہ آپ کا خون کا انتقام لینے کے لیے حضرتؑ کے قاتلوں کو قتل کریں یا ہم بھی قتل ہو جائیں۔

پس انہوں نے پانچ افراد کو انتخاب کیا اور انہیں اپنا امیر بنایا اور وہ پانچ افراد سلیمان بن صرد خزاعی، مسیب بن نجبہ فزاری، عبداللہ بن سعید بن نفیل ازدی، عبداللہ وال تمیمی، اور رفاعہ بن شداد بجلی تھے، پس انہوں نے لشکر گاہ کو چھوڑا اور انہیں مختار نے اس کام سے منع کیا، لیکن انہوں نے اس کی بات قبول نہ کی اور وہاں سے چل پڑے، یہاں تک کہ عین وردہ میں جا پہنچے جو جزیرہ کے علاقہ کا بہت بڑا شہر ہے اور عبیداللہ بن زیاد جو کہ اس وقت شام میں تھا، تیس ہزار کا شامی لشکر لے کر حصین بن نمیر اور شراحیل بن ذی الکلاع حمیری کی ہمراہی وہمدستی سے جنگ کرنے کے لیے شام سے چل پڑا، عین وردہ میں ان کا آمنا سامنا ہوا اور دونوں لشکروں میں گھمسان کی جنگ ہوئی اور سلیمان بن صرد نے جوانمردی دکھائی اور ابن زیاد کے لشکر میں سے بہت سے لوگوں کو قتل کیا، بالآخر حصین بن نمیر نے اسے تیر مار کر شہید کر دیا۔ اس وقت مسیب نے جو کہ امیر المومنین علیہ السلام کے لشکر کا پہلے سردار رہ چکا تھا علم لیا اور دشمن کے لشکر پر حملہ کر دیا اور رجز پڑھے، یہاں تک کہ وہ بھی مارا گیا جب شیعوں نے یہ حالت دیکھی تو وہ ایک ہی دفعہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھے اور انہوں نے اپنی تلواروں کے نیام توڑ ڈالے اور جنگ میں مشغول ہو گئے اور علم لشکر عبداللہ بن سعید کے پاس تھا، وہ اسی کشمکش میں تھے کہ پانچ سو افراد بصرہ ومدائن کے شیعوں میں سے ان کی مدد کے لیے آن پہنچے تو ان کے دل قوی ہو گئے اور ان کے قدم جم گئے اور انہوں نے سخت جنگ کی اور وہ بار بار یہ کہتے تھے کہ اے ہمارے پالنے والے ہماری کوتاہی کو معاف کر دے پس ہم توبہ کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ انہوں نے اتنی جنگ کی کہ سلیمان بن صرد اور عبداللہ بن سعید تمام رؤساء لشکر سمیت شہید ہو گئے، جو لوگ بچ گئے تھے جب انہوں نے دیکھا کہ شام کے لشکر سے جنگ کرنے کی ہم میں طاقت نہیں ہے تو وہ شکست کھا کر اپنے شہروں میں جا پہنچے اور

ابن زیاد جب شیعوں کے کام سے فارغ ہوا تو عین وردہ سے اہل عراق کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے چل پڑا۔ جب یہ موصل میں پہنچا تو ابراہیم بن مالک اشتر عراق کے لشکر کے ساتھ کوفہ سے مختار کے حکم سے اس سے جنگ کرنے کے لیے باہر نکلا اور عبیداللہ کے لشکر سے جنگ عظیم کی اور بالآخر عراق کو فتح وظفر نصیب ہوئی۔ اور عبیداللہ بن زیاد شرجیل بن ذی الکلاع وابن حوشب ذی ظلیم اور عبداللہ بن ایاس سلمی کئی ایک بزرگان شام کے ساتھ واصل جہنم ہوئے، ابراہیم ابن زیاد اور دوسرے لشکر کے امیروں کے سر مختار کے پاس لے آیا، اور مختار نے ابن زیاد کا سر حجاز کی طرف بھیجا اور یہ واقعہ ۶۶ ہجری میں ہوا۔

اور مختار کے قاتلین سید الشہداءؑ سے انتقام لینے اور کوفہ پر مسلط ہونے اور حضرتؑ کے قاتلوں کو قتل کرنے مثلاً خولی عمر وعد وابن زیاد وغیرہ کی داستان طویل ہے اور اس مختصر میں ان کی ذکر کی گنجائش نہیں، خواہشمند حضرات کتاب اخذ الثار تالیف شیخ ابن نما وغیرہ کی طرف رجوع کریں۔

البتہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ابن زیاد لعین کے نسب کے سلسلہ میں چند باتیں کی جائیں۔

واضح ہو کہ عبیداللہ کا باپ زیاد بن ابیہ زیاد بن امہ زیاد بن عبید زیاد بن سمیہ کے نام سے مشہور ہے اور جب سے معاویہ نے اسے ملحق کر لیا تو زیاد بن ابوسفیان کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اور عبید وسمیہ دونوں کسریٰ کے غلام تھے اور کسریٰ نے انہیں ابوالخیر بن عمرو کندی کو جو یمن کے بادشاہوں میں سے تھا بخش دیئے، جب ابوالخیر بیمار ہوا تو طائف کی طرف چلا گیا اور وہاں حارث بن کلدہ عرب کا طبیب رہتا تھا اس نے ابوالخیر کا علاج کیا تو اس نے سمیہ حارث کو بخش دی، سمیہ حارث کے پاس رہی اور اس نے نافع کو جنم دیا۔

حارث نے اسے اپنا بیٹا ہونے سے انکار کر دیا پھر سمیہ نے ابوبکر مشہور صحابی کو اس کے فراش پر جنا پھر حارث نے اس کا اپنے سے انکار کر دیا اور اس کے بیٹا ہونے کا اقرار نہ کیا اور سمیہ کی عبید مذکور سے شادی کر دی، اور یہ وہ لوگ تھے کہ جنہوں نے شبل بن معبد کے ساتھ (جو سمیہ کی اولاد میں سے تھا) مغیرہ بن شعبہ کے خلاف عمر کے پاس زنا کی گواہی دی تھی، البتہ زیاد نے عمر کے اشارے سے گواہی کو مضطرب بنا دیا اور عمر نے مغیرہ پر حد جاری نہ کی، بلکہ گواہوں پر حد جاری کی اس شرح وبسط کے ساتھ جو اپنے مقام پر لکھی ہوئی ہے۔

اور عقد الفرید سے منقول ہے کہ زنا کار عورتوں کی زمانہ جاہلیت میں عادت یہ تھی کہ انہوں نے جھنڈے نصب کر رکھے تھے تا کہ ان کی شہرت ہو اور زنا کار جوان ان کی تلاش میں آئیں، اور اکثر لوگوں کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اپنی کنیزوں اور لونڈیوں کو زنا پر مجبور کرتے تھے تا کہ دنیا فانی اور مال ومتاع زائل حیات دنیا حاصل کریں، جیسا کہ خداوند عالم نے اپنی کتاب قرآن مجید میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے: "ولا تکرھوا امائکم علی البغاء" الخ

"اپنی نوجوان کنیزوں کو زنا پر مجبور نہ کرو"۔

اور مروج الذہب میں ہے کہ یہ سمیہ جھنڈے والی عورتوں میں سے تھی اور حارث بن کلدہ کو مقررہ رقم دیتی تھی اور طائف میں حارۃ البغایا (بدکاروں کی جگہ) نامی محل میں اس کا مکان تھا ایک دن ابوسفیان ابومریم سلولی شرابی کے پاس گیا اور شراب پی کر

مست ہوا اور اس سے کسی زنا کار عورت کا مطالبہ کیا، ابو مریم نے کہا کہ سمیہ کے علاوہ تو کوئی نہیں، ابو سفیان نے کہا کہ اسی کو لے آؤ اگرچہ اس کی بغلوں سے بدبو آتی ہے اور اس کے پستان بھی بڑے ہیں۔

ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو سفیان نے اس سے پہلے بھی اسے دیکھا ہوا تھا، فارغ ہونے کے بعد ابو مریم نے پوچھا کیسی تھی، ابو سفیان نے جواب دیا، اگر اس کے پستانوں کا ڈھیلا پن اور بدبو نہ ہوتی تو کوئی عیب نہیں۔

خلاصہ یہ کہ سمیہ نے زیاد کو ہجرت کے پہلے سال عبید کے فراش پر جنا اور وہ زیاد بن عبید، ابن امہ، ابن ابیہ، اور ابن سمیہ کے نام سے مشہور ہوا اور جب کچھ سمجھ دار ہوا تو ابو موسیٰ اشعری کا منشی ہو گیا اور عمر نے کوئی کام اس کے ذمہ لگایا تو یہ اسے عمدہ طریقہ پر بجالایا اور ایک دن مسجد میں آیا اور اس نے خطبہ پڑھا جو تعجب آور تھا، عمرو عاص نے کہا اگر یہ نوجوان قریشی ہوتا تو ریاست کے لائق تھا، ابو سفیان کہنے لگا خدا کی قسم میں اس شخص کو پہچانتا ہوں جس نے اسے اس کے ماں کے رحم میں رکھا ہے، اس سے کہنے لگے وہ کون ہے ابو سفیان نے کہا کہ میں ہوں۔

یہاں تک کہ امیر المومنین علیہ السلام تخت خلافت پر جلوہ افروز ہوئے چونکہ ظاہراً زیاد نے کوئی ناشائستہ اور برا کام نہیں کیا تھا ابھی تک اور کفایت وزیرکی میں بھی ممتاز تھا، لہذا آنجنابؑ کی طرف سے حدود فارس کا حکمران ہوا اور معاویہ نے جتنا اسے دھوکہ وفریب دینا چاہا نہ دے سکا، اور زیاد نے معاویہ کے اسے خط لکھنے کے بعد خطبہ پڑھا اور کہنے لگا "**اتعجب من ابن اکلة الا کباد وراس النفاق یخوفنی ایای**"۔ کیا تجھے تعجب نہیں آتا جگر خوارہ کے بیٹے اور نفاق کے سر کہ وہ مجھے ڈراتا ہے کہ وہ مجھے نقصان پہنچانے کا قصد کرے اور اس خطبہ میں اس نے امیر المومنین علیہ السلام کی تعریف بلیغ کی۔ اور آنجنابؑ نے بھی اسے ایک حکم نامہ لکھا اور اسے معاویہ کے مکروفریب سے ڈرایا اور زیاد اسی حالت پر رہا یہاں تک کہ امیر المومنین علیہ السلام کی خلافت کا زمانہ ختم ہوا تو اس وقت معاویہ نے شیطانی دریچہ کھولا اور خباثت فطرت اور پستی ولادت نے مدد کی اور مغیرہ بن شعبہ کے تعاون سے کہ جو ناصبیت کی کان اور نفاق کی چوٹی تھا زیاد کو دھوکہ دیا اور اس کے ابو سفیان کے بیٹے ہونے کا دعویٰ کیا اور اسے اپنا بھائی قرار دیا اور زیاد نے محبت دنیا اور جاہ و منزلت کے جھکاؤ کی وجہ سے اپنے حرامزادہ ہونے اور معاویہ کا بھائی اور ابو سفیان کا بیٹا ہونے کے اقرار کو اپنے لیے پسند کیا اور اس کے مادری بھائی ابو بکرہ نے قسم کھائی کہ وہ اس کے بعد اس سے کبھی کلام نہیں کرے گا، کیونکہ اس نے سمیہ کے زنا کو ثابت کیا اور ابو بکرہ کے نسب کو بھی مقدوح و معیوب بنا دیا اور جب دونوں طرف کی رائے پکی ہو گئی تو معاویہ نے اپنی بہن جویرہ کو زیاد کے پاس بھیجا اور اس نے زیاد کو اپنے سر کے بال دکھائے اور کہنے لگی کہ تو میرا بھائی ہے جیسا کہ ابو مریم نے مجھے خبر دی ہے۔

پھر مسجد میں دربار لگا اور معاویہ منبر کے اوپر بیٹھا اور زیاد کو اپنے سے نیچے والی منبر کی سیڑھی پر بٹھایا اس وقت ابو مریم سلولی (جو پہلے طائف میں شراب کا کاروبار کرتا تھا اور آخر میں معاویہ کے اصحاب میں داخل ہوا) کھڑا ہو گیا اور اس نے گواہی دی، کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ ابو سفیان شہر طائف میں میرے پاس آیا اور میں زمانہ جاہلیت میں شراب بیچتا تھا تو وہ مجھ سے کہنے لگا کہ کوئی زنا کار عورت میرے پاس لے آؤ میں نے کہا کوئی زنا کار عورت حارث بن کلدہ کی لونڈی سمیہ کے علاوہ مجھے نہیں مل رہی تو وہ

کہنے لگا باوجودیکہ وہ گندی اور بدبودار ہے اسے لے آؤ۔

زیاد کہنے لگا اے ابو مریم آرام سے بیٹھ تجھے انہوں نے گواہی کے لیے بلایا ہے گالیاں دینے کے لیے نہیں، ابو مریم کہنے لگا کہ اگر یہ مجھے معاف کرتے اور یہ گواہی طلب نہ کرتے تو میرے لیے بہتر تھا، لیکن میں نے تو شہادت نہیں دی، مگر اس چیز کی جو میں نے آنکھوں سے دیکھا ہے اور خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ ابوسفیان نے سمیہ کے پیراہن کی آستین کو پکڑا اور دروازہ بند کیا اور میں حیران و پریشان بیٹھا تھا کہ وہ باہر آیا اور وہ اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھ رہا تھا، تو میں نے کہا ہاں اے ابوسفیان کیسی تھی۔

ابوسفیان کہنے لگا میں نے ایسی عورت نہیں دیکھی، اگر اس کے پستانوں کا ڈھیلہ پن اور منہ کی بدبو نہ ہوتی اور تاریخ کامل کی روایت کے مطابق ابو مریم نے کہا کہ سمیہ ابوسفیان کے پاس سے اس طرح نکلی کہ ایڑیوں سے منی قطرے گر رہے تھے۔

خلاصہ یہ کہ معاویہ نے زیاد کو اسی گواہی کی بناء پر اپنا بھائی بنالیا تو ایک شخص کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا اے معاویہ رسول خدا نے حکم دیا اور فرمایا "الولد للفراش وللعاھر الحجر" بچہ صاحب فراش کا ہے اور زنا کار کے لیے پتھر ہے اور تو نے کتاب خدا کی مخالفت اور سنت رسولؐ سے منہ موڑتے ہوئے اور ابو مریم کی ابوسفیانؐ کے لیے شہادت دینے کی وجہ سے یہ حکم لگایا ہے کہ بچہ زنا کار ہے اور صاحب الفراش کے لیے پتھر ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ ایسا ننگ و عار ہے جو کسی پانی سے دھویا نہیں جاسکتا اور ایسا طعنہ اور عیب ہے کہ جس کا جواب کسی کتاب میں نہیں اور اس زمانہ کے شعراء نے اپنے اشعار میں نزدیک و دور سے معاویہ اور زیاد کی طرف مطاعن عظیم متوجہ کئے ہیں اور کہا گیا ہے کہ عرب کے مکار و حیلہ باز چار شخص تھے۔ معاویہ، عمرو عاص، زیاد اور مغیرہ بن شعبہ، جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔

من العرب العرباء قد عد اربع!
دھاتہ فما یوتی لھم بشبیہ
معاویہ ،عمرو بن عاص،مغیرہ
زیاد ھوالمعروف بابن ابیہ

اہل عرب میں سے چار بلا کے شخص گنے گئے ہیں کہ جن کی (مکاری کی) کوئی نظیر وشبیہ نہیں، معاویہ، عمرو بن عاص، مغیرہ اور زیاد کہ جو اپنے باپ کے بیٹا کے نام سے مشہور ہوا۔ اور یہ چاروں کے چاروں حرامزادے اور عداوت و دشمنی امیر المومنین علیہ السلام پر متفق تھے، خلاصہ یہ کہ زیاد وہ شخص ہے کہ جس نے بصرہ اور کوفہ میں امیر المومنین علیہ السلام کے شیعوں کو گرفتار کیا انہیں شہید کیا، ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے اور ان کی آنکھوں میں سلائیاں پھیر کر انہیں نابینا کیا، کیونکہ خود یہ ملعون پہلے شیعوں میں شمار ہوتا تھا اور ان میں سے مشہور و معروف لوگوں کو اچھی طرح پہچانتا تھا اور یہ پہلا شخص ہے جس نے اسلام میں قتل صبر (باندھ کر قتل کرنا) کی بنیاد ڈالی اور عبدالرحمن بن حسان کو امیر المومنین علیہ السلام کی محبت میں ابن خلدون اور ابن اثیر کی روایت کے مطابق زندہ درگور کیا اور یہ پہلا شخص ہے کہ جس

نے عراق (بصرہ و کوفہ) کا گورنر ہوا اور پہلا شخص ہے کہ جس نے عراق میں امیر المومنین علیہ السلام پر سب و شتم کی بنیاد رکھی اور اس کو رواج دیا اور بعض علماء کا گمان ہے کہ نہج البلاغہ کی یہ عبارت کہ جس میں امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں۔

''عنقریب تم پر غلبہ حاصل کرے گا وہ شخص جو چوڑے حلقوم والا اور بڑے پیٹ والا ہے جو کچھ اس کو ملے گا یا نہ ملے گا وہ اسے کھائے گا، پس اس کو قتل کر دینا اور تم ہر گز اسے قتل نہیں کرو گے، خبردار اور وہ تمہیں مجھے سب و شتم کرنے اور مجھ سے برائت و بیزاری اختیار کرنے کا حکم دے گا'' یہ اشارہ زیاد کی طرف ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ اس کلام سے آپ کا اشارہ معاویہ کی طرف ہے، بہرحال زیاد کی بدعتیں اور فتنہ و فساد و اسلام میں اس سے زیادہ ہیں کہ ذکر کیے جائیں۔

ابن ابی الحدید بیان کرتا ہے کہ زیاد نے چاہا کہ اہل کوفہ کے سامنے علی علیہ السلام پر تبراء کرنے اور معاذ اللہ آپ پر لعنت کرنے کا منصوبہ پیش کرے اور جو قبول نہ کرے تو اسے قتل کر دے اور اس کا گھر ویران کر دے تو خداوند عالم نے اسے مہلت نہ دی اور وہ اسی دن طاعون کی بیماری میں مبتلا ہوا اور تین دن کے بعد جہنم واصل ہوا اور یہ واقعہ معاویہ کے زمانہ کا ہے۔

اور مروج الذہب کی روایت کے مطابق ۵۳ رہجری کا ہے اور ابن ابی الحدید کے کلام کی تائید کرتا ہے، نقاد والرقبہ کا واقعہ جو مروج الذہب اور امالی ابن الشیخ میں ہے یہ تو تھے عبید اللہ کے باپ زیاد کے حالات باقی رہے، خود ابن زیاد اور اس کی ماں کے حالات تو معلوم ہونا چاہیے کہ ابن زیاد کی ماں کا نام مرجانہ تھا اور وہ مشہور بدکار عورتوں میں سے تھی اور اشعار میں اس کی طرف اشارہ ہوا ہے، جیسا کہ سراقہ باہلی کہتا ہے ''لعن حیث حل زیاداً ! وابنه العجوز ذات البعول'' خدا لعنت کرے جہاں اتارے زیاد کو اور اس کے بیٹے کو اور کئی شوہروں والی بڑھیا کو، اور شوہروں والی بڑھیا سے مراد مرجانہ لی گئی۔ اور عبید اللہ ۲۸ رہجری یا ۲۹ رہجری میں پیدا ہوا اور ۶۰ رہجری میں جب کہ یہ بتیس سالہ تھا عراقین (کوفہ و بصرہ) کا گورنر ہوا اور ۶۱ رہجری میں اس نے سید الشہداءؑ کو شہید کرایا اور ۳۹ سال عمر میں ابراہیم بن اشتر کے ہاتھ سے جہنم واصل ہوا اور عجائبات میں سے یہ بات ہے کہ اس کے قتل کا دن بھی عاشورہ محرم تھا اور جب مختار نے اس ملعون کا منحوس سر حضرت علی بن الحسین علیہ السلام کے لیے بھیجا تو اس ملعون کا سر حضرتؑ کی خدمت میں اس وقت لے گئے جب آپؑ کھانا تناول فرما رہے تھے تو آپؑ سجدہ شکر بجالائے اور فرمایا کہ میں جس دن ابن زیاد کے پاس لے گئے تو یہ ملعون کھانا کھا رہا تھا تو میں نے اپنے خدا سے یہ دعا کی کہ میں اس وقت تک دنیا سے نہ جاؤں جب تک میں اس کے سر کو اپنے دستر خوان کی محفل میں نہ دیکھ لوں جیسا کہ میرے والد بزرگوار کا سر اس کے سامنے تھا اور یہ کھانا کھا رہا تھا، خدا مختار کو جزائے خیر دے کہ اس نے ہمارا انتقام لیا اور آپؑ نے اپنے سب اصحاب سے فرمایا کہ تم سب شکر خدا ادا کرو۔

منقول ہے کہ حضرتؑ کی بارگاہ میں ایک نے عرض کیا کہ آج ہمارے کھانے میں حلوہ اور میٹھی چیز کیوں نہیں ہے آپؑ نے فرمایا آج ہماری عورتیں خوشی و مسرت میں مشغول تھیں اور پھر کون سا حلوہ زیادہ میٹھا ہے، ہمارے دشمنوں کے سروں کی طرف دیکھنے سے اور یہاں سے مختار کی حالت بھی معلوم ہوتی ہے کہ اس نے کس طرح امامؑ کے قلب مبارک اور دل ناشاد کو خوش کیا، بلکہ اس نے دلجوئی کی اور خوش کیا، شکستہ دلوں مظلوموں اور مصیبت زدوں اور آل محمدؐ کی بیوہ خواتین اور یتیم بچوں کے دلوں کو کہ جو پانچ سال تک

سوگواری اور مراسم عزاداری کو قائم کئے ہوئے تھے، جیسا کہ حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد بنی ہاشم کی کسی خاتون نے آنکھوں میں سرمہ نہیں لگایا اور خضاب و مہندی نہیں لگائی اور بنی ہاشم کے باورچی خانوں سے دھواں بلند نہیں ہوا، یہاں تک کہ پانچ سال کے بعد عبیداللہ بن زیاد مارا گیا۔

اور ۶۵ ھجری اور ایک قول ہے کہ ۶۴ ھجری میں بصرہ میں طاعون کی بیماری پھیلی اور چار دن اس بلائے عظیم اور مصیبت کبریٰ نے بصرہ کو زیر و زبر کر دیا، پہلے دن ستر ہزار دوسرے دن اکہتر ہزار تیسرے دن تہتر ہزار لوگ ہلاک ہو گئے اور چوتھے دن تھوڑے سے افراد کے علاوہ سب لوگ زندگی سے بہرہ ور نہ ہو سکے، کوئی شخص مرنے والوں کو کفن دفن نہیں کر سکتا تھا، بلکہ گھروں کے دروازے مردوں پر بند کر دیئے تھے اور جن کا شمار زندوں میں تھا وہ بھی تندرست نہ تھے اور خستہ حالی میں جی رہے تھے۔

اور ۶۷ ھجری میں مصعب بن زبیر اپنے بھائی کی طرف سے مختار سے جنگ کرنے کے لیے نکلا اور مقام حروراء میں جو کہ کوفہ کی ایک بستی ہے، مصعب اور مختار کے درمیان سخت جنگ ہوئی اور بہت سے لوگ مارے گئے، اور مختار کو شکست ہوئی اور وہ کوفہ کے قصر الامارہ میں بہت سے لوگوں کے ساتھ قلعہ بند ہو گیا، لیکن ہر روز مصعب سے جنگ کرنے کے لیے باہر آتا تھا، یہاں تک کہ ایک دن قصر الامارہ سے اس طرح نکلا کہ وہ ایک عمدہ خچر پر سوار تھا تو عبدالرحمن بن اسد حنفی نے مختار پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا اور اس کا سر تن سے جدا کر لیا اور یہ واقعہ چودہ رمضان ۶۷ ھجری میں ہوا پس مصعب نے دارالامارہ کا محاصرہ کر لیا یہاں تک کہ مختار کے ساتھیوں پر معاملہ سخت ہو گیا، بالآخر انہوں نے امان چاہی، مصعب نے انہیں امان دی اور جب ان پر غلبہ حاصل کر لیا تو انہیں قتل کر دیا۔

پس کوفہ پر مصعب کا تسلط ہو گیا اور وہ قصر الامارہ میں داخل ہوا اور مختار کے ساتھیوں کو تلاش کرنے لگا، جو کوئی اسے ملا، اسے قتل کر دیا اور جو لوگ مختار کے لشکر کے مصعب نے قتل کئے، ان کی تعداد سات ہزار شمار کی گئی ہے، اس وقت مصعب نے مختار کے اہل خانہ کو بلا بھیجا اور حکم دیا کہ مختار پر تبرا کریں اور اس پر لعنت بھیجیں ورنہ انہیں قتل کر دیا جائے گا۔

سب نے تبرا کیا سوائے مختار کی دو بیویوں کے کہ جن میں سے ایک سمرہ بن جندب کی بیٹی تھی اور دوسری نعمان بن بشیر انصاری کی بیٹی تھی، وہ کہنے لگیں کہ ہم کس طرح اس شخص سے بیزاری اختیار کریں کہ جو کہتا تھا کہ میرا رب خدا ہے اور جو رات کو عبادت کرتا اور دن کو روزے رکھتا تھا اور جس نے خدا اور رسولؐ کی راہ میں اور امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں سے بدلہ لینے میں اپنی جان قربان کی اور انہیں قتل کر کے دلوں کو شفا بخشی۔

مصعب نے ان دونوں عورتوں کا معاملہ اپنے بھائی عبداللہ کو لکھا، جواب آیا کہ یا تو وہ مختار پر تبرا کریں ورنہ انہیں قتل کر دو، مصعب نے انہیں تلوار کے سامنے کھڑا کیا تو سمرہ کی بیٹی نے مختار پر یہ کہہ کر لعنت کی کہ اگر مجھے تلوار کے ذریعہ کفر کی طرف بلاؤ تو میں اسے قبول کروں گی، لہذا میں گواہی دیتی ہوں کہ مختار کافر تھا، البتہ نعمان کی بیٹی نے لعنت کرنے سے انکار کر دیا، اور کہنے لگی میں شہادت کو اختیار کرتی ہوں، پس اسے شہید کر دیا گیا۔

خلاصہ یہ کہ مصعب کوفہ کو اپنے تصرف میں لایا اور پے در پے لشکر جمع کرنے لگا یہاں تک کہ ۷۲ ھجری میں اس نے بہت

سے لشکر جمع کر لیے اور عبدالملک بن مروان کے مقابلہ کے لیے شام کی طرف روانہ ہوا اور عبدالملک بھی لشکر عظیم کے ساتھ اس سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہو کر چل پڑا اور چلتا رہا یہاں تک مسکن کے علاقہ میں جو کہ ایک جگہ ہے نہر (دجیل کے کنارے شہر بلد کے قریب جو کہ سامرہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر واقع ہے) دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا، گھمسان کی لڑائی ہوئی اور ابراہیم بن اشتر جو کہ مصعب کے لشکر میں مارا گیا اور اس کا سر ثابت بن یزید حصین بن نمیر کے غلام نے جدا کیا اور ابراہیم کا بدن اٹھا کر عبدالملک کے پاس لے گئے، پس حصین کے غلام نے لکڑیاں جمع کیں اور ابراہیمؒ کے بدن کو جلا دیا۔

اور مسلم بن عمرو باہلی بھی مصعب کے لشکر میں تھا، زخموں کی کثرت کی وجہ سے وہ بھی مر گیا اور مصعب کو بھی کافی زخم لگے تھے، یہاں تک کہ اس کی طاقت وتوانائی جواب دے گئی اور عبداللہ بن زیاد بن ظبیان نے اس پر ضرب لگائی اور اسے قتل کر دیا اور اس کا سر عبدالملک کے پاس لے گیا، عبدالملک نے سر سجدہ میں رکھا اور خدا کا شکر بجالایا اور عیسیٰ مصعب کا بیٹا بھی اسی جنگ میں مارا گیا، اور یہ واقعہ منگل کے دن تیرہ جمادی الاول ۷۲ ہجری میں وقوع پذیر ہوا، پس عبدالملک کے حکم سے مصعب اور اس کے بیٹے کا بدن جاثلیق کے دیر (گرجے) میں دفن کر دیا گیا اور مصعب صاحب جمال وہیبت کمال شخص تھا اور جناب سکینہ بنت الحسین اس کی زوجہ تھیں۔

(مترجم کہتا ہے کہ جناب سکینہ کی مصعب سے شادی کا افسانہ بھی انہیں خرافات کی ایک جز ہے کہ جو بنات رسولؐ اور عقد اُم کلثوم کے سلسلہ میں گھڑے گئے ہیں تاکہ خاندان عصمت وطہارت پر کچھ نہ کچھ دھبہ لگایا جا سکے)۔

ہمارے محدثین نے بھی بعض اوقات سنی تاریخوں سے من وعن بغیر کسی تنقید کے بعض ایسی چیزیں نقل کر دی ہیں لیکن جب انہیں ورایت کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے تو یہ کوئی حیثیت نہیں رکھتیں، وہ شہزادی کہ جس کے متعلق جناب سید الشہداء فرمائیں کہ وہ گھر مجھے پسند نہیں جس میں سکینہ ورباب نہ ہوں اور جسے منتخب شدہ خاتون قرار دیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس کی شادی ایک دشمن اہل بیتؑ سے ہو یہ چیزیں بنی امیہ اور بنی عباس اور ان کے تنخواہ خوار مورخین کی ایجاد ہیں، ورنہ یہ تصور ہی ممکن نہیں کہ خاندان عصمت کی کسی خاتون کی شادی کسی دشمن اہل بیتؑ سے ہو، اور خطیب نے تاریخ بغداد میں بیان کیا ہے کہ مصعب کی قبر ابراہیم کی قبر کے ساتھ مسکن میں ہے، فقیر کہتا ہے کہ ابراہیم کی قبر جو کہ اس کے بقیہ اعضاء کا مدفن یا اس کے قتل کی جگہ ہے، مسکن کے علاقہ میں سامرہ کے راستہ میں مشہور ومعروف ہے۔

خلاصہ یہ کہ عبدالملک نے مصعب کو قتل کرنے کے بعد اہل عراق کو اپنی بیعت کی دعوت دی، لوگوں نے اس کی بیعت کر لی تو وہ کوفہ کی طرف گیا اور اس نے کوفہ کو تسخیر کر لیا اور دارالامارہ میں داخل ہوا اور تخت سلطنت پر تکیہ لگا کر بیٹھا اور مصعب کا سر اس کے سامنے رکھا تھا وہ انتہائی فرح وانبساط میں تھا کہ اچانک حاضرین میں سے ایک شخص کا بدن لرزنے لگا کہ جسے عبدالملک بن عمیر کہتے تھے اور کہنے لگا امیر کے لیے سلامتی ہو میرے دل میں ایک عجیب واقعہ اس قصر الامارہ کے متعلق ہے اور وہ اس طرح ہے کہ میں عبیداللہ بن زیاد کے ساتھ اسی جگہ موجود تھا میں نے دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام کا سر اس کے پاس لے آئے اور اس کے پاس رکھا گیا، کچھ مدت کے بعد جب مختار نے کوفہ کو تسخیر کیا تو میں اس کے ساتھ اسی جگہ بیٹھا تھا اور میں نے ابن زیاد کا سر اس کے پاس رکھا ہوا دیکھا، مختار

کے بعد مصعب کے ساتھ کہ جس کا یہ سر ہے میں اسی جگہ میں تھا کہ مختار کے سر کو اس کے پاس رکھا گیا، اور اب امیر کے ساتھ اسی جگہ موجود ہوں اور مصعب کے سر کو اس کے پاس دیکھ رہا ہوں، اور میں امیر کو اس جگہ کے سر سے خدا کی پناہ میں دیتا ہوں، جب عبدالملک نے یہ بات سنی تو وہ ڈر گیا اور حکم دیا کہ قصر الامارہ کو خراب کر دیا جائے اور اس واقعہ کو بعض شعراء نے نظم کیا ہے اور کیا ہی عمدہ کیا ہے۔

نظم

یک سرہ مردے زعرب ہوشمند
گفت بعبد الملک ازروئے پند
روئے ہمیں مسند وایں تکیہ گاہ
زیر ہمیں قبہ وایں بارگاہ!
بودم و دیدم برابن زیاد!
آہ چہ دیدم کہ دو چشم نگاہ!
تازہ سرے چوں سپر آسمان
طلعت خورشید زرویش نہاں
بعد زچندے سرآن خیرہ سر
بُد بر مختار بروئے سپر!
بعد کہ مصعب سرِ سردار شد
دست کش اور سر مختار شد!
ایں سر مصعب بہ تقاضائے کار
تاچہ کند باتو دگر روز کار!

خلاصہ یہ کہ عبدالملک جب کوفہ کو تسخیر کر چکا اور اس کے رہنے والوں کو اپنی بیعت و اطاعت میں داخل کر چکا تو بشر بن مروان اپنے بھائی کو روح بن زنباع جذامی اور کچھ دوسرے اہل شام کے صاحب رائے لوگوں کے ساتھ کوفہ میں اور حجاج یوسف بن عقیل ثقفی کو (جو کہ بیباک اور سفاک شخص تھا) عبداللہ بن زبیر کے قتل کرنے کے لیے مکہ کی طرف روانہ کیا اور خود باقی لشکر کے ساتھ شام کی طرف چلا گیا اور حجاج اپنے لشکروں کے ساتھ حجاز کی طرف چلا گیا، کچھ دن طائف میں رہ کر مکہ میں وارد ہوا اور اس نے بھی حصین بن نمیر کی طرح ابن زبیر کا محاصرہ کیا اور منجنیق کوہ ابوقبیس پر نصب کی اور پچاس دن یا ایک قول کی بناء پر چار مہینے تک محاصرہ کی مدت نے طول کھینچا

یہاں تک کہ انہوں نے عبداللہ بن زبیر پر کامیابی حاصل کی اور پتھر مار مار کر اسے گرا لیا اور اس کا سر قلم کر لیا، حجاج نے اس کا سر عبدالملک کے پاس بھیج دیا اور اس کا بدن الٹا کر کے سولی پر لٹکا دیا، اور کہنے لگا کہ میں اس کو سولی سے نہیں اتاروں گا جب تک عبداللہ کی ماں اسماء ابوبکر کی بیٹی نے اس کی سفارش نہ کی۔

اور منقول ہے کہ ایک سال تک اس کی لاش سولی پر لٹکی رہی اور ایک پرندہ نے اس کے سینہ پر آشیانہ بنا لیا تھا، جب اس کی ماں اسماء کا اس کے پاس سے گزر ہوا تو کہنے لگی، ابھی تک وقت نہیں آیا کہ اس سوار کو اس کی سواری سے اتاریں تو اس کو سولی سے اتار کر یہودیوں کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا اور عبداللہ قوت و شجاعت میں ممتاز تھا اور اس کا قتل منگل کے دن چودہ جمادی الثانی ۷۳ ہجری میں واقع ہوا اور اس کی حکومت و امارت کی مدت نو سال اور دس راتیں تھی، اور امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے اخبار غیبیہ میں اس کے انجام کار کے متعلق اشارہ فرمایا جہاں فرماتے ہیں "خب ضب یروم امراً لا یدرکہ ینصب حبالۃ الدین لا صطیاد الدنیا وھو بعد" مصلوب نا امید ہوگا وہ سوسمار جو ارادہ کرے گا امر حکومت کو لینے کا کہ جسے وہ دین کا جال لگا کر دنیا کو شکار کرنے کے لیے حاصل نہیں کر سکے گا اور وہ قریش کا سولی پر لٹکایا ہوا شخص ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ عبدالملک نے حجاج کو خط لکھا کہ غزوہ بن زبیر عبداللہ سے معترض نہ ہونا اور یہ بھی حجاج کو لکھا کہ خانہ کعبہ کی عبداللہ نے تعمیر کی تھی اسے گرا کر اسی طریقہ پر بنائے کہ جیسے قریش نے بنائی تھی، اور رسول خداؐ کے زمانہ میں تھی اور خانہ کعبہ کا ایک ہی دروازہ قرار دے، حجاج نے ویسا ہی کیا جس طرح عبدالملک نے اسے کہا تھا اور حجاج کے عبدالملک کے زمانہ میں اہل عراق کے قتل کرنے اور بصرہ پر خوارج کے غلبہ اور ابن اشعث کے فتنہ کے وقت خونریزی کرنے کی تفصیلات کی اس جگہ گنجائش نہیں ہے، لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اجمال کے ساتھ حجاج کے حالات ذکر کیے جائیں۔

معلوم ہے کہ حجاج کا باپ یوسف بن عقیل ہے اور وہ بنی ثقیف کے گروہ میں سے تھا اور حجاج کی ماں کا نام فارعہ تھا اور قبل اس کے فارعہ کی شادی یوسف سے ہوئی یہ حارث بن کلدہ مشہور طبیب کے گھر میں تھی، ایک دن صبح سویرے حارث اس کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ اپنے دانتوں میں خلال کر رہی ہے اس نے اس طلاق دے دی، فارعہ نے کہا کہ تو نے مجھے کس بناء پر طلاق دی ہے وہ کہنے لگا کہ اس لیے کہ تو صبح سویرے خلال کر رہی تھی، کیونکہ اس وقت خلال کرنا یا تو اس لیے تھا کہ تو نے اسی وقت کھانا کھایا ہے یا تو پیٹو اور حریص عورت ہے یا اس کی وجہ یہ ہے کہ رات کو کھانا کھانے کے بعد تو نے خلال نہیں کیا اور اس کے ذرات تیرے دانتوں کی جڑوں میں صبح تک باقی رہ گئے ہیں کہ جن کی وجہ سے تو اب خلال کر رہی ہے، پس ہر حالت میں تو گندی اور کثیف عورت ہے اور میں کسی حالت میں بھی ایسی عورت کو نہیں چاہتا تو وہ کہنے لگی اب دو وجہ میں سے کوئی بھی نہیں تھی، بلکہ میں نے اس لیے خلال کیا ہے کہ مسواک کے جو ذرات دانتوں کی جڑوں میں رہ گئے ہیں وہ باہر آجائیں۔

خلاصہ یہ کہ حارث کے بعد فارعہ یوسف بن عقیل کی بیوی ہوئی اور اس کے گھر میں اس نے حجاج کو جنم دیا، اور جب حجاج پیدا ہوا تو اس کی دبر کا سوراخ نہیں تھا، لہذا مجبوراً اس کی دبر کی جگہ پر سوراخ کیا گیا اور وہ ماں کے پستان کو قبول نہیں کرتا تھا تو اس کے

معاملہ میں حیران ہوئے کہ کیا کرنا چاہیے۔

کہا گیا کہ شیطان حارث بن کلدہ کی شکل میں آیا ہے اور اس نے اس کے علاج کے لیے دستور العمل تجویز کیا اور کہا کہ سیاہ رنگ کی بکری ذبح کی جائے اور اس کا خون حجاج کے منہ کو لگاؤ، اس نے اس خون کو اپنی زبان سے چاٹ لیا دوسرے دن بھی ایسا ہی کرنا، جب تیسرا دن ہوا تو بکرے کا سیاہ بچہ ذبح کرو اور اس کا خون اس کے منہ سے لگاؤ اس کے بعد سیاہ رنگ کا سانپ مار کر اس کا خون اس کے منہ میں ڈالو، اور اس کے منہ پر بھی ملو، جب ایسا کرو گے تو چوتھے دن یہ ماں کا دودھ قبول کرے گا۔

انہوں نے اس دستور کے مطابق عمل کیا تو اس نے چوتھے دن پستان قبول کر لیا، اسی بناء پر حجاج خونخوار ہوا اور وہ خونریزی سے صبر نہیں کر سکتا تھا اور وہ کہتا تھا مجھے زیادہ لذت خون بہانے میں آتی ہے اور اس کے قتل شدہ لوگوں کی تعداد علاوہ ان کے جو جنگوں اور لشکروں کے ذریعہ قتل ہوئے ایک لاکھ بیس ہزار شمار کی گئی ہے اور جس وقت یہ ملعون ہلاک ہوا ہے تو اس کے قید خانے میں پچاس ہزار مرد اور تیس ہزار عورتیں تھیں کہ جن میں سے سولہ ہزار برہنہ تھیں اور عورت و مرد کو ایک ہی جگہ قید کرتا اور اس کے قید خانے کی چھت نہیں ہوتی تھی۔

روائت ہوئی ہے کہ جمعہ کے دن وہ لعین سوار ہو کر نماز جمعہ کے لیے جا رہا تھا کہ چیخ و پکار کی آواز اس نے سنی، پوچھنے لگا کہ شور و غل کیسا ہے، اسے لوگوں نے بتایا کہ یہ ان لوگوں کی آوازیں ہیں جو تیری قید میں ہیں وہ بھوک اور سختی کی وجہ سے چیخ و پکار کر رہے ہیں، حجاج خبیث ان کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا "اخسوا فیھا و لا تکلمون" دفع ہو جاؤ اس میں اور مجھ سے بات نہ کرو۔ اس جمعہ کے بعد خدا نے اسے مہلت نہ دی اور وہ دوسرے جمعہ کی نماز نہ پڑھ سکا اور جہنم واصل ہو گیا، اور کتاب اخبار الدول میں ہے کہ علماء اہل سنت نے حجاج کی اسی فقرے کی وجہ سے تکفیر کی ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ حجاج کے مرنے کے بعد اس کے قید خانے میں تینتیس ہزار افراد ملے جو بغیر کسی استحقاق اور وجہ کے قید تھے جنہیں ولید بن عبدالملک نے رہا کر دیا۔

اور شعبی سے منقول ہے کہ اس نے کہا اگر ہر امت اپنا خبیث اور فاسق و فاجر لے کر نکلے اور ہم ان کے مقابلہ میں حجاج کو لے آئیں تو بے شک ہم سب پر زیادہ اور غالب ہو جائیں گے، منقول ہے کہ ایک دفعہ عبدالملک نے حجاج کو لکھا کہ آل ابو طالب میں سے کسی کو قتل نہ کرنا، کیونکہ آل حرب نے جب آل ابو طالب کا خون بہایا تو انہیں موت نے آگھیرا اور ان کی حکومت ختم ہو گئی، لہذا حجاج نے امیر المومنین کے شیعہ اور آپؑ کے خواص میں سے بہت سے افراد کو شہید کیا اور کمیل بن زیاد نخعی اور حضرتؑ کے غلام قنبر کو اسی نے شہید کیا اور عبدالرحمن بن ابو لیلیٰ انصاری کو اس نے اتنے تازیانے لگائے کہ اس کے کندھے سیاہ ہو گئے اور اس کو حکم دیا کہ امیر المومنین علیہ السلام کو سب و شتم کرے، اس نے سب و شتم کے مقابلہ میں آپؑ کے مناقب و فضائل بیان کئے تو حجاج نے اسے شہید کرنے کا حکم دے دیا۔

اور یحییٰ بن ام الطویل کے بھی جو کہ شیعہ اور سید سجاد کے حواریوں میں سے تھا ہاتھ پاؤں کاٹے یہاں تک کہ وہ شہید ہو گیا اور جس کو سب سے آخر میں اس نے قتل کیا وہ سعید بن جبیر تھا اور سعید کے شہید ہو جانے کے بعد پندرہ راتیں گزری تھیں کہ مرض اکلہ اس

کے پیٹ میں پیدا ہوا اور وہی اس کی ہلاکت کا سبب ہوا۔ سعید کی شہادت اور حجاج کی ہلاکت ولید کی حکومت کے زمانہ میں ۹۵ ہجری کو شہر واسط میں ہوئی، جیسا کہ بعد میں اس کا بیان آئے گا، اس کی منحوس زندگی چون (۵۴) سال تھی کہ جن میں سے بیس سال اس نے گورنری وامارت کی۔

حضرت امیرالمومنینؑ نے بارہا اپنے خطبوں میں اہل کوفہ کو اس کی امارت اور خونریزی کی خبر دی تھی، جب کہ حجاج ابھی پیدا بھی نہیں ہوا تھا، چنانچہ اپنے ایک خطبہ میں اہل کوفہ کی دھوکہ بازی بیان کرنے کے بعد اپنے درد دل کو ظاہر کرتے ہوئے فرماتے ہیں، اے اہل کوفہ تمہاری مثال اُم مجالد ایسی ہے جو حاملہ ہوئی، پس اس نے اپنا بچہ گرادیا، پس اس کا شوہر مرگیا تو اس کا رنڈاپا طویل ہوا اور اس کے وارث اس کے دور کے رشتہ دار ہوئے، قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور نفس انسانی کو پیدا کیا، بے شک تمہارے پیچھے کانا زخمی پیٹھ والا ہے جو کسی کو باقی نہیں چھوڑے گا اور اس کے بعد زیادہ دانتوں سے کاٹنے والا زیادہ چیرنے پھاڑنے والا زیادہ جمع کرنے والا اور زیادہ روک رکھنے والا ہے، پھر تمہاری وارث و مالک بنی امیہ کی ایسی جماعت ہوگی جن کا آخری پہلے سے زیادہ مہربان نہیں ہوگا سوائے ایک شخص کے اور اللہ کے فیصلہ سے اس امت کا امتحان ضرور ہونے والا ہے وہ تمہارے اچھے لوگوں کو قتل کریں گے اور تم میں سے پست ورذیل لوگوں کو اپنا غلام بنالیں گے اور تمہارے خزانوں اور ذخیروں کو تمہارے گھروں سے نکال لیں گے یہ عذاب ہے بسبب تمہارے اپنے امور اور اپنے نفوس کی درستی اور دین کی بھلائی کو ضائع کرنے کے اے اہل کوفہ میں تمہیں اس چیز کی جو ہونے والی ہے اس کے ہونے سے پہلے خبر دیتا ہوں تا کہ تم اس سے ڈرو اور اس سے وہ ڈرے جو وعظ ونصیحت اور عبرت حاصل کرتا ہے گویا میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم کہتے ہو کہ علی تو جھوٹ بولتا ہے جیسا کہ قبیلہ قریش نے اپنے نبی اور اپنے سردار کے متعلق کہا تھا، جو رحمت کے نبی محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ تھے، پس تم ہلاک ہوجاؤ تو میں کس پر جھوٹ باندھتا ہوں، کیا خدا پر تو میں پہلا وہ شخص ہوں جس نے اس کی عبادت کی اور اس کی وحدانیت کا اقرار کیا یا رسول اللہ پر تو میں پہلا وہ شخص ہوں جو آپؐ پر ایمان لایا اور ان کی تصدیق کی اور ان کی نصرت ومدد کی، ایسا ہرگز نہیں خدا کی قسم، لیکن تمہاری یہ گفتگو تو دھوکہ دہی کے لیے ہے کہ جس سے تم بے پرواہ تھے، قسم ہے اس کی جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور روح کو پیدا کیا، تمہیں یہ خبر ایک وقت کے بعد معلوم ہوگی۔

نیز مسعودی نے روایت کی ہے کہ جب بسر بن ارطاۃ معاویہ کا کارندہ یمن پر غالب آیا اور اس نے اہل مکہ ومدینہ کی ایک جماعت کو عبیداللہ (عبداللہ) بن عباس کے دو بیٹوں کے ساتھ قتل کیا اور جب یہ خبر امیرالمومنین علیہ السلام کو پہنچی تو آپ بہت غمناک ہوئے اور کھڑے ہوگئے اور خطبہ پڑھا، پس آپؑ نے خدا کی حمد وثنا کی اور اللہ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوات بھیجی پھر فرمایا کہ بے شک بسر بن ارطاۃ یمن پر غالب آگیا ہے، خدا کی قسم میں اس قوم کو دیکھ رہا ہوں کہ یہاں علاقوں میں جو تمہارے ہاتھ میں ہیں غالب آکر ہی رہے گا، اور ان کا ان کے ہاتھوں میں آنا حق نہیں ہے، لیکن ان کے یہ اطاعت کرنے اور سیدھے رہنے اور تمہارے میری نافرمانی کرنے کی وجہ سے ہے اور ان کے ایک دوسرے کی مدد کرنے اور تمہارے ایک دوسرے کو چھوڑ دینے اور ان کا اپنے شہروں کی اصلاح کرنے اور تمہارے اپنے شہر کو خراب کرنے کی بناء پر ہے اور خدا کی قسم اے اہل کوفہ البتہ میں دوست رکھتا ہوں کہ میں تمہاری

پیچ صراف کروں جس طرح دس دینار ایک کے بدلے ہوں، پھر آپؑ نے اپنے ہاتھ بلند کئے اور عرض کیا خدایا میں ان سے تنگ آ گیا ہوں اور یہ مجھ سے تنگ آ گئے ہیں اور میں نے انہیں تھکا دیا ہے اور انہوں نے مجھے تھکا دیا ہے، پس مجھے ان کے بدلے ان سے بہتر دے اور انہیں میرے بدلے مجھ سے برا دے۔ خدایا ان پر جلدی مسلط فرما ثقفی لڑکے کو جو بڑے دامنوں والا نازنخروں سے چلنے والا جوان کی سبزی کو کھائے گا اور ان کی پوستین پہنے گا اور ان میں زمانہ جاہلیت کے احکام جاری کرے گا، ان کے اچھے کی اچھائی کو قبول نہیں کرے گا اور برے سے درگزر نہیں کرے گا۔

راوی کہتا ہے کہ اس وقت تک ابھی حجاج پیدا نہیں ہوا تھا اور عبدالملک کے زمانہ حکومت میں حارث اعور کی وفات ہوئی جو امیر المومنین علیہ السلام کے اصحاب میں شمار ہوتا تھا اور مشہور حدیث من یمت یرنی (جو مرے مجھے دیکھتا ہے) امیر المومنین علیہ السلام نے فرمائی تھی اور ہمارے شیخ بہائی کا نسب حارث تک پہنچتا ہے اور عبدالملک کے زمانہ حکومت میں ۶۷ ہجری یا ۶۹ ہجری میں احنف بن قیس کی بھی وفات ہوئی اور مقام ثویہ میں اسے دفن کیا گیا اور ثویہ ہمارے زمانہ میں نجف اشرف کے باہر مسجد حنانہ کے قریب ایک جگہ ہے اور وہاں اصحاب کی ایک جماعت کی قبریں ہیں اور کمیل بن زیاد کی قبر تو اب بھی وہاں مشہور ہے اور مغیرہ وزیاد بن ابیہ اور ابوموسیٰ اشعری بھی وہیں دفن ہیں اور احنف وہی شخص ہے جو حکم و بردباری میں ضرب المثل اور بصرہ کے بڑے لوگوں میں سے اور تابعین کے سرداروں میں سے شمار ہوتا ہے اور چونکہ اس کی داڑھی کے بال نہیں اُگے تھے، اسی لیے اسے ساوات الطلس (کھودے میں شمار کرتے تھے اور احنف جنگ صفین میں امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ تھا اور جنگ جمل میں الگ تھلگ رہا تھا اور مصعب کے زمانہ میں اس کے ساتھ کوفہ آیا اور کوفہ میں رہا یہاں تک کہ وہیں وفات پائی اور اس کی معاویہ کے ساتھ کئی حکایات ہیں۔ بالآخر معاویہ نے اس کا دین پچاس ہزار دینار پر خرید لیا، جیسا کہ شیخ کشی وغیرہ نے نقل کیا ہے اور اس سے کلمات حکمت آمیز منقول ہیں اس کے کلمات میں سے یہ جملے بھی ہیں زیادہ ہنسنا ہیبت کو زیادہ مزاح کرنا مروت کو ختم کر دیتا ہے اور جو شخص کسی چیز کو لازم پکڑے وہ اس کے ساتھ پہچانا جاتا ہے اور ۶۸ ہجری میں زید بن ارقم خزرجی انصاری نے وفات پائی اور زید اکثر غزوات اور جنگوں میں پیغمبر اکرمؐ کے ہمراہ حاضر تھا اور یہ وہی شخص کہ جس نے رسول اکرمؐ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ عبداللہ بن ابی سلول کہتا ہے "لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منھا الارذل" (اگر ہم مدینہ میں پلٹ گئے تو زیادہ عزت والا زیادہ ذلیل کو ضرور وہاں سے نکال دے گا) عبداللہ نے صاف انکار کر دیا اور قسم کھائی خداوند عالم نے رسول اکرمؐ کو خبر دی کہ زید سچا ہے اور زید کوفہ میں سکونت پذیر ہو گیا تھا اور زید کی گفتگو جب سر مطہر سید الشہداؑ ابن زیاد کے پاس لے آئے تھے اور اس ملعون نے حضرتؑ کے لب و دندان پر چھڑی ماری تھی مشہور ہے۔

اور ۶۸ ہجری یا ۶۹ ہجری میں ابوالعباس عبداللہ بن عباس نے بھی طائف میں وفات پائی اور جناب محمد بن حنفیہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور عبداللہ کی عمر اکہتر سال تھی اور امیر المومنین و حسنین علیہما السلام پر رو رو کر ان کی آنکھوں کی بینائی زائل ہو چکی تھی اور امیر المومنین علیہ السلام کی شاگردی اور پیغمبر اسلام کی ان کے حق میں دعا کرنے کی وجہ سے علم فقہ و تفسیر و تاویل میں پورا امتیاز رکھتے

تھے، کیونکہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غسل کے لیے عبداللہ اپنی خالہ میمونہ زوجہ رسول اکرمؐ کے گھر پانی لے کر آئے تو آنحضرتؐ نے ان کے حق میں دعا کی اور عرض کیا "اللھم فقھہ فی الدین و علمہ التأویل" خدایا اسے دین میں فقیہ بنا اور اسے تاویل کا علم عطا فرما اور ابن عباس کے بیٹے ایک علی ہیں جو خلفاء بنی عباس کے باپ ہیں اور عباس و عبدالرحمن ولبابہ اور عبیداللہ ومحمد و فضل ہیں اور ان تین (آخری) بھائیوں کی اولاد نہیں ہیں۔

اور ۶۹ ہجری میں کہا گیا ہے کہ بصرہ میں طاعون کی بیماری پیدا ہوئی اور ابوالاسود دوئلی بصرہ کا قاضی اسی سال میں وفات پا گیا۔

اور ۷۰ ہجری میں عبدالملک نے عمرو بن سعید بن العاص اشدق کو قتل کر دیا۔ ۷۰ ہجری ہی میں عاصم بن عمر بن الخطاب عمر بن عبدالعزیز کے نانا نے وفات پائی۔

اور ۷۲ ہجری میں براء بن عازب نے وفات پائی اور ۷۳ ہجری میں عبداللہ بن زبیر مارا گیا۔

اور ۷۴ ہجری میں عبداللہ بن عمرو ابوسعید خدری وسلمہ بن اکوع نے وفات پائی اور ۷۵ ہجری میں شریح قاضی کوفہ نے وفات پائی اور ۷۶ ہجری یا ۷۷ ہجری میں حبہ عرنی نے جو امیرالمومنینؑ کے ایک صحابی تھے وفات پائی اور ۷۸ ہجری میں جابر بن عبداللہ صحابی انصاری نے وفات پائی اور اس وقت جابر بن عبداللہ نابینا ہو چکے تھے اور نوے سال سے زیادہ عمر تھی اور رسول اکرم کا سلام امام محمد باقر العلوم کو پہنچایا اور وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کی زیارت کی اور وہ حضرتؑ کے چہلم کا دن تھا اور جابر ہمیشہ لوگوں کو حضرت علی علیہ السلام کی محبت پر ابھارتے اور بار ہا مدینہ کے گلی کوچوں اور لوگوں کی مجالس سے عبور کرتے اور کہتے تھے "علی خیر البشر فمن ابی فقد کفر" علی نوع بشر میں سے سب سے بہتر ہیں، پس جو شخص اس کا انکار کرے تو وہ حقیقت میں کافر ہے اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اے گروہ انصار اپنی اولاد کو علی علیہ السلام کی محبت کا ادب سکھاؤ، پس جو ان میں سے علی علیہ السلام کی محبت کا انکار کرے تو دیکھو کہ اس کی ماں نے کیا کیا ہے۔

اور معاویہ کے زمانہ میں جابر نے دمشق کا سفر کیا، چاہتے تھے کہ معاویہ کے پاس جائیں، معاویہ نے چند دن تک انہیں حاضری کی اجازت نہ دی، چند دنوں کے بعد جب اجازت ملی تو اس کے پاس گئے تو کہنے لگے اے معاویہ کیا تو نے یہ سنا ہے کہ رسولخدا نے فرمایا کہ جو شخص کسی صاحب فاقہ وحاجت کو محجوب رکھے اور اپنے تک پہنچنے سے روکے تو خداوند عالم اس کے فاقہ وحاجت کے دن اسے محجوب وممنوع رکھے گا۔

معاویہ غصہ میں آ گیا اور کہنے لگا میں نے سنا ہے کہ پیغمبرؐ نے فرمایا تھا کہ بے شک تم بعد میں عنقریب ترجیح سے ملاقات کرو گے، یعنی تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی، پس تم صبر کرنا یہاں تک کہ کوثر کے کنارے میرے پاس پہنچو تو تم نے صبر کیوں نہیں کیا۔

جابر نے کہا کہ تو نے مجھے وہ چیز یاد دلائی ہے جسے میں بھول چکا تھا، یہ کہہ کر معاویہ کے دربار سے باہر نکل آئے اور اپنی

سواری پر سوار ہو کر شام کے علاقہ سے واپس آ گئے، معاویہ نے چھ سو دینار ان کے لیے بھیجے، جابر نے وہ رقم واپس کر دی اور معاویہ کو چند اشعار لکھ بھیجے کہ جن کا پہلا شعر یہ تھا۔ "وانی الاختار القنوع علی الغنی" اور یقیناً میں قناعت کو تونگری پر ترجیح دیتا ہوں، جب معاویہ کے قاصد سے فرمایا کہ اسے کہہ دینا اے جگر کھانے والی کے بیٹے خدا کی قسم تجھے اپنے نامہ اعمال میں کوئی ایسی نیکی نہیں ملے گی جس کا سبب میں بنوں۔

اور ۸۱ ہجری میں محمد بن حنفیہ امیر المومنین علیہ السلام کے فرزند نے وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے اور بعض کہتے ہیں کہ ابن زبیر کے فتنہ سے بھاگ کر طائف کی طرف چلے گئے اور وہاں داعی حق کو لبیک کہا اور ان کی عمر ۶۵ سال تھی اور ان کی اولاد حسن و ابو ہاشم و قاسم و ابراہیم ہیں اور قاسم کے نام پر ان کی کنیت تھی اور ہم کتاب منتہی الآمال میں امیر المومنین علیہ السلام کی اولاد کے باب میں ان کے مختصر حالات لکھ چکے ہیں۔

اور شیخ کشی نے امام رضا علیہ السلام سے نقل کیا ہے آپ نے فرمایا کہ امیر المومنین علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ محامدہ یعنی جن کے نام محمد ہیں خدائے عزوجل کی نافرمانی سے انکاری ہیں۔ راوی نے عرض کیا یہ محامدہ کون سے اشخاص ہیں، آپ نے فرمایا محمد بن جعفر محمد بن ابوبکر محمد بن ابو حذیفہ اور محمد بن امیر المومنین علیہ السلام۔

مولف کہتا ہے کہ باقی تین محمد معاویہ کے زمانہ میں شہید ہوئے محمد بن جعفر بن ابی طالب جنگ صفین میں و محمد بن ابوبکر مصر میں جیسا کہ شرح و بسط کے ساتھ بیان ہو چکا ہے اور محمد بن ابو حذیفہ معاویہ کے ماموں کے بیٹے تھے اور امیر المومنین علیہ السلام کے انصار و شیعوں میں شمار ہوتے تھے اور مصر کے گورنر تھے، معاویہ نے انہیں گرفتار کر کے قید کر دیا اور کافی مدت تک اس کی قید میں رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔

اور ۸۲ ہجری میں جمیل بن عبداللہ مشہور شاعر نے وفات پائی اور وہ عرب کے عشاق میں سے ایک ہے اس کی محبوبہ بثینہ تھی اس کے عشق میں اس کے اشعار اور اس کے معاشقہ کا اظہار مشہور ہے۔

اور ۸۳ ہجری میں کمیل بن زیاد حجاج کے ہاتھوں میں شہید ہوئے اور اعشی ہمدان بھی حجاج کے حکم سے اسی سال مارا گیا اور اسی سال ابوالبختری طائی و عبدالرحمن بن ابولیلی اور زر بن حبیش بھی دنیا سے رخصت ہوئے۔

اور ۸۰ ہجری یا ۸۴ ہجری میں عبداللہ بن جعفر بن ابو طالب نے مدینہ میں اور ایک قول کی بناء پر مقام ابواء میں وفات پائی اور عبداللہ کثرت جود و سخا کے ساتھ مشہور تھے اور جب ان کا مال و متاع ختم ہو گیا تو جمعہ کے دن مسجد جامع میں خدا سے موت کی خواہش کی اور عرض کیا کہ خدایا تو نے جود و عطاء اور بخشش کی عادت ڈالی تھی اور میں لوگوں میں مال خرچ کرنے کی عادت ڈال چکا ہوں، اب اگر مجھ سے مال دنیا کو منقطع کرنا چاہتا ہے تو مجھے باقی و زندہ نہ رکھ، پس وہ ہفتہ نہ گزرا کہ عبداللہ کی وفات ہو گئی۔ رحمۃ اللہ علیہ

اور ۸۳ ہجری میں حضرت صادق علیہ السلام کی ولادت اور دار الایمان قم شہر کی تعمیر کی ابتداء ہوئی۔

قاضی نور اللہ کتاب مجالس میں فرماتے ہیں کہ شہر قم شہر عظیم و کریم ہے اور ان شہروں میں سے ہے جو ہمیشہ مومنین کا گھر رہے

ہیں اور بہت سے اکابر و افاضل اور شیعہ امامیہ کے مجتہدین نے اس جگہ قیام فرمایا ہے اور اس قسم کے شہر کی نسبت منسوب الیہ کے عقیدہ کی صحت کی قوی ترین دلیل ہے اور کتاب معجم البلدان وغیرہ میں منقول ہے کہ بلدہ طیبہ قم نئے اسلامی شہروں میں سے ہے اور اس کے رہنے والے ہمیشہ شیعہ امامیہ تھے اور اس کی ابتدائے تعمیر ۸۳ ہجری عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں ہوئی اور وہ اس طرح ہوا کہ عبدالرحمن بن محمد بن اشعث بن قیس نے (جو کہ حجاج کی طرف سے سیستان کا امیر تھا) حجاج کے خلاف خروج کیا۔ اس کے لشکر میں سترہ افراد عراق کے علماء تابعین میں سے تھے اور جب اشعث کا بیٹا شکست کھا گیا تو وہ لوگ قم کی طرف جا پہنچے اور ان میں سے چند بھائی تھے کہ جن کا نام عبداللہ و احوص و عبدالرحمن و اسحاق و نعیم تھے، جو سعد بن مالک بن عامر اشعری کے بیٹے تھے اور وہاں چند بستیاں تھیں کہ جن میں سے ایک کا نام کندان تھا اور یہ بھائی قہر و غلبہ سے وہاں اتر پڑے اور ان کے چچا زاد بھائی عراق و عرب سے ان کے پاس جمع ہو گئے اور ان چند بستیوں کو زیادہ تعمیرات کی وجہ سے ایک دوسرے سے متصل کر لیا اور وہاں کی ایک جگہ کے نام پر اس کا نام کندان رکھ دیا، اس کے بعد مشہور ضرب المثل کے مقتضیٰ کے مطابق کہ "عجمی مالعب بہ ماشئت" (یہ عجمی ہے اس سے جیسا چاہو کھیل کھیلو) اس نام کے بعض حروف کو گرا کر عربی زبان میں ڈھال کر اسے قم کہنے لگے، مولف کہتا ہے کہ دار الایمان قم کے وجہ تسمیہ میں چند ایک روایات وارد ہوئی ہیں کہ جن کا ذکر کرنا اس مقام پر مناسب نہیں ہے۔

اور ۸۴ ہجری میں حجاج نے شہر واسط کی تعمیر شروع کی اور ۸۶ ہجری میں اس کی تعمیر سے فارغ ہوا اور وہاں سکونت اختیار کی اور اس شہر کو واسط کہنے لگے چونکہ وہ کوفہ و بصرہ اور بغداد و اہواز کے وسط میں تھا اور کہا گیا ہے کہ واسط ان چاروں شہروں میں سے ہر ایک سے پچاس فرسخ کی مسافت رکھتا ہے اور اس کا پانی دجلہ بغداد سے آتا ہے۔

ہفتہ کے دن چودہ شوال ۸۶ ہجری میں عبدالملک بن مروان نے دمشق میں وفات پائی اور اس کی عمر ۶۲ سال تھی اور اکیس سال ڈیڑھ مہینہ اس کی خلافت و حکومت کی مدت تھی کہ جن میں سے تیرہ سال ایک ہفتہ کم چار مہینے مزاحمت کے بغیر تھی اور اس سے پہلے عبداللہ بن زبیر سلطنت میں اس کا مزاحم تھا اور عبدالملک کے سترہ بیٹے تھے کہ جن میں سے چار خلیفہ بنے۔

اور منقول ہے کہ عبدالملک نے خواب میں دیکھا کہ اس نے چار مرتبہ محراب میں پیشاب کیا ہے، سعید بن مسیب نے تعبیر خواب بتائی کہ اس کے صلب میں سے چار افراد خلیفہ اور صاحب محراب ہوں گے اور اسی طرح ہوا جس طرح اس نے تعبیر بیان کی تھی اور ان کے حالات کی تفصیل و تشریح اس کے بعد انشاء اللہ آئے گی۔

ہفتہ کے دن چودہ شوال ۸۶ ہجری میں جب عبدالملک کی وفات ہوئی تو لوگوں نے اس کے بیٹے ولید کی بیعت کر لی اور وہ جبار غیور زیادہ ظالم قبیح منظر اور کم علم تھا اور ۸۷ ہجری یا ۸۹ ہجری میں اس نے شام میں مسجد اموی کی اور مدینہ میں مسجد نبوی کی تعمیر کی۔ مسجد دمشق کی تعمیر شروع ہوئی تو مسجد کی دیوار میں ایک پتھر کی تختی لوگوں کو نظر آئی کہ جس پر خط یونانی کا نقش تھا، وہ تحریر پڑھنے والوں کے سامنے پیش کی گئی تو وہ اسے نہ پڑھ سکے، پھر وہ وہب بن منبہ کے پاس بھیجی گئی تا کہ وہ ترجمہ کرے۔

وہب کہنے لگا یہ تحریر جناب سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے زمانہ میں لکھی گئی ہے جس کا عربی میں ترجمہ یہ ہے"

بسم اللہ الرحمن الرحیم یا بن آدم لو عاینت مابقی من یسیرا جلك لزھدت فیما بقی من طول آملك وقصرت عن رغبتك و حیلك وانما تلقی ندمك اذازلت بك قدمك واسلمك اھلك وانصرف عنك الحبیب وودعك القریب ثم صرت تدعی فلا تجیب فلا انت الی اھلك عائد ولا فی عملك زاھد فاغتنم الحیوۃ قبل الموت والقوۃ قبل الفوت وقبل ان یوخذ ان یوخذ منك بالکظم و یحال بینك وبین العمل و کتب زمن سلیمان بن داؤد علیہ السلام"

""(سہارا اللہ کے نام کا جو بڑا مہربان اور زیادہ رحم کرنے والا ہے، اے آدم کے بیٹے اگر تو آنکھوں سے دیکھ لے اپنی تھوڑی سی باقی مدت حیات کو تو تو باقی عمر میں اپنی لمبی امید کو چھوڑ دے اور اپنی خواہش و رغبت اور حیلوں کو کوتاہ کر دے، اور تجھے پشیمانی اور ندامت تو تب لاحق ہوگی جب تیرے ساتھ ساتھ تیرا قدم پھسلے گا اور تیرے اہل و عیال تجھے تنہا چھوڑ دیں گے اور تجھ سے محبت کرنے والا جب منہ موڑ کر تجھ سے واپس آجائے گا اور تیرا اقربی رشتہ دار تجھے الوداع کہہ دے گا پھر تو اس علم میں ہوگا کہ تجھے پکارا جائے گا اور تو جواب نہیں دے سکے گا، پس نہ تو تو اپنے اہل و عیال کی طرف واپس آئے گا اور نہ تو اپنے عمل میں کچھ زیادتی کر سکے گا پس زندگانی کو موت آجانے سے پہلے اور قوت کو فوت ہونے سے پہلے غنیمت جان اور قبل اس کے کہ تیرا گلا بند ہو جائے اور تیرے اور تیرے عمل کے دوران موت حائل ہو جائے اور یہ تحریر سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں لکھی گئی"")

پس ولید نے حکم دیا کہ سونے کے پانی سے لاجورد پر مسجد کی دیوار کے اوپر لکھا جائے "ربنا اللہ لا نعبد الا اللہ امر ببناء ھذا المسجد و ھدم الکنیسۃ التی کانت فیہ عبداللہ الولید امیرالمومنین فی ذی الحجۃ سنۃ سبع (تسع خ ل) وثمانین ہمارا رب اللہ ہے ہم صرف اللہ کی عبادت کرتے ہیں، اس مسجد کے تعمیر کرنے اور اس میں جو گرجا ہے منہدم کرنے کا حکم اللہ کے بندے ولید امیرالمومنین نے ماہ ذوالحجہ ۸۷ ہجری یا ۸۹ ہجری میں دیا اور ولید کے زمانہ میں ۸۷ ہجری میں عبیداللہ بن عباس کی وفات ہوئی، اور یہ وہی شخص ہے جو امام حسن علیہ السلام سے بے وفائی کر کے معاویہ سے جاملا اور یہ اپنے بھائی عبداللہ سے ایک سال چھوٹا تھا اور بعض مورخین نے اس کی وفات ۸۵ ہجری عبدالملک کے زمانہ میں بیان کی ہے، اور ۹۱ ہجری میں سہل بن سعد صاعدی اور انس بن صحابی نے وفات پائی ہے اور ایک قول ہے:

الساجدین وزین العابدین علی بن الحسینؑ روحی فداہ نے وفات فرمائی جیسا کہ کتاب منتہی الآمال میں لکھا جا چکا ہے اور آپؑ کی وفات کے سال کو سنۃ الفقہاء کہتے تھے، چونکہ اسی سال میں یا اس کے حدود میں بہت سے فقہا و علماء نے وفات پائی کہ جن میں سے سعید بن جبیر و ابو بکر بن عبدالرحمن مخزومی و عبیداللہ بن عبداللہ ہذلی و سعید بن المسیب و عروۃ بن زبیر اور باقی فقہا مدینہ تھے اور کہا گیا ہے کہ ان دنوں بہت عظیم طاعون کی بیماری پھیلی کہ تھوڑی سی مدت میں تین لاکھ افراد ہلاک ہو گئے اور سعید بن جبیر وہی ہیں کہ جنہیں حجاج نے ہلاک کر دیا اور ان کے قتل ہونے کے پندرہ راتیں بعد حجاج کے پیٹ میں مرض آکلہ پیدا ہوا جس سے وہ لعین واصل جہنم ہوا اور ابو بکر و سعید و عروہ مدینہ کے سات مشہور فقہاء میں سے تھے اور سعید وہی ہے کہ جو تابعین میں زیادہ علم کی وجہ سے ممتاز تھا اور اس کی مرسل روایات کو مرسلات میں سے زیادہ صحیح کہتے ہیں، بلکہ اس کی مرسل روایات شافعیوں کے نزدیک مثل محمد بن ابی عمیر کے مرسلات کے ہیں ہمارے اصحاب کے نزدیک کہ جو صحیح روایات کی سلک میں منسلک ہیں اور روایات ہے کہ جب حضرت علی بن الحسین علیہما السلام کی وفات ہوئی تو تمام اہل مدینہ نیک و بد آپؑ کے جنازہ پر حاضر ہوئے اور آپؑ کی نماز جنازہ میں شرکت کی، سوائے سعید بن مسیب کے وہ آپؑ کی نماز جنازہ پر حاضر ہوا اور وہ مسجد رسولؐ میں گیا تا کہ تنہائی میں دو رکعت نماز پڑھے، کیونکہ اس وقت مسجد لوگوں سے خالی ہو چکی تھی۔

وہ کہتا ہے کہ میں جب نماز کے لیے کھڑا ہوا تو میں نے آسمان سے تکبیر کی آواز سنی اور اس کے بعد اہل زمین کی تکبیر کی آواز سنی یہاں تک کہ سات تکبیریں آسمان اور زمین سے میں نے سنیں اور تکبیروں کے سننے سے میں منہ کے بل گر پڑا اور بے ہوش ہو گیا اور جب میں ہوش میں آیا تو لوگ حضرتؑ کی نماز پڑھ کر واپس آ چکے تھے نہ میں آپؑ کی نماز جنازہ پڑھ سکا اور نہ مسجد میں نماز پڑھ سکا اور میرا بہت نقصان ہوا اور میں ہمیشہ اسی حسرت و ندامت میں رہتا ہوں کہ کیوں آپ کی نماز جنازہ نہ ادا کر سکا۔

باقی رہا عروہ تو وہ عبداللہ بن زبیر کا سگا بھائی ہے اور ان دونوں بھائیوں کی ماں اسماء ذات النطاقین ابو بکر کی بیٹی ہے کہ جسے اہل سنت اہل جنت کی ایک بڑھیا کہتے ہیں اور عروہ ایک سال اپنے بیٹے محمد بن عروہ کے ساتھ شام میں آیا اور ولید بن عبدالملک کے پاس گیا اور اس سفر میں اس کے بیٹے کو گھوڑے نے لات ماری تھی اور وہ مر گیا تھا اور عروہ کے پاؤں میں مرض آکلہ ظاہر ہوا جس سے اس کا پاؤں کاٹا گیا تو عروہ نے کہا کہ ہمیں اپنے اس سفر میں بہت مصیبت و تکلیف کا سامنا ہوا ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ اس نے عبدالملک بن مروان سے کہا میں چاہتا ہوں کہ مجھے میرے بھائی عبداللہ کی تلوار دکھاؤ، اس نے کہا بہت سی تلواروں میں پڑی ہے اور اس کو کوئی پہچان نہیں سکتا، عروہ نے کہا کہ حکم دو کہ تلواریں لے آئیں میں خود پہچان لوں گا، جب تلواریں حاضر کی گئیں تو عروہ نے ایک کند تلوار اٹھائی اور کہنے لگا یہی ہے، عبدالملک نے کہا کیا تو نے دیکھی ہوئی تھی کہنے لگا کہ نہیں تو عبدالملک نے کہا پھر کیسے کہتے ہو کہ یہ ہے، عروہ نے کہا میں نے اسے نابغہ ذبیانی کے قول سے پہچانا ہے۔

ولا عیب فیهم غیران سیوفهم

بهن فلول من قراع الکتائب

ان میں کوئی عیب نہیں، مگر یہ کہ لشکروں کے ٹکرانے کی وجہ سے ان کی تلواریں کند ہو چکی ہیں، عروہ کی نادر حکایات بہت سی ہیں اور مبئر عروہ (عروہ کا کنواں) مدینہ میں اس کی طرف منسوب ہے اور بعض مورخین نے عروہ کی وفات ۹۳ ہجری یا ۹۴ ہجری میں کہی ہے اور ۹۵ ہجری ہی میں حجاج ثقفی درکات جہنم میں پہنچا اور شہر واسط میں کہ جسے خود اسی نے ہی بنایا تھا دفن ہوا لیکن اس ملعون کی قبر کے آثار مٹ چکے ہیں اور اس پر پانی جاری کیا گیا اور قیامت تک اہل زمین وآسمان کی لعنتیں اس پر پے در پے جاری ہیں۔

اور ابن خلکان کہتا ہے کہ اس کی بیماری آکلہ (ایسی بیماری جس سے عضو بدن گل سڑ جاتا ہے) تھی جو اس کے پیٹ میں پیدا ہوئی، اس نے طبیب کو بلایا تا کہ وہ اس کی بیماری کا معائنہ کرے، اس نے گوشت کا ایک ٹکڑا لیا اور اسے تاگے کے ساتھ باندھ کر اس کے حلق میں داخل کیا اور کچھ دیر تک وہاں رہنے دیا پھر اسے باہر نکالا تو اس کے ساتھ بہت سے کیڑے چمٹے ہوئے تھے اور خداوند عالم نے اس پر سخت سردی کو مسلط کیا، پس اس کے گرد انگیٹھیاں رکھی جاتی تھیں اور اس کے اتنی قریب کی جاتیں کہ اس کی کھال جلنے لگتی، لیکن اسے محسوس نہیں ہوتا تھا اور اس نے اپنی حالت کی جسے وہ اپنے میں پاتا تھا، حسن بصری سے شکایت کی تو اس نے کہا کہ میں تو تجھے منع کرتا تھا کہ نیک وصالح لوگوں سے تعرض نہ کر لیکن تو نے اصرار کیا تو وہ ملعون کہنے لگا اے حسن میں تجھ سے یہ سوال نہیں کرتا کہ خدا سے سوال کرو کہ وہ میری تکلیف کو دور کر دے، بلکہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ خدا سے یہ سوال کرو کہ وہ میری روح کو جلدی قبض کرے اور مجھے زیادہ عذاب میں مبتلا نہ رکھے تو حسن رو پڑا اور حجاج اسی حالت میں اس بیماری میں پندرہ دن تک رہا یہاں تک کہ مر گیا اس پر خدائے تعالیٰ کی بے شمار لعنتیں ہوں اور عبدالملک کے زمانہ کے حالات میں اس کے کچھ حالات گزر چکے ہیں، انہیں یاد کیجئے۔

اور ہفتہ کے دن جمادی الاول کی پندرہ تاریخ ۹۶ ہجری میں ولید نے شام میں وفات پائی اور اس کی حکومت کی مدت نو سال آٹھ ماہ اور دو راتیں تھیں اور اس کی عمر ۴۳ سال تھی اور اس کے چار بیٹے تھے کہ جن میں سے ایک عباس تھا کہ جس کا لقب فارس بنی مروان تھا۔

اور اخبار الدول میں ہے کہ عمر بن عبدالعزیز سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ جب میں نے ولید کو لحد میں رکھا تو دیکھا کہ وہ اپنے پاؤں کو زمین پر مارتا تھا اور اس کے ہاتھوں کو دیکھا کہ وہ اس کی گردن میں ڈال دیئے گئے تھے۔

ولید کی موت کے دن لوگوں نے اس کے بھائی سلیمان بن عبدالملک کی بیعت کر لی اور وہ فصیح زبان شخص تھا، ولید کے برعکس جس طرح خالد اور عبداللہ تھے، یزید بن معاویہ کے بیٹے اور خالد وسلیمان کا فصاحت زبان کے باب میں لطیف واقعہ ہے کہ جس کے ذکر کی گنجائش نہیں اور سلیمان نے اسے مکمل کیا اور وہ نماز کو اول وقت میں ادا کرتا تھا جب کہ پہلے امیہ کے خلفاء نماز میں تاخیر کرتے اور آخر میں پڑھتے تھے اور سلیمان پیٹو اور بہت کھانے والا تھا، اور کہا گیا ہے کہ اس کی ہر روز کی غذا تقریباً سو رطل (قریباً پچاس سیر) شامی تھی، اور مورخ ابن مسعودی نے نقل کیا ہے کہ اس کی غذا ہر روز سو رطل عراقی تھی اور بعض اوقات باورچی مرغی کے پیچھے اس کے لیے کباب کرتے تھے، جیسے ہی کباب کی سیخیں اس کے پاس لاتے تو اس میں اتنا صبر نہ ہوتا کہ وہ سرد ہو جائیں تا کہ انہیں سیخوں سے اتار لیں، مجبوراً ہاتھ آستین میں ڈال لیتا اور اس قیمتی لباس کے ساتھ گوشت کو سیخوں سے کھینچتا تھا اور گرم ہی گرم منہ میں ڈال لیتا۔

حکایت ہوئی ہے کہ جب اصمعی یہ واقعات ہارون الرشید کے لیے نقل کر رہا تھا تو اس نے کہا خدا تجھے قتل کرے تجھے ان کے اخبار سے کسی نے باخبر کیا، اس کے بعد رشید کہنے لگا کہ جب بنی امیہ کے جبے میرے پاس لے آئے اور میرے سامنے پیش کرتے تو سلیمان کے جبوں کو دیکھا کہ ان کی آستینوں میں چربی اور روغن کا اثر تھا لیکن میں اس کے سبب کو نہیں جانتا تھا، مگر اب معلوم ہوا جب تو نے میرے سامنے اس کے حالات بیان کیے۔

پس رشید نے حکم دیا کہ سلیمان کے جبے لائے جائیں اور اس نے کباب کی سیخوں کے آثار لوگوں کو دکھائے، پھر ان میں سے ایک جبہ اصمعی کو پہنایا، اصمعی کبھی کبھی وہ جبہ پہنا کرتا اور لوگوں کو دکھاتا اور کہتا ہے کہ یہ سلیمان بن عبدالملک کا جبہ ہے جو رشید نے مجھے پہنایا ہے اور یہ بھی منقول ہے کہ ایک دن سلیمان حمام سے نکلا تو بھوک کا اس پر غلبہ ہوا۔ اس نے کھانا مانگا، نوکروں نے بتایا ابھی پکا نہیں کہنے لگا جو کچھ اس وقت ممکن ہو لے آؤ، پس بیس ہرن کے پختہ بچے لے آئے ان کا گوشت چالیس چھوٹی روٹیوں کے ساتھ کھا گیا اور تھوڑے سے وقت کے بعد کھانا کھایا، جب کھانا لے آئے تو ہمیشہ کی عادت کے مطابق کھایا، گویا کہ اس نے پہلے کچھ بھی نہیں کھایا تھا۔

جیسا کہ اخبار میں ہے کہ ایک دفعہ اس نے چار سو انڈے، آٹھ سو انجیر اور چار سو کڑاہی گوشت کے ٹکڑوں کے ساتھ ان کی چربی سمیت اور بیس بھونے ہوئے مرغ کھائے تو اسے بخار ہو گیا اور غذا کی زیادتی کی وجہ سے مر گیا۔ انتھی، اور ابو حازم نے اسے بہت عمدہ وعظ و نصیحت کی، مناسب ہے کہ اسے یہاں ذکر کیا جائے۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ ابو حازم سلیمان کے ہاں آیا سلیمان کہنے لگا کیا وجہ ہے کہ ہم مرنے کو ناپسند کرتے ہیں وہ کہنے لگا اس کا سبب یہ ہے کہ تم نے دنیا کو آباد اور آخرت کو خراب کر رکھا ہے لہذا تم نہیں چاہتے کہ آبادی کو چھوڑ کر برباد و خراب جگہ کی طرف منتقل ہو جاؤ سلیمان کہنے لگا آخرت میں ہم خدا کی بارگاہ میں کس طرح وارد ہوں گے وہ کہنے لگا نیکوکار کی حالت تو اس مسافر جیسی ہوگی جو اپنے سفر سے وطن کی طرف واپس آئے اور اپنے اہل و عیال کے پاس پہنچ جائے اور اپنے سفر کی رنج و تکلیف اور تکان سے راحت و آرام حاصل کرے باقی رہا بدکار تو اس کی حالت اس غلام جیسی ہے جو بھاگ گیا ہو اور اسے پکڑ کر اس کے آقا و سردار کے پاس لے جائیں۔

سلیمان کہنے لگا یہ بتاؤ کہ کونسا عمل سب اعمال سے افضل ہے ابو حازم کہنے لگا واجبات کو ادا کرنا اور محرمات سے اجتناب کرنا کہنے لگا کلمہ عدل کیا ہے کہنے لگا وہ حق بات جو تو اس شخص کے پاس زبان پر جاری کرے کہ جس سے تجھے خوف ہو اور اس سے تجھے کوئی امید بھی وابستہ ہو سلیمان کہنے لگا لوگوں میں سے زیادہ عقلمند کون ہے کہنے لگا وہ جو خدا کی اطاعت کرے کہنے لگا سب لوگوں سے زیادہ جاہل کون ہے؟ کہنے لگا جو اپنی آخرت دوسرے کی دنیا کی خاطر بیچ ڈالے۔

سلیمان نے کہا مجھے مختصر سا وعظ کرو کہنے لگا کہ کوشش کر کہ خدا تجھے اس جگہ نہ دیکھے جس سے اس نے منع کیا ہے اور وہاں دیکھے کہ جس جگہ کا اس نے تجھے حکم دیا ہے اس وقت سلیمان نے سخت گریہ کیا حاضرین میں سے ایک شخص ابو حازم سے کہنے لگا یہ کیسی باتیں ہیں جو تو نے امیر کے سامنے کی ہیں اس نے کہا خاموش رہو خداوند عالم نے علماء سے عہد و پیمان لیا ہے کہ وہ اپنے علم کو لوگوں کے سامنے

ظاہر کریں اور اسے پوشیدہ نہ رکھیں یہ کہہ کر سلیمان کے دربار سے نکل گیا سلیمان نے اس کے لیے کچھ مال بھیجا تو اس نے واپس کر دیا اور کہنے لگا خدا کی قسم یہ مال تیرے لیے پسند نہیں کرتا چہ جائیکہ اپنے لیے پسند کروں۔

اور ابوالفرج اصفہانی نے بیان کیا ہے کہ آل ابوطالب میں سے جو سلیمان کی حکومت کے زمانے میں شہید ہوئے ان میں سے ایک عبداللہ بن محمد بن علی بن ابی طالب تھا اور وہ اپنے باپ محمد بن حنفیہ کا وصی تھا اور اہل خراسان کا اس زمانے میں اعتقاد یہ تھا کہ وہ امام ہے اور باپ سے وصیت کے طور پر اسے امامت میراث میں ملی ہے اور اس نے محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کو وصیت کی اور محمد نے ابراہیم امام کو وصیت کی پس خلافت اس جہت سے بطور وصیت بنی عباس کی طرف منتقل ہوئی۔

مولف کہتا ہے کہ عنقریب آئے گا کہ ابراہیم نے سفاح کو وصیت کی اور محمد نے ابراہیم امام کو وصیت کی، پس خلافت اس جہت سے بطور وصیت بنی عباس کی طرف منتقل ہوئی اور ابو مسلم خراسانی نے جو ابراہیم کا داعی تھا ابراہیم کے سفاح کو وصیت کرنے اور ابراہیم کے مرجانے کے بعد بنی مروان کے ملک و سلطنت کے زوال اور حکومت بنی عباس کی استقامت کی کوشش کی یہاں تک کہ اس کی کوشش سے سفاح خلیفہ ہو گیا اور عبداللہ کی موت کی وجہ یہ تھی کہ ۹۸ ہجری میں سلیمان نے اسے پوشیدہ طور پر زہر کھلایا اور عبداللہ قتل ہو گیا اور بمقام حُمیمہ جو شام کے علاقہ میں ہے دفن ہوا اور دس یا بیس صفر ۹۹ ہجری میں مرج وابق میں جو قنسرین کے علاقہ میں ہے سلیمان کی وفات ہوئی اور اس کی سلطنت کی مدت دو سال آٹھ ماہ اور پانچ راتیں تھی اور ایک قول ہے کہ دو سال نو ماہ اور اٹھارہ دن تھی اور اس کی عمر ۳۹ یا ۴۵ سال تھی اور اسی سال ابوزید خارجہ بن زید بن ثابت انصاری نے جو مدینہ کے سات فقہا میں سے ایک تھے وفات پائی۔

عمر بن عبدالعزیز بن مروان کی خلافت کا ذکر

۹۹ ہجری میں جب سلیمان نے دنیا سے رخت سفر باندھا تو خلافت عمر بن عبدالعزیز تک پہنچی اور منقول ہے کہ عمر کی خلافت کا سبب یہ تھا کہ جب سلیمان پر حالت موت ظاہر ہوئی تو اس نے وصیت نامہ لکھا اور کچھ اکابر و عیان اور بڑے لوگوں کو اس پر گواہ بنایا اور وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں تو لوگوں کو جمع کرنا اور میرا یہ وصیت نامہ ان کے سامنے پڑھنا اور جس کو میں نے معین کیا ہے اسے خلیفہ بنالینا پس جب سلیمان کی وفات ہو گئی اور اس کے کفن و دفن سے فارغ ہوئے تو ندائے الصلوٰۃ جامعۃ (یعنی نماز کے لیے سب جمع ہوں) کی دی گئی بنی مروان اور باقی طبقات کے لوگ جمع ہوئے تا کہ دیکھیں کہ قبائے خلافت کس کے بدن پر فٹ کیا جاتی ہے زہری کھڑا ہو گیا اور چیخ کر کہنے لگا اے لوگو سلیمان نے خلافت کے لیے جس کو معین کیا ہے تم اس پر راضی ہو لوگ کہنے لگے کہ ہاں اس کے بعد وصیت نامہ پڑھا گیا اس میں لکھا تھا کہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز ہے اور اس کے بعد یزید بن عبدالملک ہے اور اس وقت عمر سب لوگوں کے آخر میں بیٹھا تھا جب اس نے یہ بات سنی تو انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اس وقت لوگوں نے جلدی کی اور اس کے دست و بازو کو پکڑا اور

اسے منبر کے اوپر لے گئے اور منبر کی پانچ سیڑھیاں تھیں عمر دوسری سیڑھی پر بیٹھ گیا سب سے پہلے جس نے اس کی بیعت کی وہ یزید بن عبدالملک تھا پھر باقی لوگوں نے بیعت کی سوائے سعید و ہشام کے پھر ان دو افراد نے بھی دو دن کے بعد بیعت کر لی جب اس کا امر خلافت مستحکم و استوار ہو گیا تو پہلا خطبہ جو اس نے پڑھا یہ تھا کہ وہ کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اے لوگو ہم ایسے اصول کی فرعیں ہیں جو گزر چکی ہیں پس فرع کے لیے اصل کے بعد بقاء نہیں ہے سوائے اس کے نہیں کہ لوگ اس دنیا میں نشانے ہیں کہ جن میں موت اپنے تیر مارتی ہے اور وہ دنیا میں مصائب کا نصب العین ہیں ہر گھونٹ کے ساتھ اچھو ہے اور ہر لقمہ کے لیے گلے میں پھنسنا ہے لوگ ایک نعمت کو حاصل نہیں کر پاتے جب تک دوسری جدا نہ ہو اور تم میں سے کوئی شخص زندگی کا ایک دن نہیں گزارتا جب تک کہ اس کی اجل کا ایک دن ختم نہیں ہو جاتا۔

اور عمر نے مدینہ کے عامل کو لکھا کہ دس ہزار دینار اولاد علی میں تقسیم کرو اور مسعودی نے اس کی فصاحت و بلاغت کے متعلق نقل کیا ہے کہ اس نے ایک دفعہ اپنے ایک کارندے کو خط لکھا ان الفاظ میں قد کثر شاکوك وقل شاکروك فاما اعتدلت واما اعتزلت یعنی تیرا شکوہ کرنے والے زیادہ اور شکر گزار کم ہیں پس یا تو تخت عدالت پر بیٹھ یا مسند حکومت سے الگ ہو جا۔

اور ابن خلکان برکی نے اس عبارت کی نسبت اپنے جد جعفر برکی کی طرف دی ہے عمر بن عبدالعزیز کی ولادت حضرت سید الشہداء کی شہادت کی رات ہوئی اور اسی رات ہشام بن عروہ وقتادہ وزہری اور اعمش بھی پیدا ہوئے خلاصہ یہ کہ عمر بن عبدالعزیز خوبصورت عبادت گزار اور بنی امیہ میں سے شریف انسان تھا۔

اگرچہ رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ قبیلہ میں کوئی نہ کوئی شریف ہوتا ہے سوائے بنی امیہ کے اور بنی مروان میں سے رعیت کے معاملہ میں سب سے زیادہ عادل تھا اس کی ماں عاصم بن عمر بن الخطاب کی بیٹی تھی اور اس کو عمر صغیر (چھوٹا) اور عمر ثانی کہتے تھے اور اسے اشج بنی امیہ بھی کہتے تھے بسبب اس شگاف کے جو اس کے سر یا چہرہ پر تھا جو اس کے بچپن کے زمانہ میں گھوڑے کے لات مارنے سے اسے آسیب پہنچا تھا اور عمر و یزید بن ولید کی طرف اشارہ ہے اس مشہور عبارت میں الناقص والاشج اعدلا مروان ناقص (لشکر کی تنخواہ میں کمی کرنے والا) اور سر یا چہرہ کے زخم والا بنی مروان میں دونوں زیادہ عادل تھے اور جب اس کی خلافت مستقر اور پکی ہو گئی تو بنی امیہ کے کارندوں کو معزول کر دیا اور نیک و خیر اندیش لوگوں کو ان کی جگہ پر نصب کیا اور یہ بھی حکم دیا کہ مہمان خانہ بنایا جائے اور مسافروں کے لیے کچھ رقم مقرر کر دی اور اس کے اچھے کارناموں میں سے یہ ہے کہ اس نے فدک اہل بیت رسول کو واپس کر دیا بعد اس کے کہ فدک عثمان نے مروان کو دے دیا تھا اور وہ آل مروان تک پہنچا تھا اور عمر اہل بیت اور اولاد علیؑ سے احسان و نیکی کرتا تھا اور ان سے معترض نہیں ہوتا تھا اور یہ بھی اس کے اچھے کارناموں میں سے ہے کہ امیر المومنینؑ پر جو سب و شتم ہوتا تھا اس کو بند کر دیا اور فرمان جاری کیا کہ امیر المومنینؑ اور ان کے اہل بیتؑ پر سب و شتم کرنے کے بجائے خطبہ میں آیت مبارکہ ربنا اغفر لنا ولاخواننا اور آیت کریمہ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان، الخ کو پڑھا جائے اور اس کی سیرت میں نوادرات زیادہ ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اس کی ظاہری

سیرت تمام بنی امیہ سے پورے طور پر ممتاز تھی یہی وجہ ہے کہ وہ اکابر علماء شیعہ نے اس کی مذمت میں توقف کیا ہے باوجودیکہ شیعہ اسے غاصب خلافت وامارت سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کونسا گناہ اس منصب عظیم کے غصب کرنے سے زیادہ ہے کہ جو اس زمانہ میں امام محمد باقرؑ کا حق تھا اور عمر نے اسے غصب کیا ہے بالآخر ماہ رجب ۱۰۱ ہجری دیر سمعان میں جو حمص کے علاقہ میں ہے عمر نے دنیا سے رحلت کی اور اس کی خلافت کی مدت دو سال پانچ ماہ اور پانچ دن تھی اور اس کی عمر ۳۹ سال تھی اور اس کی قبر بھی دیر سمعان میں ہے اور بنی عباس نے جس وقت بنی امیہ کے مردوں کو قبروں سے نکال کر جلایا تو اس کی قبر سے متعرض نہ ہوئے اور ایک جماعت شعراء نے اس کا مرثیہ کہا ہے اور فرزدق شاعر اور کثیر عزہ اور سید رضی اللہ عنہ کے اشعار اس کے مرثیہ میں مشہور ہیں سید رضی کے قصیدہ کا مطلع جو اس کے مرثیہ میں کہا ہے یہ ہے:

یابن عبد العزیز لو بکت العین فتی من امیة لبکیتك

اے عبدالعزیز کے بیٹے اگر کوئی آنکھ بنی امیہ کے کسی جوان پر روئی تو میں تجھ پر روؤں گا۔

یزید بن عبدالملک بن مروان کی خلافت کا ذکر

ماہ رجب کی آخری دھائی ۱۰۱ ہجری میں جب کہ عمر بن عبدالعزیز نے دنیا سے رخت سفر باندھا تو یزید بن عبدالملک بن مروان یزید بن معاویہ بن ابوسفیان کا نواسہ تخت سلطنت پر بیٹھا اور چالیس دن تک عمر بن عبدالعزیز کی سیرت پر چلا اس وقت چالیس افراد اہل شام کے مشائخ (بڑے بوڑھے) میں سے اس کے پاس آئے اور انہوں نے قسم کھائی کہ خلفاء کے لیے آخرت میں کوئی حساب کتاب نہیں ہے یزید کو ان کی بات بہت اچھی لگی اور وہ عمر کی سیرت سے دستبردار ہو گیا۔

اور منقول ہے کہ اس پر حبابہ نامی کنیز کی محبت کا غلبہ تھا اور ہمیشہ اس کے ساتھ عیش وعشرت میں بسر اوقات کرتا تھا یہاں تک کہ حبابہ مرگئی یزید اس کی موت سے انتہائی غمناک ہوا اور اس کی عیش وعشرت کا نشہ ختم ہو گیا اور عقل کم ہو گئی اور کافی وقت تک وہ حبابہ کی لاش دفن نہیں کرنے دیتا تھا اور مسلسل اس کے بوسے لیتا تھا اور اسے سونگھتا تھا یہاں تک کہ حبابہ کے بدن میں بدبو وعفونت پیدا ہو گئی اور وہ گندہ ہو گیا اور لوگوں نے خلیفہ کی اس سلسلہ میں عیب گیری کی تب جا کر اس نے اجازت دی کہ اسے دفن کیا جائے اور اس نے خود اس کی قبر پر اقامت کر لی۔

دمیری وغیرہ نے کہا ہے دوبارہ اس نے حکم دیا یہاں تک کہ حبابہ کی قبر اکھاڑی گئی اور اس کا بدبودار مردہ قبر سے نکالا گیا خلاصہ یہ کہ حبابہ کی موت کے پندرہ دن بعد یزید بھی مر گیا۔

اور منقول ہے کہ ابوحمزہ خارجی کبھی کبھی بنی مروان کا تذکرہ کرتا اور ان کی بدکاریوں کو بیان کرتا یہاں تک کہ جب یزید کے نام تک پہنچتا تو کہتا تھا کہ یزید اپنی دائیں طرف حبابہ کو بٹھاتا اور بائیں طرف سلامہ کو اور کہتا میں چاہتا ہوں کہ طرب وخوشی میں اڑوں

پس وہ لعنت خدا اور عذاب دردناک کی طرف اڑا۔

اور یزید کی خلافت کے زمانہ ۱۲ صفر ۱۰۲ ہجری میں یزید بن مہلب بن ابوصفرہ بہت سارے لوگوں سمیت قتل ہوا اور یزید بن مہلب وہ شخص ہے کہ جس کا باپ مہلب عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں حجاج ثقفی کی طرف سے خراسان کا گورنر تھا اور ماہ ذوالحجہ ۸۳ ہجری میں فوت ہوا تو یزید اس کی جگہ پر گورنر ہوا اور تقریباً چھ سال تک وہ خراسان کا والی رہا یہاں تک کہ عبدالملک نے حجاج کے اشارہ سے اسے معزول کر دیا اور اس کی جگہ پر قتیبہ بن مسلم باہلی کو نصب کیا پس یزید عراق کی طرف چلا آیا اور حجاج نے اسے گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا اور اس پر عذاب کرتا رہا اور یہ اس لیے کیا چونکہ حجاج کو اسکا خوف تھا کہ یزید کی حکومت قوت نہ پکڑے اور وہ اسے ذلیل نہ کرے اور یزید عذاب حجاج کی قید میں رہا یہاں تک کہ وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا اور شام میں پہنچ گیا اور سلیمان بن عبدالملک نے اپنے بھائی ولید کے پاس اس کی سفارش کی اور ولید نے اسے امان دی، یہی حالت رہی یہاں تک کہ سلیمان خلیفہ ہوا اس نے دوبارہ یزید کو خراسان کا گورنر بنا دیا وہ گورنر رہا یہاں تک کہ سلیمان مر گیا اور عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوا تو یزید کو دوبارہ گرفتار کر کے قید کر دیا گیا وہ مسلسل عمر بن عبدالعزیز کی میں رہا یہاں تک کہ ۱۰۱ ہجری میں وہ قید خانے سے بھاگ گیا اور بصرہ و کوفہ کی طرف چلا گیا اور لوگوں کو اپنے گرد جمع کر لیا اور ریاست و حکومت کی خواہش میں بادشاہ کی مخالفت کرنے لگا اور بتدریج اس کا معاملہ بڑھتا گیا اور اس کی حکومت طاقتور ہوگئی یہاں تک کہ یزید بن عبدالملک نے اپنے بھائی مسلمہ کو اپنے بھتیجے عباس بن ولید کے ساتھ جو فارس بنی مروان کے لقب سے مشہور تھا لشکر عظیم دے کر اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا اور جانبین میں سخت جنگ ہوئی آخر کار عراقی بھاگ کھڑے ہوئے اور لشکر شام نے یزید بن مہلب پر غلبہ حاصل کر لیا اور اس کو اس کے باقی بھائیوں کے ساتھ معرکہ قتال ہی میں قتل کر دیا۔

پھر یزید بن عبدالملک نے ہلال بن احوز مازنی کو مہلب کی آل اولاد کی تلاش کریں اور حکم دیا کہ آل ان مہلب میں سے جو حد بلوغ کو پہنچا ہوا ہو اس کی گردن اڑا دو، پس ہلال ان کی تلاش میں نکلا اور جوان میں سن بلوغ کو پہنچا ہوا تھا اس کی گردن اڑا دی۔

اور ابن قتیبہ سے منقول ہے کہ اس نے بیان کیا کہا جاتا ہے کہ مہلب کے صلب سے تین سو بچے پیدا ہوئے اور ابن خلقان نے کہا ہے کہ علماء تاریخ کا اجماع ہے کہ بنی امیہ کی حکومت میں بنی مہلب سے زیادہ مکرم و معزز نہیں تھا جس طرح بنی عباس کی حکومت میں برمکیوں سے زیادہ مکرم و معظم کوئی خاندان نہ تھا۔ واللہ اعلم

اور یزید ہی کی حکومت کے زمانہ میں ۱۰۳ ہجری میں عطا بن یسار زوجہ رسول میمونہ کے غلام اور مجاہد بن جبیر اور جابر بن زید بصری نے وفات پائی اور ۱۰۴ ہجری میں وہب بن منبہ اور طاؤس یمانی کی وفات ہوئی جیسا کہ مسعودی نے لکھا ہے اور ایک قول ہے کہ وہب کی وفات ۱۱۰ ہجری کے شروع میں ہوئی جیسا کہ اس کے بعد تحریر ہوگا۔

اور ابن خلقان وغیرہ نے کہا ہے کہ طاؤس یمانی نے روز ترویہ (آٹھ ذی الحج) سے ایک دن پہلے ۱۰۶ ہجری میں مکہ معظمہ میں وفات پائی اور ہشام بن عبدالملک نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور وہ اپنے زمانہ کا ایک فقیہ تھا اور اس کا روایت کرنا حضرت سید الساجدینؑ کی مناجات حجر مکہ میں اور آپؑ سے اس کی گفتگو مشہور ہے اور وہ اہل سنت کے علماء میں شمار ہوتا ہے اگرچہ صاحب روضات

نے اسے علماء خاصہ کے طبقات میں شمار کیا ہے اور ۱۰۴ ہجری ہی میں عامر بن شراحیل جو علم کے ساتھ اور شعبی کے لقب سے معروف تھا کوفہ میں انتقال کر گیا۔

سنہ ۱۰۵ ہجری میں عبداللہ بن جبیر کی وفات ہوئی اور ۱۰۵ ہجری ہی میں کثیر بن عبدالرحمان خزاعی شیعہ مشہور شاعر نے مدینہ میں وفات پائی اور وہ حضرت باقرؑ کے شعراء اور آپؑ کے خواص میں تھا اور جب اس کی وفات ہوئی تو حضرتؑ اس کے جنازہ پر تشریف لائے اور اس کو کندھا دیا اور اتفاقاً اسی دن عکرمہ غلام ابن عباس نے بھی مدینہ میں وفات پائی تو لوگوں نے کہا کہ آج سب سے زیادہ فقیہ اور سب سے زیادہ شاعر نے وفات پائی اور کثیر عرب کے مشہور عاشقوں میں سے تھا اور اس کی محبوبہ عزہ بنت جمیل بن حفص تھی اسی لیے اسے کثیر عزہ کہتے تھے اور اس کی نادر حکایات بہت ہیں اور کُثیر کثیر کی تصغیر ہے اور تصغیر اس لیے کی گئی چونکہ وہ حقیر اور بہت چھوٹے قد والا تھا اور وقاص کہتا ہے کہ میں نے کثیر کو دیکھا کہ وہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا پس جو شخص یہ کہے کہ اس کا قد تین بالشت سے زیادہ ہے تو اس کی تصدیق نہ کرنا اور وہ جب عبدالعزیز بن مروان کے پاس جاتا تو عبدالعزیز بطور مزاح اس سے کہتا کہ سر کو نیچے کرنا کہیں تجھے چھت سے نقصان و تکلیف نہ ہو اور عبدالملک چاہتا تھا کہ کثیر کو دیکھے پس جب وہ اس کے پاس گیا تو وہ حقیر اور چھوٹے قد والا انسان تھا کہ جسے نگاہ کچھ نہیں سمجھتی تو عبدالملک نے کہا معیدی کا نام سنتے رہو تو اس سے بہتر ہے کہ اسے دیکھو تو کثیر نے کہا جلد بازی نہ کر دائے امیرالمومنینؑ مرد کی مردانگی دو چھوٹی سی چیزوں سے اس کا دل اور اس کی زبان جب بولے تو اس کا بیان واضح ہو اور جنگ کرے تو دل گردے کے ساتھ لڑے اور میں وہ ہوں جو کہتا ہوں۔

تری	الرجل	النحیف	فتزریه
وفی	اثوابه	اسد	ازئیر

تو کمزور شخص کو دیکھ کر اسے ذلیل و حقیر سمجھتا ہے حالانکہ اس کے لباس کے اندر ایک چنگھاڑنے والا شیر ہے۔ الخ

پس عبدالملک نے اس سے معذرت چاہی اور اسے بلند جگہ دی اور جمعہ کے دن ۲۵ شعبان اسی سال یزید بن عبدالملک نے زمین بلقاء میں جو شام کے علاقہ میں ہے وفات پائی اور اس کا جنازہ اٹھا کر لایا گیا اور جابیہ اور باب صغیر کے درمیان دمشق میں دفن ہوا اس کی عمر ۳۷ سال اور مدت خلافت چار سال ایک ماہ اور دو دن شمار کی گئی ہے۔

ہشام بن عبدالملک بن مروان کی سلطنت اور زید بن علی بن الحسین علیہما السلام کی شہادت کا ذکر

۱۰۵ ہجری میں جس دن کہ یزید بن عبدالملک نے رخت سفر دنیا سے باندھا اس کا بھائی ہشام اس کی جگہ پر بیٹھا اور وہ بھینگا سخت مزاج بدعادت اور حرص و بخل کے ساتھ موصوف تھا اور جتنا مال اس نے خزانہ میں جمع کیا اس سے سابق کسی خلیفہ نے اتنا مال جمع نہیں کیا تھا۔

منقول ہے کہ سفر حج میں اس کے لباس تین سو اونٹوں پر بار تھے اور جب ہشام کی وفات ہوئی تو ولید بن یزید نے احتیاط کے طریقہ پر عمل کیا اور اس کے جمع شدہ اموال میں سے اس کے کفن و دفن میں کوئی چیز صرف نہ کی بلکہ قرض و عاریۃً لے کر اس کی تجہیز و تکفین کی۔

اور اخبار الدول میں ہے کہ ہشام اور ولید کے درمیان منافرت تھی لہذا ہشام کی موت کے بعد ولید نے بعنوان احتیاط نہ اسے غسل دیا اور کفن پہنایا یہاں تک کہ اس کا مردہ خراب ہو گیا، خلاصہ یہ کہ کوئی زمانہ رعیت پر اس کے زمانہ سے زیادہ سخت نہیں گزرا اور ہشام باتدبیر و سیاستدان شخص تھا کہا گیا ہے کہ بنی امیہ میں تین اشخاص امور سیاسی میں بے نظیر تھے ایک معاویہ بن ابوسفیان دوسرا عبدالملک بن مروان اور تیسرا ہشام اور منصور دوانقی امر سیاست اور تدبیر امور مملکت میں ہشام کی تقلید کرتا تھا اور ہشام کی خلافت کے زمانہ میں ۱۰۸ ہجری قاسم بن محمد بن ابوبکر رحمہ اللہ نے قدید میں جو مکہ و مدینہ کے درمیان ایک منزل ہے وفات پائی، اور قاسم یزدجرد بادشاہ ایران کا نواسہ اور حضرت سجادؑ کا خالہ زاد بھائی اور حضرت صادقؑ کا نانا تھا۔ مدینہ کے سات فقہاء میں سے ایک اور حضرت علی بن الحسین علیہما السلام کے قابل وثوق اصحاب میں تھا جیسا کہ ایک روایت میں وارد ہوا ہے۔

اور ۱۱۰ ہجری میں حسن بن یسار بصری نے وفات پائی اور اس کی وفات کے چند دن بعد محمد بن سیرین بصری کی وفات ہوئی اور حسن بصری اور ابن سیرین کے درمیان سخت منافرت تھی اور اس طرح کہ ضرب المثل ہو گئی، جالس اما الحسن او ابن اسیرین علی سبیل منع الجمع دون منع الخلو یا حسن کے پاس بیٹھ یا ابن سیرین کے پاس (مانعۃ الجمع کے طور پر نہ بطور مانعۃ الخلو) اور یہی چیز ان کی اجل کے نزدیک نزدیک ہونے کا سبب بھی تھی جیسا کہ ابھی اس کا تذکرہ فرزدق اور جریر کی تاریخ کے بیان میں آئے گا۔

اور ابن خلقان نے کہا ہے کہ حسن کی وفات کے سو دن بعد ابن سیرین نے وفات پائی اور ابن سیرین تاویل خواب اور تعبیر خواب میں ید طولیٰ رکھتا تھا اور اس کی تعبیر خواب کی حکایتیں مشہور ہیں اور وہ بزازی کا کام کرتا تھا اور اس کا باپ انس بن

مالک کا غلام تھا اور حسن بصری وہی ہے کہ جو فصاحت و بلاغت میں مشہور تھا اور ابو عمرو بن علا سے منقول ہے اس نے کہا کہ میں نے حسن بصری سے زیادہ فصیح و بلیغ نہیں دیکھا اور حجاج بن یوسف ثقفی سے کہا گیا کہ دونوں میں سے زیادہ فصیح کون ہے تو اس نے کہا کہ حسن اور اس کی ولادت مدینہ میں عمر بن الخطاب کی وفات سے دو سال قبل ہوئی اور جس رات حسن نے وفات کی اس رات ابو عبیدہ نحوی بصری پیدا ہوا۔

اور منقول ہے کہ حسن کی ماں خیرہ ام سلمہ زوجہ رسول کی کنیز تھی اور کبھی کبھار جب خیرہ کسی کام کے لیے جاتی اور حسن روتا تو ام سلمہ اپنا پستان اس کے منہ میں رکھتیں اور اسے مشغول رکھتیں اور کبھی کبھی ام سلمہ کے پستان سے دودھ باہر نکل آتا اور وہ پیتا رہتا اسی لیے کہتے ہیں کہ حسن کی حکمت و دانائی اور فصاحت جناب ام سلمہ کے پستان کی برکت سے ہے۔

خلاصہ یہ کہ صوفیہ اور اہل سنت کو حسن کے متعلق بڑا اعتقاد ہے اور اکثر شیعہ حسن کو امیر المومنینؑ اور آئمہ طاہرینؑ سے منحرف سمجھتے ہیں اور اس کے بہت سے مطاعن و معائب نقل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امیر المومنینؑ نے اس کے سامنے اس پر لعنت کی اور اسے لفتی (نبطی زبان میں معنی شیطان ہے) کہا اور اسے سامری امت کا لقب دیا اور اس کے حق میں بددعا بھی فرمائی کہ ہمیشہ محزون و غمناک رہے اسی لیے وہ ہمیشہ غمگین اور محزون رہتا تھا اور کان کمن رجع عن دفن حمیمہ او کعو بندج ضل حمارہ اس شخص کی طرح تھا جو اپنے مخلص دوست کو دفن کر کے لوٹا ہو یا مثل کمہار کے تھا کہ جس کا گدھا گم ہو گیا ہو۔

اور یہ بھی روایت کی ہے کہ جب امیر المومنینؑ اہل بصرہ کی جنگ سے واپس آئے تو حسن سے فرمایا کہ تو کیوں جنگ میں حاضر نہیں ہوا کہنے لگا اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے ایک ندا سنی کہ کہنے والا کہہ رہا تھا کہ قاتل و مقتول جہنم میں ہیں، حضرتؑ نے فرمایا وہ ندا کرنے والا تیرا بھائی شیطان تھا اور اس نے سچ کہا ہے کہ اس عورت کے لشکر کے قاتل و مقتول جہنم میں ہیں اور مطاعن حسن میں یہ بھی شمار کیا گیا ہے کہ اس نے حضرت سید الشہداءؑ کی مدد نہیں کی، الی غیر ذلک اور نادر علماء شیعہ امامیہ نے کہا ہے کہ آخرت میں حسن اہلبیتؑ کے دوستوں میں داخل ہو گیا تھا۔ واللہ العالم

خلاصہ یہ کہ وہ کبار مشائخ صوفیہ میں سے تھا اور اس کی حکمت و موعظہ کی باتیں منقول ہیں ان میں سے اس کا یہ قول ہے جب اس سے دنیا کی حالت کے متعلق سوال کیا گیا، مجھے دنیا کی مصیبت کی توقع نے اس کے ملنے کی خوشی میں کرر کھا ہے اور اس کا ایک قول یہ ہے مٹھاس تین چیزوں میں تلاش کر، نماز ذکر الہٰی اور قرات قرآن میں پس مٹھاس پاؤ تو فبہا ورنہ جان لو کہ دروازہ بند ہے اور اس کا ایک قول یہ ہے کہ میں نے موت جیسی کوئی یقینی چیز نہیں دیکھی کہ جس میں کوئی شک نہیں کہ وہ زیادہ مشابہت رکھتی ہو ایسے شک سے کہ جس میں یقین نہ ہو۔

اور ۱۱۰ ہجری میں ہی ابو طفیل عامر بن واثلہ صحابی نے وفات پائی اور اس نے رسول خداؐ کی زندگی کے آٹھ سال دیکھے ہیں اور اس پر دنیا سے صحابہ کا خاتمہ ہوا اور اس کی معاویہ اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ ایک لطیف حکایت ہے مناقب شہر آشوب سے معلوم کرنی چاہیے۔

سنہ ۱۱۰ ہجری میں ابوفراس ہمام بن غالب بصری شیعہ شاعر نے جو فرزدق کے نام سے مشہور ہے اور فرزدق مشہور شعراء میں سے ہے اور اس کے اشعار میں سے ہے اس کا مشہور قصیدہ:

یا صاحبی این حل الجود و الکرم

(اے میرے ساتھی جود و کرم کہاں اترا ہے) جو اس نے علی بن الحسینؑ کی مدح میں ہشام بن عبدالملک کے سامنے فی البدیہہ کہا تھا اور اس قصیدہ کو شیعہ سنی نے نقل کیا ہے اور اس قصیدہ کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فرزدق کا شاعری میں کیا مقام ہے کہ جس نے فی البدیہہ یہ قصیدہ شریفہ کہا ہے۔

اور یونس کا یہ قول مشہور ہے کہ اگر فرزدق کے اشعار نہ ہوتے تو کلام عرب کا تیسرا حصہ غائب تھا اور علامہ بہبہانی نے ملا جامی صوفی سنی مشہور سے نقل کیا ہے کہ اہل کوفہ میں سے ایک عورت نے فرزدق کو اس کی موت کے بعد عالم خواب میں دیکھا تو اس سے پوچھا کہ خدا نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے تو اس نے کہا کہ خدا نے مجھے اس قصیدہ کی برکت سے بخش دیا جو میں نے علیؑ بن الحسینؑ کی مدح میں کہا تھا۔

ملا جامی کہتا ہے کہ بجا ہے کہ خدا تمام عالم کو اس قصیدہ کی برکت سے بخش دے جو حضرتؑ کی مدح میں ہے اور فرزدق و جریر شاعر کے درمیان ہمیشہ منافرت اور ایک دوسرے کی ہجو کا سلسلہ جاری رہتا تھا جب فرزدق کی موت کی خبر جریر کو پہنچی تو وہ رو پڑا اور کہنے لگا، یاد رکھو خدا کی قسم مجھے علم ہے کہ میں اس کے بعد تھوڑا وقت زندہ رہوں گا بے شک اس کا اور میرا ستارہ ایک ہے اور ہم میں سے ہر ایک دوسرے کے ساتھ مشغول تھا اور بہت کم ہے کہ ضد یا دوست مرے مگر یہ کہ اس کا ساتھی بھی اس کے پیچھے جاتا ہے اور اتفاقاً اسی سال اور ایک قول کی بناء پر چالیس دن کے بعد جریر نے بھی وفات پائی۔

اور علماء کا اتفاق ہے کہ اسلام میں فرزدق و جریر و اخطل جیسا شاعر نہیں گزرا اور کہا گیا ہے کہ اخطل نصرانی تھا اور اہل ادب نے ان تین شعراء کے اشعار کو زمانہ جاہلیت کے تین شعراء سے تشبیہ دی ہے، فرزدق کو زہیر سے جریر کو اعشیٰ سے اور اخطل کو نابغہ سے اور زہیر مشہور صحابی کعب کا باپ ہے جس کا مشہور قصیدہ ہے بانت سعاد (ظاہر ہوئی سعاد) اور زہیر کا سارا خاندان شاعر تھا وہ خود اس کا باپ ابوسلمیٰ اس کا ماموں اس کی بہن سلمیٰ اس کے دونوں بیٹے کعب و بجیر اور اس کی بہن خنساء تمام کے تمام شاعر تھے، اور ۱۱۰ ہجری ہی میں وہب بن منبہ یمانی صاحب اخبار و قصص نے (جو سابقہ امتوں کے احوال انبیاء اور وضع دنیا کے متعلق تھے) صنعاء یمن میں وفات پائی اور اس نے نوے سال زندگی گزاری اور اس سے منقول ہے اس نے کہا کہ میں نے بہتر (۷۲) کتب الٰہی پڑھی ہیں۔

اور ۱۱۴ ہجری میں بنا بر مشہور امام محمد باقرؑ کی شہادت واقع ہوئی ہے اور ہم کتاب منتہی میں آپؑ کی شہادت لکھ چکے ہیں، اور ۱۱۴ ہجری ہی میں یا ایک سال اس کے حکم بن عتیبہ تبری زیدی کوفی نے وفات پائی اور ابو مریم سے روایت ہے کہ حضرت امام محمد باقرؑ نے مجھ سے فرمایا کہ سلمہ بن کہیل اور حکم بن عتیبہ سے کہہ دے کہ وہ مشرق میں جائیں یا مغرب میں انہیں صحیح علم ہرگز نہیں مل سکے گا مگر وہ چیزیں جو ہم اہل بیتؑ کے گھرانہ سے خارج ہوئی ہیں۔

اور یہ بھی حضرتؑ نے فرمایا کہ حکم جتنا علم کی تلاش میں دائیں بائیں جائے خدا کی قسم اسے عالم نہیں ملے گا مگر اس خاندان میں کہ جن پر جبریل نازل ہوا ہے۔

اور ۱۱۵ ہجری میں عطا بن ابو رباح مفتی مکہ نے جو روساء علماء اہل سنت میں سے ہے وفات پائی اور بیان ہوا ہے کہ عطا مشلول لنگڑا، اندھا اور سیاہ رنگ شخص تھا۔

اور ۱۱۷ھ میں حضرت سکینہ بنت الحسینؑ کی وفات مدینہ میں ہوئی ہے اور اسی سال میں ہی قتادہ بن دعابر نے (کہ جو علماء اہل سنت میں بہت بڑا شخص تھا اور جس کا کلام آیات کی تفسیر میں ذکر کرتے ہیں) واسط میں وفات پائی اور وہ مادر زاد اندھا تھا اور ابن خلقان نے کہا کہ وہ دجیل میں غرق ہو گیا تھا اور ۱۱۷ ہجری میں غیلان بن عقبہ ذوالرمہ شاعر نے اصفہان میں وفات پائی اور وہ فحول شعراء اور عرب کے مشہور عاشق مزاج لوگوں میں سے تھا اور اس کی محبوبہ میہ تھی اور ذوالرمہ نے اس کے حسن وعشق میں بہت سے اشعار کہے ہیں اور اسی سال یا ۱۲۰ھ میں عبداللہ بن عمر کے غلام نافع نے وفات پائی وہ اہل سنت کے ثقات محدثین میں سے ایک ہے۔

اور ۱۱۸ ہجری میں علی بن عبداللہ بن عباس نے وفات پائی جو سفاح اور منصور دوانقی کا دادا تھا اور امیر المومنینؑ نے اس کا نام علی رکھا تھا اور اسے ابوالحسن کی کنیت دی تھی اور ابوالاملاک سے بھی اسے تعبیر فرمایا جب عبدالملک بن مروان خلیفہ ہوا تو اس نے شدت بغض وعداوت امیر المومنینؑ کی وجہ سے علی سے کہا کہ مجھ میں یہ طاقت نہیں ہے کہ میں علی کا نام اور کنیت سنوں اپنی کنیت اور نام کو بدل لو ، پس علی نے اپنی کنیت تو ابو محمد کر لی لیکن کہنے لگا میں اپنے نام کو نہیں بدلتا۔

اور ۱۲۲ ہجری میں ابو واثلہ ایاس بن معاویہ کی وفات ہوئی اور ابو واثلہ زیرکی اور فطانت وذکاوت میں بے نظیر تھا اور اس کی فراست وفطانت کی حکایات مشہور ہیں جن میں سے بعض کو ابن خلقان نے ذکر کیا ہے، اور ۱۲۳ ہجری میں یا ایک سال بعد محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبداللہ بن الحرث بن شہاب بن زہرۃ بن کلاب فقیہ مدنی تابعی نے جو زہری کے نام سے مشہور ہے وفات پائی اور علماء جمہور نے اس کا تذکرہ کیا ہے اور اس کی بڑی تعریف وتوصیف کی ہے کہا گیا ہے کہ اس نے سات فقہا کے علم کو محفوظ کیا تھا اور جب وہ اپنے گھر میں بیٹھتا تو اپنی کتابیں اردگرد رکھ لیتا اور امور دنیا کی ہر چیز کو چھوڑ کر ان میں مشغول ہو جاتا پس اس کی بیوی نے اس سے کہا کہ خدا کی قسم یہ کتابیں میرے لیے تین سوکنوں سے زیادہ سخت ہیں، اور اس کا جد اعلیٰ عبداللہ بن شہاب جنگ بدر میں مشرکین کے ساتھ مل کر حاضر ہوا تو زہری سے کہا گیا، کیا تیرا دادا بھی جنگ بدر میں موجود تھا کہنے لگا ہاں مگر اس طرف سے یعنی اس صف میں تھا جس میں مشرکین تھے اور علماء کے کلمات اس کی مدح وقدح میں مختلف ہیں اور صاحب روضات نے تفصیل دی ہے، پس فرمایا ہے کہ وہ ابتداء امر میں تو علماء اہل سنت اور گروہ شیطان کے ساتھیوں میں سے تھا اس لیے مروان کی عبدالملک بن مروان اور اس کے بیٹے ہیں پھر اس کے علم وادراک نے اس کی مدد کی اور اسے حق مبین کی طرف ہدایت کی، پس اسے آخری عمر میں امام زین العابدینؑ کی طرف رجوع کرنے والوں اور آپؑ کے انفاس شریفہ سے استفادہ کرنے والوں کے زمرہ میں شامل کر دیا پھر صاحب روضات نے اپنے مدعی کے شواہد ذکر کیے ہیں لیکن یہ مقام ان کے ذکر کا نہیں وہاں روضات کی طرف رجوع کرو۔

اور انساب سمعانی میں ہے کہ زہری زہرہ بن کلاب کی طرف منسوب ہے اور وہ تابعین مدینہ میں سے ہے، اس نے دس اصحاب رسول سے ملاقات کی ہے اور اپنے ہمعصر لوگوں میں زیادہ حافظہ رکھتا تھا منگل کی رات ۱۷ ماہ رمضان ۱۲۴ ہجری میں شام کے علاقہ میں وفات پائی اور اس کی قبر مقام بیدار میں مشہور زیارت گاہ ہے۔ اور ہشام کی حکومت کے زمانہ اوائل ماہ صفر ۱۲۱ ہجری میں زید بن علی بن الحسین علیہم السلام کی شہادت ہوئی اور ہم نے کتاب منتھی کے باب اولاد علی بن الحسین میں جناب زید کے حالات اور ان کی شہادت کی طرف اشارہ کر چکے ہیں اور یہاں ہم اکتفاء کرتے ہیں اس پر جسے شیخ جلیل علی بن الحسین مسعودی نے تحریر کیا ہے اور تفصیلات کا متلاشی ابوالفرج اصفہانی زیدی کی کتاب مقاتل الطالبین کی طرف رجوع کرے مسعودی مروج الذہب میں فرماتے ہیں کہ جب زید نے خروج کا ارادہ کیا تو اپنے بھائی امام محمد باقرؑ سے مشورہ کیا، حضرتؑ نے فرمایا کہ اہل کوفہ پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے کیونکہ وہ دغاباز اور مکار ہیں اور کوفہ میں تمہارے جد امیر المومنینؑ شہید ہوئے اور تمہارے چچا امام حسنؑ کو انہوں نے زخمی کیا اور تمہارے پدر بزرگوار حسین بن علی علیہم السلام شہید ہوئے اور کوفہ اور اس کے اطراف میں ہم اہل بیتؑ کو سب وشتم کیا گیا، پس آپؑ نے زید کو بنی مروان کی حکومت کی مدت اور اس کے بعد بنی عباس کی حکومت کی خبر دی، زید نے آپؑ کی نصیحت قبول کرنے سے انکار کیا اور اپنے عزم وارادہ کی بنی مروان سے حق کا مطالبہ کرنے میں پیروی کی، حضرت باقرؑ نے فرمایا اے بھائی مجھے تیرے متعلق خوف ہے کہ تجھے کوفہ کے مقام کناسہ میں سولی پر لٹکائیں گے پھر آپؑ نے زید کو الوداع کیا اور اسے خبر دی کہ پھر ہماری ایک دوسرے سے ملاقات نہیں ہوگی، اور زید کے خروج کی ابتداء یوں ہوئی کہ مقام رصافہ میں جو قنسترین کے علاقہ میں ہے زید ہشام کے دربار میں گئے جب دربار میں داخل ہوئے تو انہیں بیٹھنے کی جگہ نہ ملی کہ جس میں بیٹھتے اور نہ ہی ان کے بیٹھنے کے لیے جگہ کشادہ کی گئی مجبوراً آخر دربار میں بیٹھ گئے اور ہشام کی طرف رخ کر کے فرمایا کوئی شخص اللہ کے تقویٰ سے بڑا نہیں اور اللہ کے تقویٰ کے علاوہ کوئی شخص حقیر و ذلیل نہیں اور میں تجھے اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، پس اس سے ڈرو، ہشام کہنے لگا خاموش رہو تمہاری ماں نہ ہو تم وہ شخص ہو جو خلافت کے خیال میں پڑے ہو حالانکہ تم تو ایک کنیز کے بیٹے ہو، زید نے فرمایا، تیری بات کا جواب ہے اگر چاہے تو کہوں ورنہ خاموش رہوں، ہشام کہنے لگا کہو فرمایا ماؤں کے رتبہ کی پستی بیٹوں کی قدر و منزلت کی پستی کا سبب نہیں بنتی، پھر فرمایا کہ جناب اسماعیل کی والدہ کنیز تھی اسحاق کی ماں کے باوجود اس کے خدائے تعالیٰ نے اسے مبعوث نبوت کیا اور اسے عرب کا باپ بنایا اور اس کے صلب سے پیغمبر خاتم خیر البشر کو قرار دیا اب تم مجھے ماں کے طعنے دیتے ہو، حالانکہ میں علی و فاطمہ کا بیٹا ہوں پھر کھڑے ہو گئے اور کچھ اشعار پڑھے جن کے ابتدائی شعر یہ تھے:

شرده الخوف وازرى به!
كذاك من يكره حر الجلاد
قد كان في الموت له راحة
والموت حتم في رقاب العباد

ان یحدث اللہ لہ دولۃ!
یترك آثار العدیٰ کالرماد

اسے خوف نے دھتکارا اور اسے عیب لگایا اور ایسا ہی ہوتا ہے وہ شخص کہ جو جنگ کی گرمی کو ناپسند کرتا ہے
،ایسے شخص کے لیے موت میں ہی آرام وراحت ہے اور موت بندوں کی گردن میں حتمی طوق ہے اگر
اللہ نے اس کو حکومت دی تو وہ دشمنوں کے آثار کو راکھ کی طرح بکھیر دے گا۔

پس ہشام کے دربار سے نکل کر کوفہ میں گئے کوفہ کے قراء اور اشراف نے ان کی بیعت کر لی تو زید نے حکومت کے خلاف خروج کیا اور یوسف بن عمر ثقفی جو ہشام کی طرف سے عراق کا گورنر تھا ان کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے آمادہ ہوا جب جنگ کا تنور گرم ہوا تو زید کے اصحاب نے دھوکہ کی بنیاد رکھی ،اور بیعت توڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے زید تھوڑے سے لوگوں کے ساتھ باقی رہ گئے ،مسلسل سخت جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ رات ہوگئی اور لشکر جنگ سے دستبردار ہو گیا زید کو بہت سے زخم لگے ہوئے تھے ایک تیر بھی آپ کی پیشانی پر لگا ہوا تھا پس حجام کوفہ کی ایک بستی سے لے آئے تا کہ وہ تیر کا پھل زید کی پیشانی سے نکالے جب حجام نے تیر باہر نکالا تو زید نے ساتھ ہی دنیا کو خیر باد کہا۔

پس ان کا جنازہ اٹھایا گیا اور اسے پانی کی ندی میں دفن کر کے ان کی قبر کو مٹی اور گھاس سے پر کر کے اوپر پانی جاری کر دیا گیا اور اس حجام سے بھی عہد و پیمان لیا کہ وہ اس چیز کو کہیں ظاہر نہیں کرے گا جب صبح ہوئی تو حجام یوسف کے پاس گیا اور اسے زید کی قبر کی نشاندہی کرائی، یوسف نے زید کی قبر کھدوا کر ان کی لاش باہر نکالی اور سر مبارک جدا کر کے ہشام کے پاس بھیج دیا، ہشام نے اسے خط لکھا کہ زید کو برہنہ اور ننگا سولی پر لٹکا دو، یوسف نے انہیں کناسہ کوفہ میں برہنہ سولی پر لٹکا دیا۔

اسی واقعہ کی طرف بنی امیہ کے ایک شاعر نے اشارہ کیا اور آل ابو طالب اور ان کے شیعوں کو خطاب کر کے کہا:

وصلبنا لکم زیدا علی جزع نخلۃ
ولم ارمھدیا علی الجذع یصلب

ہم نے تمہارے لیے زید کو کھجور کے تنے پر سولی لٹکایا اور میں نے کوئی مہدی نہیں دیکھا کہ وہ کھجور کے تنے پر لٹکایا گیا ہو۔

پھر ایک زمانہ کے بعد ہشام نے یوسف کو لکھا کہ زید کی لاش کو نذر آتش کر دو اور اس کی راکھ فضا میں بکھیر دو۔ابوالفرج نے روایت کی ہے کہ زید ولید بن یزید کے زمانہ خلافت میں سولی پر لٹکے رہے پس جب یحییٰ بن زید نے خروج کیا تو ولید نے یوسف کو لکھا اما بعد جب تجھے میرا خط ملے تو دیکھو (اتا روخ د) اہل عراق کے بچھڑے کو جلا کر اس کی راکھ دریا میں بکھیر دو، یوسف نے اس خط کے مطابق خراش بن حوشب کو حکم دیا یہاں تک کہ اس نے زید کو سولی سے اتارا اور جلا کر ان کی راکھ دریائے فرات میں بکھیر دی اور بعض

روایات میں ہے کہ زید چار سال تک سولی پر لٹکے رہے اس کے بعد انہیں اتار کر جلایا گیا۔

اور یہ بھی روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول خداؐ کو خواب میں دیکھا کہ حضورؐ زید کی سولی والے درخت سے ٹیک لگائے ہوئے تھے اور لوگوں سے کہہ رہے تھے کیا میرے بیٹے کے ساتھ یہی سلوک کرو گے۔

مسعودی نے ہشیم بن عدی طائی سے روایت کی ہے اور اس نے عمرو بن ہانی سے، وہ کہتا ہے کہ ہم سفاح کے زمانہ میں علی بن عبداللہ عباسی کے ساتھ بنی امیہ کی قبریں اکھاڑنے کے لیے گئے پس ہم ہشام کی قبر پر پہنچ اسے باہر نکالا تو دیکھا کہ اس کا بدن ابھی تک ریزہ ریزہ نہیں ہوا تھا اور اس کے اعضاء اس کے ناک کی پھنگی کے علاوہ صحیح وسالم تھے عبداللہ نے اس کے بدن پر اسی (۸۰) کوڑے لگائے پھر اس کو جلایا اس کے بعد ہم وابق کے علاقہ میں گئے سلیمان کو قبر سے نکالا تو اس کی پشت ہنسلیاں اور سر کے علاوہ کچھ نہیں تھا، اس کو بھی جلایا اور اسی طرح بنی امیہ کے تمام مردوں کے ساتھ کیا کہ جن کی قبریں قنسرین میں تھیں۔

پھر ہم دمشق کی طرف گئے اور ولید بن عبدالملک کی قبر کھودی تو اس میں سے کوئی چیز باقی نہیں تھی پھر عبدالملک کی قبر کھودی تو سوائے اس کے سر کی ہیئت کے کچھ ہمیں نظر نہ آیا یزید بن معاویہ کی قبر کھودی تو ایک ہڈی کے علاوہ کچھ نہ ملا اور اس کی لحد میں ایک طویل سیاہ نشان دیکھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کی لحد کے طول میں راکھ ڈالی گئی ہو پھر ہم نے ان کی قبریں باقی شہروں میں تلاش کیں اور جو کوئی ان میں سے ملا اس کو جلایا۔ خلاصہ یہ کہ بدھ کے دن چھ ربیع الثانی ہشام نے رصافہ قنسرین میں وفات پائی وہ ۱۲۵ ہجری تھا اس کی عمر ۳۵ سال اور اس کی سلطنت تقریباً بیس سال رہی۔

ولید بن یزید بن عبدالملک بن مروان کی حکومت اور یحییٰ بن زید رحمۃ اللہ کی شہادت کا ذکر

۱۲۵ ہجری ہشام کی موت کے دن ولید پلید تخت خلافت وحکومت پر بیٹھا اور وہ خبیث کردار ملحد، بدمذہب اور فسق وفجور میں مشہور ومعروف تھا اور کسی طرح بھی وہ ظواہر اسلام کا التزام نہیں رکھتا تھا ہمیشہ شراب پینے، گانے بجانے، لہوولعب، قسم قسم کے فسق وفجور اور طرب وسرور میں مشغول رہتا تھا بنی امیہ میں سے کسی شخص نے اس کی طرح شراب نہیں پی اس کے حکم سے شراب کا ایک حوض پر کیا گیا تھا جب طرب وخوشی کا اس پر غلبہ ہوتا تو وہ اس حوض میں کود جاتا اور اتنی شراب پیتا کہ حوض کی کمی کے آثار ظاہر ہو جاتے اور تاریخ خمیس اور اخبار الدول میں ہے کہ ایک دن ولید ملحد اپنے گھر میں آیا دیکھا کہ اس کی بیٹی اپنی دایہ کے ساتھ بیٹھی ہے اس کے گھٹنوں پر بیٹھ گیا اور اس کی بکارت زائل کر دی، دایہ نے ولید سے کہا کہ مجوسیوں کا دین اختیار کر لیا ہے تو ولید نے یہ شعر پڑھا:

من راقب الناس مات هما
وفاز باللذة الجسور

جو لوگوں کا خیال کرے وہ ہم وغم میں مر جاتا ہے اور جسارت مند لذت حاصل کرتا ہے۔

ابن ابی الحدید نے عرب کے احمق اور بے وقوف لوگوں کے حالات کے ضمن میں نقل کیا ہے کہ ایک روز سلیمان ولید کے بھائی نے ایک مجلس میں کہا کہ خدا لعنت کرے میرے بھائی ولید پر کیونکہ وہ فاسق و فاجر شخص تھا، مجھے اس نے برائی پر مجبور کیا تھا یعنی لواطت کرنے پر اس کے عزیزوں میں سے کسی نے کہا خاموش رہ خدا کی قسم اگر اس نے ارادہ کیا تھا تو پھر وہ کام کیا بھی ہوگا۔

اور اہل سنت کی بعض کتب میں ہے کہ ایک رات موذن نے صبح کی اذان کہی ولید اٹھا اس نے شراب پی اور کنیز کو چمٹ گیا جو کہ مست تھی اس سے ہم بستری کی اور قسم کھائی کہ وہی کنیز جا کر لوگوں کو نماز پڑھائے، پس اسے اپنا لباس پہنایا اور اس مست کنیز کو جنابت و منی کی پلیدگی کے ساتھ مسجد میں بھیجا اور اس نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

اور یہ بھی اخبار الدول اور تاریخ خمیس میں ہے کہ اس نے حج کا قصد کیا اور ارادہ کیا کہ خانہ کعبہ کی چھت پر شراب پیئے اور بوس و کنار کی لذت حاصل کرے یہ بھی بہت سی کتب میں تحریر ہے کہ جن میں سے حیوٰۃ الحیوان اور میری ادب الدین والدنیا ماوردی ہے کہ ایک دن ولید پلید نے قرآن مجید سے فال نکالی تو یہ آیت نکلی واستفتحوا وخاب کل جبار عنید اور انہوں نے کشائش طلب کی اور ہر جبار عنید خائب و خاسر ہے اس خبیث نے قرآن پھینک دیا اور اس پر تیر بارانی کی اور اتنے تیر مارے کہ قرآن مجید کے پرزے پرزے ہو گئے اور یہ اشعار پڑھے:

تهددني بجبار عنيد
فها انا ذاك جبار عنيد
اذا ما جئت ربك يوم حشر
فقل يارب مزقني الوليد

تو مجھے جبار عنید ہونے کی دھمکی دیتا ہے تو یہ لو میں وہی جبار عنید ہوں جب میدان محشر میں اپنے رب کے پاس جاؤ تو کہنا اے رب مجھے ولید نے ٹکڑے ٹکڑے کیا تھا۔

اور نصرانی عورت کے ساتھ اس کے عشق کی حکایت تزئین الاوراق میں داؤد انطاکی نے ذکر کی ہے اور مسعودی نے مروج الذہب میں نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ ابن عائشہ گویا ولید کے پاس آیا اور اس نے یہ اشعار گائے:

رايت صبيحة النحر
حور العين عزيمة الصبر

مثل	الكواكب	في	مطالعها
عند	العشا	اطفن	بالبدر
وخرجت	الا	جر	محتسبا
فرجعت	موفوراً	من	الوزر

میں نے وہ دیکھی کہ جس کی گردن صبح کی طرح تھی بڑی آنکھوں والی اور پختہ صبر والی اس کے طلوع کی جگہیں مثل ستاروں کے تھیں کہ شام کے وقت جنہوں نے چودھویں کے چاند کو گھیر رکھا تھا اور میں مزدوری لینے کے لیے نکلا جب پلٹا تو بوجھ سے لادا ہوا تھا۔

ولید کہنے لگا خدا کی قسم بہت اچھا کہا اور اسے عبدالشمس کے حق کی قسم دی کہ دوبارہ کہے پھر امیہ کے حق کی قسم دی کہ اس کا اعادہ کرے، اس طرح اس شجرہ ملعونہ کے ایک باپ کے اوپر دوسرے کا ذکر کرتا رہا اور اس سے دوبارہ کہلاتا رہا اور ابن عائشہ بھی دوبارہ شعر کہتا رہا یہاں تک کہ اپنے تک پہنچا اور کہنے لگا میری جان کی قسم پھر کہو اس نے پھر کہا ولید میں طرب وسرور کی حالت کا اثر ہوا اور ابن عائشہ کے اعضائے بدن کو چومنے لگا پس اس کے سر سے لے کر نیچے تک اس کے ایک ایک عضو کے بوسے لیتا رہا یہاں تک کہ اس کے آلہ تناسل تک جا پہنچا جھکا تا کہ اس کا بوسہ لے ابن عائشہ نے اپنی رانیں ملا کر اسے چھپانا چاہا ولید کہنے لگا خدا کی قسم میں اس کو چومے بغیر دستبردار نہیں ہوں گا، پس اس کے حشفہ کا بوسہ لیا پھر مستانہ واطرباہ اطرباہ کی آواز لگانے لگا اور اپنا لباس اتار دیا اور ابن عائشہ پر پھینک دیا اور خود برہنہ کھڑا ہو گیا یہاں تک کہ اس کے لیے لباس لے آئے اور یہ بھی حکم دیا کہ ابن عائشہ کے لیے ہزار دینار لے آؤ اور ایک خچر بھی منگوایا اور ابن عائشہ کو اس پر سوار کیا اور کہنے لگا اس خچر پر سوار ہو کر میری مسند پر چلو کیونکہ ہمیشہ رہنے والی آگ میرے جگر میں تو نے روشن کی ہے۔

نیز مروج الذہب اور کامل مبرد میں ہے کہ ولید نے اپنا برا عقیدہ ظاہر کیا اور یہ اشعار پڑھے:

تلعب		بالخلافة	هاشم
بلاوحي	اتاه	ولا	كتاب
فقل	وله	يمنعني	طعامي
وقل	لله	يمنعني	شرابي !

ہاشمی شخص نے خلافت کا کھیل کھیلا بغیر اس کے کہ اس کے پاس وحی اور کتاب آئی ہو، پس اللہ سے کہہ دو کہ میرا کھانا پینا روک لے۔

میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں اس کے کلمات کفر لکھنے اور اس کے اشعار کی حکایت کرنے میں اور ولید نے یہ مخصوص کفر یزید

سے لیا تھا اور یزید نے ابوسفیان سے اور ولید ان اشعار کے کہنے کے چند دن بعد مارا گیا اور ولید کے مشہور صفات میں سے یہ ہے کہ جو کنیزیں اس کے باپ کی منکوحہ تھیں اور اس کے باپ سے ان کی اولاد بھی تھی ان سے اس نے بدفعلی کی اور بعد والے خلفاء اور اہل سنت کے مورخین کی زبانوں پر مشہور تھا ولید فاسق اور ولید زندیق۔

اور اخبار الدول میں مسند احمد سے اور تاریخ خمیس میں ذھبی سے منقول ہے کہ رسول خداؐ سے روایت ہے آپؐ نے فرمایا البتہ اس امت میں ایک شخص ہوگا جسے ولید کے نام سے پکارا جائے گا وہ اس امت کے لیے بنسبت فرعون کے اپنی قوم کے لیے زیادہ سخت ہوگا اور بہت تعجب ہے قاضی عیاض سے کہ جس نے کہا ہے کہ ولید ان بارہ خلفاء میں سے ہے کہ جو حدیث متواتر النقل متفق علیہ بین الخاصۃ والعامۃ میں منصوص ہیں اور اخبار الدول میں ہے کہ صاحب کوکب الملک نے نقل کیا ہے کہ ولید ۳۳ بیماریوں میں مبتلا تھا کہ جن میں سے کم از کم بلا و مصیبت یہ تھی کہ وہ اپنی ناف سے پیشاب کرتا تھا۔

خلاصہ یہ کہ جب ولید کا فسق و فجور فاش اور ظاہر ہوا تو لوگوں نے اس کی دشمنی پر کمر باندھ لی اور سب نے مل کر اس کے خلاف خروج کیا اور اہل دمشق نے اس کو خلافت سے اتارنے پر اتفاق و اجماع کر لیا اور یہ کہ ولید کو قتل کر کے قمیص خلافت و حکومت اس کے چچازاد بھائی یزید ناقص کو پہنا دی پس یزید کو دیہات سے شہر میں بلایا اور اس کے ساتھ قسم کھائی اور اتفاق کیا کہ وہ اس کی مدد و اعانت کریں گے تا کہ وہ ولید کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے تیار ہو اور ان کے درمیان گھمسان کی جنگ ہوئی بالآخر ولید مغلوب ہو کر اپنے قصر کی طرف بھاگ گیا اور قلعہ بند ہو گیا۔

یزید کے لشکر نے قصر کو گھیر لیا اور آخر کار قصر میں لشکر داخل ہو گیا اور ولید کو بڑی بری طرح قتل کر دیا اور اس کا سر قصر کی دیوار پر لٹکا دیا اور اس کا بدن باب فرادیس کے باہر دفن کر دیا۔

اور مسعودی نے فرمایا ہے کہ ولید بحراء میں قتل ہوا جو دمشق کی ایک بستی ہے جب کہ ۱۲۶ ہجری میں جمادی الثانی کے آخری دو دن باقی تھے اور اس کی حکومت ایک سال دو ماہ اور بائیس دن رہی اور اس کی عمر چالیس سال تھی اور وہ بحرا میں دفن ہوا۔انتہی

اور ولید کی سلطنت کی ابتدا میں خالد بن عبداللہ قسری مارا گیا اور خالد وہی شخص ہے جسے ہشام بن عبدالملک نے عمرو بن ہبیرہ والی کو معزول کر کے عراقین (بصرہ و کوفہ) کا گورنر مقرر کیا تھا خالد ایک مدت تک عراقین کا گورنر رہا یہاں تک کہ ۱۲۰ھ ہشام نے اسے معزول کر کے یوسف بن عمر ثقفی حجاج کے چچازاد بھائی کو اس کی جگہ پر نصب کیا، یوسف نے خالد کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا اور ۱۲۵ ہجری کے آخر میں اور ولید کی سلطنت کے ابتدائی زمانہ میں اسے بڑے سخت طریقہ سے قتل کر دیا۔ کہتے ہیں خالد سخاوت کے ساتھ مشہور تھا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک عرب اس کے پاس آیا اور کہنے لگا میں نے دو اشعار میں تیری مدح کی ہے اور توقع ہے کہ تو مجھے دس ہزار درہم اور ایک خادم دے، خالد نے کہا وہ اشعار پڑھو اس نے کہا:

لزمت نعم حتی کا نك لم تکن
سمعت من الا شیاء شیا سوی نعم

وانکرت لا حتی کانك لم تکن
سمعت بھائی سالف الدھر والا مم

تو نے ہاں کو لازم پکڑا ہے یہاں تک کہ گویا تو نے ہاں کے علاوہ کوئی اور چیز سنی ہی نہیں اور تو نے نہ سے انکار کیا ہے گویا تو نے گزشتہ زمانہ اور امتوں میں یہ لفظ سنا ہی نہیں۔

خالد نے اسے دس ہزار درہم اور ایک خادم عطا کیا لیکن ابوالفرج نے اغانی میں اسے بخیلوں میں شمار کیا ہے اور کئی حکائتیں اس کے بخل کی نقل ک ہیں اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ وہ خنثیٰ تھا اور اس کی ماں نصرانی تھی اور اس بناء پر (کہ علی سے خنثیٰ کو محبت نہیں ہوتی) امیر المومنینؑ سے اسے بڑی دشمنی اور عداوت تھی اور اس نے اس ملعون کے کئی فقرے آنجنابؑ پر سب وشتم کے نقل کیے ہیں کہ جن کا نقل کرنا مناسب نہیں بلکہ اس سے کئی حکائتیں نقل کی ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کافر زندیق اور ملحد تھا۔ لعنة الله علیه

اور خالد کی وفات کے دن محمد و ابراہیم ہشام بن اسماعیل مخزومی کے دونوں بیٹے جو ہشام بن عبدالملک کے ماموں تھے یوسف بن عمر کی قید میں ہلاک ہوئے اور یوسف نے انہیں ولید کے حکم سے قید کر رکھا تھا جب تک وہ قید میں رہے انتہائی شکنجہ اور عذاب میں مبتلا تھے اور یہ اس بغض کی وجہ سے تھا جو ان کا ولید کے دل میں تھا اور یہ بھی کہتا تھا کہ میں اپنے چچازاد بھائی عرجی کا بدلہ ان سے لینا چاہتا ہوں اور عرجی عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان ہے کہ جسے محمد بن ہشام مخزومی مذکور نے قید کیا تھا اور بہت سے تازیانے اسے لگائے تھے اور اسے بازار میں پھرایا تھا اور اسے نو سال تک قید میں رکھا یہاں تک کہ وہ مر گیا اور اس نے قید کے زمانہ مں اشعار کہے کہ جن میں سے یہ مشہور شعر ہے:

اضاعونی وای فتی اضاعوا
لیوم کریھة وسداد ثغر

انہوں نے مجھے ضائع کر دیا اور کس جوان کو انھوں نے ضائع کیا جو جنگ کے دن اور سرحد کی حفاظت کے لیے تھا۔

اور عرج مکہ میں ایک جگہ ہے اور ولید کی سلطنت کے اوائل میں یحییٰ بن زید بن علی بن الحسینؑ نے نہی از منکر اور بنی امیہ کے عمومی ظلم کو دور کرنے کے لیے خروج کیا اور آخر کار وہ شہید ہوئے مناسب ہے اختصار کے ساتھ ان کے قتل کی کیفیت کو یہاں درج کیا جائے۔

یحییٰ بن زید بن علی بن الحسین علیہما السلام کی شہادت

واضح ہو کہ جب زید بن علی بن الحسین ۱۲۱ھ میں کوفہ میں شہید ہوئے اور یحییٰ باپ کے دفن کرنے سے فارغ ہوئے تو زید کے اصحاب و اعوان متفرق ہو گئے اور یحییٰ کے ساتھ دس افراد کے علاوہ کوئی باقی نہ رہا، مجبوراً یحییٰ رات کے وقت کوفہ سے نکل کر نینویٰ کی طرف چل دیئے اور وہاں سے مدائن کی طرف کوچ کیا اور مدائن اس وقت خراسان کا راستہ تھا یوسف بن عمر ثقفی والی عراقین نے حریث کلبی کو یحییٰ کے گرفتار کرنے کے لیے مدائن بھیجا، یحییٰ مدائن سے ری کی طرف اور وہاں سے سرخس کی طرف چلے گئے اور سرخس میں یزید بن عمرو تیمی کے مہمان ہوئے اور چھ ماہ تک اس کے پاس رہے۔

محکمہ (خارجی) کی ایک جماعت نے چاہا کہ یحییٰ کے ساتھ ہو کر بنی امیہ کے ساتھ جنگ کریں یزید بن عمرو نے یحییٰ کو ان کا ساتھ دینے سے منع کیا اور کہنے لگا کس طرح اس گروہ سے دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے مدد چاہتے ہو جو علیؑ اور ان کے اہل بیتؑ سے بیزار ہیں پس یحییٰ نے انہیں جواب دیا اور سرخس سے بلخ چلے گئے اور جریش بن عبداللہ شیبانی کے ہاں قیام کیا اور اس کے پاس رہے یہاں تک کہ ہشام دنیا سے رخصت ہوا اور ولید خلیفہ ہوا اس وقت یوسف بن عمر نے نصر بن سیار عامل خراسان کو لکھا کہ جریش کے پاس کسی کو بھیجو کہ وہ یحییٰ کو گرفتار کرے اور نصر نے عقیل عامل بلخ کو لکھا کہ جریش کو گرفتار کرو اور اس کو اس وقت تک رہا نہ کرو جب تک وہ یحییٰ کو تمہارے سپرد نہ کرے، عقیل نے نصر بن سیار کے حکم کے مطابق جریش کو پکڑ لیا اور اسے چھ سو تازیانے لگائے اور کہنے لگا خدا کی قسم اگر یحییٰ کو میرے سپرد نہ کیا تو میں تجھے مار ڈالوں گا، جریش نے بھی اس کام سے سختی سے انکار کیا۔

قریش جویش کے بیٹے نے عقیل سے کہا میرے باپ سے سروکار نہ رکھو میں اس مہم کی کفایت اپنے ذمہ لیتا ہوں اور یحییٰ کو تمہارے سپرد کرتا ہوں، پس وہ کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ لے گیا وہ یحییٰ کو تلاش کرنے لگے بالآخر انھوں نے یحییٰ کو مکان کے اندر دوسرے مکان میں پایا پس انھیں ان کے ساتھی یزید بن عمرو کوفی کے ساتھ گرفتار کر کے نصر بن سیار کے پاس بھیج دیا نصر نے انہیں قید خانہ میں زنجیر و سلاسل میں جکڑ کر بند کر دیا اور ان کے حالات کی شرح و تفصیل یوسف بن عمر کو لکھ بھیجی، یوسف نے معاملہ ولید کو لکھا ولید نے جواب میں لکھا کہ یحییٰ اور اس کے اصحاب کو قید و بند سے رہا کر دو، یوسف نے ولید کے خط کا مضمون نصر کو لکھا نصر نے یحییٰ کو بلایا اور انہیں نصیحت کی اور فتنہ سے ڈرایا اور دو ہزار درہم دو خچروں کے ساتھ انہیں دیئے اور حکم دیا کہ وہ ولید کے پاس چلے جائیں، اور جب یحییٰ کو قید سے رہا کیا گیا تو شیعہ مالداروں کی ایک جماعت اس لوہار کے پاس گئی جس نے بیڑیاں ان کے پاؤں سے نکالی تھیں اور اسے کہنے لگے کہ وہ بیڑیاں ہمارے پاس بیچ دو، لوہار نے وہ بیڑیاں بیچنے کے لیے پیش کیں جو خریدنا چاہتا تھا دوسرا قیمت زیادہ کر دیتا یہاں تک کہ ان کی قیمت بیس ہزار درہم تک پہنچ گئی، بالآخر سب نے مل کر وہ قیمت ادا کی اور شراکت میں خرید کر لیں پھر انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے تقسیم کیا ہر شخص نے اپنے حصہ کو تبرک کے طور پر اپنی انگوٹھی کا نگینہ بنایا۔

خلاصہ یہ کہ جب یحییٰ رہا ہوئے تو سرخس کی طرف گئے اور وہاں سے عمرو بن زرارہ والی ابوشہر کے پاس گئے عمرو نے یحییٰ کو ان کے خرچ کے طور پر ایک ہزار درہم دیئے اور انھیں بیہق کی طرف نکال دیا جو خراسان کا آخری شہر تھا، یحییٰ نے بیہق میں ستر آدمی اپنے معاون پیدا کر لیے اور ان کے لیے گھوڑے خرید لیے اور عمرو بن زرارہ عامل ابوشہر سے جنگ کرنے کے لیے نکلے عمرو جب یحییٰ کے خروج سے مطلع ہوا تو اس نے یہ قضیہ نصر بن سیار کو لکھا نصر نے عبداللہ بن قیس عامل سرخس اور حسن بن زید عامل طوس کو لکھا کہ وہ ابو شہر کی طرف جائیں اور عمرو بن زرارہ کے تحت فرمان ہو کر یحییٰ کے ساتھ جنگ کریں، پس عبداللہ و حسن اپنے اپنے لشکر کے ساتھ عمرو کے پاس گئے اور دس ہزار کا لشکر تیار کیا اور یحییٰ کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے آمادہ ہوئے اور یحییٰ ستر سواروں کے ساتھ ان سے جنگ کرنے کے لیے آئے اور ان سے سخت جنگ کی آخر کار عمر بن زرارہ مارا گیا اور یحییٰ نے اس کے لشکر پر فتح حاصل کی اور انھیں شکست دے کر متفرق کر دیا اور عمرو کے لشکر کا ساز و سامان غنیمت کے طور پر لے لیا اس کے بعد ہرات کی طرف چلے گئے اور ہرات سے جوز جان کی طرف گئے کہ جو مرو و بلخ کے درمیان اور خراسان کے شہروں میں سے ہے۔

نصر بن سیار نے آٹھ ہزار سوار شامی وغیر شامی کے ساتھ سلم بن احوز کو یحییٰ سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا، پس ارغوی بستی میں دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا اور تنور جنگ گرم ہوا، یحییٰ نے تین دن اور تین راتیں ان سے جنگ کی یہاں تک کہ یحییٰ کا لشکر مارا گیا اور آخر کار دوران جنگ ایک تیر یحییٰ کی پیشانی پر آلگا اور یحییٰ شہید ہو گئے، پس جب سلم کا لشکر کامیاب ہو گیا اور جناب یحییٰ شہید ہو گئے تو ان کے قتل کی جگہ پر آئے اور ان کے بدن کو برہنہ کیا اور سر جدا کر کے نصر کے پاس بھیج دیا نصر نے سر ولید کے پاس بھیجا، پس یحییٰ کا بدن جوز جان شہر کے دروازے پر لٹکایا گیا اور مسلسل یحییٰ کا بدن سولی پر لٹکا رہا یہاں تک کہ ارکان سلطنت بنی امیہ متزلزل ہوئے اور بنی عباس کی حکومت نے قوت پکڑی اور ابو مسلم مروزی حکومت عباسیہ کے داعی نے سلم یحییٰ کے قاتل کو قتل کر کے یحییٰ کے بدن کو سولی سے اتار کر غسل و کفن دیا اور نماز جنازہ پڑھ کر اسی جگہ اسے دفن کر دیا پھر اس نے کسی ایسے شخص کو نہ چھوڑا جو یحییٰ کے خون میں شریک تھا۔

پس خراسان اور اس کے باقی علاقوں میں ایک ہفتہ تک لوگوں نے یحییٰ کی عزاداری کی اور اس سال جو بچہ خراسان میں پیدا ہوا اس کا نام یحییٰ رکھا۔ اور ۱۲۵ ہجری میں یحییٰ کی شہادت ہوئی اور یحییٰ کی والدہ ریطہ ابو ہاشم عبداللہ بن محمد حنفیہ کی بیٹی تھی اور دعبل خزاعی نے اپنے اس شعر میں ان کی طرف اشارہ کیا ہے۔

واخرىٰ بارض الجوز جان محلها

اور دوسری وہ قبر ہے جو جوز جان میں ہے۔

اور صحیفہ کاملہ کی سند کے بیان میں کئی ایک مطالب کی طرف اشارہ ہوا ہے کہ جن کا تعلق یحییٰ کے ساتھ ہے جن کا خلاصہ یہ ہے متوکل بن ہارون صحیفہ کا راوی کہتا ہے جس زمانہ میں یحییٰ خراسان کی طرف جا رہے تھے میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کیا، کہنے لگے تو کہاں سے آرہا ہے میں نے عرض کیا حج سے پس یحییٰ نے اپنے اہل بیتؑ اور اقرباء کے حالات پوچھے جو مدینہ میں تھے اور میں نے انہیں بتایا، یہاں تک کہ فرمایا میرے چچا زاد بھائی جعفر بن محمد علیہما السلام سے ملاقات کی تھی، عرض کیا جی ہاں، فرمایا میرے

بارے میں تو نے ان سے کیا سنا ہے میں نے عرض کیا انھوں نے خبر دی تھی کہ آپ شہید ہو جائیں گے اور اپنے والد جناب زید کی طرح سولی پر لٹکائے جائیں گے یہ خبر سن کر یحییٰ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور اس آیت کی تلاوت کی "یمحو اللہ ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب" خدا جسے چاہتا ہے محو کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ثبت کرتا ہے اور اس کے پاس اصل کتاب ہے پس چند کلمات کے بعد جو ہم نے گفتگو کی تو یحییٰ نے فرمایا کہ میرے پاس دعاؤں کا ایک صحیفہ ہے جو میرے باپ نے اپنے باپ علی بن الحسین علیہما السلام سے حفظ کی تھیں اور مجھے وصیت کی تھی کہ میں اس کی حفاظت کروں اور نا اہل سے اسے پوشیدہ رکھوں یہ لو وہ صحیفہ مکرمہ میں تمہارے سپرد کرتا ہوں کہ تم میرے شہید ہو جانے کے بعد اسے میرے چچازاد بھائیوں محمد و ابراہیم کو جو بیٹے ہیں عبداللہ بن حسن بن علی علیہما السلام کے ، پہنچا دینا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ میرے چچازاد بھائی جعفرؑ کی خبر میرے قتل کے متعلق حق ہے اور ان کے آباؤ اجداد سے انہیں پہنچی ہے اور مجھے خوف ہے کہ میں قتل ہو جاؤں اور یہ صحیفہ بنی امیہ کے ہاتھ میں چلا جائے اور وہ اسے لوگوں سے مخفی کر دیں۔

متوکل کہتا ہے پس میں نے وہ صحیفہ کاملہ لے لیا اور جب یحییٰ شہید ہو گئے تو میں مدینہ گیا اور خدمت جعفر بن محمد علیہما السلام سے شرف یاب ہوا اور اپنی گفتگو جو یحییٰ سے ہوئی تھی میں نے آپؑ سے نقل کی تو حضرتؑ رونے لگے اور آپ کا حزن و ملال یحییٰ پر سخت ہوا اور فرمایا خدا میرے چچازاد بھائی یحییٰ پر رحم فرمائے اور اسے اس کے آباؤ اجداد سے ملحق کرے۔ الخ

اور شیخ صدوق نے صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جب آل ابوسفیان نے حسینؑ بن علیؑ کو شہید کیا تو خدا نے ان سے سلطنت کو برطرف کر دیا اور جب ہشام نے زید بن علی بن الحسینؑ کو شہید کیا تو خداوند عالم نے ان سے سلطنت لے لی اور جب ولید نے یحییٰ کو شہید کیا تو خداوند عالم نے اس سے سلطنت چھین لی۔

یزید و ابراہیم ولید بن عبدالملک بن مروان کے دو بیٹوں کی خلافت کا ذکر

یزید بن ولید بن عبدالملک نے شب ۲۳ جمادی الثانی ۱۲۶ ہجری میں خلافت کا علم فضا میں بلند کیا، شام کے لوگوں نے اس کے چچازاد بھائی ولید کو خلافت سے ہٹا کر یزید سے بیعت کی اس وقت یزید نے ولید کے قتل کا حکم دیا اور کہنے لگا جو اس کا سر لے آئے اسے ایک لاکھ درہم انعام ملے گا، یزید کے ساتھی بحراء کی طرف گئے جو دمشق کی ایک بستی کا نام ہے اور انھوں نے ولید کو گھیر لیا ولید کہنے لگا، میری آج وہی حالت ہے جو عثمان بن عفان کی تھی پس لوگوں نے اس پر حملہ کر دیا اور اس کا خون بہا دیا اور اس کا سر جدا کر کے دمشق میں لا کر شہر میں پھرایا پھر دمشق کے شہر کی دیوار پر اسے لٹکا دیا اس وقت امر خلافت یزید پر مستقر ہو گیا، پس یزید نے طریقہ عبادت و عدالت کا اختیار کیا اور عمر بن عبدالعزیز کے طریقہ پر چلا اور اس کو ناقص کہتے تھے۔

چونکہ اس نے لشکر کی تنخواہیں کم کر دی تھیں اور مشہور عبارت الناقص والاشج اعدلا بنی مروان (ناقص اور سر کے زخم والا بنی مروان میں زیادہ عادل تھے) میں یزید اور عمر بن عبدالعزیز کی طرف اشارہ ہے اور یزید مذہب معتزلہ پر تھا اسی لیے معتزلہ اسے عمر عبدالعزیز پر ترجیح و فضیلت دیتے تھے اور یزید پہلا خلیفہ تھا کہ جس کی ماں کنیز تھی۔

اور یزید کی مدت خلافت ولید کے قتل ہونے اور اس کے وفات پانے تک پانچ ماہ اور دو راتیں تھی اور اتوار کے دن ذی الحج کی پہلی تاریخ ۱۲۶ ہجری دمشق میں اس کی وفات ہوئی اور باب جابیہ اور باب صغیر کے درمیان دفن ہوا اور اس کی عمر ۴۶ سال تھی اور اسی سال یگانہ مداح اہل بیتؑ رسول ابو المستہل کمیت بن زید اسدی رحمہ اللہ نے وفات پائی اور کمیت کی مدحتیں مخصوص اہل بیتؑ کے لیے اور حضرت باقرؑ کا اسے ارشاد فرمانا مشہور و معروف ہے اور ہم کمیت کے کچھ مداح اہل بیت کے اشعار کی طرف کتاب منتھی الآمال میں اشارہ کر چکے ہیں اور کمیت کے اشعار میں سے ہے:

ویوم الدوح دوح غدیر خم
ابان له الوصیة لو اطیعا!
ولکن الرجال تبایعوھا!
فلم ار مثلھا خطبا بدیعا نضیعا

اور بڑے درختوں کا دن جو غدیر خم کے درخت تھے رسولؐ نے علیؑ کے لیے وصیت کو واضح کیا کاش کہ اطاعت کی جاتی لیکن لوگوں نے خلافت میں ایک دوسرے کی بیعت کر لی پس میں نے ایسی نئی مصیبت یا دردناک مصیبت نہیں دیکھی۔

منقول ہے کہ کمیت نے ان اشعار کے بعد امیر المومنینؑ کو عالم خواب میں دیکھا کہ آپ نے اس سے فرمایا، یوں کہو:

ولم ارمثل ذاك الیوم یوما
ولم ارمثله حقا اضیعا

میں نے اس جیسا دن نہیں دیکھا اور نہ ہی اس طرح حق کو ضائع ہوتے دیکھا ہے۔

نیز کمیت کے اشعار میں سے اس کا مشہور قصیدہ ہاشمیات ہے کہ جسے انشاء کرنے کے بعد فرزدق شاعر کے سامنے پڑھا تو فرزدق نے اس کی تحسین کی اور اس کی اشاعت کا حکم دیا، پس کمیت مدینہ گیا اور حضرت باقرؑ کی خدمت میں پیش کیا تو حضرت نے اسے وہ دعا دی جو رسول خداؐ نے حسان کے حق میں کہی تھی پھر کمیت عبداللہ بن حسن اور باقی بنی ہاشم کے پاس گیا اور وہ اشعار ان کے سامنے پڑھے پس عبداللہ بن معویہ بن عبداللہ بن جعفر نے چمڑے کا ایک پارچہ لیا اور اس کے چاروں کونے اپنے بچوں کے ہاتھ میں پکڑائے اور بنی ہاشم کے گھروں میں گردش کی اور کہا کہ اے بنی ہاشم یہ کمیت ہے کہ جس نے تمہارے حق میں اشعار کہے ہیں جس وقت کہ لوگوں

نے تمہارے فضائل کے ذکر کرنے سے سکوت اختیار کیا ہے اور اس نے اپنا خون بنی امیہ کے سامنے بہانے کے لیے پیش کیا ہے تو جو کچھ تم سے ممکن ہو اس کے لیے صلہ کے طور پر لے آؤ، پس جس کسی کے لیے جو کچھ ممکن تھا درہم و دینار میں سے اور اس چمڑے کے پارچہ میں ڈالتا تھا یہاں تک کہ نوبت ہاشمی خواتین تک پہنچی ان کے پاس بھی جو کچھ تھا انہوں نے دیا یہاں تک انہوں نے اپنے زیور اپنے بدن سے اتار کر کمیت کے لیے دیئے پس کمیت کے لیے ایک لاکھ کے برابر مال جمع ہو گیا اور عبداللہ اسے کمیت کے پاس لے آیا اور کہا یا ابا المستھل اتیناک بجھد المستقل اے کمیت ہم تیرے پاس ناداروں کی کوشش لے کر آئے ہیں اور ہم تجھ سے معذرت خواہ چونکہ ہم اپنے دشمنوں کی حکومت میں رہتے ہیں اور ہمارے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں اور یہ مقدار ہم نے جمع کی ہے کہ جس میں عورتوں کے زیور بھی ہیں جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو کمیت نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں بے شک آپ نے بہت کچھ عطیہ دیا ہے لیکن میرا مقصد آپ کی مدح سے خدا اور رسول کی خوشنودی ہے اور میں آپ سے کچھ بھی نہیں لیتا اس مال کے جو جو مالک ہیں یہ انہیں واپس کر دیں، اور جتنی کوشش کی کہ کمیت قبول کر لے اس نے قبول نہ کیا۔

کمیت کے بہت سے فضائل نقل ہوئے ہیں اور ابو عبیدہ سے مروی ہے کہ اس نے کہا اگر بنی اسد کے لیے کوئی فضیلت و منقبت نہ ہوتی سوائے اس کے کہ کمیت ان میں سے ہے تو یہی ان کے لیے کافی ہے۔

اور گروہ بنی اسد سے منقول ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ ہم ایسی فضیلت رکھتے ہیں کہ جیسی تمام جہانوں میں سے کوئی نہیں رکھتا اور وہ فضیلت یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں کہ جس نے کمیت سے برکت میراث میں نہ پائی ہو اور اس کا سبب یہ ہے کہ کمیت عالم خواب میں رسول خدا کی خدمت میں پہنچا تو حضرتؐ نے فرمایا میرے لیے قصیدہ پڑھو طربت وما شوقا الی البیض الحروب (میں طرب و خوشی میں ہوں لیکن یہ خوشی سفید رنگ کی عورتوں کے شوق کی وجہ سے نہ تھی) جب کمیت نے یہ قصیدہ پڑھا جو اس کا قصیدہ ہاشمیات ہے تو حضرتؐ نے اس کے حق میں برکت کی دعا کی اور فرمایا تجھے برکت نصیب ہو اور تیری قوم کو اور کمیت علاوہ اس کے کہ شیعہ اور بزرگ شاعر تھا فقیہ و خطیب و نسابہ و خوشنویس و شاہسوار و تیر انداز و سخی اور دیندار بھی تھا اس کی مدح کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

جب یزید ناقص نے رخت سفر دنیا سے باندھا تو اس کی وصیت کے مطابق اس کا بھائی ابراہیم تخت نشین ہوا اور چار ماہ یا دو ماہ دس دن اس کی مدت خلافت تھی لیکن اس کی خلافت مستقر نہ تھی اس کے زمانہ میں ہرج و مرج اختلاط و اختلاف لوگوں میں پیدا ہو گیا لوگ ایک ہفتہ اس کو خلافت کا سلام کرتے اور ایک ہفتہ اس کی خلافت کو وقعت و اہمیت نہ دیتے اور اس کی پرواہ نہ کرتے چنانچہ اس کے زمانہ کا شاعر کہتا ہے:

نبایع ابراھیم فی کل جمعۃ
الا ان امرا انت والیہ ضائع

ہم ہر جمعہ کے دن ابراہیم کی بیعت کرتے ہیں خبردار جس حکومت کا تو والی ہے وہ ضائع ہو رہی ہے۔

اسی طرز پر اس کا معاملہ چل رہا تھا یہاں تک کہ مروان بن محمد نے خروج کیا اور جزیرہ سے دمشق میں داخل ہوا اور ابراہیم سے لڑنے کے لیے آمادہ ہوا چونکہ ابراہیم کی حکومت میں قوت نہ تھی، مجبوراً وہ بھاگ کھڑا ہوا مروان اس کے درپے ہوا یہاں تک کہ اس پر کامیابی حاصل کی اور اسے قتل کر دیا اور اس کی لاش سولی پر لٹکا دی اور ابراہیم و مروان کے زمانہ سے بنی مروان کی حکومت نے کمزوری اور اضمحلال کی طرف رخ کیا یہاں تک کہ جب مروان مارا گیا تو یکسران کی حکومت ختم ہوگئی اور سلطنت بنی عباس کی طرف منتقل ہوگئی اور ابراہیم کے زمانہ میں اور بعض کا قول ہے کہ ولید کے زمانہ میں حضرت باقر العلوم کی شہادت ہوئی اور ہم کتاب منتہی میں آپؑ کی شہادت لکھ چکے ہیں۔

مروان بن محمد مروان بن الحکم جعدی المنبور بالحمار کی سلطنت اور اس کے قتل کا ذکر

پیر کے دن چودہ صفر ۱۲۷ ہجری ابراہیم کے قتل کے بعد دمشق میں یا حران میں کہ جو مصر کا ایک شہر ہے لوگوں نے مروان بن محمد کی بیعت کی اور مروان کا لقب حمار تھا اور اس لقب کے مختلف اسباب بیان کئے گئے ہیں، اخبار الدول میں ہے کہ حمار مروان کو اس لیے کہتے تھے چونکہ وہ شدائد اور جنگ کی سختیوں پر زیادہ صبر کرتا تھا اور کبھی اس نے جنگ سے منہ نہیں موڑا اور اسی باب سے ہے وہ ضرب المثل جو کہتے ہیں فلان اصبر من حمار فی الحروب فلاں شخص جنگوں میں گدھے سے زیادہ صابر ہے اور اس کا قتل ۱۳۲ ہجری کے اوائل میں ہوا اور اس کی حکومت کا زمانہ قتل ہونے تک پانچ سال اور دس روز اور دوسرے قول کی بناء پر پانچ سال تین ماہ تھا۔ اور مروان کے زمانہ میں ۱۲۸ ہجری کے حدود میں اسماعیل بن عبدالرحمان (جو سدی کے لقب سے مشہور تھا) کوفی مفسر مشہور نے وفات پائی اور اسی سال میں اور ایک قول ہے کہ ۱۲۷ھ میں جابر بن یزید جعفی شیعہ نے وفات پائی اور جابر کے عجیب و غریب حالات مشہور و معروف ہیں۔ اور دمیری نے جابر کی وفات ۱۲۶ھ میں بیان کی ہے اور کہا ہے کہ کتاب وآمہ اور میزان ذھبی میں جابر جعفی کے متعلق ہے کہ وہ کہتا ہے کہ دابۃ الارض (جس کا قرآن میں ذکر ہے) سے مراد علی بن ابی طالب ہیں اور کہا ہے کہ جابر شیعہ تھا اور رجعت کا عقیدہ رکھتا تھا یعنی یہ کہ علی دنیا میں دوبارہ آئیں گے۔ الخ

اور ۱۲۹ھ میں عاصم بن ابوالنجود بہدلہ کوفی نے جو کہ مشہور سات قاریوں میں سے ایک ہے کوفہ میں وفات پائی اور سات قاری اور ان کے شہروں کے نام نصاب الصبیان کے ان دو قطعوں میں ذکر ہوئے ہیں:

استاد قرات بشمر پنج و دوپدر
عمرو علا نافع دا بن کثیر

پس حمزه وابن عامر و عاصم را !
ازجنس کسائی شمر و هفت بگیر
نافع مدنی ابن کثیر ازمکه است !
بو عمر و زبصره ابن عامر از شام
پس عاصم و حمزه و کسائی کوفی
این نسبت جمله شان بود با لا تمام

باقی رہیں دس قرائتیں تو وہ ان سات کی قرائتوں کے ساتھ ابوجعفر جو مدنی اول مشہور تھا اور یعقوب بصری اور خلف کی قرات ہے اور جو قرائتیں شاذ ہیں یعنی انہیں چھوڑ دیا گیا ہے تو وہ مطوعی و شنبوذی و ابن محیصن کوفی و سلیمان اعمش اور حسن بصری کی قرائتیں ہیں۔ اور یہ بھی واضح ہو کہ ان سات قاریوں میں سے ہر ایک کے دو دو راوی ہیں اور قاریوں کے نام ان کے راویوں کے ساتھ اور ان کے القاب ورموز اس ترتیب کے ساتھ ہیں:

(۱) نافع بن عبدالرحمان بن ابی نعیم مدنی اس کے دو راوی (۱) عیسیٰ جس کا لقب قالون ہے (۲) عثمان جس کا لقب ورش ہے اور ان کی رمز بترتیب (ابج) ہے۔

(۲) عبداللہ بن کثیر مکی اس کے راوی (۱) احمد بزی (۲) محمد قنبل ہیں اور ان کی رمز (دھز) ہے۔

(۳) ابوعمرو بن علاء مازنی نحوی بصری اس کے دو راویوں میں سے ایک دوسری ہے کہ جو کسائی سے بھی روایت کرتا ہے اور دوسرا ابیجی سوسی ہے اور ان کی رمز (حطی) ہے۔

(۴) عبداللہ بن عامر شامی ہے اس کے دو راوی (۱) ہشام (۲) عبداللہ بن ذکوان ہیں اور ان کی رمز (کلم) ہے۔

(۵) ابوبکر بھدلہ حناط جو عاصم بن ابوالنجود کوفی کے نام سے مشہور تھا اس کے دو راوی (۱) شعبہ ابوبکر بن عیاش (۲) حفص ابوعمرو بزار تھا اور ان کی رمز (نصع) ہے۔

(۶) حمزہ بن ابوحبیب کوفی اس کے دو راوی (۱) خلف (۲) حماد ہیں اور ان کی رمز (فضق) ہے۔

(۷) علی بن حمزہ کسائی کوفی نحوی اس کے دو راوی (۱) ابوالحارث (۲) حفص الدوری ہیں اور ان کی رمز (شت) ہے۔

یہ جدول جس کے اکیس خانے ہیں قاریوں اور ان کے روایوں پر علیحدہ علیحدہ دلالت کرتی ہے -

ا	نافع	م	ابن ذکوان
ب	قالون	ن	عاصم

ج	ورش	ص	ابوبکر
د	ابن کثیر	ع	حفص
ھ	البزی	ف	حمزہ
ز	قنبل	ض	خلف
ح	ابوعمرو	ق	حماد
ط	الدورے	ز	الکسائے
ی	السوسی	ش	ابوالحارث
ک	ابن عامر	ت	حفص الدورے
ل	ہشام		

یہ جدول جس کی چودہ سطریں ہیں قاریوں اوران کے راویوں پر مجتمعاً دلالت کرتی ہے۔

ث	الکوفیون عاصم وحمزہ والکسائے	خ	القراء کلہم غیر نافع
ذ	الکوفیون وابن عامر	ظ	الکوفیون وابن کثیر
غ	الکوفیون وابوعمرو	ش	الکسائی وحمزہ
صحبہ	حمزہ والکسائی وشعبہ	صحاب	الکسائے وحمزہ وحفص
عم	نافع وابن عامر	سما	نافع وابن کثیر وابوعمرو
حق	ابن کثیر وابوعمرو	نفر	ابن کثیر وابوعمرو وابن عامر
حرمی	نافع وابن کثیر	حصن	الکوفیون وابن نافع

معلوم ہونا چاہیے کہ ان قرأت میں سے زیادہ مضبوط اور علماء کے نزدیک محبوب عاصم کی قرائت ہے اسی لیے اس کی قرائت کو مصاحف میں اختیار کیا گیا ہے اور باقی قاریوں کی قرائت کو سرخی کے ساتھ لکھتے ہیں۔

اور ۱۳۱ ہجری میں مالک بن دینار بصری نے جو زہد وعرفان کے ساتھ مشہور تھا بصرہ میں وفات پائی اور علماء اہل سنت نے اس کی کرامات نقل کی ہیں اور اس کی توبہ کے سبب میں کلمات کہے ہیں اور زہد وعظ میں بھی اس کے کلمات نقل کئے ہیں اس مختصر کتاب میں نقل کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

اور مروان کے ہی زمانہ میں عبدالرحمان بن محمد نے (جو ابو مسلم مروزی خراسانی کے نام سے مشہور تھا) خروج کیا اور وہ لوگوں کو ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب کی) جو امام کے لقب کے سے ملقب تھا) بیعت کی دعوت دیتا تھا کیونکہ ابو مسلم کا اعتقاد یہ تھا کہ امیر المومنینؑ کے بعد محمد حنفیہ امام ہیں اور ان کے بعد ان کا بیٹا ابو ہاشم اور اس کے بعد محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس اور اس کے بعد اس کا بیٹا ابراہیم امام ہے، مسلسل وہ خراسان کے شہروں میں لوگوں کو بنی عباس کی بیعت کی دعوت دیتا رہا یہاں تک کہ لوگ اس کے ساتھ ہو گئے اور اس کا معاملہ قوت پکڑ گیا۔

اور نصر بن سیار جو مروان کی طرف سے خراسان کے علاقہ میں اس کا کارندہ تھا اس کی حکومت کمزور پڑ گئی اور اس نے جتنے خطوط مروان کو لکھے اور اس سے مدد چاہی مروان اس کی مدد نہ کر سکا اور نہ لشکر بھیج سکا، کیونکہ خوارج کی جنگ میں مبتلا تھا مجبوراً جب نصر بن سیار میں ابو مسلم کے مقابلہ کی قوت نہ رہی تو وہ خراسان سے دستبردار ہو گیا اور ری کی طرف چلا گیا اور وہاں سے ساوہ گیا اور زیادہ حزن وملال کی وجہ سے اس نے دنیا سے رخت سفر باندھا اور مر گیا۔

اور ادھر سے ابو مسلم کا معاملہ بڑھتا گیا اور خراسان کی حکومت اس کے لیے صاف ہو گئی پس اس نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ سیاہ لباس کو اپنا شعار بنائیں اور علم اور جھنڈے بھی سیاہ قرار دیں، مروان کو جب اطلاع ملی کہ ابراہیم امام سلطنت وحکومت لینے کے خیال میں ہے اور ابو مسلم لوگوں کو اس کی بیعت کی طرف بلا رہا ہے تو اس نے اپنے کارندوں کو لکھا کہ ابراہیم کو جہاں کہیں پائیں گرفتار کر لیں پس ابراہیم کو کدادر حمیمہ بستی سے گرفتار کر کے مروان کے پاس بھیج دیا گیا اور مروان نے اسے مقام حران میں قید کر دیا اور کافی مدت قید میں رہا یہاں تک کہ ایک چمڑے کا تھیلا لے کر اسے چونے سے پر کر کے ابراہیم کا سر اس تھیلے میں داخل کیا ابراہیم کچھ دیر تک ہاتھ پاؤں مارتا رہا یہاں تک کہ مر گیا۔

اور جس زمانہ میں ابراہیم قید میں تھا جب اپنی رہائی سے ناامید ہو گیا تو اس نے ایک وصیت نامہ لکھا اور خلافت اپنے بھائی سفاح کے لیے قرار دی اور وہ وصیت نامہ ایک شخص کے سپرد کیا اور کہا کہ یہ وصیت نامہ اپنے پاس رکھو جب میں قتل ہو جاؤں تو سفاح کو دے دینا، جب ابراہیم قتل ہو گیا اور وہ خط حمیمہ میں سفاح کو ملا تو اس نے اپنے بھائی منصور کو اپنے چچا عبداللہ بن علی اور اپنے خاندان کے کچھ افراد کے ساتھ بلایا اور ان کی مدد وتعاون اور ہمراہی میں کوفہ کی طرف روانہ ہوا دومۃ الجندل میں داؤد بن علی اور اس کا بیٹا سلیمان بھی سفاح کے ساتھ آ ملے اور بڑی تیزی کے ساتھ کوفہ پہنچے اور کوفہ میں لوگوں کو سفاح کی بیعت کی دعوت دینے لگے لوگ بھی بیعت کرنے لگے اور اس کی بیعت میں داخل ہونے لگے اور یہ بیعت ۱۳۲ ہجری میں ہوئی۔

پس سفاح نے ابو سلمہ خلال کے لشکر کو جس کا ذکر ابھی آئے گا اپنے ساتھ ملا لیا اور کوفہ میں اپنے چچا داؤد بن علی کو اپنا جانشین قرار دیا اور اپنے دوسرے چچا عبداللہ بن علی کو مروان کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے بھیجا عبداللہ خراسان کے لشکروں کے ساتھ چلتا رہا یہاں تک کہ دو جمادی الثانی ۱۳۲ ہجری میں موصل کے دریا کے پانی کے پاٹ کے قریب مروان کے لشکر سے آمنا سامنا ہوا ان کے

درمیان گھمسان کی لڑائی ہوئی بنی عباس کے لشکر کو فتح ہوئی اور مروان کا بہت سا لشکر مارا گیا اور ان میں سے بہت سے لوگ پانی میں غرق ہو گئے اور بنی امیہ میں سے جو لوگ غرق ہوئے ان کی تعداد تین سو تھی اور جو بنی امیہ کے علاوہ غرق ہوئے وہ بے شمار تھے، پس مروان کا لشکر شکست کھا گیا اور ہفتہ کے دن اسی ماہ کی گیارہ تاریخ کو مروان بھی شکست کھا کر موصل کی طرف بھاگ نکلا لیکن اہل موصل نے اسے راستہ نہ دیا تو وہاں سے حران گیا اور مروان کی قیام گاہ مکانات اور خزانہ حران میں تھا اور حران کے لوگ امیر المومنینؑ سے انتہائی بغض و عناد رکھتے تھے اور ہمیشہ حضرت کو سب وشتم کیا کرتے تھے یہاں تک کہ بعد اس کے کہ آپؑ کو گالی دینا بند ہو گیا تب بھی حران کے لوگوں نے ترک نہیں کیا تھا اور کہتے تھے کہ ابوتراب کو لعنت کیے بغیر (معاذ اللہ) نماز ہی نہیں ہوتی خلاصہ یہ کہ مروان عبداللہ کے خوف سے حران میں نہ ٹک سکا اور اپنے اہل خانہ اور بنی امیہ کے لوگوں اور بقیہ لشکر کے ساتھ حران سے نکل کر نہر اردن اور فلسطین کا سفر کیا اور عبداللہ بن علی حران میں آیا اور مروان کا قصر تباہ کر دیا اور اس کے خزانے اور مال ومتاع لوٹ لیا پھر دمشق کی طرف چلا گیا اور اہل دمشق کا محاصرہ کر لیا اور ولید بن معاویہ بن عبدالملک کو بہت سے شام کے لوگوں کے ساتھ قتل کر دیا اور یزید اور اس کے بھائی کو عبدالجبار بن یزید بن عبدالملک کے ساتھ قید کر لیا اور سفاح کے پاس بھیج دیا اور سفاح نے حکم دیا کہ انہیں قتل کر دو اور مقام حیرہ میں انہیں سولیوں پر لٹکا دو پھر عبداللہ نے مروان سے جنگ کرنے کے لیے نہر اردن کی طرف سفر کیا عبداللہ پندرہ ذیقعد ۱۳۲ ہجری کو نہر اردن پر پہنچا اور بنی امیہ کے بہت سے لوگوں کو جن کی تعداد اسی (۸۰) سے زیادہ تھی قتل کر دیا۔

اور دمیری وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ نے حکم دیا کہ بنی امیہ کے مقتولین کے اوپر فرش بچھایا جائے پھر عبداللہ اپنے اصحاب کے ساتھ ان کے اوپر بیٹھ گیا اور کھانا منگوا کر کھانے میں مشغول ہوا جب کہ بنی امیہ فرش کے نیچے نالہ وفریاد کر رہے تھے اور جان دے رہے تھے عبداللہ نے کہا یہ دن اس دن کے مقابلہ میں ہے کہ جس میں بنی امیہ نے حسینؑ بن علیؑ کو شہید کیا تھا اگرچہ مقابلہ نہیں ہو سکتا پھر صالح بن علی ابوعون عبدالملک بن یزید اور عامر بن اسماعیل مذحجی کے ساتھ مروان سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوئے اور مقام بوصیر میں جو فیوم کی ایک بستی ہے مروان کو پایا اور وہاں پہنچتے ہی اس کا محاصرہ کر لیا اور طبل جنگ بجا دیا اور ندا یا شارات ابراہیم (اے ابراہیم کا بدلہ لینے والے) بلند کی اس وقت بوصیر کے گرجے میں تھا جب اس نے لشکر کے شور وغوغا کی آواز سنی تو تلوار کھینچ کر باہر کی طرف دوڑا لشکر بنی عباس نے اسے گھیر لیا اور اس سے جنگ کر کے اسے قتل کر دیا پس عامر بن اسماعیل نے حکم دیا کہ اس کا سر جدا کر لو اور اس کی زبان بھی کاٹ لی اور اس کو دور پھینک دیا اسی وقت بلی آئی اور اس نے اس کی زبان کھا لی اور عجیب بات یہ ہے کہ اس واقعہ سے پہلے مروان نے اپنے ایک خادم کو چغل خوری کرتے سنا تو اس کی زبان کاٹ لی اور اس بلی نے اس کی زبان بھی کھائی تھی۔

اور منقول ہے کہ اسی واقعہ میں مروان کا منشی عبدالحمید بھی مارا گیا اور عبدالحمید وہی شخص ہے جو کتابت اور ادب میں پوری مہارت رکھتا تھا اور فصاحت و بلاغت میں وہ ضرب المثل تھا یہاں تک کہ کہا گیا ہے کہ خطوط لکھنے کی ابتداء عبدالحمید سے ہوئی اور ابن حمید پر ختم ہو گئے اور اس نے اس شخص سے کہا تھا جس کا خط بد تھا قلم کی نوک لمبی کر اور اسے موٹا بنا اور قط تیز رکھ اور اسے دائیں طرف

کر پس اس نے ایسا کیا تو اس کا مخطمرہ ہو گیا۔

خلاصہ یہ کہ جب اتوار کے دن ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۲ ہجری میں مروان مارا گیا اور بنی امیہ کی حکومت کا خاتمہ ہوا تو عامر بن اسماعیل اس گرجے میں داخل ہوا جس میں مروان کی بیویاں اور بیٹیاں تھیں اور مروان کے فرش پر بیٹھ کر مروان کا بچا ہوا کھانا کھایا کیونکہ مروان کے قتل ہونے سے پہلے اس کے لیے کھانا لایا گیا تھا اور وہ کھانا کھا رہا تھا کہ بنی عباس کا لشکر پہنچ گیا مروان کو فرصت نہیں ملی تھی کہ وہ کھانا کھا سکتا، مجبوراً وہ کھانا چھوڑ کر جنگ کرنے لگا تھا اور اس کا باقی کھانا عامر کی قسمت میں آیا اس کے بعد عامر نے مروان کی بیٹی کو عیش وعشرت کے لیے اپنی محفل میں بلایا اور وہ مروان کی بڑی لڑکی اور عقلمند وسخن دان تھی جب عامر کے پاس آئی تو عامر کو مخاطب کیا کہ اے عامر تیری نصیحت وموعظہ کے لیے اس زمانہ غدار میں یہی کافی ہے کہ تو مروان کے دسترخوان پر بیٹھ کر اس کا مخصوص کھانا کھائے اور اس کے چراغ سے روشنی حاصل کرے اور اس کی بیٹی کے ساتھ گفتگو کرے پس خواب غفلت سے بیدار ہو اور دل اس بے وفا زمانہ کے ساتھ نہ باندھ کیونکہ وہ زمانہ جس نے مروان کے ساتھ یہ کچھ کیا ہے ممکن ہے کہ تیرے اور سفاح کے ساتھ بھی ایسا سلوک کرے عامر نے جب یہ گفتگو سنی تو اسے حیا وشرم آئی اور اس لڑکی کو اپنے سے دور کیا اور جب یہ خبر سفاح تک پہنچی تو وہ بہت ناراض ہوا اور اس نے عامر کو خط لکھا اور اسے بہت زجر وتوبیخ کی اور اسے حکم دیا کہ وہ اس قبیح فعل کے مقابلہ میں صدقہ دے اور نماز پڑھے اور تین دن تک اس فعل قبیح کے کفارہ میں روزہ رکھے اور عامر کا لشکر بھی روزہ رکھے۔

مسعودی نے روایت کی ہے کہ جب عامر مروان کے کام سے فارغ ہوا تو اس نے چاہا کہ اس گرجے میں جائے جس میں مروان کی عورتیں اور بیٹیاں تھیں جب اس کے نزدیک پہنچا تو اس نے ایک خادم کو دیکھا جو ننگی تلوار ہاتھ میں لیے ہوئے تھا اور اندر جانے سے روکتا ہے حکم دیا کہ اس کو پکڑ لو جب وہ پکڑا گیا تو اس نے کہا اے امیر مروان نے مجھے حکم دیا تھا کہ جب میں مارا جاؤں تو اس تلوار سے میری بیویوں اور بیٹیوں کو قتل کر دینا اب مجھے قتل نہ کرو میں تمہیں رسول خدا کی میراث کی نشاندہی کرتا ہوں کہ جو خلفاء بنی امیہ کے پاس تھا اور مروان تک پہنچا تھا اور میرے علاوہ کسی کو اس کی خبر نہیں اور اگر میں مارا گیا تو وہ میراث مفقود ہو جائے گا پس اس خادم کو مہلت دی گئی وہ کہنے لگا میرے ساتھ چلو تاکہ میں تمہیں وہ دکھادوں پس انہیں اس بستی سے باہر لے گیا یہاں تک کہ ایک ریتلی جگہ پر پہنچا کہنے لگا اس جگہ کو کھودو جب زمین کھودی گئی تو رسول خدا کی چادر، تلوار اور عصا ملا کہ جنہیں مروان نے چھپا کر رکھا تھا تاکہ بنی ہاشم تک نہ پہنچے۔

عامر نے یہ چیزیں عبداللہ کے پاس بھیجیں اور عبداللہ نے سفاح کے پاس روانہ کیں اور وہ دست بدست خلفاء بنی عباس میں منتقل ہوتی رہیں، اور ایک قول ہے کہ مروان نے قتل کے دن رسول خدا کی چادر پہن رکھی تھی اور جب وہ مارا گیا تو اس کے بدن سے اتار لی گئی پس عامر نے مروان کی بیویوں، بیٹیوں اور کنیزوں کو باقی قیدیوں کے ساتھ صالح بن علی کے پاس بھیج دیا جب یہ صالح کے پاس پہنچے تو مروان کی بڑی بیٹی نے صالح سے کہا اے امیر المومنین کے چچا خداوند عالم دنیا و آخرت میں تیری حفاظت کرے ہم تیری

اور تیرے بھائی کی بیٹیاں ہیں ہمیں معاف کردے اور ہمارے قتل کرنے سے چشم پوشی فرما، صالح کہنے لگا تم میں سے ایک فرد کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا کیا تیرے باپ نے میرے بھتیجے ابراہیم کو حران میں قتل نہیں کیا ہشام بن عبدالملک نے زید کو شہید کر کے کناسہ میں اسے سولی پر نہیں لٹکایا کیا یوسف بن عمر نے ہشام کے حکم سے زید کی بیوی کو حیرہ میں قتل نہیں کیا کیا ولید بن یزید نے یحییٰ بن زید کو شہید نہیں کیا کیا ابن زیاد حرامزادے نے مسلم بن عقیل کو شہید نہیں کیا، کیا یزید نے امام حسینؑ کو ان کے اہل بیت کے ساتھ شہید نہیں کیا، کیا ان کی خواتین اور اہل حرم کو قید نہیں کیا، کیا امامؑ کے سر کو نیزہ پر سوار کر کے شہروں میں نہیں پھرایا، کیا اہل بیت رسول کی خواتین کو قیدیوں کی طرح اہل شام کی موجودگی میں اپنے دربار میں حاضر نہیں کیا اس سے زیادہ توہین رسول خداؐ کی کیا ہوگی تم نے ہمارے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا کہ یہ توقعات رکھو، مروان کی بیٹی کہنے لگی ان تمام چیزوں کے باوجود کیا ہوگا کہ ہمیں معاف کردو اور اپنے لطف و کرم کو ہمارے شامل حال کرو، کہنے لگا میں نے تمہیں معاف کیا اب اگر چاہو تو تمہیں اپنے بیٹے فضل کے نکاح میں لے آؤں اور تیری بہن کی اس کے بھائی عبداللہ کے ساتھ شادی کر دوں وہ کہنے لگی اب تو ہم مصیبت میں ہیں شادی کا کوئی محل نہیں اس وقت ہمیں حران میں پہنچا دو پھر جو تمہاری رائے ہو اس پر عمل کرو صالح نے کہا ایسا ہی ہوگا، پس حران کی طرف گئے اور مروان کے اہل خانہ جب حران میں پہنچے تو انہوں نے صدائے گریہ و شیون بلند کی اور گریبان چاک کئے اور مروان پر بہت گریہ کیا اور اس طرح مروان کا ماتم کیا کہ عباسیوں کا لشکر بھی رونے لگا اور جب مروان کا سر سفاح کے پاس لے گئے اور اس کے پاس رکھا تو سفاح نے طویل سجدہ کیا پھر سجدہ سے سر اٹھا کر کہنے لگا الحمد للہ کہ میں نے اپنے خون کا انتقام تجھ سے اور تیرے خاندان سے لیا ہے اور امام حسینؑ اور ان کے اہل بیتؑ کی شہادت کے مقابلہ میں میں نے بنی امیہ کے دو سو افراد قتل کیے ہیں اور زید بن علی بن الحسینؑ کے مقابلہ میں ہشام کی ہڈیاں جلائی ہیں اور اپنے بھائی ابراہیم کے مقابلہ میں مروان کو قتل کیا ہے اب مجھے مرنے کی کوئی پرواہ نہیں پھر دوبارہ قبلہ رخ ہو کر طویل سجدہ کیا اور اٹھ کر بیٹھ گیا جب کہ اس کا چہرہ خوشی سے کھلا ہوا تھا اور مروان کی حکومت کی مدت لوگوں کے سفاح کی بیعت کرنے تک پانچ سال اور ستر دن اور مروان کے قتل ہونے تک پانچ سال دس ماہ اور دو روز ہوگئی تھی پس لوگوں کے سفاح کی بیعت کرنے اور مروان کے قتل ہونے کا درمیانی وقفہ آٹھ ماہ تھا۔ واللہ العالم

تذییل

جب بنی امیہ کی حکومت آخر کو پہنچی تو مجھے مناسب معلوم ہوا میں تذییل و تزئین کروں اس مقام چند آیات واحادیث کے ساتھ جو بنی امیہ کے مثالب ومطاعن میں ہیں اور اس سلسلہ میں اس پر اکتفاء کروں جو کچھ کہ اہل سنت نے لکھا ہے۔

واضح ہو کہ امیہ مشہور قول کی بناء پر عبدالشمس بن عبد مناف کا بیٹا ہے اور ہاشم ومطلب ونوفل کا بھتیجا ہے اور بنی امیہ کے دو گروہ ہیں ایک اعیاص جو کہ ابوالعاص وعاص وابوالعیص وعیص ان کی اولاد ہیں، اور دوسرا گروہ عنابس جو کہ حرب بن امیہ کی اولاد ہیں کیونکہ حرب کا نام عنبہ تھا اور عثمان وآل حکم اعیاص میں سے شمار ہوتے ہیں اور آل ابوسفیان عنابس میں سے اور قرآن مجید میں کئی آیات میں ان کی طرف اشارہ ہے ان میں سے ایک آیت یہ ہے:وما جعلنا الرئویا التی اریناك الا فتنة للناس اولشجرة الملعونة فی القرآن ونخوفهم فما یزیدهم الا طغیانا کبیرا۔

اس آیت کے معنی کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے نہیں قرار دیا اس خواب کو کہ جو تو نے دیکھا ہے مگر لوگوں کے لیے امتحان اور اسی طرح قرآن میں شجرہ ملعونہ کو اور ہم انہیں ڈراتے ہیں اور انہیں زیادہ نہیں کرتا یعنی فائدہ نہیں دیتا مگر بڑی سرکشی کا اور شجرہ ملعونہ سے مراد عام مفسرین کی تفسیر میں بنی امیہ ہیں۔

فخرالدین رازی اپنی تفسیر کبیر میں کہتا ہے سعید بن مسیب روایت کرتا ہے کہ رسول خدا نے خواب میں دیکھا کہ بنی امیہ آپ کے منبر پر اچھل کود رہے ہیں جس طرح بندر اچھلتے کودتے ہیں پس آپ اس سے محزون ومغموم ہوئے۔

نیز اسی تفسیر اور تفسیر نیشاپوری میں ہے ابن عباس کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں شجرہ ملعونہ سے مراد بنی امیہ ہیں (یعنی) حکم بن ابن عاص اور اس کی اولاد نیز فخرالدین رازی نے بیان کیا ہے کہ رسول خدا نے خواب میں دیکھا کہ مروان کی اولاد آپ کے منبر پر چڑھ رہی ہے اور آپؐ نے اپنا خواب ابوبکر وعمر سے نقل کیا اور آپؐ ان سے گھر میں خلوت میں باتیں کررہے تھے جب یہ لوگ چلے گئے تو آپ نے سنا کہ حکم آپؐ کے خواب کو نقل کررہا ہے تو رسول خدا نے عمر کے متعلق کہا کہ اس نے راز فاش کیا ہے جب معلوم ہوا کہ حکم کان دھر کے سن رہا تھا تو اس کو مدینہ سے نکال دیا۔

اور بیضاوی نے کہا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ رسول خدا نے بنی امیہ کے ایک گروہ کو دیکھا کہ وہ آپؐ کے منبر پر چڑھ رہے ہیں اور اچھل کود رہے ہیں جس طرح بندر اچھلتے کودتے ہیں فرمایا یہ ان کا دنیاوی حصہ ہے جو ان کے ظاہری اسلام کے بدلے دیا جائے گا یہ کنایہ ہے اس سے کہ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں اور کشاف میں بھی اس کے قریب کلام ہے روایت کی نسبت کے ساتھ اور بحار میں عمدہ ابن بطریق حلی سے تفسیر ثعلبی سے دو طریق سے یہ حدیث ہوئی ہے اور ابن ابی الحدید نے بھی ابوجعفر محمد بن حبیب کی امالی سے ایک مبسوط حدیث کے ذیل میں نقل کیا ہے کہ عمر نے کعب سے پوچھا تمہارے اخبار میں آیا ہے کہ خلافت کس کس کو پہنچے گی کعب نے کہا کہ رسول خدا اور ان کے دو اصحاب کے بعد آپؐ کے دشمنوں تک پہنچے گی کہ جن سے آپؐ نے جنگ کی اور انھوں نے آپؐ سے جنگ لڑی، عمر کہنے لگا انا للہ وانا الیہ

راجعون اور عباس کی طرف رخ کرکے عمر نے کہا کہ میں نے رسول خداؐ سے اس کلام سے ملتا جلتا کلام سنا ہے میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا البتہ ضرور میرے منبر پر بنی امیہ چڑھیں گے اور بے شک میں نے انہیں خواب میں دیکھا ہے کہ وہ منبر پر بندروں کی طرح اچھل کود کر رہے ہیں اور انہیں کے متعلق نازل ہوئی ہے وما جعلنا الخ۔

اور رسالہ مفاخرہ بنی ہاشم و بنی امیہ سے منقول ہے جو جاحظ کی تصنیف ہے وہ کہتا ہے کہ بنی ہاشم کا یہ عقیدہ ہے کہ شجرہ ملعونہ بنی امیہ ہیں اور اس میں شک نہیں کہ بنی ہاشم کے پاس اگر صحیح حدیث نہ ہوتی تو سب کے سب یہ عقیدہ نہ رکھتے۔

خلاصہ یہ کہ تفسیر شجرہ ملعونہ بنی امیہ کا ہونا فریقین کی کتب تفسیر سے انتہائی طور پر ظاہر و ہویدا ہے اور اس تفسیر کے محاسن و بدائع میں سے اس جملہ کی تاویل ہے وما یزیدھم الا طغیانا کبیرا کہ احتمال ہو سکتا ہے کہ یزید یہاں نام ہو اور طغیان کا حمل اس پر بطور مبالغہ ہو اس دعویٰ کے ساتھ کہ وہ اتنا بڑا طاغی و سرکش ہے گویا وہ حقیقت میں طغیان کا ایک فرد ہے اور خصوصیت سے اس کا ذکر بوجہ اس کار عظیم اور گناہ بزرگ اور معصیت عظمیٰ کے ہو کہ جو واقعہ طف و کربلا میں ہوئی ہے علاوہ واقعہ حرہ اور خانہ خدا کے جلانے اور باقی اس کے شنیع و قبیح اعمال کے جیسا کہ اس کے حالات کے ضمن میں شرح و بسط سے بیان ہو چکا ہے۔

اور ان آیات میں سے ایک آیت مبارکہ یہ ہے **الذین بدلو انعمة الله کفرا واحلو قومهم دار البوار جهنم یصلو نها وبئس القرار** وہ لوگ کہ جنہوں نے اللہ کی نعمت کا کفران سے بدلہ دیا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر جہنم میں اتارا کہ جس میں وہ جلتے رہیں گے اور وہ بری جائے قرار ہے۔

چنانچہ عمدہ بن بطریق سے منقول ہے کہ اس نے تفسیر ثعلبی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ عمر بن الخطاب نے کہا اس آیت سے مراد قریش کے زیادہ فاسق و فاجر دو قبیلہ مراد ہیں بنو مغیرہ اور بنو امیہ۔ بنی مغیرہ کے شر سے تو بدر کے دن تمہاری کفایت ہو چکی باقی رہے بنی امیہ تو انہیں ایک دن تک مہلت دی گئی ہے اور امیر المومنینؑ سے بھی یہ تفسیر نقل ہوئی ہے لیکن تقسیم مذکور کے بغیر اور دو آیتیں صحیفہ کاملہ کے مقدمہ میں مذکور ہیں اور اس آیت مبارکہ میں نعمۃ اللہ سے مراد رسول خداؐ اور ان کے اہل بیتؑ اطہار ہیں اور یہ مطلب واضح طور پر معلوم ہے کیونکہ تمام چیزیں اللہ کی ذات کے علاوہ ان کے وجود کی برکت سے خلق ہوئی ہیں اور جو چیز جسے ملی انہیں کے واسطہ سے ملی بیمنھم رزق الوریٰ و بوجودھم ثبتت الارض والسماء ان کی برکت سے مخلوق کو رزق ملتا ہے اور ان کے وجود سے آسمان و زمین ثابت و برقرار ہیں۔ پس حقیقی نعمت یہی ہے کہ جس کا بنی امیہ نے کفران نعمت کیا اور نعمت خدا کو تبدیل کیا اور اپنی قوم کو دار البوار وبئس القرار میں جگہ دی۔

اور اسی کے موافق ہیں وہ روایات جو صادقینؑ سے آیت کریمہ ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم کی تفسیر میں وارد ہوئی ہیں (پھر البتہ ضرور تم سے اس دن نعیمؑ کے متعلق سوال کیا جائے گا) جو کبھی اہل بیتؑ اور کبھی ان کی محبت و موالات سے تاویل کی گئی ہے۔

منجملہ ان آیات کے جو بنی امیہ کی مذمت میں وارد ہوئی ہیں ایک سورۃ قدر ''انا انزلناہ فی لیلۃ القدر'' ہے کیونکہ ہزار ماہ سے مراد بنو امیہ کی حکومت ہے جو ہزار مہینہ تک رہی اور وہ لیلۃ القدر کے برکات اور ثواب سے محروم تھے حالانکہ ایک شب قدر کی اخروی خیر ت دنیوی خیر ہزار ماہ کی ریاست بنی امیہ سے بہتر ہے۔

جیسا کہ فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں اور ابن اثیر اسد الغابہ میں حضرت حسن مجتبیٰ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا نے عالم خواب میں دیکھا کہ بنی امیہ حضرتؐ کے منبر پر اچھلتے کودتے ہیں جس طرح بندر اچھلتے کودتے ہیں اور چونکہ یہ آنحضرتؐ پر امر شاق وگراں گزرا تو خداوند عالم نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی (انا انزلناہ تا من الف شھر) یعنی ہزار ماہ بنی امیہ کے ملک وسلطنت کا۔

قاسم جو راوی حدیث ہے وہ کہتا ہے کہ ہم نے حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ بنی امیہ کا ملک ہزار مہینہ بنتا ہے پھر فخر الدین رازی نے کہا ہے کہ قاضی نے اس میں اعتراض کیا ہے کیونکہ بنی امیہ کی حکومت کے دن مذموم تھے لہٰذا شب قدر کو ایام حکومت بنی امیہ پر ترجیح دینا شب قدر کے لیے باعث فضیلت نہیں پھر رازی نے خود قاضی کو جواب دیا ہے کہ چونکہ بنی امیہ کے سلطنت کے زمانہ میں دنیاوی سعادتیں تھیں لہٰذا وہ زمانہ عظیم تھا اور شب قدر سعادت دینیہ میں اس ہزار ماہ کی سعادت دنیویہ سے زیادہ ہے۔

اور یہی حدیث تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ صحیح ترمذی کے باب تفسیر قرآن میں مذکور ہے اور مسعودی نے مروج الذہب میں کہا ہے کہ پوری مدت بنی امیہ کی سلطنت کی یہاں تک کہ وہ ختم ہوئی اور خلافت بنی عباس کی طرف منتقل ہوئی پورے ہزار ماہ ہے بغیر کسی کمی وزیادتی کے پھر اس جمال کی تفصیل بیان کی ہے اور خلفاء بنی امیہ میں سے ہر ایک کے زمانہ سلطنت کی مدت کا ذکر کیا ہے اور حساب لگایا ہے کہ وہ تراسی سال اور چار مہینے ہوتے ہیں۔

اور یہی عدد ہزار ماہ کا بنتا ہے جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے لیلۃ القدر خیر من الف شھر قدر کی رات ہزار ماہ سے بہتر ہے جو چاہے اس کتاب کی طرف یا کتاب شرح قصیدہ ابوفراس کی طرف یا شرح زیارت عاشوراء تالیف مرحوم حاجی مرزا ابوالفضل طالب شراح کی طرف رجوع کرے کہ ان دو کتب میں بھی منقول ہے۔

باقی رہی وہ احادیث جو بنی امیہ کی مذمت میں وارد ہوئے ہیں کہ جن میں سے چند احادیث تفسیر آیات میں گذر چکے ہیں اور اب ہم کتب اہل سنت سے چند دوسرے احادیث پر اکتفاء کرتے ہیں۔

۱۔حیواۃ الحیوان میں مستدرک حاکم سے نقل کیا ہے اور اس نے مسنداً ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا گویا اولاد حکم بن ابی العاص میرے منبر پر اچھل کود رہے ہیں جس طرح بندر اچھلتے کودتے ہیں اس کے بعد رسول اکرمؐ کو کسی مجمع میں ہنستے ہوئے نہیں دیکھا گیا یہاں تک کہ آپؐ کی وفات ہوگئی آپؐ جان چکے ہیں کہ باقی روایات میں مطلق بنی امیہ تھے لہٰذا بعید نہیں کہ حضرت نے کئی مرتبہ خواب دیکھا ہو۔

۲۔آیۃ اللہ علامہ حلی نے نہج الحق میں کتاب الہادیہ سے جو علماء اہل سنت میں سے ہے نقل کیا ہے کہ اس نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ لکل شئ آفۃ و آفۃ ھذا الدین بنو امیۃ ہر چیز کے لیے کوئی آفت ومصیبت ہوتی ہے اور اس دین کی آفت بنو امیہ ہیں۔

۳۔اور صحیح مسلم میں رسول خدا سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ھلاک امتی علی یدی ھذا الحی میری امت کی ہلاکت اس

قبیلہ کے ہاتھوں ہوگی اس خبر کو ایک دوسری روایت کے بعد ذکر کیا ہے کہ جس میں بنی امیہ کا ذکر ہے اور اس کا نقل کرنے سے قرینہ بنتا ہے کہ اس قبیلہ سے مراد بنی امیہ ہیں اور علماء نے اسی طرح سمجھا ہے اور اسی وجہ سے ابن بطریق نے بھی اس روایت کو بنی امیہ کی مذمت والی روایات میں شمار کیا ہے اور وہ حدیث جو بخاری نے باب قول النبی هلاك امتی علی یدی اغیلمه سفهاء (میری امت کی ہلاکت بیوقوف چھوکروں کے ہاتھوں ہوگی) میں نقل کی ہے وہ بھی اسی معنی کی موید ہے۔

۴۔ ابن حجر نے رسالہ تطہیر اللسان میں کہا ہے کہ حدیث صحیح میں ہے کہ جس کے متعلق حاکم کہتا ہے کہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے "كان المعض الاحياء والناس الی رسول الله بنو امیه۔" تمام قبیلوں سے یا تمام لوگوں سے زیادہ مبغوض رسول اللہ کی بارگاہ میں بنی امیہ تھے۔

۵۔ نیز ابن حجر کہتا ہے کہ بسند حسن رسول خدا سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا شر قبائل العرب بنوامیہ و بنوحنیفہ وثقیف الی غیر ذلک تمام قبائل عرب میں سے زیادہ برے بنوامیہ بنوحنیفہ اور ثقیف ہیں اور ان کے علاوہ بھی احادیث ہیں اور محاسن کتب اور بدائع خطوط میں سے وہ منشور ہے کہ معتضد عباسی نے جس کے لکھنے کا ۲۸۴ھ میں فرمان جاری کیا تھا اور یہ کہ وہ منبروں پر پڑھا جائے اور پانی پلانے والوں کو منع کیا کہ وہ معاویہ کے لیے دعائے رحمت نہ کریں جو پہلے مرسوم تھی اور وہ منشور بہت سے عمومی اور خصوصی اور اخبار و آثار پر مشتمل ہے جو بنی امیہ کی برائیوں کے سلسلہ میں ہیں اور زیادہ تر اخبار مذکورہ پر بھی وہ منشور حاوی ہے اور ان کی تمام بدعتوں اور فتنوں کو بطور اجمال و اشارہ اپنے ضمن میں لئے ہوئے ہے اور اگر تفصیل کی گنجائش ہوتی تو ہم اسے نقل کرتے لیکن اس کا نقل کرنا اس مختصر کتاب کی وضع سے خارج ہے جو خواہشمند ہو وہ تاریخ طبری اور شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید کی طرف رجوع کرے اور فاضل ادیب و محقق ادیب جناب حاجی میرزا ابوالفضل طہرانی نے شفاء الصدور میں اس مکمل خط کو نقل کیا ہے جو چاہے اس کی طرف بھی رجوع کر سکتا ہے کیونکہ اس کا مطالعہ مسرت و ابتہاج کا باعث ہے اور اعثم کوفی نے بھی ہشام بن عبدالملک کا ایک واقعہ مرد عرب کے ساتھ نقل کیا ہے کہ جو بدبختی اور مذمت بنی امیہ کا مشعر ہے اور مرحوم سپہر نے کتاب صفین میں امیرالمومنینؑ کے خطوط معاویہ کے نام تھے ان میں اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔

خاتمہ: معلوم ہونا چاہیے کہ بنی امیہ کے خلفاء دو قسم کے تھے ایک قسم ان کی تھی کہ جو شام میں مقیم رہے اور مروان کے قتل ہو جانے پر ان کا خاتمہ ہو گیا اور دوسری قسم کے وہ تھے کہ جو مغرب (افریقہ) کے علاقہ میں مقیم تھے اور اس اقامت کا سبب یہ تھا کہ جب خلافت بنی عباس کی طرف منتقل ہوئی تو وہ امویوں کے قتل کے درپے ہوئے اور انھیں قتل کیا اور جتنا وہ بھاگے اور فرار کیا انھوں نے انھیں تلاش کیا اور انھیں زندہ نہ رہنے دیا اور ان میں سے کہ جنھوں نے فرار کیا اور جان بچا کر لے گئے عبدالرحمن بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک تھا کہ جو مغرب کی طرف بھاگ گیا اہل اندلس نے ۱۳۹ھ میں اس کی بیعت کر لی اور اس نے لوگوں کو اپنی طرف دعوت دی اور لوگوں نے اس کی اطاعت کا قلادہ اپنی گردن میں ڈال لیا وہ ۱۷۱ھ تک حکومت کر کے مر گیا اور اس کا بیٹا ہشام بن عبدالرحمن باپ کی جگہ پر تخت نشین ہوا اور اس کے بعد حکم بن ہشام اور اس کے بعد عبدالرحمان بن حکم اور اس کے بعد محمد بن عبدالرحمان اور پے در پے

حکومت باپ بیٹوں اور بھائیوں کی طرف منتقل ہوتی رہی جب سلطنت بادشاہ امیہ تک پہنچی تو ان سے سلطنت منتقل ہوگئی اور بنی امیہ ساکن اندلس کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا واللہ العالم۔

خلفاء بنی عباس ان کے نوادر ایام ان کی سیرت و مختصر حالات آل ابوطالب کے شہید ہونے کے اور اعیان ومشاہیر اور معروف زمانہ لوگوں کی تاریخ وفات جو ان کے زمانہ خلافت میں ہوئے کا ذکر ابو العباس سفاح عبداللہ بن محمدؑ بن علیؑ بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب کی خلافت کا بیان

جمعہ کے دن تیرہ ربیع الاول یا پندرہ جمادی الثانی ۱۳۲ھ تھا کہ سفاح نے قمیص خلافت پہنی اور لوگوں نے اس کی بیعت کی پس وہ سوار ہو کر مسجد کی طرف گیا اور منبر پر جا کر کھڑے ہو کے جمعہ کا خطبہ پڑھا لوگوں کی آواز بلند ہوئی کہ تو نے سنت رسول کو زندہ کیا اور یہ بات کنایہ تھی بنوامیہ کی طرف کہ وہ بیٹھ کر خطبہ پڑھتے تھے اخبار الدول میں ہے کہ سفاح کی بیعت کے سلسلہ میں بنی امیہ اور ان کے لشکر کے اتنے لوگ مارے گئے کہ جنھیں شمار نہیں کیا جاسکتا اور سفاح نے حکم دیا تو بنی امیہ کی قبریں کھودی گئیں اور ان کے مردے قبروں سے نکال کر جلائے گئے اور یہ مطلب ہم ہشام بن عبدالملک کی خلافت کے ذیل میں بیان کر چکے ہیں پھر کہتا ہے کہ وہ بنی امیہ کے قتل کے درپے ہوئے اور جسے پایا قتل کر دیا اور کوئی بچ نہ سکا سوائے دودھ پیتے بچوں کے یا وہ کہ جو اندلس کی طرف بھاگ گئے پس بنی امیہ کے مقتولین کو راستوں میں پھینک دیا گیا یہاں تک کہ کتے انھیں کھاتے اور لوگوں کے پاؤں کے نیچے وہ پامال ہو گئے جب

سفاح کا خلافت پر تسلط ہو گیا تو اس نے یزید بن عمر بن ھبیرہ کو امان دی جو مروان حمار کی طرف سے عراقین (کوفہ و بصرہ) کا گورنر تھا اور زیادہ کھانے میں مشہور تھا بالآخر ابن ھبیرہ منصور کے پاس آیا اور اس کی مجلس میں حاضر ہوا یہاں تک کہ سفاح نے اس کے قتل کا حکم جاری کیا پس ۱۷ ذیقعدہ کی تاریخ شہر واسط میں اسے اس کے بیٹے داؤد اور اس کے کاتب کے ساتھ قتل کر دیا گیا اور معن بن زائدہ ابن ھبیرہ کے خواص میں سے تھا جب اس کو یہ خبر ہوئی تو وہ روپوش ہو گیا یہاں تک کہ اس نے منصور کے زمانہ میں خود کو ظاہر کیا اس تفصیل کے ساتھ جو اپنے مقام پر انشاء اللہ تحریر ہوگی۔

سفاح مرد رؤف و مہربان تھا اور کھانا کھاتے وقت وہ تمام حالات سے زیادہ خوشحال ہوتا اور اس کی کشادہ روئی زیادہ ہوتی اور اس نے ابو سلمہ حفص خلال کو اپنا وزیر مقرر کیا تھا اور اسے وزیر آل محمد کہتے تھے اور وہ پہلا شخص ہے کہ جسے بنی عباس کی سلطنت میں وزارت ملی پس ابو مسلم اس کے قتل کے درپے ہوا اور وہ فرصت کا متلاشی رہا۔

یہاں تک کہ ایک رات ابو سلمہ سفاح کی بارگاہ سے باہر نکلا کہ اپنے گھر کی طرف جائے کہ ابو مسلم کے ساتھیوں نے اس پر حملہ کر دیا اور اس کا خون بہایا اور ابو سلمہ کا قتل سفاح کی خلافت کے چار ماہ بعد ہوا، اور چونکہ بنی عباس کی خلافت ابو مسلم کی کوشش سے تھی سفاح نے ابو مسلم کو کوئی نقصان نہ دیا بلکہ اس کا احترام کرتا تھا ابو مسلم باقی رہا یہاں تک کہ سفاح کی وفات ہوئی اور منصور اس کی جگہ پر بیٹھا پس ۲۵ شعبان ۱۳۷ھ رومیۃ المدائن میں منصور کے حکم سے ابو مسلم مارا گیا اور ابو مسلم صفت حزم و ہوشیاری، قوت و طاقت اور غیرت میں مشہور تھا اور سفاک و خونریز تھا چنانچہ اس کے مقتولین کی تعداد جو بند کر کے مارے گئے چھ لاکھ شمار کی گئی ہے۔

سفاح کی خلافت کے زمانہ ۱۳۵ھ میں رابعہ عدویہ بنت اسماعیل عرفاء اور صوفیہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک نے وفات پائی اور اس کے اشعار میں سے ایک شعر ہے ۔

لك الف معبود مطاع امرہ
دون الالہ وتدعی التوحید

تیرے ہزار معبود ہیں کہ جن کے حکم کی اطاعت خدا کے علاوہ کی جاتی ہے اور پھر بھی تو توحید کا دعویٰ کرتا ہے یہ شعر اس نے بہت عمدہ کہا ہے۔

اور ۱۳۶ھ میں ربیعۃ الرائی بن ابو عبدالرحمان فروخ فقیہ اہل مدینہ اور مالک بن انس کے استاد نے وفات پائی اور اسی سال کے ماہ ذی الحجہ میں کہ جس میں سفاح کی بھی وفات ہوئی عبدالملک بن عمیر کوفہ کے قاضی نے وفات پائی اور اس کی عجیب حکایت قصر الامارہ کوفہ کے متعلق عبدالملک بن مروان کے ساتھ سابقاً گذر چکی ہے۔

اور سفاح نے چار سال اور نو ماہ خلافت کی اور منقول ہے کہ ایک دفعہ اس سے کہا گیا کہ عبداللہ بن عمر عبدالعزیز خلافت کی آرزو لئے بیٹھا ہے اس بناء پر کہ اس نے بعض کتب میں پڑھا ہے کہ خلیفہ عین بن عین بن عین ہوگا (یعنی جس کے نام میں اس کے باپ کے نام میں اور اس کے دادا کے نام میں عین ہو) سفاح نے کہا کہ اس نے غلط سمجھا ہے خدا کی قسم اس سے میں مراد ہوں کیونکہ تین

عین مجھ میں اور میرے باپ دادا میں ہیں علاوہ تین اور عین کے کیونکہ میں عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم ہوں اور ہاشم کا نام بھی عمرو بن عبد مناف تھا خلاصہ یہ کہ اتوار کے دن بارہ ذی الحجہ ۱۳۶ھ میں سفاح نے انبار شہر میں کہ جسے اس نے خود تعمیر کیا تھا اور اس کا نام ہاشمیہ رکھا تھا دنیا سے کوچ کیا اور ۳۳ یا ۳۲ سال اس کی عمر تھی اور امیر المومنینؑ نے اپنے ایک خطبہ میں بنی امیہ کی خلافت کی اور بنی عباس کی طرف خلافت کے منتقل ہونے کی خبر دی اور بعض خلفاء بنی عباس کے مشہور اوصاف اور خصوصیات کی طرف اشارہ بھی فرمایا ہے مثلاً سفاح کی رأفت و مہربانی منصور کی فنا کی اور خونریزی رشید کی حکومت کا استقرار اور اس کا بڑا ہونا، مامون کی دانائی وعقلمندی ۱۰ متوکل کا غضب وعناد اور اس کے بیٹے منتصر یا اس کے غلام خاص باغرتر کی کا اس کو قتل کرنا ۱۵ معتمد کی زیادہ زحمت و مشقت بسبب اس کے جنگوں میں مشغول ہونے اور صفار وصاحب زنج وغیرہ سے جنگ کرنے کے اور ۱۶ معتضد کا اولاد علی سے احسان ونیکی کرنا بسبب اس عہد و پیمان کے جو امیر المومنین کے ساتھ اس نے اپنے خواب میں کیا تھا اور ۱۸ مقتدر کا اپنے غلام مونس کے ہاتھوں قتل ہونا اور اس کا اپنے خون میں معرکہ جنگ میں ہاتھ پیر مارنا اور اس کے تین بیٹوں راضی ومتقی اور مطیع کا خلافت پر قابض ہونا جیسا کہ اس اجمال کی تفصیل وشرح اس کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ آئے گی اور یہ خبریں اس خطبہ شریفہ میں ہیں کہ جو حضرت نے فرمایا تھا

ویل هذا الامة من رجالهم الشجرة الملعونه التی ذکرها ربکم تعالیٰ ولهم خضراء واخرهم بن ماء ثم تلی بعدهم امر امته محمد صلی الله علیه واله وسلم رجال اولهم ارأفهم وثانیهم افتکهم و خامسهم کبشهم وسابعهم اعلمهم وعاشرهم اکفرهم یقتله اخصهم به وخامس عشرهم کثیر العناء قلیل الغناء سادس عشرهم اقضاهم للذمم واوصلهم للرحم کالی اری ثامن عشرهم تفحص رجلاه فی دمه بعد ان یأخذه جنده بکظمه من ولده ثلث رجال سیرتهم سیرة ضلال.

ویل وہلاکت ہے اس امت کے لئے ان کے مردوں سے جو کہ شجرہ ملعونہ ہیں کہ جن کا ذکر تمہارے رب نے کیا ہے جن کا پہلا بڑا سرسبز اور آخری مصیب ہوگا پھر ان کے بعد امت محمدؐ کے والی ایسے مرد ہوں گے جن کا پہلا زیادہ رؤف ومہربان دوسرا زیادہ خون بہانے والا اور پانچواں ان کا بڑا سردار ہوگا اور ساتواں زیادہ صاحب علم اور ان کا دسواں زیادہ کافر کہ جسے ان میں سے اس سے زیادہ مخصوص شخص قتل کرے گا اور ان کا پندرہواں زیادہ سختی میں ہوگا اور تھوڑا بے پرواہ کرنے والا ہوگا اور ان کا سولہواں ذمہ داریوں کا زیادہ پورا کرنے والا اور زیادہ صلہ رحمی کرنے والا ہوگا گویا میں ان کے اٹھارہویں کو دیکھ

رہا ہوں کہ وہ اپنے خون میں ایڑیاں رگڑ رہا ہے بعد اس کے کہ اس کا لشکر دبا لے گا اور اس کی اولاد میں سے تین مرد ایسے ہوں گے کہ جن کی رفتار و کردار گمراہی ہو گی۔

اور اس خطبہ کے آخر میں مستعصم کے بغداد میں مارے جانے اور بنی عباس کی سلطنت کے زوال کی طرف اشارہ فرمایا اپنے اس ارشاد سے السادس والعشرون منهم يهرد الملك منه اى ان قال لكانى اراه على جسر الزوراء قتيلا ذلك بما قدمت يداك وان الله ليس بظلام للعبيد اور ان کے چھبیسویں سے اس کا ملک چھین لیا جائے گا یہاں تک کہ فرمایا گویا میں اس کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ زوراء (بغداد) کے پل پر مقتول پڑا ہے اور یہ اس کی سزا ہے جو کچھ تیرے ہاتھوں نے کر کے آگے بھیجا ہے اور بیشک خدا اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا اور حضرت کا مستعصم کو چھبیسواں کہنا احتمال ہے کہ اس سبب سے ہو کہ وہ ان بڑے افراد میں سے ہو جو حکومت بنی عباس میں مستبد و مستقل تھے کیونکہ ان میں سے بعض کی سلطنت میں استقرار و استقلال نہیں تھا بلکہ وہ مغلوب و مقہور تھے اور برائے نام خلافت کے علاوہ ان کے ہاتھوں میں کچھ نہیں تھا جیسا کہ اس کے بعد واضح ہو گا یا اس وجہ سے فرمائی کہ مستعصم عباس اور اس کی اولاد میں سے چھبیسواں فرد تھا اپنے اولیاء کے کلام کو خدا ہی بہتر جانتا ہے اور اس خطبہ کو قطب المحدثین وحبیبہ عند الفریقین شیخ اجل محمد بن شہر آشوب رحمہ اللہ نے کتاب مناقب میں ذکر کیا ہے کہ جن کی وفات مستعصم کی خلافت سے پچاس سال سے زیادہ عرصہ پہلے ہوئی ہے جیسا کہ ناصر الدین اللہ کی خلافت کے ذکر میں معلوم ہو گا۔

ابو جعفر عبداللہ منصور کی خلافت اس کے زمانہ کے حالات اور عبداللہ بن حسنؑ ان کے فرزندوں اور اہلِ بیتؑ کی شہادت کا ذکر

۱۲ ذی الحج ۱۳۶ھ میں جب سفاح کی وفات ہوئی تو لوگوں سے اس کے بھائی ابو جعفر منصور کے لیے بیعت لی گئی منصور ان دنوں امیر حج تھا اور مکہ کی طرف گیا ہوا تھا پس لوگوں کے ساتھ حج ادا کر کے کوفہ کی طرف واپس آیا اور ہاشمیہ میں تخت پر بیٹھا تو لوگوں نے دوبارہ اس کی بیعت عمومی کی۔

منصور کے عجائب میں سے ہے کہ اس کی ولادت ماہ ذی الحجہ میں منتقل ہوئی کہ جس سال حجاج واصل جہنم ہوا اور خلافت ہوئی اور اس کی وفات بھی چھ ذی الحجہ ۱۵۸ھ راہ مکہ میں بئر میمون میں واقع ہوئی اور حجون میں دفن ہوا اس کی مدت خلافت بائیس سال میں

سے نو دن کم تھی اور اس کی عمر تریسٹھ سال تھی جب وہ دنیا سے گیا تو اس نے ساٹھ کروڑ درہم اور ایک کروڑ چالیس لاکھ دینار چھوڑے اور اس کے باوجود وہ اپنے مال میں بخل کرتا تھا اور اس کا لقب دوانیقی تھا کہ وہ کارندہ اور صنعت کاروں سے دوانیق (درہم کا چھٹا حصہ دانق ہے) اور دوانوں (دمڑیوں) کا حساب کرتا اور خلفاء بنی عباس میں سے وہ بنی امیہ کے خلفاء میں سے ہشام بن عبدالملک سے مشابہت رکھتا تھا یہ اس لئے کہ وہ امور سیاست میں ہشام کی تقلید کرتا تھا جیسا کہ ہم ہشام کے حالات میں اشارہ کر چکے ہیں۔

منصور خلفاء بنی عباس کا باپ ہے اس کے دس چچا تھے عبداللہ، عبدالصمد، اسماعیل، عیسیٰ، صالح، سلیمان، اسحاق، محمد، یحییٰ و داؤد اور یہ سارے علی بن عبداللہ بن عباس کے بیٹے تھے اور داؤد وہی شخص ہے کہ جس نے معلی بن خنیس کو (جو حضرت صادق کے موالی یا غلاموں میں سے تھا) قتل کیا اور اس کو سولی پر لٹکایا حضرت اس کے قتل سے غضبناک ہوئے اور معلی کے قاتل سیرافی سے قصاص لیا اور داؤد کے حق میں نفرین کی تو وہ بھی ہلاک ہو گیا بہر حال منصور پہلا خلیفہ ہے کہ جس نے منجمین کو مقرب بنایا اور علم نجوم کے احکام پر عمل کیا وہ پہلا خلیفہ ہے کہ جس کے لئے سریانی اور عجمی زبان کی کتابوں کا عربی میں ترجمہ ہوا مثلاً اقلیدس اور کتاب کا کلیلہ و دمنہ اور ذہبی سے منقول ہے کہ منصور کے زمانہ ۱۴۳ھ میں علماء نے تدوین حدیث و فقہ شروع کی پس ابن جریج نے مکہ میں کتاب تصنیف کی اور مالک نے مدینہ میں موطا اور اوزاعی نے شام میں ابن عمرو بیہ اور حماد بن سلمہ نے بصرہ میں معمر نے یمن میں سفیان ثوری نے کوفہ میں اور ابن اسحاق نے مغازی کی اور ابوحنیفہ نے فقہ کی تصنیف کی اور منصور ہی کے زمانہ میں شہر بغداد کی اس کے حکم سے تعمیر ہوئی مسعودی کہتا ہے کہ ہر روز پچاس ہزار کا عملہ اس میں کام کرتا تھا۔

مؤلف کہتا ہے کہ امیر المومنین نے بارہا بغداد شہر کے تعمیر ہونے کی خبر دی اور خطبہ لؤلؤیہ میں فرمایا جیسا کہ شیخ علی بن محمد بن عیسیٰ خزازقمی نے کفایۃ الاثر میں اور ابن شہر آشوب نے مناقب میں روایت کی ہے

قال علیه السلام الاوانی ظاعن عن قریب و منطلق الی المغیث (للمغیث خ ل) فارتقبوا (الفتن خ ل) الامویه والملکة الکسرویة واماتة ما احیاه الله واحیاء ما اماته الله واتخذوا صوا معکم بیوتکم وعضوا علی مثل جمر الغضا واذکر والله کثیرا فذکره اکبر لو کنتم تعلمون ثم قال تبنی مدینة یقال لها الزوراء بین دجلة ودجیل والفرات فلو رأیتموها مشیدة بالجص والآجر مزخرفة بالذهب والفضه والاثر وردثم وصفها الی ان قال توالت علیها ملك (ملوك خ ل) بنی الشصبان اربعة وعشرون ملکا علی عدد سنی) الکدید فاولهم السفاح

والمقلاص والجموع الخ۔

آپ نے فرمایا یاد رکھو بیشک میں عنقریب کوچ کرنے والا ہوں اور عالم غیب کی طرف جانے والا ہوں پس تم بنی امیہ کے فتنوں اور کسریٰ کی طرح کی حکومت کا اور جسے خدا نے زندہ کیا اس کے ختم ہونے اور اللہ نے جسے ختم کیا ہے اس کے زندہ رکھنے کا انکار کرو اور تم اپنے گھروں کو اپنے عبادت خانے بنا لینا اور دانت کاٹنا جس طرح عضا درخت کے انگارے پر کھڑا ہوا کاٹتا ہے اور اللہ کو زیادہ یاد کرنا کیونکہ اس کا ذکر ہر چیز سے بڑا ہے اگر تم جانو پھر فرمایا اور ایک شہر بنایا جائے گا جسے زوراء کہیں گے دجلہ دجیل اور فرات کے درمیان پس اگر تم اس کو دیکھو کہ وہ چونے اور اینٹ سے پختہ کیا گیا ہے اور سونے چاندی اور لاجورد سے مزین ہے پھر اس کا وصف بیان کیا یہاں تک کہ فرمایا پے در پے اس پر بنی شیصبان کے چوبیس بادشاہ کدید (سختی) کے سالوں کی تعداد میں ہوں گے جن کا پہلا سفاح اور بہت موٹا اور سرکش ہوگا۔

منصور کے زمانہ میں ۱۴۱ھ میں ثقہ جلیل القدر ابان بن تغلب نے وفات پائی اور ابان نے حضرت سجادؑ و حضرت باقرؑ و حضرت صادقؑ کا زمانہ دیکھا اور ان بزرگواروں سے بہت سی احادیث اخذ کیں وہ تیس ہزار احادیث حضرت صادقؑ سے روایت کرتے تھے اور علم قرآن وفقہ وحدیث وادب ونحو ولغت میں اپنے زمانہ کے چوٹی کے بزرگ تھے اور حضرت باقر العلومؑ نے انھیں فرمایا تھا کہ مسجد مدینہ میں بیٹھ کر لوگوں کو فتویٰ دیا کرو بیشک میں دوست رکھتا ہوں کہ شیعوں میں تمھارے جیسے افراد نظر آئیں اور حضرت جعفر صادقؑ نے بھی انھیں فرمایا تھا کہ اہلِ مدینہ سے مناظرہ کرو کیونکہ میں پسند کرتا ہوں کہ تمھارے جیسے اشخاص میرے راوی اور مجھ سے علم حاصل کرنے والے ہوں ان کی وفات حضرت صادقؑ کی زندگی میں ہوئی اور جب ان کی خبر وفات حضرت صادقؑ کو پہنچی تو فرمایا خدا کی قسم بیشک میرے دل کو ابان کی موت سے تکلیف ہوئی ہے۔

شیخ نجاشی نے روایت کی ہے کہ جب ابانؓ مدینہ میں جاتے تو لوگ ان سے حدیث سننے اور مسائل دین کا استفادہ کرنے کے لیے جوق در جوق آتے اس ستون مسجد کے جوان کے لئے خالی چھوڑتے تھے باقی مسجد کی کوئی جگہ بھی خالی نہ ہوتی تھی۔

۱۴۴ھ میں عمرو بن عبید معتزلہ کے شیخ وبزرگ حسن بصری کے شاگرد اور منصور کے دوست نے مروان میں جو مکہ سے دس منزل کے فاصلہ پر ہے وفات پائی اور ہشام بن حکم کا مناظرہ عمرو کے ساتھ مسجد بصرہ میں مشہور ہے اور مناسب ہے کہ اسے یہاں ذکر کیا جائے۔

یونس بن یعقوبؒ سے روایت ہے کہ میں حمران ومومن طاق وہشام بن سالم اور کچھ دوسرے لوگ حضرت صادقؑ کی خدمت میں تھے اور ہشام بن حکم بھی حاضر تھا وہ اس وقت جوان تھا حضرتؑ نے اس کی طرف رخ کیا اور فرمایا کیا ہمیں عمرو بن عبید سے اپنے واقعہ کی خبر نہیں دو گے ہشام نے عرض کیا بے شک آپ میری نگاہ میں زیادہ جلیل ہیں اور مجھے شرم آتی ہے اور میری زبان آپ کے سامنے کام نہیں کرتی فرمایا جب میں تمھیں کسی چیز کا حکم دوں تو اطاعت کرو ہشام نے عرض کیا کہ میرا واقعہ اس کے ساتھ اس طرح ہے کہ میں نے

ایک دفعہ سنا کہ عمرو بن عبید نے مسجد بصرہ میں اپنے لئے ایک جگہ قرار دی ہے اور کچھ لوگ اس نے اپنے گرد جمع کر لئے ہیں اور انہیں وہ گمراہ کرتا رہتا ہے یہ معاملہ مجھے بہت عظیم معلوم ہوا تو میں نے بصرہ کی طرف سفر کیا جمعہ کا دن تھا جب میں بصرہ میں پہنچا پس میں مسجد میں گیا میں نے دیکھا کہ لوگ عمرو بن عبید کے گرد جمع ہیں اور بہت بڑا حلقہ بنایا ہوا ہے اور عمرو نے ایک پشمی سیاہ رنگت کی چادر نیچے باندھ رکھی ہے اور دوسری کو ردا بنائے ہوئے ہے اور لوگ اس سے کچھ پوچھ رہے ہیں میں نے بھی اپنے لئے جگہ کشادہ کی اور لوگوں کے آخر میں دو زانو بیٹھ گیا پھر میں نے اس سے کہا اے عالم میں ایک مسافر شخص ہوں اور میرا ایک سوال ہے کہنے لگا کہ پوچھو میں نے کہا تمھاری آنکھ ہے کہنے لگا اے میرے بیٹے یہ کیا سوال ہے کیا تم میرے آنکھ نہیں دیکھ رہے ہے میں نے کہا میرا سوال اسی قسم کا ہے کہنے لگا پوچھو اگر چہ تمہارا سوال احمقانہ اور بیوقوفی کا ہے دوبارہ میں نے کہا تیری آنکھ ہے کہنے لگا ہاں میں نے کہا اس سے کیا کرتے ہو کہنے لگا اس سے رنگوں اور اشخاص کو دیکھتا ہوں اور میں نے کہا تمہاری ناک ہے کہنے لگا ہاں میں نے کہا اس سے کیا کرتے ہو کہنے لگا اس سے مختلف قسم کی بو سونگھتا ہوں میں نے کہا تمہارا منہ ہے اس نے کہا ہاں میں نے کہا اس سے کیا کرتے ہو کہنے لگا اس سے کھانے کی چیزیں چکھتا ہوں۔

میں نے کہا اور تمہارا دل بھی ہے کہنے لگا ہاں میں نے کہا اس سے کیا کرتے ہو کہنے لگا اس کے ذریعہ تمیز کرتا ہوں ان چیزوں کی جو ان اعضاء و جوارح پر وارد ہوتی ہیں میں نے کہا جب یہ اعضاء و جوارح صحیح وسالم ہیں تو دل کی کیا ضرورت ہے وہ کہنے لگا اس کی ضرورت اس لئے ہے کہ دل ان اعضاء و جوارح کا رئیس اور مرجع ہے کہ جب کبھی سونگھی ہوئی یا دیکھی ہوئی یا چکھی ہوئی چیز میں انہیں شک وحیرت ہو تو وہ عضو دل کی طرف رجوع کرتا ہے کہ دل حق و باطل کے درمیان تمیز کرے اور ان اعضا کو شک وحیرت سے نکالے میں نے کہا پس بنابریں خداوند عالم نے دل کو جوارح کے لئے اس لئے قرار دیا ہے کہ وہ اس کی طرف رجوع کریں اور جوارح کو بھی اس سے مستغنی نہیں کیا کہنے لگا جی ہاں پھر میں نے کہا اے ابو مروان وہ خدا کہ جس نے اعضاء اور جوارح کے لئے ایک رئیس و امام قرار دیا ہے تا کہ وہ اپنی جہالت و حیرت کے وقت اس کی طرف رجوع کریں اس نے اس مخلوق کو شک وحیرت میں چھوڑ دیا ہے اور ان کے لئے کوئی امام اور رئیس مقرر نہیں کیا کہ جس کی طرف وہ رجوع کریں اور اپنے شک حیرت و اختلاف کو اس کے ذریعہ دور کریں عمرو نے یہ کلام سنا تو خاموش ہو گیا اور میری طرف رخ کر کے کہنے لگا پس تو کہاں کا رہنے والا ہے میں نے کہا اہل کوفہ میں سے ہوں کہنے لگا یقیناً تو ہشام ہے پھر کھڑا ہو گیا اور مجھ سے بغل گیر ہوا اور اپنی جگہ پر مجھے بٹھایا اور جب تک میں وہاں رہا اس نے کوئی بات نہیں کی یہاں تک کہ میں وہاں سے اٹھ بیٹھا حضرت صادقؑ ہشام کی حکایت سے ہنسنے لگے اور فرمایا اے ہشام اس مناظرہ کی تجھے کس نے تعلیم دی تھی عرض کیا اے فرزند رسولؐ خدا میری زبان پر یونہی جاری ہوا فرمایا اے ہشام خدا کی قسم یہ صحف ابراہیمؑ و موسیٰ میں لکھا ہوا ہے۔

اور ۱۴۵ھ یا ۱۴۲ھ عبداللہ بن مقفع کو سفیان بن معاویہ والی بصرہ نے منصور کی تحریک پر قتل کر دیا اور اسے تنور میں پھینک کر جلا دیا اور ابن مقفع اصل میں یہودی تھا اور کتاب کلیلہ دومنہ کا اس نے منصور کے زمانہ میں عربی میں ترجمہ کیا تھا، اور کتاب کلیلہ دومنہ اصل میں ہندی زبان میں تھی کہ جسے حکماء ہندوستان میں سے ایک نے تالیف کیا تھا اور اہل ہندوستان اس کتاب کی جواہر بے بہا کی طرح نگاہبانی کرتے تھے اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ کتاب ہندوستان سے باہر جائے یہاں تک کہ ایک شخص ذکی نے اسے پیاز کے

پانی سے لکھا تا کہ اس کی کتابت ظاہر وواضح ہوگئی اس کے بعد اس کے نسخے ایران میں منتشر ہوگئے پھر بعض حکماء حکومت نوشیرواں نے اسے پہلوی زبان میں ترجمہ کیا اور وہ منصور کے زمانہ تک رہی یہاں تک کہ اس کا عربی میں ترجمہ ہوا پھر اس کا فارسی میں ترجمہ کیا گیا اردو کی شاعر نے اسے نصر بن احمد سامانی کے لئے نظم کیا اور شیخ ابوالمعالی نصر اللہ بن محمد بن عبدالحمید منشی نے بہرام شاہ غزنوی کے لئے اس کی نظم کو نثر میں بدلا اور اس کا نام کلیلہ دومنہ رکھا اور عالم و فاضل حسین کاشفی نے کہ جس کی وفات ۹۱۰ھ میں ہوئی جو روضۃ الشہداء اور اخلاق محسنی وغیرہ کا مؤلف ہے اس کی توضیح وتلخیص کی اور اس کا انوار السہیلی امیر شیخ احمد نظام الدولہ سہیلی کے نام پر نام رکھا اور کہا گیا ہے کہ سلطان صلاح الدین کے زمانہ میں اسے عربی میں نظم کیا گیا بہرحال ہر زمانہ میں مختلف زبانوں میں اس کا ترجمہ ہوا یہاں تک کہ ترکی میں بھی اس کا ترجمہ ہوا ہے جیسا کہ نقل ہوا ہے۔

اور ۱۴۸ھ ماہ ربیع الاول میں سلیمان بن مہران کوفی کی (جو اعمش کے لقب سے مشہور تھا) وفات ہوئی اور اعمش باوجودیکہ شیعہ مذہب رکھتا تھا علماء جمہور اس کی تجلیل وتجمیل کرتے ہیں اور وہ حفظ وقرأت وحدیث.......... تھا اور اسے حجاز میں زہری کا قرین اور ہم پلہ سمجھتے ہیں اور اعمش حاضر جواب، خوش اخلاق، خوش طبع، خوش مزاج تھا کہا گیا ہے کہ اس سے ولود بن حائک نے کہا آپ انصاری کے پیچھے نماز پڑھنے کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں کہنے لگا وضو کے بغیر ایسی نماز کا کوئی حرج نہیں اس نے کہا انصاری کی شہادت کے متعلق تمہارا کیا فتویٰ ہے۔

کہا کہ دو اور عادلوں کے ساتھ قابل قبول ہے اس کے پاس ایک دن کہا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو نماز شب کے وقت سویا رہے تو شیطان اس کے کان میں پیشاب کر جاتا ہے تو اعمش نے کہا میری آنکھیں خراب نہیں ہوئیں مگر شیطان ہی کے پیشاب سے میں کہتا ہوں (مولف) اعمش کا معنی (تحریک کے ساتھ) نظر کی کمزوری اکثر اوقات پانی کے بہنے کے ساتھ ہے اور یہ بھی حکایت ہوئی ہے کہ ایک دن ابوحنیفہ نے اس سے کہا اے ابومحمد میں نے تجھے کہتے ہوئے سنا ہے کہ خدا جب ایک نعمت کو سلب کر لیتا ان درستی کو سلب کرنے کے بدلے کیا دیا کہنے لگا مجھے اس کے عوض میں یہ دیا ہے کہ میں تجھ جیسے بیہودی کو نہیں دیکھتا کہا گیا ہے کہ سلیمان اصل میں دماوند کا رہنے والا تھا۔

اور شیخ عماد الدین طبری نے بشارۃ المصطفیٰ میں شریک سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں اعمش کے مرض موت کے وقت اس کے پاس تھا کہ اچانک ابولیلی وابن شبرمہ اور ابوحنیفہ اس کی عیادت کے لئے آئے ابوحنیفہ نے اعمش کی طرف رخ کر کے کہا سلیمان خدا سے ڈرو اور جان لو کہ تم ایام آخرت میں سے پہلے دن اور ایام دنیا میں سے آخری دن میں ہو اور تم نے فضیلت علیؑ بن ابی طالب میں کچھ ایسی احادیث نقل کی ہیں کہ اگر انہیں نقل نہ کرتا تو بہتر تھا سلیمان نے کہا میرے جیسے شخص سے یہ بات کرتے ہو مجھے بٹھاؤ اور ٹیک لگاؤ پھر ابوحنیفہ کی طرف رخ کر کے کہا اے ابوحنیفہ مجھ سے حدیث بیان کی ابوالمتوکل ناجی نے ابوسعید خدری سے کہ رسول خدا نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو خداوند عالم مجھ سے اور علیؑ بن ابی طالبؑ سے فرمائے گا کہ جنت میں داخل کرو ہر اس شخص کو جو تم سے محبت رکھتا تھا اور جہنم میں داخل کرو ہر اس شخص کو جو تم سے دشمنی رکھتا تھا اور اسی کی طرف اشارہ ہے خدائے عزوجل کے اس ارشاد میں القیا فی جھنم

كل كفار عنيد ہر عناد رکھنے والے کافر کو تم دونو جہنم میں پھینک دو ابو حنیفہ کہنے لگا تو مواہنا لایاتی بشیٔ اعظم من ھذا ہمارے ساتھ اٹھ کھڑے ہو یہ اس سے زیادہ بڑی چیز ہمارے لئے نہیں لائے گا۔

اور ۱۴۸ھ ہی میں محمد بن عبدالرحمان نے (جو ابن ابو لیلیٰ کے لقب سے مشہور تھا) وفات پائی اور ابن ابی لیلیٰ صاحب رائے تھا تین سال کوفہ کا قاضی رہا ہے اور ایک واقعہ میں ثقہ جلیل القدر محمد بن مسلم ثقفی نے اس کے سامنے شہادت دی تو ابن ابی لیلیٰ نے ان کی شہادت رد کر دی لیکن پھر جب اس پر محمد بن مسلم کی علم وفقہ کی کیفیت ظاہر ہوئی تو امور مشکلہ اور ان مسائل میں کہ جنہیں نہیں جانتا تھا ان سے رجوع کرتا اور ان سے تعلیم حاصل کرتا تھا جیسا کہ علم رجال والوں پر مخفی نہیں ہے اور ابن ابی لیلیٰ اور ابو حنیفہ کے درمیان وحست ومنافرت تھی اور ابو حنیفہ نے اس کے ایک حکم میں چھ غلطیاں نکالیں تو اس نے بھی اس والی کے پاس شکایت کی یہاں تک کہ ابو حنیفہ کو فتویٰ دینے سے روک دیا گیا۔

اور کتاب فقیہ میں منقول ہے کہ ابن ابی لیلیٰ نے حضرت صادقؑ سے سوال کیا کہ کونسی چیز ان چیزوں میں سے جنہیں خدا نے پیدا کیا ہے انسان کے نزدیک زیادہ میٹھی اور شیریں ہے تو آپ نے فرمایا جوان اولاد عرض کیا کونسی چیز زیادہ تلخ اور زیادہ سخت ہے فرمایا جوان اولاد کا مفقود ہو جانا کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ہی مخلوق پر خدا کی حجت ہیں۔

اور ۱۴۹ھ میں عیسیٰ بن عمر ثقفی نحوی وبصری نے وفات پائی اور یہ وہی شخص ہے جو اپنی گفتگو میں حلق میں بولتا تھا اور وحشی و غریب الفاظ استعمال کرتا تھا اور اس کو والی عراقین نے ایک امانت میں متہم کر کے تقریباً ہزار کوڑے لگائے تو وہ کہنے لگا خدا کی قسم اگر امانت کا ثبوت کوڑے لگانے میں ہے تو تیرے چنگی وصول کرنے والے لے گئے ہیں۔

اور حکایت کی گئی ہے کہ وہ اپنے گدھے سے گر گیا تو لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے تو وہ کہنے لگا مالی ارا کم تكأكأتم على تكأكؤ كم على ذى جنيه افرنقعوا اعنى مجھے کیا ہو گیا کہ تمہیں دیکھتا ہوں مجھ پر اس طرح جمع ہو گئے ہو جیسے آسیب زدہ پر جمع ہوتے ہو دور ہو جاؤ مجھ سے اور ایک روایت میں ہے کہ حاضرین میں سے کسی نے کہا اس کا جن ہندی زبان میں بول رہا ہے۔

اور ۱۴۹ھ ہی میں عبدالملک بن عبدالعزیز نے (جو ابن جریج کے نام سے مشہور تھا) وفات پائی کہا گیا ہے کہ یہ پہلا وہ شخص ہے کہ جس نے اسلام میں کتاب لکھی ہے لیکن مشہور یہ ہے جیسا کہ ابن شہر آشوب سے منقول ہے کہ پہلے شخص جنھوں نے اسلام میں کتاب تصنیف کی ہے وہ امیر المومنینؑ ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ جو آپ نے تصنیف کیا وہ وہی کتاب علیؑ ہے جو احادیث اہل بیتؑ میں مذکور ہے اور جس سے بہت سے احکام منقول ہیں پھر سلمان فارسی نے پھر ابوذر غفاری نے پھر اصبغ بن نباتہ نے پھر عبید اللہ بن ابی نے کتاب لکھی جو حضرت امیر المومنینؑ کا کاتب تھا پھر ہمارے مولا حضرت زین العابدینؑ نے صحیفہ کاملہ تحریر فرمائی۔

اور ۱۵۰ھ میں ثابت بن دینار نے (جو ابوحمزہ ثمالی کے نام سے مشہور اور اپنے وقت کے لقمان تھے) وفات پائی اور ابو حمزہ نے حضرت سجادؑ و باقر العلومؑ و حضرت صادقؑ کی خدمت کا شرف حاصل کیا ہے اور اس کا زمانہ حضرت کاظمؑ تک رہنا مختلف فیہ ہے خلاصہ یہ کہ وہ آئمہ کے اصحاب ثقات میں سے ہے اور حضرت رضاؑ نے اسے اپنے زمانہ کے سلمان اور اپنے زمانہ کے لقمان سے تعبیر کیا ہے اور

اس کے بیٹے نوح و منصور اور حمزہ زید بن علی کے ساتھ مارے گئے اور ثمالی (ث کی پیش کے ساتھ) منسوب ہے ثمالہ کی طرف جو کہ ازد کے علاقہ میں ہے۔

اور ۱۵۰ھ ہی میں مقاتل بن سلیمان خراسانی مروزی نے بصرہ میں وفات پائی وہ مقاتل اہل سنت کے مشہور مفسرین میں سے ہے اور ابن خلکان نے اس سے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ اس نے بزبان کلمہ سلونی عما دوون العرش (کہ عرش کے نیچے جو کچھ ہے اس کے متعلق بھی مجھ سے سوال کرو) کے ساتھ پس ایک شخص نے اس سے پوچھا کہ جب حضرت آدمؑ نے حج کیا تو ان کا سر کس نے مونڈا تھا مقاتل حیران ہو گیا اور کہنے لگا یہ سوال تمہاری طرف سے نہیں بلکہ خدا نے چاہا ہے کہ مجھے عجز و ذلت میں مبتلا کرے اس عجب کی وجہ سے جو میرے نفس میں پیدا ہوا تھا مولف کہتا ہے کہ سلونی کے قائل امیر المومنین تھے اور آپ نے بارہا فرمایا جو چاہو مجھ سے پوچھو اس سے پہلے کہ میں تمہارے درمیان سے چلا جاؤں اور لوگ بھی ہمیشہ آپ سے مشکل مطالب اور گہری علمی باتوں کے متعلق سوال کرتے اور وہ باب مدینۃ العلم میں جواب دیتے اور عجائبات میں سے ہے کہ آپ کے بعد جس نے بھی یہ کلام کیا وہ انتہائی ذلت و خواری سے رسوا ہوا جیسا کہ یہ واقعہ مقاتل و ابن جوزی اور واعظ بغدادی کے ساتھ ناصر عباسی کے زمانہ میں ہوا اور ان کے علاوہ کچھ دوسرے لوگ بھی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرتؑ نے خود خبر دی تھی کیونکہ منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا تھا لایقولھا بعدی الا مدع کذاب میرے بعد اس کا دعویٰ نہیں کرے گا مگر جھوٹا دعویٰ کرنے والا پھر معلوم ہونا چاہیے کہ بہت بڑے علماء نے تصریح کی ہے کہ مقاتل بہت جھوٹا شخص تھا اور وہ حدیث گھڑنے میں مشہور تھا اسی لئے وہ متروک الحدیث اور مہجور القول تھا روایت ہے کہ ابو جعفر منصور ایک دفعہ بیٹھا تھا تو اس پر ایک مکھی آ گری اس نے اسے اڑا دیا پس وہ دوبارہ اس کی طرف آئی اور وہ بار بار آتی اور اس کے منہ پر بیٹھتی اور اتنا زیادہ وہ اس پر آ کر بیٹھی کہ وہ تنگ و ملول ہو گیا تو منصور نے کہا دیکھو دروازے پر کوئی ہے تو کہا گیا ہے کہ مقاتل بن سلیمان ہے منصور کہنے لگا اسے میرے پاس لے آؤ پس اس کو اذن دخول ملا جب وہ منصور کے پاس پہنچا تو منصور نے کہا کیا تجھے معلوم ہے کہ خدا نے مکھی کیوں پیدا کی ہے مقاتل نے کہا جی ہاں تا کہ اس کے ذریعہ جبار بادشاہوں کو ذلیل کرے یہ سن کر منصور خاموش ہو گیا۔

اور ۱۵۰ھ ہی میں ثقہ جلیل القدر جناب زرارہ بن اعین ابن سنسن کی وفات ہوئی اور زرارہ کی جلالت قدر و علم کی کیفیت اس سے کہیں زیادہ ہے کہ بیان ہو سکے منقول ہے کہ حضرت صادقؑ نے ان کے بارے میں فرمایا لولا زرارہ لظننت ان احادیث ابی ستذھب اگر زرارہ نہ ہوتا تو میں کہتا کہ میرے والد گرامی کی احادیث عنقریب ختم ہو جائیں گی اور زرارہ سے منقول ہے کہ میں جو حرف حضرت صادقؑ سے سنتا ہوں اس سے میرے ایمان میں زیادتی ہوتی ہے۔

اور ثقہ جلیل القدر ابن ابی عمیر سے مروی ہے کہ انھوں نے جمیل بن دراج سے فرمایا کیا ہی اچھا ہے تیرا حاضر ہونا اور کیا خوب ہے تیرا بیٹھنا کہنے لگا جی ہاں لیکن خدا کی قسم ہم زرارہ کے پاس اطفال مکتب کی طرح ہوتے تھے کہ جو استاد کے پاس ہوں۔

اور ابو غالب زراری نے جو رسالہ اپنے پوتے محمد عبداللہ کے لئے تحریر کیا اس میں فرماتے ہیں کہ روایت ہوئی ہے

کہ زرارہ خوبرو جسیم اور سفید رنگ کے تھے جب کبھی نماز جمعہ کے لئے جاتے تو ان کے سر پر ٹوپی ہوتی اور پیشانی پر سجدہ کا نشان تھا اور ہاتھ میں عصا لیتے تھے لوگ ان کا احترام کرتے اور صف بستہ ہو جاتے اور ان کے حسن ہیبت و جمال کو دیکھتے رہتے اور علم مناظرہ و جدل میں وہ بہت ممتاز تھے اور کسی شخص میں یہ قدرت نہ تھی کہ مناظرہ میں انھیں مغلوب کر سکے مگر یہ کہ کثرت عبادت نے انھیں گفتگو کرنے سے روک رکھا تھا اور شیعہ متکلمین ان کے شاگردوں کی لڑی میں منسلک تھے اور ستر (نوے خ ل) سال عمر کی ہے اور آل اعین کے بہت فضائل ہیں اور جو کچھ ان کے حق میں روایت ہوا ہے وہ اس سے زیادہ ہے کہ میں تیرے لئے تحریر کروں انتہی۔

خلاصہ یہ کہ اعین کا گھرانہ شریف خاندان ہے اور ان میں سے اکثر اہل حدیث وفقہ وکلام تھے اور اصول وتصانیف اور روایات ان سے بہت نقل ہوئی ہیں اور زرارہ کے کئی فرزند تھے کہ جن میں سے روی اور عبداللہ تھے کہ جو دو ثقہ راویوں میں سے تھے اور حسنؑ و حسینؑ بھی ہیں کہ جن کے حق میں حضرت صادقؑ نے دعا کی اور فرمایا احاطهما الله وكلاهما ورعاهما وحفظهما بصلاح ابيهما كما حفظ الغلامين خدا نے انھیں اپنی رحمت میں گھیرے رکھا اور ان پر بار بار نظر رحمت فرمائی اور انھیں راحت وآرام دیا اور ان کے باپ کی صلاح ونیکی کی وجہ سے ان کی حفاظت کی جیسا کہ اس نے ان دو لڑکوں کی حفاظت کی (جن کا ذکر حضرت خضرؑ و موسیٰ کے واقعہ میں قرآن مجید میں ہے) اور زرارہ کے کئی بھائی بھی تھے ان میں سے ایک حمران ہے اور کئی روایات ہیں کہ صادقین علیہم السلام نے اس کے ایمان کی شہادت دی اور حضرت باقر العلوم نے اس کے حق میں فرمایا انت من شيعتنا في الدنيا والآخرة تو دنیا وآخرت میں ہمارے شیعوں میں سے ہے۔

اور ایک روایت میں تو حضرت باقرؑ و صادقؑ کے حواریوں میں اس کا شمار ہوا ہے اور حمران کے بیٹے حمزہ ومحمد وعقبہ تمام راویان حدیث ہیں اور زرارہ کا دوسرا بھائی بکیر بن اعین ہے جب بکیر کی خبر وفات حضرت صادقؑ کو پہنچی تو فرمایا واللہ لقد انزلہ اللہ بین رسولہ و (بین خ ل) امیر المومنین صلوات اللہ علیہ خدا کی قسم خدا نے اسے اپنے رسولؐ اور امیر المومنینؑ کے درمیان منزل ومکان جنت میں دیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ صادق علیہم السلام کے حوارئین میں سے ہے اور اس کے چھ بیٹے تھے عبداللہ وجہم وعبدالحمید وعبدالاعلیٰ وعمرو وزید وعبداللہ بن بکیر اگرچہ فطحی مذہب ہے لیکن ثقہ اور اصحاب اجماع میں سے ہے اور جہم کی اولاد بزرگ صاحبان حدیث اور صاحبان تصنیف میں سے ہے ان میں سے حسن بن جہم ثقہ وعدل ہے اور سلیمان بن حسن بن جہم ابو غالب زراری کا جد امجد ہے اور پہلا شخص آل زرارہ میں سے جو زرارہ کی طرف منسوب ہوا سلیمان تھا کہ جسے امام علی نقی علیہ السلام نے زراری کا لقب دیا اور زرارہ کا ایک بھائی عبدالرحمان بن اعین ہے کہ بزرگ اعلام نے جس کی استقامت کی گواہی دی ہے اور ایک ان کا بھائی عبدالملک بن اعین ہے کہ جس کے متعلق روایت ہوئی ہے کہ حضرت صادقؑ نے اس کی قبر کی زیارت کی اور اس کے لئے دعائے رحمت فرمائی اور اس کا بیٹا ضریس ہے جو ثقہ راویوں میں سے ہے۔

اور ۱۵۰ھ ہی میں ثقہ جلیل القدر ابو جعفر محمد بن مسلم بن رباح طحان کوفی نے وفات پائی اور محمد بن مسلم کثرت علم وفقہ و

حدیث میں اصحاب حضرت باقرؑ وصادقؑ میں مشہور ہیں اور تیس ہزار احادیث حضرت باقر العلوم سے اور سولہ ہزار احادیث حضرت صادقؑ سے انھوں نے سنی ہیں اور محمد اہل علم کے لئے مرجع وماوی تھے کہ جو مشکل مسائل کے اخذ کرنے اور احکام دینیہ کی تعلیم حاصل کرنے میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے عبداللہ بن یعفور نے حضرت صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ بعض اوقات ہمارے اصحاب میں سے بعض لوگ مجھ سے مسائل پوچھتے ہیں کہ جن کا جواب مجھے معلوم نہیں ہوتا اور یہ ممکن بھی نہیں ہے کہ میں ہمیشہ آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوں تو میں کیا کروں فرمایا محمد بن مسلم کی طرف کیوں نہیں رجوع کرتا بیشک اس نے میرے باپؑ سے احادیث سنی ہیں اور یہ ان کی بارگاہ میں وجیہ باوقار تھا اور شریک قاضی کوفہ اور ابن ابی لیلی وغیرہ کا احکام میں ان کی طرف رجوع کرنا مشہور و معروف ہے اور عبدالرحمان بن حجاج اور حماد بن عثمان نے ان کے حق میں کہا ہے ما کان الشیعۃ افقہ فی (س خ ل) العلم عن محمد بن مسلم محمد بن مسلم سے علم میں زیادہ باشعور شخص شیعوں میں کوئی نہیں تھا اور محمد بن مسلم اس گروہ میں سے ہے کہ جن کے متعلق علماء نے کہا ہے کہ اجمعت العصابۃ علی تصحیح ما یصح عنھم شیعوں کا اس روایت کی صحت پر اجماع ہے جو ان راویوں تک صحیح السند ہو اس گروہ کو علامہ بحر العلوم طاب ثراہ کی طرف منسوب اشعار میں شمار کیا گیا ہے:

قد اجمع الکل علی تصحیح ما
یصح عن جماعتہ فلیعلما
وھم اولوا نجابۃ ورفعۃ
اربعۃ وخمسۃ وتسعۃ
فا الستۃ الاولی من الامجاد
اربعۃ من اولاوتأدا!!
زرارۃ کذا برید قداتی
ثم محمد و لیث یافتی
کذا الفضیل بعدہ معروف
وھو الذی ما بیننا معروف
جمیل الجمیل مع ابان!
والعبد لان ثم حماد ان
والسنۃ الاخری ھم صفوان
ویونس علیھم الرضوان

ثم بن محبوب کذا محمد
کذلك عبد الله ثم احمد
وما ذکرناه الاصح عندنا
وشذ قول من به خالفنا

اور درست معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس مقام پر ان اشعار کی مختصر شرح تحریر کردیں بیشک تمام علماء شیعہ نے اس حدیث کے صحیح ہونے پر اجماع کیا ہے جو سند صحیح سے اس مذکور جماعت سے نقل ہوا گرچہ یہ عبارت مجمل ہے لیکن اس سے ظاہر مراد یہ ہے کہ اگر کوئی حدیث صحیح سند کے ساتھ زرارہ یا برید یا محمد بن مسلم اور اسی طرح باقی بزرگوں سے نقل ہو تو اہل درایت اس حدیث کو صحاح کی لڑی میں پروتے ہیں اور اس کے بعد کی سند کو امام معصوم تک نہیں دیکھتے۔

اور یہ جماعت صاحب نجابت و رفعت ہے اور وہ اٹھارہ افراد شمار ہوئے ہیں (۱) زرارہ بن اعین ہیں جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے (۲) برید بن معویہ عجلی یہ اصحاب وحوارئین باقرؑ وصادقؑ میں سے فقیہ گوشہ نشین جنت کی بشارت لئے ہوئے اور آئمہ علیہم السلام کی بارگاہ میں صاحب منزلت تھے اور بعض کہتے ہیں کہ ۱۵۰ھ میں جو کہ زرارہ اور محمد بن مسلم کا سال وفات ہے انھوں نے بھی اسی سال وفات پائی لیکن یہ اس قول سے منافات رکھتا ہے جو گزر چکا ہے کہ ان کی وفات حضرت صادقؑ کی شہادت سے پہلے ہوئی کیونکہ حضرتؑ کی وفات زرارہ کی وفات سے چند سال پہلے ہوئی ہے جیسا کہ بعد میں معلوم ہوگا۔

۳۔محمد بن مسلم ثقفی ہیں کہ جن کا نام مبارک ہماری بحث کا عنوان ہے۔

۴۔ابوالبصیر لیث بن بختری ہیں جو بریدی کے ہم پلہ بزرگ ہیں اور حضرت صادقؑ نے ان چار بزرگواروں کے متعلق فرمایا کہ یہ زمین کی میخیں اور دین کے جھنڈے اور علم ہیں اور دوسری حدیث میں فرمایا مخبتین (گوشہ نشینوں کو) جنت کی بشارت دو برید بن معویہ عجلی اور ابوالبصیر لیث بن بختری مرادی ومحمد بن مسلم اور زرارہ کو یہ چاروں نجیب وشریف ہیں اور اللہ کے حلال وحرام کے امین ہیں اگر یہ اشخاص نہ ہوتے تو نبوت کے آثار منقطع اور مٹ جاتے۔

۵۔فضل بن یسار ہیں یہ حضرت صادقینؑ کے اصحاب میں سے ہیں اور انھوں نے حضرت صادقؑ کی زندگی میں وفات پائی ہے اور روایت ہوئی ہے کہ جب آنحضرتؑ فضل کو دیکھتے کہ وہ حضرتؑ کی طرف آ رہے ہیں تو فرماتے کہ مخبتین کو جنت کی بشارت دو جو دوست رکھتا ہو کہ اہل جنت میں سے کسی شخص کی طرف دیکھے تو وہ اس شخص کی طرف نظر کرے۔

اور دوسری روایت میں حضرتؑ فرماتے ہیں کہ فضل میرے والد کے اصحاب میں سے ہے اور میں دوست رکھتا ہوں کہ انسان اپنے باپ کے اصحاب کو دوست رکھے اور ایک روایت ہے کہ جس شخص نے فضیل کو غسل میت دیا تھا وہ کہتا ہے کہ غسل کے وقت فضل کا ہاتھ شرمگاہ کے دھونے کے وقت مجھ سے سبقت کرتا تھا پس اس نے یہ حالت حضرت صادقؑ سے عرض کی تو حضرتؑ نے فرمایا رحم اللہ الفضیل بن یسار وھو منا اہل البیت خدا فضیل پر رحم کرے وہ ہم اہل بیتؑ میں سے تھا۔

۶۔معروف بن خربوز یہ علیؑ بن الحسینؑ صادقینؑ کے اصحاب میں سے تھے شیخ کشی نے فضل بن شاذان سے روایت کی ہے کہ فضل ایک دفعہ ابن ابی عمیر کے پاس گیا دیکھا وہ سجدہ میں ہے اور اس نے سجدہ کو بہت طول دیا جب سر سجدہ سے اٹھایا تو فضل نے کہا کتنا زیادہ آپ نے سجدہ کو طول دیا ابن ابی عمیر نے کہا تیری کیا حالت ہوئی اگر تو جمیل بن دراج کے سجدہ کے طول کو دیکھتا فضل نے نقل کیا کہ ایک وقت میں جمیل کے ہاں گیا اور وہ سجدہ میں تھا اور اس نے سجدہ کو بہت ہی طول دیا جب سر اٹھایا تو طول سجدہ کی بات میں نے کی جمیل نے کہا تیری کیا کیفیت ہوتی اگر تو معروف بن خربوز کے سجدہ کے طول کو دیکھتا اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ معروف کثرت عبادت اور طول سجود (جو کہ غایت خضوع اور منتہائے عبادت اور پروردگار کے نزدیک اور تمام اعمال سے شیطان کے لئے زیادہ سخت ہے) میں مشہور اور محل توجہ تھے جیسا کہ ابن ابی عمیر بھی سجدہ کو طول دینے میں مشہور تھے اور یہ بھی فضل بن شاذان نے روایت کی ہے کہ میں ایک دفعہ عراق گیا میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنے ساتھی کو سرزنش کر رہا تھا اور کہتا تھا کہ تو صاحب اہل وعیال ہے اور کسب کار کی تجھے ضرورت ہے باوجود اس کے تو طویل سجدہ کرتا ہے اور مجھے خوف ہے کہ کہیں طول سجدہ کی وجہ سے تو نابینا اور بیکار نہ ہو جائے اور اس قسم کی باتیں نصیحت کے طور پر بہت کہیں بالآخر اس کا ساتھی اس سے کہنے لگا بہت کچھ تو نے مجھے سرزنش کی ہے وائے ہو تجھ پر اگر سجدہ کا طول نابینا ہونے کا سبب بنتا تو پھر ابن ابی عمیر نابینا ہو گیا ہوتا کیونکہ وہ نماز صبح کے بعد سجدہ میں سر رکھتا اور زوال شمس کے وقت سر سجدہ سے اٹھاتا تھا خلاصہ یہ کہ یہ چھ افراد زیادہ فقیہ اور زیادہ بلند ہیں ان چھ افراد سے کہ جن کا بعد میں ذکر ہوگا اور ان میں سے زیادہ فقیہ زرارہ ہیں۔

۷۔جمیل بن دراج ہے کہ جس کی فضیلت فی الجملہ گذشتہ روایت سے معلوم ہوتی ہے اور اس کا بھائی نوح بھی شیعہ تھا اور کوفہ میں قاضی تھا اس سے کہا گیا کہ تو ان (خلفاء جور) کے کاموں میں کیوں داخل ہوا ہے تو وہ کہنے لگا میں ان کے کاموں میں داخل نہیں ہوا یہاں تک کہ میں نے اپنے بھائی جمیل سے ایک دن پوچھا میں نے ان سے کہا کہ آپ مسجد میں کیوں نہیں حاضر ہوتے کہنے لگے میرے پاس چادر نہیں (کہ جس کو باندھ کر مسجد میں جاسکو) حمدان کہتا ہے کہ جمیل کی جب وفات ہوئی تو وہ ایک لکھ کے مقروض تھے۔

۸۔ابان بن عثمان احمر اگرچہ ناووسیہ میں سے ہے لیکن اصحاب اجماع میں داخل ہے اور ابان و جمیل دونوں حضرت صادقؑ اور ابوالحسن کاظمؑ کے اصحاب میں سے ہیں۔

۹۔عبداللہ بن مسکان بروزن سحبان حضرت صادقؑ اور حضرت کاظمؑ کے اصحابہ میں سے ہے لیکن کہا گیا ہے کہ عبداللہ حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوتا تھا اس خوف سے کہ شاید حضرتؑ کے حق جلالت وشان کو ادا نہ کر سکے اور حضرتؑ کے اصحاب سے روایت کرتا تھا اسی لئے حضرت صادقؑ سے براہ راست حدیث کم سنی ہے بلکہ نجاشی نے فرمایا ہے کہ روایت ہوئی ہے کہ عبداللہ نے حضرتؑ سے نہیں سنی مگر یہ حدیث من ادرک المشعر فقد ادرک الحج جس نے مشعر الحرام کو پالیا اس نے حج کو پالیا۔

۱۰۔عبداللہ بن مغیرہ کوفی اور ثقہ ہے وہ اتنا ثقہ ہے کہ اس کی قدر جلالت اس کے دین اور اس کے ورع و پرہیز گاری میں اس کا کوئی عدیل ونظیر نہیں اس نے ابوالحسن موسیٰ سے روایت کی ہے کشی فرماتے ہیں پہلے واقفی تھا لیکن پھر رجوع کر لیا۔

۱۱۔ حماد بن عثمان ناب ہے جو حضرت کاظمؑ اور حضرت رضاؑ کے ثقہ اصحاب میں سے ہے حماد اور اس کے بھائی جعفر و حسین سب کے سب ثقہ اور فاضل تھے اور ۲۰۹ھ میں حماد نے وفات پائی ہے۔

۱۲۔ حماد بن عیسیٰ بصری ہے جس نے چار آئمہ کے زمانہ کو دیکھا ہے اور حضرت جواد تقیؑ کے زمانہ میں ۲۰۶ھ میں وفات پائی ہے اور حدیث میں محترز اور محتاط تھا اور کہتا تھا کہ میں نے ستر حدیثیں حضرت صادقؑ سے سنی ہیں اور ہمیشہ ان کے حفظ رکھنے میں مجھے شک رہتا تھا یہاں تک کہ میں نے بیس احادیث پر اقتصار کیا ہے اور حماد مذکور وہی ہے کہ حضرت کاظمؑ نے جس کے لئے دعا کی کہ خداوند عالم اسے مکان، بیوی، اولاد اور خادم دے اور پچاس حج کرے اور یہ تمام چیزیں اسے عطا ہوئیں اور اس نے پچاس مرتبہ حج کیا جب اس نے چاہا ۵۱واں حج کرے جب جحفہ میں پہنچا تو پانی میں اترا تا کہ غسل احرام کرے تو پانی میں غرق ہو گیا اور اس کی قبر سیالہ میں ہے رحمہ اللہ۔

۱۳۔ صفوان بن یحییٰ کوفی ہے کہ جو جلیل ترین اصحاب آئمہؑ میں سے صاحب عبادت و زہد و تقویٰ تھا معمر بن خلاد میں کہ جن کے چرواہے غائب ہوں دین مسلم کے لئے حب ریاست سے زیادہ مضر نہیں ہیں پھر فرمایا لیکن صفوان میں حب ریاست نہیں ہے۔

شیخ طوسی فرماتے ہیں کہ صفوان اپنے زمانہ میں زیادہ قابل وثوق شخص تھا روزانہ شب و روز میں ڈیڑھ سو رکعت نماز پڑھتا تھا اور ہر سال تین مہینے روزے رکھتا تھا اور تین مرتبہ مال کی زکوۃ دیتا تھا اور یہ اس وجہ سے تھا کہ صفوان نے عبداللہ بن جندب اور علی بن نعمان سے بیت اللہ الحرام میں بیٹھ کر عہد و پیمان کیا تھا کہ ان میں سے جو پہلے مر جائے زندہ رہنے والا جب تک زندہ رہے اس کے نماز روزے اس کی نیابت میں بجالائے اور عبداللہ و علی صفوان سے پہلے مر گئے تھے لہٰذا صفوان زندگی بھر نماز، روزے، زکوۃ، حج اور باقی اعمال خیر ان کے لئے بجالاتا رہا۔

۲۱۰ھ میں مدینہ میں وفات پائی اور حضرت جوادؑ نے اس کے لئے حنوط و کفن بھیجا اور اسماعیل بن موسیٰ بن جعفر کو حکم دیا کہ وہ اس کی نماز جنازہ پڑھائے صفوان کی انتہائی ورع و پرہیز گاری کے متعلق نقل ہوا ہے کہ مکہ میں اس کے ایک ہمسایہ نے اسے دو دینار دیئے کہ وہ انھیں کوفہ لے جائے تو کہنے لگا کہ میری سواری کا اونٹ کرایہ پر لیا ہوا ہے پس مہلت لی کہ جمال سے اجازت لے لے اور اسی حکایت سے ملتا جلتا مقدس اردبیلی کا واقعہ کثرت احتیاط میں جس میں کسی شخص کا رقعہ دینا مقدس کو ان کے کسی سفر میں مذکور رہے۔

۱۴۔ یونس بن عبدالرحمان ہے کہ جو اجلائے اصحاب میں سے اور آئمہؑ کے نزدیک صاحب قدر و منزلت ہے اور حضرت امام رضاؑ نے عبدالعزیز بن مہتدی کو (جو قم کے بہترین لوگوں میں سے تھا اور حضرت کا وکیل تھا) حکم دیا کہ وہ احکام دین کے لینے میں یونس کی طرف رجوع کرے اور آپؑ تین مرتبہ یونس کے لئے بہشت کے ضامن ہوئے یونس کی بڑی فضیلت ہے انھوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں کہ جن میں ایک کتاب ''یوم ولیلۃ'' ہے کہ جسے ابو ہاشم جعفری نے حضرت امام حسن عسکریؑ کے سامنے پیش کیا حضرتؑ نے اسے ملاحظہ فرمایا اور یونس کے حق میں دعا کی اور فرمایا خدا اسے ہر حرف کے بدلے قیامت کے دن ایک نور عنایت فرمائے اور یونس ۲۰۸ء میں مدینہ میں فوت ہوا اور رحمت الٰہی میں جا پہنچا اور منقول ہے گروہ واقفیہ اسے بہت سا مال دیتے تھے کہ وہ وقف والے میں ان کے ساتھ شریک ہو جائے یونس نے اس سے انکار کر دیا اور جادۂ حق پر مستقیم رہا رحمہ اللہ۔

۱۵۔ حسن بن محبوب سراد صاحب مشیخہ ہے اور وہ جلالت قدر میں مشہور ہے اور امام رضاؑ سے روایت کرتا ہے اور اپنے زمانہ کے ارکان اربعہ میں سے ہے اور ۲۲۴ھ کے آخر میں پچھتر سال کی عمر میں وفات پائی اور حضرت صادق کے اصحاب میں سے ساٹھ افراد سے روایت کرتا ہے کہ جن میں سے ایک علی بن رباب ہے حسن کا والد محبوب حسن کو ہر حدیث کے عوض جو وہ علی سے لکھتا تھا حسن کو ایک درہم دیتا تھا اور علی بن رباب ثقات واجلاء وعلماء شیعہ میں سے اور اس کا بھائی یمان علماء خوارج کا رئیس تھا اور ہر سال دونوں بھائی تین دن جمع ہوتے اور ایک دوسرے سے مناظرہ کرتے تھے پھر ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے اور پھر ایک دوسرے سے گفتگو نہ کرتے یہاں تک کہ سلام بھی نہ کرتے۔

۱۶۔ محمد بن ابی عمیر ہے کہ خاصہ وعامہ نے جس کی وثاقت کا حکم اور جلالت کی تصدیق کی ہے اور وہ لوگوں سے عابد اور باورع تھا اور ان کو یونس سے زیادہ فقیہ اور افضل کہتے تھے حالانکہ یونس کی فقہ کے متعلق فضل بن شاذان سے روایت ہے کہ اسلام میں کوئی مرد باقی لوگوں میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے زیادہ فقیہ پیدا نہیں ہوا اور سلمان کے بعد یونس بن عبدالرحمن رحمہ اللہ سے زیادہ فقیہ پیدا نہیں ہوا۔

اور ابن ابی عمیر نے حضرت کاظمؑ و رضاؑ و جوادؑ علیہم السلام کی خدمت کا شرف حاصل کیا ہے اور رشید کی حکومت کے زمانہ میں چار سال اس کے زندان میں رہا اور اس کی بہن نے اس کی کتابیں جمع کر کے چوبارے میں رکھ دیں اور ان پر بارش ہوئی اور وہ کتب ضائع ہو گئیں لہٰذا ابن ابی عمیر حدیث اپنے حافظہ کی مدد سے نقل کرتا تھا اور علماء نے اس کے مراسیل کو احادیث مسانید کا درجہ دیا ہے اس کی وفات ۲۱۷ھ میں ہوئی اس کے سال وفات کے ذکر میں کچھ اس کی فضیلت بیان ہوگی جیسا کہ سابقاً بھی اس کی فضیلت ذکر ہوئی ہے۔

۱۷۔ عبداللہ بن بکیر بن اعین ہے زرارہ کے حالات میں اس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے۔

۱۸۔ احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی ہے جو امام رضاؑ کی بارگاہ میں بہت قدر و منزلت رکھتا تھا ایک رات حضرتؑ کی خدمت میں رہا تو حضرتؑ نے اپنی کنیز سے کہا میرا گدا اور تکیہ احمد کے لئے لا کر بچھا دو جب احمد آپؑ کے کمرے میں داخل ہوا اور حضرتؑ کے بستر پر سویا تو اس کے دل میں آیا کہ مجھ جیسا کون ہے جب کہ میں ولی خداؑ کے گھر میں ان کے بستر پر لیٹا ہوں جب یہ خیال اس کے دل میں آیا تو حضرتؑ نے فرمایا اے احمد امیر المومنینؑ صعصعہ بن صوحان کی عیادت کے لئے گئے اور فرمایا اے صعصعہ میرا تیری عیادت کرنا اس کا باعث نہ ہو کہ تو اپنی قوم پر فخر کرتا پھرے بلکہ خدا کے لیے تواضع کرتا کہ وہ تجھے بلند کرے احمد کی وفات ۲۲۱ھ میں واقع ہوئی۔

جب اصحاب اجماع کے تذکرہ سے فارغ ہوئے تو اصل مطلب کی طرف رجوع کریں جو کہ دوانیقی کے زمانہ کے حالات کا ذکر ہے خلاصہ یہ کہ منصور فتاک سفاک وخونریز اور بداندیش تھا اور حضرت صادق کا سخت دشمن تھا آپؑ کو اس نے بہت سے صدمے اور تکلیفیں دیں اور آپؑ کے حق میں جسارتیں کیں کئی دفعہ وہ آپ کا خون بہانے کے لئے تیار ہوا اور آنجنابؑ کے شہید کرنے کا حکم دیا یہاں تک کہ بالآخر اپنی خلافت کے دسویں سال اور کچھ روایات کے مطابق ۱۴۸ھ میں حضرتؑ کو زہر دیا اور شہید کیا جیسا کہ کتاب منتہی

میں بیان ہو چکا ہے شیخ مسعودی نے مروج الذہب میں فرمایا ہے کہ ۱۴۸ھ میں حضرتؑ کی شہادت ہوئی اور جنت البقیع میں اپنے باپ اور دادا کی قبر کے نزدیک دفن ہوئے اور ان کی قبور مبارک کے اوپر ایک پتھر ہے جس پر یہ کلمات تحریر ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ مبید الامم و محی الرمم ھذا قبر فاطمة بنت رسول اللہ سیدة نساء العالمین و قبر الحسن بن علی بن ابی طالب و علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب و محمد بن علی و جعفر بن محمد رضی اللہ عنھم انتھی

اور میں کہتا ہوں صلوٰة اللہ علیھم اجمعین۔

عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہما السلام اوران کے اہلِ بیت رحمھم اللہ تعالیٰ کی شہادت کا ذکر

واضح ہو کہ جب ولید بن یزید بن عبدالملک بن مروان مارا گیا اور بنی امیہ کی سلطنت کمزور پڑ گئی اور روبزوال ہوئی تو بنی عباس اور بنی ہاشم کی ایک جماعت جن میں ابوجعفر منصور اور اس کا بھائی سفاح و ابراہیم بن محمد اور اس کا چچا صالح بن علی اور عبد اللہ محض اور اس کے دو بیٹے محمد ابراہیم اس کا بھائی محمد دیباج وغیرہ تھے مقام ابواء میں جمع ہوئے اور انھوں نے اتفاق کیا کہ عبداللہ محض کے بیٹوں کی بیعت کریں اور ان میں سے ایک کو خلافت کے لئے چن لیں اور (بالآخر) ان میں سے محمد کا انتخاب کر لیا چونکہ اس کو مہدی بھی کہتے تھے اور خاندانِ رسالت سے ان کے کانوں میں یہ بات پہنچی تھی کہ مہدی آل محمد ہمنام پیغمبر ہوگا وہ زمین کا مالک ہوگا اور عالم کے مشرق و مغرب کو عدل و انصاف سے پر کرے گا بعد اس کے کہ وہ ظلم و جور سے پر ہو گی لہٰذا انھوں نے دست بیعت محمد کی طرف بڑھایا اور اس کی بیعت کر لی پھر انھوں نے کسی کو بھیج کر عبداللہ بن محمد بن علی اور حضرت امام جعفرؑ صادق کو بلا بھیجا عبداللہ نے کہا کہ حضرت صادقؑ کو تم لوگوں نے فضول بلایا ہے وہ تمہارے رائے کو درست نہیں کہیں گے جب حضرت تشریف لائے تو عبداللہ نے ان کے لئے جگہ کشادہ کی اور آنجنابؑ کو اپنے قریب بٹھایا اور صورت حال بیان کی حضرتؑ نے فرمایا کہ یہ کام نہ کرو کیونکہ اگر محمد کی بیعت تم لوگوں نے اس گمان پر کی ہے کہ وہ مہدی موعود ہے تو یہ گمان غلط ہے یہ مہدی موعود نہیں یہ زمانہ اس کے خروج کا نہیں اور اگر یہ بیعت اس لئے ہے کہ خروج کرو اور امر بالمعروف اور نہی از منکر کرو پھر بھی محمد کی ہم (بنی ہاشم) بیعت نہیں کریں گے کیونکہ آپ بنی ہاشم کے بزرگ ہیں کس طرح آپ کو چھوڑ کر آپ کے بیٹے کی بیعت کر لیں عبداللہ کہنے لگا معاملہ اس

طرح نہیں بلکہ آپؑ کو حسد ان کی بیعت سے روکتا ہے حضرت نے سفاح کی پشت پر ہاتھ رکھا اور فرمایا خدا کی قسم یہ بات حسد کی بنا پر نہیں بلکہ خلافت وحکومت اس شخص کے لئے اس کے بھائیوں کے لئے اور ان کی اولاد کے لئے ہے نہ کہ تمہارے لئے پھر آپؑ نے عبداللہ کے کندھے پر ہاتھ مارا اور فرمایا خدا کی قسم تمہیں اور تیرے بیٹوں کو خلافت نہیں ملے گی اور تیرے دونوں بیٹے قتل کر دیئے جائیں گے یہ کہہ کر آپؑ کھڑے ہو گئے اور عبدالعزیز بن عمران زہری کے ہاتھ کا سہارا لیا اور باہر تشریف لائے اور عبد العزیز سے فرمایا کہ زرد رداوالے شخص کو تو دیکھ رہا ہے یعنی منصور کو اس نے کہا جی ہاں فرمایا خدا کی قسم یہ عبداللہ کو قتل کرے گا عبد العزیز نے کہا اور محمد کو بھی قتل کرے گا فرمایا ہاں عبدالعزیز کہتا ہے میں نے دل میں کہا رب کعبہ کی قسم یہ بات حسد کی وجہ سے کہہ رہے ہیں لیکن میں دنیا سے نہیں اٹھا یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ وہی کچھ ہوا جس کی خبر حضرتؑ نے دی تھی۔

خلاصہ یہ کہ حضرتؑ کے چلے جانے کے بعد اہل مجلس بھی متفرق ہو گئے اور عبدالصمد اور منصور آنحضرت کے پیچھے گئے یہاں تک کہ حضرتؑ تک پہنچے اور کہنے لگے کیا یہ حقیقت ہے جو کچھ آپؑ نے اس مجلس میں فرمایا ہے فرمایا ہاں خدا کی قسم اور یہ ان علوم میں سے ہے جو ہم تک پہنچے ہیں بنی عباس نے آپؑ کی بات کو سچا سمجھا اور اسی دن سے دل سلطنت وحکومت پر باندھ لیا اور تیاری میں لگ گئے یہاں تک کہ انھوں نے حکومت حاصل کر لی۔

ہمارے شیخ مفیدؒ نے عنبسہ بن نجار عابد سے روایت کی ہے کہ جناب جعفر محمد علیہ السلام جب محمد بن عبداللہ بن حسن کو دیکھتے تو آپؑ کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا جاتیں پھر فرماتے میری جان کی قسم یہ ہے وہ جس کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ قتل ہو جائے گا۔

یہ کتاب جناب علیؑ میں اس امت کے خلفاء میں سے نہیں ہے مولف کہتا ہے کہ اگر چہ عبداللہ محض کی گفتگو سے جو حضرت صادقؑ سے ہوئی اس کی بری رائے ظاہر ہوئی لیکن بہت سی روایات اس کی مدح میں وارد ہوئی ہیں اور اس کے بعد ذکر ہوں گی کہ حضرت صادقؑ ان کے لئے بہت روئے جس وقت انہیں مدینہ سے قید کر کے کوفہ کی طرف لے جا رہے تھے اور آپؑ نے انصار کے حق میں نفرین کی اور زیادہ غم واندوہ کی وجہ سے آپؑ کو بخار ہو گیا اور عبداللہ اور ان کے باقی اہل خانہ کے لئے تعزیت نامہ سید ابن طاؤس نے اقبال میں نقل کیا ہے پھر فرمایا ہے کہ یہ خط حضرت صادقؑ کا دلالت کرتا ہے کہ عبداللہ اور اس کا خانوادہ معذور ممدوح اور مظلوم تھے وہ محبت امامؑ کے عارف تھے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر کتب حدیث میں کوئی روایت ایسی مل جائے کہ یہ لوگ حضرتؑ کے طریقے سے جدا تھے تو وہ تقیہ پر محمول ہے اس جہت سے کہ کہیں ان کے خروج کو جو نہی از منکر کے لئے ہے آئمہ طاہرین علیہم السلام کی طرف نسبت نہ دیں اور اسی قول کے مؤید ہے وہ روایت جو خلاد بن عمیر نے کی ہے کہ میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں شرفیاب ہوا تو حضرتؑ نے فرمایا آیا آل حسن کی کوئی خبر تجھے ہے کہ جنہیں منصور مدینہ سے نکال کے لے گیا ہے ہمیں ان کی شہادت کی اطلاع تو تھی لیکن میں نے نہ چاہا کہ حضرتؑ کو ان کی مصیبت کی خبر دوں تو میں نے کہا امید ہے کہ خدا انھیں عافیت وسلامتی دے فرمایا ان کے لئے عافیت کہاں ہے یہ کہہ کر آپ بلند آواز سے رونے لگے اور آپؑ اتنے روئے کہ آپؑ کے رونے سے ہم بھی رونے لگے پھر فرمایا کہ میرے والد نے جناب فاطمہ امام حسینؑ کی شہزادی سے حدیث بیان کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے

پدر بزرگوار حسین بن علی علیہما السلام سے سنا وہ فرماتے تھے اے فاطمہ تیری اولاد میں سے چند افراد فرات کے کنارے شہید ہوں گے کہ جن سے نہ پہلے سبقت کر سکے ہیں اور نہ بعد والے ان کے مرتبہ کو پاسکیں گے پھر حضرتؑ نے فرمایا یہ ہیں فاطمہؑ بنت الحسینؑ کے فرزند جو قید ہوئے ان کے علاوہ اس حدیث کا مصداق کوئی نہیں لہذا یہی ہیں جو فرات کے کنارے شہید ہوں گے پھر سید ابن طاؤس نے چند روایات ان کی جلالت قدر اور اس بیان میں کہ ان کا یہ اعتقاد نہیں تھا کہ ان کا مہدی وہی مہدی موعود علیہ السلام ہے وارد کی ہیں جو چاہے کتاب اقبال الاعمال کے ماہ محرم کے اعمال کی طرف رجوع کرے۔

خلاصہ یہ کہ محمد ابراہیم عبداللہ کے بیٹے خلافت کی خواہش میں زندگی گزار رہے تھے اور خروج کی تیاری میں لگے ہوئے تھے کہ ابو السفاح کی خلافت کا معاملہ درست ہو گیا تو اس وقت وہ بھاگ کھڑے ہوئے اور لوگوں سے پوشیدہ ہو گئے۔ لیکن سفاح عبداللہ محض کو بزرگ سمجھتا اور ان کی عزت کرتا تھا سبط بن جوزی کہتا ہے کہ ایک دن عبداللہ نے کہا کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ......دس لاکھ.........ہم اکٹھے میرے سامنے جمع ہوئے ہوں سفاح کہنے لگا ابھی دیکھ لو گے اور اس نے حکم دیا کہ دس لاکھ درہم.........حاضر کئے جائیں اور وہ عبداللہ کو دے دیئے ابوالفرج نے روایت کی ہے کہ جب سفاح سے ملنے کے لئے آئے سفاح نے انہیں عطیہ دیا عبداللہ کی زیادہ عزت و تعظیم کی لیکن کبھی کبھی عبداللہ سے پوچھتا تھا کہ تیرے بیٹے محمد و ابراہیم کہاں ہیں اور وہ آپ کے ساتھ میرے پاس کیوں نہیں آتے عبداللہ کہتے کہ ان کا خلیفہ سے پوشیدہ رہنا کسی ایسے امر کی وجہ سے نہیں جو اس کی ناپسندی کا باعث ہو اور مسلسل سفاح عبداللہ سے یہ بات کرتا رہتا اور ان کی زندگی کو ناگوار رکھتا یہاں تک کہ ایک دفعہ کہنے لگا اے عبداللہ تو نے اپنے بیٹوں کو چھپا رکھا ہے بیشک محمد و ابراہیم دونوں قتل کر دیئے جائیں گے جب عبداللہ نے یہ بات سنی تو حزن و ملال کی حالت میں سفاح کے دربار سے گھر لوٹ آئے حسن مثلث نے جب حزن کے آثار عبداللہ میں دیکھے تو پوچھا کہ اے بھائی تیرے حزن و ملال کا کیا سبب ہے عبداللہ نے سفاح کا مطالبہ محمد و ابراہیم کے معاملہ میں اس سے نقل کیا حسن نے کہا کہ اس دفعہ جب سفاح ان کے متعلق سوال کرے تو کہنا کہ ان کا چچا ان کے حالات سے باخبر ہے تو میں اس کو اس بات سے خاموش کر دوں گا ایک دفعہ جب سفاح نے عبداللہ کے بیٹوں کی بات چھیڑی تو عبداللہ نے کہا ان کا چچا حسن ان سے باخبر ہے سفاح نے صبر کیا یہاں تک کہ عبداللہ اس کے گھر سے باہر چلے گئے تو اس نے حسن مثلث کو بلایا اور محمد و ابراہیم کے متعلق اس سے سوال کیا حسن نے کہا اے امیر میں تجھ سے اس طرح گفتگو کروں کہ جس طرح رعیت بادشاہ سے کرتی ہے یا اس طرح جیسے ایک شخص اپنے چچازاد بھائی سے کرتا ہے کہنے لگا اس طرح بات جس طرح چچازاد بھائی سے کرتے ہو کہنے لگا اے امیر اگر خدا نے مقدر کیا ہے کہ محمد و ابراہیم منصب خلافت کو حاصل کرلیں تو تم اور زمین و آسمان کی تمام مخلوق انہیں روک سکتے ہو کہنے لگا نہیں خدا کی قسم پھر کہنے لگا اور اگر خدا نے ان کے لئے خلافت مقدر نہیں کی تو تمام اہل زمین و آسمان اگر اتفاق کرلیں تو امر خلافت انہیں دلا سکتے ہیں سفاح نے کہا نہیں خدا کی قسم تو حسن کہنے لگا پھر امیر کس لئے اس بوڑھے شخص سے ہر وقت اس معاملہ میں مطالبہ کرتا ہے اور اپنے احسان و نعمت کو اس کے لئے ناگوار بناتا ہے سفاح کہنے لگا اس کے بعد پھر میں ان کا نام بھی نہیں لوں گا اور اس

گفتگو کے بعد جب تک سفاح زندہ رہا اس نے ان کا نام نہیں لیا پھر سفاح نے عبداللہ سے کہا کہ آپ مدینہ چلے جائیں اور یہی حالات رہے یہاں تک کہ سفاح کی وفات ہوئی اور امر خلافت منصور دوانقی کے لئے درست ہوا اور منصور نے اپنی خبث طینت اور پستی فطرت کی وجہ سے مکمل طور پر دلی ارادہ محمد و ابراہیم کے قتل کرنے کا کر لیا اور ۱۴۰ھ کو سفر حج کیا اور مدینہ کے راستہ سے واپس لوٹا جب مدینہ میں پہنچا تو عبداللہ کو بلایا اور حکم دیا کہ انہیں مدینہ میں مروان کے گھر میں قید کر دیا جائے اور اس کا زندان بان ریاح بن عثمان تھا اور عبداللہ کے بعد یکے بعد دیگرے آل ابو طالب علی و عباس داؤد بن حسن مثنیٰ کے بیٹے اور محمد و اسحاق ابراہیم بن حسن مثنیٰ کے بیٹے اور عباس و علی عابد حسن مثلث کے بیٹے اور علی محمد نفس زکیہ کے بیٹے اور ان کے علاوہ دوسرے سادات اور کتاب منتھی الآمال میں امام حسن مجتبیٰ کی اولاد کے تذکرہ میں اس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ریاح بن عثمان نے اولاد امام حسنؑ کی اس جماعت کو زندان میں قید و بند میں رکھا اور ان پر بہت تنگی و سختی کی اور جن دنوں وہ قید میں تھے کبھی کبھی، ریاح بعض نصیحت کرنے والوں کو عبداللہ محض کے پاس بھیجتا کہ عبداللہ کو نصیحت کریں تا کہ شاید وہ اپنے بیٹوں کی جگہ کا اتہ پتہ بتا دے جب عبداللہ سے یہ بات کرتے اور اسے اپنے بیٹوں کے معاملہ کو چھپانے پر بات کرتے تو عبداللہ کہتے کہ میری مصیبت خلیل الرحمان سے بھی زیادہ سخت ہے وہ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے پر مامور ہوئے تھے اور ان کا فرزند کو ذبح کرنا اطاعت خدا تھی لیکن مجھے حکم ملتا ہے میں اپنے بیٹوں کی نشاندہی کروں تا کہ یہ انہیں قتل کریں حالانکہ ان کا قتل کرنا خدا کی نافرمانی اور معصیت ہے خلاصہ یہ کہ تین سال تک مدینہ میں قید رہے یہاں تک کہ ۱۴۴ھ آ پہنچا اور منصور نے دوبارہ حج کے لیے سفر کیا جب مکہ سے واپس لوٹا تو مدینہ میں داخل نہیں ہوا بلکہ ربذہ کی طرف چلا گیا جب ربذہ میں وارد ہوا تو ریاح بن عثمان بن مدینہ سے ربذہ میں منصور کو دیکھنے کے لئے گیا منصور نے اسے دیکھتے ہی حکم دیا کہ مدینہ واپس جاؤ اور آل حسنؑ میں سے جو لوگ قید میں انہیں یہاں لے آؤ پس ریاح بن عثمان ابوالازہر منصور کے زندان بان کے ساتھ جو بدمذہب اور خبیث محض تھا مدینہ گیا اور وہ اولاد حسنؑ کو محمد بیاج کے ساتھ جو عبداللہ کا محض مادری بھائی تھا زنجیریں پہنا کر اور ان کے زنجیر و طوق زیادہ سخت کر کے انتہائی شدت و سختی کے ساتھ ربذہ کی طرف لے چلے جس وقت انہیں ربذہ کی طرف لے جا رہے تھے حضرت صادقؑ نے انہیں پردے کے پیچھے کھڑے ہو کر دیکھا اور بہت روئے یہاں تک کہ آپؑ کے آنسو ریش مبارک پر گر رہے تھے اور آپؑ نے گروہ انصار پر نفرین کی اور فرمایا انصار نے ان شرائط کی وفا نہیں کی جن پر رسول خدا کی انھوں نے بیعت کی تھی کیونکہ انھوں نے آنحضرتؐ سے بیعت کی تھی کہ وہ آنحضرتؐ اور آپؐ کی اولاد کی حفاظت و نگہبانی کریں گے ان چیزوں سے جن سے اپنی اور اپنی اولاد کی حفاظت کرتے ہیں پس ایک روایت کی بنا پر آپؑ دولت سرا میں تشریف لے گئے اور آپ کو بخار آ گیا اور بیس راتیں آپؑ نے بخار و اضطراب میں گزاریں اور رات دن گریہ کرتے تھے یہاں تک کہ آپؑ کے متعلق ڈر محسوس ہونے لگا۔

خلاصہ یہ کہ بنی حسن کو محمد دیباج کے ساتھ ربذہ میں لے گئے اور انہیں دھوپ میں کھڑا دیا اور ایک لحظہ نہ گزرا کہ ایک شخص منصور کی طرف سے باہر آیا اور کہنے لگا محمد بن عبداللہ بن عثمان کون ہے محمد دیباج نے اپنے کو پیش کیا وہ شخص انہیں منصور کے پاس لے گیا

راوی کہتا ہے کہ دیر نہ گزری کہ تازیانے کی آواز آنے لگی اور وہ تازیانے محمد کے بدن پر لگ رہے تھے جب محمد کو واپس لے آئے تو میں نے دیکھا کہ انھیں اتنے تازیانے مارے گئے کہ ان کا چہرہ اور رنگ جو دھلی ہوئی چاندی کی طرح تھا حبشیوں کے رنگ کی مانند ہو چکا تھا اور ان کی ایک آنکھ تازیانہ لگنے کی وجہ سے کاسہ سر سے باہر آ چکی تھی پھر محمد کو لا کر ان کے بھائی عبداللہ محض کے پاس بٹھا دیا اور عبداللہ محمد سے بہت محبت کرتے تھے اس حالت میں محمد پر پیاس کا بہت غلبہ تھا اور وہ پانی مانگتے تھے لیکن لوگ منصور کے خوف سے ان پر رحم کرنے سے ڈرتے تھے عبداللہ نے کہا کون ہے جو فرزند رسولؐ کو سیراب کرے پس ایک خراسانی شخص نے انھیں پانی پلایا اور منقول ہے کہ محمد کا کرتا تازیانہ لگنے اور خون آنے کی وجہ سے اس طرح ان کی پست کے ساتھ چمٹ گیا تھا کہ ان کے بدن سے جدا نہیں ہو سکتا تھا پہلے اسے زیتون کے تیل کے ساتھ تر کیا گیا پھر وہ قمیص پوست کے ساتھ ان کے بدن سے الگ کی۔

اور سبط بن جوزی نے روایت کی ہے کہ جب محمد کو منصور خبیث کے پاس لے گئے تو منصور نے ان سے پوچھا کہ وہ جھوٹے اور فاسق محمد و ابراہیم کہاں ہیں اور محمد کی بیٹی رقیہ ابراہیم کی بیوی تھی محمد نے کہا خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہیں منصور نے حکم دیا کہ اسے چار سو تازیانے لگاؤ پھر حکم دیا کہ سخت قسم کا کرتا پہنا کر زور سے اسے اس کے بدن سے اتارو تا کہ کھال بدن سے جدا ہو جائے محمد شکل و صورت اور شمائل میں حسین ترین شخص تھے اسی لیے انھیں دیباج کہا جاتا تھا اور ان کی آنکھ تازیانے کے صدمے سے نکل گئی پھر انھیں زنجیروں میں جکڑ کے عبداللہ کے پاس جا بٹھایا محمد اس وقت سخت پیاسے تھے لیکن کوئی شخص انھیں پانی دینے کی جرأت نہیں کرتا تھا عبداللہ نے فریاد کی اے گروہ مسلمین کیا یہی مسلمانی ہے کہ اولادِ رسولؐ پیاس سے مر رہی ہے اور تم انھیں پانی نہیں دیتے پس منصور نے ربذہ سے حرکت کی اور خود وہ محمل کی ایک طرف بیٹھا تھا اور اس کے برابر دوسری طرف ربیع اس کا حاجب تھا اور بنو حسن کو لب تشنہ و شکم گرسنہ و سر و تن برہنہ غل و زنجیر کے ساتھ برہنہ اونٹوں پر سوار کیا گیا اور منصور کے ہم رکاب کوفہ کی طرف لے چلے جب منصور ان کے پاس سے گزرا جب کہ وہ محمل میں تھا کہ جس کا روپوش حریر و دیباج کا تھا تو عبداللہ بن حسن نے منصور کو دیکھ کر فریاد کی کہ اے ابوجعفر کیا ہم نے تمہارے قیدیوں کو ساتھ بدر میں یہی سلوک کیا تھا اور اس سے انھوں نے عباس منصور کے جد کے بدر کے دن قید ہونے اور ان کے جد رسولؐ خدا کے اس کے حال پر رحم کرنے کی طرف (جب کہ عباس قید و بند کی وجہ سے گریہ و نالہ کر رہا تھا اور حضرتؐ نے فرمایا کہ عباس کے گریہ و نالہ نے مجھے آج رات نہیں سونے دیا اور حکم دیا کہ قید و بند عباس سے دور کی جائے) اشارہ کیا۔

ابوالفرج نے روایت کی ہے کہ منصور چاہتا تھا کہ عبداللہ کو زیادہ تکلیف ہو لہٰذا حکم دیا کہ محمد کا اونٹ عبداللہ کے اونٹ کے آگے کیا جائے لہٰذا عبداللہ کی نگاہ ہمیشہ محمد کی پشت پڑتی تھی اور تازیانہ کے نشان اسے نظر آتے اور وہ جزع و فزع کرتا اور مسلسل بہت بری حالت میں انھیں قید کر دیا جو انتہائی تاریک تھا اور اس میں رات دن کا پتہ نہیں چلتا تھا اور ان کی تعداد جو قید میں تھے سبط کی روایت کے مطابق بیس تھی جو کہ سب امام حسنؑ کی اولاد میں سے تھے۔

اور مسعودی نے فرمایا ہے کہ منصور نے سلیمان و عبداللہ کو جو داؤد بن حسن مثنیٰ کے بیٹے تھے موسیٰ بن عبداللہ محض اور حسن بن جعفر کے ساتھ رہا کر دیا اور باقی قید میں رہے یہاں تک کہ مر گئے اور ان کا قید خانہ فرات کے کنارے کوفہ کے پل کے قریب تھا اور

اس وقت کوفہ میں ان کی جگہیں ہمارے زمانہ میں جو کہ ۱۳۴۲ھ ہے معلوم اور زیارت گاہ ہیں اور تمام کے تمام اسی جگہ ہیں اور ان کی قبریں بھی وہی زندان ہے کہ جس کی چھت ان پر خراب کر کے گرادی گئی تھی اور جس وقت یہ لوگ قید تھے انہیں قضائے حاجت کے لئے باہر نہیں جانے دیتے تھے مجبوراً اسی قید خانے میں قضائے حاجت کرتے تھے اور رفتہ رفتہ اس کی بدبو پھیل گئی اور ان کی اس کی وجہ سے بری حالت تھی ان کے بعض موالی کچھ غالیہ (ایک خوشبو ہے) ان کے پاس لے گئے تا کہ اس کی خوشبو سے اس کی بدبو کو دور کر لیا یہ کہ اس بدبو اور قید و بند کی وجہ سے ان کے پاؤں پر ورم ہو گئے اور رفتہ رفتہ ورم اوپر کی طرف سرایت کر کے ان کے دلوں تک پہنچ اور جس کے دل تک پہنچ جاتے اسے ہلاک کر دیتے اور چونکہ ان کا قید خانہ تاریک تھا اس لئے وہ اوقات نماز کا تعین نہیں کر سکتے تھے لہٰذا قرآن مجید کے پانچ حصے کئے ہوئے تھے اور نوبت بنوبت شبانہ روز میں ایک ختم قرآن کرتے اور ہر پانچویں حصے کے تمام ہونے پر ایک نماز پانچ نمازوں میں سے پڑھتے اور جب کوئی ان میں سے مرجاتا تو اس کا بدن قید و زنجیر میں رہتا یہاں تک کہ بدبو پیدا ہو جاتی اور وہ بوسیدہ ہو جاتا اور جو زندہ تھے وہ مردے کو اسی حالت میں دیکھتے رہتے اور اذیت و تکلیف کو برداشت کرتے۔

اور سبط بن جوزی نے بھی ان کے قید خانے کی تفصیل بغیر غالیہ لانے کے نقل کی ہے اور ہم بھی کتاب منتہی میں حسن مثلث کے حالات اور اس کی اولاد کی تعداد کے ذکر میں اس قید خانے کی طرف اشارہ کر چکے ہیں اور ان کے درمیان علی بن حسن مثلث بھی تھے جو علی عابد کے نام سے مشہور اور عبادت و ذکر و شدائد پر صبر کرنے میں ممتاز تھے اور ایک روایت ہے کہ بن حسن اوقات نماز کو نہیں جانتے تھے مگر علی بن حسن کی تسبیح و اوراد سے کیونکہ وہ ہر وقت مشغول ذکر رہتے تھے اور بحسب ان اوراد کے کہ جن کے وہ پابند تھے وہ ہر شب و روز اوقات نماز کو سمجھ لیتے تھے اور دفعہ عبداللہ بن حسن مثنیٰ تنگی حبس اور قید و بند کے بوجھ کی وجہ سے علی سے کہنے لگے کہ آپ ہمارے ابتلا اور گرفتاری کو دیکھ رہے ہیں کیا خدا سے دعا نہیں کرتے کہ وہ ہمیں اس زندان اور مصیبت سے نجات دے علی نے کافی دیر تک تو کوئی جواب نہ دیا پھر کہنے لگے اے چچا ہمارے لئے بہشت میں ایک درجہ ہے کہ جس تک ہم نہیں پہنچ سکتے مگر اس مصیبت کی وجہ سے یا کسی ایسی چیز سے جو اس سے بھی عظیم ہو اور منصور کے لئے بھی جہنم میں ایک درجہ ہے اور وہ اس تک نہیں پہنچ سکتا مگر اس سے جو ہمارے ساتھ کر رہا ہے کہ جن مصائب و بلایا کو آپ دیکھ رہے ہیں پس اگر چاہتے ہو تو ان مصائب و بلایا پر صبر کرتے ہیں اور بہت جلدی راحت و آرام میں پہنچ جائیں گے کیونکہ ہماری موت نزدیک ہے اور اگر چاہتے ہو تو میں اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی دعا کرتا ہوں لیکن منصور اس درجہ عذاب کو نہیں پہنچے گا کہ جو اس کے لئے جہنم میں ہے وہ کہنے لگے ہم صبر کریں گے پس تین دن سے زیادہ نہیں گزرے تھے کہ انھوں نے زندان میں جان دے دی اور راحت و آرام میں پہنچ گئے اور علی بن حسن حالت سجدہ میں دنیا سے رخصت ہوئے عبداللہ کو یہ خیال تھا کہ وہ سوئے ہوئے ہیں کہنے لگا میرے بھتیجے کو بیدار کرو جب انھیں حرکت دی گئی تو دیکھا کہ وہ بیدار نہیں ہوتے تو انھیں معلوم ہو گیا کہ ان کی وفات ہو گئی ہے اور ان کی وفات چھبیس محرم ۱۴۶ھ میں ہوئی اور ان کی عمر پینتالیس سال تھی۔

ابوالفرج نے اسحاق بن عیسیٰ سے روایت کی ہے کہ ایک دن عبداللہ محض نے قید خانے سے میرے باپ کے لئے پیغام بھیجا کہ میرے پاس آؤ اس نے منصور سے اجازت لی اور قید خانے میں عبداللہ کے پاس گیا عبداللہ نے کہا تجھے میں نے اس لئے بلایا ہے

کہ میرے لئے کچھ پانی لے آؤ کیونکہ مجھ پر پیاس کا غلبہ ہے میرے باپ نے کسی کو بھیجا کہ گھر سے ٹھنڈا پانی عبداللہ کے لئے لے آئے عبداللہ نے جب پیالہ پانی کا لبوں پر رکھا کہ پانی پئیں تو ابوالازہر زندان بان آ گیا اس نے دیکھا کہ عبداللہ پانی پی رہے ہیں وہ غصے میں آ گیا اس نے ایسا پیر پیالے پر مارا کہ وہ عبداللہ کے دانتوں پر لگا اور اس کے لگنے سے ان کے اگلے دانت گر گئے خلاصہ یہ کہ ان کا حال زندان میں اسی قسم کا تھا اور رفتہ رفتہ بعض مر گئے اور بعض قتل ہوئے اور عبداللہ اپنے اہل بیت کے چند افراد کے ساتھ زندہ تھے یہاں تک کہ محمد و ابراہیم ان کے بیٹوں نے خروج کیا اور مارے گئے اور ان کے سر منصور کے پاس بھیجے گئے اور منصور نے ابراہیم کا سر عبداللہ کے پاس بھیجا اس وقت وہ بھی قید خانے میں مر گئے اور شہید ہوئے۔

اور سبط بن جوزی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ قبل اس کے محمد بن عبداللہ قتل ہوا منصور کے عامل ابوعون نے خراسان سے منصور کے لئے خط لکھا کہ خراسان کے لوگ ہماری بیعت محمد و ابراہیم عبداللہ کے بیٹوں کے خروج کی وجہ سے توڑ رہے ہیں منصور نے حکم دیا اور محمد دیباج کو قتل کر دیا گیا اور اس کا سر خراسان کی طرف بھیج دیا تا کہ اہل خراسان کو فریب دیں اور قسم کھائیں کہ یہ سر محمد بن عبداللہ بن فاطمہؑ بنت رسولؐ اللہ کا ہے تا کہ خراسان کے لوگ محمد بن عبداللہ کے ساتھ خروج کرنے کا خیال ترک کر دیں۔

ہم اب شروع کرتے ہیں محمد بن عبداللہ محض کی شہادت کا بیان

محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسنؑ بن علی بن ابی طالب علیہ السلام ملقب بنفس زکیہ کی شہادت کا ذکر

محمد بن عبداللہ کی کنیت ابوعبداللہ اور لقب صریح قریش تھا کیونکہ ان کی ماؤں دادیوں میں سے کوئی خاتون بھی کنیز نہ تھی ان کی والدہ ہند ابوعبیدہ بن عبداللہ بن زمعہ بن اسود بن مطلب تھی اور محمد کو کثرت زہد و عبادت کی وجہ سے نفس زکیہ کا لقب ملا تھا اور ان کا خانوادہ حدیث نبوی کے ظہور سے کہ مہدی میری اولاد میں سے ہے کہ جس کا نام میرے نام جیسا ہے اسے مہدی کہتے تھے اور انھیں احجار زیت میں قتل ہونے والا بھی کہتے ہیں اور ان کی فقہ و دانائی و شجاعت و سخاوت و فضائل کے ساتھ تعریف کرتے ہیں اور اس کے دونوں کندھوں کے درمیان انڈے کی مقدار میں سیاہ خال تھا اور لوگوں کا یہ اعتقاد تھا کہ یہ وہی مہدی موعود ہیں آل محمدؐ میں سے لہٰذا ان کی بیعت کر لی اور ہمیشہ ان کے ظہور و خروج کے منتظر و متوقع رہے اور ابوجعفر منصور نے دو مرتبہ ان کی بیعت کی ایک دفعہ مکہ میں مسجد الحرام کے اندر اور جب مسجد سے باہر نکلے تو منصور نے ان کی رکاب تھامی یہاں تک کہ وہ سواری پر بیٹھ گئے اور منصور محمد کا بہت احترام کرتا تھا ایک شخص نے منصور سے کہا یہ کون شخص ہے کہ اس قدر اس کی عزت و تکریم کرتے ہو کہنے لگا وائے ہو تیرے لئے کیا تجھے معلوم نہیں کہ یہ شخص محمد بن عبداللہ محض اور ہم اہل بیت کا مہدی ہے اور دوسری دفعہ ابواء میں ان کی بیعت کی جیسا کہ عبداللہ کے حالات میں لکھا جا چکا ہے۔

ابوالفرج اور سید بن طاؤس نے بہت سی روایات نقل کی ہیں کہ عبداللہ محض اور ان کے باقی خاندان کے لوگ انکار کرتے تھے اس سے کہ محمد نفس زکیہ مہدی موعود ہوں اور وہ کہتے تھے کہ مہدی موعود علیہ السلام ان کے علاوہ ہیں خلاصہ یہ کہ جب بنی عباس کی خلافت مستقر اور پختہ ہوگئی محمد وابراہیم مخفی و پوشیدہ زندگی بسر کر رہے تھے اور منصور کے زمانہ میں ایک دفعہ دو عرب بدوؤں کے لباس میں زندان میں باپ کے پاس آئے اور کہنے لگے اگر اجازت دو تو ہم ظاہر ہو جاتے ہیں کیونکہ اگر ہم دو آدمی مارے جائیں تو اس سے بہتر ہے کہ اہل بیعت پیغمبرؐ کی ایک جماعت ماری جائے عبداللہ نے کہا اگر جعفر تمھیں باعزت موت سے تو نہیں منع کرنا یہ کنایہ ہے اس سے کہ یہ بہتر ہے کہ تم اپنے کام کی تیاری میں لگے رہو اور منصور کے خلاف خروج کرو اگر فتح ہوئی تو بہتر ورنہ نیک نامی میں مارے جاؤ تو کوئی عیب ونقص نہیں۔

خلاصہ یہ کہ جس زمانہ میں محمد وابراہیم مخفی تھے منصور کا کوئی ہم وغم نہیں تھا سوائے ان کے تلاش کرنے کے اور اس نے عیون و جاسوس اطراف ملک میں معین کر رکھے تھے تا کہ انھیں ان کی جگہ کی اطلاع مل جائے۔

ابوالفرج روایت کرتا ہے کہ محمد بن عبداللہ کہتا ہے کہ میں پہاڑوں کی گھاٹیوں میں چھپا ہوا تھا ایک دن رضوی پہاڑ میں ایک جگہ اپنی کنیز کے ساتھ تھا کہ جس سے میرا ایک دودھ پیتا بچہ بھی تھا اچانک معلوم ہوا کہ ایک غلام مدینہ سے میری تلاش میں پہنچ رہا ہے میں وہاں سے بھاگا وہ کنیز بھی میرے بچے کو آغوش میں لئے بھاگ رہی تھی کہ اچانک وہ بچہ ماں کے ہاتھوں سے چھوٹ گیا اور پہاڑ سے گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور منقول ہے کہ جس وقت محمد کا بچہ پہاڑ سے گر کر مر گیا تو محمد نے یہ اشعار کہے

منخرق الخفین یشکو الوجی۔
تنکبته اطراف مرد حداد۔
شردة الخوف فازری به
کذالك من یکرہ حرا الجلاد۔
قد کان فی الموت لہ راحته
والموت حتم فی رقاب العباد

جس کے جوتے پھٹ گئے ہیں وہ پاؤں ننگے ہونے کی شکایت کرتا ہے اس کو خون آلود کر دیا ہے مرد پتھر کے تیز اطراف کے خوف نے اس کو دھتکارا ہے پس اس نے اس کو عیب دار بنا دیا ہے اور یہی حال ہوتا ہے اس کا جو جنگ کی گرمی کو ناپسند کرے بیشک موت ہی میں اس کے لئے راحت ہے اور موت حتمی قلادہ ہے بندوں کی گردنوں کا۔

خلاصہ یہ کہ محمد نے ۱۴۵ھ میں خروج کیا اور دو سو پچاس افراد کے ساتھ ماہ رجب میں مدینہ میں داخل ہوا اور تکبیر کی صدا بلند کی اور منصور کے زندان کا رخ کیا اور زندان کا دروازہ توڑ دیا اور قیدیوں کو باہر نکالا اور ریاح بن عثمان منصور کے زندانبان کو پکڑ کر قید کر دیا پھر محمد فراز منبر پر گیا اور خطبہ پڑھا اور کچھ مثالب ومطاعن اور منصور کی خبیث سیرت کا تذکرہ کیا لوگوں نے مالک ابن انس سے فتویٰ پوچھا کہ جب

منصور کی بیعت ہماری گردنوں میں ہے ہم محمد کی بیعت کر سکتے ہیں تو مالک نے فتویٰ دیا کہ ہاں کیونکہ تمھاری منصور سے بیعت جبری اور نہ چاہتے ہوئے تھی پس لوگوں نے محمد کی بیعت کی طرف تیزی سے قدم بڑھائے اور محمد کا مدینہ و مکہ و یمن پر قبضہ ہو گیا منصور کو جب پتہ چلا تو اس نے محمد کو صلح کا خط بھیجا اور اسے امان دی محمد نے اس کے خط کا شافی جواب دیا اور خط کے آخر میں لکھا تو نے کونسی امان مجھے دی ہے آیا وہ امان جو ابن ہبیرہ کو دی تھی یا وہ امان جو اپنے چچا عبداللہ بن علی کو دی یا وہ امان جس سے تو نے ابو مسلم کو سرفراز کیا یعنی تیری امان پر کوئی اعتبار نہیں جیسا کہ تو نے ان تین افراد کو امان دی اور اپنی امان کے تقاضوں پر عمل نہیں کیا ابو جعفر نے دوبارہ محمد کو خط لکھا اور کچھ حسب و نسب سے اس میں متعرض ہوا کہ اس مختصر مقام پر اس کی گنجائش نہیں خواہش مند تذکرہ سبط وغیرہ کی طرف رجوع کریں اور جب منصور اس سے مایوس ہو گیا کہ محمد صلح و سلم و آشتی کے طریقے میں آتا تو اس نے عیسیٰ بن موسیٰ اپنے بھتیجے اور ولی عہد کو محمد سے جنگ کی تیاری کا حکم دیا اور دل میں سوچا کہ ان سے جو مارا جائے کوئی پرواہ نہیں کیونکہ منصور عیسیٰ کی زندگی نہیں چاہتا اس لئے کہ سفاح نے عہد و پیماں کیا تھا کہ منصور کے بعد عیسیٰ خلیفہ ہوگا اور منصور اس کی خلافت کو پسند نہیں کرتا تھا پس عیسیٰ چار ہزار سوار اور دو ہزار پیادوں کے ساتھ محمد سے جنگ کے لئے نکلا منصور نے اس سے کہا کہ پہلے تو اس جنگ سے قبل امان دینا شاید وہ جنگ کے بغیر ہماری اطاعت قبول کرے عیسیٰ نے کوچ کیا یہاں تک کہ مقام فید میں (جو مکہ کے راستہ میں ایک منزل ہے) پہنچا تو اصحاب محمد میں سے ایک جماعت کی طرف خط لکھا اور انھیں محمد کی مدد و نصرت کے راستہ سے ہٹایا اور محمد کو جب خبر ملی کہ عیسیٰ اس سے لڑنے کے لئے چل پڑا ہے تو محمد جنگ کی تیاری کرنے لگا اور مدینہ کے گرد خندق کھودلی اور ماہ رمضان میں عیسیٰ کا لشکر آیا اور اس نے مدینہ کا احاطہ کر لیا۔

سبط بن جوزی روایت کرتا ہے کہ جب منصور کے لشکر نے مدینہ کو گھیر لیا تو محمد کا کوئی ہم و غم نہیں تھا مگر یہ کہ وہ دفتر جس میں اس کی بیعت کرنے والوں کے نام تھے اور انھوں نے اس سے خط و کتابت کی ہوئی تھی اسے جلا دے پس اس نے ان کے نام جلائے پھر کہنے لگا اب میرے لئے موت خوشگوار ہے اور اگر میں نے یہ کام نہ کیا ہوتا تو بیشک لوگ عظیم مصیبت میں مبتلا ہو جاتے کیونکہ اگر وہ دفتر منصور کے لشکر کے ہاتھ آ جاتا تو وہ ان اشخاص کے ناموں سے باخبر ہو جاتے جنھوں نے محمد کی بیعت کی تھی اور وہ انھیں قتل کرتے خلاصہ یہ کہ عیسیٰ آیا اور سلع پہاڑ پر جو مدینہ میں ہے کھڑے ہو کر پکارا اے محمد تیرے لئے امان ہے محمد نے کہا تمہاری امان کے لئے وفا نہیں ہے عزت کی موت ذلت کی زندگی سے بہتر ہے اس وقت محمد کا لشکر اس سے جدا ہو گیا اور لاکھ افراد میں سے کہ جنھوں نے اس کی بیعت کی تھی تین سو سولہ افراد اس کے ساتھ تھے اہل بدر کی تعداد میں تقریباً پس محمد اور اس کے اصحاب نے غسل کیا اور حنوط لگایا اور اپنے گھوڑوں کی کونچیں کاٹ دیں پھر عیسیٰ اور اس کے ساتھیوں پر حملہ کیا اور تین مرتبہ انھیں شکست دے کر بھگا دیا عیسیٰ نے اپنا لشکر اکٹھا کیا اور یکدم ان پر حملہ کر دیا اور ان کا کام تمام کر دیا اور انھیں شہید کر ڈالا حمید بن قحطبہ نے محمد کو شہید کیا اور اس کا سر عیسیٰ کے پاس لے گیا اور زینب محمد کی بہن اور فاطمہ اس کی بیٹی نے اس کی لاش خاک سے اٹھائی اور بقیع میں اسے دفن کر دیا پس محمد کا سر اٹھا کر منصور کے پاس لے گئے اور منصور نے حکم دیا کہ وہ سر کوفہ میں نصب کریں اور شہروں میں پھرائیں اور محمد کی شہادت ماہ رمضان کے درمیانی عشرہ ۱۴۵ھ میں واقع ہوئی اور اس کے ظہور کی مدت شہادت کے وقت تک دو ماہ اور سترہ دن تھی اور اس کی عمر پینتالیس سال تھی اور اس کا قتل احجار زیت مدینہ

میں ہوا تھا جیسا کہ امیر المومنین نے اپنے اخبار غیبیہ میں اس کی طرف اشارہ اپنے اس قول میں فرمایا وانہ یقتل عند احجار الزیت کہ وہ احجار زیت کے پاس قتل ہوگا۔ابوالفرج نے روایت کی ہے کہ جب محمد مارا گیا اور اس کا لشکر منتشر ہو گیا تو ابن خضیر جو کہ محمد کے اصحاب میں سے ایک تھا قید خانے میں گیا اور اس نے ریاح بن عثمان منصور کے زندانبان کو قتل کر دیا اور محمد کے دفتر کو جس میں اس کے اصحاب کے نام تھے جلا دیا پھر عباسیوں سے لڑنے کے لئے نکلا اور مسلسل لڑتا رہا یہاں تک کہ مارا گیا اور یہ بھی روایت کی ہے کہ جب انھوں نے اسے قتل کیا تو اسے معلوم ہوا کہ اتنے زخم اس کے بدن پر تھے کہ اسے حرکت نہیں دیا جا سکتا تھا اور بینگن کی طرح وہ پک اور سرخ ہو چکا تھا کہ اس کے بدن کی جس جگہ پر ہاتھ رکھا جاتا وہ الگ ہو جاتی۔

ابراہیم بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہ السلام کے مقتل کا ذکر جو قتیل باخمری مشہور ہے

مسعودی کی مروج الذہب میں تحریر ہے کہ جب محمد بن عبداللہ محض نے خروج کا ارادہ کیا تو اپنے بھائی اور بیٹے مختلف شہروں میں پھیلا دیے تا کہ وہ لوگوں کو اس کی بیعت کی دعوت دیں ان میں سے اپنے بیٹے علی کو مصر بھیجا اور وہ مصر میں مارا گیا اور تذکرہ سبط کی روایت کے مطابق قید خانے میں مر گیا اور اپنے دوسرے بیٹے عبداللہ کو خراسان بھیجا منصور کا لشکر اسے پکڑنا چاہتا تھا تو وہ سندھ کی طرف بھاگ گیا اور وہاں شہید ہو گیا اور اپنے ایک بیٹے حسن کو یمن بھیجا انھوں نے اس کو گرفتار کر کے قید کر دیا یہاں تک کہ قید میں اس کی وفات ہوئی فقیر کہتا ہے کہ یہ مسعودی کا کلام ہے لیکن جو کچھ دوسری کتب میں منقول ہے وہ یہ ہے کہ حسن بن محمد واقعہ فخ میں حسین بن علی کی ہمرکابی میں تھا اور عیسیٰ بن موسیٰ عباسی نے اسے شہید کیا جیسا کہ کتاب منتہی میں امام حسنؑ کی اولاد کے باب میں بیان ہو چکا ہے اور محمد کا بھائی موسیٰ جزیرہ کے شہروں کی طرف گیا اور اس کے ایک بھائی یحییٰ نے رے اور طبرستان کا سفر کیا اور بالآخر رشید کے ہاتھوں مارا گیا جیسا کہ منتہی میں بیان ہو چکا ہے اور محمد کے ایک بھائی ادریس نے مغرب کا سفر کیا اور ایک جماعت کو اپنی بیعت میں داخل کیا اور بالآخر منصور نے کسی کو بھیجا جس نے اسے دھوکے سے قتل کر دیا اس کے بعد ادریس بن ادریس باپ کی جگہ بیٹھا اور ان لوگوں نے اس کے نام پر اپنے شہر کا نام رکھا اور کہنے لگے بلد ادریس اور ادریس کے قتل ہونے کا واقعہ بھی منتہی میں گزر چکا ہے اور محمد کا ایک بھائی ابراہیم بصرہ کی طرف گیا اور بصرہ میں خروج کیا اور بہت سے لوگ اہلِ فارس واہواز وغیرہ کے اور ایک بڑی

جماعت زیدیہ اور بغداد کے معتزلہ وغیرہ نے اس کی بیعت کرلی اور طالبین میں سے عیسیٰ بن زید بن علی بن الحسین علیہ السلام بھی اس کے ساتھ تھے منصور نے عیسیٰ بن موسیٰ اور سعید بن مسلم کو بہت سے لشکر کے ساتھ ابراہیم سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا باخمری کے مقام پر جو طف کی زمینوں میں سے ہے اور کوفہ سے چھ فرسخ کے طور پر فاصلہ ہے انھوں نے ابراہیم کو شہید کردیا اور اس کے پیروکاروں میں سے زیدیہ جماعت کے چار سو افراد اور ایک قول ہے کہ پانچ سو افراد مارے گئے۔

ابراہیم کے قتل ہونے کی کیفیت جس طرح کہ تذکرہ سط میں تحریر ہے اس طرح ہے کہ شوال کی پہلی تاریخوں میں اور ایک قول ہے ماہ رمضان ۱۴۵ھ میں ابراہیم نے بصرہ میں خروج کیا اور بہت سے لوگوں نے اس کی بیعت کرلی اور منصور نے بھی اس سال بغداد کی تعمیر شروع کی تھی اور جن دنوں وہ بغداد کی تعمیر میں مشغول تھا اسے خبر ملی کہ ابراہیم بن عبداللہ نے بصرہ میں خروج کیا ہے اور ہواز وفارس پر قبضہ کرلیا ہے اور بہت بڑی جماعت اس کے گرد جمع ہوگئی ہے لوگ بھی رغبت سے اس کی بیعت کررہے ہیں اس کا مقصد اپنے بھائی محمد کا انتقام لینے اور منصور کو قتل کرنے کے سوا کوئی نہیں منصور نے جب یہ سنا تو جہاں روشن اس کی آنکھوں میں تاریک ہوگیا اور وہ بغداد کی تعمیر سے دستبردار ہوگیا اور یکدم اس نے عورتوں کے ساتھ سونا اٹھنا چھوڑ دیا اس نے قسم کھائی کہ میں اس وقت تک عورتوں کے پاس نہیں جاؤں گا اور عیش ولذت میں مشغول نہیں ہونگا جب تک ابراہیم کا سر میرے پاس یا میرا سر اس کے پاس نہ لے جائیں خلاصہ یہ کہ خوف عظیم کے دل میں پیدا ہوگیا کیونکہ ابراہیم کے ہمرکاب ایک لاکھ کا لشکر تھا اور منصور کے پاس دو ہزار سوار کے علاوہ کوئی لشکر حاضر نہیں تھا اور اس کے جیوش وعساکر ملک شام افریقہ اور خراسان میں پھیلے ہوئے تھے اس وقت منصور نے عیسیٰ بن موسیٰ بن علی بن عبد اللہ بن عباس کو ابراہیم سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا ادھر ابراہیم کوفیوں کے پھندے میں آ کر بصرہ سے کوفہ کی طرف چل دیا چونکہ اہلِ کوفہ کی ایک جماعت بصرہ میں ابراہیم کے پاس پہنچی اور انھوں نے عرض کیا کہ ایک لاکھ افراد کوفہ میں آپ کے آنے کے منتظر ہیں اگر آپ وہاں تشریف لائیں تو وہ اپنی جان آپ کی راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار ہیں بصرہ کے لوگ ابراہیم کے کوفہ جانے سے مانع ہوئے لیکن ان کی بات کا کچھ فائدہ نہ ہوا ابراہیم کوفہ کی طرف چل پڑا کوفہ سے پندرہ فرسخ دور زمین طف میں جو باخمری کے نام سے مشہور تھی ابراہیم کا منصور کے لشکر سے سامنا ہوا پس دونوں لشکر دو طرف سے صف آرا ہوئے اور جنگ شروع ہوگئی ابراہیم کے لشکر کو منصور کے لشکر پر کامیابی حاصل ہوئی اور انھوں نے نہیں شکست دے دی اور ابوالفرج کی روایت کے مطابق بڑی بری شکست ہوئی اور اس طرح بھاگے کہ ان کے لشکر کا پہلا حصہ کوفہ میں داخل ہوگیا اور تذکرہ کی روایت کے مطابق عیسیٰ بن موسیٰ جو کہ منصور کے لشکر کا سپہ سالار تھا اپنے اہلِ بیعت کے سو افراد کے ساتھ ڈٹا رہا اور جنگ سے منہ نہ موڑا اور قریب تھا کہ ابراہیم ان پر بھی کامیابی حاصل کرے اور انھیں عدم میں بھیج دے کہ اچانک اثنائے جنگ میں ایک تیر جس کے چلانے والے کا پتہ نہیں چلا اور یہ معلوم نہ ہوا کدھر سے آیا ہے ابراہیم کو لگا اور ابراہیم گھوڑے سے زمین پر گر گیا اور وہ کہہ رہا تھا وکان امر اللہ قدرا مقدورا اردنا امرا وارادا اللہ غیرہ اور اللہ کا امر مقدر ہو چکا تھا ہم نے ایک چیز کا ارادہ کیا اور اللہ نے اس کے علاوہ کا ارادہ کیا۔

اور ابوالفرج نے روایت کی ہے کہ ابراہیم اس وقت مارا گیا جب عیسیٰ بھی میدان سے پشت پھیر چکا تھا اور بھاگ رہا تھا اور

ابراہیم کو گرمی و حرارت جنگ نے تھکا دیا تھا اس نے اپنی قبا کے تکمے کھول دیئے اور کپڑا سینے سے ہٹایا کہ شاید حرارت کا حملہ ہوا اچانک تیر مشوم غیر معلوم چلانے والے کا ان کے حلق کے نشیب میں آلگا ابراہیم نے بے اختیار ہاتھ گھوڑے کی گردن میں ڈال دیئے اور گروہ زیدیہ نے جو اس کے ملازم رکاب تھے اسے گھیر لیا اور دوسری روایت ہے کہ بشیر رحال نے اسے اپنے سینہ سے لگا لیا خاصہ یہ کہ اسی تیر سے ابراہیم کا کام تمام ہو گیا اور اس نے وفات پائی عیسیٰ کے اصحاب بھی بھاگنے سے واپس پلٹے اور تنور جنگ بھڑک اٹھا یہاں تک کہ فتح منصور کے لشکر کو ہوئی اور لشکر ابراہیم میں سے کچھ مارے گئے اور کچھ بھاگ گئے اور بشیر رحال بھی مارا گیا اس وقت عیسیٰ کے ساتھی ابراہیم کا سر قلم کر کے عیسیٰ کے پاس لے گئے اور عیسیٰ نے سر سجدہ میں رکھا اور سجدہ شکر بجا لایا اور سر منصور کے پاس بھیج دیا اور ابراہیم کا قتل دن چڑھے پیر کے دن ماہ ذوالحجہ ۱۴۵ھ میں واقع ہوا اور ابونصر بخاری اور سبط ابن جوزی کی روایت کے مطابق پچیس ذیقعدہ دحو الارض کے دن ہوا اور ابراہیم کی عمر ۴۸ سال تھی اور حضرت امیر المومنینؑ نے اپنے اخبار غیبیہ میں ابراہیم کے انجام کار کی خبر دی ہے۔ جہاں آپؑ فرماتے ہیں مقام باخمری میں قتل ہوگا بعد اس کے کہ ظاہر ہوگا اور مقہور و مغلوب ہوگا بعد اس کے کہ قاہر و غالب ہوگا اور یہ بھی اس کے حق میں فرمایا اس کو نامعلوم مارنے والے کا تیر لگے گا کہ جس میں اس کی موت واقع ہوگی پس ہائے برا ہو تیر مارنے والے کا اس کے ہاتھ شل ہو جائیں اور اس کے بازو کمزور ہو جائیں اور منقول ہے کہ جب منصور کا لشکر شکست کھا گیا اور منصور کو اس کی اطلاع ملی تو جہان روشن اس کی آنکھ میں تیرہ و تاریک ہو گیا اور اس نے کہا کیا ہوا قول صادق بنی ہاشم کا جو کہتا تھا کہ بنی عباس کے بچے خلافت کے ساتھ کھیلیں گے اور منصور کا یہ کلام اشارہ ہے حضرت صادقؑ کے بنی عباس کی خلافت اور عبداللہ اور ان کے بیٹے محمد و ابراہیم کی شہادت کی خبر دینے کی طرف۔

اور اس سے پہلے بھی تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ جب بنی ہاشم اور بنی عباس ابواء میں جمع ہوئے اور انھوں نے محمد بن عبداللہ کی بیعت کی تو جب حضرت صادقؑ تشریف لائے تو آپؑ نے ان کی رائے کو درست نہ قرار دیا اور فرمایا خلافت سفاح اور منصور کی ہوگی اور عبداللہ و ابراہیم کا اس میں کوئی حصہ نہیں اور منصور انھیں قتل کرے گا منصور نے اسی دن سے خلافت کی گرہ دل میں لگائی تھی یہاں تک کہ حاصل کر لی اور چونکہ اسے معلوم تھا کہ حضرتؑ صرف سچی بات کہتے ہیں اس وقت جب اسے اس کے لشکر کی شکست معلوم ہوئی تو اسے تعجب ہوا اور کہا کہ ان کے صادقؑ کی خبر کا کیا ہوا اور سخت مضطرب ہوا تھوڑی ہی دیر گزری کہ اسے ابراہیم کی شہادت کی خبر ملی اور ابراہیم کا سر اس کے ہاں لے آئے اور اس کے پاس رکھ دیا جب اس نے ابراہیم کا سر دیکھا تو بہت رویا یہاں تک کہ اس کے آنسو رخساروں پر جاری ہوئے اور کہنے لگا خدا کی قسم مجھے پسند نہیں تھا کہ تیرا معاملہ یہاں تک پہنچے۔

اور حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالبؑ سے مروی ہے کہ میں اس وقت منصور کے پاس تھا جب ابراہیم کا سر ڈھال میں رکھ کر اس کے پاس حاضر کیا گیا جب میری نگاہ اس پر پڑی تو مجھے بہت دکھ ہوا اور گریہ کے جوش نے میرے حلق کو بند کر دیا اور میں ایسا منقلب و مضطرب ہوا کہ قریب تھا میرے گریہ کی آواز بلند ہو لیکن میں نے اپنے اوپر قابو پایا کہ کہیں منصور ملتفت نہ ہو کہ اچانک منصور نے میرا رخ کیا اور کہا اے ابو محمد ابراہیم کا سر یہی ہے میں نے کہا ہاں اے امیر میں دوست رکھتا تھا کہ وہ تیری اطاعت کرتا

تا کہ اس کا معاملہ یہاں تک نہ پہنچتا منصور نے بھی قسم کھائی کہ میں بھی یہی پسند کرتا تھا کہ وہ میری اطاعت قبول کر لیتا اور یہ دن اسے نصیب نہ ہوتا لیکن وہ خلافت کے دروازے سے نکل گیا اور اس نے چاہا کہ میرا سر لے لیکن ایسا ہوا کہ اس کا سر میرے پاس لے آئے پھر حکم دیا کہ ابراہیم کا سر کوفہ میں لٹکا دیں تا کہ لوگ بھی اسے دیکھیں پھر ربیع سے کہا کہ ابراہیم کا سر اس کے باپ کے پاس زندان میں لے جاؤ وہ سر لے کر زندان میں گیا عبداللہ اس وقت نماز میں مشغول تھے اور ان کی توجہ خدا تعالیٰ کی طرف تھی ان سے لوگوں نے کہا اے عبداللہ نماز میں جلدی کرو کہ آپ کو ایک مصیبت درپیش ہے جب عبداللہ نے نماز سے سلام پھیرا تو نگاہ کی انھیں اپنے بیٹے کا سر نظر آیا سر کو اٹھایا اور سینہ سے لگایا اور کہا اے میری آنکھوں کے نور ابراہیم خوش آمدی خدا تجھ پر رحم کرے بیشک تو نے اللہ کے عہد و میثاق کو پورا کیا ہے اور تو ان لوگوں میں سے ہے کہ جن کے بارے میں وہ فرماتا ہے کہ **الذین یوفون بعھد اللہ ولا ینقضون** جو اللہ کے عہد کی وفا کرتے ہیں اور اسے توڑتے نہیں ربیع نے عبداللہ سے کہا کہ ابراہیم کیسا شخص تھا فرمایا جس طرح شاعر کہتا ہے ۔

فتی کان یحمیہ من الذل سفیہ
ویکفیہ سوات الذنوب اجتنابھا

ایسا جوان کہ جسے ذلت سے اس کی تلوار روکتی تھی اور گناہوں کی برائی ان سے اجتناب کرنے کے لئے اسے کافی تھی اس کے بعد ربیع سے فرمایا منصور سے کہنا ہماری سختی و شدت کے دن آخر کو پہنچ گئے ہیں اور تیری نعمت کے دن بھی اس طرح ہیں اور وہ ہمیشہ نہیں رہیں گے اور تیری اور ہماری ملاقات کی جگہ روز قیامت ہے اور خداوند حکیم ہمارے اور تیرے درمیان فیصلہ کرے گا ربیع کہتا ہے کہ جب یہ پیغام میں نے منصور کو پہنچایا تو اتنی شکستگی اس میں ظاہر ہوئی کہ میں نے کبھی اسے ایسی حالت میں نہیں دیکھا تھا اور بہت سے شعراء نے محمد و ابراہیم کا مرثیہ کہا ہے اور دعبل خزاعی نے بھی قصیدہ تائیہ میں (کہ جس میں اہل بیت رسولؐ کے ایک گروہ کا مرثیہ کہا ہے) ان کی طرف اشارہ کیا جیسا کہ وہ کہتا ہے ۔

قبور بکوفان و اخری بطیبۃ
واخری بفخ نالھا صلوات
واخری بارض الجوزجان محلھا
وقبر بباخمری لذی القربات

کچھ قبریں کوفہ میں اور کچھ مدینہ میں ہیں اور کچھ مقام فخ میں صلوات و رحمت ان کے شامل حال ہو اور ایک قبر کی جگہ زمین جوزجان میں ہے اور ذی القربیٰ رسول کی ایک قبر باخمریٰ میں ہے اور ابراہیم صاحب پنجۂ قوی و بازو لئے توانا تھا اور فنونِ علم میں اس کا مقام معلوم تھا اور جس زمانہ میں وہ بصرہ میں پوشیدہ رہتا تھا تو مفضل ضبی کے گھر میں تھا اس نے مفضل سے کتابیں مانگیں تا کہ ان سے مانوس رہے مفضل عرب شعراء کے دیوان اس کے پاس لے آیا اور ابراہیم نے ان میں سے ستر قصیدے انتخاب کیے اور انھیں زبانی یاد کر لیا اور ابراہیم کے قتل کے بعد مفضل نے وہ قصائد جمع کیے اور اس کتاب کا نام مفضلیات اور اختیار الشعراء رکھا

اور مفضل ابراہیم کی شہادت کے دن اس کے ہمرکاب تھا اور ابراہیم کی شجاعت کے کئی کارنامے اور کئی اشعار اس نے نقل کئے ہیں کہ اس جگہ ان کے ذکر کرنے کی گنجائش نہیں ہے اور ابراہیم نے جس وقت خروج کیا اور لوگوں نے اس کی بیعت کی تو عدالت اور نیک سیرتی کے ساتھ لوگوں سے معاملہ کرتا تھا اور کہا گیا ہے کہ واقعہ باخمری میں ایک رات وہ اپنے لشکر میں گردش کر رہا تھا کہ اس نے گانے بجانے کی آواز سنی تو ہم وغم نے اسے گھیر لیا اور فرمایا مجھے گمان نہیں کہ جو لشکر یہ کام کرے وہ فتحیاب ہو۔

اور اہل علم ناقلین آثار واخبار کی ایک بہت بڑی جماعت نے ابراہیم کی بیعت کی اور لوگوں کو ابراہیم کی مدد پر آمادہ کیا مثلاً عیسیٰ بن زید بن علی بن الحسین وبشیر رحال اسلام بن ابی واصل وہرون بن سعید فقیہ وجوہ واعیان اصحاب وتابعین کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ اور عباد بن منصور قاضی بصرہ ومفضل بن محمد اومسعر بن کدام وغیرہ۔

اور منقول ہے کہ اعمش بن مہران لوگوں کو ابراہیم کی مدد کی ترغیب دیتا تھا اور کہتا کہ اگر میں نابینا نہ ہوتا تو میں خود بھی اس کی ماتحتی میں خروج کرتا۔

اور ابوحنیفہ کا محمد وابراہیم کے حق میں درست عقیدہ تھا اور لوگوں کو ابراہیم کی بیعت کرنے کا فتویٰ دیتا تھا اور کہتا تھا کہ ابراہیم کی راہ میں شہید ہونے والا جنگ بدر میں شہید ہونے والے کی طرح ہے لوگوں نے اس سے کہا اگر معاملہ اس طرح ہے تو پھر اس کی کے لئے کیوں نہیں جاتا تو وہ کہتا کہ لوگوں کی امانتیں میرے پاس ہیں منقول ہے کہ ایک بڑھیا ابوحنیفہ کے پاس آئی اور کہنے لگی تو نے میرے بیٹے کو ابراہیم کے ساتھ خروج کا فتویٰ دیا ہے اور وہ جا کر مارا گیا ہے ابوحنیفہ نے کہا کاش تیرے بیٹے کی جگہ میں ہوتا اور روایت ہوئی ہے کہ جس وقت ابراہیم باخمری میں عیسیٰ کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے نکلا تو ابوحنیفہ نے ابراہیم کو خط لکھا جس میں یہ بھی تھا کہ جس وقت دشمن کے لشکر سے آمنا سامنا ہو اور اس پر فتح نصیب ہو تو ان کے ساتھ وہی معاملہ کرنا جو تیرے باپ (دادا) نے اہل صفین کے ساتھ کیا تھا پشت پھیرنے والے کو قتل کر دے اور زخمی کو زندہ نہ چھوڑ اور اس طرح نہ کرنا جس طرح تمہارے باپ نے جنگ جمل میں کیا تھا کیونکہ جنگ جمل میں حضرتؑ نے لشکر کو حکم دیا تھا کہ تھکے ماندوں کو تکلیف نہ دو بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کرو اور مقتولین کا مال لینے اور ان کے اہل وعیال کو قید کرنے سے باز رہو یہ خط منصور کے ہاتھ میں جا پہنچا وہ ابوحنیفہ پر سخت ناراض ہوا یہاں تک کہ اس کو حکم دیا کہ کوفہ سے بغداد چلے جاؤ آخر کار اسے زہر دے دیا اور اس کی قبر بغداد کے قبرستان خیزران میں ہے اس کی وفات ۱۵۰ھ ماہ رجب میں ہوئی اس کی موت کے دن شافعی پیدا ہوئے اور سلاطین سلجوقیہ کے زمانہ میں ۴۵۹ اس کی قبر پر قبہ وبارگاہ بنائی گئی اور اس کا نام نعمان بن ثابت بن زوطی ہے اور باوجودیکہ وہ اہلسنت کے چار اماموں میں سے ایک ہے اور ان کے نزدیک امام اعظم کا لقب رکھتا ہے انھوں نے اس کے احترام کا پاس نہیں کیا اور بہت سے مطاعن وعیوب اس کے تحریر کئے ہیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم چند باتوں کی طرف اشارہ کریں تاکہ یہ گمان نہ کریں کہ ان مطاعن کا ذکر کرنا روافض کی گھڑی ہوئی باتوں میں سے ہے

زمخشری کی کتاب ربیع الابرار کے باب العلم میں وہ کہتا ہے کہ یوسف بن اسباط نے کہا کہ ابوحنیفہ نے رسول اللہ کی چارسو یا ان سے زیادہ احادیث رد کر دیں کہا گیا مثلاً کون کونسی اس نے کہا رسول اللہ نے فرمایا کہ (مال غنیمت میں سے) شہسوار کے دو حصے اور

پیادہ کا ایک حصہ ہے ابوحنیفہ نے کہا کہ میں چوپائے کے حصے کو مومن کے حصہ سے زیادہ نہیں قرار دیتا اور رسول اللہ اور آپ کے اصحاب نے قربانی کے اونٹ کا شعار (اونٹ کی کوہان سے خون لے کر اس کے چہرہ پر بطور نشانی ملنا) کیا ابوحنیفہ نے کہا کہ شعار مثلہ ہے اور رسول اللہؐ نے فرمایا بائع ومشتری کو اختیار ہے جب تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ جب بیع لازم ہو جائے تو کوئی اختیار نہیں اور آنحضرتؐ جب سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ ڈالتے اور آپؐ کے اصحاب بھی قرعہ ڈالتے ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ قرعہ جوا ہے انجی اور غزالی سے منقول ہے کہ ابوحنیفہ نے اپنے مذہب کے مطابق حدیث گھڑنا جائز قرار دیا ہے اور یوسف بن اسباط سے منقول ہے ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ اگر رسولؐ اللہ میرا زمانہ پالیتے تو بہت سی باتیں مجھ سے لیتے اور تاریخ بغداد سے منقول ہے شعبہ نے کہا مٹھی بھر مٹی ابوحنیفہ سے بہتر ہے۔

اور شافعی سے منقول ہے کہ میں نے ابوحنیفہ کے اصحاب کی کتب دیکھی ہیں جن میں ایک سوتیس ورقے کتاب وسنت کے خلاف ہیں۔

اور سفیان ومالک وحماد واوزاعی اور شافعی سے منقول ہے کہ اسلام میں ابوحنیفہ سے زیادہ بدبخت وشوم پیدا نہیں ہوا اور مالک سے مروی ہے کہ ابوحنیفہ کا فتنہ امت پر ابلیس کے فتنہ سے زیادہ مضر ہے اور اس کے غیر نے کہا ہے کہ اسلام پر دجال کے فتنہ کے بعد ابوحنیفہ کی رائے سے زیادہ عظیم فتنہ کوئی نہیں اور غزالی کی کتاب منخول میں ہے اس نے کہا کہ باقی رہا ابوحنیفہ تو اس نے شریعت کو منقلب کر دیا ظاہر کو باطن کرنے کی طرح اور شریعت کے مسلک کو تشویشناک بنا دیا ہے اس کے نظام کو بدل دیا ہے اور تمام قواعد شریعت کو ایک اصل کا ردیف وہم پلہ بنا دیا ہے کہ جس سے اس نے محمد مصطفیٰؐ کی شریعت کو منہدم کر دیا اور جو ایسا کرے اسے حلال سمجھ کر تو وہ کافر ہے اور جو ایسا کرے لیکن اسے حلال نہ سمجھے تو وہ فاسق ہے انتہا اس سے مشہور ہے کہ وہ کہا کرتا تھا اگر کوئی شخص اپنی ماں سے عقد کرلے جب کہ وہ جانتا ہو کہ وہ اس کی ماں ہے تو اس سے حد ساقط ہے اور بچہ بھی اسی سے ملحق ہوگا اور یہی فتویٰ ہے اس کی بہن اور بیٹی کے بارے میں اور اسی طرح ہے اگر کپڑے دھونے والی عورت یا روٹی پکانے والی یا اس قسم کی عورتیں اجرت ومزدوری پر لے آئے پھر ان سے وطی کرے اور وہ اس سے حاملہ ہو جائیں اور جب اپنے آلہ تناسل پر ریشم کی پٹی لپیٹ لے پھر اسے کسی عورت کی قبل میں داخل کرے تو وہ زانی نہیں ہے اور نہ اس پر حد جاری ہوگی لیکن اسے سخت کلامی سے ایسا کرنے سے روکا جائے اور ابوحنیفہ کہتا ہے کہ جب کوئی شخص کسی لڑکے سے بدفعلی کرے پس دخول بھی کرے تو اس پر حد واجب نہیں ہے لیکن اسے بھی سختی سے منع کرنا چاہیے ابوحنیفہ کہتا ہے کہ نبیذ (انگور یا کھجور کی شراب) نشہ آور بھی حلال ہے۔

ان کے علاوہ بھی ابوحنیفہ کے کئی فتوے ہیں جن کا ذکر مناسب مقام نہیں اور عنقریب اس کے بعد اس کے مذہب کے مطابق نماز کی کیفیت بیان ہوگی اور باقی رہا اس کا قیاس اور اپنی رائے کے مطابق عمل کرنا اور بہت سے احکام میں رسول اللہ کے ارشاد کو رد کرنا تو وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔

اور لطیف حکایات میں سے ہے وہ جسے سید محدث جزائری نے اپنے ایک ساتھی سے نقل کیا ہے کہ وہ وضو کر رہا تھا پس جب

وہ پاؤں کا مسح کرنے لگا تو اس نے دیکھا تو ان کے سرکشوں میں سے ایک شخص اس کے سر پر کھڑا تھا پس جلدی سے وہ پاؤں دھونے لگا تو اس نے کہا کہ یہ کیا پہلے تو نے مسح کیا اور پھر دوبارہ دھولیا تو اس نے کہا کہ یہ ہاں اے مولانا یہ مسئلہ اللہ اور مولانا ابوحنیفہ کے درمیان اختلافی ہے خدا فرماتا ہے اور مسح کرو اپنے سروں کا اور پاؤں کا ٹخنوں تک اور ابوحنیفہ کہتا ہے کہ پاؤں دھونا واجب ہے پس میں نے مسح کیا ہے اللہ کے ڈر سے اور پیر دھوئے ہیں بادشاہ کے ڈر سے پس وہ شخص ہنسا اور اسے چھوڑ دیا۔

منصور کے زمانہ میں ۱۵۱ھ میں محمد بن اسحاق بن یسار صاحب مغازی وسیر نے بغداد میں وفات پائی اور ابن اسحاق نے کتاب مغازی منصور کے لئے شہر حیرہ میں رہ کر لکھی اور اس کے اور مالک بن انس کے درمیان منافرت تھی اور مالک نے اس کے حق میں کہا اسحاق کیا ہے وہ تو دجالوں میں سے ایک دجال ہے ہم نے اسے مدینہ سے نکال دیا ہے اسی لئے بخاری نے اپنی صحیح میں ابن اسحاق سے روایت نہیں لی اور اسی طرح مسلم نے مگر ایک حدیث رجم کے بارے میں۔اور ۱۵۱ھ ہی میں یا اس کے ایک سال بعد معن بن زائدہ شیبانی مدینہ بست میں خوارج کے ہاتھ سے مارا گیا اور معن کثرت جود وسخاوت کی وجہ سے وہ اپنا نسب ذہل بن شیبان تک پہنچاتا ہے اور بنی امیہ کے زمانہ میں وہ یزید بن عمر بن ہبیرہ امیر عراقین کے ساتھ میل جول رکھتا تھا جب حکومت بنی امیہ سے بنی عباس کو مل گئی اور منصور نے یزید کو قتل کر دیا تو معن روپوش ہو گیا اور ایک مدت تک چھپا رہا خوف کے مارے اپنے آپ کو ظاہر نہیں کرتا تھا اس نے ایک مدت تک اپنا چہرہ سورج کے سامنے رکھا یہاں تک کہ اس کا رنگ سیاہ ہو گیا پس اس نے پشم کا جبہ پہنا اور ہیئت بدلی اور اونٹ پر سوار ہوا اور دیہات کے قصد سے بغداد سے نکلا جب دروازہ باب حرب سے باہر نکلا تو ایک شخص سیاہ رنگ باب حرب کے پاسبانوں میں سے اس کے پیچھے لگ گیا اور اس کے اونٹ سے چمٹ گیا اور کہنے لگا تو معن بن زائدہ ہے اور منصور تیری تلاش میں ہے تو کہاں جا رہا ہے معن نے کہا اے شخص میں معن نہیں ہوں وہ کہنے لگا میں تجھے اچھی طرح پہچانتا ہوں معن۔ نے جتنا چاہا کہ اپنے کو پوشیدہ رکھے نہ ہوسکا مجبوراً ایک جواہر کا ہار جو اس کے پاس تھا کہ جس کی بہت زیادہ قیمت تھی اس شخص کو دیا اور اس سے کہا کہ اگر تو مجھے منصور کے پاس لے جائے تو وہ تجھے اتنا انعام نہیں دے گا یہ ہار جواہر دار لے لو اور یوں سمجھو کہ تو نے مجھے نہیں دیکھا اس مرد سیاہ نے ہار لیا اور اس کو دیکھا اور کہنے لگا تو نے سچ کہا ہے ان جواہر کی قیمت کئی ہزار دینار ہے اور میری تنخواہ ہر مہینہ بیس درہم ہے لیکن میں تجھے یہ ہار بخشتا ہوں اور تجھے چھوڑتا ہوں تا کہ تجھے معلوم ہو کہ دنیا میں تجھ سے زیادہ سخی بھی مل سکتا ہے اپنے عطیات پر فخر نہ کرے پس اس نے جواہر کا ہار واپس کر دیا معن نے کہا تو نے مجھے شرمندہ کیا ہے اور میرا خون بہانا اس سے بہتر تھا اور جتنا اصرار کیا کہ وہ شخص جواہرات لے لے اس نے قبول نہ کیا اور بالآخر معن بھاگ نکلا اور مدت تک مخفی رہا یہاں تک کہ ہاشمیہ والا دن آیا کہ اہل خراسان نے ہاشمیہ کوفہ میں منصور پر حملہ کیا منصور اور ان کے درمیان جنگ ہوئی معن نے اپنے کو ظاہر کیا لیکن اس نے اپنے چہرے پر ڈھاٹا باندھا ہوا تھا تا کہ اسے کوئی نہ پہچانے اور منصور کے سامنے آیا اور اس کی حمایت میں ایسی جنگ کی کہ منصور کے دشمن کو شکست دی اور جب جنگ برطرف ہوئی منصور نے کہا تو کون ہے معن نے اپنے چہرہ سے کپڑا ہٹایا اور کہا کہ میں وہی ہوں کہ جس کی تلاش میں تو تھا منصور نے اس پر نوازش کی اور اسے خلعت دیا خلاصہ یہ کہ معن کثرت جود وسخا میں مشہور تھا اور اس کے جود وسخا کی حکایات مشہور ہیں اور ہمیشہ شعراء اس کے پاس آتے اور

اس کی مدح کرتے اور صلہ وانعام لے جاتے اس کا شاعر مروان بن ابی حفصہ تھا کہ جس نے بہت سے اشعار اس کی مدح میں کہے ہیں مروان کے قصیدوں میں سے بہترین قصیدہ لامیہ ہے جو اس نے معن کی مدح میں کہا ہے اور بہت سامال اس کے عوض وصلہ میں لیا اور اس قصیدہ کے اشعار میں سے ایک یہ شعر ہے۔

تجنب لا فی القول حتی کانہ
حرامٌ علیہ قول لا حین یسئل

اس نے ''نہیں'' کے قول سے اجتناب کیا ہے یہاں تک کہ گویا جب اس سے سوال کیا جائے تو نہیں کہنا اس پر حرام ہے اور معن کے قتل کے بعد کئی شعراء نے اس کا مرثیہ کہا ہے ان میں سے حسین بن مطیر نے اس کے مرثیہ میں کہا ہے:

انزلا علی معن و قولا لقبرہ
سقتك الغوادی من بعائم مربعا
فیاقبر معن کیف واریت جودہ
وقد کان منہ البر والبحر متبرعا

تم دونوں معن کی قبر پر اتر کر اس کی قبر سے کہنا تجھے بخشش ومہربانی کے بادل موسم بہار میں سیراب کریں پھر موسم بہار میں پس اے معن کی قبر تو نے اس کے جود وسخا کو کیسے چھپایا حالانکہ اس نے تو بر و بحر کو پر کر رکھا تھا اور بہترین مرثیہ جو معن کے لئے کہا گیا وہ مروان بن ابی حفصہ کا ہے اور وہ طویل مرثیہ ہے جس میں یہ تین اشعار ہے:

و کان الناس کلھم لمعن
الی ان زار حفرتہ عیالا !
وقلنا این نرحل بعد معن
وقد ذھب النوال فلا نوالا !
ولا بلغت اکف ذوی العطایا
یمینا من یدیہ ولا شمالا !

اور سب لوگ معن کے اہل وعیال تھے یہاں تک کہ اس نے اپنی قبر کی زیارت کی اور ہم نے کہا کہ معن کے بعد کہاں کوچ کر جائیں حالانکہ بخشش چلی گئی پس بخشش وعطا تو باقی نہیں رہی اب عطا کرنے والوں کی ہتھیلیاں نہ اس کے دائیں ہاتھ تک پہنچ سکتی ہیں اور نہ بائیں ہاتھ تک۔

اور ۱۵۴ھ ابو عمرو زبان بن علا نے کہ جو سات قاریوں میں سے مرد ادیب تھا وفات پائی اس کے نام میں اکیس مختلف قول ہیں اور وہ اہل بصرہ کا علم قرائت نحو لغت اور زمانہ عرب کے حالات کا امام تھا کہا گیا ہے کہ اس کے دفتروں نے اس کے گھر کو چھت تک

پر کر رکھا تھا پھر وہ عبادت گذار ہو گیا اور اس نے وہ دفتر جلا دیئے وہ اشراف عرب میں سے تھا فرزدق نے اس کی مدح کی ہے اور یحییٰ بن معین وغیرہ نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے اور اس کی انگوٹھی کا نقش تھا وان امرء دنیاہ اکبر همہ متمسک بحبل غرور اور وہ شخص کا سب سے بڑا مقصد اس کی دنیا ہو تو وہ دنیا میں سے غرور اور دھوکہ کی رسی کو تھامے ہوئے ہے اور جن لوگوں نے اس سے قرائت سیکھی ہے اور پڑھا ہے ان میں سے ایک عبدالملک اصمعی ہے اور حکایت ہے کہ اصمعی نے اس سے سوال کیا کہ ذبیح اسماعیل تھے یا اسحاق تو اس نے کہا اے تیری عقل کہاں گئی ہے اسحاق مکہ میں کہاں تھے مکہ میں تو اسماعیل ہی تھے اور انھیں نے اپنے باپ سے مل کر بیت الحرم بنایا تھا اور قربانی مکہ میں ہوئی اس میں تو کوئی شک ہی نہیں۔

اور ۱۵۷ میں عبدالرحمان بن عمر نے جو اوزاعی کے نام سے مشہور اور اہل شام کا سب سے بڑا عالم تھا بیروت میں وفات پائی اوزاع دمشق کی ایک بستی ہے۔

مہدی عباسی محمد بن عبداللہ المنصور کی خلافت کے زمانہ کا ذکر

پہلے گزر چکا ہے چھ ذی الحجہ ۱۵۸ھ مکہ کے راستے میں منصور مرا اسی دن ربیع نے اس کے بیٹے محمد کے لئے لوگوں سے بیعت لی اور محمد بغداد میں تھا جب اسے خلافت کی خبر پہنچی تو دو دن کے بعد منبر پر گیا اور خطبہ پڑھا اور لوگوں سے بیعت لی اور عامۃ الناس نے اس کی بیعت کی مہدی کی ولادت ۱۲۷ھ میں ہوئی اور ۱۶۷ھ میں بغداد سے دینور کے علاقہ کی طرف کوچ کیا کیونکہ اس نے ماسبذان کی خوبی آب و ہوا کی تعریف سنی تھی اور زرین بستی میں ۲۳ محرم ۱۶۹ھ میں اس کی موت آ پہنچی ہارون رشید نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور مہدی کو وہیں دفن کر دیا اس کی مدت خلافت دس سال اور ڈیڑھ مہینہ تھی اس کی عمر ۴۳ سال تھی۔

دمیری اور اس کے غیر نے کہا ہے کہ اس کی وفات کا سبب یہ تھا کہ وہ گھوڑے پر سوار تھا گھوڑا دوڑنے لگا گھوڑے نے اسے ایک خراب شدہ مکان سے ٹکرا دیا وہ اس کے صدمے سے مر گیا اور کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس کی ایک کنیز نے اپنی سوکن کے لئے زہر آلود کھانا تیار کیا ہوا تھا تا کہ وہ اسے مار ڈالے مہدی نے نادانستہ طور پر وہ کھانا کھالیا اور مر گیا اور اس کے لئے چار پائی نہ مل سکی کہ اس پر اس کی لاش اٹھاتے مجبوراً اسے ایک دروازے پر رکھ کر اخروٹ کے درخت کے نیچے دفن کر دیا اور دمیری کہتا ہے کہ مہدی سخی خوش خلق ممدوح اور رعیت شناس شخص تھا کہا گیا ہے کہ اس کے باپ خزانے میں دس کروڑ درہم اور چھ کروڑ دینار تھے مہدی نے وہ سب مال لوگوں پر تقسیم کر دیا منقول ہے کہ اس نے ایک شاعر کو ایک لاکھ درہم انعام میں دیا اور مروج الذہب میں ہے کہ خیزران مہدی کی بیوی اور ہادی اور رشید کی ماں مہدی کے گھر میں مرتبہ بلند اور اونچی قدر و منزلت رکھتی تھی اور خلفاء کی اولاد کی مائیں اور بنی ہاشم کی لڑکیاں سب

اس کی خدمت میں ہوتیں اوران میں سے زینب سلیمان بن علی کی بیٹی کا قرب سب سے زیادہ تھا کیونکہ مہدی نے خیزران کو کہہ رکھا تھا کہ زینب عقلمند ودانا بڑھیا ہے اس سے کسب ادب واخلاق کیا کرو ایک دن ایک نوکرانی آئی اور کہنے لگی ایک عورت صاحب حسن وجمال جو پرانے لباس میں ہے اندر آنا چاہتی ہے اور اپنا نام نہیں بتاتی خیزران نے کہا اس کو لے آؤ جب داخل ہوئی تو ایک عورت انھوں نے دیکھی جو انتہائی حسین وجمیل ہے زبان فصیح اور بیان ملیح رکھتی لیکن لباس اس کا پھٹا پرانا ہے عورتوں نے پوچھا تو کہاں سے کہنے لگی میں مزنیہ مروان بن محمد کی بیوی ہوں کہ زمانہ نے مجھ سے یہ سلوک کیا ہے خدا کی قسم یہ پرانا لباس بھی جو میرے بدن پر ہے یہ میرا نہیں بلکہ عاریۃً لے کر آئی ہوں اب آپ کے پاس آئی ہوں کہ شاید آپ کے پردہ میں داخل ہو جاؤں خیزران کو اس کی حالت پر رحم آ گیا اور رونے لگی زینب نے مزینہ سے کہا تجھے یاد ہے وہ دن جب تو اسی مسند پر حیران میں بیٹھی تھی اور میں تیرے پاس گئی تھی اور میں نے تجھ سے خواہش کی کہ ابراہیم امام کی لاش مجھے دے دو تا کہ میں اس دفن کردوں مجھے تو نے اپنی مجلس سے نکال دیا اور تو نے کہا عورتوں کو مردوں کی رائے میں دخل دینے کا کیا حق ہے مزینہ نے کہا ہماری یہی بری عادت تھی کہ جس نے ہمیں اس مقام تک پہنچا دیا اور ہماری دنیا تاریک وسیاہ کردی یہ کہہ کر روتے ہوئے باہر نکلی اور اس نے یہ آیت پڑھی و ضرب اللہ مثلا قریۃ مطمئنۃ یاتیہا رزقہا رغدا من کل مکان فکفرت بانعم اللہ۔ فاذاقہا اللہ لباس الجوع والخوف بما کانو یصنعون اور خدا نے ضرب المثل بیان کی ہے اس بستی کی جو امن میں مطمئن تھی اس کا رزق خوشگوار ہر جگہ سے آتا تھا پس اس نے اللہ کی نعمتوں کا کفران کیا پس اللہ نے انھیں ان کے کرتوتوں کی وجہ سے بھوک اور خوف کے لباس کا مزہ چکھایا خیزران نے اپنی بعض کنیزوں کو اشارہ کیا کہ مزینہ کو کسی کمرے میں لے جا کر جگہ دو اور اس کے لباس وحالت کو بدلو اور اس سے نیکی واحسان کرو۔

مہدی گھر میں آیا تو خیزران نے مزینہ کی حکایت بیان کی پھر مہدی بہت رویا اور خیزران سے کہا خدا کی قسم اگر تو نے اس سے یہ سلوک نہ کیا ہوتا تو میں تجھ سے کبھی کلام نہ کرتا اور اگر زینب بڑھیا اور بڑے سن کی عورت نہ ہوتی تو اس سے بھی کبھی بات نہ کرتا اور اپنی ایک کنیز سے کہا کہ جاؤ اور مزینہ کو ہمارا سلام کہو پھر مزینہ کو قریب بلایا اور اسے مرحبا کہا اور اس کی قدرومنزلت زینب سے بلندتر قرار دی اور مزینہ فصیح زبان عورت تھی اور اس نے عورتوں پر اپنی فصاحت کی دھاک بٹھادی تھی اور زمانہ مہدی وہادی اور رشید کی حکومت کے کچھ دنوں تک زندہ تھی پھر اس کی وفات ہوئی اور ان دنوں میں خلفاء اس میں اور بنی ہاشم کی عورتوں میں فرق نہیں کرتے تھے اور اس کی عزت واحترام کرتے تھے خیزران کی ایک کنیز تھی عتبہ نامی ابوالعتاھیہ شاعر اس پر عاشق ہو گیا اور اس کے اشعار عتبہ کے عشق میں اور اس کے نادر واقعات عتبہ کے ساتھ مہدی ہادی اور رشید کے زمانہ کے بہت ہیں لیکن عتبہ کسی طرح بھی اسے پسند نہیں کرتی تھی اور رشید کے زمانہ میں ابوالعتاھیہ نے عتبہ کے متعلق اتنا اظہار شوق کیا کہ رشید کا دل بھی اس کے لئے جل گیا اور اس نے عتبہ سے خواہش کی کہ وہ ابوالعتاھیہ سے شادی کرلے پس کئی ایک خواص اور خدم وحشم کے ساتھ عتبہ کے مکان پر ابوالعتاھیہ کی خاطر گیا اور عتبہ سے کہنے لگا کہ میں تجھ سے ایک خواہش لے کر آیا ہوں وہ کہنے لگی اپنا مقصد بیان فرمائیں ہارون نے کہا اس وقت تک نہیں بتاؤں گا جب تک کہ شرط نہ کرو کہ قبول کرو گی کہنے لگی جو کچھ کہو قبول ہے سوائے ابوالعتاھیہ سے شادی کرنے کے کیونکہ میں نے تیرے باپ کے

لئے قسم کھائی ہے اور نذر کی ہے کہ ہمیشہ مکہ جاؤں اور جو کچھ میرے ہاتھ میں ہے اس کا صدقہ دوں اگر ابوالعتاہیہ سے شادی کروں
ہارون کہنے لگا میری حاجت یہی ہے عتبہ بہت روئی کہ مجھے اس مقصد سے معاف کیجیے کیونکہ میں نے جو یہ نذر کی ہے اس کی وجہ سے ایسا
نہیں کرسکتی اور وہ اتنا روئی کہ ہارون کو اس کی حالت پر ترس آیا اور اس نے عتبہ کا عذر قبول کرلیا اس وقت ابوالعتاہیہ عتبہ کے وصال
سے مایوس ہو گیا اور عتبہ کے عشق کے اظہار میں کہے ہوئے اس کے اشعار میں سے یہ شعر ہیں۔

یا عتب مالی ولك یا لیتنی لم ارك
ملکتنی فانھکی ماشئت ان تنتھکی
ابیت لیلی ساحرا ارعی نجوم الفلك
مفترشا جمر الغضی ملتحفا بالحسك

اے عتبہ مجھے اور تجھے کیا ہو گیا کاش میں نے تجھے نہ دیکھا ہوتا تو میری مالک ہو گئی مجھے لاغر کر دے جتنی تیری مرضی ہو لاغر
کرنے کی میں رات بیدار رہ کر کاٹتا ہوں آسمان کے ستاروں پر نگاہ رکھتا ہوں میرا فرش جنڈ کے انگارے اور میرا لحاف خاردار جھاڑی
ہوتی ہے اور ابوالعتاہیہ شیریں زبان فصیح البیان عظیم شاعر تھا اور اس کے اشعار میں سے ہے

ان اخاك الصدق من كان معك و من يضر نفسه ليتفعك
و من اذا اديب الزمان صدعك شتت شمل نفسك يجمعك

تیرا سچا دوست وہ ہے جو تیرا ساتھ دے اور جو اپنی ذات کو ضرر پہنچائے تا کہ تجھے نفع پہنچائے اور وہ ہے کہ جب حوادث
زمانہ تجھے درد پہنچائیں تو وہ اپنے بنے کام بگاڑ دے تا کہ تیرے کام سنوارے اور یہ بھی اس کے اشعار ہیں۔

المرء فی تاخیر مدته کالثوب یبلی بعد جدته
عجبا لمنتبه یضع مایحتاج فیه لیوم رقدته

مرد مدت عمر کی تاخیر میں اس کپڑے کی طرح ہے جو نئے ہونے کے بعد پرانا ہو جاتا ہے اور اس بیدار کے لئے
تعجب ہے جو ضائع کر رہا ہے اس کو جس کی اسے سو جانے کے دن ضرورت ہے اور یہ بھی اسی کے اشعار ہیں۔

نسیت الموت فیما قد نسیت کانی لم ار احدًا یموت
الیس الموت غایة کل حی فمالی لا اباذر ما یفوت

جن چیزوں کو میں بھول گیا ہوں ان میں ایک موت بھی ہے کہ جسے بھول گیا ہوں گویا میں نے کسی کو مرتے ہی نہیں دیکھا کہ
موت ہر زندہ کی انتہا نہیں پس مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں جلدی نہیں کرتا اس کی طرف جو ہاتھ سے نکل جانے والی ہے۔
اور یہ بھی مروج الذہب میں فضل بن ربیع سے منقول ہے کہ ایک دن شریک بن عبداللہ بن سنان نخعی مہدی کے پاس آیا

مہدی نے اس سے کہا کہ تین باتوں میں سے کسی ایک کو انتخاب کر دیا منصب قضاوت قبول کر دیا میری اولاد کو حدیث اور علم سکھاؤ یا یہ کہ ایک دفعہ میرا کھانا کھالو شریک اگر چہ ان تینوں امور سے انکار رکھتا تھا لیکن اسے چارہ کار نظر نہ آیا اس نے کچھ غور کیا اور کہنے لگا کھانا کھانا ان دو امور سے میرے لیے آسان ہے پس مہدی نے باورچی کو حکم دیا کہ عمدہ کھانا پکاؤ کئی قسم کے شکر طبر کے ساتھ باندھ کر اور شہد ملا کر کھانا درست کرو جب کھانا آیا اور شریک اس کے کھانے سے فارغ ہوا تو کھانے کا منتظم مہدی سے کہنے لگا اے امیر المومنین یہ شیخ یہ کھانا کھانے کے بعد کبھی نجات نہیں پاسکتا فضل بن ربیع کہتا ہے خدا کی قسم شریک اس کھانے کے بعد عباسیوں کے ساتھ باتیں کرتا سنا اور ان کی اولاد کو تعلیم دیتا تھا اور ان کی قضاوت کا متولی بھی ہوا۔

منقول ہے کہ جس زمانہ میں منصور نے مہدی کو ری میں رکھا ہوا تھا تو شرقی بن نظامی کو اس کی رفاقت کے لئے انتخاب کیا اور مہدی سے کہا کہ اس سے مکارم اخلاق کی تعلیم اور درس اخبار وقرأت اشعار سیکھے ایک رات مہدی نے شرقی سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے لئے کوئی ایسی حکایت نقل کرو جس سے مجھے خوشی بہت اور سرور حاصل ہو شرقی نے کہا خدا امیر کی اصلاح فرمائے نقل ہوا ہے کہ حیرہ کے بادشاہ کے دو ندیم ورفیق تھے جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہتے تھے اور اس سے جدا نہیں ہوتے تھے وہ بادشاہ بھی ان کی بہت دلجوئی کرتا تھا ایک رات اس بادشاہ کی زیادہ شراب پینے اور لہو ولعب میں مشغول رہنے سے عقل زائل ہو گئی اور اس نے تلوار کھینچی اور ان دونوں ساتھیوں کو قتل کر دیا جب صبح ہوئی تو اس نے اپنے ندیموں اور ساتھیوں کا حال پوچھا لوگوں نے اسے بتایا کہ انھیں تو رات تو نے قتل کر دیا ہے بادشاہ اس کام سے بہت مضطرب و پریشان ہوا اور بہت جزع وفزع کی اور ان کی وجہ سے کھانا پینا چھوڑ دیا پس اس نے حکم دیا تو انھیں دفن کیا گیا اور ان کی قبروں پر گنبد بنایا گیا اور اس کا نام غریین رکھا اور اس نے مقرر کیا کہ جو وہاں سے گزرے ان دو قبروں کے لئے سجدہ کرے اور جو سجدہ کرنے سے انکار کرے اسے قتل کر دیں لیکن اس کی دو حاجتیں پوری کریں اور اسی زمانہ میں یہ سنت لازمی ہو گئی کہ جو کوئی وہاں سے گزرتا ان دو ندیموں کی قبروں کو سجدہ کرتا ایک مدت تک معاملہ اسی طریقہ پر چلتا رہا یہاں تک کہ ایک دھوبی کپڑوں کی گٹھڑی کے ساتھ وہاں سے گزرا جسے اس نے دھونے کے لئے کندھے پر رکھا ہوا تھا اور اس کے ساتھ کپڑے کوٹنے کے لئے ایک ڈنڈا بھی تھا۔

غریین پر مؤکل سپاہیوں نے اس سے کہا سجدہ کرو اس نے انکار کیا تو اس کو بادشاہ کے پاس لے گئے بادشاہ نے کہا تو نے کیوں سجدہ نہیں کیا وہ کہنے لگا یہ جھوٹ بولتے ہیں میں نے تو سجدہ کیا ہے بادشاہ کہنے لگا بلکہ تو جھوٹ بولتا ہے تو نے سجدہ نہیں کیا اپنی دو حاجتیں بتا اور قتل ہونے کے لئے تیار ہو جا وہ کہنے لگا اگر معاملہ اسی طرح ہے تو میری پہلی حاجت یہ ہے کہ میں یہ کپڑے کوٹنے والا ڈنڈا بادشاہ کی گردن پر ماروں گا بادشاہ کہنے لگا اے جاہل نادان کوئی اور حاجت طلب کرو جو تیرے لئے اور تیرے خاندان واہل وعیال لے لئے فائدہ مند ہو وہ کہنے لگا میری حاجت یہی ہے جو میں نے کہی ہے بادشاہ نے وزراء کی طرف رخ کیا اور کہنے لگا اس نادان کی حاجت کا کیا کروں انھوں نے کہا اس سے چارہ نہیں اگر اپنی سنت سے دستبردار ہوئے تو یہ آپ کے لئے ننگ وعار ہے لہٰذا جو قرار داد مقرر کی ہے اسے آپ پورا کریں بادشاہ کہنے لگا دھوبی کے پاس جاؤ اور اس کو کہو کہ کوئی اور حاجت طلب کرے اگر وہ میری آدھی بادشاہی چاہے

تو بھی مجھے قبول ہے کیونکہ مجھ میں اس کے ڈنڈے کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں دھوبی کہنے لگا سوائے اس کے کہ بادشاہ کی گردن پر یہ ڈنڈا ماروں کوئی اور چارہ کار نہیں اور دوسرے کوئی حاجت نہیں چاہتا بادشاہ مجبور ہو گیا اور اپنے آپ کو قضا کے حوالے کیا دھوبی نے اپنا ڈنڈا پوری قوت سے بلند کیا اور بادشاہ کی گردن پر ایسا مارا کہ وہ زمین پر گر کر بیہوش ہو گیا اور اس کے صدمے سے صاحب فراش ہوا اور ایک سال تک علاج کراتا رہا حالت یہ تھی کہ روٹی کے ساتھ پانی اس کے حلق میں ڈالتے جب بہتر ہوا اور ان نے سمجھا کہ اب کھا پی سکتا ہوں اور اپنی جگہ پر بیٹھ سکتا ہے تو اس نے دھوبی کا حال پوچھا انھوں نے کہا کہ ہم نے اس کو قید کر رکھا ہے تو بادشاہ نے اس کے حاضر کرنے کا حکم دیا جب اس کو انھوں نے حاضر کیا تو بادشاہ کہنے لگا اپنی دوسری حاجت طلب کر چونکہ میں تجھے قتل کرنا چاہتا ہوں اس نے کہا کہ میری دوسری حاجت یہ ہے کہ یہ ڈنڈا بادشاہ کی گردن کی دوسری طرف لگاؤں جب بادشاہ نے سنا تو اتنا واویلا کیا کہ منہ کے بل زمین پر گر پڑا اور کہنے لگا اے نادان کوئی ایسی مانگ جو تیرے لیے فائدہ مند ہو وہ کہنے لگا یہی ہے جو میں نے کہی ہے بادشاہ نے وزراء سے مشورہ کیا وہ کہنے لگا یہ قبول کیا جائے بادشاہ کہنے لگا وائے ہو تم پر میں اس ڈنڈے کی ضرب سے ایک سال تک بستر پر پڑا رہا ہوں اس دفعہ تو مر جاؤں گا وہ کہنے لگے اور کوئی چارہ کار تو ہمیں نظر نہیں آتا جب بادشاہ نے معاملہ اس طرح دیکھا تو دھوبی سے کہا جس دن تجھے میرے پاس لے آئے تھے کیا تو نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں نے سجدہ کیا ہے انھوں نے سجدہ نہ کرنے کی جھوٹی نسبت میری طرف دی ہے دکھنے لگا ہاں میں نے کہا تھا لیکن آپ نے میری تصدیق نہیں کی کہنے لگا اب کہو تا کہ میں سنوں کیا تو نے سجدہ کیا تھا اس نے کہا جی ہاں یہ سنتے ہی بادشاہ اپنی جگہ سے اچھلا اور دھوبی کا سر چوم لیا اور کہنے لگا میں کہتا ہوں کہ تو اپنے قول میں سچا ہے اور فرعین کے موکل جھوٹے ہیں اب میں انھیں تیرے اختیار میں دیتا ہوں اور تجھے ان کا امیر مقرر کرتا ہوں مہدی عباسی اسی حکایت کو سن کر اتنا ہنسا کہ پاؤں زمین پر رگڑنے لگا اور کہنے لگا بہت اچھے اور اس کو صلہ و انعام دیا۔

اور مہدی کی خلافت کے زمانہ ۱۵۸ھ تھا کہ ابو حنیفہ کے ساتھی زفر بن ہذیل کی وفات ہوئی اور ۱۶۱ھ کی ابتدا میں سفیان ثوری نے جو ثور تمیم کی طرف منسوب ہے بصرہ میں وفات پائی دمیری نے کہا ہے کہ سفیان کوفہ کا رہنے والا تھا اور ایک دفعہ اس سے عثمان و علی کے متعلق سوال ہوا تو ثوری نے کہا اہل بصرہ عثمان کو فضیلت دیتے ہیں اور اہل کوفہ علی کو کہنے لگے تو کس مذہب پر ہے کہنے لگا میں اہل کوفہ ہوں یعنی تفضیل علی کا قائل ہوں انتہی اور ثوری سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے صادق جعفر بن محمد علیہ السلام سے ملاقات کی تو میں نے ان سے کہا اے فرزند رسولؐ مجھے وصیت کیجیے تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا اے سفیان جھوٹے شخص میں مروت نہیں ہوتی بادشاہوں کا کوئی بھائی نہیں ہوتا حاسد کے لیے راحت و آرام نہیں اور بد خلق سردار نہیں بن سکتا۔ پس میں نے عرض کیا اے فرزند رسول خدا کے لیے کچھ مزید فرمائیے تو آپ نے مجھ سے فرمایا اے سفیان اللہ پر بھروسہ رکھ اگر تو مومن ہے تو ڈر جو اللہ نے تقسیم کی ہے اس پر راضی رہ تو غنی و تونگر ہو جائے گا اور جو تیرے پڑوس میں رہتا ہو اس کا اچھا ہمسایہ بن تو مسلمان ہو جائے گا اور فاجر کا ساتھی نہ بن ورنہ وہ تجھے اپنے فسق و فجور کی تعلیم دے گا اور اپنے معاملہ میں ان سے مشورہ کر جو خوف خدا رکھتے ہیں یہاں تک کہ آپؑ نے فرمایا جو باتیں میرے والد نے مجھ سے کہیں ان میں سے یہ ہے اے بیٹا جو برے کی رفاقت و صحبت اختیار کرے وہ سالم نہیں رہ سکتا اور جو بری

جگہوں پر جائے وہ متہم ہوگا اور جس کا اپنی زبان پر قابو نہ ہو وہ گناہ کرے گا اور ثوری ہی سے منقول ہے وہ کہتا ہے جب میں نے ایک سال حج کیا تو میں نے حضرت صادقؑ کی زیارت کا ارادہ کیا پس میں آپؑ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو میں نے آپؑ سے عرض کیا مجھے کیا ہوگیا ہے کہ میں آپؑ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپؑ نے گوشہ نشینی اختیار کرلی ہے فرمایا اے سفیان زمانہ خراب ہوگیا اور بھائی بدل گئے ہیں اور آنکھیں پھر گئی ہیں پس میں نے دیکھا ہے کہ علیحدگی دل کو زیادہ سکون دیتی ہے پھر فرمایا لکھو ذھب الوفاء ذھاب امس الذاھب والناس بین مخاتل وموارب یفشون بینھم المودۃ والصفا قلوبھم محشوۃ بعقارب وفا گذشتہ کل کی طرح ختم ہوگئی ہے اور لوگ دھوکہ باز اور فریب دینے والے ہیں آپس میں محبت وصفائی ظاہر کرتے ہیں حالانکہ ان کے دل بچھوؤں سے بھرے ہوئے ہیں پھر ثوری نے آپؑ سے مزید وعظ کرنے کی خواہش کی تو آپؑ نے اس کو وعظ فرمایا یہاں تک کہ فرمایا جب تم پر ہم وغم غلبہ کرلیں تو لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہو اور جب رزق میں تاخیر ہوجائے تو تم پر لازم ہے کہ استغفار کرو اور تقویٰ کو اختیار کرو اور صبر کرو اور دین وآخرت کے معاملہ میں ڈرتے رہو ثوری کہتا ہے پس میں کھڑا ہوگیا اور واپس آگیا۔

احادیث امامیہ میں بہت سی روایات ثوری کی مذمت میں وارد ہوئی ہیں اور کافی کی روایت میں ہے کہ ثوری حضرت صادقؑ کی خدمت میں پہنچا جب کہ آپؑ سوار ہوچکے تھے اور کہیں جانا چاہتے تھے سفیان نے عرض کیا ہمارے لئے رسول خداؐ کا وہ خطبہ بیان کیجیے جو آپ مسجد خیف میں فرمایا تھا آپؑ نے فرمایا مجھے مہلت دو کہ میں اپنی حاجت کے لئے جاؤں اور وہاں سے واپس آجاؤں اس وقت تم سے بیان کروں گا ثوری نے قبول نہ کیا اور حضرتؑ کو قسم دی کہ ابھی مجھ سے بیان فرمایئے حضرتؑ سواری سے اتر آئے سفیان نے کہا حکم دیجیے کہ کاغذ ودوات بھی لے آئیں حضرتؑ کے حکم سے وہ سامان لایا گیا تب آپؑ نے فرمایا لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ خطبہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسجد خیف میں خدا تر وتازہ اور خوش وخرم رکھے اس بندے کو جو میری بات سنے اور اس کو یاد رکھے اور اسے اس تک پہنچائے کہ جس تک نہیں پہنچی اے لوگو حاضر غائب تک پہنچائے بہت سے فقہ کے حامل اور اسے لے جانے والے فقیہ نہیں ہوتے اور بہت سے فقہ کو اس کے پاس لے جاتے ہیں جو ان سے زیادہ فقیہ ہوتا ہے تین چیزیں ایسی ہیں جن میں مومن کا دل خیانت نہیں کرتا اللہ کے لئے خالص عمل کرنے میں آئمہ مسلمین کے لیے مخلص ہونے میں اور مسلمانوں کی جماعت کو اختیار کرنے میں کیونکہ ان کی دعوت ان کو پیچھے سے گھیرے ہوئے ہے مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں ان کے خون برابر ہیں اور وہ اپنے غیر کے خلاف ایک ہاتھ ہیں ان کی ذمہ داری کو پورا کرنے کی وہ کوشش کرتا ہے جو ان میں سے زیادہ قریب ہوتا ہے سفیان نے خطبہ لکھ لیا اور حضرتؑ کے سامنے پیش کیا تب حضرتؑ اپنی حاجت کے لئے چلے گئے اور سفیان روانہ ہوگیا راستہ میں حدیث کا مطالعہ کیا اور فکر کی کلمہ آئمہ مسلمین کے لئے مخلص ہونے میں تو اس نے سمجھا کہ اس سے مراد امیر المومنینؑ اور ان کی اولاد ہے اسی وقت کاغذ پھاڑ دیا اور اپنے ساتھی سے کہنے لگا اس حدیث کو پوشیدہ رکھنا اور کسی سے نہ کہنا۔

اور ۱۶۱ھ ہی میں ایک قول کی بنا پر ابراہیم ادہم بلخی (جو مشہور ہے) نے وفات پائی اور ابراہیم بادشاہوں کی زاہد پرہیزگار اولاء ارباب سیر وسلوک کا رئیس ہے باوجود اس کے کہ بلخ میں اس کی بادشاہی اور سلطنت تھی اس نے ملک وحکومت چھوڑ کر لباس فقر پہنا

اور سیاحت وگردش بلاد میں مشغول ہوا اس کی نادر حکایات بہت سی ہیں اور اس کی توبہ اور بیدار ہونے کے سبب میں مختلف باتیں کہی گئی ہیں بعض کہتے ہیں کہ ایک دن اپنے محل میں نظارہ کر رہا تھا کہ اس نے ایک مرد فقیر کو دیکھا کہ وہ اس کے قصر کے سایہ میں بیٹھ گیا ایک پرانا سا تھیلا اس کے پاس تھا اس سے اس نے ایک روٹی نکالی اور کھالی اور اس کے بعد پانی پیا اور آرام سے سو گیا تو ابراہیم خواب غفلت سے بیدار ہوا اور اپنے آپ سے کہنے لگا جب نفس انسانی اس غذا پر قناعت کر سکتا ہے اور آرام سے سو سکتا ہے تو میں ان کی دنیا کی زینتوں کو کیوں چاہتا ہوں کہ جن کا سوائے زحمت وحسرت کے مرنے کے وقت کوئی نتیجہ اور فائدہ نہیں پس یکدم اس نے بادشاہی چھوڑ دی اور لباس فقر پہن لیا بلیغ سے ہجرت کی ابراہیم نقل کرتا ہے کہ اس نے ایک دن چاہا کہ حمام میں جائے حمام والے نے جب اس کے بہت پرانے کپڑے اور اس کا ہاتھ مال دنیا سے خالی دیکھا تو اسے حمام میں داخل نہ ہونے دیا ابراہیم نے کہا تعجب ہے اس شخص کے لئے کہ جو حمام میں جانے سے مال نہ ہونے کی وجہ سے روک دیا گیا ہے وہ کس طرح یہ طمع وآرزو رکھتا ہے کہ بغیر اطاعت اور اعمال کے جنت میں داخل ہوگا اور یہ بھی اس سے منقول ہے کہ ایک دفعہ چند ابدال میرے مہمان ہوئے تو میں نے ان سے کہا کہ اتنی مجھے بلیغ نصیحت کرو کہ میں خدا سے ڈروں جس طرح تم خدا سے ڈرتے ہو وہ کہنے لگے ہم تجھے چھ چیزیں یاد کراتے ہیں پہلی یہ کہ جو ریا کی باتیں کرے اسے رقت قلب کی آرزو نہیں کرنی چاہیے دوسری یہ کہ جو زیادہ سوئے اسے رات کو بیدار ہونے اور کھڑے ہو کر عبادت کرنے کی آرزو نہیں رکھنی چاہیے تیسری یہ کہ جو لوگوں سے زیادہ ملاپ رکھتا ہے اسے عبادت کی حلاوت کی آرزو نہیں ہونی چاہیے چوتھی یہ کہ جو ظالموں کو پسند کرے وہ استقامت دین کی طمع نہ رکھے پانچویں یہ کہ غیبت اور جھوٹ جس کی عادت ہو وہ یہ آرزو نہ رکھے کہ باایمان ہو کر دنیا سے جائے گا چھٹی یہ کہ لوگوں کی رضا وخوشنودی کا طالب ہے وہ خدا کی خوشنودی اور رضا کی طمع نہ رکھے ابراہیم کہتا ہے جب میں نے اس موعظہ میں غور وفکر کیا تو اس میں اولین وآخرین کا علم پا لیا۔

اور مجمع البیان وغیرہ سے منقول ہے کہ ابراہیم ادھم بصرہ کے بازاروں سے گزر رہا تھا کہ لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے اور کہنے لگے اے ابراہیم خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے ادعوانی استجب لکم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا ہم خدا سے دعا کرتے ہیں اور ہماری دعا قبول نہیں ہوتی ابراہیم نے کہا اے اہل بصرہ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہارے دل دس چیزوں میں مردہ ہیں کہنے لگے اے ابو اسحاق وہ دس چیزیں کونسی ہیں کہنے لگا پہلی یہ کہ تم نے خدا کو پہچانا ہے لیکن اس کے حق کو ادا نہیں کیا دوسری یہ کہ قرآن کو تم نے پڑھا ہے لیکن اس پر عمل نہیں کیا تیسری یہ کہ تم نے پیغمبر کی محبت کا دعویٰ کیا ہے اور اس کی اولاد سے دشمنی رکھی ہے چوتھی یہ کہ شیطان کی دشمنی کا دعویٰ کیا لیکن اس سے موافقت کی ہے پانچویں یہ کہ بہشت کی محبت کا دعویٰ کرتے ہو لیکن اس کے لئے کوئی عمل اور کام نہیں کرتے چھٹی یہ کہ جہنم کے خوف کا دعویٰ کرتے ہو حالانکہ اپنے بدنوں کو اس کی آگ میں پھینکتے ہو اور ساتویں یہ کہ لوگوں کے عیوب بیان کرنے میں مشغول ہوئے ہو اور اپنے عیوب سے غافل ہو آٹھویں یہ کہ دنیا کی دشمنی اور بغض کا دعویٰ کرتے ہو اور اسے جمع کر رکھا ہے نویں یہ کہ موت کا اقرار کرتے ہو لیکن اس کے لئے تیاری نہیں کی دسویں یہ کہ اپنے مردوں کو تم نے دفن کیا ہے لیکن ان سے عبرت حاصل نہیں کی اس لئے تمہاری دعا قبول نہیں ہوتی اور ان کلمات کا مضمون رسول خداؐ سے روایت ہوا ہے شاید ابراہیم نے

آنحضرتؐ کے کلمات سے اخذ کیا ہو خلاصہ یہ کہ نوادر حکمت کی باتیں ابراہیم کی بہت ہیں لیکن اس مقام پر اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں اور ۱۶۱ھ ہی میں حماد عجرد شاعر نے وفات پائی اور وہ مخضرمین میں سے تھا اور مضری اصل میں اس شاعر کو کہتے ہیں کہ جس نے جاہلیت اور اسلام کے زمانہ کو دیکھا ہو مثلاً لبید و نابغہ لیکن مجازاً یہ لفظ اس پر بھی بولا جاتا ہے جس نے دو حکومتوں کو دیکھا ہو مثلاً حماد عجرد (۲) حماد بن زبرقان (۳) اور حماد راویہ حماد بن ابی لیلیٰ ہے کہ اس نے بھی مہدی کے زمانہ میں اور ایک قول ہے کہ منصور کے زمانہ میں ۱۵۵ھ میں وفات پائی اور اس کو حماد راویہ اس لئے کہتے تھے کہ وہ شعراء کے اشعار کی زیادہ روایت کرتا تھا اور سب لوگوں سے ایام عرب انسان اشعار عرب اور ان کے اخبار کو زیادہ جانتا تھا اور اموی بادشاہ اس کا احترام کرتے تھے جس وقت وہ ولید بن یزید کے دربار میں تھا تو ولید نے اس سے پوچھا کہ تجھے کیوں راویہ کہتے ہیں کہنے لگا چونکہ میں ہر شاعر کے شعر کی روایت کرتا ہوں ولید نے کہا تجھے کتنے اشعار یاد ہیں جو کہنے لگا اتنے زیادہ کہ جن کی مقدار مجھے معلوم نہیں لیکن ہر حرف کی تعداد میں مجھے سو سو قصیدے یاد ہیں علاوہ شعراء جاہلیت کے قطعات کے جو شعراء اسلام کے غیر ہیں کہ جنہیں میں پڑھتا ہوں ولید کے کہنے پر اس کا امتحان کیا گیا جب اسے معلوم ہوا کہ سچ کہتا ہے تو اسے ایک لاکھ درہم انعام میں دیئے اور اس کے مشابہ ہے حفظ اشعار اور دواوین عرب سے باخبر ہونے میں ابوعمرو بندار بن عبدالحمید اصفہانی جو ابن لرہ کے نام سے مشہور اور متوکل کا مصاحب ہے منقول ہے کہ نو سو قصیدے اسے یاد تھے کہ جن کا پہلا بانت سعاد تھا اسی طرح ترمذی سے طبقات النحاۃ میں حکایت ہوئی ہے خلاصہ یہ کہ حماد عجرد کے واقعات اور اس کے اشعار بشار کی مذمت میں اور بشار کے اس کے حق میں بہت زیادہ ہیں اور اغانی کی جلد نمبر ۱۳ میں اس کے حالات مذکور ہیں اس نے شیراز میں وفات پائی جب وہ محمد بن سلیمان بن علی عباسی کے خوف سے بھاگ گیا تھا اور ۱۶۱ھ ہی میں ابودلامہ زند بن جون نے وفات پائی اور اس کی نادر حکایات منصور اور مہدی کے ساتھ بہت ہیں اگر اختصار پر بنا نہ ہوتی تو چند نادر واقعات اس کے ہم بیان کرتے اور ۱۶۸ھ میں حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالبؑ نے وفات پائی اور مہدی کے ہی زمانہ میں ثقہ جلیل القدر عمر بن محمد بن عبدالرحمان نے جو ابن اذینہ کے نام سے مشہور تھے مہدی کے خوف سے فرار کیا اور یمن میں وفات پائی اور وہ جناب ثقات اصحاب امامیہ میں سے ہیں۔

اور مہدی ہی کے زمانہ میں عباس بن علی بن حسن مثلث شہید ہوئے اور اس کا سبب یہ ہوا کہ عباس بن علی بغداد میں آئے اور لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی اور زیدیہ کی ایک جماعت ان کی گرویدہ ہو گئی جب مہدی کو خبر ہوئی تو حکم دیا اور ان کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا گیا وہ مسلسل قید میں رہے یہاں تک کہ ان کے چچازاد بھائی حسین بن علی شہید فخ نے ان کی سفارش کی مہدی نے انھیں حسین کو بخش دیا اور زندان سے رہا کیا لیکن زہر آلود شربت انہیں دے دیا رفتہ رفتہ وہ زہر انھیں کمزور کرتا گیا یہاں تک کہ جب وہ مدینہ میں وارد ہوئے تو ان کے بدن کا گوشت خراب ہو گیا اور ان کے اعضاء ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے مدینہ میں وارد ہونے کے تین دن بعد دنیا سے رخصت ہوئے اور مہدی کی خلافت کے زمانہ میں عیسیٰ بن زید بن علی بن حسینؑ نے بھی جو مہدی کے خوف سے کوفہ میں چھپے ہوئے تھے وفات پائی۔

عیسیٰ بن زید بن علی بن الحسینؑ کے حالات کا ذکر!

واضح ہو کہ ابوالفرج نے عیسیٰ بن زید کی بڑی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ وہ جلیل القدر وصاحب علم وورع وزہد تقوئی تھا اور حضرت صادقؑ ان کے بھائی عبداللہ بن محمدؒ اور اپنے باپ زید بن علیؑ اور دوسرے لوگوں سے روایت کرتا تھا اور اس کے ہمعصر علماء اس کے قدوم کو بابرکت شمار کرتے تھے اور سفیان ثوری کو اس سے بڑی عقیدت تھی اور وہ اس کی زیادہ تعظیم واحترام کرتا تھا لیکن مخفی نہ رہے کہ کافی میں جو روایت تحریر ہے اس کے مطابق اس کی مدح محل نظر ہے کیونکہ اس سے اس کی سوئے عقیدت اپنے امام زمانہ سے ظاہر ہوتی ہے۔

اور اس کی جسارت حضرتؑ کی نسبت معلوم ہوتی ہے خلاصہ یہ کہ اس کی ولادت شام کے راستے میں ہوئی کیونکہ زید ہشام بن عبدالملک کے پاس جا رہے تھے تو ایک منزلی پر در نصاریٰ میں قیام کیا اسی رات عیسیٰ پیدا ہوا اور اس کا نام حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم کے نام پر رکھا اور عیسیٰ محمد وابراہیم عبداللہ بن حسن کے بیٹوں کے واقعہ میں موجود تھا اور محمد نے وصیت کی تھی کہ میرے بعد لوگوں سے مخفی رکھنا یہاں تک کہ مہدی کے زمانہ میں وفات پائی اور جن دنوں عیسیٰ خلیفہ کے خوف سے مخفی تھا یحییٰ بن حسین بن زید اور صاحب عمدۃ المطالب کے قول کی بنا پر محمد بن محمد بن زید) عیسیٰ کے بھتیجے نے اپنے باپ سے کہا میں چاہتا ہوں کہ میرے چچا کی رہبری کرو اور مجھے بتاؤ کہ وہ کہاں ہے تا کہ میں ان سے ملاقات کروں کیونکہ بری بات ہے کہ میرا اس قسم کا چچا ہو اور میں اسے نہ دیکھوں باپ نے کہا بیٹا یہ خیال دل سے نکال دو کیونکہ تیرے چچا عیسیٰ نے اپنے کو چھپا رکھا ہے اور وہ پسند نہیں کرتا کہ پہچانا جائے اور مجھے ڈر ہے کہ اگر تجھے اس کی رہبری کروں اور تو اس کے پاس جائے تو وہ سختی میں مبتلا ہو اور اپنے مکان کو عوض کرے یحییٰ نے اس معاملہ میں زیادہ اصرار کیا یہاں تک کہ باپ کو راضی کر لیا کہ وہ عیسیٰ کا مکان سے اسے بتائے حسین نے کہا اے بیٹا اگر چاہتے ہو کہ اپنے چچا سے ملاقات کرو تو سفر کا ساز وسامان تیار کرو اور مدینہ سے کوفہ کی طرف کوچ کرو جب کوفہ میں پہنچ جاؤ تو محلہ بنی حی پوچھو جب یہ معلوم ہو جائے تو فلاں کوچہ میں جاؤ اور اس کوچہ کی توصیف کی جب اس کوچے میں پہنچو تو ایک مکان تمہیں نظر آئے گا جس کی فلاں صفت اور فلاں نشانی ہے وہی تمہارے چچا کا گھر ہے لیکن تم گھر کے دروازے پر نہ بیٹھنا بلکہ اس کوچہ کے ابتدائی حصہ میں مغرب تک بیٹھے رہنا اس وقت تجھے بلند قامت شخص نظر آئے گا جو خوبصورت اور سن کہولت میں کہ سجدہ کے آثار اس کی پیشانی پر نمایاں ہوں گے اور ریشم کا جبہ پہنے ہوگا اور اس کے آگے اونٹ ہوگا اور وہ سقائی (مشکیں بھر کر پانی دینا) سے واپس آ رہا ہوگا اور ہر قدم جو اٹھائے گا اور رکھے گا ذکر خدا کرے گا اور آنسو اس کی آنکھوں سے جاری ہوں گے تمہارا چچا عیسیٰ ہے جب اس کو دیکھنا کھڑے ہو جانا اس کو سلام کرنا اور ہاتھ اس کی گردن میں ڈال دینا تیرا چچا پہلے تو تجھ سے وحشت کرے گا تم اسے اپنے نشاندہی کرانا تا کہ اس کا دل سکون کرے پھر تھوڑے وقت اس سے ملاقات کرنا اور اپنے بیٹھنے کو طول نہ دینا تا کہ کوئی تمہیں دیکھ نہ لے اور اسے پہچان لے پھر اس کو الوداع کہنا اور دوبارہ اس کے پاس نہ

جانااور تجھ سے بھی وہ پوشیدہ اور مخفی ہوجائے گااور مشقت وزحمت میں مبتلا ہوگا۔یحیٰی نے کہاجو کچھ آپ نے فرمایا ہےاس کی اطاعت ہوگی پس اس نے سفر کی تیاری کی اور باپ سے رخصت ہوکر کوفہ کی طرف روانہ ہوا جب کوفہ پہنچااور منزل کی تب اپنے چچا کی تلاش کے درپے ہوا محلہ بنی حی پوچھااور جس گھراس کے باپ نے نشانی بتائی تھی وہ پالیا پھر کوچہ سے باہر اپنے چچا کے انتظار میں بیٹھا یہاں تک کہ غروب آفتاب ہوااچانک اس نے ایک شخص کو دیکھا کہ جس نے اونٹ اپنے آگے لگایا ہوا تھا اپنے چچا کے انتظار میں بیٹھا یہاں تک کہ غروب آفتاب ہوااچانک اس نے ایک شخص کو دیکھا کہ جس نے اونٹ اپنے آگے لگایا ہوا تھااور اسے ہانک رہا تھاانھیں صفات والا جو اس کے باپ نے بتائی تھیں اور جوقدم وہ اٹھاتااور رکھتااس کے لب ذکر خدا میں متحرک ہوئے اور آنسواس کی آنکھوں سے گر رہے تھے یحیٰی اٹھ کھڑا ہوااور اس کو سلام کیااور اس سے معانقہ کیا یحیٰی کہتا ہے کہ جب میں نے ایسا کیا تو جس طرح وحشی انس سے وحشت کرتا ہے اس نے مجھ سے وحشت کی تو میں نے کہا اے چچا میں یحیٰی بن حسین زید آپ کا بھتیجا ہوں جب اس نے یہ سنا تو مجھے سینہ سے لگالیااور اتنا گریہ کیا کہ اس کی حالت غیر ہوگئی کہ میں نے کہا ابھی بے ہوش ہوجائے گا جب کچھ اپنی حالت پر آیا اپنا اونٹ بٹھایااور خود میرے ساتھ بیٹھ گیااور اپنے اقرباء اہل بیت کے حالات مردوں عورتوں اور بچوں کے ایک ایک کرکے پوچھے میں نے ان کے حالات بیان کرتا تھااور وہ روتا جاتا تھا جب ان کے حالات سے باخبر ہوا تو اپنے حالات مجھ سے بیان کئے اور فرمایا اے میرے بیٹے اگر میرے حالات چاہتا ہے تو جانو کہ میں نے اپنا نسب اور حال لوگوں سے چھپا رکھا ہے اور یہ اونٹ کرایہ پر لیا ہوا ہے ہر روز ماشکیوں کا کام کرتا ہوں اس میں سے اونٹ کا کرایہ مالک کو دیتا ہوں اور جو کچھ بچتا ہے اپنے اوپر صرف کرتا ہوں اور اگر کسی دن کوئی رکاوٹ پیدا ہوجائے اور اس دن میں پانی کھینچنے کے لئے نہ جاسکوں تو اس دن کا خرچہ میرے پاس نہیں ہوتا کہ اسے صرف کروں پس مجبوراً کوفہ سے باہر چلا جاتا ہوں اور بچی ہوئی سبزیوں سے یعنی کاہو کے پتے اور کھیرے کے چھلکے وغیرہ جنہیں لوگ پھینک دیتے ہیں جمع کرکے انھیں اپنی غذا قرار دیتا ہوں اور اس مدت میں کہ چھپا ہوا ہوں میں نے اسی گھر میں قیام کیا ہوا ہے اور گھر کا مالک ابھی تک مجھے نہیں پہچانتا اور کچھ مدت میں اس گھر میں رہا تھا کہ اس نے اپنی لڑکی کی شادی مجھ سے کردی اور خدا نے مجھے اس سے ایک بیٹی کرامت فرمائی جب وہ بلوغ کو پہنچی تو اس کی ماں مجھ سے کہنے لگی کہ یہ لڑکی فلاں ماشکی کے لڑکے سے بیاہ دو جو ہمارا ہمسایہ ہے کیونکہ وہ اس کی خواستگاری کیلئے آئے ہیں میں نے کوئی جواب نہ دیااور میری بیوی بہت اصرار کرتی رہی اور میں جواب میں خاموش تھااور جرات نہیں کرسکتا تھا کہ اپنا نسب اس سے کہہ سکوں اور اسے خبر دوں کہ میری بیٹی اولاد پیغمبر ہے اور وہ کفو اور ہمشان فلاں ماشکی کے بیٹے کی نہیں اور ہمیشہ میری بیوی میرے فقروفاقہ افلاس اور گمنامی کو دیکھتے ہوئے اس معاملہ میں اصرار یہاں تک کہ میں تدبیر کار سے عاجز آگیااور خدا سے اس امر کی کفایت چاہی خداوند عالم نے میری دعا قبول کی اور چند دنوں کے بعد میری بیٹی مرگئی اور اس کے دکھ سے مجھے راحت ملی لیکن میرے بیٹا ایک دکھ میرے دل میں موجود ہے کہ میں گمان نہیں رکھتا کہ کسی کے دل میں اس قدر دکھ اور درد ہوگا اور وہ دکھ یہ ہے کہ جب تک میری بیٹی زندہ تھی میں اس سے اپنے آپ کو پہنچانو اس کا اور نہ اسے یہ بتاسکا ہوں کہ اے نور دیدہ تو اولاد رسول میں سے ہے اور تو بی بی ہے نہ کہ ایک مزدور اور ماشکی کی بیٹی اور وہ مرگئی لیکن اپنی عزت وشان کو نہ پہچان سکی پھر میرے چچا نے مجھ کو رخصت کیااور مجھے قسم

دی کہ دوبارہ اس کے پاس نہ جاؤں مبادا کہ لوگ سمجھ جائیں اور اسے پہچان لیں اور وہ مصیبت میں پھنس جائے پھر میں چند دنوں کے بعد ایک دفعہ دوبارہ اسے دیکھنے کے لئے گیا لیکن میں نے اسے نہیں دیکھا بس وہی ایک ملاقات میری اس سے ہوسکی خلاصہ یہ کہ عیسیٰ جب تک زندہ رہا اس کی یہی حالت رہی مہدی کے دل میں اس کا بہت خوف تھا اور کسی طرح سے مہدی کو اس کا پتہ نہ چل سکا تھا اور جس حیلہ و تدبیر سے اس نے چاہا کہ عیسیٰ کو تلاش کرے نہ ہوسکا یہاں تک کہ عیسیٰ کی وفات ہوگئی ابوالفرج نے قصیب واشی سے روایت کی ہے جو کہ زید بن علی کا صحابی اور عیسیٰ بن زید کا مخصوص دوست تھا وہ کہتا ہے کہ جس زمانہ میں عیسیٰ کوفہ میں چھپا ہوا تھا کبھی کبھار ہم اس کو دیکھنے کے لئے ڈرتے ہوئے اس کے پاس جاتے تھے اور بعض اوقات وہ صحرا میں ہوتا اور آب کشی کرتا پس ہمارے پاس بیٹھتا اور ہم سے باتیں کرتا اور کہتا کہ خدا کی قسم میں دوست رکھتا ہوں کہ میں تمہارے متعلق ان سے بے خوف ہوتا یعنی خلیفہ اور اس کے اعوان و انصار سے تو میں تمہاری ملاقات کا شوق رکھتا ہوں اور ہمیشہ خلوتوں اور بستر پر سونے میں تمہیں یاد رکھتا ہوں اب جاؤ تا کہ تمہاری جگہ اور تمہارا معاملہ شہرت نہ پکڑے اور تمہیں کوئی برائی یا ضرر نہ لاحق ہو اور عمدۃ المطالب میں ہے کہ ایک وقت محمد مہدی حلوان کی ایک جگہ گیا تو یہ شعر ایک دیوار پر لکھے ہوئے دیکھے "منخرق الخفین یشکو الوجی" پھٹی ہوئی جوتیوں والا پاؤں کے درد کی شکایت کرتا ہے الخ

اور عیسیٰ کو چند افراد پہچانتے تھے اور پوشیدہ طور پر اس کے حالات سے باخبر تھے ایک ان میں سے ابن علاق صیرفی اور دوسرا حاضر اور تیسرا صباح زعفرانی اور چوتھا حسن بن صالح تھا اور مہدی اس بات کے پیچھے لگا ہوا تھا کہ اگر عیسیٰ کو نہ پا سکے تو کم از کم ان چند افراد پر کامیاب ہو جائے یہاں تک کہ حاضر پر اسے کامیابی حاصل ہوگئی اور اسے قید کر دیا اور ہر حیلہ کے ساتھ اس نے چاہا کہ اسے حاضرین سے عیسیٰ اور اس کے ساتھیوں کی خبر ملے لیکن اس نے مخفی رکھا اور ظاہر نہ کیا یہاں تک کہ انھوں نے قتل کر دیا۔

اور جب عیسیٰ کی وفات ہوئی تو دو چھوٹے بچے اس کے رہ گئے صباح ان کی کفالت کرتا تھا اور منقول ہے کہ صباح نے حسن سے کہا جب کہ عیسیٰ کی وفات ہوگئی ہے تو کیا مانع ہے کہ ہم اپنے آپ کو ظاہر کریں اور عیسیٰ کی موت کی خبر مہدی کو دے دیں تا کہ اسے راحت پہنچے اور ہم بھی اس کے خوف سے مامون ہو جائیں کیونکہ مہدی ہمیں عیسیٰ ہی کے لئے تلاش کرتا تھا اب جب کہ وہ فوت ہو گیا ہے اب اسے ہم سے کوئی سروکار نہیں حسن کہنے لگا نہیں خدا کی قسم میں دشمن خدا کی آنکھ ولی اللہ نبی کے بیٹے کی موت سے روشن نہیں کروں گا اور ایک رات جو میں حالتِ خوف میں کاٹوں وہ ایک سال کے جہاد اور عبادت سے بہتر ہے۔

صباح کہتا ہے کہ جب عیسیٰ کی موت کو دو ماہ گذرے تو حسن بن صالح بھی فوت ہو گیا اس وقت میں احمد و زید عیسیٰ کے یتیموں کو لے کر بغداد کی طرف گیا جب بغداد پہنچا تو بچوں کو ایک گھر میں رکھا اور خود پرانا لباس پہن کر مہدی کے دارالخلافہ کی طرف گیا جب میں وہاں پہنچا اور میں نے کہا کہ میں صباح زعفرانی ہوں اور دربار میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی خلیفہ نے مجھے بلایا جب میں اس کے پاس گیا تو اس نے کہا تو ہے صباح زعفرانی میں نے کہا جی ہاں کہنے لگا لا حیاک اللہ ولا بیاک اللہ ولا قرب دارک نہ خدا تجھے زندہ رکھے اور نہ تجھے کسی چیز کا مالک بنائے اور نہ تیرے گھر کو قرب قرار دے اے دشمن خدا تو ہے وہ جو لوگوں کو میرے دشمن عیسیٰ کی بیعت لیتا تھا میں نے کہا ہاں وہ کہنے لگا پس تو اپنے پاؤں سے چل کر موت کی طرف آیا ہے میں نے کہا اے امیر میں تمہارے لئے بشارت

اور تعزیت لے کر آیا ہوں وہ کہنے لگا تیری بشارت اور تعزیت کیا تو میں نے کہا بشارت تو عیسیٰ بن زید کی موت کی وجہ سے ہے اور تعزیت بھی عیسیٰ کی وجہ سے کی ہے کیونکہ عیسیٰ آپ کا چچا زاد اور قریبی تھا مہدی نے جب یہ سنا اس نے محراب کی طرف رخ کیا اور سجدہ شکر بجالایا اور حمد خدا کی اس کے بعد پوچھا کہ عیسیٰ نے کب وفات پائی میں نے کہا دو ماہ گذرے ہیں کہنے لگا تو اس وقت تو نے مجھے خبر کیوں نہیں کی میں نے کہا حسن بن صالح مجھے ایسا نہیں کرنے دیتا تھا یہاں تک کہ جب وہ بھی مر گیا تو میں تیرے پاس آیا ہوں مہدی نے جب حسن کی موت کی خبر سنی تو دوبارہ سجدہ کیا اور کہنے لگا الحمد للہ کہ خدا نے اس کے شر کی مجھ سے کفایت کی کیونکہ وہ میرے دشمنوں میں زیادہ سخت تھا اس وقت کہنے لگا اے شخص جو کچھ چاہتا ہے مجھ سے طلب کر کہ تیری حاجت پوری ہوگی اور میں تجھے مال دنیا سے بے نیاز کر دوں گا میں نے کہا خدا کی قسم میں تجھ سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کرتا اور نہ تجھ سے کوئی حاجت چاہتا ہوں سوائے ایک حاجت کے وہ کہنے لگا وہ کونسی ہے میں نے کہا عیسیٰ بن زید کے یتیموں کی کفالت خدا کی قسم اگر میرے پاس کچھ ہوتا کہ جس سے میں ان کی کفالت کر سکتا تو میں یہ بھی تجھ سے طلب نہ کرتا اور انھیں بغداد وہ لے آتا پس میں نے عیسیٰ اور اس کے بچوں کے حالات نقل کئے اور میں نے کہا اے امیر جب تک کہ عیسیٰ زندہ تھا سقائی اور ماشکی کا کام کرتا تھا اور جو کچھ اس کام سے اسے ملتا اسے وہ اپنے بچوں پر خرچ کرتا اور جب عیسیٰ فوت ہو گیا تو اس کے پاس کچھ نہیں تھا جو اس کے بچوں کی سرپرستی کرتا لہٰذا میں نے انھیں اپنے گھر والوں میں شامل کر لیا لیکن میں ان کے اخراجات سے عاجز ہوں اور میرے پاس کچھ نہیں ہے اور بھوک و پریشانی کا ان پر اتنا غلبہ ہے قریب ہے کہ وہ مر جائیں چونکہ وہ آپ کے عزیز اور رشتہ دار ہیں لہٰذا وہ اس کے مستحق ہیں کہ انھیں باپ کی شفقت دو اور انھیں بھوک سے بچاؤ مہدی نے جب بچوں کی حالت سنی تو بے اختیار رونے لگا یہاں تک کہ اس کے آنسو گرنے لگے کہنے لگا اے شخص خدا تجھے جزائے خیر دے تو نے بڑا اچھا کیا کہ مجھے ان کے حالات کی خبر دی اور تو نے ان کے حق کو ادا کیا ہے بیشک عیسیٰ کے بچے میرے بچوں کی طرح ہیں اب جاؤ اور انھیں میرے پاس لے آؤ میں نے کہا ان کے لئے امان ہے کہنے لگا ہاں وہ خدا کی امان اور میری امان میں اور میرے ذمہ اور میرے آباؤ اجداد کے ذمہ ہیں۔ میں بار بار اسے قسم دیتا تھا اور اس سے امان کا عہد لیتا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں انھیں اسی کے پاس لے آؤں اور انھیں کوئی تکلیف و آسیب پہنچے اور مہدی بھی بار بار انھیں امان دیتا تھا یہاں تک کہ اس نے گفتگو کے آخر میں کہا اے میرے دوست چھوٹے بچوں کا کیا قصور ہے کہ میں انھیں کسی قسم کی تکلیف دوں جو میری سلطنت سے معارضہ کرتا تھا وہ ان کا باپ تھا اگر وہ بھی میرے پاس آتا اور مجھ سے نزاع نہ کرتا تو مجھے اس سے بھی کوئی سروکار نہ ہوتا چہ جائیکہ چھوٹے یتیم بچے ابھی جاؤ اور انھیں میرے پاس لے آؤ خدا تمھیں جزائے خیر دے اور تجھ سے بھی میں خواہش کرتا ہوں کہ میرے عطیہ کو قبول کرو میں نے کہا مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں اس وقت میں گیا اور عیسیٰ کے بچوں کو لے آیا جب مہدی نے انھیں دیکھا تو ان کی حالت پر رقت کی اور انھیں اپنے ساتھ چمٹا لیا اور ایک کنیز کو حکم دیا کہ ان بچوں کی پرستاری کرو اور چند آدمی بھی ان کی خدمت کے لئے موکل کئے اور میں بھی تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد ان کے حال کی تحقیق کرتا رہتا اور مسلسل دار الخلافہ میں تھے یہاں تک کہ محمد امین خلیفہ ہوا اور مارا گیا تو اس وقت میں وہ دار الخلافہ سے باہر نکلے زید بیمار ہو کر مر گیا اور احمد کہیں روپوش ہو گیا۔

موسیٰ بن مہدی ملقب بہ ھادی کی خلافت کا ذکر

۲۳ محرم ۱۶۹ھ میں جب مہدی نے ماسبذان میں وفات پائی تو خلافت موسیٰ ہادی کی طرف منتقل ہوئی اور موسیٰ اس وقت جرجان میں اہل طبرستان سے جنگ کے لئے گیا ہوا تھا اور اس کے بھائی ہارون رشید نے ہادی کے لئے اہل ماسبذان اور بغداد کے لوگوں سے بیعت لی اور ہادی کے پاس قصد بھیجا اور بغداد کی طرف آیا اور عموی بیعت واقع ہوئی اور ہادی فسادات قلب اور کثرت ادب وشجاعت میں مشہور تھا اور اسے طبق (ہر ایک پر غالب آنے والا) کہتے تھے اس کی جرأت وہمت کے متعلق نقل کرتے ہیں کہ ایک دن وہ اپنے ایک باغ میں گدھے پر سوار ہو کر سیر کر رہا تھا قضائے کار ایک خارجی کو قید کر کے اس کے پاس لا رہے تھے جب وہ خارجی باغ میں داخل ہوا تو اس نے ایک سپاہی سے تلوار چھین لی اور موسیٰ کو قتل کرنے کے ارادے سے دوڑا موسیٰ کے نوکروں نے جب ننگی تلوار دشمن کے ہاتھ میں دیکھی تو وہ اپنی جان کے خوف سے بھاگ کھڑے ہوئے لیکن موسیٰ اسی وقار واطمینان کے ساتھ اپنی سواری پر سوار کھڑا رہا اور کسی قسم کی وحشت اور دہشت اسے نہ ہوئی یہاں تک کہ وہ خارجی اس کے قریب پہنچ گیا اچانک موسیٰ نے چیخ کر کہا اس مرد خارجی کی گردن اڑا دو حالانکہ اس کے پاس کوئی آدمی موجود نہیں تھا خارجی کو گمان ہوا کہ کوئی شخص اس کو قتل کرنا چاہتا ہے اس نے ادھر ادھر دیکھا تا کہ وہ معلوم کرے کہ موسیٰ کس کو حکم دے رہا ہے جب وہ شخص اطراف کی طرف متوجہ ہوا تو موسیٰ نے اپنے آپ کو سنبھال کر اچانک اس پر گرا دیا اور اسے زمین پر پٹخ دیا اور تلوار اس کے ہاتھ سے چھین لی اور اس کی گردن اڑا دی موسیٰ کے غلام بہت وحشت میں پڑ گئے کہ کہیں موسیٰ انھیں نہ مار دے لیکن وہ ان سے معترض نہ ہوا مگر اس کے بعد وہ کبھی گدھے پر سوار نہ ہوا اور تلوار بھی کبھی اپنے سے جدا نہ کی۔

موسیٰ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں چاہا کہ اپنے بھائی رشید کو ولی عہدی سے معزول کر کے ولایت عہد اپنے بیٹے جعفر کو تفویض کرے۔لیکن جعفر مر گیا اور اس کی خواہش پوری نہ ہو سکی۔

جعفر کی وفات بغداد میں ۱۴ یا ۱۸ ربیع الاول ۱۷۰ھ میں ہوئی اور اس کی عمر تقریباً پچیس سال تھی اور اسی سال ربیع حاجب کی وفات بھی ہوئی۔

اور ۱۷۰ھ ہی میں جیسا کہ ابن خلکان نے کہا ہے خلیل بن احمد امامی عروضی نحوی لغوی نے بصرہ میں وفات پائی اور خلیل سیبویہ اور نضر بن شمیل کا استاد ہے اور علم عروض خلیل نے استنباط کیا ہے اور اس کی عقلمندی علم وزہد صلاح وحلم ووقار کی مدح کی گئی ہے اور حکمت ودانائی کی بہت سی باتیں اس سے منقول ہیں اور وہ اس شعر کو بہت پڑھا کرتا تھا۔

وَاذا افتقرت الی الذخائر ولم تجد
ذخرا یکون کصالح الاعمال

جب تو خزانوں کی طرف محتاج ہو تو اچھے اعمال جیسا ذخیرہ اور خزانہ تجھے نہیں ملے گا۔

اور یہ خلیل کا کلام ہے امیر المومنین کے حق میں

احتیاج الکل الیہ و استغناءہ عن الکل
دلیل و علی انہ امام الکل

تمام لوگوں کا علی کی طرف محتاج ہونا اور علی کا سب سے مستغنی ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ سب کے امام ہیں اور کہا گیا کہ خلیل کا باپ پہلا شخص ہے کہ رسول خدا کے بعد جس کا نام احمد ہے کہتے ہیں کہ ایک دفعہ لوگوں نے خلیل سے خواہش کی کہ امیر المومنینؑ کی کوئی فضیلت بیان کرے کہنے لگا میں کیا کہہ سکتا ہوں اس شخص کے حق میں کہ جس کے دوستوں نے اس کے فضائل دشمنوں کے خوف کے مارے چھپائے اور دشمنوں نے اس کے فضائل کے چھپانے کی کوشش حسد و بغض کی وجہ سے کی اور باوجود اس کے کہ دوست و دشمن نے ان کے فضائل کو چھپایا ہے پھر بھی اتنے فضائل ان کے ظاہر ہوئے کہ مشرق و مغرب کو پر کر دیا ہے۔

مولف کہتا ہے کہ خلیل کی فرمائش انتہائی متین و پختہ ہے اور یہ خوارق عادات بلکہ امیر المومنینؑ کے واضح معجزات میں سے ہے ورنہ ان حالات میں تو آنجنابؑ کی کوئی فضیلت نقل نہ ہونی چاہیے تھی اور آپ کا نور خاموش ہو جاتا بلکہ فضائل کے بجائے آپؑ کے گھڑے ہوئے مثالب و مطاعن منتشر ہوتے نہ یہ کہ آپؑ کے فضائل و مناقب مشرق و مغرب عالم کو پر کرتے جمہور اور سب لوگ دوست و دشمن مجبوراً آپؑ کی مدح کرتے ہیں یریدون لیطفئو نور اللہ بافواھم ویابی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکافرون وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں اور خدا انکار کرتا ہے مگر یہ کہ وہ اپنے نور کو تمام کرے اگر چہ کافر ناپسند کرتے ہیں۔

اور ہم کتاب منتھی میں اس مطلب کی طرف اشارہ کر چکے ہیں اور ابن شہر آشوب سے روایت کی ہے کہ انھوں نے نقل کیا ہے لوگوں نے ایک عرب عورت کو مسجد کوفہ میں دیکھا جو کہہ رہی تھی اے وہ شخص جو آسمانوں میں مشہور ہے اور زمینوں میں مشہور ہے اور آخرت میں مشہور سلاطین جور اور زمانہ کے جبار بادشاہوں نے اپنی ہمت و طاقت صرف کی کہ تیرے نور کو خاموش کریں لیکن خدا نے نہ چاہا اور اس نے اس کی روشنی کو زیادہ تر کیا اس عورت سے لوگوں نے کہا ان کلمات سے تیرا مقصود کون شخص ہے کہنے لگی امیر المومنین یہ کہہ کر لوگوں کی نظروں سے غائب ہوگئی۔

اور کثیر روایات کے ساتھ شعبی سے روایت ہوئی ہے وہ کہتا تھا میں ہمیشہ سنتا رہتا تھا کہ بنی امیہ کے خطیب منبروں پر امیر المومنینؑ کو سب کرتے تھے اور حضرتؑ کو برا بھلا کہتے تھے اس کے باوجود گویا کوئی آپ کا بازو پکڑ کر آسمان عظمت و فضیلت پر لے گیا اور آپ کی رفعت مرتبہ کو ظاہر کیا۔

اور یہ بھی سنتا رہا ہوں کہ وہ (دشمنان علیؑ) ہمیشہ مدائح و مناقب اپنے گزرے ہوئے بڑوں کے بیان کیا کرتے تھے لیکن یوں معلوم ہوتا کہ کسی مردار چیز کو لوگوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں یعنی جتنی مدح اور اچھائی اپنے بڑوں کی بیان کرتے بڑی عفونت و گندگی ان سے زیادہ ظاہر ہوتی اے ابوالحسن میرے ماں باپ آپؑ پر قربان ہو جائیں آپؑ وہ ہستی ہیں کہ دوست دشمن جس کے

مدائح و مناقب کے ذکر کرنے سے رطب اللسان اور عذب البیان ہیں۔

شهد الانام بفضله حتی العدی
والفضل ما شهدت به الاعداء

وہ ہیں کہ دشمنوں تک آپؑ کی فضیلت کی گواہی دی ہے اور فضیلت بھی وہی ہے کہ جس کی دشمن گواہی دیں۔ خلاصہ یہ کہ خلیل مرد جلیل القدر ہے اور اس کے حکمت آمیز کلمات بہت ہیں ان میں سے ایک کلام یہ ہے علم تجھے اپنا کچھ حصہ نہیں دے گا جب تک تو اپنا کل کا کل اس کو نہ عطا کر دے اور پھر جب تجھے وہ اپنا کچھ حصہ دے دے اور تو اسے اپنا سب کچھ دے دے تب بھی خطرے میں ہے اور ان میں سے یہ کلام ہے کہ انسان اپنے معلم واستاد کی غلطی کو نہیں سمجھ سکتا جب تک اس کے غیر کے پاس نہ بیٹھے اور اس کا یہ کلام ہے کہ انسان کا ذہن سب سے زیادہ صاف سحری کے وقت ہوتا ہے اور یہ بھی اس کا کلام ہے کہ بہترین فقرہ جو انسان کو طلب علم اور معرفت کی طرف رغبت دلاتا ہے وہ حضرت امیر المومنینؑ کا ارشاد ہے قدر کل امرء ما یحسن ہر شخص کی قدر و منزلت وہی چیز ہے جو اسے حسین بنائے اور بھی خلیل کا کلام ہے اور حکایت کی گئی ہے کہ ایک شخص خلیل کے پاس حاضر ہوا اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا تو وہ شخص کہنے لگا اے شخص میں دور کا سفر کر کے آپ کے پاس آیا ہوں آپ میرے بیٹے کو کچھ مقدار علم نجوم نحو طب اور فرائض فقہ سکھائیں اور گدھا دروازے پر موجود ہے تو خلیل نے اس سے کہا کہ ثریا وسط آسمان میں ہے اور فاعل مرفوع ہوتا ہے اور کابلی ہرڑ صفراء کو دور کرتی ہے اور اگر ایک شخص مر جائے اور دو بیٹے چھوڑ جائے تو مال ان کے درمیان برابر برابر تقسیم ہوگا پھر فرمایا کھڑا ہو جا اے بیٹا اور مسعودی کی مروج الذہب میں ہے کہ موسیٰ ہادی کے زمانہ میں حسینؑ بن علی حسنی نے خروج کیا اور مقام فخ میں جو مکہ سے چھ میل دور ایک جگہ ہے ترویہ (آٹھ ذی الحجہ) کے دن اس جنگ میں جو آپ کے اور بنی عباس کی ایک جماعت کے درمیان ہوئی شہید ہوئے کہ جن میں سلیمان بن ابو جعفر محمد بن سلیمان بن علی و موسیٰ بن علی و عباس بن محمد بن علی تھے کہ جو ہادی کی طرف سے چار ہزار کا لشکر لے کر حسینؑ بن علیؑ سے لڑنے کے لئے آئے ہوئے تھے اور مقام فخ میں حسین سے گھمسان کی جنگ ہوئی اور حسین کو اس جماعت کے ساتھ جو ان کا ساتھ دے رہی تھی شہید کر دیا اور تین دن تک ان کے جسم زمین پر پڑے رہے کہ کسی نے انھیں دفن نہ کیا یہاں تک درندے اور پرندے ان کا گوشت کھاتے رہے اور جو لوگ حسینؑ بن علیؑ کے ساتھ واقعہ فخ میں تھے ایک سلیمان بن عبداللہ بن حسن تھے کہ جنھیں عباسیوں نے قید کر لیا اور مکہ میں جا کر ان کی گردن اڑا دی اور دوسرے حسن بن محمد بن عبداللہ بن حسن تھے انھیں بھی قید کر لیا تھا اور شہید کر دیا اور ایک عبداللہ بن اسحاق بن ابراہیم بن حسن حسن مثنی تھے وہ بھی اسی واقعہ میں شہید ہو گئے اور جب حسینؑ بن علیؑ کی شہادت کی خبر موسیٰ ہادی کو ملی تو وہ موسیٰ بن عیسیٰ پر غضبناک ہوا اور اس کے اموال اپنے قبضہ میں کر لئے اور جب شہداء کے سر ہادی کے پاس لے آئے اور لانے والے خوشی کر رہے تھے تو موسیٰ ہادی رو رہا تھا اور کہنے لگا تم خوش ہو رہے ہو گویا ترک و دیلم کے کسی شخص کا سر میرے پاس لائے ہو حالانکہ یہ سر تو عترت رسول خدا کے ایک شخص کا ہے اور کم از کم تمہارا بدلہ یہ ہے کہ میں تمھیں کوئی چیز عطا نہیں کروں گا اور حسین اور باقی طالبین میں سے شہدا کے لئے اس زمانہ کے ایک شاعر نے مرثیہ کہا ہے۔

فلابکین علی الحسین بعولة و علی الحسن
وعلی بن عاتکه الذی اثوده لیس له کفن
ترکوه بفخ غدوة فی غیر منزلة الوطن!
کانوا کراما قتلوا لا طائشین ولا جبن!
غسلوا المذلة عنهم غسل الثیاب من الدرن
هدی العباد بجدهم فلهم علی الناس المنن

البتہ میں حسین پر چیخ و پکار کر کے ضرور گریہ کروں گا اور حسن پر اور عاتکہ کے بیٹے پر جسے انھوں نے کفن کے بغیر چھوڑ دیا جنھیں ہم فخ پر صبح کے وقت بے وطنی میں چھوڑ دیا وہ کریم تھے انھیں قتل کیا گیا نہ وہ طیش وغصہ میں آتے تھے اور نہ ہی وہ بزدل انھوں نے اپنے سے ننگ و عار کو اس طرح سے دھویا جیسے کپڑا میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے اور ان کے جد امجد کے ذریعہ سے بندگانِ خدا نے ہدایت پائی پس ان کے لوگوں پر بڑے احسان ہیں اور واقعہ فخ کی کیفیت اور حسین بن علیؑ کی شہادت کی تفصیل ان شاء اللہ کتاب منتھی میں امام حسنؑ کی اولاد کے حالات میں شرح و بسط سے تحریر ہو چکی ہے وہاں رجوع کیا جائے۔

ہارون الرشید بن محمد بن منصور کی خلافت اور اس کے زمانے کے حالات کا ذکر

اور اسی رات کی صبح کہ جس میں ہادی نے دنیا سے کوچ کیا لوگوں نے اس کے بھائی ہارون کی مدینۃ السلام بغداد میں بیعت کر لی اور وہ رات ۱۴ یا ۱۸ ربیع الاول ۱۷۰ھ کی تھی اور بنی عباس کے لئے ایسی رات نہیں آئی کیونکہ اس رات خلیفہ موسیٰ کی وفات ہوئی اور ایک خلیفے رشید کی طرف خلافت منتقل ہوئی اور ایک خلیفہ مومون پیدا ہوا اور ہارون نے تیئیس سال اور چند ماہ خلافت کی اور ہفتہ کی رات تین جمادی الثانی ۱۹۳ھ طوس کی سناباد بستی میں وفات پائی اور اس کی قبر اسی بقعۂ منورہ حضرت رضا سلام اللہ علیہ میں آپ کی قبر اطہر کے پیچھے اس کی قبر ہے اور اس کی عمر چوالیس سال اور چار ماہ تھی۔

اور جب ہارون مسند خلافت پر بیٹھا تو یحییٰ بن خالد برمکی کو اپنا وزیر مقرر کر دیا اور ہارون کو سلطنت سے عظیم حصہ ملا اور منقول ہے کہ ہارون کو اپنے باپ سے ایک بڑی انگشتری ملی اور ہادی نے اپنے زمانہ میں رشید سے مانگی اس نے دینے سے انکار کیا اور اس نے اصرار کیا تو رشید نے وہ انگوٹھی دریائے دجلہ میں پھینک دی اور جب خلافت رشید کو ملی تو اس نے شیشہ کی انگوٹھی اسی جگہ دجلہ میں پھینکی اور

غوطہ زنوں کو حکم دیا کہ انگوٹھی دریا سے نکال لائیں جب غوطہ زنوں نے غوطے لگائے تو پہلی قیمتی انگوٹھی نکال لائے ہارون نے اس کو فال نیک سمجھا اور جاحظ سے منقول ہے کہ اس نے کہا ہارون کے لئے ایسی چیزیں جمع ہو گئی تھیں جو اس کے غیر میں جمع نہیں ہو سکیں کیونکہ اس کے وزراء برامکہ تھے اس کا قاضی ابو یوسف تھا اس کا شاعر مروان بن ابو حفصہ تھا اس کا ندیم وساتھی عباس بن محمد اس کے باپ کا چچازاد بھائی تھی اس کی بیوی زبیدہ تھی اس کا گویّا ابراہیم موصلی تھا اس کا حاجب فضل بن ربیع تھا اور ان میں سے ہر ایک کے خصوصیات اور امتیازات ہیں اور رشید کے زمانہ میں ۱۷۳ھ میں خیزران ہادی اور رشید کی ماں کی وفات ہوئی اور رشید اس کے جنازہ کے آگے آگے جا رہا تھا اور منقول ہے کہ خیزران کا غلہ سولہ کروڑ درہم تھا۔

اور اسی سال محمد بن سلیمان عباسی نے دنیا سے کوچ کیا اور رشید نے اس کے بصرہ میں جو اموال تھے ان پر قبضہ کر لیا اور اس کا غلہ ہر روز ایک لاکھ درہم تھا اور ۱۷۴ھ میں عبداللہ بن لہیعہ بروزن ربیعہ نے مصر میں وفات پائی اور وہ منصور کی طرف سے مصر کا قاضی تھا اور ۱۷۴ھ ہی میں ابو علی شقیق بلخی بن ابراہیم صوفی ماوراء النہر کے علاقہ میں رفض کی تہمت میں مارا گیا اور شقیق بلخی خراسان کے کبار مشائخ میں سے اور حاتم اصم کا استاد تھا اور اس کے تشیع کا احتمال کیا گیا ہے اور یہ کسی امیر کبیر کا بیٹا تھا اس نے بتوں کے خادم کی زبانی ایک بات سنی اور توبہ کر لی اور شقیق سے منقول ہے کہ میں نے پانچ چیزیں سات سو علماء سے پوچھیں سب نے مجھے ایک جیسا جواب دیا میں نے پوچھا عقلمند کون ہے انھوں نے کہا جو دنیا کو دوست نہ رکھتا ہو میں نے پوچھا زیرک و ہوشیار کون ہے کہنے لگے جو دنیا پر فریفتہ اور مغرور نہ ہو میں نے پوچھا غنی کون ہے کہنے لگے جو خدا کی تقسیم پر راضی ہو میں نے کہا فقیر کون ہے کہنے لگے جس کا دل زیادہ کی طلب و تلاش میں ہو میں نے پوچھا بخیل کون ہے کہنے لگے جو اس حق اللہ کو روک رکھے جو اس کے مال سے متعلق ہے اور ۱۷۵ھ میں شریک بن عبداللہ بن سنان نخعی نے وفات پائی اور وہ کوفہ میں مہدی کے زمانہ میں قاضی تھا اور ہادی نے اسے معزول کر دیا اور اس کی حکایت مہدی کے ساتھ پہلے گزر چکی ہے اور شریک اگر شیعہ نہیں تھا تو شیعہ اور آئمہ شیعہ سے عناد بھی نہ رکھتا تھا البتہ اس کے متعلق مذمت وارد ہوئی ہے جیسا کہ ہمارے مولانا صادق سے ایک حدیث میں منقول ہے شریک کے لئے کیا ہے خدا اسے قیامت کے دن جہنم کے ایک جال میں پھنسائے گا اور یہ شریک شریک بن اعور سلمی کے علاوہ ہے کہ جو امیر المومنین کے اصحاب میں سے تھا اور ابن زیاد کے ساتھ بصرہ سے کوفہ آیا تھا اور ہانی کے مکان پر رہا تھا اور بیمار ہو گیا تھا اور ہانی و مسلم کی شہادت سے پہلے فوت ہو گیا تھا اور کوفہ میں دفن ہوا اور احقر کا گمان ہے کہ شاید اس کی قبر ثویہ میں ہے اس جگہ کہ جہاں احنف زیاد بن ابیہ ابو موسیٰ اشعری اور مغیرہ دفن ہیں اور جناب کمیل کی قبر بھی اسی جگہ ہے۔

اور اس کی ایک لطیف حکایت ہے معاویہ بن ابو سفیان کے ساتھ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ میں اس حکایت کو وارد کروں بزرگوں نے نقل کیا ہے کہ شریک اعور معاویہ کے ہاں گیا پس معاویہ نے اس سے خدا کی قسم تو شریک ہے حالانکہ خدا کا کوئی شریک نہیں اور تو اعور (کانا) کا بیٹا ہے اور حالانکہ بینا کانے سے بہتر ہے اور تو پستہ قد اور بدصورت ہے حالانکہ لمبے قد والا خوبصورت پست قد سے بہتر ہے پس تو اپنی قوم کا سردار کیسے ہو گیا تو شریک نے اس سے کہا تو معاویہ ہے حالانکہ معاویہ بھونکنے والی

کتیا ہے جو کتوں کو بھونکواتی ہے۔

اور تو صخر (سخت پتھر) کا بیٹا ہے اور سہل زمین پتھر سے بہتر ہے اور تو حرب (جنگ) کا بیٹا ہے حالانکہ صلح جنگ سے بہتر ہے اور تو امیہ کا بیٹا ہے اور امیہ اس لونڈی کو کہتے ہیں جو حقیر و ذلیل ہو اور اسے حقیر و ذلیل سمجھا جائے پس تو کس طرح مومنوں کا امیر بن بیٹھا ہے تو معاویہ غصے میں آ گیا اور شریک اٹھ کر چلا گیا اور وہ کہتا جاتا تھا ایشتملی معاویة ابن صخر و سیفی صارم و معی لسانی فلا تبسط علینا یا ابن هند لسانك ان بلغت ذری الامانی کیا صخر کا بیٹا معاویہ مجھے گالی دیتا ہے جب کہ میری تلوار کاٹنے والی ہے اور میرے ساتھ میری زبان ہے اے ہند کے پوت ہم پر زبان نہ کھول اگر تو امیدوں کی چوٹی تک پہنچ گیا ہے (آخر ابیات تک)

نیز ۱۷۵ھ میں معویہ بن عمار کوفی نے جو اصحاب امامیہ میں ثقات میں سے ہے وفات پائی۔

اور ربیع الاول ۱۷۹ھ میں مالک بن انس بن مالک مدنی نے جو اہل سنت والجماعت کے چار اماموں میں سے ایک ہیں مدینہ میں وفات پائی اور منقول ہے کہ ۹۵ھ میں مالک پیدا ہوئے اور اس کی مدت حمل تین سال تھی اور جعفر بن سلیمان عباسی منصور کے چچازاد نے مالک کو گرفتار کر کے ستر کوڑے لگائے موطا میں جو صحاح ستہ میں سے ایک کتاب ہے مالک کی تصنیف ہے اور اس کی قبر بقیع میں ازواج رسول کی دفن والی جگہ میں مشہور ہے۔

اور ۱۸۰ھ میں عمر بن عثمان نحوی فارسی نے جو سیبویہ کے لقب سے مشہور ہے وفات پائی اور خلیل بن احمد و عیسیٰ بن عمرو یونس اور اخفش اکبر کا شاگرد ہے اور اس کی کتاب الکتاب نامی مشہور ہے اور جاحظ اس کا ایک نسخہ محمد بن عبدالملک زیات کے لئے بطور ہدیہ لے گیا اور کسائی سے اس کے مباحثہ کا واقعہ مشہور ہے اور قصیدہ زنبوریہ اسی حکایت و واقعہ سے متعلق ہے۔

اور ۱۸۱ھ میں مروان بن ابی حفصہ یمامی مشہور شاعر کی بغداد میں وفات ہوئی اور مروان نے مہدی و ہارون اور معن بن زائدہ کی بڑی مدح کی ہے اور منقول ہے کہ علویین کی ہجو کر کے مروان کا قرب حاصل کرتا تھا اور ظاہراً اس کے اشعار میں سے ہے کہ جو مہدی کی مدح میں کہے ہیں خدا اس کی قبر کو جہنم کی آگ سے پر کرے

وا کرم قبر بعد قبر محمد
نبی الهدی قبر بما سبذان

اور زیادہ باعزت قبر نبی ہدایت محمدؐ کی قبر کے بعد وہ قبر ہے جو ماسبذان میں ہے۔

اور ۱۸۱ھ میں واصل بن عطا معتزلی نے وفات پائی اور واصل بن عطا حسن بصری کے پاس بیٹھا کرتا تھا پس جب اختلاف ظاہر ہوا اور خوارج نے کہا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے اور ایک جماعت نے کہا کہ وہ مومن ہے اگرچہ گناہ کبیرہ کی وجہ سے فاسق ہو جاتا ہے تو واصل بن عطا دونوں گروہوں سے الگ ہو گیا اور اس نے کہا کہ اس امت کا فاسق نہ مومن ہے اور نہ کافر بلکہ یہ دونوں منزلوں کے درمیان ایک منزل ہے پس حسن نے اسے اپنی مجلس سے دھتکار دیا تو وہ اس سے معتزل اور الگ ہو گیا اور واصل کے ساتھ

عمر بن عبید اٹھنے بیٹھنے لگا اور ان دونوں اور ان کے پیروکاروں کو معتزلہ کہا گیا اور یہ نام انھیں قتادہ بن دعامہ سدوسی نے دیا اور واصل ابن عطاء زمانہ کے عجائبات میں سے تھا کیونکہ وہ لفظ را میں بہت تتلاتا تھا اور حرف صحیح نہیں ادا کرسکتا تھا لہٰذا وہ اپنی گفتگو میں حرف "را" نہیں آنے دیتا تھا اور وہ اپنی قدرت کلامی اور سہولت الفاظ کی وجہ سے یہ سمجھنے بھی نہیں دیتا تھا اور حرف را کے ساقط کرنے میں اس کو ضرب المثل قرار دیا گیا تھا۔

اور یہ چیز شعراء نے اپنے کلام میں بہت استعمال کی ہے شاعر کہتا ہے۔

اجعلت وصلی [illegible] تنطبق به
وقطعتنی [illegible] کانک واصل

اور اس شعر کا لطف مخفی نہیں اور دوسرا شاعر کہتا ہے۔

فلا تجعلنی مثل همزة واصل
فتلحقنی حذفا ولا راء واصل

پس مجھے ہمزہ وصل کی طرح نہ قرار دے تاکہ مجھے محذوف کے ساتھ ملحق کردے اور نہ راء واصل کی اور میں کہتا ہوں کہ اس امر میں واصل کے ساتھ صاحب بن عباد شباہت رکھتا ہے جیسا کہ عنقریب انشاءاللہ آئے گا۔

اور ۱۸۲ھ اور ایک قول ہے ۱۹۲ھ میں ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم حنفی کوفہ کے قاضی القضاۃ نے وفات پائی اور کہا گیا ہے کہ ابو یوسف پہلا شخص ہے جو قاضی القضاۃ سے ملقب ہوا ہے اور پہلا شخص ہے کہ جس نے علماء کے لباس کو بدلا اور ممتاز کیا ہے کیونکہ اس سے پہلے عالم اور غیر عالم کے لباس میں کوئی تمیز نہیں ہوتی تھی اور سب ایک ہی لباس میں ہوا کرتے تھے اور اس کی قبر صحن مقدس کاظمین کے مشرقی حصہ میں ہے اور اس سال یونس بن حبیب نحوی کی وفات [illegible] ہوئی ہے۔

نیز ۱۸۲ھ میں ثقہ جلیل القدر علی بن یقطین کی بغداد میں وفات [illegible] ہے اور [illegible] کا باپ یقطین مروان حمار کے زمانہ میں وجوہ دعاۃ (بنی عباس کی خلافت کی دعوت دینے والے) میں سے تھا پس مروان [illegible] کو اس کی تلاش میں بھیجا تو وہ بھاگ گیا اور روپوش ہو گیا اور ۱۲۴ھ میں یقطین کا بیٹا علی کوفہ میں پیدا ہوا پھر اس کی بیوی بھی اپنے دونوں بیٹوں علی و عبید کے ساتھ مدینہ کی طرف مروان کے خوف سے بھاگ گئی اور وہ ہمیشہ پیچھے رہے یہاں تک کہ مروان مارا گیا اور عباسیوں کی حکومت ظہور پذیر ہوئی تب یقطین ظاہر ہوا اور اس کی بیوی اس کے بیٹوں کے ساتھ اپنے وطن کوفہ کی طرف لوٹ آئی اور یقطین سفاح اور منصور کی خدمت میں رہا اور باوجود اس کے کہ وہ شیعہ مذہب اور امامت کا قائل تھا اور اسی طرح اس کے بیٹے اور کبھی کبھی وہ اپنا مال حضرت صادقؑ کو بھیجا کرتا تھا اور منصور و مہدی کے پاس یقطین کی چغلی کھائی گئی خداوند عالم نے اسے ان کے مکر و فریب سے محفوظ رکھا اور یقطین اپنے بیٹے علی کے پاس زندہ رہا اور ۱۸۵ھ میں وفات پائی خلاصہ یہ کہ علی بن یقطین کی حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کی خدمت میں عظیم منزلت اور بلند مرتبہ تھا

اور حضرتؑ اس کے لئے بہشت کے ضامن ہوئے تھے اور چند احادیث میں ہے کہ حضرتؑ نے فرمایا ضمنت لعلی بن یقطین ان لا تمسه النار ابداً میں علی بن یقطین کے لئے ضامن ہوا ہوں کہ اسے آگ کبھی بھی نہیں چھوئے گی اور روایت ہے کہ ایک دفعہ علی حضرت کی طرف رخ کئے جارہا تھا تو حضرتؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ جو شخص دوست رکھتا ہے کہ اصحاب رسول خداؐ میں سے کسی کو دیکھے تو وہ علی بن یقطین کی طرف دیکھے ایک شخص نے عرض کیا تو کیا علی اہل بہشت میں سے ہے حضرتؑ نے فرمایا میں تو یہی گواہی دیتا ہوں کہ وہ اہل جنت میں سے ہے۔

اور داؤد رقی سے روایت ہوئی ہے کہ قربانی کے دن حضرت موسیٰ بن جعفر کی خدمت میں شرفیاب ہوا حضرت نے خود سے ابتداء کرتے ہوئے فرمایا میں جب موقف عرفات میں تھا تو علی بن یقطین مجھے یاد آیا اور مسلسل وہ میری نظر اور دل میں رہا اور مجھ سے جدا نہیں ہوا یہاں تک کہ میں نے افاضہ کیا (عرفات سے مشعر کی طرف چلا)

اور یہ بھی روایت ہوئی ہے کہ ایک سال موقف عرفات میں ڈیڑھ سو آدمی شمار کئے گئے جو علی بن یقطین کے لئے تلبیہ کہتے تھے کہ جنہیں علی نے پیسے دے کر مکہ بھیجا ہوا تھا اور روایت ہے کہ علی بچپن میں اپنے بھائی عبید کے ساتھ حضرت صادقؑ کی خدمت میں پہنچا اور اس وقت علی کے سر پر گیسو تھے تو حضرتؑ نے فرمایا گیسو والے کو میرے پاس لے آؤ پس علی حضرتؑ کے پاس آیا حضرتؑ نے اسے لے کر اس کے لئے خیر و خوبی کی دعا کی۔

اور احادیث علی بن یقطین کی فضیلت میں بہت وارد ہوئی ہیں اور روایت ہوئی ہے کہ جب حضرت موسیٰ بن جعفر عراق تشریف لے گئے تو علی نے اپنی حالت کی حضرتؑ سے شکایت کی جو کہ مجالست و مصاحبت و وزارت ہارون کا ابتلاء ہے تو حضرتؑ نے فرمایا اے علی بیشک اللہ کے کچھ اولیاء و دوست ہیں جو ظالموں کے دوستوں کے ساتھ رہتے ہیں کہ جن کے ذریعہ سے خدا اپنے دوستوں سے مصیبتوں کو دور کرتا ہے اور اے علی تو ان میں سے ایک ہے اور بحار میں ابو علی بن طاہر کی کتاب حقوق المومنین سے منقول ہے کہ علی بن یقطین نے میرے مولا کاظم علیہ السلام سے۔

بادشاہ کی نوکری ترک کرنے کے سلسلہ میں اجازت چاہی تو آپؑ نے اسے اجازت نہ دی اور فرمایا ایسا نہ کرنا کیونکہ ہم تجھ سے مانوس رہتے ہیں اور تیری وجہ سے تیرے بھائیوں کی عزت ہے اور ہو سکتا ہے کہ خدا کسی ٹوٹی ہوئی چیز کو تجھ سے جوڑ دے اور تیری وجہ سے اپنے اولیاء سے مخالفین کے بغض و عداوت کے حملہ کو توڑ دے اے علی تمہارے اعمال کا کفارہ تمہارا اپنے بھائیوں سے احسان و نیکی کرنا ہے تم مجھے ایک چیز کی ضمانت دو کہ جس کسی شخص سے ہمارے اولیاء میں سے ملاقات کرو گے تو اس کی حاجت روائی کرو گے اور اس کی عزت و تکریم کرو گے اور میں تمہارے لئے ضامن ہوتا ہوں کہ تجھ پر قید خانے کی چھت کبھی سایہ نہیں کرے گی اور تلوار کی دھار تجھے نہیں پائے گی اور تیرے گھر میں فقر و فاقہ کا کبھی داخلہ نہیں ہوگا اے علی جو کسی مومن کو خوش کرے پس اس نے اللہ سے ابتداء کی ہے اور دوسرے مقام پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوش کیا اور تیسری جگہ پر ہمیں خوش کیا ہے۔

اور ۱۸۳ھ میں عبداللہ بن معویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابو طالب نے ھرات میں وفات پائی ہے اور اس کی قبر اسی جگہ ہے

اور اس نے مروان حمار کے زمانہ میں خروج کیا اور لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی اور ابو جعفر دوانقی اس کا عامل وکارندہ تھا اور اسی طرح وہ رہا یہاں تک کہ فوت ہو گیا صاحب عمدۃ الطالب کہتا ہے کہ اس کی قبر ہرات کی مشرقی جانب اب تک زیارت گاہ ہے میں نے بھی جا کر ۷۷۶ھ میں اسے دیکھا ہے۔

اور ۱۸۴ھ میں احمد ہارون کے بیٹے نے وفات پائی اور وہ ان افراد میں سے ہے جنھوں نے دنیا میں زہد وتقویٰ کو اپنایا اور عبادت میں مشغول رہے اور احمد سبتی کے نام سے مشہور ہے کیونکہ وہ سبت یعنی ہفتہ کے دن کا کام کیا کرتا تھا اور اپنی مزدوری پورے ہفتہ کے دنوں میں صرف کرتا تھا اور عبادت میں مرتے دم تک مشغول رہا۔ اور ۱۸۵ھ میں ہی یزید بن مزید بن زائدہ شیبانی معن کے بھتیجے نے وفات پائی اور وہ رشید کی حکومت کے امراء اور اعیان میں سے تھا اور وہ مشہور بہادر تھا اور وہی شخص ہے جس نے ولید بن طریف شیبانی خارجی کو حدیثہ میں قتل کیا تھا اور اس کے نادر اخبار وواقعات بہت ہیں۔

اور ۱۸۷ھ کی ابتداء میں فضیل بن عیاض کوفی عارف مرتاض صوفی نے مکہ میں وفات پائی اور منقول ہے کہ وہ پہلے ڈاکو تھا ڈاکے ڈالا کرتا تھا تو بہ کر کے زاہد و پرہیزگار ہو گیا اور اس کی حکایت رشید کے ساتھ اور اس کے عرفانی کلمات مشہور ہیں اور اس کا کلام ہے کہ تین اشخاص کو بدخلقی پر اور غصہ کی ملامت نہیں کی جاسکتی روزہ دار، بیمار اور مسافر۔

تاریخ حبیب السیر میں منقول ہے کہ فضیل کا ایک بیٹا تھا علی نامی جو زہد وعبادت میں باپ سے افضل تھا لیکن وہ ابتدائے جوانی میں مرگیا اور اس کا سبب یہ تھا کہ وہ مسجد الحرام کے چاہ زمزم کے پاس کھڑا تھا اس نے سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے و تری المجرمین یومئذ مقرنین فی الاصفاد اور تو اس دن مجرموں کو دیکھے گا اپنی وہ ہتھکڑیوں میں بندھے ہوئے ہوں گے اس نے ہمام (حضرت امیر کا صحابی کی طرح چیخ ماری اور اس کی روح پرواز کر گئی۔

اور ۱۸۸ھ میں کہا گیا ہے کہ ابراہیم ندیم موصلی جو گانے اور سر تال کے ایجاد میں یکتائے زمانہ تھا مرگیا اور اس کی وفات کے دن عباس بن احنیف یمامی شاعر ابراہیم صولی شاعر کا ماموں بھی مر گیا۔ اور ۱۸۹ھ میں علی حمزہ جو کسائی کے لقب سے مشہور ہے اور محمد بن حسن شیبانی فقیہ حنفی نے وفات پائی اور کسائی علم نحو ولغت وقرأت میں مشہور ہے اور سات قاریوں میں سے ایک ہے اور محمد امین رشید کے بیٹے کا مؤدب اور استاد ہے لیکن ان کمالات کے باوجود شعر نہیں کہہ سکتا تھا یہاں تک کہ کہا گیا کہ علماء لغت عرب میں کسائی سے شعر میں زیادہ جاہل نہیں اور جب رشید نے طوس کا سفر کیا تو کسائی بھی اس کے ساتھ تھا اور رَے میں اچانک مر گیا اور اسی دن محمد بن حسن شیبانی حنفی فقیہ نے بھی وفات پائی رشید نے کہا فقہ اور لغت عربی دونوں رَے میں دفن ہو گئے۔

اور رشید ہی کے زمانہ میں ثقہ عظیم الشان مداح آل احمد اسماعیل بن محمد شامی سید حمیری کے لقب سے مشہور بزرگ نے وفات پائی اور یہ بعض اہل تاریخ کے قول کے مطابق ہے لیکن جو کچھ احادیث واخبار سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ کہ اس کی وفات حضرت صادق کی شہادت سے پہلے منصور کے زمانہ میں ہوئی اور سید فرزند محمد مرد جلیل القدر عظیم المنزلۃ اہل بیت علیہم السلام کا مداح ہے اور اصحاب آئمہؑ میں سے کسی سے معہود واتفاق نہیں ہوا کہ اس نے سید حمیری کی طرح امیر المومنین اور اہل بیت طاہرین علیہم السلام کے فضائل نشر کیے

ہوں۔ ابوالفرج اغانی سے منقول ہے کہ مدائنی سے روایت ہے کہ سید حمیری سوار ہو کر کناسہ کوفہ میں کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے جو شخص حضرت علیؑ کی کوئی فضیلت نقل کرے کہ جسے میں نے نظم نہ کیا ہو تو یہ گھوڑا اس ساز و سامان کے ساتھ جو اس کے اوپر ہے میں اسے دے دوں گا پس محدثین نے فضائل امیر شروع کئے اور سید وہ اشعار پڑھے جو ان فضائل پر مشتمل تھے یہاں تک کہ ایک شخص نے سید سے ابوعلی مرادی سے حدیث بیان کی وہ کہتا ہے کہ امیر المومنینؑ کی خدمت میں تھا کہ حضرتؑ نماز کے لئے وضو کرنے لگے اور اپنے موزے پاؤں سے اتار کر رکھ دیئے تو ایک سانپ آپ کے جوتوں میں داخل ہو گیا پس جب آپؑ نے جوتے پہننے کا ارادہ کیا تو کوا ظاہر ہوا اور اس نے موزے چھین لئے اور اوپر کو لے گیا اور انہیں پھینک دیا تو سانپ ان سے باہر نکل آیا سید نے جب یہ فضیلت سنی تو جو کچھ وعدہ کر رکھا ہے اس کو عطا فرمایا تب اس واقعہ کو شعر میں نظم کیا۔

الا یا قوم للعجب العجاب
لخف ابی الحسین و للحباب

اے قوم عجیب ترین چیز کے لئے حاضر ہو جا ابوالحسینؑ کی جوتی اور سانپ کا واقعہ سننے کے لئے آخر ابیات تک۔

اور ابن معتز صاحب طبقات الشعراء نے نقل کیا ہے کہ بغداد میں ایک حمال کو لوگوں نے دیکھا کہ بہت بھاری بار کندھے پر رکھے ہوئے ہے تو اس سے پوچھا گیا کہ یہ کیا ہے اس نے کہا کہ سید کے میمیات (یعنی وہ قصیدے جن کے آخر میں حرف میم آتا ہے) ہیں۔

اور منجملہ سید کے قصائد کے ایک مشہور قصیدہ ہے جس کا مطلع یہ ہے

لام عمرو باللوی مربع
طامسة اعلامها بلقع

ام عمرو کی موڑ کے پاس منزل ہے کہ جس کے نشان مٹ چکے ہیں اور خالی پڑی ہے۔

علامہ مجلسی نے بحار میں سید حمیری کے لئے اصحاب کے بعض تالیفات سے ایک فضیلت نقل کی ہے کہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام رضاؑ نے عالم خواب میں دیکھا کہ ایک زینہ نصب کیا ہوا ہے جس کی سو سیڑھیاں ہیں حضرتؑ اس پر چڑھنے لگے جب اوپر گئے تو ایک سبز رنگ کے گنبد میں داخل ہوئے دیکھا کہ خمسہ نجباء (پنجتن پاک) وہاں تشریف فرما ہیں اور ایک شخص رسول خداؐ کے سامنے کھڑا ہے اور یہی قصیدہ پڑھ رہا ہے حضرتؑ رضا وارد ہوئے تو حضرت رسول اللہؐ نے انہیں مرحبا و خوش آمدید کہا اور فرمایا کہ اپنے والد علیؑ اور اپنی والدہ فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کو سلام کرو ہمارے شاعر اور دنیا میں ہمارے مدح خواں سید حمیری کو پس میں نے سلام کیا اور بیٹھ گیا پھر رسول اکرمؐ نے فرمایا قصیدہ پڑھو سید نے پڑھنا شروع کیا جب سید نے یہ شعر پڑھا۔

وراية يقدمها حيدر
ووجهه كالشمس اذ تطلع

اور جھنڈا کہ جس کو حیدر آگے بڑھا رہے ہوں گے کہ جن کا چہرہ مثل آفتاب کے ہے جب وہ طلوع کرے تو حضرت رسولؐ اور جناب فاطمہؑ اور دوسرے بزرگواروں نے گریہ کیا اور جب سید اس شعر پر پہنچا۔

قالوا له لو شئت اعلمتنا
الی من الغایة والمفزع

اور انھوں نے اس سے کہا اگر تو چاہے تو ہم تجھے اس کے پاس لے جائیں جو غایت اور جائے پناہ ہے تو حضرت رسولؐ نے ہاتھ بلند کئے اور فرمایا خدایا تو مجھ پر اور ان پر گواہ ہے کہ میں نے انھیں جتوایا تھا کہ غایت و جائے پناہ یہ علیؑ بن ابی طالب ہے اور آپؐ نے جناب امیر المومنینؑ کی طرف اشارہ کیا جب سید قصیدہ پڑھنے سے فارغ ہوا تو رسول اکرمؐ نے مجھ سے فرمایا اے علیؑ بن موسیٰ اس قصیدہ کو یاد رکھو اور ہمارے شیعوں کو حکم دو کہ وہ اسے یاد کریں اور انھیں بتاؤ کہ جو اسے یاد کرے گا اور اس کو پابندی سے پڑھے گا میں اس کی بہشت کا ضامن ہوں پس میں نے وہ قصیدہ یاد کر لیا۔

فقیر کہتا ہے کہ وہ قصیدہ مشہور اور بحار و سبعہ معلقہ وغیرہ میں مذکور ہے اور اس کی شرحیں لکھی گئی ہیں اور یہ قصیدہ فضیل رسان نے زید بن علیؑ کی شہادت کے بعد حضرت صادقؑ کی بارگاہ میں پڑھا بعد اس کے کہ حضرتؑ نے پردہ لگوایا اور خواتین عصمت وطہارت پردہ کے پیچھے آ بیٹھیں اور جب اس یقین مہا حیدو والے شعر کو پڑھا تو کہتا ہے تو میں نے سنا گریہ وزاری کی آواز پشت پردہ سے بلند ہوتی ہوئی سنی پس حضرتؑ نے پوچھا یہ کس کا قصیدہ ہے فضیل نے کہا سید فرزند محمد حمیری کا ہے فرمایا خداوند عالم اس پر رحم کرے فضیل کہتا ہے میں نے عرض کیا میں نے اسے نبیذ پیتے دیکھا ہے پس فرمایا خدا اس پر رحم کرے اور خدا کے لئے کوئی بڑی بات نہیں ہے کہ وہ محب علیؑ کو بخش دے اور یہ بھی روایت ہوئی ہے کہ جب سید کی موت قریب آئی تو اس کا رنگ سیاہ ہو گیا کہنے لگا کذا الفعل باولیائکم یا امیر المومنین یعنی آپؑ کے دوستوں کے ساتھ یہی کچھ کیا جاتا ہے اے امیر المومنینؑ فوراً اس کا رنگ سفید ہو گیا اور چودھویں کے چاند کی طرح چمکنے لگا پس سید نے قصیدہ انشاء کیا۔

احب الذی من مات من اهل وده
تلقاه بالبشری لدی الموت یضحك

میں اس شخص کو دوست رکھتا ہوں کہ جس سے محبت کرنے والا جب مرتا ہے تو موت کے وقت وہ ہنستے ہوئے اسے خوشخبری دینے کے لئے ملاقات کرتا ہے آخر ابیات تک۔

سید کے نادر واقعات اس سے زیادہ ہیں کہ شمار ہو سکیں اور لفظ سید اس کا لقب بلکہ نام تھا جیسا کہ ابو ہاشم اس کی کنیت تھی اور اس کے ماں باپ کو نواصب میں سے شمار کرتے ہیں اور جب اس سے پوچھا گیا کہ کس طرح اپنے قبیلہ حمیر کے مذہب سے جو کہ معاویہ کے انصار تھے دستبردار ہوا ہے اور شیعیان علیؑ میں داخل ہو گیا ہے تو اس نے کہا کہ رحمت خدا مجھ پر اس طرح ہوئی کہ جس طرح مومن آل فرعون پر ہوئی تھی۔

لیکن کتاب اثبات الوصیۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ سید کا باپ خاندان رسالت کے دوستوں میں سے تھا اور اس نے امام حسنؑ سے استدعا کی کہ خدا اسے ایسا بیٹا عنایت فرمائے جو محبان اہل بیتؑ میں سے ہو حضرتؑ نے اسے بشارت دی اور سید متولد ہوا اور اس کی حکایت مہاجات (ایک دوسرے کی ہجو کرنا) سوار بن عبداللہ قاضی بغداد کے ساتھ منصور کے زمانہ میں تواریخ میں تحریر ہے۔

اور رشید ہی کے زمانہ میں آل ابوطالب میں سے ایک گروہ شہید ہوا کہ جن میں سے ادریس بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ تھا جو واقعہ فخ میں حسین بن علی کا ہمرکاب تھا وہ حسین اور اپنے بھائی سلیمان کی شہادت کے بعد مصر اور مغرب کے علاقہ میں چلا گیا مغرب کے لوگوں نے اس کی بیعت کرلی اور اس کی بہت بڑی حکومت ہوگئی۔

جب یہ خبر ہارون کو ہوئی تو وہ بہت گھبرا گیا بالآخر اس نے کسی کو بھیجا جس نے مکروحیلہ سے ادریس کو زہر دے دیا اور جب وہ زہر سے مارا گیا تو اس کی ایک کنیز تھی جو اس سے حاملہ تھی تو ارکان و اولیاء حکومت نے تاج خلافت وحکومت اس کنیز کے شکم پر رکھ دیا چار ماہ کے بعد بچہ پیدا ہوا انھوں نے اس کا نام ادریس رکھا اور اسلام میں ادریس کے علاوہ کسی دوسرے کو شکم مادر میں سلطنت کے لیے معین نہیں کیا گیا اور ادریس بن ادریس نجیب اہل بیت اور ان کے بہادروں میں سے ہے جیسا کہ ایک روایت میں ہے اور اس کی اولاد میں سے ایک گروہ نے مصر میں قیام کیا اور فواطم کے لقب سے مشہور ہوئے۔

اور دوسرا یحییٰ بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ صاحب دیلم ہے کہ ہم جس کی شہادت کی تفصیل کتاب منتہی میں امام حسن کی اولاد کے تذکرے میں تحریر کر چکے ہیں اور ایک محمد بن یحییٰ بن عبداللہ ہے کہ جسے بکار بن زبیر نے جو رشید کی طرف سے مدینہ کا والی تھا گرفتار کر کے قید کر دیا اور وہ ہمیشہ کے لئے قید میں رہا اور وہیں اس کی وفات ہوگئی۔

اور ایک حسین بن عبداللہ بن اسماعیل بن عبداللہ بن جعفر بن ابوطالب ہے کہ جسے بکار بن زبیر نے اپنی گورنری کے زمانہ میں گرفتار کیا اور اسے سخت تازیانے لگائے یہاں تک کہ وہ تازیانوں کے صدمے سے شہید ہوگیا۔

اور ایک عباس بن محمد بن عبداللہ بن علی بن الحسین بن علی بن ابوطالب علیہم السلام ہے کہ جسے ہارون نے قتل کر دیا اور اس کا سبب یہ ہوا کہ ایک دفعہ وہ ہارون کے دربار میں گیا اور اس کے اور ہارون کے درمیان دو بدو کچھ باتیں ہوئیں اور آخر کلام میں ہارون نے اس سے کہا اے بدکار عورت کے بیٹے عباس نے کہا بدکار تیری ماں ہے کہ جو اصل میں کنیز تھی اور بردہ فروش اس کے بستر پر آتے جاتے تھے ہارون اس گفتگو سے سخت غضبناک ہوا اور عباس کو اپنے پاس بلایا اور اس کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔

اور ان میں سے ایک اسحاق بن حسن بن زید بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ تھا جس نے ہارون کی قید میں وفات پائی۔

اور منجملہ آل ابوطالب کے جو رشید کے زمانہ میں شہید ہوئے ایک آل ابوطالب کے سردار حضرت موسیٰ بن جعفر صلوات اللہ علیہ وعلی آبائہ وابنائہ تھے اور حضرت کی شہادت منتہی میں شرح وبسط کے ساتھ گذر چکی ہے۔

اور ایک عبداللہ بن حسن بن علی بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب علیہم السلام تھے کہ جو عبداللہ افطس کے نام سے مشہور تھا اور یہ وہی عبداللہ ہے کہ جس نے حسین بن علی شہید فخ کے خروج کے موقعہ پر جب مؤذن صبح کی نماز کے وقت منارہ پر گیا تا کہ اذان

کہ تلوار کھینچ لی اور منارہ پر جا کر مؤذن سے کہا کہ اذان میں حی علی خیر العمل کہو مؤذن نے جب کھچی ہوئی تلوار دیکھی تو حی علی خیر العمل کہا عمری نے (عمر کی اولاد کا ایک شخص) جو مدینہ کا گورنر تھا جب یہ جملہ اذان میں سنا تو اسے احساس فساد ہوا اور وہ دہشت زدہ ہو کر چیخ و پکار کرنے لگا کہ میرا خچر گھر میں لے آؤ اور مجھے دو دانے پانی کھلا دو یہ کہہ کر گھر سے باہر نکلا اور بڑی تیزی سے گھر سے بھاگ نکلا اور خوف کے مارے پادتا جاتا تھا یہاں تک کہ اسے علویین کے فتنہ سے نجات ملی اور اس واقعہ کی تفصیل منتہی میں قلم بند ہو چکی ہے خلاصہ یہ کہ عبد اللہ المحض واقعہ فخ میں موجود تھا اور اس واقعہ سے جان بچا کر نکل آیا اور وہ اسی طرح رہا یہاں تک کہ رشید کا زمانہ آیا اس نے حکم دیا تو عبد اللہ کو مدینہ سے اس کے دربار میں حاضر کیا گیا اور اس نے حکم دیا کہ اس کو قید کر دو ایک مدت تک زندان میں رہا یہاں تک کہ اس نے رشید کو ایک رقعہ لکھا اور اس میں گالی گلوچ اور ہر قسم کی بری باتیں رشید کو تحریر کیں ہارون نے جب یہ خط پڑھا تو کہنے لگا اس جوان نے قید کی سختی اور مصیبت کی وجہ سے اپنی جان سے تنگ آ کر یہ باتیں مجھے لکھی ہیں تاکہ میں اس کے قتل کا حکم دوں اور اسے راحت ملے لیکن میں ایسا نہیں کروں گا پس جعفر بن یحییٰ برمکی کو حکم دیا کہ عبد اللہ کو اپنے ہاں منتقل کرو اور اس کی قید میں وسعت کرو جعفر نے اس کے دوسرے دن جو کہ نوروز کا دن تھا حکم دیا کہ عبد اللہ کی گردن اڑا دو اور اس کے سر کو دھو کر ایک طبق میں رکھا اور اس پر ایک رومال رکھ دیا اور رشید کے پاس دوسرے ہدایا کے ساتھ بطور ہدیہ بھیجا جب جعفر کے ہدیے رشید کے پاس لے گئے اور سر پوش عبد اللہ کے سر سے اٹھایا تو رشید کو یہ کام اچھا نہ لگا جعفر سے کہنے لگا اسے لئے کہ اس نے امیر المومنین کو گالیاں دی تھیں اور بری باتوں کا آغاز کیا تھا رشید نے کہا وائے ہو تجھ پر تیرا عبد اللہ کو میری اجازت کے بغیر قتل کر دینا مجھ پر اس کے گالیاں دینے سے زیادہ عظیم ہے پس رشید کے حکم سے اسے غسل و کفن دے کر دفن کیا گیا اور یہ بات ہارون کے دل میں رہی یہاں تک کہ اس نے مسرور (یا سرخ ل) کو حکم دیا کہ جاؤ اور جعفر کی گردن اڑا دو اور اس سے کہو کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ تو نے عبد اللہ بن حسن میرے چچا زاد کو میری اجازت کے بغیر قتل کیا تھا مسرور نے بھی پیغام پہنچایا اور جعفر کی گردن اڑا دی اور برامکہ کی حکومت جعفر کے قتل ہونے سے ختم ہو گئی اور یہ جعفر کے قتل کا ایک سبب تھا اور اس کے علاوہ ایک اور بھی سبب نقل ہوا ہے کہ جو اس کے بعد ان شاء اللہ تفصیل سے آئے گا خلاصہ یہ کہ رشید کے زمانہ میں بہت علویین اور آل ابو طالب شہید ہوئے کہ جن کے نام معین نہیں ہو سکے شیخ صادق علیہ الرحمہ نے سند معتبر کے ساتھ عبد اللہ بزاز نیشاپوری سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میرے درمیان اور حمید بن خطبہ طوسی کے درمیان ایک معاملہ تھا ایک سال میں اس کے پاس گیا جب میرے آنے کی خبر اس نے سنی تو میرے ورود کے دن ہی اس نے مجھے بلایا اس سے پہلے کہ میں سفر کا لباس تبدیل کرتا وہ زوال کا وقت اور ماہ رمضان جب میں اس کے پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ حمید گھر میں بیٹھا ہے کہ جس میں پانی کی نہر جاری تھی جب میں نے سلام کیا اور بیٹھ گیا تو آفتابہ اور لگن لے آئے اس نے اپنے ہاتھ دھوئے اور مجھے بھی ہاتھ دھونے کا حکم دیا میں نے ہاتھ دھوئے پھر اس کا خوان طعام لے آئے میرے دل سے یہ بات محو ہو گئی تھی کہ ماہ رمضان ہے اور میں روزے سے ہوں جب میں نے ہاتھ کھانے کی طرف بڑھایا تو مجھے روزہ یاد آیا میں نے ہاتھ کھینچ لیا حمید کہنے لگا کیوں کھاتا نہیں کھاتا میں نے کہا ماہ رمضان ہے اور میں بیمار نہیں اور کوئی وجہ بھی نہیں جو موجب افطار ہو شاید امیر کے لئے اس سلسلہ میں کوئی علت اور عذر ہو جو اس کے لئے افطار کا سبب بنے وہ پلید کہنے لگا مجھے

کوئی بیماری نہیں اور میرا بدن صحیح وسالم ہے یہ کہہ کر وہ رونے لگا جب کھانا کھانے سے فارغ ہوا تو میں نے کہا اے امیر تیرے رونے کا سبب کیا ہے اس نے کہا اس کا سبب یہ ہے کہ جس زمانہ میں ہارون طوس میں تھا ایک رات آدھی رات کے وقت اس نے مجھے بلایا جب میں اس کے پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ شمع اس کے پاس جل رہی ہے اور ننگی تلوار رکھی ہوئی ہے اور ایک خادم اس کے پاس کھڑا ہے جب اس نے مجھے دیکھا تو کہنے لگا تو کس قدر میری اطاعت کے لئے حاضر ہے میں نے کہا جان و مال سے تیرا مطیع و فرمانبردار ہوں پس کچھ دیر تک وہ سر جھکائے رہا پھر مجھے واپس جانے کی اجازت دی جب میں واپس گیا تو پھر قاصد مجھے بلانے آیا اور اس دفعہ مجھے ڈر لگا میں نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون گویا مجھے قتل کرنا چاہتا تھا جب اس نے مجھے دیکھا تو اسے شرم وحیا محسوس ہوئی اب مجھے بلاتا ہے کہ مجھے قتل کر دے جب میں اس کے پاس گیا تو دوبارہ اس نے پوچھا کہ میری اطاعت تیرے نزدیک کیسی ہے تو میں نے کہا کہ جان و مال اور فرزند واہل وعیال کے ساتھ تیرا فرمانبردار ہوں پس اسے تبسم کیا دوبارہ مجھے رخصت کیا ابھی میں اپنے گھر میں داخل ہوا تھا کہ دوبارہ اس کا قاصد آیا اور مجھے اس کے پاس لے گیا جب میں اس کے پاس پہنچا تو اس نے پہلے والی بات کا اعادہ کیا تو اس دفعہ میں نے جواب دیا کہ میں جان و مال بیوی واولاد اور اپنے دین کے ساتھ تیری اطاعت کرتا ہوں رشید نے جب یہ جواب سنا تو ہنسا اور کہنے لگا یہ تلوار اور جو حکم تجھے یہ غلام دے اس کو بجالا پس خادم نے وہ تلوار میرے ہاتھ میں دی اور وہ مجھے ایسے مکان میں لے گیا کہ جس کا دروازہ مقفل تھا پس اس نے تالہ کھولا اور مجھے مکان کے اندر لے گیا جب میں اندر گیا تو ایک کنواں دیکھا جو مکان کے صحن میں کھدا ہوا تھا اور اس صحن کے اطرف میں تین حجرے تھے کہ جن کے دروازوں پر تالے لگے ہوئے تھے پس اس نے ان میں سے ایک کا دروازہ کھولا اور اس حجرہ میں میں نے بیس افراد دیکھے بوڑھے، جوان اور بچے کہ جن کے سروں پر گیسو تھے اور وہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اور وہ سب کے سب اولادِ علی وفاطمہ علیہما السلام تھے پس اس خادم نے مجھ سے کہا خلیفہ نے تجھے حکم دیا ہے کہ ان کی گردن اڑا دو پھر وہ ایک ایک کو لے آتا اور میں اس کنویں کے پاس کھڑا تھا اور ان کی گردن اڑا دیتا یہاں تک کہ میں نے ان تمام کو قتل کر دیا اس کے بعد ان کے سر اور بدن اس کنویں میں پھینک دیئے اور اس نے دوسرے حجرے کا دروازہ کھولا اس میں بھی اولادِ علی وفاطمہ علیہما السلام میں سے بیس افراد قید تھے خادم کہنے لگا کہ خلیفہ کا حکم ہے انہیں بھی قتل کرو پس ایک ایک کو میں قتل کرتا اور ان کا سر وبدن اس کنویں میں پھینک دیتا یہاں تک کہ انہیں بھی قتل کر دیا اس کے بعد اس نے تیسرے حجرے کا دروازہ کھولا اس میں بھی افراد سادات علوی وفاطمی قید تھے اور گیسو جو سادات کی علامت ہے ان کے سروں پر تھے خادم نے کہا خلیفہ نے ان کے قتل کا بھی حکم دیا ہے پس وہ ایک ایک کو لے آتا اور میں گردن اڑا دیتا جب میں ان میں سے انیس افراد کو قتل کر چکا اور بیسویں کو وہ لے آیا تو وہ ایک بوڑھا شخص تھا اس نے کہا تیرے ہاتھ کٹ جائیں اے بدبخت ملعون تو کیا عذر پیش کرے گا رسول خدا کے ہاں جب آپؐ نے تجھ سے پوچھا کہ تو نے میری مظلوم اولاد کے ساتھ افراد کو کیوں ظلم وجور سے قتل کیا تھا جب میں نے یہ بات سنی تو میں کانپ گیا اور مجھے رعشہ شروع ہو گیا تو خادم میرے پاس آیا اور وہ چیخا تو میں نے اس بوڑھے علوی سید کو بھی قتل کر دیا اور ان سب کے بدن کنویں میں پھینک دیئے پس جب میں اولادِ رسولؐ کے ساتھ افراد کو ظلم وجور سے قتل کر چکا ہوں تو مجھے روزہ نماز کیا فائدہ دیں گے اور مجھے یقین ہے کہ میں ہمیشہ جہنم میں رہوں گا۔

اور رشید کے ہی زمانہ میں آل برامکہ کو حکومت ملی اور ۱۸۹ھ میں ان کی حکومت ختم ہوگئی اور زمانہ کی ذلت وخواری نے انھیں گھیر لیا اور مناسب ہے کہ ہم یہاں اختصار کے ساتھ ان کی حکومت کے زوال کی طرف اشارہ کریں کیونکہ ان کے حالات کے تذکرہ میں عقلمندوں کے لئے پند ونصیحت وعبرت ہے بیشک ان میں عبرت ہے پس عبرت حاصل کرائے صاحب دانش وعقل وفکر انسان۔

جعفر برمکی کے قتل اور حکومت برامکہ کے ختم ہونے کا ذکر!

یہ حقیقت ہے کہ خالد بن برمک اچھی رائے اور بہادری میں مشہور تھا اور اس کی اولاد میں سے کوئی شخص اس کے مرتبہ کو نہیں پہنچا نہ یحییٰ رائے وتدبیر میں نہ فضل سخاوت وبخشش میں اور نہ جعفر بن یحییٰ کتابت وفصاحت میں اور نہ محمد بن یحییٰ رائے اور ہمت میں اور نہ موسیٰ بن یحییٰ جرأت وشجاعت میں۔

جب رشید کی خلافت کی نوبت آئی تو اس نے آل برامکہ کو بلند مرتبہ دیا اور امر وزارت ان کے سپرد کیا اور امور مملکت ورعیت انھیں تفویض کئے ان کی ریاست بے انتہا تھی اور ان کے معاملات سیدھے تھے اس حد تک کہ کہا گیا ہے ان ایامھم عروس و سرور دائم لایزال ان کا زمانہ شادی اور ہمیشہ کا سرور ہے کہ جس کے لئے زوال نہیں اور ان کی حکایات اور نادر سیرت رشید کے زمانہ میں مشہور ہے اور ان کے عطیات کتب میں مسطور ہیں اور ابن خلقان برکی نے ان کے کچھ حالات کا تذکرہ کیا ہے اور اسی طرح ان کا حال تھا یہاں تک کہ ۱۸۹ھ سال آ پہنچا اس سال ان کا طالع گردش میں ہو گیا اور ان کی سعادت کا ستارہ غروب کر گیا۔

اور اس کا سبب یہ ہے کہ رشید کو جعفر بن یحییٰ سے بڑی محبت تھی اور کسی وقت اس سے جدا نہیں ہوتا تھا اور اسی طرح اپنی بہن عباسہ سے بھی اسے بہت محبت تھی جب وہ جعفر کے پاس ہوتا تو عباسہ کی جدائی میں اس کے عیش وعشرت میں نقص رہتا اور جب اپنی بہن کے پاس ہوتا تو جعفر کے نہ ہونے کی وجہ سے اس کی خوشی میں دوام نہ رہتا لہٰذا اس نے عباسہ کا جعفر سے نکاح کر دیا لیکن جعفر سے عہد و پیمان لیا کہ اس سے خلوت نہ کرے اور سوائے ان اوقات کے جب رشید کے پاس ہوں عباسہ کے ساتھ نہ بیٹھے اور اس سے کسی قسم کی لذت حاصل نہ کرے پہلے تو جعفر اس کام سے باز رہا آخر مجبور ہو گیا اور قسم کھائی کہ عباسہ کے ساتھ خلوت نہیں کرے گا ہارون نے اپنی بہن کی اس سے شادی کر دی اب دونوں کو ایک مجلس میں جمع کرتا تھا اور ان کو دیکھ کر اس کا عیش وعشرت مکمل ہوتا تھا اور عباسہ کو جعفر سے پوری رغبت تھی اور بہت اس کے وصل کی طالب تھی جتنے اس نے حیلے کئے کہ اس کے ساتھ ہمبستر ہو جعفر نے قبول نہ کیا آخر عباسہ جعفر کی ماں کے پاس گئی اور اسے بہت سا مال دیا اور بیشمار محبت کا اظہار کیا یہاں تک کہ اسے اپنا مطیع بنا لیا اور اس کا دل اپنی طرف مائل کر لیا اس کے بعد اس نے جعفر کے وصال کی بات چھیڑی اور اس سے کہا کہ اگر یہ مطلب واقع ہو جائے تو تمہارے لئے

اچھے انجام کا پیش خیمہ ہوگا جو کہ رشید کی مصاہرت (دامادی) کا شرف اور برامکہ کی حکومت کا دوام ہے اور بھی اس قسم کی باتیں کیں۔

جعفر کی ماں جو انجام امر سے بے خبر اور عقل ناقص رکھتی تھی وہ عباسہ کی باتوں پر فریفتہ ہوگئی اور کہنے لگی میں ایسا حیلہ کروں گی کہ تو اپنے مقصد تک پہنچ جائے پس اس نے جعفر کو بلایا اور کہنے لگی میں نے ایک کنیز دیکھی ہے کہ جو صفات کمال وحسن و جمال کے کہتے ہیں ان کا اس میں حصہ وافر موجود ہے اور میں چاہتی ہوں کہ اسے تیرے لئے خریدلوں تا کہ تو اس کے ساتھ عیش وعشرت کرے اور اس کے بہت سے اوصاف بیان کئے کہ جعفر اس پر شیفتہ ہوگیا اور ماں سے اس کا مطالبہ کیا ماں نے اس سے وعدہ کیا اور ہمیشہ اس کنیز کی تعریف وتوصیف کرتی لیکن اس کے لانے سے پس وپیش کرتی یہاں تک کہ جعفر کا شوق انتہا کو پہنچ گیا اور وہ بے طاقت ہوگیا اس نے بہت اصرار کیا کہ وہ کنیز کہاں ہے کہ جس کا ذکر کرتی ہے اس کی ماں کہنے لگی آج رات میں اسے تیرے لئے لے آؤں گی اور اسی دن عباسہ کے پاس پیغام بھیجا کہ آج رات آجاؤ کہ میرے بیٹے کے وصال کو پہنچ جاؤ گی پس جب رات ہوئی اور جعفر رشید سے ہو کر گھر کی طرف پلٹا تو عباسہ کو جمال بیمثال اور لباس فاخرہ میں دیکھا اور چونکہ شراب زیادہ پیے ہوئے تھا حالت مستی میں اسے پہچان نہ سکا اور اس سے ہمبستر ہوا اور جماع کیا جب جماع سے فارغ ہوا تو عباسہ نے کہا کہ بادشاہوں کی بیٹیوں کے حیلہ کو کیسا پایا جعفر اس بات کو نہ سمجھ سکا عباسہ نے واقعہ بیان کیا جعفر جب امر واقع سے مطلع ہوا تو حالت مستی اس کی جاتی رہی اور اس پر گھبراہٹ طاری ہوگئی اور کہنے لگا تو نے مجھے بڑی کم قیمت پر بیچ دیا اور مجھے وحشتناک راستہ پر ڈال دیا اب دیکھو کہ اس سخت امر کا انجام کیا ہوتا ہے پس عباسہ اس کے ہاں سے چلی گئی اور جعفر سے حاملہ ہوگئی جب مدت حمل ختم ہوئی تو لڑکا پیدا ہوا اس نے ایک خادم اور ایک دایہ اس کے لئے قرار دی اور وہ بچہ ان کے سپرد کردیا اور چونکہ اسے خوف تھا کہ اس واقعہ کی خبر منتشر نہ ہو اور رشید کے کانوں تک نہ پہنچے لہٰذا خادم اور دائی کو حکم دیا کہ اسے مکہ لے جا کر اس کی تربیت کرو تا کہ رشید کو پتہ نہ چلے اور یہ معاملہ رشید سے مخفی رہا یہاں تک کہ زبیدہ نے اسے مطلع کیا اس دلتنگی کی وجہ سے جو اسے یحیٰی بن خالد کی طرف سے تھی کہ وہ ان کے معاملہ میں سخت گیری کرتا تھا کیونکہ رشید نے حرم سرا کے معاملات یحیٰی کو تفویض کئے ہوئے تھے اور وہی ان کی دیکھ بھال رکھتا تھا اور وہ انھیں ہمیشہ پردہ میں رکھتا اور ان سے ترشی اور سختی سے پیش آتا اور رات کے وقت حرم سرا کے دروازے مقفل کر کے چابیاں اپنے گھر لے جاتا تھا جب جعفر کے عباسہ کے ساتھ ہمبستر ہونے کی حکایت رشید نے سنی تو وہ آگ بگولہ ہوگیا اور زبیدہ سے کہنے لگا کہ تیرے پاس کونسی دلیل اور گواہ ہے کہ یہ امر ہوا ہے وہ کہنے لگی کونسی دلیل اور شاہد اس بچہ سے بہتر ہے کہ جو عباسہ نے جعفر سے جنا ہے رشید کہنے لگا وہ بچہ کہاں ہے وہ کہنے لگی تیرے خوف سے اسے مکہ بھیج دیا گیا ہے ہارون کہنے لگا تیرے علاوہ بھی کوئی اس چیز سے باخبر ہے زبیدہ نے کہا تیرے حرم کی سب کنیزیں اس سے باخبر ہیں رشید نے یہ بات پوشیدہ رکھی اور کچھ نہ کہا یہاں تک کہ اس نے چاہا کہ اس چیز کی تحقیق کرے اور مکہ جائے اس نے حج کا بہانہ بنایا اور مکہ کے سفر پر چل دیا جب مکہ میں پہنچا اور جستجو کی تو اسے معلوم ہوا کہ معاملہ صحیح ہے اس وقت اس نے دل میں خیال کیا کہ برامکہ کی حکومت کو ختم کردے پس بغداد پر آیا اور کچھ مدت تک رہا پھر انبار کا سفر کیا اور جس دن جعفر کے قتل کا ارادہ رکھتا تھا سندی بن شاہک کو بلایا اور اس کو حکم دیا کہ بغداد میں جائے اور برامکہ کے گھروں اور دفتروں کے گھیرے اور کسی کو بھی خبر نہ دے کہ معاملہ کیا ہے مگر ایسے اشخاص کہ جن پر اعتماد ہو پس رشید

نے وہ سارا دن جعفر کے ساتھ انبار کی قمر نامی مشہور جگہ میں عیش وعشرت کے ساتھ گزارا یہاں تک کہ جعفر رشید سے مرخص ہوا اور اپنے گھر چلا گیا رشید نے اس کی مشایعت کی اور واپس لوٹ آیا جب جعفر اپنے گھر میں پہنچا تو اپنے گانے والوں کو کہا کہ ساز بجائیں اور گانا گائیں اور ابھی اس میں مستی ونشہ کی حالت تھی کہ گویے نے یہ بیت گایا۔

ما تريد الناس منا ماتنام الناس عنا

انما همهم ان يظهروا ما قد دفنا

لوگ ہم سے کیا چاہتے ہیں لوگ ہم سے کیوں نہیں سوتے ان کا ارادہ یہ ہے کہ اس چیز کو ظاہر کریں جسے ہم دفن کر چکے ہیں ادھر جب رشید جعفر کی مشایعت سے واپس گیا تو یاسر (مسرور رخ ل) خادم کو بلایا اور اور کہنے لگا میں تجھے ایسے کام کے لئے بھیجنا چاہتا ہوں کہ محمد اور قاسم میرے بیٹے جس کے اہل نہیں ہیں اور تجھے اس کا اہل سمجھتا ہوں ایسا نہ ہو کہ تو مخالفت کرے یاسر (مسرور رخ ل) نے کہا اے امیر میں تیرے حکم کے مقابلہ میں اس طرح ہوں کہ اگر حکم ہو کہ میں تلوار اپنے شکم پر رکھ کر اپنی پشت کی طرف نکال لوں تو بھی اطاعت کروں گا ہم بندے اور غلام ہیں چشم حکم پر گوش فرمان پر لگے ہیں فرمایئے جو چاہیں حکم دیجیے کہنے لگا جعفر برمکی کو پہچانتے ہو اس نے جواب دیا جعفر کوئی ایسا شخص ہے کہ جسے کوئی نہ پہچانتا ہو ہاں میں پہچانتا ہوں بات کیا ہے رشید نے کہا ابھی جاؤ اور وہ جس حالت میں ہو اس کی گردن اڑا دو اور اس کا سر میرے پاس لے آؤ یاسر (مسرور رخ ل) کانپنے لگا اور خاموش ہو گیا رشید نے کہا تو نے کہا نہیں کہ تیرے حکم کی مخالفت نہیں کروں گا یاسر نے کہا ہاں ایسا ہی ہے لیکن یہ امر بہت عظیم ہے اور میں دوست رکھتا ہوں کہ اس سے پہلے میں مر گیا ہوتا اور یہ کام میرے ہاتھ سے انجام نہ پاتا رشید نے کہا ان باتوں کو چھوڑو اور میرا حکم بجالانے کی طرف جاؤ یاسر جعفر کے پاس گیا دیکھا کہ وہ لہو ولعب وعیش وعشرت وطرب وسرور میں مشغول ہے اس نے رشید کا حکم بیان کیا جعفر نے رشید اس قسم کے مطالب مزاح کے عنوان سے مجھ سے بہت کرتا ہے شاید اس نے مزاح کیا ہو اس نے کہا نہیں خدا کی قسم اس نے عقل وہوش کے ساتھ یہ بات کی ہے اور اس نے شراب بھی نہیں پی ہوئی تا کہ کہوں کہ وہ مستی میں ہے اور نشہ کی حالت میں کہہ رہا ہے جعفر نے کہا میرے تم پر کچھ حقوق ہیں ان کے بدلے میں مجھے آج رات کی مہلت دے دو اور رشید سے کہہ دو کہ میں نے جعفر کو قتل کر دیا ہے اگر صبح ہو اور وہ پشیمان ہو میرے قتل ہونے سے تو بہتر ورنہ اس کے حکم کو بجالانا وہ کہنے لگا میں تجھے مہلت نہیں دے سکتا کہنے لگا مجھے رشید کے خیمہ کے قریب لے جاؤ ایک دفعہ پھر میرے قتل کے معاملہ میں اس سے مراجعہ کرو اگر دوبارہ میرے قتل کا حکم دے اس وقت مجھے قتل کر دینا یاسر نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں پس جعفر اور یاسر رشید کے خیمہ کے پاس گئے تو یاسر رشید کے پاس گیا اور کہنے لگا جعفر کو لے آیا ہوں رشید نے کہا ابھی اس کا سر اڑا دے ورنہ میں تجھے قتل کر دوں گا یاسر جعفر کے پاس گیا اور کہا اپنے قتل کا حکم تو نے سن لیا کہنے لگا ہاں پس جعفر نے چھوٹا سا رومال نکالا اس سے اپنی آنکھیں باندھ لیں اور اپنی گردن آگے کر دی یاسر نے اس کی گردن اڑا دی اور اس کا سر رشید کے پاس لے گیا جب رشید نے جعفر کا سر دیکھا تو اسے سرزنش کرنے لگا اور اس کے تقصیرات اور کوتاہیاں ذکر کیں پھر کہنے لگا اے یاسر فلاں فلاں کو بلالاؤ جب وہ حاضر ہوئے تو ان سے کہنے لگا

یاسر کی گردن اڑا دو چونکہ میں جعفر کے قاتل کو بھی دیکھ نہیں سکتا (مولف حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ میرا گمان ہے صحیح یہ ہے کہ وہ خادم مسرور تھا نہ کہ یاسر کیونکہ یاسر خادم کو مامون نے حضرت رضا کی خدمت کے لئے معین کیا تھا اور وہ امام رضا کی شہادت کے بعد تک زندہ تھا اور علی بن ابراہیم قمی نے رضا کے اخبار و واقعات اسی سے نقل کئے ہیں (مترجم)

جعفر کے قتل کا واقعہ ۱۸۹ھ میں ہوا اور جعفر کی عمر اس وقت پینتالیس سال تھی اور برامکہ کی حکومت اس کے قتل سے زوال پذیر ہوئی اور رشید نے یحییٰ بن خالد اور فضل بن یحییٰ کو قید کر دیا اور یحییٰ ۱۹۰ھ میں اچانک قید خانہ میں مر گیا اور فضل نے بھی ۱۹۰ھ قید میں ہی ہی وفات پائی اور ان کی بدبختی اور ذلت و رسوائی کی کیفیت طویل ہے اور یہاں اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں ہے۔

محمد بن عبدالرحمان ہاشمی سے منقول ہے کہ عید قربان کا دن تھا کہ میں اپنی والدہ کے پاس گیا میں نے دیکھا کہ ایک عورت پرانے لباس میں اس کے پاس ہے اور باتیں کر رہی ہے میری والدہ نے کہا اس خاتون کو پہچانتے ہو میں نے کہا کہ نہیں کہنے لگی یہ جعفر برمکی کی ماں عبادہ ہے میں نے عبادہ کی طرف رخ کیا اور اس سے کچھ گفتگو کی اور میں مسلسل اس کی حالت پر تعجب کر رہا تھا یہاں تک کہ میں نے اس سے کہا اے ماں عجائبات دنیا میں سے تو نے کیا دیکھا ہے کہنے لگی بیٹا اس قسم کی ایک عید کا دن مجھ پر گزرا جب کہ چار سو کنیزیں میری خدمت میں کھڑی تھیں اور میں کہتی تھی کہ جعفر نے میرا حق ادا نہیں کیا میری کنیزیں اور خدمتگار اس سے زیادہ ہونے چاہئیں اور آج بھی ایک عید ہے جو مجھ پر گزر رہی ہے کہ جس میں میری انتہائی آرزو یہ ہے کہ گوسفند کے دو چمڑے مجھے مل جائیں کہ جن میں سے ایک کو فرشی اور دوسرے کو اپنا لحاف بنالوں محمد کہتا ہے کہ میں نے اسے پانچ سو درہم دیئے تو وہ اس قدر خوش ہوئی کہ قریب تھا اس کے جسم سے روح نکل جائے اور کبھی کبھی عبادہ ہمارے ہاں آیا کرتی تھی یہاں تک کہ وہ فوت ہوئی اور عقلمند دانا کے لئے یہی ایک حکایت دنیا کی بیوفائی کی کافی ہے۔

خلاصہ یہ کہ برامکہ کی حکومت کی مدت سترہ سال سات مہینے اور پندرہ دن تھی اور یہ بہت سے شعراء نے اپنے اشعار میں ان کی ذلت و رسوائی کی طرف اشارہ کیا ہے ان میں سے علی بن ابی معاذ نے اس سلسلہ میں قصیدہ کہا ہے:

یا ایھا المغتر بالدھر
والدھر ذو حرف و ذو غدر
لاتامن الدھر وصو لاته
وکن علی الدھر علی حذر
ان کنت ذوا جھل بتصریفه
فانظر الی المصلوب بالجسر

اے زمانہ کے دھوکہ میں آنے والے جب کہ زمانہ صاحب گردش اور دھوکہ باز ہے زمانہ اور اس کے حملوں سے مامون نہ رہ

سکا بلکہ زمانہ سے ڈرتا رہ اور اگر تو اس کی گردش سے جاہل ہے تو اس کو دیکھ جسے پل کے پاس سولی پر لٹکایا گیا آخر قصیدہ تک۔

جب برامکہ کا ذکر آ یا تو میں نے مناسب سمجھا کہ ابن خلکان برمکی کے حالات کی طرف اشارہ کروں۔

واضح ہو کہ احمد بن محمد بن ابراہیم بن ابو بکر بن خلکان اربلی مشہور مورخ مشہور تاریخ وفیات الاعیان اور ابناء الزمان کا مؤلف ہے اور یحییٰ برمکی کی اولاد میں سے ہے اور اس کا نسب یحییٰ تک جا پہنچتا ہے اور اس کے جد کی وجہ تسمیہ خلقان کے ساتھ یہ ہے کہ ایک دن وہ اپنے مد مقابل لوگوں کے ساتھ فخر ومباہات کر رہا تھا آل برامکہ کے مفاخر کے ساتھ تو انھوں نے کہا خل کان جدی کذا نسبی کذا وھکذا یعنی چھوڑ اپنے جد ونسب کے ساتھ فخر کرنے کو بلکہ اپنے مفاخر بیان کر چوں شیر بخود سپہ شکن باش فرزند خصال خویشتن باش (تو لفظ خل اور کان کو ملا کر خلکان ہو گیا مترجم)

ان الفتی من یقول ھا انا ذا

لیس الفتی من یقول کان ابی

جوانمرد وہ ہے جو کہے میں یہ کچھ ہوں وہ جوانمرد نہیں جو کہے میرا باپ ایسا تھا اور ابن خلقان اصول میں اشعری اور فروع میں شافعی ہے اور انتہائی متعصب اور ناصبی ہے اور قاہرہ مصر میں رہتا تھا اور منصب قضاوت میں مشغول تھا اور کتاب تاریخ ۶۵۴ھ میں وہیں تالیف کی ہے اور ۲۶ رجب ۶۸۱ھ دمشق میں وفات پائی اور قاسیون پہاڑ کے دامن میں دفن ہوا اور کتاب وفیات بڑی پختہ کر کے لکھی ہے اور اس میں مشہور تابعین اور ان کے بعد کے لوگوں کے حالات اپنے زمانہ تک کئے ہیں اور صحابہ کا کوئی ذکر نہیں اور ہم نے اس رسالہ میں بہت کچھ اس سے ذکر کیا ہے اور صلاح الدین صفدی شارح لامیۃ العجم نے وفیات کی تذئیل (دنبالہ) لکھی ہے اور اس کا نام بالوفیات رکھا ہے اور حضرت امیر المومنینؑ کے حالات تفصیل سے اس میں درج کئے ہیں واللہ العالم۔

ابو موسیٰ محمد امین بن ہارون کی خلافت اور اس کے قتل کی کیفیت کا ذکر

جب ہفتہ کے دن ۳؍جمادی الاولیٰ ۱۹۳ھ طوس میں رشید نے دنیا سے رخت سفر باندھا تو لوگوں سے اس کے بیٹے محمد امین کی بیعت لی گئی اور محمد اس وقت بغداد میں تھا لہٰذا قاصد خاتم (انگشتری) خلافت تلوار اور رسولؐ خدا کی چادر کہ جن کے متعلق کہا گیا ہے کہ ہارون کے پاس تھیں بڑی تیزی کے ساتھ اسی دن محمد اس کے لئے گیا اور اس ماہ کی پندرہ تاریخ کو بغداد میں پہنچا بغداد کے لوگوں نے اسی دن محمد کی بیعت کی اور محمد کی ماں ام جعفر زبیدہ دختر بن ابو جعفر منصور تھی کہ جو بنی عباس کی عورتوں کی سردار تھی اور اس کے آثار مشہور ہیں ان میں سے شہر تبریز بنایا اس کی تجدید و تعمیر اور بعض چشمے اور دوسرے آثار اس کے نقل ہوئے ہیں اور وہ کنویں جو مکہ کے راستہ میں ہیں اس نے کھدوائے اور محمد امین عبداللہ مامون سے چھ ماہ چھوٹا تھا اور ہارون نے اپنی خلافت کے زمانہ میں محمد کو اپنا ولی عہد بنایا تھا اور اس کے لئے بیعت لی تھی اور اس کے بعد مامون کے لئے اور جب اٹھارہ راتیں امین کی بیعت کی گزریں تو وہ اس کے درپے ہوا کہ مامون کو ولی عہدی سے ہٹا کر اپنے بیٹے موسیٰ ناطق کو ولی عہد بنائے پس اس نے امراء اور وزراء سے اس معاملہ میں مشورہ کیا انھوں نے اسے اچھا نہ سمجھا سوائے علی بن عیسیٰ بن ماہان کے کہ جس نے مامون کے خلع خلافت کا اقدام کیا پس امین نے علی بن عیسیٰ کو عظیم لشکر دے کر مامون سے جنگ کرنے کے لئے خراسان بھیجا جب علی امین کے لشکر کے ساتھ رَی کے قریب پہنچا تو طاہر بن حسین مامون کی طرف سے چار ہزار سوار کے ساتھ اس سے جنگ کرنے کے لئے آیا اور چونکہ علی نے ہوشیاری اور احتیاط کے راستہ کو اپنے لشکر کی کثرت کی وجہ سے پس پشت ڈال دیا تھا لہٰذا طاہر کے لشکر سے مغلوب اور رسوا ہوا اور علی کو انھوں نے قتل کر دیا اور اس کا بدن ایک کنویں میں پھینک دیا طاہر نے اس سلسلہ میں مامون کو خط لکھا تو مامون بہت خوش ہوا مامون نے بھی اپنے بھائی امین کو خلافت سے خلع (الگ کرنا) کیا اور طاہر بن حسین کو ہرثمہ بن اعین کے ساتھ امین سے لڑنے کے لئے بغداد کی طرف روانہ کیا پس طاہر ہرثمہ اپنے لشکر کے ساتھ بغداد کی طرف روانہ ہوئے اور انھوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور بہت سی جنگیں امین و مامون کے لشکروں کے درمیان واقع ہوئیں اور بہت سی منجنیقیں (فلاخن جس سے بڑے پتھر قلعہ کی دیوار کو توڑنے کے لئے پھینکے جاتے ہیں) اطراف بغداد میں نصب کی گئیں اور بہت سے مکانات جلائے اور خراب کیے گئے اور بغداد کے لوگوں کے بہت سے مال تلف ہوئے اور بہت سے عیاروں اور مکاروں نے اسی کشمکش میں لوگوں کے مال خورد برد کئے اور اجناس کی بغداد میں قیمت بہت بڑھ گئی کیونکہ آنے جانے کا راستہ بند ہو گیا تھا اور یہ واقعہ ۱۹۶ھ میں ہوا اور چودہ ماہ تک معاملہ اسی طرح رہا یہاں تک کہ بغداد کے لوگ تنگ آ گئے اور ان پر معاملہ سخت ہو گیا لہٰذا بہت سے لوگ حج کے بہانے بغداد سے بھاگ گئے اور کچھ لشکرِ مامون سے جا ملے اور امین کا معاملہ سخت ہو گیا اور اس کے بہت سے

ساتھی اس سے دستبردار ہو گئے اور اسے تنہا چھوڑ دیا اور طاہر نے بھی اعیان بغداد کو خطوط لکھے کہ امین کو قتل کر دو اور اس کے مقابلہ میں بہت سے سیم و زر کا وعدہ کیا سب نے لکھا کہ ہم نے امین کو خلافت سے ہٹا دیا ہے اور اس کی مدد سے ہاتھ اٹھا لئے ہیں خلاصہ یہ کہ طاہر نے قوت حاصل کی اور امین پر معاملہ بہت تنگ کر دیا اور اس حد تک آنے جانے کا راستہ بند کر دیا کہ صورت یہ ہوگئی کہ قریب تھا امین اور اس کے ساتھی بھوک اور پیاس سے ہلاک ہو جائیں لہٰذا امین نے ہرثمہ کو لکھا کہ مجھے امان دو اور مطمئن کرو تا کہ میں تمہارے پاس چلا آؤں ہرثمہ نے قبول کیا اور وعدہ کیا کہ اگر میرے پاس چلے آؤ تو خیر و خوبی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھو گے پس امین نے موسیٰ اور عبد اللہ اپنے بیٹوں کے بوسے لئے اور انھیں سونگھا اور ان سے رخصت ہوا اور روتا ہوا باہر نکلا اور گھوڑے پر سوار ہو کر باب خراسان سے باہر نکل کر مشرعہ کی طرف گیا اور کشتی میں بیٹھ کر ہرثمہ سے ملاقات کی ہرثمہ نے اس کی پیشانی کا بوسہ لیا اور کشتی میں ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھے کہ طاہر نے ہرویہ کے ایک گروہ کو کچھ ملاحوں وغیرہ کے ساتھ بھیجا کہ وہ امین کو گرفتار کرلیں وہ لوگ آئے اور کپڑے اتار کر پانی کے اندر چلے گئے اور کشتی کے نیچے آ نکلے اور کشتی پانی میں الٹ دی اور کشتی والے کہ جن میں امین اور ہرثمہ تھے پانی میں گر گئے ہرثمہ نے کسی نہ کسی طریقہ سے اپنے کو ایک چھوٹی کشتی تک پہنچایا اور باہر نکل کر اپنے لشکر میں جا پہنچا اور امین نے بھی اپنے کپڑے اتار دیئے تا کہ ہلکا پھلکا ہو جائے پس تیر کر پانی سے نکل آیا لیکن اتفاقاً اس طرف سے نکلا کہ جدھر ویرانی طاہر کے غلام کا لشکر جمع تھا تو ان میں سے بعض لوگوں نے اسے پکڑ لیا مشک اور عمدہ خوشبو اس سے سونگھی تو سمجھے کہ یہی امین ہے اسے طاہر کے پاس لے گئے اور قبل اس کے کہ طاہر کے پاس پہنچتا طاہر کو خبر ہوگئی طاہر نے امین کے قتل کا حکم دے دیا انھوں نے راستہ میں ہی اسے قتل کر دیا حالانکہ وہ چیختا اور پکارتا تھا انا للہ وانا الیہ راجعون، میں رسول اللہ کے چچا کا بیٹا اور مامون کا بھائی ہوں اتنی تلواریں اسے ماری گئیں کہ وہ ہلاک ہو گیا تب اس کا سر بدن سے جدا کر کے طاہر کے پاس لے گئے جب سر طاہر کے پاس رکھا گیا تو اس نے کہا اللھم مالك الملك تؤتی الملك من تشاء الآیہ خدایا تو ملک کا بادشاہ ہے جسے چاہتا ہے ملک و سلطنت دیتا ہے پھر امین کا سر مامون کے پاس خراسان بھیجا گیا اور امین کا قتل اتوار کی اتوار ۲۵ محرم ۱۹۸ھ میں ہوا۔

اور امین کے قتل کی کیفیت ایک اور طریقہ سے بھی منقول ہے جیسا کہ احمد بن سلام سے نقل ہے جو کشتی میں امین کے ساتھ تھا جب کشتی الٹادی گئی احمد تیر کر باہر نکل آیا طاہر کے ایک ساتھی نے اسے گرفتار کر کے قتل کرنا چاہا اس نے اسے دو ہزار درہم کا وعدہ دیا کہ اس رات کی صبح کو دے دوں گا احمد کہتا ہے کہ اس نے میرے قتل کرنے سے درگزر کیا اور ایک تاریک کوٹھری میں بند کر دیا میں اس کوٹھری میں تھا کہ اچانک میں نے دیکھا کہ ایک شخص کو ننگا و برہنہ لے آئے کہ سوائے سلوار اور عمامہ کے اس کے بدن پر کچھ نہیں تھا اور اس کے کندھے پر کپڑے کا ایک ٹکڑا تھا اور اسے بھی اسی کوٹھری میں بند کر دیا اور پاسبانوں نے اس کوٹھری کو اپنے گھیرے میں لے لیا کہ کہیں ہم بھاگ نہ جائیں جب وہ شخص اپنی جگہ پر مستقر ہوا اور اس نے عمامہ اپنے سر اور چہرہ سے ہٹایا تو میں نے کہا وہ محمد امین ہے پس میں رو پڑا اور کلمہ انا للہ آہستہ سے کہا امین نے مجھے دیکھا اور کہا کہ تو کون ہے میں نے کہا کہ میں تیرا ایک غلام ہوں اے میرے سردار کہنے لگا میرے غلاموں میں سے کون ہے تو میں نے کہا میں احمد بن سلام ہوں کہنے لگا اے احمد میں نے کہا لبیک اے میرے آقا

کہنے لگا میرے نزدیک آؤ اور مجھے اپنے بغل میں لو کہ میں سخت وحشت میں اپنے کو پا رہا ہوں میں نزدیک ہوا اور اس کو بغل میں لیا میں نے دیکھا کہ اس کا دل اضطراب وخفقان میں ہے پس کہنے لگا یہ بتاؤ کہ میرا بھائی مامون زندہ ہے میں نے کہا اگر زندہ نہیں تو یہ جنگ و جدال کس لئے ہے کہنے لگا مجھے کہتے تھے کہ وہ مر چکا ہے میں نے کہا خدا قبیح کرے تیرے وزراء کے چہروں کو کہ جنھوں نے تجھے اس حالت تک پہنچایا کہنے لگا یہ سرزنش کا وقت نہیں اور ان کو کوئی تقصیر اور کوتاہی نہیں میں نے کہا اے میرے آقا اس کپڑے کے ٹکڑے کو پھینک دو کہنے لگا جس کی حالت میرے جیسی ہو اس کے لیے یہ ٹکڑا بھی بہت ہے پھر کہنے لگا اے احمد مجھے شک نہیں کہ یہ مجھے میرے بھائی مامون کے پاس لے جائیں گے کیا مامون مجھے قتل کردے گا میں نے کہا آپ کو قتل نہیں کرے گا کیونکہ رحم کا تعلق اسے تجھ پر مہربان کردے گا کہنے لگا ہیہات الملک عقیم لا رحم لہ دور ہے یہ بات ملک بانجھ ہے اس کا کوئی رحم نہیں میں نے کہا ہرثمہ کی امان تیرے بھائی کی امان ہے پس میں اسے استغفار اور ذکر خدا کی تلقین کر رہا تھا کہ اچانک کوٹھری کا دروازہ کھلا اور ایک شخص ہتھیار سمیت وارد ہوا اور اس نے محمد کے چہرہ پر ایک نگاہ کی اور باہر چلا گیا اور دروازہ بند کردیا میں سمجھ گیا کہ یہ محمد کو قتل کردیں گے اور میں نے اپنی نماز تہجد پڑھ لی تھی سوائے نماز وتر کے میں ڈرا کہ کہیں اس کے ساتھ مجھے بھی قتل نہ کردیں اور میری نماز وتر فوت ہوجائے میں جلدی سے نماز وتر کے لئے کھڑا ہو گیا محمد کہنے لگا میرے پاس آ کر نماز وتر پڑھو کیونکہ میں سخت وحشت میں ہوں پس کچھ دیر نہ گزری کہ عجمیوں کی ایک جماعت ننگی تلواریں لئے ہوئے آئی کہ محمد کو قتل کردیں جب اس نے یہ حالت دیکھی تو اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا انا للہ وانا الیہ راجعون میری جان خدا کی قسم اللہ کی راہ میں گئی کیا کوئی چارہ نہیں کیا کوئی فریادرس نہیں وہ لوگ دروازے کے قریب آ گئے اور ہر ایک دوسرے سے کہتا تھا کہ اس کے پاس جا کر اس کا کام تمام کردو محمد نے تکیہ ہاتھ میں لیا اور کہا میں رسول اللہؐ کے چچا کا بیٹا ہوں میں ہارون الرشید کا بیٹا ہوں میں مامون کا بھائی ہوں خدا سے ڈرو خدا سے خوف کرو میرے خون کے بارے میں پس طاہر کا ایک غلام اندر آیا اور اس نے محمد کے سر کے سامنے ایک ضرب لگائی محمد نے تکیہ اس کے چہرہ کے سامنے کردیا اور چاہا کہ اس سے تلوار چھین لے کہ اس ایرانی نے آواز دی کہ محمد نے مجھے مار ڈالا وہ گروہ کمرے میں گھس آیا اور محمد پر ہجوم کیا ایک نے اس کے نیچے تلوار ماری کہ محمد منہ کے بل زمین پر گر پڑا تب انھوں نے اس کا سر کاٹ لیا اور طاہر کے پاس لے گئے۔

فقیر کہتا ہے کہ احمد بن سلام کے واقعہ کے نقل کرنے سے میرا ایک خاص مطلب تھا اور وہ یہ کہ ناظرین دیکھ لیں کہ پہلے لوگ کس طرح نماز تہجد اور نوافل کی پابندی کرتے تھے کہ یہ شخص جو باوجودیکہ محمد امین کا غلام ہے اور عابد وزاہد میں سے نہیں ہے بلکہ قید بھی ہے اور اپنی زندگی سے مایوس ہے کس قدر اہتمام نماز تہجد کا کرتا ہے اور اسے خوف ہے کہ کہیں وہ قتل ہوجائے اور اس کی نماز وتر فوت نہ ہوگئی ہو مذہب جعفری کے اہل غیرت کے لئے یہ واقعہ عظیم پند ونصیحت ہے خلاصہ یہ کہ جب امین کا سر طاہر کے پاس لے گئے تو اس نے وہ سر مامون کے پاس خراسان بھیجا اور جب امین کا سر مامون کے پاس لے گئے تو اس نے حکم دیا کہ اس کو صحن خانہ میں ایک لکڑی پر لٹکا دیں اور اپنے لشکر وسپاہ کو بلایا اور انھیں عطیے اور بخششیں دینی شروع کیں جس کو جائزہ اور انعام دیتا اس کو حکم کرتا کہ پہلے سر پر لعنت کرو اور اپنا انعام حاصل کرو لوگ امین کے سر پر لعنت کرتے اور انعام لیتے تھے یہاں تک کہ ایک عجمی نے اپنا انعام لیا اس سے کہنے

لگے کہ سر کے اوپر لعنت کرو تو وہ کہنے لگا کہ خدا اس پر اور اس کے ماں باپ پر لعنت کرے اور انھیں ان کے ماؤں کی فلاں فلاں چیز میں داخل کرے پس مامون نے حکم دیا کہ سر کو سولی سے اتار کر خوشبو لگائیں اور پھر بغداد کی طرف بھیجا کہ اسے بدن کے ساتھ دفن کر دیں۔

اور محمد امین کی عمر ۳۳ سال اور تیرہ دن تھی اور اس کی مدت خلافت قتل ہونے تک تقریباً پانچ سال تھی اور چونکہ وہ اپنے زمانہ میں لہو ولعب اور لذت وطرب میں مشغول رہتا تھا اور اس کے بعد محاصرہ اور مامون کے لشکر سے جنگ کرنے میں مشغول رہا لہٰذا آل ابوطالبؑ سے متعرض نہیں ہوا اور اس کے زمانہ میں کوئی حادثہ طالبین کو پیش نہیں آیا جو چیز اس کے قتل ہونے اور ملک کے زوال کا سبب بنی وہ اس کا زیادہ تر لذات کی طرف متوجہ ہونا اور لہو ولعب اور ساز وطرب وغیرہ میں مشغول ہونا ہے جیسا کہ بعض شعراء نے ان دو اشعار میں اس مطلب کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اذا غدا ملك باللهو مشتغل !
فاحكم على ملكه بالويل والحرب
اما ترى الشمس فى الميزان هابطة
لما غدا وهو برج اللهو و اللعب!

ا۔ جب میں بادشاہ لہو ولعب میں مشغول ہو جائے تو اس کے ملک پر تباہی اور جنگ کا حکم لگا دو۔ ۲۔ کیا دیکھتے نہیں ہو کہ سورج برج میزان میں صبح کے وقت گر جاتا ہے کیونکہ وہ لہو ولعب کا برج ہے۔ امین کی خلافت کے ابتدائی دور میں رشید کی موت کے اٹھارہ راتوں کے بعد ابوبکر بن عیاش نے دنیا سے کوچ کیا اس کی عمر اس وقت اٹھانوے سال اور ۱۹۷ھ میں اور ایک قول ہے ۱۹۹ھ میں عبدالملک بن صالح بن علی سفاح کا چچا زاد بھائی مقام رقہ میں دنیا سے چل بسا وہ اپنے زمانہ میں بنی عباس کا فصیح ترین شخص تھا۔

ابوالعباس عبداللہ بن ہارون ملقب بماموں کی خلافت اور ابوسرایا کی داستان کا ذکر

جس وقت سے عبداللہ مامون نے محمد امین کو خلافت سے ہٹایا اور اس کا لشکر امین سے جنگ کرنے کے لئے گیا اور اس کا محاصرہ کیا تو خراسان اور باقی شہروں کے لوگوں نے (کہ جن پر طاہر بن حسین کا غلبہ ہو چکا تھا) مامون کو خلیفہ تسلیم کر لیا اور اس کی بیعت کی اور منبروں پر اس کا نام لیا یہاں تک کہ محمد امین قتل ہوا اس وقت تو بغداد کے لوگوں نے بھی مامون کو خلیفہ مان لیا مامون کو بنی عباس کا ستارہ کہتے تھے وہ علم نجوم و حکمت سے کافی بہرہ ور تھا اور علم فلسفہ سے اسے بہت محبت و شغف تھا وہ ہمیشہ مناظرہ اور علمی گفتگو کی مجالس منعقد کرتا تھا اس کی ماں کنیز تھی جس کا نام مراجل تھا اور مامون اظہار تشیع کرتا تھا اور اس کے ندماء و رفقاء میں سے یحییٰ بن اکثم خراسانی تھا۔ یحییٰ اس سے پہلے بصرہ کا قاضی تھا کہتے ہیں کہ وہ لواطت کرتا تھا یہاں تک کہ اس نے بصرہ کے لوگوں کے لڑکے خراب کر دیئے اور اہل بصرہ تنگ آ گئے اور مامون کو اس کی شکایت کے پیغام بھیجے مامون نے اسے قضاوت سے معزول کر دیا اور یحییٰ ہی کے حق میں کہا گیا ہے۔

یا لیت یحیی لم یلدہ اکثم
ولم تطأ ارض العراق قدمہ
الوط قاض فی العراق نعلمہ ای دوات
لم یلقہ قلمہ وای شعب لم یلجہ ارقمہ

کاش یحییٰ کو اکثم نے نہ جنا ہوتا اور عراق کی زمین کو اس کے قدم نہ روندتے عراق میں سب سے زیادہ لواطت کرنے والا قاضی ہم اسے جانتے ہیں کہ کونسی دوات ہے کہ جس میں اس کا قلم نہیں گیا اور کس نشیب میں اس کا خبیث سانپ داخل نہیں ہوا۔ یحییٰ قضاوت بصرہ سے معزول ہونے کے بعد مامون کے پاس پہنچا مامون نے اسے اپنا ہم پیالہ ہم نوالہ بنا لیا اور اس کا رتبہ بلند کیا۔ منقول ہے کہ ایک دن مامون نے یحییٰ سے کہا اے ابو محمد یہ شعر کس کا ہے۔

قاض یری الحد فی الزنا ولا
یری علی من یلوط من باس

وہ قاضی جو زنا میں تو حد جاری کرنے کا فتویٰ دیتا ہے اور جو لواطت کرے اس کے متعلق اس کی رائے ہے کہ کوئی ڈر نہیں یحییٰ

نے کہا کہ یہ شعر ابن ابونعیم کا ہے اور یہ وہ شخص ہے جو کہتا ہے:

امیرنا یرتشی و حاکمنا
یلوط والرس اھر ماراس
قاض یری الحد فی الزنا ولا
یری علی من یلوط من باس
ما احسب الجور ینقضی و
علی الامۃ وال من ال عباس

ہمارا امیر رشوت لیتا ہے اور حاکم لواطت کرتا ہے اور سردار کتنا برا سردار ہے قاضی زنا میں تو حد سمجھتا ہے اور جو لواطت کرے اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا میں گمان نہیں کرتا کہ ظلم و جور ختم ہو جب تک آل عباس میں سے کوئی والی و حاکم امت پر رہے گا مامون نے خجالت سے کچھ دیر سر نیچے رکھا اور حکم دیا کہ ابن ابونعیم شاعر کو شہر بدر کر دیں اور سندھ کی طرف اسے بھیج دیا خلاصہ یہ کہ یحییٰ کثرت لواطت و اغلام میں مشہور اور متجاہر تھا۔

منقول ہے کہ مامون نے چار سو خوبصورت بے ریش چھوکرے اس کی لذت و عیش کے لئے اس کے ملازم قرار دیئے تھے جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہتے اور اس قاضی بے حیا و بے شرم نے شرم و حیا کا پردہ اتار رکھا تھا اور وہ ان سے لذت حاصل کرتا تھا اور انھیں بناتا سنوارتا تھا لہٰذا اس کے زمانہ کے شعراء کی ایک جماعت نے اس کی ہجو کی ہے کہ جن میں سے راشد بن اسحاق ہے کہ جس نے اس کی ہجو میں قصیدہ کہا ہے یہ دو شعر اس کے قصیدہ کے ہیں کہ جن میں انھیں بے ریش چھوکروں کی طرف اشارہ ہے جو اس کی خدمت کے لیے اس کے پاس رہتے تھے:

یقودھم الی الھیجا قاض
شدید الطعن بالرمح الردینی
یغادرھم الی الاذقان صرعی
وکلھم جریح الخصیتین!

میدان کی طرف انھیں قاضی کھینچ لاتا ہے جو عمدہ لچکدار نیزہ بڑی شدت سے مارتا ہے انھیں ٹھوڑیوں کے بل گراتا ہے اور سب خصیتین سے زخمی ہیں۔

نیز راشد نے ہی اس کی ہجو میں کہا ہے:

وکنا نرجی ان نری العدل ظاھرا
فاعقبنا بعد الرجاء قنوط

متی تصلح الدنیا و یصلح اهلها
وقاضی قضاة المسلمین یلوط هم

امید رکھتے تھے کہ عدل ظاہر ہوگا پس ہم پر امید کے بعد ناامیدی چھا گئی دنیا اور اس کے رہنے والوں کی اصلاح کب ہوسکتی ہے جب مسلمانوں کا قاضی القضاة لواطت اور اغلام کرتا ہے۔

سیوطی نے کتاب ریاض النضرة فی احادیث الماء والخضرة میں بخاری کی تاریخ سے نقل کیا ہے کہ اس نے محمد بن سلیمان یمانی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن مامون یحییٰ کے ساتھ بیٹھا تھا اور عباس مامون کا بیٹا بھی وہاں مجلس میں موجود تھا اور عباس انتہائی خوش رو اور خوبصورت تھا یحییٰ نے اپنی آنکھیں عباس پر گاڑی ہوئی تھیں اور مسلسل اس کی شکل وصورت سے لذت حاصل کر رہا تھا جب قاضی نے دیکھا کہ یہ کام اچھا نہیں اور ادھر سے وہ بیریش چھوکروں کے معاملہ میں بے قابو بھی تھا اور اپنے آپ کو کنٹرول نہیں کرسکتا تھا لہذا معذرت کے دروازے سے نکلنا چاہا اور ایک حدیث گھڑ لی اور مامون سے کہنے لگا اے امیر المومنین مجھے عبدالرزاق نے معمر سے ایوب سے نافع سے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ اس نے حدیث بیان کی رسول خدا سے کہ خوبصورت چہرے کو دیکھنے سے آنکھوں میں جلا پیدا ہوتی ہے اور چونکہ میری آنکھیں کمزور ہیں میں نے چاہا کہ عباس کے خوبصورت چہرہ کو دیکھ کر اپنی آنکھوں کو جلا بخشوں مامون غصہ میں آ گیا اور کہنے لگا اے یحییٰ خدا سے ڈرو اس میں شک نہیں کہ یہ حدیث رسولؐ خدا پر بہتان ہے اور قطعاً پیغمبر نے یہ حدیث نہیں فرمائی۔

مؤلف کہتا ہے کہ جو کچھ یحییٰ کی لواطت کے متعلق نقل ہوا ہے اگر وہ لکھا جائے تو وضع رسالہ سے خارج ہو جائیں گے اور عمرِ عزیز بھی اس سے اشرف واعلیٰ ہے کہ ایسے مطالب کے نقل میں صرف ہو پس کتاب جعفریات سے سند کے ساتھ امیر المومنینؑ سے منقول ہے کہ لوگوں میں سے زیادہ احمق وہ ہے جو اپنی کتاب کو باطل اور غلط باتوں سے پر کرے حکماء علماء اتقیاء اور ابرار لوگ بس تین قسم کی چیزیں لکھتے تھے کہ جن میں چوتھی نہیں ہوتی تھی جو اللہ کے لئے باطن کو اچھا کرے اللہ اس کے ظاہر وعلانیہ کو اچھا کر دیتا ہے اور جو اپنے اور اللہ کے درمیان معاملہ درست کر لے تو اللہ اس کے اور لوگوں کے درمیان کا معاملہ درست کر دیتا ہے اور جس کا ہم وغم آخرت ہو اللہ اس کے دنیا کے ہم وغم کی کفایت کرتا ہے باقی رہا یہ کہ ہم نے اس قدر واقعات یحییٰ کے باب میں ذکر کئے اس میں ایک لطیف نکتہ مد نظر تھا اور یہ کہ عاقل وہوشمند جان لے کہ جب اس قاضی نے شرم وحیا کا پردہ چاک کیا اور خدا سے شرم وحیا نہ کی تو کس طرح خدا نے اسے رسوا وذلیل کیا کہ اس زمانہ تک کہ گیارہ سو سال سے زیادہ کا عرصہ ہو گیا ہے اب تک اس کا نام برائی کے ساتھ تصانیف اور لوگوں کی زبانوں پر لیا جاتا ہے علاوہ آخرت کے شدائد وعذاب کے اور لوگوں کے درمیان ایک مثل مشہور ہے لطف حق با تو مدارا ہا کند چونکہ از حد بگذرد رسوا کند خدا کا لطف وکرم تجھ سے مدارت ونرمی برتتا ہے لیکن جب معاملہ حد سے بڑھ جائے تو پھر رسوا وذلیل کرتا ہے پس ہر شخص اپنے گریبان میں منہ ڈالے اور اگر کسی گناہ میں مبتلا ہے تو رسوا نہ ہونے کی جہت سے خصوصاً قیامت کے دن کہ نعوذ باللہ من خزی یوم المحشر (ہم پناہ مانگتے ہیں قیامت کے دن کی رسوائی سے) اس گناہ کو ترک کردے اور یہ بات اہل تفکر کے لئے وسیع ہے اور یحییٰ کے

حالات سے مامون کے حالات بھی معلوم ہو گئے کیونکہ جب انسان کسی شخص کے حالات معلوم کرے تو اس سے اس کے ہمنشین اور ساتھی کے حالات بھی معلوم ہو جاتے ہیں خلاصہ یہ کہ ہم اس رسالہ میں تاریخ نویسی کی بنا پر نہیں رکھتے بلکہ تاریخ خلفاء تو عنوان مطلب ہے اور مقصد ان اہم فوائد کا ذکر کرنا ہے جو اہل علم واہل تمیز پر مخفی نہیں واللہ المؤید (خدا تائید فرماتا ہے)۔

خلافت مامون کے زمانے نے تقریباً اکیس سال طول کھینچا اور اس کی خلافت کی ابتداء ۱۹۶ھ کے حدود میں تھی اور ۱۹۸ھ میں اس نے اپنے بھائی قاسم بن رشید کو خلافت کی ولی عہدی سے ہٹایا اور اسی سال سفیان بن عیینہ نے مکہ میں وفات پائی اور اسی سال ابن خلکان کی تاریخ کے مطابق حسن بن ہانی نے جو ابونواس شاعر کے نام سے مشہور ہے بغداد میں وفات پائی اور وہ بہت بڑا شاعر تھا لیکن اس کے اکثر اشعار باطل اور بیہودہ باتوں میں تھے اور اس کو ابونواس (ضمہ نون کے ساتھ) اس لئے کہا جاتا تھا کہ اس کے دو گیسو تھے جو اس کے کندھوں پر لٹکے رہتے تھے اور وہ اس ابونواس کے علاوہ ہے جو ابونواس حق کا لقب رکھتا ہے جیسا کہ مجالس شیخ میں ہے کہ امام علی بن محمد تقی علیہما السلام نے ابوسری سہل بن یعقوب بن اسحاق سے فرمایا (جو کہ ابونواس کے لقب سے ملقب تھا جو فضول اور خوش طبعی کی باتیں لوگوں سے کرتا تھا اور ان سے خوش طبعی کی باتوں کو تمہید بناتا تھا اپنے تشیع کے اظہار کے لئے اے ابوسری تو ابونواس حق ہے اور جو تجھ سے پہلے تھا وہ ابونواس باطل تھا اور ابونواس (مشہور) کے بڑے عمدہ اشعار ہیں ہمارے آقا علی بن موسیٰ رضا کی مدح میں:

مطهرون نقيات ثيابهم
تجرى الصلوة عليهم اينما ذكروا
من لم يكن علويا حين تنسبه
فماله من قديم الدهر مفتخروا
والله لما برى خلقا فاتقنه
صفاكم واصطفاكم ايها البشر
فانتم الملأ الاعلى وعندكم
علم الكتاب و ماجاءت به السور

وہ پاک کئے گئے ہیں اور ان کے دامن صاف ستھرے ہیں ان پر صلوات بھیجی جاتی ہے جہاں کہیں بھی ان کا ذکر ہو جو شخص اولاد علی میں سے نہ ہو جب تو اس کا نسب بیان کرنے لگے تو اس کے لئے قدیم زمانہ میں کوئی فخر کا مقام نہیں اور خدا نے جب مخلوق کو پیدا کیا پس اسے پختہ کیا تو تمہیں صاف کیا اور مصطفیٰ بنایا اے کامل بشر تم ہی بلند ترین گروہ ہو اور تمہارے پاس کتاب اور جو کچھ قرآنی صورتوں میں ہے اس کا علم ہے اور مامون سے حکایت ہوئی ہے وہ کہتا ہے کہ اگر دنیا اپنی آپ تعریف کرے تو بھی وہ ابونواس کے اس قول کی طرح اپنی توصیف نہیں کر سکے گی۔

الاکل حی هالك و ابن هالك
وذونسب فی العالمین عریق
اذا امتحن الدنیا لبیب تکشفت
له عن عدو فی ثیاب صدیق

یاد رکھو ہر زندہ ہلاک ہونے والا اور ہلاک ہونے والے کا بیٹا اور دونوں جہانوں میں جو صاحب نسب ہو وہ تباہ و غرق ہونے والا ہے جب عقلمند دنیا کا امتحان کرے تو وہ اس کے سامنے دشمن دوست کے لباس میں ہو کر منکشف و ظاہر ہوگی۔

منقول ہے کہ جب ابونواس کی موت کا وقت آیا تو عیسیٰ بن موسیٰ ہاشمی نے اس سے کہا کہ تو دنیا کے آخری اور آخرت کے پہلے دن میں ہے لغزشیں تو نے بہت کی ہیں پس تو یہ کرتا کہ خدا تجھے بخش دے ابونواس کہنے لگا مجھے اونچا کرو اور بٹھاؤ جب اسے بٹھا دیا گیا تو کہنے لگا تو مجھے عذاب الٰہی سے ڈراتا ہے حالانکہ مجھ سے حدیث بیان کی حماد بن سلمہ نے ثابت بنانی سے اس نے انس بن مالک سے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر پیغمبر کے لیے حق شفاعت ہے اور میں نے اپنی شفاعت اپنی امت کے گناہان کبیرہ کرنے والوں کے لئے قیامت کے دن ذخیرہ کر رکھی ہے کیا تو گمان کرتا ہے کہ میں ان میں سے نہیں ہوں۔

مؤلف کہتا ہے کہ خدا سے حسن ظن رکھنا خصوصاً مرنے کے وقت ممدوح ہے اور روایت ہے کہ حسنوا الظن باللہ خدا کے متعلق حسن ظن رکھو اور وارد ہوا ہے کہ خدا فرماتا ہے انا عند ظن عبدی فلیظن بی ماشاء میں اپنے بندے کے ظن و گمان کے پاس ہوں پس جو گمان چاہے رکھے اور ابونواس حسن ظن رکھتا تھا اور کس قدر اچھا تھا اس کا ظن اپنے رب کے ساتھ جہاں وہ کہتا ہے۔

تکثر ما استطعت من الخطایا
فانك بالغ ربا غفورا
ستبصر ان وردت علیه عفوا
وتلقی سیدا ملکا کریما
تعض ندامة کفیك مما
ترکت مخافة النار السرورا

جتنے چاہے زیادہ گناہ کرے کیونکہ تو نے بخشنے والے پروردگار کی بارگاہ میں جانا ہے جب تو اس کے دربار میں پہنچے گا تو عفو و مہربانی دیکھے گا اور تو کریم آقا اور بادشاہ کی ملاقات کرے گا اور تو ندامت سے اپنی ہتھیلیاں کاٹے گا اس خوشی کے چھوڑنے پر جو تو نے جہنم کی آگ کے خوف سے چھوڑ دی تھی لیکن مخفی نہ رہے کہ ظن اور رجاء و امید ممدوح ہے جب کہ وہ خوف و خشیت سے ملی ہوئی ہو اور انسان عذاب الٰہی اور خدائی امتحانات سے ایمن و مامون ہو کر نہ بیٹھ جائے اور عظمت و جلال حضرت ذوالجلال سے بےخوف نہ ہو اس عنوان سے کہ میں خدا سے امید اور حسن ظن رکھتا ہوں لہٰذا جو چاہے کرتا پھرے اور اس میں

شک نہیں کہ یہ رجاء امید نہیں بلکہ غرور وحماقت ہے اور باعث خسران وخسارہ ہے بہت عمدہ کیا ہے جس کسی نے کہا ہے ما اشتار العسل من اختار الکسل۔

نابردہ رنج گنج میسر نمی شود

مزد آں گرفت جان برادر کہ کارکرد

تکلیف اٹھائے بغیر خزانہ میسر نہیں ہوتا مزدوری اسے ملے گی اے برادر عزیز جو کام کرے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت صادقؑ سے عرض کیا کہ آپ کے محب ووالیوں کا ایک گروہ گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم امید رکھتے ہیں حضرتؑ نے فرمایا وہ جھوٹ بکتے ہیں یہ ہمارے محب ودوست نہیں یہ ایسے لوگ ہیں کہ جن پر دنیاوی امیدوں کا غلبہ ہے جو شخص کسی چیز کی امید رکھتا ہے اس کے لئے وہ کام کرتا ہے اور اس میں شبہ نہیں کہ جس قدر بندہ کی معرفت عظمت وجلال خداوندی زیادہ ہوتی ہے وہ اپنے عیوب سے زیادہ بینا ہوتا ہے اسے خدا کا زیادہ خوف ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ خدا نے خوف وخشیت کی نسبت علماء کی طرف دی ہے جیسا کہ فرماتا ہے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء سوا اس کے نہیں کہ اللہ بندوں میں سے علما ہی اس سے ڈرتے ہیں اور رسولؐ خدا نے فرمایا میں خدا سے سب سے زیادہ ڈرتا ہوں اور آنحضرتؐ سے لوگوں نے پوچھا آپ کیوں جلدی بوڑھے ہو گئے فرمایا مجھے سورۂ ہود واقعہ ومرسلات اور عم یتساءلون نے بوڑھا کیا ہے اور اگر آنکھوں سے نہیں دیکھا تو سنی تو ہیں انبیاؑ کے خوف کی حکایات اور امیر المومنینؑ کا بار ہا غش کھا جانا اور حضرت سید الساجدین صلوات اللہ علیہم اجمعین کی تضرع وزاری ومناجات خلاصہ یہ کہ روایت ہوئی ہے۔ابو نواس کے ایک دوست سے وہ کہتا ہے کہ میں ابونواس کی موت کے بعد اس کے لئے بہت پریشان ہوا اس کے زیادہ گناہوں اور اس پر عذاب الٰہی کے ہونے کی وجہ سے یہاں تک کہ ایک دفعہ اس نے اسے عالم خواب میں بڑی اچھی ہیئت میں دیکھا تو اس سے پوچھا کہ خدا نے تجھ سے کیسا معاملہ کیا ہے کہنے لگا خدا نے مجھے چند اشعار کی وجہ سے بخش دیا جو میں نے کہے تھے میں نے کہا وہ اشعار کونسے ہیں وہ کہنے لگا کہ میری والدہ کے پاس ہیں صبح سویرے میں اس کی والدہ کے پاس گیا اور اس سے وہ واقعہ بیان کیا اور ان اشعار کا مطالبہ کیا اس کی ماں ایک تحریر لے آئی جو ابونواس کے ہاتھ ہی کی لکھی ہوئی تھی اور اس میں یہ اشعار تحریر تھے۔

يا رب ان عظمت ذنوبي كثيرة

فلقد علمت بان فضلك اعظم

ان كان لا يدعوك محسن!

فمن الذى يدعو و يرجو المجرم

ادعوك رب كما اردت تضرعا

فاذا رددت يدى فمن ذا يرحم

مالی الیک شفاعة الا الذی
ارجوه من عفو و انی مسلم!
یا من علیه توکلی و کفایتی!
اغفرلی الزر لات انی الیم

اے پروردگار اگرچہ میرے گناہ کثیر ہیں لیکن میں جانتا ہوں کہ تیرا فضل وکرم بہت عظیم ہے اگر تجھے اچھے آدمی کے علاوہ کوئی نہیں پکار سکتا تو پھر مجرم کس کو پکارے اور کس سے امید رکھے۔

پروردگار میں تجھے پکارتا ہوں جیسے تو چاہتا ہے تضرع وزاری کے ساتھ اب تو نے اگر میرا ہاتھ خالی پلٹا دیا تو پھر کون مجھ پر رحم کرے گا تیری بارگاہ میں میری کوئی شفاعت وسفارش نہیں ہے سوائے اس عفوو مہربانی کے جس کی مجھے امید ہے اور یہ کہ میں مسلمان ہوں اے وہ ذات کہ جس پر مجھے توکل ہے اور جو میرے لئے کافی ہے میری لغزشوں کو معاف کردے۔ بے شک میں گنہگار ہوں۔

اے بخشنے والا پردہ پوش خدا اس عاصی وگنہگار سیاہ کارنامہ اعمال کو بخش دے خدایا میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں کہ جو تیری بارگاہ میں مقبول ہو سوائے ولایت ومحبت امیر المومنین وشفیع المذنبین اور ان کے اہل بیت طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین کی مودت کے۔

مواهب الله عندی جاوزت املی
ولیس یبلغها قولی ولا عملی
لکن اشرفها عندی وافضلها
ولایتی لا میر المومنین علی

خدا کی بخششیں میرے پاس اتنی ہی جو میری امید سے تجاوز کر گئی ہیں اور ان تک میرا قول وفعل نہیں پہنچ سکتا لیکن ان ذرہ نوازیوں میں سے اشرف وافضل جو میرے پاس ہے وہ امیر المومنین حضرت علیؑ کی ولایت ومحبت پر مارنا اور ان کے ساتھ اور ان کے جھنڈے کے نیچے ہمیں محشور فرمانا اور مامون کے زمانہ میں ۱۹۹ھ میں ابوالسرایا نے خروج کیا۔

ابوالسرایا کے خروج اور مامون کے زمنہ میں بعض طالبین کے شہید ہونے کا ذکر

ابوالسرایا کا نام سری بن منصور شیبانی ہے اور وہ مرد بہادر قوی القلب اور جنگ کے معاملہ میں بڑی بصیرت رکھتا تھا اور اس نے ۱۹۹ھ کوفہ میں خروج کیا اور لوگوں کو محمد بن ابراہیم بن اسماعیل طباطبا فرزند ابراہیم بن حسن بن علی ابی طالب علیہ السلام کی بیعت کی دعوت دی اور یہ اس لئے کہ اس نے حجاز کے راستہ میں محمد سے یہ وعدہ لیا تھا کہ ابوسرایا لوگوں کو اس کی بیعت کی طرف بلائے گا اور محمد دس جمادی الاولیٰ ۱۹۹ھ کوفہ میں اپنے کو ظاہر کرے جب وعدہ کا دن آیا تو محمد بن ابراہیم نے کوفہ میں

خروج کیا اور اس کے ساتھ علی بن عبداللہ (عبیداللہ خ ل) بن حسین بن علی بن حسین علیہم السلام تھے اور کوفہ کے لوگ ٹڈی دل کی طرح اس کی بیعت میں داخل ہو گئے اور اس کے گرد جمع ہو گئے اور ابو السرایا اپنے غلاموں ابو السیعول و بشار و ابو الھر اس کے ساتھ کوفہ کے باہر کے لوگوں کے نصرت اہل بیتؑ اور شہداء اہل بیتؑ کے انتقام لینے پر اکسا کر ایک جماعت اپنے ساتھ جمع کر کے لے آیا اور اسی روز موعود کوفہ میں داخل ہوا پس محمد بن ابراہیم فراز منبر پر گیا اور خطبہ پڑھا اور لوگوں کو اپنی بیعت کی طرف بلایا اور عہد کیا کہ ان کے درمیان کتاب وسنت کے مطابق عمل کرے گا اور امر بمعروف اور نہی عن المنکر کے پہلو کو نہیں چھوڑے گا تمام اہل کوفہ نے اس کی بیعت کا رشتہ اپنے گلے میں ڈال لیا اور پوری رضا و رغبت کے ساتھ اس کی بیعت کی۔

ابو الفرج نے جابر جعفی سے روایت کی ہے کہ حضرت باقر العلوم علیہ السلام نے محمد بن ابراہیم طباطبا کے خروج کی خبر دی اور فرمایا ۱۹۹ھ منبر کوفہ پر ہم اہل بیتؑ میں سے ایک شخص خطبہ پڑھے گا کہ خدا جس کے ذریعہ ملائکہ پر فخر و مباہات کرے گا خلاصہ یہ کہ جب محمد کوفہ پر مسلط ہو گیا تو فضل بن عباس بن عیسیٰ بن موسیٰ کے پاس قاصد بھیجا اور اسے اپنی بیعت کی دعوت دی اور اس سے تعاون چاہا فضل نے اس کی دعوت قبول نہ کی اور چونکہ محمد کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا تھا شہر سے باہر نکل گیا اور شہر سے باہر مکان بنوا کر حکم دیا کہ اس کے اور اس کے اصحاب کے مکانوں کے گرد خندق کھودی جائے اور اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ وہ مکمل و مسلح رہیں اور اس کی حفاظت کریں جب یہ خبر محمد کو پہنچی تو اس نے ابو السرایا کو اس سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا اور اس کو حکم دیا کہ جنگ کی ابتداء نہ کرے بلکہ پہلے اسے کی بیعت کی دعوت دے ابو السرایا نے بہت سے لوگوں کے ساتھ فضل بن عباس کی طرف کوچ کیا اور پہلے اسے محمد کی بیعت کی طرف بلایا انھوں نے نہ صرف بیعت کرنے سے سرتابی کی بلکہ فضل نے حکم دیا کہ ابو السرایا کے لشکر پر تیر برساؤ فضل کا لشکر شہر پناہ کے پیچھے سے ابو السرایا کے لشکر پر تیر برسانے لگا یہاں تک کہ ایک آدمی ان میں سے مارا گیا یہ خبر محمد کو پہنچائی گئی تو اس نے جنگ کی اجازت دے دی لشکر ابو السرایا نے ہجوم کیا اور فضل کے لشکر کے کچھ لوگوں کو قتل کر دیا اور پھر شہر پناہ کے اندر داخل ہو گئے اور جو کچھ انھیں مال و متاع ملا وہ لوٹ لیا اور فضل بن عباس شکست کھا کر بغداد کی طرف حسن بن سہل کے پاس گیا اور ابو السرایا کے خلاف فریاد و شکایت کی اور اس سے فریاد رسی چاہی حسن نے زہیر بن مسیب کو لشکر کی ایک جماعت کے ساتھ ابو السرایا سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا جب بغداد کا لشکر کوفہ میں پہنچا تو انھوں نے بے شرمی کی ابتداء کی کہ منادی کی کہ اے اہل کوفہ اپنی عورتوں اور لڑکیوں کو ہمارے لئے زینت کرو کہ ابھی ابھی ہم تمہارے مردوں کو قتل کر کے تمہاری عورتوں اور بیٹیوں سے فسق و فجور کریں گے اس طرف ابو السرایا نے اپنے لشکر میں پکار کر کہا اے لوگو ذکر خدا کرو اور توبہ واستغفار کرو اور خدا سے مدد طلب کرو اپنے حول و قوت سے برائت کرو قرآن پڑھو اور جنگ سے فرار نہ کرنا کیونکہ موت کے لئے ایک وقت معین ہے دشمن سے بھاگ جانا موت میں تاخیر نہیں ڈال سکتا۔

من لم یمت عبطة یمت هرما
الموت کاس والمرء ذائقها

جو ثابت قدمی میں صحیح طریقہ سے نہ مرے وہ بھاگتے ہوئے مرتا ہے موت پیالہ ہے اور مرد اس کو پینے والا ہے بہر حال

جنگ کا میدان فرات کے کنارے تھا اور ابوالسرایا نے ایک کمک ترتیب دی ہوئی تھی اور اس نے خود ایک طرف سے زہیر کے لشکر پر حملہ کیا اور دوسری طرف اس کی کمک باہر نکلی اور ابوالسرایا مسلسل کوفہ کے لوگوں کو جنگ پر اکسار ہا تھا اور خود اس نے عظیم مبارزے کئے اور گھمسان کی جنگ میں اس کے غلام بشار نے زہیر کے لشکر کے علمدار کو قتل کر دیا ان کا علم سرنگوں ہو گیا بغدادی بھاگ کھڑے ہوئے کوفہ کے لوگوں نے شاہی نامی بستی تک ان کا تعاقب کیا اور ابوالسرایا شکست کھانے والوں کو مسلسل آواز دے رہا تھا کہ جو اپنے گھوڑے سے پیادہ ہو جائے اس کے لئے امان ہے اور جو کوئی ان میں سے گھوڑے سے پیادہ ہو جاتا ابوالسرایا کے لشکری اس کی جگہ سوار ہو کر بھاگنے والوں کا پیچھا کرتے اور ان کا اتنا پیچھا کیا کہ وہ شاہی بستی سے تجاوز کر گئے یہاں تک کہ زہیر نے پکار کر کہا اے ابوالسرایا اب اس سے زیادہ شکست کیا ہو گی اب ہمارا پیچھا چھوڑ دو پس ابوالسرایا نے اپنے لشکر کو حکم دیا اب تعاقب نہ کرو اور مال غنیمت جمع کرو کوفیوں کے بہت سے مال غنیمت ہاتھ آئے اور گھوڑے اور اسلحہ اہل بغداد کا لے لیا پس وہ زہیر کی لشکر گاہ میں آئے اور وہاں جو کچھ انھیں ملا انھوں نے اٹھا لیا اور ان کے کھانے کھائے بعد اس کے کہ ایک مدت سے وہ بھوکے تھے پس غنیمت کے اموال اور کٹے ہوئے سروں کے ساتھ کوفہ کی طرف چلے اور ادھر سے زہیر بغداد میں پہنچا اور حسن بن سہل کے خوف سے چھپ گیا حسن نے اس کو بلایا اور اس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک ستون تھا وہ زہیر کی طرف پھینکا کہ اس کی ایک آنکھ پھٹ گئی اور حکم دیا کہ زہیر کی گردن اڑا دو بعض لوگوں نے اس کی سفارش کی تو اسے معاف کر دیا حسن بن سہل اور باقی عباسیوں کو بہت دکھ ہوا پس حسن نے عبدوس بن عبدالصمد کو طلب کیا اور اسے ایک ہزار سوار اور تین ہزار پیادہ لشکر کے ساتھ ابوالسرایا سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا اور اسے حکم دیا کہ اس راستہ سے نہ جانا کہ جدھر سے زہیر نے شکست کھائی تھی کہ شاید اس کا لشکر زہیر کے لشکر کے مرے ہوئے افراد کو دیکھ کر ڈر جائے پس عبدوس سفر طے کر کے کوفہ تک پہنچ گیا ابوالسرایا جب عبدوس کے آنے پر مطلع ہوا تو اس نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا اور ان کو کمین گاہ میں بٹھا دیا اچانک انھوں نے عبدوس کے لشکر گرد حلقہ ڈال دیا اور جنگ عظیم برپا ہوئی اور عبدوس کے لشکر کا ایک گروہ ڈر کے مارے فرات میں غرق ہو گیا اور ابوالسرایا عبدوس کے مقابلہ آیا اور ابوالسرایا نے اس کے سر پر ایک ضرب لگا کر قتل کر دیا پس ابوالسرایا کے لشکر نے فتح پائی اور عبدوس کے لشکر کا تعاقب کیا اور بہت سا مال غنیمت ان کے ہاتھ آیا اور وہ کوفہ پلٹ آئے اس وقت ابوالسرایا محمد بن ابراہیم طباطبا کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ محمد حال احتضار میں ہے پس محمد نے ابو السرایا کو تقویٰ اور نہی از منکر اور نصرت رسولؐ کی وصیت کی اور اپنے جانشین اور وصی کے معاملہ میں لوگوں کو مختار قرار دیا کہ اولاد علی علیہ السلام میں سے جس کو پسند کریں وہی اس کا قائم مقام ہے اور اگر اختلاف کریں تو اس کا جانشین علی بن عبداللہ بن حسین بن علی بن الحسین علیہ السلام ہے یہ کہہ کر اس نے جان دے دی ابوالسرایا نے محمد کی موت لوگوں سے مخفی رکھی یہاں تک کہ جب رات ہوئی اس کے جنازہ کی تجہیز کی اور زیدیہ کی ایک جماعت کے ساتھ غری (نجف اشرف) کی طرف لے گیا اور وہاں دفن کر دیا جب دوسرا دن ہوا تو لوگوں کو جمع کیا اور محمد کی موت کی خبر آشکار کی لوگوں کی صدائیں محمد کی موت کے غم میں رونے کی بلند ہوئیں اور مدت تک روتے رہے اس وقت ابوالسرایا نے کہا لوگو محمد نے تمہارے لئے وصی مقرر کیا اپنے شبیہ ابوالحسن علی بن عبداللہ کو اگر تم اسے پسند کرتے ہو تو وہ

تمہارا امیر ہوگا ورنہ جسے چاہتے ہو انتخاب کرلو لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کوئی جواب نہ دیا سوائے محمد بن محمد بن زید بن علی بن الحسین علیہ السلام کے جو نوخیز جوان تھا وہ کھڑا ہو گیا اور اس نے چند باتیں کہیں اور پھر علی بن عبداللہ کی طرف رخ کیا اور کہا کہ ہم آپ پر راضی ہیں آپ ہاتھ آگے بڑھائیں تاکہ آپ کی بیعت کریں علی ان لوگوں کی بیعت پر راضی نہ ہوا اور محمد سے کہنے لگا میں اس قوم کی ریاست تمہارے سپرد کرتا ہوں اور ابوالسرایا سے کہا آپ اس معاملہ میں کیا مصلحت سمجھتے ہیں ابوالسرایا نے کہا میری رضا آپ کی رضا ہے پس محمد کا ہاتھ پکڑ کر اس کی بیعت کرلی جب محمد لوگوں سے بیعت لے چکا تو اپنے کارندے مختلف شہروں میں پھیلا دیئے ان میں سے ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو یمن کی طرف بھیجا اور زید بن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو اہواز کا والی بنایا اور عباس بن محمد بن عیسیٰ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن جعفر کو بصرہ کا والی بنایا اور حسن بن حسن افطس کو مکہ کا والی کیا اور جعفر بن محمد بن زید بن علی کو حسن بن ابراہیم بن حسنؑ بن علیؑ کے ساتھ واسط کا والی مقرر کیا پس اس کے عمال میں سے ہر ایک ۱۹۹ھ میں مختلف شہروں میں پھیل گئے اور ابن افطس تو بغیر مزاحمت کے مکہ میں وارد ہوا اور مکہ والوں پر امارت کرنے لگا اور ابراہیم بن موسیٰ جب یمن میں وارد ہوا تو واقعہ نسیر کے بعد اہل یمن اس کی اطاعت میں داخل ہو گئے اور راضی رہے جعفر و حسن تو وہ واسط میں وارد ہوئے تو نصر بجلی امیر واسط ان سے جنگ کرنے کے لئے نکلا انھوں نے اس سے جنگ کی یہاں تک کہ اسے شکست دے دی اس کے بعد ان کا واسط پر کنٹرول ہو گیا اور عباس بن محمد بصرہ کی طرف گیا اور علی بن جعفر اور زید بن موسیٰ بن جعفرؑ سے ہم دست ہو کر حسن بن علی ماموئی کے ساتھ جو بصرہ کا والی تھا جنگ کی اور اسے شکست دے کر اس کے لشکر پر غلبہ حاصل کیا اور زید بن موسیٰ نے بنی عباس کے گھر جو بصرہ میں انھوں نے بنائے ہوئے تھے انھیں جلا دیا اسی لئے اسے زید النار کہتے تھے اور یہ زید النار وہی ہے کہ ابوالسرایا کے قتل کے بعد اسے گرفتار کر کے مامون کے پاس بھیج دیا گیا اور مامون نے اسے امام رضا کو بخش دیا اور زید منتصر باللہ کے زمانہ تک زندہ رہا اور زید کے کام حضرت رضاؑ کے لئے گراں تھے اور آپ نے اسے بہت سرزنش کی اور سختی فرمائی ایک روایت ہے کہ حضرتؑ نے قسم کھائی کہ جب تک زندہ رہے اس سے بات نہیں کریں گے ہم نے منتہی میں اس کے مختصر حالات لکھے ہیں خلاصہ یہ کہ اطراف و اکناف سے بہت سے خطوط فتوحات پر مشتمل محمد بن محمد بن زید کے لئے آنے لگے اور اہل شام اور اہلِ جزیرہ نے اسے خط لکھے کہ ہم نے آپ کی اطاعت کرلی ہے ہمارے پاس اپنا قاصد روانہ کریں تاکہ وہ ہم سے بیعت لے اور دن بدن ابوالسرایا کا کام بہتر ہو رہا تھا اور یہ معاملہ حسین بن سہل کے لئے سخت شدید تھا تو وہ مجبوراً ابوالسرایا کو دفع کرنے کی غرض سے طاہر بن حسین سے متوسل ہوا۔

طاہر نے اس کی بات قبول نہ کی تب حسن نے ہرثمہ بن اعین کو خط لکھا اور اس سے مدد چاہی اور وہ خط سندی بن شاہک کو دے کر ہرثمہ کے پاس بھیجا سندی حلوان میں ہرثمہ تک پہنچا اور حسن بن سہل کا خط اس کو دیا ہرثمہ جب اس امر سے باخبر ہوا تو اس نے کوئی اقدام نہ کیا قضائے کار انھیں دنوں منصور بن مہدی کا خط ہرثمہ کو آیا۔ اس نے ہرثمہ کو ابوالسرایا کے امر کی کفایت کا فرمان جاری کیا۔ مجبوراً ہرثمہ اپنا لشکر لے کر بغداد کی طرف متوجہ ہوا اہل بغداد اس کے استقبال کے لئے باہر نکلے اور ہرثمہ کے آنے پر فرح و سرور عظیم نے ان کا رخ کیا پس حسن بن سہل نے اپنا لشکر مال و متاع کے ساتھ ہرثمہ کے سامنے پیش کیا کہ جو کچھ چاہو اپنے ساتھ لے جاؤ

ہرثمہ نے اہل بغداد میں سے لشکر انتخاب کیا اور تیس ہزار افراد کے ساتھ کوفہ کی طرف کوچ کیا اور ابوالسرایا اس وقت کوفہ میں اس جگہ تھا جو قصر ضرتین کے نام سے مشہور تھی اور اس نے محمد بن اسماعیل بن محمد بن عبداللہ ارقط بن علی بن الحسین کو عباسی طبطبی اور مسیب کے ساتھ لشکر عظیم دے کر ساباط مدائن کو بھیجا ہوا تھا اور محمد بن اسماعیل نے اپنے لشکر کے ساتھ ساباط مدائن میں حسین بن علی (جو ابوالبسط مشہور تھا) کا سامنا کیا جنگ عظیم واقع ہوئی ابوالبسط شکست کھا گیا اور محمد بن اسماعیل کا مدائن پر قبضہ ہو گیا اور اس نے مدائن کو تسخیر کر لیا اور یہی حالت رہی یہاں تک کہ حسن بن سہل نے ایک جماعت علی بن ابوسعید اور حماد ترکی کے ساتھ محمد بن اسماعیل سے جنگ کرنے کے لئے بھیجی انھوں نے محمد سے جنگ کر کے اسے شکست دی اور انھیں دنوں میں محمد بن جعفرؒ نے بھی خروج کیا۔

محمد بن امام جعفر صادق علیہ السلام کے خروج اور اس کے انجام کار کا ذکر

جن دنوں ابوالسرایا نے خروج کر رکھا تھا انھیں دنوں محمد فرزند امام جعفر صادق نے مدینہ میں خروج کیا اور لوگوں کو اپنی بیعت کے لئے بلایا اہلِ مدینہ نے اس کی بیعت امارت مومنین کے طور پر کی اور بعض کہتے ہیں کہ محمد پہلے لوگوں کو محمد بن ابراہیم طباطبا کی بیعت کی دعوت دیتا تھا جب محمد کی وفات ہوگئی تو اس نے پھر لوگوں کو اپنی بیعت کی طرف بلایا اور محمد بن جعفر کو اس کے حسن و جمال اور بہاؤ وکمال کی وجہ سے دیباج کہتے تھے اور محمد ویسے بھی سخی شجاع و بہادر قوی دل اور عبادت گزار تھا اور ہمیشہ ایک دن روزہ رکھتا تھا اور ایک دن افطار کرتا تھا اور جب کبھی گھر سے باہر نکلتا تو واپس نہیں آتا تھا مگر یہ کہ اپنا قمیض اتار کے کسی برہنہ کو پہنا آتا تھا اور ہر دن ایک گوسفند اپنے مہمانوں کے لئے ذبح کرتا تھا پس مکہ کی طرف گیا اور طالبین کی ایک جماعت کے ساتھ مل کر کہ جن میں حسین بن حسن افطس اور محمد بن سلیمان بن داؤد بن حسن مثنی اور محمد بن حسن جو سلیق مشہور تھا اور علی بن حسین بن عیسیٰ بن زید اور علی بن الحسین بن زید اور علی بن جعفر بن محمد تھے ہارون سے بڑی جنگ کی اور بہت سے لوگ ہارون کے لشکر کے مارے گئے تو اس وقت وہ جنگ سے دستبردار ہو گئے اور ہارون بن مسیب نے حضرت علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام کو اپنا پیغام رساں بنا کر محمد بن جعفر کے پاس بھیجا اور رامت مسلم وصلح و آشتی کی طرف بلایا محمد بن جعفر نے صلح سے انکار کر دیا اور جنگ کے لئے آمادہ ہوا اس وقت ھارون نے ایک لشکر بھیجا کہ جس نے محمد اور طالبین کا جس پہاڑ میں وہ رہتے تھے محاصرہ کیا اور تین دن تک محاصرہ نے طول کھینچا اور ان کا کھانا پانی ختم ہو گیا محمد بن جعفر کے ساتھی اس سے دستبردار ہو کر متفرق ہو گئے مجبوراً محمد نے رواء اور جوتا پہنا اور ہارون ابن مسیب کے خیمہ میں چلا گیا اور اس سے اپنے اصحاب کے لئے امان چاہی ہارون نے اسے امان دی اور ایک روایت میں ہارون کے بجائے عیسیٰ جلودی کا ذکر ہے خلاصہ یہ کہ طالبین کو قید کر کے بے پالانے اونٹوں پر بٹھا کر خراسان کی طرف بھیج دیا جب خراسان میں وارد ہوئے تو مامون نے محمد بن جعفر کی عزت وتکریم کی اور اسے جائزہ وانعام دیا اور مامون کے پاس رہے یہاں تک کہ خراسان میں وفات پائی اور مامون اس کی تشیع جنازہ کے لئے نکلا اور اس کے جنازے کو کندھا دے کر قبر تک پہنچایا اور اس کی نماز امیر آج زحمت ومشقت میں پڑے ہیں اچھا ہے کہ آپ سوار ہو کر گھر تشریف لے جائیں کہنے لگا یہ میرا رحم ہے جو دو سال ہوئے ہیں کہ قطع ہو چکا ہے پس اس نے محمد کے قرض ادا کئے جو تیس ہزار کے قریب تھے (عود علی بدء جہاں سے ابتداء ہوئی ادھر رجوع کرتے ہیں۔)

ہرثمہ کی خبر ابوسرایا کے ساتھ

جب ہرثمہ بن اعین ابوسرایا سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہوا تو لشکر عظیم کے ساتھ کہ جو تیس ہزار شمار ہوا ہے بغداد سے کوفہ کی طرف روانہ ہوا اور ادھر سے ابوالسرایا بھی جنگ کے لئے آمادہ ہوا اور اس کے اور ہرثمہ کے درمیان بہت بڑی جنگ ہوئی اور ابوسرایا کا بھائی اس جنگ میں مارا گیا اور خود شکست کھا کر کچھ وقت تیاری کرتا رہا چند دنوں کے بعد دوبارہ ہرثمہ سے لڑنے کے لئے نکلا اور سخت قسم کی جنگ ان کے درمیان ہوئی یہ واقعہ پیر کے دن نو ذیقعدہ کا ہے اس دفعہ ہرثمہ کے لشکر کے بہت سے لوگ مارے گئے اور ابوالسرایا کے لشکر سے اس کا غلام اور روح بن حجاج اور حسن بن حسین بن زید غلام علیؑ بن الحسینؑ مارے گئے اور جنگ کی آگ بھڑک اٹھی اور ابوالسرایا سر ننگے چیخ رہا تھا لوگو ایک گھڑی صبر کرو اور ثابت قدم رہو اور اس کے بعد راحت و آرام میں رہو نزدیک ہے کہ ہرثمہ کا لشکر شکست کھا جائے یہ کہہ کر وحشت ناک شیر کی طرح ہرثمہ کی فوج پر حملہ کیا اور گھمسان کی جنگ کی اور بڑی مردانگی اس سے ظاہر ہوئی آخر کار ہرثمہ کے لشکر کے سرکردہ کو اس نے قتل کر دیا اور ان کے لشکر کو درہم برہم کر دیا انھوں نے بڑی بری شکست کھائی اس وقت کوفیوں نے ان کا تعاقب کیا ابوالسرایا نے چیخ کر کہا لشکر یو ہوشیار رہو اور احتیاط کو نہ چھوڑنا کیونکہ عجمی لشکر کے لوگ مکار ہوتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ بھاگنے کے بعد یہ دوبارہ حملہ کر دیں اور ان کی کمک ہو اور تمھیں گھیرے میں لے لیں کوفیوں نے اس کی باتوں کی طرف کان نہ دھرے ہرثمہ کے لشکر کا تعاقب کرتے رہے ہرثمہ نے پانچ ہزار افراد لشکر کے پیچھے کمین گاہ میں بٹھائے ہوئے تھے کہ اگر شکست ہو جائے تو یہ حملہ کر دیں اور کوفیوں کے قدم اکھاڑ دیں اس وقت وہ جماعت کمین گاہ سے نکلی اور ہرثمہ کا باقی لشکر بھی بھاگتے ہوئے پلٹ آیا اور انھوں نے کوفیوں کو گھیر لیا اور ہرثمہ گھمسان کی جنگ میں قید ہو گیا تھا اسے انھوں نے چھڑوالیا اور ابوالسرایا کے لشکر پر حملہ کر دیا ان میں سے کچھ لوگوں کو قتل کر دیا مسلسل اسی طرح چلتا رہا کسی دن غلبہ ابوالسرایا کا ہوتا اور کسی دن ہرثمہ کا چند دن اسی طرح گزرے یہاں تک کہ ہرثمہ نے پکار کر کہا اے اہلِ کوفہ کس لئے قتل ہو رہے ہو اور ہمارا خون بھی بہاتے ہو اگر ہماری امان کو ناپسند کرتے ہو تو آؤ سب مل کر منصور بن مہدی کی بیعت کر لیتے ہیں اور اگر چاہتے ہو کہ حکومت آلِ عباس سے نکل جائے تو توقف کرو یہاں تک کہ پیر کے دن اکٹھے جمع ہو جاتے ہیں اور آپس میں گفتگو کرتے ہیں اور جسے ہم سب نے مل کر انتخاب کیا اس کی بیعت کر لیں گے جب اہلِ کوفہ نے یہ بات سنی تو انھوں نے جنگ سے ہاتھ کھینچ لیا اور اس مطلب پر راضی ہو گئے ابوالسرایا چیختا چلایا کہ اے اہل کوفہ یہ ان عجمیوں کا مکر و حیلہ ہے جب انھوں نے دیکھا کہ ہم مغلوب ہو رہے ہیں مجبوراً اس حیلہ سے اپنی نجات چاہتے ہیں اس بات کی پرواہ نہ کرو اور حملہ کرو بیشک فتح کے آثار ظاہر ہو چکے ہیں کوفی کہنے لگے اب ان سے جنگ کرنا جائز نہیں اور ہم ان سے جنگ نہیں کریں گے ابوالسرایا غصہ میں آ گیا اور مجبوراً جنگ سے ہاتھ کھینچ لیا جب جمعہ کا دن ہوا تو وہ فراز منبر پر گیا خطبہ پڑھا اور خدا کی حمد اور رسول پر درود بھیجنے کے بعد کوفیوں کی بیوفائی اور دھوکے کا اظہار کیا اس کے کچھ جملے یہ تھے اے اہلِ کوفہ اے علی کے قاتل اے حسینؑ کو چھوڑ دینے والے جو تمہارے دھوکے میں آ جائے وہ مغرور ہے اور جو تمہاری مدد پر اعتماد کرے اس کو چھوڑ دیا جائے گا بیشک وہ ذلیل ہے جس کو تم عزت دو یہاں تک کہ اس نے کہا افسوس ہے کہ تمہارا کوئی عذر نہیں مگر عجز، پستی اور ذلت و خواری پر راضی ہو نا تم تو ڈھلتے ہوئے سائے کی طرح ہو

تمھیں جنگ کے طبل اپنی آواز سے شکست دے دیتے ہیں اور تمھارے دلوں کو اپنی سیاہی سے پر کر دیتے ہیں خدا کی قسم میں تمھارے بدلے ایسی قوم تلاش کروں گا جو خدا کو کما حقہ پہچانتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت کے معاملہ میں آپ کی نگاہداشت کریں گے پھر اس نے کہا۔

ما رست اقطار البلاد فلم اجد
لك شبها فیما وطئت من الارض!
خلافا و جهلا و انتشار عزیمته !
ووهنا وعجز الی الشدائد والخفض
لقد سبقت فیکم الی الحشر دعوة!
فلا فیکم راض ولا فیکم مرضی
سابعد وادی عن قلی من دیارکم
فذوقوا اذا ولیت عاقبة النقض

میں نے تمام شہروں اور علاقوں کے اطراف کا تجربہ کیا ہے پس مجھے کسی زمین کہ جسے میں نے روندا ہے تمھاری طرح کوئی شخص نظر نہیں آیا نہ اختلاف کرنے میں نہ جہالت میں نہ ارادہ کے متردد منتشر ہونے میں نہ پستی وعجز میں شدائد وراحت کے زمانہ میں تمھارے متعلق قیامت تک کے لئے بددعا پہلے سے ہو چکی ہے نہ تم میں کسی کو راضی کرتا ہے نہ کسی پر راضی ہوتا ہے عنقریب تم سے بعض کی وجہ سے میں اپنے گھر کو تمھارے گھروں سے دور کرلوں گا جب میں پشت پھیر جاؤں تو تم نقض عہد کے انجام کو چکھنا کوفیوں میں ان باتوں کے سننے سے غیرت پیدا ہوئی اور ایک جماعت کھڑی ہوگئی اور کہنے لگے ہاتھ بڑھاؤ ہم تم سے بیعت کرتے ہیں اور اپنی جان قربان کرتے ہیں خدا کی قسم اب کے بعد ہم جنگ سے منہ نہیں موڑیں گے جب تک فتح نہ کرلیں ابوالسرایا نے ان کی بات کو کوئی وقعت نہ دی اور محمد بن محمد بن زید کا ہاتھ پکڑا اور علویین اور کوفیوں کی ایک جماعت کے ساتھ اتوار کی رات تیرہ محرم کو کوفہ سے نکل گیا یہاں تک کہ قادسیہ پہنچ گیا اور وہاں تین دن تک رہا تا کہ اس کے ساتھی آسودہ ہو جائیں پھر بصرہ کی طرف روانہ ہو گیا ادھر سے اشراف کوفہ ہرثمہ کے پاس گئے اور انھوں نے کوفہ کے لوگوں کے لئے امان چاہی ہرثمہ نے انھیں امان دے دی منصور بن مہدی کوفہ میں داخل ہوا اور کوفیوں کو اپنی بیعت میں لے آیا ہرثمہ بھی چند دن وہیں رہا یہاں تک کہ فتنہ وفساد ختم ہو گیا اور جب کوفہ کی سلطنت منصور بن مہدی کے لئے خالص ہوگئی تو ہرثمہ بغداد کی طرف چلا گیا۔

ادھر سے ابوالسرایا جب بصرہ کے نزدیک پہنچا تو اس نے شہر کے ایک عرب کو دیکھا اس سے بصرہ کے حالات پوچھے اس نے کہا عباسیوں کے لشکر بصرہ پر غلبہ حاصل کرلیا ہے اور محمد بن اسماعیل محمد بن محمد بن زید کے عامل کو باہر نکال دیا ہے ابوالسرایا نے مہار واسط کی طرف موڑلی دوبارہ اس شخص نے کہا واسط کا بھی یہی حال ہے ابوالسرایا نے کہا پھر کدھر جاؤں اس عرب نے کہا بہتر یہ ہے کہ

جوخی اور جبل کی طرف جاؤ اور وہاں کے لوگوں سے بیعت لو اور کردوں کا لشکر اپنے ساتھ اکٹھا کر لو اس وقت مسودہ (سیاہ لباس والے) سے جنگ کے لئے نکلو ابوالسرایا نے اس کا مشورہ قبول کر لیا اور جبل کی طرف روانہ ہوا جس بستی سے گذرتا وہاں کا خراج لیتا اور اس کا غلہ فروخت کر کے زادراہ تیار کرتا تھا یہاں تک کہ اہواز میں پہنچ گیا اور وہاں سے سوس کی طرف نکلا حسین بن علی مامنی جو کہ اہواز میں رہتا تھا وہ ابوالسرایا سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو گیا اور ابوالسرایا سے سخت جنگ کی یہاں تک کہ اس کے لشکر کو شکست دے دی ابوالسرایا نے خراسان کی راہ لی اور وہ رفتہ رفتہ سیر کر رہا تھا یہاں تک کہ برقان بستی میں پہنچا محمد (حماد رخ ل) کندی وہاں رہتا تھا وہ ایک جماعت کے ساتھ ابوالسرایا سے لڑنے کے لئے نکلا اور ابوالسرایا کو امان دی تا کہ اسے حسن بن سہل کے پاس بھیج دے ابوالسرایا نے اس کی امان قبول کر لی پس اس نے ابوالسرایا کو محمد بن محمد بن زید کے ساتھ حسن بن سہل کے پاس بغداد بھیج دیا جب محمد کو حسن بن سہل کے پاس لے آئے تو محمد نے امان طلب کی حسن کہنے لگا اس سے چارہ نہیں کہ میں تیری گردن اڑا دوں بعض نصیحت کرنے والوں نے حسن سے کہا کہ اے امیر صلاح نہیں کہ محمد کو مامون کی اجازت کے بغیر قتل کرو کیونکہ جعفر برمکی نے رشید کی اجازت کے بغیر عبداللہ افطس کو قتل کر دیا تھا رشید نے اسی سبب سے آل برامکہ سے انتقام لیا اور جب اس نے مسرور کو جعفر کے قتل کرنے کے لئے بھیجا تو اس سے کہا جعفر کو کہنا کہ اس کا قتل اس سبب سے ہے کہ اس نے میرے چچازاد کو بلاوجہ قتل کر دیا تھا اب مجھے ڈر ہے کہ اگر تو محمد کو قتل کرے تو مامون تیرے ساتھ بھی وہی سلوک کرے جو اس کے باپ نے جعفر کے ساتھ کیا تھا بہتر یہ کہ اسے مامون کے پاس بھیج دو حسن نے یہ نصیحت قبول کی اور محمد کے قتل سے درگذر کیا اور جب ابوالسرایا کو اس کے پاس حاضر کیا گیا خسیس بن خسیس اور مخذول جس کی مدد نہ کی جائے، ابن مخذول ہے پس اس نے ھارون بن ابوخالد کو حکم دیا کہ وہ اپنے بھائی عبدوس کے مقابلہ میں اس کو قتل کر دے پس ھارون نے ابوالسرایا کی گردن اڑا دی پھر اس کا سر مشرق کی طرف اور بدن مغرب کی طرف سولی پر لٹکایا گیا اور اس کے بعد ابوالشوک ابوالسرایا کے غلام کو قتل کیا اور اسے بھی سولی پر لٹکایا گیا پھر محمد بن محمد کو خراسان کی طرف مامون کے پاس بھیجا مامون نے حکم دیا کہ اسے ایک مکان میں جگہ دی جائے اور چالیس دن تک وہ مرو میں رہا یہاں تک کہ زہر آلود شربت سے جو اسے پلایا گیا تھا اس کا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور محمد کی والدہ فاطمہ دختر علی بن جعفر بن اسحاق بن علی بن عبداللہ بن جعفر بن ابوطالب تھی اور عمدۃ الطالب میں لکھا ہے کہ محمد بن ابراہیم اچانک مر گیا تو ابوالسرایا نے اس کی جگہ اس محمد بن محمد بن زید کو نصب کیا اور اس کو المؤید (تائید شدہ) کا لقب دیا پس حسن بن سہل نے اس کی طرف ہرثمہ بن اعین کو بلا کر بھیجا تو اس نے اس کے ساتھ جنگ کی اور اس کو قید کر لیا اور اس کو حسن بن سہل کے پاس اٹھا کر لے گیا اور حسن نے اسے مامون کے پاس مرو بھیج دیا پس مامون کو اس کی کم سنی پر تعجب ہوا اور کہا کس طرح تو نے دیکھا ہے جو اللہ نے تیرے چچازاد کے ساتھ کیا ہے تو محمد بن محمد بن زید نے کہا میں نے اسے عفو و حلم میں اللہ کا امین دیکھا ہے اور اس کے نزدیک عظیم ترین جرم معمولی تھا اور محمد بن محمد بن زید نے مرو میں وفات پائی مامون نے اسے ۲۰۲ھ میں زہر دے دیا محمد کی عمر بیس سال تھی پس کہا گیا ہے کہ وہ اپنے جگر کو دیکھتا تھا کہ ٹکڑے ہو کر اس کے حلق سے نکل رہا ہے وہ ٹکڑے ایک طشت میں پھینک رہا تھا اور انھیں اس خلال سے الٹا پلٹتا تھا جو اس کے ہاتھ میں تھا۔

خلاصہ یہ کہ جو آل ابوطالب کے افراد مامون کے زمانہ میں قتل ہوئے محمد بن محمد بن زید کے علاوہ وہ چند اشخاص ہیں کہ جن کی خبر ہم تک پہنچی ہے ایک حسن بن حسن (حسین رخ ل) بن زید بن علی بن حسین علیہ السلام ہے کہ جو ابوالسرایا کے ساتھ کوفہ سے نکلا اور سوس کے واقعہ میں مارا گیا اور ایک محمد بن حسین بن حسن بن علی بن الحسینؑ ہے جو ابوالسرایا کے زمانہ میں یمن میں مارا گیا اور ایک علی بن عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن جعفر ابوطالب ہے کہ جو ابوالسرایا کے زمانہ میں یمن میں قتل ہوا اور ایک عبداللہ بن جعفر بن ابراہیم بن جعفر بن حسن مثنیٰ ہے جو مامون کے زمانہ میں فارس کی طرف نکلا اور خوارج کے ایک گروہ نے اسے راستہ میں قتل کر دیا اور ایک محمد بن عبداللہ بن حسن بن علی بن الحسینؑ ہیں اور یہ وہی ابن افطس ہے کہ جس کا باپ رشید کے زمانہ میں جعفر برمکی کے ہاتھوں میں مارا گیا اور اس کو معتصم مامون کے بھائی نے زہر آلود شربت میں زہر دیا اور وہ شہید ہوا اور ایک آل ابوطالب کے مقتولین میں سے آل ابوطالب کے سردار آقا حضرت علی بن موسیٰ رضا صلوات اللہ علیہ ہیں جو مامون کے زمانہ میں ماہ صفر ۲۰۳ھ میں اس زہر کی وجہ سے جو آنجناب کو دیا گیا شہید ہوئے کتاب منتہی میں آپ کی شہادت شرح و بسط کے ساتھ بیان ہو چکی ہیں اور ۲۰۰ھ میں مامون نے حکم دیا کہ آل عباس کی مردم شماری کی جائے جب انہیں تحریر میں لایا گیا تو ان کی تعداد مرد و عورت، چھوٹے اور بڑے کی ۳۳ ہزار شمار کی گئی۔

اور اسی سال مامون نے رجاء بن ابی الضحاک کو یاسر غلام کے ساتھ مدینہ بھیجا تا کہ وہ حضرت امام رضاؑ کو مرو لے آئیں پس آنجناب کو عزت و تکریم کے ساتھ شہر مرو میں لے آئے اور رجاء بن ابی الضحاک کی حدیث کا ترجمہ جو حضرت امام رضاؑ کی سیرت پر مشتمل ہے کتاب منتہی میں لکھ چکے ہیں جب امام رضاؑ مرو میں وارد ہوئے تو مامون نے آنجنابؑ کی پوری عزت و تکریم کی اور خواص اولیاء اور اپنے اصحاب کو جمع کیا اور کہنے لگا اے لوگو میں نے آل عباس اور آل علی میں غور کیا ہے کسی کو افضل اور زیادہ حقدار امر خلافت علی بن موسیٰ سے نہیں دیکھا پس اس نے امام رضاؑ کی طرف رخ کیا اور کہنے لگا میں نے ارادہ کیا ہے کہ اپنے آپ کو خلافت سے ہٹا کر خلافت آپؑ کے سپرد کر دوں آپؑ نے فرمایا اگر خلافت خدا نے تیرے لئے قرار دی ہے تو جائز نہیں کہ تو کسی دوسرے کو دے اور اپنے آپ کو اس سے معزول کرے اور اگر خلافت تیری چیز نہیں تو پھر تجھے اختیار نہیں کہ تو اسے کسی کے سپرد کرے مامون کہنے لگا لازم اور ضروری ہے کہ آپؑ اسے قبول کریں آپؑ نے فرمایا میں اپنے اختیار سے قبول نہیں کروں گا دو ماہ تک یہ گفتگو ہوتی رہی جتنا بھی اس نے اصرار کیا حضرتؑ چونکہ اس کی غرض اور مقصد کو جانتے تھے امتناع اور انکار کیا جب مامون حضرتؑ کے خلافت کو قبول کرنے سے مایوس ہوا تو کہنے لگا اگر آپؑ خلافت قبول نہیں کرتے پس میری ولی عہدی کو قبول کر لیں کہ میرے بعد آپؑ کی خلافت ہو حضرتؑ نے فرمایا میرے آباؤ اجداد نے مجھے رسول خدا سے خبر دی ہے کہ میں تجھ سے پہلے دنیا سے رخصت ہوں گا اور مجھے زہر ستم سے شہید کریں گے اور مجھ پر آسمان و زمین کے فرشتے گریہ کریں گے اور زمین غربت و مسافرت میں ہارون الرشید کے پہلو میں دفن ہوں گا مامون یہ باتیں سن کر رونے لگا اور اس نے کہا کہ جب تک کہ میں زندہ ہوں آپؑ کو کون شہید کر سکتا ہے یا آپؑ سے برائی کا ارادہ کر سکتا ہے حضرتؑ نے فرمایا اگر میں چاہوں تو بتا سکتا ہوں کہ کون مجھے شہید کرے گا مامون کہنے لگا آپؑ کی غرض ان باتوں سے یہ ہے کہ آپؑ میری ولی عہدی

قبول نہ کریں گے تا کہ لوگ کہیں کہ آپؑ نے دنیا کو چھوڑ دیا ہے حضرتؑ نے فرمایا خدا کی قسم جس دن سے میرے پروردگار نے مجھے پیدا کیا ہے اب تک میں نے جھوٹ کبھی نہیں بولا اور دنیا کو دنیا کے لئے میں نے نہیں چھوڑا اور تیرے مقصد اور غرض کو بھی میں جانتا ہوں مامون کہنے لگا میری غرض کیا ہے فرمایا تیری غرض یہ ہے کہ لوگ کہیں کہ علی بن موسیٰ نے دنیا کو نہیں چھوڑ رکھا تھا بلکہ دنیا نے اسے چھوڑ ہوا تھا اور اب جو اسے دنیا میسر ہوئی تو خلافت کے طمع میں اس نے ولی عہدی قبول کر لی مامون غصہ میں آ گیا اور کہنے لگا آپؑ ہمیشہ نا گوار باتیں میرے سامنے کرتے رہتے ہیں اور میری سطوت و دبدبہ سے بے خوف ہیں خدا کی قسم اگر آپؑ نے میری ولیعہدی قبول نہ کی تو میں آپؑ کی گردن اڑا دوں گا حضرتؑ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے یہ حکم نہیں دیا کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالوں اگر تو جبر و اکراہ کرتا ہے تو میں قبول کر لیتا ہوں بشرطیکہ میں نہ کسی کو نصب کروں گا نہ کسی کو معزول کروں گا نہ کسی رسم ورواج کو بدلوں گا اور نہ کوئی نیا امر احداث کروں گا اور دور سے مسند خلافت کو دیکھتا رہوں گا مامون ان شرائط کے ساتھ راضی ہو گیا پس حضرتؑ نے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے اور عرض کیا خدایا انھوں نے مجھ پر جبر و اکراہ کیا ہے اور میں نے ضرورت کے ماتحت اس امر کو اختیار کیا ہے پس مجھ سے مواخذہ نہ کرنا جس طرح تو نے اپنے دو بندوں اور دو نبیوں یوسف و دانیال کا مواخذہ نہیں کیا جب کہ انھوں نے اپنے زمانہ کے بادشاہ کی طرف سے ولایت کو قبول کیا تھا خدایا کوئی عہد نہیں تیرے عہد کے علاوہ اور کوئی ولایت نہیں مگر تیری طرف سے پس مجھے توفیق دے کہ تیرے دین کو قائم کروں اور تیرے نبی کی سنت کو زندہ رکھوں بیشک تو بہترین آقا و مولا اور بہترین یار و مددگار ہے پس محزون و گریان آپؑ نے مامون کی ولیعہدی قبول کی۔

دوسرے دن جو کہ ماہ مبارک رمضان کی چھٹی تاریخ تھی جیسا کہ مفید کی تاریخ شریعہ سے ظاہر ہوتا ہے مامون نے ایک عظیم جلسہ ترتیب دیا اور حضرتؑ کے لئے ایک کرسی اپنی کرسی کے ساتھ رکھوائی اور دو بڑے تکیے حضرتؑ کے لئے قرار دیئے تمام اکابر و اشراف اور سادات و علماء کو جمع کیا پہلے اپنے بیٹے عباس کو حکم دیا کہ وہ حضرتؑ کی بیعت کرے اس کے بعد باقی تمام اکابر و اشراف اور سادات و علماء کو جمع کیا پہلے اپنے بیٹے عباس کو حکم دیا کہ وہ حضرتؑ کی بیعت کرے اس کے بعد باقی لوگوں نے بیعت کی پھر سیم و زر کی تھیلیاں لے آئے لوگوں کو بہت سے انعامات دیئے خطباء و شعراء کھڑے ہوئے اور انھوں نے خطبے اور عمدہ اشعار حضرتؑ کی شان میں پڑھے اور انعام لئے اور حکم ہوا کہ منبروں اور مناروں پر حضرتؑ کا نام بلند کریں اور درہم و دنانیر کے چہرے آپؑ کے نام نامی اور لقب گرامی سے مزین کئے گئے۔

اسی سال مدینہ منورہ میں منبر رسول خدا پر خطبہ پڑھا گیا اور حضرتؑ کے لئے دعا کرتے ہوئے کہا گیا ولی عہد المسلمین علیؑ بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علیؑ بن الحسینؑ بن علی بن ابی طالب علیہم السلام ستۃ آباؤھم ماھم افضل من یشرب صوب الغمام مسلمانوں کے ولی عہد علیؑ بن موسیٰ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب علیہم السلام ہیں چھ آباؤ اجداد اور کس قدر بلند مرتبہ ہیں وہ جو افضل ہیں ان سے کہ جنھوں نے بادل کا پانی پیا ہے۔

مامون نے یہ بھی حکم دیا کہ سیاہ لباس جو بنی عباس کی بدعت ہے اسے ترک کر کے سبز لباس پہنیں اور اپنی ایک لڑکی ام حبیبہ

کی شادی حضرتؑ سے کی اور اپنی دوسری لڑکی ام الفضل امام محمد تقیؑ کے لئے نامزد کی اور اسحاق بن موسیٰ کے ساتھ اپنے چچا اسحاق بن جعفر کی لڑکی شادی کی اور اسی سال ابراہیم بن موسیٰ امام رضاؑ کے بھائی نے مامون کے حکم سے لوگوں کو حج کرایا اور کئی روایات میں ہے کہ جب حضرت ولی عہد ہو گئے تو شعراء نے حضرتؑ کی مدح میں بڑے اچھے اچھے قصیدے کہے مامون نے انھیں انعام دیئے مگر ابونواس شاعر خاموش رہا اور اس نے آپؑ کی مدح نہ کی مامون نے اسے سرزنش کی کہ باوجودیکہ تو شیعہ مذہب ہے اور اہل بیتؑ کی طرف مائل ہے اور وقت کا شاعر اور اپنے زمانہ کا یکتائے روزگار ہے کیوں تو نے حضرتؑ کی مدح نہیں کی تو ابونواس نے یہ اشعار کہے اور بہت خوب کہے۔

قيل لي اوحد الناس طرا
في فنون من الكلام النبيه
لك من جوهر الكلام بديع
يثمر الدر في يدي مجتنيه!
فعلى ما تركت مدح ابن موسى
والخصال التي تجمعن فيه
قلت لا استطيع مدح امام
كان جبريل خادما لابيه!
قصرت السن الفصاحة عنه
ولهذا القريض لا يحتويه

مجھ سے کہا گیا تو تمام لوگوں میں سے بیدار کرنے والے فنون کلام میں یکتائے زمانہ ہے تیرے پاس کلام کا وہ عمدہ جوہر ہے جو چننے والوں کو موتیوں کے پھل دیتا ہے پس کیوں تو نے امام موسیٰ کے فرزند کی مدح چھوڑ رکھی ہے اور ان صفات کو جو اس میں جمع ہیں تو میں نے کہا میں اس امام کی مدح کرنے کی طاقت نہیں رکھتا کہ جبریل جیسا فرشتہ جس کے باپ کا خادم تھا فصاحت کی زبانیں اس سے قاصر ہیں اسی لئے شعر اس کی مدح پر حاوی نہیں ہوسکتا پس مامون نے موتیوں کی ڈبیہ منگوائی اور اس کا منہ موتیوں سے بھر دیا مؤلف کہتا ہے اگرچہ مامون حسب ظاہر امام رضاؑ کی تعظیم و تکریم میں کوشش کرتا اور آپؑ کے احترام میں فروگزاشت نہیں کرتا تھا لیکن باطن میں شیطنت و مکر و نفاق کے طریقہ پر حضرتؑ سے دشمنی کرتا تھا اور آیہ شریفہ کے حکم کے مطابق **هم العدو فاحذرهم** وہ دشمن ہیں ان سے ڈرتے رہو وہ دشمن واقعی بلکہ آپؑ کے سخت ترین دشمنوں میں سے تھا کہ جو بہ حسب ظاہر بطریق محبت و دوستی و خوش زبانی حضرتؑ سے سلوک کرتا اور باطن میں سانپ کی طرح آپ کو ڈستا تھا اور ہمیشہ زہر کے پیالے آپؑ کے گلے تک پہنچاتا تھا مثل مشہور شیطان الفقہاء فقیہ الشیاطین فقہا کا شیطان شیاطین کا فقیہ ہوتا ہے لہٰذا اسی وقت سے جب کہ حضرتؑ ولی عہد ہوئے آپؑ کی

مصیبت واذیت اور صدموں کی ابتداء ہوئی جس دن حضرتؑ کی بیعت کی گئی آپؑ کے خواص میں سے ایک شخص کہتا ہے حضرتؑ کی خدمت میں تھا اور حضرتؑ کے فضل وکمال کے ظاہر ہونے سے خوشحال تھا کہ حضرتؑ نے مجھے اپنے قریب بلایا اور آہستہ سے مجھ سے فرمایا اس امر سے خوشحال نہ ہو یہ کام مکمل نہیں ہوگا اور میں اس سال حال میں نہیں رہوں گا۔

اور حسن بن جہم کی حدیث میں ہے کہ جب مامون نے علماء امصار اور فقہاء اقطار جمع کئے تا کہ وہ امام رضاء سے مباحثہ اور مناظرہ کریں اور حضرتؑ سب پر غالب آئے سب نے آپؑ کی فضیلت کا اقرار کیا آپؑ مامون کی مجلس سے اٹھے اور اپنے گھر لوٹ آئے تو میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں خدا کی حمد وثنا کرتا ہوں کہ جس نے مامون کو آپ کا مطیع قرار دیا ہے اور وہ آپؑ کے اکرام وتعظیم کا خاص خیال رکھتا ہے اور اپنی پوری کوشش صرف کرتا ہے تو آپؑ نے فرمایا اے ابن جہم تجھے مامون کی یہ محبتیں فریب نہ دیں جو وہ مجھ سے کرتا ہے کیونکہ یہ مجھے بہت جلدی ظلم وجور کے ساتھ زہر سے شہید کردے گا یہ ایسی خبر ہے جو مجھ تک میرے آباؤ اجداد سے پہنچی ہے ان باتوں کو پوشیدہ رکھنا اور جب تک میں زندہ ہوں کسی سے بیان نہ کرنا خلاصہ یہ کہ ہمیشہ آنجنابؑ کا مامون کی بری معاشرتی کی وجہ سے دل دکھی رہتا اور آپ کسی سے اس کا اظہار بھی نہ کر سکتے تھے آخر میں تو اتنے تنگ آ گئے تھے کہ خدا سے موت کا سوال کرتے تھے جیسا کہ یاسر خادم کہتا ہے کہ ہر جمعہ کے دن جب حضرتؑ مسجد جامع سے مراجعت فرماتے اسی حالت میں کہ پسینہ سے تر ہوتے اور غبار آلود ہوتے اپنے ہاتھ بارگاہ خداوندی میں اٹھا کر عرض کرتے بار الہا اگر فرج وکشائش علی بن موسیٰ الرضاؑ کے معاملہ کی موت میں ہے پس اسی وقت اس کی موت کو لے آ اور مسلسل ہم وغم وحزن میں رہتے یہاں تک کہ دنیا سے رحلت فرمائی۔

اگر زیرک انسان مامون کی آنحضرتؑ سے معاشرت اور سلوک کی کیفیت میں تامل وغور کرے تو وہ اس مطلب کی تصدیق کرے گا آیا کوئی عاقل تصور کرسکتا ہے کہ مامون جیسا دنیا پرست کہ جس نے طلب خلافت وریاست کے لئے امر کیا ہو کہ اس کے بھائی کو انتہائی سختی کے ساتھ قتل کریں اور اس کا سر اس کے پاس لے آئیں اور وہ اسے ایک لکڑی پر اپنے مکان کے صحن میں لٹکا دے اور اپنے لشکروں کو حکم دے کہ ہر شخص اٹھ کر جائے اس پر لعنت کرے اور اپنا جائزہ وانعام حاصل کرے تو کیا ایسا شخص جو اتنا خلافت وملک کا طالب ہو امام رضاؑ کو مدینہ سے مرو بلاتا ہے اور دو ماہ تک اصرار کرتا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ خلافت سے الگ ہو جاؤں اور لباس خلافت آپؑ کو پہنا دوں کیا یہ سوائے شیطنت اور برائی کے کوئی دوسرا نکتہ اس کے منظور نظر تھا حالانکہ خلافت مامون کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی اور سلطنت کے حق میں کہا گیا ہے الملک عقیم ملک بانجھ عورت کی طرح ہے اور اس کے بھائی امین نے اسے اچھی طرح پہچانا ہوا تھا جیسا کہ اس نے احمد بن سلام سے کہا جب اس کو گرفتار کیا ہوا تھا کہ کیا مامون مجھے قتل کردے گا امین نے کہا ہیہات یہ دور کی باتیں ہیں ملک بانجھ ہے اس کا کوئی رحم نہیں ہوتا اور اس کے علاوہ مامون قطعاً وابداً نہیں چاہتا تھا کہ کوئی فضیلت ومنقبت حضرت رضاؑ کی ظاہر ہو جیسا کہ حضرت کے نماز عید کے لیے جانے اور اس قسم کے روایات سے یہ مطلب واضح وہویدا ہوتا ہے۔

اور رجا بن ابی الضحاک کی حدیث کے ذیل میں ہے کہ جب اس نے فضائل وعبادات امام رضاؑ کے مامون سے بیان کئے تو مامون نے کہا ان چیزوں کی خبر لوگوں کو نہ دینا اور مصلحت اور شیطنت کے طور پر کہنے لگا چونکہ میں چاہتا ہوں کہ آنجنابؑ کے

فضائل صرف میری زبان سے ظاہر ہوں اور بالآخر جب اس نے دیکھا کہ ہر روز انوار علم وکمال اور آثار رفعت وجلال حضرتؑ کے لوگوں پر ظاہر ہو رہے ہیں اور آپؑ کی محبت ان کے دلوں میں جاگزیں ہو رہی ہے تو حسد کی چنگاری اس کے سینہ کے اندر مشتعل ہوئی اور اس نے حضرتؑ کو زہر دے دیا۔

جیسا کہ شیخ صدوق نے احمد بن علی سے روایت کی ہے اس نے کہا کہ میں نے ابوالصلت ہروی سے پوچھا کہ مامون اس عزت وتکریم ومحبت کے باوجود جس کا اظہار وہ کیا کرتا تھا اور انھیں اپنا ولی عہد بھی بنا چکا تھا کس طرح امام رضاؑ کو قتل کرنے پر راضی ہو گیا تو ابوالصلت نے کہا کہ مامون حضرتؑ کی اس لئے عزت وتکریم کرتا تھا کیونکہ وہ آپؑ کی فضیلت وبزرگی کو جانتا تھا اور ولی عہدی اس لئے سپرد کی تا کہ لوگ یہ سمجھیں کہ حضرتؑ دنیا کی طرف راغب ہیں لہٰذا آپ کی محبت دلوں سے کم ہو جائے گی جب اس نے دیکھا کہ یہ چیز تو لوگوں کی محبت کی زیادتی کا سبب ہوئی ہے اس نے تمام فرقوں کے علماء مثلاً یہودی نصرانی مجوسی صائبین براھمہ ملحد اور دہری جمع کیے اور تمام ملل وادیان کے علماء اکٹھے کیے تا کہ حضرت سے مباحثہ ومناظرہ کریں شاید آپؑ پر غالب آجائیں اور آنجنابؑ میں عجز ونقص ظاہر ہو اور اس وجہ سے لوگوں کے اعتقاد میں جو حضرتؑ کی نسبت ہے کچھ فتور اور سستی آجائے گی اس تدبیر نے بھی اس کے مقصد کے خلاف نتیجہ دیا اور وہ سب حضرتؑ سے مغلوب ہوئے اور انھوں نے آپؑ کی فضیلت وجلالت کا اقرار کیا۔

حضرتؑ بارہا اظہار بھی فرماتے تھے کہ خلافت ہمارا حق ہے اور ہم دوسروں کی نسبت زیادہ حقدار خلافت ہیں اور بدخواہ لوگ یہ باتیں مامون تک پہنچاتے اس وجہ سے اس کا غضب وخشم اور بغض وحسد اس پر غالب آیا نیز حضرت رضاؑ اس سے مداہنت اور تصنع نہیں کرتے تھے اور اکثر حالات میں سخت باتیں اس کے منہ پر کہہ دیتے تھے جو کہ اس کے بغض وکینہ کی زیادتی کا سبب بنتا اس لئے وہ آپؑ کے شہید کرنے پر راضی ہو گیا اور زہر کے ذریعہ آپؑ کو شہید کر دیا رشتہ کلام یہاں طویل ہے اور گفتگو دور دبھری ہے خلاصہ یہ کہ جب حضرت کی ولی عہدی کی خبر عراق میں پہنچی تو بنی عباس اس مطلب سے برہم ہوئے اور یوں گمان کرنے لگے کہ امر خلافت بنی عباس سے خارج ہو جائے گا لہٰذا بنی عباس نے بغداد میں پنچایت کا اکٹھ کیا اور مامون کو خلافت سے اتار کر ابراہیم بن مہدی مامون کے چچا۔ جو ابن شکلہ کے نام سے مشہور تھا) کی بیعت کر لی پس اس کی بیعت کا کام سیدھا ہو گیا جمعرات کے دن ماہ محرم ۲۰۲ھ یا ۲۰۳ھ میں لوگوں نے اس کے نام کا خطبہ پڑھا اور اس پر امارت کا سلام کیا اور ۲۰۰ھ میں یا ۲۰۱ھ میں معروف بن فیروز کرخی نے جو طریقت والوں میں سے ایک ہے بغداد میں وفات پائی کہا گیا ہے کہ اس کے ماں باپ نصرانی تھے اور وہ امام رضاؑ کے ہاتھ پر ایمان لایا اور کرخ کئی جگہوں کا نام ہے کہ جن میں سے ایک کرخ بغداد ہے کہ جو ایک محلہ کا نام ہے۔

مشہور یہ ہے کہ طریقت کے سلسلہ کار اس ورئیس معروف ہے کہتے ہیں کہ اس کا طریقہ سری سقطی تک پہنچتا ہے اور اس کا جنید بغدادی تک اور اس کا شبلی تک اور اسی طرح اور کہتے ہیں کہ معروف امام رضا علیؑ بن موسیٰؑ کا دربان تھا لیکن مخفی نہ رہے کہ رجال صادق اور ان کے بعد کہ آئمہ کے رجال میں سب کتب رجال اس کے ذکر سے خالی ہیں اور اگر یہ ایسا ہوتا تو شیعہ علماء کتب رجال میں اسے نقل کرتے حالانکہ انھوں نے رطب ویابس اصحاب آئمہ وان کے خواص ان کے خدام وموالی ممدوح ہوں یا مذموم کسی کو نہیں چھوڑا

اور کم از کم عیون اخبار الرضا میں اس کا ذکر ہوتا خلاصہ یہ کہ اس کی قبر بغداد میں ہے اور اس کی قبر سے شفا حاصل کرتے ہیں اور بغدادیوں کا کہنا ہے کہ معروف کی قبر تریاق مجرب ہے۔

اور ۲۰۱ھ میں جناب فاطمہ بنت موسیٰ بن جعفر علیہم السلام نے مدینہ سے مرو کی طرف اپنے بھائی امام رضاؑ کی ملاقات کے لئے کوچ کیا اور جب ساوہ میں پہنچیں تو بیمار ہوگئیں پوچھا کہ یہاں سے کتنی مسافت ہے لوگوں نے کہا کہ دس فرسخ تو آپؑ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ مجھے تم لے چلو اور موسیٰ بن خزرج بن سعد کے گھر میں نزول اجلال فرمایا اور زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ جب اس مخدرہ کی اطلاع آل سعد کو پہنچی تو سب متفق ہو کر نکلے کہ اس مخدرہ سے خواہش کریں کہ وہ قم تشریف لائیں اور تمام کے درمیان موسیٰ بن خزرج نے اس معاملہ میں قدم آگے بڑھائے جب اس مخدرہ کی خدمت میں پہنچا تو حضرت کے ناقہ کی مہار پکڑلی اور مہار کھینچتا ہوا قم تک لے آیا اور اپنے ہی گھر میں اس سیدہ جلیلہ کو منزل دی پس جناب فاطمہ سترہ دن تک دنیا میں رہیں اور رحمت خدا میں جا پہنچیں پس انھیں غسل وکفن دے کر زمین بابلان میں کہ جو موسیٰ کی ملکیت تھی دفن کر دیا روایت ہے کہ اس بی بی کے دفن کرنے کے لئے انھوں نے سرداب کھودا اور ان کا جنازہ سرداب کے قریب لے آئے اور ایک دوسرے سے گفتگو کرنے لگے کہ سرداب کے اندر کون جائے اور بی بی کا جنازہ دفن کرے پس بہت سی گفتگو کے بعد ان کی رائے یہ ہوئی کہ ان کا ایک خادم کہ جس کا نام قادر تھا اور وہ نیک وصالح بوڑھا شخص تھا وہ دفن میں مشغول ہو جب اس کو بلانے کے لئے کسی کو بھیجا تو دیکھا کہ دو نقاب پوش سوار بڑی جلدی سے ریگزار سے ظاہر ہوئے جب جنازہ کے قریب آئے تو پیادہ ہوئے اور اس مخدرہ پر نماز جنازہ پڑھی اور سرداب میں داخل ہوئے اور بی بی کو دفن کیا اور باہر آکر چل دیئے اور کوئی نہ سمجھ سکا کہ یہ کون بزرگوار تھے پس اس مخدرہ کی قبر پر بوریئے کی ایک چھت بنائی گئی یہاں تک کہ جناب زینب حضرت تقی جوادؑ کی صاحبزادی نے قبر پر گنبد بنایا اور موسیٰ بن خزرج کے مکان پر جناب فاطمہؑ کی نماز کی محراب موجود ہے اور جناب فاطمہؑ کے گنبد میں بہت سی خواتین دختران جناب فاطمہ زہرا اور سادات علوی دفن ہیں مثلاً حضرت جوادؑ کی کچھ شہزادیاں اور بہت سی موسیٰ مبرقع حضرت جوادؑ کے فرزند کی بیٹیاں جیسا کہ ہدیۃ الزائرین میں اس مخدرہ کی زیارت اور ان کی زیارت کی فضیلت کے ساتھ (یہ چیزیں بھی) ہم نے ذکر کی ہیں خداوند عالم ہمیں اس مخدرہ کی شفاعت سے سرفراز فرمائے جیسا کہ اس نے ان کی مجاورت اور ہمسائیگی ہمیں دی ہے۔

اور ۲۰۲ھ میں فضل بن سہل سرخس کے حمام میں اچانک مارا گیا جب کہ وہ مامون اور حضرت رضاؑ کے ساتھ عراق کے سفر پر جارہا تھا اور قول کی بنا پر ۲۰۲ھ ہی میں مالک بن انس بن مالک مالکی مذہب کے امام وصاحب کتاب موطا جو کہ چھ کتابوں میں سے ایک ہے) نے وفات پائی اور ان کی قبر بقیع میں ازواج رسول کے احاطہ میں ہے۔

اور ۲۰۴ھ میں مامون بغداد میں داخل ہوا اور اس کے بغداد میں وارد ہونے سے پہلے ابراہیم بن مہدی اس کے خوف سے روپوش ہوگیا یہ واقعہ عید قربان کے دوسرے دن ۲۰۳ھ کا ہے اور جب مامون بغداد میں داخل ہوا تو اپنی پھوپھی زینب بنت سلیمان بن علی بن عبداللہ بن عباس (کہ بنی عباس میں جس سے نسب میں بلند تر کوئی نہ تھا) کی خواہش پر سبز لباس کو چھوڑ کر وہی لباس سیاہ جو بنی

عباس کا شعار تھا پہنا پھر مہدی کی تلاش کے درپے ہوا اور جاسوس اس کو تلاش کرنے کے لئے پھیلا دیئے ابراہیم مسلسل روپوش رہا یہاں تک کہ تیرہ ربیع الثانی ۲۰۷ھ میں اسے پالیا گیا جب کہ اس نے زنانہ لباس پہنا ہوا تھا جب اس کو مامون کے پاس لے آئے تو مامون نے اسے معاف کر دیا۔

اور ۲۰۴ھ میں ہشام بن محمد بن سائب نسابہ کوفی نے جو ابن کلبی کے نام سے مشہور تھا وفات پائی۔

آیۃ اللہ علامہ (حلی) نضر اللہ وجہہ نے کتاب خلاصہ میں اس کے حق میں فرمایا ہے ہشام بن محمد بن سائب ابو المنذر ناسب عالم فضل وعلم میں مشہور مخصوص دنوں کے حالات جاننے والا ہمارے مذہب کے ساتھ مختص ہے وہ کہتا ہے کہ میں ایک عظیم بیماری میں مبتلا ہوا تو میں اپنا علم بھول گیا پس میں جعفر بن محمد علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے ایک پیالے میں مجھے علم پلایا تو میرا علم پلٹ آیا اور ابو عبداللہ اسے قریب ونزدیک بٹھاتے اور اسے خوش رکھتے انتھی اور اسی طرح کا اس کا تذکرہ کیا ہے اور اس کی بہت سی کتابیں شمار کی ہیں کہ جن میں کتاب مقتل امیر المومنینؑ وکتاب مقتل الحسینؑ ہے اور ابن خلکان نے اس کے حالات میں تاریخ بغداد سے نقل کیا ہے اس کہ اس نے کہا (یعنی ہشام بن محمد نے) میرا ایک چچا تھا وہ مجھے حفظ قرآن کے سلسلہ میں سرزنش کرتا تھا پس میں ایک کمرے میں داخل ہو گیا اور میں نے قسم کھائی کہ اس کمرے سے باہر نہیں جاؤں گا جب تک کہ میں قرآن حفظ نہ کرلوں پس میں نے تین دن کے اندر قرآن حفظ کرلیا اور ۲۰۴ھ ہی میں ماہ رجب کے آخر میں محمد بن ادریس شافعی نے مصر میں وفات پائی اور شافعی کا نسب مطلب بن عبد مناف تک منتھی ہوتا ہے وہ اپنے جد شافع بن سائب کی طرف منسوب ہے اور شافعی ان لوگوں میں سے ہے کہ جنھوں نے رسول خدا سے ملاقات کی اور حضرتؐ کے زمانہ کو پایا ہے اور شافعی کی قبر مصر میں مقبرہ بنی عبدالکریم میں شہداء کی قبور کے پاس ہے اور شافعی اہل سنت کے چار اماموں میں سے ایک ہے اور اصول فقہ اس نے استنباط کئے ہیں اس کی ولادت ابوحنیفہ کی وفات کے دن ۱۵۰ھ میں واقع ہوئی ہے اور اہل سنت میں مشہور ہے کہ امام چار سال اپنی ماں کے شکم میں رہے ان کے امام اعظم ابوحنیفہ کی موت کے انتظار میں چونکہ شافعی کو اس سے شرم آتی تھی کیونکہ لوگ اس کے علم سے فائدہ اٹھا رہے تھے پس وہ اس کی وفات کے دن پیدا ہوا اور اس چیز کو وہ ان دونوں کی کرامات میں شمار کرتے ہیں اس کو یاد رکھو لیکن میں نہیں سمجھتا کہ امام شافعی کے شکم مادر میں تین سال تک انتظار کرنے کا سبب کیا تھا لیکن یہ باتیں ہمارے مقصد میں داخل نہیں۔

اور امام شافعی کے کئی لطیف اشعار ہیں اور جو اشعار اس کی طرف منسوب ہیں ان میں سے ایک یہ ہے۔

لو ان المرتضی ابدی محله
لخر الناس طراً سجداً له
ومات الشافعی ولیس یدری
علی ربه ام ربه الله!

اگر علی مرتضیٰ اپنے مقام کو ظاہر کریں تو سب ان کو سجدہ کرنے کے لئے جھک جائیں اور شافعی فوت ہو گیا اور وہ یہ نہیں جان

سکا کہ علی اس کا رب ہے یا اللہ اس کا رب ہے اور یہ بھی اسی کا قول ہے۔

اذا فی مجلس ذکروا علیا
وشبلیه وفاطمه الزکیة
یقال تجاوز و یاقوم هذا
وهذا حدیث الرافضیه
هربت الی المهیمن من اناس
یرون الرفض حب الفاطمیه
علی آل الرسول صلوۃ ربی
ولعنته لتلك الجاهلیه؛

جب کسی مجلس میں ذکر کریں علیؑ اور ان کے دو فرزندوں اور فاطمہ زکیہ کا تو کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ حد سے تجاوز کر جاتے ہیں یہ تو رافضیوں کی باتیں ہیں مہربان خدا کی بارگاہ کی طرف ان لوگوں سے بھاگتا ہوں جو اولاد فاطمہ کی محبت کو رفض کہتے ہیں آل رسول پر میرے رب کی صلوات ہو اور اس کی لعنت ہو ان جاہلوں پر (اس جاہلیت پر)

اور یہ بھی اسی کے شعر ہیں ابن صباغ مالکی اور ابن حجر کی روایت کے مطابق۔

یا راکبا قف بالمحصب من منی
واهتف بساکن خفیها والناهض
سحرا اذا افاض الحجیج الی منی
فیضا کملتطم الفرات الفائض!
قف ثم و اشهد انی محمد
ووصیه وبنیه لست بباغض!
ان کان الرفض حب آل محمد
فلیشهد الثقلان انی رافضی

اے سوار وادی منیٰ کے مقام محصب میں ٹھہر کر آواز دے صبح کے وقت خیف میں بیٹھے ہوئے اور کھڑے ہوئے لوگوں کو جب حاجی منیٰ کی طرف موجزن فرات کی لہروں کی طرح بہتے ہیں تو وہاں ٹھہر جا اور گواہی دے کہ بیشک میں محمد اور ان کے وصی اور ان کے بیٹوں سے بغض نہیں رکھتا اور اگر رفض آل محمد کی محبت ہے تو پھر جن و انس گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں اور یہ بھی شافعی کے اشعار ہیں

صواعق میں ابن حجر کی روایت کے مطابق۔

یا اهل بیت رسول الله حبکم
فرض من الله فی القرآن انزله
کفاکم من عظیم القدر انکم
من لم یصل علیکم لا صلوة له

اے رسول اللہ کے اہل بیت تمھاری محبت اللہ کی طرف سے فرض وواجب ہے کہ جسے اس نے قرآن میں نازل فرمایا ہے آپ کی عظیم قدر ومنزلت کے لئے یہی کافی ہے کہ جو نماز میں آپ لوگوں پر درود نہ بھیجے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

اور یہ بھی اسی کے اشعار ہیں۔

یقولون اسباب الفراغ ثلاثه
ورابعها خلو وهو خیارها
وقد ذکروا مالاً و امنا وصحة
ولم یعلموا ان الشباب مدارها

کہتے ہیں کہ فارغ البالی کے سبب تین ہیں اور ان میں سے چوتھا خلوت ہے جو کہ ان میں سے پسندیدہ ہے اور وہ تین انھوں نے مال امن اور صحت ذکر کئے ہیں حالانکہ انھیں علم نہیں کہ شباب ان کا دارومدار ہے۔

اور ۲۰۲ھ میں محمد بن مستنیر نحوی نے جو قطرب کے لقب سے مشہور تھا وفات پائی اور قطرب سیبویہ کا شاگرد تھا اور وہ صبح سویرے باقی شاگردوں سے پہلے اس کے پاس آتا تھا تو سیبویہ نے اس سے کہا تو نہیں ہے مگر (قطرب لیل) رات کا چور یا جن بھوت پس یہ لقب اس کا ہو گیا اور اس کی کئی تصانیف ہیں ان میں کتاب غریب الحدیث ومجاز القرآن وغیرہ ہیں اور سال کے آخر میں نضر بن شمیل نحوی بصری نے مرو میں وفات پائی اور نضر کئی فنون کا عالم صاحب غریب وفقہ وشعر ومعرفت ایام عرب اور وہ خلیل بن احمد امامی عروضی کے اصحاب میں سے تھا اس کا ذکر ابو عبیدہ نے کتاب مثالب اہل البصرہ میں کیا ہے پس وہ کہتا ہے کہ نضر بن شمیل بصری کی معاش تنگ ہو گئی اور وہ خراسان جانے کے ارادہ سے بصرہ نکلا تو اہل بصرہ میں سے تقریباً تین ہزار مردوں نے اس کی مشایعت کی کہ جن میں سوائے محدث نحوی لغوی عروضی یا اخباری کے اور کوئی شخص نہیں تھا جب شہر کی پچھلی طرف کے میدان میں پہنچا تو کہنے لگا اے اہل بصرہ تمھاری جدائی مجھ پر گراں اور دشوار ہے خدا کی قسم اگر مجھے ہر روز کیلچہ باقلی (ظاہراً لوبیا کی روٹی) مل جاتی تو میں تم سے جدا نہ ہوتا راوی کہتا ہے پس ان میں سے کوئی نہ تھا جو اس کے لئے یہ برداشت کر لیتا لہٰذا وہ چلا گیا یہاں تک کہ خراسان پہنچا پس وہاں اس کو بہت سے مال کا فائدہ ہوا اور اس کا قیام مرو میں تھا اور میں کہتا ہوں نضر کی مامون کے ساتھ کئی حکایات اور نوادر ہیں جن دنوں وہ مرو میں مقیم تھا پس ان میں سے ایک وہ ہے کہ جسے حریری نے درۃ الغواص میں ذکر کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مامون کی مجلس میں عورتوں

عقید تصنیفات میں کہا گیا ہے کہ ان کی عمر سو سال تھی وہ خوارج کا عقیدہ رکھتا تھا وہ غلام سے تہم تھا لہذا اس کے جنازہ پر کوئی نہ آیا یہاں تک کہ کرایہ کے آدمی لے آیا اور منقول ہے کہ ابونواس ابوعبیدہ سے بہت مزاح کیا کرتا تھا اور ابوعبیدہ کا قیام مسجد بصرہ کے ایک ستون کے ساتھ تھا ایک دفعہ ابونواس نے اس ستون پر لکھ دیا۔

صلی اللہ علی لوط و شیعتہ
ابا عبیدۃ قل باللہ آمینا

خدا اور درود رحمت نازل کرے لوط اور اس کے گروہ پر اے ابا عبیدہ کہہ الٰہی آمین ابوعبیدہ جب مسجد میں آیا اور وہ شعر دیکھا تو کہنے لگا یہ کام مخنث لوطی ابونواس کا ہے اس کو محو کرو اگرچہ اس میں ایک نبی پر صلوات ہے۔

اصمعی سے ایک اور طریق سے حکایت ہوئی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن میں اور ابوعبیدہ مسجد میں داخل ہوئے پس اچانک اس ستون پر نگہ جہاں ابوعبیدہ بیٹھتا تھا سات ابیات ستون پر لکھا تھا کہ جس کی صورت یہ تھی۔

صلی اللہ علی لوط و شیعتہ
ابا عبیدۃ قل باللہ آمین!
فانت عندی بلا شک بقیتہم
منذ احتلمت و قد جاوزت سبعینا

خدا کی رحمت ہو لوط اور اس کے گروہ پر اے ابا عبیدہ تو کہہ الٰہی آمین پس تو میرے نزدیک بلا شک و شبہ ان کا بقیہ ہے جب سے تو محتلم ہوا ہے حالانکہ تیری عمر ستر سال سے تجاوز کر چکی ہے پس ابوعبیدہ نے کہا اے اصمعی اس کو مٹا دو پس میں ابوعبیدہ کی پشت پر چڑھ گیا اور اس کو مٹا دیا بعد اس کے کہ میں نے اس پر کافی بوجھ ڈالا تو کہنے لگا تو نے مجھ پر بوجھ ڈال دیا ہے اور میری کمر توڑ دی ہے اور اگر آدمی نے اس سے کہا کہ باقی رہ گئی ہے تو وہ کہنے لگا کہ اس شعر کے حروف میں یہ سب سے بدتر حرف ہے اور ابونواس شاعر ابوعبیدہ کے پاس پڑھتا تھا اور اس کی تعریف کرتا اور اصمعی کی مذمت کرتا تھا اس سے اصمعی کے متعلق پوچھا گیا تو کہنے لگا قفس میں بلبل ہے اور ابوعبیدہ کے متعلق سوال ہوا تو اس نے کہا چمڑا ہے کہ جس میں علم لپیٹا ہوا ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ طالب علم جب اصمعی کی مجلس میں آتے تو مینگنیاں موتیوں کے بازار میں خرید کرتے اور جب ابوعبیدہ کی مجلس میں جاتے تو موتی مینگنیوں کے بازار میں خریدتے کیونکہ اصمعی اشعار اچھے کہتا اور فضول و بیہودہ بات کرتا لیکن اس سے فائدہ کم ہوتا اور ابوعبیدہ اس کے برعکس تھا اور کہا گیا ہے کہ ابوعبیدہ خوارج اباضیہ کے عقیدہ پر تھا اس کو رشید نے بصرہ سے بغداد منگوایا اور اس سے پڑھا اور یہ پہلا شخص ہے کہ جس نے غریب الحدیث تصنیف کی اور غریب حدیث وہ ہے جو یا تو سند و متن دونوں کے لحاظ سے غریب ہو اور یہ وہ ہے کہ جس کے متن کو صرف ایک شخص نے روایت کیا ہو اور یا غریب ہے صرف سند کے لحاظ سے مثل اس حدیث کے کہ جس کا متن ایک جماعت سے مشہور ہو اب ایک شخص منفرداً اس کو دوسرے سے روایت کرے جو ان کا غیر ہو جیسا کہ ہم نے اس کو بیان کیا ہے شرح

وغیرہ میں یا غریب ہے یہ الفاظ کے لحاظ سے اور یہ وہ علم ہے جس کا متن گو یہ الفاظ پر مشتمل ہو جو کم استعمال کی وجہ سے کہتے ہیں آنے سے دور ہو اور یہ ایک اہم فن ہے ضروری ہے کہ اس کی تحقیقات پر قدم بہ قدم کام لیا جائے اور اس فن میں علماء کی ایک جماعت نے کئی کتب لکھی ہیں پس پہلا شخص جس نے اس میں کتاب تصنیف کی ہے وہ ابو عبیدہ ہے یا نضر بن شمیل ہے اور ان دونوں کے بعد ابو عبیدہ قاسم بن سلام ہے پھر ابن قتیبہ دینوری پھر خطابی ہے پس یہ کتب اس فن کی اصل اور جڑ ہیں پھر ان کے تابع ہوئے ہیں دوسرے لوگ فوائد و زوائد میں مثلاً ابن اثیر کیونکہ یہ انتہا کو پہنچا ہے کتاب نہایۃ النہایہ کی وجہ سے اور زمخشری تو یہ کتاب فائق میں ہر فائدت سے بلند درجہ کو پہنچا ہے اور ہروی نے اپنی دو کتابوں میں غریب القرآن کا غریب الحدیث پر اضافہ کیا ہے جیسا کہ اسی طرح کیا ہے شیخ فخر الدین طریحی نے مجمع البحرین میں اور ان کے علاوہ دوسرے علماء نے (بھی اس میں کتب لکھی ہیں)۔

اور ۲۱۱ھ میں ابو العتاہیہ اسماعیل بن قاسم مشہور شاعر نے وفات پائی ہے اور مہدی کے زمانہ کی تاریخ میں اس کے کچھ اشعار ذکر ہو چکے ہیں اور ۲۱۲ھ میں مامون کے منادی نے ندا کی کہ میری ذمہ داری ہے وہ شخص بری ہے جو معاویہ کو بھلائی کے ساتھ یاد کرے یا اسے کسی صحابی رسول سے مقدم سمجھے اور یہ بھی حکم دیا کہ اطراف مملکت میں خطوط لکھے جائیں کہ معاویہ کو منبر پر لعنت کی جائے لوگ اس بات سے سخت مضطرب ہوئے اور اس کو کار عظیم سمجھے اور مامون کو اشارہ کیا کہ مصلحت اس کے ترک کرنے میں ہے تو مامون اس خیال سے دستکش ہو گیا اور یہ اس سبب سے تھا کہ مامون نے معاویہ کے متعلق ایک حکایت سنی جو اس کے عقائد و مقاصد پر مشتمل تھی کہ جن میں سے ایک یہ تھا کہ وہ چاہتا تھا کہ پیغمبر کا ذکر اور یاد لوگوں سے اٹھ جائے اور ہر شب و روز پانچ مرتبہ اشہد ان محمد رسول اللہ ترک ہو جائے یہ حکایت ہم معاویہ کے حالات میں ذکر کر چکے ہیں وہاں رجوع کریں اور ۲۱۳ھ میں عبد الملک نے (جو ابن ہشام کے نام سے مشہور اور کتاب سیرت کا مؤلف ہے) وفات پائی اور مصر میں دفن ہوا اسی سال اسحاق بن مرار نے جو شیبانی کے نام سے مشہور نحوی و لغوی ہے وفات پائی اور کہا گیا ہے کہ اس کی وفات کے دن ابو العتاہیہ شاعر اور ابراہیم موصلی ندیم نے بھی وفات پائی اور ۲۱۵ھ میں سعید بن مسعدہ مجاشعی نے جو اخفش اوسط کے نام اور علم کو بصغر اخفش ایسے کہتے ہیں جس کی آنکھیں چھوٹی ہوں اور ان کی بینائی بھی اچھی نہ ہو تو اس کو چمگادڑ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

۲۱۵ھ میں اور ایک قول ہے کہ ۲۱۴ھ میں سعید بن اوس بن ثابت بن زید نے جو ابو زید مشہور تھا جو نحوی و لغوی و بصری ہے) بصرہ میں وفات پائی کہا گیا ہے کہ اصمعی لغت عرب کی تہائی اور ابو زید دو تہائی اور خلیل بن احمد آدھی لغت عرب کا حافظ تھا اور عمر بن کرکرۃ اعرابی پوری لغت عرب کا حافظ تھا اور ابو زید کی ادب میں کئی تصنیفات ہیں اور مافرنی سے روایت ہے وہ کہتا ہے میں نے اصمعی کو دیکھا اور وہ ابو زید مذکور کے حلقے میں آیا پس اس نے سر کا بوسہ لیا اس کے سامنے بیٹھ گیا اور کہنے لگا آپ پچاس سال سے ہمارے رئیس اور ہمارے سردار ہیں۔

اور ۲۱۶ھ میں عبد الملک بن قریب نے (جو اصمعی کے لقب سے مشہور صاحب لغت و نحو و نوادر اور رنگین باتیں کرنے والا اس کے علاوہ اور کمالات رکھنے والا ہے) وفات پائی اور اصمعی خوش طبع ظریف اور رباغ و بہار یعنی چلبلی طبیعت رکھنے والا حسین

سال تک اسے قید میں بند کیا گیا۔

کشی سے روایت ہے کہ محمد بن ابی عمیر پکڑا گیا اور قید کیا گیا اور سختی و تنگی میں اسے عظیم مصیبت لاحق ہوئی اس کا تمام سارا مال لے لیا گیا یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا کہ وہ امام رضا کی شہادت کے بعد مامون تھا ابن ابی عمیر کی کتب ضائع ہو گئیں اور اس کی کتب احادیث نسخ ہو گئیں اسے چالیس جلدیں یاد تھیں تو اس نے ان کا حافظہ اور رکھا اسی لئے اس کی احادیث مقطوع السند لی جاتی ہیں۔

روایت ہے کہ رشید کے زمانہ میں سندی بن شاہک نے ہارون کے حکم سے شیعہ ہونے کی وجہ سے اسے ایک سو بیس تازیانے لگائے پھر اسے قید خانہ میں بند کر دیا ابن ابی عمیر نے ایک لاکھ اکیس ہزار درہم دے کر خلاصی پائی۔

محتمل ہے کہ ابن ابی عمیر مالدار شخص تھا اور اس کے پاس پانچ لاکھ درہم تھے شیخ صدوق نے علل میں ابراہیم سے علی بن ابراہیم سے اس کے باپ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ابن ابی عمیر بزازی کا کام کرتا تھا اور اس کو کسی شخص سے دس ہزار درہم لینے تھے تو ابن ابی عمیر کا مال ختم ہو گیا اور وہ فقیر ہو گیا وہ شخص جس نے قرض لے رکھا تھا اس کا ایک مکان تھا اس نے وہ دس ہزار پر فروخت کر دیا اور رقم ابن عمیر کے پاس لے آیا جب اس کے دروازے پر آیا تو دستک دی ابن ابی عمیر باہر نکلا اس شخص نے رقم پیش کی اور کہنے لگا یہ آپ کا قرضہ ہے جو مجھے ادا کرنا تھا ابن ابی عمیر نے کہا یہ رقم تو نے کہاں سے حاصل کی ہے کیا میراث میں تجھے ملی ہے یا کسی نے تجھ پر بخشش کی ہے اس نے کہا ان میں سے کوئی چیز نہیں ہے بلکہ میں نے اپنا گھر اپنے قرض کی ادائیگی کے لیے فروخت کر دیا ہے ابن ابی عمیر نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی ذریح محاربی نے حضرت صادق سے کہ آپ نے فرمایا لا یخرج الرجل عن مسقط راسه بالدین انسان قرض کی وجہ سے گھر سے نہیں خارج ہو سکتا پھر فرمایا یہ رقم اٹھا لو مجھے اس رقم کی ضرورت نہیں حالانکہ خدا کی قسم ہے کہ میں اس وقت ایک ایک درہم کا محتاج ہوں لیکن اس رقم سے ایک درہم بھی قبول نہیں کروں گا منصور کے زمانہ کی تاریخ میں کچھ قدر و جلالت محمد بن ابی عمیر کی طرف بھی اشارہ ہو چکا ہے۔

اور ۲۱۷ھ میں مامون نے مصر کا سفر کیا اور عبدوس کو جس نے وہاں فتنہ کی بنیاد کھڑی کی ہوئی تھی قتل کیا اور ۲۱۸ھ میں اہل روم سے جنگ کرنے کے لئے گیا اور بہت سے فتوحات کئے اور چشمہ بد یدون میں کہ جسے رومی میں رقہ کہتے تھے اور وہ ایسی جگہ تھی کہ جس کا پانی سرد اور صاف و شفاف تھا اور اس کی ہوا انتہائی اچھی اور لطیف تھی اس کی زمین انتہائی خرم و سرسبز تھی قیام کرنے کا ارادہ کیا اور اس نہر کے اوپر اس کے لئے رہنے کی جگہ (بارہ دری) بنائی گئی ایک دن مامون پانی میں نگاہ کر رہا تھا کہ ایک مچھلی اسے نظر آئی جو ایک ہاتھ کے قریب لمبی تھی جو ڈھلی ہوئی چاندی کی طرح تھی اس نے اپنے عملہ زمین کو حکم دیا کہ یہ مچھلی پکڑ لو ایک شخص پانی میں کود گیا اور اس نے وہ مچھلی پکڑ لی جب اسے باہر لے آیا تو مچھلی تڑپ کر دوبارہ پانی میں چلی گئی اور کچھ پانی اس نے مامون کے سینہ گردن اور بغل پر چھڑکا مامون کو اسی وقت کپکپی اور لرزہ طاری ہو گیا اور وہ خود ملازم دوبارہ پانی میں گیا اور اس مچھلی کو پکڑ کر مامون کے پاس لے آیا مامون نے حکم دیا کہ اس کو پکاؤ لیکن اسے سخت قسم کی کپکپی لگی رہی جتنے لحاف اور کپڑے اس کے اوپر ڈالے گئے وہ چلاتا رہا ہائے سردی ہائے سردی اس کے اردگرد آگ روشن کی گئی اور سردیوں کے جتنے کپڑے اس کے لئے لے آئے پھر بھی وہ بید کی طرح کانپ رہا تھا اور

سردی سے فریاد کرتا تھا یہاں تک کہ موت کی حالت اس پر طاری ہو گئی معتصم نے بختیشوع اور ابن ماسویہ طبیب کو حاضر کیا تا کہ وہ مامون کا علاج کریں جب [illegible] نے [illegible] کی نبض دیکھی تو کہنے لگے [illegible] اس [illegible] کا کوئی علاج نہیں مامون کے جسم پر ایسا پسینہ ظاہر ہوا جو روغن زیتون اور اژدھا کے لعاب کی طرح تھا جب مامون کو ہوش آیا تو کہنے لگا ایسی جگہ لے جاؤ کہ جہاں سے میں ایک دفعہ اپنے حشم و خدم، ہیبت اور لشکر کو دیکھ لوں پس اسے ایک بلند جگہ پر لے گئے اس نے اپنے لشکر اور ان کے خیموں کو اور ان کی کثرت کو دیکھا پھر کہا یا من لا یزول ملکہ ارحم من قد زال ملکہ اے وہ ذات جس کی سلطنت کے لیے زوال نہیں رحم کر اس پر کہ جس کا ملک ختم و زائل ہو چکا ہے جیسا کہ اس کے باپ رشید نے اپنی موت کے وقت کہا تھا ما اغنی عنی مالیہ هلک عنی سلطانیہ میرا مال مجھے بے پرواہ نہ کر سکا اور میری سلطنت ختم ہو گئی پھر مامون کو اس کے بستر پر واپس لے آئے اس کی زبان بند ہو چکی تھی اور اس کی آنکھیں بڑی اور سرخ ہو گئیں اور مرنے سے پہلے اس کی زبان کھلی اور اس نے کہا یا من لا یموت ارحم من یموت اے وہ ذات جس کے لیے موت نہیں اس پر رحم کر جو مر رہا ہے یہ کہہ کر مر گیا اور اس کی جوئی کچلی سے وہ کچھ کھا نہ سکا اس کی وفات جمعرات کے دن سترہ رجب کے دن ہوئی ایک قول ہے کہ اس ماہ کی آٹھ تاریخ ۲۱۸ھ کو واقع ہوئی اور اس کا جنازہ طرطوس میں اٹھا کر لے گئے وہاں دفن کیا اور ابو سعید نے اس کے لئے یہ اشعار کہے۔

هل رأیت النجوم اغنت عن المامون
شیأ وملکه المانوس!
خلفوه بعرصة طرطوس!
مثله ما خلفوا اباه بطوس

کیا تو نے ستاروں کو دیکھا ہے کہ انھوں نے مامون اور اس کے ملک مانوس سے کسی چیز کو بے پرواہ کیا ہو لوگوں نے اسے طرطوس کے میدانوں میں چھوڑ دیا جیسا کہ اس کے باپ کو طوس میں چھوڑا تھا۔

اس کی عمر ۴۹ سال تھی اور اس کی مدت خلافت و حکومت اکیس سال تھی کہ جن میں سے چودہ ماہ محمد امین سے جنگ میں گزرے تھے جیسا کہ اس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے۔

ابو اسحاق ابراہیم معتصم کی خلافت اور اس کے زمانے کے واقعات کا ذکر

جمعرات کے دن ستر ہ رجب ۲۱۸ھ کو جس دن مامون کی وفات ہوئی معتصم اس کی جگہ تخت نشین ہوا اور معتصم کا نام محمد اور ایک قول کی بناء پر ابراہیم تھا اور اس کی ماں ماریہ بنت شبیب زیان بن شبیب کی بہن مشہور ہے معتصم سخت ظالم اور بہت دلیر تھا اور علم و ادب سے بے بہرہ تھا اس کا سبب یہ ہے کہ رشید کو اس سے بڑی محبت تھی اور اسے ایک غلام کے ساتھ مدرسہ بھیجتا تھا جب وہ غلام معتصم کا ہمدرس مر گیا تو رشید نے معتصم سے کہا کہ اے محمد تیرا غلام مر گیا ہے کہنے لگا ہاں اے میرے آقا اور مدرسہ کی تکلیف و زحمت سے راحت و آرام میں ہو گیا ہے رشید اس جملہ سے یہ سمجھا کہ اس کا لکھنے پڑھنے کی طرف رجحان نہیں کہنے لگا اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دو لہذا معتصم کو علم و کتابت میں سے کچھ بھی نصیب نہ ہوا جب خلافت پر مستقر ہوا تو محمد بن عبدالملک زیات کو اپنا وزیر مقرر کیا محمد فاضل اور ادیب تھا اور وزیر ہونے سے پہلے لکھنے پڑھنے والوں اور میر منشیوں میں شمار ہوتا تھا اور معتصم کا وزیر (اس وقت) احمد بن حماد بصری تھا ایک دفعہ ایک خط کسی عامل کی طرف سے معتصم کے پاس آیا وزیر وہ خط معتصم کو سنا رہا تھا اس کے کلمات میں سے ایک لفظ کلاء تھا معتصم نے پوچھا کلاء کا کیا معنی ہے احمد وزیر نے کہا مجھے معلوم نہیں معتصم نے کہا خلیفہ امی وزیر عامی خلیفہ ان پڑھ اور وزیر جاہل ہے پھر کہنے لگا دیکھو منشیوں میں سے کون دروازے پر ہے کہنے لگے محمد بن عبدالملک زیات حاضر ہے کہنے لگا اسے لے آؤ جب وہ حاضر ہوا تو معتصم نے پوچھا کلاء کیا ہے اس نے کہا کلاء مطلق گھاس کو کہتے ہیں اور جب وہ تر و تازہ ہو تو اسے خلی اور جب خشک ہو جائے تو اسے حشیش کہتے ہیں پھر اس نے نباتات کی تقسیم شروع کر دی معتصم اس کے فضل و کمال پر مطلع ہوا تو اسے وزیر مقرر کر دیا اور اسے مجلس والا ملک قرار دیا اور سلطنت کے امور اس کے سپرد کر دیئے اور وہ معتصم اور واثق کے زمانہ میں وزارت کے کام پر برقرار رہا یہاں تک کہ متوکل کے زمانہ میں اس کے حکم سے مارا گیا جس کا ذکر ان شاء اللہ آئے گا۔

احمد بن داؤد کی بھی معتصم کے ہاں قدر عظیم اور منزلت رفیع تھی اور معتصم قوی پنجہ اور بہادر شخص تھا قوت و شجاعت میں اور جنگوں پر اقدام کرنے میں بنی عباس میں ممتاز تھا ریاشی سے منقول ہے کہ روم کے بادشاہ نے معتصم کو خط لکھا اور اسے دھمکی دی تو معتصم جب خط پر مطلع ہوا تو اس نے اپنے کاتب سے کہا جواب میں لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم اما بعد فقد قرأت کتابك و سمعت خطابك والجواب ما تری لا ما تسمع و سیعلم الکفار لمن عقبی الدار سہارا اللہ کے نام کا جو بڑا مہربان اور رحیم ہے اما بعد میں نے تیرا خط پڑھا اور تیرا خطاب سنا اس کا جواب وہ ہے جسے تو آنکھوں سے دیکھے گا نہ وہ جو صرف کانوں سے سنے اور عنقریب کافروں کو معلوم ہو جائے گا کہ آخرت کا گھر کس کے لئے ہے معتصم ترکوں کو دوست رکھتا تھا اور ہمیشہ ان کے جمع کرنے میں

نگار رہتا تھا انہیں ان کے سرداروں سے خریدتا اور رکھا کرتا رہتا تھا یہاں تک کہ چار ہزار ترک اس کے پاس جمع ہو گئے پس انہیں دیباج کے لباس اور سنہری کمر بند پہنائے اور انہیں لباس میں باقی لشکر سے امتیاز دیا یہ بغداد کے لوگوں کو اذیت دیتے تھے کیونکہ بغداد کے بازار میں گھوڑے دوڑاتے تھے جن کی وجہ سے بہت دفعہ ایسا اتفاق ہوتا کہ بغداد کے بچے عورتیں کمزور بوڑھے اور نابینا لوگوں کو ان کے گھوڑے صدمات پہنچاتے اور لوگ بھی اس بنا پر انہیں برداشت نہیں کرتے تھے اور اس سوار پر ہجوم کر کے اسے قتل کر دیتے لہذا معتصم نے ارادہ کیا کہ بغداد سے منتقل ہو جائے کسی اور جگہ کے متعلق پس باہر نکلا یہاں تک کہ سامراء کے علاقہ میں پہنچا تو تین دن تک شکار کے ارادہ سے وہاں رہا تو اس کو کھانے کی اشتہا تیز ہو گئی عادت کے مطابق وہاں زیادہ ہوئی تو اس نے سمجھا کہ یہاں کی آب و ہوا کی وجہ سے ہے اور وہ زمین دیر ماری کے نصاریٰ کی ملکیت تھی مال دے کر ان سے پوچھا کہ اس جگہ کا کیا نام ہے وہ کہنے لگا سامراء معتصم نے پوچھا سامراء کا کیا معنی ہے وہ کہنے لگے ہم اپنی کتابوں میں پڑھا ہے کہ یہ سام بن نوح کا شہر ہے پس معتصم نے سامراء کی زمین چار ہزار دینار پر ان سے خرید لی اور اس میں سے ایک جگہ اپنے محل کے لئے انتخاب کی وہ جگہ وزیریہ کے نام سے مشہور ہو گئی اور وزیریہ کے انجیر اسی جگہ کی طرف منسوب ہیں پھر اس نے محلات اور مسجدیں بنائیں اور شہر سامراء کی تعمیر کروائی اور قسم قسم کے درخت اور پودے وہاں منتقل کئے اور ترکوں کے لئے ایک مخصوص جگہ بنائی گئی تاکہ وہ شہر کے لوگوں کو تکلیف نہ پہنچائیں اور بہت سے مکانات و بازار سامراء میں بنائے گئے اور لوگ اطراف و جوانب سے وہاں سکونت کے ارادے سے آئے اور قسم قسم کے مال و متاع اور کھانے وہاں لے آئے اور معتصم کا احسان اطراف و اکناف کے لوگوں کے شامل حال ہوا اور سامراء کی رعیت وہاں خوش رہنے لگی۔

۲۱۹ھ میں معتصم نے احمد بن حنبل کو ماموں کے زمانہ سے نکالا اور اسے تازیانے لگائے کیونکہ وہ خلق قرآن کا قائل نہ تھا اس کی تفصیل جیسا کہ بعض التواریخ میں ہے ہے اور ۲۱۹ھ ہی میں ابو نعیم فضل بن دکین نے کوفہ میں وفات پائی اسی سال پانچ ذی الحجہ کو اور مشہور قول کے مطابق ۲۲۰ھ آخر ماہ ذیقعدہ میں حضرت امام تقی صلوات اللہ علیہ نے بغداد میں وفات پائی اور مقابر قریش میں اپنے جد امجد حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ کے پہلو میں دفن ہوئے حضرت کی شہادت کے سبب کے متعلق اختلاف ہے منقول ہے کہ آپ کی بیوی ام الفضل مامون کی بیٹی نے آنجناب کو زہر دیا ہم کتاب منتہی میں آپ کی شہادت تحریر کر چکے ہیں وہاں رجوع کیا جائے ۲۱۹ھ ہی میں معتصم ابوجعفر محمد بن قاسم علوی سے جنگ کرنے کے درپے ہوا مناسب ہے کہ ہم یہاں اس کے مختصر حالات بیان کریں۔

ابوجعفر محمد بن قاسم حسنی علوی کی قید کا ذکر

محمد کی والدہ صفیہ دختر موسیٰ بن عمر بن علی بن الحسین علیہما السلام اور باپ قاسم بن علی بن عمر بن علیؑ بن الحسینؑ تھا اور وہ صاحب عبادت و زہد و ورع اور اہل علم و فقہ و دین تھا اور ہمیشہ پشمینہ کا لباس پہنتا تھا اس نے معتصم کے زمانہ میں کوفہ میں خروج کیا جب معتصم اس کے مقابلہ کے لئے تیار ہوا تو خوف کے مارے محمد خراسان کی طرف سفر کر گیا اور مسلسل خراسان کے شہروں سے منتقل ہوتا رہا کبھی مرو کبھی سرخس کبھی طالقان اور کسی وقت نساء کی طرف منتقل ہوتا اور وہاں جنگیں ہوئیں اور کئی واقعات اس کے در پیش آئے اور

بہت سے لوگوں نے اس کی بیعت کر لی اور رفتہ رفتہ اطاعت و اتباع اس کے امر و حکم کا طوق گردن میں ڈال لیا۔

ابو الفرج نے نقل کیا ہے کہ تھوڑے سے عرصہ میں مرو میں چالیس ہزار افراد نے اس کی بیعت کی ایک رات اس نے وعدہ لیا کہ اس کا لشکر جمع ہو گا اس رات اس نے رونے کی آواز سنی تحقیق کی تو اسے معلوم ہوا کہ اس کے ایک سپاہی نے ایک جولاہے کا کمبل چھین لیا ہے اور یہ گریہ اس جولاہے کا ہے محمد نے اس ظالم و غاصب شخص کو بلایا اور اس قبیح امر کا سبب اس سے پوچھا تو وہ کہنے لگا ہم آپ کی بیعت میں اس لیے داخل ہوئے ہیں کہ لوگوں کا مال کھائیں اور جو چاہیں کریں۔ محمد نے حکم دیا کہ کمبل لے کر واپس مالک کو دیں پھر فرمایا ایسے لوگوں سے دین خدا کی نصرت و مدد نہیں کی جا سکتی حکم دیا کہ لشکر منتشر ہو جائے جب لوگ پراگندہ ہو گئے محمد اپنے خواص اصحاب کو لیے ہوئے وغیرہ کے ساتھ اسی وقت طالقان کی طرف چلے مرو و طالقان کے درمیان چالیس فرسخ مسافت ہے جب طالقان میں پہنچے تو بہت سے لوگوں نے محمد کی بیعت کر لی۔

عبداللہ بن طاہر نے جو معتصم کی طرف سے نیشاپور کا والی و حاکم تھا حسین بن نوح کو محمد سے لڑنے کے لیے روانہ کیا جب حسین کے لشکر نے محمد کے لشکر سے ملاقات کی اور جنگ شروع کی تو وہ محمد کے لشکر سے مقابلہ کی طاقت نہ رکھنے کی وجہ سے بھاگ کھڑے ہوئے دوسری دفعہ عبداللہ بن طاہر نے بہت سا لشکر حسین کی مدد کے لیے بھیجا حسین کی کمک کا لشکر ترتیب دے کر محمد سے جنگ کرنے کے لیے آیا اس دفعہ فتح حسین کی ہوئی محمد کے ساتھی شکست کھا گئے محمد نے بھی روپوش ہو کر نسا کی طرف سفر کیا عبداللہ بن طاہر نے جاسوس روانہ کیا اور محمد کے ٹھکانے سے مطلع ہوا پھر ابراہیم بن غسان کو ایک ہزار سوار کے ساتھ منتخب کیا اور حکم دیا کہ کسی رہبر کے ساتھ لے کر نسا کی طرف جائے اور یک لخت نسا میں داخل ہو اور اچانک محمد کے مکان کے گرد گھیرا ڈال کر اسے گرفتار کرے اور میرے پاس لے آئے اور ابراہیم بن غسان نے رہبر کے ساتھ اپنے سواروں کو لیے ہوئے نسا کی طرف کوچ کیا۔ تیسرے دن شہر نسا میں وارد ہوا اور اس گھر کے گرد کہ جس میں محمد تھا گھیرا ڈال دیا پھر ابراہیم گھر کے اندر گیا اور محمد بن قاسم کو ابو تراب کے ساتھ جو محمد کے خواص میں تھا گرفتار کر کے بیڑیاں پہنا کے نیشاپور پلٹ آیا اور چھ دن میں نیشاپور پہنچ گیا اور محمد کو عبداللہ بن طاہر کے سامنے پیش کیا عبداللہ کی جب قید و بند کے بوجھ پر نظر پڑی تو اس نے کہا اے ابراہیم تو خدا سے نہیں ڈرا کہ اس خدا کے نیک بندے کو اس طرح زنجیر میں جکڑا ہے ابراہیم نے کہا اے امیر آپ کے خوف نے مجھے خدا کے خوف سے روکا ہے پھر عبداللہ کے حکم سے ان کی قید میں تخفیف و آسانی کی گئی اور تین ماہ محمد کو نیشاپور میں رکھا اور اس بناء پر کہ معاملہ لوگوں سے پوشیدہ رہے حکم دیا کہ کئی محمل ترتیب دیے جائیں اور انھیں خچروں پر رکھا جائے اور بغداد کی طرف بھیج دیے جائیں اور بعض راستے سے واپس چلے آئیں تاکہ لوگ یہی خیال کریں کہ محمد کو بغداد بھیج دیا ہے جب تین مہینے اور گزر گئے تو عبداللہ نے ابراہیم بن غسان کو حکم دیا کہ رات کی تاریکی میں محمد کو بغداد کی طرف لے جائے اور جب جانے لگے تو عبداللہ نے محمد کے سامنے نفیس چیزیں پیش کیں کہ ان میں سے جو چاہو اپنے ساتھ لے جاؤ محمد نے کوئی چیز قبول نہ کی سوائے مصحف اللہ کے قرآن مجید کے وہ اپنے ساتھ لے لیا۔

خلاصہ یہ کہ جب بغداد کے قریب پہنچے تو معتصم کو محمد کے ورود کی خبر دی گئی معتصم نے حکم دیا کہ محمد کے محمل کا سرپوش اٹھا دیں

اور محمد کے سر سے عمامہ اتار لیں تا کہ وہ سر برہنہ شہر میں داخل ہو لیکن محمد کو اس کیفیت کے ساتھ نوروز کے دن ۱۴ ربیع الثانی ۲۱۹ھ بغداد میں لے آئے لشکر معتصم کے اوباش و رذیل لوگ محمد کے آگے آگے لہو و لعب اور رقص و طرب میں مشغول تھے اور معتصم اونچی جگہ سے نظارہ کر رہا تھا اور ہنستا تھا محمد کو اس دن بہت غم ہوا حالانکہ کسی وقت جزع و فزع کی حالت شدائد و تکالیف کے وقت اس میں نہیں دیکھی گئی تھی پس محمد رونے لگے اور عرض کیا خدایا تو جانتا ہے کہ میں سوائے رفع منکر اور ان حالات و اوضاع کی تغییر کے کوئی قصد نہیں رکھتا اس کی زبان تسبیح و استغفار میں متحرک تھی اور ان لوگوں پر نفرین کر رہا تھا پس معتصم نے مسرور کبیر کو حکم دیا کہ محمد کو قید میں ڈال دے تو محمد کو ایک سرداب جو کنوئیں کی طرح تھا قید کیا گیا قریب تھا کہ اس کی جگہ بدحالی سے وہ ہلاک ہو جائے اس کی سختی و تکلیف کی خبر معتصم کو دی گئی تو اس نے حکم دیا کہ اسے باہر نکال کر ایک باغ کے گنبد میں قید کیا جائے اور ایک گروہ محمد کی حراست کے لیے مقرر کیا اس کے بعد مورخین کی گفتگو میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں۔ محمد کو زہر دے دیا اور بعض کہتے ہیں کہ محمد کسی تدبیر سے باغ کی قید سے نکل کر واسط میں پہنچ گیا اور واسط میں وفات پائی۔

ایک قول ہے کہ معتصم اور واثق کے زمانہ میں زندہ تھا اور چھپ کے زندگی بسر کرتا تھا یہاں تک کہ متوکل کے زمانہ میں اسے گرفتار کر کے قید کر دیا گیا اور قید میں وفات پائی بعض کہتے ہیں کہ اس کے شیعوں کی ایک جماعت طالقان سے آئی اور اسی باغ میں کہ جس میں محمد قید تھا زراعت اور درخت بونے میں مشغول ہوئے یہاں تک کہ جب انہیں فرصت ملی تو محمد کو قید سے چھڑا کر اسے ساتھ لے گئے پھر اس کی کوئی خبر نقل نہیں ہوئی زیدیہ کی ایک جماعت کا اعتقاد یہ ہے کہ وہ امام ہے اور کچھ لوگوں کا اعتقاد یہ تھا کہ وہی مہدی موجود ہے وہ ظہور کرے گا اور دنیا کو عدل و انصاف سے پر کرے گا اور ان کا محمد بن قاسم کے متعلق وہی اعتقاد ہے جو کیسانیہ کا محمد بن حنفیہ کے متعلق ہے اور جس طرح کہ واقفیہ کا اعتقاد ہے موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے متعلق جو ممطورہ کے نام سے مشہور ہیں۔

آل ابوطالب میں سے جو معتصم کے زمانہ میں شہید ہوئے ان میں سے عبداللہ بن حسین بن علی عبداللہ بن اسماعیل بن عبداللہ بن جعفر بن ابوطالب بھی ہے اس نے سیاہ لباس پہننے سے انکار کر دیا جو بنی عباس کا شعار تھا تو اسے سامراء میں قید کر دیا گیا اس نے زندان میں وفات پائی

۲۲۱ھ میں ثقہ جلیل القدر احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطیؒ نے وفات پائی اور اس کی کچھ جلالت و عظمت منصور کے زمانہ میں بیان ہو چکی ہے اور اسی سال بابک نے خروج کیا اور بہت سا لشکر جمع کر کے معتصم سے خلافت چھین لینے کی طمع و آرزو کی اور معتصم نے بہت سا لشکر افشین کی سرکردگی میں بھیجا اور سخت قسم کی جنگیں دونوں لشکروں کے درمیان واقع ہوئیں آخر کار بابک کو شکست ہوئی اور ارمینیہ کے ایک شہر میں اسے گرفتار کیا گیا افشین کو اطلاع ملی تو افشین نے چار ہزار سوار بھیجے تا کہ اس کو گرفتار کر کے سامراء لے آئیں پس ۲۲۳ھ میں بابک کو اس کے بھائی عبداللہ کے ساتھ قاطول میں جو سامراء سے پانچ فرسخ دور ہے لے آئے تو افشین نے قوی ہیکل ہاتھی بادشاہ کا مکلل بجواہر ایک ناقہ کے ساتھ مع قیمتی لباس اور تاج کے اس کے لیے بھیجا پس وہ سنہری لباس جس میں مروارید و خوشبو تھی بابک اور عبداللہ کو پہنا کے بابک کو ہاتھی پر اور عبداللہ کو ناقہ پر سوار کر کے قاطول سے سامراء تک لے آئے معتصم کے لشکر گھوڑ

سوار کیا گیا اور اس کے بیٹے اور ظلم و زیادتیاں کرنے والے دو شخصوں میں آزاد کر کے بابک اور عبداللہ کو پوری زینت کے ساتھ ان دو ہاتھیوں پر بٹھا
کر لایا گیا اور سامرا میں ۲ صفر ۲۲۳ھ افشین خود اور وہ دونوں معتصم کے پاس پہنچے تو ہاتھیوں نے کئی مرتبہ معتصم کے گرد چکر لگایا جب
معتصم نے بابک سے کہا بابک تم ہو تو بابک نے کوئی جواب نہ دیا تب معتصم نے حکم دیا کہ اس کی زیب و زینت چھین
لی گئی اور اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا گیا پھر بایاں ہاتھ اس کے بعد اس کا پاؤں کاٹ دیا بابک اپنے خون میں لوٹنے لگا اور خون آلود ہاتھ منہ
پر ملا پھر اس کی زبان کاٹ دی اور خوفناک ترین طریقہ پر اس کو قتل کیا پھر اس کا جسم کٹے ہوئے اعضاء کے ساتھ سامرا کے آخری حصہ
میں سولی پر لٹکا دیا گیا اور اس کا سر بغداد اور خراسان بھیجا تاکہ لوگ اس کی موت سے باخبر ہو جائیں پھر عبداللہ کو بغداد بھیجا گیا اور
اسحاق بن ابراہیم نے اس کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا جو معتصم نے اس کے بھائی بابک سے کیا تھا اور بابک کا نام حسین تھا۔
شعراء نے اس سلسلے میں اشعار کہے اور معتصم نے افشین کو سونے کا تاج زرد جواہرات کے ساتھ پہنایا اور اس پر
بہت مہربانی و نوازش کی اور اترجہ بنت اشناس کی شادی افشین کے بیٹے حسن بن افشین سے کی اور بہت سے اخراجات اس کی
شادی پر کئے۔

اور ۲۲۴ھ میں یا ایک سال بعد ابو عبید قاسم بن سلام نے وفات پائی اس کی تصنیفات میں سے غریب القرآن اور
غریب الحدیث ہے اور وہ ابو عبیدہ معمر بن مثنیٰ کا غیر ہے کہ جس کا یہ نام مراتب میں پہلے ہے یہاں تک کہ غریب کی تصنیف میں اور
۲۲۳ھ میں توفیل سلطان روم نے اپنے لشکر و سپاہ کے ساتھ ملوک برجان و صقالبہ وغیرہ اور مختلف امم کے بادشاہوں کے ہمراہ خروج
کیا اور معتصم کے بعض شہروں پر حملہ کیا اور ان کے چھوٹے بڑے کو قتل کر دیا اور ان شہروں کو فتح کر لیا وہاں کے لوگوں نے مساجد اور
گھروں میں فریاد و چیخ و پکار کی ابراہیم بن مہدی معتصم کے پاس گیا اور اس نے طویل قصیدہ انشاء کیا اور اسے سلطان روم سے جنگ
کرنے کے لئے اکسایا اس کے قصیدہ کے دو یہ اشعار ہیں

یا غیرۃ اللہ قد عاینت فانتہکی
ہتک النساء و ما منہن یرتکب
ہب الرجال علی اجرامہا قتلت
ما بال اطفالہا بالذبح تنتہب!

اے اللہ کی غیرت آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ عورتوں کی ہتک و حرمت کی گئی اور ان سے کیا کچھ کا ارتکاب ہوا فرض کریں کہ
مرد تو اپنے جرموں کی وجہ سے قتل ہوئے ان کے بچوں کا کیا قصور ہے کہ جو چھین کر ذبح کئے گئے معتصم نے جب یہ سنا تو فوراً اپنی جگہ سے
کھڑا ہو گیا اور دجلہ کے مغربی حصہ کو لشکرگاہ بنایا پیر کے دن ۲ جمادی الثانی ۲۲۳ھ کا واقعہ ہے پس معتصم کے منادی نے شہروں اور
بستیوں میں منادی اور لوگوں کو دشمن سے جہاد کرنے کی اطلاع دی پس بہت سے لوگ لشکر اور باقی لوگوں میں سے جنگ کے لئے آمادہ
ہوئے اکثر مورخین کے بقول پانچ لاکھ کی تعداد ہو گئی اور زیادہ ہونے کی وجہ سے شمار میں نہیں آتے تھے پس کوچ کر کے روم کے علاقہ

تک پہنچ گئے اور لشکر روم سے آمنا سامنا ہوا اور ان سے جنگ ہوئی بہت سے پادری اور اصحاب روم قتل ہوئے رومی بھاگ کھڑے ہوئے لشکر اسلام نے ان کے بہت سے قلعے فتح کئے اور شہر عموریہ کو تسخیر کر لیا ان کے رئیس اور بڑے پادری کو قید کیا اور تیس ہزار افراد قتل کئے اور چار دن تک ان کے گھر تباہ کرتے رہے اور انھیں جلایا پھر معتصم نے فتح عموریہ کے بعد چاہا کہ قسطنطنیہ کی طرف کوچ کرے اور اسے فتح کرے کہ اچانک خبر آئی کہ عباس بن مامون نے خروج کیا ہے اور کچھ لوگوں نے اس کی بیعت کر لی ہے اور بادشاہ روم سے خط و کتابت کی ہے کہ وہ اس کے ساتھ ہو جائے تا کہ معتصم کی حکومت ختم ہو جائے لہذا معتصم تیزی کے ساتھ عباس بن مامون کے مقابلہ کے لیے واپس لوٹ آیا اور عباس کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور اسی سال عباس مر گیا۔

سبط بن جوزی کی مراۃ الزمان سے منقول ہے کہ ایک دفعہ معتصم اپنی محفل خاص میں بیٹھا ہوا تھا اور شراب کا جام اس کے ہاتھ میں تھا کہ اس کو خبر دی گئی کہ ایک شریف مسلمان عورت کو ایک رومی کافر نے شہر عموریہ میں قید کر لیا ہے اور اس کے منہ پر طمانچہ مارا ہے تو اس عورت نے فریاد کی وامعتصماہ اے معتصم میری فریاد کو پہنچ تو اس کافر نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے اس عورت سے کہا ہے معتصم تجھے چھڑانے نہیں آئے گا مگر ابلق گھوڑے کے ساتھ جب معتصم نے یہ بات سنی تو غمزدہ ہوا شراب کے جام پر مہر لگائی اور ساقی کو دیتے ہوئے کہا کہ یہ جام نہیں پیوں گا جب تک اس شریف عورت کو قید سے رہائی نہ دلاؤں اور اس کافر کو قتل نہ کر لوں جب رات ختم ہوئی اور دن چڑھا اور اس دن غضب کی سردی تھی اور برف باری ہو رہی تھی اور سردی کے مارے کسی میں قدرت نہ تھی کہ وہ ہاتھ باہر نکالے اور کمان ہاتھ میں لے معتصم کے منادی نے کوچ کی ندا دی کہ عموریہ کی طرف چلو اور حکم دیا کہ لشکر ابلق گھوڑوں پر سوار ہو پس ستر ہزار ابلق گھوڑے لے کر سوار ہوئے یہاں تک کہ عموریہ پہنچ گئے اور شہر کا محاصرہ کر لیا اور قہر و جبر سے اسے فتح کیا معتصم شہر میں داخل ہوا اور لبیک لبیک یہ جواب تھا اس عورت کے وامعتصماہ کہنے کا پس اس کافر کو جس نے اس شریف عورت کو قید کیا تھا گرفتار کر کے قتل کیا اور شریف عورت کو قید سے رہائی دی پھر ساقی کی طرف رخ کیا اور کہنے لگا ہماری شراب اب حاضر کرو پس جام شراب سر بمہر لیا اس کی مہر توڑی اور کہنے لگا اب میرے لیے شراب خوشگوار ہے پس اس شہر کو لوٹ لیا اور تیس ہزار افراد قتل کئے اور اسی مقدار میں ان میں سے قید کئے۔

اور ۲۲۴ھ کے آخر میں ثقہ جلیل الشان حسن بن محبوب سراد صاحب مشیخہ نے وفات پائی اور وہ ان اصحاب اجماع میں سے ایک ہے کہ منصور کے زمانہ کے حالات میں جن کے نام لکھے جا چکے ہیں۔

اور اسی سال ابراہیم بن مہدی نے جو ابن شکلہ کے نام سے مشہور تھا وفات پائی اور مامون کے زمانہ میں اس کے خلافت پر غلبہ حاصل کرنے کی حکایت بیان ہو چکی ہے اور ابراہیم بن مہدی گانے بجانے میں پوری مہارت رکھتا تھا۔

۲۲۴ھ ہی میں ابو محمد حسن بن علی بن فضال نے وفات پائی اس نے حضرت رضا سے روایت کی ہے وہ آپ کے مخصوص اصحاب میں سے تھا اور جلیل القدر و عظیم المرتبہ زاہد و عابد پرہیز گار اور روایات میں ثقہ تھا۔

اور ۲۲۵ھ میں افشین نے معتصم کی قید میں وفات پائی پھر اس کے بدن کو سولی پر لٹکایا گیا اور افشین کا نام حیذر بن کاوس

ہے اور اس کی شوکی کی تعریف میں کہا گیا ہے۔

رمقوا اعالی جذعه فکانما!
رمقوا لهلال عشیة الافطار

اس کی کھجور کے تنے کے اوپر والے حصوں کو انھوں نے دیکھا پس گویا انھوں نے پہلی کا چاند عید کی رات دیکھا ہے۔

اور ۲۲۵ھ میں صالح بن اسحاق نے جو جرمی نحوی مشہور ہے وفات پائی اور جرمی قبیلہ جرم کی نسبت سے ہے اور اسی سال علی بن محمد بن عبداللہ بصری نے جو ابوالحسن مدائنی کے نام سے مشہور ہے وفات پائی اور اس کی کتابیں دو سو سے زیادہ ہیں جن میں کتاب خطب امیر المومنین اور کتاب من قتل من الطالبین اور بہت سی کتابیں فتوحات اسلامی میں ہیں اور دیگر بہت سی کتابیں جو تیس سے بھی زیادہ ہیں وہ سب حالات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں ہیں اور اس کے علاوہ بھی کتب ہیں۔

۲۲۶ھ میں قاسم بن عیسیٰ نے جو ابودلف عجلی مشہور تھا وفات پائی اور وہ مامون اور معتصم کے امراء اور رؤسا میں سے ایک تھا اور عمدگی شعر و کثرت، سخاوت و شجاعت میں مشہور تھا اس کی طاقت کے متعلق مشہور ہے کہ ایک دفعہ اس نے نیزہ کی ایک ضرب سے دو افراد کو مجروح کیا ابوبکر شاعر امیر ابودلف کی توصیف میں کہتا ہے کہ۔

قالوا ینظم فارسین بطعنة
یوم الهیاج وماتراه کلیلا
لا تعجبوا لو کان طول قناته
میلا اذا نظم الفوارس میلا!

وہ کہتے ہیں کہ وہ دو شہسواروں کو جنگ کے دن ایک نیزے میں پروتا ہے اور وہ تجھے تھکا ہوا بھی نظر نہیں آتا تعجب نہ کرو کیونکہ اگر اس کے نیزے کا طول ایک میل ہو تو وہ ایک میل تک شہسواروں کو پرو دے گا۔

اور ابودلف کی شجاعت اور سخاوت کے آثار بہت سے ہیں اور بہت سے شعراء نے اس کی مدح کی ہے اور یہ شعر بھی اس کی مدح میں ابوبکر نے کہا ہے۔

فکفك قوس والندی وترلها!
وسهمك فیها الیسر فارم به عسری

"پس تیری ہتھیلی کمان ہے اور سخاوت اس کی زہ یا تانت ہے اور تیرا تیر اس میں یسر (خوشحالی) ہے پس اس تیر کے ساتھ میری تنگدستی کو تیر مار دے۔"

منقول ہے کہ ایک دن ابودلف مامون کے پاس گیا مامون نے اس سے کہا تو وہ شخص ہے کہ شاعر نے تیرے حق میں کہا ہے۔

الغنا حنیا بابو خلف بین بادیہ

وحضرۃ فلذا ولی ابو دلف

ولت الدنیا علی اثرہ

سوائے اس کے نہیں کہ پوری دنیا ابودلف ہے دنیا کے دیہات وشہر کے درمیان جب ابودلف نے منہ موڑا تو دنیا اس کے نقش قدم پر منہ موڑ لے گی۔ ابودلف نے کہا مجھے یہ شعر یاد نہیں آتا لیکن میں جانتا ہوں کہ میں وہی ہوں کہ علی بن جبلہ نے جس کی شان میں کہا ہے

اباحلف یا اکذب الناس کلھم

سوای فانی من مدیحك اکذب

"تو اے ابا دلف اے سب لوگوں سے زیادہ جھوٹے سوائے میرے کیونکہ میں تیری مدح کرنے والے سے زیادہ جھوٹا ہوں۔"

مامون اس کے حسن ادا سے خوش ہوا اور اس کی عمدگی فہم وذکاوت سے تعجب کیا اور یہ بھی حکایت ہوئی ہے کہ اس نے مامون کے جواب میں کہا اے امیر المومنین جھوٹ کی گواہی غرور اور دھوکے کی بات اور چاپلوسی میں پال اٹھانے والا سائل اور طلب کرنے والے کا دھوکہ دینا اس شاعر سے زیادہ سچا ہے اور میرا اعتراف تو میرے ایک بھانجے نے کیا ہے جہاں وہ کہتا ہے

وزینی اجوب الارض فی طلب الغنا

فما الکرج الدنیا ولا الناس قاسم

اے میرے ساتھی میں نے تونگری وغنا کی تلاش میں ساری دنیا کا چکر لگایا ہے پس نہ دنیا تو دلف کی جاگیر ہے اور نہ سارے لوگ قاسم ہیں۔

پس یہ سن کر مامون کا چہرہ کھل گیا اور ابودلف بڑا سخت شیعہ تھا اور اس کا بیٹا دلف دشمن امیر المومنین تھا وہ اور شیعوں کو جہالت کی طرف نسبت دیتا تھا اور کہتا تھا کہ ان لوگوں کا یہ کہنا کہ جو علی کا دشمن ہو وہ ولد الزنا یا ولد الحیض ہے اور سب لوگ میرے باپ ابودلف کی غیرت کو جانتے ہیں کوئی شخص جرأت نہیں کرسکتا کہ امیر کے حرم سے زنا کرے تاکہ میں اولاد زنا ہوتا ابودلف نے جب یہ بات سنی تو لوگوں کے سامنے آ گیا اور کہنے لگا بیشک یہ حدیث ہے خدا کی قسم کہ دلف میرا بیٹا زنا زادہ بھی ہے اور ولد الحیض بھی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک دفعہ میں بیمار تھا میری بہن نے اس دلف کی ماں کو میری پرستاری کے لئے بھیجا اور وہ حالت حیض میں تھی اور جب میں نے اسے دیکھا تو وہ مجھے پسند آ گئی پس میں نے اس سے زنا کیا اور وہ حاملہ ہوگئی جب آثار حمل ظاہر ہوئے تو میں نے اس سے شادی کر لی اور میرے اس لڑکے کے دشمن علی اور ناصبی ہونے کا سبب اس کی ماں حائضہ سے میرا زنا کرنا ہے۔

اور ۲۲۶ھ یا اس کے ایک سال بعد بشر بن حارث حافی مشہور شخص کی وفات ہوئی وہ اصل میں مرد کا رہنے والا ہے اور

ابتدائی زمانہ میں وہ شراب نوشی کرتا اور گانے بجانے سننا اور لہو ولعب کی باتوں میں مشغول رہتا تھا یہاں تک کہ ایک دن حضرت موسیٰ بن جعفر صلوات اللہ علیہ نے اس کے گھر کے دروازے سے عبور فرمایا بشر کی ایک کنیز گھر سے باہر آئی ہوئی تھی حضرتؑ نے اس سے فرمایا کہ تیرا آقا آزاد ہے یا غلام اس نے کہا آزاد ہے فرمایا ایسا ہی ہے اگر بندہ و غلام ہوتا تو شرائط عبودیت کے مطابق رفتار کرتا جب کنیز گھر کے اندر گئی تو اس نے یہ بات بشر سے نقل کی حضرتؑ کے کلام نے اس کے دل پر اثر کیا ننگے پاؤں دوڑا یہاں تک کہ حضرت کی خدمت میں جا پہنچا اور حضرتؑ کے ہاتھ پر توبہ کی اور گھر بار سب کچھ چھوڑ دیا ہمیشہ ننگے پاؤں چلتا تھا کیونکہ ننگے پاؤں امام کی خدمت میں گیا تھا اور سعادت تک پہنچا تھا اسی لئے اسے حافی (پاؤں ننگا) کہتے تھے اور اس کی تین بہنیں تھیں اور تینوں کی تینوں اس کے طریقہ پر چلتی تھی اور صوفیوں کو حافی سے بڑی عقیدت ہے اور بشر کی وفات والے سال یا ۲۳۵ھ میں محمد بن ہذیل نے (جو ابو ہذیل علاف مشہور تھا اور معتزلہ بصرہ کا شیخ ورئیس تھا) سامراء میں وفات پائی اور اس کے مناظرے اور مقالات مشہور ہیں۔

اور ۲۲۷ھ جمعرات کے دن بارہ ربیع الاول یا اس کی رات کے دو گھنٹے گزرنے کے بعد معتصم نے سامراء میں وفات پائی اور اس کا سبب یہ ہوا کہ اس نے حجامت کرائی (خون نکلوایا) اور اسے بخار ہو گیا اور اسی بخار سے وہ مر گیا اس کی ولادت ۱۷۸ھ کے آٹھویں مہینے میں ہوئی اور اس کی مدت خلافت آٹھ سال آٹھ ماہ اور آٹھ دن ہے اور وہ خلفاء بنی عباس میں سے آٹھواں ہے اور اولاد عباس میں سے آٹھواں ہے اور اس کے آٹھ بیٹے اور آٹھ بیٹیاں تھیں اور آٹھ ہزار دینار اور ایک کروڑ اسی لاکھ درہم اور آٹھ ہزار گھوڑے اور آٹھ ہزار خچر اور اتنی ہی تعداد میں اونٹ، غلام اور کنیزیں اس کا ترکہ تھے جیسا کہ مسعودی اور دمیری وغیرہ نے ذکر کیا ہے اور اسی لئے اسے آٹھ کی طرف نسبت دیتے اور ثمانی (آٹھ والا) کہتے تھے۔

اور اخبار الدول میں ہے کہ اس کی فتوحات بھی آٹھ ہیں اور جو قصر و محلات اس نے بنائے تھے وہ بھی آٹھ تھے معتصم ان پڑھ تھا اور خط نہیں لکھ سکتا تھا اس نے بہت سے فتوحات کی تھیں کہ جن میں سے ایک عموریہ ہے جو روم کے آخری شہروں میں سے ہے اور وہ مہیب اور سخت قسم کا آدمی تھا واللہ العالم

ابو جعفر ہارون واثق کی خلافت کا ذکر

بارہ ربیع الاول ۲۲۷ھ میں جب معتصم دنیا سے چل بسا تو اس کا بیٹا ہارون واثق اس کی جگہ تخت نشین ہوا اور لوگوں نے اس کی بیعت کر لی اس کی ماں ایک رومی کنیز تھی جس کا نام قراطیس تھا اس کا وزیر محمد بن عبد الملک زیات اور احمد بن ابو داؤد اس کے زمانہ کا قاضی القضاۃ تھا ان دونوں کی واثق کے نزدیک بڑی قدر و منزلت تھی اور واثق بڑا پیٹو تھا وہ ہمیشہ کھانے پینے میں لگا رہتا تھا اور امر مملکت ابن ابو داؤد اور محمد بن عبد الملک کے ہاتھ میں دے رکھا تھا اور اپنے اہل خانہ اور رعیت کی دیکھ بھال میں مہربانی برتتا اور اہل علم اور اہل نظر کو دوست رکھتا اور اہل تقلید کا دشمن تھا اور بہت خواہشمند رہتا کہ کسی علم سے مطلع ہو لہذا اس قسم کے علوم فلسفہ اور طب وغیرہ کے اس کے

دربار میں مذاکرے ہوئے اور ہمیشہ بختیشوع و ابن ماسویہ اور میکائیل اور ادباء اور فضلاء ہر فن کے اس کے دربار میں موجود رہتے اور مختلف علوم میں مذاکرے کرتے رہتے اور کہتے ہیں کہ ایک گانے والی نے ایک دفعہ واثق کے دربار میں یہ شعر گایا۔

اظلیم ان مصابکم رجلا!

اھدی السلام تحیۃ ظلم

اے زیادہ ظلم کرنے والو تمہارا تکلیف پہنچانا ایسے شخص کو جس نے تمہیں سلام بطور ہدیہ و تحیہ بھیجا ہو ظلم ہے تو گانے والی نے رجلاً کو زبر کے ساتھ پڑھا واثق کے دربار کے ادباء نے اس کی رفع اور نصب میں اختلاف کیا پس ایک گروہ نے کہا اس کا رفع پڑھنا درست ہے اور ایک گروہ کہنے لگا کہ اس میں نصب کے علاوہ کچھ جائز نہیں اور گانے والی لڑکی کا اصرار تھا کہ اس نے ابو عثمان مازنی سے نصب کے ساتھ سنا ہے واثق نے حکم دیا کہ مازنی کو بصرہ سے سامراء لے آئیں عجیب اتفاق تھا کہ انہیں دنوں ایک ذمی شخص (جو اہل کتاب مسلمانوں کے شہروں میں رہ کر جزیہ ادا کریں) مازنی کے پاس آیا ہوا تھا اس نے مازنی سے سیبویہ کی الکتاب کی تدریس کی استدعا کی تھی اور مازنی نے انکار کر دیا تھا حالانکہ وہ ذمی ایک اشرفی زر سرخ کی پیشکش کرتا تھا مبرد نے مازنی سے کہا انتہائی حاجت مندی اور فقر و فاقہ کے باوجود تو نے قبول کیوں نہیں کیا اس نے جواب میں کہا کہ اس کتاب میں تین سو اور کئی آیات قرآن موجود ہیں میں مناسب نہیں سمجھتا کہ ایک کافر کو کتاب خدا کی آیات پر مسلط کروں خلاصہ یہ کہ مازنی واثق کے دربار میں آیا اور شعر کے اعراب کے متعلق اس سے سوال ہوا تو اس نے نصب ہی کو معین کیا کسی نے اس پر اعتراض کیا تو مازنی نے کہا کہ یہ عبارت بمنزلہ اس کے ہے کہ تو کہے ضربک زیداً ظلم (تیرا زید کو مارنا ظلم ہے) مازنی کو کامیابی حاصل ہوئی تو واثق نے حکم دیا کہ ہزار دینار زر سرخ اسے دیں اور اس واقعہ میں قرآن مجید کی واضح کرامت ہے اور غور و فکر سے معلوم ہوتا ہے کہ گزشتہ زمانوں میں کس قدر علم و ادب کی طرف رغبت تھی کہ ایک لفظ کے اعراب کو معلوم کرنے کے لئے کس قدر تکلیف برداشت کرتے تھے اور ایک لفظ کی قیمت ہزار دینار زر عیار تھی لیکن اب ایسا زمانہ آ گیا ہے کہ ہزار مشکل مسئلہ متفرق علوم کا ایک دینار پر کوئی نہیں خرید کرتا اور مطالعہ و مباحثہ علوم کو عمر کا ضیاع شمار کرتے ہیں اللہ ہی مددگار ہے۔

واثق کے زمانہ میں ۲۲۸ھ اور ایک قول ہے کہ ۲۳۱ھ میں حبیب بن اوس طائی نے جو ابو تمام کے نام سے مشہور اور کتاب حماسہ کا مؤلف ہے موصل میں وفات پائی ابو تمام امامی مذہب رکھتا تھا اور ابن خلکان نے اس کے حق میں کہا ہے کہ کہا گیا ہے کہ اسے چودہ ہزار قصیدے بحر رجز کے یاد تھے علاوہ دوسرے قصائد و قطعات کے اور اس نے خلفاء کی مدح کی ہے اور ان سے انعام حاصل کئے ہیں انتہی۔

اس کے اشعار ہمیشہ غیر مرتب تھے یہاں تک اسے ابوبکر صولی نے جمع کیا اور انہیں حروف ہجاء کی ترتیب پر مرتب کیا پھر اس کو علی بن حمزہ اصفہانی نے جمع کیا۔

خلاصہ یہ کہ ابو تمام فن شعر میں بلند مرتبہ ہے اور ابراہیم بن مدبر باوجودیکہ اہل علم و معرفت و ادب تھا اس کے اشعار سے کوئی

چیز یاد نہیں کرتا تھا کیونکہ اس سے دشمنی رکھتا تھا اور کبھی کبھی اس پر لعنت کرتا تھا ایک دن ایک شخص نے کچھ اشعار ابوتمام کی نسبت کے بغیر اس کے سامنے پڑھے تو اسے پسند آئے اور اپنے بیٹے سے کہا کہ یہ اشعار کتاب کے پیچھے لکھ لو بعد اس کے کہ اشعار لکھے گئے کسی نے کہا اے امیر یہ ابوتمام کے اشعار ہیں ابراہیم نے جب یہ سنا تو اپنے فرزند کو حکم دیا کہ وہ صفحہ پھاڑ دو۔

مسعودی نے ابن مدبر کا یہ عمل پسند نہیں کیا اور فرمایا ہے کہ یہ اس کا عمل بہت برا ہے کیونکہ عاقل کو چاہیے کہ فائدہ حاصل کرے چاہے دشمن سے ہو یا دوست سے، کمینے سے ہو یا شریف سے حضرت امیر المومنینؑ سے روایت ہوئی ہے کہ آپؑ نے فرمایا **الحکمۃ ضالۃ المومن فخذ ضالتک ولو من اھل الشرك** حکمت و دانائی مومن کی گم شدہ چیز ہے پس اپنی گم شدہ پونجی کو لے لو اگر چہ اہل شرک سے کیوں نہ ہو اور بزرجمہر حکیم سے منقول ہے کہ اس نے کہا کہ میں نے ہر چیز سے اس کی اچھی صفت لے لی ہے یہاں تک کہ کتا، بلی، خنزیر اور کوے سے۔ لوگوں نے پوچھا کتے سے کیا سیکھا ہے کہنے لگا مالک سے اس کی الفت و وفاداری انھوں نے کہا کہ کوے سے کیا سیکھا ہے اس نے کہا اس کا زیادہ محتاط ہونا اور بچتے رہنا کہنے لگے خنزیر سے کیا سیکھا ہے کہنے لگا صبح سویرے اپنی ضروریات کے لئے نکلنا انھوں نے کہا کہ بلی سے تو نے کیا سیکھا ہے کہنے لگا اچھی بولی اور مانگنے میں زیادہ چاپلوسی کرنا۔

اور ۲۲۸ھ ہی میں احمد بن محمد بن عبدربہ صاحب عقد الفرید نے وفات پائی اور ۲۳۰ھ میں عبداللہ بن طاہر نے وفات پائی اور ۲۳۱ھ میں ابوعبداللہ محمد بن زیاد کوفی (جو ابن اعرابی مشہور تھا) نحوی ولغوی نے وفات پائی وہ کہا کرتا تھا میں اسی رات پیدا ہوا جس رات ابوحنیفہ فوت ہوا اور یہ رجب ۱۵۰ھ کا واقعہ ہے۔

اور ۲۳۱ھ میں ہی واثق نے احمد بن نصر خزاعی کو اس کے خلقت قرآن کے قائل نہ ہونے کی وجہ سے قتل کر دیا اور دمیری نے ایک حکایت نقل کی ہے کہ واثق اس اعتقاد سے پھر گیا تھا اور پھر امتحان کے درپے نہیں ہوا اس کی تفصیل کا ذکر مناسب نہیں یہ بھی دمیری نے نقل کیا ہے کہ واثق کو جماع کرنے سے بڑی رغبت تھی اس نے اپنے طبیب سے قوت باہ کی دوا چاہی تو طبیب کہنے لگا کثرت جماع بدن کو توڑ دیتا ہے میں آپ کے لئے ایسی چیز نہیں چاہتا واثق نے کہا اس سے چارہ کار نہیں ہے۔

پس طبیب نے حکم دیا کہ گوشت سبع (درندہ کا گوشت) کو سات مرتبہ شراب سے بنائے ہوئے سرکہ میں جوش دیا جائے اور اپنی شراب کے بعد تین درہم کے وزن کے برابر استعمال کرے واثق نے اس کے قول پر عمل نہ کیا اور اس دستور العمل سے تجاوز کیا اور کثرت سے جماع کیا یہاں تک کہ تھوڑے سے زمانہ میں اسے مرض استسقاء ہو گیا اطباء نے اتفاق کیا کہ اس کا پیٹ پھاڑا جائے پھر اسے تنور میں بٹھایا جائے کہ جو زیتون کی آگ سے گرم کیا گیا ہو اور وہ سرخ ہو گیا ہو پس واثق کے ساتھ یہی عمل کیا گیا اور تین گھنٹے اسے پانی نہ دیا گیا اور وہ مسلسل فریاد کرتا اور پانی مانگتا تھا یہاں تک کہ اس کے بدن میں دانے نکل آئے اور خربوزہ کی طرح ہو گیا پھر اسے باہر نکالا اور وہ بار بار کہے جا رہا تھا کہ مجھے تنور میں لے جاؤ ورنہ میں مر جاؤں گا پس اسے تنور میں داخل کیا تو اس کی آواز بند ہو گئی اور وہ ورم پھوٹ نکلے اور ان سے پانی نکلنے لگا پھر اسے تنور سے باہر لے آئے جب کہ اس کا بدن سیاہ ہو چکا تھا اور ایک گھنٹہ کے بعد وہ مر گیا جب وہ مر گیا تو اس کے بدن پر کپڑا ڈال دیا گیا لوگ متوکل کی بیعت کرنے میں مشغول ہو گئے اور واثق کے جنازہ سے غافل ہو گئے

گھر کے باغ سے کچھ چوہے نکلے اور انھوں نے واثق کی آنکھیں نکال لیں اور کسی کو پتہ نہ چلا یہاں تک کہ اسے غسل دینے لگے اس کی وفات سر من رای میں ہوئی جب کہ چھ روز ذی الحجہ کے رہتے تھے ۲۳۲ھ اور بعض کہتے ہیں کہ ماہ رجب میں ہوئی اس کی عمر تقریباً چونتیس سال تھی اور اس کی مدت خلافت پانچ سال نو ماہ اور تیرہ دن تھی۔

جعفر بن محمد بن ہارون ملقب بمتوکل کی حکومت کے زمانہ کا ذکر

جب واثق کی مدت عمر ختم ہوئی تو اس کا بھائی جعفر بن محمد بن ہارون متوکل اس کی جگہ تخت پر بیٹھا یہ واقعہ ۲۳۲ھ میں عباس بن عبد المطلب کی وفات کے دو سو سال بعد اور ابو العباس سفاح کی خلافت کے ایک سو سال بعد کا ہے جب متوکل کا خلافت پر قبضہ ہوا تو اس نے لوگوں کو مباحثہ واستدلال اور نظر وفکر کے چھوڑنے کا حکم دیا معتصم وواثق کے برعکس محدثین کو حدیث بیان کرنے اور سنت وجماعت کے اظہار کا حکم دیا اور لوگوں کو تسلیم وتقلید پر آمادہ کیا اور اس کا زمانہ (ظاہراً) بھلا اور اچھا زمانہ تھا لہو ولعب اور ہزل وطرب اس کے زمانہ میں خصوصاً اس کی محفل میں زیادہ ہو گئے اور مقرب ترین امراء میں سے متوکل کے ہاں فتح بن خاقان ترکی تھا۔ فتح علم وادب سے بہرہ ور تھا اور متوکل کے ہاں بڑی قدر ومنزلت رکھتا تھا اور جب چند مہینے متوکل کی خلافت کے گزرے تو وہ محمد بن عبد الملک زیات وزیر پر غضبناک ہوا اس کے تمام اموال چھین لئے اور اس میں میخیں گڑی تھیں اس طرح کہ میخوں کے سرے تنور کے اندر تھے جس کو وہ سزا دینا چاہتا تو حکم دیتا اس تنور کو زیتون کے ایندھن سے سرخ کرتے اور اس کو وہ اس تنور میں پھینک دیتا یہاں تک کہ ان میخوں کے صدمے اور جگہ کی تنگی سے اس پر سخت ترین طریقہ پر عذاب ہوتا اور وہ مرجاتا جب متوکل محمد پر غضبناک ہوا تو حکم دیا کہ اس کو اسی لوہے کے تنور میں پھینک دیں محمد چالیس دن تک اسی تنور میں معذب رہا یہاں تک کہ ہلاک ہو گیا اور زندگی کے آخری دن اس نے کاغذ و دوات منگوائی اور یہ دو شعر لکھ کر متوکل کو بھیجے۔

هی السبیل فمن یوم الی یوم
کأنه ما تریك العین فی قوم
لا تجزع عن رویدٍ انها
دول تنقل من قوم الی قوم

یہی راستہ ہے پس ایک دن سے لے کر دوسرے دن تک گویا کہ آنکھ نے تجھے نیند میں نہیں دیکھا تھوڑی دیر کے لئے نہ

گھبراؤ دنیا ایک منتقل ہونے والی دولت ہے ایک قوم سے دوسری قوم کی طرف۔

متوکل کو فرصت نہیں تھی کہ وہ خط اس تک پہنچاتے دوسرے دن جب رقعہ اس کو دیا گیا تو اس نے حکم دیا کہ محمد کو تنور سے نکالا جائے جب تنور کے پاس گئے تو اسے مرا ہوا پایا اور محمد کاتب بلیغ اور عمدہ شاعر مجید و بڑا آدمی تھا اور اس مختصر مقام پر اس کے نادر حالات اور عمدہ اشعار کے ذکر کی گنجائش نہیں متوکل نے اپنی خلافت کے زمانہ میں لوگوں سے اپنے تین بیٹوں کے لئے بیعت لی منتصر باللہ و ابو عبداللہ معتز باللہ اور مستعین باللہ (ابراہیم مؤید باللہ خ ل) ابن مدبر نے اس بیعت کی طرف اپنے اشعار میں اشارہ کیا ہے۔

یابیعة مثل بیعة الشجرة

فیھا لکل الخلائق الخیرة !

اکدھا جعفر و صیرھا

الی بنیه الثلاثة البررة

اے وہ بیعت جو بیعت شجرہ کی طرح ہے اس میں ساری مخلوقات کے لیے بھلائی ہے کہ جس کی جعفر نے تاکید کی ہے اور اسے اپنے تین بیٹوں میں قرار دیا ہے متوکل نے اپنی خلافت کے زمانہ میں ہی عمرو بن بحرو بن بحر جاحظ کو سامراء میں طلب کیا اپنے بعض لڑکوں کی تادیب و تعلیم کے لیے جب جاحظ کو لے آئے۔ اور متوکل نے اس کے چہرہ پر نگاہ کی اور اس کو قبیح المنظر دیکھا تو اس کی تعلیم و تادیب سے دستبردار ہوا اور حکم دیا کہ اس کو دس ہزار درہم دے دیں اور وہ اپنے شہر کو واپس چلا جائے۔

متوکل کی خلافت کے زمانہ میں ۲۳۳ھ یحییٰ بن معین کو مدینہ میں وفات ہوئی بعض کہتے ہیں کہ اسی سال علی بن محمد مدائنی نے بھی وفات پائی اور کہا گیا ہے کہ یحییٰ کے باپ معین کے ہاتھ میں ری کا خراج تھا۔ جب اس کی وفات ہوئی تو دس لاکھ پچاس ہزار درہم یحییٰ کو میراث میں ملے اور یحییٰ نے یہ مال علم حدیث پر صرف کیا اور اس نے ایک سو تیس ۱۳۰ صندوق اور چار مٹکے کتب سے بھرے ہوئے چھوڑے اس کی کتاب الجرح والتعدیل ہے اور اس نے اپنے ہاتھ سے چھ لاکھ حدیثیں لکھیں ہیں میں کہتا ہوں اور اس کی نظیر ہمارے علماء شیعہ میں ہمارے شیخ ثقہ جلیل ابو النصر محمد بن مسعود بن عیاش سمرقندی جو عیاشی کے نام سے مشہور ہیں وہ اپنے ابتدائی زمانہ میں سنی المذہب تھے اور سنیوں کی احادیث سنی تھیں پھر بابصیرت ہو کر ہماری طرف پلٹ آئے اور اپنے باپ کا سارے کا سارا ترکہ علم اور حدیث پر خرچ کر دیا اور وہ تین لاکھ دینار تھا ان کا گھر مسجد کی طرح لوگوں سے پر ہوتا کوئی ایک نسخے سے دوسرا نسخہ لکھ رہا ہوتا کوئی کسی کتاب کا دوسرے نسخہ سے مقابلہ کرتا کوئی پڑھتا کوئی حاشیہ لگا رہا ہوتا اور اس نے بہت سی کتب تصنیف کیں جو دو سو سے زیادہ ہیں اور وہ اپنے زمانہ میں اہل مشرق میں علم ادب فضل و فہم و دانائی میں ممتاز تھے اور ان کی ایک مجلس خاص اور ایک مجلس عام ہوتی خدا اس کی اچھی کوششوں کی قدر دانی فرمائے اور ان کے شاگردوں اور علم رجال والوں کی اصطلاح میں ان کے غلاموں میں سے ابو عمر و محمد بن عمر بن عبدالعزیز کشی تھے (کاف کی زبر اور شین کی شد کے ساتھ) یہ نسبت ہے کش کی طرف جو جرجان مشرقی کی ایک بستی ہے اور وہ مشہور کتاب رجال کے مولف ہیں کہ جس کی تلخیص شیخ طوسی نے کی ہے اس کا نام اختیار الرجال رکھا ہے جو کہ ہمارے ہاتھوں میں

موجود ہے نہ کہ اس کی اصل۔

اور ۲۳۵ھ میں یا اس کے ایک سال بعد عبدالسلام بن رغبان نے جو ایک الجن کے لقب سے مشہور شاعر اور شیعہ امامی مشہور تھے وفات پائی اور ایک الجن کا ایک لطیف قصہ ہے۔ رشید کے ساتھ کہ جسے شیخ یوسف بحرانی نے اپنے کشکول میں لکھا ہے اور ہمارے نوری نے کتاب ظلمات الھادیہ میں اور ہمارے شیخ بہائی کے کشکول میں عبدالسلام مذکور کے حالات میں ہے کہ اس کی ایک کنیز اور ایک غلام تھا جو حسن کے اعلیٰ درجات تک پہنچے ہوئے تھے اور وہ ان کی محبت میں انتہا کو پہنچا ہوا تھا اتفاق پس ان دونوں کو ایک دن دیکھا کہ ایک ہی چادر میں وہ اختلاط آمیزش کر رہے۔ تو اس نے ان دونوں کو قتل کر دیا اور ان کے بدن جلا دیئے اور ان کی راکھ لے کر اسے مٹی میں ملایا اور اس سے دو کوزے شراب کے لیے بنائے اور انہیں وہ اپنی مجلس شراب میں لے آتا اور ان میں سے ایک کو اپنی دائیں طرف اور دوسرے کو بائیں طرف رکھ لیتا پس کبھی اس کوزے کو چومتا جو کنیز کی راکھ سے بنا تھا اور شعر پڑھتا "یاطلعة طلع الحمام علیها" اے طلوع کرنے والا آفتاب یا چاند بیشک موت نے تجھ پر طلوع کیا۔ الخ۔

اور ۲۳۷ھ میں اسحاق بن ابراہیم حنظلی نے جو ابن راھویہ مشہور تھا وفات پائی اور ابن راھویہ اہلسنت کے اکابر علماء میں سے بخاری و مسلم اور ترمذی کا استاد ہے اور حفظ حدیث اور فقہ میں مشہور تھا احمد بن حنبل نے اس کے حق میں کہا ہے پل سے کسی شخص نے عبور نہیں کیا جو اسحاق سے زیادہ فقیہ ہو اور اسحاق کہتا ہے ستر ہزار حدیثیں مجھے یاد ہیں اور لاکھ حدیث کا میں مذاکرہ کرتا ہوں اور میں نے کبھی کوئی چیز نہیں سنی مگر یہ کہ یاد کر لی ہے اور میں نے کبھی کوئی چیز یاد نہیں کی کہ جسے میں بھول گیا ہوں۔

اور ۲۳۷ھ میں ابوعبدالرحمن حاتم بن عنوان بلخی نے جس کا لقب اصم تھا خراسان میں وفات پائی اور وہ اصحاب معرفت و ذوق کے میں سے تھا وہ شفیق بلخی کی صحبت میں رہا اور اصم کے لقب سے ملقب ہونے کی وجہ یہ ہے جیسے کہ کہا گیا ہے کہ اس کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے اس سے مسئلہ پوچھا پس اتفاق ایسا ہوا کہ اس عورت کی اس وقت ریح خارج ہونے کی آواز نکلی تو اس کو شرم محسوس ہوئی تو اس نے اپنی طرف سے اسے یہ باور کرایا کہ وہ بہرہ ہے جس سے وہ خوش ہوگئی اور اسنے دل میں کہا کہ اس نے وہ آواز نہیں سنی۔

اس کے بہت عمدہ کلمات ہیں ان میں سے اس کا یہ قول ہے اپنے گھر کو لازم پکڑو پس اگر تجھے کسی رفیق کی ضرورت ہے تو تیرے دو رفیق ہیں جو تیری کفایت کرتے ہیں قرآن تجھے مانوس رکھتا ہے اور موت تجھے وعظ و نصیحت کرتی ہے اور ان میں سے اس کا یہ قول ہے جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے مگر پانچ چیزوں میں جب مہمان آ جائے تو اسے کھانا کھلانا اور جب کوئی مر جائے تو اس کی تجہیز کرنا اور جب لڑکی بالغ ہو جائے اس کی شادی کرنا اور جب قرض ثابت ہو جائے تو اس کو ادا کرنا اور جب گناہ ہو جائے تو اس سے توبہ کرنا اور یہ سب چیزیں شریعت اسلام سے لی گئی ہے۔

اور اس کے کلمات میں سے ہے کہ کسی اچھی جگہ کے دھوکے میں نہ آنا کیونکہ جنت کی نسبت کوئی جگہ اچھی نہیں پس آدمؑ نے اس سے جھیلا اور زیادہ عبادت کے دھوکے میں نہ آنا کیونکہ ابلیس طویل عبادت کے بعد مبتلا ہوا جس میں مبتلا ہوا اور نہ کثرت علم پر مغرور

ہونا کیونکہ بلعم باعور اللہ کا اسم اعظم اچھی طرح جانتا تھا پھر دیکھو کہ وہ کیا کر بیٹھا اور نیک لوگوں کو دیکھ کر دھوکہ نہ کھاؤ کیونکہ کوئی شخص محمد مصطفیٰ سے زیادہ بڑا اور عظیم نہیں اور آپ کی ملاقات سے (بعض) آپ کے قریبی رشتہ دار اور آپ کے دشمن فائدہ نہ اٹھا سکے اور ۲۳۹ھ میں اور ایک قول ہے ۲۳۲ھ میں متوکل نے علم بن جہم شاعر کو شہر بدر کر کے خراسان بھیج دیا اور ۲۴۰ھ میں اور ایک قول ہے ۲۳۲ھ میں متوکل نے علم بن جہم شاعر کو شہر بدر کر کے خراسان بھیج دیا اور ۲۴۰ھ میں احمد بن ابوداؤد نے وفات پائی۔

اور ماہ ربیع الثانی ۲۴۱ھ احمد بن حنبل نے وفات پائی اور بغداد کے باب الحرب میں دفن ہوا جب اس کے جنازہ کو اٹھایا گیا تو دوست و دشمن اس کے جنازہ میں شریک ہوئے اور اس کی تشیع جنازہ میں ایک عجیب چیز واقع ہوئی کیونکہ ان میں سے کچھ لوگ احمد کے دشمن تھے اور ان میں سے ایک پکار کر کہہ رہا تھا اے لوگو اس شخص پر لعنت کرو جو احکام شریعت کے خلاف حکم دیتا تھا اور دوسرا گروہ جو اسکی محبت میں انتہا کو پہنچا ہوا تھا انہوں نے کسی شخص کو معین کیا ہوا تھا جو بلند آواز سے اس کے جنازے کے آگے آگے یہ شعر پڑھتا ہے۔

واظلمت الدنیا لفقد محمد

اظلمت الدنیا لفقد احمد

اور دنیا محمد کے مفقود ہونے سے اور احمد کے مفقود ہونے سے تاریک ہوگئی ہے۔

(محمد سے مراد محمد بن ادریس شافعی) اور احمد بن حنبل اہل سنت کے چار ناموں میں سے ایک ہے اور اس کا نسب ذوالثدیہ سے جاملتا ہے جو خارجیوں کا رئیس و سردار تھا لہٰذا اس کا انحراف مشہور ہے اور ابن حنبل شافعی کے خاص اصحاب میں سے تھا وہ کتاب مسند کا مولف ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں نے مسند میں ان احادیث کو جمع کیا ہے جنہیں ساڑھے سات لاکھ احادیث میں سے انتخاب کیا ہے پس جب تمہیں کسی حدیث میں اختلاف ہو تو اس مسند کی طرف رجوع کرو اور جو تمہیں اس میں نہ ملے تو وہ حجت نہیں ہے اور احمد بن حنبل یزید پر لعنت کرنا جائز سمجھتا تھا اور قرآن کے مخلوق نہ ہونے کا قائل تھا لہٰذا خلفاء کے زمانہ میں وہ سخت مصیبت مثلاً قید اور تازیانے لگائے جانے وغیرہ میں مبتلا تھا۔

اور ۲۴۱ھ ہی میں ابوجعفر محمد بن عبداللہ بن محمد اسکافی معتزلی تفضیلی نے وفات پائی اور یہ وہی شخص ہے کہ جس نے جاحظ کے رسالہ عثمانیہ کی رد میں کتاب تالیف کی اور ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں اس سے بہت کچھ نقل کرتا ہے اور اس کے حق میں کہتا ہے اور باقی رہا ابوجعفر اسکافی تو وہ ہمارا شیخ محمد بن عبداللہ اسکافی تو وہ ہمارا شیخ محمد بن عبداللہ اسکافی ہے اس کو قاضی القضاۃ نے معتزلہ کے طبقات میں ساتویں طبقے میں عباد بن سلیمان صمیری کے ساتھ شمار کیا ہے۔

اور کلام کو چلایا ہے یہاں تک کہ کہتا ہے اور ابوجعفر عالم فاضل تھا اور اس نے علم کلام میں ستر کتابیں تصنیف کی ہیں اور یہ وہی ہے جس نے ابوعثمان جاحظ کی زندگی میں اس کی کتاب العثمانیہ کی رد لکھی ہے اور جاحظ بغداد میں کاغذوں کی دکان پر گیا اور کہنے لگا یہ کون لڑکا ہے۔ بھئی جس کے متعلق مجھے خبر ملی ہے کہ میری کتاب کے نقص سے متعرض ہوا ہے ابوجعفر وہاں بیٹھا تھا وہ اس سے چھپ گیا تاکہ وہ اسے نہ دیکھ سکے اور ابوجعفر بغداد کے معتزلہ کے اصول و قاعدہ کے مطابق تفضیل کا قائل تھا اور اس میں مبالغہ کرتا تھا اور وہ علوی

الرای محقق منصف مزاج اور کم متعصب تھا میں کہتا ہوں کہ سید اجل احمد بن موسیٰ طاؤس قدہ صاحب کتاب الملاذ والبشریٰ کی بھی ایک کتاب ہے کتاب عثمانیہ کی رد میں جس کا نام رکھا تھا المقالۃ العلویہ فی نقض الرسالۃ العثمانیہ اور میں اس کے ایک نسخے سے مطلع ہوا ہوں جو ان کے شاگرد شیخ تقی الدین حسن بن داؤد (مشہور کتاب الرجال کے مولف) کے خط سے لکھا ہوا ہے اور اس نے وہ سید کے سامنے قرات کیا اور اس کے حواشی پر اس کی تحریر ہے رضوان اللہ علیہ پھر معلوم ہونا چاہیے کہ اسکافی زیر کے ساتھ ہمارے علماء کی تصنیفات میں عام طور پر شیخ جلیل محمد بن احمد بن جنید اسکافی پر بولا جاتا ہے جو شیخ مفید کے اساتذہ میں سے ہیں اور کبھی کبھی شیخ اقدام ابو علی محمد بن ہمام اسکافی پر بولا جاتا ہے جو کاتب اور شیخ کلینی قدہ کے معاصر تھے۔

اور ۲۴۱ھ میں ہی جمعرات کی رات چھ جمادی الثانی میں بہت سے ستارے آسمان سے گرے کہ جس کی مانند پہلے نہیں دیکھا گیا اور نامہ دانشوران میں ابن جوزی کی کتاب الدھش سے نقل کیا گیا ہے اور وہ کتاب عجیب وغریب واقعات میں لکھی گئی ہے اس نے ۲۴۱ھ کے حوادث میں تحریر کیا ہے کہ ستاروں نے غروب سے لے کر ظہور شفق تک اپنی سیر میں اضطراب اور تفرقہ پیدا کیا اور ایک سال کے بعد سویدا میں جو مصر کی ایک جانب ہے پتھر برسے ان میں سے ایک پتھر کا وزن کیا گیا تو وہ دس رطل تھا اور ری جرجان وطبرستان ونیشاپور واصفہان قم وکاشان ودامغان میں بھی یکدم زلزلہ شروع ہوا کہ ایک پہاڑ دوسرے سے الگ ہو گیا ہے ایک پہاڑ کسی طرف جھک گیا اور دامغان میں پچیس ہزار افراد موت کے گھاٹ اترے۔

اور ۲۴۲ھ میں یحییٰ بن اکثم قاضی نے ربذہ میں وفات پائی اور یہ اس وقت کی بات ہے جب متوکل اس پر ناراض ہو گیا اور اس کے مال ومتاع پر قبضہ کر لیا مجبوراً یحییٰ مکہ کی طرف چل دیئے مراجعت میں اس کی وفات ہوئی اور کچھ حالات یحییٰ بے مامون کے زمانہ کے حالات گذر چکے ہیں۔

پانچ رجب ۲۴۴ھ میں یعقوب بن اسحاق نے جو ابن سکیت مشہور تھا وفات پائی اور وہ متوکل کی اولاد کا مودب اور استاد تھا ایک دن متوکل نے اس سے پوچھا کہ میرے دونوں بیٹے معتز اور موید تیرے نزدیک بہتر ہیں یا حسن وحسین تو بن سکیت نے حسینؑ کے فضائل بیان کرنے شروع کر دیئے متوکل نے حکم دیا کہ ترک اسے اپنے پاؤں کے نیچے روندیں اور اس کے پیٹ کو دبائیں اور اسی سبب سے اس کی وفات ہوئی اور ایک قول ہے کہ اس نے متوکل کے جواب میں کہا کہ علی علیہ السلام کا غلام قنبر تجھ سے اور تیرے دونوں بیٹوں سے بہتر ہے تو متوکل نے حکم دیا کہ اس کی زبان گدی سے کھینچ لی جائے اور اس کو زیادہ سکوت اور خاموشی کی وجہ سے ابن سکیت کہتے تھے۔

اور ۲۴۵ھ میں ثوبان بن ابراہیم نے جو ذوالنون مصری مشہور تھا مصر میں وفات پائی اور طریقت والوں میں سے ایک شخص ہے اور اس کی نادر حکایات بہت ہیں اس سے حکایت ہے کہ میں نے بیت المقدس میں ایک پتھر پر یہ کلمات لکھے ہوئے دیکھے ہر خائف بھاگتا ہے اور ہر امید رکھنے والا طلب کرتا ہے اور ہر نافرمان وحشت میں ہوتا ہے اور ہر اطاعت کرنے والا مانوس ہوتا ہے۔ ہر قناعت کرنے والا عزت دار اور لالچی ذلیل ہوتا ہے۔

اور ۲۴۵ھ ہی میں شیخ ابو محلم محمد بن ہشام بن عوف شیبانی لغوی نے جو کثرت حافظہ میں مشہور تھا وفات پائی اس سے منقول ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ واثق نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے لا یہلک علی اللہ الا من قلبہ مرت۔ پس صبح کے وقت اس نے اپنے ہمنشینوں سے اس کا معنی پوچھا تو وہ نہ جان سکے تو ابو محلم سے سوال کیا اس نے کہا کہ مرت اس زمین کو کہتے ہیں جو خالی ہو اور اس میں کوئی انگوری نہ ہو پس اس بناء پر اس جملہ کا معنی یہ ہے نہیں ہلاک ہوگا کوئی شخص مگر وہ کہ جس کا دل ایمان سے خالی ہو پھر اس نے اس پر شاہد کے طور پر ایک سو مشہور شعر مشہور شعراء کے پیش کئے کہ جن میں سے ہر شعر میں مرت کا لفظ موجود تھا پس واثق نے اسے سو دینار دینے کا فرمان جاری کیا جب ابو محلم مکہ گیا اور ابن عیینہ کی خدمت میں رہنے لگا اور ابن عیینہ نے اس کا امتحان لیا تو اس کا بلا کا حافظہ دیکھا پھر اس نے کہا کہ مجھے زہری نے عکرمہ سے یہ بات بتائی وہ کہتا ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ کہا جاتا ہے کہ ہر ستر سال میں ایک ایسا شخص پیدا ہوتا ہے کہ جسے ہر چیز یاد ہو جاتی ہے پھر اس نے ابن محلم کے پہلو پر ہاتھ مارا اور کہا کہ میری رائے میں تو ستر سال والا ہے۔

اور ۲۴۶ھ میں دعبل بن علی خزاعی شیعہ امامی مشہور شاعر نے وفات پائی اس کی ولادت حضرت صادقؑ کی وفات والے سال میں ہوئی اور یہ وہی شخص ہے کہ جس نے خلفاء کی ہجو کی اور اس میں بہت بڑی جرأت تھی اور اس کی عمر طویل تھی وہ کہتا تھا کہ میں پچاس سال سے اپنی سولی والی لکڑی اپنے کندھے پر لیے پھرتا ہوں اور چکر لگاتا ہوں کہ کون مجھے اس پر سولی دیتا ہے پس مجھے کوئی نہیں ملتا جو ایسا کرے اور وہ مشہور تائیہ قصیدہ کہنے والا شخص ہے کہ جس کے ایک سو بیس اشعار ہیں جو بہت عمدہ ہیں اور ہمارے آقا و مولیٰ امام رضاؑ کے سامنے اسی قصیدہ کے پڑھنے کے سلسلہ میں اس کی لطیف حکایت ہے اور اس کا تھیلی اور جبہ لینا اور اپنے وطن کی طرف جانا اور راستہ میں چور ڈاکوؤں کا اسے ملنا اور جو کچھ اہل قم سے اس کا معاملہ ہوا اور اس سے حکایت ہے کہ اس سے کہا گیا وحشت کیا چیز ہے اس نے کہا لوگوں کے ہاتھ کی طرف دیکھنا پھر اس نے یہ شعر پڑھا:

ما اکثر الناس بل ما اقلھم اللہ
یعلم انی لم اقل فندا!
انی لافتح عینی ثم افتحھا
علی کثیر ولکن لا اری احدا

کس قدر زیادہ ہیں لوگ بلکہ کس قدر کم ہیں خدا جانتا ہے کہ میں غلط بات نہیں کر رہا میں اپنی آنکھ کھولتا ہوں پھر اسے کھولتا ہوں بہت سے لوگوں پر لیکن مجھے ایک بھی نظر نہیں آتا اور دعبل زبرج کے وزن پر نام ہے بوڑھی اونٹنی کا اور وہ کہا کرتا تھا میں ایک دن ایک شخص کے قریب سے گذرا کہ جس کی مرگی کا دورہ پڑا تھا تو میں اس کے قریب گیا اور اس کے کان میں بلند آواز سے چیخ کر کہا دعبل پس وہ کھڑا ہو گیا اور چلنے لگا گویا اسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔

اور ۲۴۷ھ میں ابراہیم بن عباس صولی کاتب و شاعر نے وفات پائی اور کہا گیا ہے لکھنے والوں میں اس سے زیادہ شاعر

نہیں دیکھا گیا۔

اور اسی سال میں متوکل باغر ترکی کے ہاتھوں مارا گیا اور دمیری نے اس کے قتل ہونے کا سبب یہ لکھا ہے کہ متوکل امیر المومنین سے دشمنی رکھتا تھا اور حضرتؑ کی تنقیص کرتا تھا ایک دن اپنی بد بخت عادت کے مطابق اس خبیث نے حضرتؑ کا نام لیا اور آپؑ جسارت کی منتصر اس کا بیٹا اس محفل میں موجود تھا جب اس نے سنا تو اس کا رنگ متغیر ہو گیا اور اس کو بہت غصہ آیا متوکل نے اسے گالی دی اور یہ شعر پڑھا۔

غضب الفتیٰ لابن عمه
راس الفتیٰ فی حرامه

نوجوان اپنے چچازاد کے لیے غصہ میں آیا نوجوان کا سر اس کی ماں کی شرمگاہ میں جائے منتصر باپ کے قتل کے درپے ہوا اور متوکل کے مخصوص غلاموں میں سے چند غلام اس کو قتل کرنے کے لیے معین کئے ایک رات متوکل اپنے ندیموں کے ساتھ اپنے قصر میں شراب پینے میں مشغول تھا۔ اس کو مستی اور نشے کی حالت نے گھیر رکھا تھا کہ بغا صغیر (ایک غلام کا نام ہے) قصر میں داخل ہوا اور اس نے تمام ندیموں کو رخصت کر دیا سب کے سب چلے گئے سوائے فتح باخاقان کے کہ وہ متوکل کے پاس رہ گیا تب وہ غلام جو متوکل کو قتل کرنے کے لیے تیار کھڑے تھے وہ ننگی تلواریں لیے ہوئے اندر آ گئے اور متوکل پر ٹوٹ پڑے فتح بن خاقان نے جب یہ حالت دیکھی تو وہ چیخا چلایا کہ وائے ہو تم پر امیر المومنین کو قتل کرنا چاہتے ہو اور اس نے اپنے آپکو متوکل پر گرا دیا غلاموں نے تلواریں کھینچ لیں اور فتح بن خاقان اور متوکل دونوں پر چلانے لگے اور دونوں کا خون بہا دیا پھر باہر چلے گئے اور منتصر کے پاس جا کر اسے خلافت کا سلام کیا اور کا قتل رات کے تین گھنٹے گزرنے کے بعد بدھ کی رات تین یا چار شوال ۲۴۷ھ میں واقع ہوا اس کی مدت خلافت چودہ سال او ردس مہینے تھی اور اس کی عمر اکتالیس سال تھی اس کی ماں خوارزمیہ کنیز تھی۔

متوکل خبیث سیرت اور بد باطن اور آل ابو طالب کا سخت دشمن تھا ظن و تہمت کی بناء پر انہیں گرفتار کرتا اور ان کو اذیت و تکلیف پہنچانے کے درپے ہوتا فتح بن خاقان اس کا وزیر بھی ایسا ہی تھا لہٰذا جو مصیبت اس کے زمانہ میں علویین اور آل ابو طالب پر گذری وہ بنی عباس کے کسی خلیفہ کے زمانہ میں نہیں گذری۔

منجملہ اس کے یہ تھا کہ عمر بن فرج رخی کو مکہ و مدینہ کا گورنر مقرر کیا یہ عمر لوگوں کو آل ابو طالب سے نیکی و احسان کرنے سے روکتا اور سختی سے اس کام کے پیچھے لگا اس حد تک کہ اگر اسے معلوم ہو جاتا کہ کسی نے ان سے کوئی نیکی کی ہے اگرچہ کسی معمولی چیز کے ساتھ ہوتی تو اسے سزا دیتا لہٰذا مجبوراً لوگوں نے آل ابو طالب سے رو رعایت کرنے سے ہاتھ کھینچ لیا اور ان پر اتنا معاملہ سخت ہوا کہ علوی خاندان کی عورتوں کے لباس پرانے اور پھٹ چکے تھے اور ایک صحیح سالم لباس بھی نہیں تھا کہ جس میں نماز پڑھ سکیں بس ایک کرتہ ان کے پاس تھا جب نماز پڑھنے لگتیں تو ایک ایک بی بی باری باری اور وہ کرتہ پہن کر نماز پڑھتی نماز کے بعد اسے اتار کر لباس کے بغیر چرخہ کاتنے بیٹھ جاتیں مسلسل

یہ تنگدستی کی حالت ان کی رہی یہاں تک کہ متوکل خبیث ذاصل جہنم ہوا اور منتصر باللہ اس کی جگہ پر تخت نشین ہوا اس نے آل ابو طالب سے شفقت و مہربانی کا راستہ طے کیا اور ان کے لیے مال بھیجا جو ان کے درمیان تقسیم کیا گیا۔

اور منجملہ متوکل کے برے کاموں کے جو اس نے اپنی خلافت کے دوران کئے یہ بھی تھا کہ اس نے لوگوں کو قبر امام حسین علیہ السلام اور قبر امیر المومنینؑ کی زیارت سے روک دیا اور اس نے اپنی پوری ہمت و طاقت اس پر صرف کر دی کہ نور خدا کو خاموش کر دے قبر مطہر امام حسینؑ کے آثار مٹا دے اور اس کی زمین کو ہموار کر کے اس پر زراعت کر دے اس نے جاسوس اور نگہبان کربلا کے راستوں میں کھڑے کر دیئے کہ جس کس کو دیکھیں کہ وہ امام حسینؑ کی زیارت کے لیے آیا ہے اس کو سزا دیں اور قتل کر دیں اور ابوالفرج نے احمد بن عدوشا سے دیکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ متوکل کا قبر شریف کے آثار کو محو کرنے کا سبب یہ تھا کہ اس کی خلافت سے پہلے ایک گانے والی اپنی لڑکیوں کو متوکل کے پاس بھیجا کرتی تھی کہ وہ اس کے شراب پینے کے وقت اس کے لیے گایا کریں یہاں تک کہ یہ پلید خلافت تک پہنچا تو ایک دفعہ اس نے اس گانے والی کو پیغام بھیجا کہ اپنی لڑکیوں کو گانے کے لیے بھیجے ان سے کہا گیا کہ وہ سفر پر گئی ہوئی ہے اور یہ شعبان کا مہینہ تھا اور ان دنوں وہ کربلا کے سفر پر گئی ہوئی تھی جب وہ سفر سے واپس آئی اور اس نے اپنی ایک کنیز متوکل کے پاس گانے کے لیے بھیجی تو متوکل نے اس سے پوچھا کہ ان دنوں تم کہاں گئے ہوئے تھے وہ کہنے لگی ہم اپنی مالکہ کے ساتھ حج پر گئے ہوئے تھے متوکل نے کہا کہ شعبان کے مہینے حج پر گئے ہوئے تھے کنیز کہنے لگی زیارت امام حسینؑ کے لیے گئے تھے متوکل یہ بات سننے سے آگ بگولہ ہو گیا اور کہنے لگا کہ حسینؑ کی قبر کا معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ اس کی زیارت کو حج کہتے ہیں پس اس نے حکم دیا اور اس کنیز کی مالکہ کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور اس کا مال و اسباب چھین لیا پھر اپنے ایک ساتھی کو کہ جسکا نام دیزج تھا جو یہودی تھا اور ظاہری طور پر امام حسینؑ کے آثار مٹانے۔ اور حضرتؑ کے زائرین کو سزا دینے کے لیے کربلا بھیجا مسعودی کہتا ہے کہ یہ واقعہ ۲۳۶ھ کا ہے پس دیزج اپنے عملہ کے ساتھ قبر شریف پاس گیا اور کوئی شخص جرات نہیں کرتا تھا کہ اس مقدس جگہ کو خراب کرنے کا اقدام کرے پس دیزج نے بیلچہ ہاتھ میں لیا اور قبر شریف کے اوپر والے حصہ قبر کو خراب کر دیا پھر باقی عملہ اور کام کرنے والوں نے قبر کو توڑنے کا اقدام کیا اور قبر مطہر کی بناء منہدم کر دی۔

ابوالفرج کہتا ہے کہ کسی شخص کو اس کام کی جرات نہ ہوئی تو دیزج کچھ یہودی لے کر آیا۔ تب اس قبیح کام کا اقدام کیا اور کہا گیا ہے کہ دو سو جریب کے اطراف قبر پر ہل چلائے اور اس زمین پر پانی چھوڑ دیا اور اس زمین کے اطراف کہ دو سو جریب میں ہر میل کی مسافت پر نگاہبان مقرر کئے کہ جو کوئی زیارت قبر منور کے لیے آئے اس کو پکڑ کر اس کے پاس لے آئیں تاکہ یہ انہیں سزا دے اور مجھ سے حدیث بیان کی محمد بن حسین اشنانی نے کہ ایک زمانہ گزر گیا کہ میں خوف کے مارے اس مظلوم کی قبر کی زیارت کے لیے نہ جا سکا یہاں تک کہ زیادتی شوق نے مجھے ابھارا کہ جس طرح بھی ہو میں اس قبر شریف کے لیے گیا دن کو ہم چھپ جاتے تھے اور رات کو سفر کرتے یہاں تک کہ آدھی رات کے وقت غاضریہ کے اطراف میں پہنچ گئے اور اس راستہ سے کہ جہاں سے پاسبان ہمیں نہیں دیکھ رہے تھے اپنے آپ کو قبر کے پاس پہنچایا جب ہم قبر شریف کے پاس پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ صندوق قبر انہوں نے اکھاڑ کر اسے جلا دیا

تھا اور اس جگہ پر پانی جاری کر دیا تھا پس ہم نے اپنے آپ کو اس زمین پر گرا دیا اور زیارت کی اور ایسی خوشبو سونگھی کہ کبھی ایسی عمدہ خوشبو نہیں سونگھی تھی پھر قبر شریف سے رخصت ہوئے اور چند علامتیں قبر کے اطراف میں زیر زمین نصب کر دیں ایسے ہی حالات رہے یہاں تک کہ متوکل لعین ہلاک ہوا پس آل ابوطالب اور شیعان امیر المومنینؑ کی ایک جماعت کے ساتھ اس مظلوم کی قبر کی زیارت کے لیے ہم آئے اور ان علامات کو زمین سے نکالا اور قبر شریف کی تعمیر دوبارہ اسی طرح کی جیسے پہلے تھی۔

شیخ عالم ادیب وفقیہ محدث فاضل قمی نے اربعین الحسینیہ کتاب میں بیان کیا ہے کہ جو کچھ مناقب و کامل التواریخ و اراشاء القلوب و امالی شیخ طوسی اور کامل الزیارہ سے استفادہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ ہارون الرشید کی خلافت کے زمانہ میں سید الشہداؑ کی زیارت سنی و شیعہ کے درمیان شائع اور عام تھی یہاں تک کہ کامل الزیارہ کی عبادت کے مطابق تو عورتیں بھی اس قبر شریف کی زیارت کے لیے جایا کرتی تھیں۔

اور ایک روایت کے مطابق کثرت جمعیت کی وجہ سے حائر مطہر میں مزاحمت ہو جاتی تھی یہ کام ہارون الرشید کے لیے خوف کا باعث ہوا کہ کہیں لوگ اولاد امیر المومنینؑ کی طرف رغبت نہ کرنے لگیں اور خلافت بنی عباس سے علویین کی طرف منتقل ہو جائے ہارون نے موسیٰ بن عیسیٰ عباسی کو جو کوفہ کا گورنر تھا قبر شریف سید الشہداؑ اور اس کے اطراف کی عمارت کو خراب کرنے اور اس زمین میں کاشت و زراعت کرنے کا حکم دیا اور اسنے اس کام پر ایک شخص کو مامور کیا کہ جس کا نام موسیٰ بن عبدالملک تھا اس نے تمام عمارت اور گنبد کی بنیادیں خراب کر دیں حائر کی ساری زمین پر ہل چلائے اور زراعت کر دی مقصود یہ تھا کہ قبر شریف کے آثار مٹ جائیں اور بیری کا درخت جو قبر شریف کے نزدیک اور قبر کی علامت تھا اس کو بھی جڑ سے اکھیڑ دیا تا کہ اس کے بعد بھی کوئی شخص قبر کی جگہ کو نہ پہچان سکے اور جب یہ خبر جریر بن عبدالحمید کو پہنچی تو اس نے تکبیر کی اور تعجب کیا کیونکہ سے رسول خداؐ سے ایک حدیث مشہور تھی کہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا لعن اللہ قاطع السدرۃ بیری کے درخت کا کاٹنے والے پر خدا کی لعنت ہو اور کہنے لگا آج اس حدیث کا معنی میں نے سمجھا اور رشید کی خلافت کے بعد باقی خلفاء قبر شریف سے معترض نہ ہونے یہاں تک کہ ۲۳۷ھ میں متوکل کے زمانہ میں اسے یہ خبر ملی کہ کوفہ کے اطراف دو یہات کے لوگ امام حسینؑ بن علی کی قبر کی زیارت کیلئے آتے ہیں اور وہاں جمع ہوتے ہیں اس نے ایک سردار اور لشکر معین کیا وہ نینوا گئے اور انہوں نے قبر شریف کو خراب کیا اور لوگوں کو منتشر کیا پھر لوگوں نے زیارت کے بارے میں اتفاق کیا اور مارے جانے کی پرواہ نہ کی اور کہنے لگے کہ ہم سب مارے گئے تو ہمارے پسماندگان پھر بھی زیارت کو آیا کریں گے ان برکات و معجزات کی وجہ سے جو اس قبر مطہر سے انہوں نے دیکھے تھے یہ خبر متوکل کو لکھی گئی وہ انقلاب عراق سے ڈرا اور اس سردار کو اس نے کوفہ بھیجا اور اسکو لکھا کہ وہ یہ اظہار کرے کہ میں قبر خراب کرنے پر مامور نہیں تھا دوبارہ کوفہ کے لوگ جمع ہوئے۔ انہوں نے کربلا میں تعمیرات کیں اور وہاں ایک بڑا بازار لگ گیا اور زائرین روز بروز آنے یہاں تک کہ ۲۴۷ھ میں پھر ایک سردار اور لشکر بھیجا اور لوگوں کے درمیان منادی نے ندا کی کہ خلیفہ بری الذمہ ہے اس شخص سے جو کربلا کی زیارت کو جائے اور کربلا کی تمام زمینوں میں پانی چھوڑ دیا اور زراعت کر دی کبھی پانی

آگے نہیں جاتا تھا اور کبھی بیل جو ہل چلانے کے لیے باندھے ہوئے تھے اور کبھی قبر مطہر آسمان و زمین کے درمیان معلق ہو جاتی تھی اور کبھی غیب سے تیر عملہ اور بیلداروں کو آ کے لگتے تھے لیکن آیت مبارک کے مطابق **وما تغن الایات والنذر عن قوم لا یومنون**۔ آیات اور ڈرانے والی چیزیں اس قوم کو کوئی فائدہ نہیں دیتیں جو ایمان لانے والے نہیں وہ اس کام سے دستبردار نہ ہوئے اور متوکل کا بغض و کینہ بڑھتا جاتا تھا یہاں تک کہ ایک روایت کے مطابق دیزج ملعون نے قبر مطہر کو کھولا اور تازہ بوریا جو بنی اسد دفن کے وقت لے آئے تھے دیکھا کہ وہ ابھی تک باقی ہے اور جسد اطہر اس بوریئے کے اوپر ہے لیکن اس نے متوکل کو لکھا کہ میں نے قبر کھولی ہے اس میں مجھے کوئی چیز نہیں ملی ہے۔

اور متوکل کے بعد کوئی خلیفہ اس قبر شریف سے معترض نہیں ہوا مگر، مسترشد عباسی اور اس کا بیٹا راشد جنہوں نے خزانہ اور کربلا کے اوقاف لے لیے دونوں اپنی سزا کو پہنچے اور متوکل نے ستر مرتبہ اس قبر شریف کو خراب کیا اور دوبارہ وہ قبر مطہر اپنی پہلی صورت میں پلٹ آتی یہاں تک کہ ۳۶۹ھ میں عضد الدولہ دیلمی نے عمارت و گنبد و رواق نجف اشرف اور کربلا کی تعمیر کرائی بعد اس کے کہ ہارون نے نجف اشرف میں گنبد بنایا تھا کہ جس کے چار دروازے تھے عضد الدولہ نے اس کی عمارت کو گرا دیا اور مختلف جگہوں کے معمار لا کر دونوں شاہد (نجف و کربلا) کے لیے عالی شان عمارت تعمیر کی اور عمر بن شاہین نے بھی رواق عمران نجف اور کربلا میں بنائے تھی۔

مولف کہتا ہے کہ امیر المومنینؑ اور دوسرے آئمہ کے اخبار غیبیہ میں اشارہ ہوا ہے کہ یہ خدا کا نور نہیں بجھے گا اور جس قدر بھی سلاطین جور اور اعوان کفار اس کے آثار کے مٹانے کی سعی و کوشش کریں اس کا ظہور زیادہ ہوگا اور لوگ مسلسل اس قبر شریف کی زیارت کے قصد و ارادہ سے اطراف و اکناف عالم سے آئیں گے ہمارے شیخ صدوق نے سند کے ساتھ ہمارے آقا مولا رضاؑ سے ان کے آباؤ اجداد سے امیر المومنین سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا گویا میں ان قصور و محلات کو دیکھ رہا ہوں جو قبر حسینؑ کے گرد پختہ بنائے جائیں گے اور گویا مجھے محمل وہ نظر آ رہے ہیں جو کوفہ سے قبر حسینؑ کی طرف نکل رہے ہیں اور کچھ راتیں اور دن نہیں گزریں گے کہ اطراف و آفاق سے لوگ اس کی طرف آئیں گے اور یہ اس وقت ہوگا جب بنی مروان لعین کی سلطنت منقطع ہو جائے گی۔

شیخ ابن قولویہ قمی نے سند معتبر کے ساتھ حضرت سید سجادؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے زائدہ سے فرمایا کہ عاشوراء کے دن جو کچھ ہمیں عظیم مصائب میں سے پہنچا سو پہنچا کہ میرے والد اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ تھے۔ اولاد بھائیوں اور باقی اہل بیتؑ میں سے وہ شہید ہو گئے پس حرم محترم اور خواتین مکرم حضرتؑ کے کوفہ کی طرف جانے کے لیے اُونٹوں پر سوار ہوئے تو میں نے اپنے والد گرامی اور ان کے باقی اہل بیت کو دیکھا کہ وہ خاک و خون میں لتھڑے ہوئے ہیں اور ان کے طاہر بدن زمین پر پڑے ہیں اور کوئی شخص ان کے دفن کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تو یہ چیز مجھ پر سخت گراں گزری اور میرا سینہ تنگ ہونے لگا مجھے ایسی حالت میں دیکھا تو فرمایا یہ کیا حالت عارض ہوئی کہ قریب تھا میری روح بدن سے پرواز کر جائے میری پھوپھی جناب زینب کبریٰ نے جب مجھے اس حالت میں دیکھا تو فرمایا یہ کیا حالت ہے جب جو میں دیکھ رہی ہوں اے میرے نانا باپ اور بھائی کی یادگار میں تمہیں دیکھ رہی ہوں کہ اپنی جان تسلیم کر رہے ہو میں نے کہا اے پھوپھی جان میں کیوں جزع و فزع اور اضطراب نہ کروں حالانکہ میں اپنے آقا سردار

بھائیوں، چچاؤں چچازاد بھائیوں اور اہل قبیلہ کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ خون میں لتھڑے ہوئے بیابان میں پڑے ہوئے ہیں ان کے بدن عریان و بے کفن ہیں اور کوئی شخص انہیں دفن کرنے کے لیے تیار نہیں۔

اور کوئی فرد بشر ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتا گویا انہیں مسلمان نہیں سمجھتے اور خزر و دیلم کے خاندان سے انہیں سمجھتے ہیں میری پھوپھی نے مجھ سے فرمایا جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں اس سے آپ کے دل پر بوجھ نہ پڑے اور آپ گھبرائیں نہیں خدا کی قسم یہ عہد تھا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے آپ کے جد امجد پدر بزرگوار اور عم نامدار کی طرف اور رسول خدا نے ہر ایک کو اس کے مصائب و آلام کی خبر دی تھی اور یہ حقیقت ہے کہ خداوند عالم نے اس امت میں ایک جماعت سے عہد و پیمان لیا ہے کہ جنہیں زمین میں رہنے والے فرعون نہیں پہچانتے لیکن وہ اہل آسمان کے نزدیک مشہور ہیں کہ وہ لوگ ان متفرق اعضاء اور خون میں نہائے ہوئے بدنوں کو جمع کریں گے اور دفن کریں گے۔

اور اسی طف (دریا کے کنارے) کربلا میں آپ کے باپ سید الشہداءؑ کی قبر کے لیے ایک نشانی نصب کریں گے کہ جس کا اثر نہیں مٹے گا اور صدیاں بیت جانے کے باوجود اس کے رسم و نشان ختم نہیں ہوں گے یعنی لوگ اطراف و اکناف سے اس کی زیارت کو آئیں گے اور کفر کے امام اور گمراہی کے پیروکار اس کے محو کرنے اور مٹانے کی جتنی کوشش کریں گے اتنا ہی اس کے آثار کا ظہور زیادہ ہوگا اس کا امر عالی و بلند ہوگا اور یہ حدیث بہت باشرف ہے اس کو پورا ذکر کرنا اس مقام کے مناسب نہیں۔

منتصر باللہ محمد بن جعفر متوکل کی خلافت کا ذکر

اسی رات کی صبح کہ جس میں متوکل مارا گیا اس کا بیٹا ابوجعفر منتصر باپ کی جگہ بیٹھا اور وہ دن بدھ یا چار شوال ۲۴۷ھ کا تھا اور اس وقت منتصر کی عمر پچیس سال تھی عام لوگوں نے اسی دن اس کی بیعت کی اور بیعت کی جگہ وہ قصر تھا کہ جسے جعفری کسریٰ پرویز کہتے تھے جو متوکل نے بنایا تھا اور کہا گیا ہے کہ متوکل جہاں قتل ہوا وہی جگہ تھی کہ جہاں شیرویہ نے اپنے باپ کسریٰ پرویز کو قتل کیا تھا اور وہ جگہ ماحوزہ کے نام سے مشہور تھی پس منتصر نے سات دن وہاں قیام کیا اس کے بعد وہاں سے منتقل ہو گیا اور حکم دیا کہ اس جگہ کو خراب کر دیا جائے۔ محمد بن سہل سے حکایت ہوئی ہے کہ منتصر کی خلافت کے زمانہ میں ایک دن میری نگاہ اس مصلی اور فرش پر پڑی کہ جسے منتصر کے نیچے فرش کر رہے تھے میں نے دیکھا کہ اس بساط کے کناروں پر بادشاہوں کی تصویریں ہیں کہ جن پر فارسی خطوط نقش ہیں اور میں فارسی خط اچھی طرح پڑھ سکتا تھا پس میں نے اس فرش کے دائیں طرف ایک بادشاہ کی تصویر دیکھی کہ جس کے سر پر تاج ہے گویا وہ گفتگو کر رہا ہے پس اس خط کو پڑھا جو اس کے پہلو میں لکھا تھا کہ یہ تصویر شیرویہ اپنے پرویز کے قاتل کی ہے جس نے چھ ماہ سلطنت کی اس تصویر کے بعد دوسرے بادشاہوں کی تصویریں دیکھیں یہاں تک کہ میری نگاہ مصلی کے بائیں طرف پہنچی تو ایک بادشاہ کی تصویر دیکھی کہ جس پر لکھا ہوا تھا کہ یہ تصویر یزید بن ولید بن عبدالملک کی ہے کہ جس نے اپنے چچازاد ولید بن یزید بن عبدالملک کو قتل کیا تھا کہ جس کی مدت سلطنت چھ ماہ تھی اتفاق سے یہ دونوں تصویریں منتصر کی بساط کے دائیں بائیں تھیں کہ وہ بھی اپنے باپ کا قاتل تھا۔ میں نے تعجب کیا اور میرے ذہن میں گزرا کہ شاید منتصر کی مدت سلطنت بھی چھ ماہ ہو اور اسی طرح ہوا پس میں وصیف خادم کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ یہ کیسا فرش ہے جو خلیفہ کے لیے بچھاتے ہو اور حکایت شیرویہ اور یزید کی تصویر کی اور ان کی مدت سلطنت کی اس سے نقل کی تو وصیت نے ایوب بن سلیمان خازن فرش کو طلب کیا اور اسے سرزنش کی کہ اس بساط کو کیوں خلیفہ کی جگہ پر بچھایا ہے کہنے لگا خلیفہ نے خود مجھے یہ حکم دیا ہے اور میں نے بھی خلیفہ سے عرض کیا تھا کہ یہ فرش متوکل کی قتل کی رات اس کے نیچے تھا اور وہ خون آلود ہے خلیفہ نے کہا اس کے خون کو دھو کر اسے میری جگہ پر بچھاؤ لہذا میں نے مجبوراً اسے دھو کر خلیفہ کی جگہ پر بچھایا ہے۔

پس بغا اور وصیف نے کہا جب خلیفہ اس فرش سے اٹھے اور مجلس سے چلا جائے تو اس کو باہر نکال کر جلا دو جب منتصر اس مجلس سے اٹھا تو ایوب بن سلیمان نے اسے جلا دیا جب منتصر نے اس کا مطالبہ کیا تو اس نے اس کے جلائے جانے کا واقعہ بیان کیا اور منتصر نے کچھ نہ کہا۔ مسعودی نے نقل کیا ہے کہ منتصر اہل بیت رسول آل علی علیہم السلام پر مہربان و رؤف و عطوف تھا اور اپنے حالات میں باپ کے برعکس تھا اور آل ابوطالب کے ساتھ نیکی و احسان کیا کرتا تھا اور کسی طرح کا ان سے تعرض نہیں رکھتا تھا اور کسی کو اس نے امام حسینؑ کی قبر کی زیارت سے منع نہیں کیا اور حکم دیا کہ فدک اولاد حسنؑ و حسین علیہم السلام کو واپس کر دیں اور آل ابوطالب کے اوقاف دگزار کر دیں اور کوئی شخص شیعیان علیؑ سے معترض نہ ہو اور مدینہ کے علویین اور علویات کے لیے مال و اسباب بھیجے کہ انہیں ان پر تقسیم کیا

جائے، خلاصہ یہ کہ منتصر واسع الاحتمال (صبر و تحمل) راسخ العقل کثیر المعروف راغب در کار خیر وادیب اور پاک دامن تھا اور مکارم اخلاق وزیادہ انصاف اور حسن معاشرت کا ملتزم تھا اور ان تین فضیلتوں میں تمام خلفا سے بازی لے گیا تھا اور عامہ و خاصہ اس کی طرف رغبت رکھتے تھے اور اپنی خلافت کے زمانہ میں اپنے دونوں بھائیوں معتز اور ابراہیم مؤید کو ولی عہدی سے کہ جس کی متوکل ان کے لیے بیعت لے چکا تھا معزول کر دیا اور اس کے زمانہ میں یمن بازیج بوازیج اور موصل میں ابوعمود شاری نے خروج کر دیا اور بہت سے لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے اور اس کا معاملہ قوت پکڑ گیا۔ منتصر نے ایک لشکر ان سے لڑنے کے لیے بھیجا اور دونوں لشکروں کے درمیان کئی جنگیں ہوئیں بالآخر شاری کو گرفتار کر کے منتصر کے پاس لے آئے منتصر نے اس سے درگزر کیا اور اس سے عہد و پیمان لیا کہ پھر سرکشی نہیں کرے گا اور جمعرات کے دن ۲۵ ربیع الاول ۲۴۸ھ کو منتصر بیمار ہوا، اور جمعرات کے دن ماہ ربیع الثانی میں عصر کے وقت دنیا سے چلا گیا ہے کہ اس کو حجامت کی شاخ میں ڈال کر زہر دیا گیا اس کی مدت خلافت چھ ماہ ہے۔

اسی سال بکر بن محمد ادیب نحوی نے جو مازنی شیبانی کے نام سے مشہور امامی مذہب تھا وفات پائی۔ وہ بصرہ میں اہل علم کا نحو وادب وعربیت ولغت میں رئیس وسردار تھا۔ واثق کے حالات میں اس سے متعلق ایک حکایت گزر چکی ہے جو اس کی شدت ورع وپرہیزگاری کی دلیل ہے۔ خدا اس پر رحمت کرے۔ اور ۲۴۸ھ ہی میں محرم یا رجب کے مہینہ میں سہل بن محمد بن عثمان جو امام ابوحاتم سجستانی کے نام سے مشہور تھا۔ نحوی ولغوی مقری نزیل بصرہ نے بصرہ میں وفات پائی۔ کہا گیا ہے کہ وہ عام صالح اور پاک دامن تھا ہر روز ایک دینار صدقہ دیتا تھا اور ہر ہفتہ ایک قرآن ختم کرتا تھا اور عمدہ بات جو اس سے حکایت ہوئی ہے وہ ہے جو سیوطی نے طبقات النحاۃ میں نقل کی ہے کہ ابوحاتم بغداد میں گیا تو اس سے خدا کے اس ارشاد کے متعلق سوال کیا گیا قوا انفسکم بچاؤ اپنے نفسوں کو اس سے واحد کے لیے کیا کہیں گے اس نے کہا قِ سائل نے کہا تو دو کے لیے اس نے کہا قیا۔ اس نے کہا تین تک جمع کے لیے اس نے کہا قو تو سوال کرنے والے نے کہا۔ تینوں کو میرے لیے جمع کر دے اس نے کہا قِ قیا قوا اور مسجد کے کونے میں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا کہ جس کے پاس کچھ کپڑے تھے اس نے کسی سے کہا کہ میرے کپڑوں کا خیال رکھنا یہاں تک کہ میں واپس آؤں اور وہ پولیس افسر کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ مجھے زندیقوں کی ایک قوم نظر آئی ہے جو قرآن کو مرغ کی آواز میں پڑھتے ہیں پس ہمیں معلوم ہی نہ ہوا کہ اچانک اعوان (مددگار حکومت) اور پولیس والے ہم پر آن پڑے پس انہوں نے ہمیں پکڑ لیا اور پولیس افسر کے سامنے پیش کر دیا پس اس نے ہم سے سوال کیا تو میں آگے بڑھا اور اس کو واقعہ بتایا وہاں مخلوق خدا جمع ہو گئی وہ دیکھ رہے تھے کہ کیا ہونا ہے پس اس نے مجھے سختی سے ڈانٹا اور ملامت کی اور کہا کہ تیرے جیسا شخص عوام کے سامنے اس قسم کی باتوں میں زبان کھولتا ہے۔ اور ہمارے ساتھیوں کی طرف بڑھا پس انہیں دس دس چابک مارے اور کہا کہ پھر ایسا کام نہ کرنا۔ پس بہت جلدی ابوحاتم بصرہ کی طرف واپس آ گیا اور اس نے بغداد میں قیام نہ کیا اور اہل بغداد نے اس سے کچھ حاصل نہ کیا انتھی۔

اور سجستان سیستان کا مغربی علاقہ ہے اور یہ بہت بڑا علاقہ ہے جو ہرات کے جنوب میں واقع ہے اس کی سب زمینیں شور دار اور ریتلی ہیں اس میں ہوائیں کبھی بھی نہیں رکتیں اور سانپ واژدھے بہت ہیں پس اس میں خار پشت سانپ اور کچھوے زیادہ لے

آئے اور اس کی طرف رستم الشدید (پہلوان) منسوب ہے۔

اور ذہبی کی کتاب میزان سے منقول ہے کہ بنی امیہ کے زمانہ میں جب انہوں نے مشرق و مغرب اور مکہ و مدینہ میں علی ابن ابی طالب علیہ السلام پر سب کرنے کا اعلان کیا تو اہل سجستان نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا یہاں تک کہ انہوں نے اپنے معاہدہ میں شرط لگائی کہ وہ انشاء اللہ یہ کار بدانجام نہیں دیں گے انتھی۔

لیکن خصال میں ایک حدیث ان کی مذمت میں وارد ہوئی ہے جس کا ذکر کرنا ہمارے لیے مناسب نہیں۔

مستعین باللہ احمد بن محمد بن معتصم کی خلافت کا ذکر

پیر کے دن پانچ ربیع الثانی ۲۴۸ھ منتصر باللہ نے جس دن دنیا سے کوچ کیا اس دن اس کا چچازاد بھائی احمد بن محمد بن معتصم جس کا لقب مستعین باللہ ہے اس کی جگہ پر بیٹھا اور احمد بن خصیب وزیر کو اس نے شہر بدر کر دیا پھر اس نے اپنے آپ کو خلافت سے دور کر لیا اور اس کی خلافت کے پہلے سال بغا ترکی کبیر نے وفات پائی اس کی عمر نوے سال تھی اور بہت سی جنگوں میں لوہے کے ہتھیار نہیں پہنتا تھا اور کہتا تھا کہ الاجل جوش اجل آہنی لباس ہے ایک دفعہ اس کو لوگوں نے ملامت کی تو ایک خواب نقل کیا کہ جو جناب رسول خداؐ اور امیر المومنینؑ کی دعا پر مشتمل تھا اس کی طول عمر اور سلامتی از آفات کے متعلق بوجہ اس کے کہ اس نے رسول خداؐ کی امت کے ایک شخص پر احسان کیا تھا اور بغا آل ابو طالب پر بہت احسان اور نیکی کیا کرتا تھا اور جب اس کی وفات ہوئی تو اس کا بیٹا موسیٰ اس کی جگہ پر بیٹھا اور اپنے باپ کے لشکر کا سردار ہوا۔

نقل ہوا ہے مستعین عورت پسند کثیر الجماع اور اموال میں فضول خرچ تھا اور اپنی خلافت کے آخری زمانہ میں وصیف اور بغاء صغیر کے ساتھ سامراء سے بغداد منتقل ہو گیا اور محمد بن عبداللہ طاہر کے گھر قیام کیا اور اس کے غلاموں نے سامراء میں اتفاق کر لیا معتز باللہ کی بیعت اور مستعین سے جنگ کرنے پر پس بدھ کے دن گیارہ محرم ۲۵۱ھ انہوں نے معتز کی بیعت کر لی اور معتز خلافت پر مستقر ہو گیا اور اس نے باقی لوگوں سے بیعت لی اور اپنے بھائی موئد کو ولی عہد مقرر کیا پس ابو احمد نے اپنے بھائی کو غلاموں کی ایک جماعت کے ساتھ مستعین سے جنگ کرنے کے لیے بغداد کی طرف بھیجا اور پندرہ صفر ۲۵۱ھ بغدادیوں کے ساتھ جنگ شروع کی یہاں تک کہ معتز کا معاملہ قوی اور مستعین کا ضعیف و کمزور ہو گیا اور محمد بن واثق جو مستعین کے ساتھ تھا معتز کی طرف مائل ہو گیا اور محمد بن عبداللہ بن طاہر نے معتز کو خط لکھا مصالحت کی بات درمیان میں لے آیا کہ وہ مستعین کو خلافت سے ہٹا دیتا ہے پس معتز اور مستعین کے درمیان اور مصالحت کی کچھ شرائط مقرر ہوئیں اور جمعرات کے دن تین محرم ۲۵۲ھ مستعین نے اپنے کو خلافت سے دستبردار کر لیا اور اس کی مدت خلافت خلع و علیحدگی تک تین سال آٹھ ماہ اور اٹھائیس دن تھی اس کے بعد مستعین نے واسط کی طرف سفر کیا اور معتز نے اسے سامراء بلایا اور سامراء میں داخل ہونے سے پہلے سعید حاجب کو اس کے استقبال کے لیے بھیجا اور اس کے قتل کا فرمان جاری کیا سعید نے قاطول

میں جو سامراء کے نزدیک ہے مستعین سے ملاقات کی اور اس کو محمل سے کھینچا اور چند تازیانے اسے لگائے اور پھر اس کے سینہ پر بیٹھ گیا اور اس کا سر بدن سے جدا کر لیا اور اس کا بدن راستہ پر پھینک دیا یہاں تک کہ عوام کے ایک گروہ نے اسے دفن کر دیا سعید اس کا سر معتز کے پاس لے گیا جب سر اس کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ شطرنج کھیل رہا تھا حکم دیا کہ اسے دفن کر دو اور مستعین چھ شوال ۲۵۲ھ میں قتل ہوا اور اس کی عمر پینتیس سال تھی مستعین کی خلافت کے زمانہ میں آل ابو طالب میں سے ایک جماعت نے خروج کیا اور ان میں سے بہت سے مارے گئے۔

قتل ہونے والوں میں سے ایک ابوالحسن یحییٰ بن عمر بن حسین بن زید بن علی بن حسین علیہما السلام تھا کہ جس کی والدہ ام الحسین حسین (حسن خ ل) بن عبداللہ بن اسماعیل بن عبداللہ بن جعفر بن ابو طالب کی بیٹی تھی اور اس نے خراسان میں متوکل کے زمانہ میں خروج کیا اور اس کو گرفتار کر کے متوکل کے پاس لے آئے اس نے حکم دیا کہ ابوالحسن کو تازیانے لگائے جائیں اور اسے فتح بن خاقان کے قید خانے میں رکھا گیا کچھ مدت قید رہا پھر اس کو انہوں نے رہا کر دیا پھر وہ بغداد کی طرف چلا گیا اور کچھ مدت بغداد میں رہا پھر اس نے کوفہ کی طرف کوچ کیا اور مستعین کے زمانہ میں خروج کیا جب اس نے خروج کا ارادہ کیا تو پہلے امام حسینؑ کی قبر کی زیارت کیلئے گیا اور زائرین کی ایک جماعت سے اپنے ارادہ کا اظہار کیا ان میں سے کچھ لوگ اس کے ساتھ ہو گئے اور شاہی نامی بستی میں آئے وہ یہاں رہا یہاں تک کہ رات ہوئی تو کوفہ کی طرف چل دیئے اس کے اصحاب نے کوفہ کے لوگوں کو اس کی بیعت کی دعوت دی اور مسلسل وہ پکار رہے تھے ایھا الناس اجیبوا داعی اللہ اے لوگو اللہ کی طرف بلانے والے کی آواز پر لبیک کہو بہت سی مخلوق اس کی بیعت میں داخل ہو گئی جب دوسرا دن ہوا تو جو کچھ کوفہ کے بیت المال میں تھا یحییٰ نے اس پر قبضہ کر لیا اور اسے لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیا اور ہمیشہ ان کے درمیان عدل و انصاف سے رفتار کرتا تھا کوفہ کے لوگ دل و جان سے اس سے محبت کرتے تھے عبداللہ بن محمود جو حنیفہ کی طرف سے کوفہ میں حاکم تھا اس نے اپنا لشکر جمع کیا اور یحییٰ سے جنگ کرنے کے لیے باہر نکلا یحییٰ نے تنہا اس پر حملہ کیا اور اس کے چہرہ پر ضرب لگائی اور اسے اس کے لشکر سمیت شکست دے دی اور یحییٰ مرد قوی و شجاع و دلیر تھا ابوالفرج نے اس کی قوت کے متعلق نقل کیا ہے کہ اس کا ایک بھاری عمود تھا لوہے کا تو جب وہ کسی غلام یا کنیز پر ناراض ہوتا تو وہ اس عمود و ستون کو اس کی گردن میں پیچ دے دیتا اور کوئی اس کو کھول نہیں سکتا تھا جب تک وہ خود نہ کھولتا۔

خلاصہ یہ کہ یحییٰ کے خروج کی خبر شہروں اور بستیوں میں منتشر ہوئی جب یہ خبر بغداد میں پہنچی تو محمد بن عبداللہ بن طاہر نے اپنے چچازاد حسین بن اسماعیل کو لشکر کے ایک گروہ کے ساتھ یحییٰ سے جنگ کرنے کیلئے بھیجا بغداد کے لوگ مجبوراً اور بد دلی کے ساتھ یحییٰ سے جنگ کرنے کیلئے نکلے کیونکہ اہل بغداد باطنی طور پر یحییٰ کی طرف مائل تھے خلاصہ یہ کہ کئی جنگوں اور واقعات کے بعد شاہی بستی میں یحییٰ اور حسین کے لشکر کا آمنا سامنا ہوا اور دونوں طرف سے جنگ ہونے لگی اور ہیضم جو یحییٰ کے لشکر کا ایک سردار تھا جب جنگ کا تنور گرم تھا بھاگ نکلا تو اس سے یحییٰ کا لشکر دل شکستہ ہو گیا اور دشمن کا لشکر قوی دل ہو گیا جب یحییٰ نے ہیضم کا فرار دیکھا تو اس نے قدم جوانمردی کو استوار کیا اور مسلسل جنگ کرنے لگا یہاں تک کہ اسے بہت سے زخم لگے اور بے کار ہو گیا سفیانی آگے بڑھا اور اس نے یحییٰ

کا سر جدا کر دیا اور حسین بن اسماعیل کے پاس لے گیا اور زیادہ زخموں کی وجہ سے جو اس کے چہرہ پر لگے تھے کوئی اسے اچھی طرح پہچان نہ سکتا تھا کوفہ کے لوگوں نے یحییٰ کے قتل کی خبر کو صحیح نہ جانا اور جب حسین کا منادی یحییٰ کے قتل کی ندا دیتا تو وہ اسے گالیاں دیتے مجبوراً حسین نے علی بن محمد صوفی یحییٰ کے مادری بھائی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کے درمیان ندا کرے کہ یہ میرے بھائی یحییٰ کا سر ہے کوفہ کے لوگوں نے جب یحییٰ کے قتل کی خبر علی سے سنی تو تصدیق کی پس گریہ و نالہ کی آواز بلند کی اس کے بعد اپنے کام پر چلے گئے پس یحییٰ کا سر بغداد کی طرف محمد بن عبداللہ بن طاہر کے پاس لے گئے اس نے وہ سر ایک ٹوکری میں رکھ کر مستعین کے پاس سامرا و بھیج دیا دوبارہ سر بغداد میں لے آئے اور اس کو بغداد میں نصب کر دیا بغداد کے لوگ چیخ و پکار کرنے لگے اور اس کے قتل ہونے کا برا منایا چونکہ اندرونی طور پر وہ یحییٰ سے بہت محبت رکھتے تھے اس لیے کہ وہ یحییٰ کا حسن معاشرت کسی کے مال لینے سے پرہیز کرنا اور خون بہانے سے اجتناب اور زیادہ عدل و احسان کرنا آنکھوں سے دیکھ چکے تھے پس ایک جماعت محمد بن عبداللہ بن طاہر کے پاس گئی اور اسے فتح و ظفر پر مبارکباد پیش کی اور ابو ہاشم جعفری بھی محمد کے ہاں گیا اور محمد سے کہا اے امیر میں تجھے ایسی چیز کی مبارکباد دینے آیا ہوں کہ اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہوتے تو انہیں تعزیت دی جاتی محمد نے اس کا کوئی جواب نہ دیا پس ابو ہاشم باہر آ گیا اور چند اشعار پڑھے کہ جن میں سے یہ ہیں۔

یابنی طاہر کلوہ مرئیا!
ان لحم النبی غیر مری!
ان وتراً یکون طالبہ اللہ
لوتر بالفوت غیر جدی

اے طاہر کی اولاد اسے خوشگواری سے کھاؤ بیشک نبی کا گوشت تو خوشگوار نہیں ہوتا وہ انتقام جس کا طلب گار خدا ہو وہ قوی اور سخت انتقام ہے جس کی جرات نہیں ہوسکتی پس محمد بن عبداللہ نے اسی وقت یحییٰ کی بہن اور اس کے اہل حرم کو خراسان کی طرف جانے کا حکم دیا اور کہا کہ یہ سر اس گھر والوں کے مقتولین کے ہیں کہ جس گھر میں یہ سر گئے اس سے نعمت خارج ہی ہو جاتی ہے اور دولت و مال ختم ہو جاتا ہے۔

ابوالفرج نے ابن عمار سے حدیث بیان کی ہے کہ جس وقت یحییٰ کے اہل بیتؑ اور اصحاب کے قیدی بغداد میں لا رہے تھے تو انہیں بڑی سختی سے پابرہنہ اور دوڑا کر بلا لایا جا رہا تھا اور جب ان میں سے کوئی زیادہ خستہ ہونے اور تھک جانے کی وجہ سے پیچھے رہ جاتا تو اس کی گردن اڑا دیتے اور اس زمانہ تک یہ نہیں سنا گیا تھا کہ قیدی کے ساتھ اس طرح کا برا سلوک کرتے ہوں۔

خلاصہ یہ کہ جن دونوں وہ ابھی بغداد میں تھے مستعین کا خط پہنچا کہ قیدیوں کو قید و بند سے آزاد کر دیا جائے پس محمد بن طاہر نے باقی سب کو تو رہا کر دیا سوائے۔ اسحاق بن جناح کے جو یحییٰ کا پولیس افسر تھا اسے قید میں رکھا یہاں تک کہ قید میں اس کی وفات

ہوگئی پھر محمد بن طاہر ملعون نے حکم دیا کہ اس کا جنازہ بغیر غسل وکفن ونماز جنازہ کے یہودیوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ پس اسحاق کو قید خانے سے باہر لائے اور انہیں کپڑوں میں جو اس کے بدن پر تھے اسے ایک خرابہ میں پھینک دیا اور اس پر ایک دیوار گرادی۔

خلاصہ یہ کہ یحییٰ شریف، دیندار، اچھا زیادہ احسان کرنے والا، رعیت پر عطوف ورؤف ومہربان اور آل ابوطالب کا حامی تھا جو کہ اس کے اہل بیت وخاندان والے تھے اور ہمیشہ ان سے نیکی واحسان کیا کرتا تھا اور اس کے بعض ہم عصر نے کہا کہ ہم نے یحییٰ سے زیادہ باورع وپرہیزگار شخص نہیں دیکھا اور جب خروج کرتا تو قسم کھاتا کہ میرا خروج اللہ کے لیے غضبناک ہونے اور نہی از منکر کے لیے ہے اس لیے اس کی شہادت نے خاصہ وعامہ چھوٹے اور بڑے قریب وبعید کے دلوں پر اثر کیا اور بہت سے لوگوں نے اس کا مرثیہ کہا ہے اور اسکی شہادت ۲۵۰ھ کے قریب ہوئی ہے اور ان قصائد میں سے جو اس کے مرثیہ میں کہے گئے ہیں یہ ہے:

بکت الخیل شجوها بعد یحییٰ
وبکاہ المہند المصقول!
وبکاہ العراق شرقاً وغرباً!
وبکاہ الکتاب والتنزیل!

یحییٰ کی شہادت کے بعد گھوڑے اپنے دکھ درد سے روئے اور یحییٰ پر صیقل شدہ ہندی تلواریں روئیں اس پر عراق کے مشرق ومغرب روئے اور کتاب وتنزیل نے اس پر گریہ کیا اور ایک حسین بن محمد بن حمزہ بن عبداللہ بن حسین بن علی ابن الحسین علیہما السلام تھا جو حرون کے لقب سے مشہور تھا جس نے یحییٰ کے زمانہ کے بعد ۲۵۱ھ میں کوفہ میں خروج کیا مستعین نے مزاحم بن خاقان کو عظیم لشکر دے کر اس سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا جب عباسیین کوفہ کے نزدیک پہنچے تو حسین دوسرے راستہ سے وہاں سے نکل گیا اور سامراء چلا گیا اور معتز باللہ کی بیعت کرلی اور یہ ان دونوں کا واقعہ ہے کہ جب مستعین بغداد میں تھا اور سامراء کے لوگوں نے معتز کی بیعت کرلی تھی ایک مدت حسین پر اسی طرح گزری دوبارہ اس نے خروج کا ارادہ کیا تو اس کو گرفتار کرکے قید میں ڈال دیا گیا اور وہ ۲۶۸ھ تک زندان میں رہا معتمد نے اسے رہا کردیا دوبارہ اس نے کوفہ میں خروج کیا ۲۶۹ھ میں اسے گرفتار کرکے موفق کے پاس لے آئے اس نے حکم دیا کہ حسین کو واسط میں قید کردیں کچھ مدت زندان میں رہ کر وہ وفات پاگیا موفق نے حکم دیا کہ اس پر نماز جنازہ پڑھ کر اسے دفن کردیں۔

ایک محمد جعفر بن حسین بن جعفر بن حسین بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہم السلام حسین حرون کا جانشین ہے کہ جس نے حسین کے بعد کوفہ میں خروج کیا ابن طاہر نے تولیت کوفہ کا اسے فریب دیا جب اس پر قابو پالیا تو اس کو گرفتار کرکے سر من رای کی طرف لے گئے اور قید کردیا زندان میں کچھ مدت رہ کر وہیں وفات پائی۔

اور شیخ جلیل مسعودی نے مروج الذہب میں نقل کیا ہے کہ محمد بن جعفر نے ۲۵۰ھ میں ری میں خروج کیا اور لوگوں کو حسن بن زید صاحب طبرستان کی بیعت کی دعوت دی اس کے اور اہل خراسان کے (سیاہ لباس والے) مسودہ کے درمیان بہت سی

جنگیں ہوئیں یہاں تک کہ محمد کو قید کر کے محمد بن عبداللہ بن طاہر کے پاس نیشاپور میں لے آئے اور اس کو قید کر دیا گیا یہاں تک کہ وہ وہیں مر گیا انتھی۔

اور ۲۵۰ھ میں طبرستان کے علاقہ میں حسن بن زید بن محمد بن اسماعیل بن حسن بن زید بن حسن بن علی علیہما السلام نے خروج کیا اور بہت سی جنگوں کے بعد طبرستان اور جرجان کے علاقہ پر سلطنت حاصل کر لی اور اسی طرح رہا یہانتک کہ ۲۷۰ء میں وفات پائی اور اس کا بھائی محمد بن زید اس کی جگہ تخت نشین ہوا اور ۲۷۷ھ میں دیلم کی طرف کوچ کیا اور اس جگہ کو اپنے قبضہ میں لے آیا رافع بن ہرثمہ جو اس سے جنگ کرنے آیا ہوا تھا اس نے اس کی بیعت کر لی اور حسن و محمد لوگوں کو رضا آل محمد کی طرف دعوت دیتے تھے اس طرح وہ لوگ جنہوں نے ان کے بعد آل ابوطالب میں سے طبرستان میں حکومت کی ہے مثلاً حسن بن علی حسنی جو اطروش مشہور تھا اس کے بعد حسن بن قاسم حسنی جو داعی کے لقب سے مشہور تھا جو واقعہ تتار میں طبرستان میں قتل ہو گیا۔

اور ۲۵۰ھ ہی میں فضل بن مروان معتصم کے وزیر نے وفات پائی اور وہ چوتھا فضل ہے جو خلفاء کی وزارت میں رہا اور دوسرے تین فضل یہ ہیں فضل بن یحییٰ فضل بن ربیع اور فضل بن سہل کہ جن میں سے ہر ایک کی طرف اشارہ ہو چکا ہے۔

۲۲۱ھ میں معتصم نے اسے گرفتار کر کے قید کر دیا اور تین فضل نامی وزراء اور ان کے برے انجام کی طرف اس رقعہ میں اشارہ کیا جو فضل بن مروان کو لکھا۔

تفرعت یافضل بن مروان فاعتبر
فقبلك كان الفضل والفضل والفضل
ثلاثة املاك مضوالسبيلهم
اباد تهم الاقيادو الحبس والقتل!
وانك قد اصبحت فى الناس ظالماً
ستودى كما اودى الثلاثة من قبل!

اے فضل بن مروان تو فارغ ہو چکا ہے تو عبرت حاصل کر پس تجھ سے پہلے فضل فضل اور فضل تھے تین صاحب اقتدار تھے جو اپنے راستہ پر چلے گئے کہ جنہیں قید و بند اور قتل نے ہلاک کر دیا اور تو لوگوں میں ظالم ہو گیا تھا۔ عنقریب تو بھی ہلاک ہوگا جس طرح تجھ سے پہلے وہ تینوں ہلاک ہو گئے اور مستعین ہی کے زمانہ میں اہل علم و حدیث کی ایک جماعت نے مثلاً عثمان مازنی شیعہ امامی اور محمد رفاعی اور ایوب دراق و محمد بن علا ہمدانی نے کوفہ میں اور حسن بن صالح بزاز وغیرہ نے شیوخ محدثین میں سے وفات پائی اور نقل ہوا ہے کہ مستعین نے ۲۴۸ھ میں خزانہ خلافت سے ایک سرخ یاقوت کا نگینہ نکالا جو سابق بادشاہوں سے باقی رہ گیا تھا اور بادشاہ کی حفاظت کیا کرتے تھے اور رشید نے اسے چالیس ہزار اشرفی میں خریدا تھا اس مستعین نے اس پر اپنا نام احمد نقش کیا اور اسے ہاتھ میں پہنا یہ بات لوگوں میں مشہور ہوئی اور اس نگینہ کے خواص میں سے یہ تھا کہ جو کوئی اس پر اپنا نام نقش کرتا وہ قتل ہو جاتا تھا لہذا بادشاہ اسے سادہ

طور پر رکھتے تھے اور جو کوئی بادشاہ نادانی سے اپنا نام اس پر کندہ کراتا وہ قتل ہو جاتا تھا اور بعد کا بادشاہ اس تحریر کو مٹا دیتا اور وہ یاقوت اگر رات کے وقت تاریک مکان میں رکھ دیا جاتا تو وہ چراغ کی طرح روشنی دیتا اور رات کے وقت صورتیں نظر آتیں۔اور وہ نگینہ مقتدر کے زمانہ تک رہا پھر اس کا نام و نشان مخفی ہو گیا واللہ العالم۔

معتز باللہ بن متوکل کی خلافت کا ذکر

جمعرات کے دن تین محرم ۲۵۲ھ کو جب مستعین خلافت سے دستبردار ہو گیا تو اس کا چچازاد زبیر (محمد) بن جعفر متوکل جس کا لقب معتز باللہ تھا اس کی جگہ پر بیٹھا اور پیر کے دن ۲۷ رجب ۲۵۵ھ معتز نے اپنے آپ کو خلافت سے الگ کر لیا اور چھ دن کے بعد قتل ہو گیا اس کی مدت خلافت چار سال چھ ماہ اور چند دن تھی اور مستعین کے معزول ہونے کے وقت سے اور اہل بغداد کے اس کی بیعت کرنے کے بعد اس کی خلافت کی مدت تین سال اور سات ماہ تھی اور اس کی عمر چوبیس سال تھی اس کی خلافت کے زمانہ میں حضرت ابوالحسن ہادی امام علی نقی علیہ السلام کی شہادت پیر کے دن جب کہ جمادی الثانی کے چار دن باقی تھے ۲۵۴ھ میں واقع ہوئی اور جس وقت حضرت کا جنازہ لیے جا رہے تھے تو سنا گیا کہ ایک کنیز کہہ رہی ہے۔ **ماذا لقینا فی یوم الاثنین قدیما و حدیثا** یعنی ہم نے پیر کے دن کیسی نحوست جھیلی قدیم ایام سے لے کر اس زمانہ تک اور اس کلمہ سے اشارہ ہے حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے دن کی طرف الی آخر پس حضرت کو ان کے اپنے ہی مکان میں سامراء میں دفن کیا گیا اور آپ کی شہادت زہر کی وجہ سے ہوئی آپ کے حالات کی تفصیل منتہی میں ہو چکی ہے اور شیخ جلیل علی بن حسین مسعودی نے مروج الذہب میں فرمایا ہے کہ مجھ سے حدیث بیان کی۔

محمد بن فرج نے جرجان شہر کے مشہور محلہ عسان میں وہ کہتا ہے کہ مجھ سے بیان کیا ابو دعامہ نے وہ کہتا ہے کہ میں خدمت حضرت علی بن محمد بن علی بن موسیٰ علیہم السلام میں آپ کی عیادت کے لیے شرفیاب ہوا اس بیماری میں کہ جس میں آپ کی شہادت ہوئی جب میں نے چاہا کہ آپ کی خدمت سے واپس جاؤں تو آپ نے فرمایا اے ابو دعامہ تیرا حق مجھ پر لازم ہو گیا ہے میں چاہتا ہوں کہ تجھ سے ایسی حدیث بیان کروں کہ جس سے تو خوش ہو میں نے عرض کیا میں بہت شائق اور محتاج ہوں اس کا فرمایا مجھ سے حدیث بیان کی میرے باپ محمد بن علی نے اپنے والد علی بن موسیٰ سے انہوں نے اپنے والد موسیٰ بن جعفر سے انہوں نے اپنے والد جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے والد محمد بن علی سے انہوں نے اپنے والد علی بن الحسین سے انہوں نے اپنے والد علی بن ابی طالب سے انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پھر مجھ سے فرمایا اس کو لکھ لو میں نے عرض کیا کیا لکھوں فرمایا لکھو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا **بسم اللہ الرحمن الرحیم الایمان ما وقرته القلوب وصدقه الاعمال والاسلام ما جری به اللسان وحلت به المناکحة** سہارا اللہ کے نام کا جو رحمن و رحیم ہے۔ایمان وہ ہے جس کو دل جگہ دے دیں اور اعمال اس کی تصدیق کریں اور اسلام وہ

ہے جو زبان پر جاری اور جس سے آپس میں نکاح کرنا حلال ہوا ابو دعامہ کہتا ہے میں نے عرض کیا کہ میں نہیں جانتا کہ ان میں سے کونسی چیز زیادہ اچھی ہے یہ حدیث یا اس کی سند فرمایا یہ حدیث ایک صحیفہ میں جو علیؑ بن ابی طالبؑ کے خط و تحریر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لکھوانے سے ہے جو ہم میں سے ہر ایک کو میراث میں ملا ہے اور معتز ہی کے زمانہ میں ۲۵۴ھ پندرہ ذیقعدہ کو محمد بن عبداللہ بن طاہر نے دنیا سے رخت سفر باندھا اور یہ وصیت کے قتل کے تیرہ دن بعد کا واقعہ ہے اور محمد شخص ادیب و فصیح اور زیادہ حافظہ رکھنے والا اور جود و عطا میں مشہور تھا۔

معتز نے اپنی خلافت کے زمانہ میں موید اور ابو احمد کو قید کر دیا کیونکہ اس نے سنا کہ موید اس کی سلطنت کے زوال کی کوشش میں لگا ہوا ہے اور موید کو اس نے سو کوڑے لگائے یہاں تک کہ اس نے اپنے آپ کو ولیعہدی سے معزول کیا پھر اسے دوبارہ قید میں ڈال دیا یہاں تک کہ اس نے سنا کہ ترکوں کی ایک جماعت اس مقصد میں لگی ہوئی ہے کہ موید کو قید سے نکال لے جائے تو حکم دیا کہ اسے قتل کر دیں پس اس کو زہر آلود لحاف میں لپیٹ کر اس کے دونو طرف بند کر دیئے یہاں تک کہ اس نے لحاف میں ہی جان دے دی پس جمعرات کے دن ۲۳ رجب ۲۵۲ھ اس کا جنازہ قید خانے سے باہر لے آئے۔ اور فقہاء اور قاضیوں کو جمع کیا تا کہ وہ دیکھیں کہ اس میں کوئی اجر کسی چیز کا نہیں ہے پس معتز نے اپنے سگے بھائی اسماعیل کو موید کی جگہ ولی عہد مقرر کیا اور ۲۵۲ھ میں فتنہ کی ابتداء بلالیہ اور سعدیہ کے درمیان بصرہ میں ہوئی اس کا نتیجہ صاحب زنج کا ظہور ہوا اور معتز کے زمانہ میں آل ابوطالب کی ایک جماعت نے وفات پائی۔

جن میں سے حسن بن یوسف بن ابراہیم بن موسیٰ بن عبداللہ محض اپنے بھائی اسماعیل کے واقعہ میں اہل مکہ کے ساتھ مارا گیا اور اسی واقعہ میں جعفر بن عیسیٰ جعفری احمد بن عبداللہ بن موسیٰ بن محمد بن سلیمان بن داؤد حسنی کے ساتھ مارا گیا۔

اور معتز کے زمانہ ہی میں علی بن موسیٰ بن اسماعیل بن موسیٰ بن جعفر علیہم السلام کو ری میں گرفتار کر کے قید خانے میں ڈال دیا اور وہ قید میں رہ کر ہی رہ کر مر گیا اور نیز سعید حاجب مدینہ سے موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ بن عبداللہ بن حسین بن حسن بن علیؑ کو اس کے بیٹے ادریس کے ساتھ گرفتار کر کے سر من رای میں لے آیا جب زبالہ کے علاقہ میں پہنچے تو قبیلہ فزارہ وغیرہ کی ایک جماعت موسیٰ و ادریس کو چھڑوانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی سعید نے موسیٰ کو زہر دے دیا اور وہ فوت ہو گیا اور اس کے بیٹے کو رہائی مل گئی موسیٰ زاہد و عابد شخص تھا اور معتز ہی کے زمانہ میں عیسیٰ بن اسماعیل جعفری کو ابو الساج گرفتار کر کے کوفہ لے آیا۔ اور قید میں ڈال دیا یہاں تک کہ اس کی وفات ہو گئی اور ۲۵۴ھ میں بغاء صغیر نے سامراء سے موصل کی طرف حرکت کی جس وقت وہ سامراء کے پل پر پہنچا تو مغاربہ کی ایک جماعت نے اسے قتل کر دیا اور اس کا سر بغداد کی طرف لے آئے اور پل کے اوپر اسے نصب کر دیا معتز کو بغاء سے بڑا خوف اور دہشت عظیم تھی اور اس کے خوف سے رات دن ہتھیار لگائے رہتا تھا اور کہتا تھا اسی حالت میں رہوں گا جب تک مجھے معلوم نہ ہو کہ میرا سر بغاء کے لیے ہے یا بغاء کا سر میرے لیے جب بغاء مارا گیا تو ترکوں کے طائفہ نے دیکھا کہ معتز ہمیشہ ترکوں کے سرکردہ افراد کو قتل کرنے کی تدبیر کرتا ہے اور ان کی تباہی کے درپے ہے اور مغاربہ و فراعنہ کو ان پر مسلط کرنا چاہتا ہے تو ان سب نے معتز کو حکومت سے معزول

کرنے پر اتفاق کرلیا پس بیعت کے دن ۲۵۵ھ کو انہوں نے معتز کو گھیرے میں لے لیا اور بہت سی توبیخ و سرزنش اس کے افعال و کردار پر کی اور اس سے اموال کا مطالبہ کیا اور اس کام کا مدیرہ سر کردہ صالح بن وصیف ترکوں کے سپہ سالاروں کے ساتھ تھا۔

دمیری کہتا ہے کہ صالح کے حکم سے وہ معتز کے حجرے میں گھس گئے اور اسے پکڑ کر کھینچ کر باہر لے آئے اور اسے سخت دھوپ میں کھڑا کر دیا اور زمین کی حرارت کی وجہ سے کبھی معتز ایک پاؤں کا سہارا لیتا تھا اور جب وہ پاؤں گرم ہو جاتا اس کو اٹھا کر دوسرا رکھ لیتا اور وہ بار بار اس کو طمانچے مارتے اور کہتے تھے کہ اپنے آپ کو خلافت سے معزول کرو وہ انکار کرتا اور اس نے اپنے ہاتھ کو چہرہ کی سپر بنایا ہوا تھا یہاں تک کہ ناچار ہو گیا اور اپنے کو خلافت سے معزول کیا پس صالح نے تین دن تک کھانے پینے سے اسے ممنوع رکھا پھر اسے ایک تہہ خانہ میں داخل کر کے اس کا دروازہ بند کر دیا یہاں تک کہ وہ اس میں ہلاک ہو گیا۔

اور قول ہے کہ اسے گرم پانی سے حقنہ کیا یہاں تک کہ وہ مر گیا اور کچھ کہتے ہیں کہ معتز کے خلافت سے معزول ہونے کے پانچ دن بعد اس کو ایک حمام میں لے گئے اور اس کو پانی نہ دیا یہاں تک کہ وہ ہلاکت کے قریب پہنچ گیا پس شور زدہ پانی یا برف کا پانی اس کے لیے لے آئے وہ پیتے ہی مر گیا پس اس کی وفات دو شعبان ۲۵۵ھ میں واقع ہوئی واللہ العالم۔

مھتدی باللہ کی خلافت کے زمانہ کا ذکر

ایک دن ماہ رجب کا تھا کہ ۲۵۵ھ مھتدی باللہ محمد (جعفر خ ل) بن ہرون واثق بن معتصم بساط خلافت پر بیٹھا اور جب خلافت پر مستقر ہو گیا تو اس نے زہد و تقویٰ کا طریقہ اختیار کیا اور لہو و لعب کی چیزوں کو اپنے سے اور کر دیا دور بری چیزوں کو بدل دیا اور عدل و انصاف رعیت کے درمیان ظاہر کیا اس نے حکم دیا کہ گانے بجانے والی عورتوں کو شہر بدر کر دیں اور کتے اور درندے دور کر دیئے اور ایک گنبد تعمیر کیا جس کے چار دروازے تھے اور ہمیشہ اس گنبد میں (رفع) مظالم اور عام و خاص لوگوں کی فریادرسی کرتا اور ہر جمعہ کو مسجد جامع میں جاتا اور خطبہ پڑھتا لوگوں کو نماز پڑھاتا اور کہتا مجھے شرم آتی ہے کہ بنی عباس کے درمیان بنی امیہ کے عمر بن عبدالعزیز جیسا شخص نہ ہو اعلماء و فقہا کی اس کے ہاں بڑی قدر و منزلت تھی اور ان سے بڑی نیکی و احسان کرتا تھا اور اس کے حکم سے سونے اور چاندی کے برتن توڑ دیئے گئے اور ان کے درہم و دینار بنا دیئے وہ تصویریں جو خلفاء نے اپنی مجالس میں نقش کر رکھی تھیں اس نے حکم دیا کہ انہیں مٹا دیا جائے اور ایسے فرش و فروش کہ شریعت مقدسہ نے جنہیں مباح نہیں قرار دیا وہ اٹھوا دیئے اور اس کے اخراجات اور دسترخوان کے لیے اس نے ہر دن کے سو درہم مقرر کئے حالانکہ اس سے سابق خلفاء دس ہزار درہم خرچ کرتے تھے اور فدک کا علاقہ جناب سیدہ فاطمہ کی اولاد کو واپس کر دیا وہ رات کو عبادت کرتا اور دن کو روزے رکھتا تھا اور کہا گیا ہے کہ اس کا ایک پشم کا جبہ تھا کہ جسے وہ راتوں کو پہن لیتا اور گلے میں طوق ڈال کر عبادت کے لیے کھڑا ہو جاتا اور حضرت امیر المومنینؑ کے جو کلمات نوف بکالی روایت کرتا تھا مھتدی نے اپنے ہاتھ سے لکھ لیے تھے اور رات کو وہ کلمات پڑھتا اور روتا رہتا اور ابن ابی الحدید نے کہا ہے کہ حضرت امیر

المومنینؑ کا ایک کمرہ تھا اس کو بیت القصص کہتے تھے لوگ عرضیاں لکھتے اور اس میں پھینک دیتے تھے تاکہ امیر المومنینؑ انہیں دیکھیں اور ان کے جواب دیں اور جس شخص نے اس کام میں آپ کی اقتداء کی وہ مہتدی باللہ تھا خلاصہ یہ کہ جب مہتدی نے سابق خلفاء کے طریقہ کے خلاف رفتار کی تو اس کی عدالت امراء اور فوج وسپاہ پر جو اس کے طریقہ کے برعکس تربیت پائے ہوئے تھے گراں گزری لہذا انہوں نے اس کو ہٹانے کی تدبیر کی یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا اور اس کے قتل کی کیفیت کے ذکر کا یہ مقام مقتضی نہیں ہے جس وقت اس کو گھیرے ہوئے تھے اور اس کے قتل کا ارادہ رکھتے تھے تو اس کو سرزنش کرتے تھے کہ یہ کیسی سیرت ہے کہ لوگوں کو جس پر تو آمادہ کرتا ہے وہ کہنے لگا میں چاہتا ہوں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے اہل بیتؑ اور خلفاء راشدین کی سیرت پر چلوں وہ کہنے لگے یہ سیرت کہ جس کو رسولؐ خدا نے اختیار کیا ہوا تھا اس کا سبب یہ تھا کہ آپؐ کے زمانہ میں اصحاب اور ایسے لوگ تھے جو دنیا سے پرہیز اور آخرت کی طرف رغبت رکھتے تھے تیرے زمانہ کے لوگوں کی طرح نہیں تھے کہ جس میں ترکی جرزی اور اس قسم کے لوگ ہیں جو امر آخرت میں سے کسی چیز کو نہیں جانتے اور ان کا مقصد بھی جلدی ملنے والی دنیا ہے پس وہ اس سیرت پر کیسے صبر کر سکتے ہیں۔

اس قسم کے کلمات کے ساتھ ان کے درمیان باتیں ہوئیں بالآخر ان لوگوں نے خنجر نکال لیے اور اس پر لگانے لگے اور بابکیال کے چچازاد نے اس غصہ کی وجہ سے جو اسے مہتدی سے تھا اس کی گردن کی رگوں پر خنجر مارا کہ جس سے خون جوش مار کر نکلنے لگا پس اس نے اپنا منہ خون پر رکھ کر اس کو پینا شروع کیا اور سارا خون وہ پی گیا یہاں تک کہ اس کا شکم پر ہو گیا پھر اس سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ آج میں مہتدی کے خون سے سیراب ہوا ہوں جس طرح آج میں شراب سے پر تھا اور جب مہتدی مارا گیا تو پھر وہ پشیمان ہوئے اور اس کی عبادت کی وجہ سے گریہ وزاری کرنے لگے یہ واقعہ منگل کے دن سولہ رجب ۲۵۶ھ میں واقع ہوا اور دوسرے طریقہ پر بھی اس کا قتل ہونا منقول ہے لیکن ایک روایت میں ہے کہ اس کے قتل کا سبب یہ تھا کہ اسنے امام حسن عسکری علیہ السلام کو قید کر رکھا تھا اور اس کا ارادہ تھا کہ حضرتؑ کو شہید کر دے خداوند عالم نے اس کی عمر کو منقطع کر دیا اور ترکوں کے گروہ نے دوسرے لوگوں کے تعاون سے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا کیونکہ وہ معتزلہ اور قدریہ کے نظریات کی طرف مائل تھا جیسا کہ اثبات الوصیۃ اور بحار میں کج سے منقول ہے اس حدیث کے آخر میں ہے کہ مہتدی نے پختہ ارادہ کر لیا تھا ابو محمد صلوٰت اللہ علیہ (امام حسن عسکری) کے شہید کرنے کا پس خدا نے اسے اپنے آپ میں مشغول کر دیا یہاں تک کہ وہ قتل ہو گیا اور اللہ کے دردناک عذاب کی طرف چلا گیا۔

مہتدی کے زمانہ میں جب کہ ماہ رمضان کے آخری تین دن رہتے تھے ۲۵۵ھ میں صاحب زنج نے بصرہ میں خروج کر دیا اور وہ دعویٰ کرتا تھا کہ وہ علی بن محمد بن احمد بن عیسیٰ بن زید بن علی بن الحسین علیہم السلام ہے اور ایک گروہ اس کو آل ابوطالب کہتا تھا اور اصل میں وہ ری کے علاقہ کی ایک بستی کا رہنے والا تھا اور خوارج کے مذہب ازارقہ کی طرف میلان رکھتا تھا اور تمام گناہوں کو شرک سمجھتا تھا اس کے انصار واصحاب زنجی تھے۔

اور ۲۵۵ھ میں عمرو بن بحر بصری نے جو جاحظ لقب سے مشہور تھا بصرہ میں وفات پائی اور وہ ابراہیم بن بسار نظام کا غلام اور شاگرد (تھا) اس نے بہت سی کتب تالیف کی ہیں وہ ناصبیت کی طرف مائل تھا اور عثمانی مذہب کا تھا اور کتاب عثمانیہ اس کی تالیف

ہے اور ابوجعفر اسکافی معتزلی نے جو جاحظ کا ہمعصر تھا اور شیخ مفید اور سید احمد بن طاؤس میں سے ہر ایک نے اس کی رد میں ایک کتاب لکھی ہے جیسا کہ اسکافی کے سالِ وفات میں اس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے اور جاحظ کی عثمانیہ کے علاوہ بھی تالیفات ہیں ان میں سے ایک وہ رسالہ ہے کہ جس میں اس نے امیر المومنین صلوٰت اللہ علیہ کے کلمات جمع کیے ہیں اور ان میں سے ایک کتاب حیوان ہے۔

دمیری نے حیوٰۃ الحیوان میں بیان کیا ہے کہ جاحظ کی تالیفات میں بہترین کتاب الحیوان ہے اور میں نے اس سے بہت کچھ نقل کیا ہے اور اس کتاب سے جو چیزیں نقل کی ہے ایک یہ ہے کہ تقسیم رزق کے سلسلہ میں عجیب وغریب چیز یہ ہے کہ بھیڑیا لومڑی کو شکار کرنے کے کھاتا ہے اور لومڑی خار پشت کو شکار کر کے کھاتی ہے اور خار پشت سانپ کو شکار کر کے کھاتا ہے اور سانپ چڑیا کو شکار کر کے کھاتا ہے اور چڑیا ٹڈی کو شکار کر کے کھاتی ہے۔ اور ٹڈی زنبور کے بچے تلاش کر کے انہیں کھاتی ہے اور زنبور (بھڑ) شہد کی مکھی کو شکار کر کے کھاتا ہے اور شہد کی مکھی عام مکھیوں کو شکار کر کے کھاتی ہے اور مکھی مچھر کو شکار کر کے کھاتی ہے۔

اور کہا گیا ہے کہ جاحظ بدشکل تھا کیونکہ اس کی دونوں آنکھیں باہر کو نکلی ہوئی تھیں اور منقول ہے کہ متوکل نے اسے اپنی اولاد کی تعلیم وتادیب کے لیے بلایا پس جب اسے اس کا منظر قبیح نظر آیا تو اس کو جائزہ وانعام دے کر واپس بھیج دیا۔

ہمارے شیخ بہائی" کے کشکول سے منقول ہے شیخ نے فرمایا کہ جاحظ انتہائی بدشکل تھا یہاں تک کہ شاعر نے کہا ہے۔

لو یمسخ الخنزیر مسخاً ثانیاً
ماکان دون قبیح الجاحظ

"اگر خنزیر دوبارہ مسخ ہو تو جاحظ کی بدصورتی سے کم ہوگا"۔

ایک دن وہ اپنے شاگردوں سے کہنے لگا مجھے اتنا کسی نے شرمسار نہیں کیا جتنا مجھے ایک عورت نے خجالت دلائی وہ مجھے ایک تصویر بنانے والے کے دروازہ پر لے گئی پس کہنے لگی اس شیطان کی طرح پس میں اس کی گفتگو سے حیران و پریشان ہو گیا جب وہ چلی گئی تو میں نے تصویر بنانے والے سے پوچھا تو وہ کہنے لگا اس نے مجھے ایک کام پر لگایا ہے کہ میں اس کے لیے ایک جن کی اور ایک قول ہے کہ شیطان کی تصویر بنادوں تو میں نے اس سے کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہ اس کی شکل وصورت کیسی ہے تو وہ تجھے لے کر آئی ہے۔ انتہی۔

اور جاحظ جیسے بدصورتی میں کئی لوگ ہیں لیکن شکل وصورت یہاں ذکر کرنا مقصود نہیں (کیونکہ) اکثر صاحب کمال کے ہاں مال وجمال کی کمی ہوتی ہے اور یہ خدا کی لطیف حکمت ہے۔

جاحظ کی عمر بڑی لمبی تھی اور آخر عمر میں اس کو فالج ہو گیا تھا اور اس کے آدھے دائیں حصے پر صندل وکافور کی مالش اس کی زیادہ گرمی کی وجہ سے ہوتی تھی اور بائیں آدھے حصے کی یہ کیفیت تھی کہ اگر اس کی قینچیوں سے کاٹا جاتا تو اس کے زیادہ ٹھنڈے ہونے کی وجہ سے اسے محسوس تک نہ ہوتا اور وہ اپنی بیماری کے زمانہ میں کہا کرتا تھا کہ میرے جسم پر ضدوں نے صلح کر لی ہے اگر کوئی ٹھنڈی چیز کھاتا ہوں تو وہ میرا پاؤں پکڑ لیتی ہے اور اگر گرم چیز کھاتا ہوں تو وہ میرا سر پکڑ لیتی ہے اور وہ کہا کرتا کہ میری بائیں طرف مفلوج ہے

اگر اس کو قینچیوں سے کاٹا جائے تو مجھے کچھ معلوم نہیں ہوتا اور میری دائیں طرف اتنی مضبوط ہے کہ اگر وہاں سے مکھی بھی گزر جائے تو مجھے تکلیف ہوتی ہے اور مجھے پتھری ہے کہ جس کی وجہ سے پیشاب نہیں آتا اور سب سے زیادہ سخت مجھ پر چھیانواں سال ہے وہ بصرہ میں ۲۵۵ھ میں مرا۔

اور معتز اور مھتدی کے زمانہ میں آل ابوطالب میں سے ایک جماعت نے خروج کیا ان میں سے ایک علی بن زید بن حسین بن عیسیٰ بن زید بن علی بن الحسین علیہم السلام ہے اس کی والدہ اولاد عقیل میں سے تھی اس نے کوفہ میں خروج کیا عوام و اعراب کوفہ نے اس کی بیعت کر لی مھتدی نے شاہ بن میکال کو عظیم لشکر دے کر اس سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا جب یہ خبر علی کے لشکر کو پہنچی تو وہ وحشت میں پڑ گیا چونکہ ان کی تعداد دوسو تھی علی نے جب ان کی وحشت و دہشت کو دیکھا تو کہنے لگا اے لوگو یہ لشکر میرا متلاشی ہے اسے میرے علاوہ کسی سے کوئی سروکار نہیں میں اپنی بیعت تمہاری گردن سے اٹھا لیتا ہوں اپنے کام پر جاؤ اور مجھے ان پر چھوڑ دو وہ کہنے لگے خدا کی قسم ہم ایسا نہیں کریں گے جب شاہ بن میکال کا لشکر آیا تو پھر علی کے لشکر پر گھبراہٹ طاری ہوگئی علی کہنے لگا لوگو اپنی جگہ کھڑے رہو اور میری شجاعت کا تماشا دیکھو پس اس نے اپنی تلوار نیام سے نکالی اور اپنا گھوڑا اس عظیم لشکر میں دوڑا دیا اور ان پر دائیں بائیں طرف تلوار چلائیں یہاں تک کہ لشکر کے درمیان سے گزر کر باہر نکل گیا اور ایک ٹیلہ پر چڑھ گیا دوبارہ ان کے پیچھے سے آ کر حملہ کیا لشکر خوف کے مارے اس کو راستہ دے دیتا یہاں تک کہ وہ اپنی پہلی جگہ پر لوٹ آیا اور دو تین مرتبہ یونہی حملہ کیا اس کے لشکر کے دل قوی ہو گئے اور انہوں نے شاہ میکال کے لشکر پر حملہ کر دیا شاہ کے لشکر کو شکست فاش ہوئی اور علی بن زید کو فتح نصیب ہوئی وہ اسی طرح رہا یہاں تک کہ معتمد کے زمانہ میں بصرہ میں ماجم نے اسے طاہر بن محمد علوی اور طاہر بن احمد حسنی کے ساتھ قتل کر دیا اور انہیں دنوں موسیٰ بن بغا نے ہمدان سے ایک لشکر کو کسی کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے بھیجا اور اس واقعہ میں حسین بن محمد بن حمزہ بن قاسم بن حسن بن زید بن حسن مجتبیٰ علیہ السلام مارا گیا۔

انہی دنوں میں حارث بن اسد نے محمد بن حسن بن محمد بن ابراہیم بن حسن بن زید بن حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو بیڑیاں لگا کر قید کر کے مدینہ بھیجا اور مقام حضراء میں محمد کی وفات ہوئی حارث نے اس کے پاؤں کاٹ کر بیڑیاں نکالیں اور اس زمانہ میں ہی سعید حاجب نے بصرہ میں جعفر بن اسحاق بن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو قتل کر دیا۔

اور سعید حاجب نے ہی موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ بن عبداللہ بن حسین بن زید بن حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو جو مرد صالح اور رواۃ احادیث میں سے تھا اس کے بیٹے اور ادریس بن موسیٰ اور بھتیجے محمد بن یحییٰ ابو طاہر احمد بن زید بن حسین بن عیسیٰ بن زید بن علی ابن الحسین علیہما السلام کے ساتھ عراق کی طرف لے آیا بنی فزاراہ کی ایک جماعت نے سعید پر حملہ کر دیا اور اس گروہ کو سعید شقی کے ہاتھ سے لے کر رہائی دلائی سوائے موسیٰ کے کہ اس نے بھاگنے سے انکار کیا لہٰذا وہ سعید کے ساتھ رہا سعید نے اسے مقام زبالہ میں ماہ محرم ۲۵۶ھ میں زہر دے کر قتل کر دیا اور اس کا سر مھتدی کے پاس بھیجا اسی زمانہ میں عبداللہ بن عزیز نے علی بن عبدالرحمن بن قاسم حسنی کو محمد بن عبداللہ جعفری کے ساتھ ری کے قریب قتل کر دیا اور عبداللہ بن عزیز ہی نے محمد بن حسین حسنی کو

علی بن موسیٰ بن اسماعیل بن موسیٰ بن جعفری کے ساتھ ری کے قریب قتل کر دیا اور عبداللہ بن عزیز ہی نے محمد بن حسین حسنی کو علی بن موسیٰ بن اسماعیل بن موسیٰ بن جعفر علیہم السلام کے ساتھ قید کیا اور سر من رای میں لے گیا اور دونوں کو قید کر دیا یہاں تک کہ وہ قید میں مر گئے۔

اور اسی زمانہ میں محمد بن احمد بن عیسی المنصور معتدی کے عامل مدینہ نے ابراہیم بن موسی بن عبداللہ حسنی کو گرفتار کر کے قید خانے میں ڈال دیا یہاں تک کہ قید میں اس کی وفات ہوئی اور بقیع میں دفن ہوا۔ اور عیسیٰ بن محمد مخزومی نے علی بن موسیٰ بن حسینی کو بھی مکہ میں قید کر دیا یہاں تک کہ قید خانے میں اس کی وفات ہوگئی اور موسیٰ بن اسماعیل جعفری کو خلیفہ ابوالساج نے پکڑ لیا اور کوفہ لے گیا اور اس نے کوفہ میں جان دے دی۔

معتمد علی اللہ کی خلافت کے زمانہ کا ذکر

جب معتدی دنیا سے چل بسا تو اس کا چچا زاد احمد بن جعفر متوکل اس کی جگہ پر بیٹھا اور اس کی خلافت کا زمانہ ابتداء ماہ رجب ۲۵۶ھ علی تھا اور ماہ رجب ۲۷۹ھ میں ہی وہ دنیا سے بھی گیا اور اس کی مدت خلافت نے تیس سال طول کھینچا اور اس کی عمر اڑتالیس سال تھی وہ بغداد میں دفن ہوا اس کی خلافت کے پہلے سال ۲۵۶ھ عید فطر کے دن محمد بن اسماعیل بخاری مشہور صحیح بخاری کے مولف نے وفات پائی اور بخاری کی ایک مشہور حکایت ہے کہ جب وہ بغداد میں وارد ہوا اور اہل حدیث اس کے پاس جمع ہوئے اور اس پر الٹی روایات پیش کیں اور اس سے یہ حکایت بھی ہوئی ہے کہ اس نے کہا میں نے اپنی کتاب صحیح میں کوئی حدیث نہیں لکھی جب تک میں نے پہلے غسل اور دو رکعت نفل نماز نہیں پڑھ لی اور یہ بھی اس نے کہا کہ میں نے اپنی کتاب صحیح سولہ سال کے عرصہ میں تصنیف کی ہے اور اس کو میں نے چھ لاکھ احادیث میں سے نکالا ہے اور اس کو اپنے اور خدا کے درمیان حجت و دلیل قرار دیا ہے اور ابن تیمیہ حرانی نے منہاج السنۃ میں کہا ہے کہ بخاری نے احتیاط کی ہے اور اس نے اپنی صحیح میں حضرت صادق سے احادیث نقل نہیں کی کیونکہ اسے آپ کی بعض احادیث کے متعلق شک و ریب حاصل ہوا تھا۔

تعجب ہے بخاری سے کہ اس نے کیوں احتیاط کی رعایت نہیں کی کہ خوارج و نواصب سے نقل روایت میں حالانکہ ان میں سے بارہ سو افراد سے اس نے روایت کی ہے (ابن حجر وغیرہ کی تصریح کے مطابق) کہ جن میں سے ایک عمران بن حطان سدوسی ابن ملجم کا مدح خوان ہے اور اس مقام کی شرح طویل ہے اور ہم نے فیض القدیر اور شرح وجیزہ میں جو کچھ اس مقام کے مناسب ہے اس کو بیان کیا ہے اور اس مقام میں بعض کلمات کی بھی گنجائش نہیں۔

اور ۲۵۶ھ ہی میں زبیر بن بکر بن بکار نے وفات پائی اور زبیر بن بکار کی نسبت زبیر بن عوام قریشی تک پہنچتی ہے وہ مکہ کا قاضی تھا اور اسے قریش کے نسب نامہ پر پورا عبور تھا اس کی تالیفات میں سے کتاب انساب قریش ہے۔

اور ۲۵۷ھ ۱۷ شوال میں صاحب زنج بصرہ میں داخل ہوا اور بصرہ کے لوگوں کو اس نے قتل کیا اور لوگوں کے گھر مسجد جامع سمیت جلا دیئے اور عباس بن فرج بھی جو ریاشی کے لقب سے مشہور نحوی ولغوی ہے مسجد جامع میں تھا اور نماز ضحیٰ (سینوں کے نزدیک چاشت کے وقت یہ نماز چار، آٹھ یا بارہ رکعت پڑھی جاتی ہے اور یہ نماز تراویح کی بہن ہے، پڑھ رہا تھا اسے اس واقعہ میں قتل کر دیا گیا۔

اور ربیع الاول کے ابتدائی دنوں ۲۵۸ھ میں معتمد نے اپنے بھائی موفق کو مفلح کے ساتھ بصرہ صاحب زنج سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا اور اس واقعہ میں مفلح مارا گیا اور اس کا جنازہ سامراء میں اٹھالائے اور موفق بھی جنگ سے دستبردار ہو گیا اسی سال یحییٰ بن معاذ رازی واعظ نے جو طریقت والوں کے سرکردہ افراد میں سے ایک اور جنید بغدادی کا معاصر ہے نیشاپور میں وفات پائی اور ۲۵۹ھ میں طاہریوں کی حکومت ختم ہوئی اور صفاریوں کی حکومت کی ابتداء ہوئی اور صفاریوں میں سے چند افراد نے حکومت کی جن میں سے لایعقوب نامی اور ۲۶۰ھ میں حضرت ابو محمد امام حسن بن علی عسکری صلوٰت اللہ علیہ والہ بزرگوار حضرت مہدی منتظر وامام ثانی عشر صلوات اللہ علیہ وعجل اللہ فرجہ کی شہادت ہوئی۔

اور اسی سال ثقہ جلیل القدر رئیس الطائفہ فضل بن شاذان نیشاپوری نے وفات پائی اور اس شیخ جلیل الشان کے فضائل بہت ہیں اور ایک سو اسی کتاب ان کی تصنیف ہیں اور حضرت ابو محمد حسن عسکری علیہ السلام نے تین مرتبہ ان پر رحمت کی دعا کی ہے۔

اور ۲۶۰ھ ہی میں احمد بن ابو عبداللہ محمد بن یحییٰ مبارک یزیدی عالم وادیب نحوی ولغوی نے وفات پائی اور یزیدیوں کا اہل علم وادب کا ایک سلسلہ ہے کہ جن میں سے یحییٰ بن مبارک ہے جو اس نسبت کے ساتھ مشہور ہوا کیونکہ ابتداء میں وہ یزید بن منصور حمیری کی اولاد کا مربی واستاد تھا جو یزید کوفہ سے لے کر بصرہ تک کا والی تھا اگرچہ بعد میں یحییٰ رشید کا خدمت گزار بنا اور اس کے بیٹے مامون کا مربی قرار پایا اور انہیں میں سے ہے اس کا پوتا فاضل نبیل علامہ محمد بن عباس بن محمد بن یحییٰ مذکور اور ان میں سے ہے ابراہیم بن یحییٰ ابو اسحاق نحوی جو صاحب تصنیفات ہے اور اس کے متعلق حکایت ہوئی ہے کہ وہ ایک دن مامون کے دربار میں تھا اور اس کے پاس یحییٰ بن اکثم قاضی بھی تھا اور اس نے شراب پینے کا ارادہ کیا تو یحییٰ نے اس سے مزاح کرتے ہوئے کہا کہ کیا ہو گیا ہے معلمین کو کہ وہ لڑکوں سے لواطت کرتے ہیں پس ابراہیم نے سر اٹھا کر دیکھا تو مامون یحییٰ کو اس سے مزاح کرنے اور چھیڑنے پر ابھار رہا تھا تو ابراہیم کو غصہ آ گیا اور کہا کہ امیر المومنین اللہ کی ساری مخلوق میں سے اس چیز کو بہتر جانتے ہیں کیونکہ میرے باپ نے انہیں علم وادب کی تعلیم دی ہے پس مامون غصہ کی حالت میں دربار سے اٹھ گیا اور لہو ولعب کی چیزیں اٹھالی گئیں پس یحییٰ ابراہیم کی طرف متوجہ ہوا اور اس سے کہا کیا تجھے معلوم ہے کہ تجھ سے کیا سخت بات نکلی ہے میں سمجھتا ہوں اے آل یزید یہ کلمہ تمہاری تباہی کا سبب بن جائے گا ابراہیم کہتا ہے میرا نشہ ہرن ہو گیا اور میں نے مامون کو لکھا اذا انا المذنب میں گناہگار ہوں آخر اشعار تک جن میں اس نے اظہار ندامت کیا اور مامون کا جواب معافی کا آیا۔

اور یہاں ایک کلام ہے کہ جس کی صاحب روضات نے ابو عبداللہ محمد بن یحییٰ جس کا ذکر گزر چکا ہے اس کے حالات کے ضمن

میں وارد کیا ہے بعد اس کے کہ اس کا وہ شعر لکھا ہے جو معجم حروف کا جامع ہے کہتا ہے کہ یہ کوئی عجیب بات نہیں بلکہ بہت زیادہ تعجب تو اس بات پر ہے کہ جس میں اوّل کتاب طہارت میں شرح کبیر کے سارے نسخے متفق ہیں کہ جس میں لفظ طہور جو قرآن میں واقع ہے اس کے معنی طاہر و مطہر کی نسبت عظیم لغویوں کی ایک جماعت کی طرف دی گئی ہے کہ جنہیں سے ایک ترمذی ہے حالانکہ مراد اس سے یزیدی مذکور ہے اور علما جمہور کے نزدیک ترمذی صرف لقب ہے ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ کا جو مشہور صحاح ستہ کے مولفین میں سے ایک ہے جو شہر ترمذ میں ۲۷۹ھ میں فوت ہوا ہے انتہی۔

لیکن مخفی نہ رہے کہ ترمذی کا لقب کبھی کبھار محمد بن احمد بن نصر ترمذی فقیہ شافعی متوفی ۲۹۵ھ پر بھی بولا جاتا ہے اور کبھی کبھی محمد بن علی بن الحسین جو حکیم ترمذی کے لقب سے مشہور ہے پر بھی بولا جاتا ہے پس تراجم و حالات رجال کی کتب کو دیکھو۔

اور ۲۶۰ھ ہی میں حسنین بن اسحاق طبیب نے وفات پائی اور وہ وہی ہے جس نے کتاب اقلیدس کا عربی ترجمہ کیا اور اسے یونانی زبان سے عربی میں منتقل کیا اور جس کی چھان بین ثابت بن قرہ نے کی۔

اور ۲۶۱ھ میں طیفور بن عیسیٰ نے (جو ابویزید بسطامی کے لقب سے مشہور تھا) وفات پائی اور ابویزید بسطامی تو وہ شیخ دہر شدو مشہور صوفی ہے اور عرفاء کے کلمات میں ہے کہ ابویزید نے ریاضت کی اور ایک سوتیرہ مشائخ کی خدمت کی یہاں تک کہ ہمارے مولا و آقا جعفر بن محمد صادق علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا پس آپؑ کی خدمت میں اسے اپنا مقصود و ملا اور ایک جماعت کہتی ہے کہ وہ آپؑ کے گھر کا ماشکی تھا چونکہ یہ چیز حسب ظاہر بعید ہے کیونکہ دونوں کے زمانے الگ الگ ہیں اس لیے کہ ہمارے مولا صادق علیہ السلام کی وفات ۱۴۸ھ میں ہوئی ہے اور دونوں کے زمانہ کے درمیان ایک سوتیرہ سال کا فاصلہ ہے حالانکہ ابویزید کی عمر اسی سال سے زیادہ نہیں پس اس بات کی انہوں نے تاویل کی ہے اور بعض نے مولا صادق علیہ السلام کی جگہ ہمارے آقا علی بن موسیٰ رضا سلام اللہ علیہا کو رکھا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جناب امام ابوجعفر محمد بن علی جواد علیہ السلام تھے اور بعض نے اس اشکال سے چھٹکارا پانے کے لیے کہا ہے کہ اس نسبت و القاب کے اشخاص متعدد تھے اور یہ کہ ابویزید دو ہیں اکبر و اصغر اور ماشکی اکبر تھا واللہ العالم۔

اور ۲۶۱ھ میں ہی مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری مشہور صحیح اصح کتب ہے اور زیادہ صحیح مسلم کے مولف نے وفات پائی اور اس کی صحیح کے متعلق بعض علماء اہل سنت کہتے ہیں کہ آسمان کے سایہ کے نیچے علم حدیث میں مسلم سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں اور صاحب نواقض الروافض نے کہا ہے کہ اکثر علماء عرب کہتے ہیں کہ کتاب خدا کے بعد اصح الکتاب صحیح مسلم بن حجاج قشیری ہے اور ان کے علاوہ اکثر علماء کہتے ہیں کہ محمد بن اسماعیل بخاری کی صحیح اصح کتب ہے اور زیادہ صحیح یہی قول ہے اور جس حدیث پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہو جائے اس پر پوری امت کا اتفاق ہے اور یہی بات ہے کہ بہت سے محدثین کہتے ہیں کہ یہ روایت صحیح اور متفق علیہ ہے اس سے مراد ان کی مسلم و بخاری کا اتفاق ہونا ہے نہ کہ ساری امت کا اگرچہ اس کا لازمہ یہی ہے۔

یہاں تک کہ کہتا ہے اور اسلام میں یہ دونو کتب مصحف کریم اور قرآن عظیم کی دو ساتھی ہیں میں کہتا ہوں علماء اور محدثین کی یہاں بحث و گفتگو ہے جس کا ذکر مناسب مقام نہیں اور جو اس پر مطلع ہونا چاہیے وہ کتاب عبقات الانوار کی طرف رجوع کرے اور مسلم

کہتا ہے کہ میں نے یہ صحیح مسند تین لاکھ سنی ہوئی احادیث میں سے چن کر تصنیف کی ہے۔

عبدالقادر حنفی الجواہر المضیہ سے حکایت شدہ قول کے مطابق کہتا ہے کہ حافظ رشید عطار نے اک کتاب صحیح مسلم کی مقطوع السند احادیث کے بیان میں جمع کی ہے اور اس کا نام رکھا ہے الغرر الفوائد فی بیان ماوقع فی صحیح مسلم من الاحادیث المقطوعۃ اور حکایت ہے کہ مسلم نے جب اپنی صحیح تیار کر لی تو اس کو ابوزرعہ رازی کے سامنے پیش کیا تو اس نے اس کا انکار کیا اور اسے اچھا نہ سمجھا اور کہنے لگا تو نے اسے صحیح کا نام دیا ہے حالانکہ تو نے اسے اہل بدعت وغیرہ لوگوں کے لیے سیڑھی قرار دیا ہے۔

اور ۲۶۲ھ میں یعقوب بن لیث صفار بہت بڑا لشکر لے کر عراق کی طرف آیا اور دیر عاقول میں جو دجلہ کے کنارے واسط و بغداد کے درمیان ہے اتر پڑا معتمد نے اپنے بیٹے مفوض کو سامراء میں چھوڑا اور خود بہت زیادہ لشکر کے ساتھ یعقوب سے جنگ کرنے کے لیے باہر نکلا اور اس سے جنگ کی یہاں تک کہ یعقوب نے صفار کو شکست دی اور معتمد کے لشکر کو بہت سامال غنیمت ہاتھ لگا منقول ہے کہ دس ہزار گھوڑے ان کے انہیں غنیمت میں ملے اور یعقوب اصل میں تانبے کے برتن بنانے والا (ٹھٹھیرا) تھا اسی لیے اسے صفار کہتے ہیں رفتہ رفتہ اس نے لشکر تیار کر لیا اور خوارج کو قتل کرتا تھا یہاں تک کہ اس کا معاملہ آگے بڑھ گیا اور خراسان و بجستان اور دوسرے علاقے اس نے تسخیر کر لیے اور انہیں اپنے تصرف میں لے آیا اور جب اس کی حکومت طاقتور ہو گئی تو اس نے خلیفہ معتمد کے خلاف خروج کیا اور عراق آیا اور جنگ کی یہاں تک کہ اسے شکست ہوئی پھر دوبارہ وہ لشکر کی تیاری کرنے لگا اور خروج کا خیال رکھتا تھا کہ اجل نے اسے مہلت نہ دی اور قولنج کا مرض اسے لاحق ہو گیا اطباء نے حقنہ کا علاج تجویز کیا وہ اس نے قبول نہ کیا لہٰذا اسی بیماری میں انیس شوال ۲۶۵ھ میں مر گیا اس کے بعد اس کی جگہ اس کا بھائی عمرو بن لیث بیٹھا اور وہ خلیفہ کی طرف سے اطراف خراسان کا ولی تھا یہاں تک کہ اس نے ماوراء النہر کا علاقہ وہاں کے والی اسماعیل بن احمد کے ہاتھ سے چھیننے کے لیے ۲۸۷ھ میں اس سے جنگ کی آخر کار مغلوب ہو گیا اور انہوں نے اس کو قید کر لیا اور خلیفہ معتضد کے پاس بھیجا اور وہ معتضد کے پاس قید رہا یہاں تک کہ معتضد مر گیا اور مکتفی خلیفہ ہوا اور مکتفی خلیفہ ہوا اور مکتفی کی خلافت کے ایک دن بعد عمرو بن لیث بھی مر گیا اور عمرو ابتداء میں گدھے کرایہ پر دیتا تھا اور کہتے ہیں کہ اس کی تعمیرات میں سے شیراز کی مسجد جامع عتیق ہے کہ جس کو مسجد جمعہ کہتے ہیں کہ جسے ۲۸۱ھ میں اس نے تعمیر کیا تھا اخبار و انوادر اور شہرت کے ساتھ نسبت دیتے ہیں کہ یہ مسجد اولیاء سے خالی نہیں رہتی اور اخبار نوادر آل لیث کے آثار بہت ہیں۔

مسعودی نے کہا ہے کہ یعقوب صفار مرد سیاست دان تھا اور اس نے اس طرح لشکر کی تدبیر کی ہوئی تھی کہ جیسی سنی نہیں گئی منقول ہے کہ ایک دفعہ اس نے حکم دیا کہ جنگ کے لیے باہر نکلو اس کے لشکر نے یہ سنتے ہی فوراً اپنے گھوڑے چراگاہوں سے پکڑے اور سوار ہو کر دوڑ پڑے ایک شخص کے گھوڑے کے منہ میں گھاس تھی اس نے وہ گھاس اس کے منہ سے چھین لی اس خوف سے کہ اس کے گھاس چبانے جتنی دیر نہ ہو جائے اور فارسی زبان میں گھوڑے سے کہنے لگا کہ امیر المومنین نے گھوڑوں کو تازہ گھاس کھانے سے روک دیا ہے جب یعقوب کا منادی ہتھیار جنگ پہننے کی ندا دیتا تو تمام لشکر آنا فانا یکدم ہتھیار پہن لیتا۔

حکایت ہوئی کہ ایک شخص کو لوگوں نے دیکھا کہ ہتھیاروں کے نیچے اس نے لباس نہیں پہن رکھا تھا اس کا سبب انہوں نے

پوچھا تو وہ کہنے لگا کہ میں غسلِ جنابت میں مشغول تھا۔

کہ امیر کے منادی نے ندا دی کہ ہتھیار لگاؤ تو میں نے اس وجہ سے کہ امیر کے حکم میں میں نے تاخیر کی ہو لباس نہیں پہنا اور ہتھیاروں کے پہننے پر اکتفاء کیا ہے کہا گیا ہے کہ صفار کی قبر پر یہ اشعار لکھے ہوئے تھے۔

ملکت خراساناً واکناف فارس
وما کنت عن ملك العراق بآیس
سلام علی الدنیا وطیب نسیمها
کأن لم یکن یعقوب فیها بجالس

''میں خراسان اور اطراف فارس کا مالک تو ہو گیا تھا اور میں ملک عراق سے بھی مایوس نہیں تھا (لیکن اب) سلام ہے دنیا اور اس کی پاکیزہ خوشبو پر گویا یعقوب تو اس میں کبھی بیٹھا ہی نہیں۔''

اور ۲۶۴ھ میں موسیٰ بن بغا واسماعیل بن یحییٰ مزنی اور یونس بن عبدالاعلیٰ نے وفات پائی موسیٰ بن بغا ترک کی اور مہتدی اور معتمد کے امراء لشکر میں سے تھا اور یہ وہی شخص ہے کہ جس کے متعلق اہل قم نے حضرت امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں شکایت کی تو حضرتؑ نے انہیں اپنی دعائے قنوت میں یہ دعا پڑھنے کا حکم دیا الحمد لله شاکرا لنعمائه۔ الخ وہ مبسوط دعا ہے جو حضرتؑ قنوت میں پڑھا کرتے تھے اور مجع الدعوات اور بحار الانوار میں تحریر ہے اور ۲۶۵ھ میں مستعین نے اسے جزیرہ اقریطش کی طرف کسی جرم کی بنا پر جو اس سے صادر ہوا تھا شہر بدر کر دیا اور ابن خصیب دلیر اور خونریز شخص تھا منقول ہے کہ ایک دفعہ وہ سوار تھا کہ ایک شخص نے اس سے کسی ظلم کی شکایت کی تو اس نے پاؤں رکاب سے نکال کر اس طرح اس بیچارے کے دل پر مارا کہ وہ ہلاک ہو گیا۔

اور ماہ صفر ۲۶۷ھ میں موفق صاحب زنج سے جنگ کرنے کے لیے نکلا اور بصرہ میں اس سے جنگ کی یہاں تک کہ اس کو قتل کر دیا اور صاحب زنج کے تسلط وقہر وغلبہ کی مدت چودہ سال اور چار مہینے رہی اور اس قلیل عرصہ میں اس نے بہت سے لوگ قتل کیے اور وہ عورتوں اور بچوں تک پر رحم نہیں کرتا تھا اور انہیں بھی قتل کر دیتا تھا اور بہت سے گھروں کو تباہ و برباد کر کے انہیں جلا دیا اور لوگ اس کے مقتولین کے بارے میں دو قسم کے ہیں بعض بہت زیادہ بتاتے ہیں اور بعض بہت کم جو زیادہ کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ خدائے عالم الغیوب کے علاوہ ان اشخاص کی تعداد کوئی نہیں جانتا جو شہروں، قصبوں اور دیہاتوں کے صاحب زنج نے قتل کیے کیوں کہ کثرت میں وہ یہاں تک پہنچے ہوئے ہیں کہ ممکن نہیں انہیں شمار کیا جا سکے اور جو کم تعداد کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ پانچ لاکھ افراد کو اس نے برباد کیا اور ہر ایک گروہ کا کلام ظن و اندازے پر مبنی ہے۔

فقیر کہتا ہے میں نے جو یہ مقدار لکھی ہے یہ تاریخ سے نقل کیا ہے لیکن میں اس کی تصدیق نہیں کرتا بلکہ اس مقدار کا میں تصور بھی نہیں کرتا خلاصہ یہ کہ منقول ہے کہ ایک ہی واقعہ میں اس نے بصرہ میں تین لاکھ مرد قتل کر دیے اور اس کا فتنہ بصرہ کے لوگوں پر بہت سخت وعظیم تھا اور بصرہ کے لوگ سوائے چند افراد کے جو بچ گئے بعض قتل ہوئے اور بعض غرق ہو گئے اور بہت سے ان میں سے مخفی

دپوشیدہ ہوگئے اور رات کو باہر نکلتے اور کتے اور بلیاں پکڑ کر بھوک کے مارے انہیں کھاتے یہاں تک کہ کتے ۔ بلے اور چوہے انہوں نے ختم کردیئے پھر حالت یہ ہوئی کہ جب کوئی شخص ان میں سے مرجاتا تو اس کا گوشت آپس میں تقسیم کرلیتے اور اسے کھا جاتے اور اس طرح لوگوں پر معاملہ سخت ہوا منقول ہے کہ ایک عورت کو لوگوں نے دیکھا کہ وہ ایک سر ہاتھ میں لیے ہوئے گریہ وزاری کررہی ہے اس کا سبب انہوں نے پوچھا تو کہنے لگی کہ لوگ میری بہن کے گرد جمع ہوگئے کہ وہ جب مرجائے تو وہ اس کا گوشت کھائیں گے ابھی وہ مری نہیں تھی کہ اسے ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور اس کا گوشت بانٹ لیا اور مجھے اس میں سے سوائے سر کے کوئی حصہ انہوں نے نہیں دیا اور اس تقسیم میں انہوں نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔

مولف کہتا ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ نے اپنے اخبار غیبیہ میں بارہا صاحب زنج کے خروج اس کے بصرہ کے لوگوں کو قتل کرنے اور ان کے بھوکے رہنے اور باقی گرفتاریوں میں مبتلا رہنے کی طرف اشارہ کیا ہے اور نہج البلاغہ میں ہے کہ آپؑ نے فرمایا تاریک راتوں کے ٹکڑوں کی طرح ایسے فتنے ہوں گے کہ ان کے سامنے کوئی ٹھہر نہیں سکے گا یہاں تک فرمایا پس ویل وہلاکت ہے تیرے لیے اے بصرہ اس لشکر سے جو اللہ کے عذابوں سے میں ایک عذاب ہوگا نہ اس میں کوئی گرد وغبار ہوگا نہ حس وحرکت اور عنقریب تجھ میں رہنے والے سرخ موت اور غبار آلود کرنے والی بھوک میں مبتلا ہوں گے۔

اور ۲۷۰ھ میں احمد بن طولون نے مصر میں وفات پائی اس کی حکومت وولایت کی مدت سترہ سال تھی اور وہ معتز کی طرف سے مصر کا والی تھا بعد میں شام اور سرحدوں پر بھی اس کا قبضہ ہوگیا اور وہ جود وسخا میں مشہور اور زیادہ خونریزی میں معروف تھا اور اس نے جن لوگوں کے قتل کا حکم دیا یا جو اس کے قید خانے میں مرگئے وہ اٹھارہ ہزار افراد ذکر ہوئے ہیں طولون ترکی لفظ ہے اور یہ احمد کے باپ کا نام ہے اور کتاب الدرر المسلوک میں ہے کہ ابن طولون نے ایک کروڑ دینار اور چودہ ہزار غلام چھوڑے اور اس کی حکومت تقریباً چھبیس سال رہی اور وہ ہوشیار اور عقلمند تھا اس نے مشہور جامع مسجد تعمیر کروائی جو مصر اور قاہرہ کے درمیان سیدہ نفیسہ بنت حسین بن زید بن علی بن الحسین علیہ السلام کے مشہد کے قریب ہے اور وہاں آسیہ بنت مزاحم فرعون کی بیوی کی قبر بھی ہے اور رقیہ دختر امیر المومنین علیؑ بن ابی طالب آمنہ دختر حضرت باقر علیہ السلام اور فاطمہ دختر محمد بن اسماعیل بن جعفر صادق علیہ السلام کی قبریں ہیں اور ۲۷۱ھ میں بوران حسن بن سہل کی بیٹی مامون کی بیوی نے وفات پائی اور اس کی شادی مامون کے ساتھ ہوئی نہ خود مخارج جو اس کی شادی میں صرف ہوئے مشہور ہیں۔ اور ۲۷۳ھ میں ابن ماجہ قزوینی ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ نے جو مشہور کتاب سنن ابن ماجہ کا مولف ہے وفات پائی اور بعض اس کی کتاب کو صحاح ستہ میں شمار کرتے ہیں اور ۲۷۴ھ میں احمد بن محمد بن خالد بن عبدالرحمن بن محمد بن علی برقی صاحب تالیفات کثیرہ نے کہ جن میں سے ایک کتاب محاسن برقی ہے وفات پائی اور برقی کم کی نہر برقہ کی طرف منسوب ہے اور یہ شیخ جلیل ثقات علماء اور اصحاب امامیہ میں سے ہے اور چونکہ ضعفاء سے روایت اور مراسیل پر اعتماد کرتا ہے قمیوں نے اس پر طعن کیا ہے اور شیخ ثقہ ابوجعفر احمد بن محمد بن عیسیٰ قمی نے کہ جو بزرگ شیخ رئیس اور فقیہ قم تھے اس کو قم شہر سے نکال دیا لیکن اس کے بعد پھر اسے قم میں لے آئے اور اس سے عذر خواہی کی اور جب برقی کی وفات ہوئی تو احمد بن محمد بن عیسیٰ نے سر و پا برہنہ اس کی تشییع جنازہ کی اور برقی کے دادا

محمد بن علی کو یوسف بن عمر ثقفی والی عراق نے زید بن علی بن الحسینؑ کی شہادت کے بعد قتل کر دیا لہٰذا خالد اپنے باپ عبدالرحمن کے ساتھ عراق عرب سے بھاگ کر برقہ رود (نہر) قم میں آیا اور وہیں سکونت کر لی۔

اور ۲۷۵ھ سلیمان بن اشعث ابوداؤد سجستانی صاحب سنن نے بصرہ میں وفات پائی ابن خلقان کہتا ہے ابوداؤد کہا کرتا تھا کہ میں نے رسول خداؐ سے منسوب پانچ لاکھ احادیث لکھی ہیں ان میں سے جو میں انتخاب کی ہیں وہ اس کتاب (یعنی سنن) کے ضمن میں ہیں اس میں نے چار ہزار اور آٹھ سو احادیث جمع کی ہیں۔ اس میں صحیح اور جو اس کی مثل یا قریب قریب ہیں ذکر کی ہیں اور انسان کے دین و دیانت کے لیے کافی ہیں اور ان میں سے چار احادیث یہ ہیں ان میں ایک حضرت کا یہ ارشاد ہے کہ **انما الاعمال بالنیات** سوائے اس کے نہیں کہ اعمال کا (دارومدار) نیات کے ساتھ ہے دوسرا آپ کا ارشاد ہے من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ انسان کے اسلام کا حسن یہ ہے کہ جو چیزیں اسلام کے مقاصد میں داخل نہیں انہیں چھوڑ دے تیسرا آپ کا ارشاد ہے **لا یکون المومن مومنا حتیٰ یرضی لاخیہ مایرضاہ لنفسہ**۔ مومن اس وقت تک مومن نہیں ہوتا جب تک اپنے بھائی کے لیے وہ کچھ پسند نہ کرے جو اپنی ذات کے لیے پسند کرتا ہے اور چوتھا آپ کا اشاد ہے۔ **الحلال بین والحرام بین وبین ذلك امور مشتبھات** واضح حلال ہے اور واضح حرام ہے اور ان دونوں کے درمیان میں کچھ مشتبہ چیزیں (الحدیث بکمالہ)

اور ۲۷۶ھ میں عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ نحوی لغوی مرگ مفاجات میں وفات پا گیا اور ابن قتیبہ مشاہیر میں سے صاحب تالیفات ہے اور ایک مدت تک شہر دینور میں جو بلاد جبل میں سے ہے اور کرمانشاہاں سے قریب ہے قاضی رہا اور ۲۷۸ھ میں موفق باللہ ابواحمد طلحہ بن متوکل معتمد کے بھائی اور اس کے ولی عہد نے وفات پائی اور موفق وہی ہے کہ زبیر بن بکار نے کتاب موفقیات جس کے نام سے لکھی ہے اور خطبہ میں اسے دو القاب سے ملقب کیا جاتا تھا **اللھم اصلح الامیر الناصر لدین اللہ ابا احمد طلحہ الموفق باللہ وولی عھد المسلمین واخا امیر المومنین ولقب بالناصر حین فرغ من امر محمد بن علی صاحب الذنج**۔ خدایا امیر ناصر الدین اللہ ابو احمد طلحہ موفق باللہ مسلمانوں کے ولی عہد امیر المومنین کے بھائی کی اصلاح فرما اور وہ ناصر کے لقب سے تب ملقب ہوا جب محمد بن علی صاحب زنج کے معاملہ سے فارغ ہوا۔

اور ۲۷۹ھ میں محمد عیسیٰ ترمذی بخاری کے شاگرد اور حفظ حدیث میں مشہور شخص نے وفات پائی اور معتمد کے زمانہ میں آل ابوطالب میں سے ایک جماعت نے خروج کیا اور وہ قتل ہوئے جن میں سے احمد بن محمد بن عبداللہ بن ابراہیم بن اسماعیل طباطبا ہے کہ جس کی والدہ عثمان بن حنیف بصرہ میں حضرت امیر المومنین کے عامل کی اولاد میں سے ہے احمد بن طولون نے احمد بن محمد کو قتل کیا اور اس کا سر معتمد کے پاس بھیجا۔ اور ایک احمد بن محمد بن جعفر بن حسن بن عمر بن علی بن الحسین علیہ السلام ہے کہ جس کو اس کے والد کے ساتھ محمد بن میکال نیشاپور لے گیا اور دونوں نے وہاں وفات پائی البتہ اس کے باپ نے اس سے پہلے وفات پائی۔

اور ایک عبداللہ بن علی بن عیسیٰ بن یحییٰ بن حسین بن زید ہے جو طواحین میں اس جنگ میں جو احمد بن موفق اور کمار یہ بن احمد کے درمیان ہوئی مارا گیا تھا اور ایک علی بن ابراہیم بن علی بن عبداللہ بن علی بن الحسین علیہ السلام ہے کہ جو سر من رای میں جعفر بن متوکل

کے گھر کے دروازہ پر مارا گیا اور اس کے قاتل کی خبر نہ ہوئی اور ایک محمد بن احمد علوی ہے کہ جسے عبدالعزیز دلف نے آبہ بستی میں جو قم کی ایک بستی ہے قتل کر دیا اور ایک حمزہ بن حسین جعفری ہے کہ جس کو صلاب ترکی نے قتل کیا اور اس کا مثلہ (ناک، کان وغیرہ کاٹ لینا) کیا اور ایک حمزہ بن عیسیٰ بن محمد بن قاسم بن حسن بن زید بن حسن ہے کہ جسے صفار اور حسن بن زید کے واقعہ میں طبرستان میں قتل کیا گیا اور اسی واقعہ میں محمد و ابراہیم حسن بن علی بن عبیداللہ بن حسین علی بن حسین علیہ السلام کے بیٹوں کو اور حسن بن محمد بن زید بن عیسیٰ بن زید بن حسن کو اور اسماعیل بن عبداللہ جعفری کو بھی قتل کیا گیا اور محمد بن حسین بن محمد بن عبدالرحمن بن قاسم بن حسن بن زید سر من رای کے قید خانہ میں وفات پا گیا۔

اور موسیٰ بن محمد بن سلیمان بن داؤد بن حسن بن حسن نے معتمد کے زمانہ میں وفات پائی اور وہ معتز کے زمانہ میں مصر سے آیا تھا اور سعید حاجب نے علی بن محمد بن احمد ان عیسیٰ بن زید بن علی بن الحسین علیہ السلام کو اس کے دونوں بیٹوں احمد و علی کے ساتھ گرفتار کیا اور قید کر دیا علی بن محمد احمد کے ساتھ زندان میں وفات پا گیا البتہ علی بن علی (محمد رہا ہو گیا)۔

اور ایک روایت ہے حسین بن ابراہیم بن علی بن عبدالرحمن بن قاسم بن حسن بن زید بن حسن کہ جسے صفار نے گرفتار کر کے قید کر دیا اور جب صفار نے نیشاپور پر فتح و غلبہ حاصل کیا تو حسین کو طبرستان کی طرف لے گیا اور وہ راستہ میں مر گیا۔ اور ایک محمد بن عبداللہ بن زید بن عبداللہ بن حسن زید بن حسنؑ ہے کہ جس نے یعقوب صفار کی قید میں نیشاپور میں وفات پائی اور صفار نے اس کو طبرستان سے قید کیا تھا اور معتمد کے زمانہ میں بہت سے واقعات حوادث اور فتنوں نے رخ کیا اور معتمد نے اپنے زمانہ میں لذات ولہو ولعب کو اختیار کر رکھا تھا اور رفتہ رفتہ اس کا بھائی ابو احمد موفق اس کی سلطنت کے امور کا مدبر ہو گیا یہاں تک کہ تمام امور اس کے قبضہ میں ہو گئے اور معتمد کا کوئی تصرف اور حکم باقی نہ رہا اور برائے نام خلافت کے علاوہ اس کے پاس کچھ نہیں تھا اور جب موفق مر گیا تو اس کے بیٹے احمد معتضد نے اس کی جگہ لے لی اور اس پر مستقر ہو گیا (اور اپنے چچا معتمد پر غلبہ حاصل کیا اور اس کو اپنے باپ کی طرح مقہور و مجبور کر دیا اور معتمد نے خود اپنی مقہوریت و مغلوبیت کی ان دو اشعار میں تصویر کشی کی ہے۔

لیس من العجائب ان مثلی
یری ماقل ممتنعا علیہ!
وتوخذ باسمہ الدنیا جمیعا
وما من ذاک شئی فی یدیہ

''کیا یہ عجائبات میں سے نہیں کہ میرے جیسا شخص دیکھتا ہے ان چیزوں کو جو اس پر ممنوع نہیں تھیں اور ساری دنیا اس کے نام سے لی جاتی ہے لیکن اس کے ہاتھ میں اس میں سے کچھ بھی نہیں۔

اور مسلسل معتمد کا معاملہ اسی طرح گزر رہا تھا یہاں تک کہ اس نے اٹھارہ رجب ۲۷۹ھ میں وفات پائی اور کہا گیا ہے کہ اس کی شراب میں زہر ملا دی گئی تھی اور اس کی سلطنت کے زمانہ میں تیئیس سال طول کھینچا اور اسی سال محمد بن عیسیٰ بن سورہ ترمذی صحیح ترمذی

کے مولف نے وفات پائی۔

معتضد باللہ احمد بن طلحہ کی خلافت کے زمانہ کا ذکر

احمد بن طلحہ بن متوکل جس کا لقب معتضد ہے اپنے چچا معتمد کی وفات کے دن تخت خلافت پر متمکن ہوا اور یہ اٹھارہ رجب ۲۷۹ھ میں ہوا اور اس کے زمانہ میں فتنوں میں سکون آ گیا اور جنگیں برطرف ہوئیں اور اجناس و نرخ ارزاں ہو گئے مشرق و مغرب کے علاقے اس کے لیے فتح ہو گئے بہت سے مال اس کے خزانہ میں جمع ہوئے اور معتضد بخیل، شوم، بے رحم، خونریز اور سفاک شخص تھا اور مثلہ کرنے اور قسم قسم کے عذاب و سزائیں دینے میں اس کو بہت رغبت تھی اس نے لوگوں کو اذیت و تکلیف پہنچانے کے (مطامیر) قید خانے بنا رکھے تھے۔

منقول ہے کہ جب اپنے غلاموں میں سے کسی پر ناراض ہوتا تو حکم دیتا کہ زمین میں ایک گڑھا کھودا جائے اور اس کا اوپر والا نصف حصہ گڑھے میں کر دیتے پھر اس میں مٹی ڈالتے اور پھر اس کو دیتے تا کہ (اس کی روح اس کی دُبر سے نکلے اور منجملہ اس خبیث کی سزاؤں کے یہ تھی کہ جس پر غضبناک ہوتا حکم کرتا کہ اس کے بدن کے سوراخوں میں مکمل روئی بھر دی جائے پھر اس کی مقعد پر پھونکنی رکھ دیتے اور اس میں ہوا پھونکتے یہاں تک کہ اس کے بدن میں ہوا پیدا ہو جاتی اور اس کا شکم بڑھ جاتا پھر اس کی دُبر کا سوراخ بھی روئی سے پورے طور پر بند کر دیتے اور وہ دو رگیں جو اس کی بھنوؤں کے اوپر میں ان کی فصد کھول دیتے تو وہ بیچارہ اونٹ کی طرح بڑا ہو جاتا اور اس کی جان اس کے بھنوؤں سے بتدریج نکلتی رہتی اور زیادہ رغبت اور میلان معتضد کا عورتوں سے جماع کرنے اور تعمیرات کی طرف تھا اور منقول ہے کہ اس نے ثریا نامی قصر بنایا اور چار لاکھ دینار اس پر خرچ کئے اور اس قصر کا طول تین فرسخ تھا اور معتضد کا غلام خاص بدر نامی تھا جو مکتفی باللہ کے زمانہ میں مارا گیا اور اس کا وزیر عبیداللہ بن سلیمان تھا اور اس کی موت کے بعد قاسم بن عبیداللہ اس کا وزیر ہوا اور اس کی خلافت کے زمانہ ۲۸۶ھ میں محمد بن قاسم نے جو ابوالعیناء اسی آدمیوں کے ساتھ بڑی کشتی میں بیٹھ کر بغداد سے بصرہ کی طرف جا رہا تھا تو وہ کشتی غرق ہو گئی اور اسی آدمی سارے کے سارے ہلاک ہو گئے سوائے ابوالعیناء کے کہ اس نے کشتی کے ایک تختہ سے اپنے کو چمٹا لیا تھا اور وہ بچ گیا حالانکہ وہ نابینا تھا اور جب بصرہ میں پہنچ گیا تب اس کی وفات ہوئی اور ابوالعیناء خوش مزاج ظریف الطبع بلا کا حافظہ رکھنے والا ادیب، فصیح زبان اور شیریں بیان تھا اس کی نادر حکایات اور گفتگو متوکل اور دوسرے خلفاء کے دربار کی مشہور ہیں حکایت ہوئی ہے کہ ایک دن اس نے چاہا کہ وہ صاعد بن مخلد وزیر کے پاس جائے دربان نے کہا وزیر اس وقت مصروف ہے تھوڑی دیر رک جاؤ جب وقت کافی گزر گیا تو ابوالعیناء نے دربان سے پوچھا کہ وزیر کس چیز میں مشغول ہے وہ کہنے لگا نماز پڑھنے میں ابوالعیناء کہنے لگا تو سچ کہتا ہے۔ لکل جدید لذۃ یعنی ہر نئی چیز میں لذت ہوتی ہے اور صاعد اس سے پہلے نصرانی تھا۔

اور یہ بھی حکایت ہوئی ہے کہ یہ ایک دن متوکل کے دربار میں گیا اور متوکل اس قصر میں تھا کہ جو جعفری کے نام سے مشہور تھا

تو متوکل نے کہا کہ تم ہمارے اس گھر کے متعلق کیا کہتے ہو کہنے لگا کہ لوگوں نے دنیا میں گھر بنائے ہیں اور آپ نے دنیا اپنے گھر میں بنائی ہے تو متوکل نے اس کی بات کو عمدہ کہا میں کہتا ہوں اور اس سے ہی لیا ہے جس نے اس گھر کے متعلق کہا جسے صاحب ابن عباد نے اصفہان میں بنایا تو نے گھر بنایا ہے اپنی دنیا میں یا اپنی دنیا بنائی ہے گھر میں اور لوگوں نے اس مکان کی مدح میں بہت اشعار کہے ہیں جیسا کہ عبدالملک ثعالبی نے کتاب ''تیمیۃ الدھر فی شعراء اھل العصر'' میں ان کے اشعار کو نقل کیا ہے۔

اور ۸۳ھ میں ابراہیم بن محمد ثقفی نے وفات پائی اور یہ شیخ جلیل سعید بن مسعود مختار بن ابی عبیدہ بن مسعود کے چچا کی اولاد میں سے ہے کہ جسے امیر المومنین نے مدائن کا والی بنایا تھا اور امام حسنؑ کے زمانہ میں بھی والی تھا اور حضرت امام حسنؑ بعد اس کے جراح بن سنان نے مظلم ساباط مدائن میں آپ کو زخم لگایا سعید کے ہاں وارد ہوئے اور وہ جراح لے کر آیا اور آنجنابؑ کے زخم کے علاج میں مشغول ہوا خلاصہ یہ کہ ابراہیم پہلے زیدی مذہب تھا اس کے بعد امامیہ مذہب میں منتقل ہوا اور اصل میں کوفہ کا رہنے والا تھا لیکن اصفہان کی طرف منتقل ہو گیا۔

اور اس کا سبب یہ ہوا جب اس نے کتاب معرفت تالیف کی جو مناقب آئمہ اطہار اور ان کے دشمنوں کے مثالب اور مطاعن پر مشتمل تھی تو اہل کوفہ نے اس کی تالیف کو عظیم سمجھا کیونکہ اس کتاب کی وضع تقیہ کے خلاف تھی تو انہوں نے اس سے کہا کہ یہ کتاب لوگوں کے سامنے نقل نہ کرو اور باہر نہ نکالو وہ کہنے لگا کہ کونسا شہر شیعوں سے دور ہے اور اس میں تھوڑے شیعہ ہیں انہوں بتایا کہ اصفہان تو اس نے قسم کھائی کہ اس کتاب کو نقل نہیں کرے گا اور اس کی روایت نہیں کرے گا مگر اصفہان میں پس کوفہ سے شہر اصفہان کی طرف منتقل ہو گیا اور وہ کتاب جو تقیہ کے خلاف تھی اصفہان میں روایت کی قمیین کی ایک جماعت مثلاً احمد بن محمد بن خالد وغیرہ اصفہان گئے اور اس سے خواہش کی کہ وہ اس کی طرف منتقل ہو جائے شیخ نے قبول نہ کیا اور اصفہان میں اقامت اختیار کی اور اس کی بہت سی تالیفات ہیں۔

مولف کہتا ہے کہ یہاں سے معلوم ہوا کہ اہل اصفہان اس زمانہ میں امامیہ نہیں تھے بلکہ دوسرے واقعات سے معلوم ہوا ہے کہ وہ ناصبیت اور عناد کے طریقہ پر تھے پس وہ احادیث جو اہل اصفہان کی مذمت میں وارد ہوئی ہیں۔ وہ انہیں سابق کے زمانوں پر محمول ہیں مثلاً حدیث نبویؐ ہے مااحسن او ماافلح اصفھانی ابدا اصفہانی کبھی اچھا یا فلاح ونجات نہ پائے گا اور نیز حدیث مرتضوی جو خرائج راوندی وغیرہ سے منقول ہے کہ جسے عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں وہ کہتا ہے کہ میں مسجد رسولؐ میں امیر المومنینؑ کے پاس بیٹھا تھا میں نے دیکھا کہ ایک شخص نے ندا کی کہ کون ہے جو مجھے ایسے عالم کی طرف رہبری کرے کہ جس سے علم اخذ کروں میں نے اس کو پکار کر کہا اے شخص مگر تو نے نہیں سنا کہ رسولؐ خدا نے فرمایا انا مدینۃ العلم وعلی بابھا میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے وہ کہنے لگا کیوں نہیں تو میں نے کہا کہ پھر کس کی تلاش میں پھر رہے ہو یہ امیر المومنین شہر علم کے دروازہ ہیں ان سے علم اخذ کر وہ شخص آیا اور حضرت کے پاس بیٹھ گیا حضرتؑ نے فرمایا تو کہاں کا رہنے والا ہے کہنے لگا میں اہل اصفہان ہوں فرمایا لکھو کہ علی بن ابی طالبؑ نے لکھوایا کہ اہل اصفہان میں پانچ خصلتیں نہیں ہوتیں سخاوت وشجاعت وامانت (وفاخ ل) وغیرت ومحبت اہل بیتؑ اس

نے عرض کیا اور بھی کچھ فرمایئے حضرتؑ نے اصفہان کی قدیم زبان میں فرمایا اردت این وس یعنی آج یہی کافی ہے اور جو اس قسم کی احادیث ہیں تو یہ سب انہیں زمانوں کے ساتھ مخصوص ہیں ورنہ آخری زمانوں سے لے کر ہمارے زمانہ تک تو شہر اصفہان اسلام کا قبہ اور گنبد ہے اور اہل ایمان کی منزل مقصود ہے اور ہمیشہ مرکز علم و علماء رہا ہے اور اس شہر میں بہت سے عظیم ترین علماء کی اتنی قبور شریفہ ہیں کہ جن کو شمار نہیں کیا جاسکتا ہے اور اس میں ایک مسجد ہے جو لسان الارض (زمین کی زبان) کے نام سے مشہور ہے جو مزار تخت فولاد مشرق کی طرف ہے فاضل ہندیؒ کی قبر کے پاس کہ جس کے متعلق وہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ یہاں کی زمین نے امام حسن مجتبیٰ سے گفتگو کی جس وقت حضرت عمر بن خطاب کے زمانہ میں لشکر اسلام کے ساتھ اس مکان میں تشریف لائے تھے اسی لیے اس کو لسان الارض کہتے ہیں اور حضرتؑ نے وہاں نماز پڑھی اور اس مسجد کے قبلہ کی جانب ایک قبر ہے جو شعیاء پیغمبر کی قبر مشہور ہے جو یہودیوں کے ایک گروہ پر مبعوث ہوئے جو اس شہر میں رہتے تھے اور اصفہان کے خصوصیات میں سے شمار کرتے ہیں کہ وہاں کے لوگ وباء شدید اور طاعون کی بیماری میں کم مبتلا ہوتے ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ جب سے یہ شہر آباد ہوا ہے وہاں طاعون کی بیماری نہیں آئی اور اس کے خصوصیات میں سے منار جینان جو کاروان بسی میں ہے کہ جو اصل شہر کے نزدیک ہے اور ان دو مناروں کے اصل طاق اور سیڑھی کے ساتھ حرکت کرنے کی حکایت جب انسان اس کو حرکت دے مشہور ہے اور ثقات کی ایک جماعت نے اسے دیکھا ہے کہ جن میں سے صاحب روضات الجنات اور انہوں نے اپنی کتاب میں لکھا ہے اور اس کا راز ابھی تک معلوم نہیں ہوا اور یہ بھی اصفہان کے خصائص میں سے کہا گیا ہے کہ سلمان فارسیؓ اصفہان کے گرد و نواح کی ایک تحصیل کے رہنے والے ہیں اور دوسرا کسی بادشاہ کا اس میں نہ مرنا جس طرح کہ بغداد کے متعلق کہا گیا ہے اس کے علاوہ اور بھی خصوصیات ہیں اور کہا گیا ہے اسکندر ذوالقرنین کے تعمیر شدہ شہروں میں سے ہے اور اس کی وجہ تسمیہ میں مختلف گفتگو کی گئی ہے کہ جس کا ذکر یہاں مناسب نہیں ہے واللہ العالم۔

اور ۲۸۳ھ میں ہی علی بن علی بن رزین خزاعی مشہور شاعر دعبل کے بھائی کی وفات ہوئی اور اس کی عمر ایک سو گیارہ سال تھی اور اسی سال معتضد تکریت میں وارد ہوا اور حسن بن حمدان کو ہارون شاری سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا اور حسن و ہارون کے درمیان سخت جنگ ہوئی یہاں تک کہ ہارون کو اس کے بھائی کے ساتھ قید کر لیا اور معتضد کے پاس لے آئے معتضد بغداد کی طرف واپس ہوا بغداد کے گلی کوچے اس کے لیے مزین کیے گئے اور اس کے لیے قبے بنائے گئے اس نے حسن بن حمدان کو بہترین خلعت طلائی طوق کے ساتھ پہنایا اسی طرح اس کے ساتھیوں کے جو سردار تھے انہیں خلعتیں پہنائیں اور جلالت و شان کے ساتھ انہیں شہر میں داخل کیا اور ہارون شاری کو ایک ہاتھی پر سوار کر رکھا تھا اور اس کے پیچھے اس کے بھائی کو ایک اونٹ پر سوار کیے ہوئے تھے اور عجیب و غریب کیفیت کے ساتھ انہیں بغداد میں وارد کیا بغداد کے لوگ نظارہ کے لیے جمع ہوئے اور دجلہ کے پل پر بہت سے لوگ تھے اچانک پل کی کرسی ٹوٹ گئی اور لوگ دریا کے پانی میں جا گرے اس دن جن کا علم ہو سکا وہ ایک ہزار افراد کے قریب تھے جو غرق ہونے والوں کے جنازے باہر نکالنے لگے اس دوران ایک بچے کو لباس فاخرہ اور قیمتی کے ساتھ باہر نکال لائے جس کے ساتھ جواہر اور سونے کے بہت سے زیور تھے جب اس بچے کو باہر لے آئے تو دیکھنے والوں میں ایک بوڑھا شخص تھا جب اس کی نگاہ اس بچے پر پڑی تو وہ منہ

پیٹنے اور چیخ و پکار کرنے لگا کہ یہ بچہ میرا ہے جو غرق ہوا ہے اور وہ کہتا تھا کہ اے آنکھوں کی روشنی کس طرح تجھے مچھلیاں نہیں کھا گئیں اور اس قسم کی باتیں کہیں اور وہ آیا اور اس نے بچے کا جنازہ اٹھایا اور گدھے پر رکھ کر لے گیا تھوڑی سی دیر میں ایک تاجر اور مالدار شخص آیا اور اس نے اس بچہ کی تحقیق کی اور بیان کیا کہ وہ بچہ تو میرا ہے اور میرا مقصد اس کے زیورات و جواہر نہیں بلکہ اس کو کفن و دفن کرنا ہے لوگوں نے اس بوڑھے کا واقعہ اس سے بیان کیا ہے اس نے بہت تعجب کیا اور جو تاجروں کا گروہ اس کے ساتھ تھا وہ مبہوت و حیران ہو گئے اور اس بوڑھے کی تلاش کے درپے ہوئے جتنا اس کو تلاش کیا وہ نہ مل سکا جو عیار پل پر رہتے تھے کہنے لگے یہ بوڑھا عیار و مکار ہے ہم اس کو پہچانتے ہیں اب اس کو نہیں دیکھ سکو گے اور اس سے مایوس ہو جاؤ اس کے بعد وہ اس کی عیاری و مکاری کے واقعات سنانے لگے وہ کہنے لگے اس کے کارناموں میں سے یہ ہے کہ ایک دفعہ یہ بوڑھا پرانے کپڑے پہن کر صبح سویرے خالی گھڑا کندھے پر رکھے کدال اور ٹوکری لیے ہوئے ایک بزرگ و نیک و عادل شخص کے دروازے پر گیا جو شہر کا رئیس تھا اور اس نے وہ دکانیں خراب کرنا شروع کیں جو اس کے گھر کے دروازے پر تھیں اس بزرگ نے جب کدال کی آواز سنی تو باہر آیا دیکھا کہ ایک شخص خراب کرنے پر لگا ہوا ہے اور اینٹیں نکال کر ایک طرف جوڑ رہا ہے اور اپنے کام میں بڑے اطمینان سے مشغول ہے اس کو کہا کہ اے بوڑھے یہ کیا کر رہا ہے اس نے کوئی جواب نہ دیا اور جو کچھ اس بزرگ نے اس سے کہا اس نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی اور خراب کرنے میں لگا رہا ہے ہمسائے کے لوگ جمع ہو گئے جتنا انہوں نے خراب کرنے کا سبب پوچھا وہ جواب نہیں دیتا تھا۔ بالآخر انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا وہ بوڑھا کہنے لگا اے لوگو مجھ سے کیا چاہتے ہو تمہیں شرم و حیا نہیں آتی کہ میرے جیسے بوڑھے آدمی سے ٹھٹھا مخول کرتے ہو وہ کہنے لگے یہ کونسا ٹھٹھا مخول ہے تجھ پر وائے و ہلاک ہو کس نے تجھے کہا ہے کہ اس جگہ کو خراب کر کہنے لگا مالک مکان نے مجھے کہا ہے وہ کہنے لگے مالک مکان تو یہ نیک و عادل شخص ہے اس نے کب تجھ سے کہا ہے وہ کہنے لگا مالک مکان دوسرا شخص ہے خدا کی قسم یہ نہیں ہے لوگوں نے جب یہ دیکھا کہنے لگے یہ شخص دیوانہ و پاگل ہے یا کسی ایسے شخص نے جو اس عادل کی ریاست پر حسد کرتا ہے اسے دھوکہ دیا ہے اور اس کام پر اسے اکسایا ہے پس لوگ اس پر رحم کرنے لگے جب بوڑھے نے دیکھا کہ یہ مجھے خراب کرنے کا کام نہیں کرنے دیتے تو گھڑے کے پاس گیا اور اس کے اندر ہاتھ مارنے لگا اور یہ ظاہر کیا کہ میرے کپڑے اس گھڑے میں تھے وہ کہاں گئے اور چیخ و پکار اور رونا شروع کر دیا اس شخص عادل کو یقین ہو گیا کہ کوئی عیار اس کے کپڑے چوری کر کے لے گیا ہے اس سے پوچھنے لگے کہ تیرے کپڑے کس قسم کے تھے اس نے تشریح کی چند نئے کپڑے تھے جو میں نے ابھی خرید کئے تھے پس انہیں اس کی حالت پر رحم آیا اور اس شخص عادل نے اسے لباس پہنایا اور بہت سے درہم دیئے اور ہمسائیوں نے بھی بہت سے پیسے اسے دیئے وہ بوڑھا بہت سامان لے کر اپنے گھر واپس آ گیا اور یہی بوڑھا تھا کہ جس نے بختیشوع حکیم کو اس کے گھر سے اغواء کیا اور متوکل کے پاس لے آیا بچے کے باپ نے جب یہ باتیں سنیں تو وہ اپنے بچے سے مایوس ہو گیا مولف کہتا ہے کہ اس قسم کے مکر و حیلے ہر زمانہ میں بہت تھے ابن جوزی نے کتاب اذکیاء میں کچھ حکایات مکار لوگوں کی نقل کی ہیں اور حریری نے بھی مقامات میں کچھ مکاریاں ابوزید سروجی نامی شخص کی حارث بن ہمام سے نقل کی ہیں ۲۸۴ ھ میں ایک شخص مختلف شکلوں میں معتضد کے گھر میں ظاہر ہوتا تھا کبھی راہبوں کے لباس میں کبھی خوبصورت نوجوان کی شکل

میں اور کبھی تاجروں کے لباس میں کبھی سفید ریش بزرگ بن کر اور کبھی ننگی تلوار لیے ظاہر ہوتا اور خدم وحشم کو تلوار مارنے لگتا اور وہ مکان کی چھت سے ظاہر ہوتا اور یہ بات لوگوں میں منتشر ہو گئی اور لوگ اس کے بارے میں مختلف باتیں کرتے بعض کہتے کوئی سرکش شیطان ہے جو معتضد کو تکلیف دینا چاہتا ہے اور کچھ کہتے کہ کوئی مومن جن ہے جو معتضد کو بد کرداریوں اور خونریزی سے منع کرتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اس کے نوکروں میں سے کوئی شخص جو کسی مقصد برآری کیلئے یہ مکاریاں کرتا اور بعض خاص قسم کے عقاقیر اور جڑی بوٹیاں منہ میں رکھ کر شعبدہ بازی کرتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ معتضد بہت پریشان اور وحشت زدہ ہوا اور اس نے شعبدہ بازوں کو اکٹھا کیا اور اس کے معاملہ میں حیران وسرگردان ہو گیا اپنے خادموں اور کنیزوں میں سے کچھ کو غرق کر دیا اور کچھ قتل کر دیئے اور کچھ قید کر دیئے۔

اور ۲۸۴ھ ہی میں ابوالفرج اصفہانی پیدا ہوا اور بحتری طائی شاعر نے کہ جس کا نام ولید بن عبید ہے منبج میں وفات پائی اور منبج لفظ میں ب ہے نون اور رجیم کے درمیان جو ایک شہر ہے حلب اور فرات کے درمیان کہ جسے کسریٰ نے جب اس نے شام پر غلبہ وفتح پائی تعمیر کیا تھا اور منبج عبدالملک بن صالح عباسی کی جاگیر تھا اور وہ وہاں رہتا تھا۔

اور ۲۸۵ھ ستائیس ذلحجہ میں ابواسحاق ابراہیم بن (اسحاق حربی) محمد فقیہ ومحدث نے بغداد میں وفات پائی اور وہ اپنے زمانہ میں بغدادیوں کا شیخ تھا ظرافت طبع، عبادت، زہد سخاوت، حدیث وفقہ میں مشہور تھا دارقطنی نے کہا ہے وہ امام تھا کہ جسے زہد علم ورع میں احمد بن حنبل پر قیاس کیا جاتا تھا اور اس کی کئی تصانیف ہیں مثلاً غریب الحدیث ومناسک ومسند علی علیہ السلام اور دوسرے مسند اور حربی منسوب ہے حربیہ کی طرف جو ایک بہت بڑا محلہ ہے بشر حافی اور احمد بن حنبل کی قبر کے پاس جو کہ حوب بن عبداللہ منصور کے سپہ سالار کا تعمیر شدہ ہے مغلوں کے فتنہ وفساد میں وہ محلہ خراب ہو گیا اور اس سال کے آخر میں ابوالعباس محمد بن یزید نے (جو مبرو کے لقب سے مشہور عالم لغوی ونحوی وبصری تھا) وفات پائی اور بغداد کے باب الکوفہ کے قبرستان میں دفن ہوا اور ہمارے شیخ بہائی کے کشکول سے منقول ہے کہ مبرد جب کسی کو مہمان کرتا تو اس کے سامنے حضرت ابراہیم کی سخاوت کا ذکر کرتا اور جب کوئی اس کی مہمانی کرتا تو اس سے حضرت عیسیٰؑ کے زہد اور قناعت کی باتیں کرتا اور مبرد رمانی کا شاگرد ہے اور مبرد وثعلبی کے درمیان منافرت اور وحشت تھی۔

اور ۲۸۶ھ میں ابوالعباس محمد بن یونس کوفی محدث نے وفات پائی۔

اور ۲۸۷ھ میں داعی علوی جو طبرستان میں تھا دیلم وغیرہ سے بہت بڑا لشکر لے کر شہر جرجان کی طرف چل دیا اور اسماعیل بن احمد جس نے خراسان پر غلبہ کیا ہوا تھا مسودہ کا بہت بھاری لشکر داعی سے جنگ کے لیے بھیجا اور محمد بن ہارون کو سپہ سالار لشکر قرار دیا پس دونوں لشکروں نے گھمسان کی جنگ کی اور داعی کا لشکر غالب آ گیا محمد بن ہارون نے مکاری کی اور اپنے لشکر کو حکم دیا کہ بھاگ کھڑے ہو داعی کے لشکر نے اپنی صفیں توڑ دیں اور مال غنیمت لوٹنے لگے اور ان کے پیچھے لگ گئے اب مسودہ بھاگنے سے رک گئے اور داعی کے لشکر پر تلواریں لے کر ٹوٹ پڑے ان میں سے بہت سوں کو قتل کر دیا اور داعی کو کئی زخم لگے وہ انہیں زخموں سے مر گیا اور جرجان کے دروازے پر دفن ہوا داعی کے بیٹے زید بن محمد بن زید کو انہوں نے قید کر لیا ابوالفرج کہتا ہے کہ اس کو جرجان لے گئے وہ

ابھی تک جرجان میں مقیم ہے۔

منقول ہے کہ معتضد آل ابوطالب پر مہربان تھا اس کا سبب یہ تھا کہ جس زمانہ میں اسے اس کے باپ نے قید کر رکھا تھا تو حضرت امیر المومنینؑ کو اس نے خواب میں دیکھا اور آپؑ نے اس سے فرمایا اے احمد امر سلطنت و حکومت تجھ پر مستقر ہوگا جب تجھے حکومت مل جائے تو میری اولاد سے متعرض نہ ہونا اور معتضد نے بھی عرض کیا:

السمع والطاعۃ یا امیر المومنین اے امیر المومنین میں نے آپ کا ارشاد سنا اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کروں گا لہٰذا وہ اپنی حکومت کے زمانہ میں حضرتؑ کی اولاد سے معترض نہیں ہوتا تھا اور ان پر انعام و اکرام کرتا تھا، جب اس نے سنا کہ محمد بن زید داعی نے آل ابوطالب کے لیے کچھ بھیجا ہے کہ خفیہ طور پر ان میں تقسیم ہو تو مال لانے والے کو اس نے بلایا اور حکم دیا کہ علی الاعلان اور آشکارا ان پر مال تقسیم کرو کوئی شخص تم سے اور ان سے معترض نہیں ہوگا۔

مولف کہتا ہے کہ معتضد کے خواب کا واقعہ مسعودی وغیرہ نے نقل کیا اور حضرت امیرؑ کا ارشاد اپنے اخبار غیب میں کہ ان کا سولھواں ذمہ داریوں کو زیادہ پورا کرنے والا اور زیادہ صلہ رحمی کرنے والا ہوگا اس مطلب کی طرف اشارہ ہے۔

اور ۲۸۶ھ میں ابو سعید قرمطی نے بحرین میں خروج کیا اور اس کی شان و شوکت میں قوت پیدا ہوئی اور اس کے اور خلیفہ کے لشکر کے درمیان بہت سی جنگیں ہوئیں اس نے کئی دفعہ خلیفہ کے لشکر کو شکست دی اور بصرہ اور اس کے اطراف کو اس نے غارت کیا اور ابو سعید قرمطی کہتے تھے کیونکہ وہ چھوٹے قد کا مجتمع اعضاء و جوارح والا تھا گندمی رنگ کا بدشکل شخص تھا یہ لفظ قرمطہ سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے کچھ چیزوں کا دوسری چیزوں کے قریب ہونا کہا جاتا ہے یہ خط مقرمط ہے یعنی نزدیک نزدیک تحریر ہے یہ چلنا مقرمط ہے یعنی نزدیک نزدیک قدم رکھ کر چلنا ہے۔

ابو سعید مذکور ابو طاہر قرامطہ کے رئیس کا باپ ہے جو ہمیشہ شہروں میں فتنہ و فساد برپا کرتے تھے۔

اور ۳۱۷ھ میں حج کے لیے گئے اور حاجیوں کے مال لوٹ لئے لوگوں کو مسجد الحرام میں قتل کیا مارے جانے والوں کو چاہ زمزم میں پھینک دیا اور کعبہ کا دروازہ اور حجر الاسود اکھاڑ لیے کعبہ کے لباس لے کر آپس میں تقسیم کر لیے ان میں سے ایک شخص چاہتا تھا کہ خانہ کعبہ کا پرنالہ اکھاڑ لے وہ چھت سے گر کر مر گیا پھر انہوں نے مکہ کے گھروں کو لوٹا اور حجر الاسود ہجر شہر میں لے گئے امیر بغداد و عراق نے پچاس ہزار دینار دینے کہے کہ وہ حجر الاسود واپس کر دیں اور مکہ لے جائیں تو انہوں نے قبول نہ کیا اور بائیس سال تک ان کے پاس رہا یہاں تک کہ عبید اللہ مہدی نے (کہ جسے اسماعیل فرزند حضرت صادق علیہ السلام کی اولاد میں شمار کرتے ہیں کہ جس کی افریقہ میں حکومت تھی) ابو طاہر کو خط لکھا اور اس قبیح کام پر سرزنش و ملامت کی اور اس پر لعنت کی اور کہا تو نے ہمیں رسوا کیا ہے اور ہماری حکومت کو کفر و الحاد کی نسبت دلائی ہے فوراً حجر الاسود کو اس کی جگہ پر واپس پہنچا دے اور لوگوں کے مال و متاع انہیں واپس کر دے پس قرامطہ نے حجر الاسود کو اس کی جگہ پر واپس کیا اور مقتدر کے زمانہ کے تاریخی حالت میں بھی اس مطلب کی طرف اشارہ ہوگا۔

اور ۲۸۷ھ معتضد نے بہت بڑا لشکر قرامطہ سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا اور ان کا سپہ سالار عباس بن عمرو غنوی تھا اس لشکر

کی تعداد دس ہزار افراد شمار کرتے ہیں جب قرامطہ کے مقابلہ میں گئے تو قرامطہ نے سب کو قید کر لیا اور دوسرے دن قتل کر کے جلا دیا سوائے عباس کے کہ اسے رہا کر دیا وہ اکیلا معتضد کے پاس لوٹ گیا اور یہ واقعہ آخر شعبان میں بصرہ اور بحرین کے درمیان واقع ہوا۔

اور ۲۸۹ھ میں قرامطہ کی ایک جماعت کو کوفہ کے نزدیک پکڑ لیا گیا اور انہیں سولی پر لٹکایا گیا اور ان میں سے ایک شخص ابو الفوارس کے لقب سے مشہور تھا اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر بغداد کے پل پر اسے بھی سولی پر لٹکایا گیا جب اس کو سولی پر لٹکانے لگے تو وہ عوام سے کہنے لگا کہ جو اس کی سولی کے پاس جمع تھے اے لوگو میں چالیس دنوں کے بعد زندہ ہو جاؤں گا اور دنیا کی طرف لوٹ آؤں گا جب چالیس دن گزر گئے تو لوگ اس کی سولی کے پاس آئے تو دیکھا کہ ابھی تک اس کا بدن سولی پر لٹکا ہے بعض نے کہا کہ وہ جھوٹ بکتا تھا اور یہ اس کا بدن موجود ہے اور بعض کہتے کہ بادشاہ نے کسی اور شخص کو قتل کر کے اس کے جسم کو اس کی جگہ نصب کر دیا اور ان کے درمیان جھگڑا ہو گیا تو حکم ہوا کہ انہیں ایک دوسرے سے جدا کر کے متفرق کر دیا جائے۔

اور ۲۸۹ھ ماہ ربیع الثانی کی تیئیس تاریخ پیر کی رات کے چار گھنٹے گزرے تھے کہ معتضد قصر حسینی بغداد میں زہر کھا لینے کی وجہ سے مر گیا اس کی خلافت و حکومت کی مدت نو سال نو ماہ اور دو دن تھی اور اس کی عمر چالیس سال تھی اور ایک قول ہے چھیالیس سال تھی اور معتضد کو سفاح ثانی کہتے تھے کیونکہ اس نے بنی عباس کی حکومت کی تجدید کی بعد اس کے کہ وہ پرانی ہو چکی تھی کیونکہ متوکل کے زمانہ سے ان کی سلطنت رفتہ رفتہ کمزوری کی طرف مائل تھی اسی لئے تو ابن رومی اس کی مدح میں کہتا ہے۔

هنیا بنی العباس ان امامکم
امام الهدی والباس والجود احمد
کما بابی العباس انشاء ملککم !
کذا بابی العباس ایضاً یجدد!

خوشگواری ہو تمہارے لیے اے بنی عباس کہ تمہارا امام و قائد ہدایت، بہادری اور سخاوت والا امام احمد ہے جس طرح ابوالعباس (سفاح) سے تمہارے ملک کی ابتداء ہوئی اسی طرح ابوالعباس (معتضد) سے تمہارے ملک کی تجدید بھی ہوئی۔

مکتفی باللہ علی بن معتضد کی خلافت کے زمانہ کا ذکر!

معتضد کی وفات کے دن اس کا بیٹا مکتفی باللہ علی بن احمد مقام رقہ میں تھا قاسم بن عبید اللہ وزیر نے لوگوں سے اس کی بیعت لی یہاں تک کہ ایک مہینہ گذرنے کے بعد مکتفی بغداد میں آیا اور قصر حسنی میں بیٹھا اور مسلمانوں کے پہلے خلیفہ ابوبکر سے لے کر مکتفی کے زمانہ تک کوئی ایسا خلیفہ نہیں کہ جس کا نام علی ہوتا سوائے خلیفۃ اللہ الاعظم حضرت امیر المومنین صلوات اللہ علیہ و علی اولادہ کے جب مکتفی بغداد میں پہنچا تو حکم دیا کہ جو قید خانے معتضد نے لوگوں کو عذاب کرنے کے لیے بنا رکھے تھے انہیں خراب کیا جائے اور وہ جگہیں ان

کے مالکوں کو واپس کی جائیں کیونکہ وہ جگہیں معتضد نے غصب کی تھیں اور حکم دیا کہ قیدیوں کو رہا کردو اور ان میں بہت سامال تقسیم کیا اس بناء پر رعیت کے دل اس کی طرف مائل ہوئے اور اس کی حکومت کے دعا گو ہوئے لیکن حکومت کے آخری زمانہ میں اس کی حالت برعکس ہوگئی اس نے ایک محل وقصر شامیہ کی طرف بنانا چاہا تو وہاں کی زمین مالکوں سے غصب کر کے وہاں قصر بنایا لوگوں نے اس پر نفرین کی اور اس کی حکومت ختم ہوگئی اور ابھی قصر مکمل نہیں ہوا تھا کہ داعی موت کو لبیک کہی سعدی شیرازی نے کیا خوب کہا ہے۔

بسی برنیاید کہ بنیاد خود!
بکند آنکہ بنہاد بنیاد بد!
خرابی کند مرد شمشیر زن
نہ۔ چند انکہ آہ دل پیرہ زن
چراغے کہ بیوہ زنے برفروخت
بسی دیدہ باشی کہ شہرے بسوخت

سلطان محمد غزنوی سے منقول ہے کہ وہ کہا کرتا تھا کہ میں شیر مردوں کے نیزے سے اتنا نہیں ڈرتا جتنا بوڑھی عورتوں کے چرخہ کے تکلے سے ڈرتا ہوں۔

خلاصہ یہ کہ مکتفی بخیل اور کنجوس انسان تھا اس نے بہت سامال جمع کررکھا تھا اس کی خلافت کے زمانہ میں جمعہ کے دن ماہ رمضان کی چھ تاریخ ۲۸۹ ھ میں نماز کی حالت میں بدر مارا گیا اور بدر معتضد باللہ کے مخصوص لوگوں میں سے تھا اور کوئی شخص معتضد کے نزدیک بدر کے مقام ومرتبہ کا نہیں تھا لوگ اس کی مدح معتضد کی مدح کے ساتھ ملا کر کرتے تھے اور اپنی حاجات اسی کی وساطت سے طلب کرتے تھے جب بدر مارا گیا تو اس کا سر مکتفی کے پاس لے جا کر رکھ دیا گیا مکتفی بدر کا سر دیکھ کر بہت خوش ہوا اور سجدہ شکر بجالایا اور کہنے لگا آج میں نے زندگی کا ذائقہ اور خلافت کی لذت چکھی ہے اور اسی سال قرمطی نے شام میں خروج کیا۔

اور ۲۹۰ ھ میں عبداللہ بن احمد بن حنبل نے وفات پائی اور ۲۹۰ ھ ہی کے حدود میں ابوالحسن علی بن عباس بغدادی نے جو ابن رومی شاعر کے نام سے مشہور تھا وفات پائی اور اس کی وفات کا سبب وہ زہر ہے جو قاسم بن عبیداللہ وزیر نے اسے اس کی ہجو و بدگوئی کے خوف سے دیا تھا جب ابن رومی نے زہر محسوس کیا تو وزیر کی مجلس سے اٹھ کھڑا ہو وزیر کہنے لگا کہاں جا رہے ہو اس نے کہا جہاں تو نے بھیجا ہے وزیر نے کہا میرا اسلام میرے باپ کو پہنچا دینا اس نے کہا کہ میں نے جہنم کے راستہ سے نہیں جانا تا کہ اسے دیکھ سکوں۔

حکایت ہے کہ ابن رومی بہت سخت بدشگونی کرتا تھا اس طرح کہ وہ دروازے بند رکھتا تھا اور کسی کے سامنے بدشگونی کے خوف سے نہیں جاتا تھا اس کے بعض ساتھیوں نے کسی خوشی کے دن چاہا کہ وہ حاضر ہو پس انہوں نے اس کے پاس ایک غلام صاف ستھرے لباس میں خوشبو لگائے ہوئے جو خوبصورت بھی تھا بھیجا پس وہ لڑکا اس کے ہاں گیا دروازہ کھٹکھٹایا تو ابن رومی دروازہ کے باہر آیا اور لڑکا اسے بھلا معلوم ہوا پھر اس نے اس سے پوچھا تیرا نام کیا ہے اس نے کہا کہ اقبال کہنے لگا اس کا الٹ لابقا (البتہ بھاگ جانے

والا) ہے اندر جا کے دروازہ بند کرلیا اور ابن رومی اخفش صغیر کی بہت ہجو و بدگوئی کرتا تھا کیونکہ اخفش بہت زیادہ خوش طبع اور مزاح تھا ہر ایک سے پہلے اس کے دروازے پر جاتا اور دق الباب کرتا تو ابن رومی کہتا ہے کہ دروازہ پر کون ہے تو اخفش کہتا حرب بن مقاتل (جنگ جنگجوؤں کا بیٹا) یا اس قسم کی اور باتیں۔

اور ۲۹۱ھ میں مکتفی رقہ کی طرف گیا اور قرامطہ کو گرفتار کیا اور اسی سال ابو العباس احمد بن یحیٰی نے جو ثعلب نحوی کے لقب سے مشہور تھا۔ وفات پائی اور اس کی موت کا سبب یہ ہوا کہ وہ مسجد جامع سے نکل کر آ رہا تھا اس کے ہاں ایک کتاب تھی اور وہ راستہ ہی میں مشغول مطالعہ تھا اسے گھوڑے نے لات ماری اور وہ گر گیا اسے اٹھا کر اس کے گھر لے آئے دوسرے دن وہ مر گیا علامہ طباطبائی اپنی کتاب رجال میں فرماتے ہیں احمد بن زید ابو العباس جو ثعلب مشہور تھا کوفیوں کا امام بغداد کا رہنے والا حجتہ اور اپنے فن میں قابل وثوق ہے وہ کتاب فصیح کا مولف ہے اس سے اس کے غلام ابو عمر و زاہد و اخفش صغیر علی ابن سلیمان وغیرہ نے علم حاصل کیا ہے اور وہ مبرد کا ہمعصر تھا مبرد کے بعد تک زندہ رہا اور ۲۹۱ھ میں بغداد میں وفات پائی اور اس کے اور مبرد کے متعلق یہ شعر کہا گیا ہے۔

ذهب المبرد انقضت ايامه
وليذ هبن اثر المبرد ثعلب

"مبرد چلا گیا اور اسکے دن پورے ہو گئے اور ضرور اس کے پیچھے ثعلب بھی چلا جائے گا۔"

یہ اشعار بھی اسی کے متعلق ہیں۔

وتزودامن ثعلب فبكاس ما
شرب المبرد عن قريب يشرب
واری لكم ان تكتبوا انفاسه
ان كانت الانفاس مما تكتب

ثعلب سے زادراہ حاصل کرلو کیونکہ وہ بھی مبرد کے گھاٹ سے پانی پینے والا ہے اور میری رائے تو تمہارے لئے یہ کہ اس کے سانس لکھ لو اگر سانس لکھے جاسکتے ہیں۔

اور ۲۹۱ھ ہی میں بدھ کی رات ربیع الثانی کی دس تاریخ قاسم بن عبید اللہ مکتفی کے وزیر نے وفات پائی اور وہ عظیم الہیبت خونخوار اور خونریز شخص تھا ابن رومی شاعر اور عبد الواحد بن موفق کو اسی نے قتل کیا اور چھوٹے بڑے اس سے ڈرتے تھے اور کوئی اس سے راحت و آرام میں نہیں تھا جب وہ مرا بعض اہل ادب نے اس کے مرثیہ میں کہا۔

شربنا عشية مات الوزير
ونشرب ياقوم في ثالثه
فلا قدس الله تلك العظام

ولا بارك الله فى وارثه

"اے قوم ہم نے اس رات شراب پی ہے جس میں وزیر مرا اور اس دن بھی شراب پئیں گے پس خدا ان ہڈیوں کو تقدس وبرکت نہ دے اور نہ اس کے وارثوں کو برکت دے۔"

اور ۲۹۶ھ میں ابن جنی نے کہ جس کا نام عثمان تھا اور نحو وادب میں جس کی بہت سی تصنیفات ہیں بغداد میں وفات پائی اور اسی سال ابن خلیجی نے چھیانوے ہزار کے لشکر کے ساتھ مصر پر غلبہ حاصل کیا اور اسی سال سخت قسم کی آگ لگی کہ جس سے تقریباً تین سو یا اس سے بھی زیادہ دکانیں جل گئیں اور ۲۹۳ھ ابن خلیجی پر کامیابی حاصل ہوئی اور اسے گرفتار کر کے بغداد لے گئے اور ۲۹۵ھ شوال کے آخر میں یا اتوار کے دن تیرہ ذیقعدہ میں مکتفی کی وفات ہوئی اور اس کی عمر اکتیس سال اور تین ماہ تھی اور اس کی مدت خلافت نے چھ سال سات ماہ اور بائیس دن تک طول کھینچا۔

جعفر بن احمد مقتدر باللہ کی خلافت کے زمانہ کا ذکر

مکتفی کی وفات کے دن اس کا بھائی جعفر مقتدر اس کی جگہ پر بیٹھا اور اس کے زمانہ میں وزارت کا معاملہ انقلاب میں تھا ہر چند دن کے بعد ایک شخص وزیر ہوتا اور کچھ وقت نہ گذرتا کہ وہ معزول ہو جاتا ان میں سے ایک علی بن موسیٰ بن الفرات تھا جو مقتدر کے زمانہ میں تین مرتبہ وزیر بنا اور معزول ہوا اور دوسرا علی بن عیسیٰ تھا جو دو دفعہ وزیر بنا اور مقتدر کی خلافت کے زمانہ میں بہت سے واقعات رونما ہوئے مثلاً علماء ومحدثین کی موتیں ارکان بیت الحرام کا غرق ہونا اور آل ابوطالب کا مارا جانا۔

اور ۲۹۶ھ میں مونس خادم نے مقتدر کے حکم سے عبداللہ بن معتز کو قتل کر دیا کیونکہ اس نے مقتدر کو خلافت سے معزول کیا تھا اور لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی تھی اور ابن معتز ادیب اور شعر وشاعری میں مشہور تھا اور صاحب تصنیف ہے اور مبرد و ثعلب کی شاگردی کی تھی اور اہل بیتؑ اطہار کے ساتھ ناصبیت وعناد کا طریقہ رکھتا تھا اور اس نے ایک قصیدہ کہا تھا آل عباس کی آل ابوطالب پر مفاخرت کا اور اس کی قاضی ابوالقاسم تنوخی نے (جو کہ علی بن محمد ہے جو کہ جد ہے علی بن محسن بن علی کا اور قاضی تنوخی مشہور شیعہ امامی ہے۔)

اور ۲۹۷ھ میں ابوالقاسم بن محمد مشہور جنید بغدادی وصوفی نے کاظمین میں وفات پائی اور وہ سفیان ثوری کے طریقہ پر تھا اور وہ اپنے ماموں سری سقطی کی صحبت میں رہا اور جنید اصل میں نہاوند کا رہنے والا ہے اور اس کی حکایات مشہور ہیں اور سری معروف کرخی اور بشر حافی کا شاگرد ہے اور ۲۵۱ھ میں بغداد میں فوت ہوا اور قبرستان قریش میں دفن ہوا ہے۔ جنید بھی اس کی قبر کے پہلو میں دفن ہوا۔

ہمارے مولانا شیخ نراقی کی کتاب الخزائن سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ جنید کو اس کے مرنے کے بعد کسی نے دیکھا تو اس.

نے اس سے پوچھا خدا نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا تو وہ کہنے لگا وہ اشارات اڑ گئے اور وہ عبارتیں ہلاک ہو گئیں اور وہ علوم غیب ہو گئے اور وہ رسمیں مٹ گئیں اور ہمیں نفع نہیں دیا مگر چند رکعات نے جو سحری کے وقت ہم پڑھا کرتے تھے۔

اور ایک روایت ہے کہ نہیں نفع دیا ہمیں مگر ان تسبیحات نے جو ہم صبح کے وقت کیا کرتے تھے اور اس کے اچھے کلمات میں سے جو روایت ہوئے ہیں یہ ہیں عاشق کی چار علامات ہیں اس کی نیند کم ہوتی ہے اور اس کا نفس علیل و بیمار رہتا ہے اور اس کا حزن و ملال طویل ہوتا ہے اور وہ رب جلیل سے ہر وقت مناجات کرتا رہتا ہے اور اس سے خوف خدا کے متعلق سوال کیا گیا تو کہنے لگا۔ **اخراج الحرام من الجوف و ترك عصى وسوف افعل شكمه** سے حرام کو خارج کرنا اور عنقریب یہ کروں گا کو چھوڑ دینا۔

اور وہ کہا کرتا تھا کہ جسے قرآن یاد نہیں وہ حدیث کو نہیں لکھتا اس امر (طریقت) میں اس کی اقتداء نہیں کی جاسکتی کیونکہ ہمارا علم کتاب وسنت کے ساتھ مقید ہے اور ایک دن اس سے صوفی کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے کہا **من لبس الصوف على الصفا وعاش الناس على الوفاء وجعل الدنيا خلف القفا و سلك طريق المصطفىٰ** صوفی وہ ہے جو اون کے کپڑے صفا دل کے اوپر پہنے اور لوگوں کے ساتھ زندگی وفا کے ساتھ گذارے اور دنیا کو پشت کے پیچھے قرار دے اور محمد مصطفی کے طریقہ پر چلے اور اسی کے قریب ہے روایت مرتضوی جو شرح باب حادی عشر سے منقول ہے کچھ زیادتی کے ساتھ **والكلب الكوفى خير من الف صوفى** کوفی کتا ہزار صوفی سے بہتر ہے۔

پھر جاننا چاہیے کہ مشائخ اور بزرگوں کے اقوال تصوف کی حقیقت و ماہیت کے متعلق بہت سے ہیں یہاں تک کہ کہا گیا کہ اس میں ایک ہزار سے زیادہ اقوال ہیں ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ صوفیت صوف سے مشتق ہے (صوف کا معنیٰ اون) اور یہ بھی کہا گیا کہ ان کے نام صوفی کی نسبت ہے اصحاب صفہ کی طرف اور وہ اصحاب رسولؐ میں سے فقراء مہاجرین تھے اور وہ چار سو افراد تھے کہ جن کے مدینہ میں نہ مکانات تھے نہ قوم و قبیلے تھے لہٰذا وہ اس چبوترے پر رہتے تھے جو مسجد نبوی میں تھا اور ان کی شان میں کئی آیات نازل ہوئیں۔

بعض کہتے ہیں کہ اصل میں یہ لفظ صفویا تھا جو صفا (خالص) کی منسوب ہے پھر واؤ کو مقدم کر کے صوفیا ہو گیا اور بعض کہتے ہیں کہ صوفی صوفہ کی طرف منسوب ہے جیسے کوفی کوفہ کی طرف وہ اون کا ٹکڑا کہ جس کی طرف کوئی رغبت نہ کرے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ بنو صوفہ کی طرف منسوب ہیں اور وہ عربوں کی ایک جماعت تھی جو کہ زہد اختیار کئے ہوئے تھی اور تھوڑی دنیا پر اکتفا کرتے تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مشتق ہے صوف سے کہ جس کے تین حرف ہیں صاد، واؤ اور فاء صاد سے مراد صبر و صدق و صفا اور واؤ سے مراد وُدّ (محبت) ورد (ذکر و ورد کرنا) و وفا اور ف سے مراد فرد (اکیلا رہنا) و فقر و فنا۔

اور ۲۹۹ھ میں ابوالحسن محمد بن احمد بن ابراہیم بن کیسان ابن کیسان کے نام سے مشہور نحوی نے وفات پائی کہا گیا ہے کہ کوئی مجلس زیادہ مفید اور اصناف علوم اور تحف و تحائف کی اس مجلس سے زیادہ جامع نہیں تھی اور اس کی بہت سی تصانیف ہیں ان میں سے کتاب غریب الحدیث اور کتاب معانی القرآن ہے۔

اور ۳۰۰ھ میں ابوالرضا محسن بن جعفر بن علی ہادی علیہ السلام نے شام کے علاقہ میں خروج کیا اور اس کو قتل کر کے اس کا سر بغداد میں لے آئے اور پل بغداد کے اوپر سولی پر لٹکایا گیا۔

اور ۳۰۱ھ میں حسن بن علی علوی نے جو اطروش کے لقب سے مشہور تھا دیلم وطبرستان میں خروج کیا، اور مسودہ کو وہاں سے نکال دیا اور اس کا ایک طویل قصہ ہے کہ جس کے ذکر کی اس مقام پر گنجائش نہیں۔ اور ۳۰۱ھ ہی میں ابوسعید جنابی قرمطی قرامط کے رئیس کو اس کے خادم نے حمام میں قتل کر دیا اور اس کا بیٹا ابوطاہر سلیمان بن ابوسعید باپ کی جگہ پر قرامطہ کا رئیس ہوا اور اسی سال محمد بن یحییٰ بن مندہ حافظ مشہور صاحب تاریخ اصفہان نے وفات پائی اور لفظ مندہ بروزن بندہ ہے۔

اور ۳۰۱ھ یا ایک قول کی بنا پر ۲۷ شوال ۳۰۰ھ میں یا ۲۹۹ھ میں شیخ اجل اقدام ابوالقاسم سعد بن عبداللہ بن ابوخلف اشعری قمی نے وفات پائی اور یہ شیخ جلیل حضرت ابومحمد عسکری علیہ السلام کی خدمت میں احمد بن اسحاق قمی کے ساتھ اس حدیث میں شرفیاب ہوا ہے کہ جسے شیخ صدوق نے اکمال الدین میں نقل کیا ہے اگرچہ بعض علماء امامیہ اس حدیث کو ضعیف شمار کرتے ہیں بہرحال سعد بن عبداللہ ثقات امامیہ میں سے اور اپنے وقت کا شیخ طائفہ تھا اور اس کی بہت سی تصانیف ہیں کہ جن میں سے کتاب بصائر الدرجات ہے کہ جسے شیخ حسن بن سلیمان بن خالد حلی شیخ شہیدؒ کے شاگرد نے انتخاب کیا ہے اور وہ ہمارے ہاں موجود ہے یہ کتاب بصائر اس بصائر الدرجات کے علاوہ ہے کہ علامہ مجلسیؒ جس سے بحار میں نقل کرتے ہیں اور اس کی رمز (یر) قرار دی ہے کیونکہ وہ کتاب تو شیخ افقہ نبیل محمد صفار متوفی ۲۹۰ھ مدفون قم کی ہے اور یہ بزرگوار شیخ صدوق کے استادوں کے استاد اور شیخ ہیں۔

اور ۳۰۳ھ میں احمد بن علی بن شعیب نسائی مشہور محدث صاحب کتاب سنن نے جو صحاح ستہ میں سے ہے وفات پائی اور نسائی منسوب ہے نسا (فتح نون کے ساتھ) کی طرف جو خراسان کے شہروں میں سے ہے۔

فاضل متبحر خبیر میرزا عبداللہ اصفہانی ریاض العلماء میں کہتے ہیں جاننا چاہیے کہ نسائی کے سنی ہونے میں شک کیا جاتا ہے اور کبھی اسے تشیع کی نسبت دی جاتی ہے کہا گیا ہے کہ اس سے معاویہ کے متعلق سوال کیا گیا کہ اس کے فضائل میں کیا کچھ روایت ہوئی ہے تو کہنے لگا کیا معاویہ اس پر راضی نہیں کہ وہ برابر برابر نکل جائے چہ جائے کہ اس کی کوئی فضیلت ہو اور دوسری روایت ہے کہ میں تو اس کی کوئی فضیلت نہیں پہچانتا سوائے (نبی کے اس ارشاد کے) کہ خدا تیرے پیٹ کو پر نہ کرے اور مالکی کی کتاب فصول المہمہ کے ابتداء میں منقول ہے وہ کہتا ہے کہ یہ یعنی نسائی جب دمشق آیا اور وہاں کتاب خصائص مناقب حضرت علی علیہ السلام میں تصنیف کی تو اس سے یہ کام معیوب سمجھا گیا اور اس سے کہا گیا تو نے شیخین کے فضائل میں کیوں کتاب تصنیف نہیں کی تو وہ کہنے لگا کہ میں دمشق میں آیا تو علیؑ سے انحراف کرنے والے یہاں بہت سے لوگ ہیں لہٰذا میں نے کتاب خصائص تصنیف کی ہے اس امید پر کہ خدا انہیں اس کتاب کے ذریعہ ہدایت کرے تو اس کے پہلو میں اتنی لاتیں ماریں کہ اسے مسجد سے نکال دیا پھر اس کے پیچھے لگے رہے یہاں تک کہ اس سے دمشق سے رملہ کی طرف نکال دیا اور وہ وہاں فوت ہوا انتھی۔

دار قطنی سے منقول ہے کہ جب نسائی دمشق میں مصیبت میں مبتلا ہوا تو کہنے لگا مجھے مکہ لے چلو پس اس کو اٹھا کر وہاں لے گئے اور مکہ میں اس کی وفات ہوئی اور صفا و مروہ کے درمیان وہ دفن ہوا اور اس کی وفات ۳۰۳ھ میں ہوئی اور اسی سال محمد بن عبد الوہاب ابو علی جبائی کی جو بصرہ و بغداد کے معتزلہ کا رئیس ہے وفات ہوئی اور اس کے مناظرے ابوالحسن اشعری کے ساتھ مشہور ہیں اور مقام اس ذکر کرنے کی گنجائش نہیں۔

اور ۳۰۴ھ ۲۳ شعبان کو سید ابو محمد اطروش حسن بن علی بن حسن بن عمر اشرف بن علی بن حسین بن ابیطالب علیہم السلام نے مقام آمل میں وفات پائی اور یہ سید جلیل ناصر کبیر کے لقب سے مشہور ہے اور نانا ہے سید مرتضیٰ و رضی کا اور زیدیہ کو اس سے بڑی عقیدت ہے اور اس کی تفسیر کبیر سے بہت کچھ نقل کرتے ہیں۔

ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ وہ آل ابو طالب کا شیخ و بزرگ ان کا عالم وزاہد اور ان کا ادیب و شاعر ہے دیلم و جبل کے علاقہ پر اس کا قبضہ و سلطنت ہوگئی ناصر للحق اس کا لقب ہوا سامانیوں کے ساتھ اس کی بڑی عظیم جنگیں ہوئیں اور طبرستان میں ۳۰۴ھ میں اس کی وفات ہوئی اسی سال جیسا کہ قرمانی نے اخبار الدول میں بیان کیا ہے کہ بغداد میں ایک جانور ظاہر ہوا جس کو زبزب کہتے تھے راتوں کے وقت اس کو چھتوں کے اوپر دیکھتے وہ لوگوں کے بچے کھا جاتا اور عورتوں کے پستان کاٹ لیتا لہذا بغداد کے لوگ راتوں کو پہرہ دیتے اور تھال بجاتے تاکہ وہ جانور بھاگ جائے ایک مدت تک یہ مصیبت رہی۔

اور ۳۰۹ھ میں حسین بن منصور حلاج علماء کے فتوے سے قتل کر دیا گیا کیونکہ اس زمانہ کے علماء و فقہاء نے اس کے بعض نظریات و کلمات سننے کے بعد اس کے خون حلال ہونے کا فتویٰ دیا اور حامد بن عباس مقتدر کے وزیر کے سامنے قاضی ابو عمرو نے اس کے خون کے حلال ہونے کا فتویٰ دیا اور باقی علماء نے بھی فتویٰ دیا اور اس سلسلہ میں ایک قبالہ و محضر نامہ لکھا اور حلاج مسلسل یہ کہتا تھا اللہ اللہ فی دمی اللہ سے ڈرو اللہ سے خوف کرو میرے خون کے بارے میں پس اس کو زندان میں لے گئے اور صورت واقعہ خلیفہ کے سامنے پیش کی گئی خلیفہ کہنے لگا اگر علماء نے اس کا خون بہانے کا فتویٰ دیا ہے تو اس کو جلاد کے حوالے کر دو تا کہ وہ اس کو ایک ہزار تازیانے لگائے اور اگر اس سے ہلاک نہ ہو تو پھر اس کو ہزار تازیانہ لگائے اور اگر اس سے ہلاک نہ ہوئے تو پھر اس کو ہزار تازیانہ لگائے پھر اس کی گردن اڑا دے پس اسے منگل کی صبح تیئیس ذیقعدہ جلاد کے سپرد کیا گیا اور اس نے اسے ایک ہزار تازیانہ لگایا پھر اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے اور اسکے بعد اس کا سر جدا کر دیا اور بغداد کے پل پر اسے سولی پر لٹکا دیا پھر اس کا بدن جلایا گیا اور اس کی راکھ دجلہ میں پھینکی گئی اتفاقاً اس سال دجلہ میں بہت پانی آیا حلاج کے ساتھی کہتے تھے کہ یہ پانی کی زیادتی حلاج کی راکھ کی وجہ سے تھی اور لوگ اس کے متعلق دو فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ حلاج ان اشخاص میں سے ہے کہ جنہوں نے غیبت صغریٰ کے زمانہ میں کذب و افتراء سے بابیت اور سفارت و نیابت کا دعویٰ کیا ہے اور توقیع شریف (امام علیہ السلام کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر) ان پر لعنت کرنے اور ان سے برات کے متعلق خارج ہوئی ان میں سے پہلا شخص ابو محمد ہے جو شریعی مشہور تھا جو حضرت علی نقی اور حسن عسکری علیہ السلام کے اصحاب میں شمار ہوتا تھا

اور یہ پہلا شخص ہے کہ جس نے اللہ کی مخالفت میں جھوٹا دعویٰ حضرت حجۃ صلوات اللہ علیہ کی طرف سے بابیت (ان کا دروازہ ہونا) اور سفارت (نائب امام) کا کیا اور اس کے بعد اس سے الحاد و زندقہ دغلو و تناسخ کا نظریہ ظاہر ہوا اور وہ یہ دعویٰ کرتا تھا کہ میں علی بن محمدؑ (نقی) کی طرف سے نبی ہوں اور وہ جناب معاذ اللہ پروردگار ہیں اور اس قسم کی کفر آمیز باتیں پس حضرت صاحب الامرؑ کی طرف سے اس پر لعنت اور اس سے برات کی توقیع خارج ہوئی اور دوسرا شخص محمد بن نصیر نمیری تھا کہ جس نے شریعی کی طرح پہلے باب ہونے کا دعویٰ کیا پھر اس سے تجاوز اور غلو کیا حضرت ابوالحسن (امام علی نقی) کے متعلق اور دعویٰ کیا آنجنابؑ کی ربوبیت اور اپنی رسالت کا اور وہ محارم دلواطہ کی حلیت کا قائل تھا اور کہتا تھا کہ لواطت مفعول کے لیے تذلل اور تواضع وانکساری کا باعث اور ممدوح ہے اور خود بھی لواطت کراتا تھا اور ایک احمد بن ہلال کرخی ہے اور ایک محمد بن علی بن بلال ہے اور ایک حسین بن منصور حلاج ہے اور ایک شلمغانی ہے خلاصہ یہ کہ ان میں سے ہر ایک پہلے تو یہ دعویٰ کرتا کہ ہم امامؑ کی طرف سے وکیل ہیں اور کمزور وضعیف لوگوں کو اپنی طرف دعوت دیتے اور پھر اپنے الحاد و کفر زندقہ کو ظاہر کرتے اور راضی باللہ کے زمانہ کے ذکر میں شلمغانی کے مختصر حالات انشاء اللہ آئیں گے۔

خلاصہ یہ کہ حسین حلاج بھی اس مقام کا دعویٰ کرتا تھا اور لوگوں کو اپنی طرف دعوت دیتا تھا ایک دفعہ قم میں آیا اور شیخ اجل علی بن بابویہ قمی رضوان اللہ علیہ کی خدمت میں خط لکھا اور ظاہر کیا کہ میں امامؑ کا قاصد اور حضرت حجۃ عصر علیہ السلام کا وکیل ہوں اور ابن بابویہ کے ساتھ کچھ دوسرے لوگوں کو بھی اپنی طرف دعوت دی جب وہ خط ابن بابویہ کے ہاتھ میں پہنچا تو انہوں نے اس کو پھاڑ ڈالا اور اپنی دکان تجارت کی طرف چل پڑے جب دکان پر پہنچے تو وہاں کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ حاضر ہیں اور وہ سب کے سب ان کے احترام میں کھڑے ہو گئے سوائے ایک شخص کے کہ جس نے ان کے احترام کی رعایت نہ کی اور ان کے لیے کھڑا نہ ہوا اور وہ حسین حلاج تھا شیخ ابن بابویہ نے پوچھا کہ تو کون ہے حلاج نے کہا میں وہی شخص ہوں کہ جس کے خط کو تو نے پھاڑ ڈالا حالانکہ میں دیکھ رہا تھا شیخ نے فرمایا صاحب رقعہ تو ہے؟ پھر فرمایا یا غلام برجلہ وقفاہ اے غلام اس کا پیر اور گردن پکڑو اور اسے باہر نکال دو پس انتہائی ذلت و رسوائی کے ساتھ اس کو وہاں سے نکال دیا گیا حسین حلاج پھر قم میں نہیں رہا اور اس کے بعد لوگوں نے اسے وہاں نہیں دیکھا اور جب خداوند عالم نے چاہا کہ وہ رسوا اور ذلیل ہو اور اس کے کردار سے پردہ اٹھا دے تو اس کی رسوائی کے اسباب یہ ہوئے کہ حلاج نے مصلحت یہ سمجھی کہ ابو سہل نوبختی کو جو علماء و ادباء اور لوگوں کے نزدیک موثق افراد میں سے تھا اپنے دام تزویر میں لے آئے تا کہ شاید اس طریقہ سے کمزور لوگ اور عامۃ الناس اس کے فریب میں آ جائیں پس اس کو رقعہ لکھا اور اسے اپنی طرف دعوت دی اور ظاہر کیا کہ میں صاحب الزمان کا وکیل ہوں اور مجھے حکم ہوا ہے کہ تجھ سے خط و کتابت کروں اور ایسا نہ ہو کہ تجھے اس معاملہ میں شک وشبہ ہو ابو سہل جب خط کے مضمون پر مطلع ہوا تو اس کے لیے پیغام بھیجا کہ اگر تو صاحب الزمانؑ کا وکیل ہے تو ضروری ہے کہ تیرے پاس اسکے دلائل و براہین ہوں لہٰذا تجھ پر ایمان لانے اور تیری تصدیق کرنے کے لیے تجھ سے ایک چھوٹی سی خواہش کرتا ہوں تا کہ وہ تیری دعوت کی شاہد و گواہ بن سکے اور وہ یہ ہے کہ میں جوان کنیزوں کو دوست رکھتا ہوں اور اس وقت میرے پاس چند جوان کنیزیں ہیں کہ جن کے وصال سے میں لطف اندوز ہوتا ہوں لیکن چونکہ بڑھاپے نے میرے سر اور چہرہ پر اثر کیا ہے لہٰذا مجبور ہوں کہ ہر ہفتہ میں خضاب لگاؤں تا کہ اپنے بالوں کی سفیدی

ہی ان سے چھپا سکوں کیونکہ اگر انہیں میرے بالوں کی سفیدی معلوم ہو جائے تو وہ مجھ سے کنارہ کشی کریں گی اور میرا وصال ہجر و جدائی میں بدل جائے گا یہی وجہ ہے کہ ہر ہفتے خضاب کرنے کی زحمت میں مبتلا ہوں اگر تم اپنی دعوے میں سچے ہو تو ایسا کرو کہ میری ڈاڑھی سیاہ ہو جائے اور پھر مجھے خضاب کی ضرورت نہ پڑے تب میں تمہارے مذہب میں داخل ہو جاؤں گا اور لوگوں کو تمہاری طرف دعوت دوں گا جب یہ پیغام حسین کو ملا تو اس نے سمجھا کہ اس کا تیر خطا گیا ہے لہذا خاموش ہو گیا اور کوئی جواب نہ دیا ابو سہل اس مطلب کو مجالس و محافل میں بیان کرتا تھا اور اس کو لوگوں کے لیے مذاق اور کھلونا بنا دیا ان کے فریب کا پردہ چاک کر دیا اور اسے رسوا کیا لوگوں کو اس کے فریب سے نجات دی اور ان مطالب کو شیخ طوسی اور دیگر علماء نے روایت کیا ہے جو تفصیل کا خواہشمند ہو وہ کتاب غیبت شیخ یا بحار کی گیارہویں جلد کی طرف رجوع کرے۔

اور ۳۰۱ھ میں ماہ جمادی الثانی میں ابو اسحاق ابراہیم بن محمد جو زجاج نحوی کے لقب سے مشہور اور مبرد و ثعلب کا شاگرد تھا فوت ہوا اور ۲۶ شوال ۳۱۰ھ مورخ خبیر و محدث بصیر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر طبری شافعی مذہب نے بغداد میں وفات پائی اور وہ اہل سنت کے آئمہ مجتہدین میں سے ہے علاوہ تفسیر کبیر اور تاریخ مشہور کا مؤلف ہے اور اس کی ایک تصنیف کتاب الولایہ بھی ہے کہ جس میں خم غدیر کی احادیث کو دو ضخیم جلدوں میں جمع کیا ہے اور اس کی ایک اور کتاب ہے کہ جس میں حدیث طیر کے طرق جمع کیے ہیں اور یہ محمد بن جریر بن رستم طبری جو شیعہ امامی اور المسترشد اور ایضاح وغیرہ کا مؤلف ہے اس کے علاوہ اور شخص ہے۔

اور اسی سال کے ماہ ذی الحجہ میں یا ۳۱۶ھ میں ابوبکر محمد بن سری بن سہل نحوی نے جو ابن سراج کے نام سے مشہور تھا وفات پائی۔ اور ۳۱۱ھ میں ابو زکریا محمد بن زکریا رازی مشہور طبیب نے وفات پائی وہ اس فن میں بہت پختہ تھا، اس نے بہت سی کتب تالیف کیں ان میں سے ایک کتاب ہے برء الساعة اور ان میں سے ایک کتاب ہے من لا یحضرہ الطبیب کہ جس کی مثال اور منوال و طریقہ پر ہمارے شیخ صدوق نے بعض جلیل القدر سادات کے اشارہ سے کتاب من لا یحضرہ الفقیہ تالیف فرمائی اور ابو زکریا کے کئی نفع بخش کلمات ہیں ان میں سے یہ کلمات بھی ہیں جب تک تو غذاؤں سے علاج کی قدرت رکھتا ہے دواؤں سے علاج نہ کر اور جب تک مفرد دوا سے علاج ممکن ہو مرکب دوا سے پرہیز کر اور ان کلمات میں سے ہے بیماری کی ابتداء میں ایسی چیز کے ساتھ علاج کر کہ جس سے طاقت و قوت ختم نہ ہو یا قبل اس کے کہ طاقت و قوت جاتی رہے اور یہ بھی اسی کا قول ہے کہ زہر تین چیزیں ہیں بھنا ہوا گرم گرم گوشت، خراب شدہ دودھ اور بدبودار مچھلی۔

اور ۳۱۲ھ میں علی ابن محمد بن فرات کے لقب سے مشہور وزیر کو اس کے بیٹے محسن کے ساتھ قتل کیا گیا اور ابن فرات تین مرتبہ معزول ہونے کے بعد مقتدر کا وزیر بنا اور اس کی نادر حکایات بہت ہیں اور صاحب بن عباد نے ابوالحسن بن ابوبکر علاف سے جو بہت مشہور تھا نقل کیا ہے کہ میرے باپ ابوبکر نے جو قصیدہ بلے کے مرثیہ میں کہا ہے اس سے مراد اس کی محسن بن فرات تھی چونکہ وہ ان کے اختلاط و مصاحبت کا زمانہ تھا اور ایک قول ہے کہ اس کی مراد معتز کا بیٹا تھا اور خلیفہ کے خوف سے اظہار نہیں کر سکا کنایۃً ان کا مرثیہ کہا ہے یہ قصیدہ دمیری نے لفظ ہر (بلا) کے عنوان میں کتاب حیوۃ الحیوان میں ذکر کیا ہے اور اس قصیدہ کا مطلع یہ شعر ہے۔

یامرؤ فارقتما ولہا تعن
وکنت معدی بمنزلۃ الولد

اسے بیٹے تو ہم سے جدا ہوا اور واپس لوٹ کے نہیں آئے گا تو میرے نزدیک بیٹے کی مانند تھا۔"

اور ابن فرات کا بھائی ابوالعباس احمد بن محمد بن فرات اپنے زمانہ کا سب سے زیادہ خوش نویس اور علوم میں زیادہ پختہ تھا اور فضل بن جعفر اس کا چچازاد بھائی بھی جو ابن حنزابہ مشہور تھا خوشنویس تھا اور خلفاء کے زمانہ میں وزارت و ریاست اس کے پاس تھی البتہ اس کے باپ جعفر بن محمد بن فرات نے وزارت قبول نہیں کی۔

اور ماہ صفر ۳۱۳ھ یا ۳۲۳ھ میں ابراہیم بن محمد بن عرفہ نحوی نے جو نفطویہ مشہور اور سیبویہ کا شاگرد تھا وفات پائی اور مشہور یہ ہے کہ جب ابن کے استاد سیبویہ نے دیکھا کہ اس کی بہت کثیف اور گندی ہے اور میلے کچیلے کپڑے پہنے رکھتا ہے بلکہ اس کے لباس میں زیادہ چکناہٹ ہوتی ہے تو اس سے کہنے لگا گویا تو مٹی کے تیل والا ہے۔

اور ۳۱۵ھ میں دیلم نے ری اور جبال پر غلبہ کیا اور بہت سی مخلوق کو قتل کر دیا یہاں تک کہ بچوں کو ذبح کیا اور اسی سال علی بن سلیمان اخفش صغیر اچانک بغداد میں مر گیا اور انہیں سالوں میں قرامطہ کے فتنہ و فساد اور مسلمانوں کو ان کی اذیت پہنچانے اور مسلمانوں کو قتل کرنے نے سرکشی کی اور انکے پیروکار اور انصار بہت سے جمع ہو گئے یہاں تک کہ کئی مرتبہ انہوں نے خلیفہ کے لشکر کو شکست دی اور راستے خطرناک اور بے امن ہوئے اور لوگوں نے جان کے خوف سے حج کرنا چھوڑ دیا اہل مکہ بھی اپنے حالات کی سختی و شدت کی وجہ سے مکہ چھوڑ کر باہر چلے گئے۔

اور ۳۱۷ھ میں مقتدر نے منصور دیلمی کو امیر حاج قرار دیا اور وہ حاجیوں کے ایک قافلہ کے ساتھ مکہ کی طرف گیا اور وہ لوگ صحیح و سالم وہاں تک پہنچ گئے ابوطاہر قرمطی ملعون بھی مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ آٹھویں ذوالحجہ کے دن مسلمانوں سے ان کا آمنا سامنا ہوا اور انہوں نے وحشت وسنگ دلی و تجاوز دراز کیا اور مسلمانوں کو مسجد الحرام میں قتل کیا اور ان کے مردوں کو چاہ زمزم میں پھینک دیا اور لوہے کے گرز سے اتنی ضربیں لگائیں کہ حجر الاسود ٹوٹ گیا اور اسے اکھاڑ لیا اور دہ یہ سب چودہ ذوالحجہ ۳۱۷ھ کے ہی سال میں ہوا پس وہ لوگ گیارہ دن مکہ میں رہے اور حجر الاسود کو اٹھا کر اپنے ساتھ لے گئے اور بیس سال سے زیادہ عرصہ ان کے پاس رہا اور مسلمانوں نے پچاس ہزار دینار انہیں دینے کئے تا کہ حجر الاسود واپس کر دیں لیکن انہوں نے قبول نہ کیا یہاں تک کہ مطیع اللہ کے وقت ۳۳۹ھ میں عبیداللہ مہدی کے حکم سے مکہ میں واپس لائے جیسا کہ ۳۸۶ھ کی تاریخ میں اس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے۔

اور منقول ہے کہ جب حجر الاسود کو انہوں نے اکھاڑا اور لے گئے تو شہر ہجر تک پہنچنے چالیس اونٹ اس کے زیر بار ہلاک ہوئے اور جب انہوں نے چاہا کہ حجر الاسود کو واپس لوٹائیں تو اس کو ایک لاغر و کمزور اونٹ پر بار کیا وہی ایک اونٹ اس کو مکہ تک لے گیا اور حجر الاسود بر کت سے موٹا تازہ ہو گیا اور واضح ہو کہ مجمع البحرین میں لفظ قرمط کے تحت شیخ بہائی سے نقل کیا ہے کہ ۳۱۷ھ حج کے دنوں قرامطہ مکہ میں داخل ہوئے اور حجر الاسود کو لے گئے اور وہ بیس سال ان کے پاس رہا اور بہت سے لوگ انہوں نے قتل کئے کہ جن میں

ہے علی بن بابویہ بھی تھے یہ طواف کر رہے تھے کہ ان پر تلوار کا وار ہوا اور یہ بزرگوار بے حال ہو کر زمین پر گر پڑے اور کہا۔

ترى المحبين صرعى فى ديارهم
كفية الكهف لايدرون كم لبثوا

"تو محبت کرنے والوں کو ان کے گھروں میں چت پڑا ہوا دیکھے گا مثل اصحاب کہف کے کہ جنہیں معلوم نہیں کہ کتنی مدت پڑے رہے۔"

اور یہ عجیب واقعہ ہے علاوہ اس کے کسی نے ذکر نہیں کیا سوائے افتیارات مجلسی کے یہ مخالف ہے ابن بابویہ کی تاریخ وفات سے کیونکہ ان کی وفات ماہ شعبان ۳۲۹ھ میں ہے۔

مؤلف کہتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص اس چیز کو حجر الاسود سے بعید سمجھے کیونکہ یہ پتھر آیات خدا میں سے ایک آیت و نشانی ہے اور اس کے لیے علامات اور قدر و منزلت ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے گفتگو کی حضرت سید سجاد کے لیے جب (ظاہراً) ان سے ان کے چچا محمد نے امر امامت میں نزاع کیا اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ بات شہرت یافتہ ہے کہ وہ اپنی جگہ پر نصب ہونے میں معصومین کے علاوہ کسی کی اطاعت نہیں کرتا چنانچہ چند مرتبہ ایسا ہوا اور اسی لیے تو شیخ اجل ابو القاسم محمد بن قولویہ قمی مکہ کی طرف روانہ ہوئے تھے جس سال کہ حجر اسود کو لیے جا رہے تھے کہ اسے اس کی جگہ پر نصب کریں تا کہ حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کی زیارت سے حجر الاسود کے نصب کرتے وقت مشرف ہوں لیکن بغداد میں جا کر بیمار ہو گئے اور کسی نائب مقرر کر کے مکہ کی طرف بھیجا اور ایک رقعہ لکھ کر اس کو دیا اور اس سے کہا کہ یہ رقعہ اس شخص کو دینا کہ جو حجر الاسود کو اس کی جگہ پر نصب کرے اور اس خط میں اپنی عمر کے متعلق سوال کیا تھا اس شخص نے وہ رقعہ حضرت تک پہنچایا اور آپؑ نے اس کا مطالعہ کیے بغیر اس سے فرمایا کہ شیخ سے کہنا کہ تیس سال مزید زندہ رہو گے اسی طرح ہوا کہ جس طرح حضرتؑ نے فرمایا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ حجر الاسود ملائکہ میں سے ایک عظیم فرشتہ تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کا عہد و میثاق اس کے سپرد کیا اور وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کی دیکھنے والی زبان ہوگی اور وہ ان لوگوں کے حق میں شہادت دے گا کہ جنہوں نے اپنے عہد و میثاق کی وفا کی ہے اسی لیے حجر کو مسح کرتے یا بوسہ لیتے وقت کہتے ہو:

امانتى اديتها وميثاقى تعاهدته لتشهدلى عندك بالموافات میں نے اپنی امانت کو ادا کیا ہے اور اپنے میثاق کو پورا کیا ہے تا کہ تو گواہی دے کہ تیرے پاس اس کو پورا پورا ادا کیا ہے اور کئی ایک روایات میں ہے اور علماء عامہ نے بھی اسے نقل کیا ہے کہ ایک سال عمر بن خطاب نے حج کیا اور اسی سال حضرت امیر المومنینؑ بھی تشریف لے گئے عمر حجر الاسود کے پاس آئے اور اس کو بوسہ دیا اور کہا خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے جو نہ تو ضرر پہنچا سکتا ہے اور نفع اور اگر یہ نہ ہوتا کہ میں نے رسول خدا کو تیرا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے تو میں تیرا بوسہ نہ لیتا حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا ایسا نہیں جس طرح تو کہہ رہا ہے بلکہ یہ ضرر بھی پہنچاتا ہے اور نفع بھی دیتا ہے کیونکہ جس وقت خداوند عالم نے اولاد آدم سے میثاق لیے تو انہیں ایک ورق پر لکھا اور حجر کو وہ کھانے کیلئے دیا اور میں نے رسول خدا سے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا قیامت کے دن حجر الاسود آئے گا اور اس کے لیے زبان ہوگی اور وہ گواہی دے گا اس شخص

کے حق میں جس نے اس کا بوسہ لیا جب کہ وہ توحید کا اقرار بھی کرتا ہو عمر نے کہا لا عبد فی عبد من قوم لست فیهم: یا ابا لحسن اس قوم کی زندگی میں اچھائی و بھلائی نہیں کہ جن میں اے ابوالحسن تو نہ ہوا اور ہم معتضد کے زمانہ کے حالات میں قرامطہ کے کچھ حالات کی طرف اشارہ کر چکے ہیں۔

اور ۳۱۹ھ میں عبداللہ بن احمد ابوالقاسم کعبی بلخی نے جو طائفہ معتزلہ کا رئیس تھا وفات پائی۔ اور ۳۲۰ھ میں مونس خادم مقتدر کے خلاف ہو گیا اور اس کے ساتھ نزاع و فساد و جنگ و جدال کی بنیاد رکھی اور مونس کا زیادہ تر لشکر بربر کے لوگ تھے ابھی دونوں لشکروں نے صف بندی نہیں کی تھی کہ ایک بربری نے خلیفہ کو ایک حربہ لگایا اور اسے زمین پر گرا دیا پھر پیادہ ہو کر اس کا سر کاٹ لیا اور اس کو نیزہ پر سوار کیا اور خلیفہ کا سارا لباس اس کے بدن سے اتار لیا یہاں تک کہ لوگ گھاس پھوس لے گئے اور اس کی شرمگاہ چھپائی پھر اس کا جنازہ اٹھا کر اسے دفن کر دیا اور مقتدر بنی عباس کا اٹھارہواں خلیفہ ہے اور بنی عباس کا ہر چھٹا خلیفہ یا خلافت سے ہٹا دیا گیا یا قتل ہوا اور یا ہٹایا بھی گیا اور قتل بھی ہوا جیسا کہ چھٹا خلیفہ محمد امین تھا جس کو خلافت سے ہٹایا بھی گیا اور قتل بھی ہوا اور دوسرا چھٹا خلیفہ مستعین تھا وہ بھی معزول و مقتول ہوا اور مقتدر پھر چھٹا خلیفہ ہے جو قتل ہوا اور اس کی مدت خلافت چودہ دن کم پچیس سال تھی اور اس کی عمر اڑتیس سال چودہ دن تھی اور جس دن وہ تخت حکومت پر بیٹھا اس کی عمر تیرہ سال تھی اور کہا گیا ہے کہ کوئی خلیفہ تخت پر نہیں بیٹھا جو اس سے کم عمر ہو اور یہ نماز عصر کے وقت جمعہ کے دن ستائیس شوال ۳۲۰ھ میں مارا گیا اور حضرت امیرالمومنین نے اپنے اخبار غیبیہ میں مقتدر کے قتل کی طرف اشارہ فرمایا ہے جہاں فرماتے ہیں گویا میں ان کے اٹھارہویں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ اپنے خون میں ایڑیاں رگڑ رہا ہے بعد اس کے کہ اس کا لشکر اس کا گلا دبا رہا ہوگا اس کی اولاد میں سے تین ایسے مرد ہوں گے جن کی سیرت گمراہی و ضلالت کی سیرت ہوگی اور اس کی اولاد میں سے تین کا مقصد اس سے مراد راضی و متقی و مطیع ہیں کہ جو تینوں اس کے بعد خلیفہ ہوئے جیسا کہ معلوم ہوگا۔

محمد بن احمد قاھر باللہ کی خلافت کا ذکر

ماہ شوال کے دو دن رہتے تھے ۳۲۰ھ میں کہ قاھر باللہ محمد احمد معتضد مقتدر کے بعد مسند خلافت پر بیٹھا جب خلافت پر مستقر و مستقل ہو گیا تو آل مقتدر کو گرفتار کر کے انہیں عذاب کے شکنجے میں جکڑ دیا اور مکتفی کے بیٹے اپنے بھتیجے کو ایک کمرہ میں بند کر دیا اور اس کے دروازے کو اینٹوں اور چونے سے چن دیا یہاں تک کہ وہ وہیں مر گیا اور سیدہ مقتدر کی ماں کو پکڑ کر مارا پیٹا اور اس کو الٹا لٹکا دیا یہاں تک کہ اس کا پیشاب اس کے منہ پر جاری ہو گیا اور اسی طرح عذاب میں رہ کر وہ مر گئی۔

اور ۳۲۱ھ میں ابو علی محمد بن مقلہ کو اپنا وزیر مقرر کیا پھر اس کو معزول کر کے محمد بن قاسم بن عبداللہ خصیبی کو اپنا وزیر بنایا اور ابن مقلہ وہی شخص ہے کہ جس نے خط عربی ایجاد کیا اور خط کوفی سے اسے عربی کی طرف منتقل کیا اور اسی سال عالم فاضل ادیب ابوبکر محمد بن حسن بن درید ازدی نحوی ولغوی و شاعر کتاب جمہرہ کے مولف نے بغداد میں وفات پائی اور ابن درید کو علماء شیعہ کے زمرہ میں ذکر

کرتے ہیں اور ابن شہر آشوب نے اسے شعراء اہل بیت میں شمار کیا ہے اور ایک جماعت نے اس کی مدح کی ہے اور اس کو اعلم الشعراء (شعراء میں سے زیادہ علم رکھنے والا) و اشعر العلماء۔ علماء میں سے زیادہ عمدہ شاعر) کہا ہے اور ابن درید کے حافظہ کے متعلق نقل ہوا ہے۔ کہ جب اس کے سامنے اشعار کا کوئی دیوان ایک دفعہ پڑھا جاتا تو اول سے لے کر آخر تک اسے یاد ہو جاتا اور یہ عجیب وغریب کی بات ہے اگرچہ حافظہ کی زیادتی میں اس کی اور نظیریں بھی ہیں اور یہاں کو شیخ حر عاملی نے امل الآمل میں ذکر کیا ہے اور کہا گیا ہے کہ وہ مشہور دار قطنی کا بھانجا تھا اگرچہ طبقہ کے لحاظ سے بعید ہے خلاصہ یہ کہ ابن درید کی وفات کے دن عبد السلام بن محمد نے (جو ابو ہاشم جبائی کے لقب سے مشہور تھا) بھی وفات پائی پس لوگوں نے کہا کہ علم لغت وعلم کلام ابن درید اور ابو ہاشم کی موت سے مر گیا اور یہ قول اس کی نظیر ہے جو کچھ رشید نے اس دن کہا تھا کہ جس میں کسائی اور محمد بن حسن شیبانی فقیہ ری میں مرے تھے تو رشید نے کہا کہ ہم نے ری میں فقہ ولغت عرب دونوں کو دفن کر دیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ابو ہاشم اور اس کا باپ ابوعلی جبائی معتزلہ کے بزرگوں میں سے تھے اور کتب کلامیہ میں ان کے عقائد و مذاہب مذکور ہیں اور جبا جیم کی پیش اور ب کی شد کے ساتھ) بصرہ کے علاقہ کی ایک بستی ہے ہم رجوع کرتے ہیں قاہر باللہ کے اخبار کی طرف بیشک قاہر متلون مزاج اور سخت جری قسم کا آدمی تھا اور ہمیشہ ہتھیار کے ساتھ رہتا اور اس نے مونس خادم کو حکومت کی ایک پارٹی کے ساتھ ہلاک کر دیا لہٰذا اس سے مکر وحیلہ کیا گیا اور بدھ کے دن پانچ جمادی الاولیٰ ۳۲۲ھ میں اس کے گھر میں گھس گئے اور اس کو پکڑ کر اس کی آنکھیں نکال دیں اور خلافت سے اسے معزول کر دیا اور اس کی خلافت کی مدت ڈیڑھ سال اور چھ دن ہے اور ایک شخص سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ میں مسجد جامع منصوری بغداد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ اچانک میں نے ایک نابینا شخص کو دیکھا جس پر پرانا جبہ تھا کہ جس کے پرانے پن اور پھٹ جانے کی وجہ سے اس کا اوپر والا حصہ جا چکا تھا کچھ مقدار استر کی اور کچھ روئی اس میں رہ گئی تھی اور وہ کہتا تھا اے لوگو مجھے صدقہ دو بیشک میں کل امیر المومنین تھا اور آج مسلمانوں کے فقراء و مساکین میں سے ہوں۔

میں نے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے؟ تو لوگوں نے بتایا قاہر باللہ عباسی ہے اور عاقل دانا کیلئے بس یہی واقعہ دنیا کی بے اعتباری کیلئے کافی ہے اللہ سے پناہ مانگتے ہیں زمانہ کے مصائب و تکالیف سے۔

محمد بن جعفر راضی باللہ کی خلافت کے زمانہ کا ذکر

جمادی الاولیٰ کی پانچ تاریخ ۳۲۲ھ میں قاہر کو خلافت سے معزول کر دیا گیا اور دوسرے دن (۶ ج ا) لوگوں نے راضی باللہ محمد بن جعفر مقتدر کی بیعت کر لی اور راضی ادیب شاعر ظریف الطبع اور سخی و جواد شخص تھا اور وہ اپنے اہل مجلس سے احسان و نیکی کرتا اور بہت خوشبو لگاتا تھا اور لوگوں کے واقعات وحالات سے بڑی واقفیت رکھتا تھا۔

منقول ہے کہ اس کے بچپن کے زمانہ میں اہل علم اور لوگوں کے حالات جاننے والی ایک جماعت اس کے پاس جمع ہوئی اور

ہر قسم کی باتیں کرتے تھے یہاں تک کہ سلسلہ گفتگو یہاں تک پہنچا کہ معاویہ بن ابوسفیان کے زمانہ میں سلطان روم کی طرف سے معاویہ کو خط پہنچا اور اس نے اس خط میں اس کے ہاں کے لوگوں میں سے سب سے بڑے شخص کی شلوار کا مطالبہ کیا معاویہ نے کہا کہ قیس بن سعد سے زیادہ بلند قامت اور تنومند شخص کوئی نہیں پس قیس کو بلایا اور اس سے کہا کہ جب گھر واپس جاؤ تو اپنی شلوار اتار کر مجھے بھیج دو کہ میں اسے سلطان روم کے پاس بھیج دوں قیس نے وہاں اپنی شلوار اتار کر معاویہ کو دے دی معاویہ نے کہا کہ تو نے گھر جا کر کیوں نہیں بھیجی تو قیس نے یہ دو شعر پڑھے

لکیلا یعلم الناس انها
سراویل قیس والوفود شهود
وان لایقولوا غاب قیس وهذا
سراویل عادی نمته ثمود!

میں چاہتا ہوں کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ یہ قیس کی شلوار ہے جب کہ لوگوں کے وفد تیرے ہاں موجود ہیں اور یہ نہ کہیں کہ قیس تو غائب ہو گیا ہے اور یہ عاد کی شلوار ہے کہ جسے ثمود نے ظاہر کیا ہے پس راضی باللہ کی محفل میں موجود لوگوں میں سے ایک کہنے لگا کہ جبلہ بن ایہم جو بنی غسان کا ایک بادشاہ تھا اس کا قد بارہ بالشت تھا اور جب وہ سوار ہوتا تو اس کے پاؤں زمین پر خط کھینچتے تھے راضی باللہ نے کہا کہ قیس بن سعد بھی ایسا ہی تھا اور اتنا بلند قامت تھا کہ جب لوگوں میں پیادہ جا رہا ہوتا تھا بعض لوگ گمان کرتے کہ وہ سوار ہو کر جا رہا ہے اور میرا دادا علی بن عبداللہ بن عباس بھی بلند قامت اور خوبصورت جوان تھا اور لوگ اس کی قد آوری پر تعجب کرتے تھے اور اس کا قد اپنے باپ عبداللہ کے کندھے کے برابر تھا اور عبداللہ بھی اپنے باپ عباس کے کندھے کے برابر تھا پس میرے دادا عباس کا قد ایک سر و گردن عبداللہ سے اونچا تھا اور عبداللہ ایک سر و گردن علی سے بلند تر تھا اور عباس جب بھی خانہ خدا کے گرد طواف کرتا تو اس طرح معلوم ہوتا کہ سفید رنگ کا خیمہ خانہ خدا کے گرد چکر لگا رہا ہے حاضرین نے راضی باللہ کی وسعت علم پر تعجب کیا۔

مولف کہتا ہے کہ منقول ہے کہ عباس بن عبدالمطلب اتنا قد آور شخص تھا کہ پیادہ محمل کے پیچھے کھڑے ہو کر محمل میں بیٹھے ہوئے شخص کا منہ چوم لیتا تھا اور قیس بن سعد بن عبادہ ان دس افراد میں سے ایک تھا کہ جو زمانہ رسالت میں دراز قد ہونے میں ممتاز تھے اور ان کے قد کا طول ان کے دس بالشت کے برابر تھا اور ہر بالشت ذراع (ایک ہاتھ) کے مساوی تھی اور سعد قیس کا باپ بھی بلند قامت تھا اور قیس اس کا باپ اور دادا بھی ہمیشہ قدیم زمانہ سے قبیلہ کے سردار تھے اور قیس نے ٦٠ھ میں مدینہ میں وفات پائی اس کے چہرہ پر ایک بال بھی نہیں اگا تھا اور انصار کو یہ حسرت تھی کہ اس کی ڈاڑھی خرید سکتے تو ہم دوست رکھتے ہیں کہ اپنا تمام مال و منال دے کر اس کے لیے ڈاڑھی خرید لیں اور یہ اس لیے تھا چونکہ قیس اور اس کا باپ جاہلیت اور اسلام میں سردار بزرگ اور مہمان نواز تھے، اور انصار کے رئیس و سردار تھے اور احنف بن قیس جو حلم و بردباری میں مشہور تھا اور عبداللہ بن زبیر اور شریح قاضی بھی قیس کی طرح بے ریش تھے اور اسی لیے ان چار افراد کی سادات الطلس (کھودوں کے سردار) کہتے تھے اور اطلس اس شخص کو کہتے ہیں کہ جس کے چہرہ پر بال نہ

آگے ہوں۔

خلاصہ یہ کہ راضی باللہ کے کئی ایک ندیم و ہمنشین تھے کہ جن میں سے محمد بن یحیٰی الصولی اور ابن حمدون ندیم بھی ہے اور راضی باللہ کے اس کی خلافت کے زمانہ کے اچھے کاموں میں فدک کا جناب سیدہ فاطمہؑ کے وارثوں کو واپس کرنا ہے اور راضی باللہ کے زمانہ تک نو مرتبہ فدک غصب ہوا اور واپس ملا جیسا کہ علامہ حلی نے نہج الحق میں فرمایا ہے کہ ابو ہلال عسکری کتاب اخبار الاوائل میں کہتا ہے کہ پہلا شخص کہ جس نے فدک حضرت فاطمہ علیہا السلام کے وارثوں کو واپس کیا عمر بن عبدالعزیز تھا بعد اس کے کہ معاویہ نے اسے اپنی جاگیر بنالیا تھا اور مروان بن حکم و عمر بن عثمان اور اپنے بیٹے یزید پر تقسیم کر دیا تھا عمر بن عبدالعزیز کے بعد دوبارہ فدک غصب کر لیا گیا اور سفاح نے رد کیا دوبارہ غصب ہوا تو مہدی عباسی نے وارثوں پر رد کیا پھر غصب کیا تو مامون نے ان کو واپس کیا اور ابو ہلال کے علاوہ مورخین کہتے ہیں کہ مامون کے بعد پھر غصب ہوا اور واثق نے انہیں رد کیا پھر غصب ہوا تو معتضد نے واپس کیا اور دوبارہ غصب ہوا تو مقتدر نے واپس کیا اور دوبارہ غصب ہوا تو راضی باللہ نے اولاد فاطمہ سلام اللہ علیہا کو واپس کر دیا۔

فقیر کہتا ہے کہ مہدی کے حالات میں جان چکے ہو کہ اس نے بھی فدک واپس کیا بعد اس کے معتصم کے بعد سے غصب ہوا تھا پس راضی باللہ کے زمانہ تک دس مرتبہ غصب ہوا اور واپس کیا گیا واللہ العالم۔

اور راضی باللہ نے اپنی خلافت کے زمانہ ۳۲۳ھ میں حکم جاری کیا تو ابو جعفر محمد بن علی شلمغانی کو گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا اور اس کا بدن بغداد میں سولی پر لٹکایا گیا اور شلمغانی کو ابن ابی العزاقر کہتے تھے اور وہ منسوب ہے شلمغان کی طرف جو واسط کے اطراف میں ایک بستی ہے اور ابن اثیر نے اس کا قتل ۳۲۲ھ میں بیان کیا ہے۔ اور وہ ان اشخاص میں سے ایک ہے کہ جنہوں نے خدا پر جھوٹ باندھ کر نیابت اور وکالت امام عصر علیہ السلام کا دعویٰ کیا ہے اور ان سے بری باتیں نکلیں اور توقیع شریف ان پر لعنت کرنے اور ان سے برات کرنے کے متعلق خارج ہوئی۔

اس گروہ کے حالات مقتدر کے زمانہ کے حالات میں ذکر ہو چکے ہیں اور جعفر شلمغانی ابتداء میں راہ راست پر تھا اور طائفہ بنی بسطام میں وجیہ اور صاحب قدر و منزلت تھا بسبب اس کے اختصاص کے جناب ابوالقاسم بن روح علیہ السلام تیسرے نائب امام عصر صلوات اللہ علیہ سے پس اسے جناب ابوالقاسم پر حسد ہوا اور یہ مرتد ہو گیا اور بڑے بڑے نظریات اور باتیں ظاہر کیں جب اس کے معاملہ سے پردہ اٹھا شیخ ابوالقاسم حسین بن روح نے بنی بسطام کو شلمغانی کے ساتھ بات چیت کرنے سے منع کیا اور انہیں اس پر لعنت کرنے اور تبرا کرنے کا حکم دیا بنی بسطام نے شیخ کے فرمان پر عمل نہ کیا اور شلمغانی سے دستبردار نہ ہوئے کیونکہ شلمغانی کہتا تھا کہ میں نے راز فاش کر دیا ہے لہٰذا مجھے دور کر دینے کی سزا اور عتاب ہوا ہے دوبارہ شیخ ابوالقاسم نے بنی بسطام کو خط لکھا جو شلمغان اور اس کے پیروکاروں پر لعنت کرنے اور ان سے بیزاری اختیار کرنے پر مشتمل تھا بنی بسطام نے وہ تحریر شلمغانی کو دکھائی جب اس کی نگاہ اس مکتوب شریف پر پڑی تو شیطنت کو بروئے کار لاتے ہوئے وہ بہت رویا اور کہنے لگا کہ لعنت سے مراد اس کا باطنی معنی ہے جو کہ دور ہونا ہے اور یہاں مراد جہنم کی آگ سے دوری ہے پس شیخ کے قول لعنہ اللہ (خدا اس پر لعنت کرے)

کا معنی یہ ہے کہ باعدہ اللہ عن العذاب والنار کہ خدا اس کو عذاب اور جہنم کی آگ سے دور کرے پھر کہنے لگا کہ اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ میں شیخ کے نزدیک صاحب قدر و منزلت ہوں پھر اپنے آپ کو زمین پر گرا دیا اور اپنے رخسار خاک پر ملے۔

خلاصہ یہ کہ شلمغانی نے ان شیطانتوں سے بنی بسطام کے عقائد خراب کر دیئے ایک دفعہ ام کلثوم شیخ ابو جعفر عمری رضوان اللہ علیہ امام عصر علیہ السلام کے دوسرے نائب کی بیٹی ابو جعفر بسطام کی نانی کو ملنے کے لیے گئی تو ابو جعفر کی ماں نے اس کا استقبال کیا اور اس کی تعظیم و توقیر میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا ان میں سے ایک یہ حرکت کی کہ ام کلثوم کے پاؤں پر گر پڑی اور ان کے بوسے لینے لگی ام کلثوم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا بی بی یہ کیا کام کر رہی ہو ابو جعفر کی ماں رو پڑی اور کہنے لگی ایسا تجھ سے سلوک کیوں نہ کروں حالانکہ تم تو میری بی بی فاطمہ زہرہ ہو ام کلثوم نے کہا یہ باتیں کہاں سے کہتی ہو کہنے لگی کہ شلمغانی نے مجھے ایک راز بتایا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ اس کو کسی سے ظاہر نہ کرنا ام کلثوم نے اصرار کیا کہ وہ بتائے ابو جعفر کی ماں نے اس سے عہد و پیمان لیا کہ وہ اس راز کو فاش نہیں کرے گی تب کہنے لگی شلمغانی نے کہا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کی روح تیرے باپ ابو جعفر محمد بن عثمانؓ کے بدن میں اور امیر المومنین کی روح شیخ ابو القاسم کے بدن میں اور جناب فاطمہ کی روح تمہارے (ام کلثوم) بدن میں منتقل ہو گئی ہے پس کس طرح تمہاری عزت و تعظیم نہ کروں اے ہماری بی بی وخاتون ام کلثوم نے کہا یہ باتیں نہ کرو بیشک یہ جھوٹ ہیں وہ کہنے لگی میں کہہ چکی ہوں یہ راز ہے۔

خلاصہ کہ ام کلثوم نے یہ واقعہ شیخ ابو القاسم سے نقل کیا تو شیخ نے فرمایا کہ پھر اس عورت کو ملنے نہ جانا کیونکہ اس عورت کی یہ بات کفر خداوند عظیم اور الحاد در دین تک ہے جو شلمغانی ملعون نے ان کے دل میں ڈالا ہے تا کہ اس ذریعہ سے وہ یہ دعویٰ کرے کہ خداوند عالم نے اس میں حلول کیا ہے اور وہ خدا کے ساتھ متحد ہو گیا ہے جیسا کہ نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں کہتے ہیں اور چاہتا ہے کہ اس سبب سے حلاج کا نظریہ ان میں پھیلائے پس شیخ نے شلمغانی پر لعنت کرنے کو شائع کیا اور پھیلایا اور توقیع شریف حضرت صاحب الامر علیہ السلام کی طرف سے بھی اس پر لعنت کرنے کے لیے خارج ہوئی یہاں تک کہ شلمغانی نے عذاب کی چاشنی دنیا میں چکھ لی اور اپنے کیفر کردار کو پہنچا اور اس کے قتل کا سبب یہ ہوا کہ جب شیخ نے اس پر لعنت کرنے کا اعلان کیا اور تمام شیعوں کو اس پر لعنت کرنے کا حکم دیا تو اس پر تلبیس اور شیطنت کا راستہ بند ہو گیا ایک دن شیعوں کی ایک بہت بڑی مجلس میں تھا اور ہر ایک شیخ کی طرف سے اس پر لعنت کرنے کو نقل کرتا تھا تو شلمغانی نے کہا اگر میرا ہاتھ شیخ تک پہنچ گیا اور آسمان سے آگ نہ آئی اور اس نے اس کو جلا نہ دیا تو پھر جان لو کہ جو کچھ اس نے میرے حق میں کہا ہے وہ حق ہے یہ خبر راضی باللہ تک پہنچ گئی تو اس نے حکم دیا کہ اس کو پکڑ کر قتل کر دو اور شلمغانی ابن مقلہ کے مکان پر تھا جب اس کو قتل کیا گیا اور شیعوں کو اس سے راحت و آرام ملا خدا تعالیٰ اس پر لعنت کرے اور ۳۲۶ھ میں شیخ ابو القاسم حسین بن روح رضی اللہ عنہ رحمت خداوندی سے جا ملے اور ان کی قبر شریف بغداد میں ہے اور ہم انشاء اللہ منتہی کے زمانہ کے حالات میں ان کی مدت نیابت اور قبر شریف کی طرف اشارہ کریں گے۔

اور ۳۲۸ھ میں شیخ المحدثین حافظ محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی رازی ثقۃ الاسلام عطر اللہ مرقدہ نے وفات پائی افضیہ بزرگوار شیخ و رئیس شیعہ اور حدیث میں واثق (زیادہ قابل وثوق) اور اثبت (زیادہ ثابت قدم) تھے اور کتاب شریف کافی جو کہ شیعوں

کی آنکھوں کی روشنی ہے اور اسی (۸۰) ہزار سطر اور سولہ ہزار ایک سو ننانوے حدیثیں ہیں بیس سال کی مدت میں تالیف فرمائی اور حق یہ ہے
کہ احسان عظیم اور بہت زیادہ حق شیعوں پر خصوصاً اہل علم پر قائم کیا ہے اور ان کی جلالت قدر و عظمت شان کی وجہ سے ابن اثیر جزری نے
انہیں تین سو ہجری کے سرے پر مذہب شیعہ امامیہ کا مجدد شمار کیا ہے بعد اس کے کہ حضرت ثامن الائمہ امام رضا علیہ السلام کو دو سو ہجری
کا مجدد قرار دیا ہے اور آپ کی قبر شریف بغداد شرقی میں پل کے پاس ہے اور آنجناب ابوالحسن علی بن محمد جو علان کلینی مشہور تھا اس کے
بھانجے ہیں اور اسی سے روایت کرتے ہیں اور کلین بروزن زبیر جوری کے قریب ایک بستی ہے وادی کرج کے نزدیک کہ جس میں
یعقوب بن اسحاق جناب کلینی کے والد مدفون ہیں اور آج کل طہران سے ایک منزل کے فاصلہ پر حسن آباد کے قریب بر لب سڑک وہ بستی
اور جناب یعقوب کی قبر مشہور ہے اور کلین کلین بستی کے علاوہ ہے جو امیر کے وزن پر ہے اور صاحب قاموس کو اشتباہ ہوا ہے اور شیخ کلینی
کی نسبت اس بستی کی طرف دی ہے اور مثل مشہور ہے کہ اہل مکہ اعرف بشعابها مکہ والے اس کی گھاٹیوں کو بہتر جانتے ہیں۔

پھر یہاں معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے بعض محققین اسلام سے منقول ہے کہ کلینی کا طریقہ یہ ہے کہ جو احادیث جو انہوں نے
اخراج کی ہیں انہیں ابواب میں بہت وضوح کی بنا پر ترتیب میں رکھا ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ ابواب کے آخر میں جو احادیث ہیں وہ زیادہ تر اجمال و خفاء سے خالی نہیں ہیں (یعنی جو احادیث زیادہ
صحیح اور واضح ہیں ان کو ابواب میں پہلے جگہ دی ہے اور جو مجمل ہیں اور جن میں خفاء ہے وہ آخر میں رکھی ہیں مترجم) اور واضح ہو کہ شیخ
کلینی کے شیوخ اور اساتذہ میں سے شیخ اجل اقدم ثقہ جلیل القدر ابوالحسن علی بن ابراہیم بن ہاشم قمی ہیں جو کتاب تفسیر قمی و کتاب فضائل
امیر المومنین و کتاب ناسخ و منسوخ وغیرہ کے مولف ہیں اور ان کی قبر اس وقت قم میں محمد بن قولویہ کے مقبرہ سے ساٹھ قدم کے فاصلہ پر
پچھلی طرف مشہور ہے اور کلینی کے مشہور معاصرین میں اور علی بن ابراہیم سے اخذ حدیث میں ان کے شریک کار شیخ ثقہ فقیہ محمد بن احمد
بن عبداللہ بن قضاعہ بن صفوان بن مہران جمال جو کنیت ابوعبداللہ صفوانی مشہور ہیں۔

اور شیخ ثقہ جلیل القدر ہارون بن موسیٰ تلعکبری جو بہت سی کتب کے مولف ہیں اور صفوانی وہی ہے کہ جس کا سیف الدولہ
حمدانی کے دربار میں موصل کے قاضی کے ساتھ مسئلہ امامت میں مباحثہ و مناظرہ ہوا اور اس سے انہوں نے مباہلہ کیا اور قاضی موصل
دوسرے دن ہلاک ہو گیا اور صفوانی کا دادا صفوان جمال ہے جو کہ حضرت صادق و کاظم کے بہترین صحابیوں میں سے ہے اور یہ وہی ہے
کہ حضرت کاظم نے جس سے فرمایا تھا تیری ہر چیز اچھی اور خوبصورت ہے سوائے ایک چیز کے اور وہ تیرا اپنے اونٹ اس شخص یعنی
ہارون الرشید کو کرایہ پر دینا ہے اور اس کی یہ حدیث مشہور ہے۔

اور یہ بھی واضح ہو کہ شیخ کلینی کے مشہور شاگردوں میں سے عالم ربانی محمد بن ابراہیم بن جعفر ابوعبداللہ کاتب نعمانی جو ابن
ابی زینب کے نام سے مشہور اور کتاب تفسیر اور مشہور کتاب غیبت کے مولف ہیں کہ جن کی وفات شام میں ہوئی اور وہ نعمانیہ کی طرف
منسوب ہیں جو واسط اور بغداد کے درمیان ایک شہر ہے اور ایک بعید احتمال یہ ہے کہ یہ بستی مصر کے علاقہ میں ہے۔

اور ۳۲۸ھ میں محمد بن قاسم بغدادی نحوی نے (جو ابن انباری کے لقب سے مشہور تھا) وفات پائی اور اس شخص کی علم

قرآن اور غریب حدیث میں بہت سی کتب ہیں اور منقول ہے کہ ایک سو بیس تفسیر اسناد کے ساتھ اسے یاد تھیں اور تین لاکھ اشعار جو شاہد والفاظ قرآن کے گواہ تھے وہ اس کو حفظ تھے اور ان سے پوچھا گیا تیری یادداشتیں کتنی مقدار میں ہیں کہنے لگا تیرہ صندوق اور اسی سال احمد بن محمد نے (جو ابن عبدربہ مشہور تھا قرطبی اندلسی مروانی اور کتاب عقد الفرید کا مولف) وفات پائی۔

اور اسی سال (۳۲۸ھ) محمد بن احمد نے (جو ابن شنبوذ قاری مشہور تھا) وفات پائی اور ابن شنبوذ (شین کی زبر کے ساتھ) وہی شخص ہے جو قرآن کو شواذ قراتوں کے ساتھ پڑھتا تھا اور بعض الفاظ کو تبدیل کر دیتا اور بعض کلمات زیادہ کر دیتا اور ابن مقلہ وزیر نے اسے تادیب کی اور توبہ کرائی اور اس کی قرات میں سے (جہاں اس نے الفاظ بدلے ہیں) یہ ہیں فامضوا الی ذکر الله یاخذ کل سفینة صالحة غصبا۔ وتجعلون شکر کم انکم تکذبون فلما خر تبینت الانس ان الجن لو کانو یعلمون الغیب مالبثوا حولا فی العذاب المهین۔ فالیوم ننجیك ببدنك۔ اور اسی قسم کے (بے تکے) جملے۔

اور دس شوال ۳۲۸ھ میں محمد بن علی بن الحسین بن مقلہ مشہور کاتب نے وفات پائی اور محمد بن مقلہ نے اپنے بھائی حسن بن علی کیساتھ مل کر خط عربی کو کوفیت سے نقل کیا اور علی بن ہلال نے اس کی کانٹ چھانٹ کی اور ابن مقلہ کے کئی خلفاء کے زمانہ میں کئی بار وزارت کے عہدہ سے معزول و منصوب ہونے کے واقعات ہیں بالآخر اس کے ہاتھ کاٹ دیئے گئے تو قلم بازو میں لے کر لکھا کرتا تھا اور پھر آخر میں اس کی زبان کاٹ دی گئی اور ایک مدت تک قید میں رہ کر مر گیا۔

اور راضی باللہ کے زمانہ میں خلافت کا معاملہ مختل ہو گیا وہ بہت سے لوگوں نے خروج کیا اور کئی شہروں پر ان کے قبضے ہو گئے اور انہوں نے حکومتیں قائم کر لیں اور طوائف الملوکی کی طرح کی سلطنت و حکومت ہو گئی جیسا کہ منقول ہے کہ بصرہ و واسط اور اہواز عبداللہ بریدی اور اس کے بھائیوں کے قبضہ میں تھا فارس کی حکومت عماد الدولہ بن بویہ کے زیر نگین تھی اور موصل و دیار بکر و دیار ربیعہ اور دیار مصر (غالباً مصر کے کچھ قلعے مراد ہیں مترجم) بنی حمدان کے ہاتھ اور اندلس کے شہر بنی امیہ کے قبضہ میں تھے خراسان اور اس کے اطراف نصر بن احمد سامانی کے ہاتھ میں تھے اور بحرین و یمامہ و ہجر ابوطاہر قرمطی کے پاس تھے اور طبرستان و جرجان پر دیلم کا قبضہ تھا اور راضی باللہ کے پاس بغداد و سواد (کوفہ) کے علاوہ کچھ نہیں تھا پس بنی عباس کی حکومت کے ارکان متزلزل ہو گئے اور ان کی سلطنت رو بزوال و اضمحلال ہوئی اور راضی نے چھ سال گیارہ مہینے اور تین دن خلافت کی اور اپنی خلافت کے زمانہ میں ابن مقلہ کا ہاتھ کاٹا اور ایک قول ہے کہ اس کی گردن اڑا دی اور راضی دس ربیع الاول ۳۲۹ھ میں استسقاء کی بیماری سے مرا اس کی بیماری کے زیادہ تر اسباب میں سے کثرت جماع تھا وہ رصافہ میں دفن ہوا اس کی ماں کا نام ظلوم تھا۔

ابراہیم بن مقتدر المتقی باللہ کی خلافت کے زمانہ کا ذکر

جس وقت راضی باللہ دنیا سے گیا اس کا بھائی متقی باللہ ابراہیم بن مقتدر اس کی جگہ بیٹھا اور اس کی خلافت کے پہلے سال جو ۳۲۹ھ ہے شیخ معظم جلیل فقیہ علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی صدوق اوّل رضوان اللہ علیہ نے وفات پائی اور یہ بزرگوار اپنے زمانہ کے قمیین کے شیخ اور رئیس تھے اور عراق کے سفر میں جناب شیخ ابوالقاسم حسین بن روح امام عصر علیہ السلام کے تیسرے نائب کی خدمت میں پہنچے اور ایک دفعہ خط لکھ کر شیخ ابوالقاسم حسین بن روح کے پاس بھیجا کہ وہ خط امام علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا دیں اور اس خط میں اولاد کی خواہش کی تھی ان کے خط کے جواب میں گرامی نامہ آیا دعونا اللہ بذلک وسترزق والدین خیرین۔ یعنی ہم نے تیری اولاد کے سلسلہ میں خداوند عالم سے دعا کی ہے عنقریب تجھے دو بہترین نیکوکار بیٹے عطا ہوں گے۔

پس خدا تعالیٰ نے محمد و حسین انہیں عنایت فرمائے ابوجعفر محمد وہی ہیں کہ جنہیں رئیس المحدثین اور صدوق مطلق سے تعبیر کرتے ہیں اور علماء قم میں ان کے مثل حافظ اور کثرت علم میں نہیں دیکھا گیا اور تین سو کے قریب کتب تصنیف کی ہیں اور کبھی کبھی فخر ومباہات کرتے اور فرماتے کہ ولادت بدعوۃ صاحب الامر علیہ السلام میں حضرت صاحب الامر کی دعا سے پیدا ہوا ہوں اور ۳۸۱ھ میں ان کی وفات ہوئی جیسا کہ بعد میں کچھ ان کی جلالت وعظمت کی طرف اشارہ کریں گے۔

خلاصہ یہ کہ علی بن الحسین صدوق اول کی بڑی عظمت وجلالت ہے اور ان کی قبر شریف قبرستان قم میں مشہور ہے ان کا بڑا مقبرہ ہے عالیشان گنبد کے ساتھ اور ان کیلئے توقیع حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ہوئی ہے کہ جس کے دیکھنے سے ان کی جلالت شان معلوم ہوتی ہے۔

صورت توقیع شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والجنة للموحدين والنار للملحدين ولا عدوان الا على الظالمين ولااله الاالله احسن الخالقين والصلوٰة على خير خلقه محمد وعترته الطاهرين اما بعد اوصيك ياشيخي ومعتمدى وفقيهى اباالحسن على بن الحسين القمى وفقك الله لمرضاته وجعل من صلبك اولا د اصالحين برحمته بتقوى الله واقام الصلوٰة وايتاء الزكوٰة فانه لاتقبل الصلوٰة من مانعى الزكوٰة واوصيك بمغفرة الذنب وكظم الغيظ وصلة الرحم ومواساة الاخوان والسعى فى حوائجهم فى العسر واليسر والحلم عند الجهل والتفقه فى الدين والتثبت فى الامور والتعاهد للقرآن وحسن الخلق والامر بالمعروف والنهى عن المنكر قال الله عزوجل لاخير فى كثير من نجواهم الامن امر بصدقة اومعروف اواصلاح بين الناس واجتناب الفواحش كلها وعليك بصلوٰة الليل فان النبى ﷺ اوصى عليا عليه السلام فقال ياعلى عليك بصلوٰة الليل ثلاث مرات ومن استخف بصلوٰة الليل فليس منا فاعمل بوصيتى وامر شيعتى يعملو عليه وعليك بالصبروانتظار الفرج فان النبى ﷺ افضل اعمال امتى انتظار الفرج لاتزال امتى ولا يزال شيعتنا فى حزن حتى يظهرولدى الذى بشربه النبى ﷺ انه يملاء الارض عدلاً وقسطا كما ملئت ظلما وجورا فاصبر ياشيخى وامر جميع شيعتى بالصبر فان الارض لله يورثها من يشاء من عباده والعاقبة للمتقين والسلام عليك وعلى

جمیع شیعتنا ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل نعم المولیٰ و نعم النصیر۔

"بنام اللہ کے نام کا جو بڑا مہربان اور زیادہ رحم کرنے والا ہے تعریف وستائش اللہ کے لیے ہے جو عالمین کا پروردگار ہے اور عاقبت متقیوں کے لیے ہے اور جنت توحید پرستوں کے لیے اور جہنم ملحد و انکار کرنے والوں کے لیے ہے اور زیادتی (عذاب) نہیں ہے مگر ظلم کرنے والوں پر اور کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے جو بہترین خالق ہے اور درود و رحمت ہے اس کی بہترین مخلوق محمد اور ان کی پاک عترت وآل پر امابعد میں تجھے وصیت کرتا ہوں اے میرے شیخ و میرے معتمد و میرے فقیہ ابوالحسن علی بن الحسین قمی خدا تجھے اپنی مرضات اور پسندیدہ چیزوں کی توفیق دے اور اپنی رحمت سے تیرے صلب میں سے نیک اولاد قرار دے اللہ سے ڈرنے نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کی کیونکہ زکوٰۃ نہ دینے والے کی نماز قبول نہیں ہوتی اور میں تجھے وصیت کرتا ہوں گناہ کے معاف کرنے، غصہ پی جانے اور صلہ رحمی کرنے اور بھائیوں کی مدد کرنے اور تنگی وکشائش میں ان کے حاجات کے لیے کوشش کرنے جہالت کے مقابلہ میں حلم وبردباری کرنے اور دین کو سمجھنے اور امور و معاملات کو سلجھانے اور قرآنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے اور اچھے خلق اور نیکی کے حکم دینے اور برائی سے روکنے کی خدائے عزوجل فرماتا ہے ان کی بہت سی سرگوشیوں میں کوئی بھلائی اور خیر نہیں مگر یہ شخص جو صدقہ یا نیکی کا حکم دے یا لوگوں کے درمیان اصلاح کرے تمام قسم کی برائیوں سے بچے اور تم پر نماز شب (تہجد) کا پڑھنا لازم ہے کیونکہ نبی اکرمؐ نے علی علیہ السلام کو وصیت کی پس فرمایا اے علی تجھ پر نماز شب کا پڑھنا لازم ہے تین مرتبہ یہ فرمایا اور جو نماز شب (تہجد) کو معمولی سمجھے وہ ہم میں سے نہیں پس میری وصیت پر عمل کرو اور میرے شیعوں کو حکم دو تا کہ وہ بھی عمل کریں اور تجھ پر صبر کرنا اور فرج وکشائش کا انتظار کرنا لازم وضروری ہے کیونکہ نبی اکرمؐ نے فرمایا میری امت کے اعمال میں سے افضل عمل انتظار فرج وکشائش ہے۔

میری امت اور ہمارے شیعہ ہمیشہ حزن وملال میں رہیں گے جب تک میرا بیٹا ظہور نہ کرے کہ جس کے متعلق نبی کریمؐ نے بشارت دی تھی کہ وہ زمین کو عدل وانصاف سے پر کریگا جس طرح کہ وہ ظلم وجور سے پر ہو گی پس صبر کرو اے میرے شیخ اور میرے تمام شیعوں کو صبر کا حکم دو پس بیشک زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے گا وارث بنائے گا اور عاقبت متقیوں کے لیے ہے اور سلام ہو تجھ پر اور ہمارے تمام شیعوں پر اور اللہ کی رحمت وبرکتیں ہوں اللہ ہمارے لیے کافی اور بہترین وکیل ہے اور بہترین مولیٰ وآقا اور بہترین مدد کرنے والا ہے۔"

پندرہ شعبان ۳۲۹ھ میں شیخ جلیل معظم ابوالحسن علی بن محمد سمری نے (جو کہ امام عصر علیہ السلام کے آخری نائب خاص تھے) وفات پائی اور وہ سال ستاروں کے گرنے کا تھا اور بہت سے شیعہ علماء محدثین نے اس سال عالم بقاء کی طرف رحلت فرمائی ہے اسی سال غیبت کبریٰ کی ابتداء ہوئی اور ہمارے زمانے تک ایک ہزار اور کچھ عرصہ گزر گیا ہے کہ غیبت امامؑ نے طول کھینچا ہے اور وہ نور عالمتاب نگاہوں چھپا ہوا ہے ہم خداوند عالم سے فرج وکشائش کی دعا کرتے ہیں کیونکہ بہت سے دلوں کو شک وشبہ نے گھیر رکھا ہے اور مناسب

ہے کہ یہاں کچھ کلام کوئی الجملہ وسعت دیں واضح ہو کہ علماء اسلام کے درمیان اس میں شک وشبہ نہیں کہ رسول خدا نے فرمایا من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاھلیۃ۔ جو شخص مرجائے اور وہ اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانتا ہو تو وہ کفر و زمانہ جاہلیت کی موت مرتا ہے اور یہ حدیث کتب شیعہ وسنی میں روایت ہوئی ہے۔

بلکہ کچھ صحاح عامہ اور اکثر کتب اہل سنت میں ارسال مسلم کے طور پر نقل ہوئی ہے یہاں تک کہ عبداللہ بن عمر سے مشہور ہے کہ وہ آدھی رات کے وقت حجاج بن یوسف ثقفی کے دروازے پر گیا اور کہنے لگا مجھ سے عبدالملک بن مروان کی طرف سے بیعت لے لو کیونکہ میں نے رسول خدا سے سنا ہے کہ جو شخص رات گزار دے اس حالت میں اس کی گردن میں کسی امام کی بیعت نہ ہو اور وہ مرجائے تو جاہلیت کی موت مرے گا اسی طرح شیعہ طریقے سے متواتر ہے کہ کسی وقت بھی زمین حجت خدا یعنی امام وخلیفہ پیغمبر سے خالی نہیں رہ سکتی کیونکہ اگر آنکھ جھپکنے کی دیر کے لیے بھی زمین حجت کے بغیر ہو تو اپنے رہنے والوں کو نگل جائے گی اور یہ بات قواعد عقلیہ کے مطابق ہے کہ ممکن کو حضرت واجب سے فیض حاصل کرنے کے لیے واسطہ کی ضرورت ہے جو صاحب عصمت ہو اور جذبہ قدسی رکھتا ہو پس ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اگر وہ کفر وجاہلیت سے نکلنا چاہتا ہے تو اپنے امام زمانہ کو پہچانے اور اسے واجب الاطاعت اور نزول رحمت والطاف الہیہ کا واسطہ قرار دے اور جو شخص خاتم الانبیاء حضرت محمد بن عبداللہ صلوات اللہ علیہ کی رسالت اور گزشتہ آئمہ کی امامت (کہ جن کے پہلے امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام اور گیارہویں حضرت امام حسن عسکری ہیں) کا اعتقاد رکھتا ہے تو اسے یہ جاننا چاہیے کہ اس کے زمانہ کے بارہویں امام حضرت خلف صالح حجۃ بن الحسن العسکری صلوات اللہ علیہ مہدی موعود قائم منتظر نظروں سے غائب اور اطراف دنیا میں چلنے پھرنے والے ہیں کہ جن کے متعلق حضرت رسولؐ وامیر المومنینؑ اور باقی گزشتہ آئمہ سے ان کے نام کی تصریح اوصاف وشمائل اور آنجنابؑ کی غیبت کے ساتھ نصوص متواتر پہنچی ہیں بلکہ مشہور مسلمانوں کے فرقوں میں اس امر میں کوئی اختلاف نہیں کہ رسول خدا نے آخری زمانہ میں مہدی علیہ السلام کے آنے کی خبر دی ہے کہ جو آنحضرتؐ کے ہمنام ہیں اور وہ آنحضرتؐ کے دین کو رائج کریں گے زمین کو عدل وانصاف سے پر کریں گے حضرت حجۃ سے متعلق اخبار وروایات حضرت حجۃ کی ولادت سے پہلے اصحاب ثقات کی معتبر کتب میں ثبت ہو چکی ہیں۔ جن میں سے بعض کتب اب تک موجود ہیں اور جس طرح انہوں نے خبر دی اور اوصاف بیان کیے بہت سارے لوگوں نے انہیں دیکھا اور نام ونسب واوصاف ان کے فرمان اور اخبار کے مطابق تھے پس منصف مزاج عقلمند کے لیے کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہتا کہ امام زمانہ ہی مہدی موعود ہیں جیسا کہ رسول کریم کے ذکر اور شمائل وخصائل سے جو کتب سماویہ میں موجود تھے اہل کتاب کے منصف مزاج لوگ یہود ونصاریٰ میں سے صرف آنحضرتؐ کو دیکھنے اور ان نوشتہ جات کو) منطبق کرنے سے اسلام لے آئے حالانکہ خصوصیات اور اسباب تعریف وہاں ان کے پاس کم تھے ان کی نسبت جو یہاں ہیں جب یہ معلوم ہوا کہ ہمارے امام زمانہ حضرت حجۃ بن الحسن علیہ السلام ہیں۔ تو واضح ہو کہ زیادہ مشہور یہ ہے کہ آپؑ کی ولادت باسعادت ۲۵۵ھ میں ہوئی اور بعض نے اس سے زیادہ کہا ہے اور مسعودی نے ۲۵۶ھ کہی ہے جو لفظ نور کے عدد کے مطابق ہے اور فریقین میں جو کچھ مشہور ہے اس کی بناء پر آنجنابؑ کے والد بزرگوار کی وفات ۲۶۰ھ پس آپؑ کا سن مبارک منصب امامت سنبھالنے کے وقت

تقریباً پانچ سال تھا اور اس دوران میں حضرتؑ سے معجزات اور عجیب و غریب حالات ظاہر ہوئے اور آپؑ کی دو غیبتیں ہیں غیبت صغریٰ و غیبت کبریٰ پہلی غیبت صغریٰ ہے جو ولادت کے زمانہ سے لے کر سفارت و نیابت خصوصی کے منقطع ہونے تک تھی جو کہ ۳۲۹ھ ہے اس غیبت کی مدت چوہتر سال تھی اس کے بعد غیبت کبریٰ واقع ہوئی اور غیبت صغریٰ کے زمانہ میں کچھ لوگ سفراء و نواب تھے لوگ اپنے عرائض ان نائبین کو دیتے اور جواب مع خط شریف کے ساتھ باہر آتا اور خمس اور نذریں جو لوگ لے جاتے یہ بزرگوار لے کر حضرتؑ کی خدمت میں پیش کرتے اور آپ کی اجازت سے سادات اور فقراء شیعہ تک پہنچاتے ان سفرا کرام سے بہت سی کرامات ظاہر ہوئی کہ جن سے لوگوں کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ حضرت کی طرف سے منصوب ہیں مثلاً مال کی مقدار بتاتے تھے اور جس شخص نے مال بھیجا ہے اس کا نام لیتے اور جو کچھ لانے والوں پر راستہ میں گزری ہوتی اس کی خبر دیتے موت بیماری اور دوسرے ان کے حالات بیان کرنے اور اسی طرح واقع ہوتا اس غیبت صغریٰ کے زمانہ میں بہت سے لوگ آپ کی خدمت میں پہنچے۔

مشہور سفراء و نواب کہ جو مرجع اور پناہ گاہ شیعہ تھے وہ چار بزرگ ہیں:

پہلے: ان میں سے شیخ اجل سعید ابو عمرو عثمان بن سعید اسدی ہیں کہ جن کی عدالت و امانت پر حضرت ہادی (علی نقی) علیہ السلام نے نص فرمائی اور یہ بھی آپ نے شیعوں سے فرمایا تھا کہ جو کچھ یہ کہے حق ہے اور ہماری طرف سے کہتا ہے یہ پہلے سے عسکرین (نقی و عسکری) علیہما السلام کی وکالت و نیابت سے سرفراز تھے ان کی قبر شریف بغداد میں ہے۔

دوسرے: ابو جعفر محمد بن عثمان بن سعید رضی اللہ عنہم ہیں کہ جو حضرت صاحب الامر علیہ السلام کی طرف سے اپنے باپ کی نص سے بزرگوار باپ کے قائم مقام ہوئے ان کے والد کی وفات کے بعد حضرتؑ نے گرامی نامہ ان کی طرف لکھا جو ان کے والد کی تعزیت اور خود ان کے ذکر سعادت اور اس مقام رفیع کی صلاحیت رکھنے پر مشتمل تھا کئی توقیعات شریفہ ناحیہ مقدسہ کی طرف سے ان کی سعادت و نیک بختی پر مشتمل شیعوں کے لیے ظاہر ہوئیں اور ان کی عدالت و نیابت پر ملت شیعہ کا اجماع ہو گیا تھا اور ہمیشہ امور دین میں شیعہ ان کی طرف رجوع کرتے اور کرامات و خوارق عادات بہت سے ان سے ظاہر ہوتے اور فرماتے کہ خدا کی قسم حضرت صاحب الامرؑ ہر سال موسم حج میں مکہ اور مشاعر میں حاضر ہوتے اور لوگوں کو دیکھتے ہیں اور پہچانتے ہیں لوگ بھی حضرت کو دیکھتے ہیں لیکن پہچانتے نہیں روایت ہوئی ہے کہ محمد بن عثمان نے اپنے مرنے کے دن کی خبر لوگوں کو دی تھی مرنے سے پہلے تیار ہو گئے تھے اور اپنی قبر بنائی تھی اور ایک نقاش کو حکم دیا کہ ایک ساج تختے پر قرآن کی آیات اور آئمہ علیہم السلام کے اسمائے گرامی نقش کرے تا کہ اسے اس کی تکیہ گاہ قرار دیں اور ان کی وفات کا دن مطابق ہوا اس دن کے جس کی انہوں نے خبر دی تھی ان کا سال وفات ۳۰۵ھ یا ۳۰۴ھ تھا اور تقریباً پچاس سال اس عظیم منصب پر فائز رہے ان کی قبر شریف بغداد میں دروازہ سلمان کے پاس قبرستان کے درمیان عالیشان گنبد کے ساتھ موجود تھے اور آج کل شیخ خلانی کے نام سے وہاں مشہور ہے۔

تیسرے: جناب شیخ ابو القاسم حسین بن روح ہیں جو طائفہ جلیلہ نوبختیین میں سے ہیں کہ ہمیشہ یہ گروہ قبیلہ وعلماء و متکلمین اور صاحب تالیف مشہور ہیں اور محمد بن عثمان کی وفات کے بعد نیابت کا تاج انہوں نے اپنے سر پر رکھا اور اکیس سال سے زیادہ عرصہ تک

امر سفارت میں مشغول رہے اور شیعوں کے امور و معاملات کے مرجع رہے۔

۳۲۶ھ میں رحمت خداوندی سے جا ملے ان کی قبر شریف بغداد کے اس کوچہ کے آخر میں ہے کہ جس کا راستہ بازار عطاران کے وسط سے ہے اور قبر مکان کے اندر ہے لیکن اجازت لے کر اندر جانا چاہیے ابھی تک تو کوئی ایک مرد پیدا نہیں ہوا کہ جو اس مکان کو خرید کر مختصر صحن اور چند ایوان اور ایک حوض بنا دے کہ اس کے موافع خیریہ کا شمار نہیں علاوہ اس کے کہ اس میں صاحب قبر شریف کی تعظیم و تجلیل ہے کیونکہ زیادہ تر زائرین جو خرید و فروخت اور لین دین کا شغل رکھتے ہیں ان کے لیے چند گھڑیاں راحت و آرام سے کھانا کھانے شدت گرمی کا وقت گزارنے وضو و طہارت کرنے اور نماز کے لیے ایک جگہ کی ضرورت ہے بغداد میں شیعوں کے لیے کوئی ایسی جگہ نہیں ہے اکثر اوقات تھکے ماندے ہو کے نماز پڑھے بغیر آخری وقت میں اپنے آپ کو کاظمین پہنچاتے ہیں اگر یہ مقام بن جائے تو ہزاروں دینی و دنیوی عزت و جان کی اعانتیں ہزاروں زائروں کے ساتھ ہر ہفتہ اور ہر ماہ ہو سکیں گی۔

چوتھے: شیخ جلیل معظم علی بن محمد سمری ہیں جو حسین بن روح کے قائم مقام ہوئے اور تین سال تک امر نیابت ان کے سپرد رہا پندرہ شعبان ۳۲۹ھ میں رحمت خداوندی سے جا ملے وہ ستاروں کے گرنے اور ٹوٹنے کا سال تھا۔

اس میں غیبت کبریٰ کی ابتداء ہوئی ان کی قبر شریف بغداد میں شیخ کلینی کی قبر کے پاس ہے اور شیخ صدوق و شیخ طوسی نے حسن بن احمد مکتب سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ہم اس سال بغداد میں تھے کہ جس میں جناب سمری نے وفات پائی ان کی وفات سے چند دن پہلے ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے صاحب الامر علیہ السلام کا فرمان نکالا کہ جس کا مضمون یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم اے علی بن محمد سمری خدا تیرے بھائیوں کا اجر تیرے مصیبت میں عظیم قرار دے تو آج سے چھ دن بعد دنیا سے جدا ہو جاؤ گا پس اپنے کاموں کو سمیٹ لے اور وصی اور اپنا قائم مقام کسی کو قرار نہ دے کیونکہ غیبت تامہ (مکمل) واقع ہو چکی ہے اس کے بعد ہم کسی کے سامنے ظاہر نہیں ہوں گے مگر خدا کے اذن کے بعد اور یہ ظہور اس کے بعد ہوگا کہ جب غیبت کی مدت طویل ہو جائے گی اور دل سخت ہو جائیں گے اور زمین ظلم و جور سے پر ہو جائے گی۔

اب کے بعد شیعوں میں سے کچھ لوگ مشاہدہ کا دعویٰ کریں گے تو جو شخص سفیانی کے خروج اور صدائے آسمانی سے پہلے مشاہدہ کا دعویٰ کرے وہ دروغ گو اور افتراء پرداز ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم نہیں طاقت و قوت مگر خدائے بلند و صاحب عظمت کی طرف سے۔

حسن کہتا ہے کہ ہم سب نے توقیع کو نقل کر لیا اور ان کے پاس سے باہر آ گئے جب چھٹا دن ہوا تو ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہی حالت احتضار میں پایا کسی نے ان سے کہا کہ آپ کے بعد آپ کا وصی و جانشین کون ہے تو فرمایا اللہ امر ہو بالغہ خدا کی حکمت وامر ہے کہ وہ عمل میں آئے گا جو کہ غیبت کبریٰ کے وقوع سے کنایہ تھا یہ کہہ کر جان جان آفرین کے سپرد کر دی رضوان اللہ علیہ۔

اور متقی کے زمانہ میں ۳۳۲ھ یا ۳۳۳ھ میں حافظ ابو العباس احمد بن محمد بن سعید کوفی نے جو ابن عقدہ مشہور تھا وفات

پائی اہل حدیث کی اصطلاح میں حافظ اس کو کہتے ہیں کہ جسے ایک لاکھ حدیث سند کے ساتھ یاد ہو اور حجۃ اس کو کہتے ہیں کہ جسے تین لاکھ احادیث یاد ہوں والحاکم من احاط بالجمیع اور حاکم اس کو کہتے ہیں کہ جس کا حافظہ سب پر محیط ہو اور ابن عقدہ سے منقول ہے کہ وہ کہتا تھا کہ مجھے ایک لاکھ بیس ہزار احادیث سند کے ساتھ یاد ہیں اور میں مذاکرہ کر سکتا ہوں اور تین لاکھ احادیث کے متعلق جواب دے سکتا ہوں۔

دار قطنی نے کہا ہے کہ اہل کوفہ کا اجماع واتفاق ہے کہ ابن مسعود کے زمانہ سے لے کر ابن عقدہ کے زمانہ تک اس سے زیادہ حافظ نہیں دیکھا گیا خلاصہ یہ کہ ابن عقدہ کا مرتبہ جلیل اور قدر و منزلت عظیم تھی لیکن وہ زیدی مذہب اور جارودی تھا اس نے بہت سی کتابیں تالیف کی ہیں ان میں سے ایک کتاب اسماء الرجال (اس میں ان اشخاص کا ذکر ہے) کہ جنہوں نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے وہ چار ہزار ہیں اس کتاب میں اس نے ہر شخص کی وہ روایت بیان کی ہے جو اس نے حضرتؑ سے روایت کی ہے اس کی کتب میں سے ایک کتاب الولایۃ ہے کہ جسے حدیث غدیر کے طرق میں تحریر کیا ہے اور اس حدیث شریف کو ایک سو سے زیادہ صحابہ سے اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے منقول ہے کہ اس کی تمام کتب چھ سو اونٹوں کا بار تھیں اور ابن کثیر ذھبی اور یافعی سے ان کی تواریخ میں منقول ہے کہ یہ شیخ کوفہ کی مسجد براثا میں بیٹھتا تھا اور لوگوں سے مثالب اور برائیاں شیخین کی بیان کرتا تھا لہٰذا اس کی روایات ترک کر دی گئی ہیں واللہ اس کی صداقت اور وثاقت میں کسی کو کلام نہیں انتہی۔

معلوم رہے کہ اس شیخ کا بیٹا محمد بن احمد عقدہ جس کی کنیت ابو نعیم حافظ تھی یہ اپنے باپ کے طریقہ کے برعکس اور شیعہ امامیہ کے جلیل القدر علماء میں سے بلا کا حافظہ رکھتا شیخ تلعکبری مشہور ہے اور ۳۳۳ھ میں جیسا کہ علامہ مجلسی نے فرمایا ہے شیخ جلیل مورخ امین معتمد عند الفریقین علی بن الحسین بن علی ھذلی نے (جو مسعودی مشہور اور کتاب اثبات الوصیۃ اور مروج الذہب اور دوسری کتب کا مولف ہے) وفات پائی بعض کہتے ہیں کہ مسعودی نے ۳۴۵ھ تک کا زمانہ دیکھا یہ شیخ اجلاء علماء امامیہ میں سے ہے اور بہت تعجب ہے عالم فاضل آقا محمد علی صاحب مقامع پر کہ جنہوں نے اس شیخ کو علماء عامہ میں سے شمار کیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ مخالف و موافق اس کے قول پر اعتماد کرتے ہیں اور اس کی کتاب مروج الذہب انتہائی متقن و محکم و عمدہ کتاب ہے ہم نے اس رسالہ میں بہت کچھ اس سے نقل کیا ہے اور لفظ مروج میم وراء کے پیش اور واؤ کے سکون کے ساتھ ہے۔ (چراگاہیں) اور لقب مسعودی شیعہ اور سُنی کے ایک گروہ پر بولا جاتا ہے۔ لیکن یہاں تفصیل کا مقام نہیں۔

متقی باللہ ہی کے زمانہ میں اور ایک قول ہے کہ ۳۲۴ھ میں علی بن اسماعیل ابوالحسن اشعری نے بغداد میں وفات پائی ابوالحسن پہلے معتزلہ کے طریقہ پر اور ابوعلی جبائی اپنی ماں کے شوہر کا شاگرد تھا اتفاقاً ایک دن آپس میں مسئلہ وجوب اصلح باصلاح بر خدا پر گفتگو ہوئی (یعنی آیا جس میں زیادہ مصلحت ہو خدا پر واجب ہے کہ وہ کام کرے مترجم) اور اس نے ابوعلی کو اس باب میں مشہور مثال کے ساتھ لاجواب کر دیا کہ تین بھائی ہیں ایک مسلمان اور ایک کافر اور ایک بلوغ سے پہلے مر گیا اور جب ابوعلی جواب نہ دے سکا تو ابوالحسن اس سے الگ ہو گیا اور مذہب معتزلہ سے دستبردار ہو کہ مذہب اشعری کی بنیاد رکھی قاضی ابوبکر باقلانی نے اس کا ساتھ دیا اور

تاریکی در تاریکی ہے۔"

اور ۳۵۴ھ ابو طیب احمد بن حسین کوفی جو متنبی کے نام سے مشہور شاعر ہے مارا گیا اور اس لقب سے ملقب ہونے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس نے ساوہ کے دیہات میں نبوت کا دعویٰ کیا اور بہت سے لوگ اس کے پیچھے ہو گئے یہاں تک کہ امیر حمص نے اس کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور اسے توبہ کرائی اور چھوڑ دیا اور اس کے زیادہ حافظہ کے متعلق سمعانی نے نقل کیا ہے کہ ایک ہی نظر میں تیس ورق کے مطالب یاد کر لیتا تھا۔

اور ۳۵۵ھ میں حاکم محدث نیشاپوری اور منصور بن نوح احمد نے وفات پائی اور اسی سال سید مرتضیٰ ذوالمجدین پیدا ہوئے اور سترہ ربیع الثانی ۳۵۶ھ معزالدولہ احمد بن بویہ نے وفات پائی اور مقابر قریش میں دفن ہوا۔ بائیس سال ایک مہینہ اس کی حکومت رہی وہ عضدالدولہ کا چچا ہے اسے اقطع کہتے تھے کیونکہ اس کا بایاں ہاتھ یا اس کے دائیں ہاتھ کی کچھ انگلیاں کردوں نے کرمان کے علاقہ میں کاٹ دی تھیں ان زخموں کی وجہ سے جو انہوں نے اسے لگائے تھے۔

اور ۳۵۶ھ ہی میں سیف الدولہ علی بن عبداللہ بن حمدان حلب کے بادشاہ نے وفات پائی اور بنو حمدان بادشاہ تھے اور سیف الدولہ ان کی سرداری میں اور لوگوں کے گلے میں ان کی سرداری کا پٹہ ڈالنے کا واسطہ بننے میں مشہور تھا۔ اور یہ ادیب و شاعر بھی تھا۔

اور اسی سال سلطان کافور اخشیدی متنبی کے ممدوح اور ابو علی قالی اور علی بن الحسین ابوالفرج اصفہانی زیدی نے وفات پائی لہٰذا لوگوں نے کہا کہ اس سال دو بزرگ عالموں اور تین بڑے بادشاہوں نے وفات پائی اور ابوالفرج آغانی اور مقاتل الطالبین کا مولف ہے اور ہم نے کتاب مقاتل سے اس کتاب میں بہت سے مطالب نقل کیے ہیں اور اس کا نسب مروان تک جا پہنچتا ہے اس لیے اس کو مروانی کہتے ہیں اس کا نسب اس طرح ہے علی بن الحسین بن احمد بن ہیثم بن عبدالرحمان بن مروان بن عبداللہ بن مروان محمد بن مروان بن حکم اور وزیر مہلبی اابوالفرج کا بہت احترام و اکرام کرتا تھا اور باوجودیکہ ابوالفرج کی ہیئت وکثیف و گندہ تھا اس سے ہمنشینی کرتا تھا اور کھانا کھاتا تھا اور اس نے کتاب اغانی پچاس سال کی مدت میں جمع کی اور تحفہ کے طور پر سلطان سیف الدولہ احمدانی امیر شام کے دربار میں لے گیا سیف الدولہ نے اسے ہزار دینار اور ایک قول ہے کہ لاکھ دینار بطور انعام دیا اس سے معذرت بھی چاہی اور فضلاء خصوصاً صاحب بن عباد و عضدالدولہ و سیف الدولہ وغیرہ اس کتاب کی بہت عزت کرتے اور اسے خود سے جدا نہیں کرتے تھے کہا گیا ہے کہ اس سلسلہ میں اس سے بہتر کتاب نہیں لکھی گئی۔

اور ۳۵۷ھ بن سعید بن حمدان نے جو ابو فراس کی کنیت کے ساتھ مشہور اور ناصر الدولہ اور سیف الدولہ کا چچا زاد تھا وفات پائی اور در مسلوک میں ہے کہ مارا گیا اور جب اس کے قتل کی خبر اس کی ماں کو ملی تو اس نے اس کے غم میں اپنی آنکھیں نکال پھینکیں۔

بنو حمدان خلفاء بنی عباس کے زمانہ میں امارات و ریاست رکھتے تھے اور ربیعہ و موصل کے علاقے ان کی تحویل میں تھے اور ابو فراس ادب و فضل و کمال و شجاعت و شاعری میں مشہور تھا اور فصاحت و حلاوت اور شیرینی شعر میں ممتاز تھا اس کا کوئی نظیر نہ تھا سوائے عبداللہ بن معتز کے اور اہل فن ابو فراس کو اس سے بھی بڑا شاعر سمجھتے تھے۔ متنبی شاعر اس کی تصدیق کرتا اور صاحب بن عباد نے اس

کے حق میں یہ کہا ہے بدء الشعر بملك وختم بملك شعر کی ابتداء بادشاہ سے ہوئی اور اختتام بھی بادشاہ پر ہوا یعنی امرء القیس اور ابوفراس اور اس کے اشعار معروف ہیں ان میں سے اس کا میمیہ قصیدہ ہے جو اہل بیت اطہار علیہم السلام کی مظلومیت اور بنی عباس کے ظلم اور ان کی ہجو میں کہا ہے یہ قصیدہ شافیہ کے نام سے مشہور ہے اس میں اس نے اپنے دل اور باقی مومنین کے دلوں کی تشفی کی ہے اور شر العباد عبداللہ بن معتز عباسی کے اس قصیدہ کا جو بنی عباس کے فخر ومباہات اور آل ابوطالب کی مذمت میں تھا جواب لکھا ہے اس کی بعض فضلاء حائر نے شرح بھی لکھی ہے۔

منقول ہے کہ ابوفراس نے جب یہ قصیدہ کہا تو چونکہ بنی عباس کے تسلط وخلافت کا زمانہ تھا لہٰذا اس نے لشکر کو حکم دیا کہ تلواریں نیام سے نکال لیں پانچ سو تلواریں اس کی یاری ونصرت میں نیام سے نکلیں تو اس وقت اس نے اپنا قصیدہ مبارکہ لشکر کے درمیان پڑھنا شروع کیا کہ جس کا مطلع یہ ہے۔

الحق مهتضم والدين مخترم

وفئى آل رسول الله مقتسم

''حق کو دبا دیا گیا اور دین میں رخنے ڈالے گئے اور رسولؐ خدا کی آل کا مال فیئ دوسرے لوگوں میں تقسیم کر دیا گیا۔''

خدا اس کی اہلبیت نبوت کی طرف سے بہترین جزاء عطا فرمائے۔

۳۵۸ھ میں سید عالم فاضل زاہد حسن بن حمزہ علوی مرعشی نے وفات پائی یہ سید جلیل اجلاء طائفہ امامیہ اور ان کے فقہا میں سے تھا اور چھ آباء اجداد کے واسطہ سے اس کا نسب سید سجاد علیہ السلام سے جا ملتا ہے اور اسی سال ناصر الدولہ حسن بن عبداللہ بن حمدان بن حمدون والی موصل وتوابع موصل نے وفات پائی اور موصل میں دفن ہوا اور سیف الدولہ کا بھائی تھا اور اس سے بہت محبت کرتا تھا یہی وجہ ہے کہ سیف الدولہ کی وفات کے بعد اس کی عقل کمزور ہوگئی اور اس کے بیٹے نے اس کو پکڑ کر بند کر دیا تھا یہاں تک کہ اس نے وفات پائی۔

اور ۳۵۹ھ میں ابوعبداللہ محمد بن حسن بن قاسم حسنی نے وفات پائی اس کا باپ ابومحمد حسن داعی صغیر دیلم کا مالک اور زیدیوں کا ایک امام تھا اور وہ خود عظیم القدر انسان اور شکل وصورت میں امیر المومنین سے مشابہت رکھتا تھا اور معز الدولہ اس سے بڑی محبت کرتا اور اس سے ارادت وعقیدت رکھتا تھا جب وہ بیمار ہوا تو ابوعبداللہ سے خواہش کی کہ وہ اس پر دم کرے اور جب ابوعبداللہ نے اپنا ہاتھ اس کے چہرہ پر رکھا اور دعا پڑھی تو دعا سے فارغ ہونے پر معز الدولہ نے اس کے ہاتھ کا بوسہ لیا اور شفا حاصل کرنے کیلئے اپنے منہ پر ملا اس کی کئی حکایات ہیں کہ جن میں سے کتاب عمدۃ الطالب میں اشارہ ہوا ہے۔

۳۶۰ھ میں ابوالفضل محمد بن عمید قمی کاتب نے بغداد میں وفات پائی ابن عمید فلسفہ نجوم اور ادب میں یگانہ روزگار تھا اس کو جاحظ ثانی کہتے تھے رکن الدولہ دیلمی کی وزارت اس کے پاس تھی اور اس کے حق میں کہا گیا ہے بدئت الكتابة بعبد الحميد وختمت بعبد العميد کتاب کی ابتداء عبدالحمید سے ہوئی اور اختتام ابن عمید پر ہوا اور عبدالحمید مروان جعدی کا کاتب تھا اس کو بھی بنی عباس نے قتل

کے اکابر فلاسفہ میں سے تھا اور ارسطاطلیس حکیم کی کتب کو پڑھنے میں زیادہ اہتمام کرتا تھا اور اور مختلف زبانیں جانتا تھا کہتے ہیں کہ ساز بہت اچھا بجاتا تھا اور ساز کو اس طرح سے بجاتا کہ اہل مجلس سوجاتے لیکن وہ خودنہیں سوتا تھا اور اسی طرح ایسا بھی بجاتا کہ جس سے سب ہنسنے لگتے اور کبھی اس طرح بجاتا کہ سب رونے لگتے اور علم فلسفہ نے (مسلمانوں میں) مامون کے زمانہ میں رواج پایا اس وجہ سے کہ مامون نے ارسطو کو خواب میں دیکھا اور اس کی گفتگو سے محظوظ ہوا پس اس نے یورپ کی طرف قاصد بھیجا اور فلاسفہ کی کتب بلاد اسلام میں منتقل کیں اور حکم دیا کہ زبان دان اس کو عربی میں ترجمہ کریں جب لوگوں نے دیکھا کہ فلسفہ خلیفہ کے قرب کا باعث ہے تو فلسفہ شروع ہو گیا اور دو شخص باقی فلاسفہ سے بازی لے گئے ایک ابونصر فارابی اور دوسرا ابن سینا۔

اور ۳۳۹ھ میں حجر الاسود کو اس کی جگہ پر واپس لے آئے بعد اس کے کہ قرامطہ اس کو اکھاڑ کر لے گئے تھے جیسا کہ مقتدر کے زمانہ کے ذکر میں اس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے۔

۳۴۲ھ میں علی بن محمد ابوالقاسم تنوخی انطاکی نے (جو اصول معتزلہ اور علم نجوم کا عالم در بصرہ و اہواز کا قاضی تھا) وفات پائی اور وزیر مہلبی اسکا بہت احترام کرتا تھا اور مجلس منادمہ (خصوصی مجلس) میں اسے بلاتا اور اسے ریحانۃ الندماء (ہمنشینوں کا پھول) اور تاریخ الظرفاء کہتے تھے اور سیف الدولہ بھی اس کا احترام کرتا تھا وہ محسن بن علی قاضی تنوخی شیعہ امامی کا دادا تھا اور وہ وہی شخص ہے کہ جس نے ابن معتز کے بنی عباس کے مفاخر میں کہے ہوئے قصیدہ کی رد کی۔

اور ۳۴۳ھ میں شیخ ابوجعفر محمد بن حسن بن ولید قمیوں کے شیخ و فقیہ نے وفات پائی۔

اور ۳۴۴ھ میں مصر میں سخت قسم کا زلزلہ آیا کہ جس سے مکانات تباہ ہو گئے اور اسی سال حافظ محمد بن عمر بن محمد نے (جو ابوبکر جعابی مشہور تھا اور شیعہ امامی فاضل جلیل اور زیادہ حافظہ کا مالک تھا) بغداد میں وفات پائی اور اس سے منقول ہے کہ وہ کہا کرتا تھا مجھے چار لاکھ احادیث یاد ہیں اور میں چھ لاکھ احادیث میں مذاکرہ کر سکتا ہوں اور وہ ابن عقدہ کے بڑے شاگردوں میں سے تھا۔

اور ۳۴۵ھ میں ابوعمر و زاہد مطہر ز محمد بن عبدالواحد بغدادی ثعلب کے غلام اور علم لغت کے یگانہ روزگار نے وفات پائی کہا گیا ہے کہ اس نے ایک جز (رسالہ) معاویہ بن ابوسفیان کی فضیلت میں جمع کیا تھا۔

اور ۳۵۲ھ میں ابوالقاسم علی بن اسحاق بغدادی شیعہ امام نے وفات پائی اور قبرستان قریش میں دفن ہوا یہ بیس صفر کے دن کا واقعہ ہے اتفاقاً اسی دن ۲۱۰ھ میں اس کی ولادت ہوئی تھی اور اس کے اکثر اشعار مدح اہل بیت علیہم السلام اور سیف الدولہ وزیر مہلبی اور ان کے علاوہ شیعہ امامیہ کے بڑوں لوگوں کی مدح میں ہوتے تھے۔ اور ۳۵۲ھ میں ابوالقاسم کوفی علی بن احمد بن موسیٰ مبرقع نے وفات پائی اور اس کی قبر فسا کے قریب ہے جو شیراز کے علاقہ میں ہے اور آخر عمر میں اس کا مذہب خراب ہو گیا تھا اس نے بہت سی کتب تالیف کی ہیں ان میں سے ایک تثبیت ہے جو انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں ہے اور شیخ حسین بن عبدالوہاب معاصر سید مرتضیٰ نے تثبیت کا تتمہ عیون المعجزات کے نام سے لکھا کہ جس میں حضرت زہراء اور آئمہ طاہرین علیہم السلام

کے معجزات ہیں اور بعض لوگوں نے وہم کیا ہے کہ عیون المعجزات سید مرتضیٰ کی تالیف ہے حالانکہ یہ غلط ہے ابوالقاسم کوفی کی ایک کتاب کو علامہ مجلسی اور محدث فیض رضوان علیہما نے شیخ اجل محقق کمال الدین میثم بن علی بن میثم کی طرف نسبت دی ہے لیکن ظاہر یہی ہے کہ یہ ابوالقاسم کوفی کے تالیفات میں سے ہے اور شیخ مرحوم محدث نوری اللہ مرقدہ نے اس مطلب کو مستدرک کے خاتمہ میں بیان کیا ہے وہاں رجوع کیا جائے۔ اور ۳۵۲ھ میں عاشوراء کے دن معزالدولہ دیلمی نے بغداد کے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ دکانیں اور بازار بند رکھیں اور تنور والے روٹیاں نہ پکائیں بازاروں میں قبے اور گنبد بنائیں پس عورتیں بال کھولے ہوئے باہر نکلیں وہ اپنے منہ پیٹتی تھیں اور جناب امام حسین بن علی علیہ السلام کا ماتم بپا کیا یہ پہلا دن ہے کہ جس میں امام حسین علیہ السلام کے لیے بغداد میں نوحہ خوانی ہوئی اور کئی سال تک یہ سلسلہ جاری رہا اس سال حسن بن محمد نے (جو مہلبی مشہور تھا اور معزالدولہ دیلمی کا وزیر تھا۔ وفات پائی اور وہ مہلب بن ابوصفرہ ازدی کی اولاد میں سے تھا اور مرتبہ وزارت پر پہنچے وہ انتہائی فقروفاقہ میں تھا ایک دفعہ اس کا دل گوشت کھانے کو ہوا لیکن زیادہ فقروفاقہ اور کچھ نہ ہونے کی وجہ سے ایسا ممکن نہ ہوسکا تو اس نے موت کی تمنا کی۔

الاموت یباع فاشتریه
فهذالعیش مالاخیر فیه

کیا موت بیچی نہیں جاتی تاکہ میں اسے خریدلوں ورنہ اس زندگی میں تو اچھائی و برائی نہیں ہے۔"

اور ۳۵۳ھ میں یا ۳۹۳ھ میں سامعیل بن حماد جوہر فارابی نے وفات پائی اور اس کی کتاب صحاح اللغت انتہائی معتبر کتاب ہے اور فضلاء نے اس کے پڑھنے کو اور اس کے خلاصہ کرنے کو اور اس پر حاشیہ لگانے کو اہمیت دی ہے اور جوہری دنیا کے عجائبات میں سے ہے کیونکہ وہ فاراب سے ہے جو ترکی کا ایک شہر ہے اور باوجود اس کے وہ لغت عرب کا امام و پیشوا ہے اور اس کا خط حسن وصورتی میں ضرب المثل ہے اس کا ذکر ابن مقلہ اور اس جیسے اشخاص کے ساتھ ہوتا ہے پھر وہ کلام و بیان کا شہسوار ہے اور ان لوگوں میں سے ہے کہ جنھیں خداوند عالم نے قوت و بصیرت اور حسن باطن و حسن سیرت عطا کیا ہے اور وہ سفر کو وطن پر ترجیح دیتا تھا اور مسافرت کو سکونت پر اور اس نے جنگل بیابانوں اور اطراف دنیا کی سیر کی ہے اور اس نے علما، شام و عراق سے علم حاصل کیا پھر خراسان کی طرف گیا اور نیشاپور میں قیام کیا پس وہاں ہمیشہ تدریس و تالیف و عمدہ خط کی تعلیم اور مصاحف و قرآن و دفاتر لطیفہ کی کتابت میں مصروف رہا یہاں تک کہ آخرت کی راہ لی اس کے شعار میں سے ہے۔

فها انایونس فی بطن حوت
بنیسابور فی ظلل الغمام
فبیتی والفواد ویوم دجن!
ظلام فی ظلام فی ظلام!

"پس میں حضرت یونسؑ ہوں جو مچھلی کے پیٹ میں تھے نیشاپور میں بادل کے سائے میں پس میرا گھر دل اور ابر آلود دن

مدد کی اور گروہ اشعریہ جو کہ اکثر اہل سنت ہیں اسی کی طرف منسوب ہیں اور ابوالحسن کا نسب ابوموسیٰ اشعری تک جا پہنچتا ہے کہتے ہیں کہ جب اس کو دفن کیا گیا تو اس کی قبر کے آثار مٹا دیئے کہ کہیں حنبلیوں کو خبر نہ ہو جائے اور وہ اس کی لاش نہ نکالیں کیونکہ حنبلی اس کے کفر کا عقیدہ رکھتے تھے اور اس کا خون حلال سمجھتے تھے۔

رجوع کریں متقی باللہ کے حالات کی طرف جب متقی کی سلطنت ختم ہونے لگی تو ابوالوفاء تورون ترکی نے اسکی سلطنت پر تسلط و غلبہ حاصل کر لیا اور متقی کا نام کے علاوہ سلطنت میں کچھ حصہ نہ رہا لہٰذا متقی نے ناصر الدولہ حسن بن عبداللہ بن حمدان اور اس کے بھائی سیف الدولہ علی بن عبداللہ کو لکھا کہ مجھے تورون کے چنگل سے چھڑاؤ تا کہ میں تدبیر مملکت تمہارے سپرد کروں خلاصہ یہ کہ تورون نے بغداد پر غلبہ حاصل کر لیا اور متقی باللہ کو اس کے وزیر علی بن مقلہ کے ساتھ گرفتار کر لیا اور اس کا مال لوٹ لیا اور مستکفی باللہ کی بیعت کر لی اور متقی کی آنکھیں نکال لیں اور امر سلطنت مستکفی کے حوالہ کر دیا یہ واقعہ ہفتہ کے دن تین صفر ۳۳۳ھ میں ہوا اور متقی کی مدت خلافت سات دن کم چار سال تھی اور اس نے ۳۵۷ھ میں وفات پائی۔

عبداللہ بن علی مستکفی باللہ کی خلافت کے دنوں کا ذکر

ماہ صفر کی تیسری تاریخ ۳۳۳ھ کو جب متقی باللہ خلافت سے معزول ہوا تو مستکفی باللہ عبداللہ بن علی مکتفی اس کی جگہ پر بیٹھا اور تورون ترکی کو کہ جس نے اس کی خلافت کی بنیادوں کو پختہ کیا تھا خلعت بخشی اور تدبیر مملکت اس کے سپرد کی اس نے تقریباً ڈیڑھ سال خلافت کی اور ۲۳ ماہ شعبان ۳۳۴ھ اس کو خلافت سے ہٹایا گیا اور احمد بن بویہ دیلمی نے اس کو گرفتار کر کے اس کی آنکھیں نکال دیں مستکفی اور مطیع کے درمیان دشمنی تھی اور مستکفی اسکی تلاش میں رہتا اور مطیع اس کے خوف سے بغداد میں روپوش تھا اور مستکفی اپنی خلافت سے پہلے نبیذ (کھجور یا انگور کی نچوڑی ہوئی شراب) نہیں پیتا تھا جب خلافت تک پہنچا تو نبیذ منگوا کر اس کے پینے میں مشغول ہو گیا اور کتاب اخبار الدول میں ہے کہ مستکفی کے زمانہ میں معزالدولہ بن بویہ بغداد میں آیا۔

مستکفی نے اسے خلعت بخشی اور امور مملکت اس کے سپرد کر دیئے اور حکم دیا تو سکہ اس کے نام کا بنایا گیا اور خطباء نے منبروں پر اس کے نام کا خطبہ پڑھا جب کچھ وقت گزرا تو معزالدولہ کے کانوں تک یہ خبر پہنچائی گئی کہ مستکفی تجھے ہلاک کرنے کا خیال رکھتا ہے معزالدولہ مستکفی کے ہاں گیا اور اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا خلیفہ نے حکم دیا اور اس کے لیے کرسی بچھائی گئی اور وہ اس پر بیٹھا تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ دو آدمی اہل دیلم میں سے مجلس میں وارد ہوئے اور انہوں نے مستکفی کی طرف ہاتھ بڑھائے مستکفی نے خیال کیا کہ وہ اس کے ہاتھ کا بوسہ لینا چاہتے ہیں اس نے اپنے ہاتھ ان کی طرف بڑھائے تا کہ وہ بوسہ لیں انہوں نے خلیفہ کے ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیے اور تخت سے اسے زمین پر کھینچ لیا اور اس کا عمامہ اس کی گردن میں لپیٹ دیا اور ذلت و خواری کے ساتھ کھینچا اور لباس سلطنت اس سے اتار کر اس کی آنکھیں نکال لیں اور اسے خلافت سے ہٹا دیا پس بغداد میں تین اندھے خلفاء جمع ہو گئے قاہر باللہ متقی باللہ اور

پاک اہل حدیث کی اصطلاح میں حافظ اس کو کہتے ہیں کہ جسے ایک لاکھ حدیث سند کے ساتھ یاد ہو اور حجۃ اس کو کہتے ہیں کہ جسے تین لاکھ احادیث یاد ہوں والحاکم من احاط بالجمیع اور حاکم اس کو کہتے ہیں کہ جس کا حافظہ سب پر محیط ہو اور ابن عقدہ سے منقول ہے کہ وہ کہتا تھا کہ مجھے ایک لاکھ بیس ہزار احادیث سند کے ساتھ یاد ہیں اور میں مذاکرہ کرسکتا ہوں اور تین لاکھ احادیث کے متعلق جواب دے سکتا ہوں۔

دار قطنی نے کہا ہے کہ اہل کوفہ کا اجماع واتفاق ہے کہ ابن مسعود کے زمانہ سے لے کر ابن عقدہ کے زمانہ تک اس سے زیادہ حافظ نہیں دیکھا گیا خلاصہ یہ کہ ابن عقدہ کا مرتبہ جلیل اور قدرو منزلت عظیم تھی لیکن وہ زیدی مذہب اور جارودی تھا اس نے بہت سی کتابیں تالیف کی ہیں ان میں سے ایک کتاب اسماء الرجال (اس میں ان اشخاص کا ذکر ہے) کہ جنہوں نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے وہ چار ہزار ہیں اس کتاب میں اس نے ہر شخص کی وہ روایت بیان کی ہے جو اس نے حضرتؑ سے روایت کی ہے اس کی کتب میں سے ایک کتاب الولایۃ ہے کہ جسے حدیث غدیر کے طرق میں تحریر کیا ہے اور اس حدیث شریف کو ایک سو سے زیادہ صحابہ سے اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے منقول ہے کہ اس کی تمام کتب چھ سو اونٹوں کا بار تھیں اور ابن کثیر ذھبی اور یافعی سے ان کی تواریخ میں منقول ہے کہ یہ شیخ کوفہ کی مسجد براثا میں بیٹھتا تھا اور لوگوں سے مثالب اور برائیاں شیخین کی بیان کرتا تھا لہٰذا اس کی روایات ترک کردی گئی ہیں واللہ اس کی صداقت اور وثاقت میں کسی کو کلام نہیں انتہی۔

معلوم رہے کہ اس شیخ کا بیٹا محمد بن احمد عقدہ جس کی کنیت ابو نعیم حافظ تھی یہ اپنے باپ کے طریقہ کے برعکس اور شیعہ امامیہ کے جلیل القدر علماء میں سے بلا کا حافظہ رکھتا شیخ تلعکبری مشہور ہے اور ۳۳۳ھ میں جیسا کہ علامہ مجلسی نے فرمایا ہے شیخ جلیل مورخ امین معتمد عند الفریقین علی بن الحسین بن علی هندلی نے (جو مسعودی مشہور اور کتاب اثبات الوصیۃ اور مروج الذہب اور دوسری کتب کا مولف ہے) وفات پائی بعض کہتے ہیں کہ مسعودی نے ۳۴۵ھ تک کا زمانہ دیکھا یہ شیخ اجلاء علماء امامیہ میں سے ہے اور بہت تعجب ہے عالم فاضل آقا محمد علی صاحب مقامع پر کہ جنہوں نے اس شیخ کو علماء عامہ میں سے شمار کیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ مخالف وموافق اس کے قول پر اعتماد کرتے ہیں اور اس کی کتاب مروج الذہب انتہائی متقن ومحکم وعمدہ کتاب ہے ہم نے اس رسالہ میں بہت کچھ اس سے نقل کیا ہے اور لفظ مروج میم وراء کے پیش اور واؤ کے سکون کے ساتھ ہے۔ (چراگاہیں) اور لقب مسعودی شیعہ اور سُنی کے ایک گروہ پر بولا جاتا ہے۔ لیکن یہاں تفصیل کا مقام نہیں۔

متقی باللہ ہی کے زمانہ میں اور ایک قول ہے کہ ۳۲۴ھ میں علی بن اسماعیل ابوالحسن اشعری نے بغداد میں وفات پائی ابوالحسن پہلے معتزلہ کے طریقہ پر اور ابو علی جبائی اپنی ماں کے شوہر کا شاگرد تھا اتفاقاً ایک دن آپس میں مسئلہ وجوب اصلح یا صلاح بر خدا پر گفتگو ہوئی (یعنی آیا جس میں زیادہ مصلحت ہو خدا پر واجب ہے کہ وہ کام کرے مترجم) اور اس نے ابو علی کو اس باب میں مشہور مثال کے ساتھ لاجواب کردیا کہ تین بھائی ہیں ایک مسلمان اور ایک کافر اور ایک بلوغ سے پہلے مرگیا اور جب ابو علی جواب نہ دے سکا تو ابوالحسن اس سے الگ ہوگیا اور مذہب معتزلہ سے دستبردار ہو کہ مذہب اشعری کی بنیاد رکھی قاضی ابوبکر باقلانی نے اس کا ساتھ دیا اور

تاریکی در تاریکی در تاریکی ہے۔"

اور ۳۵۴ھ ابوطیب احمد بن حسین کوفی جو متنبی کے نام سے مشہور شاعر ہے مارا گیا اور اس لقب سے ملقب ہونے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس نے سماوہ کے دیہات میں نبوت کا دعویٰ کیا اور بہت سے لوگ اس کے پیچھے ہو گئے یہاں تک کہ امیر حمص نے اس کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور اسے توبہ کرائی اور چھوڑ دیا اور اس کے زیادہ حافظہ کے متعلق سمعانی نے نقل کیا ہے کہ ایک ہی نظر میں تیس ورق کے مطالب یاد کر لیتا تھا۔

اور ۳۵۵ھ میں حاکم محدث نیشاپوری اور منصور بن نوح احمد نے وفات پائی اور اسی سال سید مرتضیٰ ذوالمجدین پیدا ہوئے اور سترہ ربیع الثانی ۳۵۶ھ معز الدولہ احمد بن بویہ نے وفات پائی اور مقابر قریش میں دفن ہوا۔ بائیس سال ایک مہینہ اس کی حکومت رہی وہ عضد الدولہ کا چچا ہے اسے اقطع کہتے تھے کیونکہ اس کا بایاں ہاتھ یا اس کے دائیں ہاتھ کی کچھ انگلیاں کردوں نے کرمان کے علاقہ میں کاٹ دی تھیں ان زخموں کی وجہ سے جو انہوں نے اسے لگائے تھے۔

اور ۳۵۶ھ ہی میں سیف الدولہ علی بن عبداللہ بن حمدان حلب کے بادشاہ نے وفات پائی اور بنو حمدان بادشاہ تھے اور سیف الدولہ ان کی سرداری میں اور لوگوں کے گلے میں ان کی سرداری کا پٹہ ڈالنے کا واسطہ بننے میں مشہور تھا۔ اور یہ ادیب و شاعر بھی تھا۔

اور اسی سال سلطان کافور اخشیدی متنبی کے ممدوح اور ابو علی قالی اور علی بن الحسین ابوالفرج اصفہانی زیدی نے وفات پائی لہٰذا لوگوں نے کہا کہ اس سال دو بزرگ عالموں اور تین بڑے بادشاہوں نے وفات پائی اور ابوالفرج آغانی اور مقاتل الطالبین کا مولف ہے اور ہم نے کتاب مقاتل سے اس کتاب میں بہت سے مطالب نقل کیے ہیں اور اس کا نسب مروان تک جا پہنچتا ہے اس لیے اس کو مروانی کہتے ہیں اس کا نسب اس طرح ہے علی بن الحسین بن احمد بن ہیثم بن عبدالرحمان بن مروان بن عبداللہ بن مروان محمد بن مروان بن حکم اور وزیر مہلبی ابوالفرج کا بہت احترام و اکرام کرتا تھا اور باوجودیکہ ابوالفرج کی ہیئت و کثیف و گندہ تھا اس سے ہمنشینی کرتا تھا اور کھانا کھاتا تھا اور اس نے کتاب اغانی پچاس سال کی مدت میں جمع کی اور تحفہ کے طور پر سلطان سیف الدولہ حمدانی امیر شام کے دربار میں لے گیا سیف الدولہ نے اسے ہزار دینار اور ایک قول ہے کہ لاکھ دینار بطور انعام دیا اس سے معذرت بھی چاہی اور فضلاء خصوصاً صاحب بن عباد و عضد الدولہ و سیف الدولہ وغیرہ اس کتاب کی بہت عزت کرتے اور اسے خود سے جدا نہیں کرتے تھے کہا گیا ہے کہ اس سلسلہ میں اس سے بہتر کتاب نہیں لکھی گئی۔

اور ۳۵۷ھ بن سعید بن حمدان نے جو ابوفراس کی کنیت کے ساتھ مشہور اور ناصر الدولہ اور سیف الدولہ کا چچا زاد تھا وفات پائی اور در مسلوک میں ہے کہ مارا گیا اور جب اس کے قتل کی خبر اس کی ماں کو ملی تو اس نے اس کے غم میں اپنی آنکھیں نکال پھینکیں۔

بنو حمدان خلفاء بنی عباس کے زمانہ میں امارات و ریاست رکھتے تھے اور ربیعہ و موصل کے علاقے ان کی تحویل میں تھے اور ابوفراس ادب و فضل و کمال و شجاعت و شاعری میں مشہور تھا اور فصاحت و جلادت اور شیرینی شعر میں ممتاز تھا اس کا کوئی نظیر نہ تھا سوائے عبداللہ بن معتز کے اور اہل فن ابوفراس کو اس سے بھی بڑا شاعر سمجھتے تھے۔ متنبی شاعر اس کی تصدیق کرتا اور صاحب بن عباد نے اس

مدد کی اور گروہ اشعریہ جو کہ اکثر اہل سنت ہیں اسی کی طرف منسوب ہیں اور ابوالحسن کا نسب ابوموسیٰ اشعری تک جا پہنچتا ہے کہتے ہیں کہ جب اس کو دفن کیا گیا تو اس کی قبر کے آثار مٹا دیئے کہ کہیں حنبلیوں کو خبر نہ ہو جائے اور وہ اس کی لاش نہ نکالیں کیونکہ حنبلی اس کے کفر کا عقیدہ رکھتے تھے اور اس کا خون حلال سمجھتے تھے۔

رجوع کریں متقی باللہ کے حالات کی طرف جب متقی کی سلطنت ختم ہونے لگی تو ابوالوفاء تورون ترکی نے اسکی سلطنت پر تسلط وغلبہ حاصل کر لیا اور متقی کا نام کے علاوہ سلطنت میں کچھ حصہ نہ رہا لہذا متقی نے ناصرالدولہ حسن بن عبداللہ بن حمدان اور اس کے بھائی سیف الدولہ علی بن عبداللہ کو لکھا کہ مجھے تورون کے چنگل سے چھڑاؤ تاکہ میں تدبیر مملکت تمہارے سپرد کروں خلاصہ یہ کہ تورون نے بغداد پر غلبہ حاصل کر لیا اور متقی باللہ کو اس کے وزیر علی بن مقلہ کے ساتھ گرفتار کر لیا اور اس کا مال لوٹ لیا اور مستکفی باللہ کی بیعت کر لی اور متقی کی آنکھیں نکال لیں اور امر سلطنت مستکفی کے حوالہ کر دیا یہ واقعہ ہفتہ کے دن تین صفر ۳۳۳ھ میں ہوا اور متقی کی مدت خلافت سات دن کم چار سال تھی اور اس نے ۳۵۷ھ میں وفات پائی۔

عبداللہ بن علی مستکفی باللہ کی خلافت کے دنوں کا ذکر

ماہ صفر کی تیسری تاریخ ۳۳۳ھ کو جب متقی باللہ خلافت سے معزول ہوا تو مستکفی باللہ عبداللہ بن علی مکتفی اس کی جگہ پر بیٹھا اور تورون ترکی کو کہ جس نے اس کی خلافت کی بنیادوں کو پختہ کیا تھا خلعت بخشی اور تدبیر مملکت اس کے سپرد کی اس نے تقریباً ڈیڑھ سال خلافت کی اور ۲۳ ماہ شعبان ۳۳۴ھ اس کو خلافت سے ہٹایا گیا اور احمد بن بویہ دیلمی نے اس کو گرفتار کر کے اس کی آنکھیں نکال دیں مستکفی اور مطیع کے درمیان دشمنی تھی اور مستکفی اسکی تلاش میں رہتا اور مطیع اس کے خوف سے بغداد میں روپوش تھا اور مستکفی اپنی خلافت سے پہلے نبیذ (کھجور یا انگور کی نچوڑی ہوئی شراب) نہیں پیتا تھا جب خلافت تک پہنچا تو نبیذ منگوا کر اس کے پینے میں مشغول ہو گیا اور کتاب اخبارالدول میں ہے کہ مستکفی کے زمانہ میں معزالدولہ بن بویہ بغداد میں آیا۔

مستکفی نے اسے خلعت بخشی اور امور مملکت اس کے سپرد کر دیئے اور حکم دیا تو سکہ اس کے نام کا بنایا گیا اور خطباء نے منبروں پر اس کے نام کا خطبہ پڑھا جب کچھ وقت گزرا تو معزالدولہ کے کانوں تک یہ خبر پہنچائی گئی کہ مستکفی تجھے ہلاک کرنے کا خیال رکھتا ہے معزالدولہ مستکفی کے ہاں گیا اور اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا خلیفہ نے حکم دیا اور اس کے لیے کرسی بچھائی گئی اور وہ اس پر بیٹھا تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ دو آدمی اہل دیلم میں سے مجلس میں وارد ہوئے اور انہوں نے مستکفی کی طرف ہاتھ بڑھائے مستکفی نے خیال کیا کہ وہ اس کے ہاتھ کا بوسہ لینا چاہتے ہیں اس نے اپنے ہاتھ ان کی طرف بڑھائے تاکہ وہ بوسہ لیں انہوں نے خلیفہ کے ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیے اور تخت سے اسے زمین پر کھینچ لیا اور اس کا عمامہ اس کی گردن میں لپیٹ دیا اور ذلت وخواری کے ساتھ کھینچا اور لباس سلطنت اس سے اتار کر اس کی آنکھیں نکال لیں اور اسے خلافت سے ہٹا دیا پس بغداد میں تین اندھے خلفاء جمع ہو گئے قاہر باللہ متقی باللہ اور

کے معجزات ہیں اور بعض لوگوں نے وہم کیا ہے کہ عیون المعجزات سید مرتضیٰ کی تالیف ہے حالانکہ یہ غلط ہے ابوالقاسم کوفی کی ایک کتاب کو علامہ مجلسی اور محدث فیض رضوان علیہما نے شیخ اجل محقق کمال الدین میثم بن علی بن میثم کی طرف نسبت دی ہے لیکن ظاہر یہی ہے کہ یہ ابوالقاسم کوفی کے تالیفات میں سے ہے اور شیخ مرحوم محدث نوری اللہ مرقدہ نے اس مطلب کو مستدرک کے خاتمہ میں بیان کیا ہے وہاں رجوع کیا جائے۔ اور ۳۵۲ھ میں عاشوراہ کے دن معزالدولہ دیلمی نے بغداد کے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ دکانیں اور بازار بند رکھیں اور تنور والے روٹیاں نہ پکائیں بازاروں میں قبے اور گنبد بنائیں پس عورتیں بال کھولے ہوئے باہر نکلیں وہ اپنے منہ پیٹتی تھیں اور جناب امام حسین بن علی علیہ السلام کا ماتم بپا کیا یہ پہلا دن ہے کہ جس میں امام حسین علیہ السلام کے لیے بغداد میں نوحہ خوانی ہوئی اور کئی سال تک یہ سلسلہ جاری رہا اس سال حسن بن محمد نے (جو مہلبی مشہور تھا اور معزوالدولہ دیلمی کا وزیر تھا۔ وفات پائی اور وہ مہلب بن ابوصفرہ ازدی کی اولاد میں سے تھا اور مرتبہ وزارت پر پہنچے وہ انتہائی فقر و فاقہ میں تھا ایک دفعہ اس کا دل گوشت کھانے کو ہوا لیکن زیادہ فقر و فاقہ اور کچھ نہ ہونے کی وجہ سے ایسا ممکن نہ ہوسکا تو اس نے موت کی تمنا کی۔

الاموت یباع فاشتریہ

فھذالعیش مالاخیر فیہ

کیا موت بیچی نہیں جاتی تا کہ میں اسے خرید لوں ورنہ اس زندگی میں تو اچھائی و برائی نہیں ہے۔"

اور ۳۵۳ھ میں یا ۳۹۳ھ میں سماعیل بن حماد جوہر فارابی نے وفات پائی اور اس کی کتاب صحاح اللغت انتہائی معتبر کتاب ہے اور فضلاء نے اس کے پڑھنے کو اور اس کے خلاصہ کرنے کو اور اس پر حاشیہ لگانے کو اہمیت وہی ہے اور جوہری دنیا کے عجائبات میں سے ہے کیونکہ وہ فاراب سے ہے جو ترکی کا ایک شہر ہے اور باوجود اس کے وہ لغت عرب کا امام و پیشوا ہے اور اس کا خط حسن وصورتی میں ضرب المثل ہے اس کا ذکر ابن مقلہ اور اس جیسے اشخاص کے ساتھ ہوتا ہے پھر وہ کلام و بیان کا شہسوار ہے اور ان لوگوں میں سے ہے کہ جنہیں خداوند عالم نے قوت و بصیرت اور حسن باطن وحسن سیرت عطا کیا ہے اور وہ سفر کو وطن پر ترجیح دیتا تھا اور مسافرت کو سکونت پر اور اس نے جنگل بیابانوں اور اطراف دنیا کی سیر کی ہے اور اس نے علماء شام و عراق سے علم حاصل کیا پھر خراسان کی طرف گیا اور نیشاپور میں قیام کیا پس وہاں ہمیشہ تدریس و تالیف وعمدہ خط کی تعلیم اور مصاحف و قرآن و دفاتر لطیفہ کی کتابت میں مصروف رہا یہاں تک کہ آخرت کی راہ لی اس کے شعار میں سے ہے۔

فھا انا یونس فی بطن حوت

بنیسابور فی ظلل الغمام

فبیتی والفواد ویوم دجن!

ظلام فی ظلام فی ظلام!

"پس میں حضرت یونسؑ ہوں جو مچھلی کے پیٹ میں تھے نیشاپور میں بادل کے سائے میں پس میرا گھر دل اور ابر آلود دن

کے اکابر فلاسفہ میں سے تھا اور ارسطاطلیس حکیم کی کتب کو پڑھنے میں زیادہ اہتمام کرتا تھا اور اور مختلف زبانیں جانتا تھا کہتے ہیں کہ ساز بہت اچھا بجاتا تھا اور ساز کو اس طرح سے بجاتا کہ اہل مجلس سوجاتے لیکن وہ خود نہیں سوتا تھا اور اسی طرح ایسا بھی بجاتا کہ جس سے سب ہنسنے لگتے اور کبھی اس طرح بجاتا کہ سب رونے لگتے اور علم فلسفہ نے (مسلمانوں میں) مامون کے زمانہ میں رواج پایا اس وجہ سے کہ مامون نے ارسطو کو خواب میں دیکھا اور اس کی گفتگو سے محظوظ ہوا پس اس نے یورپ کی طرف قاصد بھیجا اور فلاسفہ کی کتب بلاد اسلام میں منتقل کیں اور حکم دیا کہ زبان دان اس کو عربی میں ترجمہ کریں جب لوگوں نے دیکھا کہ فلسفہ خلیفہ کے قرب کا باعث ہے تو فلسفہ شروع ہو گیا اور دو شخص باقی فلاسفہ سے بازی لے گئے ایک ابونصر فارابی اور دوسرا ابن سینا۔

اور ۳۳۹ھ ہی میں حجر الاسود کو اس کی جگہ پر واپس لے آئے بعد اس کے کہ قرامطہ اس کو اکھاڑ کر لے گئے تھے جیسا کہ مقتدر کے زمانہ کے ذکر میں اس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے۔

۳۴۲ھ میں علی بن محمد ابوالقاسم تنوخی انطاکی نے (جو اصول معتزلہ اور علم نجوم کا عالم ور بصرہ واہواز کا قاضی تھا) وفات پائی اور وزیر مہلبی اسکا بہت احترام کرتا تھا اور مجلس منادمہ (خصوصی مجلس) میں اسے بلاتا اور اسے ریحانۃ الندماء (ہمنشینوں کا پھول) اور تاریخ الظرفاء کہتے تھے اور سیف الدولہ بھی اس کا احترام کرتا تھا وہ محسن بن علی قاضی تنوخی شیعہ امامی کا دادا تھا اور وہ وہی شخص ہے کہ جس نے ابن معتز کے بنی عباس کے مفاخر میں کہے ہوئے قصیدہ کی رد کی۔

اور ۳۴۳ھ میں شیخ ابوجعفر محمد بن حسن بن ولید قمیوں کے شیخ وفقیہ نے وفات پائی۔

اور ۳۴۴ھ میں مصر میں سخت قسم کا زلزلہ آیا کہ جس سے مکانات تباہ ہو گئے اور اسی سال حافظ محمد بن عمر بن محمد نے (جو ابوبکر جعابی مشہور تھا اور شیعہ امامی فاضل جلیل اور زیادہ حافظہ کا مالک تھا) بغداد میں وفات پائی اور اس سے منقول ہے کہ وہ کہا کرتا تھا مجھے چار لاکھ احادیث یاد ہیں اور میں چھ لاکھ احادیث میں مذاکرہ کر سکتا ہوں اور وہ ابن عقدہ کے بڑے شاگردوں میں سے تھا۔

اور ۳۴۵ھ میں ابوعمر وزاہد مطرز محمد بن عبدالواحد بغدادی ثعلب کے غلام اور علم لغت کے یگانہ روزگار نے وفات پائی کہا گیا ہے کہ اس نے ایک جز (رسالہ) معاویہ بن ابوسفیان کی فضیلت میں جمع کیا تھا۔

اور ۳۵۲ھ میں ابوالقاسم علی بن اسحاق بغدادی شیعہ امام نے وفات پائی اور قبرستان قریش میں دفن ہوا یہ بیس صفر کے دن کا واقعہ ہے اتفاقاً اسی دن ۲۶۰ھ میں اس کی ولادت ہوئی تھی اور اس کے اکثر اشعار مدح اہل بیت علیہم السلام اور سیف الدولہ وزیر مہلبی اور ان کے علاوہ شیعہ امامیہ کے بڑوں لوگوں کی مدح میں ہوتے تھے۔ اور ۳۵۲ھ میں ابوالقاسم کوفی علی بن احمد بن موسیٰ مبرقع نے وفات پائی اور اس کی قبر فسا کے قریب ہے جو شیراز کے علاقہ میں ہے اور آخر عمر میں اس کا مذہب خراب ہو گیا تھا اس نے بہت سی کتب تالیف کی ہیں ان میں سے ایک تثبیت ہے جو انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں ہے اور شیخ حسین بن عبدالواب معاصر سید مرتضیٰ نے تثبیت کا تتمہ عیون المعجزات کے نام سے لکھا کہ جس میں حضرت زہراء اور آئمہ طاہرین علیہم السلام

کے حق میں یہ کہا ہے بدئ الشعر بملک وختم بملک شعر کی ابتداء بادشاہ سے ہوئی اور اختتام بھی بادشاہ پر ہوا یعنی امرالقیس اور ابوفراس اور اس کے اشعار معروف ہیں ان میں سے اس کا میمیہ قصیدہ ہے جو اہل بیت اطہار علیہم السلام کی مظلومیت اور بنی عباس کے ظلم اور ان کی ہجو میں کہا ہے یہ قصیدہ شافیہ کے نام سے مشہور ہے اس میں اس نے اپنے دل اور باقی مومنین کے دلوں کی تشفی کی ہے اور شرالعباد عبداللہ بن معتز عباسی کے اس قصیدہ کا جو بنی عباس کے فخر و مباہات اور آل ابوطالب کی مذمت میں تھا جواب لکھا ہے اس کی بعض فضلاء حائر نے شرح بھی لکھی ہے۔

منقول ہے وہ ابوفراس نے جب یہ قصیدہ کہا تو چونکہ بنی عباس کے تسلط و خلافت کا زمانہ تھا لہٰذا اس نے لشکر کو حکم دیا کہ تلواریں نیام سے نکال لیں پانچ سو تلواریں اس کی یاری و نصرت میں نیام سے نکلیں تو اس وقت اس نے اپنا قصیدہ مبارکہ لشکر کے درمیان پڑھنا شروع کیا کہ جس کا مطلع یہ ہے۔

الحق مهتضم والدين مخترم
وفيء آل رسول الله مقتسم

''حق کو دبا دیا گیا اور دین میں رخنے ڈالے گئے اور رسولؐ خدا کی آل کا مال فیئ دوسرے لوگوں میں تقسیم کر دیا گیا۔''

خدا اس کی اہلبیت نبوت کی طرف سے بہترین جزاء عطا فرمائے۔

۵۸ ۳ھ میں سید عالم فاضل زاہد حسن بن حمزہ علوی مرعشی نے وفات پائی یہ سید جلیل اجلاء طائفہ امامیہ اور ان کے فقہا میں سے تھا اور چھ آباء اجداد کے واسطہ سے اس کا نسب سید سجاد علیہ السلام سے جاملتا ہے اور اسی سال ناصر الدولہ حسن بن عبداللہ بن حمدان بن حمدون والی موصل و توابع موصل نے وفات پائی اور موصل میں دفن ہوا اور سیف الدولہ کا بھائی تھا اور اس سے بہت محبت کرتا تھا یہی وجہ ہے کہ سیف الدولہ کی وفات کے بعد اس کی عقل کمزور ہوگئی اور اس کے بیٹے نے اس کو پکڑ کر بند کر دیا تھا یہاں تک کہ اس نے وفات پائی۔

اور ۵۹ ۳ھ میں ابوعبداللہ محمد بن حسن بن قاسم حسنی نے وفات پائی اس کا باپ ابومحمد حسن داعی صغیر دیلم کا مالک اور زیدیوں کا ایک امام تھا اور وہ خود عظیم القدر انسان اور شکل و صورت میں امیر المومنین سے مشابہت رکھتا تھا اور معزالدولہ اس سے بڑی محبت کرتا اور اس سے ارادت و عقیدت رکھتا تھا جب وہ بیمار ہوا تو ابوعبداللہ سے خواہش کی کہ وہ اس پر دم کرے اور جب ابوعبداللہ نے اپنا ہاتھ اس کے چہرہ پر رکھا اور دعا پڑھی تو دعا سے فارغ ہونے پر معزالدولہ نے اس کے ہاتھ کا بوسہ لیا اور شفا حاصل کرنے کیلئے اپنے منہ پر ملا اس کی کئی حکایات ہیں کہ جن میں سے کتاب عمدۃ الطالب میں اشارہ ہوا ہے۔

۳۶۰ھ میں ابوالفضل محمد بن عمید قمی کاتب نے بغداد میں وفات پائی ابن عمید فلسفہ نجوم اور ادب میں یگانہ روزگار تھا اس کو جاحظ ثانی کہتے تھے رکن الدولہ دیلمی کی وزارت اس کے پاس تھی اور اس کے حق میں کہا گیا ہے بدئت الکتابۃ بعبد الحمید وختمت بعبد العمید کتابت کی ابتداء عبدالحمید سے ہوئی اور اختتام ابن عمید پر ہوا اور عبدالحمید مروان جعدی کا کاتب تھا اس کو بھی بنی عباس نے قتل

مستکفی باللہ پھر ان لوگوں نے دار الخلافہ کو لوٹ لیا اور مستکفی یونہی رہا یہاں تک ۳۳۸ھ میں معز الدولہ کے گھر میں وفات پائی۔

مطیع اللہ فضل بن جعفر کی خلافت کے دنوں کا ذکر!

جب ۲۲ شعبان ۳۳۴ھ میں مستکفی خلافت سے معزول کیا گیا تو لوگوں نے مطیع اللہ فضل بن جعفر مقتدر کی بیعت کر لی اس کے زمانہ میں بہت سے واقعات رونما ہوئے قرمانی کہتا ہے کہ اس کی خلافت کے پہلے سال بغداد میں قحط پڑا یہاں تک کہ لوگ مردار اور گوبر کھاتے تھے اور بہت سے لوگ مارے بھوک کے مر گئے اور ان کی لاشیں راستوں میں پڑی تھیں اور انہیں کتے کھا رہے تھے اور ۲۸ ذی الحجہ ۳۳۴ھ میں جعفر بن یونس خراسانی پھر بغدادی شبلی کے نام سے مشہور صوفی سنی مالکی نے یا مرحوم قاضی نور اللہ کے قول کے مطابق شیعہ نے بغداد میں وفات پائی اور شبلی ان اشخاص میں سے ہے جو جنید اور حلاج کی صحبت میں رہے ہیں اور اس کی نادر حکایات ہیں۔

اور ۳۳۵ھ یا ۳۳۶ھ میں ابوبکر محمد بن یحییٰ جو صولی شطرنجی مشہور تھا بصرہ میں روپوشی میں وفات پائی اور صولی خلفاء کا ہمنشین تھا اور ادب و شطرنج بازی کے جاننے میں پورا ماہر تھا اور بعض کا نظریہ ہے کہ اس نے شطرنج ایجاد کی ہے لیکن یہ غلط ہے بلکہ صصہ بن داہر ہندی نے ہندوستان کے بادشاہ شہرام کے لیے شطرنج ایجاد کی اور شہرام کو بہت پسند آئی اور اس سے خواہش کی کہ اس کے مقابلہ میں کوئی انعام مانگو اس نے کہا کہ میرا انعام یہ ہے کہ شطرنج کے خانوں کی مقدار چونسٹھ خانے ہیں گندم بطور تضعیف مجھے دو یعنی پہلے خانے میں ایک گندم کا دانہ رکھو دوسرے میں دو تیسرے میں چار چوتھے میں آٹھ اسی طرح بادشاہ کو اس کی خواہش انتہائی حقیر معلوم ہوئی جب ہمنشینوں نے حساب لگایا تو کہنے لگے کہ اگر تمام دنیا کی گندم جمع کر دیں تو ان کی مقدار نہیں بنے گی ابن خلقان کہتا ہے کہ اسکندریہ کے بعض حساب دانوں نے مجھے حساب کر کے بتایا تو میں نے دیکھا کہ شطرنج کے آخری خانہ کے حصہ میں سولہ ہزار تین سو چوراسی شہر گندم سے پر کیے ہوئے آتے ہیں باقی رہا نرد (چوسر کی گوٹ) کھیل جو اُردشیر بن بابک نے ایجاد کیا، اور اس کو پوری دنیا کی مثال پر قرار دیا اور اس کے بارہ خانے مہینوں کی مقدار میں بنائے اور ہر قطعہ کو تیس پر دنوں کی تعداد میں تقسیم کیا الخ۔

اردشیر پہلا ایران کا بادشاہ ہے کہ جو تمام ممالک میں مستقل بادشاہ ہوا اور اس نے طوائف الملوکی ختم کر دی وہ ایران کے بادشاہوں کا جد اعلیٰ ہے کہ جن کا آخری بادشاہ یزدجرد ہے جس کی حکومت کا خاتمہ عثمان کے زمانہ میں ہوا اور ان بادشاہوں نے چار سو سال تک حکومت کی بعد اس کے [illegible] سال سے طوائف الملوکی تھی۔

اور ۳۳۷ھ میں عبدالرحمن ابن اسحاق زجاجی [illegible] بغدادی نے وفات اور ۳۳۸ھ کے آخر میں احمد بن محمد مصری نے جو ابن نحاس نحوی کے نام سے مشہور تھا وفات پائی اور اسی سال عماد الدولہ ابن بویہ نے وفات پائی۔

اور ۳۳۹ھ میں معلم ثانی محمد بن طرخان ابونصر فارابی ترکی مشہور حکیم و فلسفی نے دمشق میں وفات پائی اور فارابی مسلمانوں

کردیا اور وہ ادبیت اور بلاغت میں مشہور تھا۔

واضح ہو کہ ابن عمید کے پیروکاروں میں سے صاحب ابن عباد ہے چونکہ وہ ابن عمید کی صحبت میں رہتا تھا اس لیے اس کو صاحب کہتے تھے اور ابن عمید کو استاد بھی کہتے تھے ایک دفعہ صاحب نے بغداد کا سفر کیا جب واپس آیا تو لوگوں نے پوچھا بغداد کیسا شہر ہے؟ تو اس نے کہا بغداد فی البلاد کالاستاد فی العباد بغداد شہروں میں اسی طرح ہے جیسے استاد بندگان خدا میں ہے اور جب ابن عمید کی وفات ہوئی تو اس کا بیٹا ابو الفتح علی ذوالکفایتین رکن الدولہ کا وزیر ہوا اور رکن الدولہ کے بعد کچھ مدت اس کے بیٹے موید الدولہ کی وزارت بھی اس کے پاس رہی یہاں تک کہ اس کے اور صاحب بن عباد کے درمیان کوئی جھگڑا ہو گیا اور موید الدولہ کا دل اس سے کھٹا ہو گیا۔

اور ۳۶۶ھ میں اس کا مواخذہ کیا اور اس کو سخت عذاب کیا وہ شکنجہ میں رہا یہاں تک کہ مر گیا اور برامکہ کی طرح اس خاندان کی حکومت بھی ختم ہو گئی جیسا کہ شاعر کہتا ہے۔

آل العميد وآل ابرمك مالكم
قل المعين لكم وقال الناصر
كان الزمان يحبكم فبداله
ان الزمان هو الخائيون الغادر

"آل عمید اور آل برمک تمہیں کیا ہو گیا ہے تمہارے معین کم اور مددگار کمزور ہو گئے ہیں زمانہ تم سے محبت کرتا تھا پس اس میں بدا واقع ہو گئی بیشک زمانہ خیانت کار اور دھوکے باز ہے۔"

بعض تاریخوں میں ہے کہ صاحب بن عباد ابن عمید کی وفات کے بعد اس کے مکان کے دروازے سے گذرا تو اس حویلی کے باہر اسے سوائے چند خستہ حال نوکروں کے کوئی شخص نظر نہ آیا تو صاحب نے عبرت سے زبان پر یہ اشعار جاری کیے۔

ايها الربع لماعلاك اكتيئاب
اين ذاك الحجاب والحجاب!
اين من كان يفزع الدهر منه
فهو اليوم في التراب تراب!

"اے اونچے محل کیوں تجھ پر حزن و ملال چھایا ہوا ہے وہ پردے اور دربان کہاں ہیں اور کہاں ہے وہ شخص کہ جس سے سارا زمانہ خوف زدہ تھا پس وہ آج کے دن مٹی میں مل کر خاک ہو گیا ہے۔"

اور ۳۶۰ھ ہی میں ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی نے (معجم کبیر کے مولف جو صحابہ کے ناموں میں ہے) اصفہان میں

مستکفی باللہ پھر ان لوگوں نے دار الخلافہ کو لوٹ لیا اور مستکفی یونہی رہا یہاں تک ۳۳۸ھ میں معز الدولہ کے گھر میں وفات پائی۔

مطیع اللہ فضل بن جعفر کی خلافت کے دنوں کا ذکر!

جب ۲۳ شعبان ۳۳۴ھ میں مستکفی خلافت سے معزول کیا گیا تو لوگوں نے مطیع اللہ فضل بن جعفر مقتدر کی بیعت کر لی اس کے زمانہ میں بہت سے واقعات رونما ہوئے قرمانی کہتا ہے کہ اس کی خلافت کے پہلے سال بغداد میں قحط پڑا یہاں تک کہ لوگ مردار اور گوبر کھاتے تھے اور بہت سے لوگ مارے بھوک کے مر گئے اور ان کی لاشیں راستوں میں پڑی تھیں اور انہیں کتے کھا رہے تھے اور ۲۸ ذلحجہ ۳۳۴ھ میں جعفر بن یونس خراسانی پھر بغدادی شبلی کے نام سے مشہور صوفی سنی مالکی نے یا محروم قاضی نور اللہ کے قول کے مطابق شیعہ نے بغداد میں وفات پائی اور شبلی ان اشخاص میں سے ہے جو جنید اور حلاج کی صحبت میں رہے ہیں اور اس کی نادر حکایات ہیں۔

اور ۳۳۵ھ یا ۳۳۶ھ میں ابوبکر محمد بن یحییٰ جو صولی شطرنجی مشہور تھا بصرہ میں روپوشی میں وفات پائی اور صولی خلفاء کا ہمنشین تھا اور ادب و شطرنج بازی کے جاننے میں پورا ماہر تھا اور بعض کا نظریہ ہے کہ اس نے شطرنج ایجاد کی ہے لیکن یہ غلط ہے بلکہ صصہ بن داہر ہندی نے ہندوستان کے بادشاہ شہرام کے لیے شطرنج ایجاد کی اور شہرام کو بہت پسند آئی اور اس سے خواہش کی کہ اس کے مقابلہ میں کوئی انعام مانگو اس نے کہا کہ میرا انعام یہ ہے کہ شطرنج کے خانوں کی مقدار چونسٹھ خانے ہیں گندم بطور تضعیف مجھے دو یعنی پہلے خانے میں ایک گندم کا دانہ رکھو دوسرے میں دو تیسرے میں چار چوتھے میں آٹھ اسی طرح بادشاہ کو اس کی خواہش انتہائی حقیر معلوم ہوئی جب منشیوں نے حساب لگایا تو کہنے لگے کہ اگر تمام دنیا کی گندم جمع کر دیں تو ان کی مقدار نہیں بنے گی ابن خلکان کہتا ہے کہ اسکندریہ کے بعض حسابدانوں نے مجھے حساب کر کے بتایا تو میں نے دیکھا کہ شطرنج کے آخری خانہ کے حصہ میں سولہ ہزار تین سو چوراسی شہر گندم سے پر کئے ہوئے آتے ہیں باقی رہا نرد (چوسر کی گوٹ) کھیل تو اُردشیر بن بابک نے ایجاد کیا، اور اس کو پوری دنیا کی مثال پر قرار دیا اور اس کے بارہ خانے مہینوں کی مقدار میں بنائے اور ہر قطعہ کو تیس پر دنوں کی تعداد میں تقسیم کیا الخ۔

اردشیر پہلا ایران کا بادشاہ ہے کہ جو تمام ممالک میں مستقل بادشاہ ہوا اور اس نے طوائف الملوکی ختم کر دی وہ ایران کے بادشاہوں کا جد اعلیٰ ہے کہ جن کا آخری بادشاہ یزدجرد ہے جس کی حکومت کا خاتمہ عثمان کے زمانہ میں ہوا اور ان بادشاہوں نے چار سو سال تک حکومت کی بعد اس کے کہ چار سو سال سے طوائف الملوکی تھی۔

اور ۳۳۷ھ میں عبدالرحمن ابن اسحاق زجاجی نحوی بغدادی نے وفات اور ۳۳۸ھ کے آخر میں احمد بن محمد مصری نے جو ابن نحاس نحوی کے نام سے مشہور تھا وفات پائی اور اسی سال عماد الدولہ بن بویہ نے وفات پائی۔

اور ۳۳۹ھ میں معلم ثانی محمد بن طرخان ابو نصر فارابی ترکی مشہور حکیم و فلسفی نے دمشق میں وفات پائی اور فارابی مسلمانوں

کردیا اور وہ ادبیت اور بلاغت میں مشہور تھا۔

واضح ہو کہ ابن عمید کے پیروکاروں میں سے صاحب ابن عباد ہے چونکہ وہ ابن عمید کی صحبت میں رہتا تھا اس لیے اس کو صاحب کہتے تھے اور ابن عمید کو استاد بھی کہتے تھے ایک دفعہ صاحب نے بغداد کا سفر کیا جب واپس آیا تو لوگوں نے پوچھا بغداد کیسا شہر ہے؟ تو اس نے کہا بغداد فی البلاد کالاستاد فی العباد بغداد شہروں میں اسی طرح ہے جیسے استاد بندگان خدا میں ہے اور جب ابن عمید کی وفات ہوئی تو اس کا بیٹا ابوالفتح علی ذوالکفائتین رکن الدولہ کا وزیر ہوا اور رکن الدولہ کے بعد کچھ مدت اس کے بیٹے موید الدولہ کی وزارت بھی اس کے پاس رہی یہاں تک کہ اس کے اور صاحب بن عباد کے درمیان کوئی جھگڑا ہو گیا اور موید الدولہ کا دل اس سے کھٹا ہو گیا۔

اور ۳۶۶ھ میں اس کا مواخذہ کیا اور اس کو سخت عذاب کیا وہ شکنجہ میں رہا یہاں تک کہ مر گیا اور برامکہ کی طرح اس خاندان کی حکومت بھی ختم ہو گئی جیسا کہ شاعر کہتا ہے۔

آل العمید وآل ابرمك مالکم
قل المعین لکم وقال الناصر
کان الزمان یحبکم فبداله
ان الزمان هو الخائیون الغادر

"آل عمید اور آل برمک تمہیں کیا ہو گیا ہے تمہارے معین کم اور مددگار کمزور ہو گئے ہیں زمانہ تم سے محبت کرتا تھا پس اس میں بداء واقع ہو گئی بیشک زمانہ خیانت کار اور دھوکے باز ہے۔"

بعض تاریخوں میں ہے کہ صاحب بن عباد ابن عمید کی وفات کے بعد اس کے مکان کے دروازے سے گذرا تو اس حویلی کے باہر اسے سوائے چند خستہ حال نوکروں کے کوئی شخص نظر نہ آیا تو صاحب نے عبرت سے زبان پر یہ اشعار جاری کئے۔

ایها الرکب لماعلاك اکتئاب
این ذالك الحجاب والحجاب!
این من کان یفزع الدهر منه
فهو الیوم فی التراب تراب!

"اے اونچے محل کیوں تجھ پر حزن و ملال چھایا ہوا ہے وہ پردے اور دربان کہاں ہیں اور کہاں ہے وہ شخص کہ جس سے سارا زمانہ خوف زدہ تھا پس وہ آج کے دن مٹی میں مل کر خاک ہو گیا ہے۔

اور ۳۶۰ھ ہی میں ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی نے (معجم کبیر کے مولف جو صحابہ کے ناموں میں ہے) اصفہان میں

وفات پائی اور طبرانی حفاظ علماء اہلسنت میں سے ہے اس کے اساتذہ وشیوخ کی تعداد ایک ہزار بیان کی گئی ہے اور وہ طبریہ کی طرف منسوب ہے بخلاف طبری کے جو طبرستان کی طرف منسوب ہے اور طبریہ شام کے قریب تین دن راہ کی مسافت پر دریا کے کنارے ایک شہر واقع ہے کہا گیا ہے کہ کوہ طور اس کے اوپر سایہ فگن ہے اور حضرت لقمان حکیم کی قبر بھی وہیں ہے اور وہاں بہت بڑی نہر چلتی ہے جس کا آدھا پانی گرم اور آدھا سرد ہے یونہی تلخیص الآثار سے منقول ہے اور اسی سال قرامطہ کا دمشق پر قبضہ ہوا۔

اور ۳۶۲ھ مصر کے شہر قاہرہ کی تعمیر معز الدین اللہ اسماعیل کے ہاتھوں ہوئی۔ اور ۳۶۳ھ میں ابوحنیفہ اور شیعہ قاضی نعمان بن ابوعبداللہ محمد بن منصور مصری نے مصر میں وفات پائی اس کی کئی تصانیف ہیں مناقب اہل بیتؑ اور مخالفین مثلاً ابوحنیفہ و مالک وشافعی کی رد میں اور وہ پہلے مالکی مذہب تھا پھر شیعہ امامیہ ہوگیا اور اسی کی کتاب دعائم الاسلام ہے اور اس نے صادق علیہ السلام سے بعد کے آئمہ سے اسماعیلیوں کے ڈر سے روایت نہیں کی لیکن تقیہ کے پردہ کے پیچھے رہ کر حق کو ظاہر کیا ہے اس کا تذکرہ شیخ حر نے امل الآمل میں اور علامہ مجلسی نے دیباچہ بحار میں اور علامہ طباطبائی نے اپنی کتاب رجال میں اور ہمارے شیخ نوریؒ نے خاتمہ مستدرک ووسائل میں کیا ہے اور صاحب روضات نے انصاف نہیں کیا جب اس کے حالات میں کہ میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ وہ امامیہ حقہ میں سے نہیں تھا۔

اور ۳۶۳ھ میں مطیع فالج کی بیماری میں مبتلا ہوا اور اس کی زبان بے کار ہوگئی اس نے خود کو خلافت سے الگ کرلیا اور خلافت اپنے بیٹے عبدالکریم کے سپرد کردی اس کا نام طائع رکھا اور خود ۳۶۴ھ میں دیر عاقول میں دنیا سے چل بسا اس طویل مدت میں جو مطیع نے خلافت کی تو وہ امرونہی میں مرجع نہیں تھا بلکہ مرجع ریاسات و امور سلطنت وتدابیر مملکت معز الدولہ بن بویہ تھا اور معز الدولہ نے خلیفہ کے اخراجات کے لیے ہر دن کے سو دینار مقرر کئے تھے اور اچھا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں آل بویہ کی سلطنت کے مختصر حالات تحریر کئے جائیں۔

دیالمہ کی سلطنت وحکومت کا ذکر

واضح ہو کہ ارباب تاریخ نے کہا ہے کہ بویہ اہل دیلم میں سے فقیر ونادار شخص تھا اور اس کی کنیت ابوشجاع بن فناخسرو بن تمام تھی یہ مچھلی کا شکار کرتا تھا اور فرس (ایران) کی طرف منسوب تھا اور کہتا تھا کہ میں بہرام گور کی اولاد میں سے ہوں اس کے پانچ بیٹے تھے کہ جن میں سے دو تو مر گئے تھے اور تین بیٹے رہ گئے ایک ابوالحسن علی بن بویہ عماد الدولہ تھا جو سب سے بڑا تھا اور دوسرا رکن الدولہ ابوعلی حسن تھا اور تیسرا معز الدولہ ابوالحسین احمد تھا۔

عماد الدولہ ان کی سعادت وسلطنت کا سبب بنا یہاں تک کہ یہ لوگ عراقین (بصرہ وکوفہ) اہواز اور فارس کے مالک ہوئے اور مدبر امور رعیت قرار پائے جن افراد نے آل بویہ میں سے حکومت کی ہے وہ پندرہ افراد تھے ان کی حکومت کی مدت ایک سو چھبیس سال تک پہنچی ان کے ظہور کی ابتداء ۳۲۲ھ قاہر باللہ کی سلطنت کے آخری زمانہ میں ہوئی اور اس کا سبب یہ ہوا کہ عماد الدولہ مرداویج

اور ماہ جمادی الاولیٰ ۳۶۸ھ میں شیخ اجل اقدم احمد بن محمد سلیمان بن حسن بن جہم بن بکیر بن اعین شیبانی نے جو ابو غالب زراری مشہور تھا وفات پائی وہ مشہور رسالہ کا مولف ہے کہ جسے اس نے اپنے پوتے محمد بن عبداللہ کے لیے لکھا تھا اور زراری زرارہ کی طرف منسوب ہے پہلا شخص جو آل اعین میں سے زراری نسبت سے منسوب ہوا وہ سلیمان تھا کہ حضرت ہادی (علی نقی) علیہ السلام نے جسے اپنے توقیعات میں توریۃً زراری سے تعبیر فرمایا تھا۔

اور ۳۶۸ھ ہی میں شیخ ابوالحسین محمد بن احمد بن داؤد اپنے زمانہ کے قمیین کے شیخ وفقیہ نے وفات پائی اور مقابر قریش میں دفن ہوا اس لیے کہ اس نے بغداد کی طرف کوچ کیا تھا اور وہیں قیام کر لیا تھا اور وہ کتاب مزار وغیرہ کا مولف ہے اور اسی سال حسن بن عبداللہ نے (جو سیرافی القب سے مشہور اور نحوی تھا) وفات پائی اور بغداد میں دفن ہوا اور سیراف بلاد فارس میں سے دریا کے کنارے کرمان کی طرف ایک شہر ہے اور سیرافی سید رضی کا ان کے بچپن کے زمانہ کا استاد ہے اور مشہور ہے کہ ایک دن سیرافی نے سید سے پوچھا جب کہ ان کا سن دس سال کو بھی نہیں پہنچا تھا۔

اذا قیل رأیت عمر افما علامۃ نصبہ قال الرضی ببغض علی بن ابی طالب جب کہا جائے میں نے عمر کو دیکھا تو اس کے نصب کی علامت کیا ہے تو رضی نے فرمایا بغض علیؑ بن ابی طالب سیرافی اور حاضرین نے ان کے ذہن کے فوری منتقل ہونے اور تیز ہونے پر تعجب کیا اور سید کے والد اس سے خوش ہوئے اور فرمایا بیشک تو میرا حقیقی بیٹا ہے۔

اور اسی سال یا ۳۶۹ھ میں شیخ اجل ابوالقاسم جعفر بن محمد بن قولویہ قمی نے وفات پائی اور یہ شیخ جلیل محمد بن احمد بن علی بن حسن بن شاذان قمی صد منقبت عامہ درحق امیر المومنینؑ (یعنی سو فضائل امیر المومنینؑ کے سنی کتب سے) کے مولف کی والدہ کے ماموں تھے نیز ابن قولویہ شیخ مفید کے استاد اور کتاب کامل الزیارۃ وغیرہ کے مولف ہیں ان کی قبر شریف شیخ مفید کی قبر کے پہلو میں بقعہ منورہ کاظمین کی پائینتی کی طرف ہے باقی رہے وہ اپنے قولویہ جو قم میں علی بن بابویہ قمی کے مزار کے قریب دفن ہیں تو وہ محمد جعفر کے باپ ہیں نہ کہ ابو القاسم جعفر ہیں جیسا کہ بعض کو اشتباہ ہوا ہے۔

اور ۳۷۰ھ میں حسین بن احمد نے (جو ابن خالویہ نحوی مشہور ہے) حلب میں وفات پائی اور آل حمدان اس کا اکرام واحترام کرتے اور اس سے علوم کا استفادہ کرتے اس کے تالیفات بہت ہیں ان میں سے ایک کتاب الآل ہے اس میں آئمہ اثنا عشر علیہم السلام کی ولادت وشہادت کا تذکرہ کیا ہے اور اس کی ایک تالیف الجمل بھی ہے اور کتاب لیس (نہیں) کہ جس کی بنیاد یہ ہے کہ کلام عرب میں یہ چیز نہیں ہے اور فلاں چیز نہیں ہے اور اسی سال محمد بن احمد بن ازہر جو ازہری مشہور ہے ھروی لغوی صاحب غریبین وتہذیب اللغۃ وغیرہ نے ہرات میں وفات اور ازہری ایک سال برابر قرامطہ کی قید میں رہا اور جن لوگوں نے اسے قید کیا تھا وہ بادیہ نشین عرب تھے ازہری نے ان کے کلام سے کئی لغات کا استفادہ کیا اور تہذیب میں انہیں ذکر کیا اسی سے نقل ہوا ہے۔

اور ۳۷۲ھ میں فنا خسرو عضد الدولہ دیلمی نے دنیا سے کوچ کیا اور اس کا بیٹا صمصام الدولہ اس کی جگہ پر بیٹھا اور عضد الدولہ کی وفات تو بغداد میں ہوئی لیکن اس کا جنازہ نجف اشرف لے گئے اور وہیں دفن ہوا اور عضد الدولہ کا تسلط ممالک وملوک پر

بنو بویہ کے سب بادشاہوں سے زیادہ تھا اور اس کو شہنشاہ کہتے تھے اور بغداد کے منبروں پر خلیفہ کے نام کے بعد اس کا نام لیتے تھے۔ سید شریف نے چار سو ہجری کے سرے پر اسے مروجین دین اسلام میں سے شمار کیا ہے اور عضدی ہسپتال بغداد میں عضدالدولہ نے تعمیر کیا اور امیر المومنینؑ کا مشہد منور اسی نے بنایا اس کی تجدید کی اور بہت سے مصارف وہاں کئے کہا گیا ہے کہ مدینۃ النبی ﷺ کی فصیل اسی نے بنوائی اور عضدالدولہ فضل و کمال میں اپنے زمانہ کا یگانہ روزگار تھا وہ فضلاء کو دوست رکھتا اور ان سے معاشرت رکھتا تھا ابن خلقان کہتا ہے کہ عضدالدولہ نے ابومنصور افتکین معزالدولہ بن بویہ کے ترکی غلام والی دمشق کو اس کے خط کے جواب میں لکھا ''غرك عزك فصار قصار ذلك ذلك فاخش فاحش فعلك فعلك بهذا اتهدا تیری عزت نے تجھے دھوکہ دیا پس اس کی انتہا تیری ذلت کا باعث بنی پس اپنے برے فعل سے ڈر شاید کہ تجھے اس سے ہدایت حاصل ہو۔

فقیر کہتا ہے کہ یہ عبارت امیر المومنینؑ کی طرف منسوب ہے اور مشہور یہ ہے کہ آپؑ نے معاویہ کے اس خط کے جواب میں تحریر فرمائی جس میں اس نے لکھا تھا علی قدری علی قدری میری قدرو منزلت کے برابر میری دیگ جوش مارتی ہے اور اگر ایسا ہی ہو تو پھر عضدالضدلہ نے فصاحت کے گھاٹ سے اُسے لیا ہے۔

اور ۳۷۶ھ میں شرف الدولہ عضدالدولہ کے بیٹے نے اپنے بھائی صمصام الدولہ کا ارادہ کیا اور اس پر غلبہ اور تسلط قائم کرلیا پھر اس کی آنکھیں نکال دیں اور خود اس کی جگہ پر بیٹھ گیا۔

اور ۳۷۷ھ میں حسن بن احمد (جو ابوعلی فارسی مشہور تھا) مشہور نسوی ونحوی نے بغداد میں وفات پائی اور مقابر قریش میں دفن ہوا ابوعلی اپنے زمانہ میں نحو کا امام تھا یہ عضدالدولہ دیلمی کی صحبت میں رہا ہے اور اس کے ہاں اس کی قدرو منزلت بہت ہوئی یہاں تک کہ عضدالدولہ نے اس کی شان میں کہا کہ میں ابوعلی فسوی کا نحو میں غلام ہوں اور ابوعلی نے اس کے لیے تکملہ فی النحو تصنیف کی اور اس میں اس کا واقعہ مشہور ہے اسی طرح اس کا عضدالدولہ کے ساتھ شیراز کے میدان میں سیر کرنا اور بادشاہ کا اس سے نصب مستثنیٰ کے متعلق سوال کرنا اور اس کا جواب دینا کہ جواب میدانی (تجھے جواب معلوم ہے) اور حکایت ہے کہ جب عضدالدولہ اپنے چچازاد سے لڑنے کے لیے نکلا تو ابوعلی اس کے پاس آیا اس نے کہا کہ ہمارا ساتھ دینے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ تو ابوعلی نے کہا کہ میں دعا گو مردوں میں سے ہوں نہ کہ جنگجو افراد میں سے پس اللہ تعالیٰ بادشاہ کے عزم و ارادہ کو بہتر قرار دے اور اس کے مقصد کو پورا کرے اس کے اس قیام میں عافیت اس کی زادِ راہ اور کامیابی اس کے سامنے ہو اور ملائکہ اس کے مددگار رہوں پھر اس نے یہ شعر پڑھے۔

ودعته حيث لا تودعه
نفس ولكنها تسير معه!
ثم تولى وفي الفوادله
ضيق محل وفي الدموع سعة

''میں نے اس کو الوداع کہا جہاں نفس نے اسے الوداع نہیں کہا لیکن نفس اس کے ساتھ چلا پھر جب وہ مڑا تو دل میں اس

عبدالکریم بن مطیع طائع اللہ کی خلافت کے زمانہ کا ذکر

۳۶۳ھ میں مطیع خود بخود خلافت سے الگ ہو گیا اور اس کا بیٹا طائع اللہ اس کی جگہ پر بیٹھا اور اس وقت اس کی عمر ۴۳ سال تھی اور اس کے زمانہ میں عضد الدولہ دیلمی کا بغداد پر تسلط ہو گیا طائع نے اسے خلعتِ سلطانی پہنایا اور اس کے سر پر تاج رکھا اور اس کو ایک طوق دیا اور اس کے لیے دو جھنڈے ترتیب دیئے اسے اس کے آباؤ اجداد کی جگہ تختِ سلطنت پر بٹھایا جب عضد الدولہ تخت سلطنت پر مستقر ہوا تو ابو طاہر عز الدولہ کے وزیر کو گرفتار کرا کے حکم دیا کہ اس کو قتل کر دیں اور سولی پر لٹکا دیں ابو الحسن انباری نے اس کا مرثیہ کہا۔

اور کہا گیا ہے کہ علماء فن کا اتفاق ہے کہ اتنا اچھا مرثیہ نہیں کہا گیا اور اس قصیدہ کے چند اشعار یہ ہیں۔

علو فی الحیات وفی الممات
الحق انت احدی المعجزات
کان الناس حولك حین قاموا
وفود نداك ایام الصلات
کان قائم فیهم خطیبا!
وکلهم قیام اللصلوٰة مددت یدیك
نحوهم احتفالاً کمدهما الیهم بالهبات
ولما ضاق بطن الارض عن ان!
تضم علامن بعد الممات
اصار والجواقبرك واستنا بوا
عن الاکفان ثوب السافیات
لعظمك فی النفوس تبیت ترعی
بحفاظ وحراس ثقات!
رکبت مطیئة من قبل زید
علاهافی السنین الماضیات
ولم ارقبل جذعك قط جذعا
تمکن من عناق الکرمات

''تیرے لیے زندگی اور موت میں بلندی ہے بیشک تو ایک معجزہ ہے لوگ جب تیرے گرد کھڑے ہوں صلہ و انعام حاصل کرنے کے دن تیرے سخاوت کے وفد بن کر تو گویا تو ان میں خطبہ پڑھنے کے لیے کھڑا اور وہ سب نماز کے لیے ایستادہ ہیں تو نے ان کی طرف دونوں ہاتھ بڑھائے جب کہ وہ پرتھے جیسا کہ ان کی طرف حبوں کے ساتھ بڑھتے ہیں اور جب شکم زمین اس سے تنگ ہو گیا کہ وہ تیرے بلند جسم کو موت کے بعد اپنے اندر لے لے تو انہوں نے فضا کو تیری قبر بنایا اور کفن کے بدلے تیز ہواؤں کے کپڑے تجھے پہنائے نفوس میں چونکہ تیری عظمت ہے اسی لیے محافظین اور قابل وثوق نگہبانوں کے ساتھ رات کو تیری حفاظت کی جاتی ہے اور ات کے وقت تیرے گرد آگ روشن ہوتی ہے اور تو زندگانی کے زمانہ میں بھی ایسا ہی تھا تو اس سواری پر سوار ہوا ہے کہ گذشتہ زمانہ میں جس پر زید سوار ہوا تھا اور تیری سولی کے تنے سے پہلے میں نے کبھی کوئی درخت کا تنا ایسا نہیں دیکھا جس کو کریم لوگوں کی گردنیں میسر آئی ہوں۔''

اور ۳۶۶ھ رکن الدولہ حسن بن بویہ امیر عراق و عجم عضد الدولہ کے باپ نے رَی میں وفات پائی اور یہ وہی شخص ہے کہ ابو الفضل بن عمید جس کا وزیر تھا۔

اور ۳۶۷ھ میں قاضی ابو بکر محمد بن عبد الرحمان بغدادی نے جو ابن قریعہ مشہور تھا بغداد میں وفات پائی اور وہ اپنے زمانہ کے فضلاء میں سے تھا اور بہت ہی خوش طبیعت اور حاضر جواب تھا اور ہنسانے والا عجیب و غریب مسئلہ اس سے پوچھتے تو بغیر فکر و تامل کے سوال کے مطابق جواب دیتا منجملہ ان سوالات کے جو اس سے ہوئے یہ ہے۔

کیا فرماتے ہیں جناب قاضی وفقہ اللہ تعالی اس یہودی کے بارے میں کہ جس نے ایک عیسائی عورت سے زنا کیا پس اس عورت سے ایک بچہ پیدا ہوا کہ جس کا جسم انسان کی طرح ہے اور چہرہ گائے کی طرح پس اس کا جواب بالبدیہہ لکھا یہ زیادہ شاہد عادل ہے ملاعین یہود کے خلاف کہ انکے خلاف کہ ان کے سینوں میں بچھڑے کی محبت کی آبیاری ایسی ہوئی ہے کہ ان کے عضو تناسل سے وہ نکلتا ہے اور یہاں تک معاملہ پہنچ گیا ہے کہ یہودی کے سر کے ساتھ بچھڑے کا سر لٹکا ہوا ہے اور عیسائی عورت کی گردن میں اس کی پنڈلی اور پاؤں بطور صلیب آویزاں ہیں اور وہ زمین پر خط کھینچتے ہیں اور ان کے متعلق منادی ندا کرتا ہے کہ یہ تاریکیاں ہیں کہ جن میں سے بعض دوسرے بعض کے اوپر ہیں والسلام۔

اور ۳۶۷ھ ہی میں بختیار عز الدولہ دیلمی اس جنگ میں مارا گیا جو اس کے اور اس کے چچازاد عضد الدولہ کے درمیان واقع ہوئی اور عز الدولہ کی بیٹی شاہ زنان طائع واللہ کی بیوی تھی اور حضرت امیر المومنینؑ نے اپنے اخبار غیبیہ میں دیالمہ کی سلطنت اور عز الدولہ کے عضد الدولہ کے ہاتھوں قتل ہونے کی خبر دی ہے جہاں فرماتے ہیں والمترف بن اجذم مقتلہ ابن عمہ علی دجلہ اور ناز نخروں میں رہنے والے ہاتھ کٹے کے بیٹے کو اس کا چچازاد دجلہ کے کنارے قتل کرے گا آپ نے عز الدولہ کو مترف سے تعبیر فرمایا چونکہ منقول ہے کہ وہ لہو و لعب اور شراب خوری کا رسیا تھا اور ابن اجذم اس لیے فرمایا چونکہ اس کا باپ معز الدولہ ہاتھ کٹا تھا اور اسے اقطع بھی کہتے تھے جیسا کہ اس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے اور اس کا چچازاد عضد الدولہ ہے کہ جس نے اسے قصر الحصین میں دجلہ کے پاس قتل کیا تھا۔

(جو گیلان وطبرستان کا داعی اور دوسرے سادات کے بعد بادشاہ بنا کے پاس گیا مرداویج نے اسے کرخ کی امارات دے دی عماد الدولہ نے رعیت سے اچھا سلوک کیا اور بہت قلعے فتح کئے اور بہت سے ذخیرے اور خزانے جمع کئے اور رعیت کے دلوں کو اپنی طرف مائل کر لیا یہاں تک اس کا نام بلند ہوا اور لوگ اس کی طرف مائل ہوئے وہ لوگوں کی نگاہوں میں باعظمت ہو گیا کیونکہ اس کے پاس نوسو سوار ایسے تھے جو دس ہزار سوار کا مقابلہ کرتے تھے پس اس نے اپنے بھائی رکن الدولہ کو کازرون کی طرف بھیجا رکن الدولہ نے کازرون کو قبضہ میں کر لیا اس کے بعد شیراز کا علاقہ اپنے تصرف میں لایا اور اس کا نام بلند ہوا اتفاق ایسا ہوا کہ انہیں دنوں مرداویج اپنے غلاموں کے ہاتھوں مارا گیا اس کا زیادہ تر لشکر عماد الدولہ کا طرف دار ہو گیا عماد الدولہ میں قوت وطاقت پیدا ہو گئی اور ہفتہ کے دن گیارہ جمادی الاولی ۳۳۴ھ وہ بغداد پر چھا گیا اور اس نے دار الخلافہ کو لوٹ لیا اور خلیفہ عباسی کے پاس برائے نام خلافت کے سوا اور کچھ نہ رہا نہ اس کا کوئی حکم چلتا تھا اور نہ نہی پس اس نے بصرہ وموصل اور تمام شہروں کو تسخیر کر لیا اور اپنے بھائی معز الدولہ کو بغداد میں چھوڑا اور رکن الدولہ کو اصفہان میں اور خود شیراز میں قیام کیا۔

مولف کہتا ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ نے اپنے اخبار غیبیہ میں دیالمہ کی حکومت کی طرف اشارہ کیا ہے جہاں فرماتے ہیں:

ویخرج من دیلمان بنو الصیاد الیٰ ان قال ثم یستقوی امرھم حتیٰ یملکوا الزوراء ویخلعوا الخلفاء قال قائل یا امیر المومنین علیہ السلام فکم مدتھم وقال ماۃ اویزید قلیلا اور دیلمان سے شکاری کے بیٹے نکلیں گے یہاں کہ فرمایا پھر ان کا معاملہ قوت پکڑے گا یہاں تک کہ زوراء (بغداد کے مالک ہوں گے اور خلفاء کو معزول کر دیں گے کسی نے کہا اے امیر المومنینؑ ان کی حکومت کتنی مدت رہے گی فرمایا سو سال اور کچھ مزید سال۔

منجملہ ان عجیب وغریب واقعات کے جو عماد الدولہ کے لیے اتفاق سے ہوئے یہ ہے کہ جب اس نے شیراز میں قیام کیا تو اس کا لشکر وسپاہ جمع ہوئے اور انہوں نے وظیفہ اور تنخواہوں کا مطالبہ کیا عماد الدولہ کے پاس کچھ بھی نہیں تھا تا کہ انہیں دیتا اور قریب تھا کہ اس کی حکومت ختم ہو جائے اور وہ ہمیشہ غمگین رہتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک دن اپنی مخصوص مجلس میں چت لیٹا ہوا تھا اور رعیت کے بارے میں سوچ بچار کر رہا تھا کہ اچانک اس نے ایک سانپ دیکھا جو کمرے کی چھت کے ایک سوراخ سے نکل کر دوسرے سوراخ میں داخل ہوا عماد الدولہ کو سانپ کے نیچے گرنے کا خوف طاری ہوا حکم دیا کہ سیڑھی رکھ کر چھت کو ادھیڑا جائے اور سانپ کو نکالا جائے جب چھت ادھیڑ لی گئی اور سانپ کو تلاش کرنے لگے تو دیکھا کہ اس چھت کے اوپر ایک اور چھت ہے اور ان کے درمیان مال وزر کے صندوق ہیں وہ مال لے کر آئے تو معلوم ہوا کہ وہ پانچ لاکھ دینار رہے عماد الدولہ نے وہ مال اپنی رعیت میں تقسیم کر دیا پھر عماد الدولہ نے

ایک درزی کی خواہش کی تا کہ وہ اس کے کپڑے سیئے لوگوں نے کہا کہ یہاں ایک درزی ہے جو پہلے والی شیراز کا مخصوص درزی رہ چکا ہے اس کو لے آئے وہ بہرہ تھا اور اس کے پاس حاکم شہر کا مال بطور امانت پڑا تھا جب درزی حاضر ہوا تو اسنے خیال کیا کہ شاید اس کی چغلی کی گئی ہے اور عمادالدولہ نے اس کو اس مال ودولت کے سلسلہ میں بلایا ہے ابھی عمادالدولہ نے اسے مخاطب کیا ہی تھا کہ اس نے قسم کھائی کہ میرے پاس بارہ صندوقوں کے علاوہ کوئی مال نہیں اور مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ ان صندوقوں میں کیا ہے؟

عمادالدولہ کو تعجب ہوا اور حکم دیا کہ وہ صندوق لائے جائیں جب ان کے تالے کھولے گئے تو بہت سا مال اور قیمتی پارچات ان میں تھے اور یہ بھی عمادالدولہ کے زیادہ بخت واقبال کے سلسلہ میں نقل ہوا ہے کہ ایک دن وہ گھوڑے پر سوار تھا کہ اچانک گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے اس جگہ کو کھودا گیا تو بہت بڑا خزانہ وہاں سے ملا ان لطائف غیبی کے علاوہ خزائن ودفائن یعقوب بن لیث اور اسکے بھائی عمرو بن لیث کے جو کہ فارس وعراق وخراسان کے بادشاہ تھے اوران خزائن کی مقدار حد وحصر سے زیادہ تھی اس کے ہاتھ آئے۔

خلاصہ یہ کہ اس قسم کی خوش بختیاں اس کی سلطنت اور حکومت کے دوام کا باعث ہوئیں اور نو سال تک اس کی حکومت رہی۔

اور ۱۶ جمادی الاول ۳۳۸ھ میں اس کی وفات ہوئی تو اس کا بیٹا موید الدولہ اس کی جگہ پر بیٹھا اس کے بعد اس کا بھائی رکن الدولہ حسن اس کا جانشین ہوا اور اس کے بعد معزالدولہ احمد نے حکومت کی اس کے بعد عضدالدولہ فنا خسروشاہ بن حسن بن بویہ نے ریاست حاصل کی۔ خلاصہ یہ کہ ان کی حکومت دست بدست آل بویہ کے پندرہ افراد کے درمیان منتقل ہوئی یہاں تک کہ ابو منصور فولادستون بن عمادالدولہ تک پہنچی اور ابو منصور اور ابوسعید خسروشاہ بادشاہ ہوا اور اس کے ساتھ ہی ان کی حکومت ختم ہوگئی۔ اس کے بعد بنوسلجوق بادشاہ ہوئے اور ان میں سے پہلا میکائیل بن سلجوق تھا اور یہ بھی ایک گروہ تھا ان کی حکومت ایک سو چالیس سال تک رہی۔ میکائیل کے بعد طغرل بیگ بادشاہ ہوا اور ان کا آخری بادشاہ بھی طغرل بن ارسلان بن طغرل سلطان ہوا اور اس کے ہاتھوں ان کی حکومت کا خاتمہ ہوا اور پھر حکومت خوارزم شاہیوں کی طرف منتقل ہوئی اور ان کے بادشاہوں کی تعداد دس تھی اور ان کی حکومت کی مدت ایک سو اڑتیس سال تھی اور ان کا آخری جلال الدین تھا ان کے خاتمہ کا سبب چنگیز خان کا ظہور اور فتنہ تا تار ہا تھا کہ جنہوں نے جلال الدین کو قتل کر دیا اور ایک قول ہے کہ جب تاتاری لشکر نے اس کے حرم سرا اور عورتوں کی طرف رخ کیا تو غصہ میں آ کر اس نے اپنے آپ کو قلعہ سے گرا دیا اور مر گیا یہ باتیں قرمانی کی اخبار الدول سے منقول ہیں واللہ العالم۔

کی وجہ سے جگہ کی تنگی ہے اور آنسوؤں وسعت ہے پس عضد الدولہ نے اس سے کہا خدا تجھے برکت دے میں تیری اطاعت پر وثوق رکھتا ہوں اور تیرے باطن کے صاف ہونے کا مجھے یقین ہے۔

اور ۳۷۹ھ میں شرف الدولہ نے دنیا کو الوداع کہا اس کا بھائی ابونصر اس کی جگہ پر بیٹھا خلیفہ نے اس کو خلعت پہنایا اور اسے بہاء الدولہ وضیاء الملۃ کا لقب دیا بہاء الدولہ نے جب امور حکومت پر قوت وطاقت حاصل کر لی تو خلیفہ کو تخت سے نیچے کھینچ لیا اور اسے خلافت سے معزول کر دیا اور دار الخلافہ کو لوٹ لیا یہ واقعہ ماہ شعبان ۳۸۱ھ میں رونما ہوا پس طائع اللہ معزول اور بندھے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ رہا یہاں تک کہ عید الفطر کی رات ۳۹۳ھ میں وفات پائی۔

ابوالعباس احمد قادر باللہ کی خلافت کے زمانہ کا ذکر

جس رات طائع کو خلافت سے معزول کیا گیا ابوالعباس احمد بن اسحاق المقتدر جس کا لقب قادر باللہ ہے اپنے چچا کی جگہ پر بیٹھا اس کی عمر چوالیس سال تھی اور اس کی خلافت برائے نام تھی اور اپنے معاملہ میں مغلوب ومقہور تھا یہاں تک کہ اس ماہ ذیقعدہ ۴۲۲ھ میں وفات پائی اور اس کی ایک کتاب بھی سنت کے بیان اور معتزلہ وروافض کی مذمت میں ہے اور اس کی خلافت کے ابتدائی ایام ۳۸۱ھ میں شیخ اجل عالی مقام رئیس المحدثین ابوجعفر محمد بن علی بن بابویہ قمی نے وفات پائی اور حضرت شہزادہ عبدالعظیم کے مزار کے قریب ری میں دفن ہوئے اس وقت ان کی عالیشان خانقاہ ایک بارونق باغ میں ہے اور انہیں پچھلے دنوں ۱۲۳۸ھ کے حدود میں ان کی قبر شریف میں شگاف پڑ گیا تھا اور بہت سے علماء اور بابصیرت افراد اور دوسرے لوگوں نے ان کا جسد مبارک تروتازہ دیکھا اور یہ بات صرف شہرت نہیں بلکہ صحت تک پہنچی ہوئی ہے۔

وہ بزرگوار خدا ان پر رحمت نازل فرمائے شیخ الطائفہ ان کے فقیہ اور خراسان میں باوجاہت بزرگ تھے ۳۵۵ھ میں بغداد میں تشریف لائے اور ان سے شیوخ الطائفہ نے احادیث کی سماعت کی حالانکہ وہ ابھی نوعمر تھے آپ جلیل القدر حافظ احادیث اور رجال کی بصیرت رکھتے تھے اور اخبار کے ناقد تھے ان کی تین سو کے قریب تصانیف ہیں قمیوں میں حافظہ اور کثرت علم میں ان جیسا بزرگوار نہیں دیکھا گیا اور انہیں کو صدوق (زیادہ سچ بولنے والا) کے لقب سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہی بزرگوار مولانا صاحب العصر والزمان علیہ السلام کی دعا سے پیدا ہوئے ہیں اور ان کے صفات حمیدہ اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ ان کا احصاء وشمار ہو سکے۔

وان قميصاخط من نسبح تسعة
وعشرين حرفا عن معاليه قاصر

"بیشک وہ قمیص جو انتیس حرفوں کی بنائی سے سیا گیا ہے وہ ان کی بلندیوں سے قاصر ہے"

اور ۳۸۳ھ میں فاضل ادیب اور شاعر متبحر لبیب محمد بن عباس ابوبکر خوارزمی نے نیشاپور میں وفات پائی اور وہ لغت واشعار

کے زیادہ حافظ ہونے میں مشہور تھا اور اس کے سیف الدولہ و صاحب بن عباد اور دوسرے اس کے ہم عصر عظیم اشخاص کے ساتھ بہت سے نادر واقعات ہیں۔

اور ۳۸۴ھ میں علی بن عیسٰی نے (جو رمانی و نحوی مشہور اور سر من رای کا رہنے والا تھا) وفات پائی اور اسی سال محسن بن علی بن محمد بن ابوالفہم قاضی تنوخی صاحب کتاب الفرج بعد الشدۃ نے بغداد میں وفات پائی اور ابن خلقان کے ضبط کے مطابق محسن معلم کے وزن پر ہے۔

۲۴ ماہ صفر ۳۸۵ھ میں کافی الکفاۃ اسماعیل بن عباد طالقانی نے وفات پائی اسے کافی کا لقب اس لیے دیا گیا کہ اس نے سلطان فخر الدولہ کی اس کے ملک کے مہم امور میں کفایت کی کیونکہ یہ اس کا وزیر تھا اور مسلمانوں پر اس کا بڑا حق ہے اسی لیے شیخ فاضل حسن بن محمد قمی نے کتاب تاریخ قم تالیف کی اور اس کی ابتداء میں کچھ اس کے فضائل ذکر کیے ہمارے شیخ صدوق نے بھی کتاب عیون الاخبار اسی کے لیے تالیف کی اور شیخ نے اس کتاب کو کافی کے دو قصیدوں کے ساتھ شروع کیا جس میں اس نے ہدیہ سلام بارگاہ مولا رضا علیہ السلام میں پیش کیا ہے اور سید جلیل سید نعمت اللہ موسوی جزائری نے لوامع الانوار فی شرح عیون الاخبار میں کہا ہے (اور وہ کتاب کے مشکل مباحث کی شرح ہے سید نے یہ کتاب شرح التوحید کی تالیف سے فارغ ہونے کے بعد لکھی ہے) خلاصہ یہ کہ سید نے صاحب بن عباد کی توصیف میں کہا ہے اور اس کے مفاخر علم جود و سخاوت و کتابت و سیاست ملکی میں اتنے ہیں کہ جن کے بیان کرنے سے ثعالبی وغیرہ نے عجز کا اعتراف کیا ہے اور وہ شیخ عبدالقاہر کا استاد ہے۔

روضۃ الصفا کے مولف نے روایت کی ہے کہ وہ سفر میں چار سو اونٹ کا بار کتابیں ساتھ لے جاتا تھا اور وزارت اس کے پاس وارثت و استحقاق کی وجہ سے آئی ہے جیسا کہ ابو سعید رستمی نے اس کے حق میں کہا ہے **ورث الوزارۃ کابر عن کابر موصولۃ الاسناد بالاسناد. یروی عن العباس عباد وزارتہ واسماعیل عن عباد**۔ بڑا بڑے سے وزارت کا وارث ہوا ہے جس طرح سند سند کے ساتھ ملی ہوئی ہوتی ہے روایت کرتا ہے عباس سے عباد اپنی وزارت کی اور اسماعیل عباد سے اور صاحب تشیع اور محبت اہل بیت علیہم السلام میں یگانہ روزگار تھا یہاں تک کہ اصفہان کے لوگ مذہب شیعہ کی نسبت صاحب کی طرف دیتے تھے پس کہتے کہ فلاں شخص ابن عباد کے مذہب پر ہے (حاشیہ اصل کتاب منقول ہے کہ اصفہان میں صاحب بن عباد کی حکومت اور ان میں اپنے مذہب کی ترویج کے زمانہ میں اہل اصفہان میں سے ایک شخص نے کسی کو دیکھا کہ وہ اس کی بیوی کے ساتھ زنا کر رہا ہے اس نے تازیانہ اٹھایا اور بیوی کو مارنا شروع کیا وہ عورت چونکہ سنی تھی تو وہ تازیانہ کھاتے وقت کہتی القضاء والقدر یعنی زنا میں میرا کوئی گناہ نہیں خدا کی قضا وقدر ہے تو شیخ نے اس کو سرزنش کی کہ اے دشمن خدا زنا کراتی ہے اور پھر ایسا نامعقول عذر پیش کرتی ہے جب اس عورت نے یہ بات سنی تو درد دین میں فریاد کی اور کہنے لگی ہائے افسوس تو نے مذہب اہل سنت چھوڑ کر ابن عباد کا مذہب اختیار کر لیا ہے شیخ متنبہ ہوا اور تازیانہ ہاتھ سے پھینک دیا اور معذرت کی اور کہنے لگا انت سنیہ حقا تو حقیقی سنی ہے۔

قاضی نور اللہ فرماتے ہیں مخفی نہ رہے کہ مشرکین قریش سب جبری تھے اور قرآن کریم نے اس مذہب کو درمیان سے ہٹایا

جیسا کہ مشہور ہے کہ العدل والتوحید علویان والجبر والتشبیہ امریان عدل اور توحید اولاد علی کا مذہب ہے اور جبر وتشبیہ بنی امیہ کا مذہب ہے اور معاویہ و یزید (علیہما ما یستحقانہ) نے اپنے زمانہ میں اس مذہب کو زندہ کیا اور ان کے اہل زمانہ ان کے پیروکار ہو گئے اور ان کی اصلی غرض اس سے جو یہ کہتے ہیں کہ تمام اشقیاء کی شقاوت خدا کے ارادہ سے ہے یہ ہے کہ چونکہ انہوں نے دیکھا کہ بعض صحابہ اور تابعین نے خاندان مصطفیٰ پر ظلم کیا ان کا حق ظلم وطغیان سے چھین لیا۔ اہل بیتؑ کے خون بہانے کا فتویٰ دیا۔ عامۃ الناس نے ان کے استخفاف کی جرات کی اور عقلاء عالم انکے افعال پر ملامت وسرزنش کرتے تھے تو اس ملامت کو دور کرنے کے لیے انہوں نے اس مذہب کو رواج دیا کہ انسان کا اپنا فعل نہیں ہوتا بلکہ سب کچھ اللہ کا فعل ہے خدا ایسا چاہتا تھا تقدیر میں تھا کہ ایسا ہوتا کہ لوگ لعنت وملامت کی زبان ان سے کوتاہ کریں اور سب سے قوی شبہ ان کا یہ ہے کہ شارع مقدس کے کلام وعبادت میں انہوں نے دیکھا کہ خدا خالق خیر وشر ہے اور وہ سمجھتے نہیں کہ شر سے مراد برا فعل نہیں بلکہ وہ چیزیں ہیں کہ جو بحسب ظاہر ضرر رساں ہیں مثلاً درندے حشرات الارض قحط سالی ووبا اگرچہ وہ حکمت ومصلحت اپنے اندر لیے ہوں انتھی۔

صاحب بن عباد کی وفات رَی میں جمعہ کی رات ماہ صفر کی راتوں میں سے ۳۸۵ھ میں ہوئی اس کا جنازہ اصفہان لے گئے اور وہیں اسے دفن کیا گیا اس کی بہت سی کتب ہیں جن میں سے لغت میں ایک کتاب المحیط ہے جو سات جلدوں میں ہے۔

صاحب کے اشعار میں سے ہے اباحسن لوکان حبک مدخلی الخ اے ابوالحسن کاش تیری محبت میرے داخل ہونے کا مقام ہو میں کہتا ہوں کہ یہ بات گذر چکی ہے کہ صاحب کے لقب سے اس لیے ملقب ہوا چونکہ وہ استاد ابن عمید کی صحبت میں رہا اور حکایت ہوئی ہے کہ وہ پہلے مؤید الدولہ دیلمی کا وزیر تھا پس جب مؤید الدولہ ۳۷۳ھ میں فوت ہوا اور اس کا بھائی فخر الدولہ اس کی سلطنت پر قابض ہوا تو صاحب کو وزارت پر برقرار رکھا اس کے نزدیک اس کا بڑا وقار وعزت وعظمت تھی اس کا حکم نافذ تھا اور اسکی شان میں ابوالقاسم زعفرانی نے اشعار کہے۔

ایامن عطایاہ تھدی الغنیٰ
الیٰ راحتی من نأی اودنا
کسوت المقیمین والزائرین!
کساء لاتخل مثلھا ممکنا
وحاشیۃ الدار یمشون فی
صنوف من الخز الا انا !

اے وہ کہ جس کے عطیات تونگری کا ہدیہ لے کر آئے دور ونزدیک کی دونو ہتھیلیوں کی طرف تو نے مقیم اور زیارت کرنے والے کو ایسا لباس پہنایا کہ جس کے متعلق تصور بھی نہیں ہو سکتا تھا اور گھر کے ملازمین تو ریشم کے قسم قسم کے لباسوں میں چلتے پھرتے ہیں

سوائے میرے"

پس صاحب نے کہا کہ میں نے معن بن زائدہ شیبانی کے اخبار و واقعات میں پڑھا کہ ایک شخص نے اس سے کہا اے امیر مجھے سواری پر سوار کیجئے تو اس نے اس کے لیے ایک ناقہ، ایک گھوڑا، ایک خچر اور ایک گدھا اور ایک کنیز دینے کا حکم دیا پھر کہنے لگا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ خداوند عالم نے ان کے علاوہ بھی کوئی سواری خلق کی ہے تو میں تجھے اس پر بھی سوار کرتا اور ہم نے تیرے لیے ریشمی جبہ، قمیص، عمامہ، جبہ، رومال ریشمی چادر، شلوار رداء کساء، جوراب اور تھیلی کا حکم دیا ہے اگر ہمیں کوئی اور لباس معلوم ہوتا جو ریشم سے بنتا ہے تو وہ بھی تجھے عطا کرتے اور اس کے پاس اتنے شعراء اکٹھے ہوتے کہ اتنے کسی اور کے پاس جمع نہیں ہوئے اور انہوں نے اس کی بہترین مدحیں کہیں۔

حکایت ہے کہ فخر الدولہ نے ایک کنواں کھودنے کا حکم دیا اور صاحب نے ایک منشی سے کہا کہ اس سلسلہ میں ایک تحریر لکھے اور چونکہ صاحب حرف راء کو فصیح طریقہ سے ادا نہیں کر سکتا تھا اور اس کی زبان تتلاتی تھی اور اس کاتب سے اس کی طبیعت نہیں ملتی تھی تو اس کاتب نے ایسی تحریر لکھی کہ جس کا کوئی لفظ راء سے خالی نہیں تھا اور وہ یہ ہے امر امیر الامراء عمرہ اللہ ان یحفر بئر فی طریق الماء یشرب منه الصادر والوارد وحرر ذلك فی رابع شهر رمضان المبارك بورك فیه الی یوم المحشر۔ حکم دیا ہے امیر الامراء نے خدا اس کی عمر دراز کرے کہ ایک کنواں کھودا جائے گزرنے والوں کے راستہ میں کہ جس سے آنے جانے والے پانی پئیں اور یہ تحریر ماہ رمضان المبارک کی چار تاریخ کو لکھی گئی اس میں قیامت تک کے لیے برکت ہو پس صاحب نے اس تحریر کو ایسی عبارت سے پڑھا کہ جس میں حرف راء بالکل نہ تھا اور وہ یہ ہے کہ حکم اعدل الاحکام طول اللہ مدة حیوته ان یعمل قلیب فی سبیل المسلمین لینتفع منه الغادی والرائح لذلک و کتب ذلك فی اوائل ایام الصیام المیمون لا زوال میمونا الی یوم القیام۔ حکم دیا حاکموں میں سے زیادہ عادل نے خدا اس کی زندگی کی مدت طویل کرے یہ کہ ایک کنواں بنایا جائے مسلمانوں کے راستہ میں تا کہ صبح و شام آنے والے اس سے نفع اٹھائیں اور یہ تحریر اوائل ایام صیام مبارک میں لکھی گئی ہمیشہ یہ مہینہ مبارک رہے قیامت کے دن تک۔

خلاصہ کہ صاحب بن عباد کے نادر آثار بہت ہیں اور کامل بہائی سے منقول ہے کہ صاحب دس ہزار اشعار اہل بیت کی منقبت اور ان کے دشمنوں سے بیزاری اور براءۃ کرنے کے متعلق کہے۔

اور صاحب روضات نے کہا ہے کہ صاحب کی قبر اصفہان کے اس محلہ میں ہے جو باب طوقچی کے نام سے مشہور اور میدان کہنہ میں ہے اور قبر پر گنبد ہے اور ہمارے زمانہ میں چونکہ منہدم ہو چکا تھا شیخ علامہ حاجی محمد ابراہیم کرباسی نے اس کی عمارت کی تجدید کا حکم دیا ہے اور اس کی زیارت کی پابندی کرتے ہیں اور عام لوگوں کا تجربہ ہے کہ جو شخص اس کی قبر کی زیارت کے لیے جائے تو ایک ہفتہ نہیں گزرے گا کہ خیر دنیا اسے حاصل ہو گی اور اس کی مراد حاجی محمد ابراہیم کرباسی سے علامہ عصرہ و فرید دہرہ حاجی ملا محمد ابراہیم بن حاجی محمد حسن خراسانی کاخی ساکن اصفہان کتاب اشارات الاصول اور نخبہ فارسی کے مولف ہیں اور ان کے والد ماجد کا لقب کرباسی

اس لیے ہے کہ وہ ایک مدت تک محلہ حوض کرباس ہرات میں رہے تھے اور اس محلہ کو حوض کرباس کہتے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک شیعہ عورت نے اپنے ہاتھ سے کاتی ہوئی روئی کی مزدوری سے ایک حوض حاصل کیا اور اس کو شیعوں کے لیے وقف کر دیا اور صاحب بن عباد کی قبر کے پاس علی بن سہل صوفی اصفہان جنید کے ہمعصر کی قبر ہے۔

اور ۳۸۵ھ ہی میں علی بن عمر نے جو دار قطنی اور حافظ مشہور ہے بغداد میں وفات پائی چونکہ اس نے سید حمیری کا دیوان از بر کیا ہوا تھا اس کو تشیع کی نسبت دیتے تھے اور دار قطن دار کی فتح کے ساتھ بغداد کا ایک محلہ ہے اسی سال محمد بن عبداللہ (جو ابن سکرہ مشہور بغدادی شاعر ہے) نے وفات پائی اور وہ مہدی بن ابوجعفر منصور عباسی کی اولاد میں سے ہے اور وہ ابن حجاج شیعہ شاعر کا ہمعصر ہے ابن حجاج نے اپنے اشعار میں کی ہجو کی ہے۔

چھ جمادی الثانیہ ۳۸۶ھ میں محمد بن علی واعظ نے جو ابوطالب مکی کے نام سے مشہور اور قوت القلوب کا مولف ہے بغداد میں وفات پائی۔

۳۸۷ھ میں حسن بن ابراہیم بصری نے (جو ابن زولاق فاضل کے نام سے مشہور مورخ ہے) وفات پائی۔ ۳۸۷ھ ہی میں فتح بست رونما اور غزنویوں کی حکومت کی ابتداء ہوئی اس کی وجہ یہ ہوئی کہ نوح بن منصور سامانی جب اپنے باپ کے بعد بادشاہ ہوا تو خراسان کے امراء اس کے نافرمان اور سرکش ہو گئے پس اس نے امیر سبکتگین کو جو غزنی کا کوتوال تھا خط لکھا کہ ان کے شر کی کفایت کرو۔ اور ۳۸۴ھ میں امیر نوح نے خراسان کے بعض علاقوں کی امارت سبکتگین کے اور بعض کی اس کے بیٹے کے سپرد کر دی اور امیر نوح جمعہ کے دن تیرہ (۱۳) رجب ۳۸۷ھ میں فوت ہو گیا اس کے بعد منصور بن نوح امیر ہوا اور ۳۸۹ھ میں اس کی وفات ہوئی اور سامانیوں کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور ان کی سلطنت کی مدت ایک سو اڑھائی سال تھی اور ان کا ملک ترقی کے علاوہ سے لے کر ہندوستان و فارس و عراق کی حدود تک تھا اور ان کا دارالسلطنت بخارا تھا سامان بہرام چوبین کی نسل سے ہے جو زمانہ اسلام سے پہلے تھا اور سامان کا باپ ساربان تھا اور سامان کو خلیفہ معتمد کے ہاں کچھ اعتبار مل گیا اور اور خلیفہ نے ماوراء النہر کا تمام علاقہ اس کے بیٹے نصر کو دے دیا یہ سب کچھ بعض تواریخ سے منقول ہے واللہ العالم۔

اور ۳۸۸ھ میں حمد بن محمد خطابی بستی نے بُست میں وفات پائی اور حمد کا نسب عمر بن خطاب کے بھائی زید تک جا پہنچتا ہے اور خطابی ادبیت و علم و زہد میں ابوعبید قاسم بن سلام سے شباہت رکھتا تھا اس کی عمدہ تصانیف ہیں کہ جن میں سے غریب الحدیث اور معالم السنن شرح سنن ابی داؤد ہے۔

اور ۳۹۱ھ میں حسین بن احمد نے (جو ابن حجاج کے نام سے مشہور شاعر شیعہ امامی اور مداح اہلبیت ہے) وفات پائی اور حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے پائین پا دفن ہوا جیسا کہ اس کی وصیت تھی اور یہ بھی اس نے وصیت کی تھی کہ اس کی قبر کی تختی پر لکھا جائے وکلبھم باسط ذراعیہ بالوصید اور ان کا کتا بازو پھیلائے ہوئے ہے ان کی چوکھٹ پر۔

ایک جماعت نے اس کا مرثیہ کہا ہے مثلاً سید رضی وغیرہ نے اسے امرء القیس کے ہم پلہ شمار کرتے ہیں اور مشہور قصیدہ

یاصاحب القبۃ البیضاء علی النجف اے سفید گنبد والے جو نجف میں ہے اس کی فکر کا نتیجہ ہے اس قصیدہ کے سلسلہ میں اس کا ایک لطیف واقعہ ہے کہ جس کے نقل کا یہ مقام نہیں خدا اسکو بہترین جزائے خیر دے۔

۳۹۱ھ میں حسام الدولہ مقلد بن مسیب جو بنی عقیل میں سے پہلا حاکم ہے کہ جن کو دیار موصل وشام وحلب وانبار میں سلطنت تھی اپنے ایک غلام کے ہاتھوں مارا گیا اور تاریخ مصر سے نقل ہوا ہے کہ حسام الدولہ کے عمدہ اشعار تھے اور وہ سخت قسم کا رافضی تھا یہاں تک کہ اس سے نقل ہوا ہے کہ اس نے ایک حاجی کو وصیت کی کہ جب مدینہ طیبہ میں پہنچو تو میرا اسلام رسول اسلام کو پہنچانا اور کہنا کہ کہ اگر شیخین آپ کے جوار میں دفن نہ ہوتے تو بسر وچشم آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوتا لیکن علامہ حلی نے اجازہ کبیرہ میں جو بنی زھرہ کو دیا ہے نقل کیا ہے کہ مقلد بن مسیب نے جسارت آمیز اور کلمات کفریہ کا پیغام آنحضرت کی قبر مبارک پر بھیجا۔

اس شخص پیغام رساں نے پیغام دیا لیکن اس نے خواب میں حضرت رسول کریم اور امیر المومنین علیہما السلام کو دیکھا اور یہ کہ مقلد کو حضرت امیر المومنین نے قتل کر دیا ہے اس خواب کی تاریخ نوٹ کر لی اور جب حجاز سے واپس آیا تو مقلد بن مسیب کو اس رات کو جس کی تاریخ نوٹ تھی قتل کر دیا گیا تھا بہرحال اسی کی اولاد میں سے ہے شرف الدولہ بن قریش جو کریم وفاضل وحلیم وبردبار بادشاہ تھا کہتے ہیں کہ ابن حیوس شاعر نے اس کی ایک قصیدہ کے ساتھ مدح کی کہ جس کا ایک شعر یہ ہے۔

انت الذی نفق الثناء بسوقه

وجری الندی بعروقه قبل الدم

تو وہ ہے کہ تعریف وثنا تیرے بازار میں آ کر ختم ہو گئی ہے اور تو وہ ہے کہ جس کے رگوں میں خون سے پہلے سخاوت جاری ہوئی ہے۔

یہ شعر سننے سے شرف الدولہ کھڑا ہو گیا اور حکم دیا کہ ابن حیوس کے لیے فرش ومسند لے آئیں اور اس سے کہا کہ اس پر بیٹھ جاؤ در بقیہ قصیدہ پڑھو۔

قصیدہ کے مکمل ہونے کے بعد موصل کا علاقہ بطور جاگیر اسے دے دیا اور اسے ہمیشہ کے لیے اس کی جاگیر بنا دیا یہ بھی منقول ہے کہ ایک شخص نے اس سے کوئی حاجت طلب کی اور اس سے کہنے لگا ایھا الامیر لا تنس حاجتی اے امیر میری حاجت کو نہ بھولنا اس نے کہا اذا قضیتھا نسیتھا جب پوری کر لی تو پھر اس کو بھول جاؤں گا۔

اور ۳۹۸ھ میں بدیع الزمان ھمدانی حمد بن حسین فاضل شاعر شیعہ امامی نے ہرات میں وفات پائی یہ وہی شخص ہے کہ جس نے انوکھے انداز میں سب سے پہلے مقامات لکھی حکایت ہے کہ وہ سکتہ سے گر گیا اور اس کو فوراً دفن کر دیا گیا پس اس کو قبر میں افاقہ ہوا رات کو اس کی آواز سنی گئی لوگوں نے اس کی قبر کھودی تو اس کو اس عالم میں پایا کہ وہ اپنی ڈاڑھی پکڑے ہوئے اور قبر کی ہولناکی سے مر گیا ہے اور بدیع کے عمدہ خطوط اور ملیح نظمیں ہیں۔

اس کے خطوط میں سے ہے جب پانی زیادہ دیر ٹھہرا رہے تو اس کا خبث ظاہر ہوتا ہے اور جب اس کی پشت پر سکون ہو تو اسکی

بد بو حرکت میں آتی ہے اور اسی طرح اس مہمان کی ملاقات بری معلوم ہوتی ہے جب وہ زیادہ دن ٹھہرا رہے اور اس کا سایہ بوجھل ہو جاتا ہے جب اس کا قیام انتہا کو پہنچ جائے والسلام۔

منقول ہے کہ کتابت وانشاء میں اس کی عبارت کا یہ عالم تھا کہ وہ خط کو آخر سے شروع کرتا اور اس پر نقش نگار کرتا اور لکھتے لکھتے ابتداء تک پہنچتا جمہور لوگوں کے برعکس اور اس کے فضل وکمال کے لیے یہی تجھے کافی ہے۔

درمسلوک میں ہے کہ ۳۹۸ھ میں ابونصر اسماعیل بن حماد جوہری صحاح کے مولف نے نیشاپور میں وفات پائی اس کو وسوسہ عارض ہوا تو وہ مسجد جامع قدیم کی چھت پر چڑھ گیا اور کہا کہ اے لوگو میں نے دنیا میں ایک چیز بنائی ہے پھر وہ میرے لئے الٹ ہو گئی ہے پس عنقریب میں آخرت کے لیے ایک چیز بناؤں گا کہ جس میں مجھ سے کسی نے سبقت نہیں کی اور دروازے کے دو لوپاٹ اپنے پہلوؤں سے ملالئے اور انکیں تاگے سے باندھ دیا اور اونچی جگہ پر چڑھ گیا پس اس نے خیال کیا کہ وہ اڑ رہا ہے پھر وہ گر کر مر گیا۔

اور ۴۰۰ھ میں ابوالفتح بستی علی بن محمد کاتب وشاعر مشہور نے بخارا میں وفات پائی وہ عمدگی شعر نفیس کلمات اور انوکھے الفاظ میں مشہور تھا۔

ان میں سے یہ ہیں جو اپنی خرابی کو درست کرے اس نے اپنے حاسد کی ناک رگڑ دی جو اپنے غضب کی اطاعت کرے وہ اپنے ادب کو ضائع کر بیٹھتا ہے تیری نیک بختی اپنی حد پر رک جانے میں ہے اور بستی کے اشعار میں سے ہے۔

اذا تحدثت فی قوم لتونسهم
بما تحدثت من ماض ومن ات
فلا تعد لحديث ان طبعهم
موكل معاداة المعادات

"جب تو کچھ لوگوں سے بات کرے اس لیے کہ تو انہیں مانوس رکھے اپنی گزشتہ آئندہ کی باتوں سے تو کسی بات کا اعادہ نہ کر کیونکہ لوگوں کے مزاج میں داخل ہے کہ وہ تکرار کو دشمن رکھتے ہیں۔"

اس کا ایک طویل قصیدہ ہے جو مواعظ وحکمت کی باتوں پر مشتمل ہے وہ سارے کا سارا کمال الدین دمیری نے ثعبان لفظ کی لغت کے تحت حیوۃ الحیوان میں نقل کیا ہے اس قصیدہ کا مطلع یہ ہے۔

زيادة المرء فی دنيا ه نقصان
در جه غير محض الخير خسران

"انسان کے لیے دنیا کی زیادتی نقصان ہے اور سوائے خالص خیر واچھائی کے اس کا نفع بھی خسران ہے۔ اور یہ بھی ابوالفتح بستی کے اشعار ہیں جیسا کہ کتاب سلافہ میں ہے۔

وانی غریب بین بست واهلها!
وان کان فیها جیرتی وبها اهلی
وما غربة الانسان فی شقة النوی
ولکنها واللہ فی عدم الشکل!

"بیشک میں بست اور اس کے رہنے والوں میں مسافر ہوں اگر چہ اس میں میرے پڑوسی اور اہل وعیال ہیں انسان کی غربت ومسافرت دور کے سفر میں نہیں بلکہ خدا کی قسم وہ اپنے جیسے افراد کے نہ ہونے میں ہے۔"

۴۰۱ھ میں احمد بن محمد بن عیاش مقتضب الاثر فی عدد الائمة الاثنی عشر کے مولف نے وفات پائی اور ابن عیاش کے باپ اور دادا اہل بغداد میں سے باوجاہت وصاحب قدر ومنزلت تھے بلکہ وہ خود بھی مشائخ اہل حدیث میں سے تھا مگر یہ کہ آخر عمر میں اس کے دماغ میں خلل آ گیا تھا اور وہ ابوالقاسم علی بن محمد بن علی خزاز قمی کفایة الاثر فی النصوص کے مولف کا شیخ واستاد روایت ہے۔

۴۰۳ھ میں محمد بن طیب مشہور قاضی ابوبکر باقلانی بصرہ نے (جو ابوالحسن اشعری کے طریقہ ومذہب کا ناصر ومددگار تھا) بغداد میں وفات پائی اور باقلانی (قاف کی زیر کے ساتھ) باقلا کی طرف منسوب ہے اور باقلانی فن مناظرہ میں مشہور تھا۔

اور ۴۰۳ھ ہی میں استر آباد اور اسکے توابع کا بادشاہ امیر بن امیر بن قاموس بن وشمگیر جس کا لقب شمس المعالی تھا قتل ہوا۔ اور قابوس فصاحت وبلاغت میں مشہور تھا اور اس کا خط خط نسخ خوشنویسوں کے اوراق پر نقش ہوتا تھا جب صاحب بن عباد کی نگاہ اس کے خط پر پڑتی تو وہ کہتا هذا خط قابوس ام جناح طاؤس یہ قابوس کا خط ہے یا طاؤس کا پر اور اس کی سفا کی وخونریزی کی وجہ سے اس کے لشکر نے اس کے خلاف خروج کیا اور اسے قید خانہ میں بند کر دیا یہاں تک کہ ۴۰۳ھ میں قید خانے میں ہی قتل ہو گیا۔

اور ۴۰۳ھ میں بہاؤالدولہ بن عضد الدولہ دیلمی کی وفات ہوئی اور سلطان الدولہ اس کا بیٹا اس کی جگہ پر بیٹھا بہاؤالدولہ ۳۷۹ھ سے لے کر ۴۰۳ھ تک عراق واہواز کا بادشاہ رہا ہے اور اس نے سالور بن اردوشیر کو اپنا وزیر بنالیا تھا پس اس وزیر نے بغداد کے محلہ کرخ میں ایک کتب خانہ بنایا جسے عامة الناس کے لئے استفادہ کے لیے وقف کر دیا۔

یاقوت کہتا ہے پوری دنیا میں اس سے بہتر کتابیں نہیں تھیں وہ سب کتب معتبر آئمہ فن کے ہاتھ کی اور ان کے تحریر شدہ اصول میں سے تھیں۔

اور ۴۰۵ھ میں محمد بن عبداللہ نیشاپوری نے (جو حاکم اور ابن البیع بروزن رشید کے لقب سے مشہور اور مستدرک علی الصحیحین وغیرہ کا مولف ہے) وفات پائی۔

چھ محرم ۴۰۶ھ کو سید اجل شریف وعنصر لطیف محمد بن حسین جورضی کے لقب سے مشہور ذوالحسبین نقیب علویہ وشریف اشراف بغداد نے وفات پائی اور یہ سید بزرگوار سید مرتضیٰ (علم الهدیٰ) کے بھائی ہیں اور عظمت شان وعلو ہمت وفصاحت زبان میں مشہور ومعروف ہیں۔

ان کی وفات سید مرتضیٰ سے پہلے ہوئی اور فخر الملک وزیر و تمام اعیان واشراف وقضاۃ ان کے جنازہ میں حاضر ہوئے اور سید مرتضیٰ زیادہ غم واندوہ کی وجہ سے شریف کے جنازہ کو نہ دیکھ سکے اسی لیے تشیع جنازہ اور دفن میں حاضر نہ ہوسکے بلکہ حرم مطہر حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام میں چلے گئے اور فخر الملک نے سید رضی کو نماز جنازہ پڑھائی اور سید کے گھر ہی میں انہیں دفن کیا گیا پھر دن کے آخری حصہ میں فخر الملک گیا اور سید مرتضیٰ کو حرم سے واپس لاکر گھر میں پہنچایا اور چند دنوں کے بعد شریف رضی کا جسد کربلا لے گئے اور ان کے والد کی قبر کے ساتھ حضرت امام حسینؑ کے جوار میں انہیں دفن کیا اور سید رضی کی بہت تصانیف ہیں ان میں سے مجازات القرآن ،مجازات النبوۃ اور کتاب معانی القران ہیں اور آنجناب کے مجموعات میں سے کتاب نہج البلاغہ ہے سید نے بہت سے اشعار کہے ہیں اور فضلاء کی ایک جماعت نے ان کے اشعار جمع کیے ہیں اور فضلاء ان کے اشعار کو بڑی اہمیت دیتے ہیں اور انہیں اشعر قریش (قریش میں سب سے بڑا شاعر) کہتے ہیں۔

اور ۴۰۶ھ ہی میں ابو حامد بن محمد شفیع اسفرائنی نے بغداد میں وفات پائی کہا گیا ہے کہ اس کے درس میں سات سو فقہ حاصل کرنے والے آتے تھے اور روایت ہے کہ بعض فقہاء مجلس مناظرہ میں کسی سے ایسی باتیں کیں جو نامناسب تھیں پھر رات کے وقت اس کے پاس آکر معذرت چاہی تو اس نے یہ اشعار کہے۔

جفاء جرى جهر الدى الناس وانبسط
وعذر اتى سراً فاكدما فرط
ومن ظن ان يمحو جلى جفائه
خفى اعتذار فهو فى اعظم الغلط

"ظلم و جفا تو ظاہر بظاہر لوگوں کے سامنے جاری ہوا اور وہ پھیل گیا اور معذرت پوشیدہ طور پر آئی تو اس نے کی گئی کوتاہی کی تاکید کی اور اسے پکا کر دیا اور جو یہ گمان کرے کہ اس کی واضح جفاء کو مخفی معذرت مٹا دیتی ہے تو وہ عظیم ترین غلطی میں مبتلا ہے۔"

اور اٹھائیس ربیع الاول ۴۰۷ھ میں ابو غالب محمد بن علی واسطی کہ (جس کا لقب فخر الملک تھا جو بہاؤ الدولہ بن عضد الدولہ دیلمی کا وزیر تھا قتل ہوا اور کہا گیا ہے کہ ابن عمید اور صاحب بن عباد کے بعد آل بویہ کے لیے کوئی وزیر فخر الملک جیسا باعظمت نہیں آیا اور اس کی نادر حکایات بہت ہیں کہا گیا ہے کہ ایک بوڑھے شخص نے فخر الملک مذکور کی طرف کسی شخص کو ہلاک کرنے کی چغلخوری کا قصہ تحریر کیا جب فخر الملک اس پر مطلع ہوا تو اس نے خط کو الٹا اور اس کی پشت پر لکھا کہ چغلخوری بری چیز ہے اور اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو اگر تو نے نصیحت کے طور پر اسے جاری کیا ہے تو تیرا خسارہ اس میں نفع سے زیادہ ہے اور اللہ کی پناہ کہ ہم ایسی چھپی ہوئی چیز کہ جس کو ظاہر کیا گیا ہو قبول کرلیں اور اگر تو اپنے بڑھاپے کی پناہ میں نہ ہوتا تو ہم تجھے ایسا بدلہ دیتے جو تیری بات کے مشابہ ہوتا اور تیرے جیسے لوگوں کی روک تھام کرتا پس اس عیب کو پوشیدہ رکھو اور اس سے ڈرو کہ جو غیب کو جانتا ہے۔

اور قاضی نور اللہ نے کتاب مجالس میں نقل کیا ہے کہ فخر الملک انتہائی کریم جواد خرچ کرنے والا نیک کام کرنے والا اور زیادہ

صلے اور صدقے دینے والا تھا یہاں تک کہ روزانہ ایک ہزار فقیر کو لباس پہناتا تھا اور یہ پہلا شخص ہے کہ جو پندرہ شعبان کی رات فقراء میں حلوہ تقسیم کرتا تھا اور تشیع کی طرف مائل تھا۔ ۴۰۸ھ میں اسے سلطان الدولہ نے اہواز میں قتل کیا اور ابن کثیر شامی کی تاریخ سے نقل کیا ہے کہ فخر الملک سلطان الدولہ کا وزیر تھا اور یہ وہی شخص ہے جس نے حائر شریف امام حسین علیہ السلام کی فصیل کی تعمیر کرائی انتھی۔

اور کتاب انس الجلیل سے منقول ہے کہ ۴۰۷ھ ماہ ربیع الاول میں بعض قندیلوں کی وجہ سے حرم حسینؑ میں آگ لگ گئی اور یہ خبر بھی آئی کہ مسجد الحرام میں رکن یمانی میں بھی دراڑ آ گئی ہے اور وہ دیوار جو قبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مد مقابل ہے گر گئی ہے اور بڑا گنبد جو صخرہ بیت المقدس کے اوپر ہے منہدم ہو گیا ہے اور یہ عجیب ترین اتفاقات میں سے ہیں۔

اور ۴۱۰ھ میں احمد بن موسیٰ نے (جو ابن مردویہ کے نام سے مشہور اصفہانی اہل سنت کا مشہور عالم تھا) وفات پائی اور پندرہ صفر ۴۱۱ ہجری میں شیخ حسین بن عبید اللہ بن ابراہیم بن عضائری وجہ الشیعہ (شیعوں کا چہرہ مہرہ) وشیخ مشائخھم (ان کے استادوں کا استاد) کتاب رجال کے مولف نے وفات پائی اور بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ ابن عضائری علی الاطلاق رجال کا مولف احمد مراد ہوتا ہے جو فرزند جلیل ہے حسین بن عبید اللہ کا اور صاحب روضات الجنات نے یہاں کلام کو طول دیا ہے خواہشمند حضرات وہاں رجوع کریں۔

۴۱۱ھ ہی میں فردوسی شاہنامہ کے مصنف نے وفات پائی اور طوس میں دفن ہوا۔

۴۱۳ھ جمعہ کی رات تین ماہ رمضان المبارک شیخ اجل سعید ابوعبداللہ محمد بن محمد بن نعمان نے (جن کا لقب مفید اور ابن المعلم کے نام سے مشہور ہیں) وفات پائی اور یہ شیخ بزرگوار زیادہ فضائل ومناقب میں مشہور ہیں اور عامہ وخاصہ ان کے فضل وکمال اور تبحر علمی کے معترف ہیں۔ دوسو کے قریب کتب تالیف کی ہیں اور ابن حجر عسقلانی کہتا ہے کہ شیخ مفید کا ہر ایک شیعہ امامیہ پر احسان ہے۔

خطیب نے کہا ہے کہ خدا نے شیخ مفید کی موت سے اہل سنت کو راحت وآرام دیا ہے اور کہا گیا ہے کہ شیخ مرحوم کے جنازہ میں اسی ۸۰ ہزار شیعہ جمع ہوئے اور ان کی ولادت گیارہ ذیقعد ۳۳۶ھ میں ہوئی اور ان کی نماز جنازہ ہمارے آقا سید مرتضیٰ نے میدان اشنان میں پڑھائی اور وہ میدان بڑا ہونے کے باوجود لوگوں کے لیے تنگ ہو گیا اور کئی سال تک وہ اپنے گھر میں مدفون رہے پھر ان کی میت مقابر قریش کی طرف منتقل ہو گئی اور انہیں ہمارے سید ومولا ابوجعفر محمد جواد علیہ السلام کی پائنتی کے قریب ان کے استاد اجل ابوالقاسم جعفر بن محمد بن قولویہ قمی کی قبر کے پہلو میں دفن کیا گیا اور ان کی وفات کا دن مشہور تھا اور اس سے زیادہ بڑا دن ان پر زیادہ لوگوں کے نماز پڑھنے اور مخالف وموافق کے زیادہ گریہ کرنے کے لحاظ سے نہیں دیکھا گیا۔

اس شیخ اجل کی تعریفیں اس سے زیادہ ہیں کہ لکھی جائیں اور ان کی فضیلت میں وہ توقیعات ہی کافی ہیں جو مشہور ہیں اور ہمارے امام غائب عجل اللہ فرجہ سے صادر ہیں اور ان میں سے بعض کا عنوان یہ ہے لاخ السدید والمولی الرشید الشیخ المفید ابی عبداللہ محمد بن محمد بن النعمان ادام اللہ اعزاہ ہے (یہ خط راست باز بھائی ہدایت یافتہ دوست شیخ مفید ابوعبداللہ محمد بن محمد بن نعمان خدا اس کے

اعزاز کو دوام بخشنے کی طرف ہے)

اور بعض کا عنوان یہ ہے من عبداللہ المرابط فی سبیلہ الی ملھم الحق ودلیلہ بسم اللہ الرحمن الرحیم سلام اللہ علیك ایھا العبد الصالح الناصر للحق الداعی الیہ بکلمۃ الصدق یہ خط اللہ کے بندے اس کے راستہ کو ملانے والے کی طرف سے جس کو حق کا الہام ہوتا ہے۔ اور جو حق کی رہبری کرتا ہے اس کی طرف ہے سہارا اللہ کے نام کا جو رحمن ورحیم ہے تجھ پر اللہ کا سلام ہو اے نیک بندے حق کے مددگار حق کی طرف سچی بات سے بلانے والے الخ۔

اور حکایت ہے کہ شیخ کی قبر پر قائم علیہ السلام کے خط مبارک سے یہ تحریر شدہ پایا گیا۔

الاصوت الناعی بفقدك انه
یوم علی آل الرسول عظیم
ان کنت قد غیبت فی جدث الثری
فالعدل والتوحید فیك مقیم
والقائم المهدی یفرح کلما
تلیت علیك من الدروس علوم

"تیرے مفقود ہونے کی موت کی خبر دینے والا آواز بلند نہ کرے کیونکہ یہ دن آل رسولؐ کے لیے عظیم دن ہے اگر تو مٹی کی قبر میں غائب ہوا ہے تو عدل وتوحید تجھ میں مقیم ہیں اور قائم مہدی خوش ہوتا تھا جب تیرے سامنے مختلف علوم کے درس ہوتے تھے اور آپؐ کے کئی لطیف مناظرے ہیں اور قوم کے ساتھ بڑی عمدہ خوش کرنے والی حکایات ہیں ان میں سے ان کا ایک مناظرہ "ثانی" کے ساتھ ہے۔

آیت غار کے متعلق عالم خواب میں کہ جسے شیخ کے شاگرد شیخ ابوالفتح کراجکی نے کنز الفوائد میں نقل کیا ہے اور ایک مناظرہ آپ کا رمانی کے ساتھ ہے کہ جسے ابن ادریس نے مستطرفات السرائر کے آخر میں ذکر کیا ہے اور بھی کئی ایک مناظرے ہیں۔ اور ۴۱۴ھ میں قاضی عبدالجبار معتزلی صاحب مغنی نے وفات پائی۔

اور ۴۱۶ھ میں ابوالحسن تہامی علی بن محمد شاعر مارا گیا اور تہامی (ت کی زیر کے ساتھ) تہامہ کی طرف منسوب ہے کہ جس کا اطلاق مکہ پر ہوتا ہے اسی لیے رسول خدا کو تہامی کہتے ہیں۔ اور ۴۱۶ھ ہی میں سلطان الدولہ دیلمی نے وفات پائی۔

اور تیرہ ماہ رمضان ۴۱۸ھ میں ابوالقاسم حسین بن علی وزیر مغربی نے وفات پائی جو کہ مرد فاضل وعاقل وشاعر وشجاع وبہادر اور فن وزارت میں بے نظیر تھا اس کی بہت سی تصانیف ہیں ان میں سے ایک کتاب خصائص ہے علم قرآن میں اور اس کی والدہ فاطمہ ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم بن جعفر نعمان صاحب کتاب غیبت کی بیٹی ہے۔

اور ۴۲۰ھ میں علی بن عیسیٰ نے جو ربعی نحوی مشہور تھا بغداد میں وفات پائی اور رَبَعِی (حرکات کے ساتھ) ربیعہ کی طرف منسوب ہے۔

۴۲۱ھ ربیع الثانی کے مہینہ میں یا اسکے ایک سال بعد سلطان محمود بن سبکتگین نے غزنی میں وفات پائی اور سلطان محمود کو سلطنت کا عظیم حصہ نصیب ہوا اس نے بہت سے شہر تسخیر کئے اور ہندوستان کے بھی بہت سے شہر فتح کئے مشہور سومنات کے بت توڑے اور سومنات کا واقعہ طویل ہے سلطان محمود پر سامانیوں کی سلطنت کا خاتمہ ہوا اور سامانیوں کی حکومت ماوراء النھر اور خراسان میں تھی ان کی بادشاہی کی مدت ایک سو ساٹھ سال ۲ ماہ اور دس دن تھی۔

سلطان محمود کا باپ سبکتگین امراء میں سے تھا اور ابوالفتح بستی اس کا کاتب تھا جب سلطان محمود کی وفات ہوئی تو اس کا بیٹا محمد اس کی جگہ تخت پر بیٹھا چونکہ وہ امور مملکت کی تدبیر نہیں کر سکتا تھا اور عیش وعشرت ولذات میں منہمک رہتا تھا تو رعیت نے اسے معزول کر کے قید کر دیا اور اس کے بھائی سلطان مسعود کو بادشاہ بنالیا اور اس کے زمانہ میں سلجوقیوں نے قوت پکڑی اور مسعود سے جنگیں کیں یہاں تک کہ اس کو ۴۳۰ھ میں قتل کر دیا اور سلجوقی ممالک پر قابض ہو گئے ان میں سے پہلا طغرل بیگ تھا جیسا کہ اس کی طرف اشارہ ہوگا۔

ابن خلکان نے نقل کیا ہے کہ سلطان محمود سبکتگین حنفی مذہب کا تھا اور طریقہ شافعی کی طرف میلان رکھتا تھا اور اس نے شہر مرد میں فقہاء کو جمع کیا اور ان سے التماس کیا کہ ان دو مذاہب میں سے کسی ایک کو ترجیح دیں علماء نے اتفاق کیا کہ بادشاہ کی خدمت میں دو رکعت نماز مذہب شافعی کے مطابق اور دو رکعت ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق پڑھیں جس کو بادشاہ پسند کریں وہی مذہب ترجیح رکھتا ہے پس قفال مروزی جو کہ مرو کے فقہاء میں سے ایک تھا کھڑا ہو گیا۔ اور اس نے وضو کیا اور دو رکعت نماز شرائط وارکان مثلاً طہارت ستر قبلہ اور سنن وآداب کے ساتھ بجالایا اور کہا کہ یہ شافعی مذہب کی نماز ہے پھر مذہب ابوحنیفہ کی طرح نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوا اور اس نے کتے کا رنگا ہوا چمڑا پہن لیا اور اس کا چوتھا حصہ نجاست سے آلودہ کر لیا اور خرمے کی شراب کے ساتھ الٹا وضو کیا چونکہ گرمی کا زمانہ تھا مکھیاں اور مچھر بہت سے اس پر جمع ہو گئے پھر اس نے قبلہ کی طرف رخ کیا اور نیت کے بغیر نماز کا احرام باندھا (یعنی تکبیر الاحرام کہی) اور فارسی میں تکبیر کہی اور ایک آیت کے بدلے فارسی میں دو برگ سبز (یعنی دو سبز پتے) قرات کئے پھر دو مرتبہ سر زمین پر مارا مثل مرغے کے جو منقار زمین پر مارتا ہے بغیر فاصلے کے اور بغیر رکوع کے اور تشہد پڑھ کر آخر میں پاؤں مار اور سلام کہہ کر کہا کہ یہ ابوحنیفہ کی نماز ہے۔

سلطان کہنے لگا اگر یہ اس کی نماز نہ ہوئی تو میں تجھے قتل کر دوں گا کیونکہ کوئی صاحب مذہب ودین اس نماز کو پسند نہیں کر سکتا

حنفی علماء نے بھی انکار کیا قفال کہنے لگا امام ابوحنیفہ کی کتابیں لے آؤ بادشاہ نے ایک پڑھنے والے سے کہا جو نصرانی مذاہب تھا کہ وہ دونوں مذاہب کے کتب کی عبارت پڑھے تو معلوم ہوا کہ ابوحنیفہ کا مذہب نماز میں اس طرح ہے جس طرح قفال نے پڑھی تھی تو سلطان محمود نے مذہب ابوحنیفہ سے اعراض کیا اور مذہب شافعی میں داخل ہوگیا۔

اور ذلیحہ ۴۲۱ھ میں احمد بن محمد بن حسن اصفہانی شاعر نے (جو امام مرزوقی مشہور تھا) وفات پائی اور ابن شہر آشوب نے اسے شعراء اہل بیت علیہم السلام میں شمار کیا ہے۔

عبداللہ بن قادر القائم بامر اللہ کی خلافت کے دنوں کا ذکر

اور ماہ ذیقعدہ ۴۲۲ھ میں جب قادر نے دنیا سے رخت سفر باندھا تو اس کا بیٹا عبداللہ قائم بامر اللہ باپ کی جگہ بیٹھا کہا گیا ہے کہ وہ خلفاء کے درمیان امتیازی شان رکھتا تھا احسان وعدل کرنے اور لوگوں کو حاجات پورا کرنے میں اور مسلسل امر خلافت اس کا مستقیم رہا یہاں تک کہ ارسلان ترکی بساسیری (ارسلان کا جب بغداد پر قبضہ ہوا تو اس نے اذان میں حی علی خیر العمل کہلوایا اور حضرت امام علی نقی وحسن عسکری علیہما السلام کی قبر منور پر عالیشان عمارت بنوائی۔ مترجم) نے اسے گرفتار کیا اور مقام عانہ میں لے جا کر اسے قید کر دیا قائم نے اپنا واقعہ لکھ کر مکہ کی طرف بھیجا اور وہ خط کعبہ کی دیوار پر لٹکایا گیا تو طغرل بیگ خلیفہ کی اعانت ومدد میں ارسلان کے مقابلہ میں آیا اور اس کو قتل کر کے خلیفہ کو عزت واکرام کے ساتھ اس کی جگہ پہنچا دیا۔

اسی کے زمانہ ۴۲۳ھ میں شیخ جلیل احمد بن عبدالواحد بن احمد بزاز نے (جو ابن عبدون مشہور تھا) وفات پائی اور وہ ابن حاشر بھی مشہور ہے اور اس کی کنیت ابوعبداللہ ہے اس نے بہت سی احادیث سنیں اور آگے روایت کی ہیں۔ اور ۴۲۳ھ ہی میں ابن بواب علی بن ملال کاتب نے بغداد میں وفات پائی اور علی بن ملال وہ شخص ہے جو خوش نویسی میں مشہور تھا اور ابن مقلہ پہلا شخص ہے جس نے خط کوفی کو بدلا اور علی بن ہلال نے اس کی تنقیح اور تہذیب کی (کانٹ چھانٹ) اور اوائل ۴۲۷ھ میں ابواسحاق احمد بن محمد نیشاپوری مفسر نے (جو ثعلبی مشہور اور کتاب تفسیر وعدائس کا مولف ہے) وفات پائی یہ شخص یا تو شیعہ تھا یا تعصب وعناد کم رکھتا تھا اس نے اپنی تفسیر میں ہماری کافی احادیث نقل کی ہیں اور اسی سال عبداللہ بن احمد شافعی نے جو قفال مروزی لقب رکھتا تھا اور مشہور فقیہ تھا وفات پائی۔

۴۲۸ھ پانچ جمادی الثانیہ مہیار دیلمی مشہور شاعر شیعہ نے وفات پائی اور مہیار مجوسی اور نوشیروان عادل کی اولاد میں سے تھا اور سید رضی کے ہاتھ پر اسلام لایا اور ۴۲۸ھ ہی میں یا ۴۲۷ھ میں ابوعلی حسین بن عبداللہ بن سینا نے جو شیخ الرئیس کے لقب سے

مشہور ہے ہمدان نے وفات پائی اور ابن سینا علم و ذکاوت میں یگانہ روزگار تھا اس نے کتاب شفا حکمت میں و راشارات و قانون طب میں اور اس کے علاوہ بھی کتب تصنیف کیں اور طب میں ابن سینا کے یہ اشعار ہیں:۔

اسمع جمیع وصیتی واعمل بها
فالطب مجموع بنظم کلامی!
اقلل جماعك مااستطعت فانه
ماء الحیاة تصب فی الارحام
واجعل غذاءك كل یوم مرة
واحذر طعاما قبل هضم طعام

''میری ساری وصیت کو سن اور اس پر عمل کر پس طب میرے نظم کلام میں جمع کر دیا گیا ہے جتنا ہو سکے جماع کم کر دے کیونکہ یہ آب حیات ہے جو رحموں میں پھینکا جاتا ہے اور ہر روز غذا ایک دفعہ قرار دے اور کھانا ہضم ہونے سے پہلے کھانے سے بچ''

اور اس کی تاریخ ولادت و وفات میں فارسی کے اشعار کہے گئے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

حجۃ الحق ابوعلی سینا درشجع ۲۷۳
آمد از عدم بوجود درشصا!۳۹۱
کرد کسب جملہ علوم درتکز
کرد اصفہان بد رود!

پھر واضح ہو کہ ابن سینا ہم عصر تھا حکیم ماہر ابوعلی احمد بن محمد بن یعقوب بن مسکویہ بروزن نفطویہ رازی الاصل اصفہانی المسکن کا جس نے طہارۃ الاعراق تالیف کی کہ جس کی مدح محقق طوسی نے اپنے اس قول میں کی ہے بنفسی کتابا حاز کل فضیلۃ وصار لتکمیل البریۃ ضامنا میری جان کی قسم یہ کتاب ہر فضیلت کو اپنے میں لیے ہوئے ہے اور یہ ساری مخلوق کی تکمیل کی ضامن ہے۔

اور یہ دونوں معاصر تھے حکیم علی بن ہیثم کہ جس کا لقب بطلمیوس ثانی تھا جو عالم اور ماہر تھا فنون حکمت و ریاضی میں جو بہت سی کتب کا مصنف ہے اور یہ وہی شخص ہے کہ جس کے متعلق حکایت ہے کہ اس کو موت کے وقت خونی اسہال عارض ہوئے اور وہ اپنا جتنا علاج کرتا نتیجہ برعکس نکلتا یہاں تک کہ وہ زندگی سے مایوس ہو گیا پس اس نے کہا ہائے افسوس علم ہندسہ ضائع ہو گیا علاج معالجہ اور علوم طب باطل ہو گئے اور باقی نہیں رہا مگر نفس کو اس کے پیدا کرنے والے کے سپرد کرنا پھر وہ قبلہ رخ لیٹ گیا اور کہنے لگا تیری طرف لوٹنا ہے پروردگار تجھ پر توکل کرتا ہوں اور تیری طرف توبہ و انابہ کرتا ہوں۔

باقی رہا اس کا ثانی ہونا تو وہ بطلمیوس حکیم مھندس ریاض یونانی کے اعتبار سے ہے جو کتاب الثمرۃ کا مولف ہے جو کہ علم نجوم میں ہے اور مجسطی کا مولف ہے جو ہیئت میں مشہور ہے کہ جس کو محقق طوسی نے تحریر کیا ہے اور بہت سے ریاضی کے ماہرین نے اس کی

شرح بھی لکھی ہے اور کہا گیا ہے بطلیموس شاگرد ہے جالینوس کا اور جالینوس شاگرد ہے بلیناس کا اور بلیناس شاگرد ہے ارسطو کا اور ارسطو شاگرد ہے جالینوس کا اور جالینوس شاگرد ہے بلیناس کا اور بلیناس شاگرد ہے ارسطو کا شاگرد ہے ارسطو کا شاگرد ہے افلاطون کا اور افلاطون شاگرد ہے سقراط کا اور وہ شاگرد ہے بقراط کا اور وہ شاگرد ہے جاماسب کا اور جاماسب بھائی ہے۔ گشتاسب کا اور وہ لقمان حکیم علیہ السلام کے شاگردوں میں سے ہے۔ اور ۴۲۹ھ میں عبدالملک بن محمد (جو ثعالبی و نیشاپوری مشہور ہے اور فقہ اللغہ اور سر الادب اور یتیمۃ الدہر فی محاسن اھل العصر کا مولف ہے) وفات پائی اس کی کتاب کی تعریف میں کہا گیا ہے۔

امیات اشعار الیتیمۃ
افکار ابکار القدیمۃ
ماتوا وعاشت بعدھم
فلذاك سمیت الیتیمۃ

کتاب یتیمہ کے اشعار کے بہت نئے افکار ہیں پرانے لوگوں کے وہ تو مر گئے لیکن یہ افکار ان کے بعد زندہ رہے اسی لیے تو انہیں یتیم کہا گیا ہے۔

اور اسی سال سلاطین سلجوقیہ کی سلطنت کے ظہور کی ابتداء ہوئی اور ان کا پہلا بادشاہ طغرل بیگ تھا اور جس جگہ کو سب سے پہلے انہوں نے تسخیر کیا وہ طوس ہے۔

اور ۴۳۰ھ میں حافظ احمد بن عبداللہ اصفہانی نے (جو ابو نعیم مشہور تھا اور کتاب حلیۃ الاولیاء کا مصنف تھا) وفات پائی اور فاضل خبیر میرزا عبداللہ اصفہانی نے ریاض العلماء میں فرمایا ہے کہ ابو نعیم جد اعلیٰ ہے مجلسین (محمد تقی مجلسی اور محمد باقر مجلسی) علیہما الرضوان کا ظاہر یہ ہے کہ یہ علماء شیعہ میں سے تھا لیکن تصفیہ کرتا تھا واللہ العالم۔ ۴۳۰ھ ہی میں آل بویہ کی سلطنت کا خاتمہ ہوا اور سلجوقیہ کی حکومت کی ابتداء ہوئی کہا گیا ہے کہ آل بویہ کی حکومت کی مدت ایک سو ستائیس سال تھی۔

۴۳۱ھ میں عالم حکیم عارف ناصر خسرو نے جو علوم ظاہریہ و باطنیہ مراتب حکمت و عرفانیہ میں جامعیت کے لحاظ سے مشہور تھا وفات پائی وہ شاگرد تھا علی بن جعفر کا جو ابوالحسن خرقانی مشہور تھا اور ۴۲۸ھ میں اس کی وفات ہوئی۔ منقول ہے کہ ناصر خسرو کی ریاضت کا یہ عالم تھا کہ ہر مہینہ ایک دفعہ کھانا کھاتا تھا اور تسخیر جنات میں پوری مہارت رکھتا تھا اور اس کی قبر بدخشان میں ہے اور اس کے اشعار میں سے ہیں:۔

ناصر خسرو بجائے میگذشت
مست ولایعقل نہ چوں خمار گان
دید قبرستان ومبرز رو بروا
بانگ برزد گفت کای نظار گان

نعمت دنیا ونعمت خوارہ بین
انیش نعمت انیش نعمت خوارگان

یہ اشعار بھی اسی کی طرف منسوب ہیں:۔

گویند چو پیغمبر مارفت زدینا۔ الخ

اور ۴۳۲ھ جمادی الاولیٰ کے آخر میں ابو العباس جعفر بن محمد نے (جو مستغفری مشہور ہے نسفی سمرقندی وہاں کا خطیب اور حنفی مذہب ہے) وفات پائی اور یہ شخص مشہور کتاب طب النبی کا مؤلف ہے کہ جسے علامہ مجلسی نے بحار میں نقل فرمایا ہے اور خواجہ نصیر طوسی نے آداب المتعلمین میں متعلمین کو اس کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کی اور بھی کتب ہیں۔

اور بتاریخ چودہ ماہ صفر ۴۳۴ھ میں ابو طاہر منجم شیرازی نے تبریزیوں سے کہا کہ آج رات زلزلہ کی وجہ سے اس شہر والوں پر مصیبت و آفت عظیم نازل ہوگی لہٰذا شہر کے وارد ہے نے لوگوں کو نکل جانے کا فرمان جاری کیا کچھ لوگوں نے اطاعت کی اور کچھ لوگوں نے وہاں سے حرکت نہ کی اتفاقاً اس رات ایسا زلزلہ آیا کہ چالیس ہزار سے زیادہ لوگ مر گئے یہ واقعہ مجالس المومنین میں حبیب السیر سے نقل کیا ہے۔

۴۳۶ھ ماہ ربیع الاول میں سید اجل تحریر ذوالمجدین ابو القاسم شریف علی بن الحسین بن موسیٰ بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے جو سید مرتضیٰ کے نام اور علم الھدیٰ کے لقب سے مشہور تھے) وفات پائی۔

اور آنجناب شریف عراق اور مجتہد علی الاطلاق اور مرجع فضلاء آفاق تھے اور علماء امامیہ اس وقت سے لے کر اب تک ان کے علوم سے استفادہ کرتے ہیں اور وہ ان کے رکن اور معظم ہیں اور بہت سی کتب تصنیف کی ہیں سید کی کتاب غرر و درر کی تو علماء عامہ نے بھی اتنی تعریف و توصیف کی ہے کہ اس قدر علماء امامیہ کی کسی کتاب کی نہیں کی اور نیز تمام علماء اہلسنت نے سید کی مدح و تجلیل کی ہے اور انہیں علم عربیت میں سب سے زیادہ عالم کہا ہے اور عمری نسابہ شیعہ امامی نے سید کے آباؤ اجداد کے گھرانے کو اولاد حضرت کاظمؑ میں سے جلیل ترین گھرانہ کہا ہے۔

صاحب جامع الاصول نے سید کو چار سو ہجری کے سرے میں مجدد مذہب امامیہ شمار کیا ہے اور ابن ابی الحدید نے نہج البلاغہ کی شرح میں ذکر کیا ہے کہ شیخ مفیدؒ نے عالم خواب میں دیکھا کہ جناب فاطمہ علیہا السلام حسن و حسین علیہما السلام کو لے کر آئیں اور شیخ سے فرمایا اے میرے شیخ میرے ان دونوں بیٹوں کو فقہ کی تعلیم دو پھر صبح کے وقت فاطمہ سید مرتضیٰ و رضی کی والدہ ان دونوں کو لے کر شیخ کے پاس تشریف لائیں اور وہی کچھ کہا یہ واقعہ مشہور ہے اور اسی طرح وہ خواب جو شیخ نے دیکھا تھا جب ان کا سید مرتضیٰ سے ایک مسئلہ میں نزاع ہوا جس کا مضمون یہ ہے کہ امامؑ نے فرمایا اے میرے شیخ اور میرے قابل اعتماد حق میرے بیٹے کے ساتھ ہے۔

حکایت ہے کہ سید کے پاس اتنے اموال واملاک تھے جو بیان سے باہر تھے کہا گیا ہے کہ آپؒ کے پاس آپؒ کے املاک میں سے ہر سال چوبیس ہزار دینار آیا کرتے تھے اور آپ نے ہر قسم کی اتنی چیزیں چھوڑی ہیں یہاں تک کہ آپؒ کی عمر بھی اسی سال

آٹھ مہینے تھی۔

اور شہید ثانی سے منقول ہے فرماتے ہیں ابوالقاسم تنوخی سید کے مصاحب نے ذکر کیا ہے کہ ہم نے سید کی کتب شمار کیں تو ان کی تصانیف اور جو انہیں یاد تھیں یا جو ان کے سامنے پڑھی گئیں تو انہیں اسی ہزار پایا اسی لیے تو انہیں ثمانینی کہتے ہیں خلاصہ یہ کہ وہ دنیا وآخرت کے جمع ہونے میں حضرت صادقؑ کے ارشاد کے مصداق تھے جو آپؑ نے اسحاق بن عمار اور اس کے بھائی سے فرمایا یجمعھما اللہ لاقوام یعنی الدنیا والاخرۃ اور کبھی ان دونوں یعنی دنیا وآخرت کو خدا بعض قوموں کے لیے جمع کر دیتا ہے اور حکایت ہوئی ہے کہ چونکہ اہلسنت کے خلفاء کے زمانہ میں فروغ میں مذاہب پراگندہ تھے اور آراء مختلف تھیں اور خواہشات بٹی ہوئی تھیں اس حد تک کہ ان کو کسی ضابطہ کے تحت نہیں لایا جا سکتا تھا پس صحابہ تابعین اور جو اس زمانہ تک ان کے تابع تھے ہر ایک کا ایک علیحدہ مذہب تھا تو وہ مجبور ہوئے کہ ان مذاہب کو کم کریں لہٰذا ان کا اتفاق ہو گیا کہ تمام لوگوں کو بعض مذاہب پر مجتمع کریں

پس ان کے روساء کا نظریہ اور عقلاء کا عقیدہ اس بات پر متفق ہوا کہ ہر مذہب والے گروہ سے ایک خطیر رقم لی جائے پس حنفی ،شافعی ،مالکی ،حنبلی کی تعداد چونکہ زیادہ تھی تو وہ ساری رقم لے آئے جو انہوں نے مقرر کی تھی پس انہیں ان کے مذاہب پر برقرار رکھا گیا اور ان چار مذاہب کی صحت پر سب کا اجماع ہو گیا یہ سب کچھ سید مرحوم کے زمانہ میں ہوا پس سید خلیفہ سے ملے وہ قادر باللہ تھا اس سے طے کیا کہ شیعوں سے ایک لاکھ دینار لیا جائے تا کہ ان کا مذہب بھی ان چار مذاہب کے ساتھ شمار ہو اور تقیہ اٹھ جائے پس خلیفہ نے سید کی بات قبول کر لی پھر سید ان ذاتی مال میں سے اسی ہزار دینار دینے کے لیے حاضر ہوئے اور باقی (بیس ہزار دینار) شیعوں سے طلب کیا لیکن وہ اس کو پورا نہ کر سکے اور مذہب شیعہ ان مذاہب میں داخل نہ ہو سکا۔

اور سید نحیف جسیم اور خوبصورت تھے اور بہت سے علوم میں درس دیتے تھے اور اپنے شاگردوں کے اخراجات خود برداشت کرتے تھے پس شیخ طوسی کو جب وہ ان سے پڑھتے تھے ہر مہینہ بارہ دینار دیا کرتے تھے اور قاضی ابن براج کو ہر مہینہ آٹھ دینار اور سید نے ایک بستی علماء کے کاغذ کے لیے وقف کی تھی اور اپنے بھائی رضی کے بعد نقابہ نقباء اور امارت حجاج کے متولی تھے یہ ان دونوں کے باپ کا منصب تھا سید کی ہمارے علماء میں سے جم غفیر نے شاگردی کی ہے مثلاً شیخ طوسی و متکلم فقیہ ابویعلی علار بن عبدالعزیز دیلمی و ابو صالح تقی بن نجم حلبی و سید عمادالدین خلیفہ مفید اور ان کی جگہ پر بیٹھنے والا سید ابویعلی محمد بن حسن جعفری و شیخ ابوالفتح محمد بن علی کراجکی و شیخ ابوالحسن سلیمان صہرشتی و ابوعبداللہ جعفر دوریستی اور مفید نیشاپوری اور ان کے علاوہ کئی ایک اجلاء رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ خلاصہ یہ کہ سید کے فضائل اس سے زیادہ ہیں کہ حصر و شمار ہو سکیں اور نصیرالدین طوسی جیسا کہ اس سے حکایت ہوئی ہے کہ جب اس کے درس میں سید کا ذکر چھڑتا تو کہتے صلوات اللہ علیہ اور قاضیوں اور مدرسین کی طرف ملتفت ہو کر کہتے کہ کس طرح سید مرتضیٰ پر صلوات نہ بھیجی جائے حالانکہ سید شہر کاظمین میں فوت ہوئے اور اپنے گھر میں دفن ہوئے۔

پھر اپنے جد بزرگوار امام حسینؑ کی طرف منتقل ہوئے اور اپنے باپ اور بھائی کے پاس مشہور مقام ابراہیم مجاب میں دفن ہوئے جو ابراہیم ان کے جد امجد اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے فرزند تھے اور ابراہیم کی قبر حائر حسینی میں مشہور ہے اسی طرح نقل ہوا

ہے علامہ طباطبائی بحر العلوم سے اور گویا یہ وہی قبر ہے جو حرم المطہر کے سرہانے کی طرف آخر رواق میں ہے۔ اور ۳۶ ہجری میں محمد بن علی طیب نے جو ابوالحسین بصری معتزلی مشہور تھا بغداد میں وفات پائی۔ اور ۳۸ ہجری میں احمد بن محمد بن ابراہیم ثعلبی مشہور مفسر نے وفات پائی۔ اور تین ربیع الاول ۴۴۹ ہجری میں احمد بن عبداللہ بن سلیمان ابوالعلاء معری مشہور شاعر ادیب ماہر معروف نے وفات پائی اور ابوالعلاء تین سال یا چار سال کی عمر میں چیچک کی بیماری میں نابینا ہو گیا تھا اور اس کے نابینا پن میں کہا گیا ہے۔

ابا العلاء بن سليمانا
ان العمى ۔ اولاك احسانا
ابو ابصرت عيناك هذا الورى
لم ير انسانك انسانا

"اے ابوالعلاء بن سلیمان اندھے پن نے تجھ پر احسان کیا ہے اگر تیری آنکھیں اس مخلوق کو دیکھتیں تو تیری آنکھ کو کوئی انسان نظر نہ آتا۔"

اور مشہور یہ ہے کہ وہ زندیقت والحاد کے ساتھ متہم تھا اور پینتالیس سال تک اس نے اپنے دین و مذہب کی بناء پر گوشت نہیں کھایا سید مرتضیٰؒ کے ساتھ اس کے مناظروں اور اس کے عمدہ فہم اور علم کی حکایات مشہور ہیں اور نقل ہے کہ ایک دن سید مرتضیٰ کے پاس آیا پس وہ ایک شخص پر گر پڑا تو اس شخص نے کہا یہ کتا کون ہے؟ تو ابوالعلاء نے کہا کہ کتا وہ ہے جسے کتے کے ستر نام یاد نہیں پس سید نے اس کو نزدیک بٹھایا تو اسے بہت بڑا عالم پایا پھر ایک دن سید کے ہاں متنبی کا ذکر آیا تو سید نے اسکی کمزوریاں بیان کیں اور اس کے معائب ذکر کئے معری نے کہا اگر متنبی کے اشعار میں سے صرف اس کا یہ قول ہوتا لک یا منازل فی القلوب منازل (تیرے لیے اے منازل دلوں میں منزلیں ہیں) تو بھی اس کے فضل و شرف کے لئے کافی ہے پس سید غصے میں آ گئے اور حکم دیا اس کو مجلس سے نکال دو پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو اس کی مراد اس قصیدہ کے ذکر کرنے سے کیا تھی کیونکہ متنبی کے اس سے عمدہ اشعار بھی ہیں لیکن اس کی مراد یہ شعر تھی۔

واذا اتتك مذمتى من ناقص
فهى الشهادة لى بانى كامل

"جب میری مذمت تیرے پاس کسی ناقص کی زبانی آئے تو یہ میرے لیے گواہی ہے کہ میں کامل ہوں" اور اس کا سید کے ساتھ حشر میں ایک مباحثہ ہے مراتب توحید اور قدم عالم کے سلسلہ میں کتاب احتجاج کے اواخر میں دیکھا جائے۔

خلاصہ یہ کہ معری زبان عربی کی تنہا بنیاد تھا کہ دور دراز کے علاقوں سے لوگ اپنی سواریاں تیز چلا کے اس کے پاس آتے تھے اور وہ کہا کرتا تھا کہ میں یہ آرزو رکھتا ہوں کہ جاری پانی اور آسمان کے ستارے دیکھوں چونکہ وہ نابینا تھا اور معری منسوب ہے معرۃ النعمان کی طرف جو شام کے علاقہ کی ایک بستی ہے اس کی سرحد قریب (یا جراگاہ کے قریب)

اور ۴۴۹ھ ہی میں جیسا کہ مرآت الجنان یافعی سے منقول ہے کہ شیخ عالم ثقہ ابوالفتح محمد بن علی کراجکی رئیس شیعہ سید مرتضی و شیخ مفید کے شاگرد نے وفات پائی کتاب کنز الفوائد اور کتاب تعجب ان کی تصانیف میں سے ہیں اور کنز الفوائد میں شیخ مفید سے بہت کچھ نقل کرتے ہیں اور ان کی اور بھی تصانیف ہیں (جن میں سے ایک کا اردو ترجمہ معدن الجواہر کے نام سے ہم نے بھی کیا ہے (مترجم)

اور سنہ ۴۵۰ھ میں ثقہ جلیل القدر شیخ ابوالعباس احمد بن علی بن احمد نے (جو نجاشی کے لقب سے مشہور ہیں اور مشہور کتاب رجال کے مولف ہیں) وفات پائی اور کہا گیا ہے کہ ان کا نسب شریف سات واسطوں سے عبداللہ نجاشی والی اہواز تک پہنچتا ہے اور شیخ نجاشی پر رونق چہرہ مخالف و موافق کے نزدیک ثقہ زبان کے بہت سچے تھے اور کبھی کبھی ان کے قول کو مقام تعارض میں شیخ کے قول پر ترجیح دی جاتی ہے اور سنہ ۴۵۰ھ ہی میں علی بن محمد بصری جو ماوردی مشہور تھا فقیہ شافعی کتاب حاوی اور ادب الدین والدنیا وغیرہ کے مولف نے وفات پائی کہا گیا ہے کہ جب تک زندہ رہا اس نے اپنی تصانیف ظاہر نہیں کیں کہ کہیں اس کی نیت قربت میں ریاکاری کی ملاوٹ نہ ہو جائے۔

اور سنہ ۴۵۴ھ میں محمد بن سلامہ جو قضاعی مشہور تھا فقیہ شافعی کتاب شہاب کے مولف نے وفات پائی۔

اور سنہ ۴۵۵ھ کی ابتداء میں اسماعیل سرقسطی مقری نحوی اندلسی نے وفات پائی اور آٹھ یا اٹھارہ ماہ رمضان ۴۵۵ھ میں محمد بن میکائیل بن سلجوق نے جو طغرلبک مشہور تھا اور سلاطین سلجوقیہ میں پہلا بادشاہ تھا رَی میں وفات پائی اور اصل میں سلجوقی بادشاہ ماوراء النہر بخارا کے قریب کے رہنے والے تھے اور ان کی سلطنت قوی ہوئی اور بہت سے شہروں کو انہوں نے تسخیر کیا اور طغرلبک نے قائم بامر اللہ کی بیٹی سے شادی کی اور طغرلبک کی موت کے بعد الپ ارسلان محمد بن داؤد بن میکائیل بن سلجوق بادشاہ ہوا اور نو سال تک حکومت کی اور دس ربیع الاول ۴۶۵ھ میں مارا گیا اور مقام مرو میں طغرلبک اور اپنے باپ داؤد کے پاس دفن ہوا اور الپ ارسلان وہی ہے کہ جس نے ابوحنیفہ کی قبر پر مشہد بنایا اور بغداد میں ایک مدرسہ تعمیر کیا اور بہت سا مال اس پر صرف کیا اور الپ (ہمزہ کی زبر اور لام کے سکون کے ساتھ) ارسلان سے مرکب ترکی لفظ ہے یعنی بہادر شیر اور الپ ارسلان کے بعد اس کا بیٹا ملک شاہ بادشاہ ہوا اس کی حکومت زمانہ کی بہت سی خوبیاں ہیں اس نے اپنی بیٹی مقتدی باللہ کے ساتھ بیاہ دی۔ اور سولہ شوال ۴۸۵ھ میں وفات پائی اس کے بعد اس کی سلطنت اس کے تین بیٹوں میں تقسیم ہوگئی ایک سلطان سنجر دوسرا برکیارق اور تیسرا ابوشجاع محمد لیکن سلطنت میں مشار الیہ (جس کی طرف اشارہ ہوتا تھا) وہ سلطان سنجر تھا اور اس کے بھائی گویا اس کے تابع تھے۔

۴۹۵ھ میں خطبہ سلطان محمد کے نام کا پڑھا گیا اور برکیارق کے بعد حکومت خالص اس کے لیے ہوگئی اور ۲۴ ذلحجہ ۵۱۱ھ میں اس کی وفات ہوئی سلجوقیوں کی سلطنت کی تفاصیل کے ذکر کی اس مقام میں گنجائش نہیں۔

اور سنہ ۴۵۶ھ میں علی ابن احمد جو ابن حزم کے نام سے مشہور اندلسی کثرت و گہرائی علم میں مشہور محلی کتاب کے مولف نے وفات پائی اور ابن حزم وہی شخص ہے جو علماء متقدمین و متاخرین کو سبک شمار کرتا اور ان کے احترام کی پروا نہیں کرتا اور

انہیں حقیر و ذلیل سمجھتا تھا اسی لیے احمد بن عمر یف نے اس کے حق میں کہا کہ ابن حزم کی زبان اور حجاج بن یوسف کی تلوار دونوں سگی بہنیں ہیں۔

اور ۴۵۸ھ میں علی بن اسماعیل نے جو ابن سیدہ مشہور اور لغوی معروف تھا وفات پائی اور اسی سال کی دس جمادی الاولی کو احمد بن الحسین نے جو امام بیہقی مشہور ہے۔ شافعی اور کتاب سنن وغیرہ کا مولف ہے وفات پائی اور بیہقی نیشاپور کے قریب بیس فرسخ کے فاصلہ پر ہے اور بیہقی کم متعصب تھا اور شافعی مذہب والوں پر اس کا عظیم حق ہے اور اس طرح اس کا شافعی پر بھی احسان عظیم ہے کیونکہ اس نے اس کے مذہب کی نصرت میں کتب لکھی ہیں۔

اور منگل کی رات بائیس محرم ۴۶۰ھ میں شیخ طائفہ و رئیس امامیہ فخر الاعاجم ابو جعفر محمد بن حسن طوسی نور اللہ ضریحہ نے وفات پائی اور شیخ بزرگوار جلیل القدر عظیم المنزلت علم رجال و اخبار و فقہ و اصول و کلام اور ادب کے عارف بلکہ تمام فضائل ان کی طرف منسوب ہیں انہوں نے اسلام کے ہر فن میں کتاب تصنیف کی ہے اور وہی بزرگوار ہیں جنہوں اصول و فروع کے عقائد و نظریات کی چھان بین کی اور علم و عمل کے لحاظ سے کمالات نفس کے جامع تھے اور وہ اپنے زمانہ کے فضلاء کے مرجع اور ان کے مربی تھے یہاں تک حکایت کی گئی کہ شیعہ فضلاء میں جو ان کے شاگرد مجتہد تھے ان کی مقدار تین سو سے زیادہ تھی اور سنی شاگرد تو بیشمار تھے اور خلفاء نے شیخ کو کرسی کلام عطا کی تھی اور یہ منصب اس کو دیا جاتا تھا جو اپنے زمانہ کا یگانہ اور وقت کا علامہ ہو اور یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ بغداد میں تھے پھر انہوں نے مشہد امیر المومنین کی طرف ہجرت کی ان فتنوں کے خوف سے جو بغداد میں پیدا ہو گئے آپ کی کتب اور وہ کرسی جس پر کلام و گفتگو کے لیے بیٹھتے تھے جلا دی گئی اور ان کی بہت سی تالیفات ہیں تفسیر و اصول و فروع وغیرہ ہیں ان میں سے دو کتب تو تہذیب و استبصار ہیں جو ہر زمانہ میں مشہور رہی ہیں آپ اپنے گھر میں دفن ہوئے اور وہ آجکل مشہور مسجد ہے مسجد طوسی کے نام سے جو بارگاہ علویہ کے قریب ہے وہ ہمیشہ فیوضات خداوندی کے نزول کی جگہ رہے۔

اور ۴۶۱ھ میں دمشق کی جامع مسجد جل گئی اور ۴۶۳ھ میں یوسف ابن عبدالبر کے نام سے مشہور شافعی مذہب صاحب کتاب استیعاب ہے اور احمد بن علی جو خطیب بغدادی مشہور ہے۔ اور تاریخ بغداد کا مولف ہے دونوں نے وفات پائی جیسا کہ کہا گیا ہے عبدالبر حافظ مغرب اور خطیب بغدادی حافظ مشرق ہے اور دونوں ایک ہی سال مرے اور خطیب کی قبر بغداد میں بشر حافی کی قبر کے ساتھ باب حرب میں ہے اور اسی سال ابو یعلی محمد بن حسن بن حمزہ جعفری نے وفات پائی اور وہ شیخ مفید کا جانشین اور ان کی مسند پر بیٹھنے والا متکلم و فقیہ تھا۔

اور ایک قول ہے کہ اسی سال سلار بن عبدالعزیز دیلمی جیلانی کتاب مراسم کے مولف اور سید مرتضی کے شاگرد نے وفات پائی۔

اور ۴۶۵ھ میں الب ارسلان مارا گیا اور اس کا بیٹا جلال الدولہ اس کی جگہ بیٹھا اور اسی سال شیخ ابو القاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری صوفی ابو علی دقاق کے شاگرد اور داماد نے وفات پائی اور نیشاپور میں ابو علی کے پاس ہی دفن ہوا قشیری ایک بڑے رسالہ

قشیریہ کا مولف ہے جسے گروہ عرفاء وصوفیا کے لیے لکھا ہے اور قشیر بروزن زبیر عرب کے ایک قبیلہ کا باپ ہے۔

۶۶۶ھ دجلہ کا پانی تیس ہاتھ زیادہ ہوا بغداد غرق ہو گیا ایک لاکھ یا اس سے زیادہ مکانات خراب وتباہ ہو گئے اور بہت سے مال اور جانیں تلف ہو گئیں۔

۴۶۷ھ میں علی بن الحسن جو ابو الحسن باخرزی مشہور اور نامور شاعر تھا اپنی خصوصی مجلس میں مارا گیا اس کی تالیفات میں سے ہے کتاب دمیۃ القصر وعصرۃ اہل العصر جو یتیمۃ الدھر ثعالبی کے ذیل میں ہے اور باخرز (خا کی زبر اور راء ساکن زاء سے مقدم ہے) نیشاپور کے مواضع میں سے ایک موضع کا نام اور محقق طوسی کی یہ رباعی باخرزی کے حق میں مشہور ہے۔

مفخر ہر شیخ باخرزی ا
باللہ ار تو بار زنی آرزی
باخرد مند کی توانی زیست
چوں تو را گفتہ رند خرزی

"زمانہ کا فخر شیخ باخرزی خدا کی قسم اگر تو بار زن بھی ہو تو حستا ہے عقلمند کے ساتھ تو کیسے زندگی بسر کر سکتا ہے کیونکہ تجھے انہوں نے کہا ہے کہ گدھے کے ساتھ زندگی گزارو"

اور ۴۶۷ھ ق میں قائم بامر اللہ کی وفات ہوئی اور اس کی موت کا یہ سبب ہوا کہ اس نے فصد کھلوائی اور پھر سو گیا جب وہ عالم خواب میں تھا تو فصد والی جگہ کھل گئی اور بہت سا خون نکل گیا یہاں تک کہ اس کی قوت وطاقت ختم ہو گئی اور وہ مر گیا اور اس کی خلافت کے دنوں کے واقعات بہت ہیں کہ جن کی طرف اختصار کے ساتھ اشارہ ہو چکا ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کی خلافت کے زمانہ میں مصر میں بڑا سخت قحط پڑا کہ یوسف صدیق کے زمانہ سے لے کر اس کے زمانہ تک اینا قحط نہیں دیکھا گیا تھا اور اس نے سات سال تک طول کھینچا معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ لوگ ایک دوسرے کو کھاتے تھے ایک روٹی پچاس دینار پر خریدی گئی اور کتے کی قیمت پانچ دینار ہو گئی۔

حکایت ہوئی ہے کہ ایک عورت کو لوگوں نے دیکھا جو قاہرہ مصر سے نکلی اور ایک مد (تقریباً چودہ چھٹانک) جواہرات اس کے پاس تھے اور وہ چلاتی تھی کہ کون ہے جو ایک مد جواہرات کے ایک مد گندم کے مقابلہ میں خرید کرے کوئی اس کے پاس نہ گیا جو اس سے خرید کرتا۔

فقیر کہتا ہے کہ فاضل ماہر سید محمد باقر نے روضات میں ملا اسماعیل خاجوئی کے حالات میں جناب آقا ہادی فرزند آخوند ملا محمد صالح مازندرانی سے نقل کیا ہے کہ اس نے اپنے بعض کتب میں ۴۶۵ھ مصر کے قحط کی حکایت نقل کی ہے اس کے بعد کہا ہے کہ ہمارے زمانہ ۱۱۳۴ھ میں فتنہ افغان اور ان کے شہر اصفہان کو محاصرہ کرنے کی وجہ سے آٹھ ماہ تک ایسا قحط پڑا ہے کہ ایک من گندم جو اٹھارہ رطل عراقی (تقریباً نو سیر) بنتا ہے پچپن تومان میں بیچا گیا جو ایک ہزار درہم بنتا ہے اور معاملہ یہاں تک پہنچا کہ گندم چاول اور دوسرے

اجناس ختم ہو گئے اور لوگ صرف گوشت کھاتے تھے اور جب گوسفند گائے، گھوڑا، خچر اور گدھے کا گوشت ختم ہو گیا تو پھر کتے اور بلی کا گوشت لوگ کھاتے تھے اس کے بعد مردار کھاتے تھے اور اس حد تک پہنچ گئے کہ ایک دوسرے کو مارتے تا کہ اس کا گوشت کھائیں اور قتل و موت اتنے زیادہ ہوئے کہ دس لاکھ آدمی ہر روز ہلاک ہونے اور اسباب دنیوی اور املاک کی قیمت ربع عشر (چالیسویں حصہ) تک پہنچ گئی تھی پروردگار کعبہ کی قسم کی مبالغہ اور فضول بات نہیں کہی گئی خداوند عالم ہمیں ایسے عذاب سے پناہ دے۔

مولف کہتا ہے افغانیوں کے ظہور کی ابتداء سلاطین صفویہ کی حکومت کی انتہاء کے ساتھ شروع ہوئی اور صفویہ کی حکومت افغانیوں کے زمانہ میں ختم ہوئی اگرچہ سلاطین صفویہ کا ذکر اس مقام سے اجنبیت رکھتا ہے لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے بطور مختصر ان کی طرف اشارہ کیا جائے۔

اس میں شک نہیں کہ سلاطین صفویہ نو افراد تھے دو سو بیس سال سے زیادہ عرصہ انہوں نے حکومت کی ہے اور دین و آئین شیعہ اور مذہب جعفریہ کی انہوں نے ترویج کی ہے ان میں سے پہلا شخص شاہ اسماعیل اول ہے جس کا شجرہ نسب شیخ صفی الدین ابو الفتح اسحاق اور بیلی موسی تک جا پہنچتا ہے اور اس کا نسب حمزہ بن موسیٰ کاظم علیہ السلام تک جا پہنچتا ہے اور شاہ اسماعیل نے ابتداء میں صفویہ کی ایک جماعت کے ساتھ جو اس کے مرید اور اس کے آباؤ اجداد عرفا و راشدین کے مرید تھے جیلان سے ۹۰۶ھ میں خروج کیا جب کہ اس کی عمر چودہ سال تھی اور جنگ کی یہاں تک آذربیجان کا علاقہ فتح و تسخیر کر لیا اور حکومت پیدا کر لی اور حکم دیا کہ مذہب شیعہ کو ظاہر کریں اور جب اس کا سن شریف ۳۹ سال کو پہنچا تو وفات پائی اس کا بیٹا شاہ طہماسپ بادشاہ ہوا اور یہ پیر کے دن انیس ماہ رجب ۹۳۰ھ کا واقعہ ہے طہماسپ نے چون ۵۴ سال حکومت کی قزوین اس کا دارالسلطنت تھا یہ شیخ بہائی اور ان کے والد شیخ حسین کا ہمعصر تھا اس کا بیٹا شاہ اسماعیل ثانی بادشاہ ہوا وہ مذہب و طریقہ اہل سنت پر تھا اور اہل ایمان ان کے علماء اور سادات کے ساتھ برا سلوک کرتا تھا لہذا خدا نے اس کو مہلت نہ دی اور اسے اپنی مجلس طرب و سرور میں اچانک گلے کی جو مخصوص بیماری ہے لاحق ہوئی اور وہ مر گیا اور اس نے ایک سال سے زیادہ حکومت نہیں کی اس وقت اس کا بھائی سلطان محمد مکفوف جو شاہ خدابندہ ثانی مشہور تھا بادشاہ ہوا اس نے دس سال تک حکومت کی اس کے بعد اس کا بیٹا شاہ عباس اول جو ماضی کے لقب سے مشہور تھا بادشاہ ہوا اور چالیس سال تک شان و شوکت و جلالت کے ساتھ اس نے حکومت کی اس کے بعد اس کا پوتا شاہ صفی اول اس کے بیٹے کا بیٹا صفی میرزا شہید کا بیٹا بادشاہ ہوا اور اس نے چودہ سال حکومت کی اور قم میں وفات پائی اور اس کے بعد اس کا بیٹا شاہ عباس ثانی بادشاہ ہوا۔

اور اس نے چھبیس سال حکومت کی اس کے بعد اس کے بیٹے شاہ صفی ثانی نے جو شاہ سلیمان کے نام سے مشہور تھا لباس سلطنت زیب تن کیا اور اس کے بعد اس کا بیٹا شاہ سلطان حسین بادشاہ ہوا وہ خاندان صفویہ کا آخری بادشاہ تھا اور ان کی حکومت فتنہ افغان اور افغانیوں کے شہر اصفہان کو محاصرہ کرنے کے ساتھ متصل ہوئی اور انہوں نے حکومت صفویہ کے سب اعیان و علماء اور بڑے بڑے لوگوں کا خون بہایا اور شاہ سلطان حسین کو بھائی اور بیٹوں سمیت قید کر دیا اور یہ واقعہ ۱۱۳۵ھ میں ہوا اور اس سال فاضل ہندی نے وفات پائی اور مسلسل بادشاہ قید میں رہا یہاں تک کہ سلطان محمود افغانی مرا اور سلطان اشرف مردود اس کی جگہ پر بیٹھا اور یہ اس سال

کے آٹھویں شعبان کا واقعہ ہے پھر اس کے حکم سے تقریباً پانچ سو حمام و مدرسے اور مسجدیں خراب و برباد کی گئیں اور جب اس نے اپنی حکومت میں فتور و کمزوری دیکھی تو اصفہان سے چل کھڑا ہوا اور حکم دیا کہ سلطان حسین صفوی کو قید خانے میں ہلاک کر دیا جائے اور اسے غسل و کفن کے بغیر چھوڑ دیا اس کے اہل و عیال کو قیدی بنالیا اور اس کا مال و متاع لوٹ لیا یہ واقعہ ۲۲ محرم ۱۱۴۰ھ کا ہے پس لوگ ایک مدت کے بعد بادشاہ کی لاش شریف قم لے گئے اور اسے جوار حضرت فاطمہ لازالت مہبطاً للفیوضات الربانیہ میں اسکے آباؤ اجداد کے ساتھ سپرد خاک کر دیا واللہ والعالم۔

عبداللہ بن قائم مقتدی بامر اللہ کی خلافت کا ذکر

۴۶۷ھ میں قائم بامر اللہ کی وفات ہوئی اور اس کا بیٹا ابوالقاسم عبداللہ مقتدی بامر اللہ امر خلافت کے لیے کھڑا ہوا وہ عالی ہمت شخص تھا اس کا شمار بنی عباس کے نجیب و شریف افراد میں ہوا ہے اس کے اچھے کارناموں میں سے یہ ہے کہ اس نے گانے بجانے والی عورتوں اور بدکار لوگوں کو بغداد سے نکال دیا اور اس نے حکم دیا کہ کوئی شخص لنگی کے باندھے بغیر حمام میں داخل نہ ہو اور اس نے لوگوں کی عورتوں کو صیانت اور ناموس کی حفاظت کے لیے حماموں کے برج خراب کرا دیئے اور اس کے زمانہ میں ۴۶۸ھ میں ابوالحسن واحدی علی بن احمد بسیط و وسیط و وجیزہ تفاسیر وغیرہ کے مولف نے نیشاپور میں وفات پائی اور ۴۷۱ھ یا ۴۷۴ھ میں شیخ مقدم ادیب عبدالقاہر بن عبدالرحمن شافعی جرجانی نے جو بہت ہی مشہور تھا وفات پائی اور شیخ عبدالقاہر کئی تالیفات کا مولف ہے کہ جن میں سے شرح ایضاح و اعجاز القرآن و عوامل مائۃ وغیرہ ہیں اور وہ ابن جنی و صاحب بن عباد وغیرہ کے شاگردوں میں سے ہے اور جرجان طبرستان کے نزدیک ہے اور وہی استر آباد اور اس کے اطراف کا نام ہے اور یزید بن مہلب بن ابوصفرہ کے تعمیر شدہ شہروں میں سے ہے عوامل جرجان کی ایک جماعت نے شرح کی ہے مثلاً قطب راوندی و ملا حسن ادیب نحوی جو قوام الدین قزوینی کا شاگرد ہے۔

اور فاضل ہندی و ابن خشاب اور خود ماتن (مولف) نے اور ۴۷۸ھ میں امام الحرمین عبدالملک بن شیخ عبداللہ جوینی شافعی غزالی وغیرہ کے استاد نے نیشاپور میں وفات پائی اور چند سال کے بعد اس کا جنازہ کربلا اٹھا کر لے گئے اور اسکو اس کے باپ کے پاس دفن کیا گیا۔

منقول ہے کہ اس کے باپ نے اس کی والدہ کو جو ایک کنیز تھی مال حلال سے خریدا اور اپنے ہاتھ سے کما کر اسے کھلاتا تھا اور جب امام الحرمین پیدا ہوا تو اس نے اس کی ماں کو وصیت کی کہ اسے کسی اور عورت کا دودھ نہ پلانا کیونکہ دودھ بچے میں اثر کرتا ہے اتفاقاً ایک دفعہ اس کی ماں بیمار تھی اور وہ بچہ رو رہا تھا کہ ایک ہمسایہ عورت کو بچے پر رحم آیا اور اس کو کچھ دودھ پلا دیا جب اس کا باپ گھر میں آیا اور اسے معلوم ہوا تو اس نے بچے کو سر کے بل الٹایا اور مسلسل اس کے دل پر ہاتھ پھیرتا رہا یہاں کہ بچے نے وہ دودھ قے کیا اور وہ کہنے لگا میرے بچے کا مر جانا آسان ہے اس سے کہ اس کی طبیعت و مزاج کسی غیر کے دودھ سے فاسد و خراب ہو جائے۔

منقول ہے کہ کبھی کبھی مناظرے کے درمیان اس میں توقف اور ٹھہراؤ پیدا ہوتا تو وہ کہتا کہ یہ اس دودھ کے بقیہ اثر کا ہے۔ فقیر کہتا ہے کہ دودھ بچے کے مزاج میں بہت اثر انداز ہوتا ہے اور آپ حسن بصری کے حالت میں جان چکے ہیں کہ اس کی فصاحت وبلاغت جناب ام سلمہؓ زوجہ رسولؐ کے پستان کی برکت سے تھی۔ اور ابن خلکان کہتا ہے کہ امام الحرمین کی موت کے دن بازار بند ہوگئے اور جامع مسجد میں اس کا منبر توڑ دیا گیا اور اس کے شاگرد چار سو کے قریب تھے۔ انہوں نے اپنے قلم و دوات توڑ ڈالے اور مکمل ایک سال تک اسی حالت (حزن و ملال) پر قائم رہے۔

نو شعبان ۴۸۱ھ میں عز المومنین ابوالقاسم عبداللہ عزیز نے جو ابن براج کے نام سے مشہور فقیہ امامی تھا وفات پائی۔ وہ کئی ایک کتب فقہ کا مولف ہے مثلاً کامل و موجز و مہذب وغیرہ اور وہ سید مرتضی شیخ طوسی کراجکی اور ابوالصلاح حلبی کا شاگرد تھا۔ وہ طرابلس (ب اور لام کے پیش کے ساتھ) کا قاضی تھا جو کہ شام کے کنارے بعلبک کے قریب ایک شہر ہے اور کتاب الدرۃ البہیہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ ابن براج کا ایک لقب خانی تھا۔ نماز میت کی بحث میں کہتا ہے اور جوتے کو اتارے نہ یہ کہ پاؤں ننگا ہو اور حانی نے اپنی قضاوت میں پاؤں ننگے ہونے کو سنت طریقہ قرار دیا۔

اور ۴۸۱ھ کے حدود میں شیخ ابواسماعیل خواجہ عبداللہ انصاری صوفی نے جو کہ ابوایوب انصاری کی اولاد میں سے رسالہ مناجات فارسی اور کلمات حکمیہ کا مولف ہے وفات پائی اور گزرگاہ ہرات کی خانقاہ میں دفن ہوا۔

اور ۴۸۳ھ میں علی بن محمد نے (جو ابن معازلی مشہور اور فقہ شافعی اور مناقب و ذخائر کا مولف ہے) وفات پائی۔

اور ۴۸۵ھ میں حسن بن علی (جس کا لقب نظام الملک طوسی ہے جو سلاطین سلجوقیہ (سلطان ملک شاہ سلجوقی) کا وزیر ہے) قتل ہوا اور نظام الملک فقہا اور صوفیہ پر پوری توجہ و عنایت رکھتا تھا۔ وہ پہلا شخص ہے کہ جس نے مدرسہ بنوایا اور لوگوں نے مدارس کی تعمیر میں اس کی اقتدا کی اور ۴۸۷ھ میں مقتدی اچانک فوت ہوا اور ایک قول ہے کہ اس کی کنیز شمس النہار نے اسے زہر دے دیا۔

احمد بن مقتدی مستظہر باللہ

کی خلافت کے دنوں کا ذکر

جب مقتدی نے دنیا سے کوچ کیا تو اس کا بیٹا مستظہر باللہ ابوالعباس احمد اس کی جگہ پر بیٹھا کہتے ہیں کہ وہ شخص نرم مزاج کریم الاخلاق اور علماء و صلحاء کا خواہاں تھا۔ اس کے زمانہ میں ۴۸۸ھ محمد بن ابونصر فتوح بن عبداللہ بن حمید اندلسی نے (جو حمیدی اور کتاب جمع بین الصحیحین کا مولف ہے) بغداد میں وفات پائی۔ وہ اور حمیدی (ح کی پیش اور میم کی زبر کے ساتھ) منسوب ہے اپنے جد اعلیٰ حمید کی طرف اور ۴۹۲ھ میں فرنگیوں (یورپین لوگ) نے بیت المقدس کا محاصرہ کیا اور ڈیڑھ ماہ کے محاصرے کے بعد ستر ہزار سے زیادہ لوگوں

کو انہوں نے قتل کیا اور وہاں کے مزارات توڑ پھوڑ کر دیے ان کر دیے یا نصرت یہودیوں کو ان کے کنیسہ و گرجا میں اکٹھا کیا اور کنیسہ کو ان کے سمیت جلا دیا۔ ان میں سے کچھ بھاگ کر بغداد چلے گئے انہوں نے اس طرح اپنی مظلومیت کی داستان سنائی کہ لوگوں نے ان پر گریہ کیا۔ اور اسی سال اور ایک قول ہے ۵۱۸ ہجری میں عثمان کے قرآن شہر طبریہ سے جامع مسجد دمشق کی طرف اس بنا پر منتقل کیا گیا کہ کہیں کفار اس پر کامیاب نہ ہو جائیں لوگ اس کے استقبال کے لیے باہر نکلے اور قرآن کو خزانہ شریفہ مسجد مقصورہ جامع دمشق میں رکھ دیا گیا۔

وہ قرآن تھا کہ جسے روشنائی کے ساتھ چمڑے پر لکھا گیا تھا۔ کہا گیا ہے کہ یہ قرآن عثمان نے نہیں لکھا تھا بلکہ مصاحف عثمان زید بن ثابت کے خط سے تھے کہ جنہیں اس نے عثمان کے حکم سے لکھا تھا۔

اور ۴۹۲ ہجری میں مجد الملک ابو الفضل اسعد بن محمد قمی براوستانی سلطان برکیاروق کے وزیر کو فوجیوں نے قتل کر دیا۔ وہ جوار امام حسین علیہ السلام میں دفن ہوا اور اس کے آثار میں سے چار آئمہ بقیع کا گنبد اور چار طاق عثمان بن مظعون اور مشہد کاظمین اور مشہد سید جلیل عبد العظیم حسنی شہری اور ان کے علاوہ سادات علوی اور اشراف فاطمی علیہم السلام کے مشہد مقدسہ ہیں۔

اور ۴۹۸ ہجری میں رکن الدین بن ملک شاہ بن الب ارسلان سلطان سلجوقی سنجر کے بھائی نے بروجرد میں وفات پائی۔ بہت سے ملک اس کے زیر تصرف تھے اور ۴۹۸ ہجری ہی میں اور ایک قول ہے کہ ۴۹۵ ہجری حلہ سیفیہ تعمیر ہوا۔ جیسا کہ ابن خلکان نے امیر صدقہ بن منصور فریدی اسدی جس کا لقب سیف الدولہ ہے کے حالات میں تصریح کی ہے اور اسی لیے وہ سیفیہ کے نام سے مشہور ہے۔ (سلسلہ جلیلہ بنی اسد کہ جنہیں مزیدی بھی کہتے ہیں عراق عرب میں امارت رکھتے تھے اور تمام کے تمام شیعہ تھے کہ جن میں سے سیف الدولہ بانی حلہ شہر بھی ہے جو حلیم و کریم و عفیف و شجاع مرد تھا۔ اس کا گھر بغداد میں خوفزدہ لوگوں کے لیے امان تھا۔ مترجم از حاشیہ۔

اور ۵۰۴ ہجری کے اوائل میں علی بن محمد نے جو الکیا ہرا سی مشہور تھا بغداد میں وفات پائی اور الکیا کاف کی زیر سے) کا معنی بڑی قدر و منزلت والا اور الکیا فقہ شافعی میں سے ہے اس نے یزید بن معاویہ پر لعنت کرنا جائز قرار دیا ہے بخلاف غزالی کے جیسا کہ یزید کے حالات میں شرح و بسط کے ساتھ گزر چکا ہے۔

اور ۵۰۵ ہجری میں محمد غزالی طوسی شافعی احیاء العلوم وغیرہ کے مولف نے وفات پائی۔ اس کی عمر چون سال تھی جیسا کہ شاعر کہتا ہے۔

نصیب حجۃ الاسلام ازیں سرائے سپنج
حیات پنجہ و چار و وفات پانصد و پنج

غزالی (زکی شد اور تخفیف کے ساتھ بھی کہا گیا ہے) منسوب ہے غزالہ کی طرف جو طوس کے علاقہ کی ایک بستی ہے اور علماء اہل سنت غزالی کو حجۃ الاسلام سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس کی بڑی تعریف کی ہے اور اس کی تصانیف انتہائی عمدہ اور با کمال ہیں۔

اس کی احیاء العلوم کتب اخلاقیہ کی رب النوع ہے اور اس کی ولادت طوس میں ۴۵۰ ہجری میں ہوئی اور اس نے طوس اور نیشاپور میں رہ کر امام الحرمین کی شاگردی کی اور اس کے بعد نظام الملک وزیر کی ملاقات کی نظام الملک اس کے احترام میں کوئی کسر اٹھا

نہیں رکھتا تھا اور نظامیہ بغداد کی تدریس اس کے سپرد کی۔ پس وہ ۴۸۴ھ میں بغداد گیا اور جب اہل عراق اس کے فضل و کمال سے مطلع ہوئے تو وہ اس کے شیدائی ہو گئے اور وہ دس سال تک وہاں رہا۔ تقریباً تین سو افراد اعیان اہل علم میں سے اس کے درس میں حاضر ہوتے پھر اس نے زہد اختیار کیا۔ عزلت پسندی کو اپنایا اور دمشق چلا گیا۔ احیاء تصنیف کی پھر مصر و اسکندریہ کا سفر کیا۔ دوبارہ طوس آیا اور تصنیف میں مشغول ہوا اور جن دنوں اس نے گوشہ نشینی اختیار کر رکھی تھی وزیر نے اسے خط لکھا اور اس سے بغداد آنے کی خواہش کی غزالی نے معافی چاہی اور جواب شافی اس کے لیے لکھا جیسا کہ قاضی نور اللہ مرحوم نے مجالس اور دوسری کتب میں وہ خط تحریر کیا ہے منقول ہے کہ اس نے آخری عمر میں کتاب المنقذ من الضلال شیعوں کے اعتقاد و عصمت ائمہ علیہم السلام کی رد میں لکھی اور غزالی کے معاصرین میں سے عمر خیام نیشاپوری حکیم اور صاحب اشعار مشہور ہے۔

اور ۵۱۰ھ میں یحییٰ بن عبدالوہاب محمد بن اسحاق محمد یحییٰ ابن مندہ نے (جو ابن مندہ مشہور تھا اصفہانی و محدث اور جو صاحب تصانیف ہے) وفات پائی اور ابن مندہ علم و حدیث کے گھرانے سے ہے اور اس کے تمام آباء و اجداد یحییٰ بن مندہ تک محدث اور فاضل تھے اور ۵۱۲ھ میں مستظہر باللہ خلیفہ نے خناق (گلے بند ہو جانے والی بیماری سے وفات پائی)

مستظہر کے بعد اس کا بیٹا ابو منصور فضل مسترشد اس کی جگہ بیٹھا اور وہ شجاع و بہادر اور با ہیبت و صاحب شہامت شخص تھا۔

منقول ہے کہ معتضد کے بعد خلفاء میں کوئی اس سے زیادہ ہوشیار اور تیز نہیں۔ سلطان مسعود سلطان سنجر کے بھتیجے نے مسترشد سے جھگڑا کیا اور جنگ و جدال کے بعد اس نے مسترشد پر غلبہ حاصل کر لیا اور اس کے تمام متعلقین و خواص کے ساتھ ہمدان کے قریب ایک قلعہ میں قید کر دیا۔ اہل بغداد نے اس واقعہ کے بعد بڑی چیخ پکار کی اور گریہ زاری کی اور عورتیں سر برہنہ گلی کوچوں میں نکل آئیں اور خلیفہ پر رونے لگیں اور لوگوں کو نماز جماعت سے منع کر دیا گیا اور منبر توڑ دیئے گئے اور استغاثے کیے گئے یہاں تک کہ سلطان سنجر نے مسعود کو لکھا کہ جس وقت میرا خط تجھے ملے فوراً مسترشد کو انتہائی عزت و احترام کے ساتھ اس کے مقر سلطنت (دار الخلافہ) کی طرف بھیج دے۔ سلطان محمود نے اس کا حکم قبول کر لیا اور اسے احترام کے ساتھ بغداد کی طرف روانہ کیا۔ مقام مراغہ میں پہنچے ہی تھے کہ اچانک فدائین میں سے سترہ افراد مسترشد کے خیمے میں گھس گئے اور اسے اس کے خواص کے ساتھ قتل کر دیا۔ جب یہ خبر بغداد میں پہنچی تو لوگ گھروں سے باہر نکل آئے اور گریہ و ندبہ کرنے لگے اور چہرے پیٹنے لگے اور مسترشد کے لیے مرثیے کہے گئے۔ یہ واقعہ ۵۲۹ھ میں واقع ہوا۔ اور اس کے زمانہ ۵۱۳ھ یا اس کے ایک سال بعد فخر الکتاب حسین بن علی اصفہانی جو طغرائی مشہور تھا مظلوم ہو کر مارا گیا اور طغرائی کو استاد کہتے تھے اور وہ سلطان مسعود سلجوقی کا وزیر تھا اس کے اشعار کا ایک دیوان ہے۔ اس کے محاسن اشعار میں سے اس کا مشہور قصیدہ لامیۃ العجم ہے کہ جس کا مطلع یہ شعر ہے۔

اصالتہ رعی صانتنی عن الخطل
وحلیۃ الفضل زانتنی لدی العطل

اصلی تانے نے مجھے ردی گفتگو سے محفوظ کر دیا اور علم و فضل کے زیور نے مجھے زیوروں کے بغیر زینت دی ہے۔ اور یہ قصیدہ اس نے بغداد میں اپنی حالت اور اپنے زمانہ کی شکایت میں کہا ہے فقیر کہتا ہے کہ اگر طغرائی ہمارے زمانہ میں ہوتا اور ہمارے زمانہ کی سیر کرتا تو بہت سی شکایات کرتا اور کئی قصیدے اس سلسلہ میں لکھتا۔

اور اپنے زمانہ اور اس کی زندگانیوں پر حسرتیں ظاہر کرتا۔ مناسب ہے کہ اس کے قصیدہ لامیہ کے چند اشعار یہاں ذکر کر کے انہیں فضلاء کی بارگاہ میں بطور ہدیہ پیش کریں۔ کیونکہ فضلاء کے ہاں اس قصیدہ کی بڑی اہمیت ہے اور کچھ لوگوں نے اس کی شرحیں لکھیں ہیں کہ جن میں سے ایک صلاح صفدی ہے۔ طغرائی نے کہا ہے خدا اس کا بھلا کرے

ما کنت او ثران یمتدبی زمنی
حتی اری دولته الاوغا دوالسفل
تقدمتنی اناس کان شوطهم
وارء خطوی ولوامشی علی مهل
هذا جزاء امرء اقرانه درجو
من قبله فتمنی فسحة الاجل
فان علانی من دونی فلاعجب
لی اسوة بالحطاط الشمس عن زحل
فاصبر \ لها غیر محتال ولاضجر
فی حادث الدهرمایغنی عن الحیل
اعدی عدوك ادنی ماوثقت به
فحاذرالناس واصسحبهم عی دخل
فانما رجل الدنیا واحدها
من لایعول فی الدنیا علی رجل
وحسن ظنك بالا یام معجزة
فظن شراً وکن منها علی وجل
غاض الوفاوفاض الغدروانفرجت
مسافته الخلف بین القول والعمل

وشان صدق لك عند الناس كذبهم
وهل يطابق معوج بمعتدل

فيم اقتحامك لج البحر تركبه
وانت يكفيك منها مصة الوشل

ملك القناعة لايخشى عليه ولا
يحتاج فيه الى الانصار والخول

ترجوالبقاء بدار لاثبات لها
فهل سمعت بظل غير منتقل

میں اس کو ترجیح نہیں تا کہ زمانہ مجھے طویل مدت تک رکھے تا کہ میں کمینے اور پست لوگوں کی حکومت دیکھوں۔ مجھے آگے بڑھایا ایسے لوگوں نے کہ جن کا قدم میرے قدم کے پیچھے تھا اگرچہ میں سنبھل کے چلتا تھا۔ یہ جزاء ہے اس شخص کی کہ جس کے ہم سن تو اس سے پہلے قبر میں پہنچ گئے ہیں اور وہ زندگی کی وسعت کی امید رکھتا ہے پس اگر مجھ سے بلند ہوا ہے وہ جو مجھ سے پست تھا تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں میرے لیے تو نمونہ ہے سورج کے زحل ستارے کے گرنے کا پس ان چیزوں پر صبر کر حیلے نہ تلاش کر اور نہ رنجیدہ خاطر ہو زمانہ کی مصیبت ہیں۔ وہ چکھ ہے جو حیلوں سے بے نیاز کر دیتا ہے تیرا سب سے بڑا دشمن وہ زیادہ قریبی ہے کہ جس پر تو بھروسہ کرے پس لوگوں سے بچ کے رہ اور ان کا ساتھ مکر و فریب کے ساتھ دے کیونکہ دنیا میں مرد اور اس کا اکیلا مردوہ ہے جو دنیا میں کسی شخص پر اعتماد نہ کرتے اور زمانہ سے تیرا حسن ظن رکھنا عجزہ ہے بلکہ اس سے برا گمان رکھ اور ہمیشہ سے اس سے ڈرتا رہ کیونکہ وفا ختم ہوگئی ہے اور دھوکہ بازی جاری ہے اور قول و فعل کے ایک دوسرے سے مخالف ہونے میں کافی مسافت ہے لوگوں کے سامنے تیرے سچ بولنے کی کیفیت جھوٹ جیسی ہے اور کیا ٹیڑھا اور معتدل ایک دوسرے کے مطابق ہو سکتے ہیں تو کیوں سمندروں کی لہروں میں گھستا ہے کہ جس کی پشت پر تو سوار ہے تیرے لیے تو ٹپکنے والے پانی کو چوس لینا ہی کافی ہے۔ قناعت کی بادشاہی پر کوئی خوف و خطرہ نہیں اور اس میں نہ مددگاروں کی ضرورت ہے اور نہ زرخرید غلاموں کی تو اس گھر میں بقاء کی امید رکھتا ہے جس کے لیے خود ثبات نہیں کیا۔ تو نے کوئی ایسا سایہ بھی سنا ہے جو منتقل نہ ہوتا ہو۔

پھر واضح ہو کہ طغرائی نسبت ہے اس کی جو طغرا لکھتا ہو اور اس عنوان خط کو کہتے ہیں جو خطوں پر بسم اللہ سے اوپر موٹے قلم سے لکھا جاتا ہے کہ جس میں اس بادشاہ کے تعریفی اوصاف و القاب ذکر ہوتے ہیں کہ جس کی طرف سے خط لکھا جاتا ہے اور یہ عجمی لفظ ہے۔

ماہ شوال ۵۱۰ھ میں حسین بن مسعود بن فراء نے (جو محی السنہ بغوی کے لقب سے مشہور ہے اور کتاب مصابیح علم حدیث میں اور معالم التنزیل علم تفسیر میں اور تہذیب فقہ میں اور شرح السنہ وغیرہ کا مولف ہے) مرو میں وفات پائی اور ۵۱۶ ہجری میں قاسم بن علی بن محمد بصری نے (جو حریری کے لقب سے مشہور مقامات و درۃ الغواص فی اغلاط الخواص کا مولف ہے) وفات پائی کہا گیا ہے کہ

حریری نے کتاب مقامات مسترشد کے وزیر عمید الدولہ کی خواہش اور حکم سے انشاء کی تھی۔ اور پہلا مقامہ جو انشاء کیا وہ مقامہ حرامیہ ہے کہ ابوزید سروجی کو مسجد بنی حرام میں جو ایک قبیلہ کا نام ہے کمال فصاحت وبلاغت کے ساتھ سوال وگدائی کرتے ہوئے دیکھا جب کہ مسجد فضلاء سے پر تھی اور فضلاء ابوزید کی فصاحت وبلاغت پر حیران رہ گئے اور اس کے متعلق گفتگو کرنے لگے حریری نے یہ مقامہ اسی سلسلہ میں انشاء کیا جب وزیر کے سامنے پیش کیا تو وزیر خوش ہوا اور حکم دیا کہ اسی قسم کے اور مقامے انشاء کرو پس حریری نے چالیس مقامے انشاء کیے اور وزیر کے سامنے پیش کر دیئے۔ بعض فضلاء نے حسد کی بناء پر انکار کیا اور کہنے لگے کہ یہ کسی اور شخص کی انشاء پر وازی ہے اور حریری نے اپنی طرف اس کی نسبت غلط دی ہے، ورنہ اگر ہمت ہے تو اور بھی انشاء کرے۔ حریری نے اس بناء پر دس مقامے اور انشاء کئے اور مجموعاً پچاس ہو گئے۔

زمخشری نے مقامات کی مدح کرتے ہوئے کہا ہے۔

اقسم بالله وآياته
ومعشر الخيف وميقاته
ان حريري حري بان
تكتب بالتبر مقاماته

اللہ اور اس کی آیات کی قسم مقام خیف میں جمع ہونے والے اور اس کے میقات کی قسم حریری اس لائق ہے کہ اس کی مقامات سنہری حروف سے لکھی جائے اور جس شخص کو مقامات پر احاطہ ہو وہ جانتا ہے کہ حریری فضل وکمال کثرت اطلاع اور وسعت علم میں کس پائے کا آدمی ہے اور ہمیشہ اہل فضل مقامات کو اہمیت دیتے رہے ہیں اور اس کی کئی شرحیں لکھی ہیں اور مقامات کا موجد اول بدیع الزمان ہمدانی ہے اور حریری نے اسی کی طرز پر لکھی ہے اور حارث بن ہمام سے مراد جس کا مقامات کے ابتداء میں نام لیا گیا ہے خود حریری ہے اور وہ حضور اکرم ﷺ کے اس قول سے ماخوذ ہے۔ کلکم حارث وکلکم ہمام۔ حارث کا معنی کاسب اور ہمام کا معنی زیادہ اہتمام کرنے والا کوئی ایسا شخص نہیں جو حارث اور ہمام نہ ہو۔ کیونکہ ہر ایک کسب کرتا ہے اور اپنے امور میں اہتمام رکھتا ہے۔ حکایت ہے کہ فکر کرتے وقت حریری اپنی داڑھی کے بال نوچنے کا بڑا گرویدہ تھا۔

اور ۵۱۶ ہجری میں علی بن ابوزید محمد میدانی نیشاپوری شیعہ امامی نے جو فصیحی استر آبادی کے لقب سے مشہور تھا وفات پائی اور اس کی فصیحی اس لئے کہتے تھے کہ وہ ہمیشہ کتاب فصیح جو ثعلبی کی علم نحو میں تصنیف سے پڑھتا رہتا تھا۔ ۵۱۶ ہجری ہی میں بغوی محی السنتہ کی وفات ہوئی۔

اور ۵۱۸ ہجری میں ابوالفضل احمد بن محمد میدانی نیشاپوری ادیب نے وفات پائی۔ اس کی تالیفات میں سے ہے۔ کتاب السامی فی الاسامی اور کتاب مجمع الامثال دونوں کتابیں مشہور بھی ہیں اور عمدہ بھی اور میدانی اور زمخشری کے درمیان ایک لطیفہ واقع ہوا ہے کہ جس کے ذکر کو پسند نہیں کرتا۔ اور میدانی منسوب ہے میدان کی طرف (زبر کے ساتھ) وہ نیشاپور کے ایک محلے کا نام ہے اور یہ

دو اشعار میدانی مذکور کی طرف منسوب ہیں۔

متنفس صبح الشیب فی لیل عارضی
فقلت عساہ یکتفی بعذاری
فلما فشی عاتبتہ فاجابنی
ایاھل صبحاً بغیر نہار

بڑھاپے کی صبح میرے رخسار کی رات پر پھوٹی تو میں نے کہا قریب ہے کہ یہ میرے رخسار ہی پر اکتفاء کرے پس جب وہ پھیلی تو میں نے اسے سرزنش کی تو اس نے مجھے جواب دیا اے فلاں کبھی تو نے صبح دن کے بغیر بھی دیکھی ہے۔ اور ۵۲۰ھ میں احمد بن محمد طوسی غزالی ابو حامد غزالی کے بھائی نے قزوین میں وفات پائی۔ اور غزالی (زکی شد اور بغیر شد کے بھی منقول ہے) منسوب ہے غزالی کی طرف جو طوس کے علاقہ کی ایک بستی ہے اور احمد غزالی کی کتاب احیاء العلوم کو مختصر کیا ہے ایک جلد میں اور اس کا نام رکھا ہے احیاء الاحیاء جیسا کہ علماء شیعہ امامیہ میں سے مرحوم محدث کاشانی نے اس کو مختصر کیا اور اس کی کانٹ چھانٹ کرکے اس کا نام محجۃ البیضاء فی تہذیب الاحیاء رکھا ہے (نقل از حاشیہ ابن ابی الحدید نے نہج البلاغہ کی شرح میں نقل کیا ہے کہ احمد غزالی بڑا بولنے والا واعظ تھا بغداد میں آیا اور لوگوں کو وعظ کیا اور ابلیس کے لیے تعصب برتتا تھا کہتا تھا کہ وہ موحدین کا سردار ہے اور اس نے ایک دن منبر پر کہا جو شخص شیطان سے توحید نہ سیکھے وہ زندیق بے دین و ملحد ہے اس کو حکم ہوا کہ وہ اپنے آقا کے علاوہ کسی کا سجدہ کرے تو اس نے انکار کر دیا اور میں صرف تمہارے سامنے عاجزی و انکساری کرتا ہوں باقی رہے تمہارے علاوہ لوگ تو حاشا وکلا) (ہرگز ان کے سامنے نہیں جھکتا۔ مترجم)

اور ۵۲۵ہجری میں حکیم عارف کامل معنوی مولوی صاحب مثنوی ابوالمجد مجدود بن آدم نے (جو حکیم سنائی اور شاعر غزنوی مشہور تھا) وفات پائی۔ جیسا کہ صاحب روضات نے بعض فضلاء سے نقل کیا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس کی وفات ۵۵۵ھ میں انوری شاعر کے چار سال بعد ہوئی اور حکیم سنائی کے بعض اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ (شاید) وہ شیعہ اور محبان اہل بیت علیہم السلام میں سے تھا۔ قاضی نور اللہ مرحوم کی کتاب مجالس کی طرف رجوع کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ ھو العالم۔

راشد باللہ کی خلافت کے زمانہ کا ذکر

جب ۱۶ ذالقعدہ ۵۲۹ہجری میں مسترشد مارا گیا تو اس کا بیٹا ابو منصور جعفر راشد اس کی جگہ بیٹھا کہا گیا ہے کہ راشد جب پیدا ہوا تو اس کی مقعد کا سوراخ بند تھا۔ اطباء نے اسے کھولا اور اس کے زمانہ میں آسمان سے موصل شہر میں آگ برسی کہ جس سے شہر کی جگہیں بہت سے مکانات کے ساتھ جل گئیں اور بغداد میں بھی اڑنے والے بچھو پیدا ہوئے کہ جن سے لوگ بہت وحشت زدہ ہوئے اور انہوں نے بہت سے بچے مار ڈالے۔ یہ بھی نقل ہوا ہے کہ راشد اور سلطان مسعود کے درمیان منافرت پیدا ہو گئی لہٰذا راشد نے بہت

سا لشکر مسعود سے لڑنے کے لیے تیار کیا۔ اور سلطان مسعود ماہ ذی الحجہ میں ۵۳۰ھ میں بغداد میں داخل ہوا اور رعیت کے دل اپنی طرف مائل کر لیے۔ دارالخلافہ کو لوٹ لیا اور بہت سے گواہ قاضیوں کے پاس جمع کیے جنہوں نے گواہی دی کہ راشد کی سیرت قبیح ہے اور وہ بلاوجہ لوگوں کے خون بہاتا ہے اور برے کام انجام دیتا ہے پس قاضی القضاۃ مالکیہ ابن کرخی نے حکم دیا کہ اسے خلافت سے معزول کر دیا جائے۔ لہٰذا اس کو خلافت سے ہٹا دیا گیا اور راشد اصفہان کی طرف بھاگ گیا اور وہاں کا محاصرہ کر لیا۔

فدائیین کی ایک جماعت اس پر ٹوٹ پڑی اور انہوں نے اس کا خون بہا دیا اور راشد کا قتل ۵۳۲ھ میں واقع ہوا۔

ابو عبداللہ محمد مقتفی لامر اللہ

کی خلافت کے زمانہ کا ذکر

جس دن راشد کو خلافت سے معزول کیا گیا اس کا چچا ابو عبداللہ محمد تخت خلافت پر مستقل و مستقر ہوا اور اس کو مقتفی لامر اللہ کہتے تھے اور اس کا سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ خلافت تک پہنچنے سے چھ ماہ یا چھ روز پہلے اس نے رسول خدا کو خواب میں دیکھا اور آپؐ نے اس کو حکومت کی بشارت دی اور فرمایا مقتف بی، (یعنی میرے نقش قدم پر چلنا) لہٰذا جب وہ خلافت پر مستقر ہوا تو اس نے طریقہ عدل کو اپنایا تو اس نے طریقہ عدل کو اپنایا اور اس کے زمانہ ۵۳۸ھ میں فخر خوارزم ابوالقاسم محمود بن عمر معتزلی نے جو جار اللہ زمخشری کے نام سے مشہور ہے زمخشر میں وفات پائی اور زمخشر بروزن غضنفر خوارزم کے علاقہ کی ایک بستی ہے اور زمخشری کو جار اللہ اس لیے کہتے ہیں کیونکہ کچھ مدت کے لیے اس نے مکہ کی مجاورت اور پڑوس اختیار کیا تھا اور اس کا ایک پاؤں سردی کی وجہ سے خوارزم کی طرف جاتے ہوئے کسی سفر میں کٹ گیا تھا لہٰذا وہ لکڑی کے سہارے چلتا تھا۔ اس کی تصانیف بہت سی ہیں ان میں سے کشاف تفسیر قرآن میں اور فائق تفسیر حدیث میں اساس البلاغہ لغت میں انموذج نحو میں اور نصائح کبار و نصائح صغار دو از ہر وعظ میں ہیں اور زمخشری سے لطیف و عمدہ اشعار نقل ہوئے ہیں۔ ان میں سے وہ اشعار ہیں جو اس نے اپنے شیخ و استاد ابو مضر منصور کے مرثیہ میں کہے ہیں۔

وقائلۃ ماھذہ الدرر التی
تساقط من عینیک سمطین سمطین
فقلت ھو الدر الذی کان قد حشی
ابو مضر اذنی تساقط من عینی

کسی کہنے والی نے کہا کیسے موتی ہیں جو دو دو لڑیوں میں تیری آنکھوں سے گر رہے ہیں تو میں نے کہا کہ یہ وہ موتی ہیں جو ابو

مبغوض نے میری کانوں میں بھرے تھے اب وہ میری آنکھ سے گزر رہے ہیں۔

اور کتاب نصائح کبار میں کہ جو پچاس مقاموں پر مشتمل ہے اس کے آخری مقامے میں جو گمنامی اور گوشہ نشینی میں ہے چند اشعار کہے ہیں جن میں اپنے آپ کو مخاطب قرار دیتا ہے۔

أطلب ابا القاسم الخمول ودع
غيرك يطلب اسامياً وكنى
شبه ببعض الاموات نفسك لا
تبرزه ان كنت عاقلاً فطنا
ادفنه في البيت قبل ميتة
واجعل له من خموله كفناً
علك تطفي ما انت موقده
اذ انت في الجهل تخلع الرسنا

اے ابوالقاسم گمنامی کو تلاش کر اور چھوڑ دے اپنے غیر کو جو نام اور کنیتیں تلاش کرتا پھرتا ہے اپنے نفس کو بعض مردوں کی مانند سمجھ کر اس کو باہر نہ نکال اگر تو عقلمند و زیرک ہے تو اس کو اس کے مرنے سے پہلے گھر میں دفن کر دے اور اس پر گمنامی کا کفن ڈال دے شاید تو اس آگ کو بجھا سکے جو تو نے روشن کی ہے، کیونکہ تو جہالت میں اطاعت کی رسیاں چھڑوا لیتا ہے۔

اسی کے اشعار میں سے ہیں جو کشاف میں سورۃ بقرہ کی تفسیر میں ذکر کیے ہیں اور یہ بھی وصیت کی ہے کہ یہ اشعار اس کی لوح قبر پر لکھے جائیں۔

يامن يرى مد البعوض جناحها
في ظلمة الليل البهيم الاليل
ويرى مناط عروقها في نحرها
والمخ في تلك العظام النحل
اغفر لعبد عن فرطاته
ما كان منه في الزمان الاول

اے وہ ذات جو مچھروں کے پروں کے پھیلاؤ کو سخت تاریک رات کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں دیکھتی ہے اور اس کی رگوں کے تعلق کو اس کی گردن کے ساتھ اور ان باریک ہڈیوں کے اندر کے گودے کو دیکھتا ہے بخش دے اس بندے کو جو اپنی کوتاہیوں

سے توبہ کرتا ہے جو کہ اس سے گزشتہ زمانہ میں ہو چکی ہیں اور اس کی تصانیف میں سے کتاب ربیع الابرار ہے اور جو شخص اس کتاب کی طرف رجوع کرے تو اسے محسوس ہوگا کہ وہ باانصاف شخص ہے اور اس کے بعض کلمات کی وجہ سے کچھ لوگوں نے اسے شیعہ کہا ہے۔ واللہ العالم ان چند اشعار کو زمخشری کی طرف نسبت دیتے ہیں۔

کثر الشک والخلاف وکل
یدعی الفوز بالصراط السوی
فاعتصامی بلا الٰہ سواہ
ثم حبی لاحمد وعلیؑ
فاز کلب بحب اصحاب کہف
کیف اشقی بحب آل النبی

شک اور اختلاف بہت ہو گیا ہے اور ہر ایک سیدھے راستے پر کامیابی کا مدعی ہے پس میرا تمسک تو "اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں" کے ساتھ پھر میری محبت احمد مجتبیٰ اور علی مرتضیٰ سے ہے کتا تو اصحاب کہف کی محبت سے کامیاب ہو گیا تو میں آل نبیؐ کی محبت کے باجود کیسے شقی و بدبخت رہوں گا۔

اور ۵۳۹ھ میں ابو منصور موہوب بن احمد بغدادی ادیب نے (جو ابن جوالیقی مشہور تھا) بغداد میں وفات پائی۔

اور وہ معاصر تھا ہبۃ اللہ بن صاعد کا جو ابن تلمیذ نصرانی ماہر طب کے نام سے مشہور اور مقتفی باللہ کے خواص میں سے تھا اور ابن جوالیقی وہی ہے جس نے درۃ الغواص حریری کا تتمہ تکملہ کے نام سے لکھا تھا۔

اور ۲۶ رمضان ۵۴۲ ہجری سید ہبۃ اللہ بن علی بغدادی نے (جو ابن شجری مشہور نحوی لغوی اور شیعہ امامی تھا) وفات پائی اور محلہ کرخ بغداد میں دفن ہوا۔

اور ۵۴۴ ہجری میں آسمان سے خون کی بارش اس طرح ہوئی کہ زمینیں خون خون ہو گئیں اور خون کے اثرات لوگوں کے لباس میں رہے۔ اسی سال قاضی عیاض مغربی محدث ادیب نحوی نے وفات پائی۔ اس کی کئی تصانیف ہیں۔

شرح صحیح مسلم اور تفسیر غریب صحاح ثلثہ موطا و صحیح مسلم و بخاری وغیرہ اور عیاض ریاض کے وزن پر ہے۔ ۵۴۷ھ میں سلطان مسعود سلجوقی نے وفات پائی اور ۵۴۷ھ ہی میں انوری شاعر نے وفات پائی اور بلخ میں دفن ہوا۔ اور ۵۴۸ھ میں محمد بن عبدالکریم شہرستانی اشعری صاحب کتاب ملل و نحل نے وفات پائی اور اسی سال کے ماہ جمادی الثانی میں احمد بن منیر شامی امامی شاعر نے وفات پائی ابن خلکان نے کہا ہے کہ اس کی قبر جبل جوشن حلب میں ہے میں نے اس کی قبر کی زیارت کی ہے۔ اور میں نے اس کی لوح قبر پر یہ نوشتہ دیکھا ہے کہ

من زار قبری فلیکن موقعاً ان الذی القاہ یلقاہ
فرحم اللہ امرمزارنی وقال لی یرحمک اللہ

جو میری قبر کی زیارت کرے وہ یقین کرے کہ جس کی میں نے ملاقات کی ہے وہ بھی اس کی ملاقات کرے گا پس خدا اس شخص پر رحم کرے جو میری زیارت کرے اور میرے حق میں کہے کہ خدا تجھ پر رحمت نازل فرمائے اور اس کا ایک عمدہ قصیدہ ہے جو اس نے اپنے غلام کے اظہار عشق میں کہا ہے کہ جس کا نام تتر تھا۔ اس کا قاضی نور اللہ نے مجالس المومنین میں مکمل ذکر کیا ہے۔

اور ۵۴۸ھ میں بعض اقوال کے مطابق شیخ اجل اقدام سعید وجر فقیہ فرید امین الاسلام ابو علی فضل بن حسن طبری عالم مفسر و محدث ثقہ جلیل نے سبزوار میں وفات پائی اور ان کا جنازہ شہر اقدس میں لے گئے وہاں انہیں دفن کیا ان کی قبر شریف اب مشہور ہے اس جگہ کہ جسے قتل گاہ کے نام سے شہرت ہے جو قتل عام حکومت صفویہ کے آخر میں عبداللہ خان افغان کے اشارہ سے ہوا تھا اور شہداء کو وہاں دفن کیا گیا تھا اور وہ جگہ اس نام سے موسوم ہوگئی ہے یہ شیخ جلیل ابو نصر حسن بن فضل صاحب مکارم الاخلاق کے والد اور ابوالفضل علی بن حسن صاحب مشکوۃ الانوار کے جد امجد ہیں ان کے سلسلہ نسب کے لوگ علماء تھے اور امین الاسلام طبرسی کی تصانیف میں سے کتاب مجمع البیان اور جوامع الجامع ہے۔ منقول ہے کہ آپ نے جب تفسیر مجمع لکھی تو اس وقت تک انہوں نے کشاف نہیں دیکھی تھی اور مجمع کے لکھنے کے بعد جب کشاف نظر سے گزری تو انہیں اچھی معلوم ہوئی اور کتاب الجوامع لکھی اور اس میں لطائف کشاف اور فوائد مجمع جمع کر دیئے۔ اس کے بعد پھر ایک ان دونوں سے مختصر کتاب تفسیر لکھی۔ ان کی تصانیف میں سے آداب دینیہ اور اعلام الوری باعلام الہدی ہے جو ارشاد شیخ مفید کے طریقہ پر لکھی ہے اور اس کی نسبت ارشاد سے وہی ہے جو ابن نما کی مثیر الاحزان کو لہوف سے ہے۔

تعجب کی بات ہے کہ ربیع الشیعہ تالیف سید ابن طاؤس اعلام الوری کی طرح ہے بغیر کسی فرق کے جیسا کہ صاحب روضات نے نقل کیا ہے خلاصہ یہ ہے کہ امین الدین طبرسی کی خوبیاں اس سے زیادہ ہیں کہ لکھی جائیں۔

ان کا نظریہ رضاع کے سلسلہ میں مشہور ہے اور ان کا یہ قول ہے کہ نشر حرمت رضاع میں اتحاد شوہر شرط نہیں اور اسی طرح ان کا یہ قول کہ گناہ سب کبیرہ ہیں اور صغیرہ کے ساتھ جو متصف ہوتے ہیں وہ اس کی نسبت سے ہیں جو اس سے بڑا گناہ ہو اور کتاب ریاض میں ہے کہ اس طبرسی کے عجیب امور میں سے بلکہ ان کی عجیب وغریب کرامات میں سے وہ ہے کہ جو عام وخاص میں مشہور ہے کہ انہیں سکتہ ہو گیا پس لوگوں نے گمان کیا کہ وہ فوت ہو گئے ہیں پس انہیں غسل وکفن دے کر دفن کر دیا اور لوگ واپس آ گئے۔ پھر جب انہیں افاقہ ہوا تو انہوں نے اپنے آپ کو قبر میں پایا اور یہ کہ ہر طرف سے نکلنے کا راستہ بند ہے تو انہوں نے اسی حالت میں نذر کی کہ اگر انہیں اس مصیبت سے نجات مل جائے تو وہ تفسیر قرآن میں ایک کتاب لکھیں گے پس ایسا اتفاق ہوا کہ ایک کفن چور ان کا کفن لینے کے قصد سے آیا۔ جب اس نے قبر کا منہ کھولا تو شیخ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پس کفن چور نے جو کچھ دیکھا اس کی دہشت سے پریشان ہو گیا تو شیخ نے اس سے بات کی اب اس کی گھبراہٹ اور بڑھ گئی پس شیخ نے اس سے فرمایا ڈرو نہیں میں زندہ ہوں مجھے سکتہ ہو گیا تھا پس لوگوں نے میرے ساتھ یہ کچھ کیا اور چونکہ شیخ انتہائی ضعف وکمزوری کی وجہ سے اٹھ کر چل نہیں سکتے تھے لہذا کفن چور نے آپ کو کندھے پر

اٹھا لیا اور انہیں آپ کے بیت الشرف میں لے آیا تو شیخ نے اسے خلعت اور کافی مال عطا فرمایا اور آپ کے ہاتھ پر کفن چور نے توبہ کی پھر انہوں نے اپنی اس بیان شدہ نذر کو پورا کیا اور مجمع البیان تفسیر کی تالیف شروع کی۔انتھی۔

اور اس شہرت کے باوجود صاحب ریاض سے پہلے کسی کی تالیف میں یہ واقعہ نہیں ملتا اور کبھی یہ واقعہ مولیٰ فتح اللہ کاشائی کی طرف نسبت دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے انہوں نے اس واقعہ سے نجات کے بعد اپنی تفسیر کبیر کہ جس کا نام منہج الصادقین ہے تالیف فرمائی واللہ العالم۔

پھر معلوم رہے کہ یہ طبرسی احمد بن علی ابن ابی طالب طبرسی کے علاوہ ہیں جو کتاب احتجاج علی اہل اللحاج کے مولف اور ابن شہر آشوب سروی کے شیخ واستاد اور زمانہ کے لحاظ سے ان کے ہمعصر اور شان وقدر میں بھی ان سے ملتے جلتے ہیں۔

اگرچہ اس سلسلہ میں بعض کو اشتباہ ہوا ہے اور طبرستان وہی ماہ زندران ہے اور کبھی کبھی اس کی طرف طبری کی نسبت خلاف قیاس ہوتی ہے بخلاف طبرانی کے کہ وہ طبریہ اردن کی طرف نسبت ہے جو کہ شام کے شہروں میں سے ہے۔

اور ۵۴۸ھ میں شیخ اجل قطب الدین سعید بن ہبۃ اللہ بن حسن راوندی نے وفات پائی جیسا کہ یہ تاریخ ان کی لوح قبر پر ثبت ہے لیکن وہ جو صحیح ہے اور بحار میں شیخ شہید کے مجموعہ سے نقل ہے وہ یہ ہے کہ ان کی وفات بدھ کے دن ۱۴ رشوال ۵۷۳ھ میں ہوئی اور اس بزرگوار کا مزار شہر مقدسہ قم کے صحن جدید حرم **مطہر فاطمہ لازالت مہبطاً للفیوضات السبحانیہ** کے پائنتی کی طرف ہے ور ان شیخ بزرگوار کی تصنیفات بہت ہیں مثلاً **شرح نہایہ خلاصۃ التفاسیر وخرائج وجرائح وفقہ القران ودعوات ومعاج البراعہ فی شرح** نہج البلاغہ اور ان کے مشائخ واساتذہ کافی ہیں۔جن میں سے شیخ ابو علی طبری وعماد الدین طبری وغیرہ ہیں اور ان کی اولاد وعلماء وفضلاء میں سے تھی اور ن کا اصلی وطن راوند کاشان ہے اور ضیاء الدین ابوالرضا سید فضل اللہ بن علی حسینی راوندی ابو علی بن شیخ کے شاگرد اور صاحب ضوء الشہاب فی شرح الشہاب وغیرہ اور اربعین وغیرہ بھی اسی جگہ سے تعلق رکھتے تھے اور اکثر اوقات ان دونوں بزرگوں کی تالیفات نسبت راوند کی شرکت کی وجہ سے ایک دوسرے سے مشتبہ ہو جاتی ہے۔

واضح ہو کہ قطب الدین کا لقب علماء کی ایک جماعت پر بولا جاتا ہے جن میں سے پہلے قطب راوندی ہیں دوسرے عالم خبیر ماہر ادیب ابوالحسن محمد بن حسین بیہقی سبزواری نیشاپوری جو قطب الدین کیدری مشہور ہیں جو کتاب اصباح فقہ اور حدائق الحقائق شرح نہج البلاغہ اور **مباحثی المبج فی مباحثی الحجج** کے مولف ہیں اور کتاب مباہج کو ملا حسین کاشفی نے مختصر کیا ہے اور اس کا نام بہجۃ المباہج رکھا ہے اور شرح نہج البلاغہ سے ان کے فارغ ہونے کی تاریخ اواخر شعبان ۵۷۶ھ ہے۔

تیسرے شیخ عالم اجل ابو جعفر محمد بن محمد بو یہی اور ایمنی ہیں جو قطب رازی اور قطب تحتانی مشہور تھے۔تحتانی (اس لیے کہتے تھے) تا کہ ان کے اور اس قطب کے درمیان فرق ہو جائے جو مدرسہ ناظمیہ میں ان کے ساتھ اوپر کے کمرے میں رہتا تھا اور قطب رازی محاکمات وشرح مطالع وشمسیہ وحاشیہ بر قواعد علامہ وغیرہ کے مولف ہیں اور وہ منسوب ہیں بابویہ قمی یا آل بویہ کی طرف اور وہ علماء شیعہ امامیہ میں سے ہیں اور دمشق میں ۷۶۶ ہجری مین وفات پائی ہے۔

چوتھے قطب الدین محمد اشکوری لاہیجی ہیں جو محقق طوسی کے شاگرد اور کتاب محبوب القلوب کے مولف ہیں۔ پانچویں قطب الدین جو قطب محی محمد کوشکناری کے ساتھ مشہور ہیں جو استاد ہیں متکلم حکیم ملا جلال الدین دوانی مشہور کے چھٹے علامہ شیرازی محمود بن مصلح شافعی فارسی ہیں جو مختصر ابن حاجب اور مفتاح کی قسم سوم کے اور کلیات بن سینا وغیرہ کے شارح اور خواجہ نصیر الدین طوسی کے شاگرد اور شیخ سعدی کے ماموں ہیں۔

اور ۵۵۶ھ میں سلطان سنجر بن ملکشاہ بن الب ارسلان سلجوقی نے مرو میں وفات پائی اور سلطان سنجر کے پاس خراسان ماوراء النہر کی سلطنت تھی اور عراقین (بصرہ و کوفہ) میں اس کے نام کا خطبہ پڑھتے تھے۔ اس کو سلطان اعظم معز الدین کہتے تھے۔ منقول ہے کہ اس کے خزانہ میں اتنا مال جمع تھا کہ ملوک اکاسرہ (کسریٰ کی جمع) میں سے کسی کے بھی خزانہ میں اتنا مال نہیں تھا اور وہ مسلسل ترقی پذیر تھا یہاں تک کہ ۵۴۸ ہجری میں طائفہ اتراک نے اس سے جنگ کی اور نیشاپور کو اپنے تصرف میں لے لیا اور بہت سی مخلوق کو قتل کیا اور سلطان سنجر کو قید کر لیا۔ پس خوارزمشاہ شہر مرو پر مسلط ہو گیا اور سلطان سنجر پانچ سال تک قید میں رہا پھر اس نے اپنے کو قید سے رہا کیا اور خراسان میں آیا اور اپنی سلطنت کو اکٹھا کرنے کے در پے تھا کہ اجل نے اسے مہلت نہ دی اور اس کی موت سے سلجوقیہ کا استبداد خراسان سے ختم ہوا اور خوارزمشاہ کا غلبہ و تسلط ہو گیا۔

سلطان سنجر کی تاریخ وفات میں کہا گیا ہے۔

جہان دار سنجر کہ در باغ ملک
سرفراز بودی بکر وار سرد
چو در مرد میمود انجامرد
بہ سال فوت دی از شاہ مرد ۵۵۶

پھر ہم مقتفی لامر اللہ کے زمانہ کے واقعات کی طرف رجوع کریں خلاصہ یہ ہے کہ مقتفی کے زمانہ میں بغداد عراق کی ریاست و حکومت تو خلفاء کے لیے صاف اور کسی نزاع کے بغیر ہو گئی کیونکہ گذشتہ زمانوں میں تو سوائے خلافت کے نام کے ان کے پاس کچھ باقی نہیں رہا تھا اور اسی کے زمانہ میں بڑے بڑے زلزلے روئے زمین میں واقع ہوئے اور خراسان میں سخت قحط پڑا اس طرح کہ ایک شخص نے کسی سید علوی کو قتل کر کے پکایا اور بازار میں اس کا گوشت بیچنے لگا۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے اس شخص کو قتل کر دیا۔ اور مقتفی کے کارناموں میں سے خانہ کعبہ کے دروازے کی تجدید ہے۔

اور دمیری کہتا ہے کہ مقتفی نے عقیق کا ایک تابوت اپنے لیے بنوایا تھا تا کہ اس میں وہ دفن ہو اور اس کی وفات ماہ ربیع الاول ۵۵۵ھ میں واقع ہوئی۔

یوسف بن محمد مستنجد باللہ کی خلافت کے دنوں کا ذکر

جب مقتفی نے دنیا سے رحت سفر باندھا تو اس کا بیٹا ابوالمظفر یوسف مستنجد اس کی جگہ پر بیٹھا اور یہ ۵۵۵ھ ہجری کا واقعہ ہے جو اس خواب کے مطابق ہے جسے مستنجد نے دیکھا تھا۔ جیسا کہ ابن خلکان نے نقل کیا ہے کہ مستنجد نے اپنے باپ کی زندگی میں خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ آسمان سے اترا اور اس کی ہتھیلی پر اس نے چار حروف "ح" لکھے جب بیدار ہوا تو اس نے معبر خاب کو بلوایا اور اپنا خواب اس سے بیان کیا تو معبر نے کہا اس کی تعبیر یہ ہے کہ تجھے خمس وخمسین وخمس ماۃ ۵۵۵ ہجری میں حکومت ملے گی اور ویسا ہی ہوا جس طرح اس نے تعبیر کی تھی اور مستنجد کو پوری معرفت تھی علم اسطرلاب اور عمل آلات افلاک کی اور شعر بدیع اور نثر بلیغ کہنے کی اور اس کے اشعار میں سے یہ شعر ہیں۔

عیرتنی بالشیب وھو وقار
لیتھا عیرت بما ھو عار
ان یکن شابت الزوائب منی
فاللیالی تزینھا الاقمار

میری محبوبہ نے مجھے بڑھاپے کا طعنہ دیا، حالانکہ وہ تو عزت ووقار ہے کاش وہ کوئی ایسا طعنہ دیتی جو عار ہوتا اگر میری زلفیں سفید ہوگئی ہیں تو راتوں کو چاند ہی زینت دیا کرتے ہیں۔

مستنجد عدل سے موصوف تھا اور اس کی بڑی کوشش ہوتی کہ مفسد لوگوں کو گرفتار کر کے قید خانے میں ڈالا جائے اور منقول ہے کہ ایک چغل خور مفسد کو مستنجد نے گرفتار کر کے زندان میں ڈالا تو ایک شخص اس کی سفارش کرنے آیا اور اس نے دس ہزار دینار خلیفہ کے سامنے پیش کیے کہ اس کو چھوڑ دیں۔ مستنجد نے کہا میں تجھے دس ہزار دینار دیتا ہوں کہ ایک اور شخص اس جیسا ڈھونڈ لا تا کہ میں اس کو قید کر دوں اور لوگ اس کے شر وفساد سے آسودہ خاطر ہو جائیں۔ اس کی وفات آٹھ ربیع الثانی ۵۶۶ھ ہجری یا ایک قول کی بنا پر ۵۶۷ھ میں ہوئی اور اس کے زمانہ ۵۵۹ھ میں جمال الدین ابوجعفر محمد بن علی بن ابومنصور اصفہانی وزیر قطب الدین مودود زنگی صاحب موصل کے جنازہ کو لے چلے کہ اسے مدینہ لے جائیں قاریوں کی ایک جماعت بھی اس کے ساتھ لے چلے کہ وہ ہر منزل میں اس کے لیے قرآن پڑھیں اور جس شہر میں جاتے تو لوگوں کے درمیان نماز جنازہ پڑھنے کے لیے منادی کرتے لوگ آتے اور اس کی نماز جنازہ پڑھتے۔ حلہ میں جب لوگ اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے جمع ہوئے تو ایک جوان بلند جگہ پر چڑھ گیا اور اس نے بلند آواز سے یہ اشعار پڑھے۔

سری نعشہ فوق الرقاب وطالما
سری جودہ فوق الرکاب ونائلہ

یمر علی الوادی تثنی رماله
علیه وبا النادی وتثنی ارامله
بفیك الثری لم تدر من حل فی الثری
جهلت وقد یستصغر الشئی جاهله

اسکی لاش گردنوں پر سوار ہو کر چل رہی ہے اور اکثر اوقات اس کا جود و بخشش سواریوں پر سوار ہوتے تھے اس کی لاش سے گزرتی ہے تو وادی کی ریت اس کی تعریف کرتی ہے۔ اور کسی مجلس سے گزرے تو اس کی بیوہ عورتیں اس کی تعریف وثنا کرتی ہیں تیرے منہ میں خاک ہو تجھے معلوم نہیں کہ مٹی میں کون دفن ہوا تو جاہل ہے اور جو کسی چیز سے جاہل ہو وہ اس کو معمولی سمجھتا ہے۔

پس اس کا جنازہ مکہ میں لے گئے اور اسے طواف کرایا اور مدینہ میں قبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرب وجوار میں پندرہ ہاتھ کے فاصلے پر اسے دفن کر دیا اور یہ جمال الدین وہی شخص ہے کہ جس نے مسجد خیف کی میدان منیٰ میں تجدید کی اور جانب کعبہ میں حجر اسود کی تعمیر کی اور بہت سا مال مقتفی باللہ اور امیر مکہ کو دیا پھر جا کر کہیں یہ تعمیرات کیں اور ایک مسجد جبل عرفات پر ان سیڑھیوں کے ساتھ جو وہاں تک پہنچاتی ہیں بنائی اور عرفات میں حوض بنوائے اور مدینہ منورہ کی فصیل بنوائی اور بہت سے فقراء ومساکین کے لیے مکانات موقوفہ بنائے اور جزیرہ ابن عمر کے پاس دجلہ کا پتھر لوہے اور ساورج سے پل بنایا اور ابھی وہ پل مکمل نہیں ہوا تھا کہ اس نے داعی حق کو لبیک کہا (دنیا سے چل بسا) ۵۶۰ھ میں شیخ عبدالقادر بن محمد جنگی دوست جیلانی نے وفات پائی اس کی قبر بغداد میں ہے۔

اس کی تاریخ ولادت عشق اور تاریخ وفات عشق کمل ہے صوفیوں اور اہل سنت کو اس سے بڑی عقیدت ہے اور اسے باز اللہ اشہب (اللہ کا عمدہ باز) غوث اعظم وشیخ العارفین اور قطب زمان کہتے ہیں اور بہت دعوؤں کے ساتھ اس کے کرامات نقل کرتے ہیں محی الدین عربی کے دعوؤں کی طرح۔

منجملہ ان کے جو اس سے حکایت ہوئی وہ کہتا ہے کہ حجاج سے لغزش ہوئی اور کوئی شخص نہیں تھا جو اس کا ہاتھ پکڑتا۔ اگر میں اس کے زمانہ میں ہوتا تو ضرور اس کا ہاتھ پکڑتا اور یہ بھی کہا کہ مجھے ابھی ابھی علم لدنی کے ستر باب دیئے گئے ہیں ہر باب کی وسعت آسمان وزمین کے درمیانی فاصلہ جتنی ہے اور یہ بھی اس سے حکایت ہے اس نے کہا کہ زمین کے مشرق ومغرب آباد وغیر آباد بر وبحر سہل وجبل میرے سپرد کر دیئے گئے ہیں سب مجھے قطبیت سے مخاطب کرتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ اس کی نسبت امام حسن علیہ السلام سے دیتے ہیں موسیٰ جون کے واسطہ سے، لیکن صاحب عمدۃ الطالب اور دیگر علماء انساب سے نقل ہوا ہے کہ وہ اس نسبت کا انکار کرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے کہ وہ اولاد امام حسن علیہ السلام میں سے) خود شیخ عبدالقادر نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا اور تفصیل کلام اس مقام کے مناسب نہیں واللہ العالم۔

اور ۵۶۲ھ میں ابوسعید عبدالکریم بن محمد سمعانی مروزی شافعی مورخ نساب نے (صاحب النساب وتواریخ مشہور وتذئیل تاریخ بغداد وغیرہ) مرو میں وفات پائی اور سمعان بن تمیم کی ایک شاخ ہے۔

اور ۵۶۳ھ میں شیخ سہروردی عبدالقاہر بن عبداللہ مشہور صوفی کی وفات ہوئی۔

اور ۵۶۵ھ میں ابوالقاسم حسین بن محمد بن مفضل نے جو راغب اصفہانی کے نام سے مشہور اور لغت وعربیت واد بیت وحدیث وشعر وغیرہ میں نامور ہے، وفات پائی۔ راغب اگرچہ علماء شافعیہ میں شمار ہوتا ہے، لیکن منصف مزاج اور کم تعصب انسان ہے اور اہل بیت طاہرین علیہم السلام سے بہت کچھ نقل کرتا ہے اور شاہ ولایت کے نام کے ساتھ ہمیشہ لفظ امیر المومنین تحریر کرتا ہے۔ اور بہت سی کتابیں ادب تفسیر قرآن اور اخلاق میں تالیف کی ہیں ان میں سے اخلاق کی ایک کتاب اخلاق ناصری کی طرح کی ہے اور اسکے اشعار میں سے جو اس کتاب سے نقل ہوئے ہیں یہ ہیں۔

زصد ہزار محمد کہ درجہان آید
یکی بمنزلہ جاہ مصطفی نشود
گرچہ عرصہ عالم پر از علی گردد
یکی بعلم وسخاوت چہ مرتضی نشود
جہان گرچہ ز موسیٰ وچوب خالی نیست
یکی کلیم نگردد یکی عصا نشود

اور اسی کی تصانیف میں سے ہے کتاب محاضرات جو نوادر حکمت ودانائی کی باتوں اور عمدہ حکایات وغیرہ پر مشتمل ہے اس کتاب کی دوسری جلد میں سولہویں حد کے بیان میں ان روایات واحادیث کو ذکر کیا ہے جو طوالت کی مذمت میں ہیں۔ الخ

یہاں مصنف نے ایک واقعہ تحریر کیا ہے جس کا ذکر مناسب نہیں ہے ہم چھوڑ رہے ہیں۔ مترجم

مستضیئ بنور اللہ کی خلافت کے دنوں کا ذکر

جب مستنجد مر گیا تو ابوالحسن (ابو محمد حسن رح ل) علی مستضیئ باپ کی جگہ پر بیٹھا منقول ہے کہ وہ جواد اور سخی کثیر الخیر اور صاحب صدقات شخص تھا اور جب مستضیئ خلافت پر مستقر ہوا تو اس نے ایک ہزار تین سو خلعتیں ارباب حکومت کو پہنائیں اور اسکے زمانہ میں بنی عبید کی حکومت مصر میں ختم ہوگئی اور وہ مستضیئ کے نام کا خطبہ پڑھنے لگے اور اس کے نام کا سکہ جاری کیا۔ لہٰذا عباسی حکومت یمن ومصر کے علاقوں میں دوبارہ پلٹ آئی بعد اس کے دو سو پندرہ سال سے وہاں سے منقطع ہو چکی تھی۔

اس کے زمانہ میں دجلہ کا پانی بغداد میں زیادہ ہو گیا اور اس نے بغداد کو غرق کر دیا اور فرات کے پانی میں بھی طوفان اس حد تک آیا کہ تمام زیر کاشت زمینیں اور بستیاں تباہ ہو گئیں اس کے باوجود جبل کے علاقہ کی کھیتیاں پانی نہ ہونے کی وجہ سے تلف ہو گئیں۔

۵۶۷ھ میں عبداللہ بن احمد بغدادی نے (جو ابن خشاب مشہور تھا) وفات پائی۔ سیوطی نے نقل کیا ہے کہ ابن خشاب

ناموس علم کی نگہبانی وحفاظت میں بے پرواہ تھا۔شطرنج کھیلتا اور زیادہ مزاح وتمسخر کرتا۔اس کا لباس ہمیشہ گندا اور پرانا ہوتا اس نے شادی نہیں کی اور اس کی بیدینی کی ایسی شرح بیان کی ہے کہ جس کا ذکر ہمارا مقصود نہیں اور اسی سال بوری شافعی اور قرطبی امام قرات نے بھی وفات پائی۔

۵۶۸ھ میں ابوالموید احمد بن محمد مکی حنفی نے (جو اخطب خوارزمی مشہور اور زمخشری کا ہمعصر تھا) وفات پائی اور ابتداء شوال ۵۶۹ھ میں سعید بن مبارک نے (جو ابن وہاں مشہور نحوی اور بغدادی تھا) وفات پائی اور ابن وہاں نحویوں کے ایک گروہ کا لقب تھا۔

۵۷۳ہجری میں محمد بن محمد بن عبدالجلیل بلخی عمری نے (جو رشید وطواط کے لقب سے مشہور عمر بن الخطاب سے منسوب سلطان خوارزم شاہ مہندی کا کاتب اور حدائق السحر فی دقائق الشعر کا مولف ہے) خوارزم میں وفات پائی۔ ۵۷۴ ہجری میں ابوالفوارس سعد بن محمد سعد بن صیفی نے جو حیص بیص مشہور اور شاعر تھا بغداد میں وفات پائی اور مقابر قریش میں دفن ہوا۔اس کے حیص بیص کے لقب سے پکارے جانے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے ایک دن لوگوں کو دیکھا کہ کسی سخت معاملہ میں بے اختیار تکرار کر رہے ہیں تو اس نے کہا کہ کیا ہو گیا ہے کہ لوگ گڑبڑ میں پڑ گئے کہ جس سے نکلنا مشکل ہے اور اس کے اشعار میں سے ہے ''ملکنا وکان العفو منا سجیۃ'' جب ہم مالک ہوئے تو معاف کرنا ہماری عادت تھی۔الخ۔اس قصیدہ کے انشاء کرنے میں اس کا ایک لطیف قصہ ہے۔اور ۵۷۵ہجری میں اور ایک قول ہے ۵۹۵ہجری میں مستضی بنور اللہ کی وفات ہوئی۔

احمد بن مستضیٔ ناصر الدین اللہ

کی خلافت کے دنوں کا ذکر

جب مستضی نے دنیا کو الوادع کہا تو اس کا بیٹا ابوالعباس احمد ناصر الدین اللہ اس کی جگہ پر بیٹھا یہ ابتدائے ذیقعد ۵۷۵ہجری یا ایک قول کی بنا پر ۵۹۵ہجری کا واقعہ ہے ناصر صاحب عقل ہوشیار اور زیرک شخص تھا جب خلافت پر مستقر ہوا تو اس نے حکم دیا جتنی شراب ہے سب بہادی جائے اور آلات لہو ولعب سب توڑ ڈالے۔لہٰذا اس کے عدل وانصاف کی وجہ سے شہر آباد ہو گئے اور لوگوں میں رزق کی فراوانی ہوئی۔لوگ بقصد تبرک بغداد کی طرف آتے۔ناصر نے تمام بنی عباس کے خلفاء سے زیادہ زمانہ خلافت کی اور اس نے جاسوس وعیون قرار دیئے تھے جو ہر بادشاہ کے پاس رہتے اور جو واقعات ومطالب واقع ہوتے وہ اسے اطلاع کر دیتے۔لوگوں کا یہ عقیدہ ہو گیا تھا کہ ناصر اہل کشف ہے اور مغیبات پر اطلاع رکھتا ہے۔بعض کہتے کہ جنات اس کی خدمت کرتے ہیں اور ملوک واکابر مصر وشام جب اس کا نام لیتے تو آواز کو ہلکا کر دیتے اس کی ہیبت وجلال کی وجہ سے اور وہ مسلسل عزت وجلال میں رہا۔یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہوا اور کہا گیا ہے کہ ناصر شیعہ مذہب تھا اور اپنے آباؤ اجداد کے برخلاف طریقہ امامیہ کی طرف میلان رکھتا تھا یہاں تک کہ ابن

جوزی سنی سے ناصر کے دربار میں پوچھا گیا کہ رسولؐ خدا کے بعد تمام لوگوں سے افضل کون تھا تو ابوبکر کا نام صراحۃً لینے کی جرات نہ کر سکا اور اجمال کے ساتھ جواب دیا "افضلهم بعده من كانت ابنته في بيته" رسولؐ کے بعد افضل وہ ہے کہ جس کی بیٹی اس کے گھر میں تھی۔ اور اس عبارت میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ مراد یہ ہو کہ رسولؐ کی بیٹی جس کے گھر میں ہے کہ جس سے مقصود امیرالمومنین علیہ السلام ہیں اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ افضل وہ شخص ہے جس کی بیٹی رسولؐ کے گھر میں ہے تو مراد ابوبکر ہوگا۔ اور یہ جواب لطیف جوابوں میں سے ہے اور ابن جوزی ہی سے سوال کیا گیا کہ خلفاء کی تعداد کتنی ہے تو اس نے کہا چار چار چار۔ اہل سنت نے اسے تاکید پر حمل کیا اور شیعوں نے بارہ اماموں پر صلوات اللہ علیہم اور ابن خلکان نے ملک افضل علی بن یوسف دمشق وغیرہ کے بادشاہ کے حالات میں لکھا ہے کہ صلاح الدین یوسف وزیر المصریین نے ملک افضل علی کو اپنا ولی عہد بنایا اور جب یوسف مر گیا اور علی دمشق کا امیر ہو گیا تو اس نے اپنے بھائی عثمان کے ساتھ جسے عزیز مصر کہتے تھے جھگڑا کیا اور آخرکار اس کے بھائی عثمان نے اپنے چچا ملک عادل کی معیت میں دمشق کا محاصرہ کر لیا اور دمشق اس سے چھین لیا۔ ملک افضل نے ناصر کو خط لکھا جس میں اس نے اپنے بھائی عثمان اور چچا ابوبکر کی اس سے دمشق لے لینے کے سلسلہ میں شکایت کی اور اس نے خط میں یہ اشعار درج کئے اور خط ناصر کو بھیج دیا۔

مولای ان ابابکر وصاحبه
عثمان قد غصبا بالسیف حق علی
وهو الذی کان قد ولاه والده
علیهما فاستقام الامر حین ولی
فخالفاه وحلا عقد بیعته
ولا مر بینهما والنص فیه جلی
فانظر الی حظ هذا الاسم کیف لقی
من الاواخر مالاقی من الاول

اے میرے مولا و سردار بیشک ابوبکر اور اس کے ساتھی عثمان نے تلوار کے زور سے علی کا حق غصب کر لیا ہے حالانکہ علی وہ ہے کہ جسے اس کے باپ نے ان دونوں پر حاکم مقرر کیا تھا پس معاملہ سیدھا تھا جب اس نے حاکم مقرر کیا پس ان دونوں نے مخالفت کی اور اس کی بیعت کی گرہ کھول دی اور معاملہ ان دونوں کے درمیان ہے حالانکہ اس میں تو نص جلی موجود ہے۔ پس اس نام کے بارے میں غور کیجئے کہ اس کا آخر والوں سے کیسے سامنا ہوا جس طرح کہ پہلے والوں سے ہوا تھا تو اس کے پاس ناصر کا جواب آیا کہ جس کی ابتداء میں یہ اشعار تھے۔

وافی کتابك یابن یوسف معلنا
بالود یخبر ان اصلك طاهر

غصبا علیا حقه اذلم یکن
بعد النبی له بیثرب ناصر
فاصبر فان غداً علیه حسابهم
وانثر فناصرك الامام الناصر

اے ابن یوسف تیرا خط محبت کا اعلان کرتے ہوئے پہنچا جو خبر دیتا ہے کہ تیری اصل پاک ہے۔ ان دونوں نے علیؑ کا حق غصب کیا کیونکہ نبی اکرمؐ کے بعد یثرب (مدینہ) میں اس کا کوئی ناصر و مددگار نہیں تھا، پس صبر کرو کیونکہ اس پر کل ان کا حساب ہوگا، لیکن تو اپنے جھنڈے کو پھیلا دے کہ تیرا مددگار امام ناصر ہے۔

ناصر کے زمانہ ظاہر ۵۸۲ھ میں سات ستاروں نے برج میزان میں اجتماع کیا تو ابوالفضل خوارزمی اور دوسرے منجمین نے آندھیوں کے طوفان سے عالم کے خراب جانے کا حکم لگایا۔ لوگوں نے زیر زمین تہہ خانے کھودنے اور وہاں کھانا پینا لیجانا شروع کیا در سخت ہواؤں کے چلنے کے لیے تیاریاں کیں اور وعدہ والی رات کا انتظار کرنے لگے یہاں تک کہ وہ رات جو کہ نو جمادی الثانی کی رات تھی پہنچ گئی اور بالکل آندھی بلکہ بادنسیم بھی نہ چلی۔ یہ حالت تھی کہ لوگوں نے جو شمعیں جلائی ہوئی تھیں ہوا میں اتنی بھی حرکت نہ تھی کہ چراغوں کے شعلوں میں اس سے حرکت پیدا ہوتی۔ شعراء نے اس سلسلہ میں اشعار کہے ان میں سے ابوالغنائم محمد بن معلم کے اشعار ہیں جو اس واقعہ میں کہے گئے ہیں۔

قل لابی الفضل قول معترف
مضی جمادی وجائنا رجب
وماجرت زعزع کما حکموا
ولا بدا کوکب له ذنب
قد بان کذب المنجمین وفی
ای مقال قالو اوما کذبوا
مدبر الامر واحد احدٌ
لیس بسع لحادث سبب
لاالمشتری سالم ولا زحل
باقٍ ولا زهرة ولا القطب

فلیطل المدعون ماوضعوا
فی کتبھم ولیخرق الکتب

اعتراف کرنے کی بات ابوالفضل سے کہہ دے کہ جمادی کا مہینہ گزر گیا ہے اور جب ہمارے پاس آ گیا ہے نہ تو کوئی آندھی چلی جس طرح انہوں نے دعویٰ کیا تھا اور نہ ہی کوئی دمدار ستارہ ظاہر ہوا۔ بیشک نجومیوں کا جھوٹ ظاہر ہو گیا اور کون سی بات انہوں نے کہی ہے کہ جس میں انہوں نے جھوٹ نہ بولا ہو۔ حالانکہ امر عالم کی تدبیر کرنے والا اکیلا ہے۔ سات ستارے کسی پیدا ہونے والے امر کا سبب نہیں ہیں۔ نہ مشتری سالم رہے گا اور نہ زحل کے لیے بقاء ہے اور نہ ہی زہرہ وقطب پس دعویدار خود ہی باطل قرار دیں ان چیزوں کو جو کتابوں میں بنا رکھی ہیں اور ان قطب کو پھاڑ ڈالیں۔

۵۷۶ھ میں احمد بن محمد بن ابراہیم بن سلفہ نے جس کی تصانیف معروف اور جو حافظ سلفی کے لقب سے مشہور ہے وفات پائی اور سلفی اپنے جد اعلیٰ سلفہ کی طرف منسوب ہے اور وہ عجمی لفظ ہے کہ جس کا معنی ہے تین ہونٹ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا ایک ہونٹ چیرا ہوا تھا اور بعض کہتے ہیں سلفی (سین کی زبر کے ساتھ) منسوب ہے طریقہ سلف کی طرف۔

۵۷۸ ہجری فخر الاجلہ شیخ فقیہا ء حلہ بن احمد بن ادریس حلی عجلی فقیہ اصولی صاحب کتاب سرائر نے وفات پائی اور ابن ادریس اخبار آحاد پر عمل نہیں کرتا تھا اور وہ پہلا شخص ہے کہ جس نے بنائے اعتراض وطعن شیخ طوسی پر رکھی ہے اور علامہ حلی نے ان پر بہت طعن واعتراض کئے ہیں۔ اور منتھی المقال میں ہے کہ اس زمانے میں مشہور ہوا ہے کہ ابن ادریس جوانی کے عالم میں فوت ہو گیا جب کہ اس کی عمر پچیس سال کو نہیں پہنچی تھی اور کہتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے شیخ طوسیؒ کے حق میں بے ادبی کی تھی لیکن جو کچھ میں نے بحار میں شیخ شہید کے خط سے منقول دیکھا ہے وہ یہ ہے کہ ابن ادریس ۵۵۸ ہجری میں حد بلوغ کو پہنچا اور ۵۷۸ ہجری میں وفات پائی اور اس بناء پر تو ان کی عمر ۳۵ سال بنتی ہے بلکہ رسالہ مشہورہ کفعمی میں جو علماء کی وفاتوں کے سلسلہ میں ہے کہ بعد اس کے کہ ابن ادریس کا حد بلوغ کو پہنچنا ۵۵۸ ہجر میں نقل کیا ہے ان کے بیٹے صالح سے نقل کیا ہے کہ میرے والد نے روز جمعہ ظہر کے وقت ۱۸ شور ۵۹۸ ہجری میں وفات پائی تو اس بناء پر تو ان کی عمر تقریباً پچپن (۵۵) سال بنتی ہے واللہ العالم انتھی

اور واضح ہو کہ ابن ادریس کے معاصرین میں سے شیخ ثقہ جلیل سدید الدین ابوالفضل شاذان بن جبرئیل قمی مقیم مدینہ منورہ ہیں کہ جن کی تالیفات میں سے مشہور کتاب فضائل ہے کہ جس سے علامہ مجلسی بحار میں نقل کرتے یں اور نادر اخبار اور عمدہ طبع پسند معجزات اس میں بہت سے ہیں مثلاً حدیث مفاخرہ حضرت زہرا امیر المومنینؑ کے ساتھ اور مفاخرہ امام حسین علیہ السلام کا اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ اور سلمان کا اپنی موت کے وقت مدائن میں ایک مردہ سے کلام کرنا اور دیگر اس قسم کے واقعات اور شاذان مذکور اپنے باپ جبرئیل سے اور ابو جعفر محمد بن ابوالقاسم بن محمد سے (جو عماد الدین طبری مشہور اور کتاب بشارۃ المصطفیٰ الشیعۃ المرتضیٰ اور کتاب زہد وتقویٰ وغیرہ کے مولف ہیں روایت کرتے ہیں۔

اور ۵۸ ہجری میں حکیم خاقانی شیروانی مشہور شاعر عجمی نے وفات پائی اور وہ مشہور شاعر حکیم نظامی کے طبقہ میں ہے وہ

شیروان کی طرف منسوب ہے وہ ایسا شہر ہے کہ جسے نوشیروان نے تعمیر کیا تھا اور اسی کے نام پر اس کا نام ہو گیا۔

اور ۵۸۳ ہجری میں نقل ہوا ہے کہ سال کا پہلا دن ہفتہ کے پہلے دن کے ساتھ اور شمسی پہلا دن اور عربی کا پہلا دن آپس میں مطابق تھے اور شمس و قمر ایک ہی برج میں تھے اور یہ عجیب اتفاقات میں سے تھا۔ اسی سال سلطان صلاح الدین نے بیت المقدس کو شامات کے بہت سے شہروں کے ساتھ فتح کیا اور انہیں فرنگیوں اور عیسائیوں کے قبضہ سے نکالا۔

۵۸۵ ہجری میں سید جلیل فقیہ عز الدین حمزہ بن علی بن ابوالمحاسن زہرہ حسینی جو ابوالمکارم بن زہرہ مشہور تھے وفات پائی اور اس سید جلیل کا نسب بارہ واسطوں سے حضرت صادق علیہ السلام سے جاملتا ہے اور وہ تمام جلیل القدر سادات تھے اور بنوزہرہ شریف گھرانہ ہے ان میں سے بہت سے افراد ابوالمکارم کی اولاد اور چچازاد بھائیوں میں سے فقہاء علماء تھے۔ ان میں سے سید علاؤ الدین ابوالحسن علی بن محمد بن علی بن حسن بن زہرہ ہیں کہ علامہ حلی نے انہیں ان کے بیٹے ابوعبداللہ حسینی اور ان کے بھائی سید بدرالدین محمد کے لیے اجازہ کبیرہ لکھا جو اجازہ بنوزہرہ کے نا سے مشہور ہے۔ خلاصہ یہ کہ بنوزہرہ حلب میں جلیل القدر خاندان تھا اور ان میں سے زیادہ مشہور ابن زہرہ مذکور ہیں جو شیخ شاذان بن جبرئیل قمی کے اور صاحب سرائر کے اور شیخ محمد بن مشہدی وغیرہ کے شیخ و استاد تھے۔

ابن زہرہ کی کئی تصانیف ہیں جن میں سے ایک ہے غنیۃ النزوع الی علم الاصول والفروع اور نزوع (نون کی پیش کے ساتھ یہاں اشتیاق کے معنی میں ہے۔

اور ۵۸۵ ہجری کے ہی حدود میں شیخ منتخب الدین علی بن عبداللہ رازی مشہور فہرست کے مولف جو شیخ طوسی کے زمانہ کے علماء سے لے کر ان کے اپنے زمانہ تک کے علماء کے حالات میں ہے اور اس شیخ جلیل کا نسب حسین بن علی بن بابویہ قمی تک جاملتا ہے اور شیخ صدوق رئیس المحدثین ان کے علم اعلیٰ ہیں اور ان کے مشائخ اس سے زیادہ ہیں کہ شمار ہو سکیں۔

اور ابتداء ذی الحجہ ۵۸۶ ہجری میں شیخ ادیب مورخ متکلم عبدالحمید بن بہاالدین محمد مدائنی اصولی معتزلی حکیم (جو ابن ابی الحدید کے نام سے مشہور ہے) کی ولادت ہوئی اور یہ وہی ہے جس نے نہج البلاغہ کی شرح وزیر موید الدین محمد بن محمد بن عبدالکریم قمی کے کتب خانہ کے لیے کی اور اپنی شرح کی ابتداء میں کہا ہے حمد ہے اس خدا کی جو کمال میں منفرد ہے جس نے مفضول کو افضل پر مقدم کیا کسی مصلحت کی بناء پر جس کا تقاضا بندوں کی ذمہ داری کرتی تھی او ابن ابی الحدید فریقین کے درمیان محاکمہ اور فیصلہ کے لحاظ سے منصف مزاج تھا اور وہ علماء اہل سنت کے درمیان خلفاء بنی امیہ کے مابین عمر بن عبدالعزیز کی مثل ہے اور اس کی کئی ایک تالیفات ہیں اس کے ہی مشہور سات قصیدے ہیں۔ فضائل امیر المومنین میں جن کی شرح نجم الائمہ شارح رضی استر آبادی شیعہ امامی نے کی اور ابن ابی الحدید کے معاصرین میں سے ہیں سید اجل شمس الدین فخار بن معد موسوی صاحب کتاب حجۃ الذاہب فی ردتکفیر ابی طالب اور یہ سید بزرگوار اپنے وقت کے بزرگوں اور دین و دنیا کے فخر و مباہات کے لحاظ سے اپنے زمانہ کے بڑے بزرگوں میں سے تھے یہاں تک کہ ہمارے علماء اطیاب کے اسانید میں سے کوئی سند ان سے خالی نہیں ہے (اور فخار ف کی زبر اور خ کی تخفیف کے ساتھ ہے) جیسا کہ ان کے والد کا نام معد مرد کی طرح ہے جو معد بن عدنان عرب کے باپ کے نام کے مترادف اور ہم وزن و ہم معنی ہے۔

اور سید فخار نے اپنی کتاب حجۃ الذاھب تصنیف کرنے کے بعد ابن ابی الحدید کے پاس بھیجی تو اس نے اس کی پشت پر وہ کچھ لکھا جس میں مدح جناب ابوطالب تو تھی لیکن ان کے اسلام کے متعلق اس نے تصریح نہیں کی۔ابن ابی الحدید پر وہ کچھ نازل ہو جس کا وہ مستحق ہے۔

اور سید ۶۳۰ھ میں فوت ہوئے اور سید فخار یحیی بن حسن سے (جو ابن بطریق کے نام سے مشہور حلی وشیعہ امامی اور عمدہ مناقب کا مولف ہے) روایت کرتے ہیں اور بطریق کبریت کی طرح ہے روم کے لشکر کا وہ قائد وافسر جس کے ماتحت دس ہزار سپاہی ہوں۔

اور ۲۲ شعبان ۵۸۸ھ ہجری اجل قطب المحدثین محمد بن علی بن شہرآشوب سروی مازندرانی صاحب کتاب مناقب وغیرہ نے وفات پائی اور حلب شہر کے باہر مشہور جبل جوشن کے اوپر دفن ہوئے اور یہ وہی جگہ کہ جہاں ابن منیر شاعر امامی کی قبر ہے کہ جس کی وفات ۵۴۸ھ ہجری میں ہوئی ہے ہم پہلے اس کی طرف اشارہ کر چکے ہیں اور ابن شہرآشوب بزرگ علماء شیعہ میں سے ہیں لیکن علماء اہلسنت بھی ان کے فضل کے معترف ہیں اور ان کی تجلیل کرتے ہیں اور حالات علماء میں ان کے حالات انہوں نے بھی لکھے ہیں اور کثرت علم وعبادت وخشوع وتہجد کے ساتھ ان کی تعریف کی ہے اور منقول ہے کہ وہ ہمیشہ باوضو رہتے اور جس وقت وہ کتاب مناقب لکھ رہے تھے تو ہزار کتاب مناقب کی ان کے پاس جمع تھیں اور اس سرمایہ کے باجود کتاب مناقب کی ابتداء میں فرماتے ہیں پس میں نے اپنے اوپر لازم قرار دیا اس کتاب کو جمع کرنا حالانکہ میں کہتا ہوں مجھے کیا سروکار ہے تصنیف وتالیف کے ساتھ جب کہ سرمایہ کم ہے اور یہ فن عظیم الشان ہے اور اس شیخ جلیل کے مشائخ بہت ہیں اور ان کے مشائخ واسامید میں سے ہیں متکلم امین ابوجعفر رابع عمادالدین محمد بن علی بن محمد طوسی جو ابن حمزہ طوسی مشہور ہیں کہ جن کی ایک تالیف کتاب وسیلہ ہے فقہ میں اور کتاب الرابع فی الشرائع ہے اور کتاب ثاقب المناقب ہے معجزات حجج طاہرہ میں اور وہ بزرگ ابوعلی بن شیخ طوسی کے شاگردوں کے طبقہ میں داخل ہیں اور ہمعصر ہیں شیخ ثقہ جلیل فضال ابوعلی محمد بن حسن واعظ فارسی نیشاپوری شہید کے جن کا لقب فتال ہے جو مصنف ہیں روضۃ الواعظین اور کتاب تنویر فی معانی التفسیر کے اور انہیں ابوالمحاسن عبدالرزاق رئیس نیشاپور نے کہ جس کا لقب شہاب الاسلام تھا شہید کیا تھا۔

۵۹۰ھ ہجری میں قاسم بن فیرہ مقری نحوی نے (جو شاطبی امام قرات مشہور تھا اور مشہور قصیدہ قرآءات کے سلسلہ میں جس کا نام حرز الیمانی ووجہ التہانی ہے وفات پائی۔فضلاء کی ایک جماعت نے اس قصیدہ کی شرح لکھی ہے جن میں سے ایک علی بن محمد شافعی علم الدین سخاوی ہے اور شاطبی شہر شاطبہ کی طرف منسوب ہے جو اندلس کے علاقہ کا ایک شہر ہے۔

اور ۵۹۶ھ ہجری میں دریائے نیل کا پانی رک گیا اور قحط سالی وگرانی اس حد تک ہو گئی کہ لوگ ایک دوسرے کو کھانے لگے اور انہوں نے کوئی مردار باقی نہ چھوڑا اور مردار کا کھانا اتنا عام ہوا کہ قبریں کھود کر مردوں کو نکالتے اور کھاتے تھے پس اہل مصر دوسرے علاقوں میں بکھر گئے اور بہت سے بھوک کے مارے ہلاک ہو گئے اور راستہ چلتے ہوئے کی نگاہ اور قدم مردے یا جان دیتے ہوئے پر پڑتی اور بستیوں اور چٹیل میدانوں میں رہنے والے سب مر گئے۔یہاں تک کہ ایک جاندار نہ بچا اور بہت سے آزاد مردوں اور بچوں کو

بیچا گیا اور یہ قحط کئی سال تک رہا۔

۵۹۷ ہجری میں صرف مصروشام کے علاقہ میں سخت زلزلہ آیا اور بہت سے مکانات ویران ہو گئے۔ اسی سال ماہ رمضان میں عبدالرحمن بن علی نے (جو ابوالفرج ابن جوزی حنبلی مشہور تھا بغداد میں وفات پائی اور ابوالمظفر یوسف بن قزاوغلی صاحب تذکرہ وتاریخ اسی کا نواسہ ہے کہ جس نے ۶۵۴ ہجری کے اواخر میں دمشق میں وفات پائی۔ منقول ہے کہ ابن جوزی نے اپنے خط سے بہت کتابت کی ہے اور قلم کے تراش کے ریزے جس قلم سے حدیث لکھتا تھا اس نے جمع کئے تھے اور اس نے وصیت کی تھی کہ میرے غسل کے پانی کو ان ریزوں اور تراشوں سے گرم کرنا۔ (یعنی ان کی آگ جلا کر گرم کرنا، جب اس کی وفات ہوئی تو اس کے غسل کے پانی کو ان ریزوں اور تراشوں سے گرم کیا گیا اور وہ کافی ہوا بلکہ کچھ ریزے بچ گئے اور ابن جوزی کا نسب سولہ واسطوں سے قاسم بن محمد بن ابوبکر سے جاملتا ہے اور اس کے بہت سے تالیفات ہیں اور اس کی نادر حکایات بھی زیادہ ہیں وہ روشن فکر لوگوں کا سردار رئیس ہے اور اس کا ایک لطیف وعمدہ واقعہ ایک عورت کے ساتھ ہے جو اس کے منبر کے نیچے بیٹھی تھی جب اس نے کلمہ سلونی قبل ان تفقدونی'' (مجھ سے سوال کرو قبل اس کے کہ مجھے مفقود پاؤ) کہا جو اس کو دیکھنا چاہے کہ کتاب صراط المستقیم کا مطالعہ کرے۔ اور ۵۹۹ ہجری میں زاہد عابد ابوعبداللہ محمد بن احمد قریشی مغربی نے وفات پائی ابن خلکان نے ذکر کیا ہے اور کہا کہ اس کے کرامات واضح تھے اس کا مزار بیت المقدس میں ظاہر ہے کہ زیارت اور تبرک کے لیے اس کا قصد وارادہ کیا جاتا ہے۔ انتھی۔

ملخصاً اور ظاہراً یہ وہی شخص ہے جس کی طرف یہ حکایت منسوب ہے کہ جسے اپنے معلق پیٹ کے درد کا خوف ہو تو وہ اپنی ہتھیلی اپنے پیٹ کے اوپر رکھے اور تین مرتبہ یہ کہے ''اللیلۃ لیلۃ عیدی درضی اللہ عن سیدی ابی عبداللہ القرشی (آج کی رات میری عید کی رات ہے خدا میرے سید ابوعبداللہ قرشی سے راضی ہو) تو انشاء اللہ اسے تکلیف نہیں ہوگی۔

۶۰۱ ہجری میں فرنگیوں نے شہر قسطنطنیہ پر غلبہ حاصل کر لیا اور رومیوں کو باہر نکال دیا اسے اپنے تصرف میں لے آئے اور مسلسل ان کے قبضہ میں رہا یہاں تک کہ ۶۶۰ ہجری میں رومیوں نے فرنگیوں (یورپیوں) سے واپس لے لیا۔ ۲ محرم ۶۰۶ ہجری میں ابوالحسن ورام بن ابوفراس حارثی شیخ زاہد وصالح نے وفات پائی۔ وہ نانا ہیں سید بن طاؤس کے اور مولف ہیں کتاب تنبیہ الخاطر کے کہ جو مجموعہ ورام کے نام سے مشہور ہے اس کتاب میں مخالفین سے خصوصاً حسن بصری سے بہت کچھ نقل کیا ہے۔

۶۰۶ ہجری کے آخر میں ابن اثیر صالح جامع الاصول نے موصل میں وفات پائی ہمارے شیخ بہائی نے اپنے کشکول میں کہا ہے کہ ابن اثیر مجد الدین ابوالسعادات صاحب کتاب جامع الاصول ونہایۃ فی غریب الحدیث بہت بڑے روساء میں سے تھے اور بادشاہوں کے نزدیک آگے بڑھا ہوا تھا اور ان کی طرف سے مناصب جلیلہ پر فائز ہوا۔ پس اس کو ایسی بیماری لاحق ہوئی کہ جس سے اس کے ہاتھ پاؤں کام کرنے سے رہ گئے پس وہ اپنے گھر میں رہنے لگا۔ اور منصب چھوڑ دیئے۔ لوگوں سے میل جول بھی ترک کر دیا۔ البتہ روساء اس کے مکان پر اس کے پاس آتے تھے پس ایک طبیب اس کے پاس آیا اور اس نے اس کا علاج اپنے ذمہ لے لیا جب اس نے اس کا علاج شروع کیا اور تندرستی کے قریب پہنچا اور صحت کے کنارے جاملا تو اس طبیب کو سونے کی کوئی چیز دی اور اس سے کہا

کہ اپنی راہ لو۔ ابن اثیر کے دوستوں نے اس کو اس پر ملامت وسرزنش کی اور کہنے لگے تو نے اسے شفایابی تک کیوں نہیں رہنے دیا تو وہ ان سے کہنے لگا میں جب تندرست ہو گیا تو منصب طلب کروں گا اور ان میں داخل ہوں گا اور مجھے ان کے قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ لیکن جب تک میں اس حالت میں ہوں تو مجھ میں ان کی صلاحیت نہیں۔ پس میں اپنے اوقات اپنے نفس کی تکمیل اور کتب علم کے مطالعہ میں صرف کرتا ہوں اور ان کے ساتھ ان چیزوں میں نہیں داخل ہوتا کہ خدا ناراض ہو اور یہ راضی ہوتے ہیں اور رزق تو پہنچ کے ہی رہے گا پس اس نے اپنے جسم کا معطل رہنا پسند کیا تا کہ اس تعطل و بیکاری جسم سے وہ ان مناصب دنیاوی سے بچ جائے۔ اسی زمانہ میں اس نے کتاب جامع الاصول اور نہایہ اور دوسری مفید کتب تالیف کی ہیں اور ابن اثیر چند الفاظ پر بولا جاتا ہے۔ ایک تو یہی شخص مبارک بن محمد بن محمد بن عبدالکریم صاحب نہایہ وانصاف فی الجمع بین الکشف والکشاف وجامع الصول ہے اور جامع الاصول وہ کتاب ہے کہ جس میں اہلسنت کی چھ صحیح کتابوں کی تمام احادیث جمع ہیں اور وہ صحاح ستہ یہ ہیں۔ صحیح بخاری ومسلم وموطا مالک وسنن نسائی وجامع ترمذی وسنن ابوداؤد سجستانی اور دوسرا علی بن محمد بن محمد بن عبدالکریم مولف کتاب کامل التواریخ واسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ہے کہ جس نے مستنصر کے زمانہ ۶۳۰ھ ہجری میں بغداد میں وفات پائی اور ایک نصر اللہ بن محمد بن محمد بن عبدالکریم ہے کہ جس کا لقب ضیاالدین ہے جس نے ۶۳۷ھ ہجری میں بغداد میں وفات پائی۔

اور ۶۰۶ھ ہجری ہی میں عید الفطر کے دن فخر بن خطیب محمد بن عمر نے (جو فخر رازی مشہور صاحب تفسیر کبیر وغیرہ ہے) ہرات میں وفات پائی۔

۶۰۸ھ ہجری میں لشکر تاتار بلاد اسلام میں داخل ہوا اور انہوں نے کیا جو کچھ کیا جیسا کہ ابن اثیر نے تاریخ کامل میں ذکر کیا ہے اور ان کے فتنہ کو فتنہ بخت نصر دیا جوج ماجوج اور تمام فتنوں سے ممتاز قرار دیا ہے۔ وہاں رجوع کریں۔

اور ۶۱۰ھ ہجری میں علی بن محمد نے جو ابن خروف نحوی مشہور ہے وفات پائی اور اسی سال عیسیٰ بن عبدالعزیز نے جو جزولی مشہور ہے وفات پائی اور جزولی علم نحو کا امام اور اس کے وقائع سے اور غریب وشاذ سے باخبر تھا اور اس میں ایک مقدمہ لکھا ہے جس کا نام قانون رکھا ہے اور جزولی (ج وز کے پیش اور واؤ کے سکون کے ساتھ) جزولہ کی طرف نسبت ہے جو قبیلہ بربر کی ایک شاخ ہے۔

اور ۶۱۰ھ ہجری میں ناصر بن عبدالسید فقیہ معتزلی حنفی ادیب نحوی نے (جو مطرزی مشہور ہے اور مطرز بروزن معظم کی طرف منسوب ہے) خوارزم میں وفات پائی۔

اس کے کئی تالیفات ہیں جن میں سے ایک مقامات حریری کی شرح ہے اور ماہ رجب ۵۳۸ھ ہجری میں اس کی ولادت خوارزم میں ہوئی۔ اسی سال زمخشری کی خوارزم میں وفات ہوئی۔ اسی لیے اسے زمخشری کا خلیفہ وجانشین کہتے ہیں ۶۱۶ھ ہجری میں شیخ ابوالبقاء عبداللہ بن حسین عکبری بغدادی ضریر (نابینا) نحوی حنبلی نے وفات پائی ابوالبقاء چیچک کی وجہ سے نابینا ہو گیا تھا اور نابینا ہونے کے باوجود بہت سی کتب اور شرحیں اس نے تالیف کیں ان میں سے ایک کتاب تبیان فی اعراب القرآن ہے جو ترکیب ابوالبقاء کے نام سے مشہور ہے اور عکبرا عین کے پیش اور کاف کے سکون اور ب کی زبر کے ساتھ) دجلہ کے کنارہ بغداد کے اوپر دس فرسخ پر ایک چھوٹا سا

شہر ہے اور شیخ مفید اسی شہر کے رہنے والے ہیں۔

۶۱۸ ہجری ماہ صفر میں احمد بن عمر صوفی جو نجم الدین کبری کے لقب سے مشہور ابو جناب کنیت کتاب منازل السائرین وغیرہ کا مولف ہے خوارزم میں مغلوں کے لشکر کے ہاتھوں قتل ہوا اور ۶۱۸ ہجری ہی میں مغلوں کے لشکر نے نیشاپور میں قتل عام کیا کہتے ہیں کہ چنگیز خان کا داماد تغاجار تولیخان کی طرف سے نیشاپور کے فتح کرنے پر مامور ہوا۔ اس نے وہاں کا محاصرہ کرلیا محاصرہ کے تیسرے دن اس کو تیر لگا جس سے وہ فوراً مر گیا۔ تولیخان نے جب یہ خبر سنی تو مرو و سرخس میں قتل عام کرنے کے بعد نیشاپور کی طرف گیا۔ نیشاپور کے لوگوں نے قاضی رکن الدین علی کو سفارش کے لیے تولیخان کے پاس بھیجا۔ تولیخان نے قاضی کی بات پر کان نہ دھرے ۱۲ صفر کو نیشاپور کا محاصرہ کیا اور محاصرہ کے چوتھے دن شہر فتح ہو گیا اور وہ شہر میں داخل ہو گئے حاکم شہر مجید الملک کو قتل کر کے عورتوں و مردوں کو صحرا کی طرف لے گئے اور سب کو قتل کر دیا اور چنگیز کی بیٹی نے شوہر کے قصاص میں شہر کی بنیادیں اکھڑوا کر اسے بالکل ویران کر دیا۔ ایک ہفتہ مسلسل شہر میں پانی چھوڑ کر ہل چلوائے اور جو کی کاشت کی۔

حبیب السیر کا مولف کہتا ہے کہ عورتوں اور بچوں کے علاوہ سترہ لاکھ سینتالیس ہزار افراد کو قتل کیا۔ واللہ عالم۔ اور ماہ رمضان کے آخری دنوں ۶۲۲ ہجری میں ناصر عباسی کی وفات ہوئی اور ناصر اپنی وفات سے دو سال پہلے فالج کے مرض میں مبتلا ہو گیا۔ اس کی خلافت کی مدت سینتالیس سال تھی اور اس کی تعمیرات میں سے ہے عباس اور آئمہ اربعہؑ (امام حسنؑ و زین العابدینؑ محمد باقرؑ و جعفر صادق علیہم السلام) کی بارگاہ جنت البقیع میں اور اس کی ماں نے بھی ۵۷۰ ہجری میں احد میں حضرت حمزہ کا گنبد بنوایا۔

اور ناصر ہی کے حکم سے ۶۰۶ ہجری میں سامرہ میں صفہ و سرداب مقدس کے درمیان ایک جالی ساج کی لکڑی کے دروازہ کے ساتھ بنائی گئی اور اس وقت ہمارے زمانہ میں جو کہ ۱۳۴۵ ہجری ہے وہ دروازہ موجود ہے اور علی درجہ کے امتیاز کے ساتھ قائم ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ صنعت نجاری میں وہ نفائس روزگار میں سے ہے۔ حالانکہ اتنا زمانہ اس پر گزر گیا ہے اور اس طویل مرور زمانہ میں اس کی حفاظت و نگہداری کی طرف توجہ بھی نہیں کی گئی۔ اور اس کی بعض جگہوں کو شمع اور چراغ کو جلا بھی دیا ہے پھر بھی ابھی تک بہترین جواہرات کی طرح جلوہ گر ہے۔ اور اس کے کتبہ پر یہ عبارت ثبت ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم قل لااسئلكم عليه اجراً الا المودة فى القربى ومن يقترف حسنة نزد فيها حسنا ان الله غفور شكور هذا ما امر بعمله سيدنا ومولانا الامام المفترض طاعته على جميع الانام ابو العباس احمد الناصر الدين الله المبين امير المومنين وخليفه رب العالمين الذى طبق البلاد واحسانه وعدله وغمر البلاد بره وفضله قرن الله وامره الشريفة باالنجح والنشر و جنوده بالتائيد والنصر جعل لايامه المخلدة

حد الا یکبو جوادہ والزایتہ المجدۃ سعداً لا یخبوز نادہ فی تخضع لہ الاقدار فیطیعہ عوصیہا ملك تخشع لہ الملوك فتملکہ نواصیہا ویتولی المولوی الحسین بن سعد الموسوی الذی الحیوۃ فی ایام المخلدۃ ویتمنی نفاق عمرہ فی الدعاء الدولۃ المویدۃ استجاب اللہ لہ دعوۃ فی ایامہ الشریفۃ السنیۃ سنہ وسماۃ الھلالۃ۔

ترجمہ: سہارا اللہ کے نام کا جو رحمان ورحیم ہے۔ کہہ دے کہ میں اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے قربی کی مودت کے اور جو زیادہ نیکی کمائے تو ہم اس میں حسن کی زیادتی کرتے ہیں۔ بیشک اللہ بخشنے والا قدردان ہے۔ یہ وہ ہے کہ جس کے بنانے کا حکم ہمارے سردار آقا امام جس کی اطاعت تمام لوگوں پر فرض ہے ابو العباس احمد ناصر الدین اللہ المبین امیر المومنین وخلیفہ پروردگار عالمین نے دیا ہے وہ کہ جس کا احسان وعدل شہروں پر منطبق اور جس کی نیکی اور فضل نے شہروں کو ڈھانپ رکھا ہے خدا اس کے اوامر کو کامیابی اور پھیلنے کے ساتھ اور اس کے لشکروں کو تائید ونصرت کے ساتھ ملا دے اور اس کے ہمیشہ رہنے والے زمانہ شاہی کے لیے ایسی حد قرار دے کہ جہاں اس کا رہوار منہ کے بل نہ گرتے اس کے بزرگ جھنڈے کے لئے ایسی نیک بختی ہو کہ جس کا چقماق نہ بجھے ایسی عزت میں کہ جس کے سامنے تقدیریں جھکیں پس ان میں سے نافرمان اطاعت کرنے لگیں اور ایسا ملک ہو کہ تمام بادشاہ جس کے لیے انکساری کا اظہار کریں پس وہ ان کی پیشانیوں کا مالک ہو اور اس کا متولی مولوی حسین بن سعد موسیٰ ہوا ہے جو اس کے ہمیشہ رہنے والے زمانہ میں زندگی کی امید رکھتا ہے اور اس کی ہمیشہ رہنے والی سلطنت کے لیے دعا کرنے میں اپنی عمر کو صرف کرنے کی تمنا رکھتا ہے خدا اس کی دعا قبول فرمائے اس کے بلند مرتبہ شریف دنوں میں ۶۰۶ھ ہلالی سال میں۔

محمد بن ناصر ظاہر بامر اللہ کی خلافت کے دنوں کا ذکر

۶۲۲ھ ہجری میں جب ناصر کی وفات ہوئی تو اس کا بیٹا ابو نصر محمد ظاہر بامر اللہ اس کی جگہ پر بیٹھا اور وہ خوش ہیبت ونیک سیرت شخص تھا۔ اس نے عدل وانصاف کی بنا ڈالی۔ ابن اثیر کہتا ہے کہ ظاہر نے عدل وانصاف کا اظہار کیا اور عمر بن (عمر بن خطاب وعمر بن عبدالعزیز) کی سنت کا اعادہ کیا اور اگر کہا جائے کہ عمر بن عبدالعزیز کے بعد ظاہر جیسا کوئی خلیفہ نہیں آیا تو یہ سچ ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ غصب شدہ مال واپس کئے اور قیدیوں کو قید سے رہائی دی۔

عید قربان کی رات ایک لاکھ دینار علماء وصلحاء پر تقسیم کیا۔ وہ کہتا تھا کہ جمع کرنا تو تاجروں کا مشغلہ ہے تم لوگ فعال امام کے زیادہ محتاج ہو بہ نسبت باتیں کرنے والے امام کے۔ مجھے چھوڑ دو کہ میں تم میں اچھے کام کرلوں جب تک کہ میں زندہ ہوں، لیکن اس کی

مدت خلافت کم رہی۔ اس نے نو ماہ اور چند دن خلافت کی اور ۶۲۳ ہجری میں اس کے حاجب (دربان) نے اسے قتل کر دیا۔

مستنصر باللہ کی خلافت کے دنوں کا ذکر

جب ظاہر دنیا سے چل بسا تو اس کا بیٹا مستنصر باللہ ابو جعفر منصور باپ کی جگہ پر بیٹھا جب اس کی خلافت مستقر ہوئی تو اس نے عدل وانصاف کی طرح ڈالی اور اہل علم ودین کو ترقی دی اور مساجد و پل بنوائے اور سڑکیں درست کرائیں بغداد میں دجلہ کی مشرقی جانب ایک بے نظیر مدرسہ قائم کیا اور بہت اوقات اس مدرسہ کے لیے قرار دیئے۔ چار مدرّس اس کے لیے مقرر کئے تا کہ وہ چار مذاہب کے مطابق درس دیں اور ہسپتال بھی بنوایا اور بہت بڑا لشکر تا تاریوں سے جنگ کرنے کے لیے تیار کیا گیا ہے کہ اس کے لشکر کی تعداد ایک لاکھ سوار تک پہنچ گئی تھی۔ اس نے تا تاریوں سے جنگ کی اور انہیں شکست دی اور جمعہ کے دن دس جمادی الثانی ۶۴۰ ہجری میں دنیا کو الوداع کہا۔

مولف کہتا ہے کہ ہم مقتدر باللہ اٹھارویں خلیفہ بنی عباس کی تاریخ کے ضمن میں نقل کر آئے ہیں۔ کہ ہر چھٹا خلیفہ بنی عباس کا یا خلافت سے معزول ہوا یا مقتول ہوا اور یا عزل وقتل دونوں میں مبتلا ہوا۔ یہ ضابطہ اور کلیہ مستنصر باللہ تک تو مستحکم رہا جو چھتیسواں خلیفہ اور چھٹے کے بعد چھٹواں ہے کہ جو نہ معزول ہوا اور نہ مقتول ہاں البتہ اگر مقتدر عبداللہ بن معتز کے بعد مرتضیٰ باللہ کو خلفاء کی تعداد میں شمار کیا جائے جیسا کہ دمیری نے کہا ہے کہ اگر چہ مستنصر خلافت سے معزول نہیں ہوا مگر چونکہ تا تاریوں کا لشکر اس کے زمانہ میں قوت پکڑ گیا تھا اور بہت سے مملکت اسلامی کے علاقے انہوں نے لے لیے اور تسخیر کر لیے تھے جو امر معزول ہونے سے زیادہ عظیم اور اتم واکمل تھا کیونکہ اب بنی عباس کے لیے عراق میں کوئی حکمرانی نہیں تھی اور مستنصر کے بعد بنی عباس میں سے کسی شخص کی عراق میں خلافت باقی نہیں رہی سوائے ایک شخص کے جو مستعصم تھا اور اس کو بھی انہوں نے قتل کر دیا اور آل عباس کی حکومت کا عراق میں ۶۵۶ ہجری میں خاتمہ ہو گیا جیسا کہ اس کا تذکرہ انشاء اللہ آئے گا۔

مستنصر کے زمانہ ۶۲۴ ہجری میں چنگیز خان مر گیا اور اس کا فتنہ اسلام پر قتل وقید وغارت گری اور شہروں کو تباہ و برباد کرنا خصوصاً عجم کے شہر اس سے زیادہ ہے کہ اس کو شمار میں لایا جائے۔ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں امیر المومنین کے اس کلام کی شرح میں "کانی اراھم قوماً کان وجوھھم المجان المطرقۃ" (گویا میں ایسی قوم کو دیکھ رہا ہوں کہ جن کے چہرے ہتھوڑے سے کوٹی ہوئی ڈھالوں کی طرح ہیں) اختصار کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ حضرت آدمؑ کے زمانہ سے لے کر ہمارے زمانہ تک اس قسم کا واقعہ رونما نہیں ہوا جو خواہشمند ہو اس کتاب کی طرف رجوع کرے۔

اور اسی کتاب میں کہا ہے کہ پھر وہ نیشاپور کی طرف گئے اور وہاں بھی وہ کچھ کیا جو مرو میں قتل واستیصال کر چکے تھے پھر طوس کا قصد کیا اور وہاں کے لوگوں کو قتل کیا اور وہ مشہد مقدس خراب کیا کہ جس میں علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام اور رشید ہرون بن مہدی ہے۔

۶۲۶ ہجری میں یاقوت حموی نے (جو معجم البلدان و معجم الادبا و معجم الشعراء و مراصد الاطلاع وغیرہ کا مولف ہے) وفات پائی یاقوت پہلے بغداد کے ایک تاجر کا غلام تھا جو عسکر کے لقب سے مشہور تھا اور یاقوت امیر المومنین علیہ السلام سے تعصب رکھتا تھا اسی وجہ سے لوگوں نے چاہا کہ اس کو قتل کر دیں پس یہ بغداد سے حلب و موصل کی طرف بھاگ گیا پھر خراسان وغیرہ کی طرف گیا اور یہ مذہب خوارج کی طرف مائل تھا ۶۲۷ ہجری میں فرید الدین شیخ عطار کی وفات ہوئی سن ۶۳۰ ہجری میں علی بن محمد نے جو ابن اثیر جزری مشہور تھا موصل میں وفات پائی۔اس کی تالیفات میں سے کتاب کامل التواریخ ہے کہ جس میں اول سے سالوں کی تاریخوں کی ابتداء کی ہے آخر ۶۲۸ ہجری تک اور انساب سمعانی کو جو آٹھ جلدوں میں تھی تین جلدوں میں مختصر کیا ہے اور چونکہ اس کی ولادت ۵۵۵ ہجری میں جزیرہ ابن عمر میں واقع ہوئی تھی اس لیے اسے جزری کہتے ہیں اور یہ جزیرہ ایک شہر ہے موصل کے شمالی علاقہ میں کہ جس پر دجلہ نے ہلال کی طرح گھیرا ڈالا ہوا ہے۔

۶۳۱ ہجری میں ابوالحسن آمدی علی بن محمد اصولی حنبلی پھر شافعی نے وفات پائی اور آمد ہمزہ کی مد اور میم کی زیر کے ساتھ) دیا ربکر کا ایک شہر ہے اور ۶۳۱ ہجری ہی میں محمد بن ابوبکر نے جو ابن خباز مشہور تھا وفات پائی اور ۶۳۲ ہجری کی ابتداء میں ابوحفص شہاب الدین عمر بن محمد سہروردی شافعی صوفی نے وفات پائی اور سہروردی کا نسب محمد بن ابوبکر سے جا ملتا ہے۔

وہ ارباب طریقت کا مرجع ہے اور جن لوگوں نے اس کی خدمت کو درک کیا ہے۔ان میں سے ایک شیخ سعدی ہے اور اس نے دو کلمے اس کی وصیت کے نقل کیے ہیں کہ جنہیں بعض شعراء نے شعر کے اندر پیش کیا ہے۔

بطرف بوستانش گفتہ سعدی
دو پندم داد شیخ سہروردی
یکی برعیب مردم دیدہ مکشا
دوم پرہیز کن از خود پسندی

اپنی بستان میں سعدی نے کہا ہے کہ مجھے شیخ سہروردی نے دو نصیحتیں دی تھیں ایک یہ کہ لوگوں کے عیوب میں آنکھ نہ کھول اور دوسرا یہ کہ خود پسندی سے پرہیز کر

سہرورد ہرزہ گرد کے وزن پر زنجان کے قریب ایک شہر ہے اور انساب سمعانی میں سہرورد کو سین کی پیش کے ساتھ ضبط کیا ہے اور ۶۳۸ ہجری میں قدوۃ العارفین ابوعبداللہ محمد بن علی بن محمد تین دفعہ کے تکرار سے مغربی اندلسی پھر مکی پھر شامی نے وفات پائی جس کا لقب محی الدین عربی ہے۔

وہ سلسلہ عرفاء کا رکن اور ارباب مکاشفہ وصفا کا قطب ہے جو شیخ عبدالقادر جیلانی کے مماثل اور صالحیہ دمشق میں دفن ہے خصوص الحکم اور کتاب فتوحات مکیہ وغیرہ کا مولف ہے اور ہمارے علماء کے اس کے متعلق کچھ کلمات ہیں جو دلالت کرتے ہیں کہ یہ مذہب حق سے منحرف اور وسوسہ وخیال اور بہت سے خرافات کہنے میں مبتلا تھا پس بشارت الشیعہ محدث کاشانی کے اواخر اور کتاب

مقامع الفضل فی جواب من سالہ عن ادلۃ القائلین بوحدۃ الوجود کی طرف رجوع کرو لیکن صاحب مجالس نے اس کا شیعہ ہونا ظاہر کیا ہے جیسا کہ ان کا طریقہ ہے اور فاضل دمیری صاحب حیواۃ الحیوان سے ذہبی سے شیخ فتح الدین یمعری سے شیخ ابوالفتح قشیری سے منقول ہے۔وہ کہتا ہے کہ میں نے شیخ عزالدین بن عبدالسلام کو کہتے ہوئے سنا ہے جب اس سے ابن عربی کے متعلق سوال کیا گیا تو اس نے کہا برا اور بہت جھوٹا شیخ ہے تو اس سے کہا گیا کہ جھوٹا بھی ہے۔اس نے کہا ہاں ہم نے ایک دن جن کے نکاح کے متعلق مذاکرہ کیا تو وہ کہنے لگا کہ جن روح لطیف ہے اور انسان جسم کثیف ہے اور یہ دونوں کس طرح جمع ہو سکتے ہیں۔پھر ہم سے ایک مدت تک غائب رہا اور جب آیا تو اس کے سر میں ایک زخم لگا ہوا تھا۔اس سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو کہنے لگا میں نے ایک جن عورت سے شادی کی ہے پس اس کے اور میرے درمیان جھگڑا ہو گیا ہے اور اس نے مجھے یہ سر پر زخم لگایا ہے پھر کہتا ہے کہ امام ذہبی نے کہا میں گمان نہیں کرتا کہ ابن عربی نے جان بوجھ کر یہ جھوٹ بولا ہو بلکہ یہ ریاضت کے خرافات میں سے ہے انتھی۔اور اس کے متعلق منقول ہے کہ وہ علم حروف میں ید طولی رکھتا تھا اور اس کے استخراج میں سے ہے کہ جب سین شین میں داخل ہو جائے تو محی الدین کی قبر ظاہر ہوگی پس جب سلطان سلیم شام میں داخل ہوا تو اس نے اس کی قبر کو ڈھونڈا اور اس کو مٹ جانے کے بعد تعمیر کیا اور ان باتوں میں سے وہ ہے جو اس نے ظہور قائم علیہ السلام کے متعلق کہی ہے۔

اذا	دار	الزمان	علی حروف
بسم	اللہ	فالمھدی	قاما
واذا	دارالحروف	عقیب	صوم
فاقر	وا	الفاطمی	منی اسلاما

جب زمانہ بسم اللہ کے حروف اپنا دور پورا کرے تو مہدی قیام کرے گا اور جب صوم کے عقب حروف چکر لگائیں تو فاطمی سید زادے کو میرا اسلام کہنا اور اس نے فتوحات کے تین سو چھیاسٹھویں باب میں ہمارے اما صاحب الامر علیہ السلام کے صفات اور ان کے ظہور کے علامات اپنے اس قول میں ذکر کیے ہیں۔بیشک اللہ کا خلیفہ ہے جو عترت رسول اللہ اور اولاد فاطمہؑ میں سے خروج کرے گا اس کا نام رسول اللہ کے نام پر ہوگا اور فتوحات کے باب ۳۱۸ وغیرہ میں اہل رائے اور اہل قیاس مثلاً ابوحنیفہ اور اس جیسے لوگوں کے رد میں کلام ہے کہ مقام اس کے نقل کیلئے مناسبت نہیں رکھتا۔

مستعصم باللہ کی خلافت اور بنی عباس کی حکومت کے زوال کا ذکر

جب ۶۴۰ ہجری میں مستنصر کی وفات ہوئی تو اس کا بیٹا ابو احمد عبداللہ مستعصم باللہ کی جگہ پر بیٹھا اور وہ خلفاء بنی عباس میں سے آخری خلیفہ ہے جس نے عراق پر حکومت کی اور بنو عباس کی سلطنت کی مدت پانچ سو چوبیس سال تھی جب مستعصم تخت حکومت پر مستقر ہوا تو اس نے تدبیر مملکت اپنے وزیر مؤید الدین علقمی قمی کے سپرد کر دی اور خود کبوتر بازلہو ولعب اور لذت وطرب میں مشغول ہوا اور انہی دنوں میں مستعصم کے بیٹے ابوبکر نے بغداد کے محلہ کرخ کو جو شیعوں کا محلہ تھا لوٹا اور اس میں غارت گری کی اور بہت سے سادات کو قید کیا اور ایک قول کی بناء پر ہزار لڑکی سادات وغیرہ سادات کی لوٹ مار میں لے گیا، لہٰذا مؤید الدین وزیر علقمی بنی عباس کی حکومت کے زوال کے درپے ہوا اور چاہا کہ اگر ہو سکے تو امیر المومنین علیہ السلام کی اولاد میں سے کسی کو سلطان وبادشاہ قرار دے اسی لئے خفیہ طور پر تاتار کے ساتھ خط وکتابت کی اور قاصد وپیغام بھیجے اور انہیں بغداد لینے اور مستعصم کے ہلاک کرنے کا لالچ دیا اور مستعصم کا لشکر اس کے اردگرد متفرق کر دیا۔ پس ۶۵۶ ہجری میں ہلاکو تاتاریوں کے لشکر کے ساتھ بغداد کے ارادہ سے چلا اور دسویں محرم کے دن بغداد میں داخل ہوا۔ وزیر علقمی نے مستعصم سے کہا کہ تاتاری بادشاہ چاہتا ہے کہ اپنی بیٹی آپ کے بیٹے امیر ابوبکر کو دے اور آپ خلافت کے اوپر برقرار رہیں اور وہ آپ کے ساتھ اس طرح رہے جیسے سلاطین سلجوقیہ آپ کے آباؤ اجداد کے ساتھ تھے اگر مصلحت سمجھیں تو بہتر ہے کہ ان کی جائے قیام میں جائیں اور صلح ومواصلت کریں تاکہ لوگوں کے خون نہ بہیں اور جھگڑے کا کام اصلاح کے انجام کے پہنچے، چونکہ وہ صاحب رائے وتدبیر نہ تھا لہٰذا وزیر کے دھوکہ سے اثر انداز ہوا اور اعیان واکابر حکومت اور علماء کی ایک جماعت کے ساتھ ہلاکو کی جائے قیام کی طرف نکل کھڑا ہوا اور ہلاکو نے انہیں ایک خیمے میں ٹھہرایا وزیر نے علماء وفقہائے بغداد سے استدعا کی کہ وہ مجلس صلح میں حاضر ہوں جب سب جمع ہوئے تو لشکر تاتار نے تلواریں کھینچ لیں اور ان کی گردنیں اڑا دیں پھر انہیں کھچی ہوئی تلواروں کے ساتھ بغداد میں گھس گئے اور چالیس دن تک لوگوں کو خون بہاتے رہے۔ منقول ہے کہ پچاس لاکھ سے زیادہ افراد ان میں سے قتل کئے اور لوگوں کے خون سے نہریں جاری ہوئیں جو دجلہ سے ملحق ہو گئیں اور مستعصم کو اس کے بیٹے ابوبکر کے ساتھ ایک موٹے کمبل میں لپیٹ کر انہیں اتنا زدوکوب کیا کہ وہ مر گئے اور ایک قول ہے کہ انہیں چونا کوٹنے کے اوزار سے اتنا زدوکوب کیا گیا کہ وہ دونوں ہلاک ہو گئے اور یہ واقعہ ۲۸ محرم ۶۵۶ ہجری میں جو لفظ خون کے مطابق سے رونما ہو اور دمیری کہتا ہے کہ معاملہ لوگوں کیلئے اتنا سخت تھا کہ کسی شخص کے پاس مستعصم کے مرنے کی تاریخ لکھنے اور اس کی لاش کو دفن کرنے کی مہلت نہیں تھی اور ذہبی کہتا ہے کہ میں گمان نہیں کرتا کہ کسی شخص نے خلیفہ کو دفن کیا ہو اور مصیبت اتنی عظیم تھی کہ اس جیسی مصیبت کبھی

نہیں دیکھی گئی۔

اور اخبار الدول میں صاحب طیوریات سے منقول ہے اس نے روایت کی ہے کہ جب کعب بن زہیر شاعر نے قصیدہ بانت سعد رسول خدا کے سامنے پڑھا تو آپؐ نے اسے اپنی ردا بخش دی اور وہ ردا کعب کے پاس معاویہ کے زمانہ تک رہی۔اس نے اسے دس ہزار درہم کی پیشکش کیا تا کہ وہ رداء لے لے۔کعب نے قبول نہ کیا۔جب کعب مر گیا تو معاویہ نے بیس ہزار درہم اس کی اولاد کے پاس بھیجے اور ان سے وہ رداء لے لی اور وہ بردو کساء خلفاء کے پاس رہی اور مسلسل ایک خلیفہ سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتی رہی اور خلفاء اسے اہمیت دیتے اور عید کے دن اس کو اپنے دوش پر ڈالتے اور اسے تبرک سمجھتے تھے یہاں تک کہ وہ مستعصم تک پہنچ گئی اور مستعصم جس دن ہلاکو کی ملاقات کیلئے گیا تو وہ رداء اس کے دوش پر تھی اور رسول خدا کا عصاء ہاتھ میں تھا۔جب ہلاکو نے مستعصم کو قتل کیا تو وہ رداو عصا جلا کر ان کی راکھ دجلہ میں پھینک دی اور کہنے لگا کہ میں نے یہ کام بطور اہانت نہیں کیا بلکہ میں نے چاہا ہے کہ رداء و عصا کو پاک کر دوں کیونکہ خلفاء کے بدن ان سے مس ہوئے ہیں۔خلاصہ یہ کہ ہلاکو نے مستعصم کی باقی اولاد کو قتل کر دیا اور اس کی بیٹیاں قید کر لیں اور آل عباس کی حکومت عراق میں مستعصم کے قتل ہونے سے ختم ہو گئی اور ساڑھے تین سال تک دنیا میں بنی عباس کا کوئی خلیفہ نہیں تھا اس کے بعد مصر میں بنی عباس کی ایک جماعت خلیفہ ہوئی۔

اور مستعصم کے زمانہ ۶۴۳ ہجری میں علی بن محمد نے جس کا لقب علم الدین سخاوی ہے (جو نحوی مقری شافعی اور شاطبیہ کا شارح تھا) دمشق میں وفات پائی اور سخاوی سخا کی طرف منسوب ہے جو مصر کے علاقہ میں ایک جگہ ہے اور ۶۴۳ ہجری میں موفق الدین یعیش بن علی بن یعیش نحوی نے جو ابن صائغ مشہور تھا وفات پائی اور ۶۴۵ ہجری میں عمر بن محمد نے جو شلوبینی مشہور اندلسی اور نحوی ہے وفات پائی اور شلوبین اندلس کی زبان میں زیادہ سفید و سرخ کو کہتے ہیں۔۶۴۵ ہجری میں بصرہ میں طاعون کی بیماری پیدا ہوئی جس کے متعلق ابن جوزی کہتا ہے کہ چار دن تک یہ بیماری رہی۔پہلے دن ستر ہزار دوسرے دن اکہتر ہزار تیسرے دن تہتر ہزار اور چوتھے اکا دکا آدمی کے علاوہ سب لوگ مر گئے اور ۶۴۶ ہجری میں عثمان بن عمر مالکی کردی نے جو ابن حاجب مشہور ہے اور مختصر اصول و مختصر فقہ و نحو کے کافیہ اور صرف کے شافیہ وغیرہ کا مولف ہے اسکندریہ میں وفات پائی۔

اس کا باپ کردی فوجی اور امیر عز الدین صلاحی کا حاجب و دربان تھا مشہور ہے کہ ابن حاجب ہلاکو کے واقعہ میں بغداد میں مارا گیا بعد اس کے کہ اس نے اپنے کو چھپا رکھا تھا اور اس نے حیلہ کیا کہ خون کے طشت کے درمیان کرسی پر بیٹھا تھا اور خواجہ نصیر نے رمل کے ذریعہ اس کو تلاش کیا اور یہ حکایت مشہور ہے کہ مؤنث سماعی میں ابن حاجب کے مفید اشعار ہیں

نفسی الفدا السائل وافانی
المسائل فاحت کغصن لسانی
اسماء تانیث بغیر علامة
ھی یافتی فی عرفھم ضربان

۱۹ ماہ رمضان ۶۴۸ ہجری میں آیۃ اللہ جمال الملۃ والحق والدین ابو منصور حسن بن شیخ فقیہ سدید الدین یوسف بن مطہر حلہ (جو علامہ حلی کے لقب سے مشہور ہیں خدا ان کے مقام کو بلند رکھے) پیدا ہوئے۔ اور وہ مرحوم محقق حلی کے بھانجے تھے کی تصانیف نوے سے زیادہ ہیں منقول ہے کہ ان کی تصانیف ان کی عمر شریف کے دنوں پر تقسیم کئے ہے تو مہد سے لے کر لحد تک ہر دن کے حصہ میں کتاب کا ایک جزو آیا اور مولانا آقا حسین خوانساری سے منقول ہے کہ ہم نے ان کی ان تصانیف کا حساب لگایا جو ہمارے ہاتھوں میں موجود ہیں تو ہر دن کے مقابلہ میں تین سطریں آئیں اور ان کی ایک تمکین مشہور حکایت ہے مخالفین کے ساتھ سلطان الجاتیو محمد مغل (جس کا لقب شاہ بندہ خدا تھا) کے دربار میں ان کے جوتا ہاتھ میں لینے اور رسولؐ کے جوتے کی چوری کی نسبت سنیوں کے چار اماموں کی طرف دینے اور ان کے علماء کے انکار کرنے کے متعلق کہ وہ تو رسولؐ کے زمانہ میں تھے ہی نہیں تا کہ وہ چوری کرتے آخر واقعہ تک جو ان کا واقعہ ان سے ہوا اس مجلس میں اس طرح کہ علامہ ان علماء اہل سنت پر غالب آئے اور آپ کی برکت سے بادشاہ شیعہ ہو گیا اور بادشاہ نے شہروں اور مختلف ممالک میں فرمان جاری کیا کہ آئمہ اثنا عشریہ کے نام کا خطبہ پڑھیں اور آئمہ معصومین کے نام مساجد میں اور ان کے مشاہد میں نقل کیے جائیں اور اگر علامہ مرحوم کے لئے اس کے علاوہ اور کوئی منقبت نہ ہو تو بھی وہ فخر کے لحاظ سے تمام علماء پر فوق ہیں جب کہ ان کے اور مناقب بھی بیشمار ہیں اور یہ واقعہ فریقین میں مشہور ہے بعض تواریخ عامہ سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ ۷۰۷ ہجری کے سوانح اور مصائب میں سے یہ ہے کہ خدا بندہ نے اظہار تشیع کیا ابن مطہر کے گمراہ کرنے سے اور آپ جانتے ہیں کہ یہ کلام کس قسم کے محزون دل سے صادر ہوا ہے علامہ حلی رحمہ اللہ کی وفات ۲۱ محرم محروسہ حلہ میں ۷۲۶ ہجری میں ہوئی اور جوار امیر المومنینؑ میں دفن ہوئے اور انہوں نے اپنے والد اپنے ماموں محقق اور محقق طوسی اور ابن عمر کاتبی قزوینی صاحب شمسیہ اور ان کے علاوہ دیگر علماء شیعہ وسنی کی شاگردی کی ہے۔

خاتمہ کتاب

اس کو اپنے مٹنے والے دائیں ہاتھ سے احمد نے جسے خوشنویس کہتے ہیں ماہ ذیقعدہ حرام ۱۳۷۳ ہجری میں محروسہ تہران میں لکھا ہے۔ اس کا ترجمہ ناچیز حقیر مولانا سید صفدر حسین نجفی ولد سید غلام سرور نقوی نے بدھ کے دن صبح سات بجے ۱۴ رجب المرجب ۱۳۹۶ ہجری ۱۴ جولائی ۱۹۷۶ء بر مکان خود واقع مسلم کالونی نزد سمن آباد محروسہ لاہور میں ختم کیا ہے خداوند عالم اس سے مومنین و مسلمین کو استفادہ کی توفیق عنایت فرمائے تا کہ یہ اس جیسے روسیاہ کے لیے آخرت کی ہولناکیوں سے نجات کا سبب بن سکے بحق النبی و آلہ۔

سید صفدر حسین نجفی

حصہ سوم

کتاب طبقات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد اللہ رب العالمین والصلوۃ علی محمد وآلہ الطاہرین۔ اس کے بعد اس طرح کہتا ہے یہ مجرم جس کا نام عباس قمی عفی اللہ عنہ ہے کہ چونکہ کتاب تتمۃ المنتہی فی الوقائع ایام الخلفاء بہت سے مطالب پر مشتمل تھی کہ جن میں سے خلفاء اصحاب آئمہؑ علماء اور شعراوغیرہ کے طبقات کا تعین بھی ہے اور طبقات کا معلوم کرنا بہت مہم اور ضروری ہے لہٰذا داعی نے یہ فہرست اس کتاب کے لیے لکھی ہے اور اس کو اس طرح تحریر کیا ہے کہ وہ طبقات میں مستقل ایک کتاب ہو، لہٰذا مستعصم کے قتل کے بعد جو کہ ۶۵۶ھ ہجری میں ہوا ہے کہ جہاں کتاب تتمۃ المنتہی ختم ہوئی ہے۔ میں نے اس کی فہرست کے ساتھ اپنے زمانہ تک کے علماء کے طبقات کا اضافہ کیا ہے اور ہر ایک کے ترجمہ وسوانح میں کچھ اس کے حالات بھی لکھے ہیں لیکن چونکہ پریشانی ابتلاءات اور اشغال اس داعی کے بہت تھے پورے طور پر واقعات لکھنے کی فرصت نہیں تھی اور اتنی مقدار جو مجھے مل سکی ہے اسے لکھ دیا ہے امید ہے کہ اہل علم اس کی قدردانی کریں گے اور داعی کو دعائے خیر سے فراموش نہیں فرمائیں گے۔ وما توفیقی الا باللہ (توفیق بس اللہ کی طرف سے ہے)

پہلی صدی کے واقعات

١٠ ہجری میں ابوبکر بن ابوقحافہ نے لباس خلافت پہنا اور یہ واقعہ ٦٢١٣ ہجری بعد از ہبوط آدم کا ہے۔

سنہ ١٢ ہجری میں زید بن خطاب و ابوحذیفہ و سالم و ثابت بن قیس خطیب انصار و ابودجانہ و ابوالعاص بن ربیع (عرف عام میں) داماد رسولؐ نے وفات پائی۔

سنہ ١٣ ہجری میں ابوبکر کی وفات اور عمر کی خلافت شروع ہوئی۔

سنہ ١٤ ہجری میں ابوعبیدہ مختار کے باپ اور ابوقحافہ ابوبکر کے باپ کی وفات ہوئی نماز تراویح ایجاد کی گئی اور شام کا علاقہ فتح ہوا۔

سنہ ١٥ ہجری میں عکرمہ بن ابوجہل، فضل بن عباس، خالد بن ولید، عمر بن ام مکتوم (نابینا) ابوزید انصاری اور سعد بن عبادہ کی وفات ہوئی۔

سنہ ١٦ ہجری میں اہواز اور جلولا کا علاقہ فتح ہوا اور تاریخ ہجری کی بنیاد رکھی گئی۔

سنہ ١٧ ہجری ہجری میں تستر (ششتر) اور جاسوس کے علاقے فتح ہوئے۔

سنہ ١٨ ہجری میں معاذ بن جبل، ابوعبیدہ جراح کی موت واقع ہوئی اور شام کے علاقہ میں سخت قسم کی طاعون کی بیماری پڑی کہ جس میں پچیس ہزار افراد ہلاک ہوگئے کہ جن میں جناب بلال مؤذن رسول بھی تھے۔

سنہ ١٩ ہجری میں ابی بن کعب، زینب بنت جحش اُسد بن حضیر، ابوسفیان بن حرث بن عبدالمطلب کی وفات ہوئی۔

سنہ ٢٠ ہجری میں مصر و اسکندریہ فتح ہوئے

سنہ ٢١ ہجری نہاوند، دینور، ہمدان اور دیگر فتوحات ہوئیں اور حسن بصری و شعبی پیدا ہوئے۔

سنہ ٢٢ ہجری میں آذربیجان، قزوین، زنجان، قومس، خراسان اور بلخ وغیرہ کے علاقے فتح ہوئے۔

سنہ ٢٣ ہجری میں عمر قتل ہوئے اور عثمان کی خلافت کا آغاز ہوا۔

سنہ ٢٥ ہجری میں اسکندریہ، افریقہ فتح ہوئے۔

سنہ ٢٦ ہجری میں عثمان عمرہ کے ارادہ سے مکہ گئے اور مسجد الحرام کو وسیع کرنے کا حکم دیا۔

سنہ ٢٩ ہجری میں عثمان نے حج کیا اور نماز قصر کو تمام پڑھا اور مسجد نبوی کو وسیع کیا گیا۔

سنہ ٣٠ ہجری میں عثمان کے حکم سے مصاحف (قرآن کے نسخے) جمع کئے گئے اور چند مصحف لکھ کر مختلف شہروں میں بھیجے گئے۔

۳۱ ہجری میں ابوسفیان بن حرب حکم بن ابوالعاص مر گئے اور فارس ایران کا آخری بادشاہ یزدجرد قتل ہوا اور آل دارا کی سلطنت کا خاتمہ ہوا۔

۳۲ ہجری میں عباسؓ رسولؐ خدا کے چچا۔ ابوذر غفاریؓ، ابن مسعود اور عبدالرحمن بن عوف کی وفات ہوئی۔

۳۳ ہجری میں مقداد رہ کی وفات ہوئی۔

۳۵ ہجری میں عثمان قتل ہوئے اور امیر المومنین علی علیہ السلام تخت خلافت پر رونق افروز ہوئے۔

۳۶ ہجری میں جنگ جمل اور طلحہ و زبیر کا قتل اور زید بن صوحان رہ کی شہادت واقع ہوئی۔

۳۶ ہجری اور ۳۷ ہجری میں جنگ صفین عمار یاسر، خزیمہ بن ثابت ذوالشہادتین اور مرقال کی شہادت اور لیلۃ اہریر کا واقعہ رونما ہوا۔

۳۸ ہجری میں واقعہ نہروان ہوا۔ مصر کی گورنری عمرو عاص کو ملی اور محمد بن ابوبکر اور مالک اشتر رحمہا اللہ علیہا شہید ہوئے

۴۰ ہجری میں امیر المومنینؑ کی شہادت ہوئی اور امام حسنؑ کی (ظاہر و واقعی) خلافت کا آغاز ہوا۔

۴۱ ہجری میں معاویہ بن ابوسفیان کی امارت و خلافت (جبری) شروع ہوئی۔

۴۳ ہجری میں عمرو عاص مرا۔

۵۰ ہجری میں جناب امام حسن علیہ السلام کی شہادت ہوئی۔

۵۱ ہجری میں حجر بن عدی رہ کی شہادت ہوئی۔

۵۲ ہجری میں ابوموسیٰ اشعری کی موت واقع ہوئی۔

۵۳ ہجری میں زیاد بن ابیہ فی النار والسقر ہوا۔

۵۵ ہجری میں سعد بن ابی وقاص کی وفات ہوئی۔

۵۷ ہجری میں حضرت باقرؑ کی ولادت اور حضرت عائشہ و ابوہریرہ کی وفات ہوئی۔

۵۹ ہجری میں جناب ام سلمہؓ اور سعید بن عاص امیر کوفہ کی وفات ہوئی۔

۶۰ ہجری میں معاویہ مرا اور یزید بن معاویہ خلیفہ ہوا۔

۶۱ ہجری میں واقعہ کربلا اور شہادت سید الشہداء علیہ السلام ہوئی۔

۶۳ ہجری میں واقعہ حرہ و احراق (جلانا) بیت اللہ الحرام واقع ہوا۔

۶۴ ہجری میں یزید واصل جہنم ہوا اور معویہ بن یزید۔ عبداللہ بن زبیر اور مروان بن حکم خلیفہ ہوئے۔

۶۵ ہجری میں مروان ہلاک ہوا اور خلافت عبدالملک بن مروان کا آغاز ہوا۔

۶۵ ہجری میں کوفہ کے شیعوں نے حضرت سید الشہداء کے قاتلوں سے انتقام لینے کے لیے خروج کیا اور عین وردہ میں ان کی

شہادت ہوئی۔

۶۶ ہجری میں ابن زیاد حصین بن نمیر اور شام کے کئی سرکردہ علیہم لعنۃ اللہ مارے گئے۔

۶۷ ہجری میں چودہ رمضان کو جناب مختار مصعب بن زبیر کے ہاتھوں مارے گئے۔ اور احنف بن قیس نے وفات پائی۔

۶۸ ہجری میں زید بن ارقم اور ابن عباس کی وفات ہوئی۔

۷۱ ہجری میں ابراہیم بن اشتر اور مصعب بن زبیر مسکن کے علاقہ میں مارے گئے۔ مصعب کا سر عبدالملک کے پاس لے آئے اور کوفہ کے قصر الامارہ میں رکھا۔ عبدالملک نے دارالامارہ کی شومی ونحوست کی وجہ سے اس کے خراب کرنے کا حکم دیا اسی سال براء بن عازب کی وفات ہوئی۔

۷۳ ہجری میں حجاج بن یوسف ثقفی نے عبداللہ بن زبیر کو قتل کیا۔

۷۴ ہجری میں عبداللہ بن عمر، ابو سعید خدری اور سلمہ بن اکوع کی وفات ہوئی۔

۷۵ ہجری میں شریح قاضی کوفہ نے وفات پائی۔

۷۸ ہجری میں جابر بن عبداللہ انصاری نے وفات پائی۔

۸۱ ہجری میں جناب محمد بن حنیفہ کی وفات اور اسی سال یا ۸۴ ہجری میں عبداللہ بن جعفر کی وفات ہوئی۔

۸۳ ہجری میں دارالایمان قم کی بناء وتعمیر کا آغاز ہوا۔

۸۶ ہجری میں عبدالملک بن مروان مرا اور ولید بن عبدالملک کی حکومت وخلافت شروع ہوئی۔

۸۷ ہجری یا ۸۸ ہجری میں ولید نے شام میں مسجد اموی کی بنیاد رکھی اور مدینہ میں مسجد نبوی تعمیر کروائی۔

۹۵ ہجری میں میں امام زین العابدین علیہ السلام کی شہادت اور سعید بن جبیر اور سعید بن مسیب اور عام فقہاء مدینہ کی وفات ہوئی اور حجاج بن یوسف ثقفی جہنم کے درک اسفل میں پہنچا۔

۹۶ ہجری میں ولید مرا اور سلیمان بن عبدالملک کی خلافت شروع ہوئی۔

۹۹ ہجری میں سلیمان کی وفات اور عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کا آغاز ہوا۔

دوسری صدی کے واقعات

سنہ ۱۰۱ ہجری میں عمر بن عبدالعزیز کی وفات اور یزید بن عبدالملک کی خلافت شروع ہوئی۔

سنہ ۱۰۲ ہجری میں یزید بن مہلب بن ابوصفرہ مارا گیا۔

سنہ ۱۰۳ ہجری میں عطاء بن یسار اور مجاہد بن جبیر کی وفات ہوئی۔

۱۰۴ ہجری میں وہب بن منبہ اور طاؤس یمانی کی وفات ہوئی۔

سنہ ۱۰۴ ہجری میں عامر بن شراحیل جو شعبی کے لقب سے مشہور تھا کی وفات ہوئی۔

سنہ ۱۰۵ ہجری میں کثیر عزہ مشہور شیعہ شاعر کی وفات ہوئی۔

سنہ ۱۰۵ ہجری ہی میں یزید کی موت اور ہشام بن عبدالملک کی خلافت شروع ہوئی۔

سنہ ۱۰۸ ہجری میں قاسم بن محمد بن ابوبکر کی وفات ہوئی۔

سنہ ۱۱۰ ہجری میں حسن بصری۔ ابن سیرین۔ ہمام بن غالب جو فرزدق مشہور تھا اور وہب یمانی کی وفات ہوئی۔

سنہ ۱۱۴ ہجری میں حکم بن عتبہ تبری زیدی نے وفات پائی۔

سنہ ۱۱۵ ہجری میں مفتی مکہ عطاء نے وفات پائی

سنہ ۱۱۷ ہجری میں جناب سکینہ خاتون، قتادہ مفسر اور ذوالرمتہ شاعر نے وفات پائی۔

سنہ ۱۱۸ ہجری میں علی بن عبداللہ بن عباس سفاح و منصور کے دادا نے وفات پائی۔

سنہ ۱۲۰ ہجری میں ابن کثیر قاری نے وفات پائی۔

سنہ ۱۲۱ ہجری میں جناب زید بن علی بن الحسینؑ کی شہادت ہوئی۔

سنہ ۱۲۲ ہجری میں ابو واثلہ کی موت واقع ہوئی۔

سنہ ۱۲۳ ہجری میں محمد بن مسلم نے جو (زہری کے لقب سے مشہور تھا مدینہ کا فقیہ اور تابعی تھا، وفات پائی۔

سنہ ۱۲۵ ہجری میں ہشام کی موت اور ولید بن یزید بن عبدالملک کی خلافت کا آغاز ہوا۔

سنہ ۱۲۵ ہجری ہی میں خالد بن عبداللہ قسری مارا گیا اور جناب یحییٰ بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام کی جوزجان میں شہادت ہوئی۔

سنہ ۱۲۶ ہجری میں ولید مارا گیا او یزید و ابراہیم ولید بن عبدالملک کے بیٹے خلیفہ ہوئے۔

سنہ ۱۲۶ ہجری ہی میں یزید بن ولید مرا اور کمیت بن زیاد اسدی مداح اہل بیتؑ کی وفات اور حضرت باقر العلوم علیہ السلام کی

شہادت ہوئی۔

۱۲۷ہجری میں ابراہیم مارا گیا اور مروان بن محمد بن مروان بن حکم کی سلطنت کا آغاز ہوا۔

۱۲۷ہجری یا ۱۲۸ہجری میں جابر بن یزید جعفی اور سدی کی وفات ہوئی۔

۱۲۹ہجری میں عاصم بن ابوالنجود قاری کی فات ہوئی۔

۱۳۱ہجری میں مالک بن دینار کی موت واقع ہوئی۔

۱۳۲ہجری میں مروان حمار مارا گیا اور آل عباس کی سلطنت کا آغاز ہوا۔ کہ جن میں سے پہلا بادشاہ ابوالعباس سفاح ہے۔

۱۳۵ہجری میں رابعہ عدویہ کی وفات ہوئی۔

۱۳۶ہجری مس عبداللہ سفاح کی وفات اور ابوجعفر منصور دوانقی کی خلافت شروع ہوئی۔

۱۴۱ہجری میں ابان بن تغلب کی وفات ہوئی۔

۱۴۴ہجری میں عمرو بن عبید شیخ و سردار معتزلہ کی وفات ہوئی

۱۴۵ہجری میں عبداللہ بن مقفع زندیق قتل ہوا اور محمد نفس زکیہ اور ابراہیم شہید ہوئے۔

۱۴۸ہجری میں سلیمان بن اعمش اور ابن ابی لیلیٰ کی وفات اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت ہوئی۔

۱۴۹ہجری میں عیسیٰ بن عمر ثقفی رہ اور ابن جریح کی وفات ہوئی۔

۱۵۰ہجری میں ابوحمزہ ثمالی مقاتل بن سلیمان مفسر، زرارہ بن اعین۔ محمد بن مسلم ثقفی رہ اور ابوحنیفہ کی وفات ہوئی۔

۱۵۱ہجری میں محمد بن اسحاق کی وفات ہوئی اور معن بن زائدہ شیبانی مارا گیا۔

۱۵۴ہجری میں ابوعمر علا قاری کی وفات ہوئی۔

۱۵۷ہجری میں وزاعی نے وفات پائی۔

۱۵۸ہجری میں منصور مرا اور مہدی محمد بن منصور کی خلافت شروع ہوئی۔

۱۶۱ہجری میں سفیان بن سعید ثوری کی وفات ہوئی اور ایک قول ہے کہ اسی ہی سال میں ابراہیم ادہم بلخی کی وفات ہوئی اور حماد عجرد نے بھی وفات پائی۔

۱۶۹ہجری میں مہدی کی وفات اور موسیٰ ہادی کی خلافت شروع ہوئی۔

۱۷۰ہجری میں خلیل بن احمد عروضی شیعہ امامی نے وفات پائی اور ۱۷۰ہجری ہی میں ہادی کی وفات اور ہارون الرشید کی خلافت کا آغاز ہوا۔

۱۷۳ہجری میں خیزران ہادی کی ماں اور محمد بن سلیمان عباسی کی وفات ہوئی۔

۱۷۴ہجری میں ابوعلی شقیق بلخی نے وفات پائی۔

۱۷۵ ہجری میں شریک بن عبداللہ نخعی اور معاویہ بن عمار کوفی کی وفات ہوئی۔

۱۷۹ ہجری میں مالک بن انس، عمرو بن عثمان جو سیبویہ مشہور ہے اور واصل بن عطا معتزلی نے وفات پائی۔

۱۸۲ ہجری میں ابو یوسف قاضی یونس نحوی اور علی بن یقطین نے وفات پائی۔

۱۸۴ ہجری میں احمد ستی بن ہارون الرشید نے وفات پائی۔

۱۸۵ ہجری میں عبدالصمد سفاح کے چچا اور یزید بن مزید شیبانی نے وفات پائی۔

۱۸۶ ہجری میں فضیل بن عیاض مرتاض (ریاضت کرنے والا) نے وفات پائی۔

۱۸۸ ہجری میں ابراہیم ندیم موصلی کی وفات ہوئی۔

۱۸۹ ہجری میں علی بن حمزہ کسائی ومحمد بن حسن شیبانی حنفی کی وفات اور جعفر برمکی کا قتل اور آل برمک کی حکومت کا خاتمہ ہوا۔

۱۹۳ ہجری میں ہارون الرشید کی موت اور محمد امین کی خلافت کا آغاز ہوا۔

۱۹۶ ہجری میں مامون کی خلافت اور ۱۹۸ ہجری میں محمد امین کا قتل اور خلافت عبداللہ مامون کا استقرار ہوا۔

۱۹۸ ہجری ہی میں حسن بن ہانی (جو ابونواس مشہور شاعر تھا) کی وفات ہوئی۔

۱۹۹ ہجری میں ابوالسرایا کا خروج اور بعض اولاد ابو طالب کا قتل وقوع پذیر ہوا۔

تیسری صدی کے واقعات

۲۰۰ ہجری میں مامون نے امام رضاؑ کو مدینہ سے مرو کی طرف بلوایا اور معروف کرخی کی وفات ہوئی۔

۲۰۱ ہجری میں حضرت فاطمہ دختر امام موسیٰ کاظمؑ (معصومہ قم) کی وفات ہوئی۔

۲۰۳ ہجری میں امام رضا علیہ السلام کی شہادت ہوئی۔

۲۰۴ ہجری میں ہشام بن محمد جو ابن کلبی نسابہ کے نام سے مشہور تھا، اور محمد بن ادریس شافعی کی وفات ہوئی۔

۲۰۶ ہجری میں قطرب نحوی اور نضر بن شمیل کی وفات ہوئی۔

۲۰۷ ہجری میں طاہر بن حسین واقدی اور فترا دیلمی نحوی کی وفات ہوئی۔

۲۰۸ ہجری میں یونس بن عبدالرحمن اور فضل بن ربیع فوت ہوئے اور سیدہ نفیسہ خاتون بنت حسن بن زید بن حسن علیہ السلام کی مصر میں وفات ہوئی۔

۲۰۹ ہجری میں حماد بن عثمان وحماد بن عیسیٰ ویحییٰ بن حسین بن زید بن علیؑ کی وفات اور ابن عائشہ عباسی کا قتل اور مامون نے بوران سے شادی کی۔

۲۱۰ ہجری میں صفوان بن یحییٰ نے وفات پائی۔

۲۱۱ ہجری میں معمر بن مثنی نحوی جو ابوعبیدہ نحوی کے نام سے مشہور تھا اور ابوالتاہیہ شاعر نے وفات پائی۔

۲۱۲ میں مامون کے منادی نے ندا دی کہ کوئی شخص معاویہ کو اچھے نام سے یاد نہ کرے۔

۲۱۳ ہجری میں ابن ہشام مولف سیرت ابن ہشام اور اسحاق بن مرار شیبانی نحوی کی وفات ہوئی۔

۲۱۵ ہجری میں اخفش اوسط اور ابوزید نحوی کی وفات ہوئی۔

۲۱۶ ہجری میں اصمعی عبدالملک بن قریب اور زبیدہ خاتون امین کی ماں کی وفات ہوئی۔

۲۱۷ ہجری میں محمد بن ابوعمیرہ کی وفات اور مامون کا مصر کی طرف جانا اور عبدوس کو قتل کرنا اور وہاں سے اہل رومہ سے جنگ کرنے کے لیے جانا اور بہت سے علاقے فتح کرنا۔

۲۱۸ ہجری میں مامون کی موت اور اس کے بھائی معتصم کی خلافت کا آغاز ہوا۔

۲۱۹ ہجری میں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی شہادت ہوئی اور ابوجعفر محمد بن قاسم حسینی علوی قید ہوا۔

۲۲۱ ہجری میں احمد بن محمد ابونصر بزنطی کی وفات ہوئی۔

۲۲۲ ہجری میں بابک اور اس کا بھائی عبداللہ قتل ہوئے۔ معتصم

۲۲۳ ہجری میں ابوعبید قاسم بن سلام کی وفات ہوئی اور معتصم سلطان روم سے جنگ کرنے گیا۔ اور عموریہ کو فتح کیا۔

۲۲۴ ہجری میں حسن بن محبوب سراد صاحب مشیخہ اور حسن بن علی بن فضال اور ابراہیم بن مہدی جو ابن شکلہ مشہور تھا نے وفات پائی۔

۲۲۵ ہجری میں افشین نے معتصم کی قید میں وفات پائی اور صالح بن اسحاق جو جرمی مشہور اور نحوی تھا اور ابوالحسن مدائنی علی بن محمد نے وفات پائی۔

۲۲۶ ہجری میں امیر قاسم بن عیسیٰ جو ابودلف مشہور تھا اور بشر حافی و محمد بن ہذیل نے (جو ابوہذیل علاف مشہور اور شیخ و رئیس معتزلہ تھا) وفات پائی۔

۲۲۷ ہجری میں معتصم مرا اور ہرون واثق خلیفہ ہوا۔

۲۲۸ ہجری میں حبیب بن اوس طائی (جو ابوتمام مشہور شاعر اور صاحب کتاب حماسہ تھا) اور احمد بن محمد بن عبدربہ عقد الفرید کے مولف نے وفات پائی۔

۲۳۱ ہجری میں ابوعبداللہ محمد زیاد کوفی نے جو ابن عربی کے نام سے مشہور نحوی تھا وفات پائی اور واثق نے احمد بن نصر خزاعی کو قتل کیا۔

۲۳۲ ہجری میں واثق کی وفات اور جعفر متوکل بن محمد بن ہارون کی خلافت شروع ہوئی۔

۲۳۳ھ ہجری میں محمد بن عبدالملک زیات وزیر قتل ہوا اور یحییٰ بن معین نے وفات پائی۔

۲۳۵ھ ہجری میں عبدالسلام بن غبان دیک الجن شیعہ امامی شاعر نے وفات پائی۔

۲۳۷ھ ہجری میں ابن راہویہ اسحاق بن ابراہیم اور حاتم اصم بلخی کی وفات ہوئی۔

۲۴۰ھ ہجری میں احمد بن ابوداؤد کی وفات ہوئی۔

۲۴۱ھ ہجری میں احمد بن حنبل نے اور ابوجعفر محمد بن عبداللہ اسکانی معتزلی نے جمادی الثانی چھ تاریخ کی رات کو وفات پائی اور اسی سال تناثر نجوم (ستارے ٹوٹ ٹوٹ کے گرے) ہوا۔

۲۴۲ھ ہجری میں یحییٰ بن اکثم کی وفات ہوئی۔

۲۴۴ھ ہجری میں ابن السکیت شیعہ امامی۔ثوبان بن ابراہیم۔ذوالنون مصری اور ابومحلم شیبانی لغوی کی وفات ہوئی۔

۲۴۶ھ ہجری میں دعبل بن علی خزاعی شیعہ امامی شاعر کی وفات ہوئی۔

۲۴۷ھ ہجری میں ابراہیم بن عباس صولی کاتب وشاعر کی وفات ہوئی۔

۲۴۷ھ ہجری میں متوکل مارا گیا اور محمد منتصر باللہ بن متوکل خلیفہ ہوا۔

۲۴۸ھ ہجری میں سہل بن محمد نے (جو ابوحاتم سجستانی کے نام سے مشہور نحوی ولغوی تھا) اور بغاء ترکی کبیر نے وفات پائی۔

۲۴۸ھ ہجری ہی میں مستنصر باللہ کی وفات ہوئی اور مستعین باللہ احمد بن محمد بن معتصم کی خلافت کا آغاز ہوا۔

۲۵۰ھ ہجری میں حسن بن زید حسنی نے طبرستان کے علاقہ میں اور حسن بن اسماعیل حسینی نے جو کرکی مشہور تھا قزوین میں خروج کیا اور معتصم کے وزیر فضل بن مروان کی وفات ہوئی۔

۲۵۱ھ ہجری میں سامرہ کے لوگوں نے معتز باللہ کی بیعت کی۔

۲۵۲ھ ہجری میں مستعین خود بخود خلافت سے علیحدہ ہو گیا اور بلالیہ وسعدیہ کے درمیان بصرہ میں فتنہ کھڑا ہوا اور اس کے نتیجہ میں صاحب زنج کا ظہور ہوا۔

۲۵۲ھ ہجری ہی میں معتز باللہ زبیر بن جعفر متوکل خلیفہ ہوا۔

۲۵۴ھ ہجری میں حضرت (علی نقی) ہادی علیہ السلام کی شہادت ہوئی۔

۲۵۵ھ ہجری میں معتز خلافت سے معزول ہوا اور مہتدی باللہ محمد بن واثق خلیفہ ہوا۔

۲۵۵ھ ہجری ہی میں عمرو بن بحر بصری نے جو جاحظ کے لقب سے مشہور ہے وفات پائی اور صاحب زنج نے بصرہ میں خروج کیا۔

۲۵۶ھ ہجری میں مہتدی مارا گیا اور معتمد علی اللہ احمد بن جعفر متوکل خلیفہ ہوا اور ۲۵۶ھ ہی میں محمد بن اسماعیل بخاری مولف صحیح بخاری اور زبیر بن بکار کی وفات ہوئی۔

۲۵۷ ہجری میں صاحب زنج بصرہ میں داخل ہوا اور اہل بصرہ کو قتل کیا جن مقتولین میں سے ریاشی نحوی بھی تھا۔
۲۵۸ ہجری میں یحییٰ بن معاذ رازی معاصر جنید بغدادی کی وفات ہوئی اور موفق صاحب زنج سے جنگ کرنے گیا۔
۲۵۹ ہجری میں طاہریین کی حکومت کا خاتمہ اور صفاریون کی سلطنت کا آغاز ہوا۔
۲۶۰ ہجری میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت اور فضل بن شاذان احمد بن یزیدی نحوی ولغوی اور حنین بن اسحاق طبیب کی وفات ہوئی۔
۲۶۱ ہجری میں طیفور بایزید بسطامی اور مسلم بن حجاج نیشاپوری صاحب صحیح مسلم کی وفات ہوئی۔
۲۶۲ ہجری میں معتمد نے یعقوب صفار سے جنگ کی۔
۲۶۴ ہجری میں موسیٰ بن بغا واسماعیل بن یحییٰ مزنی اور یونس بن عبدالاعلیٰ نے وفات پائی۔
۲۶۵ ہجری میں احمد بن خصیب وزیر نے وفات پائی۔
۲۶۷ ہجری میں موفق نے صاحب زنج سے جنگ کی اور اس کو قتل کر دیا۔
۲۷۰ ہجری میں احمد بن طولون والی مصر نے وفات پائی۔
۲۷۱ ہجری میں بوران زوجہ مامون نے وفات پائی۔
۲۷۳ ہجری میں ابن ماجہ قزوینی نے وفات پائی۔
۲۷۴ ہجری میں احمد بن محمد برقی محاسن کے مولف نے وفات پائی۔
۲۷۵ ہجری میں سلیمان بن اشعث ابوداؤد سجستانی سنن نے وفات پائی۔
۲۷۶ ہجری میں ابن قتیبہ کی وفات ہوئی۔
۲۷۸ ہجری میں موفق باللہ معتمد کے بھائی اور ولی عہد نے وفات پائی۔
۲۷۸ ہجری میں معتمد باللہ کی وفات اور معتضد باللہ احمد بن طلحہ کی خلافت کا آغاز ہوا۔
۲۷۹ ہجری ہی میں محمد بن عیسیٰ ترمذی نے وفات پائی۔
۲۸۲ ہجری میں ابوالعیناء کی وفات ہوئی۔
۲۸۳ ہجری میں ابراہیم بن محمد ثقفی اور دعبل کے بھائی علی بن علی بن خزاعی کی وفات ہوئی اور معتضد نے ہرون شاری کے ساتھ جنگ کی۔
۲۸۴ ہجری میں بحتری شاعر نے وفات پائی اور ابوالفرج اصفہانی پیدا ہوا۔
۲۸۵ ہجری میں ابراہیم بن محمد بغدادی اور محمد بن یزید مبرد نحوی نے وفات پائی
۲۸۶ ہجری میں ابوالعباس محمد بن یونس کوفی محدث نے وفات پائی اور ابوسعید قرمطی نے بحرین میں خروج کیا۔

۲۸۷ ہجری میں داعی علوی نے خروج کیا اور وہ قتل ہوا اور معتضد نے بہت سا لشکر قرامطہ سے جنگ کرنے کیلئے بھیجا۔
۲۸۹ ہجری میں قرامطہ کی ایک جماعت گرفتار ہوئی اور قتل کر دی گئی۔
۲۸۹ ہجری میں ہی معتضد کی وفات ہوئی اور مکتفی باللہ علی بن معتضد کی خلافت کا آغاز ہوا۔
۲۹۰ ہجری میں عبداللہ بن احمد بن حنبل اور ابن رومی شاعر کی وفات ہوئی۔
۲۹۱ ہجری میں احمد بن یحییٰ جو ثعلب کے لقب سے مشہور نحوی تھا اور قاسم بن عبیداللہ وزیر نے وفات پائی۔
۲۹۲ ہجری میں عثمان بن جنی نحوی کی وفات ہوئی اور ابن خلیجی نے مصر پر غلبہ حاصل کیا۔
۲۹۵ ہجری میں مکتفی کی وفات ہوئی اور مقتدر باللہ جعفر بن معتضد خلیفہ ہوا۔
۲۹۶ ہجری میں عبداللہ بن معتز مارا گیا۔
۲۹۷ ہجری میں ابوالقاسم جنید بغدادی کی وفات ہوئی۔
۲۹۹ ہجری میں ابن کیسان نحوی احمد بن ابراہیم کی وفات ہوئی۔

چوتھی صدی کے واقعات

۳۰۰ ہجری میں ابوالرضا حسن بن جعفر بن علی ہادی نے خروج کیا اور مارا گیا۔
۳۰۱ ہجری میں حسن بن علوی اطروش ناصر کبیر نے دیلم میں خروج کیا اور ابو سعید جنابی رئیس قرامطہ مارا گیا اور ابن مندہ محمد بن یحییٰ اور سعد بن عبداللہ اشعری قمی کی وفات ہوئی۔
۳۰۳ ہجری میں احمد بن علی بن شعیب نسائی صاحب سنن اور ابوعلی جبائی محمد بن عبدالوہاب رئیس معتزلہ بصرہ نے وفات پائی۔
۳۰۴ ہجری میں سید ابو محمد الروش سید مرتضیٰ کے نانا نے وفات پائی۔
۳۰۶ ہجری میں احمد بن ادریس اشعری قمی نے وفات پائی۔
۳۰۹ ہجری میں حسین حلاج قتل ہوا۔
۳۱۰ ہجری میں زجاج نحوی محمد بن ابراہیم اور محمد بن جریر طبری مورخ اور ابن سراج محمد بن سری نحوی نے وفات پائی۔
۳۱۱ ہجری میں ابوزکریا محمد رازی طبیب کتاب من لا یحضرہ الطبیب کے مولف نے وفات پائی۔
۳۱۲ ہجری میں علی بن فرات وزیر اپنے بیٹے محسن کے ساتھ قتل ہوا۔
۳۱۳ ہجری میں نفطویہ نحوی ابراہیم بن محمد کی وفات ہوئی۔

۳۱۵ ہجری میں علی بن سلیمان اخفش صغیر کی وفات قرامطہ کا طغیان وسرکشی اور وری پر دیلم کا غلبہ ہوا۔

۳۱۷ ہجری میں قرامطہ مکہ کی طرف گئے اور حاجیوں کو قتل کیا اور حجر سود شہر ہجر میں لے گئے اور ابوالقاسم کعبی عبداللہ بن احمد بلخی رئیس معتزلہ نے وفات پائی۔

۳۲۰ ہجری میں مقتدر کی وفات اور قاہر باللہ محمد بن معتضد کی خلافت کا آغاز ہوا۔

۳۲۱ ہجری میں ابن درید محمد بن حسن شاعر نحوی لغوی شیعہ امامی اور ابو ہاشم جبائی عبدالسلام بن محمد رئیس معتزلہ کی وفات ہوئی۔

۳۲۲ ہجری میں قاہر معزول اور راضی باللہ محمد بن جعفر خلیفہ ہوا۔

۳۲۳ ہجری میں محمد بن علی شلمغانی ملعون قتل ہوا۔

۳۲۶ ہجری میں شیخ ابوالقاسم بن روح رہ امام عصر علیہ السلام ارواحنا فداہ کے تیسرے نائب کی وفات ہوئی۔

۳۲۸ ہجری میں شیخ المحدثین محمد بن یعقوب کلینی رہ کتاب کافی کے مولف اور ابن انباری محمد بن قاسم نحوی اور ابن عبدربہ احمد بن محمد اندلسی صاحب عقد الفرید اور محمد بن احمد جو ابن شنبوذ قاری مشہور ہے اور محمد بن علی بن حسین مقلہ مشہور کاتب کی وفات ہوئی۔

۳۲۹ ہجری میں راضی کی وفات اور متقی باللہ ابراہیم بن مقتدر کی خلافت شروع ہوئی۔

۳۲۹ ہجری ہی میں شیخ علی بن بابویہ صدوق اول اور شیخ ابوالحسن علی بن محمد سمری امام علیہ السلام کے چوتھے نائب کی وفات ہوئی۔

۳۳۲ ہجری ہی میں ابن عقدہ احمد بن محمد بن سعید حافظ کوفی کی وفات ہوئی۔

۳۳۳ ہجری میں ایک قول کی بناء پر علی بن الحسین مسعودی کی وفات ہوئی۔

۳۳۳ ہجری ہی میں متقی معزول اور مستکفی باللہ عبداللہ بن علی خلیفہ ہوا۔

۳۳۴ ہجری میں مستکفی معزول اور مطیع للہ فضل بن مقتدر خلیفہ ہوا۔

۳۳۴ ہجری ہی میں بغداد میں سخت قحط پڑا اور جعفر بن یونس خراسانی بغدادی نے (جو شبلی کے لقب سے مشہور تھا) وفات پائی اور ابوالحسن اشعری علی بن اسماعیل بھی اسی سال کے دوران فوت ہوا۔

۳۳۵ ہجری میں محمد بن یحیٰی نے (جو صولی شطرنجی مشہور تھا) وفات پائی۔

۳۳۷ ہجری میں عبدالرحمن بن اسحاق زجاجی نحوی بغدادی نے وفات پائی۔

۳۳۸ ہجری میں ابن نحاس احمد بن محمد مصری نحوی اور عماد الدولہ بن بویہ نے وفات پائی۔

۳۳۹ ہجری میں معلم ثانی محمد بن طرخان ابونصر فارابی ترکی نے وفات پائی۔ اور اسی سال حجر الاسود اپنی جگہ پر واپس لوٹایا گیا۔

۳۴۲ھ ہجری میں علی بن محمد ابوالقاسم تنوخی معتزل قاضی بصرہ واہواز نے وفات پائی۔

۳۴۳ھ ہجری میں شیخ ابوجعفر محمد بن حسن بن ولید شیخ واستاد قمیین نے وفات پائی۔

۳۴۴ھ ہجری میں مصر میں سخت قسم کا زلزلہ آیا اور ابوبکر جعابی حافظ محمد بن عمر نے بغداد میں وفات پائی۔

۳۴۵ھ ہجری میں ابوعمر وزاہد مطرز محمد بن عبدالواحد بغدادی لغوی نے وفات پائی۔

۳۵۲ھ ہجری میں ابوالقاسم کوفی علی بن احمد موسیٰ مبرقع صاحب استغاثہ اور حسن بن محمد مہلبی وزیر معزالدولہ دیلمی نے وفات پائی۔ اسی سال روز عاشورا معزالدولہ دیلمی نے بغداد کے لوگوں کو حکم دیا کہ دکانیں اور بازار بند کردیں۔ اور نانبائی کھانا نہ پکائیں۔ بازاروں میں گنبد بنائے جائیں اور سیدالشہداء کے لیے ماتم برپا کریں۔

۳۵۳ھ ہجری میں اسماعیل بن حماد جوہری صاحب صحاح اللغۃ نے وفات پائی۔

۳۵۴ھ ہجری میں متنبی شاعر احمد بن حسین قتل ہوا۔

۳۵۵ھ ہجری میں حاکم محدث نیشاپوری اور منصور سامانی کی وفات اور جناب سید مرتضیٰ رہ کی ولادت ہوئی۔

۳۵۶ھ ہجری میں معزالدولہ احمد بن بویہ۔ سیف الدولہ علی بن عبداللہ بن حمدان۔ کافوراخشیدی۔ ابوعلی دقاقی ابوالفرعلی بن الحسین اصفہانی نے وفات پائی۔

۳۵۷ھ ہجری میں حارث بن سعید بن حمدان ابوفراس شاعر نے وفات پائی۔

۳۵۸ھ ہجری میں حسن بن حمزہ علوی مرعشی اور ناصرالدولہ حسن بن عبداللہ بن حمدان نے وفات پائی۔

۳۶۰ھ ہجری میں استاد محمد بن عمید قمی اور سلیمان بن احمد طبرانی معجم کبیر دراسماء صحابہ کے مولف نے وفات پائی۔

۳۶۳ھ ہجری ہی میں مطیع اللہ معزول اور طائع للہ عبدالکریم بن مطیع کی خلافت کا آغاز ہوا۔

۳۶۳ھ ہجری میں قاضی نعمان مصری نے وفات پائی۔

۳۶۶ھ ہجری میں قاضی محمد بن عبدالرحمن (جو ابن قریعہ مشہور تھا) کی وفات اور عزالدولہ دیلمی قتل ہوا۔

۳۶۸ھ ہجری میں ابوغالب زراری احمد بن محمد بن سلیمان اور شیخ محمد بن احمد بن داؤد قمی کتاب مزار کے مولف اور حسن بن عبداللہ سیرافی نحوی کی وفات ہوئی۔

۳۶۹ھ ہجری میں ابوالقاسم جعفر بن محمد بن سلیمان اور شیخ محمد بن احمد بن داؤد قمی کتاب مزار کے مولف اور حسن بن عبداللہ سیرافی نحوی کی وفات ہوئی۔

۳۷۰ھ ہجری میں ابن خالویہ حسین بن احمد نحوی اور محمد بن احمد ازہری ہروی لغوی کی وفات ہوئی۔

۳۷۲ھ ہجری میں فنا خسرو عضدالدولہ دیلمی رہ کی وفات ہوئی۔

۳۷۷ھ ہجری میں ابوعلی نحوی حسن بن احمد نے وفات پائی۔

۳۷۹ ہجری میں شرف الدولہ دیلمی کی وفات ہوئی۔

۳۸۱ ہجری میں طائع للہ معزول اور احمد قادر باللہ خلیفہ ہوا۔

۳۸۱ ہجری ہی میں رئیس المحدثین ابوجعفر محمد بن علی بن بابویہ قمی رہ کی وفات ہوئی۔

۳۸۴ ہجری میں علی بن عیسیٰ رمانی نحوی اور محسن بن علی قاضی تنوخی کی وفات ہوئی۔

۳۸۵ ہجری میں کافی الکفاۃ اسماعیل صاحب بن عبادرہ اور دارقطنی علی بن عمر اور ابن سکرہ محمد بن عبداللہ شاعر کی وفات ہوئی۔

۳۸۶ ہجری میں محمد بن علی واعظ ابوطالب مکی کی وفات ہوئی۔

۳۸۷ ہجری میں بست فتح ہوا اور غزنویوں کی حکومت کا آغاز ہوا۔

۳۸۸ ہجری میں حمد بن محمد خطابی نے وفات پائی۔

۳۹۱ ہجری میں ابن حجاج شاعر حسین بن احمد شیعہ امامی کی وفات اور حسام الدولہ عقیلی قتل ہوا۔

۳۹۲ ہجری میں ابن جنی عثمان نحوی کی وفات ہوئی۔

۳۹۸ ہجری میں بدیع الزمان ہمدانی احمد بن حسین مبدع مقامات کی وفات ہوئی۔

پانچویں صدی کے واقعات

۴۰۰ ہجری میں ابوالفتح بستی علی بن محمد کاتب وشاعر نے وفات پائی۔

۴۰۱ ہجری میں احمد بن محمد عیاشی مقتضب الاثر کے مولف نے وفات پائی۔

۴۰۳ ہجری میں ابوبکر باقلانی محمد بن طیب کی وفات اور قابوس بن دشمگیر امیر بن امیر قتل ہوا۔

۴۰۴ ہجری میں بہاالدولہ عضد الدولہ کی وفات ہوئی۔

۴۰۵ ہجری میں حاکم محمد بن عبداللہ نیشاپوری صاحب مستدرک علی الصحیحین کی وفات ہوئی۔

۴۰۶ ہجری میں سید رضی رہ اور احمد بن محمد بن اسفرائنی کی وفات ہوئی۔

۴۰۷ ہجری میں محمد بن علی فخر الملک وزیر بہاالدولہ بن عضد الدولہ دیلمی رہ کی وفات ہوئی۔

۴۱۰ ہجری میں ابن مردویہ احمد بن موسیٰ اصفہانی کی وفات ہوئی۔

۴۱۱ ہجری میں حسین بن عبیداللہ غضائری اور فردوسی صاحب شاہنامہ کی وفات ہوئی۔

۴۱۳ ہجری میں شیخ مفید محمد بن محمد بن نعمان رہ کی وفات ہوئی۔

۴۱۶ہجری میں ابوالحسن تہامی علی بن محمد شاعر اور سلطان الدولہ دیلمی قتل ہوئے۔
۴۱۸ہجری میں حسین بن علی وزیر مغربی کی وفات ہوئی۔
۴۲۰ہجری میں علی بن عیسٰی ربعی نحوی کی وفات ہوئی۔
۴۲۱ہجری میں سلطان محمود بن سبکتگین غزنوی اور امام مرزوقی احمد بن محمد شاعر کی وفات ہوئی۔
۴۲۲ہجری میں قادر باللہ کی وفات اور عبداللہ قائم بامراللہ کی خلافت کا آغاز ہوا۔
۴۲۳ہجری میں ابن عبدون احمد بن عبدالواحد اور ابن بواب علی بن ہلال کاتب کی وفات ہوئی۔
۴۲۷ہجری میں ثعلبی احمد بن محمد نیشاپوری اور قفال عبداللہ بن احمد مروزی کی وفات ہوئی۔
۴۲۸ہجری میں مہیار دیلمی اور حسین بن عبداللہ بن سینا شیخ الرئیس کی وفات ہوئی۔
۴۲۹ہجری میں ثعالبی عبدالملک بن محمد کی وفات اور حکومت سلجوقیہ کے ظہور کا آغاز ہوا۔
۴۳۰ہجری میں ابونعیم اصفہانی احمد بن عبداللہ کی وفات اور آل بویہ کی حکومت کا خاتمہ ہوا۔
۴۳۱ہجری میں حکیم ناصر خسرو علوی نے وفات پائی۔
۴۳۶ہجری میں علی بن الحسین موسوی سید مرتضٰی رہ اور ابوالحسین بصری معتزل محمد بن علی کی وفات ہوئی۔
۴۴۹ہجری میں ابوالعلاء معری احمد بن عبداللہ اور محمد بن علی شیخ کراجکی کی وفات ہوئی۔
۴۵۰ہجری میں شیخ نجاشی احمد بن علی اور ماوردی علی بن محمد کی وفات ہوئی۔
۴۵۴ہجری میں محمد بن سلامہ قضاعی کی وفات ہوئی۔
۴۵۵ہجری میں اسماعیل سرقطی اور طغرل بک پہلے سلجوق بادشاہ کی وفات ہوئی۔
۴۵۶ہجری میں ابن حزم علی بن احمد اندلسی کی وفات ہوئی۔
۴۵۸ہجری میں ابن سیدہ لغوی علی بن اسماعیل اور امام بیہقی احمد بن الحسین کی وفات ہوئی۔
۴۶۰ہجری میں شیخ الطائفہ محمد بن حسن طوسی رہؒ کی وفات ہوئی۔
۴۶۳ہجری میں یوسف بن عبدالبر اور خطیب بغداد احمد بن علی اور ابویعلی محمد بن حسن اور سلار بن عبدالعزیز دیلمی نے وفات پائی۔
۴۶۵ہجری میں الب ارسلان قتل ہوا اور عبدالکریم قشیری صوفی نے وفات پائی اور مصر میں قحط پڑا۔
۴۶۷ہجری میں علی بن حسن باخرزی کی وفات ہوئی۔
۴۶۷ہجری ہی میں قائم بامراللہ کی وفات اور مقتدی باامراللہ عبداللہ بن قائم خلیفہ ہوا۔
۴۷۱ہجری میں شیخ عبدالقاہر جرجانی کی وفات ہوئی۔

۴۷۸ ہجری میں امام الحرمین عبدالملک بن عبداللہ شافعی کی وفات ہوئی۔
۴۸۱ ہجری میں عبدالعزیز بن براج اور خواجہ عبداللہ انصاری کی وفات ہوئی۔
۴۸۳ ہجری میں ابن مغازلی علی بن محمد کی وفات ہوئی۔
۴۸۵ ہجری میں نظام الملک حسن بن علی طوسی وزیر سلاطین سلجوقی قتل ہوا۔
۴۸۷ ہجری میں مقتدی کی وفات اور المستظہر باللہ احمد بن مقتدی کی خلافت کا آغاز ہوا۔
۴۸۸ ہجری میں حمیدی محمد بن ابونصر نے وفات پائی۔
۴۹۲ ہجری میں فرنگیوں (یورپین) کا بیت المقدس پر غلبہ ہوا اور وہاں انہوں نے فساد برپا کیا اور اسعد بن محمد قمی وزیر نے وفات پائی۔
۴۹۸ ہجری میں رکن الدولہ بن ملکشاہ سلطان سنجر کے بھائی کی وفات ہوئی اور حلہ سیفیہ کی تعمیر ہوئی۔

چھٹی صدی کے واقعات

۵۰۴ ہجری میں علی بن محمد کیاہراسی کی وفات ہوئی۔
۵۰۵ ہجری میں محمد بن غزالی احیاء العلوم کے مولف نے وفات پائی۔
۵۱۰ ہجری میں ابن مندہ یحیٰی بن عبدالوہاب نے وفات پائی۔
۵۱۲ ہجری میں مستظہر کی وفات اور مسترشد باللہ فضل بن مستظہر کی خلافت کا آغاز ہوا۔
۵۱۳ ہجری میں طغرائی حسین بن علی اصفہانی قتل ہوا۔
۵۱۵ ہجری میں حسین بن مسعود محیی السنۃ بغوی کی وفات ہوئی۔
۵۱۶ ہجری میں قاسم بن علی حریری صاحب مقامات اور فصیحی علی بن محمد نحوی کی وفات ہوئی۔
۵۱۸ ہجری میں ابوالفضل احمد بن محمد میدانی کی وفات ہوئی۔
۵۲۰ ہجری میں احمد بن محمد غزالی کی وفات ہوئی۔
۵۲۵ ہجری میں مجدود بن آدم حکیم سنائی کی وفات ہوئی۔
۵۲۹ ہجری میں مسترشد قتل ہوا اور راشد باللہ جعفر بن مسترشد خلیفہ ہوا۔
۵۳۲ ہجری میں راشد قتل ہوا اور محمد مقتفی لامر اللہ خلیفہ ہوا۔
۵۳۸ ہجری میں محمود بن عمر زمخشری کی وفات ہوئی۔

۵۳۹ ہجری میں ابن جوالیقی موہوب بن احمد کی وفات ہوئی۔

۵۴۲ ہجری میں ابن شجری سید ہبتہ اللہ بن علی نحوی نے وفات پائی۔

۵۴۴ ہجری میں قاضی عیاض مغربی نے وفات پائی۔

۵۴۷ ہجری میں سلطان مسعود سلجوقی اور انوری شاعر نے وفات پائی۔

۵۴۸ ہجری میں محمد بن عبدالکریم شہرستانی، احمد بن منیر شاعر اور امین الاسلام طبرسی فضل بن حسن اور قطب راوندی سعید بن ہبتہ اللہ نے وفات پائی۔

۵۵۲ ہجری میں سلطان سنجر بن ملکشاہ بن الب ارسلان نے وفات پائی۔

۵۵۵ ہجری میں مقتفی کی وفات اور مستنجد باللہ یوسف بن محمد خلیفہ ہوا۔

۵۶۰ ہجری ہجری میں شیخ عبدالقادر جیلانی کی وفات ہوئی۔

۵۶۲ ہجری میں سمعانی عبدالکریم بن محمد کی وفات ہوئی۔

۵۶۳ ہجری میں سہروردی عبدالقاہر بن عبداللہ کی وفات ہوئی۔

۵۶۵ ہجری میں حسین بن محمد راغب اصفہانی کی وفات ہوئی۔

۵۶۶ ہجری میں مستنجد کی وفات اور مستضیئ بنور اللہ خلیفہ ہوا۔

۵۶۷ ہجری میں ابن خشاب نحوی عبداللہ بن احمد اور بوری شافعی اور قرطبی کی وفات ہوئی۔

۵۶۸ ہجری میں احمد بن محمد اخطب خوارزمی کی وفات ہوئی۔

۵۶۹ ہجری میں ابن وہان سعید بن مبارک نحوی کی وفات ہوئی۔

۵۷۳ ہجری میں محمد بن محمد بلخی عمری رشید وطواط کی وفات ہوئی۔

۵۷۴ ہجری میں حیص بیص سعد بن محمد کی وفات ہوئی۔

۵۷۵ ہجری میں مستضیئ کی وفات اور احمد ناصر الدین اللہ خلیفہ ہوا۔ ۵۷۶ ہجری میں احمد بن محمد سلفی نے وفات پائی۔

۵۷۷ ہجری میں ابن انباری عبدالرحمن بن محمد کی وفات ہوئی۔

۵۷۸ ہجری میں ابن ادریس محمد بن احمد حلی کی وفات ہوئی۔

۵۸۱ ہجری میں حکیم خاقانی شاعر کی وفات ہوئی۔

۵۸۳ ہجری میں نقل ہوا ہے کہ اول سال کا دن ہفتہ کے پہلے دن کے اور اول سال شمسی اول سال عربی کے مطابق تھا اور سورج و چاند ایک ہی برج تھے۔

۵۸۵ ہجری میں ابوالمکارم بن زہرہ حمزہ علی بن حسینی اور شیخ منتخب الدین علی بن عبید اللہ رازی کی وفات ہوئی۔

۵۸۶ ہجری میں ابن ابی الحدید عبداللہ الحمید کی ولادت ہوئی۔
۵۸۸ ہجری میں محمد بن علی بن شہر آشوب کی وفات ہوئی۔
۵۹۰ ہجری میں قاسم بن فیرو شاطبی کی وفات ہوئی۔
۵۹۶ ہجری میں دریائے نیل مصر میں پانی کے رک جانے کی وجہ سے قحط اور بہت گرانی ہوگئی۔
۵۹۷ ہجری میں مصر و شام میں عظیم زلزلہ آیا اور ابن جوزی عبدالرحمن بن علی کی وفات ہوئی۔

ساتویں صدی کے واقعات

۶۰۶ ہجری میں ابن اثیر مبارک بن محمد نہایہ و جامع الاصول کے مولف نے اور محمد بن عمر فخر الدین رازی نے وفات پائی۔
۶۰۸ ہجری میں تاتار کے لشکر کا اسلامی شہروں پر غلبہ اور قبضہ ہوگیا۔
۶۱۰ ہجری میں ابن خروف علی بن محمد نحوی اور عیسیٰ بن عبدالعزیز جزولی اور ناصر بن عبدالسید مطرزی نے وفات پائی۔
۶۱۶ ہجری میں ابوالبقاء عبداللہ بن حسین نے وفات پائی۔
۶۱۸ ہجری میں نجم الدین کبریٰ احمد بن عمر نے وفات پائی۔
۶۲۲ ہجری میں ناصر کی وفات اور محمد ظاہر امر اللہ کی خلافت شروع ہوئی۔
۶۲۳ ہجری میں ظاہر کی وفات اور منصور مستنصر باللہ خلیفہ ہوا۔
۶۲۴ ہجری میں چنگیز خان کی موت واقع ہوئی۔
۶۲۶ ہجری میں یاقوت حموی کی وفات ہوئی۔
۶۳۰ ہجری میں ابن اثیر علی بن محمد جزری کامل التواریخ کے مولف کی وفات ہوئی۔
۶۳۱ ہجری میں ابوالحسن آمدی علی بن محمد اور ابن خباز محمد بن ابوبکر کی وفات ہوئی۔
۶۳۲ ہجری میں عمر بن محمد سہروردی کی وفات ہوئی۔
۶۳۸ ہجری میں محمد بن علی محی الدین عربی کی وفات ہوئی۔
۶۴۰ ہجری میں مستنصر کی وفات اور عبداللہ کی خلافت شروع ہوئی۔
۶۴۳ ہجری میں علی بن محمد علم الدین سخاوی اور ابن صائغ یعیش بن علی نحوی کی وفات ہوئی۔
۶۴۵ ہجری میں عمر بن محمد شلوبینی کی وفات ہوئی۔
۶۴۶ ہجری میں ابن حاجب عثمان بن عمر کی وفات ہوئی۔

۶۴۸ ہجری میں علامہ حلی حسن بن یوسف کی ولادت باسعادت ہوئی۔

۶۵۶ ہجری میں مستعصم خلیفہ مارا گیا اور بنی عباس کی سلطنت وحکومت کا خاتمہ ہوا۔

۶۶۱ ہجری یا ۶۷۲ ہجری میں قصبہ قونو میں مولانا جلال الدین محمد بن محمد نے (جو مولانا رومی کے نام سے مشہور اور مثنوی کا مولف ہے) وفات پائی۔ یہ اصل میں تو بلخ کا رہنے والا ہے لیکن چونکہ روم کے علاقہ کی طرف ہجرت کی تھی اور قصبہ قونو میں سکونت اختیار کی تھی لہذا رومی مشہور ہوا۔ یہ ان لوگوں میں سے ہے کہ جنہوں نے عطار ونسائی اور شمس الدین تبریزی کی صحبت حاصل کی ہے اور کتاب مثنوی امیر حسام الدین چلپی قونوی رومی کے حکم سے لکھی تھی۔ اور اس شعر میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

گر نبودی خلق محجوب وکثیف
ور نبودی حلقہا تنگ وضعیف
در مدیحت داد معنی دادمی
غیر ازیں منطق لبی بگشادمی

پھر معلوم ہونا چاہیے کہ مولانا رومی کی مدح وثنا میں صاحب مجالس المومنین نے کافی مبالغہ کیا ہے اور اس کو خالص شیعہ آل محمد علیہم السلام قرار دیا ہے اور اس کی تائید اس سے لی ہے کہ وہ جلال الدین حکومت اسماعیلیہ کے داعی کی اولاد میں سے ہے لیکن محققین کی اس سے گفتگو ہے۔ بہر حال اس شخص کا معاملہ اس سے زیادہ مشہور ہے کہ ذکر ہو اور طرفین کے علماء وعرفاء نے کتب تراجم وحالات میں اس کو ذکر کیا ہے۔

۶۶۳ ہجری میں علی بن مومن نے (جو ابن عصفور کے نام سے مشہور اور اندلس کی حکومت میں عربیت ونحو کا جھنڈا اٹھائے ہوئے تھا) وفات پائی۔

۶۶۴ ہجری میں سید اجل عالی مقام رضی الدین علی بن موسیٰ بن جعفر طاؤس آل طاؤس نے وفات پائی۔ ان کا نسب شریف داؤد بن حسن مثنیٰ تک پہنچتا ہے اور داؤد صاحب دعائے ام داؤد ہے سید رضی الدین اور ان کے بھائی سید جمال الدین احمد بن موسیٰ صاحب کتاب البشریٰ والملاذ کی والدہ شیخ مسعود ورام بن ابی فراس کی صاحبزادی ہے اور سید رحمۃ اللہ کے فضائل زہد وعبادت جلالت شان وقدر اور حسن تصنیف میں اس سے زیادہ ظاہر ہیں کہ ذکر ہوں اور اس سے زیادہ ہیں کہ شمار ہوں اور جو ان کے زہد وتقویٰ کی کچھ مقدار پر مطلع ہونا چاہے تو ان کی کتب کی طرف رجوع کرے۔ خصوصا کتاب کشف المحجۃ اور مرحوم مستجاب الدعاء اور صاحب کرامات واضحہ تھے اور فصیح وبلیغ اور زیادہ دعا کرنے والے تھے، خلاصہ یہ کہ ان کے حق میں کلام کو طول دینا ان کے شان کو معیوب کرنے کے مترادف ہے۔

او فیہا ند بما گرچہ زماست
ما ہمہ مسّیم واحمد کیمیاست

نور ربیع الثانی ۶۶۳ھ ہجری میں ہلاکو بن تولی خان بن چنگیز خان حکومت بنی عباس کو فنا کرنے والے کی وفات ہوئی اور اس کا دار السلطنت تبریز تھا۔ (مجالس المومنین کے مطابق)

۶۷۲ھ ہجری میں محمد بن عبداللہ نے (جو ابن مالک کے نام سے مشہور تھا اندلسی شافعی الفیہ جونحو میں ہے کا مولف اور دوسرے کتب کا مصنف کہ جن کے نام بعض نے اشعار میں جمع کیے ہیں) وفات پائی۔ اور الفیہ کی شرح میں علماء کی ایک جماعت نے کی ہیں کہ جن میں سے ایک خود ماتن کا بیٹا بدرالدین محمد ہے جو ابن ناظم مشہور ہے۔

دوسرا جلال الدین سیوطی ہے اور ایک خالد ازہری ہے اور ایک عبداللہ بن عقیل ہے اور ایک جابر اعمی اور ایک عبدالعزیز موصلی اور ایک عمر بن مظفر حلبی جو ابن وردی کے نام سے مشہور ہے اور ایک ابن صائغ حنفی ہے اور ایک محمد بن ابوالفتح حنبلی ہے اور ایک محمد بن سلیمان مصری اور ایک یوسف بن خطیب ہے۔

۶۷۲ھ ہجری میں ہی غدیر کے دن سلطان المحققین برہان الموحدین محقق متکلم حکیم متحر جحۃ الفرقۃ الناجیۃ خواجہ نصیر الحق والملتہ والدین محمد بن محمد بن حسن طوسی قدس اللہ صاحب کتاب تجرید العقائد وشرح اشارات اور تصانیف کثیرہ نے وفات پائی اور ان کا اصلی وطن جہرود کے علاقہ میں ایک جگہ ہے جس کو دشارہ کہتے ہیں جو قم کے دیہات میں سے ہے اور ان کی ولادت باسعادت طوس میں ہوئی اسی لیے خواجہ نصیر طوسی کے نام سے مشہور ہیں اور ان کا مدفن بقعہ منورہ کاظمین میں اس جگہ ہے کہ جسے ناصر عباسی نے اپنے لیے تیار کیا تھا لیکن موفق نہ ہوسکا کہ وہاں دفن ہو اور وہ رصافہ میں دفن ہوا۔ منقول ہے کہ خواجہ کی وفات کے وقت ان سے کہا گیا کہ آپ کا جنازہ نجف اشرف لے جائیں تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے شرم وحیا آتا ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے کہ وصیت کروں میرا جنازہ نجف لے جائیں اور آنجناب کو ہلاکو کی حکومت میں مرتبہ بلند حاصل تھا۔ فتح بغداد اور مستعصم کے قتل کے بعد آپ رصدگاہ کے بنانے میں فضلاء کی ایک جماعت کے ساتھ مشغول ہوئے اور آنجناب کی حکایت وواقعات مفصل ہیں اور ان کے اشعار لطیف ہیں اور صاحب مقامع سے منقول ہے کہ جناب خواجہ ایک سفر میں کشتی میں بیٹھے ہوئے تھے اور کشتی میں تیس افراد تھے جن میں سے پندرہ مسلمان اور پندرہ یہودی تھے اتفاقاً کشتی طلاطم میں آ گئی۔ اہل کشتی کہنے لگے کہ قرعہ ڈالا جائے اور جس کے نام پر قرعہ آئے اس کو دریا میں پھینک دیں۔ خواجہ نے انہیں مدور بیٹھایا اور نو قرعہ ڈالے۔ سب یہودیوں کے نام پر نکلے اور انہیں پانی میں پھینک دیا اور اس طریقہ سے یہودی ہلاک ہوئے اور یہ حکایت صاحب مقامع نے ان اشعار کے سائل کے جواب میں نقل کی ہے۔ زترکان چہار وز ہندو دست پنج دو رومی ابا یک عراقی بنج

سہ روز وشی یک نہارو دولیل
دوبازوسہ زاغ دیکی چوں سہیل
دو مبغ دود ماہ دیکی بجود دو
زنہ نہ شمرون برافتد یہود!

اوران دو اشعار میں بھی اس لطیفہ کی طرف اشارہ ہوا ہے اور نقطہ دار حروف سے یہود اور بے نقطہ سے مسلمان مراد ہیں ولما فقت ملحوظ لہ: ازلت فما خفت من شامت

جب میں اس کی نگاہ کا مفتون ہو گیا تو اس کو زائل کر دیا اور شامت کرنے والے کا خوف محسوس نہ کیا۔ نیز

واللہ	یقضی	بکل	یسر
ویحفظ	الضیف	حیث	کانا

اور اللہ پوری آسانی کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے اور مہمان کی حفاظت کرتا ہے وہ جہاں کہیں بھی ہو۔ لیکن یہ شعر پہلے کے برعکس ہے (یعنی نقطہ دار الفاظ سے مسلمان اور بے نقطہ سے یہودی مراد ہیں۔

۶۷۳ ہجری میں سید اجل احمد بن موسیٰ بن طاؤس رہ کی وفات ہوئی۔

ربیع الثانی ۶۷۶ھ میں شیخ اجل افقہ اعظم و مولانا المعظم شیخ الطائفہ بغیر حاجد واحد ہذہ الفرقہ دای داحد ابو القاسم نجم الدین جعفر بن حسن حلی جو محقق کے لقب سے مشہور شرائع الاسلام و معتبر و نافع وغیرہ کتب کے مصنف نے وفات پائی۔ یہ بزرگوار علامہ حلی کے ماموں ہیں اور ان کا مزار شریف حلہ میں ہے اور ان کی تاریخ وفات اس طرح ہے (زبدۃ المحققین رحمۃ اللہ) کابر علماء کی ایک جماعت نے محقق کی شاگردی کی ہے۔ مثلاً سید عبدالکریم بن احمد بن طاؤس مولف فرقۃ الحری اور سید محمد بن علی بن طاؤس اور یہ سید وہی ہیں کہ جن کے لیے ان کے والد نے کتاب البہجہ لثمرۃ المہجہ تالیف کی اور مثلاً شیخ حسن بن ابو طالب یوسفی آبی صاحب کی کتاب کشف الرموز شرح نافع اور مثلاً وزیر ابو القاسم علی بن وزیر محمد بن علقمی شیعہ وزیر مستعصم۔

۶۷۶ھ میں ہی شیخ عماد الدین طبری حسن بن علی بن محمد مازندرانی نے کتاب مناقب الطاہرین کو مکمل کیا اور شیخ جلیل محقق اور علامہ کے ہمعصر ہیں اور بہت سی عمدہ و شریف کتب فقہ و حدیث وغیرہ میں تالیف کی ہیں ان میں سے ایک کتاب کامل السقیفہ ہے جو کامل بہائی کے نام سے مشہور ہے چونکہ یہ کتاب وزیر معظم بہاؤالدین محمد بن وزیر شمس الدین محمد جوینی (جو صاحب دیوان مشہور اور ہلاکو خان مغل کی حکومت کے زمانہ میں ممالک ایران کی حکومت کا متولی تھا) کے دربار میں بطور ہدیہ پیش کی اور کتاب کامل دشمنان اہل بیتؑ کے مثالب و مطاعن اور ان سے تبرا و بیزاری پر اور کتاب مناقب اہل بیتؑ کی فضیلت اور ان سے تولا رکھنے پر مشتمل ہے اور یہ دونوں کتب تلوار اور نیزہ کی طرح ہیں مخالفین کے لیے اور تیس ہزار سے زیادہ سطروں میں ہیں۔

۶۷۹ھ میں فیلسوف محقق حکیم مدقق عالم ربانی میثم بن علی بحرانی صاحب شروح نہج البلاغہ و شرح صد کلمہ و رسالہ امامت وغیرہ نے وفات پائی اور وہی جناب ہیں حکایت معروفہ والے (کل یا کمی) اور بعض علماء نے کتاب استغاثہ فی بدع الثلثہ کی نسبت بھی انہی کی طرف دی ہے لیکن حق یہ ہے کہ کتاب استغاثہ علی بن احمد کوفی کی تالیف ہے اور جناب میثم کی قبر ہلتا میں ہے جو بحرین کے شہروں میں سے ایک ہے۔

صاحب مجمع البحرین ؒ نے لغت مثم میں اس کا ذکر کیا ہے اور اس پر اعتراض کیا ہے حالانکہ مناسب تھا کہ اس کا ذکر لغت وثم میں ہوتا اور بعض علماء نے کہا ہے کہ لفظ میثم جہاں کہیں ہو میم کے زیر کے ساتھ ہے مگر میثم بحرانی کہ یہ میم کی زبر کے ساتھ ہے۔

۶۸۱ھ ہجری چھبیس رجب کو احمد بن محمد بن ابراہیم بن ابوبکر بن خلکان اربلی مورخ مشہور وفیات الاعیان مشہور تاریخ کے مولف نے وفات پائی اور ابن خلکان یحیٰی برمکی اولاد میں سے ہے اور اس کے جداعلی کے خلکان (خا کی زبر اور لام مکسورہ کی شد کے ساتھ) کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایک دن اپنے ہمسنوں کے ساتھ آل برآمکہ کے مفاخر کے ساتھ فخر ومباہات کر رہا تھا کہ انہوں نے کہا خل کان جدی کذا کان نسبی کذا یعنی اپنے دادا اور شجرہ نسب کے مفاخر کو چھوڑ و بلکہ اپنے مفاخرہ کارنامے بیان کرو۔

ان الفتی من یقول ھا انا ذا
لیس الفتی من یقول کان ابی

جوانمر دوہ ہے جو کہے کہ میں یہ ہوں وہ جوانمرد نہیں جو کہے کہ میرا باپ یہ تھا۔

ابن خلکان انتہائی متعصب اور ناصبی اصول میں اشعری اور فروع میں شافعی مذہب ہے۔

قاہرہ مصر میں قاضی تھا اور کتاب وفیات وفیات ۶۵۴ھ میں تالیف کی ہے حقیقت یہ ہے کہ عمدہ اور پختہ کتاب لکھی ہے اور اس میں مشاہیر تابعین اور ان کے بعد کے لوگوں کے حالات وتراجم اپنے زمانہ تک لکھے ہیں اور صلاح صفدی نے اس کی تذئیل وافی بالوفیات کے نام سے لکھی ہے۔

۵۸۱ھ میں عبدالرحمن بن عبداللہ بن احمد (جو ابو القاسم سہیلی کی کنیت سے مشہور ہے نحوی نے وفات پائی اور شرح الجمل اور کتاب الاعلام بمانی القرآن من الاسماء الاعلام وغیرہ کتب لکھی ہیں اور کتاب اعلام عمدہ کتاب ہے اور صاحب روضات نے سہیلی کے حالات میں اس کتاب سے کچھ چیزیں نقل کی ہیں۔

۶۸۵ھ یا ۶۹۲ھ میں قاضی ناصر الدین عبداللہ بن عمر فاری بیضاوی اشعری شافعی مفسر متکلم اصولی نے وفات پائی جو کہ مشہور تفسیر انوار التنزیل واسرار التاویل کا مولف ہے اور حقیقت میں یہ کتاب کشاف کی تہذیب وکاٹ چھانٹ ہے اور یہی تفسیر حکومت مغلیہ میں اس کی ترقی اور شہر بیضا میں اس کی قضاوت کا باعث ہوئی جیسا کہ اپنی جگہ پر شرح کے ساتھ بیان ہوا ہے اور اس کی اور تالیفات بھی ہیں مثلاً شرح مختصر ابن حاجب وشرح مصابیح بغوی اور اس کا لطیف کلام ہے۔ بنی اسرائیل کی گائے کے ذبح ہونے کی تفسیر میں جس میں نفس کی گائے کو ذبح کرنے کی طرف اشارہ کرتا ہے اور اس کا اثر یہ ہوگا کہ جو نفس کی گائے کو ذبح کرے وہ پاکیزہ زندگی بسر کرے گا۔

اسی مطلب کو شیخ بہائی نے نان وحلوا میں حاشیہ لگا کے اس سے اخذ کیا ہے۔

درخوانی کن نثار دوست جان
رو عوان بین ذلک را نجوان الخ

۶۸۶ھ میں شیخ اجل نجم الائمہ رضی الدین محمد بن حسن استر آبادی نے (جو شارح رضی کے لقب سے مشہور شیعہ امامی ہے) وفات پائی اور یہی وہ شخص ہے جس نے کافیہ وشافیہ اور ابن ابی الحدید کے سات قصائد جو امیر المومنین صلوات اللہ علیہ کی مدح میں ہیں کی شرحیں لکھی ہیں۔

۶۸۶ھ ہی میں بدر الدین محمد بن محمد بن مالک اندلسی نحوی نے وفات پائی جو ابن ناظم کے نام سے مشہور اور اپنے باپ کی الفیہ کا شارح اور کافیہ ولامیہ کا شارح ہے۔

۶۸۹ھ عرفہ کی رات شیخ جلیل فقیہ یحییٰ بن احمد بن یحییٰ بن حسن بن سعید ہذلی (جو محقق جعفر بن حسن بن یحیی کا چچا زاد جو ابن سعد حلی کے نام سے مشہور جامع الشرائع ونزہۃ الناظر فی الجمع بین الاشباہ والنظائر کا مولف ہے) عرفہ کی رات کی پہلی تہائی میں وفات پائی اور اس کی ایک حکایت ہے اپنے چچا محقق کے ساتھ جب حلہ میں خواجہ نصیر الدین طوسی ہلاکو خان کی سلطنت کے زمانہ میں تشریف لائے اور یہ بزرگوار ورع وپرہیز گار اور فاضل شخص تھا۔

اور پچیس رمضان ۶۹۳ھ میں ابوعبداللہ محمد بن قاضی القضاۃ احمد بن خلیل خوبی شافعی دمشقی نے (جو ابن خوبی کے نام سے مشہور صاحب شرح فصول ابن معط وغیرہ) وفات پائی۔

اور ماہ شوال ۶۹۳ھ میں سید اجل غیاث الدین عبدالکریم بن احمد بن موسیٰ بن جعفر ابن طاؤس صاحب کتاب الشمل المنظوم فی مصنفی العلوم وکتاب فرحۃ الغری نے وفات پائی۔ صاحب روضات نے رجال ابن داؤد سے حکایت کی ہے کہ سید عبدالکریم کتابت میں مشغول ہوا اور چالیس دن میں استاد سے بے پرواہ ہو گیا اور اس وقت اس کی عمر چار سال تھی پس خیال کرو۔

آٹھویں صدی کے واقعات

۷۱۰ھ میں قطب شیرازی محمود بن مسعود بن مصلح فارسی شیرازی نے جس کا لقب علامہ تھا وفات پائی اور بیضاوی کی قبر کے پاس دفن ہوا اور اس کی تصانیف میں سے ہے شرح مختصر ابن حاجب اور شرح مفتاح وشرح کلیات ابن سینا وغیرہ اور قطب پہلے کاتبی کا شاگرد تھا جب محقق طوسی قزوین تشریف لے گئے تو کاتبی کے گھر گئے کاتبی نے چاہا کہ محقق کی کوئی خدمت انجام دے قطب الدین کو محقق کے سپرد کیا اور قطب نے بھی خواجہ کی ملازمت خدمت اختیار کی اور ان سے بہت سے علوم کا استفادہ کیا اور اس مرتبہ تک پہنچا کہ اسے زیادہ علم کی وجہ سے علامہ کہتے تھے قطب اور اس کے بھانجے شیخ سعدی کے درمیان کئی خوش طبعیاں چلتی تھیں اور دونوں اتابک اعظم سعد بن زنگی کی حکومت کے زمانہ میں تھے اور اسی واسطہ سعدی نے اپنے تخلص کو سعد کی طرف نسب دی ہے۔

ماہ شعبان ۷۱۱ھ میں محمد بن مکرم مصری نے وفات پائی جو لسان العرب کا مولف ہے کہ جس میں اس نے تہذیب، محکم، صحاح، جمہرہ اور نہایہ وغیرہ کو جمع کر دیا ہے اور اس کے اشعار میں سے ہے۔

باللہ ان جوت بوادی الاراک وقبلت عیدانہ الخضر فالک ابعث الی عبدک من بعضھا: فانہ واللہ مالی سواک خدا کی قسم جب تو پیلو کے درختوں کی وادی سے گزرے اور اس کی سرسبز لکڑیاں تیرے منہ کا بوسہ لیں تو ان میں سے بعض اپنے غلام کو بھیج دینا کیونکہ خدا کی قسم تیرے سوا کوئی میرا نہیں۔

اکیس محرم ۷۲۶ھ میں آیۃ اللہ علامہ حلی رہ نے محروسہ حلہ میں وفات پائی امیر المومنین کے جوار نجف اشرف میں دفن ہوئے اور ان کا اسم مبارک جمال الملۃ والحق والدین ابو منصور حسن بن شیخ فقیہ سدید سدید الدین یوسف بن علی بن مطہر ہے اور آپ کا بھائی علی بن یوسف العدد القویہ لدفع المخاوف الیومیہ کا مولف ہے اور علامہ کے والد سب سے پہلے ان کے استاد ہیں فقہ وادب واخلاق کے اور وہ بزرگوار فاضل فقیہ متبحر تھے۔

اور وہی ہیں کہ جنہیں محقق نے اپنے شاگردوں میں سے ممتاز قرار دیا تھا خواجہ نصیر الدین طوسی کے سامنے مشہور حکایت میں۔

معلوم ہونا چاہیے کہ علامہ کے طبقہ میں ذکریا بن محمود قزوینی صاحب کتاب عجائب المخلوقات تھا جو کہ اہل سنت کے بہت بڑے علماء اور ان کے محدثین حفاظ میں سے ہے اور سید علی بن حسین باقی بھی انہیں کے طبقہ میں ہے جو اختیار المصابح کا مولف ہے۔

۷۳۵ھ میں ملا عبدالرزاق کاشی عارف وصوفی نے (صاحب تاویلات وشرح فصوص ابن عربی وشرح منازل السائرین خواجہ عبداللہ انصاری) وفات پائی اور وہ علاوہ ہے مولیٰ عبدالرزاق بن علی لاھیجی جیلانی قمی کے جو فیاض کے لقب سے ملقب اور مولیٰ صدر شیرازی کا داماد صاحب گوہر مراد وشرح الشوراق وغیرہ اور مرزا حسن صاحب جمال الصالحین فی اعمال السنۃ اور شمع الیقین فی الامامۃ کا والد ہے اور وہ مولیٰ عبدالرزاق بن میر جیلانی صاحب شرح قواعد العقائد محقق طوسی کے بھی علاوہ ہے۔

۷۳۹ھ میں قاضی القضاۃ محمد بن عبدالرحمن قزوینی الاصلی نے (جو خطیب دمشق مشہور اور سکاکی کی مفتاح کی تلخیص کا مولف ہے کہ جس کی دو مشہور شرحیں تفتازانی نے مطول ومختصر لکھی ہیں جو کہ علم بیان ومعانی میں ہے) دمشق میں وفات پائی۔

۷۴۵ھ میں اثیر الدین محمد بن یوسف اندلسی سے (جس کنیت ابوحیان ہے جو نحوی اور سلسلہ علم وادب کا قطب ہے کہ جس کی بہت سی تصانیف ہیں) وفات پائی کہا گیا ہے کہ وہ اہل ظاہر کے مذہب اور علی بن ابی طالب علیہ السلام کی محبت کی طرف مائل ہوا اور وہ بہت خشوع وخضوع کرتا) اور تلاوت قرآن کے وقت بہت گریہ وزاری کرتا تھا اور وہ ابوحیان توحیدی کا غیر ہے کہ جو زندقہ والحاد سے متہم تھا۔

جیسا کہ ابن جوزی سے منقول ہے اس نے کہا کہ اسلام کے زمانہ میں تین زندیق تھے ابن راوندی وابوحیان توحیدی اور ابوالعلاء معری اور سب سے زیادہ برا اسلام کے حق میں ابوحیان ہے انتھی۔ اور ابوحیان توحیدی وہی ہے کہ جس نے وزیر ابوالفضل بن عمیدی اور صاحب بن عباد کے مطاعن میں کتاب لکھی تھی اور اس کی ایک کتاب ہے الحج العقلی اذا ضاق الفضاء عن الحج الشرعی اور گویا یہ کتاب اس کتاب کی طرح ہے جو حسین بن منصور حلاج نے اپنے ذاتی اختراعات سے حج الفقراء کی کیفیت میں لکھی تھی جو اس کے قتل

کا اہم سبب بنی تھی ۹۴۹ھ میں عمر بن مظفر حلبی شافعی نے (جو ابن وردی مشہور تھا) وفات پائی۔

اور ۷۵۴ھ میں جناب علامہ کے بھانجے سید عمید الدین عبدالمطلب بن محمد بن علی بن اعرج حسینی حلی نے وفات پائی جو غری میں دفن ہوا اور وہ اہل علم گھرانے سے تھا اس کا باپ دادا اور بھائی سب علما تھے اور اس کی تہذیب الاصول پر شرح ہے اور اس کی کئی شروح ہیں اپنے ماموں کی کتب پر اور وہ عمید الرؤسا ہبۃ اللہ بن حامد صحیفہ سجادیہ کے راوی جو حدثنا کہہ کر روایت کرتا ہے کا غیر ہے کیونکہ وہ اس سے مقدم اور سید فخار بن معد موسوی قدہ کا شاگرد ہے۔

۷۵۶ھ میں قاضی عضد الدین عبدالرحمن بن احمد فارسی الجی شافعی اصولی متکلم نے جو صاحب شرح مختصر ابن حاجب اور صاحب مواقف ہے کہ میر سید شریف نے جس کی شرح لکھی ہے اور ان دو کے علاوہ بھی اس کی کتب ہیں) کرمان کے قید خانے میں وفات پائی وہ سلطان الجایتو محمد (جو شاہ خدابندہ مشہور تھا) کے حکومت کے وقت کے علماء میں سے شیراز کا قاضی القضاۃ تھا اور صاحب کرمان کے ساتھ اس کا امتحان شروع ہوا اور اس نے اسے قلعہ میں قید کر دیا اور قید میں ہی اس کی وفات ہوئی۔

۷۶۰ھ میں جمال الدین عبداللہ بن یوسف بن احمد مصری حنبلی کی وفات ہوئی جو ابن ہشام مشہور تھا اور کتاب مغنی اللبیب عن کتب الاعاریب کا مولف ہے جو اس کی زندگی میں مشہور ہو گئی تھی۔ اور ابن ہشام بہت سے لوگوں پر بولا جاتا ہے جن میں سے ایک عبدالمالک بن ہشام ہے جو سیرت بن ہشام کا مولف ہے اور ان میں سے ایک یوسف بن ہشام حنبلی ہے اس کی بھی نحو میں مغنی نامی کتاب ہے۔

۷۶۶ھ میں ابوجعفر محمد بن یحیی رازی نے دمشق میں وفات پائی وہ قطب رازی اور قطب تحتانی کے لقب سے مشہور اور بنو بویہ سلاطین کی طرف منسوب ہے جیسا کہ محقق کرکی نے فرمایا ہے بابویہ قمی کی طرف منسوب ہے جیسا کہ شیخ شہید سے منقول ہے۔

اس کا اصل وطن ورامین ری ہے اور اس کو قطب تحتانی اس لیے کہتے تھے تا کہ وہ اس قطب سے ممتاز رہے جو اس کے ساتھ مدرسہ نظامیہ میں اوپر کے کمرے میں رہتا تھا اور کتب رازی محاکمات۔ شرح شمسیہ شرح مطالع حاشیہ بر قواعد علامہ وغیرہ کتب کا مولف ہے اور علامہ حلی کے شاگردوں میں سے ہے اور اس نے قواعد اپنے قلم سے لکھی تھی اور علامہ نے اسی قواعد کی پشت پر اس کو اجازہ لکھ کر دیا تھا اور قطب رازی نے شیخ شہید کو اجازہ دیا ہے شیخ شہید اور دوسرے علماء کا کہنا ہے کہ قطب علماء امامیہ میں سے تھا اور اس کی بہت تجلیل و تعظیم کرتے ہیں اور علماء اہل سنت نے بھی اس کی شاگردی کی ہے لیکن صاحب روضات نے اس کے مخالف ہونے کا حکم لگایا ہے اور اس کے سنی ہونے پر اصرار کیا ہے۔ ہمارے شیخ محدث طبرسی نوری نے اس کی تردید کی ہے اور خاتمہ مستدرک الوسائل میں قطب کا استبصار اور اس کی حمایت صاحب روضات پر بہت سے اعتراضات کئے ہیں وہاں رجوع کریں۔

قطب رازی نے آخر میں دمشق کو اپنا وطن بنالیا تھا اور وہیں رحلت کی اور وہ ابن تیمیہ حرانی منہاج السنۃ فی شیعۃ والقدریہ کے مولف کا ہمعصر ہے اور قاضی القضاۃ علی بن عبدالکافی سبکی شافعی اشعری جو کہ اغلب علوم میں ماہر تھا کے بھی معاصرین میں سے ہے اور علماء عامہ نے اس کی بہت تجلیل و تکریم کی ہے اور اس کو قدوۃ الائمہ وحجۃ الفضلاء کہا ہے اور اس کے شاگرد صلاح الدین صفدی

شارح لامیۃ العجم نے اس کی بڑی تعریف کی ہے اور قطب دمکی کے درمیان منازعات ومباحات مختلف علوم میں ہوئے ہیں اور قطب اس قطب شیرازی کے علاوہ ایک شخص ہے جس کی ۷۱۰ھ ہجری میں تبریز میں وفات ہوئی ہے۔

۷۶۸ھ ہجری میں کہا گیا ہے کہ شیخ عبداللہ بن اسعد یافعی مکی عالم العلوم ظاہریہ و باطنیہ مشہور تاریخ امراۃ الجنان وغیرہ الیقظان اور روض الریاحین فی حکایات الصالحین وغیرہ کے مولف نے وفات پائی۔

۷۶۹ھ ہجری میں قاضی القضاۃ عبداللہ بن عبدالرحمن جو ابن عقیل مشہور اور منسوب ہے عقیل بن ابوطالب کی طرف مصری شافعی فقیہ نحوی شارح الفیہ نے وفات پائی اور شافعی کے پاس دفن ہوا۔ اس کے پاس سراج الدین بلقینی پڑھتا رہا ہے اور اس کی بیٹی کے ساتھ شادی کی ہے اور سیوطی نے شرح مذکور پر حاشیہ لکھا ہے جس کا نام ہے السیف الصقیل علی عنق ابن ابی عقیل۔

۷۷۱ھ ہجری میں راس المدققین فخر المحققین ابوطالب محمد بن حسن بن یوسف بن مطہر علامہ کتاب ایضاح فی شرح القواعد وشرح التہذیب ونہج المسترشدین ومبادی الاصول اور اجوبۃ مسائل السید مہنا وغیرہ کے مولف نے وفات پائی اور ان کے والد جناب علامہ ان کی بڑی تعظیم کرتے اور تعریف فرماتے اور بہت زیادہ ان کی شان وشوکت کا اہتمام کرتے یہاں تک کہ علامہ نے اپنی بعض تصانیف کی ابتداء میں ان کا ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ خدا مجھے اس کا فدیہ قرار دے اور اسے ہر برائی سے بچائے اور دیگر اس قسم کے الفاظ کہے ہیں۔

کہا گیا ہے کہ وہ جناب اپنی عمر کے دسویں سال میں درجہ اجتہاد پر فائز ہو گئے تھے۔ اور سید جزائری نے حکایت کی ہے جیسا کہ سید کی تہذیب کی شرح میں منقول ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب مولانا علامہ اور ان کے فرزند فخر المحققین سلطان خدابندہ کے ساتھ سفر وحضر میں رہتے تھے اور یہ بادشاہ نماز کا وضو نماز کے وقت سے پہلے کرتا تھا۔ اور اسی حالت پہ اسے ایک عرصہ گزر گیا۔ ایک دن جناب علامہ اس کے ہاں گئے تو بادشاہ نے ان سے سوال کیا۔

آپ نے فرمایا کہ جتنی نمازیں تو نے اس طریقہ کی پڑھی ہیں ان کا اعادہ کرلو۔ جب علامہ بادشاہ کے ہاں سے چلے گئے تو اس کے پاس فخر المحققین آئے تو بادشاہ نے ان سے بھی اسی مسئلہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ صرف ایک نماز کا اعادہ کرلو اور وہ پہلی نماز ہے جو اس حالت میں پڑھی ہے۔ کیونکہ تو نے جب اس کے لیے وضو کیا اس کے وقت کے داخل ہونے سے پہلے اور اسے وقت کے داخل ہونے کے بعد ادا کیا تو وہ فاسد ہے اب تو اس نماز کا مشغول الذمہ ہو گیا تو پھر جس وقت بھی تو نے وضو کیا تو تیرا وہ وضو استباحت نماز کے قصد سے صحیح ہے کیونکہ تو واقع کے لحاظ سے ایک نماز کا مشغول الذمہ ہے پس بادشاہ اس پر خوش ہو گیا علامہ کو ان کے صاحبزادے کے فتوے کی خبر دی تو انہوں نے اس کو اچھا قرار دیا اور بیٹے کے قول کی طرف پلٹ آئے لیکن محققین نے علامہ پر اپنے قول کو چھوڑ کر بیٹے کے قول کی طرف رجوع کرنے میں عیب لگایا اور اعتراض کیا ہے، اس لیے کہ وہ وضو جو بادشاہ نے وقت سے پہلے کیا تھا وہ آئندہ نماز کے مباح ہونے کے قصد سے تھا نہ کہ فوت ہونے والی نماز کے قصد سے تھا، حالانکہ اعمال کی بنیاد تو نیت پر ہے تو اس وضو کا انصراف اس نماز کی طرف نہیں ہوگا۔ جو اس کے ذمہ میں تھی بلکہ ان نمازوں کی طرف ہوگا جو بعد میں اس نے پڑھنی تھیں۔

۷۷۶ ہجری میں شیخ متبحر شمس الدین محمد بن عبدالرحمن نے (جو ابن صائغ مشہور حنفی و نحوی ہے) وفات پائی جو شرح الفیہ اور اس قصیدہ بردہ کی شروح جو اس کی رو میں ہے اور دیگر کتب کا مولف ہے اور یہ لقب علماء کی ایک بڑی جماعت پر بولا جاتا ہے۔

نو جمادی الاول ۷۸۶ ہجری میں مولانا السعید الرکن الحمید تاج الفقہاء شمس الملۃ والدین ابوعبداللہ شیخ محمد بن مکی عاملی جزینی (کسکینی) کی شہادت واقع ہوئی۔آپ کو پہلے تلوار سے قتل کیا گیا پھر سولی پر لٹکایا گیا پھر سنگسار کیا گیا پھر آگ سے شہر دمشق میں جلایا گیا۔یہ سب کچھ بید مروکی حکومت اور برقوق کی سلطنت میں مالکی جسے برہان الدین کہتے تھے اور عباد بن جماعت شافعی کے فتویٰ سے ہوا بعد اس کے کہ ایک پورا سال انہیں دمشق کے قلعہ میں رکھا گیا اور اجناب کی تصانیف بہت سی ہیں ان میں سے ایک لمعہ ہے کہ جو سات دن میں تصنیف کی تھی، حالانکہ ان کے پاس کتاب مختصر النافع کے علاوہ کوئی دوسری کتاب نہیں تھی۔یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ جن لوگوں نے شیخ شہید سے روایت کی ہے ان میں سے ایک شیخ فاضل مقداد بن عبداللہ سیوری حلی اسدی ہیں جو شرح نہج المسترشدین وشرح باب حادی عشر و کنز العرفان و تنقیح کے مولف ہیں اور سیوری (سین کی پیش) یا مخفف کے ساتھ نسبت ہے سیوری کی طرف جو حلہ کی ایک بستی ہے اور صاحب روضات نے احتمال دیا ہے کہ وہ بارگاہ جو شہر کے باہر صحرا میں واقع ہے اور مشہور ہے کہ یہ مقداد کی قبر ہے وہ اسی مرد جلیل کی مزار ہے کیونکہ مقداد بن اسود کندی (صحابی) کی وفات تو مقام جرف میں ہوئی تھی جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے اور لوگ کندھوں پر ان کا جنازہ اٹھا کر لے آئے تھے یہاں تک کہ انہیں بقیع میں دفن کیا گیا واللہ العالم۔

۷۹۲ ہجری میں محقق مدقق ملا سعد بن عمر تفتازانی ہروی شافعی نے سمرقند میں وفات پائی اور سرخس میں دفن ہوا اور محقق تفتازانی کی تصانیف بہت ہیں کہ جن میں سے ایک مطول ہے۔

یہ شرح بیس سال کی عمر میں لکھی ہے اور ایک شرح شمسیہ ہے اور ایک کتاب مقاصد اور اس کی شرح ہے اور ایک شرح تصریف اور حاشیہ کشاف ہے علاوہ اور کتب کے ایک معاصر کو اس کی ہجو میں یہ لکھ کر بھیجا۔

ولست جديراً ان تكون مقدماً
وماانت الانصف ضد المقدم

تو اس لائق نہیں کہ مقدم اور آگے ہو تو مقدم کی ضد کا آدھا ہے مقدم کی ضد موخر ہے اور اس کا آدھا خر (گدھا) ہے اور اسی سال خواجہ حافظ شیرازی کی بھی وفات ہوئی اور اس کی مزار شیراز میں ہے اور میں بھی ان کے مزار پر گیا ہوں۔

نویں صدی کے واقعات

۸۰۸ ہجری تین جمادی الاوّل کو شیخ فاضل مجید کمال الدین محمد بن موسیٰ بن عیسیٰ دمیری مصری شافعی حیوٰۃ الحیوان اس کی مختصر اور شرح منہاج وغیرہ کے مولف نے وفات پائی اور دمامینی شارح مغنی نے بھی حیوٰۃ الحیوان کی ایک مختصر شرح لکھی ہے اور اس کا نام عین الحیوٰۃ رکھا ہے۔

۸۱۶ ہجری میں شریف الدین علی بن محمد حسینی حنفی جرجانی استر آبادی نے (جو میر سید شریف مشہور اور فاضل معروف ہے) شیراز میں وفات پائی جو شرح مواقف قاضی عضد اور شمسیہ مطول وغیرہ پر حواشی وتعلیقات کا مولف صاحب صرف میر و کبریٰ وغیرہ سعد الدین تفتازانی کا معاصر اور قطب الدین رازی کا شاگرد تھا اور اس کے مذہب کے متعلق اختلاف ہے اکثر علماء شیعہ اسے سنی سمجھتے ہیں اور قاضی نور اللہ نے اسے حکماء وعلماء شیعہ میں سے شمار کیا ہے اور استشہاد کیا ہے میر شریف کے شاگرد سید محمد نور بخش اور شیخ محمد بن ابو جمہور احسائی کی تخصیص کے ساتھ اور کہا ہے بماہتاب چہ حاجت شب تجلی را۔

البتہ اس کا بیٹا سید شمس الدین محمد شیعہ امامی ہے اور سید محمد کا بیٹا مرزا محمد علی جو میرزا مخدوم شریفی مشہور تھا سنی اور ناصبی ہے اور یہ وہی ہے کہ جس نے سلطان شاہ اسماعیل ثانی کو گمراہ کر کے سنی بنا دیا اور ایک کتاب بھی شیعوں کے رد میں نواقض الرافض کے نام سے لکھی ہے۔ اور قاضی نور اللہ مرقدہ نے اس کی تردید میں مصائب النواصب کے نام سے کتاب لکھی اور میرزا مخدوم کا فرزند ابوالفتح شریفی صاحب آیات الاحکام شیعہ امامی اور یخرج الحی من المیت (خدا زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے) کا مصداق ہے جیسا کہ اس کا باپ یخرج المیت من الحی (مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے) کا مصداق ہے۔ بہر حال منقول ہے کہ جب سید شریف دنیا سے کوچ کرنے لگا تو اس کے بیٹے نے اس سے کہا کہ بابا جان مجھے کوئی وصیت کرو تو میر سید شریف نے کہا بابا اپنے حال میں رہو۔ بیٹے نے باپ کے کلام کے مضمون کو نظم کیا اور کہا۔

مرا سید	شریف	آں	بحر زخار
کہ	رحمت	برروان	پاک اوباد
وصیت	کرد	وگفت	ارزانکہ خواہی
کہ	باشد	درقیامت	جان تو شاد
چناں	مستغرق	احوال	خود باش
کہ	از	حال	کسی ناید ترایاد

مجھے سید شریف نے وصیت کی ہے کہ اگر قیامت میں شاد رہنا چاہتا ہے تو اس طرح اپنے حالات میں ڈوبا رہ کہ کسی کی حالت

تجھے یاد نہ آئے۔

۸۱۷ ہجری میں مجدالدین محمد بن یعقوب بن محمد فیروز آبادی شیرازی صاحب قاموس وغیرہ نے وفات پائی۔اس نے مکہ کی مجاورت اختیار کی تھی اور وہیں کتاب قاموس تصنیف کی اور یمن کے علاقہ میں زبید نامی جگہ وفات پائی۔

۸۱۷ ہجری میں عبدالرحمن بن احمد بن دشتی فارسی کی ولادت ہوئی جس کا لقب ملا جامی اور اہلسنت کی زبان میں شیخ الاسلام مشہور ہے اور جام ماوراالنہر کے علاقہ کا ایک شہر ہے کہ جس میں جامی کی ولادت ہوئی اور اسکی کئی تالیفات ہیں جن میں سے ایک کتاب النفحات فی طبقات الصوفیہ ہے ان میں سے ایک کتاب کافیہ کی شرح ہے جو الفوائد الضیائیہ کے نام مشہور ہے اور جام ماوراء النہر کے علاقہ کا ایک شہر ہے کہ جس میں جامی کی ولادت ہوئی اور اسکی کئی تالیفات ہیں جن میں سے ایک کتاب النفحات فی طبقات الصوفیہ ہے ان میں سے ایک کتاب کافیہ کی شرح ہے جو الفوائد الضیائیہ کے نام سے مشہور ہے یہ شرح اس نے اپنے بیٹے ضیاء الدین کے نام سے کی ہے اور جامی علم نحو صرف وحدیث وعروض ومعمی وغیرہ کے عظیم ترین علماء میں سے تھا اور بڑا عمدہ شاعر تھا۔عربی فارسی اور ملمعات کا اور اس کا تخلص بھی جامی ہے اور صوفیہ نقشبندیہ کا سلسلہ اسی میں سے جاملتا ہے اور جامی ظاہراً حنفی اشعری تھا بلکہ کہا گیا ہے کہ ناصبی تھا جیسا کہ قاضی نور اللہ اور آغا محمد علی صاحب مقامع وغیرہ نے تصریح کی ہے اور مقامع میں ایک کلام ان کے متعلق ذکر کی ہے۔البتہ سید امیر محمد حسین حسینی خاتون آبادی علامہ مجلسی کے نواسے نے ذکر کیا ہے کہ وہ باطن میں شیعہ تھا لیکن تقیہ کرتا تھا اور اس کے اشعار میں سے ہے۔

سگ کاشی بہ ازا کابر قم
باوجود یکہ سگ بہ از کاشی است

اور اس کے اشعار میں سے ہے۔

ای مغبچہ دلبر بدہ جام میم
کا آمد نزاع سنی وشیعہ قیم
گویند کہ جامیا چہ مذہب داری
صد شکر کہ سگ سنی وخرشیعہ نیم

اس کے نوادر میں سے ہے جو حکایت ہوئی ہے کہ اس نے ظریف طبع لوگوں کی موجودگی میں اپنے متعلق یہ شعر کیا۔

بسکہ درجان فگار وچشم بیدارم توئی
ہر کہ پیدا میشود از دور پندارم توئی

میری زخمی جان اور بیدار آنکھ میں اتنا بسا رچا ہوا ہے کہ جو بھی دور سے ظاہر ہو میں سمجھتا ہوں کہ تو ہے ایک شخص کہنے لگا اگر گدھا بھی ظاہر ہو تو جامی نے کہا مگر بھی میں یہ سمجھوں گا کہ تو ہے۔

قاضی نور اللہ نے قاضی میر حسین شارح دیوان امیر المومنین علی علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ میر نے ملا جامی کی مذمت میں کہا۔

آل امام بحق ولی خدا
اسد اللہ غالبش نامی
دو کس اورا بجہان بیاز روند
یکی از اہلی دگر خامی
ہر دور امام عبدالرحمن است
آن یکی ابن ملجم ودیگر جامی

دو افراد نے علیؑ کو اذیت پہنچائی ہے ایک نے بے توفی سے ایک نے ناپختگی کی وجہ سے دونوں کے نام عبدالرحمن ہیں ایک ملجم کا بیٹا اور دوسرا جامی۔

۸۱۹ ہجری میں استاد علامہ محمد بن ابوبکر بن قاضی القضاۃ عبدالعزیز حموی شافعی متکلم اصولی صاحب حواشی و تصانیف کثیرہ ابن جماعت کے نام سے مشہور نے وفات پائی اور یہ عباد بن جماعت شافعی کے علاوہ ہے کہ جسنے شہید اول کے قتل کا حکم دیا تھا۔

ماہ شعبان ۸۲۷ ہجری میں بدرالدین محمد بن ابوبکر بن عمر اسکندری مصری مالکی نے جو دمامینی کے لقب سے مشہور تھا کلبرجہ ہند میں وفات پائی جو شرح تسہیل اور حاشیہ مغنی جس کا نام تحفۃ الغریب فی حاشیۃ مغنی اللبیب کا مولف ہے اور اس کا حاشیہ شمنی کے حاشیہ سے بہتر ہے چونکہ اس کی بنا تحقیق و تدقیق پر ہے بخلاف دوسرے کے کہ وہ تاریخ کی طرح ہے۔

۸۳۷ ہجری میں اسماعیل بن ابوبکر صاحب کتاب عنوان الشرف کہ جو مجموعی طور پر مجموعہ تو فقہ میں ہے لیکن رمز و اشارہ سے اور بھی چار کتابیں اس سے نحو و تاریخ و عروض و قوافی کی نکل آتی ہیں اس نے اپنی تالیف میں نیا رنگ پیدا کیا ہے اور اس کے طریقہ و منوال پر فاضل سیوطی نے کتاب النفحة المسكية والتحفة والمكيه ایک کتاب کو ایک ہی دن میں بنا ہے اور ہمارے علماء میں سے شیخ فرج اللہ بن محمد بن ادریس جوزی ہیں صاحب کتاب رجال وغیرہ جو ہمارے شیخ حر عاملی کے معاصر ہیں۔

۸۴۱ ہجری میں شیخ جلیل احمد بن محمد بن فہد حلی مولف عدۃ الداعی و تنقیح وغیرہ نے وفات پائی۔ان کی قبر کربلا میں مزار مشہور ہے اور واضح ہو کہ ابن فہد نے عدۃ میں ارشاد دیلمی یعنی حسن بن ابوالحسن محمد وعظ دیلمی سے نقل کیا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ دیلمی کا طبقہ ابن فہد سے بلند تر ہے بلکہ دیلمی علامہ یا شہید کا ہمعصر ہے جیسا کہ بعض نے کہا ہے اور دیلم مدینہ رودبار اور اطراف مازندران میں ہے۔

۸۵۲ ہجری میں احمد بن علی بن حجر عسقلانی لا اصل کی المسکن شافعی المذہب مولف فتح الباری شرح صحیح بخاری و کتاب اصابہ و درر کامنہ فی اعیان المأۃ الثامنہ وغیرہ نے وفات پائی جو معاصر ہے احمد بن تیمیہ ناصبی کا جو شیخ الاسلام مبدع کے نام سے

مشہور ہے جس نے منہاج السنہ علامہ رہ کی منہاج الکرامۃ کی رد میں لکھی ہے جو طائفہ وہابیہ کے مذہب کا بانی ہے اور ابن تیمیہ وابن حجر کے درمیان پوری منافرت تھی اور ابن حجر جائز نہیں سمجھتا تھا کہ ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام کہا جائے اور ابن آلوسی بغدادی نے ایک کتاب ان دو احمد نامی اشخاص کے درمیان بطور محاکمہ کے لکھی ہے جس کا نام جلاء العینین فی المحاکمۃ بین الاحمدین رکھا ہے اور چونکہ مولف ابن تیمیہ کا ہم مذاق وہم مشرب ہے لہذا ابن حجر کے برعکس ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام سے تعبیر کرتا ہے۔ واضح ہو کہ ابن حجر دو اشخاص پر بولا جاتا ہے اور اکثر اوقات ایک دوسرے سے مشتبہ ہو جاتے ہیں اور جو ابن حجر متاخر ہے اس کا ذکر ۹۷۴ ہجری میں آئے گا جو کہ اس کا سنہ وفات ہے۔

۸۵۵ ہجری میں بدر الدین محمود بن احمد نے (جو فاضل عینی مشہور اور شواہد کبیر وصغیر کی شرح اور شرح بخاری وطبقات حنفیہ وغیرہ کا مولف ہے) وفات پائی۔

سترہ ذی الحجہ ۸۷۲ ہجری میں احمد بن محمد نے (جو شمنی کے لقب سے مشہور مغنی کا محشی اور سیوطی کا استاد ہے) وفات پائی۔

۸۷۶ ہجری میں شیخ محمد بن علی جباعی جد شیخنا البہائی محمد بن حسین بن عبدالصمد شیخ محمد نے وفات پائی اور میں نے مجموعہ شیخ اس کے خط کی تحریر میں دیکھا ہے۔

۸۷۷ ہجری میں شیخ علی بن محمد بن یونس بیاضی صاحب صراط المستقیم ومختصر مختلف ومجمع البیان وصحاح اللغۃ وغیرہ نے وفات پائی۔

۸۷۹ ہجری میں محی الدین محمد بن سلیمان رومی نے وفات پائی جو شیخ کافیجی مشہور ہے۔ اور ملا جلال الدین سیوطی کا استاد اور بہت سے کتب کا مصنف ہے سیوطی کہتا ہے کہ میں چودہ سال اس کے ساتھ رہا۔ پس جب کبھی میں اس کے پاس آیا تو اس سے انکی تحقیقات اور عجائبات سنے جو اس سے پہلے نہیں سنے تھے اور کہا ہے کہ اس کی تصنیفات علوم عقلیہ میں بے شمار ہیں۔

دسویں صدی کے واقعات

۹۰۲ ہجری میں محی ملا جلال الدین محمد بن اسعد دوانی متکلم حکیم نے وفات پائی۔ (دوان کہوان ایک بستی ہے کازرون شیراز کی) اور ملا جلال کا نسب ابوبکر سے جاملتا ہے پہلے یہ شاعر اہلسنت میں سے تھا۔ لیکن الحمد للہ ہدایت پائی اور کتاب نور الہدایہ لکھی اور اس میں اس کے شیعہ ہونے کی تصریح موجود ہے اور اس کے بہت سے اشعار مشہور ہیں ان میں سے یہ اشعار ہیں۔

خورشید کمال است نبی ماہ ولی
اسلام محمد است وایمان علی

گر بینہ درایں سخن معطلی
بنگر کہ زبینات اسماست جلی

اسم محمدؐ کے بینات مراد ہیں، کیونکہ اسم محمدؐ کے بینات ۲۰۰ ہجری میں جو عدد اسلام کے مطابق ہیں، اور اسم علیؑ کے بینات بعینہ ایمان کے مطابق ہیں کیونکہ وہ ایسے بزرگوار ہیں کہ جن کا اول ایمان ہے اور یہ بھی اسی کے اشعار ہیں۔

آں چار خلیفہ کہ دیدی نغز
بشنو سخنی لطیف وشیریں وبلغز
بادام خلافت زنبی گردش حق
افکندہ پوست تابرون آمد مغز

۹۱۰ ہجری میں فاضل ادیب ملا حسین بن علی واعظ کاشفی بیہقی سبزواری شیعی نے وفات پائی جو عارف جامی کا بہنوئی صاحب تفسیر قرآن ورو ضۃ الشہداء ہے جو مقتل کے بیان میں ہے کہ جس کو پڑھنے کی وجہ سے ذاکرین کو روضہ خوان کہتے ہیں یعنی روضۃ الشہداء پڑھنے والے، کیونکہ پہلے پہل صرف روضۃ الشہداء کے پڑھنے پر اقتصار کرتے تھے اور رفتہ رفتہ اس سلسلہ میں ترقی ہوئی یہاں تک کہ ہمارا زمانہ آ گیا کہ جسے آپ دیکھ رہے ہیں۔ اور فاضل کاشفی کی ہی تالیف ہیں مخزن الانشاء واسرار قاسمی اخلاق محسنی وانوار السہیلی وغیرہ۔

۹۱۰ ہجری ہی میں متبحر ادیب جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمن بن ابوبکر سیوطی شافعی نے وفات پائی اور سیوط واسیوط حدود واخدود کے وزن پر مصر کے علاقہ کی بستی ہے اور سیوطی کی ہر فن میں بہت سی کتابیں ہیں اور وہ حسن العبارت (فصیح وبلیغ) تھا اور سید علیخان شیرازی رہ سے منقول ہے کہ سیوطی شافعی مذہب تھا لیکن سنیت سے پلٹ کر مستبصر ہوا اور آئمہ اثنا عشر کی امامت کا قائل ہو کر شیعہ امامیہ ہو گیا اور خدا نے اس کا انجام نیک واچھا کیا اور فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی ایک تصنیف دیکھی ہے کہ جس میں اس نے مذہب حق کی طرف رجوع کرنے کا تذکرہ کیا ہے اور رسول اللہ کے بعد مولا نا علی بن ابی طالبؑ کی امامت وخلافت بلا فصل پر استدلال کیا ہے انتھی۔

اور اس کے بہت سے اساتذہ وشیوخ تھے کہ جن میں سے ایک شمنی شارح مغنی ہے۔

۹۱۱ ہجری میں جناب شہید ثانی رہ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

۹۱۸ ہجری کے اوائل میں شیخ حسین بن عبد الصمد ہمارے شیخ بہائی کے والد شاہ طہماسپ صفوی کے ہمعصر اور شہر قزوین کے شیخ الاسلام پیدا ہوئے۔

۹۱۹ ہجری میں ملا سلطان علی نے مشہد مقدس رضوی میں وفات پائی کہ جو خط نستعلیق میں مشہور تھا اور میر علی علوی تبریزی واضع خط نستعلیق کا شاگرد تھا اور اسی نے اپنے منظوم رسالے میں میر علی کے کچھ حالات کی طرف اشارہ کیا ہے منجملہ کہتا ہے۔

نستعلیق اگر خفی و جلی است
واضع اصل خواجہ میر علی است
تا کہ بودہ است عالم و آدم
ہرگز ایں خط نبودہ در عالم
وضع فرمودا و ز ذہن دقیق
از خط نسخ و از خط تعلیق
نی کلکش از آن شکر ریز است
کاصلش از خاک پاک تبریز است
کا تبانی کہ کہنہ و نو یند
خوشہ چینان خرمن او یند

۹۳۵ ہجری میں عبدالصمد شیخ حسین عاملی کے باپ نے وفات پائی۔

۹۳۷ ہجری میں شیخ اجل علی بن حسین بن عبدالعالی کرکی نے وفات پائی جو محقق ثانی اور شیخ علائی مشہور جامع المقاصد اور نفحات اللاہوت وغیرہ کے مولف اور شیخ علی بن ہلال جزائری کے شاگرد تھے اور وہ ابن فہد حلی کے شاگرد تھے اور محقق کی تاریخ وفات کے متعلق یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ غدیر خم کے دن ۹۴۰ ہجری میں فوت ہوئے اور وہ تاریخ اس عبارت کے مطابق ہے۔ مقتدای شیعہ اور وہ شیخ علی بن عبدالعالی میسی کے غیر ہیں جو اُن کا ہمعصر تھا اور اس نے ۹۳۱ ہجری میں وفات پائی۔

واضح ہو کہ محقق کرکی کے شاگردوں میں سے ہے ملا علی بن حسن زواری جو استاد ہے مولی فتح اللہ کاشانی کا اور زواری کی ایک بڑی تفسیر ہے فارسی میں نہج البلاغہ و کشف الغمہ و مکارم اخلاق و احتجاج وعدۃ الداعی وغیرہ کے تراجم ہیں اور شیخ علی کرکی کے شاگردوں میں سے ہے سید شرف الدین علی حسینی استرآبادی جس نے غروی کو اپنا وطن بنا لیا تھا اور جو کتاب تاویل الآیات الباہرہ فی فضل العترۃ الطاہرہ اور کتاب الغرویہ فی شرح الجعفریہ کا مولف ہے اور شیخ کرکی کے معاصرین میں سے ہے شیخ فاضل محقق محمد بن شیخ زین الدین علی بن ابراہیم جو مشہور ہے ابن ابو جمہور احسائی ہجری صاحب کتاب غوالی اللئالی و زاد المسافرین و شرح الفیہ شہید و شرح باب حادی عشر اور کتاب مجلی جو صوفیہ کے مذاق پر ہے اور ایک رسالہ جو اس مناظرہ میں ہے جو اس کا ہروی کے ساتھ ہوا اور منجملہ ان کے معاصرین کے شیخ مفلح بن حسین صیمری فاضل فقیہ بھی ہے جو شاگرد ہے شیخ احمد بن فہد کا اور مولف ہے شرح شرائع و شرح موجز و مختصر صحاح و جواہر الکلمات فی العقود والایقاعات کا اور ان کا بیٹا شیخ حسین بھی عالم و فاضل جلیل و کافی عبادت گزار تھا جو بحرین کی ایک بستی سلماباد میں اوائل ماہ محرم الحرام ۹۳۳ ہجری میں فوت ہوا اور ضیمر حیدر کے وزن پر ہے (اور کبھی اس کے میم پر پیش دیا جاتا ہے) یہ اہواز اور بلاد جبال کے درمیان دینور سے پانچ منزل دور ایک شہر ہے۔

۹۳۸ ہجری میں شیخ علی بن عبدالعالی میسی عاملی نے وفات پائی۔

۹۴۳ ہجری میں عصام الدین ابراہیم بن محمد بن عربشاہ منطقی متکلم ادیب شارح کافیہ وغیرہ کی وفات ہوئی۔ ۹۴۸ ہجری میں سید متالہ متکلم امیر غیاث الدین منصور بن سید کبیر امیر صدرالدین محمد ابراہیم بن محمد حسینی دشتکی شیرازی صاحب مدرسہ منصوریہ شیراز نے وفات پائی اوران کے والد بھی جامع منقول ومنقول تھے

ان کے دونوں بیٹے صدرالدین محمد وشرف الدین علی بھی اہل علم وورع میں سے تھے اوران کی اولادوراولاد میں سے ہیں السید علیخان شیرازی شارح صحیفہ سجادیہ وصمدیہ اوران کانسب زید بن علی بن الحسین تک پہنچتا ہے اوران کے خصوصیات میں سے ہے حدیث مسلسل آباؤ اجداد کے واسطہ سے رسولؐ اللہ سے نحن عبدالمطلب ماعادانابیت الاوقد خرب ولا عادانا کلب الاوقد جرب ہم عبدالمطلب کے بیٹے ہیں جس گھرانے نے ہم سے دشمنی کی وہ تباہ وبرباد ہوا اور جس کتے نے ہم سے عدوات رکھی وہ خارش زدہ ہوا (مابنو ہاشیم بر کہ بامادر افتاد برافتاد) اور جس کو تصدیق نہ ہو تجربہ کرکے دیکھ لے اور جو شخص ان کے حالات سے مطلع ہونا چاہے تو وہ مجالس المومنین کا مطالعہ کرے۔

۹۵۹ ہجری میں شیخ حسن صاحب معالم فرزند شہید ثانی کی ولادت ہوئی اور وہ سید محمد صاحب مدارک کے ماموں ہیں اور شیخ حسن وسید محمد مقدس اردبیلی کے شاگردوں میں سے ہیں اور ملاعبداللہ یزدی وسید علی بن حسین صائغ اور صاحب مدارک کے والد کی بھی دونوں نے شاگردی کی ہے۔

۹۶۶ ہجری میں ہمارے شیخ زین الدین شہید ثانی رحمہ اللہ کی شہادت ہوئی اور تاریخ شہادت یہ ہے مثوی الشہید جنۃ (شہید کے رہنے کی جگہ جنت ہے) اور ہمارے شیخ بہائی نے فرمایا ہے۔

تاریخ وفات ذالك الاداه

الجنة مستقرة والله

(اس آئیں بھرنے والے مظلوم کی تاریخ وفات ہمیشہ رہنے والی جنت ہے خدا کی قسم)

اور شہید ثانی ان کے آباؤ اجداد اور اولاد واحفاد سب اہل علم تھے۔ آنجناب نقطہ وسط ہیں جن کے گرد دائرہ معارف وعلوم گردش کرتا ہے اوران کی زیادہ اور عمدہ تصنیف ہیں اور شاگرد بھی بہت ہیں ان میں سے کہ جنہوں نے ان کی شاگردی کی اور حصہ وافران کی خدمت کا حاصل کیا۔ایک محمد بن علی بن حسن عودی رہ ہیں اور انہوں نے اپنے استاد شہید کی تعریف وتوصیف کے بعد کہتے ہیں۔ کہ میں نے خود دیکھا ہے جس سال میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا کہ وہ جناب لکڑیاں ایک گدھے پر لاد کے رات کے وقت اپنے اہل وعیال کے لیے لاتے تھے اور صبح کی نماز مسجد میں پڑھاتے تھے اور باقی دن تدریس میں مشغول رہتے تھے اور کتاب (ل ل) میں ہے کہ انہوں نے کتاب الروضہ البہیۃ (شرح لمعہ) چھ ماہ اور چھ دن میں لکھی ہے جو کہ دو سال میں نہیں پڑھی جاسکتی۔مترجم، آپ قسطنطنیہ کے راستہ میں دریا کے کنارے شہید کیے گئے۔

آٹھ ربیع الاوّل ۹۸۴ ہجری میں شیخ حسین ہمارے شیخ بہائی کے والد نے بحرین کی ہجر نامی بستی میں وفات پائی۔

ان کا نسب شریف حرث اعور ہمدانی، (سکون میم کے ساتھ) تک جا پہنچتا ہے۔ جو کہ امیرالمومنین علیہ السلام کے خاص اصحاب میں سے تھے۔

شیخ حسین کے دو بیٹے تھے شیخ محمد بہائی اور عبدالصمد کہ جس کے لیے اس کے بھائی شیخ بہائی نے صمدیہ لکھا۔ شیخ بہائی کا اپنے والد کے مرثیہ میں ایک عمدہ قصیدہ ہے۔ (خدا دونوں پر رحم فرمائے) اور اس کے اشعار میں سے یہ ہیں۔

یااثاویاباالمصلی من قری هجر
کسیت من حلل الرضوان اصفاها
اقمت باالبحرین فاجتمعت
ثلا کن امثالاً واشباهاً
حویت من در العلیا ماحویا
لکن درك اعلاها واغلاها

اے ہجر کی بستیوں میں سے مصلی مقام پر سکونت کرنے والے تو نے رضوان کے حلوں میں سے زیادہ صاف ستھرے لباس پہنے ہیں۔ اے بحر علم تو نے بحرین میں قیام کیا پس جمع ہوگئی تین چیزیں جو ایک دوسرے کے مثل اور مشابہ ہیں۔ تو نے اعلیٰ درجے کے موتی و ہیرے جمع کیے جو ان دونوں نے جمع کیے۔ لیکن تیرے موتی زیادہ عالی اور زیادہ قیمتی ہیں۔

۹۸۸ ہجری میں عالم کامل جلیل مفسر ملا فتح اللہ بن ملا شکر اللہ شارح نہج البلاغۃ واحتجاج طبرسی اور فارسی کی تفاسیر کے مولف شاہ طہماسپ صفوی کے زمانہ کے عالم نے وفات پائی۔ ان کی تاریخ وفات ملاذ الفقہاء ہے اور لوگوں کے درمیان مشہور ہے ان کے سکتہ اور دفن ہونے اور کفن چور کے جناب ملا فتح اللہ کو باہر نکالنے کی نسبت، لیکن صاحب روضات الجنات نے یہ واقعہ امین الدین شیخ ابوعلی طبرسی صاحب مجمع البیان کے حالات میں نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ نسبت ان کی طرف شہرت یافتہ ہے اور ان کی کرامات میں سے ہے۔

۹۹۳ ہجری ماہ صفر میں جناب عالم اجل متقی ملا احمد بن محمد نے جو مقدس (اردبیلی کے لقب سے مشہور ہیں وفات پائی طیب اللہ رمسہ ورزقنا من علمہ وقدسہ۔ اور آنجناب کی بہت سی تصانیف ہیں جن میں سے ارشاد علامہ کی شرح و کتاب آیات الاحکام ہے اور علماء کی ایک جماعت نے ان کی شاگردی کی ہے جن میں سے شیخ صاحب معالم اور سید محمد صاحب مدارک ہیں اور ایک ملا عنایت اللہ قہپائی یعنی کوپائی نجفی رجالی ہیں جو مولف ہیں کتاب مجمع الرجال وترتیب اخبار کتب رجال الکشی وترتیب رجال نجاشی وغیرہ کے اور مقدس اردبیلی کے خاص شاگردوں میں سے ہے سید ماجد امیر فیض اللہ حسینی تفرشی محدث جلیل کہ جس نے اثنا عشریہ کی شرح کی ہے اور مختلف علامہ پر حاشیہ لگایا ہے اور اپنے استاد کی آیات الاحکام پر بھی حاشیہ لکھا ہے اور یہ سید جلیل مطلع تھا مرحوم اردبیلی کے اسرار پر اور اس کی

بعض کرامات وی سید نے نقل کی ہیں۔

ماہ رجب ۹۷۴ ہجری میں احمد بن حجر مکی متاخر صاحب صواعق محرقہ وغیرہ نے وفات پائی اور یہ ابن حجر غیر ہے احمد بن علی بن حجر عسقلانی کا جو کہ آٹھویں صدی کے علماء میں سے ہے اور کتاب درر الکافیہ فی احوال علماء آئمہ الثامنہ کا مولف ہے اور اس کے تالیفات میں سے فتح الباری شرح صحیح بخاری اور کتاب اصابہ بھی ہے اور وہ پہلا شخص ہے جس نے علم درایہ میں کتاب لکھی ہے اور یہ ابن حجر متاخر سخت ناصبی اور دشمن اہل بیتؑ ہے بخلاف پہلے کے اور بہت زیادہ ایک دوسرے سے مشتبہ ہو جاتے ہیں۔ خصوصاً ان کی تالیفات۔

گیارہویں صدی کے واقعات

۱۰۰۹ ہجری میں سید اجل شمس الدین محمد بن علی بن حسین موسوی عاملی جبعی صاحب مدارک الاحکام فی شرح عبادات شرائع الاسلام کی وفات ہوئی اور صاحب مدارک شیخ حسن صاحب معالم کے بھانجے تھے۔ سید نور الدین کا پدری بھائی بھی صاحب معالم کا مادری بھائی ہے۔

۱۰۱۱ ہجری میں شیخ حسن صاحب معالم کی وفات ہوئی۔

۱۰۲۰ ہجری میں شیخ عبدالصمد ہمارے شیخ بہائی کے بھائی نے مدینہ کے اطراف میں وفات پائی اور اس کا جنازہ نجف اشرف میں اٹھا کر لے آئے۔

۱۰۲۱ ہجری میں عالم کامل زاہد ملا عبداللہ بن حسین تستری ساکن اصفہان نے وفات پائی۔ ان کا اپنا بہت بڑا مدرسہ تھا مسجد نقش جہاں کے پہلو میں اور ان کی وفات ماہ محرم میں اصفہان میں ہوئی اور ایک لاکھ افراد کے قریب لوگوں نے ان کی تشیع جنازہ کی اور روز عاشوراء کی طرح لوگ نوحہ وگریہ کرتے تھے اور انہیں اسماعیل بن زید بن حسن علیہ السلام کے جوار میں سپرد خاک کیا گیا اور ایک سال کے بعد ان کی لاش کربلا معلی لے گئے اور وہ مقدس اردبیلی کے شاگرد اور مجلسی اول وغیرہ کے استاد تھے ان کی تالیفات میں سے شرح قواعد ہے اور ان کے زہد کے متعلق نقل ہوا ہے کہ وہ کبھی مباحات کے بھی مرتکب نہیں ہوئے بلکہ جو عمل کرتے واجب ہوتا یا مستحب۔

کہتے ہیں کہ انہوں نے چودہ شاہی (چودہ پیسے) کا عمامہ خرید کیا تھا اور وہ چودہ سال ان کے سر پر رہا۔ اور مجلسی اول فرماتے ہیں کہ میں اپنے استاد ملا عبداللہ کے ساتھ شیخ ابوالبرکات اصفہان کی جامع عتیق کے وعظ کی خدمت میں گیا اور وہ سن رسیدہ بزرگ تھا اور سو سال کے قریب اس کی عمر تھی۔ جب اس کی بارگاہ میں حاضر ہو تو وہ باتیں کرتا رہا جن میں سے یہ بات کہی کہ میں شیخ علی محقق سے بلا واسطہ روایت کرتا ہوں۔ پھر اس نے جناب مولانا کو اجازہ دیا۔ اس کے بعد اس کے بعد اس نے حکم دیا اور شربت قند کا ایک کاسہ لا کر

مولانا کے پاس رکھا گیا مولانا نے اس کو دیکھا تو فرمایا کہ میں مریض نہیں ہوں یہ شربت تو بیمار کیلئے ہے ابوالبرکات نے آیت قم من حوہ اللہ تلاوت کی پھر عرض کیا کہ آپ مومنین کے رئیس ہیں اور یہ چیزیں مومنین کے لیے خلق ہوئی ہیں۔ جناب مولانا نے معذرت کی اور فرمایا میں اب تک یہ خیال نہیں کرتا تھا کہ آب قند بیمار کے علاوہ اور لوگ بھی پیتے ہیں اور یہ ملا عبداللہ بن محمود تستری خراسانی شاہ طہماسب کے زمانہ کے عالم کے کہ جب ۹۹۷ ہجری میں گروہ ازبکیہ نے مشہد پر حملہ کیا تو وہ ملا عبداللہ کو گرفتار کر کے بخارا و ماوراء النہر کی طرف لے گئے اور انہوں نے وہاں کے علماء کے ساتھ مباحثہ کیا اور سب پر غالب آئے اور پھر کہنے لگے میں شافعی مذہب ہوں۔ انہوں نے قبول نہ کیا اور انہیں خنجر و الماس وغیرہ سے شہید کر دیا اور ان کے بدن کو آگ لگا کر انہیں جلا دیا (رحمہ اللہ تعالیٰ)

۱۰۲۸ ہجری میں سید جلیل ابوعلی سید ماجد بن ہاشم بن علی بحرانی نے وفات پائی کہ جس نے علم حدیث شیراز میں نشر کیا اور شاہ چراغ کی بارگاہ میں دفن ہوا۔ جس کے بڑے عمدہ اشعار ہیں ۹ ربیع الاوّل وغیرہ کے متعلق جو کتاب سلاسل الحدید کا مولف ہے۔ اور یہ سید محدث کاشانی ملا محسن فیض کے مشائخ میں سے ہے اور اس کا ایک شعر۔

حدرت عیونی نشیبی وھو لاعجب

تجری العیون لوقع الثلج فی القلل

میری آنکھیں میرے بڑھاپے کی وجہ سے بہنے لگیں اور اس میں کوئی تعجب نہیں، کیونکہ چشمے تب جاری ہوتے ہیں جب پہاڑوں کی چوٹیوں پر برف پڑے۔

۱۰۶۸ ہجری میں مولانا المعظم میرزا محمد بن علی نے وفات پائی استر آباد اُنکا اصل وطن تھا۔ غریؔ میں سکونت اختیار کی اور مکہ کے مجاور ہوئے اور وہیں وہ دفن ہوئے۔ ان کی رجال میں کبیر متوسط وصغیر کتب ہیں اور شرح آیات الاحکام وغیرہ بھی ہے اور وہ فقیہ متکلم ثقہ ورع و پرہیز گار و زاہد تھے۔ علامہ مجلسی نے ان کا ذکر اس باب میں کیا ہے جو ان لوگوں کے متعلق ہے جو حضرت حجتؑ کی ملاقات سے غیبت کبریٰ کے زمانہ میں مشرف ہوئے ہیں۔

صورت واقعہ اس طرح ہے کہ وہ بزرگوار کہتے ہیں کہ میں ایک رات خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا کہ اچانک ایک خوبصورت نوجوان آیا۔ اس نے طواف شروع کر دیا۔ جب میرے قریب آیا تو مجھے سرخ گلاب کے پھولوں کا ایک گلدستہ دیا جب کہ ان کا موسم نہیں تھا۔ میں نے وہ اس سے لے لیا اور اس کو سونگھا اور اس سے کہا کہ اے میرے سید و سردار یہ کہاں کے پھول ہیں فرمایا خرابات سے پھر وہ میری نظروں سے غائب ہو گیا اور میں نے اس کو نہ دیکھا اور خرابات بحر محیط کی طرف مغرب کا ایک جزیرہ ہے۔ کہ جس میں سے جزیرہ خضراء بھی ہے جیسا کہ انساب سمعانی اور قاموس وغیرہ میں ہے۔

۱۰۳۰ ہجری میں شیخ جلیل ابن الفقہاء اور ابوالفقیہین فخر الدین محمد بن شیخ حسن بن شہید ثانی کی مکہ میں وفات ہوئی اور حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کی قبر کے پاس دفن ہوئے اور یہ شیخ معظم مکہ کے مجاور ہو گئے تھے اور سید محمد صاحب مدارک و میرزا محمد استر آبادی رجالی کی شاگردی کی اور کتاب تہذیب و استبصار کی شرح لکھی اور شرح لمعہ و معالم و اصول کافی و رجال کبیر و مختلف اور اپنے

والد کی اثنی عشریہ و مدارک و مطول وغیرہ کے حواشی لکھے اور بڑے اچھے اشعار کہتے تھے۔

۱۰۳۰ ہجری میں شیخ اجل علامہ ہمارے شیخ بہاء الملۃ والدین محمد بن شیخ حسین عاملی حارثی نے وفات پائی اور آپ کی شان و عظمت فقہ (دین فہمی) علم و فضل تحقیق و تدقیق و جلالت قدر عمر کی عبارت میں اس سے زیادہ ظاہر ہے جو کہ بیان ہوا اور ان کے فضائل اس سے زیادہ ہیں کہ شمار کئے جائیں۔ صاحب سلافہ نے ان کا ذکر کیا ہے اور ان کی زیادہ تعریف و توصیف کی ہے ان کی مفید عمدہ کتب ہیں مثلاً حبل المتین، مشرق الشمسین، خلاصہ کشکول صمدیہ۔ تہذیب۔ زبدہ، مفتاح الفلاح اربعین وغیرہ کے علاوہ بہت سی کتب ہیں جو اطراف دنیا میں مشہور ہیں اور ان کے عمدہ اشعار ہیں عربی و فارسی میں۔ آپ کی وفات اصفہان میں ہوئی۔ پھر دفن سے پہلے ہی مشہد مقدس رضوی کی طرف ان کا جنازہ منتقل کیا گیا اور وہاں ان کی قبر مشہور و معروف ہے۔

ہمارے شیخ بہائی معاصر ہیں سید فاضل جلیل حامی حوزہ اسلامی قاضی نور اللہ بن سید شریف الدین حسینی مرعشی شوستری کے جو صاحب کتاب مجالس المومنین و احقاق الحق و صوارم محرقہ و مصائب النواصب۔ حاشیہ بر بیضاوی و حاشیہ بر شرح مختصر عضدی وغیرہ۔ آپ شہر اکبر آباد ہندوستان میں احقاق الحق کتاب لکھنے کی وجہ سے شہید کئے گئے۔ نور اللہ مرقدہ۔

۱۰۳۳ ہجری میں عالم فاضل ملا محمد امین استر آبادی اخباری صاحب فوائد المدینہ نے مکہ معظمہ میں وفات پائی۔

۱۰۳۳ ہجری ہی میں ہمارے شیخ اجل محدث شیخ محمد بن حسن بن علی بن محمد جو شیخ حر عاملی مشغری مشہور تھے اور محمدین (ثلاثہ درجہ دوم) میں سے ایک تھے جو مولف تھے کتاب وسائل وغیرہ کے انہوں نے اپنے حالات امل الآمل میں خود لکھے ہیں اور روضات میں کہا ہے کہ شیخ نے حکایت کی ہے کہ ایران کے ایک سفر میں خراسان کی طرف جاتے ہوئے وہ اصفہان میں گئے اور وہاں کے بہت سے علماء سے ملاقات کی جن میں سے علامہ مجلسی رہ بھی تھے

ہر ایک نے دوسرے کو اجازہ روایت دیا اور آنجناب کے قوت نفس کے متعلق منقول ہے کہ ایک دفعہ شاہ سلیمان صفوی کے دربار میں بغیر اجازت لئے وارد ہوئے اور اس مسند کے ایک طرف جا کر بیٹھ گئے کہ جس پر بادشاہ بیٹھا تھا چونکہ بادشاہ نے اس عمل کو جسارت سمجھا اور جب آپ کے نام سے باخبر ہوا تو پوچھنے لگا۔ شیخنا حر و خر (گدھا) کے درمیان کتنا فرق ہے۔ شیخ نے بالبدیہہ کہا کہ ایک کا۔ ان کی وفات مشہد مقدس میں ہوئی اور آپ کی قبر صحن امام رضا علیہ السلام میں صحن کے ایک حجرے کے دروازے میں مشہور مدرسہ میرزا جعفر مشہور کے پاس ہے۔

بنو حر کا گھرانہ بڑے بڑے علماء کا خاندان ہے اور آباء و اجداد شیخ حر کے تمام علماء و فقہا تھے اور اسی طرح ان کے بچے اعمام بھی رجوع کریں کتاب امل الآمل کی طرف۔

واضح ہو کہ آنجناب کے معاصرین میں سے عالم فاضل مرزا محمد بن ملا محمد رضا قمی ہیں۔ آپ تفسیر کبیر کے جو کنز الدقائق کے نام سے مشہور ہے مولف ہیں جو احادیث اہل بیت وہ وجوہ اعراب و لغات و قرأت و دقائق پر مشتمل ہے اور وہ بہترین تفسیر ہے اور وہ ایک لاکھ بیس ہزار سطروں میں ہے۔

۱۰۳۵ ہجری میں شیخ لطف اللہ بن عبدالکریم بن ابراہیم بن علی بن عبدالعالی میسی ساکن اصفہان معاصر شیخ بہائی صاحب مسجد معروف در میدان شاہ اصفہان نے وفات پائی اور شیخ لطف اللہ علمی گھرانے کے فرد تھے اور ان کی تاریخ وفات فارسی میں یوں شمار کی گئی ہے چوں اوساقط کئی سال تاریخ وفاتش زآن شمار شیخ کے نام سے مراد لطف اللہ ہے اور اللہ مشدد لام دو مرتبہ شمار ہوتی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے۔

اللہ بودیک الف وھاودولام

عاجز شدہ ازکعہ کمائش اوھام

۱۰۴۰ ہجری (۱۰۴۱ ہجری رخ ل) میں سید جلیل اعجوبہ زمانہ آقا سید محمد باقر بن میر محمد حسین استر آبادی نے وفات پائی جو میر داماد کے لقب سے مشہور تھے چونکہ ان کے والد بزرگوار ہمارے شیخ محقق علی بن عبدالعالی کرکی کے داماد تھے۔

یہ بزرگوار ہمارے شیخ بہائی کے ہمعصر تھے اور ان دونوں میں بڑی الفت و محبت تھی اور منقول ہے کہ سید سے زمانہ تکلیف (بلوغ و عقل) میں نوافل کبھی نہیں فوت ہوئے اور مشہور ہے وہ چالیس سال تک بستر استراحت پر نہیں سوئے۔ اور ہر رات پندرہ پارے قرآن کے پڑھتے تھے اور آپ معاصر تھے میر ابوالقاسم فندرسکی حکیم کے جو اصفہان میں دفن ہے۔

۱۰۵۰ ہجری میں حکیم متالہ مولیٰ محمد بن ابراہیم جو ملاصدرا مشہور ہے اور اسفار و شرح کافی و کئی تفاسیر وغیرہ کا مولف ہے اور ہمارے شیخ بہائی اور سید داماد کا شاگرد ہے اور مرحوم ملا صدرا فیض کاشانی اور ملا عبدالرزاق لاھیجی کے خسر تھے اور اس کے والد میرزا ابراہیم مرحوم شرح لمعہ کے حاشیہ اور کتاب تفسیر عروۃ الوثقیٰ کے مولف ہیں۔

۱۰۵۱ ہجری میں شیخ محمد بن علی بن محمد حرفوشی عاملی کرکی فاضل عالم ادیب نے وفات پائی زبدۃ تہذیب نحو صمدیہ شیخ بہائی وقواعد شہید وغیرہ پر اس کی شرحیں موجود ہیں۔ اس کی طرف منسوب ہے کہ اس نے معمر مغربی کی ملاقات کو درک کیا جس کا لقب ابن ابوالدنیا ہے اور نام علی بن عثمان بن خطاب یمانی ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ اس نے آب حیات پیا تھا اور امیر المومنین علیہ السلام کی صحبت کا شرف حاصل کیا اور آپ سے روایت حدیث کی اور آپ کے ساتھ جنگ صفین میں موجود تھا اور ساباط مدائن میں امام حسن علیہ السلام کی زیارت کو درک کیا اور وادی کربلا میں امام حسین علیہ السلام سے شرف ملاقات کیا۔ پس شیخ محمد نے شیخ معمر کو شام کی کسی مسجد میں پایا اور اس سے اجازہ روایت طلب کیا تو اس نے اسے اصولی حدیث و عربیت و کتب اربعہ کا اجازہ دیا اور شیخ حرفوشی سید محمد بن محمد بن قاسم حسینی عاملی کا ہمعصر تھا جو کہ اثنی عشریہ فی المواعظ العددیہ کے مولف ہیں۔

۱۰۶۰ ہجری میں ملا علی نقی کمروئی نے وفات پائی جس نے حرمت نماز جمعہ۔ حرمت استعمال تمبا کو اور نوح افندی کے شیعوں کو قتل کرنے کے حکم کی رد میں رسالہ لکھا۔

۱۰۶۰ ہجری ہی میں سید جلیل شرف الدین علی بن حجۃ اللہ شولستانی استاد علامہ مجلسی رہ نے وفات پائی (شولستان شیراز اور بنادر کے درمیان واقع ہے)

۱۰۶۲ ہجری میں شیخ فقیہ اجو بہ دہر مولانا محمد بن تاج الدین حسن اصفہانی جو فاضل ہندی مشہور تھے کی ولادت ہوئی اور ان کی وفات ۱۱۳۷ ہجری میں ہوئی جیسا کہ ذکر ہوگا۔

۱۰۶۴ ہجری میں شیخ زین الدین بن محمد بن حسن بن شہید ثانی حر عاملی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد روایت کی وفات ہوئی۔

۱۰۶۴ ہجری ہی میں سید سند وزیر حسین بن میرزا رفیع الدین آملی اصفہانی نے اشراف مازندران میں وفات پائی یہ سید سلطان العلماء اور خلیفہ سلطان کے لقب سے مشہور ہے اور شرح لمعہ و معالم وغیرہ پر اس کے حواشی ہیں اور شاہ عباس ماضی کا وزیر و داماد ہے۔ اور یہ مسلسل وزیر رہا یہاں تک کہ شاہ عباس ثانی کے زمانہ میں وفات پائی اور اس کے حواشی انتہائی مختصر اور پختہ ہیں (رہ)

۱۰۷۰ ہجری میں مجلسی اوّل ملا محمد تقی والد علامہ مجلسی شارح فقیہ و صحیفہ وغیرہ نے وفات پائی اور ان کی قبر اصفہان میں مسجد جمعہ کے پہلو میں ہے۔

۱۰۷۱ ہجری میں ملا عبداللہ تونی بشروی ساکن خراسان نے کرمانشاہاں میں وفات پائی اور پل شاہ کے قریب سڑک کی دائیں طرف دفن ہوا اور یہ شیخ علم اصولی کی کتاب وافیہ کا مصنف ہے کہ جس کی شرح سید صدر الدین قمی اور آقا سید محسن اعرجی نے کی ہے اور اس کا بھائی بھی آقا شیخ احمد کہ جس نے معالم کا حاشیہ اور ایک رسالہ صوفیہ کی رد میں لکھا ہے مرد عالم تھا اور اس کی وفات ملا عبداللہ کے بعد واقع ہوئی ہے۔

۱۰۸۰ ہجری یا ۱۰۸۲ ہجری میں سید فاضل حکیم متکلم رفیع الدین محمد بن سید حیدر طباطبائی جو میرزا رفیعا نائنی کے لقب سے مشہور اور اصفہان کے توابع اور اطراف میں سے تھا وفات پائی۔

یہ مرحوم شاہ صفی صفوی کے زمانہ کے عظیم ترین علماء میں سے اور کتاب شجرۃ الٰہیہ فی اصول العقائد فارسی کا مولف اور یہ علامہ مجلسی کے مشائخ واساتید میں سے تھا اور تحت فولاد یا ارض بابا رکن الدین میں دفن ہوا وہ مولی رفیع الدین محمد بن مولی فتح اللہ واعظ قزوینی شاگرد مولی خلیل قزوینی صاحب کتاب ابواب الجنان کہ جس کی وفات ماہ رمضان ۱۰۸۹ ہجری میں ہوئی ہے کے علاوہ بزرگ ہے اور ظاہراً یہ دوسرے مولی رفیع الدین سے متحد جو کتاب حملہ حیدریہ کا مولف ہے۔

۱۰۸۰ ہجری میں عالم فاضل صالح اخوند ملا صالح سروی مازندرانی نے وفات پائی اور اصفہان میں مجلسیین کے قبرستان میں دفن ہوئے اور ان کی تالیفات میں سے ہے اصول کافی کی شرح اور معالم کا حاشیہ اور آنجناب مجلسی اوّل کے داماد اور مجدد اکمل کے خسر اور آقائے بہبہانی کے نانا ہیں اور یہ بزرگ والد ہیں آقا ہادی کے جو افغانیوں کے فتنہ میں مرحوم ہوئے۔

۱۰۸۴ ہجری میں زلزلہ کی وجہ سے قبہ مبارک حضرت رضا علیہ السلام مسجد جامع کے میناروں کے ساتھ خراب ہو گیا۔ شیخ احمد شیخ حر عاملی کے بھائی جو خراسان میں متوطن ہو گئے تھے کتاب درمسلک میں کہتے ہیں کہ ۱۰۸۴ ہجری ماہ ربیع الاوّل عصر کے بعد خراسان میں ایک عظیم زلزلہ آیا کہ جس سے گنبد امام رضا مسجد جامع کے دو مینار گرے اور دیواریں گر گئیں اور دیواروں کے نیچے آ کر بہت سے لوگ مر گئے اور اس کے بعد پے در پے کافی مدت تک زلزلے کے جھٹکے آتے رہے جو پہلے کی نسبت خفیف تھے اور اکثر لوگ

صحراؤں میں چلے گئے پس شاہ سلیمان نے گنبد مبارک کو دوبارہ بنانے کا حکم دیا اور اسے قدیم بنیادوں پر بنایا گیا اور روضہ اقدس اور مسجد کے جو حصے منہدم ہوئے تھے ان کی مرمت کی گئی۔ اور شاہ نے اس میں بہت سامال خرچ کیا اور ہلال (چاند کی شکل) اور گنبد میں سونا خدا کی رضا کے لیے اور بڑھایا۔ انتھی۔

میں کہتا ہوں اور اس انہدام اور تعمیر کی طرف اس کتبہ میں اشارہ ہے جو گنبد مبارک کے اطراف میں چار ترنجات (بیل بوٹے) میں ہے اور وہ محقق خوانساری کا لکھوایا ہوا ہے اور اس کی عبارت یہ ہے۔

من میامن منّ اللہ سبحانہ الذی زین السماء بزینتہ الکوا کب ورقع ھذا القباب العلی بدرالدراری الثواقب ان استسعد السلطان الاعدل الاعظم والخاقان الافخم الاکرم شرف ملوک الارض حسبا ونسباً واکرمھم خلقاً وادباً مروج مذھب اجدادہ الائمۃ المعصومین ومحی امراسم ابائہ الطاھرین السلطان بن السلطان شاہ سلیمان الحسینی الموسوی الصفوی بھادر خان بتذھیب ھذا القبۃ العر شیۃ الملکوتیۃ وتزینھاوتشرف بتجدید ھاو تحسینھا وتطرق الیھا الانکسارو سقطت لبناتھا. الذھبتہ التی کانت تشرق کالشمس رابعتہ النھار بسب حدوث الزلزلۃ العظیمہ فی البلدۃ الکریمۃ فی ۱۰۸۴ ھجری وکان ھذا التجدید الجدید ۱۰۸۶ ○ کتب محمد رضا امامی۔

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ ۱۰۸۴ ہجری میں عظیم زلزلہ کی وجہ سے جو گنبد مبارک میں انہدام آ گیا تھا ۱۰۸۶ ہجری میں شاہ سلیمان صفوی نے اس کی تعمیر کرائی۔ باقی زیادہ کتبہ جو ترنجات (بیل بوٹوں) کے اوپر گنبد مبارک میں واقعہ ہے تو اس کی عبارت یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم من عظام توفیقات اللہ سبحانہ ان وفق السلطان الاعظم مولی ملوک العرب والعجم صاحب النسب الطاھر النبوی والحسب الباھر العلوی تراب اقدام خدام ھذا العتبۃ المطھرۃ اللاھوتیۃ غبار نعال زوار ھذہ الروضۃ المنورۃ الملکوتیۃ مروج آثار

اجدادہ المعصومین علیہم السلام السلطان بن السلطان ابوالمظفر شاہ عباس
الحسینی الموسی الصفوی بہادر خان فاستعد بالمجئی ماشیاً علی قدمہ
من دار السلطنت اصفہان الی زیارۃ ھذا الحرم الاشرف وقد تشرف
بزینتہ ھذا القبۃ من خلص مالہ فی سنت الف وعشر وتم فی سنۃ الف
وست عشر وفی تحتہا بخط الثلث الخفی عمل کمال الدین محمود فی ہزار و
پانزدہ ثم بخط النستعلیق الخفی کتبہ علی رضا العباسی (اس کا خلاصہ یہ ہے
کہ شاہ عباس صفوی اصفہان سے پیدل چل کر امام رضا علیہ السلام کی زیارت کے لیے آیا اور
اپنے خالص مال سے اس نے گنبد مبارک کو سونے سے مزین کیا۔ ایک ہزار دس ہجری میں یہ کام
شروع ہوا اور ایک ہزار سولہ ہجری میں ختم ہوا۔ اس کے نیچے چھوٹے خط میں لکھا ہے کہ یہ کام کمال
الدین محمود نے ایک ہزار پندرہ ہجری میں کیا ہے پھر نستعلیق خفی میں لکھا ہے کہ یہ تحریر علی رضا
عباسی نے لکھی ہے۔ مترجم۔

۱۰۸۵ ہجری میں محدث فخر الدین بن محمد بن علی بن احمد بن طریح نجفی نے جو شیخ طریحی مشہور ہیں وفات پائی۔ جو مجمع البحرین فی تفسیر غریب القرآن والحدیث اور منتخب فی جمع المراثی والخطب مقتل میں اور جامع المقال فی تمیز المشترکات من الرجال وغیرہ کے مولف ہیں۔

یہ بزرگوار محدث عالم فاضل عابد ورع زاہد پرہیز گار تھے اور ان کا بیٹا شیخ صفی الدین اور ان کے بھائی کی اولاد اور اعزاء واقربا وسب علماء صلحاء واتقیاء تھے اور یہ خود جناب علامہ مجلسی کے مشائخ میں سے تھے۔ اس بزرگ نے بہت زیادہ عمر پائی ہے اور مجمع البحرین اس وقت لکھی ہے جب مشہد مقدس مولانا رضا کی طرف جا رہے تھے، لیکن کتاب مجمع تمام لغات عربی اور غریب الحدیث کی جامع نہیں ہے جیسا کہ وہ شخص جانتا ہے جسے علم وتمیز ہے اور آپ نجف اشرف میں مشہور مقبرہ میں دفن ہیں۔

۱۰۸۹ ہجری میں محدث جلیل مولانا ملا خلیل بن غازی قزوینی نے (جو صافی شرح کافی فارسی اور دوسری عربی وغیرہ کے مولف ہیں) اور منجملہ نعمات الہی کے اس احقر (شیخ عباس قمی) پر یہ ہے کہ اس فقیر کے حصہ میں ملا خلیل کی فارسی کی شرح کافی کا ایک قطعہ (نسخہ) داخل ہوا جو ان کے کسی شاگرد کے ہاتھ کا لکھا ہوا اور اسکا صحیح شدہ ہے جو اس نے ملا خلیل کے لیے لکھا ہے اور مرحوم ملا نے بھی اپنے قلم سے اس نسخہ کی پشت پر لکھا ہے کہ یہ نسخہ میں نے اپنے بیٹے احمد کو دیا ہے اور اس کو اپنی مہر سے مزین فرمایا ہے اور مرحوم کی مہر کی عبارت یہ ہے۔ الحلم خلیل المومن۔ اور جناب ملا خلیل آقا رضی قزوینی کے استاد ہیں اور ان کے اور ملا محمد طاہر قمی کے درمیان

(جو رسالہ ردصوفیہ اور حکمۃ العین وارنعین فی فضائل امیر المومنین علیہ السلام کا مولف ہے) کچھ منافرت ومباغضت تھی جیسا کہ نقل ہوا ہے واللہ العالم۔'

۱۰۹۰ ہجری میں ملا محمد باقر بن محمد مومن نے (جو محقق سبزواری مشہور وکفایۃ وذخیرہ ومفاتیح النجاۃ کا مولف ہے) وفات پائی اور محقق خوانساری کا بہنوئی اور شیخ علی سبط صاحب درالمنثور کا ہمعصر ہے۔ شیخ علی نے غنا کے متعلق جو رسالہ لکھا ہے اس میں اس پر کئی طنز وتشنیعات کی ہیں خدا دونوں کو معاف کرے اور محقق سبزواری خراسان میں دفن ہوا علیہ الرحمۃ الرضوان۔

۱۰۹۱ ہجری میں عالم عارف کامل حکیم متالہ ومحدث جلیل فقیہ محمد بن شاہ مرتضی بن شاہ محمود نے (جو ملا محسن فیض کاشانی کے لقب سے مشہور ہیں اور کاشان میں مشہور رقبہ کرامات میں دفن ہیں) وفات پائی آنجناب ان کے والدان کے بھائی ان کی اولاد ان کا بھتیجا سب اہل علم تھے۔ خلاصہ یہ کہ ان کا گھرانہ شریف گھرانہ تھا۔ اور یہ جناب ان سب سے افضل تھے اور ان جناب کا عظیم حصہ ہے عمدہ تصانیف اور تطبیق ظواہر بالبواطن میں اور ان کا شرب ومسلک غزالی جیسا ہے اور یہ شیراز کی طرف گئے بعد اس کے کہ قرآن ودرد یوان علیؑ سے تفال کیا اور آیت نفر اور وہ اشعار نکلے جن کی ابتداء آنحضرت علیہ السلام کے اس قول سے ہے۔

''تغرب عن الاوطان'' (وطن سے مسافرت اختیار کرو) اور شیراز میں سید ماجد بحرانی کی شاگردی کی۔

جو کہ احمد بن موسیٰ بن جعفر جو شاہ چراغ مشہور ہیں کے بقعہ مبارکہ میں دفن ہے اور معقولات میں مولیٰ صدرالدین شیرازی کی شاگردی کی اور یہ مولیٰ صدرالدین کے داماد تھے جیسا کہ مولیٰ عبدالرزاق لاہیجی بھی صدرالدین کے داماد تھے۔

اور فیض صاحب ذخیرہ کے ہمعصر تھے اور ان کے درمیان بہت زیادہ موافقت تھی اور شیخ علی شہیدی ان دونوں میں معاندت رکھتا تھا اور منقول ہے کہ مولیٰ محمد طاہر قمی بھی فیض سے عناد رکھتا تھا پھر ان سے توبہ کی اور معذرت چاہی اپنے اس قول کے ساتھ یامحسن قد اتاک المسئ'' اے محسن تیرے پاس گنہگار آیا ہے یہ حکایت مشہور ہے اور ان کی بہت سی تالیفات ہیں اور انہوں نے اپنی تالیفات کی تعین اور ان کے سطور کی تعداد میں ایک رسالہ لکھا ہے اور وہ بہت سے اجل علماء کے اساتذہ میں سے ہیں کہ جن میں سے علامہ مجلسی ہیں اور ان کے لطیف کلمات ہیں صوفیہ کی مذمت میں جیسا کہ ان کے خسر نبیل مولیٰ صدرالدن کا ایک رسالہ ہے ان کی رد میں جس کا نام انہوں نے کسر الاصنام الجاہلیۃ فی کفر جماعۃ الصوفیہ رکھا ہے۔

خلاصہ یہ کہ محدث کاشانی ارباب علم وفہم ومعرفت ومکاشفہ رسولؐ وآل رسولؐ کے پیروکاروں میں سے حکیم ربانی وعارف ایمانی تھے وہ فقیر صوفی نہیں ہیں اگرچہ انہیں تصوف سے متہم کیا گیا ہے حالانکہ حاشاہ ثم حاشاہ (وہ ہرگز ایسے نہیں تھے) بلکہ وہ بلند عرفاء اور محدثین علماء میں سے تھے اور ان کے بہت عمدہ اشعار ہیں۔ ۱۰۹۶ ہجری میں عالم فاضل محمد بن حسن نے (جو آقا رضی قزوینی مشہور اور محدث واخباری تھا) وفات پائی۔ وہ کتاب لسان الخواص وقبلۃ الآفاق اور تاریخ علماء قزوین کا مولف ملا خلیل کا شاگرد اور علامہ مجلسی اور شیخ حر عاملی کا ہمعصر ہے۔

جمعہ کے دن ۲۹ رمضان ۱۰۹۸ ہجری میں محقق مدقق علامہ ملا میرزا محمد بن حسن شیروانی متوطن اصفہان داماد مجلسی اول نے

وفات پائی اور خراسان کے مشہور مدرسہ میرزا جعفر میں دفن ہوا معالم۔شرح تجرید۔شرح مطالع و شرح مختصر عضدی وغیرہ پر حواشی لکھے اور صفوی دور کے آخر کے علماء میں سے صاحب ریاض کا استاد تھا کہ جس سے وہ استادنا العلامہ سے تعبیر کرتے ہیں اور سید حکیم مومن بن امیر محمد زمان حسینی تنکابانی مازندرانی کا ہمعصر تھا۔اس نے کتاب تحفۃ المومن شاہ سلیمان صفوی کے نام سے معنون کر کے لکھی ہے۔

۱۰۹۹ ہجری کے آخر میں علامہ بشر عقل حاوی عشرآ قا حسین بن جمال الدین نے جو محقق خونساری مشہور تھے اصفہان میں وفات پائی جو شرح دروس کے مولف ہیں اور کی قبر تخت فولاد میں بابا رکن الدین کی بارگاہ کے قریب ہے کہا گیا ہے کہ ان کی تاریخ وفات ادخلی جنتی ہے(وفیہ نظر لا یخفی)

۱۰۹۹ ہجری ہی میں سید سند آ قا سید حسین بن میر ابراہیم بن میر محمد معصوم نے وفات پائی اور قزوین میں دفن ہوئے۔

بارہویں صدی کے واقعات

ماہ شوال ۱۱۰۰ ہجری می عالم فاضل میرزا علاء الدین گلستانہ علامہ مجلسی کی بیوی کے بھائی اور نہج البلاغہ وغیرہ کے شارح نے وفات پائی۔

۱۱۰۳ ہجری میں شیخ علی بن شیخ محمد بن شیخ حسن بن شہید ثانی نے اصفہان میں وفات پائی۔وہ زین الدین شیخ حر عاملی کے استاد کے بھائی ہیں اور شیخ علی کی تصانیف میں سے در منثور و شرح کتاب عقل و علم کافی شرح لمعہ کا حاشیہ تحریم غنا اور صاحب ذخیرہ کی رد میں ایک رسالہ اور تصوفیہ کی رد میں ایک رسالہ وغیرہ ہیں اور وہ نوے سال کے قریب قریب زندہ رہا ہے اور وہ شیخ علی صغیر مشہور تھا شیخ علی بن عبد العالی محقق ثانی کی نسبت سے۔

۱۱۰۷ ہجری میں سید محدث متتبع ماہر ہاشم بن سلیمان بن اسماعیل حسینی بحرانی تو بلی فقیہ مفسر و محدث رجالی نے (صاحب تصانیف کثیرہ مثلاً تفسیر قرآن جس کا نام برہان ہے اور معالم الزلفی فی النشاۃ الاخری و مدینۃ المعجزات و سلاسل الحدید خلاصہ شرح نہج بن ابی الحدید اور غایۃ المرام فی فضائل امیر المومنین والائمہ علیہم السلام وغیرہ کا مولف ہے) وفات پائی اور خانہ المرام کا ترجمہ ناصر الدین شاہ مرحوم کے حکم سے ہوا اور طبع کیا گیا۔

۱۱۱۱ ہجری میں مروج مذہب جعفری فخر الشیعۃ و محی الشریعۃ عالم ربانی مولانا محمد باقر بن محمد تقی اصفہانی جو مجلسی مطلق یا مجلسی ثانی سے مشہور تھے اور ان کی شہرت مذہب شیعہ میں اتنی ہے کہ جس نے ہمیں ان کے حالات سے بے پرواہ کر دیا ہے اور ہمارے شیخ محدث نوری طاب رمسہ نے مجلسی کے حالات میں ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام الفیض القدسی فی احوال العلامۃ المجلسی رکھا ہے ان کی تاریخی وفات یہ ہے جس طرح کہ فارسی میں کہی گئی ہے مقتدای جہان ز پا افتاد۔نیز عالم علم رفت از علم نیز باقر علم شد روان بجنان وغیرہ اور اس مقام پر جو سب سے عمدہ تاریخ کہی گئی ہے وہ بعض کا کہنا ہے خدا اس کا بھلا کرے ماہ رمضان چہ بیست و ہفش کم شد تاریخ وفات

باقر اعلم شد پس دیکھئے بلاغت کا جادو بلکہ اس کا معجزہ کہ یہ شعران کی وفات کے دن ماہ وسال کو بغیر کسی ضرورت شعری کے ارتکاب کے اور بغیر اطناب وطول کے متضمن ہے اور ان کی مرقد شریف اب بھی اصفہان میں ملجاء خلائق ہے اور ان کی عمر تہتر سال تھی اور ان کی تاریخ ولادت جامع کتاب بحار الانوار ہے۔

۱۱۱۲ ہجری میں سید سند ورکن معتمد سید نعمت اللہ جزائری شوشتری رہ کی وفات ہوئی۔ ان کی تصانیف بڑی دلچسپ ہیں اور وہ علامہ مجلسی کے مخصوص شاگردوں میں سے ہیں اور ان کا پوتا سید عبداللہ بن سید نورالدین علی بن سید نعمت اللہ اپنے زمانے کے افاضل اہل علم وحدیث میں سے تھا اور وہ زمانہ صفویہ خاندان کی حکومت کے اختلال وتزلزل کا زمانہ تھا اور اس کا ایک اجازہ ہے جس میں اس نے اپنے اپنے والد اور دادا کے اور کچھ اساتذہ کے حالات تفصیل سے ذکر کئے ہیں اور تحفۃ الفیض پر اس کی ایک شرح ہے اور انوار جلیہ وذخیرہ الباقیہ وغیرہ اس کی تالیفات ہیں اور وہ سید عبداللہ بن محمد رضا علوی حسینی کاظمی کے علاوہ ہے کہ جو شبر کے لقب سے مشہور اور بہت سی تصانیف کا مصنف ہے کہ جن میں سے بعض علامہ مجلسی کی کتب کے عربی میں تراجم ہیں اور وہ شیخ جعفر نجفی اور سید علی ریاضی اور شیخ احمد احسائی کا شاگرد ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ سید نعمت اللہ جزائری کے اساتذہ میں سے شیخ عبد علی حویزی ساکن شیراز کتاب نور الثقلین کا مولف ہے کہ جس میں اس نے حجج طاہرین علیہم السلام کی تفسیر آیات کے متعلق احادیث جمع کی ہیں کہ جس کے طریقہ پر میرزا محمد قمی نے کنیز الدقائق اور سید ہاشم بحرانی نے تفسیر نور الانوار لکھی ہے۔

شیخ عبداللہ کی لامیۃ العجم کی شرح بھی ہے اور شیخ عبد علی کر قسم کا اخباری اور خالص ظاہر پرست تھا اور جو عجیب وغریب نسبت اس کی طرف دی جاتی ہے وہ یہ کہ وہ اس پر عمل کرتا تھا کہ جس کی نسبت علماء اپنی کتب فقہیہ میں قیل کی طرف دیتے ہیں اور وہ کہتا تھا کہ یہ مولانا صاحب الزمان علیہ السلام کے اقوال میں سے ہیں جو آپ نے گروہ شیعہ کی طرف القاء کئے ہیں تاکہ وہ اس طرح ہو جیسے مولیٰ خلیل قزوینی کی طرف مرسلات کافی کے سلسلہ میں نسبت دی جاتی ہے۔

۱۱۱۵ ہجری میں عالم فاضل مرحوم شیخ جعفر بن عبداللہ حویزی الاصل کمرئی المولد اصفہانی المسکن اور نجفی المضجع ومدفن نے وفات پائی جن کا شرح لمعہ پر مشہور حاشیہ ہے اور وہ مرحوم مجلسی اوّل محقق سبزواری اور آقا حسین خونساری رحمہم اللہ کے شاگرد اور محمد اکمل والد آقا بہبہانی وحاجی ملا احمد اردبیلی صاحب جامع الرواۃ وسید جلیل قوام الدین محمد بن محمد مہدی قزوینی صاحب منظومات وقصائد کے استاد ہیں۔

۱۱۲۰ ہجری میں سید علی خان شیرازی سید نجیب جوہر عجیب ابن نظام الدین احمد نے وفات پائی کہ جن کا نسب چھبیس واسطوں سے زید بن علی بن الحسین علیہما السلام تک پہنچتا ہے جو شرح صحیفہ۔ شرح صمدیہ۔ درجات الرفیعہ۔ حلوۃ الغریب۔ انوار الربیع وغیرہ کے مولف ہیں۔

سید کی زندگی ہی میں سید کی شرح صحیفہ ان کے ہمعصر فاضل جیلانی نے لے کر اپنی طرف اسی کو منسوب کیا اور اس سے سید

کا دل جلایا۔ پس سید عتاب قلم پر قابو نہ پاسکے اور آخر شرح میں فصیح ولطیف عبارات سے اس کی خیانت کی تصریح فرمائی۔

غدیر کے دن ۱۱۲۴ ہجری میں عالم ربانی مولیٰ محمد بن عبدالفتاح تنکابنی مازندرانی جو سراب کے لقب سے مشہور اور محقق خراسانی صاحب ذخیرہ کے شاگرد تھے اور ان کی تصانیف یں سے سفینۃ النجاۃ ہے اصول دین میں اور ضیاء القلوب امامت میں ان کے حواشی ہیں ذخیرہ وآیات الاحکام اردبیلی و مدارک وشرح لمعہ و معالم پر اور صاحب رضات نے بعض صلحاء وران کی اولاد کے علماء سے ایک طویل حکایت نقل کی ہے کہ مرحوم ملا محمد سیراب نے زیارت آئمہ علیہم السلام کے ایک سفر میں ایک جن کو دیکھا کہ جوان کے ہمرکاب مسلسل سفر کر رہا ہے اس سے سبب پوچھا تو وہ کہنے لگا کہ میں نے نذر کی تھی کہ کسی ایک عالم کے ہمراہ سفر زیارت کروں گا۔ انہوں نے کہا کہ قافلہ اترنے کے منازل میں تو قافلہ سے کھانا کیوں لیتا ہے۔ حالانکہ خود تو کھاتا نہیں کہنے لگا کہ قافلہ کے فقراء کو دیتا ہوں۔ فرمایا تم گروہ جنات کا کھانا کیا ہے۔ وہ کہنے لگا جب شکل ملیح و بدن صبیح ہم دیکھتے ہیں تو اسے سینے سے لگا لیتے ہیں اور اسے سونگھتے ہیں اور اسی سے قوت حاصل کرتے ہیں اور وہی ہماری روزی وقوت وطاقت ہے اور جب کسی کو دیکھو کہ اسکا دماغ مختل اور وہ پچھاڑیں کھا رہا ہے تو سمجھو کہ وہ اس سے ہمارے بدن کے مس کرنے کا نتیجہ ہے۔

اس کا علاج یہ ہے کہ سداب (تتلی جو پودینہ کی طرح کی گھاس ہے) کا پانی لے لو اور اگر سرکہ کے ساتھ ملا ہو تو بہتر ہے اور اس کا ایک قطرہ آسیب زدہ کی ناک میں ڈالیں جب ایسا کریں گے تو وہ جن مر جائے گا اور آسیب زدہ حکم خدا سے صحت یاب ہو جائے گا۔

اس واقعہ کے کچھ وقت بعد ہم ایک منزل میں ایک صاحب منزلت وشان شخص کے گھر وارد ہوئے۔ اس نے ہماری مہمانی کی اور ہماری خدمت میں مصروف ہوا۔ اس کا ایک سفید مرغ تھا وہ میرا جن ساتھی میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ صاحب خانہ سے کہو کہ یہ مرغا ہماری مہمانی میں ذبح کرے۔ جب ہم نے اس سے یہ خواہش کی تو اس نے مرغا ذبح کر دیا۔ تھوڑی ہی دیر گزری کہ اس شخص کے گھر والوں کی گریہ وزاری کی آواز بلند ہوئی اور وہ شخص محزون و مغموم میرے پاس آیا۔ میں نے پوچھا کیا ہوا۔ اس نے بتایا کہ جب ہم نے مرغا ذبح کیا تو ہماری ایک لڑکی غش کھا گئی اور دیوانوں کی طرح ہو گئی ہے اور اب ہم اس کے معاملہ اور علاج میں متحیر و پریشان ہیں میں نے کہا ڈرو نہیں اور جلدی نہ کرو اس کے درد کی دوا میرے پاس موجود ہے اور وہ میرے کہنے پر سداب "تتلی" لے آئے اور میں نے اسے پانی کے ساتھ ملایا اور چند قطرے اس کی بینی کے ایک سوراخ میں ڈالے تو وہ فوراً صحیح وسالم اٹھ کھڑی ہوئی اور ایک آواز میں نے سنی جس کے جسم کو میں نہیں دیکھتا تھا جو کہہ رہا تھا کہ ہائے افسوس میں نے اپنے آپ کو ایک بات سے قتل ہونے کے پیش کیا جو میں نے کہی اور ایک راز سے جو میں نے بنی آدم کے سامنے فاش کیا۔ پھر میں نے راستہ بھر اس جن کو نہیں دیکھا تو میں نے سمجھا کہ یہ وہی جن مرد تھا جو لڑکی سے معترض ہوا اور ہلاک ہو گیا۔ یہ حکایت عجیب ہے اور اس کی ذمہ داری نقل کرنے والے پر ہے۔

"البتہ اس میں شک نہیں کہ سفید مرغا جنات کو دفع کرنے کے لیے فائدہ مند ہے جیسا کہ روایات میں وارد ہوا ہے۔

۱۱۲۵ ہجری میں محقق مدقق آقا جمال الدین بن محقق آقا حسین خونساری نے (کہ جس نے شرح لمعہ کا انتہائی استحکام پختگی

اور تحقیق سے حاشیہ لکھا ہے) وفات پائی۔ اس کی مزار شریف تحت فولاد میں اس کے والد کے گنبد کے پاس ہے کہ جسے شاہ سلیمان صفوی نے بنایا تھا۔

۱۱۲۹ ہجری میں آقا حسین بن ملاحسن دیلمانی جیلانی نے اصفہان میں وفات پائی اور یہ وہی شارح صحیفہ ہے کہ جس نے سید علی خان کی شرح صحیفہ سے مطالب چرائے ہیں۔

۱۱۳۰ ہجری میں عالم فاضل ماہر مرزا عبداللہ بن عیسیٰ اصفہانی نے وفات پائی جو افندی کے لقب سے مشہور اور ریاض العلماء و حیاض الفضلاء و صحیفہ ثالثہ سجادیہ کا مولف اور علامہ مجلسی کا مخصوص شاگرد ہے۔ یہ وہی ہے کہ جو مجلسی کو استادالاستنا اور سبزواری کو استادنا الفاضل اور محقق خونساری کو استادنا المحقق اور مدقق شیروانی کو استادنا العلامہ سے تعبیر کرتا ہے رضوان اللہ علیہم۔

۱۱۳۵ ہجری میں ملاعبداللہ بن صالح سماہیجی بحرانی اخباری اپنے والد کے برعکس نے بہبہان میں افغانیوں کے فتنے والے سال وفات پائی اور یہ شیخ صاحب تالیفات ہے کہ جن میں سے ایک صحیفہ علویہ ہے کہ جس کا ہمارے شیخ محدث نوری طاب ثراہ نے بھی استدراک کیا اور صحیفہ ثانیہ علویہ لکھا۔

۱۱۳۷ ہجری میں شیخ فقیہ اجو بتہ دہرہ بہاالدین مولانا محمد بن تاج الدین حسن بن محمد اصفہانی نے (جس کا لقب فاضل ہندی کیونکہ ابتداء اور بچپن میں وہ ہندوستان میں رہے ہیں) وفات پائی اور اس کی بہت سی تالیفات ہیں مثلاً کشف اللثام و شرح لمعہ و شرح قصیدہ سید حمیری و تفسیر قرآن و شرح عوامل و تلخیص شفاء وغیرہ۔

اس سے منقول ہے کہ میں منقول و معقول علوم کی تحصیل سے اس وقت فارغ ہوا جب کہ میری عمر کے تیرہ سال پورے نہیں ہوئے تھے اور تالیف و تصنیف اس وقت شروع کی جب کہ میں بارہ سال کا نہیں ہوا تھا۔ الخ

فاضل اپنے والد سے اور وہ اپنے استاد شیخ ثقہ مولیٰ حسین علی بن مولیٰ عبداللہ تستری سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور فاضل ہندی کی قبر تحت فولاد کے مشرقی حصہ میں ہے اور یہ بزرگوار صفوی زمانہ کے آخری علماء میں سے تھے اور افغانیوں کے فتنہ کے دنوں میں فوت ہوئے ہیں۔

۱۱۵۰ ہجری میں شیخ احمد بن اسماعیل جزائری نے نجف اشرف میں وفات پائی جو آیات الاحکام اور شرح تہذیب وغیرہ کا مولف ہے۔

۲۲ شوال ۱۱۵۱ ہجری میں ایک قول کے مطابق سید جلیل میر محمد حسین فرزند میر محمد صالح و سبط دنواسہ علامہ مجلسی رضوان اللہ علیہ نے وفات پائی۔

گیاراں ہجری کے بعد سنہ ساٹھ کے دہاکے میں سیدنا الاجل سید صدرالدین رضوی قمی صاحب شرح وافیہ نے وفات پائی۔ ان کے مباحثہ کی حکایت سید ابوالقاسم جعفر بن حسن موسوی جد صاحب روضات کے ساتھ مقام منیٰ میں مشہور ہے جب کہ انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص چھری ہاتھ میں لیے ہوئے ہے اور کہتا ہے کہ خداوندا لوگ گائیں قربان کر رہے ہیں اور میں اپنے آپ کو قربان

کرتا ہوں یہ کہہ کر اس نے اپنا سر جدا کیا اور گر کر مر گیا۔

سید صدر کا بھائی سید ابراہیم بھی علماء میں سے تھا اور سید صدر ہمعصر تھے سید نصر اللہ حائری کے جو روضہ حسینیہ میں تدریس کرتے تھے (اس میں رہنے والے پر ہزار سلام وتحیہ ہو) جو کہ رائس الاذکیا والفقہا تھے قسطنطنیہ میں شہید ہوئے اور یہ وہی ہیں کہ جنہیں نادر شاہ نے کعبہ کے لیے ہدایا دے کر بھیجا تھا اور سلطان روم کی طرف سفیر بنا کر بھیجا تھا پس وہیں شہید ہو گئے۔

گیارہ شعبان ۱۱۷۳ ہجری میں ملا اسماعیل مازندرانی خاجوئی شارح مدارک وغیرہ نے وفات پائی۔

۱۱۷۸ ہجری میں مرزا محمد بن عبدالنبی اخباری معاصر شیخ جعفر عرب پیدا ہوا اور ان دونوں کے درمیان منافرات تھے اور اس کی رد میں شیخ نے ایک عمدہ رسالہ لکھا اور میرزا عالم بہت باخبر تھا اور اس کی بہت سی تصانیف ہیں۔

۱۱۸۰ ہجری میں مرحوم حاجی ملا محمد ابراہیم کرباسی صاحب نخبہ واشارات وغیرہ نے وفات پائی جو علامہ بحر العلوم وشیخ جعفر وسید محسن کاظمی وآ قابہبانی ومحقق قمی وملا مہدی نراقی کا شاگرد تھا۔

ربیع الاول ۱۱۸۶ ہجری میں عالم اجل وشیخ افقہ اعظم عالم ربانی یوسف بن شیخ احمد آل عصفور درازی بحرانی نے وفات پائی جو مولف ہے حدائق الناضرہ۔درر نجفیہ لولوالبحرین کشکول سلاسل الحدید فی تقیید ابن ابی الحدید والرد علیہ فی شرح علی النہج اس آخری کتاب کے اول میں ایک وافی وشافی مقدمہ امامت میں لکھا ہے جو ایک مستقل کتاب بننے کی صلاحیت رکھتا ہے جس طرح کہ کاشف الغطا۔

شیخ جعفر کبیر کی کتاب ہے اور ایک کتاب اس کی نفحات ملکوحیۃ فی الرد علی الصوفیہ ہے اور اس میں مولیٰ محسن کاشانی کو صوفیہ میں شمار کیا ہے۔اور شیخ یوسف اخباریت کی طرف مائل تھا اپنے والد کے برعکس کیونکہ وہ خالص مجتہد اصولی تھے اور زیادہ طنز وتشنیع کرتے تھے اخباریوں پر اور ان کے باپ بھی شیخ سلیمان ماحوزی کے شاگردوں میں سے تھے۔علامہ بہبہانی شیخ یوسف کے طریقہ کا انکار کرتے اور اگر کوئی شیخ کی مجلس افادات میں حاضر ہوتا تو سخت برا مناتے اس حد تک نقل ہوا ہے کہ علامہ کا بھانجا فاضل سید علی صاحب ریاض ان کے خوف سے رات کے وقت شیخ یوسف کے پاس جا کر چھپ کر پڑھتا تھا نہ کہ کھلم کھلا۔خلاصہ یہ کہ شیخ یوسف اکثر مکارم اخلاق کے اپنانے میں بے نظیر ہے مثلاً پاکدامنی اچھا سلیقہ متانت طریق علم وعمل اخلاص کی رعایت اور صفات شریفہ سے مزین ہونا اور رذائل اور بری صفات سے خالی ہونے میں اور ان کی کتاب حدائق الناضرہ فی احکام العترۃ الطاہر جلیل القدر کتاب ہے کہ اس جیسی کتاب نہیں تصنیف ہوئی اور یہ شیخ مولانا ابا عبداللہ الحسین کے مجاور رہے اور وہیں گنج شہدا کے قریب دفن ہوئے۔ان کی تاریخ وفات میں کہا گیا قرحت قلب الدین بعدک یوسف (اے یوسف تو نے دین کے دل کو اپنے بعد زخمی کر دیا)

یہ شعر اس قصیدہ کا ہے جو شیخ کے مرثیہ میں کہا گیا جس کا مطلع یہ ہے۔یاقبر یوسف کیف اوعیت العلیٰ۔اے قبر یوسف کس طرح تو نے بلندیوں کو اپنے اندر سمویا۔

۱۱۹۱ ہجری میں سید سند حسین بن سید جعفر جدامجد صاحب روضات وشیخ اجازہ بحر العلوم ومحقق قمی رحمہ اللہ نے وفات پائی۔

۱۱۹۷ ہجری میں عالم جلیل حکیم ربانی جناب محمد بن ملا محمد رفیع جیلانی نے (جو بیدآبادی اصفہانی مشہور ہے) وفات پائی اور وہ مولیٰ محمد علی مازندرانی مولف توضیح الاشتباہ کا ہمعصر تھا۔

تیرہویں صدی کے واقعات

۱۲۰۹ ہجری میں شیخ اجل اکمل استاد اکبر مولیٰ محمد باقر بہبہانی حائری کی وفات ہوئی اور ان کی ولادت شریف پانچ سال یا چھ سال علامہ مجلسی کی وفات کے بعد ہوئی اور وہ جناب شہداء کربلا کی پائنتی کی طرف مشرقی رواق حسینی سلام اللہ علیہ میں دفن ہوئے۔ان کی والدہ آقائے نورالدین کی دختر نیک اختر ہیں جو ملا صالح مازندرانی کے فرزند تھے اور آقا نورالدین کی والدہ آمنہ بیگم مجلسی اوّل کی صاحبزادی ہیں۔اسی لیے وہ جناب مجلسی اوّل کو جد اور مجلسی ثانی کو خال (ماموں) سے تعبیر کرتے ہیں۔

آنجناب سے سوال کیا گیا کہ آپ کیسے علم وعزت وشرف ودنیا وآخرت میں قبولیت کے اس درجے پر پہنچے ہیں تو جواب میں تحریر فرمایا کہ اپنے نفس میں کوئی ایسی چیز نہیں پاتا کہ جس کی وجہ سے میں اس کا مستحق ہوتا سوائے اس کے کہ میں اپنے آپ کو کبھی شیئ نہیں سمجھتا تھا اور میں اپنے آپ کو موجودین میں شمار نہیں کرتا تھا اور میں علماء کی تعظیم اور ان کے اسماء کو احترام وتعریف سے ذکر کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتا تھا اور میں نے تحصیل علم میں مشغول رہنے کو ترک نہیں کیا جتنی کہ میری استطاعت تھی اور میں نے علم کو ہمیشہ ہر مرحلہ میں مقدم رکھا ہے۔

۱۲۱۲ ہجری میں سید الفقہاء المتجرین امام المحدثین والمفسرین علامہ طباطبائی سید مہدی بن سید مرتضیٰ بن سید محمد حسن حسینی نے (بحر العلوم کے لقب سے مشہور اور صاحب کرامات واضح تھے) وفات پائی۔ان کے دادا اصل میں بروجرد کے رہنے والے تھے اور ان کے جد سید محمد مجلسی اوّل کے نواسے اور مجلسی ثانی کے بھانجے تھے۔یہی وجہ ہے کہ سید بحر العلوم علامہ مجلسی کو خال مفضال (زیادہ با فضل ماموں) سے تعبیر کرتے ہیں اور مشہور ہے کہ سید بحر العلوم بارہا امام زمانہؑ کی خدمت میں پہنچتے رہے ہیں اور علماء یہود سے ان کے مباحثہ کرنے کی برکات میں سے نقل ہوا ہے کہ کئی یہودی مشرف بااسلام ہوئے اور منقول ہے کہ ایک سال حج بیت اللہ کے لیے گئے لیکن حج نہ کر سکے تو مکہ میں توقف کیا اور مذاہب اربعہ کے علماء کے لیے تدریس فرماتے تھے یہاں تک کہ بعض اہلسنت نے ان کے حق میں کہا ہے جو کچھ شیعہ امام حسن عسکریؑ کے بیٹے مہدی ہونے کے متعلق کہتے ہیں کہ اگر حق وسچ ہے تو یہ سید مہدی وہی امام قائمقام ہے۔

آپ کی مفید تصانیف ہیں ان میں سے ایک الدرۃ وعقود الاثنی عشریہ مرثیہ میں ہے اور کتاب مصابیح فقہ میں ہے اور فوائد رجالیہ ہے اور کچھ حصہ شرح وافیہ کا اور ان کا ایک اور جوزہ بلند مرتبہ ہے زمانہ کی فضیلت میں اس کے اوّل میں کہتے ہیں۔

یاطالباً فضائل الزمان

اتل لذاك سورة الرحمن

تجلى بها الرحمن فيه فضله
اجمله طوراً وطوراً فضله

اسے زمانہ کے فضائل کا متلاشی اسی کے لیے سورت رحمن کی تلاوت کر اس کے ذریعہ تجھے معلوم ہوگا کہ زمانہ پر رحمن کا فضل ہے کبھی مجمل اور کبھی مفصل یہ سینتالیس اشعار تک ہے ان میں سے آخری یہ ہیں۔

كانه فى لونه اليا قوت
فكله فهو للقلوب قوت
وحسبه فضلاً وفخراً وكفى
ان خير ياقوت به قد عرفا
هذا ثنائى حين جاش جيشى
وان وصف العيش نصف العيش

گویا وہ (ظاہراً انار کے دانے مراد ہیں) اپنے رنگ میں یاقوت ہے پس اس کو کھالے کیونکہ وہ دلوں کی غذا وقوت ہے اور اسکے فضل وفخر کے لیے اتنا ہی بس وکافی ہے کہ بہترین یاقوت اسی سے پہچانا جاتا ہے۔

یہ میری تعریف ہے جب میرا لشکر جوش مارتا ہے۔ اور عیش وعشرت کو بیان کرنا آدھا عیش زندگی ہے اور سید کے بڑے بڑے لوگ شاگرد ہیں مثلا سید جواد عاملی الحاج ملا احمد نراقی شیخ احمد احسائی (جو بعد میں گمراہ ہو گیا اور فرقہ شیخیہ کی بنیاد رکھی کہ جسے ہر زمانہ کے علماء ومراجع ضال ومضل کہتے رہے بلکہ بعض نے اس کی تکفیر کی ہے۔ مومنین کو اس گمراہ ٹولے کے ہتھکنڈوں سے بچ کر رہنا چاہیے مترجم) سید محسن کاظمی وشیخ عبد علی (عالم کرباسی کے استاد) وغیرہ آپ کی وفات نجف اشرف میں ہوئی اور اس مسجد میں دفن ہوئے جو مسجد طوسی مشہور ہے شیخ طوسی کے مزار کے قریب اور ان کے پہلو میں ان کے فرزند فاضل جلیل سید محمد رضا کی مزار ہے سید بحر العلوم کی تاریخ وفات میں کہا گیا ہے ان چار الفاظ میں سے ہر لفظ جو پے در پے اس مصرع میں ہیں۔ بغرب غربي غريب بغيريب۔

یہ بھی کہا گیا ہے قد غاب مدیہا جداً وہادیہا۔ آپ کے ایک بھائی جلیل القدر صاحب عزت وجلال وعظمت جو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے۔ سید جواد آغا سید محمد جواد ہیں۔ وہ جد امجد ہیں مواہب السنیہ فی شرح الدرۃ البہیہ کے مولف سید فاضل آغا میرزا محمود بن امیرزا علی نقی بن سید محمد جواد کے جو شارح ہیں اپنے باپ کے چچا کے منظومہ کے اور مسلی القلوب کے مولف ہیں جو مسکن الفوائد کی طرح ہے۔ منقول ہے کہ بحر العلوم کے والد کے سید کی ولادت کی رات خواب میں دیکھا کہ مولانا امام رضا علیہ السلام نے محمد بن اسماعیل بن بزیع کے ہاتھ ایک شمع بھیجی ہے اور وہ ان کے گھر کی چھت پر روشن کی ہے، پس اس کی روشنی بلند ہوئی اور اس کا پھیلاؤ نامعلوم حد تک پہنچا۔

۱۲۱۵ ہجری میں شیخ ابو علی محمد بن اسماعیل کی وفات ہوئی جو اصل مازندران کا رہنے والا ہے اور اس کی پیدائش وسکونت اور

دفن حائر میں ہوا ہے جس نے منتہی المقال کامع تعلیقات مولیٰ بہبہائی و مشترکات مقدس امین کاظمی مع اسقاط الجاہیل اوراس شیخ کی تاریخ وفات حائز شریف پر وہابیوں کے غلبہ سے ایک سال پہلے ہوئی، کیونکہ جو قتل عام اس جماعت وہابیہ لعنہم اللہ سے ہوا وہ ۱۲۱۶ ہجری (غریو) میں ہوا تھا۔

۱۲۲۰ ہجری میں عالم فاضل الشیخ اسد اللہ کاظمی لقابیس الانوار فی احکام النبی المختار کے مولف شیخ جعفر نجفی رضوان اللہ علیہما کے داماد نے وفات پائی اور اسی سال سید فاضل آ سید محمد باقر اصفہانی صاحب روضات الجنات پیدا ہوئے۔

۱۲۲۶ ہجری میں سید سند آ سید جواد بن سید محمد علی صاحب مفتاح الکرامۃ شرح قواعد علامہ نے وفات پائی اور یہ سید جلیل بحر العلوم و وحید بہبہائی کا شاگرد اور شیخ محمد حسن صاحب جواہر الکلام کا استاد ہے۔

آخر ماہ رجب ۱۲۲۷ ہجری میں استاد الفقہاء الاجلہ و شیخ مشائخ النجف والحلہ آ شیخ جعفر بن شیخ خضر نجفی نے وفات پائی جو مولف ہیں کشف الغطاء کے کہ جس کے متعلق مشہور ہے کہ انہوں نے یہ کتاب اپنے ایک سفر میں سیر وسیاحت میں لکھی جب کہ ان کے پاس قواعد علامہ کے علامہ کے علاوہ کوئی کتاب نہ تھی۔ اس کتاب میں دو اصول اور فقہ آخر جہاد تک ہے اور آپ نے ایک رسالہ میرزا محمد بن عبد النبی نیشاپوری اخباری کی رد میں بڑا عمدہ لکھا۔ اس کا نام بھی کشف الغطاء رکھا اور آپ کی اولاد سب کے سب علماء فقہا ہیں اور وہ ہیں موسیٰ و علی و حسن (رحمہم اللہ)

۱۲۳۰ ہجری میں الحاج ملا محمد حسن بن الحاج محمد معصوم قزوینی حائری شیرازی الخاتمہ نے (جو بدایۃ شیخ حر کی شرح اور ریاض الشہادہ فی ذکر مصائب السادۃ اور نور العین مختصر ریاض الشہادۃ کا مولف ہے) وفات پائی۔

۱۲۳۱ ہجر میں عالم مجتہد فقیہ جناب میرزا ابو القاسم محمد بن حسن جیلانی جاپلقی نزیل قم نے جو محقق قمی مشہور تھے وفات پائی جو قوانین وغنائم وسوال وجواب وغیرہ کے مصنف ہیں اور وہ جناب میرا ابو القاسم محمد بن ریاض الشہادۃ کا مولف ہے) وفات پائی۔

۱۲۳۱ ہجری میں عالم مجتہد فقیہ جناب میرزا ابو القاسم محمد بن حسن جیلانی جاپلقی نزیل قم نے جو محقق قمی مشہور تھے وفات پائی جو قوانین وغنائم وسوال وجواب وغیرہ کے مصنف ہیں اور وہ جناب سید علی صاحب ریاض کے ہمعصر تھے اور دونوں میں کچھ منافرت تھی اور دونوں ایک ہی سال فوت ہوئے۔ بہر حال، (محقق قمی) فقیہ ورع جلیل زیادہ خشوع کرنے والے موٹے موٹے آنسو بہانے والے ہمیشہ نالہ وفریاد کرنے والے جن کی دونوں آنکھیں گریہ رہتیں عمدہ معاشرت رکھنے والے عمدہ خط (یا خط وحصہ) کم حافظہ اور وہ ہمیشہ تحصیل علم میں مگن رہتے یہاں تک کہ ان کے حق میں شمع اور تھال کی حکایت مشہور ہے۔ انہوں نے علامہ بہبہائی کی شاگردی کی۔ یہاں تک کہ آنجناب نے انہیں اجازہ روایت اجتہاد دیا۔ خلاصہ یہ کہ ان کی شان اس سے اجل ہے کہ وہ بیان میں آسکے اور ان کا مزار مقبرہ قم میں مشہور اور کرامات کے ساتھ معروف ہے۔ ان کی تاریخ وفات میں کہا گیا ہے نفظہ مشکین ربائے از ناف مشکین غزال ۱۲۳۱۔

۱۲۳۱ ہجری ہی میں سید سند سید علی بن سید محمد نے وفات پائی جو مصنف ہیں ریاض المسائل فی بیان احکام الشرع بالدلائل کے جو کہ نافع کی شرح ہے۔ جو شرح کبیر کے نام سے مشہور ہے۔ اور ان کی ایک مختصر شرح بھی ہے۔ اور مفاتیح وغیرہ کی شرح بھی ہے اور یہ علامہ بہبہانی کے بھانجے تھے اور ان کی محقق قمی سے منافرت تھی (رضوان اللہ علیہ) تعجب ہے کہ یہ جناب اصولی تھے لیکن ان کی فقہ کی کتاب مشہور ہوئی بخلاف محقق قمی صاحب قوانین کے اور یہ سید اپنے ماموں کے پاس رواق مطہر حسینی میں دفن ہوئے یہ اپنے ماموں سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ایک جماعت روایت کرتی ہے مثلاً سید محمد باقر رشتی جو حجۃ الاسلام کے لقب سے مشہور تھے اور فاضل کرباسی اور الحاج مولیٰ محمد جعفر استر آبادی شیخ احمد احسائی شیخ ابوعلی رجالی اور اس کے دو بیٹے سید محمد و سید مہدی وغیرہ اور الحاج مولیٰ محمد تقی قزوینی صاحب المجالس اور یہی بزرگ شہید ثالث مشہور ہیں جو ۱۲۶۳ ہجری میں شہید ہوئے اور ان کا بھائی الحاج مولیٰ محمد صالح بھی فضلاء میں سے تھا جس نے مخزن البکا لکھی اور ۱۲۷۰ ہجری کے حدود میں فوت ہوا۔

۱۲۳۱ ہجری کے ہی حدود میں سید اجل سید محسن بن سید حسن کاظمی اعرجی نے وفات پائی جو کثرت ورع و تقویٰ کے ساتھ مشہور اور سید صدر الدین قمی کے شاگرد اور الحاج سید محمد باقر رشتی و سید حیدر عاملی وغیرہ کے استاد تھے اور ان کی تالیفات میں سے ہے محصول فی علم الاصول و شرح وافیہ و منظومہ جو ابن سعید حلی کے نزھۃ اور مراثی فاخرہ سے مشابہ ہے خلاصہ یہ کہ وہ جناب انتہائی ورع و تقویٰ و زہد و انصاف میں تھے اور ان کا ایک بیٹا فقیہ و نیک تھا جو اپنے باپ کی زندگی میں فوت ہوگیا۔

۱۲۳۲ ہجری میں ملا علی اکبر بن محمد باقر ایجی اصفہانی فقیہ متکلم کی اصفہان میں وفات ہوئی اور تخت فولاد میں دفن ہوئے اور زبدۃ المعارف اور ایک رسالہ نماز نوافل ایک سلام کے ساتھ کے مولف ہیں اور اس کی رد سید باقر نے لکھی ہے اور اس کے علاوہ کئی اور رسائل فقیہہ بھی تالیف کیے ہیں۔

ماہ رجب ۱۲۴۰ ہجری میں حکیم ربانی ملا علی نوری متوطن اصفہان نے وفات پائی۔ ان کے اور محقق قمی کے درمیان بہت خط و کتابت رہتی تھی جن خطوط میں ان کے مشہور مسائل کے جوابات ہوتے تھے۔ اور یہ بزرگ بڑے اچھے اعتقاد سنن و آداب منقولہ کے پابند تھے۔ اور سید محمد باقر رشتی کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اور ان کے عمدہ حواشی اور تعلیقات ہیں حکمت و کلام میں اور ان کی سورہ توحید کی تفسیر ہے جو تین ہزار سطر سے زیادہ ہے۔

انھوں نے ایک عیسائی پادری کی رد بھی لکھی۔ ان کی وفات اصفہان میں ہوئی اور ان کا جنازہ نجف اشرف کی طرف لے گئے اور وہ باب طوسی کی چوکھٹ میں زائرین کے جوتا اتارنے کی جگہ کے نیچے دفن ہوئے۔

۱۲۴۲ ہجری میں یا ۱۲۴۳ ہجری میں شیخ افقہ اکبر افخر شیخ موسیٰ بن شیخ جعفر رضوان اللہ علیہما نے وفات پائی۔ اوائل ۱۲۴۳ ہجری میں شیخ احمد احسائی بحرانی نے مدینہ میں وفات پائی اور بقیع میں ائمہ بقیع کے نزدیک دفن ہوا۔ شیخ احمد کثرت عبادت میں مشہور تھا اور اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ جو اس کی عبادات کی طرف دیکھے تو اس کی مدح و تعریف کرتا ہے اور جو اس کی عبارات و تحریروں کو دیکھے تو اس کی قدح و مذمت کرتا ہے۔

مترجم کہتا ہے کہ شیخ احمد احسائی کے متعلق اس کے زمانہ سے لے کر اب تک محققین علماء کی رائے اچھی نہیں ہے۔ مراجع میں سے کسی سے سوال ہوا۔ انھوں نے اسے اور اس کے شاگردوں کاظم رشتی و کریم خان وغیرہ کو گمراہ و گمراہ کنندہ قرار دیا۔ ان کی کتب و عقائد کی ترویج و تبلیغ کو حرام و ناجائز قرار دیا، بلکہ بعض علماء نے صراحتاً ان کے کفر کا فتویٰ دیا اور ان کی اور ان کے باطل عقائد کی رد میں اس وقت تک کئی ایک کتب لکھی جا چکی ہیں۔ یہاں تک کہ منجد کے آخری ایڈیشن کے آخر میں جو مشہور لوگوں کے مختصر حالات ہیں ان لفظ احمد کے تحت لکھا ہے کہ یہ شیخی فرقہ کا موسس و بانی ہے کہ جو حلول کے قائل ہیں اور لفظ شیخی کے تحت تحریر ہے کہ ایک ایسا فرقہ ہے جو بارہ اماموں کی الوہیت کا قائل ہے، لہٰذا مومنین کو اس فرقے کے پرچار کرنے والوں سے ہوشیار رہنا چاہیے اور ان کی خرافات باتوں کی طرف دھیان نہیں کرنا چاہیے۔

۱۲۴۴ ہجری میں عالم فاضل کامل الحاج ملا احمد بن مہدی نراقی نے نراق شہر میں وبائے عام سے وفات پائی اور ان کی نعش مبارک نجف اشرف میں لے آئے اور صحن مبارک میں حضرت امیرؑ کے پشت سر انہیں دفن کیا گیا۔ وہ جناب روشن چراغ اور ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھے۔ ان کی مفید کتب میں مثلاً فقہ کی مستند

عوائد الایام شرح تجرید۔ اساس الاحکام مناہج الوصول الی علم الاصول مفتاح الاحکام فی الاصول اخلاق کی معراج السعادۃ خزائن طاقدیس پادری کی رد اور ان کے والد مولیٰ مہدی بن ابوذر بھی عالم و فاضل و کامل تھے۔ ان کی کتاب ہے معتمد الشیعہ فی احکام الشریعۃ۔ لوامع الاحکام۔ جامع السعادات۔ مشکلات العلوم۔ انیس التجار اور ایک رسالہ ہے اصول دین میں اور اس کے علاوہ کئی کتب ہیں۔

۱۲۴۸ ہجری میں شیخ اجل شیخ محمد تقی مولف ہدیۃ المسترشدین صاحب فصول شیخ محمد حسین کے بھائی نے وفات پائی۔

۲ ربیع الاول ۱۲۶۰ ہجری میں سید سند فقیہ جلیل حجۃ الاسلام سید محمد باقر رشتی صاحب مؤلفات نفیسہ نے اصفہان میں وفات پائی۔

۱۲۶۱ ہجری میں جناب شیخ محمد حسین صاحب فصول فی علم الاصول نے وفات پائی۔ آنجناب کی قبر شریف کربلا میں صحن کے دروازے کے قریب ہے کہ جس دروازے سے حضرت عباسؑ کی زیارت کے لیے جاتے ہیں۔

۱۲۶۲ ہجری میں عراق کی وباء میں جناب سید ابراہیم صاحب ضوابط وغیرہ نے وفات پائی اور کربلا میں دفن ہوئے۔ ان کی قبر شریف شیخ محمد حسین صاحب فصول کی قبر کے مدمقابل ہے۔

ماہ ذیقعدہ ۱۲۶۲ ہجری میں شیخ محمد حسن فرزند شیخ جعفر کبیر نجف اشرف کے مرجع درس و تدریس نے نجف اشرف میں وفات پائی اور یہ شیخ بزرگ جناب شیخ محمد حسن صاحب جواہر الکلام کے ہمعصر ہیں اور دونوں ایک دوسرے کے تقریباً ہم سن ہیں۔

۱۲۶۳ ہجری میں سید صدر الدین محمد بن سید صالح عاملی اصفہانی داماد شیخ جعفر نجفی نے وفات پائی اور نجف اشرف میں دفن ہوئے۔

۱۰ صفر ۱۲۶۳ ہجری میں جناب حاجی ملا جعفر استرآبادی نے تہران میں وفات پائی اوران کا جنازہ نجف اشرف میں لے آئے اور صحن مطہر کے ایوان میں دفن ہوئے۔

۸ رجمادی الثانی ۱۲۸۱ ہجری میں شیخ اعظم اعلم واجل رئیس العلماء والمجتہدین شیخ طائفہ شیخ مرتضی بن محمد امین تستری دسفولی متوطن نجف اشرف شاگرد، فاضل نراقی نے وفات پائی جو بہترین تالیفات کے مصنف ہیں۔ مثلاً مکاسب ورسائل وطہارت وصلوۃ وغیرہ اور اس وقت مرجع وملاذ ی درس وبحث آنجناب مرحوم کی کتب ہیں اور اس وقت شیخ مطلق کا انصراف علماء کی زبان میں ان کی طرف ہوتا ہے۔ آپ کی قبر شریف نجف اشرف میں صحن مطہر کے باب القبلہ کے قریب ہے۔ رضوان اللہ علیہ واسئل اللہ تعالیٰ ان یحشر دامعہ و مع سائر العلماء الامامیہ کتبہ الغالی عباس بن محمد رضا قمی عفی عنہما و کتبہ بخطہ اقل اہل العلم واحقر ہم احمد بن الحاج میرزا محسن حالی الاردبیلی المشتہر بخوشنویس فی شہر محرم ۱۳۶۳ ہجری۔

❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀